

الحمد لله سبحانه وتعالى الذي اكرمنا وامننا بدينه العظيم، واخرجنا من الظلمات الى النور، وهدانا لسلوك الصراط المستقيم، والحمد لله على ما هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله.

شاه و شمس

شاه ولی عالمگیر

متبرع بمجلد صناعات يا ضيعة عقلا على اصناف فنون لقلية الله اشارات صوفية ولف ظهير مائل تاويل القرآن اسلام  
الفرقان البحر العلماء مولانا السيد امير علي سلمه الله الصلي بصره في رخصه لك مطبع وراحت مولانا ي عالي وقار ترجمه هوكر

ہتمام منوہر لال - بی۔ اے پرنٹنگ پریس مطبع (اعلان) کتاب ہمارا جیسی شاہنشاہہ لکھنؤ ہر حق تالیف بحق نول کشور پریس محفوظ ہے۔



اطلاع

اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ مسلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جو جسکی فہرست مطول پہلے کی شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جو جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہو اس کتاب کے ٹیبل پرچ کے تین صفحہ جو سادے ہیں انہیں بعض کتب فقہ اردو و فارسی وغیرہ کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

| قیمت    | نام کتاب   | قیمت    | نام کتاب  |
|---------|--|---------|---|
| ۱۱ روپے | نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو بہ ہر چار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی کاغذ سفید۔  | ۱۱ روپے | کتب فقہ اردو و مذہب اہل سنت   |
| ۲ روپے  | نہراؤ مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثنائیہ (۳) صدوسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام۔ | ۱۱ روپے | غایت الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجم مولوی خرم علی و مولوی محمد حسن کامل چار جلد میں کاغذ سفید۔   |
| ۳ روپے  | شرح محمدی منظوم - مسائل فقہ از محمد فغان قندھاری۔  | ۱۱ روپے | عین الہدایہ - ترجمہ کامل ہدایہ ہر چار جلد حامل المتن مترجمہ مولوی امیر علی صاحب مترجم قنادائے عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیے موجود ہیں۔ |
| ۸ روپے  | تنبیہ الغافلین - مسائل و نییہ۔   | ۱۱ روپے | جلد اول موعودہ - جلد دوم۔   |
| ۱ روپے  | حیرت الفقہ - مسائل مشککہ فقہ اردو مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔  | ۱۱ روپے | جلد سوم - کاغذ سفید۔  |
| ۱۱ روپے | جواب السائلین - بطور استفادہ۔  | ۱۱ روپے | ایضاً - کاغذ حنائی۔   |
| ۱۴ روپے | کنز الدقائق - اردو ترجمہ مولوی محمد سلطان خان چہل مسائل فقہ اردو مولوی ابراہیم حسین بنگلوری  | ۱۱ روپے | جلد چہارم کاغذ سفید۔  |
| ۱۰ روپے | امشرف المسائل - از مولوی اشرف علی خان رسالہ تجزیہ تکلفین - میت از محمد عمر   | ۱۱ روپے | ایضاً - کامل کاغذ سفید گندہ۔  |
| ۱ روپے  | فقہ فارسی۔   | ۱۱ روپے | راہ خیانت - ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ   |
| ۱۱ روپے | ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہو دو جلد کامل کاغذ سفید حنائی  | ۱۱ روپے | منقح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جوہری   |
| ۱۱ روپے | شرح سفر السعادت اردو لانا عبدالحق دہلوی  | ۱۱ روپے | حقیقۃ الصلوۃ - مع رسالہ بے نازان  |
| ۱۱ روپے |  | ۱۱ روپے | کشف المحاجۃ - ترجمہ اردو مالابند  |
| ۱۱ روپے |  | ۱۱ روپے | از مولوی محمد نورا لدین۔  |





بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين اما بعد یہ ترجمہ جلد ثالث  
فتاویٰ عالمگیری کا سلیس اردو زبان میں لکھا گیا واللہ تعالیٰ ولی التمام وعلیہ التوکل وبل لا غصام

## کتاب اول بیع کے احکام میں

اور اس میں بیس باب ہیں

باب اول بیع کی تعریف اور اسکے رکن اور شرط و حکم و تقسام کے بیان میں۔ وضع ہو کہ رضامندی سے ایک مال کو دوسرے مال کے ساتھ باہم بدلنے کو بیع کہتے ہیں کذا فی الکافی۔ اور رکن بیع کی دو قسم ہیں ایک ایجاب و قبول اور دوسرا تعاطی یعنی لینا اور دینا یہ محیط مخری میں لکھا ہو۔ اور شرط بیع کی چار قسمیں ہیں ایک بیع کے منعقد ہونے کی شرط دوسری نافذ ہونے کی تیسری صحیح ہونے کی اور چوتھی لازم ہونے کی پھر منعقد ہونے کی شرط چار طرح پر مشتمل اسکے منعقد کرنے والے میں ایک یہ چاہیے کہ عاقل اور شیردار ہو یہ کفایت اور نہایت میں مذکور ہو پس حیا کا یا کم عقل کہ بیع اور اسکے اثر کو سمجھتا ہو اسکی بیع درست ہے بشرط القدر میں لکھا ہو اور دوسرے یہ چاہیے کہ منعقد کرنے والا ایک شخص نہ ہو ایک سے زیادہ ہو اگر دونوں طرف سے ایک ہی شخص ہو گا تو بیع صحیح نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے و بعضی صورتوں میں اگر دونوں طرف سے ایک ہی منعقد کرنے والا ہو تو بھی بیع درست ہوتی ہے اسی واسطے بحر الزمان میں اس حکم سے استثناء کر کے کہا کہ سوائے باپ و رائے وصی کے اور قاضی کے یہ لوگ اگر اپنا مال چھوٹے لڑکے کے ہاتھ فروخت کریں یا ان سے خریدیں تو ہر ایک انہیں سے دونوں طرف سے عقد کر سکتا ہو مگر وصی کی بیع میں بشرط ہر کہ اشہم یتیم کا نفع ظاہر ہو اور سوائے اہل بی و دونوں طرف سے بیع کر سکتا ہو بشرط ہر کہ اشہم یتیم کا نفع ظاہر ہو اور سوائے غلام کے کہ غلام بھی اپنے مالک کی اجازت سے اپنے آپ کو اس سے خرید سکتا ہو بشرط ہر کہ اشہم یتیم کا نفع ظاہر ہو بشرط ہر کہ اشہم یتیم کا نفع ظاہر ہو بشرط ہر کہ اشہم یتیم کا نفع ظاہر ہو



مشتری اتنے ہی کو قبول کرے۔ پس اگر مشتری نے بائع کی مخالفت کی خواہ اس طرح کہ جو چیز بائع نے بیچی تھی اسکے سوا دوسری قبول کی یا اسی چیز میں سے تھوڑی سی قبل کی یا بائع نے جس چیز کے عوض بیچی تھی اسکے سوا اور کسی چیز کے عوض قبول کی یا بائع نے جو مومن کہتا تھا اس سے کم پر قبول کی تو بیع منعقد ہوئی لیکن اگر ایجاب مشتری کی طرف سے ہوا اور بائع نے اس سے کم پر قبول کی یا ایجاب بائع کی طرف سے ہوا اور مشتری نے زیادہ ترن پر قبول کر لی تو بیع منعقد ہو سکتی ہے۔ پس اگر بائع نے وہ زیادہ ترن اسی مجلس میں قبول کر لی تو بیع جائز ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور از ان جملہ ان دونوں چیزوں میں کہ جو ایک دوسرے سے بدلی جاویں یہ شرط ہے کہ اسی مالیت قائم ہو پس اگر مالیت معدوم ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ محیط خصی میں لکھا ہے اور از ان جملہ بیع میں یہ شرط ہے کہ موجود ہو پس جو چیز معدوم ہو یا اس میں معدوم ہونے کا خوف ہو جیسے کسی جانور کے بچہ کا بچہ یا محل فروخت کرے تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور بیع میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنی ذات میں بھی مخلوک ہو اور یہ کہ جو چیز بائع اپنے واسطے فروخت کرتا ہو وہ فروخت کے وقت بائع کی ذاتی ملکیت ہو۔ پس گھانس کی بیع منعقد نہیں ہوتی اگرچہ ایسی زمین میں ہو جو بائع کی ملکیت ہو فترجم کتابہ کہ گھانس سے مراد خود و گھانس ہے جو ملا اہتمام پیدا ہو گئی ہو۔ اور اس چیز کی بیع بھی منعقد نہیں ہوتی جو فی الحال بائع کی ملکیت نہیں ہے اگرچہ وہ پھر اسکا مالک ہو جائے سوائے صورت بیع سلم کے اور غصب کے کہ غاصب نے جو چیز غصب کی تھی اسکو بیچ کر کے پھر اسکے مالک کو ضمان دی تو اسکی بیع نافذ ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور بیع میں یہ بھی شرط ہے کہ شرعاً قیمت داخل ہو اور اسی وقت یا دوسرے وقت مشتری کے چرہ ہو سکتی ہو کہ ان فی فتح القدر۔ اور منجملہ اسکے جو دونوں بیع منعقد کرنے والے ہیں انکو ایک دوسرے کا کلام سننا شرط ہے اور یہ بالا جماع سب کے نزدیک بیع کے منعقد ہونے میں شرط ہے پس اگر مشتری نے کہا کہ میں نے خرید اور بائع نے نہ سنا تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے پس اگر مجلس کے لوگوں نے مشتری کا کلام سنا اور بائع نے نہ سنا تو بیع منعقد نہ ہوگا۔ لکن بائع کی سماعت میں نقصان نہیں ہو تو فاضل اپنے حکم میں اسکے قول کی تصدیق نہ کرے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور منجملہ اسکے مکان بیع میں یہ شرط ہے کہ مجلس ایک ہو یعنی ایجاب قبول ایک مجلس میں ہوں اور دو مجلسوں میں ہونے تو بیع منعقد نہ ہوگی۔ اور بیع کے نافذ ہونے کی شرط دوسری یہ ہے کہ بائع کا مالک ہونا یا اپنی ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ بیکنے والی چیز میں بیع کے سوا کسی اور شخص کا حق نہ ہو اگر ہو گا تو بیع نافذ نہ ہوگی جیسے مرنوں کی بیچ یا اس چیز کی جو کہ ایسی ہے کہ بیع کے بعد بائع میں لکھا ہے بیع کے صحیح ہونے کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک عام دوسری خاص پس عام شرط ہر بیع کی واسطے دی ہو جو منعقد ہونے کی شرط ہے اس لیے کہ جو بیع منعقد نہ ہوگی وہ صحیح نہ ہوگی اور اسکا عکس نہیں ہے یعنی جو بیع صحیح نہ ہو وہ منعقد نہ ہو اس لیے کہ بیع فاسد ہمارے نزدیک منعقد ہوتی ہے اور نافذ بھی ہوتی ہے شرط کی قطعہ اسکے ساتھ متصل ہو جائے۔ اور منجملہ اسکے یہ شرط ہے کہ بیع کی کوئی میعاد مقرر نہ ہو اگر کسی میعاد تک بیع ہوئی تو صحیح نہ ہوگی مثلاً ایک سال کے واسطے بیع ٹھہرائی یا جب یا بعد وہ یہ دیکھئے تو مشتری بیع واپس کرے چنانچہ بیع الفہ اسے قبل سے ہو اور اسکا ذکر آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور منجملہ اسکے بیچنے والی چیز اور اسکا مومن ہونا چاہیے کہ مجلس سے جھگڑا نہ پیدا ہو پس ایسی چیز کی بیع کہ جسکی حالت سے جھگڑا پیدا ہو صحیح نہیں ہے لہذا کہ میں نے کوئی ایک بکری اس محلہ میں سے فروخت کی یا مشتری نے کہا کہ جو اس چیز کی قیمت ہوگی وہ دیکھا دے گی یا جو ظان شخص کہہ دے گا وہ دیکھا دے گا

بیع منعقد ہونے کی شرطیں  
۱۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی ملکیت ہونا چاہیے  
۲۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی سماعت ہونا چاہیے  
۳۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالکیت ہونا چاہیے  
۴۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالک ہونا چاہیے  
۵۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالک ہونا چاہیے  
۶۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالک ہونا چاہیے  
۷۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالک ہونا چاہیے  
۸۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالک ہونا چاہیے  
۹۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالک ہونا چاہیے  
۱۰۔ بیع میں بیع کے وقت بائع کی مالک ہونا چاہیے

اور بخلہ اسکے یہ شرط ہو کہ اس بیع کا کچھ فائدہ بھی ہو پس جس چیز کی بیع و شرار میں کچھ فائدہ نہ ہو وہ بیع فاسد ہے مثلاً ایسے دو دم کا آپس میں خرید و فروخت کرنا کہ دونوں وزن اور صفت میں برابر ہوں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور بخلہ اسکے بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ چاہیے کہ اس میں کوئی شرط فاسد نہ لگائی جاوے اور شرط فاسد چند طرح پر ہوتی ہے از بخلہ وہ شرط ہو کہ اسکے ہونے میں دعو کا ہو مثلاً کسی اونٹنی کو اس شرط پر خریدا کہ وہ حاملہ ہو اور از بخلہ یہ کہ جس چیز کی شرط کی گئی ہو وہ شریع میں جائز نہ ہو یا ایسی چیز کی شرط کی کہ یہ عقد بیع اسکو نہیں چاہتا ہو اور اس میں بائع یا مشتری یا بکھنے والی چیز کا اگر بی آدم میں سے ہو فائدہ مقصور ہو اور وہ شرط عقد کے مناسب بھی نہ ہو اور نہ آدمیوں میں اس قسم کی شرط کو کسی عادت جاری ہو اور بخلہ فاسد شرطوں کے یہ ہو کہ اگر بیع عیش اور شمن عین ہو تو اس میں مدت مقرر کرنا فاسد ہے اور اگر بیع کوئی مال دین اور مول دین ہو تو جائز ہے۔ اور یہ شرط کرنا کہ ہمیں ہمیشہ اختیار ہو کہ جب چاہیں واپس کر لیں یا لے لیں فاسد ہے اور ایسے وقت جمہول کے خیال کی شرط مقرر کرنا جسکی جہالت کھلی ہوئی ہو فاسد ہے جیسے ہوا کا چلنا یا نہ چلنا یا کسی شخص کا آنا وغیرہ یا ایسے وقت کے اختیار کی شرط مقرر کرنا جو سمجھ سے کچھ قریب ہو جیسے کھیتی کا ٹاٹا اور اسکا روندا اور چار جیون کا آنا وغیرہ یا ایسے خیاری کی شرط کرنا جس میں بالکل وقت ہی نہیں ہے یا تین دن سے زیادہ کے واسطے خیاری شرط کرنا یہ سب شرطیں فاسد ہیں یہ بائع میں لکھا ہے۔ اور بیع صحیح ہونے کی شرطیں جو خاص ہیں از بخلہ یہ کہ جس بیع میں مول اور کرنے کی مدت قرار پائی ہے وہ مدت معلوم ہو اور اگر مدت معلوم ہوگی تو بیع فاسد ہے۔ اور بخلہ اسکے اگر مال منقولہ خریدا تو اسکی بیع کے واسطے پہلے قبضہ ہونا شرط ہو اور قرض کے فروخت کرنے میں بھی قبضہ شرط ہے پس قرض کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے فاسد ہے جیسے بیع سلم کی صورت میں جس چیز میں سلم قرار پائی ہے اسکی اور اس مال کی بیع اگرچہ بعد پھر لینے کے ہو بدون قبضہ کے جائز نہیں ہے اور ایسے ہی کسی چیز کو بعض ایسے قرضہ کے کہ جو کسی شخص پر آتا ہو بیع کرنا جائز نہیں لیکن اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو اسکا حکم اسکے برخلاف ہوتا یعنی اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو قبضہ کیا جائز ہے۔ از بخلہ یہ ہو کہ اگر خرید و فروخت ایسی چیزوں میں واقع ہو کہ جن میں ہود جاری ہوتا ہو تو دونوں بدل میں مالیت شرط ہے۔ از بخلہ یہ ہو کہ وہ سود کے شہہ سے خالی ہو۔ از بخلہ یہ ہو کہ اگر وہ بیع الصرف ہو تو جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہونا چاہیے۔ از بخلہ یہ ہو کہ بیع مراءجہ اور بیع تولیہ اور بیع اشتراک اور بیع وضیعہ میں پہلا شمن معلوم ہونا شرط ہو۔ بیع کے لازم ہونے کی یہ شرط ہو کہ چاروں طرح کی خیاریوں سے جو ششور ہیں اور انکے سوا اور سب طرح کی خیاریوں سے خالی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ حکم بیع کا یہ ہو کہ مشتری کی ملکیت خریدی ہوئی چیز میں اور بائع کی ملکیت اسکے مول میں ثابت ہوتی ہو بشرطیکہ وہ بیع قطعی ہو اور اگر موقوف ہوگی تو اجازت کے وقت ملکیت ثابت ہوگی یہ محیط شری میں لکھا ہے۔ اقسام بیع کے باعتبار مطلق بیع کے چار ہیں نافذ و موقوف و فاسد و باطل۔ نافذ وہ جسکا حکم فی الحال ثابت ہو اور موقوف وہ جسکا حکم اجازت کے وقت ثابت ہو فاسد وہ جسکا حکم قبضہ کرنے سے ثابت ہو اور باطل وہ جسکا حکم بالکل ثابت نہیں ہوتا اور بکھنے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں اول بیع میں مال کی نہیں مال سے اسکو بیع مقابضہ کہتے ہیں دوسری بیع موقوفہ کی ہیں یہ اسکو بیع الصرف کہتے ہیں تیسری بیع دین کی ہیں مال سے بیع سلم اور چوتھی اسکے برعکس یعنی بیع عین کی یہ عوض دین کے جیسے اکثر بیع کی صورتیں ہوا کرتی ہیں یہ بحر الرائق میں

اور بخلہ اسکے یہ شرط ہو کہ اس بیع کا کچھ فائدہ بھی ہو پس جس چیز کی بیع و شرار میں کچھ فائدہ نہ ہو وہ بیع فاسد ہے مثلاً ایسے دو دم کا آپس میں خرید و فروخت کرنا کہ دونوں وزن اور صفت میں برابر ہوں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور بخلہ اسکے بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ چاہیے کہ اس میں کوئی شرط فاسد نہ لگائی جاوے اور شرط فاسد چند طرح پر ہوتی ہے از بخلہ وہ شرط ہو کہ اسکے ہونے میں دعو کا ہو مثلاً کسی اونٹنی کو اس شرط پر خریدا کہ وہ حاملہ ہو اور از بخلہ یہ کہ جس چیز کی شرط کی گئی ہو وہ شریع میں جائز نہ ہو یا ایسی چیز کی شرط کی کہ یہ عقد بیع اسکو نہیں چاہتا ہو اور اس میں بائع یا مشتری یا بکھنے والی چیز کا اگر بی آدم میں سے ہو فائدہ مقصور ہو اور وہ شرط عقد کے مناسب بھی نہ ہو اور نہ آدمیوں میں اس قسم کی شرط کو کسی عادت جاری ہو اور بخلہ فاسد شرطوں کے یہ ہو کہ اگر بیع عیش اور شمن عین ہو تو اس میں مدت مقرر کرنا فاسد ہے اور اگر بیع کوئی مال دین اور مول دین ہو تو جائز ہے۔ اور یہ شرط کرنا کہ ہمیں ہمیشہ اختیار ہو کہ جب چاہیں واپس کر لیں یا لے لیں فاسد ہے اور ایسے وقت جمہول کے خیال کی شرط مقرر کرنا جسکی جہالت کھلی ہوئی ہو فاسد ہے جیسے ہوا کا چلنا یا نہ چلنا یا کسی شخص کا آنا وغیرہ یا ایسے وقت کے اختیار کی شرط مقرر کرنا جو سمجھ سے کچھ قریب ہو جیسے کھیتی کا ٹاٹا اور اسکا روندا اور چار جیون کا آنا وغیرہ یا ایسے خیاری کی شرط کرنا جس میں بالکل وقت ہی نہیں ہے یا تین دن سے زیادہ کے واسطے خیاری شرط کرنا یہ سب شرطیں فاسد ہیں یہ بائع میں لکھا ہے۔ اور بیع صحیح ہونے کی شرطیں جو خاص ہیں از بخلہ یہ کہ جس بیع میں مول اور کرنے کی مدت قرار پائی ہے وہ مدت معلوم ہو اور اگر مدت معلوم ہوگی تو بیع فاسد ہے۔ اور بخلہ اسکے اگر مال منقولہ خریدا تو اسکی بیع کے واسطے پہلے قبضہ ہونا شرط ہو اور قرض کے فروخت کرنے میں بھی قبضہ شرط ہے پس قرض کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے فاسد ہے جیسے بیع سلم کی صورت میں جس چیز میں سلم قرار پائی ہے اسکی اور اس مال کی بیع اگرچہ بعد پھر لینے کے ہو بدون قبضہ کے جائز نہیں ہے اور ایسے ہی کسی چیز کو بعض ایسے قرضہ کے کہ جو کسی شخص پر آتا ہو بیع کرنا جائز نہیں لیکن اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو اسکا حکم اسکے برخلاف ہوتا یعنی اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو قبضہ کیا جائز ہے۔ از بخلہ یہ ہو کہ اگر خرید و فروخت ایسی چیزوں میں واقع ہو کہ جن میں ہود جاری ہوتا ہو تو دونوں بدل میں مالیت شرط ہے۔ از بخلہ یہ ہو کہ وہ سود کے شہہ سے خالی ہو۔ از بخلہ یہ ہو کہ اگر وہ بیع الصرف ہو تو جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہونا چاہیے۔ از بخلہ یہ ہو کہ بیع مراءجہ اور بیع تولیہ اور بیع اشتراک اور بیع وضیعہ میں پہلا شمن معلوم ہونا شرط ہو۔ بیع کے لازم ہونے کی یہ شرط ہو کہ چاروں طرح کی خیاریوں سے جو ششور ہیں اور انکے سوا اور سب طرح کی خیاریوں سے خالی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ حکم بیع کا یہ ہو کہ مشتری کی ملکیت خریدی ہوئی چیز میں اور بائع کی ملکیت اسکے مول میں ثابت ہوتی ہو بشرطیکہ وہ بیع قطعی ہو اور اگر موقوف ہوگی تو اجازت کے وقت ملکیت ثابت ہوگی یہ محیط شری میں لکھا ہے۔ اقسام بیع کے باعتبار مطلق بیع کے چار ہیں نافذ و موقوف و فاسد و باطل۔ نافذ وہ جسکا حکم فی الحال ثابت ہو اور موقوف وہ جسکا حکم اجازت کے وقت ثابت ہو فاسد وہ جسکا حکم قبضہ کرنے سے ثابت ہو اور باطل وہ جسکا حکم بالکل ثابت نہیں ہوتا اور بکھنے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں اول بیع میں مال کی نہیں مال سے اسکو بیع مقابضہ کہتے ہیں دوسری بیع موقوفہ کی ہیں یہ اسکو بیع الصرف کہتے ہیں تیسری بیع دین کی ہیں مال سے بیع سلم اور چوتھی اسکے برعکس یعنی بیع عین کی یہ عوض دین کے جیسے اکثر بیع کی صورتیں ہوا کرتی ہیں یہ بحر الرائق میں

بیع

لکھا ہے۔ اور ایسی ہی قسمیہ بدل کی راہ سے بھی بیج کی چار قسمیں ہیں اول بیج مساومہ اور وہ اس فن پر بیج ہر جس پر دونوں متفق ہو جاوین اور دوسری بیج مراجمہ اور وہ پہلے مول پر کچھ زیادہ لیکر بیجے کو کہتے ہیں اور تیسری بیج کو لہ اور وہ فقط پہلے مول پر بدون زیادتی دکنی کے بیج ہی اور چوتھی بیج وضعیہ کہ وہ پہلے مول سے کم پر بیجے کو کہتے ہیں یہ محیط سترہ میں لکھا ہے

**دوسرا باب** ایسے کلمات کے بیان میں جو بیج منعقد ہونے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُس چیز کے حکم کے بیان میں جو بچنے وغیرہ کے عرض سے قبضہ میں کر لی ہو اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

**فصل اول** اُن کلمات کے بیان میں جن سے بیج منعقد ہوتی ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو دو لفظ ایسے ہوں کہ جگہ معنی مالک کر دینے اور مالک ہو جانے کے ہوں اور اتنی یا حال کے صیغہ ہوں اُن سے بیج منعقد ہو جاتی ہے۔ کذا فی الحیط خواہ وہ معینہ فارسی ہوں یا عربی یا اور کسی زبان کے یہ آثار خانہ میں لکھا ہے۔ اور ماضی کے صیغہ سے بدون نیت کے بیج منعقد ہوتی ہے اور مضارع کے صیغہ میں اس پر کہ نیت چاہیے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ پس اگر بائے نے یون کہا کہ میں یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کے عوض بیچتا ہوں یا تجھے بختا ہوں یا عطا کرتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں اُس کو تجھے مول لیتا ہوں یا لیتا ہوں اور دونوں کی نیت فی الحال بیچ پورا کرنے کی ہو یا ایک نے ماضی اور دوسرے نے مستقبل کا صیغہ کہا اور اُس میں بھی نیت فی الحال بیچ واجب کرنے کی ہو تو بیج منعقد ہو جاوے گی اور اگر یہ نیت نہیں تو بیج منعقد نہو گی یہ قنینہ میں لکھا ہے اور بتانا چاہیے کہ جو صیغے محض حال کے ہیں جیسے کہ کہا اسی وقت بیچتا ہوں تو اُس میں نیت کی حاجت نہیں اور جو صیغے محض استقبال کے ہیں جیسے کہ میں اُسکو آئندہ زمانے میں بیچتا ہوں یا امر کے صیغے ہوں تو اُن سے بیج منعقد نہیں ہوتی مگر اُس صورت میں کہ امر کی دلالت اُسی معنی پر ہو جو ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ کہا کہ اس غلام کو اس قدر فن کو لے کے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لے لیا تو یہ بھی بمنزلہ ماضی کے ہو یہ ہر اُن کلمات میں لکھا ہے۔ امام ابو اللیث میں کہہ رہے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک بائع نے کہا کہ یہ کپڑا دس درم کو لے مشتری نے کہا کہ میں نے لے لیا پھر بائع نے کہا میں نہیں دیتا تو اس کا کلام کو اختیار رہی یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ اُسکو اختیار نہیں ہے اور ایسے ہی جب مشتری نے کہا کہ میں نے لے لیا تو پھر اُسکو بھی اختیار کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پھر بتانا چاہیے کہ جب بیچ امر کے صیغہ سے واقع ہو تو ایسی بیچ میں قنین لفظ ہونے چاہیے چنانچہ اگر بائے نے کہا کہ تجھے خرید لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے خریدا تو بیج منعقد نہو گی تا وقتیکہ بائے پھر یہ دے سکے کہ میں نے بیچا یا اگر مشتری نے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ ڈال اور بائے نے کہا کہ میں نے بیچ ڈالا تو ضرور ہو کہ مشتری دوبارہ کہے کہ میں نے خریدا یہ سراج الوباح میں لکھا ہے۔ اور استغنام کے صیغہ سے سب کے نزدیک بیج منعقد نہیں ہوتی جیسے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ کیا تو یہ چیز میرے ہاتھ اتنے کو بیچتا ہے یا یہ کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو بیچی اور بائے نے کہا کہ میں نے بیچی تو بیج منعقد نہو گی تا وقتیکہ مشتری پھر نہ کہے کہ میں نے خریدا یہ بیچ میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خریدی اپنی چیز را از من بکذا یعنی کیا یہ چیز تو نے مجھ سے اتنے کو خریدی دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدی اور پھر اُس شخص نے یہ نہ کہا کہ میں نے بیچی تو بیچ تمام نہو گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ **فت و اضح** ہو کہ خریدی اپنی چیز را از من اگر پھر حوت استغنام کو شامل نہیں مگر فارسی میں یہ استغنام کے محل پر محض ہے

حاصل ہے کہ بیج منعقد ہونے کی نیت فی الحال یا مستقبل یا استقبال کے صیغے میں ہونی چاہیے



جسکا ترجمہ بلفظ استفہام مذکور ہوا اور اتنی واسطہ بدوین تیسرے لفظ کے بیچ تمام ہونے کا حکم خلاصہ میں ہے۔ اور  
امام ظہیر الدین نے اپنے چچا شمس لائٹہ اور جندی اور اپنے استاد شمس لائٹہ سرخسی سے نقل کیا ہے کہ اس صورت میں  
بیچ منعقد ہو جائے گی اسلئے کہ بائع کے قول میں لفظ فروخت یعنی میں نے بیچی مضمون اور بائع کے قول کے یہ معنی  
ہیں کہ خریدی کہ فروخت یہ محیط میں لکھا ہے اور مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ یہی حکم مختار ہے۔ اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے  
یہ غلام بعوض ہزار درم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اسکے بیچ کے ہونے میں  
اختلاف ہے امام ابو بکر اسکاٹ نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان اقالہ کی لفظ کے ساتھ بیچ منعقد ہو جاوے گی اور فقیہ  
ابو جعفر نے کہا ہے کہ بیچ منعقد ہوگی اور فقیہ ابواللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور نیز یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
کا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان + اور سلم کے لفظ سے سب روایتوں کے موافق بیچ منعقد ہو جاتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے  
اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام ہزار روپیہ کو جبہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے  
قبول کیا تو یہ بیچ صحیح ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور بیچ کا ایجاب لفظ جمل کے ساتھ عربی میں یا گردانید  
فارسی یا گردانے اور کروینے کے ساتھ اردو میں صحیح ہے مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے یہ چیز اس قدر  
کے عوض میں تیری کردی تو بیچ ہی اسلئے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی قریض خواہ سے یوں کہے کہ  
میں نے تیرے قرضدار کی یہ چیز تیرے قرض کے عوض میں تیری کردی تو بیچ ہو جائیگی اور یہی صحیح ہے اور اگر یہ کہا کہ میں  
راضی ہو گیا تو بھی ایجاب صحیح ہو جاتا ہے اور اگر پہلے ایک نے کہا کہ میں نے بیچا اور پھر دوسرے نے کہا کہ میں نے  
اجازت دی تو بیچ منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر الرائق اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے اس قدر میں کو یہ چیز  
مولیٰ اور بائع نے کہا کہ میں راضی ہوا یا میں نے پوری کردی یا میں نے اجازت دی تو بیچ منعقد  
ہو جائیگی کذا فی الاختیار شرح المختار اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ تیرے قرض کے  
عوض بیچ ہے اور دوسرے نے قبول کر لیا تو بیچ منعقد ہو جائیگی یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور اگر دوسرے شخص سے  
کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو مول لیا اور اس نے کہا کہ میں نے بھی کیا یا کہا کہ ہاں یا کہا کہ قیمت دے تو  
آن دونوں میں بیچ صحیح ہوگی اور یہی اصح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس کو  
اس قدر داموں کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے ہی بائیر غلام ہے یا چھپرہ فدا ہے تو بیچ تمام ہوگی یہ  
وجیز کردہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے یہ چیز اتنے کو تیرے ہاتھ بیچی اور دوسرے  
نے کہا کہ میں نے لے لی تو بیچ تمام ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا گھوڑا  
تیرے گھوڑے کے عوض میں دیا اور دوسرے نے کہا کہ اور میں نے بھی ایسا ہی کیا تو یہ بیچ ہوگی اور شمس لائٹہ  
اور جندی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ غلام بعوض ہزار  
درم کے تیرے ذمہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے مانا تو یہ بیچ ہوگی کذا فی الطیبت۔ کسی نے کہا کہ میں نے یہ  
غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور اس کا مول مجھے جبہ کر دیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خرید لیا تو یہ  
بیچ صحیح نہیں ہے یہ وجیز کردہ میں لکھا ہے لیکن اگر کسی قدر داموں کو بیچا اور مشتری نے اس کو قبول کر لیا  
پھر مشتری کو دائم معائنہ کر دیے یا اس کو جبہ کر دیے یا اس کو صدقہ میں دیدے تو بیچ صحیح ہے۔ اور اگر غلام

بیچ صحیح ہوگا  
میں دوسرا  
میں جو مشتری  
اور بائع کے  
میان بیچ ہوگا  
پھر مشتری کو  
دائم معائنہ  
کر دیے یا اس  
کو جبہ کر دیے  
یا اس کو صدقہ  
میں دیدے تو  
بیچ صحیح ہے

بیجا اور مول سے سکوت کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قبضہ سے ملکیت ثابت ہو جاوے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور مشتری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ جو ہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ پر بلا مشن بیجا تو قبضہ کرنے سے بھی بیع کا مالک ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ پر دو ہزار درم کو بیجا اور مشتری نے کہا کہ میں نے بلا کسی چیز کے عوض کے خریدنا تو بیع صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مملوک کے کسی عضو کی طرف بیع کے نسبت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسے عضو کی طرف کی کہ جس کے طرف حلق کی نسبت کرنے سے وہ آزاد ہو جائے تو اس کی طرف بیع کی نسبت کرنے سے بیع ہو جائیگی اور اگر ایسا نہیں ہے تو بیع بھی صحیح ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور تینیں ناصری میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ من فروختم این بندہ را ہزار درم تو خریدی یعنی میں نے یہ غلام ہزار درم کو بیجا نوے خرید ۱۱ اور دوسرے نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ خریدم یعنی میں نے خرید ۱۱ تو بیع تمام ہوگئی۔ اور اگر بائع نے اس طرح کہا کہ من فروختم این بندہ را ہزار درم اور مشتری نے کہا خریدم اور کچھ زیادہ نہ کہا تو بیع ہوگی کیونکہ اس میں مشتری کی طرف نسبت نہ تھی یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے اور اگر پہلے سے کچھ بیع کی گفتگو درپیش تھی پھر بائع نے کہا کہ میں نے اس قدر من کو بیجا اور مشتری نے کہا کہ میں نے مول لیا اور یہ نہ کہا کہ مجھے مول لیا تو بیع صحیح ہوگی کیونکہ اس میں اس کا عکس دینی اگر مشتری نے یوں کہا کہ میں نے اس قدر من کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیجا اور یہ نہ کہا کہ تیرے ہاتھ پر بیجا تو بیع صحیح ہوگی) یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر مجھے پسند آوے تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درم کو ہے اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور ایسے ہی اگر اس طرح کہا کہ مجھے موافق ہو تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درم کو ہے اور اس نے کہا کہ میرے موافق ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو ارادہ کرے یا خواہش کرے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا اور خواہش کی تو ان مل و صد تو ان میں جواب میں بیع ہو جاتی ہے ابتداء میں لازم نہیں ہوتی ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ ٹھوس چیز اگر پاسنوسن وزن میں ہو تو وزن کر کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیجا اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید لی پھر اس کو وزن کیا تو عیسا بائع نے کہا تھا ویسا ہی پایا تو یہ بیع ہوگی لیکن اگر بائع اس قول سے پہلے اس کا وزن جانتا تھا تو بیع جائز ہے اس لیے کہ یہ قول تحقیق ہوگا تعلیق ہوگا یہ قیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ اسباب بیجا اور آج کے دن اسکو دیکھ اگر تو اس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیے ہے اور وہ اسکو لے گیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر آج تو اس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیے ہے اور یہ قول ہنزہ ایسے کہنے کے ہے کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیجا کہ آج کے دن کا تجھ کو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ذخیرہ میں کہا کہ یہ جو از بیع بدیل استحقاق ہے اور چاہے تینوں عالموں نے اسی کو لیا ہے انتہی کلام ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیجا اگر تجھ کو ایک دن رات تک منظور ہو تو لینا بیع کا تمام کرنا یہ تعلیق نہیں ہے یہ بکرا الرائق میں لکھا ہے۔ اگر یوں کہا کہ یہ چیز میں نے ہزار درم کو بیجا بشرطیکہ غلام شخص راضی ہو جائے تو اگر اس کے راضی ہونے کا کوئی وقت مقرر کر دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بیع جائز ہے یہ چیز کو روزی میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی کپڑے کو بطور بیع فاسد کے مول لیا پھر دوسرے دن بائع سے ملا

بیع صحیح ہوگا  
بیع صحیح ہوگا  
بیع صحیح ہوگا

اور اُس سے کہا کہ کیا تو نے اپنا کپڑا ہزار درم کو میرے ہاتھ نہیں بیچا اُس نے کہا کہ ہاں بیچا ہوں پھر اُس مشتری نے کہا کہ میں نے اُسکو لیا تو یہ گفتگو بیکار ہو اور اُس کی بنا اُسی بیع فاسد پر رہی جو پہلے واقع ہوئی تھی اور اگر اُن دونوں نے اُس بیع فاسد کو بالاتفاق ترک کر دیا ہو تو آج بیع جائز ہو جائیگی۔ کسی شخص نے اپنا غلام ہزار درم کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ اگر آج میرے پاس تو وام نہ لایا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہو اور مشتری نے قبول کر لیا اور اُس دن اُسکے دام نہ لایا اور دوسرے دن بائع سے ملا تو مشتری نے کہا کہ تو نے اپنا یہ غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اُس نے کہا کہ ہاں بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے لیا تو اُسی وقت از سر نو بیع ہو جائیگی اس واسطے کہ پہلی خرید ٹوٹ چکی تھی اور یہ مسئلہ بیع فاسد کی صورت کے مثل نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر کسی نے یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر اگر تو نے ایک سال تک وام نہ دیے تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہو تو یہ بیع فاسد ہو اور یہ قول مثل خیال کے نہیں ہو اور اگر تین دن کی شرط کا ذکر کیا کہ اگر تین دن تک وام نہ دے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہو تو استحساناً بیع جائز ہو اور اگر چار دن تک کا ذکر کیا تو بیع جائز نہیں لیکن اگر چار روز کی شرط میں مشتری تین ہی دن میں وام لایا اور کہا کہ مجھے دیکر نا منظور نہیں ہے تو شیخ رحمہ نے کہا کہ میں اس بیع کو جائز رکھتا ہوں بشرطیکہ تین دن میں وام لاوے یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو اس قدر درم اس کپڑے کے عوض مجھ کو ادا کر دے تو میں نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا اور اُس شخص نے وہ مول اُسی مجلس میں ادا کر دیا تو یہ بیع ہو جائیگی اور کتاب التیسر میں ذکر کیا ہو کہ یہ بیع استحساناً صحیح ہو اور اسی طرح اگر بائع نے کہا فروختہ چون بہا میں رسد یعنی میں نے بیچا اگر مجھ تک قیمت پہنچ جاوے پھر اُس نے قیمت اُسی مجلس میں اُس کو دیدی تو یہ بیع استحساناً صحیح ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ تیری باندی دس دینار کو مول لی تو نے بھی اُسے کہا کہ فروختہ گیر یعنی کی ہوئی سمجھ لے تو اگر اس کی مراد بیع کا پورا کرنا ہو تو بیع صحیح ہوگی یہ قنہ میں لکھا ہو۔ قنہ میں ہر حسن ابن علی رحمہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص نے بائع کے وکیل سے کسی مال کا بائیس دینار کو مول کیا اور وکیل نے کہا کہ پچیس دینار سے کم نہ دون گا اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ تین دینار چھوڑ دے اور وہ راضی ہو گیا مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور وہاں گواہ اُسکے رضا مندی کے موجود تھے کہ وہ خوشی سے راضی ہو گیا تھا تو کیا یہ بیع ہی انھوں نے فرمایا کہ اس قدر سے بیع نہیں ہوتی لیکن اگر ایجاب و قبول یا کوئی ایسا فعل جو ان دونوں کے قائم مقام ہو یا جاوے تو بیع صحیح ہوگی یہ تانا خانہ میں لکھا ہو۔ اور اگر بائع نے دوسرے یا دیوار کے اسطرح سے آواز دی تو جائز نہیں ہو۔ کوئی شخص بعت میں تھا اسے دوسرے شخص سے جو چھپت ہو کہ یہ کہا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ اس مول کو بیچی دوسرے نے کہا کہ میں نے مول لی تو اگر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور دوسرے والے کو بات سننے میں شبہ نہیں ہوتا تو بیع صحیح ہو یہ قنہ میں لکھا ہو۔ جو دوری ایسی ہو کہ جس ایک دوسرے کی بات سننے میں شبہ پڑتا ہو وہ بیع کی مانع ہو اور اگر ایسی نہیں تو بیع کی مانع نہیں ہو۔ یہ دینار کو درم میں لکھا ہو۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ لوگ میرا گلو کا باغ دو ہزار درم کو خریدتے ہیں اُسے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا میں نے اتنے کو مول لیا تو اگر یہ کلام بطور ہزل کے نہ تھا تو بیع صحیح ہو جائیگی اور اگر ہزل ہونے اور تحقیق ہونے میں دونوں نے جھگڑا کیا تو اس شخص کا تول مقبول ہوگا جو ہزل کا دوی ہوگا

عالمگیری جلد سوم مباحث



اور اگر کچھ آدم اسکو دیدے ہیں تو پھر نزل کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ دلال نے بائع سے کہا فروختی  
بریں بہا یعنی تو نے اس قیمت کو بیچا اور اُس نے کہا کہ فروختہ شد یعنی بک گئی پھر مشتری سے کہا کہ خریدی اُس نے  
جواب دیا کہ خریدہ شد تو اگر دونوں کی مراد تحقیق بیع ہو تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ قنہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ  
میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اس قیمت کو بیچا اور اُس دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور کچھ نہ کہا تو بیع منعقد ہوگئی یہ قول  
شیخ الاسلام معروف بنو ابی ہریرہ کا ہے یہ سراجہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ اتنا بیع تجھے ہزار  
درم کو مول لیا تو اسکو فقیر و ن پر صدقہ کر دے اسنے اُسی مجلس میں ایسا ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی اگرچہ زبان سے  
اُسے کچھ نہیں کہا کیونکہ یہ فعل اسکا قبول پر دلالت کرتا ہے اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو اسکا حکم  
اُسکے برخلاف ہے (یعنی مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو بیع نہیں ہے) اسلئے کہ قبول سے پہلے اعراض  
ہو چکا ہے اور اسے طرح اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ کپڑا تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو اسکی قبضہ کرالے  
اُسے جدا ہونے سے پہلے ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ خاندسے میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ  
میں نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے  
اور شیخ الاسلام اور صدر الشہید نے جامع کی کتاب الدعویٰ میں ذکر کیا ہے کہ مشتری کا یہ قول بائع کے ايجاب کا  
جواب ہے اور غلام آزاد ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر یوں کہا مشتری نے کہ فروختہ ہے تو وہ آزاد ہو پس غلام آزاد  
ہو جائیگا اور مشتری پر ہزار درم واجب ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ابراہیم نے امام محمد رحم سے یہ روایت کی ہے کہ اس  
مسئلہ میں کہ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ اپنا غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر  
مشتری نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ رحم نے کہا کہ اسکا یہ کہنا کہ وہ آزاد ہے غلام پر قبضہ کرنا ہے اور غلام آزاد ہو جائیگا  
اور امام محمد رحم کا یہ قول ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا پس آزاد کرنے کی وجہ سے وہ قائل بھی نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر  
بائع نے کسی چیز کو کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے اس کو کھا لیا یا نہیں سوار ہوایا اسکو پہن لیا تو بیع پر راضی ہو گیا یہ  
عینی شیخ ہر ایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھا لے اور میرا ایک درم تیرے اوپر ہوگا اسنے  
کھانا کھا لیا تو یہ بیع ہوگئی اور وہ کھانا اُسکے لیے حلال ہے۔ ثعلبی نے کتاب الاستحسان کی شرح میں ذکر کیا ہے  
کہ انی لخط۔ ایک شخص کا کسی سے لین دین کا معاملہ تھا وہ اُس سے کپڑے لیا کرتا تھا پس مشتری نے کہا کہ جو کپڑا تجھے  
میں لون تو ہر ایک یہ تیرے لیے ایک درم کا نفع ہے حالانکہ وہ کپڑے لیے جاتا اور بائع اسکو خرید کی اجازت دیتا تھا کہ  
کہ مشتری کے پاس اس کا زیادہ کپڑوں کا مول جمع ہو گیا پھر مشتری نے مول اور ایک درم نفع کے حساب سے صبیہ یا تو  
امام ابو یوسف رحم نے کہا کہ اگر کپڑے اُسکے پاس دیے ہی باقی ہیں اور اُسے اُس پر نفع دیا تو خرید ہی جائز ہے اور نفع بھی جائز ہے  
اور اگر اسی طرح نہیں موجود ہیں تو بیع باطل اور نفع نہیں جائز ہے کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک کپڑا چوکایا اور بائع نے کہا  
کہ میں اسکو ہندہ درم کو بیچتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں اسکو دس درم سے زیادہ نہیں لیتا پھر مشتری اسکو لے گیا  
اور بائع نے کچھ نہ کہا تو اگر چوکاے وقت وہ کپڑا مشتری کے ہاتھ میں تھا تو ہندہ درم واجب ہوں گے اور اگر بائع  
کے ہاتھ میں تھا پھر اُس سے مشتری نے لے لیا اور بائع نے منع نہ کیا تو دس درم واجب ہوں گے اور اگر مشتری کے پاس  
تھا اور اُس نے کہا کہ میں دس درم سے زیادہ کو نہیں لیتا اور بائع نے کہا کہ میں ہندہ درم سے کم نہیں بیچتا پھر وہ کپڑا مشتری

اور اگر کچھ آدم اسکو دیدے ہیں تو پھر نزل کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ دلال نے بائع سے کہا فروختی بریں بہا یعنی تو نے اس قیمت کو بیچا اور اُس نے کہا کہ فروختہ شد یعنی بک گئی پھر مشتری سے کہا کہ خریدی اُس نے جواب دیا کہ خریدہ شد تو اگر دونوں کی مراد تحقیق بیع ہو تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ قنہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اس قیمت کو بیچا اور اُس دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور کچھ نہ کہا تو بیع منعقد ہوگئی یہ قول شیخ الاسلام معروف بنو ابی ہریرہ کا ہے یہ سراجہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ اتنا بیع تجھے ہزار درم کو مول لیا تو اسکو فقیر و ن پر صدقہ کر دے اسنے اُسی مجلس میں ایسا ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی اگرچہ زبان سے اُسے کچھ نہیں کہا کیونکہ یہ فعل اسکا قبول پر دلالت کرتا ہے اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو اسکا حکم اُسکے برخلاف ہے (یعنی مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو بیع نہیں ہے) اسلئے کہ قبول سے پہلے اعراض ہو چکا ہے اور اسے طرح اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ کپڑا تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو اسکی قبضہ کرالے اُسے جدا ہونے سے پہلے ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ خاندسے میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام اور صدر الشہید نے جامع کی کتاب الدعویٰ میں ذکر کیا ہے کہ مشتری کا یہ قول بائع کے ايجاب کا جواب ہے اور غلام آزاد ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر یوں کہا مشتری نے کہ فروختہ ہے تو وہ آزاد ہو پس غلام آزاد ہو جائیگا اور مشتری پر ہزار درم واجب ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ابراہیم نے امام محمد رحم سے یہ روایت کی ہے کہ اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ اپنا غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ رحم نے کہا کہ اسکا یہ کہنا کہ وہ آزاد ہے غلام پر قبضہ کرنا ہے اور غلام آزاد ہو جائیگا اور امام محمد رحم کا یہ قول ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا پس آزاد کرنے کی وجہ سے وہ قائل بھی نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے کسی چیز کو کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے اس کو کھا لیا یا نہیں سوار ہوایا اسکو پہن لیا تو بیع پر راضی ہو گیا یہ عینی شیخ ہر ایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھا لے اور میرا ایک درم تیرے اوپر ہوگا اسنے کھانا کھا لیا تو یہ بیع ہوگئی اور وہ کھانا اُسکے لیے حلال ہے۔ ثعلبی نے کتاب الاستحسان کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ انی لخط۔ ایک شخص کا کسی سے لین دین کا معاملہ تھا وہ اُس سے کپڑے لیا کرتا تھا پس مشتری نے کہا کہ جو کپڑا تجھے میں لون تو ہر ایک یہ تیرے لیے ایک درم کا نفع ہے حالانکہ وہ کپڑے لیے جاتا اور بائع اسکو خرید کی اجازت دیتا تھا کہ کہ مشتری کے پاس اس کا زیادہ کپڑوں کا مول جمع ہو گیا پھر مشتری نے مول اور ایک درم نفع کے حساب سے صبیہ یا تو امام ابو یوسف رحم نے کہا کہ اگر کپڑے اُسکے پاس دیے ہی باقی ہیں اور اُسے اُس پر نفع دیا تو خرید ہی جائز ہے اور نفع بھی جائز ہے اور اگر اسی طرح نہیں موجود ہیں تو بیع باطل اور نفع نہیں جائز ہے کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک کپڑا چوکایا اور بائع نے کہا کہ میں اسکو ہندہ درم کو بیچتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں اسکو دس درم سے زیادہ نہیں لیتا پھر مشتری اسکو لے گیا اور بائع نے کچھ نہ کہا تو اگر چوکاے وقت وہ کپڑا مشتری کے ہاتھ میں تھا تو ہندہ درم واجب ہوں گے اور اگر بائع کے ہاتھ میں تھا پھر اُس سے مشتری نے لے لیا اور بائع نے منع نہ کیا تو دس درم واجب ہوں گے اور اگر مشتری کے پاس تھا اور اُس نے کہا کہ میں دس درم سے زیادہ کو نہیں لیتا اور بائع نے کہا کہ میں ہندہ درم سے کم نہیں بیچتا پھر وہ کپڑا مشتری

نے پھر دیا پھر بائع کے ہاتھ سے لے لیا اور بائع نے اسکو دیدیا اور کچھ نہ کہا تو بھی دس درم واجب ہوں گے یہ فتاویٰ  
قاضی خان مین لکھا ہے مجھے مین مذکور ہو کر اگر دونوں کے کلاموں میں اختلاف ہو اور اسطرح پر عقد بیع ہو گیا تو یہ دیکھا  
جائے گا کہ ان کا آخر کلام کیا تھا اسی بنا پر حکم کیا جاوے گا یہ بھرا لائق مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ  
ہزار درم کو بیچا پھر کہا کہ مین نے یہ غلام مجھے ہاتھ سودینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع دوسرے مول پر  
ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے قبول کیا پھر اسی مجلس میں یا دوسری  
مجلس میں یہ کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ مین نے سودینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے مول لیا تو دوسری بیع منعقد  
ہوگی اور پہلی فصیح ہو جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور یہی حکم ہو اگر اسکو پہلی قیمت کے جنس سے اس سے  
کم یا زیادہ کو بیچے مثلاً اول دس درم کو بیچا پھر نو درم یا گیارہ درم کو بیچا۔ اگر دوسری بار بھی دس ہی درم کو بیچا تو  
دوسری بیع منعقد نہوگی اور پہلی اپنی حالت پر قائم رہے گی اسلئے کہ دوسری بیع بیفائدہ ہو یہ ظہیر مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے  
دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم کو مول  
لیا تو بیع جائز نہ ہو پس اگر وہ زیادتی بائع نے اسی مجلس میں قبول کر لی تو بیع دو ہزار درم پر قرار پائیگی اور اگر نہ قبول  
کی تو ایک ہزار پر صحیح ہو۔ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ غلام دو ہزار کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک  
ہزار کو تیرے ہاتھ بیچا تو بیع ایک ہزار پر جائز ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ  
ایک ہزار کو بیع کیا مین نے اسکو تیرے ہاتھ دو ہزار کو بیع کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے پہلی بیع ایک ہزار پر قبول کی  
تو بیع جائز نہیں ہو اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دونوں بیعیں ملا کر تین ہزار کو قبول کیں تو یہ کتنا اسکا بمنزلہ اس  
کہنے کے ہو کہ مین نے دوسری بیع تین ہزار کو قبول کی یعنی بیع دو ہزار کو ہوگی اور ایک ہزار اسپر زیادتی ہو پس بائع  
کو اختیار ہو چاہے اسی مجلس میں قبول کر لے اور چاہے رو کرے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے ہزار درم کو بیچا  
مین نے سودینار کو بیچا تو مشتری پر بعد قبول کے دوسری بیع لازم ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اسپر دونوں مول  
لازم ہوں گے اور پہلا قول کتاب لایا دات مین ہو اور وہ قوی ہو اور جب بائع نے زیادتی اسی مجلس میں قبول کر لی  
تو وہ مشتری پر لازم ہوگی یہ فصیح القدر مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ  
ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ مین اسکو قبول نہیں کرتا بلکہ مجھے پانچ سو درم کو دے پھر کہا کہ مین نے ہزار درم کو  
لے لیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ غلام اس نے اس کے حوالے کر دیا تو وہ رضامند ہو گیا ورنہ  
رضامندی نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ جانتا چاہیے کہ جب دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک  
نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہو اگر چاہے تو اسی مجلس میں قبول کرے اور چاہے رو کرے اور اسکو  
خیار قبول کہے ہیں اور اس خیار میں وراثت جاری نہیں ہوتی یہ جو ہزیرہ مین لکھا ہے۔ اور خیار قبول کی انتہا آخر  
مجلس تک ہوتی ہو یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور قبول صحیح ہونے کے واسطے ایجاب کرنے والے کا زندہ رہنا شرط ہو اگر  
قبول سے پہلے وہ مر جائے تو ایجاب باطل ہو جائے گا یہ نہر النائق مین لکھا ہے۔ اور اگر ان دونوں میں کا کوئی شخص  
قبول واقع ہونے سے پہلے مر گیا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اٹھائیں لیکن مجلس میں کسی اور کام میں  
مشغول ہو اسو سے بیع کے تو بھی ایجاب باطل ہو جائے گا اور اگر کھڑا تھا پھر بیٹھ کر قبول کیا تو صحیح ہو

یہ سراج ابو ہاج میں لکھا ہے۔ نصیر ۷ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اور اس شخص کے ہاتھ میں ایک پیالہ پانی تھا اُسے پی لیا پھر کہا کہ میں نے مول لیا تو کیا حکم ہو فرمایا کہ بیچ پوری ہو گئی اور اسی طرح اگر ایک ہتھکھایا پھر کہا کہ میں نے مول لیا تو بھی یہی حکم ہو۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے لیکن اگر کھانے میں مشغول ہو گیا تو مجلس بدل جائیگی اور اگر دونوں سو گئے یا انہیں سے ایک سو گیا پس اگر لپٹ کر سوئے تو مجلس جدا ہو گئی اور اگر بیٹھے بیٹھے سوئے تو مجلس جدا نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر دونوں بیہوش ہو گئے پھر دونوں کو افاقت ہو اور اُس کے بعد قبول کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر دیر ہو گئی تو ایجاب باطل ہو جائے گا یہ تاجرانہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ چیز تجھ کو اس قیمت کو دی اور مشتری نے کچھ نہ کہا پھر اس نے کسی اور شخص سے اپنی ضرورت کی بات کی تو بیع باطل ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری فرض نماز پڑھتا تھا اُس سے فاسخ ہونے کے بعد اُسے قبول کیا تو جائز ہے یہ فقہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اُس فرض میں ایک رکعت فضل بلالی پھر قبول کیا تو بھی جائز ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے اور اگر مشتری گھر میں تھا پھر نکل کر کہا کہ میں نے مول لیا تو ان دونوں میں بیع منعقد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں نے بیع کی گفتگو کی اور وہ اُس وقت پیالہ چلے جاتے تھے یا ایک ہی جائز پر دونوں سوار ہو کر چلے جاتے تھے یا دوجا دونوں پر سوار تھے تو اگر مخاطب نے بالیج کا جواب اُس کے خطاب کے ساتھ ملا دیا تو ان دونوں میں عقد پورا ہو جائے گا اور اگر تھوڑا سا بھی فضل ہو گیا تو بیع صحیح نہیں اور اگر دونوں ایک محل میں تھے تو بھی یہی حکم ہے یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور خلاصہ میں نوازل سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک یا دو قدم چلنے کے بعد جواب دیا تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور نہرا لفاظ میں جمع التفارق سے نقل کیا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں انتہی فتاویٰ میں صدر الشہید نے کہا ہے کہ ظاہر روایت کے بموجب نہیں صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر بالیج اور مشتری دونوں کھڑے تھے اور ایک نے ان دونوں میں سے بیع کا ایجاب کیا پھر وہ دونوں چلے یا بعد خطاب کے دوسرا قبول کرنے سے پہلے چلا تو ایجاب باطل ہو جائے گا۔ اور اگر ان دونوں نے کشتی چلنے کی حالت میں بیع کی گفتگو کی پھر خطاب اور جواب کے درمیان تھوڑا سا سکنا پایا گیا تو اتنا تو وقت بیع منعقد ہونے کا مانع نہیں ہے اور کشتی کا حال بمنزلہ کوٹھری کے ہے یہ سراج ابو ہاج میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا جو وہاں حاضر نہ تھا پھر وہ اُس مجلس میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خرید لیا تو بیع صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بالیج نے کہا کہ میں نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید لیا اور دونوں کلام ایک ہی ساتھ زبان سے نکلے تو بیع منعقد ہو جائیگی میرے والد مرحوم اسی طرح فرماتے تھے کذا فی الظہیر یہ اور جانتا چاہیے کہ بیع کے متغیر ہونے سے پہلے قبول کا پایا جانا ضروری ہے بھر الرافق میں لکھا ہے پس اگر کسی شخص نے اٹھو کا شہرہ بیچا اور مشتری نے اُس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ وہ شراب ہو گیا پھر شراب سے سرکہ ہو گیا پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر باندی بچہ جنہی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں اور اس طرح اگر دو غلام بیچے اور مشتری نے قبول نہ کیے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کو کسی نے قتل کر ڈالا اور بالیج نے اُسکی ریت بھی لے لی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں ہے یہ تاجرانہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزارہ دم کو بیچی اور مشتری نے قبول نہ کی یہاں تک کہ کسی شخص نے اُس باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس ہاتھ کے عوض کا مال خواہ بالیج کو دیا یا نہ دیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے اُسے قبول کیا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب البیوع میں



میں ایک مسئلہ ذکر کیا ہو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو ان دونوں میں بیع منعقد نہوگی تا وقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ میں نے اجازت دی اور یہی قول بعض مشائخ کا ہو اور وجہ اسکی یہ ہو کہ جب بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیچا تو اسے مشتری کو غلام کا مالک کر دیا پھر جب مشتری نے کہا کہ میں نے خرید اتو اسے غلام کو اپنی ملک میں لے لیا اور بائع کو شن کا مالک کر دیا تو بعد اسکے بائع کی اجازت ضرور ہو تاکہ وہ شن کا مالک ہو جائے اور عامہ مشائخ کا قول یہ کہ بعد اسکے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہیں اور یہی صحیح ہو اور ایسا ہی امام محمد رحمہ سے بھی روایت کیا گیا ہے کذا فی الذخیرہ اور واضح ہو کہ ایسا ب کرنے والا خواہ بائع ہو یا مشتری دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کر سکتا ہو یہ ہمسرا افلاق میں لکھا ہو۔ لیکن ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے رجوع کرنے کا کلام سننا ضرور ہو یہ تاتار خانیہ میں مذکور ہے۔ مگر تیسرے میں لکھا ہو کہ رجوع صحیح ہو تا ہو اگرچہ دوسرے کو اس سے آگاہی نہ ہو یہ ہر الرافق میں لکھا ہو۔ اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس قیمت کو بیچا پھر کہ میں نے اپنے حکم سے رجوع کر لیا اور مشتری نے اس رجوع کرنے کو نہیں سنا اور کہا کہ میں نے خرید اتو بیع منعقد ہو جائیگی یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید اتو اسی کلام کے متصل بائع نے کہا کہ میں نے رجوع کر لیا تو اگر مشتری کا قبول اور بائع کا رجوع دونوں ساتھ ہی ہوئے تو بیع تمام نہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے قبول کے پیچھے رجوع کیا تو بیع تمام ہو جائیگی یہ وجہ کروری میں لکھا ہو۔ اور جاتا جا ہے کہ جب ایجاب و قبول پائے جاوین تو بیع لازم ہو جائیگی اور ان دونوں میں سے کسی کو اختیار نہوگا مگر بسبب کسی عیب یا دو کیچنے کے اختیار باقی رہے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہو۔ اور اسکے بعد عقد تمام ہونے کے واسطے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہیں اور یہی مذہب عامہ مشائخ کا ہو اور یہی صحیح ہو یہ ہر الرافق میں لکھا ہو اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تجھے یہ غلام ہزارہ درم کو خریدا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے لینا نہیں چاہتا ہوں تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی سے بطور استغناء کے کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ پر کپڑا دس درم کو بیچا اسے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں اسکو خریدنا نہیں چاہتا ہوں تو اس مشتری کو یہ اختیار ہے کہ سراج الہاج میں لکھا ہو کہ کسی شخص سے بعض نذرہ کے ایک کپڑے کی خرید بھرائی اور کپڑے والے نے کہا کہ دہ درم کم نہ ہم سندی یعنی دس درم سے کم نہ دون کا کیا تو نے خرید پس اس شخص نے کہا کہ میں رضی ہوا پھر کپڑے والے نے کہا کہ میں نہیں بیچتا ہوں تو اسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ ہمسرا جیہ میں لکھا ہو۔ جانتا چاہیے کہ مثل خطاب کے ہو اور ایسے ہی لکھی بھیجنا ہر ایک کہ خط پہنچنے اور پیغام پہنچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائیگا یہ ہدایہ میں لکھا ہو۔ تاج الشریعہ نے فرمایا کہ صورت خط لکھنے کی یہ ہے کہ یہ خط میں نے فلان شخص کو لکھا اما بعد میں نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس جب خط پہنچا اور اسے پڑھا اور جو کچھ اس میں لکھا تھا اسکو سمجھا اور اسی مجلس میں قبول کر لیا تو بیع صحیح ہو گئی یہ یعنی شرح ہدایہ میں مذکور ہے۔ اور پیغام بھیجنے کی یہ صورت ہے کہ کہ فلان شخص کے پاس جاؤ کہ کہ فلاں شخص نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس وہ آگیا اور اسے خبر دی اور اسی مجلس میں اس شخص نے قبول کر لیا اور ایسے ہی اگر کہا کہ میں نے اپنا فلان غلام فلان شخص کے ہاتھ اس مول کو بیچا اسے شخص تو جا کر اسکو خبر دے پس یہ شخص گیا اور خبر دی اور اسے قبول کر لیا تو بیع ہو گئی یہ فتح القدیر میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ

کذا ذکرہ  
المفتی  
۱۳

جو اس وقت غائب تھا اتنے کو بچا پھر اُس غائب کو خبر ہو چکی اور اُس نے قبول کر لیا تو بیع صحیح نہیں ہو اور اگر اس کی طرف سے اُس مجلس میں کسی اور شخص نے قبول کر لیا تو بیع کا صحیح ہونا اُسکی اجازت پر موقوف ہے یہ میرا جیہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس غلام کو فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا پس یہ فلان تو اسکو خبر کر دے پھر اُسکے سوا کسی دوسرے نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو لکھا کہ میں نے یہ غلام تیرا خریدا اور غلام کے مالک نے اُس کو لکھا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع ہو جائیگی یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اور اگر اسکو لکھا تھا کہ میرے ہاتھ اتنے کو بیچ ڈال پھر اسکو خط پہنچا اور اس نے لکھا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع تمام نہوگی تا وقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ میں نے خریدا یہ معنی شریعہ پر ایہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے کسی کو لکھا کہ کیا تو نے یہ غلام اتنے کو میرے ہاتھ بیچا اُس نے لکھ بیچا کہ میں نے یہ اپنا غلام تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جانتا چاہیے کہ اگر بعد جزو عقد کھٹے یا پیغام بھیجنے کے اُس سے رجوع کرے تو رجوع صحیح ہو خواہ لہجی کو یہ بات معلوم ہو یا نہ ہو یہ معنی شریعہ پر ایہ میں لکھا ہے۔ اور خط لکھنے والے اور پیغام بھیجنے والے کو اُس ایجاب سے جو اُس نے لکھ بھیجا یا جسکا پیغام بھیجا ہو رجوع کرنا اُس وقت کہ وہ دوسرے کے پاس نہیں پہنچا یا اُس نے قبول نہیں کیا ہو درست ہے خواہ دوسرے شخص کو معلوم ہو یا نہ ہو یا نہ کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے بعد قبول کیا تو بیع تمام نہوگی یہ فقہ القدر میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اُس دوسرے نے کسی اور شخص سے کہا کہ تو کہہ کہ میں نے خریدا پس اُسے کہہ دیا کہ میں نے خریدا تو وہ لکھا جائیگا کہ یہ کلام اُس شخص نے اگر بطور پیغام پہنچانے والے کے کہا تو خبر بد صحیح ہو اور اگر بطور وکیل کے کہا ہو تو صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ کبھی بیع فقط لین وین پر بدون کسی لفظ بولنے کے ہو جاتی ہے اور اسکو بیع تعاطی کہتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہ ہر چیز میں خواہ خسیس ہو یا نفیس بلا فرق جاری ہے اور یہی صحیح ہے میں میں لکھا ہے اور شمس لائے حلوائی کے نزدیک بیع تعاطی میں دونوں طرف سے دیدنی شرط ہے یہ کھایہ میں لکھا ہے اور یہی قول اکثر مشائخ کا ہے اور نیز از یہ میں مذکور ہے کہ یہی قول مختار ہے یہ ہجر الرائق میں لکھا ہے اور صحیح ہے کہ دونوں بدل میں سے کسی ایک پر بھی قبضہ کر لینا کافی ہے اس واسطے کہ امام محمد رحلے صاف فرمایا ہے کہ بیع تعاطی دونوں بدل میں سے کسی ایک پر قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہ قول ثن اور بیع دونوں کو شامل ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور جس شخص کا یہ قول ہے اُسکے نزدیک اس بیع میں بیع سپرد کر دینے کے ساتھ انعقاد بیع کے واسطے مول کا بیان کرنا شرط ہے اور امام ابو الفضل کرمانی کا فتویٰ بھی اسی طرح منقول ہے یہ محیط میں لکھا ہے یہ شرط اُس چیز میں ہے جسکا مول معلوم نہیں ہے مگر روٹی اور گوشت میں مول بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ ہجر الرائق میں لکھا ہے۔ فت متہم کتابہ کہ اُس ملک میں روٹی اور گوشت کا مول معروف تھا پس جان کہیں اسکا مول معروف ہو وہاں یہ حکم جاری ہو گا واللہ اعلم اور منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرا یا جسکو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اس کے پاس برتن نہ تھا کہ اس میں لیوے پھر اُس سے جدا ہو کر برتن لایا اور اسکو ٹھن کے درم دیدے تو یہ جائز ہے کہ ذاتی المصنوعات منتقی میں ہے کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم چاہیے تھے پس اُس شخص نے جس پر درم چاہیے تھے اُس شخص سے کہ جسکے چاہیے تھے کہا کہ میں تیرے مال کے عوض دینا رو دیتا ہوں پس اُس نے دیناروں کا بھاؤ ٹھہرا مگر اُن دنوں میں بیع واقع نہوئی اور وہ شخص جدا ہو گیا پھر وہ شخص کہ جس پر مال چاہیے تھا انھیں دیناروں کو بھاؤ ٹھہرا کر جدا ہو گئے

جسکے بیچنے والے کو بیع صحیح ہے اور جسکے خریدنے والے کو بیع صحیح ہے اور جسکے بیچنے والے کو بیع صحیح ہے اور جسکے خریدنے والے کو بیع صحیح ہے







دوسری فصل

**دوسری فصل** اُن چیزوں کے حکم کے بیان میں جو خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لی گئیں ہوں۔ کسی شخص نے کسی سے ایک کپڑا چوکایا اور بائنے لے لیا کہ وہ تیرے لیے میں درم کو جو مشتری نے کہا نہیں بلکہ دس درم کو لون گا پھر اتنی ہی گتھکو پر مشتری اُسکو لے گیا اور بائنے دس درم پر رضی نہیں ہوا پس یہ بیع نہیں ہوئی اور اگر مشتری نے کپڑے کو تلف کر دیا تو اُس پر بیس درم لازم ہوں گے اور جب تک تلف نہیں کیا تب تک اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اُسپر قیمت لازم ہوتی لیکن ہم نے عرف کی وجہ سے اختیار کو چھوڑ دیا کہ عرف میں بیس درم لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے خریدنے کے واسطے ایک کپڑا لیا اور اُسے مول کھدیا پھر وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر مشتری کے مرنے کے بعد اُسکے وارث نے اُس کپڑے کو تلف کر ڈالا تو بھی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی سے ایک کپڑا لیا اور کہا کہ میں اسے لیے جاتا ہوں اگر پسند آویگا تو خرید لوں گا پھر اُسکو لے گیا اور وہ ضائع ہو گیا تو اُس شخص پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر اُس نے یہ کہا تھا کہ اگر رضی ہوں گا تو اُسکو دس درم کو لونگا پھر ضائع ہو گیا تو وہ شخص قیمت کا ضامن ہے یہ بھی مین لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاثر غایہ میں لکھا ہے امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک کپڑے کا مول لیا، اسے چوکایا پھر اُس کپڑے کو بغیر خریدنے کے لے لیا یا اُس چوکائے کی گتھکو میں بائنے لے اُسکے والے کو دیا اور کہا کہ وہ دس درم کا ہے پھر اُسکو مشتری لے گیا تو امام رحمہ نے فرمایا کہ جو مول بائنے نے بیان کیا اُسی مول پر وہ کپڑا ہمیشہ رہیگا تا وقتیکہ مشتری اُسکو رو نہ کرے اور رو کرنے سے یہ مراد ہے کہ مشتری مثلاً بون کرے کہ میں نو درم سے زیادہ کو نہ لونگا یا میں سو سے نو درم کے رضی نہیں ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا میں درم کا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں اسے لے رہا ہوں دس درم میں لیا اور پھر چلا گیا اور وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہے اور اگر مشتری کے قول کے بعد پھر بائنے نے کھدیا تھا کہ میں بیس درم سے کم نہ دوںگا اور مشتری نے لیکر چلا گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اُس پر بیس درم واجب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور فروق کراہی میں ہے کہ بائنے نے کہا کہ یہ کپڑا تیرے واسطے دس درم کا ہے اور مشتری نے کہا کہ لا اُسکو تاکہ میں اُسکو دیکھوں یا کسی دوسرے کو دکھاؤں پھر وہ تلف ہو گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اُسپر کچھ واجب نہوگا یعنی وہ امانت میں تلف ہو گیا اور اگر مشتری نے کہا تھا کہ اُسکو لا اگر مجھے پسند آئیگا تو میں لے لوں گا پھر وہ تلف ہو گیا تو مشتری پر جو اُسکا مول ٹھہرا تھا واجب ہے اور فرق دو لون صور تو میں یہ ہے کہ پہلی صورت میں اُس نے یہ حکم کیا تھا کہ مجھ کو دیکھنے یا دکھانے کو دے اور یہ بیع نہیں ہے اور دوسری صورت میں پسند کرنے اور لینے کی غرض سے اُسکو دینے کا حکم دیا تھا اور یہ بیع حکم کے تحت ہے تو حکم کی صورت میں بدرجہ اولیٰ بیع ہوگی یہ نہرا خانی میں لکھا ہے اور اگر اُسکو دیکھنے کی غرض سے نہیں لیا پھر کہا کہ میں دیکھو ٹھکا اور وہ ضائع ہو گیا تو مشتری کا دوسرا کلام اُس ضمانت سے جو اُسپر پہلے کلام سے واجب ہوگئی ہے بری نہ کہ بچا یہ وجہ کردی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک ہزار سے ایک کپڑا طلب کیا اُس نے اُس کو تین کپڑے دیے اور کہا کہ یہ دس کا ہے اور وہ دوسرا بیس کا اور یہ تیسرا تیس کا اور ان کو اپنے گھر لے جا جو کپڑا اچھے پسند آوے اُسکو میں نے قیرے ہاتھ بچا پھر مشتری اُن کپڑوں کو لے آیا اور وہ مشتری کے گھر میں جل گئے تو اگر یہ بیع ہوئی کہ سب کے سب جل گئے اور یہ معلوم نہیں کہ آگے چھپے جلے یا معلوم ہوا کہ آگے چھپے جلے ہیں لیکن یہ معلوم ہوا کہ اول سب سے کون جلا اور دوسری اور تیسری بار کون کون جلا تو مشتری پر ہر ایک کپڑے کی تلافی قیمت کی

[illegible]

ضمان واجب ہوگی اور اگر پہلا معلوم ہو تو اُس کی قیمت لازم آوے گی اور باقی دو کپڑے اُسکے پاس امانت میں چلے اور اگر دو کپڑے چل گئے اور تیسرا باقی ہا تو اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اُن دونوں میں سے پہلے کون جلا تو ہر ایک کی آدھی قیمت دینی واجب ہوگی اور تیسرے کو واپس کرنا چاہیے اس واسطے کہ وہ امانت میں ہو اور اگر ایک جلا اور دو باقی رہے تو چلے ہوئے کی قیمت دے اور دونوں کو واپس کرے اور اگر دو کپڑے اور کچھ تیسرے میں سے چل گیا اور اُن دونوں میں سے یہ نہیں معلوم کہ پہلے کون جلا تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کی نصف قیمت دے اور تیسرے کا باقی واپس کرے اور اُسکے چلنے کی نقصان کی ضمان اُسپر واجب نہ ہوگی یہ تھا دس صفری میں لکھا ہوا اور اگر دو کپڑے میں سے ایک پورا اور دوسرے میں کا آدھا ساتھ ہی چل گئے تو باقی آدھا واپس کرے اور دوسرا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور یہ اختیار اُسکو نہیں ہو کہ چلے ہوئے کو امانت میں رکھے اور آدھے باقی کو پورے مول میں لے لیوے اور علیٰ ہذا القیاس اگر کپڑے میں سے اتنا باقی رہا جو کچھ کچھ مول نہیں ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہو۔ اگر ایک شخص نے کسی کو ایک بزاز کے پاس بھیجا اور بزاز کو کہلا بھیجا کہ ایسا ایسا کپڑا میرے پاس بھیج دے پھر بزاز نے اُسکے اپنی یاد دوسرے کے ہاتھ بھیج دیا پس اس شخص کے پاس پہنچنے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہو گیا اور اس بات کے سچ ہونے پر سب متفق ہوئے تو اُس اپنی پر کچھ ضمان نہیں ہو پھر جسکے پاس سے ضائع ہوا ہے اگر وہ اچھی اُسکا جو جسے بھیج کر لائے گا حکم دیا تھا تو ضمان اُس حکم کرنے والے پر ہوا اور اگر کپڑے والے کا آدمی ہو تو اُس شخص حکم کرنے والے پر کچھ ضمان نہیں ہا نہ تک کہ اُسکے پاس وہ کپڑا پہنچے اور جب کپڑا اُسکے پاس پہنچ گیا تب وہ اہل ضمان میں سے ہو جاتا ہے میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے ایک اسباب کسی منادی کو دیا کہ بازار میں اُسکے بیچنے کے واسطے آواز دے پس ایک شخص نے چند معلوم چیزوں کے عوض وہ اسباب طلب کیا اور اس منادی نے اُسکے پاس رکھ دیا جس نے طلب کیا تھا پھر اس طالب نے کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا یا مجھے گر گیا تو اُس شخص ہر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور منادی پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور منادی پر واجب نہ ہونا اُس صورت میں ہو کہ اُس چیز کے مالک نے اُسکو یا اجازت دی ہو کہ بچ تمام ہوتے سے پہلے جو شخص خریدنے کی غرض سے تجھے طلب کرے اُسکو دینا اور اگر یہ اجازت نہیں دی تو یہ منادی اُسکی قیمت کا ضمان ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو جو شخص خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا اگر اس نے ایک کپڑا خریدنے کی غرض سے لیا اور اُسکو اپنے مول کو دکھلایا اور مول کو وہ پسند آیا اس نے وکیل کو واپس کر دیا پھر وکیل کے پاس وہ کپڑا تعلق ہو گیا تو امام ابو بکر محمد بن افضل رحمہ اللہ نے فرمایا ہو کہ وکیل اُسکی قیمت کا ضمان ہوگا اور مول سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہو مگر اُس صورت میں کہ مول نے اُسکو خریدنے کی غرض سے لیتے کا حکم کیا ہو تو اُس صورت میں وکیل ضمان دینا اور مول سے واپس لیا کہ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو تجنیس ناصری میں ہو کہ اگر ایک کپڑا دلال کے پاس سے جاتا رہا اُسپر کچھ گمان نہیں ہو اور اگر کسی دوکاندار کے پاس سے جاتا رہا حالانکہ اُس کا کسی مشتری نے بھاؤ چوکا یا تھا اور دونوں سے باہم مول ٹھہر گیا تھا تو اُس دوکاندار پر کپڑے کی قیمت واجب ہوگی یہ تاتار قانیہ میں لکھا ہو ف یعنی دوکاندار وہ مول جو ٹھہر گیا ہے لیوے اور مشتری کی قیمت ادا کرے مثلاً چار دم کپڑے کا مول ٹھہرا تھا وہ دوسرے کو دینا چاہیے اور دوکاندار نے چونکہ وہ کپڑا کھویا ہے اس واسطے جو قیمت اُسکی ہاتھ میں ہو وہ دوسرے کو ادا کرے۔ ایک شخص نے ایک گمان خریدنی چاہی اور مول ٹھہر گیا پھر پائع کی اجازت

پیشوایان و سران  
مجلس شورای اسلامی  
وزارت معارف و اوقاف  
و صنایع مستظرفه  
مجلس شورای اسلامی  
وزارت معارف و اوقاف  
و صنایع مستظرفه

سے مشتری نے اُسکو کھینچا یا بائع نے اُس سے کہا کہ تو کھینچ اگر ٹوٹ جاوے گی تو تجھ ضمان نہیں ہوئے کھینچی اور کمان ٹوٹ گئی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مول نہیں کھنچا ہو اور اسے بائع کی اجازت سے کھینچی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور امام رحمہ سے روایت ہے کہ اگر بائع نے مشتری کو درم دکھلائے اُسے اُسکو دیا دیا اور وہ ٹوٹ گئے یا کمان دکھلائی اُسے اُسکو کھینچا اور ٹوٹ گئی یا کپڑا دکھلا دیا اور اُس نے اُسکو پہنا اور پھٹ گیا تو مشتری اُسکا ضامن نہ ہو بشرطیکہ بائع نے اُسکو دیا یا کھینچا یا پہنے کا حکم نہ کیا ہو۔ اور بعض فقہائے کہا جو کہ اگر وہ درم بدلتی دیاے نہیں دیکھ سکتا تھا تو اگر دیاے میں اُسے حد سے تجاوز نہیں کیا تو ضامن نہوگا اور حد سے نہ تجاوز کرنے میں اُسکے قول کی تصدیق کی جائیگی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ ایک شخص ایک شیشہ فروش کے پاس آیا اور کہا کہ شیشہ جکو دکھلا اُسے دکھلا کر کہا کہ اُسکو اٹھا اُسے اُسے اٹھا یا پس وہ گر کر ٹوٹ گیا تو اٹھانے والا اُسکا ضامن نہیں ہو کیونکہ اُسے اُسکے حکم سے اٹھا یا تھا اور اگر بطریق خریدنے کے تھا تو بھی مولیٰ مذکور نہیں ہو اور ظاہر روایت کے موافق جو چیزیں خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لجاتی ہیں اُن کی ضمان بعد مول بیان کرنے کے واجب ہوتی ہو پس اگر قبضہ کرنے والے نے شیشہ فروش سے کہا کہ یہ شیشہ کتنے کا ہے اُسے کہا کہ اتنے کا ہے پھر اُسے کہا کہ میں اُس کو لے لوں شیشہ فروش نے کہا کہ ہاں پھر اُسے اُسکو لیا اور اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور حکم اُسی صورت میں ہو کہ وہ شیشہ شیشہ فروش کی اجازت سے اٹھا یا تھا اور اگر بلا اجازت اُسکے اٹھا یا تھا تو اُسکا ضامن ہو خواہ مول بیان کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک پیالہ چوکا یا اور پیالہ والے سے کہا کہ یہ پیالہ مجھے دکھلا اُس نے اُسکو دیدیا اور اُس شخص نے اُسکو دیکھا پھر وہ پیالہ اُسکے ہاتھ سے چند پیالوں پر گرا اور یہ پیالہ اور وہ پیالے سب ٹوٹ گئے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا ہو کہ وہ شخص اس پیالہ کی قیمت کا ضامن نہوگا کیونکہ یہ امانت تھا اور باقی پیالوں کا ضامن ہو کیونکہ اُسے بائع کی بلا اجازت تلف کر دیے یہ مختصہ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور بائع نے غلطی سے دوسری چیز اُسکو دیدی اور وہ تلف ہو گئی تو مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہو کیونکہ اُس نے خریدنے کے طور پر اُسپر قبضہ کیا تھا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اس چیز پر قبضہ کر لے اُس نے غلطی سے دوسری چیز پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ تاتاریا نے میں لکھا ہے۔

**تیسری فصل** بکنے والی چیز اور اُسکے مول کو پہچاننے اور اُن دونوں میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان میں امام قدوسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہو کہ جو چیز عقد میں متعین ہوتی ہو وہ بیع ہو اور جو متعین نہیں ہوتی وہ منہ ہو مگر یہ کہ اُس پر بیع کا لفظ بولا جاوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ مال تین قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو ہمیشہ من رہتا ہو اور دوسرا وہ جو ہمیشہ بیع رہتا ہے۔ اور تیسرا وہ کہ بیع بھی ہوتا ہو اور من بھی ہوتا ہو جو چیز ہمیشہ من ہوتی ہو وہ درم اور دینار ہیں خواہ اُنکے مقابل اُنھیں کے مثل واقع ہوں یا کوئی اور چیز اور خواہ اُن پر کوئی ایسا لفظ جو من پر بولا جاتا ہو داخل ہو یا نہ ہو اور یہ بھی ہمیشہ من ہوتے ہیں کہ مثل درم کے معین کرنے سے متعین نہیں ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ بیع رہتی ہیں وہ چیزیں ہیں کہ جکا مثل موجود نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی گنتی کی چیزیں ہیں جو باہم ایک سی ہوں لیکن کپڑے کا جب وصف بیان کر دیا جاوے اور کوئی میعاد اُسکے دینے کی مقرر کی جائے تو وہ من ہو جاتا ہو یا شک کہ اگر کسی کوئی غلام خریدا اور اُسکے عوض میں کسی کپڑے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ کر لیا اُسکی میعاد مقرر نہ کی تو جائز نہیں ہو اور اگر میعاد مقرر کر دی تو جائز ہو حتیٰ کہ اگر غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے متفرق ہو گئے تو بیع باطل نہوگی

یہ روایت ہے کہ اگر بائع نے مشتری کو درم دکھلائے اُسے اُسکو دیا اور وہ ٹوٹ گئے یا کمان دکھلائی اُسے اُسکو کھینچا اور ٹوٹ گئی یا کپڑا دکھلا دیا اور اُس نے اُسکو پہنا اور پھٹ گیا تو مشتری اُسکا ضامن نہ ہو بشرطیکہ بائع نے اُسکو دیا یا کھینچا یا پہنے کا حکم نہ کیا ہو۔ اور بعض فقہائے کہا جو کہ اگر وہ درم بدلتی دیاے نہیں دیکھ سکتا تھا تو اگر دیاے میں اُسے حد سے تجاوز نہیں کیا تو ضامن نہوگا اور حد سے نہ تجاوز کرنے میں اُسکے قول کی تصدیق کی جائیگی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ ایک شخص ایک شیشہ فروش کے پاس آیا اور کہا کہ شیشہ جکو دکھلا اُسے دکھلا کر کہا کہ اُسکو اٹھا اُسے اُسے اٹھا یا پس وہ گر کر ٹوٹ گیا تو اٹھانے والا اُسکا ضامن نہیں ہو کیونکہ اُسے اُسکے حکم سے اٹھا یا تھا اور اگر بطریق خریدنے کے تھا تو بھی مولیٰ مذکور نہیں ہو اور ظاہر روایت کے موافق جو چیزیں خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لجاتی ہیں اُن کی ضمان بعد مول بیان کرنے کے واجب ہوتی ہو پس اگر قبضہ کرنے والے نے شیشہ فروش سے کہا کہ یہ شیشہ کتنے کا ہے اُسے کہا کہ اتنے کا ہے پھر اُسے کہا کہ میں اُس کو لے لوں شیشہ فروش نے کہا کہ ہاں پھر اُسے اُسکو لیا اور اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور حکم اُسی صورت میں ہو کہ وہ شیشہ شیشہ فروش کی اجازت سے اٹھا یا تھا اور اگر بلا اجازت اُسکے اٹھا یا تھا تو اُسکا ضامن ہو خواہ مول بیان کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک پیالہ چوکا یا اور پیالہ والے سے کہا کہ یہ پیالہ مجھے دکھلا اُس نے اُسکو دیدیا اور اُس شخص نے اُسکو دیکھا پھر وہ پیالہ اُسکے ہاتھ سے چند پیالوں پر گرا اور یہ پیالہ اور وہ پیالے سب ٹوٹ گئے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا ہو کہ وہ شخص اس پیالہ کی قیمت کا ضامن نہوگا کیونکہ یہ امانت تھا اور باقی پیالوں کا ضامن ہو کیونکہ اُسے بائع کی بلا اجازت تلف کر دیے یہ مختصہ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور بائع نے غلطی سے دوسری چیز اُسکو دیدی اور وہ تلف ہو گئی تو مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہو کیونکہ اُس نے خریدنے کے طور پر اُسپر قبضہ کیا تھا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اس چیز پر قبضہ کر لے اُس نے غلطی سے دوسری چیز پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ تاتاریا نے میں لکھا ہے۔





بیع لے اُسے قبول کر لیا تو بیع ٹوٹ گئی اور اگر یوں کہا کہ میرے واسطے بچہ سے توبہ نہ ٹوٹے گی اور اگر بچہ تو اس کی بیع جائز نہ ہو گی اور اگر یوں کہا کہ اسکو بیع اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا اپنے واسطے اور بائع نے قبول کر لیا تو پہلی بیع ٹوٹ گئی یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیطین لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ جبکہ ہاتھ توچا ہے بیع تو صحیح نہیں ہے یہ تاتار خانیہ میں خلاصہ سے منقول ہے اگر مشتری نے ملک کو پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کر دے اور بائع نے آزاد کر دیا تو یہ حق بائع کی طرف سے ہوگا اور پہلی بیع فسخ ہو جائے گی اور مشتری کی طرف سے نہ ہوگا یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک حق باطل ہے یہ محیطین لکھا ہے کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع سے کہا کہ اُسکو فروخت کر یا اُسکے ساتھ وطنی کر یا وہ غلام تھا کہ بائع سے کہا کہ اسکو کھالے اور اُسے ایسا ہی کیا تو یہ بیع فسخ کرنا ہوگا اور جب تک بائع نے ایسا نہیں کیا تب تک بیع فسخ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مال منقولہ کا بطور وصیت یا میراث کے مالک ہو ا تو اُسکی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ محیطین لکھا ہے کسی شخص نے ایک گھریا زمین خریدی اور اُسکو قبضہ سے پہلے بائع کے سوا کسی اور کو بیہ کیا تو سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے بائع کو یا اُسکے سوا اور کسی کو اجاہ یہودی تو سب کے نزدیک جائز نہیں اسی طرح اگر ایسی زمین خریدی جس میں کھیتی اُسکی ہوئی تھی اور وہ کھیتی ہنوز ساکتھی تھی وہ بائع کو آدھوں آدھوں کے معاملہ پر قبضہ سے پہلے دیدی تو جائز نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے تواتر میں ہے کہ اگر کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے اور دام دینے سے پہلے اُسکو وقف کر دیا تو اُس وقت کا حکم موقوف ہو اگر اُسکے بعد اُسے دام ادا کر دیے اور اُسپر قبضہ کر لیا تو وقف جائز ہوگا یہ محیطین لکھا ہے شنوان میں اور دین میں بدلنے کا تصرف کرنا سوائے بیع صرف اور سلم کے ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ نے ذکر کیا ہے کہ قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے اور قدوری رحمہ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ یہ کہنا سکتے ہیں اور صحیح ہے کہ جائز ہے یہ محیطین لکھا ہے اور سیر کبیر مصنفہ امام محمد رحمہ اللہ میں ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان کے غلام کو قید کر کے اپنی زمین اپنے ملک میں لگئے اور کوئی مسلمان اُن کے ملک میں داخل ہوا اور اُس غلام کو اُس نے خرید لیا اور دارالاسلام میں لایا اور اُس غلام کا پہلا مالک حاضر ہوا اور قاضی نے یہ حکم کیا کہ وہ غلام اُس مالک کو بغیر اُسکے مول کے دیا جائے اور پہلے مالک نے اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا پس اگر کسی شخص کے ہاتھ بچا جسکے پاس وہ غلام موجود ہے تو جائز ہے اور اگر غیر کے ہاتھ بچا تو جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ نظیر اُس مسئلہ کی ہے کہ اگر قاضی نے کسی غلام کو عیب کی وجہ سے بائع کو دینے کا حکم کیا اور بائع نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے بیچ ڈالا تو اگر اُسی مشتری کے ہاتھ جو پھر تاجر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر کسی اور کے ہاتھ بچا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے

تیسرا باب ایجاب وقبول میں اختلاف واقع ہونے کے بیان میں اگر بائع دو چیزوں یا تین چیزوں میں ایجاب کرے اور مشتری یہ ارادہ کرے کہ میں بعض میں یہ ایجاب قبول کروں اور بعض میں قبول نہ کروں پس اگر ان سب کی کوئی ایک تھی تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہو اور اگر جدا جدا تھیں تو جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اسی طرح اگر مشتری ایجاب کرے اور بائع کا یہ ارادہ ہو کہ بعض میں قبول کرے اور بعض میں نہیں پس اگر صفحہ ایک ہو تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہو اور اگر صفحہ متفرق ہو تو جائز ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اسی طرح اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام

[illegible]

بیجا اور مشتری نے آدھا قبول کیا تو صحیح نہیں ہے لیکن اگر بائع اسی مجلس میں اسپر اضی ہو جاوے تو صحیح ہے یہ محیط مشتری میں لکھا ہے اور امام قدوسی نے کہا کہ اس طرح کا عقد اس وقت صحیح ہوگا کہ بیع کا جو حصہ مشتری نے قبول کیا اس کے مقابل میں میں سے کوئی حصہ معلوم ہو اور اگر باعتبار قیمت کے تقسیم ہوتا ہو جیسے کہ بیع کی نسبت دو غلاموں یا دو کپڑوں کی طرف ایک مرتبہ لکھنی اور مشتری نے ان دونوں میں سے ایک کو قبول کیا تو عقد صحیح ہوگا اگرچہ بائع رضی ہو جاوے یا نہ ہو۔

میں لکھا ہے واضح ہو کہ صفحہ کا ایک ہونا اور جدا جدا ہونا بھی معلوم کرنا چاہیے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر خرید و فروخت دونوں ایک ہو یعنی شے اکٹھا بیان کیا جاوے اور بائع بھی ایک ہو اور مشتری بھی ایک ہو تو صفحہ ایک کہلائیگا یہی قیاس اور استحسان دونوں و لیلوں سے ثابت ہے اور اس طرح اگر شے جدا جدا ہو یعنی بیع کے ہر حصہ کا شے جدا جدا بیان کیا گیا اور باقی سب چیزیں ایک ہوں مثلاً بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ دس کپڑے تیرے ہاتھ بیچے ہر کپڑا دس درم کو ہے تو اس صورت میں بھی صفحہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع دو ہوں یا مشتری دو ہوں اور شے اکٹھا ذکر کیا جاوے مثلاً بائع دو شخصوں سے کہے کہ میں نے یہ چیز تم دونوں کے ہاتھ اس شے کو بیچی اور دونوں مشتری کہیں کہ ہم نے یہ چیز تجھے اتنی دام کو خریدی تو یہ بھی ایک ہی صفحہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے یہ بیان صفحہ کے ایک ہونیکا تھا اب صفحہ کے جدا جدا ہونیکا یہ بیان ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر جزو کا شے جدا جدا بیان کیا اور خرید یا فروخت کا لفظ جدا جدا کہا اور بائع اور مشتری دو وہیں یا بائع دو ہیں اور مشتری ایک ہے یا مشتری دو ہیں بائع ایک ہے تو صفحہ متفرق ہوگا اور اسی طرح اگر شے جدا جدا بیان کیا جاوے اور لفظ خرید یا فروخت جدا جدا ہوں اور بائع اور مشتری ایک ہوں جیسے بائع کسی شخص سے کہے کہ میں نے یہ کپڑے تیرے ہاتھ اس طرح بیچے کہ یہ کپڑا دس درم کو ہے اور یہ کپڑا پانچ درم کو ہے یا مشتری کہے کہ میں نے یہ کپڑے تجھے اس طرح مول لیے کہ یہ کپڑا دس درم کو مول لیا اور یہ کپڑا پانچ درم کو مول لیا تو بالاتفاق صفحہ متفرق ہوگا یہ تھا یہ میں لکھا ہے اور اگر عقد ایک ہو اور عقد کرنے والے اور شے دونوں متعدد ہوں تو قیاس یہ ہے کہ صفحہ متعدد ہوگا اور استحسان یہ ہے کہ متعدد ہوگا اور یہی قول امام رحمہ اللہ ہے اور اسی پر فتوے ہیں یہ وجہ کروری میں لکھا ہے اگر دو یا کئی چیزیں مختلف مول لین یا ایک چیز مول لی اور امام فقہ ثلث سے دیے اور یہ ارادہ کیا کہ تھوڑی سی بیع پر قبضہ کر لے پس اگر صفحہ ایک تھا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر صفحہ متفرق تھا تو جائز ہے اور اگر کسی شخص نے کسی سے دس ہودی کپڑے خریدے اور ہر کپڑا دس درم کو ٹھہرا اور مشتری نے دس درم نقد دیے اور کہا کہ یہ دس درم خاص اس کپڑے کی قیمت ہیں اور اس کپڑے پر قبضہ کرنا چاہتا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اس واسطے کہ صفحہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری کو معین ایک کپڑے کی قیمت معاف کر دی اور مشتری نے کہا کہ میں یہ کپڑا لیے لیتا ہوں تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بائع خاص ایک کپڑے کی قیمت سینہ بھر بعد لینے پر رضی ہو جاوے تو مشتری کو اسپر قبضہ کرینیکا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بائع ایک درم کے سوا تمام مول معاف کر دیے یا ایک درم کے سوا تمام مول کو چند روز بعد لینے پر رضی ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر خرید میں کسی معین کپڑے کے دام نقد دینے ٹھہرے اور باقی کی کچھ میعاد مقرر ہوئی تو مشتری کو اس قدر نقد شے ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر مول سودم ٹھہرا اور مشتری کے بائع پر نوے درم چاہیے ہیں اور یہ اس مول کا قصاص ہو گئے جو مشتری کے ذمہ واجب ہیں تو مشتری کو باقی دس درم ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرینیکا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح ان کپڑوں میں سے خاص ایک کپڑے کی قیمت اگر وصول نہ

مٹی اور باقی کپڑوں کی قیمت ٹھوہرم اور مشتری نے صرف وینارو پیے یا صرف ورم دیے تو اسکو کسی کپڑے پر قبضہ کرنا جائز نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ وہ شخصوں نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار ورم کو خریدیا اور ایک ان میں سے غائب ہو گیا اور دوسرا سوچو وہ تھا تو اسکو یہ اختیار نہیں کہ کسی قدر غلام پر قبضہ کرے جب تک کہ اُسکے پورے دام نہ دیدے اور جب پورے دام دیدے تو کل غلام پر قبضہ کرے اور اس صورت میں دوسرے شریک کی طرف سے بطور احسان کے دینے والا ہوگا اور جب وہ غائب حاضر ہو تو اسکو یہ اختیار نہیں کہ اپنے حصہ پر قبضہ کرے جب تک کہ شریک موجود کو اسقدر حصہ میں شریک نہ دیدے جو اسکے حصہ کا اُسے دیا ہو اور جب ایسا کیا تو اپنے حصہ پر قبضہ کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جس شخص شریک نے اس غلام پر قبضہ کیا تھا اُسکے پاس اگر دوسرے شریک غائب کے حاضر ہونے سے پہلے یا حاضر ہونے کے بعد طلب کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بطور امانت کے ہلاک ہوا اور جو شریک اُس پر قابض تھا وہ دوسرے شریک سے بقدر اُسکے حصہ کے لے لے اور اگر غائب حاضر ہوا اور اُسے غلام میں سے اپنا حصہ مانگا اور شریک حاضر نہ کیا کہ جب تک میں اُسقدر دام جو تیری طرف سے اوکر چکا ہوں نہ لے لوں گا تب تک نہ دون کا پھر وہ غلام مر گیا تو اس صورت میں وہ غلام اس مال کے عوض ہلاک ہوا جو اُسے دیا ہو اور ایسی صورت ہو گئی جیسے بیچ بائع کے پاس ہلاک ہو جائے اور یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما کا ہے اور اگر بائع نے دو مشتریوں میں سے ایک کو اُسکے حصہ کے دام معاف کر دیے یا ایک مہینہ کے بعد لینے پر راضی ہو گیا تو وہ شریک دوسرے شریک کے حصہ میں ادا کرنے سے پہلے اُس غلام میں سے اپنے حصہ پر قبضہ نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر اُن صورتوں میں صفحہ جدا جدا ہو تو یہ سب حکم برعکس ہو جائیں گے انتہی

**چوتھا باب بیچ کوٹن کے واسطے روک رکھنے اور بائع کی اجازت یا بلا اجازت اُس پر قبضہ کرنے اور بیچ کو سپرد کرنے کے بیان میں اور اُن صورتوں کے بیان میں جو قبضہ ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی ہیں اور ایک قبضہ کا دوسرا قبضہ سے نائب ہونے کے بیان میں اور بیچ میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان میں اور دونوں عقد کرنے والوں پر بیچ اور شریک کے سپرد کرنے میں جو تشریح واجب ہوتا ہو اُسکے بیان میں اور اس باب میں چھ فصلیں ہیں**

**پہلی فصل بیچ کوٹن کے واسطے روکنے کے بیان میں۔** ہمارے اصحاب رحمہم فرماتے ہیں کہ اگر دام نقد ٹھہرے ہوں تو دام پورے حاصل کرنے کے واسطے بائع کو بیچ کے روکنے کا اختیار ہے کذا فی المخطوط اور اگر دام کی کچھ میعاد ٹھہری ہوئے تو بائع کو بیچ کے روکنے کا اختیار نہ میعاد سے پہلے ہو اور نہ اُسکے بعد یہ بیسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر تھوڑے دام نقد ٹھہرے ہوں اور تھوڑے کی میعاد ہو تو نقد دام کے پورا حاصل کرنے تک بائع کو بیچ کے روکنے کا اختیار ہے اگر اُس دام میں سے تھوڑے سے باقی رہ جائے تو بائع تمام بیچ کو روک سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے تفرید میں ہے کہ اگر بیچ غائب ہو تو جب تک بائع اُسکو حاضر نہ کرے مشتری کو اختیار ہے کہ دام نہ دے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے خواہ اُسی شہر میں ہو جہاں بیچ واقع ہوئی ہو یا دوسرے شہر میں ہو اور اُسکے حاضر کرنے میں اُسکے ذمہ خرچہ پڑتا ہو یہ مروج الواجه میں لکھا ہے اور جب مشتری نے پورے دام دیدے اور بائع نے بیچ اُسکے سپرد کر دی یا بائع نے بدون شریک پر قبضہ کیے بیچ اُسکے سپرد کر دی یا بائع کی زبانی اجازت سے مشتری نے بیچ پر قبضہ

سلو قول  
امانت صحابہ  
اسی قیمت کا  
میں میں لکھا ہے  
میں میں لکھا ہے  
بائع نے دام  
دوسرے شریک  
کے واسطے روک  
رکھنے کا اختیار  
ہو سکتا ہے

کر دیا یا مشتری نے بیع پر ایسے حال میں قبضہ کر لیا کہ بائع دیکھ رہا تھا اور اُسکو منع نہیں کرتا تھا تو ان سبب رتوں میں بائع کو یہ اختیار نہیں ہو کہ بیع کو پھر کرشن حاصل کرنے کے واسطے رد کے اور اگر مشتری نے بدون اجازت بائع کے قبضہ کیا تھا تو بائع کو اختیار ہو کہ مشتری کا قبضہ باطل کر دے یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور اگر کرشن کے بدلے مشتری نے کوئی چیز رہن کر دی یا کوئی شخص کرشن کا کفیل ہو گیا تو اس سے بائع کو بیع کے روکنے کا جتنی حاصل ہو وہ ساقط ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور زیادت میں ہو کہ بائع نے اگر کرشن کسی اپنے قرض خواہ کو مشتری پر اُتر دیا تو بائع کا بیع کے روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور اگر مشتری نے کسی اور شخص پر کرشن بائع کا اُتر دیا تو بائع کا حق ساقط ہوگا اور کرخی نے ذکر کیا کہ یہ قول امام محمد کا ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیع کو روکنے کا حق ساقط ہو جائیگا یہ محیط منشی میں لکھا ہو اور فتاویٰ میں ہو کہ اگر بائع نے بیع مشتری کو مستعار دی یا اسکے پاس امانت رکھی تو روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور بموجب ظاہر روایت کے اب اسکے پھر نیما اختیار نہیں ہو یہ بدائع میں لکھا ہو اور اگر کرشن ادا کرنے کی کچھ میعاد ہو اور مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ میعاد آگئی تو مشتری کو اختیار ہو کہ کرشن ادا کرنے سے پہلے بیع پر قبضہ کرے اور بائع اُسکو روک نہیں سکتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر بائع نے کرشن کے لینے کی مدت ایک سال ٹھہرائی اور سال کو معین نہ کیا اور مشتری حاضر ہوا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول کے بموجب جس وقت سے مشتری بیع پر قبضہ کر بیگا اُس وقت سے ایک سال کی میعاد ہوگی اور اگر سال معین کر دیا تھا تو فی الفور کرشن دینا واجب ہو گیا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ کے نزدیک خواہ سال معین کیا ہو یا نہ کیا ہو ایسی صورت میں کرشن فی الحال دینا واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو اور یہ اختلاف اس صورت میں ہو کہ جب بائع نے بیع کو سپرد کرنے سے انکار کیا ہو اور اگر انکار نہ کیا تو بالاجماع شروع سال عقد کے وقت سے شمار ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہو اور اگر بیع میں دونوں کے لیے یا ایک کے لیے خیار ہو اور میعاد میں یہ قید نہیں ہو کہ کس وقت سے شروع ہوگی تو میعاد کی ابتداء عقد لازم ہونے کے وقت سے ہوگی اور خیار رویت میں معلوکا اعتبار عقد کے وقت سے کیا جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر بائع عقد کے پیچھے کرشن کچھ مدت بعد لینے پر راضی ہو تو روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع میں لکھا ہو اگر کسی نے غلام مول لیا اور قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو آزاد یا مدہ کر دیا اور مشتری اپنے مال میں غلام لینے ناوار ہو تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہو کہ غلام کو روکے اور عتق نافذ ہو جائیگا اور غلام انہی قیمت کے بدلے بائع کے لیے سخی نہ کر بیگا یہ امام عظیمہ کا قول ہو کتنا فی التحصیص اور ظاہر روایت بھی ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے غلام کو مکتوب کر دیا یا اجارہ میں دیدیا یا رہن کر دیا تو بائع کو یہ اختیار ہو کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کرے تاکہ قاضی ان تصرفات کو باطل کر دے اور اگر نہ ہو تو قاضی نے باطل نہیں کیا تھا کہ مشتری نے غلام پر قبضہ تو کتابت جائز ہوگی اور رہن و اجارہ باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور مشتری نے جب کل دوام نقد دیا یہ بیع بائع نے اُسکو کل دوام معات کر دینے تو بیع کے روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع میں لکھا ہو اور غرض میں ہو کہ اگر کسی نے ایک دروازہ مول لیا اور بائع کی بلا اجازت اُس پر قبضہ کر کے اُسین لوسے کی گل بچین لگا دین یا کچھ اُلیا تھا کہ بلا اجازت اُسکو رنگ لیا یا زمین تھی کہ بلا اجازت اُسین کوئی عمارت بنائی یا درخت لگائے تو بائع کو اختیار ہو کہ اُسکو لیکر روکے پس اگر بائع یہ کہے کہ میں کیلین اُٹھاڑے ڈالتا ہوں یا زمین کے درخت اُٹھاڑے ڈالتا ہوں تاکہ زمین جیسی تھی ویسے ہی ہو جاوے پس اگر اُسکے دور کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہو تو بائع کو اختیار ہو اور اگر نقصان ہو تو اختیار نہیں ہو

خداوند مشتری  
کا قرضہ دار  
ہو یا نہ ہو





نہوگا یہ قنادے قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر اسطرح نہ لکھا کہ لپٹے تو قبضہ نہیں ہو اور اگر یوں لکھا کہ اسکو لے لے تو قبضہ ہو بشرطیکہ اسکے لینے تک پہنچ ہو اور اسکو دیکھتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ قنادے نقلی میں ہو کہ اگر کسی نے دو سرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اسباب بچا اور تیرے سپرد کیا اور اُسے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ سپرد کرنا نہ ہوا جب تک کہ بیچ کے بعد اسکو سپرد نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے غلام یا باندی مولیٰ اور مشتری نے غلام سے کہا کہ میرے ساتھ آ یا میرے ساتھ چل اُسے اسکے ساتھ قدم اٹھایا تو یہ قبضہ ہو یہ قنادے قاضی خان میں لکھا ہو اور اسطرح اگر اسکو اپنے کسی کام کے واسطے بیچا تو بھی قبضہ ہو یہ بیخ القدر میں لکھا ہو اور اگر کوئی ایسا مکان بیجا جو وہاں موجود نہ تھا اور بائع نے کہا میں اسکو دیکھ کر سپرد کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ نہوگا لیکن اگر مکان قریب ہو تو قبضہ شمار ہوگا یہ بحر الرأی میں لکھا ہو اور یہی ظاہر ہوا یہ صحیح ہو یہ قنادے قاضی خان میں لکھا ہو اور قریب سے یہ مراد ہو کہ ایسے سال میں ہو کہ اُسکے بند کرنے پر قادر نہ ہو ورنہ وہ دوری یہ بحر الرأی میں لکھا ہو۔ اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیجا اور وہ گھر دوسرے شہر میں ہو اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہو پھر مشتری نے قیمت لینے سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہو یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے ایک غلام بائع کے گھر میں مول لیا بائع نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس غلام پر بطور تحلیہ قبضہ کا اختیار دیا اور مشتری نے قبضہ کرنے سے اسکا انکار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو۔ کسی شخص نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے حکم کیا کہ اس قبضہ کر لے اور مشتری نے اس قبضہ کیا یہاں تک کہ کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا تو حسب وقت مشتری کو بائع نے قبضہ کرنے کا حکم دیا تھا اگر اس وقت مشتری اس قبضہ پر نہیں کھڑے ہوتے کہ ہاتھ پھیلا کر اُسکے قبضہ کر لینے پر قادر تھا تو تسلیم صحیح ہو گئی اور اگر نہیں کھڑے ہوئے پھر قادر نہیں تھا تو تسلیم صحیح نہیں ہوئی یہ قنادے قاضی خان میں لکھا ہو۔ کسی شخص نے اپنی لکڑی جو راستہ میں پڑی ہوئی تھی بچی اور مشتری اس پر کھڑا ہوا تھا اور بائع نے مشتری کو بطور تحلیہ اس قبضہ کا اختیار دیا مگر مشتری نے اسکی جگہ سے اسکو نہیں ہلایا یہاں تک کہ کسی اور شخص نے اسکو چلا دیا تو مشتری کو یہ اختیار ہو کہ اس جلائے والے سے ضمان لے اور اگر کوئی اور شخص اسکا حقد ارثا بت ہوا تو اس حقدار کو اختیار ہو کہ اس جلائے والے سے ضمان لیوے مگر مشتری سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہو یہ ظہیر میں لکھا ہو اور قنادے ابو الیث میں ہو کہ اگر کسی نے مکان بیجا اور اسکو مشتری کے سپرد کر دیا حالانکہ اس میں تھوڑا اسباب بائع کا رکھا ہو تو یہ سپرد کرنا صحیح نہیں ہو جب تک کہ اسکو بائع خالی کر کے سپرد نہ کرے اور اگر بائع نے مشتری کو گھر اور اسباب دونوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تو سپرد کرنا صحیح ہو گیا اس واسطے کہ وہ اسباب مشتری کے پاس ہوتے ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اسطرح اگر ایسی زمین بھی کہ جس میں بائع کی کھیتی ہو اور وہ زمین مشتری کو سپرد کر دی تو ایسا سپرد صحیح نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر کسی نے کچھ روٹی جو فرش کے اندر ہو یا گہون پیچے جو بالیوں میں تھے اور اسطرح سپرد کیے تو اگر مشتری بغیر بھونا ادھیڑنے یا بالین کوٹنے کے روٹی اور گہون پر قادر ہو سکتا ہو تو وہ قاضی ہو گیا اور اگر بغیر ادھیڑنے اور کوٹنے کے قادر نہیں ہو تو قاضی نہوگا ایسے کہ بھونا ادھیڑنا اور بالین کوٹنا بائع کے ملک میں تصرف کرنا ہو اور مشتری اسکا اختیار نہیں رکھتا ہو اگر کسی نے چل پیچے جو درخت میں گئے ہوئے تھے اسطرح سپرد کر دیے تو مشتری ان پر قاضی ہو گیا ایسے کہ بغیر بائع کے ملک میں تصرف کرنے کے ان کو توڑ سکتا ہو یہ بائع میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک جانور خریدا اور بائع اس پر سوار ہوا اور مشتری نے کہا کہ مجھ کو بھی اپنے ساتھ سوار کرے اور اس نے سوار کر لیا پھر وہ

تجربہ نامہ مالگیری - جلد سوم حصہ اول  
قائم ہند یہ کتابا لیسہ - باب چہارم فصل قبضہ

جانور شک کر ہلاک ہو گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا قاضی امام نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ جب جانور پر زین نہ ہو اور اگر اس پر زین ہو اور مشتری بھی زین پر سوار ہو تو اس پر قابض ہو گا ورنہ قابض نہ ہو گا اور اگر دونوں کی سوار کی حالت میں جانور کے مالک نے مشتری کے ہاتھ بچا تو وہ قابض نہ ہو گا جیسے مکان بیچتے وقت بائع اور مشتری دونوں مکان کے اندر موجود ہیں یہ فتح القدر میں لکھا ہے۔ ہارونی میں ہے کہ اگر باپ نے اپنا گھر اپنی اولاد میں سے کسی نابالغ کے ہاتھ جو اسکے پرورش میں ہو فروخت کیا اور باپ اسی گھر میں رہتا ہے تو بیع جائز ہے لیکن بیٹا اس پر قابض نہ ہو گا جب تک کہ باپ اس گھر کو خالی نہ کر دے اور اگر مکان گر گیا اور باپ اس وقت تک میں رہتا تھا تو وہ باپ کا مال ضائع ہوا اور اسی طرح اگر اس مکان میں باپ خود تھا لیکن اسکا اسباب یا عیال تھے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ جب بیچا جو پہنے ہوئے ہو یا طیلسان پہنا جو کا ندھوں پر ڈالے ہوئے ہو یا انگوٹھی پہنی جو پہنے ہوئے ہو تو بیٹا اس پر قابض نہ ہو گا جب تک کہ باپ اسکو نہ اتار دے اور اسی طرح اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے ہاتھ کوئی جانور بیچا چہرہ وہ سوار ہو یا اسکا اسباب اس پر لدا ہو تو جب تک باپ اس پر سے نہ اترے یا اسباب نہ اتارے بیٹا قابض نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر وہی گھوڑا یا کسی حظیرہ میں ہیں جبکہ دروازہ بند ہو کہ اس سے ادیان نکل نہیں سکتی ہیں اس میں سے ایک مادہ کسی کے ہاتھ فروخت کی اور اس پر قبضہ کرنے کا اختیار دیدیا اور مشتری نے دروازہ کھولا اور وہ مادہ مشتری سے زبردستی چھوٹ کر نکل گئی تو اس کی قیمت جو فرار پائی ہو مشتری پر لازم ہو گی خواہ مشتری اسکے پکڑنے پر قادر تھا یا نہ تھا اور اگر مشتری نے خود دروازہ نہیں کھولا بلکہ کسی اور شخص نے یا ہوا لے دروازہ کھول دیا جس سے وہ مادہ نکل گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری حظیرہ میں جا کر اسکو پکڑ سکتا تھا تو قابض شمار ہو گا ورنہ قابض نہ ہو گا کذا فی الظہیر یہ کسی شخص کی چند گھوڑیاں جو حظیرہ کے اندر بند ہیں ان میں سے ایک خاص مادہ کسی شخص کے ہاتھ بیچا اور دام لے لیے اور مشتری سے کہا کہ تو اس حظیرہ کے اندر جا کر اس پر قبضہ کر لے میں نے تجھے اختیار دیدیا اور وہ اس میں قبضہ کرنے کے واسطے گیا اور اسے مادہ کو پکڑا اور وہ کو در حظیرہ کے دروازہ سے باہر نکل کر بھاگ گئی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر مادہ کو ایسے مقام میں پکڑ کیا ہو کہ مشتری کند کے ذریعہ سے اسکو پکڑ سکتا ہو اور اسکے پاس کند موجود ہو اور مادہ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکتی ہو تو قبضہ ہو اور اگر مادہ بھاگ جانے پر قادر ہو اور قابض اسکو نہیں روک سکتا ہو تو وہ قبضہ نہیں ہو اور اسی طرح اگر مشتری اسکو کند سے پکڑ سکتا ہو اور غیر کند نہیں پکڑ سکتا اگر اسکے پاس کند نہیں ہو تو بھی قبضہ نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مشتری اکیلا اسکے پکڑنے پر قادر نہیں لیکن اگر اسکے ساتھ اور لوگ مددگار ہوں یا گھوڑا ہو تو پکڑ سکتا ہے پس اس بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر اور لوگ مددگار یا گھوڑا موجود ہو تو قابض شمار ہو گا ورنہ قابض نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مادہ نابالغ کے ہاتھ میں ہو اور وہ اسے تھامے ہوے ہو اور مشتری سے کہا کہ گھوڑی لے مشتری نے بھی اپنا ہاتھ گھوڑی پر جا دیا تا آنکہ گھوڑی دونوں کے ہاتھ میں ہو گئی اور بائع مشتری سے کہہ رہا ہو کہ میں نے گھوڑی تیرے اختیار میں دیدی اور میں اسکو اس واسطے نہیں پکڑے ہوے ہوں کہ تجھ کو چنے سے منع کر دوں بلکہ اس واسطے کہ تو اس کو اپنے قابض میں کر لے پس ناگاہ گھوڑی دونوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی تو مشتری کا مال ضائع ہو گا۔ اور اگر گھوڑی نابالغ کے ہاتھ میں تھی اور مشتری کا ہاتھ اس پر نہیں ہوتا تھا اور نابالغ نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھ کو اختیار دیدیا تو اپنے قبضہ میں لے لے اب میں تیری طرف سے پکڑے ہوے ہوں پس وہ گھوڑی مشتری کے قبضہ کرنے سے

کافی ہندیہ کتاب الہیوس باب چہارم فصل دوم فیہ

پہلے بائع کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی حالانکہ مشتری بائع سے اُسکو لے لینے اور اپنے قابو میں لانے پر قادر تھا تاہم بائع کا مال ضائع ہوگا یہ وظیفہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک پرندہ جانور مول لیا جو ایک ٹیس مکان کے اندر اُڑ رہا ہو اور بغیر دروازہ کھلے اُس مکان کے باہر نہیں نکل سکتا اور مشتری اُسکے اُڑنے سے اُسکے پکڑنے پر قادر نہیں ہو اور بائع نے مشتری کو اُس مکان سے پکڑنے کا اختیار دیدیا اور اُسے دروازہ کھولا اور پرندہ نکل گیا تو نا طیفی سے ذکر کیا کہ مشتری اُسپر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کے سوا کسی اور شخص نے دروازہ کھولا یا ہوا سے کھل گیا تو مشتری اُسپر قابض نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ شمس لانہ اور جندی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک گھوڑا دو صندوق کے درمیان میں مشتری کہ جو اردوہ کسی چراگاہ میں ہو اور ان میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچا اور مشتری سے کہا کہ جا کر اُسپر قبضہ کر لے اور مشتری کے گھوڑے تک پہنچنے سے پہلے گھوڑا ہلاک ہو گیا تو انھوں نے فرمایا ہے کہ دونوں کا مال ہلاک ہوا ہمارے زمانہ میں یہ صورت واقع ہوتی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک گائے خریدی اور وہ چراگاہ میں تھی اور بائع نے اُس سے کہا کہ جا کر اُسپر قبضہ کر لے تو بعض شایخ نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر گائے سامنے اس طرح نظر آتی تھی کہ اُسکی طرف اشارہ ہو سکتا تھا تو یہ قبضہ ہو ورنہ قبضہ نہیں ہو۔ اور یہ جواب صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ اگر گائے اُن دونوں سے اس قدر قریب تھی کہ اگر مشتری ارادہ کرتا تو قبضہ کر سکتا تھا تو مشتری اُسپر قابض ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے تیل مول لیا جو معین تھا اور شیشہ اُسکو دیدیا کہ اُس میں تول ہے اور اُسے مشتری کے سامنے تول تو مشتری اُسپر قابض ہو گیا اگرچہ وہ تیل بائع کی دکان یا مکان میں ہو اور اگر مشتری کے پیچھے تول تو بعضوں نے کہا کہ قابض ہو جائیگا اور بھی صحیح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور برادریہ میں ہے کہ اسی طرح ہر کیلی اور دینی چیزوں میں جب مشتری اپنا برتنی بائع کو دیدے اور بائع اُسکو ناپ یا تول کر ڈال دے تو یہی حکم ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر تیل معین نہ تھا تو اُسپر قابض نہ ہوگا اور نہ اُسکا خریدار شمار ہوگا خواہ اُسکے سامنے تول ہو یا اُسکے پیچھے اور اُسکو مالکون کی طرح اُس میں تصرف کرنا حلال نہیں ہے اور فتوے دینے کے واسطے یہی اختیار کیا گیا ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر ایسی صورت واقع ہونے کے بعد مشتری نے حقیقتاً اُسپر قبضہ کر لیا تو اب اُسکا خریدار اور قابض دونوں شمار ہوگا اور اب اگر تلف ہوگا تو بالاتفاق مشتری کا مال تلف ہوگا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور جب تک دوبارہ اُسکو وزن نہ کر لے تب تک مشتری کو اُس میں تصرف کرنا حلال نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک دوبارہ وزن کرنے سے پہلے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے دس رطل تیل ایک دم کو خرید لیا اور ایک شیشہ لاکر اُسکے حوالے کیا کہ اُس میں میرے واسطے تول ہے اور تیل معین تھا پھر جب ایک رطل اس میں تول کر ڈالا تو شیشہ ٹوٹا اور اُس میں سے تیل بہا اور اُس نے باقی بھی تول کر لیا شیشہ ٹوٹنے کی دونوں کو خبر نہ تھی تو جب قدر تیل اُسے شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تول لیا تو وہ مشتری کا مال تلف ہوا اور اُسکے ٹوٹنے کے بعد جو کچھ تولادہ بائع کا مال تلف ہوا اور جو تیل شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تول لیا تھا اگر شیشہ ٹوٹنے کے بعد اُس میں کچھ تیل باقی رہ گیا اور بائع نے اُس میں اور تیل ڈال دیا تھا تو یہ بچا ہوا بائع کا ہوگا اور اُسکے خصل مشتری کے واسطے ضامن ہوگا یہ ظہیرہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے تول لیا ہوا شیشہ بائع کو دیا اور دونوں کو اس کی خبر نہ تھی اور بائع نے مشتری کے حکم سے اُس میں تیل ڈال دیا تو سب مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر مشتری نے شیشہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور بائع کو نہ دیا اور باقی مسئلہ ہی رہا جو مذکور ہوا تو ان سب صورتوں میں جو اول مذکور ہوئیں مشتری کا مال تلف ہوا یہ محیط میں لکھا ہے مفتی بن مذکور ہے کہ



کسی شخص نے ملکی خرید اور بائع کو برتن و دیگر چیزیں کیا کہ اس نے ان کو ۱۰ روپے برتن میں ایک سو روپے اس کی خبر مشتری کو نہ تھی  
 مگر بائع اس سے خبردار تھا پس ملکی تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کے ذمہ کچھ لازم ہو گا اور اگر مشتری جانتا  
 تھا اور بائع نہیں جانتا تھا یا دونوں جانتے تھے تو مشتری تمام بیع پر قابض ہو گا اور اسپر پوریشن واجب ہو گا اور اسی کتاب  
 میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک کرگھون کی ڈھیری میں سے خریدے اور بائع نے کہا کہ میرے تھیلے میں ناپکڑا لدے  
 اور تھیلہ اس کے حوالے کر دیا اور بائع نے ایسا ہی کیا تو مشتری اسپر قابض ہو گا یہ دتا ہے قاضی ناجی لکھا ہے اور قدوری میں  
 ہے کہ اگر گھون بول لیے جو معین تھے اور تھیلے بائع کے مستعار مانگے اور اس کو حکم دیا کہ گھون اس میں ناپ کر ڈال دے  
 اور بائع نے ایسا ہی کیا پس اگر وہ تھیلہ معین تھا تو ایسے معین تھیلے میں بائع کے ناپ دینے بہ مشتری اسپر قابض  
 ہو جائیگا اور اگر معین نہ تھا مثلاً یون کہا کہ مجھے کوئی تھیلہ مانگے دے اور اس میں ناپ کر ڈال دے تو مشتری کے حاضر ہونے  
 کی صورت میں قبضہ ہو گا اور غائب ہونے کی صورت میں قبضہ ہو گا اور امام محمد کے نزدیک مشتری کے غائب ہونے  
 کی صورت میں خواہ تھیلہ معین ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قبضہ ہو گا تا وقتیکہ مشتری تھیلہ قبضہ کرے کہ پھر بائع کے پیڑ  
 نہ کرے یہ خاتمہ صفری میں لکھا ہے۔ ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام محمد سے پرچھا کہ کسی نے دو سو روپے  
 سے کوئی چیز خریدی اور اس سے کہا کہ میرے برتن میں رکھ دے اور بائع نے تولنے کے واسطے برتن میں ڈالی اور برتن ٹوٹ  
 گیا اور مال تلف ہو گیا تو فرمایا کہ بائع کا مال تلف ہوا اس لیے کہ اس نے تولنے کے لیے اس میں ڈالا تھا تاکہ اس کی مقدار معلوم ہو  
 مشتری کو سپرد کرنے کے واسطے نہیں ڈالا تھا اور اگر اسے تول دیا پھر برتن ٹوٹ گیا تو بھی بائع کا مال گیا اور اگر بائع نے  
 اپنے برتن میں تول کر مشتری کے برتن میں ڈالا پھر وہ برتن ٹوٹا تو مشتری کا مال گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر تیل خرید  
 اور شیشہ تیل والے کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ شیشہ میرے گھر بھیج دینا اور اسے میں شیشہ ٹوٹ گیا تو امام ابو بکر محمد  
 ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر مشتری نے تیل والے سے یہ کہا تھا کہ شیشہ میرے غلام کے ہاتھ بھیج دینا اور اس نے ایسا ہی کیا  
 اور شیشہ راہ میں ٹوٹ گیا تو مشتری کا مال تلف ہوا اور اگر یہ کہا تھا کہ اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دینا اور اس نے اسی طرح بھیجا اور راستہ  
 میں تلف ہوا تو بائع کا مال گیا اس لیے کہ مشتری کے غلام کا حاضر ہونا مثل مشتری کے حاضر ہونے کے ہے اور بائع کا غلام ہنر بائع  
 کے ہے یہ خاتمہ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ اس برتن میں میرے لیے اس قدر تول کر اپنے غلام کے  
 ہاتھ میرے گھر بھیج دے یا کہا کہ میرے غلام کے ہاتھ بھیج دے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ شیشہ راہ میں ٹوٹ گیا تو بائع کا  
 مال تلف ہو گا اور مشتری کا مال تلف ہو گا تا وقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ اپنے غلام کو دیدے یا میرے غلام کو دیدے کیونکہ جب  
 اس نے یہ حکم دیا تو بائع مشتری کی طرف سے بھیجے کا دلیل ہو گیا پس جب اس کے غلام کو دیا تو گویا مشتری کو دیا پس مشتری کا مال تلف  
 ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیج دے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کر کے اس کے  
 بیٹے کے پاس بھیج دیا تو یہ قبضہ نہیں ہے اور اجرت بائع کے ذمہ ہو گی لیکن اگر مشتری نے کہا تھا کہ کوئی مزدور کر کے بھیج دے  
 تو اسے مزدور کا قبضہ وہی مشتری کا قبضہ ہے بشرطیکہ مشتری اس بات کی تصدیق کرے کہ بائع نے مزدور کر کے  
 حوالے کیا تھا اور اگر اسے مزدور کو مقرر کرنے اور اس کے حوالہ کرنے سے انکار کیا تو اسی کا قول معتبر ہو گا یہ تا مار خانہ میں لکھا ہے  
 مجمع النوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایک دہینڈی کسی دہی جانے والے سے بازار میں خریدی اور اس کو اپنی دکان  
 پہنچانے کا حکم کیا اور وہ راستہ میں گر کر تلف ہو گئی تو بائع کا مال تلف ہوا اور اگر جو سہ یا گڑی کا گٹھ

کہ بائع کو دیا گیا ہو  
 چارہ و برتن کا  
 ہوتا ہو تو اس  
 ساتھ صلہ کا  
 اور صلہ قرضہ  
 کا نہیں ہے  
 علی قول  
 معتبر ہو گا درج  
 ہے کہ مشتری  
 علیہ صلہ کا  
 کے ذمہ نہ ہو گا  
 اور اس کا  
 دو سو روپے  
 تول کر اسے  
 ہر سو روپے کا مال  
 سے خریدی  
 اور اس سے  
 کہا کہ میرے  
 برتن میں رکھ  
 دے اور بائع  
 نے تولنے کے  
 واسطے برتن  
 میں ڈالی اور  
 برتن ٹوٹ گیا  
 اور مال تلف  
 ہو گیا تو بائع  
 کا مال تلف ہو  
 گا اس لیے کہ  
 اس نے تولنے  
 کے واسطے اس  
 میں ڈالا تھا  
 اور اگر اسے  
 تول دیا پھر  
 برتن ٹوٹ گیا  
 تو بھی بائع کا  
 مال گیا اور  
 اگر بائع نے  
 اپنے برتن میں  
 تول کر مشتری  
 کے برتن میں  
 ڈالا پھر وہ  
 برتن ٹوٹ گیا  
 تو مشتری کا  
 مال گیا یہ  
 ذخیرہ میں  
 لکھا ہے اگر  
 تیل خرید اور  
 شیشہ تیل  
 والے کو دیا اور  
 اس سے کہا کہ  
 یہ شیشہ میرے  
 گھر بھیج دینا  
 اور اسے میں  
 شیشہ ٹوٹ گیا  
 تو امام ابو بکر  
 محمد ابن الفضل  
 نے فرمایا ہے کہ  
 اگر مشتری نے  
 تیل والے سے یہ  
 کہا تھا کہ  
 شیشہ میرے  
 غلام کے ہاتھ  
 بھیج دینا اور  
 اس نے ایسا ہی  
 کیا اور شیشہ  
 راہ میں ٹوٹ گیا  
 تو مشتری کا مال  
 تلف ہوا اور اگر  
 یہ کہا تھا کہ  
 اپنے غلام کے  
 ہاتھ بھیج دینا  
 اور اس نے اسی  
 طرح بھیجا اور  
 راستہ میں تلف  
 ہوا تو بائع کا  
 مال گیا اس لیے  
 کہ مشتری کے  
 غلام کا حاضر  
 ہونا مثل مشتری  
 کے حاضر ہونے  
 کے ہے اور بائع  
 کا غلام ہنر بائع  
 کے ہے یہ خاتمہ  
 قاضی خان میں  
 لکھا ہے اور اگر  
 مشتری نے بائع  
 سے کہا کہ اس  
 برتن میں میرے  
 لیے اس قدر تول  
 کر اپنے غلام  
 کے ہاتھ میرے  
 گھر بھیج دے یا  
 کہا کہ میرے  
 غلام کے ہاتھ  
 بھیج دے اور اس  
 نے ایسا ہی کیا  
 اور وہ شیشہ  
 راہ میں ٹوٹ گیا  
 تو بائع کا مال  
 تلف ہو گا اور  
 مشتری کا مال  
 تلف ہو گا تا  
 وقتیکہ مشتری  
 یہ نہ کہے کہ  
 اپنے غلام کو  
 دیدے یا میرے  
 غلام کو دیدے  
 کیونکہ جب اس  
 نے یہ حکم دیا  
 تو بائع مشتری  
 کی طرف سے  
 بھیجے کا دلیل  
 ہو گیا پس جب  
 اس کے غلام کو  
 دیا تو گویا  
 مشتری کو دیا  
 پس مشتری کا  
 مال تلف ہو گا  
 یہ محیط میں  
 لکھا ہے۔ اور اگر  
 مشتری نے بائع  
 سے کہا کہ میرے  
 بیٹے کے پاس  
 بھیج دے اور بائع  
 نے کسی کو مزدور  
 مقرر کر کے اس  
 کے بیٹے کے پاس  
 بھیج دیا تو یہ  
 قبضہ نہیں ہے  
 اور اجرت بائع  
 کے ذمہ ہو گی  
 لیکن اگر مشتری  
 نے کہا تھا کہ  
 کوئی مزدور کر  
 کے بھیج دے تو  
 اسے مزدور کا  
 قبضہ وہی مشتری  
 کا قبضہ ہے بشرط  
 کہ مشتری اس بات  
 کی تصدیق کرے  
 کہ بائع نے مزدور  
 کر کے حوالے کیا  
 تھا اور اگر اسے  
 مزدور کو مقرر  
 کرنے اور اس کے  
 حوالہ کرنے سے  
 انکار کیا تو اسی  
 کا قول معتبر ہو  
 گا یہ تا مار خانہ  
 میں لکھا ہے مجمع  
 النوازل میں مذکور  
 ہے کہ اگر ایک  
 دہینڈی کسی دہی  
 جانے والے سے  
 بازار میں خریدی  
 اور اس کو اپنی  
 دکان پہنچانے  
 کا حکم کیا اور وہ  
 راستہ میں گر کر  
 تلف ہو گئی تو  
 بائع کا مال تلف  
 ہوا اور اگر جو سہ  
 یا گڑی کا گٹھ

شستر میں خرید تو بائع کے ذمہ ہے کہ مشتری کے گھر میں پونچھے اور اگر راستہ میں تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہو گا یہ خلاصہ  
میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گائے خریدی اور بائع سے کہا کہ تو اسے اپنے گھر ہانک لیجا اور میں تیرے پیچھے تیرے گھر آتا  
ہوں وہاں سے اپنے گھر لیجاؤں گا پھر وہ گائے بائع کے پاس مر گئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا اور اگر بائع نے یہ دعویٰ  
کیا کہ میں نے گائے سپرد کر دی تھی تو اس باب میں قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہو گا۔ کسی نے ایک بیمار جا نوز  
مول لیا جو بائع کے اصطبل میں تھا اور مشتری نے یہ کہا کہ یہ رات کو یہیں رہیگا اور اگر مر جائیگا تو میرا مال تلف ہو گا اور  
وہ جا نوز مر گیا تو بائع کا مال تلف ہو گا نہ مشتری کا یہ فتاوے قاضی تلخ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک  
باندی بیچی اور وہ ایک درمیانی آدمی کے پاس رکھی تاکہ مشتری سے پورے دو م لیکر اسکے حوالے کرے اور باندی اسکے  
پاس ضائع ہو گئی تو بائع کا مال گیا۔ اور اگر درمیانی آدمی نے تھوڑے شن پر قبضہ کر کے بائع کی ناوانستگی میں باندی مشتری  
کے حوالے کر دی تو بائع کو اختیار ہے کہ اس باندی کو پھر لے اور جبکہ سکو پھیر لیا تو اختیار ہے کہ اس درمیانی آدمی کو نہ دے مگر  
اس صورت میں کہ درمیانی عادل ہو اور اگر باندی کسی جو بھر نہ پھر سکے تو درمیانی عادل آدمی اسکی قیمت کا بائع کے  
واسطے خاص ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے کپڑا مول لیا اور اس پر قبضہ نہ کیا اور دام بھی نہ دیے اور بائع سے  
کہا کہ میں تجھ پر اعتبار نہیں کرتا ہوں تو کپڑا اظلا نے شخص کے حوالے کر دے اور سب تک میں تجھے دام نہ دوں کپڑا اسی سکے  
پاس رہے بائع نے اسکے حوالے کر دیا اور اسکے پاس کپڑا تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہو ا واسطے کہ جسکو کپڑا دیا گیا تھا اسے  
بائع کے واسطے دام لینے کی غرض سے روکا تھا پس اسکا قبضہ بائع کا قبضہ شمار ہو گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ بائع نے اگر بیچ  
ایسے شخص کی حوالے کی جو مشتری کے عیال میں سے تھا تو مشتری اسپر قایض نہ شمار ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ چیز تلف ہو گئی  
تو بیچ فصیح ہو جائے گی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی چیز مول لی اور کچھ دام ادا کر کے بائع سے کہا  
کہ میں نے اسکو بانی دام میں تیرے پاس رہن کیا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھی تو یہ قبضہ نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان  
اگر بیچ بائع کے پاس تھی اور مشتری نے اسکو ضائع کر دیا یا اس میں کوئی عیب پیدا کر دیا تو یہ مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہو گا  
اسی طرح اگر بائع نے کوئی ایسا فاضل مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہو اسی طرح اگر مشتری نے اسکو آزاد یا مدبہ کر دیا یا یہ  
اقرار کیا کہ باندی میری ام ولد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بے کام بائع نے مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہو۔ اگر ایک  
باندی مول لی جو حاملہ تھی اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اسکے بیٹے میں جو کچھ تھا آزاد کر دیا تو یہ قبضہ ہو گا اسلئے کہ احتمال  
ہو کہ اسکا آزاد کرنا صحیح ہو پس وہ تلف کرنے والا نہ ٹھہریگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع کو اسپر قبضہ کرنے کا  
حکم کیا اور اسے قبضہ کر لیا تو یہ مشتری کے قبضہ کے مانند نہیں ہے یہ وہ چیز کروری میں لکھا ہے تفرید میں مذکور ہے کہ اگر مشتری کے  
قبضہ سے پہلے بیع میں کسی نے کچھ جنایت کر دی اور مشتری نے اس شخص مجرم کا و انگیر ہونا اختیار کیا تو امام ابو یوسف کے  
مذہب صرف اس امر کو اختیار کرنے ہی سے مشتری قایض ہو جائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ اس میں خلاف کرتے ہیں یہ تاتاری  
میں لکھا ہے اگر بیچ کو مشتری کے قبضہ سے پہلے کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور مشتری نے خون معاف کر دیا تو یہ بیچ کا اختیار  
کرنا ہے اور بائع کو اختیار حاصل ہے کہ قاتل سے قیمت لے لے اور وہ بائع کے پاس رہن رہیگی پھر جب مشتری شن ادا کر دے  
تو بائع قیمت قاتل کو پھیر لیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع کو گیموں کے پسنے کا حکم دیا اور اسے پسنے تو مشتری  
قایل ہو گیا اور اٹا مشتری کا ہو گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع بائع کے پاس ودیعت رکھی یا اسکو مانگے دی  
پس قبضہ سے پہلے ۱۱

۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

یا اُجرت پر دی تو مشتری قابض شمار ہوگا اور اُجرت واجب نہ ہوگی اور اگر مشتری نے کسی غیر کے پاس اُسکو ودیعت رکھا یا اُنھار دیا اور بائع کو حکم کیا کہ اُسکے سپرد کرے تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط سہنہ بین لکھا ہو۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو غلام سے کمدے کہ میرا یہ کام کیسے اور بائع نے اُسکو حکم کیا اور غلام نے وہ کام کیا تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط بین لکھا ہو کسی شخص نے ایک غلام خرید لیا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور بائع کو حکم دیا کہ اسے فلاں شخص کو ہبہ کر دے اور بائع نے اُسکی فرمانبرداری کر کے جس شخص کے واسطے اسے حکم کیا تھا سپرد کر دیا تو ہبہ جائز ہو گیا اور مشتری قابض ہو جائیگا اور اسی طرح اگر بائع کو اپنے خریدے ہوئے غلام کو کسی کو اجارہ پر دینے کا حکم کیا خواہ کسی شخص کو معین کر دیا تھا یا نہیں اور بائع نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور اجارہ پر لینے والا پہلے مشتری کی طرف سے قابض ہوگا پھر اپنی طرف سے قابض ہوگا اور جو اُجرت بائع کو اجارہ پر لینے والے سے لینی اگر وہ جنس ثمن سے ہو تو ثمن میں محسوب ہو جائیگی اور اسی طرح اگر خود بائع نے غلام کو مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے کسی کو مستعار دیا یا ہبہ یا رہن کیا پھر مشتری نے اُسکی اجازت دیدی تو جائز ہو اور مشتری قابض ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ غلام کو آزاد کر دو۔ اور بائع نے اُسکی طرف سے آزاد کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہو یہ وجیز کروری میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے بائع کو بیع میں ایسا فعل کرنے کا حکم دیا جس سے اس میں کچھ نقصان نہیں آتا ہو جیسے استری کرنا یا دھونا خواہ اُجرت پر یہ کام لیا یا بلا اُجرت تو مشتری قابض ہوگا اور در صورتیکہ باُجرت کام لیا ہو اُسپر اُجرت دینی واجب ہوگی اور اگر کوئی ایسا کام تھا کہ جس سے اُس میں کچھ نقصان آتا ہو تو مشتری قابض ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہو اگر مشتری نے بائع کو غلام کے تعلیم کرنے یا سر موٹے یا موچن کرنے یا ناخن تراشنے کے لیے اُجرت پر مقرر کیا تو قابض ہوگا اور اُجرت بائع کو چاہیے لیکن اگر ان کاموں میں سے کسی سے اس میں کچھ نقصان آتا ہو تو قابض ہو جائیگا اور اگر بائع کو اُسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا تو صحیح نہیں ہو اس لیے کہ حفاظت بائع پر خود واجب ہو یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر دیا یا اُسپر قرض کا اقرار کیا تو استثنائے حکم ہو کہ اُسکی طرف سے قبضہ ہوگا اور اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کی تو قبضہ کے قول کے بموجب مشتری کا قبضہ ہو جائیگا یہ حاوی میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُس کا نکاح کر دیا اور اُسکے شوہر نے اُسکا بوسہ لیا یا مساس کیا تو شوغلے فرمایا کہ مندر اُس صورت میں یہ ہو کہ مشتری قابض شمار ہو جیسے وطی کرنے سے مشتری قابض شمار ہوتا ہو یہ فقیہ میں لکھا ہو متقی میں مذکور ہے کہ کسی نے باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُسکا نکاح کر دیا اور شوہر کے وطی کرنے سے پہلے وہ مر گئی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کا مال تلف ہوگا اور شوہر کے ذمہ ہو اور وہ مشتری کو ملے گا اور اُس میں سے بقدر حصہ ثمن کے دینا واجب ہوگا یعنی اُسکا ثمن مہر پر اور باندی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو حصہ مہر کے پڑے میں پڑیگا وہاں اُسپر لازم ہوگا اور بقدر نکاح رہے اُسکو صدقہ کر دیگا اگر مہر میں زیادتی ہوئے اور مہر اس حکم میں بمنزلہ فرزند کے ہو۔ اور بھی متقی میں اسی مقام میں لکھا ہو کہ کسی شخص نے ایک غلام باندی کے بدلے مول لیا اور ہنوز دونوں نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ اسی اثنا میں باندی کے مول لینے والے نے شوہر کے مہر پر کسی سے اُسکا نکاح کیا پھر وہ غلام اپنے بائع کے پاس مشتری کو حوالے کرنے سے پہلے مر گیا تو بیع کا عقد ٹوٹ جائیگا اور باندی اسی کے پاس پھر جائیگی جس کی تھی اور اسکا مہر بھی اُسی کو ملے گا اور اگر باندی میں کوئی نقصان آ گیا ہو تو

[illegible]

عند قود و جب ہوگی اس طرح سرور و شہزادہ عظیم طلب کر کہیے تلو قبا سدا واجب ہونا چاہیے ۸۶







بیع ٹوٹ جائیگی لیکن اگر اُسکے دلا دینے سے پہلے مشتری اول نے بائع اول کو اسکے دام دیدے تو اس صورت میں قاضی بائع اول کو واپس نہ دلایگا اور اگر مشتری اول نے دام اسوقت ادا کیے کہ جب بائع اول باندی پر قبضہ کر چکا ہو تو اسوقت باندی مشتری اول کے حوالے کیجاوے گی اور دوسرے مشتری کو باندی لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر وہ باندی دوسرے مشتری کے پاس مرگئی تو بائع اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور یہ قیمت جو بائع اول کو ملے گی قائم مقام باندی کے شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر وہ قیمت بائع اول کے پاس تلف ہو جائے تو دونوں بیع ٹوٹ جائیگی اور دوسرا مشتری پہلے مشتری سے جقد رشن دیا ہو پھر لیگا جیسے کہ اس صورت میں پھر دیتا کہ جب باندی بائع اول کے پاس پھر جاتے کے بعد ہلاک ہو جاتی اور اگر بائع اول کے پاس قیمت تلف نہیں ہوتی یہاں تک کہ مشتری اول نے اُسکو شن ادا کر دیا تو وہ بائع سے باندی کی قیمت لیگا اور دوسرے مشتری کو اس قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو جیسا کہ اسی صورت میں باندی کی زندگی میں باندی لینے کی کوئی راہ نہ تھی بلکہ یہ دوسرا مشتری پہلے مشتری سے وہ شن پھر لیگا جو اس نے ادا کیا ہو اور جب قیمت پہلے مشتری کو ملی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر قیمت جنس شن سے نہیں ہو تو یہ اس میں سے کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر جنس شن سے ہو اور اس میں شن پر کچھ زیادتی ہو تو زیادتی کو صدقہ کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے

**فصل چہارم** فی قبضہ کے بیان میں جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہو اور جو اُسکے قائم مقام نہیں ہوتا یہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شے کسی شخص کے قبضہ میں اپنی قیمتی ضمانت کے طور پر ہو پھر اُس سے اُسکی بیع ظہر جائے تو یہ قبضہ بجائے قبضہ خرید کے قرار دیا جاوے گا کیونکہ یہ اُسی جنس کا قبضہ ہے جو خرید میں ہوتا ہے اسلئے کہ قبضہ خرید میں بھی وہ شے اپنی ذات سے ضمانت میں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دونوں قبضہ ایک جنس کے ہوں جیسے دونوں قبضہ ضمانت کے یا دونوں ضمانت کے ہوں تو ایک دوسرے کے نائب ہو جائیگے اور اگر مختلف ہوں تو جو قبضہ ضمانت کا ہو وہ دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور دوسرا اسکا نائب نہ ہوگا یہ وجہ کر درمی میں لکھا ہے پس اگر کوئی چیز بطور غضب یا عقد فاسد کے کسی کے قبضہ میں ہو پھر اُسکے مالک سے اُسکا عقد صحیح کرے تو پہلا قبضہ دوسرے کا نائب ہو جائیگا یہاں تک کہ اگر مشتری کے اپنے گھر جانے اور اُس چیز تک پہنچنے یا اُسکے لینے پر قادر ہونے سے پہلے وہ تلف ہو جائے تو مشتری کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر غضب کی ہوئی چیز کو بیع الصرف کا بدل گردانا اور دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل نہ ہوگی اور اسی طرح اگر بیع الصرف کی مجلس میں ایک شخص کے اپنے بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پھر شخص قابض نے اپنے قبضہ کی چیز مول لی تو مول لینے ہی اُسپر قابض ہو گیا اس لیے کہ اُسکے قبضہ کی چیز اگر عقد فاسد کے طور پر اُسکے قبضہ میں رہتی تو اُسکی قیمت کی ضمان واجب ہوتی پس یہ قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وہ چیز اُسکے قبضہ میں بطور عاریت یا ودیعت یا رہن کے ہو تو فقط عقد سے اُسپر قابض ہوگا لیکن اگر وہ چیز سامنے موجود ہو یا اُس چیز کے پاس جا کر اُسکے قبضہ پر قادر ہو جائے تو اُسپر قابض شمار ہوگا یہ حادی میں لکھا ہے اگر امانت یا عاریت کی صورت میں مشتری نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے وہ قابض ہو جاتا ہو پھر بائع نے یہ قصد کیا کہ شن حاصل کرنے کی غرض سے بیع کو روکے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر بائع نے اُسپر مشتری کا قبضہ پہنچنے سے پہلے اُسکے گھر میں سے جہان ودیعت رکھی ہوئی ہو نے لی تو اُس کو

روکنے کا اختیار ہے اور اگر یہ وہ دونوں کے سامنے موجود تھی اور باقی سے اس کو چھو تو باقی کو اس کا دیکھنا (غلیبا) چاہیے  
محیط میں آگاہ ہے اور اگر غلام کو اپنے کسی کام کے لیے چھو یا پھر اسے غلام کے اپنے مال پر بیٹے کے ہاتھ بیچ دالا تو جائز ہے اور اگر  
غلام واپس ہونے سے پہلے ہلاک ہو گیا تو باپ کا مال ہوتا ہے جو اس لیے کہ قبضہ باپ کا اگرچہ اس پر قائم ہو مگر وہ قبضہ اس کا  
کا ہے اس لیے وہ خرید کے قبضہ کا نائب ہو گا۔ یعنی باپ کا قبضہ بیٹے کی طرف سے وہی بیٹے کا قبضہ ہے کیونکہ باپ  
اس کا ولی ہے اور باپ کا قبضہ اس پر قائم ہے تو شبہ پیدا ہوتا تھا کہ بیٹے کا اس پر قبضہ ہو جائیگا لیکن چونکہ باپ کا قبضہ  
اس پر قبضہ امانت ہے اور وہ خرید کے قبضہ کا قائم مقام نہیں ہوتا اس لیے تا وقتیکہ وہ واپس نہ قبضہ ہو گا۔ اور اگر غلام کو شبہ  
آیا اور باپ اس کے قبضہ پر قادر ہو گیا تو بیٹا قابض شمار ہو گا اس لیے کہ باپ اس کا ولی ہے اور اگر بیٹے کے بالغ ہونے کے بعد  
غلام واپس ہوا تو باپ قابض ہو گا اور بیٹا بذات خود قبضہ کر لیا اور اگر کسی غیر سے کوئی غلام بیٹے کے واسطے  
مول لیا پھر بیٹا بالغ ہوا تو قبضہ کا حق باپ کو اسی طرح حاصل ہو گا جیسے تھا یہ محیط سرخسین میں لکھا ہے۔ اور اگر چاندی  
کی ابریق کسی سے سو دینار کو مول لی اور مشتری نے ابریق پر قبضہ کر لیا اور دینار ادا نہیں کیے یہاں تک کہ دونوں  
جدا ہو گئے اور چونکہ اسی مجلس میں ایک بدل پر قبضہ نہیں ہوا تھا بیع صرف باطل ہو گئی تو مشتری پر واجب ہو گا کہ  
ابریق بالغ کو چھو دے اگر وہ ابریق مشتری نے اپنے گھر میں رکھ لی اور بالغ کو واپس نہ کی اور پھر بالغ سے ملاقات کی اور  
دوبارہ دیناروں سے بیع کر کے اس ابریق کے عوض دیناروں کو ادا کر دیا پھر دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہو گی اور  
صرف ابریق کے خریدنے ہی سے اس پر قابض ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام مول لیا اور اس پر قبضہ کر کے  
شن ادا کر دیا پھر دونوں نے اقالہ کر لیا پھر دوبارہ ایسے حال میں خرید کہ غلام مشتری کے پاس موجود تھا تو خرید  
صحیح ہو گی اور اگر بالغ نے مشتری کے سوا کسی اور کے ہاتھ بیچا تو صحیح نہیں ہے اور دوسری بار خرید میں صرف خریدنے  
سے اس پر قابض ہو گا یہاں تک کہ اگر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ ہلاک ہو گیا تو اس کا مر تا عقد اول میں شمار ہو گا اور  
اقالہ اور دوسری خرید دونوں باطل ہو جائیگی اور فقط خرید سے قابض نہ ہوتا اس واسطے کہ اقالہ کے بعد بیع ایک  
پاس مضمون بالغ ہے یعنی شن اول کے عوض ضمانت میں ہے اور اپنی ذات کے لحاظ سے امانت میں ہے پس اس کا قبضہ  
شوہر جو کہ قبضہ کے مشابہ ہوا جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر دوسرا شن پہلے شن کے جنس  
سے نہ تو ابھی یہ حکم ہی یہ محیط سرخسین میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ایک غلام باندی کے عوض مول لیا اور  
ہر ایک نے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر کے اپنے گھر میں رکھا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا پھر واپس کرنے سے پہلے  
ایک نے دوسرے سے جس کا اقالہ کیا تھا اس کو دوبارہ خرید لیا یہاں تک کہ خرید جائز ہو گئی تو مشتری صرف خریدنے سے اس پر  
قابض ہو جائیگا یہاں تک کہ اگر اس کی دست دہی سے پہلے وہ ہلاک ہو جائے تو مشتری کا دوسری خرید کا مال ہلاک ہو گا اور  
اقالہ باطل ہو گا اس واسطے کہ ہر ایک غلام اور باندی میں سے بعد اقالہ کے قابض کے پاس قیمتی ضمانت میں تھے اور یہ حکم  
اس صورت میں ہے کہ جب انھوں نے اقالہ ایسے حال میں کیا ہو کہ غلام اور باندی دونوں زندہ موجود ہیں اور اگر وہ فوت  
ہوئی کہ دونوں کے باہمی قبضہ کر لینے کے بعد غلام ہلاک ہو گیا اور پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہو گا اور غلام کے خرید پر اس کی  
قیمت واجب ہو گی اور اگر اسی صورت میں اس شخص نے جس کے قبضہ میں باندی ہی باندی کے پھرنے سے پہلے اس کے  
بالغ سے دوبارہ مول لی اور باندی ان دونوں کے سامنے موجود نہ تھی پھر دوسری خرید کے بعد مشتری کے اسے فرو

ابریق یعنی  
محیط  
جس کا قبضہ  
شوہر ہے

قبضہ ہونے سے وہ ہزاری مرگئی تو اسکا مرنا پہلی خرید میں شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دو لون یا پل ہو جائیگی اسلئے کہ باندی غلام کے لئے کہہ، ہونے کے بعد مشتری کے پاس اسطرح قبضہ میں تھی کہ ضمان میں اسکے سوا دوسری چیز یعنی غلام کی قیمت واجب تھی اور اس قسم کی قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے اور اگر اقالہ کے بعد وہ دو لون قائم رہے پھر ہر ایک بائع اور مشتری نے جو چیز اسکے پاس تھی دوسرے سے عوض درہون کے مول لی پھر دو لون ساتھ یا آگے پیچھے ہلاک ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے خریدار کا مال گیا اسلئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس قدر قبضہ میں ہے کہ اسکی ضمان میں وہی چیز واجب ہوتی ہے اسی واسطے اگر اقالہ کے بعد دوبارہ خریدنے سے پہلے ان میں سے کوئی ہلاک ہو جائے تو اسکی قیمت واجب ہوگی و خلاصہ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں نفس خرید سے قبضہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ پہلا قبضہ جس خرید کے قبضہ ہے۔ اگر کوئی باندی عوض درہون کے اس شرط سے مول لی کہ مشتری کو تین دن تک اسکا اختیار ہو اور بیع اور ضمان پر باہم دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے خیار شرط کے حکم سے بیع منع کر دی اور باندی بائع کو نہ پھیری یہاں تک کہ دوبارہ اس سے مول لی تو صحیح ہے اور اس صورت میں چاہیے کہ بائع کے قبضہ میں آنے سے پہلے اگر کوئی غیر شخص اس باندی کو مول لے تو بیع صحیح ہو جائے پس اگر باندی دوسرے مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہلاک ہو تو دوسری خرید باطل ہو جائیگی اور وہ پہلی خرید میں ہلاک ہوگی اسلئے کہ خیار شرط کی صورت میں بیع کے منع ہونے کے بعد بیع پر قبضہ اس طرح ہوتا ہے کہ مشتری پر اس کے ضمان میں دوسری چیز واجب ہوتی ہے اور وہ ضمان ہے اور اگر اسی صورت میں خیار بائع کے واسطے ہو تو دوسری خرید صحیح ہوگی اور اگر باندی ہلاک ہو تو اس کی ہلاکت دوسری خرید میں شمار ہوگی اور اگر خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے باندی کی بیع رد کی جائے تو جو حکم مشتری کے خیار شرط کی وجہ سے بیع رد ہونے کی صورت میں تھا وہی حکم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایسے مقام پر جہاں مال منقولہ کی بیع بائع اور مشتری کے درمیان میں کسی ایسے سبب سے منع ہو جائے کہ وہ ہر طرح سے سب آدمیوں کے حق میں منع ہو یعنی اقالہ کی صورت نہ پھر بائع اسکو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے خواہ اسی مشتری کے ہاتھ یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع صحیح ہوگی اور جس مقام میں کسی ایسے سبب سے بیع منع ہو کہ بائع اور مشتری کے حق میں منع شمار ہو اور غیروں کے حق میں عقد جدید ہو جائے یعنی اقالہ واقع ہو تو اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع اس کو اسی پہلے مشتری کے ہاتھ نیچے تو بیع صحیح ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ نیچے تو بیع صحیح نہ ہوگی اور یہ بڑا عمدہ قاعدہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع کی بیع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے چاندی کی ابرق دوسرے سے چاندی کی ابرق کے عوض مول لی اور دو لون نے قبضہ کر لیا پھر دو لون نے بیع منع کر دی پھر جدا ہونے سے پہلے دو لون نے دوبارہ بیع کی اور دوبارہ قبضہ نہیں کیا اور جدا ہو گئے تو دوسری بیع اور اقالہ دو لون باطل ہو گئے اور پہلی بیع عود کرے گی اس واسطے کہ بیع صرف میں اقالہ کے بعد دو لون بدل ایک دوسرے کے عوض قبضہ میں رہتے ہیں اپنی ذاتی ضمانت پر مقبوض نہیں ہوتے ہیں۔ کسی نے چاندی کی ابرق ایک دینار کے عوض خریدی اور دو لون نے قبضہ کر لیا پھر اس نے دینار میں کچھ زیادتی کڑی تو اگر بائع نے اس زیادتی کرنے کی مجلس میں اس زیادتی کو قبول کر لیا تو صحیح ہے اور حصہ زیادتی کے مقابل یعنی



امریق پر ثیا قبضہ کرنے کی حاجت نہیں ہو اور اگر زیادتی نہیں کی لیکن امریق کی بیع از سر نوئی جو بیع اول کے مقابلہ میں  
کئی یا زیادتی سے ہو تو دوبارہ امریق اور من ثانی پر قبضہ واجب ہو گا اور اگر دوبارہ قبضہ نہ کیا تو دوسری بیع باطل  
جائے گی اور پہلی عود کرے گی یہ محیط شری میں لکھا ہے۔

## پانچویں فصل

بیع کو دوسری چیز سے ملا دینے اور اس میں نقصان و خبیثت کو دینے کے بیان میں - نوادر  
ابن ساعہ میں امام محمد رحمہ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک کو گھوٹن معین اور ایک کڑو جو کہ جو معین تھے  
خریدے اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُن دونوں کو ملا دیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا ہر ایک اس  
لے ہوے گھوٹن کی ایک کڑو کی قیمت اندازہ کیجاسے اور قبل ملائے اُسی گھوٹن کی ایک کڑو کی قیمت اندازہ کیجائے  
پھر گھوٹن کا جو ٹمن ٹھہرا ہو وہ اس پر تقسیم کیا جاوے اور مشتری سے بقدر نقصان ساقط کر دیا جاوے اور مشتری  
ایک کڑو اس مخلوط کا لے لے اور کڑو کو اپنے ٹمن سے لے لے۔ ایسے ہی اگر ایک رطل زنبق اور ایک رطل بنفشہ خریدے  
اور قبل قبضہ دینے کے بائع نے دونوں کو ملا دیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر ایک رطل زنبق اور کٹھن رطل زیتون کا میل  
بیچا اور زنبق اور زیتون کے ساتھ ملا دیا تو زنبق کی بیع باطل ہو گئی اور زیتون کے تیل میں سے مشتری اگر  
چاہے تو سور رطل لے لے مگر اسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اگرچہ اس ملائے سے کچھ نقصان نہ ہو ابو۔ اگر کسی شخص نے  
زیتون کے تیل کی شکی میں دس رطل تیل تو لا پھر اسکو کسی شخص نے اُس سے خریدے اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے  
اسکو شکے کے تیل میں ڈال دیا تو مشتری کو اس کے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا  
اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اسکو سو درہم کو رہن کر دیا یا اجرت پر دیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر وہ غلام مر گیا  
تو بیع صحیح ہو جائیگی اور مشتری انہیں سے کہ جسکے پاس رہن رکھا یا اجرت پر دیا یا ودیعت رکھا ہر کسی سے ضمان نہیں لے  
سکتا ہے لیکن اگر مشتری نے ان لوگوں میں سے کسی سے ضمان لے لی تو یہ لوگ بائع سے واپس لے لیتے۔ اور اگر بائع نے  
غلام کو مستعار دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا پھر جس شخص کو مستعار دیا یا ہبہ کر دیا اس کے پاس غلام مر گیا یا کسی کے پاس ودیعت  
رکھا تھا اور اُس نے غلام سے کوئی ایسا کام لیا کہ جسکے مشقت سے وہ غلام مر گیا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو بیع کو باقی  
رکھے اور جسکو مستعار دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا یا ہبہ کیا تھا اُس سے ضمان لے لے اور ضمان دینے والا بائع  
سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو بیع صحیح کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور بائع کو اختیار ہو گا کہ جسکے پاس  
ودیعت رکھا ہے اُس سے قیمت کی ضمان لے کیونکہ اُس نے بلا حکم بائع کے غلام سے ایسا کام لیا کہ وہ مر گیا مگر جس کو  
مستعار دیا ہے اُس سے قیمت کی ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اُس نے بائع کی اجازت سے کام لیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک  
شخص نے کسی سے ایک غلام ہزار درہم کو مول لیا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مشتری  
کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو آدمے دامن کو غلام لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے پس اگر اُس سے بیع کا ترک  
کر دینا اختیار کیا تو تمام ٹمن اُس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا غلام لینا اختیار کیا تو ہمارے نزدیک  
اُس پر آدمے دام واجب ہوں گے۔ اور اسی طرح اگر بائع نے اسکو قبضہ سے پہلے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک پورا  
ٹمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر غلام کا ہاتھ بدون کسی کے شل کرنے کے شل ہو گیا تو مشتری کو  
اختیار ہے اگر چاہے تو پورے دامن کو لے لے اور نہ چاہے تو ترک کر دے اور اگر کسی غیر شخص نے غلام کا ہاتھ

سہ  
میں  
درہم  
نہیں  
سے

کاٹ ڈالا تو بھی مشتری کو اختیار ہو کہ اگر بیع کو تمام کرنا چاہے تو اسپر پورا شن واجب ہوگا اور مشتری ہاتھ کاٹنے والے کا دامنگیر ہو کر ادھی قیمت اُس سے لے لے گا اور جب اُسے ادھی قیمت حاصل کی تو آدھے شن سے جب قدر زیادہ ہو اُسکو صدقہ کر دے اور اگر مشتری نے بیع فسخ کر دینا اختیار کیا تو بائع اُسی ہاتھ کاٹنے والے کا دامنگیر ہو کر ادھی قیمت لے گا اور آدھے شن سے جب قدر زائد ہو گا وہ بھی صدقہ کر دے کیونکہ اصل جنایت اگرچہ بائع کی ملکیت میں نہیں پائی گئی مگر انجاء کار کے لحاظ سے یہی ہے کہ گویا اُسی کی ملکیت میں یہ خطا واقع ہوئی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت اسپر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے وہ غلام مر گیا تو آدھے دام مشتری سے ساقط ہو جائیگا اور آدھے دام اسپر واجب ہوں گے اور بائع پر اس خطا کے عوض کچھ لازم نہ آئے گا اس واسطے کہ مشتری کا قبضہ عقد کے مشابہ ہو کیونکہ وہ ملک تصرف کو ثابت کرتا ہے اور اصل شر کی ملکیت کی تاکید کرتا ہے پس بائع کی خطا اور اُسکے اثر میں مشتری کی ملکیت تصرف حائل ہو گئی تو اس اثر کرنے کی نسبت بائع کی خطا کی طرف نہ کھائیگی اس واسطے کہ ملکیت کا بدل جانا اس نسبت کرنے سے مانع ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکے مالک نے اُسکو بیچا اور غلام مشتری کے پاس اسی حد سے مر گیا تو ہاتھ کاٹنے والا فقط ہاتھ کاٹنے کی ضمان دینا بخلاف اُس صورت کے کہ بائع نے مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھر اپنے قبضہ میں لا کر اُسکو شن کے واسطے روکا ہو کیونکہ بائع کا قبضہ اس صورت میں پوری ملکیت ثابت نہیں کرتا ہے تو خطا اور اُسکے اثر میں کوئی ملکیت حائل نہ ٹھہریگی پس اُس خطا کا اثر یعنی موت امسکی خطا کی طرف منسوب رہیگا اور اگر مشتری نے شن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے غلام پر قبضہ کر لیا اور بائع نے مشتری کے قبضہ میں اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسی سبب سے غلام مر گیا تو مشتری سے پورے دام ساقط ہو جائیگا اور اگر کسی اور سبب سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہوں گے یہ محیط بشری میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ اُسکو کسی نے عمدہ قتل کر ڈالا تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق مشتری محتار ہو اگر بیچ پوری کرنی اختیار کیے تو قصاص کا حق اُسکے واسطے ہو اور اگر بیچ توڑ دینی اختیار کیے تو قصاص کا حق بائع کے واسطے ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر بیچ اختیار کر بیچا تو حق قصاص مشتری کے واسطے ہو اور اگر بیچ توڑ دی تو قصاص نہ ہوگا بلکہ بائع کو قیمت ملے گی اور امام محمد رحمہ نے بحکم اتھمان فرمایا کہ دو وزن صورت میں قیمت ملے گی اور قصاص واجب نہ ہوگا اور یہ فعل اُن کے نزدیک نہ تو قتل خطا کے ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے کسی کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا حکم کیا اور اُسے اُسکو قتل کر ڈالا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے قاتل سے قیمت لے اور بائع کو اُسکے دام دیے اور اگر چاہے تو بیچ توڑ دے پس اگر قاتل سے قیمت کی ضمان لی تو بائع سے قتل کرنے والا پھر رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اس صورت مذکورہ میں بجائے غلام کے کپڑا ہو اور بائع نے کسی دزدی سے کہا کہ میرے واسطے امسکی قمیض قطع کرے خواہ اجرت سے یا بلا اجرت تو مشتری دزدی سے ضمان نہیں لے سکتا و لیکن بائع سے قیمت لے لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری خریدی پھر بائع نے کسی شخص کو اُسکے ذبح کرنے کا حکم دیا پس ذبح کرنے والا اگر اُسکے فروخت ہو جانے سے واقف تھا تو مشتری اُس سے ضمان لے سکتا ہے لیکن اس صورت میں اگر مشتری نے



اُسکا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف کا پائون کاٹ ڈالا اور وہ غلام اس حصہ سے مرگیا تو بائع کے ہاتھ سے  
کاٹنے کی وجہ سے مشتری کے ذمہ سے ادا تھا۔ ساقط ہو گیا پھر فوراً کیا یا بیگا کہ مشتری کے ہاتھ یا پائون کاٹنے  
کی وجہ سے غلام میں کس قدر نقصان آیا ہو جس کے چار پانچویں حصہ کے ذریعہ نقصان آیا ہو تو آدھے  
ٹن کا پانچواں حصہ مشتری پر واجب ہو گا اور باقی بیٹے پانچواں حصہ دونوں کے زخموں سے تلف ہوا تو اسکا  
ادھا بھی مشتری پر واجب ہو گا پس مشتری کے ذمہ کل ٹن کے دس حصوں میں کے ساڑھے چار حصہ واجب  
ہوں گے اور بائع کے زخم اور اُسکے اثر کی وجہ سے دس حصوں میں کے ساڑھے پانچ حصہ مشتری کے ذمہ سے  
ساقط ہو جائیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے اول اُسکا ہاتھ کاٹا پھر مشتری اور ایک اجنبی شخص نے  
لکر دوسری طرف سے اُسکا پائون کاٹا اور مشتری نے ہنوز ٹن ادا نہیں کیا تھا پھر غلام اس حصہ سے مرگیا  
تو مشتری کے ذمہ ٹن کے آٹھ حصوں میں سے تین حصہ اور ایک تہائی ٹن کے اور اجنبی کے زخم کی وجہ سے  
واجب ہوں گے اور مشتری اجنبی سے آٹھواں حصہ پورا اور ایک آٹھویں کا دو تہائی حصہ قیمت واپس لے گا  
اسوا سٹے کا نصف غلام بائع کے زخم سے تلف ہوا پس نصف ٹن ساقط ہو گیا اور باقی کا نصف ان دونوں کے  
زخم سے تلف ہوا پس مشتری کے ذمہ جو تھائی ٹن عائد ہو گا اور ایک چوتھائی جو باقی ہو وہ سب کے زخم کے اثر سے  
تلف ہوا پس ہر ایک لے ذمہ اُسکی ایک تہائی ہوئی تو اس مسئلہ میں ایسے عدد کی ضرورت ہو جسکی چوتھائی اور  
اُس چوتھائی کا ادا تھا اور تہائی پوری نکلتی ہو اور ایسا عدد جو بیس ہے **ف** مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ کل ٹن  
کے جو بیس حصہ کہ مشتری دس حصہ ادا کرے اور جو وہ حصہ ساقط ہو جائیگا اور مشتری اجنبی سے قیمت کے  
جو بیس حصوں میں سے پانچ حصہ لےوے اور مشتری اس قیمت میں سے اگر اس قدر کہ ٹن سے زائد ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے  
اس لیے کہ یہ فائدہ اُسکی ملکیت اور ضمان میں حاصل ہوا ہے اور اگر بائع اور کسی اجنبی نے لکر پہلے ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے  
دوسری طرف سے اُسکا پائون کاٹا اور غلام مرگیا تو مشتری کے ذمہ اُسکے زخم کرنے کی وجہ سے ٹن کی چوتھائی واجب ہوگی  
اور اُسکے زخم سے جان جانے کی وجہ سے آٹھویں کی دو تہائی واجب ہوگی اور مشتری اجنبی سے ہاتھ کاٹنے کی  
وجہ سے چوتھائی قیمت لےگا اور جان جانے رہنے کی وجہ سے آٹھویں حصہ کی دو تہائی قیمت اُسکی مددگار برادری پر  
تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی پھر اجنبی پر جو واجب ہوا ہو وہ مشتری کو لے گا ایسے کہ مشتری نے اجنبی کے  
زخم کے بعد جب خود پائون کاٹا تو اُس نے اجنبی کا دامنگیر ہونا اختیار کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے عوض جو اجنبی سے لےگا اگر وہ  
چارم ٹن سے زیادہ ہو تو زیادتی کو صدقہ کر دے اس واسطے کہ یہ فائدہ قبضہ سے پہلے بلا ضمان چیز پر حاصل ہوا ہو  
اور اُسکے جان کے عوض جو کچھ بیگا اُس میں سے صدقہ نہ کرے کیونکہ یہ فائدہ اُسکی ضمانت میں حاصل ہوا ہے اس لیے  
کہ وہ اُسوقت حادث ہوا جب بیع غلام مشتری کے ضمان میں داخل ہو گیا تھا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر  
مشتری اور اجنبی نے مل کر معا اُسکا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُسکا پائون کاٹا اور ان سب کی  
وجہ سے غلام مرگیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر اُس نے بیع کو اختیار کیا تو اُسکے ذمہ ٹن کے آٹھ حصوں میں سے  
پانچ حصہ پورے اور ایک حصہ کی تہائی واجب ہوگی اور ٹن کے آٹھ حصوں میں کے دو حصہ پورے اور ایک  
حصہ کی دو تہائی ساقط ہو جائیگی جو بقا بائع کے زخم اور اُسکے اثر کے ہے پھر مشتری اجنبی سے قیمت کے دو آٹھویں

سے جا چکا ہے



حصہ اور ایک آٹھویں حصہ کی دو تہائی لے لیگا اور زیادتی کو صدقہ نہ کریگا اگر ہو اور اگر مشتری نے بیع کو توڑنا اختیار کیا تو جب قدر اُس کے زخم اور اُس کے اثر کے تلف ہونے کے مقابلہ میں ثمن کا حصہ ہو یعنی دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی دو تہائی وہ اُسکو دینا لازم ہوگا اور باقی سب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور بائع اپنی سے قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی دو تہائی لیگا اور اگر اُمین ثمن پر کچھ زیادتی ہوگی تو اُس زیادتی کو صدقہ کر دیکر یہ بسوٹ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دو شخصوں سے ایک غلام مول لیا اور ہنوز ثمن نہ دیا تھا کہ دو دن پہنچے والوں میں سے ایک نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے دوسری طرف اُسکا پاؤں کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی اور ان سب صدقوں سے غلام بائع کے قبضہ میں مر گیا پس مشتری کے ذمہ پہلے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کا آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا پانچ چٹھا حصہ واجب ہوگا اور مشتری اُس سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چٹھا حصہ لیگا جو اُسکی مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنا واجب ہوگا اور مشتری کے ذمہ دوسرے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا پانچ چٹھا حصہ واجب ہون گے اور وہ اُسکی مددگار برادری سے غلام کی قیمت کا آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا چٹھا حصہ پھیر لے گا اور جو کچھ اُسکو دینا چاہو اگر اس سے کچھ زیادہ لے تو اُسکو صدقہ کر دے لیکن جان کے عوض جو زیادتی اُسکو لے وہ اُس کے لیے حلال ہوگی۔ اگر دو شخصوں نے کسی ایک شخص سے غلام مول لیا پھر ایک مشتری نے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر دوسرے نے اُسکا پاؤں کاٹا پھر بائع نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی پھر غلام ان صدقوں سے مر گیا پس اگر دو دن مشتریوں نے بیع توڑ دی تو پہلے مشتری کے ذمہ ثمن کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چٹھا حصہ واجب ہون گے اور دوسرے مشتری کے ذمہ ایک آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا چٹھا حصہ لازم ہوگا اور بائع پہلے مشتری سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چٹھا حصہ لیگا اور دوسرے مشتری سے قیمت کا ایک آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا چٹھا حصہ لے گا اور اگر دونوں مشتریوں نے بیع کو پورا کیا تو ہر ایک کے ذمہ ثمن کے تین آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی تہائی واجب ہوگی اور دوسرا کاٹنے والا پہلے کاٹنے والے سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چٹھا حصہ پھیر لیگا یہ محیط مرنی میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے دو بکریاں خریدیں اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک بکری نے دوسری کے سینک مارا اور وہ مر گئی پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی بکری کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے پھوڑ دے اور اسی طرح اگر کسی نے ایک گدھا اور کچھ جو مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے گدھا جو کھا گیا تو بھی گدھے کو اگر چاہے اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے۔ کیونکہ سینک و اُلے جانوروں کا فصل باطل جو تا ہی تو گویا دوسری بکری آسانی آفت سے ہلاک ہوئی۔ اگر کسی شخص نے دو غلام خریدے اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن میں لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔ اور اسی طرح اگر ایک غلام اور کھانا خرید اچھر قبضہ کرنے سے پہلے غلام وہ کھانا کھا گیا تو بھی ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ آدمی کا فصل معتبر جو تا ہی پس مشتری پہلے کے فصل سے تلف ہونے والی چیز کا قابلین شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور ایسی صورت میں اگر ایک غلام اپنی موت سے مر گیا تو باقی کو اگر چاہے تو اُسکے ثمن کے حصہ کے عوض لے لے



محیط میں لکھا ہو اور اگر بائع نے ناپ یا تول یا گزن کی ناپ یا گنتی کی چیز فروخت کی تو ناپنے والے اور تولنے والے اور گزنوں سے ناپنے والے اور شمار کرنے والے کی اجرت بائع کے ذمہ ہوگی یہ کافی بین لکھا ہو اور ثمن تولنے والے کی اجرت مشتری پر ہو اور یہی تول بخار ہو یہ جو اہرام غلطی میں لکھا ہو۔ اور ثمن پر رکھنے والے کی اجرت بائع کے ذمہ ہو اگر مشتری ثمن کھڑے ہونے کا دعوے کرے اور صحیح یہ ہو کہ ہر صورت میں یہ اجرت مشتری کے ذمہ ہوگی اور اسی پر فتوے ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہو۔ اور یہی ظاہر روایت ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور پر رکھنے والے کی اجرت مشتری کے ذمہ ہونا اس وقت تک ہو کہ بائع نے قبضہ نہ کیا ہو یہی صحیح ہو اور بعد قبضہ کرنے کے بائع کے ذمہ ہوگی یہ سراج الوباح میں لکھا ہو اور اگر کسی نے اس شرط پر کوئی چیز مول لی کہ اسکو میرے گھر میں ادا کرے تو جائز ہو مگر امام محمد رحمہ اللہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر کچھ لکڑیاں کسی گاؤں میں خریدیں اور خرید کے ساتھ ہی ملا کر کہا کہ اسکو میرے گھر پہنچا دے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور اگر ایک گٹھ لکڑی کا خریدا تو بائع پر وراج کے موافق لازم ہو کہ اسکو مشتری کے گھر پہنچا دے اور صلح النوازل میں محمد بن مسلمہ روایت ہو کہ جو چیزیں چوپایوں کی پیٹھ پر لدی ہوئی فروخت ہوتی ہیں جیسے لکڑی یا کوئلہ وغیرہ ایسی چیزوں کو اگر بائع مشتری کے گھر پہنچا دینے سے انکار کرے تو وہ پہنچا دینے پر مجبور کیا جائیگا اسی طرح اگر چوپاسے کے پشت پر لدے ہوئے گھوڑا خریدے ہوں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر گھوڑوں کی ڈھیری اس شرط پر خریدی کہ اسکو مشتری کے مکان میں پہنچا دے تو بیع فاسد ہو جائیگی یہ فتاویٰ صفحے میں لکھا ہو۔ اگر بکریوں کی پشت ایک پھونے کے اندر بھری ہوئی خریدی اور بائع نے کچھ ضرر نہ ادا دھڑلے سے انکار کیا تو اسکی دوسری تین تین ایک۔ یہ کہ اسکی ادا دھڑلے میں کچھ ضرر ہو اور دوسرے یہ کہ کچھ ضرر نہ ہو پس پہلی صورت میں اسپر جبر نہ کیا جائیگا اس واسطے کہ عقد بیع کی وجہ سے ضرر برداشت کرنا لازم نہیں ہو اور دوسری صورت میں اسپر جبر کیا جائیگا لیکن اسی قدر کہ جس سے مشتری دیکھ سکتا ہو پس اگر مشتری اسکی لینے پر رضی ہو جائے تو بائع تمام ادا دھڑلے پر مجبور کیا جائیگا یہ واقعات حسامیہ میں مذکور ہو اور نصاب میں لکھا ہو کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا اور بائع سے اس خریدنے پر نوشتہ طلب کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع اس بات پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مشتری نے اپنے مال سے نوختہ لکھوایا اور بائع سے گواہی کرا دینے کو کہا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ دو گواہوں کی گواہیاں کرا دے یہی مختار ہو کیونکہ مشتری گواہی کا محتاج ہو لیکن یہ حکم بائع کو اس وقت کیا جائے گا کہ جب مشتری دو گواہ بائع کے پاس لاوے جنکو بیچ پر گواہ کر دے اور بائع کو گواہوں کی طرف نکلنے کی تکلیف نہ ہو جائیگی یہ مضمرات میں لکھا ہو۔ پس اگر بائع نے انکار کیا تو مشتری اس امر کو قاضی کے سامنے پیش کرے گا پس اگر قاضی کے سامنے بائع نے اس بیع کا اقرار کیا تو قاضی مشتری کے لیے ایک نوشتہ لکھ کر اسپر گواہی کرا دے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو۔ اسی طرح بائع قدیمی کو مشتری کے حوالے کر دینے پر بھی مجبور نہ کیا جائے گا یہ وجہ کروری میں لکھا ہو لیکن بائع کو حکم کیا جائیگا کہ قدیمی نوشتہ حاضر کرے تاکہ مشتری اس سے ایک نقل لے لے کہ وہ مشتری کے پاس سند رہے اور پہلا نوشتہ بائع کے پاس بھی سند رہے گا یہ فتاویٰ صفحے میں لکھا ہو۔ پس اگر بائع نے پہلا نوشتہ کاجن سے مشتری نقل کرنا چاہتا تھا پیش کرنے سے انکار کیا تو غنیہ ابو جعفر رحمہ اللہ ایسی باتوں میں فرمایا کہ وہ مجبور کیا

بائع  
مکمل کتاب  
۴۲

جائینگا یہ قاضی خان تین لکھ ہو

## پانچواں باب

ان چیزوں کے بیان میں کہ جو بدو ان چیزوں کے ذکر کر کے بیعت میں داخل ہو جاتی ہیں اور جو نہیں داخل ہوتی ہیں اور اس باب میں یہ بھی لکھا ہے

## فصل اول

داروغہ کی بیعت میں جو چیزیں داخل ہوتی ہیں اُس کے بیان میں لکھا ہے کہ داروغہ کی بیعت میں جو چیزیں داخل ہوتی ہیں اور جو نہیں داخل ہوتی ہیں اور جو بدو ان چیزوں کے ذکر کر کے بیعت میں داخل ہو جاتی ہیں اور جو نہیں داخل ہوتی ہیں اور اس باب میں یہ بھی لکھا ہے

یہ محاورہ عرب کا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسی منزل خریدی کہ چنگ ادا پر بھی ایک منزل ہو تو ادا ہو جائے اُسکی ملک نہ ہوئی مگر اُس صورت میں کہ خریدتے وقت یہ کہا کہ یہاں اتنے ہر حق کے ساتھ جو اسکو ثابت ہو خریدی یا کہا کہ اپنے مرافقی یعنی نفع دینے والی چیزوں کے ساتھ خریدی یا کہا کہ ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اسمین ہو یا اُسے ہو خریدی تو داخل ہو جائیگی اور داروغہ کی بیعت میں بالاخانہ داخل ہو جاتا ہے اگرچہ ہر حق کا یا جو الفاظ شامل ہو جائیں ذکر نہ کیا ہو جیسا کہ بدون ذکر ہر حق و اسکی مثل کے بچے کا مکان داخل ہو جاتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک بیت خریدتا تو اسکا بالاخانہ داخل نہ ہوگا اگرچہ تمام حقوق کے ساتھ خریدتا ہو تا وقتیکہ صریح طور پر بالاخانہ کا ذکر نہ آوے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر اُسپر بالاخانہ نہ تو اسکو بنا لینے کا اختیار ہو یہ سراج الوہاب میں لکھا ہے مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم جدا جدا اس تفصیل کے ساتھ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہو اور ہمارے رواج کے موافق سب صورتوں میں بالاخانہ داخل ہو جائیگا خواہ بیت کے نام سے فروخت کرے یا منزل یا دار کا نام لے اسلئے کہ ہمارے محاورہ میں ہر مسکن کو خانہ کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سو اسے بادشاہی گھر کے کہ وہ البتہ تخلص سے کہلاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے

امید ہے کہ اردو محاورہ کے موافق مکان اور کوٹھا اور دالان وغیرہ محاورہ عرب کے موافق علحدہ علحدہ حکم پر شامل نہ ہوا مثلاً علیم اور جنگ دار بیعت میں داخل ہو جاتا ہے یہ نیا بیعت میں لکھا ہے اور ظلم جو راستہ پر ہوتا ہے پس وہیابطور چھتہ کے کہ جسکا ایک کنارہ اس مکان کے دیوار پر ہو اور دوسرا کنارہ وہ صحرے مکان کے دیوار پر یا وہ مکان سے باہر ستونوں پر بنایا جاتا ہے گھر کی بیعت میں داخل نہیں ہوتا ہے مگر جب کہ ہر حق کے ساتھ خریدتا ہو اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اُس سامیان کی راہ اس واری کی طرف ہو تو بیعت میں داخل ہو جائیگا اگرچہ تمام حقوق کا ذکر نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اُسکی راہ مکان کی جانب نہیں ہو تو داخل نہ ہوگا اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے کوئی دار فروخت کیا تو اسکی عمارت بیعت میں داخل ہو جائیگی اگرچہ نام بنام نہ بیان کیجائے یہ ہر اہل میں لکھا ہے اگر کوئی بیت کسی دار کے اندر خریدتا تو اسکا خاص راستہ اور پانی بننے کی موری بدون ذکر کے داخل نہ ہوگی اور اگر اسکو مع حقوق و مرافق خریدا تو داخل ہو جائیگی یہی اصح ہے یہ قاضی صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک منزل یا مسکن کسی دار میں سے خریدا تو اسکا کوئی خاص راستہ اس دار میں سے منزل یا مسکن تک مشتری کے واسطے نہ ہوگا مگر اُس صورت میں کہ اسکو ہر حق و مرافق کے ساتھ خریدے یا ہر قلیل و کثیر کا حفظ کے تو

داروغہ کی بیعت میں جو چیزیں داخل ہوتی ہیں اور جو نہیں داخل ہوتی ہیں اور جو بدو ان چیزوں کے ذکر کر کے بیعت میں داخل ہو جاتی ہیں اور جو نہیں داخل ہوتی ہیں اور اس باب میں یہ بھی لکھا ہے



البرہۃ منہ انکسور۔ ستے لے گا اور یہی حال پانی بننے کی موری کا ہے یہ فسخ القدر میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار  
خریدا تو اسکا خاص راستہ بدون ذکر کے بیچ میں داخل نہوگا اور اگر دار بیجا اور اسکے حقوق و مرافق کا ذکر  
کیا یا معہ برقلیل و کثیر کے جو زمین داخل ہو اور اس سے خارج ہو فروخت کیا تو خاص راستہ داخل ہو جائے گا یہ  
فقہائے قاضی خان میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ راستہ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک سب سے بڑے راستہ کی طرف کا راستہ  
اور دوسرا وہ کہ ایک کوچہ غیر نافذہ تک ہو اور تیسرا وہ خاص راستہ جو کسی انسان کی ملک ہو پس خاص راستہ کو اگر  
مربع طور پر یا حقوق و مرافق کے طور پر ذکر نہ کیا ہو تو بیچ میں داخل نہوگا اور باقی دونوں راستہ بدون ذکر کے بیچ میں  
داخل ہو جاتے ہیں اور اسی طرح پانی بننے کی موری کا حق جو خاص ملک میں ہو یہی حکم ہے اور کسی ملکیت خاص میں بیچ  
ڈالنے کا حق بھی بیچ میں بدون ذکر کے داخل نہیں ہوتا مگر جبکہ صراحت ذکر کرے یا حقوق و مرافق میں شامل کرے یہ  
محیط میں لکھا ہے۔ اور شرب یعنی سینچنے کا حق اور گزر گاہ کے واسطے زمین سے ایک حصہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی نے  
ایک دار مع گذر گاہ کے بیجا پھر گذر گاہ کے سوا اس دار کا کوئی شخص مستحق ہوا تو زمین دار اور گذر گاہ پر تقسیم ہوگا یہ  
کافی میں لکھا ہے۔ اور جب خاص راستہ بیچ میں داخل نہوگا اور اسکی کوئی راہ بڑے راستہ تک نہیں ہو تو مشتری  
کو بیچ واپس کرینکا اختیار ہی بشرطیکہ مشتری بیچ کے وقت اس حال سے واقف نہوے و خیر کر دے یعنی میں لکھا ہے۔ اور  
اگر بیت میں کوئی دروازہ رکھا ہو اور وہ بیت کی بیچ میں بدون ذکر کے داخل نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی  
دار جو سہ کہ جو بیت میں رکھا ہو بدون شرط کے بیچ میں داخل نہیں ہوتا یہی صحیح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اگر  
بالا خانہ بنا ہوا ہو تو اسکی بیچ بدون نیچے کے مکان کے جائز ہے اور اگر بنا ہوا نہیں ہو تو جائز نہیں ہے پھر پہلی صورت  
میں اسکا خاص راستہ جو دار میں ہو بدون حقوق و مرافق ذکر کرنے کے بیچ میں داخل نہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے  
اور نیچے کے مکان کی چھت اسکے مالک کی ہوگی مگر مشتری کو اس کے اوپر رہنے کا حق حاصل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ بالا خانہ  
گر چہ تو مشتری کو پہنچا ہو کہ اسپر دوسرا بالا خانہ مثل پہلے بالا خانہ کے بنائے یہ فوائے قاضی خان میں لکھا ہے اور  
اگر نیچے کا مکان بیجا گیا خواہ اسکی عمارت بنی ہوئی ہو یا اگر گئی ہو اسکی بیچ دونوں صورتوں میں جائز ہے یہ شرح  
طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی منزل کا بالا خانہ خریدا اور اس سے راستہ کا استثناء کیا تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا  
ہے۔ اور اگر ایک دار بیجا اور حقوق و مرافق کا یا ہرقلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو کچھ زمین اور منزلین اور بالا خانہ  
اور نیچے کے مکان اور کل وہ چیزیں جو اسکے حدود و اربعہ کے اندر موجود ہیں انقسم باورچی خانہ اور تورا اور پانچانہ  
وغیرہ سب بیچ میں داخل ہو جائینگے یہ مفہرات میں لکھا ہے اور دار کی بیچ میں مخرج اور مصلیل اور کنوان داخل  
ہو جاتا ہے خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر دار میں سے کوئی منزل یا بیت فروخت کیا تو یہ چیزیں  
بدون ذکر کے داخل نہ ہوں گی اور یہ حکم اسوقت تک ہو کہ جب مصلیل وغیرہ دار مبیعہ کے اندر داخل ہوں اور  
اگر کسی دوسرے گھر کے اندر جو اس سے متصل ہے ہو تو بدون ذکر کے داخل نہ ہوں گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر  
کوئی بیت بیجا تو بیت ایسی عمارت کو کہتے ہیں کہ جسی چھت ہو اور اس میں دروازہ لگا ہو پس اسکی دیواریں  
اور چھت اور دروازہ داخل ہو جائینگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور قریہ کا حکم دار کے مانند ہی ہے اگر قریہ  
یا دار میں کوئی دروازہ یا رخ یا لکڑیاں یا کچی انیٹیں رکھی ہوئی ہوں تو اس میں سے کوئی چیز بیچ میں

بیچ میں  
لا جائے  
وہاں بیچ  
سکے  
خواہ عمارت  
یا کوئی چیز ہو

داخل نہوگی اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا جاوے اور اسی طرح اگر دار کی بیع میں ہر قلیل و کثیر کہ جو اس میں ہو یا اس سے ہو ذکر کیا تو بھی ان چیزوں میں سے جو مذکور ہو میں کوئی چیز بیع میں داخل نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک دار بیچا کہ جسکا پہلے کوئی راستہ تھا کہ اسکو اُسکے مالک نے بند کر کے اُسکا دوسرا راستہ نکالا تھا پھر اُس دار کو مع حقوق کے بیچ ڈالا تو مشتری کے واسطے دوسرا راستہ ہوگا اور پہلا راستہ نہوگا یہ محیط سرحدی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے منجلہ منزل کے ایک بیت معین کو اُسکے حدود اور حقوق کے ساتھ بیچا اور مشتری نے چاہا کہ منزل میں جاوے اور منزل کا مالک اُسکو داخل ہونے سے منع کرتا ہو اور کہتا ہو کہ اپنا راستہ کوچہ کی طرف کھول لے پس اگر بائع نے اُس بیت کا کوئی راستہ منزل میں ہو کر بیان کر دیا تھا تو اب اُسکو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر پہلے نہیں بیان کیا تھا تو بھی بعض فقہاء کے نزدیک اُسکو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے بغیر بیع میں لکھا ہے۔ ایک عورت کے دو حجرے تھے اور ایک حجرے کا پانچا نہ دوسرے حجرے میں تھا اور اُسکا راستہ اور سہرا پہلے حجرے میں ہی پھر اُس عورت نے اُس حجرے کو کہ جسکے اندر پانچا نہ ہی اور دروازہ نہیں ہو فروخت کیا پھر اسکے بعد دوسرا حجرہ کہ جس میں پانچا نہ کا سہرا ہی فروخت کیا اور اُس عورت نے ہر ایک کے واسطے ایک نوشتہ لکھ دیا تو ابو بکر بخاری رحمہ فرمایا ہے کہ اگر پہلے نوشتہ میں اُسے لکھا کہ اسکے مشتری نے اسکو مع بیچے اور اوپر کے مکان کے خرید اور اُس میں سے پانچا نہ کا کہ جسکا دروازہ دوسرے حجرے میں ہی استثناء نہ کیا تو پانچا نہ اسی مشتری کا ہوگا اور اگر پہلے نوشتہ میں اُسے پانچا نہ کا کہ جسکا دروازہ حجرے میں ہی استثناء کر لیا ہو تو پہلے حجرے کے خریدار کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو اپنے حجرے کو اُسکے حصہ میں سے لے لے ورنہ ترک کر دے اور دوسرے حجرے کے خریدار کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو اپنے حجرے کو اُسکے حصہ میں سے لے لے ورنہ ترک کر دے بشرطیکہ اُس عورت نے بیع میں پانچا نہ کی شرط کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابو بکر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت کے پاس دو حجرے ہیں اور ایک کا پانچا نہ دوسرے میں ہے اور اُسکا دروازہ دوسرے میں سے ہے پھر اُس نے وہ حجرہ کہ جس میں پانچا نہ کا دروازہ ہو فروخت کیا پھر اُسکے بعد وہ دوسرا حجرہ فروخت کیا اور ہر ایک کے واسطے بیعنامہ لکھ دیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر پہلے نوشتہ میں یہ لکھا ہو کہ مشتری نے اُسکو مع بیچے اور اوپر کے مکان کے خرید اور اُس سے اُس پانچا نہ کا جو دوسرے حجرے میں ہی استثناء نہ کیا تو پانچا نہ جو دوسرے حجرے میں ہی ہے حجرہ ثانیہ کے واسطے اپنی حالت پر باقی رہیگا اور اگر پہلے نوشتہ میں اُس پانچا نہ کا کہ جو پہلے حجرے میں ہی استثناء نہ کر لیا نہیں ہے تو وہ دوسرے حجرے کے خریدار کو اختیار ہو کہ پانچا نہ اپنے حجرے سے لے لے ورنہ ترک کر لے اور اگر وہ دروازہ بند کر لے گا اختیار ہو اور دوسرا مشتری مختار ہو کہ اگر چاہے تو اپنے حجرے کو اُسکے حصہ میں سے لے لے ورنہ ترک کر دے اگر اس عورت نے اُسکے واسطے بیع میں پانچا نہ کی شرط کی ہو یہ تاتار خانہ میں حاوی سے منقول ہے۔ یہ قول امام ابو بکر رحمہ اللہ کا حاوی میں ہے اور فتاویٰ قاضی خان سے بھی نقل کیا گیا مگر وضع میں اختلاف ظاہر ہے اور نقل حاوی میں ایک نوع کا تامل ہے واللہ اعلم۔ ایک دار میں چند بیت ہیں کہ میں سے بعضے مسین کر کے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دے پھر بائع نے دار کا بڑا دروازہ اٹھانا چاہا اور مشتری مانع ہوا تو بائع کو اُسکے اٹھانے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بعضے بیت اُسکے حقوق سے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے تھے تو بھی یہی حکم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کہے ہوے دار میں بائع کے

فتاویٰ عالمگیری جلد سوم حصہ اول  
کتاب البیوع باب بیع داخل بکر و بدوہ

دوسرے دار یعنی اگر کچھ ان کے پہلو میں ہو کوئی راستہ یا پانی کی موری ہو اور بیچ ہر حق کے ساتھ ہوئی ہو تو یہ سب راستہ اور موری مشتری کی ہوگی اور اسکو روکنے کا اختیار ہوگا اور بکے ہوئے دار کی دیواروں سے وحنیان اٹھانے کا بھی باطن کو حکم کیا جائیگا اسی طرح تہ خانہ جو اُس دار کے نیچے ہو مشتری کا ہوگا مگر اُس صورت میں کہ باطن آستانہ کرلے اور نہ آستانہ کرلے میں مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر راستہ یا وحنیان یا سرخاب کسی اجنبی کا بطور اجبی حق کے ہو جیسے ملک یا اجارہ تو یہ عیب میں شمار ہوگا کیونکہ مشتری اسکو منع نہیں کر سکتا پس مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر عاید کے طور پر ہو تو مشتری کو اختیار نہیں ہوگا کیونکہ یہ لازمی حق نہیں ہو اس صورت میں اگر باطن آستانہ کا دعویٰ کرے تو اسکا قول معتبر رکھا جائیگا یہ تاہم غائبانہ میں لکھا ہو اگر ایک اس کے جس میں باطن تھا خرید تو باطن خواہ چھوٹا ہو یا بڑا بیچ میں داخل ہو جائیگا اور اگر اُس دار سے باہر ہو تو داخل ہوگا اگرچہ اسکا وہ اندہ دار میں ہو ایسا ہی فرمایا ہو ابو سلیمان نے۔ ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جس میں دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھر نیچے پر رہا مٹی ہو گیا تو دھڑلے کہا کہ یہ رقم موری کا اگر اسکا تھا تو اسکو اُس میں سے حصہ لینگا اور اگر صرف پانی بیچنے کا حق تھا تو اسکو اُس میں سے کچھ نہ ملے گا اور جب گھر کے کچھ پر رہا مٹی ہو تو اسکا حق باطل ہو جائیگا نیز اسے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور عیون میں مذکور ہے کہ اگر ایسا دار بیچا کہ جس میں کوئی عمارت نہ تھی اور اس میں ایک پانی کا کنواں اور کنوئیں میں کچھ پختہ آئینہ جلست میں اور دیگر چیزیں کنوئیں سے متصل ہیں تو سب بیچ میں داخل ہو جائیگی اور نوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایسا گھر بیچا کہ جس میں کنواں تھا اور اُس کنوئیں پر چرخ لٹکا ہوا تھا اور ڈول درستی تھی پس اگر چرخ مرافق بیچا ہو تو درستی اور ڈول بیچ میں داخل ہو جائیگا کیونکہ یہ دونوں مرافق میں شمار ہیں اور اگر مرافق کا ذکر نہ کیا تو دونوں چیزیں داخل نہ ہوں گی لیکن جسے ہر صورت میں داخل ہو جائیگا کیونکہ وہ اُس سے متصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کے اندر جو چیز از قسم عمارت ہو یا عمارت سے متصل ہو تو وہ بطریق طبیعت دار کے بیچ میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور جو چیز عمارت سے متصل نہ ہو بدون ذکر کے داخل نہیں ہوتی لیکن اگر ایسی چیزیں ہیں کہ لوگوں میں یہ بات معروف ہو کہ ان کے دے دینے میں باطن مشتری سے بدل نہیں کیا کرتا ہو تو بلا ذکر بھی بیچ میں داخل ہو جاتی ہیں اور اسی سے ہم نے کہا کہ غلطی بلا ذکر بیچ میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمارت سے متصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور فضل و کان و دار و بیت کا بیچ میں داخل نہیں ہوتا ہے اگرچہ بیچ کے وقت وہ اندہ میں قفل لگا ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور خلق کی کبھی بطور استحسان کے بیچ میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور قفل کی کبھی بیچ میں داخل نہیں ہوتی ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ سیڑھیاں اگر چڑھی ہوئی ہوں تو دار اور بیت کی بیچ میں داخل ہو جاتی ہیں اور اگر چڑھی ہوئی ہوں تو ان میں اختلاف ہے اور صحیح ہے کہ وہ داخل نہیں ہوتی ہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور تحت و ہی حکم رکھتے ہیں جو سیڑھیاں کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اجارہ بیچ دار میں داخل ہوتا ہے خواہ وہ نر کلون کا ہو یا کچی انیٹون کا کیونکہ وہ مرکب ہے اور اجارہ اصل لغت میں بھٹ کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد وہ سترہ ہے جو چھت کے اوپر بنا ہوا اور بیت کی بیچ میں قائم ہوتا ہے کہ یہ بھی داخل نہیں ہوتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ تو اگر گڑا ہوا ہو تو مکان کی بیچ میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر گڑا نہیں ہو تو داخل نہیں ہوتا ہے یہ تاہم غائبانہ میں لکھا ہے۔ عیون میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دار بیچا اور اُس میں اونٹ چلی ہو اور تمام حقوق و مرافق کے ساتھ خرید کیا تو یہ چلی بیچ میں داخل

فتاویٰ ہندیہ  
کتاب البیوت  
باب پنجم  
اہل بکرہ پر نہ  
صفحہ ۴۶

ہوگی اور نہ کسی متاع مشتری کو بیلی بخراف اس صورت کے کہ کسی نے ایک زمین مع تمام حقوق کے فروخت کی اور اس میں پن چکی ہو تو وہ پن چکی مشتری کو ملے گی اور اسی طرح جو بیچ اس زمین میں لگا جو وہ بھی اس مشتری کا ہو اور جس بار بیچ کا ہو تا ہو اور اسکی کٹریوں کا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی نے چکی کا گھر مع جمع حقوق کے جو اسکو ثابت ہیں یا ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں ہوں مول لیا تو امام محمد نے شرط میں لکھا ہے کہ اسکو اوپر اور نیچے کے دونوں پاٹ مشتری کے ہوں گے یہ ظہیر یہ بیع لکھا ہو اور اگر کسی نے آدمی دہیز اپنے شریک یا غیر کے ہاتھ بیچی تو باہر کا نصف مردانہ بھی بیع میں شامل ہو جائیگا یہ قینہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی پایہ لکڑی یا ساکھو کا دار میں اس طرح ہو کہ دراصل وہ عمارت میں ہو تو دار کی بیع میں بلا ذکر شامل ہو جائیگا اور اگر دراصل عمارت میں نہیں ہو بلکہ اسکو اٹھا کر جا بجا رکھ سکتے ہوں تو وہ بائع کا ہوگا اور یہ سیڑھیوں کے مانند ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اسی طرح زنجیریں اور قندیلین جو چھت میں جڑی ہوں انکا بھی بیع حکم ہے یہ تاتار خانہ میں قناسے عتامیہ سے منقول ہو۔ اگر کسی نے ایک دار مول لیا اور دروازہ میں جھگڑا ہوا بائع نے کہا میرا ہو اور مشتری نے کہا کہ میرا ہو تو اگر وہ دروازہ جڑا ہو اور عمارت میں لگا ہو اور مشتری کا قول معتبر ہوگا خواہ مکان بائع کے پاس ہو یا مشتری کے پاس ہو اور اگر دروازہ جڑا ہوا نہیں بلکہ اٹھرا ہوا ہو تو مکان اگر بائع کے قبضہ میں ہو تو اسکا قول معتبر ہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ میں ہو تو اسکا قول مان لیا جائیگا یہ قناسے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور منتقی میں ہو کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے یہ بیت اور جو اسکے دروازہ کے اندر بند ہو تیرے ہاتھ بیچا تو جو سامان وغیرہ اس دروازہ میں بند ہو وہ مشتری کی ملکیت نہ ہو جائیگا البتہ جو چیزیں اس مکان کے حقوق میں سے ہو گی وہ بیلی میں بائع کا یہ قول صرف حقوق کے معنی میں لیا جاوے گا اور ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ مکان اور جو کچھ اس میں ہو بیچا تو اسکا کیا حکم ہو انھوں نے فرمایا کہ اس صورت میں بھی جو چیزیں اس مکان کے حقوق میں ہیں وہی شامل ہوں گی۔ اور اگر کہا کہ اس مکان اور اسکی متاع پر بیع قرار دیتا ہوں تو یہ جائز ہے اور اس صورت میں وہ متاع بھی شامل ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور نواز میں ہو کہ امام ابو بکر رحمہ سے کسی نے سوال کیا کہ کسی شخص کے پاس دو مکان ہیں اور ایک مکان کے نیچے تہ خانہ ہو کہ اسکا دروازہ دوسرے مکان میں ہو پس اس شخص نے پہلے وہ مکان کہ جس میں تہ خانہ کا دروازہ ہو فروخت کیا پھر اسکے بعد دوسرا مکان بیچا انھوں نے فرمایا کہ تہ خانہ اس مشتری کی ملکیت ہوگا کہ جسکے مکان میں اسکا دروازہ ہو اور اگر وہ مکان کہ جسکے نیچے تہ خانہ ہو پہلے بیچا پھر دوسرا مکان بیچا تو تہ خانہ اسکا ہوگا کہ جسکے مکان میں اس کا دروازہ ہو۔ شیخ ابو نصر رحمہ اللہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی نے ایک مکان خریدا کہ جس میں ایک تہ خانہ ہو اور اسکا دروازہ اس خریدار کے گھر کی طرف ہو اور اسفل اسکا پڑوسی کے گھر کی طرف ہو یا ایک پانچواں اسی طرح کا ہو پس اس مشتری اور پڑوسی میں باہم جھگڑا ہو تو بیچ کس کو ملنی چاہیے انھوں نے فرمایا کہ تہ خانہ اسکا ہو کہ جسکی طرف اسکا دروازہ ہو لیکن اگر پڑوسی نے گواہ قائم کیے تو قاضی اسکو دلا دے گا اور اس صورت میں اگر مشتری نے اس مکان کو مع حقوق کے خریدا تھا تو اسکو اختیار ہے کہ بار بیع سے اسقدر ٹٹن کہ جو اس تہ خانہ کے حصہ میں آوے پھیر لے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص کے دو مکان ایک کو پڑے غیر نافذہ میں تھے کہ ہر ایک میں آٹنے ایک ایک شخص کو ساکن کیا

۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰



پس اُن دونوں رہنے والوں میں سے ایک نے ایک سائبان بنایا جسکی ایک لکڑی اُس مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس میں خود چٹائی اور دوسری طرف دوسرے مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس میں دوسرا شخص رہتا ہو اور سائبان کا دروازہ صرف اپنی ہی طرف رکھا اور مالک مکان کو یہ حال معلوم ہو پھر اُس سائبان بنانے والے نے مالک مکان سے اُس مکان کے خریدنے کی درخواست کی اور مالک مکان نے وہ مکان مع حقوق و مراعات کے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالا پھر دوسرے مکان میں رہنے والے نے اُس مکان کی کہ جس میں رہتا تھا مع حقوق و مراعات کے بیچ کرنے کی درخواست کی اور مالک نے اُسکے ہاتھ بھی فروخت کر دیا پھر دونوں مشتریوں میں جھگڑا ہوا اور دوسرے مشتری نے چاہا کہ اُس سائبان کی لکڑی کو اپنی دیوار سے دور کر دے تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہو یہ فائدے قاضی خان میں لکھا ہو فقہی میں مذکور ہو کہ اگر کسی نے ایک دیوار مولی تو اُسکے نیچے کی زمین بیچ میں شامل ہو جائیگی اور یہ مسئلہ غصہ میں ہر دو اختلاف ذکر کرنے کے اسطرح مذکور ہو مگر محیط میں اسکو امام محمد و حسن ابن زیاد کا قول بیان کیا ہو اور لکھا ہو کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین بیچ میں داخل نہیں ہوتی ہو لیکن اُسکی نیو کو بعض نے کہا کہ بوجہ ظاہر نہ ہلہ امام ابو یوسف کے داخل ہو جاتی ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہو کسی شخص نے ایک مکان یا ایک دوکان مولی اور اُسکی دیوار گر گئی اور اُس میں سے کچھ سیسے یا سال یا اور قسم کی لکڑی نکلی تو لکڑی اگر عمارت کی لکڑی ہو جیسے کہ اکثر دار کے پیچے رکھی جاتی ہو تاکہ اُس پر بنایا قائم کجاسے جسکو فارسی میں شیخ بولتے ہیں تو وہ مشتری کی ملکیت ہو اور اگر بطور ودیعت رکھی تھی تو بانٹ کی ملکیت ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور فائدے میں ہو کہ اگر کسی نے ایک دوکان بیچی تو دوکان کے تحتے بیچ میں داخل ہو جائیگے خواہ دوکان مع مراعات بیچی ہو یا مع مراعات بیچی ہو یہی مختار ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور اگر دوکان کے سامنے کوئی سائبان ہو جیسا کہ بازاروں میں ہوتا ہو پس اگر مراعات کا ذکر کیا ہو تو بیچ میں داخل ہوگا ورنہ نہ ہوگا یہ وجہ کر داری میں لکھا ہو اگر لوہار نے اپنی دوکان بیچی تو اُس کی بھٹی بیچ میں داخل ہو جائیگی اگرچہ مراعات کا ذکر نہ کیا ہو اور ستار کی بھٹی بیچ میں داخل نہیں ہوتی اگرچہ مراعات کا ذکر کیا ہو اسواسطے کہ لوہار کی بھٹی اُسکی دوکان میں مرکب و متصل ہوتی ہو اور ستار کی بھٹی جدا ہوتی ہو اور لوہار کی دھوکنی جس سے وہ چھوکتا ہو بیچ میں داخل ہوگی یہ فائدے قاضی خان میں لکھا ہو اور وہ فائدے کی دیکھ جس میں ستودالوں کیوں پکے جاتے ہوں یا رنگریزوں کا رنگ ابالا جاتا ہو یا کندی گرون کے کپڑے اُس میں رکھے جاتے ہوں بانٹ کی ملکیت ہوتی ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور کندی گر کی لکڑی جس پر وہ کپڑا کوٹتا ہو بیچ میں داخل نہیں ہو اگرچہ مراعات کا ذکر کیا ہو اور ستون بنانے والے کا وہ برتن جس میں وہ بھونتا ہو اگر لوہے یا کانے کا ہو تو بانٹ کا ہوگا اگرچہ دوکان کی عمارت میں لگا ہوا ہو وے یہ محیط سرخی میں لکھا ہو اگر مٹی کا ہو تو بیچ میں داخل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور جو صندوق عمارت میں رکھا گیا ہو اور دھو بی اور تیلی کے ظروف اور خم اور گھٹے جو زمین میں گرٹے اور عمارت میں لگے ہوں بیچ میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور یہ چیزیں گھر کی متاع اور حقوق میں سے نہیں ہیں اور دوکان کی بیچ میں ایسے مسکون میں حقوق و مراعات کا ذکر کرنا یا نہ کرنا یکساں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور حمام کے فروخت کرنے میں پیالے اور نجاشات داخل نہیں ہوتے اگرچہ مراعات کا ذکر کیا ہو کیوں نہ کیا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو اور بیچ اور ڈول جو حمام میں ہو بیچ میں داخل

[illegible]

نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور امام سید ابوالقاسم نے فرمایا ہے کہ ہمارے عرف کے موافق مشتری کو لے گا یہ مختار الفتاویٰ میں ہے۔ اور دیکھیں حمام کی بیج میں بدون ذکر کرنے کے داخل ہو جاتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور حامی میں مذکور ہے کہ امام ابو بکر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حمام کی بیج میں کیا اسکے چراغ داخل ہو جاتے ہیں فرمایا کہ نہیں کذا فی التاتارخانیہ۔

**دوسری فصل** اُن چیزوں کے بیان میں جو زمین اور تاک کی بیج میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی زمین یا تاک انکو فروخت کیا اور حقوق و مرافق اور قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو بیع کے تحت میں وہ کل چیزیں جو ہمیشہ کے واسطے اُس میں رکھی گئی ہیں جیسے پودے یا درخت و عمارات وغیرہ داخل ہو جائیں گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درخت زمین کی بیج میں بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے لیکن امام نے پھل اور بے پھل اور چھوٹے بڑے کی تفصیل نہیں فرمائی اور صحیح یہ ہے کہ سب بدون ذکر کے داخل ہو جاتے ہیں یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ خواہ وہ ایندھن کے واسطے ہوں یا اور کسی غرض سے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں مذکور ہے اور خشک درخت شامل نہیں ہوتے ہیں کیونکہ وہ قطع کی حالت میں ہیں پس وہ بمنزلہ ایسے ایندھن کے ہیں کہ جو زمین میں رکھا ہے یہ فسخ اقدار میں لکھا ہے۔ اور فتاویٰ صغریٰ میں مذکور ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہے وہ بیج میں داخل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہوا ہوتا ہے۔ اور کھیتی اور پھل و سبزی بیج میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر اُس صورت میں کہ مشتری شرط کرے یہ ذخیرہ میں مذکور ہے اگر کوئی زمین مع مرافق و درخت کی تو کھیتی اور پھل ظاہر روایت کے موافق بیج میں داخل نہیں گئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ کہا کہ میں نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس میں یا اُس سے اسکے حقوق و مرافق میں سے فروخت کیا تو بھی یہ دونوں چیزیں داخل نہ ہوں گی اور اگر حقوق و مرافق کا بیان نہ کیا ہو تو داخل ہو جائیں گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور فتویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کما کہ میں نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس میں موجود ہے فروخت کیا تو جو کچھ اس میں کھیتی اور ترکاری اور پھل وغیرہ ہیں سب داخل ہو جائیں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور وہ میں کی بیج میں وہ چیزیں جو اُس میں رکھی ہوئی ہیں جیسے ٹوٹے ہوئے پھل و رکٹی ہوئی کھیتی اور ایندھن یا کھیتی و ایندھن داخل نہیں ہوں گی لیکن اگر اُن کی صریح شرط کر جائے تو داخل ہو جائیں گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین فروخت کی کہ جس میں قبرین ہیں تو قبروں کے۔ و ابائی زمین کی بیج جائز ہے اور جس جگہ کھیتی کا شرک ڈالی جاتی ہے وہ زمین کے مرافق میں شمار نہیں ہے ایسے مرافق کے ذکر کرنے سے بیج میں شامل نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور جب کوئی زمین یا تاک انکو فروخت کیا اور کما کہ میں نے سب حقوق کے ساتھ یا تمام مرافق کے ساتھ بچا تو حقوق و مرافق کے ذکر سے وہ چیزیں جو بدون اسکے ذکر کے داخل نہ تھیں داخل ہو جائیں گی اور وہ سیراب کرنے کا پانی اور پانی کی نالی اور باغ کا خاص راستہ ہے یہ نیا بیج میں لکھا ہے۔ اگر خرما کا درخت اسکے راستہ زمین کے ساتھ خرید کیا اور راستہ کا موقع بیان نہ ہوا اور اُس درخت کا کوئی خاص راستہ کسی طرف کو معروف نہیں ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیج جائز ہوگی اور اُس درخت کا راستہ جس طرف سے چاہے مقرر کرے کیونکہ اُس میں تفاوت نہیں ہوتا ہے اور اگر تفاوت ہو تو بیج جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور مشہور اور اُس کی بیج اور زعفران اور گلاب کی بیج بمنزلہ پھلوں کے ہوتی ہیں اور درخت اُن کے بمنزلہ خرما

۴۹  
ترجمہ تفسیر عالمگیری جلد سوم حصہ اول  
قائمہ ہندوستان کا اہل بیت و جزیہ اور اہل بیت کی جاتی

درخت کے بن یہ زمین میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک زمین پچی کہ جس میں کپاس تھی تو وہ بلا ذکر بیع میں داخل نہوگی کیونکہ وہ بنجر پھل کھلے ہوئے اور اپنی قطن کی نسبت فقہانے فرمایا ہو کہ وہ بھی داخل نہیں ہوتی اور یہی صحیح ہے۔ اور زمین کے درخت بدون ذکر کے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوتے یہ حاکم احمد سمندی نے ذکر کیا ہو کذا فی الظہیر یہ۔ اور بھاد اور بید کے درخت بیع میں داخل ہونے ہیں اور ایسے ہی کھجور درخت اور ان درختوں کا جو ساق دار ہیں بھی حکم ہی اور امام فضلی نے بید کے درخت کی پٹری کو پھلون کے مانند گردانا ہو خواہ وہ کائے کے لائق ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اور اسی پر فتویٰ ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر شہوت کے درخت خریدے تو انکے پتے بلا شرط بیع میں داخل نہیں ہوتے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہو۔ اگر کسی زمین میں گندنا تھا اور وہ زمین فروخت کر دی مگر گندنے کا کچھ ذکر نہ آیا تو جو گندنا زمین کے اوپر ہو وہ اس طرح کی بیع میں داخل نہوگا اور جو زمین کے اندر پوشیدہ ہو وہ صحیح قول کے موافق داخل ہو جائیگا کیونکہ وہ برسوں باقی رہتا ہو تو بنجر درختوں کے ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور کھدہ یعنی اسپست اور رطبہ جو زمین کے اوپر ہو بلا ذکر بیع میں داخل نہیں ہوتا یہ صحیح ہے اور پھل شامل نہیں ہوتے ہیں اور ان چیزوں کے اصول یعنی جو زمین کے اندر پوشیدہ ہیں انکے نسبت بعض فقہانے فرمایا کہ داخل نہ ہونگے کیونکہ انکے تمام ہوجانے کی مدت لوگوں کو معلوم ہو تو انکا حکم مثل کھیتی کے ہوگا اور بعض فقہانے فرمایا ہو کہ داخل ہو جائیگے کیونکہ انکے تمام ہونے کی مدت ہر جگہ یکساں نہیں ہوتی بلکہ زمین کے لحاظ سے بڑا فرق پڑتا ہو تو بنجر درختوں کے شمار ہونگے۔ اور قاعدہ یہ قرار پایا کہ جس چیز کے کٹنے کی مدت اور نہایت معلوم ہو وہ چیز پھلون کے حکم میں ہو پس بیع میں بلا ذکر داخل نہوگی اور جیسے کٹنے کی مدت معلوم نہ ہو وہ درختوں کے مانند ہو پس زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جائے گی اور زعفران کا یہ حکم ہو کہ وہ اور اسکی اصل بلا ذکر داخل نہیں ہوتی یہ محیط میں لکھا ہے اور جو چیزیں باقی رکھنے کے واسطے نہیں ہیں وہ اگرچہ زمین سے متصل ہوں بیع میں داخل نہیں ہوتی ہیں جیسے درخت اور جلائے کی لکڑی اور گھاس یہ محیط مشری میں لکھا ہو۔ اور جو درخت ساق دار کہ اسکی جڑ نہیں جاتی یہاں تک کہ پھر درخت ہو جائے وہ زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتا ہو اور جو ایسا نہ ہو بلا ذکر داخل نہیں ہوتا کیونکہ وہ بنجر پھل کے ہی یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی شخص نے اپنی زمین میں تخم سرسہ کی اور اگے سے پہلے زمین کو فروخت کر دیا تو بیع بیع میں داخل نہوگا کیونکہ اگے سے پہلے زمین کا تاج نہیں ہو سکتا ہو اور اگر اسقدر اگا ہو کہ ہنوز اسس کی کچھ قیمت نہیں ہو تو بھی فقیہ ابو الیث نے ذکر کیا ہو کہ داخل نہوگا اور ٹھیک یہ ہو کہ داخل ہو جائیگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو۔ اور قاعدہ فضلی کے حاشیہ میں ہو کہ اگر کسی شخص نے زمین بیچی مگر کھیتی ہوئی تھی مگر ابھی جی نہیں تھی پس اسکا بیج اگر زمین میں گل گیا تو کھیتی مشتری کی ہوگی ورنہ بائع کی ہو اور اگر مشتری نے اسکو پانی دیا کہ اس سے کھیتی اُگی اور بیج کے وقع بیج گلانا تھا تو وہ کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری اس کام میں بائع پر احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ نہایت میں ہو۔ اگر کسی نے زمین بیچی تو جو اس میں خرما وغیرہ کے درخت ہیں بدون ذکر کے بیع میں داخل ہو جائیگے اور اگر درختوں پر بیج کے وقت پھل موجود ہوں اور ان پھلون کا بیعتا مشتری کے واسطے شرط کیا جاوے تو وہ اپنا حصہ پھلون میں سے لے لیا پس اگر زمین کی قیمت پانچ سو درہم ہو اور درخت کی قیمت بھی اسی قدر ہو اور پھلون کی قیمت بھی ہو تو بالاجماع زمین کے

تین حصہ کیے جاویں گے پس اگر قبضہ سے پہلے پھل کسی آسانی آفت سے تلف ہوں یا بائع اُن کو کھا جائے تو مشتری سے ایک تہائی ٹن ساقط کیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین اور درخت کو دو تہائی ٹن میں لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے یہی قول سب اماموں کا ہے یہ سراج الابلج میں لکھا ہے پھر ٹن کی تقسیم میں پھلون کی دو قیمت معتبر ہوگی جو بائع کے کھا جانے کے وقت تھی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر خرید کے وقت پھل موجود نہ ہو پھر بعد اسکے قبضہ سے پہلے درخت پھل دار ہو گئے تو پھل مشتری کے ہوں گے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما کے نزدیک پھلون کی زیادتی زمین اور درخت دونوں پر شمار ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہما کے نزدیک فقط درخت پر اور تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ اگر زمین اور درخت اور پھل میں سے ہر ایک کی قیمت پانچ سو درم فرض کی جائے اور بائع قبضہ سے پہلے پھلون کو کھا گیا تو امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہما کے نزدیک ایک تہائی ٹن مشتری سے ساقط کیا جائیگا اور خاص امام اعظم رحمہما کے نزدیک باقی دو تہائی ٹن میں درخت اور زمین بلا اختیار لینا مشتری پر واجب ہوگا اور امام محمد رحمہما کے نزدیک اسکو اختیار ہوگا خواہ لے یا ترک کر دے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری سے جو تہائی ٹن ساقط ہوگا اور باقی تین جو تہائی ٹن میں اگر چاہے تو زمین اور درخت خریدے ورنہ ترک کر دے یہ سراج الابلج میں لکھا ہے اور اسی صورت میں اگر درخت میں دوبار پھل آئے تو مشتری زمین اور درخت کو نصف ٹن میں لے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو ٹکٹ ٹن میں لے گا اور اگر تین بار پھل آئے تو زمین اور درخت دو پانچویں حصہ ٹن میں لے گا اور تین پانچویں حصہ پھلون کے مقابلہ میں ساقط ہو جائے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک زمین اور درخت پانچ آٹھویں حصہ میں لے گا اور اگر چار بار پھل آئے تو دونوں کو ایک تہائی ٹن میں لے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین پانچویں ٹن میں لے گا اور اگر پانچ بار پھل آئے تو دونوں کو دو ساتویں حصہ ٹن میں لے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک سات بار میں حصہ میں لے گا اسی طرح مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر پھل کسی آفت سے تلف ہو گئے تو ٹن سے کچھ ساقط ہوگا اور سب کے نزدیک بالاتفاق مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر درخت اور زمین میں سے ہر ایک کا ٹن پانچ سو درم بیان کر دیے ہوں تو سب اماموں کے نزدیک اس صورت میں پھلون کی زیادتی خاصہ درخت پر شمار ہوگی پس اگر بائع اُن کو کھا جائے تو مشتری سے جو تہائی ٹن ساقط ہوگا اور امام اعظم رحمہما کے نزدیک مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اُسکو نہ لینے کا اختیار ہے یہ جو ہریرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک پودا خریدے اور بائع کی اجازت سے اُسکو چھوڑ رکھا کہ وہ بڑھ کر بڑا درخت ہو گیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُس کو جڑ سے نکال لینے کا حکم کرے اور درخت مع جڑ کل مشتری کا ہوگا اور اگر بلا اجازت بائع کے اُسکو چھوڑ دیا بیان تک کہ اُس میں پھل آئے تو مشتری پھلون کو حصہ نہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جگہ واسطے سیرابی کا پانی نہیں ہے اور مشتری اس بات کو نہ جاننا تھا تو اُسکو نہ لینے کا اختیار ہوگا اسی طرح مفتی میں مذکور ہو کہ زانی محیط ایک شخص نے کوئی زمین مع اُسکے سینچنے کے پانی کے خریدی اور بائع جس گول سے اس زمین کو پانی دیتا تھا اُس میں اُسکے سینچنے سے زائد پانی ہو تو زائد میں اُسکا حکم اس طرح مذکور ہے کہ پانی میں سے جس قدر اس زمین کو کفایت کرتا ہو اُس قدر مشتری کے واسطے قاضی حکم کرے گا اور پانی مع زمین کے خریدنا یہی ہے یہ فتاویٰ

۱  
۲  
۳  
۴  
۵  
۶  
۷  
۸  
۹  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰





موٹائی ہو صرف اسی قدر زمین داخل ہوگی یہاں تک کہ اگر بیج کے بعد درخت زیادہ موٹا ہو جائے تو زمین کے مالک کو اختیار ہو کہ اسکو چھانٹ دے اور جہاں تک درخت کی شاخیں اور جڑ کے ریشے پھیلے ہوئے ہیں وہاں تک کی زمین بیج میں داخل ہوگی اور اسی پر قوسے ہی اور یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک درخت مع اسکی جڑ کے ریشوں کے خریدا اور اُس درخت کے ریشوں سے اور درخت اوگے تو اوگے ہوئے درخت اگر اسطرح ہوں کہ اصل درخت کا ٹ ڈالنے سے خشک ہو جائینگے تو بیج میں شامل ہیں ورنہ شامل نہیں کیونکہ جب اصل درخت کا ٹ ڈالنے سے یہ خشک ہو جاتے ہیں تو اصل درخت میں سے اوگے ہیں پس بیج میں شمار ہوں گے یہ ذخیرہ بین لکھا ہو۔ اگر ایک انگور کا تاک خریدا تو جو رسیاں بیجوں سے بندھی ہوئی ہیں اور نہ بیجیں زمین میں گڑی ہوئی ہیں وہ بیج میں داخل ہو جائیں گی اور ایسے ہی وہ ستون لکڑی کے جو زمین میں تھوڑے گڑے ہوئے ہیں اور اُن پر انگور کے درخت لگنے ہیں بلا ذکر بیج میں داخل ہو جائینگے یہ قنہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص کی خالص زمین ہو اور دوسرے کے اُس میں درخت ہیں پھر زمین کے مالک نے دوسرے کی اجازت سے زمین ہزار درم کو فروخت کی یعنی ہزار درم میں قراپا یا اور ہر ایک کی قیمت پانچ سو درم ہو تو شش دو نوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو جائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے درخت کسی آسمانی آفت سے تلف ہو گئے تو مشتری کو اختیار ہو کہ خواہ بیع ترک کر دے یا زمین پورے فن میں خریدے اس واسطے کہ مشتری درختوں کا وصفاً و تبعاً مالک ہوا تھا **ف** یعنی جب وصفت جاتا رہا تو مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہو گا مگر فوت و وصف مرغوب کے مقابلے میں اسکو اختیار حاصل ہو گا نہ یہ کہ فن سے کچھ کم ہو جائے اور تمام فن زمین کے مالک کو ملے گا کوئلہ درخت کی بیع ٹوٹ گئی اور مشتری کو سوائے زمین کے کوئی چیز سپرد نہیں کی گئی اور فن اسی کے مقابلے میں ٹھہرا تھا جو مشتری کو سپرد کی گئی نہ اس کے مقابلے میں جو فوت ہو گئی اور اگر آوے درخت تلف ہوئے تو درختوں کے مالک کو چوتھائی فن ملے گا اور تین چوتھائی زمین کے مالک کو اور اگر درخت میں اسقدر پھل آئے کہ جنگی قیمت پانچ سو درم ہو تو دو تہائی فن درخت کے مالک کو ملیگا اور ایک تہائی زمین کے مالک کو اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک آدھا زمین کے مالک کو ملیگا اور اگر زمین اور درخت فروخت کیے اور ہر ایک کے واسطے فن ملے وہ بیان کیا اور زمین و درخت ایک ہی شخص کے ہیں یا دو شخصوں کے پھر درخت ضائع ہو گئے تو آدھا فن سا قلم ہو جائیگا اس واسطے کہ ایک طرح سے درخت اصل ہوتے ہیں اور ایک طرح سے وصف ہیں جب اُن کے مقابل فن نہ ہو گا تو وصف رہینگے اور جب فن نہ ہو گا تو اصل ہو جائینگے تو انکا ضائع ہونا اپنے حصہ فن کے مقابل ہو گا اور اگر درخت تلف نہ ہوئے بلکہ قبضہ سے پہلے اُن میں اسقدر پھل آئے جو پانچ سو درم کی قیمت رکھتے ہیں تو سب اہل امون کے نزدیک زمین کا فن پانچ سو درم اور درخت اور پھلوں کا فن پانچ سو درم ہو گا یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر زمین کے اوپر سے کاٹنے کے واسطے چند درخت خریدے اور قطع کرنے میں زمین اور درختوں کی جڑوں کو ضرر ہو چکا ہو تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار نہیں ہو کہ چونکہ اُس میں زمین کے مالک کا ضرر ہو پس مالک کو اختیار ہو کہ اپنے سے ضرر کو دفع کرے اور بیع ٹوٹ جائیگی ہی مختار ہو اس واسطے کہ حقیقت میں گویا بائع سپرد کرنے سے عاجز رہا یہ محیط مشتری میں لکھا ہو۔ خادے ابو اللیث میں لکھا ہو کہ اگر کسی نے چند درخت زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کے واسطے خریدا پھر اسے نہ کاٹے یہاں تک کہ ایک مدت گزر گئی اور گرمیوں کے دن آگئے اور مشتری نے کاٹنے کا ارادہ کیا

تو اگر کاشنے میں زمین یا درخت کی جڑوں کو ظاہر میں کوئی ضرر نہ ہو تو مشتری کو کاشنے کا اختیار ہو کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہو اور اگر کوئی ضرر ظاہر ہو تو زمین اور درخت کی جڑوں کے مالک سے ضرر دور کرنے کے واسطے اسکو کاشنے کا اختیار ہو گا اور جبکہ مشتری کو کاشنے کا اختیار اس صورت میں نہ ہو تو مشائخ نے اختلاف کیا ہو اس امر میں کہ وہ کیا کریگا بعضوں نے کہا کہ زمین کا مالک درختوں کی قیمت مشتری کو دے دے اور درخت اُسکے ہوجائیں گے اور پھر اس میں بھی باہم اختلاف ہو کہ آیا کٹے ہوئے درختوں کے حساب سے قیمت دے یا کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے پس اُن مشائخ میں سے اکثروں نے کہا کہ کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے ادا کرے اور یہی صحیح ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ درختوں کی بیج ٹوٹ جائیگی اور زمین کا مالک مشتری کو اُسکاشن جوئے سے ادا کیا ہو واپس کریگا اور قضا ابو جعفر اسی پر فتوے دیتے تھے اور صدر المشاید نے اپنے واقعات میں اسی کو اختیار کیا ہو یہ مضمرات میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے چاہا کہ اُس کی زمین میں جو درخت ہیں وہ اپنے حصہ کے واسطے میرے ہاتھ فروخت کر دے پھر دونوں اس بات پر راضی ہوں کہ چند آدمی جنگی نظر اچھی ہو امانہ کر کے بتائیں کہ ان درختوں میں کتنے گٹھے لکڑی ہو اُن بیجوں نے اتفاق کر کے بتلایا کہ پچیس گٹھے لکڑی ہو پھر مشتری نے کسی قدر مول کو وہ درخت خرید لیے پس جب لکڑی کا ٹکڑا لکڑی پچیس گٹھے سے زیادہ نکلی اور بائش نے امانہ کیا کہ مشتری کو زیادہ لکڑی لینے سے منع کرے تو بائش کو اسکا اختیار نہیں ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو اور قضا ابو الیسیط میں ہو کہ کسی شخص نے ایک باغ انگور کا بیجا اور اُسکے ساتھ ہی اُس میں پانی جاری ہونے کا راستہ بھی فروخت کیا اور بیع میں کہا کہ باغ مع پانی کے ساتھ اور ہر حق کے ساتھ جو اسکو ثابت ہو فروخت کیا اور پانی جاری ہونے کا راستہ ایک کچھ غیر نافذہ میں جو بائش اور دو شخصوں کے درمیان میں مشترک ہوا تھا ہو اور اس نہر کے کنارے چند درخت ہیں اس کو قبہ نہر کا بائش کی ملکیت ہو تو درخت مشتری کے ہوجائیں گے اور اگر بائش کا حصہ پانی جاری ہونے کا حق تھا تو یہ درخت بائش کے ہونگے بشرطیکہ ان درختوں کا لگانے والا بائش ہو یا معلوم ہو کہ کون شخص ہو اور اگر سوسے بائش کے کوئی اور شخص لگانے والا معلوم ہوا تو درخت اُسکے ہوں گے یہ قاضی قاضی خان میں لکھا ہو اگر کوئی گاؤں فروخت کیا کہ جسکے حدود بیان نہ کیے تو یہ بیع صرف گاؤں کے گھروں اور عمارتوں پر واقع ہوگی اور کچھ توں پر واقع نہوگی یہ محیط مرضی میں ہو۔ اگر کسی نے ایک گاؤں مع زمین فروخت کیا اور اسکو گاؤں کے پہلو میں بائش کا ایک دھڑل گاؤں میں بائش نے کہا کہ میں نے یہ گاؤں تیرے ہاتھ فروخت کیا اور چاروں حدود میں سے کوئی حد بائش نے اپنے گاؤں کو گروانا تو اس گاؤں کی زمین جسکو نہیں فروخت کیا ہو بقدر دوسرے گاؤں سے جسکو فروخت کیا ہو متصل ہو وہ اس گاؤں کی بیج میں داخل ہوجائیں گی اور اگر چاروں حدود میں سے کوئی حد اپنے گاؤں کی زمین گردانی تو اس گاؤں کی زمین دوسرے گاؤں میں جس کو فروخت کیا ہو داخل نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

لا علیہ السلام  
وہابیہ کی روایت  
یہی ہے کہ  
مقام کے  
اور قضا  
کو جس نے  
یہ لکھا  
درخت  
میں لکھا  
کاؤں کی  
سے بیچ  
کے  
سے بیچ  
کاؤں کی  
فصل آبادی  
ہو

**تیسری فصل** اُن چیزوں کے بیان میں جو اشیاء متعلقہ کی بیج میں بلا ذکر داخل ہوجاتی ہیں کسی نے کوئی غلام یا باندی فروخت کی تو اتنا کپڑا کہ اُسکے ستر کو چھپا دے بائش پر واجب ہو یہ قاضی قاضی خان میں لکھا ہو غلام اور باندی کے کپڑے بیج میں بلا شرط داخل ہوجاتے ہیں ایسے کہ رواج اسی طرح ہو لیکن اگر وہ کپڑے پہنا کر تناس میں پیش کرنے کے واسطے لایا تھا تو بلا شرط داخل نہوگے کیونکہ ایسے کپڑے دیدینے کا رواج نہیں ہو ایسے

کہ رواج ناقص اور کم قیمت کپڑے کے دینے کا یہ پیرائے مختار ہے اگر چاہے تو وہی کپڑے دیدیوے کہ جو غلام کے بدن پر ہیں اور اگر چاہے تو سوا اسکے دوسرے کپڑے دیدیوے کیونکہ رواج کی وجہ سے بیچ میں اس قدر لباس داخل ہو گا جو ایسے مملوک کو ملتا ہو اور کسی خاص لباس کی خصوصیت نہیں ہو اور اسی وجہ سے فن کا کوئی حصہ اس لباس کے مقابل نہیں ہو تا یا تاکہ کہ اگر کسی کپڑے پر کوئی شخص اپنا حق ثابت کر کے لے لے تو مشتری بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر اس لباس میں کوئی عیب ظاہر ہو تو مشتری اسکو واپس نہیں کر سکتا یہ تمیز میں لکھا ہے اور اگر یہ کپڑے مشتری کے پاس تلف ہو گئے یا ان میں کوئی نقصان آیا پھر مشتری نے باندی کسی عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی تو اپنا پورا ثمن اس سے لے لے گا نیز بھرا لائق میں لکھا ہے۔ اور اگر باندی میں کوئی عیب پایا تو مشتری کو بدون ان کپڑوں کے باندی واپس کرنے کا اختیار ہے یہ تمیز میں مذکور ہے۔ اور بھرا لائق میں لکھا ہے کہ یہ حکم یعنی باندی کا بدون کپڑوں کے واپس کرنا اس صورت میں ہے کہ کپڑے تلف ہو گئے ہوں اور اگر باقی ہوں تو مع لباس واپس کرنا ضروری ہے اگر یہ لباس تبعا حاصل ہوا تھا اتنے۔ چشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی بیچی اور وہ باندی چاندی کا ایک کنگن اور دو بالیاں پہنے ہوئے ہے اور زیور کی نسبت دونوں میں کچھ شرط واقع نہیں ہوئی ہے اور بائع اسکے دینے سے انکار کرتا ہے تو امام نے فرمایا کہ زیور میں سے کچھ بیچ میں داخل ہو گا اور اگر بائع نے زیور باندی کو دیدیا تو وہ باندی کا ہو گا اور اگر اس نے مانگنے سے سکوت کیا حالانکہ اسکو دیکھ رہا ہے تو یہ بمنزلہ دیدینے کے ہے یہ ظہیر ہے میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسا غلام کہ جسکے پاس مال ہے فروخت کیا اور فروخت کرنے میں مال کا کچھ ذکر نہ کیا تو اسکا مال اسکے مالک کا ہے جس نے اسکو بیچا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور اگر غلام کو بیع اسکے مال کے فروخت کیا اور کما کر میں اسکو مع اسکے مال کے اتنے کو چھتا ہوں اور مال کو بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر مال کو بیان کیا مگر وہ لوگوں پر فرض ہے یا کچھ اس میں سے قرض ہے تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر مال نقد ہو تو بیع جائز ہے بشرطیکہ مال از قسم ثمن ہو اور اگر از قسم ثمن ہو تو اگر غلام کا مال دم ہوں اور ثمن بھی دم ہیں پس اگر ثمن اس سے زائد ہو تو بیع جائز ہے اور اگر اسکے برابر یا اس سے کم ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر غلام کا مال از قسم ثمن ہو جیسے کہ غلام کا ثمن دم ہوں اور اسکا مال دینار ہوں یا اسکا تھا ہو تو جائز ہے بشرطیکہ اس مجلس میں دونوں پر قبضہ ہو جائے اور اسی طرح اگر غلام کا مال قبضہ میں لے لیا اور اسکا حصہ ثمن ادا کر دیا تو بھی جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو غلام کے مال کی بیع باطل ہو جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور گھوڑے کی بیع میں غدار بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور ایسے ہی اونٹ کی بیع میں اسکی مہار بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور گدھے کی بیع میں جو اسکے پڑنے کی رسی ہو داخل نہیں ہوتی جب تک ذکر نہ کیا جائے اسلئے کہ گھوڑا اور اونٹ بدون اپنی گرفت کی رسی کے قانون میں نہیں آتے ہیں اور گدھا ایسا نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور غریبی کہ گدھے کی گردن میں بندھی ہوئی ہوتی ہے بوجہ رواج کے بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور اگر عرف اسکے برخلاف ہو تو داخل ہوگی یہ محیط ہرخی میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک گدھا کہ جس پر پالان پڑا ہوا تھا بیچا تو پالان اور اسکے بچے کی کلی بیچ میں داخل ہو جائیگی اور اگر اس پر پالان پڑا ہوا تھا تو بھی یہی حکم ہے کہ پالان داخل ہو جائے گا اور یہی

یہ حکم ہے کہ اگر غلام کو بیچا جائے تو اسکا مال اس کے فروخت کرنے والے کے مال میں داخل ہوگا اور اگر غلام کو بیچا جائے تو اسکا مال اس کے فروخت کرنے والے کے مال میں داخل ہوگا



مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور ایسے ہی ظہیر میں لکھا ہے۔ اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور بائع کے ذمہ کوئی پالان چاہیے کسی خاص پالان کی خصوصیت نہیں ہے جیسے غلام کے لباس میں کوئی لباس ہو کچھ معین نہیں ہے یہ نہ اتفاق میں لکھا ہے۔ اور امام ابو بکر محمد ابن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ پالان بدون شرط کیے ہوئے بیچ میں داخل نہیں ہوتا ہے اور بائع پر اسکا استحقاق نہیں ہے اور امام ابو بکر نے گدھے پالان پڑے ہوئے کی اور نہ پڑے ہوئے کی کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور یہی قول ظاہر ہے اس واسطے کہ گدھا جب مع پالان بیچا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ باجہ می فروشم یعنی مع پالان بیچتا ہوں یہ قواعد قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور بزرگوار میں لکھا ہے کہ گدھے کا پالان گدھے کی بیچ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی گھوڑا بیچا کہ جس پر زین پڑی ہوئی تھی تو اس مسئلہ کی کوئی روایت کسی کتاب میں نہیں آئی ہے اور مشائخ نے کہا کہ سزاوار ہے کہ بدون تصریح کیے ہوئے زین بیچ میں داخل نہ ہو مگر آنکہ دام بہت ہوں کہ ایسا گھوڑا تنگی پیٹھ اتنے دامنوں کو نہ خریدتا جاتا ہو یہ عنا یہ میں لکھا ہے اور گھوڑے وغیرہ کی نکاح اور بیل کے سینگ میں جو رسی بندھی ہوتی ہے اور جھول بلا شرط بیچ میں داخل نہیں ہوتی ہے کیونکہ اسکے دینے کا رواج نہیں ہے مگر جان کہیں اسکے دینے کا رواج ہوگا تو داخل ہو جائیگی یہ متین میں لکھا ہے اور اگر اوسطی اور دیسی گھوڑی اور مادہ خراور گائے اور بکری ان جانوروں کا بیچا انکے ساتھ بیچ کی جگہ لایا جاوے تو ان بچوں کی اپنی مان کے ساتھ ہونے کی حالت انکے ساتھ کہنے پر دلالت کرتی ہے پس بیچ میں داخل ہو جائیگی لیکن اگر رواج اسکے برخلاف ہو تو داخل ہونگے یہ محیط خبری میں لکھا ہے۔ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اسکے پیٹ میں موتی پایا پس اگر وہ موتی سیپ میں تھا تو مشتری کا ہوگا اور اگر سیپ میں نہ تھا تو اگر بائع نے مچھلی شکار کر کے پکڑی تھی تو مشتری بائع کو واپس دینا اور وہ موتی بائع کے پاس بھی بہتر نہ نقطہ کے ہوگا کہ ایک سال تک اسکی اطلاع نہ ہو کہ بعد پھر صدقہ کرے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور ہر شے کہ جو مچھلی کی غذا نہیں ہوتی ہے بائع کی ہوگی اور جو چیز کہ مچھلی کی غذا ہو وہ مشتری کی ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مچھلی خریدی اور اسکے پیٹ میں دوسری مچھلی پائی تو یہ مچھلی مشتری کی ہوگی یہ قواعد قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر مچھلی کے پیٹ میں عبر ہو تو مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرغی خریدی اور اسکے پیٹ میں موتی نکلا تو بائع کا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور تجرید میں مذکور ہے کہ جو شے چڑیوں کے پوٹوں میں پائی جائے اگر اس قسم کی چیز ہو کہ اسکو چڑیاں کھاتی ہیں تو وہ مشتری کی ہوگی اور جو اس قسم سے ہو کہ جسکو چڑیاں کھاتی ہیں تو بائع کی ہوگی یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے اگر ایک مچھلی کے پیٹ میں دوسری مچھلی نکلی اور اس دوسری مچھلی کے پیٹ میں موتی پایا تو موتی بائع کا ہوگا اور اگر اسکے پیٹ میں سیپ پائی کہ جس میں گوشت تھا اور اس گوشت میں موتی تھا جس طرح کہ موتی سیپ میں ہو کرتی ہے تو مشتری کا ہوگا اور اگر چند سپیان اس واسطے خریدیں کہ جو کچھ اس میں گوشت ہو اسکو کھائے پھر بعضی سپیوں کے گوشت میں موتی پایا تو وہ مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور جانا چاہیے کہ جو چیز تباعی میں داخل ہوتی ہے اسکے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور اسی واسطے قنہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک دار خرید اچھر اسکی عمارت جاتی رہی تو ثمن میں سے کچھ کم ہوگا اور اگر عمارت میں کسی کا حق ثابت ہو تو مشتری دار کو اپنے حصہ ثمن سے ملے گا اور

۲

بعض فقہائے دونوں کا حکم برابر کیا ہو بخلاف بکریوں کی بٹم کے کہ اسکے مقابلہ میں بلا ذکر کرنے کے فتن کا کچھ حصہ نہیں ہوتا ہے یہ نہ اتفاق میں لکھا ہے۔

**چھٹا باب** - خیار شرط کے بیان میں اول میں سات فصلیں ہیں۔

**فصل اول** جن صورتوں میں خیار شرط صحیح ہو اور جن صورتوں میں صحیح نہیں ہو ان کے بیان میں۔  
 واضح ہو کہ جس عقد بیع میں خیار ہو وہ لازم نہیں ہوتا ہے اگر خیار مشتری کو ہو تو اسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہو اور اگر بائع کا ہو تو اسکو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہو۔ بیع بشرط خیار ہمارے نزدیک صحیح ہے دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک ہی کے واسطے خیار کی شرط کی گئی ہو یا دونوں کے واسطے اور ایسے ہی کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ہمارے نزدیک خیار شرط بیع فسخ کرنے کے واسطے رکھا گیا ہے اور بیع کی اجازت کے واسطے نہیں رکھا گیا ہے پس جبکہ میعاد گزر جانے کی وجہ سے بیع فسخ کر نیک وقت نہ رہے تو بیع تمام ہو جائیگی یہ مزاج الوداع میں لکھا ہے اور خیار شرط چند طرح پر ہے ایک وہ کہ بالا اتفاق فاسد ہے جیسے کہ ماہین خریدتا ہو ان اس شرط پر کہ مجھے خیار ہے یعنی لینے یا نہ لینے کا اختیار ہو یا اس شرط پر کہ مجھے چند روز خیار ہو یا اس شرط پر کہ مجھے ہمیشہ خیار ہو یہ سب فاسد ہیں اور ایک وہ جو بالا اتفاق جائز ہے اس کی یہ صورت ہے کہ مشتری کے کہ مجھے تین دن یا اس سے کم خیار ہے اور ایک وہ کہ جس میں اختلاف ہے جیسے یون کہا کہ مجھے ایک مہینہ یا دو مہینہ خیار ہے تو یہ صورت امام اعظم کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے پس امام کے نزدیک تین دن سے زائد کے واسطے خیار شرط جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر کوئی مدت معلوم ہو تو جائز ہے یہ مختار الفقہائے میں لکھا ہے اور صحیح قول امام کا ہے یہ جو ہر اضلاطی میں لکھا ہے۔ اور اگر تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار کی شرط کی یا ہمیشہ کے واسطے خیار کی شرط کی یہاں تک کہ اس سبب سے عقد فاسد ہو گیا پس اگر تین دن میں اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک عقد صحیح ہو جائیگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر تین دن سے زائد کے واسطے خیار کی شرط کی یا بالکل وقت ذکر نہ کیا یا وقت نامعلوم ذکر کیا پھر تین دن کے اندر اجازت دیدی یا مشتری یا غلام کے مرنے سے خیار ساقط ہو گیا یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا یا امین کوئی ایسی چیز پیدا کر دی کہ جس سے عقد لازم ہو جاتا ہو تو ان صورتوں میں عقد فاسد بد لک جائز ہو جائیگا یہ محیط مشنسی میں لکھا ہے۔ اور تباہ قول امام ابو حنیفہ کے مشائخ نے اختلاف کیا کہ ابتدا اس عقد کا حکم کیا ہے پس بعضوں نے کہا کہ یہ عقد فاسد ہے پھر چوتھے دن سے پہلے مفسد چیز دور کرنے سے بد لک صحیح ہو جاتا ہے اور یہ مذہب اہل عراق کا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اور نہ اتفاق میں کہا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے انتہی۔ اور قوی یہ ہے کہ یہ عقد موقوف ہے پس اگر چوتھے دن میں سے کچھ بھی گزر چکا تو اسی وقت عقد فاسد ہو جائیگا اور یہ مذہب اہل خراسان کا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ظہیر اور ذخیرہ کے قواعد سے نقل کیا ہے کہ اسی مذہب کو امام سرخسی اور فخر الاسلام و تیسرے مشائخ ماولا النہر نے اختیار کیا ہے انتہی۔ اور اگر خیار میں کوئی وقت معین نہ کیا اور جس شخص کو خیار تھا اسے بعد تین دن کے اپنا خیال اظہار کر دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عقد جائز نہ ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک عقد فاسد بد لک جائز ہو جائیگا

۲  
 حرم بیع  
 حرم بیع  
 حرم بیع



اگر بیع تمام ہونے کے بعد مشتری نے بائع سے کہا یا بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھے تین دن تک کا خیار دیا یا ای  
 معنی میں اور لفظ کے موافق شرط کے خیار حاصل ہو جائیگا اور اگر کوئی خیار فاسد ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ نے  
 فرمایا کہ اس کے ساتھ عقد بھی فاسد ہو جائیگا اور صاحبین نے کہا کہ فاسد ہوگا اور اگر کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ  
 کوئی چیز بیچی اور مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور اسکو پسند نہ کر گئے پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ تجھکو  
 میری طرف سے خیار ہو تو اسکو جب تک مجلس میں حاضر ہو خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ قول بمنزلہ اس کہنے  
 کے ہو کہ تجھکو اقالہ کر لینے کا اختیار ہو اور اگر کہا کہ تجھکو تین دن تک کا اختیار ہو تو اس کے کہنے کے موافق مشتری کو تین  
 دن تک خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ عثمانیہ میں لکھا ہے کہ  
 اگر کسی نے کہا کہ جس بیع کا تو عقد کر لیا اس میں نے تجھے خیار دیا پھر خرید کے وقت بلا شرط خیار خرید تو امام اعظم  
 کے نزدیک پہلے قول سے اسکو اس بیع میں خیار حاصل ہوگا اور اگر مشتری نے شرط خیار اس طور سے کی کہ تجھکو بیع یا میں  
 خیار حاصل ہو تو یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہو کہ تجھکو خیار حاصل ہو یہ تائید خانیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر رات تک یا ظہر کے  
 وقت تک یا تین دن تک کے خیار کی شرط کی تو اسکو پوری رات اور تمام وقت ظہر اور پورے تین دن تک  
 خیار حاصل ہوگا اور امام اعظم کے نزدیک جو انتہا مقرر کی ہو جب تک وہ نہ گزرے خیار کی بھی انتہا نہیں ہو سکتی  
 ہے اور صاحبین کے نزدیک جس چیز تک انتہا مقرر کی وہ چیز خیار میں داخل نہوگی یہ فقہول علویہ میں لکھا ہے۔  
 اور یہ مسئلہ کتاب اصل میں اسی طرح مذکور ہے اور حسن ابن زیاد نے امام اعظم سے اس کے برخلاف نقل کیا ہے معنی  
 کہا کہ اگر کسی نے اس شرط پر بیچا کہ تجھکو رات تک خیار حاصل ہو تو امام اعظم کے نزدیک اس وقت سے  
 غروب آفتاب تک خیار ہوگا اور جب آفتاب غروب ہو گیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مثلاً پھر  
 دن رہے ایک چیز فروخت کی اور کہا کہ مجھے رات تک خیار حاصل ہو خواہ دو دن یا نہ دو دن تو امام اعظم کے نزدیک  
 پہلی روایت کے موافق رات بھی خیار میں داخل ہے یعنی اس وقت سے تمام رات اسکو خیار حاصل ہوگا اور صاحبین  
 کے نزدیک رات داخل نہیں صرف اسکو آفتاب غروب ہونے تک خیار ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق  
 جو ذخیرہ میں ہے امام اعظم رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے والا قوی و رواۃ مانی الاصل فاشترط ان کے  
 واسطے خیار شرط کی پھر اس میں سے ایک یا دو دن گھٹا دیے تو حسب قدر ساقط کیا ساقط ہو جائیگا اور ایسا ہو جائیگا کہ گویا اسے  
 ایک ہی دن کی شرط کی تھی یہ سراج الوراق میں لکھا ہے۔ کوئی غلام تین دن کی خیار شرط پر بیچا اور شرط کی کہ اس عرصہ میں اسکو  
 اختیار ہوگا کہ غلام کو مزدوری پر رکھے اور اس سے خدمت لے تو جائز ہے اور ایسا کرنے سے اسکا خیار باطل ہوگا اور  
 اگر انگور کا باغ تین دن کے خیار شرط پر بیچا اس شرط پر کہ اس عرصہ میں اس کے چل کھاوے تو بیع جائز نہیں ہے  
 یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر باپ یا اس کے دھئی نے تا بائع لڑکے کے کمال میں سے کوئی چیز فروخت کی اور  
 اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی تو بیع جائز ہے پس اگر مدت خیار میں لڑکا بائع ہو گیا تو امام ابو یوسف کے قول میں  
 بیع تمام ہو گئی اور خیار باطل ہو گیا اور امام محمد نے ظاہر الروایت میں فرمایا ہے کہ خیار لڑکے کو حاصل ہوگا پس  
 اگر مدت خیار میں اسے بیع کو جائز رکھا تو جائز ہو جائیگی اور اگر رو کیا تو باطل ہو جائیگی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے  
**دوسری فصل عمل خیار اور اس کے حکم کے بیان میں اگر خیار بائع کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو بیع**



بالا اتفاق اُسکے ملک سے نہیں بھگتی ہو اور ثمن بالاتفاق مشتری کے ملک سے بھل جاتا ہو و لیکن اُسکے ملک سے بھلکر  
 امام اعظم کے قول پر بائع کے ملک میں داخل نہیں ہوتا ہو اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتا ہو  
 یہ محیط میں لکھا ہو اگر بائع اور مشتری دونوں کے واسطے خیار کی شرط ہو تو حکم عقد کا یعنی بیع اور ثمن میں مشتری  
 اور بائع کی ملکیت ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر خیار مشتری کے واسطے  
 شرط کیا گیا ہو تو ثمن بالاتفاق اُسکے ملک سے نہیں بھگتا ہو اور بیع بائع کے ملک سے بالاتفاق بھل جاتی ہو  
 و لیکن اُسکے ملک سے بھلکر امام اعظم کے نزدیک مشتری کے ملک میں داخل نہیں ہوتی ہو اور صاحبین کے قول  
 موافق داخل ہو جاتی ہو یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہو اور اس قاعدہ پر جو مذکور ہوا کہ جس میں امام اعظم رحمہ اور  
 صاحبین کا اختلاف ہو چند مسئلوں کی بنا پر از انجلیہ یہ ہو کہ جس شخص نے اپنی زوجہ کو اس شہرہ طر پر خرید لیا  
 کہ اُسکو تین دن تک خیار حاصل ہو تو امام اعظم کے نزدیک نکاح فاسد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک فاسد  
 ہو جائیگا اور اگر مدت خیار میں بیع کو اختیار و قبول کرنے سے پہلے اُس سے وطی کر لی تو اگر وہ عورت باکرہ  
 تھی تو سب کے نزدیک خیار ساقط ہو جائیگا اور اگر شبہ تھی تو امام اعظم کے نزدیک خیار باطل نہوگا اور  
 اس کو رد کا اختیار باقی رہیگا اور صاحبین کے نزدیک وہ شخص بیع کو قبول کرنے والا شمار ہوگا یہ  
 سراج الوہاج میں لکھا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک رد کو نکاح اختیار شبہ میں اُسوقت ہو کہ اس میں  
 وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو اگرچہ شبہ ہو واپس کرنا جائز نہیں ہو یہ نہ اتفاق میں لکھا ہو  
 اور سب اماموں کا اس بات پر اتفاق ہو کہ اگر وہ باندی اُس کی زوجہ نہو اور وہ شخص اُس سے وطی کرے تو  
 بیع کا اختیار کرنا والا شمار ہوگا خواہ وہ عورت شبہ ہو یا باکرہ ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو اور خواہ اُس کو  
 وطی سے کچھ نقصان ہو یا نہ ہو بچا ہو یہ نہایت میں لکھا ہو۔ اور ان جملہ یہ ہو کہ جب خریدی ہوئی باندی  
 مدت خیار کے اندر نکاح کے ساتھ مشتری سے بچے دینے کسی کی باندی سے نکاح کیا تھا اور اُسکے بچے رہا  
 پھر موضع حل سے پہلے اُسکو مثلاً تین روز کے خیار پر خرید لیا اور وہ اس مدت میں مشتری سے بچہ جنی تو امام  
 اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک ہو جائیگی یہ ہدایہ میں لکھا ہو اور  
 امام رحمہ اللہ کے نزدیک مدت خیار کے اندر جننے سے ام ولد نہونا اُس صورت میں ہو کہ وہ باندی بائع کے  
 قبضہ میں ہو اور اگر مشتری کے قبضہ میں اگر مدت خیار میں جنی تو خیار ساقط ہو جائیگا اور مشتری کی ملکیت  
 ثابت ہو جائیگی اور باندی بالاتفاق اُسکی ام ولد ہو جائیگی کیونکہ وہ بچہ جننے کے سبب سے حبس دار  
 ہو گئی یہ کفایہ میں لکھا ہو۔ اگر خیار کی شرط سے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جو مشتری سے بچہ جنی تھی تو امام اعظم کے  
 نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور اسکا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا مگر جب اُسے قبول کر لیا تو  
 اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اُس کا خیار باطل  
 ہو جائیگا اور اُس پر ثمن ادا کرنا لازم آئیگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو۔ اور ان جملہ جسکو خرید لیا اگر وہ  
 مشتری کا قرا بہت وار ہو تو آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا یہ محیط مشتری میں لکھا ہو۔  
 ان جملہ یہ ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہو جاؤں تو وہ آزاد ہو پھر اُسے ایک غلام شرط خیار کے ساتھ

محدث ہے  
 کہ عقد بیع  
 کی اجازت  
 سے مذکور  
 بالغہ باندی  
 سے کیا اور بیع  
 زمانہ بیع  
 کا کس سے  
 پابندی  
 اور بیع  
 کا خیار  
 مذکور  
 ہے  
 سراج الوہاج  
 میں لکھا ہے  
 کہ اگر کسی  
 نے کہا کہ اگر  
 میں کسی غلام  
 کا مالک ہو جاؤں  
 تو وہ آزاد ہو  
 پھر اُسے ایک  
 غلام شرط  
 خیار کے ساتھ

خرید تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک آزاد ہو گا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا لیکن اگر کسی نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہو پھر اسے ایک غلام بشرط خیار خریدتا تو وہ بالاتفاق آزاد ہو جائیگا اور از انجملہ یہ کہ اگر کوئی باندی بشرط خیار کے ساتھ خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے اندر باندی کو حیض آیا پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ حیض استبراء کے واسطے کفایت نہ کرے گا اور صاحبین کے نزدیک یہی کافی ہو گا یہ سراج الاولیاء میں لکھا ہے۔ اور ایسا ہی اختلاف اس صورت میں ہے کہ بعض حیض مدت خیار میں پایا جاوے یہ بیع قطعاً صحیح ہے اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کر کے بائع کو باندی واپس کر دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع پر استبراء واجب نہیں ہے خواہ فسخ کرنا اور رد کرتا قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر فسخ اور رد قبضہ سے پہلے ہوا تو اسے مستحسناً بائع پر استبراء واجب نہیں ہے اور قبضہ سے چاہتا ہے کہ واجب ہو اور اگر فسخ اور قبضہ کے بعد ہوا تو استحسناً و قیاساً بائع پر استبراء واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اس صورت میں اجماع ہے کہ اگر باندی کی بیع قطعی ہو پھر اقالہ وغیرہ کے ساتھ فسخ ہو پس اگر فسخ قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بائع پر استبراء واجب نہ ہو گا اور اگر بعد قبضہ کے ہو تو واجب ہو گا اور اگر خیار بائع کو حاصل ہو پھر وہ بیع کو فسخ کر دے تو استبراء واجب نہ ہو گا اور اگر اسے بیع کی اجازت دیدی تو مشتری پھر جو بیع اور قبضہ کے از سر نو ایک حیض کے ساتھ باندی کا استبراء بالاجماع واجب ہے یہ سراج الاولیاء میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور پھر اسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بیع بائع کے پاس مدت خیار کے اندر یا اس کے بعد تلف ہو گئی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بیع صحیح ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فسخ ہو گئی اور مشتری کو فسخ دینا لازم ہو گا یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو پس بیع مشتری کو سپرد کر دی پھر مشتری نے مدت خیار کے اندر اسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا پھر بیع کے نافذ ہونے سے پہلے یا بعد بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سبب ائمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائیگی یہ بیع تقدیر میں لکھا ہے اور اگر بیع قطعی ہو اور مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت بیع پر قبضہ کر لیا اور اس کا حال یہ تھا کہ وہ نقد ادا کر دیا گیا تھا یا مبادا و مقرر حق اور مشتری کو بیع میں خیار ودیعت یا خیار غیب بھی حاصل تھا پھر مشتری نے اسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سبب اماموں کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اسکو نہیں ادا کرنا واجب ہے یہ نہایت میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو کوئی اسباب خریدے اور اپنی ذات کے واسطے خیاری شرط کر لی پھر بائع نے اسکو کس سے بری الذمہ کر دیا تو اسکا خیال اپنے حال پر مانتا ہے گا اگر چاہے تو بلا حرج بیع کو قبول کر لے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے اور بیع بائع کو بلائیں واپس ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک عقد بیع نافذ ہو جائیگا اور خیار باطل ہو جائیگا یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر بیع قطعی ہو اور بائع کے بری کر دینے سے وہ غلام جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو کس ادا کرنے سے بری ہو جائے تو سبب اماموں کے نزدیک اسکو اسباب واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے نہ خیار ودیعت کی وجہ سے نہ خیار غیب کی وجہ سے اور اگر مشتری بھاسے غلام کے آزاد فرم کر لیا تھا تو باقی مسئلہ کی صورت یہی ہو جو مذکور ہوئی تو سبب اماموں کے نزدیک اسکو خیار بشرط کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہو اگرچہ وہ

۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

من سے بری ہو اور یہ ظاہر ہو اور اسی طرح خیار رویت کی وجہ سے بھی قبضہ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں واپس کر سکتا ہو اگرچہ من سے بری ہو اور اگر امین کچھ عیب پایا اور من سے بری ہونے کے بعد واپس کر نیکارادہ کیا پس اگر یہ ارادہ قبضہ سے پہلے ہو تو واپس کر سکتا ہو اور اگر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو واپس نہیں کر سکتا یہ نہایت بین لکھا ہے۔ اور اذا بخلہ یہ جو کہ اگر کسی ذمی سے کسی ذمی نے شراب یا سور حزیدا پھر قبضہ سے پہلے دونوں یا ایک اسلام لایا تو بیع باطل ہو جائیگی خواہ وہ بیع قطعی ہو یا امین دونوں کے واسطے یا ایک کے واسطے خیار کی شرط ہو اور اگر بعد قبضہ کے دونوں یا ایک اسلام لایا تو اگر بیع قطعی تھی تو جائز ہو جائیگی اور باطل نہوگی اور اگر بیع مین بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر بائع مسلمان ہو تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر مشتری مسلمان ہو تو بیع باطل نہوگی اور خیار بائع کا اپنے حال پر باقی رہیگا پس اگر بائع نے بیع منہج کرنی چاہی تو شراب اُسکو واپس ہو جائیگی اور اگر بیع کی اجازت دین چاہی تو حکماً شراب مشتری کی ہو جائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونے کا اہل ہو اور اگر مشتری کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر وہ اسلام لایا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائیگی اور باطل نہوگی اور اگر بائع اسلام لایا تو بالاتفاق بیع باطل نہوگی اور مشتری کا خیار اپنے حال پر رہیگا پس اگر مشتری نے بیع اختیار کی تو شراب اُس کی ہو جائیگی اور اگر منہج کر دی تو بائع کی ہو جائیگی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہو نیک اہل جو یہ نہایت مین مذکور ہو اور اذا بخلہ یہ جو کہ ایک مال شخص نے ایک ہرن بشرط خیار خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اسے احرام باندھا اس حال میں کہ ہرن اُسکے ہاتھ میں تھا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع ٹوٹ جائیگی اور ہرن بائع کو واپس یا جائیگا اور مشتری پر لینا لازم نہوگا اور اگر خیار بائع کے واسطے تھا تو بالاتفاق بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر خیار مشتری کے واسطے ہو اور بائع احرام باندھے تو مشتری کو اُسکے واپس کر نیک اختیار ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور اذا بخلہ یہ جو کہ ایک مسلمان نے دو مسلمان سے خیار شرط کے ساتھ انکود کا شیر خریدا پھر اُس مدت خیار میں وہ شراب ہو گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بیع فاسد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائیگی یہ نہایت مین لکھا ہے اور اذا بخلہ یہ جو کہ اگر خیار مشتری کے واسطے ہو اور وہ بیع منہج کر دے تو امام اعظم کے نزدیک وہ ایک زوائد بائع کو واپس ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ہو گئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بوض ایک باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ غلام بیچنے والے کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر بائع نے تین دن کے اندر غلام آزاد کر دیا تو سبب مامون کے قول کے موافق اُسکا حق نافذ ہو جائیگا اور بیع باطل ہو جائیگی اور اگر اسے باندی کو آزاد کر دیا تو جائز ہو اور یہ آزاد کرنا اپنے خیار کو ساقط کرنا ہو گا اور بیع تمام ہو جائیگی اور اگر اس نے ایک ہی کلام میں دونوں کو آزاد کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیگی اور اُسکو باندی کی قیمت دینی پڑے گی اور مشتری کا آزاد کرنا باندی اور غلام دونوں میں سے کسی کو صحیح نہیں ہو اور ایسے مسئلہ میں اگر خیار مشتری کے واسطے فرض کیا جائے تو سبب احکام برعکس ہو جائیگا اور اگر وہ باندی غلام بیچنے والے کی بیٹی تھی اور خیار غلام بیچنے والے کے واسطے ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک وہ باندی آزاد ہو جائیگی اور اگر وہ اس کی زوجہ ہو تو محاکم فاسد نہوگا لیکن اگر غلام کے بائع نے اُسکو آزاد کر دیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا اور اُسکے خیار کے ساقط کرنے میں شمار ہو گا یہ فتاویٰ کا فیضان مین لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام اس شرط پر خریدا

قد حلال  
یعنی جو بیع  
یا غیرہ کا شرط  
ہو جائیگا  
بیع مین  
خیار مین اگر  
بیع منہج ہو  
تو بیع صحیح  
ہوگا اور اگر  
بیع فاسد ہو  
تو بیع فاسد  
ہوگا

کہ خریدار کو تین دن تک کا اختیار ہے تو جب تک تین روز نہ گزر جاوین بائع کو فن طلب کر لے کا اختیار نہیں ہو یہاں تاں  
 میں حاوی سے منقول ہے بشرط کہ تین دن میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی زبانی سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص  
 ایک غلام بشرط خیار خریدے تو میں بائع پر غلام مشتری کو دیدیتے کے واسطے جبر نہ کرونگا اور نہ مشتری پر نہیں  
 بائع کو دینے کے واسطے جبر کرونگا اور اگر مشتری نے فن دیدیا تو بائع پر غلام مشتری کو دیدینے کے واسطے جبر کرونگا  
 اور اگر بائع نے غلام مشتری کو دیدیا تو مشتری کو فن بائع کو دیدینے کے واسطے حکم دینگا اور مشتری کو اسکا خیار  
 باقی رہیگا اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور مشتری نے فن اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لے گا اور وہ کیا اور بائع نے اسکو  
 روکا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہو لیکن بائع پر فن والہیں کر دینے کے واسطے جبر کیا جائیگا ہمارے اصحاب نے  
 فرمایا ہے کہ خیار شرط کی وجہ سے صفہ تمام نہیں ہوتا ہے پس اگر خیار بائع کا ہو یا مشتری کا اور بھی ایک چیز  
 ہو یا چند چیزیں ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض میں بیع قبول کرے اور بعض میں نہ قبول کرے خواہ بیع قبضہ  
 میں ہو یا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں تمام ہونے سے پہلے صفہ متفرق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے ہاں تمام ہونے  
 کے بعد اسکے برخلاف ہو کیونکہ اس وقت صفہ کی تفریق جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو  
 اور بیع پر قبضہ کر لیا گیا ہو پھر بعض اسکا تلف ہو جائے یا کوئی شخص اسکو تلف کر دے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
 کے قول کے موافق بائع کو اختیار ہے کہ باقی میں بیع کی اجازت دیدے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر بیع ایسی چیز پر  
 کہ جس میں ایضاً میں باہم تفاوت ہو پس بعضے تلف ہوئے تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کو باقی میں اجازت دینے کا  
 اختیار نہیں ہے اور اگر ٹاپ یا تول کی چیز میں یا گتے کی ایسی چیز میں ہوں کہ جن میں تفاوت نہیں ہوتا ہے پھر بعض  
 تلف ہو جائیں تو بائع کو اختیار ہے کہ باقی میں بیع کو لازم کر دے اور اگر کسی تلف کرنے والے نے بیع کو مشتری کے  
 قبضہ میں تلف کر دیا تو قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو لازم کرے  
 اور فن لے لے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اسکے بعد دوسرا قول یہ ہوا کہ بائع کو اسکا مشتری پر لازم کرنے کا بدون مشتری کی  
 رضا کے اختیار نہیں ہے اور اگر دو غلام میں سے ایک لپٹے بائع کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو ہمارا منہ مشتری  
 کے بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ باقی غلام مشتری کے ذمہ لے لے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

## تیسری فصل

اس بیان میں کہ کن وجوہوں کے ساتھ اس بیع کا فسخ ہوتا ہے اور کن کے ساتھ نہیں  
 ہوتا اور کن وجوہوں سے فسخ ہو جاتی ہے اور کن وجوہوں سے فسخ نہیں ہوتی ہے جس شخص کے واسطے خیار کی شرط  
 کی گئی ہو خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یا کوئی اجنبی تو فسخ کا اتفاق ہے کہ اسکو مدت خیار کے اندر اختیار ہو چاہے  
 بیع کی اجازت دے اور چاہے فسخ کرے پس اگر دوسرے کے بے حضور بیعے ناواشتگی میں اسے بیع کی اجازت دی تو جائز  
 ہے یہ فسخ اختیار میں لکھا ہے۔ شرط خیار اگر بائع کے واسطے ہو تو بیع کے جائز اور نافذ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ  
 کہ مدت خیار میں اسے کلام سے بیع کی اجازت دی گئی اسراج الوہاج خلا ہے کہ میں نے بیع کی اجازت  
 دی یا میں بیع سے راضی ہوا یا میں نے اپنا خیار ساقط کر دیا یا اور اخطا ماتدا اسکے کہ یہ فسخ اختیار میں لکھا ہے  
 اور اگر اسے کہا کہ میں نے اسکے لینے کی خواہش کی یا محبوب رکھا یا مجھے خوش آیا یا مجھے موافق ہوا تو ایسے کہنے  
 سے اسکا خیار ساقط نہ ہوگا بلکہ باقی رہیگا یہ بحر الزمان میں لکھا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدت خیار



کے اندر باطل رجحانے تو اسکی صحت کی وجہ سے خیار باطل ہو جائیگا اور بیع نافذ ہو جائیگی یہ شرح ضحاوی میں لکھا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مدت خیار گزر جائے اور جسکو خیار حاصل ہے اس کی طرف سے بیع اور اجازت کچھ نہ پائی جاوے تو بیع نافذ ہو جائیگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح جو ازو نفاق ہو جائے جبکہ اسپر بیو شعی طاری ہو یا مجنون ہو جائے اور تینوں دن گزر جائیں اور اگر اسکو مدت خیار کے اندر افاقہ حاصل ہو تو امام احمد رحمہ اللہ اسی سے منقول ہے کہ وہ صاحب خیار نہ رہیگا اور غنیمت لائے حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے خیار پر باقی رہیگا شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب الما ذون میں یہ حکم صریح آیا ہے اور یہاں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ بیو شعی اور جنون خیار کو ساقط نہیں کرتے ہیں صرف مدت کا گزرنا بدون بیع یا بیع اختیار کرنے کے خیار کو ساقط کرتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر سوتا ہے یا مہنگ کہ مدت گزر جائے تو بھی خیار ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر شراب کے نشے سے بیہوش ہو تو اسکا خیار باطل نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ جو اسیر خلاطی میں لکھا ہے۔ اور امام احمد طوادیسی سے منقول ہے کہ اگر بھنگ کے نشے سے بیہوش ہو تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا یا مہنگ کہ اگر مدت خیار میں اسکا نفقہ زائل ہو تو خیار کی وجہ سے اسکو تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ خیار اسکا باطل نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مرد ہو گیا اور پھر مدت خیار کے اندر اسلام لایا تو بالاجماع اپنے خیار پر رہیگا اور اگر اس مدت میں مر گیا یا مرد ہونے پر قتل کیا گیا تو بالاتفاق اسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر بعد مرد ہونے کے خیار کی راہ سے اسنے کوئی تصرف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اسکا تصرف موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ بیع کے نسخ کی دو صورتیں ہیں یا تو قول کے ساتھ یا فعل کے ساتھ پس قول کے ساتھ نسخ کرنے کی یہ صورت ہے کہ چون کہ میں نے بیع کر دیا پھر بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری اس سے آگاہ ہو تو بیع صحیح ہوگا اور قاضی نے حکم کرنے کی یا مشتری کے راضی ہونے کی کچھ احتیاج نہوگی اور اگر مشتری آگاہ نہ ہو تو بیع صحیح نہوگا اور امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک موقوف رہیگا اور اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا خلاف ہے کہ قاضی نے بیع صحیح نہوگا اور امام ابو یوسف کا خلاف کرتا صرف قول سے نسخ کرنے کی صورت میں ہے اور اگر فعل سے نسخ کرے تو بالاتفاق حکماً بیع صحیح ہو جائیگی خواہ مشتری غائب ہو یا حاضر اور حاضر ہونے سے مراد اسکا آگاہ ہونا ہے اور غائب ہونے سے مراد اسکا آگاہ نہ ہونا ہے پس اگر سنے مشتری کے غائب ہونے کی حالت میں بیع صحیح کر دی پھر اسکو مدت خیار کے اندر خبر ہو گئی تو بیع تمام ہو گیا کیونکہ مشتری آگاہ ہو گیا اور اگر بعد مدت گزرنے کے خبر ہو گئی تو بیع تمام ہو جائیگی کیونکہ بیع نے بعد مدت گزرنے کے آگاہ ہو گیا اور اسی طرح اگر باطل نے بعد بیع کرنے کے مشتری کے آگاہ ہونے سے پہلے بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور اسکا بیع کرنا باطل ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور فعل کے ساتھ نسخ کرنے کی یہ صورت ہے کہ باطل نے مدت خیار کے اندر بیع میں مالکانہ تصرف کرے مثلاً آزاد یا مدبر یا مکاتب کی دے یا کسی دوسرے کے ہاتھ اسکو فروخت کرے اور اسی طرح اگر بیہ کر کے سپرد کرے تو بیع صحیح ہو جائیگی اور اگر بیہ کر کے سپرد نہ کیا تو بیع نہوگی اگر بیہ کر کے سپرد کر دیا تو بیع صحیح ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر اجرت پر دیدیا تو بیع صحیح ہے کیونکہ بیع صحیح ہوگا اگرچہ اسکو مستاجر کے سپرد نہ کیا ہو اور اسی کو عامۃً مشائخ نے لیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مدت

فرد ہونے  
میں بیع صحیح  
تو بیع صحیح  
نہوگا  
مسئلہ وہ  
ہو جائیگا  
بیع صحیح  
نہوگا  
بیع صحیح  
نہوگا  
بیع صحیح  
نہوگا  
بیع صحیح  
نہوگا

خیار کے اندر بیع مشتری کو سپرد کردی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہو کہ اگر اختیار کی راہ سے سپرد کی ہو تو اسکا  
 خیار باطل ہوگا اور مشتری مالک ہوگا اور اگر مالک کو بینے کی راہ سے سپرد کی ہو تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ فقہوں  
 عادیہ میں لکھا ہو اور حاصل یہ ہو کہ اگر بائع کوئی ایسا فعل کرے کہ اگر وہ فعل میں کتنا تو بیع کی اجازت ہو جاتی تو  
 بیع میں ایسا فعل کرنے سے از روے ولایت کے بیع فسخ ہو جائیگی یہ بدائع میں لکھا ہو ایک شخص نے کوئی غلام بیچ  
 میں کے جو مشتری نے اپنے ذمہ رکھا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو تین دن تک خیار ہو پھر مدت خیار کے اندر  
 بائع نے مشتری کو شن بہہ کیا یا اسکو شن سے بری کر دیا یا اس شن کے عوض مشتری سے کوئی چیز خریدی تو اس کا  
 خریدنا اور بری کرنا اور بہہ کرنا سب صحیح ہو اور اسکا خیار باطل ہو جائے گا اس واسطے کہ جو شن ذمہ رکھا جائے وہ بمنزلہ  
 اسباب کے ہوتا ہے یہ فقائے قاضی خان میں لکھا ہو اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے بعض اُس شن کے جو اسکے ذمہ ہو  
 کوئی چیز چوکائی تو بھی خیار باطل ہو جائیگا یہ بدائع میں لکھا ہو اور اگر مشتری کے دے کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز  
 اس شن کے عوض خریدی تو بائع کا خیار باطل ہوگا اور خرید صحیح نہوگی اور اگر شن قرض تھا پھر مشتری نے اس کو  
 ادا کر دیا اور بائع نے اس پر قبضہ کر کے کچھ تصرف کیا تو اسکا خیار باطل ہوگا اور اسی طرح اگر بیع مشتری کو غیر کوئی  
 تو بھی خیار باطل ہوگا اور اگر خیار مشتری کے واسطے تھا اور بائع نے اسکو شن سے بری کیا تو امام ابو یوسف نے  
 کہا کہ اسکا بری کرنا صحیح نہیں اور امام محمد نے کہا ہو کہ اگر مدت خیار کے گزرنے یا مدت کے اندر خیار ساقط کرنے سے  
 دو دنوں کے درمیان بیع تمام ہو جائے تو بائع کا بری کرنا نافذ ہو جائیگا یہ فقائے قاضی خان میں لکھا ہو اور ایسے  
 مسئلوں میں حاصل کلام یہ ہو کہ اگر شن ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہو تو جب بائع شن پر قبضہ کر کے بیع  
 یا بہہ کے طور پر تصرف کر لیا تو یہ فعل بیع کا تمام کرنا شمار ہوگا اور اگر شن ایسی چیز ہو کہ جو معین کرنے سے متعین نہیں  
 ہوتی جیسے دباہم وغیرہ تو اس میں اگر بعد قبضہ کے مشتری یا کسی دوسرے کے ساتھ تصرف کر لے تو بیع کے تمام کرنے میں  
 شمار ہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے مشتری کے ساتھ کوئی تصرف کیا جیسے کہ شن کے عوض مشتری سے کوئی چیز خرید یا مثلاً شن پر  
 درج تھے اسکے بدلے سو دینار بطور بیع صرف کے خریدے تو یہ فعل بیع کے تمام کرنے میں شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو اور  
 اگر دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ اسکو دو دنوں میں خیار حاصل ہو اور مشتری نے دو دنوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک  
 دو دنوں میں سے مرگیا یا اسکا کوئی سقم پیدا ہوا تو باقی کی بیع جائز نہیں ہو اگرچہ بائع اور مشتری بیع کی اجازت پر  
 راضی ہو جائیں اس واسطے کہ جو بیع شرط خیار کے ساتھ ہو وہ حکم یعنی ملکیت کے حق میں منعقد نہیں ہوتی پس جب دو دنوں  
 میں سے ایک ہلاک ہو گیا تو باقی میں بیع کی اجازت گویا از سر نو ایک حصہ کے ساتھ عقد کرنا ہوگی اور یہ جائز نہیں ہو  
 اور اگر بائع نے دو دنوں غلاموں کی زندگی میں یہ کہا کہ میں نے اس خاص غلام کی بیع توڑ دی یا کہا کہ میں نے  
 ان میں سے ایک کی بیع توڑ دی تو اسکا اس طرح بیع کا توڑنا باطل ہوگا اور اسکو دو دنوں میں خیار باقی رہیگا اور  
 اسی طرح اگر ایک غلام اس شرط پر بیجا کہ اسکو تین دن تک خیار ہو پھر کہا کہ میں نے اسکے نصیب میں بیع توڑ دی تو  
 یہ بھی باطل ہوگا اگر کسی نے اندھے یا گڈر کچھ رین تین دن کے خیار شرط میں پھر مدت خیار کے اندر ان دنوں میں سے  
 بچے نکلے یا کچی کچھ رین پختہ ہو گئیں تو بیع باطل ہو جائیگی اور اس مسئلہ میں اگر مشتری کا خیار فرض کیا جائے تو اسکا  
 باقی رہیگا یہ فقائے قاضی خان میں لکھا ہو اسی صورت میں اگر خیار کسی کا نہ تو بیع باقی رہیگی اور مشتری کو اختیار ہوگا اگر

میں نے اس کو  
 بیع کر دیا  
 تو اس کا  
 خیار باطل  
 ہوگا

چاہے تو بیع قبول کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے یہ واقعات حاسمہ میں لکھا ہو ایک شخص نے کوئی زمین تین دن کے خیار  
شرط پر فروخت کی اور بائع نے تین پراد مشتری نے زمین پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تو زمین  
مشتری کے پاس قیضی ضمانت میں رہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ اپنے پورے حق حاصل کرنے کے واسطے جو سنے بائع  
کو دیا ہو زمین کو روک رکھے پس اگر بائع نے اس کے بعد مشتری کو اس زمین میں ایک سال تک زراعت کرنے کی اجازت  
دی اور مشتری نے اس میں کھیتی کی تو زمین مشتری کے پاس مالکیت ہو جائیگی اور بائع کو حق ادا کرنے سے پہلے اختیار  
ہوگا کہ جب چاہے مشتری سے نکال لے اور مشتری کو اپنے حق پورا لینے کے واسطے کہ جو اسکا بائع کے ذمہ جائے  
ہو زمین کے روکے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے زمین میں زراعت کی تو مشتری کو  
اختیار ہوگا کہ ایسی زمین کی اجرت کے حساب سے اسکو اپنے پاس رکھے اور کھیتی کٹنے کے وقت تک بائع کو اس  
زمین کے قبضہ میں لانے سے منع کرے اور اگر مشتری نے بعد کھیتی کرتے کے یہ ارادہ کیا کہ بائع کو زمین پر  
قبضہ کرنے سے منع کرے یہاں تک کہ اپنا حق اس سے واپس لے تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہوگا اور اگر مشتری  
نے کھیتی کے تیار ہونے تک ایسی زمین کی جو اجرت ہو اگر کئی ہو اس کے دینے سے انکار کیا اور کھیتی کے درخت  
انکار ڈالنے کو بھی ہر جائداد اور اس زمین کے مالک کھیتی کی ضمان لینے کا ارادہ کیا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہو  
بشرطیکہ زمین کے مالک نے اسکو کھیتی کی اجازت کھیتی تیار ہوتے تک دی ہو لیکن اگر زمین کا مالک کھیتی کے  
تیار ہو کر کھیتے تک اپنی زمین میں کھیتی کو بلا اجرت چھوڑ دے تو اس پر ضمان لازم نہ آئیگی یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی شخص  
نے ایک غلام بشرط اختیار یا پھر بائع نے اس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہو اگر گھر میں داخل ہو یا یہ کہا کہ اگر تو گھر  
میں داخل ہو پس تو آزاد ہو تو یہ کتابت کے توڑنے میں شمار نہ ہوگا اور اسی طرح اگر غلام سے کہا کہ تو یا یہ دوسرا غلام  
آزاد ہو یعنی یہ بھی بیع کا توڑنا نہ ہوگا اور یہ مسئلہ متقی میں مذکور ہو اور اسلاخیر صورت کی نسبت ہشام اور بشر نے  
امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہو کہ جب مدت خیار کی بیع ٹوٹنے سے پہلے گزر جائیگی تو بیع واجب ہو جائیگی اور وہ  
دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر عی کی بیع میں خیار کی شرط عقی پھر بائع اسکو بیعنے کے کام میں لایا  
تو بیع منع ہوئی اور اگر مشتری نے اپنے خیار میں عی سے اسواسطے پیسا کہ یہ معلوم ہو کہ اس عی سے کس قدر پیسا جاسکتا  
ہو تو اسکا خیار ساقط نہ ہوگا اور اگر اس سے زیادہ پیسا تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا۔ فقہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک نے بیع  
دن سے زیادہ پسند یا دینی میں شمار ہو اور اس سے کم کی میں شمار ہو کہ اس سے خیار باطل نہیں ہوتا یہ مختار الفقہاء  
میں لکھا ہو۔ اگر بیع قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو بیع باطل ہو جائیگی خواہ خیار صرف بائع کو ہو یا صرف مشتری  
کو یا دونوں کو حاصل ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہلاک ہو پس اگر خیار بائع کو تھا تو بیع باطل ہو جائیگی اسلئے کہ بیع کی  
ایسی حالت ہو گئی کہ اس پر انشاء عقد کرنے کی گنجائش نہیں ہو تو عقد کی اجازت دینے کی گنجائش بھی نہ ہوگی پس  
بیع بالضرر منع ہو جائیگی پھر اگر وہ شوشلی نہیں ہو تو مشتری کو قبضہ دینی لازم آئیگی اور اگر شوشلی ہو تو اسکا مثل واجب  
ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں خیار مشتری کا ہو تو بیع باطل نہ ہوگی لیکن خیار باطل ہو جائے گا اور بیع لازم  
ہوگی اور مشتری پر حق واجب ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہو اور متقی میں مذکور ہو کہ ایک شخص نے دوسرے  
کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اس شرط پر کہ اسکو خیار حاصل ہو اور وہ باندی مشتری کو دی پھر مدت خیار کے

یعنی اس کے  
 علاج ہونے  
 پر قیمت دینا  
 یہ سب علی بن  
 ابی طالب سے  
 ہے  
 یعنی اس کے  
 علاج ہونے  
 پر قیمت دینا  
 یہ سب علی بن  
 ابی طالب سے  
 ہے

اند مشتری نے اسکو آزاد کر دیا یا کسی سے اسکا نکاح کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا اور اسکا نکاح کر دینا بھی جائز نہیں ہو کیونکہ جب بائع نے بیع کی اجازت دی تو اس باندی کی فرج مشتری کے واسطے حلال کر دی ہیں دوسرے شخص سے اسکا نکاح ٹوٹ گیا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ وہ باندی باکرہ تھی اور اس کے شوہر نے اس سے وطی کرنی پھر بائع نے باندی کی بیع توڑ دی اور وطی کرنے کے سبب اس باندی میں سوہم کا نقصان آگیا ہو اور اس وطی کا مہر سوہم ہیں تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے شوہر کا دامنگیر ہو کہ پورا مہر لے لیوے اور شوہر اسکو کسی سے واپس نہ لے سکے گا اور اگر چاہے تو مشتری کا دامنگیر ہو کر وطی کا نقصان لے لیوے سوہم لے اور پھر مشتری اس سوہم کو جو اس نے ضمان میں دیے ہیں اس باندی کے شوہر وطی کرنے والے سے واپس لے لیا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بائع نے باندی مشتری کو نہیں دی اور باندی بائع کے قبضہ میں تھی کہ مشتری نے کسی کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا اور اسکے شوہر نے اس سے وطی کی پھر بائع نے بیع کی اجازت دی اور باندی کے قبضہ ہونے کی وجہ سے وطی سے اس میں کچھ نقصان نہیں آیا تو نکاح فاسد ہو اگر مشتری اس نکاح کو فسخ کرے تو فسخ ہو جائیگا اور اگر فسخ نہ کرے تو فسخ نہ ہوگا اس واسطے کہ بائع نے جب بیع کی اجازت دی تو فسخ اسکی مشتری کے واسطے حلال نہیں ہوئی اور اگر مشتری اسکے نکاح کو فسخ کر دے تو اس وطی کرنے والے کو مہر مثل دینا پڑے گا اور بسبب اس وطی کے جو بائع کے پاس واقع ہوئی مشتری کو باندی پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اس جہت سے کہ وطی سے اس میں نقصان نہیں آیا اور اگر وطی نہ ہو واقع ہو تو عیب میں شمار ہوگی کہ جسکے سبب سے اسکو واپس کر سکتا ہو یہ عیب میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک گھر فروخت کیا اس شرط پر کہ اسکو تین دن تک اختیار حاصل ہو پھر مشتری نے چند مہم معین یا کوئی اسباب معین دینے پر بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ اپنا اختیار توڑ کر بیع پوری کر دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ زیادتی میں زیادتی لگائی جاوے گی اور اگر اختیار مشتری کا تھا اور بائع نے جبار توڑ دینے پر اس طرح صلح کی کہ میں تم سے اس قدر کم کر دوں گا یا یہ اسباب خاص بیع میں بڑھا دوں گا تو بھی بیع جائز ہو یہ خانہ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی غلام ہزار مہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک کا اختیار حاصل ہو پھر مشتری نے بیع میں ہون کے سود پنا دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع ضرر بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہو کہ اسکے دینا د واپس کرے یہ عیب میں لکھا ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے سوال کیا کہ کسی شخص نے ایک مکان تین دن کے اختیار شرط پر بیچا اور مشتری اپنے گھر میں چھپ رہا اس غرض سے کہ تین دن گزر جائیں اور بیع واجب ہو جائے تو ایسی صورت میں کیا منادی بھیجا جائیگا امام نے فرمایا کہ ہاں میں اسکے طرف منادی بھیجوں گا پس اگر وہ ظاہر ہو گیا تو بہتر وہ اسکا اختیار باطل کر دوں گا اگر یہ کہ وہ تین دن کے اندر حاضر ہو جائے پھر میں نے کہا کہ اگر ختم تین دن نہ آیا اور تیسرے دن ایسے وقت آیا کہ تم منادی نہیں بھیج سکتے ہو اور تم سے یہ درخواست کی کہ اختیار باطل کر دو تو امام نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کر دوں گا پھر میں نے کہا کہ اگر ختم بیان کرے کہ میں نے منادی کی اور اشہاد کیا پھر وہ مجھے چھپ گیا تو تم میری اس بات پر گواہی کرو۔ تو امام نے فرمایا کہ میں کون کا کہ لوگو گواہ رہو کہ یہ شخص بیان کرتا ہو کہ مجھے جس سے جھگڑا ہو میں نے اس کی تین دن تک منادی کی کہ میں ہر روز

۲  
 اگر مشتری نے اسکو آزاد کر دیا یا کسی سے اسکا نکاح کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا اور اسکا نکاح کر دینا بھی جائز نہیں ہو کیونکہ جب بائع نے بیع کی اجازت دی تو اس باندی کی فرج مشتری کے واسطے حلال کر دی ہیں دوسرے شخص سے اسکا نکاح ٹوٹ گیا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ وہ باندی باکرہ تھی اور اس کے شوہر نے اس سے وطی کرنی پھر بائع نے باندی کی بیع توڑ دی اور وطی کرنے کے سبب اس باندی میں سوہم کا نقصان آگیا ہو اور اس وطی کا مہر سوہم ہیں تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے شوہر کا دامنگیر ہو کہ پورا مہر لے لیوے اور شوہر اسکو کسی سے واپس نہ لے سکے گا اور اگر چاہے تو مشتری کا دامنگیر ہو کر وطی کا نقصان لے لیوے سوہم لے اور پھر مشتری اس سوہم کو جو اس نے ضمان میں دیے ہیں اس باندی کے شوہر وطی کرنے والے سے واپس لے لیا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بائع نے باندی مشتری کو نہیں دی اور باندی بائع کے قبضہ میں تھی کہ مشتری نے کسی کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا اور اسکے شوہر نے اس سے وطی کی پھر بائع نے بیع کی اجازت دی اور باندی کے قبضہ ہونے کی وجہ سے وطی سے اس میں کچھ نقصان نہیں آیا تو نکاح فاسد ہو اگر مشتری اس نکاح کو فسخ کرے تو فسخ ہو جائیگا اور اگر فسخ نہ کرے تو فسخ نہ ہوگا اس واسطے کہ بائع نے جب بیع کی اجازت دی تو فسخ اسکی مشتری کے واسطے حلال نہیں ہوئی اور اگر مشتری اسکے نکاح کو فسخ کر دے تو اس وطی کرنے والے کو مہر مثل دینا پڑے گا اور بسبب اس وطی کے جو بائع کے پاس واقع ہوئی مشتری کو باندی پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اس جہت سے کہ وطی سے اس میں نقصان نہیں آیا اور اگر وطی نہ ہو واقع ہو تو عیب میں شمار ہوگی کہ جسکے سبب سے اسکو واپس کر سکتا ہو یہ عیب میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک گھر فروخت کیا اس شرط پر کہ اسکو تین دن تک اختیار حاصل ہو پھر مشتری نے چند مہم معین یا کوئی اسباب معین دینے پر بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ اپنا اختیار توڑ کر بیع پوری کر دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ زیادتی میں زیادتی لگائی جاوے گی اور اگر اختیار مشتری کا تھا اور بائع نے جبار توڑ دینے پر اس طرح صلح کی کہ میں تم سے اس قدر کم کر دوں گا یا یہ اسباب خاص بیع میں بڑھا دوں گا تو بھی بیع جائز ہو یہ خانہ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی غلام ہزار مہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک کا اختیار حاصل ہو پھر مشتری نے بیع میں ہون کے سود پنا دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع ضرر بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہو کہ اسکے دینا د واپس کرے یہ عیب میں لکھا ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے سوال کیا کہ کسی شخص نے ایک مکان تین دن کے اختیار شرط پر بیچا اور مشتری اپنے گھر میں چھپ رہا اس غرض سے کہ تین دن گزر جائیں اور بیع واجب ہو جائے تو ایسی صورت میں کیا منادی بھیجا جائیگا امام نے فرمایا کہ ہاں میں اسکے طرف منادی بھیجوں گا پس اگر وہ ظاہر ہو گیا تو بہتر وہ اسکا اختیار باطل کر دوں گا اگر یہ کہ وہ تین دن کے اندر حاضر ہو جائے پھر میں نے کہا کہ اگر ختم تین دن نہ آیا اور تیسرے دن ایسے وقت آیا کہ تم منادی نہیں بھیج سکتے ہو اور تم سے یہ درخواست کی کہ اختیار باطل کر دو تو امام نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کر دوں گا پھر میں نے کہا کہ اگر ختم بیان کرے کہ میں نے منادی کی اور اشہاد کیا پھر وہ مجھے چھپ گیا تو تم میری اس بات پر گواہی کرو۔ تو امام نے فرمایا کہ میں کون کا کہ لوگو گواہ رہو کہ یہ شخص بیان کرتا ہو کہ مجھے جس سے جھگڑا ہو میں نے اس کی تین دن تک منادی کی کہ میں ہر روز



اُنکے پاس جاتا تھا اور منادی کرتا تھا پس وہ مجھے چھپ جاتا تھا پس جیسا یہ کہتا ہو کہ اگر ایسا ہی ہو تو میں نے خیار باطل کر دیا پھر اگر اسکے بعد مشتری ظاہر ہوا اور اُسے انکار کیا تو میں مدعی سے خیار اور منادی کرنے پر گواہ طلب کر دینا گاہ ذہن لکھا ہو۔ کسی شخص نے ایک چیز میں دن کے خیار شرط پر خریدی اور تین دن کے اندر بائع سے کوڑا نہ ہر گیا تاکہ بیع پھیر دے پس بائع اُس سے چھپ گیا اور مشتری نے قاضی سے درخواست کی کہ بائع کی طرف سے ختم قائم کر کے اُسکو بیع پھیر دیا جائے تو فقہانے اس باب میں اختلاف کیا جو حضرات نے کہا کہ قاضی ختم قائم کرے یا مشتری کی رعایت سے اور محمد ابن سلمہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکی درخواست قبول نہ کرے کیونکہ مشتری نے جب خریدا اور پوشیدہ ہو جانے کے احتمال کے باوجود کوئی کفیل بائع سے نہ لیا تو اُس نے اپنی رعایت خود ترک کر دی پس اُس کی رعایت نہ کیجاو گی پس اگر قاضی نے کوئی ختم قرار دیا اور مشتری نے قاضی سے منادی کرنے والے کی درخواست کی تو امام محمد رحمہ اللہ اس باب میں دو روایتیں آئیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ قاضی اس درخواست کو قبول کر کے بائع کے مدوا نہ پر ایک منادی بھیجے کہ وہ جا کر پکارے کہ قاضی کہتا ہے کہ فلاں ختم تیرا تجھ پر بیع واپس کرنا چاہتا ہے پس اگر تو حاضر نہ ہو تو ہر وہ میں بیع توڑ دوں گا پس قاضی بدون منادی کے بیع نہ توڑیگا اور دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ قاضی منادی کی درخواست بھی قبول نہ کرے پھر امام محمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مشتری کو کیا کرنا چاہیے تو انھوں نے کہا کہ اگر مشتری کو یہ چاہیے کہ جب اُسکو بائع کے غائب ہو جانے کا خوف ہو تو بائع سے کوئی قطعہ وکیل لیکر اپنی مضبوطی کرنے تاکہ اگر بائع چھپ جائے تو وکیل کو واپس کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جو جگہ بگڑ جاتی ہو اس شرط پر کہ تین دن تک کا خیار ہو تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہ کیا جائے اور استحسان کے رو سے مشتری سے کہا جائے گا کہ یا بیع فسخ کرے یا بیع کو لے لے اور تجھ پر کوئی ثمن واجب نہ ہوگا تا وقتیکہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس بگڑ جائے اور یہ اس واسطے کہ دونوں طرف کا ضرر دفع ہو یہ فسخ اشدیر مین لکھا ہو۔ اگر کسی ایسی چیز کو کہ جو جگہ بگڑ جاتی ہو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کر لے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہو گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے مشتری کو اُسکا خریدنا حلال ہو اگرچہ وہ اسکے پہلے فروخت ہونے سے آگاہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو اگر بائع یا مشتری کسی کو خیار حاصل تھا اُسے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ اگر میں آج ایسا نہ کروں تو میرا خیار باطل ہو تو اُسکا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر ایسی شرط خیار عیب مین لگائی تو بھی یہ حکم ہو اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنا خیار کل آئندہ مین باطل کر دیا یا کہا کہ میں نے اپنا خیار باطل کر دیا جو وقت کل کا روز آوے گا پس کل کا دن آیا تو متقی مین مذکور ہو کہ اُسکا خیار باطل ہو جائے گا اور یہ قول پہلے قول کے مثل نہیں ہو کیونکہ یہ وقت لامحالہ آوے گا بخلاف منہبہلی صورت کے یہ تعبیر مین لکھا ہو اگر ایک باندی ابوصی ایک غلام کے فروخت کی اس شرط پر کہ بائع کو باندی مین خیار حاصل ہو تو غلام کا ہبہ کرنا یا نحاس مین پیش کرنا بیع کی اجازت مین شمار ہوگا اور باندی کا بیع کے واسطے پیش کرنا صحیح قول کے موافق بیع کی فسخ ہو یہ بھر الرائق مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی بشرط خیار رسولی پھر اُسکے سوا دوسری

بیع  
رہ  
فسخ  
بیع  
مہ

باندی بائع کو واپس دیکر کہا کہ یہ وہی ہے جو میں نے تجھے خریدی تھی تو قول مشتری کا معتبر ہو گا اور بائع کو جائز ہو کہ اسکو اپنی ملکیت میں لیوے اور اس سے وطی کرے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ بشرح لے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شیرہ انگور اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو خیار حاصل ہے اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس شراب ہو گیا تو بیع ٹوٹ گئی اس مسئلہ کو متقی میں ذکر کر کے کہا کہ مشتری شیرہ انگور کا بائع کے واسطے خاص ہو گا اور اسی طرح امام محمد رحمہ سے مروی ہے۔ حاکم ابو الفضل کہتے ہیں کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ بائع اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر وہ تین روز گزر گئے تک خاموش رہے تو مشتری کو بیع لازم ہوگی پھر اس بنا پر کہ جو بشرح نے روایت کی ہے کہ بیع ٹوٹ جائیگی فرمایا کہ اگر ان دونوں نے باہم جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ وہ شراب سرکہ ہو گئی پھر بائع نے اپنے خیار کے موافق بیع کو لازم کرنا اختیار کیا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہے اور مشہور روایت کے موافق مشتری کا راضی ہونا اختیار نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے متقی میں مذکور ہے کہ ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع کو خیار حاصل ہے پھر اس غلام کو تجارت میں کرنے کی اجازت دی تو یہ فعل بیع ٹوٹنے میں شمار نہوگا مگر اس صورت میں بیع ٹوٹ جائیگی کہ اگر غلام پر کچھ قرض ہو جائے اور بعد قرض ہو جانے کے اگر بیع تمام کرنی چاہے تو حجتاً نہ ہوگا یہ محیط مخیری میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنا غلام تین دن کے خیار شرط پر فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر اسکو مشتری کے پاس سے غصب کر لیا تو یہ کام بیع کے فسخ اور خیار کے باطل کرنے میں شمار نہوگا یہ فضول عمادیہ کی تجویز میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر کہ بائع کو خیار حاصل ہے فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور غلام نے مشتری کے پاس کسی کو قتل کر ڈالا اور غلام بھی مر گیا اور مشتری نے اسکی قیمت بائع کو دیدی تو خون کے وارث بائع سے قیمت لے لینگے اور بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے اسکے مثل لے لیوے اور یہ صورت نمبرز غصب کے ہے۔ کسی نے ایک غلام خیار کی شرط پر بیچا اور غلام اس کے قبضہ میں ہے پھر تین دن کے اندر کہا کہ میں نے بیع کو فسخ کر دیا پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے بیع کو تمام کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا کہ تو بیع استمانہ جائز ہے اور اگر ایسی صورت میں بائع نے بیع میں کچھ نقصان پیدا کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں اسکو اسی طرح لے لوں گا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اگر بائع اسکو سپرد کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر بیع کو کسی اجنبی نے ہلاک کر دیا اور خیار بائع کا تھا تو بیع فسخ نہوگی اور بائع کا خیار باقی رہیگا خواہ بیع مشتری کے قبضہ میں ہو یا بائع کے قبضہ میں ہو پس اگر بائع چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور ہلاک کرنے والے کا دامگیری ہو کر ضمان لے لے اور اسی طرح اگر بیع کو مشتری نے ہلاک کیا تو بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے اور مشتری سے ضمان لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر من لے لے اور اگر بیع میں بائع کے پاس کچھ عیب آگیا تو یہ عیب اگر آسانی آفت سے یا خرید کے فعل سے ہو تو بیع باطل نہوگی اور بائع کو خیار باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور اگر چاہے تو اجازت دے پس اگر اس نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ اگر چاہے تو بیع پر سے من میں لے لے ورنہ ترک کر دے کیونکہ بیع قبضہ سے پہلے متغیر ہو گئی اور اگر اس صورت میں بائع کے فعل سے عیب آگیا ہو تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے عیب آگیا تو بیع باطل نہوگی اور بائع اپنے خیار پر باقی رہیگا

در بیان اجازت  
بائع در خیار  
بفرض بیع  
۱۱۴۰

اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر کے عیب پیدا کرنے والے کا دامن گیر ہو کر جرمانہ لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر مشتری سے ثمن حاصل کرے اور مشتری عیب پیدا کرنے والے سے جرمانہ لے اور اسی طرح عیب اگر مشتری کے فعل سے پیدا ہوا تو بھی بیع باطل نہ ہوگی اور باطل کو خیار رہے گا اگر چاہے تو فسخ کر کے مشتری سے قیمت لے اور اگر چاہے تو اجازت دیکر اس سے ثمن حاصل کرے اور اسی طرح اگر بیع مشتری کے قبضہ میں کسی اجنبی یا مشتری کے فعل یا آسانی آفت سے عیب دار ہو گئی تو بھی باطل اپنے خیار پر رہے گا اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیوے ورنہ چاہے تو فسخ کر دے پس اگر اس نے اجازت دی تو مشتری سے پورا ثمن لے لے گا اور مشتری اجنبی سے جرمانہ لے گا اگر عیب اس کے فعل سے ہوا ہو اور اگر باطل نے بیع فسخ کر دی تو عیب اگر فعل مشتری یا آفت آسانی سے ہوا تو باطل اس عیب دار بیع اور جرمانہ کو مشتری سے لے گا اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے ہوا تو باطل کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے جرمانہ مشتری سے لے ورنہ اجنبی سے لے ولیکن مشتری جو جرمانہ دے گا وہ اجنبی سے واپس لے گا یہ باطل میں لکھا ہے۔ اور ابو سلیمان نے امام ابو یوسف رحمہ سے امالی میں روایت کی ہے کہ اگر بیع باطل کے قبضہ میں کوئی جرم کرے اور خیار باطل کا ہو تو اگر باطل بیع کو توڑے پس باطل یا بیع کو دے گا یا اسکا فدیہ دے گا اگر اس نے بیع باقی رکھی یا خاموش رہا یا تنگ کر دے تو مشتری لے اس کو قبول کیا اور اس کے عیب جرم پر راضی ہو گیا تو مشتری جرم میں یا بیع کو دے گا یا اسکا فدیہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنا بیٹا اس شرط پر خریدا کہ باطل کو خیار حاصل ہو پھر مشتری مر گیا اور باطل نے بیع کی اجازت پر ہی تو بیٹا آزاد ہو جائیگا اور اپنے باپ کا وارث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر محاسب یا ماذون نے کوئی چیز فروخت کی اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کی اور مدت خیار میں مکاتب اپنی کتابت سے عاجز ہوا یا ماذون اپنی اجازت سے مجبور کیا گیا تو بیع لازم ہو جائیگی اور بالاتفاق خیار باطل ہو جائیگا یہ بیع میں لکھا ہے۔ کوئی بکری تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی پھر باطل نے مدت خیار میں اس کے پشم کاٹ لیے تو یہ بیع توڑنے میں شمار ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے ایک باندی فروخت کی اور باندی اسی کے پاس شبہ میں وطن کی گئی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے تین دن کے خیار شرط پر ایک باندی فروخت کی پھر اس باندی نے باطل یا مشتری کے پاس کچھ مال حاصل کیا یا اس کے کچھ اولاد ہوئی تو یہ ذواید اصل کے ساتھ ملا دیے جائیں گے یعنی اگر بیع تمام ہو تو یہ کل مشتری کے ہونگے اور اگر فسخ ہو جائے تو باطل کے ہون گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور واضح ہو کہ اگر خیار مشتری کا ہو تو اس بیع کا نافذ ہونا ان تین صورتوں کے ساتھ جو مذکور ہوئیں اور ان کے سوا ایک اور صورت کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مشتری بیع میں مالکانہ تصرف کرے اور قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ ہر فعل کہ مشتری نے اپنے بشرط خیار کے ساتھ بیع میں کیا اگر وہ فعل ایسا ہو کہ مشتری امتحان کے واسطے اس کے کرنے کا محتاج تھا اور کسی حال میں اس فعل کا کرنا ایسی چیز میں جو ملک نہیں ہو حلال بھی تھا تو ایسے فعل کا ایک بار کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل نہیں ہے اور اسکا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر امتحان کے واسطے اس فعل کا محتاج نہ تھا یا محتاج تھا مگر غیر ملک میں وہ فعل کسی حال میں جائز نہیں ہے تو ایسا فعل کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل ہی نہ ہو

کتاب  
بندیہ  
باب ششم  
فی الخیار  
صفحہ ۷۰

میں لکھا ہو کسی غلام کی خرید میں اگر خیار مشتری کا تھا اور اسے اسکو فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکتب یا رہن کیا یا اسکو ہبہ کیا خواہ سپہ و کیا ہو یا نہ کیا ہو یا اسکو اجرت پر دیا تو یہ سب باقین مشتری کی طرف سے اجازت بیع میں شمار ہوں گی کیونکہ ایسے تصرفات خاص کر ملک میں ہوتے ہیں یہ نہایت میں لکھا ہو۔ اور یہی حکم ہو اگر غلام میں سے کچھ آزاد کر دیا ہو یہ نہرالفائق میں لکھا ہو۔ وطن کرنا یا شہوت سے بوسہ لینا یا شہوت سے مباشرت کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کی فرج کی طرف دیکھنا سب مشتری کی طرف سے اجازت میں شمار ہو لیکن بدون شہوت کے چھوٹا اور اسکی فرج کی طرف دیکھنا اجازت میں شمار نہوگا۔ بدائع میں لکھا ہے اور اگر باقی اعضاء کی طرف شہوت سے دیکھا تو خیار ساقط نہوگا کیونکہ امتحان میں اسکی ضرورت ہو بھلا باغ کے کہ اگر اسنے بلا شہوت کے باقی اعضاء کو چھوایا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا شہوت کے ساتھ اس کے باقی اعضاء کی طرف دیکھا تو اسکا خیار ساقط ہو جانا واجب ہو کیونکہ اسکو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہو اور یہ بدن ملک کے حلال نہیں ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ اور شہوت کی تعریف معتبرہ ہو کہ اس کے آزاد تناسل کو انتشار ہو یا اسکا انتقال بڑھ جائے اور بعضوں نے کہا ہو کہ قلب سے خواہش ہو اور انتشار شرط نہیں ہو یہ سراج الوداع میں لکھا ہو کسی شخص نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہو پھر مشتری نے اسکا بوسہ لیا یا اسکو چھوایا یا اس کی فرج دیکھی پھر اس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ یہ کام شہوت کے ساتھ نہ تھا تو قسم کے ساتھ اسکا قول معتبر رکھا جائیگا اسی طرح امام محمد سے متقی میں روایت ہو۔ پھر کہا کہ یہ بات ظاہر ہو کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کا بوسہ لے یا اس کو چھوے یا اسکی فرج دیکھے اور کہے کہ شہوت سے نہ تھا تو اسکا قول معتبر ہوتا ہو ایسا ہی اس صورت میں بھی معتبر ہوگا اور اگر مباشرت بلا وطن واقع ہوئی پھر کہا کہ یہ بلا شہوت تھی تو اسکا قول قبول ہوگا اور صدر الشہید بوسہ کے باب میں کہتے تھے کہ حرمت معاہدہ کا فتویٰ دیا جائیگا تا وقتیکہ اسکا بلا شہوت ہو تا شامت نہو اور چھو نے اور فرج کے دیکھنے کے باب میں کہتے تھے کہ ایسا فتویٰ نہ دیا جائیگا تا وقتیکہ اسکا شہوت سے نہو تا ظاہر ہو پس صدر الشہید کے قول کے قیاس پر واجب ہو کہ اس مسئلہ میں مشتری نے اگر اس باندی کا بوسہ لیا اور کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو اسکا قول قبول نہ کیا جائے اور اسکا خیار ساقط ہو جائے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر مشتری نے اسکا بوسہ لیا اور کہا کہ بدن شہوت کے تھا پس اگر منہ میں لیا ہو تو اس کا قول قبول ہوگا اور اگر باقی بدن میں لیا ہو تو اسکا قول قبول ہوگا اور خیار باقی رہیگا یہ سراج الوداع میں لکھا ہو صدر الشہید نے کتاب البیوع میں لکھا ہو کہ اگر باندی نے مشتری کے عضو تناسل کو دیکھا یا مشتری کا بوسہ لیا یا اسکو شہوت سے چھوا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ کام اسے شہوت سے کیے ہیں پس اگر مشتری نے اپنے اوپر ان کاموں کے کرنے کا قیود پدیا تھا تو بالاتفاق اسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے قیود نہ دیا اور وہ اسکو مکروہ جاننا تھا اور باندی ایسا کر گزری تو بھی امام اعظم کے نزدیک یہی حکم ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا واقعہ بیع کی اجازت نہوگا اور امام محمد نے فرمایا ہو کہ باندی کی طرف سے کسی طرح سے فعل ہو بیع کی اجازت نہیں ہوتا ہو اور اس بات پر جامع ہو کہ اگر مشتری کے سونے کی حالت میں باندی نے اس سے جامع کر لیا کہ اپنی فرج میں اسکا عضو تناسل داخل کر لیا تو مشتری کا خیار ساقط ہو جائیگا یہ بدائع میں لکھا ہو



اگر خریدی ہوئی باندی کو اپنے بستر پر بلایا تو اسکا خیار باطل نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اسکا نکاح کر دیا ہو لیکن اگر اسکا شوہر اس سے وطی کرے تو خیار باطل ہو جائیگا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر خیار مشتری کا ہو اور اسباب اس کے قبضہ میں ہو اور اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جائے جو دو نہیں ہو سکتا تو بیع لازم ہو جائیگی اور خیار باطل ہو جائیگا خواہ یہ عیب بائع کے فعل سے ہو یا نہ ہو یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف کا ہے یہ ظہیر بن غلبہ کی ہے اور اگر وہ عیب دور ہو سکتا ہے جیسے مرض تو مشتری کو بیع فسخ کرنے اور تمام کرنے کا اختیار رہیگا اور فسخ اسی صورت میں کر سکتا ہے کہ مدت خیار کے اندر عیب جاتا رہے اور اگر باقی رہے اور مدت گزر جائے تو فسخ کا اختیار نہ ہوگا اور بیع لازم ہو جائیگی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر غلام بیمار ہو اور خیار مشتری کا تھا پھر اس سے بائع سے ملاقات کر کے کہا کہ میں نے بیع توڑ دی اور غلام تجھ کو واپس یا اور بائع نے قبول نہ کیا اور نہ غلام پر قبضہ کیا پس اگر مدت گزر گئی اور غلام مر گیا تو مشتری کو لینا لازم ہے اور اگر مدت خیار میں اچھا ہو گیا اور مشتری واپس نہ کرنے پایا تھا کہ مدت گزر گئی تو مشتری کو اس گتھو کی وجہ سے جو بائع سے روکے باب میں کر چکا ہو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ بیع اقلدین میں لکھا ہے۔ اگر مشتری کے قبضہ میں مدت خیار کے اندر بیع میں کچھ زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی اصل شو سے پیدا ہوئی ہو اور اسی کے ساتھ متصل ہو جیسے کہ موت ہونا یا مرض سے اچھا ہو جانا یا آنکھ سے جلا جانا تو ایسی زیادتی کی وجہ سے بیع واپس نہیں ہو سکتی اور فسخ بیع نہیں ہو سکتی یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ جو اصل سے متصل ہو مگر اس سے پیدا نہیں ہو جیسے کپڑے کا رنگ اور سلامتی اور ستون کے ساتھ مسکہ اور زمین کے ساتھ عمارت یا درخت لگانا تو ایسی زیادتی بالاتفاق واپس کرنے کی مانع ہے اور اسی طرح اگر زیادتی اصل سے پیدا ہو مگر اس سے جدا ہو جیسے بچہ اور دو حصہ اور اون یا شہبہ سے وطی کا مہر و ارش وغیرہ تو یہ بھی واپس کرنے کی مانع ہیں یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔ اور جو زیادتی کہ اصل سے پیدا ہو اور اس سے جدا ہو جیسے کسب و کاریہ وغیرہ تو یہ بالاتفاق روکی مانع نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے بیع کو اختیار کیا تو بالاتفاق زیادتی مع اصل اسی کی ہے اور اگر فسخ بیع کو اختیار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زیادتی مع اصل واپس کرے اور صاحبین نے کہا کہ فقط اصل کو واپس کرے اور زیادتی مشتری کی ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر بیع چوپایہ ہو اور خیار مشتری کا ہو اور وہ اس پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اس کی چال اور قوت دریافت کرے یا بیع کپڑا ہو اور اس کو اس غرض سے پہنا کہ اسکی مقدار معلوم کرے یا وہ باندی تھی کہ اسکا حال معلوم کرنے کے واسطے اس سے خدمت لی تو مشتری اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر چال اور قوت دریافت کرنے سے زیادہ سوار ہوا تو یہ بھی رضامندی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور خدمت لینے سے خیار باقی رہنا مصوقت ہے کہ تھوڑی خدمت لی ہو اور اگر امتحان سے زیادہ خدمت لی تو بیع کے اختیار کرنے میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کپڑا سردی کی تکلیف دور کرنے کے واسطے لپٹا تو اسکا خیار باطل ہو گیا یہ ظہیر بن غلبہ میں لکھا ہے۔ اور اگر جانور پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اسکو پانی پلاوے یا اسکے لیے چارہ لادے یا یہ کہ اسکو بائع کو واپس نہ دے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ اجازت بیع میں شمار ہو لیکن استصحاباً اجازت نہ ہوگی اور خیار

نقد زبان  
کئی طرح  
نہیں کی

باقی رہیگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ بعض فقہانے کہا کہ خیار باقی رہنا اسی وقت ہے کہ واپس کرنا یا پانی پلانا یا چارہ لانا بدون اسپر سوار ہوئے ممکن نہو اور اگر بلا سوا، ی ممکن ہو تو خیار باطل ہو جائیگا اور اسی طرح چارہ لادنے کے واسطے سوار ہونا یعنی اگر چارہ ایک گٹھری میں ہو تو اسکا بوجھ ایک طرف ہو گا پس اگر دوسری طرف بوجھ دینے کے واسطے خود سوار ہوا تو خیار باطل نہوگا اور اگر دونوں طرف دو گٹھریاں ہوں اور خود سوار ہوا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ مسئلہ سیر کبیر میں لکھا ہے۔ کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر بانوی سے دوبارہ خدمت لی پس اگر بہ خدمت پہلی قسم کی خدمت میں سے ہو تو یہ بیع کا اختیار کرنا ہی اور اگر دوسری قسم میں سے ہو تو اختیار کرنا نہیں ہے اور خدمت لینے میں ذبردستی کرنا اول ہی مرتبہ میں بیع کے اختیار کرنے میں شمار ہوگا اور امام محمد رحمہ نے خدمت لینے کی صورت کتاب الاجازات میں اس طرح بیان کی ہے کہ باندی کو حکم کرے کہ یہ اسباب کوٹھے پر بیجا یا اوپر سے نیچے اتار لایا میرے سامنے یہ کام چالاک سے کر یا میرے پاؤں داب بشرطیکہ شہوت سے نہو یا کھانا یا روٹی بچکانے کا حکم دیا بشرطیکہ حقوٹ اکام ہو اور اگر عادت سے زیادہ کھانے اور روٹی بچکانے کا حکم دیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گھوڑے پر اسکی رفتار معلوم کرنے کو سوار ہوا پھر اسپر دوبارہ سوار ہوا پس اگر دوبارہ اسکی دوسری طرح سے چال معلوم کرنے کو سوار ہوا جیسے کہ پہلی مرتبہ اسواسطے سوار ہوا کہ اسکا خوش رفتار ہونا دریافت کرے پھر دوبارہ اسکی چوڑائی دریافت کرنے کے واسطے سوار ہوا تو اسکا خیار باقی رہیگا اور کپڑے کو اگر ایک بار لمبائی چوڑائی دریافت کرنے کی غرض سے پہنا تھا پھر دوبارہ پہنا تو خیار جاتا رہیگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر زمین مع کھیتی کے مولیٰ پھر کھیتی کو پانی دیا یا اس میں سے کچھ چنایا اسکو کاٹنا یا اسکو فروخت کرنے کے واسطے پیش کیا تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر اندازہ کرنے کے واسطے پیش کیا ہو تو باطل نہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور اگر زمین کے اندر خرے کے درخت تھے پھر وہ کاٹ ڈالے یا ان میں پھل آئیگا تو وہ دیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ زمین میں کھیتی بونا یا اسکو کھیتی کے واسطے آراستہ کرنا اگر مشتری کی طرف سے ہو تو بیع پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو بیع میں شمار ہے اور اگر نہ رعایت بخفی اور اس سے سنبھا جیسے کہ پہلے پانی دینا تھا تو اسکا خیار جاتا رہیگا اور اسی طرح اگر اسکو مستعار دیا یا اجرت پر دیدیا تو اسکا خیار جاتا رہیگا خواہ اس سے ملگنے والے نے سنبھا ہو یا نہ سنبھا ہو یہ تاتار خانہ میں فتاویٰ سے عتاب سے منقول ہے اور نہ اگارتا اور کنوان پائنام اسکے خیار کو ساقط کرتا ہے اور اگر کنوان گر گیا پھر اسکو بنا دیا تو دوبارہ اسکا خیار باطل نہ آئیگا نہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی زمین کی نہر میں سے اپنے چوپایوں کو پانی پلایا یا خود پیا تو اسکا خیار نہ جائیگا کیونکہ یہ مباح ہے اور اگر اس زمین کے نہر سے دوسری زمین کو پانی دیا تو یہ مشتری کی طرف سے راضی ہونے میں شمار ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی دوسرے نے اسکی تلافی منگی میں پانی دیدیا ہو اور اگر مشتری کی بکریاں گھاس چر گئیں تو اسکا خیار جاتا رہیگا اور اگر دوسرے لوگوں کی بکریاں چر گئیں تو حکم اسکے برخلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی کنواں یا نہر خیار کی شرط پر خریدی پھر کنوین میں بکری گر کر مر گئی یا پلیدی یا کوئی ایسی چیز جس سے پانی پلید ہو جاتا ہے اس میں جا پڑی تو اسکو تمام پانی کھانے سے پہلے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر کثرت خیار کے اندر تمام پانی نکال ڈالا یہاں تک کہ پانی پاک ہو گیا تو اس

کتاب بیرون باب ششم خیار شرط  
ترجمہ خانہ مالگیرہ جلد سوم حصہ اول  
صفحہ ۴۳  
ملاحظہ فرمادے

صورت کو امام مہر جہا نے کتاب میں ذکر نہیں کیا ہوا اور شائع نہ اس باب میں اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ وہ رد کر سکتا ہو  
اسی لئے کہ عیب مدت خیار کے اندر اس طرح جاتا رہا کہ اُسکا کچھ اثر باقی نہیں ہو تو مشتری کو خیار ہوگا یہ مسئلہ اسپر قیاس ہو  
کہ اگر مدت خیار کے اندر غلام کو مشتری کے پاس بھار آنے لگے پھر اسی مدت میں جاتا رہے تو مشتری کو خیار باقی رہتا  
ہو اور فقیر ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاد ابو بکر بلخی سے نقل کیا ہو کہ تمام پانی نکالنے کے بعد بھی اُس کو  
روکا اختیار نہ ہوگا اسی لئے کہ اُس میں ایک طرح کا عیب باقی رہا کیونکہ غنا اگرچہ وہ پاک ہو مگر بعض علماء کے نزدیک  
پاک نہیں ہوتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر اپنے پینے یا وضو کرنے یا چوہا یوں کو پلانے کے واسطے کنوین سے اس  
غرض سے پانی بھرا کہ پانی کی مقدار معلوم ہو تو خیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ اسکا محتاج ہو اور اگر کھیتی سینچنے کے  
واسطے پانی نکال کر کھیتی کو پانی دیا تو خیار باطل ہو گیا کیونکہ پانی کی مقدار معلوم کرنے کے واسطے اس کی احتیاج  
نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ اگرچہ پایہ کے کھر کاٹنے یا بعض رگ اُسکی لی تو خیار باطل نہ ہوگا یہ فتح القدر میں لکھا ہو۔  
اور اگر اُسکی رگ گردن میں نشتر لگا دیا یا ٹھوڑی کے چنے نشتر مارا یا بچلاروں کا نشتر مارا تو یہ رضامندی میں شمار  
ہو یہ سراج الابرار میں لکھا ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ اگر اُس پر چارہ ملا دیا تو خیار  
جاتا رہیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہو کہ اگر اُس پر مٹی کا چارہ ملا دیا تو خیار نہ جائے گا اور اگر اُس کے  
اور بھی چوہا پائے ہوں کہ ان سب کا چارہ اس چوہا پر ملا تھا تو یہ رضامندی میں شمار ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک  
گھاسے یا بکری اس شرط پر خریدی کہ اُسکو خیار ہو پھر اسکا دودھ دوہا تو خیار جاتا رہیگا یہ فتاویٰ سراج میں لکھا  
ہو اور یہی مختار ہو یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو۔ اور قدوری میں لکھا ہو۔ کہ اگر مشتری خود مکان میں رہا یا دوسرے  
کو کرایہ پر یا بلا کرایہ اُس میں بسایا یا اُسکی کچھ مرست کی یا اُس میں کوئی نئی عمارت بنائی یا اُس پر کچھ  
یا کھل لگائی یا اُس میں سے کچھ گرادیا تو یہ سب بیچ کے تمام کرنے میں شمار ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی  
کے بیون گرائے اُسکی کوئی دیوار گر گئی تو خیار جاتا رہیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو۔ اگر کوئی گھر کہ جس میں وہ  
خود رہتا ہو بشرط خیار خرید ادا برابر اُس میں رہتا رہا تو خیار باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور  
اگر اُس گھر میں کوئی شخص اجرت پر رہتا تھا اور بائع نے اُسکی رضامندی سے وہ گھر فروخت کیا اور مشتری نے  
اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مشتری نے کرایہ لینا چھوڑ دیا تو یہ رضامندی میں شمار ہوگا یہ حادسی میں لکھا ہو اگر  
کسی نے خیار شرط سے کوئی چیز خریدی اور اُسکو خیار شرط سے بیچ ڈالا تو بعض فقہانے کہا ہو کہ اُسکا خیار باطل  
ہو جائیگا اور یہی صحیح ہو یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو۔ اور اگر کتا بین خریدین اور خیار کی شرط کی ادا ان کتابوں  
سے اپنے واسطے یا کسی دوسرے کے واسطے نقل لی تو خیار باطل نہ ہوگا اگرچہ اداق اُلٹے بیے ہوں اور کتابوں  
سے پڑھنے میں خیار باطل ہوتا ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہو۔ فقہانے فرمایا ہو کہ اگر بیون کہا جائے کہ نقل لینے  
سے خیار جاتا رہتا ہو اور کتاب میں پڑھنے سے نہیں جاتا ہو تو اُسکی بھی وجہ ہو اور اس حکم کو اختیار کرنا روا ہو  
یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور یہی حکم لیا گیا ہو یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو۔ اگر بشرط خیار خریدے ہوئے  
غلام کے پچھنے لگائے یا اُسکو دوہلائی یا اُسکا سر منڈوا یا تو یہ رضامندی میں شمار ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور امام  
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ روایت ہو کہ اگر غلام کو حکم دیا کہ تو اپنے سر کے بال تراش دے تو یہ رضامندی

بیت  
کے غلاموں  
میں سے  
کئے گئے

شمار ہوگا لیکن اگر اس سے دو مقصود ہو تو رضامین شمار ہی اسی طرح چوں کہ اس کے بیوپ کرنے کا یہی حکم ہے کہ خیار ساقط ہوگا مگر اس صورت میں کہ اس کے ساتھ دو اگرنا مقصود ہو ایسے ہی سہراو اڑھئی دھونے کا حکم کرنا ہی اور منتفی میں مذکور ہو کہ اگر غلام نے مشتری کے حکم سے پچھنے لگا تو یہ رضامین شمار ہی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام خیار شرط کے ساتھ خریدا اور اسکو دیکھا کہ سر میں بہ اجرت پچھنے لگا تاہی اور دیکھا کہ چنپ رہا تو یہ رضامین شمار ہوگا اور اگر بلا اجرت پچھنے لگاتے دیکھا تو رضامین شمار نہ ہوگا کیونکہ یہ مثل استغلام کے ہو کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر وہ کتنا کہ میر پچھنے لگا دے پھر وہ پچھنے لگا دیتا تو رضامین شمار نہوتا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ ایک باندی خریدی اور اسکو حکم دیا کہ میرے لڑکے کو دو دھ پلا دے تو یہ رضامین شمار نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی خیار کے شرط پر خریدی اور بعد خرید کے اسکو لنگھی کرنے اور تیل لگانے یا کپڑے بدلنے کا حکم دیا تو یہ رضامین شمار نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر کوئی چیز بشرط خیار خریدی اور اسکو قبضہ میں لے لیا یا اسکا شئ اوکروا تو اس فیصل سے اسکا خیار باطل نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ ابن ساعد نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار شرط پر بول لیا اور کچھ غلام کو کچھ مال بہہ کیا گیا یا اسی نے خود کما یا پھر غلام نے مشتری کی دانستگی میں اسکی بلا اجازت یا اسکی نادانستگی میں اس مال کو ضائع کر دیا تو مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر مشتری کا بیٹا جو کسی دوسرے شخص کا چھو کر اٹھا اس غلام کو بہہ کیا گیا اور غلام نے اسپر قبضہ کر لیا تو مشتری کا بیٹا آزاد ہو جائیگا اور مشتری کا خیار بھی اس غلام کے حق میں باطل نہ ہوگا اور اگر غلام کو مشتری کی ام ولد بہہ زمین ملی اور اسپر غلام نے قبضہ کر لیا تو مشتری کا خیار غلام میں باطل ہو گیا اور امام نے فرمایا کہ بیٹا ام ولد کے مشابہ نہیں ہے اس جہت سے کہ ام ولد بہہ کچھ بھی حکم خیار اسکی ملک میں باقی رہتی ہے اور بیٹا باقی نہیں رہتا ہوا اور اگر مشتری نے وہ چیز جو غلام کو بہہ کی گئی تھی تلف کر دی تو اسکا خیار غلام میں باطل ہو جائیگا اور ابن ساعد نے یہ مسئلہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام تین دن کے خیار شرط پر خرید اور بائع نے مشتری کے قبضہ میں اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کا خیار باطل ہو جائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی کہ میں دو روایتیں آئی ہیں اور اگر بائع نے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ میں کسی اجنبی نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک خیار باطل ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کے خرید پھر اس کے پہلو میں دوسرا گھر بیٹھا تھا اسکو مشتری نے شفعہ کے حق سے لیا تو اسکا خیار باطل نہ ہوگا یہ بھی لکھا ہے اور خیار باطل ہونے کے واسطے شفعہ کی سادہ سے لے لینا کچھ ضروری امر نہیں ہے صرف طلب کرنے سے باطل نہ ہوگا خواہ اُسکے ساتھ لے بھی لیا ہو یا نہ لے لیا ہو یہ ہر اتفاق میں مذکور ہے اگر کسی نے خیار کی شرط پر کوئی چیز خریدی اور مدت خیار میں اس کے حوض اسکو بائع کے پاس رہن کر دیا تو جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کوئی غرق خریدی کہ جس نے مدت خیار کے اندر اسے ولے تو خیار ساقط ہو جائیگا مگر اس صورت میں ساقط نہ ہوگا کہ اسے گندے

۲  
بغیر شرط  
خیر شرط  
۲  
جان خیار



ہوں اور اگر کوئی حاکم خریداج میں بیچ دیا تو خیار ساقط ہو جائیگا مگر اس صورت میں ساقط ہونگا کہ بیچ مردہ ہو  
یہ بھرا لائق میں لکھا ہے اور بیع میں یوں لکھا ہے کہ اگر باندی مشتری کے قبضہ میں کوئی مردہ بیچ جائے پس اگر بیچنے  
سے اس میں کچھ نقصان آیا تو مشتری کو خیار باقی ہے یہاں یہ محیط میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ اگر بائع اور مشتری  
دونوں کو خیار حاصل ہو تو ایک کی اجازت سے بیچ تمام نہیں ہوتی ہوتا و قنیکہ و دونوں کی اجازت نہ ہو  
مبسط میں لکھا ہے اور منتفی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر ایک  
کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز میں خیار حاصل ہو اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت  
دی ہے پس غلام مشتری کے پاس مر گیا تو بیع تمام ہو گئی اور نیز منتفی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض  
باندی کے خرید اور ہر ایک نے اپنے واسطے خیار کی شرط کرنی پھر دونوں نے ایک ساتھ آزاد کر دیا تو ہر ایک کا  
آزاد کرنا اس چیز میں جس کا وہ مالک تھا جائز ہو جائیگا <sup>۱۱</sup> و وضع ہو کہ جب دونوں کا خیار ہو تو امام اعظم رحمہما  
ابو یوسف رحمہما و امام محمد رحمہما سب کے نزدیک غلام فروخت کرنے والے کا آزاد کرنا غلام کے حق میں اور باندی بیچنے  
والے کا عتق باندی کے حق میں نافذ ہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور دونوں کو  
خیار حاصل ہو پھر بائع نے مشتری کے حضور میں کہا کہ میں نے بیچ کی اجازت دیدی اور اسکے بعد مشتری نے بائع  
کے حضور میں کہا کہ میں نے بیع منسوخ کر دی تو بیع منسوخ ہو جائیگا <sup>۱۲</sup> پس اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے تین  
دن کے اندر یا بعد ہلاک ہو گیا تو مشتری پر فسخ لازم آئیگا اس وجہ سے کہ بائع نے بیع تمام کر دی تھی اور صرف مشتری  
کا خیار رہ گیا تھا اور اگر اس غلام نے کوئی عیب اس وقت سے پہلے یا اسکے بعد پیدا ہو گیا تو اسکا بھی یہی حکم ہے اور  
مشتری پر فسخ لازم آئیگا اور بعد اس عیب پیدا ہونے کے مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر یہ صورت  
واقع ہوئی کہ پہلے مشتری نے منسوخ کر دیا پھر بائع نے بیچ کی اجازت دی پھر غلام مر گیا تو مشتری پر قیمت واجب  
ہوگی اور اسی طرح اگر بعد اس وقت کہ اس غلام میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے نقصان آیا تو بیع  
منسوخ ہوا و بیع کو واپس کرے اور اسکے ساتھ عیب کی وجہ سے جو نقصان آیا ہو وہ بھی دے اور اگر یہ صورت  
واقع ہو کہ مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے غلام میں کوئی عیب آگیا پھر بائع نے بیچ کی اجازت دیدی تو بیع مشتری  
پر لازم ہے اور اسکو مشن دینا چڑیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر خیار بائع کا تھا یا مشتری کا تھا اور دونوں نے بیع  
تو زوی پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے غلام مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو مشتری پر یا فسخ واجب ہوگا اگر خیار مشتری کا  
ہو یا قیمت لازم آئیگی اگر خیار بائع کا ہو یہ مبسط میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ دونوں  
کو خیار ہو اور ایک شخص دونوں میں سے صریحاً یا دلالتاً بیچ پر راضی ہو گیا تو دوسرا اسکو رو نہیں کر سکتا بلکہ  
امام اعظم رحمہما کے نزدیک اسکا خیار باطل ہو جائیگا اور صاحبین نے کہا کہ اپنے حصہ کی بیع رو کر سکتا ہے اور  
اسی طرح کا اختلاف خیار رویت اور خیار عیب میں بھی ہے یہ نرا لائق میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام و شخصوں  
سے ایک ہی صفقہ میں اس شرط پر خریدا کہ دونوں ہاتھوں کو خیار حاصل ہو پھر اس میں کا ایک بیچ پر راضی ہو گیا اور  
دوسرا راضی نہ ہوا تو امام اعظم رحمہما کے نزدیک دونوں پر بیع لازم ہوگی یہ فتاویٰ سے قاضیان میں لکھا ہے۔

**چوتھی فصل** - دونوں یا ہم بیچ کرنے والوں کے شرط خیار کر لینے میں اختلاف کرنے کے بیان میں اگر دونوں

بیچ کرنے والے شرط خیار میں اختلاف کریں تو اسکا قول لیا جائیگا جو خیار کی نفی کرتا ہو اور اگر دونوں مدت خیار کی مقدار میں اختلاف کریں تو اس شخص کا قول منہر ہو گا کہ کثیر وقت کتا ہو اور اگر مدت کے گزرنے میں اختلاف کریں تو اس شخص کا قول معتبر ہو گا جو اس کے گزرنے کا منکر ہو۔ بشرط میں لکھا ہے۔ اگر دونوں نے شرط خیار میں اختلاف کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو خیار کے مدعی کے گواہ قبول ہوں گے یہ قنینہ میں لکھا ہے۔ اگر خیار ایک کا تھا اور دونوں نے اجازت یا فسخ میں مدت کے اندر اختلاف کیا تو قول اسکا لیا جائیگا جسکو خیار تھا خواہ وہ فسخ کا دعوے کرے یا اجازت کا اور گواہ دوسرے کے لیے جائیگے اور اگر بعد مدت گزر جانے کے دونوں نے اختلاف کیا تو جو شخص مدعی اجازت ہے اسی کا قول لیا جائیگا اور فسخ کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائیگے و لیکن اگر خیار دونوں کا ہو اور مدت کے اندر بیچ ٹوٹنے یا اجازت ہونے میں اختلاف کریں تو قول فسخ کے دعوے کرنے والے کا ہو گا اور گواہ دوسرے کے اور اگر بعد مدت گزرنے کے اختلاف کریں تو اجازت کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور بیچ ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائیگے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں کے گواہ کے بیان میں تاریخ نہ ہو اور اگر دونوں کے گواہ تاریخ کے ساتھ گواہی ادا کریں تو فسخ و اجازت دونوں کے باب میں اس شخص کے گواہ معتبر ہوں گے جس کے گواہوں کی تاریخ پہلے ہو یہ فقہ طحاوی میں لکھا ہے۔ امام محمد نے جامع کبیر میں فرمایا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درہم کا اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور مدت گزر گئی پھر کسی ایک نے دونوں میں سے یہ کہا کہ غلام تین دن کے اندر مر گیا تھا اور بیچ ٹوٹ گئی اور قیمت واجب ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ نہیں وہ زندہ ہے اور بیچاگ گیا ہے تو قول اس شخص کا معتبر ہو گا کہ جو اس کے زندہ بھاگ جانے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر دونوں گواہ قائم کریں تو گواہ بھی اسی شخص کے معتبر ہوں گے جو اس کے زندہ بھاگ جانے کا مدعی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں اس کے مرنے پر متفق ہوں لیکن ایک کے کہ وہ تین دن کے اندر مر اور دوسرے کے کہ تین دن کے بعد مر تو قول اسکا معتبر ہے جو تین دن کے اندر موت کا دعوے کرتا ہو اور گواہ دوسرے کے لیے جائیگے اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ غلام تین دن کے بعد مشتری کے قبضہ میں مرا و لیکن فسخ اور اجازت میں اختلاف کریں اور ایک اس بات پر گواہ قائم کرے کہ بائع نے تین دن کے اندر بیچ توڑ دی تھی اور دوسرا گواہ قائم کرے کہ تین دن کے اندر اجازت دیدی تھی تو بیچ ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائیگے بعض فقہائے کہا کہ یہ قیاس ہے اور بدلیل استحسان اجازت کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائیگے اور اگر دونوں تین دن کے اندر مرنے پر اتفاق کریں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بیچ کی اجازت کے دعوے کرنے والے کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بیچ کی اجازت کا دعوے کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کے بیچ توڑنے کا دعوے کرے تو بیچ ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور گواہ دوسرے کے لیے جائیگے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کے بیچ توڑنے کا دعوے کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کی اجازت کا دعوے کرے تو بیچ ٹوٹنے

۱۰۰

کے دعوے کرتے والے کا قول اور دوسرے کے گواہ لیے جائینگے اور یہی حکم ہینکا اگر دونوں کا خیار ہو اور اسی طرح دونوں اختلاف کریں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور نیز امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہو اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر تین دن کے اندر اُسکی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہو گئی پھر تین دن گزر گئے اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ تین دن کے اندر اُسکی قیمت دو ہزار درہم ہو چکا ہے کے بعد مشتری نے اُسکو خطا سے قتل کر ڈالا ہو اور مشتری نے انکار کر کے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اُسکو تین دن گزرنے کے بعد خطا سے قتل کر دیا ہو تو بائع کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر یہ صورت ہو کہ ایک نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام مشتری کے پاس تین دن کے اندر مر گیا ہو اور دوسرا گواہ لایا کہ بعد تین دن کے مرا ہوا تو جو شخص تین دن کے بعد موت کا دعوے کرتا ہو اُسی کے گواہ قبول ہونگے اور اگر ہم یہ حکم دین کہ قتل کی ضمان بائع کے واسطے واجب ہو تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کی مددگار برادری سے ضمان لے لیوے لیکن اگر بائع یہ مقدمہ کرے کہ جو قیمت غلام کی قبضہ کے دن تھی اُسکی ضمان مشتری سے لے تو اُسکو یہ نہیں پہونچتا ہو اور اسی طرح اگر بائع گواہ لایا کہ فلاں شخص نے اُس غلام کو تین دن کے اندر خطا سے قتل کیا ہو اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے یا دوسرے نے تین دن کے بعد اُسکو خطا سے قتل کیا ہو تو بھی بائع کے گواہ قبول ہونگے اور بائع کے واسطے یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ قتل کے دن جو اُسکی قیمت تھی وہ قتل کرنے والے کی مددگار برادری سے لے لے اور اگر بائع مشتری سے قیمت کی ضمان لینا چاہے تو یہ اختیار اُسکو ہوگا اور اگر مشتری گواہ قائم کرے کہ خود بائع نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہو اور بائع گواہ لاوے کہ مشتری نے اُسکو تین دن کے بعد قتل کیا ہو تو بائع کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر بائع گواہ لایا کہ اس شخص جنہی نے تین دن کے بعد اُسکو قتل کیا ہو اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس اجنبی یا دوسرے نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہو تو بائع کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اس صورت میں مشتری اس شخص پر قتل ثابت کرنا چاہے کہ چہر بائع نے یوں گواہ قائم کیے ہیں کہ اُس نے تین روز کے بعد قتل کیا ہو اور اس سے ضمان لینے کا ارادہ کرے تو یہ اختیار مشتری کو ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ اس شخص نے اُسکو تین دن کے اندر غصب کر لیا ہو اور بائع تین دن کے اندر مرنے کا دعوے کرتا ہو اور مشتری تین دن کے بعد موت کا دعوے کرے تو مشتری کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اسکا اُٹا دعوے ہو تو بائع کے گواہ لیے جائینگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ غصب کرنے والے سے قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر غصب دو شخصوں کی طرف سے واقع ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جس شخص پر اُس نے غصب ثابت کیا ہو اُس سے ضمان لے اور اگر قتل یا موت پر جس صفت کے ساتھ ہم نے بیان کیا ہو گواہ قائم نہوں تو اُس شخص کا قول لیا جائیگا کہ جو تین دن کے اندر قتل یا موت کا دعوے کرتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے

فصل دوم  
در بیان  
بایع و مشتری  
و غصب

بعض بیع کے اندر خیار کی شرط کرنے کے اور عقد کرنے والے کے سو دوسرے کے

پانچویں فصل

واسطے خیاری کی غرض کرنے کے بیان میں۔ اگر دو کپڑے یا دو غلام یا دو چوپائے اس شرط پر خریدے کہ  
 مشتری کو دو نوں میں سے ایک۔ میں تین دن تک اختیار حاصل ہو یا اس شرط پر کہ بائع کو تین دن تک ایک  
 میں اختیار حاصل ہو تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہو کہ جس چیز میں خیاری ہو اسکو معین نہ کرے اور  
 ثن بھی ہر ایک کا ملحدہ بیان نہ وارد دوسری صورت یہ ہو کہ جس چیز میں خیاری ہو اسکو معین کرے لیکن ثن ہر ایک  
 کا بیان نہ اور تیسری صورت یہ ہو کہ ثن کے حصہ کا بیان ہو لیکن جس چیز میں خیاری ہو وہ معین نہ اور ان تین  
 صورتوں میں دو نوں بیع کی بیع فاسد ہو اور چوتھی صورت یہ کہ جس میں دو نوں میں بیع جائز ہوتی ہو یہ ہو کہ جس  
 چیز میں خیاری ہو اسکو معین کرے اور ثن میں سے ہر ایک کا حصہ ملحدہ بیان ہو پس اس صورت میں ایک کی  
 بیع قطعی طور سے جائز ہو اور دوسرے کی بیع خیاری کے ساتھ پس جس شخص کے واسطے کہ خیاری حاصل ہو اگر وہ اجازت  
 دے یا مر جائے یا خیاری مدت بدو بیع ٹوٹنے کے گزر جائے تو دو نوں کی بیع تمام ہو جائیگی اور مشتری کو  
 دو نوں کا ثن دینا لازم ہوگا اور دوسرے شخص کو ایک یا دو نوں کی بیع توڑنے کا اختیار نہیں ہو یا نہ تک  
 کا ثن ادا کرے یہ نیا بین لکھا ہو۔ اور اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز یا ایک غلام اس شرط پر خریدے کہ مشتری کو  
 آدھے میں خیاری حاصل ہو تو خرید بیع پر خواہ ثن کی تفصیل بیان کی ہو یا نہ کی ہو اور بائع کے خیال ہونے یا مشتری  
 کے خیال ہونے میں کچھ فرق نہیں ہو پس اگر خیاری مشتری کا ہو تو اسکو اختیار ہو کہ جس آدھے میں اسکو خیاری حاصل  
 ہو اسکو واپس کرے اگرچہ اس میں بائع کے حق میں صفت کی تفریق لازم آتی ہو کیونکہ وہ اصل تفریق پر راضی  
 ہو گیا ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے دو سہ سے دو غلام ہر غلام ہزار درہم کے حساب سے خریدے  
 اور بائع کے واسطے ایک میں معین کر کے خیاری کی شرط کی تھے کہ عقد جائز ہو گیا پھر مشتری نے کہا کہ میں اس غلام  
 کو جس میں خیاری نہیں ہو لیتا ہوں اور اسکا ثن ادا کرتا ہوں تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر بائع نے چاہا کہ مشتری پہلا  
 ثن ادا کرے اور مشتری نے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے یہ ارادہ کیا کہ جس غلام میں خیاری نہیں  
 ہو وہ مشتری کے سپرد کرے اور اسکا ثن مشتری سے لے اور دوسرے غلام کے حق میں توقت کیا اور مشتری نے کہا  
 کہ میں کچھ نہیں لیتا ہوں اور نہ مجھ کو کچھ ثن دیتا ہوں تا وقتیکہ تو دوسرے غلام کی بیع کی اجازت دے کہ میں  
 دو نوں لے لوں یا ضعیف کر دے کہ میں اس غلام کو جسکی بیع تمام ہو اسکے حصہ ثن کے عوض لے لوں تو اس بات  
 کا مشتری کو اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر بائع نے چاہا کہ دو نوں غلام مشتری کو دیکر دو نوں کا ثن لے  
 تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جائیگا اور اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ دو نوں غلام لیکر دو نوں کا ثن ادا کر دوں  
 تو بدو رضامندی بائع کے اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور اگر اس صورت میں خیاری مشتری کا ہو اور وہ قصد کرے  
 کہ جس غلام کی بیع تمام ہو اسکو لیکر اسکا ثن ادا کر دے اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر اس باب میں  
 جبر نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر بائع نے یہ چاہا کہ جس غلام کی بیع تمام ہو اسکو دیکر اسکا ثن حاصل کر دوں اور  
 مشتری نے اس سے انکار کیا تو مشتری کو ہر طرح اختیار حاصل ہو۔ اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ میں دو نوں غلام لیکر  
 اسکا ثن ادا کر دوں اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا  
 کہ میں مجھ کو دو نوں غلام دیکر دو نوں کا ثن لیتا ہوں اور تو اپنے خیال پر باقی رہیگا تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جائیگا یہ

ترجمہ  
 فتاویٰ ہندیہ  
 جلد سوم  
 حصہ اول



ذخیرہ میں لکھا ہو۔ کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور کسی غیر کے واسطے تین دن کے خیار کی شرط کر لی تو مشتری اور غیر میں سے جو شخص بیع کی اجازت دیکھا بیع جائز ہو جائیگی اور جو شخص بیع کر بیگا بیع ہو جائیگی پس بیع ایسی شرط کے ساتھ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک مستحکم صحیح ہو یہ جامع صغیر میں لکھا ہو۔ اور اگر دو دن میں سے ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیع صحیح کی پس اگر پہلا شخص معلوم ہو تو مقدم رکھا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر دو دن میں سے ایک ساتھ بیع اور اجازت دی اپنے ایک نے بیع کیا اور دوسرے نے سوا اجازت دی تو بیع کا بیع اولے پر یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اور نہ اتفاق میں لکھا ہو کہ یہی صحیح ہو انتہا۔ کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تو میرا غلام میری شرط خیار کے ساتھ کسی کے ہاتھ فروخت کرے پس اُس نے بدون خیار کے بیع قطعی کے ساتھ یہ یا اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا تو بیع موقوف رہیگی اور اگر اُس نے حکم کی فرمانبرداری کر کے حکم دینے والے کے واسطے خیار کی شرط کی تو حکم کرنے والے کو اور جس کو حکم دیا ہو دو دن کے واسطے خیار ثابت ہو جائیگا اور جو شخص دو دن میں سے بیع کی اجازت دے یا توڑ دے تو صحیح ہو لیکن اگر مامور نے بیع حکم کیا گیا شخص بیع کی اجازت دیکھا تو اُس کا خیار باطل ہو جائیگا اور حکم کرنے والا اپنے خیار پر رہیگا اور باقی خیار اجازت رہیگا یہاں تک کہ اس خیار کا کوئی وقت مقرر نہ ہوگا اور اس طرح اگر اُس کو مطلق بیع کے واسطے حکم دیا یا حکم دیا کہ اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کرے پھر اُس نے فروخت کیا اور حکم دینے والے یا کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار دو دن کو ثابت ہو جائیگا کیونکہ پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ عقد کرنے والا اگر دوسرے کے واسطے خیار کی شرط کرے تو خود اُس کے واسطے بھی خیار ثابت ہو جاتا ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے خاص وہ غلام یا کوئی غلام خریدے اور اُس کو شمن اور جنس سے آگاہ کر دیا حتیٰ کہ وکالت صحیح ہو گئی اور اُس سے کہا کہ تو اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا پس اُس نے خریدا اور اپنے واسطے یا حکم دینے والے یا اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ ہوگی۔ اور اگر اُس نے حکم دیا تھا کہ میرے واسطے خیار کی شرط کرے اور اُس نے بلا خیار خریدا یا خیار کی شرط اپنے واسطے کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہ ہوگی لیکن مامور پر لازم ہو جائیگی اور اسی طرح اگر اُس کو حکم دیا تھا کہ اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُس نے خریدنے میں اپنے خیار کی شرط نہ کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہ ہوگی اور اگر اُس کو حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُس نے خریدنے میں حکم کے موافق اسی کے واسطے خیار کی شرط کی تھے کہ بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گئی پھر اس مامور نے خود بیع کی اجازت دیدی تو مامور کا خیار خیار تار ہیگا اور حکم دینے والے کا خیار باقی رہیگا پس اگر اُس نے بیع کی اجازت دی تو غلام اس کا ہوگا اور اگر اُس نے بیع واپس کی تو غلام وکیل نے مامور کے ذمہ پڑ جائیگا یہاں تک کہ اگر بعد اُس کے غلام وکیل کے پاس مرجائے تو اس کا مال تلف ہوگا اور اگر وکیل نے پہلے سے بیع کی اجازت دیدی تھی یہاں تک کہ حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہو تو غلام واپس کرے پھر اس کے کہنے کے بعد غلام وکیل کے پاس مرجیا تو حکم دینے والے کا مال تلف ہوا اور اگر حکم دینے والے کے اس کہنے کے بعد کہ تو غلام واپس کر دے وکیل نے کہا کہ میں اس عقد سے راضی ہوا پھر غلام وکیل کے پاس مرجیا تو حکم دینے والے کا مال گیا اور اگر حکم دینے والے کے روکرنے کے بعد وکیل نے





رو کرنے کا اختیار ہوگا اور خیار تعین وارث کو ثابت ہو جائیگا اور حسب اُسے دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا تو دوسری امانت ہوگی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور قبضہ سے پہلے دونوں میں سے ایک تلف ہوگئی تو تلف ہونے والی امانت کے واسطے اور باقی رہنے والی بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی اور مشتری کو باقی میں اختیار ہو اگر چاہے لے یا واپس کرے اور اگر سب تلف ہو گئیں تو بیع باطل ہو جائیگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور اگر دو باقی رہیں تو اُسکو اختیار ہو کہ دونوں میں سے جسکو چاہے لے اور اگر نہ چاہے تو دونوں کو ترک کر دے اور اگر سب تلف ہو جائیں تو بیع باطل ہو جائیگی یہ شریعہ طحاوی میں لکھا ہے اور اگر دو میں سے ایک چیز قبضہ کے بعد تلف ہو جائے تو تلف ہونے والی بیع کے واسطے متعین ہوگی اور باقی امانت ہوگی کہ اُسکو رد کرے اور اگر دونوں اگے پہنچے تلف ہوئیں تو پہلے تلف ہونے والی اپنی تلف ہونے سے پہلے بیع کے واسطے متعین ہوگئی اور اُسکا ثمن دنیا مشتری کو لازم ہو اور اگر دونوں ساتھ تلف ہو گئیں تو مشتری کو ہر ایک کا آدھا ثمن دینا لازم ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر دونوں اگے پہنچے بی بی ہلاک ہوں و لیکن پہلے تلف ہونے والی معلوم نہ ہو تو بھی ہر ایک کا آدھا ثمن دینا واجب ہے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ دونوں میں سے بھاری ثمن والی ہلاک ہوئی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ دامن والی تلف ہوئی ہے تو قول مشتری کا لیا جائیگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور اگر فقط ایک نے دونوں میں سے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور قسم ساقط ہو جائیگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بائع کے گواہ قبول کیے جائیں گے اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز قہر مند سے پہلے بائع کے پاس عیب وار ہوگئی تو عیب وار بیع کے واسطے متعین ہوگی اور مشتری کو خیار رہیگا اگر چاہے تو عیب وار کو اُسکے پورے ثمن میں لے لیوے اور اگر چاہے تو دو سہری کو لے لیوے اور اگر چاہے تو دو لون کو چھوڑ دے اور اگر وہ دونوں چیزیں عیب وار ہو جائیں تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور اُسکے قبضہ میں ایک عیب وار ہوگئی تو یہ بیع کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری امانت رہیگی اور اگر وہ دونوں عیب وار ہو جائیں پس اگر اگے پہنچے عیب وار ہوں تو پہلی مشتری پر لازم ہوگی اور دوسری بائع کو واپس کر لیگا اور نقصان عیب کی ضمانت نہ دیگا یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع اور مشتری پہلی عیب وار ہوئے دانی میں جھگڑا کریں تو اُسکی صورت وہی ہے جو پہلے ذکر ہوئی ہے بھرا لائن میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں ایک ساتھ عیب وار ہو جائیں تو کوئی بیع کے واسطے متعین ہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اُسکے ثمن کے عوض لے لے اور اُسکو دونوں کے رو کرنے کا اختیار ہوگا اور خیار شرط باطل ہو جائیگا اور اگر اس کے بعد دونوں میں سے ایک کا عیب بڑھ جاوے یا ایک میں دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے کسی ایک میں مالکانہ تصرف کیا تو اُسکا تصرف جائز ہے اور وہ اُسی کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور اُسکا ثمن اُسپر واجب ہوگا اور دوسری امانت کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اگر بائع نے کسی ایک میں تصرف کیا تو اُسکا تصرف موقوف رہیگا اگر یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہوئی تو اُسکا تصرف باطل ہو جائیگا اور اگر امانت رہے تو اُسکا تصرف اُس میں نافذ ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔



اور اگر مشتری نے دو وزن میں تصرف کیا اور وہ دو وزن زندہ ہائی ہیں تو مشتری کو اپنا خیابا بقی رہیگا پس جبکہ  
 نہ اختیار کرے اسکو وہاں رہیگا و لیکن اسکو دو وزن واپس کرے گا اختیار نہرگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر  
 مشتری نے دو وزن کو فروخت کر دیا پھر دو وزن میں سے ایک کو اختیار کیا تو جسکو اختیار کیا ہو اسکی بیع صحیح ہو  
 اور اگر مشتری نے دو وزن کپڑوں میں سے ایک کو رہیگا تو وہی بیع کے واسطے متعین ہو گیا اور دوسرے کو  
 واپس کر دے اور اگر بائع نے دو وزن غلاموں کو آزاد کر دیا تو جو اسکو واپس لے گا اسکا آزاد کرنا صحیح ہو اور اگر  
 اس غلام کو جسکو مشتری نے اختیار کیا ہو آزاد کر دیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر دو باندیوں میں سے دو وزن کو مشتری  
 نے اپنے تحت میں لاکرام و لہ بایا تو پہلی بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی اور دوسری کا عقربائع کو دیکھا اور  
 دوسری کے بچہ کا نسب بسبب ملک نہونے کے مشتری سے ثابت نہوگا اور مشتری کو حکم کیا جائیگا کہ بیان  
 کرے کہ دو وزن میں سے کسکو اسنے پہلے ام ولد بنایا ہو پس اگر مشتری بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو خیانتیں اور وزن  
 کو لیکھا اور اگر وارثوں کو پہلی دو وزن میں سے نہ معلوم ہوئی تو مشتری ہر ایک کے آدھے فن اور آدھے عقربائع  
 کا بائع کے واسطے حامن ہوگا اور دو وزن باندیاں اپنی آدھی قیمت بائع کو کما کر دیگی اور یہ بھی روا ہے  
 کیا گیا ہو کہ وہ وزن کے بچہ بھی اپنی آدھی قیمت بائع کو ادا کرنے کے واسطے سنی کریں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر  
 بائع اور مشتری دو وزن نے دو وزن کے ساتھ وطنی کی اور دو وزن کے بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک بائع و مشتری نے  
 دو وزن بچوں کا دعویٰ کیا تو مشتری جس سے پہلے وطنی کرنا بیان کرے اس میں اسکی تصدیق کی جائیگی اور وہ  
 دوسری باندی کا عقربائع کو دیکھا اور دوسری باندی کے بچہ کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بائع مشتری والی  
 باندی کا عقربائع کو دیکھا اور اگر بائع اور مشتری دو وزن بیان ہونے سے پہلے مر گئے اور مشتری کے وارثوں کو  
 دو وزن باندیوں میں سے پہلی معلوم نہوئی تو دو وزن کی اولاد کا نسب کسی سے ثابت نہوگا اور باندیاں مع اولاد  
 سب آزاد ہو جائیگی اور مشتری دو وزن میں سے ہر ایک کا آدھا فن اور آدھا عقربائع کو ضمان دیکھا اور بائع آدھا عقربائع  
 کا مشتری کو دیکھا اور دو وزن میں باہم مقاصہ ہو جائیگا اور ان سب کے آزاد کرنے کے حق میں دو وزن شریک نہ ہینگے  
 یہ بحر ارائق میں لکھا ہے۔ اور دو کپڑوں کی صورت میں اگر خیابائع کا ہو اور باقی مسئلہ کی صورت میں ہی ہو جو نہ کو  
 ہوئی تو اسکو اختیار ہوگا کہ جس کپڑے کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے اور مشتری کو ترک کرنے کا اختیار نہوگا  
 کیونکہ اسکی طرف سے بیع قطعی ہو اور بائع کو فسخ بیع کا اختیار نہ ہو کیونکہ اسکو دو وزن میں سے بیع کے اندر اختیار  
 ہی اور بائع کو دو وزن کے لازم کر دیے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ بیع دو وزن میں سے ایک ہی ہو اور اگر قبضہ سے  
 پہلے یا بعد دو وزن میں سے ایک تلف ہو گیا تو وہ امانت میں تلف ہوا اور باقی میں بائع کو خیابا ہو اگر چاہے تو  
 اسکی بیع لازم کرے ورنہ فسخ کر دے اور تلف ہونے والے کا لازم کر دینا اس کے اختیار میں نہیں ہو اور اگر قبضہ  
 سے پہلے دو وزن تلف ہو جائیں تو دو وزن کی بیع باطل ہو جائیگی اور اگر قبضہ کے بعد دو وزن تلف ہوے  
 پس اگر آگے بچھے تلف ہوے تو بچھے تلف ہونے والے کی قیمت کی ضمان مشتری پر واجب ہو کیونکہ ہذا امانت  
 میں تلف ہوا ہو اور اگر دو وزن ساتھ تلف ہوے تو مشتری کو ہر ایک کی آدھی قیمت دینا لازم ہو نہیں طحاوی  
 میں لکھا ہے۔ اور اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دو وزن یا ایک عیب دار ہو گیا تو بائع کا خیابا اپنے حال پر باقی رہیگا اور اسکو

تو اسکی ان  
 اس واسطے کہ  
 ان میں سے  
 ایک بیع  
 کا مشتری  
 کا ضمانت  
 قطعاً اور  
 یہ ممکن  
 ہے دو وزن  
 میں دو وزن  
 نصف اور  
 نصف اور  
 نصف اور

اختیار ہو کہ جسکو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے پس اگر اس نے بے عیب مشتری کو دیا تو مشتری کو اس کے ترک کرنے کا اختیار نہیں ہو اور اسی طرح اگر بے عیب دیا تو بھی ترک نہیں کر سکتا ہو اور اگر قبضہ سے پہلے عیب وار دیا تو مشتری کو بھی اختیار ہو اگر چاہے تو اسے ورنہ اسکو ترک کر دے یہ نیا بیع میں لکھا ہو اور اگر بائع نے عیب وار اسکو دیا اور وہ راضی نہوا تو پھر اس کے بعد بائع کو اختیار نہیں ہو کہ بے عیب اس کے ذمہ واجب کرے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ اور اگر بائع چاہے تو بیع فسخ کر کے دونوں کو واپس لے بیچ شرح طحاوی میں لکھا ہو۔ اور اس صورت میں اگر مشتری کے پاس دونوں عیب وار ہو گئے ہوں تو مشتری پر ہر ایک کی آدمی قیمت واجب ہوگی یہ نیا بیع میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے دونوں یا ایک میں تصرف کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر بائع نے ایک میں تصرف کیا تو جائز ہو اور دوسرا بیع کے واسطے خاص ہو جائیگا اور اس کے تین دوسرے کی بیع لازم کرنے اور فسخ کرنے کا اختیار ہو اور اگر بائع نے دونوں میں تصرف کیا تو اسکا تصرف دونوں میں جائز ہو و لیکن بیع فسخ ہو جائیگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہو۔ اور واضح ہو کہ جس صورت سے خیال شرط ساقط ہو جاتا ہو اسی سبب سے خیار تعیین بھی ساقط ہو جاتا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ ابن سادہ نے اپنے نوادر میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دو کپڑے اس شرط پر خریدے کہ جو کپڑا پسند آئیگا وہ لے لیگا یعنی اگر پسند آیا تو یہ کپڑا دس دم کو اور اگر پسند آیا تو وہ کپڑا بیس دم کو لیگا اور اگر پسند آگئے تو دونوں کو لے لیگا پھر اس نے ایک کپڑا اور اسی کو اختیار کر لیا اور دوسرا واپس کر دیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ لیا ہو جبکہ میں بیس دم پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے اسکو اختیار کیا ہو کہ جبکہ میں دس دم پر تو شن کے باب میں مشتری کا قول مقبول ہوگا اگر مشتری نے کپڑے کی قیمت قطع کر لی اور اسکو نہ سلایا پھر انھوں نے شن کے باب میں باہم جھگڑا کیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو جو شن مشتری کہتا ہو وہ لے لے اور اگر چاہے تو قطع کیا ہو کپڑا لے لے اور اگر کپڑا قطع کرنے کے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ کیا جیسے رنگ تو بائع کو کپڑا لینے کی کوئی راہ نہیں ہو اور اسکو اسی قدر شن ملیگا جقدر مشتری اقرار کرتا ہو معلیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کسی سے دو کپڑے اس شرط پر لیے کہ ان میں سے ایک اچھدر معلوم شن کے عوض لے لوں گا پھر ان میں سے ایک ضائع ہو گیا اور دوسرے کو مشتری نے قطع کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے جسکو قطع کر لیا ہو اسکو اختیار کر لیا تھا بعد اسکے دوسرا ضائع ہو گیا اور وہ میرے پاس امانت میں ضائع ہوا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہیں ہو بلکہ جو ضائع ہوا اسکو تو نے اختیار کیا پھر تو نے دوسرا قطع کر لیا ہو پس تجھ پر اس کپڑے کی جو قطع کر لیا ہو قیمت چاہیے اور جو ضائع ہوا اسکا شن چاہیے تو مشتری نے قطع کر اسے ہوسے کی آدمی قیمت اور آدمی قیمت کا اور جو ضائع ہوا اس کے آدھے شن کا ضامن ہو گا یہ عبط میں لکھا ہو۔ اور واضح ہو کہ خیار تعیین بیع فاسد میں بھی جائز ہو مرتبہ اتنا فرق ہوگا کہ بیع فاسد میں جو بیع کے واسطے متعین ہو اسکی قیمت دینی چاہیے اور باقی حال و بیابانی جو سہا ہم نے بیع جائز میں بیان کیا ہے پس اگر دو غلام بیع فاسد کے طور پر خریدے اور وہ دونوں ایک ساتھ مر گئے تو مشتری پر ایک کی آدمی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے دونوں کو آزاد کر دیا تو ایک آزاد ہو گا اور اسکا معین کرنا مشتری کے اختیار میں ہو اور اگر کسی ایک

فائدہ ہندیہ کتاب بیعت باب ششم خارجہ

معین کر کے آزاد کر دیا یا بیع کر دیا تو جائز ہو اور اس پر اسکی قیمت دینی واجب ہوئی اور بیع کا آزاد کرنا یا بیع کرنا کسی کی طرف سے جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے ان دونوں میں سے کسی کو اختیار کر کے آزاد کر دیا یا بیع کر دیا تو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مر گیا تو بائع کا آزاد کرنا یا بیع کرنا اصل ہوگا اور اگر وہ بیع کر دیا تو پھر واپس لے لیا تو اسکا آزاد کرنا صحیح ہے اور اگر بائع نے دونوں کو آزاد کر دیا تھا اور دونوں بائع کو واپس دیے گئے تو ایک آزاد ہوگا اور اسکا معین کرنا بائع کے اختیار میں ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے

**ساتویں فصل** جو چیز بشرط اختیار خریدی گئی ہو اسکو تقصیر میں اور واپس کرنے سے روکتا اختلاف کرنے کے بیان میں اور بیع بشرط اختیار کے جرم اور اس کے متعلق کے بیان میں۔ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز تین دن کے اختیار شرط پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پھر حکم اختیار بائع کو پھر دینے کے واسطے لایا پس بائع نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور مشتری نے کہا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر اس صورت میں بیع پر قبضہ ہوا تھا اور مشتری نے ایک معین چیز میں جو بائع کے پاس موجود ہے بیع کی اجازت دینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ میں نے یہ تیرے ہاتھ نہیں بیچی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی فروخت کی ہے تو امام محمد رحمہ اللہ نے اس صورت کو کسی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور فقہائے کبار نے اس صورت میں قول بائع کا معتبر ہونا چاہیے یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ مشتری کا تیار ہو لیکر اگر اختیار بائع کا ہو اور بیع پر قبضہ ہو چکا ہو اور مشتری مدت اختیار کے اندر بیع کو بائع کے واپس کرنے کے واسطے اور اسے اور بائع یہ کہے کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی اور تو نے مجھے اپنے قبضہ میں لے لی اور مشتری کہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کی اور میرے قبضہ میں دی ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر بیع پر قبضہ ہوا ہو اور بائع کسی معین چیز میں بیع کے لازم کرنے کا قصد کرے اور مشتری کہے کہ میں نے اسکو نہیں خریدا ہے تو ذکر کیا گیا ہے کہ اس صورت میں قسم کے ساتھ قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام تین دن کے اختیار کی شرط پر فروخت کیا اور مدت اختیار کے اندر اس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اس کے مالک نے آگاہ ہو کر باوجود آگاہی کے بیع کی اجازت دیدی تو اس اجازت سے وہ فدیہ دینے کو اختیار کر لے وانا ہو جائیگا اور اجازت دینا صحیح ہے اور مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ غلام بائع کی ضمانت میں عیب دار ہو گیا پس اگر مشتری نے اسکا لینا اختیار کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے اس غلام کو دے یا اسکا فدیہ دے اور اگر مشتری نے بیع توڑنا اختیار کیا تو بائع کو بھی غلام کے دینے یا فدیہ دینے میں اختیار ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ خطا غلام سے بائع کے قبضہ میں صادر ہوئی ہے اور اگر مشتری کے قبضہ میں صادر ہوئی ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو بائع کو اسکا اختیار باقی رہیگا پس اگر اس نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور عقد کے وقت سے مشتری کی ملک ثابت ہو جائیگی پھر مشتری کو غلام یا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر اختیار مشتری کا ہو اور غلام سے بائع کے قبضہ میں یہ خطا صادر ہوئی تو مشتری کو اختیار عیب حاصل ہو جائیگا اور اختیار شرط بھی باقی رہیگا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو وہ غلام کے دینے یا فدیہ دینے میں مختار ہوگا اور اگر اس نے بیع توڑ دی تو بائع کو غلام کے دینے یا فدیہ دینے کا

فقد اختیار  
کے لئے والا  
کے لئے جہ  
غلام سے  
خطا سے قتل  
کیا تو حاکم  
کی طرف سے  
کو معتبر  
داروں کو  
دیکھنا  
دیکھنا  
اور تو  
نہیں بیع  
جائز رہے  
کے لئے  
اجازت دینا  
شعبہ پر  
لے لینے  
اختیار کیا  
کہ یہ بیع  
جائز ہو





اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ مضرات میں لکھا ہے۔ اور جسطرح مشتری کے واسطے خیارد ویت بیع میں ثابت ہوتا ہے اسی طرح اگر مشن میں ہو تو بائع کے واسطے بھی ثابت ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خیارد ویت کے ثابت ہونے کی شرط یہ ہے کہ بیع اس قسم کی ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہو اور اگر اس قسم کی چیز ہو کہ جو متعین نہیں ہوتی تو اس میں یہ خیارد ثابت ہو گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور تاپ اور تول کی چیز میں اگر معین ہوں تو وہ بمنزلہ اعیان کے ہیں اور اسی طرح چاندی اور سونے کے پتر اور برتن اور خیارد ویت ان چیزوں میں کہ جنکا بطور قرض کے مالک ہو جیسے بیع سلم میں مسلم فیہ کا مالک ہوتا ہے تو یہ خیارد ثابت نہیں ہوتا ہے اور دم اور دینار میں بھی خیارد ثابت نہیں ہوتا ہے خواہ وہ نقد معین ہوں یا قرض ہوں اور تاپ اور تول کی چیز میں اگر معین نہ ہوں تو وہ مثل دم اور دینار کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور یہ خیارد تمام ان عقدوں میں ثابت ہوتا ہے جو واپس کرنے سے منع ہو سکتے ہیں جیسے اجارہ یا مال کے دعوے سے صلح یا بٹوارہ یا خرید وغیرہ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور ہر عقد میں کہ جو واپس کرنے سے منع نہیں ہوتا ہے جیسے کہ مہر یا صلح کا عوض یا عداؤت کرنے سے صلح کرنے کا عوض اور انہما اسکے کہ جن میں واپس کی ہوئی چیز اپنی ذات سے ضمانت میں رہتی ہو اور اپنے بدلے کے عوض ضمانت میں نہیں ہوتی ہے یہ خیارد ثابت نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ استرداشی نے قواعد بعض الاثم میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اثم بخار سے اس بات کا فتوے لیا کہ خیارد ویت اور خیارد عیب بیع فاسد میں ثابت ہوتے ہیں یا نہیں انھوں نے جواب دیا کہ ثابت ہوتے ہیں یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا کہ خیارد ویت مطلق ہے یا اسکا وقت معین ہوتا ہے تو مہزون نے کہا کہ دیکھنے کے بعد جتنے وقت میں منع بیع کرنا ممکن ہو اسی وقت تک وقت معین ہے اور اگر دیکھنے کے بعد منع کرنے کا وقت ملے اور وہ منع نہ کرے تو خیارد ویت ساقط ہو جائیگا اگرچہ اس وقت تک اس سے اجازت بیع کی صراحت یا دلالت نہ پائی گئی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ اسکا کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ جب تک کوئی ایسا امر نہ پایا جائے جو خیارد ویت کو باطل کرتا ہے اس وقت تک باقی رہتا ہے یہ منع القدر میں لکھا ہے۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ یہی صحیح ہے اسلئے۔ اور تا وقتیکہ مشتری کی جانب سے خیارد ویت ساقط نہ ہو جائے و بائع کو مشتری سے شے کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ منع القدر میں لکھا ہے۔ اور خیارد ویت میں میراث جاری نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر مشتری دیکھنے سے پہلے مر جائے تو اسکے وارثوں کو واپس کرنے کا اختیار ہو گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز فروخت کی کہ جسکو اس نے نہیں دیکھا تھا جیسے کسی چیز کا وارث ہوا اور اسکو نہ دیکھا یہاں تک کہ اسکو فروخت کر دیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے دوسرے قول کے موافق بیع جائز ہے اور اسکو خیارد ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی معین چیز کو بعض نقد معین کے کہ جسکو اس نے نہیں دیکھا اور بعض قرض کے فروخت کیا اور پھر اس معین کو دیکھ کر واپس کیا تو اس میں اس کے حصہ کی بیع ٹوٹ جائیگی اور قرض کے حصہ کی بیع نہ ٹوٹے گی کیونکہ اسکو قرض کے حصہ میں خیارد ویت نہ تھا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایسی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہے پس اگر وہ متغیر ہو گئی ہو تو اسکو خیارد

فتاویٰ ہندیہ  
کتاب البیوع  
باب ہفتم  
خیارد ویت

ہوگا اور اگر نہ متبیر ہوئی تو خیاردیت ہوگا لیکن خریدنے وقت اگر اسکو یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ میں نے اسکو پہلے کیا  
 ہے تو اسکو خیاردیت ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور اگر متبیر ہونے میں دونوں نے اختلاف کیا اسطرح کہ مشتری  
 نے کہا کہ متبیر ہوگئی ہو اور بائع نے کہا کہ متبیر نہیں ہوئی ہو تو قسم کے ساتھ بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ  
 قائم کرنے چاہیے اور بائع کے قول کا اعتبار کرنا اسی صورت میں ہو کہ مدت اسقدر قریب ہو کہ جس سے معلوم ہوتا  
 ہو کہ اتنی مدت میں ایسی چیز متبیر نہیں ہوتی ہو اور اگر زیادہ مدت گزر گئی جیسے کہ ایک باندی کو اس کے شباب کی  
 حالت میں دیکھا تھا پھر اسکو بیس برس کے بعد خریدا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ وہ متبیر نہیں ہوئی تو قول مشتری  
 کا لیا جائیگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اسی پر فتوے ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر اسطرح اختلاف  
 کیا کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے خریدنے وقت اسکو دیکھا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا ہے تو  
 قسم کے ساتھ مشتری کا قول لیا جائیگا یہ بائع میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چیز معدودہ تھی اور مشتری نے اس  
 معدودہ پر قبضہ کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے اسکی تمام حدین نہیں دیکھی تھیں تو اسکا قول قبول ہوگا یہ  
 محیط میں لکھا ہے۔ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں اختلاف ہو اور بائع دعویٰ کرے کہ یہ  
 وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری کہتا ہو کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا تو  
 مشتری کا قول لیا جائیگا اور اسطرح ہر جگہ کہ میں صرف مشتری کے کہنے سے عقد ٹوٹ جاتا ہے تو مشتری کا قول معتبر  
 ہوگا اور جہاں کہیں صرف مشتری کے کہنے سے بدو بائع کی رضامندی یا حکم حاکم کے عقد نہیں ٹوٹتا ہے تو وہاں  
 قول بائع کا معتبر ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھینچنے  
 سے پہلے اسکا اوجھ خریدا تو جائز ہو بخلاف اس صورت کے کہ خریدہ تر اشے سے پہلے اس کے بیع خریدے تو جائز  
 نہیں ہے اگرچہ بائع اس کے کاٹنے پر راضی ہو جائے اور جبکہ اوجھ کی خرید کھال کھینچنے سے پہلے جائز ہوئی تو بائع پر اسکا  
 نکالنا واجب ہوگا اور مشتری کو خیاردیت حاصل ہوگا یہ خاصے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر ذبح کرنے  
 سے پہلے اوجھ خریدا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک ہروی کپڑے کی گٹھری دیکھی اور  
 اسکو قبول کر لیا پھر گٹھری کے مالک نے اس میں سے ایک کپڑا کاٹ لیا پھر اسکو آگاہ کر دیا کہ میں نے اس میں  
 ایک کپڑا کاٹ لیا ہے مگر اس کپڑے کو اسکو نہ دکھلایا نہ بتایا کہ جو کچھ گٹھری میں ہے وہ اس شخص نے خرید  
 لیا تو اسکو خیاردیت حاصل ہوگا اسطرح اگر کسی شخص نے دو کپڑے بیچ کے واسطے پیش کیے پھر ایک  
 کو ایک سو مال میں لپیٹ دیا پھر مشتری کے پاس آیا اور بدو دیکھنے کے مشتری نے اس سے خریدا  
 اور یہ نہ جانا کہ یہ ان دونوں میں سے کون کپڑا ہے تو اگر بدو دیکھنے کے خیاردیت حاصل ہوگا یہ حاوی  
 میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع دونوں کپڑوں کو ایک ایک رومال میں لپیٹ کر مشتری کے پاس لایا اور کہا کہ یہ  
 وہی دونوں کپڑے ہیں مگر میں نے تیرے سامنے کل کے دن پیش کیے تھے پس مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا  
 دس روپے کو لیا اور یہ دوسرا بھی دس روپے کو لیا اور خرید کے وقت ان کو نہ دیکھا تو اسکو خیاردیت حاصل ہوگا  
 اور اگر دونوں کو مختلف فن کے ساتھ خریدا اسطرح کہ کہا یہ میں نے بیس روپے کو خریدا اور یہ دوسرا کپڑا دس  
 روپے کو خریدا تو اسکو خیاردیت حاصل ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک کو بیس روپے

تو کہ قول  
 مشتری  
 کا معتبر  
 ہوگا  
 اور اگر  
 مشتری  
 نے اس  
 کو قبول  
 کر لیا  
 پھر اس  
 کو آگاہ  
 کر دیا  
 کہ میں  
 نے اس  
 میں سے  
 ایک کپڑا  
 کاٹ لیا  
 ہے مگر  
 اس کو  
 نہ دکھلایا  
 نہ بتایا  
 کہ جو کچھ  
 گٹھری  
 میں ہے  
 وہ اس  
 شخص  
 نے خرید  
 لیا تو  
 اس کو  
 خیاردیت  
 حاصل  
 ہوگا

کویا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ کونسا کپڑا ہے تو بیچ فاسد ہر یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور تھقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک گٹھری ہرانی کپڑوں کی پیش کی اور اسے ہر کپڑے کو دیکھا پھر گٹھری کے مالک سے لے لیا گیا۔ کپڑا اس میں سے نکال کے ایک رومال میں پٹیا اور اس کپڑے کو اس شخص نے جس کے سامنے گٹھری پیش کیا تھی خرید لیا تو اس کے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار حاصل ہوگا اگرچہ گٹھری کے مالک نے بیان کیا ہو کہ یہ کپڑا اسی گٹھری کا ہے یہاں تک کہ اس طرح بیان کرے کہ جس سے وہ اس کپڑے کو معین طور پر پہچان سکتے ہیں تو یہ نہیں لکھا ہے۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہو اور خریدتے وقت اسکو نہ پہچان سکیے کہ کوئی کپڑا کسی شخص کے ہاتھ میں دیکھا تھا پھر اس کپڑے والے نے اسکو ایک رومال میں لپیٹ کر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اس نے نہ جانا کہ یہ وہی کپڑا ہے یا کوئی باندی کسی شخص کے پاس دیکھی تھی پھر اسکو نقاب ڈالے ہوئے کسی کے پاس دیکھ کر اس سے خریدی اور نہ جانا کہ یہ وہی باندی ہے تو اسکو پھر دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے اگر ایک کچھال کا پانی خریدا تو اسکو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ بعض پانی بعض پانی سے اچھا ہوتا ہو اسی طرح اگر پانی کے خریدنے میں شرط کی تھی کہ وجہ کا ہو اور وہ وجہ کا نہ نکلا تو بھی خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ بعض جگہ بعض سے اچھی ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور خیاردیت تمامیت صفحہ کا مانع ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گٹھری دہلی کپڑے کی خریدی اور اسکو نہ دیکھا اور اسپر قبضہ کر لیا اور اس کے کسی کپڑے میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اسکو خیاردیت کی وجہ سے انہیں سے کچھ واپس کر لیا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر بعضی بیچ کے سوا بعضی میں بیچ کی اجازت یہی جیسے کہ دو کپڑے یا دو غلام یا اس کے مانند خریدے اور قبضہ کرنے کے بعد انکو دیکھ کر ایک کو پسند کر کے کہا کہ میں نے اسکو پسند کر لیا تو بیچ تمام لازم ہو جائیگی اور خیار اپنے حال پر باقی رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو چیزیں خریدیں اور انکو دیکھ کر پھر ایک پر قبضہ کر لیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہے یہ ابن رستم نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی ہے اور ایک کا دو کھیندو نوں کے دیکھنے کے مثل نہیں ہو مگر اسی صورت میں کہ جسکو دیکھا تھا اسپر قبضہ کر کے اسکو تلف کر دیا تو اسوقت میں اسکو بیچ لازم ہوگی اور اس میں امام ابو یوسف رحمہ کا خلاف ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک ایسی چیز خریدی کہ جسکو دو نوں نے نہیں دیکھا ہے اور دو نوں نے اسپر قبضہ کر لیا پھر دو نوں نے اسکو دیکھا پھر ایک نے اسکو پسند کیا اور دوسرے نے اس کے واپس کر لیا اسلئے کہ اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ دو نوں کی رائے واپس کرتے پر متفق ہو جائے اور یہ قول امام اعظم رحمہ کا ہے اسی طرح اگر رائے دو ہوں اور مشتری ایک ہو اور خیاردو نوں بالعموم کو حاصل ہو اور ایک انہیں سے بیچ توڑ دے اور دوسرا اجازت دے تو بیچ جائز نہوگی تا وقتیکہ دو نوں کی رائے اجازت پر متفق نہو۔ اور اگر دو شخصوں نے ایک باندی خریدی کہ ان میں سے ایک اسکو پہلے دیکھ چکا تھا پھر دو نوں نے اسپر قبضہ کر لیا اور جس نے نہیں دیکھا تھا اس نے اسکو دیکھا اور دو نوں کی رائے اس کے واپس کرنے پر متفق نہوئی تو دو نوں اسکو واپس کر سکتے ہیں اور اگر یہ صورت ہوئی کہ جس نے اسکو دیکھا تھا اس نے دوسرے کے واپس کر سنے سے پہلے کہا کہ میں راضی ہوں اور میں نے بیچ نافذ کر دی تو جس شخص نے کہ نہیں دیکھا تھا اسکو تمام بیچ کے واپس کر دینے کا اختیار ہوگا اور خریدکے کار راضی ہونا ہرگز اس کی رویت کے ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو کپڑوں میں سے

[illegible]

اگر کسی کو دیکھا اور دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا تو اسکو دونوں کے واپس کرنے یا لے لینے کا اختیار ہو گا۔  
 یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک ایسی گٹھری زلی کپڑوں کو خریدی کہ جسکو اُسے نہیں دیکھا ہو پھر اس میں سے ایک تیرا پڑا تو اس گٹھری میں اسکا خیال باطل ہو گیا یہ بیجا مشربی نہیں لکھا ہے۔ اور خیاریت کی وجہ سے نہ کرنا قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد بیع کا فتح کرنا ہی اس میں قاضی کے قضا اور بائع کی رضا کی حاجت نہیں ہے اور صرف اتنے کہنے سے کہ میں نے واپس کیا بیع فسخ ہو جائیگی مگر بائع کی بدولت آگاہی کے امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک واپس کرنا صحیح نہیں ہے یہ بھرا لائن میں لکھا ہے۔ اور اگر قبضہ کر لیا اور پھر اسکو دیکھا تو اسکو خیال حاصل رہیگا تاوقتیکہ وہ اجازت نہ دے یا اسکی طرف سے کوئی ایسی بات نہ پائی جاوے جو رضامندی پر دلالت کرتی ہو یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اور خیال ویت میں بعد دیکھنے کے بائع کے حاضر ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں میں سب کے نزدیک رضامندی صحیح ہو جاتی ہے اور رضامندی کی دو صورتیں ہیں ایک رضامندی صحیح طور سے جیسے بعد دیکھنے کے کہ دیا کہ میں اس سے راضی ہوا یا میں نے بیع کی اجازت دی اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کرے کہ جس سے رضامندی پائی جاوے جیسے خریدنے کے بعد اسکو دیکھا کہ اسپر قبضہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور عیب دار ہونے یا تصرف کرنے کے کہ جسے خیال شرط باطل ہو جاتا ہے انھیں سے خیاریت بھی جاتا رہتا ہے پھر اگر ایسا تصرف ہو کہ جسکے سبب سے کسی غیر کا کچھ حق واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ مطلقاً بیع کی مثال یعنی اس میں اپنی ذات کے واسطے خیال کی شرط نہ لگائی یا اس میں کیا یا اجارہ پر دیا تو خیال ویت دیکھنے سے پہلے اور قبضہ دیکھنے دونوں صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے دیکھنے سے پہلے اور قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا ایسے سبب سے کہ جو طرح سے فسخ میں شمار ہو اسکو واپس دیا گیا اور رہن ٹوٹ گیا اور اجارہ ٹوٹ گیا تو خیال ویت عود کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے غیر کا حق متعلق ہوا جیسے بیع اپنی ذات کے واسطے خیال کی شرط کر کے فروخت کی یا ہبہ کر کے سپردہ کی یا بیع کے واسطے پیش کی تو خیال ویت باطل نہ ہو گا اور اگر بیع میں اس قسم کے تصرفات دیکھنے کے بعد کرے گا تو اسکا خیال باطل ہو جائیگا یہ کھایہ میں ہے اور اگر بعض بیع کو دیکھنے کے بعد بیع کے واسطے پیش کیا تو امام محمد کے نزدیک اسکا خیال باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہنا کہ باطل نہ ہو گا یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور صحیح قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہے یہ بائع میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی خریدے ہوئے غلام کو نکالتے ہو یا پھر وہ کتابت سے عاجز ہو اور پھر اسکو مشتری نے دیکھا تو اسکو خیال ویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا یہ حادی میں لکھا ہے۔ اللہ اگر یعنی بیع اس کے ہاتھ سے نکل گئی یا اس کے پاس میں کچھ نقصان آگیا یا اس میں کچھ زیادتی ہو گئی خواہ وہ زیادتی ملی ہوئی تھی یا جدا تھی تو اسکا خیال باطل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اس طرح اگر بیع باندی تھی اور اس سے وحلی کر لی یا اسکو شہوت سے چھوایا شہوت اسکی فرج کی طرف دیکھا یا بیع کوئی گھوڑا اٹھا کہ اپنی ذاتی ضرورت کے واسطے اسپر سوار ہوا یا مثل کے واقع ہو تو بھی اسکا خیال جاتا رہیگا یہ بائع میں لکھا ہے۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز دیکھنے سے پہلے کسی کے ہاتھ اس کے واسطے خیال کی شرط کر کے فروخت کر دی تو یہ بیع منحل مطلق بدولت شرط کے جو اس سے خیال ویت دیکھنے سے پہلے ساقط ہو جاتا ہے یہی

میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ سب کیا ہے۔  
خدا کی خدمت میں "علاء"  
فولر کے بارے میں  
پیشکش کروں گی۔  
میں نے اپنی جگہ پر  
یا پھر یا پھر  
اور جو  
زیادتی کے  
بارے میں  
چشم دید اہل



کی شرح کنز میں لکھا ہے۔ اور اس طرح اگر اسکو بیع فاسد کے طور پر فروخت کیا اور مشتری کو سپرد کر دیا تو بھی خیاری باطل ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور اس طرح اگر دیکھنے سے پہلے اسکو ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو خیاری باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اس طرح اگر دیکھنے کے ساتھ ثمن ادا کر دیا تو بھی خیاری جائز رہتا ہے یہ قنائے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس بیع میں سے کچھ تلف ہو جائے تو اسکا خیاری باطل ہو جائیگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے اس میں کوئی ایسا نقصان کیا جس سے اس میں کچھ نقصان آتا ہو حالانکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ وہی بیع ہے تو بھی اسکا خیاری باطل ہو جائیگا مثلاً ایک خریدی ہوئی بکری کے پشیم کاٹ لیے اور یہ نہ جانتا کہ یہی بکری خریدی گئی ہے یا کوئی کچرا پہن کر اس میں نقصان پیدا کر دیا حالانکہ یہ نہ جانتا کہ یہی کچرا بائع نے فروخت کیا ہے یہ سراج الابرار میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی باندی خریدی جسکو نہیں دیکھا تھا پھر اس باندی کو بائع نے مشتری کے پاس دو بیعت رکھا حالانکہ مشتری اس باندی کو نہیں پہچانتا تھا کہ یہی خریدی ہوئی باندی ہے پھر وہ مشتری کے پاس مرغی تو مشتری اسپر قاضی شام ہوگا اور اسپر ثمن واجب ہوگا کیونکہ باندی اسکی ضمانت میں ہلاک ہوئی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد وہ باندی بائع کے پاس دو بیعت رکھی اور وہ بائع کے پاس مشتری کے بیع پر راضی ہونے سے پہلے مرغی تو یہ مشتری کا مال گیا اور اسپر ثمن واجب ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی موزا خریدا اور بائع نے مشتری کو سونے کی حالت میں پہنایا یا پھسرد وہ خواب سے اٹھا اور اسکو پہنے چند قدم چلا اور اس جگہ سے اس میں کچھ نقصان آیا تو مشتری کا خیاری رویت باطل ہو گیا اور اگر کچھ نقصان نہ آیا تو خیاری رویت باطل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا گھر خریدا کہ جسکو نہیں دیکھا تھا پھر اس کے پہلو میں دوسرا گھر فروخت ہوا اور مشتری نے اسکو شعبہ کی راہ سے لیا تو ظاہر الروایت کے موافق اسکا خیاری رویت باطل نہ ہوگا یہ فناوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ یہی مختار ہے یہ نہرائی میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے کوئی چیز لے کر اس کو بیعت کر کے فروخت کیا تو اس کو بیعت کر کے فروخت کرنے کے بعد مشتری کو خیاری رویت حاصل ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیع باطل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ اس قبیلہ کے اندر یا جو کچھ اس کو ٹھہری میں ہے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور اسکو دیکھنے کے وقت خیاری ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ اس دادر کے اندر یا اس گاؤں میں ہے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ اسکے اندر حالت بہت بڑھی ہوئی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کوئی مرغی ایک موتی مائل گئی پھر اسکو بیعت موتی کے فروخت کیا تو بیع جائز نہیں ہے اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی دیکھا ہو اگر مرغی مر جانے کے بعد موتی فروخت کیا تو بیع جائز ہے اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو لیکن مشتری کو موتی میں خیاری رویت حاصل ہوگا یہ فناوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی اسباب خرید کر اسکو کسی جگہ اٹھالے گیا تو اسکو خیاری حبیب یا خیاری رویت کی وجہ سے واپس کر سنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ اس کو اسی جگہ واپس لاوے جہاں کے عقدہ ہوا تھا ورنہ رو کر تا مینج نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ خواہ اٹھا لیا سنے سے اسکی قیمت بڑھ گئی ہو یا گھٹ گئی ہو یہ عقیدہ میں زیادہ کیا ہے۔ اگر کچھ دودھ اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کے مکان پر پہنچائے پس

فناوے ہندیہ  
کتاب الیوم  
باب ہفتم  
خیاری رویت  
کے بارے میں

اگر بیج فارسی، زمان میں واقع ہوئی، تو جائز ہی ہے اگر مشتری نے وہ دودھ نہیں دیکھا تھا اور جب بائع نے مشتری کے مکان پر پہنچا دیا تب اسے دودھ کو دیکھا تو فقہ ابو الیث نے فرمایا ہے کہ اسکو خیاردویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اگر اسے واپس کر دیا تو بائع کو اس کے اٹھا لائے کی ضرورت ہوگی اور یہ بمنزلہ ایسے عیب کے ہے کہ جو مشتری اسے پاس پیدا ہو گیا ہو یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور خیاردویت یا خیاردویت یا خیاردویت کی وجہ سے بیع کے واپس کرنے میں جو خرچ پڑے وہ مشتری کے ذمہ ہوگا اور جامع الفصولین میں لکھا ہے کہ اگر مشتری نے گھر کے اندر کسی شخص کو بسایا تو اسکا خیاردویت ساقط ہوگا لیکن اگر کرایہ پر بسایا ہو تو خیاردویت ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین خریدی اور کسی کا شتکار کو اجازت دی کہ اس میں کھیتی کرے تو اس کا خیاردویت ہو جائیگا کیونکہ شتکار کا فعل مشتری کے حکم سے مثل فعل مشتری کے ہے یہ معنی کی شرح کثر میں لکھا ہے۔ اگر کسی کوئی زمین خریدی اور اس زمین کا کوئی شتکار تھا اور اس کا شتکار نے اس مشتری کی رضامندی سے اس میں کھیتی کی اس طرح پر کہ مشتری نے اسکو اپنی پہلی حالت پر چھوڑ دیا پھر اس زمین کو دیکھا تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی زمین دیکھنے سے پہلے کسی شخص کو مستعار دی تاکہ وہ اس میں زراعت کرے تو کھیتی کرنے سے پہلے خیاردویت ساقط ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ والوافیہ میں مذکور ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو ایسی طرح سے بیچے کا ارادہ کیا کہ مشتری کو خیاردویت باقی نہ رہے تو حلیہ اس باب میں یہ ہے کہ ایک کپڑے کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کر دے کہ یہ اسکا ہے پھر یہ کپڑا زمین فروخت کر دے پھر وہ شخص کہ چلے واسطے کپڑے کا اقرار کیا ہے اس کپڑے کا استحقاق ثابت کر کے لے لے پس مشتری کا خیاردویت باطل ہو جائیگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک ایسا گھر خریدا کہ جسکو دیکھا نہیں تھا پھر اسکو دیکھا اور یہ نہ کہا کہ پسند آمد یا نہ آمد یعنی پسند آیا یا نہ آیا اور کچھ لوگوں سے یہ کہا گواہ بائید بر خریدن من این خانه یعنی میرے اس گھر کے خریدنے پر گواہ رہو پھر یہ قصد کیا کہ میں خیاردویت کے وجہ سے اس گھر کو واپس کروں تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک ایسا گھر خریدا کہ جو دوسرے شہر میں واقع ہو اور بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے اسکو میرے سپرد کر دیا پھر مشتری نے نہ دیکھنے اور نہ حقیقتہً قبضہ کرنے کی وجہ سے من اد کرنے سے انکار کیا تو اسکو اختیار ہے کہ خیاردویت کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر اسے واپس نہ کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ مشتری کے ساتھ اس شہر کو جائے یا اپنا کوئی وکیل اس کے ساتھ کرے تاکہ وکیل ثمن پر قبضہ کر لے اور گھر اس کے سپرد کر دے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام خریدا اور اسکو اندھا پایا اور کہا کہ میں قصد کرتا ہوں کہ اسکو اپنے قسم کے کفارہ میں آزاد کروں پس اگر کافری طور پر ادا ہو جائیگا تو لے لوگا ورنہ واپس کر دینا تو اسکو واپس کر لینا اختیار ہے۔ بشرطہ کہ اسے ابوابیہ سے رجوع سے روایت کی ہو کہ کسی شخص نے دو کڑے گیلون خریدے اور انگوٹھیں دیکھا پھر قبضہ سے پہلے یا بعد قبضہ کے ان دو ٹون میں سے ایک کی بیع کا اقالہ کر دیا تو اسکو باقی میں خیاردویت حاصل ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک بے دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر بائع سے کہا کہ اسکو فروخت کر دے یا کہا کہ اپنے واسطے اسکو فروخت کر دے تو اسی وقت وہ واپس ہو جائیگی خواہ بائع نے اسکو فروخت کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر یہ لفظ بعد دیکھنے

قلمی ہندیہ  
کتاب بیوت  
باب ہفتم  
خیاردویت  
مذکور ہے  
اگر کسی  
شخص نے  
زمین خریدی  
اور اس میں  
کھیتی کرنے  
کا ارادہ کیا  
تو مشتری  
کو اس میں  
کھیتی کرنے  
کا اختیار  
ہوگا

کے کہا قویہ صورت اس مسئلہ میں مذکور نہیں ہو بان اس مسئلہ کے بعد بکری کے مسئلہ میں اس طرح مذکور ہے کہ کسی نے ایک بکری خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ بائع سے کہا اسکو فروخت کر دے یا اسکو اپنے واسطے فروخت کر دے تو یہ دونوں فقہ کیساں ہیں پس اگر اسے بکری کو زندہ دیکھا ہو گا تو اس کہنے کے ساتھ ہی بیع ٹوٹ جائیگی اور خیار رد میں داخل ہو جائے گا ورنہ بکری واپس ہو جائیگی اور اگر مشتری نے اسکو دیکھ لیا تھا تو بیع نہ ٹوٹے گی تا وقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ میں نے اسکو قبول کیا اور میں اس بکری کو بیچ لوں گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری بیہوش کیجئے ہو۔ مشتری نے اسکو قبول کیا اور بائع کو حکم دیا کہ اسکا دودھ دو بکر صدقہ کر دے یا زمین پر پھینک دے اور اسے اب باہر لے گیا (دودھ دینا یا زمین پر پھینک دینا) کی وجہ سے اسکا خیار بکری میں باطل ہو جائیگا یہ بھرا لائق میں جامع الفصولین سے نقل کیا ہے اگر مشتری دو غلام خریدے اور قبضہ سے پہلے ان دونوں میں سے ایک کو کسی شخص نے خطا سے قتل کر دیا اور مشتری نے اسے اس مقتول کی قیمت اور اسکا نفقہ اسکے قاتل سے لے لیا تو اسکا خیار دوسرے میں باطل نہ ہوگا یہ ظہیر بن یحییٰ لکھا ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مشتری کے پاس غلام ایسے زخم کے ساتھ مجروح کیا گیا کہ جسکے عوض کچھ مال لازم آئے ہو یا کوئی باندی خریدی تھی کہ اسکے ساتھ مشتری کے سوا دوسرے شخص نے شہہ میں وطی کر لی تو اسکا خیار رد میں کی راہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری کے سوا کسی شخص نے اس باندی سے زنا کے طور پر وطی کی یا خود مشتری نے اس سے وطی کر لی یا غلام کو خود مشتری نے مجروح کیا تو ان تینوں صورتوں میں اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر اس صورت میں واپس کر سکتا ہے کہ بائع راضی ہو جائے اور اگر باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا پس اگر وہ بچہ زندہ رہا تو ہر حال میں اسکو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بچہ مر گیا تو بچہ پیدا ہونے سے اگر باندی میں کوئی ظاہر نقصان پیدا ہو گیا تو مشتری کو بدو ن رضامندی بائع کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے سے کوئی ظاہر نقصان نہیں آیا تو بھی کتاب المضاربت کی روایت سے موافق یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھوڑی یا بکری تھی اور وہ بچہ جنی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس طرح اسکے بچہ کو مشتری یا کسی دوسرے نے قتل کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچہ مر جائے تو اسکو واپس کر نیکا اختیار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس غلام کو بائع نے زخمی کیا یا قتل کر دیا تو اصل میں مذکور ہے کہ بیع مشتری کے ذمہ واجب ہو جائیگی اور بائع پر قتل کر دینے کی صورت میں قیمت واجب ہوگی اور زخمی کر دینے کی صورت میں زخم کا جرمانہ دینا پڑے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ عیسیٰ ابن ابان سے روایت ہے کہ اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی باندی کا مصلح کر دیا پھر اسکو اسکے شوہر کے وطی کرنے سے پہلے دیکھا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار باقی ہے اور نکاح کر دینے سے جو اس میں عیب آگیا اسکا بدلہ دینے کے واسطے مہر کافی ہو اگرچہ عیب کا جرمانہ مہر سے ذائد ہو اور بعض فقہانے کہا کہ زانیاتی جو باقی رہ گئی ہو اسکا تاوان دے اور یہی صحیح ہے یہ ظہیر بن یحییٰ لکھا ہے۔ اور اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اسکا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اسکو واپس کر سکتا ہے اور اگر بخار آنے کی حالت میں مشتری نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا اور بائع نے اس غلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو قاضی واپس کرنے کا اختیار باطل ہے کہ بیع کو جائز کر دیکھا پس اگر قاضی کے حکم دینے کے بعد غلام اچھا ہو گیا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار

فولاد افغانی  
اسو اسکو  
شاید اسکو  
نقصان نہ آئے  
نہ ہو  
فولاد افغانی

کر سکتا ہے

نہیں ہو اور اگر غلام کے اچھے ہونے کی حالت میں بائع کے حضور میں اُسکے واپس کر دینے پر گواہ کر لیے پھر بائع  
 کے قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو بخار لے لے گا پھر اُسکا بخار جائز ہوگا تو غلام بائع کے ذمہ پڑے گا یہ حاوی ہے  
 لکھا ہے اگر دیکھی ہوئی غیموں کی ڈھیری تھیندہ سے خریدی اور اُس پر تھیندہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر کم ہو گئی  
 تو اُسکو خیار رویت نہ ہوگا اور یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس شخص کے واسطے بخار ہو وہ فتح کر دیتے  
 کہ انتہائیہ رکھتا ہے لیکن تین شخص یعنی وکیل اور وصی اور وہ غلام کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہو  
 اگر انہیں سے کوئی شخص کسی چیز کو اُسکی قیمت سے کم پر خریدے تو خیار عیب کی وجہ سے فتح کر دینے کا مختار  
 نہیں ہو بلکہ خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے فتح کر سکتا ہے۔ بھرا لائق میں لکھا ہے۔

**دوسری فصل** اُن چیزوں کے بیان میں جسکا تھوڑا سا دیکھنا خیار کے باطل ہونے کے حق میں کل کے دیکھنے  
 کے مانند ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر نہ دیکھی ہوئی چیز دیکھی ہوئی چیز کے تابع ہوئے تو نہ دیکھی ہوئی چیز میں اُسکو خیار  
 نہ ہوگا اور اگر دیکھی ہوئی چیز اصلی ہو تو اس بات پر لحاظ کیا جائیگا کہ دیکھی ہوئی چیز کے دیکھنے لے اگر نہ دیکھی ہوئی چیز  
 نے حال سے آگاہ نہ کیا تو اُسکا خیار رویت باقی رہیگا اور اگر اُسکے حال سے آگاہ کر دیا ہو تو اُسکا خیار رویت  
 باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی یا غلام خرید اور اُسکا چہرہ دیکھ کر پسند کیا تو اس کے بعد اُسکو  
 دیا۔ نوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اس طرح چہرہ کا زیادہ حصہ دیکھ لیا تو تمام چہرہ کے دیکھنے کے مانند ہے اور اگر غنی آدم میں  
 سوائے چہرے کے تمام اعضا دیکھ لیے تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ سراج الہام میں لکھا ہے۔ اور اگر گھوڑا یا بکرا یا گاو وغیرہ  
 خرید اور اُسکے چہرہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا تو امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ مشتری کو خیار  
 باقی رہیگا تا وقتیکہ اُسکا آگاہ و پچھانہ دیکھے ہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور فقہانے فرمایا ہے کہ اگر چار پاون کے  
 پچھانے والوں کا یہ قول ہو کہ چار پاون کے چاروں پاون کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اُسکا دیکھنا بھی خیار سا قطع  
 ہونے کے واسطے شرط ہوگا یہ قطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے۔ اور مکرمہ ثانی اور دم کا دیکھ لینا کافی  
 نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔ یہ فتاویٰ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اور جو کبریٰ اپنے پاس رکھنے کے واسطے خریدی ہو اُسکے  
 حقن اور تمام بدن کا دیکھنا ضرور ہو کذا فی الظہیر ہے۔ اور اگر گوشت کے واسطے بکری خریدی ہو تو اُسکا  
 ٹول کر دیکھنا ضرور ہے یہاں تک کہ اگر اُسکو ورسے دیکھا ہو تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ دم  
 دیتی ہوئی گائے یا اونٹنی خریدی پھر اُسکا تمام بدن دیکھا لیکن اُسکے حقن نہیں دیکھے تو اُسکا خیار باقی رہیگا  
 یہ سراج الہام میں لکھا ہے۔ اور کھانے کی چیزوں میں چکھنا اور سونچنے کی چیزوں میں سونچنا ضرور ہے اور جہاں  
 میں جو دم بجائے جاتے ہیں اُنکی آواز سننا ضرور ہے یہ تین میں لکھا ہے اگر کوئی پکھنے کی چیز خریدی اور رات  
 کو نگرہ دیکھنے چکھا تو اُسکا خیار سا قطع ہو جائیگا یہ فنیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شو مال منقولہ میں سے جو انا  
 کے سوا خریدی پس اگر اُسکی کوئی خاص چیز مقصود ہوتی ہے جیسے مینا خر میں وجہ مقصود ہوتا ہو اور اُسکا اند  
 تو جب تک اُس چیز کو نہ دیکھے تب تک اُسکا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز خاص مقصود نہیں ہوتی ہے  
 اور اُس میں سے تھوڑا سا دیکھ کر راضی ہو گیا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا بشرطیکہ جس قدر نہیں دیکھی ہو وہ  
 صفت میں دیکھی ہوئی کے برابر ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور اگر صفت میں برابر ہو پاورے بلکہ گھٹا ہوا

اور غلام اور آدمی  
 اس سے پہلے  
 تو وہی ہو  
 سیکھا دیکھنا  
 ہے





اپنی تھیلی یا انگلی پر نہیں نکالا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ تیل دیکھنے میں شمار نہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہوا اور اگر خریدی ہوئی چیز کو بیٹھے سے یا آئینہ کے اندر دیکھا یا وہ کسی حوض کے کنارے بھی کہ اسکو پانی کے اندر لکھا تو یہ دیکھنے میں شمار نہیں ہوگا اور اسکو خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر پانی کے اندر کوئی ایسی پھجلی کہ جسکا بدون شکار کے پکڑنا ممکن ہو خریدی اور اسکو پانی کے اندر دیکھ لیا تو بعض فقہانے فرمایا کہ اسکا خیار ساقط نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع کو باریک پردہ کے پیچھے سے دیکھا تو نہ دیکھنے میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور مفتی میں امام محمد سے روایت ہے کہ اگر تاک کا ایک انگور دیکھا تو اسکو خیار باقی رہیگا یہاں تک کہ ہر قسم کے انگوروں میں سے کچھ کچھ دیکھے اور خرابا کے درختوں میں اگر بعض کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو خیار رویت باطل ہو جائیگا اور خرے کی قسموں میں سے ایک قسم کا دیکھنا سب کے دیکھنے کے مانند گردانا گیا ہو اور اگر کٹھے اور بیٹھے انا خریدے اور ایک کو دیکھ لیا تو دوسری قسم کے دیکھنے کے وقت اسکو خیار حاصل ہوگا اور بھی منتفی میں مذکور ہے کہ اگر خرے کے گروچھے خریدے اور بعض کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو بیع لازم ہو جائیگی یہاں تک کہ سب کو دیکھ لے اور اس سے راضی ہو جائے اور یہی حالی تمام ان پھلون کا ہے کہ جو ظاہر ہوں اور ناپ تول یا شمار میں آتے ہوں مگر درخت پر ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ یہی مختار ہے یہ مہمات میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع عقار ہو تو عامہ روایات میں یہ مذکور ہے کہ اگر دار کو باہر سے دیکھا اور راضی ہو گیا تو اسکا خیار جاتا رہیگا۔ فقہانے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ دار کے اندر کوئی عمارت نہ ہو اور اگر اس کے اندر کوئی عمارت ہو تو اندر سے دیکھنا یا جو کچھ مقصود ہے اسکا دیکھنا ضرور ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور محیط میں فرمایا ہے کہ اگر دار کے اندر دو بیت جاڑوں کے اور دو بیت گرمیوں کے اور دو بیت کاٹھے کے ہوں تو سب کا دیکھنا شرط ہے جیسا کہ دار کے صحن کا دیکھنا شرط ہے اور باورچی خانہ اور مزبلہ کا دیکھنا اور بالاخانہ کا دیکھنا شرط نہیں ہے لیکن ایسے شہر میں شرط ہوگا کہ جہاں بالاخانہ مقصود ہوتا ہے جیسے شہر سمرقند میں اور بعضوں نے ان سب کے دیکھنے کی بھی شرط لگائی ہے اور یہی اظہر واشہہ ہے انتہی اگر غلہ کے واسطے کوئی بیت ہو تو اس روایت کے موافق جواب دیا جائیگا کہ بیت سے باہر دیوار کا دیکھنا کفایت کرتا ہے خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدا تو کتاب میں مذکور ہے کہ اگر درختوں کی چوٹیاں باہر سے دیکھ لیں اور ہر درخت کی چوٹی دیکھ کر راضی ہو گیا تو خیار رویت باقی رہیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور تبتان کے باب میں فقہانے کہا ہے کہ اسکو اندر باہر سے دیکھنا چاہیے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چند چیزیں ہوں اور خریدنے وقت بعض کو دیکھا اور بعض کو نہیں دیکھا پس اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزوں میں سے ہو پس اگر ایک ہی برتن میں ہو تو اسکو خیار نہوگا لیکن اگر باقی کو دیکھے ہوئے کے موافق نہاے تو اسکو خیار ثابت ہوگا لیکن خیار عیب ثابت ہوگا خیار رویت ثابت نہوگا اور اگر ناپ یا تول کی چیز دو برتنوں میں ہو پس ہر ایک ایک ہی جنس اور ایک ہی صفت کی ہو تو اس میں مشلخ نے اختلاف کیا ہے اور مشلخ عراق نے فرمایا ہے کہ اسکو خیار نہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر وہ جنسوں کی ہو یا ایک ہی جنس میں دو صفت کی ہو تو اسکو خیار حاصل ہوگا اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ بذائع میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع ایسی گنتی کی چیزیں ہوں کہ جن میں اس میں فرق ہوتا ہے جیسے کسی

تھیلے کے کپڑے خریدے یا تو کرے عین خریدے تو ہر ایک کا دیکھنا ضرور ہو اور اگر بعض کو دیکھنا تو یا ہوا یا نہ ہو سکر  
 خیار رہیگا لیکن اگر واپس کرنے کا قصد کرے تو کل واپس کیسے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر گنتی کا چیز ہو تو آتھیں  
 برابری کے ہوں جیسے اخروٹ یا انڈے وغیرہ تو انہیں بعض کا دیکھنا کفایت کرتا ہے بشرطیکہ باقی کو دیکھنے ہوئے نہ ہو  
 یا اس سے بڑھ کر حکم پاوے یہ محیط میں لکھا ہو۔ لیکن اگر واپس کرنا چاہے تو سب کو واپس کر چکا اور میں سمجھتی ہوں  
 یہ جو اسرار خلاطی میں لکھا ہو۔ پس اگر ان صورتوں میں یہ مذکور ہو تو مشتری یہ دعوے کرے کہ میں نے باقی  
 کو دیکھ لیا جو اس کی صفت پر نہیں پایا بلکہ اس سے کمتر پایا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تم نے اُسی کی صفت  
 پر پایا ہے تو قسم لیکر بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ لانا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی چیز وزن  
 کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے جیسے پیاز اور لسن اور گاجر وغیرہ خریدی تو بعض کا دیکھنا کافی نہیں ہے اور تا وقتیکہ  
 سب کو نہ دیکھے اُسکو خیار باقی رہیگا اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسی سے  
 اس قدر اٹکاڑی کہ جس سے باقی کا حال معلوم کر سکتا ہے اور اسپر راضی ہو گیا تو اسکا خیار ساقط ہو جائے گا  
 سراج الوہاب میں لکھا ہے۔ اور عامۃً مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایت میں مذکور نہیں ہے اور فقہ اسکا  
 ذکر امامی میں امام ابو یوسف رحمہ سے ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر زمین کے اندر پوشیدہ چیز اس قسم کی ہو کہ بعد  
 اٹکاڑنے کے ناپ یا تول میں آتی ہے جیسے پیاز اور لسن اور گاجر اور مشتری نے بائع کی اجازت سے  
 انہیں سے کچھ اٹکاڑی یا خود بائع نے اٹکاڑی پس اگر اٹکاڑی ہوتی ہے چرناب یا تول کے لائق ہے اور مشتری  
 اُسکو دیکھ کر راضی ہو گیا تو سب کی بیع لازم ہو جائیگی اور بعض کا دیکھنا کل کے دیکھنے کے مانند شمار ہو گا  
 بشرطیکہ باقی اُسی کے مانند ہو اور اگر اٹکاڑی چیز تھوڑی سی تھی کہ جو وزن میں نہیں آسکتی تھی تو  
 خیار باطل نہوگا اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ بائع نے خود اٹکاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت  
 سے اٹکاڑی ہو اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اُسی سے کچھ اٹکاڑا پس اگر اٹکاڑی ہوئی چیز اس قدر ہو  
 کہ اُسکی کچھ قیمت ہو تو سب کی بیع لازم ہو جائیگی خواہ مشتری اُس سے راضی ہو یا نہ ہو فتاویٰ قاضی خان میں  
 لکھا ہے۔ اور خواہ دوسری جانب زمین میں وہ چیز کم نکلے یا اُس میں سے کچھ بھی نہ نکلے یہ محیط میں مذکور ہے۔ اور  
 اگر اٹکاڑی ہوئی چیز اس قدر تھوڑی ہو کہ اُسکی کچھ قیمت نہیں ہو تو مشتری کا خیار باطل نہوگا اور ان  
 مسئلوں میں امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر فتوے ہیں فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ زمین کی پوشیدہ  
 چیز ہر گنتی سے فروخت ہوتی ہو تو جیسے مولیٰ وغیرہ تو بعض کے دیکھ لینے سے باقی کا خیار باطل نہیں ہوتا ہے  
 بشرطیکہ بائع نے خود اٹکاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اٹکاڑی ہو اور اگر مشتری نے  
 بائع کی بلا اجازت اٹکاڑی اور اٹکاڑی ہوئی کی کچھ قیمت بھی ہو تو اسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا  
 ہے۔ اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور یہ سب حکم جو مذکور ہوا اُس صورت میں ہے کہ جو چیز زمین میں  
 پوشیدہ ہو اسکا زمین کے اندر ہونا یقینی ہو اور اگر اُگلنے سے پہلے یا اُگلنے کے بعد فروخت کی گئی ہو  
 معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے اندر آگئی ہو یا نہیں آگئی ہو تو بیع جائز نہوگی اور اگر ایسی چیز جو زمین کے  
 اندر ہو جو وہ جیسے پیاز وغیرہ فروخت کر دیا اور بائع نے کسی مقام سے کچھ اٹکاڑ کر کہا کہ میں تیرے

فتاویٰ ہندیہ مکتبہ المدینہ  
 باب ہفتم خیار و بیع  
 جلد سوم حصہ اول  
 ۹۸

ہاں اس شرط پر بیچا ہوں کہ ہر گز یہ بیع کفایت کے ساتھ ٹھیکگی یا موجودی تو بیع جائز نہیں ہر یہ فتاویٰ قاضیان  
 میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کاجرین فروخت کین اور بائع نے کہا کہ مجھ کو یہ خوف ہو کہ اگر  
 میں اسکو اٹھاؤں اور ذرا مٹی تو میرا نقصان ہو اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہو کہ اگر میں اٹھاؤں  
 اور اچھی نہ نکلے تو میں اسکو واپس نہ کر سکو ہاں تو جو شخص اسکو اٹھاؤں میں تطوع کرے جائز ہو اور اگر دونوں  
 میں سے کسی نے اسکا قصد نہ کیا تو قاضی اُن سے عقد بیع کو فسخ کر دے گا یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے اور  
 اگر دو کجایان کاجرین اور ایک کو اٹھاؤں اور اسکی گاجس دین اچھی پائین اور دوسری کو اٹھاؤں  
 اور اسکی گاجرین عیب وار پائین تو اُن میں سے کچھ بھی واپس نہیں کر سکتا ہو کیونکہ اٹھاؤں سے انہیں  
 عیب آگیا و لیکن بقدر نقصان عیب کے بائع سے واپس لے گا اور اگر ایک تھیلے کے اندر بھری ہوئی گاجرین  
 خریدین اور اُس تھیلے کے منہ پر بڑی بڑی گاجرین چائی تھیں اور اس کے اندر چھوٹی چھوٹی پائین پس اگر چھوٹی  
 گاجرین بڑی گاجروں کے دامن میں نہیں پکتی ہیں تو یہ عیب میں شمار ہوگا اور مشتری بائع سے بقدر نقصان  
 کے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام محمد رحمہ  
 سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دس جریب زمین کی گاجرین خریدین اور زمین پر قبضہ کر لیا اور اپنے  
 غلام کو بھیج کر حکم دیا کہ گاجرین اٹھاؤں پس اُس نے تمام گاجرین اٹھا ڈالیں پھر مشتری آیا تو کیا اسوقت اسکو  
 خیار و ریت حاصل ہوگا امام نے فرمایا کہ ہاں پس میں نے کہا کہ اٹھاؤں سے اسکی تمام قیمت گھٹ گئی ہوا ہون  
 فرمایا کہ خیار ہو اگرچہ نقصان آیا ہو یہ محیط میں لکھا ہے

**تیسری فصل** اندھے اور دکیل اور قاصد کے خرید کے احکام کے بیان میں اندھے کی خرید فروخت جائز ہو  
 اور اسپر تینوں امانوں کا اتفاق ہو یہ فسخ القدر میں لکھا ہے۔ اور اسکو اپنی خریدی ہوئی چیز میں خیار ہو اور فروخت  
 کی ہوئی چیز میں خیار نہیں ہو یہ سراج الوباح میں لکھا ہے۔ اور جو چیزیں چھوٹے کی ہیں انہیں اس اندھے کا الٹ  
 پلٹ کرنا اور اسکا چھوٹا لکھوں والے آدمی کے دیکھنے کے مانند ہو اور سو گھنٹے کی چیزوں میں اسکا سو گھنٹا  
 اعتبار کیا جائیگا اور چھلنے کی چیزوں میں چھکنا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور سب روایتوں میں زیادہ مشور  
 روایت یہ ہے کہ وصف کا بیان کرنا شرط نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر کپڑا ہو تو اس میں چھوٹے کے  
 ساتھ اُس کے طول اور عرض کی صفت اور اسکی عمدگی مرتبہ کی بھی بیان کرنی ضرور ہو اور گیون میں چھوٹا اور  
 صفت بیان کرنا ضرور ہو یہ جو ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر چھلون کو درختوں پر لگا ہوا خریدنا تو شہر ہدایت کہنے  
 موافق اس میں وصف کا بیان کرنا ضرور ہو باقی کچھ ضرور نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور عقار میں  
 جب تک اسکا وصف بیان نہ کیا جائے تب تک اندھے کا خیار ساقط نہیں ہوتا ہے اور یہی مذہب صحیح ہے یہ  
 اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے۔ اور یہی یعنی وصف کا بیان کرنا اُن سب چیزوں میں معتبر ہے کہ جو چھوٹے  
 یا سو گھنٹے یا چھلنے سے نہیں بچانی جاتی ہیں جیسے چوپائے اور غلام اور درخت وغیرہ یہ سراج الوباح میں لکھا ہے۔  
 اور اگر یہ بائین عقد بیع ہونے سے پہلے واقع ہو گئی ہوں تو اب اسکو خیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قمر تاشی میں مذکور ہے اور  
 اگر اندھے کے سامنے وصف بیان کیا گیا اور وہ بیع پر راضی ہو گیا پھر وہ پنا ہو گیا تو اسکا خیار عموماً گرجایا

اور اسکی گاجرین عیب وار پائین تو اُن میں سے کچھ بھی واپس نہیں کر سکتا ہو کیونکہ اٹھاؤں سے انہیں عیب آگیا و لیکن بقدر نقصان عیب کے بائع سے واپس لے گا اور اگر ایک تھیلے کے اندر بھری ہوئی گاجرین خریدین اور اُس تھیلے کے منہ پر بڑی بڑی گاجرین چائی تھیں اور اس کے اندر چھوٹی چھوٹی پائین پس اگر چھوٹی گاجرین بڑی گاجروں کے دامن میں نہیں پکتی ہیں تو یہ عیب میں شمار ہوگا اور مشتری بائع سے بقدر نقصان کے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام محمد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دس جریب زمین کی گاجرین خریدین اور زمین پر قبضہ کر لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر حکم دیا کہ گاجرین اٹھاؤں پس اُس نے تمام گاجرین اٹھا ڈالیں پھر مشتری آیا تو کیا اسوقت اسکو خیار و ریت حاصل ہوگا امام نے فرمایا کہ ہاں پس میں نے کہا کہ اٹھاؤں سے اسکی تمام قیمت گھٹ گئی ہوا ہون فرمایا کہ خیار ہو اگرچہ نقصان آیا ہو یہ محیط میں لکھا ہے





زیر ہی پھر ایک شخص کو بے دیکھنے کے واسطے رکھ لیا گیا اور کہا کہ اگر تجھ کو پسند آوے تو لے لینا تو یہ جائز نہیں  
تھی۔ پھر اگر ان میں جائز اہل فہم لوگوں سے منظور ہو۔ اگر کسی شخص کو ایسی چیز میں جو خود بے دیکھے خریدی ہو دیکھ کر غور  
کر لے لے کے واسطے اس طرح پر رکھ لیا گیا کہ اگر راضی ہو تو بیع نامہ کر دے اور اگر راضی نہ ہو تو بیع فسخ کر دے تو اس طرح  
رکھ لیا گیا کہ نام بیع ہو اور اسکا دیکھنا مکمل کے دیکھنے مانند ہو گا کیونکہ مکمل نے یہ بیع اُسکی رائے اور نظر پر پھوٹا دی  
ہی تو یہ وکالت صحیح ہو گی جیسے کہ خیال کو بندہ طے کے ساتھ خرید کر نے میں فسخ یا اجازت کسی کے سپرد کرنا صحیح ہے یہ عیض سخری میں لکھا ہے

**آکھوان باب** خیاری عیب کے بیان میں اور اس میں سات فصلیں ہیں  
**فصل اول** خیاری عیب کے ثبوت اور اس کے حکم و شرائط اور عیب کے پہچاننے اور اُسکی تفصیل کے بیان میں  
خیاری عیب بدون بشرط کرنے کے ثابت ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کسی نے اگر کوئی چیز خریدی کہ جس میں  
کوئی عیب خریدنے کے وقت یا اُس سے پہلے اُسکو معلوم نہ تھا اور پھر عیب تھوڑا یا بہت ظاہر ہوا تو اُسکو  
اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن میں لے لے ورنہ واپس کر دے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور واپس  
کرنے کا اختیار اُس وقت ہے کہ بلا مشقت اُس عیب کو زائل نہ کر سکتا ہو اور اگر زائل کرنے پر قادر ہو تو اختیار نہ ہوگا  
جیسے خریدی ہوئی باندی کا احرام باندھا ظاہر ہوا تو مشتری اُسکو حلال کر سکتا ہے یہ فسخ القدر میں لکھا ہے اور  
مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس عیب دار کو رکھ کر بائع سے نقصان لیوے یہ اقطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے  
پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر قبضہ سے پہلے عیب پر مطلع ہو جائے تو اس آگاہی پر مشتری اُسکو رد کر سکتا ہے اور صرف اُسکے  
اس کہنے سے کہ میں نے واپس کیا بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہ ہوگی اور  
اگر قبضہ کے بعد اطلاع ہوئی تو بدون بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کے بیع فسخ نہ ہوگی پھر اگر اُس نے بائع کی رضامندی  
سے بیع فسخ کی تو یہ اُن دونوں کے حق میں فسخ ہوگی اور دوسروں کے حق میں بیع شمار ہوگی اور اگر قاضی کے  
حکم سے فسخ ہوئی تو اُن دونوں کے حق میں اور انکے سوا غیروں کے حق میں بھی فسخ شمار ہوگی یہ مروج الوملج میں  
لکھا ہے۔ اور جو عقد واپس کرنے سے فسخ ہو جاتا ہے اور اُس میں بیع اپنے مقابل کے عوض ضمانتین ہوتی ہے تو  
ایسے عقد میں تھوڑے اور بہت دونوں طرح کے عیب سے وہ شے واپس ہو جاتی ہے اور جو عقد کہ واپس  
کرنے سے فسخ نہیں ہوتا ہے اور اُس میں وہ شے اپنی ذات سے ضمانتین ہوتی ہے نہ جو عوض جیسے مہر اور بل خلع  
و قصاص تو ایسے عقد میں تھوڑے عیب سے واپس نہ کیا جائیگی فقط بہت عیب کی وجہ سے واپس ہو سکتی ہے یہ  
شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور تھوڑے عیب کی وجہ سے مہر کا واپس نہ ہونا صرف اُسی صورت میں ہے کہ مہر  
ناپ یا تول کی چیز نہ ہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو تو تھوڑے عیب سے بھی واپس ہو سکتی ہے یہ فیہ فیہ  
عمادیہ میں لکھا ہے۔ اور بہت عیب مہر میں یہ ہوگا کہ اُسکو اعلیٰ درجہ سے اوسط درجہ پر لاوے یا اوسط  
درجہ سے ادنیٰ درجہ پر گراوے یہ بحر الرائی میں لکھا ہے اور دونوں قسموں میں حد فاصل یہ ہے کہ جو عیب  
چند اندازہ کرنے والوں کے اندازہ میں حدود داخل ہو جاوے مثلاً ایک نے اُسکو بے عیب ہزار  
درم کا تجویز کیا اور عیب کے ساتھ اس سے کم تجویز کیا اور دوسرے نے اُسکو اس عیب کے ساتھ پورے  
ہزار کا تجویز کیا تو یہ عیب تھوڑا شمار ہوگا اور اگر چند اندازہ کرنے والوں کی اندازہ ہو بلکہ یکسان ہو

علیہ السلام  
سنة ۱۰۱  
مہر و خلع  
مہر و خلع

جیسے کہ چند اندازہ کرنے والوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بے عیب ہزار درم کا ہو اور اس عیب کے ساتھ سمجھوں  
نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہزار سے کم کا ہو تو یہ کھلا ہوا بہت عیب۔ کھلائیگا یہی فتوے کے واسطے اختیار کیا گیا  
ہو یہ مختار اٹھا دے میں لکھا ہو۔ اور خیار عیب کا یہ حکم ہو کہ مشتری کی ملک بیع میں فی الحال ثابت ہو جاتی ہو مگر ملک  
لازم نہیں ہوتی ہو یہ بدائع میں لکھا ہو اور شرح طحاوی میں لکھا ہو کہ خیار عیب میں وراثت جاری ہوتی ہو۔ انتہے  
اور اسکا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا ہو یہ سراج الوباح میں لکھا ہو اور خیار عیب ثابت ہونے کی چند شرطیں ہیں  
آزائجلہ بیع کے وقت یا اسکے بعد سپرد کرنے سے پہلے عیب ثابت ہونا چاہیے اور اگر بعد اسکے پیدا ہوگا تو خیار  
ثابت نہ ہوگا اور آزاوجلہ مشتری کے پاس بھی قبضہ کر لینے کے بعد اس عیب کا ثبوت چاہیے اور تمام عیبوں میں آپس  
کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے عامۃً مشائخ کے نزدیک صرف بائع کے پاس عیب کا ثابت ہونا کافی  
نہیں اور آزاوجلہ بھاگنے یا چوری کرنے یا بچھونے پر پیشاب کر دینے کے عیب میں عقل ہونا چاہیے اور  
آزاوجلہ ان تینوں عیبوں میں نیکیان حالت ہونی چاہیے اور اگر حالت بائع کے پاس اور مشتری  
کے پاس مختلف ہو گئی تو آپس کرنے کا حق ثابت نہ ہوگا اور آزاوجلہ قبضہ اور عقد کے وقت مشتری کا اس  
عیب سے ناواقف ہونا چاہیے اور اگر قبضہ یا عقد کے وقت مشتری اسکو جاننا تھا تو اسکو خیار نہ رہیگا  
اور آزاوجلہ یہ شرط ہو کہ بائع نے بیع کے سبب عیبوں سے اپنا ذمہ پاک کر لینا شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کر لیا ہو  
تو مشتری کو خیار نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہو۔ فقہ حنفی نے اپنی کتاب میں فرمایا ہو کہ تاجروں کی عادت میں جس  
چیز سے شے میں نقصان آتا ہو وہ عیب ہو اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا ہو کہ جو چیز مال کے دیکھنے  
اور مشاہدہ کرنے میں نقصان پیدا کرتی ہو جیسے حیوان کے ہاتھ پاؤں شل ہونا اور برتنوں کا شکستہ ہونا  
یا اس سے اس مال کے نفع میں کچھ نقصان آتا ہو تو یہ عیب ہو اور جس سے ان دونوں باتوں میں کچھ  
نقصان نہیں آتا ہو اس میں لوگوں کے رواج کا اعتبار کیا جائیگا اگر وہ اسکو عیب کہتے ہیں تو عیب ہوگا  
ورنہ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور عیب ہونے یا نہ ہونے میں عیب جاننے والوں کی طرف رجوع کیا جائیگا اور  
وہ تاجر لوگ ہوتے ہیں اور اگر بیع ساختہ چیزوں میں سے ہو تو مرجع اس پیشہ کے لوگ ہیں یہ فتح القدر میں  
لکھا ہو اندھا ہونا اور کاننا ہونا اور احول ہونا اور انگلی کا ناندیا ناقص ہونا عیب ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور  
اقبل ہونا اور قبل وہ شخص ہوتا ہو ایسا معلوم ہو کہ گویا اپنی ناک کے کنارے کو دیکھتا ہو اور برتری  
یعنی سینے کا کھلا ہوا ہونا عیب میں شمار ہو یہ بدائع میں لکھا ہو اور اس طرح بہرا ہونا اور گھٹا ہونا اور باقی عیب  
جب بدیش میں ہوتے ہیں سب عیب میں شمار ہیں اور گندہ وہن اور بغل کا بدلو کرنا باندی میں عیب  
ہو اور غلام میں عیب نہیں ہو لیکن اگر بہت ہو تو عیب ہو اس واسطے کہ یہ پیٹ کی بیماری چولات کرتا ہو  
اور بیماری فی نفسہ عیب میں شمار ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اور ایسے ہی بدائع و مبسوط و تیسین میں ہو اور بحر غلام  
اور پاندی دونوں میں عیب ہو اور بھر پڑ کے پھولے ہوئے کو کہتے ہیں (البحر) قرن بھی عیب ہو اور وہ  
ایک ہڈی ہو کہ فرج میں پیدا ہو جاتی ہو اور وطی سے مانع ہوتی ہو اور عقل بھی عیب ہو اور وہ ایک قسم کا  
گوشٹ ہو کہ فرج میں پیدا ہو جاتا ہو اور وطی سے مانع ہوتا ہو۔ یہ سراج الوباح میں لکھا ہو اور بعضوں

عقل  
ان تینوں عیبوں میں  
نیکیان حالت ہونی  
چاہیے اور اگر حالت  
بائع کے پاس اور  
مشتری کے پاس  
مختلف ہو گئی تو  
آپس کرنے کا حق  
ثابت نہ ہوگا اور  
آزاوجلہ قبضہ اور  
عقد کے وقت  
مشتری کا اس  
عیب سے ناواقف  
ہونا چاہیے اور  
اگر قبضہ یا عقد  
کے وقت مشتری  
اسکو جاننا تھا  
تو اسکو خیار نہ  
رہیگا اور آزاوجلہ  
یہ شرط ہو کہ  
بائع نے بیع کے  
سبب عیبوں سے  
اپنا ذمہ پاک  
کر لینا شرط  
نہ کیا ہو اور  
اگر شرط کر لیا  
ہو تو مشتری  
کو خیار نہ ہوگا  
یہ بدائع میں  
لکھا ہو۔ فقہ  
حنفی نے اپنی  
کتاب میں فرمایا  
ہو کہ تاجروں  
کی عادت میں  
جس چیز سے  
شے میں نقصان  
آتا ہو وہ عیب  
ہو اور شیخ  
الاسلام خواہر  
زادہ نے فرمایا  
ہو کہ جو چیز  
مال کے دیکھنے  
اور مشاہدہ  
کرنے میں  
نقصان پیدا  
کرتی ہو جیسے  
حیوان کے ہاتھ  
پاؤں شل ہونا  
اور برتنوں کا  
شکستہ ہونا  
یا اس سے اس  
مال کے نفع میں  
کچھ نقصان  
آتا ہو تو یہ  
عیب ہو اور جس  
سے ان دونوں  
باتوں میں کچھ  
نقصان نہیں  
آتا ہو اس میں  
لوگوں کے رواج  
کا اعتبار کیا  
جائیگا اگر وہ  
اسکو عیب  
کہتے ہیں تو  
عیب ہوگا ورنہ  
نہ ہوگا یہ  
محیط میں  
لکھا ہو۔ اور  
عیب ہونے یا  
نہ ہونے میں  
عیب جاننے  
والوں کی طرف  
رجوع کیا  
جائیگا اور وہ  
تاجر لوگ  
ہوتے ہیں اور  
اگر بیع  
ساختہ چیزوں  
میں سے ہو تو  
مرجع اس  
پیشہ کے لوگ  
ہیں یہ فتح  
القدر میں  
لکھا ہو اندھا  
ہونا اور کاننا  
ہونا اور احول  
ہونا اور انگلی  
کا ناندیا  
ناقص ہونا  
عیب ہو یہ  
محیط میں  
لکھا ہو۔ اور  
اقبل ہونا اور  
قبل وہ شخص  
ہوتا ہو ایسا  
معلوم ہو کہ  
گویا اپنی  
ناک کے کنارے  
کو دیکھتا ہو  
اور برتری  
یعنی سینے  
کا کھلا ہوا  
ہونا عیب میں  
شمار ہو یہ  
بدائع میں  
لکھا ہو اور  
اس طرح  
بہرا ہونا اور  
گھٹا ہونا اور  
باقی عیب  
جب بدیش میں  
ہوتے ہیں سب  
عیب میں  
شمار ہیں اور  
گندہ وہن اور  
بغل کا بدلو  
کرنا باندی  
میں عیب ہو  
اور غلام میں  
عیب نہیں ہو  
لیکن اگر بہت  
ہو تو عیب ہو  
اس واسطے کہ  
یہ پیٹ کی  
بیماری  
چولات کرتا  
ہو اور بیماری  
فی نفسہ عیب  
میں شمار ہو  
یہ کافی میں  
لکھا ہو۔ اور  
ایسے ہی  
بدائع و  
مبسوط و  
تیسین میں  
ہو اور بحر  
غلام اور  
پاندی  
دونوں میں  
عیب ہو اور  
بھر پڑ کے  
پھولے ہوئے  
کو کہتے ہیں  
(البحر) قرن  
بھی عیب ہو  
اور وہ ایک  
قسم کا گوشٹ  
ہو کہ فرج میں  
پیدا ہو جاتی  
ہو اور وطی  
سے مانع ہوتی  
ہو اور عقل  
بھی عیب ہو  
اور وہ ایک  
قسم کا گوشٹ  
ہو کہ فرج میں  
پیدا ہو جاتا  
ہو اور وطی  
سے مانع ہوتا  
ہو۔ یہ سراج  
الوباح میں  
لکھا ہو اور  
بعضوں

ع  
نہ ہوگا یہ  
محیط میں  
لکھا ہو۔ اور  
عیب ہونے یا  
نہ ہونے میں  
عیب جاننے  
والوں کی طرف  
رجوع کیا  
جائیگا اور وہ  
تاجر لوگ  
ہوتے ہیں اور  
اگر بیع  
ساختہ چیزوں  
میں سے ہو تو  
مرجع اس  
پیشہ کے لوگ  
ہیں یہ فتح  
القدر میں  
لکھا ہو اندھا  
ہونا اور کاننا  
ہونا اور احول  
ہونا اور انگلی  
کا ناندیا  
ناقص ہونا  
عیب ہو یہ  
محیط میں  
لکھا ہو۔ اور  
اقبل ہونا اور  
قبل وہ شخص  
ہوتا ہو ایسا  
معلوم ہو کہ  
گویا اپنی  
ناک کے کنارے  
کو دیکھتا ہو  
اور برتری  
یعنی سینے  
کا کھلا ہوا  
ہونا عیب میں  
شمار ہو یہ  
بدائع میں  
لکھا ہو اور  
اس طرح  
بہرا ہونا اور  
گھٹا ہونا اور  
باقی عیب  
جب بدیش میں  
ہوتے ہیں سب  
عیب میں  
شمار ہیں اور  
گندہ وہن اور  
بغل کا بدلو  
کرنا باندی  
میں عیب ہو  
اور غلام میں  
عیب نہیں ہو  
لیکن اگر بہت  
ہو تو عیب ہو  
اس واسطے کہ  
یہ پیٹ کی  
بیماری  
چولات کرتا  
ہو اور بیماری  
فی نفسہ عیب  
میں شمار ہو  
یہ کافی میں  
لکھا ہو۔ اور  
ایسے ہی  
بدائع و  
مبسوط و  
تیسین میں  
ہو اور بحر  
غلام اور  
پاندی  
دونوں میں  
عیب ہو اور  
بھر پڑ کے  
پھولے ہوئے  
کو کہتے ہیں  
(البحر) قرن  
بھی عیب ہو  
اور وہ ایک  
قسم کا گوشٹ  
ہو کہ فرج میں  
پیدا ہو جاتی  
ہو اور وطی  
سے مانع ہوتی  
ہو اور عقل  
بھی عیب ہو  
اور وہ ایک  
قسم کا گوشٹ  
ہو کہ فرج میں  
پیدا ہو جاتا  
ہو اور وطی  
سے مانع ہوتا  
ہو۔ یہ سراج  
الوباح میں  
لکھا ہو اور  
بعضوں

عقل کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس عورت کی فرج تھیلی کے مانند ہو کہ جس سے وطی کرنے والے کو کچھ لذت حاصل نہ ہو یہ ظہیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایسی باندی خریدی کہ چپکے بائٹے یا اور کسی کے پاس بچہ پیدا ہوا تھا اور مشتری اس سے آگاہ ہوا پھر اسکو معلوم ہوا تو دور وایتون میں ایک روایت کے موافق اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اسی پر فتوے ہیں۔ چوپایون میں نقطہ بچہ پیدا ہونا عیب نہیں ہے لیکن اگر موجب نقصان ہو تو عیب ہے اور اسی پر فتوے ہیں یہ مضرات میں لکھا ہے باندی کا پیٹ سے ہونا عیب ہے یہ سراج ابو ہاج میں لکھا ہے اگر مشتری نے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جسکو حمل تھا اور مشتری کے پاس وہ بچہ جنی تو اسکو بائٹے سے جھگڑا کر نیکسا اختیار نہیں ہو سکا اگر وہ باندی نفاس کے اندر مرگئی تو پیٹ ہونیکے عیب کا نقصان بائٹے سے واپس بیگا بشرطیکہ مشتری کو خریدتے وقت اسکا پیٹ سے ہونا معلوم ہوا ہو یہ بھرا لائق میں لکھا ہے اور نصاب میں مذکور ہے کہ چوپایون اور سواری کے جانوروں کا حمل سے ہونا عیب نہیں ہے لیکن اگر اس میں کسی کھلے ہوئے نقصان کا موجب ہو تو عیب ہے اور اسی پر فتوے ہیں یہ مضرات میں لکھا ہے اور ترقی عیب ہے اور تقار و عورت کھلاتی ہے چپکے کوئی کراہے سوا سے سوراخ پیشاب کے نہ اور ترقی عیب ہے اور ترقی سے مراد وہ ریح ہے جو مثانہ کے اندر ہوا اور اکثر اوقات اپنا زور کر کے مرز کو ہلاک کر دیتی ہے اور یہ بدون بدن کے اندر بیماری پیدا ہونے کے نہیں پیدا ہوتی ہے یہ ظہیرہ میں لکھا ہے اور غلام اس باندی کے اندر جوام و لربانی جاوے عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بقالی میں مذکور ہے کہ اگر اس باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے پیدا ہوا ہو تو عیب ہے اور نوادر ابن رشید میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ جب باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے ہو تو یہ عیب میرے نزدیک ان باندیوں میں ہوگا کہ جوام و لربانی کے واسطے خریدی جائیں اور ان کے سوا دوسری باندیوں میں عیب نہ ہوگا لیکن اگر نفاس والے اسکو عیب جانتے ہوں تو عیب ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور زنا کرنا باندی کے اندر عیب ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور غلام کے اندر اگر قلیل ہو تو عیب نہیں ہے صرف وہ ایک کبیرہ گناہ ہے کہ جسکا اسنے ارتکاب کیا اور اسپر تو بہ اور استغفار کرنا واجب ہوگا اور اگر وہ ہمیشہ زنا کرتا رہے جس سے اسکے مالک کی خدمت کرنے میں نقصان آتا ہے تو وہ عیب ہے یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔ اور ایسے ہی اگر اسپر حد واجب ہونا ظاہر ہو تو بھی عیب ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر باندی زنا کی اولاد ہو تو عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور تمام عیبوں میں واپس کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ مشتری کے پاس واقع ہونا ضرور ہے سوا سے عیب زنا کے جو باندی میں پایا جاوے کیونکہ امام محمد رحمہ سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی بلیغ خریدی کہ اسنے بائٹے کے پاس زنا کیا تھا تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہے اگرچہ اسنے مشتری کے پاس زنا نہ کیا ہو اور نوادر بشرح میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی پھر وہ اسکے پاس سے بھاگ گئی پھر اسنے اسکو پایا اور گواہوں کے ساتھ اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو بھاگنے کا عیب اس باندی کو ہمیشہ کے واسطے لازم ہو جائیگا اور اس روایت سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ بھاگنے کے عیب کا بھی مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہیں ہے اور اس بنا پر مستحق نقصان عیب اس سے نہیں لے سکتا ہے اگرچہ دوبارہ اسکے پاس عود نہوا ہو اسی طرح جس شخص نے اس سے خریدنا وہ بھی بدون معاوضہ کے اسکو واپس کر سکتا ہے نیز اول ظاہر ہے یہ



تینین میں لکھا ہوا اگر کوئی ایسا غلام خرید کہ جسکے ساتھ غلام کیا جاتا تھا پس اگر وہ مفت غلام نہ کرنا تھا تو یہ عیب ہی کیونکہ یہ اُسکے اُنبہ ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اگر اُجرت پر غلام کرنا تھا تو غلام میں عیب نہیں ہو۔ بخلاف باندی کے کہ اُس میں یہ کام ہر طور سے عیب ہوگا یہ قنہ میں لکھا ہی اور بزاز میں مذکور ہے کہ مختلف ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو بڑے اور رومی کام کرنا اور وہ عیب ہی دوسرے سنگار کرنا اور آواز کی نرمی اور چلنے میں ہلکا پس اگر یہ باتیں کم ہوں تو واپس نہ کیا جائیگا اور اگر بہت ہوں تو واپس کر دیا جائیگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور عین ہونا عیب ہی اور ایسے ہی خفی ہونا بھی عیب ہے اور اگر کوئی غلام اس شرط پر خرید کہ وہ خفی ہی اور وہ مرد نکلا تو وہ واپس نہوگا اور اگر اس شرط پر خرید کہ وہ مرد ہو پھر دیکھا تو وہ خفی نکلا تو اُسکو واپس کر لیتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خفیوں کا بڑا ہونا عیب ہی یہ ظہیر میں لکھا ہے اور مسونکا ہونا عیب ہی بشرطیکہ اُس سے شہن میں نقصان آتا ہو اور اگر شہن میں نقصان نہ آتا ہو تو عیب نہیں ہے اور تل کا بی بی حکم ہے کیونکہ تل سے کبھی زینت ہوتی ہے کہ اُس سے مالیت میں نقصان نہیں آتا ہو جبکہ زخارہ پر مرد اور کبھی بد نما کر دیتا ہے جبکہ ناک کی نوک پر ہوا اور اس سے مالیت میں نقصان آتا ہے یہ بسوط میں لکھا ہے۔ اور باندی یا غلام کا ختنہ ہونا عیب نہیں ہے بشرطیکہ وہ دونوں دارا محراب وغیرہ سے اُٹھالائے گئے ہوں یا دارالاسلام میں پیدا ہوئے ہوں مگر نابالغ ہوں اور اگر بالغ ہو گئے ہوں گے تو عیب ہوگا یہ محیط سمرخی میں لکھا ہے اور ختنہ ہونے سے باندی کا عیب وار ہونا عرب کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے ملک میں باندی کا ختنہ نہیں کیا جاتا ہے تو ختنہ ہونا اُس میں بالکل عیب نہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور سیطرہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر واپس کرنے سے پہلے غلام نے اپنی عورت کو طلاق دیدی تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا اور اگر باندی کو اُسکے شوہر نے طلاق دیدی پس اگر طلاق رجعی ہو تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ رجعی طلاق دی ہوئی عورت اُسکی جو وہ کے حکم میں ہے اس ویل سے کہ اُس سنبکے غصہ ہر کو بدون اجازت اسکے مالک کے اُس سے رجعت کرنے کا اختیار ہے اور اگر طلاق بائن ہو تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا اگر تہی رحم نے فرمایا ہے کہ اگر خریدی ہوئی باندی دودھ پلائی یا دامادی کے رشتہ سے مشتری پر حرام ہو تو عیب نہیں ہے مثلاً اُسکی رضاعی بہن ہو یا اُسکی رضاعی ماں ہو یا اُسکی بی بی کی ماں ہو یا اُسکی بی بی کی بی بی ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور غلام یا باندی پر قرض ہونا عیب ہی لیکن اگر بالغ اُسکو ادھر سے یا قرض خواہ اُس کو معاف کر دین تو عیب نہ رہیگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور قنہ میں مذکور ہے کہ قرض عیب ہوتا ہے لیکن اگر ایسا تھوڑا ہو کہ جو نقصان میں شمار نہیں کیا جاتا ہے تو عیب نہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور سیطرہ اگر غلام کو کبھی کے پاس رہنے یا اُجرت پر دیا ہوا پایا تو بھی یہی حکم ہے یہ بیابج میں لکھا ہے اور دروخی کی کتاب میں مذکور ہے کہ اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہے اور اس عیب ہونے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ جرم عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہو اور اگر عقد سے پہلے پیدا ہوا ہو تو بالغ بیع کر دینے کی وجہ سے جرمانہ دینے کا اختیار کرنے والا شمار ہوگا۔ پس اگر بالغ نے اُس جس کے واپس کیے جانے سے پہلے ادا کر دیا تو مفتخری کو واپس کرنے کا حق باقی نہ رہیگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ شراب پینے کے سبب سے اگر مالیت

مجلس شورای اسلامی



یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور خارش آنکھ کی اور غیر آنکھ کی سب عیب ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور آنکھ کی پتلی پر ایک قسم کی سپیدی  
 جسکو ناخنہ کہتے ہیں پیدا ہونا عیب ہو اور آنکھ کے اندر بال کا پیدا ہونا عیب ہو کذا فی النظر یہ نردی اور سرخی کا  
 درمیانی رنگ بال کا اگر ترکی یا ہندی باندیوں میں پایا جاوے تو عیب ہو اور اگر رومی یا مقامیہ باندیوں میں پایا  
 جاوے تو عیب نہیں ہو کیونکہ اہل قوم سب کے بال ایسے ہی ہوتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر سر یا بدن  
 کے بعضے بال سپید اور بعضے سیاہ ہوں تو عیب ہو یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو یا لون کا معتدل رنگ سیاہ ہو  
 اور اس کے سوا باقی رنگوں سے اگر ٹن میں نقصان آتا ہو اور سوداگر اسکو عیب سمجھتے ہوں تو عیب ہو گا یہ ظہیر  
 میں لکھا ہو۔ حاوی میں لکھا ہو اگر باندی کے سر کے بال سرخ ظاہر ہوئے تو اگر اس کے بعض بال سرسبز ہیں اور بعض  
 سیاہ تو اسکو واپس کر سکتا ہو کیونکہ یہ عیب ہو اور اگر صرف اس کے بالوں میں سرخی ہو تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو  
 لیکن اگر بالوں کا کالا ہونا بیچ میں شرط تھا تو واپس کر سکتا ہو یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ بھاگ جانا اور پھونسے پر  
 پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام میں کہ جسکو سمجھ نہیں ہو کہ اکیلا کیا ناپہننا نہیں جانتا ہو عیب نہیں ہو اور اگر چھوٹا  
 سمجھ وار ہو جیسے کہ اکیلا کھا پن سکتا ہو تو عیب میں شمار ہو گا لیکن واپس کرنے کا حق حالت یکسان ہونے کے وقت  
 ثابت ہو گا کذا نقل فی المضامین الزادیں اگر یہ باتیں چھوٹے غلام میں بائع اور مشتری دونوں کے پاس اس کے چھوٹے  
 میں پانی لگنی ہوں یا دونوں کے پاس اس کے بڑے پن میں پانی لگنیں تو یہ عیب ہو کہ جسکے سبب سے واپس کر سکتا ہو اور  
 اگر حالت یکسان ہو جیسے کہ بائع کے پاس چھوٹے پن میں اور مشتری کے پاس بڑے پن میں پانی جاوے تو واپس  
 نہیں کر سکتا ہو یہ غیاثیہ میں لکھا ہو اور جنوں کے ماسوائے میں چوری کرنے اور بھاگ جانے اور پھونسے پر  
 پیشاب کرنے کی نسبت شمس الاممہ حلوانی نے اپنی شرح میں لکھا ہو کہ ظاہر جواب یہ ہو کہ ان باتوں کا مشتری کے  
 پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہیں ہو اور بعض مشائخ رحم نے فرمایا ہو کہ شرط یہی صحیح ہو اور بعضوں نے اپنی شرح  
 میں ذکر کیا ہو کہ مشائخ میں ان چیزوں کے دوبارہ واقع ہونے کی شرط ہونے میں کچھ اختلاف نہیں ہو اور سیوط  
 عام روایتوں میں مذکور ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر مشتری نے کوئی پہلا عیب یا یا پھر واپس کرنے سے پہلے وہ زائل  
 ہو گیا تو اسکا خیار باطل ہو گیا یہ سراج الواجه میں لکھا ہو۔ اور بھاگنے کی تعریف یہ ہو کہ اپنے مالک سے سرکشی کر کے غائب  
 ہو جائے اور اسی کو امام ظہیر الدین مرغینانی نے اختیار کیا ہو اور یہی مختار ہو اور اسی پر فتویٰ دیا جاوے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا  
 ہو اور سفر کی مقدار سے کم تک بھاگنا عیب ہو اور اس میں مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہیں ہو یہ نہایت میں  
 لکھا ہو اور جب شہر سے ہٹ گیا تو بالاتفاق عیب ہو خواہ اپنے مالک کے پاس سے بھاگا ہو یا جسکو اجارہ پر دیا ہو یا عاریت  
 دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا اس کے پاس سے بھاگا ہو اور اگر شہر سے باہر نہیں گیا تو اس میں مشائخ کا  
 اختلاف ہو اور اشبہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ کہا جائے کہ اگر شہر بڑا ہو جیسے شہر قاہرہ تو عیب میں شمار ہو گا اور اگر  
 چھوٹا ہو کہ اسپر اس شہر کے گھر اور لوگ مخفی نہیں تو عیب نہ ہو گا یہ نہیں میں لکھا ہو۔ اور گالون سے شہر کو بھاگ  
 آنا بھاگنے میں شمار ہو اور ایسے ہی اسکا اٹنا بھی بھاگنے میں شمار ہو اور اگر غصب کرنے والے شخص کے پاس سے  
 بھاگ کر اپنے مالک کے پاس چلا آیا تو عیب نہیں ہو اور اگر غصب کرنے والے کے پاس سے بھاگا اور لوٹ کر  
 نہ اپنے مالک کے پاس آیا اور نہ غصب کرنے والے کی طرف گیا پس اگر وہ اپنی مالک کا مکان چاٹا تھا اور اس کے







روایت کی ہو۔ ابن مالک نے امام ابو یوسف رحمہ سے یہ روایت کی ہے کہ مشتری بقدر نقصان بائع سے لگایہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ نابائع ہو پھر کھلا کہ وہ بائع ہو تو اسکو واپس نہ کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر ایک باندی خریدی پھر اسکو دیکھا کہ وہ بد شکل یا سیاہ ہو تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکی خلقت اعضاء پورے ہوں یہ نظیر یہ میں لکھا ہو۔ ایک باندی خریدی پھر اسکو دیکھا کہ اسکا چہرہ جلا ہوا ہو پس سے اسکا حق و بیع کچھ نہیں معلوم ہوتا ہو تو اسکو واپس کرے گا اختیار ہوگا اور اگر کوئی ایسا سبب ہو جائے کہ جس سے واپس نہ سکے تو چہرہ جلی ہوئی باندی کی جیسی یہ ہو قیمت اندازہ کی جائیگی اور ایک بدون چہرہ جلی ہوئی باندی صحیح و سالم کی بد شکل کے حساب سے قیمت اندازہ کی جائیگی پس جب قدر دونوں میں فرق ہوگا اسی قدر مشتری بائع سے واپس لگایہ محیط میں زیادت سے منقول ہو اگر ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ خوبصورت ہو پھر اسکو بد شکل پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہو ایک غلام خرید اکہ جسکے دو ٹون کھٹون پر درم ہو اور بائع نے کہا کہ یہ درم حال میں چوٹ لگائے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو پھر اس بنا پر مشتری نے اسکو خرید لیا پھر معلوم ہوا کہ یہ قدیمی درم ہو تو واپس نہ لگائے نہ رخصت فرمایا ہو کہ واپس نہ لگائے اس صورت میں ہو کہ بائع نے سبب نہ بیان کیا ہو اور اگر سبب بیان کر دیا پھر معلوم ہوا کہ درم اس سبب سے نہیں بلکہ دوسرے سبب سے ہو تو مشتری واپس کر سکتا ہو چنانچہ اگر ایک غلام خریدا اور اسکو بخار ہو پھر بائع نے کہا کہ اسکو تیسرے دن کا بخار ہو پھر وہ اسکے سوا دوسری طرح کا بخار معلوم ہوا تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہے نہ فدا و قاضی خان میں لکھا ہو اور اصل مسئلہ میں اگر بائع نے پون کہا ہو کہ تو خرید لے اگر درم قدیمی ہو گا تو اسکا جوابہ میں ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ قدیمی ہو تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہو اور اس طرح اگر اس شرط پر خریدا کہ یہ درم نیا ہو پھر معلوم ہوا کہ وہ پورا نا ہو تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہو یہ مسئلہ خارجے فضلی میں لکھا ہو کذا فی الذخیرہ ایک ایسا غلام خرید اکہ جسکے دو ٹون کا دون میں سے ایک کا سوراخ و ماخ تک نہیں ہو تو یہ عیب ہی اور کان کا سوراخ ہندی باندی میں اگرچہ بڑا ہو عیب نہیں ہو اور ترکی باندی میں عیب ہی بشرطیکہ اسکو لوگ عیب گنتے ہوں یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ بہت کھانا باندی میں عیب ہو غلام میں عیب نہیں ہو یہ مختار افتا وے میں لکھا ہو۔ اور صلح افتا وے میں لکھا ہو کہ ایک باندی خریدی کہ جسکے ایک زخم ہو اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ عیب ہو تو اسکو واپس کرنے کا اختیار ہو اور اس زخم کے مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہو کہ اگر یہ عیب ایسا کھلا ہوا تھا کہ لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہو تو مشتری واپس نہیں کر سکتا اور اگر یہ ایسا کھلا ہوا عیب تھا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو

**دوسری فصل** چو پانچون ذخیرہ کے عیب پہچاننے کے بیان میں۔ ایک گائے خریدی اور اسکو دیکھا کہ بوجھ نہیں دیتی ہو پس اگر ایسی گائے دودھ کے واسطے خریدی جاتی ہو تو وہ واپس کر سکتا ہو اور اگر گوشت کی غرض سے خریدی جاتی ہو تو اسکو واپس نہیں کر سکتا اور اگر گائے اپنے تھنوں کو منہ میں لیکر تمام دودھ پس لیتی ہو تو یہ عیب ہی یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ چو پانچون میں کم کھانا عیب ہی اور بنی آدم میں عیب نہیں ہے بلکہ الطبع میں لکھا ہو اور فوائد نفس الامنیہ میں ہو کہ اگر چوپایہ حادث سے بڑھ کر کھانا والا ہو تو بھی عیب نہیں ہے یہ خلاصہ میں

ترجمہ فائزہ عالمگیری جلد سوم حصہ اول

لکھا ہو۔ اگر ایک گدھا خرید جو رنگینا نہیں ہو تو یہ عیب ہو یہ قنہ میں لکھا ہو۔ اگر ایک بیل خریدا جو کام کو وقت  
سوتا ہو تو یہ عیب ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی خچر خریدا پھر اسکو پالائے نہ سست پایا تو اسکو واپس  
نہیں کر سکتا ہو لیکن اگر اس شرط پر خریدا ہو کہ وہ تیز رفتار ہو تو وہ واپس کر سکتا ہو اور اگر وہ ہمیشہ کثرت سے نفرتش کھاتا ہو تو وہ واپس  
ہو اور اگر کبھی کبھی نفرتش کھاتا ہو تو عیب نہیں ہو یہ ظہیر میں لکھا ہو اگر ایک مرغ خریدا کہ جو بے وقت با لگہ نہ پاتا  
تھا تو اسکو واپس کر سکتا ہو یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے ایک بکری خریدی اور اسکو ۱۱۰  
کٹا ہوا پایا پس اگر اسے قربانی کے واسطے خریدی تھی تو اسکو واپس کر سکتا ہو اور یہی حکم کل جانور دن کا ہو کہ  
جو قربانی نہ ہو سکے ہوں اور اگر اسکو قربانی کے سوا کسی غرض سے خریدا تھا تو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے بلکہ  
لیکن اگر کان کٹے ہوئے کو لوگ عیب سمجھتے ہوں تو واپس کر سکتا ہو اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا، مسکن کہ  
مشتری نے کہا کہ میں نے قربانی کے واسطے خریدی تھی اور بائع نے اس سے انکار کیا پس اگر یہ خریدنا قربانی  
کے زمانہ میں واقع ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مشتری قربانی کے لوگوں میں سے ہو کہ جن پر قربانی  
واجب ہو یہ قاضی خان میں لکھا ہو۔ ایک گائے یا بکری پلیدی کھاتی تھی پس اگر ہمیشہ کھاتی تھی تو  
عیب ہو اور اگر ہفتہ میں ایک یا دو بار کھاتی تھی تو عیب نہیں ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہو۔ منتقی میں مذکور ہو  
کہ ایک شخص نے ایک چوپایہ خریدا اور اسکو دیکھا کہ کھیاں کھاتا ہو پس اگر اکثر اوقات کھاتا ہو تو عیب ہو  
اور اگر کبھی کبھی کھاتا ہو تو عیب نہیں ہو یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اگر ایک گدھا خریدا اور چند گدھے اس پر چڑھے  
اور سختی کھائی تو کیا یہ ایسا عیب ہو کہ جس سے واپس ہو سکتا ہو حکایت کیا گیا ہو کہ یہ صورت بخارا میں واقع ہوئی تھی  
اور جب فتویٰ طلب کیا گیا تو اس زمانہ کے مفتیوں کا جواب متفق ہوا اور قاضی امام عبدالملک حسین نسفی نے  
یہ جواب دیا تھا کہ اگر اس گدھے کے مجبور ہونے کی حالت میں ان گدھوں نے اس کے ساتھ یہ فعل کیا تو عیب نہیں ہو  
اور اگر وہ مجبور نہ تھا بلکہ اس نے اپنے آپ کو اس کام کے واسطے ان گدھوں کو دیدیا تو یہ عیب ہو پھر اس جواب پر سب مفتی  
متفق ہو گئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور خس عیب ہو اور وہ گھوڑے کے چیر سم کے ورم کو بولتے ہیں یہ ظہیر میں لکھا ہو  
اور دم کا طیرٹھا ہونا عیب ہو اور چوپایہ کی ٹانگ میں ایک ایسی چیز کا نکل آنا جسکا حجم ہوتا ہو اور اس میں سختی نہیں  
ہوتی ہو عیب ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر گھوڑے کے منہ سے اسقدر بانی بے کہ جس سے تو بڑا تر ہو جائے تو یہ عیب  
بشرطیکہ اس سے فن میں نقصان آتا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو۔ اور اگر جانور اپنے سر کو بندان سے اگرچہ مضبوط کر کے  
باندھ دیا جاتا ہو کسی جیل سے نکال لیتا ہو تو یہ عیب ہو یہ ظہیر میں لکھا ہو اور قدیموں کا نزدیک ہونا اور راتوں  
میں دوری ہونا عیب ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور گھوڑے میں جھوٹی اور تاج ہونا عیب ہو اور لگام دینے کے وقت  
نہ کھڑا ہونا عیب ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور ہر چیز جو گھوڑے وغیرہ کے عرقوب میں پیدا ہو مثل زیادتی یا پٹھا  
پھول جانے کے تو وہ عیب میں شمار ہو اور زدن عیب ہو اور وہ پٹھوں کے کنارے عجاہ کے پاس متفرق  
اور متعلق ہوتے ہیں اور اس سے لپٹ جاتے ہیں اور عجاہ کے کھری میں ایک پٹھا ہوتا ہو یہ ظہیر میں  
میں لکھا ہو۔ اور چلنے میں دونوں پاؤں یا پنڈلیوں کا باہم رگڑنا عیب ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو۔  
اور متفرق عیب وار ہوتا ہو اور کتاب الاصل میں اس کے معنی بیان کیے ہیں کہ یہ لفظ ہرقہ سے

مشتق ہو اور وہ ایک چکر ہوتا ہو جو اسکے بائیں جانب سینے میں ہوتا ہو اور یہ سپید ہوتا ہو کہ اسکو غوم جانتے ہیں اور منتقی میں اسکے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ معقوع وہ ہو کہ اُسکے چلتے وقت اُسکی پیشاب گاہ اور کوکھ کے بیچ میں سے کوئی آواز سنی جاوے انتشار بھی عیب ہو اور وہ تعب کے وقت چٹھا پھول جانے کو کہتے ہیں اور بعضوں نے یہ معنی بیان کیے کہ وہ آنکھ کی سیاہی کا اسقدر بڑھ جاتا ہو کہ قریب اسکے ہوجاے کہ آنکھ کی تمام سیاہی کو گھیر لے یہ عیظ میں لکھا ہو۔ ایک گھوڑا خرید اور اسکو پوٹھا پایا تو بعضوں نے فرمایا کہ سزاوار ہے کہ واپس نہ کیا جاوے لیکن اُس صورت میں کہ کم سن ہونے کی شرط کرنی ہو جیسے کہ ہانری کے مسئلہ کا حکم ہو۔ جبکہ خریدنے کے بعد زیادہ سن کی پانی یہ بحر اراتی میں لکھا ہو۔ اور فتاویٰ آہو میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے ایک گائے خریدی کہ جو مشتری کے مکان سے باغ کے مکان کو چلی جاتی ہو تو یہ عیب نہیں ہو اور غلام کا دو تین مرتبہ ایسا کرنا بھی عیب نہیں ہو یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو کسی نے ایک اونٹنی مصراۃ خریدی یعنی اسکے تھن باغ سے باندھ دیے تھے یہاں تک کہ آسمین دودھ چھ ہو کر ایسے ہو گئے کہ جیسے حوض کے اندر پانی بھر جاتا ہو اور مصراۃ حوض کو کہتے ہیں تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو اور تصریہ ہمارے نزدیک عیب نہیں ہو اسی طرح اگر اپنے غلام کی اسکی کے اوپر کے پور کا سراکالا کر کے نخاس میں اس غرض سے بٹھایا کہ مشتری اسکو کا تب کچھ یا اس کو روٹی پکانے والوں کے کپڑے پہنائے تاکہ مشتری اسکو باورچی گمان کرے تو بھی مشتری اسکو واپس نہیں کر سکتا یہ یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دو موزے خریدے اور انکو اسقدر تنگ پایا کہ انہیں اسکا پاؤں نہیں سہاتا ہو تو شیخ الاسلام معروف بن خواہر زادہ نے ذکر کیا ہو کہ پاؤں کا داخل نہونا اگر اس سبب سے ہو کہ اسکے پاؤں میں کوئی علت ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر پاؤں میں کوئی علت نہیں ہو تو واپس کر سکتا ہو اور شیخ الاسلام ابو بکر محمد ابن الفضل نے یہ ذکر کیا ہو کہ اگر مشتری کی خرید اپنے پہننے کی غرض سے تھی تو واپس کر سکتا ہو اور اگر مطلقاً خریدے تھے تو واپس نہیں کر سکتا ہو اور قاضی شیخ علی السعدی نے اسکے واپس کر دینے کا فتویٰ دیا ہو خواہ اسے پہننے کی غرض سے خریدا ہو یا اور کسی غرض سے خریدا ہو اور اگر یہ صورت ہو جسے کہ دونوں میں سے ایک کو دوسرے سے تنگ پایا تو اگر وہ مثل اور لوگوں کے موزوں کے عادت سے زیادہ تنگ تھا تو واپس کر دے ورنہ واپس نہیں کر سکتا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ اور اگر موزوں میں اسکا پاؤں خوب نہیں جاتا تھا بدون اسکے کہ اسکے پاؤں میں کوئی علت ہو پھر باغ سے لے کر تیرے پاؤں میں بڑھ جائیگا اور مشتری نے اسکو لیکر ایک دن پہنا اور وہ نہ بڑھا اور ایسا واقعہ پیش آکر فتویٰ طلب کیا گیا تھا تو میں آئندہ نے جواب دیا ہو کہ واپس نہیں کر سکتا ہو یہ فصول عادیہ میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک قسم کا ایسا موزہ خریدا کہ جو لفافہ کے ساتھ پاؤں میں نہیں آتا ہو اور بدون لفافہ کے آجاتا ہو تو اسکو واپس کر لے کا اختیار یہ مشتری کے اپنے پہننے کے واسطے خریدا ہو یہ قنویہ میں لکھا ہو۔ اور فتاویٰ فضلہ میں ہو کہ ایک جتہ خریدا اور آسمین ایک راہو چوہا پایا تو یہ عیب ہو اور اس مسئلہ کی مراد یہ ہو کہ عیب اسوقت تک ہو گا کہ جب اس چوہے کا مکاننا عیب میں نقصان پیدا کرے اور اگر عیب کو پھاڑ کر نکالنے کی ضرورت نہو اور جبہ میں نقصان نہ آوے تو عیب نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور ذخیرہ میں لکھا ہو کہ ایک شخص کپڑا خریدا اور اسکے شخص ہونے سے آگاہ نہو اور اس



واقع ہوا اور اس کپڑے میں دھوڑا لے کر کوئی نقصان نہیں آتا ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا  
 یہی قوت کے واسطے مختار ہے یہ مضرات میں لکھا ہے۔ اور اگر اس کپڑے میں تیل ہو تو یہ عیب ہے کیونکہ تیل بالکل  
 کمتر چھوٹا ہے تو عیب میں شمار ہوگا یہ قتلے قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک دکان خریدی اور قفس  
 کرنے کے بعد اس کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ یہ دکان فلان مسجد کے صحن میں وقف کی گئی تو مشتری اسکو واپس  
 نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسی علامتوں پر احکام کا مار نہیں ہوتا ہے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے غیر کی دکان میں آج  
 رہنے کی جگہ فروخت کی اور مشتری کو آگاہ کر دیا کہ دکان کا کرایہ اس قدر ہے پھر معلوم ہوا کہ دکان کا کرایہ اس  
 زیادہ ہے تو قتلے فرمایا ہے کہ اس سبب سے مشتری سکنہ کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ قتلے قاضی خان میں لکھا ہے۔  
 جس مکان کو فروخت کرتا ہے اس کے غلاق کا سودا دوسرے کی دیوار میں ہونا عیب ہے اور اسی طرح اگر کسی کی دیوار میں  
 بڑا نقب ہو تو عیب میں شمار ہوگا یہ وجہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کچھ زمین خریدی پھر معلوم ہوا کہ لوگ اسکو شوم  
 جانتے ہیں تو چاہیے کہ اس کے واپس کرنے کا اختیار ہو یہ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایسے گھون خریدے کہ جو اشارہ  
 کر کے بتا دیے تھے پھر انکو روئی پایا تو عیب کی جہت سے انکو واپس نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک چاندی  
 کا چالہ جو میں ہی خریدا پھر اسکو روئی پایا مگر اس میں میل دھتا اور دھٹا ہوا تھا تو بھی یہی حکم ہے پس معلوم ہوا کہ  
 تاپ تول کی چیزوں میں روئی ہونا عیب میں شمار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گھون گھٹے ہوئے یا بدبودار پائے  
 تو ان کو واپس کر سکتا ہے یہ قتلے قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے چاندی اس شرط پر خریدی کہ وہ زخم دار ہے  
 اور اس پر قند کر کے اسکو گھلایا تو وہ زخم دار نہ نکلی پس مشتری اسکو واپس کر سکتا ہے اس واسطے کہ شرط کا جائزہ  
 بنزائے عیب ہے یہ قتلے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر روئین قلعی خریدی اور اس میں مٹی کا میل پایا تو خواہ تھوڑی  
 ہو یا بہت واپس کر سکتا ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر ایک ساگ کی گڈیا خریدی اور اس کے اندر گھاس  
 پائی پس اگر یہ عیب میں شمار ہو تو واپس کر سکتا ہے اور اس طرح اگر بھلون کی ٹوکری یا ٹوکریا خریدی اور اس کے نیچے  
 گھاس پائی تو واپس کر سکتا ہے اسی طرح اگر ایک ڈھیری گھون کی خریدی اور اس کے نیچے گھٹے کے سیاہ گھون  
 پائے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک زمین خریدی اور اس میں لوگوں کی گزرگاہ پائی تو  
 جہت کے ساتھ اسکو واپس کر سکتا ہے اور اگر انگو رکا تاک خریدا اور اس میں کثرت سے چوٹیوں کے گھر پائے  
 تو اسکو واپس کر سکتا ہے یہ قتلے قاضی خان میں لکھا ہے اس طرح اگر تاک میں غیر کی گزرگاہ یا اس کے پانی بہنے کی  
 راہ پائی تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی تاک انگو رکا خریدا پھر معلوم ہوا کہ اسکا پانی دینا  
 ایک ناواقف پر ہے کہ جو نہر پر یا کسی اور جگہ پر بٹھایا جاوے تو اسکو واپس کرنے کا حق حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔  
 اس طرح اگر اس تاک کو پانی دینا بدون نہر کے بند کرنے کے ممکن نہ ہو تو بھی واپس کر سکتا ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے  
 اس طرح اگر ایک دیوار کو مشترک پایا تو عیب ہے اور اگر دیوار کو حصے پایا پس اگر اسکو عیب میں گنتے ہوں تو  
 عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اس کے پانی بجے کا راستہ دوسرے کی زمین میں ہے  
 پھر معلوم ہوا کہ پانی کا بہنا بدون کسی حق کے ہے اور مشتری خریدنے وقت اس وجہ سے واقف نہ ہوا تھا کہ  
 اس پانی بجے کا حق نہیں ہے تو اسکو واپس کر سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اپنا نقصان واپس کر لے یہ قاضی خان میں

علاقہ  
 لکھنؤ  
 ہندی



تعمیر میں لکھا ہو۔ امام ابو یوسفؒ نے اس قسم کے مسائل کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ اس طرح بیان کیا ہو کہ جس چیز کے تھوڑے سے چشم پوشی کی جاتی ہو اسکی زیادہ بھی جدا نہ کی جائیگی اور جس چیز کے تھوڑے سے چشم پوشی نہیں کی جاتی ہو اس میں کی زیادہ بھی جدا کر دی جائیگی اور مشک کے اندر رصاص اگر تھوڑا بھی ہو تو چشم پوشی نہیں کی جاتی پس اگر زیادہ ہوگا تو بھی جدا کر دیا جائیگا اور گیہون کے اندر تھوڑی مٹی میں چشم پوشی کی جاتی ہو اگر بہت مٹی ہوگی تو جدا نہ کی جائیگی اور عامہ مشائخ نے اس روایت کو نیا ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر خشک کی ہوئی چربی خریدی ہو اور اس کے اندر بہت سا نمک پایا تو اسکا حکم وہی ہو گیہون کے اندر مٹی ملی ہوئی پائے کا حکم ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور فتاویٰ ابو اللیث میں ہو کہ اگر تانبے کا نقرہ خریدا اور اسکو گلیا اور اس میں سے پتھر صلا جیسے تانبے سے نکلتا ہو۔ تو مشتری کو اس کے حق کے حصہ کے حساب سے پونے لے لینے کا اختیار ہو اور بائع اگر یہ چاہے کہ ویسا ہی اسکو نیکرشن واپس کرے تو کر سکتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو

### تفسیر فضل

ایسی چیزوں کے بیان میں کہ عیب کی وجہ سے انکا واپس کرنا ممکن نہیں اور چکا واپس کرنا ممکن ہو اور جن چیزوں میں نقصان لے سکتا ہو اور جن چیزوں میں نہیں لے سکتا ہو۔ قاعدہ یہ ہو کہ جب مشتری نے خریدی ہوئی چیز کے عیب پر واقف ہونے کے بعد اس میں مانکا نہ تصرف کیا تو اسکا واپس کرنے کا حق باطل ہو گیا اگر ایک چوپایہ خریدا اور اس کے کوئی زخم پایا اور اسکی دو اکی یا اس پر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر اس کے کسی عیب کی دو اکی کہ جو اسکی دو اسے اچھا ہو گیا تو دوسرے عیب کے وجہ سے جو اچھا نہیں ہوا ہو واپس کر سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک مرتبہ خدمت لینا عیب پر مبنی ہونے میں شمار نہیں ہو لیکن اگر غلام سے زبردستی خدمت لی تو رضامندی اور دوبار خدمت لی تو عیب پر مبنی ہونے میں شمار ہو اور اسی پر فتوے ہوگا یہ مضرات میں لکھا ہو اور کتاب الامارات میں خدمت لینے کی یہ صورت بیان کی ہو کہ غلام کو کسی اسباب کو چھت پر لپکانے یا پالنے سے اٹارنے کا حکم دے یا باندی کو بدون شہوت کے اپنے پانوں دبانے کا حکم دے یا کھانا یا روٹی پکانے کو کہے لیکن تھوڑی ہو اور اگر عادت سے زیادہ پکانے کے واسطے حکم دیا تو یہ مبنی ہونے میں شمار ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر تھوڑے سے برائے کی رفتار دیکھنے کے واسطے سوار ہوا یا پھر اسے کو اسکی مقدار دیکھنے کے واسطے پنا تو یہ رضا میں شمار ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر اسکو واپس کرنے یا پانی پلانے یا اس کے لیے گھاس خریدنے کے واسطے سوار ہوا تو رضامندی ہونے میں شمار نہیں ہو بشرطیکہ اسکو بدون سواری کے چارہ نہ دیا جائے کہ خلا دور کا قافلہ ہو یا وہ شخص چلنے سے عاجز ہو گیا ہو یا گھاس ایک ہی طرف ہو اور اگر دونوں جانب ہو تو سوار ہونے کی ضرورت نہیں ہو اور اگر سوار ہو گیا تو رضامندی شمار ہوگا یہ سراجیہ میں لکھا ہو۔ اگر اس چوپایہ پر دوسرے چوپایہ کی گھاس لادی خواہ اس پر سوار ہو یا نہ ہو تو رضامندی شمار ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھر پر عیب پر واقف ہونے کے بعد اس میں عیب ہوا یا اسکی کچھ مرمت کی یا اس میں سے کچھ گرا یا تو خیار عیب ساقط ہو جائیگا یہ بائع میں لکھا ہو اور اگر ایک دودھ دانی باندی خریدی اور اس میں کچھ عیب پایا اور اسکو حکم دیا کہ ایک بچہ کو دودھ پلاوے تو بعد مبنی ہونے میں شمار نہیں ہو اور اگر اسکو دودھ دیا اور کسی بچہ کو پلا دیا یا فروخت کر دیا تو رضامندی یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر اسکو دودھ دیا اور نہ فروخت کیا اور نہ کھلایا تو بھی یہ عیب بائع پر مصلح و فاعل میں لکھا ہو کہ دودھ

ع  
ب  
ن  
ن  
ن

دو مہینہ بدوہ نہ کھلائے اور بیچ کرنے کے، خالصین شمار ہی یہ عیب میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دو دوہ والی باندی خریدی اور باندی نے اپنے یا مشتری کے بچہ کو دو دوہ پلایا پھر مشتری نے اُس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اگر اُسکا دو دوہ دوا اور تلفت کر دیا یا بیچنے کے کام میں لایا پھر اُس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ ایک، گناہے خریدی اور اُسکا دو دوہ بچہ کے عیب پر واپس ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لیوے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک بکری یا گائے مع اس کے بچہ کے خریدی اور اُس کے عیب سے آگاہ ہوا پھر اُس کے کسی لڑکے نے اُسکا تھن سے دو دوہ پلایا تو اُسکو واپس کر سکتا ہے اور یہ رضامین شمار نہوگا اگرچہ اُس نے لڑکے کو خود اُسکا دو دوہ تھن سے پلایا ہو اور اگر مشتری نے اُسکا کچھ دو دوہ دوا اور خود بی لیا یا اپنے لڑکے کو پلایا بعد اسکے کہ عیب پر واپس ہو چکا تھا تو یہ عیب پر رضی ہونے میں شمار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اُس بکری کے بال کاٹ لے لیے اور پھر اُس میں عیب پایا پس اگر بال کاٹنے میں کچھ نقصان نہیں آیا تو واپس کر سکتا ہے امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ بال کاٹنا میرے نزدیک کچھ نقصان نہیں ہے اور دوسرے مقام پر متقی میں مذکور ہے کہ اگر عیب جاننے کے بعد بکری کے بال کاٹ لیے تو یہ رضامندی ہے اور اگر اسکی کچھ رنگ کی تو یہ رضامین ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے ایک گلو کا تاک خریدی اور اُس کے پاس اُس میں پھل آئے اور اُس نے پھلون کو اُتار کر زمین پر رکھا پھر تاک میں ایک عیب پایا کہ جبکو وہ نہیں جانتا تھا پس اگر ان پھلون کے توڑنے سے اُس میں کچھ نقصان نہیں آیا تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ چنگ بجانے والی ہے تو بیچ جائز ہے پس اگر وہ چنگ بجانے والی نہ نکلی تو مشتری اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خریدا اور اس میں کچھ عیب پایا اور اسکے بچہ، اُسکو مارا پس اگر مارے کا اثر اُس میں موجود ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ نقصان عیب سے لکھا ہے اور اگر طمانچہ یا دو مہینہ کوڑے مارے اور اُسکا کچھ اثر ظاہر نہ ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایسا خریدا کہ جبکی آنکھ میں سپیدی ہے اور بائیں سے اس سپیدی کا حال پوچھا اُس نے کہا کہ مارتے کے سبب سے ہے کہ اس روز میں جاتی رہی پھر اس دن گزر گئے اور وہ ضائع ہوئی تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتیہ میں لکھا ہے علی ابن احمد سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر تین دن کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ اُسکو کھا لینی ہے اور بعد اس دعویٰ کے غلام اُس کے پاس ایک مہینہ یا زیادہ دن تک رہا اور اُس نے اُس سے کام لیا پھر اُس کے بعد لٹھنی کا دعویٰ کیا پس وہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ اگر عیب جانتے کے بعد اُس سے کام لیا تو رضامین شمار ہے یہ تاتار خانہ میں تیمہ سے منقول ہے اگر خریدی ہوئی باندی کے ساتھ دلی کی پھر اُس کے عیب پر آگاہ ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لیوے خواہ وہ باندی باکرہ ہو یا شیبہ ہو لیکن اگر بائیں اُسکو اسی طرح قبول کرنے پر راضی ہو تو ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر اُسکا شہوت پوسلے لیا یا اُسکو شہوت سے چھو تو یہ عیب پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اُسکو واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے سوا مشتری کے پاس کسی غیر شخص نے اُس سے زنا کیا تو اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا شیبہ ہو اور نقصان عیب لے لگا لیکن اگر بائیں اسی طرح اُسکو واپس

عیب  
میں  
کچھ  
نقصان  
نہیں  
ہوتا  
ہے  
اور  
اُس  
کو  
واپس  
کر  
سکتا  
ہے  
اور  
اگر  
اُس  
کو  
بچہ  
کے  
عیب  
پر  
واپس  
کر  
سکتا  
ہے  
تو  
وہ  
رضامین  
ہے  
اور  
اگر  
اُس  
کو  
بچہ  
کے  
عیب  
پر  
واپس  
کر  
سکتا  
ہے  
تو  
وہ  
رضامین  
ہے  
اور  
اگر  
اُس  
کو  
بچہ  
کے  
عیب  
پر  
واپس  
کر  
سکتا  
ہے  
تو  
وہ  
رضامین  
ہے



کہیں پر راضی ہو جائے تو ہو سکتا ہو اور اگر کسی نے شبہ سے وطنی کر لی یا تنگ کر وطنی کرنے والے پر محض واجب ہو گیا تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہو اگرچہ بائع واپس لینے پر راضی ہو یہ محض عیب نہیں لکھا ہو۔ اگر باندی ہو تو بیکر یا بیکار کر دیا تو اسکو واپس نہیں کر سکتا خواہ اس کے شوہر نے اس سے وطنی کر لی ہو یا نہ کی ہو اور غرض بائع اس سے واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہ ہو بیعت میں لکھا ہو۔ اور محض سرخسی میں لکھا ہو کہ نقصان عیب لے سکتا ہوتا ہے۔ اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اس باندی کا شوہر تھا اور اسے مشتری کے پاس باندی سے وطنی کر دیا تو بعد از رضا مندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر اس میں نقصان نہ آیا تو واپس کر سکتا ہو اور یہ حکم جو ہم نے شبہ کا ذکر کیا اس وقت ہو کہ اس باندی کے شوہر نے بائع کے پاس ایک بار وطنی کی ہو پھر مشتری کے پاس وطنی کی ہو لیکن اگر اس نے بائع کے پاس وطنی نہ کی اور صرف مشتری کے پاس وطنی کی تو کتاب الاصل میں اس کا حکم مذکور نہیں ہو اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہے کہ واپس کر سکتا ہو کما نقل فی المضمرات عن النصاب و اگر باندی یا کرہ ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہو اور نقصان لے لیا اور اگر بائع نے کہا کہ میں اسکو ایسا ہی واپس کر لیتا ہوں تو اسکو یہ اختیار ہو کہ محض سرخسی میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک لکڑی کندی بنائے کو خریدی اور بیع میں اسکی شرط کہنی ہیں سکوات میں کاٹا اور یہ اقرار کر لیا کہ اس میں عیب نہیں ہو پھر برون شرط کرنے کے ان کو اسکا عقد کیا پھر اسکو دن میں دیکھا اور عیب دار پایا تو اسکو واپس کر سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر ایک مرد برون خرید اور اسکو خسی کر ڈالا پھر اس کے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہو بشرطیکہ خسی کرنے سے اس میں نقصان نہ آیا ہو اسی طرح فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہو اور امام ظہیر الدین مرغینا نے اس کے برخلاف فتوے دیا کرتے تھے کذا فی الظہیر یہ۔ اگر ایک کپڑا خرید اور اسکو اس قدر چھوٹا پایا کہ اس کے قطع کرنے کا حساب پورا نہ تھا اور اسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اسکو درزی کو دکھلا لے اگر وہ قطع کر دے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا پھر اسے درزی کو دکھلا یا تو وہ چھوٹا نکلا کہ قطع نہیں ہو سکتا تھا تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار یہی مراجع الہاج میں لکھا ہو اور موزے اور ٹوپی کا بھی یہی حکم ہو یہ نیا بیع میں لکھا ہو۔ اور اسی طرح اگر زیورہ دیم ادا کیے اور اس سے کہا کہ انکو خیر کر اگر چل جاوین تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور اس سے شرط پر لے لیے اور وہ اس کے پاس نہ چلے تو اسے سمجھنا اسکو واپس کر سکتا ہو یہ ظہیر یہ میں قائل کی کتاب لصلہ سے منقول ہو مشتری نے اگر بیع کو عیب دار پایا اور بائع نے اس سے کہا کہ تو اسکو فروخت کر اگر کوئی خریدے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور مشتری نے اسکو بیچ کے واسطے پیش کیا اور وہ خریدی نہ گئی تو واپس نہیں کر سکتا ہو یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہو اگر ایک غلام خرید اور بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور بائع نے اقالہ کرنے سے انکار کیا تو بیع رد کرنے فرمایا کہ یہ بیع کے واسطے پیش کرنا نہیں ہو اور مشتری اسکو واپس کر سکتا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو کسی نے ایک کپڑا خرید کر قطع کرایا اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ اس میں کوئی عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہو اگر بائع نے کہا کہ میں اسکو ایسا ہی واپس کیے لیتا ہوں تو اسکو اختیار ہو اور اگر مشتری نے فروخت کر دیا تو اسکا حق واپس کرنے کا باطل ہو گیا اور نقصان عیب کے عوض کچھ دینا نہیں کر سکتا ہو خواہ اس عیب سے واقف ہوا ہو یا نہ ہو اور اگر مشتری نے اسکو سلایا پھر اس میں پہلا عیب پایا تو نقصان عیب کے سبب واپس کر سکتا ہو اگر بائع نے

عقوبت  
وہی عیب  
بیکر یا بیکار  
کر دیا تو اسکو  
واپس نہیں کر سکتا  
ہو

کہا کہ میں اُسکو ایسا ہی لیے لیتا ہوں تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے۔ اور ستون کا بھی یہی حکم ہے جبکہ اُنکو گھی یا شہد کے ساتھ لٹھ کر دیا ہو کذا فی المفصلات اور اگر عیب پر آگاہ ہونے کے بعد اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا یا اجرت پر دیا یا بہن کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان میں عیب لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور تدریس میں لکھا ہے کہ کسی چیز کو خرید کر اُسکو اجرت پر دیدیا پھر اُسے عیب پر مطلع ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ اجارہ کو ترک کر اس چیز کو عیب کی وجہ سے واپس کر دے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسکو دوسرے کے پاس رہن کر دیا ہو تو ایسا ہو گا یہ ظہیر میں لکھا ہے اور عیب پر واقف ہونے کے بعد اگر بیع کسی کو بہہ کر دی اور اُسکے سپرد نہیں کی تو اُسے کوبائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر عیب پر آگاہ ہونے سے پہلے بیع کے واسطے پیش کیا یا بدون سپرد کرنے کے بہہ کر دیا تو بہ عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر کے کسی شخص کو بہہ کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر بدون حکم قاضی کے اپنے بہہ سے رجوع کر لیا پھر کسی عیب پر جو غلام میں خریدنے کے وقت موجود تھا مطلع ہوا تو امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ بیع کے اندر زیادتی دو قسم کی ہوتی ہے ایک متصل یعنی اس سے ملی ہوئی اور دوسری منفصلہ یعنی اُس سے علیحدہ پھر متصل کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بیع سے نہ پیدا ہوتی ہو جیسے رنگ وغیرہ جو رنگ کے مانند ہوں اور ایسی زیادتی سے بالاتفاق عیب کی وجہ سے واپس نہیں ہو سکتی ہے خواہ بائع اسی طرح واپس کر لینے کو کہے یا نہ کہے اور دوسری وہ جو بیع سے پیدا ہوتی ہے جیسے موتا ہو جانا یا چال بڑھ جانا یا آنکھ کا صاف ہو جانا اور ایسی زیادتی سے ظاہر روایت کے موافق عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے واپس کرنے سے انکار کیا اور نقصان عیب لینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ میں مجھ کو نقصان عیب نہ دوں گا لیکن تو مجھے بیع واپس کرے اور میں مجھ کو پورا شن واپس کر دوں گا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکو اختیار ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اور زیادتی منفصلہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو بیع سے پیدا ہو جیسے باندی کا بچہ اور درخت کے پھل اور جو اُسکے معنی میں ہے جیسے جہانہ اور عقرو غیرہ تو ایسی زیادتی عیب کی وجہ سے واپس کرتے اور بیع کرنے کو بوجہ تمام اسباب بیع کے ہمارے نزدیک منع کرتی ہے اور دوسری وہ جو بیع سے نہ پیدا ہوتی ہو جیسے کمائی اور کرایہ وغیرہ اور یہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بیع کرنے کی باسباب منع مانع نہیں ہے اور طریقہ بیع کا یہ ہے کہ عقد بیع کو اصل بیع میں بدون زیادتی کے بیع کر دے اور زیادتی منفعت بلا عوض مشتری کو دینا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ زیادتی مشتری کے پاس موجود ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو پس اُسکا تلف ہونا اگر آسمانی آفت سے ہو تو مشتری اصل بیع کو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور زیادتی کا ہونا بمنزلہ نہ ہونے کے شمار ہو گا اور جو مشتری کے فعل سے تلف ہوئی تو بائع کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو قبول کر لے اور پورا شن واپس کر دے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے اور عیب وار ہو جانے کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے تلف ہوئی

زیادتی منفصلہ

تو مشتری اُسکو واپس نہیں کر سکتا اور نقصان عیب لے سکتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور یہ تمام حکم مذکور ہوا اسوقت ہر کو  
 بیچ پر قبضہ کر لینے کے بعد زیادتی پیدا ہوئی ہو اور اگر قبضہ کر لینے سے پہلے پیدا ہوئی اور وہ زیادتی اس میں منسلک ہو کہ جو بیچ  
 سے پیدا ہوئی ہو تو ایسی زیادتی واپس کرنے سے مانع ہوتی ہے اور اگر ایسی زیادتی منسلک ہو کہ جو بیچ سے پیدا نہیں ہوتی تو مشتری  
 اُسکی وجہ سے قابض ہو جائیگا اور ایسا ہوگا کہ گویا زیادتی بعد قبضہ کے پیدا ہوئی تو واپس کرنا ممکن نہ ہوگا۔ نقصان  
 لے لیگا اور اگر زیادتی ایسی منقطع ہو کہ جو بیچ سے پیدا ہوئی ہو جسے کہ بچہ اور بھڑی یا بکری کے ہاں یا دو دھڑا پل  
 یا جرمانہ یا عقرو غیرہ تو ایسی زیادتی واپس کر دینے کو منع نہیں کرتی ہو پس اگر چاہے تو دونوں کو واپس کر دے  
 اور اگر چاہے تو دونوں کو پورے ٹن میں لے لے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے بیچ میں کوئی عیب  
 پتہ پایا لیکن زیادتی میں عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن جبکہ قبضہ سے پہلے اس زیادتی کے پیدا  
 ہونے سے بیچ میں کچھ نقصان آیا ہو تو بیچ میں نقصان آنے کے سبب سے اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ سراج  
 الطہاوی میں لکھا ہے۔ اگر زیادتی اور اصل دونوں پر قبضہ کر لیا پھر بیچ میں عیب پایا تو اُسکو اُسکے حصہ ٹن  
 کے حساب سے واپس کر دے کیونکہ زیادتی کے واسطے بعد قبضہ کے ٹن میں سے حصہ ہو گیا اور اگر زیادتی میں عیب  
 پایا تو اُسکو بھی اُسکے حصہ ٹن کے حساب سے واپس کر سکتا ہے یہ قنہ میں لکھا ہے اگر زیادتی منقطع ہو اور بیچ سے  
 پیدا ہوئی ہو جیسے بیچ کی کمائی یا اُسکو کچھ یہہ کیا گیا تو ایسی زیادتی واپس کرنے کی مانع نہیں ہے اور جب واپس  
 کر لیا تو امام اعظم کے نزدیک زیادتی مشتری کی ہوگی لیکن اُسکو حلال نہوگی اور صاحبین کے نزدیک زیادتی  
 بائع کی ہوگی اور اُسکو بھی حلال نہوگی اور اگر مشتری نے عیب پر راضی ہو کر بیچ کو اختیار کر لیا تو بالاتفاق  
 بیچ زیادتی کے اُسی کی ہوگی لیکن اُسکے حق میں حلال نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر بیچ پر مع زیادتی  
 کے قبضہ کر لیا اور بیچ میں عیب پایا تو امام اعظم کے نزدیک فقط بیچ کو بعض پورے ٹن کے واپس کر دے  
 اور صاحبین کے نزدیک مع زیادتی کے اُسکو واپس کرے اور اگر زیادتی میں عیب پایا تو زیادتی کو واپس نہیں  
 کر سکتا اور اگر زیادتی تلف ہوگئی اور بیچ عیب دار باقی رہی تو بالاتفاق اُسکو پورے ٹن کے عوض واپس  
 کر سکتا ہے یہ قنہ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ گہون خریدے اور اُس میں سے مشتری کے پاس اُسکا خیار اڑ گیا اور  
 اُسکے پیمانہ میں کمی آگئی تو اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اس طرح اگر اُن میں رطوبت تھی اور مشتری کے پاس  
 خشک ہوگئی یا کوئی ترکڑی خریدی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یہ فہرست قاضی خان  
 میں لکھا ہے۔ اور مفتی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی غلام گھنے والا یا روٹی پکالنے والا خریدے اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ  
 مشتری کے پاس یہ کام بھول گیا پھر مشتری اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ وغیرہ میں لکھا ہے۔  
 اور مفتی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے خشک چھوڑے شہر سے خریدے اور اُنکو کوٹہ کوٹھا لیا پھر  
 وہاں جا کر اُنکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُنکے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو امام محمد نے فرمایا ہے کہ وہاں اُنکو واپس  
 نہیں کر سکتا ہے جب تک کہ رے میں نہ پھیرا دے اور اگر اس مسئلہ میں بجائے چھوڑے کے باندی فرض کیا جائے تو  
 امام محمد نے اشارہ کیا ہے کہ باندی چھوڑے کے مانند نہیں ہے کیونکہ اُنہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک باندی کا  
 نرخ رے اور کوٹہ میں قریب قریب ہے اور اُسکے لیجانے میں ایسا خرچ بھی نہیں پڑتا جو چھوڑے کے لیجانے میں

یہ زیادتی بائع کی ہے  
 اگر قبضہ کر لیا  
 ۴۳

خرید پڑتا ہو یہ ظہیر میں لکھا ہو امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات میں ذکر کیا کہ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ میں سپیدی تھی اور وہ اسکو جانتا تھا تو اسکو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو اور اگر مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا یا تاک کہ وہ سپیدی صاف ہو گئی اور پھر سپیدی آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور اسکو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ وایت ہے کہ اسکو اختیار ہوگا اور صحیح وہی ہے جو ظاہر روایت میں ہے۔ کیونکہ تو نہیں دیکھتا ہو کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی کہ جس کے اگلے دونوں دانت ٹوٹے تھے یا سیاہ تھے اور مشتری اس بات کو جانتا تھا اولیٰ سے پھر قبضہ نہیں کیا یا تاک کہ ٹوٹے ہوئے دانت جم آئے یا سیاہی اُٹھی جاتی رہی پھر وہ دونوں دانت گر گئے یا سیاہی پھر آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی کیونکہ بائع نے جس چیز کا دینا اپنے اوپر جیسا لازم کیا تھا اس کے سپرد کرنے سے وہ عاجز نہ رہا اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا کہ جسکی ایک آنکھ میں سپیدی تھی یا اس کے دونوں دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور مشتری اس سے واقف تھا پھر سپیدی جاتی رہی یا دانت جم آئے پھر سپیدی آگئی اور دانت گر گئے پھر اس میں اس کے دوا کوئی اور عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اس عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہو اور اگر سپیدی اس آنکھ کی جسکی سپیدی جاتی رہی تھی دوبارہ نہ پیدا ہوئی لیکن دوسری آنکھ میں سپیدی آگئی تو پھر کسی عیب کی وجہ سے باندی کو کبھی واپس نہ کر سکیگا اور اگر دوسری آنکھ میں سپیدی نہ آئی لیکن جس آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تھی اسی میں مشتری کے فصل سے دوبارہ سپیدی آئی اس طرح پر کہ مشتری نے اسکی آنکھ میں مارا کہ اس میں سپیدی آگئی پھر باندی میں کوئی دوسرا عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر بائع نے کہا کہ میں اسکو ایسا ہی لے لیتا ہوں اور پورا اٹن ٹکڑا واپس کر دیتا ہوں تو مشتری کو اختیار ہے کہ اسکو واپس دیوے بخلاف اس صورت کے کہ مشتری کے پاس کسی اجنبی کے مارنے کی وجہ سے باندی کی آنکھ میں سپیدی آگئی تو اس صورت میں مشتری اس کے عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہو اگرچہ بائع اس کے واپس کر لینے پر راضی ہو جائے یہ حکم جو ہم نے ذکر کیا اس وقت ہے کہ مشتری نے جان بوجھ کر اسکو خریدا ہو اور اگر اسکو خریدا ہو یہ نہ جانا کہ اس کے ایک آنکھ میں سپیدی ہو اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو معلوم ہوا تو واپس کر سکتا ہو پس اگر اس سے واپس نہ کی جائے تاک کہ سپیدی جاتی رہی تو پھر اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو اگرچہ اسکا استحقاق سلیمہ کا تھا جبکہ عیب سے واقف نہ تھا اور اگر دوبارہ سپیدی آجائے تو بھی واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر اس میں کوئی دوسرا عیب پاوے تو واپس کر سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر کوئی باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ میں سپیدی ہو اور اس سے واقف نہ ہو اور نہ اس پر قبضہ کیا یا تاک کہ اسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی پھر اسکی آنکھ میں سپیدی آگئی پھر مشتری اس عیب سے آگاہ ہوا تو اسکو واپس کر سکتا ہو اور اگر اس پر قبضہ کر لیا تو اسکی ایک آنکھ میں سپیدی تھی اور مشتری اس سے واقف نہ تھا یا تاک کہ سپیدی جاتی رہی پھر سپیدی آگئی تو واپس نہیں کر سکتا ہو فقائے قاضی خان میں ہے اور فقائے فضلی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اسکی ایک آنکھ میں سپیدی تھی اور سپیدی جاتی رہی پھر دوبارہ آگئی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ اس سے واقف نہ تھا پھر آگاہ ہوا تو اسکو واپس کر سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو اس طرح اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اس کے اگلے دونوں دانت ٹوٹے ہوئے یا سیاہ تھے اور مشتری کو نہیں جانتا تھا اور



اُسے اسپر قبضہ کر لیا پھر اس سے واقف ہوا پھر سیاحی زائل ہو گئی یا وراثت جم گئے تو وہاں نہیں کر سکتا ہو اور اسی طرح اگر پھر وراثت گر گئے یا پھر سیاحی آگئی ہو تو بھی وہاں نہیں کر سکتا ہو اور اگر کوئی دوسرا عیب اُس میں پاوے تو وہاں کر سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو ذبح کیے ہوئے پرندے پریش اکھاڑنا عیب کی وجہ سے وہاں کر سنے سے مانع ہو یہ فقیہ میں لکھا ہو اور قاضی ابواللیث میں ہو کہ اگر ایک مرتضیٰ غلام خریدا پھر اُس کا مرض مشتری کے پاس بڑھ گیا تو بائع کو وہاں نہیں کر سکتا ہو لیکن نقصان عیب لے لیا یہ ظہیر میں لکھا ہو کسی نے ایک غلام کو کہ جسکو بائع کے پاس بھاڑ آیا کرتا تھا خریدا اور اسکو دوسرے یا تیسرے دن بھاڑ آتا تھا اور مشتری اس سے آگاہ نہ تھا پھر مشتری کے پاس اُسکو بار بھاڑ رہے لگا تو منتفی میں ذکر کیا کہ مشتری اُسکو وہاں کر سکتا ہو اور اگر مشتری کے پاس اس مرض کی وجہ سے غلام چار بائی سے لگ گیا تو یہ بھاڑ کے سوا دوسرا عیب ہو اسکی وجہ سے نقصان لے سکتا ہو اور وہاں نہیں کر سکتا ہو اور اسبطر اگر اُس کے کوئی زخم ہو کہ وہ پھوٹ کر بے یا چپک تھی کہ وہ پھوٹ گئی تو وہاں کر سکتا ہو اور اگر اُس کے کوئی زخم تھا اور اُس زخم کی وجہ سے مشتری کے پاس اُس کا ایک ہاتھ جاتا رہا یا اُس کا زخم موضع تھا پھر مشتری کے پاس اُس کا زخم آہر ہو گیا تو وہاں نہیں کر سکتا ہو یہ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر بائع کے پاس غلام کو تجاری کا بھاڑ آتا تھا اور وہ جاتا رہا پھر مشتری کے پاس عود کر آیا پس اگر اُسکو دوسری بار بھی تجاری کا بھاڑ آیا تو وہاں کر سکتا ہو کیونکہ سبب متحد ہو اور اگر دوبارہ چوتھا بھاڑ آیا تو وہاں نہیں کر سکتا ہو کیونکہ سبب مختلف ہو اور اسی طرح اگر کوئی غلام خریدا اور مشتری کے پاس اُسکو کوئی مرض ظاہر ہوا تو اُس کا حکم اسی تفصیل سے ہو اور اسی سے اس قسم کے مسائل نکل سکتے ہیں یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو ایک غلام خرید اور اسپر قبضہ کر لیا اور مشتری کے پاس اُسکو بھاڑ آیا اور بائع کے پاس بھی اُسکو بھاڑ آیا کرتا تھا تو شیخ ابن الفضل رحمہ اللہ فرمایا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم ہمارے اصحاب خفیہ سے اس طرح محفوظ ہو کہ اگر اُسی وقت میں اُسکو بھاڑ آیا کہ جس وقت میں بائع کے پاس آیا کرتا تھا تو اُسکو وہاں کر سکتا ہو اور اگر غیر وقت میں آیا تو وہاں نہیں کر سکتا ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہو اور اگر بیع میں زخم کا اثر ہو اور وہ ظاہر ہو جائے اور مشتری اُس سے آگاہ نہ ہو اور وہ زخم ہو جائے اور جمہراح آگاہ کرین کہ اُس نے پورا نے سبب عود کیا ہو تو وہاں کر سکتا ہو اور نقصان لے لیا یہ فقیہ میں لکھا ہو ایک باندی خریدی اسپر قبضہ کر لیا اور اُس کے عیب میں بائع سے جھگڑا کیا پھر چند روز بعد اُس کو دینا پھر بائع سے جھگڑا شروع کیا اور بائع نے کہا کہ تو نے عیب کو جاننے کے بعد اتنی مدت کیوں اُسکو روک رکھا اور مشتری نے کہا کہ میں یہ دیکھتا تھا کہ شاید اُس کا عیب جاتا رہے اس واسطے روک رکھا تھا تو امام محمد ابو بکر ابن الفضل رحمہ اللہ فرمایا کہ اس سبب سے جھگڑا اچھوڑ دینا عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہو اور اُسکو وہاں کر دینے کا اختیار ہو اور اسبطر اگر وہاں کر لے گا قصداً کیا اور اُسکو بائع کا پتہ نہ ملا اور اُسے اُسکو کھلایا اور چند روز لکھا اور اُس میں کوئی ایسا تصرف نہ کیا کہ جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو پھر اُسے بائع کو پایا تو اُسکو وہاں کر سکتا ہو فقیہ ابواللیث نے فرمایا ہو کہ میں نے اپنے زمانے کے مشائخ کو اسی مذہب پر پایا یہ اصول عادیہ میں ہی منتفی میں ہو کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک غلام خریدا پھر مشتری نے اُس کے فروخت کر دینے کا کسی کو حکم دیا پھر اُس کے بعد مشتری کو اُس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وہاں کر لے گا تو بائع کے سامنے اُسکو فروخت کیا اور وہاں کر لے گا تو یہ اُسکی رضامندی میں گنا جائے گا یہاں تک کہ اگر بیع پوری نہ ہو

قلک شریف حسین  
الوسول الیہ  
والمراد بھیجی  
اسخانی اربعہ  
پیر پور لکھنؤ  
توکل علی اللہ  
دعائے شریف الہی  
انوارِ عالمیں  
تبلیغ اسلام  
مینی فاؤنڈیشن  
جو کہ کئے ہیں  
جامعہ اسلامیات  
پوربھاگ پٹنہ  
امام احمد  
مدنی رحمہ  
چوری لاہور

تو اس مشتری کو وہ غلام اپنے بائع کو اس عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو اور اسی طرح اگر وکیل نے اسکو آگاہ کیا کہ میں ابھی اسکے فروخت کرنے کو جاتا ہوں اور مشتری نے اسکو منع نہیں کیا تو یہ بھی رضامین شمار ہو اور اسی طرح اگر اس مشتری موکل کو کسی نے خبر دی کہ تیرے وکیل نے اسکا بجا وٹھرایا ہو اور وہ اسکو بیچنا چاہتا ہو پس موکل نے اسکو منع نہ کیا تو یہ بھی رضامندی میں شمار ہو یہی محظون لکھا ہے۔ اگر سنجاب یا موٹریوں کی مکالمین خریدیں اور انکو بداعت کے واسطے ترکیا پھر ان میں کوئی عیب ظاہر ہوا تو بقدر نقصان واپس لے سکتے کہ اگر بیشم خرید کر اسکو ترک کرے اور نقصان ظاہر ہونے کی صورت میں نقصان عیب لینے کا حکم ہو یہ قنہ میں لکھا ہے کسی شخص نے کوئی زمین خریدی کہ اسپر حراج نہ تھا اور اس میں کوئی عیب پایا پھر اس پر حراج باندھا گیا تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو اور اگر کسی غلام کو خرید اور اسپر قبضہ کر لیا پھر حیا شرط یا حیا رویت یا حیا عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا پھر اسکی ایک آنکھ مشتری کے پاس جاتی رہی تو مشتری اسکو دھسے شن کا ضامن ہو اور اگر اسکی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو نقصان کا ضامن ہوگا اور بائع کو حیا رہوگا اور اگر کوئی دار خرید اور کچھ اس میں فروخت کر دیا پھر اس میں عیب پایا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہ واپس کر سکتا ہو اور نہ کچھ لے سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر باغ انگوڑ خرید کر اس کے پھل کھائے پھر اس کے عیب سے مطلع ہوا تو بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہو اگرچہ بائع اس کے لینے پر راضی ہو جائے کذا فی المحیط قلت و یاخذ نقصان العیب اور اگر گرم پیلے خریدے اور ان کو آفتاب میں رکھ دیا پھر اس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہو یہ قنہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک بسولہ خرید اور اسکو آگ میں ڈالا پھر اس کے عیب پر واقع ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر سونا خرید اور اسکو آگ میں ڈالا پھر اس کے عیب آگاہ ہوا تو واپس کر سکتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ وکرا فی الخالصہ اگر کسی نے کچھ لوہا بڑھویوں کے ہتھیار بنانے کے واسطے خریدا اور اسکو لوہا کے بجائے تین تھپڑے کے واسطے ڈالا اور اس میں کچھ عیب پایا اور وہ ان ہتھیار بنانے کے لائق نہ نکلا تو واپس نہیں کر سکتا ہو اور نقصان عیب لیکھا قنہ میں لکھا ہے۔ اور اگر آ رہ خریدا اور اسکو تیز کر لیا پھر اس کے عیب پر واقع ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہو یہ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک چھری خریدی اور اسکو تیز کیا پھر اس میں عیب پایا پس اگر اسکو سوہاگ تیز کیا ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہو کیونکہ اس میں کمی آگئی اور اگر چھتر سے تیز کیا ہو تو واپس کر سکتا ہو یہ فصول علادہ میں ہو۔ اگر چھتری نئی ہانڈی خریدی اور بائع نے کہا کہ اس میں پکا پس اگر اس میں عیب معلوم ہوگا تو میں بدلنے کے بعد پھر لوٹا اور تیرا شن پھیر دو مگر پھر مشتری نے اس میں پکایا اور اس میں عیب ظاہر ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہو اور نقصان عیب لے لیکھا اور اگر عیب پر واقع ہوا لیکن یہ نہ جانتا کہ یہ عیب پڑا ہوا ہے اور اس میں مالکانہ تصرف کیا پھر عیب کا قدیم ہوتا معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہو یہ قنہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام خریدا اور اسکو پھر اس طرح پایا کہ اسکا خون بعض قصاص کے یا اسلام سے پھر جانے کے یا اسطرح کی رہنمائی سے کہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا مباح پایا اور اسی وجہ سے وہ مشتری کے پاس قتل کر دیا گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری بائع سے اپنا تمام شن واپس لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہیں لے سکتا ہو لیکن اسکا نقصان عیب لے سکتا ہے پس اسکی قیمت اس خطا داری کے ساتھ اور بدون خطا داری کے امدادہ کیجاوے اور جو کچھ فرق ان دونوں قیمتوں میں

[illegible]

وہ مانع سے واپس لے اور اگر کوئی غلام خریدے کہ جسے چوری کی تھی اور مشتری کو اسکی خبر نہ ہوئی اور مشتری نے پاس  
 اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اسکو واپس کر کے اپنا تمام ثمن پھیرے اور صاحبین نے کہا کہ  
 واپس نہیں کر سکتا ہو لیکن نقصان عیب لے سکتا ہے پس اس غلام کی خطا وار اور بظلمہ دونوں طرح سے قیمت اندازہ  
 کیا جائیگی اور دونوں قیمتوں میں جو فرق ہو وہ مانع سے واپس لے گا اور اگر غلام نے مانع کے پاس چوری کی  
 تھی پھر مشتری کے پاس چوری کی اور دونوں وجہوں سے اسکو شرعی سزا ملی تو صاحبین کے نزدیک نقصان  
 عیب لے سکتا ہو جیسا بیان ہوا اور امام کے نزدیک بلا ضمانندی مانع کے واپس نہیں کر سکتا ہو کیونکہ اس میں نسیب  
 پیدا ہو گیا اور جو تھائی ثمن واپس لیتا کیونکہ آدمی کا ہاتھ اس کے آدھے کے برابر ہو اور وہ ہاتھ جو ہون سے  
 تلف ہوا تو جو تھائی ایک کو لازم ہوگی اور اگر مانع نے اسکو قتل کر دیا تو مشتری مانع سے تین جو تھائی ثمن واپس  
 لیتا اور اگر غلام چند بار فروخت کیا گیا اور ایک سے دوسرے کے ہاتھ پڑا پھر اس صورت میں اس اخیر مشتری  
 کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا قتل کیا گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مسئلہ استحقاق کے ماتحت سب مانع باہم ایک  
 دوسرے سے واپس لینگے اور صاحبین کے نزدیک یہ امر بمنزلہ عیب کے ہی ہے پس اخیر کا مشتری اپنے مانع سے رجوع  
 کر سکتا ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ مشتری اس سے خبردار نہ ہو اور اگر جاننا تھا تو صاحبین کے نزدیک کچھ  
 نہیں لے سکتا ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اصح روایت کے موافق رجوع کر سکتا ہو کیونکہ امام کے نزدیک یہ امر بمنزلہ  
 استحقاق کے ہو اور استحقاق سے آگاہ ہونا امام کے نزدیک رجوع سے مانع نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور یہی  
 جامع الصغیر میں لکھا ہے پس اگر مشتری نے غلام کو مال کے عوض آزاد کر دیا پھر وہ قتل کیا گیا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا  
 تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں لے سکتا ہو اور اگر بدون مال کے  
 آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک رجوع کر سکتا ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خریدے اور اس پر قبضہ کر لیا  
 پھر اسکو مانع کے ہاتھ فروخت کر دیا اور مانع نے اس میں کوئی پورا ناعیب پایا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ  
 اللہ نے فرمایا کہ اسکو پہلے مشتری کو واپس کر سکتا ہو یہ خاص قاضی خان میں لکھا ہے۔ متقی میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے  
 سے ایک دینار بوجہ مدہ ہون کے خرید کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دینار خریدنے والے نے اس دینار کو کسی  
 دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اس میں کوئی عیب پایا اور بلا حکم قاضی کے پہلے مشتری کو  
 واپس کر دیا تو پہلے مشتری کو یہ اختیار ہو کہ اسی عیب کی وجہ سے اپنے مانع کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر  
 کسی قرض خواہ نے مدہ ہون کو اپنے قرض دار سے لیکر اپنے قبضہ میں کر لیا اور انکو اپنے قرض خواہ کو واپس پھر اس  
 قرض خواہ نے انکو زکوٰۃ پایا اور بدون حکم قاضی کے اسکو واپس کر دیے تو اسکو اختیار ہوگا کہ پہلے کو اپنے  
 قرض دار کو واپس کرے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ متقی میں ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدے اور اسکو اندھا پایا اور  
 مشتری نے مانع سے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اسکو اپنے قسم کے کفارہ میں آزاد کر دوں پس اگر کفارہ میں  
 اسکا آزاد کرنا جائز ہوگا تو لے لو گا ورنہ واپس کر دو گا تو اسکو اختیار ہو کہ اسکو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے  
 نے ایک ہر وی کپڑوں کی گھڑی خریدی اور مشتری نے کپڑوں میں عیب پایا اور اس نے فقط گھڑی کو تلف کر دیا تو  
 متقی میں لکھا ہے کہ تمام ثمن کے عوض کپڑوں کو واپس کر سکتا ہو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باندی اور غلام میں اگر کوئی

کپڑے تلف کرنے کے بعد عیب پاوے تو انکا بھی حکم ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بعض پورے ٹخن کے اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فیصلہ عوامیہ میں ہے۔ اور منتقی میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مشتری نے اگر خاریب میں بائع سے کہا کہ اگر میں تجھے آج واپس نہ کر دوں تو تین عیب پر رضی ہو گیا پس یہ کتنا باطل ہے اور اسکو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار باقی رہیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے ایک وار خرید اور اس دار میں کسی اجنبی نے اپنے پانی پینے کا دعوے کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے تو یہ بن نہ عیب کے ہے پس اگر مشتری کو منظور ہو تو پورے ٹخن کے عوض اسکو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے پس اگر مشتری نے اس عین کوئی عمارت بنالی ہو تو اسکو اس عمارت کے توڑ دینے کا اختیار ہے اور اس عمارت کی قیمت لینے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر اس غلام نے کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہو کوئی چیز خریدی اور اسکو عیب دار پایا اور حالانکہ بائع نے اسکو ٹخن معاف کر دیا یا اسکو یہ کہ دیا اور غلام نے اسکو قبول کر لیا تھا تو عیب کی وجہ سے اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی مسئلہ میں اگر بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جاوے اور قبضہ کر لینے کے بعد وہ بیع میں عیب پاوے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر قبضہ سے پہلے عیب پادے تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی مشتری نے عیب پر آگاہ ہونے کے بعد یا اس سے پہلے یوں قرار کیا کہ یہ بیع سوا بائع کے خلاف شخص کی ہے اور اس شخص نے اسکو جھوٹا بتلایا تو اس مشتری کو اختیار ہے کہ بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے عیب سے خبردار ہونے کے باوجود کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس دوسرے مشتری نے پھر اسکو بیع واپس کر دی تو یہ واپس کرنا اگرچہ بطور منہ کے پوناہم مشتری اول کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع کو فروخت کر دیا پھر اسکے پاس وہ واپس کر دی گئی اور ایسے سبب سے واپس کی گئی کہ جو ہر طرح منہ ہے پھر مشتری اسکے ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو بائع کے پاس تھا تو اسکو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام بعض ایک غیر معین کے خرید لیا کہ جسکا وصفت بیان کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے زمین کچھ عیب پایا اور اسکے پاس اس میں اور عیب پیدا ہو گیا تو اسکو کچھ واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر خرید کے وقت کرمعین ہو تو جس قدر نقصان کرمین ہو اسی قدر غلام میں سے لینے کا اختیار ہے لیکن اگر بائع کر کا یعنی غلام کا خریدنے والا اس بات پر رضی ہو کہ میں اس کو واپس لیتا ہوں اور غلام کو واپس دیتا ہوں تو اسکو یہ اشتقاق ہے کسی نے دوسرے شخص سے ایک کرمیہون قرض لیے اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے سودم کو خرید کیے یعنی قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ قرض کے گیہون خرید لیے پھر اس نے زمین کچھ عیب پایا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے قول کے قیاس پر واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر قرض درم ہوں اور قرض دینے والے نے اسکے عوض دینا خرید سے اور دینا دونوں پر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے درہون کو زیوت پایا تو اسکو بدل لینے کا اختیار ہے یہ قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس جگہ مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت ہے وہاں اگر بائع کے دہن قبضہ سے پہلے یوں کہے کہ میں نے بیع باطل کر دی تو بیع ٹوٹ جائیگی خواہ بائع قبول کرے یا نہ کرے اور اگر قبضہ کے بعد

کے بعد عیب پادے تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے عیب پادے تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی مشتری نے عیب پر آگاہ ہونے کے بعد یا اس سے پہلے یوں قرار کیا کہ یہ بیع سوا بائع کے خلاف شخص کی ہے اور اس شخص نے اسکو جھوٹا بتلایا تو اس مشتری کو اختیار ہے کہ بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے عیب سے خبردار ہونے کے باوجود کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس دوسرے مشتری نے پھر اسکو بیع واپس کر دی تو یہ واپس کرنا اگرچہ بطور منہ کے پوناہم مشتری اول کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع کو فروخت کر دیا پھر اسکے پاس وہ واپس کر دی گئی اور ایسے سبب سے واپس کی گئی کہ جو ہر طرح منہ ہے پھر مشتری اسکے ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو بائع کے پاس تھا تو اسکو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام بعض ایک غیر معین کے خرید لیا کہ جسکا وصفت بیان کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے زمین کچھ عیب پایا اور اسکے پاس اس میں اور عیب پیدا ہو گیا تو اسکو کچھ واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر خرید کے وقت کرمعین ہو تو جس قدر نقصان کرمین ہو اسی قدر غلام میں سے لینے کا اختیار ہے لیکن اگر بائع کر کا یعنی غلام کا خریدنے والا اس بات پر رضی ہو کہ میں اس کو واپس لیتا ہوں اور غلام کو واپس دیتا ہوں تو اسکو یہ اشتقاق ہے کسی نے دوسرے شخص سے ایک کرمیہون قرض لیے اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے سودم کو خرید کیے یعنی قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ قرض کے گیہون خرید لیے پھر اس نے زمین کچھ عیب پایا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے قول کے قیاس پر واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر قرض درم ہوں اور قرض دینے والے نے اسکے عوض دینا خرید سے اور دینا دونوں پر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے درہون کو زیوت پایا تو اسکو بدل لینے کا اختیار ہے یہ قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس جگہ مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت ہے وہاں اگر بائع کے دہن قبضہ سے پہلے یوں کہے کہ میں نے بیع باطل کر دی تو بیع ٹوٹ جائیگی خواہ بائع قبول کرے یا نہ کرے اور اگر قبضہ کے بعد



کھے گا اور بارے میں قبول کر لیا تو بھی بیچ ٹوٹ جائیگی اور اگر قبول نہ کیا تو بیچ نہ ٹوٹے گی اور اگر بدون حاضری بارے  
کے کہا تو بیچ نہ ٹوٹے گی اگرچہ قبضہ سے پہلے کہا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر انکو رکاس تاک مع غلہ کے خریدے اور اگر ان  
عیب پایا پس اگر واپس کرنے کا ارادہ کرے تو جو وقت اسے عیب دار پایا ہو اسی وقت واپس کر دے کیونکہ  
اگر اسے غلہ کو جمع کیا یا چھوڑ دیا تو واپس کرنا منع ہو جائیگا یہ سراجیہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دو غلام یا دو کپڑے  
یا مثل اسکے ایک صفحہ میں خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے میں جس پر قبضہ نہیں کیا پر عیب پایا تو اسکو یہ  
اختیار ہو کہ اگر چاہے تو دونوں کو پورے ٹخن میں لے لے ورنہ دونوں کو واپس کر دے اور ایسی صورت میں یہ اختیار  
نہیں ہے کہ صحیح و سالم کو لے لے اور عیب دار کو اس کے حصہ ٹخن کے عوض واپس کر دے اور اگر قبضہ کیے ہوئے میں عیب  
پایا تو اس میں اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نقطہ اسکو واپس کر دے اور صحیح ہو کہ  
دونوں کو لے لے یا دونوں کو واپس کر دے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں عیب دار کو لے لیتا ہوں اور اس کا نقصان  
لے لوں گا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے دونوں پر قبضہ کر لیا ہو پھر ایک میں عیب پایا تو اسکو نقطہ عیب دار  
واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ صحیح القدر میں لکھا ہو۔ اور بدون رضا مندی بارے کے دونوں کو واپس  
کر دینے کا اختیار نہیں ہے یہ عیض میں لکھا ہو۔ پھر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ عیب دونوں میں سے ایک کو ہائی  
رکھ کر اس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہو اور اگر ایسی دو چیزیں ہوں کہ جس میں ایک سے نفع اٹھانے کی عادت  
نہیں ہے جیسے کہ ایک جوڑی موزے یا جوتیان یا کیوار خریدے اور ان دونوں میں ایک کو عیب دار پاوے  
تو اس پر اجماع ہے کہ دونوں کو لے لیتا یا دونوں کو واپس کر دیتا ہے صحیح القدر میں لکھا ہو۔ اگر ایک جوڑی بیل خریدے  
پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک کو عیب دار پایا اور نقطہ عیب دار واپس کر دینے کا قصد کیا تو ظاہر حکم یہ ہے کہ اسکو  
ایسا اختیار ہے اور چارے مشارخ نے فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں ساتھ کام کرنے کی عادت ہو گئی اور ہر ایک ایسا  
ہو گیا ہو کہ بدون اس دوسرے کے کام نہیں کرتا ہو تو مشتری کو صرف عیب دار واپس کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور وہ  
دونوں ہنزلہ ایک چیز کے شمار ہونگے یہ عیض میں لکھا ہو۔ اگر وہاں مذاہن خریدے اور دونوں پر قبضہ نہ کیا یا ہانگ  
کہ ان میں سے ایک میں عیب پایا اور اس پر قبضہ کر لیا تو دونوں اس کے ذمہ لازم ہو جائیگی اور اگر بے عیب پر قبضہ  
کیا تو دونوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بے عیب کو دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا قبضہ سے پہلے یا بعد  
دونوں کو آزاد کر دیا تو اسکو عیب دار لازم ہو جائیگی یہ خامے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر ایک ہروی  
کپڑوں کی گٹھری خریدی اور اس میں سے ایک کپڑا نکال کر اسکو قطع کر اسکے سلا یا یا اسکو فروخت کر دیا  
پھر گٹھری کے کسی کپڑے میں عیب پایا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ گٹھری کے باقی کپڑے رکھ لے اور نقطہ  
عیب دار کو واپس کر دے اور بارے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسکو واپس نہیں کرتا ہوں مجھے تمام کپڑے  
پھر لینا پسند ہیں لیکن اگر مشتری چاہے تو ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے کپڑے کو قطع کر کر سلا یا دھوا اور  
بارے اس بات پر رضی ہوا کہ گٹھری مع قطع کیے ہوئے کپڑے کے واپس کرے تو اسکو یہ اختیار ہے یہ عیض  
میں لکھا ہے کسی نے ایک خرما کا باغ خریدا اور اس کے پاس اس میں چل آئے پھر چل آسانی آنے سے تلف  
ہو گئے تو کسی عیب کی وجہ سے اسکو واپس کر سکتا ہو اور اگر بارے نے اسکو کھا لیا تو واپس نہیں کر سکتا یہ کافی میں

یہ تمام احکام  
میں لکھے ہیں  
جو قبضہ کر کے  
بارے کے ہوتے  
ہیں



مال تلف ہوا اور مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے دوسرا واپس کر دے اور ایک پر قبضہ کرنا دو وزن کے قبضہ کرنے کے مانند نہیں ہو اور اگر مشتری نے ایک پر قبضہ کر کے اسکو عیب وار کر دیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہوا تو مشتری کا مال تلف ہوا ایک انکو بھی خریدی کہ جس میں لکینہ تھا اور لکینہ کا اکھاڑنا دو وزن میں سے کسی کو مضرت تھا پھر غلینہ یا انکو بھی دو وزن میں سے کسی ایک میں قبضہ کے بعد عیب پایا تو اس عیب وار کو واپس کر سکتا ہو اور یہی حکم اس تلوار کا ہو جسکے قبضہ پر چاندی چڑھی ہو اور ایسے ہٹی کا بھی یہی حکم ہو یہ نہ انفاق میں لکھا ہو اور اگر خرید کی ہوئی ایک چیز ہو اور قبضہ کرنے سے پہلے یا قبضہ کرنے کے بعد اس کے کسی ٹکڑے میں عیب پایا تو اسکو حفظ عیب وار کے واپس کر سکتے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزوں میں سے ایک ہی قسم کی ہو اور اس کے بعض میں عیب پائے تو فقط عیب وار کو واپس نہیں کر سکتا ہو خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور امام زادہ احمد طراوی نے نقل کیا ہے کہ امام محمد رحمہ کے قول کے قیاس پر واجب ہے کہ عیب کی وجہ سے ناپ یا تول کی چیز کا بعض ٹکڑا واپس کر دیا جائے اگرچہ مجتمع ہو بشرطیکہ جدا کرنے سے عیب وار کا عیب بڑھ نہ جائے اور اس طرح اگر بعض چھوٹی پائے اور اگر قصد کرے کہ چھلنی سے چھان کر چھوٹے دانے جو نیچے گر پڑے ہوں انکو واپس کر دے اور باقی کو لے لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور اسی طرح اگر اخوٹ یا انڈے خریدے اور اس میں سے بعض چھوٹے پائے اور قصد کیا کہ فقط انھیں چھوٹوں کو واپس کرے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ناپ یا تول کی چیزوں میں جو حکم مذکور ہوا وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب سبلیک ہی برتن میں ہو اور اگر جدا جدا برتنوں میں ہو اور اس میں سے ایک برتن میں عیب وار پائی تو فقط اس برتن کی چیز واپس کر سکتا ہو اور انھوں نے اسکو دو کپڑوں یا دو قسموں مثل جو گیہوں کے مانند شمار کیا ہو اور اسی پر فتوے دیتے تھے اور انکو یقین تھا کہ اصحاب فقیہ سے یہ روایت آئی ہو اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے لیا ہے اور مشائخ میں سے بعض نے کہا ہے کہ سب کے ایک برتن میں ہونے یا چند برتنوں میں ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے اور اسکو بعض کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اطلاق امام محمد رحمہ اللہ کا کتاب الاصل میں یعنی اسکی تفصیل نہ کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور ترمذی لائے سرخسی اسی پر فتوے دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے چند لفافہ ابریشم کے خریدے اور ہر لفافہ میں سے تھوڑا تھوڑا عیب ارپایا پھر یہ قصد کیا کہ سب عیب وار جدا کر کے واپس کرے تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے لیکن ایک لفافہ پورے کو عیب ارپا کر واپس کر سکتا ہو اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر سوت کی چند پندیاں خریدیں پھر ہر پندیہ میں سے کچھ کچھ عیب وار پایا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ فقط عیب وار کو جدا کر کے واپس کرے اور اگر بعضی پندیہ عیب وار پادے تو اسکو واپس کر سکتا ہو اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ناپ یا تول کی چیز میں سے تھوڑی چیز کا کوئی مستحق پیدا ہو تو باقی کے واپس کرنے کا اختیار نہ رہیگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ استحقاق قبضہ کے بعد ظاہر ہو اور اگر قبضہ سے پہلے ہو تو باقی کو واپس کر سکتا ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر خریدی ہوئی چیز کوئی کپڑا ہو اور پھر مشتری نے قبضہ کر لیا ہو پھر تھوڑے کپڑے کا کوئی مستحق پیدا ہو تو مشتری کو باقی کے واپس کر دینے کا

یعنی بائع سے قبضہ کرنے کے بعد چاندی الگ کرنا مضرت نہ ہو

اختیار ہو یہ زمانہ میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری کے پاس آسمانی یا کسی اور آفت سے آئین کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر مشتری کو ایک دو مہر عیب پر جو بائع کے پاس تھا اطلاع ہوئی تو اسکو نقصان عیب لینے کا حق پہونچتا ہو اور بیع کو واپس لے کر سکتا ہو نیز تنقین اگر بیع کو مع اس عیب کے جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو بائع لینا پسند کرے تو اسکو اختیار ہو لیکن اگر اسکا لینا کسی شرعی حق سے ممنوع ہو تو اختیار نہ ہوگا یہ بیع القدر میں لکھا ہو واضح ہو کہ نقصان عیب لینے کا طریقہ یہ ہو کہ اگر بائع کو بلا عیب اندازہ کیا جائے پھر دوبارہ جس عیب کا نقصان چاہتا ہو اس کے ساتھ اندازہ کیا جائے پس اگر وہ دن قیمتوں میں آوے گا فرق ہو تو مشتری بائع سے آوہائیں واپس لے گا اور اگر مشتری نے بیع کو عیب پر واقع ہونے کے بعد فروخت کر دیا تو آئین کلیہ قاعدہ یہ ہو کہ جن صورتوں میں بیع مشتری کی ملک میں قائم ہو اور بائع کو اسکا واپس کرنا رضامندی یا بلا رضامندی ممکن ہو تو اسی صورت میں جب اسکو اپنی ملک سے بطور بیع یا اس کے مثل کے نکال دے گا تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہو اور جن صورتوں میں باوجود بیع کے ملک میں قائم ہونے کے واپس کرنا ممکن ہو پس جب اسکو اپنی ملک سے بطور فروخت کر دینے یا اس کے مثل کے نکال دے گا تو نقصان عیب لے سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے کسی عیب پر واقع نہوا یا تنگ کر اسکو مشتری وغیرہ نے قتل کر ڈالا پھر کسی عیب پر واقع ہوا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہو یہ خائے قاضیان میں لکھا ہو۔ اور اگر اسکو کسی اجنبی نے قتل کر ڈالا تو خواہ عمد قتل کیا ہو یا خطائے قتل کیا ہو نقصان نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر اسکو خود قتل کر دیا تو بھی ظاہر الروایت میں یہی حکم ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ وہ نقصان عیب لے سکتا ہو یہ شرح مکملہ میں لکھا ہو۔ اور جس شخص نے کوئی غلام خریدا اور اسکو بلا مال آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوا تو نقصان عیب لے سکتا ہو اور اگر کرنا یا ام ولد بنا تا مثل آزاد کرنے کے ہو اور اگر اسکو کچھ مال لیکر آزاد کیا یا اس سے کچھ مال لکھو کر کتاب کر دیا پھر اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا تو کچھ نہیں لے سکتا ہو یہ کافی میں لکھا ہو اور یہی محیط سرخسی میں ہو۔ اگر ایک جہ خرید اور اسکو پہنا اور وہ پہننے کے سبب سے ناقص ہو گیا پھر اس کے اندر ایک مرا ہوا چوبایا تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہو لیکن اگر بائع اسکو ویسا ہی ناقص پھر لینا پسند کرے تو اسکو یہ اختیار ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک بھلی خریدی اور اسکو عیب وار پایا اور بائع کہیں غائب ہو گیا اور مشتری اگر اس کے حاضر ہوئے تنگ امتداد کرتا ہو تو بھلی سٹری جاتی ہو پس اس سے بھلی کو بھون کر فروخت کر دیا تو اسکو نقصان عیب لینے کا اختیار نہیں ہو اور اس ضرر کے دفع کرنے کی بھی کوئی راہ نہیں ہو یہ قیہ میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک بھلی ہوئی دیوار خریدی اور اس سے واقع نہوا یا تنگ کر وہ گر پڑی تو اپنا نقصان لے سکتا ہو یہ نہر الخاق میں لکھا ہو۔ قدوری میں ہو کہ اگر اناج یا کپڑا خریدا اور کپڑے کو بچاڑ ڈالا یا اناج کو تلف کر دیا پھر کسی عیب پر واقع ہوا تو آئین کچھ اختلاف نہیں ہو کہ وہ نقصان عیب نہیں لے سکتا ہو اور اگر کپڑا کو پہنا یا تنگ کر پہننے سے وہ پھٹ گیا یا اناج کھا لیا پھر اس کے عیب پر واقع ہوا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نقصان عیب نہیں لے سکتا ہو اور یہی صحیح ہو۔ اگر ایک غلام خریدا اور آئین سے کچھ فروخت کیا اور کچھ باقی ہو تو باقی کو واپس نہیں کر سکتا ہو اور کے ہوئے حصہ کا نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہو اور آئین کچھ اختلاف نہیں ہو اور باقی کے حصہ کا نقصان عیب لینے کے باب میں ظاہر الروایت میں چارے اصحاب رحمہ اللہ سے یوں روایت ہو کہ نہیں لے سکتا ہو



اور یہی صحیح ہو یہ ذخیرہ اور محیطین لکھا ہو اگر کچھ آتا خرید اور اس میں سے تھوڑا کچھ یا تو اسکو کڑوا یا پاپس امام ابو جعفر نے فرمایا ہو کہ بیشتر ہی کو باقی کو اس کے حصہ میں کے عوض واپس کر لینے کا اختیار ہو اور جب فقہر نہ پکایا ہو۔ اسکا نقصان لے سکتا ہو اور یہ خاص امام محمد کا قول ہو اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہو کہ ہم اسی کو لینے میں یہ نیا پنا میں لکھا ہو اگر کچھ طعام خرید اور اس میں عیب پایا حالانکہ اس میں سے کچھ کھا بھی لیا تو جب فقہر کھا لیا ہو اسکا نقصان عیب لے سکتا ہو اور باقی کو اس کے حصہ میں کے عوض واپس کر سکتا ہو یہ قول امام محمد کا ہو اور اسی پر فقیہ ابو جعفر فتویٰ دیا ہو اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہو اور اگر اس میں سے آدھا فروخت کر دیا تو امام محمد کے نزدیک باقی واپس کر سکتا ہو اور اسی پر فتویٰ ہو اور جب فقہر بچا ہو اسکا نقصان نہیں لے سکتا ہو یہ مضمرات میں لکھا ہو۔ اور یہ حکم اس وقت ہو کہ طعام ایک ہی برتن میں ہو اور اگر دو برتنوں میں ہو مثلاً دو تھیلوں یا دو زنبیلوں وغیرہ میں ہو پھر ایک میں جب فقہر کھا دے یا فروخت کر دے پھر کسی عیب پر جو بائع کے پاس سے موجود ہو واقف ہو تو اس باقی کو اس کے حصہ میں کے عوض سب کے نزدیک واپس کر سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر پکھلا یا ہوا گھی خریدا اور اسکو کھا لیا پھر بائع نے اقرار کیا کہ اس میں جو باگر کر مر گیا تھا تو اسکو امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک نقصان عیب لینے کا اختیار ہو اور اسی پر فتوے ہو یہ مضمرات میں لکھا ہو کسی نے روٹیاں خریدیں اور بندھے ہوئے بھاؤ سے کم پائین تو باقی کو لے سکتا ہو اور یہی حکم ہر چیز کا ہو جس کا بیع بندھا ہوا ہو یہ سزا میں لکھا ہو۔ اگر آنتے یا خر بوزے یا لکڑی یا گھیرے یا اخروٹ یا کدو یا نوکے خریدے اور بلا عیب جانے ان کو توڑ ڈالا اور انکو ناکارہ پایا پس اگر ایسا ہو کہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا ہو جیسے تلخ کدو یا گندائڈا تو پورا شن واپس نیگا کیونکہ وہ مال نہیں ہے پس اسکی بیع باطل ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ اگر عیب جان کر توڑ دیا ہو تو انکو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اخروٹوں میں اس کے چھلکوں کا اچھا ہونا معتبر نہیں ہو اور اگر یہ چیزیں ایسی ہوں کہ اس سے باوجود فائدہ ہونے کے کچھ نقصان اٹھایا جا سکتا ہو جیسے کدو اسکو محتاج لوگ کھا سکتے ہوں یا چارہ کے کام آوے تو نقصان عیب کو واپس نیگا یہ نفع اتقدیر میں لکھا ہو لیکن اگر بائع اسکو اچھی طرح پھیر لینے پر راضی ہو جائے تو اسکو اختیار ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ اس میں سے کچھ کھا لیا ہو اور اگر چکنے کے بعد اس میں سے کچھ کھا لیا تو کچھ واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر بعضے فائدہ پائے اور وہ تھوڑے سے تھے تو بیع استمنا ناجائز نہ ہو اور تھوڑے سے مراد اس قدر کہ جب فقہر اخروٹوں میں عادتاً فائدہ ہو کرتے ہیں جیسے ایک سو میں ایک یا دو اور اگر خراب بہت ہوں تو بیع جائز نہیں ہو اور پورا شن واپس نیگا یہ ہر ایہ میں لکھا ہو اگر بغامہ کے انڈے خریدے اور انکو توڑا اور دیکھا تو گندے نکلے تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہو کہ نقصان عیب دیکھا اور پورا شن واپس نہیں لے سکتا ہو کیونکہ اس کے چھلکے سے نفع لیا جاتا ہو تو اس میں گندہ ہونا عیب ہوگا اور ایسی صورت میں واجب ہو کہ کسی کا اختلاف نہ ہو اور اگر لغامہ کے انڈے توڑے اور اس میں مردار پک پایا تو متاخرین نے باہم اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا ہو کہ بیع جائز نہیں ہو کیونکہ اسے دو چیزیں خریدیں اور ایک ان میں سے مردہ ہو اور بعضوں نے کہا ہو کہ بیع جائز ہو کیونکہ میت اپنے معدن میں ہی یہ محیط میں لکھا ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ فقہر کے نزدیک جب فقہر اس میں سے دہر شیب ہو اسکی بیع جائز ہو اور نہ ایہ میں لکھا ہو کہ یہی صحیح ہو یہ نہ مخالف میں لکھا ہو۔ ایک اور شرط عیب اور عیب اسکو

بیع جب تک

اپنے احاطہ کے اندر آیا تو وہ گر گیا پس کسی شخص نے مشتری کی اجازت سے اسکو زنج کر دیا پھر اس میں کوئی قدیمی عیب ظاہر ہوا تو مشتری کو بائع سے نقصان عیب لینے کا اختیار ہوا اور یہ قول نام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا ہے اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ زنج کرنے کے بعد عیب پر وقت ہوا ہو اور اگر عیب پر وقت ہو کہ خود یا کو بیع ہو نہ لے سکی اجازت سے یا بلا اجازت اسکو زنج کر دیا تو کچھ نقصان نہیں لے سکتا یہ قول امام تاج الدین میں لکھا ہے کسی نے ایک حیوان خرید اور اسکو زنج کر دیا اور اسکی آستریوں میں قدیمی نساؤ نکلا تو حاکم نے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اگر کوئی آنت کھائی پھر عیب پر وقت ہو تو جو کھائی اسکا نقصان لیکھا اور باقی کو واپس کر دینا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی اونٹ خریدا اور اس میں کوئی عیب ظاہر ہوا پھر وہ گر پڑا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی اور مشتری نے اسکو زنج کر دیا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک اونٹ خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر اس میں عیب پایا اور اسکو بائع کی طرف لپکاتا کہ اسکو واپس کر دے پھر وہ راہ میں ہلاک ہو گیا تو وہ مشتری کا مال ہلاک ہوا پھر اگر مشتری عیب ثابت کر دے تو نقصان عیب بائع سے واپس لیکھا ہے۔ قتادہ کا ضیخان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر وہ بھاگ گئی پھر مشتری اس کے کسی عیب پر وقت ہوا پس جب تک وہ زندہ ہو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر باندی مر گئی تو نقصان واپس لیکھا عیضہ سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام باندی کے عوض خریدا اور دو دن نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی سے وطی کی پھر غلام کے مالک نے غلام کو دیکھا اور اس سے ماضی ہوا اس میں کوئی عیب پایا اور اسکو واپس کر دیا تو اسکو بیعے اس غلام خریدنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باندی خریدنے والے سے باندی کی وہ قیمت وصول کر لے جو اس کے مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی اور اگر چاہے تو باندی کو واپس لے پھر اگر باکرہ تھی تو نقصان نہیں لے سکتا اور اگر ثنیہ تھی تو حق نہیں لے سکتا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک غلام باندی کے عوض فروخت کر دیا اور دو دن نے قبضہ کر لیا پھر باندی خریدنے والے نے باندی میں ایک انگلی زائد پائی اور قاضی کے حکم سے اسکو واپس کر دیا اور غلام کو لے لیا پھر باندی کا مالک اس بات سے آگاہ ہوا کہ باندی خریدنے والے نے واپس کرنے سے پہلے اس سے وطی کی ہے اور وطی سے باندی میں کچھ نقصان نہیں آیا تھا اور یہ اطلاع اس وقت ہوئی کہ جب باندی اس کے مالک کے پاس مر گئی یا اسے اسکو فروخت کر دیا تو اسکو کچھ نقصان نہیں ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ حمیرا لبری اور ابو یوسف رحمہ اللہ ابن عمر ابن الخطاب سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی نے ایک بیل ایک گائے کے عوض فروخت کیا اور گائے کا بھن تھی اور مشتری کے پاس بچہ جنی اور بیل خریدنے والے نے بیل میں کچھ عیب پایا اور اس کے مالک کو واپس کر دیا تو کیا اس سے بیل کی قیمت لیکھا جائے گی کی قیمت لیکھا پس ان سب علما نے فرمایا کہ گائے کی قیمت لیکھا جائے تاہم غانیہ میں قبیہ سے منقول ہے اگر کسی نے ایک زمین خریدی اور اسکو مسجد بنادیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو سب کے نزدیک واپس نہ کر لیکھا اور نقصان عیب لینے میں اختلاف ہے اور فتوے کے واسطے مختار یہ ہے کہ نقصان عیب لیکھا جائے اگر کوئی زمین خریدی اور اسکو نقصان کر دیا پھر اس کے عیب ہوا گا وہ جو تو ہلال رہنے نہ کر لیا ہے کہ نقصان عیب واپس لیکھا ہے قتادہ کا ضیخان میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک بکرہ خریدا اور اس سے کسی میت کو کفن دیا پس اگر مشتری میت کا وارث ہو اور اس سے ترکہ میں سے

کچھ خرید رہی تو نقصان عیب سے بچ سکتا ہے اور اگر کوئی ایسی چیز کہ اسے نیک کام سمجھ کر کفن دیا ہو تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے ایک درخت خریدا اور اسکو کاٹا اور اسکو سواے ایندھن جلاسنے کے اور کسی کام کا نہ پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع سے بچے ہوئے درخت کو واپس کر لینے پر راضی ہو جائے تو واپس کرے اور نقصان نہیں لے سکتا ہے فقہانے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس درخت کو ایندھن کے واسطے نہ خریدا ہو اور اگر ایندھن کے واسطے خریدا ہو تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا امام محمد نے جامع میں ذکر کیا ہے کہ کسی مسلمان نے شیرو انگو خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا اور وہ اس کے پاس شراب ہو گیا پھر اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر بائع کہے کہ میں اسی شراب کو واپس کیے لیتا ہوں تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اسکا واپس دینا شروع سے ممنوع ہے پس اگر مشتری نے بائع سے عیب میں جھگڑا نہ کیا ہوا شک کہ یہ شراب سہرہ ہو گئی تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بائع قبول کرے تو واپس ہو سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی سے شراب خریدی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دونوں اسلام لائے پھر مشتری نے شراب میں کوئی عیب پایا تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع اسکو قبول کرے لیکن نقصان عیب لے سکتا ہے اگر اسے نقصان عیب نہ لیا ہوا شک کہ وہ شراب سہرہ ہو گئی تو عیب کی وجہ سے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بائع راضی ہو جائے تو بائع کو اختیار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ شیخ ابو القاسم سے پوچھا گیا کہ کسی نے سہرہ خریدا اور جب مشتری کے خم میں اسکو ڈالا تو معلوم ہوا کہ سہرہ بدبودار نا کا رہے ہو تو شیخ نے فرمایا کہ وہ مشتری کے پاس امانت رہیگا پس اگر تلف ہو جائے یا فاسد ہو جائے تو اسپر ضمان نہوگی پھر پوچھا گیا کہ اگر مشتری نے اسکو بگڑ جانے کی وجہ سے ہاویا تو اسے خون لے فرمایا کہ اگر یہ حالت اسکی پہونچ گئی تھی کہ اسکی کچھ قیمت نہ تھی تو جب دو گواہ اس بات پر گواہی دینگے تو مشتری کے ذمہ کچھ لازم نہ آوے گا یہ تاثر غامض میں لکھا ہے اگر کسی مشتری سے دوسرے شخص نے بیع کو خرید لیا اور دوسرے مشتری نے اس میں کوئی عیب پایا اور اس کے پاس ایک دوسرے عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے واپس کرنے کا امکان نہ رہا اور اس نے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے بائع کو بیع پہلے مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے بائع سے نقصان عیب لے اور صاحبین کا اس میں خلاف ہے یہ مغربی میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا اور اسکو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ اس دوسرے مشتری کے پاس مر گیا پھر اس کے کسی ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو پہلے بائع کے پاس تھا تو دوسرا مشتری نقصان عیب دوسرے بائع سے لے سکتا ہے اور دوسرا بائع بیع پہلا مشتری پہلے بائع سے نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے کیونکہ نقصان عیب لینے سے دوسری بیع فسخ نہوگی اور دوسری بیع باقی رہنے کے باوجود دوسرا بائع پہلے بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ خداوے قاضیان میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے فرمایا کہ بائع نے بیع کو بیع سے پہلے اسکو آزاد یا مدبر کر دیا تھا یا وہ کوئی باندی تھی کہ مشتری نے کہا کہ اس نے ام ولد بنا یا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور قسم کھائی تو مشتری کا اقرار بائع پر معتبر نہوگا لیکن خود اس کے اوپر محبت ہوگا تو آزاد کو بیع کے اقرار سے غلام آزاد ہو جائیگا اور اسکی ولادت مو قوت رہیگی اور مدبر کے بیچھے مغربی ۱۲

اقرار میں مدبر موقوف ہوگا اور ام ولو کے اقرار میں بھی یہی حکم ہو اور اگر مشتری بیع کے اندر کوئی ایسا عیب پاوے جسکا بائع کے پاس ہونا معلوم ہو تو اسکو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہو اور اسی طرح اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اصلی آزاد ہو اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہو تو بھی نقصان عیب کے ساتھ ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے یہ دعویٰ کیا کہ بائع نے اس غلام کو فروخت کر دیا حالانکہ یہ غلام شخص کا ملوک ہو اور غلام شخص نے اسکو اقرار کی تصدیق کی اور غلام کو لے لیا پھر مشتری نے اس میں کوئی عیب پایا تو اسکا نقصان نہیں لے سکتا ہو اور اگر غلام شخص نے مشتری کو جھوٹا بتلایا تو اسکو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہو اور اگر پہلے عیب پر وقت ہو لیا پھر غلام شخص کے ملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسنے اسکو جھوٹا بتلایا تو واپس کر سکتا ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے غلام میں کوئی قدیمی عیب پایا اور اس کے پاس ایک دوسرا عیب پیدا ہو گیا یا ننگ کہ واپس کرنا ممکن نہ رہا اور یہ امر اس اقرار کرنے سے پہلے تھا کہ یہ غلام غلام شخص کا ہو اور مشتری نے نقصان عیب لے لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام غلام شخص کا ہو اور غلام شخص نے اسکی تصدیق کی تو بائع اس نقصان عیب کو جو مشتری نے اس سے لے لیا ہو واپس نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور اسے پھر فروخت کر دیا پھر کہا کہ میں نے اس غلام کے خریدنے کے بعد غلام شخص کے ہاتھ بیخ ڈالا اور اسے آزاد کر دیا ہو اگر اس شخص نے اسکو جھوٹا بتلایا تو غلام مشتری کی طرف سے اس کے اقرار پر آزاد ہو جائیگا اور اگر مشتری نے پھر اس میں کوئی عیب پایا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اسکو غلام شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ نہ کہا کہ اسے آزاد کر دیا ہو اور اس شخص نے اس سے انکار کیا اور قسم کھالی پھر مشتری نے اس میں کوئی عیب پایا تو بائع کو واپس کر سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضیان میں لکھا ہو۔ کسی شخص نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام غلام شخص کا ہو کہ جس نے میرے خریدنے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا پس تین صورتوں سے خالی نہیں ہو یا وہ شخص مشتری کے اقرار کی مالک ہونے اور آزاد کرتے دونوں میں تصدیق کر لیا یا مالک ہونے میں بدو ن آزاد کرنے کی تصدیق کر لیا یا دونوں میں اسکو جھوٹا بتلایا پس پہلی صورت میں یہ غلام اس غلام شخص کا آزاد کیا ہوا غلام ہوگا اور اگر مشتری اس غلام میں کوئی قدیمی عیب پائے تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور دوسری صورت میں غلام اس غلام شخص کو دیدیا جائیگا اور اگر اسکا غلام رہیگا آزاد ہوگا پھر اگر مشتری اس میں عیب پائے تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور تیسری صورت میں غلام مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور لاہ موقوف رہیگی اور اگر مشتری غلام میں کوئی قدیمی عیب پائے تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہو کذا فی محیط اور اس صورت میں اگر غلام شخص دوسری بار اسکو سچھوٹے کا اقرار کرنے تو بائع مشتری سے اس نقصان کو جو اسنے عیب کی وجہ سے لیا ہو واپس کر لے گا اور اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام غلام شخص کا تھا اور میرے خریدنے کے بعد اسنے اسکو آزاد کر دیا تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہو خواہ غلام شخص اسکی تصدیق کرے یا نکذیب کرے یہ محیط سرخی میں لکھا ہو

چوتھی فصل عیب کا دعویٰ اور اس میں خصومت اور گواہ قائم کرنے کے بیان میں۔ چنانچہ چاہیے کہ عیب



کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر کہ جسکو قاضی آنکھوں میں سے دیکھ کر اور بالمشاہدہ پہچان سکتا ہے جیسے زخم یا سار صا ہونا اور  
دوسرا مخفی ہونا مثلاً اس کے اردو سر میں قسم باطن یعنی پوشیدہ کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ دیکھ کر نہیں پہچان سکتا ہے اور  
ظاہر کی چند قسمیں ہیں ایک قدیمی عیب ظاہر جیسے کہ اندام مخفی اور دوسری جو نیا پیدا ہوا ہو یا پھر واپس بن کر ورنہ  
بھگڑا کر کے وقت تک اس کے پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو جیسے چپکے کے داغ اور تیسری ایسا نیا پیا کہ جو بیع کے  
وقت سے بھگڑا کر کے وقت تک پیدا ہو جائے کا احتمال رکھتا ہے جیسے زخم اور چر بھٹی وہ نیا پیدا کہ جو مدت بیع  
سے مقدم ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور باطنی عیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اپنے نشا نوں سے ہر مرد  
ہیں پہچاننا جاتا ہو جیسے ٹیٹہ ہونا اور حل ہونا ایسی جگہ بیماری ہونا کہ ہر مرد وقت نہیں ہوتے ہیں۔ دوسری وہ  
کہ جو اپنے آثار سے موجودہ سے نہ پہچاننا جاسے جیسے چوری کرنا اور بھاگ پانا اور جنوں وغیرہ۔ پس اگر دعویٰ کسی  
عیب ظاہر میں ہو کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ پہچان سکتا ہو تو اسکو دیکھ لیں اگر اس عیب کو پاس سے تو نصومت کی  
سامحت کرے ورنہ سامحت نہ کرے پس اگر قاضی نے عیب پایا ورنہ عیب قدیمی ہو یا ایسا نیا پیدا ہو کہ جو بیع کے وقت  
سے بھگڑا کر کے وقت تک پیدا ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہو تو مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ اسکو واپس کرنے  
کیونکہ کہنے بالمشاہدہ اس عیب کو فی الحال موجود دیکھا اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ بائع کے پاس تھا کیونکہ ایسا  
عیب حادث نہیں ہوتا یا اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے لیکن مشتری اس وقت واپس نہیں کر سکتا ہو کہ بائع یہ  
دعویٰ کرے کہ مشتری کے راضی ہونے وغیرہ کی وجہ سے اس کے واپس کرینکا حق ساقط ہو گیا ہو اور اس باب میں  
قسم لیکر مشتری کا قول لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ پھر جب بائع نے مشتری کو قسم دلائی یا ہی تو سب دلائل کے  
موافق مشتری سے قسم لی جائیگی اور اگر بائع نے اسکی قسم طلب نہ کی تو مشتری کو قسم دلائے میں اختلاف ہے اور عامہ  
مشائخ کا یہ قول ہے کہ ظاہر الرعایت میں اسکو قسم نہ دلائی جائیگی پھر مشتری کے قسم دلانے کی صورت اکثر محامیانوں کے  
نزدیک یہ ہے کہ اس سے کہا جائیگا کہ تو قسم کھا کہ واثق میرا عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق جس جہت سے میں  
دعویٰ ہوں صریحاً یا دلائل ساقط نہیں ہوا ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط وغیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسا عیب ہو کہ جو اس مدت  
میں پسیدہ ہو جائیگا احتمال رکھتا ہو اور اس سے مقدم ہو بیگا بھی احتمال رکھتا ہو یا اس کے معلوم کرنے میں مشکل  
پیش آئے تو قاضی بائع سے یہ استفسار کرے گا کہ کیا یہ عیب بیع کے اندر تیرے پاس موجود تھا پس اگر اسے کہا کہ ہاں  
تو مشتری کو واپس کرینکا حق حاصل ہو گا لیکن بائع کو مشتری کے واپس کرینکا حق ساقط ہو جائیگا دعویٰ کرنے کا  
اختیار ہی پس لگے اسے یہ دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ بائع کا یوں ثابت ہو جائیگا کہ مشتری قسم کھانے سے باز رہا یا بائع  
نے گواہ قائم کیے اور اگر بائع نے اس عیب کے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو اسکا قول قسم لیکر اعتبار کیا جائیگا  
بشرطیکہ مشتری کے پاس اس عیب کے بائع کے پاس ہونے کے گواہ نہ ہوں یہ محیط میں لکھا ہے اور بائع کو قسم  
دلانے کی صورت میں اختلاف ہے اور ہاں مشائخ نے فرمایا ہے کہ صحیح یوں ہے کہ اس طرح قسم دلائی جاوے  
کہ تو قسم کھا کہ واثق مشتری کا مجھے واپس کرینکا حق بسبب اس عیب کے جسکا وہ دعویٰ کر رہا ہے نہیں ہے یہ  
محیط سرحدی میں لکھا ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے کہ تادمخانیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر ایسا عیب ہو کہ جو مدت بیع سے مقدم  
ہو بیگا احتمال نہیں رکھتا ہو۔ تو قاضی اسکو بائع کو واپس نہیں کر دے گا اور جب عیب باطنی ہو پس اگر وہ عیب

بائع قدیمی ہو

کہ عیب قدیمی ہو  
قاضی نہیں دیکھتا

نہ ہر عورت بڑھنے سے پہچانا جاتا ہو اور ایسی جگہ ہو کہ جس پر مرد و عورت ہو سکتے ہیں پس اگر قاضی کو مرض پہچاننے کی  
 ضرورت ہو تو خود ملاحظہ کرے اور اگر اسکو شناخت نہیں ہو تو جو شخص پہچانتا ہو اس سے دریافت کرے اور وہ  
 مرد یا عورت کے قول پر اعتما و کرے اور اس میں زیادہ احتیاط ہو اور ایک ہونا کافی ہو پس اگر ایک عادل نے اس بات سے  
 تائید یا تو اس کے قول سے جھگڑا قائم ہونے کے واسطے عیب ثابت ہو جائیگا پس قاضی بائع سے قسم لیگا اور صرف اس  
 ایک کے کہنے سے واپس نہ کرے لیگا ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح جامع میں ذکر کیا ہے۔ اور شیخ ابوالقاسمی نے  
 جو امام خفاف کی تصنیف سے ہو لکھا ہے کہ اس بات پر لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر یہ عیب اس قسم سے ہو کہ جو اتنی مدت میں  
 پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہو اور یہ ایک یا دو کے کہنے سے پہچانا گیا یا دو وزن کو اس کے پہچاننے میں مشکل  
 پیش آئی اور باہم امن میں اختلاف ہو تو بائع کو واپس نہ دلائیگا بلکہ قسم لے گا اور اگر یہ عیب اس قسم کا نہیں ہو کہ جو  
 اتنی مدت میں پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہو پس اگر یہ ایک کے کہنے سے معلوم ہو تو واپس نہ کرے گا اور بائع  
 سے قسم لیگا اور اگر وہ دے کے کہنے سے معلوم ہو تو کتاب الاقصیہ اور قدوری میں لکھا ہے کہ قاضی ان دونوں کے  
 کہنے پر واپس نہ کرے اور ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح الجامع میں لکھا ہے کہ کافی الذخیرہ۔ اور اگر یہ عیب ایسا ہو کہ  
 سوائے عورتوں کے کسی کو مطلع نہیں ہوتا ہو جیسے کہ محل یا جو اس کے مشابہ ہوں پس قاضی اسکو عورتوں کو کھلائیگا  
 اور ایک عورت عادلہ کافی ہو اور وہ میں زیادہ احتیاط ہو پس جبکہ ایک عورت عادلہ نے یہ کہا کہ اس باندی کو محل  
 ہو یا دو عورتوں نے ایسا ہی بیان کیا تو جھگڑا قائم ہونے کے حق میں عیب ثابت ہوگا پھر بعد اسکے اگر ایک نے یا دو وزن  
 نے یہ کہا کہ یہ محل بیچ کی مدت میں پیدا ہوا ہو تو قاضی بائع کو واپس نہ کرے لیکن بائع سے قسم لیگا پس اگر  
 اس نے قسم کھانے سے انکار کیا تب اسکو واپس نہ کرے لیکن بائع کو قسم دلائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے واقع ہو  
 پاس کا ہو پس اگر یہ قبضہ کے بعد واقع ہو تو واپس نہ کرے لیکن بائع کو قسم دلائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے واقع ہو  
 تو بھی یہی حکم ہو کہ ایک قول سے واپس نہ کرے اور اگر دو عورتوں نے کہا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ امام  
 رحمہ اللہ کے قول کے قیاس پر واپس نہ کرے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر واپس نہ کرے لیکن اور خفاف نے  
 آداب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت میں آیا ہے کہ واپس نہ کرے لیکن اور قدوری  
 میں لکھا ہے کہ مشہور قول امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما یہ ہے کہ اسکو واپس نہ کرے لیکن اور بائع کو قسم دلائیگا  
 اور جو قسم کھانے سے باز رہا تو ان دونوں عورتوں کی گواہی اسکے انکار سے مضبوط ہو جائیگی تو واپس نہ کرے  
 حق ثابت ہو جائیگا اور صدر الشہید نے جامع الصغیر کے بیورع میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک عورت کہے کہ یہ باندی  
 حاملہ ہو اور دو یا تین عورتیں کہیں کہ اسکو محل نہیں ہو تو بائع کے ذمہ جھگڑا اس عورت کے کہنے سے قائم ہو جائے گا  
 اور دو یا تین کا قول کہ اسکو محل نہیں ہو اس ایک کے قول کا معارض نہیں ہو سکتا ہے اور اگر بائع قاضی سے یہ  
 کہے کہ جو عورت باندی کے حاملہ ہونے کو بیان کرتی ہو وہ جاہل ہو تو قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت کے واسطے  
 ایک انتہہ عورت کو مقرر کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بابت خریدی پھر دعویٰ کیا کہ یہ غنئی ہو  
 یعنی اسکے مرد عورتوں کا نشان ہو تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ بائع سے اس بات پر قطعی قسم لی جائیگی کہ یہ عورت  
 ایسی نہیں ہو کیونکہ اسکو مرد عورت دونوں نہیں دیکھ سکتے ہیں یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے

بائی مقدسہ قاضی  
 باب بیع جلد ۱۱  
 باب بیع جلد ۱۱  
 باب بیع جلد ۱۱  
 باب بیع جلد ۱۱

باندی پر استخاضہ کا عیب لگا یا تو اس میں دعوے کے تایل سماعت ہونے کے واسطے عورتوں کی طرف رجوع کرنے میں اور انکی گواہی پر قبضہ سے پہلے یا بعد واپس کر دینے میں وہی حکم ہو جو حمل کے دعوے میں تفصیل گزرا چکا ہو لیکن اتنا فرق ہو کہ اگر استخاضہ پر مرد گواہی دین تو انکی گواہی بھی قبول کی جاوے گی کیونکہ خون کے اور راز کو مرد بھی دیکھ سکتا ہو تو مرد کی گواہی سے بھی ثابت ہو سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ اسکو حیض نہیں آتا ہو تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کا دعویٰ قابل سماعت نہوگا لیکن اس صورت میں کہ سبب حمل یا بیماری کے حیض کے مرقع ہو گیا ہو دعوے کرے پس اگر اسنے سبب حمل کے دعویٰ کیا تو اسکا دعویٰ سنا جائیگا اور اس باندی کو قاضی عورتوں کو دکھلائیگا اور اگر ان عورتوں نے یہ کہا کہ یہ حاملہ ہو تو بائع سے اس پر قسم لی جائیگی کہ اسکو حمل اسکے پاس نہ تھا اور اگر ان خون نے کہا کہ یہ حاملہ نہیں ہو تو بائع پر قسم نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر سبب بیجا بی کے حیض مرقع ہوئے گا دعوے کرتا ہو تو طبیبوں کے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے دعوے کیا کہ اس باندی کو حیض سبب حمل کے نہیں آتا تو اس میں امام محمد سے دور وایتین آئی ہیں ایک یہ کہ اگر باندی خریدنے کے وقت سے چار مہینہ دس دن ہوئے ہوں تو اسکا دعویٰ سنا جائیگا اور اگر اس سے کم ہوں تو سماعت نہوگی اور دوسری روایت میں صرف دو مہینہ پانچ دن ہیں اور اسی پر لوگوں کا عمل ہو اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہو کذا فی مختار الفتاویٰ۔ اور جب قاضی نے اسکے دعوے کی سماعت کی تو بائع سے سوال کر لیا کہ کیا یہ باندی ایسی ہی ہو جیسی مشتری کہتا ہو پس اگر اسنے کہا کہ ہاں تو بائع کو واپس کر دے گا اور اگر اسنے کہا کہ یہ فی الحال ایسی ہو گئی ہو اور میرے پاس یہی نہ تھی تو بائع کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائیگا کیونکہ بائع مشتری فی الحال یہ عیب موجود ہونے میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں پس اگر مشتری نے بائع سے قسم لینا طلب کیا تو اسکو قاضی قسم دلائیگا پس اگر اسنے قسم کھائی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اسکو واپس دیجاوے گی اور اگر مشتری نے گواہ قائم کیے تو انقطاع حیض کے دعوے میں قبول نہوگے اور استخاضہ کے دعوے میں مقبول ہونگے اور اگر بائع نے یہ کہا کہ فی الحال اسکو حیض منقطع ہو جانا جھوٹ ہو تو اس میں اختلاف ہو کہ اس قسم بیجا دیگی یا نہیں پس امام کے نزدیک اسکو قسم نہ دلائی جائیگی اور صاحبین کے نزدیک دلائی جائے گی یہ نہر اتفاق میں لکھا ہو۔ کتاب الاضیہ میں لکھا ہو۔ کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور مشتری نے یہ عیب لگایا کہ اسکے ایک زخم سر بائع کے پاس سے ہو اور قاضی نے بائع کو قسم دلائی اور اسنے قسم کھاتے سے انکار کیا اور مشتری نے اسکو واپس کر دی پھر اسکے بعد بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ باندی مشتری کے پاس حاملہ ہو گئی ہو اور اسدم بھی حمل سے ہو تو قاضی اس باب میں مشتری سے سوال کر لیا پس اگر مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس کا کچھ علم نہیں ہو تو قاضی اسکو عورتوں کو دکھلا دیا پس اگر عورتوں نے کہا کہ یہ حاملہ ہو تو صرف ان عورتوں کے کہنے سے مشتری کو واپس کر دینا ثابت نہوگا لیکن مشتری کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائیگا پس اسکو اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی جاوے گی یعنی یہ قسم کھادے کہ اسکے پاس حمل پیدا نہیں ہوا پس اگر اسنے قسم کھائی تو اسکے ذمہ کوئی جھگڑا نہوگا اور نہ واپسی اپنے حال پر رہیگی اور اگر اسنے قسم کھاتے سے انکار کیا تو بائع کا دعویٰ ثابت ہو جائیگا

پس بائع باندی کو مع عیب زخم کے نقصان کے مشتری کو واپس کر دینا پس اگر بائع نے کہا کہ میں باندی کو مع عیب جسے اپنے پاس رہنے دیتا ہوں اور عیب زخم کا نقصان نہ ہوگا تو اسکو یہ اختیار ہو اور اگر اس مسئلہ میں یہ صورت ارض ہو کہ قاضی نے جو وقت مشتری سے پوچھا کہ اسکو حمل ہوئے گا کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہو اور میں اُس سے آگاہ نہ تھا تو قاضی اُسکے دعوے کی سماعت کر لے گا اور بائع کو قسم دلا دے گا پس اگر اُسے قسم کھالی تو بائع کے پاس کا حمل ہو ثابت ہوگا اور مشتری نے اپنے پاس ہونیکا اقرار کر لیا ہو تو بائع کو یہ اختیار ہوگا کہ باندی اسکو واپس کر دے اور اُسکے ساتھ زخم کا نقصان بھی دے اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ثابت ہو گیا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہو اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مشتری کا بائع کو واپس کر دینا صحیح تھا اور اسی کتاب لافقیہ میں مذکور ہو کہ اگر ایسا ہو کہ جو وقت قاضی نے باندی کو بسبب عیب زخم کے بائع کو واپس کر دیے کا حکم دیا اور مشتری کے بائع کو باندی واپس کرنے سے پہلے بائع نے یہ دعویٰ مشتری پر کیا کہ باندی حاملہ ہو اور حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ بائع کے پاس کا ہو تو قاضی واپس کر دینے میں جلدی نہ کرے گا اور مشتری کے اُس دعوے پر کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہو بائع سے قسم لیگا اور اس صورت میں مشتری کے اوپر قسم عاید نہیں ہوتی ہو کذا فی المخطط اور جب عیب باطنی ہو کہ بدن کے ساتھ آثار کے قیام سے معلوم نہ ہو جیسے بھگانا یا جنون یا چوری یا بستر پر پیشاب کر دینا تو ایسے عیب میں اُسکے فی الحال ثابت ہونے کی ضرورت ہو اور اُسکے فی الحال موجود ہونے کو پہچاننے کے واسطے امام محمد رحمہ اللہ نے خارج میں یہ طریقہ ذکر کیا ہو کہ قاضی بائع سے یہ سوال کرے کہ کیا یہ عیب امین فی الحال موجود ہو۔ فقہانے کہا ہو کہ بائع سے اُسوقت ایسا سوال کر لے گا کہ جب مشتری کا دعوے صحیح ہو اور مشتری کا دعویٰ اُسوقت صحیح ہوگا کہ جب بائع کے پاس ان عیبوں کے ہونے کا دعوے کرے اور مشتری کے پاس بھی پائے جائیں لیکن جنون میں صرف بائع کے پاس ہو نیکا اور مشتری کے پاس پائے جائیکا دعویٰ کافی ہو مگر بھگانے اور چوری اور بستر کے اوپر پیشاب کرنے کے عیبوں میں کچھ اور زیادہ چاہیے اور وہ یہ ہو کہ مشتری یون دعویٰ کرے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھے اور مشتری کے پاس بھی پائے گئے اور حالت یکسان ہو اور حالت یکسان ہونے سے یہ مراد ہو کہ بائع اور مشتری دونوں کے پاس بائع ہونے سے پہلے پائے جاوین یا دونوں کے پاس بائع ہو جانے کے بعد پائے جاوین پس اگر بائع کے پاس بائع ہونے سے پہلے پائے گئے اور مشتری کے پاس بائع ہونے کے بعد پائے گئے تو اس طرح پایا جاتا دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی ہوگا اور عیب جنون میں خواہ بائع یا مشتری کے پاس بائع ہونے سے پہلے ہو یا دونوں کے پاس بائع ہونے کے بعد ہو یا بائع کے بائع ہونے سے پہلے اور مشتری کے پاس بائع ہو جانے کے بعد ہو تو بھی دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر بھگانے کا یا اُسکے مانند ایسے عیبوں کا جن میں واپس کرنا اس بات پر موقوف ہو کہ وہ عیب دونوں کے پاس پایا جاوے جس طرح بستر پر پیشاب کرنا اور جنون اور چوری کا دعوے کیا تو ایسے عیب میں جب بائع فی الحال موجود ہو نیکا انکار کرے تو قاضی بائع کو قسم نہ دلا نیکا ہر ایک کہ مشتری اس بات پر گواہ قائم کرے کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہو لیکن اگر بائع

[illegible]



اُس کے فی الحال موجود ہو نیکا اقرار کر لیا تو اُس کے پاس موجود ہو نیکا سوال کیا جا بیگا پس اگر اُس نے اپنے پاس موجود ہونے کا اقرار کر لیا تو قاضی مشتری کے التماس سے اُس کو واپس کر دیا اور اگر اُس نے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو مشتری سے اس بات پر گواہ طلب کر لیا کہ یہ غلام بائع کے پاس سے بھاگا تھا پس اگر اُس نے گواہ قائم کر کے تو قاضی غلام بائع کو واپس کر دیا ورنہ بائع سے قسم لیا کہ تو قسم کھا کہ وائند میں نے اس کو فروخت کیا اور یہ گواہ حالانکہ یہ میرے پاس تا وقت تسلیم کبھی نہیں بھاگا تھا اور اگر مشتری اس عیب کے فی الحال موجود ہونے پر گواہ لایا تو بائع سے قسم لی جائیگی کہ یوں قسم کھا کہ وائند میرے پاس نہیں بھاگا ہے اور اگر مشتری گواہ نہ لایا اور نہ بائع نے اقرار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع سے قسم نہ لینا چلی اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہیں یہ نہرا اتفاق میں لکھا ہے۔ اور بدولت بائع کے دعویٰ کرنے کے مشتری سے اس بات پر قسم نہ لینا چلی کہ میں عیب پر راضی ہو چکا ہوں اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہو پھر اگر بائع نے دعویٰ کیا تو اکثر قاضیوں کے نزدیک مشتری سے قسم لینے کی یہ صورت ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تو قسم کھا کہ وائند میرا داپس کرنے کا حق سا قطن نہیں ہوا ہو جیسا کہ بائع دعویٰ کرتا ہو نہ صریحاً اور نہ دلائل کذا فی الحیطہ اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرئی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اس میں عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا اور مشتری نے دو گواہ قائم کیے کہ جن میں سے ایک سے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کے موجود ہونے کے ساتھ اس کو فروخت کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا تھا تو ایسی گواہی قبول نہ کی جاوے گی یہ خداوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک غلام کو دو صفقہ میں مول لیا اس طرح کہ آدھا اُس کا پچاس دینار کو خریدا پھر بائع سے دوسرا آدھا سو دینار کو خریدا پھر اُس میں کوئی عیب معلوم کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ دونوں خریدوں سے پہلے کافی ہے اور بائع نے کہا کہ دونوں کے بعد پتھرے پاس پیدا ہوا ہے تو قول بائع کا نیا جائیگا اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ میں بائع کو دوسرے آدھے میں قسم دلاتا ہوں اور پہلے آدھے میں جھگڑا مل ہو کیونکہ دوسری بیع کے وقت عیب موجود نہ ہو گیا جھگڑا میں اور پہلی بیع کے وقت عیب ہو نیکا شک ہو تو مشتری کو یہ اختیار ہو چکا ہے پس اگر بائع نے قسم کھائی تو بیع مشتری کو لازم ہوگی ورنہ واپس ہو جاوے گی اور دوسرے آدھے میں قسم دلانے کے بعد مشتری کو اختیار ہو کہ پہلے آدھے میں بھی قسم لے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر دوسرے آدھے میں جھگڑا کرنے سے پہلے مشتری نے پہلے آدھے میں جھگڑا کیا اور بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا اور اُس کو پہلا آدھا واپس کر دیا گیا پھر اسی انکار قسم پر مشتری نے دوسرے آدھے کو واپس کرنا چاہا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے تا وقتیکہ دوسرے آدھے میں از سر نو جھگڑا نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے دونوں ٹکڑوں میں جھگڑا کیا تو اُس کو یہ اختیار ہو اور پہلے آدھے میں بائع کی طرف سے عیب کا اقرار کرنا دوسرے آدھے میں بھی عیب کے اقرار کرنے میں شمار ہوگا اور اُس کا اٹنا بیچے دوسرے میں اقرار کرنا پہلے میں اقرار کرنے میں شمار نہ ہوگا اور ایک میں بائع کا قسم سے انکار کرنا دوسرے آدھے میں انکار نہ قرار دیا جائیگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع سے دونوں ٹکڑوں میں اٹھا جھگڑا کیا تو ایک بائع پر صرف ایک ہی قسم ہوگی کیونکہ مشتری نے دونوں دعویٰ جمع کر دیے ہیں پس ایک ہی

عیب پر مشتری کو بیع کا کافی ہے اور مشتری گواہ لاوے اپنے عیب کے ساتھ

قسم پر اکتفا کیا یا دیکھا جیسا کہ چند قرون کو ایک سے دوسرے میں منتقلی کی صورت میں ہوتا ہے پس اگر بائع نے  
 قسم سے انکار کیا تو یہ غلام اسے ذمہ پڑے گا اور جو ایک ٹکڑے میں قسم کھالی اور دوسرے ٹکڑے میں  
 قسم کھائے۔ اسے انکار کیا تو جہاں انکار کیا ہو وہی ٹکڑا اس کے ذمہ پڑے گا دوسرا اس کے ذمہ نہ پڑے گا اور اگر بائع دو  
 ٹکڑوں اور ان دونوں نے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ایک صفقہ یا دو صفقہ کر کے فروخت کیا اور ان دونوں  
 میں سے ایک مر گیا اور دوسرا اس کا وارث ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں کوئی عیب لگایا پس مشتری کو اختیار  
 ہے کہ اگر چاہے تو بائع سے ایک ٹکڑے میں جھگڑا کرے اور اگر چاہے تو اسی بائع سے جو ذمہ ہے دونوں  
 ٹکڑوں میں جھگڑا کرے پس اگر اس نے ایک ٹکڑے میں جھگڑا کیا تو جو ٹکڑا اس نے خود فروخت کیا وہی اس ٹکڑے  
 میں البتہ اور مشتری کے ساتھ قسم و لایکا اور جو ٹکڑا اس کے مورث نے فروخت کیا ہو اس پر اس کے جاننے کی قسم لگا  
 سیتا یا نہ نہ قسم کھائے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے مورث نے یہ ٹکڑا فروخت کیا اور سپرد کیا  
 ورنہ ایک مہینہ یہ عیب تھا کذا فی محیط السرخسی مع زیادة التفسیرین المترجم۔ پس اگر بائع نے دونوں ٹکڑوں میں سے  
 ایک میں قسم کھالی تو دوسرے ٹکڑے میں قسم کھاتے سے بے پروا نہ کیا جاوے گا اور اگر ایک ٹکڑے کے دعوے میں  
 اس نے قسم سے انکار کیا تو یہ انکار دوسرے ٹکڑے کے حق میں لازم نہ ہوگا بجز دونوں ٹکڑے اس کے ذمہ نہ پڑیں گے  
 اور اگر مشتری نے دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے جھگڑا پیش کیا تو وہ مال سے نالی نہیں کیا تو بیع ایک معقن  
 ہوئی یا دو صفقہ میں واقع ہوئی پس اگر دو صفقہ میں واقع ہوئی ہو تو دونوں ٹکڑوں پر قسم دلاوے گا  
 اور دونوں ٹکڑوں کی قسم صحیح کر دے گا اس طرح کہ واللہ میں نے مشتری کے ہاتھ دینا غلام فروخت کیا اور اس کو  
 سپرد کر دیا اور اس میں یہ عیب نہ تھا اور میرے ساتھی نے اس کے ہاتھ دوسرا آدھا فروخت کیا اور اس کو  
 سپرد کیا اور میں اس میں یہ عیب نہ جانتا تھا اور یہ حکم سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہے اور اگر صفقہ  
 ایک ہی ہو تو بھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حکم ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قسم پر اکتفا  
 کیا جائے گا کہ وہ اپنے حصہ پر البتہ اور یقین کے ساتھ قسم کھائے اور یہی قسم اس کے مورث کے حصہ کی قسم کی  
 نائب ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ  
 اس کو فروخت کر دیا پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر باندی نے یہ دعوے کیا کہ وہ حرجہ  
 ہو پس تیسرے مشتری نے اس کو اس کے اپنے بائع کو واپس کر دیا اور اس کے بائع نے اس کو قبول  
 کر لیا پھر دوسرے بائع نے اس کو پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا اور اس نے قبول نہ کیا تو فقہانے فرمایا ہے  
 کہ اگر باندی نے آزاد کیے جانے کا دعوے کیا تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار ہو اور اگر باندی نے  
 یہ دعوے کیا کہ وہ اصلی حرجہ ہو پس فروخت کرنے اور سپرد کرنے کے وقت اگر اس نے فرمانبرداری کی تھی  
 تو اب یہ دعویٰ بجز دعویٰ آزادی کے ہوگا اور اگر اس نے فرمانبرداری نہ کی تھی اور پھر دعوے کیا کہ وہ اصلی  
 آزاد ہو تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ  
 اگر اس باندی کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہو گزری کہ جس سے رقیق کا اقرار ثابت ہوتا ہو تو آزادی  
 کے دعوے میں اسی کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے اپنا ثمن واپس کر لے یہ

فوائد ہندوستان کی تاریخ

جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو۔ متقی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور باندی وہاں بیچ کے وقت موجود تھی پھر اسپر مشتری نے قبضہ کر لیا اور اسے رقیق کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے اسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ باندی دوسری بیچ کے وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسری مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا پھر باندی نے دعوے کیا کہ میں مردہ ہوں تو قاضی اسکا قول قبول کرے گا اور ہر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے پھر اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور دوسرے مشتری نے اس سے اقرار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اس کے رقیق کے اقرار کرنے کے گواہ نہیں ہیں تو دوسرا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس نہیں کر سکتا ہی کیونکہ اس نے یہ دعوے کیا تھا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کیا ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ ظہیر یہ میں لکھا ہو کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ میں یا دو صفقہ میں خریدے اس طرح کہ ایک کے دام ایک ہزار درم فی الحال ادا کرے اور دوسرے کے دام ایک ہزار درم ایک سال کی میعاد پر ادا کرے پھر دونوں میں سے ایک کو بسبب عیب کے واپس کر دیا پھر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ واپس کیا ہی جبکہ دام دینے کی میعاد قرار پائی تھی اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ واپس کیا کہ جبکہ ثمن کی میعاد نہ تھی تو قول بائع کا معتبر ہوگا خواہ وہ غلام جو مشتری کے پاس ہی ہلاک ہو گیا ہو یا نہ ہو گیا ہو اور باہم قسم نہ دلائی جاوے اور اگر دونوں نے دونوں کے داموں میں جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ واپس کیے ہوئے کے اس قدر دام تھے اور مشتری نے اسکا اٹکا تو قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ نہر الفائع میں لکھا ہو زید نے عمرو کے ہاتھ سے ایک غلام بیچا اور دوسرا اسکو بیہ کیا اور عمرو نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک مر گیا پھر عمرو نے ارادہ کیا کہ زندہ غلام کو بسبب عیب کے واپس کرے اور کہا کہ بیچ ہی تھا اور زید نے کہا کہ یہ بیہ کیا ہوا ہی تو قول زید کا معتبر ہوگا کہ وہ بیہ کیا ہوا ہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ اپنے بیہ سے رجوع کرے اور اگر مشتری نے دعوے کیا کہ بیہ کیا ہوا ہی تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کر سکتا ہی و لیکن بائع کو زندہ غلام میں ہستہ رجوع کر نیکیا اختیار بعد اس قسم کھانے کے ہوگا کہ میں نے مشتری کے ہاتھ اس زندہ کو فروخت نہیں کیا ہی اور اسی طرح مشتری کو بائع سے ثمن واپس کرے کا اختیار بعد اس قسم کھانے کے ہوگا کہ میں نے بائع سے مرے ہوئے کو نہیں خریدا تھا اور بائع مشتری سے مرے ہوئے غلام کی قیمت لیگا دینے بیہ سے رجوع کرنے کی صورت میں) اور اگر دو غلام خریدے اور ایک ان دونوں میں کا مر گیا اور زندہ کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا قصد کیا اور کہا کہ اسکا ثمن درم ہیں اور بائع نے کہا کہ دینا رہیں تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اگر غلام ایک ہو اور عیب کی وجہ سے اس کے واپس کرنے کا قصد کیا ہو اور بائع نے کہا کہ بیچ یہ نہیں دوسرا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی کافی میں لکھا ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ سے اماء میں روایت ہے کہ کسی نے دو سرے شخص سے دو غلام ایک ہزار درم کو ایک صفقہ میں خریدے اور دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد ایک میں عیب پایا پھر دونوں کی قیمت میں جو بیع واقع ہونے کے دن بھی اختلاف کیا پس مشتری نے کہا کہ عیب دار کی قیمت دو ہزار درم اور دوسرے کی قیمت ایک ہزار درم تھی اور بائع نے

اُسکا اٹا دعویٰ کیا تو دونوں میں سے کسی کے قول کی طرف انفلت نہ کیا جائیگا اور جہد و دونوں نے جھگڑا کیا ہو اُس دن دونوں غلاموں کی قیمت دیکھی جاوے گی پس اگر جھگڑے کے دن دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک ہزار درم ہو تو عیب دار اُدھے ثمن پر واپس کر دیا جاوے گا مگر بعد اسکے کہ ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے دعوے پر قسم کھاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اور ایسی صورت میں اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو زیادتی کے باب میں دونوں کے گواہ لیے جاوے گئے پس مشتری کے گواہوں کی گواہی کے موافق واپس کیے ہوئے غلام کی قیمت دو ہزار درم قرار دیا جائیگی اور بائع کے گواہوں کی گواہی کے موافق دوسرے کی قیمت دو ہزار درم قرار دیا جائیگی پس مشتری عیب دار کو اُدھے ثمن میں واپس کر دے گا اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا اور دوسرا غلام باقی رہا اور باقی مین کوئی عیب پایا اور اُسکی قیمت اور مرے ہوئے کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو مرے ہوئے کی قیمت مین بائع کا قول معتبر ہوگا اور زندہ کی قیمت یوں اندازہ کیا جائیگی کہ جھگڑے کے دن ایسے غلام کی کیا قیمت ہو اور اگر مرے ہوئے کی قیمت پر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بھی بائع کے گواہ لیے جاوے گئے اور اگر مرے ہوئے کی قیمت پر گواہ نہ قائم کیے بلکہ زندہ کی قیمت پر گواہ قائم کیے تو مشتری کے گواہ معتبر ہونگے یہ محیط مین لکھا ہو تو ازل میں ہو کہ کسی شخص نے سرکہ جو ایک ٹکے کے اندر بھرا ہوا ہو خرید ا اور اُسکو اپنی مشک کے اندر بھر کر لے گیا پھر اُس میں ایک مردار چوہا پایا پس بائع نے کہا کہ یہ چوہا پیری مشک کے اندر تھا اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرے ٹکے میں تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا یہ ظہیر یہ مین لکھا ہو۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہو کہ کسی نے کچھ تیل معین جو کسی معین برتن کے اندر ہی خرید کیا اور اُسپر چند روز گزر گئے اور جب سے اُس برتن پر قبضہ کیا تھا اسوقت سے اُس برتن کا مٹھ بند کیا ہوا رہا پھر جب اُسکا مٹھ کھولا تو اُس میں ایک مردار چوہا پایا اور بائع نے اپنے پاس ایسا واقع ہونے سے انکار کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا کیونکہ وہ عیب سے انکار کرتا ہو اور اس مسئلہ کی تاویل یوں بیان کی گئی ہو کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ برتن کا مٹھ قبضہ کے وقت بند تھا اور چوہے کے پائے جانے کے وقت تک بیچ میں اُسکا کھلنا یا نہ کھلنا معلوم نہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ برابر برتن کا مٹھ بند رہا ہو اور چوہا پائے جانے کے وقت تک کبھی نہیں کھلا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو لے آیا اور کہا کہ مین نے اسکو ڈاڑھی مونڈا ہوا پایا ہو اور بائع نے انکار کیا تو قول بائع کا لیا جائیگا پس اگر مشتری نے یہ ثابت کر دیا کہ غلام آج کے روز ڈاڑھی مونڈا موجود ہے پس اگر بیع پر اتنا زمانہ نہیں گزرا کہ مین مشتری کے پاس ڈاڑھی نکلنے کا وہم کیا جائے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر خرید پر اتنا زمانہ گزر چکا تو ناواقفانہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ وہ بائع کے پاس ڈاڑھی مونڈا ہوا تھا یا بائع سے قسم لے اور وہ قسم سے انکار کر جائے تب تک واپس نہیں کر سکتا ہو یہ ذخیرہ مین جو۔ ہنقی مین ہو کہ کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُسے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُس میں کوئی عیب لکھا اور یہ بھی کہا کہ مین نے اُسکو آج خرید ہو حالانکہ ایسا عجیب ایک روز مین نہیں پیدا ہو سکتا ہو اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک مہینہ ہوا کہ



فروخت کیا ہو اور حال یہ ہو کہ ایسا عیب ایک سہ ماہ میں پیدا ہو سکتا ہو تو قول بائع کا تہذیب خانہ میں آیا ہے  
 باندی خریدی اور اس میں کچھ عیب پایا پس اس نے بائع سے جھگڑا کیا اور صاحب مقررہ طے کر کے اس کو یا حلال کر دیا یا حرام  
 نے اس کو فیصلہ کا متولی نہ کیا تھا پس اس نے ڈگری بائع پر کر کے باندی اس کو واپس کر دی اور مشتری کے ۱۰ سہ ماہ میں  
 من کا حکم دے دیا تو مشتری کو اپنا من لینے کی گنجائش ہو۔ کسی نے ایک چوپایہ خریدی اور اس کو سبب عیب  
 واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تو عیب پر واقع ہونے کے بعد اپنی ضرورت کے واسطے اس پر سوار ہوا ہو اور  
 مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ میں اس واسطے سوار ہوا ہوں کہ جھگڑا پس کر دوں تو قول مشتری کا مستبر ہو اور اس  
 مسئلہ کی تاویل بعض مشائخ کے قول پر یہ ہو کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ مشتری کو بدو سوار ہونے واپس کرنا  
 ممکن نہ تھا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر بائع نے کہا کہ تو پانی پلانے کے واسطے بلا ضرورت اس پر سوار ہوا ہو  
 تو بھی مشتری کا قول لینا چاہیے یہ فتح القدیر میں لکھا ہو۔ اگر مشتری نے بیع کے اندر کسی عیب کا دعویٰ کیا  
 حالانکہ بائع جانتا ہو کہ یہ عیب اس میں فروخت کرنے کے دن موجود تھا تو اس کو جائز ہو کہ بیع کو نہ واپس لے  
 تا وہ قیقلہ قاضی اس کے واپس کرنے کا حکم نہ دے اور میرے والد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حکم اس صورت میں ہو  
 کہ جب بائع نے دوسرے سے خریدی ہو کیونکہ اگر بدو حکم قاضی کے واپس کر لے گا تو اس کو اپنے بائع کو واپس  
 کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر اس نے دوسرے سے نہیں خریدی ہو تو اس پر لینا واجب ہو اور اس کو امتناع کی مجال  
 نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس میں قبضہ سے پہلے کچھ عیب معلوم کیا اور کہا  
 کہ میں نے بیع باطل کر دی پس اگر بائع کے حضور میں کہا تو بیع باطل ہو جائیگی اگرچہ بائع قبول نہ کرے اور اگر  
 بائع کی غیبت میں ایسا کہا تو بیع باطل نہ ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد عیب معلوم کیا اور کہا کہ میں نے بیع باطل کر دی  
 تو صحیح ہے ہو کہ بدو قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی کے بیع باطل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔  
 کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور یہ اقرار کیا کہ میں نے اس کو اس حال میں فروخت  
 کیا کہ اس کے فلان جگہ ایک زخم تھا اور مشتری باندی کو لایا اور اس کے اس جگہ زخم موجود تھا اور اس کے  
 واپس کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے کہا کہ یہ زخم وہ زخم نہیں ہو اور جس زخم کا میں نے اقرار کیا تھا اس  
 سے یہ اچھی ہو چکی ہو اور یہ نیا زخم تیرے پاس پیدا ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو اگر  
 بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے باندی کو ایسی حال میں فروخت کیا کہ اس کے دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ  
 میں سپیدی تھی پھر مشتری باندی کو لایا اور اس کی بائیں آنکھ میں سپیدی تھی اور اس کو واپس کرنا چاہا اور  
 بائع نے کہا کہ سپیدی اس کے دائیں آنکھ میں تھی اور وہ جاتی رہی اور یہ بائیں آنکھ کی سپیدی تیرے پاس پیدا  
 ہوئی ہو تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور اسی طرح اگر باندی کے سر میں زخم ہو اور بائع یہ اقرار کرے کہ میں نے  
 اس باندی کو ایسی حال میں فروخت کیا کہ اس کے سر میں زخم تھا باقی مسئلہ وہی رہے تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر  
 سر کے زخم کی صورت میں بائع کہے کہ اس کا زخم موجود تھا اور وہ تیرے پاس منتقل ہو گیا تو اس باب میں قول  
 بائع معتبر ہوگا اور اسی طرح آنکھ کی سپیدی کی صورت میں اگر بائع کہے کہ اس کی آنکھ میں ایک نقطہ تھا  
 اور اب تیرے پاس بڑھ گیا حالانکہ باندی کی آنکھ میں نقطہ نہ تھا تو بائع کا معتبر ہے

لا  
 کہ عیب  
 کے خلاف  
 ہو  
 تو  
 صحیح  
 ہے  
 کہ  
 عیب  
 کے  
 خلاف  
 ہو  
 تو  
 صحیح  
 ہے

اور اگر اُسکی آنکھ میں ایک نقطہ سپید ہو اور بائع کہے کہ اسکی سپیدی مثل رانی کے یا اُس سے کم تھی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر بائع کا قول قریب قریب اسکے ہو تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اگر فرق ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میں نے باندی کو ایسے حال میں بیجا کہ اُسکو بخار آتا تھا پھر مشتری اُسکو بخار کے حالت میں لے آیا اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ بخار بڑھ گیا ہو تو بائع کی تصدیق نہ کیجاوگی اور مشتری واپس کر سکتا ہو اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے باندی کو فروخت کیا اور اُس میں عیب تھا پھر مشتری اُسکو لایا اور اس میں کچھ عیب موجود ہو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اس میں یہ عیب نہ تھا اور فقط اس میں ایسا ایسا عیب تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اُسکو ایسے حال میں بیجا تھا کہ اُسکے سر میں عیب تھا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے کی غرض سے لایا اور سر کے عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہا تو مشتری کا یہ کہنا معتبر ہوگا کہ اس میں یہی عیب تھا اگرچہ بائع اُسکو جھوٹا بتلا دے اور حاصل یہ ہو کہ اگر بائع عیب کی نسبت کسی عضو کی طرف کرے اُسکو بیان کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی جگہ کی طرف نسبت نہ کرے بلکہ مطلق چھوڑ دے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے لایا اور کہا کہ میں نے اُسکو شوہر دار پایا ہو اور بائع نے اس سے انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ اسکا شوہر تھا لیکن مرگیا اور مشتری اُسکے شوہر وار ہو گیا و خوی کیے جاتا ہو تو مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت ہوگا اور یہ اختیار ہوگا کہ بائع کو قسم دلا دے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص اسکا شوہر ہی اور وہ شخص اُس وقت غائب تھا موجود تھا تو اُسکے گواہوں کی طرف التفات نہ کیا جائیگا لیکن اگر اُس نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اسکے نکاح کا اقرار کیا ہو تو قبول کیے جاویں گے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص اسکا شوہر تھا لیکن بیچ سے پہلے اُس نے طلاق بائن دیدی تھی اور مشتری اُسکے شوہر موجود ہونے کا دعویٰ کیے جاتا ہو تو قول بائع کا معتبر ہوگا پس اگر شوہر اسکا حاضر ہوا اور اُس نے نکاح کا دعویٰ کیا اور طلاق سے انکار کیا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اُسکو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شوہر موجود تھا لیکن تجھکو سپرد کرنے سے پہلے اُسکو اس نے طلاق دیدی تھی یا اُسکا شوہر مرگیا اور میں نے تجھکو بے شوہر سپرد کی ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ سراج الوباح میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس کوئی اسکا شوہر پایا گیا اور بائع نے کہا کہ اسکا شوہر میرے پاس اسکے سوا دوسرا شخص تھا کہ اُس نے بیچ سے پہلے اُسکو طلاق بائن دیدی تھی یا مرگیا تھا تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی خادم خریدے اور اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس نے اس میں کوئی عیب لگایا پھر خادم کو واپس کرنے لایا اور بائع نے کہا کہ یہ میرا خادم نہیں ہو اور مشتری نے کہا کہ وہی خادم ہو جو میں نے تجھے خریدایا تو قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک غلام ایک شخص کے پاس تھا اور وہ شخصوں میں سے ہر ایک نے اُس پر دعویٰ کیا کہ میں نے اُسکو قابض کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہو اور اُس نے ثمن ادا نہیں کیا ہو اور دوا لے گواہ قائم کیے تو غلام قابض کو بھروسہ دونوں ثمنوں کے سپرد کر دیا جائیگا پھر ہر ایک جس قدر ثمن کا دعویٰ کرتا ہو اُس قدر اُسکو دلا دیا

جاوگا اسی طرح اگر دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا غلام ہی میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور میں نہ اُسے  
 ہاتھ فروخت کیا ہے تو بھی یہی حکم ہر اس واسطے کہ دعویٰ میں ہو اور سب اس میں برابر ہیں پس اگر اُسے  
 اس میں کوئی عیب پایا تو دونوں میں سے ایک کو واپس کر لیا اور دونوں کو واپس نہ کر لیا اور اگر نقصان نہ ہو  
 کسی ایک سے لے لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نقصان عیب لیوے لیکن نہ اس صورت میں کہ وہ  
 شخص عیب دار لینے پر راضی ہو جاوے اور اگر غلام شہرے کے پاس مر گیا پھر وہ اُسکے قریبی عیب سے واقف  
 ہوا تو دونوں سے نقصان عیب لیا اور اسی طرح اگر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اُسکے عوض کا مال نہ ملے یا  
 اور پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو دونوں سے نقصان عیب لیا اور دونوں کو واپس نہیں لے سکتا ہے  
 اور کوئی دونوں میں کا اُسکو لے نہیں سکتا ہے اور اگر دونوں نے تاریخ بیس یا ن کی اور ایک کی تاریخ پہلی  
 ہے تو عیب کی وجہ سے دوسرے کو واپس دیا جائیگا تو یا قابض نے اُسکو پہلے سے خرید لیا ہے اور دوسرے کے ہاتھ  
 اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے سے خرید لیا ہے یا کافی میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام بھگٹ  
 ہے تو مجھے اُسکو خرید لے اُسے کہا کہ کتنے کو چاہتا ہوں اُسے کچھ دام اُسکو بتلائے پھر مشتری نے اُسکو خرید لیا  
 اور پھر اُسکو بھگٹ پایا تو اُسکو واپس کر لے کا اختیار نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے اگر مشتری نے اُسکو دوسرے  
 کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو بھگٹ پایا کر واپس کرنا چاہا اور مشتری اول نے اُسکے  
 بھگٹا ہونے سے انکار کیا اور مشتری ثانی بائع اول کے اقرار کے گواہ لایا تو اس سے اُسکو کچھ اتحاق حاصل  
 ہوگا اور اگر بائع اول نے مشتری اول سے یہ کہا تھا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا  
 کہ یہ بھگٹا ہے یا اس شرط پر کہ میں اسے بھگٹا ہوں ہونے سے بری ہوں اور باقی صورت مسئلہ کی یہی رہی جو  
 مذکور ہوئی تو دوسرا مشتری اُسے پہلے مشتری کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع اول نے یہ کہا ہو کہ میں نے  
 اُسکو فروخت کیا اس شرط پر کہ میں بھگٹا ہوں ہونے سے بری ہوں اور یہ نہ کہا تھا کہ میں اسے بھگٹا ہوں ہونے  
 سے بری ہوں تو دوسرا مشتری پہلے مشتری کو واپس نہیں کر سکتا ہے تا وقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ  
 اُس نے اُسکو فروخت کیا درحالیکہ وہ بھگٹا تھا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ منتفی میں مذکور ہو کہ کسی نے اپنے غلام پر قرضہ کا  
 اقرار کیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا پھر مشتری نے اُسکو دوسرے کے  
 ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو دوسرے مشتری کو اختیار ہو کہ غلام اپنے بائع کو بسبب اسی اقرار کے  
 جو بائع اول نے کیا تھا واپس کر دے کیونکہ قرض لازمی چیز ہے اور قرضخواہ کو اختیار ہو کہ قرض میں بیع کو  
 کما دیوے اور قرض کا اقرار مثل بھگٹا ہونے کے اقرار کے بیع سے پہلے یا اُسکے بعد دوسرے مشتری اول  
 اُسکے بائع کے درمیان کہ جسے بھگٹا ہونے کا اقرار نہ کیا تھا بیع کے منع کرنے کے حق میں نہیں ہے اور ثانی  
 ہونے کا اقرار قرض دار ہونے کے اقرار کے مانند ہوں یا میں کہ دوسرا مشتری اپنے بائع کو اس اقرار کی وجہ  
 سے جو بائع اول نے کیا ہے واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید لیا اور اُس پر قرضہ کر لیا  
 پھر اُس سے اُس غلام کو دوسرے شخص نے چوکا یا اور مشتری نے کہا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے  
 پھر اُن دونوں کے درمیان بیع نہ پھرتی پھر مشتری نے غلام میں کوئی ایسا عیب پایا کہ جو پیدا ہو سکتا ہے

اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہو تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو اور اگر شخص نے مشتری سے چوکا یا تھا اُس سے مشتری کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہو اُسکے واپس کرنے کے حق کو باطل نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے چوکا نہ لے کر کہا تھا کہ تو اُسکو خرید لے اور اس میں غلام عیب نہیں ہو پھر اُن دونوں میں بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے وہی عیب لگایا اور قصہ کیا کہ اُسی عیب کے سبب سے بائع کو واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر بچہ غلام کے کپڑا فریق کیا جاوے اور باقی مسئلہ کی بھی صورت رہے تو دونوں صورتوں میں مشتری کا دعویٰ نہ سنا جائیگا اور کپڑا بائع کو واپس نہ کر سکے گا اور اگر عیب اس قسم کا ہو کہ جو پیدا نہیں ہو سکتا ہو یا اتنی مدت میں نہیں پیدا ہو سکتا ہو تو قاضی اُسکے بیچنے والے کو غلام واپس کر دیکے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے یہ اقرار کیا کہ اسکی باندی بھگوڑی ہو پھر ایک شخص کو اسکے بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور یہ بیان کیا کہ وہ بھگوڑی ہو اور وکیل نے اُسکو فروخت کر دیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری موکل کے اس اقرار سے واقف ہوا اور اپنے بائع کو واپس کرنے کی چاہی اور بائع نے اُسکو بھٹلایا اور کہا کہ وہ تا وقت تسلیم کبھی نہیں بھاگی ہو تو مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ وکیل کو واپس کر دے اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ میرا غلام بھگوڑا ہو تو اُسکو فروخت کر اور اُسکے بھگوڑے ہونے سے بریت کر لینا پس اُسکو وکیل نے فروخت کیا اور اُسکے بھگوڑے ہونے سے بریت نہیں کی پھر قبضہ سے پہلے مشتری کو موکل کا مشورہ معلوم ہوا تو اُسکو اس مقولہ پر واپس کر لیا اختیار ہوگا یہ ظاہر یہ میں لکھا ہے۔ فصول سے منقول ہو کہ کوئی شخص ایک ایسی باندی لایا کہ جسکی ایک اٹھلی زاید تھی تاکہ ایک شخص کو واپس کرے اور اُس شخص نے باندی اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مشتری نے اُسکے خریدنے پر گواہ قائم کیے پھر بائع نے کہا کہ تو نے خریدی تھی مگر میں نے ہر عیب سے بریت کر لی تھی اور اُس پر اُسے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یہ حادیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید ا اور عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اقرار کیا ہو کہ میں نے یہ غلام فروخت کر دیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری اُسکو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا اور اگر بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اُسکو غلام شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو اور غلام شخص حاضر تھا اور اس سے انکار کرتا تھا اور مشتری اول بھی اس سے انکار کرتا ہو تو ان دونوں کا انکار بمنزلہ اقرار کے ہوگا اور غلام واپس نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ اے چوٹی یا اے بھگوڑی یا اے زنا کرنے والی یا اے مجھ نہ شلا یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا تو یہ کہنا اس بات پر اقرار نہ شمار ہوگا کہ ایسے عیب اس میں موجود ہیں یا نہ کہ اگر اُسکو فروخت کر دیا اور مشتری نے ایسا ہی پایا تو بائع کے اس کہنے کی وجہ سے اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہے۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور بائع اور مشتری دونوں نے اُسکے بھگوڑے ہونے کا اقرار کیا اور یہ اقرار دونوں سے بیچ کے اندر واقع ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا بھگوڑا ہونا چھپایا پھر دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ بھگوڑا نہیں ہو پھر تیسرا مشتری اُسکے بھگوڑے ہونے سے اور اُسکے بھگوڑے ہونے کے اقرار سے جو پہلے بائع اور پہلے مشتری



کے درمیان بیچ کے وقت واقع ہوا تھا واقع ہوا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور پہلے مشتری کا اُسکے بھگوڑے ہونے کا اقرار اُن بائعوں کے حق میں جھوٹ ہے اُس سے نہیں خریدتا ہو نا فذ نہوگا اور اگر پہلے مشتری نے اُسکو بدو لیا اپنے اور بائع اول کے غلام کے بھگوڑے ہونے کے اقرار کے خریدنا پھر مشتری اول نے اُسکے بھگوڑے ہونے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے بائع اول کو واپس کر دیا پھر بائع اول اسی مشتری یا دوسرے شخص کے ہاتھ لے کر فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسکو اور کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر تیسرے مشتری کو اُسکا بھگوڑا ہونا اور وہ ماجرا جو پہلے مشتری اور اُسکے بائع کے درمیان واقع ہوا تھا کہ قاضی نے غلام کو بھگوڑے ہونے کے گواہ قائم کیے ہونے کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا تھا معلوم ہوا تو اُسکو اختیار ہو کہ اپنے بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر دعوے کیا کہ وہ بھگوڑی ہو اور اسپر گواہ لایا اور اس وجہ سے قاضی نے اُسکو واپس کر دیا پھر کسی شخص نے اس بات پر دلیل قائم کی کہ یہ میری باندی ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہو اور قاضی نے اُسکو باندی دلادی پھر اُسے اسی شخص علیہ کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا اور مشتری نے اُسکے بھگوڑے ہونے میں جھگڑا کیا اور حاکم کا اُسکے بھگوڑے ہونے کا فیصلہ دلیل میں پیش کیا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ ظہیر میں لکھا ہے امام یا اُسکے امین نے غنیمت محرزہ فروخت کی اور مشتری نے اُسے عیب پایا تو ان دونوں پر واپس نہیں کر سکتا کہ کذا فی الکافی۔ لیکن امام کسی شخص کو اُسکے ساتھ جھگڑا کرنے کے واسطے مقرر کرے گا اور اُس شخص کا عیب کا اقرار مقبول نہوگا اور جو انکار کرے تو اسپر قسم مانہ نہوگا اور صرف وہ واسطے مقرر ہو کہ اُسکے مقابلہ میں مشتری گواہ قائم کرے اور جب وقت اُس شخص نے عیب کا اقرار کر لیا اسی وقت معزول تصور کیا جائیگا پھر عیب کی وجہ سے وہ مال غنیمت واپس کر دیا جاوے پس اگر تقسیم ہونے سے پہلے ہو تو غنیمت میں غلا دیا جاوے گا اور اگر بعد تقسیم ہونے کے ہو تو وہ ثمن کے عوض فروخت ہوگا اگرچہ ثمن کم ہو یا زیادہ ہو گیا اگر بیت المال میں سے ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اپنی صحت میں اُسکو اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مر گیا اور بیٹا اُسکا وارث ہوا اور سوائے اُسکے کوئی وارث نہ تھا پھر اس وارث نے اس غلام میں کوئی قدیمی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو مگر وہ قاضی سے استدعا کرے گا تاکہ قاضی میت کی طرف سے کوئی ختم مقرر کرے پس بیٹا اس ختم کو واپس کر دے گا پھر وہ اُسکے باپ کے بائع کو واپس کر دے گا اور اگر میت کا کوئی دوسرا وارث بھی ہو تو بیٹا اس وارث کو واپس کرے گا پھر یہ وارث میت کے بائع کو واپس کرے گا اور امام محمد نے اسکی کچھ تفصیل نہیں فرمائی کہ اُسوقت کیا حکم ہو کہ جب میت نے بیٹے سے پورا ثمن لے لیا ہو اور اُسوقت کیا حکم ہو کہ جب پورا ثمن نہ حاصل کیا ہو اور امام محمد کا مطلق چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہو کہ دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہو یہ فتاویٰ قاضی قاتل میں لکھا ہے۔ اور اگر وارث نے اپنے مورث کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری مر گیا اور بائع اُسکا وارث ہوا اور اُس میں کوئی عیب نہ تھا پس اگر کوئی دوسرا وارث موجود ہو تو اُسکو واپس کر دے گا اور اگر سوائے اُسکے دوسرا وارث نہ ہو تو وہ اُس میں کر سکتا ہے اور نقصان نہیں لے سکتا اور اسی طرح اگر کسی نے اپنے واسطے اپنے پسر یا بائع سے کوئی چیز خریدی اور اُس پر

جو کا فروتن کر  
دارالاسلام  
میں سے

قبضہ کر لیا اور گواہ کر لیے پھر اس میں کوئی عیب پایا تو تاملی کے ساتھ پیش کر چکا تا کہ قاضی اُسکے بیٹے کی طرف سے کوئی نقص مقرر کرے تو باپ اُسکو واپس کر دے پھر باپ اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے بائع کو واپس کر دے اور یہی حکم ہو اگر باپ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہو۔ اگر کسی محاسب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدنا تو عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہو اور نہ اُسکا نقصان عیب سے لے سکتا ہو پس اگر محاسب بعد عیب ہانسنے کے اپنی کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو اُسکا مالک اُسکی بیع کو واپس کر دیکھا اور محاسب اُسکا متولی ہو گا اور اگر موئے نے محاسب کو فروخت کر دیا یا مرگیا تو موئے خود اُسکو واپس کر لے گا پس اگر محاسب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کا ذمہ غلام کے ہر عیب سے بری کر دیا تو مالک اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر مالک نے بائع کو محاسب کے عاجز ہونے سے پہلے بری کیا تو جائز ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ اسی طرح اگر اس نے اپنی مان کو خریدنا تو اسکا بھی حکم ہو لیکن اگر کسی محاسب نے اپنے بھائی یا چچا یا بہن کو خریدنا تو امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے موافق یہ لوگ بھی اسی کے ساتھ محاسب ہو جائیں گے پس انکا حکم اور باپ یا بیٹے کے خرید کا حکم برابر ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول کے موافق یہ لوگ اُسکے ساتھ محاسب ہونگے پس بسبب عیب کے اُن کے واپس کر دینے کا اختیار رکھتا ہو جیسا کہ اُنکے فروخت کرنے کا مختار ہو پس اگر مالک نے بائع کو محاسب کے عاجز ہونے سے پہلے ہر عیب سے بری الزمہ کر دیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک صحیح ہو گا اور اگر محاسب نے اپنی ام ولد خریدی اور اس میں عیب پایا پس اگر اُسکے ساتھ اُسکا ولد ہو تو جیسا ام ولد کی بیع کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہو اسی طرح اُسکے واپس کرنے کا بھی مختار ہو گا لیکن نقصان عیب سے لے لیا اور نقصان عیب لینے کا خود ہی محاسب متولی ہو گا پس اگر محاسب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ہر عیب سے بری الزمہ کر دیا تو صحیح ہے اور اگر محاسب کے موئی نے ایسا کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر اس ام ولد کے ساتھ ولد نہ ہو تو بھی صاحبین کے نزدیک یہی حکم ہو اور امام اعظم کے نزدیک اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہو اگر کسی شخص نے اپنے محاسب سے کوئی غلام خریدا تو وہ شخص عیب کی وجہ سے غلام کو واپس نہیں کر سکتا ہو اور نہ اُسکے بائع سے جھگڑا کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ کسی محاسب نے یا کسی نے کوئی غلام خریدا اور اُسکو محاسب کر دیا پھر اس میں عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا ہو۔ اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہو اور اگر محاسب نے یا خریدنے بائع کو عیب سے بری الزمہ کر دیا تو صحیح ہو یا نہ نک کہ محاسب کے عاجز ہونے کے بعد اُسکے مالک کو اور خرید کے وارث کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہو گا اور اگر محاسب کے عاجز ہونے سے پہلے اُسکے مالک نے بائع کو بری الزمہ کیا تو صحیح نہیں ہو اور یہی حال خرید کے وارث کا بھی ہو کہ اُسکا بری الزمہ کرنا بھی صحیح نہیں ہو۔ اگرچہ خرید کے مرض الموت میں ہو اور اگر پہلے محاسب کے عاجز ہونے کے بعد مالک اُسکا بائع کو بری الزمہ کرے خواہ اس وقت تک دو مہر محاسب عاجز ہو یا نہ ہو تو بری کرنا صحیح ہو اور اسی طرح اگر خرید کے وارث نے مورث کے بدلے بائع کو بری کیا تو بھی صحیح ہو۔ اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پہلا مشتری مرگیا پھر غلام میں کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا جو پہلے بائع کے پاس تھا پھر مشتری اول کے وارث نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو

میچ ہو یا تنگ کہ اگر غلام اُسکو واپس دیا جائے تو وہ پہلے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہو اگر سپر نے الحال اپس کرنا متمنع ہو گیا تھا اور اگر مالک مکاتبہ نے کسی غلام کو کسی شخص سے خود پہلے خریدا پھر اپنے مکاتبہ کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مکاتبہ عاجز ہوا پھر مالک نے غلام میں کوئی عیب پایا اور اپنے بائع کو واپس کر دینا چاہا تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور ہمارے شارح نے فرمایا کہ اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی قرضدار غلام نے کہ جسکے تجارت کی اجازت دی گئی ہو اپنے غلام کو اپنے مالک کے ہاتھ بعض اُسکے مثل قیمت کے فروخت کیا پھر مالک نے اس پر قبضہ کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پایا پس اگر مٹن نقد دے دیا یا دین تھا اس طرح کہ درم یا بیار بنے یا کیلی یا وزنی غیر معین چیز تھی یا کوئی اسباب تھا لیکن وہ غلام کے پاس تلف ہو کر اُسکے ذمہ دین ہو گیا تو ان صورتوں میں مالک اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر مٹن نقد نہو یا ہو لیکن ایسا اسباب ہو کہ جو غلام کے پاس موجود ہے تو واپس کر سکتا ہو اور قبضہ سے پہلے سب صورتوں میں واپس کر سکتا ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ کسی قرضدار غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو ایک غلام خریدا اور اُسکو اپنے مالک کے ہاتھ فروخت کیا اور اسے قبضہ کر لیا پھر اس غلام قرضدار کو قرض خواہوں نے قرض معاف کر دیا پھر مالک نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہ کر سکا اور نہ نقصان لگتا اور اگر قبضہ نہ کیا ہو تو واپس کر سکتا ہو۔ بائع نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی اور اسے قبضہ نہ کیا پھر اُسکو مٹن بہہ کر دیا تو مشتری عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر مٹن پر قبضہ کر لیا پھر بہہ کیا تو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہو یہ محیط شرحی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام کو فروخت کیا اور مٹن اُسکا مشتری کو بہہ کیا یا اُسکو مٹن سے بری الذمہ کر دیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو قبضہ سے پہلے واپس کر سکتا ہو اور بعد قبضہ کے واپس نہیں کر سکتا ہو یہ کافی میں لکھا ہے

## پانچون فصل

عیبون سے برائت کرنے اور ان سے ضمانت کرنے کے بیان میں۔ عیبون سے بری کر دینے کے ساتھ فروخت کر دینا حیوان وغیرہ میں جائز ہے اور اس برائت میں وہ سب عیب داخل ہو جاتے ہیں جھکا بائع کو علم نہیں ہے اور جسکا علم ہے اور جسے مشتری واقف ہے یا واقف نہیں ہے اور ہمارے اماموں کا یہی قول ہے خواہ عیبون کی جنس بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو خواہ اُسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس برائت کرنے سے ہر عیب سے جو بیع کرنے کے وقت بیع میں موجود ہے یا جو اسکے بعد سپرد کرنے کے وقت تک پیدا ہو بائع بری ہو جاتا ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے لکھا کہ جو بعد بیع کے پیدا ہو اُس سے بری نہیں ہوتا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے یہ شرط کی کہ ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہے بری ہے تو سب کے نزدیک بعد بیع کے پیدا ہونے والے عیب سے بری ہو گا اور اسی طرح اگر کسی خاص قسم کے عیب کی تخصیص کرے تو میچ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ بائع ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہے بری اور بعد کو پیدا ہو بری ہے تو بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں نے اس بات میں اختلاف کیا کہ یہ عیب عقد کے بعد پیدا ہوا ہے یا بیع کے وقت کا ہے تو اسکا حکم امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ سے

مروی نہیں ہو اور امام محمد رحمہ سے روایت ہو کہ بائع کا قول معتبر ہوگا اگر اس طرح قسم لیکر کہ وہ اپنے علم پر قسم کھائے کہ یہ نیا پیدا ہوا ہو اور یہ مکمل اس صورت میں ہو کہ جب ہر بات مطلق بیان کی جاتی ہو اور اگر برائت صرف بیع کے وقت کے عیون سے تھی اور پھر اٹھون نے اس طرح اختلاف کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی باندی کے متعلق ہر عیب سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک گواہ نے اُسکو بدون برائت کے خرید کیا اور اُس میں کوئی عیب پایا تو واپس کر سکتا ہو اور اسی طرح اگر دو گواہوں نے بھگوڑی ہوئے سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک نے اُسکو خرید لیا اور اُسکو بھگوڑی پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اگر دو گواہوں نے اس بات پر گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ میں اُسکے بھگوڑی ہونے سے بری ہوتا ہوں پھر ایک گواہ نے اُسکو خرید لیا اور بھگوڑی پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے ہر عیب سے برائت کر لی تو اس میں عیب اور بیماریاں سب داخل ہو جائیں گی اور اگر کل بیماریوں سے برائت چاہی تو سب مرضوں سے برائت ہوگی اور اس میں داغ اور زائداں بھی اور اُس زخم کا اثر جو اچھا ہو گیا ہو داخل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر ہر ناکہ سے برائت کر لی تو ناکہ کا لفظ چوری اور بھاگنے اور فتنہ و غم کو شامل ہوگا یہ سراج الرااج میں لکھا ہے۔ اور اگر ہر سیاہ دانت سے برائت کر لی تو اس میں سرخ اور ہزوات بھی داخل ہو جائیں گی یہ سراج الرااج میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور اُسکے ہر قرحہ سے جو اس میں موجود ہو بریت کر لی تو اس میں وہ قرحہ جسے خون جاری رہتا ہو داخل ہو جائیگا اور ایسے زخموں کے نشان جو اچھے ہو گئے ہیں داخل ہونگے اور داغ کے نشان داخل نہ ہونگے کیونکہ داغ اور چیز ہو اور قرحہ اور چیز ہو اور اگر کہا کہ میں اسکے سر کے ہر آفت زخم سے بری ہوں پھر ناگاہ اُسکے سر میں موضع زخم نکلے تو موضع سے بری ہوگا یہ محیط مرضی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے ہر زخم سے جو تیری جانب ہو بری ہو تو اس میں عیب داخل ہو جائیگا اور یہی غناہ ہے اور درک داخل ہوگا (یعنی ضمان درک دینا چاہیے) یہ واثقات حسامیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اس میں ایکے شکات مشتری کو دکھلایا اور مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس سے بری کیا پھر اسکے بعد مشتری بائع سے دہ کپڑا لینے آیا اور اُسکے شکات کو دیکھ کر کہا کہ یہ اتنا نہیں ہے کہ جتنے سے میں نے تجھ کو بری کیا تھا وہ ایک بالشت تھا اور یہ ایک ہاتھ ہو تو اس باب میں قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر باندی یا غلام کے آنکھ کی سپیدی میں اس طرح اختلاف ہو مشتری کا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے بائع کو ہر عیب سے جو اس میں موجود تھے بری کیا یا اُسکے عیون سے بری کیا پھر مشتری نے کہا کہ یہ عیب بری کرنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو بھی اُسکا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس بری کے عیب سے بری کیا پھر کہا کہ یہ دد نہیں ہے یہ تو بعد بری کرنے کے پیدا ہوا ہے تو بھی اسی کا قول لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے ہر عیب سے جو اس کی آنکھ میں موجود ہو برائت کر لی پھر ناگاہ وہ کاٹا نکلا تو بائع بری ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں اسکے ہر عیب سے جو اس کے ہاتھ میں موجود ہو بری ہوں پھر ناگاہ وہ ہاتھ نکلا ہوا پایا گیا

[illegible]



تو بری نہ تھا اور اگر ایک انگلی یا دو انگلیان کٹی ہوئی ہوں تو بری ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور اگر دو انگلیان کٹا ہوا ہو تو وہ دو عیب ہیں اور اس سے بری ہوگا جبکہ برا دست ہاتھ کے ایک عیب کے ساتھ ہو اور اگر تمام انگلیان مع آدھی پتیلی کے کٹی ہوئی ہوں تو یہ ایک عیب ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کما میں بری ہوں ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہو مگر بھاگتا اسکا پھر مشتری نے اسکو بھگوتا پایا تو بائع اس سے بری ہوگا اور اگر بائع نے کما میں ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہو بری ہوں مگر بھاگنے سے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ میں اسکے ہر شے جو اس میں موجود ہو شکات کی قسم سے بری ہوں اور اس کپڑے میں بہت شکات تھے کہ انکو سیویا یا بٹا یا پوند کر دیا چھ یا زور کر دیا تھا تو وہ ان سب سے بری ہوگا اور اسی طرح اگر اس میں شکات آگ کے جلنے کے ہوں یا عفونت تو بھی وہ ان سب سے بری ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ اس میں ایک عیب ہو پھر اس میں دو عیب پائے اور سبب موت یا اسکے ماتہ کے اس غلام کا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ اختیار بائع کو ہے اور امام محمد رحمہ کہتے ہیں کہ مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ دونوں عیبوں میں سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کرے پس اس غلام کو دونوں عیبوں کے ساتھ اندازہ کیا جاوے گا اور پھر اسی غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہیں چاہتا ہو اندازہ کیا جاوے گا پھر جو فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ لے لیگا اور اسی طرح اگر اسے تین عیب پائے اور اسکے پاس ایک اور عیب پیدا ہو جائے کے سبب سے واپس کرنا ممکن نہ رہا تو تین عیبوں میں سے جن دو عیبوں کا نقصان چاہے واپس کرے اور یہ امام محمد رحمہ کے نزدیک ہی ہیں ایک بار اس غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہیں چاہتا ہو اندازہ کیا جاوے اور ایک بار اس غلام کو مع تینوں عیبوں کے اندازہ کیا جاوے اور جو کچھ فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ واپس لیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر خریدے کہ ایک ان میں کا عیب ہر پھر ایک کو عیب دار پایا تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو اگر ایک میں دو عیب پائے تو اسکو واپس کر سکتا ہو اور اسی طرح اگر ہر ایک میں ایک عیب پایا تو اسکو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اس صورت میں ایک بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر قبضہ سے پہلے ایسا پایا تو دونوں کو ایک ساتھ واپس کر دے اور اگر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری جس ایک کو چاہے۔ واپس کر دے اور یہ قول امام محمد رحمہ کا ہی ہے ان کے نزدیک خیار مشتری کو حاصل ہے پس اگر اس نے ایک غلام پر قبضہ کیا اور اس میں کوئی عیب معلوم ہوا پھر دوسرے غلام پر عیب جانکر قبضہ کیا پھر جس غلام پر پہلے قبضہ کیا تھا عیب دار پایا تو اسکو اختیار ہے کہ جس ایک کو چاہے واپس کر دے پس اگر اس نے اس غلام کے واپس کر نیکا قصد کیا کہ جب عیب جانکے قبضہ کیا تھا اور بائع نے کہا کہ تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو کیونکہ تو نے اسکا عیب جانکر اس پر قبضہ کیا پس تو اسکے عیب پر راضی ہو چکا ہو تو بائع کے کلام پر انکشاف نہ کیا جائیگا اور اگر اس نے دونوں کا عیب جانکر پھر دونوں پر قبضہ کیا یا ایک قبضہ کیا تو ایسا قبضہ دونوں کے اختیار کرنے میں شمار ہو یہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک چیز اس شرط پر فروخت کی کہ میں ہر ایک عیب سے بری ہوں تو ایسا کہنا اس غلام کے اندر عیب ہو نیکا اقرار کرنا نہیں ہو بخلاف اس موت کے کہ اگر اسے

فتاویٰ ہندیہ  
کتاب البیوع  
باب ہشتم  
خیار عیب  
صفحہ ۱۱۱

ایک یاد دہیوں سے ہمت کی شرط لگائی تو یہ ہمت اس عیب کے موجود ہونے کے اقرار میں شمار ہوا اور بیان اسکا یہ ہے کہ اگر کسی نے وہ غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ہر عیب سے بری ہو اور دونوں مشتری کو سپرد کر دیے پھر ایک کا کوئی شخص حقدار پیدا ہوا اور مشتری نے دوسرے میں عیب پایا تو مشتری کو دوسرا عیب دار اپنے حصہ میں کے عوض لازم ہوگا پس دونوں غلاموں کو صحیح و سالم مان کر شن ان دونوں پر تقسیم کیا جائیگا پس جو غلام کہ حقدار نے لے لیا ہو جب اسکا حصہ معلوم ہو جائے تو اسی قدر مشتری بائع سے واپس کر لیا اور اگر دو غلام ایک ہی شن میں اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ایک عیب سے بری ہو پھر دونوں میں سے ایک غلام کا کوئی شخص حقدار نکلا پھر مشتری نے اس غلام میں کہ جسکے ایک عیب سے برائت ہو چکی ہو ایک عیب پایا تو شن دونوں پر تقسیم کیا جائیگا اس طرح کہ جو غلام حق دار کو گیا اسکی قیمت صحیح و سالم کی اور دوسرے کی قیمت مع ایک عیب کے دونوں قیمتوں پر شن تقسیم کیا جاوے پس جب اس غلام کا حصہ معلوم ہو جائے جو حق دار نے لیا ہو تو اسی قدر مشتری بائع سے واپس کر لے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہو دیکھیں ایک عیب سے اسے ہمت کرنی اور مشتری نے اسی شرط پر خرید کر قبضہ کر لیا پھر اس میں دو عیب پائے اور کسی سبب سے اسکا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو اس غلام کے صحیح و سالم قیمت کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے بخلاف اس صورت کے کہ اگر بائع نے ابتداء کلام میں یہ نہ کہا تھا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہو کیونکہ ایسی صورت میں اس غلام کو دوسرے عیب کے ساتھ قیمت لگا کر اس کے حساب سے جس عیب کا نقصان پائے واپس کر لے اور اگر دو غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک غلام کے ہر عیب سے بری ہو اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں چند عیب پائے تو اسکو واپس کر لیا اختیار ہوگا پس اگر اس کے بعد دوسرے کا کوئی شخص حقدار نکلا تو اسکا حصہ شن مشتری واپس کر لیا پس دونوں کو بے عیب مان کر شن ان پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر دونوں کو اس شرط پر خرید کر بائع ایک کے سر کے تین زخون سے بری ہو پھر مشتری نے ایک کے سر میں تین زخم پائے اور دوسرے کا کوئی مستحق ہو اس مستحق غلام بے عیب اور دوسرے پر تین زخون کے ساتھ شن دونوں پر تقسیم کیا جائے (اور مستحق کا حصہ شن مشتری بائع سے واپس کر لیوے) یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خرید لیا اور تیسرا شخص اس کے عیون کا مشتری کے لیے ضامن ہو گیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پا کر واپس کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے قیاس میں ضامن پر ضمانت نہوگی اور یہ عمدہ ہے پھر امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ وہ عیون کا ضامن ہو اور یہ مثل ضمانت دہک کے ہوا متعلق میں اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے کسی شخص نے چھوڑ دیا ہو یا آزاد ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اسکو آزاد یا چھوڑ دیا ہو یا یا تو ضامن سے ضمانت لیگا اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اندھے یا مجنون ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اسکو ایسا ہی پایا تو ضامن سے اپنا شن لے لیا اور اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے مر گیا اور بائع پر نقصان عیب دار کرنے کا قاضی نے حکم دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ضامن سے لے لے یہ وغیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خرید لیا اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے شن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہ رحمہ

۲  
 غلام ایک عیب سے بری ہو اور مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا تو مشتری کو دوسرا عیب دار اپنے حصہ میں کے عوض لازم ہوگا پس دونوں غلاموں کو صحیح و سالم مان کر شن ان دونوں پر تقسیم کیا جائیگا پس جو غلام کہ حقدار نے لے لیا ہو جب اسکا حصہ معلوم ہو جائے تو اسی قدر مشتری بائع سے واپس کر لیا اور اگر دو غلام ایک ہی شن میں اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ایک عیب سے بری ہو پھر دونوں میں سے ایک غلام کا کوئی شخص حقدار نکلا پھر مشتری نے اس غلام میں کہ جسکے ایک عیب سے برائت ہو چکی ہو ایک عیب پایا تو شن دونوں پر تقسیم کیا جائیگا اس طرح کہ جو غلام حق دار کو گیا اسکی قیمت صحیح و سالم کی اور دوسرے کی قیمت مع ایک عیب کے دونوں قیمتوں پر شن تقسیم کیا جاوے پس جب اس غلام کا حصہ معلوم ہو جائے جو حق دار نے لیا ہو تو اسی قدر مشتری بائع سے واپس کر لے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہو دیکھیں ایک عیب سے اسے ہمت کرنی اور مشتری نے اسی شرط پر خرید کر قبضہ کر لیا پھر اس میں دو عیب پائے اور کسی سبب سے اسکا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو اس غلام کے صحیح و سالم قیمت کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے بخلاف اس صورت کے کہ اگر بائع نے ابتداء کلام میں یہ نہ کہا تھا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہو کیونکہ ایسی صورت میں اس غلام کو دوسرے عیب کے ساتھ قیمت لگا کر اس کے حساب سے جس عیب کا نقصان پائے واپس کر لے اور اگر دو غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک غلام کے ہر عیب سے بری ہو اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں چند عیب پائے تو اسکو واپس کر لیا اختیار ہوگا پس اگر اس کے بعد دوسرے کا کوئی شخص حقدار نکلا تو اسکا حصہ شن مشتری واپس کر لیا پس دونوں کو بے عیب مان کر شن ان پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر دونوں کو اس شرط پر خرید کر بائع ایک کے سر کے تین زخون سے بری ہو پھر مشتری نے ایک کے سر میں تین زخم پائے اور دوسرے کا کوئی مستحق ہو اس مستحق غلام بے عیب اور دوسرے پر تین زخون کے ساتھ شن دونوں پر تقسیم کیا جائے (اور مستحق کا حصہ شن مشتری بائع سے واپس کر لیوے) یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خرید لیا اور تیسرا شخص اس کے عیون کا مشتری کے لیے ضامن ہو گیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پا کر واپس کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے قیاس میں ضامن پر ضمانت نہوگی اور یہ عمدہ ہے پھر امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ وہ عیون کا ضامن ہو اور یہ مثل ضمانت دہک کے ہوا متعلق میں اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے کسی شخص نے چھوڑ دیا ہو یا آزاد ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اسکو آزاد یا چھوڑ دیا ہو یا یا تو ضامن سے ضمانت لیگا اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اندھے یا مجنون ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اسکو ایسا ہی پایا تو ضامن سے اپنا شن لے لیا اور اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے مر گیا اور بائع پر نقصان عیب دار کرنے کا قاضی نے حکم دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ضامن سے لے لے یہ وغیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خرید لیا اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے شن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہ رحمہ

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے اگر کسی عیب پاوے اور بائع کو واپس کرے تو اس کا اختیار ہو گا کہ بقدر حصہ عیب کے ثمن خاص سے واپس کرے جیسا کہ بائع سے واپس کر سکتا ہے یہ مختار ہے قاضی خان میں لکھا ہے

### چھٹی فصل

میں سے صلح کرنے کے بیان میں امام محمد نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی غلام ایک نہر پر درم کر جائے اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس کا ثمن ادا کر دیا پھر اس کو کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب داری سے اسے سحر فروخت کرنے سے انکار کیا پھر بائع نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ بائع مشتری کو چند درم شکر دے فی الحال یا کسی میعاد تک واپس دے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر عیب کا ثمن ایک دینار پر صلح کی گئی ہو اگر اس کے دینار کو جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو صلح جائز ہے اور اگر ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر مشتری نے اس غلام کو فروخت کر دیا اور ثمن نقد لے لیا پھر اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس کے بائع نے اس عیب سے چند درم ہون پر صلح کی تو جائز نہیں ہے پس اگر غلام دوسرے مشتری کے پاس مر گیا اور اس نے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا پھر دوسرے بائع نے اپنے بائع سے کسی طرح صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے غیر معین ہو اور ناپ یا تول بیان کر دی جاوے اور دونوں قبضہ کر لیں پھر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور بائع سے صلح کرے پس اگر صلح ثمن کی جنس سے کسی قدر ثمن پر واقع ہووے تو یہ استیفاء ہے استبدال نہیں ہے پس صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال ادا کرنا ٹھہرے یا میعاد پر ادا کرنا ٹھہرے جائز ہے خواہ ثمن اپنے مشتری کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر ثمن کی جنس سے خلاف کسی چیز پر صلح ہو تو یہ معاوضہ ہے جس جان افتراق زمین برین پایا جاوے جائز ہے اور جس موقع پر افتراق اذین برین ہو وہاں جائز نہیں ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے معین ہو اور دونوں قبضہ کر لیں اور پھر کسی قدر ثمن پر اس کی جنس سے صلح واقع ہو تو خواہ معاوی ہو یا نقد ہو جائز ہے بشرطیکہ جو کچھ غلام کے عوض لیا ہو وہ تلف ہو چکا ہو اور اگر وہ تلف نہوا ہو بلکہ بعینہ باقی ہو تو اس جنس کے بعض ثمن معاوی پر صلح جائز نہیں ہے اور فی الحال ادا کرنے کی صورت میں جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے ادا کر دے یا دہ معین ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور عیب کا جاتا رہنا صلح کو باطل کر دیتا ہے جس کو کچھ بائع سے اس کے بدلے لیا ہو یا بائع نے ثمن سے کم کر دیا ہو وہ اس کو واپس کر دے گا جبکہ اس کی ملک میں نہ اس کا ہو جاوے اور اگر اس کی ملک سے ٹکڑے کے بعد اٹل ہو تو واپس نہ کرے گا اور اگر خریدنے کے بعد کل عیب سے ایک درم پر صلح کی تو جائز ہے اگرچہ اس میں کوئی عیب نہ پایا ہو اور اگر کما کما میں نے تجھے تمام عیب خرید لیے تو جائز نہیں ہے یہ فقہ ائمہ میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے باندی کی آنکھ میں عیب لگایا اور بائع نے اس کی آنکھ پر کچھ دیکر صلح کرنی تو جائز ہے اگرچہ عیب کا ذکر نہ کیا ہو اور محل عیب کا ذکر نہ کرنا بمنزلہ عیب کے ذکر کے شمار کیا گیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا اور دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر ایک اپنا دسواں حصہ کھٹا دے اور کوئی اجنبی بعض کھٹا دے ہووے اس کے ماسوا سے کے لیے اور اجنبی اس پر راضی ہو گیا تو جائز ہے اور مشتری کا کھٹانا جائز ہے بائع کا جائز نہیں ہے یعنی ہر کھٹانے کے جو ثمن باقی رہا وہ دیکر لے لے گا

قادی ہندیہ کا جلد ہجرت - باب ششم خاریب  
ترجمہ قادی مالگیری طبرسم خسرو اول  
اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے اگر کسی عیب پاوے اور بائع کو واپس کرے تو اس کا اختیار ہو گا کہ بقدر حصہ عیب کے ثمن خاص سے واپس کرے جیسا کہ بائع سے واپس کر سکتا ہے یہ مختار ہے قاضی خان میں لکھا ہے  
چھٹی فصل  
میں سے صلح کرنے کے بیان میں امام محمد نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی غلام ایک نہر پر درم کر جائے اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس کا ثمن ادا کر دیا پھر اس کو کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب داری سے اسے سحر فروخت کرنے سے انکار کیا پھر بائع نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ بائع مشتری کو چند درم شکر دے فی الحال یا کسی میعاد تک واپس دے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر عیب کا ثمن ایک دینار پر صلح کی گئی ہو اگر اس کے دینار کو جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو صلح جائز ہے اور اگر ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر مشتری نے اس غلام کو فروخت کر دیا اور ثمن نقد لے لیا پھر اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس کے بائع نے اس عیب سے چند درم ہون پر صلح کی تو جائز نہیں ہے پس اگر غلام دوسرے مشتری کے پاس مر گیا اور اس نے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا پھر دوسرے بائع نے اپنے بائع سے کسی طرح صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے غیر معین ہو اور ناپ یا تول بیان کر دی جاوے اور دونوں قبضہ کر لیں پھر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور بائع سے صلح کرے پس اگر صلح ثمن کی جنس سے کسی قدر ثمن پر واقع ہووے تو یہ استیفاء ہے استبدال نہیں ہے پس صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال ادا کرنا ٹھہرے یا میعاد پر ادا کرنا ٹھہرے جائز ہے خواہ ثمن اپنے مشتری کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر ثمن کی جنس سے خلاف کسی چیز پر صلح ہو تو یہ معاوضہ ہے جس جان افتراق زمین برین پایا جاوے جائز ہے اور جس موقع پر افتراق اذین برین ہو وہاں جائز نہیں ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے معین ہو اور دونوں قبضہ کر لیں اور پھر کسی قدر ثمن پر اس کی جنس سے صلح واقع ہو تو خواہ معاوی ہو یا نقد ہو جائز ہے بشرطیکہ جو کچھ غلام کے عوض لیا ہو وہ تلف ہو چکا ہو اور اگر وہ تلف نہوا ہو بلکہ بعینہ باقی ہو تو اس جنس کے بعض ثمن معاوی پر صلح جائز نہیں ہے اور فی الحال ادا کرنے کی صورت میں جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے ادا کر دے یا دہ معین ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور عیب کا جاتا رہنا صلح کو باطل کر دیتا ہے جس کو کچھ بائع سے اس کے بدلے لیا ہو یا بائع نے ثمن سے کم کر دیا ہو وہ اس کو واپس کر دے گا جبکہ اس کی ملک میں نہ اس کا ہو جاوے اور اگر اس کی ملک سے ٹکڑے کے بعد اٹل ہو تو واپس نہ کرے گا اور اگر خریدنے کے بعد کل عیب سے ایک درم پر صلح کی تو جائز ہے اگرچہ اس میں کوئی عیب نہ پایا ہو اور اگر کما کما میں نے تجھے تمام عیب خرید لیے تو جائز نہیں ہے یہ فقہ ائمہ میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے باندی کی آنکھ میں عیب لگایا اور بائع نے اس کی آنکھ پر کچھ دیکر صلح کرنی تو جائز ہے اگرچہ عیب کا ذکر نہ کیا ہو اور محل عیب کا ذکر نہ کرنا بمنزلہ عیب کے ذکر کے شمار کیا گیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا اور دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر ایک اپنا دسواں حصہ کھٹا دے اور کوئی اجنبی بعض کھٹا دے ہووے اس کے ماسوا سے کے لیے اور اجنبی اس پر راضی ہو گیا تو جائز ہے اور مشتری کا کھٹانا جائز ہے بائع کا جائز نہیں ہے یعنی ہر کھٹانے کے جو ثمن باقی رہا وہ دیکر لے لے گا

اور اگر مشتری نے کپڑا دھو لایا پھر وہ پھٹا ہوا پایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ دھو بی کے پاس کا ہو یا بائع کے پاس کا پھر باہم اس طرح صلح کرنی کہ ایک درم دھو بی دے اور ایک درم بائع اور مشتری اس کپڑے کو قبول کرے تو جائز ہو اور اسی طرح اگر باہم اس بات پر صلح قرار پائی کہ ایک درم دھو بی دے اور ایک درم مشتری اور بائع اسکو قبول کرے تو بھی جائز ہو بعض فقہائے فرمایا ہر کہ یہ غلط ہے اور مراد یہ ہے کہ دھو بی پہلے ایک درم مشتری کو دے پھر مشتری اُسکو بائع کو دے یہ فتح القدر میں لکھا ہے اور فقہائے فضیل رحمہ اللہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اس میں کوئی عیب پایا اور دونوں نے اس پر صلح کی کہ بائع اس قدر درم ادا کرے اور باندی کو مشتری لے لے تو صلح جائز ہو اور اگر دونوں نے اس طرح پر صلح کی کہ مشتری اس قدر درم ادا کرے اور باندی کو بائع لے لیوے تو جائز نہیں ہے لیکن اگر مشتری اُس باندی کو اسکا پورا ثمن ادا کرنے کے بعد اُس سے کم ثمن پر بائع سے ہاتھ فروخت کر دے تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کسی نے ایک کپڑا خرید کر اُسکی قیمتیں قطع کرانی اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ اُس میں کوئی عیب پایا اور بائع نے اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس کا ہے پھر بائع نے اس طور پر صلح کی کہ میں اس کپڑے کو لیے لیتا ہوں اور ثمن میں سے مشتری مجھے کم لے تو یہ جائز ہو اور ثمن سے جتنے ربا بے کے پاس رہ گیا وہ بمقابلہ اُس نقصان کے شمار کیا جاوے گا جو مشتری نے کپڑے کے قطع کرانے میں کر دیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کتاب اصل میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی پر پاس دینا کو خریدی اُس پر قبضہ کر لیا اور پھر اُس میں کچھ عیب لگایا اور پھر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ باندی کو بائع لے لے اور مشتری کو اُنچاس دینار واپس کرے تو صلح کرنا جائز ہو اور ایک دینار جو بائع نے لے لیا اُس میں لحاظ کیا جائیگا کہ اگر بائع یہ اقرار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہے تو انام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وہ دینار اسکو حلال نہوگا اور مشتری کو واپس کر دینا واجب ہو اور امام ابو یوسف کے قیاس پر واپس کرنا واجب نہیں ہو اور اگر بائع اس بات سے منکر تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہے پس اگر وہ عیب ایسا ہو کہ اُسکا مثل نہیں پیدا ہو سکتا ہو تو بھی حکم یہی ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکا مثل پیدا ہو سکتا ہو تو بالاتفاق یہ دینار بائع کو حلال ہو اور اگر بائع نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ چپ چاپ تو چپ رہتا اور انکار کرنا دونوں کا حکم ایک ہی ہے ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑا لیا اس شرط سے کہ وہ باندی پھر لیتا قبول کرے اور مشتری کو پورا ثمن واپس کر دے تو یہ صورت اور ایک دینار باقی رکھنا دونوں برابر ہیں اور اگر بجائے کپڑے کے کچھ درہم ہوں پس اگر اُسی مجلس میں اُن درہم ہوں پر قبضہ ہو گیا تو بھی حکم یہی ہے اور اگر وہ درم میعاد دیا اور کرنے کے تھے تو کسی وجہ سے جائز نہوگا کیونکہ یہ بیع صرف ہو اور اگر بجائے درم کے کچھ طعام عطا کر دیا جسا وصف بیان کر کے اُسکے ادا کرنے کی مدت قرار پائی تھی اور حال یہ کہ بائع اس بات سے انکار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہے اور دونوں نے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا اور عیب ایسا ہو کہ جیسا مثل پیدا ہو سکتا ہو تو یہ صلح جائز ہو اور اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو طعام باطل ہو گیا کیونکہ یہ معاوضہ دین کا دین سے ہے اور ثمن کے دینار اُس باندی صحیح کی قیمت پر اور اُسکی عیب دار قیمت پر تقسیم کیے جاوینگے اور جتنے ر





اور اسی طرح اگر اسکو سچ رہا پھر فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہاں تک کہ عیب سے صلح کر لی تو بھی جائز ہے اور اگر اسکو قطع کر لیا اور نہ سلایا یہاں تک کہ اسکو فروخت کر دیا پھر عیب سے صلح کر لی تو صلح صحیح نہیں ہوا ورنہ سببہ رنگنا امام اعظم رحمہ کے نزدیک فقط قطع کرنے کے مانند ہوا در صاحبین کے نزدیک قطع کرنے اور سلانے کے مانند ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گدھا خریدا اور اس میں کوئی قدری عیب پایا اور اسکو واپس کرنا چاہا پھر دونوں میں ایک دینار پر صلح کرادی گئی پھر اس میں دوسرا عیب پایا تو اسکو اختیار ہے کہ گدھا مع دینار کے واپس کر دے یہ قنینہ میں لکھا ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک کرگھون دس درم کو خرید کر اور کڑ پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ کڑ میں اتنا عیب پایا کہ دسویں حصہ کا نقصان پڑتا تھا اور اسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس عیب کے عوض ایک کڑ جو معین دینے پر اس سے صلح کی تو یہ جائز ہے اور یہ جو نقصان عیب کے عوض ہو گئے اور اگر کڑ جو کا غیر معین ہو اور اسکا وصف بیان کر کے اسکی میعاد مقرر کی جاوے تو صلح باطل ہے کیونکہ یہ صورت بمنزلہ اسی بیع سلم کی صورت کے ہے جس میں اس مال ادا نہ کیا گیا ہو پھر اگر اسنے دسواں حصہ ثمن کا دیا اور کہا کہ یہ ایک کڑ جو کا حصہ ہے تو جائز ہے اور جو سلم میں ہو جائیگے اور اسی طرح اگر اسکو پورا ثمن دیدیا تو بھی جائز ہے اور اگر اسکو دسواں حصہ ثمن کا دیا اور یہ نہ کہا کہ یہ حصہ جو کا ہے تو جو کچھ ادا کیا ہے وہ بخلہ ثمن کے ہوگا تو دسواں حصہ کہ فقیر کا ثابت ہوگا اور دسویں حصہ باطل ہو جائیگے یہ محیط میں لکھا ہے

**ساتویں فصل** وصی اور وکیل اور مرہن کی بیع و شری کے بیان میں اگر وصی نے میت کا مال فروخت کیا تو اسکا عہدہ اس کے ذمہ ہے اور عیب کی وجہ سے اسکو واپس کیا جاوے گا۔ اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ثمن ادا کرنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری سوا سے ثمن کے ایک ہزار درم کا قصداً ہو کر مر گیا اور سوائے اس غلام کے اسکا کچھ مال نہ تھا پھر وصی نے اس غلام میں کچھ عیب پایا اور بدوین قاضی کے حکم کے بائع کو واپس کر دیا تو قرض خواہ اس نضر کو نہیں توڑ سکتا ہے اور وصی بائع سے آدھا ثمن لیکر قرض خواہ کو دیگا اور اسی طرح اگر بغیر عیب کے اسنے اقالہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مرحضی میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے وصی سے اس غلام کو واپس نہ لیا یہاں تک کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا پس اگر قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہوا تو اسکو واپس نہ کر دیگا بلکہ فروخت کر کے ثمن دونوں کو تقسیم کر دیگا اور بائع نقصان عیب کا ضامن نہ ہوگا نہ قاضی کی بیع کر دینے سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور اگر قاضی واقف نہ ہوا اور وصی نے بائع سے عیب کے باب میں جھگڑا کیا تو قاضی عیب کی وجہ سے غلام بائع کو واپس کر دیگا اور جو ثمن بائع کا میت کے اوپر تھا وہ باطل ہو جائیگا پس اگر دوسرے قرض خواہ نے اپنے قرض ہونے پر گواہ پیش کیے تو بائع کہ جسکو غلام واپس دیا گیا ہے ہمارا کیا جائیگا کہ اگر چاہے تو واپسی کو باقی رکھے اور دوسرے قرض خواہ کو غلام کا آدھا ثمن دیدے پس ثمن دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گیا اور چاہے تو واپسی کو توڑ دے اور وہ غلام وصی کو واپس کر دے تاکہ دونوں کے قرضہ بین فروخت کیا جاوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پس اگر قاضی کے واپس کر دینے کے بعد غلام مر گیا ہو یا اس میں کوئی عیب دوسرا بائع کے پاس پیدا ہو گیا ہو

کتاب المیراث  
باب ششم  
خاریب  
مسئلہ  
اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ثمن ادا کرنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری سوا سے ثمن کے ایک ہزار درم کا قصداً ہو کر مر گیا اور سوائے اس غلام کے اسکا کچھ مال نہ تھا پھر وصی نے اس غلام میں کچھ عیب پایا اور بدوین قاضی کے حکم کے بائع کو واپس کر دیا تو قرض خواہ اس نضر کو نہیں توڑ سکتا ہے اور وصی بائع سے آدھا ثمن لیکر قرض خواہ کو دیگا اور اسی طرح اگر بغیر عیب کے اسنے اقالہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مرحضی میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے وصی سے اس غلام کو واپس نہ لیا یہاں تک کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا پس اگر قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہوا تو اسکو واپس نہ کر دیگا بلکہ فروخت کر کے ثمن دونوں کو تقسیم کر دیگا اور بائع نقصان عیب کا ضامن نہ ہوگا نہ قاضی کی بیع کر دینے سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور اگر قاضی واقف نہ ہوا اور وصی نے بائع سے عیب کے باب میں جھگڑا کیا تو قاضی عیب کی وجہ سے غلام بائع کو واپس کر دیگا اور جو ثمن بائع کا میت کے اوپر تھا وہ باطل ہو جائیگا پس اگر دوسرے قرض خواہ نے اپنے قرض ہونے پر گواہ پیش کیے تو بائع کہ جسکو غلام واپس دیا گیا ہے ہمارا کیا جائیگا کہ اگر چاہے تو واپسی کو باقی رکھے اور دوسرے قرض خواہ کو غلام کا آدھا ثمن دیدے پس ثمن دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گیا اور چاہے تو واپسی کو توڑ دے اور وہ غلام وصی کو واپس کر دے تاکہ دونوں کے قرضہ بین فروخت کیا جاوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پس اگر قاضی کے واپس کر دینے کے بعد غلام مر گیا ہو یا اس میں کوئی عیب دوسرا بائع کے پاس پیدا ہو گیا ہو

یا اسے اسکو آزاد یا مدبر کر دیا ہو یا باندی کی صورت میں اسکو ام ولد بنالیا ہو تو بائع کو ادھائن ادا کرنا مقین ہو کہ ضرور ہوگا پس اگر غلام کی قیمت واپسی کے دن اسکے ثمن سے اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ ایسا ٹوٹا اٹھاتے ہیں تو وہ عفو کردی جائیگی اور اگر اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ اسکو نہیں اٹھاتے ہیں تو عفو نہ کیا جائیگی یہ محیط مرضی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک غلام اپنے صحت میں ہزار درم کو خریدا اور غلام پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ بیمار ہوا اور اسپر ایک ہزار درم قرض تھے پھر اس نے غلام میں کوئی عیب پایا اور بدون قاضی کے حکم کے واپس کیا یا بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور اسے اقالہ کر لیا پس اگر مشتری اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو جو کچھ اسے کیا ہو سب صحیح ہوگا اور اگر مرض سے اچھا نہ ہوا اور مر گیا اور غلام کی قیمت اسکے ثمن کے برابر یا اس سے کم ہے اور سوائے اس غلام کے اسکا کچھ مال نہیں ہو تو اسکا حکم بھی مثل وصی کی صورت کے ہوگا کہ جب اسے غلام قاضی کے بدون حکم کے واپس کر دیا تھا یا اسے بیع کا اقالہ کر دیا تھا اور غلام کی قیمت اسکے ثمن کے برابر یا اس سے کم تھی۔ اور اگر بائع نے غلام کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ مشتری نے اپنے مرض کی حالت میں قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی غلام کو واپس کر دیا خواہ دوسرے قرض خواہ کے قرض سے وادعت ہو یا نہ ہو پس اگر مشتری اپنی بیماری میں وہ غلام بائع کو واپس کرنے کے بعد مر گیا تو اسکا حکم مثل وصی کی اس صورت کے حکم کے ہے کہ جب اسے عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے غلام واپس کیا تھا اور قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے وادعت نہ ہوا تھا لیکن اتنا فرق ہو کہ اس صورت میں اگر غلام کی قیمت اسکے ثمن سے زیادہ ہوگی تو بائع مختار نہ رہے گا بلکہ واپسی توڑ دیجائیگی اور غلام فروخت کر دیا جائیگا اور اسکا ثمن دونوں کو ادھا ادھا تقسیم کر دیا جائیگا اور اگر بائع نے کہا کہ میں غلام لیے بیٹا ہوں اور ادھی قیمت دیتا ہوں تاکہ محاباۃ ربح ہو تو یہ اختیار اسکو نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ بیع کرنے کے وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی پھر اس سے عیب کے باب میں جھگڑا کیا گیا اور اسے بیع کو بدون حکم قاضی کے قبول کیا تو بیع وکیل کے ذمہ پڑیگی اور موکل کے ذمہ نہ ہوگی اور بیع وکیل کی ہو جائیگی اور اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ موکل سے جھگڑا کرے اور اگر اس میں جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہو تو اسکے گواہ قبول نہ کیے جائیگے اور یہ حکم اس صورت میں ہی کہ وہ عیب ایسا ہو کہ جسکے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور اگر وہ عیب قہری ہو کہ جسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہو تو عامہ روایات پیوستہ بہن دوکالت و ما ذون میں یہ مذکور ہے کہ وہ وکیل کے ذمہ پڑیگی اور یہی صحیح ہے اور اسی کو فقہ ابو بکر نے لیا ہے۔ اور اگر واپس کرنا قاضی کے حکم سے تھا پس اگر گواہ کے ساتھ تھا تو موکل کو لازم ہوگی خواہ عیب قہری ہو یا حادث ہو اور اگر واپسی کا حکم وکیل کے قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ہو تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر وکیل کے اقرار کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس کی گئی پس اگر وہ عیب ایسا تھا کہ اسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہو تو یہ واپسی موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسا عیب تھا کہ جسکے مثل پیدا ہو سکتا ہو تو وکیل کے ذمہ پڑے گی اور وکیل کو یہ اختیار ہوگا کہ موکل سے جھگڑا کرے پس اگر وکیل نے اس بات گواہ قائم کر دیے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہو تو وہ شو قاضی موکل کو واپس کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر وکیل کے پاس گواہ نہ ہوں تو اسکو اختیار ہو کہ موکل سے قسم لے لے پس اگر وہ قسم سے باز رہا

یعنی بائع میں جو محاباۃ لازم آتی ہو کہ زیادہ قیمت کی چیز جو بیع کی ہو اس کے واپس ہو

تو قاضی اسکو واپس کر دیگا اور اگر اُس نے قسم کھالی تو وہ شو وکیل کے ذمہ پڑگی اور یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت میں ہو کہ وکیل آزاد اور عاقل ہو اور اگر مکتب یا ایسا غلام ہو کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا جھگڑا اُنھیں دونوں کے ساتھ رہیگا اور وہ دونوں اپنے موئے پر نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ غلام کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہو اس شخص کے عوض فروخت ہوگا اور مکتب کے ذمہ قرض لازم ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار وکیل کو ہی اور اُسی کو واپس بھی دیا جائیگا تا وقتیکہ وہ زندہ اور اتنا عاقل ہو کہ عمدہ وکالت لازم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر اس عمدہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس طرح کہ مجبور غلام ہو یا لڑکا مجبور ہو تو موکل کو واپس کیا جائیگا پس اگر وکیل اس عمدہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ مر گیا اور کوئی وارث یا وصی نہ چھوٹا تو موکل کو واپس کیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے شخص کے غلام کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے آپ کو اپنے مالک سے میرے واسطے ہزار درم کو خرید اُسے کہا کہ اچھا پس وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ کو میرے باحق غلام شخص کے واسطے ہزار درم کو فروخت کر دے اور اُسے ایسا ہی کیا تو وہ غلام حکم کرنے والے کا ہوگا پس اگر اُسے غلام میں کوئی عیب پایا اور بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر غلام کو اپنے آپ کو خریدنے کے دن یہ عیب معلوم تھا تو اُسکی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر غلام کو معلوم نہ تھا تو حکم کرنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہی اور وہی غلام اُس میں والی خصوصیت ہوگا اور خود غلام کو بدو حکم کرنے والے کی رائے دریافت کرنے کے واپس کرنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی باندی موکل کے واسطے خریدی اور اُسکو موکل کے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اس میں کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو اور موکل کو سپرد کر دینے کے بعد اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن اگر موکل حکم کر دے تو ہو سکتا ہو پس اگر پہلی صورت میں بائع نے یہ دعوے کیا کہ موکل اس عیب پر راضی ہو گیا ہو اور موکل وہاں موجود نہ تھا اور بائع نے وکیل یا موکل کی قسم طلب کی تو ہمارے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور جبکہ وکیل سے قسم نہ لی گئی اور وکیل نے باندی بائع کو واپس کر دی پھر موکل حاضر ہوا اور اپنے رضامند ہونے کا دعوے کیا اور باندی کو بائع کے پاس سے واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر بائع نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول کیے جائیں گے اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ موکل عیب پر راضی ہو گیا ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہو یہاں تک کہ اُسکو جھگڑا کرنے کا حق باقی نہ رہیگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور اگر وکیل نے یہ اقرار کیا کہ موکل نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو اُسکے اقرار کی اُس کی ذات پر تصدیق کیجاوگی اور بیع اُسکے ذمہ پڑگی لیکن اگر موکل لینے پر راضی ہو جاوے یا اس بات پر گواہ قائم ہوں کہ موکل نے بائع کو عیب سے بری کیا تو موکل کو لازم ہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ اور اگر اس مسئلہ میں خرید کے وکیل کی جگہ عیب میں خصوصیت کرنے کا وکیل ہو اور بائع دعوے کرے کہ مشتری عیب پر راضی ہو گیا ہو تو وکیل کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ موکل خود حاضر ہو کر قسم کھاے یہ محیط میں لکھا ہو۔ خرید کے وکیل نے



اگر کوئی چیز خریدی اور اُسکو موکل کے سپرد کر دیا اور موکل نے اُس میں کچھ عیب پایا تو وکیل کو واپس کر دے۔ پھر وکیل بائع کو واپس کرے یا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اُس میں عیب سے پہلے کچھ عیب پایا اور بائع کو عیب سے بری کر دیا تو جائز ہو اور بیع موکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد ایسا کیا تو بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو کذا فی الاملاصہ جس شخص نے وکیل سے خرید ا ہو وہ عیب کی وجہ سے وکیل ہی کو واپس کرے یا اگر پرشن موکل کے پاس پہنچ گیا ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہو۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی ایسا غلام خرید جس کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا پھر قبضہ سے پہلے اُس کے عیب پر واقع ہوا تو وکیل کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہو خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پس اگر اُس نے واپس کر دیا تو واپس ہو جائیگا اور اگر عیب پر راضی ہو گیا پس عیب اگر تھوڑا ہو تو بیع موکل پر نافذ ہوگی اور اگر بہت ہو تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور یہ احسان ہو لیکن اگر موکل راضی ہو جائے تو بیع کا نفاذ اُسی پر ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہو۔ منتقی میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے موافق اگر بیع مع عیب کے اُس قدرشن کے جس کے عوض خریدی گئی ہو برابر ہو اور وکیل اُس پر راضی ہو جاوے تو بیع موکل کے ذمہ پڑے گی اور زیادات میں ہوگا اگر قبضہ سے پہلے وکیل عیب پر راضی ہو گیا تو بیع موکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد راضی ہوا تو وکیل کے ذمہ پڑے گی موکل کو لازم نہ ہوگی اور اُس میں تفضیل تھوڑے عیب اور بہت کی مذکور نہیں ہے اور صحیح وہ ہے کہ جو منتقی میں مذکور ہے۔ خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر موکل نے عیب دیکھنے کے بعد وکیل سے کہا کہ میں اس عیب پر راضی نہیں ہوتا ہوں پھر وکیل اُس پر راضی ہو گیا تو موکل کو اختیار ہے کہ بیع اُس کے ذمہ ڈالے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوثا ہے اور یہ معلوم ہوا کہ وکیل کا یہ اقرار وکیل ہونے سے پہلے ہی یا اُس کے بعد ہو پھر اُس نے غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر وہ شخص وکیل کی گفتگو پر مطلع ہوا تو اُسکو اختیار ہے کہ وکیل کو واپس کر دے اور وکیل اپنے موکل کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر مشتری نے وکیل کا یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوثا ہے بیع کرنے سے پہلے سنا تھا پھر وہ غلام اُس سے خرید کیا تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وکیل کو واپس کرے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر وکیل سے خرید کھنے والے شخص نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اپنا شن وکیل سے لے لیا اگر اُسکو ادا کر چکا ہو اور اگر موکل کو ادا کیا ہو تو موکل سے لے لیا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُس میں عیب پایا اور اُسکو پہلے مشتری کو واپس کر دیا پس اگر اُس نے قبضہ سے پہلے قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی سے واپس کیا ہو تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا تھا پھر پہلے مشتری کو واپس کیا پس اگر یہ واپسی قبضہ سے قاضی بگاوان ہو یا پہلے مشتری کے قسم سے انکار کرنے پر یا عیب کے اقرار کرنے پر واقع ہوئی تو پہلے مشتری کو واپس کر دینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ عیب پہلے بائع کے پاس کا ہو اور قبضہ سے قاضی یا قریب کے متنبی میں مذکور ہے کہ مشتری نے اقرار کیا پھر وہ اقرار بگاوان ثابت کیا گیا اور اگر اُسکو پہلے مشتری کی رضامندی سے واپس کیا

تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کرتا تاہذا وضوح قول یہ ہے کہ جو عیب ایسے ہیں کہ پیدا ہو سکتے ہیں جیسے مرض وغیرہ اور جو عیب کہ نہیں پیدا ہو سکتے ہیں جیسے زائد اٹھلکی و وزن کا حکم کیا ان پر نہ کافی میں لکھا ہو شقی میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دار خرید اور اس کو کسی شخص سے بیع سلم ٹھہرائی پھر قبضہ سے پہلے وہ وزن نہ ہونگے پھر اس دار میں کوئی عیب پایا تو اس کو اختیار ہو کہ دار اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر وہ وزن جدا ہو سکے اور ان دونوں نے بیع سلم توڑ دی تو بھی اس کو یہ اختیار ہو کہ بائع کو واپس کر دے اور یہ شرط ضرور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے عتار کی بیع ان کے نزدیک ناجائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے سے ایک غلام بزار دوم کو خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر اسے سنو دینار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دوسرے مشتری نے اپنے بائع سے ملاقات کر کے پچاس دینار میں زیادہ کر دیے اور زیادتی صحیح ہوئی اور مشتری نے وہ زیادتی بائع کو دیدی پھر دوسرے مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اسی بائع کو واپس کر دیا تو اپنا سن اور زیادتی واپس کر لے اور پہلے مشتری کو یہ اختیار ہو گا کہ اپنے بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور ایسی صورت میں اگر بائع اور مشتری دونوں نے دوبارہ از سر نو پہلے سن سے کم یا زیادہ پر بیع کی پھر اس کو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار ہو گا کہ اس عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کرے خواہ یہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور ایسی صورت میں اگر دوسرے مشتری نے سن میں ایک معین اسباب بڑھا دیا پھر اسے غلام میں کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے پہلے مشتری کو واپس کر دیا تو پہلا مشتری پہلے بائع کو واپس کر سکتا ہے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام میں کوئی عیب نہ پایا لیکن وہ اسباب دوسرے بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہو گیا اور قیمت اسباب کی پچاس دینار تھی تو ایک تہائی غلام کا عقد بیع ٹوٹ جائیگا اور یہ تہائی دوسرے بائع کی ملک میں آجائے گی پس اگر دوسرے مشتری نے اسکے بعد غلام میں کوئی عیب پایا اور باقی دو تہائی قاضی کے حکم سے دوسرے بائع کو واپس کر دیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار ہو کہ وہ غلام اسی عیب کی وجہ سے پہلے بائع کو واپس کر دے اور اگر وہ اسباب تلف نہوا لیکن مشتری نے تہائی غلام میں بیع کا اقالہ کر لیا پھر باقی میں عیب پایا تو دوسرا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور قسم کھالی اور پہلے مشتری نے ترک خصوصیت پر عزم کر لیا اور غلام کو اپنے پاس رکھا پھر غلام میں کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہو۔ تو اس کو اختیار ہو کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور پہلے مشتری نے ترک خصوصیت پر عزم کیا اور قسم کھالی اور دوسرے مشتری سے قسم نہ کھلائی پھر غلام میں کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہو تو اس کو اختیار نہیں ہو کہ بائع اول کو واپس کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور مشتری کو جب یہ بات معلوم ہو کہ وہ بیع کے دعوے کرنے میں صادق ہو تو اس کو اپنا یہ معاملہ اللہ کے نزدیک سمجھ کر واپس کرنے کی

گنجائش نہیں ہو لیکن اگر اسے اس بات کا عزم کیا کہ میں اگر کبھی گواہ بھی لاؤں گا تو بھی دوسرے مشتری سے جھگڑا نہ کروں گا تو اشد کے نزدیک بھی اُسکو واپس کرنے کی گنجائش ہو۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اسی صورت میں اگر دوسرے مشتری نے بیع واقع ہونے کی تصدیق کی پھر کہا کہ وہ بطور تلخیص کے تھی یا اسمین خیار شرط یا خیار ردیت تھا یا وہ بیع فاسد تھی کہ ٹوٹ گئی تو بھی پہلا مشتری عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر سکتا ہو اور اگر بیع کے اقرار کے بعد دونوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ اس بیع کے ساتھ خیار کی شرط تھی پھر اُسکو خیار والے نے ٹوڑ دیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر دونوں نے قاضی کے سامنے بیع کا اقرار کیا پھر دونوں اپنے اس اقرار سے یوں پھر گئے کہ ہم نے کچھ اقرار نہیں کیا ہو تو قاضی ان دونوں کا احکار بیع کے فیصلے میں شمار کرے گا یہاں تک کہ اگر دوسرا مشتری غلام کو اپنے پاس رکھنے یا آزاد کرنے کا ارادہ کرے تو صحیح ہو گا اور وہ سہرا بائع پہلے بائع کو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور اسمین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا ہو کہ میں نے یہ غلام غلام شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہوں گے اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہو گا خواہ وہ غلام شخص حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مشتری نے یہ غلام اس شخص کے ہاتھ سے بیچ ڈالا ہو اور وہ شخص موجود تھا لیکن دونوں خرید فروخت سے انکار کرتے تھے تو پہلا مشتری واپس نہیں کر سکتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام بارہ دینار کو چوکایا اور بائع نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے وہ بھکو بہہ کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر کے بارہ دینار بائع کو بہہ کر دیے اور اُسے اپنے قبضہ میں لے لیے پھر مشتری یعنی جسکو بہہ کیا گیا ہو اُسے غلام میں کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہیں کر سکتا ہو کذا فی التفسیر

**نَوَانِ بَاب** اُن چیزوں کے بیان میں جنکی بیع جائز ہو اور جنکی بیع جائز نہیں ہو اور اسمین دس

فصلین ہیں

**فصل اول** دین کی بیع بعوض دین کے اور ثمن کی بیع اور قبضہ سے پہلے بسبب جہا ہو جانے کے عقد کے باطل ہو جانے کے بیان میں۔ دین کی بیع بعوض دین کے جائز ہو جبکہ دونوں بدل پر حقیقتہ یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد یا ایک پر حقیقتہ اور دوسرے پر حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونوں شخص مجلس سے جدا ہوں خواہ وہ بیع صرف ہو یا نہ ہو اور دونوں بدل پر حقیقتہ قبضہ ہونے کی یہ صورت ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار دس درم کو خریدا یا غلام کو بیع صرف واقع ہوئی اور دونوں کے حضور میں درم دینار موجود نہ تھے پھر دونوں اُسی مجلس میں ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوئے تو یہ بیع جائز ہو اور اسی طرح اگر بیسے یا طعام بعوض درہوں کے خریدا اور یہ بیع صرف نہ ہوئی اور یہ چیزیں ان دونوں کے حضور میں موجود نہ تھیں پھر اُسی مجلس میں دونوں ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوئے تو جائز ہو اور دونوں بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہو کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے اور اُسکا اسپر ایک دینار قرض تھا

پھر ہر ایک نے اپنا قرض بعض دوسرے کے قرضہ کے خرید یا بانٹک کہ یہ صورت بیع صرف کی ہوئی یا بیع صرف کی صورت نہ واقع ہو اس طرح ہر کسی کے دوسرے پر پیسے یا طعام قرض تھا اور دوسرے کے اس شخص پر چند درم قرض تھے پھر ہر ایک نے اپنے قرضہ کو بعض دوسرے کے قرضہ کے خرید لیا اور جدا ہو گئے تو بیع جائز ہو اور ایک بدل پر حقیقہ اور دوسرے پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہے کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے پس اس قرضہ دار نے ان قرض کے درہون کو ایک دینار کے عوض مول لیا اور دینار ادا کر دیا اور مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع جائز ہی اور اسی طرح اگر کسی شخص کے دوسرے پر کچھ گیہوں قرض تھے پھر ان گیہوں کے قرضہ دار نے ان گیہوں کو چند درم کے عوض قرض خواہ سے مول لیا اور وہ درم اسی مجلس میں ادا کر دیے تو جائز ہی اور صلح انقادے میں مذکور ہو کہ اس گیہوں کے مسئلہ میں بیع جائز نہ ہوئی اگرچہ درم اسی مجلس میں ادا کر دیے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو صلح انقادے میں مذکور ہو یہ اس صورت پر محمول ہے کہ وہ گیہوں اس شخص پر بطریق بیع سلم کے تھے اور اگر وہ گیہوں بطریق قرضہ کے ہوں یا کسی بیع کا ثمن ہوں تو جس طرح ہم نے ذکر کیا ہو بیع جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر فقط ایک بدل پر حقیقہ یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہو جاویں پس اگر اس ایک بدل پر حقیقہ قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہوئے تو سو اسے بیع صرف کے اور بیع میں جائز ہی اور بیع صرف میں جائز نہیں ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک دینار دس درم کو خریدا یا بانٹک کہ بیع صرف واقع ہوئی پھر دینار پر قبضہ کر لیا اور دس درم سپرد نہ کیے یا دس درم پر قبضہ کر لیا اور دینار سپرد نہ کیا یا بانٹک کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر پیسے یا طعام بعض درہون کے خرید یا بانٹک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور ایک بدل پر حقیقہ قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہی اور اگر فقط ایک بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہوئے تو بیع جائز نہیں ہے خواہ بیع صرف ہو یا نہ ہو اور اسکا بیان یہ ہے کہ کسی شخص کا دوسرے پر ایک دینار قرض تھا اور اس دینار کے قرضہ دار نے اسکو دس درم کو مول لیا یا بانٹک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دس درم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو یہ بیع صرف باطل ہو اور اسی طرح اگر اس کے پیسے یا طعام قرض تھا اور اس پیسے یا طعام کے قرضہ دار نے چند درہون کو خریدا اور درہم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور اسی فصل کا یاد رکھنا واجب ہے حالانکہ لوگ اس سے غافل ہیں کذا فی الذخیرہ۔ کسی نے دوسرے سے ہزار درم بعض سو دینار کے مول لیے اور درہون کے خریدار نے دینار ادا کر دیے اور درم بیچنے والے نے درہون کو نہ ادا کیا اور اس درم بیچنے والے کے درم خریدنے والے پر اس بیع صرف واقع ہونے کے پہلے سے ہزار درم قرض تھے پھر اس درم بیچنے والے نے اس کے خریدار سے کہا کہ میرے قرضہ کے ہزار درم جو تجھے واجب ہیں اس عقد صرف میں جو درم بھیرا واجب ہوئے ہیں انہیں بطور مقاصد لگالے اور مشتری اس پر راضی ہو گیا تو یہ بیع صرف استحساناً جائز ہے اور بیع صرف واقع ہونے کے بعد سبب خرید کے جو قرضہ واجب ہو اس کے مقاصد کر لینے میں اختلاف ہو مثلاً کسی نے دوسرے سے چند درم بعض ایک دینار کے خریدے اور دینار ادا کر دیا اور درہون پر قبضہ نہ کیا یا بانٹک کہ اس درم خریدنے والے نے درم فروخت کرنے والے سے بعض اتنے درہون کے



ایک کپڑا خریدنا پھر وہ ہونے لگے اور ہونے کے مشتری نے یہ کہہ کر جو میرے درم تھیں اس کپڑے کے عوض وہاں  
 ہو گئے انکو آتے اور ہونے میں نکالے جو تیرے درم تھیں پھر تیرے حق کی وجہ سے واجب ہو۔ میں اور دونوں  
 اسپر۔ اسی ہو گئے انکو سلیمان کی روایت میں مذکور ہے کہ بیع جائز ہو اور زیادات میں بھی اسی طرف اشارہ ہے  
 اور ابوحنیفہ کی روایت میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک معین پیسہ دو  
 پیسوں کے عوض بیجا تو معین ہو۔ نئے کے سبب سے بیع جائز ہے یہاں تک کہ اگر قبضہ سے پہلے ایک تلف ہو جاوے  
 تو بیع باطل ہو جاوے گی اور اگر دونوں میں سے کوئی شخص اس کے مثل ادا کرنا چاہے تو اسکو یہ اختیار ہوگا یہ شرط  
 طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک غیر معین پیسہ بعض دو غیر معین پیسوں کے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگر پہ  
 دونوں اسی مجلس میں قبضہ کر لیوں اور اگر ایک معین پیسہ دو غیر معین پیسوں کے عوض بیجا یا استعلاء کیا تو  
 جائز نہیں تا وقتیکہ جو قرض ہو اسپر اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام اجل شمس الدین  
 حلوانی فرماتے تھے کہ جو حکم ان پیسوں کا مذکور ہو ادبی حکم بخار کے درہون کا ہو یعنی عطارہ کا اور ایسا ہی حکم  
 رصاص اور ستوق کا ہو اور مشائخ نے کہا ہے کہ عدالی کا بھی ایسا ہی حکم ہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ یہاں تک  
 کہ اگر ایک عدالی وغیرہ بعض دو عدالی کے وغیرہ کے فروخت کیا پس اگر باقون ہاتھ لین دین ہوا تو جائز  
 ہے یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر چند پیسوں کو بعض درہون کے اس شرط پر  
 فروخت کیا کہ ہر ایک کو دونوں میں سے اختیار حاصل ہو اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی  
 اور اگر اختیار دونوں میں سے ایک کا ہو تو بھی امام اعظم کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک  
 بیع جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور قدوری نے بھی اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر  
 کچھ پیسے بعض پیسوں کے اس شرط پر خریدے کہ وہ دونوں کو اختیار حاصل ہو اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو  
 بیع فاسد ہو اور اگر ایک کے واسطے اختیار کی شرط ہو تو بیع جائز ہے قدوری نے کہا کہ واجب ہے کہ یہ قول امام  
 رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا ہو اور مرقہ قدوری کی یہ ہے کہ جب اختیار ایک کا ہو تو دونوں کے  
 نزدیک بیع جائز نہ ہونی چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک پیسہ معین دو معین پیسوں کے عوض اختیار کی شرط پر  
 فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر بعض چند غیر رائج پیسوں کے ایسے مقام پر خرید کر  
 جان ان پیسوں کا رواج نہیں ہو پس اگر یہ پیسے معین تھے تو جائز ہے اور اگر معین نہ تھے تو جائز نہیں ہے۔ امام محمد  
 نے جامع میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک کمرہ طعام قرض لیا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے  
 والے نے قرض دینے والے سے وہ کمرہ جو اسپر قرض ہو سود میں کو خرید لیا تو جائز ہے اور اس قرض دینے والے پر  
 قرض لینے والے کا اسی کمرہ کے مانند دوسرا کمرہ واجب ہو گا پس اسکی خرید صحیح ہو بخلاف اس صورت کے  
 کہ اگر کمرہ قرض دار کے سود دوسرے شخص نے وہ کمرہ خرید لیا تو جائز نہیں ہے اور جب اس صورت میں خرید  
 جائز ہو گئی پس اگر ان سود ہون کو اسی مجلس میں نقد ادا کر دیا تو خرید پوری ہو گئی اور اگر قبضہ کرنے سے  
 پہلے دونوں جدا ہو گئے تو خرید باطل ہو گئی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر قرض لینے والے  
 کا قرض دینے والے پر بھی کوئی کمرہ گیسوں کا آتا ہو پھر ہر ایک نے دونوں میں سے اپنے قرض کو بعض

دوسرے قرضہ کے خرید اور دونوں جدا ہو گئے کیونکہ ایسی صورت میں بیع جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم جو کتاب میں مذکور ہوا امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک قرضہ کا کمرہ گیسو دن کا قرض لینے والے کی ملک ہوگا جب تک کہ بعد قبضہ کے وہ اسکو نابود نہ کرے پس فی الحال قرض لینے والے کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں ہے پس خرید صحیح ہوگی اور جب اسے اسکو نابود کر دیا پھر اب اس سے خریدا تو بلا اختلاف خرید نام صحیح ہے پھر اگر مشتری یعنی قرض لینے والے نے دوسرے اسی مجلس میں اوکریے پھر اس قرضہ کے کمرہ میں کچھ عیب پایا تو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہے بلکہ ثمن میں سے نقصان عیب اس لیکھا اور اگر وہ کمرہ قرض کہ جس پر قبضہ ہو چکا ہو تلف ہو گیا ہو تو اسکا حکم وہی ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے لیکن پہلی صورت میں اختلاف ہوگا اور دوسری صورت میں اجماع ہوگا۔ اور اسی طرح ہر ناپ یا تول کی چیزوں میں سوائے درم اور دینار اور فلوس کے اگر قرضہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قرض لینے والے نے اس کمرہ کو جو اس پر قرض ہے اسی کے مانند دوسرے کمرہ کے عوض خریدا تو خرید جائز ہے بشرطیکہ یہ کمرہ عین نقد ہو اور اگر دین ہوگا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے تو جائز ہوگا پس اگر قرض لینے والے نے قرض میں کچھ عیب پایا تو پہلی صورت کے برخلاف اسکو واپس نہیں کر سکتا اور نہ اسکا نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر قرض لینے والے نے قرض لیے ہوئے کمرہ کو بعینہ خریدا حالانکہ اس پر اسکا قبضہ ہو چکا ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک خرید نام صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور اگر قرض دینے والے نے قرض لینے والے سے اسی کو خریدا تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ سب کھرے ہوں اور اسے ان پر قبضہ کر لیا پھر اس قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ درم بعوض دینار کے خریدے تو صحیح ہے پھر جبکہ بیان بالا کفایہ خرید صحیح ہو گئی پس اگر اسے دینار اسی مجلس میں ادا نہ کیے اور دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر دیناروں پر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو بیع پوری ہو گئی پس اگر قرض لینے والے نے وہ قرض کے درم زین یا ہنرہ پائے تو اسکو واپس نہیں کر سکتا اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے یہ تاثر غانیہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص کے پاس دس درم ثابت تھے اور اسے کسی شخص کے ہاتھ بارہ ٹوٹے ہوئے درہم کے عوض فروخت کرنا چاہے تو بیع جائز ہوگی اور اگر ان کے جائز ہونے کا حیلہ تلاش کرے تو حیلہ یہ ہو کہ اس سے بارہ درم ٹوٹے ہوئے قرض لے اور دس درم پر قبضہ کر کے پھر دوسرے اس سے معاف کر لے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے پر کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا کہ جو ناپ یا تول یا شمار کی جاتی ہو اور مدعا علیہ نے مدعی سے وہ چیز سودینا کو خریدا پھر باہم دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہیں آتا تھا تو بیع باطل ہے خواہ وہ دونوں جدا ہو ہوں یا نہ ہوں اور اگر درم یا دینار یا پیسے اپنے دعوے میں بیان کیے اور ان کو مدعا علیہ نے بعوض درہم کے خرید اور درم اوکریے پھر دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہیں چاہیے تھا پس درم اور دینار کی صورت میں اگر دونوں جدا ہوئے اور اسی مجلس میں جو خریدا ہے اسے مانند لے لیا تو



صورت کے درہون میں کہ جمیں اوصی چاندی اور آدھا پتل ہر اور وہ خالص چاندی کے عوض فروخت ہونے  
پس اگر وہ چاندی جو درہون میں ہر پتل سے زائد ہر تو اُسکی بیع خالص چاندی کے ساتھ فقط برابر  
برابر جائز ہر اور اگر چاندی غالب نہو بلکہ پتل اور چاندی ٹھیک برابر ہون تو اُسکا حکم پہلی قسم کے  
حکم کے موافق ہر یہ محیط میں لکھا ہر۔ اور ان درہون کے عوض بیع کرنا یا انکا قرض دینا جائز نہیں ہر مگر وزن  
ہر کے حساب سے لیکن اگر خرید فروخت میں انکی طرف اشارہ کر دیا گیا تو یہ انکی مقدار اور وصف کا بیان  
ہو جائیگا جیسا حجت کی طرف اشارہ کرنے سے ایسا ہی ہوتا ہر۔ اور اگر سپرد کرنے سے پہلے ایسے درم تلف  
ہو جائیں تو بیع نہ ٹوٹے گی اور بیع صرت میں ان درہون کا حکم اُن درہون کے مانند ہر کہ جن میں میل اکثر ہر  
یہاں تک کہ اگر ان درہون کو انکی جنس سے فروخت کیا جاوے تو اُمتار کے ساتھ جائز ہر اور اگر خالص چاندی  
کے عوض فروخت کیا جاوے تو جائز نہو گا تا وقتیکہ خالص چاندی درہون کی چاندی سے زائد نہو یہ نہراضی  
میں لکھا ہر۔ جامع میں ہر کہ اگر درہون میں دو تہائی پتل اور ایک تہائی چاندی ہو اور اسکے عوض کسی  
شخص نے کچھ اسباب وزن سے خریدا تو ہر حال میں جائز ہر اور یہ درم متعین نہون گے اور اگر ان  
درہون میں سے چند درہون کے عوض بدون معین کیے ہوئے گنتی سے خریدا حالانکہ یہ درم انکے  
درمیان میں وزن کے حساب سے ہیں تو ایسی بیع میں کچھ خسر نہیں ہر اور اگر اُنکو معین کر کے گنتی سے  
خریدا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہر اگرچہ لوگوں میں اُنکے ساتھ باہم بیع کرنا وزن سے جاری ہو پھر  
اسکے بعد اگر اُنکے سوا دوسرے درم ادا کیے تو ان درہون کے وزن کی حاجت ہوگی اور اگر انھیں  
درہون کو ادا کیا تو بدون وزن کے ادا کرنا صحیح ہر جیسا کہ خالص درہون میں ہوتا ہر اور اگر ان درہون  
کو معین کیا اور اُن کا شمار رکھ دیا اور کہا کہ میں نے تجھے یہ اسباب بعوض اتنے درہون کے خریدا کہ  
انکا اتنا وزن ہر۔ اور لوگوں میں انکے ہوزن سے فروخت کرنے کی عادت جاری تھی تو یہ وزن  
یہ رہے گا اور اگر لوگوں میں ان کی گنتی سے فروخت کی عادت جاری تھی پس اگر اُنکو بدون معین کیے  
گنتی کی راہ سے اُن کے عوض کوئی چیز خریدی تو جائز ہر اگرچہ انھیں ہلکے اور بھاری ہون یہ ذخیرہ  
میں لکھا ہر اور اگر درم اس قسم کے ہون کہ اُس میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پتل ہو تو یہ درم بمنزلہ  
زیوت اور نہرہ کے ہیں اور اگر اُنکے عوض کوئی چیز خریدی پس اگر یہ درم اشارہ سے معین نہ تھے تو خرید  
جائز نہیں ہر مگر وزن کی راہ سے جائز ہر جیسا کہ کل کھوئی چاندی ہونے کی صورت میں جائز ہوتی ہر  
اور اگر ان درہون کو اشارہ سے معین کر دیا تو بدون وزن کرنے کے اُنکے عوض خرید کرنا جائز ہر اور اگر  
درہم ایسے ہون کہ اُن میں اوصی چاندی اور آدھا پتل ہو تو انکا حکم بالکل اُن درہون کے مانند ہر کہ جن میں  
دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پتل ہو یہ محیط میں لکھا ہر۔ اگر کسی نے ایسے درہون کے ساتھ کوئی اسباب  
خریدا پھر ان درہون کا رواج جاتا رہا اور لوگوں نے ان درہون کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو  
امام اعظم رحمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جاوے گی پھر خور کیا جاوے گا کہ اگر بیع بعینہ موجود ہو تو بائع اسکو  
لے لیکا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو مشتری اُسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور حکم

[illegible]



کہا کہ بیج جائز پہلی لیکن امام ابو سعت رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری پر وہ قیمت واجب ہوگی جو قبضہ کے دن تھی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت دن میں جو قیمت تھی کہ جب تک لوگوں نے ان درہون کے ساتھ معاملہ رکھا تھا واجب ہوگی اور اگر بیسوں کے عوض کوئی چیز خریدی پھر ان بیسوں کا رواج جاتا رہا تو اس میں بھی اسی قسم کا اختلاف ہے یہ نیا بیج میں لکھا ہوا اور بیسوں میں شرط مذکور ہے کہ ناروا جی عام ملک میں ہو اور اگر بعض شہر میں ہو اور بعض میں نہ تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیج باطل نہوگی اور مشائخ نے کہا کہ یہ جو بیسوں میں مذکور ہے امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے اور واسبب یہ کہ سبب ناروا جی اسی شہر کے کہ جس میں بیج واقع ہوئی ہے بیج منہی ہوا ہے یہ فتح القاری میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا بعض چند معین درہون کے جو اس قسم کے تھے کہ ان میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پتیل تھا خرید کیا اور یہ درم ان لوگوں میں دہن یا گنتی کے حساب سے چلتے تھے اور اسے یہ درم ادا کیے یہاں تک کہ وہ ضائع ہو گئے تو بیج نہ ٹوٹتی اور مشتری بائع کو اس کے مثل ادا کرے اور یہ حکم اس وقت ہوگا کہ انکی گنتی یا وزن معلوم ہو تا کہ مشتری ان کے مثل گنتی یا وزن کے حساب سے ادا کرے جیسا امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب میں لکھا ہے اور اگر گنتی یا وزن معلوم نہ ہو تو بیج ٹوٹ جاوے گی اور اگر درم اس قسم کے تھے کہ جن میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پتیل تھا تو وہ ہنزلہ ہنزلہ اور زبوت درہون کے ہو گئے کہ ان کے تلف ہونے سے بیج نہ ٹوٹتی اور مشتری ان کے وزن کے حساب سے ادا کر دیا بشرطیکہ ان کا وزن معلوم ہوا اور اگر معلوم نہ ہوگا تو بیج ٹوٹ جاوے گی اور اگر کوئی چاندی اور اودھ پتیل ہو تو ان میں بھی یہی حکم ہے اور اگر درہون میں دو تہائی پتیل ہو اور وہ اسباب کے طور پر وزن کے حساب سے فروخت ہوئے ہوں تو واجب ہے کہ معین کرنے سے متعین ہو جاوے پس سپرد کرنے سے پہلے بسبب تلف ہو جانے کے بیج باطل ہو جائیگی ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ ان فی الخطیہ اور اگر اس قسم کے درم کا سپرد ہو کہ ایسے ہو گئے کہ لوگوں میں ان کا رواج نہ ہا تو ان کا حکم ہنزلہ ہنزلہ فلوں کا سدہ اور زبوت اور رصاص ہے یہی ہاں تک کہ ان کے طرف اشارہ کرنے سے متعین ہو جائیگی اور اسی معین کی ذات کے ساتھ عقد متعلق ہوگا یہاں تک کہ اگر ادا کرنے سے پہلے تلف ہو جاوے تو عقد باطل ہو جائیگا لیکن مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ بائع اور مشتری دو وزن اس حال سے واقف ہوں اور دو وزن میں سے ہر ایک یہ بھی جانتا ہو کہ دوسرا اس بات کو جانتا ہے پس اگر دو وزن نہ جانتے ہوں یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دو وزن جانتے ہوں لیکن ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا اس سے واقف ہے تو عقد ان معین کے ساتھ اور اسکی جنس کے ساتھ متعلق ہوگا بلکہ جو درم رائج ہیں کہ جن سے لوگ اس شہر میں معاملہ کرتے ہیں ان سے متعلق ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب یہ درم بالکل رائج نہ ہوں اور اگر کچھ رائج ہوں کہ کوئی انکو لیتا ہو اور کوئی نہ لیتا ہو تو ان کا حکم زبوت درہون کا حکم ہے اور ان کے ساتھ خرید کرنا جائز ہے اور عقد بیج خاص ان کی ذات سے متعلق نہ ہوگا بلکہ ایسے زبوت درہون کی جنس کے ساتھ متعلق ہوگا بشرطیکہ خاص کر بائع

ذیوت رائج رصاص  
مالک کے درم اور  
شاید زبوت سے  
مستوفی درہون سے  
مستوفی درہون سے  
پس وزن کے ساتھ ہوتے  
زبوت درہون  
سبب تلف ہونے سے  
نہیں جانتے ہوں  
سوائے زبوت  
تا جہون ہوں  
اور بیج چھ امام

اُن کے حال سے واقف ہو اور اگر بائع اُنکے حال کو نہیں جانتا ہو تو عقد ان مشارا یہ کی جنس سے متعلق ہوگا بلکہ اس شہر کے چند درہمون کے ساتھ متعلق ہوگا یہ بدانے میں لکھا ہو اور خلاصہ اور بڑا زہ میں منتقی سے منقول ہو کہ اگر پیسے گران یا ارزان ہو گئے تو قول امام اعظم رحمہ اور اول قول امام ابو یوسف رحمہ میں مشترک ہے۔ اُنکے سوا دوسرے واجب نہوں گے اور امام ابو یوسف رحمہ کے دوسرے قول میں بیج کے دن جو قیمت بیج کی تھی دو دینی پڑیگی اور قرض میں قبضہ کے دن کی قیمت دینی پڑیگی اور اسی پر فتوے ہیں یہ نہر القائق میں لکھا ہے۔ اگر دم کے اقسام مختلف ہوں بعض اُن میں کے ایسے ہوں کہ اُن میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پتیل ہو اور بعض میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پتیل ہو اور بعض میں آدھی چاندی اور آدھا پتیل ہو تو ایک قسم کے دم کے بعض دوسری قسم دم کی زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ فروخت کرنے میں کچھ غوث نہیں ہے اور دھار میں خیر نہیں ہے اور اگر اُنکی ایک جنس کو اسی دم کی جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ فروخت کیا تو جس قسم میں کہ چاندی غالب ہو تو اس میں صرف برابر ہی برابر کے ساتھ جائز ہے اور جس قسم میں کہ پتیل غالب ہو یا چاندی اور پتیل دونوں برابر ہیں تو اس میں برابر ہی کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے لیکن صورت چاندی کا لحاظ کر کے یہ شرط ہے کہ ہاتھوں ہاتھ لین دین ہو اور ایسے مسئلہ پر قیاس کر کے مشائخ نے کہا کہ اگر عدائی جو ہمارے زمانہ میں رائج ہیں اُن میں سے اگر ایک بعض دو کے فروخت کیا تو ہاتھوں ہاتھ لین دین کرنے سے جائز ہوگا اور یہ جامع بحیر سے مذکور ہے کذا فی الحیطہ۔ اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے عدائی اور غطارفہ میں اس طرح کی بیج کے جو اذ پر فتویٰ نہیں دیا ہے کیونکہ یہی مال ہمارے ملک میں بہت بڑھ کر ہے پس اگر اسی میں زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز رکھا جاوے تو سود کا دروازہ کھلجاو بیجا ہے۔ ہر ایہ اور تین میں لکھا ہے۔

**دوسری فصل** پھلون اور انگور کے خوشون اور پتون اور فایزوں کی بیج اور کھیتی اور درخت اور گھاس کی بیج کے بیان میں۔ پھلون کی بیج ظاہر ہونے سے پہلے بالاتفاق صحیح نہیں ہے اور اگر ان کو نفع اٹھانے کے لائق ہو جانے کے بعد فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر نفع اٹھانے کے لائق ہو جانے سے پہلے ان کو فروخت کیا مثلاً ایسے تھے کہ بنی آدم یا چوپایوں کے کھانے کے لائق نہ تھے تو صحیح یہ ہے کہ بیج صحیح ہو اور شستر ہی پر اُسکا فی الحال توڑ لینا واجب ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اُنکو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت ہو پس اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پھل درختوں پر چھوڑ رکھے جاوین تو بیج فاسد ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اُنکا بڑھنا پورا نہ ہوا ہو اور اگر بڑھنا پورا ہو گیا ہو اور اُنکو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر اُنکو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط پر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک قیاساً صحیح نہیں ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک استحسنات صحیح ہے اور اسرار میں لکھا ہے کہ فتوے امام محمد رحمہ کے قول پر ہے کذا فی الکافی۔ اور تھنہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کا قول صحیح ہے کذا فی النہر القائق۔ اگر کسی نے تمام پھل فروخت کیے اور بعض ظاہر ہو گئے تھے اور بعض ظاہر نہ ہوئے تھے تو ظاہر مذہب کے موافق یہ بیج صحیح نہیں ہے۔ اور شمس الشمس حلوائی اور امام فضلی رحمہ دونوں شیخ پھلون اور بیلین اور خربزہ و غیرہ میں استحساناً

عقود میں بیج جائز اور ناجائز

تعالیٰ الناس جواز کا فتوے دیتے تھے اور جو پھل موجود ہوتے انکو عقد میں اصل انکر دانتے اور جو معدوم ہوتے انکو تاجع گردانتے اور اصح یہ ہو کہ یہ بیج جائز نہیں ہو یہ مبطلین لکھا ہو اور اگر پانوں کو مطلقاً خریدنا اور بیع کی اجازت سے انکو درخت پر چھوڑ دیا تو انکی زیادتی مشتری کو حلال ہو۔ اور اگر بائع کی بلا اجازت ان کو چھوڑ رکھا اور وہ اپنی ذات میں بڑھ گئے تو مستدر زیادتی انکی ذات میں ہوئی وہ صدقہ کر دے اور اگر انکی بڑھاؤ پوری ہونے کے بعد بلا اجازت انکو چھوڑ رکھا تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے ان کو مطلقاً فروخت کیا اور مشتری نے انکو درخت پر چھوڑ رکھا اور درخت کو کسی مدت معلوم تک اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہو اور اسکو زیادتی حلال ہوگی یہ کافی میں لکھا ہو۔ اور اگر پھلون کو مطلقاً بیرون توڑ لینے کی شرط کے خریدنا اور اس درخت میں پھر پھل آئے پس اگر بائع نے ہنوز مشتری اور پھلون کے درمیان تخلیہ نہ کیا اور قبضہ نہ دیا تھا تو بیع فاسد ہو جائیگی اور اگر قبضہ دینے کے بعد ایسا ہوا تو بیع فاسد نہ ہوگی اور دونوں کی شرکت ہو جاوے گی اور زائد پھلون کی مقدار بیان کرنے میں مشتری سے قسم لیکر اسکا قول معتبر رکھا جاوے گا اور یہی حال بیگن اور خربوزوں کا ہو اور اگر مشتری یہ چاہے کہ جو پھل نئے لگائے ہوں وہ میرے ہوں تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ بیگن اور خربوزہ اور رطبہ کے اصول خریدے تاکہ جو کچھ پیدا ہو وہ اسکی ملک میں پیدا ہو یہ نہ لکھا میں لکھا ہو اور اگر انگور کے خوشے خریدے اور ان میں سے بعض کچے اور بعض پگ گئے ہوں پس اگر ہر قسم کے بعض کچے اور بعض پگ گئے ہوں تو بیع جائز ہو اور اگر بعض قسم کے کچے اور بعض قسم کے پگ گئے ہوں تو جائز نہیں ہو اور صحیح یہ ہو کہ بیج دونوں صورتوں میں جائز ہو اور یہ جواز اسوقت ہو کہ کل فروخت کر دیا ہو اور اگر تھوڑا سا فروخت کیا اور اُس میں سے بعض کچے اور بعض پگ گئے ہوں یا سب کچے ہوں تو جائز نہیں ہو اور اسی طرح اگر وہ تاک جو شخصوں میں مشترک ہوا اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا اور اُس میں سے بعض کچے یا سب کچے ہوں تو بیع جائز نہیں ہو اور یہ حکم اسوقت ہو کہ کسی اجنبی کے ہاتھ سوائے اپنے شریک کے فروخت کیا ہو اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا تو کن الاسلام علی سعدی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ بیج جائز نہیں ہو یہ محیط وغیرہ میں لکھا ہو۔ اور اسکے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہو کہ کل فروخت کر دے پھر ادھی یا تانی وغیرہ حصہ کی بیج منع کر دے اور اگر انگور کے خوشے کچے اور گڑہ ہو جانے کے بعد خواہ مشائع ہو یا غیر مشائع ہو فروخت کیے تو جائز ہو یہ مراجعہ میں لکھا ہو۔ اگر انگور مع غلہ کے خرید کیا اور اسپر قبضہ کر لیا پس اگر کاشتکار راضی ہوا تو بیع جائز ہو اور اسکو شش میں سے حصہ ملے گا اور اگر وہ راضی نہ ہوا تو بیع جائز نہ ہوگی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو۔ اگر کچھ پھل خریدے کہ جن میں بعض کی صلاحیت ظاہر ہو گئی ہو اور باقی قریب صلاحیت کے ہوں اور انکا درخت پر چھوڑ رکھنا شرط کیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہو اور اگر باقی کا پکنا بہت دیر کے بعد ہو تو کچے ہوؤں کی بیج جائز ہو اور باقی کی بیج ناجائز ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے تاک انگور کے غنچ اس شرط پر خریدے کہ وہ ہون میں پھر اُس میں سے صرف نوے من نکلے تو مشتری کو اختیار ہو کہ بائع سے واپس لے لے جسے غنچ کا مطالبہ کرے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ کسی نے شہوت کے پتے خریدے اور کاشنے کی جگہ بیان نہ کی لیکن وہ مسرفاً

نہی  
بائع  
بائع





سے پہلے تھا تو امام ابو بکر محمد ابن افضل رحمتہ فرمایا کہ بیع جائزہ ہو اور خریدنے سے کے درختوں پہ واقع ہوگی اور اسکے بعد جو بتیان مصلحتیں کی مشتری کی ہوں گی اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط پر بیع واقع ہوئی تو جائز نہیں ہو پس اگر وہ قایم مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اُس میں سے فروخت کر دیا تو جائز نہیں ہو پس اگر اس نے اپنا حصہ فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حصہ مشتری کو ملے گا تا وقتیکہ بیع نہ ٹوٹے اور اگر اس شریک نے جس نے فروخت نہیں کیا ہو دوسرے شریک کی بیع کی اجازت دے دی اور راضی ہو گیا تو پھر اُسکو اختیار ہو کہ راضی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو۔ کسی نے ایک کھیتی جو بقل ہو فروخت کی پس اگر اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو کاٹ لے یا اُس میں اپنے چوپایہ چھوڑ دے کہ وہ اُسکو چروائیں تو بیع جائز ہو اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ کپنے کے وقت تک اُسکو کھیت میں چھوڑ دے تو جائز نہیں ہو اور ایسے ہی رطبہ کی بیع بھی اسی تفصیل پر ہو اور یہی مختار ہو اور اسی کو فقیر ابو اللیث نے لیا ہو یہ جو اہر اخلاطی مین لکھا ہو۔ فتاویٰ ابو اللیث مین مذکور ہو کہ ایک زمین دو شخصوں مین مشترک تھی کہ اُس میں دونوں کی کھیتی تھی اور ایک شریک نے اُدھی کھیتی یعنی اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ بدون زمین کے فروخت کر دیا پس اگر کھیتی پاک گئی ہو تو بیع جائز ہے اور اگر بکلی نہ ہو تو جائز نہیں ہو لیکن اگر اُسکا ساتھی راضی ہو تو جائز ہو خواہ اُسے مطلقاً فروخت کی ہو یا کاٹ لینے کی شرط کرنی ہو اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط کی ہو تو جائز نہیں ہو اگرچہ اُسکا شریک راضی ہو جاوے اور اگر دونوں مین سے ایک نے اُدھی کھیتی مع اُدھی زمین کے فروخت کر دی تو بیع جائز ہو اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جاوے گا پھر پہلی صورت مین جبکہ اُدھی کھیتی کی بیع ناجائز ٹھہری پس اگر اُسے عقد بیع کو فسخ نہ کیا یا خاک نہ کھیتی پاک گئی تو وہی عقد بیع جائز ہو بائیکا اور اگر پہلی صورت مین کھیتی مع زمین کے دو شخصوں مین مشترک ہو اور ایک شخص اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کر دے پس اگر کھیتی نہ بکلی ہو تو بیع جائز نہ ہوگی کذا فی المبحث۔ اور یہی مختار ہو۔ فقیر ابو اللیث کا کذا فی محیط السرخسی اور اس تفصیل پر حکم ہو کیا پس اور تمام قسم کی کھیتوں کا جبکہ وہ دو شخصوں مین مشترک ہوں اور ایک اپنا حصہ بدون زمین کے دوسرے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر اُدھی کھیتی مع اُدھی زمین کے اپنے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دی یا کسی اجنبی کے ہاتھ بدون اپنے ساتھی کی رضامندی کے بیچی تو بیع جائز ہو اور اجناس مین ہر کہ اگر اُدھی مشترک کھیتی اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو ظاہر الروایہ مین جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہو فتاویٰ صفحہ ۷ مین مذکور ہو کہ اگر ایک درخت دو شخصوں مین مشترک ہو اور ایک اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہیں ہو اور اگر تین شخصوں مین مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ دونوں ساتھیوں مین سے ایک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر دونوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہو یہ ظہیر یہ مین لکھا ہو۔ اگر کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک تھی اور زمیندار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر کاشتکار نے اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے

بیع جائزہ سے  
مختار ہے

کیونکہ وہ سب وکرنے میں تقسیم کا محتاج نہیں ہر اور اگر ایسی کھیتی کی ہوئی ہو تو ہر ایک کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو جامع الاصر کی کتاب المزارعت میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر ج نے فرمایا کہ تھائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر زمیندار نے ایسی زمین بیچی کہ جس میں اسکی اور کاشتکار کی مشترک کھیتی تھی تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کھیتی ہنوز سبزی ہو اس صورت میں کاشتکار کی اجازت پر بیج موقوف ہوگی خواہ اس نے زمین مع کھیتی فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فروخت کی ہو پس اگر اس نے زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کر دی اور کاشتکار نے زمین اور کھیتی دونوں کی بیج کی اجازت دیدی تو بیج نافذ ہو جاوے گی اور زمین کی قیمت اور کھیتی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جتنا زمین کے حصہ میں آوے وہ زمیندار کا ہو اور جو کھیتی کے حصہ میں پڑے وہ زمیندار اور کاشتکار میں آدھا آدھا تقسیم ہو جاوے گا اور اس صورت میں اگر کاشتکار نے بیج کی اجازت ندی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو کھیتی کہنے تک توقف کرے ورنہ چاہے تو ابھی بیج توڑ دے اگر زمیندار نے فقط زمین فروخت کی پس اگر کاشتکار نے بیج کی اجازت دی تو زمین مشتری کی ہوگی اور کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک رہے گی اور اگر کاشتکار نے بیج کی اجازت ندی تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر زمیندار نے زمین اور اپنا حصہ کھیتی کا فروخت کیا اور کاشتکار نے بیج کی اجازت دی تو مشتری زمین کو اور زمیندار کے کھیتی کے حصہ کو پورے ٹخن میں لے لے گا اور اگر کاشتکار نے اجازت ندی تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اور پختہ ہونے کی صورت میں اگر کاشتکار نے بیج فسخ کر نی چاہی پس اگر بیج کے وقت کھیتی کی ہوئی تھی تو بیج ہی کہ اسکو یہ اختیار ہوگا اور اسی صورت میں اگر فقط زمین یا مع اپنی کھیتی کے حصہ کے فروخت کیا ہو تو بیج بلا توقف جائز ہو اور اگر زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کر دی تو زمین کی اور زمیندار کی کھیتی کے حصہ کی بیج نافذ ہو جاوے گی اور کاشتکار کے حصہ کی بیج متوقف رہے گی پس اگر اس نے اجازت دیدی تو اس کے حصہ کی بیج بھی نافذ ہو جاوے گی اور اسکی کھیتی کے حصہ کا عوض ٹخن میں سے ملے گا اور باقی ٹخن زمیندار کا ہوگا اور اگر اس نے اجازت ندی تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ خریدنے کے وقت اسکو اس طرح کی کاشتکاری کا علم نہوا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک زمین میں کھیتی تھی اور زمیندار نے زمین بدون کھیتی کے یا کھیتی بدون زمین کے فروخت کر دی تو بیج جائز ہو اور اسی طرح اگر آدمی زمین بدون کھیتی کے فروخت کی تو جائز ہو اور اگر آدمی کھیتی بدون زمین کے فروخت کی تو جائز نہیں ہو لیکن اگر ایسی بیج زمیندار اور کاشتکار کے درمیان واقع ہو تو کاشتکار کو اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو اور اگر زمیندار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہی کہ بیج زمیندار کا ہو اور اگر کاشتکار کا ہو تو جائز ہونا چاہیے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اس صورت میں اگر کھیتی کی ہوئی ہو تو ہر ایک کاشتکار اور زمیندار کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو۔ جامع الاصر کے باب مزارعت میں لکھا ہے کہ اگر تھائی کے کاشتکار نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور

ع  
کہ کھیتی تھائی کی صورت میں  
بیج کی اجازت دے کی

شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ زمیندار نے اگر اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا یا کاشتکار نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور کھیتی اُس وقت تک بچی نہ تھی تنگ کر اُسکی بیع بسبب اس کے کہ شریک کو ضرر نہ پہونچے ناجائز قرار پائی تھی پھر اُس شریک نے اسکے بعد اپنا حصہ بھی اُسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا تو وہ پہلی بیع جائز ہو جاوے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ پھر جانتا چاہیے کہ اُدھی کھیتی بدون زمین کے بیچنا صرف اُسی موقع پر ناجائز ہے کہ جہاں کھیتی والے کو کھیتی برقرار رکھنے کا استحقاق حاصل ہو جیسے کہ اپنی ملکیت میں کھیتی ہوئی ہو لیکن اگر اُسکو برقرار رکھنے کا حق حاصل نہ ہو جیسے کہ کسی نے دوسرے کی زمین بطور غصب چھین کر زبردستی اُس میں کھیتی کر لی تو اُدھی کھیتی کی بیع جائز ہو گی اور اسی قیاس پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر اُدھی عمارت بدون زمین کے فروخت کی پس اگر وہ عمارت بنانے میں مستند تھا تو جائز نہیں ہے اور اگر اُس نے بطور غصب زبردستی بنائی تھی تو جائز ہے یہ عیض میں لکھا ہے۔ تیسرے میں ہے کہ جہاں رجہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے زمین خریدی اور اُس میں کھیتی ہوئی اور کھیتی اور زمین میں شریک کر لیا تو جائز ہے اور اگر فقط کھیتی میں شریک کیا تو جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر درخت پر لگی شاخ خریدی تو جائز ہے اور اگر ساگ کے کھیت میں لگا ساگ خریدا تو جائز نہیں ہے یہ قنبرہ میں لکھا ہے۔ اگر خرما کے درخت پر لگے ہوئے تازہ چھوڑے ہوئے ہوئے خشک چھوڑے ہوئے کے سونے بدون پیمانے خریدے تو جائز نہیں ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنی زمین دوسرے کو اُدھے کی بتائی پر اس شرط سے دی کہ وہ اُس میں درخت لگاوے اور اُسے شہوت کے درخت اُس میں لگانے پھر مدت مقرر کرنے کے بعد زمیندار نے اپنی زمین اور اپنا پودوں کا حصہ فروخت کر دیا تو صحیح ہے پس اگر قبضہ سے پہلے مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا تو بیع فاسد ہو گی اور یہ حکم ضرور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بیع صحیح ہو گی کیونکہ عتقار کی بیع ان دونوں کے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر گنے کو جم کر ادھنچا ہو جانے کے بعد ایک مٹھا کاٹ کر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اتنے اور اتنے مٹھے فروخت کیے تو جائز نہیں ہے اسی طرح گھوٹوں کے درخت کا بھی حال ہے اگر انکو فی الحال بڑھ جانے کے بعد کاٹ کر فروخت کرے تو جائز ہے اور اسی طرح درختوں میں اگر انکو فروخت کیا اور وہ فی الحال کاٹا یا اکھاڑ لینے کے واسطے قائم تھے تو بیع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ گھاس کا بیع کرنا اور اُسکا اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ گھاس اُسکی زمین میں ہو سو اسے اس کے مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زمین میں آنے نہ دے اور جب اُس نے روکا تو غیر کو یہ حق ہو چکا ہے کہ بون کے کئے کہ تیری زمین میں میرا بھی حق ہے پس یا تو مجھکو اُس تک پہونچنے دے یا اُس گھاس کو کاٹ کر میری طرف پھینک دے اور یہ حکم بیٹھے گھاس میں غیر کا حق متعلق ہونا اُس وقت ہے کہ وہ گھاس خود اُگی ہو اور اگر اس زمین کے مالک نے اُس زمین کو گھاس اُگانے کے واسطے سینچا اور اُسے استہ کیا ہو اور اُس میں گھاس اُگی ہو تو ذخیرہ اور محیط اور نازل میں مذکور ہے کہ ایسی گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ یہ اُسکی ملک ہے۔ اور اسی کو صدر الشہید

رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے اور اسی میں مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کے آس پاس خندق بنائی اور اُسکو نرکل اُٹکانے کے واسطے مہیا کیا اور اُس میں نرکل اُٹگے تو وہ اُسکی ملکیت ہو جاوے گی اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں کہ انہوں نے بحر الرائق اور اگر اُسکو کسی شخص نے اُسکی بلا اجازت کاٹ لیا تو اُسکو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور یہی مختار ہے جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور گھاس کے اجارہ لینے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ زمین کو چوپایہ کھڑا کرنے یا کسی دوسرے نفع کے واسطے جسقدر اجرت یا شہن پر اُسکا مالک راضی ہو اجارہ لیوے پس اس سے دو وزن کی غرض حاصل ہو جاوے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور گھاس کے حکم میں سب قسم کے چارے کہ جگو چوپایہ چرتے ہیں خواہ وہ خشک ہوں یا تر داخل ہیں بخلاف درختوں کے کہ وہ داخل نہیں ہیں کیونکہ گھاس وہ ہے جسکی ساق نہو اور درخت وہ ہے جس میں ساق ہو پس درخت گھاس میں داخل نہو گا یہاں تک کہ اگر درخت اُسکی زمین میں اُگے تو اُسکو فروخت کر سکتا ہے اور کماتہ کا حکم گھاس کے مانند ہے یہ تین میں لکھا ہے اگر اپنی زمین کے ٹکڑے کے پرنڈے کہ ہنوز وہ ہاتھ میں انہیں آئے فروخت کیے تو اُسکا بیجا جائز نہیں ہے

کذا سنۃ الحواوی

تقسیمی فصل مرہون اور اجارہ دی ہوئی اور عصب کیے ہوئے اور بھاگے ہوئے غلام یا باندہی اور ارض قطیعہ اور اجارہ اور اکارہ کی بیع کے بیان میں۔ مرہون لینے رہن کی ہوئی چیز کی بیع میں اختلاف ہو عامہ مشائخ کے نزدیک اسکی بیع موقوف ہو اور یہی صحیح ہو یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو جتنے کہ اگر رہن کرنے والے نے قرض ادا کر دیا یا رہن رکھنے والے نے اسکو قرضہ معاف کر دیا یا رہن اسکو پھر دیا یا بیع کی اجازت دی اور اسپر راضی ہو گیا تو پہلی بیع تمام ہو جاوے گی اور از سر نو عقد بیع کرنے کی ضرورت نہوگی کذا نے الغیاثیہ۔ اور اگر مرہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے قاضی سے یہ درخواست کی کہ بیع میرے سپرد کیجاوے تو قاضی دونوں میں عقد بیع منسوخ کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہو اور جو چاہے اجارہ پر بی گئی تھی اسکی بیع مرہون کی بیع کے مانند عامہ مشائخ کے نزدیک موقوف رہتی ہو اور یہی صحیح ہے اور اگر خرید کے وقت مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ خریدی ہوئی چیز کسی کے پاس رہن یا اجارہ پر ہو تو اسکو خیار حاصل ہوگا کذا نے الذخیرہ۔ اور صدر الشہید رحمہ نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق صحیح ہو کہ اسکو باوجود علم ہونے کے بھی خیار حاصل ہوگا یہ فتاویٰ میں لکھا ہو۔ اگر اُمرت پر لینے والے نے باطل اور مشتری کے درمیان بیع منسوخ کرنے کا ارادہ کیا تو صدر الشہید رحمہ نے ذکر کیا ہو کہ ظاہر الروایہ کے موافق اسکو یہ اختیار ہو اور طحاوی کی روایت میں یہ ہو کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس میں دونوں روایتیں آئی ہیں اور فتوے اسی پر ہو کہ اسکو یہ اختیار نہیں یہ فتوے عماد وہ میں لکھا ہو اور اگر اجارہ دراز ہو اور اسے فروخت کر دیا پھر منسوخ کے ایام آگئے تو اکثر مشائخ کے نزدیک اسکی بیع نافذ ہو جاوے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اس بات میں اختلاف ہو کہ مرہن منسوخ بیع کر سکتا ہو یا نہیں ہیں بعضوں نے کہا کہ منسوخ کر سکتا ہو اور بعضوں نے کہا کہ نہیں اور یہی صحیح ہے غیاثیہ میں

مجلس تہذیب و تعلیم  
نئی دہلی میں منعقد ہوا  
۱۲ نومبر ۱۹۴۷ء  
حضور نے اس موقع پر  
فرمایا کہ





لیکھا اپنے قبضہ میں لانے سے پہلے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور مشتری اس کی قیمت مرتب کرے جو حلال ہو گیا اور بائع کا اس پر کچھ شے نہ ہوگا یہ محیط سترسی میں لکھا ہے۔ رہن کر کے اسے ستر ہون کو فروخت کرے اور شے پر قبضہ کر لیا پھر ملک رہن سے پہلے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر ملک رہن کیا تو پہلی بیع کا نافذ ہو جائے گا اور دوسری بیع یہ قیاس میں لکھا ہے۔ اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے سر اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کی تو پہلی موقوف رہیگی اور یہی صحیح ہے پس اگر غاصب نے اقرار کر لیا تو بیع تمام ہو جائے گی اور لازم برہاد سے لگی اور اگر انکار کیا اور بائع کے پاس گواہ ہیں تو بھی یہی حکم ہو گا کہ انی ان فیما شیبہ۔ اور اگر بائع کے پاس گواہ ہوں اور اسے مشتری کو سپرد نہ کی یا تنگ کر دے ہلاک ہو گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ ذبیحہ میں لکھا ہے۔ جس شخص نے دوسرے کی ملک کی کوئی چیز فروخت کی پھر اس کو دوسرے سے خرید کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جائز نہیں اور بیع فاسد نہیں بلکہ باطل ہوگی اور صرف اسی صورت میں جائز ہوگی کہ جب بیع کرتے سے پہلے اس کی ملکیت کا سبب قائم ہو جاتا ہے کہ اگر غاصب نے غصب کی ہوئی چیز فروخت کی پھر اس شخص کے مالک کو حلال دیدی تو بیع جائز ہو جائے گی اور اگر غاصب نے مالک سے اس کو خریدا یا مالک نے اس کو بیع کیا یا اس سے میراث میں یہ بیع بھی تو اس سے پہلے اس کی بیع نافذ ہوگی یہ فیصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ بشرطہ شہادت قائلے نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا طعام غصب کیا اور اس کو صدقہ کر دیا اور وہ ہنوز مسکین کے ہاتھوں میں موجود تھا کہ غاصب نے اس کے مالک سے اس کو خریدا تو اس کی خرید جائز ہو اور اپنے صدقہ سے رجوع کر لے اور اس کی قسم کے کفارہ کے عوض جائز ہوگا اور اگر مسکینوں نے طعام کو بعد خریدنے کے تلف کر دیا تو وہ اس کے حلال ہوں گے اور اگر غاصب نے خرید نہ کیا اور اس کی قیمت کی ضمان دیدی تو اس کا صدقہ جائز ہوگا اور قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا اور صدقہ سے رجوع نہ کرے گا اور اگر غاصب کے مالک سے خریدنے کے وقت وہ طعام مسکینوں کے ہاتھ میں تلف ہو گیا تو خرید باطل ہے لیکن اگر غاصب یوں کہے کہ میں اس طعام کو خریدتا ہوں جو تیرا مجھ پر تو خرید جائز ہے اور صدقہ بھی جائز ہے۔ امام محمد رحمہ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا پھر غاصب نے کسی کو حکم دیا کہ تو اس غلام کو اس کے مالک سے میرے واسطے خرید لے اور اس نے خرید لیا تو خرید صحیح ہو اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کسی اجنبی نے غاصب کو حکم دیا کہ تو میرے واسطے اس کو خرید اور غاصب نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہو اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ابن ساعدہ رحمہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا اور اس کو غاصب نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر غاصب نے اس کے مالک سے کسی چیز پر صلح کی پس اگر صلح قیمت سے درہم و دینار پر واقع ہوئی تو غاصب کی بیع جائز ہوگی اور اگر کوئی اسباب و کیر صلح کی تو یہ از سر نو بیع ہی پس پہلی بیع باطل ہو جائے گی یہ غلیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر غاصب نے اس کو آزاد کیا پھر اس کی قیمت کی ضمان دیدی تو اس کا آزاد کرنا جائز ہوگا یہ مختار افشادی میں لکھا ہے۔ اگر غصب کرنے والے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اس کے مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو قیاساً اس کا عین نافذ ہوگا

اور اگر غاصب نے غصب کی چیز کو بیع کر دیا تو بیع باطل ہے لیکن اگر غاصب نے اس کی قیمت کی ضمان دیدی تو بیع جائز ہوگی اور اگر غاصب نے اس کو خرید لیا تو خرید صحیح ہوگا اور اگر غاصب نے اس کو بیع کر دیا تو بیع باطل ہے لیکن اگر غاصب نے اس کی قیمت کی ضمان دیدی تو بیع جائز ہوگی

اور یہی امام محمد کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک استحساناً اسکا عین نافذ ہو جاوے گا اور اگر کسی نے غاصب سے خرید کر اسکو فروخت کر دیا پھر اس کے مالک نے پہلی بیع کی اجازت دی تو مشتری کی دوسری بیع نافذ نہ ہوگی اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے غصب کرنے والے نے اگر غصب کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اسکو مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا یہاں تک کہ چند بار وہ ہاتھ ہاتھ فرخت ہوا پھر مالک نے کسی ایک بیع کی اجازت دی تو یہی عقد بیع نافذ ہو جائے گا کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مالک نے غاصب سے ضمان لینی تو پہلی بیع نافذ ہو جاوے گی اور مشتری کی بیع باطل ہو جاوے گی کذا فی فصول العاویہ۔ اور اگر مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور مشتری نے اس کے عوض کا مال لے لیا پھر غلام کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دیدی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال مشتری کا ہوگا اور جبکہ رادے میں سے زائد ہوگا وہ صدقہ کر دے گا اور اگر غلام مر گیا یا قتل کیا گیا پھر مالک نے اجازت دی تو اسکی اجازت صحیح نہیں ہے اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا پھر اسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال غلام کو ملے گا یہ تا تاہر خانیہ میں لکھا ہے۔ ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ فتاویٰ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ایک شخص کا غلام غصب کر کے اسکو فروخت کر دیا پھر اسکا مالک آیا اور اسے بیع کی اجازت دی پس فرمایا کہ اگر اسکا مالک غلام کے لئے لینے پر قادر تھا تو اسکی اجازت جائز ہوگی ورنہ نہیں اور اگر اس غلام کو شہر سے من غصب کیا تھا اور غلام کو نہ میں موجود ہو اور غاصب اور غلام کا مالک دونوں سے میں موجود ہیں اور اس کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو امام محمد رحمہ اللہ فتاویٰ نے فرمایا کہ اسکی اجازت جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر اسکا مالک اسکو زندہ جاننا ہو تو اسکا اجازت دینا جائز اور اگر اسکا زندہ یا مردہ ہونا نہیں جانتا ہے تو اسکا اجازت دینا باطل ہے اور یہ دوسرا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے کذا فی الطہیرہ۔ اور اگر مالک نے غاصب سے جھگڑا کیا اور قاضی نے غلام اسکو دینے کا حکم دیا پھر اس نے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایۃ میں صحیح ہے اور اگر اس غلام کا قیام نہ جانتا ہو اس طرح کہ وہ بھاگ گیا پھر اس نے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایۃ میں اسکی اجازت صحیح ہے اور اجازت سے پہلے جو چیز پیدا ہو مثلاً غلام نے کچھ مال حاصل کیا یا باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا یا اس سے شہبہ سے وطنی کرنے کے عوض عقر لایا غلام کے ہاتھ سے لے کے عوض مال ملا تو یہ سب مشتری کا ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ جامع میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے کی باندی غصب کر لی اور پھر ایک شخص نے اسی کا ایک غلام غصب کر لیا اور دونوں نے غلام اور باندی کو باہم بیع کر لیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مالک کو یہ خبر ہو چکی اور اس نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع باطل ہوگی اور اگر غلام اور باندی کے مالک دو شخص ہوں اور ان دونوں کو اسکی خبر ہو چکی اور دونوں نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جاوے گی اور باندی غلام غصب کرنے والے کی ہو جاوے گی اور غلام باندی غصب کرنے والے کا ہو جاوے گا اور غلام غصب کرنے والے پر قیمت غلام کی واجب ہوگی کہ اسکو مالک کو ادا کرے اور باندی غصب

ع  
بیع اسکا اجازت  
دینا سلفاً صحیح ہے  
بیع جائز ہے بطلانی  
المرس

کرنیوالے پر باندی کی قیمت اُسکے مالک کو ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک ہی شخص کے ایک نئے کچھ درم غصب کیے اور دوسرے نے اُسکے کچھ دینار غصب کیے اور دونوں نے باہم بیع کر کے قبضہ کر لیا اور جدا ہو گئے پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور ہر ایک نے جو غصب کیا ہو اُسکے مثل کا ضمان ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہو جاوے گی اور غلوس درم و دینار کے حکم میں ہیں اور اگر ایک غاصب نے اُسکے درم غصب کیے اور دوسرے نے اُسی بی باندی غصب کر لی اور دونوں نے باہم بیع کر لی پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اگر باندی غصب کر کے والے نے درم لے لیے پھر مالک نے اجازت دی اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے تو امانت میں تلف ہو گئے و لیکن باندی خریدنے والا اُن کے مثل درہون کا خود ضامن ہوگا پس اگر باندی غصب کرنے والے کے درہون پر قبضہ کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دینی پھر اُسکے درہون پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہو کہ غاصب یا مشتری جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُس نے مشتری سے ضمان لی تو وہ بائع پر رجوع نہ کرے گا اور اگر بائع سے ضمان لی تو وہ اُسکے مثل مشتری سے واپس لے گا اور وہ اُسی کے ہون گے اور جب اُس نے مشتری سے رجوع کر لیا تو جو کچھ اُس سے لیا ہو وہ اُسکو سپرد کیا جاوے گا یہ محیط سترخی میں لکھا ہے۔ بھاگے ہوئے کی بیع ناجائز ہوگی اگر وہ بھاگنے سے لوٹ آیا اور اُسکو مشتری کے سپرد کر دیا تو امام محمد رحمہ سے روایت ہو کہ وہ بیع جائز ہوگی اور اسی کو کرخی اور ایک جماعت مشائخ نے اختیار کیا ہو اور ایسا ہی قاضی اسپہانی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہو اور انکی شرح میں یون مذکور ہو کہ اگر بھاگا ہو غلام حاضر ہو جاوے اور بائع مشتری کے سپرد کر دے تو بیع حائز ہو جاوے گی اور دونوں میں سے جو شخص اٹھا کر کرے خواہ بائع سپرد کرنے سے یا مشتری قبضہ کرنے سے تو اُس سپرد جبر کیا جاوے گا اور از سر نو بیع کرنے کی ضرورت نہوگی لیکن اگر مشتری اس جگہ سے کو قاضی کے رو برو پیش کرے اور بائع سے قبضہ دلانے کی درخواست کرے اور سپرد کرنے سے اُسکا عجز ثابت ہو اور قاضی دونوں کے درمیان عقد بیع کو فسخ کر دے پھر غلام حاضر ہو تو اُس وقت میں نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور دوسری روایت محمد رحمہ سے یہ آئی ہو کہ ایسی بیع جائز نہیں ہے اور نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور ایک جماعت مشائخ نے اُسی کو اختیار کیا ہو اور ابو عبد اللہ ابن ابی اسحاق پر فتوے دیتے تھے اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع کے باب بیوع فاسدہ میں ایسا ہی ذکر کیا ہو کذا فی الحیط۔ اور فقہانے فرمایا کہ مختار یہی ہو اور پہلی روایت کی تاویل یہ ہو کہ غلام کے لوٹ آنے کے وقت وہ دونوں پھر باہم رضائی ہو جاوے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص بھاگے ہوئے غلام کے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ تیرا بھاگا ہو غلام میرے پاس موجود ہے اور میں نے اُسکو پکڑ لیا ہے تو اُسکو میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اُس نے بیچ ڈالا تو جائز ہے۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور جبکہ اُسکی بیع جائز ہوئی پس اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے کے وقت اس بات پر گواہ کر لیے تھے کہ میں اسپر اس واسطے قبضہ کرتا ہوں تاکہ اُسکے مالک کو واپس کروں تو اب قابض شمار نہوگا پس اگر مشتری کے ذہن کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع لوٹ جاوے گی اور مشتری اپنا ثمن واپس کر لے گا اور اگر



آسنے گواہ نہیں کیے تھے تو ظاہر شمار ہو گا یہ نفع اقدیر میں لکھا ہو۔ اور اگر اُس نے اُن کر یہ کہا کہ وہ غلام فلان شخص کے پاس موجود ہو اور اُس نے اُس کو کھڑا کیا ہو تو میرے ہاتھ اُس کو بیچ ڈال اور اُس نے اُسکی تصدیق کر کے اُسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز نہیں ہو لیکن یہ بیع فاسد ہوگی کہ اگر مشتری اس پر قبضہ پایگا تو مالک ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہو۔ اگر کوئی غلام خرید اور وہ قبضہ سے پہلے بھاگ گیا تو اس عقد کے نفع کرنے کا مشتری کو اختیار ہو اور تا وقتیکہ غلام بھاگا ہو حاضر ہو بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر بھاگا ہو غلام اپنے تا بائع بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر اُس بیٹے کو یا کسی یتیم کو جو اُسکے پاس پرورش پاتا ہو وہ غلام بہرہ کر دیا تو جائز ہو اور بھاگے ہوئے غلام کا کھنڈہ میں آزاد کرنا جائز ہو بشرطیکہ اُس کا زندہ ہونا اور اُسکی جگہ معلوم ہو یہ نہایت میں لکھا ہو۔ اگر غصب کیا ہو غلام غاصب کے پاس سے بھاگ گیا پھر مالک نے وہ غلام اسی حالت میں کہ وہ بھاگا ہو، فقہا غاصب کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز ہے ذخیرہ میں لکھا ہو۔ زمین خراجی کی بیع جائز ہو اور مرد اس سے ارض سواد ہو اور زمین قطیعہ کی بیع بھی جائز ہو اور قطیعہ وہ زمین ہو کہ اُس کو امام نے کسی قوم کے واسطے جدا کر کے انھیں کے واسطے خاص کر دی ہو یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اور واضح ہو کہ ارض آخالہ اُن زمین کو کہتے ہیں کہ جو خراب پڑی تھی اور اُس کو کسی شخص نے اسکے مالک کے حکم سے لیکر آباد کیا اور اُس میں زراعت کی اور ارض اکارہ وہ زمین ہو کہ جو کاشتکاروں کے پاس ہو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسی زمین کو اسکے مالک نے فروخت کیا تو جائز ہو اور اگر اُس شخص نے فروخت کیا جسکے پاس اُسکا آباد کرنا یا کاشت ہو تو جائز نہیں ہو اگر زمین کو اُس نے فروخت کیا اور وہ کسی دوسرے کی کاشت میں تھی تو شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ کاشتکار اتنی مدت میں اتنا حق رکھتا ہے خواہ بیچ و دون میں سے کسی کا ہو پس اگر کاشتکار نے اجازت دیدی تو اُسکے عمل کی کچھ اجرت نہ ملے گی اور مجموعہ انوائز میں لکھا ہو کہ اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو کل دونوں حصے مشتری کو ملینگے یعنی جبکہ زمین میں غلہ ہو تو مشتری کا ہوگا اور اگر اُس نے بیع کی اجازت نہ دی تو جائز نہ ہوگی اور یہی حال تاک انگور کا ہر خواہ پھل ظاہر ہو گئے ہوں یا نہ ہوں بعض فقہانے کہا کہ زمین کے مسئلہ کا حکم اس تفصیل سے ہو کہ اگر بیج کاشتکار کے ہوں تو اُسکے حق کی بیع جائز نہ ہوگی اور اگر زمیندار کے ہوں اور تخم ریزی ہو گئی ہو تو بھی ناجائز ہو اور اگر زمین میں بیج نہ پڑا ہو تو بیع جائز ہو اور ایسے ہی تاک انگور میں بھی اگر پھل ظاہر نہ ہو تو بیع جائز ہو اور امام ظہیر الدین اسی پر فتوے دیتے تھے کذا فی المحيط اور اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی لیکن پل چلا لیا اور نہرین کھود دی ہیں تو ظاہر الروایۃ میں اسکی بیع نافذ ہو جاوے گی اور یہی اصح ہے تاک انگور کو بیچا تو اسکی بیع عامل کے حق میں نافذ نہ ہوگی خواہ اُس نے تاک میں کچھ دستی کی ہو یا نہ کی ہو یہ فقہاء عامہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک گاؤں خرید اور اُس سے مسجد اور مقبرہ کا استخارہ کیا تو بیع نافذ ہوگی اور یہ ضاویع میں ہے کہ مسجد آباد ہو اور اگر اسکا گروہ پیش خواب ہو گیا اور لوگ اس سے بے پروا ہو گئے ہیں تو بیع فاسد نہ ہوگی اور اگر کوئی زمین زراعت خریدی اور اس میں ایک قطعہ وقف کا ہو تو مثل مسجد کے اُسکی بیع بھی ناجائز ہو اسکو شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا

نے ذکر کیا ہے اور رکن الاسلام علی السعدی رح نے فرمایا ہے کہ اُسکی بیع جائز ہے اور فقیر یہ میں مذکور ہے کہ اُن دونوں نے رکن الاسلام کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور یہی مختار ہے اور اگر ملکی زمین دھنی زمین کے ساتھ فروخت کی اور دشمن سے دھنی زمین میں سے ملکی زمین کا حصہ استثناء کیا تو دو قولوں میں سے اصح قول کے موافق ملکی زمین کی بیع جائز ہے اور اگر ملکی زمین خریدی اور اُس میں لوگوں کا عام راستہ ہو تو بیع فاسد نہ ہوگی اور راستہ ہونا عیب ہے اور منتفی میں لکھا ہے کہ راستہ اگر محدود نہ ہو اور اُسکی مقدار معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی قریہ فروخت کیا اور اُسکے اندر مسجد ہو اور قریہ کی بیع میں مسجد کا استثناء کیا تو مسجد کے حدود ذکر کرنے میں یا نہ کرنے میں مشالغ کا اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ حدود کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایسا ہی اختلاف حوضوں اور عام لوگوں کے راستہ میں ہے اور مقبرہ کے حدود کا ذکر کرنا ضرور ہے ولیکن اگر مقبرہ بلند ٹیلہ ہو تو ضرور نہیں ہے یہ مختار انصاف میں لکھا ہے۔ ایک پہاڑ میں گوگرد تھا تو اُسکو دہان سے لاکر فروخت کر لے میں کچھ خوف نہیں ہے اسی طرح اگر پہاڑ کے احجار میں سے لاکر فروخت کیا جائے تو بھی کچھ خوف نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُس پہاڑ میں پستہ کے درخت تھے اور اُس میں سے پستہ لاکر فروخت کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی حکم نمک کا ہے اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ جس جگہ سے لایا جاوے وہ کسی کی ملک نہ ہو اور اگر کسی کی ملک ہوگی تو کسی چیز کی بیع جو ہم نے ذکر کی ہیں جائز نہ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ

**چوتھی فصل** حیوانات کی بیع کے بیان میں۔ جو مچھلی دریا یا کنوئین میں ہو اُسکی بیع ناجائز ہے پس اگر اُس شخص نے کوئی خلیہ بنایا ہو اور اُس میں مچھلی آجائے تو وہ حال سے خالی نہیں کہ یا اُسے خلیہ اسی واسطے بنایا تھا یا اس واسطے نہیں بنایا تھا پس پہلی صورت میں جو چیز خلیہ کے اندر آجائے وہ اُسکی ملک ہے اور کوئی اُسکو نہیں لے سکتا ہے پھر اگر اُسکے اندر کی مچھلی بدون شکار کرنے کے پکڑی جائے تو اُسکی بیع جائز ہے اور اگر بدون شکار کے نہ پکڑی جاسکتی ہو تو اُسکی بیع جائز نہیں ہے اور وہی صورت میں جو چیز خلیہ کے اندر آجائے وہ اُسکی ملک نہ ہوگی تو اُسکی بیع بھی جائز نہ ہوگی لیکن جب مچھلی اُسکے اندر آجائے اور وہ خلیہ کو بند کر لے تو اُسکا مالک ہو جاوے گا پس اگر وہ بلا شکار ہاتھ آوے تو اُسکی بیع جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ پھر جن صورتوں میں پانی کے اندر مچھلی کا بیع کرنا جائز ہے اُن صورتوں میں جب مشتری اُس پر قبضہ کر لے گا اور اُسکو دیکھے گا تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اگر کسی نے ایک مچھلی پکڑ کر پانی کے گڑھے میں ڈال دی ہے پس براہ حکم جو صورتیں تفصیل کے ساتھ ہم نے خلیہ میں بیان کی ہیں وہی یہاں نکلتی ہیں یہ عین میں لکھا ہے۔ اور اگر مچھلی کسی بڑی نہر میں پڑی ہو تو اُسکی بیع کسی حال میں جائز نہیں ہے اگرچہ بیع کے بعد مالک اُسکے سپرد دینے پر قادر ہو جائے اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ اگر اُس نے مچھلی پکڑی پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نہر میں جا پڑی مگر اتنا فرق ہے کہ اس صورت میں بیع سے پہلے اگر سپرد کرنے پر قادر ہو جائے تو بیع جائز نہ ہوگا مشتری کو خیار ویت رہے گا خواہ اس سے پہلے اُس نے مچھلی کو دیکھا ہو یا نہ۔ لکھا ہے۔ اور یہ حکم امام ابوحنبلہ کے نزدیک

پس حکم یہ ہے کہ خلیہ بنانے والے کو پکڑی ہوئی مچھلی سے بیع ناجائز ہے

ہو اور مشائخ ملے سنے فرمایا کہ اسکی بیع بائر نہیں ہو اگرچہ وہ سپرد کرنے پر قادر ہو جاوے یہ بیع میں لکھا ہو اور اگر خلیفہ کے اندر پھیلی اور قصب ہو اور اسے دو وزن کو ایک بار فروخت کر دیا پس اگر پھیلی بدون شکار کرنے کے نہ پکڑی جاسکتی ہو تو اگر کسی بیع فاسد ہو خواہ اس سے پہلے اسے پھیلی شکار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر بدون شکار کے پھیلی کا پکڑنا ممکن ہو پس اگر اس نے اس سے پہلے پھیلی شکار نہ کی ہو تو پھیلی کی بیع فاسد ہو اور قصب کی بیع میں فقہائے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق فاسد ہوگی اور صاحبین کے قول کے موافق فاسد نہ ہوگی اور صحیح یہ ہو کہ صاحبین کے قول کے موافق بھی قصب کی بیع فاسد ہوگی اور اگر اس سے پہلے اسے پھیلی کا شکار کیا تھا تو بالاتفاق کل کی بیع جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور کبوتروں کی اگر گنتی معلوم ہو اور اٹھاسپرد کرنا ممکن ہو تو انکی بیع جائز ہو پس اگر وہ اپنے ہرجون میں موجود ہوں کہ جنکا نکلنے کا راستہ بند ہو تو اسکی بیع جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہو اور اگر وہ اڑنے کی حالت میں ہوں اور عادت سے یہ بات یقینی ہو کہ وہ اڑینگے تو بھی یہی حکم ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہو۔ اگر ایک ہرج کہ زمین کبوتر رہتا تھا اسکو مع کبوتر کے کسی نے بیچنا چاہا پس اگر رات میں فروخت کر دیا تو جائز ہو ہفتی میں مذکور ہو کہ اگر پانی کے اندر کوئی چڑیا یا کوئی پھیلی فروخت کی اور وہ لوٹ کر اسکے پاس آجاتی ہو یا کوئی ایسا پرند کہ جو آسمان میں اڑتا ہو اور اسکے پاس چلا آتا ہو فروخت کیا تو بیع جائز ہو اور جب وہ لوٹ کر اسکے پاس آوے تو اسوقت سپرد کر دیا اور اسی طرح اگر کوئی ہرن پالو کہ وہ تھان سے مانوس ہو اور لوٹ کر اسکے پاس چلا آتا ہو تو اسکی بیع بھی جائز ہو اور اگر مانوس ہونے کے بعد وہ وحشت کرنے لگے اور بلا شکار کے ہاتھ نہ آوے اور اسکو فروخت کرے تو بیع ناجائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی موہار گھوڑا ایسا ہو کہ بدون حیلہ کے اسکا پکڑنا ممکن نہ ہو تو اسکی بیع ناجائز ہو یہ سراجیہ میں ہو۔ شہد کی کھین کو جبکہ اکٹھا موجود ہوں بیع کرنا جائز نہیں ہو اور یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما کے نزدیک ہو لیکن اگر اسکے چھتوں میں شہد ہو اور چھتے کو مع ان کھینوں کے جو اسکے اندر ہیں خرید کرے تو جائز ہو اور امام محمد رحمہ نے فرمایا ہو کہ اگر شہد کی کھیاں اکٹھی جمع ہوں تو انکا بیع کرنا جائز ہو۔ کذا فی الحاوی۔ اور شہد کی کھین کی بیع امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز ہو اور اسی پر فتویٰ ہو یہ غیاثیہ میں لکھا ہو۔ اور خداوے ابواللیث میں ہو کہ جو تک کا خرید کرنا جائز ہو اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ فقہائے سنے لیا ہو کذا فی المحيط اور یہی مختار ہو۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے اجرت پر لیا کہ وہ اسکے جو تک لگاوے تو بالاتفاق جائز ہو۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور کرم پیلے کے اٹھے بیچنا امام محمد رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہما شہد قائلے کے نزدیک جائز ہو اور اسی پر فتوے ہو یہ واقعات میں لکھا ہو۔ اور سانپ اور بچھو اور گرگٹ اور جو انکے مانند زمین کے جانور ہیں انکا بیچنا جائز نہیں ہے اور جو چرین دریا میں ہوتی ہیں ان میں سوائے پھلی کے مینڈک اور کیسکڑا وغیرہ کا بیچنا جائز نہیں ہو اور بھی ان کی بڑی اور کھال سے قلع اٹھانا جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور نوازل میں لکھا ہو کہ سانپ اگر دوائے کام میں آوے تو انکی بیع جائز ہو اور اگر کسی کام نہ آوے تو بیع جائز نہیں ہو اور صحیح یہ ہو کہ کل

بیع شامل ہے  
در طے کے چارے  
کو اس میں  
قول لایق  
اور اگر کوئی  
دیکھ کر کہ  
جائز نہیں ہے  
اور جو اس میں  
مذکور ہے







اور اگر کسی نے سور کو ذبح کر کے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ذبح کیے ہوئے درندوں کا گوشت اور ذبح کیے ہوئے گدھوں کا گوشت کرنا صحیح روایت کے موافق جائز ہے اور مردار و درندوں کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور درندوں اور گدھوں اور خچروں کے چمڑے اگر ذبح کیے ہوئے یا دباغت کیے ہوئے ہوں تو انکی بیع جائز ہے اور جو ایسے ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس بنا پر ہے کہ حلال کرنے یا دباغت کرنے سے سب چمڑے پاک ہو جاتے ہیں سو اس آدمی اور سور کی مکھال کے اور جبکہ حلال کرنے سے وہ پاک ہو گئے تو اُن سے نفع اٹھانا جائز ٹھہرا ہے ان کی بیع ہو سکتی ہے اور مردار کے ہال اور اسکی ہڈی اور بشم اور سینگ سے نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ان سب کی بیع جائز ہے اور پچھلے باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اُس سے نفع اٹھانا اور اُس کا بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور سور کے بال بیچنا جائز نہیں ہے اور کو پچان بنا کر اُس سے نفع اٹھانا موزہ و دوز کو جائز ہے اور انسان کے بالوں کا بیچنا اور اُس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے اور اگر کسی نے بنی علی الشہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کسی شخص کے پاس سے لیے اور اُسکو بہت بڑا ہر پیش کیا نہ بطور خرید فروخت کے ویا تو اُس میں کچھ خوف نہیں ہے یہ سر اجیب میں لکھا ہے۔ اور عورت کا دودھ اگر کبھی کسی چالہ میں ہو بیچنا جائز نہیں ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اُسکے تعلق کر دینے والے پر ضمان نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ باندی کا دودھ بیچنا جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ مختار لغتوں میں لکھا ہے۔ اور ملائح اور مضامین کے بیع منع نہیں ہوتی ہے۔ اور مفتوح اُسکو کہتے ہیں جو مادہ کے رحم میں ہو قال المترحم مضامین وہ نطفہ ہیں جو باپ کی پیٹھ میں ہوں۔ اور اس حکم سے یہ بھی حکم نکلتا ہے کہ کچھ کرانی میں نہ کی منی بیچنا اور حمل کا بیچنا جائز نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر آزاد آدمی اور شراب اور سور اور مردار کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ بہرہ زیب میں لکھا ہے۔ گو برادر منگیلی کا بیچنا اور ان دونوں سے نفع اٹھانا جائز ہے اور گدھے سے کچھ نفع اٹھانا جائز نہیں ہے تا و تھیکہ وہ مٹی سے نہ ملجاوے اور مٹی اسپر غالب نہو جاوے اور اسی طرح گدھے کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے تا و تھیکہ وہ غالب مٹی سے نہ ملا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور باطانت کا گو بیچنا جائز نہیں ہے مگر جب اُسکو کوئی شخص جمع کر کے فروخت کرے تو جائز ہے یہ سر اجیب میں لکھا ہے۔ اور کبوتر کی بیٹ اگر بہت ہو تو اُس کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ حلال اگر حرام کے ساتھ ملجاوے جیسے شراب اور چوہا لکھی یا گوند سے ہوئے اُن میں جائز ہے تو اُسکے فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے بشرطیکہ بیان کر دیا جاوے کہ یہ اس طرح مخلط ہے اور یہ جواز اُسوقت تک ہے کہ حرام چیز حلال پر غالب یا اُسکے برابر نہو جاوے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور سو اسے کھانے کے اُس سے اور طرح نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور خانہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک قطرہ پیناب یا خون کا سرکہ یا زہ تو ان کے تیل میں جا پڑے تو اُسکا فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور جو چیز ایسی ہو کہ اس میں حرام چیز چھلکے ہو تو اُسکا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر زہون کے تیل میں مردار کی ہڈی چربی پڑ جاوے تو اُسکا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر زہون کے تیل میں مردار کی ہڈی چربی پڑ جاوے تو اُسکا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے

حلال ہے اور اگر کسی نے سور کو ذبح کر کے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ذبح کیے ہوئے درندوں کا گوشت اور ذبح کیے ہوئے گدھوں کا گوشت کرنا صحیح روایت کے موافق جائز ہے اور مردار و درندوں کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور درندوں اور گدھوں اور خچروں کے چمڑے اگر ذبح کیے ہوئے یا دباغت کیے ہوئے ہوں تو انکی بیع جائز ہے اور جو ایسے ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس بنا پر ہے کہ حلال کرنے یا دباغت کرنے سے سب چمڑے پاک ہو جاتے ہیں سو اس آدمی اور سور کی مکھال کے اور جبکہ حلال کرنے سے وہ پاک ہو گئے تو اُن سے نفع اٹھانا جائز ٹھہرا ہے ان کی بیع ہو سکتی ہے اور مردار کے ہال اور اسکی ہڈی اور بشم اور سینگ سے نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ان سب کی بیع جائز ہے اور پچھلے باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اُس سے نفع اٹھانا اور اُس کا بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور سور کے بال بیچنا جائز نہیں ہے اور کو پچان بنا کر اُس سے نفع اٹھانا موزہ و دوز کو جائز ہے اور انسان کے بالوں کا بیچنا اور اُس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے اور اگر کسی نے بنی علی الشہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کسی شخص کے پاس سے لیے اور اُسکو بہت بڑا ہر پیش کیا نہ بطور خرید فروخت کے ویا تو اُس میں کچھ خوف نہیں ہے یہ سر اجیب میں لکھا ہے۔ اور عورت کا دودھ اگر کبھی کسی چالہ میں ہو بیچنا جائز نہیں ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اُسکے تعلق کر دینے والے پر ضمان نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ باندی کا دودھ بیچنا جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ مختار لغتوں میں لکھا ہے۔ اور ملائح اور مضامین کے بیع منع نہیں ہوتی ہے۔ اور مفتوح اُسکو کہتے ہیں جو مادہ کے رحم میں ہو قال المترحم مضامین وہ نطفہ ہیں جو باپ کی پیٹھ میں ہوں۔ اور اس حکم سے یہ بھی حکم نکلتا ہے کہ کچھ کرانی میں نہ کی منی بیچنا اور حمل کا بیچنا جائز نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر آزاد آدمی اور شراب اور سور اور مردار کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ بہرہ زیب میں لکھا ہے۔ گو برادر منگیلی کا بیچنا اور ان دونوں سے نفع اٹھانا جائز ہے اور گدھے سے کچھ نفع اٹھانا جائز نہیں ہے تا و تھیکہ وہ مٹی سے نہ ملجاوے اور مٹی اسپر غالب نہو جاوے اور اسی طرح گدھے کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے تا و تھیکہ وہ غالب مٹی سے نہ ملا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور باطانت کا گو بیچنا جائز نہیں ہے مگر جب اُسکو کوئی شخص جمع کر کے فروخت کرے تو جائز ہے یہ سر اجیب میں لکھا ہے۔ اور کبوتر کی بیٹ اگر بہت ہو تو اُس کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ حلال اگر حرام کے ساتھ ملجاوے جیسے شراب اور چوہا لکھی یا گوند سے ہوئے اُن میں جائز ہے تو اُسکے فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے بشرطیکہ بیان کر دیا جاوے کہ یہ اس طرح مخلط ہے اور یہ جواز اُسوقت تک ہے کہ حرام چیز حلال پر غالب یا اُسکے برابر نہو جاوے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور سو اسے کھانے کے اُس سے اور طرح نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور خانہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک قطرہ پیناب یا خون کا سرکہ یا زہ تو ان کے تیل میں جا پڑے تو اُسکا فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور جو چیز ایسی ہو کہ اس میں حرام چیز چھلکے ہو تو اُسکا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر زہون کے تیل میں مردار کی ہڈی چربی پڑ جاوے تو اُسکا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر زہون کے تیل میں مردار کی ہڈی چربی پڑ جاوے تو اُسکا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے



بھی مروی ہو بخلاف مکاتب کے کہ اگر مشتری نے اُس پر قبضہ کیا اور وہ اُس کے پاس مر گیا تو بلا اتفاق اُس کا ضامن نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک قیمتی مال بیع میں مکاتب یا ام وار کے خریدا اور مال پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ بطور ملک فاسد کے ہوگا اور ام ولد کو اُسی کے ہاتھ فروخت کر دینا جائز ہو اور ایسے ہی دہر کو اُسی کے ہاتھ بیچنا جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی چیز خریدی تو اُس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ مال نہیں ہو اس لیے کہ اس سے تمسّل نہیں ہوتا جو اس قیاس پر اگر کسی نے مردار کی کھال کے عوض کوئی چیز خریدی اور یہ ایسی کھال تھی کہ اُس کو لوگ دباغت کے واسطے رکھ چھڑتے ہیں تو بیع منعقد ہو جائیگی اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مر گیا تو سیر کبیر میں لکھا ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری اُس کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی۔ اور شمس لائسہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مشتری اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور باندیوں کی ادلاء بد ایسے لوگوں سے ہو بہتر از اصول کے شمار کی جاتی ہو اور اسی طرح حالت کتابت میں خریدا ہوا بیٹا اور مان باب کا بھی حکم ہو مگر سوائے ان کے اور تاتے والے کتابت میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور مکاتب کو اُن کا بیع کر دینا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہو یہ حاوی میں لکھا ہو

**فصل چھٹی** ربا اور اُس کے احکام کے بیان میں۔ واضح ہو کہ ربا و اشترع میں اُس مال کو کہتے ہیں کہ جو مال کے عوض مال لینے میں زیادتی ہو کہ اُس کے مقابل میں مال نہ ہو اور یہ ربا ہر ناپ یا تول کی چیزوں میں جو اپنے جنس کے ساتھ بیچی جاوے حرام ہے اور اُس کی علت مقدار اور جنسیت ہے اور مقدار سے ہماری مراد ناپ کی چیزوں میں پیمانہ ہو اور وزن میں وزن ہو پس جب ناپ کی چیز میں جیسے گہون اور جو اور چھوڑے اور نمک اور تول کی چیز میں جیسے سونا اور چاندی وغیرہ جو اوقیہ کے حساب سے بیچی جاتی ہیں اپنی جنس کے ساتھ برابر برابر فروخت کیجاوے تو بیع صحیح ہے اور اگر کوئی بڑھتی ہوئی تو بیع صحیح نہیں ہے اور اس جنس کی سودی اور جید دونوں برابر ہوتی ہیں یا نمک کہ جن چیزوں میں ربا جاری ہوتا ہے اگر اُن میں کی جید بعض سودی کے بدون برابری کے بیچی جاوے تو صحیح نہیں ہے اور ایک لب بھر کے چیز بدلے دو لب بھر کے فروخت کرنا جائز ہے اور ایک سینب دو سینبوں کے عوض بیچنا جائز ہے اور جو آدمے صاع سے کم ہو وہ ایک لب بھر کے شمار میں ہے اور اگر ناپ یا تول کی چیز جو سوائے کھانے کے ہو اپنی جنس کے ساتھ زیادتی سے فروخت کی جیسے برنج اور لوہا تو ہر سے نزدیک جائز نہیں ہے اور جس چیز میں مقدار اور جنسیت دونوں پائی جاوے اُس میں زیادتی سے بیچنا اور اُدھار بیچنا دونوں جائز نہیں ہیں اور اگر دونوں میں ایک پائی جاوے اور دوسری نہ پائی جاوے تو زیادتی حلال ہے اور اُدھار بیچنا حرام ہے اور اگر دونوں نہ پائی جاوے تو زیادتی اور اُدھار دونوں حلال ہیں یہ کافی میں لکھا ہو۔ اور جن چیزوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھل کے حساب سے بڑھتی بیچنی کی حرمت پر مریح حکم فرمادیا ہو۔ وہ ہمیشہ کیلی رہی ہے تاپ کی

مکتبہ اسلامیہ  
کتاب بیوع  
باب نہم  
جکی بیع جائز اور جکی ناجائز  
ترجمہ فتاویٰ مالگیری جلد سوم حصہ اول  
۱۸۳  
نماوی ہندیہ کتاب بیوع باب نہم جکی بیع جائز اور جکی ناجائز



چیز ان میں رہی اگرچہ لوگ اسکا پانا چھوڑ دین جیسے گھوڑوں اور جو وچھوڑا سے اور نکاح و حین چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی وزن کی رو سے حرام فرمائی ہو وہ ہمیشہ وزنی رہی اگرچہ لوگ اُنکا وزن کرنا ترک کر دیں جیسا سنا اور چاہے یہ سراج الوباح میں لکھا ہو آجہن چیزوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح حکم نہیں ہو لیکن یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں پیمانہ سے بکتی تھی تو وہ ہمیشہ کیلی رہی اگرچہ لوگ اُسکو وزن کر کے نیچے کی عادت کریں اور چاہے کہ اسوقت میں وزنی ہونا معلوم ہو وہ چیز ہمیشہ وزنی رہی اور جس چیز میں کہ کچھ صریح حکم نہیں ہو اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اُسکا حال معلوم ہو تو اس میں لوگوں کا عرف معتبر ہوگا پس اگر لوگوں میں وہ پیمانہ کے حساب سے بکتی ہو تو وہ کیلی ہو اور اگر وزن کے حساب سے بکتی ہو تو وزنی ہو اور اگر پیمانہ اور وزن دونوں کے حساب سے بکتی ہو تو وہ کیلی اور وزنی دونوں ہوگی اقد یہ سب جو مذکور ہوا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول پر کذا فی المخطوط اس بنا پر جو مذکور ہوا اگر گھوڑوں کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے یا سونے کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہوگا اگرچہ لوگوں کے عرف میں اسی طرح بکتی ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ پس اگر کیلی چیز کو وزن کے حساب سے یا وزنی چیز کو کیل کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اگرچہ جس طور پر فروخت کی گئی ہو یا ہم برابر ہوں یا وہ تنگ ہو یا بڑا ہو یا بے اصل طور پر نہ معلوم ہو یہ نہرا لفاظی میں لکھا ہو۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس چیز کا کیلی ہو یا صریح حکم سے ثابت ہو گیا ہو اگر اُسکو وزن کر کے دے ہوں کے عوض فروخت کرے تو جائز ہو اسی طرح جسکا وزنی ہو نا ہوتا صریح ثابت ہوا ہو اگر پیمانہ کے حساب سے دے ہوں کے عوض فروخت کیا دے تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور جو چیز میں کہ مثل تیسل وغیرہ کے متون یا اوقیون کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں وہ وزنی ہیں۔ یہ مختارہ الفتاویٰ میں لکھا ہو۔ پس جو چیز کہ رطلی ہو یا اوقیہ کے حساب سے بکتی ہو اگر اُسکو اپنی جنس کے ساتھ کیل کے حساب سے برابر برابر کہ اُسکی مقدار کیل کے حساب سے معلوم ہوا اور جقدر اُس کیل میں سامتا ہو اُسکا وزن معلوم ہو دے فروخت کریں تو جائز نہیں ہو اور اگر اُن دونوں کو کیل کے حساب سے زیادتی سے فروخت کریں اور وزن میں وہ دونوں برابر ہیں تو بیع صحیح ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہو اور مبسوط میں لکھا ہو کہ بربود اگر گھوڑوں اور جید گھوڑوں ایک جنس ہیں اور ایسے حرما میں سیراب کر دہ زمین کا اور بخشی لے سنی زمین کا دونوں ایک جنس ہیں اور فارسی چھوڑ اور ذقل دونوں ایک جنس ہیں باوجود اسکے کہ وصف میں اختلاف ہو اور ایسے ہی فلک اور رخو چھوڑہ ایک جنس ہیں یہ طہیرہ میں لکھا ہو اور فتاویٰ نے یتیم کے مالوں میں سے جہاں مالوں میں ربا جاری ہوتا ہو اس میں جید ہونے کا وصف اعتبار کیا ہو پس وصی کو یہ جائز نہیں ہو کہ اُسکا جید مال ردی کے عوض فروخت کرے اور وقت کے مال میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے نہرا لفاظی میں لکھا ہو۔ ایک انڈ سے کا دو اٹا دن کے عوض اور ایک چھوڑے کا دو چھوڑے کے عوض اور ایک اخروٹ کا دو اخروٹوں کے عوض بیچا صحیح ہو اور ایک پیسے میں کو دو معین پیسوں کے عوض فروخت کرنا امام اعظم اور ابوبکر

صلو اللہ علیہ وسلم نے زیادتی وزن کی رو سے حرام فرمائی ہو وہ ہمیشہ وزنی رہی اگرچہ لوگ اُنکا وزن کرنا ترک کر دیں جیسا سنا اور چاہے یہ سراج الوباح میں لکھا ہو آجہن چیزوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح حکم نہیں ہو لیکن یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں پیمانہ سے بکتی تھی تو وہ ہمیشہ کیلی رہی اگرچہ لوگ اُسکو وزن کر کے نیچے کی عادت کریں اور چاہے کہ اسوقت میں وزنی ہونا معلوم ہو وہ چیز ہمیشہ وزنی رہی اور جس چیز میں کہ کچھ صریح حکم نہیں ہو اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اُسکا حال معلوم ہو تو اس میں لوگوں کا عرف معتبر ہوگا پس اگر لوگوں میں وہ پیمانہ کے حساب سے بکتی ہو تو وہ کیلی ہو اور اگر وزن کے حساب سے بکتی ہو تو وزنی ہو اور اگر پیمانہ اور وزن دونوں کے حساب سے بکتی ہو تو وہ کیلی اور وزنی دونوں ہوگی اقد یہ سب جو مذکور ہوا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول پر کذا فی المخطوط اس بنا پر جو مذکور ہوا اگر گھوڑوں کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے یا سونے کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہوگا اگرچہ لوگوں کے عرف میں اسی طرح بکتی ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ پس اگر کیلی چیز کو وزن کے حساب سے یا وزنی چیز کو کیل کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اگرچہ جس طور پر فروخت کی گئی ہو یا ہم برابر ہوں یا وہ تنگ ہو یا بڑا ہو یا بے اصل طور پر نہ معلوم ہو یہ نہرا لفاظی میں لکھا ہو۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس چیز کا کیلی ہو یا صریح حکم سے ثابت ہو گیا ہو اگر اُسکو وزن کر کے دے ہوں کے عوض فروخت کرے تو جائز ہو اسی طرح جسکا وزنی ہو نا ہوتا صریح ثابت ہوا ہو اگر پیمانہ کے حساب سے دے ہوں کے عوض فروخت کیا دے تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور جو چیز میں کہ مثل تیسل وغیرہ کے متون یا اوقیون کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں وہ وزنی ہیں۔ یہ مختارہ الفتاویٰ میں لکھا ہو۔ پس جو چیز کہ رطلی ہو یا اوقیہ کے حساب سے بکتی ہو اگر اُسکو اپنی جنس کے ساتھ کیل کے حساب سے برابر برابر کہ اُسکی مقدار کیل کے حساب سے معلوم ہوا اور جقدر اُس کیل میں سامتا ہو اُسکا وزن معلوم ہو دے فروخت کریں تو جائز نہیں ہو اور اگر اُن دونوں کو کیل کے حساب سے زیادتی سے فروخت کریں اور وزن میں وہ دونوں برابر ہیں تو بیع صحیح ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہو اور مبسوط میں لکھا ہو کہ بربود اگر گھوڑوں اور جید گھوڑوں ایک جنس ہیں اور ایسے حرما میں سیراب کر دہ زمین کا اور بخشی لے سنی زمین کا دونوں ایک جنس ہیں اور فارسی چھوڑ اور ذقل دونوں ایک جنس ہیں باوجود اسکے کہ وصف میں اختلاف ہو اور ایسے ہی فلک اور رخو چھوڑہ ایک جنس ہیں یہ طہیرہ میں لکھا ہو اور فتاویٰ نے یتیم کے مالوں میں سے جہاں مالوں میں ربا جاری ہوتا ہو اس میں جید ہونے کا وصف اعتبار کیا ہو پس وصی کو یہ جائز نہیں ہو کہ اُسکا جید مال ردی کے عوض فروخت کرے اور وقت کے مال میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے نہرا لفاظی میں لکھا ہو۔ ایک انڈ سے کا دو اٹا دن کے عوض اور ایک چھوڑے کا دو چھوڑے کے عوض اور ایک اخروٹ کا دو اخروٹوں کے عوض بیچا صحیح ہو اور ایک پیسے میں کو دو معین پیسوں کے عوض فروخت کرنا امام اعظم اور ابوبکر



گھون کے عوض بیچنا اور روٹی کو آٹے کے عوض اور آٹے کو روٹی کے عوض بیچنا بعضوں کے نزدیک برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہو اس واسطے کہ گھون اور آٹا کیلی ہو اور روٹی ہڈی ہو پس ایک کی بیع دوسرے کے ساتھ زیادتی اور برابری سے جائز ہوگی بشرطیکہ دونوں نقد ادا کیے جاویں اور اگر دونوں میں سے کوئی اُدھار ہو پس اگر روٹی نقد ہو تو ہمارے سب اماموں کے نزدیک بیع جائز ہے اور اگر گھون یا آٹا نقد ادا کیا جاوے اور روٹی اُدھار ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی روایت آئی ہے اور اسی پر فتوے ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روٹی کا ایک قرص بعض دو قرصوں کے ہاتھوں ہاتھ پہنچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ دونوں میں بڑے چھوٹے ہونے کا فرق ہو اور اس صاف ظاہر ہے کہ اماموں کے نزدیک روٹی کا ہر طرح بیچنا جائز ہے یہ فقیہ میں لکھا ہے۔ اور محتجبہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک گروہ روٹی نقد بعض دو گروہ روٹی اُدھار کے بیچا تو جائز ہے اور اگر دونوں روٹیاں نقد ادا کی جاویں اور ایک روٹی اُدھار ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر روٹیوں کے ٹکڑے فروخت کیے تو نقد اور اُدھار ہر طرح جائز ہے یہ نہرا لفاظ میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روٹی کا قرض لینا جائز نہیں ہے نہ وزن سے اور نہ عدد سے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وزن اور عدد دونوں طرح سے اُس کا قرض لینا جائز ہے کیونکہ تعالیٰ الناس ہی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وزن سے جائز ہے اور اسی پر فتوے ہیں۔ یہ قیاس میں لکھا ہے۔ اور شیخ مجاہد میں لکھا ہے کہ فتوے امام محمدؒ کے قول پر ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ آٹے کو ستو کے عوض بیچنا خواہ برابری کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ہاتھوں ہاتھ اور اُس کے جاویں تو برابری اور زیادتی دونوں طرح سے بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے کہ گھون کو گھون کے عوض اصل پر بیچنا ناجائز ہے۔ اور فقہان نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب گھون آٹے ہوں کہ بیچنا میں ناپے جا سکیں اور اگر ٹھوڑے ہوں تو بعض کو بعض کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسا ہی حکم ہر کیلی اور وزنی چیز کا ہے اور اگر گھون بعض گھون کے اصل پر بیچے گئے پھر وہ دونوں پیمانہ کیے گئے اور دونوں برابر نکلے تو بیع جائز نہ ہو جائیگی اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس جگہ دونوں بدلون کا معیار شرعی میں برابر ہوتا عقد بیع کے جائز ہونے کے واسطے شرطاً اعتبار کیا گیا ہو وہاں وقت عقد بیع واقع ہونے کے اس معیار کی راہ سے برابر ہونے کا علم شرط ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ طعام بعض طعام مثل کے خریدے اور مشتری نے یہ طعام بائع کے حوالہ کر دیا اور مشتری نے جو خرید دیا تھا اُسکو چھوڑ دیا اور اُس پر قبضہ نہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو ہمارے نزدیک اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور لکھا کو کھانے کے عوض اسی کی جنس یا اُس کے خلاف جنس کے ساتھ بیچنے میں دونوں کا اسی مجلس میں اقباض کر لینا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے یہ موسط میں لکھا ہے اگر گھون کو جوڑے کے عوض زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیکر فروخت کیا تو جائز ہے اگرچہ جوڑے اندر گھون کے دادہ اس قدر ہوں کہ جتنے جوین ہوا کرتے

فول قاصدہ  
کلیں فی جان  
پہن جاتو نہیں  
سے نہ شرم ط  
دل کی ہو کہ  
دردوں تیرا  
پیادہ یادوں  
میں ہے یہ  
چلو چلو  
بہار میں  
مجموعہ  
عربی کلام  
شعر و نظم  
گزل و غزل  
مثنوی و مثنوی  
درون و بیرون





ایک فیتر کو بے بسائے ہوئے تلون کے تیل کی دو قھیزوں کے عوض بیچنا جائز ہے اور خوشبو کو بمقابلہ زیادتی کے گردانا ہے اور زیتون کا ایک رطل تیل کہ جس میں خوشبو ملائی ہو بعض بے خوشبو ملائے ہوئے ایک رطل کے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ خوشبو زائد ہو پس گویا آٹے زیتون کا تیل بعض زیتون کے تیل اور زیادتی کے فروخت کیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور مفتی مین مذکور ہے کہ اگر ایک مکوک تل بقیہ میں پروردہ بعض پانچ مکوک تل بے پروردہ کے ہاتھوں ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہے اور اگر پروردہ چمانہ میں بے پروردہ کے برابر ہو تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح جن ستون میں روغن اور شکر ملائی ہوئی ہو انکو بعض بے ملائے ہوئے کے برابر بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک بکری بعض بکری کے گوشت کے خریدی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر گوشت کے عوض ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کہ جسکی چربی اور اڑیاں نکال ڈالی گئیں ہیں خریدی پس اگر دونوں برابر ہوں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر بعض گوشت کے ایسی بکری ذبح کی ہوئی کہ جسکی کھال نہیں کھینچی گئی ہے خریدی پس اگر یہ گوشت اس سے کم ہو کہ جتنا ذبح کی ہوئی مین بڑا آٹے برابر ہو یا کئی اور برابر معلوم ہو تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی کے گوشت سے زیادہ ہو آ جائز ہے۔ اور اگر گوشت کے عوض زندہ بکری خریدی تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہ ہو لیکن جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ گوشت اس بکری کے گوشت سے زائد ہو تو جائز ہے اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ فتاویٰ کا ہے۔ اور استخاراً ہر حال میں جائز ہے اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ ابو یوسف رحمہ اللہ فتاویٰ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور شرط یہ ہو کہ نقد معین کیا جاوے اور اودھار جائز نہیں ہے یہ ہنسر الفانی مین لکھا ہے اگر ایک ذبح کی ہوئی بکری بعض ایک زندہ بکری کے خریدی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر دو زندہ بکریاں بعض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدی تو جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر دو ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکریاں بعض ایک ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدی تو جائز ہے کیونکہ ایسی صورت میں گوشت بمقابلہ گوشت کے رہا اور جب قدر مسلوحتین میں زیادتی ہزدہ غیر مسلوحت کے سقط کے مقابلہ میں رہا اور اگر دو ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکریاں بعض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدی تو جائز نہیں ہے اسلئے کہ گوشت مع سقط کی زیادتی مود ہوگی اور اگر دو کھال کھینچی ہوئی بکریاں ایک کھال کھینچی ہوئی بکری کے عوض خریدی تو جاعل نہیں ہے اسواسلئے کہ ہر جان گوشت ہی گوشت کا مقابلہ ہو۔ پس زیادتی سود ہے لیکن اگر دونوں وزن میں برابر معلوم ہو تو جائز ہے یہ شیخ طحاوی مین لکھا ہے۔ گوشت کا اعتبار اپنی مصلحت پر ہوتا ہے پس گائے اور بھینس ایک جنس ہیں کہ ان میں سے ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز نہیں ہے اور اونٹ مین بھی اور اعرابی ایک جنس ہیں اور ايسے ہی جیسٹ اور بکری ایک جنس ہیں یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور فتاویٰ عباسیہ مین ہے کہ کچا گوشت بکے کے عوض برابر بیچنا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور زیادتی حرام ہے لیکن اگر بکے ہوئے گوشت

بیع مذکورہ  
صحت کی ہے  
مطلوبہ ہے  
کے کھال کھینچی ہوئی  
بکری کے

گوشت میں کچھ مصلح پڑا ہو تو زیادتی حرام نہ ہوگی یہ تائید غائب نہیں لکھا ہو۔ اور اونٹ اور گائے اور بکری کے گوشت اور اُسکے دودھ مختلف جنسین ہیں کہ اس میں بعض کو بعض بعض کے زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ میں بیچنا جائز ہو اور ادھار میں خیر نہیں ہو اور ایسے ہی چلتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسین ہیں کہ بعض کو بعض کے ساتھ زیادتی سے ہاتھوں ہاتھ میں بیچنا جائز ہو اور اُسکے ادھار میں بہتری نہیں ہو۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور پہلو وغیرہ کے مانند کی چربی گوشت کے تابع ہو اور وہ پیٹ کی چربی اور چلتی کے ساتھ دو جنسین ہیں اور ان سب میں ادھار جائز نہیں ہو۔ اور سری اور پائے اور چھڑے کو ہاتھوں ہاتھ میں بیچنا جائز ہو۔ لیکن ادھار جائز نہیں ہو یہ بیع القدر میں لکھا ہو۔ اور شراب کا مکمل بعض شرک کے سرکہ کے زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔ کھانے کی اجاد۔ اور بھی خرمائے وقل کا سرکہ انگور کے سرکہ کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز ہو۔ یہ نہرا اتفاق میں لکھا ہو۔ اور اگر سرکہ شیرہ انگور کے عوض زیادتی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہو کیونکہ شیرہ انگور شافی الحال میں سرکہ پوچھا جاتا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ نواورین سامعہ میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہو کہ چھال کو تازہ دودھ کے عوض بیچنا بشرطیکہ چھال دودھ ہو اور تازہ دودھ ایک حصہ ہو تو جائز ہو اور اگر چھال ایک حصہ ہو اور تازہ دودھ دو حصہ ہو تو جائز نہیں ہو اس جہت سے کہ تازہ دودھ میں مسکہ زیادہ ہوتا ہو اور بھی کہا گیا ہو کہ اگر تازہ دودھ دو حصہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اُسکا مسکہ نکالنے سے وہ ایک رطل سے گھٹے جائیگا تو جائز ہو اور اگر کم ہوگا تو اس میں بہتری نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور ہر ندون کا گوشت ایک کو دو کے عوض ہاتھوں ہاتھ میں بیچنا جائز نہیں ہو اور اُسکے ادھار میں بہتری نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور امام ابو حنیفہ سے روایت کیا گیا ہو کہ انھوں نے پرنڈ کو بعض پرنڈ کے گوشت کے اگرچہ دو وزن ایک قسم کے ہوں زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز نہ لکھا ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور ایک مرجی کو دو مرجیوں کے عوض بیچنے میں کہ جو دین کی گئی ہوں خواہ وہ جھوٹی ہوئی ہوں یا ہوں کچھ نہیں ہو یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو اور مچلی میں ایک کو دو کے عوض بیچنا جائز ہو کیونکہ مچلی وزن نہیں کی جاتی ہو اور اگر کسی جنس کی مچلی وزن کی جاتی ہو تو اس میں سوا سے برابر برابر لینے کے بہتری نہیں ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ اور جس شہر میں گوشت وزن سے نہ بکتا ہو وہاں ایک تانبہ دو تانبوں کے عوض بیچنے میں کچھ نہیں ہو اور اس باب میں اہل شہر کا حال دیکھا جاوے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر ایک کوزہ پانی کو دو کوزہ پانی کے عوض بیچنا تو امام اعظم اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہو کیونکہ پانی اُن دو وزن کے نزدیک کیلی یا وزنی نہیں ہو تو زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہوگا اور برف اگر وزن سے بکتا ہو تو اسکو برف کے عوض بیچنا جائز ہو مگر برابر ہی شرط ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ اور لوہا اور راتکا اور کاشہ سب مختلف جنسین ہیں یہ نہرا اتفاق میں لکھا ہو۔ اگر کوئی کپڑا سونے کے تاروں سے بنا ہو یا خالص سونے کے عوض فروخت کیا تو اس میں جواز کے واسطے یہ اعتبار کرنا ضروری ہو کہ خالص سونا زائد ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور کپڑے کی جنسین اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہیں اگرچہ اُنکا نام ایک ہی رہے جیسے ہروی و مروی اور جو مروی

اور اگر کپڑا سونے کے تاروں سے بنا ہو یا خالص سونے کے عوض فروخت کیا تو اس میں جواز کے واسطے یہ اعتبار کرنا ضروری ہو کہ خالص سونا زائد ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور کپڑے کی جنسین اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہیں اگرچہ اُنکا نام ایک ہی رہے جیسے ہروی و مروی اور جو مروی



تو مثل پکڑے ہوئے شکار کے اُسمین تصرف اور اُسکو فروخت کر سکتا ہے۔ یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح مینھ کے پانی کو اپنے برتن مین محرز کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ محیط مخری مین لکھا ہے اور ایسے پانی کا فروخت کرنا جسکو کسی شخص نے اپنے حوض مین جمع کر لیا ہے تو شیخ الاسلام معروف بنو ہر زاوہ نے شیخ کتاب الشرب مین ذکر کیا کہ اگر حوض بچ گیا ہو یا تانبے یا پتیل کا ہو تو بیع ہر حال مین جائز ہے پس شیخ الاسلام نے گویا صاحب حوض کو پانی اپنے حوض مین کر لینے کی وجہ سے پانی کا متکا ہر گز دانا ہے و لیکن شرط یہ ہے کہ پانی کا جاری رہنا بند ہو جاوے تاکہ بیع غیر بیع کے ساتھ مخلط نہو جاوے اور اگر حوض تانبے یا پتیل کا یا گچ کیا ہو انہو تو اُسمین مشائخ نے ایسا ہی اختلاف کیا ہے جیسا کہ میون مین برن کے مجدد کے اندر برن کے نیچے مین اختلاف ہے اور امام محمد رحم نے فرمایا کہ متناز اس مسئلہ مین یہ ہو کہ اگر بائع نے اُسکو چکانے کے طور پر پہلے سپرد کر دیا پھر اسکے بعد بیع قرار پائی تو جائز ہے اور اگر پہلے فروخت کر کے پھر سپرد کیا تو جائز نہیں ہے۔ کذا فی المحیط۔ اور صحیح یہ ہے کہ سپرد کرنے سے پہلے اُسکا بیع جائز ہے بشرطیکہ تین دن تک سپرد کر دیوے اور اگر بعد تین دن کے سپرد کیا تو بیع جائز نہو گی یہ محیط مخری مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک برن کا چم بچہ بیچا تو اُصح یہ ہے کہ بیع جائز ہے خواہ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کیا یا بیع کر کے پھر سپرد کیا ہو اور اسی کو فقہ ابو جعفر نے اختیار کیا ہے۔ اور پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کرنے مین زیادہ احتیاط ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور فقہ ابو نصر محمد بن سلام اطمینی سپرد کرنے سے پہلے اور بیچنے بیع کو جائز رکھتے تھے جبکہ بیع کرنے اور سپرد کرنے مین زیادہ مدت نہو جائے اس طرح کہ بیع کے ایک یا دو دن بعد سپرد کر دیوے اور اگر تین دن بعد سپرد کیا تو جائز نہیں کہتے تھے اور یہی مذہب اکثر مشائخ اور اہل النہر کا ہے پھر جب بیع جائز ہوئی تو مشتری کو سپرد کرنے مین دیکھنے کے وقت اختیار ویت ثابت ہو گا پس اگر اُسے سپرد کی واقع ہونے کے بعد دیکھا پس اگر سپردگی پورے تین دن گزرنے پر واقع ہوئی تو اُسکو اختیار ویت حاصل ہو گا اور اگر تین دن سے پہلے واقع ہوئی تو عقد بیع سے تین دن تک اُسکو اختیار ویت حاصل ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر صرف بیچنے کا پانی فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پانی مع زمین فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر ایک زمین کو مع دوسری زمین کے پانی کے فروخت کیا تو امام محمد رحم نے اس صورت کو ذکر نہیں فرمایا ہے اور فقہ ابو نصر بن سلام نے اُسکا کہ یہ جائز ہے اور فقہ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اسی کی طرف امام محمد رحم نے اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک سقے سے کسی قدر مشکین آب فرات کی خریدین پس اگر مشک معین تھی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فقہائے کے نزدیک جائز ہے کیونکہ لوگوں کا تعامل ہے اور پکھال و گھڑے وغیرہ کا بھی یہی حال ہے اور یہ جواز استحساناً اور قیاس کی دلیل سے ہے اور اگر اُس مشک کی مقدار معلوم نہو تو بیع جائز نہیں ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحم کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ سے ایک درم لیکر تو میرے چمپا یون کو اتنے مہینہ پانی پلاوے تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنی مشکین پلاوے تو جائز ہے بشرطیکہ اُسکو مشک دکھلا دیوے اور اگر

۱۰  
 مجروحان  
 و سربازان  
 انضباط  
 مختلفه  
 علی بن  
 ۱۱  
 آت بخیر  
 حاضر و  
 دنام و  
 مردان  
 اورمی  
 روانه  
 ۱۲



کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے تیری زمین قراچ بھر پانی سے سیراب کروں گا پھر اس کے لیے نہ رکھوں نہ  
اسکو سیراب کیا تو اس شخص کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ اپنے چوپایوں کو میری نہریا میرے قلعان عوض میں دے پانی  
پلائے تو یہ جائز ہو گا نہ اسے الذخیرہ۔

**۲ ٹھوین فصل** بیع یا فن کے نامعلوم ہونے کے بیان میں جس شخص نے بیع میں فن کو مطلق چھوڑ دیا  
اس طرح کہ مقدار ذکر کی اور صفت ذکر نہ کی تو اس میں جو نقدی زیادہ چلتی ہوگی اسی پر بیع واقع ہوگی  
اور اگر شرمین نقد مختلف رائج ہوں تو بیع فاسد ہو جاوے گی لیکن اگر ان میں سے ایک بیان کر دے  
تو یا کوئی زیادہ رائج ہو تو وہی لیا جاوے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ جب ان نقدوں کی مالیت  
مختلف ہو اور اگر مالیت میں برابر ہوں تو بیع جائز ہو جاوے گی اور جو مقدار بیان کی ہو وہ ہر قسم کے  
نقد میں سے لی جاسکتی ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک قسم کے درم آمدی ہوں اور دوسری قسم کے ثنائی  
ہوں یا ثنائی ہوں تو ثنائی کے دو یا ثنائی کے تین کی مالیت مثل احادی کی ایک کی مالیت کے ہو اور  
ثنائی یا ثنائی میں سے ایک کو آٹے حوت میں درم نہیں کہتے ہیں بلکہ درم یا احادی میں سے ایک کو یا ثنائی  
میں سے دو کو یا ثنائی میں سے تین کو کہتے ہیں یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور  
فن کا ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بلائن بیچ کر دیا اور مشتری  
نے کہا کہ میں نے اسے قبول کیا تو بیع باطل ہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ کسی نے اپنے قرضدار سے کہ  
جہیز کے دس درم قرض تھے یہ کہا کہ کیا تو نے یہ کھڑا میرے ہاتھ دس درم میں سے کچھ دامون کو بچا اور  
یہ دوسرا کپڑا دس درم میں کے باقی دامون کو بچا اور اسے کہا کہ ہاں میں نے تیرے ہاتھ  
فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہو اور اگر اسے یوں کہا کہ کیا یہ کھڑا تو نے میرے ہاتھ دس درم میں سے  
کچھ دامون کو بچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم میں سے کچھ دامون کو بچا اور اسے کہا کہ ہاں میں نے تیرے  
ہاتھ فروخت کیا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس صورت میں دس درم میں سے کچھ حصہ بھول باقی  
رہا یعنی دس پورے ہونا ضرور نہیں بخلاف اسکے پہلی صورت میں دس پورے ہو جاتے ہیں یہ فتاویٰ  
قاضی خان میں لکھا ہو۔ بیع یا فن کا نامعلوم ہونا بیع کے جائز ہونے کا مانع ہی جبکہ اس نامعلوم ہونے کے  
ساتھ سپرد کرنا معتذر ہو اور اگر سپرد کرنا معتذر نہ ہو تو عقد بیع فاسد نہ ہو گا جیسے کہ کسی ڈھیری کے یا فون  
کی تعداد معلوم نہ ہو مثلاً ایک معین ڈھیری فروخت کی اور یہ معلوم نہ ہو کہ کتنے پتہ تھی او جیسے کچھ معین  
کپڑوں کی گنتی نہ معلوم ہو اس طرح کہ کچھ معین کپڑے فروخت کیے اور ان کی گنتی نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد  
نہوگی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ تمام ڈھیر بچا اس حساب سے کہ ایک قنیر  
ایسکی ایک درم کو تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اس میں سے ایک قنیر کی بیع ایک درم کے عوض جائز  
ہو اور باقی کی بیع جائز نہیں ہو لیکن اس وقت جائز ہو سکتی ہو کہ مشتری کو جدا ہونے سے پہلے سب قنیرین  
معلوم ہو جاوین پس اسکو اختیار حاصل ہو گا کہ اگر چاہے تو ہر قنیر کو ایک درم کے عوض سب خریدے  
ورنہ سب کو ترک کر دے اور اسکو بیع ایک درم کے عوض لازم ہوگی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ

قرآن بالغ نہیں  
کہ آپ وہ وقت فرمادے  
بابت ۱۱ من  
ع  
میں بیع جائز ہے

فرمایا کہ پوری ڈھیری کی بیج ہر قہیز ایک درم کے حساب سے جائز ہے خواہ مشتری کو تمام قہیزین معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں اور اگر اُسے کما کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ سب ڈھیری ہر دو قہیز اسکے دو درم کے حساب سے یا ہر تین قہیز اُسکے تین درم کے حساب سے فروخت کر دی تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری اور بائع میں جھگڑا ہوا یہاں تک کہ بائع نے سب کو بالخصوص کوٹاپ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جتنے سپرد کیا ہو وہ سب امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کو لازم ہوگا اور باقی کی بیج باطل ہوگی اور ایسا ہی اختلاف ہر روزنی چیز میں ہے کہ جسکے ٹکڑے کرنے میں کچھ نہر نہ ہو جیسے شہد یا زیتون کا تیل وغیرہ یہ مسنرات میں لکھا ہے۔ اور گز سے ٹاپنے کی چیزوں میں اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ سب زمین اس میں سے ہر گز ایک درم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ کل بیج جائز نہیں ہو لیکن نہ ایک گز کی بیج جائز ہے اور نہ باقی کی جائز ہے لیکن اگر مشتری کو تمام گز اسی مجلس میں معلوم ہو جاوے تو اس کو سیکر یا حاصل ہوگا اور اگر جاننے سے پہلے دو دن جدا ہو گئے تو بیج کا فاسد ہونا بڑھ جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی ایک گز ایک درم کے حساب سے سب کی بیج جائز ہے اور مشتری کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُسے کہا کہ میں نے یہ سب کھڑا اسکے ہر دو گز دو درم ہوں کے حساب سے یا تین گز اسکے تین درم ہوں کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہی حکم ان روزنی چیزوں کا بھی ہے کہ جسکے ٹکڑے کرنے میں بائع کو مضرت پہنچتی ہو لیکن جو چیزیں گنتی کی ہیں ان میں لحاظ کیا جاوے گا اگر وہ چیزیں باہم قریب قریب ہوں تو اُن کا حکم وہی ہے جو کیلی اور روزنی میں مذکور ہوا اور اگر ایسی گنتی کی چیزوں میں باہم تفاوت ہو مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے یہ گلہ بکریوں کا ہر بکری اس کی دس درم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اس میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ گزوں کے ٹاپنے کی چیزوں میں مذکور ہوا اور اگر بائع نے یہ کہا کہ اس گلہ کو ہر دو بکریاں اس کی بیس درم کے حساب سے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو سب کے قول میں بالاتفاق پورے گلہ میں بیج جائز نہیں ہے اور اگر مشتری کو اسی مجلس میں سب کی گنتی معلوم ہو گئی اور اس نے بیج کو اختیار کر لیا تو بھی جائز نہیں ہے شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر زمین ڈھیری میں سے سوائے ایک قہیز کے سب ڈھیری کو چپا تو سب کی بیج سوائے ایک قہیز کے جائز ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ کہا کہ میں نے اس بکری کے گلہ کو اس میں سے ایک بکری غیر معین کے سوا فروخت کیا تو بیج فاسد ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک موٹی اس شرط پر بیچا کہ یہ ایک شقال وزن میں ہے پھر مشتری نے اُس کو اس سے زیادہ پایا تو وہ مشتری کے سپرد کر دیا جاوے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ گیلہوں اور یہ جو ہر قہیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیے اور سب قہیزوں کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک سب کی بیج فاسد ہے یہاں تک کہ کل قہیزین معلوم ہوں اور جب معلوم ہو گئیں تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر قہیز گیلہوں کی ایک درم کے حساب سے خریدے اور صاحبین کے نزدیک کل کی بیج جائز ہے اور اگر بائع نے کہا

۲  
 حضرت  
 سید  
 محمد  
 بن  
 عبد  
 اللہ  
 بن  
 عباس  
 رضی  
 اللہ  
 عنہ  
 فرماتے  
 ہیں  
 کہ  
 اگر  
 بائع  
 نے  
 بیج  
 کو  
 چپا  
 دیا  
 تو  
 بیج  
 باطل  
 ہے  
 مگر  
 اگر  
 مشتری  
 نے  
 اس  
 کو  
 کھینچ  
 لیا  
 تو  
 بیج  
 جائز  
 ہے







اگر ساٹھ نوگز پایا تو اسکو نو درم کے عوض لے لینے کا اختیار ہو اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ اگر اسنے ساٹھ دس گز پایا تو گیارہ درم کو لے سکتا ہے اور اگر ساٹھ نوگز پایا تو اسکو دس درم کے عوض لینے کا اختیار ہو اور امام محمد رحمہ نے کہا کہ اگر اسنے ساٹھ دس گز پایا تو ساٹھ دس درم کو لے سکتا ہے اور اگر ساٹھ نوگز پایا تو ساٹھ نو درم کو لے سکتا ہے اور ان قولوں میں سے امام اعظم رحمہ کا قول صحیح ہے اور شائع نے کہا کہ یہ حکم گزوں سے ناپنے کی ان چیزوں میں ہے کہ جنکے کناروں میں تفاوت ہو تا ہو اور اگر ایسی چیز ہو کہ اسکے کناروں میں تفاوت نہ ہو جیسے کہ کمراس وغیرہ پس جب ایسی چیز کو اس شرط پر کہ وہ دس گز ہو بعوض کسی قدر دامن کے خریدے اور اسکو دامن پاوے تو زیادتی مشتری کو نہ دیا جائیگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور یہی حکم گزوں سے ناپنے کی سب چیزوں میں ہو جیسے کڑی وغیرہ اور یہی حکم ہر وزنی چیز کا ہو کہ جسکے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو تا ہو جیسے پتیل یا تانبے وغیرہ کا ڈھلا ہوا برتن مثلاً یون کے کہ میں نے یہ برتن تیرے ہاتھ سو درم کے عوض اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ دس من ہو پھر مشتری نے اسکو ناقص یا دامن پایا تو اسکا وہی حکم ہو خواہ باٹھ تے ہر من کا ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مضرات میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ کپڑا اس کنارے سے اس کنارہ تک پہنچا ہوں اور وہ تیرہ گز ہو اور ناگاہ وہ پندرہ گز نکلا اور باٹھ تے کہا کہ میں نے غلطی کی تو اسکے کہنے پر اتفاقات نہ کیا جاویگا اور یہ کپڑا اسی ثمن کے عوض جو اسنے بیان کیا ہو قاضی کے حکم میں مشتری کو ملے گا اور دیانت کی راہ سے زیادتی مشتری کے سپرد نہ ہوتی چاہے یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے چاندی کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز اس شرط پر کہ اسکا وزن سو مثقال ہو دس دینار کو خریدی اور وہ نوون قبضہ کر کے جدا ہو گئے پھر مشتری نے اسکا وزن دو سو مثقال پایا تو یہ سب دس دینار کے عوض مشتری کو ملے گا اور ثمن میں کچھ زیادتی نہ کیا جائیگی اور اگر اسکو مشتری نے اتنی یا تو کتبے مثقال پایا تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر ہر دس مثقال کے واسطے کوئی ثمن ملے وہ بیان کر دیا اور کہا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ اس شرط پر چاکہ یہ سو مثقال دس دینار کو ہو کہ ہر دس مثقال ایک دینار کے حساب سے ہو اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اسکا وزن ایک سو پچاس مثقال پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے یہ بات مشتری کو معلوم ہوئی تو اسکو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو ثمن میں پانچ دینار زیادہ کر کے سب کو پندرہ دینار کے عوض لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اسکو یہ بات معلوم ہوئی تو اس ڈھلی ہوئی چیز کی ایک تہائی کی بیج باطل ہو جاوے گی اور باقی میں مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو دس دینار کے عوض اسکا دو تہائی حصہ لینے پر راضی ہو جاوے ورنہ سب کو واپس کر کے اپنے دینار پھر لے اور اگر مشتری نے اسکو پچاس مثقال پایا اور جدا ہونے سے پہلے یا بعد یہ معلوم ہو گیا تو اسکو یہ اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو وہ چیز واپس کر کے اپنے سب دینار پھر لے یا راضی ہو جاوے اور ثمن میں سے پانچ دینار واپس کر لے اور اسی طرح اگر سونے کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز بعوض دس ہون کے خریدی تو اسکا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہو یہ شیخ طہاری میں لکھا ہے اور اگر ڈھلی ہوئی چیز کو اسی کی جنس کے عوض برابر وزن پر فروخت کیا اور مشتری نے اسکو

زائد پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے اس سے آگاہ ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو فن کو بڑھاوے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اس سے آگاہ ہو تو بیع باطل ہو جاوے گی کیونکہ مقدار زائد کے قابل حصہ فن پر قبضہ نہ پایا گیا اور اگر مشتری نے اسکو کم پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسپر راضی ہو کر اپنے فن کی زیادتی واپس کر لے ورنہ سبکو واپس کر دے خواہ بیع کے وقت ایک درم کے وزن کو ایک درم کے حساب سے دیکھا بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور گنتی کی چیزوں میں حکم یہ ہے کہ اگر گنتی کی چیزیں باہم قریب برابر ہوں جیسے اخروٹ اور انڈے تو اسکا حکم کیلی اور وزنی چیزوں کا حکم ہے پس اگر سب کا ایک فن یا ہر ایک کا علیحدہ فن بیان کیا ہو تو عقد بیع اسکی مقدار سے متعلق ہوگا اور اگر عددی چیزیں باہم تفاوت ہوں جیسے بکری اور گائے وغیرہ پس اگر اس نے ہر ایک کا علیحدہ فن بیان نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گلہ بکری کا سبز درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ سوہن یا اسے ہر ایک کا فن علیحدہ بیان کر دیا مثلاً اسی صورت میں یوں کہہ کہ ہر بکری دس درم کو ہو پس اگر مشتری نے موافق کہنے کے سو بکریاں پائیں تو خیر اور اگر زیادہ پائیں تو سب کی بیع فاسد ہو جائیگی خواہ ہر ایک کا فن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اسے کم پائیں پس اگر ہر ایک کا فن علیحدہ بیان نہیں کیا ہو تو بھی بیع فاسد ہو اور اگر ہر ایک کا فن علیحدہ بیان کر دیا ہو تو بیع جائز ہو و لیکن مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو جو فن اس فن کے جو بیان کیا ہے خرید لے ورنہ ترک کر دے اور یہی حکم سب عددی چیزوں میں جو باہم تفاوت ہوں جاری ہو اور اگر اسے کہا کہ میں نے یہ گلہ بکریوں کا اسکی ہر دو بکریاں بیس درم کے حساب سے فروخت کیں اور سب بکریوں کی تعداد ایک متو بتلائی تو بیع فاسد ہو اگرچہ اسکو مشتری نے موافق بیان کے پایا ہو یہ سب شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر کیلی چیز کو اس شرط پر خرید اکہ وہ دس قفیز سے زیادہ ہو پھر اسکو دس قفیز سے زیادہ پایا تو جائز ہو اور اگر دس یا دس سے کم پایا تو جائز نہیں ہو اور اگر اس شرط پر خرید اکہ وہ دس قفیز سے کم ہو پھر اسکو دس سے کم پایا تو جائز ہو اور اگر دس یا زیادہ پایا تو جائز نہیں ہو اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ جائز ہو اور اگر کسی دار کو اس شرط پر خرید اکہ وہ دس گز ہو تو سب صورتوں میں بیع جائز ہو یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اور اگر گیوؤن کو اس شرط پر بیجا کہ وہ ایک کڑ سے کم ہیں یا اس سے زیادہ ہیں پھر اسکو کم یا زیادہ پایا تو جائز ہو اور اگر پورا کڑ پایا تو بیع فاسد ہو جاوے گی اور اگر گیوؤن کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کڑ یا اس سے کم ہیں تو ہر طرح جائز ہو اور مشتری کے ذمہ لازم ہوں گے کیونکہ اگر اسے پورا کڑ یا اس سے کم پایا تو بھی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اگر زیادہ پایا تو زیادتی بیع میں داخل نہوگی اور اسکو ایک کڑ سے کم یا اس سے کم پایا تو بھی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اگر زیادہ پایا تو زیادتی بیع میں داخل نہوگی اور اگر اس سے زائد ہیں تو بھی یہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جب اسے کم پائے تو حصہ نقصان کو نکال ڈالے گا اور اسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط عرضی میں لکھا ہے۔ اگر گیوؤن کو اس شرط پر خرید اکہ وہ ایک کڑ ہیں پھر ان کو ناپا تو ایک قفیز کم پایا تو باقی کا مقدار امام اعظم رحمہ کے نزدیک نفع ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے اور اسی بنا پر اگر

[illegible]



بروزن کے بدلے پچاس رطل کم لگاتا جائیگا تو بیچ فائدہ ہوگا اور اگر اس شرط پر خریداکہ جو کچھ اس برتن کا وزن ہو مقدار کم لگنا دیکھا تو جائز ہے جاریہ عنبر میں لکھا ہے۔ اگر کسی برتن میں سے آجوان کاتیل اور دوسرے برتن میں سے محلی خٹا اور دونوں کو برتن برتن کے اس شرط پر خریداکہ یہ سب بنو رطل ہیں پھر بھی کو چالیس رطل اور تیل کو ساٹھ رطل پایا تو تین میں سے دس رطل بائع کو واپس کر دیکھا اور نگلی۔ کہش میں سے دس رطل کا شن کم کر لے گا اور اسی طرح اگر ایک گون کے گون اور دوسری گون کے جو بغیر گون کے اس شرط پر خریدے کہ یہ سب ستو میں ہیں تو سنا حکم بھی جی سکھ ہی اور اسی طرح اگر تین کیل چارون کی طرف نسبت کیا تو عقد بیع میں ہر قسم کی چیز سو کی ایک تالی واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک معین برتن کہ جسکی مقدار نہ معلوم ہو یا ایک معین پتھر کہ جسکی مقدار معلوم نہ ہو دونوں کے اندازہ پر بیچ کر ناجائز ہو اور سن رد نے امام عظیم سے روایت کی کہ جائز نہیں ہے اور اول اصح یہ کہ انے انکافی۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ برتن منکس یا منقبض یا غبط نہوتا ہو اور اگر منکس ہوتا ہو جیسے ذہیل اور ٹوکی وغیرہ تو جائز نہیں ہے لیکن صرف پانی کی مشک میں احتیاطاً بسبب لوگوں کے تعامل کے جائز ہے اور اسی طرح اگر پتھر کے ربڑہ ٹوٹ کر جھڑتے ہوں تو بھی جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر ایسی چیز کے وزن کے اندازہ سے بچا کہ جو خشک ہو کر کم ہو جاتی ہو جیسے خرپڑہ گڑی وغیرہ تو بھی جائز نہیں ہے یہ تمیز میں لکھا ہے۔ اور اسی عقد بیع کے صحت پر باقی رہنے کے واسطے یہ شرط ہے کہ وہ برتن یا پتھر اپنے حال پر باقی رہے پس اگر بیچ کے سپرد کرنے سے پہلے وہ تلف ہو گیا تو بیع فاسد ہو جاوے گی یہ بحر الزائق میں لکھا ہے اور منتقی میں مذکور ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک درم موجود تھا اور اسے دوسرے سے کہا کہ میں مثلاً یہ کپڑا تجھ سے اسکے عوض خریدتا ہوں اور یہ اشارہ اس درم کی طرف کیا پھر بائع نے اس درہم کو ستوق پایا تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی خریدنا چاہی اور ایک ہیانی لایا اور کہا کہ میں نے یہ باندی بعض اس ہیانی کے یا بعض اس چیز کے جو اس ہیانی میں پر خسر یہی پھر بائع نے جو ہیانی میں تھا اسکو اس شہر کے نقد کے برخلاف پایا تو بائع کو اختیار ہے کہ اسکو واپس کر کے جو نقد اس شہر میں جاری ہو لے یوں اور اگر اسے اس میں اسی شہر کا نقد پایا تو اسکو اختیار نہوگا اور یہ صورت برخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ باندی بعض اس چیز کے جو اس خم میں ہے خریدنی پھر بائع نے وہ درم جو اس خم میں تھے دیکھے تو اسکو خیار حاصل ہوگا اور یہ خیار خیار رکبت کہلاتا ہے نہ خیار ردیت کیونکہ خیار ردیت نقد میں ثابت نہیں ہوتا ہے نہ خاوسہ فاضلانی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی چیز اسکی رقم کے ساتھ خریدی (یعنی ایسی علامت بنائی گئی کہ جس سے شن کی مقدار معلوم ہو) اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا پھر اگر اسکے بعد اسی مجلس میں معلوم ہو جاوے تو عقد جائز ہو جاوے گا اور امام شمس الائمہ حلوانی فرماتے تھے کہ اگر اسی مجلس میں اس رقم سے آگاہ ہو تو بھی عقد جائز نہو جائے گا لیکن اگر اسکی باندی رضامندی پر قائم رہا اور مشتری بھی اسکے ساتھ راضی ہوا تو رضامندی طرفین کے سبب سے دونوں میں عتدا ابتدائی عقد ہو جاوے گا کذا فی الاخرہ۔ اور اگر آگاہی سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو عقد باطل ہوگا اور اسی طرح اگر بون

صورت ابدی  
یونان جو کائنات پر  
کے ہر گوشہ پر  
معین کیا  
دس بیلیاں  
اور دس  
کی صورت اس  
نہ دنیا  
معین  
وزن  
نہ  
شکسب  
کے  
اسکے  
یونان  
ارد  
کی  
وحشی  
دانش  
یونانی  
دولتی  
کات  
کہ  
مطلوب  
تقارن  
پہلی







ایک دم نہ تو بائع بقدر اسکے جذبہ کے فروخت کی تو بیع باطل ہو اور اس طرح اگر کچھ نام نہ ہو ان بیچاں میں  
 رطل بیان کرنا اور مشتری نے اس سے بہترین رطل ایک درم کے حساب سے خرید لیا تو بیع باطل ہو اور اگر کسی نے  
 اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اٹا لیا اسکے وزن پھر درہون کے عوض دینا تو باطل ہو یہ میں نے کہا ہو اگر  
 کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ غلام اسنے کو دینا اور اسکا نام نہ لیا اور اسکو مشتری نے لیا نہیں  
 دیکھا تو بیع باطل ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بیچ دیا تو بیع فاسد ہو بشرطیکہ بائع ہی  
 دوسرا غلام بھی چاہے اور مشتری دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ بیع یہ غلام ہو تو بیع جائز ہوگی  
 اور قولہ بیع جائز ہوگی اسکے معنی میں مشارع کا سطح اختلاف ہو کہ بعضوں نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ پہلی بیع اتفاق  
 کے وقت جائز ہو جاوے گی اور بعضوں نے کہا کہ نہیں بلکہ دوسری بیع دست بردست معتقد ہو یا وگرنہ پہلی بیع معتقد  
 ہو کہ جائز ہو جاوے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور شرح کتاب العتاق میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہہ کہ میں نے تیرے ہاتھ  
 اپنا غلام اتنے کو فروخت کیا اور اسکا ایک ہی غلام چاہے اگر اسے کہا کہ اپنا غلام جو فلاں مکان میں موجود ہو  
 فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مکان کا پتہ نہ دیا تو خمس الاثم حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ عامہ مشارع کے نزدیک  
 بیع جائز نہیں ہے شیخ رحمہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذا فی المیطہ۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ سب  
 جو کچھ اس دار میں ہے غلام اور چارے اور کپڑے سب فروخت کر دیے اور مشتری نہیں جانتا کہ وہ اس کے اندر کیا  
 کیا چیز ہے تو بیع فاسد ہوگی اور بجائے دہانے کے کہ جبکا ترجمہ بجا لکھ کر کیا گیا ہے) بیت کا لفظ ذکر کیا اور باقی  
 اپنے حلال پر ہے تو بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر یہ صندوق یا یہ تھیلہ ذکر کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الظہیر یہ۔  
**نویں فصل** ان چیزوں کی بیع کے بیان میں جو دوسری چیز سے متصل ہوں اور ایسی بیع کے بیان میں  
 جس میں استیفاء ہو جو دودھ تھنوں کے اندر ہو یا جو بچہ پیٹ میں ہو اسکا بیع جائز نہیں ہے اور اس پر شہر کا  
 ہو بکری کی پیٹ پر ہو روایت مشہورہ میں جائز نہیں ہے کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر عقد واقع ہونے کے بعد  
 بائع نے پیٹ یا دودھ کو سپرد کر دیا تو بھی جائز نہیں اور وہ عقد صحیح ہو جاوے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور  
 جانوروں کی جینی میں بیع باطل نہیں ہوتی ہے شیخ حمادی میں لکھا ہے۔ گیون جو بالیوں کے اندر موجود ہیں انکا  
 بیع ناجائز ہے اور تولد دونوں طرح سے جائز ہے اگرچہ کہ ہوز داد سخت نہ ہوے ہوں یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اور بیع مزبانہ  
 جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چھوڑے درخت پر لگے ہوے ہوں انکو ٹوٹے ہوے چھوڑوں کے عوض انھیں  
 کیل کے مثل پر انداز کوٹ سے فروخت کرے اور بیع محالہ بھی جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ بالیوں کے  
 گیونوں کو انھیں کے مثل پکانہ پر انداز کوٹ کر کے گیونوں کے عوض فروخت کرے یہ نہر العتاق میں لکھا  
 ہے۔ اگر ایسے گیون کا بھوسہ خرید تو جائز نہیں ہے اور اگر وہ نہ لے کے بعد دانہ نکالنے سے پہلے خرید تو جائز ہے  
 یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور بیع ملا مسہ بھی جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری کسی چیز کو چکادین اور دونوں  
 کا اس بات پر اتفاق ہو جاوے کہ جب مشتری اس چیز کو چھوے تو بائع کی طرف سے بیع ہو گئی اور کسکری  
 پھینکنے کی بیع بھی جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ککری پھینکنے اور دہان چند کپڑے رکھے ہوں پھانسی  
 کپڑے پر ککری چاڑھے وہی بیع ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ وہ زمین ہو یا غیر زمین ہو سب سے یہ

بیع کا بھی کرنا  
 بعد بیع کے بیع  
 ہر قدر صحیح ہے  
 انھیں

فرقی معتبر نہیں ہے، لیکن یہ ضرور چاہیے کہ وہ دونوں پہلے سے شے پر راضی ہو لیں اور: یہی طبع بچہ منانہ بھی جائز نہیں ہے وہ یہ ہو کہ ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور دونوں میں سے کسی نے دوسرے کے کپڑا پھینکنے کو نہ دیکھا اس بنا پر کہ یہ پھینکنا بیچ ہو نہ ہر اتفاق میں لکھا ہو۔ گیوون کا درخت بہ دن گیوون کے فروخت کرنا جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ اور اگر سیب فروخت کی اور موتی کا نام نہ لیا تو جائز ہے اور موتی مشتری کا ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر خوبوزے کے اندر کے بیج کسی نے خریدا چاہے اور باغ نے فروخت کر دیے اور خوبوزہ والا اس بات پر راضی ہو گیا کہ خوبوزہ تراش دے تو بیج باطل ہے بالکل جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہو کہ ذاتی جو اہر الاخطا علی اور اسی طرح اگر چھوٹے کے اندر کی گٹھلی اور تلی کے اندر کا نسل اور بیجوں کے اندر کے تیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر باغ نے اُسکو مشتری سے سپرد کر دیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اگر کسی جلا ہے کو اپنا سوت دیا کہ تو میرے واسطے عامسہ اپنے رشتہیہ مال کو دے دے اور اسے بن دیا پھر اس سے وہ امر بشیر جو اسے عامسہ میں مبتا ہی خرید کیا تو جائز ہے یہ غیہ میں لکھا ہو۔ اور عیون میں لکھا ہو کہ اگر مشکا جو بیت کے اندر رکھا ہوا ہو کہ جبکا نکالنا بدون دروازہ توڑنے کے ممکن نہیں ہے فروخت کیا تو جائز ہے اور باغ پر جبر کیا جائے گا کہ بیت سے باہر لا کر سپرد کرے اور اگر مشتری نے جاننا کہ بیت کے اندر باغ اُسکو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے پس اگر بدون توڑنے کے قدرت نہیں رکھتا ہے تو اُسکو توڑ دے گا اور نکالے گا اور بعضوں نے کہا کہ بیع باطل ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو۔ اور اگر اس خاص کپاس کے جو بیع فروخت کیے تو جائز نہیں ہے اور مفتی بن لکھا ہو کہ نفعیہ ابواللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر کھال اور اوجھ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے پس اگر اسکے بعد باغ نے ذبح کیا اور کھال اور اوجھ جدا کر کے دے دیا تو عقد جائز ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے شتیر جو چھت میں پڑا ہوا ہے یا ایک گز ایک کپڑے کی کسی جانب معلوم میں سے یا ایک گز کسی لکڑی کی خاص جگہ میں سے یا تلوار کی چاندی کے جو بلا ضرر نہیں چھوٹ سکتی ہے یا آدمی کہتی کہ جو ابھی کئی نہ تھی یا دو شخصوں میں مشترک تھی کہ ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ سب بیع فاسد ہیں پس اگر باغ اس بات پر راضی ہو گیا کہ شتیر اکھاڑے یا کپڑے اور لکڑی میں سے ایک گز قطع کرے یا تلوار میں سے چاندی جبار دے یا شتیر کو جبکہ سب اُسی کی جتنی کاٹ دے تو مشتری کو اس سے پہلے کہ باغ کوئی ایسا فعل کرے بیع صحیح کر دینے کا اختیار ہے پس اگر مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے باغ نے کوئی فعل ان میں سے کیا تو عقد مشتری کے ذمہ لازم ہو جائیگا اور اُسکو خیار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہو۔ دیوار میں سے شتیر رکھنے کی جگہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا بالاتفاق ناجائز ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہو۔ اور انگوٹھی کے اندر گلیہ فروخت کرنے کی دو صورتیں ہیں کہ اگر اُسکے نکالنے میں ضرر ہو تو بیع جائز ہوگی اور انگوٹھی اگر مشتری کے قبضہ میں ہو تو بات رہیگی اور اگر اُسکے قبضہ میں تلف ہو جاوے تو کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اُسکے نکالنے میں کچھ ضرر نہ ہو جائز ہے اور اس صورت میں اگر انگوٹھی اسکے پاس تلف ہو جاوے تو اسپر گلیہ کا ثمن واجب ہوگا

[illegible]



یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور ابن سماعہ میں ہو کہ میں نے امام محمد رحمہ سے پوچھا کہ کسی نے اگلوٹھی کے اندر ایک گلیہ یا چھت کے اندر ایک شہتیر کہ ہر ایک ان میں سے بدون ضرر کے نہیں نکل سکتا تھا فروخت کیا تو آیا مشتری اسکا مالک ہوگا یا یہ بیج موقوف ہو تو امام محمد رحمہ نے جواب دینے سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ یہ بیج موقوف رہے گی مشتری مالک ہوگا تا وقتیکہ بائع کو اس میں خیار حاصل رہے کہ اگر چاہے تو سپرد کرے اور چاہے نہ سپرد کرے یعنی بیع کے اکھاڑنے سے پہلے کی حالت کی جانب اشارہ فرمایا اور جب اسکا ایسا حال ہو جاوے کہ بائع اس کے سپرد کرنے سے انکار کر سکتا ہو تو مشتری مالک ہو جاوے گا اور اگر مشتری نے اس میں کچھ جھگڑا نہ کیا تو یہ ان تک کہ بائع نے پوری اگلوٹھی یا بیٹ و مکے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ دوسری بیع پہلی بیج کو توڑ دیگی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور منتقی میں اس جنس کے مسئلوں کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہو کہ جن چیزوں میں ہم بائع پر یہ جبر کر سکتے ہیں کہ مشتری کے سپرد کرے اور مشتری نے بنا بر اس بیع کے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور جن چیزوں میں ہم مشتری کے سپرد کرنے کے واسطے بائع پر جبر نہیں کر سکتے اور بائع نے اس کے سپرد کر دی تو مشتری قابض ہوگا اور ضائع ہو جانے کی صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ کسی نے کچھ صوت جو بچھونے میں بھرا ہو اور فروخت کیا اور بائع نے اس کے اُدھیرنے سے انکار کیا پس اگر اس کے اُدھیرنے میں ضرر ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر ضرر نہ ہو تو جائز ہو پس اگر اُدھیرنے کے باب میں دونوں اختلاف کریں تو بائع پر واجب ہوگا کہ تھوڑا سا اُدھیر کر مشتری کو دکھا دے پس اگر وہ دیکھ کر راضی ہو گیا تو باقی اُدھیرنے کے واسطے بائع پر جبر کیا جاوے گا اور اسی طرح زمین کے اندر گرجہ کی بیج کا بھی یہی حکم ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور دکان کے اندر کی عمارت اور زمین کے درختوں کی بیج کے جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہو کہ اس کے جدا کرنے میں بائع کی ملک کو ضرر نہ پہنچتا ہو یہ قیصر میں لکھا ہو۔ ابن سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اگر بالفرض میں نے ایک شہتیر غصب کر لیا اور اسکو ایک بیت کی چھت میں ڈالا یا میں نے کچھ تختہ انشین غصب کر لیں اور اس سے ایک دار بنایا یا میں نے ایک چوکھٹ غصب کر لی اور اسکو ایک دروازہ میں لگا یا پھر میں نے وہ بیت یا دروازہ یا دار فروخت کر دیا تو کیا ایسی بیج کو آپ جائز سمجھتے ہیں اور جب مشتری اس غصب سے آگاہ ہو تو کیا اسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیج جائز ہو اور مشتری کو اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی کا سفح بکار کی کسی شخص کی زمین میں عمارت تھی پس اگر وہ عمارت کوئی بنا یا درخت تھا تو جائز ہو بشرطیکہ زمین میں چھوٹ رکھنے کی شرط نہ کی ہو اور اگر کھیت کی گڑائی یا نہر کا آگارتا یا اس کے مثل ہووے تو جائز نہیں ہو یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اور اگر بیج کوئی دار یا زمین ہو کہ جو دو شخصوں میں بلا تقسیم مشترک ہو پھر ایک نے ان میں سے ایک بیت معین یا ایک قطعہ زمین معین تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کر دیا تو بیج جائز نہیں ہو نہ اس کے حصہ کی اور نہ اس کے شریک کے حصہ کی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے دار یا زمین میں سے اپنا پورا حصہ فروخت کر دیا تو بیج جائز ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہو۔ اور ہانی بنے کے راستہ کو چھینا اور ہیکٹا جائز نہیں ہو

کسی قسم کی بیج  
جو کہ جس سے  
آبادانی مقصود  
ہوئی ہو اور یہ  
مردانین ہو کہ  
مگر یہ لازمہ

اور گزر گا کہ کو بیچنا اور سہ کرنا جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک ایسی باندی کہ جسکے پیٹ میں بچہ تھا کہ جسکے جن میں یہ وصیت کی گئی تھی کہ یہ بچہ فلان شخص کو دیا جاوے فروخت کر دی پھر جس شخص کو دیرینے کے واسطے وصیت کی گئی تھی اُسے بیع کی اجازت دیدی پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد باندی بچہ جنی تو اُس شخص کو جن میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی تو جن میں سے اُسکا حصہ ہوگا لیکن اگر قبضہ سے پہلے وہ بچہ مر گیا تو کچھ حصہ نہ ہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی اور اُس شخص نے کہ جسکے واسطے بچہ کی وصیت کی گئی تھی بیع کی اجازت ندی یا بچہ کو آزاد کر دیا تو اب مشتری باندی کو اُسکے حصہ میں کے عوض لے لیا اور بچہ جتنے کے بعد اُس شخص کا اجازت دینا کسی حال میں صحیح نہیں ہے یہ تاتا راخانہ میں لکھا ہے۔ اگر بیع میں سے ایسی چیز کو استثناء کیا کہ جسکا جدا بیچنا جائز ہو تو استثناء جائز ہوگا چنانچہ اگر ایک دھیری فروخت کی مگر ایک صاع اُسیں سے بیعے ایک صاع کا استثناء کیا یا یون کہا کہ میں نے یہ ٹسکا سرکہ یا تیل کا فروخت کیا مگر دس میر۔ اسی طرح اگر کوئی عردی چیزین ہوں کہ جو باہم قریب قریب ہیں اور اُن میں سے استثناء کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر بیع میں سے ایسی چیز کا استثناء کیا کہ جسکا الگ بیچنا جائز نہیں ہو تو استثناء صحیح ہوگا جیسے کوئی باندی بدون اُسکے محل کے یا کوئی بکری بدون اُسکے کسی عضو کے یا ایک گلہ بکریوں کا بدون ایک بکری کے یا چاندی چڑھی ہوئی تلوار بدون اُسکے چاندی کے فروخت کی تو بیع جائز ہوگی یہ محیط مشتری میں لکھا ہے۔ اگر کوئی عمارت یا دار فروخت کرنے میں اُس میں کی لکڑی کو استثناء کیا یا بچی اور بچی اینٹیں اور مٹی کو استثناء کیا تو جائز ہے بشرطیکہ مشتری نے اُسکو توڑ ڈالنے کے واسطے خریدا ہو یہ قیاس میں لکھا ہے اگرچہ بعض پر لگے ہوئے پھل فروخت کرنے میں اُس میں سے چند رطل معلومہ کا استثناء کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر پھل ٹوٹے ہوئے ہوں اور سب کو فروخت کرنے میں اُسیں سے ایک صاع کا استثناء کیا تو جائز ہے اور شائع نے کہا کہ یہ روایت امام حسن بن زیاد کی ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہو نا چاہیے اور اگر ایک حرام کا باغ فروخت کیا اور اُس میں سے ایک درخت معلوم استثناء کیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک دھیری سودم کے عوض سوائے اُسکے دسویں حصہ کے فروخت کی تو مشتری کو پورے میں اُسکا نو دسواں حصہ ملیگا اور اگر باغ نے کہا کہ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اُسکا دسواں حصہ میرا ہوگا تو مشتری کو اُسکا نو دسواں حصہ بعوض میں کے نو دسویں حصہ کے ملیگا اور امام حنوفی سے اسکے برخلاف روایت کیا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں بعوض پورے میں کے ملیگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ سو بکریاں بعوض سودم ہوں کہ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ بکری میری رہے یا میرے واسطے یہ بکری رہے تو بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ بدون اس بکری کے بیچتا ہوں تو ناخوہے بکریاں بعوض سودم کے مشتری کو بیٹگی گزانی فتح البعدید اور اگر کہا کہ یہ سو بکریاں تیرے لیے بعوض سودم کے بدون اُسکے آدھے کے ہیں تو اُدھی بکریاں بعوض سودم کے ہو گئی اور اگر کہا کہ میرے واسطے اُسکی اُدھی رہیگی تو مشتری کو اُسکی اُدھی پچاس درم کو بیٹگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کچھ بکریاں یا گھڑے کی گھڑی بعوض سودم کے فروخت کی اور اُسیں سے ایک غیر بعوض کو استثناء کیا

اور اگرچہ جائز ہے  
بیع سودم کے بیچنے سے

توبہ و سہو اور اگر معین کا استثناء کیا تو جائز ہے کہ زانی الخلاصہ۔ اور یہی حکم ہر ایسی عہدی چیزوں کا ہے جو باہر متواتر ہوں یہ بیع اہل ہند پر لکھا ہے۔ اور ایسی بات ہے کہ بیع کے چکے پیٹ کا بچہ آزاد کر دیا گیا ہو جائز نہیں ہے اور اس مسئلہ کی نظیر گیارہ مسئلہ او پہلے آچکے وہ بچہ کہ عقد اور استثناء دونوں جائز ہوں اور وہ بچہ کہ باندہ، سہو و سہوینہ کی کسی کو وصیت کی اور اس کے پیٹ کا بچہ استثناء کیا یا پیٹ کے بچہ کو دیدینے کی وصیت کی اور باندہ کی کا استثناء کیا تو استثناء صحیح ہے اور چار مسئلہ ہیں وہ ہیں کہ جنہیں عقد اور استثناء دونوں فاسد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر باندہ کی کو فروخت کیا یا اس کو مکاتب کیا یا اجرت پر دیا یا قرضہ سے اس کے دینے پر بیع کی اور اس کے پیٹ کے بچہ کا استثناء کیا تو یہ سب عقود فاسد ہیں اور چھ صورتیں اس میں سے وہ ہیں کہ جنہیں عقد جائز ہے اور استثناء باطل ہے اور وہ یہ کہ اگر باندہ کو بیہ یا صدمہ کے سپرد کر دیا یا اس کو مہرین دیدیا یا عدا خون کرنے کی صلح میں اس کو دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے خلع کرانے میں دیدیا یا اس باندہ کو آزاد کر دیا اور ان سب صورتوں میں اس کے پیٹ کے بچہ کا استثناء کیا تو ان سب عقود میں استثناء باطل ہے اور عقود فاسد ہو جاوین گئے یہ محیط ہندی میں لکھا ہے۔ اور امامی میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یہ غلام ہزارہم کو مگر نصف اس کا سودم کو تو پورے غلام کی بیع ایک ہزار بیچ سودم کو جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ مگر نصف اس کا سودم کو بیچا تو پورا غلام مشتری کو ایک ہزار ایک سودم کو ملے گا اور بھی امامی میں امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار سودم کو اس شرط پر بیچا کہ میرے واسطے اس کا آٹھ بھوس تین سودم یا تھائی ٹن یا سودینا کے رہیگا تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے خاص راستہ کا رقبہ اس شرط پر فروخت کیا کہ بالغ کو اسیں آمد و رفت کا حق رہیگا تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر دار کے ملک نے نیچے کا مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو بلاخانہ اسپر قرار رکھے گا تو بیع جائز ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اور ابن سہروردی نے اپنے نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ فروخت کیا مگر اس میں کا ایک راستہ اس جگہ سے ادوار کے دروازہ تک استثناء کیا اور اس کا طول و عرض بیان کر دیا اور اس کو اپنے یا غیر کے واسطے شرط کر لیا تو بیع جائز ہے اور جو شخص کہ ذکر کیا ہے وہ سب سوائے راستہ کے باقی دار کا ہو گا اور اگر دار کی فروخت میں یہ شرط کی کہ اس میں ایک راستہ بالغ کا ہو گا اور اس کا طول و عرض بیان کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میں اپنا یہ دار تیرے ہاتھ ہزار سودم کو اس شرط پر بیچا ہوں کہ میں میرا رہیگا تو صحیح نہیں ہے اور اگر کہا کہ سوائے اس بیت کے بیچا ہوں تو بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ سوائے اس کی عمارت کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور بنا د بیع میں داخل ہوگی اور اگر کوئی زمین فروخت کی اور اس میں سے ایک درخت معین کو منع اس کے جانے قرار کے استثناء کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اس درخت کی شاخوں کو اپنی ملک میں ٹکٹے نہ سے یہ بجز الرائی میں لکھا ہے۔ حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف میں ابی یوسف وزفر میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار سودم کو سوائے شوگر کے فروخت کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع فاسد ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے

نزدیک بیج جائز ہے اور مشتری کو خیار ہو گا جبکہ وہ دار کے تمام گزروں کی بیانیہ سے واقف ہو پس سب اختیار ہو کہ اگر راضی ہو تو بائع اُسکے ساتھ دار میں سو گز کا شریک ہو گا اور اگر نہ راضی ہو تو بیج کو ترک کر دے بغیر طابین لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو یہ طعام سوا۔ دس قفیز کے اس میں سے فروخت کیا تو دارم اعظم کے نزدیک بیج فاسد ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بیج جائز ہے اور جب اس میں سے دس قفیز کھلی جائیں تو مشتری کو خیار ہو گا اور اگر کسی طحییر کو بوض سپودینار کے باشتنار ایک دینار کے ان سو دیناروں میں بیج فروخت کیا تو بیج تلافی دینار پر قرار پادگی کذا فی الجرائد

**دسویں فصل**۔ ایسی دو چیزوں کے فروخت کرنے کے بیان میں کہ جہاں ایک کی بیج جائز ہی نہ ہو اور نہ جہاں کی ہوئی چیز کو جتنے کو بیچا ہو اس سے کم پر خریدنے کے بیان میں۔ جو شخص آزاد و غلام دونوں کو جمع کرے، فروخت کرے یا ذبح کی ہوئی اور مردار بکری دونوں کو جمع کر کے فروخت کرے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک دونوں کی بیج باطل ہے خواہ ہر ایک کا شن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر ہر ایک کا شن علیحدہ بیان کیا ہو تو غلام اور ذبح کی ہوئی بکری کی بیج جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کھال کھینچی ہوئی مذبحہ دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کسی مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کھلی یا ایسے مسلمان کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کہ جسے اُسپر عہد اشد کا نام نہیں لیا ہو تو ایسا ذبیحہ اور مردار دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں کذا فی المبسوط۔ اگر کسی نے محض غلام کو اور مردار یا مکاتب یا ام ولد کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے فروخت کیا تو محض غلام کی بیج اُسکے حصہ میں کے عوض جائز ہوگی اور جسے وقت اور ملک۔ کو جمع کیا اور شن کی تفصیل نہ کی تو اصح قول کے بموجب ملک کی بیج صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو شکے سرکہ کے خریدے پھر معلوم ہوا کہ ایک شہر اب کا ہے اور ایک شہر اب کا نہیں ہے اگر ہر ایک کا شن علیحدہ بیان کیا گیا تو دونوں کا عقد فاسد ہو گا اور اگر بیان نہ کیا گیا تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک سرکہ کی بیج جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر دو غلام خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا بیان تک کہ دونوں کو کسی کے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس طرح پر بیچ ڈالا کہ ہر ایک کی قیمت پانچ سو درم ہو تو مقبوض کی بیج جائز ہے اور اگر غیر مقبوض کی بیج جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک غلط اُسکے غلام کی بیج جائز ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی بائع سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور قیمت نہ ادا کی بیان تک کہ اس غلام کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملا کر اسی بائع کے ہاتھ ہزار درم کو اس تفصیل سے کہ ہر ایک پانچ سو درم کا ہے فروخت کر دیا تو اُسکے غلام کی بیج جائز ہوگی اور جو خریدا ہو اُسکی بیج جائز نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور متقی میں ہے کہ کسی شخص نے ایک دامہ اور ایک مسلمانوں کا راستہ جو محدود معلوم تھا جمع کر کے خریدا پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد راستہ کا استحقاق قائم کیا گیا پس اگر وہ راستہ دار کے ساتھ غلط تھا تو مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو دار کو واپس کر دے ورنہ اُسکے حصہ میں کے عوض لے لے اور اگر راستہ اُس سے جدا ہو تو مشتری کو اختیار ہو گا اور دار اپنے

امام مالک نے فرمایا کہ اگر کسی نے دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کسی مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کھلی یا ایسے مسلمان کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کہ جسے اُسپر عہد اشد کا نام نہیں لیا ہو تو ایسا ذبیحہ اور مردار دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں کذا فی المبسوط۔ اگر کسی نے محض غلام کو اور مردار یا مکاتب یا ام ولد کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے فروخت کیا تو محض غلام کی بیج اُسکے حصہ میں کے عوض جائز ہوگی اور جسے وقت اور ملک۔ کو جمع کیا اور شن کی تفصیل نہ کی تو اصح قول کے بموجب ملک کی بیج صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو شکے سرکہ کے خریدے پھر معلوم ہوا کہ ایک شہر اب کا ہے اور ایک شہر اب کا نہیں ہے اگر ہر ایک کا شن علیحدہ بیان کیا گیا تو دونوں کا عقد فاسد ہو گا اور اگر بیان نہ کیا گیا تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک سرکہ کی بیج جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر دو غلام خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا بیان تک کہ دونوں کو کسی کے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس طرح پر بیچ ڈالا کہ ہر ایک کی قیمت پانچ سو درم ہو تو مقبوض کی بیج جائز ہے اور اگر غیر مقبوض کی بیج جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک غلط اُسکے غلام کی بیج جائز ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی بائع سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور قیمت نہ ادا کی بیان تک کہ اس غلام کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملا کر اسی بائع کے ہاتھ ہزار درم کو اس تفصیل سے کہ ہر ایک پانچ سو درم کا ہے فروخت کر دیا تو اُسکے غلام کی بیج جائز ہوگی اور جو خریدا ہو اُسکی بیج جائز نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور متقی میں ہے کہ کسی شخص نے ایک دامہ اور ایک مسلمانوں کا راستہ جو محدود معلوم تھا جمع کر کے خریدا پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد راستہ کا استحقاق قائم کیا گیا پس اگر وہ راستہ دار کے ساتھ غلط تھا تو مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو دار کو واپس کر دے ورنہ اُسکے حصہ میں کے عوض لے لے اور اگر راستہ اُس سے جدا ہو تو مشتری کو اختیار ہو گا اور دار اپنے





اور اگر بائع نے مشتری پر حاکم کر دیا پھر اسکو کسی کے ساتھ خریدا تو بھی ہی حکم ہو یہ قینہ میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بائع اول نے دو حشرے مشتری سے جتنے کو بیچا تھا اس سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر وہ بیچ پہلے مشتری کے پاس کسی ایسے سبب سے واپس ہو گئی کہ جس سے وہ بیچ سبب (دکون) کے حق میں منسوخ ہو گیا تو پہلے بارے کا خرید کی کے ساتھ جائز ہوگی اور اگر کسی ایسے سبب سے واپس ہوئی کہ جس سے بیچ صرف اُن دونوں کے حق میں منسوخ کا اور تیسرے کے حق میں نئی بیچ کا حکم رکھے تو پہلا بائع اسکو اپنے فروخت کیے ہوئے دامن سے کسی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہو۔

اور فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر اسکو اس ثمن سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر اُن درہم کو زیور یا پار اور دوسرے چیزیں کر دیا تو جو از باطل نہو جاوے گا اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑے پر ثمن سے منسلک کوئی اور بارے لے کر اس پر قبضہ بھی کر لیا پھر اس چیز کو کسی سے خریدا پھر کپڑے میں کوئی عیب پایا اور اسکو واپس کر دیا تو خرید فاسد نہیں ہوئی اور اگر بائع نے درہم کو مستحق پایا ہو تو خرید فاسد ہو جاوے گی اور اگر اس چیز کو کہ جسکو بائع نے خود خریدا تھا پھر بائع کے باپ یا بیٹے نے کسی کے ساتھ اپنے لیے خریدا تو یہ بائع کی زندگی اور موت کے بعد دون حالتوں میں جائز ہے اور اگر مضارب نے فروخت کیا پھر رب المال نے کسی سے خریدا تو جائز نہیں ہے اگرچہ اس میں نفع بھی ہو اگر کسی نے ایک غلام سودم کو خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ ایک باندی تین سودم کو فروخت کی پھر اس باندی کو غلام اور سودم کے عوض خریدا تو اسی باندی کی بیچ جائز ہے یہ تا تاہا خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام کو ایک ہزار درم ادا کر کے فروخت کیا اور کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی پھر اس اجنبی نے بیچ کی اجازت دیدی پھر اس اجنبی نے اسکو یا سودم کو ثمن ادا کرنے سے پہلے خریدا تو جائز ہے اور اگر شخص بائع پر وہی خریدے تو جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے خریدی ہوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر اسکے بعد جسکو ہبہ کی ہو اس نے ہبہ کرنے والے سے مشتری کو ہبہ کر دی پھر اس مشتری سے اسکے بائع نے کسی پر خریدی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مشتری نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اس سے خرید لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ جتنے کو اس نے بیچا تھا اس سے کم پر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر مشتری نے زید کو مثلاً بیچ ہبہ کر کے اسکے سپرد کر دی پھر اچھے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ کسی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے اپنا غلام ایک ہزار درم کو بیچنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے اسکو فروخت کر دیا پھر ثمن ادا ہونے سے پہلے وکیل نے یہ قصد کیا کہ اس غلام کو اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے اس کے حکم سے جتنے کو بیچا ہو اس سے کم پر خریدے تو جائز نہیں

نہیں ہے اور اگر مدبر یا مکاتب یا غلام نے فروخت کیا ہو تو اسکے مولے کو کسی کے ساتھ خرید کر لیا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس نے خود فروخت کیا پھر دوسرے شخص کو وکیل کیا تا کہ وہ کسی کے ساتھ خریدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ جو چیز فروخت کی ہو اسکے ساتھ بلا کر دوسری چیز ثمن ادا ہونے سے پہلے کسی کے ساتھ خریدنے میں اس دوسری چیز کی بیچ صحیح

بیچ جائز ہے اگر مشتری نے اسکو اپنے ہاتھ سے خرید لیا ہو یا اگر وہ بیچ پہلے مشتری کے پاس کسی ایسے سبب سے واپس ہو گئی کہ جس سے وہ بیچ سبب (دکون) کے حق میں منسوخ ہو گیا تو پہلے بارے کا خرید کی کے ساتھ جائز ہوگی اور اگر کسی ایسے سبب سے واپس ہوئی کہ جس سے بیچ صرف اُن دونوں کے حق میں منسوخ کا اور تیسرے کے حق میں نئی بیچ کا حکم رکھے تو پہلا بائع اسکو اپنے فروخت کیے ہوئے دامن سے کسی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہو۔

اور فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر اسکو اس ثمن سے کم پر خریدا تو جائز ہے اور اگر اُن درہم کو زیور یا پار اور دوسرے چیزیں کر دیا تو جو از باطل نہو جاوے گا اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑے پر ثمن سے منسلک کوئی اور بارے لے کر اس پر قبضہ بھی کر لیا پھر اس چیز کو کسی سے خریدا پھر کپڑے میں کوئی عیب پایا اور اسکو واپس کر دیا تو خرید فاسد نہیں ہوئی اور اگر بائع نے درہم کو مستحق پایا ہو تو خرید فاسد ہو جاوے گی اور اگر اس چیز کو کہ جسکو بائع نے خود خریدا تھا پھر بائع کے باپ یا بیٹے نے کسی کے ساتھ اپنے لیے خریدا تو یہ بائع کی زندگی اور موت کے بعد دون حالتوں میں جائز ہے اور اگر مضارب نے فروخت کیا پھر رب المال نے کسی سے خریدا تو جائز نہیں ہے اگرچہ اس میں نفع بھی ہو اگر کسی نے ایک غلام سودم کو خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ ایک باندی تین سودم کو فروخت کی پھر اس باندی کو غلام اور سودم کے عوض خریدا تو اسی باندی کی بیچ جائز ہے یہ تا تاہا خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام کو ایک ہزار درم ادا کر کے فروخت کیا اور کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی پھر اس اجنبی نے بیچ کی اجازت دیدی پھر اس اجنبی نے اسکو یا سودم کو ثمن ادا کرنے سے پہلے خریدا تو جائز ہے اور اگر شخص بائع پر وہی خریدے تو جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے خریدی ہوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر اسکے بعد جسکو ہبہ کی ہو اس نے ہبہ کرنے والے سے مشتری کو ہبہ کر دی پھر اس مشتری سے اسکے بائع نے کسی پر خریدی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مشتری نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اس سے خرید لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ جتنے کو اس نے بیچا تھا اس سے کم پر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر مشتری نے زید کو مثلاً بیچ ہبہ کر کے اسکے سپرد کر دی پھر اچھے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ کسی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے اپنا غلام ایک ہزار درم کو بیچنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے اسکو فروخت کر دیا پھر ثمن ادا ہونے سے پہلے وکیل نے یہ قصد کیا کہ اس غلام کو اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے اس کے حکم سے جتنے کو بیچا ہو اس سے کم پر خریدے تو جائز نہیں

نہیں ہے اور اگر مدبر یا مکاتب یا غلام نے فروخت کیا ہو تو اسکے مولے کو کسی کے ساتھ خرید کر لیا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس نے خود فروخت کیا پھر دوسرے شخص کو وکیل کیا تا کہ وہ کسی کے ساتھ خریدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ جو چیز فروخت کی ہو اسکے ساتھ بلا کر دوسری چیز ثمن ادا ہونے سے پہلے کسی کے ساتھ خریدنے میں اس دوسری چیز کی بیچ صحیح

ہوتی ہو مثلاً ایک باندی یا سودرم کو خریدی اور اسکو اور اسکی ساتھ ملا کر دوسری کو بائع کے ہاتھ میں کرنے سے پہلے یا سودرم کو بیچا تو جس باندی کو نہیں خریدا تھا اسکی بیع جائزہ ہوگی اور خریدی ہوئی کی بیع فاسد ہوگی یہ بھرا لائق میں لکھا ہو۔ اور قدوری میں لکھا ہو کہ کسی چیز کو بیع میں ایسے شرط کے جو فی الحال ادا کیا جاوے فروخت کر کے پھر اسکو اسی شرط کے عوض میعاد مقرر کر کے خرید کرنا جائز نہیں ہو اور اگر ایک ہزار درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا اور پھر اسکو ایک ہزار کو دو برس کے وعدہ پر خریدی تو جائز نہیں ہو اور اگر ٹن میں ایک درم یا زیادہ بڑھا دیے تو جائز ہو اور ٹن ثانی کی زیادتی بمقابلہ اس نقصان کے قرار دیا جائیگی جو میعاد بڑھانے کی وجہ سے ثابت ہو گئی ہو کذا فی الحیط۔

**دسواں باب۔** ان شرطوں کے بیان میں جن سے بیع فاسد ہوتی ہو اور جن سے فاسد نہیں ہوتی ہو۔ جانتا چاہیے کہ بیع میں جو شرط کی گئی یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد بیع چاہتا ہو یعنی وہ عقد کے ساتھ بلا شرط واجب ہو جاتی ہو پس ایسی چیز کی شرط کرنے سے عقد میں فساد نہیں آتا ہے جیسے کہ بائع کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ بیع مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ فن بائع کے سپرد کرے اور یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد نہ چاہتا ہو یعنی بلا شرط عقد کے ساتھ واجب نہ ہو لیکن یہ شرط اس عقد سے مناسب ہو یعنی اس عقد کا استحکام کہتی ہو مثلاً اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ٹن کا کوئی کفیل دیوے اور کفیل اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو اور وہ اس مجلس میں موجود ہو اور کفالت قبول کرے یا موجود نہ ہو اور دونوں کے جدا ہونے سے پہلے حاضر ہو کر کفالت قبول کرے لیوے تو استحساناً بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ٹن کے عوض کچھ رہن دیوے اور وہ رہن اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو تو بھی بیع استحساناً جائز ہو کیونکہ رہن اگرچہ مقتضیات عقد میں سے نہیں ہو مگر موجب عقد کا موکہ ہو اور فقی میں لکھا ہو کہ اگر وہ رہن معین نہ ہو لیکن اسکا نام لے دیا گیا ہو پس اگر وہ اسباب ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو کہ جسکا وصف بیان کر دیا گیا ہو تو جائز ہو اور اگر رہن معین نہ ہو اور اسکا نام بھی نہ لیا گیا ہو اور صرف دونوں میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ مشتری ٹن کے عوض کچھ رہن کرے تو بیع فاسد ہوگی لیکن اگر دونوں رضامندی کے ساتھ اسی مجلس میں وہ رہن معین کر دیں اور مشتری جدا ہونے سے پہلے اسکو بائع کے سپرد کر دے یا یہ کہ مشتری ٹن کو فی الحال ادا کر دے اور میعاد کو باطل کر دے تو بیع استحساناً جائز ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر کفیل معین نہ ہو اور نہ اسکا نام لیا گیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر کفیل اس مجلس عقد میں موجود ہو خواہ اسے کفالت سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن کفالت قبول نہ کی بیان تک کہ دونوں جدا ہو گئے یا اسے کوئی اور کام شروع کر دیا تو بیع استحساناً فاسد ہو جائیگی خواہ اسکے بعد وہ قبول کرے یا نہ قبول کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر یہ شرط کی کہ جید گیوون کا ایک ٹن رہن کرے تو جائز ہو کیونکہ یہ حالت مفید بیع نہیں ہو اور اگر بیع میں کسی رہن معین کی شرط کی پھر مشتری نے وہ رہن کے سپرد کرنے سے انکار کیا تو اسپر جہد کیا جائیگا لیکن اس سے کہا جائیگا کہ یا تو رہن یا اسکی قیمت یا ٹن ادا کر دیا مقتضی کو یا باریک یا محیط میں لکھا ہو۔ اگر مشتری نے ان سب صورتوں سے انکار کیا تو بائع کو ہونچتا ہو کہ بیع کو نسخ

کرادے یہ بایع میں لکھا ہو۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ غلام شخص کفیل بالدرک رہے تو یہ بمنزلہ ایسے  
شرطیہ خریدنے کے ہے کہ مشتری ثمن کے عوض رہن دے یا اپنی ذات پر کفیل دے پس یہ بیع صحیح ہوگی اگر کفیل  
اُس بیکس میں جانر ہو اور کفالت کر لے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہو۔ اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بایع  
کسی شخص کو مشتری پر حوالہ کر دینا کہ ثمن اُس سے لے لیوے تو بیع قیاساً مستحلاً فاسد ہو اور اگر یہ شرط  
ہوئی کہ مشتری بایع کو اپنے سوا دوسرے پر ثمن لینے کا حوالہ کر دینا تو قیاساً فاسد ہو اور مستحلاً جائز ہو  
یہ ظہیرہ میں لکھا ہو۔ اور بعض مشائخ کے فتوے کی صورت میں یہ کہا ہو کہ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ  
مشتری پورا ثمن اپنے قرضدار پر اترادے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر آدھا ثمن اپنے قرضدار پر اترائے  
کہ شرط کی تو جائز ہو اور حاکم نے اپنے مختصر میں ذکر کیا ہو کہ یہ ہر طرح جائز ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط معری میں  
لکھا ہو اور اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ عقد کے مناسب نہیں ہو لیکن شرع میں اسکا حمانہ دار ہو جیسے شرط حیار  
اور سیاد یا بیع میں اسکا ورنہ نہیں ہوا لیکن لوگوں میں تعارف ہو مثلاً کوئی فعل اور اسکا قسمہ اس شرط  
پر خریدنا کہ بایع اسکو سی دیوے تو بیع مستحلاً جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر چہ اس شرط پر خریدنا کہ بایع  
اسکا موزہ یا تلمسوزہ بناوے بشرطیکہ اسکا استر اپنے پاس سے لگا دے تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہو  
کیونکہ لوگوں کا تعامل پایا جاتا ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ اور اسی طرح اگر ایک موزہ کہ جس میں شکاف  
تھا اس شرط پر خریدنا کہ بایع اسکو سی دیوے یا کوئی کپڑا کہ جس میں چھید تھا کسی گورٹی فروش سے اس شرط  
پر خریدنا کہ بایع اسکو سی دیوے اور اسپر پیوند لگا دے تو جائز ہو یہ محیط معری میں لکھا ہو۔ اور اگر کرباس اس  
شرط پر خریدنا کہ اسکو قطع کر کے سی دیوے تو جائز نہیں ہو کیونکہ ایسا عرف نہیں ہے یہ ظہیرہ میں لکھا ہو۔ اور  
اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ جکا شرع میں جائز ہو تا کسی صورت میں وارد نہوا اور نہ وہ لوگوں میں تعارف  
ہو پس ایسی شرط میں اگر دو بون عقد کرتے والوں میں سے کسی کا نفع یا جہر عقد قرار پایا ہو اسکا نفع ہو  
اور وہ غیر پر کسی حق کے استحقاق کی اہلیت رکھتا ہو تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر کوئی غلام  
اس شرط پر بیچا کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے وہ مشتری کے سپرد کر دے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیرہ میں لکھا ہو۔ کسی  
دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تو اپنا یہ غلام مجھے  
عطا کرے یا کہا کہ اس شرط پر کہ تو اپنا یہ غلام میری ملک کر دے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اسے بیع کرنے  
میں ہبہ کی شرط کی اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ تو اپنا غلام  
مجھے بطور یاد دہش کے عطا کر تو یہ جائز ہو اور یہ ثمن کے اندر زیادتی میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان  
میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری جب اسکو فروخت کرے تو بایع اس کے ثمن کا  
زیادہ مقدار ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ  
گدھا اس شرط پر فروخت کیا کہ جب تک تو اسکو لیکر اس نہر سے تجاوز نہ کر دینا اور جھکو پھر دے گا تو  
میں اسکو قبول کر لوں گا ورنہ نہیں پھیر دینا تو یہ بیع صحیح نہیں ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تا وقتیکہ تو اسکو لیکر  
کل تک تجاوز نہ کر دینا تو یہی حکم ہے یہ قنبرہ میں لکھا ہو اور اگر کوئی چیز اس واسطے خریدی کہ بایع کے ہاتھ

سنگین بالدرک رہے تو یہ بمنزلہ ایسے  
شرطیہ خریدنے کے ہے کہ مشتری ثمن کے عوض رہن دے یا اپنی ذات پر کفیل دے پس یہ بیع صحیح ہوگی اگر کفیل  
اُس بیکس میں جانر ہو اور کفالت کر لے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہو۔ اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بایع  
کسی شخص کو مشتری پر حوالہ کر دینا کہ ثمن اُس سے لے لیوے تو بیع قیاساً مستحلاً فاسد ہو اور اگر یہ شرط  
ہوئی کہ مشتری بایع کو اپنے سوا دوسرے پر ثمن لینے کا حوالہ کر دینا تو قیاساً فاسد ہو اور مستحلاً جائز ہو  
یہ ظہیرہ میں لکھا ہو۔ اور بعض مشائخ کے فتوے کی صورت میں یہ کہا ہو کہ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ  
مشتری پورا ثمن اپنے قرضدار پر اترادے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر آدھا ثمن اپنے قرضدار پر اترائے  
کہ شرط کی تو جائز ہو اور حاکم نے اپنے مختصر میں ذکر کیا ہو کہ یہ ہر طرح جائز ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط معری میں  
لکھا ہو اور اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ عقد کے مناسب نہیں ہو لیکن شرع میں اسکا حمانہ دار ہو جیسے شرط حیار  
اور سیاد یا بیع میں اسکا ورنہ نہیں ہوا لیکن لوگوں میں تعارف ہو مثلاً کوئی فعل اور اسکا قسمہ اس شرط  
پر خریدنا کہ بایع اسکو سی دیوے تو بیع مستحلاً جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر چہ اس شرط پر خریدنا کہ بایع  
اسکا موزہ یا تلمسوزہ بناوے بشرطیکہ اسکا استر اپنے پاس سے لگا دے تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہو  
کیونکہ لوگوں کا تعامل پایا جاتا ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ اور اسی طرح اگر ایک موزہ کہ جس میں شکاف  
تھا اس شرط پر خریدنا کہ بایع اسکو سی دیوے یا کوئی کپڑا کہ جس میں چھید تھا کسی گورٹی فروش سے اس شرط  
پر خریدنا کہ بایع اسکو سی دیوے اور اسپر پیوند لگا دے تو جائز ہو یہ محیط معری میں لکھا ہو۔ اور اگر کرباس اس  
شرط پر خریدنا کہ اسکو قطع کر کے سی دیوے تو جائز نہیں ہو کیونکہ ایسا عرف نہیں ہے یہ ظہیرہ میں لکھا ہو۔ اور  
اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ جکا شرع میں جائز ہو تا کسی صورت میں وارد نہوا اور نہ وہ لوگوں میں تعارف  
ہو پس ایسی شرط میں اگر دو بون عقد کرتے والوں میں سے کسی کا نفع یا جہر عقد قرار پایا ہو اسکا نفع ہو  
اور وہ غیر پر کسی حق کے استحقاق کی اہلیت رکھتا ہو تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر کوئی غلام  
اس شرط پر بیچا کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے وہ مشتری کے سپرد کر دے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیرہ میں لکھا ہو۔ کسی  
دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تو اپنا یہ غلام مجھے  
عطا کرے یا کہا کہ اس شرط پر کہ تو اپنا یہ غلام میری ملک کر دے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اسے بیع کرنے  
میں ہبہ کی شرط کی اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ تو اپنا غلام  
مجھے بطور یاد دہش کے عطا کر تو یہ جائز ہو اور یہ ثمن کے اندر زیادتی میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان  
میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری جب اسکو فروخت کرے تو بایع اس کے ثمن کا  
زیادہ مقدار ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ  
گدھا اس شرط پر فروخت کیا کہ جب تک تو اسکو لیکر اس نہر سے تجاوز نہ کر دینا اور جھکو پھر دے گا تو  
میں اسکو قبول کر لوں گا ورنہ نہیں پھیر دینا تو یہ بیع صحیح نہیں ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تا وقتیکہ تو اسکو لیکر  
کل تک تجاوز نہ کر دینا تو یہی حکم ہے یہ قنبرہ میں لکھا ہو اور اگر کوئی چیز اس واسطے خریدی کہ بایع کے ہاتھ





اجنبی پر شرط کیجا دے گی، تو عقد باطل ہوگا یعنی قاعدہ یہ کہ جو شرط باطل پر لگائی نہیں جائے اگر غیر باطل پر عقد  
 میں مشروط ہو تو عقد باطل ہوگا آزاد بخلاف اگر کسی شخص نے ایک گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ باطل مشتری  
 کو بیس درم ہمبسر کرے تو یہ باطل ہو اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فلاں شخص مجھ کو بیس درم ہمبسر کرے  
 تو بھی باطل ہو اور ہر ایسی شرط کہ جسکو باطل پر شرط کرنے سے عقد نامہ سدا متواتر مباح اجنبی پر مشروط  
 کی جاوے گی تو عقد فاسد ہوگا اور اسکو خیار حاصل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر  
 خریدی کہ فلاں شخص اجنبی مجھ سے اس قدر گھٹا دے تو بیع جائز ہو اور اسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے  
 ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور ابن ساعہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ اگر  
 دوسرے شخص سے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ باطل مشتری کے بیٹے یا اجنبی کو ثمن میں سے اس قدر  
 دیوے تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ اس کو مشتری فرو  
 نہ کرے اور نہ اسکو ہمبسر کرے یا کوئی گھوڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسکا ہمبہ یا فروخت نہ کرے  
 یا کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اسکو نہ کھاوے نہ فروخت کرے تو کتاب لمزارعت میں جو مذکور ہے  
 وہ اس بیع کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی مجروحین حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ  
 سے روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے کہ انہی اہل اہدایہ حسن رحمہ  
 امام ابو حنیفہ رحمہ سے روایت کی ہو کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک چوپایہ اس شرط پر خریدا کہ  
 مشتری اسکو چارہ نہ چراوے تو بیع جائز ہو اور اسی طرح اگر کما کہ یہ شرط ہو کہ مشتری اسکو نہ بیچ کر ڈالے  
 تو جائز ہو اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اسکو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا یہ کہ اسکے ہاتھ فروخت  
 نہ کرے تو بیع نامہ ہے اور اگر نہ یہ شرط لگائی کہ مشتری اسکو فروخت یا ہمبہ کر دے اور فلاں شخص  
 کا ذکر نہ کیا تو بیع جائز ہوگی اور متقی میں لکھا ہے کہ اسی طرح ابن ساعہ نے امام مجروح سے روایت کی ہے۔  
 اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری اسکو بدوان اجازت فلاں شخص کے فروخت نہ کرے  
 یا کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ مشتری اسکو نہ گرا دے اور نہ اسکو بناوے بدوان اجازت فلاں  
 شخص کے تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اسکو  
 اپنی ذات کے واسطے خریدے تو بیع جائز ہوگی اور اگر کما کہ یہ چیز میں سے تیرے ہاتھ بعض سودم کے  
 حرام کمائی اور رشوت کی راہ سے فروخت کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔  
 اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ میں اسکا ثمن اسکے فروخت سے ادا کر دینگا تو بیع فاسد ہوگی یہ  
 بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دار اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اسکو مسلمانوں کے لیے مسجد بناوے  
 تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اسکو فقیروں پر صدقہ کر دے تو بھی فاسد ہے  
 اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس دار کو ستاویں یا مسلمانوں کا مقبرہ بنائے تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ  
 قاضی خان میں لکھا ہے۔ فتاویٰ غنایہ میں ہے کہ اگر شیرہ انگور میں یہ شرط کی کہ اسکو شراب بناوے  
 تو بیع جائز ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کما کہ میں یہ غلام تیرے ہاتھ میں سودم کو اس شرط پر بیچا ہوں

مشروط

قولہ مشروط

مشروط

کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درم کو بیچنا ہوں اور شرط یہ ہو کہ یہ ایک سال میں نہ غنیمت کرے یا تین سو درم کو لیتا ہوں اور ایک سال تیری خدمت کریگا تو یہ بیچ فاسد ہو کیونکہ اس بیچ میں اجارہ کا شرط ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایک برس تیری خدمت کیاؤں بیچنا چاہتا ہوں تو بھی بیچ فاسد ہے۔ یہ تھا و سہ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بچا کہ مشتری اُسکو جلاوے یا کوئی دار اس شرط پر بچا کہ اُسکو ڈھادے تو بیچ جائز ہو اور شرط باطل ہو یہ بدل میں لکھا ہو۔ اور اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں نقص ہو اور ضرر ہو مثلاً کچھ کھاؤ اس شرط پر بچا کہ مشتری اُسکو کھائے یا کوئی کپڑا اس شرط پر کہ اُسکو پہنے تو بیچ جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ اُس سے وطنی کرے یا یہ کہ وطنی نہ کرے تو امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں میں جائز ہو اور یہ صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہو۔ متقی میں ہے کہ اگر بالغ نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایسے ہزار درم کو جو تیرے فلان شخص پر قرض ہیں وہ تجھ کو اس کی طرف سے ادا کرتے کی عرض سے بیچنا ہوں تو بیچ جائز ہوگی اور بالغ اُس فلان شخص کی طرف سے ادا کرنے میں متطوع قرار دیا جائے گا اور نادر ابن ساعد میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنا غلام کسی کے ہاتھ بعوض اُس قرضہ کے جو اس مشتری کا فلان پر ہو اور وہ ایک ہزار درم بین فروخت کیا اور فلان شخص بھی راضی ہوا تو بیچ جائز ہوگی اذودہ مال اُس قرضہ اور جب قرضہ تھا بالغ کا ہو جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکا تن بالغ کے قرض خواہ کو ادا کرے تو بیچ فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکی طرف سے اُسکے قرض خواہ کے واسطے ایک ہزار کا ضامن ہو تو بیچ فاسد ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اس شرط پر کہ میں تجھ کو سو درم اس کام کے دوں گا پس اس شخص نے اُس فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو بیچ کیا اور بیچ میں وہ شرط ذکر نہ کی تو بیچ جائز ہوگی اور اُس شخص کو سو درم دینا لازم نہیں آئے گا اور اگر اُس نے دیدے ہوں تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُس سے رجوع کرے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دے کہ میں تجھ کو سو درم بہم کروں گا تو بھی یہی حکم ہے خواہ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور متقی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا یہ غلام اُن سو درم کے عوض خریدتا ہوں جو فلان شخص پر ہیں تو یہ بیچ فاسد ہے اور اگر کہا کہ میں اپنا کپڑا تیرے ہاتھ بعوض اُن سو درم کے جو تیرے فلان شخص پر آتے ہیں اس شرط پر بیچنا ہوں کہ وہ شخص اس سے جو تیرا سپہراتا ہی بری ہو جاوے تو یہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی نے کوئی چیز فروخت کی اور کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ میں اُسکے ثمن سے اس قدر کم کروں گا تو یہ بیچ جائز ہے اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ میں اُسکے ثمن سے اس قدر کم کروں گا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو اس شرط پر فروخت کیا کہ میں نے تیرے دس گنا کم کر دیا یا کہا کہ اس شے پر کہ اس قدر میں نے تجھ کو بہم کیا تو بیچ

۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

جائز ہوگی کیونکہ سب قیل واجب ہونے کے کم کرنے کا حکم رکھتا ہو اور پہلی صورت میں ہر سہ کی شرط بعد واجب ہونے کے بھی یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کوئی غلام اپنی ذات کے واسطے ایک مہینہ کی شرط اختیار کرے اس شرط پر خرید کہ اگر مشتری اُسکو بیچ کے واسطے پیش کرے یا اُس سے خدمت لے تو بھی وہ اپنے اختیار پر باقی رہے گا تو یہ بیچ فاسد ہوگی اور اگر کسی کا دوسرے شخص پہ ایک دینار بھتا اور اُس نے اُس سے ایک کپڑا اس شرط پر خرید کہ اُس دینار کا مقاصد نہ کرے تو ظاہر الودایت کے موافق بیچ فاسد ہوگی بیان تک کہ اگر بجائے کپڑے کے کوئی غلام ہو اور اُسکو مشتری نے قبضہ سے پہلے آزاد کر دیا تو اُسکا حق نافذ نہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد آزاد کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک استحقاق وہ عقد جائز ہو جائے گا یہاں تک کہ مشتری کو اُسکا ثمن دینا پڑے گا اور صاحبین کے نزدیک جائز ہوگا یہاں تک کہ اُسکو تہیت دینی پڑے گی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے انکو رکے خوشے اس شرط پر خریدے کہ بائع بائع کی دیوار میں بنوادے تو بیچ فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ تو خرید اور میں اُسکی دیوار میں بنوادوگا تو بیچ جائز ہوگی اور دیوار میں بنوانے کے واسطے بائع پر جبر نہ کیا جاوے گا لیکن اگر اُس نے نہ بنوایں تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو لے ورنہ واپس کر دے یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اگر کسی چیز کی فروخت میں یہ قرار پایا کہ ثمن کو مشتری متفرق ادا کرے گا پس اگر بیچ میں یہ شرط قرار پائی تو بیچ جائز ہوگی اور اگر بیچ میں یہ شرط نہ تھی و لیکن بعد بیچ کے ایسا ذکر کیا تو بائع کو یہ پوچھنا ہو کہ وہ ایک بار لگی لے لیوے یہ مختار القضاے میں لکھا ہو۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُسکو مشتری کے مکان میں ادا کرے پس کاظ کیا جاوے گا کہ اگر وہ چیز شہر میں ہو اور اُسکا مکان بھی شہر میں ہو تو استحقاق اس شرط کے ساتھ امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بیچ جائز ہوگی اور اگر اُسکا مکان شہر سے باہر ہو یا وہ چیز شہر سے باہر ہو اور اُسکا مکان شہر میں ہو تو بالا جماع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں شہر سے باہر ہوں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اُسکے مکان تک اٹھوادینے کی شرط کی تو بالا جماع جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایندھن کسی گاؤں میں صحیح طور پر خریدا اور الفاظ بیچ کے ساتھ ملا کر کہا کہ میرے گھر تک تو اُسکو اٹھوادے تو بیچ جائز ہوگی کیونکہ یہ مشورہ کے طور پر ہو اور شرط نہیں ہے پس بائع کا جی چاہے تو اٹھادے ورنہ نہ اٹھادے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک دار اس شرط پر خریدا کہ فلان شخص اس بیچ کو اُسکے سپرد کرے خواہ اُسکو یہ معلوم ہو کہ اُس فلان شخص کی اس میں کچھ چیز ہے یا نہ معلوم ہو تو بیچ فاسد ہوگی اور جن رحلہ شد تعالیٰ نے کہا کہ اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص کی اس میں کچھ چیز ہے پس اگر اُس نے بیچ کو سپرد کر دیا تو بیچ جائز ہوگی ورنہ مشتری کو بائع کے حصہ میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اجازت دیدے ورنہ بیچ باطل کر دے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے ثمن میں سوہم زیادہ کر دیے بشرطیکہ تو اُسکو میرے ساتھ ایک ہزار درہم کو بیچ اور اُس نے ایسا ہی کیا تو بیچ جائز ہوگی اور ایک ہزار ایک سوہم پر قرار پائے گی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ میں مجھ کو ثمن میں سوہم زیادہ کر دے گا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ کسی نے

میں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی غلام اپنی ذات کے واسطے ایک مہینہ کی شرط اختیار کرے اس شرط پر خرید کہ اگر مشتری اُسکو بیچ کے واسطے پیش کرے یا اُس سے خدمت لے تو بھی وہ اپنے اختیار پر باقی رہے گا تو یہ بیچ فاسد ہوگی اور اگر کسی کا دوسرے شخص پہ ایک دینار بھتا اور اُس نے اُس سے ایک کپڑا اس شرط پر خرید کہ اُس دینار کا مقاصد نہ کرے تو ظاہر الودایت کے موافق بیچ فاسد ہوگی بیان تک کہ اگر بجائے کپڑے کے کوئی غلام ہو اور اُسکو مشتری نے قبضہ سے پہلے آزاد کر دیا تو اُسکا حق نافذ نہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد آزاد کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک استحقاق وہ عقد جائز ہو جائے گا یہاں تک کہ مشتری کو اُسکا ثمن دینا پڑے گا اور صاحبین کے نزدیک جائز ہوگا یہاں تک کہ اُسکو تہیت دینی پڑے گی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے انکو رکے خوشے اس شرط پر خریدے کہ بائع بائع کی دیوار میں بنوادے تو بیچ فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ تو خرید اور میں اُسکی دیوار میں بنوادوگا تو بیچ جائز ہوگی اور دیوار میں بنوانے کے واسطے بائع پر جبر نہ کیا جاوے گا لیکن اگر اُس نے نہ بنوایں تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو لے ورنہ واپس کر دے یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اگر کسی چیز کی فروخت میں یہ قرار پایا کہ ثمن کو مشتری متفرق ادا کرے گا پس اگر بیچ میں یہ شرط قرار پائی تو بیچ جائز ہوگی اور اگر بیچ میں یہ شرط نہ تھی و لیکن بعد بیچ کے ایسا ذکر کیا تو بائع کو یہ پوچھنا ہو کہ وہ ایک بار لگی لے لیوے یہ مختار القضاے میں لکھا ہو۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُسکو مشتری کے مکان میں ادا کرے پس کاظ کیا جاوے گا کہ اگر وہ چیز شہر میں ہو اور اُسکا مکان بھی شہر میں ہو تو استحقاق اس شرط کے ساتھ امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بیچ جائز ہوگی اور اگر اُسکا مکان شہر سے باہر ہو یا وہ چیز شہر سے باہر ہو اور اُسکا مکان شہر میں ہو تو بالا جماع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں شہر سے باہر ہوں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اُسکے مکان تک اٹھوادینے کی شرط کی تو بالا جماع جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایندھن کسی گاؤں میں صحیح طور پر خریدا اور الفاظ بیچ کے ساتھ ملا کر کہا کہ میرے گھر تک تو اُسکو اٹھوادے تو بیچ جائز ہوگی کیونکہ یہ مشورہ کے طور پر ہو اور شرط نہیں ہے پس بائع کا جی چاہے تو اٹھادے ورنہ نہ اٹھادے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک دار اس شرط پر خریدا کہ فلان شخص اس بیچ کو اُسکے سپرد کرے خواہ اُسکو یہ معلوم ہو کہ اُس فلان شخص کی اس میں کچھ چیز ہے یا نہ معلوم ہو تو بیچ فاسد ہوگی اور جن رحلہ شد تعالیٰ نے کہا کہ اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص کی اس میں کچھ چیز ہے پس اگر اُس نے بیچ کو سپرد کر دیا تو بیچ جائز ہوگی ورنہ مشتری کو بائع کے حصہ میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اجازت دیدے ورنہ بیچ باطل کر دے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے ثمن میں سوہم زیادہ کر دیے بشرطیکہ تو اُسکو میرے ساتھ ایک ہزار درہم کو بیچ اور اُس نے ایسا ہی کیا تو بیچ جائز ہوگی اور ایک ہزار ایک سوہم پر قرار پائے گی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ میں مجھ کو ثمن میں سوہم زیادہ کر دے گا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ کسی نے



ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسکو قرض دو سہرے شہرین ادا کرے گا تو بیچ فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ قرض فی الحال دینا ترار پایا ہو اور اگر ایک مہینہ کی میعاد پر ایک ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری قرض دو سہرے شہرین ادا کرے گا تو ایک مہینہ کے وعدہ پر ایک ہزار درہم کے عوض بیچ جائز ہوگی اور دوسرے شہر ادا کرنے کی شرط باطل ہوگی کیونکہ اسنے ایک ہزار کو ایک مہینہ معلوم کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور دوسرے شہر کا ذکر نقطہ ادا کرنے کی جگہ معین کرنے کے واسطے تھا اور جگہ معین کرنا ایسی چیزوں میں جن میں بایزاری اور خرچہ نہیں ہو صحیح نہیں ہوتی ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس میں بار برداری اور مشقت ہوتی ہو تو اس کے ادا کرنے کی جگہ معین کرنا صحیح ہو اور بیچ بھی جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اس شرط پر فروخت کیا کہ نقد اتنے کو اور ادھار اتنے کو یا ایک مہینہ کے ادھار پانچ گنا اتنے کو اور دو مہینہ کے ادھار پانچ گنا اتنے کو تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں یہ مشک اور اسکے اندر جو یزیتوں کا تیل ہو تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ مشک پچاس رطل ہو اور زیتون کا تیل پچاس رطل ہو کہ ایک رطل ان دونوں میں کا بعض ایک درہم کے ہر پچہ مشتری نے مشک ساٹھ رطل، پانی اور تیل چالیس رطل پایا تو تین تیل اور مشک کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا پھر تین پرائے دس رطلوں کا حصہ ہوا جسے مشک میں داند پائے ہیں بڑھایا جاوے گا اور ان دس رطلوں کا حصہ کہ جو آسنے تیل میں سے کپائے ہیں گھٹایا جاوے گا پھر اسکو اختیار دیا جاوے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو لے ورنہ چھوڑے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دسی گھوڑا اس شرط پر خریدے کہ وہ خوش رفتار ہو تو بیچ جائز ہے اور اگر کوئی بکری اس شرط پر خریدے کہ اسکے پیٹ میں بچہ ہو یا کوئی اونٹنی اس شرط پر خریدے کہ اسکے پیٹ میں بچہ ہو تو بچہ ہر ارد ایت میں جائز نہیں ہے جیسا کہ اسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ اسکے ساتھ بچہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر دوسرے سے ایک ہزار درہم بخارا میں اس شرط پر قرض لیے کہ اسکے مثل سرفند میں ادا کرے گا یا ایک ہزار درہم ایک مہینہ کے وعدہ پر بخارا میں اس شرط پر قرض لیے کہ اسکے مثل سرفند میں ادا کرے گا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ گاہن ہو تو بیچ فاسد ہوگی یہ ظہیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدے کہ وہ پیٹ سے بچہ توغیہ ابو بکر بنی نے ذکر کیا کہ مشائخ نے اس بیچ کے جائز ہونے میں اختلاف کیا بعض نے کہا کہ یہ بھی مانتا ہوں چاہے یون میں تیل کی شرط کر لے سکے جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ بیچ جائز ہے اور غیہ ابو بکر نے فرمایا کہ یہی قول میرے نزدیک اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور غیہ ابو جعفر ہندی نے کہا کہ یہ شرط اگر بائع کی طرف سے ہو تو بیچ جائز ہوگی اور اگر مشتری کی طرف سے ہو تو جائز نہ ہوگی بشرطیکہ وہ ایسی باندی نہ ہو۔ اگر کوئی باندی وہ دھچلائے کے واسطے اس شرط پر خریدے کہ وہ پیٹ سے بچہ تو بیچ جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی فروخت کی اور اس کے حاملہ ہونے سے برائت کر لی خواہ اسکو حمل تھا یا نہ تھا تو بیچ جائز ہے یہ موطا میں لکھا ہے۔ اگر کوئی گائے اس شرط پر خریدے کہ وہ طوطا یا بون ہو تو طوطا ہی نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور شیخ امام اسناد اسی پر فتوہ دیتے تھے اور کہنے لگے کہ جائز ہے

فتاویٰ ہندیہ کا باب ہفتم شرط مفید و غیر مفید



خاص ہو گا۔ زمین خریدی ہوئی ہو، اگر کوئی باغدار اس شرط پر خریدی کہ وہ ہر روز اتنی روٹی پکاتی ہو یا اس قدر  
 کھتی ہو تو جائز نہیں رہے یہ علامہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ساٹھ کھیتی اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری  
 اس میں اپنے چوپایہ چروے تو استثنائاً جائز ہو اور ایسی پر فتویٰ ہو اور قیاس کی دلیل سے ناسد ہو۔  
 اور ایسی کو بعض مشائخ نے لیا ہو یہ تناوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی  
 کہ اس کا خراج بائع کے ذمہ ہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کچھ محصول بائع کے ذمہ رکھنا شرط کیا ہیں اگر اصل  
 خراج مین سے کوئی چیز بائع کے ذمہ رکھنا چاہی تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر اصل خراج سے زیادتی  
 بائع کے ذمہ رکھنا شرط کی تو بیع جائز ہوگی اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اس کا خراج تین درم ہو  
 پھر معلوم ہوا کہ چار درم ہو یا کہا کہ چار درم ہو پھر معلوم ہوا کہ تین درم ہو تو بیع فاسد ہوگی اور یہ کام اس  
 صورت میں ہو کہ جب معلوم ہوا کہ اگر دجا تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار ہو گا اگر چاہے تو اس  
 زمین کو اُس کے پورے خراج کے ساتھ قبول کرے ورنہ ترک کر دے اور اگر خراجی زمین جیسے  
 خراج کے خریدی یا بغیر خراجی زمین مع خراج کے خریدی اس طرح کہ بائع کی کوئی خراجی زمین تھی کہ اس کا  
 خراج اس زمین پر لگا کر اُس کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اُس کو معلوم کیا ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ  
 میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر خرید کہ بائع اس کی چوری کا ہمیشہ ذمہ دار ہے اور اس کا مجنون  
 ہو نا پانہ دیکھے تک بائع کے ذمہ ہو پھر پانہ دیکھنے سے پہلے وہ مجنون ہو گیا اور اُس نے بائع کو واپس کر دیا  
 اور اُس نے اس پر قبضہ نہ کیا پھر مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو نقصانے فرمایا کہ بیع اس شرط کے ساتھ فاسد  
 ہوگی پس جب اُس نے بائع کو واپس کیا اس طرح کہ بائع اُس کو اپنے ہاتھ سے گرفت کر سکتا تھا تو مشتری اُس کی  
 ضمانت سے بری ہو گیا اور بائع کا اس پر کچھ نہیں چاہیے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ امام رکن الاسلام  
 علی السندی سے پوچھا گیا کہ ایک زمین کا خراج دس درم ہیں اور اُس کے مالک نے اُس کو پندرہ درم خراج  
 پر فروخت کیا کہ اس پر بیع دم اپنی دوسری زمین کا خراج بڑھلایا تو انھوں نے فرمایا کہ بیع فاسد ہو اور  
 ایسے ہی اگر کم کر دیا ہو تو بھی یہی حکم ہو پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ اگر اصل خراج اس زمین کا معلوم نہ  
 اور بائع اور مشتری اُس کی مقدار میں اختلاف کریں مشتری کم کا دعویٰ کرے اور بائع زیادہ کا تو کیا اس  
 کا وزن کی ایسی زمین کے خراج کو دیکھا جاوے گا اور اگر مشتری بائع کو یہ قسم دلاوے کہ وہ نہیں جانتا  
 کہ اصل خراج اس زمین کا اتنا ہو تو کیا وہ قسم دلا سکتا ہے پس امام رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا  
 کہ خراج کے باب میں مخاصم بادشاہ کا نائب ہو گا پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ آپ اس باب  
 میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر گاؤں خراجی ہو مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر خراج کیونکر باندھا گیا صرف یہ ہو کہ  
 وہ لوگ خراج کو پانی کے حساب سے تقسیم کرتے ہیں اور ایسے ہی قدیم سے ان میں چلا آتا ہو پھر ایک شخص  
 نے کچھ زمین بغیر خراج کے یا تھوڑے خراج کے ساتھ فروخت کی تو آیا یہ جائز ہے انھوں نے فرمایا  
 کہ یہ عرف حکم شرعی کے خلاف ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ بائع اس کا خراج  
 اپنے ذمہ اٹھاویگا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر شفیع نے یہ گمان کر کے کہ اس شرط کے ساتھ

نور سلا کی کوئی  
 ہونا نہیں باطل  
 بیعت کی جائز

بیج جائز اس زمین کو شفعہ میں لے لیا پھر اسکو معلوم ہوا کہ یہ بیج فاسد ہے تو امام ابوعلی نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ  
 بیج فاسد ہے اور بیج فاسد میں شفعہ کا حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا جب تک بائع کا واپس کرنے کا حق باطل  
 نہ ہو جائے پس اگر شفعہ نے اس زمین کو دونوں کی رضا مندی سے لیا تو یہ ابتدائی بیج ہو جائیگی پس اگر شفعہ  
 کے ساتھ لینے زمین دو زبان نے یہ شرط کی تھی کہ بائع اسکا خراج اپنے ذمہ رکھے تو شفعہ واپس کر سکتا ہو ورنہ  
 نہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اس شرط پر خریدی کہ پڑوسی لوگ اسکا بار اٹھادیں تو بیج فاسد ہے اور  
 اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری سے اسکی جہایت نہ لیا جائے تو بھی جی حکم ہے اور اگر اس شرط  
 پر خریدی کہ جہایت اول مشتری کے ذمہ ہوگی اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہو گئے تو بیج جائز ہوگی  
 یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین فروخت کی اور اسکا خراج ذکر نہ کیا اور اسکو بیج میں شرط نہ کر دانا تو بیج  
 جائز ہے پھر لحاظ کیا جاوے گا کہ اسکا خراج اگر اسقدر زیادہ ہوگا جو لوگوں میں عیب گنا جائے تو مشتری کو بسبب  
 عیب کے خیار حاصل ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکو خیار نہ ہوگا یہ خواہے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین بیج  
 اور کہا کہ اسکا خراج اسقدر ہے پھر اس سے زیادہ معلوم ہوا پس اگر وہ زیادتی اسقدر ہو کہ جسکو لوگ عیب  
 گنتے ہیں تو مشتری واپس کر سکتا ہو اور اگر کوئی دار اس شرط پر خریدے کہ اسپر لوٹا نہیں بندھے ہیں پھر مشتری  
 سے ذائب طلب کیے گئے تو اسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اگر بائع زندہ ہو تو اسکو اور اگر مر گیا ہو تو اس کے  
 وارثان کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر دار کو اس شرط پر خریدے کہ اسکا قانون آدھا انگ ہی پھر وہ زیادہ  
 مٹا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی دکان اس شرط پر خریدی کہ اس میں بیس درم کہ یا  
 آتا ہے پھر معلوم ہو کہ پندرہ درم آتا ہے پس اگر اس سے اسکی مراد یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں اس میں بیس درم  
 کرایہ آتا تھا تو عقد بیج فاسد نہ ہوگا اور اگر یہ مراد تھی کہ آئندہ بھی اس میں اسی قدر آتا رہے گا تو عقد فاسد ہوگا  
 اور اگر مطلق چھوڑ دیا اور اس لفظ کی تفسیر اور اس سے کچھ ارادہ نہ کیا تو عقد فاسد ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے  
 کوئی زمین اس شرط پر بیچی کہ اس میں اسقدر درخت ہیں اور مشتری نے ان کو کم پایا تو بیج جائز ہے اور مشتری  
 کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے فن میں خریدے ورنہ ترک کر دے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس میں  
 اسقدر بیت ہیں اور مشتری نے ان کو کم پایا تو بیج جائز ہے اور مشتری کو اسی طرح خیار حاصل ہوگا اور اگر  
 کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں اسقدر درخت ہیں کہ ان پر پھل آئے ہیں اور بیس  
 کو ح پھلوں کے فروخت کیا اور اس میں ایک درخت ایسا تھا کہ جسپر پھل نہیں آئے تھے تو بیج فاسد  
 ہوگی جیسا کہ اگر ایک بکری ذبح کی ہوئی فروخت کی پھر ناگاہ اسکا ایک پاؤں ران سے کٹا ہوا مٹا تو  
 بیج فاسد ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں خرما کا  
 درخت اور اور درخت ہیں پھر اس میں کوئی درخت مٹا تو بیج جائز ہے اور مشتری کو خیار ہوگا اور اگر  
 اس زمین کو ح درختوں اور خرما کے درخت کے بیچا یا اس شرط پر بیچا کہ اس میں خرما کے درخت یا اور  
 درخت ہیں دونوں برابر ہیں اور اسی طرح اگر ایک دار بیچے کے مکان اور بالا خانہ کے بیچا پھر  
 دیکھا گیا کہ اس میں بالا خانہ میں درخت مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ دار بیچے

فروخت جائز ہے  
 اگر بیج فاسد ہو  
 عیب کے ذائب طلب  
 دکان اور بیس درم  
 بکری ذبح کی ہوئی  
 خرما کا درخت  
 درخت اور خرما کے





اگر اس میں اکثر شے ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر ستنوں شرط پر خریدے کہ اس میں ایک سپر  
 مسکہ تھ کیا ہو اور دونوں نے قبضہ کر لیا اور مشتری اسکو دیکھتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ اسنے اودھ سپر سے لے  
 کیا ہو تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو اختیار ہوگا جیسا کہ اگر صاحبوں اس شرط پر خریدے کہ اس میں اتنے پتے تیل  
 دیا ہو پھر ظاہر ہوا کہ اس سے کم دیا ہو اور مشتری صاحبوں خریدنے کے وقت دیکھتا تھا تو بلاخیار بیع جائز  
 ہوگی اور اسی طرح اگر ایک فیص اس شرط پر خریدی کہ وہ دس گز کی بنی ہو اور مشتری اسکو دیکھتا تھا پھر وہ گز کی  
 بنی ہوئی نکلی تو بیع بلاخیار جائز ہوگی اور اگر دوسرے شخص کے ہاتھ کچھ ابریشم فروخت کیا اور مالخ نے مشتری کو تولی  
 دیا اور مشتری اسکو لے گیا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور کہا کہ میں نے اسکو کم پایا پس اگر یہ بات معلوم ہو جاوے  
 کہ یہ کمی ہوا کے سبب سے آگئی ہو یا ایسا نقصان ہو کہ دودفعہ تولنے سے آجاتا ہو تو بائع پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر  
 نقصان ہوا سے نہ ہو اور اسقدر نہ ہو کہ دودفعہ تولنے سے واقع ہوتا ہو پس اگر مشتری نے یہ اقرار نہیں کیا تھا کہ  
 یہ اتنے میں ہو بیع جسطور تول دیا اسکا اقرار نہیں کر چکا تھا تو اسکو اختیار ہوگا کہ وہ نقصان کا ثمن دے و  
 آگشتہ اد کر چکا ہو تو واپس لے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا تھا کہ اتنے میں میرے قبضہ میں آگیا ہو پھر کہا کہ  
 میں نے کم پایا تو اسکو کمی کا ثمن نہ دینے یا واپس لینے کا اختیار ہوگا اگر داناہے گندم کو خرید بجز زمین  
 اودھا جو سا پایا تو اسکو اودھے ثمن میں لے گا بخلاف اس صورت کے کہ اگر اسنے ایک کھٹا گیون کا اس شرط  
 پر خریدے کہ وہ دس گز ہو پھر اسنے کم پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کرے  
 اسی طرح اگر کوئی کتاب اس شرط پر خریدی کہ وہ کتاب نکاح علی محمد رحمہ کی تصنیف ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ  
 کتاب لطلاق یا کتاب طب ہو یا وہ کتاب نکاح علی محمد رحمہ کی تصنیف نہ تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ بیع جائز  
 ہوگی اسواسطے کہ سپید پر سیاہ تحریر ہی کتاب ہو اور یہ امر جنس واحد ہو یا ان اختلاف اسمین فقط انواع کا ہوتا  
 ہو اور وہ مالخ جواز بیع نہیں ہو اور اگر کوئی شاہ اس شرط پر خریدی کہ وہ بھیڑی ہو پھر وہ بکری نکلی تو بیع  
 جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدے کہ وہ چلا نکلا ہو پھر اسکو ایسا نہ پایا تو واپس  
 کر سکتا ہو یہ خادے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی شخص انسان کو اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ باندی  
 ہو پھر کھلا کہ وہ غلام ہو تو ان دونوں میں بیع واقع ہوگی اور یہ استہسان ہو کہ اسکو ہمارے علم نے  
 اختیار کیا ہو اور اسطرح کے مسئلوں میں قاعدہ یہ ہو کہ جب عقد بیع میں اشارہ کے ساتھ نام لکھ دیا جائے  
 اور پھر اشارہ الیہ اسکے سوا دوسرا پایا جائے پس اگر وہ باقبار جنس کے دوسرا ہو تو بیع باطل ہوگی چنانچہ  
 اگر کسی شخص نے ایک گلیہ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یا قوت ہو پھر وہ شیشے کا کھلا تو بیع باطل ہوگی اور  
 اگر اشارہ الیہ اسی جنس کا ہو لیکن صفت میں فرق ہو تو بیع جائز اور مشتری دیکھنے کے وقت مختار ہوگا چنانچہ  
 اگر ایک گلیہ اس شرط پر خریدے کہ وہ یا قوت ہو یا قوت نہ ہو اور کھلا تو وہ یا قوت نہ ہو کھلا تو بیع جائز اور مشتری  
 مختار ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ٹوپیاں شرط پر خریدے کہ اس میں روئی بھری ہو پھر مشتری نے اسکو اودھ لیا تو  
 صورت پایا پس بیعے مشائخ نے کہا کہ بیع فاسد ہو اور مشتری اسکو اور اسکے ساتھ اودھ لے کر نقصان کو واپس  
 کر دے اور بعضوں نے کہا کہ بیع جائز ہو اور بعد نقصان واپس کر لے اور یہ اصح ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

محدث فتاویٰ  
 عالمگیری  
 جلد سیم  
 حصہ اول  
 باب دوم  
 شرط مفسدہ  
 وغیر مفسدہ



کرتے ہوں یہ فتاوے تافضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ جتنی نہیں ہو پھر معلوم ہوا کہ وہ پچیس جتنی ہو تو اس کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ اس کا ثمن میرے ذمہ اور غلام فلاں مشتری کا ہو گا تو ایسا ہرگز نہیں کے موافق ایسی بیع جائز نہیں ہو اور اگر کہا کہ اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ ایک ہزار روپے کو بیچ ڈال اس شرط پر کہ میں تیرے لیے ثمن میں سے پانچ سو روپے کا خالص ہوں تو بیع جائز ہے یہ فتاوے تافضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کہتا اس شرط پر خرید کہ یہ پیشا پوری ہو پھر وہ بنگالہ کا غلام عامہ اس شرط پر لیا کہ وہ شہر بنانی ہو پھر وہ سمرقند کی بیع تو بیع فاسد ہوگی یہ مخلصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ کوئی بیع ہوگا پھر معلوم ہوا کہ بصرہ کی پیدائش ہو تو واپس کر دیا اگر ایک کپڑا اس شرط پر خرید کہ وہ ہراتی ہو پھر وہ بلخی نکلا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہوگی نو اور بشر میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کوئی کشتی اس شرط پر خریدی کہ وہ ساکھو کی ہو پھر اس میں سوائے ساکھو کے اور لکڑی پانی گئی پس اگر اور لکڑی کا ہونا اس کی درستی کے واسطے ضروری تھا تو مشتری کو پورے ثمن میں لے لینا پڑے گی اور خیار نوکا اور اگر پوری کشتی ساکھو کے سوا دوسری لکڑی کی تھی تو دونوں کے درمیان بیع واقع ہوگی اور بشر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہراتی کپڑا کتنے کا ہو اور وہ کپڑا ہراتی ساخت کا بنا تھا اُسے کہا کہ اتنے کا ہو پھر دونوں میں بیع ہوگئی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کتنا ہراتی ہونے کی شرط کرنے کے ماتہ ہو اور یہی میرا قول ہے اور مراد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس سے یہ ہے کہ اگر ظاہر ہوگا کہ یہ مروی ہے تو بیع باطل ہو جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر بیع معین میں مدت کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جاوے گا اور اگر ثمن میں مدت کی شرط کی اور ثمن دین تھا پس اگر وہ مدت معلوم ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مجہول ہو تو فاسد ہوگی اور مجملہ مجہول مدتوں کے نوروں اور مہرگان کے وعدہ پر بیع کرنا بھی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے نوروں اور مہرگان کا مسئلہ جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بیع مطلقاً فاسد ہوتی ہے اور صحیح حکم یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے نوروں مجوس کا یا نوروں سلطان کا بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی ایک بیان کر دیا اور دونوں اس کا وقت پہچانتے ہیں تو بیع فاسد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور بیع میں حاجیوں کے آٹنے تک یا کھیتی کاٹنے یا اسکے روندنے اور دوئی چٹنے اور پھل جھاڑنے تک کی مدت مقرر کرنا جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر نصارے کے روزے تمام ہونے تک کی شرط لگائی اور حال یہ ہو کہ نصارے نے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے تو جائز ہے اور انکار روزہ رکھنا شروع کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے پس اگر مدت فاسدہ کو اس کے گزرنے سے پہلے ساقط کر دیا تو مستحکم عقد جائز ہو جائیگا اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہوگا اور حسب بار قول صحیح ہے اس واسطے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عقد موقوف رہتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاسد کرتے والی چیز نکال ڈالی جاوے تو جائز ہو جاوے گا اور اس کو کرنی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے صحیح روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور باقی بیوع فاسدہ کو کرنی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ مفسدہ کے



دور کرنے سے جائز ہو جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہوتی ہیں یہ محیط سرخس میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع کر نہ تو مت  
 ثمن ادا کرنے کی کوئی مدت نہیں مقرر کی پھر بعد اسکے ثمن ادا کرنے کا کوئی وقت ان وقتوں میں سے مقرر کیا  
 تو بیع جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اگر ہوا چلنے کے مہینے کی مدت مقرر کی تو بیع باطل ہے اور اگر جب  
 مہینے میں کہا کہ میں نے جب تک کی مدت مقرر کی تو یہ آئندہ جب تک ہوگی اور اگر کہا کہ جب گزرنے تک  
 مدت مقرر کی تو وہ اسی جب تک ہوگی اور میلاد کے وعدہ تک کی بیع فاسد ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے  
 کتاب میں ایسا ہی ذکر کیا ہے پس اگر مراد میلاد بائٹم ہے تو اُس کا جواب ایسا ہی ہے جیسا کتاب میں مذکور ہوا اگر مراد  
 میلاد عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ تو یہ حکم جو مذکور ہوا اس صورت پر محمول کیا جاوے گا کہ جب دو نوں اُس کا وقت  
 نہ پہنچتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک اسباب ہزار درم کو دس مہینہ کے وعدہ سے اس شرط پر خریدا کہ  
 جس قسم کا نقد اس وقت رائج ہوگا وہی ثمن میں دوں گا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی نے ایک غلام ایک  
 ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تھوڑا ثمن ہر مہینہ میں ادا کرے بیان تک کہ مہینہ کے گزرنے پر پانچ سو درم ادا  
 کرے تو بیع فاسد ہے یہ خدائی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشک کو تول سے خریدا اور اُس میں رنگ ملا ہوا پایا تو اُس کو  
 اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رنگ واپس کرے بقدر اُس کے وزن کے ثمن میں سے کم کر لے اور اگر چاہے تو بیع کو  
 ترک کر دے اور اگر گھی وزن سے خریدا اور اُس میں رُب ملا پایا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر  
 اس قدر تھا جو گھی میں ہوا کرتا ہے اور عیب نہیں گنتا جاتا ہے تو اُس کو پورے ثمن میں لے لینا پڑے گا اور اگر اتنا ہو کہ  
 عیب گنتا جاتا ہے پس اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر ایسی چیز ہو کہ گھی میں نہیں ہوتی  
 پس اگر چاہے تو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کر دے اور اگر کسی نے ایک تھیلی ہراتی یا غنیمت  
 ہراتی پٹرون کی یا ایک زنبیل خرما کی خریدی اور اُس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے قصد کر کے پٹرے  
 تھیلی میں سے یا چھوڑے زنبیل میں سے نکالے پھر تھیلی اور زنبیل فروخت کر دی اور کپڑے چھوڑ دیے  
 یا فروخت نہ کیے و لیکن اُس سے نفع اُٹھایا تو کپڑے اور چھوڑے مشتری کے ذمہ لازم ہوں گے اور ذمہ سبب  
 تھیلی یا زنبیل کے اُنکے لینے سے انکار نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک دانہ موتی خریدا اور اُس میں  
 وزن کی شرط کر کے دو نوں نے قبضہ کر لیا پھر اُس کو کم پایا اور وہ اُس کو تلف کر چکا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے  
 قیاس میں کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن امام نے اُس کو قبیح جان کر قیاس اپنا اس میں ترک کر دیا کیونکہ موتی  
 کی کمی سے ثمن میں سے بہت کچھ گھٹ جاتا ہے اور یہ حکم دیا کہ اُس کو اختیار ہے کہ نقصان واپس کر لے اور  
 باب الاجارہ اور آخر کتاب لیسوع میں لکھا ہے کہ اگر موتی اس شرط پر بیچا کہ اُس کا وزن ایک مثقال ہے  
 پھر وہ دو مثقال نکلا تو زیادتی بلا ثمن مشتری کے سپرد کی جادے گی اس لیے کہ جن چیزوں میں ٹکڑے کرنا  
 ضرر کرتا ہے اُن میں وزن ہنزلہ وصف کے ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک باغ خریدا کہ جس میں خرما وغیرہ  
 کے درخت ہیں اور یہ شرط کی کہ وہ دس جریب ہے اور بدو ناپسندے کے اُس پر قبضہ کر لیا اور چند سال  
 اُس کے پھل کھائے پھر اُس کو نو جریب پایا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس میں اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے  
 اور نہ کچھ واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک زمین خریدی

۱۰  
 محمد اولیٰ بن عبد  
 السلام علیہ السلام  
 میں (۱) زمین الا بیعہ  
 فضلاً عن ۳۰ فتم

اس شرط پر کہ وہ دس جریب ہی اور اس میں انگوڑے درخت، پھل اور چن سال تک اُسکے پھل کھائے پھر معلوم ہوا کہ وہ با پنج جریب ہی تو امام محمد نے فرمایا کہ اندازہ کیا جاوے کہ یہ زمین با پنج جریب پورے میں کتنے کی ہوگی اور اگر اس جریب ہوئی تو کتنے کی ہوئی پھر ان دونوں کے درمیان میں جو فرق ہو اسی قدر بائع سے واپس لیوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہوں ایک ذنبیل میں ہیں پھر ایک قفیز ایک صہم کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اُسے قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے دوسرے کے ہاتھ اس میں ایک قفیز ایک صہم کو بیچ ڈالے پھر ایک قفیز تلف ہو گئے تو ہر مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر ایک اُن دونوں میں سے باقی قفیز کا اُدھا کرے میں نے لیوے ورنہ ترک کر دے اور اگر ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا اور دوسرے نے چاہا کہ پورا قفیز ایک دم کو لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہو لیکن اگر بائع چاہے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دوسرے مشتری نے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا اور پہلے مشتری نے کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا پھر دوسرے مشتری نے یہ قفیز بسبب عیب کے بدون حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو پہلے مشتری کا اس قفیز میں کچھ حق ہوگا حضرت اُسکو باقی میں لینے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہی پھر اگر بائع نے دونوں قفیزوں کو ملا دیا تو پہلے مشتری کی بیع تو جاوے گی اور اگر بائع نے واپس کی ہوئی قفیز کو نہ ملایا اور وہ قفیز بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا گیا تھا اور جو قفیز باقی تھا اُس میں کچھ عیب نہ تھا پھر مشتری اول نے یہ ارادہ کیا کہ باقی قفیز کو سوا سے واپس کیے ہوئے کے لیوے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ دونوں میں سے اُدھا اُدھا لیوے تو بائع کو یہ پوچھتا ہے اور اگر باقی قفیز تلف ہو گیا اور واپس کیا ہوا کہ جس میں عیب ہی باقی رہا اور مشتری اول نے اُسکا ترک کرنا چاہا تو یہ مشتری کو پوچھتا ہے اور اگر کل کا لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اگر چاہا کہ اُسکا اُدھا لے اور اُدھا چھوڑ دے تو اُسکو بھی کر سکتا ہے اور اگر تلف ہوئے والا قفیز وہی ہو کہ جو عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہے اور باقی قفیز پہلا ہو کہ جس میں عیب نہیں ہو تو مشتری کو اختیار ہو کہ اُسکا اُدھا لے اور سب نہیں لے سکتا ہے اور اگر بائع نے سب سپرد کرنا چاہا تو مشتری کو اختیار ہی کہ انکار کرے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک زمین مع اُسکے پانی کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اُسکے سینچے کا پانی نہیں ہو اور مشتری نے چاہا کہ زمین کو اُسکے حصہ کے عوض لے اور پانی کا حصہ میں بائع سے واپس کر لے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ طعام پیمانہ سے خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا تو اُسکا کھانا اور بیچنا اور اُس سے فسخ اٹھانا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اُسکو دوبارہ پیمانہ کرے اور اسی طرح اگر بائع نے اپنے بائع سے اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کر کے طرہ ا تو بھی مشتری کو جائز نہیں ہے کہ اُس پیمانہ پر اقتصار کرے اور اُسکا بیچنا اور کھانا دونوں دو بارہ پیمانہ نہ کرنے کے جائز نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ پھر عامۃً مشائخ نے اس حکم کو ایسی صورت پر محمول کیا ہے کہ جب بائع نے بیع سے پہلے اُسکا پیمانہ کیا اور مشتری اُسکو دیکھ رہا تھا اور اگر بعد میں اُسکا پیمانہ کیا تو اُس میں تصرف کرنا جائز ہے اگرچہ پیمانہ اور وزن کا اعادہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی التہذیب۔ اور اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے غائب ہونے کی حالت میں اُسکا پیمانہ کیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوبارہ پیمانہ کرنا شرط ہے یہ تا ناظر غائب نہیں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے

اس شرط پر کہ وہ دس جریب ہی اور اس میں انگوڑے درخت، پھل اور چن سال تک اُسکے پھل کھائے پھر معلوم ہوا کہ وہ با پنج جریب ہی تو امام محمد نے فرمایا کہ اندازہ کیا جاوے کہ یہ زمین با پنج جریب پورے میں کتنے کی ہوگی اور اگر اس جریب ہوئی تو کتنے کی ہوئی پھر ان دونوں کے درمیان میں جو فرق ہو اسی قدر بائع سے واپس لیوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہوں ایک ذنبیل میں ہیں پھر ایک قفیز ایک صہم کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اُسے قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے دوسرے کے ہاتھ اس میں ایک قفیز ایک صہم کو بیچ ڈالے پھر ایک قفیز تلف ہو گئے تو ہر مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر ایک اُن دونوں میں سے باقی قفیز کا اُدھا کرے میں نے لیوے ورنہ ترک کر دے اور اگر ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا اور دوسرے نے چاہا کہ پورا قفیز ایک دم کو لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہو لیکن اگر بائع چاہے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دوسرے مشتری نے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا اور پہلے مشتری نے کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا پھر دوسرے مشتری نے یہ قفیز بسبب عیب کے بدون حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو پہلے مشتری کا اس قفیز میں کچھ حق ہوگا حضرت اُسکو باقی میں لینے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہی پھر اگر بائع نے دونوں قفیزوں کو ملا دیا تو پہلے مشتری کی بیع تو جاوے گی اور اگر بائع نے واپس کی ہوئی قفیز کو نہ ملایا اور وہ قفیز بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا گیا تھا اور جو قفیز باقی تھا اُس میں کچھ عیب نہ تھا پھر مشتری اول نے یہ ارادہ کیا کہ باقی قفیز کو سوا سے واپس کیے ہوئے کے لیوے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ دونوں میں سے اُدھا اُدھا لیوے تو بائع کو یہ پوچھتا ہے اور اگر باقی قفیز تلف ہو گیا اور واپس کیا ہوا کہ جس میں عیب ہی باقی رہا اور مشتری اول نے اُسکا ترک کرنا چاہا تو یہ مشتری کو پوچھتا ہے اور اگر کل کا لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اگر چاہا کہ اُسکا اُدھا لے اور اُدھا چھوڑ دے تو اُسکو بھی کر سکتا ہے اور اگر تلف ہوئے والا قفیز وہی ہو کہ جو عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہے اور باقی قفیز پہلا ہو کہ جس میں عیب نہیں ہو تو مشتری کو اختیار ہو کہ اُسکا اُدھا لے اور سب نہیں لے سکتا ہے اور اگر بائع نے سب سپرد کرنا چاہا تو مشتری کو اختیار ہی کہ انکار کرے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک زمین مع اُسکے پانی کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اُسکے سینچے کا پانی نہیں ہو اور مشتری نے چاہا کہ زمین کو اُسکے حصہ کے عوض لے اور پانی کا حصہ میں بائع سے واپس کر لے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ طعام پیمانہ سے خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا تو اُسکا کھانا اور بیچنا اور اُس سے فسخ اٹھانا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اُسکو دوبارہ پیمانہ کرے اور اسی طرح اگر بائع نے اپنے بائع سے اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کر کے طرہ ا تو بھی مشتری کو جائز نہیں ہے کہ اُس پیمانہ پر اقتصار کرے اور اُسکا بیچنا اور کھانا دونوں دو بارہ پیمانہ نہ کرنے کے جائز نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ پھر عامۃً مشائخ نے اس حکم کو ایسی صورت پر محمول کیا ہے کہ جب بائع نے بیع سے پہلے اُسکا پیمانہ کیا اور مشتری اُسکو دیکھ رہا تھا اور اگر بعد میں اُسکا پیمانہ کیا تو اُس میں تصرف کرنا جائز ہے اگرچہ پیمانہ اور وزن کا اعادہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی التہذیب۔ اور اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے غائب ہونے کی حالت میں اُسکا پیمانہ کیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوبارہ پیمانہ کرنا شرط ہے یہ تا ناظر غائب نہیں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے

سے کچھ گھون اندازہ پر خریدے اور بعد قبضہ کرنے کے انکو دوسرے کے ہاتھ بیاد نہ رہے نہ دست کیا تو ان میں  
ایک ہی بار بیاد کرنا کافی ہو اور اسی طرح اگر کسی سے ایک کچھ گھون اس شرط پر کہ وہ ایک گز زمین سے پہلے پھر  
ان کو بیاد کے حساب سے فروخت کیا تو اس میں بھی ایک ہی بار بیاد کرنا کافی ہو خواہ مشتری بیاد کرے  
خواہ وہ قرض لینے والا بائع اپنے مشتری کے ساتھ بیاد کرے اور اگر کچھ گھون اندازہ سے خریدے اور اگر  
بعد قبضہ کرنے کے دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے نہ بخت کیا یا اپنی زمین میں سے کچھ گھون یا بہرہ کے طور پر کچھ  
گھون پائے اور انکو دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے نہ فروخت کیا یا زمین کچھ گھون اس شرط پر کہ وہ ایک  
گز زمین اس کے قبضہ میں آئے اور بیاد کرنے سے پہلے انکو اندازہ سے بیچ ڈالا تو یہ جائز ہو ایسا ہی ابن سہام نے  
امام محمد رحمہ سے روایت کیا ہے اور اگر کچھ گھون بیاد نہ خریدے اور پھر بیاد کرنے سے پہلے انکو دوسرے کے  
ہاتھ اندازہ پر بیچ ڈالا تو امام محمد رحمہ کا کتاب لاصل بین اطلاق دلائل کرتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور ابن سہم نے  
اپنی نوادر میں ذکر کیا ہے کہ جائز ہے اور اگر انکو بیاد کرنے سے پہلے بیاد کے حساب سے فروخت کیا تو جائز ہے  
نہیں ہے پس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں اور واضح ہو کہ جو حکم کی چیزوں میں معلوم ہو اور ہی وزنی چیزوں  
میں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے کے ہاتھ بیاد کرے اس شرط پر کہ وہ اس شرط پر خرید کہ وہ اس گز ہی تو اسکو اپنے  
سے پہلے اس کی بیع کرنے اور اس میں تصرف کرنے کا اختیار ہو اور اگر عددی چیز عدد کی شرط سے دوسرے  
سے خریدی تو اسکا دوبارہ شمار کرنا حکم امام محمد رحمہ نے ظاہر کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور مشائخ کہتے ہیں کہ  
کرخی نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رحمہ کے قول پر تصرف جائز ہونے کے واسطے اسکا دوبارہ بیع شرط ہے اور صاحبین  
کے قول پر شرط نہیں ہے اور شرح قدوری میں لکھا ہے کہ گنتی کی چیزوں میں دوبارہ شمار کرنا ایک روایت میں  
واجب ہے اور دوسری روایت میں واجب نہیں ہے اور قدوری نے اسی روایت کو صحیح کہا ہے اگر کسی نے  
کچھ مال بیاد یا وزن کے حساب سے بطور بیع فاسد کے خرید اور بدون بیاد کے اس پر قبضہ کر لیا پھر اسکو  
فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اس پر قبضہ کیا تو بیع ثانی جائز ہوگی اور دوبارہ بیاد کا حکم صرف وزن و  
بیع صحیح میں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایک کڑھام بیاد کے حساب سے  
مودم کو خرید پھر اسکو بائع کی طرف سے اپنے واسطے ناپ کر لیا پھر اسے دوسرے کے ہاتھ پہلے بیع  
کے عوض تو بیع بیع ڈالا تو دوسرے مشتری کو بدون دوبارہ بیاد کرنے کے اس پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے اور  
اگر پہلے مشتری نے بیع کر کے دوسرے مشتری کے سامنے اسکو اپنے واسطے بیاد کر لیا تھا پس اگر دوسرا مشتری  
بیاد کرنے سے اسکو ایک قفیز زائد پادے تو زیادتی پہلے مشتری کو واپس کر دے خواہ یہ زیادتی ایسی ہو  
کہ دوبارہ بیاد کرنے میں جاری ہوتی ہو یا ایسی ہو پس اگر دوسرے مشتری نے وہ زیادتی پہلے مشتری  
کو واپس کر دی تو لحاظ کیا جاوے گا کہ اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ دوبارہ بیاد کرنے میں آگئی تو پہلے مشتری کی  
جوگی کہ اسکو اپنے بائع کو واپس نہ کرے گا اور اگر ایسی نہیں ہے تو پہلا مشتری بھی اپنے بائع کو واپس کر دے  
اور اگر دوسرے مشتری نے اسکو کم پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ پہلے مشتری سے ختم نقصان لے لے  
خواہ یہ نقصان دوبارہ بیاد کرنے سے آتا ہو یا نہ آتا ہو پس اگر یہ نقصان ایسا ہو کہ دوبارہ بیاد کرنے

قد اندازہ  
یعنی بیاد  
کے بعد  
خریدی ہو  
میں  
بیع صحیح  
میں  
بیع صحیح  
میں

آتا ہو تو پہلا مشتری اپنے بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو اور ایسا نہ ہو تو بائع کی تصدیق سے ثابت ہوگا تو اس نقصان کو واپس لے سکتا ہو اور یہ حکم بیع تولیہ کا تھا اور اگر بیع ثانی بیع مزاحم ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اسی مسئلہ میں اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ اگر پہلے مشتری نے اس طعام میں سے ایک قفیز فروخت کر کے مشتری کو دیدی پھر باقی کو بطور بیع تولیہ کے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کڑی پھر مشتری ثانی نے اسکا پیمانہ کیا اور اسکو پورا کر پایا تو یہ جائز ہو اور اسکو خیابار ہوگا لیکن کڑی کا ثمن اکتالیس حصوں پر تقسیم کیا جاوے گا پھر جو کچھ ایک قفیز کے حصہ میں پڑے گا وہ دوسرے مشتری سے ساقط کیا جاوے گا اور باقی اسکو دینا پڑے گا اور امام محمد کے نزدیک اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کر دے اور اس مسئلہ میں اگر دوسری بیع مزاحمت واقع ہو دے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک کڑی سودرم کو اس شرط پر خرید کہ وہ چالیس قفیز ہو اور اسکو پیمانہ کر لیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر تری پا کر وہ بیچا س قفیز ہو گیا اور اسکو پانی لے فاسد کر دیا پھر اس مشتری نے اسکو بمزاجت یا تولیہ فروخت کیا اور کچھ بیان نہ کیا تو جائز ہو اور مشتری ثانی کو اسی سے چالیس قفیز ملیگا اور دس قفیز اس کے پاس باقی رہ جاوے گیے اور اگر اس نے ان دس زائد قفیزوں کو مزاجت یا تولیہ فروخت کیا تو پانچویں حصہ ثمن پر فروخت کرے گا اور یہ صاحبین رحمہ اللہ کا قیاس ہو اور امام اعظم کے نزدیک مزاجت نہیں فروخت کر سکتا ہو اور اگر دوسرے مشتری کے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے اسکو پانی پہونچا تو دوسرا مشتری اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن میں لے لے یہ محیط میں بھی لکھا ہے کسی نے ایک کڑی سودرم کو اس شرط پر کہ وہ چالیس قفیز خریدے اور انکے پیمانہ کیا تو چالیس قفیز ملے پھر مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا پھر بائع نے اسکو پیمانہ کیا پس وہ ایک قفیز بڑھ گیا یا گھٹ گیا اور دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ نقصان یا زیادتی پیمانہ کرنے کی وجہ سے ہو تو زیادتی مع اصل بائع کو ملے گی اور نقصان بھی اسی کے ذمہ رہے گا حتیٰ کہ ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جاوے گا اور اسی طرح اگر اس کڑی کو پانی پہونچا اور ایک قفیز بڑھ گیا اور بائع اسپر راضی ہو گیا تو یہ سب اسی کا ہوگا لیکن اگر اسکو نہیں جانتا تھا تو اسکو اختیار ہوگا کہ عیب کی وجہ سے واپس کر کے اقالہ باطل کر دے اور پہلی بیع خود کرے گی اور اسی طرح اگر وہ گیون بیع کے وقت تازہ تر تھے اور پورا کڑے تھے پھر خشک ہو کر مشتری کے پاس کم ہو گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا اور بائع نے اسکا پیمانہ کیا اور کم پایا اور جب انکا یہ خشک ہونے کی وجہ سے ہی دونوں سچائی سے اسپر متفق ہوئے تو یہ سب بائع کو ملے گا اور ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور قاعدہ یہ ہو کہ اگر بیع معین مشاؤونیہ ہو کہ جو بشرط کیل فروخت ہوتی ہو تو پیمانہ کرنے سے پہلے جو زیادتی اسی میں پیدا ہو وہ بائع کی ہوگی اور پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کی ہوگی اور اگر بیع معین مشاؤونیہ نہ ہو تو پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے جو زیادتی ہو وہ بائع کی ہوگی اور قبضہ کے بعد مشتری کی ہوگی اگر کچھ طعام ایک دم کو اس شرط پر خرید کہ وہ ایک قفیز ہو پھر پیمانہ کرنے سے پہلے وہ تر ہو گیا پھر



اُسکو پیمانہ کیا پس وہ سو اتھیر نکلا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو آسمین سے ایک قبضہ لے ورنہ ترک کرے اور اگر مشتری کے سامنے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے زائد ہو گیا تو زیادتی مشتری کی اور سبب تری کے اُسکو اختیار ہوگا اور اگر پیمانہ کرنے کے کم ہو گیا تو پورے ثمن میں لے گا اور اگر اس سے پہلے کم ہوا تو حصہ ثمن میں لے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری کے واسطے اُسکے سامنے پیمانہ کر دیا اور وہ ایک قبضہ نکلا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا کہ دوبارہ پیمانہ کیے جانے سے اتنا زیادہ یا کم نکلا کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے میں واقع ہوتا ہو تو مشتری کو پورے ثمن میں لازم ہوگا کیونکہ جس چیز پر عقد واقع ہوا وہ پیمانہ کرنے سے معین ہو گئی اور پہلے پیمانہ میں خطا ظاہر نہیں ہوئی جسے کہ اگر زیادتی یا نقصان اس قدر نہ ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنے میں اجابا ہے تو اگر زیادتی ہوگی تو بائع کو واپس کیجا و لگی اور اگر کمی ہوگی تو حصہ ثمن میں دو ٹون حالتوں میں لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک ڈھیری میں سے ایک قبضہ ایک دم میں خریدا اور بائع نے اس سے ایک قبضہ نکال کر مشتری کو ناپ دیا اور ہنوز اُسکے سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اس قبضہ کو پانی پہونچا اور ہر قبضہ ایک چھوٹائی بڑھ گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو صرف ایک قبضہ جس میں سے چاہے دے پورے اور مشتری کو اُسکے لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر ڈھیری اور وہ قبضہ کم ہو جائے اسطرح کہ پہلے ناک تھی پھر خشک ہو گئی تو مشتری کو پورا قبضہ چاہیے اور دونوں میں سے کسی کو خیار نہ ہوگا اور جو ایک ڈھیری میں سے ایک قبضہ خریدا اور تمام ڈھیری میں سے ایک قبضہ پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر ایک قبضہ معین دوسری قبضہ معین کے عوض باہم بیچ کی پھر پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ سے پہلے ایک تر ہو کر چھوٹائی بڑھ گئی تو یہ مشتری کی ہوگی اور اُسکو خیار ہوگا اور بیع فاسد ہوگی اور اگر یہ زیادتی پیمانہ کرنے سے پہلے واقع ہو تو جسکا قبضہ خشک ہو اُسکو ایک قبضہ کے لینے اور ترک کرنے میں امام اعظم رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک خیار حاصل ہوگا اور اگر ایک قبضہ معین کو بعض ایک ڈھیری کے ایک قبضہ کے بیچ کی اور ڈھیری والے نے ایک قبضہ اس میں سے پیمانہ کر لیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اس قبضہ کو پانی پہونچا تو خشک قبضہ والے کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو ایک قبضہ نہ پاک یوے ورنہ ترک کر دے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بیع فاسد ہو جاوے گی اور اگر صرف علیحدہ کیا ہو قبضہ تر ہوا تو اسپر ایک خشک قبضہ کا سو پناہ واجب ہو اور وہ دونوں میں سے کسی کو خیار نہ ہوگا کذا فی محیط

**گیا رھوان باب** - بیج غیر جانگے احکام میں۔ واضح ہو کہ بیج دو قسم کی ہو ایک باطل اور دوسری فاسد پس باطل وہ ہو کہ جسکا محل بیج قیمت دار مال نہ ہو جیسے کہ شراب یا سور یا حرم کا شکار یا مرد و ایلام سفوح نہ ہو کیا اور ایسی بیج ملک کا فائدہ نہیں دیتی اور فاسد وہ ہو کہ جسکے دونوں بدل مال ہوں مثلاً کوئی پھنر بعض شراب یا سور یا صید حرم یا مرد یا کتاب یا ام ولد کے خریدی یا آسمین کوئی شرط فاسد لگائی یا مثل اسکے تو ایسی بیج بعض قیمت بیع کے منقذ ہوتی ہو اور قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہو کذا فی محیط السرخسی اور مشائخ نے اختلاف کیا کہ بیج ضمانت میں رہتی ہو یا امانت میں پس بعضوں نے کہا کہ امانت میں اور بعضوں نے کہا کہ ضمانت میں رہتی ہو بیج شرح محامدی میں لکھا ہے۔ اور شرط یہ ہو کہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہو اور بلا اجازت بائع سے بیج فاسد میں قبضہ پانا قبضہ نہ پانے کے حکم میں ہو اور زیادات میں لکھا ہے

فرا دونوں حالتوں میں سبب تری میں اگر اس سے پہلے کم ہو تو حصہ ثمن میں لے گا اور دوسری حالت وہ جو پیمانہ نہ کرے اور بیج خشک ہو جائے تو مشتری کو پورا قبضہ چاہیے اور دونوں میں سے کسی کو خیار نہ ہوگا اور جو ایک ڈھیری میں سے ایک قبضہ خریدا اور تمام ڈھیری میں سے ایک قبضہ پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر ایک قبضہ معین دوسری قبضہ معین کے عوض باہم بیچ کی پھر پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ سے پہلے ایک تر ہو کر چھوٹائی بڑھ گئی تو یہ مشتری کی ہوگی اور اُسکو خیار ہوگا اور بیع فاسد ہوگی اور اگر یہ زیادتی پیمانہ کرنے سے پہلے واقع ہو تو جسکا قبضہ خشک ہو اُسکو ایک قبضہ کے لینے اور ترک کرنے میں امام اعظم رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک خیار حاصل ہوگا اور اگر ایک قبضہ معین کو بعض ایک ڈھیری کے ایک قبضہ کے بیچ کی اور ڈھیری والے نے ایک قبضہ اس میں سے پیمانہ کر لیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اس قبضہ کو پانی پہونچا تو خشک قبضہ والے کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو ایک قبضہ نہ پاک یوے ورنہ ترک کر دے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بیع فاسد ہو جاوے گی اور اگر صرف علیحدہ کیا ہو قبضہ تر ہوا تو اسپر ایک خشک قبضہ کا سو پناہ واجب ہو اور وہ دونوں میں سے کسی کو خیار نہ ہوگا کذا فی محیط

کہ اگر بیع فاسد میں مشتری نے بلا اجازت اور بلا ممانعت بائع کے بیع پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ قبضہ اسی مجلس میں ہو تو مستحکم صحیح ہوگا اور ملک ثابت ہو جاوے گی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاساً اور استناداً دونوں طرح صحیح نہیں اور ملک ثابت نہ ہوگی اور اگر بائع نے قبضہ کی اجازت دی اور مشتری نے اسی مجلس میں یا بعد جدا ہونے کے قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح اور ملک قیاساً اور استناداً ثابت ہو جاوے گی و لیکن یہ ملک توڑے جانے کا استحقاق رکھتی ہے اور جو چیز مشتری نے بطور بیع فاسد کے خریدی اس میں ملک یا نفع اٹھانے کی راہ سے اسکو تصرف کرنا مکروہ ہو و لیکن اب اس پر اگر اس نے اس میں تصرف کر لیا تو اسکا تصرف نافذ ہوگا اور اس کے سبب سے بائع کا حق واپس باطل ہو جاوے گا خواہ یہ تصرف ایسا ہو کہ بعد واقع ہونے کے توڑ دیا جاسکتا ہو جیسے بیع وغیرہ یا ایسا ہو جیسے آزاد کرنا وغیرہ لیکن اجارہ اور ملک اگر تصرف بائع کے حق واپسی کو باطل نہیں کرتا ہو کذا فی المحیط اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد یا مدد یا بیع کیا تو بیع کرنے کے بعد باطل ہو گیا اور اسی طرح اگر باندی کو ام ولد بنایا تو بھی یہی حکم ہے اور وہ مشتری کی ام ولد ہو جائیگی اور اس پر باندی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور عمر کی نسبت بیوع میں لکھا ہے کہ اسکا ذائد نہ دے اور کتاب الشرب میں دو روایتیں ہیں اور صحیح ہے کہ وہ عمر کا خاص نہیں ہے اور اسی طرح اگر اسکو مسکاتب کو دیا تو بھی یہی حکم ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی پس اگر غلام کتابت کا مال ادا کر کے آزاد ہو گیا تو مشتری پر قیمت کی ضمان متقرر ہوگئی اور اگر مال ادا کرنے سے عاجز ہو اور پھر محض ملوک ہو گیا پس اگر یہ مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے پہلے تھا تو بائع اس غلام کو واپس لے سکتا ہے اور اگر قاضی کے حکم کے بعد واقع ہوا تو بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو غلام دیدینے کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر وصیت کرنے والا زندہ ہو تو بائع واپس کر سکتا ہے اور اگر مر گیا تو واپس نہیں کر سکتا ہو کیونکہ جس شخص کو وصیت کی اسکو اس غلام پر از مرد ملکیت حاصل ہوئی بخلاف وارث کی ملکیت کے کہ اس میں اگر مشتری بطور بیع فاسد کے خرید کر مر جاوے تو بائع اس کے وارثوں سے واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر بائع مر جاوے تو اس کے وارثوں کو بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے کپڑا قطع کر کے سلایا یا اس میں استر دیکر کچھ بھر دیا تو بائع کا حق قطع منقطع ہو گیا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کر کے اسکو قطع کر لیا اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ بائع کے پاس وصیت رکھا اور وہ تلف ہو گیا تو مشتری قطع کرانے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مختارے قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر بیع ایک زمین خالی تھی کہ اس میں مشتری نے کوئی گھر بنایا یا درخت لگایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بائع کا حق بیع باطل ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک باطل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور بیع فاسد میں مشتری کے ذمہ بیع کی قیمت واجب ہوتی ہے اگر وہ قیمتی چیزوں میں سے ہو یا اسکا مثل اگر وہ مفلی چیزوں میں سے ہو اور حکم اسوقت ہے کہ جب بیع مشتری کے پاس تلف ہو یا وہ اسکو تلف کرے یا بہرہ کرے سپرد کرے اور بائع کا واپس کرنے کا حق بھی جاتا رہے اور اسی طرح اگر اس نے زمین کی یاد دہن کرے یا تھ فروخت کر دی تو بھی یہی حکم ہے پس اگر اس نے ملک

[illegible]



تو بیع واپس کی ہوئی شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو جائے اور اسکی طرف سے کوئی ایسا  
 فعل نہ پایا جاوے جو روکنے میں شمار ہو تو اسکا تلف ہونا بائع کے ذمہ رہیگا اور اگر اسکی طرف سے روکنا پایا  
 جائے پھر وہ تلف ہو جاوے تو دیکھا جاوےگا کہ اگر یہ تلف ہونا بائع کے جرم کے سبب سے ہوا تو بیع واپس  
 کر دی گئی شمار ہوگی اور مشتری ضامن ہوگا اور اگر بائع کے جرم سے تلف نہیں ہوئی تو مشتری اسکا ضامن ہو  
 اور بائع کے جرم کا نقصان اسکے ذمہ سے کم کرو یا جاوےگا اور اگر بائع نے اسکو قتل کر دیا یا بیع ایسے کنوین  
 میں کہ جسکو بائع نے کھودا تھا گر گئی تو واپس کی ہوئی شمار ہوگی اور مشتری سے ضمان جاتی رہیگی یہ شرح  
 طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ کر کے اسکو نفع سے بیچ ڈالا تو اسکا نفع  
 صدقہ کرنے اور اگر اسکے حق سے کوئی چیز خرید کر اسین نفع اٹھایا تو یہ نفع اسکو حلال ہے یہ سراج الوہاب میں  
 لکھا ہے۔ کسی نے ایک دار بطور بیع فاسد کے خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر وہ کھنڈل ہو گیا پھر بائع نے قاضی  
 کے سامنے جھگڑا پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ مشتری دار کی قیمت جو قبضہ کے دن تھی بائع کو ادا کرے تو بیع  
 کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دار مشتری سے اسی قیمت کر لے کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر قبضہ میں  
 کر لیا پھر اسکو آزاد یا قتل کیا اور قتل اور آزادی کے دن اسکی قیمت قبضہ کے دن کی قیمت سے زیادہ  
 تھی تو اسپر قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خلیفہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام بعض اپنے  
 مکان یا دہریام ولد کے خریدے اور دو دنوں نے باہم قبضہ کر لیا تو غلام کا خریدار اسکا مالک ہو جاوے گا  
 اور مکان یا دہریام ولد کا خریدار اسکا مالک نہ ہوگا اگرچہ باجائز بائع کے قبضہ کیا ہو اور اسی طرح اگر  
 کوئی غلام غیر کے مال سے اسکی بلا اجازت خریدا تو غلام کا خریدار اسکا مالک ہوگا اور دوسرا اس مال پر قبضہ کرنے  
 سے مالک نہ ہوگا تا وقتیکہ اس مال کا مالک بیع کی اجازت نہ دے اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی غلام بعض شرب  
 کے واسطے پانی کے جو حوض یا نہر یا کنوین میں جو غیر محرز ہے خریدا یا بعض دانوں کے جو ہنوز کائے نہیں گئے  
 میں خریدا تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی تو اس  
 وطنی کرنا نہ چاہیے پس اگر اس نے وطنی کر لی اور اسین نفع اٹھا تو بائع اسکو واپس لے سکتا ہے اور جب اسکو  
 واپس کر لیا تو مشتری اسکا حق بائع کو دے گا اور اگر اسین نفع ڈال دیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جب قیمت واجب  
 ہوئی تو شمس الاممہ سرخسی کے قول پر عقد مشتری پر ہوگا اور بناوے آنکہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں دو  
 روایتیں ہیں کتاب البيوع کی روایت سے اسپر عقر نہیں ہے اور کتاب الشرب کی روایت سے اسپر عقر واجب  
 ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ میں لانے سے پہلے اسکو آزاد  
 کر دیا اور بائع نے اسکے آزاد ہونے کی اجازت دی تو وہ باندی بائع کی طرف سے آزاد ہو گئی اور مشتری پر  
 کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کوئی غلام بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو  
 میری طرف سے آزاد کر دے اور بائع نے ایسا ہی کیا تو یہ آزاد کرنا بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے  
 یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے کہا  
 کہ وہ آزاد ہے تو آزاد ہوگا پھر اگر اسکے بعد کہا کہ وہ آزاد ہے پس اگر پہلا کلام مشتری کے پاس تھا تو آزاد ہو جاوے گا

حکم بیع واپس کی ہوئی شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو جائے اور اسکی طرف سے کوئی ایسا فعل نہ پایا جاوے جو روکنے میں شمار ہو تو اسکا تلف ہونا بائع کے ذمہ رہیگا اور اگر اسکی طرف سے روکنا پایا جائے پھر وہ تلف ہو جاوے تو دیکھا جاوےگا کہ اگر یہ تلف ہونا بائع کے جرم کے سبب سے ہوا تو بیع واپس کر دی گئی شمار ہوگی اور مشتری ضامن ہوگا اور اگر بائع کے جرم سے تلف نہیں ہوئی تو مشتری اسکا ضامن ہو اور بائع کے جرم کا نقصان اسکے ذمہ سے کم کرو یا جاوےگا اور اگر بائع نے اسکو قتل کر دیا یا بیع ایسے کنوین میں کہ جسکو بائع نے کھودا تھا گر گئی تو واپس کی ہوئی شمار ہوگی اور مشتری سے ضمان جاتی رہیگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ کر کے اسکو نفع سے بیچ ڈالا تو اسکا نفع صدقہ کرنے اور اگر اسکے حق سے کوئی چیز خرید کر اسین نفع اٹھایا تو یہ نفع اسکو حلال ہے یہ سراج الوہاب میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک دار بطور بیع فاسد کے خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر وہ کھنڈل ہو گیا پھر بائع نے قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ مشتری دار کی قیمت جو قبضہ کے دن تھی بائع کو ادا کرے تو بیع کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دار مشتری سے اسی قیمت کر لے کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر قبضہ میں کر لیا پھر اسکو آزاد یا قتل کیا اور قتل اور آزادی کے دن اسکی قیمت قبضہ کے دن کی قیمت سے زیادہ تھی تو اسپر قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خلیفہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام بعض اپنے مکان یا دہریام ولد کے خریدے اور دو دنوں نے باہم قبضہ کر لیا تو غلام کا خریدار اسکا مالک ہو جاوے گا اور مکان یا دہریام ولد کا خریدار اسکا مالک نہ ہوگا اگرچہ باجائز بائع کے قبضہ کیا ہو اور اسی طرح اگر کوئی غلام غیر کے مال سے اسکی بلا اجازت خریدا تو غلام کا خریدار اسکا مالک ہوگا اور دوسرا اس مال پر قبضہ کرنے سے مالک نہ ہوگا تا وقتیکہ اس مال کا مالک بیع کی اجازت نہ دے اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی غلام بعض شرب کے واسطے پانی کے جو حوض یا نہر یا کنوین میں جو غیر محرز ہے خریدا یا بعض دانوں کے جو ہنوز کائے نہیں گئے میں خریدا تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی تو اس وطنی کرنا نہ چاہیے پس اگر اس نے وطنی کر لی اور اسین نفع اٹھا تو بائع اسکو واپس لے سکتا ہے اور جب اسکو واپس کر لیا تو مشتری اسکا حق بائع کو دے گا اور اگر اسین نفع ڈال دیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جب قیمت واجب ہوئی تو شمس الاممہ سرخسی کے قول پر عقد مشتری پر ہوگا اور بناوے آنکہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں کتاب البيوع کی روایت سے اسپر عقر نہیں ہے اور کتاب الشرب کی روایت سے اسپر عقر واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ میں لانے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا اور بائع نے اسکے آزاد ہونے کی اجازت دی تو وہ باندی بائع کی طرف سے آزاد ہو گئی اور مشتری پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کوئی غلام بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو میری طرف سے آزاد کر دے اور بائع نے ایسا ہی کیا تو یہ آزاد کرنا بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو آزاد ہوگا پھر اگر اسکے بعد کہا کہ وہ آزاد ہے پس اگر پہلا کلام مشتری کے پاس تھا تو آزاد ہو جاوے گا



یہ محیط مشتری تھا نہ لکھا ہو۔ اور اگر کچھ گھون بطور بیع فاسد کے خریدے اور بائع کو سکھایا کہ اس کو بیچے اور اسے بیسیا تو اسے بائع یا ہوگا اور اسی طرح اگر بکری ہو اور بائع کو اس کے ذبح کرنے کا حکم دے اور وہ ذبح کرے تو بکری ہو۔ حکم ہو اور اگر ایک قبضہ گھون بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ سے پہلے بائع سے کہا کہ اس کو میرے ساتھ لے آؤ اور اسے ایسا ہی کیا تو یہ فعل مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ اسے اس کا مثل بائع کو واپس کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی تاجر مہر مقرر کر کے اسے اپنے گھر لے گیا اور اس کے شوہر نے اس سے وطی کی اور وہ باندی باکرہ تھی پھر بائع نے مالش کر کے وہ باندی لے لی تو محاکم جائز اور مہر بائع کو ملے گا پھر اگر یہ مہر تاجر جو اس باندی کی بھارتیہ لے ہوئے کے نقصان کو پورا کرتا ہو تو مشتری پر کچھ لازم نہ آوے گا اور اگر یہ نقصان مہر سے زیادہ ہو تو بائع بقدر کمی کے مشتری سے لیتا یہ محیط میں لکھا ہے اور ایک باندی کو بعض دو باندی کے کچھ مدت کے وعدہ پر ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور اس کے پاس اس کی ایک آنکھ باقی رہی تو مشتری اس کے بیع نصف قیمت کے بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے اسے دو سو روپے لے کر اس کی آنکھ پھیرا تو وہی قبضہ بائع کو اختیار ہے کہ اس آنکھ پھیرنے والے سے ضمان لے یا مشتری لے یا اس کی قیمت لے پھر مشتری اسے پھیرنے والے سے لے اور اگر وہ باندی دو بیچے جی اور ایک مر گیا تو بائع باندی اور باقی بچہ کو لیتا اور مہر بچہ کی قیمت کی ضمان نہ لیتا اور فدا مان ولادت کی ضمان اگر اس بچہ سے پوری نہ ہو تو مشتری سے لیتا اور اگر بچہ مشتری کے جرم سے مرا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہو اور اگر فقہان باندی مر گئی تو بائع دو نون بچوں کے ساتھ باندی کی قیمت لیتا یہ محیط مشتری میں لکھا ہو۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدے کہے بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا اور اس کا من اور اگر مہر بائع نے چاہا کہ غلام واپس لے تو مشتری کو اختیار ہو کہ اپنا من پورا کرے یا نہ کرے غلام کو روک رکھے پس اگر بائع مر گیا اور سوا اسے اس غلام کے اس کا کچھ مال نہ تھا تو مشتری اس غلام کا اس کے قرضہ اجوں میں سے زیادہ حقدار ہو پس اسی کا حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جاوے گا پھر اگر وہ سوا من پہلے من کے برابر ہو تو سب مشتری نے لیتا اور اگر زیادہ ہو تو زیادتی بائع کے قرضہ اجوں کے واسطے ہوگی اور اگر دو سوا من کم ہو تو باقی کے واسطے مشتری بھی تمام قرضہ اجوں کے ساتھ کچھ ترکہ میں نظر آوے گا حصہ سد شریک کیا جاوے گا اور اگر وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس کو قیمت دینی پڑی گی اور اگر مشتری نے اس غلام کو بعض ایک ہزار روپے قرضہ کے جو خریدنے سے پہلے بائع کو نہ چاہیے تھا بطور بیع فاسد کے خریدا اور بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے بیع فاسد ہونے کی وجہ سے اس غلام کو واپس لینا چاہا اور مشتری نے اپنے قرضہ وصول کر لینے کی وجہ سے اس کو روکنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پس اگر بائع مر گیا اور اس پر بہت سے قرضہ تھے اور غلام مشتری کے پاس تھا پس ایسی صورت میں کہ جب بیع فاسد واقع ہوئی تو مشتری اس غلام کا زیادہ حقدار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دو نون بیع تو رٹی پھر بائع نے مشتری کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے تجھ کو غلام سے بری کیا پھر مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری بری ہوگا کیونکہ جب

کوئی غلام بیچ کر دے  
کا حقدار مشتری ہے  
نصف قیمت کی

آستے غلام سے بری کیا تو اسکی ضمانت سے بری کیا پس وہ امانت میں رہا پس امانت کے ہلاک ہونے سے ضمانت لازم  
 نہ ہوگی یہ قولہ انما فی حق من لکھا ہے کسی نے ایک غلام پانچ سو کو بطور بیع فاسد کے خرید اور اسکی قیمت بھی پانچ سو تھی اور اسپر  
 قرض کر لیا پھر نہ لگے۔ اسے اسکی قیمت بڑھ کر ایک سو ہو گئی پھر مشتری نے اسکو بیچ ڈالا تو قبضہ کے دن کی قیمت اعتبار  
 نہ کر کے مشتری کو صرف پانچ سو دیا پڑ گئی اور اگر کسی ایسے غلام کو پہلی قیمت ایک سو تھی غصب کیا پھر بڑھ کر اسکی  
 قیمت دو سو ہو گئی پھر اسکو غاصب نے اسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید اچھر غلام مر گیا پس اگر خریدنے کے  
 بعد وہ غلام غاصب کو ملا تھا تو اسپر دو سو ہزار واجب ہوں گے اور اگر نہیں ملا بلکہ مر گیا تو اسپر ایک سو ہزار واجب  
 ہوں گے کیونکہ غصب میں زیادتی امانت ہوتی ہے اور خریدنے سے قبضہ ہی کے ساتھ ضمانت ہو جاتی ہے اور قبضہ  
 یہاں نہیں پایا گیا یہ فیہیر میں لکھا ہے۔ غلام کے غصب کرنے والے نے جب اسکو اسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے  
 خرید کر کے آزاد کر دیا تو اسکا آزاد کرنا نافذ ہو جاوے گا کیونکہ اسے قبضہ کے بعد آزاد کیا ہے یہ فتاویٰ سے قاضی خان  
 میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع کو بیع فاسد میں بائع کو واپس کر دیا تو جس طرح واپس کیا ہو خواہ بطور بیع  
 یا سبب یا عقد یا ہزار ہوتا یا دو بیعت کے سبب طرح بیع فسخ ہو جاوے گی اور اسی طرح اگر اسکو بائع کے  
 وکیل خرید کے ہاتھ بیچا اور اسکو سپرد کیا تو اس کی ضمانت سے بری ہو گیا اور اگر اسکو بائع کے ایسے غلام  
 کے ہاتھ کہ جسکو اسنے تجارت کی اجازت دی ہے اور اسپر قبضہ نہیں ہے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے لیکن بیع  
 فاسد بھی پس پہلی بیع فسخ ہو جاوے گی اور ضمانت سے بری ہو گا تا قیامکے بیع بائع تک نہ پونچے اور اگر  
 اس غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اسپر قرض تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری پر ضمان مقرر ہو جاوے گی  
 اور اگر ایسے غلام سے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی اور اسپر قرض ہو خیر کیا تھا اور اجازت سے قبضہ کر لیا تھا  
 پھر غلام کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی اور اس غلام کے واسطے قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر  
 اس غلام پر قرض نہ تھا تو دوسری بیع ناجائز و لیکن پہلی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اسکے مالک کو واپس کرنے  
 کی وجہ سے ضمانت سے بری ہو جاوے گا کیونکہ غلام کے مالک کو واپس دینا مثل غلام کے واپس دینے کے ہے  
 اور اگر اس خرید سے غلام کو بائع کے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح اور ضمانت لازم ہو جاوے گی  
 اور پہلی بیع فسخ ہوگی اور اگر پہلا بائع کی طرف سے خرید کا وکیل تھا اور اسنے اپنے اس مشتری سے اپنے مول  
 کے واسطے خرید کیا تو دوسری بیع صحیح ہے اور مشتری کا فن اسپر واجب ہو گا اور اسکی ضمانت پہلے مشتری پر واجب  
 ہوگی پس اگر دونوں نمونہ برابر ہی ہو تو دونوں برابر ہوں بلا سمجھ لین اور اگر کسی میں زیادتی ہو تو وہ دوسرے  
 کو دیدے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع کوئی کپڑا تھا کہ اسکو مشتری نے مثلاً سرخ یا زرد  
 دیا تھا کہ جس سے بیع میں زیادت ہو گئی تو امام محمد سے مروی ہے کہ بائع کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے  
 تو اس کپڑے کو لے اور رنگ کی وجہ سے جو زیادتی ہوئی ہے مشتری کو دے اور اگر چاہے تو اس سے اسکی  
 قیمت کی ضمان لے اور یہی صحیح ہے یہ بائع میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین بطور بیع فاسد کے بیچی اور مشتری  
 اسکو مسجد گردانا تو ظاہر الروایت کے موافق تا وقتیکہ اس میں عمارت نہ بناوے حق فسخ باطل ہو گا اور  
 جب عمارت بنائی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور وہ خون کا بودینا عمارت

بیع فسخ میں  
 زیادتی ہوتی ہوگی



ضمان لی تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا اگر اسکو ادا کر دیا ہو اور اگر اس نے بائع سے ضمان لی پس اگر بیع  
 اس کے پاس ضمانت میں تھی تو بیع نافذ ہو جاوے گی اور اگر ضمانت میں تھی پس اگر اس نے پہلے سپرد کر کے پھر بیع کی  
 تو بیع نافذ ہو جاوے گی اور اگر پہلے بیع کی پھر سپرد کی تو بیع نافذ نہ ہوگی اور جو کچھ اس نے ضمانت میں دیا ہو وہ مشتری سے  
 لیکھا کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر مالک مر گیا تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی اور مالک کی اجازت کے بعد  
 مشتری اس زیادتی کا بھی جو بیع کے بعد اجازت سے پہلے پیدا ہوئی ہو مالک ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان نے لکھا  
 ہو۔ اگر کسی نے غیر شخص کے واسطے خریدی تو یہ بیع اسپر نافذ ہوگی لیکن اگر یہ مشتری لڑکا یا مجبور ہو تو بیع  
 موقوف رہے گی اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب درمیانی نے غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو پس اگر نسبت کر دی  
 اور یوں کہا کہ یہ غلام فلان شخص کے واسطے فروخت کر دے اور بائع نے کہا کہ میں نے اسکو فلان شخص کے  
 واسطے فروخت کیا تو بیع موقوف رہے گی اور صحیح یہ ہو کہ بیع موقوف ہونے کے واسطے اسی قدر کافی ہے  
 کہ ایجاب یا قبول کسی میں فلان شخص کی طرف نسبت ہو اور فروق کر ایسی میں لکھا ہو کہ اگر مشتری نے کہا کہ  
 میں نے اسکو فلان شخص کے واسطے اتنے کو خرید لیا اور بائع کہتا ہو کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح  
 روایت کے موافق عقد بیع باطل ہو جاوے گا یہ نہ را لغائن میں لکھا ہو۔ اور اگر بائع نے درمیانی آدمی سے کہا کہ  
 میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ فلان شخص کے واسطے بیچا اور درمیانی کہتا ہو کہ میں نے قبول کیا یا میں نے خریدا  
 یا کہتا ہو کہ میں نے تجھ سے اس غلام کو فلان شخص کے واسطے خریدا اور بائع کہتا ہو کہ میں نے بیچا تو ایسا عقد  
 مشتری کے ذمہ نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہے گا اور دوسرے مقام پر لکھا ہو کہ اگر غلام کے مالک نے درمیانی سے  
 کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اور درمیانی نے کہا کہ میں نے فلان شخص کے واسطے قبول کیا یا فلان  
 شخص کے واسطے خریدا یا درمیانی نے پہلے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھے یہ غلام فلان شخص کے واسطے خریدا اور بائع  
 نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح یہ ہو کہ یہ عقد موقوف رہے گا اور درمیانی پر نافذ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے  
 دوسرے شخص سے کہ جبکہ غلام نہ تھا کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام اپنے واسطے ایک ہزار درم کو خریدا اور اس غلام کا مالک  
 حاضر تھا اس نے کہا کہ میں نے اجازت دی اور سپرد کیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مالک کے کلام سے اس  
 وقت بیع ہو جاوے گی کسی نے دوسرے کا غلام بدون اس کی اجازت کے فروخت کیا اور اس کے مالک نے  
 کہا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا اور مجھ کو اچھی توفیق ملی تو یہ اسکا کلام بیع کی اجازت میں شمار نہ ہوگا  
 اور مشتری سے اسکو واپس لے سکتا ہو اور اگر اس کے مالک نے ثمن لے لیا تو یہ اجازت ہوگی اور اسی طرح  
 اگر اس نے کہا کہ تو نے مجھ کو بیع کی مشقت سے بچھڑایا اچھا کیا اللہ تجھے جزا سے بخیر دے تو یہ بھی بیع کی اجازت  
 نہیں ہو لیکن امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اسکا یہ کہنا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا اسکا شمار اجازت ہو کر نہ کرنے  
 خاتمے قاضی خان اور بھی اصح ہو یہ محیط حشر میں لکھا ہو کسی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی اور بیٹے نے کہا  
 کہ جب تک میں زندہ ہوں اس بیع پر راضی ہوں یا جب تک زندہ ہوں میں نے اس کی اجازت دی تو یہ اجازت میں  
 شمار ہو اور اگر کہا کہ میں اسکو نگاہ رکھوں گا جب تک زندہ ہوں تو یہ اجازت نہیں ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہو  
 اور متقی میں لکھا ہو کہ یہ کہنا کہ تو نے بیچا کام کیا اجازت میں شمار ہو پھر رحمہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت

فتاویٰ ہندیہ کتاب بیع باب ما زادیم بیع موقوف و بیع شریک



کی ہو کسی نے دوسرے کا غلام بلا اسکی اجازت کے فروخت کیا پھر اسکو خبر ہو چکی ہو۔ اسنے پانچ سے کہا کہ میں نے تیرے  
 ٹکڑو پہلایا تجکو صدقہ میں دیا تو یہ اجازت میں شمار ہو بشرطیکہ بیع موجود ہو یہ ظہیر ہے میں نے کیا ہو۔ مالک کو خبر ہو چکا  
 کہ کسی درمیانی نے اسکی ملک فروخت کر دی اور وہ خاموش رہا تو یہ اجازت نہیں ہو اور اگر یہ صورت ہوئی  
 کہ مالک کو بیع کی خبر ہو چکی اور اسکے شن کی مقدار جاننے سے پہلے اسنے اجازت دیدی پھر مقدار شن کی معلوم کی  
 اور بیع کا واپس کرنا چاہا تو اسکا اجازت دینا معتبر ہو گا نہ واپس کرنا اگر کسی درمیانی نے یا اس شخص نے جسکے  
 پاس دو بیعت تھی دو بیعت رکھنے والے کی بلا اجازت فروخت کی پھر مالک سنا تو اسکا بیع کے قائم ہونے کی  
 حالت میں اسنے بیعت کی اجازت دی تھی تو مشتری سے شن وصول کرنے پر قادر نہ ہو گا سیکر اگر درمیانی کی طرف  
 سے شن وصول کرنے کا وکیل ہو کر اسے تولے سکتا ہو۔ کسی نے دوسرے کا غلام فروخت کیا اور وہ مر گیا پھر  
 مالک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو بیع کرنے کا حکم کیا تھا تو اسکی تصدیق کی جاوے گی اور اگر مالک نے  
 کہا کہ تجکو بیع کی خبر ہو چکی اور میں نے اسکی اجازت دی تو اسکی تصدیق نہ کی جاوے گی یہ چیز کہ درمیانی نے لکھا ہو کسی نے فروخت  
 کا غلام سودم کو اسکی بلا اجازت فروخت کیا پھر مشتری اس غلام کے مالک بن گیا اور خبر دی کہ ان شخص نے تیرا غلام اسے  
 کو بیچ ڈالا پھر اسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سودم کو بیچا تو میں نے اجازت دیدی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا  
 کہ اگر فلان شخص نے سویا زیادہ دم کو بیچا تو بیع جائز ہوگی اور اگر سو سے کم بیچا تو جائز نہوگی اور ایسے ہی اگر سو  
 وینار کو بیچا تو بھی جائز نہوگی اور اجازت اسکی اسی قسم کے نقد پر رہی جو اسنے اجازت میں بیان کیا ہو اور اسی طرح  
 اگر اسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سودینار کو بیچا تو بیع جائز ہو تو اسکی بھی یہی صورت میں بیان ہو بیان  
 ہوئیں اور اگر اسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سودم کو بیچے گا تو میں اسکی اجازت دینگا تو بیع جائز نہوگی  
 اور یہ اجازت نہیں ہو بلکہ وعدہ ہو پس اگر اسنے اسکے بعد بیع کیا تو اسکو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو اجازت دے  
 ورنہ اجازت نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے کا کپڑا اسکی بلا اجازت فروخت کیا اور مشتری  
 نے اسکو رنگا پھر کپڑے کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہو اور اگر اسکو قطع کر لیا اور سلا لیا تو اجازت سے  
 بھی بیع جائز نہوگی کیونکہ بیع تلف ہو گئی یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ اگر درمیانی نے کوئی چیز دوسرے شخص کے  
 واسطے خریدی اور دوسرے کی طرف اسکی نسبت نہ کی یہاں تک کہ خرید اس درمیانی کے واسطے ہو گئی پھر مشتری  
 اور جس شخص کے واسطے خریدی ہو دو تون نے گمان کیا کہ خریدی ہوئی چیز اسی کے واسطے ہو جسکے لیے خریدی ہو  
 پھر مشتری نے قبضہ کے بعد اسی شخص کے عوض کہتے ہو خریدی ہو اس شخص کے سپرد کر دی اور جس شخص کے  
 واسطے خریدی تھی اسنے قبول کر لی پھر مشتری نے چاہا کہ بدون اسکی رضامندی کے اس سے واپس کر لے  
 تو اسکو ایسا اختیار نہیں پہنچتا ہو اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اسطرح کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے تجکو خریدنے  
 کا حکم دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے بدون تیرے حکم کے اسکو تیرے واسطے خرید کیا ہو تو اس شخص کا  
 قول معتبر ہو گا کیونکہ مشتری نے جب یہ کہا کہ میں نے اسکو تیرے واسطے خریدایا تو یہ اسکی جانب سے اس  
 شخص کا حکم دی کا اقرار کرتا ہو یہ واضح میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایک روز دم کو خریدا اور پھر  
 قبضہ کیا پھر اسکو بیع کے ہاتھ سودینار کو بیچ ڈالا پس اگر بیع نے اسپر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کے بیع کرنے میں

شمار ہوگا اور جب تک قبضہ نہیں کیا تب تک بیع فاسد نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خانی میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے غلام بدون اسکے مالک کی اجازت کے ایک ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے اسکو قبول کر لیا پھر اسکو دوسرے شخص نے تیسرے شخص کے ہاتھ بدون اسکے مالک کی اجازت کے ایک ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری ثالث نے اسکو قبول کر لیا تو دونوں عقد موقوف رہینگے اور جب اسکے مالک کو خبر ہو پچی اور اسے دونوں عقد کی اجازت دی تو دونوں عقد ادرھے آتے ہو جاویں گے اور ہر ایک کو دونوں مشتریوں میں سے خیار حاصل ہوگا بکڑانے لکھتے ہیں اور ایسے ہی اگر درمیانی ایک ہو کہ اسے دونوں کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر خریدنے سے فرمایا کہ یہ مسئلہ درمیانی کا اس صورت میں ہو کہ جب اسے دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ فروخت کیا کیونکہ اگر دونوں عقد آگے پہنچے واقع ہوئے تو دوسرا عقد پہلے کا بیع کرنے والا ہوگا اور بعض نے مشایخ حنفیہ میں سے دوسرے عقد کو پہلے عقد کے واسطے فسخ کرنے والا نہیں جانا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط مصری میں لکھا ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی غیر کا کپڑا بلا اسکے اجازت کے اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچ ڈالا حالانکہ یہ لڑکا چھوٹا ہے کہ جسکے اجازت ہے یا اپنے لیے غلام کے ہاتھ فروخت کیا جسکو اس نے اجازت خرید و فروخت کی دیدی ہے خواہ اس غلام پر قرض ہو یا نہیں ہے پھر اس نے کپڑے کے مالک کو آگاہ کیا کہ میں نے تیرا کپڑا بیچ ڈالا اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ہاتھ بیچا ہے تو بیع ناجائز ہوگی مگر ایک صورت کہ جس میں اپنے غلام قرضدار کے ہاتھ بیچا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بیع کا استحقاق نکاح اور اجارہ اور رہن سے زائد ہے یعنی بیع اپنے مقدم رکھی جاوے گی یہاں تک کہ اگر کسی درمیانی نے کسی شخص کی بازی فروخت کی اور دوسرے درمیانی نے اسکا کسی دوسرے سے نکاح کر لیا یا اجرت پر دیا یا رہن کیا پھر مالک نے دونوں کی ایک ساتھ اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور اسکے سوا ہے جو عقد ہو وہ باطل ہوگا اور آزاد کرنا اور مکاتب کرنا اور بد بکر کرنا اپنے سوا ہے دوسرے عقد و اجارہ پر مقدم ہو اور رہن اور اجارہ رہن پر مقدم ہو اور عقد رہن اور اجارہ پر مقدم ہو اور رہن کے حق میں بیع بہرہ پر مقدم ہو اور غلام کے حق میں دونوں برابر ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام اپنے سے اور فلان شخص سے کل کے دن ایک ہزار درم کو خرید لیا تھا پس اسکے مالک نے کہا کہ میں راضی ہوں تو کچھ بیع جائز نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام کل کے دن خرید لیا تھا اپنے سے پانسو درم کو اور اوہا فلان شخص سے پانسو درم کو پس اگر مالک کہے کہ میں نے اجازت دی تو اس آدھے کی بیع جسکو فلان شخص سے خرید لیا ہے جائز ہوگی کذا فی الحیط۔ اور اجازت مالک سے پہلے مشتری کو فسخ بیع کا اختیار ہے اور ایسا ہی درمیانی کو قبل اجازت مالک کے اختیار ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اور بیع موقوف میں سے ایک اس مجرور لڑکے کی بیع ہو کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہو کہ اسکا خرید و فروخت کرنا اسکے باپ یا دمی یا دادا یا قاضی کی اجازت پر موقوف رہیگا اور ایسے ہی موقوف اور اس مجرور لڑکے کی بیع و شری کہ جو بالغ ہو کہ جو موقوف رہا دمی اور قاضی کی اجازت پر موقوف ہو اور مجرور غلام نے اگر مالک کے مال میں سے یا جو اسکو ہبہ کیا گیا ہو کوئی چیز فروخت کی یا کچھ خریدی تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام قرضدار کو جسکو اس نے تجارت کی اجازت دی غلام قرضدار کی اجازت پر موقوف کیا تو قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف رہیگا اور اگر مالک نے اپنے غلام کو جسکے لیے تجارت

۲۳۷  
تذکرہ مختار عالمگیری جلد سوم حصہ اول  
فتاویٰ ہندیہ کتاب بیع باب اذہم بیع موقوفہ  
۲۳۷

کی اجازت دینی ہو بدون قرضخواہوں کی اجازت کے فروخت کیا اور میں پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہو گیا پھر قرضخواہوں نے بیع کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی اور یہ قرضخواہوں کا مال تلف ہوگا اور اگر بعضوں نے بیع کی اجازت دی اور بعضوں نے غلام اور شتری کی موجودگی میں بیع نوڈوی تو اجازت صحیح نہیں ہوگی اور بیع باطل ہو جاوے گی اور غنیمت بیع موقوف کے یہ ہو کہ اگر مرخص نے اپنے مرض الموت میں کسی اپنے وارث کے ہاتھ اپنے مالوں میں سے کوئی مال فروخت کیا تو بیع موقوف ہو پھر اگر وہ مرض سے اچھا ہو گیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اس مرض میں مر گیا اور وارثوں نے اجازت دی تو بیع باطل ہو جاوے گی اور اگر انجملہ مرید کی بیع ہو اگر اسے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی تو موقوف رہے گی پس اگر وہ اپنے مرید ہونے پر قتل کیا گیا یا مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو اس کا تصرف باطل ہو گیا اور اگر مسلمان ہو گیا تو اس کی بیع نافذ ہو جاوے گی اگر کسی نے اپنی زمین کسی کاشتکار کو ایک مدت معاوضہ کے واسطے اس شہادتی کی کہ بیع کاشتکار کی طرف سے ہوں اور کاشتکار نے اس کو بویا یا نہیں بویا پھر زمین کے مالک نے اس کو فروخت کیا تو یہ بیع کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی یہ فتاویٰ قاضی نانین لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا خرید لیا اور بائع نے اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ دوسرے کو بیع کی ریادتی پر فروخت کیا پھر مشتری نے بیع کی اجازت سے دیدی تو اجازت سے یہ بیع جائز ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی کہ ایک شخص نے دوسرے شریک کی بلا اجازت اس کو فروخت کیا اور نہ ہی نے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو آزاد کر دیا پھر وہ شریک نے بیع کی اجازت دیدی تو اس کے حصہ کی بیع جائز نہیں ہوگی یہ فتاویٰ قاضی نانین لکھا ہے۔ بوا اور اجرا سماعہ میں ہر دو اگر دو شریکوں میں سے ایک نے آدھا اور مشترک غیر منقسم فروخت کیا تو یہ اس کے حصہ کی بیع ہوگی اور اگر ایک بسمانی شخص نے دو شخصوں کی شرکت کا آدھا اور فروخت کیا تو یہ بیع دونوں کے حصوں سے متعلق ہوگی پس اگر ایک نے دونوں میں سے اجازت دیدی تو اس کے نصف حصہ سے متعلق ہوگی اور یہ قول امام ابو یوسف رحمہما ہو اور امام محمد رحمہما اور زفر رحمہما نے فرمایا ہے کہ جو بھائی دار کی بیع جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک ڈھیری اناج کی دو شخصوں میں مشترک تھی ایک نے آسمین سے ایک قفیز فروخت کر کے مشتری کو ناپ دیا پھر شریک نے اس کی بیع کی اجازت دی یا نہ دی ہر طرح بیع جائز ہوگی اور تمام بیع بائع کا ہوگا اور اگر ایک نے ایک قفیز فروخت کیا پھر شریک نے اجازت دی یا نہ دی پھر اسے مشتری کو ناپ دیا پھر باقی ضائع ہو گیا تو شریک کا بائع پر آدھا قفیز چاہیے ہو اور مشتری نے اسے اس کے حصہ کوئی راہ نہیں ہو اور اگر شریک نے بیع کی اجازت نہ دی تھی اور باقی اناج ضائع ہوا تو وہ شریک مشتری سے آدھا قفیز لے لے گا اور اگر ایک شریک نے ایک قفیز مشترک ڈھیری میں سے جدا کر کے اس کو فروخت کیا اور دوسرے شریک نے اس کی بیع کی اجازت دی تو میں دونوں میں آدھا قفیز ہوگا اور اگر شریک نے اجازت نہ دی اور مشتری سے آدھا قفیز لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ بائع سے پورا قفیز لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہو لیکن اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے آدھا قفیز واپس کر لے ورنہ بیع ترک کر دے یہ فتاویٰ قاضی نانین لکھا ہے۔ ایک گاؤں دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے آسمین سے چند گھر اور دیاتین قراض فروخت کیے تو نصف میں جائز ہو اور اگر آدھا قراض فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اور اسی طرح اگر ایک حجرہ اس میں سے فروخت کیا تو بھی جائز نہیں ہو اور ایسے ہی دونوں کی مشترک زمین کا راستہ پھنجا جائز نہیں ہو اگر اس صورت میں کہ دو شریکوں میں

فتاویٰ ہندیہ  
کتاب الہدیۃ  
باب نہدہم  
بیع موقوف  
مسئلہ اول





بیع کی اجازت نہیں دی تو بیع باطل ہو جاوے گی بشرطیکہ مشتری اس کا خواہاں ہو اور اگر غلام کے مالک نے قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور غائب ہو گیا اور بائع نے بیع کرنا چاہا تو قاضی بیع کو صحیح کر دے گا پھر اگر مشتری نے درخواست کی کہ بیع میں تاخیر کی جائے تاکہ غلام کے مالک سے اس کے حکم نہ دینے پر قسم لے تو تاخیر کی جاوے گی پس اگر غلام کا مالک حاضر ہو اور اس نے قسم کھائی تو غلام مشتری سے لے لیا جاوے گا اور اگر غلام سے انکار کیا تو بیع خود کرے گی اور اگر غلام کا مالک حاضر ہو اور قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور مشتری غائب تھا تو غلام کو نہیں لے سکتا ہو اور بائع کو اختیار ہوگا کہ غلام کے مالک سے یہ قسم لے کر واپس دے دے یا غلام کے بیچنے کا حکم نہیں کیا ہو پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو اس کا حکم دینا ثابت ہو گیا اور اگر قسم کھائی تو بائع ضمانت دے گا اور اس کی بیع نافذ ہو جاوے گی اور اگر غلام کا مالک اپنے حاضر ہونے سے پہلے مر گیا اور اس کا وارث بیع بائع ہوا اور اس کے حکم دینے سے انکار کیا اور گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس بات پر گواہ پیش کئے کہ مشتری نے غلام کے مالک کے مرحلے کے بعد اقرار کیا کہ اس نے بیع کا حکم نہیں کیا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر اس کا وارث بائع اور بائع کے سوا دوسرا بھی ہو اور اگر دوسرے نے اس کے حکم دینے سے انکار کیا تو اس کا دعویٰ سنا جاوے گا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس کو قسم دلائے کہ وہ غلام کو نہیں جانتا ہوں کہ غلام کے مالک نے اس کی بیع کر چکا ہے اس بائع کو دیا ہو پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو حکم دینا ثابت ہو اور اگر قسم کھائی تو وہاں غلام لے لیا جاوے گا اور مشتری بائع سے اذ حاشن واپس لے گا اور باقی آدھے میں اس کو اختیار ہوگا یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اس حکم دینے والے کی ملک ہو اگر اس نے انکار کیا تو اس حکم دینے والے کا قول لغو ہوگا تا وقتیکہ اس بات کے گواہ نہ پیش کرے کہ وہ اس غلام کا مالک ہو کذا نے اٹھائی۔

**تیسرا باب** اقالہ کے بیان میں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ فرمایا کہ اقالہ دو ذون عقد کرنے والوں کے حق میں بیع اور ان دونوں کے سوا دوسروں کے حق میں از سر نو بیع ہوتا ہو مگر اس صورت میں کہ اس کا بیع قراءہ وینا ممکن نہ ہو مثلاً خریدی ہوئی باندی بچہ جنی تو عقد باطل ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کوئی باندی ایک ہزار کو بیچی پھر ایک ہزار پر بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہو اور اگر ڈیڑھ ہزار پر اقالہ کیا تو ایک ہزار پر اقالہ صحیح ہوگا اور باقی پانچ سو کا ذکر لغو ہو اور اگر دونوں نے پانچ سو پر اقالہ کیا پس اگر بیع مشتری کے پاس اپنے حال پر باقی ہو اور اس میں چھ سو حب نہیں آیا ہو تو یہ اقالہ ایک ہزار پر صحیح ہو جاوے گا اور پانچ سو کا ذکر کرتا لغو ہوگا پس بائع پر واجب ہوگا کہ ایک ہزار مشتری کو واپس کرے اور اگر اس میں کچھ حب آگیا ہو تو پانچ سو پر اقالہ صحیح ہو اور یہ کمی بمقابلہ نقصان کے ہوگی اور اگر اقالہ بعض دوسری جنس کے ہو تو عامہ کتب میں مذکور ہو کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ اقالہ پہلے جنس پر صحیح ہو جاوے گا اور دوسری جنس کا ذکر کرتا لغو ہوگا اور اگر بیع میں زیادتی پیدا ہو گئی پھر دونوں نے اقالہ کیا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ وہ زیادتی مضحکہ ہو یا منفصلہ اور اگر یہ زیادتی قبضہ کے بعد ہو پس اگر منفصلہ ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اقالہ باطل ہوگا اور اگر متصل ہو تو صحیح ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ تو مجھ سے اقالہ کر لے اور میں تجھ کو جنس میں ایک سال تک تاخیر دے گا یا کہا کہ مجھ سے اقالہ کر لے اور میں پچاس درم تجھ کو چھوڑ دوں گا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تاخیر اور کم کر دینا صحیح نہیں ہے اور امام

قولہ زیادت  
مضاعف قول  
کالا متعلق  
ببیسر علی غلام  
انعام  
اور نہ مضاعف  
میں

ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے اور اصل یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اقالہ ایسے دو نفقون کے ساتھ کہ ایک ماضی ہوا اور دوسرا مستقبل ہو جاتا ہو مثلاً ایک نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر لے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اقالہ کیا تو اُنکے نزدیک صحیح ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہوتا مگر صرف دو ماضی کے نفقون کے ساتھ مانند بیع کے اور قتالہ میں امام محمد رحمہ کا قول مختار رکھا گیا ہے یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بیچی پھر مشتری سے کہا کہ تو مجھ سے بیع کا اقالہ کر لے اور اُسے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا تو ظاہر الروایت میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ اقالہ ہوگا تا وقتیکہ بائع اسکے بعد یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے بیع چھوڑ دی اور بائع نے کہا کہ میں راضی ہوا یا میں اجازت دی تو یہ اقالہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بائع نے کہا کہ بیع جھکو پھیرے اُسے کہا کہ پھیر دی تو یہ اقالہ صحیح نہ کہ تا وقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے مشتری سے اقالہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ میں لا اور بائع نے قبول کیا تو یہ مثل بائع کے اس کہنے کے ہو کہ تو مجھ سے اقالہ کر لے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ دلال بائع کے مطلق حکم سے بیع ڈالنے کے بعد شن لیکر بائع کے پاس آیا اور بائع نے کہا کہ میں اتنے کو نہیں دو مگر پھر دلال نے مشتری کو خبر دی اور اُسے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا ہوں تو بیع فسخ ہوگی یہ قنہ میں لکھا ہے۔ اور تعاطی سے اقالہ منع ہوتا ہے اگرچہ ایک کی طرف سے ہو اور یہی صحیح ہے یہ نہرا تھا اُن میں لکھا ہے۔ مشتری نے طعام پر قبضہ کر لیا اور بعض شن سپرد کیا پھر چند روز بعد کہا کہ شن گر ان ہو پس بائع نے وہ بعض شن کہ قبضہ کیا تھا واپس دیا پس اُس شخص کے مذہب پر کہ جو کہتا ہو کہ ایک جانب کی تعاطی سے بیع منع ہو جاتی ہو یہ اقالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے۔ کوئی شخص ایشیم خرید کر لے گیا پھر بائع سے کہا کہ یہ میرے کام کا نہیں ہو تو اسکو لے اور میرا شن واپس کرے بائع نے انکار کیا مشتری نے کہا کہ میں شن سے اسقدر جھکو چھوڑا جاتی مجھے پھیرے اور اُسے ایسا ہی کیا تو یہ اقالہ ہوگا نہ استدائی بیع۔ بائع نے مشتری سے بیع کا فسخ کرنا طلب کیا اور اُسے کہا کہ میرا شن وے ہے پس بائع نے اُسکو ایک قبالہ لکھ کر دیدیا اُسے لیکر بیع واپس کر دی تو یہ فسخ ہے قنہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا بیچا اور مشتری نے اُس سے کہا کہ میں نے اُس کپڑے کی بیع میں تیرے ہاتھ اقالہ کیا ہو تو اُسکی قمیص قطع کر لے اُسے دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ایسا ہی کیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو یہ اقالہ ہو جاوے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اقالہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں اقالہ کرنے والے راضی ہوں اور مجلس بھی متحد ہو اور بیع صرف کے اقالہ میں دونوں بدل پر باہم قبضہ ہو اور بیع تمام اسباب فسخ کے ساتھ محل فسخ ہو جیسے کہ خیار شرط یا رویت یا عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہو اور اگر اُس میں ایسی زیادتی ہو جاوے کہ ان سببوں کے ساتھ فسخ کرنا منوع ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اقالہ صحیح ہوگا اور یہ شرط ہو کہ اقالہ کے وقت بیع قائم ہو پس اگر اُس وقت تلفت ہو چکی ہو تو اقالہ صحیح ہوگا لیکن شن کا اُس وقت قائم ہونا شرط نہیں ہے اگر کسی معین کو بعض دین کے مثیل بھرم و دینار کے خواہ یہ دونوں معین کیے جاویں یا نہ کیے جاویں اور نلوس اور کیلی اور وزنی اور دھڑی کہ جو دھن کر کے اچھوڑ رکھی گئی ہیں فروخت کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ معین مال مشتری کے پاس

۱۱

۲۴۱



اگر کوئی باندی بچی پھر بیچ سے انکار کیا اور مشتری بیچ کا دعویٰ کرتا ہو تو بائع کو اس سے ودعی کرنا حلال نہیں ہو پھر اگر مشتری نے ودعی کرنا چھوڑا اور بائع نے سن لیا کہ اُس نے جھگڑا چھوڑ دیا ہو تو اس کو ودعی کرنا حلال ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو کسی شخص نے ایک غلام بدوش باندی کے لئے لیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اودا غلام کسی کے ہاتھ بیچا بعد ازاں باندی کی بیعت اقرار کیا اقالہ جائز ہو گا اور اس پر واجب ہو گا کہ غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اس سے شروع اگر اسے غلام فروخت نہ کرنا ہو تو اس سے غلام کو واپس لے لیا جائے یا اس کے عوض کا مال اُس نے لیا پھر باندی کی بیچ کا اقرار کیا تو بھی وہی حکم ہے یہ غلام یہ میں لکھا ہو کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور سن ویدیا اور غلام پر قبضہ کیا پھر بائع نے اس سے ملاقات کے بعد کہا کہ میں نے تجھ کو غلام اودا سن یہ کیا تو یہ کہنا بیچ کا توڑنا ہو اور سن کا یہ کہنا صحیح نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو ایک قوم کشتی میں سوار تھی اور اُس میں سے کسی شخص سے ان لوگوں نے کشتی میں کچھ اسباب خریدا پھر کشتی کے ڈوب جانیکا خوف پیدا ہوا اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشتی میں سے کچھ اسباب بچھیک دینا چاہیے تاکہ کشتی ہلکی ہو جائے پس اسباب بچھینے والے نے کہا کہ جو شخص تم میں سے اُس اسباب کو جو مجھ سے خریدا گیا ہو بچھیکے گا تو میں بیچ کا اقالہ کیا پس انھوں نے بھٹیک دیا تو استحسانا اقالہ صحیح ہو جاویگا یہ خلاصہ میں لکھا ہو کسی نے ایک غلام خریدا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو سن اودا کرنے سے پہلے بیٹے کو خریدا تھا اُس سے کم پر بائع کے ہاتھ بیچ ڈالا ہو اور بائع نے ودعی کیا کہ اُس نے بیچ کا اقالہ کر لیا ہو تو انکار اقالہ کے باب میں مشتری کا قول قسم لیکر معتبر رکھا جاوے گا اور اگر یہ صورت ہو کہ بائع دعویٰ کرتا ہو کہ میں نے اس کو مشتری سے سن اودا ہونے سے پہلے بیٹے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خریدا ہو اور مشتری اقالہ کا دعویٰ کرتا ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو قسم دلائی جاوے گی یہ تلخیص میں لکھا ہو جو شخص بیچ کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہو وہ سن پر قبضہ کرنے سے پہلے امام اعظم اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اقالہ کرنے کا مالک ہو اور وکیل خرید کی نسبت شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ وہ اقالہ کرنے کا مالک نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہو مولک کا اقالہ کرنا بائع اور مشتری کے ساتھ صحیح ہو اور وارث اور وصی کا اقالہ جائز ہو اور موصی لہ کا اقالہ جائز نہیں ہو یہ قنینہ میں لکھا ہو اور وکیل چیزوں میں بدلوں کیل کے اقالہ جائز ہو اور اقالہ کا شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہو مثلاً ایک کپڑا زید کے ہاتھ فروخت کیا اور کہا کہ تو نے اس کو مستحق خریدا ہو اور اُسے کہا کہ اگر کوئی زیادہ کا خریدا رہے تو اُس کے ہاتھ بیچ ڈالنا پھر اُس نے پایا اور زیادہ کو بیچ ڈالا تو دوسری بیعت معتقد نہوگی یہ وجہ گردی میں لکھا ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاسد شرطوں سے اقالہ باطل نہیں ہوتا ہو کیونکہ وہ نسخ ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو جس کا کسی شخص پر مبادی قرض ہو اگر قرض دے اس قرض کے عوض کوئی چیز خریدی اور قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو قرض کی عباد عود نہ کرگی اور اگر اس کو سبب عیب کے قاضی کے حکم سے اس طرح واپس کیا جو ہر وجہ سے نسخ ہوا تو عباد عود کرگی اور اگر قرض کا کوئی فیصل ہو تو کفالت دونوں صورتوں میں کووند کر کے فی قاضی کے فیصل میں لکھا ہے ایک گائے بچی اور اپنے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ سستی کے ساتھ فروخت کی ہو پس مشتری نے کہا کہ اگر سستی ہو تو اس کو بیچ اور اپنے واسطے فسخ اٹھا اور عجبو میری اُس گائے کا سن جو تو نے میرے ہاتھ بیچا

۴  
 ماسٹریفرائڈ  
 ۱۱  
 ۱۲  
 گورنمنٹ  
 پبلیک سیکولر  
 ہوائی لائن  
 ۱۳



ہو بخار سے پس بائع نے اسکو بچا اور نفع اٹھا یا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد و لیکن مشتری نے اس سے کہا ہو کہ اپنے واسطے بیٹے نے یہ بیج کا بیج کرنا ہوگا اور نفع بائع کا ہوگا اور بیج کے واسطے وکیل کرنا ہوگا اور نفع موکل یعنی مشتری کا ہوگا۔ ایک عورت نے ایک زمین بوائے اور اس کے مانع بیٹے کے درمیان مشترک تھی فروخت کی اور بیٹے نے بیج کی اجازت دی پھر اس صورت سے بیج کا اقالہ کیا اور بیٹے نے اقالہ کی اجازت دی پھر دوبارہ اس عورت نے بیٹے کی اجازت فروخت کی تو بیٹے نے نہ تو اجازت اور اس نے اجازت پر موقوف نہو گی کیونکہ اقالہ کی وجہ سے بیج عہد کرتے وقت کی ملک میں آجاتی ہے سو کل اور اجازت دینے والے کی ملک میں نہیں جاتی ہے۔ تاکہ اگر بعد ابعوض سونے کے خرید اور بچاے اس کے گھوٹا دیر سے پھر دونوں نے بیج فسخ کر لی تو اسکو حکم دیا جائے کہ اس کے گھوٹا طلب کرے اور اگر جدید رہوں کے عہد میں کوئی چیز خریدی اور بچاے ان کے زبوف دیدیے اور بائع نے اسے چشم پوشی کی پھر دونوں نے اقالہ کر لیا تو ہو سکتا ہے کہ مشتری بائع سے جدید ورم داپس کرے۔ اسی کوئی چیز خریدی کہ جس میں بار برداری اور مشقت ہو اور مشتری اسکو دوسری جگہ سے گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو داپس کا تصرف بائع کے ذمہ ہوگا کسی نے ایک گائے خریدی اور اس پر قبضہ کیا اور بائع نے ثمن پر قبضہ کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور گائے ہنوز مشتری کے پاس تھی کہ وہ اسکو دودھ دہتا تھا اور کھاتا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس سے دودھ کی مثل طلب کرے اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہو جاوے گا اور مشتری سے دودھ کی ضمان ساقط نہو گی بسبب اس کے کہ اقالہ موجود کے وقت میں ظاہر ہوا نہ معدوم کے حق میں یہ قنہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی زمین مع اسکی کھیتی کے خریدی اور مشتری نے اس کھیتی کو کاٹ لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو زمین کا اقالہ اس کے حصہ ثمن کے عوض صحیح ہو بخلاف اس صورت کے کہ اگر کھیتی پاک چلنے کے بعد اقالہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ نہرا اتفاق میں لکھا ہو۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر ثمن کے درمیان کا سٹ ہو گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو بائع انھیں کا سدد رہوں کو واپس کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی زمین خریدی جس میں درخت تھے کہ انکو شہر میں نے کاٹ لیا پھر دونوں نے بیج کا اقالہ کیا تو اقالہ پورے ثمن پر صحیح ہو اور بائع کو درختوں کی قیمت سے کچھ نہ ملے گا اور درخت مشہی کو دیدیے جائیں گے اور یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بائع درختوں کے کٹ جانے سے آگاہ ہو اور اگر اقالہ کے وقت آگاہ نہ ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کرے یہ قنہ میں لکھا ہے۔ اقالہ کا اقالہ کرنا جائز ہے لیکن بیج سلم کے اقالہ کا اقالہ ایسا نہیں ہے یہ نہرا اتفاق میں لکھا ہے۔ اور اگر اقالہ کے بعد مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز اور اگر غیر کے ہاتھ بچا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے بیج کا اقالہ کیا پھر اس بائع نے اپنے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر اپنے بائع کے ہاتھ بیج کیا تو بھی جائز ہو کرانی محیا مشتری۔

**چودھواں باب -** بیج مرا بھ اور تولیہ اور وضعیہ کے بیان میں - بیج مرا بھ وہ جو کہ مثل پہلے نمبر پر  
چھ نفع زیادہ لیکر فروخت کرے اور تولیہ وہ بیج جو کہ مثل پہلے نمبر پر بدولن تیاوتی کے فروخت کرے اور وضعیہ  
وہ بیج جو کہ مثل پہلے نمبر سے کسی قدر نقصان معلوم کے ساتھ فروخت کرے اور یہ سب جائز ہیں یہ محیط میں  
لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز مرا بھ نہ ہوگی پس اگر نمٹنی ہو جیسے کیلی اور وزنی چیز تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ نفع معلوم ہو  
خواہ وہ نفع نمٹن اول کی جنس سے ہو یا نہ ہو اور اگر نمٹنی نہ ہو جیسے اسباب ہیں اگر وہ شو مرا بھ ایسے شخص کے ہاں

کامیاب ہوئے۔  
اسے چلنے  
چاہتا تھا کہ وہ  
توڑ دینا چاہتا تھا  
میں نے اسے  
نہایت ہی  
پریشان کیا  
اور اس کے  
پیشانی پر



لکھا ہو۔ غلام کے غصب کرنے والے پر اگر وہ قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے دیا جاوے کہ جو بچا  
کے وقت غلام کی قیمت تھی پھر وہ بھاگنے سے لوٹ آوے تو نامیب کو جائز ہو کہ مرا بھٹہ اس قیمت پر فروخت  
کرے جو اسے ڈانڈ دی ہو مگر وہ کہے گا کہ یہ غلام مجھ کو اتنے میں پڑا ہی ایسے ہی اگر ایک غلام شراب کے  
عوض خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر وہ بھاگ گیا اور قاضی نے اس پر حکم کیا کہ بائع کو قیمت ادا کرے تو بھی ایسی حکم  
ہو یہ خاصے کبریٰ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا کچھ عوض لینے کی شرط پر بیہ کیا اور دونوں  
باہم قبضہ کر لیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مال صلح کے مانند اسکو مرا بھٹہ بیچنا جائز نہیں ہے لیکن امام ابو یوسف رحمہ  
کے نزدیک اگر عوض مثل سب کی قیمت کے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مجھے یہ مال اتنے میں پڑا  
ہو اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ میں نے اسکو خریدا ہو کسی کو ایک غلام میرا فہم میں ملا اور اسے اسکو ایک ہزار دینار کو  
بیچا پھر دونوں نے باہم قبضہ کر لینے کے بعد یا پہلے بیچ کا قائل کر لیا اور اسکو مرا بھٹہ بیچنا چاہا تو امام اعظم رحمہ  
کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اگر ایک ختمو گہون دو ختمو جو کے عوض جو غیر میں تھے  
فروخت کیے اور دونوں نے قبضہ کر لیا تو گہون کو مرا بھٹہ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ایسے ہی ہر کیلی اور  
وزنی چیزوں کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے اور اگر گہون کی ایک قسم کو دوسری قسم کے  
عوض جو غیر میں ہیں خریدا پھر گہون کو جو بھائی گہون کے نفع سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے بھائی اس  
صورت کے کہ اگر ایک چاندی کا کنگن خریدا پھر اسکو ایک دم کے نفع سے بیچا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر  
دو کپڑوں کو خریدا اور ہر ایک کا شن بیان نہ کیا تو ایک کو مرا بھٹہ بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر ہر ایک کا شن علیحدہ بیان  
کیا تو امام اعظم رحمہ اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز اور امام محمد رحمہ کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کسی نے کوئی چیز  
خریدی اور اسکا شن بہت گران دیا پھر اسی شن پر اسکو مرا بھٹہ فروخت کیا تو جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ  
نے فرمایا کہ اگر ایسی زیادتی اسے کر دی ہو کہ جتنا ٹوٹا لوگ نہیں اٹھاتے ہیں تو میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ  
اسکو مرا بھٹہ فروخت کرے تا وقتیکہ بیان نہ کر دے کہ میں نے شن گران دیا ہو۔ اگر دو شخصوں نے کیلی یا وزنی چیز یا  
ایسی گنتی کی چیز جو باہم قریب قریب ہیں خریدی اور اسکو تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرا بھٹہ بیچنا جائز ہے اور اگر کپڑا  
یا اسکے مانند کوئی چیز ہو اور اسکو دو وزن نے تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرا بھٹہ بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط شرحی  
میں لکھا ہو۔ اگر دونوں کے عوض دینا خریدے اور دینا روں کو مرا بھٹہ بیچنا چاہا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیر میں لکھا ہو  
کسی نے کوئی اسباب خریدا اور اسکے شن سے زیادہ اس پر رقم ڈال دیا اور اسکو اس رقم پر مرا بھٹہ بیچا تو جائز ہے  
مگر یہ نہ کہے کہ مجھ کو اتنے میں پڑا ہو اور ایسے ہی اگر کسی چیز کو میرا شن پالیا اسکو بیہ میں ملی اور اس پر رقم ڈال کر مرا بھٹہ  
بیچا تو بھی جائز ہے اور یہ سب اس وقت میں جائز ہوگا کہ بائع اپنے نزدیک یہ جائنا ہو کہ مشتری جائنا ہو کہ  
رقم سوائے شن کے ہوتا ہو اور اگر یہ جائنا ہو کہ مشتری کے علم میں شن اور رقم برابر ہیں تو ایسا کرنا خیانت ہوگا پس  
مشتری کو جائنا حاصل ہوگا یہ محیط شرحی میں لکھا ہو۔ اور اگر آدھا غلام سو دم کو خریدا پھر باقی آدھا دوسو دم  
کو خریدا تو اسکو اختیار ہے کہ جس آدھے کو چاہے اسکے شن پر مرا بھٹہ فروخت کرے اور اگر چاہے تو سب کو تین سو  
دم پر مرا بھٹہ فروخت کرے یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اور اس مال میں دھولائی اور رنگائی اور نقش کرائی

عالمگیری میں  
غلام سے بیع  
جو کہ اس غلام  
کی بیعت نہ ہو  
کے لئے ولائہ  
نہیں کہنا چاہیے  
یہ مراد ہے  
جو کہ اس غلام  
سے بیعت نہ ہو  
کے لئے ولائہ  
نہیں کہنا چاہیے

کی مزدوری اور ٹیٹے کی مزدوری اور بکریان ہانسنے کی مزدوری اور حالی ملا جا کر ہر اور اصل یہ ہر کہ تاجرون کا عرف بیع مرابحہ میں معتبر ہو پس جن چیزوں کا اس المال میں ملائے انکے عرف میں ہو گا وہ ملائی جاوین گی ورنہ نہیں ملائی جاوین گی یہ کافی میں لکھا ہو۔ اور جو کچھ اس شخص نے سفر میں اپنی ذات پر خرچ کیا ہو کھانے اور کرایہ وغیرہ سے وہ اس میں نہ ملائے کیونکہ اس عرف کا ہونا ظاہر ہو یہ موقوف میں لکھا ہو۔ اور چہرہ اسے کی اجرت اور غلام کو کوئی ہنر سکھانے یا قرآن پڑھانے یا علم پڑھانے یا شاعری سکھانے کی اجرت یا مال کے حفاظت سے رکھنے کے مکان کا کرایہ اس المال میں نہ ملائے اور اسی طرح غلاموں کے محافظ یا اناج کے محافظ کی اجرت بھی نہ ملاوینگا اور ایسے ہی طبیب کی اجرت اور رائی اور بیلار کی اجرت اور ابلق کی مزدوری اور خادموں کی اجرت اور جرم کا جریمہ اور جو اس سے راہ میں ظلم سے لیا گیا اس المال میں نہ ملائے مگر اس صورت میں کہ انکے ملائے کی عادت جاری ہو یہ نہر افاتی میں ہے اور کچھ لگاتے والے کی اجرت نہ ملاوے اور اناج کے ٹن میں بیانا نہ کرنے والوں کی اجرت نہ پڑھائے یہ عادی میں لکھا ہو۔ اور ظاہر الروایہ میں دلال کی اجرت پڑھاوینگا اور جو پایوں کی بیع میں جھوٹا یا اس کے مانند چیزوں کا ٹن نہ ملاوے اور غلام کی بیع میں کھانے اور کپڑے کا خرچ ملائے مگر وہ نہ ملاوے جو اسٹرا اور زیادتی ہو اور جو پایوں کے چادرہ کے دام ملائے لیکن اگر کوئی چیز اسے مثل دو دھیا صوف یا روغن کے پیدا ہو کر اسکو مل گئی ہو تو بقدر اسکی قیمت کے ساقط کرے اور جو زیادہ ہو اسکو ملاوے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اسے چوپایہ یا غلام یا گھر کو اجرت پر دیا اور اسکی اجرت لیلی تو باوجود اسکے جو کچھ اسنے ان چیزوں پر خرچ کیا ہو وہ اس المال میں ملا کر مرابحہ فروخت کرے کیونکہ اجرت ان کی ذات سے نہیں پیدا ہوئی ہو ایسے ہی مرعی کے انڈون کو حساب کرے گا اور جو اس سے زیادہ خرچ کیا ہو گا اسکو ملاوینگا اور خرچ کرنے اور کھل لگانے اور کنوان کھودانے کی اجرت جب تک یہ چیزیں گھر کے اندر باقی ہوں اس المال میں ملاوینگا پس اگر یہ چیزیں زائل ہو جاوین تو نہیں ملاوے گا اور ایسے ہی کھیتی اور انگور کو سینچنے کی اجرت اور اس کے پیراستہ کرنے کی اجرت بھی ملاوے گا اور اگر کپڑا اپنے آپ دھویا یا خود کھل لگائی یا ایسے ہی اعمال خود کیے تو کچھ نہ ملاوے گا یا اگر ایسے کام کسی نے احسان کے طور پر یا عاریتاً کو دیے تو بھی یہی حکم ہو یہ فتح القدر میں لکھا ہو۔ نہر کھونے اور کاربزنہانے اور پانی کا باندھ بنانے اور جو تنے اور درخت لگانے میں جو خرچ ہو وہ ان چیزوں کے باقی رہنے تک ملاوینگا اور ایسے ہی پھل جھاڑنے والے اور میوہ چٹنے والے کی اجرت بھی ملاوے اور انکی حفاظت کرنے والے کی اجرت نہ ملاوینگا یہ محیط مرخی میں لکھا ہو۔ اگر کوئی بکری خریدی اور اس کے ذبح کرنے اور کھال کھینچنے اور کھانے کے واسطے کوئی مزدور کیا تو ان سب کی اجرت اس المال میں ملاوینگا اور ایسے ہی اگر تانبا خریدی اور اس کے برتن بنانے والے کو اجرت پر مقرر کیا تو اسکو بھی حساب کرے اور ایسے ہی کڑی کی صورت میں دروازہ بنانے کے واسطے ہڈی کی اجرت بھی ملاوے اور ایسے ہی اگر کڑی خریدی اور اسکا کوئلہ کیا تو آگ روشن کرنے والے اور بھی بنانے والے اور کوئلہ نکالنے والے کی اجرت اس المال میں ملاوے ایسا ہی محیط میں لکھا ہو۔ اگر غلام کا نکاح کر دیا تو اسکا مہر اس المال میں نہ ملاوے گا مگر اگر باندی کا نکاح کر دیا تو اسکا مہر اس المال میں سے مہر کہ نہ کرے اگر موی خریدے اور اس میں سوراخ کرا

یہ بیع مرابحہ ہے جس میں بیع مرابحہ کے خلاف ہے





دن میں بائع لے لیتا ہو تو ایسی صورت میں اکثر مشائخ کے نزدیک بیان کرنا ضروری نہیں ہے پھر حرجت کہ شرط کی گئی ہو اگر ایسی صورت میں بیع ہوا تو بیع کی فروخت کیا اور مشتری اس سے آگاہ ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رضامند ہو کر اسکو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے بیع کو تلف کر دیا یا خود تلف ہو گئی پھر حرجت کی شرط سے آگاہ ہوا تو بیع لازم ہو جاوے گی یہ نہرا لفاظی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے قرضہ کے عوض قرضہ اسے کوئی چیز خریدی حالانکہ دوسرے سے ان دواؤں کو نہ لیتا تو اسکو مرا بخر بچنا بیع و بیع کے جائز نہیں ہے اور اگر دوسرے سے بھی ان دواؤں کو لے لیتا تو مرا بخر بچ سکتا ہے خواہ لفظ خرید کے ساتھ لی ہو یا لفظ صلح کے ساتھ اور ظاہر الروایت کے موافق صلح اور خرید میں فرق ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ ہر جگہ کہ جان بیان کرنا واجب تھا اور بائع نے بیان نہ کیا جب مشتری اس سے آگاہ ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں بیع تمام کرے ورنہ بیع واپس کرے پس اگر بیع اس کے پاس موجود نہ ہو تو اسکو پورا ثمن دینا پڑیگا اور اختیار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے تھوڑا ثمن مشتری کو کچھ بڑھ دیا تو مشتری باقی ثمن پر مرا بخر فروخت کرے گا اور اسی طرح اگر بیچنے کے بعد اس نے کم کر دیا تو مشتری دوسرے مشتری سے بھی اسکو مع عھد نفع کے کم کر دیا اور اگر بائع نے بیع مرا بخر سے اسکو بیع تولیہ کر دیا تو دوسرے مشتری سے بھی ایسا ہی کیا جاوے گا اور اگر مشتری نے ثمن میں زیادہ کر دیا تو اسکو اصل اور زیادتی دونوں پر مرا بخر بیچے گا اور یہ مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اسکا ثمن نہیں ادا کیا ہو پھر اسکو نفع سے فروخت کیا تو جائز ہے پس اگر اس کے بعد اسکو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ اپنے مشتری کو بھی ثمن ادا کرنے میں مہلت دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری کو پورا ثمن مہرہ کر دیا گیا تو جتنے کو خریدا تھا اس پر مرا بخر بیچنا جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اسکو نفع سے بیچا پھر اسکو خریدا پس اگر مرا بخر بیچنا چاہے تو جو نفع اٹھایا ہو اسکو ساقط کرے اور اگر پورے ثمن کا احاطہ کر لیا تو مرا بخر فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اخیر ثمن پر مرا بخر بیچ سکتا ہے۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اسکو پندرہ درم کو بیچا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اسکو دس درم میں خریدا تو اسکو پانچ درم پر مرا بخر فروخت کرے اور کہے کہ جنگو پانچ درم میں پڑا اور نہ کہے کہ میں نے پانچ درم میں خریدا ہو اور اگر اسکو دس درم میں خریدا اور میں درم میں بیچا پھر اسکو دس درم میں خریدا تو اسکو مرا بخر سے بیچنا جائز نہیں ہے ایک غلام نے کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر اتنا قرض تھا کہ جو اس غلام کی قیمت کو محیط ہوئے اس نے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اپنے مالک کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو اسکا مالک دس درم پر مرا بخر فروخت کرے گا اگر اس کے مالک نے دس درم کو خریدا اور غلام کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو وہ غلام دس درم پر نفع سے فروخت کرے گا اور کتاب کا حکم بھی اسی غلام کے مانند ہے اور اگر اس کے مالک نے یہ بیان کر دیا کہ میں نے اسکو اپنے مالک سے یا قرضدار غلام سے کہ جسکو میں نے تجارت کی اجازت دی تھی خریدا تو اسکو پندرہ درم پر مرا بخر بیچنا جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر رب المال نے اپنے مضارب سے مال مضارب خریدا تو اس کے حصہ نفع کے اوپر اسکو مرا بخر بیچنا جائز ہے ایسا ہی اگر ایسے شخص سے خریدا جسکی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہو سکتی

بیع و بیع کے جائز نہیں ہے اور اگر دوسرے سے بھی ان دواؤں کو لے لیتا تو اسکو مرا بخر بچ سکتا ہے خواہ لفظ خرید کے ساتھ لی ہو یا لفظ صلح کے ساتھ اور ظاہر الروایت کے موافق صلح اور خرید میں فرق ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ ہر جگہ کہ جان بیان کرنا واجب تھا اور بائع نے بیان نہ کیا جب مشتری اس سے آگاہ ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں بیع تمام کرے ورنہ بیع واپس کرے پس اگر بیع اس کے پاس موجود نہ ہو تو اسکو پورا ثمن دینا پڑیگا اور اختیار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے تھوڑا ثمن مشتری کو کچھ بڑھ دیا تو مشتری باقی ثمن پر مرا بخر فروخت کرے گا اور اسی طرح اگر بیچنے کے بعد اس نے کم کر دیا تو مشتری دوسرے مشتری سے بھی اسکو مع عھد نفع کے کم کر دیا اور اگر بائع نے بیع مرا بخر سے اسکو بیع تولیہ کر دیا تو دوسرے مشتری سے بھی ایسا ہی کیا جاوے گا اور اگر مشتری نے ثمن میں زیادہ کر دیا تو اسکو اصل اور زیادتی دونوں پر مرا بخر بیچے گا اور یہ مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اسکا ثمن نہیں ادا کیا ہو پھر اسکو نفع سے فروخت کیا تو جائز ہے پس اگر اس کے بعد اسکو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ اپنے مشتری کو بھی ثمن ادا کرنے میں مہلت دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری کو پورا ثمن مہرہ کر دیا گیا تو جتنے کو خریدا تھا اس پر مرا بخر بیچنا جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اسکو نفع سے بیچا پھر اسکو خریدا پس اگر مرا بخر بیچنا چاہے تو جو نفع اٹھایا ہو اسکو ساقط کرے اور اگر پورے ثمن کا احاطہ کر لیا تو مرا بخر فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اخیر ثمن پر مرا بخر بیچ سکتا ہے۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اسکو پندرہ درم کو بیچا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اسکو دس درم میں خریدا تو اسکو پانچ درم پر مرا بخر فروخت کرے اور کہے کہ جنگو پانچ درم میں پڑا اور نہ کہے کہ میں نے پانچ درم میں خریدا ہو اور اگر اسکو دس درم میں بیچا پھر اسکو دس درم میں خریدا تو اسکو مرا بخر سے بیچنا جائز نہیں ہے ایک غلام نے کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر اتنا قرض تھا کہ جو اس غلام کی قیمت کو محیط ہوئے اس نے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اپنے مالک کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو اسکا مالک دس درم پر مرا بخر فروخت کرے گا اگر اس کے مالک نے دس درم کو خریدا اور غلام کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو وہ غلام دس درم پر نفع سے فروخت کرے گا اور کتاب کا حکم بھی اسی غلام کے مانند ہے اور اگر اس کے مالک نے یہ بیان کر دیا کہ میں نے اسکو اپنے مالک سے یا قرضدار غلام سے کہ جسکو میں نے تجارت کی اجازت دی تھی خریدا تو اسکو پندرہ درم پر مرا بخر بیچنا جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر رب المال نے اپنے مضارب سے مال مضارب خریدا تو اس کے حصہ نفع کے اوپر اسکو مرا بخر بیچنا جائز ہے ایسا ہی اگر ایسے شخص سے خریدا جسکی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہو سکتی



چھ درم کو دوسرا خرید یا پھر دونوں نے دونوں کپڑے ایک ہی منفقہ میں نفع یا نقصان سے فروخت کیے تو ان دونوں کے اس المال کے حساب سے ثمن دونوں میں تقسیم ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا بیع دس کی مالیت تھا دس درم میں خریدا اور دوسرے نے ایک کپڑا جو بیس کی مالیت تھا دس میں خریدا اور اسکو حکم کیا کہ اپنے کپڑے کے ساتھ فروخت کر دے پس اسے نیچے وقت مشتری سے کہا کہ دونوں مجھے بیس میں بیچے ہیں اور میں تیرے ہاتھ ان کو دس درم کے نفع سے بیچتا ہوں پس اسے دونوں کو خرید کر قبضہ میں لیا اور حکم دینے والے کے کپڑے میں عیب پا کر واپس کرنا چاہا اور کہا کہ میں نے دونوں کو ایک صفحہ میں بیس درم کو خریدا ہے اور ثمن اور نفع کے تین ٹکڑے ہو کر یہ کپڑا و ثلث ثمن پر واپس کرتا ہوں اور بائع نے کہا کہ دو صفحہ میں بیچے ہوئی پس آدھے میں واپس کر تو مشتری کا قول اسکی قسم سے معتبر ہوگا کہ قسم کھا لیا کہ وہ ثمن میں نہیں جاننا کہ ایسا ہی جیسا بائع کتا ہے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور بائع سے و ثلث ثمن واپس کرے گا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے پندرہ درم لے گا اور پانچ درم دے گا اور اگر مشتری نے دو صفحہ کا دعویٰ کیا اور بائع نے ایک صفحہ کا تو بائع کا قول بیا جائے گا اور مشتری کے گواہ یہ کافی ہیں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے بائع مامور کے کپڑے میں عیب پا کر واپس کیا تو دس درم میں واپس کرے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر حکم دینے والے کے کپڑے میں عیب پایا تو اسکو پندرہ درم میں واپس کرے کہونکہ مشتری نے اس میں پندرہ درم کا دعویٰ کیا ہے اور بائع نے پانچ درم زائد کا اقرار کیا ہے پس اگر چاہے تو تصدیق کر کے اس سے لیوے ورنہ چھوڑ دے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ بائع کو اپنے اقرار پر اصرار ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو پانچ درم نہیں لے سکتا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کپڑا بیچنے میں اسکو پڑی ہو دوسرے کو بطریق تولید دیدی اور مشتری کو نہ معلوم ہوا کہ کتنے کو اسکو پیڑی ہو تو بیع فاسد ہے پس اگر بائع نے اسی مجلس میں اسکو آگاہ کیا تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ کافی میں لکھا ہے اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اسکو وہ یاد وہ کی گئی سے بیچ ڈالا تو اس المال کے ہر درم کے گیارہ جز رکھے جاویں گے پس سب ایک دس جز ہوں گے پھر اس میں سے گیارہ کا ایک جز کو کم کیا جاوے گا اور وہ دس درم ہونے اور اسی طور پر یہ حکم سب صورتوں میں جاری کیا جاتا ہو مثلاً اگر وہ دھارہ کی کسی سے بیچا تو ہر درم کے بارہ حصہ کیے جاویں گے پس کل ایک سو میں حصہ ہونے اور اس میں سے بیس ساقط ہوا وین کے کذا فی محیط

**پندرہواں باب استحقاق کے بیان میں۔** بیع کا حقدار پیدا ہونے سے پہلے حقدار کی اجازت پر بیعت ہوتی رہتا ہے اور ظاہر الروایت کے موافق اسکا ٹوٹ جانا اور فسخ ہو جانا واجب نہیں ہوتا یہ محیط میں لکھا ہے اور اس باب میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب تک بائع سے ثمن واپس نہ کرے فسخ نہیں ہوتی یہی حق ہے کہ اگر مشتری نے قاضی سے حکم پانے کے بعد یا قبضہ کے بعد پہلے اس سے کہ مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کرے بیع کی اجازت دی تو صحیح ہوگی یہ نہ رائعات میں لکھا ہے۔ اور اگر بیع ایک شخص ہو جیسے ایک کپڑا ایک غلام اور قبضہ سے پہلے یا بعد کو اسے ٹکڑے کا کوئی حقدار پیدا ہو تو مشتری کو باقی ہیں

ترجمہ خدائی عالمگیری جلد سوم حصہ اول  
فتاویٰ ہند کے مطابق بیع باب پانزدہم استحقاق بیع  
۱۱



[illegible]

اور اگر یہ۔۔۔ نے غریب سے خریدا اور بیکہ بیچ کر سپرد کر دیا پھر بیکہ کے پاس سے حقدار نے لے لیا تو تمام غلام رح کے  
 تہہ نیک۔۔۔ دوسرے مشتری کے لئے اس کے لئے سے پہلے پہلا مشتری اپنے بارے۔۔۔ میں نہیں لے سکتا ہے یہ فنا دے  
 خانہ کوئی حقدار نکلا تو استحقاق میں اس کا بچہ اس کے تابع ہو گا اور اگر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی غلام شخص  
 کی ہے تو بچہ اس کے تابع ہو گا اور اگر حقدار کے واسطے اصل شو کا حکم دیا گیا اور زائد کا حال نہ معلوم ہو تو زائد  
 غلامی کے حکم میں داخل نہ رہے اور ایسے ہی اگر یہ زیادتی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ غائب ہو تو بھی یہ زائد  
 قاصی کے زیر حکم نہ داخل ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی مشتری سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام  
 بن اور اسے خرید لینا پس وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو یا اس طرح غائب ہو کہ پچانا جا سکتا ہو تو اس غلام کے  
 کچھ نہ بچا اور اگر بائع اس میں غائب ہو کہ نہیں پچانا جا سکتا ہو مثلاً اس کا ٹھکانا نہ معلوم ہو تو مشتری اس کا مال میں  
 اس شخص سے لے گا کہ جس نے اس سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام ہوں پھر یہ شخص اگر قادر ہو تو جو اسے مشتری کو  
 واپس یا ہو اس شخص سے لے گا کہ جس نے اس کو بچا تھا یہ بھرا لائے میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک دار میں اپنے حق  
 معمول کا دعویٰ کیا یعنی کسی قدر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر سودم پر صلح کی اور ان کو مدعی  
 نے لے لیا پھر دار کے ٹکرے کا کوئی حقدار نکلا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسے پورے دار کا  
 دعویٰ کیا تھا اور سودم پر صلح ہوئی تو اب صلح کا ٹوٹ جانا ضروری ہو اور اگر مدعی نے اس پر گواہ قائم کیے تو اس کے  
 گواہ مقبول نہ ہوں گے مگر اس صورت میں کہ یہ دعویٰ کرے کہ مدعا علیہ نے میرے حق کا اقرار کیا ہے تو دعویٰ صحیح اور  
 گواہ قبول کیے جا دیں گے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر اس شخص نے کسی مقدار معلومہ کا دعویٰ کیا مثلاً چوتھائی وغیرہ  
 تو جب تک مدعا علیہ کے پاس اس قدر ہو تب تک مدعی سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے اور اگر اس سے کم رہ جاوے تو  
 بحساب استحقاق کے واپس کر لیا جائے بھرا لائے میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کیا پھر اسے دعویٰ کیا  
 کہ وہ اصلی حرہ یا غلام شخص کی ملک یا آزادی ہوئی یا مدبر یا اس کی ام ولد ہو اور غلام شخص نے اس کی تصدیق یا شہادت  
 سے قسم لی اور اسے انکار کیا تو بائع سے اپنا حق نہیں لے سکتا ہو اور اگر غلام شخص اس بات پر گواہ لایا کہ یہ مستحق کی ملک  
 ہے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر بائع کے اس اقرار پر کہ یہ مستحق کی ملک ہے گواہ لایا تو مقبول ہوں گے اور اگر مشتری اس  
 بات پر گواہ لایا کہ یہ اصلی حرہ ہے اور وہ دعویٰ بھی کرتی تھی یا اس بات پر گواہ لایا کہ یہ غلام شخص کی ملک ہے اور  
 بیع واقع ہونے سے پہلے اسے اس کو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنا یا ہو تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اس سے  
 واپس لے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کیا پھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دوسرے  
 نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر باندی نے دعویٰ کیا کہ میں حرہ ہوں پس تیسرے نے بائع اس کے کہنے پر واپس  
 کر دیا اور اسے قبول کر لیا پھر دوسرے نے پہلے کو واپس کرنا چاہا تو اسے قبول نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ  
 باندی آزاد ہونے کا دعویٰ کرتی تھی تو پہلے کو قبول کرنا جائز ہو اور اگر دعویٰ کرتی تھی کہ وہ اصلی حرہ ہے پس اگر  
 بیچنے اور سپرد کرنے کے وقت فرما کر داری سے رہی تو یہ بمنزلہ آزادی کے دعویٰ کے ہو اور اگر اس وقت فرما کر  
 نہ تھی پھر دعویٰ کیا کہ وہ حرہ ہے تو پہلے بائع کو قبول نہ کرنا جائز نہیں کسی نے ایک باندی خریدی اور وہ بیچنے کے وقت

اور اگر یہ۔۔۔ نے غریب سے خریدا اور بیکہ بیچ کر سپرد کر دیا پھر بیکہ کے پاس سے حقدار نے لے لیا تو تمام غلام رح کے  
 تہہ نیک۔۔۔ دوسرے مشتری کے لئے اس کے لئے سے پہلے پہلا مشتری اپنے بارے۔۔۔ میں نہیں لے سکتا ہے یہ فنا دے  
 خانہ کوئی حقدار نکلا تو استحقاق میں اس کا بچہ اس کے تابع ہو گا اور اگر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی غلام شخص  
 کی ہے تو بچہ اس کے تابع ہو گا اور اگر حقدار کے واسطے اصل شو کا حکم دیا گیا اور زائد کا حال نہ معلوم ہو تو زائد  
 غلامی کے حکم میں داخل نہ رہے اور ایسے ہی اگر یہ زیادتی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ غائب ہو تو بھی یہ زائد  
 قاصی کے زیر حکم نہ داخل ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی مشتری سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام  
 بن اور اسے خرید لینا پس وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو یا اس طرح غائب ہو کہ پچانا جا سکتا ہو تو اس غلام کے  
 کچھ نہ بچا اور اگر بائع اس میں غائب ہو کہ نہیں پچانا جا سکتا ہو مثلاً اس کا ٹھکانا نہ معلوم ہو تو مشتری اس کا مال میں  
 اس شخص سے لے گا کہ جس نے اس سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام ہوں پھر یہ شخص اگر قادر ہو تو جو اسے مشتری کو  
 واپس یا ہو اس شخص سے لے گا کہ جس نے اس کو بچا تھا یہ بھرا لائے میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک دار میں اپنے حق  
 معمول کا دعویٰ کیا یعنی کسی قدر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر سودم پر صلح کی اور ان کو مدعی  
 نے لے لیا پھر دار کے ٹکرے کا کوئی حقدار نکلا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسے پورے دار کا  
 دعویٰ کیا تھا اور سودم پر صلح ہوئی تو اب صلح کا ٹوٹ جانا ضروری ہو اور اگر مدعی نے اس پر گواہ قائم کیے تو اس کے  
 گواہ مقبول نہ ہوں گے مگر اس صورت میں کہ یہ دعویٰ کرے کہ مدعا علیہ نے میرے حق کا اقرار کیا ہے تو دعویٰ صحیح اور  
 گواہ قبول کیے جا دیں گے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر اس شخص نے کسی مقدار معلومہ کا دعویٰ کیا مثلاً چوتھائی وغیرہ  
 تو جب تک مدعا علیہ کے پاس اس قدر ہو تب تک مدعی سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے اور اگر اس سے کم رہ جاوے تو  
 بحساب استحقاق کے واپس کر لیا جائے بھرا لائے میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کیا پھر اسے دعویٰ کیا  
 کہ وہ اصلی حرہ یا غلام شخص کی ملک یا آزادی ہوئی یا مدبر یا اس کی ام ولد ہو اور غلام شخص نے اس کی تصدیق یا شہادت  
 سے قسم لی اور اسے انکار کیا تو بائع سے اپنا حق نہیں لے سکتا ہو اور اگر غلام شخص اس بات پر گواہ لایا کہ یہ مستحق کی ملک  
 ہے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر بائع کے اس اقرار پر کہ یہ مستحق کی ملک ہے گواہ لایا تو مقبول ہوں گے اور اگر مشتری اس  
 بات پر گواہ لایا کہ یہ اصلی حرہ ہے اور وہ دعویٰ بھی کرتی تھی یا اس بات پر گواہ لایا کہ یہ غلام شخص کی ملک ہے اور  
 بیع واقع ہونے سے پہلے اسے اس کو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنا یا ہو تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اس سے  
 واپس لے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کیا پھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دوسرے  
 نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر باندی نے دعویٰ کیا کہ میں حرہ ہوں پس تیسرے نے بائع اس کے کہنے پر واپس  
 کر دیا اور اسے قبول کر لیا پھر دوسرے نے پہلے کو واپس کرنا چاہا تو اسے قبول نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ  
 باندی آزاد ہونے کا دعویٰ کرتی تھی تو پہلے کو قبول کرنا جائز ہو اور اگر دعویٰ کرتی تھی کہ وہ اصلی حرہ ہے پس اگر  
 بیچنے اور سپرد کرنے کے وقت فرما کر داری سے رہی تو یہ بمنزلہ آزادی کے دعویٰ کے ہو اور اگر اس وقت فرما کر  
 نہ تھی پھر دعویٰ کیا کہ وہ حرہ ہے تو پہلے بائع کو قبول نہ کرنا جائز نہیں کسی نے ایک باندی خریدی اور وہ بیچنے کے وقت

حاضر نہ تھی اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور اسے بندہ بنائے کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ پر لکھا  
 بیجا اور وہ اس وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسرے مشتری نے اس پر قبضہ کیا پھر اسے کہا کہ میں آزاد ہوں تو تھانہ  
 اسکا قول قبول کر لیا اور یہ لوگ ایک دوسرے سے اپنا شن واپس کر لیں پس اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے  
 بندہ بنانے کا اقرار کیا تو اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اس کے اقرار نہ کرنے کی دلیل  
 نہیں ہے تو دوسرا مشتری پہلے مشتری سے اپنا شن لے لیا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے نہیں لے سکا ہے نہ فتاویٰ  
 قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی کے پاس ایک غلام تھا کہ اسے ایک شخص کے ہاتھ آسکا آدھا فروخت کیا  
 اور سپرد نہ کیا جسے کہ دوسرے کے ہاتھ آسکا آدھا فروخت کر کے آدھا اس کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص کو اس سے آدھے  
 غلام کا حقدار ثابت ہوا تو اسکا اشتقاق دونوں بیع میں سے ہوگا اور اگر پہلے مشتری نے قبضہ کیا اور دوسرے  
 نے نہیں کیا تو اشتقاق صرف دوسرے کی طرف رجوع ہوگا اور اگر دونوں نے قبضہ کر لیا ہو تو اشتقاق دونوں  
 میں سے ہوگا۔ کسی نے دو غلام ایک شخص سے ایک ہزار درم کو خریدا اور دونوں پر قبضہ کیا پھر ایک معلوم  
 غلام کے آدھے کا کوئی حقدار نکلا تو دوسرا غلام مشتری کے ذمہ اپنے حصہ شن کے عوض لازم ہوگا اور اس  
 غلام کے آدھے میں امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیر یہ بن لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے آدھا  
 اس کے ہاتھ بیجا اور آدھا اس کے پاس ودیعت رکھا یا آدھا بیجا پھر آدھا جو بعض مردار یا خون کے فروخت  
 کیا تو مشتری اس حقدار کا محاصرہ ہوگا اور اگر آدھا ایک کے ہاتھ بیجا اور آدھا دوسرے کے پاس ودیعت  
 رکھا تو کہے ہوئے کا آدھا بھی قضا کر دیا جاوے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ کوئی زمین خریدی اور اس میں عمارت  
 بنائی اور اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو جو کچھ اسے اسکی عمارت میں صرف کیا ہے اسکو بائع سے واپس لینے کی کوئی  
 روایت نہیں آئی ہے اور بعضوں نے کہا کہ واپس نہ لیا اسکا اسلام اور جندی سے پوچھا کہ کسی نے ایک باندی  
 خریدی پھر نکلا کہ وہ حرمہ ہے اور بائع مرچکا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ کوئی اسکا وارث وہی ہو گراں مردہ بائع کا  
 بائع موجود تھا تو انھوں نے فرمایا کہ قاضی اس میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے کہ مشتری اس سے شن واپس  
 کر لے پھر میت کی طرف سے اس کے بائع سے شن واپس کر لیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس کے پاس سے  
 اشتقاق میں لے لیگی اور مشتری نے بائع سے اپنا شن لے لیا پھر کسی جسے وہ بیع مشتری کے پاس پہنچی تو  
 اسکو یہ حکم نہ دیا جاسکا کہ بائع کے سپرد کرے اور اگر اسے خریدنے کے بعد اقرار کیا ہو کہ یہ بائع کی ملک  
 ہے اور باقی مسئلہ بھی ہو تو اسکو حکم دیا جاوے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے  
 ایک باندی خریدی کہ قبضہ میں نی اور شن ادا کر دیا پھر گواہ کے ساتھ اسکا کوئی حقدار نکلا اور مشتری نے چاہا کہ  
 اپنا شن بائع سے لے اور بائع نے کہا کہ مجھکو معلوم ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں اور باندی میری ہی تھی مشتری  
 نے کہا کہ ان میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ باندی میری تھی اور گواہ جھوٹے ہیں تو اس سے مشتری کا شن  
 واپس لینے کا حق باطل ہوگا ان اگر یہ باندی کبھی مشتری کے ہاتھ آدے تو اسکو حکم دیا جاوے گا کہ بائع کے  
 سپرد کرے یہ ظہیر یہ بن لکھا ہے۔ کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کا مالک مرگ گیا تو گواہ نے خریدی پھر  
 اس شخص نے خریدی پھر گواہوں سے اسکا کوئی حقدار نکلا اور قاضی نے اس کے دہے جانے کا حکم کیا تو مشتری اپنے پہلے

بائع سے من واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کوئی باندی خریدی اور کسی شخص نے اس سے حرک کی ضمانت کر لی  
 اور اسے دو مہرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اور سب نے قبضہ کر لیا پھر وہ استحقاق  
 میں لے لیگی تو کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ اپنے بائع سے واپس کرے بدینا قاضی اس پر حکم نہ کرے اور یہی حال کفیل  
 کا ہے تا وقتیکہ قاضی اس پر حکم نہ کرے پہلا مشتری اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا اگر کسی نے ان میں سے اس بات پر گواہ  
 قائم کیے کہ غلام بائع کا ہے بعد از انکہ قاضی نے مستحق کے واسطے حکم دیدیا تھا تو اسکے گواہ قبول نہوں گے اور اگر غلام  
 کا کوئی جائے باندی کے حقدار نکلا لیکن خود اسے اس پر گواہ پیش کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں یا یہ کہ میں غلام شخص کا  
 غلام تھا پھر اس نے مجھے آزاد کر دیا یا کسی شخص نے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام مدبر ہو اور ان میں سے کسی امر کا قاضی  
 نے حکم دیدیا تو ہر ایک اپنے بائع سے قاضی کے حکم سے پہلے واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح پہلے مشتری کو اختیار ہو کہ  
 کفیل سے قبل بائع کے رجوع کے واپس کر لے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ زید نے عمرو سے ایک باندی خریدی پھر زید نے  
 اس کا دعویٰ کیا اس سے بھی زید نے خرید لی پھر اس کا کوئی حقدار نکلا اور وہ مشتری کے پاس اس کا بچہ جنی تھی تو  
 امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں من واپس لے اور دوسرے شخص سے خریدنے کے چھ مہینے سے  
 زیادہ کے بعد اگر وہ بچہ جنی تو دوسرے بائع سے اس بچہ کی قیمت جو اسے مستحق کو ادا کی ہو واپس لے اگر اس وقت  
 سے چھ مہینہ سے کم مدت میں جنی تو دونوں بائع میں سے کسی سے نہیں لے سکتا ہوا اور بھی امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر  
 خریدی ہوئی زمین میں استحقاق ثابت ہو تو بائع مشتری کو عمارت بنانے اور درخت لگانے اور کھیتی ان سب کی  
 ضمان دیگا اور کھیتی کی ضمانت کی صورت یہ ہو کہ دیکھا جائے کہ اس کی کیا قیمت ہو وہ بائع ادا کرے لگیا یہ محیط میں لکھا ہے  
 ایک شخص نے ایک دار خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اسکے آدھے کا ایک حقدار نکلا پھر مشتری نے گواہ قائم کیے کہ میں نے  
 اس کو مستحق سے لیا ہے اور اس کا کوئی وقت نہ بتلایا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشتری بائع سے کچھ من نہیں واپس کر سکتا ہے  
 اور یہ صورت ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک دار خریدی پھر اس کا دوسرے نے دعویٰ کیا پھر اس سے بھی مشتری نے  
 خرید لیا پس بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہوا اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو مدعی سے نصف کے  
 استحقاق کے بعد خریدی ہے تو گواہ قبول ہوں گے اور وہ بائع سے اوصاف من واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے  
 ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک عمارت زمین خریدی اور اس میں عمارت بنائی  
 پھر وہ زمین استحقاق میں محل گئی اور قاضی نے مشتری کو عمارت گرانے کا حکم کیا اس نے اگر تلف کر دی تو عمارت  
 کی قیمت بائع پر نہ چاہیے یہ تلف کرنا اسے خود اختیار کیا ہے اور اگر اسے تلف نہ کی و لیکن بارش سے اس میں فساد آیا یا  
 کسی نے اس کو توڑ دیا تو عمارت بنی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کے درمیان جو فرق ہو وہ بائع کو دینا پڑے لگیا ادا بائع اگر  
 چاہے تو اس ٹوٹی ہوئی کو اس مال میں لے لیوے اور اس کی بنی ہوئی کی قیمت ادا کرے اور ٹوٹنے سے اس میں  
 جو نقصان آیا ہو اسکے ہر طرح کا نقصان اس قیمت سے کم کر لے پس اگر اس نے یہ اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہو کہ اگر  
 چاہے ایسا کرے ورنہ نہ کرے اور اسی طرح جو فساد کسی کے جرم سے آجائے اس میں مشتری اور بائع دونوں  
 کو خیار ہوگا پس ان صورتوں میں اگر کسی پر متفق ہوں گے تو وہ ان کے درمیان جاری کی جائے گی اور اگر اختلاف  
 کیا تو وہ مشتری کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گی اور بائع ٹوٹی ہوئی کا اور بنی ہوئی کے درمیان کی زایدی ادا کرے گا اور



اگر نقصان بڑن کسی کے جرم کے آیا تو اہم ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی ہو کہ مشتری کو اُس کے روکنے اور زیادتی لینے کا اختیار ہو یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے ایک دار خرید اور اُس میں عمارت بنا کر فاب ہو گیا پھر بائع نے دوسرے شخص کے ہاتھ اُس کو فروخت کیا اور دوسرے نے پہلی کی عمارت توڑ کر اُس میں عمارت بنائی پھر بیلا آیا اور اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مشتری ثانی نے اپنی عمارت اپنی ملک کی چیزوں سے بنائی ہو تو پہلے مشتری کو اُسکی بنائی ہوئی عمارت کے حصہ کی ضمان دے اور ٹوٹن پہلے مشتری کا ہوگا اگر قائم ہو اور اگر مشتری ثانی نے اُسکو تلف کر دیا تو اُسکی قیمت پہلے مشتری کو ادا کرے اور اگر دوسرے مشتری نے اپنی عمارت پہلے مشتری کی عمارت توڑ کر اُسی کی چیزوں سے بنائی ہو تو پہلے مشتری کو اُسکی عمارت کا حصہ ادا کرے اور پہلے مشتری کو اختیار ہو کہ اس عمارت کو روک لے اور دوسرا مشتری اُسکو دفع نہیں کر سکتا ہو پس اگر دوسرے مشتری نے عمارت میں کچھ زیادتی کی تو پہلا مشتری دوسرے کو زیادتی کی قیمت بدون کارگردن کی اجرت کے دیدہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور وہ اُس سے بچہ جنی پھر اُسکو آزاد کر کے اُس سے جناح کیا پھر وہ اُس سے دوسرا بچہ جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری پر صرف ایک عقر چاہیے ہو اور ایسے ہی اگر بعد ازاں دوسرے کے اُس سے نکاح نہ کیا بلکہ زنا کیا عیاذاً باللہ پھر وہ اُس سے اولاد جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری مستحق کو صرف ایک عقر ادا کرے اگر چاہے آزاد کرنا نہ کرنے میں شمار ہوگا اور اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور مشتری اُن کی قیمت ادا کرے اور بائع سے اُن اولاد کی قیمت جو آزاد کرنے سے پہلے پیدا ہوئی لے لے گا اور جو بعد آزادی کے پیدا ہوئی اُن کی قیمت نہ لے گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر ایک باندی کسی سے خریدی پھر ملک مطلق کے ساتھ اُس کے پاس سے استحقاق میں لے لی گئی اور قاضی نے وہ باندی مستحق کو دینے کا حکم دیا اور مشتری نے بائع سے من واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ملک میں میری باندی سے پیدا ہوئی ہو اور قاضی کا فیصلہ مستحق کے واسطے ناحق ہوا ہو اور مجھ کو مجھے من واپس لینے کا حق نہیں ہو تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے بشرطیکہ اُس نے مستحق کے سامنے قائم کیے ہوں اور ہمارے بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مستحق کے سامنے ہونے کی شرط نہ لگانی چاہیے اور ایسا ہی شمس الاممہ سرخسی کا فتویٰ نقل کیا گیا یہ ظہر میں لکھا ہو ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی کہ دونوں نے اُسکو کسی سے خریدا تھا اور ایک نے اُسکو ام ولد بنایا اور دوسرے کو اُسکی آدمی قیمت اور آدھا عقر ادا کر دیا پھر اُس سے دوسرا بچہ پیدا ہوا پھر اُسکا کوئی شخص مستحق پیدا ہوا اور قاضی نے ام ولد بنانے والے پر حکم کیا کہ باندی اور دونوں بچوں کی قیمت اور عقر اُسکو ادا کرے تو ام ولد بنانے والا اپنے شریک سے جو اُس نے دیا ہو لے گا پھر دونوں اپنا من بائع سے لینے پھر ام ولد بنانے والا بائع سے دونوں بچوں کی آدمی قیمت بقدر حصہ خرید کے لے گا اور باقی آدمی قیمت نہ لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ نو اور ابن ساعہ میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہو کہ کسی نے ایک ساکھو کا بٹھا جو راستہ میں پڑا تھا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور من پر قبضہ کر لیا اور مشتری اور ساکھو کے لٹھے کے درمیان ملنے سے ٹکلیہ کر دیا اور مشتری نے اُسکو اپنی جگہ سے نہیں بلایا تو اس پر فالغی شمار ہوگا پس اگر اُسکو کسی نے جلا دیا تو مشتری کا مال گیا پس اگر گواہ اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے جلا دینے والے سے ضمان لے یا بائع

فدایہ  
مطلق بیع  
میں بیع  
ملک اپنی  
مستحق  
مستحق کا  
مستحق کا  
مستحق کا  
مستحق کا

بغیر طیکہ اسی لئے اسکو اس جگہ ڈالا ہو اور مشتری سے ضمان لینے کی اسکو کوئی راہ نہیں جو بشرطیکہ مشتری نے اسکو اس جگہ سے نہ ہلایا ہو یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک گدھے کو اپنا استحقاق ثابت کر کے کسی کے پاس سے بخارا میں لے لیا اور اس شخص نے سبیل قاضی بخارا کا لے لیا اور اسکا بائع سمرقند میں تھا پس قاضی سمرقند کے پاس آکر قاضی بنایا۔ اسکا سبیل دیکھا کہ بائع ہے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا پس بائع نے بیع کا اقرار کیا و لیکن استحقاق اور قاضی کے سبیل ہونے سے انکار کیا پھر اس شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ سبیل قاضی بخارا کا سبیل ہی تو قاضی سمرقند کو اس پر حمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ اس شخص کے لیے ثمن واپس کر لینے کا حکم دینا جائز ہے تا وہ قاضی گواہ یہ گواہی نہ دین کہ قاضی بخارا نے اس شخص کو حکم دیا کہ جو گدھا اس نے اس بائع سے خرید اٹھا اسکو مستحق کو دیدے اور اس کے پاس سے دیکر آدیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے اس طرح دفع کرنا چاہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملک میں پیدا ہوا ہے اور اس پر گواہ لایا پس اگر حقدار کے سامنے ہو تو گواہ مقبول ہوں گے اور گدھے کا حاضر ہونا شرط ہوا اور امام ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گدھے کا ہونا شرط نہیں ہے اور ایسے ہی غلام کی آزادی کے دعویٰ کرنے میں اگر مشتری بائع سے ثمن واپس کرنا چاہے تو غلام کی حاضری شرط نہیں ہے اور سخن علیہ کا حاضر ہونا گدھے کے باب میں شرط نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

**سہر طہوان باب** - ثمن میں زیادتی اور کمی اور ثمن سے بری کرنے کے بیان میں۔ جو زیادتی کہ بیع سے پیدا ہوتی ہو جیسے بچہ اور عقرا اور ارش اور پھل اور دودھ اور صوف وغیرہ وہ بھی بیع ہیں یہ محیط جنسی میں لکھا ہے۔ پس اگر یہ زیادتی ان قبضہ سے پہلے پیدا ہوں تو ان کے لیے ثمن میں سے حصہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد پیدا ہوں تو بیع ہون کی اور ثمن میں سے اٹھا کچھ حصہ ہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے وہ زیادتی کہ جو بیع سے پیدا ہوئی ہے بائع نے تلف کر دی تو ثمن میں سے اُسکا حصہ ساقط ہو جاوے گا اور ثمن کو بیع کے عقد کے روز کی قیمت اور اُسکے بچہ کے تلف کر دینے کے دن کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کو حیار ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اسکو حیار ہوگا اور اگر اس زیادتی کو کسی اجنبی نے تلف کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ بیع کے ساتھ ملا کر بیع قرار دیا جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ثمن اور بیع میں دونوں کی موجودگی میں زیادتی کرنا جائز ہے خواہ یہ زیادتی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو اور اصل عقد کے ساتھ ملا دیا جائے گی اور اگر مشتری زیادتی کرنے کے بعد ناوم ہوا تو انکار کے وقت اُس پر جبر کیا جاوے گا اور عیب وغیرہ سے واپسی میں یہ زیادتی معتبر ہوگی گویا اسنے بیع اس زیادتی کے فروخت کیا ہے اور اگر ثمن میں زیادہ کیا تو وہ سترے کا اسی مجلس میں قبول کرنا ضرور ہے جسے کہ اگر قبول نہ کیا اور جدا ہو گئے تو باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور زیادتی اُسی صورت میں صحیح ہے کہ جب بیع محل عقد ہو پس اگر مشتری نے اسکو اجرت پر دیا یا رہن کیا یا ذبح کیا یا سلایا یا اُسکی تلوار بنائی یا غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا ارش لیا تو زیادتی صحیح ہوگی و لیکن اگر اُس نے مرثیہ یا مستاجر کے ہاتھ فروخت کیا یا ذبح کرنے یا سلانے کے بعد فروخت کر دیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر آزاد کر دیا یا مکتب یا مدبر کیا یا ام ولد بنایا یا دھرم گیا یا قتل کیا یا بہہ کیا یا بیع کیا یا پسا یا یا بھنا یا شراب بنائی یا شراب خریدنے والا مسلمان

اور یہ بیع اس  
محل عقد ہے

تو زیادتی صحیح ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر اتنا تھا کہ اسکی روٹی پکانی یا گوشت کا قلیہ یا کباب بنائے پھر  
 شرمین زیادتی کی تو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر شراب کے سہرے جو جانے کے بعد زیادہ کیا تو بلا غلام  
 زیادتی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام ایک ہزار کو خریدا پھر دوسرے کے ہاتھ سود دینا کو بیچا  
 پھر دوسرے نے پچاس دینا اور زیادہ کیے اور سبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو ضمن اور  
 زیادتی واپس کرے اور اگر مشتری ثانی نے کوئی اسباب جو پچاس دینا رہا ہوتا تھا بڑھایا پھر وہ مشتری  
 اول کے قبضہ سے پہلے تلف ہو گیا تو ثانی غلام کی بیج ٹوٹ جاوے گی اور اگر اسے دو تہائی غلام سبب  
 عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو پورا غلام واپس کر سکتا ہے اور اگر ان دونوں  
 نے ایک تہائی میں اقلہ کر لیا پھر دو تہائی قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو کچھ نہیں واپس  
 کر سکتا یہ کافی میں لکھا ہے۔ پھر جس صورت میں مشتری کی طرف سے زیادتی صحیح ہو وہ ان اجنبی کی طرف سے  
 بھی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر اجنبی نے زیادتی کی پس اگر مشتری کے حکم سے زیادتی کی تو مشتری  
 پر بدینی واجب ہو اور اجنبی پر واجب ہوگی اور اگر اس کے بلا حکم زیادتی کی تو موقوف رہے گی پس اگر  
 مشتری نے اجازت دی تو اس کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر اسے اجازت نہ دی تو باطل ہو جاوے گی اور اگر  
 زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے خاص ہو یا اپنے ذاتی مال کی طرف نسبت کی تو زیادتی اسکو  
 لازم آوے گی پس اگر مشتری کے حکم سے تھی تو اس سے واپس لے گا ورنہ نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے تو زیادتی  
 متولدہ زیادتی مشروطہ میں بیج کی مزاحم نہیں ہوتی ہر جب تک بیج قائم رہے یہاں تک کہ زیادتی مشروطہ  
 بیج پر زیادتی ہوتی ہو نہ ولد پر اور ضمن پہلے بیج اور زیادتی مشروطہ پر تقسیم ہوگا پھر جن بیج کے پرہ میں  
 پڑے وہ اسپر اور بیج پر تقسیم ہوگا اصل بیج کی قیمت عقد کے روز کی معتبر ہوگی اور زیادتی مشروطہ کی  
 قیمت زیادتی کے دن کی اور بیج کی قیمت قبضہ کے دن کی معتبر ہوگی۔ کسی نے ایک باندی خریدی ایک ہزار  
 درم کو کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر قبضہ سے پہلے وہ ایک بچہ جنی کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر  
 بائع نے مشتری کے لیے ایک غلام بڑھا دیا کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر بچہ کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم  
 ہو گئی پھر مشتری نے ان سب پر قبضہ کیا اور ایک ہزار درم اوکر دیے پھر بچہ میں کوئی عیب پایا تو اسکو  
 ثانی ہزار میں واپس کرے اور اگر اس باندی میں کوئی عیب پایا تو اسکو ایک چھٹے حصہ ہزار میں پھر دیگا  
 اور اگر زیادتی میں کچھ عیب پایا تو اسے ہزار میں واپس دیگا اور اسی طرح اگر باندی نہیں جنی لیکن عقد کے وقت  
 اسکی آنکھ میں سفیدی تھی پھر وہ جانی نہری پھر بائع کے پاس کسی غلام نے اسکی آنکھ بھر ڈی پس اس غلام کو  
 اس کے مالک نے سبب جرم کے بائع کو دے دیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام دیا جو ایک ہزار کا ہوتا تھا تو یہ مشتری  
 اور پہلی صورت برابر ہو پس جب مشتری اپنے قبضہ کر لگا تو باندی کی قیمت پر جو عقد کے وقت تھی اور زیادتی  
 کی قیمت پر جو زیادہ کرنے کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر باندی کے حصہ میں پڑے گا وہ اسکی قیمت پر جو عقد کے دن  
 تھی اور زیادہ ہوئے غلام کی قیمت پر جو مشتری کے قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پس اگر ان میں سے کسی میں عیب  
 پاوے گا تو اس کے حصہ کے عوض واپس کر لیا اور اگر باندی کی دونوں آنکھیں بیج کے وقت صحیح ہوں اور اسکی قیمت

وہ عیب کا

عقبت

میں

میں

میں

میں

میں

میں

میں

میں

میں

میں

الک

ایک ہزار درم ہو پھر بائع کے پاس غلام نے اسکی آنکھ میں مددہ ہو بچا یا پھر اس میں سپیدی آگئی پس اس غلام کو اسکے مالک نے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام زیادہ کیا جو ایک ہزار درم کا ہوتا تھا پھر ان سب پر مشتری نے قبضہ کر لیا تو پہلے وہ ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور زیادتی کی قیمت پر برابر تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑے گا اسپر اور اس غلام پر جو واپس کیا گیا ہو برابر تقسیم ہوگا خواہ غلام کی قیمت کم ہو یا زیادہ اور اگر باندی کسی اور سبب سے سوائے آنکھ پھوڑنے کے مرجائے پھر بائع نے مشتری کو بیچ میں ایک گھوڑا اور حادیا کہ جو ایک ہزار درم کا تھا اور مشتری راضی ہوا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی پھر جب مشتری قبضہ کرے تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور قیمت ولد اور غلام پر جو قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر باندی کا حصہ سبب اسکے قبضہ سے پہلے مرجانے کے ساقط کیا جاوے گا اور حصہ ولد و غلام واپس کیے ہوئے کا اسپر اور زیادتی پر تقسیم ہوگا اور زیادتی کی قیمت وہ متبر ہوگی جو زیادتی کے دن تھی اور ولد اور واپس کیے ہوئے غلام کی وہ قیمت بجاوے گی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی پس اگر مشتری نے کسی چیز کو ان میں سے اپنے قبضہ میں نہ لیا یہاں تک کہ زیادتی تلف ہوگئی تو بوض اپنے حصہ کے تلف ہوئی اور مشتری مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو ولد یا واپس کیے ہوئے غلام کو اسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور یہ خیار سوائے اس خیار کے ہو جو اسکو سبب باندی کے قبضہ سے پہلے مرجانے کے حاصل ہوا تھا اور اگر ولد یا واپس کیا ہوا غلام قبضہ سے پہلے مر گیا اور زیادتی باقی رہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی مشتری کو نہ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر وہ باندیاں ایک ہزار کو خمسہ دین اور ایک باندی ایک بچہ جنی اور مرغی پھر بائع نے ایک غلام بڑھایا اور قیمت ہر ایک کی ایک ہزار ہو اور بچہ کی قیمت ایک ہزار بڑھ گئی پھر اس پر مشتری نے قبضہ کیا تو پہلے وہ ثمن و دونوں باندیوں پر آدھا آدھا تقسیم کیا جاوے گا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑا وہ اسپر اور اسکے بیٹے پر تین ٹکڑے کر کے تقسیم ہوگا سبب اسکے کہ بچہ کی قیمت قبضہ سکون کی اعتبار کیا دے گی اور اسکی مان کی قیمت بیچ کے دن کی اور اسکا حصہ سبب مرجانے کے ساقط ہوگا اور تہائی ثمن ولد کا ہوگا پھر غلام زائد کی قیمت بچہ اور زندہ باندی کے ثمن پر ہوگی پھر بچہ کے ساتھ غلام کا دوپا پنچوان حصہ اور زندہ باندی کے ساتھ تین پانچوان حصہ ملا یا جاوے گا پھر بچہ کا ثمن کہ وہ تہائی ہزار ہو اسپر اور دوپا پنچون زیادتی پر چھ حصہ کر کے باعتبار دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دوپا پنچون زیادتی کی قیمت چار سو ہیں اور بچہ کی قیمت دو ہزار تو ہر چار سو کو ایک سم گردانا جائیگا پس دوپا پنچون زیادتی کا ایک سم ہو اور بچہ کے پانچ سم ہوئے پھر زندہ باندی کا ثمن اسپر اور غلام کے تین پانچون پر آٹھ حصہ کر کے بقدر دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور زندہ باندی کی قیمت ایک ہزار ہو اور تین پانچون زیادتی کی قیمت چھ سو ہیں پس ہر دو سو کا ایک سم گردانا گیا پس باندی کے پانچ سم ہوئے اور تین پانچون زیادتی کے تین سم ہوئے اور یہ سب آٹھ سم ہوئے پس ظاہر ہو کہ اگر غلام قبضہ سے پہلے مر گیا تو اسکے مقابل کچھ ہوگا اور وہ باندی آدھے ثمن میں ہلاک ہوئی اور آدھا ثمن زندہ کے مقابل رہا اور زیادتی اس کی تاج ہو اور سبب اسکے کہ قبضہ سے پہلے بیچ متغیر ہوئی مشتری مختار ہوگا اور اگر باقی رہتی اور اس کی قیمت ایک ہزار ہوتی تو سبب اس باندی کے مرنے کے ایک چوتھائی ساقط ہوتا پس اسکا ثمن اسپر اور تہائی غلام پر

ایک ہزار درم ہو پھر بائع کے پاس غلام نے اسکی آنکھ میں مددہ ہو بچا یا پھر اس میں سپیدی آگئی پس اس غلام کو اسکے مالک نے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام زیادہ کیا جو ایک ہزار درم کا ہوتا تھا پھر ان سب پر مشتری نے قبضہ کر لیا تو پہلے وہ ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور زیادتی کی قیمت پر برابر تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑے گا اسپر اور اس غلام پر جو واپس کیا گیا ہو برابر تقسیم ہوگا خواہ غلام کی قیمت کم ہو یا زیادہ اور اگر باندی کسی اور سبب سے سوائے آنکھ پھوڑنے کے مرجائے پھر بائع نے مشتری کو بیچ میں ایک گھوڑا اور حادیا کہ جو ایک ہزار درم کا تھا اور مشتری راضی ہوا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی پھر جب مشتری قبضہ کرے تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور قیمت ولد اور غلام پر جو قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر باندی کا حصہ سبب اسکے قبضہ سے پہلے مرجانے کے ساقط کیا جاوے گا اور حصہ ولد و غلام واپس کیے ہوئے کا اسپر اور زیادتی پر تقسیم ہوگا اور زیادتی کی قیمت وہ متبر ہوگی جو زیادتی کے دن تھی اور ولد اور واپس کیے ہوئے غلام کی وہ قیمت بجاوے گی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی پس اگر مشتری نے کسی چیز کو ان میں سے اپنے قبضہ میں نہ لیا یہاں تک کہ زیادتی تلف ہوگئی تو بوض اپنے حصہ کے تلف ہوئی اور مشتری مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو ولد یا واپس کیے ہوئے غلام کو اسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور یہ خیار سوائے اس خیار کے ہو جو اسکو سبب باندی کے قبضہ سے پہلے مرجانے کے حاصل ہوا تھا اور اگر ولد یا واپس کیا ہوا غلام قبضہ سے پہلے مر گیا اور زیادتی باقی رہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی مشتری کو نہ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر وہ باندیاں ایک ہزار کو خمسہ دین اور ایک باندی ایک بچہ جنی اور مرغی پھر بائع نے ایک غلام بڑھایا اور قیمت ہر ایک کی ایک ہزار ہو اور بچہ کی قیمت ایک ہزار بڑھ گئی پھر اس پر مشتری نے قبضہ کیا تو پہلے وہ ثمن و دونوں باندیوں پر آدھا آدھا تقسیم کیا جاوے گا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑا وہ اسپر اور اسکے بیٹے پر تین ٹکڑے کر کے تقسیم ہوگا سبب اسکے کہ بچہ کی قیمت قبضہ سکون کی اعتبار کیا دے گی اور اسکی مان کی قیمت بیچ کے دن کی اور اسکا حصہ سبب مرجانے کے ساقط ہوگا اور تہائی ثمن ولد کا ہوگا پھر غلام زائد کی قیمت بچہ اور زندہ باندی کے ثمن پر ہوگی پھر بچہ کے ساتھ غلام کا دوپا پنچوان حصہ اور زندہ باندی کے ساتھ تین پانچوان حصہ ملا یا جاوے گا پھر بچہ کا ثمن کہ وہ تہائی ہزار ہو اسپر اور دوپا پنچون زیادتی پر چھ حصہ کر کے باعتبار دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دوپا پنچون زیادتی کی قیمت چار سو ہیں اور بچہ کی قیمت دو ہزار تو ہر چار سو کو ایک سم گردانا جائیگا پس دوپا پنچون زیادتی کا ایک سم ہو اور بچہ کے پانچ سم ہوئے پھر زندہ باندی کا ثمن اسپر اور غلام کے تین پانچون پر آٹھ حصہ کر کے بقدر دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور زندہ باندی کی قیمت ایک ہزار ہو اور تین پانچون زیادتی کی قیمت چھ سو ہیں پس ہر دو سو کا ایک سم گردانا گیا پس باندی کے پانچ سم ہوئے اور تین پانچون زیادتی کے تین سم ہوئے اور یہ سب آٹھ سم ہوئے پس ظاہر ہو کہ اگر غلام قبضہ سے پہلے مر گیا تو اسکے مقابل کچھ ہوگا اور وہ باندی آدھے ثمن میں ہلاک ہوئی اور آدھا ثمن زندہ کے مقابل رہا اور زیادتی اس کی تاج ہو اور سبب اسکے کہ قبضہ سے پہلے بیچ متغیر ہوئی مشتری مختار ہوگا اور اگر باقی رہتی اور اس کی قیمت ایک ہزار ہوتی تو سبب اس باندی کے مرنے کے ایک چوتھائی ساقط ہوتا پس اسکا ثمن اسپر اور تہائی غلام پر





**مسٹر عنوان باب** اور روصی اور قاضی کے نام باغ لڑکے کا مال بیچنے اور اس کے لیے خریدنے کے بیان میں۔ باپ کو اپنے نام باغ لڑکے کے ہاتھ بیچنا اور اپنے واسطے اس سے خریدنا مستحکم جائز ہے اور تمام حقوق لڑکے کو حاصل ہوں گے اور باپ اس کے قائم مقام ہوگا اور اسی واسطے اگر لڑکا باغ ہو گیا تو اپنے باپ سے من کے مطابق ہر کام لکھ ہوتا ہے اور اگر باپ نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر لڑکا باغ ہو جائے تو خود مطالبہ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور مشائخ کا اختلاف ہے کہ اس عقد کے تمام ہونے کے واسطے ایجاب و قبول شرط ہو یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہو یا نہ ہو بلکہ اگر باپ نے کہا کہ میں نے یہ بیع اپنے لڑکے فلان کے ہاتھ فروخت کیا یا خریدی تو بیع تمام ہو جاوے گی اور یہ شرط ہو کہ کہے کہ میں نے یہ چیز اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچی اور خریدی اور باپ کی طرف سے یہ بیع بعض مثل قیمت کے اور بعض مثل ہونے کے لوگ اپنے انداز میں اس میں ٹھٹھا اٹھاتے ہیں جائز ہے اور جب باپ نہ موجود ہو تو باپ کا باپ یا بیٹے دادا بچا اس کے ہاتھ یا یہ محیط میں لکھا ہے اگر باپ نے اپنے لڑکے کی زمین یا عتق یا مثل قیمت پر فروخت کیا ہے اگر اس شخص کا حال لوگوں میں اچھا مشہور ہو یا مستور ہو تو جائز ہے اور اگر مضد مشہور ہو تو جائز نہیں ہے اور یہ صحیح ہے اور اگر اس کا مال منقولہ بیچا اور وہ مضد ہے تو ایک روایت میں ناجائز ہے مگر اس صورت میں جائز ہوگا کہ اس میں نام باغ کی بہتری ہو اور یہی صحیح ہے اور باغ لڑکے کی طرف سے جبکہ وہ مجنون ہو اور اس کا جنون طویل ہو تو باپ کا بیچنا جائز ہے اور اگر طویل نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور جنون طویل اس کو کہتے ہیں کہ جو ایک مہینہ یا زیادہ رہے اور اگر اس سے کم ہو تو طویل نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر باپ یا وصی نے نام باغ کا کوئی مال غیر منقول فروخت کیا تو امام ابو بکر محمد بن افضل نے فرمایا کہ اگر قاضی کے نزدیک اس بیع کا لڑکے کا نام باغ کا کوئی حق میں بہتر ہو تو اس کو توڑ سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر باپ نے نام باغ کے ہاتھ کوئی چیز اس کے مثل میں بیچی تو قاضی نے اجازت دیدی تو بیع نافذ ہو جاوے گی اور اسی طرح اگر باغ نے کوئی وصی گردانا ہے اس نے اجازت دی تو نافذ ہوگی یہ قنینہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے دونوں باغ لڑکے ہوں کہ اسے ایک کے مال کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور جب دونوں باغ ہو جاویں گے تو صحیح مذہب کے موافق حنفیہ احنافین دونوں پر ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ باپ نے اگر اپنا مال اپنے نام باغ لڑکے کے ہاتھ بیچا تو فقط بیع سے وہ قابض ہو جاوے گا جسے کہ اگر اس سے پہلے تلف ہو جائے کہ باپ اس پر حقیقہ قابض ہو سکتا ہے تو باپ کا مال تلف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو من کہ والد کے ذمہ اپنے واسطے اپنے لڑکے کا مال خریدنے سے لازم آیا ہے وہ اس سے بری ہوگا جب تک کہ قاضی نام باغ کی طرف سے ایک وکیل وقایم کرے کہ وہ باپ سے اپنے قبضہ میں لے کر پھر اس کو دے تاکہ بیٹے کی طرف سے اس کے پاس ودیعت رہے اور اگر باپ نے کوئی گھر اپنے بیٹے کے ہاتھ بیچا اور باپ اس میں رہا کرتا ہے تو بیٹا قابض ہوگا جسے کہ باپ اس کو خالی کرے اور یہ شرط ہے کہ قاضی کے ارمان کو سپرد کرے کذا فی محیط سرخسی۔ پھر اگر باپ و بان سے چلے جانے کے بعد اگر اس مکان میں رہا یا اس میں اپنا اسباب رکھا یا اپنے بال بچوں کو اس میں بسایا حالانکہ وہ مالدار آہن ہو تو بمنزلہ غاصب کے شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنے نام باغ لڑکے کے لیے کوئی کپڑا یا نامی

اور اس کو  
بیع ہونے سے  
مستثنیٰ ہے

خرید اور اپنے مال سے اُسکا ثمن ادا کیا تو اپنے لڑکے سے نہیں لے سکتا ہو مگر اُس صورت میں کہ اسس بات پر گواہ کرے کہ میں نے اسکو اپنے لڑکے کے واسطے خریدا ہو اور اگر اسنے ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو ثمن اُسکے ترکہ سے دلا یا جاوے گا پھر باقی وارث اس ثمن کو اُس لڑکے سے نہیں لے سکتے ہیں بشرطیکہ میت نے اس بات پر گواہ نہ کیے ہوں کہ میں نے اسکو اس لڑکے کے واسطے خریدا ہو اور اگر نابالغ کے واسطے کوئی بیچتر می پھر ثمن کا ضامن ہو گیا پھر ثمن کو ادا کر دیا تو قیاس چاہتا ہو کہ لڑکے سے لے لیوے اور احتساباً نہیں لے سکتا ہو اور اگر ثمن ادا کرنے کے وقت یہ کہا کہ میں اسکو ادا کرتا ہوں تاکہ اپنے لڑکے سے لے لوں تو اس سے لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر لڑکے کے واسطے کھانا یا کپڑا خریدا تو اسکا ثمن لے سکتا ہو اگرچہ گواہ نہ شکیے ہوں کیونکہ یہ اسپر واجب تھا بخلاف گھڑ یا عقار خریدنے کے کہ وہ واجب نہیں ہو یہ محیط مشرعی میں لکھا ہو۔ باپ نے اگر لڑکے کا مال فروخت کیا اور پورا ثمن لینے سے پہلے سپرد کر دیا تو ثمن پورا لینے کے واسطے بیچ کو واپس کر کے روک سکتا ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو کسی عورت نے اپنے بچے کے واسطے کوئی زمین اپنے مال سے اس شرط پر خریدی کہ اُس سے ثمن واپس نہ لیگی تو استحساناً جائز ہو اور وہ عورت اپنی ذات کے واسطے مشرعی ہوگی پھر وہ زمین اُسکی طرف سے اُنکے نابالغ لڑکے کو بطور صلہ رحم کے ہبہ ہو جاوے گی اور اسکو یہ اختیار نہیں ہو کہ وہ زمین اُس لڑکے کو نہ جسے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ ایک گھرا ایک مرد اور اسکی عورت میں مشترک تھا اور اُن دونوں سے ایک لڑکا تھا پھر عورت نے کہا کہ میں نے یہ گھر تجھ سے اپنے لڑکے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور باپ نے کہا کہ میں نے اُسکو بیچا تو جائز ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور اگر وہ دار باپ اور ایک اجنبی کے درمیان مشترک ہو اور عورت نے دونوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں سے یہ گھر اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور دونوں نے کہا کہ ہم نے بیچا تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور خدام رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا غلام اپنے واسطے بطور بیچ فاسد کے خریدا پھر وہ غلام اس سے پہلے کہ باپ اُسکو کام میں لاوے یا اسپر قبضہ کرے یا اُسکو کسی کام کا حکم دے مر گیا تو نابالغ کا مال گیا اور اگر اپنا غلام اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بطور بیچ فاسد کے بیچا پھر باپ نے اُسکو آزاد کر دیا تو جائز ہو یہ بیلا میں لکھا ہو۔ اگر باپ نے لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا پھر لڑکا نابالغ ہوا تو لڑکے کی طرف سے عمدہ باپ پر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر باپ نے کوئی شخص وکیل کیا کہ میرا غلام میرے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہیں ہو بشرطیکہ وہ لڑکا اتنا چھوٹا ہو کہ اپنے نفس کو قصیر نہ کر سکتا ہو مگر اس صورت میں جائز ہوگا کہ اُس عقد کو وکیل سے اُسکا باپ قبول کرے اور صحیح ہو کہ حقوق عقد کے وکیل کو ثابت ہوں گے اور اس بات میں مشائخ نے اختلاف کیا ہو کہ باپ کا تصرف اپنے واسطے ہوگا یا نابالغ کے واسطے اور صحیح ہو کہ یہ تصرف نابالغ کی طرف سے نائب ہو کر ہوگا اور عقد بیچ کے حقوق بیٹے کی جانب سے باپ پر ہوں گے اور جو حقوق باپ کی جانب سے ہیں وہ وکیل پر ہوں گے اور اسی طرح سے اگر دو بیٹوں میں سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ بیچنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دو شخصوں کو وکیل کیا اور اُنھوں نے باہم بیچ کی تو جائز ہو۔ باپ نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے بیٹے کا غلام فروخت کرے اور اُس وکیل نے باپ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہو یہ محیط مشرعی میں لکھا ہو





فروخت کیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کا کوئی عمارت جسکے بیچنے میں اسکی بہتری ہو فروخت کیا لیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اسکا ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشائخ نے فرمایا جو کہ بیچ جائز ہو اور اگر اسنے ثمن اپنی ذات پر خرچ کر لیا ہو تو یتیم کو اسکی ضمان دینا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وصی نے یتیم کے واسطے دوسرے یتیم سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اسنے دونوں کو تجارت کی اجازت دی تاکہ دونوں خرید فروخت کریں تو بھی جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر دونوں کے ذمہ مالوں کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ بیچ کی تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر باپ دینی ہو تو وہ بیچ بیٹوں یا انکے دونوں غلاموں کے اجازت دینے سے اسی بیچ درست ہے یہ محیط حنفی میں لکھا ہے۔ تاہم ہمارے ارکان اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا یا اسکا مال خود خرید تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز وصی سے خریدی تو جائز ہے اگرچہ اسی قاضی نے اسکو وصی بنا یا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک وصی نے یتیم کا مال اگر دوسرے وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ خاص قاضی خان میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کے قرضدار سے ایک مکان کی قیمت پچاس دینار تھی میں میں خرید پھر جب قرض پورے لیا تو بیچ کا اقالہ کر لیا پس یہ اقالہ جائز نہیں ہے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وصی نے اگر یتیم کا مال کسی مدت کے اداکار پر بیچا پس اگر یہ مدت ایسی بڑھ کر ہو کہ ایسا مال اس مدت کے اداکار نہیں فروخت ہوتا ہو تو بیچ جائز نہ ہوگی اور اگر ایسا نہ ہو لیکن مشتری سے یہ خوف ہو کہ وہ معاہدہ کر جاوے گا یا اس سے ثمن وصول نہ ہوگا تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر ان دونوں باتوں کا خوف نہ ہو تو بیچ جائز ہوگی ایک شخص نے یتیم کا مال وصی سے ایک ہزار درہم کو خریدنا چاہا اور دوسرے نے ایک ہزار ایک سو کو خریدنا چاہا اور پہلا مشتری دوسرے سے مالدار ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ وصی کو چاہیے کہ پہلے کے ہاتھ فروخت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وصی نے ترکہ اپنے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر وارث نابالغ ہوں تو اسکا ہر چیز کا فروخت کرنا خواہ زمین ہو یا حقاریا اسباب جائز ہو خواہ دروغ حاضر ہوں یا غائب ہوں خواہ میت پر قرض ہو یا نہ ہو لیکن صرف مثل قیمت پر یا ایسے دامون پر کہ جتنا لوٹا لوگ اندازہ میں اٹھاتے ہیں فروخت کر سکتا ہو اور جس مال نے شیعہ ادب القاضی میں فرمایا کہ یہ فتویٰ سلف کا ہو اور متاخرین کے نزدیک عمارت کی بیچ ان تینوں شرطوں میں سے کسی ایک کے ہونے کے ساتھ جائز ہوگی یا یہ کہ مشتری اسکی دو چند قیمت دینا چاہے یا نابالغ کو اسکی ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرض ہو کہ بدون اسکے بیچنے کے ادا نہ ہو سکے پس اگر سب وارث نابالغ ہوں اور حاضر ہوں اور میت پر قرض نہ ہو تو وصی کو ترکہ میں باطل تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن میت کے قرضے وصول کر کے وارثوں کو دیدے اور اگر میت پر قرض ہو پس اگر وہ تمام ترکہ کو بھیر لے تو اسپر اجماع ہے کہ وصی تمام ترکہ کو فروخت کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور قرضہ سے زائد کو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہ فروخت کرے اور اگر ترکہ پر قرض نہ ہو لیکن میت نے چند وصیوں کی ہوں پس اگر وہ وصیت تہائی یا اس سے کم میں ہو تو وصی اسکو جاری کر دے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو بقدر تہائی کے جاری کرے اور باقی وارثوں کا ہوگا اور اگر وصی نے کسی چیز کو

فروخت کیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کا کوئی عمارت جسکے بیچنے میں اسکی بہتری ہو فروخت کیا لیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اسکا ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشائخ نے فرمایا جو کہ بیچ جائز ہو اور اگر اسنے ثمن اپنی ذات پر خرچ کر لیا ہو تو یتیم کو اسکی ضمان دینا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وصی نے یتیم کے واسطے دوسرے یتیم سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اسنے دونوں کو تجارت کی اجازت دی تاکہ دونوں خرید فروخت کریں تو بھی جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر دونوں کے ذمہ مالوں کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ بیچ کی تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر باپ دینی ہو تو وہ بیچ بیٹوں یا انکے دونوں غلاموں کے اجازت دینے سے اسی بیچ درست ہے یہ محیط حنفی میں لکھا ہے۔ تاہم ہمارے ارکان اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا یا اسکا مال خود خرید تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز وصی سے خریدی تو جائز ہے اگرچہ اسی قاضی نے اسکو وصی بنا یا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک وصی نے یتیم کا مال اگر دوسرے وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ خاص قاضی خان میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کے قرضدار سے ایک مکان کی قیمت پچاس دینار تھی میں میں میں خرید پھر جب قرض پورے لیا تو بیچ کا اقالہ کر لیا پس یہ اقالہ جائز نہیں ہے یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وصی نے اگر یتیم کا مال کسی مدت کے اداکار پر بیچا پس اگر یہ مدت ایسی بڑھ کر ہو کہ ایسا مال اس مدت کے اداکار نہیں فروخت ہوتا ہو تو بیچ جائز نہ ہوگی اور اگر ایسا نہ ہو لیکن مشتری سے یہ خوف ہو کہ وہ معاہدہ کر جاوے گا یا اس سے ثمن وصول نہ ہوگا تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر ان دونوں باتوں کا خوف نہ ہو تو بیچ جائز ہوگی ایک شخص نے یتیم کا مال وصی سے ایک ہزار درہم کو خریدنا چاہا اور دوسرے نے ایک ہزار ایک سو کو خریدنا چاہا اور پہلا مشتری دوسرے سے مالدار ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ وصی کو چاہیے کہ پہلے کے ہاتھ فروخت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وصی نے ترکہ اپنے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر وارث نابالغ ہوں تو اسکا ہر چیز کا فروخت کرنا خواہ زمین ہو یا حقاریا اسباب جائز ہو خواہ دروغ حاضر ہوں یا غائب ہوں خواہ میت پر قرض ہو یا نہ ہو لیکن صرف مثل قیمت پر یا ایسے دامون پر کہ جتنا لوٹا لوگ اندازہ میں اٹھاتے ہیں فروخت کر سکتا ہو اور جس مال نے شیعہ ادب القاضی میں فرمایا کہ یہ فتویٰ سلف کا ہو اور متاخرین کے نزدیک عمارت کی بیچ ان تینوں شرطوں میں سے کسی ایک کے ہونے کے ساتھ جائز ہوگی یا یہ کہ مشتری اسکی دو چند قیمت دینا چاہے یا نابالغ کو اسکی ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرض ہو کہ بدون اسکے بیچنے کے ادا نہ ہو سکے پس اگر سب وارث نابالغ ہوں اور حاضر ہوں اور میت پر قرض نہ ہو تو وصی کو ترکہ میں باطل تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن میت کے قرضے وصول کر کے وارثوں کو دیدے اور اگر میت پر قرض ہو پس اگر وہ تمام ترکہ کو بھیر لے تو اسپر اجماع ہے کہ وصی تمام ترکہ کو فروخت کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور قرضہ سے زائد کو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہ فروخت کرے اور اگر ترکہ پر قرض نہ ہو لیکن میت نے چند وصیوں کی ہوں پس اگر وہ وصیت تہائی یا اس سے کم میں ہو تو وصی اسکو جاری کر دے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو بقدر تہائی کے جاری کرے اور باقی وارثوں کا ہوگا اور اگر وصی نے کسی چیز کو

ترک میں سے وصیت جاری کرنے کے واسطے بیچنا چاہا تو اسپر اجماع ہو کہ بقدر وصیت کے فروخت کرے اور وصیت سے زائد میں وہیابی اختلاف ہو جو مذکور ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ وارث اپنی خاص ملک سے قرضہ یا وصیت کو دے اور اگر انھوں نے ایسا کیا تو وصی کو ترک بیچ کا اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر وارث غائب ہوں جسکی میعاد امام محمد رحمہ سے تین دن روایت کی گئی ہو پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہ تو وصی مال منقول بیچ سکتا ہو اور عقار میں بیچ سکتا ہو اور اگر عقار کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور اس سے یہ کہ وہ اسکی بیچ کا مالک نہ ہوگا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو اسباب میں حکم یہ کہ اسکو بقدر دین کے اور اس کے زائد باطل فروخت کر سکتا ہو اور عقار کے باب میں وہی اختلاف ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اگر وارثوں میں بعض نابالغ اور بعض بالغ ہوں پس اگر بالغ غائب ہوں اور ترکہ پر قرضہ اور وصیت نہ تو وصی مال منقول کو بیچ سکتا ہو اور عقار میں سے نابالغوں کا حصہ فروخت کر سکتا ہو اور نابالغوں کے حصہ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اسی صورت میں اگر ترکہ کو قرضہ گھیرے ہوے ہو تو عقار اور مقنونات کو بیچ سکتا ہو اور اگر گھیرے ہوئے نہ تو بالاجماع عقار و مال منقول میں سے بقدر قرضہ کے بیچ سکتا ہو اور اس سے زیادہ کی بیچ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اگر بالغ وارث حاضر ہوں پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہ تو بالاجماع نابالغوں کا حصہ عقار و مقنونات سے فروخت کر سکتا ہو اور نابالغوں کے حصہ کی بیچ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو پس اگر وہ قرضہ گھیرے ہوے نہ تو وہ مال کو بیچ سکتا ہو اور اگر گھیرے ہوے نہ تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور زیادہ میں اختلاف ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور جو حکم ہم نے باپ کے وصی کا ذکر کیا وہی باپ کے وصی کے کا اور والد یعنی باپ کے باپ کے وصی کا اور اس کے وصی کے بھی کا اور قاضی کے وصی کا اور اس کے وصی کے وصی کا بھی حکم ہے پس قاضی کا وصی بھی بنزلہ باپ کے وصی کے ہو مگر صرف ایک صورت میں فرق ہو اور وہ یہ ہو کہ قاضی نے اگر کسی کو کسی قسم کا وصی کیا تو یہ وصی اسی خاص قسم کا ہوگا اور باپ نے اگر کسی کو ایک نوع کا وصی کیا تو وہ ہر طرح کا وصی ہوگا یہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا کوئی غلام یتیم کے لیے ایک ہزار درہم کو فروخت کیا کہ قیمت اسکی بھی ہزار درہم ہو اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مدت خیار کے اندر غلام کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہو گئی تو وصی کو بیچ کا نافذ کرنا جائز نہیں ہو اور یہی قول امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کا بھی ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی عورت نے اپنے شوہر کا اسباب اس کے مرنے کے بعد فروخت کیا اور یہ زعم کیا کہ وہ اسکی طرف سے وصی ہو اور اس کے شوہر کے چھوٹی بیٹی نابالغ اولاد ہیں پھر ایک مدت کے بعد اس عورت نے کہا کہ میں وصیہ نہ تھی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کے قیام میں اس عورت کی تصدین نہ کیا وگئی اور نابالغوں کے بالغ ہونے تک اس بیچ میں توقف ہوگا پس اگر انھوں نے بالغ ہونے کے بعد اس عورت کی تصدین کی کہ یہ وصیہ تھی تو اسکی بیچ جائز ہوگی اور اگر تکذیب کی تو باطل ہو جائیگی پس اگر مشتری نے اس خدیوی بیٹی زمین میں کھا دو کر اسکو درست کیا ہو تو عورت سے کچھ واپس نہ کر سیکے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عورت نے بیچ کرنے کے بعد یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں وصیہ نہ تھی اور اگر کسی نے اس کے بیٹے یا بیٹی کی عورت نے فروخت کیا حالانکہ وصیہ نہ تھی تو اس کے کا دعویٰ قابل سماعت ہوگا بشرطیکہ اس بیٹے کو تجارت یا خصوصیت میں ایسے شخص کی طرف سے کر جو

والی خصوصیت پر جیسے قاضی یا وصی وغیرہ اجازت دی گئی ہو پس اگر وہ زمین کے واپس لینے سے عاجز ہو تو اس عبودیت سے اس چیز کی جو آئینہ فروخت کی تھی قیمت کی ضمانت لیکنا بنا براس روایت کے کہ بائع عقار کو بچ کر دینے اور سپرد کر دینے سے اس کی قیمت کا ضامن ہوتا ہے یہ خاص قاضی خان میں لکھا ہے۔ لڑکے یا بچوں کو قوت کا باپ یا باپ کا باپ یا وصی موجود ہے تو قاضی نے اس لڑکے یا بچوں کو تجارت کی اجازت دی اور باپ نے انکار کیا تو اس کی اجازت جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت باپ یا وصی کی ولایت سے مؤخر ہو کر ذاتی القنیہ

**اٹھارہواں باب - بچ سلم کے بیان میں اور اس میں چھ فصلیں ہیں - فصل اول - اس کی تفسیر اور کن**  
اور شرائط اور حکم کے بیان میں۔ بچ سلم ایک ایسا عقد ہے کہ اس سے زمین یا فضل ملک ثابت ہوتی ہے اور  
مشتق میں کسی مدت پر ملک ثابت ہوتی ہے اور کن بچ سلم کا یہ ہے کہ دوسرے سے کہے کہ میں نے تجھ کو دس درم  
ایک کرگیوں کے عوض سلم میں بے یا سلف میں دینا اور دیکھ کہ میں نے قبول کیے اور حسن کی روایت کے موافق بچ سلم  
لفظ بچ کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتی ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط مہر خسی میں لکھا ہے۔ بچ سلم کی شرطیں دو طرح  
کی ہیں ایک وہ کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہے اور دوسری بدن کی طرف رجوع کرتی ہے جو شرط کہ نفس  
عقد کی طرف رجوع کرتی ہے وہ ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والوں کو یا ایک کو اس عقد میں  
شرط اختیار نہ ہو بخلاف مستحق کے اختیار کے کہ اس سے بچ سلم باطل نہیں ہوتی ہر جہ سے کہ اس المال کا اگر توفیق شخص  
مستحق پیدا ہو حالانکہ دونوں عقد کرنے والے قبضہ کر کے جدا ہو چکے ہوں پھر مستحق اجازت دے تو بچ سلم صحیح  
ہو اور اگر شرط و اسے نے بدنی، جدائی سے پہلے اپنا اختیار باطل کر دیا اور اس المال مسلم علیہ کے پاس قائم ہو تو  
وہ عقد ہمارے نزدیک جائز ہو جائیگا اور اگر اس المال تلف ہو گیا یا اسے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع جائز  
نہو جائیگا یہ بدلے میں لکھا ہے اور جو شرطیں کہ بدل کی طرف رجوع کرتی ہیں وہ سولہ ہیں ان میں سے چھ اس مال  
میں اور دس سلم فیہ میں ہیں پس اس المال کی شرطوں میں ایک یہ ہے کہ اس المال کی جس بیان کرے کہ وہ عدم  
ہیں یا دینار میں یا اپنے کی چیزوں میں سے شل گیوں یا چونے ہو اور دوسری یہ کہ اس کی توفیق بیان کرے کہ یہ  
درم غطرنجی ہیں یا عدالی یا دینار محجودی ہیں یا ہروی ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس شخص میں فتوہ و خلافہ رائج ہوں  
اور اگر ایک ہی قسم کا نقد رائج ہو تو جس کا ذکر کرنا کافی ہو اور تیسری صفت کا بیان کرنا چاہیے کہ وہ حیدر ہو یا رومی  
ہو یا مدیاتی ہو کر ذاتی انسان یا اور چوتھی اس المال کی مقدار بیان کرنا چاہیے ایسی چیزوں میں کہ جنکی مقدار  
کے ساتھ عقد متعلق ہوتا ہے جیسے کیلی اور وزنی اور عدوی چیزیں اگرچہ اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو اور امام ابو یوسف  
اور امام محمد رحمہ لے فرمایا کہ اشارہ سے معین کر دینے کے بعد اس کی مقدار کا پہچانا شرط نہیں ہو پس اگر کسی نے  
دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ ہارم ایک کرگیوں کے عوض تجھ کو سلم میں دیے اور وہ ہوں کا وزن نہ معلوم ہوا یا  
کہا کہ میں نے یہ گیوں تجھ کو اتنے سن زعفران کے عوض سلم میں دیے اور گیوں کی مقدار نہ معلوم ہوئی تو امام اعظم رحمہ  
کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک صحیح ہے کہ ذاتی الکافی۔ اور اگر اس المال ایسی چیزوں میں سے ہو  
کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق نہیں ہوتا ہے ان میں مقدار سے آگاہ کرنا شرط نہیں ہے اور بالاجماع اشارہ پر اکتفا  
کیا جائیگا یہ بدلے میں لکھا ہے اور اگر وہ مختلف چیزوں میں بچ سلم ٹھہرائی اور اس المال کی یا ذاتی چیزوں میں سے ہے

وہ غلط ہے کہ اس میں بچ سلم کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک وہ کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہے اور دوسری بدن کی طرف رجوع کرتی ہے جو شرط کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہے وہ ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والوں کو یا ایک کو اس عقد میں شرط اختیار نہ ہو بخلاف مستحق کے اختیار کے کہ اس سے بچ سلم باطل نہیں ہوتی ہر جہ سے کہ اس المال کا اگر توفیق شخص مستحق پیدا ہو حالانکہ دونوں عقد کرنے والے قبضہ کر کے جدا ہو چکے ہوں پھر مستحق اجازت دے تو بچ سلم صحیح ہو اور اگر شرط و اسے نے بدنی، جدائی سے پہلے اپنا اختیار باطل کر دیا اور اس المال مسلم علیہ کے پاس قائم ہو تو وہ عقد ہمارے نزدیک جائز ہو جائیگا اور اگر اس المال تلف ہو گیا یا اسے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع جائز نہو جائیگا یہ بدلے میں لکھا ہے اور جو شرطیں کہ بدل کی طرف رجوع کرتی ہیں وہ سولہ ہیں ان میں سے چھ اس مال میں اور دس سلم فیہ میں ہیں پس اس المال کی شرطوں میں ایک یہ ہے کہ اس المال کی جس بیان کرے کہ وہ عدم ہیں یا دینار میں یا اپنے کی چیزوں میں سے شل گیوں یا چونے ہو اور دوسری یہ کہ اس کی توفیق بیان کرے کہ یہ درم غطرنجی ہیں یا عدالی یا دینار محجودی ہیں یا ہروی ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس شخص میں فتوہ و خلافہ رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا نقد رائج ہو تو جس کا ذکر کرنا کافی ہو اور تیسری صفت کا بیان کرنا چاہیے کہ وہ حیدر ہو یا رومی ہو یا مدیاتی ہو کر ذاتی انسان یا اور چوتھی اس المال کی مقدار بیان کرنا چاہیے ایسی چیزوں میں کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق ہوتا ہے جیسے کیلی اور وزنی اور عدوی چیزیں اگرچہ اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ لے فرمایا کہ اشارہ سے معین کر دینے کے بعد اس کی مقدار کا پہچانا شرط نہیں ہو پس اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ ہارم ایک کرگیوں کے عوض تجھ کو سلم میں دیے اور وہ ہوں کا وزن نہ معلوم ہوا یا کہا کہ میں نے یہ گیوں تجھ کو اتنے سن زعفران کے عوض سلم میں دیے اور گیوں کی مقدار نہ معلوم ہوئی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک صحیح ہے کہ ذاتی الکافی۔ اور اگر اس المال ایسی چیزوں میں سے ہو کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق نہیں ہوتا ہے ان میں مقدار سے آگاہ کرنا شرط نہیں ہے اور بالاجماع اشارہ پر اکتفا کیا جائیگا یہ بدلے میں لکھا ہے اور اگر وہ مختلف چیزوں میں بچ سلم ٹھہرائی اور اس المال کی یا ذاتی چیزوں میں سے ہے

تو امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق جب تک دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ اس المال میں سے نہ بیان کرے سلم جائز نہ ہوگی اور اگر اس المال کیلی اور وزنی چیز کے سوا ہو تو اس تفصیل کی حاجت نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ان سب میں جائز ہو کذا فی النکاح ہی۔ اگر دو حبیبین سلم ہو تو ہر ایک کی مقدار نہ بیان کی تو دونوں کی سلم صحیح نہوگی یہ بھر الرائق میں لکھا ہے۔ اور باپچون شرط درم اور دینار دین کا منتقد ہونا چاہیے اور یہ بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک مقدار سے آگاہ کرنے کے ساتھ جائز ہونے کی شرط ہے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اور چوتھی یہ کہ اس المال مجلس سلم میں قبضہ میں آنا چاہیے خواہ وہ اس المال دین ہو یا عین اور یہ عامہ علماء کے نزدیک استقامت شرط ہے خواہ اول مجلس میں قبضہ کیا یا آخر میں کیونکہ مجلس کی سب ساتون کا حکم ایک ہے اور ایسے ہی اگر آپس قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کھڑے ہو کر چلنے لگے پھر بدنی حدانی سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور نو اور میں لکھا ہے کہ اگر وہ دونوں نے عقد سلم کیا اور ایک میل یا زیادہ چلے اور ایک دوسرے کی نظر سے غائب نہوا پھر اس المال قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر وہ دونوں یا ایک سو گیا پس اگر وہ دونوں بیٹھے تھے تو یہ حدانی میں شمار نہیں ہے کیونکہ اس سے احتراز کرنا دشوار ہے۔ اور اگر وہ دونوں لیٹے تھے تو یہ حدانی میں شمار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ کسی نے دس درم دس فضیر گہون کے عوض سلم میں دیے اور درم آ کے پاس نہ تھے پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تاکہ درم لاوے پس اگر ایسی جگہ گیا ہے کہ اسکو سلم الیہ دیکھتا تھا تو سلم باطل نہوگی اور اگر اسکی آنکھ سے پوشیدہ ہوا تو باطل ہو جاوے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک شخص پانی میں گھسا اور اس میں غوطہ لگا یا پس اگر پانی ایسا صاف تھا کہ بعد غوطہ کے نظر آتا تھا تو حدائی ثابت نہوگی اور اگر گند لا تھا کہ بعد غوطہ کے نظر نہ آیا تو حدائی ثابت ہو جاوے گی یہ مختار افکار سے میں لکھا ہے۔ اگر مسلم ایسے اس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کیا تب تک اس پر جبر کرے یا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جو شرطیں کہ مسلم فیہ میں ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم فیہ کی جنس مثلاً گہون یا جو بیان کرنا چاہیے اور دوسری اسکی قسم کہ مثلاً خشکی کے گہون یا پھاڑی میں بیان کرنا چاہیے تیسری گہون کی صفات کہ جید ہیں یا ردی یا درمیانی بیان کرنا چاہیے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے گہون کے سلم میں بیان کیا کہ گندم نیکو۔ یا نیک یا سہوے کھڑے تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ کتاب میں لکھا ہے۔ اور جو تھی یہ کہ سلم فیہ کی مقدار پیمانہ یا وزن یا عدد یا گز سے معلوم ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہ چاہیے کہ اسکی قدر ایسی مقدار سے معلوم ہو کہ جس مقدار کی لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہو اور اگر اسکی مقدار کسی عین پیمانہ سے معلوم کی جائے جیسے کہا کہ اس خاص برتن کے پیمانہ یا اس پتھر کے وزن سے لیتا تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس برتن میں کس قدر ساتا ہے یا اس پتھر کا کیا وزن ہے جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور ایسے ہی گزوں سے کہنے کی چیزوں میں چاہیے کہ اسکی مقدار ایسے گزوں سے بیان کی جاوے کہ جگا لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہو پس اگر کوئی عین گڑھی کو بتلایا کہ جسکی ناپ نہیں معلوم ہے یا اپنے ہاتھ کی ناپ یا فلان شخص کے ہاتھ کی ناپ بتلانی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا پیمانہ یا اسکا گز عام لوگوں کے گز اور پیمانہ سے متاثر ہو تو اس کے حساب سے بیع سلم صحیح نہیں ہے اور اگر اسکا گز یا پیمانہ عام لوگوں کے موافق ہو تو





پس اگر کوئی مکان معین کیا تو بعضوں نے کہا جو کہ متعین ہو گا کہ نکر ایسی چیز کے لیا جانے میں کچھ بار برداری نہیں ہو اور نہ جگہ کے بدلنے سے اس کی مالیت بدلتی ہو اور بعضوں نے کہا جو کہ متعین ہو گا اور یہی اصح ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے اور اگر سند یا پٹا کی چوٹی پر ایسی چیزوں میں کرہن میں بار برداری اور شقت ہو بچہ سلم کی توجہ نشا بیکان وہاں سے قریب ہو گا اس مکان میں داکر سے کا یہ تیا بچہ میں لکھا ہے اور دسویں شعر یہ ہے کہ دونوں ہر لون کو کوئی وصف علت رہو کا شامل نہو اور وہ تالو و جنبس ہے اور یہ ہر جگہ جاری ہے مگر شنون میں نہیں جاری ہے کہ ان کا سلوڑ فی پیزوں میں لوگوں کی عزت کی وجہ سے جائز ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ بچہ سلم کا حکم یہ ہے کہ رب السلم کو سلم فیہ میں ایک۔ مدت پر ملکیت ثابت ہوتی ہے اور سلم الیہ کو اس المال میں و موصوفت میں فی الحال ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ نہ یہ میں لکھا ہے۔ اور بچہ سلم صحیح ہو گئی اور سلم الیہ نے مسلم فیہ کو حاضر کیا تو رب السلم کو اس میں نیار نہو گا ملا اس صورت میں کہ اپنی شرط کے برخلاف پاسے تو اس صورت میں سلم الیہ پر جبر کیا جائیگا کہ میں چیز پر عقد ہو اُسکو حاضر کرے یہ نیا بچہ میں لکھا ہے۔

## دوسری فصل

دوسری فصل: ان کے بیان میں جن میں سلم جائز اور جن میں جائز نہیں ہو اگر کوئی ہر وی کپڑا ہر وی کپڑے کی سلم میں دیا تو جائز نہیں ہو اور اگر ایک تفتیز گیدوان کو ایک تفتیز جو کی سلم میں دیا تو بھی جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی چیز کو وزنی چیز کی سلم میں دیا تو جائز ہو بشرطیکہ وزنی چیز مسلم نہ ہوئے کی معاشرت رکھتی ہو اس طرح کہ اسکا وصفت بیان کر دینے سے بیعت متعین ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو جائز نہیں ہو حتیٰ کہ اگر گھوٹ کو سونے یا چاندی کی سلم میں دیا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہو اور عقد باطل ہو گا اور یہی اصح ہے اور وزنی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اور وزنی کو وزنی کی سلم میں دینا جبکہ دونوں عقد میں متعین ہو جائے ہوں جیسے لوبا اور زعفران تو جائز نہیں ہو اور اگر دم و دینار کو وزنی کی سلم میں دیا تو جائز ہو اور اگر گلابی ہوئی چاندی یا سونے کا پتہ یا ڈھلا ہوا سونا چاندی زعفران کی سلم میں دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہو اور اگر پیسوں کو وزنی چیز کی سلم میں دیا تو جائز ہو مگر جب پیسوں کو اسی جنس میں دیا تو جائز نہیں ہو اگر پتیل کے برتن وزنی چیز کی سلم میں دیے پس اگر یہ برتن وزن سے بکے ہوں تو جائز نہیں ہو اور اگر گنتی سے بکے ہوں تو جائز ہے لیکن اگر برتنوں کو اپنی جنس کے ساتھ بچا تو جائز نہیں ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہو۔ کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز نہیں ہو اور اگر کیلی یا وزنی چیز نہ ہو اور دونوں کی قسم مختلف ہو تو ایسی ایک چیز کو دو کے عوض ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور اوصاف فروخت کرنے کا بھی کچھ ڈر نہیں ہو بشرطیکہ وہ مسلم نہ وصفت بیان کر دینے سے ایسی ہو جائے کہ شبلی چیزوں کے ساتھ ملجائے اور اگر ایسی نہ ہو تو جائز نہیں ہو حتیٰ کہ اگر ایک ہر وی کپڑا ایک ہر وی کپڑا جو ہر یا موتی کے سلم میں دیا تو جائز نہیں ہو اور یہی حکم ہمارے نزدیک حیوانات میں ہو اور اگر غیر کیلی یا وزنی چیز میں ایک قسم کی ہوں تو ہمارے علماء کے قول پر دو چیزوں کو ایک کے عوض ہاتھوں ہاتھ دینا روا ہے اور اس میں اوصاف بہتر نہیں ہے حتیٰ کہ اگر دو کپڑے ہر وی ایک ہر وی کی سلم میں دیے تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اگر کیلی چیز کو کیلی اور وزنی چیز کی سلم میں دیا یا کسی چیز کو اسکی جنس اور غیر جنس کی سلم میں دیا تو امام اعظم رحمہ

۲۰  
تذکرہ  
بازار کلاں  
سکسٹر  
صدر زمیندار  
عالمہ شہزادہ  
یاقوت خانم  
آدم خان صاحب  
نور الدین صاحب  
شیریں صاحب  
فضل مسعود  
ایم جی دوہین  
ایم جی اوز

نزدیک تمام کا عقد باطل ہو اور صاحبین کے نزدیک وزنی کے حصہ اور فی جنس کے حصہ میں صحیح ہو بیعہ بچہ سلم لکھا ہے۔ اور اگر کسی چیز کو ایک ذرع کی کیلی اور وزنی چیز کی سلم میں دیا اس شرط پر کہ بعض کی مدت لکھی ہو اور بعض کی مدت دو مہرے وقت ہو تو روا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ بیان کرنے کی احتیاج نہیں ہے اور اگر رب اسلم سلم قبضہ نہیں کیا بیان تک کہ سلم فیہ جاتی رہی اور اسکا مثل معدوم ہو گیا تو ہمارے یونانی اماموں کے نزدیک سلم باطل نہوگی لیکن رب اسلم کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس کے مثل موجود ہوئے تک انتظار کر کے اسکو لے ورنہ اپنا اس المال لے لیوے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر درون کو زعفران کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور پیسوں کو ہے اور رصاص کے مانند چیزوں کی سلم میں دینا روا ہے اور اگر پیسوں کو پتیل کی سلم میں دیا تو جائز نہیں ہے اور پیسوں سے مراد راج پیسے ہیں اگر غیر راج ہوں تو انکو لو ہے اور راتلہ کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور اگر تیر وغیرہ کی پوریان یا تلوار کو لو ہے کی سلم میں دیوے تو جائز نہیں ہے اور اگر تلوار کو پتیل کی سلم میں دیا تو جائز ہے بشرطیکہ تلوار گنتی سے بکتی ہو اور اگر وزن سے بکتی ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور گیہوں کو میعاد دی درہوں کی سلم میں دینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور جب اسکا سلم صحیح نہیں ہو تو عیسیٰ بن ابان نے فرمایا کہ عقد بالکل باطل ہو گا اور شمس الائمہ سرحدی نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے یہ ظہیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کیلی چیز میں بحساب وزن کے سلم قرار دی تو اس میں دو روایتیں ہیں اور جائز ہونے پر اجماع ہے اور اسی طرح اگر وزنی چیز میں بحساب پیمانہ کے سلم قرار دی تو بھی یہی اختلاف ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر دودھ کے موجود ہونے کے وقت اس میں بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی معلوم معلوم تک سلم بٹھرائی تو جائز ہے اور یہی حکم سرکہ اور شیرہ انگور کا ہے پھر شمس الائمہ نے فرمایا کہ دودھ میں وقت کی قید لگانا ان کے شہروں کے موافق ہے اسلئے کہ ان کے بیان کبھی کبھی دودھ کا بازار میں آنا موقوف ہو جاتا ہے اور ہمارے ملکوں میں موقوف نہیں ہوتا تو ہر وقت جائز ہے اور یہی حال سرکہ کا ہے مگر شیرہ انگور ہر وقت نہیں پایا جاتا پس اسکی سلم میں وقت کی شرط کرنی چاہیے یہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ اور گھی کی سلم میں پیمانہ اور وزن سے چٹا جائز ہے مگر امام محمد نے ایک روایت میں آیا ہے کہ وزن سے نہیں جائز ہے اور ایسے ہی ہر چیز جو رطل سے تولی جاتی ہو اسکا پیمانہ اور وزن سے چٹا جائز ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے گیہوں کی سلم میں ان کے موجود ہونے سے پہلے بیع قرار دی تو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر کسی خاص مقام میں گیہوں میں سلم قرار دی پس اگر اس کے جاتے رہنے کا گمان نہ ہو تو سلم جائز ہوگی اور اسی طرح اگر کسی بڑے شہر مثل سمرقند و بخارا کے اناج میں سلم قرار دی تو بھی یہی حکم ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ شہر کے اناج میں جائز نہیں ولایت اناج میں جائز ہے اور صحیح ہے کہ جس جگہ کا اناج بیان کیا گیا اگر غالباً اسکا اناج معدوم نہوے تو وہ سلم جائز ہوگی خواہ وہ کوئی ولایت ہو یا بڑا شہر ہو اور اگر اسکا اناج معدوم ہونے کا خوف ہو جیسے کوئی خاص زمین یا گاؤں تو اسکی سلم جائز نہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر قرعہ کی طرف نسبت کرنا صرف صفت بیان کرنے کی واسطے ہو جیسے بخارا کی حشرانی تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ہر گز کے گیہوں میں سلم قرار دی تو جائز نہیں ہے اور اگر ہرات کے پٹرون میں سلم قرار دی پس اگر سلم کی پوری شہر میں بیان کیں تو جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے

نہایت ہندہ کتاب البیوع باب بیعہ بچہ سلم کے بیان میں

اور نوادرا بن سماعہ میں ہے کہ بعد اذکار مروی کپڑا مروی کی سلم میں دینا جائز ہے اور ایسے ہی مروی بغداد کو مروی ابو ہریرہ اور مروی واسطہ کی سلم میں دینا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ہرات کی۔ دینی ہراتی کپڑے کی سلم میں دیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر بانوں کو بانوں کے وزے یا سوت کے بندے کی سلم میں دیا یا خز کو خز کے کپڑے کی سلم میں دیا پس اگر وہ ٹوٹ کر بال نہ ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اگر سوت کو سوت کے کپڑے کی سلم میں دیا تو جائز ہے یہ محیط سرخس میں لکھا ہے۔ اور جو گنتی کی چیزیں ایسی ہوں کہ امن کے حدود میں فرق ہو جیسے انار اور خرپوزہ وغیرہ تو ان کی سلم گنتی سے جائز نہیں ہے یہ حادی میں لکھا ہے اور جو گنتی کی چیزیں باہم قریب ہوں ان میں جائز ہوتے کہ اخروٹ اور انڈے میں گنتی سے اور پیسائے اور وزن سے بھی جائز ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اخروٹ اور انڈے کی سلم میں جبکہ مرئی یا بطل کا اندام بیان کر دیا تو جائز ہے اگرچہ حیدر اور مروی نہ بیان کیا ہو یہ محیط سرخس میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جن حدودی چیزوں کے اعداد جدا جدا قیمت سے جکتے ہوں یعنی ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہو وہ حدودی متفاوت کسلاقی ہیں اور ہر ایک کے ہر ایک عدد کی قیمت یکساں ہو وہ حدودی متقارب ہیں یعنی ہر ایک برابر ہیں اور بھی امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر بطل کے انڈوں کو مرغی کے انڈوں کے انڈوں کو مرغی کے انڈوں کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور اگر مرغی کے انڈوں کو ان دو دونوں میں سے کسی کے انڈوں کی سلم میں پس اگر ایسے وقت میں دیا کہ ان دو دونوں کے انڈے ملتے ہیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کاغذ میں گنتی کی راہ سے سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر وزن سے ٹھہرائی تو میں نے خاصے میں دیکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے یہ مصنفات میں لکھا ہے اور پیسوں میں گنتی سے سلم ٹھہرانا ظاہر روایت میں جائز ہے کذا فی النیابج اور یہی صحیح ہے نہ یہ میں لکھا ہے بیکنون کی سلم گنتی سے صحیح ہے اور یہی حال سیب وغیرہ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور جس رحمہ اللہ اتھالے نے روایت کی ہے کہ پیاز اور لسن کی سلم پیمانہ اور گنتی سے جائز ہے کیونکہ وہ حدودی متقارب ہے یہ محیط سرخس میں لکھا ہے۔ اور امام نے فرمایا کہ شیشہ کی سلم میں بہتری نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ ٹوٹا ہوا ہو پس اسکا وزن معلوم شرط کیا جائے اور یہی حال زجاج کا ہے یہ بسوط میں لکھا ہے۔ یتیمہ میں لکھا ہے کہ اگر سنوٹے اور چاندی کے برتن میں سلم قرار دی اور اس المال میں سونا ٹھہرایا تو سلم جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے اور جو برتن شیشہ سے بنائے جاتے ہیں ان کی سلم بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حدودی متفاوت ہیں تاہم کی سلم جائز ہے جبکہ اس کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی جائے اور مٹی کے پختہ برتن کی سلم اگر اس کی کوئی ایسی نوع بیان کی جائے جو لوگوں کو معلوم ہے تو جائز ہے اور کوڑوں کا بھی یہی حکم ہے یہ طبرہ میں لکھا ہے۔ کچی اور پکی انیٹوں کی بیچ سلم روا ہے جبکہ اسکا پیمانہ معلوم بیان کر دیا جاوے اور پیمانہ معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اسکا طول اور عرض۔ عرض عام لوگوں کے استعمالی گز ہے بیان کر دیا جائے اور اگر اس شہر کے لوگوں نے انیٹوں کا ایک ہی پیمانہ کیا ہو تو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے یہ پنا بیچ میں لکھا ہے اور ایسے ہی کپڑوں کی بیچ سلم میں ان کا طول عرض معلوم گز سے بیان کرنے کے بعد جائز ہے خواہ کپڑا مروی کا ہو یا ریشم کا اور سوت کے کپڑے میں وزن ذکر کرنا ضرور نہیں ہے اور حریر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ذکر وزن نہ ہے یہ خاصے قاضی خان میں

فتاویٰ ہندیہ کنڈہ لیسوا باب ہندویم بیچ سلم کی بیان میں



لکھا ہے۔ اور اگر وزن بیان کیا اور گزنہ بیان کیے تو بیج سلم جائز نہوگی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ اگر حریمین وزن شرط کیا اور گزون کی شرط نہ کی تو بیج کا جائز نہونا سوقت ہے کہ جب ہرگز کا شن نہ بیان کیا ہو اور اگر ہرگز کا شن بیان کر دیا تو جائز ہو اور اگر خزن کے پڑے میں سلم ٹھہرائی پس اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو جائز ہو اور اگر وزن بیان کیا اور طول و عرض و رقعہ نہ بیان کیا تو جائز نہیں ہو اور ایک روایت آئی ہے کہ اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو بھی جائز نہیں ہو یہ قماشے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر چند گزون کی مطلقاً شرط کی تو دو وزن کا لحاظ کر کے درمیانی گز سے دیا جاویگا اور واضح ہو کہ بعض مشائخ نے کہا کہ درمیانی گز سے دینے سے یہ مراد ہو کہ گز سے درمیانی طور پر ناپا جاویگا کہ نہ بہت کھینچا جائے اور نہ ڈھیلا کیا جاوے اور بعضے مشائخ نے یہ کہا کہ گز سے مراد یہی گز ہو اور وہ بازاروں میں چھوٹا بڑا اور درمیانی ہوتا ہو پس مراد درمیانی گز ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ جب بیج سلم میں گز مطلقاً چھوڑ دیا تو ان دو وزن معنی کا لحاظ کیا جاویگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اصل میں لکھا ہے کہ اخیر کی سلم میں اگر اُسکا پیمانہ معلوم ہو اور پیمانہ اُسکا وہ جو اگل ہو جس میں اخیر پھرے جاتے ہیں تو جائز ہے ورنہ بہتر نہیں ہو اور مشائخ نے اُسکے باب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ وہ ہر حال میں کیلی ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر دوگون میں وزن سے بکنے کا عرف ہو تو وزنی ہے اور اگر پیمانہ سے بکنے کا عرف ہو تو کیلی ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ مستاروں اور کان کی مٹی میں بیج سلم جائز نہیں ہو یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے پھونے اور چٹائی اور پوریوں کی بیج سلم میں اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی ہو تو جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور جو مال اور موزے اور چادر وزن کی اگر صفت معلوم ہو اور طول و عرض اور رقعہ معلوم ہو تو جائز ہو اور پستون میں جائز نہیں ہو کیونکہ ان میں باہم تفاوت ہوتا ہو یہ محیط مشرعی میں لکھا ہے اونٹ اور گھاسے اور بکری کے چڑے کی بیج سلم میں بہتری نہیں لینے فار وادی اور اگر اُس میں سے کسی کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور مبسوط میں ہو کہ چڑے کی سلم جائز نہیں ہو مگر اُس صورت میں کہ جب اُسکی کوئی ایسی قسم ہو کہ جسکا علول و عرض اور جید ہونا معلوم ہو تو کپڑے کے مانند جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر چھڑا وزن سے بکتا ہو تو اُسکی سلم میں وزن اس طرح ذکر کرنے سے کہ جس سے لین دین میں جھگڑا نہ ہو جائز ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور سہری اور پالیوں میں نہیں جائز ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے نزدیک گوشت میں سلم صحیح نہیں ہو اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہو بشرطیکہ اُس کی جنس اور نوع اور اسن اور جگہ بلکہ صفت اور مقدار بیان کر دی جاوے مثلاً بکری خضی دو دانہ والی کے پہلو اور دان میں سے خرہ سورطل اور بڈی کے گودہ میں دور وایتین آئی ہیں اور صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہو اور حقائق اور حیوان میں لکھا ہے کہ فتوے صاحبین کے قول پر ہو اور جب حاکم نے اس کے جواز کا حکم دیا تو بالافتاق صحیح ہوا بیجا اور سبکی اور حربی کی سلم سب کے نزدیک صحیح ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور مچلی کی سلم میں یا تازہ مچلی ہوگی یا خشک نمک دار اور سلم یا گنتی سے ہوگی یا وزن سے پس اگر اُسے گنتی سے سلم ٹھہرائی تو جائز نہیں خواہ مچلی تر ہو یا اور اگر وزن سے ٹھہرائی پس اگر مچلی خشک ہو تو جائز ہو اور اگر تر ہو پس اگر عقد سلم اُس مچلی کے موجود

دفعہ اول  
اُسکا پیمانہ  
معلوم ہو  
اور اگر گز  
معلوم ہو  
اور اگر صفت  
معلوم ہو  
اور اگر طول  
و عرض  
معلوم ہو  
اور اگر رقعہ  
معلوم ہو  
تو جائز  
ہو



بیان کردی اور اسکا طول اور موٹائی اور میاں و اور وہ مکان کہ جس میں ادا کیے جاوین بیان کر کے بیع سلم کی توجائز ہو اور یہی حکم ساکھ اور عیدان اور کتری اور نزل کا ہو اور نزل میں موٹائی بیان کرنے کی صورت یہ ہو کہ بالشت یا گزہ وغیرہ کے انداز سے جس سے اسکا گٹھا باندھا جاتا ہو بیان کرے یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اور در طبعہ کی سلم میں بہتری نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور سوت شلی چیز دن میں ہو اسکو شمس الائمہ سرخنی نے بیان کیا ہو اور طحاوی نے ذکر کیا ہو کہ جو زنی چیز ہو وہ شلی ہو یہ عظیمین لکھا ہو اور طشت اور قلعہ اور موزون اور ایسی چیز دن کی بیع سلم میں کچھ خوف نہیں ہو بشرطیکہ انکی شناخت ہو سکے ورنہ بہتری نہیں ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہو۔ اور کٹ کی بیع سلم میں وزن کے حساب سے کچھ خوف نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور اگر پانی میں وزن کے حساب سے بیع سلم ٹھہرائی اور پانی کے خاص معلوم گھاٹ بتلا دیے توجائز ہو اور جب پانی میں جائز ہو تو برت میں بھی جائز ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان

**فصل فی بیع سلم** ان احکام کے بیان میں جو اس المال اور سلم فیہ پر قبضہ کرنے سے متعلق ہیں۔ سلم الیہ کو جائز نہیں ہو کہ اس المال سے رب سلم کو بری کر دے اور اگر اُسے بری کیا اور رب سلم نے برائت قبول کر لی تو عقد سلم باطل ہو جاوے گا اور اگر قبول نہ کی تو باطل نہ ہوگا یہ عظیمین لکھا ہو۔ اور یہ جائز نہیں ہو کہ اس المال کے عوض کوئی چیز اُسکے غیر بیس کی یوے اور اگر اسی جنس سے اُس سے جید یا اُس سے روئی دیا اور سلم الیہ نے روئی کو اختیار کر لیا تو جائز ہو اور اگر اُسکے حق سے جید دیا تو اُسکے لینے پر مجبور کیا جاوے گا اور امام زفر نے فرمایا کہ مجبور نہ کیا جاوے گا اور اپنی رضامندی سے بیگا اور یہی مختار ہو یہ سراج الراجح میں لکھا ہو۔ اور سلم فیہ کے عوض کوئی چیز بدلنا جائز نہیں ہو اور اگر سلم الیہ نے بجائے روئی کے جید دیا تو چارے نزویک رب سلم پر اُس کے قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاوے گا اور اگر بجائے جید کے روئی دیا تو جبر نہ کیا جاوے گا اور اگر سلم میں جید پر اٹھنا تھا اور وہ روئی لایا اور کہا کہ تو اُسکو لے لے اور میں ایک دم ٹھکروا پس دو ٹھکا تو اس قسم کے آٹھ منسلکے تھکے ہیں چار منہ گزوں کی چیزوں میں اور چار کیلی اور وزنی چیزوں میں پس گزوں کی چیزوں کے یہ ہیں کہ اگر سلم میں ایک کپڑا اٹھنا تھا پھر سلم الیہ اُس سے وصفت میں بڑھکر یا گز میں بڑھکر لایا اور کہا کہ تو اُسکو لے اور ٹھکروا ایک دم بڑھاوے تو جائز ہو اور یہ دم کی زیادتی بمقابلہ زیادتی غوبی یا گز کے ہوگی اور اگر روئی کپڑا لایا یا وہ ایک گز کم تھا اور کہا کہ تو اُسکو لے اور میں ٹھکروا ایک دم واپس دو ٹھکا اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر اُس نے روئی دیکر یہ نہ کہا کہ میں ٹھکروا ایک دم واپس دو ٹھکا اور رب سلم نے قبول کر لیا تو جائز ہو اور یہ وصفت سے برائت کرنے میں شمار ہوگا اور اگر سلم کیلی یا وزنی چیزوں میں ہو مثلاً دس فیغز گیہوں کے عوض دس دم دیے تھے اور وہ جید گیہوں لایا اور کہا کہ اُسکو لے اور ایک دم بڑھاوے تو جائز نہیں ہو اور اگر گیارہ فیغز لایا اور کہا کہ اُسکو لے اور ایک دم بڑھاوے یا نو فیغز لا کر دین اور کہا کہ ایک دم واپس کرو وٹھکا اور اُس نے قبول کر لیا تو جائز ہو اور اگر دس فیغز روئی گیہوں لایا اور کہا کہ تو اُسکو قبول کر لے اور میں ایک دم واپس دو ٹھکا تو جائز نہیں ہو اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہو کہ سب صورتوں میں جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اس المال کے عوض کوئی شے رہن کرنا یا کسی پر حوالہ کرنا یا اسکا کفیل کر دینا صحیح ہے پس اگر رب سلم اور سلم الیہ اس المال پر قبضہ نہ نہ پٹے جدا ہو گئے تو عقد باطل ہو جاوے گا اگرچہ جس شخص نے ضمانت کی ہو یا جبراً کر یا یہ بطن میں

فتاویٰ ہند کے کتاب لیوے باب بیروہم بیع سلم کے بیان میں  
بیع سلم کی توجائز ہو اور یہی حکم ساکھ اور عیدان اور کتری اور نزل کا ہو اور نزل میں موٹائی بیان کرنے کی صورت یہ ہو کہ بالشت یا گزہ وغیرہ کے انداز سے جس سے اسکا گٹھا باندھا جاتا ہو بیان کرے یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اور در طبعہ کی سلم میں بہتری نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور سوت شلی چیز دن میں ہو اسکو شمس الائمہ سرخنی نے بیان کیا ہو اور طحاوی نے ذکر کیا ہو کہ جو زنی چیز ہو وہ شلی ہو یہ عظیمین لکھا ہو اور طشت اور قلعہ اور موزون اور ایسی چیز دن کی بیع سلم میں کچھ خوف نہیں ہو بشرطیکہ انکی شناخت ہو سکے ورنہ بہتری نہیں ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہو۔ اور کٹ کی بیع سلم میں وزن کے حساب سے کچھ خوف نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور اگر پانی میں وزن کے حساب سے بیع سلم ٹھہرائی اور پانی کے خاص معلوم گھاٹ بتلا دیے توجائز ہو اور جب پانی میں جائز ہو تو برت میں بھی جائز ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان

موجود ہو اور اگر دونوں عقد کرنے والے نبیوں میں موجود ہوں تو کفیل کا یا اس شخص کا سپر حوالہ کیا ہو جدا ہو جانا  
مقرر نہیں ہو اور اگر اس المال نے عین کچھ نہ بہن کر لیا اور دونوں جدا ہو گئے حالانکہ بہن قائم ہو تو عقد ثلث  
جاویدگا اور اگر بہن اسی مجلس میں تلف ہو گیا تو عقد سلم اپنی صحت پر رہیگا اور اگر مسلم فیہ کے عوض بہن لیا اور  
وہ تلف ہو گیا تو رب المسلم کو اپنا پار حق مل گیا اور اگر بہن تلف نہوا لیکن مسلم الیہ مر گیا اور اس سپر بہت سے  
فرض میں تو رب المسلم اس بہن کا زیادہ عقد رہی لیکن یہ بہن اسکو نہ دیا جاویدگا بلکہ اس کے قرضہ کی جنس میں چپا  
جاویدگا تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلہ لازم نہ آوے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر مسلم الیہ رب المسلم کے پاس آیا اور  
اس کے اور مسلم فیہ کے درمیان سے روک اٹھا دی تو وہ مانند اور قرضوں کے سپر بھی قابض شمار ہوگا یہ فتاویٰ  
قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور سلم فیہ کا کسی پر اثر انا جائز ہو اور ایسے ہی کفالت کرنا بھی جائز ہو لیکن اثر اٹانے کی  
صورت میں مسلم الیہ بری ہو جاویدگا اور کفیل کر سنے کی صورت میں بری ہوگا اور رب المسلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے  
تو مسلم الیہ سے مطالبہ کرے یا کفیل سے مطالبہ کرے اور رب المسلم کو کفیل سے بدل کرنا جائز نہیں ہو اور کفیل کو  
جائز ہو کہ جو اس نے رب المسلم کو دیا ہو اس کے بدلے میں مسلم الیہ سے لے لے لے یہ بدائع میں لکھا ہو اور اگر مسلم فیہ  
کا کوئی کفیل تھا پھر اس نے سلم کو مسلم الیہ سے افتقار کے طور پر پورالے لیا پھر اسکو بیچ کر اس میں نفع اٹھایا تو یہ  
اس کے لیے حلال ہو بشرطیکہ رب المسلم کو اس کے مثل ادا کرے اور ایسی صورت میں کچھ اختلاف نہیں ہو کہ جب  
سلم فیہ پر اسکی ملکیت بسبب اس کے کہ اس نے طعام سلم کو ادا کر دیا ہو مقرر ہو گئی صرف خلاف اس صورت میں ہو کہ اگر  
رب المسلم کو طعام سلم ادا کرنے والا خود سلم الیہ ہو تو کفیل سے جو اس نے کفیل کو دیا ہو اس کے مثل واپس لیکھا پھر اسی  
کتاب میں لکھا ہو کہ کفیل نے جو نفع اٹھایا وہ اسکو حلال ہو اور یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ کا ہے اور  
امام محمد نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہو کہ انھوں نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ نفع  
مسلم الیہ کو واپس کر دے اور قضاۃ میں اس پر چر نہیں کرتا اور کتاب الکفالت میں لکھا ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ  
فرمایا کہ زیادتی صدقہ کر دے اور یہ سب اس صورت میں ہو کہ سلم کو کفیل نے افتقار کے طور پر لیا ہو اور اگر رسول  
بنکر لیا ہو اس طرح کہ سلم الیہ نے طعام سلم اس کے سپر کیا ہو تاکہ اس کو رب المسلم کے پاس پہنچا دے اور اس نے  
اس میں تصرف کیا اور نفع اٹھایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفع اسکو  
حلال نہیں ہو یہ بسو طامین لکھا ہو۔ اگر رب المسلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ میرا حق تجھے چاہیے ہو اسکو اپنے تھیلوں میں ناپ  
یا کہا کہ اسکو ناپ کر اپنے گھر میں جدا رکھ دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو رب المسلم قابض نہ شمار ہوگا یہ فتاویٰ  
قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک گڑیوں میں بیچ سلم ٹھہرائی تھی اور اتنے وقت رب المسلم نے سلم الیہ  
کو حکم دیا کہ میرے تھیلوں میں اسکو ناپ دے اور اس نے ایسا ہی کیا اور رب المسلم اسوقت غائب تھا تو یہ قبضہ  
نہیں ہو جاتا کہ اگر وہ تلف ہو جاوے تو سلم الیہ کا مال تلف ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اور اگر رب المسلم اسوقت حاضر ہو  
تو بالاتفاق قابض ہوگا خواہ تھیلے اس کے ہوں یا سلم الیہ کے ہوں، نفع اٹھایا ہو یا نہ لکھا ہو۔ اور اگر رب المسلم نے اپنے  
تھیلے سلم الیہ کو دیے اور اس میں اناج تھا اور کہا کہ جو میرا تجھے چاہیے ہو وہ ان تھیلوں میں ناپ کر بھر دے  
پھر اس نے ایسا ہی کیا اور رب المسلم اس وقت غائب تھا تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ وہ قابض

فرد کفیل  
اس سلم  
خلاف مسلم  
کے سپر  
نفع اٹھایا  
تو سلم  
الہ کو  
قبضہ  
نہیں  
ہوتا



شمارہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اسے رب المسلم کے حکم سے اسکو دیا یا تو رب المسلم تا قبض نہ ہو گا  
یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اور اگر رب المسلم نے آٹھ لے لیا تو اسکو حرام ہو یہ تا تاریخ خانیہ میں لکھا ہو۔ اور اگر رب المسلم نے کو دیا  
کہ اسکو دریا میں پھینک دے اور اسے ایسا ہی کیا تو مسلم الیہ سماں گیا یہ عنایہ میں لکھا ہو۔ اور اگر رب المسلم نے  
مسلم الیہ کے غلام یا اس کے بیٹے کو مسلم پر قبضہ کرتے کا حکم دیا اور اسے دیبا ہی کیا تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں  
لکھا ہو۔ اگر رب المسلم نے مسلم الیہ کو اس مال دینے کے واسطے کوئی وکیل یا کیا تو وکالت صحیح ہو پس اگر وکیل نے اس  
حال میں دیدیا کہ وہ دونوں مجلس میں موجود تھے تو صحیح ہو اور اگر وکیل مجلس سے دیدینے سے پہلے چلا گیا اور وہ  
دونوں ابھی مجلس میں موجود ہیں تو مسلم باطل نہ ہوگی اور اگر وکیل کہے دیدینے سے پہلے رب المسلم یا مسلم الیہ مجلس سے  
چلا گیا تو مسلم باطل ہو جاوے گی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص سے اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل  
کیا ہو تو بھی یہی صورتیں ہیں۔ زید نے عمرو کو کچھ درم ایک ٹریگہوں کی سلم میں دیے پھر عمرو نے بکر سے گھون اس  
شرط پر خریدے کہ وہ ایک گڑہیں اور رب المسلم کو ادا کر دیے تو رب المسلم اس میں کھانے بانیچنے وغیرہ کا تصرف  
مباح ہونے کے واسطے دو دفعہ پیمانہ نہ کرنے کا محتاج ہو ایک دفعہ مسلم الیہ کی طرف سے اور ایک دفعہ  
اپنی طرف سے اور اگر مسلم الیہ نے ناپ لیا ہو تو رب المسلم کو اسکا ناپنا کافی نہیں ہو اگرچہ یہ اس کے ناپ لینے کے  
وقت ماعر ہو اور اسی طرح اگر مسلم نے رب المسلم کو اسپر قبضہ کر لینے کا حکم کیا اور اس نے قبضہ کیا تو بھی دو دفعہ ناپنے کا  
محتاج ہو پہلے مسلم الیہ کی طرف سے اسکا ناپ ہو کر پیمانہ نہ کرنے پھر اپنے واسطے پیمانہ نہ کرنا ایک ہی پیمانہ کافی  
نہیں ہو اور اسی طرح اگر مسلم اپنے کچھ درم رب المسلم کو اپنے واسطے بشرط پیمانہ گھون خریدے کو دیے اور اسے  
خرید کر قبضہ کر کے ناپ لیے پھر ان کو اپنے حق کے عوض لے لیا تو اسپر دوبارہ پیمانہ نہ کرنا واجب ہو یہ محیط میں  
لکھا ہو۔ اگر مسلم الیہ نے اندازہ سے گھون خریدے یا اپنی زمین سے اسے یا میراث یا ہبہ یا وصیت میں ہائے  
اور ان کو رب المسلم کو ادا کر دیا اور اس کے سامنے ناپ دیا تو رب المسلم کو یکبار پیمانہ نہ کرنا کافی ہو نہا یہ میں لکھا ہو  
اور اگر اسے کچھ ناپ پیمانہ سے قرض لیا اور رب المسلم کے سپرد کر دیا تو دوبارہ پیمانہ نہ کرنے کی حاجت نہ ہوگی  
یہ حاوی میں لکھا ہو اور جو حکم کبلی چیزوں میں معلوم ہو اور یہی وزنی چیزوں میں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر اس مال  
میں ہو کہ اسکو مسلم الیہ نے ایسا پایا کہ اسکا کوئی ستم ہو یا عیب دار پایا پس اگر ستم نے اجازت نہ دی  
یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو مسلم باطل ہو جاوے گی خواہ جدا ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور اگر ستم نے اجازت  
دید یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو مسلم جائز ہوگی خواہ اس مال پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے ہوں یا  
نہ ہوئے ہوں اور پھر ستم کو اس مال کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اسکو اختیار ہو گا کہ رب المسلم سے اسکا مثل لے  
لیوے اگر وہ مثلی ہو یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اور اگر اس مال حرم اور دینار میں سے ہو اور اسپر قبضہ کر لیا پس اگر اس میں  
کچھ عیب پایا تو یا اسکو استحقاق یا بیگا یا ستوق یا بیگا یا زیوت یا بیگا اور یا مجلس میں ایسا پایا بیگا یا بعد جدا ہونے  
کے پس گرا سنے مجلس کے اندر ایسا پایا کہ اسکا کوئی حقدار ہو پس اگر ستم نے اجازت دید یا تو مسلم جائز ہوگی بشرطیکہ  
اس مال قائم ہو یہ جامع میں مذکور ہو اور اگر اجازت نہ دی تو اسقدر کا قبضہ کر لے گا اور ایسا ہو جاوے گا کہ اسے قبضہ  
ہی نہیں کیا پس اگر اسے اسی مجلس میں اس کے مثل پر قبضہ کر لیا تو جائز ہو ورنہ جائز نہیں کنانی محیط السرخسی۔ اور اگر اسکو ستوق پایا

قولہ دونوں  
یعنی رب المسلم  
رب المسلم  
کافی نہیں ہو  
بانیچنے وغیرہ  
کا تصرف  
مباح ہونے کے  
واسطے  
دو دفعہ  
پیمانہ نہ کرنے  
کا محتاج  
ہو ایک دفعہ  
مسلم الیہ کی  
طرف سے  
اور ایک دفعہ  
اپنی طرف سے  
اور اگر مسلم  
الیہ نے ناپ  
لیا ہو تو رب  
المسلم کو اسکا  
ناپنا کافی  
نہیں ہو اگرچہ  
یہ اس کے ناپ  
لینے کے وقت  
ماعر ہو اور  
اسی طرح اگر  
مسلم نے رب  
المسلم کو اسپر  
قبضہ کر لینے  
کا حکم کیا اور  
اس نے قبضہ  
کیا تو بھی دو  
دفعہ ناپنے کا  
محتاج ہو پہلے  
مسلم الیہ کی  
طرف سے اسکا  
ناپ ہو کر  
پیمانہ نہ کرنے  
پھر اپنے  
واسطے پیمانہ  
نہ کرنا ایک  
ہی پیمانہ  
کافی نہیں  
ہو اور اسی  
طرح اگر مسلم  
اپنے کچھ درم  
رب المسلم کو  
اپنے واسطے  
بشرط پیمانہ  
گھون خریدے  
کو دیے اور  
اسے خرید کر  
قبضہ کر کے  
ناپ لیے پھر  
ان کو اپنے حق  
کے عوض لے  
لیا تو اسپر  
دوبارہ  
پیمانہ نہ  
کرنا واجب  
ہو یہ محیط  
میں لکھا ہو  
اور اگر اسے  
کچھ ناپ  
قرض لیا اور  
رب المسلم کے  
سپرد کر دیا  
تو دوبارہ  
پیمانہ نہ  
کرنے کی حاجت  
نہ ہوگی  
یہ حاوی میں  
لکھا ہو اور  
جو حکم کبلی  
چیزوں میں  
معلوم ہو اور  
یہی وزنی  
چیزوں میں  
ہو یہ محیط  
میں لکھا ہو  
اگر اس مال  
میں ہو کہ  
اسکو مسلم  
الیہ نے ایسا  
پایا کہ اسکا  
کوئی ستم ہو  
یا عیب دار  
پایا پس اگر  
ستم نے اجازت  
نہ دی یا مسلم  
الیہ عیب پر  
راضی ہوا تو  
مسلم باطل ہو  
جاوے گی خواہ  
جدا ہونے سے  
پہلے ہو یا  
بعد ہو اور  
اگر ستم نے  
اجازت دید یا  
مسلم الیہ  
عیب پر راضی  
ہوا تو مسلم  
جائز ہوگی  
خواہ اس مال  
پر قبضہ کرنے  
سے پہلے جدا  
ہو گئے ہوں  
یا نہ ہوئے  
ہوں اور پھر  
ستم کو اس مال  
کے لینے کی  
کوئی راہ نہ  
ہوگی اور اسکو  
اختیار ہو گا  
کہ رب المسلم  
سے اسکا مثل  
لے لیوے اگر  
وہ مثلی ہو  
یہ بدائع میں  
لکھا ہو۔ اور  
اگر اس مال  
حرم اور دینار  
میں سے ہو اور  
اسپر قبضہ کر  
لیا پس اگر اس  
میں کچھ عیب  
پایا تو یا اسکو  
استحقاق یا  
بیگا یا ستوق  
یا بیگا یا  
زیوت یا بیگا  
اور یا مجلس  
میں ایسا پایا  
بیگا یا بعد  
جدا ہونے کے  
پس گرا سنے  
مجلس کے اندر  
ایسا پایا کہ  
اسکا کوئی  
حقدار ہو پس  
اگر ستم نے  
اجازت دید یا  
تو مسلم جائز  
ہوگی بشرطیکہ  
اس مال قائم  
ہو یہ جامع  
میں مذکور ہو  
اور اگر اجازت  
نہ دی تو اسقدر  
کا قبضہ کر لے  
گا اور ایسا  
ہو جاوے گا کہ  
اسے قبضہ  
ہی نہیں کیا  
پس اگر اسے  
اسی مجلس میں  
اس کے مثل پر  
قبضہ کر لیا  
تو جائز ہو  
ورنہ جائز  
نہیں کنانی  
محیط السرخسی۔  
اور اگر اسکو  
ستوق پایا

اگر مجلس عقد میں پایا اور مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو مسلم جائز ہوگی اور اگر کوہا پس کر کے بجائے اُنکے ہی مجلس میں کھڑے درم لے لیے تو جائز ہو گا کذا فی المحیط اور اگر اُن کو زیوت یا پتھر دیا یا اور مجلس عقد میں ہی ایسا ہوا پس اگر مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو جائز ہو گا اور اگر واپس کر کے اسی مجلس میں بدل لیتے تو جائز ہو گا اور اگر بدلنے سے پہلے جدا ہوئے تو مسلم باطل ہو جاوے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر اُن دونوں میں سے کچھ دم ایسے پائے جن کا کوئی مستحق ہے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر مستحق نے اجازت دیدی اور ہندو اس مال موجود ہو تو مسلم جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو بالاتفاق بقدر اُسکے مسلم باطل ہو جاوے گی اور اگر کچھ دم اُن میں سے ستوق پائے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا تو بقدر اُسکے مسلم باطل ہو جاوے گی خواہ یہ تھوڑے ہوں یا بہت ہوں خواہ مسلم الیہ نے چشم پوشی کی ہو یا واپس کر دیا ہو نہ وہ بجائے اُنکے بدل لیے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور مجلس کے بعد پھر قبضہ کرنے سے پوری مسلم جائز نہ ہو جائیگی کذا فی المحیط۔ اور اگر اُن میں سے کچھ دم زیوت پائے اور یہ جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر اُس نے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کر دیا تو بالاجماع اگر اسے واپسی کی مجلس میں بدل لے تو بقدر واپس کیے ہوئے کے مسلم باطل ہو جاوے گی اور اگر واپسی کی مجلس میں بجائے اُنکے بدل لیے تو روایت احسان کے موافق اگر واپس کیے ہوئے تھوڑے ہوں تو باطل نہ ہوگی اور اسی کو ہمارے علمائے لیا ہے اور اگر بہت ہوں تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک باطل ہو جاوے گی اور صحابہ کے نزدیک استحساناً باطل نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ پھر روایات ظاہرہ مشہورہ میں بالاتفاق امام اعظم سے مروی ہو کہ جو نصف سے زیادہ ہو اور نصف کے باب میں دو روایتیں آئی ہیں اور ایک روایت میں آیا ہو کہ تھانی بہت ہو اور یہی روایت صحیح ہو اور احوط یہ ہے محط خشی میں لکھا ہو اور حاوی میں لکھا ہو کہ نصیر رحمہ اشتر روایت کرتے ہیں کہ شہداء فرماتے تھے اگر مسلم الیہ بعد جدا ہونے کے درمیان کو زیوت پاوے تو چاہیے کہ بدل کو پہلے لے پھر زیوت کو واپس کرے اور فقہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا احتیاط ہو پس اگر اسے زیوت کو واپس کیا اور پھر جدا ہونے سے پہلے بدل کو لے لیا تو یہی ہمارے علمائے نزدیک تاجر جو بشرطیکہ یہ زیوت نصف سے کم ہوں یہ تاہم خانیہ میں لکھا ہو۔ اور اگر مسلم الیہ کے ذمہ اس مال کے برابر رب المسلم کا قرضہ ہو تو اُسکی دو صورتیں ہیں یا یہ قرضہ بسبب عقد کے لازم آیا ہو یا قبضہ کرنے سے لازم آیا ہو پس اگر عقد کی وجہ سے لازم آیا تو اُسکی بھی دو صورتیں ہیں یا یہ عقد اس قرضہ سے پہلے ہی اسکے بعد ہو پس اگر عقد مسلم سے پہلے کا عقد ہو مثلاً رب المسلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ کوئی کپڑا دس درم میں بچا تھا اور وہ ہوں پر قبضہ نہ کیا بیان تک کہ اسکو دس درم مسلم کے گھوٹن میں بیٹنے کے واسطے عقد کیا پس اگر وہ دونوں پہنچتا اپنا قرضہ برابر کر لیں یا بدل کر لینے پر راضی ہو جاویں تو بدلا ہو جائیگا اور اگر ایک نے انکار کیا تو بدلا نہ ہوگا اور یہ استحسان ہو اور اگر بسبب ایسے عقد کے لازم آیا جو عقد مسلم سے پہلے ہو تو بدلا نہیں ہو سکتا ہو اگرچہ وہ دونوں باہم بدلا کر تا چاہیں اور اگر وہ قرضہ بسبب قبضہ کے لازم آیا ہو مثلاً مسلم الیہ نے بطور غصب یا قرض لیا تو وہ قرضہ بدلا ہو جائیگا خواہ وہ دونوں اسکو بدل کر لیں بشرطیکہ وہ سوا قرضہ نہیں اس عقد سے پہلے ہو اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ وہ دونوں قرضہ برابر ہوں اور اگر زیادتی ہو اور ایک نقصان پہنچا ہو تو وہ سوا انکار کرے تو دیکھا جاوے گا اور اگر زیادتی والا انکار کر تا ہو تو بدلا نہ ہوگا اور اگر کمی والا انکار کر تا ہے

۱۔ زیوت کر کے بدل مال  
۲۔ کھڑا رکھنا ہے نہ باجو  
۳۔ زیوت کو واپس کر کے بدل لینے  
۴۔ مستحق نے اپنے  
۵۔ بدل لیا  
۶۔ بدل لیا  
۷۔ بدل لیا  
۸۔ بدل لیا  
۹۔ بدل لیا  
۱۰۔ بدل لیا  
۱۱۔ بدل لیا  
۱۲۔ بدل لیا  
۱۳۔ بدل لیا  
۱۴۔ بدل لیا  
۱۵۔ بدل لیا  
۱۶۔ بدل لیا  
۱۷۔ بدل لیا  
۱۸۔ بدل لیا  
۱۹۔ بدل لیا  
۲۰۔ بدل لیا  
۲۱۔ بدل لیا  
۲۲۔ بدل لیا  
۲۳۔ بدل لیا  
۲۴۔ بدل لیا  
۲۵۔ بدل لیا  
۲۶۔ بدل لیا  
۲۷۔ بدل لیا  
۲۸۔ بدل لیا  
۲۹۔ بدل لیا  
۳۰۔ بدل لیا  
۳۱۔ بدل لیا  
۳۲۔ بدل لیا  
۳۳۔ بدل لیا  
۳۴۔ بدل لیا  
۳۵۔ بدل لیا  
۳۶۔ بدل لیا  
۳۷۔ بدل لیا  
۳۸۔ بدل لیا  
۳۹۔ بدل لیا  
۴۰۔ بدل لیا  
۴۱۔ بدل لیا  
۴۲۔ بدل لیا  
۴۳۔ بدل لیا  
۴۴۔ بدل لیا  
۴۵۔ بدل لیا  
۴۶۔ بدل لیا  
۴۷۔ بدل لیا  
۴۸۔ بدل لیا  
۴۹۔ بدل لیا  
۵۰۔ بدل لیا  
۵۱۔ بدل لیا  
۵۲۔ بدل لیا  
۵۳۔ بدل لیا  
۵۴۔ بدل لیا  
۵۵۔ بدل لیا  
۵۶۔ بدل لیا  
۵۷۔ بدل لیا  
۵۸۔ بدل لیا  
۵۹۔ بدل لیا  
۶۰۔ بدل لیا  
۶۱۔ بدل لیا  
۶۲۔ بدل لیا  
۶۳۔ بدل لیا  
۶۴۔ بدل لیا  
۶۵۔ بدل لیا  
۶۶۔ بدل لیا  
۶۷۔ بدل لیا  
۶۸۔ بدل لیا  
۶۹۔ بدل لیا  
۷۰۔ بدل لیا  
۷۱۔ بدل لیا  
۷۲۔ بدل لیا  
۷۳۔ بدل لیا  
۷۴۔ بدل لیا  
۷۵۔ بدل لیا  
۷۶۔ بدل لیا  
۷۷۔ بدل لیا  
۷۸۔ بدل لیا  
۷۹۔ بدل لیا  
۸۰۔ بدل لیا  
۸۱۔ بدل لیا  
۸۲۔ بدل لیا  
۸۳۔ بدل لیا  
۸۴۔ بدل لیا  
۸۵۔ بدل لیا  
۸۶۔ بدل لیا  
۸۷۔ بدل لیا  
۸۸۔ بدل لیا  
۸۹۔ بدل لیا  
۹۰۔ بدل لیا  
۹۱۔ بدل لیا  
۹۲۔ بدل لیا  
۹۳۔ بدل لیا  
۹۴۔ بدل لیا  
۹۵۔ بدل لیا  
۹۶۔ بدل لیا  
۹۷۔ بدل لیا  
۹۸۔ بدل لیا  
۹۹۔ بدل لیا  
۱۰۰۔ بدل لیا



کمر کا بچہ لینا اختیار کیا اور واپس دنیا پھر اسکو بد لایا تو جائز ہو بشرطیکہ وہ نون اسپر راضی ہو جاوین اور اگر بدلا کر لینے پر وہ نون نے صلح کی پہلے اس سے کہ مسلم ایسے کسی چیز کو اختیار کرے تو امام محمد نے کتاب میں اسکو ذکر نہیں کیا ہو اور شاخ نے فرمایا کہ جائز ہو اور اگر اُسے بدلا نہ کیا اور مسلم ایسے نے وہ عید ارکڑے لیا پھر رب المسلم نے اسکو غصب کر لیا اور راضی ہو تو یہ بدلا ہو جاوینگا اور مسلم ایسے کی رضا مندی نہ دیکھی جاوگی اور اگر مسلم ایسے سے وہ اگر کسی اجنبی نے غصب کر لیا پھر مسلم ایسے رب المسلم کو غاصب پر اتر دیا کہ اُس سے لیکر مسلم میں قبضہ کر لے تو یہ جائز نہیں اور حوالہ کرنا باطل ہو پس اگر وہ اجنبی کے پاس عیدار ہو اور رب المسلم اس سے راضی ہو تو جائز ہوگا اور ایسے ہی اگر وہ کسی اجنبی کے پاس دینیت ہو اور رب المسلم اس سے راضی ہو جاوے تو بھی ہی حکم ہو لیکن فرق یہ ہو کہ غصب کی ضرورت میں اگر وہ اگر قبضہ سے پہلے تلف ہو جاوے تو حوالہ باطل نہوگا اور دینیت کی صورت میں باطل ہو جاوینگا یہ محیط سرخسین میں لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے سے ترچوارے کی ایک قیزی میں سلم ٹھہرائی اور اسکی میعاد اُسکے پائے جانے کے وقت میں مقرر کی تاکہ بیع سلم جائز ٹھہرے پھر سلم ایسے نے بجائے اُسکے ایک قیزی خشک چھوڑا دیا کیے یا یہ صورت ہوئی کہ اُس نے ایک قیزی خشک چھوڑا دیا بیع سلم ٹھہرائی اور اُس نے بجائے اُسکے ایک قیزی ترچھوارا دیا کیے اور رب المسلم نے اُس سے چشم پوشی کی تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر مسلم فیہ ترچھوارا ہوں اور بجائے اُسکے خشک ادا کرے تو ہر حال میں ناجائز ہو اور یہ ایسا ہو کہ گویا اُس نے تین چوتھائی خشک چھوڑا دیا میں سلم ٹھہرائی پھر اسکا ایک قیزی پورا لے لیا اور اگر ایک قیزی خشک چھوڑا دیا میں سلم ٹھہرائی اور اُس نے ایک قیزی ترچھوارا دیا کیے تو صاحبین کے نزدیک اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُس نے اپنا پورا حق لے لینے کے طور پر قبضہ کیا یا بنطور کہ سلم ایسے رب المسلم سے کہا کہ اسکو اپنے حق میں یا اپنے حق کے ادا ہونے کے واسطے یا اپنے حق سے ادا ہونے کے واسطے یا کوئی اور ایسا ہی لفظ کہے اور دوسری یہ کہ بطور صلح یا بری الذمہ ہونے کے قبضہ کیا ہو یا بن طور کہ سلم ایسے کہا کہ اسکو اپنے حق کی صلح میں یا اپنے حق سے ادا ہونے کی صلح میں لے اس شرط پر کہ جو تیرا میری طرف ہو میں اُس سے بری ہوں تو پہلی صورت باطل ہو اور دوسری صورت صلح کی لحاظ کیجاوینگی اور فور کیا جاوینگا کہ یہ ترچھوارہ خشک ہو کہ کس قدر کم ہوں گے پس اگر یہ معلوم ہو گیا تو اسی بنا پر حکم دیا جاوینگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو اکثر اوقات جھگڑے کم نہیں ہوتا اسکی بنا پر حکم دیا جاوینگا پس اگر معلوم ہوا کہ خشک ہو کر چوتھائی کم ہو جاوینکے یا جانا گیا کہ چوتھائی سے زیادہ کم نہوں گے اور تین چوتھائی باقی نہ جاوین گے تو پھر لحاظ کیا جاوینگا کہ اگر ترچھوارے کی ایک قیزی کی قیمت تین چوتھائی خشک چھوڑا دیا کی قیمت کے برابر یا کم ہو تو صلح جائز ہوگی اور اگر اسکی قیمت زیادہ ہوگی تو صلح باطل ہوگی کسی نے ایک قیزی گیون میں سلم ٹھہرائی اور بجائے اُسکے ایک قیزی بھولے ہوئے گیون دینے تو بالا جماع جائز نہیں ہے اور ایسے ہی ایک قیزی کہ ترچھوارہ سبز یا زرد میں اُسکے موجود ہونے کے وقت میں سلم ٹھہرائی اور سلم ایسے بجائے اُسکے مطبوخ سپر کا قیزی دیا یا ایک قیزی گیون میں سلم ٹھہرائی اور اُس نے مطبوخ گیون کا ایک قیزی دیا یا اُس کا ایک قیزی دیا تو جائز نہیں ہو اور اگر ایک قیزی گیون میں سلم ٹھہرائی اور اُس نے ایسے گیون کا ایک قیزی دیا جو باقی میں ہڈی پھول گئے تھے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہو اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں

[illegible]



اور اگر کسی نے زیتون میں سلم ٹھہرائی اور بچا سے اُسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہیں ہو اگرچہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ تیل اُس سے کم ہو جتنا کہ اُس قدر زیتون میں نکلتا ہو کذا فی المصنف

**چوتھی فصل**۔ ربہا سلم اور سلم الیہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان میں۔ اگر مسلم فیہ کی جنس میں دونوں اختلاف کریں مثلاً ربہا سلم کے کہ میں نے شجرہ دس درم ایک کرگھون کی سلم میں دیے ہیں اور سلم الیہ کے کہ ایک کرگھون کی سلم میں دیے ہیں اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو اسحنا تا دونوں سے قسم لیا دے گی اور امام ابو یوسف کا پہلا قول یہ ہے کہ پہلے سلم الیہ سے قسم لیا دے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے ربہا سلم سے لیا دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تم دونوں کیا چاہتے ہو پس اگر دونوں نے یا ایک نے کہا کہ ہم عقد کو منسوخ کرنا چاہتے ہیں تو قاضی منسوخ کر دے گا اور اگر اسفہل نے منسوخ کرنا نہ چاہا تو دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے گا اصل میں یہ کہ کوئی دوسرے کی تصدیق کرے کذا فی الزخیرہ۔ اور دونوں میں سے جنس ایک کا کرے اسی پر مدعی کے دعوے کا قاضی حکم کرے گا کذا فی مشیخ المصنف۔ اور دونوں میں سے جو شخص گواہ قائم کرے اُسکے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے اور ہنوز دونوں مجلس عقد سے جدا نہیں ہوئے ہیں تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جاوے گا پس ربہا سلم پر ہیں درم کا حکم دیا جاوے گا اور سلم الیہ پر ایک کرگھون اور ایک کرگھون کا حکم دیا جاوے گا اور اگر دونوں مجلس سے جدا ہو چکے اور ربہا سلم نے صرف دس درم ادا کر دیے ہیں تو ربہا سلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاوے گا اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہر صورت میں ربہا سلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مسلم فیہ کی مقدار میں دونوں اختلاف کریں تو اسکا اور سلم فیہ کی جنس میں اختلاف کرنے کا ایک حکم ہے اور اگر مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف کریں اور دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو قیاس میں دونوں سے قسم لیا دے گی اور اسحنا تا قسم نہ لی جاوے گی اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہیں پس اگر کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہوں پر فیصلہ کیا جاوے گا خواہ وہ طالب ہو یا مطلق اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر قاضی ربہا سلم کے گواہوں پر ایک ہی عقد کا حکم دے گا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور یہی قیاس ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ زخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دس درم ایک کرگھون کی سلم میں دیے پھر سلم الیہ لے لیا کہ میں نے زہوی گھون خرطے تھے اور ربہا سلم نے کہا کہ تو نے کوئی شرط نہیں کی تھی تو سلم الیہ کا قیل سبہر ہو گا اور اگر اسکا اثا ہو تو مشائخ نے کہا کہ واجب ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک قول ربہا سلم کا لیا جاوے اور صاحبین کے نزدیک سلم الیہ کا یہ ہا یہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اس المال میں دونوں نے اختلاف کیا اور اس المال ایسی چیز تھی جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتی ہو پس اگر دونوں نے اُسکی جنس میں اختلاف کیا مثلاً ربہا سلم نے کہا کہ میں نے شجرہ ایک کرگھون کی سلم میں دیے ہیں اور سلم الیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک دینار دیا ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں تو قیاساً دونوں باہم قسم نہ کھائیں گے اور ربہا سلم کا قول معتبر ہو گا اور اسحنا تا دونوں قسم کھائیں گے پس اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جاوے گا اور ربہا سلم پر ایک دینار اور سلم پر دس درم کا

یہ قول امام محمد ہے کہ اگر کسی نے زیتون میں سلم ٹھہرائی اور بچا سے اُسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہیں ہو اگرچہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ تیل اُس سے کم ہو جتنا کہ اُس قدر زیتون میں نکلتا ہو کذا فی المصنف

یہ قول امام محمد ہے کہ اگر کسی نے زیتون میں سلم ٹھہرائی اور بچا سے اُسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہیں ہو اگرچہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ تیل اُس سے کم ہو جتنا کہ اُس قدر زیتون میں نکلتا ہو کذا فی المصنف

یہ قول امام محمد ہے کہ اگر کسی نے زیتون میں سلم ٹھہرائی اور بچا سے اُسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہیں ہو اگرچہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ تیل اُس سے کم ہو جتنا کہ اُس قدر زیتون میں نکلتا ہو کذا فی المصنف









پورے پائے میں تو ان چار صورتوں میں اسکا دعویٰ نہ سنا جاوے گا اور رب اسلم سے قسم نہ لیجاوے گی اور اگر یہ اقرار کیا تھا کہ میں نے درمیں پر قبضہ کیا تو قیاس چاہتا ہو کہ رب اسلم کا قول معتبر ہو اور استحساناً مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا اور اگر اسنے کہا تھا کہ میں نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا کذا فی الذخیرہ۔ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ میں نے درمیں پر قبضہ کر لیا ہو پھر دعویٰ کیا کہ وہ مستحق ہیں تو مقبول نہ ہو گا اور اگر قبضہ کر کے کچھ اقرار نہ کیا پھر مستحق ہونے کا دعویٰ کیا تو اسکا قول مقبول ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کچھ اس المال بہنہرہ خلا یا اسکو کسی حصار سے لے لیا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور رب اسلم نے کہا کہ وہ تہائی مال تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ وہ حصار تھا تو قسم لیکر رب اسلم کا قول معتبر ہو گا اور اگر مستحق یا رصاص مطلقاً تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا یہ فتاویٰ میں لکھا ہو۔ اور اگر کچھ سے کسی مسلم میں حید ہونے کی شرط کی پھر وہ ایک کپڑا لایا اور کہا کہ یہ میرا ہے اور رب اسلم نے انکار کیا تو قاضی اس پیشہ کے دو آدمیوں کو دکھلائیگا اور اس میں زیادہ احتیاط ہو۔ ایک آدمی کو دکھلانا بھی کافی ہو پس اگر اسنے کہا کہ جیہ جو تو اس پر قبول کرتے کے واسطے جبر کیا جاوے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ کو دس درم ایک کڑیوں کی سلم میں دیے تھے مگر میں نے اپنے قبضہ نہ کیا پس اگر اسنے اپنا یہ قول کہ میں نے اس پر قبضہ نہ کیا اپنے کلام میں ملا کر کہا ہو تو قیاساً اور استحساناً وہ سچا سمجھا جاوے گا اور اگر جاکر کے کہا ہو یا یہ طور کہ ایک ساعت خاموش رہا پھر کہا کہ مگر میں نے اس پر قبضہ نہ کیا تو قیاساً تصدیق کیا جاوے گا اور استحساناً سچا سمجھا جاوے گا پھر جب استحسان کی رو سے سچا نہ سمجھا گیا تو قسم لے کر طالب کا قول معتبر ہو گا اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب اسنے کہا تو نے مجھ کو سلم میں دیے اور اگر اسنے کہا کہ تو نے مجھ کو دیدیے یا کہا کہ تو نے مجھ کو خد دیے و لیکن میں نے اس پر قبضہ نہ کیا تو نام الیہ سے رحمہ اللہ تھائی نے فرمایا ہو کہ خواہ وہ ملا کہے یا جدا کہے کہ سچا نہ سمجھا جاوے گا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ملا کہے تو تصدیق کیا دیگی اور اگر جدا کہے کہ تو نہیں یہ محیط میں لکھا ہو اگر رب اسلم نے کہا کہ تو نے مجھے شرط کی تھی کہ سلم فیہ فلاں محلہ میں ادا کروں گا اور سلم الیہ نے کہا کہ میں تجھے اس محلہ کے سوا دوسرے محلہ میں ادا کروں گا تو رب اسلم پر قبول کرتے کے واسطے جبر کیا جاوے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر عقد سلم میں یہ شرط ہو کہ فلاں جگہ اسکو ادا کروں گا پھر سلم الیہ کے کہ تو اسکو مجھ سے فلاں جگہ لے لے جو اس جگہ کے سوا ہوا اور اس جگہ تک کا مجھ سے گرایا لے لے اور رب اسلم نے قبضہ کر لیا تو جائز ہو و لیکن کرایہ لینا جائز نہیں ہو اور جو کرایہ لیا ہو اسکا واپس کرنا واجب ہو اور اسکو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس قبضہ پر راضی ہو ورنہ واپس کر دے تاکہ کسی جگہ جو شرط کی گئی ہو ادا کرے اور اگر قبضہ کی ہوئی چیز اس کے پاس تلف ہو گئی تو اسکو کچھ نہ ملے گا یہ بیسوط میں لکھا ہو۔ اور اگر یہ شرط کی کہ سلم فیہ کو پہلے فلاں محلہ میں ادا کرنے کے بعد پھر میرے گھر میں ادا کرے تو مانند مشائخ نے فرمایا ہو کہ یہ قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہو اور فقیر ابو بکر محمد بن سلام فرماتے تھے کہ استحساناً مسلم جائز ہو گا کذا فی محیط۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اسکو پہلے میرے گھر میں ادا کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیاساً چاہتا ہو کہ جائز ہو و استحساناً جائز ہو اور حاکم شہید رحمہ اللہ تھائی نے فرمایا ہو کہ یہ قیاس اور استحسان اس صورت میں ہو کہ جب اسنے اپنا گھر بتلایا ہو اور سلم الیہ نہ جانتا ہو کہ کس محلہ میں ہو اور اگر اسنے بیان کر دیا یا سلم الیہ اسکو جانتا ہو تو قیاساً اور استحساناً جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ رب اسلم نے سلم کی بیع ادا جانے کے بعد سلم الیہ کے

فصل فیہ من جمیع مسلم کے بیان میں  
یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو  
اور اگر کچھ سے کسی مسلم میں حید ہونے کی شرط کی پھر وہ ایک کپڑا لایا اور کہا کہ یہ میرا ہے اور رب اسلم نے انکار کیا تو قاضی اس پیشہ کے دو آدمیوں کو دکھلائیگا اور اس میں زیادہ احتیاط ہو۔ ایک آدمی کو دکھلانا بھی کافی ہو پس اگر اسنے کہا کہ جیہ جو تو اس پر قبول کرتے کے واسطے جبر کیا جاوے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ کو دس درم ایک کڑیوں کی سلم میں دیے تھے مگر میں نے اپنے قبضہ نہ کیا پس اگر اسنے اپنا یہ قول کہ میں نے اس پر قبضہ نہ کیا اپنے کلام میں ملا کر کہا ہو تو قیاساً اور استحساناً وہ سچا سمجھا جاوے گا اور اگر جاکر کے کہا ہو یا یہ طور کہ ایک ساعت خاموش رہا پھر کہا کہ مگر میں نے اس پر قبضہ نہ کیا تو قیاساً تصدیق کیا جاوے گا اور استحساناً سچا سمجھا جاوے گا پھر جب استحسان کی رو سے سچا نہ سمجھا گیا تو قسم لے کر طالب کا قول معتبر ہو گا اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب اسنے کہا تو نے مجھ کو سلم میں دیے اور اگر اسنے کہا کہ تو نے مجھ کو دیدیے یا کہا کہ تو نے مجھ کو خد دیے و لیکن میں نے اس پر قبضہ نہ کیا تو نام الیہ سے رحمہ اللہ تھائی نے فرمایا ہو کہ خواہ وہ ملا کہے یا جدا کہے کہ سچا نہ سمجھا جاوے گا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ملا کہے تو تصدیق کیا دیگی اور اگر جدا کہے کہ تو نہیں یہ محیط میں لکھا ہو اگر رب اسلم نے کہا کہ تو نے مجھے شرط کی تھی کہ سلم فیہ فلاں محلہ میں ادا کروں گا اور سلم الیہ نے کہا کہ میں تجھے اس محلہ کے سوا دوسرے محلہ میں ادا کروں گا تو رب اسلم پر قبول کرتے کے واسطے جبر کیا جاوے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر عقد سلم میں یہ شرط ہو کہ فلاں جگہ اسکو ادا کروں گا پھر سلم الیہ کے کہ تو اسکو مجھ سے فلاں جگہ لے لے جو اس جگہ کے سوا ہوا اور اس جگہ تک کا مجھ سے گرایا لے لے اور رب اسلم نے قبضہ کر لیا تو جائز ہو و لیکن کرایہ لینا جائز نہیں ہو اور جو کرایہ لیا ہو اسکا واپس کرنا واجب ہو اور اسکو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس قبضہ پر راضی ہو ورنہ واپس کر دے تاکہ کسی جگہ جو شرط کی گئی ہو ادا کرے اور اگر قبضہ کی ہوئی چیز اس کے پاس تلف ہو گئی تو اسکو کچھ نہ ملے گا یہ بیسوط میں لکھا ہو۔ اور اگر یہ شرط کی کہ سلم فیہ کو پہلے فلاں محلہ میں ادا کرنے کے بعد پھر میرے گھر میں ادا کرے تو مانند مشائخ نے فرمایا ہو کہ یہ قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہو اور فقیر ابو بکر محمد بن سلام فرماتے تھے کہ استحساناً مسلم جائز ہو گا کذا فی محیط۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اسکو پہلے میرے گھر میں ادا کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیاساً چاہتا ہو کہ جائز ہو و استحساناً جائز ہو اور حاکم شہید رحمہ اللہ تھائی نے فرمایا ہو کہ یہ قیاس اور استحسان اس صورت میں ہو کہ جب اسنے اپنا گھر بتلایا ہو اور سلم الیہ نہ جانتا ہو کہ کس محلہ میں ہو اور اگر اسنے بیان کر دیا یا سلم الیہ اسکو جانتا ہو تو قیاساً اور استحساناً جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ رب اسلم نے سلم کی بیع ادا جانے کے بعد سلم الیہ کے

اس شہر کے جس میں ادا کرنے کی شرط ٹھہری تھی دوسرے شہر میں ملاقات کی تو اسکو اختیار ہو کہ اس سے مسلم فیہہ کا مطالبہ کرے بشرطیکہ مسلم فیہہ کی قیمت اس شہر میں اتنی ہی ہو جتنی اس شہر میں ہو کہ جان ادا کرنے کی شرط ٹھہری ہو یا اس سے کم ہو اور بیع رقم لے فرمایا کہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اسکو دوسرے شہر میں مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہو اور یہ حکم مجھکو پسند ہو مگر ایسی جگہ جان ضرورت واقع ہو تو مطالبہ کر سکتا ہو خلا مسلم الیہ کسی دوسرے شہر میں جارہا تو رب المسلم اپنا پورا حق لینے سے عاجز ہو جاوے گا یہ فتویٰ میں لکھا ہو۔

**فصل بیع مسلم میں اقالہ اور صلح اور خیاریہ کے بیان میں۔** جانتا چاہیے کہ مسلم میں اقالہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو۔ پس اگر تمام مسلم فیہہ میں اقالہ کر لیا تو جائز ہو خواہ بعد میعاد آجائے کے اقالہ کیا ہو یا اس سے پہلے اور خواہ اس المال مسلم الیہ کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو پھر جب اقالہ جائز ٹھہرا پس اگر اس المال ایسا ہو کہ جو معین کرنے سے متعین ہوتا ہو اور وہ موجود بھی ہو تو مسلم الیہ پر واجب ہو کہ اسکو بعینہ رب المسلم کو واپس کرے اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر وہ ایسا ہو کہ اسکا مثل موجود ہو تو اسکو مثل واپس کرنا چاہیے اور اگر مثلی نہ ہو تو اسکی قیمت واپس کرنا چاہیے اور اگر اس المال ایسا ہو کہ جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہو تو اس پر مثل واپس کرنا واجب ہو خواہ وہ تلف ہو گیا ہو یا موجود ہو اور اس طرح اگر رب المسلم نے مسلم فیہہ پر قبضہ کر لیا پھر دو دنوں کے اقالہ کیا اور وہ اس کے پاس موجود ہو تو اقالہ جائز ہو اور رب المسلم پر واجب ہو کہ جیسر اپنے قبضہ کیا ہو اسکو بعینہ واپس کرے اور اگر دو دنوں کے بعض مسلم فیہہ میں اقالہ کیا پس اگر بعد میعاد آجائے کے تھا تو بعد بعض کے اقالہ جائز ہوگا بشرطیکہ حقد ربانی ہو وہ معلوم ہو جیسے کہ اوپر اقامت تھی یا جو تھائی وغیرہ اور باقی کی سلم کی میعاد عامہ علماء کے نزدیک اپنے وقت پر ہوگی اور اگر میعاد آجائے سے پہلے آئے اقالہ کیا پس اگر اقالہ میں باقی کافی الحال لینا شرط نہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور باقی کا ادا کرنا اپنی میعاد پر ہوگا اور اگر آجائے سے پہلے باقی کافی الحال لینا شرط کیا تو شرط صحیح نہیں اور اقالہ صحیح ہو اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیاس ہے کیونکہ اقالہ ان کے نزدیک منع ہے پھر یہ پوچھ میں لکھا ہو۔ اور اگر اقالہ کر کے بعد رب المسلم نے اس المال سے کوئی چیز لےنا چاہی تو احتساباً ناجائز نہیں ہو اور اسی کو قینون الامون نے اختیار کیا ہو اور فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ بیع مسلم کے اقالہ میں اس المال پر اسی مجلس اقالہ میں قبضہ کر لینا اقالہ کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہو یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک باندی ایک کرگیون کی سلم میں دی اور سلم الیہ نے اس پر قبضہ کیا پھر دو دنوں کے اقالہ کیا پھر وہ مسلم الیہ کے پاس مرگئی تو اقالہ صحیح ہو اور اسکو باندی کی قیمت بجا اس پر قبضہ کرنے کے دن تھی اور اگر فی واجب ہو اور اگر باندی کے مرجائے کے بعد اقالہ کیا تو بھی جائز ہو اور اس پر باندی کی قیمت واجب ہوگی یہ جامع صغیر میں لکھا ہو۔ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ اگر رب المسلم نے مسلم فیہہ کو قبضہ کرنے سے پہلے مسلم الیہ سے اس المال سے زیادہ پہلے بعض اس المال کے خرید کیا تو کیا بیع مسلم کا اقالہ ہوگا تو انھوں نے فرمایا کہ خریدنا صحیح نہیں ہو اور نہ اقالہ ہوگا یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ رب المسلم نے مسلم فیہہ کو سلم الیہ کے ہاتھ بعض اس المال کے یا اس سے زیادہ پر فروخت کیا تو صحیح نہیں ہو اور نہ اقالہ ہوگا یہ فتویٰ میں لکھا ہو۔ مگر سلم میں دو دنوں کے اقالہ کیا پھر اس المال میں اختلاف کیا تو مطلوب

اقلہ جائز ہے  
تو حقد ربانی  
شرط صحیح نہیں  
کا اختلاف ہو گیا  
جس صورت میں ہو  
بند باندی  
بیع مسلم  
فیہہ میں

قول معتبر ہوگا اور اگر رب المسلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس موجود ہو پھر وہ دونوں نے مسلم کا اقالہ کیا پھر اس المال کی مقدار میں اختلاف کیا تو وہ دونوں قسم کھا بیٹھے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ فتاویٰ ابوالمہدی میں ہے کہ کسی نے دو مہرے سے ایک کڑیوں میں مسلم ٹھہرائی پھر رب المسلم نے مسلم ایہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو ادھی مسلم سے نبری کیا اور مسلم ایہ نے قبول کر لیا تو اس پر واجب ہو کہ ادا حائس المال واپس کرے۔ کیونکہ یہ کتنا ادھی مسلم کا اقالہ ہے۔ ایسا ہی فرمایا ہو ابو نصر محمد بن اسلام اور فتیہ ابو بکر اسکاف تے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ رب المسلم نے اگر مسلم فیہ مسلم ایہ کو ہبہ کر دی تو یہ مسلم کا اقالہ ہو اور اُسکو اس المال واپس کرنا لازم ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ فتاویٰ حنابلہ میں لکھا ہے کہ اگر وہ دونوں نے مسلم کو فسخ کیا اور اس المال کو فی اسباب تھا کہ اُسکو رب المسلم نے مسلم کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہو اور دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہو اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے ذرائع کے شراب میں بیع مسلم ٹھہرائی پھر ایک مسلمان ہو گیا تو یہ مثل اقالہ کے ہو بیان تک کہ بعد فسخ کے اس المال کے عوض بدل لینا جائز نہیں ہو یہ تاتاریا نہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن رستم میں امام محمد رحمہ اللہ تھالے سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے کو مثلاً زید نے عمرو کو دس درم ایک کڑیوں کی مسلم میں دیے اور عمرو کا اور بھی زید پر ایک کڑی ہو وہ ایک سال کے آتا ہو پس زید نے عمرو سے بیع مسلم کا اس شرط پر اقالہ کیا کہ قرین کا کڑے الحال ادا کر دے تو اقالہ جائز ہو اور قرض اپنے وقت پر بلجاء یہ محیط میں لکھا ہے اگر مسلم فیہ گیون تھے اور اس المال سودم تھے پھر وہ دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ رب المسلم کو دس سودم یا دس سودم واپس کرے تو صلح باطل ہو اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے بیع مسلم میں سودم اس المال پر صلح کی تو جائز ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ اس المال میں سے پچاس درم پر صلح کی تو بھی جائز ہو ایسے کہ باپ مسلم میں اس المال پر صلح کرنا اقالہ ہوتا ہو پھر اس کے بعد مشائخ نے اختلاف کیا ہو کہ جب اُسے کہا کہ میں نے تجھ سے اس المال سے پچاس درم پر بیع مسلم سے صلح کی تو یہ پوری مسلم کا اقالہ ہوگا یا ادھی مسلم کا اور اگر اُسے کہا کہ میں نے تجھ سے ساتھ اس المال سے دس سودم پر صلح کی تو جائز نہیں ہو اور مراد یہ ہو کہ زیادتی جائز نہ ہوگی و لیکن بعد اس المال کے اقالہ صحیح ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور شمس الانکس سرخسی نے اپنی فہرچ میں اشارہ کیا کہ اس صورت میں بالکل اقالہ باطل ہو جاوے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں نے کسی شخص سے کچھ اتاج میں بیع مسلم ٹھہرائی پھر ایک نے اُس سے اپنے اس المال پر صلح کر لی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلح موقوف رہیگی پس اگر دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہو جاوے گی اور انی المال میں سے جو قبضہ میں آیا وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور حقد رائج بیع مسلم کا باقی رہا ہو بھی وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دوسرے نے اجازت دی تو صلح باطل ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو صلح کرے وہ والا ہے اُسکے اور مسلم ایہ کے ہر میان صلح جائز ہو اور اسی طرح اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل ہو اور وہ دونوں رب المسلم میں سے کسی ایک نے اپنے اس المال پر کفیل سے صلح کر لی تو کفیل سے صلح کرنا انہیں سے صلح کرنے کے مانند ہو اور وہی اختلاف ہو جو ہم نے بیان کیا یہ مہوط میں لکھا ہے۔ اور یہ اختلاف اُس صورت میں ہو کہ جب وہ دونوں نے دس درم مشترک کسی شخص کو ایک کڑی اتاج کی مسلم میں دیے ہون اور اگر دس درم مشترک ہوں بلکہ وہ دونوں نے دس درم

یہ کتاب المبعوث الیہ فی بیان من  
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم  
حصہ اول

پہلے مسلم ٹھہرائی پھر ہر ایک نے پانچ درم اکروپے تو یہ صورت امام محمد رحمہ اللہ نے نہیں ذکر فرمائی اور بعض مشائخ نے شرح بیوہ میں ذکر کیا ہے کہ اسی صلح بالا جامع صلح کرنے والے کے حصہ میں جائز ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں کیا بلکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاصل کی صلح میں یہ صورت ذکر کی ہے اور اس میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہی قول ذکر کیا ہے جو پہلی صورت میں ہے اور اگر دونوں ربہا مسلم میں سے ایک نے بعد اپنے حصہ کے صلح کا اقرار کیا تو یہ صورت بھی کتاب میں مذکور نہیں ہے بلکہ وہاں اس میں خفی مشائخ کا ویسا ہی اختلاف ہے صلا پہلی صورت میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ ان فی المیطہ اگر کسی نے مسلم ٹھہرائی اور اس کے کوئی کفیل لے لیا پھر کفیل نے ربہا مسلم سے اس مال پر صلح کی تو مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی خواہ کفالت اس کے حکم سے ہو یا بیرون اس کے حکم کے ہو پس اگر اسے اجازت دی تو صلح جائز ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بیع سلم اپنے حال پر باقی رہے گی اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور اگر اجنبی نے ربہا مسلم سے اس مال پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم اختلافی اس صورت میں ہے کہ جب اس مال از حد نہ ہو یعنی درم دو تینارین سے ہو کہ جو معین نہیں ہوتے ہیں اور اگر غلام یا کبوتر وغیرہ کے ہاں نہ معین ہو تو صلح بالاتفاق مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اگر کفیل نے اقرار کیا اور ربہا مسلم نے قبول کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ انہوں نے کہا کہ اقرار اور صلح یکساں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ بالا جامع سلم الیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر ربہا مسلم نے سلم کے گیمون قبضہ میں لیے اور وہ اس کے پاس عیب وار ہو گئے پھر اس میں کوئی پڑنا عیب پایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر مسلم الیہ گیمون کو کئے عیب کے ساتھ قبول کرے تو بیع سلم پھر عود کرے گی ادا اگر اس نے انکار کیا تو اس کو اختیار ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر عیب دار کو قبول کرے تو بیع سلم پھر عود کرے تو ربہا مسلم شل ان گیمون کے جو اسے قبضہ میں لیے ہیں واپس کر دے گا اور چاہے اسے سلم میں غلط کیے ہیں دیے لگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ واپس لینے سے انکار کرے تو ربہا مسلم اس مال میں سے بعد نقصان کے واپس لے لے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ربہا مسلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس کر دے اور اگر اس میں دوسرا عیب پایا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو زیادتی عیب پر راضی ہو کر قبول کرے اور ربہا مسلم کو بے عیب مسلم عیب سپرد کرے اور اگر قبول سے انکار کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ربہا مسلم کا عقد واپسی اور نقصان عیب لینے کا حق باطل ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عیب کی زیادتی ربہا مسلم کے پاس سنی آفت یا ربہا مسلم کے فعل سے ہو اور اگر اجنبی کے فعل سے ہو اور ربہا مسلم اس سے نقصان کی قیمت لے لے تو اس کو عیب کی وجہ سے واپس کر لینا اختیار ہوگا اور زیادتی عیب کے ساتھ مسلم الیہ کو اس کا قبول کرنا نہیں لازم ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ ہشام نے اپنی نوادر میں لکھا ہے کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کسی نے ایک کپڑا بیع سلم کے طور پر کس درم دیکر لیا اور اس کو قطع کر لیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو انہوں نے فرمایا کہ نقصان عیب نہیں لے سکتا جو اور بھی ہشام نے لکھا ہے کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کو دوسرے بیع سلم میں دیے ایک درم گیمون میں اور دوسرا جو اس میں پھر سلم الیہ نے ایک درم ستوق پایا تو امام نے فرمایا کہ اگر دونوں ایک ساتھ لیں تو

اس میں اختلاف ہے  
کہ اگر کسی نے مسلم  
کو بیع سلم میں  
قبضہ کیا تو اس  
کو واپس کر لینا  
حق ہے



تو اگر وہ گیسوں اور ادھی جو اس کی بیع فاسد ہوگی اور اگر ملحدہ ویسے ہوں پس اگر دو وزن کے گواہ پیش کیے تو سلم اس کے گواہ لیے جاویں گے اور اگر دو وزن کے پاس گواہ ہوں تو وہ دونوں قسم کھاٹے اور پورے ہی ہوں گے۔ امام ابو یوسف نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو پانچ درم پانچ انہیز گیسوں کی سلم میں ملحدہ اور پانچ درم پانچ فیض جو کہ سلم میں ملحدہ ویسے پھر دو وزن کے جدا ہونے کے بعد اسے ایک درم ستوق پایا اور رب سلم نے کہا کہ وہ گیسوں کے درم میں ہو اور سلم الیہ نے کہا کہ جو کہ درم میں ہو تو رب سلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر دو وزن کے باہم تصدیق کی کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ کس میں سے ہو تو سلم الیہ ایک درم اور دہ اس کو دے اور گیسوں اور جو دو وزن میں سے پانچوں حصہ کم ہو جاوے گا اور بشر رحمہ اللہ قبلے نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کڑی گیسوں کی سلم دس درم میں ٹھہرائی اور ایک کڑی جو کہ سلم پانچ درم میں ٹھہرائی اور دس درم گیسوں واسلے ویسے پھر جو دالے پانچ درم آدائے پھر دو وزن کے جدا ہونے کے بعد اسے ایک درم ستوق پایا اور سلم الیہ نے کہا کہ یہ درم گیسوں کے درم میں سے ہو اور رب سلم نے کہا کہ جو کہ درم میں سے ہو تو امام نے فرمایا کہ اگر سلم الیہ اپنا پورا حق حاصل کرنے کا اقرار کر چکا ہو تو رب سلم کا قول معتبر ہوگا ورنہ اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر دو وزن کے پر کم یا کم ہم نہیں جانتے کہ کس میں سے ہو تو امام نے فرمایا کہ اگر دو درم گیسوں میں اور اکھا جو میں رکھا جاوے گا پس بیوان حصہ گیسوں میں سے اور دسواں حصہ جو کہ میں سے کم ہو جاوے گا اور اگر یہ صورت واقع ہو کر اسے پندرہ درم ایک ہی صفقہ میں ادا کیے ہوں تو گیسوں کے دسویں حصہ کی و دہائی اور چوکے پانچویں حصہ کی ایک تہائی کم ہو جاوے گی کذا فی المحیط

### فصل بیع سلم میں وکیل کرنے کے بیان میں

کہ ایک کڑی گیسوں کی سلم میں دو روے اور اسے وہ درم بیع سلم کی شرطوں کے ساتھ دیدیے تو جائز ہے یہ شرح مکملہ میں لکھا ہے۔ اور بیع سلم میں سپرد کرنے کا مطالبہ وکیل ہی کر سکتا ہے اور وہی اس المال سپرد کر سکتا ہے پھر اگر وکیل نے موکل کے درم ادا کیے ہیں تو سلم فیہ کو لیکر موکل کو دیکھا اور اگر اسے اپنے درم ادا کیے ہیں اور موکل نے اسکو کچھ نہیں دیا ہے تو بقدر ماہنے درم کے موکل سے لیکھا کذا فی الذخیرہ۔ اور وکیل کو اختیار ہے کہ سلم پر قبضہ کر لے اور قبضہ کر کے موکل کو نہ دے یہاں تک کہ اس سے اپنے پورے درم حاصل کر لے اور اگر مسلم فیہ اسے قبضہ میں تلف ہو جاوے پس اگر اس کا تلف ہو تو موکل کو دینے سے روک لینے سے پہلے ہو تو امانت میں تلف ہوگی اور اگر بعد روک لینے کے تلف ہوئی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رہیں گے تلف ہونے کے مانند تلف ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرضہ ساقط ہو جاوے گا خواہ رہن کی قیمت ہو یا زیادہ ہو اور شمس لائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول امام اعظم کا بھی ہے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ پس اگر اسے اس المال کو موکل کمال سے دیا اور سلم پر کوئی کفیل یا کچھ رہن لیا تو جائز ہے پس اگر بعد اس کے وقت وکیل نے تاخیر کی یا سلم الیہ کو سلم سے بری کر دیا یا اسکو سپرد کر دیا تو جائز ہے اور وکیل باہنے موکل کو ضمان دیکھا اور اسی طرح اگر اسے کسی غنی یا فیر غنی پر جو الیا اور بیک کو اسے بری کر دیا تو خاصہ وکیل پر جائز ہے اور اپنے موکل کو مسلم فیہ کی ضمان دیکھا اور اگر اسے مسلم فیہ کو اپنی شرط سے گھٹ کر لے لیا تو جائز ہے اور موکل کو اختیار ہے کہ اگر اسے شرط کے اس سے ضمان لے اور اگر وکیل نے سلم کو باہم ترک کر دیا تو جائز ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے

کتاب الدیون باب ہزیم بیع سلم کے بیان میں  
تو اگر وہ گیسوں اور ادھی جو اس کی بیع فاسد ہوگی اور اگر ملحدہ ویسے ہوں پس اگر دو وزن کے گواہ پیش کیے تو سلم اس کے گواہ لیے جاویں گے اور اگر دو وزن کے پاس گواہ ہوں تو وہ دونوں قسم کھاٹے اور پورے ہی ہوں گے۔ امام ابو یوسف نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو پانچ درم پانچ انہیز گیسوں کی سلم میں ملحدہ اور پانچ درم پانچ فیض جو کہ سلم میں ملحدہ ویسے پھر دو وزن کے جدا ہونے کے بعد اسے ایک درم ستوق پایا اور رب سلم نے کہا کہ وہ گیسوں کے درم میں ہو اور سلم الیہ نے کہا کہ جو کہ درم میں ہو تو رب سلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر دو وزن کے باہم تصدیق کی کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ کس میں سے ہو تو سلم الیہ ایک درم اور دہ اس کو دے اور گیسوں اور جو دو وزن میں سے پانچوں حصہ کم ہو جاوے گا اور بشر رحمہ اللہ قبلے نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کڑی گیسوں کی سلم دس درم میں ٹھہرائی اور ایک کڑی جو کہ سلم پانچ درم میں ٹھہرائی اور دس درم گیسوں واسلے ویسے پھر جو دالے پانچ درم آدائے پھر دو وزن کے جدا ہونے کے بعد اسے ایک درم ستوق پایا اور سلم الیہ نے کہا کہ یہ درم گیسوں کے درم میں سے ہو اور رب سلم نے کہا کہ جو کہ درم میں سے ہو تو امام نے فرمایا کہ اگر سلم الیہ اپنا پورا حق حاصل کرنے کا اقرار کر چکا ہو تو رب سلم کا قول معتبر ہوگا ورنہ اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر دو وزن کے پر کم یا کم ہم نہیں جانتے کہ کس میں سے ہو تو امام نے فرمایا کہ اگر دو درم گیسوں میں اور اکھا جو میں رکھا جاوے گا پس بیوان حصہ گیسوں میں سے اور دسواں حصہ جو کہ میں سے کم ہو جاوے گا اور اگر یہ صورت واقع ہو کر اسے پندرہ درم ایک ہی صفقہ میں ادا کیے ہوں تو گیسوں کے دسویں حصہ کی و دہائی اور چوکے پانچویں حصہ کی ایک تہائی کم ہو جاوے گی کذا فی المحیط

اپنے موکل کے واسطے سلم کا خاص ہو گا کنا نے حاوی۔ اگر سلم کا قائل کر لیا تو جائز ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سلم کا صلہ موکل کو ضمان میں دینا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر وکیل نے عقد سلم ٹھہرایا پھر موکل دس سے زائد مال ادا کرے گا حکم دیا اور وکیل چلا گیا تو سلم باطل ہو جاوے گی اور ایسے ہی اگر سلم ایہ نے کسی شخص کو اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قبضہ سے پہلے خود چلا گیا تو سلم باطل ہو جاوے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر سلم کے وکیل نے مخالفت کی اور اس چیز کے سوا کہ جس میں موکل نے بیع سلم کرنے کو کہا تھا دوسری چیز میں سلم ٹھہرائی تو موکل کو اختیار ہو کہ وکیل سے اپنے درمون کی ضمان لے اور اگر چاہے تو سلم ایہ سے ضمان لے پس اگر اس نے وکیل سے ضمان لی تو بیع سلم وکیل کے ساتھ صحیح رہے گی اور اگر مسلم ایسے ضمان لی پس اگر ایسی حالت میں ضمان لی کہ وکیل اور سلم ایہ دونوں مجلس عقد میں موجود ہیں اور وکیل نے دوسرے درم ادا کر دیے تو سلم جائز رہے گی اور اگر ایسے حال میں ضمان لی کہ دونوں مجلس سے جدا ہو گئے ہیں تو سلم باطل ہو جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کو دس درم اس واسطے دیے کہ ان کو اناج کی سلم میں دیوے پھر وکیل نے ایک شخص کو دیگر بیع ٹھہرائی پس اگر اس نے بیع کی نسبت موکل کے درم کی طرف کی ہو تو بیع اسکے لیے ہوگی اور اگر اس نے اپنے درمون کی طرف نسبت کی ہو تو اپنے واسطے بیع کرنے والا ہوگا اور اگر مطلق دس درم پر بیع ٹھہرائی پھر موکل کے واسطے اُن کی نیت کی تو بیع اسکے لیے ہوگی اور اگر اپنے واسطے نیت کی تو اپنے واسطے ہوگی اور اگر اس کی کچھ نیت ہی نہ ہوئی اور اس نے اپنے درم ادا کیے تو بیع اسکے لیے ہوگی اور اگر موکل کے درم ادا کیے تو موکل کے لیے ہوگی یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تک وہ عقد کے وقت موکل کی نیت نہ کرے تب تک عقد اسی کے واسطے ہوگا اور اگر دونوں نے نیت میں جھگڑا کیا اور موکل نے کہا کہ تو نے میری نیت کی ہو اور وکیل نے کہا کہ میں نے اپنی نیت کی ہو تو بالاتفاق سلم کا اناج اس شخص کو ملے گا جس نے درم ادا کیے ہیں یہ مہوط میں لکھا ہو اور اگر کسی شخص نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ اپنے واسطے کچھ درم اناج کی بیع سلم میں یوں سے پھر وکیل نے وہ درم لیکر موکل کو دیدیے تو سلم کا اناج وکیل کے ذمہ رہے گا اور وکیل گئے یہ درم موکل پر ہوں گے اور اگر اسکے وکیل نے اناج میں بیع سلم ٹھہرا دی پھر موکل نے اناج پر قبضہ کیا یا سلم ایہ کے ساتھ عقد سلم کو فسخ کر دیا تو مستحاناً جائز ہو اور سلم ایہ کو اختیار ہو کہ سلم کا اناج موکل کو دینے سے احتکار کرے یہ خزانہ الا مکمل میں لکھا ہو۔ اگر وہ شخصوں کو اس واسطے وکیل کیا کہ اسکے لیے بیع سلم ٹھہراوے پھر ایک نے بیع ٹھہرائی تو جائز نہیں ہو اور اگر دونوں نے ٹھہرائی پھر ایک نے ترک کر دی تو جائز نہیں ہو اور یہ بالا جماع ہے یہ حاوی میں لکھا ہو۔ ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا اور ہر ایک نے چاہا کہ میرے دس درم اناج کی سلم میں ملے وہ یوں سے اور اس نے دونوں کی سلم ایک ہی عقد میں ٹھہرائی تو جائز ہو اور اگر اس نے دونوں کے درم ملا دیے پھر سلم ٹھہرائی تو یہ سلم اسکے واسطے ہوگی اور ملاوینے کے سبب سے دونوں کے مال کا ضمان ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر اس ایک وکیل نے دونوں میں سے ہر ایک موکل کے درم ایک شخص کو ملے وہ دیے پھر اس سے کچھ اناج وصول کیا اور دونوں موکلوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا حق ہے تو سلم ایہ کا قول معتبر ہو گا اور اگر وہ غائب ہو تو وکیل کا قول لیا جاوے گا اور اگر سلم ایہ نے اگر وکیل کی تکذیب کی تو سلم ایہ کا قول معتبر ہو گا اگر ایک وکیل کو کسی نے بعض درمون کے اپنا کپڑا پہننے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے اس کپڑے کو بعض اناج کے کسی میعاد تک بیع سلم میں لیا

[illegible]









قرض کسی پر تراوے پھر قرض لینے والا اس شخص سے کہ جس پر اترا یا ہو مدت مقرر کرے پس میعاد لازم آوے گی یہ بھلا رائق میں لکھا ہے۔ امام محمد نے کتاب البیوع میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کر لے کر دیا جانتے تھے اور کرخی نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ جب نفع قرض لینے میں شرط کیا گیا ہو مثلاً غلہ کے درم اس واسطے دیے کہ اسکو صحیح درم ادا کر دے تو مکروہ ہو اور اگر یہ شرط عقد نہ ہو اور قرض لینے والا قرض سے جیسا دارگے تو اس میں کچھ خوف نہیں ہو اور ایسے ہی اگر کسی نے کسی کو کچھ درم یا دینار اس واسطے قرض دیے کہ قرض لینے والا اسکا کوئی اسباب گران ثمن میں خریدے تو مکروہ ہو اور اگر یہ شرط نہ ہو اور قرض لینے کے بعد اسنے گران ثمن میں خرید لیا تو کرخی کے قول پر کچھ خوف نہ ہو گا اور خصائص نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں اسکو اچھا نہیں جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ یہ حرام ہو اور امام محمد نے کتاب البیوع میں لکھا کہ سلف کے لوگ اسکو مکروہ جانتے تھے لیکن خصائص نے گراہت کو ذکر نہیں کیا صرف یہ کہ گراہت میں یہ اسکے لیے اچھا نہیں جانتا ہوں پس یہ گراہت سے قریب ہو لیکن گراہت سے کم ہو اور امام محمد نے اس میں کچھ خوف نہیں جانتا کہ انھوں نے کتاب البیوع میں فرمایا ہے کہ اگر قرض لینے والے نے قرض خواہ کو کوئی چیز پر بیچی تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہو اور امام محمد نے اسکی تفصیل نہیں فرمائی پس یہ اسباب کی دلیل ہو کہ انھوں نے سلف کا قول چھوڑ دیا ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا کہ امام محمد نے سلف کا قول نقل کیا ہے اس صورت پر محمول ہو کہ جب قرض لینے میں کسی قسم کا نفع شرط کیا گیا ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ ہو اور جو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اس صورت پر محمول ہو کہ جب قرض دینے میں ہر ایک کی شرط نہ ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ نہیں ہو اور قرض میں بیع کی صورت ہو کہ وہ لکھی گئی اسوقت ہو کہ جب سلف سے بیع سے پہلے ہو اور اگر بیع قرض سے پہلے ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عروس سے یہ چاہا کہ میرے ساتھ سودینا کا معاملہ کرے اور عروس نے زید کے ہاتھ ایک کپڑا جس کی قیمت بیس دینار ہیں چالیس دینار پر فروخت کیا پھر اسکو ساتھ دینا قرض دیے یہاں تک کہ قرض خواہ کے سودینا زید پر قرض ہو گئے اور زید کو حقیقت میں اتنی دینار حاصل ہوئے ہیں تو اس صورت کو خصائص نے ذکر کیا کہ جائز ہو اور محمد بن مسلمہ امام مالک کا یہی مذہب ہو اور یہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن مسلمہ کے پاس بہت اسباب تھا اور جب کوئی شخص ان سے قرض مانگتا تھا تو پہلے اسکے ہاتھ کوئی اسباب گران ثمن پر فروخت کرتے پھر اسکی پوری حاجت کے موافق بعض دینار اسکو قرض دیتے تھے اور بہت سے مشائخ اس بات کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایسا قرض ہو جو نفع حاصل کرنا ہو اور مشائخ میں سے بعض نے یہ کہا کہ اگر قرض اور بیع دونوں ایک مجلس میں واقع ہوں تو مکروہ ہو اور اگر دونوں کی مجلسیں مختلف ہو تو کچھ خوف نہیں ہو اور شمس الائمہ حلوانی خصائص اور محمد بن مسلمہ دونوں کے قول پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے اور قرض دار کا یہ لینے میں کچھ خوف نہیں ہو اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے ہر دینار جو دیتا ہو تو افضل ہو کہ اسکا ہر دینار قبول نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے نہیں دیتا بلکہ قراہت یا دوستی کی وجہ سے دیتا ہو تو اس سے ہرگز نہ کرے اور ایسے ہی اگر قرض دار سعاد اور کرم میں مشہور ہو تو بھی ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ ان فی محیط السرخسی۔ اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو تو یہ صورت مشکل ہو پس چاہیے کہ اس سے ہرگز نہ کرے جب تک کہ یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اسنے سبب قرضہ کے ہر دینار پر بیع یا ہجرت اور امام محمد نے فرمایا کہ جس پر قرض ہو اسکی دعوت قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم شرعی طور پر ہو اور افضل یہ ہے

قرض لینے والا اس شخص سے کہ جس پر اترا یا ہو مدت مقرر کرے پس میعاد لازم آوے گی یہ بھلا رائق میں لکھا ہے۔ امام محمد نے کتاب البیوع میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کر لے کر دیا جانتے تھے اور کرخی نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ جب نفع قرض لینے میں شرط کیا گیا ہو مثلاً غلہ کے درم اس واسطے دیے کہ اسکو صحیح درم ادا کر دے تو مکروہ ہو اور اگر یہ شرط عقد نہ ہو اور قرض لینے والا قرض سے جیسا دارگے تو اس میں کچھ خوف نہیں ہو اور ایسے ہی اگر کسی نے کسی کو کچھ درم یا دینار اس واسطے قرض دیے کہ قرض لینے والا اسکا کوئی اسباب گران ثمن میں خریدے تو مکروہ ہو اور اگر یہ شرط نہ ہو اور قرض لینے کے بعد اسنے گران ثمن میں خرید لیا تو کرخی کے قول پر کچھ خوف نہ ہو گا اور خصائص نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں اسکو اچھا نہیں جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ یہ حرام ہو اور امام محمد نے کتاب البیوع میں لکھا کہ سلف کے لوگ اسکو مکروہ جانتے تھے لیکن خصائص نے گراہت کو ذکر نہیں کیا صرف یہ کہ گراہت میں یہ اسکے لیے اچھا نہیں جانتا ہوں پس یہ گراہت سے قریب ہو لیکن گراہت سے کم ہو اور امام محمد نے اس میں کچھ خوف نہیں جانتا کہ انھوں نے کتاب البیوع میں فرمایا ہے کہ اگر قرض لینے والے نے قرض خواہ کو کوئی چیز پر بیچی تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہو اور امام محمد نے اسکی تفصیل نہیں فرمائی پس یہ اسباب کی دلیل ہو کہ انھوں نے سلف کا قول چھوڑ دیا ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا کہ امام محمد نے سلف کا قول نقل کیا ہے اس صورت پر محمول ہو کہ جب قرض لینے میں کسی قسم کا نفع شرط کیا گیا ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ ہو اور جو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اس صورت پر محمول ہو کہ جب قرض دینے میں ہر ایک کی شرط نہ ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ نہیں ہو اور قرض میں بیع کی صورت ہو کہ وہ لکھی گئی اسوقت ہو کہ جب سلف سے بیع سے پہلے ہو اور اگر بیع قرض سے پہلے ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عروس سے یہ چاہا کہ میرے ساتھ سودینا کا معاملہ کرے اور عروس نے زید کے ہاتھ ایک کپڑا جس کی قیمت بیس دینار ہیں چالیس دینار پر فروخت کیا پھر اسکو ساتھ دینا قرض دیے یہاں تک کہ قرض خواہ کے سودینا زید پر قرض ہو گئے اور زید کو حقیقت میں اتنی دینار حاصل ہوئے ہیں تو اس صورت کو خصائص نے ذکر کیا کہ جائز ہو اور محمد بن مسلمہ امام مالک کا یہی مذہب ہو اور یہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن مسلمہ کے پاس بہت اسباب تھا اور جب کوئی شخص ان سے قرض مانگتا تھا تو پہلے اسکے ہاتھ کوئی اسباب گران ثمن پر فروخت کرتے پھر اسکی پوری حاجت کے موافق بعض دینار اسکو قرض دیتے تھے اور بہت سے مشائخ اس بات کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایسا قرض ہو جو نفع حاصل کرنا ہو اور مشائخ میں سے بعض نے یہ کہا کہ اگر قرض اور بیع دونوں ایک مجلس میں واقع ہوں تو مکروہ ہو اور اگر دونوں کی مجلسیں مختلف ہو تو کچھ خوف نہیں ہو اور شمس الائمہ حلوانی خصائص اور محمد بن مسلمہ دونوں کے قول پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے اور قرض دار کا یہ لینے میں کچھ خوف نہیں ہو اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے ہر دینار جو دیتا ہو تو افضل ہو کہ اسکا ہر دینار قبول نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے نہیں دیتا بلکہ قراہت یا دوستی کی وجہ سے دیتا ہو تو اس سے ہرگز نہ کرے اور ایسے ہی اگر قرض دار سعاد اور کرم میں مشہور ہو تو بھی ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ ان فی محیط السرخسی۔ اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو تو یہ صورت مشکل ہو پس چاہیے کہ اس سے ہرگز نہ کرے جب تک کہ یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اسنے سبب قرضہ کے ہر دینار پر بیع یا ہجرت اور امام محمد نے فرمایا کہ جس پر قرض ہو اسکی دعوت قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم شرعی طور پر ہو اور افضل یہ ہے

کہ اسکی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کرے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہی یا اسکو اشتیاء پیدا ہو جاوے اور تنہا الائمہ سے فرمایا کہ جو امام مقرر ہوئے ذکر کیا وہ ایسی صورت پر مجبور کیا جاوے گا کہ اگر قرضہ اور قبل قرض لینے کے اسکی دعوت کیا کرتا تھا تو بعد قرض کے بھی اسکی دعوت قبول کرے اور اگر یہ صورت ہو کہ وہ پہلے اسکی دعوت نہیں کرتا تھا یا پہلے ہر مہینہ اسکی دعوت کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے ہر مہینہ اسکی دعوت کرنے لگا یا دعوت کے کھانے طرح طرح کے بڑھا دیے تو اس دعوت کا قبول کرنا حلال نہیں ہو اور وہ کھانا خبیث ہو گا اگر قرض کا بدلہ رائج ہوتا قرض میں شرط نہ کیا ہو تو کچھ ذہنین یہ یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی دوسرے پر کچھ دوسرے قرض کے ادائے قرضدار کے درمیان پر قابو پایا تو اسکو ان درمیان کے لئے لینے کا اختیار ہی بشرطیکہ اسکی درم جید نہوں اور قرض میعاد ہی نہ ہو اگر اسکی دیناروں پر قابو پایا تو ظاہر الروایت میں نہیں لے سکتا ہو اور یہی صحیح ہے قرضدار نے اگر قرض کو جیسا اسپر چاہیے تھا اس سے جید ادا کیا تو قرض خواہ کو قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جاوے گا جیسا کہ گھٹیا ہونے کی صورت میں جبر نہ کیا جاوے اور اگر اسے خود قبول کر لیا تو جائز ہو چنانچہ اگر قرضدار نے اسکی جنس کے برخلاف دیا اور اسے قبول کر لیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر قرض میعاد ہی تھا اور قرضدار نے میعاد آنے سے پہلے ادا کیا تو قرض خواہ قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جاوے گا اور اگر قرضدار نے جتنا اسپر تھا اس کے زیادہ وزن میں ادا کیا پس اگر اسقدر زیادتی ہو جو دوبارہ وزن کرنے میں آجانی ہو تو جائز ہے اور اسپر اجماع ہے کہ سود میں ایک دانگ ایسا ہو کہ جو دوبارہ وزن میں زیادہ ہو جاتا ہو اور اگر وہ ایسی زیادتی ہوئی کہ دو وزن وزن میں نہیں آتی ہر شلہ ایک درم یا دو درم ہو تو بہت ہو اور جائز نہیں ہو اور اسے درم میں اختلاف ہو اور نہ وہی نے فرمایا کہ سود میں آدھا درم زیادہ ہو پس اس کے مانگے کو واپس کیا جاوے اور اگر قرضدار کو زیادتی کی خبر نہ ہو تو زیادتی کثیرہ اسکو واپس کی جاوے گی اور اگر اسکو خبر ہو اور اسے اپنے اختیار سے دی ہو تو زیادتی کے قبضہ کرنے والے کو حلال نہیں ہو اگر یہ دیے ہوئے درم شکستہ ہوں یا ثابت ہوں کہ چکو ٹکڑے کرنا ضرر نہیں کرتا ہو تو یہ زیادتی جائز نہو گی بشرطیکہ دینے والے اور لینے والے کو خبر ہو کہ ذاتی خلوسے قاضی خان۔ اور اگر یہ درم ثابت ہوں اور شکستہ کرتا ان کو مضر ہو پس اگر یہ زیادتی اسقدر ہو کہ بدون توڑنے کے اسکا حد اکثر ناممکن ہو مثلاً ان درم میں ایک درم کم مقدار کا ہو اور اسی قدر زیادتی بھی ہو تو زیادتی جائز نہیں ہو اور اگر زیادتی ایسی ہو کہ بدون توڑنے کے اسکا حد اکثر ناممکن نہ ہو تو بطریق بہم کے جائز ہو اور اگر کو فہ میں اس شرط سے قرض دیا کہ اسکو بھرے میں ادا کرے تو جائز نہیں ہو کہ ذاتی الحیط اور سنجہ کردہ ہو لیکن اگر مطلقاً قرض دیا اور بدون شرط کے قرضدار نے دوسرے شہر میں ادا کیا تو جائز ہو منتفی میں لکھا ہے کہ ابراہیم نے امام محمد سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو چکو ہزار درم پاس شرط پر قرض دے کہ میں چکو اپنی یہ زمین عاریت دوں گا تو اس میں کھیتی کرنا مجاہد کہ تیرے درم میرے پاس رہیں پس قرض خواہ نے کھیتی لی تو کوئی چیز صدقہ نہ کوں گا اور میں اس کے لیے یہ حاصل کروں گا جتنا ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے پیسے یا عانی قرض لیے پھر وہ کا سد ہو گئے تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اسپر ان کے شل کا سدا داکر تاوا جب تین اور ان کی قیمت کی ضمان نہو لگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان پر قصہ کرنے کے دن جو ان کی قیمت تھی دوا کرے اور امام محمد نے فرمایا کہ ان کے مانگے ہونے کے آخر دن جو ان کی قیمت تھی وہ ادا کرے اور اسی پر حنفی

یہ فقہاء  
امام احمد اور مالک  
اور شافعی  
کے نزدیک  
جائز ہے

کنانی فتاویٰ قاضی خان - اور ہمارے زمانے کے بعض مشائخ نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ہمارے زمانے میں انہیں کا قول قریباً تصواب ہو یہ محیط میں لکھا ہو کسی شخص سے دوسرے شخص کو بخا مین بخاری درم قرض دیے پھر قرضدار سے ایسے شہر میں ملا کہ جہاں وہ شخص ایسے درمون پر تاور نہ تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے کہ اسکو مسافت انداز سے لے جانے کی مسلت ہے اور اسکی طرف سے کوئی کفیل لے کر اپنی مضبوطی کر لے ورنہ ان کی قیمت لے لے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب اس سے ایسے شہر میں ملا کہ جس میں یہ درم چلتے ہیں و لیکن پاسے نہیں جاتے ہیں تو وہ اسکو جہد مسافت کے آتے جانے کی مسلت دیکھا اور اگر ایسا شہر ہو کہ جس میں یہ درم نہیں چلتے ہیں تو ان کی قیمت لے دیکھا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو - اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب قرض دی پھر قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب کا قرض ساقط ہو جائیگا اور اگر قرضدار مسلمان ہوا تو امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت میں ساقط ہونا آیا ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس پر شراب کی قیمت واجب ہے اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے یہ بحر الزاویٰ کے تصورات میں لکھا ہو - کسی سکنو زنی یا کبلی چیز قرض لی پھر بازار میں اس چیز کا آنا موقوف ہو گیا تو قرض خواہ کو ہلٹ پنے پر مجبور کیا جائیگا بیان تک کہ کھیتی پک جلے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غلام القادری میں لکھا ہو - کسی شخص پر دوسرے شخص کے جید درم قرض تھے اور اسے اس سے زیوت یا بہرہ یا ستورہ لے لے اور اپنی راضی ہو گیا تو جائز ہے پس اگر اسے انکو صرف کیا تو مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ زیوت یا بہرہ کا قرض لینا مکروہ ہے اور قرضدار پر ان کے شل واجب ہوں گے پس اگر انکار و اجاب تار ہے تو اس پر ان کی قیمت واجب ہو گی کسی نے دوسرے سے کچھ طعام ایسے شہر میں قرض لیا کہ جہاں وہ طعام ارزان ہے پھر قرض خواہ اس سے دوسرے شہر میں ملا کہ جہاں یہ طعام گران ہے پھر قرض خواہ نے اس سے اپنا حق مانگا اور اسکو پکڑا تو انکو پکڑ رکھنے کا اختیار نہوگا اور قرضدار کو حکم دیا جائیگا کہ قرض خواہ کی مضبوطی کر دے اور اسکا طعام قرض اسی شہر میں جہاں اس نے قرض لیا ہو ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو - کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درم قرض دیے اور قرض دار نے اپنے قرضہ کر لیا پھر قرض خواہ نے قرضدار سے کہا کہ ان درمون کو کہ جو میرے پیچھے ہیں جو من ویناروں کے بیج صرف کر لے پس اگر اسے کسی شخص کو مثلاً زیہ کو معین کیا اور کہا کہ اس کے ساتھ بیج صرف کر لے اور اس نے بیج صرف کر لی تو بالاجرا جائز ہے ورنہ نہیں امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین رحمہم کے نزدیک بالاتفاق بیج قرض خواہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ یہ بیج قرض دینے والے پر جائز نہوگی اور صاحبین رحمہم نے فرمایا کہ جائز نہوگی پھر اگر قرض خواہ نے قرضدار سے وینار لینا چاہے اور قرضدار نے اختیار سے اسکو دے دے تو بالاجرا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو - کسی شخص پر دوسرے کے ایک ہزار درم قرض تھے پھر ان میں سے سو درم پر کسی نے بیج کے وعدہ دے اس سے صلح کر لی تو یہ کم کر دینا صحیح ہے اور سونی الحال دینا چاہیں اور قرضدار قرض سے انکار کرے تا تو یہ سو درم بیجا ہو رہیں گے - کسی نے دوسرے کو ایک گریبون قرض دیے پھر قرضدار نے اس سے یہ قرضہ جو من درمون کے خریدے تو جائز ہے خواہ یہ قرضہ اسکے پاس موجود ہو یا نہ کنانی فتاویٰ قاضی خان - اور جب خریدنا جائز ہے پھر پس اگر اسے درم اسی مجلس میں ادا کر دے تو خریدے ہو گئی اور اگر اسی مجلس میں ادا نہ کیے تو باطل ہو جائیگی اور یہ صورت

کتاب الفوائد  
جلد سوم  
صفحہ ۲۹۵  
باب فزندہ قرض لینے دینے کے بیان میں



اُسکے یہ طاعات ہو کہ جب قرضدار کا بھی ایک کڑ گینون قرض خواہ پر آتا تھا پھر ہر ایک نے جو اُس پر آتا تھا بعض اُسکے جو اُسکا وہ سرے پر آتا ہو خرید تو جائز ہو اگرچہ دونوں جدا ہو جاویں پھر اگر مشتری نے وہ درم مجلس میں ادا کر دیے بعد اُسکے اُس کڑ میں کوئی عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا و لیکن ثمن میں سے نقصان عیب واپس لے گا اور اگر قرض مقبوضہ کو اُس نے تلف کر دیا ہو تو صل کے نزدیک یہی حکم ہو گا جو ہم نے بیان کیا اور ایسے ہی ہر کیلی اور زنی چہر سواے درم اور پیون کے اگر قرض ہو تو یہی حکم ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اگر اُس کڑ کو جو اُس پر قرض ہو اُسی کے مثل کڑ کے عوض خرید ا تو جائز ہو بشرطیکہ نقد ہو اور اگر قرض ہو تو جائز نہیں ہو مگر جبکہ اسی مجلس میں قبضہ کر لے پس اگر اُس نے قرضہ کے کڑ میں کچھ عیب پایا تو نقصان عیب واپس نہیں لے سکتا یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ اگر ایک کڑ طعام قرض لیا اور اُس پر قبضہ کیا پھر قرضدار نے یہ کرجیسہ اپنے قرضخواہ سے خرید اتویج باطل ہو اور یہ قرض اخراج کو متضمن نہیں ہے و لیکن اگر قرضدار نے یہ کرجیسہ قرض خواہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تو صحیح ہو یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہو۔ کسی نے دو سرے کو سو درم اس شرط پر قرض دیئے کہ یہ کھرے میں اور اُسے قبضہ کر لیا پھر قرضدار نے قرض خواہ سے دس دینار کے عوض خریدیے تو خرید صحیح ہو اور بعد محنت کے اگر وہ دونوں بدون بدلے پر قبضہ ہوئے کے مجلس سے جدا ہو جاویں تو بیع صرف باطل ہو جاویگی اور اگر جدا ہونے سے پہلے دیناروں پر جسے قبضہ کر لیا تو بیع صرف صحیح ہو گی پس اگر قرضدار نے قرض کے درم زیوت یا بنہرہ پائے تو واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا جو اور اگر مستوق یا رخصاص پائے تو اُن کو قرض خواہ کو واپس کرے بعد اُسکے اگر وہ دونوں مجلس سے جدا نہ ہوئے اور کھرے سو درم اُس نے مجلس میں لے لیے اور دینار ادا کر چکا ہو تو بیع صحیح رہیگی اور اگر جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جاوے گی اور قرض دار کو اختیار ہو گا کہ اپنے دینار واپس کر لے کذا فی محیط۔ اور اگر قرضدار پر بجائے درم کے دینار یا پیسے قرض تھے اور اُس نے جو موضع درم کے خریدے پھر اُن کو زیوت یا بنہرہ یا مستوق پایا تو دینار میں سب صورتوں میں وہی حکم ہو جو مذکور ہوا ہو اور ایسے ہی پیون کو اگر زیوت یا بنہرہ پایا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر پیون کو مستوق پایا اور درم کے قبضہ کے بعد وہ دونوں جدا ہو چکے ہیں تو عقد جائز رہیگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ خلاصہ میں لکھا ہو کہ قبضہ سے پہلے قرض میں تصرف کرنا صحیح یہ ہو کہ جائز ہو یہ تا تا تاریخہ میں لکھا ہو۔ غلام تاجر اور محاسب اور لڑکے اور بیوقوف کا قرض دینا جائز نہیں ہو اور اگر کسی نے لڑکے یا بیوقوف کو قرض دیا اور اُس نے تلف کر دیا تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو اُس سے تلف کیا ہو اُسکا خالص ہو گا اور یہی صحیح ہو اور اگر ایسے غلام کو قرض لیا کہ جسکا اُسکے مالک نے تصرف کرنے سے باز رکھا ہو اور اُس سے تلف کر دیا تو اُس سے مواخذہ نہ کرے یہاں تک کہ وہ آزاد ہو جاوے اور اس میں ویسا ہی اختلاف ہو جو ہم نے بیان کیا اگرچہ صاف مذکور نہیں ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فی الحاصل مواخذہ کیا جاوے گا بیسوا و بعت میں ہوتا ہے۔ اور اگر قرض دینے والے نے اپنا بعینہ مال ان میں سے کسی کے پاس پایا تو وہ اُسکا زیادہ خدا پر یہ میسر ہو لکھا ہو اگر کسی نے دو سرے سے کہا کہ تو میرے واسطے فلان شخص سے دو درم قرض لے اور اُس نے قرض لیکر قبضہ کر لیا اور یہ کہا کہ میں نے وہ درم حکم دینے والے کو دیے ہیں تو یہ مال وکیل پر قرض ہو گا اور وکیل پر اُسکی نقد میں مذکور ہو گی

یعنی جب قرضدار نے اُسکے مالک کو قرض دیا تو بیع باطل ہو جاوے گی اور اگر قرضدار نے قرض لینے والے کو قرض دیا تو بیع صحیح ہو جاوے گی



۱۰۸  
 اُنکا عاریف اپنا عاریف ہو یہ محیا سخری میں لکھا ہو کسی پر کسی شخص کے ایک ہزار درم قرض ہیں پھر اسے طالب کو کچھ دینا  
 دیے اور کہا کہ ان کی بیع صرف کر کے اپنا حق ان میں سے لے لے آئے انگو لیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے اُس سے  
 پہلے کہ ان کی بیع صرف کرے تو قرضہ اُنکا مال گیا اور اگر اُس نے بیع صرف کر کے درم پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے  
 پہلے اُسکے پاس تلف ہو گئے تو بھی مطلوب کا مال گیا اور اگر اُس نے اپنا حق اُس میں سے لے لیا پھر ضائع ہو گئے تو اس  
 طالب کا مال گیا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینا دیا ہے اور کہا کہ انگو اپنے حق کی ادائیگی واسطے لے اور اُس نے  
 لے لیے تو اُسکی ضمانت میں ہو گئے اور اگر کہا کہ انگو اپنے حق کے واسطے بیچ لے اور اُس نے اپنے حق کے برابر دین میں یا انگو  
 بیچ کر دین میں کو لے لیا تو بیع کے بعد قبضہ کے ساتھ اپنے حق کا تاہن ہو جاوے گا یہ خواہے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر  
 قرض دینے والے نے یہ پہلے کہ قرضدار سے اپنا عینہ لے لے تو اُسکا اختیار نہیں ہو اور قرضدار کو اختیار ہو کہ اس کے  
 سوا سے دوسرا دیوے یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہو۔ میں آدمی کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے قرض لیکر سبے  
 کہا کہ جہ میں سے اس ایک شخص کو اداکردہ اور اُس نے دیدیا تو قرض خواہ اُس شخص سے مطالبہ نہیں کر سکتا جو اگر  
 اُسی قدر کہ جتنا اُسکا حصہ ہو اور اس مسئلہ سے ایک دوسرے مسئلہ کی روایت نکل آئی کہ قرض لینے والے کو قرضہ پر  
 قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہو اگرچہ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا جائز نہیں ہو یہ قنہ میں لکھا ہو۔ بڑا کر لینا  
 ہر ایسی چیز دین میں جن میں لوگوں کا تعامل جاری ہو جیسے ٹوپی اور موزہ اور تانبے و پیتل کے برتن وغیرہ آستانہ  
 جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو پھر جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل جاری ہو اُن میں بڑا کر لینا صرف اُس وقت جائز ہو  
 کہ جب اُسکا وصف اس طرح بیان کر دیا جاوے کہ جس سے اچھی طرح پہچان ہو جاوے اور جن چیزوں میں لوگوں  
 کا تعامل نہیں ہو مثلاً کسی چولاہے سے ایک کپڑے کو کہا کہ اپنے سوت سے طیلہ کر لا تو جائز نہیں ہو یہ جامع صغیر میں لکھا  
 ہو۔ ملاحظہ بنوانے کی صورت یہ ہو کہ مثلاً موزہ ہوائے سے کے کہ اتنے دم کے عوض میرے واسطے تو ایک موزہ  
 اپنے چمڑے سے بنا لا کہ جو میرے پانوں کے موافق ہو اور اسکو اپنا پانوں دکھلا دیا یا کسی سنار سے کہا کہ اسے دم  
 عوض میرے واسطے ایک انگوٹھی اپنی چاندی سے بنلا اور اسکا وزن اور صفت بیان کر دے اور اسی طرح اگر  
 کسی سقہ سے کہا کہ کھلو ایک پسمہ میں ایک بار پانی پلا دے یا کچھنے لگانے والے سے کہا کہ اُجرت پر کچھنے  
 اٹھائے تو یہ بھی لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہو اگرچہ بیچنے کی مقدار پہلے کچھنے لگانے کی تعداد معلوم نہیں ہو  
 یہ کافی میں لکھا ہو۔ استسناع یعنی بڑا کر لینا پہلے اجارہ ہوتا ہو اور اُخر میں سپرد کرنے سے ایک سات  
 پہلے بیع ہو جاتا ہو اور یہی صحیح ہو یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو اور کار گیر کو اختیار نہ ہوگا بلکہ وہ بنائے پر  
 مجبور کیا جاوے گا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ اُسکو اختیار ہوگا کدانی اٹھانی اور  
 یہی مختار ہو یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو۔ اور بنوانے والا مختار ہو اگر چاہے تو اُسکو بے در نہ چھوڑ دے  
 اور کار گیر کو اختیار نہیں ہو اور یہی اصح ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہو۔ اور اصح یہ ہو کہ جس پر عقد قرار پایا وہ وہی چیز ہو  
 جسکا نہ انشاء ہو اور اسی واسطے اگر کار گیر اُسکو پوری تیار لے آیا کہ وہ اُسکی کار گیری سے فحش یا اُسی کی بتائی  
 ہوئی مگر عقد سے پہلے کی تھی تو جائز ہو کدانی اٹھانی اور بدون اختیار کر لینے کے معین نہیں ہو جاتی ہوتے  
 کہ اگر کار گیر نے بنوانے والے کے دکھلانے سے پہلے اُسکو فروخت کر دیا تو جائز ہو اور یہی صحیح ہو یہ ہدایہ

[illegible]

میں لکھا جو۔ اور اگر مہیا و مگدای آن چیزوں میں جن لوگوں کا تعامل ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک  
سلم ہو جاوے گی تے کہ بدون شرائط مسلم کے جائز نہیں ہو اور اُس میں خیاثا بہت ہو گا اور صاحبین رحمہ اللہ  
تعالیٰ کے نزدیک وہ استصناع رہیگا اور مدت کا ذکر جلدی بناتے کے واسطے ہوگا اور اگر این چیزوں میں مدت  
نکالی جن میں لوگوں کا تعامل نہیں ہو تو بالاجماع سلم ہو جاوے گی یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔ اور یہ مدت کا اختلاف میں صحت  
میں جو کہ جب مدت کا ذکر ہلکتے بنے کے طور پر ہو مثلاً ایک مہینہ یا اسکے مانند مہلت دی اور اگر جاری کے طور پر  
ذکر کیا مثلاً کہا کہ اس شرط پر بنو مانا ہوں کہ مکمل یا ہر سون فارغ ہو جاوے تو بالاجماع سلم ہو جاوے گی یہ فتاویٰ صغریٰ  
میں لکھا ہے۔ کسی نے دو مرتبے سے کوئی چیز بنوائی پھر اُس چیز میں دو لون نے اختلاف کیا اور بنوائے والے نے کہا کہ  
تو نے ویسی نہیں بنائی جیسی میں نے کہی تھی اور کارہ گئے کہ انہیں بلکہ میں نے ویسی ہی بنائی ہو تو شائع نے کہا کہ کسی  
قسم نہیں آتی ہو اور اگر کارہ گیر نے کسی پر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے ایسی چیز بنوائی تھی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قسم  
نہ دلانی جاوے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے

**بیسواں باب**۔ ایسی بیعت کے بیان میں جو مکروہین اور ایسے صفوں کے بیان میں جو فاسدین۔ جانتا  
 چاہیے کہ وہ عریضہ جسکے باب میں اجازت آئی ہو وہ عطیہ ہوتا ہے نہ بیع اور اسکی تعریف یہ ہو کہ کوئی شخص اپنے  
 باغ میں سے ایک درخت کے خدما کسی شخص کو بہر کرنے پھر ہر دور اس شخص کا اسکے باغ میں آنا بسبب اسکے کہ اسکے  
 اہل و عیال باغ میں ہیں اسپر گران گزرے اور اسکو یہ بھی اچھا نہ معلوم ہو کہ اپنے وعدہ میں خلاف کرے اور  
 بہرہ سے رجوع کرے پس وہ شخص بجائے درخت کے پھل کے ٹوٹے ہوئے چھوڑے انکار سے اسکو دیتا ہے  
 تاکہ اسکا ضرر اسپر سے دفع ہو جائے اور خلاف وعدہ بھی نہ ہو اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے یہ بسوط میں  
 لکھا ہوا ہے وہ عریضہ جسکے باب میں شرعی مانعت آئی ہو اسکی تفسیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ اسکی  
 صحت یہ ہو کہ ایک حاجتمند آدمی دوسرے کے پاس جاے اور اس سے مثلاً دس درم قرض مانگے اور قرض  
 دینے والا قرض دینے میں رغبت نہ کرے اور بڑھتی میں طمع کی وجہ سے کہے کہ قرض دینے میں تو مجھکو آسانی  
 نہیں ہو ولیکن میں یہ کپڑا اگر تو چاہے تو میرے ہاتھ بارہ درم کو بیچتا ہوں اور بازار میں اسکی قیمت دس درم ہو  
 تو اسکو بازار میں دس درم میں بیچ لینا اور قرض لینے والا اسپر راضی ہو جاوے پس قرض دینے والا بارہ درم  
 میں اسکے ہاتھ فروخت کرے پھر قرض لینے والا اسکو بازار میں دس درم پر فروخت کرے اور اس تجارت سے  
 اس کپڑے کے مالک کو دو درم کا نفع حاصل ہو اور اس سے قرض دار کو دس درم حاصل ہوں اور بعض  
 مشائخ نے اسکے یہ معنی بیان کیے کہ وہ دونوں تیسرا شخص در میان میں فالین پس قرض دینے والا اپنا کپڑا قرض  
 لینے والے کے ہاتھ بارہ درم میں بیچ کر اسکے سپرد کر دے پھر قرض لینے والا تیسرے کے ہاتھ دس درم میں بیچ کر اسکے  
 سپرد کر دے پھر تیسرا اس کپڑے کو کپڑے والے کے ہاتھ دس درم میں فروخت کر کے اسکے سپرد کر دے سو دس درم  
 اس سے ملے اور وہ درم قرض مانگنے والے کو دے دے پس قرض مانگنے والے کو دس درم ملین گے اور کپڑے کے  
 مالک کے اسپر بارہ درم قرض ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ عریضہ  
 جائز ہے اور اسپر عمل کرنے والے کو اچھڑا لیا ہو بخار اشتاؤے میں لکھا ہے۔ اور وہ بیع کہ جسکو ہمارے زمانے کے

۱۲۳۴  
 ۱۲۳۵  
 ۱۲۳۶  
 ۱۲۳۷  
 ۱۲۳۸  
 ۱۲۳۹  
 ۱۲۴۰  
 ۱۲۴۱  
 ۱۲۴۲  
 ۱۲۴۳  
 ۱۲۴۴  
 ۱۲۴۵  
 ۱۲۴۶  
 ۱۲۴۷  
 ۱۲۴۸  
 ۱۲۴۹  
 ۱۲۵۰  
 ۱۲۵۱  
 ۱۲۵۲  
 ۱۲۵۳  
 ۱۲۵۴  
 ۱۲۵۵  
 ۱۲۵۶  
 ۱۲۵۷  
 ۱۲۵۸  
 ۱۲۵۹  
 ۱۲۶۰  
 ۱۲۶۱  
 ۱۲۶۲  
 ۱۲۶۳  
 ۱۲۶۴  
 ۱۲۶۵  
 ۱۲۶۶  
 ۱۲۶۷  
 ۱۲۶۸  
 ۱۲۶۹  
 ۱۲۷۰  
 ۱۲۷۱  
 ۱۲۷۲  
 ۱۲۷۳  
 ۱۲۷۴  
 ۱۲۷۵  
 ۱۲۷۶  
 ۱۲۷۷  
 ۱۲۷۸  
 ۱۲۷۹  
 ۱۲۸۰  
 ۱۲۸۱  
 ۱۲۸۲  
 ۱۲۸۳  
 ۱۲۸۴  
 ۱۲۸۵  
 ۱۲۸۶  
 ۱۲۸۷  
 ۱۲۸۸  
 ۱۲۸۹  
 ۱۲۹۰  
 ۱۲۹۱  
 ۱۲۹۲  
 ۱۲۹۳  
 ۱۲۹۴  
 ۱۲۹۵  
 ۱۲۹۶  
 ۱۲۹۷  
 ۱۲۹۸  
 ۱۲۹۹  
 ۱۳۰۰  
 ۱۳۰۱  
 ۱۳۰۲  
 ۱۳۰۳  
 ۱۳۰۴  
 ۱۳۰۵  
 ۱۳۰۶  
 ۱۳۰۷  
 ۱۳۰۸  
 ۱۳۰۹  
 ۱۳۱۰  
 ۱۳۱۱  
 ۱۳۱۲  
 ۱۳۱۳  
 ۱۳۱۴  
 ۱۳۱۵  
 ۱۳۱۶  
 ۱۳۱۷  
 ۱۳۱۸  
 ۱۳۱۹  
 ۱۳۲۰  
 ۱۳۲۱  
 ۱۳۲۲  
 ۱۳۲۳  
 ۱۳۲۴  
 ۱۳۲۵  
 ۱۳۲۶  
 ۱۳۲۷  
 ۱۳۲۸  
 ۱۳۲۹  
 ۱۳۳۰  
 ۱۳۳۱  
 ۱۳۳۲  
 ۱۳۳۳  
 ۱۳۳۴  
 ۱۳۳۵  
 ۱۳۳۶  
 ۱۳۳۷  
 ۱۳۳۸  
 ۱۳۳۹  
 ۱۳۴۰  
 ۱۳۴۱  
 ۱۳۴۲  
 ۱۳۴۳  
 ۱۳۴۴  
 ۱۳۴۵  
 ۱۳۴۶  
 ۱۳۴۷  
 ۱۳۴۸  
 ۱۳۴۹  
 ۱۳۵۰  
 ۱۳۵۱  
 ۱۳۵۲  
 ۱۳۵۳  
 ۱۳۵۴  
 ۱۳۵۵  
 ۱۳۵۶  
 ۱۳۵۷  
 ۱۳۵۸  
 ۱۳۵۹  
 ۱۳۶۰  
 ۱۳۶۱  
 ۱۳۶۲  
 ۱۳۶۳  
 ۱۳۶۴  
 ۱۳۶۵  
 ۱۳۶۶  
 ۱۳۶۷  
 ۱۳۶۸  
 ۱۳۶۹  
 ۱۳۷۰  
 ۱۳۷۱  
 ۱۳۷۲  
 ۱۳۷۳  
 ۱۳۷۴  
 ۱۳۷۵  
 ۱۳۷۶  
 ۱۳۷۷  
 ۱۳۷۸  
 ۱۳۷۹  
 ۱۳۸۰  
 ۱۳۸۱  
 ۱۳۸۲  
 ۱۳۸۳  
 ۱۳۸۴  
 ۱۳۸۵  
 ۱۳۸۶  
 ۱۳۸۷  
 ۱۳۸۸  
 ۱۳۸۹  
 ۱۳۹۰  
 ۱۳۹۱  
 ۱۳۹۲  
 ۱۳۹۳  
 ۱۳۹۴  
 ۱۳۹۵  
 ۱۳۹۶  
 ۱۳۹۷  
 ۱۳۹۸  
 ۱۳۹۹  
 ۱۴۰۰  
 ۱۴۰۱  
 ۱۴۰۲  
 ۱۴۰۳  
 ۱۴۰۴  
 ۱۴۰۵  
 ۱۴۰۶  
 ۱۴۰۷  
 ۱۴۰۸  
 ۱۴۰۹  
 ۱۴۱۰  
 ۱۴۱۱  
 ۱۴۱۲  
 ۱۴۱۳  
 ۱۴۱۴  
 ۱۴۱۵  
 ۱۴۱۶  
 ۱۴۱۷  
 ۱۴۱۸  
 ۱۴۱۹  
 ۱۴۲۰  
 ۱۴۲۱  
 ۱۴۲۲  
 ۱۴۲۳  
 ۱۴۲۴  
 ۱۴۲۵  
 ۱۴۲۶  
 ۱۴۲۷  
 ۱۴۲۸  
 ۱۴۲۹  
 ۱۴۳۰  
 ۱۴۳۱  
 ۱۴۳۲  
 ۱۴۳۳  
 ۱۴۳۴  
 ۱۴۳۵  
 ۱۴۳۶  
 ۱۴۳۷  
 ۱۴۳۸  
 ۱۴۳۹  
 ۱۴۴۰  
 ۱۴۴۱  
 ۱۴۴۲  
 ۱۴۴۳  
 ۱۴۴۴  
 ۱۴۴۵  
 ۱۴۴۶  
 ۱۴۴۷  
 ۱۴۴۸  
 ۱۴۴۹  
 ۱۴۵۰  
 ۱۴۵۱  
 ۱۴۵۲  
 ۱۴۵۳  
 ۱۴۵۴  
 ۱۴۵۵  
 ۱۴۵۶  
 ۱۴۵۷  
 ۱۴۵۸  
 ۱۴۵۹  
 ۱۴۶۰  
 ۱۴۶۱  
 ۱۴۶۲  
 ۱۴۶۳  
 ۱۴۶۴  
 ۱۴۶۵  
 ۱۴۶۶  
 ۱۴۶۷  
 ۱۴۶۸  
 ۱۴۶۹  
 ۱۴۷۰  
 ۱۴۷۱  
 ۱۴۷۲  
 ۱۴۷۳  
 ۱۴۷۴  
 ۱۴۷۵  
 ۱۴۷۶  
 ۱۴۷۷  
 ۱۴۷۸  
 ۱۴۷۹  
 ۱۴۸۰  
 ۱۴۸۱  
 ۱۴۸۲  
 ۱۴۸۳  
 ۱۴۸۴  
 ۱۴۸۵  
 ۱۴۸۶  
 ۱۴۸۷  
 ۱۴۸۸  
 ۱۴۸۹  
 ۱۴۹۰  
 ۱۴۹۱  
 ۱۴۹۲  
 ۱۴۹۳  
 ۱۴۹۴  
 ۱۴۹۵  
 ۱۴۹۶  
 ۱۴۹۷  
 ۱۴۹۸  
 ۱۴۹۹  
 ۱۵۰۰  
 ۱۵۰۱  
 ۱۵۰۲  
 ۱۵۰۳  
 ۱۵۰۴  
 ۱۵۰۵  
 ۱۵۰۶  
 ۱۵۰۷  
 ۱۵۰۸  
 ۱۵۰۹  
 ۱۵۱۰  
 ۱۵۱۱  
 ۱۵۱۲  
 ۱۵۱۳  
 ۱۵۱۴  
 ۱۵۱۵  
 ۱۵۱۶  
 ۱۵۱۷  
 ۱۵۱۸  
 ۱۵۱۹  
 ۱۵۲۰  
 ۱۵۲۱  
 ۱۵۲۲  
 ۱۵۲۳  
 ۱۵۲۴  
 ۱۵۲۵  
 ۱۵۲۶  
 ۱۵۲۷  
 ۱۵۲۸  
 ۱۵۲۹  
 ۱۵۳۰  
 ۱۵۳۱  
 ۱۵۳۲  
 ۱۵۳۳  
 ۱۵۳۴  
 ۱۵۳۵  
 ۱۵۳۶  
 ۱۵۳۷  
 ۱۵۳۸  
 ۱۵۳۹  
 ۱۵۴۰  
 ۱۵۴۱  
 ۱۵۴۲  
 ۱۵۴۳  
 ۱۵۴۴  
 ۱۵۴۵  
 ۱۵۴۶  
 ۱۵۴۷  
 ۱۵۴۸



لوگوں نے سود لینے کا حیلہ نکال کر جاری کر کے اسکا نام بیع الوفا رکھا ہے وہ فی الحقیقت رہن ہوتی ہے اور وہ بیع مشتری کے پاس ایسی ہوتی ہے جیسے مرتب کے پاس مرہون ہوتی ہے کہ نہ وہ اسکا مالک ہوتا ہے اور نہ اس کے مالک کی بلا اجازت اس سے نفع اٹھا سکتا ہے اور جو اسکا پھل اُس نے کھایا یا اسکا درخت تلف کیا تو اسکا وہ مناس ہوگا اور اگر اس کے پاس وہ سب تلف ہو جاوے تو قرضہ ساقط ہو جاوے گا بشرطیکہ اس میں قرضہ کی وفا ہو اور اس میں اگر کچھ زیادتی ہو جائے اور وہ اس کے بدون فعل کے تلف ہو تو زیادتی کی ضمان اس پر نہ آوے گی اور جب اسکا بائع قرض ادا کر دے تو اسکو واپس لے سکتا ہے اور ہمارے نزدیک اس میں اور رہن میں کسی حکم میں فرق نہیں ہے یہ فصول علویہ میں لکھا ہے اور اسی پر سید ابو شجاع سر قندی کا فتویٰ ہے اور قاضی علی سعدی نے بخانا میں اسی پر فتویٰ دیا ہے اور بہت سے ائمہ کا یہی فتویٰ ہے کہ ذاتی الحیطہ اور اسکی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ پر شریعتیں بیع عرض اس میں کے جو چیزیں آتا ہے فروخت کی اس شرط پر کہ جب میں قرض ادا کر دوں تو یہ شریعتیں ہی بائع کے ہونے کے کہ میں نے تیرے ہاتھ پر چیز اسے تو اس شرط پر فروخت کی کہ جب میں تجھ کو شہ دیدن تب تو یہ شریعتیں واپس کر دے کہ ذاتی بھرالرائے اور صحیح یہ ہے کہ جو عقد ان دونوں میں بندھا اگر وہ غلط بیع کے ساتھ ہو تو رہن ہوگا پھر لکھا جائیگا کہ اگر ان دونوں نے بیع میں کوئی شخص کی شرط ذکر کی ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ایسی شرط نہیں ذکر کی بلکہ بیع بشرط الوفا یا غلط بیع جائز زبان سے بولے حالانکہ ان کے نزدیک ایسی بیع سے مراد وہی بیع حیر لازم ہے تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر بیع میں کوئی شرط نہیں کی پھر شرط کو وعدہ کے طور پر ذکر کیا تو بیع جائز ہوگی اور وعدہ وفاقا لازم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور نسفیہ میں ہے کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنا گھر شہن معلوم کے حوض دوسرے کے ہاتھ بیع الوفا پر فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر بائع نے مشتری سے اس گھر کو اجارہ پر بشرط صحت اجارہ لیک قبضہ کیا اور مدت گزرنے لگی تو کیا اس پر اجرت دینا لازم ہے تو شیخ رحمہ اللہ فتاویٰ نے فرمایا کہ لازم نہیں ہے یہ تاثر غانیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنا انگور کا باغ بیع الوفا پر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ بیع قطعی پر اسکو بیع کر سپرد کر دیا اور فاسد ہو گیا تو پہلے بائع کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری سے جھگڑا کر کے اپنا باغ واپس کر لے اور اسی طرح اگر پہلا بائع اور دوسرا مشتری مرگئے اور ہر ایک کے وارث موجود ہیں تو پہلے بائع کے وارثوں کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری کے وارثوں کے ہاتھ سے اسکو چھڑا لیں اور دوسرے مشتری کے وارث وہ نہیں جو دوسرے مشتری نے ادا کیا ہے اس کے بائع کے ترکہ میں سے اس کے وارثوں کے قبضہ سے لے سکتے ہیں اور پہلے مشتری کے وارث اسکو بائع کے وارثوں کے لئے لے کر اپنے مورث کے قرضہ کے حوض روک سکتے ہیں یہاں تک کہ بائع کے وارث اسکا قرضہ ادا کریں یہ جو امر اخلاقی میں لکھا ہے غلط ہے البتہ افضل میں ہے کہ ایک انگور کا باغ ایک مرد اور ایک عورت کے قبضہ میں ہے اور عورت نے اپنا حصہ مرد کے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ جب وہ عورت شہن لاوے تو مرد اسکا حصہ اسکو واپس کر دے پھر مرد نے اپنا حصہ فروخت کیا پس عورت کو اس میں شفعہ ہو چتا ہے یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ بیع بیع منحلہ یعنی بیع الوفا ہو تو اس میں عورت کا شفعہ ہوگا خواہ اس عورت کا حصہ اس کے قبضہ میں ہو یا مرد کے قبضہ میں ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور فتاویٰ سے حابہ میں لکھا ہے کہ بیع الوفا اور بیع العالم ایک ہے اور یہ تاثر غانیہ میں لکھا ہے۔ تلخیصہ وہ عقد ہے کہ جو کسی امر کی ضرورت سے

بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے  
بیع حیر لازم ہے

باندھا جاوے پس اسکا مشتری بیچ کا ایک سہن ہوتا بلکہ ایسا ہو کہ گویا اسکو دیکھیں اور اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہو کہ تلخیص نفس بیچ میں ہو مثلاً بالغ کسی شخص سے کہے کہ میں ظاہر کروں گا کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور فی الحقیقت وہ بیچ ہوئی اور اس بات پر گواہ کر لے پھر ظاہر میں فرخت کیا تو بیچ باطل ہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ تلخیص بدل میں ہو مثلاً پوشیدہ و نون اس بات پر یقین ہو جاوے کہ تین ایک ہزار ہو اور ظاہر میں دو ہزار کو بیچیں تو تین وہی ہو جو پوشیدہ مذکور ہوا اور زیادتی میں گویا اٹھارہ نے ٹھٹھٹل کیا اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ تین وہی ہو جو ظاہر میں مذکور ہو اور تیسری صورت یہ ہو کہ پوشیدہ اس بات پر یقین ہو گئے کہ تین ایک ہزار درم ہو اور ظاہر میں سو دینار پر فروخت کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ عند باطل ہو جاوے اور استحساناً سو دینار پر بیچ ہی یہ حاوی میں نکلا ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ سے روایت ہے کہ بیچ القلمہ موقوف رہتی ہے اگر دو نون نے اسکی اجازت دی تو بائز ہوئی اور اگر دو نون نے اسکو دیا تو باطل ہو جاوے مگر یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ اور اگر دو نون اس بات پر یقین ہوئے کہ ایسی بیچ کا اقرار کریں کہ جنہیں واقع ہوئی اور وہ نون نے اسکا اقرار کیا تو باطل ہو اور دو نون کی اجازت سے جائز ہوئی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک نے تلخیص کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہو اور منکر پر قسم آوے گی یہ تہذیب میں لکھا ہے زناہ رضاعی کے ہاتھ بیچنا اور لڑکی بیچنے کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں ہو اور ایسے کعب کا جس میں چاندی لگی ہوئی ہو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ معلوم ہو کہ وہ اپنے پیسے کے واسطے خریدتا ہو مکروہ ہو اور مرد غلام کا ایسے شخص سے ہاتھ بیچنا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ بدکار اور اندھ یا نابالغ یا عاصی ہو مکروہ ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص راستہ میں بیچکر نہ بد فروخت کرتا ہو اور راستہ کی چورائی کے سبب کئے لوگوں کو اسکا بیٹھنا مضر نہیں ہو تو کچھ ذرا نہیں ہو اور اگر لوگوں کو مضر ہو تو مٹھا رہے ہو کہ اس سے کچھ خرید جاوے کیونکہ جب وہ کوئی خریدار نہ پاوے گا تو چلا جاوے پس اس سے خریدنا گریزاں نہ ہو کہ اگر وہ بدکار ہوگا یہ عیا فیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے تاجر سے کوئی چیز خریدی تو کیا مشتری پر لازم ہو کہ اس سے پوچھے کہ یہ حلال ہو یا حرام ہو پس مشایخ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسے شہر اور زمانہ میں ہو کہ بازاروں میں اکثر حلال کھاتا ہو تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں ہو اور ظاہر میں حال پر حکم کرے اور اگر ایسا شہر یا زمانہ ہو کہ بازاروں میں اکثر حرام کھاتا ہو مگر یہ یاد رہے ایسا ہو کہ حرام و حلال بیچتا ہو تو مشتری امتیاز کرے اور اس سے دریافت کر لے ایک شخص مر گیا اور اسکی کمائی حرام ہو تو دارنوں کو چاہیے کہ شناخت کر دینا پس اگر اس مال سے مالکوں کو بچائیں تو ان کو داپس کر دین اور اگر نہ پہچانیں تو اس مال کو صدقہ کر دین یہ خاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے عیب دار اسباب بیچنا چاہا اور وہ اسکا عیب جانتا ہو تو اس پر بیان کرنا واجب ہو اگر نہ سنے بیان فرمایا تو بعض مشایخ نے فرمایا کہ وہ فاسق ہو جائیگا اور اسکی گواہی مردود ہوئی اور صدر اشعیرہ نے فرمایا کہ ہم اس قول کو نہیں مانتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز جو حق چھوٹے دوسرے درجہ کے خریدی اور دوسرا اسکو وید لے اور ان میں بعض بڑے سے بیچا اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا تو بائع کو حلال نہیں کہ اسکو لیکر اپنی حاجت میں صرف کرے مشایخ نے اس کی بیچ کا حکم لیا گیا کہ جو کھائی جاتی ہو تو فرمایا کہ ہم کو اسکا بیچنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جبکہ اس سے سوا کھانے کے کوئی نفع نہ ہوگا مکروہ مضر

بیچ کا ایک سہن ہوتا بلکہ ایسا ہو کہ گویا اسکو دیکھیں اور اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہو کہ تلخیص نفس بیچ میں ہو مثلاً بالغ کسی شخص سے کہے کہ میں ظاہر کروں گا کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور فی الحقیقت وہ بیچ ہوئی اور اس بات پر گواہ کر لے پھر ظاہر میں فرخت کیا تو بیچ باطل ہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ تلخیص بدل میں ہو مثلاً پوشیدہ و نون اس بات پر یقین ہو جاوے کہ تین ایک ہزار ہو اور ظاہر میں دو ہزار کو بیچیں تو تین وہی ہو جو پوشیدہ مذکور ہوا اور زیادتی میں گویا اٹھارہ نے ٹھٹھٹل کیا اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ تین وہی ہو جو ظاہر میں مذکور ہو اور تیسری صورت یہ ہو کہ پوشیدہ اس بات پر یقین ہو گئے کہ تین ایک ہزار درم ہو اور ظاہر میں سو دینار پر فروخت کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ عند باطل ہو جاوے اور استحساناً سو دینار پر بیچ ہی یہ حاوی میں نکلا ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ سے روایت ہے کہ بیچ القلمہ موقوف رہتی ہے اگر دو نون نے اسکی اجازت دی تو بائز ہوئی اور اگر دو نون نے اسکو دیا تو باطل ہو جاوے مگر یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ اور اگر دو نون اس بات پر یقین ہوئے کہ ایسی بیچ کا اقرار کریں کہ جنہیں واقع ہوئی اور وہ نون نے اسکا اقرار کیا تو باطل ہو اور دو نون کی اجازت سے جائز ہوئی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک نے تلخیص کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہو اور منکر پر قسم آوے گی یہ تہذیب میں لکھا ہے زناہ رضاعی کے ہاتھ بیچنا اور لڑکی بیچنے کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں ہو اور ایسے کعب کا جس میں چاندی لگی ہوئی ہو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ معلوم ہو کہ وہ اپنے پیسے کے واسطے خریدتا ہو مکروہ ہو اور مرد غلام کا ایسے شخص سے ہاتھ بیچنا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ بدکار اور اندھ یا نابالغ یا عاصی ہو مکروہ ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص راستہ میں بیچکر نہ بد فروخت کرتا ہو اور راستہ کی چورائی کے سبب کئے لوگوں کو اسکا بیٹھنا مضر نہیں ہو تو کچھ ذرا نہیں ہو اور اگر لوگوں کو مضر ہو تو مٹھا رہے ہو کہ اس سے کچھ خرید جاوے کیونکہ جب وہ کوئی خریدار نہ پاوے گا تو چلا جاوے پس اس سے خریدنا گریزاں نہ ہو کہ اگر وہ بدکار ہوگا یہ عیا فیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے تاجر سے کوئی چیز خریدی تو کیا مشتری پر لازم ہو کہ اس سے پوچھے کہ یہ حلال ہو یا حرام ہو پس مشایخ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسے شہر اور زمانہ میں ہو کہ بازاروں میں اکثر حلال کھاتا ہو تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں ہو اور ظاہر میں حال پر حکم کرے اور اگر ایسا شہر یا زمانہ ہو کہ بازاروں میں اکثر حرام کھاتا ہو مگر یہ یاد رہے ایسا ہو کہ حرام و حلال بیچتا ہو تو مشتری امتیاز کرے اور اس سے دریافت کر لے ایک شخص مر گیا اور اسکی کمائی حرام ہو تو دارنوں کو چاہیے کہ شناخت کر دینا پس اگر اس مال سے مالکوں کو بچائیں تو ان کو داپس کر دین اور اگر نہ پہچانیں تو اس مال کو صدقہ کر دین یہ خاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے عیب دار اسباب بیچنا چاہا اور وہ اسکا عیب جانتا ہو تو اس پر بیان کرنا واجب ہو اگر نہ سنے بیان فرمایا تو بعض مشایخ نے فرمایا کہ وہ فاسق ہو جائیگا اور اسکی گواہی مردود ہوئی اور صدر اشعیرہ نے فرمایا کہ ہم اس قول کو نہیں مانتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز جو حق چھوٹے دوسرے درجہ کے خریدی اور دوسرا اسکو وید لے اور ان میں بعض بڑے سے بیچا اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا تو بائع کو حلال نہیں کہ اسکو لیکر اپنی حاجت میں صرف کرے مشایخ نے اس کی بیچ کا حکم لیا گیا کہ جو کھائی جاتی ہو تو فرمایا کہ ہم کو اسکا بیچنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جبکہ اس سے سوا کھانے کے کوئی نفع نہ ہوگا مکروہ مضر

اور قاتل ہر یہ محیط میں لکھا ہو۔ شیرہ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ پہنچا جو اُس سے شراب بنا تا ہو امام فخر کے نزدیک مکروہ نہیں ہو اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہو اور بیع جائز ہو اور انگور کو بھی ایسے شخص کے ہاتھ پہنچنے میں ایسا ہی اختلاف ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو کسی نے ایک بکری ایسے کافر کے ہاتھ فروخت کی کہ جو اسکو گلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہو یا اسکے سر پر مارتا ہو یہاں تک کہ وہ مرجاتی ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسی بیع میں کچھ ذر نہیں ہو۔ کسی نے دوسرے سے بعض غنّ مثل کے کوئی چیز ٹھہرائی پھر دوسرے شخص نے جو اسکا خریدنا نہیں چاہتا ہر غنّ میں کچھ بڑھا دیا اور یہ کام اُسے واسطے کیا کہ مشتری رغبت کر کے غنّ بڑھاوے تو یہ مکروہ ہو اور یہی بخش ہو کہ جو غنّ میں شیخ ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ جس شخص نے چکانا یا وہ اُس چیز کی قیمت سے کم پر خریدنا چاہتا ہو تو دوسرے کو اُس شخص کی پوری قیمت تک بڑھانے میں کچھ خوف نہیں ہو تا کہ مشتری رغبت کر کے اُسکی پوری قیمت تک بڑھاوے اور اُس شخص کو اس میں اجر ملے گا یہ فادے قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور ایسے ہی اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنا مال اپنی ضرورت کے واسطے فروخت کرے اور وہ مال اپنی قیمت سے کم پر اسے طلب کیا گیا پھر کسی نے اُسکی پوری قیمت تک بڑھا دیا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہو اور یہ اچھا ہو بڑا نہیں ہے یہ سراج الوہاب میں لکھا ہے اور اس طرح پر فروخت کرنا مکروہ کو نہ شخص بڑھاتا ہو اور کون شخص اسپر زیادہ کرتا ہو ایسی بیع میں کچھ خوف نہیں ہو اور یہ بیع فقیروں کی اور ایسے شخصوں کی ہو جنکا مال کا سلسلہ بوجاوے اور کسی کے بچکانے پر بچکانا مکروہ ہے اور زیادہ کرنے میں اور دوسرے پر بچکانے میں فرق یہ ہو کہ مال کا مالک جب اپنا اسباب فروخت کرنے کے واسطے آزاد ہوتا تھا اور اُس سے کسی شخص نے کسی مول پر طلب کیا اور وہ آزاد دینے سے رُک رہا اور اس شخص کے غنّ کی طرف اُسے میل کیا تو غیر غنّ کو یہ جائز نہیں ہو کہ اسپر بڑھاوے اور یہی دوسرے کے بچکانے پر چکانا ہو اور اگر مال والا آزاد دینے سے نہ رُکا تو دوسرے کو بڑھا دینے میں کچھ ذر نہیں ہو اور اسی کو بیع میں زیادتی کرنا کہتے ہیں اور یہ دوسرے کے بچکانے پر بچکانا نہیں ہو اور اگر اسباب بیچنے پر آزاد دینے والا دلال ہو اور اُس سے کسی شخص نے کسی قدر داموں کو طلب کیا پھر دلال نے کہا کہ میں مالک سے دریافت کروں تو اُس حالت میں دوسرے کو جائز ہے کہ وہ غنّ پر بڑھاوے پس اگر دلال نے مالک کو خبر کی اور اُسے کہا کہ اتنے کو بیچ کر غنّ لے لے تو اسکے بعد پھر کسی کو بڑھانا جائز نہیں ہو اور اگر کسی نے بڑھایا تو یہی دوسرے کے بچکانے پر بچکانا ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ گاؤں والوں کے واسطے اسکا مال شہر والے کو فروخت کرنا مکروہ ہو اور یہ کراہت اُس وقت ہو کہ جب شہر میں قحط ہو اور کافی میں اُسکی صورت یہ بیان کی ہو کہ گاؤں والا اہل شہر کے ہاتھ بھاری داموں کے لایح سے فروخت کرے اور یہ مکروہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو کچھ ذر نہیں ہو اتنی مقدار کتنا ہو کہ یہ تفسیر جو کافی میں لکھی ہو۔ قولہ کہ بیع الحاضر للبادی کے توبہ مترجم کے موافق نہیں ہو اور بعض محققین نے اسکے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ گاؤں والا اناج لیکر شہر میں آوے اور شہر والا اُسکی طرف سے وکیل ہو کر اسکا اناج فروخت کرے اور نرخ گران کرے اور جتنی میں لکھا ہو کہ یہی تفسیر صحیح ہو یہ نفع اقدیر میں لکھا ہے اور جہ کی اذان کے وقت فروخت کرنا مکروہ ہو اور معتبرہ اذان ہو کہ جو زوال کے بعد ہو یہ کافی میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اسکو فروخت کر کے نفع اٹھایا تو

یہی بیعھا لکھونٹ  
ہو جاسے اسکا  
قدوم نہ ہو  
بیع دوم نہ ہو  
چکانے پر بچکانے میں  
بیع دوم نہ ہو  
بیع دوم نہ ہو  
بیع دوم نہ ہو  
بیع دوم نہ ہو  
بیع دوم نہ ہو

بیعہ صدقہ کر دے اور اگر بائع نے من کے عوض کوئی چیز خریدی اور اس میں نفع اٹھایا تو اسکو نفع جائز ہو کیونکہ باندی  
میں بیو اور عقد بیع اس سے متعلق ہوا تو جنت اسکے نفع میں بھی اثر کر گیا اور دم اور دینار متعین نہیں ہوتے ہیں پس  
دوسرے عقد ان کی ذات سے متعلق نہ ہوگا تو جنت بھی نفع میں اثر نہ کر گیا اور یہ تقریر بنا بر اس روایت کے ہے جس میں آیا  
ہو کہ دم و دینار متعین نہیں ہوتے ہیں کثرانی العناۃ اور غیر متعین میں جنت کا نہ اثر کرنا ایسے جنت میں ہو کہ جو سبب  
فساد ملک کے ہو اور جو جنت بسبب عدم ملک کے اثر کرتا ہو جیسے خصب کی چیز یا امانت میں خیانت کرنا تو ایسا  
جنت امام عظم اور امام محمد کے نزدیک متعین اور غیر متعین دونوں میں اثر کرتا ہو یہ نہیں میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے  
دوسرے پر ایک ہزار دم کا دعویٰ کیا اور اسے ادا کر دیے اور قاضی نے اس میں نفرت کر کے نفع اٹھایا پھر دینار  
نے سچا قرار کیا کہ مدعا علیہ پر قرض نہ تھا تو اسکو نفع حلال ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے  
ایک ہزار دم اس شرط پر قرض لیے کہ قرض خواہ کو ہر مہینہ دس دم ادا کرے گا اور ان پر قبضہ کر لیا اور اس میں نفع اٹھایا تو  
اسکو نفع حلال ہو اور نوادہ شام میں ہو کہ میں نے امام محمد سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ کچھ گہون فروخت  
کیے پھر بائع نے ان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے ان پر قبضہ کر کے تلف کر دیا تو پہلے  
مشتری کو احتیاج ہے کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اور اگر چاہے تو دوسرے مشتری کا دامگیر ہو پس اگر اسے  
دامگیر ہو کر ان کے مثل گہون کے لیے اور اس المال سے زیادہ پر بیچا تو امام محمد نے فرمایا کہ زیادتی اس کو  
حلال ہو پھر میں نے کہا کہ ام ابو یوسف کہتے ہیں کہ زیادتی صدقہ کر دے پس امام محمد نے انکار کیا اور کہا کہ  
زیادتی صرف اس صورت میں صدقہ کر گیا کہ تیب ان کی قیمت میں دم بنے ہوں اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا  
کہ کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کیا اور وہ اسکے پاس مر گیا پھر کسی نے گواہ پیش کیے کہ میں نے اس غلام کو  
اس مشتری سے پہلے خریدا ہو تو اسکو اختیار ہو کہ اس غلام کی قیمت کی ضمانت لے اور اس سے زیادہ قیمت کو صدقہ کر دے  
اور نوادہ ابن ساعدہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک مال  
ہزار دم کو خریدے اور اس نے اس شہر کے نقد پر خریدا پھر حکم دینے والے نے اسکو کھڑے دم لیے اور اسے  
لے اس مال کے من میں غلہ کے دم دیے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر حکم دینے والے کو یہ معلوم ہوا اور اسے  
ماور کے حق میں زیادتی حلال کی تو اسکو حلال ہوگی اور اگر حکم دینے والے کو نہ معلوم ہوا تو امام ابو یوسف  
نے فرمایا کہ میرے دل میں اس سے کچھ ضد شدہ ہو اور کچھ حکم نہ دیا یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام خصب کیا  
اور اسکو بعض غلام کے بیچ ڈالا پھر دوسرے غلام کو بعض اسباب کے بیچ ڈالا پھر اسباب کو بعض غلام  
کے بیچ ڈالا پس امام کے قول پر جو اسے غلام کی قیمت میں ضمانت دی ہو اس سے جو قدر زیادتی ہو اسکو صدقہ  
کر دے اور ایسے ہی اگر ہزار دم خصب کیے اور ان کے عوض ایک غلام خریدا اور اسکو دو ہزار کو بیچا اور دو  
ہزار کے عوض ایک اسباب خریدا اور اس سے بھی زیادہ پر بیچا تو بھی سب زیادتی کو صدقہ کر دے اور قاضی  
ابو یوسف نے دونوں مسئلوں میں فرمایا کہ زیادتی اسکو حلال ہو اگر کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اسکو  
بعض ایک باندی کے فروخت کیا تو اسکو اس باندی سے وطن کرنا حلال ہو اگرچہ پہلی باندی سے وطن کرنی جائز  
نہ تھی اور قاضی ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر دوسری باندی کو اسے فروخت کیا تو جو قیمت پہلی باندی کی اسکو

بیعہ صدقہ کر دے اور اگر بائع نے من کے عوض کوئی چیز خریدی اور اس میں نفع اٹھایا تو اسکو نفع جائز ہو کیونکہ باندی میں بیو اور عقد بیع اس سے متعلق ہوا تو جنت اسکے نفع میں بھی اثر کر گیا اور دم اور دینار متعین نہیں ہوتے ہیں پس دوسرے عقد ان کی ذات سے متعلق نہ ہوگا تو جنت بھی نفع میں اثر نہ کر گیا اور یہ تقریر بنا بر اس روایت کے ہے جس میں آیا ہو کہ دم و دینار متعین نہیں ہوتے ہیں کثرانی العناۃ اور غیر متعین میں جنت کا نہ اثر کرنا ایسے جنت میں ہو کہ جو سبب فساد ملک کے ہو اور جو جنت بسبب عدم ملک کے اثر کرتا ہو جیسے خصب کی چیز یا امانت میں خیانت کرنا تو ایسا جنت امام عظم اور امام محمد کے نزدیک متعین اور غیر متعین دونوں میں اثر کرتا ہو یہ نہیں میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے پر ایک ہزار دم کا دعویٰ کیا اور اسے ادا کر دیے اور قاضی نے اس میں نفرت کر کے نفع اٹھایا پھر دینار نے سچا قرار کیا کہ مدعا علیہ پر قرض نہ تھا تو اسکو نفع حلال ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار دم اس شرط پر قرض لیے کہ قرض خواہ کو ہر مہینہ دس دم ادا کرے گا اور ان پر قبضہ کر لیا اور اس میں نفع اٹھایا تو اسکو نفع حلال ہو اور نوادہ شام میں ہو کہ میں نے امام محمد سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ کچھ گہون فروخت کیے پھر بائع نے ان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے ان پر قبضہ کر کے تلف کر دیا تو پہلے مشتری کو احتیاج ہے کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اور اگر چاہے تو دوسرے مشتری کا دامگیر ہو پس اگر اسے دامگیر ہو کر ان کے مثل گہون کے لیے اور اس المال سے زیادہ پر بیچا تو امام محمد نے فرمایا کہ زیادتی اس کو حلال ہو پھر میں نے کہا کہ ام ابو یوسف کہتے ہیں کہ زیادتی صدقہ کر دے پس امام محمد نے انکار کیا اور کہا کہ زیادتی صرف اس صورت میں صدقہ کر گیا کہ تیب ان کی قیمت میں دم بنے ہوں اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کیا اور وہ اسکے پاس مر گیا پھر کسی نے گواہ پیش کیے کہ میں نے اس غلام کو اس مشتری سے پہلے خریدا ہو تو اسکو اختیار ہو کہ اس غلام کی قیمت کی ضمانت لے اور اس سے زیادہ قیمت کو صدقہ کر دے اور نوادہ ابن ساعدہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک مال ہزار دم کو خریدے اور اس نے اس شہر کے نقد پر خریدا پھر حکم دینے والے نے اسکو کھڑے دم لیے اور اسے لے اس مال کے من میں غلہ کے دم دیے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر حکم دینے والے کو یہ معلوم ہوا اور اسے ماور کے حق میں زیادتی حلال کی تو اسکو حلال ہوگی اور اگر حکم دینے والے کو نہ معلوم ہوا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میرے دل میں اس سے کچھ ضد شدہ ہو اور کچھ حکم نہ دیا یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک غلام خصب کیا اور اسکو بعض غلام کے بیچ ڈالا پھر دوسرے غلام کو بعض اسباب کے بیچ ڈالا پھر اسباب کو بعض غلام کے بیچ ڈالا پس امام کے قول پر جو اسے غلام کی قیمت میں ضمانت دی ہو اس سے جو قدر زیادتی ہو اسکو صدقہ کر دے اور ایسے ہی اگر ہزار دم خصب کیے اور ان کے عوض ایک غلام خریدا اور اسکو دو ہزار کو بیچا اور دو ہزار کے عوض ایک اسباب خریدا اور اس سے بھی زیادہ پر بیچا تو بھی سب زیادتی کو صدقہ کر دے اور قاضی ابو یوسف نے دونوں مسئلوں میں فرمایا کہ زیادتی اسکو حلال ہو اگر کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اسکو بعض ایک باندی کے فروخت کیا تو اسکو اس باندی سے وطن کرنا حلال ہو اگرچہ پہلی باندی سے وطن کرنی جائز نہ تھی اور قاضی ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر دوسری باندی کو اسے فروخت کیا تو جو قیمت پہلی باندی کی اسکو



دینی چڑی اس سے جس قدر زیادہ ہو اُسکو صدقہ نہ کر دے اور بیع فاسد میں وہ امام اعظم کے موافق ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بیع فاسد پر خریدی ہوئی چیز کو بعض اسباب کے فروخت کیا پھر اسباب کو اس قیمت سے جو اسے بیع فاسد کی بیع کی ضمانت میں دی ہو زیادہ پر فروخت کیا تو زیادتی کو صدقہ نہ کر دے اور بیع فاسد کو غضب سے بڑھ کر شمار کرتے ہیں یہ جو اسباب خلائی میں لکھا ہو۔ امام محمد سے روایت ہو کہ اگر کسی نے کوئی گھر خریدا کہ بنسک بائٹے نے کسی شخص کو کرایہ پر دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں اجارہ تمام ہونے تک خاموش ہوں تو یہ جائز ہو اور اجرت بائٹے کو ملے گی اور وہ اُسکو صدقہ نہ کر دے یہ حادی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک مرغی بعض پانچ معین انڈوں کے خریدی اور اس پر قبضہ نہ کیا یا مانگ کہ مرغی نے پانچ انڈے دیے تو مشتری اُس مرغی اور انڈوں کو لیوے اور کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائٹے نے انڈوں کو تلف کر دیا اور اُس مرغی کی قیمت بھی دس انڈے ہوتے ہیں تو مشتری اُس مرغی کو بعض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لیے لیوے اور اگر مرغی کو بعض پانچ غیر معین انڈوں کے خریدا تھا پھر قبضہ سے پہلے مرغی نے پانچ انڈے دیے تو زیادتی کو صدقہ نہ کرے اور اگر ان انڈوں کو بائٹے نے تلف کر دیا تو مرغی کو بعض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لیے لیوے یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ اگر ایک خولا درخت ایک سو دس چھوڑے غیر معین کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یا مانگ کہ اُس پر چھوڑے پہلے تو شمس اس درخت کی قیمت اور ان کا زہ چھوڑوں کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا اور تازہ چھوڑوں میں سے جقدر شمس کے حصہ میں پہنچیں اُسکو دو بیگا اور زیادتی کو صدقہ نہ کر دے گا اور اگر درخت کو تر چھوڑے معین کے عوض خریدا تو یہ جائز ہو اور پھر صدقہ نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ بشرح نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ اگر کسی نصرانی کے ہاتھ ایک درم بیویں درم کے فروخت کیا پھر اسلام لایا تو امام نے فرمایا کہ اگر اُسکے مالک کو پہچانتا ہو تو ربا دہی اُسکو واپس کر دے اور اگر نہیں پہچانتا ہو تو صدقہ نہ کرے کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خرید کر اُس پر قبضہ کیا اور اُسکو بیچ ڈالا پھر قاضی نے حکم دیا کہ بائٹے اول کو اُسکی قیمت ادا کرے اور اُسے ادا کر دی اور بائٹے اول نے اُسکو شمس سے بری کر دیا اور دوسرے شمس میں اس قیمت سے جو اسے ادا کی ہو کچھ زیادتی ہو تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک زیادتی کو صدقہ نہ کرے اور یہ زیادتی فقط پر قیاس کر کے صرف مسکینوں کو حلال ہو اور بھی فرمایا کہ زیادتی اس مشتری کو حلال نہ ہوگی اگرچہ یہ فقیر ہو کیونکہ اُسے گناہ سے اُسکو حاصل کیا ہو اور مساکین کے حق میں نہ فقط سے زیادہ حلال ہوا اور اگر اُس نے زیادتی صدقہ نہ کی یہاں تک کہ اُسے شمس کے ساتھ کئی بار بیع کی اور ہر ایک میں نفع اُٹھایا تو امام سے فرمایا کہ ان سب کا نفع صدقہ نہ کرے اور اگر ایسے شخص نے کوئی مال غضب کیا یا روایت میں تصریح کیا یا بنا بہتہ میں مالک کی مخالفت کی اور نفع اُٹھایا تو امام اعظم کے نزدیک زیادتی کو صدقہ نہ کرے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ نفع اُسکو حلال ہو اور اگر اُسے بعض غیر غضب کے بیع تھرائی اور پھر غضب کے درم ادا کیے یا بعض غضب کے بیع تھرائی اور غیر غضب ادا کیے تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا ہی حکم ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسی صورت میں صدقہ نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک باندی ایک ہزار درم کو خریدی پھر وہ بائٹے کے پاس پہنچی پھر مشتری نے اُس پر قبضہ کیا اور ان دونوں میں شمس پر بیعت زیادتی ہو تو یہ زیادتی اُسکو حلال ہو اور اگر باندی اور ہمسکا بچہ دونوں بائٹے کے پاس لڑکر نہ لگے اور مشتری نے

بائع سے قیمت لینا اختیار کیا اور زمین دیدیا تو قیمت چہ بقدر زیادہ ہو اسکو صدقہ کر دے اور اگر فقط لڑکا مارڈالا گیا تو  
 اسکی قیمت میں جقدر اس کے حصہ ثمن پر زیادتی ہو اسکو صدقہ کرے گا اس جہت سے کہ زیادتی اسکی ضمانت میں نہیں  
 واقع ہوتی ہر یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور قبضہ پہلے کسی غلام نے  
 اسکو ارڈالا پھر بائع نے اسکو اس کے عوض دیدیا اور مشتری نے لے لیا اور اسکی قیمت میں اس کے  
 ثمن پر زیادتی ہو تو زیادتی کا صدقہ کرنا مشتری پر واجب نہیں ہو اور اگر مشتری نے اس غلام کو اس  
 زیادتی سے جو اس میں موجود ہو زیادہ فروخت کیا تو وہ زیادتی کو صدقہ کرے اور اس زیادتی سے بچاؤ نہ کرے  
 جو اس میں موجود تھی اور اگر اس غلام کو بعض اسباب کے بچاؤ کو کچھ صدقہ نہ کرے اگرچہ اس میں زیادتی ہو  
 پھر اگر اس اسباب کو جو عرض درم یا دینار کے بچاؤ اور اس میں زیادتی ہو تو اس جرمانہ کے غلام کی وہ قیمت جو  
 قبضہ کے دن تھی دیکھی جاوے گی پس اگر اس سے اس میں کچھ زیادتی نہ ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر اسکی قیمت میں  
 زیادتی ہو تو اس زیادتی کو اور اس نفع کو جو اس کے قبضہ میں ہوا ہو دیکھا جاوے گا پھر جو زیادہ ہو وہ اسکو  
 صدقہ کر دے یہ محیط میں لکھا ہو۔ حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ کسی نے دو مہرے سے ایک کرگیون جو  
 پچاس درہم کا مال تھا غصب کر لیا پھر اسکو سو درہم پر فروخت کیا پھر گیون کے مالک کو انکا مثل ادا کیا تو  
 زیادتی کو صدقہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی کپڑا ہوتا تو اس میں نفع حلال تھا یہ تا مارخانہ میں لکھا ہو۔ اگر کوئی غلام ایک  
 ہزار درہم کو خریدا اور اسکی قیمت دو ہزار درہم ہو پھر وہ بائع کے پاس مارڈالا گیا اور مشتری نے اسکی قیمت لینا اختیار  
 کیا اور اس میں سے ایک ہزار درہم صدقہ نہ کیے یہاں تک کہ ایک ہزار ضائع ہو گئے تو باقی سے کچھ صدقہ نہ کرے گا اور اگر  
 ضائع نہ ہوے یہاں تک کہ اس نے اس سے کچھ ایسی چیز خریدی جس میں نفع اٹھایا تو امام اعظم کے نزدیک ایک  
 ہزار درہم اور اسکا حصہ نفع صدقہ کر دے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہزار کا نفع صدقہ نہ کرے پس اگر ایک ہزار  
 درہم میں نقصان کرنے کے بعد وہ تلف ہو گئے تو اس پر ایک ہزار درہم کا صدقہ کرنا واجب ہو اور اگر مشتری نے  
 قاتل سے ایک غلام لیکر قیمت لینے سے صلح کر لی اور غلام کو آزاد کر دیا تو اس پر کسی چیز کا صدقہ کرنا لازم نہیں آتا  
 ہو اور اگر اس نے اسکو مال لیکر یا کتابت پر آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہو اگر ایک صورت میں کہ جب غلام قبضہ کرنے  
 اس المال سے زیادہ قیمت کا ہو اور یہ غلام جسکو اس نے آزاد کیا ہو اس کے مثل قیمت یا زیادہ کا ہو تو قیمت میں جو  
 اس المال پر زیادتی ہو اسکو صدقہ کر دے یہ محیط میں لکھا ہو۔ فصل اعکار کے بیان میں۔ احکار کہ وہ ہوا اور اسکی  
 یہ صورت ہو کہ شہر میں سے اناج خریدے اور اسکو فروخت کرنے سے روکے اور یہ کل لوگوں کے حق میں مضر ہو یہ  
 حاوی میں لکھا ہو۔ اور اگر شہر میں خریدا اور اسکو روکا اور وہ شہر والوں کو مضر نہیں تو کچھ زمین کنڈالنے  
 اتنا اضافہ اور اگر شہر سے قریب جگہ سے خریدا اور اسکو شہر میں لاکر روک رکھا اور یہ اہل شہر کو مضر ہو تو یہ  
 مکروہ ہو اور یہ قول امام محمد رحمہ کا ہو اور امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت میں یہی آیا ہو اور یہی مختار ہو کہ  
 فی النبیغہ اور یہی صحیح ہو یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہو۔ اور جامع الجامع میں ہو کہ اگر بخلت دور سے خریدا اور  
 اسکو روکا تو منع نہیں ہو یہ تا مارخانہ میں لکھا ہو۔ اور اگر کسی شہر میں اناج خریدا اور اسکو دو مہرے شہر میں  
 بکے گیا اور وہاں اسکو روکا تو مکروہ نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر اپنی زمین جوتی اور اسکا اناج رکھ چھوڑا

۱۲۱۱  
 ۱۲۱۲  
 ۱۲۱۳  
 ۱۲۱۴  
 ۱۲۱۵  
 ۱۲۱۶  
 ۱۲۱۷  
 ۱۲۱۸  
 ۱۲۱۹  
 ۱۲۲۰  
 ۱۲۲۱  
 ۱۲۲۲  
 ۱۲۲۳  
 ۱۲۲۴  
 ۱۲۲۵  
 ۱۲۲۶  
 ۱۲۲۷  
 ۱۲۲۸  
 ۱۲۲۹  
 ۱۲۳۰  
 ۱۲۳۱  
 ۱۲۳۲  
 ۱۲۳۳  
 ۱۲۳۴  
 ۱۲۳۵  
 ۱۲۳۶  
 ۱۲۳۷  
 ۱۲۳۸  
 ۱۲۳۹  
 ۱۲۴۰  
 ۱۲۴۱  
 ۱۲۴۲  
 ۱۲۴۳  
 ۱۲۴۴  
 ۱۲۴۵  
 ۱۲۴۶  
 ۱۲۴۷  
 ۱۲۴۸  
 ۱۲۴۹  
 ۱۲۵۰  
 ۱۲۵۱  
 ۱۲۵۲  
 ۱۲۵۳  
 ۱۲۵۴  
 ۱۲۵۵  
 ۱۲۵۶  
 ۱۲۵۷  
 ۱۲۵۸  
 ۱۲۵۹  
 ۱۲۶۰  
 ۱۲۶۱  
 ۱۲۶۲  
 ۱۲۶۳  
 ۱۲۶۴  
 ۱۲۶۵  
 ۱۲۶۶  
 ۱۲۶۷  
 ۱۲۶۸  
 ۱۲۶۹  
 ۱۲۷۰  
 ۱۲۷۱  
 ۱۲۷۲  
 ۱۲۷۳  
 ۱۲۷۴  
 ۱۲۷۵  
 ۱۲۷۶  
 ۱۲۷۷  
 ۱۲۷۸  
 ۱۲۷۹  
 ۱۲۸۰  
 ۱۲۸۱  
 ۱۲۸۲  
 ۱۲۸۳  
 ۱۲۸۴  
 ۱۲۸۵  
 ۱۲۸۶  
 ۱۲۸۷  
 ۱۲۸۸  
 ۱۲۸۹  
 ۱۲۹۰  
 ۱۲۹۱  
 ۱۲۹۲  
 ۱۲۹۳  
 ۱۲۹۴  
 ۱۲۹۵  
 ۱۲۹۶  
 ۱۲۹۷  
 ۱۲۹۸  
 ۱۲۹۹  
 ۱۳۰۰  
 ۱۳۰۱  
 ۱۳۰۲  
 ۱۳۰۳  
 ۱۳۰۴  
 ۱۳۰۵  
 ۱۳۰۶  
 ۱۳۰۷  
 ۱۳۰۸  
 ۱۳۰۹  
 ۱۳۱۰  
 ۱۳۱۱  
 ۱۳۱۲  
 ۱۳۱۳  
 ۱۳۱۴  
 ۱۳۱۵  
 ۱۳۱۶  
 ۱۳۱۷  
 ۱۳۱۸  
 ۱۳۱۹  
 ۱۳۲۰  
 ۱۳۲۱  
 ۱۳۲۲  
 ۱۳۲۳  
 ۱۳۲۴  
 ۱۳۲۵  
 ۱۳۲۶  
 ۱۳۲۷  
 ۱۳۲۸  
 ۱۳۲۹  
 ۱۳۳۰  
 ۱۳۳۱  
 ۱۳۳۲  
 ۱۳۳۳  
 ۱۳۳۴  
 ۱۳۳۵  
 ۱۳۳۶  
 ۱۳۳۷  
 ۱۳۳۸  
 ۱۳۳۹  
 ۱۳۴۰  
 ۱۳۴۱  
 ۱۳۴۲  
 ۱۳۴۳  
 ۱۳۴۴  
 ۱۳۴۵  
 ۱۳۴۶  
 ۱۳۴۷  
 ۱۳۴۸  
 ۱۳۴۹  
 ۱۳۵۰  
 ۱۳۵۱  
 ۱۳۵۲  
 ۱۳۵۳  
 ۱۳۵۴  
 ۱۳۵۵  
 ۱۳۵۶  
 ۱۳۵۷  
 ۱۳۵۸  
 ۱۳۵۹  
 ۱۳۶۰  
 ۱۳۶۱  
 ۱۳۶۲  
 ۱۳۶۳  
 ۱۳۶۴  
 ۱۳۶۵  
 ۱۳۶۶  
 ۱۳۶۷  
 ۱۳۶۸  
 ۱۳۶۹  
 ۱۳۷۰  
 ۱۳۷۱  
 ۱۳۷۲  
 ۱۳۷۳  
 ۱۳۷۴  
 ۱۳۷۵  
 ۱۳۷۶  
 ۱۳۷۷  
 ۱۳۷۸  
 ۱۳۷۹  
 ۱۳۸۰  
 ۱۳۸۱  
 ۱۳۸۲  
 ۱۳۸۳  
 ۱۳۸۴  
 ۱۳۸۵  
 ۱۳۸۶  
 ۱۳۸۷  
 ۱۳۸۸  
 ۱۳۸۹  
 ۱۳۹۰  
 ۱۳۹۱  
 ۱۳۹۲  
 ۱۳۹۳  
 ۱۳۹۴  
 ۱۳۹۵  
 ۱۳۹۶  
 ۱۳۹۷  
 ۱۳۹۸  
 ۱۳۹۹  
 ۱۴۰۰  
 ۱۴۰۱  
 ۱۴۰۲  
 ۱۴۰۳  
 ۱۴۰۴  
 ۱۴۰۵  
 ۱۴۰۶  
 ۱۴۰۷  
 ۱۴۰۸  
 ۱۴۰۹  
 ۱۴۱۰  
 ۱۴۱۱  
 ۱۴۱۲  
 ۱۴۱۳  
 ۱۴۱۴  
 ۱۴۱۵  
 ۱۴۱۶  
 ۱۴۱۷  
 ۱۴۱۸  
 ۱۴۱۹  
 ۱۴۲۰  
 ۱۴۲۱  
 ۱۴۲۲  
 ۱۴۲۳  
 ۱۴۲۴  
 ۱۴۲۵  
 ۱۴۲۶  
 ۱۴۲۷  
 ۱۴۲۸  
 ۱۴۲۹  
 ۱۴۳۰  
 ۱۴۳۱  
 ۱۴۳۲  
 ۱۴۳۳  
 ۱۴۳۴  
 ۱۴۳۵  
 ۱۴۳۶  
 ۱۴۳۷  
 ۱۴۳۸  
 ۱۴۳۹  
 ۱۴۴۰  
 ۱۴۴۱  
 ۱۴۴۲  
 ۱۴۴۳  
 ۱۴۴۴  
 ۱۴۴۵  
 ۱۴۴۶  
 ۱۴۴۷  
 ۱۴۴۸  
 ۱۴۴۹  
 ۱۴۵۰  
 ۱۴۵۱  
 ۱۴۵۲  
 ۱۴۵۳  
 ۱۴۵۴  
 ۱۴۵۵  
 ۱۴۵۶  
 ۱۴۵۷  
 ۱۴۵۸  
 ۱۴۵۹  
 ۱۴۶۰  
 ۱۴۶۱  
 ۱۴۶۲  
 ۱۴۶۳  
 ۱۴۶۴  
 ۱۴۶۵  
 ۱۴۶۶  
 ۱۴۶۷  
 ۱۴۶۸  
 ۱۴۶۹  
 ۱۴۷۰  
 ۱۴۷۱  
 ۱۴۷۲  
 ۱۴۷۳  
 ۱۴۷۴  
 ۱۴۷۵  
 ۱۴۷۶  
 ۱۴۷۷  
 ۱۴۷۸  
 ۱۴۷۹  
 ۱۴۸۰  
 ۱۴۸۱  
 ۱۴۸۲  
 ۱۴۸۳  
 ۱۴۸۴  
 ۱۴۸۵  
 ۱۴۸۶  
 ۱۴۸۷  
 ۱۴۸۸  
 ۱۴۸۹  
 ۱۴۹۰  
 ۱۴۹۱  
 ۱۴۹۲  
 ۱۴۹۳  
 ۱۴۹۴  
 ۱۴۹۵  
 ۱۴۹۶  
 ۱۴۹۷  
 ۱۴۹۸  
 ۱۴۹۹  
 ۱۵۰۰  
 ۱۵۰۱  
 ۱۵۰۲  
 ۱۵۰۳  
 ۱۵۰۴  
 ۱۵۰۵  
 ۱۵۰۶  
 ۱۵۰۷  
 ۱۵۰۸  
 ۱۵۰۹  
 ۱۵۱۰  
 ۱۵۱۱  
 ۱۵۱۲  
 ۱۵۱۳  
 ۱۵۱۴  
 ۱۵۱۵  
 ۱۵۱۶  
 ۱۵۱۷  
 ۱۵۱۸  
 ۱۵۱۹  
 ۱۵۲۰  
 ۱۵۲۱  
 ۱۵۲۲  
 ۱۵۲۳  
 ۱۵۲۴  
 ۱۵۲۵

تو بھی مکروہ نہیں ہو کرانی کا وہی لیکن افضل یہ ہو کہ جو اسکی حاجت سے زائد ہو وہ لوگوں کی شدت حاجت کے وقت فروخت کیے یہ تانا خانہ میں لکھا ہو اور اگر مدت تھوڑی ہو تو احتکار نہیں ہوتا اور اگر مدت زیادہ ہو جاوے تو احتکار ہو تا ہی اور پھر اسے اصحاب نے کہا کہ یہ زیادہ مدت کی مقدار ایک مہینہ ہو اور اگر اس سے کم ہو تو تھوڑی ہو اور اتنی کو کرانی کے انتظار میں اور قوط کے انتظار میں روکا دو دن میں فرق ہو اور دوسرے کا وبال پہلے سے بڑھ کر ہو اور حاصل یہ ہو کہ اناج کی تجارت اچھی نہیں ہو یہ عیٹ میں لکھا ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہر چیز کے جسکے روکنے میں عام لوگوں کو ضرر ہو احتکار ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ احتکار صرف انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جیسے آدمیوں و چوپایوں کی روزی ہو یہ حاوی میں ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر حاکم کو یہ خوف ہو کہ شہر کے لوگ مر جاؤ گئے تو اسکو چاہیے کہ احتکار کرنے والے پر جبر کرے اور احتکار کرنے والے سے کہے کہ جتنے لوگ بیچتے ہیں اتنے کو مع اس قدر زیادتی کے جسکا ٹوٹا لوگ اٹھاتے ہیں فروخت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور بالا جماع نرخ مقرر نہ کرے مگر اس صورت میں کہ اناج والے تحصیل کرتے ہوں اور قیمت سے تجاوز نہ کرتے ہوں اور قاضی قاضی مسلمانوں کا حق سمجھا رکھنے سے عاجز ہو جاوے اور یہی چارہ ہو کہ نرخ مقرر کر دیا جاوے تو اہل راسے کے شہر سے نرخ مقرر کرنے میں خوف نہیں ہو اور یہی مختار ہو اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہو یہ فصول عبادیہ میں لکھا ہو پس اگر نرخ مقرر ہو گیا اور روٹی والے نے نرخ سے زیادہ بیچا تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر ان میں سے کسی نے بعض اُس شے کے جو امام نے مقرر کیا ہو فروخت کیا تو بیع جائز ہو یہ تانا خانہ میں لکھا ہو اور اگر محکمہ حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو حاکم اسکو حکم دے کہ اچھی فراخی کے ساتھ جو تیرے اور تیرے اہل خیال کے کھانے پینے سے زائد ہو فروخت کر دے اور احتکار سے اسکو منع کرے پس اگر وہ باز نہ پا تو بہتر اور اگر نہ باز رہا اور پھر قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور اسکا اپنی عادت پر اصرار ہو تو قاضی اسکو سمجھائے و ڈرانیکا پھر اگر وہ سہارا اُسکے سامنے پیش کیا جاوے تو اسکو قید کرے اور اپنی راسے کے موافق تعزیر کرے اور قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر امام وقت کو اہل شہر کے رجائے کا خوف ہو تو محکمہ میں سے اناج لیکر حاجت مندوں میں تقسیم کرے پھر جب وہ لوگ پادین گے تو اسکا شل واپس کرے اور یہی صحیح ہو یہ عیٹ میں لکھا ہو۔ اور مضرات میں لکھا ہے کہ آیا یہ قاضی کو جائز ہو کہ محکمہ کی بلا فرمانندی اسکا اناج فروخت کر دے تو بعض نے کہا کہ اس میں خلاف ہو اور بعضوں نے کہا کہ بالاقا ق فروخت کر دے اور بعض میں یہ کہ اگر لوگوں کے رجائے کا خوف ہو تو باہر سے لانے والوں کو بھی حاکم وقت وہی حکم کرے جیسا اسنے محکمہ کو حکم کیا ہو یہ تانا خانہ میں لکھا ہو۔ اور تلقی یعنی شہر میں قافلہ آنے سے پہلے لشکر سے محل کہ قافلہ والوں سے ملکر ان سے خرید لینا اگر اہل شہر کو ضرر ہو تو مکروہ ہو اور اگر ضرر نہ ہو تو مکروہ نہیں ہو بشرطیکہ قافلہ والوں کو شہر کا بھاؤ ملتے نہ ہو اور نہ یہ شخص ان کو فریبے کہ شہر میں یہ بھاؤ ہو اور وہ لوگ اسکی تصدیق کر لیں اور اگر اسنے شہر کا بھاؤ اُسپر ملتے نہ ہو یا تو مکروہ ہو یہ عیٹ میں لکھا ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر اعرابی مثلاً کو فہ میں آئے اور وہاں سے اپنے کھانیکا اناج خرید کر لیا ناچا با وہ یہ اہل کو فہ کو ضرر ہو تو ان کو منع کیا جائیگا جیسا اہل شہر کو خریدنے سے منع کیا جاتا ہو اور اگر سلطان نے نان بائینوں سے کہا کہ دس میر ایک دم میں بیچو اور اس سے کم نہ کرو پھر کسی نے ایک باورچی سے دس میر روٹی ایک دم میں لی اور باورچی کو یہ خوف تھا کہ اگر اس سے کم دے گا تو باورشاہ مجھ کو مارے گا تو مشتری کو اسکا

یہ فتویٰ قاضی خان میں لکھا ہے  
اگر نرخ مقرر ہو گیا اور روٹی والے نے نرخ سے زیادہ بیچا تو جائز ہے  
یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے  
اگر امام نے مقرر کیا ہو فروخت کیا تو بیع جائز ہے  
یہ تانا خانہ میں لکھا ہے  
اور اگر محکمہ حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو حاکم اسکو حکم دے کہ اچھی فراخی کے ساتھ جو تیرے اور تیرے اہل خیال کے کھانے پینے سے زائد ہو فروخت کر دے  
اور احتکار سے اسکو منع کرے  
پس اگر وہ باز نہ پا تو بہتر اور اگر نہ باز رہا اور پھر قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور اسکا اپنی عادت پر اصرار ہو تو قاضی اسکو سمجھائے و ڈرانیکا پھر اگر وہ سہارا اُسکے سامنے پیش کیا جاوے تو اسکو قید کرے اور اپنی راسے کے موافق تعزیر کرے  
اور قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر امام وقت کو اہل شہر کے رجائے کا خوف ہو تو محکمہ میں سے اناج لیکر حاجت مندوں میں تقسیم کرے  
پھر جب وہ لوگ پادین گے تو اسکا شل واپس کرے  
اور یہی صحیح ہے  
یہ عیٹ میں لکھا ہے  
اور مضرات میں لکھا ہے کہ آیا یہ قاضی کو جائز ہے کہ محکمہ کی بلا فرمانندی اسکا اناج فروخت کر دے  
تو بعض نے کہا کہ اس میں خلاف ہے  
اور بعضوں نے کہا کہ بالاقا ق فروخت کر دے  
اور بعض میں یہ کہ اگر لوگوں کے رجائے کا خوف ہو تو باہر سے لانے والوں کو بھی حاکم وقت وہی حکم کرے  
جیسا اسنے محکمہ کو حکم کیا ہو  
یہ تانا خانہ میں لکھا ہے  
اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر اعرابی مثلاً کو فہ میں آئے اور وہاں سے اپنے کھانیکا اناج خرید کر لیا ناچا با وہ یہ اہل کو فہ کو ضرر ہو تو ان کو منع کیا جائیگا  
جیسا اہل شہر کو خریدنے سے منع کیا جاتا ہو  
اور اگر سلطان نے نان بائینوں سے کہا کہ دس میر ایک دم میں بیچو اور اس سے کم نہ کرو  
پھر کسی نے ایک باورچی سے دس میر روٹی ایک دم میں لی اور باورچی کو یہ خوف تھا کہ اگر اس سے کم دے گا تو باورشاہ مجھ کو مارے گا  
تو مشتری کو اسکا

کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ذرہ دستی لینے میں داخل ہے اور حیلہ یہ ہے کہ مشتری نان بانی سے کہے کہ میرے ہاتھ تو روٹیاں جیسا تو چاہتا ہے فروخت کر دے تو بیع صحیح ہوگی اور کھانا حلال ہوگا اور اگر بادشاہی حکم کے موافق مشتری سے دس سیر خریدیں پھر نان بانی نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی تو جائز ہے اور مشتری کو اسکا کھانا حلال ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے اور یہ مکروہ ہے کہ پتل میں کوئی دوا ڈال کر اسکو سپینڈ کرے اور اسکو چاندی کے حساب سے بیچے اور ایسی ہی درمون کو گھسٹل کے سوا اور سری جگہ ڈھالنا اگرچہ کھرے ہوں مکروہ ہے اور اگر چاندی کو اپنے لوگوں کے واسطے ڈھالا اور اس میں نانہا ڈال دیا تو کچھ خوں نہیں ہے اور بڑا کو جائز ہے کہ کپڑے کو چھڑک کر نرم کرے جیسا کہ باندی کے بیچنے والے کو جائز ہے کہ اسکا مٹھو دھو کر سنگار کر دے اور جیدہ کو ردی کے ساتھ ملنس کر دینا مکروہ ہے اور ایسے ہی گوشت میں زعفران دینا مکروہ ہے اور ایسے میل کی چیز جیسا میل ظاہر ہو جیسے مٹی نے ہوئے گیہوں بیچنے میں کچھ خوں نہیں ہے اور اگر ان کو پسایا تو بدون بیان کے بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ مکروہ ہے کہ نان بانی یا تھانہ وغیرہ کے پاس کچھ درم اسواسطے رکھے کہ اس سے جو چاہیگا سو لیگا و لیکن اسکے پاس ودیعت رکھے اور اس سے جعفر رچا ہے بعض معین و امون کے ان درمون میں سے لینے اور اگر ان کو بطور بیع کے دیا تھا تو ضمان لے اور بالئ کو چاہیے کہ اپنا اسباب بیچنے کے واسطے قسم نہ کھایا کرے اور ابو بکرؓ نے روایت ہے کہ نفاعی خلع کھولتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پروردہ بھیجتا ہے تو گنگارہوتا ہے اور ایسے ہی جو کھیا چوکیداری کے وقت لا الہ الا اللہ کہنے میں گنگارہوتا ہے یہ تار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی لٹکا پسایا ردی لیکر دوکاندار کے پاس آیا اور اس سے کوئی ایسی چیز مانگی جو گھر کے کام میں آتی ہو جیسے نمک یا اشنان وغیرہ تو اسکے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر خوش یا پستہ وغیرہ ایسی چیز مانگی جو عادیہ لڑکے اپنے واسطے خرید کرتے ہیں تو نہ فروخت کرے ایک لٹکا خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں مانع ہوں پھر اسکے بعد کہا کہ میں مانع نہیں ہوں پس اگر مانع ہونے کی خبر دینے کے وقت مانع ہوئے کا احتمال رکھتا تھا باین طور کہ اسکا سن بارہ برس یا اس سے زیادہ کا تھا تو اسکا انکار معتبر نہ ہوگا اور اگر اسکا سن اس سے کم تھا تو مانع ہونے کی خبر دینا صحیح نہ تھا پس اسکا انکار صحیح ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اُس نے کہا کہ مجھ کو فلاں شخص نے اسکے بیچے کا بدل کیا ہے اور میں دس سے کم نہ دوں گا پھر اس سے ایک شخص نے نو درم کو طلب کیا پس اگر مشتری کے دل میں یہ تھا کہ یہ بات اُس نے اپنے مال کے راجع دینے کو کسی تھی تو اسکو خریدنا جائز ہے اور اگر یہ بات اُس کے دل میں نہیں آئی تو اس سے خریدنا جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر سچہ مٹی کا بیل یا گھوڑا بچوں کے بہانہ خرید تو صحیح نہیں ہے اور نہ اسکی کچھ قیمت ہو اور نہ اسکا تلف کرنا الاضامن ہو یہ قینہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ مال حرام حاصل کیا اور اس سے کوئی چیز خریدی پس اگر پہلے یہ درم مانع کو دے دیے پھر ان کے عوض وہ چیز خریدی تو اسکو حلال نہیں ہے یہ مذکر کر دے اور اگر درم دینے سے پہلے خریدی پھر درم دے دیے تو بھی کر خنی زہ اور ابو بکرؓ کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس میں انصر کا خلاف ہے اور اگر یہ درم دینے سے پہلے خریدی اور دوسرے درم دے دیے یا مطلقاً خریدی اور یہ درم دے دیے یا دوسرے درم سے خریدی اور یہ درم دے دیے تو انصر ج نے فرمایا کہ حلال ہے اور اس پر صدقہ کہ دینا واجب نہیں ہے اور اس زمانہ میں فتویٰ کرنی درم کے قول پر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اسکے شہتروں میں درم پائے تو بعض مشائخ نے

اور یہ سید  
کے سے کہی گئی ہے  
سے جو اور ختم ہو چکی  
میں سے جو اور ختم ہو چکی  
اور غرض ہوں ان دونوں  
میں سے جو اور ختم ہو چکی  
جو اسکا درم مانع  
ہو گیا ہے اور نہ اسکی  
بے اندر درم مانع  
ہو گیا ہے





تو دونوں بڑوں میں سے ایک کا بیٹا جائز ہے یہ نہ الفائق میں لکھا ہے۔ اور اگر صغیر کے ساتھ اسکے دو قریب جمع ہوں پس اگر وہ دونوں قریب میں برابر ہوں پس اگر دونوں جہت میں مختلف ہوں جیسے مان باپ اور چچو بھی خالہ تو ان سب کو اکٹھا ہی فروخت کرے خواہ وہ سب مسلمان ہوں یا سب کافر ہوں اور ہی حکم باپ کی طرف سے ہوں یا مان کی طرف سے ہوں کا ہی اور اگر وہ دونوں قریب اور جہت میں برابر ہوں جیسے و بھائی حقیقی اور ایک مان باپ کی طرف سے وہ نہیں تو مستحساناً ایک کا بیٹا جائز ہے اور اگر دونوں میں سے ایک زیادہ قریب ہو مثلاً تین بہنیں خالہ جہت سے یا مان اور چچو بھی یا خالہ ہو تو دور کے قریب والے کے بیچے میں کچھ نہیں ہو اور ایسے ہی اگر کسی داوی اور چچو بھی اور خالہ جمع ہوں تو چچو بھی اور خالہ کے بیچے میں نہیں ہو اور اگر ب میں دو کافروں نے ایک باندی کے بچہ کا جو دونوں میں مشترک تھی دعویٰ کیا پھر وہ سب قید ہو کے ملوک ہو گئے تو کوئی دونوں باپوں میں سے فروخت نہ کیا جاوے گا ایک عورت کے ساتھ ایک لڑکی جو اسے کہا کہ یہ میری بیٹی ہو تو قریب مکروہ ہے اگرچہ نسب ثابت نہیں ہوا یہ محیط مخری میں لکھا ہے۔ اور جس طرح آزاد کو قریب سے بچا مکروہ ہو وہ ویسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کو بھی مکروہ ہے۔ یہ داوی میں لکھا ہے اور اگر مالک کافری ہو تو قریب مکروہ نہیں ہے یہ غلامیہ میں لکھا ہے

## کتاب الصوف

اور اس میں چھ باب ہیں

**فصل اول** بیع صرف کی تعریف اور اسکے رکن اور حکم اور شرائط کے بیان میں۔ اسکی تعریف یہ ہے کہ بعض ثمنوں کو بعض کے عوض بیع کرے کو صرف کہتے ہیں یہ بیع القدر میں لکھا ہے۔ اور اسکے رکن وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور اسکا حکم شرعاً یہ ہے کہ دونوں صرف کرنے والوں میں ہر ایک کو اس چیز پر جو اسے دوسرے سے خریدی ہو اہدائے ملک حاصل ہو جائے جیسا بیع میں ہوتا ہے یہ محیط مخری میں لکھا ہے اور اسکے شرائط چند ہیں آزاد ہونا سے پہلے دونوں بدل پر قبضہ ہونا شرط ہے کذا فی البدائع خواہ دونوں بدل متعین ہوں جیسے ڈھلی ہوئی چیزیں یا متعین ہوں جیسے سک یا ایک متعین ہو دوسری متعین نہ ہو کذا فی البدائع اور قواعد قدوری میں لکھا ہے کہ بیان قبضہ سے ملو ہاتھ سے قبضہ ہونا ہی تخلیہ براد نہیں ہے یہ بیع القدر میں لکھا ہے اور جدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں عقد کرنے والے بدنی ہدائی اختیار کریں یا بن طور کہ ایک ایک طرف چلا جائے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک چلا جائے اور دوسرا پیٹھار ہے حتیٰ کہ اگر دونوں اپنی جگہ پر ہوں اور وہاں سے نہ گئے ہوں تو جدا ہونیکا حکم نہ پایا جائیگا اگرچہ بیٹھے ہوئے دیگر ذریعہ کے ان دونوں میں بدنی ہدائی ہو جائے اور ایسے ہی اگر دونوں مجلس میں سو جاویں یا دونوں بیہوش ہو جاویں یا اپنی جگہ سے ایک ساتھ کھڑے ہوں اور ایک طرف ایک ہی راستہ چلیں اور ایک میل یا زیادہ جاویں اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہو تو متفرق نہ کہلائیے یہ مباحث میں لکھا ہے اگر زید کے عمر و ہر ایک ہزار درم قرض ہوں اور عمر کے زید پر دینا قرض ہوں پھر ایک نے دوسرے کو دیوار کے پیچھے سے یا دور سے آواز دیکر کہا کہ جو تیرا مجھ پر ہے وہ بیہوش اُسکے جو میرا تجھ پر ہے میں نے بیع کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر انہی دو بیکر بیع صرف کی تو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں میں بدنی ہدائی ہے یہ محیط مخری

کتاب الصوف میں چھ باب ہیں  
باب اول تعریف شرائط  
باب دوم بیع صرف کی تعریف  
باب سوم بیع صرف کے رکن  
باب چہم بیع صرف کے حکم  
باب پنجم بیع صرف کے شرائط  
باب ششم بیع صرف کے اختلافات

میں لکھا ہے۔ اور مجلس کا کچھ اعتبار نہیں ہو مگر صرف ایک مسئلہ میں اور وہ یہ ہو کہ اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنے نابالغ بیٹے سے یہ دینار دس درم کو خرید لیا ہو پھر دس درم وزن ہونے سے پہلے اٹھ کھڑا ہو تو صرف باطل ہو گئی ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہو کیونکہ باپ ہی عقد کرنے والا ہے اور بدنی حیاتی کا اعتبار یہاں ممکن نہیں ہو تو مجلس کا اعتبار کیا جاوے گا یہ بحوالہ ائین میں لکھا ہے پھر جانا چاہیے کہ درم کو درم کے عوض بیچنے اور دینار کو دینار کے عوض بیچنے میں اور پیسوں کو درم یا دینار کے عوض بیچنے میں فرق ہو کیونکہ پیسوں کو درم یا دینار کے عوض بیچنے میں دونوں بدل پر قبضہ ہونا شرط نہیں ہو صرف ایک بدل پر جدائی سے پہلے قبضہ ہونا کافی ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ ازاں بخلاف یہ کہ اس عقد میں خیانت شرط کسی کو نہ ہونا چاہیے ازاں بخلاف یہ کہ اس عقد میں میعاد نہ ہونا چاہیے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اگر دونوں نے میعاد کی شرط کی پھر جدائی سے پہلے باہم قبضہ کر لیا تو یہ بیعت کا ساقط کرنا ہو گا اور بیع صحیح ہو جاوے گی اور اگر خیانت کی شرط لگائی پھر جدائی سے پہلے دونوں نے باطل کر دی یا خیانت والے نے باطل کی تو بیعت صحیح جائز ہو جاوے گی اور اگر عقد میں میعاد تھی پھر میعاد والے نے جدائی سے پہلے اس کو باطل کیا تو استحساناً عقد جائز ہو جائیگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر درم کو دینار سے بیچنے میں کسی ایک بدل میں اوصاف کی شرط لگائی پھر شرط والے نے کچھ نقد دیدیا اور کچھ نہ دیا تو امام اعظم کے نزدیک کل بیع فاسد ہوگی اور اس کی صورت یہ ہو کہ کسی نے ایک دینار بیع دس درم کے ایک مہینہ کے وعدہ پر خریدا پھر پانچ نقد دیے اور دونوں جدا ہو گئے تو پانچ درم کے حصہ کی بیعت نہ ہو جاوے گی اور اگر بیع پانچ نقد اور پانچ اوصاف کے خریدا پھر نقد اور دے اور جدا ہو گئے تو پوری بیعت فاسد ہو جائے گی اور اگر دے اور دے تو بیعت جائز ہو گئی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر خیانت کی شرط لگانے سے بیعت صرف جیسے فاسد نہ ہوتی ہو کیونکہ یہ فساد نفس عقد میں ہوتا ہے اور قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے عقد صحیح ہونے کے بعد فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ بعض شرائط کے نزدیک قبضہ اس واسطے شرط ہے کہ عقد اپنی صحت پر باقی رہے اور بعضوں کے نزدیک ابتداء صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اور پہلا قول اصح ہے اور غرر خلاف کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب عقد صرف بسبب قبضہ نہ ہونے کے فاسد ہوا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک نہایت قول بعضے آخرین کے جو صرف نہیں یہ وہ بھی باطل ہو جاوے گا اور نہایت قول بعضے اولین کے فاسد نہ ہو گا اور یہی اصح ہے حتیٰ کہ اگر کوئی باندی کہ جس کے گردن میں چاندی کا طوق ہو بیع چاندی کے خریدی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے بیعت صرف کی بیعت باطل ہو گئی اور باندی کی بیعت فاسد نہ ہوگی اور اگر باندی کو بیع چاندی کے طوق کے بیع چاندی کے خیانت کی شرط لگا کر خریدا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صرف اور بیعت دونوں فاسد ہیں اور صاحبین کے نزدیک بیعت فاسد نہ ہوگی یہ محیط شری میں لکھا ہے۔ اگر قبضہ سے پہلے مجلس سے جدا ہونے کی وجہ سے بیعت صرف فاسد ہو جائے تو بیعت باطل ہو جائے دینے سے پہلے مشتری کی ملک سے نہیں نکلتی ہے اور اس مسئلہ کی صحت امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کی ہے کہ کسی نے چاندی کی چھانگل دو دینار میں خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا اور ایک دینار ادا کیا پھر دوسرا دینار دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو آدمی چھانگل کی بیعت فاسد ہو گئی اور یہ فساد دوسرے آدمی کی طرف متعدی نہ ہو گا پس اگر باطل غالب ہو گیا تو کسی شخص نے آدمی چھانگل کا اپنی ملک ہو نیکا دعویٰ کیا تو مشتری اس کا مدعا علیہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور حضرت میں اگر معقولہ علیہ ایک ہی شخص ہو تو وزن میں برابر ہونا بھی شرط ہے کہ زانی خزانہ الحقتین اور اگر ایک شخص نہ ہونے مثلاً

[illegible]





اسی مجلس میں قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جب چاندی میں شرط ہو تو پیل اور تانبہ میں بھی شرط ہوگا اور اگر چاندی اور تانبہ میں  
 ہو تو ان کو پھوس چاندی کے پچھا فقط وزن سے جائز ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ایک دینار اور دو درم  
 بھوس دو درم دینار کے خریدے تو جائز ہو اور اس طرح اعتبار کیا جائیگا کہ ایک طرف سے ایک دینار بھوس دو درم  
 ہو گا اور دوسری طرف سے دو دینار بھوس دو درم کے یہ حاوی میں لکھا ہے اور ایک درم صحیح اور دو درم  
 غلط کو بھوس دو درم صحیح اور ایک درم غلط کے پچھا جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے گیارہ درم بھوس دس درم  
 اور ایک دینار کے پچھے تو جائز ہو اور یہ اعتبار ہوگا کہ دس درم بھوس دس درم کے اور ایک دینار بھوس ایک درم کے  
 یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور گلائی ہوئی چاندی بھوس ایک کپڑے اور گلائی ہوئی چاندی کے پچھا تو کپڑا  
 کپڑے کے مقابل اور چاندی چاندی کے مقابل ہوگی اور اگر ایک چاندی دوسرے سے زائد ہو تو وہ کپڑے کے ساتھ  
 بااگر دوسرے کپڑے کے مقابل ہوگی پس اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو حصہ صرف ٹوٹ گیا اور کپڑے کی پچھے  
 مقابل کے عوض جائز رہی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور دینار بھوس ایک کپڑے اور درم کے خریدنا پھر باہمی قبضہ سے  
 پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو گئی اور باقی کی بیع جائز رہی کیونکہ یہ مختلف چیزیں ہیں پس برابر ہونا واجب  
 نہیں ہے اور یہ کہا جائیگا کہ دینار اور کپڑے کو درم اور کپڑے پر اعتبار قیمت کے تقسیم کیا جاوے پس درم میں سے جب قدر دینار  
 کے حصہ میں پڑے وہی بیع صرف صحیح کہ جو باطل ہوئی اور باقی کی بیع ہو جاوے گی یہ محیط شری میں لکھا ہے اگر ایک دینار  
 جو چاندی سے مخلی ہو بھوس ایک کپڑے اور دس درم کے فروخت کی اور عوض پر قبضہ کر لیا اور دوسرے نے تلوار پر قبضہ  
 نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو پوری بیع باطل ہو جاوے گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک  
 ہزار درم کے عوض سو دینار کی بیع قرار دی اور دونوں میں کسی کے پاس نہ درم ہیں اور نہ دینار ہیں پھر ہر ایک نے اپنے  
 موافق قرض لیا اور جدا ہونے سے پہلے دوسرے کو دیدیا تو جائز ہو اور ایسے ہی سونے کے پتر بھوس چاندی کے پتر  
 کے اور چاندی کے پتر بھوس سونے کے پتر کے پچھے کا بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب پتر بھی نقدی  
 کی طرح لوگوں میں رائج ہوں یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر ایک دینار بھوس درم کے خریدنا اور کسی کے پاس نہ درم  
 ہیں اور نہ دینار پھر ایک شخص نے اپنا بدل ادا کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے کوئی چیز بھوس  
 قرضہ کے خریدی اور دونوں یقیناً ملتے ہیں کہ اسپر قرضہ نہیں ہے تو خرید جائز نہیں ہے اور یہ گویا بدون ثمن کے خریدنا  
 ہے اور اگر یہ گمان ہو کہ اسپر قرضہ ہے پھر دونوں نے سچ کہا کہ اسپر قرض نہیں ہے تو خریدنا اس قرضہ کے مثل پر  
 صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ہزار درم بھوس سو دینار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے ہیں پھر  
 بجائے ان کے سیاہ ادا کیے اور بائع رضامند ہو گیا تو جائز ہے اور ایسے ہی اگر درم ہوں پر قبضہ کر لیا اور دیناروں میں  
 یہ چاہا کہ جو ٹھہرے ہیں اسکے سوا دوسری قسم کے ادا کرے تو بدون دوسرے کی رضامندی کے جائز نہیں ہے یہ  
 مبسوط میں لکھا ہے اگر دونوں نے بیع صرف ٹھہرائی اور نقد کو صاف نہ بیان کیا پس اگر شہر میں ایک ہی نقد چلتا ہے  
 تو وہی رکھا جائیگا اور اگر شہر میں نقد و مختلف ہوں پس اگر دواج میں سب برابر ہوں اور کوئی دوسرے سے بڑھ کر  
 نہ تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی دوسرے سے بڑھ کر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر بعض بعض سے بڑھ کر ہو لیکن ایک بڑا  
 رائج ہو تو بھی جائز ہے یہ محیط شری میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی نقد ان میں سے زیادہ معروف ہو اور نقد میں اسکے سوا دوسرا

یہ فیہ میں  
 بیان کیا گیا ہے  
 حصہ سوم میں  
 بیع و خرید کے  
 احکامات ہیں  
 جو مذکور ہیں  
 کے لئے تحریر  
 فرمایا گیا ہے

نقد بشرط کیا تو عقد اسی نقد پر جو شرط کیا ہو قرار پاوے گا پھر اگر دونوں نے اختلاف کیا اور ایک نے کہا کہ تو نے مجھے فلاں  
 نقد جو اس نقد معروف سے بڑھ کر ہو شرط کیا ہو اور دوسرے نے انکار کیا تو : دونوں پر قسم آدگی پس جو شخص قسم سے  
 جائز ہوگا اسی پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوگا اور اگر دونوں نے قسم لکھائی تو بیچ پھیر لین گے اور اگر دونوں نے  
 دلیل کو پیش کیے تو جو شخص افضل نقد ہوئے گا دعویٰ پر اسی کی دلیل مقبول ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے **مصلحت**  
 دوسرے کو دوسرے کے عوض اور پتیل کو پتیل کے عوض یا اور ایسی چیزیں جن پر اجاری ہو تا جو وہ فقط برابر ہونے میں  
 بمنزلہ ہونے اور چاندی کے ہیں نہ قبضہ میں پس اسی وقت قبضہ ہونا واجب نہیں ہو یہ محیطہ میں لکھا ہے  
 اور ایک ہی نوع ہو اسکا جید اور روی برابر ہو فقط وزن کی برابری سے بیچ جائز ہوگی اور اگر باہمی قبضہ سے  
 پہلے دونوں جدا ہو جاویں تو بیچ باطل نہ ہوگی و لیکن شرط ہو کہ معین بعض معین کے ہو اور یہی حکم تمام وزنی چیزوں  
 میں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور رصاص اور قلعی اور اسرب یہ سب رنگ ہی کی قسم ہیں اور سب وزنی ہیں و لیکن  
 بعض سے بعض بڑھ کر ہو پس ایک کو دوسرے کے عوض فقط برابری سے بیچنا جائز ہو یہ محیطہ میں لکھا ہے تا جبکہ  
 بعض کا نئے کے اس طرح بیچنا کہ کا نہ ایک حصہ ہو اور تا بنا دو حصہ ہو تو باحقون ہا تمہ جائز ہو اس جہت سے  
 کہ کا نئے میں صنعت زیادہ ہو پس تا جبکہ کی زیادتی اُسکے مقابل کیا دگی اور اسکے اوصار میں بہتری نہیں ہے  
 کیونکہ وہ ایک نوع ہو اور زیادتی صنعت سے جس نہیں بدلتی ہر اور کا نئے کو بعض سپید پتیل کے باحقون  
 ہا تمہ اس طرح بیچنے میں کہ کا نہ ایک حصہ اور پتیل دو حصہ ہو کچھ ڈر نہیں ہر اور اُسکے اوصار میں بہتری نہیں ہو  
 یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اسی طرح سفید پتیل کو بعض بیچ تا جبکہ کے اس طرح بیچنے میں کہ پتیل ایک حصہ اور تا بنا  
 دو حصہ ہو باحقون ہا تمہ کچھ ڈر نہیں اور اوصار میں بہتری نہیں ہو کیونکہ یہی اور وزن دونوں کو شامل ہو اور  
 جب ایک کی وجہ سے اوصار حرام ہو تا ہو تو دونوں کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا یہ محیطہ میں لکھا ہے اور  
 شقال چاندی اور ایک شقال تا بنا بعض ایک شقال چاندی اور تین شقال دوسرے کے خرید : تو جائز  
 ہو اس طور پر کہ چاندی بعض چاندی کے برابر کی چاندی اور باقی چاندی اور تا بنا مقابل دوسرے کے رکھا جاوے  
 پس رو یا نوگا اور ایسے ہی ایک شقال پتیل اور ایک شقال کو بعض ایک شقال پتیل و ایک شقال آگ کے خرید کر تا  
 جائز ہو کیونکہ پتیل پتیل کے مقابل در رنگ دوسرے کے مقابل ہو گیا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور تجربہ میں لکھا ہے کہ پتیل اور  
 دوسرے کے برتن کو گون کے تعامل سے حدی ہو جاتے ہیں پس ایک دوسرے کے عوض ہر طرح فروخت ہو سکتے ہیں یہ  
 تا تاریخانہ میں لکھا ہے اور اگر لوگوں میں ان برتنوں کا وزن سے بیچنا رائج ہو نہ گنتی سے تو ان کو اپنی جنس کے عوض  
 بیچنا فقط برابری کے ساتھ جائز ہوگا یہ نہرا لغات میں لکھا ہے اگر تا جبکہ برتن بعض ایک رطل غیر معین  
 دوسرے کے خرید اور کچھ میاوند نہ لگائی اور برتن پر قبضہ کر لیا تو جائز ہی بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے لوہا اسکو دیدیا ہو اور  
 اگر لوہا دیدینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پس اگر اس برتن کے وزن سے بیچنے کی عادت نہ ہو تو بھی کچھ ڈر نہیں ہو  
 اور اگر وزن سے بیچتا ہو تو اوصار میں بہتری نہیں ہو اور اگر مجلس میں دوسرے پر قبضہ کر لیا اور دوسرے نے برتن پر قبضہ  
 نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو عقد فاسد نہوا اور اسی طرح اگر ایک رطل لوہا معین بعض دور رطل در رنگ  
 غیر معین کے خرید اور دوسرے پر قبضہ کر لیا اور رنگ پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیچ فاسد ہوگئی اور

اگر دونوں غیر معین ہوں تو بیع فاسد ہوگی خواہ اس مجلس میں باہم قبضہ ہو جاوے یا نہ ہو بسو طین لکھا ہو  
**دوسری فصل** چاندی وغیرہ چڑھی ہوئی تلوار یا اور ایسی چیزوں کی بیع کے بیان میں کہ جن میں چاندی یا سونا اپنے  
 غیر کے ساتھ فروخت کیا گیا اور اس چیز کی بیع کے بیان میں کہ جو وزن سے فروخت ہوئی پھر کم یا زیادہ  
 نکلی ساگر کوئی تلوار کہ جس پر چاندی کا حلیہ ہو یا روپہلی لکام جو عن اتنی خالص چاندی کے کہ جس کا وزن تلوار یا لکام  
 کے حلیہ سے زائد ہو خریدی تو جائز ہو اور اگر حلیہ سے کم یا اس کے برابر ہو یا کچھ نہ معلوم ہو تو جائز نہیں ہو یہ محیط ہر شی  
 میں لکھا ہو اور اگر درم ہوں کی مقدار بیع کے وقت معلوم نہ ہوئی پھر معلوم ہوئی تو تلوار کی چاندی سے زائد نکلی  
 پس اگر دونوں مجلس میں موجود ہونے کی حالت میں معلوم ہوئی تو بیع جائز ہو اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد  
 معلوم ہوئی تو جائز نہیں ہو اور قدوری نے فرمایا کہ ایسے ہی اگر دانشہ لوگ اس میں اختلاف کریں بعضے کہتے ہیں کہ اگر  
 تلوار کی چاندی سے زائد ہو اور بعضے کہتے ہوں کہ برابر ہو تو بھی جائز نہیں ہو یہ صحیح میں لکھا ہو اگر درم تلوار کے حلیہ سے  
 زائد ہوں پھر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پس اگر وہ حلیہ تلوار میں سے بدون ضرر کے جدا نہیں ہو سکتا  
 تو کل کی بیع ڈٹ جاوے گی اور اگر بدون ضرر کے جدا ہو سکتا ہو تو حلیہ کی بیع باطل اور تلوار کی جائز ہوگی اور اگر  
 حلیہ سونے کا ہو اور میں درم ہوں تو ہر طرح بیع جائز ہو اور اگر میں نے میں میعاد کی شرط کی خواہ وہ میں  
 حلیہ کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو تو پوری تلوار کی بیع باطل ہو جاوے گی خواہ اس حلیہ کا جدا ہونا بدون ضرر کے  
 ممکن ہو یا نہ ہو اسی طرح اگر دونوں جدا ہو گئے اور ایک نے خیار شرط کی تھی تو بھی بیع باطل ہو اور اگر بیع میں میں  
 کی مدت قرار دی تھی پھر مشتری نے بقدر حلیہ کے میں ادا کر دیا تو استھاناً بیع جائز ہو اگرچہ صاف ظاہر نہ کیا ہو کہ میں  
 مقبوضہ حلیہ کا حصہ ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور میں مکان میں سونے یا چاندی کے پتر ہوں تو اسی جنس کے عوض بیچنے کا  
 حکم مثل چاندی چڑھی ہوئی تلوار کے ہو یہ محیط ہر شی میں لکھا ہو اگر ایک سونے کا زیور میں موتی اور جو اہر میں دو سہرے  
 کے ساتھ جو عن ویناروں کے بیچا اور خریدار نے زیور پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ وینار زیور کے سونے کے برابر ہوں یا کم ہوں  
 یا کچھ معلوم نہ ہو تو پوری بیع جائز ہوگی نہ سونے نہ جو اہر کی خواہ جو اہر کا جدا کر لینا بدون ضرر کے ممکن ہو یا نہ ہو اور اگر وینار  
 زیور کے سونے کے میں سے زیادہ ہوں تو زیور کے سونے اور جو اہر سب کی بیع جائز ہو پھر اسکے بعد اگر جدا ہونے سے پہلے  
 پورا میں ادا کر دیا تو بیع پوری ہو گئی اور ایسے ہی اگر زیور کے سونے کے قدر ادا کیا تو بھی بیع جائز رہی اور اگر جدا ہونے تک  
 کچھ بھی ادا نہ کیا تو زیور کے سونے کی خاص بیع فاسد ہو گئی اور جو اہر کی بیع اگر بدون ضرر کے امکان میں نہ ہو  
 تو فاسد ہو گئی اور اگر بدون ضرر کے جدا کر لینا ممکن ہو تو فاسد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور ایسا زیور کہ جس کے جو اہر بدون  
 ضرر کے جدا نہ ہو سکتے ہوں اگر اس کی قیمت میں ایک وینار ادا کر دیا تو جائز نہیں ہو کیونکہ سونے کا حصہ میں مقصود  
 واقع ہوا ہو پس میعاد کی شرط سے فاسد ہو گا اور موتی اور جو اہرات کا جدا کر کے سپرد کرنا بدون ضرر کے ممکن نہیں ہو  
 پس جب تھوڑے کا عقد فاسد ہو تو کل کا فاسد ہو گیا یہ بسو طین لکھا ہو اور اگر ایسا زیور ہو جس کے جو اہرات کا  
 بدون ضرر کے جدا کر لینا ممکن ہو تو اس مسئلہ میں اختلاف ہونا چاہیے امام اعظم کے نزدیک جو اہر کی بیع جائز نہ ہوگی اور  
 صاحبین کے نزدیک جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک ایسی تلوار ہو جس پر حلیہ ہو جو عن اس قدر چاندی کے طرحی کہ  
 جس کا وزن حلیہ سے زائد ہو اور میں سے بقدر حصہ حلیہ کے ادا کر دیا اور کہا کہ دونوں کے میں یا کہا کہ تلوار کے میں

دیتا ہوں یا کچھ نہ بیان کیا تو یہ من حلیہ کا ہو گا اور کل کی بیج جائز رہیگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہو اور اگر اس نے کہا کہ یہ من خاص تلوار کے پھل کا ہو تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر حلیہ بدون ضرر کے جدا نہیں ہو سکتا ہو تو جو اسے ادا کیا ہو وہ حلیہ کا من ہو گا اور پوری بیج صحیح ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو تو حلیہ کی بیج باطل ہو جاوے گی یہ نہرا لائق میں لکھا ہو اور اگر اس نے کہا کہ اسکو لے اسکا آدھا حلیہ کا من ہو اور آدھا تلوار کا تو بھی بیج صرف باطل نہوگی اور سب حلیہ کا من رکھا جائیگا یہ تبیین میں لکھا ہو ہشام نے روایت کی کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ فرمایا کہ اگر تلوار کا حلیہ بدون تلوار کے بیجا تو جائز نہیں ہے مگر جب اس شرط پر فروخت کیے کہ مشتری اسکو جدا کرے تو دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اسکو جدا کر ایچا اور اگر بیچنے میں نہ شرط نہ لگائی پھر جدائی سے پہلے بانٹنے کا کہ میں نے تجھ کو اسکے الگ کر لینے کی اجازت دی تو امام نے فرمایا کہ اگر جدائی سے پہلے اسے الگ کر لیا تو بیج جائز ہو اور اگر الگ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیج باطل ہو گئی ہشام کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اگر یہ مشتری تلوار پر قبضہ کر لیا ہو جب بھی نہیں جائز ہو تو فرمایا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ جب تک حلیہ کو تلوار سے الگ نہ کر لیا اس پر قابض نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے ایک ایسی باندی فروخت کی کہ جسکی قیمت ہزار مثقال چاندی ہو اور اسے گروں میں ایک چاندی کا طوق ہے کہ جس میں ہزار مثقال چاندی ہو اور اسکا من دو ہزار مثقال چاندی بٹھری پھر مشتری نے ایک ہزار مثقال ادا کیے اور پھر دونوں جدا ہو گئے تو جو اسے ادا کیا ہوا ہے طوق کی قیمت ہے اور اگر دو ہزار مثقال پر اسی طرح خرید کیا کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار آدھا رہا ہوں تو نقد من طوق کے دام ہوں گے اور انسی طرح اگر اسے کہا کہ یہ ایک ہزار دونوں کے داموں میں سے تو صرف طوق کے دام... کہئے جائیگے اور پوری بیج صحیح ہوگی اور اگر اسے صحیح کر دی کہ ہزار باندی کا من ہو اور قبضہ کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو طوق کی بیج باطل ہو جاوے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہو اگر ایک گنگن مع کپڑے کے بعض میں درم کے خرید اور گنگن پر قبضہ کیا اور دس درم ادا کر دیے پھر دونوں جدا ہو گئے تو یہ دس درم اسکا ناقص گنگن کا حصہ رکھا جائیگا اور اگر دس درم ادا کر کے اسے کہا کہ دونوں کے من میں سے تو بھی پہلی صورت کے موافق رکھا جائیگا اور اگر اسے کہا کہ یہ خاص کپڑے کا حصہ من ہو اور دوسرے نے انکار کیا یا اقرار کیا اور اسی پر دونوں جدا ہو گئے تو گنگن کی بیج ٹوٹ جاوے گی اور اگر گنگن ایک شخص کا ہو اور اسکی قیمت دس درم ہو اور کپڑا دس درم قیمت کا دوسرے شخص کا ہو پھر دونوں کسی شخص کے ہاتھ میں درم کو فروخت کرین اور ہر ایک نے اپنا مال فروخت کیا مگر بیچ ایک ہی صفتہ میں واقع ہوئی پھر مشتری نے گنگن والے کو دس درم دیدیے تو وہ غالباً اسی کے ہوں گے دوسرا اس میں شریک نہوگا اور اگر دونوں نے کپڑے کو بیچا اور دونوں نے گنگن کو بیچا پھر اسے گنگن والے کو دس درم دیدیے پھر دونوں جدا ہو گئے تو آدھے گنگن کی بیج ٹوٹ جاوے گی یہ مسوط میں لکھا ہو ایک حلیہ دار تلوار بعض دینار کے خریدی اور اس پر قبضہ کر کے دینار ادا کرنے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی اور دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور من ادا نہ کیا یا تنگ کہ سب جدا ہو گئے تو دونوں بیج باطل ہو جاوے گی اور تلوار پہلے بائع کو واپس ملیگی اور اگر دوسرے مشتری اور اس کے بائع نے باہم قبضہ کر لیا ہونہ اول بائع نے تو دوسری بیج صحیح ہوگی اور پہلا مشتری اپنے بائع کو تلوار کی قیمت ادا کرے اور ایسے ہی اگر مشتری نے اسکا آدھا فروخت کیا تو آدھے کی بیج صحیح ہوگی اور آدھی تلوار پہلے بائع کو واپس ملیگی اور اسکو یہ اختیار نہوگا کہ مگر طے ہونے کے عیب کی وجہ سے قبول نہ کرے اور دوسرے کو حصے کی قیمت کی ضمانت دیگی



یہ محیط مشری میں لکھا ہو اگر ایک حلیہ دار تلوار دو شخصوں میں مشترک تھی پھر ایک نے اپنا نصف حصہ ایک تیار کے عوض اپنے شریک یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ پر اور اس نے دینار اور کوڑیا اور تلوار گھر میں رکھی ہو پھر اس پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع ٹوٹ جاوے گی یہ مبسوط میں لکھا ہو اگر ایک حلیہ دار تلوار تین سو درم حلیہ پر بیع ہو تو دو سو درم کے خریدی پھر معلوم ہو کہ اس میں دو سو درم حلیہ پر تو اسکی دو صورتیں ہیں کہ اگر دونوں کے قبضہ کرنے اور جدا ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا تو پورا عقد باطل ہو جائیگا اور اگر جدا ہونے سے پہلے معلوم ہوا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو اس میں سو درم بڑھاوے ورنہ کل کا عقد فسخ کر دے اور اگر دونوں کو پہلے سے یہ بات معلوم تھی کہ اسکا حلیہ دو سو درم بھرے اور تلوار کو بیع ہو تو درم بیچا پھر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے سو درم بڑھا دیا چاہے تو عقد جائز نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر ایک چاندی کا انگن اس شرط پر کہ وہ سو درم پر بیع ہو سو درم کے بیچا پھر چاندی سے پہلے اسکو تو لا تھو زیادہ یا پاس مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو درم میں بڑھا کر اس کے برابر وزن میں لے لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر کم نکلا تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور اگر دونوں جدا ہو گئے تھے پھر اسکو دیکھ سو درم پایا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو اسکا دو تہائی سو درم میں لے لے ورنہ چھوڑ دے اور اسی طرح اگر کم پایا تو بھی اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس کے مثل وزن پر لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی میں لکھا ہو اگر ملائی ہوئی چاندی سو درم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ یہ سو درم بھرے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر وہ دو سو درم محلی تو مشتری کو اسکی ادھی ملی اور اسکو خیار نہ ہو گا یہ مبسوط میں لکھا ہو اور یہ سب حکم اس صورت میں ہو کہ جب خریدنا اسی جنس کے عوض واقع ہو اور اگر بیعوض خلاف جنس کے ہو مثلاً ایک حلیہ دار تلوار اس شرط پر کہ اسکا حلیہ سو درم پر بیع ہو اس دینار کے خریدی یا ایک چاندی کی چھانگل اس شرط پر کہ ہزار درم بھرے بیعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درم بھر نکلی یا گلائی ہوئی چاندی اس شرط پر کہ وہ بیچا ورم بھرے بیعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درم بھر نکلی تو ان سب صورتوں میں بیع جائز ہو اور جب حصہ یا ترخصر تو چاندی کی صورت میں بیع وزن مشتری سے ٹھہرے اس سے زیادہ مشتری کو بلا عوض نہ دیا جائیگا اور چھانگل کی صورت میں زیادتی بلا عوض بیجاوے گی یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر ٹن یا ترخصر سے ہون پھر برتن کو ناخس پایا تو مشتری کو اختیار ہو کہ اگر چاہے تو پورے ٹن میں لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی میں لکھا ہو اگر ایک موٹی اٹل شرط پر کہ اسکا وزن ایک مثقال ہو ایک درم کو خریدا پھر وہ بڑھتی نکلا تو سب مشتری کو وید جا دیکھا اور اگر یہ ٹھہر گیا ہو کہ مثقال اتنے درم کو پر پھر بڑھے تو پورا داپس کرے یا زیادتی کو اس کے حصہ کے عوض لے لے اور اگر چاندی کا انگن بعض درم کے بیچا اور تاکہ ہر درم اتنے کو ہر یا نہ کما پھر وہ زیادہ نکلا اور دونوں جدا نہیں ہوئے ہیں تو مشتری کو اختیار ہو گا کہ زیادتی کے قدر حصہ بڑھا کر لیوے اور بلا عوض نہ بیجاوے گی یہ محیط مشری میں لکھا ہو اگر تلوار پر سونے یا چاندی کا طبع ہو پھر اس کے جنس کے عوض خریدی تو ہر حال میں بیع جائز ہو اور طبع کا اعتبار نہیں ہو کہ نہ وہ ٹھہر گیا ہو نہ مضرت میں لکھا ہو اور اگر چاندی کا پانی پھری ہوئی نظام بیع درم میں کے اس سے کم یا زیادہ پر خریدی تو جائز ہو ایسے ہی اگر کسی مکان میں بیع ہو پانی پھرا ہو اور اسکو بیعوض میں معاویہ اس کے خریدا تو جائز ہو اگر چہ اسکی چھتین میں اس سے زائد ہو بیچا پانی پھرا ہو یہ حاوی میں لکھا ہو

یعنی بیع کا پانی پھرا ہو اس سے بیع جائز ہے

بیع

متعین نہیں ہوتے ہیں اگرچہ معین کیے جاویں اور نہ ان کے تلف ہونے سے عقد فسخ ہوتا ہو یہ حاوی میں لکھا ہے  
 اگر کسی نے درمون کے عوض پیسے خریدے اور ثمن ادا کر دیا اور بائع کے پاس پیسے نہ تھے تو بیع جائز ہو پس اگر  
 بائع نے پیسے کسی تہہ قرض لیکر جدا ہونے سے پہلے یا بعد اسکے مشتری کو دیدیے تو بیع پوری ہو گئی بشرطیکہ درمون  
 پر مجلس میں قبضہ کر لیا ہو اور ایسا ہی اگر پیسوں پر قبضہ کر لیا اور درمون پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بھی جائز ہے  
 یہ مبہوت یا میں لکھا ہے حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ اگر پیسے بعض درمون کے خریدے اور نہ اس کے  
 پاس پیسے تھے اور نہ اس کے پاس درم پھر کسی ایک کے ادا کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہو اور  
 اگر کسی نے نہ ادا کیا اور جدا ہو گئے تو جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پیسوں کو پیسوں کے عوض بیچا پھر دونوں  
 کے قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہ کیا۔ یا دونوں  
 نے قبضہ کیا پھر جدا ہونے کے بعد ہوا ایک کے قبضہ میں ہو اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا اور اسنے لے لیا تو بیع اپنے  
 حال پر صحیح رہے گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی یا سونے کی انگلیوں جیمن گینہ تھایا نہ تھا کسی قدر  
 پیسوں کے عوض خریدی اور پیسے اسکے پاس نہیں ہیں تو یہ جائز ہو خواہ جدائی سے پہلے دونوں نے قبضہ کر لیا ہو یا  
 نہ کیا ہو کیونکہ یہ بیع صرف نہیں ہے یہ مبہوت میں لکھا ہے۔ اور اگر چاندی کا پتر بعض فلمس غیر معینہ کے بیچا اور وہی  
 قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہو اور اگر پتر اسکے پاس موجود نہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر  
 آٹھ درم کے پیسوں پر کوئی چتر خریدی تو صحیح ہے۔ اور اس پر اتنے پیسے واجب ہوں گے جو آٹھ درم کو کہتے ہیں  
 اور ایسے ہی ستانی یا پونہ تھائی درم کہنا بھی جائز ہے یہ تین میں لکھا ہے اور اگر ایک انگ پیسے یا ایک قیراط پیسے کے  
 عوض خریدی تو استحساناً درست ہے اور سہل لائے حلوائی نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ دانگ اور قیراط لوگوں میں مختلف  
 نہ ہو ۱۱۔ اگر مختلف ہو کہ بعض دس کا اور بعض نو کا لیتے ہوں تو جھگڑے کی وجہ سے عقد جائز نہ ہو گا یہ محیط مشتری  
 میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ بعض ایک درم پیسوں کے یا دو درم پیسوں کے خریدی تو بھی امام ابو یوسفؒ کے  
 نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے ایک درم سے کم میں جائز ہے اور شارح نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ  
 کا قول اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کو ایک درم دیا اور کہا کہ اسکے آٹھ درم کے پیسے دیدے اور  
 آٹھ کا ایک چھوٹا درم دیدے تو جائز ہے پس اگر چھوٹا درم اور پیسے لینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو پیسوں کا عقد قائم  
 ہے اور حصہ درم کا ٹوٹ گیا اور اگر اسنے بڑا درم نہیں دیا تھا اور جدا ہو گئے تھے تو کل کی بیج ٹوٹ جاوے گی یہ ذخیرہ میں  
 لکھا ہے اور اگر کہا کہ آٹھ درم کے پیسے دے اور باقی آٹھ کے عوض ایک چھوٹا درم کہ اسکا وزن آٹھ درم کے  
 برابر ہو مگر ایک جہ پیسے ایک جہ کم ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب کی بیج باطل ہو جاوے گی اور صاحبین کے نزدیک  
 خاص چھوٹے درم کی بیج باطل ہوگی یہ محیط مشتری میں لکھا ہے اور اگر دینے کا لفظ مکرر کہا تو امام کے نزدیک بھی بی  
 حکم ہے جو صاحبین کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر ایک ایسا درم زینت جو نہیں چلایا ہو دوسرے  
 کے ہاتھ بیچا بعض پانچ دانگ پیسوں کے اور اسکا عجیب معلوم تھا تو یہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر آٹھ درم  
 پیسے اور ایک چھوٹے درم کے عوض جبکا وزن دو دانگ ہو بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے دونوں  
 قبضہ کر لیں اور اگر پانچ دانگ چاندی کے عوض یا بعض ایک درم کے سوا سب ایک قیراط چاندی کے سوا

تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ بعض اس چاندی کے میرے ہاتھ اتنے پیسے فروخت کر تو جائز ہے اور اگر اسکو پانچ چھپے  
 درم یا آدھے درم کے عوض بچا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر سو پیسے بعض ایک درم کے خریدے پھر درم  
 پر قبضہ کیا اور دوسرے نے پیسے پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ پیسے کا صلہ ہو گئے تو قیاساً بیچ باطل نہوگی اور مشتری  
 کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو ان کا سدھ پیون پر قبضہ کرے ورنہ بیع فسخ کر دے اور یہی قول امام زفر کا ہے  
 اور استحضاراً بیچ باطل ہو جائیگی اور اگر چہ پاس پیون پر قبضہ کیا پھر پیسے کا سدھ ہو گئے تو آدھے کی بیچ باطل  
 ہو جائیگی پس آدھا درم واپس کرے یہ محیط مشتری میں لکھا ہے اور اگر وہ پیسے کا سدھ نہوے ولیکن ارزان یا گران  
 ہو گئے تو بیچ فاسد نہوگی اور باقی پیسے مشتری کو ملین گے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درم کے عوض کچھ پیسے  
 خریدے اور ان پر قبضہ کر لیا اور درم نہ دیا یہاں تک کہ پیسے کا سدھ ہو گئے تو بیچ جائز ہے اور درم اس پر قرض ہو گا  
 یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایسے درمون کے عوض خنیں میل زیادہ ہے یا پیون کے عوض کوئی چیز خریدی اور حالانکہ  
 یہ دونوں چلتے تھے یہاں تک کہ بیچ جائز ہو گئی اور ہنوز مشتری نے مانع کو نہ دیے تھے کہ مکاحلین جاتا رہا اور  
 کا سدھ ہو گئے تو بیچ باطل ہو جائیگی اور لوگوں کو دستیاب نہونا مثل کا سدھ ہو جانے کے ہے اور مشتری پر واجب  
 ہو گا کہ بیچ اگر باقی ہو تو واپس کرے اور اگر نہ باقی ہو تو اسکا مثل واپس کرے اگر وہ مثلی چیز ہو ورنہ اسکی قیمت  
 واپس کرے اور اگر بیچ پر قبضہ نہوا ہو تو امام اعظم کے نزدیک اس بیچ کا کچھ فائدہ نہیں ہے اور صاحبین نے کہا  
 کہ بیچ باطل نہوگی اور جب بیچ باطل نہوئی اور سپرد کرنا مستند ہو تو اسکی قیمت واجب ہوگی لیکن امام ابو یوسف کے  
 نزدیک بیچ کے دن کی قیمت اور امام محمد کے نزدیک کا سدھ ہونے کے روز کی قیمت واجب ہوگی اور ذخیرہ میں  
 لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور محیط اور تیمیہ اور حقائق میں ہے کہ لوگوں پر آسان کرنے کے واسطے  
 امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی معین مال یا معین اسباب یا معین سیوہ بعض پیون  
 کے خریدا اور پیسے پاس نہیں ہیں تو جائز ہے اور اگر معین مال بعض معین پیون کے خریدا تو مشتری ان پیون  
 کے سوا دوسرے جنکا لوگوں میں چلن ہو دے سکتا ہے اور اگر ان فلوس معینہ کو دیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر  
 ان میں ایک ایسا پیسا پا یا جو نہیں چلتا ہے پھر واپس کر کے اسکو بدل لیا پھر ایسی صورت میں کہ جس میں پیسے  
 مال کا ثمن میں عقد باطل نہیں ہوتا یہ خواہ یہ واپس کیے ہوے پیسے تھوڑے ہوں یا بہت ہوں اور خواہ  
 بدل لیا ہو یا نہ بدل لیا ہو اور اگر یہ پیسے درم کا ثمن ہوں تو اسکی وہ صورتیں ہیں یا تو درم پر قبضہ ہو گیا ہو گا یا نہ ہو گا  
 پس اگر قبضہ ہو گیا ہے پھر ایسا پیسا واپس کیا جو نہیں چلتا ہے اور بدل لیا یا نہ بدل لیا تو بیچ اپنی صحت پر باقی رہیگی اور  
 ایسے ہی اگر سب پیسے اس صورت میں ایسے پائے کہ نہیں چلتے ہیں اور ان کو واپس کر کے بدل لیا یا نہ بدل لیا تو بھی عقد  
 اپنی صحت پر باقی رہیگا اور اگر درمون پر قبضہ نہیں ہوا ہے پس اگر سب پیون کو ایسا ہی پایا جو نہیں چلتے ہیں اور  
 واپس کیا تو امام اعظم اور زفر کے نزدیک عقد باطل ہو جائیگا خواہ اسنے واپسی کی مجلس میں بدل لیے ہوں  
 یا نہ بدلے ہوں اور صاحبین نے کہا کہ اگر واپسی کی مجلس میں بدل لیے تو عقد صحیح رہیگا اور اگر نہ بدلے تو ٹوٹ  
 جائیگا اور اگر بیٹھے ایسے ہوں کہ جو نہیں چلتے ہیں اور ان کو واپس کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ عقد ان کی مقدار تک  
 خواہ تھوڑے ہوں یا بہت ہوں ٹوٹ جائے خواہ واپسی کی مجلس میں بدل لیا ہو یا نہ بدل لیا ہو اور امام اعظم کے قول

کاسد بیع انکا حلین  
 جاتا رہا ۱۱





میں لکھا ہے اور سچی سے روایت ہو کہ اُنھوں نے فرمایا کہ سناروں کی مٹی فروخت کرنے میں بہتر ہی نہیں ہر اور یہ بھی مثل پانی کے اندر بھجلی بیچنے کے ایک دھوکا ہے اور ہم اسی قول کو لیتے ہیں لیکن حکم اس وقت ہو کہ جب یہ نہ ہو کہ اس میں کچھ سونا اور چاندی ہو یا نہیں ہو یہ بسوٹ میں لکھا ہے ابن سماع نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی کہ اگر کسی نے سناروں کی مٹی بعض اسباب کے خریدی اور اس میں کچھ سونا یا چاندی نہ نکلا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس نے صرف مٹی کو نہیں خریدا ہے جو کچھ اس میں ہو وہ خرید ہو پس اگر اس میں سونا یا چاندی ہو تو بیع جائز ہوگی اور سنار کو یہ حلال نہیں ہے کہ اس مٹی کا ٹھن اپنے کھانے میں صرف کرے کیونکہ جو کچھ اس میں ہو وہ لوگوں کا مال ہے والا اس صورت میں کہ اس نے لوگوں کو ادا کرتے وقت جو کچھ اکمال مٹی میں گر پڑا ہو اس کے عوض کچھ زیادہ کر کے ادا کیا ہو پس اگر سونا یا چاندی ہو تو اس کو اس مٹی کا ٹھن کھانا حلال ہے اور بھی امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جب تک مشتری کو سنار یہ خبر نہ دے کہ میں نے لوگوں کو اکمال پورا کر دیا ہے تب تک اس کو خرید کر ناجائز نہیں ہے کیونکہ مشتری یقیناً جانتا ہے کہ سنار اس کا مالک نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی ایسا دار کر جس میں سونے کی کان بھی بعض سونے کے خریدا تو جائز نہیں ہے اور بعض چاندی کے خریدا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر سونے اور چاندی کی کان کی مٹی دو شخصوں میں مشترک تھی اور ان دونوں نے مکمل پر تقسیم کر لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مٹی میں سے جدا کر کے باعتبار وزن کے تقسیم کیا تو جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کسی شخص کا دوسرے پر کچھ قرض تھا پھر اس نے کوئی معین مٹی ہاتھوں میں لے لی وہ یہ پس اگر حصہ چاندی تھا اور اسے چاندی کی مٹی دی تو جائز نہ ہو گا اور اگر سونے کی مٹی دی تو جائز ہے اور جو کچھ اس میں سے برآمد ہو اس کے دیکھنے کے وقت قرضخواہ کو اختیار ہو گا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے سونے یا چاندی کی مٹی دوسرے سے قرض لی تو اس پر مثل اس کے قرض ہو گا جو مٹی سے نکلے اور اس کی مقدار بیان کرنے میں قرض لینے والے کا قول معتبر ہو گا اور اگر اس خطر پر وہ مٹی قرض لی کہ اس کے مثل مٹی ادا کرے تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کان میں گڑھا کیا پھر اس گڑھے کو بچا تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی پر وہ زمین میں کوئی گڑھا کھودا تو وہ اس کا مالک ہو گا کسی شخص کان کی مٹی صاف کرنے کے واسطے اس کان کی مٹی میں کسی شخص کو قرض کوئی مزدور کیا تو جائز ہے اور جو کچھ اس میں سے قرض لے لے گا وہ اس کو خیار ہو گا پس اگر اس نے واپس کیا تو اس شخص سے اپنی مزدوری کے مثل لے لے اور اگر اس کو کسی غیر معین مٹی کے کسی قدر وزن پر مزدور کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ کسی کان میں گڑھا کرے اور جو کچھ اس میں سے نکلے اس کا ادھا مزدوری پر تو جائز نہیں ہے اور اس کو موانع کام کے مزدوری لے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کسی نے ایک مزدور کیا کہ جو سونے یا چاندی کو کان کی مٹی یا سناروں کی مٹی سے صاف کر کے اس کے لئے نکالتا تھا تو اس کی مزدوری میں یا تو اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ تو ہزار درم چاندی میرے واسطے اس مٹی سے صاف کر دے یا کہا کہ ہزار شقال سونا اس مٹی سے نکال دے اور یہ نہیں معلوم کہ اس مٹی سے جسکی طرف اشارہ کرتا ہے اس قدر سونا یا چاندی نکلے گا یا نہیں تو ایسی مزدوری جائز نہیں ہے اور یہ کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ تو اس مزدوری پر میرے لیے سونا یا چاندی اس مٹی میں سے نکال دے اور یہ نہیں معلوم کہ اس مٹی سے جسکی طرف اشارہ کرتا ہے یا نہیں تو ایسی مزدوری جائز نہیں ہے اور یہ کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ جو ایک درم کے ایک فیص میرے

کجی که بر توده بجز  
 چاکس که بر او می بین  
 است اهل خوشنویسی  
 یک درون جعبه  
 استادی جوینا  
 خوشنویس که ۱۱

واسطے ہی دے اور کپڑا معین نہ کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو اگر کوئی لگام کسی شخص کو اس واسطے دی کہ وہ کسی قدر  
 زبرد معلوم کی چاندی اس لگام پر ملے کر دے کہ وہ اس شخص پر قرض رہے گی اور کسی قدر معلوم مزدوری وہ اسکو دے گا تو یہ  
 جائز ہو اور اسپر مزدوری اور قرض لازم آئیگا اور اگر چاندی کی مقدار میں جو ملے میں صرف ہوئی ہو دونوں اختلاف کریں  
 تو لگام کے مالک کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا اور اسکے علم پر قسم لیا دگی اور اگر اسے کہنا کہ تو اسپر سودم بھر چاندی کا ملے  
 کر دے اس شرط پر کہ میں تجھکو اسکا شن اور تیرے کام کی مزدوری سبب دینا دوں گا اور اسی قول پر دونوں جہا  
 ہو گئے تو یہ غاسد ہو اور جب بعینہ اسکا واپس کرنا معتذر ہو گیا تو اسکا مثل واپس کرنا اسپر واجب ہو اور اسکو پہلے  
 کام کے موافق و بنارون میں سے اجرت ملے گی مگر جقدر اسے بیان کیا ہو اس سے تجاوز نہ ہوگا یہ بمسوط میں لکھا ہے  
**پانچویں فصل** عقد صرف میں قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کے تلف کر دینے کے بیان میں ایک چاندی  
 کا ٹنگن بیویں ایک دینار کے خرید اور مشتری کے قبضہ سے پہلے اسکو کسی شخص نے توڑ ڈالا پس مشتری نے کہا  
 کہ میں کتنے لیکر توڑنے والے سے اس کی ضمان لے لیا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چاندی  
 کا ٹنگن بیویں ایک دینار کے خرید اور دینار دیدیا پھر مجلس میں کسی نے اسکو جلا دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا پس اگر اسے  
 بیع تمام کرنی چاہی اور چاہا کہ جلانے والے سے ٹنگن کی قیمت میں سونا لے پس اگر مشتری اور بائع کی جہانی سے  
 پہلے اسکی قیمت پر قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اگر اس میں بیع پر قبضہ زیادتی ہو تو مقدمہ کرے اور اگر قیمت پر قبضہ سے  
 پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو جاوے گی اور بائع کو چاہیے کہ دینار واپس کرے اور جلانے والے سے ٹنگن  
 کی قیمت لے یہ قول امام محمد رح کا ہو اور پہلا قول امام ابو یوسف کا بھی ہے پھر انھوں نے رجوع کیا اور کہا کہ  
 جب مشتری نے جلانے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اس سے قیمت لینے سے پہلے دونوں کے جدا ہونے سے  
 صرف باطل نہوگی اور یہی قول امام اعظم کا ہے یہ بمسوط میں لکھا ہے ایک حلیہ وار تلوار کہ جس میں پچاس درم حلیہ ہے  
 بیویں سودم کے یا بیویں دس دینار کے خریدی اور شن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کسی شخص نے تلوار کی  
 حائل یا اسکا نیام کچھ بگاڑ دیا پھر مشتری نے تلوار کا لینا اختیار کیا اور بگاڑنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا  
 تو اسکو یہ ہو چکا ہے پس اگر اسے تلوار پر قبضہ کر لیا اور بگاڑنے والے نے کچھ بگاڑا ہو اسکی قیمت کی ضمان پر قبضہ  
 کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو کچھ اسکو مضرت نہیں ہے اور اگر تلوار پر قبضہ نہ کیا ہو اور بائع سے جدا ہو گیا تو بالاجمل  
 سب کا عقد فاسد ہو جاوے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اسے تلوار میں سے کوئی چیز بگاڑی ہو اور اگر اسے  
 پوری تلوار بگاڑی ہو مثلاً اسکو آگ میں جلا دیا اور مشتری نے اسکا دامن لیا ہو یا اختیار کیا پس اگر بائع سے جدا  
 ہونے سے پہلے مشتری نے پوری تلوار کی قیمت یا فقط حلیہ کی قیمت اس سے لے لی ہو تو سب کا عقد جائز ہوگا  
 اور اگر حلیہ کی قیمت پر قبضہ نہیں کیا ہو اور بائع سے جدا ہو گیا تو مسئلہ میں ویسا ہی اختلاف ہو یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف  
 کے نزدیک قول کے موافق عقد باطل نہوگا اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق باطل نہوگا پھر محیط  
 میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک تلوار حلیہ وار کو جس میں پچاس درم چاندی ہے بیویں سودم کے خریدی پھر کسی نے اسکو  
 حلیہ کا کبڑہ جلا دیا اور مشتری نے بیع تمام کرنا اور جلانے والے کا دامن لیا ہو یا اختیار کیا اور شن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ کر لیا  
 پھر کبڑہ کی قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو خاصہ کبڑہ کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور تلوار کی نہ ٹوٹے گی اور یہ امام محمد

یعنی مثلاً ایک بیویں  
 دینار اور ایک بیویں  
 دینار کا بیع چاہا  
 اور اگر اس میں بیع  
 تمام کرنا چاہا  
 اور اگر اس میں بیع  
 تمام کرنا چاہا  
 اور اگر اس میں بیع  
 تمام کرنا چاہا

کے نزدیک ہو اور امام ابو یوسف رحمہ کے دوسرے قول میں بکڑہ کی بیع بھی نہ ٹوٹتی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔  
**تیسرا باب** بعد عقد کے دونوں عقد کرنے والوں کے تصرفات کے بیان میں اور اس میں چند

فصلیں ہیں۔

**فصل اول** قبضہ سے پہلے بدل الصرف میں تصرف کرنے کے بیان میں اور ان چیزوں اور صورتوں کے بیان میں کہ جو اس کے بدل کا قصاص ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں اگر بدل الصرف کے عوض کوئی چیز اس سے یا دوسرے شخص سے خریدی یا اس سے بدلی اور ہونہ قبضہ نہیں ہوا ہو تو جائز نہیں ہو اور بیع الصرف اپنے حال پر باقی رہیگی کہ اس پر قبضہ کر کے عقد بیع تمام کرے یہ محیط خبری میں لکھا ہے۔ کسی نے دس درم بعض ایک دینار کے خریدے اور دونوں نے قبضہ کر لیا مگر صرف ایک درم دس میں سے رہ گیا کہ وہ اس کے بائع کے پاس نہ تھا پس خریدار نے ارادہ کیا کہ دینار کا دسواں حصہ واپس کر لے تو واپس کر سکتا ہو اور یہ حکم اس اطلاق کے ساتھ اس صورت میں صحیح ہو کہ جب دسواں حصہ ادا کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہوں اور اگر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے دینار کا دسواں حصہ واپس کرنا چاہا تو بدو دوسرے کی رضامندی کے ایسا نہیں کر سکتا ہو و لیکن اگر اس سے کہا کہ دسویں حصہ دینار کے عوض کسی قدر حین پیسے یا کوئی خاص اسباب میرے ہاتھ فروخت کر دو اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہ صورت بخلات اس صورت کے ہو کہ اگر دینار بیچنے والے نے کہا کہ کوئی چیز درم کے عوض میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اس نے بھی تو جائز نہیں ہو خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک ہزار درم معین بعض سو دینار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے تھے پھر بجائے ان کے سیاہ دیے اور بائع راضی ہو گیا تو جائز ہو اور مراد سیاہ سے وہ درم ہیں جو سیاہ چاندی کا سکے ہوں اور دراجم بخاریہ نہیں مراد ہیں کیونکہ اگر ایک دینار سپید چاندی کے درمون کے عوض بیچا اور بجائے ان درمون کے درم بخاریہ پر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہو اور ایسے ہی اگر درمون پر قبضہ کیا اور چاہا کہ سواے معین دیناروں کے دوسری قسم کے ادا کرے تو جائز نہیں ہو مگر جب کہ دوسرا راضی ہو جائے اور اگر وہ راضی ہو گیا تو بدلے والا نہ ہوگا بلکہ پورا حق لینے والا ہوگا اور بعض شایخ نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ جب دوسری قسم کے دینار گھٹے ہوئے ہوں اور اگر معین دیناروں سے بڑھ کر ہوں تو دینے میں دوسرے کی رضامندی کی حاجت نہیں ہو کیونکہ وہ اس کا پورا حق اور زیادہ دیتا ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر داجی حق کے درمون سے جدید یا روپی درم لے لیے اور یہ درم لوگوں کے معاملات میں داجی درمون کے قائم مقام چلتے ہیں تو جائز ہو اور یہ بھی بدلتا نہیں ہو بلکہ اپنا حق لے لینا ہی یہ محیط میں لکھا ہے کہ لکھن میں ہو کہ اگر ایک ہزار درم بعینہ بعض سو دینار کے خریدے اور یہ درم سپید ہوں پھر درم کے خریدار نے چاہا کہ اپنے بائع کو جدید دینار دیکر احسان کرے اور اس نے انکار کیا تو اس کو اختیار ہو اور یہ صورت ایسی ہے جیسی حاجت میں نہ کہ ہو کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہوں پھر وہ جدید ایک ہزار درم لاوے اور قرض خواہ قبول نہ کرے تو اس پر جبر نہ کیا جاوے گا اگرچہ وہ اس کا حق اور زیادہ دیتا ہو کیونکہ یہ احسان ہو اور اس کو احسان نہ اٹھایا اختیار ہو اور اس طرح اگر اس سے ایک قسم کے دینار خریدے اور بائع سے کہا کہ مجھے ان کے سوا دوسرے دینار دے تو یہ نہیں کر سکتا ہو اگرچہ جس قسم کے طلب کرتا ہو وہ اسکے حق سے گھٹ کر ہوں

ذریعہ صورت ان اور  
 جسے دینار سے انکار  
 کوئی عقد میں سے نہ  
 کیا ہو خدا سے  
 رد کر دیا اور اس کے  
 حق میں بیعت یا تو  
 اختیار ہو جس کا  
 اختیار اس کے قرض  
 نہ ہو

۴۲۳

لیکن اگر دوسرا راضی ہو جاوے تو جائز ہو اور منتفی میں لکھا ہو کہ جس سپاہ ورم آتے ہیں اسکو جائز ہو کہ سپید ادا کرے  
 جو سپاہ کے مانند یا اس سے جید ہوں اور دوسرے پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاوے گا اور اسی طرح جس پر  
 سپید ورم آتے ہیں اگر اُسے اُسکے مثل سپاہ ادا کیے تو بھی قبول کرنے پر جبر کیا جاوے گا اور یہ ائمہ خلافہ کے نزدیک  
 ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر دونوں بیع صرف کرنے والوں میں سے ایک نے دوسرے کو بری کیا یا ہبہ کیا اور دوسرے  
 نے قبول کیا تو صرف ٹوٹ جاوے گی اور اگر نہ قبول کیا تو نہ ٹوٹے گی اور اگر ہبہ کی اور اُسے قبول نہ کی اور ہبہ کرنے والے  
 نے اُس چیز کو لینے سے انکار کیا تو اُس پر جبر کیا جاوے گا کہ قبضہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو کسی نے ایک چاندی کا  
 کنگن جو دس درم بھر ہو بعض دس درم کے بچا اور کنگن دیا اور دس درم پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کنگن کے خریدار نے  
 کنگن اُسکو ہبہ کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسے کنگن کا ثمن جدا ہونے سے پہلے اُسکو ادا کیا تو بیع صحیح اور ہبہ جائز  
 ہو اور اگر دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع اور ہبہ دونوں باطل اور کنگن اُسکے بائع کو چھو جائیگا اور نوادر  
 ابن سماعہ میں ہے کہ کسی نے ایک دینار بعض دس درم کے دوسرے سے خریدا اور دینار پر قبضہ کیا اور دس درم نہ دیے  
 یہاں تک کہ مشتری نے دینار اُسکے بائع کو ہبہ کیا پھر دس درم ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گیا تو دینار میں ہبہ جائز ہو اور دینار  
 بیچنے والے کا اُسکے خریدار پر ایک دینار اُسکے مثل چاہیے یہ یہ محیط میں لکھا ہو ایک دینار خریدا اور دینار بیچنے والے پر  
 اُسکے درم چاہیے ہیں پھر دونوں نے بدلا کر لیا تو استحساناً جائز ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ  
 کہ جب وہ دینار بعض مطلق دس درم کے بیچا ہو تو ایسا جائز ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہو اور اگر قرضہ بعد بیع صرف کے پیدا  
 ہو اُس اگر دونوں نے بدل لیا تو بدل نہ ہو گا اور اگر بدل لیا تو ایک روایت میں صحیح نہیں اور دوسری میں صحیح ہے  
 اور یہی صحیح ہے کہ کافی میں لکھا ہو حسن ابن زیاد نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہے کہ کسی کے دوسرے پر ہزار  
 درم قرض تھے اُس نے اس سے سو دینار بعض ہزار درم کے خریدے پھر درم کا بدل لیا تو امام ابو یوسف نے  
 نے فرمایا کہ اگر جدا ہونے سے پہلے بدل لیا تو جائز ہو اور اگر بدل کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو باطل ہے اور یہی  
 قول امام اعظم کا ہے یہ یہ محیط میں لکھا ہو۔ فقہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ اگر دینار بیچنے والے نے دس درم  
 مشتری سے قرض لیے یا غضب کر لیے تو بدل لیا ہو گیا اور باہمی رضامندی کی حاجت نہیں ہے یہ بیع اگر اُن میں لکھا ہو  
**متصلات المقاصت** کسی شخص کے پاس دوسرے کی وصیت رکھی تھی اور دوسرے کا اُس پر وصیت کی جس کا قرضہ تھا  
 تو وصیت قرض کا بدل نہیں ہو سکتی ہو اور اگر وہ دونوں اس مرتضیٰ ہوں جب بھی بدل نہ ہوگی کہ وصیت اپنے مالک کے  
 قبضہ میں نہ جائے اور اگر اُسکے قبضہ میں ہو اور وہ دونوں بدل کرے مرتضیٰ ہوں تو ہو جائیگی اور اگر غضب کی ہوئی چیز  
 بعینہ قائم ہو تو اُسکا اور وصیت کا حکم یکساں ہو اور وہ قرضہ اگر وہ دونوں میعاد دی ہوں تو بدل نہ ہونے کے بدلے  
 ہوں گے اور اسی طرح اگر ایک میعاد ہو اور دوسرا نہ ہو یا ایک غلبہ ہو اور دوسرا صحیح ہو تو بھی یہی حکم ہو کہ کافی الذخیرہ  
**دوسری فصل** بیع صرف میں مراہمہ کے بیان میں۔ اگر کچھ سو گادس درم کو خریدا اور ایک درم نفع پر بیچا تو  
 جائز ہو یہ حاوی میں لکھا ہو۔ اگر دس درم وزن کا ایک چاندی کا کنگن بعض ایک دینار کے بچا اور وہ دونوں نے قبضہ  
 کر لیا پھر ایک درم یا آٹھ دینار نفع سے بچا تو جائز ہو کیونکہ آدھا دینار نفع کی صورت میں اُسے چاندی کا کنگن  
 ڈیڑھ دینار کو فروخت کیا تو جس کے اختلاف سے نفع ظاہر ہو گا پس وہ بیع ہوگی اور جائز ہوگی اور ایک درم

۴۴  
 بیع و بیعت اور قرضہ  
 و قرضہ بیع و بیعت اور قرضہ  
 بیع و بیعت اور قرضہ



نفع سے بچا تو اسے کنگن بعض ایک دینار اور ایک درم کے بیچا اور یہ جائز ہے کیونکہ درم کے مقابلہ میں کنگن بہن سے اسی کے برابر رکھا جاوے اور باقی کنگن بمقابلہ دینار کے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ درم کے مقابلہ میں اسی کے مثل ہوگا اور دینار بمقابلہ نو سوین کنگن کے اور درم بمقابلہ سوین حصہ کے ہوگا پس بعض جز جسکو راس المال گردانا ہو وہ نو سوین حصہ کنگن میں نفع ہوگا اور بعض جز جسکو رنج گردانا ہو سوین حصہ کنگن میں راس المال ہوگا اور یہ ان کی تصحیح کے برخلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے مختصر خواہر زادہ میں ہے کہ اگر سونا بعض سونے کے یا چاندی بعض چاندی کے خریدی تو مبرا بہتہ بیچنا بالکل جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے اور اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم کے عوض خریدا اور اس کے ساتھ ایک کپڑا جو اس کو دس درم میں پڑا ہو ملا کر بیچا اور کہا کہ مجھ کو بیس درم میں پڑے ہیں اور ایک درم نفع لیا یا وہ یا زوہ کے نفع سے بچا تو صاحبین کے نزدیک کپڑے کے حصہ میں جائز ہے اور کنگن میں جائز نہیں ہے اور امام اعظم کے قول پر کسی میں جائز نہیں ہے شیخ حادوی میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک باندی اور سو درم چاندی کا طوق بعض ہزار درم کے خریدی اور دونوں نے قبضہ کیا پھر مشتری نے وہ یا زوہ کے نفع سے باندی اور طوق بیچا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عقد فاسد ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک باندی میں جائز ہوگا طوق میں نہیں اور اگر بیعت نے ذکر کیا کہ ابو یوسف نے طوق کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک حلیہ سوا تلوار کے جبکہ حلیہ پچاس درم ہے بعض سو درم کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اسکو بیس درم یا زوہ یا ایک حصہ کپڑے کے نفع سے مبرا بہتہ یا انھیں صورتوں کے ساتھ فضیلتہ بیچا تو جائز نہیں ہے یہ بسوط میں لکھا ہے اور اگر سواے حلیہ کے صرف تلوار ایک درم نفع سے بچی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور طلع دار الحکام کو مبرا بہتہ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے یہ حادوی میں لکھا ہے اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم میں خریدا پھر اسے یا دوسرے نے ایک کپڑا دس درم میں خریدا پھر دونوں کو وہ یا زوہ کے نفع سے بچا تو صاحبین کے نزدیک کپڑے میں جائز ہے کنگن میں جائز نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کل فاسد ہے یہ بسوط میں لکھا ہے اور اگر دونوں کو وضعت اسی طرح فروخت کیا تو وہ بھی مبرا بہتہ بیچنے کے مانند ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پچاس درم چاندی کا کنگن پچاس درم کو خریدی اور ایک تلوار مع حامل اور نیام کے پچاس درم کو خریدی پھر اس پر پانچ درم خرچ کیے اور پانچ درم کا رنگہ کو دیے پھر کہا کہ مجھ کو ایک سو دس درم میں پڑی ہے اور اسکو وہ یا زوہ کے نفع سے یا بیس درم نفع سے بچا تو یہ سب فاسد ہے یہ حادوی میں لکھا ہے اور اگر چاندی پانچ دینار کو خریدی اور تلوار کو مع نیام اور حامل کے پانچ دینار میں خریدی کارگر سے اسکی ترکیب کرائی اور ایک دینار صرف کیا پھر اسکو وہ یا زوہ کے نفع سے بچا اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر چاندی کا کنگن اسکو ایک دینار میں پڑا اور دوسرے شخص کا ایک کپڑا جو اسکو دو دینار میں پڑا ہو دونوں ملا کر ایک دینار کے نفع سے فروخت کیے تو نفع ہر ایک کے راس المال کی مقدار پر دونوں میں تقسیم ہوگا یہ بسوط میں لکھا ہے

**تیسری فصل** بیع صرف میں زیادتی یا کمی کر دینے کے بیان میں اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم کو خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر اسے ایک درم کم کر دیا اور کنگن کے مشتری نے قبول کیا پھر مجلس سے جدا ہونے کے بعد پانچ درم اس درم پر قبضہ کر لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کل بیع فاسد ہوگئی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کمی کرنا باطل ہے اور اسکو واپس کر دے اور پہلا عقد صحیح رہے بیچا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پہلا عقد صحیح ہے اور یہ کمی کرنا نیز لہذا سب صحیح ہے



سے ملاقات ہوئی پھر مشتری نے دس دینار ثمن میں بڑھا دیے تو زیادتی صحیح ہو اسی مجلس میں اسپر قبضہ کرنا شرط ہو اور چھال پر فی الحال قبضہ شرط نہیں ہو اگرچہ زیادتی فی الحال چھال کے مقابل ہو مگر حقیقتہً مقابل نہیں ہو صرف زبانی مقابلہ ہو لکن فی المحیط

**جوختی فصل** بیع صرف میں صلح کے بیان میں۔ ہزار درم چاندی کی چھال بھون سودینار کے نزدیک ہی او بیام قبضہ کر لیا پھر چھال میں کوئی عیب پایا اور وہ بعینہ موجود ہو یا شک کہ اُسکو واپس کر سکتا ہو پھر بائع نے کچھ دینار پر اُس سے صلح کی اور مشتری نے اُس پر قبضہ کیا یا نہ کیا بیان تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو صلح پوری ہو گئی یہ مسئلہ کتاب الاصل میں بلا ذکر خلاف مذکور ہو اور یہ صاحبین کے قول پر درست ہو اور ایسے ہی امام اعظم کے قول پر جسے اٹھا کر یہ بیان کیا ہو کہ حصہ عیب کی صلح ثمن میں سے واقع ہوئی کیونکہ اُسکے حصہ میں دینار میں اور بدل صلح بھی دینار میں تو پہلے اُسکے حق کی جنس پر ہوئی پس صرف نہوگی اور اگر صلح دس درم پر واقع ہو پس اگر مشتری نے جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لیا تو صلح جائز ہو اور اگر قبضہ نہ کیا ہو رہا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی کیونکہ یہ جنس حق کے خلاف پر صلح ہو پس عقد صرف کا اعتبار کیا جائیگا پس جن درمون پر صلح واقع ہوئی ہو اگر وہ حصہ عیب سے زیادہ ہوں تو صلح جائز ہو کیونکہ بعض شایخ کے نزدیک صلح سبب مامون کے نزدیک حصہ عیب سے واقع ہوئی ہو اور حصہ عیب دینار میں اور دینار کا خریدنا بوجہ اتنے درمون کے جو دینار کی قیمت سے زائد ہیں جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگرچہ ایسی کی چھال بعض سودینار کے خریدی اور اُسکو عیب اریا یا پھر عیب سے ایک دینار پر صلح کی اور عیب کی قیمت اس سے کم اس قدر جس میں لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظم کے نزدیک صلح جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہو مگر اسی قدر میں کہ جس میں لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں یہ محیط آخری میں لکھا ہے۔ ایک غلام سودینار کو خریدا اور باہر قبضہ کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پا کر اُسکے بائع سے جھگڑا کیا اور بائع نے عیب کا اقرار کیا یا انکار کیا اگر مشتری اُسے ساتھ اس عیب سے کچھ دینار پر صلح کر لی تو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بدل الصلح ثمن کے حصہ عیب سے کم ہو اور باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہو اور بعض شایخ نے کہا کہ یہ حکم صاحبین کے قول پر ہو اور امام اعظم کے نزدیک بطور پر صلح جائز نہ ہونا چاہیے اور بعض شایخ نے کہا کہ یہ سب کا قول ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ ثمن کے حصہ عیب سے زیادہ پر صلح واقع ہو پس اگر یہ زیادتی اسی ہو کہ جبکہ مانند لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں تو جائز ہو اور اگر ایسی ہو کہ جبکہ مانند لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی قدر میں درمون پر صلح کی اور حدائی سے پہلے اسپر قبضہ کیا تو جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح ٹوٹ جاوے گی اور جب صلح ٹوٹ گئی تو وہی جھگڑا جو عیب میں تھا پیش آئیگا اور ایسے ہی اگر درمون کی کچھ مدت مقرر کی ہو قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے یا صلح میں خیاری شرط لگائی اور شرط والے کے شرط باطل کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی صلح باطل ہو یہ بسو میں لکھا ہے اگر کسی پر سود درم کا دعویٰ کیا اور دعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یا انکار کیا پھر دعوے سے دس درم پر فی الحال با مبادی صلح کی پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہو اور ایسے ہی اگر اُس میں کسی کے واسطے خیاری شرط ہو اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہوئے تو صلح باطل نہوگی اور اگر بائع دینار پر اُس سے صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر بعد قبضہ کے جدا ہوئے تو صلح صحیح رہے گی

یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر کسی قدر ادا کرنے کے بعد جدا ہوا تو ادا کیے ہوئے حصہ سے برمی ہو اور باقی حصہ اسپر لازم ہو گا اور اگر سودرم سے ایک سونے کا پتر یا ڈھلا ہوا سونا کہ جبکا وزن نہیں معلوم ہو دیکر صلح کی تو جائز ہی بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہو جائے یہ حاوی میں لکھا ہو اگر ایک عورت مری اور اسنے اپنے ترکہ میں غلام اور کپڑے اور سونا اور چاندی اور زیور کہ جس میں موتی اور جواہر چڑے ہیں چھوڑے اور اپنے شوہر اور باپ کو وارث چھوڑا اور اسکی پوری میراث اسکے باپ کے پاس ہو پھر باپ نے سودینار پر شوہر سے صلح ٹھہرائی تو اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ سونے کے ترکہ میں شوہر کا حصہ معلوم ہو اور اس صورت میں اگر بدل صلح اسکے سونے کے حصہ سے زائد ہو تو صلح جائز ہے اور اگر برابر یا کم ہو تو جائز نہیں ہے اور دوسری یہ ہے کہ اسکا حصہ نہ معلوم ہو تو صلح جائز نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر باپ جو درم پر صلح ٹھہرائی تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں اور اگر سودرم اور بیاس درم پر صلح ٹھہرائی تو ہر طرح صلح جائز ہے پس اگر قبضہ پایا گیا تو کل کی صلح صحیح رہی اور اگر قبضہ نہ پایا گیا تو صلح باطل ہو گئی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور واجب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حصہ صرف کی صلح باطل ہو جاوے گی اور ایسا ہی موتی اور جواہر کی بھی اگر ان کا بدون ضرر کے نکالنا ممکن نہ ہو تو باطل ہوگی لیکن اسکے سوا کپڑے اور مال اسباب کی صلح صحیح رہے گی اور اگر شوہر نے درم اور دینار پر جو بدل صلح میں قبضہ کر لیا اور میراث باپ کے گھر میں ہو اور وہ مجلس صلح میں موجود نہ ہو تو صلح بقدر حصہ سونے اور چاندی کے باطل ہو جاوے گی ایسا ہی کتاب میں لکھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ باپ کے پاس جو مال موجود ہو اس میں شوہر کے حصہ کا اقرار کرتا ہو کہ شوہر کا حصہ اسکے پاس امانت ہو اور امانت کا قبضہ قبضہ خرید کا نائب نہیں ہوتا ہی پس جہائی بدون قبضہ کے ہوگی تو صرف کا حصہ اور حصہ جواہر مرصع جو بلا ضرر نکالے نہیں جاسکتے ہیں باطل ہو گا اور اگر باپ شوہر کے حصہ سے انکار کرتا ہو تو وہ شوہر کے حصہ کا غاصب ہو اور غصب کا قبضہ خرید کے قبضہ کا نائب ہوتا ہی پس جب بدل صلح پر قبضہ کیا تو جہائی دونوں کے قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو حصہ صرف کی بھی صلح باطل نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر باپ شوہر کے حصہ کا مقریر مگر میراث مجلس میں موجود ہو تو کل کی صلح جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک حلیہ وار تلوار پر جو کسی کے ہاتھ میں موجود ہو ایک شخص نے دعویٰ کیا اور اس سے دس دینار پر صلح کی اور اس میں سے پانچ دینار پر قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے یا جہائی سے پہلے باقی کے عوض ایک کپڑا خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پس اگر دینار بقدر حلیہ کے ادا کیے تو صلح باقی رہے گی اور اگر اس سے کم ہیں تو صلح فاسد اور کپڑے کا خریدنا بھی فاسد ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی پر دس دینار اور دس درم کا دعویٰ کیا اور مدعا حلیہ نے انکار کیا یا اقرار کیا لیکن مدعا حلیہ نے پانچ درم پر اس سب سے صلح کر لی تو یہ جائز ہی خواہ یہ نقدی ہوں یا ادھار ہوں یہ محیط میں لکھا ہے اگر دس شقال سونے کا ٹکٹن بعوض سودرم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر اسکو تلف کیا یا دے گیا پھر اس میں کوئی ایسا حلیہ پایا جو تالیس سے بائیس سونے اسپر چھپا دیا تھا پھر دس درم ادھار پر صلح کی تو یہ جائز ہے اور اگر ایک دینار پر صلح کی تو جائز نہیں ہے مگر جبکہ جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دس درم چاندی کا ٹکٹن دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر ٹکٹن میں کچھ ایسی شے پائی جس سے نقصان آتا ہو پھر دینار میں سے دو قیراط سونے پر صلح کی اس شرط پر کہ ٹکٹن کا خریدار چھٹائی کر گیموں بڑھا دیکھا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر گیموں میں ہوں اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جاوے تو بھی جائز ہے اور اگر باہم قبضہ کے بعد گیموں میں کچھ

لیکھیں کہ جسے چاہیں



عیب پایا تو واپس کر کے اسکاٹن لے سکتا ہو اور اسکاٹن بچانے کی یہ صورت ہو کہ دو قراط سونا گھون اور عیب کی قیمت پر تقسیم ہو پھر جو گھون کے حصہ میں پڑے وہی گھون کاٹن ہو یہ بیسوط میں لکھا ہو منتفی میں ہو کہ اگر کسی کے بخاری درم دوسرے پر قرض ہوں اور ان کے عوض ایسے درمون پر جکا وزن معلوم نہیں ہو صلح کی تو بخاری درم کو دیکھنا چاہیے اگر اس میں تا بنا زیادہ ہو تو صلح قلیل و کثیر پر جائز ہو اور اگر اس میں چاندی زیادہ ہو تو صلح صرف برابر وزن پر جائز ہوگی اور اگر کسی مبعاد پر صلح کی تو جائز نہیں جو اس جہت سے کہ یہ بطریق کی کرنے کے نہیں ہو کیونکہ بیات ظاہر ہو کہ اگر اس پر ہزار درم غلہ کے ہوتے اور اسے نو سو سپید درم پر صلح کرنا تو جائز نہ تھا اور اگر ہزار درم سپید قرض تھے اور نو سو درم سیاہ پر صلح کی تو بطریق کم کر دینے کے جائز ہو اور اگر نو سو پر صلح کی اور سپید کی شرط نہ لگائی اور اسے سپید دیے تو جائز ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر سیاہ افضل ہوں تو سپید سے کم وزن سیاہ پر صلح ناجائز ہو اور اگر دونوں برابر ہوں تو ایک کے وزن سے دوسرا کم دینا صلح میں جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے

**جو کھاب** بچ صرف کے اقسام خیار کے بیان میں۔ اگر کسی نے ایک ہزار درم دوسرے سے بعض سودینار کے خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی پس اگر اسے خیار کو جدا ہوتے سے پہلے یا طل کر دیا تو بچ جائز ہو اور اگر باطل کرنے سے پہلے جدا ہو گئے اور دونوں نے قبضہ بھی کیا تو بھی بچ فاسد ہے اور ایسے ہی اگر خیار باطل کا ہو یا دونوں کا ہو مدت کم ہو یا زیادہ ہو یہی حکم ہو اور یہی حکم ڈھالے ہو ہے برتن اور حلیہ دار تلوار اور سونے کے طوق کا ہو کہ جس میں موتی اور جواہرات ہوں کہ جو بد دن طوق توڑنے کے نہ ٹکل سکتے ہوں و لیکن طلع وار لکام اور اسکے مانند چیزوں کی بچ میں خیار کی شرط صحیح ہو یہ بیسوط میں لکھا ہو اگر ایک باندی اور پچاس دینار سونے کا طوق ہزار درم میں خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کل کی بچ فاسد ہو اور صاحبین کے نزدیک باندی کی بچ اس کے حصہ میں کے عوض جائز ہو اور ایسے ہی اگر دونوں کو سودینار کے عوض خریدا تو بھی یہی حکم ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر دونوں کو سودینار کے عوض خریدا اور میعاد کی شرط لگائی تو بچا اور خیار کی شرط کا ایک ہی حکم ہو یہ بیسوط میں لکھا ہو۔ اور اگر دونوں کو بعض ٹیوں یا کسی اسباب کے خرید لو ایک دن یا زیادہ کے خیار کی شرط جائز ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر ایک رطل تا بنا ایک درم کو خریدا تو اس میں خیار کی شرط جائز ہو کیونکہ یہ بچ صرف نہیں ہو یہ بیسوط میں لکھا ہو لہذا ابن تائمین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اگر کچھ فلوس بعض درون اس شرط پر خریدے کہ درمون کے بچنے والے کو خیار ہو پھر درم دیدیے اور پیسوں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو بچ فاسد ہو اور اگر خیار بچنے والے کا ہو اور درمون پر اسے قبضہ کر لیا ہو تو بچ جائز ہو اور امام اعظم کے قول پر ایسا عقد جائز نہ ہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہو اور درم اور دینار اور تمام دین میں خیار رویت نہیں ہوتا ہو اور جو چیزیں معین ہو سکتی ہیں جیسے پیر اور زیور ان میں خیار رویت ہوگا یہ محیط شرحی میں لکھا ہو اور خیار استحقاق کی صورت یہ ہو کہ اگر عقد درم اور دینار پر وارد ہو مثلاً ایک دینار بعض دس درم کے خریدا پھر آدھے دینار کا کوئی ستمی بچا تو آدھے درم واپس لے اور اسکو آدھا درم ملے گا اور خیار نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر درمون کا کوئی ستمی نکلا اور اسے لے لیے تو قبضہ باطل ہو جائیگا اور اسکے بدل واپس کر سکتا ہو اور عقد باطل نہ ہوگا اور اگر مستحق نے بچ کی اجازت دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکی اجازت قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو قبضہ جائز ہو اور

اب

سودینار کے خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی پس اگر اُس نے خیار کو جدا ہونے سے پہلے باطل کر دیا  
 تو بیع جائز ہو اور اگر باطل کرنے سے پہلے جدا ہو گئے اور دونوں نے قبضہ بھی کیا تو بھی بیع فاسد ہے اور ایسے  
 ہی اگر خیار باطل کا ہو یا دونوں کا ہو مدت کم ہو یا زیادہ ہو یہی حکم ہو اور یہی حکم دوٹھالے ہو ہے برتن اور حلیہ دار تلوار  
 اور سونے کے طوق کا ہو کہ جس میں موتی اور جواہرات ہوں کہ جو بد دن طوق توڑنے کے منحل ہو سکتے ہوں و لیکن طلع  
 دار لگام اور اُسکے مانند چیزوں کی بیع میں خیار کی شرط صحیح ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اگر ایک باندی اور پچاس دینار  
 سونے کا طوق ہزار درم میں خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کل کی بیع فاسد ہے  
 اور صاحبین کے نزدیک باندی کی بیع اُسکے حصہ شن کے عوض جائز ہے اور ایسے ہی اگر دونوں کو سودینار کے  
 عوض خرید تو بھی یہی حکم ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر دونوں کو سودینار کے عوض خرید اور میعاد کی شرط لگائی تو بیع  
 اور خیار کی شرط کا ایک ہی حکم ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اور اگر دونوں کو بعض نیوں یا کسی اسباب کے خرید تو ایک  
 دن یا زیادہ کے خیار کی شرط جائز ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر ایک رطل تانبہ ایک درم کو خرید تو اس میں خیار کی  
 شرط جائز ہو کیونکہ یہ بیع صرف نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو نیز ادا بین مائین امام محمد سے روایت ہو کہ اگر کچھ فلوں بعض درم  
 اس شرط پر خریدے کہ درم ہونے پہلے والے کو خیار ہو پھر درم دیدیے اور بیوں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ دونوں جدا  
 ہو گئے تو بیع فاسد ہو اور اگر خیار پہلے بیچنے والے کا ہو اور درم ہونے پر اُس نے قبضہ کر لیا ہو تو بیع جائز ہے اور امام اعظم  
 کے قول پر ایسا عقد جائز نہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہو اور درم اور دینار اور تمام دین میں خیار رویت نہیں ہوتا  
 ہو اور جو چیزیں معین ہو سکتی ہیں جیسے پتر ادا زور ان میں خیار رویت ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو اور خیار استحقاق  
 کی صورت یہ ہو کہ اگر عقد درم اور دینار پر وارد ہو مثلاً ایک دینار بعض دس درم کے خرید پھر آدھے دینار کا  
 کوئی ستمی ہوا تو آدھے درم واپس لے اور اُسکو آدھا درم ملے گا اور خیار نہو گا یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر درم ہونے کا  
 کوئی ستمی نکلا اور اُس نے لیے تو قبضہ باطل ہو جائیگا اور اُسکے مثل واپس کر سکتا ہو اور عقد باطل نہو گا اور اگر  
 مستحق نے بیع کی اجازت دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکی اجازت قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو قبضہ جائز ہو اور

[illegible]

Q

مستحق کو مقبوضہ لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اسکو اختیار ہو کہ ادا کرنے والے سے لے اور اگر قبضہ سے پہلے اسکی اجازت ہوئی تو اجازت کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو اور مستحق کو اختیار ہو کہ اپنے دم لے لے اور عقد باطل نہ ہوگا اور اسکے مثل بھی لے سکتا ہو اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب تک جدائی نہ ہوئی ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر سب دم یا تھوڑے کا کوئی حقدار پیدا ہو اور وہ دونوں جدا ہو چکے ہوں پس اگر مستحق نے اجازت دی اور وہ دم بعینہ قائم رہا تو جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو پوری صرف باطل ہو جائیگی اگر وہ کل کا مستحق ہو اور اگر بعض کا مستحق ہو تو بقدر اسکے باطل ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے دس درم بعوض ایک تینار کے خریدے اور باہم قبضہ کیا پھر ان کو بعد جدا ہوئے کے کوئی پانچ پھر ان کو بدل لیا پھر ان زبوت درہون کا کوئی مستحق نکلا تو صاحبین کے نزدیک صرف باطل نہ ہوگی اور ایسے ہی امام اعظم رحمہ کے نزدیک بھی اگر زبوت تھوڑے ہوں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کل کو زبوت پایا تو صرف ٹوٹ جائیگی خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدل ہو یہ محیط شرحی میں لکھا ہے اور اگر عقد کسی چیز میں پر وارد ہوا مثلاً ایک گنگن خریدا اور اس میں سے بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو خیار ہو کہ باقی کو چاہے واپس کرے یا اسکے حصہ کے عوض لے لے پس اگر کوئی حقدار نکلا اور نہ زبوت قاضی نے اسکے واسطے حکم نہیں دیا کہ اسے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور یہ میں مستحق کا ہو گا کہ بائع اسکو لیکر مستحق کے سپرد کرنے یا حادوی میں لکھا ہے اگر کوئی ڈھالا ہو ابر تری یا گنگن چاندی کا بعوض سونے یا چاندی کے پتر کے خریدا پھر برتن یا گنگن کا کوئی حقدار ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی اگرچہ دونوں مجلس میں موجود ہوں اور یہ اسوقت ہے کہ مستحق نے بیع کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اسے اجازت دی تو جائز ہوگی یہ فقہوں کا عقیدہ ہے کسی کے دوسرے پر ایک ہزار درم غلہ کے قرض تھے پھر ان کے عوض نو سو گھرے اور ایک تینار لے لیا اور دونوں جدا ہوئے پھر تینار کا کوئی مستحق نکلا تو وہ قرض دار سے سو درم غلہ کے لے لے اور اگر جدا ہونے سے پہلے اس تینار کا کوئی مستحق ہو تو اسکے مثل تینار واپس لے اور اگر بجائے تینار کے پیسے ہوں تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے عیب کی وجہ سے واپس کرنا خیار اس شخص کو ثابت ہوتا ہے کہ جسکے عقد صرف کی چیز میں عیب معلوم ہو یہ حادوی میں لکھا ہے اگر ایک تینار بعوض دس درم کے یا سونے کی کوئی ڈھلی چیز فروخت کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دم کے قبضہ کرنے والے نے ان کو زبوت یا پھر ہوا یا تو ان کو واپس کر سکتا ہے پس اگر بعد جدائی کے واپس کیا تو امام اعظم اور زفر کے نزدیک صرف باطل ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رحمہ اور محمد رحمہ کے نزدیک اگر واپسی کی مجلس میں بدل لیا تو جائز ہوا اور اگر جدائی سے پہلے بدل لیا تو اجماعاً جائز ہے اور اگر بعض کو زبوت پایا پس اگر یہ بعض تھوڑے ہوں تو استحساناً عقد باطل نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ان کو مستوق پایا اور مجلس عقد میں واقع ہوا تو ان سے چشم پوشی جائز نہیں ہے پس اگر ان کے بدلے اسی مجلس میں جدید دم قبضہ میں لے لیے تو جائز ہے اور گویا اسے آخر مجلس تک قبضہ کرنے میں تاخیر کی یہ محیط میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر قبضہ کرنے کے وقت یہ معلوم ہوا اور اسے قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اسکو اختیار ہو کہ واپس کر کے جدید بدل لے لے اور اگر عقد کے وقت معلوم ہوا کہ وہ مستوق یا رصاص ہیں تو پھر حاکم اگر بیان کر دینے یا نام لینے سے معلوم ہوا تو بیع جائز ہوگی اور عقد بعینہ انھیں سے متعلق ہوگا اور اگر مستوق یا رصاص ہونے کا نام نہ لیا و لیکن کما کہ میں نے یہ دینا تجھ سے بعوض ان درہون کے خریدے اور مستوق یا رصاص کی طرف اشارہ کیا پس اگر دونوں کو معلوم ہو کہ یہ مستوق یا رصاص ہیں اور ہر ایک کو یہ بھی معلوم ہو کہ دوسرا اسکو حاکم

مستحق کی اجازت سے پہلے اسکی اجازت ہوئی تو اجازت کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو اور مستحق کو اختیار ہو کہ اپنے دم لے لے اور عقد باطل نہ ہوگا اور اسکے مثل بھی لے سکتا ہو اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب تک جدائی نہ ہوئی ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر سب دم یا تھوڑے کا کوئی حقدار پیدا ہو اور وہ دونوں جدا ہو چکے ہوں پس اگر مستحق نے اجازت دی اور وہ دم بعینہ قائم رہا تو جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو پوری صرف باطل ہو جائیگی اگر وہ کل کا مستحق ہو اور اگر بعض کا مستحق ہو تو بقدر اسکے باطل ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے دس درم بعوض ایک تینار کے خریدے اور باہم قبضہ کیا پھر ان کو بعد جدا ہوئے کے کوئی پانچ پھر ان کو بدل لیا پھر ان زبوت درہون کا کوئی مستحق نکلا تو صاحبین کے نزدیک صرف باطل نہ ہوگی اور ایسے ہی امام اعظم رحمہ کے نزدیک بھی اگر زبوت تھوڑے ہوں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کل کو زبوت پایا تو صرف ٹوٹ جائیگی خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدل ہو یہ محیط شرحی میں لکھا ہے اور اگر عقد کسی چیز میں پر وارد ہوا مثلاً ایک گنگن خریدا اور اس میں سے بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو خیار ہو کہ باقی کو چاہے واپس کرے یا اسکے حصہ کے عوض لے لے پس اگر کوئی حقدار نکلا اور نہ زبوت قاضی نے اسکے واسطے حکم نہیں دیا کہ اسے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور یہ میں مستحق کا ہو گا کہ بائع اسکو لیکر مستحق کے سپرد کرنے یا حادوی میں لکھا ہے اگر کوئی ڈھالا ہو ابر تری یا گنگن چاندی کا بعوض سونے یا چاندی کے پتر کے خریدا پھر برتن یا گنگن کا کوئی حقدار ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی اگرچہ دونوں مجلس میں موجود ہوں اور یہ اسوقت ہے کہ مستحق نے بیع کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اسے اجازت دی تو جائز ہوگی یہ فقہوں کا عقیدہ ہے کسی کے دوسرے پر ایک ہزار درم غلہ کے قرض تھے پھر ان کے عوض نو سو گھرے اور ایک تینار لے لیا اور دونوں جدا ہوئے پھر تینار کا کوئی مستحق ہو تو اسکے مثل تینار واپس لے اور اگر بجائے تینار کے پیسے ہوں تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے عیب کی وجہ سے واپس کرنا خیار اس شخص کو ثابت ہوتا ہے کہ جسکے عقد صرف کی چیز میں عیب معلوم ہو یہ حادوی میں لکھا ہے اگر ایک تینار بعوض دس درم کے یا سونے کی کوئی ڈھلی چیز فروخت کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دم کے قبضہ کرنے والے نے ان کو زبوت یا پھر ہوا یا تو ان کو واپس کر سکتا ہے پس اگر بعد جدائی کے واپس کیا تو امام اعظم اور زفر کے نزدیک صرف باطل ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رحمہ اور محمد رحمہ کے نزدیک اگر واپسی کی مجلس میں بدل لیا تو جائز ہوا اور اگر جدائی سے پہلے بدل لیا تو اجماعاً جائز ہے اور اگر بعض کو زبوت پایا پس اگر یہ بعض تھوڑے ہوں تو استحساناً عقد باطل نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ان کو مستوق پایا اور مجلس عقد میں واقع ہوا تو ان سے چشم پوشی جائز نہیں ہے پس اگر ان کے بدلے اسی مجلس میں جدید دم قبضہ میں لے لیے تو جائز ہے اور گویا اسے آخر مجلس تک قبضہ کرنے میں تاخیر کی یہ محیط میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر قبضہ کرنے کے وقت یہ معلوم ہوا اور اسے قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اسکو اختیار ہو کہ واپس کر کے جدید بدل لے لے اور اگر عقد کے وقت معلوم ہوا کہ وہ مستوق یا رصاص ہیں تو پھر حاکم اگر بیان کر دینے یا نام لینے سے معلوم ہوا تو بیع جائز ہوگی اور عقد بعینہ انھیں سے متعلق ہوگا اور اگر مستوق یا رصاص ہونے کا نام نہ لیا و لیکن کما کہ میں نے یہ دینا تجھ سے بعوض ان درہون کے خریدے اور مستوق یا رصاص کی طرف اشارہ کیا پس اگر دونوں کو معلوم ہو کہ یہ مستوق یا رصاص ہیں اور ہر ایک کو یہ بھی معلوم ہو کہ دوسرا اسکو حاکم

تو عقد بعینہ ان کی ذات سے متعلق ہوگا اور اگر دونوں نہ جانتے ہوں یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونوں جانتے ہوں لیکن ہر ایک کو یہ نہ معلوم ہو کہ دوسرا جانتا ہو تو عقد ان کی ذات سے متعلق ہوگا بلکہ اسی قدر حیدر و متعلق ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر پورے درمون کو یا بعض کو جدا ہونے کے بعد استوق پایا پس اگر سب کو استوق پایا تو صرف باطل ہو جائیگی اور اگر بعض کو استوق پایا تو بقدر اس کے صرف باطل ہو جائیگی خواہ اس سے چشم پوشی کی یا واپس کیا اور بجائے اسکے دوسرا بدل یا نہ بدل ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر جدا ہونے کے بعد درمون کو استوق پایا اور وہ اسکے پاس تلف ہو گئے تو اس پر ان کی قیمت واجب ہوگی اور صرف باطل ہو جائیگی اور اپنے دینار واپس کر لے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے اور یہ سب اچھے صورت میں ہو کہ دینار کے بدلے درم ہوں جو عقد میں نہیں ہوتے اور اگر ایسی چیز ہو جو متعین ہوتی ہو مثلاً چاندی کا کنگن بعض دینار کے یا چاندی کا برتن یا پتر بعض دینار کے خرید کر دونوں نے قبضہ کیا پھر برتن یا پتر میں غیب پایا پس اگر اسکے عیب پر راضی ہوا تو جائز ہے اور اگر راضی نہ ہوا اور واپس کیا تو عقد باطل ہو جائیگا خواہ جدا ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور دینار پر قبضہ کرنے والے کو اختیار ہو کہ چاہے عین مقبوضہ واپس کرے یا اسکا مثل واپس لے مگر اس صورت میں کہ اصل سے عقد فاسد نکلے مثلاً بیع کا کوئی مستحق ہو پس ایسی صورت میں جب عقد فاسد نہ ہو دینار بعینہ واپس کرے بشرطیکہ موجود ہو اور اگر تلف ہو گیا ہو تو اسکا مثل واپس کرے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر بعض درمون کے کوئی علیہ دار تلوار خریدے اور اسکی کسی چیز میں عیب پایا تو کل کو واپس کرے نہ بعض کو اور اسکے بعض کا عیب کل میں اثر کرتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی شے ہے پس اگر کل کو بغیر حکم قاضی واپس کیا پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو واپس کرنا باطل ہو گیا کیونکہ باہمی رضامندی سے واپس کرنا ایسے کے حق میں نئی بیع ہوتی ہے اور صرف میں قبضہ شرعی حق کے طور پر واجب ہے اور یہی ثالث ہے تو گواہان حق شرع کے قبضہ سے پہلے افراق ہوا اور اگر قاضی کہ حکم سے واپس کیا تو واپسی باطل نہوگی کیونکہ وہ سب کے حق میں فسخ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے اقالہ کیا اور بیع کوئی برتن ہے پھر قبضہ سے پہلے اس شخص نے جو اقالہ کے سبب سے اسکا مالک ہوا ہے پھر مشتری یا دوسرے کے ہاتھ بیچا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمد رحمہ نے جامع کبیر میں فرمایا کہ اگر مشتری کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور اگر دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر زہر درم چاندی کی چھانگل بعض ہزار درم یا سو دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر کے جدا ہو گئے پھر یہ درم رصاص یا استوق پاکر واپس کر دیے تو حق پر قبضہ کرنے سے پہلے اور چھانگل واپس کر لے سے پہلے اس سے جدا ہونے کا اختیار ہے اور یہی حکم زیوت درمون کا بھی امام غزالی رحمہ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک زیوت کو مجلس واپسی سے جدا ہونے سے پہلے بدل لے یہ مسوطین لکھا ہے اگر کوئی سوئے کا زبور کہ جس میں جواہر ہیں خرید ا پھر جواہر میں غیب پاکر چاہا کہ فقط جواہر کو واپس کر دے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یا تو سب سب کو واپس کرے یا سب کو لے لیوے اور ایسے ہی اگر چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں یا قوت کا گینہ ہے خریدی پھر گینہ یا چاندی میں غیب پایا تو دونوں کو واپس کرے یا وہ دونوں کو لے لے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے کوئی طشت یا برتن خرید اگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس چیز کا ہے اور اسکے مالک نے کسی چیز کے ہونے کی شہادت نہیں کی ہے تو یہ جائز ہے اور اگر چاندی کا برتن خرید ا پھر وہ چاندی کے سوا نکلا تو دونوں میں بیع ہوئی اور اگر وہ چاندی سیلا

فادی ہندی کتاب لہرن باب چہارم اقسام خیار

یا سب سے پہلے کہ جس میں رائے ملا تھا اور میں نے اسکو فاسد کر دیا تھا تو مشتری کو خیار ہو جائے اسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ  
مبسوط میں لکھا ہے اور اگر چاندی کا لنگن بیوی سو سننے کے خریدار پھر اس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے پس اگر وہ اس کے پانچ  
ہو گیا یا کوئی دوسرا عیب آگیا تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور بائع یہ کہ سکتا ہے کہ میں اسکو ایسا ہی واپس لینے لیتا ہوں  
اور اگر میں چاندی ہو تو نقصان عیب نہیں لے سکتا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر اس میں عیب پایا تو لنگن اس کے ہونے کا  
کوئی مستحق پیدا ہوا اور باقی آدھا اُسے واپس نہ لیا یہاں تک کہ ٹوٹ گیا تو باقی اس کے ورنہ پڑیگا اور آدھا شش واپس  
کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک تیار بعض دوسرے درم کے خریدار یا پھر قبضہ کر لیا اور وہ درم زیون میں پھر لنگر لگے  
خریدار نے خرچ کیا اور اسے یہ نہ جانا تو امام اعظم کے نزدیک بائع پر اسکا کچھ حق نہیں ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا  
کہ اُن کے مثل واپس کر دے اور کھڑے لے لیوے اور امام محمد کو قدوری نے امام ابو یوسف کے ساتھ کیا ہے اور  
کرخی رحمہ اللہ امام اعظم کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور فخر الاسلام وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف کا قول  
استحسان ہے اور اُن دونوں کا قول قیاس ہے یہ صحیح الفقہ میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ دوسرے درم قرض ہوں یا بیع کا شش ہوں  
بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر چاندی خریدی اور اسکو بدون عیب کے روپی پایا تو واپس نہیں  
کر سکتا ہے یہ بیضاوی میں لکھا ہے اگر درم بیچنے والے کہا کہ میں نے تجھے ہر عیب سے برائت کر لی پھر مشتری نے لنگر ستون  
پایا تو بری ہو گا اور اگر زیون پایا تو بری ہو جائیگا یہ حاوی میں لکھا ہے امام محمد سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں  
یہ درم تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور درم دکھلا دے پھر اسے انکو زیون پایا تو فرمایا کہ اُن کو بدل لے لیکن اگر اُسے  
کہا یا ہو کہ زیون میں یا ان کے عیب سے برائت کر لی تو بدل نہیں سکتا یہ عیاض میں لکھا ہے۔ امام محمد سے روایت ہے کہ  
زید نے عمرو سے کچھ دینار بعض درم کے خریدے اور دیناروں پر قبضہ کر لیا اور اُن کے ہاتھ بچا پھر کہنے اس میں  
عیب پا کر بدون حکم قاضی کے زید کو واپس کر دیا تو زید کو اختیار ہے کہ عمرو کو واپس کرے اور یہ بیع اسباب کی بیع کے مشابہ  
نہیں ہے یہ عیاض میں لکھا ہے اگر کوئی چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں گنبد ہر بعض درم یا دینار کے خریدی اور قبضہ  
کر لیا پھر مشتری نے چاندی میں سے گنبد الگ کر لیا اور الگ کرنے سے کچھ ضرر نہوا پھر ایک میں عیب پایا تو اسے  
حصہ میں کے عوض واپس کر دے اور اسی طرح اگر گنبد اُٹھانے سے پہلے ایک میں عیب پایا اور دونوں کو واپس  
کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے لیکن گنبد کو چاندی سے جدا کرے اور جس میں عیب تھا اسکو واپس کرے اور اگر  
مشتری نے دونوں پر قبضہ کیا اور میں نہ دیا یہاں تک کہ ایک میں عیب پایا تو اسکو اختیار ہے کہ چاہے دونوں لے  
یا دونوں کو واپس کرے اور اگر اسے کسی میں عیب پایا لیکن میں پر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو چاندی کی بیع  
باطل ہو جائیگی اور گنبد اپنے داموں میں مشتری کو لینا پڑیگا اور چاندی اور گنبد اگر ایسے ہوں کہ دونوں کو جدا کرنا مفر  
نہیں ہے تو ایک ساتھ فروخت کیے جاویں گے اور یہی حال حلیمہ دار تلوار و حلیمہ ارپٹی وغیرہ کا ہے پس ہر ایسی چیز کہ جس میں  
جو ایک کا تلف مفر نہ ہو نہ بزرگ علیحدہ دو چیزوں کے ہے یہ عیاض میں لکھا ہے متصلا است اگر ایک تیار بعض دوسرے درم کے  
خریدار یا پھر قبضہ کیا پھر دینار بیچنے والا کچھ زیون درم لایا اور کہا کہ میں نے انھیں درہوں میں پائے ہیں اور مشتری نے  
اپنے درہوں میں سے ہونے سے انکار کیا تو اس مسئلہ میں چند صورتیں ہیں کہ دینار بیچنے والے نے اُس وقت سے پہلے یا پھر  
کیا ہو گا کہ میں نے جید پر قبضہ کیا یا اپنے حق پر قبضہ کیا یا اس المال پر قبضہ کیا یا درم بھر پائے یا درم پر قبضہ کیا یا فقط

تو مشتری نے لنگر ستون  
پایا تو بری ہو گا اور اگر زیون  
پایا تو بری ہو جائیگا یہ حاوی  
میں لکھا ہے امام محمد سے  
روایت ہے کہ اگر کسی نے  
کہا کہ میں یہ درم تیرے  
ہاتھ بیچتا ہوں اور درم  
دکھلا دے پھر اسے انکو  
زیون پایا تو فرمایا کہ  
اُن کو بدل لے لیکن اگر  
اُسے کہا یا ہو کہ زیون  
میں یا ان کے عیب سے  
برائت کر لی تو بدل  
نہیں سکتا یہ عیاض  
میں لکھا ہے۔ امام  
محمد سے روایت ہے کہ  
زید نے عمرو سے کچھ  
دینار بعض درم کے  
خریدے اور دیناروں  
پر قبضہ کر لیا اور  
اُن کے ہاتھ بچا پھر  
کہنے اس میں عیب  
پا کر بدون حکم  
قاضی کے زید کو  
واپس کر دیا تو  
زید کو اختیار ہے  
کہ عمرو کو واپس  
کرے اور یہ بیع  
اسباب کی بیع کے  
مشابہ نہیں ہے  
یہ عیاض میں  
لکھا ہے اگر کوئی  
چاندی کی انگوٹھی  
کہ جس میں گنبد  
ہر بعض درم یا  
دینار کے خریدی  
اور قبضہ کر لیا  
پھر مشتری نے  
چاندی میں سے  
گنبد الگ کر لیا  
اور الگ کرنے  
سے کچھ ضرر نہوا  
پھر ایک میں  
عیب پایا تو اسے  
حصہ میں کے  
عوض واپس کر  
دے اور اسی  
طرح اگر گنبد  
اُٹھانے سے  
پہلے ایک میں  
عیب پایا اور  
دونوں کو واپس  
کرنا چاہا تو  
اسکو یہ اختیار  
نہیں ہے لیکن  
گنبد کو چاندی  
سے جدا کرے  
اور جس میں  
عیب تھا اسکو  
واپس کرے اور  
اگر مشتری نے  
دونوں پر قبضہ  
کیا اور میں نہ  
دیا یہاں تک  
کہ ایک میں  
عیب پایا تو  
اسکو اختیار  
ہے کہ چاہے  
دونوں لے یا  
دونوں کو واپس  
کرے اور اگر  
اسے کسی میں  
عیب پایا لیکن  
میں پر قبضہ  
سے پہلے  
دونوں جدا  
ہو گئے تو  
چاندی کی  
بیع باطل  
ہو جائیگی  
اور گنبد  
اپنے داموں  
میں مشتری  
کو لینا  
پڑیگا اور  
چاندی اور  
گنبد اگر  
ایسے ہوں  
کہ دونوں  
کو جدا کرنا  
مفر نہیں  
ہے تو ایک  
ساتھ فروخت  
کیے جاویں  
گے اور یہی  
حال حلیمہ  
دار تلوار  
و حلیمہ  
ارپٹی وغیرہ  
کا ہے پس  
ہر ایسی  
چیز کہ جس  
میں جو ایک  
کا تلف مفر  
نہ ہو نہ  
بزرگ علیحدہ  
دو چیزوں  
کے ہے یہ  
عیاض میں  
لکھا ہے  
متصلا است  
اگر ایک  
تیار بعض  
دوسرے درم  
کے خریدار  
یا پھر قبضہ  
کیا پھر  
دینار بیچنے  
والا کچھ  
زیون درم  
لایا اور  
کہا کہ میں  
نے انھیں  
درہوں میں  
پائے ہیں  
اور مشتری  
نے اپنے  
درہوں میں  
سے ہونے  
سے انکار  
کیا تو اس  
مسئلہ میں  
چند صورتیں  
ہیں کہ  
دینار بیچنے  
والے نے  
اُس وقت  
سے پہلے  
یا پھر  
کیا ہو گا  
کہ میں نے  
جید پر  
قبضہ کیا  
یا اپنے  
حق پر  
قبضہ کیا  
یا اس  
المال پر  
قبضہ کیا  
یا درم  
بھر پائے  
یا درم  
پر قبضہ  
کیا یا فقط





دینار لیوے اور بیچ کو پھیر دے اور یہ میت کے ترکے میں سے ہو گا کہ تلوار فروخت کر کے اُسکا دینار ادا کیا جاوے اور اگر چاہے تو تلوار اور علیہ میں سے دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی اُسکو ملیگی اور اگر مشتری نے بھی اپنے مقبوضہ کو تلف کر دیا تو اُسکا اسی میں سے ایک دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی جائز ہوگی اور باقی کی دو تہائی وارثوں کو دے دے یہ مبسوط میں لکھا ہوا ایک مریض کے پاس نو سو درم ہیں اور اُسکے سوا کچھ مال نہیں ہے پھر اُن کو بعض ایک دینار کے کہ جسکی قیمت نو درم ہو فروخت کیا اور مشتری نے دینار پر قبضہ کیا اور وہ دوسرے نے سو درم پر قبضہ کیا پھر دواں جدا ہو گئے اور مریض مر گیا اور دینار نو درم ویسے ہی قائم ہیں پس یہاں وارثوں کی اجازت اور نہ اجازت برابر ہو اور درم لینے والے کو سو درم دیے جاویں گے بعض نوین حصہ دینار کے اگرچہ نوین حصہ دینار سے سو درم کی قیمت زیادہ ہو اور باقی آٹھ نوان حصہ دینار اُسکو واپس کر دیں گے اور اگر درم کے خریدار نے درم نوین سے دو سو یا تین سو درم پر قبضہ کیا تو بھی وارثوں کی اجازت یا نہ اجازت ہمارے ہر دو مشتری کو دو سو درم بعض دو نوین حصہ دینار کے یا تین سو درم بعض تین نوین حصہ دینار کے دیے جاویں گے اور اگر درم کے خریدار نے چار سو درم پر قبضہ کیا تو وارثوں کی اجازت کی احتیاج ہوگی اگر وارثوں نے اجازت دی تو مشتری کو چار سو درم اور وارثوں کو چار نوین دینار دیا جاوے گا اور وارثوں کو لازم ہوگا کہ پانچ نوان حصہ دینار مشتری کو واپس کریں اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ چاہے بیچ کو توڑ دے اور درم واپس کر دے اور اپنا دینار لے لے اور اگر چاہے تو درم نوین سے بقدر چار نوین حصہ دینار کے اور کل مال کی تہائی کہ جو تین سو ہو تے ہیں لے لیوے اور باقی وارثوں کو واپس کر دے اور اگر درم کے خریدار نے درم نوین پر قبضہ نہیں کیا ہو تو وارث اُسکا دینار واپس کریں اور عینہ بھی دینار واپس کرنا چاہیے یا نہیں اس میں دور و مابین ہیں اگر دونوں جدا ہوے اور نہ مریض ملاوہ مشتری نے اُسٹھ دینار اور پڑھا دیے اور باہم قبضہ کر لیا تو یہ سب جائز ہے بشرطیکہ ہر دینار کی قیمت دس درم ہوں اور اگر مریض نے کوئی دیکل کیا تھا اور اُسے بدورم اسکے ہاتھ ایک دینار کو بیچے پھر باہمی قبضہ سے پہلے مریض مر گیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نو سو درم نوے دینار میں لیتا ہوں تو یہ جائز ہو اگر دیکل راضی ہو جاوے اور مشائخ نے اس مسئلہ کی تاویل اس طرح بیان کی ہے کہ مریض نے اس شخص کو ان درم نوین کے سببے کا دیکل کر کے اُس کی راسے پر چھوڑ دیا تھا اور کہا کہ اس میں اپنی راسے سے کام نہ لیا کہ جو کچھ اس میں تو کرے گا وہ سب جائز ہو تا کہ دیکل کی بیچ مریض کے حق میں باوجود محاباة کے جائز ہو دے پس ہنر لہ مریض نے بیچ کے ہوگی پھر جب مشتری نے زیادتی کر کے محاباة دور کر دی تو بیچ جائز ہو گئی اور اگر مریض نے اُسکی راسے پر نہیں چھوڑا تو بیچ جائز نہ ہوگی و دونوں مریضوں میں اگرچہ مشتری نے زیادتی کر دی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک مریض سے ہزار درم بعض سو درم کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر مریض اس مرض میں مر گیا تو یہ رواج اور صحیح و سالم اور مریض سب سے لینا جائز نہیں ہے اور جس شخص سے سو درم دیے ہیں اُسکو اختیار ہو کہ ہزار میں سے سو درم اپنے سو درم کے عوض لے لے اور باقی واپس کر دے اور اس صورت میں وصیت اُسکے لیے نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس دایت کے موافق ہے کہ جس میں یہ آیا ہو کہ عقد فاسد کی وجہ سے جو چیز قبضہ میں آئی اسی کا واپس کرنا متعین نہیں ہوتا ہے اور جس روایت میں اُسی کا واپس کرنا متعین آیا ہو اُسکے موافق اس شخص کو چاہیے ہو کہ ہزار درم مقبوضہ میت کے وارثوں کو واپس کرے

و اگر مشتری نے بیچ کر دیا تو اُسکا دینار ادا کیا جاوے اور اگر چاہے تو تلوار اور علیہ میں سے دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی اُسکو ملیگی اور اگر مشتری نے بھی اپنے مقبوضہ کو تلف کر دیا تو اُسکا اسی میں سے ایک دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی جائز ہوگی اور باقی کی دو تہائی وارثوں کو دے دے یہ مبسوط میں لکھا ہوا ایک مریض کے پاس نو سو درم ہیں اور اُسکے سوا کچھ مال نہیں ہے پھر اُن کو بعض ایک دینار کے کہ جسکی قیمت نو درم ہو فروخت کیا اور مشتری نے دینار پر قبضہ کیا اور وہ دوسرے نے سو درم پر قبضہ کیا پھر دواں جدا ہو گئے اور مریض مر گیا اور دینار نو درم ویسے ہی قائم ہیں پس یہاں وارثوں کی اجازت اور نہ اجازت برابر ہو اور درم لینے والے کو سو درم دیے جاویں گے بعض نوین حصہ دینار کے اگرچہ نوین حصہ دینار سے سو درم کی قیمت زیادہ ہو اور باقی آٹھ نوان حصہ دینار اُسکو واپس کر دیں گے اور اگر درم کے خریدار نے درم نوین سے دو سو یا تین سو درم پر قبضہ کیا تو بھی وارثوں کی اجازت یا نہ اجازت ہمارے ہر دو مشتری کو دو سو درم بعض دو نوین حصہ دینار کے یا تین سو درم بعض تین نوین حصہ دینار کے دیے جاویں گے اور اگر درم کے خریدار نے چار سو درم پر قبضہ کیا تو وارثوں کی اجازت کی احتیاج ہوگی اگر وارثوں نے اجازت دی تو مشتری کو چار سو درم اور وارثوں کو چار نوین دینار دیا جاوے گا اور وارثوں کو لازم ہوگا کہ پانچ نوان حصہ دینار مشتری کو واپس کریں اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ چاہے بیچ کو توڑ دے اور درم واپس کر دے اور اپنا دینار لے لے اور اگر چاہے تو درم نوین سے بقدر چار نوین حصہ دینار کے اور کل مال کی تہائی کہ جو تین سو ہو تے ہیں لے لیوے اور باقی وارثوں کو واپس کر دے اور اگر درم کے خریدار نے درم نوین پر قبضہ نہیں کیا ہو تو وارث اُسکا دینار واپس کریں اور عینہ بھی دینار واپس کرنا چاہیے یا نہیں اس میں دور و مابین ہیں اگر دونوں جدا ہوے اور نہ مریض ملاوہ مشتری نے اُسٹھ دینار اور پڑھا دیے اور باہم قبضہ کر لیا تو یہ سب جائز ہے بشرطیکہ ہر دینار کی قیمت دس درم ہوں اور اگر مریض نے کوئی دیکل کیا تھا اور اُسے بدورم اسکے ہاتھ ایک دینار کو بیچے پھر باہمی قبضہ سے پہلے مریض مر گیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نو سو درم نوے دینار میں لیتا ہوں تو یہ جائز ہو اگر دیکل راضی ہو جاوے اور مشائخ نے اس مسئلہ کی تاویل اس طرح بیان کی ہے کہ مریض نے اس شخص کو ان درم نوین کے سببے کا دیکل کر کے اُس کی راسے پر چھوڑ دیا تھا اور کہا کہ اس میں اپنی راسے سے کام نہ لیا کہ جو کچھ اس میں تو کرے گا وہ سب جائز ہو تا کہ دیکل کی بیچ مریض کے حق میں باوجود محاباة کے جائز ہو دے پس ہنر لہ مریض نے بیچ کے ہوگی پھر جب مشتری نے زیادتی کر کے محاباة دور کر دی تو بیچ جائز ہو گئی اور اگر مریض نے اُسکی راسے پر نہیں چھوڑا تو بیچ جائز نہ ہوگی و دونوں مریضوں میں اگرچہ مشتری نے زیادتی کر دی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک مریض سے ہزار درم بعض سو درم کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر مریض اس مرض میں مر گیا تو یہ رواج اور صحیح و سالم اور مریض سب سے لینا جائز نہیں ہے اور جس شخص سے سو درم دیے ہیں اُسکو اختیار ہو کہ ہزار میں سے سو درم اپنے سو درم کے عوض لے لے اور باقی واپس کر دے اور اس صورت میں وصیت اُسکے لیے نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس دایت کے موافق ہے کہ جس میں یہ آیا ہو کہ عقد فاسد کی وجہ سے جو چیز قبضہ میں آئی اسی کا واپس کرنا متعین نہیں ہوتا ہے اور جس روایت میں اُسی کا واپس کرنا متعین آیا ہو اُسکے موافق اس شخص کو چاہیے ہو کہ ہزار درم مقبوضہ میت کے وارثوں کو واپس کرے

اور اپنے سودرم ان سے واپس لے بشرطیکہ یہ بعینہ قائم ہوں یہ محیط میں لکھا ہو۔ پس اگر اُسے سودرم پر ایک کپڑا یا دینار زیادہ دیا تھا تو یہ بیج صحیح ہو یا ویگی پھر اگر مریض مر گیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو اس شخص کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بیج توڑ دے اور اگر چاہے تو اسکو ہزارین سے سودرم اسکے سوکی جگہ اور دینار اور اسباب کی قیمت بطریق معاوضہ کے اور ہزار کی ایک تہائی بطریق وصیت کے ملے گی بشرطیکہ دینار اور ہزار وارثوں کے پاس موجود ہوں کذا فی المبسوط اور اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں تو باقی کی تہائی ملے گی یہ محیط میں لکھا ہو اگر مریض کے پاس سودرم چاندی کی چھانگل کہ جسکی قیمت بیس دینار ہیں موجود ہو اور اُسے اسکو بعض سودرم کے کہ جسکی قیمت دس دینار ہیں فروخت کیا پھر مریض مر گیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہو۔ چاہے تو بیج واپس کر دے اور اگر چاہے تو دو تہائی چھانگل بیعوض سوکی دو تہائی کے لے لے اور ایک تہائی وارثوں کی ہوگی یہ ہادی میں لکھا ہے۔

### دوسری فصل

اپنے مملوک اور قرابتی اور شریک اور ممتاز کے ساتھ بیع صرف کرنے کے بیان میں اور قاضی اور اسکے امین اور وکیل اور وصی کے یتیم وغیرہ کے مال میں بیع صرف کرنے کے بیان میں۔ مالک اور اسکے غلام کے درمیان میں رہا نہیں ہوتا ہو پس اگر غلام پر قرض ہو تب بھی رہا نہیں ہو لیکن مالک پر واجب ہو کہ جو اُسے لیا ہو غلام کو واپس کرے خواہ ایک درم بعض دودرم کے یا دودرم بعض ایک درم کے خریدے ہوں یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اور یہی حکم ام ولد اور مرد بکا ہو یہ ہادی میں لکھا ہے اور اگر اپنے نکاح کے ہاتھ ایک درم بعض دو درم کے یا دو درم بعض ایک درم کے بیچا تو جائز نہیں ہو اور سود ہوگا اور جس غلام کا تھوڑا حصہ آزاد کیا گیا ہو اور وہ امام اعظم کے نزدیک بمنزلہ نکاح کے ہو اور صاحبین کے نزدیک بمنزلہ ایسے آزاد کے جو سپہ قرض ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور والدین اور شوہر و زوجہ اور قرابتی اور شریک نعمان ایسی بیویوں میں جو دونوں کی تجارت سے نہیں رہا ہیں بمنزلہ انبیوں کے ہیں اور مملوک بمنزلہ آزاد کے ہیں لیکن متعاقبت میں اگر ایک نے ایک درم بعض دو درم کے دوسرے سے خریدا تو یہ بیع نہیں ہو بلکہ وہ انکال جیسا بیع کے پچھلے تھا اب بھی ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہو اور قدوری نے کہا کہ قاضی اور اسکے امین کا فضل یتیم کے مال میں اور باپ یا اسکے وصی کا فضل نابالغ کے حق میں وہی جائز ہوگا جو وہ انبیوں میں جائز ہوتا ہو اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے لڑکے کے مال میں سے اپنے واسطے کچھ خریدا یا مضارب نے رہا مال کے ہاتھ کچھ بیچا تو فقط اسی طرح جائز ہوگا جس طرح وہ انبیوں میں جائز ہوتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر یتیم کے درم ہوں اور وصی ان کو بعض نیازوں کے بازار کے بھاؤ پر اپنے واسطے بیع صرف کرے تو جائز نہیں ہو اور اسی طرح اگر چاندی کا برتن ہو اور اسکو اسکے وزن پر اپنے ہاتھ بیچے تو بھی جائز نہیں ہو اور اگر اسکے پرورش میں دیتیم ہوں کہ ایک کے پاس درم ہوں اور دوسرے کے پاس دینار ہوں پھر وصی نے دونوں میں بیع صرف کر دی تو جائز نہیں ہو یہ ہادی میں لکھا ہو۔ اگر یتیم کے مال سے کوئی چیز اسکے واسطے خریدی تو امام نے فرمایا کہ میں اُس میں غور کروں گا اگر یتیم کی بہتری ہوگی تو بیج پوری کر دوں گا ورنہ یہ باطل ہو اور یہ قول امام اعظم اور دوسرا قول امام ابو حنیفہ کا ہو اور پہلا قول انکا اور امام محمد کا یہ ہو کہ سبب اس اثر کے جو حضرت ابن مسعود سے ہوا ہو بچا ہو بالکل بیع جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اور بیع صرف میں قاضی اور اسکے وکیل درمیں کا حکم اور دیگر لوگوں کا حکم یکساں ہو یعنی

فردا ادا ہوگا  
کہ صاحبین کے نزدیک  
بیع صرف تو ایسی کوئی  
صورت نہیں کہ غلام  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے  
بیع صرف کے لئے

بیع

محسین باہمی قبضہ شرط ہو اور اگر اسے نائب یا تیم کے مال میں کچھ تصرف کیا تو باہمی قبضہ اسکی طرف رجوع کریگا اور اگر تیم کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اس کے درم اپنے درم یا دینار کے عوض بیع صرف کر لیے تو جائز نہیں ہر یہ

سماوی میں لکھا ہے۔

### تیسری فصل

بیع صرف میں وکالت کے بیان میں اگر دو کیلون نے بیع صرف کی تو قبضہ سے پہلے ان کو جدا ہونا نہ چاہیے اور ان کے موکلون کا ان کے پاس سے نائب ہونا ضرر نہیں ہو یہ حاوی میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے بیع صرف کی اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیے پھر موکلون کے جدا ہونے سے پہلے انھوں نے قبضہ کر لیا تو بیع جائز ہو اور وکولون کے جدا ہونے کے بعد جائز نہیں ہو یہ محیط سرسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دو شخصوں کا حق قدر درمون کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا کہ ان کی بیع صرف کریں تو ایک کو بدون دوسرے کے صرف کا اختیار نہیں ہو اور اگر دونوں نے عقد بیع کیا پھر قبضہ سے پہلے ایک جدا کیا تو اسکا ادھا حصہ باطل ہو جائیگا اور دوسرے کے اوصے کی بیع باقی رہیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے سب مال کو قبضہ کرنے یا ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دونوں چلے گئے تو بیع صرف باطل ہو جائیگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کچھ درمون کو دیا دون کے عوض بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے بیع صرف کی اور باہم قبضہ کیا اور جس شخص نے درمون پر قبضہ کیا اسے پورا حق پالینے کا اقرار کیا پھر اس میں ایک درم نہایت پایا اور وکیل نے اسکو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ یہ میرے درمون میں سے ہو اور موکل نے انکار کیا وہ وکیل کے ذمہ پڑیگا یہ ہوسط میں لکھا ہے اور اگر وکیل نے انکار کیا کہ میرے درمون میں سے نہیں ہو پھر خریدار نے گواہ پس کیے کہ انھیں میں سے ہو اور اسے پورے درم پالینے کا اقرار بھی نہیں کیا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور درم وکیل کو واپس کر لیا اور وہ موکل کے ذمہ پڑیں گے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ خطا ہو کیونکہ یہ صورت گواہ قائم کرنے کی نہیں ہو بلکہ استھاناً درمون کے خریدار کا قول لیا جائیگا جیسا کہ مسلم امیہ اگر زیوت ہم لاوے اور دعویٰ کرے کہ یہ راض المال میں سے ہیں اور پورا حق پالینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اسکا قول استھاناً لیا جاتا ہو پس اسی طرح یہاں بھی اسکا قول لیا جائیگا اور اسی طرح شمس المائے سرخی نے مہلان کیا ہو لیکن شیخ الاسلام خواہر زادہ نے امام محمد رحمہ کے قول کی تصحیح کی ہے اور کہا استھاناً مشتری کا قول اگرچہ لیا جائیگا لیکن قسم کے ساتھ لیا جائیگا پس اسے یہ گواہ پیش کر کے قسم اپنے اوپر سے ساقط کی اور قسم ساقط کرنے کے واسطے گواہ مقبول ہوتے ہیں مثلاً وصیت جسکے پاس ہو اگر وہ دائیں کر دے یا تلف ہو جائے پر گواہ پیش کرے تو مقبول ہیں اور امام ابو عبد اللہ ابن الحسن بن احمد فرماتے تھے کہ کتاب میں یہ مذکور نہیں ہو کہ درم کے خریدار کو گواہ پیش کرنے کے واسطے تکلیف دی جائیگی صرف اس میں یہ ہو کہ اگر اسے گواہ پیش کیے تو مقبول ہوں گے پس شاید وہ اس واسطے پیش کرے کہ قسم اس کے اوپر سے جاتی رہے پس اس شخص کے مانند ہو جائیگا جسکے پاس وصیت رکھی گئی ہو پھر امام محمد رحمہ نے فرمایا اور اسی طرح اگر اسے وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور درم اسکو چھڑے گئے تو موکل کے ذمہ پڑیں گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بھی خطا ہو کیونکہ

ترجمہ کتاب مالگیری  
کتاب بصر باب چہارم  
حیات  
فصل تیسری  
بیع صرف میں  
وکالت کے بیان میں  
اگر دو کیلون نے  
بیع صرف کی تو  
قبضہ سے پہلے  
ان کو جدا ہونا  
نہ چاہیے  
اور ان کے موکلون  
کا ان کے پاس سے  
نائب ہونا ضرر  
نہیں ہو یہ حاوی  
میں لکھا ہے۔  
دو شخصوں نے  
بیع صرف کی اور  
قبضہ کرنے کے  
واسطے وکیل  
کیے پھر موکلون  
کے جدا ہونے سے  
پہلے انھوں نے  
قبضہ کر لیا تو  
بیع جائز ہو اور  
وکولون کے جدا  
ہونے کے بعد  
جائز نہیں ہو  
یہ محیط سرسی  
میں لکھا ہے۔  
اگر ایک شخص  
نے دو شخصوں کا  
حق قدر درمون  
کی بیع صرف کے  
واسطے وکیل  
کیا کہ ان کی  
بیع صرف کریں  
تو ایک کو بدون  
دوسرے کے صرف  
کا اختیار نہیں  
ہو اور اگر دونوں  
نے عقد بیع کیا  
پھر قبضہ سے  
پہلے ایک جدا  
کیا تو اسکا  
ادھا حصہ باطل  
ہو جائیگا اور  
دوسرے کے اوصے  
کی بیع باقی  
رہیگی یہ  
ذخیرہ میں  
لکھا ہے اور  
اگر دونوں  
نے سب مال کو  
قبضہ کرنے یا  
ادا کرنے کے  
واسطے وکیل  
کیا اور دونوں  
چلے گئے تو  
بیع صرف باطل  
ہو جائیگا یہ  
حاوی میں  
لکھا ہے اگر  
کچھ درمون کو  
دیا دون کے  
عوض بیع صرف  
کرنے کے  
واسطے وکیل  
کیا اور اسے  
بیع صرف کی  
اور باہم  
قبضہ کیا اور  
جس شخص نے  
درمون پر  
قبضہ کیا اسے  
پورا حق  
پالینے کا  
اقرار کیا  
پھر اس میں  
ایک درم  
نہایت پایا  
اور وکیل نے  
اسکو قبول  
کر لیا اور  
اقرار کیا  
کہ یہ میرے  
درمون میں  
سے ہو اور  
موکل نے  
انکار کیا  
وہ وکیل  
کے ذمہ  
پڑیگا یہ  
ہوسط میں  
لکھا ہے اور  
اگر وکیل  
نے انکار  
کیا کہ میرے  
درمون میں  
سے نہیں  
ہو پھر  
خریدار نے  
گواہ پس  
کیے کہ  
انھیں میں  
سے ہو اور  
اسے پورے  
درم  
پالینے کا  
اقرار بھی  
نہیں کیا  
تھا تو اس  
کے گواہ  
مقبول ہوں  
گے اور درم  
وکیل کو  
واپس کر  
لیا اور وہ  
موکل کے  
ذمہ پڑیں  
گے اور  
بعض  
مشائخ نے  
فرمایا کہ  
یہ خطا ہو  
کیونکہ یہ  
صورت گواہ  
قائم کرنے  
کی نہیں  
ہو بلکہ  
استھاناً  
درمون کے  
خریدار کا  
قول لیا  
جائیگا جیسا  
کہ مسلم  
امیہ اگر  
زیوت ہم  
لاوے اور  
دعویٰ کرے  
کہ یہ راض  
المال میں  
سے ہیں اور  
پورا حق  
پالینے کا  
اقرار نہ  
کیا ہو تو  
اسکا قول  
استھاناً  
لیا جاتا  
ہو پس اسی  
طرح یہاں  
بھی اسکا  
قول لیا  
جائیگا اور  
اسی طرح  
شمس المائے  
سرخی نے  
مہلان کیا  
ہو لیکن  
شیخ الاسلام  
خواہر زادہ  
نے امام  
محمد رحمہ  
کے قول کی  
تصحیح کی  
ہے اور کہا  
استھاناً  
مشتری کا  
قول اگرچہ  
لیا جائیگا  
لیکن قسم  
کے ساتھ  
لیا جائیگا  
پس اسے  
یہ گواہ  
پیش کر  
کے قسم  
اپنے اوپر  
سے ساقط  
کی اور قسم  
ساقط کرنے  
کے واسطے  
گواہ  
مقبول ہوتے  
ہیں مثلاً  
وصیت جسکے  
پاس ہو اگر  
وہ دائیں  
کر دے یا  
تلف ہو  
جائے پر  
گواہ پیش  
کرے تو  
مقبول ہیں  
اور امام  
ابو عبد  
اللہ ابن  
الحسن بن  
احمد  
فرماتے  
تھے کہ  
کتاب میں  
یہ مذکور  
نہیں ہو  
کہ درم  
کے  
خریدار کو  
گواہ  
پیش کرنے  
کے واسطے  
تکلیف  
دی جائیگی  
صرف اس  
میں یہ ہو  
کہ اگر اسے  
گواہ  
پیش کیے  
تو مقبول  
ہوں گے  
پس شاید  
وہ اس  
واسطے  
پیش کرے  
کہ قسم  
اس کے  
اوپر سے  
جاتی رہے  
پس اس  
شخص کے  
مانند ہو  
جائیگا  
جسکے پاس  
وصیت  
رکھی گئی  
ہو پھر  
امام  
محمد رحمہ  
نے فرمایا  
اور اسی  
طرح اگر  
اسے وکیل  
سے قسم  
لی اور وہ  
قسم سے  
باز رہا  
اور درم  
اسکو  
چھڑے گئے  
تو موکل  
کے ذمہ  
پڑیں گے  
اور بعض  
مشائخ نے  
کہا کہ یہ  
بھی خطا  
ہو کیونکہ



اس صورت میں وکیل پر قسم نہیں آتی ہو اور قسم صرف مشتری پر آتی ہو کیونکہ شرعاً اسی کا قول معتبر رکھا گیا ہو پس اسی پر قسم آوے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو وہ واپس کر سکتا ہو لیکن وکیل سے قسم لینا نہیں ہو سکتا ہو پس صحیح حکم یوں بیان کرنا چاہیے کہ اگر درمیں کے خریدار نے قسم کھالی اور وکیل کو واپس کر دیتے تو یہ عینہ موکل کو واپس کرنا ہو اور جو مشائخ اہل تحقیق ہیں انھوں نے امام محمد کے قول کی تصحیح کی ہو اور کہا ہو کہ یہ جو مذکور ہو البتہ اس میں اس صورت میں امام محمد کا قول بطریق قیاس ہو کیونکہ قیاس یہ چاہتا ہو کہ قسم لیکر وکیل کا قول معتبر ہو جیسا کہ بیع عین میں ہوتا ہو یہ عین میں لکھا ہو اگر کسی نے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ درم بعض نیاروں کے بیع کہے اور اسے بیع کی تو وکیل کو نیاروں میں تصرف کرینا اختیار نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو اس لیے وکیل کیا کہ اس کے لیے چاندی کی چھال معین بعض درمیں کے خریدے پھر اسے بعض درمیں کے اس کے حکم کے موافق خریدی اور یہ نیت کی کہ چھال میرے واسطے ہو تو موکل کے واسطے ہوگی اور اگر بعض نیاروں یا اسباب کے خریدی تو چھال وکیل کی ہوگی اور اگر چاندی کی معین چھال خریدنے کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا اور اس کا نام اسکو نہ بتلایا پھر اسے درم یا دہار کے عوض خریدی تو چھال موکل کی ہوگی اور اگر بعض اسباب کے یا کبلی یا دہار کے خریدی تو چھال وکیل کی ہوگی یہ عین میں لکھا ہو۔ اگر بعد چاندی فروخت کرنے کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اور اس کا نام نہ بتلایا پھر اس نے اس سے زیادہ چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہیں ہو اور وہ خاص نہ ہوگا اور اس سے چاندی کے لینے کا موکل زیادہ حذر ہو کہ اپنی چاندی کے برابر لے وکیل کو چاہیے کہ باقی چاندی اس کے مالک کو واپس کرے یہ خزانہ الاصل میں لکھا ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد کا یہ قول کہ وکیل کے قبضہ میں جو چاندی ہو اس کے لینے کا موکل زیادہ حذر ہو اس طور پر ماؤں کیا گیا ہو کہ جب کل اپنی عین چاندی کے لیے برقرار نہ ہو مثلاً اس کا قبضہ غائب ہو گیا ہو تو اسے تلفت کر دی تو ایسی حالت میں موکل کا زیادہ استحقاق ہو کہ اس چاندی میں سے اپنی چاندی کے برابر لے لیوے اور اگر بعد چاندی اپنی چاندی کے لینے برقرار نہ ہو تو سوائے اس کے اس میں سے نہیں لے سکتا ہو یہ عین میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو چاندی کی مٹی بیچنے کا وکیل کیا اور اسے چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہیں ہو پس اگر مشتری کو معلوم ہو کہ مٹی میں چاندی ہے تو اس کے برابر ہو اور وہ راضی ہو گیا تو جائز ہو اور اسکو حیار ہوگا پس اگر اسے بلا حکم قاضی واپس کر دی تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر مشتری کے جاننے سے پہلے وہ دونوں ہوا ہو گئے تو بیع فاسد ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر بعض اسباب کے بیچی اور مشتری نے جانا کہ اس میں سونایا چاندی یا دو لون ہیں تو امام اعظم کے نزدیک بیع جائز ہو اور صاحبین اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر یہ نہ جانا کہ اس میں ایک یا دو لون ہیں اور بعض اسباب کے بیع کی تو سب کے نزدیک جائز ہو یہ عین میں لکھا ہو۔ اگر اپنی حلینار حلو از بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اوہار بیچی تو بیع فاسد ہو اور وکیل ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر اس میں خیار کی غلطی یا جس قدر اس میں چاندی ہو اس سے کم پر نقد بیچی تو بیع فاسد ہو اور وکیل ضامن نہ ہوگا اگر ایسے سونے کے زیور کے بیچنے واسطے کہ جس میں مونی اور یا قوت ہیں وکیل کیا اور اسے درمیں کے عوض بیچا پھر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ دونوں جدا ہو گئے پس اگر مونی اور یا قوت بلا ضرر جدا ہو سکتے ہیں تو ان کی بیع جائز ہوگی اور حصہ صرف کی بیع باطل ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا نہیں ہو سکتے ہیں تو کسی کی بیع جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہو اور اگر درمیں کے عوض کچھ پیسے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے خرید کر قبضہ کیا پھر موکل کے سپرد کرنے سے پہلے وہ فاسد ہو گئے تو یہ موکل کے ذمہ پڑے

اس میں بطریق قیاس  
وکیل کا قول معتبر ہوگا  
اور اگر بعض اسباب کے  
بیچنے کا وکیل کیا اور  
اسے چاندی کے عوض  
بیچی تو جائز نہیں ہو  
پس اگر مشتری کو معلوم  
ہو کہ مٹی میں چاندی  
ہے تو اس کے برابر ہو  
اور وہ راضی ہو گیا تو  
جائز ہو اور اسکو حیار  
ہوگا پس اگر اسے بلا  
حکم قاضی واپس کر دی  
تو موکل پر جائز ہوگی  
اور اگر مشتری کے  
جاننے سے پہلے وہ  
دونوں ہوا ہو گئے تو  
بیع فاسد ہو یہ حاوی  
میں لکھا ہو اور اگر  
بعض اسباب کے بیچی  
اور مشتری نے جانا کہ  
اس میں سونایا چاندی  
یا دو لون ہیں تو امام  
اعظم کے نزدیک بیع  
جائز ہو اور صاحبین  
اس میں خلاف کرتے  
ہیں اور اگر یہ نہ  
جانا کہ اس میں ایک  
یا دو لون ہیں اور  
بعض اسباب کے بیع  
کی تو سب کے نزدیک  
جائز ہو یہ عین میں  
لکھا ہو۔ اگر اپنی  
حلینار حلو از بیچنے  
کے واسطے وکیل کیا  
اور اوہار بیچی تو  
بیع فاسد ہو اور  
وکیل ضامن ہوگا اور  
اسی طرح اگر اس میں  
خیار کی غلطی یا جس  
قدر اس میں چاندی ہو  
اس سے کم پر نقد  
بیچی تو بیع فاسد ہو  
اور وکیل ضامن نہ  
ہوگا اگر ایسے سونے  
کے زیور کے بیچنے  
واسطے کہ جس میں  
مونی اور یا قوت ہیں  
وکیل کیا اور اسے  
درمیں کے عوض  
بیچا پھر اس پر  
قبضہ کرنے سے پہلے  
وہ دونوں جدا  
ہو گئے پس اگر  
مونی اور یا قوت  
بلا ضرر جدا ہو  
سکتے ہیں تو ان کی  
بیع جائز ہوگی  
اور حصہ صرف کی  
بیع باطل ہوگی  
اور اگر بلا ضرر  
جدا نہیں ہو سکتے  
ہیں تو کسی کی  
بیع جائز نہ ہوگی  
یہ مبسوط میں  
لکھا ہو اور اگر  
درمیں کے عوض  
کچھ پیسے  
خریدنے کے  
واسطے وکیل  
کیا اور اسے  
خرید کر قبضہ  
کیا پھر موکل  
کے سپرد کرنے  
سے پہلے وہ  
فاسد ہو گئے  
تو یہ موکل  
کے ذمہ پڑے

اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے وہ کاسد ہوئے تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُن کو واپس کر دے چاہے لے لے  
 پس اگر اُس نے لیے تو اُسی کو لازم ہوں گے نہ موکل کو مگر اُس صورت میں کہ موکل اُنکو لے لینا پسند کرے یہ حاوی میں  
 لکھا ہو۔ کسی نے ایک شخص کو ایک بھینہ سونے کے طوق کو ہزار درم میں خریدا ہے کہ واسطے وکیل کیا اور ہزار درم  
 اُسکو ویدے پھر وکیل نے طوق ہزار درم میں خریدا اور پھر اُسکو وکیل کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے  
 پاس کسی نے توڑ دیا تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو عقد پورا کرے توڑنے والے کا وہ انگلی ہو کہ طوق کی قیمت میں  
 ڈھلی ہوئی چیز اُسکی جنس کے برخلاف لیوے اور اگر پاس نہ ہو تو نہ کرے۔ اور بائع اُسکو خراج بھینہ ہر درم  
 یا ان کے مثل واپس کرے پس اگر وکیل نے عقد پورا کر دیا تو نہ کرے۔ نہ واسطے سے طوق کی قیمت دے لی تو موکل کو یہ  
 اختیار نہیں ہوگا کہ یہ قیمت وکیل سے لے لے صرف وہ درم دے گا جو بھینہ دے دینا کراہی اٹھایا اور وکیل کو چاہیے کہ  
 اس قیمت میں جو زیادتی ہو اُسکو عدا قہ کر دے یہ ہر طرف میں اٹھایا ہو کہ کسی نے ایک سیر کے کا طوق نیچے کے واسطے  
 وکیل مقرر کیا اور اُس نے فروخت کر کے نفع لے لیا اور طوق شتر میں لگا دیا یا پھر اُسکے بعد شتر ہی لگا دیا اور کہا کہ میں نے  
 وہ طوق پتیل کا سونے سے بلع کیا ہوا یا یہی اور وکیل نے انکار کیا تو اس منہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل  
 نے اس سے انکار کیا اور شتری نے اُسپر گواہ قائم کیے یا وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز ہوا اور قاضی نے طوق اُسکو  
 واپس کر دیا تو اس حالت میں طوق موکل کو لازم ہوگا اور دوسری صورت یہ ہوگا کہ وکیل نے اسکا اقرار کر لیا اور اسکی  
 دو صورتیں ہیں اگر دون حکم قاضی کے اُسکو واپس یا لگیا تو یہ واپسی وکیل پر ہوگی اور اُسکو گنجائش نہیں ہوگا کہ موکل  
 سے جھگڑا کرے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس یا لگیا ہو تو بھی وکیل کو لازم ہوگا لیکن اُسکو موکل سے جھگڑا کرنے کا  
 استحقاق ہو یہ عیض میں لکھا ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ مسلمان کہ جس میں ہین کر دے جائے ہوں کہ وہ ذمی یا حربی کو درم  
 یا دینار کی بیج صرف کے واسطے وکیل کرے اور اگر اُسے کیا تو جائز رکھو مگر یہ مبوط میں لکھا ہے اگر کچھ درم کی بیج  
 صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسے موکل کے غلام کے ساتھ بیج کی تو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ غلام پر قرض  
 نہ تو اس صورت میں جائز نہیں ہو جیسا کہ اگر موکل خود اس غلام کے ساتھ بیج صرف کرتا تو جائز نہ تا لیکن وکیل پر  
 ضمان نہ ہوگی اور اگر اُس غلام پر قرض ہو تو جائز ہو جیسا کہ اس صورت میں اُسکے مالک کا بیج کرنا اُسکے ساتھ جائز ہوگا  
 ہو لیکن وکیل کو چاہیے کہ جب تک اپنا ثمن پورا نہ حاصل کر لے پھر غلام کو نہ دے یہ عیض میں لکھا ہے۔ اگر ہزار درم کی  
 بیج صرف کے واسطے وکیل کیا اور اُسے دیناروں کے عوض بیچے اور اسی قدر کم کر دیا کہ جس قدر لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے  
 ہیں تو یہ بیج موکل پر جائز نہیں ہو اگر وہ درم اُن کے بیج کے موافق اپنے معاوض کے ہاتھ یا صرف کے شریک کیے  
 ہاتھ یا مضارب کے ہاتھ فروخت کیے تو جائز نہیں ہو اور اگر موکل کے معاوض کے ہاتھ فروخت کیے تو بھی جائز نہیں ہو اور اگر موکل  
 شریک کے ہاتھ جو معاوض نہیں ہو فروخت کیے تو جائز ہو اور یہی حکم موکل کے مضارب کا ہو یہ مبوط میں لکھا ہے اگر ہزار درم کی بیج صرف کر لے  
 اور دو دونوں کو نہ من موجد تھے اور کوئی جگہ نہ بتلائی تو کوئی کہ جس کنارہ اُن کی بیج کو بیجا جائز ہوگی  
 اگر اُن کو حیرہ میں لے گیا اور وہاں بیج کیا تو جائز ہو اور وکیل خاص نہ ہوگا لیکن یہ حکم ایسی چیزوں میں ہوگا کہ  
 جن کی بار بولہ اسی اور خرچ نہ ہو اگر اُن کی بار برداری اور خرچ ہو جیسے غلام یا اناج وغیرہ اور اُن کو کوئی  
 کے سودا دوسرے شہر میں بیچا اور اُس شہر میں نہیں لے گیا تو قیاساً و استحساناً بیج جائز ہو اور اگر دوسرے شہر

اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے وہ کاسد ہوئے تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُن کو واپس کر دے چاہے لے لے  
 پس اگر اُس نے لیے تو اُسی کو لازم ہوں گے نہ موکل کو مگر اُس صورت میں کہ موکل اُنکو لے لینا پسند کرے یہ حاوی میں  
 لکھا ہو۔ کسی نے ایک شخص کو ایک بھینہ سونے کے طوق کو ہزار درم میں خریدا ہے کہ واسطے وکیل کیا اور ہزار درم  
 اُسکو ویدے پھر وکیل نے طوق ہزار درم میں خریدا اور پھر اُسکو وکیل کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے  
 پاس کسی نے توڑ دیا تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو عقد پورا کرے توڑنے والے کا وہ انگلی ہو کہ طوق کی قیمت میں  
 ڈھلی ہوئی چیز اُسکی جنس کے برخلاف لیوے اور اگر پاس نہ ہو تو نہ کرے۔ اور بائع اُسکو خراج بھینہ ہر درم  
 یا ان کے مثل واپس کرے پس اگر وکیل نے عقد پورا کر دیا تو نہ کرے۔ نہ واسطے سے طوق کی قیمت دے لی تو موکل کو یہ  
 اختیار نہیں ہوگا کہ یہ قیمت وکیل سے لے لے صرف وہ درم دے گا جو بھینہ دے دینا کراہی اٹھایا اور وکیل کو چاہیے کہ  
 اس قیمت میں جو زیادتی ہو اُسکو عدا قہ کر دے یہ ہر طرف میں اٹھایا ہو کہ کسی نے ایک سیر کے کا طوق نیچے کے واسطے  
 وکیل مقرر کیا اور اُس نے فروخت کر کے نفع لے لیا اور طوق شتر میں لگا دیا یا پھر اُسکے بعد شتر ہی لگا دیا اور کہا کہ میں نے  
 وہ طوق پتیل کا سونے سے بلع کیا ہوا یا یہی اور وکیل نے انکار کیا تو اس منہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل  
 نے اس سے انکار کیا اور شتری نے اُسپر گواہ قائم کیے یا وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز ہوا اور قاضی نے طوق اُسکو  
 واپس کر دیا تو اس حالت میں طوق موکل کو لازم ہوگا اور دوسری صورت یہ ہوگا کہ وکیل نے اسکا اقرار کر لیا اور اسکی  
 دو صورتیں ہیں اگر دون حکم قاضی کے اُسکو واپس یا لگیا تو یہ واپسی وکیل پر ہوگی اور اُسکو گنجائش نہیں ہوگا کہ موکل  
 سے جھگڑا کرے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس یا لگیا ہو تو بھی وکیل کو لازم ہوگا لیکن اُسکو موکل سے جھگڑا کرنے کا  
 استحقاق ہو یہ عیض میں لکھا ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ مسلمان کہ جس میں ہین کر دے جائے ہوں کہ وہ ذمی یا حربی کو درم  
 یا دینار کی بیج صرف کے واسطے وکیل کرے اور اگر اُسے کیا تو جائز رکھو مگر یہ مبوط میں لکھا ہے اگر کچھ درم کی بیج  
 صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسے موکل کے غلام کے ساتھ بیج کی تو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ غلام پر قرض  
 نہ تو اس صورت میں جائز نہیں ہو جیسا کہ اگر موکل خود اس غلام کے ساتھ بیج صرف کرتا تو جائز نہ تا لیکن وکیل پر  
 ضمان نہ ہوگی اور اگر اُس غلام پر قرض ہو تو جائز ہو جیسا کہ اس صورت میں اُسکے مالک کا بیج کرنا اُسکے ساتھ جائز ہوگا  
 ہو لیکن وکیل کو چاہیے کہ جب تک اپنا ثمن پورا نہ حاصل کر لے پھر غلام کو نہ دے یہ عیض میں لکھا ہے۔ اگر ہزار درم کی  
 بیج صرف کے واسطے وکیل کیا اور اُسے دیناروں کے عوض بیچے اور اسی قدر کم کر دیا کہ جس قدر لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے  
 ہیں تو یہ بیج موکل پر جائز نہیں ہو اگر وہ درم اُن کے بیج کے موافق اپنے معاوض کے ہاتھ یا صرف کے شریک کیے  
 ہاتھ یا مضارب کے ہاتھ فروخت کیے تو جائز نہیں ہو اور اگر موکل کے معاوض کے ہاتھ فروخت کیے تو بھی جائز نہیں ہو اور اگر موکل  
 شریک کے ہاتھ جو معاوض نہیں ہو فروخت کیے تو جائز ہو اور یہی حکم موکل کے مضارب کا ہو یہ مبوط میں لکھا ہے اگر ہزار درم کی بیج صرف کر لے  
 اور دو دونوں کو نہ من موجد تھے اور کوئی جگہ نہ بتلائی تو کوئی کہ جس کنارہ اُن کی بیج کو بیجا جائز ہوگی  
 اگر اُن کو حیرہ میں لے گیا اور وہاں بیج کیا تو جائز ہو اور وکیل خاص نہ ہوگا لیکن یہ حکم ایسی چیزوں میں ہوگا کہ  
 جن کی بار بولہ اسی اور خرچ نہ ہو اگر اُن کی بار برداری اور خرچ ہو جیسے غلام یا اناج وغیرہ اور اُن کو کوئی  
 کے سودا دوسرے شہر میں بیچا اور اُس شہر میں نہیں لے گیا تو قیاساً و استحساناً بیج جائز ہو اور اگر دوسرے شہر



صرف کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ بیع قرآنہ رار کے واسطے ہوگی اور حاکمین کے نزدیک وکیل کرنا صحیح ہے اور بیع فرض خواہ کے واسطے ہوگی اور اگر اُس نے صرف یہ کہا کہ ان کو بیع صرف کر دے اور اس پر کچھ زیادہ نہ کیا تو بالا جلع وکیل کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم آتے ہیں اُس نے طالب کو کچھ دینا دیے اور کہا کہ ان کو بیع صرف کر کے اپنا حق اُس میں سے لے لے پھر وہ دینار بیع صرف کرنے سے پہلے طالب کے پاس تلف ہو گئے تو اُس شخص کا مال گیا جس نے بے تھے اور اگر اُس نے بیع صرف کر لی اور درمون پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے وہ درم اُس کے پاس تلف ہو گئے تو بھی دینار دینے والے کا مال گیا اور اگر اُس نے اپنا حق اُس میں سے لے لیا پھر تلف ہو گئے تو یہ طالب کے مال میں شمار ہوگا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینا دیے اور کہا کہ ان کو اپنے حق کے ادا کے واسطے لے اور اُس نے لے لیے تو وہ اُسکی ضمانت میں ہو گئے اور اگر مطلوب نے اسکو دینا دیے اور کہا کہ اپنے حق کے عوض بیع لے اور اُس نے اپنے حق کے برابر درمون کے عوض اُن کو فروخت کیا تو بعد بیع کے درمون پر قبضہ کرنے سے اپنے حق پر قبضہ کرنے والا شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر زید کو عرو نے اپنا ایک کنگن بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور بکرنے اُسکو ایک پڑا بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے دونوں کو ایک ہی صفحہ میں بھروسہ ایک دینار اور دس درم کے اس شرط پر کہ دینار کنگن کا شن ہو اور درم کپڑے کے دام ہیں فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے کنگن دیکر اُس کے شن پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور کپڑے والا اُسکا شریک نہ ہوگا اور اگر دونوں کو بیس درم میں بیچا پھر دس درم نقد لیے تو یہ کنگن کے دام ہون گے اور بیع جائز ہوگی اور سب عمر و کلین کے اور بکر اُسکا شریک نہ ہوگا یہ فتاویٰ میں لکھا ہے۔

### فصل بیع صرف میں رہن اور حاکم اور کفالہ واقع ہونے کے بیان میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے دس درم بیع صرف ایک دینار کے خریدے اور دینار دید یا اور درم کے عوض رہن لے لیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر وہ تلف ہوا حالانکہ دونوں مجلس میں موجود ہیں تو اپنے معاوضہ میں تلف ہوا اور عقد جائز ہے اور اگر جانی کے بعد تلف ہوا تو صرف باطل ہو جائیگی اور وہ شخص اپنا حق پورا لینے والا نہ شمار ہوگا یہ خبر اگر اُن میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں عقد کرنے والے جدا ہو جاویں اور رہن موجود رہے تو جدا ہونے کے سبب سے صرف باطل ہو جائیگی اور اس رہن کا مرتب ضامن ہوگا بیع صرف اپنے دام کے کہ جو اُسکی قیمت وہ رہن ان دونوں میں سے کم ہو اور اگر مرتب نے رہن کو فرضہ سے بری کیا تو رہن کی ضمان باطل ہو جائیگی اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک حلیہ دار تلوار بیع صرف ایک دینار کے خریدی اور تلوار پر قبضہ کر لیا اور دینار کے عوض کچھ رہن دید یا تو وہی حکم ہے جو مسئلہ سابقہ میں ہے یعنی اگر دونوں کی جدائی سے پہلے رہن تلف ہو گیا تو بیع صرف باقی رہیگی اور اگر دونوں جدا ہو گئے اور رہن موجود ہے تو صرف باطل ہو جائیگی اور وہ رہن اپنی قیمت اور فرضہ دونوں میں سے جو کم ہو اُس کے عوض مضمون ہوگا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری نے دینار دید یا اور تلوار کے عوض کچھ رہن لے لیا پھر جدا ہونے سے پہلے وہ اُس کے پاس تلف ہو گیا تو تلوار بیچنے والے کو حکم دیا جائیگا کہ تلوار اُس کے خریدار کو دیوے اور وہ رہن کے تلف ہونے سے تلوار کا پانے والا

اور بیع صرف میں رہن اور حاکم اور کفالہ واقع ہونے کے بیان میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے دس درم بیع صرف ایک دینار کے خریدے اور دینار دید یا اور درم کے عوض رہن لے لیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر وہ تلف ہوا حالانکہ دونوں مجلس میں موجود ہیں تو اپنے معاوضہ میں تلف ہوا اور عقد جائز ہے اور اگر جانی کے بعد تلف ہوا تو صرف باطل ہو جائیگی اور وہ شخص اپنا حق پورا لینے والا نہ شمار ہوگا یہ خبر اگر اُن میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں عقد کرنے والے جدا ہو جاویں اور رہن موجود رہے تو جدا ہونے کے سبب سے صرف باطل ہو جائیگی اور اس رہن کا مرتب ضامن ہوگا بیع صرف اپنے دام کے کہ جو اُسکی قیمت وہ رہن ان دونوں میں سے کم ہو اور اگر مرتب نے رہن کو فرضہ سے بری کیا تو رہن کی ضمان باطل ہو جائیگی اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک حلیہ دار تلوار بیع صرف ایک دینار کے خریدی اور تلوار پر قبضہ کر لیا اور دینار کے عوض کچھ رہن دید یا تو وہی حکم ہے جو مسئلہ سابقہ میں ہے یعنی اگر دونوں کی جدائی سے پہلے رہن تلف ہو گیا تو بیع صرف باقی رہیگی اور اگر دونوں جدا ہو گئے اور رہن موجود ہے تو صرف باطل ہو جائیگی اور وہ رہن اپنی قیمت اور فرضہ دونوں میں سے جو کم ہو اُس کے عوض مضمون ہوگا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری نے دینار دید یا اور تلوار کے عوض کچھ رہن لے لیا پھر جدا ہونے سے پہلے وہ اُس کے پاس تلف ہو گیا تو تلوار بیچنے والے کو حکم دیا جائیگا کہ تلوار اُس کے خریدار کو دیوے اور وہ رہن کے تلف ہونے سے تلوار کا پانے والا



نہو جاو گیا اور مرتن اپنے راہن کو تلوار کی قیمت اور رہن میں سے جو کم ہو اُسکی ضمان دیگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اسی طرح اگر بجائے تلوار کے مٹی یا زین پوش کہ جس میں چاندی ہو یا چاندی کا برتن یا پتر ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ یہ مبسوط میں لکھا ہو اور حوالہ اور کفالت میں صرف کے ساتھ جائز ہو پس اگر دونوں عقد کرنے والوں کے جذب ہونے سے پہلے کفیل یا حوالہ کرنے والا یا جبر حوالہ کیا ہو اُس نے اُسی مجلس میں ادا کر دیا تو عقد صحیح ہوگا اور دونوں عقد کرنے والے یا ایک جدا ہو گیا اور کفیل یا جس شخص پر حوالہ کیا ہو باقی رہا تو صرف باطل مجاہدی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

**فصل پنجم** غصب اور ودیعت میں بیع صرف واقع ہونے کے بیان میں۔ کسی نے دوسرے کا ایک چاندنی یا سولے کا کنگن غصب کر کے تلف کیا تو ہمارے نزدیک اُسپر واجب ہو کہ اُسکے جنس کے برخلاف سے اُسکی قیمت میں ڈھائی ہوئی چیز ادا کرے اور وزن اور قیمت کے باب میں قسم لیکر غاصب کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہو اور جب قاضی نے غاصب سے برخلاف جنس سے اُسکی قیمت کی ضمان لی تو وہ کنگن اُسکی ملک ہو گیا اور اُسکے دیکھا جائیگا کہ اگر باہم جدا ہونے سے پہلے کنگن کے مالک نے غاصب سے اُسکی قیمت لی تو ضمان لینا بالاجماع صحیح ہو گیا اور اگر قیمت لینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضمان لینا باطل نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قیمت پر صلح کی تو بھی جائز ہو اور اگر ایک مہینہ قیمت لینے میں اُسکو مہلت دی تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کا چاندی یا سونے کا پیالہ توڑ دیا تو اُسپر بھی اسکی برخلاف جنس سے اُسکی قیمت دینی واجب ہوگی خواہ اس میں ٹھوٹا نقصان آیا ہو یا بہت یہ مبسوط میں لکھا ہو اور اگر کسی نے دوسرے سے ہزار درم غصب کیے پھر ان کو بعوض سودینار کے خرید اور جدا ہونے سے پہلے سودینار پر قبضہ کر لیا تو خرید جائز ہو اگرچہ خریدنے کے وقت درم اُسکے ہاتھ میں نہون اور اسی طرح اگر اس سے سودینار پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے دینار دون پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہو اگرچہ درم اُسکے غاصب پاس موجود نہون لڑائی محیط اور اسی طرح اگر چاندی کا برتن غصب کیا پھر غاصب نے اُسکو مالک سے خریدایا اسی جنس یا برخلاف جنس پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے مالک نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہو اور اگر عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو خریدنا قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہو خواہ غصب کی ہوئی چیز موجود ہو یا تلف ہو گئی ہو اور صلح کی صورت یہ ہو کہ اگر غصب کی ہوئی چیز حقیقتہً تلف کر دی گئی ہو مثلاً غاصب نے اُسکو جلا دیا یا حکماً مثلاً وہ عیب دار ہو گئی اور غاصب نے قسم کھالی اور عوض پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو قیاس چاہتا ہو کہ صلح باطل ہو اور استحساناً باطل نہوگی اور اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے پاس موجود ہو اور وہ اُسکا اقرار کرتا ہو اور مالک کو اُسکے لینے سے منع نہ کرتا ہو تو صلح قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر ایسے شخص نے جسکے پاس ودیعت ہو اُس ودیعت کو بعوض اُسکے خلاف جنس کے خریدا اور ہوز خریدار نے اُسپر از سر نو قبضہ نہ کیا تھا کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل نہ جائیگی یہ نہر افاتی میں لکھا ہو اگر کوئی علیہ دار تلوار ودیعت رکھی اور اُس نے اپنے گھر میں رکھ لی پھر دونوں بازار میں ملے اور اُس نے بعض ایک کپڑے اور دس درم کے وہ تلوار خرید لی اور کپڑا اور دس درم اُسکو دیدیے پھر دونوں جدا ہو گئے تو صلح بیع ٹوٹ جائیگی اور اسی طرح اگر اس تلوار کو بعوض ایک علیہ دار تلوار کے خرید کر اُسکو دیدی اور ودیعت پر نیا

قریبانی غرض ادا کردہ  
بھی چھل جاوے تو  
بدعت اولیٰ مرتن باطل  
نہو  
ائمہ ثلاثہ یعنی امام  
ابوحنیفہ و مالک و شافعی  
و محمد و احمد و ابو یوسف  
یعنی بیع کی جائز ہو  
دونوں ہاتھ میں با  
ملک میں نہون  
بیکم چھل جاوے تو  
بدعت اولیٰ مرتن باطل  
نہو  
ائمہ ثلاثہ یعنی امام  
ابوحنیفہ و مالک و شافعی  
و محمد و احمد و ابو یوسف  
یعنی بیع کی جائز ہو  
دونوں ہاتھ میں با  
ملک میں نہون

قبضہ نہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو بیچ بھی ٹوٹ جائیگی اور اگر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور ہر ایک کی چاندی دوسرے کی چاندی کے مقابل اور ہر ایک کی حاملہ و زچل دوسرے کے حاملہ اور بچل کے مقابل ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ پس اگر حلیہ میں کچھ زیادتی ہو تو یہ یا دقت دوسرے کی حاملہ و زچل کے مقابل کر دیا جائیگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے دوسرے کے پاس ہزار درم دو بیعت تھے پھر اسے ان کے عوض سو نیا خریدے اور دو بیعت کے مالک نے دونوں کے جدا ہونے سے پہلے خرید کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور مالک کے اس شخص پر جبکہ پاس دو بیعت ہی ہزار درم واجب ہوں گے اور اگر دونوں کی جدائی کے بعد اس نے اجازت دی پس دو بیعت کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے مال کی اس شخص سے ضمانت لے اور بیچ جائز ہوگی یا دینار بیچنے والے سے ضمانت لے اور بیچ ٹوٹ جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر درم یا دینار کسی شخص کے پاس دو بیعت تھے پھر اس نے درم و دینار کو بعض دیناروں کو بعض درم کے بچا اور باہم قبضہ کیا پھر دو بیعت کا مالک آیا اور اسے اسکو بائع سے لے لیا پس اگر دونوں جدا نہیں ہوئے ہیں تو اس پر واجب نہ کہ اس کے مثل داکرے اور اگر دونوں جدا ہو گئے ہیں تو بیچ باطل ہو جائیگی اور اگر مالک نے اس پر قبضہ نہ کیا اور بیچ کی اجازت دیدی تو ہائے نزدیک جائز ہے اور اس شخص پر جس کے پاس دو بیعت تھی اس کے مثل نہ مالک کو واجب ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

**چھٹی فصل** اگر حربین بیچ صرف واقع ہونے کے بیان میں کوئی مسلمان یا ذمی دار حرب میں امان لیکر یا بلا امان گیا اور کسی حربی کے ساتھ ایسا عقد کیا کہ جس میں سود ہو مثلاً ایک درم بعض دو درم کے یا ایک درم بعض ایک دینار کے کسی مدت معلوم کے اوصار پر خرید یا ان کے ہاتھ شراب یا سور یا مرد یا خون بعض مال کے فروخت کیا تو یہ سب امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں وہی جائز ہے جو دو مسلمانوں میں جائز ہوتا ہو کذا فی جو اہل الاصلاحی اور صحیح امام اعظم اور امام محمد کا قول ہے اور میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب ان سے دو درم بعض ایک درم کے خریدے اور اگر ایک درم بعض دو درم کے خریدے تو بالاتفاق جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی حربی امان لیکر دارالاسلام میں آیا اور اس کے ہاتھ مسلمان نے اس طرح بچا تو جائز نہیں ہے یہ محیط مغربی میں لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے جو امان لیکر دار الحرب میں گیا ہو ایک شخص کے ساتھ کہ جو دینار اسلام لایا ہو اور دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی ہو عقد بیچ کیا اور ایک درم بعض دو درم کے بچا تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور دو مسلمان تاجرون میں دار الحرب میں وہی جائز ہے جو دارالاسلام میں جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے دو حربی دار الحرب میں اسلام لائے پھر باہم سود یا شراب یا سور وغیرہ کی بیچ کی تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہے مگر وہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور سود واپس کرے اور اگر باہم قبضہ سے پہلے دونوں دارالاسلام کی طرف محل آئے تو عقد باطل ہو جائیگا اور جس میں قبضہ ہو گیا ہے اس میں صحیح ہے یہ محیط مغربی میں لکھا ہے اگر مسلمانوں میں سے ایک تاجر نے اہل حرب میں سے کسی شخص کو ہزار درم بعض ہزار درم کے اوصار دیے تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اہل حرب کے تاجر دارالاسلام میں امان لیکر آئے اور ایک نے دوسرے سے ایک درم بعض دو درم کے خریدے تو امام نے فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہ دوں گا صرف وہی جائز کہ ان کا جو اہل اسلام میں جائز ہے اور اگر ذمی لوگ یا کرین تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور

اور اسی طرح اگر ہمارے دو قیدی یعنی مسلمان دارالحرب میں ایسا کریں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سہمی میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے  
دوسرے کے ساتھ ایک دم بعض دوسرے کے بچا پھر مسلمان یا دوسری قوم کو روکا اور اسلام میں آئے اور دونوں نے قاضی کے روبرو  
جھگڑا پیش کیا پس اگر یہی قبضہ کے بعد ہو تو قاضی اسکو باطل نہ کرے گا اور اگر اس سے پہلے ہو تو قاضی اسکو باطل نہ کرے گا اور  
اسی طرح اگر دونوں نے دارالحرب میں سود کا عقد کیا پھر یہی قبضہ سے پہلے دارالاسلام میں چلے آئے پھر یہاں یہی قبضہ کیا  
پھر قاضی کے روبرو پیش کیا تو قاضی سب کو توڑ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر مسلمان نے کسی حبشی سے دارالحرب میں  
یہی بیع کی پھر حبشی مسلمان ہوا اور یہی قبضہ سے پہلے دارالاسلام میں چلا آیا پس اگر اس نے قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو  
قاضی اسکو باطل نہ کرے گا اور دونوں نے دارالحرب میں باہم قبضہ کر لیا تھا پھر جھگڑا کیا تو میں نے یہ حکم لکھا ہے یہ محیط میں لکھا ہے  
**چھٹا باب** متعاقبات میں۔ متقی میں جو کسی نے دوسرے کے ساتھ ایک بیع یا رجوع بیس درم کے بچا اور باہم قبضہ  
کیا پھر قبضہ دینار کو اسے ایک تیرا طرہ پایا تو امام نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ ایک درم حقیقہ واپس لے لے کیونکہ ہر بیع  
بیس تیرا طرہ کا ہوتا ہے اور فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ دینار واپس کر کے اپنے درم لے لے کیونکہ وہ عرب دار ہو گیا اور اگر  
یہ بیع توڑ نہ لے اور اسکو بیعت دینار کے سوا کچھ نہ ملے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ دینار کا نقصان واپس لے پھر یہ  
تربیعہ دینار رکھ لے ورنہ اسکو واپس کرے اور بیس جنون میں سے انیس جز ایک دینار میں سے لے پس یہ بیع صحیح ہے والے  
و ایک جز اور اسکو انیس جز و ملین گئے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے دس درم جائز  
بعض دس درم کے خریدی اور اس پر ایک دانگ بڑھا کر بیع کیا اور اس کو بیع میں شرط نہیں کیا تو یہ جائز ہے اور شائع  
نے فرمایا کہ دانگ کا ہر گز تا صرف اتنی صورت میں صحیح ہے کہ جب درم کو توڑا مضر ہو اور اگر توڑا درم کو مضر نہیں ہے تو یہ  
جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اب مسلمان نے ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے درم و ہون کو بعض بیع کے  
دوسرے سے بیع کر کے باہم قبضہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر جس قسم کے درم پھٹے تھے اُسکے سودا دوسری قسم کے  
یا سے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر شرط سے کمتر ہون تو ان کو بدل لے اور اگر اس سے بیش ہون تو نہیں بدل سکتا ہے  
یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ درم بی موافق شرط کے درم کے ہر شر اور ہرج میں چلتے ہوں اور اگر بعض بیع میں بعض  
شرطیں ہوتے ہوں تو ان کو بدل سکتا ہے اور چاہے اُن سے چشم پوشی کرے اور امام ابو حنیفہ کے قول میں ہے کہ اگر ان میں یہ  
نقصان ہو تو ہنر نہ نہرہ کے ہیں اور اگر تانی سے زیادہ ایسے ہوں تو ان کے حساب سے بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے  
ہر شام کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ کسی نے ایک درم بعض ایک درم کے بچا پھر ایک نے  
دوسرے کو راجع کیا پھر راجع والے نے اُس کے واسطے حلال کر دیا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ وہ تقسیم نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ  
میں لکھا ہے۔ اگر ایک جائز کی انگوٹھی کی ہے میں نے گنیمت میں بعض درم یا دینار کے خریدی پھر اس پر قبضہ کر کے جدا ہونے سے پہلے  
یا اس کے بعد گنگ اور انگوٹھی کو الگ کیا اور یہ جدا کرنا اسکو مضر ہے پھر میں نے دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو کل بیع فاسد ہے  
اور مشتری مانع کو گنیمت اور اسکا نقصان واپس کرے اور اگر اُسکے ساتھ جائز میں بھی نقصان آیا ہو یا نقد  
جائز میں میں نقصان آیا ہو تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہے لیکن اسکی قیمت مومن کی جنس سے و حلی ہونی چاہیے  
اگر اس صورت میں واپس نہیں کر سکتا ہے کہ جب مانع فقط اسکو واپس لینا چاہے پس مشتری اُس کے ساتھ نقصان  
نہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک جائز کی انگوٹھی کی ہے میں نے یا قوت کا گنیمت میں بعض سود دینار کے خریدی پھر گنیمت مانع

111

[illegible]

کے پاس جانتا رہا ہو تو اسکو اختیار کر کے چاہے اسکو چھوڑے یا اسکا حلقہ سودینا زمین لے لے یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہو اور اگر وہ  
 بعض درمیان کے خریدی تھی تو اسکو اختیار ہوگا کہ حلقہ اسکے برابر چاندی میں لے لے یوں یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے  
 دوسرے کو ہزار درم قرض دیے اور انہر ایک کفیل لے لیا پھر کفیل نے طالب سے دس تیار پر صلح کی اور طالب نے سیر  
 قبضہ کیا تو یہ جائز ہو اور کفیل اپنے اصول سے درم لگا اور اگر کفیل نے سود میں پر صلح کر لی ہو تو اصل سے بھی فقط سود درم  
 لگا اور اگر کفیل نے اصل سے دس تیار پر صلح کر لی ہو تو اصل سے کفیل طالب کو کچھ اور اس سے یہ صلح واقع ہوئی  
 تو صلح صحیح ہوگی بشرطیکہ کفیل اصل سے دس تیار لیکر اپنے قبضہ میں کر لے پھر کفیل کا اصل سے صلح کر لینا طالب کے  
 مطالبہ کو ساقط نہیں کرتا ہر وہ اصل سے اور نہ کفیل سے پس طالب کو یہ اختیار ہو کہ چاہے اصل سے مطالبہ کرے یا کفیل  
 سے پس اگر اسنے کفیل سے مطالبہ کر کے اس سے ہزار درم لیے تو کفیل اپنے اصل سے کچھ نہیں لے سکتا ہر وہ اگر اسنے  
 اصل سے مطالبہ کر کے اس سے لے لے تو اصل کو اختیار ہو کہ کفیل سے ہزار درم لے لے یوں اس صورت میں نہیں  
 لے سکتا ہو کہ جب کفیل یہ چاہے کہ وہ دینا جو اسنے اصل سے لیے ہیں اسکو واپس کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو نوادین ہر  
 کہ اگر دس دینا ثابت بعض بارہ درم ٹوٹے ہوئے نیچے تو جائز نہیں ہو کیونکہ یہ سود ہر اور حلیہ یہ ہو کہ اس سے  
 بارہ درم ٹوٹے ہوئے قرض لے پھر اسکو ثابت دس درم اور اس سے اور دو درم معاف کر لے اور اگر ایک پڑا بعض  
 ٹوٹے ہوئے دس درم کے کسی میاں پر فروخت کیا پھر جب میاں وائی تو مشتری ثابت نو درم لایا اور کہا کہ یہ نو ہون  
 ان دس کے ہیں تو جائز نہیں ہو اور اس میں حلیہ یہ ہو کہ یہ نو درم اور اس سے پھر بائع باقی ایک درم اسکو معاف کر دے  
 پس اگر مشتری کو یہ غرت ہو کہ بائع ایسا نہ کرے تو اسکا حلیہ یہ ہو کہ یہ نو درم اور ایک پیسہ یا اسی کوئی چیز خرید کر صلح  
 کر لے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اگر درم بعض درم کے نیچے اور ایک میں وزنی کی راہ سے کچھ زیادتی ہو اور دوسرے  
 کے ساتھ کچھ پیسے ہیں تو جائز ہو لیکن میں اسکو مکروہ جاخا ہوں کیونکہ لوگ اس کی حالت کو لیں گے اور نہ جائز  
 صورتوں میں استعمال کریں گے اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس میں کچھ قدر نہیں ہو اور اس کی صحت اس طور پر ہو سکتی ہو  
 کہ زیادتی کو پیسوں کے مقابل کیا جائے یہ محیط سرخی میں لکھا ہو یعنی میں ہو کسی نے ایک بیٹی سود میں کو اس شرط پر  
 خریدی کہ اس بیٹی میں بیاس درم حلیہ ہو اور باہم قبضہ کر لیا اور یہ شرط لگائی تھی کہ اس کے حلیہ کی چاندی نہیں دی پھر یہ  
 توڑنے کے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ ہو تو یہ جائز ہو اور کچھ واپس نہیں لے سکتا اور اگر کچھ حلیہ رنگ کا پایا تو بیع فاسد ہو اور اگر  
 اسنے حلیہ کو تلف کر دیا ہو تو سونے کی جنس سے اس کی قیمت ہے اور رنگ کی قیمت ہے اور قسمہ واپس کرے اور  
 اگر قسمہ میں نقصان ہو تو اسکا نقصان بھی ہے اور اگر حلیہ میں رنگ نہ پایا لیکن حلیہ چائیس ہی درم نکلا تو چاہے اسکو واپس  
 کرے یا دس درم پھر لے اور اگر حلیہ ساٹھ درم پایا پس اگر دو تون جبا ہوئے ہیں تو بیع فاسد ہو اور اگر جبا نہیں ہوئے ہیں  
 تو چاہے مشتری دس درم بڑھائے اور بیع جائز رکھے یا بیع توڑ دے اور اگر فن میں دینا ٹھہرے ہوں اور دو تون جبا  
 ہو جاویں اور مسئلہ ہی رہے تو بیع جائز ہو چنانچہ اگر ایک چاندی کا ٹنگن اس شرط پر کہ وہ دس درم بھری جو میں ایک  
 دینار کے بچا پھر وہ بیس درم بھر نکلا تو بیع جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایک بیج صرف کر  
 دالے نے دو ہزار درم بعض سودینا کے نیچے اور اس کے پاس درم نہ تھے تو بیس اسیر جو کروں گا کہ یا اس کے لیے خریدے  
 یا جہان سے چاہے دو ہزار قرض لیکر اسکو واپس لے اور اسی طرح اگر دوسرے کے پاس دینار نہ ہوں تو اسیر بھی کر دینا

یہ حدیث صحیح ہے  
 اگر کسی نے اسکو اختیار کر لیا  
 تو اسکو واپس کر دے  
 یا اس کو بیع کر دے  
 یا اس کو بیع کر دے  
 یا اس کو بیع کر دے



کہ صرف کو سو یا نہ ادا کرے اور یہ حکم اس وقت تک ہو کہ دو نون متفرق نہ ہوئے ہوں اور اگر دو نون جابجا ہو گئے تو صرف باطل ہو گئی یہ عزائم الاکل میں لکھا ہو۔ کسی نے ایک صراف کے ہاتھ ہزار درم غلہ کے بیوض نو سو درم کھرے اور سو پیسے کے فروخت کیے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دو نون کے جدا ہونے کے بعد غلہ کے ہزار درم صرف پاس سے استحقاق میں لے لیے گئے تو صرف اس مشتری سے نو سو درم کھرے جو اسے دیے ہیں اور سو درم غلہ کے دام ان ہوں گے جو اسے دیے ہیں واپس لیگا اور اگر دو نون جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ ان درموں کا استحقاق ثابت ہوا تو صرف اس کے مثل غلہ کے ہزار درم لے لیگا اور اگر دو نون کے جدا ہونے کے بعد سو پیسے استحقاق میں لے لیے گئے تو مشتری صراف سے سو پیسے اس کے مثل لے لیگا اور اگر جدا ہونے کے بعد نو سو کھرے درم کا استحقاق ثابت کیا گیا تو صراف سے کھرے درم کا شن نو سو درم غلہ کے لیگا اور اگر دو نون کے جدا ہونے کے بعد نو سو درم کھرے اور سو پیسے استحقاق میں لے لیے گئے تو صراف سے نو سو درم غلہ کے اور سو پیسے واپس لے اور اگر اس شخص کے ہاتھ سے کھرے درم اور پیسے سب لے لیے گئے اور صراف کے پاس سے غلہ کے سب درم لے لیے گئے پس اگر دو نون کے جدا ہونے کے بعد ہو تو سب کی بیج کوٹ جائیگی اور اگر دو نون جدا نہیں ہوئے تو ہر ایک دوسرے سے اس کے مثل لے لیگا اور بیج تمام ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے جس بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ ایسی ایک انگوٹھی کو جس میں نیکینہ پر بیوض دو انگوٹھوں کے کہ جن میں دو نیکینہ ہیں بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور اسی طرح اگر ایک حلیہ دار تلوار کو دو تلواروں کے عوض بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر دس درم دو دھیا بیوض دس درم کھلے کے بیچے تو صحیح نہیں ہو کیونکہ ان میں کمی ہو اور اس کے محل کا کچھ ڈر نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جس میں میل ہو اسکو اگر بیان کرے یا وہ ظاہر معلوم ہو تاہو تو اس کے بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور اسی قول امام ابو یوسف کا ہے اور اگر کسی نے تانبے پر چاندی چڑھائی تو جب تک اسکو بیان نہ کرے نہ بیچے اور گنا کہ ستوق درموں کو اگر بیان کرے تو ان کے ساتھ خریدنے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور بادشاہ گنوا بیچے کہ انکو توڑوائے کیونکہ شاید وہ ایسے شخص کے ہاتھ میں کہ جو نہ بیان کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ بشیر نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ میں نے کچھ درم سمجھنا ہوں کہ کوئی شخص بیوض یا نہرہ یا ستوق یا کھجور یا بھاریہ کو کسی کو دے دے اگر چہ یہ بیان بھی کرے اور لینے والا چشم پوشی بھی کرے اس جہت سے کہ ان کے رواج سے عوام کو ضرر ہو اور جس سے عوام کو ضرر ہو بیچنے وہ مکروہ ہے اور فرمایا کہ صرف ان دو نون لینے دینے والوں کا راضی ہونا مفید نہیں ہے اس جہت سے کہ شاید جاہل و معوکا کھائے یا فاجر و دھوکا دیو سے پس جو شتر ایسی ہو کہ اسکا رواج لوگوں میں جائز نہ ہو اس کا رواج توڑ دینا چاہیے اور جو شخص اسکو جان کر رواج دے اسکو نہرونی چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔

نیکینہ  
چاندی کے

## کتاب الکفالت

اس میں چند ابواب ہیں

**باب اول** کفالت کی تعریف اور اس کے رکن و شرائط کے بیان میں **قال المتترجم** سائل بن غزالی نے سے چلے چند افلاک کا جھکنا یا درکھنا چاہیے کفالت اسکی تعریف آتی ہے کہ کفالت کرنے والا خواہ کفالت کرنے

کی کرے اسکو کفیل بالمال کہتے ہیں یا ذات کی کفالت کرے وہ کفیل بالنفس ہی یا دونوں کا کفیل ہو کفول عند حکم طرف سے کفیل نے کفالت کی ہو کفول لہ جس کے واسطے کفالت کی ہو ضامن ضمانت کرنے والا بعضوں میں جس چیز کی ضمانت کی ہو بعضوں میں جس کی طرف سے ضمانت کی ہو بعضوں میں جس شخص کے واسطے ضمانت کی ہو محال علیہ جبر عملاً کیا گیا یعنی کچھ حق اُتر آیا کیا نہ کفالت کی تعریف بعضوں نے یہ کہ کسی ہر کہ مطالبہ میں اپنا ذمہ دوسرے کے ذمہ لانا کفالت ہی اور بعضوں نے بجاے مطالبہ کے دین کہا ہے یعنی قرض اور اول صاحب ہر یہ بایہ میں لکھا ہے اور کفالت کا رکن امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بجا ہے قبول ہو اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا پہلا قول ہے حتی کہ فقط کفیل سے کفالت تمام نہیں ہوتی ہر خواہ مال کی کفالت کرے یا نفس کی تاؤنیکہ اسی مجلس میں کفول لہ کی طرف سے قبول نہ پایا جائے یا اسکی طرف سے کوئی اجنبی قبول کرے یا کفیل لہ خطاب کرے یا اسکی طرف سے کوئی اجنبی خطاب کرے مثلاً طالب دوسرے سے کہے کہ میرے لئے تو فلاں شخص کے نفس کا کفیل ہو اور اُس نے کہا کہ میں نے کفالت کی یا کسی اجنبی نے اسکی طرف سے اس شخص سے کہا کہ تو فلاں شخص کے نفس یا مال کا فلاں شخص کے واسطے کفیل ہو جا اور اس شخص نے کہا کہ میں نے کفالت کی تو کفالت صحیح ہوگی اور اسوا علیہ کے کفالت کفول لہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہو اور جب تک وہ کفالت کی اجازت نہ دے تب تک کفیل کو اختیار ہو کہ اپنے آپ کو کفالت سے محال لے اور اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے مثلاً کفیل نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے عہد کے نفس کی کفالت کی یوزید کا قرض عہد پر چاہیے اسکی میں نے کفالت کی تو یہ موقوف نہیں ہوتی کہ اگر طالب کو اس کفالت کی چیز پہنچی اور اُس نے قبول کی تو صحیح نہوگی پھر امام ابو یوسف نے اپنے پہلے قول سے رجوع کیا اور کہا کہ کفالت فقط کفیل سے تمام ہو جاتی ہو خواہ قبول یا خطاب دوسرے کی طرف سے پایا جائے یا نہ پایا جائے کذا فی المحیط اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ان کے نزدیک توقف کے ساتھ جائز ہے معنی طالب اگر اُسپر راضی ہو تو نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ نافذ ہونے کے ساتھ جائز ہے اور طالب کا راضی ہونا شرط نہیں ہے اور یہی اصح ہے کہ کذا فی الکافی اور یہی اظہر ہے کہ کذا فی فتح القدیر اور نیز اذیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ نہ افعال میں لکھا ہے اور اگر خطاب یا قبول کفول حد کی طرف سے پایا گیا مثلاً مطلوب نے کسی سے کہا کہ تو فلاں شخص کے واسطے میرے نفس کی یا اس مال کی جو اُسکا مجھ پر چاہیے ہو کفالت کرے یا کسی شخص نے کسی مطلوب کی طرف سے اُس کے نفس یا مال کی کفالت کی اور مطلوب نے قبول کیا پس اگر خطاب یا قبول مطلب کی طرف سے اُس کی صحت میں پایا گیا تو کفالت امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور کفول عند کے خطاب یا قبول کا وجود بمنزلة عدم کے ہوگا اور اگر مطلوب کی طرف سے یہ خطاب اُس کے معنی میں پایا جائے پس اگر اُس نے اپنے وارث کو ایسا خطاب کیا مثلاً کہا کہ تو فلاں شخص کے واسطے میری طرف سے جو اسکا مال مجھ پر چاہیے ہو کفیل ہو جا پھر اسی مرض میں مر گیا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد کے نزدیک کفالت صحیح نہو اور استحساناً صحیح ہوتی کہ اگر مر گیا تو حکم کفالت وارث پر پڑے جاوے گا اگر یہ کفول لہ خطاب ہو کذا فی المحیط اور اگر بلا ترک چھوڑے مر گیا تو وارث اُس کے اذ کے واسطے نہ پڑے جاوے گا یہ عین شری میں لکھا ہے۔ اور اگر اُس نے کسی اجنبی سے کہا اور اُس نے ضمانت کر لی تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ ضمانت صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اجنبی سے اُس کے قرض کا مطالبہ بدون التزائم کے نہیں کیا جاسکتا ہے پس ملحق اور مستند

[illegible]







یجانے کے واسطے کرایہ کیے اور اس سے کوئی کفیل لے لیا پس اگر وہ اونٹ غیر معین میں تو کفالت صحیح ہو خواہ اس نے بار برداری کی کفالت کی ہو یا اونٹوں کے سپرد کرنے کی کفالت کی ہو اور اگر وہ اونٹ معین ہوں تو سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہو اور بار برداری کی کفالت صحیح نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ ایسے ہی اگر کسی شخص نے کوئی غلام نہایت کے واسطے مزدور کیا اور کسی نے اس کی خدمت کرنے کی کفالت کی تو باطل ہو یہ ہر ایک میں لکھا ہو۔ اور ایسے ہی حدود و اور قصاص کی کفالت صحیح نہیں ہو اور اسی طرح اگر کسی غائب آدمی کے نفس کی کفالت کی اور اس کا مکان معلوم نہیں تو کفالت صحیح نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور انا بخلاف یہ ہو کہ وہ قرض صحیح ہو پس بدل اثبات کی کفالت جائز نہ ہوگی یہ نہایت میں لکھا ہو اور بدل سعادت ہو بل کتابت یکسان میں پس اس کی طرف سے کفالت کرنا امام عظیمہ کے نزدیک درست نہیں ہو کہ نہ وہ کتابت کے مانند ہو اور صاحبین کے نزدیک تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسا آزاد ہو کہ جس پر قرض ہو تو کفالت صحیح ہوگی یہ کافی میں لکھا ہو اور مقدار معلوم ہو تا شرط نہیں ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہو۔

**باب دوم کفالت کے الفاظ اور اس کے اقسام اور احکام کے بیان میں اول اس میں چند تفصیلات ہیں**  
**فصل اول** ان الفاظ کے بیان میں جن سے کفالت واقع ہوتی ہو اور جن سے واقع نہیں ہوتی۔ ضمانت اور کفالت اور حالت اور عزامت اور عزامت الفاظ کفالت کے ہیں یا کہ یہ کہ یہ پھر ہر ایک میں لکھا ہو۔ یہ تخریج طحاوی میں لکھا ہو۔ اور جو الفاظ عرف و عادت میں ذمہ داری کے معنی دیتے ہیں وہ سب کفالت کے الفاظ ہیں یہ تا ما خلا غیر میں لکھا ہو اور میں نے اس کی طرف سے کفالت کی کہنا صحیح ہو یا ایسا لفظ کے کہ جس سے حقیقہ اس کا بدل مراد لیا جاوے جیسے نفس اور تن یا عرف مراد لیا جاوے جیسے اس کی روح یا سر یا منہ یا اوہ یا تہائی یہ کافی میں لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ یا پاؤں کی کفالت کی یا کوئی ایسا لفظ کہا کہ جسکی طرف طلاق کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہوتی ہو تو کفالت بھی صحیح نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر کسی میں کی کفالت کی تو اس کا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہو اور فقہ ابو بکر بخاری نے کہا کہ کفالت صحیح نہیں ہو اور اگر اس نے میں سے بدل مراد لیا تو نیت صحیح ہو۔ اور بڑی نیت کہنے کے صرف آنکھ کے معنی لیے جائیں گے یہ محیط مشرعی میں لکھا ہو۔ اور اگر فرج کی طرف نسبت کی ہو تو باطل ہے کے سوا اس مقام پر امام محمد نے اسکو ذکر نہیں کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ جب فرج کی نسبت عورت کی طرف ہو تو کفالت کی نسبت بھی اس کی طرف صحیح ہوتا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور اگر کفیل کی طرف کسی جزو کی نسبت کی مثلا کہا کہ میرے آدمی یا تہائی کی کفالت کہنے کو کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باسنا الزہد میں ذکر کیا کہ یہ جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ یہ پھر ہو کہ میں تجھ سے اسکو خور و ملاؤں تو کفیل ہو جائیگا اور یہ کہنا مثل اس کہنے کے ہو کہ یہ پھر ہو کہ میں تجھ کو اس کی ذات سپرد کروں گا اور یہ کہنا کہ یہ پھر ہو کہ میں اسکو پیسے ساتھ ملاؤں گا یا یہ کہنا کہ یہ پھر ہو کہ میں اسکو تیرے پاس لے آؤں گا یا یہ کہنا کہ میں اسکو چھوڑ دے تو یہ کفالت ہو اور میں نے بعض مقام پر لکھا کہ یہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اس شخص کو کل کے روز تجھے نہ پہنچاؤں تو یہ مال تیرا میرے پاس ہو گا اور اسے اسے نہ پہنچاؤں تو مال اس کا ہے لازم ایسا کہانی الزخیرہ اور اگر کہے کہ یہ مال تیرا میرے نزدیک ہو گا تو اس صورت میں بھی چاہیے کہ وہ شخص کفیل شمار ہو گا کیونکہ میرے نزدیک اور میرے پاس و نون کے ایک ہی معنی ہیں یہ محیط میں لکھا ہو ترجمہ کتاب

فوائد من اسوئسط  
 فی بیان سبب کفالت  
 اسوئسط کہ کفالت  
 قضا میں نہیں  
 جملہ کتبہ کفالت  
 کے تحت مذکور ہے

کہ یہ فقط نزدیک اور پاس محاورہ عرب میں ایسے مقام پر متعل ہوئے کہ جس میں ملکیت غیر ثابت ہوتی چوتھی اور سٹے  
 کہنے والا کفیل ہو گیا اگر جیسے محاورہ میں اس طرح نہیں ہوتے ہیں لیکن اگر اسکو اس طرح سمجھا جائے کہ یہ تیرا مال تھیں  
 پاس ہوا اسکے یہ معنی کہ تو مجھ سے لینا اور یہ ہو سکتا ہو اگر کسی شخص نے کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور اس کو طالب  
 کے سپرد کر کے بری ہو گیا پھر طالب نے مطلوب کا دامن پکڑا پس کفیل نے کہا کہ تو اسے چھوڑ دے اور میں اپنی کفالت  
 پر ہوں یا یوں کہا کہ چھوڑ دے میں ویسے ہی اپنی کفالت پر ہوں اور اسے ایسا ہی کیا تو یہ کفالت اس پر لازم ہوئی  
 اور وہ اسی طرح جیسے پہلے تھا اسکے نفس کا کفیل ہو گا اور یہ کفالت از سر نو پیدا ہوئی کیونکہ جب طالب نے اس کے کہنے سے  
 اسکا دامن چھوڑا تو دلالہ سمجھا گیا کہ اس نے قبول کیا لہذا فی الذخیرہ اور اگر طالب نے اس کے کہنے سے مطلوب کو  
 نہ چھوڑا تو یہ شخص کفیل نہ ہو جائیگا کیونکہ کفالت بدون قبول طالب کے صحیح نہیں ہوتی ہر اور وہ نہ پایا گیا یہ فصول عاوجہ  
 میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ جو تو نے فلان شخص کے ہاتھ بچا وہ مجھ پر تو یہ جائز ہو کیونکہ کفالت کی احکامات  
 سبب وجوب کا بجانب ہو اور کفالت کو آئندہ وقت کی طرف نسبت کرنا لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہو یہ مجمل  
 مذہبی میں لکھا ہو اگر کسی نے کسی پر کچھ دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے اس سے انکار کیا پھر ایک شخص نے کہا کہ جو تو نے  
 فلان شخص پر دعویٰ کیا ہو وہ مجھ پر یعنی میں اسکو دونوں کا تو یہ شخص ضامن ہو جائیگا اور اگر ایسا غلط کہا کہ جس کے معنی نانا  
 آئندہ کے بھی ہو سکتے ہیں مثلاً حرمی میں جیسے مہتاب ک۔ راجہ وغیرہ سے بیان کیا تو یہ شخص ضامن ہو جائے گا یہ  
 تاتار خانہ میں لکھا ہو اگر کسی سے کہا کہ تو ہر روز فلان شخص کو ایک تیرہ روپے دے دیا کریں تیرہ روپے ضامن ہونا ہوں اور اس نے دیدیا  
 بیان تک کہ اس پر بہت مال ہو گیا پھر حکم دیا دے۔ بے کہا اس قدر مال دیدینا میرا مقصود نہ تھا تو یہ سب مال اسکو لو  
 کرنا واجب ہو یہ خزانہ المفقین میں لکھا ہو اور اگر یہ کہا کہ یہ مال مجھ سے من قوت تک ہو کہ جب تک دنوں باہم ملاقات نہ کریں یا  
 باہم کچا نہوں یا ایک دوسرے کے پاس نہ پہنچیں تو وہ شخص اس وقت تک کفیل ہو گا جو آئندہ بیان کیا ہو ظہیر میں لکھا ہو اور  
 اگر کہا کہ میں اس وقت تک ضامن ہوں کہ جب تک دنوں کچا نہوں یا باہم ملاقات نہ کریں تو کفیل ہو گا کیونکہ آئندہ یہ بیان  
 کیا کہ اس نے نفس کی کفالت کی ہو یا مال کی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر کسی نے کہا کہ آشنائی فلان پر من۔ تو  
 فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائیگا اور فقیہ ابو الیث نے فرمایا کہ کفیل ہو گا اگر کوئی دعوے سے ایسا ہو جیسا فقیہ  
 ابو جعفر نے فرمایا ہو کہ اتنی فتاویٰ قاضی خان اور واقعات میں ہو کہ فتویٰ اس پر ہو کہ وہ کفیل ہو جائیگا یہ ظہیر میں لکھا ہو  
 اور اگر یہ کہا کہ فلان شخص میرا آشنا ہو یا فلان شخص آشنا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائیگا کہ اتنی فتاویٰ قاضی خان  
 اور کبریٰ میں ہو کہ اسی پر فتویٰ دیا گیا ہو یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو مترجم کتاب ہو کہ فلان آشنائی من است یا فلان آشناست  
 ایسی معنی میں متعل ہوتے ہیں کہ جس سے کفالت ثابت ہو اور اردو محاورہ میں اسکا استعمال ایسے معنی پر ثابت نہیں ہوتا  
 واللہ اعلم اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے واسطے اس کی شناخت کی ضمانت کرتا ہوں تو کفیل نہ ہو جائیگا اور یہ کتابت بنزل  
 اسکے ہو کہ کہ میں تیرے لیے اس بات کی ضمانت کرتا ہوں کہ میں تجھے اس کا پتہ دوں گا یا تجھے واقف کر دوں گا یہ حدیث میں  
 لکھا ہو اگر کسی نے کہا کہ فلان شخص کی شناخت ثقافت ہی کہ اوینا مجھ پر تو مشائخ نے فرمایا کہ اس پر واجب ہو کہ اس کا پتہ  
 دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر کسی نے کہا کہ اس شخص پر برابر فلان دست من بدہم یعنی جو کچھ برابر فلان شخص پر ہو اسکو  
 میں دوں گا تو یہ وعدہ ہو کفالت نہیں ہو اور اگر یہ کہا کہ اس شخص پر برابر فلان است من جواب گویم تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ عرف کی

۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰









تو وہ کفالت سے بری ہوگا پھر اسی وقت پر اسی جگہ اُسکو لایا اور اس پر گواہ کر لیے اور طالب روپوش ہو گیا تو یہ کفیل نفس مال دونوں کی کفالت سے بری ہو گیا اور اسی طرح اگر فقط کفالت بالنفس ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کل تک کے واسطے کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر مین اسکو کل مسجد میں نہ پہنچا ورنہ تو جو مال سہرہ وہ مجھ پر ہوگا اور کفیل طالب سے یہ شرط ملے کہ اگر طالب کل کے روز بڑی مسجد میں نہ ملا اور اس سے لیکر اپنے قبضہ میں نہ کیا تو کفیل بری ہوگا پھر کل کے روز گزرنے کے بعد دونوں ملے پس کفیل نے کہا کہ تو روپوش ہو گیا اور طالب نے کہا کہ مین وہاں پہنچا تو ایک کی دوسرے پر تصدیق نہ کی جائیگی اور کفالت اپنے حال پر رہیگی اور مال کفیل پر لازم ہوگا اور اگر ہر ایک نے دونوں میں سے گواہ پیش کیے کہ ہم مسجد میں پہنچے تھے اور گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ کفیل نے مکحول بہ کو دیا یا تو کفالت بالنفس اپنے حال پر باقی رہیگی اور مال کفیل پر لازم نہ آئیگا اور اگر کفیل نے مسجد میں پہنچنے پر گواہ پیش کیے اور طالب نے گواہ پیش کیے تو کفالت مال اور نفس سے بری ہو جائیگا اور وہاں پہنچنے پر طالب کی تصدیق نہ کی جائیگی کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکحول عنہ قاضی کے پاس قید تھا پھر کفیل نے قید خانہ میں اُسے طالب کے سپرد کر دیا تو یہ کفیل بری ہو گیا اور اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قید میں تھا پھر چھوٹا پھر قید میں پڑا پھر کفیل نے طالب کے سپرد کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ قید ہو تا کسی تجارت وغیرہ کی وجہ سے تھا تو سپرد کرنا صحیح اور کفیل بری ہوگا اور اگر کسی سلطان کی امور کی وجہ سے ہو تو کفیل بری ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مکحول بالنفس فرض غیرہ کی وجہ سے قید کیا گیا تو کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور کتاب الاصل میں مطلقاً ایسے ہی لکھا ہے مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہی کہ وہ دوسرے شہر میں قید ہو اور اگر اسی شہر میں جس میں کفالت واقع ہوئی اور اسی قاضی کے قید خانہ میں جس کے پاس جھگڑا پیش کیا ہو قید ہو تو کفیل سے سپرد کرنا مطالبہ نہ کیا جائیگا لیکن قاضی اُسکو قید خانہ سے حملے لگاتا کہ اپنے دی کو جواب دے پھر اُسکو قید خانہ بھیج دیا اور اگر وہ اسی شہر میں قید ہو کہ جس میں کفالت واقع ہوئی ہو لیکن دوسرے قاضی کے قید خانہ میں ہو یا حاکم کے قید خانہ میں ہو تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل کے سپرد کرنا مواخذہ کیا جائے اور استحساناً مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اسکا حکم ویسا ہی ہوگا جیسا اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہوئے کا حکم تھا یہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ ہوتی مین ہو کہ اگر مکحول بالنفس شہر کے دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہو تو قاضی طالب کو حکم دے گا کہ اُس قاضی کے پاس جاوے اور وہیں ناشر کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مکحول بالنفس کفالت کے بعد قید کیا گیا اور کفیل نے قید خانہ میں اُسکو سپرد کیا تو بری ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہو کہ دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہو اور اگر اسی قاضی کے قید خانہ میں جس کے بیان ناشر ہو قید ہو تو اختلاف ہو بعض مشائخ نے کہا کہ بری ہوگا اور عامہ مشائخ نے کہا کہ بری ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے اور مسئلہ گذشتہ کے قیاس پر اگر اسی شہر میں جس میں کفالت واقع ہوئی ہو قید ہو تو استحساناً بری ہونا چاہیے اگرچہ دوسرے قاضی یا حاکم کے قید خانہ میں قید ہو اور بھی مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہو کہ سوائے طالب کے دوسرے شخص کی وجہ سے قید ہو اور اگر طالب کی وجہ سے قید ہوگا تو وہ دونوں میں صورتوں میں سپرد کرنے سے لایا جائے بری ہو جائیگا اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر طالب کے طلب پر قید خانہ میں اُس کو سپرد کیا تو بری ہو جائیگا وغیرہ میں لکھا ہے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قید نہ تھا پھر قید کیا گیا پھر طالب نے کفیل سے اسی قاضی کے سامنے میں نے قید کیا یہ جھگڑا پیش کیا اور کفیل نے قاضی سے کہا کہ مین نے

اُس کی کفالت کی اور آپ نے فلاں شخص کے قرضہ کی وجہ سے اُسکو قید کیا تو امام محمد سے روایت ہے کہ قاضی اسکے دائرہ کفالت  
حکم کرے تاکہ کفیل اُسکو کفول کر کے سپرد کرے پھر اُسکو قید خانہ بھیج دے یہ فتاویٰ قاضی خان بہین لکھا ہے۔ ایک کفول بہ قرضہ  
کی وجہ سے قید تھا پھر اُسکو قاضی نے طالب کی خصوصیت کی وجہ سے نکالا اور کفیل نے کہا اگر میں اسے اُسکو قید سپرد کیا  
پس اگر یہ کلام قاضی کے سامنے کہا تو کفالت سے بری ہو گیا اور اگر قاضی کی مجلس کے سوا دوسری جگہ کہا اور اُس قاضی  
کے ایلچی کا یہ وہ تو بری ہو گا امام محمد نے فرمایا اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور قاضی کی مجلس بہین وہ شخص  
جن لوگوں کے ساتھ قید ہو لایا گیا یہ طالب کے سپرد کیا تو بری ہو گا اور اگر کفیل کفالت بہین قید کیا گیا پس اگر کفول بہ  
خون کے باب میں قید ہو تو کفیل یہ مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں دے گا اگر کفیل قید کیا گیا اور کفول بہ کا بہین شہر بہین  
مسافر ہو تا معلوم ہوا تو قاضی اُس طالب کو حکم دیا کہ اس کفیل کے نفس کا کوئی کفیل لیکر اُسکو قید خانہ سے نکالے تاکہ  
وہ کفول بہ کو لے لے اور اسی طرح اگر کفیل قرض داری کی وجہ سے قید کیا گیا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا کچھ مال  
اس شہر بہین میں ہے اور اس کا مال خراسان بہین پر تو قاضی اُسکو نکالے اور اُس کے طالب کو حکم دیا کہ بقدر دوری کے  
اسکے نفس پر کوئی کفیل لے لے اور اس کا مال فروخت کر کے اس کا قرضہ ادا کر دے یا یہ محیط شہر بہین لکھا ہے۔ اگر کسی نے  
دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور یہ نہ کہا کہ جب بہین تیرے سپرد کر دے اب بری ہو گا پھر اس کے سپرد کر دیا تو بری ہو گیا یہ بہین  
لکھا ہے۔ لیکن اس کی کئی مرتبہ بہین یا اُسکو طالب کی خواہش کے بعد سپرد کیا یا اُس سے پہلے سپرد کیا پس اگر اس کے طالب کرنے کے بعد  
سپرد کر دیا تو بری ہو جائیگا اگرچہ یہ نہ کہا ہو جسے کہ بہین نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا ہو اور اگر بدون طالب کی طلب کے  
سپرد کیا تو جب تک یہ نہ کہے کہ بہین نے کفالت کی راہ سے تجھے سپرد کیا ہے بری ہو گا یہ محیط شہر بہین لکھا ہے۔ اور اگر کفیل  
نے کفول حد کو طالب کے سپرد کر دیا اور نہ قبول کرنے سے انکار کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ بہین لکھا ہے اگر ایک  
مہینہ تک کے واسطے کسی کے نفس کی کفالت کی پھر مہینہ سے پہلے اُسکو سپرد کیا تو بری ہو جائیگا اگرچہ کفول نہ قبول کرنے سے  
انکار کرے یہ خلاصہ بہین لکھا ہے۔ اور اگر مطلوب اپنے نفس کو کفالت کی راہ سے خود سپرد کرے تو کفیل بری ہو جائے اور کفیل کے  
وکیل اور اُس کے ایلچی کے سپرد کرنے سے بھی بری ہو جائے یہ بہین لکھا ہے اور بہین کی شرط یہ ہے کہ یہ لوگ سب یہ  
کہیں کہ ہم نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا یہ بہین لکھا ہے پھر امام محمد نے اس مسئلہ میں یہ بھی شرط لکھی ہے کہ اُس کفیل کا نام  
جاوے اور شیخ الاسلام خواجہ زادہ نے فرمایا کہ جاوے مطلق ہے فرمایا کہ کفالت کی وجہ سے یہ شرط لازمی شرط ہے لیکن فلاں شخص  
کی کفالت سے نہ کرنے کی اس وقت احتیاج ہو گی کہ بہین کے نفس کے کفیل ہوں کہ ایک ملحد عقید پر کفیل ہو اور اگر اس کے نفس کا  
ایک ہی کفیل ہو تو فلاں شخص کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ محیط بہین لکھا ہے۔ اگر کسی جہی آدمی نے جسکو ذکر کیا کہ اس کا  
گیا یہ کفول بہ کو طالب کے سپرد کیا اور کہا کہ بہین نے کفیل کی طرف سے سپرد کیا ہے پس اگر طالب قبول کر لیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر  
خاموش ہوا اور قبول کا اظہار نہ کیا تو بری ہو گا اور اگر قاضی یا اسکے امین نے اس کفیل کے نفس کی خواہش جاری  
یا بہین خواہش جاری کے طالب کیا اور کفیل نے قاضی کے سپرد کر دیا تو بری ہو جائیگا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری ہو گا۔ اور جبکہ  
اُس وصیت بہین ہو کہ قاضی یا امین نے یہ کفالت طالب کی طرف منسوب کی ہو اور اگر وصیت بہین لکھا ہو یا وصیت سے کہہ دی  
تجھے کفیل یا قاضی یا امین نے کفیل سے قاضی یا امین کے سپرد کیا تو بری ہو گا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری  
ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان بہین لکھا ہے۔ اگر طالب نے کسی شخص کو اس حد تک کہ اس کو قید کر دے اور اس کو طالب سے

کفیل النفس یوسہ تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو کفیل کفالت کو اپنی طرف منسوب کر چکا ہیں اس صورت میں کفیل سے مطالبہ کر نیکیا حق ذیل کو ہوگا اور اگر اُس نے کفالت کو کل کی طرف منسوب کی تو حق مطالبہ ہوکل کو ہوگا اور اگر ذیل نے مطالبہ کو موکل کے سپرد کر دیا تو احتساب و ذون صورتوں میں بری ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اُس نے ذیل کے سپرد کیا پس اگر ذیل نے اضافت کفالت اپنی طرف رجوع کی تھی تو بری ہوگا ورنہ نہیں بری ہوگا یہ تا ماز غائبہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور سب کی ایک ہی کفالت ہو چکے اُن میں سے ایک نے اسکو جائز کیا تو سب بری ہو گئے اور اگر کفالت سب کی جدا جدا ہو تو باقی لوگ بری نہ ہوں گے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کفیل النفس مرگیا تو کفیل النفس کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الاملا یہ خواہ کفیل پر غلام ہو یا آزاد ہو و ذون میں کچھ فرق نہیں ہے کذا فی فتح القندیل اور ایسے ہی اگر کفیل مرگیا تو بھی بری ہو گیا یہ ہادیہ میں لکھا ہے۔ کفیل النفس نے اگر طالب کو اپنے نفس کا کوئی کفیل دیا پھر ذیل مرگیا تو ذون کفیل بری ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر پہلا کفیل مرگیا تو دوسرا کفیل بری ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی پھر طالب مرگیا تو کفالت ہا نفس اپنی حالت پر باقی ہو پھر اگر کفیل نے کفیل کو کفالت سے وسی کے سپرد کیا تو بری ہوگا خواہ ترکہ میں قرض ہو یا نہ ہو اور اگر اُس نے کفیل کو دار و وصیت کے سپرد کیا پس اگر ترکہ میں قرض ہو تو بری ہوگا خواہ قرض تمام ترکہ کو گھیرے ہو۔ ہو یا نہیں اگر ترکہ میں قرض نہ ہو تو جسکے سپرد کر دیا ہو خاصہ اسی کے حصہ سے بری ہوگا اور اگر ترکہ کا مال قرضہ سے زیادہ ہو اور وصیت نے ثانی مال کی وصیت بھی کی ہو پھر کفیل نے کفیل کو کسی وارث یا وصی کے سپرد کیا یا قرض خواہ کے سپرد کیا تو بری ہوگا اور اگر ان تینوں لوگوں کے سپرد کیا تو شمس الاممہ شمس نے فرمایا کہ اس میں سے نہ تو ایک یہ چرچہ بری ہوگا یہ ضمیر غائبہ میں لکھا ہے پس اگر وارث نے قرضہ اور وصیت ادا کر دی تو کفیل کو وارثوں کے سپرد کرنا بھی جائز ہے اور بری ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک شخص کے واسطے ایک ہزار درہم کی کفالت کی پھر طالب مرگیا اور کفیل اسکا وارث ہوا تو کفیل کفالت سے بری ہوا اور وہ مال کفیل منہ پر بحالہ باقی رہا اور اگر کفالت اُسکے ملا سکہ بھی تو مطلوب بھی بری ہو جائیگا کیونکہ جب طالب مرگیا تو مال اُسکے وارثوں کی سرِ اِش ہو گیا اور اگر طالب کی حیات میں کفیل بید وغیرہ سے اس مال کا مالک تھا تو کفیل منہ سے لے سکتا ہے پھر ملکہ کفالت اُسکے حکم سے ہو اور اگر اُسکے ملا سکہ ہو تو نہیں لے سکتا پھر ایسے ہی اگر وارث کی وجہ سے مالک ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ سب جو ذکر ہوا اس صورت میں تھا کہ جب طالب گیا اور کفیل اسکا وارث ہوا اور اگر یہ صورت ہو کہ طالب مرگیا اور کفیل منہ اسکا وارث ہوا تو کفیل بری ہو گیا کیونکہ جب طالب کا کوئی دوسرا ملکہ ہو تو کفیل بقدر حصہ مطلوبہ کے بری ہوگا اور دوسرے بیٹے کے حصہ کے قدر اس پر باقی رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اصل کے ادا کرنے یا طالب کے اسکو بری کر دینے سے کفیل بری ہو جائیگا کذا فی الکافی اور شرط یہ ہے کہ اصل اس برائت کو قبول کرے اور قبول کرنے کا اعتقاد کرنے سے پہلے اسکا مرجع قائم مقام قبول کرنے کے ہو یہ نہر لفاظ میں لکھا ہے اور اگر اس نے اس برائت کو رد کر دیا تو رد ہو جائیگی اور طالب کا قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور ہا بے مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ قرضہ پھر کفیل کی طرف عود کرے یا اس میں سے کما حقہ کرے اور یہ دونوں نے کہا نہیں عود کرے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر طالب مال قرضہ مطلوب کو ہسٹا اور قبل نکار کے قرضہ دے گیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر ذرا اُس نے بیسے دیا

کفیل النفس یوسہ تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو کفیل کفالت کو اپنی طرف منسوب کر چکا ہیں اس صورت میں کفیل سے مطالبہ کر نیکیا حق ذیل کو ہوگا اور اگر اُس نے کفالت کو کل کی طرف منسوب کی تو حق مطالبہ ہوکل کو ہوگا اور اگر ذیل نے مطالبہ کو موکل کے سپرد کر دیا تو احتساب و ذون صورتوں میں بری ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اُس نے ذیل کے سپرد کیا پس اگر ذیل نے اضافت کفالت اپنی طرف رجوع کی تھی تو بری ہوگا ورنہ نہیں بری ہوگا یہ تا ماز غائبہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور سب کی ایک ہی کفالت ہو چکے اُن میں سے ایک نے اسکو جائز کیا تو سب بری ہو گئے اور اگر کفالت سب کی جدا جدا ہو تو باقی لوگ بری نہ ہوں گے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کفیل النفس مرگیا تو کفیل النفس کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الاملا یہ خواہ کفیل پر غلام ہو یا آزاد ہو و ذون میں کچھ فرق نہیں ہے کذا فی فتح القندیل اور ایسے ہی اگر کفیل مرگیا تو بھی بری ہو گیا یہ ہادیہ میں لکھا ہے۔ کفیل النفس نے اگر طالب کو اپنے نفس کا کوئی کفیل دیا پھر ذیل مرگیا تو ذون کفیل بری ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر پہلا کفیل مرگیا تو دوسرا کفیل بری ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی پھر طالب مرگیا تو کفالت ہا نفس اپنی حالت پر باقی ہو پھر اگر کفیل نے کفیل کو کفالت سے وسی کے سپرد کیا تو بری ہوگا خواہ ترکہ میں قرض ہو یا نہ ہو اور اگر اُس نے کفیل کو دار و وصیت کے سپرد کیا پس اگر ترکہ میں قرض ہو تو بری ہوگا خواہ قرض تمام ترکہ کو گھیرے ہو۔ ہو یا نہیں اگر ترکہ میں قرض نہ ہو تو جسکے سپرد کر دیا ہو خاصہ اسی کے حصہ سے بری ہوگا اور اگر ترکہ کا مال قرضہ سے زیادہ ہو اور وصیت نے ثانی مال کی وصیت بھی کی ہو پھر کفیل نے کفیل کو کسی وارث یا وصی کے سپرد کیا یا قرض خواہ کے سپرد کیا تو بری ہوگا اور اگر ان تینوں لوگوں کے سپرد کیا تو شمس الاممہ شمس نے فرمایا کہ اس میں سے نہ تو ایک یہ چرچہ بری ہوگا یہ ضمیر غائبہ میں لکھا ہے پس اگر وارث نے قرضہ اور وصیت ادا کر دی تو کفیل کو وارثوں کے سپرد کرنا بھی جائز ہے اور بری ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک شخص کے واسطے ایک ہزار درہم کی کفالت کی پھر طالب مرگیا اور کفیل اسکا وارث ہوا تو کفیل کفالت سے بری ہوا اور وہ مال کفیل منہ پر بحالہ باقی رہا اور اگر کفالت اُسکے ملا سکہ بھی تو مطلوب بھی بری ہو جائیگا کیونکہ جب طالب مرگیا تو مال اُسکے وارثوں کی سرِ اِش ہو گیا اور اگر طالب کی حیات میں کفیل بید وغیرہ سے اس مال کا مالک تھا تو کفیل منہ سے لے سکتا ہے پھر ملکہ کفالت اُسکے حکم سے ہو اور اگر اُسکے ملا سکہ ہو تو نہیں لے سکتا پھر ایسے ہی اگر وارث کی وجہ سے مالک ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ سب جو ذکر ہوا اس صورت میں تھا کہ جب طالب گیا اور کفیل اسکا وارث ہوا اور اگر یہ صورت ہو کہ طالب مرگیا اور کفیل منہ اسکا وارث ہوا تو کفیل بری ہو گیا کیونکہ جب طالب کا کوئی دوسرا ملکہ ہو تو کفیل بقدر حصہ مطلوبہ کے بری ہوگا اور دوسرے بیٹے کے حصہ کے قدر اس پر باقی رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اصل کے ادا کرنے یا طالب کے اسکو بری کر دینے سے کفیل بری ہو جائیگا کذا فی الکافی اور شرط یہ ہے کہ اصل اس برائت کو قبول کرے اور قبول کرنے کا اعتقاد کرنے سے پہلے اسکا مرجع قائم مقام قبول کرنے کے ہو یہ نہر لفاظ میں لکھا ہے اور اگر اس نے اس برائت کو رد کر دیا تو رد ہو جائیگی اور طالب کا قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور ہا بے مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ قرضہ پھر کفیل کی طرف عود کرے یا اس میں سے کما حقہ کرے اور یہ دونوں نے کہا نہیں عود کرے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر طالب مال قرضہ مطلوب کو ہسٹا اور قبل نکار کے قرضہ دے گیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر ذرا اُس نے بیسے دیا



اور اسکا صحیح ہو اور مال سپرد کفیل پر بحالہ باقی رہیگا چہ چیتہ میں لکھا ہو اور اگر بری کرنا یا نہ کرنا مالک کی موت کے بعد واقع ہو اور اس کے وارث قبول کریں تو صحیح ہو اور اگر انہوں نے انکار کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بوجہ بیعہ اور براہ باطل ہوگا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد بری کرنا وارثوں کے لیے جو انعام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے رد کرنے سے وہ منوع تھا جیسا کہ اگر اسکی زندگی میں براہ راست واقع ہوتی پھر وہ قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے مرنا تو وارثوں کے انکار سے رو نہیں ہوتا یہی شرح طحاوی میں ہے اور اگر اس نے کفیل کو بری کیا تو صحیح ہو خواہ قبول کیا یا نہ کیا اور کفیل اپنے اصل سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر قرضہ اسکو بہہ کیا یا اسے صدقہ میں دیدیا تو اسے قبول کرنے کی احتیاج ہو اور جب اس نے قبول کر لیا تو اصل سے لے سکتا ہو کذا فی غایۃ البیان پس کفیل کے حق میں بری کرنا یا اسکو بہہ کرنا مختلف ہو کہ بری کرنے کی موت میں اس کے قبول کی احتیاج نہیں ہو اور بہہ اور صدقہ میں اس کے قبول کرنے کی ضرورت ہو اور اصل کے حق میں بری کرنے اور بہہ کرنے اور صدقہ کرنے کی ایک ہی صورت ہو کہ سب میں قبول کرنے کی حاجت ہو یہی شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر مرید نے اپنے وارث کو کفالت بالنفس سے بری کیا تو جائز ہو کیونکہ مرثیہ الموت کافر یعنی ایسے آدمی میں جہنم وارثوں یا قریضہ یا خون کا حق متعلق نہیں ہوتا تندرست کے ہواور کفالت بالنفس سے ان لوگوں کا حق متعلق نہیں ہو کیونکہ نفس مال نہیں ہے اور اسی واسطے اگر کفیل بالنفس کوئی اجنبی ہو اور اسکو بہہ لیتے ہو بری کیا تو براہ فقط تہائی ترکہ سے معتبر نہیں ہوتی اولیٰ ہی شرح اگر کفیل بالنفس ہواوے وارث کے ہو اور مرید پر اس قدر قرضہ ہو جو تمام ترکہ کو گھیرے ہو ہے ہواور اسے کفیل کو بری کیا پھر اسی مرض میں مر گیا تو جائز ہو یہی طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر طالب کفیل کو بری کیا تو وہ بری ہو گیا اصل بری ہوگا اور اگر کفیل نے اس حق سے جہاں اس نے اپنے ذمہ واجب کر لیا یہی صلح کر لی تو اصل بری ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کفیل یا اصل نے ہزار درہم سے جو سپہ آتے ہیں یا پنج سو پر صلح کر لی پس صلح میں یا دونوں کی براہت کر کی تو دونوں بری ہو جائیں گے یا اصل کی براہت ذکر کی تو بھی یہی حکم ہو یا کچھ قسطہ لگائی تو بھی یہی حکم ہو یا یہ شرط کی کہ کفیل بری ہو نہ ہو اور تو یا پنج سو درہم سے فقط وہی بری ہوگا اور ہزار درہم اصل پر رہیں گے کذا فی التہذیب پس طالب اگر چاہے تو پورا قرضہ اپنا اصل لے لے یا پورے یا پنج سو درہم اصل سے اور یا پنج سو کفیل سے یا پورے اور کفیل سے جس قدر ادا کیا ہو اصل سے لیگا بشرطیکہ صلح اسکے حکم سے کی ہو اور اگر اس سے بلا حکم صلح کی تو نہیں لے سکتا یہی شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے کفول کو کسی سرے سے نہ چھوڑا کہ اگر اس سے پورے ہواور کفیل مالہ اور مال علیہ نے قبول کر لیا تو کفیل اور کفول عتہ بری ہو گئے یہی مروج الوداع میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے ذہب سے کسی نفس کی کفالت کی پھر طالب نے اقرار کیا کہ کفول بری کی طرف میرا کچھ حق نہیں ہو تو اسکو یہ اختیار باقی ہو کہ کفیل کفول بے سیر کرنے کے لیے مواخذہ کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ کفول بالنفس کی جانب کچھ حق میری طرف سے نہ غیر کی طرف سے نہ وصیت سے نہ ولایت سے نہ وکالت سے کسی وجہ سے نہیں ہو تو کفیل کفالت سے بری ہوگا کذا فی التہذیب اور اگر قرضہ کیا کہ میرا کچھ اقرار کفیل کی طرف سے نہیں ہو تو کفیل بری ہو گیا اور بقدر حقوق کفیل کی جانب طالب کے لیے ثابت تھے سب مال قرار سے جاتے یہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی شخص نے کسی شخص کے لیے غلام پر ہزار درہم قرضہ کی ضمانت کی اور غلام اس پر برہان لایا کہ کفالت سے پہلے میں نے یہ قرضہ ادا کر دیا ہو تو وہ بری ہوگا کفیل اور اگر اس پر برہان پیش کی کہ کفالت کے بعد ادا کیا ہو تو دونوں بری ہو جائیں گے یہی مروج الوداع میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے اصل کو قرضہ طالب کا ادا کرنے سے پہلے بری کیا یا اسکو بہہ کر لیا تو یہی برہان تک کہ اگر بعد اس کے کفیل نے طالب کو ادا کیا تو اصل سے نہیں لے سکتا یہی مروج الوداع میں لکھا ہے۔

لے  
تجزیہ فرائض و احکام  
فقہیہ  
کتاب الفکالت  
باب دوم الفاظ و احکام  
۳۵۶



یہ محیط میں لکھا ہو۔ کفالت سے بری کرنے کو شرط کے ساتھ تعلیق کرنا جائز نہیں ہو کہ زانی الدیاریہ اور بی ظاہر ہو کہ زانی غایب  
الہیان اور بعض روایت میں آیا ہو کہ یہ صحیح ہو یہ ہایہ میں لکھا ہو اور فتح القدیر میں ہو کہ یہی وجہ ہو۔ اور غایب میں لکھا ہو کہ بعض  
لئے اختلاف روایتیں کی یہ وجہ بیان کی ہو کہ جائز نہ ہوتا اس صورت میں ہو کہ جب شرط محض شرط ہو کہ اس سے طالب کا کچھ نفع  
نہو مثلاً یون گئے کہ جب کل کار روز آدینکا تو بری ہو کیونکہ یہ لوگوں میں متعارف نہیں ہو اور اگر ایسی شرط ہو  
کہ جس میں طالب کا نفع ہو اور لوگوں کا نہ ہو۔ محمول بھی ہو تو صحیح ہو انتہی۔ اور اصل کی برات کی تعلیق شرط کے ساتھ کرنا  
جائز نہیں ہو مثلاً اگر مطلوب سے کہا کہ جب کل کار روز آدینکا تو تو قرضہ سے بری ہو پس یہ جائز نہیں ہو یہ محیط حسنی  
میں لکھا ہو۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرض تھا اور اس نے قرضدار سے کہا کہ اگر میں تجھے اپنا مال لیکر قبضہ نہ کروں یہاں تک  
کہ تو مر جائے تو تو اسکی طرف سے حلت میں ہو۔ محکم پس یہ برات باطل ہو اور اگر طالب نے یہ کہا کہ اگر میں مر جاؤں  
تو تم مال سے حلت میں ہو تو یہ جائز ہو کیونکہ یہ وصیت ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور امام ابو یوسف سے روایت  
ہو کہ اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ جب فلاں شخص قید خانہ سے نکلے گا یا اپنے سفر سے واپس آئے گا تو تو قرضہ سے بری ہو  
پس یہ باطل ہو اور اگر مطلوب اس قیدی کی طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو تو بری کرنا جائز ہو یہ محیط حسنی میں لکھا ہو  
کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے مکفول لہ سے کہا کہ اگر میں اسکو کل کے روز  
تجھے ملا دوں تو میں مال سے بری ہوں پس یہ جائز ہو کیونکہ لوگوں کا اس طرح تعامل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان  
میں لکھا ہو۔ ہشام نے ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ اگر بیٹے کی زوجہ کے مہر کا اس شرط پر ضامن ہو کہ اگر بیٹیا یا  
یا اسکی زوجہ باجم خلوت اور دخول سے پہلے مر گئے تو ضامن بری ہو پس یہ ضمان لازم ہوگی اور شرط باطل ہو یہ  
نفول حجازیہ میں لکھا ہو اور اگر کفیل بانفس نے کہا کہ جب اسکو طالب کیجھے یا اس سے ملاقات کرے تو میں بری ہوں  
پس یہ جائز ہو اور وہ طالب کو کھینے کے بروقت برحق ہو جائیگا یا ایسے موقع میں اس سے ملا جمان اپنا حق اس سے  
لے سکتا ہو تو بھی بری ہو گا یہ محیط حسنی میں لکھا ہو۔ مجتہدین امام اعظم رحمہ سے روایت ہو کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا  
کہ میں تیرے واسطے آج دن پھر کفیل ہوئی اور جب آج کا دن گزرا تو میں بری ہوں پس امام نے فرمایا کہ جب تک گزرا  
تو وہ بری ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی کی طرف سے کسی کے واسطے مال کی کفالت اس شرط پر کی کہ جب میں مطلوب  
کا نفس طالب کے سپرد کروں تو مال سے بری ہوں گا اور اگر طالب نے ضامن سے نفس مطلوب کے مینے سے پہلے مال لیا  
ہو تو ضامن اس نے لیا پھر ضامن مطلوب کو لیکر آیا اور طالب کے حوالہ کیا تو حوالہ لےنے دیا ہو واپس لیا گیا ہو  
میں لکھا ہو۔ اگر طالب نے کفیل بانفس کی برات کسی شرط پر محلق کی تو اس کی تین صورتیں ہیں ایک کہ میں تو برات  
جائز اور شرط باطل ہو مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور طالب نے کفیل کو اس شرط پر بری کیا کہ کفیل  
بوس درم تجھے دیوے تو برات جائز اور شرط باطل ہو اور کفیل نے اگر مکفول لہ سے برات کے واسطے کسی قدر مال برحق دار  
وی تو صلح صحیح نہیں ہو ورنہ مال کفیل پر واجب ہو گا اور نہ کفیل کفالت سے بری ہو گا یہ روایت جامع اور لیکے وایت حوالہ  
کفالت میں ہو اور دوسری روایت میں ہو کہ کفالت سے بری ہو جائیگا اور دوسری وجہ میں برات اور شرط دونوں جائز ہیں  
اور اسکی یہ صورت ہو کہ کسی نے ایک قرضدار کے قرضہ اور اس کے نفس کی کفالت کی پھر طالب نے کفیل سے یہ شرط لی کہ مال  
طالب کے سپرد کرے اور اس سے کفالت بانفس سے بری ہو جائے تو برات اور شرط دونوں جائز ہیں اور تیسری صورت

نفع شرط جفت فلاں  
کفیل لہ را کہ جاس  
تو بری ہو کر

مین دونوں جائز نہیں مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی فقط کفالت کی اور طالب نے اُس سے یہ شرط لگائی کہ مجھے مال دے کر دے اور اُسی قدر مطلوب سے لے لیوے تو یہ باطل ہے کہ اتنی قاضی خان جو بھی فصل واپس لینے اور رجوع کر پان میں کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کے واسطے تو میری طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو یا اُس کو میری طرف نیلے نقد دیدے یا میری طرف سے ضمان لے ہزار درم یا جو اُس کے ہزار درم بچھرتے ہیں اُن کا ضمان ہو یا جو اُسکا بچھرتا ہو اُسکو تو دے کر دے یا میری طرف سے اُسے اور اُسے یا جو ہزار درم اسٹے بچھرتے ہیں اُسکو دے یا میری طرف سے اُسکو ہزار درم دیدے یا اُسکو وہاں کر دے یا اُسکی طرف دفع کر دے مگر اُس نے ایسا ہی کیا تو ان مسائل میں روایت اصل کے موافق رجوع کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جس صورت میں کفالت صحیح ہو گئی اگر کفیل نے مال کفالت اپنے پاس سے ادا کر دیا تو کفیل عہدے لے لیا اور ادا کر دینے سے پہلے نہیں لے سکتا ہے اور جب سے ادا کیا تو جس قدر مال کی اُسے کفالت کی ہو اُسی قدر لے سکتا ہے اور وہ مال نہیں لے سکتا ہے جو اُس نے ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو اگر اُس نے ہزار درم ادا کر دیے اور کفالت جید و مومن کی تھی تو جید و مومن لے لیا اور اگر مجاہد دینا روئے کے صلح کے طور پر درم یا کوئی دینا یا وزنی چیز ادا کر دی اور کفالت دینا روئے کی تھی تو اُنھیں کو کفیل عہدے لے لیا یہ محیط میں لکھا ہے اور حکم دینے والے سے رجوع کر کے لے لینا صرف اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جب شخص ایسا ہو کہ جسکا قرضہ کا اقرار اپنے نفس پر جائز ہو جیسے اگر کفیل عہدہ حکم دینے والا لڑکا ہو کہ تصرف سے منع نہیں کیا ہے اور اس نے کسی کو حکم دیا کہ اس کی کفالت کرے اور کفیل نے اُسکی طرف سے ادا کیا تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر غلام نے کہ جسکو تصرف سے منع کیا گیا ہو کسی کو اپنی طرف سے کفالت کر لینے کا حکم دیا اور اس نے کفالت کر کے ادا کیا تو اُس سے نہیں لے سکتا ہے مگر جبکہ وہ آزاد ہو جائے اور اگر ایسے لڑکے کی طرف سے جسکو تجارت کی اجازت ہو اسکے حکم سے کفالت کر کے ادا کیا تو اُس سے لے سکتا ہے عموماً یہ نہیں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ اُنکی طرف سے کڑے یا اُس کی ضمانت کر لی یعنی دیدے یا اُسکے لیے کفالت کر اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا جو اُسکا بچھرتا ہو یا جو اُسکی کفیل لے لیا اور اُنکا مال اُسکے پاس رکھتا ہو یا اُسکے عہد میں سے ہو تو حکم کرنے والے سے لے لیا اور وہ نہیں یہ محیط شرعی میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے دوست ہمیشہ صرف کو حکم دیا کہ فلان شخص کو ہزار درم میری طرف سے ادا دینی میں دیدے یا میری طرف سے ادا کرے تو دے کر دیا اور صرف نے ایسا ہی کیا تو امام اعظم کے نزدیک صرف اُس سے لے لیا اور اگر وہ اُسکا ہمیشہ دوست نہ ہو تو بڑا اُسکے کہ کہے کہ میری طرف سے ادا کر دے واپس نہیں لے سکتا ہے اصل میں ہر ایک کے ایک لے غیر خلیط سے کہا کہ فلان کو ہزار درم دے اُس نے دیدے تو حکم کنندہ سے واپس نہیں لے سکتا لیکن قبضہ کنندہ سے پھر لے لیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک شخص حاضر کی طرف سے اُسکی بلا اجازت موجودہ کی کفالت کی اور کفیل عہدے لے لیا کہ کہہ کہ میں تیری کفالت نے راضی ہو اپنی اگر یہ رضامندی کفیل لے کے قبول کرنے سے پہلے ہوئی تو کفیل کو اختیار ہوگا کہ جب وہ ادا کرے اپنے کفیل عہدے سے واپس لیوے اور اگر کفیل لے کے قبول کے بعد پائی گئی تو کفیل اپنے اصل سے نہیں لے سکتا ہے اور نہ اُسکی رضامندی کا اعتبار ہو گا یہ وغیرہ میں لکھا ہے کسی غلام نے اپنے مالک کی طرف سے کفالت کی پھر وہ آزاد ہوا اور اُس نے ادا کر دیا یا غلام کے مالک نے اُسکی طرف سے کفالت کی اُسکے حکم سے پھر لے کے آزاد ہونے کے بعد مال کفالت ادا کیا تو کوئی دونوں میں سے دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر ایک عورت نے نکاح کیا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں رہتی ہو پس وہاں اگر اُسکی طرف

چند دفعہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنے دوست کو حکم دیا کہ اس کی کفالت کرے اور کفیل نے اس کی طرف سے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وہ اُسکا ہمیشہ دوست نہ ہو تو بڑا اُسکے کہ کہے کہ میری طرف سے ادا کر دے واپس نہیں لے سکتا ہے اصل میں ہر ایک کے ایک لے غیر خلیط سے کہا کہ فلان کو ہزار درم دے اُس نے دیدے تو حکم کنندہ سے واپس نہیں لے سکتا لیکن قبضہ کنندہ سے پھر لے لیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک شخص حاضر کی طرف سے اُسکی بلا اجازت موجودہ کی کفالت کی اور کفیل عہدے لے لیا کہ کہہ کہ میں تیری کفالت نے راضی ہو اپنی اگر یہ رضامندی کفیل لے کے قبول کرنے سے پہلے ہوئی تو کفیل کو اختیار ہوگا کہ جب وہ ادا کرے اپنے کفیل عہدے سے واپس لیوے اور اگر کفیل لے کے قبول کے بعد پائی گئی تو کفیل اپنے اصل سے نہیں لے سکتا ہے اور نہ اُسکی رضامندی کا اعتبار ہو گا یہ وغیرہ میں لکھا ہے کسی غلام نے اپنے مالک کی طرف سے کفالت کی پھر وہ آزاد ہوا اور اُس نے ادا کر دیا یا غلام کے مالک نے اُسکی طرف سے کفالت کی اُسکے حکم سے پھر لے کے آزاد ہونے کے بعد مال کفالت ادا کیا تو کوئی دونوں میں سے دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر ایک عورت نے نکاح کیا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں رہتی ہو پس وہاں اگر اُسکی طرف





ایک شخص ثمن کا کفیل ہو گیا پھر کفیل نے بائع کو ثمن دیدیا اور مشتری نے غلام قبضہ کر لیا پھر کفیل مشتری سے اپنے نام لینے سے پہلے غائب ہو گیا پھر ایک شخص مستحق آیا اور اس نے استحقاق میں وہ غلام مشتری سے لے لیا اور مشتری نے پابا کر اپنا ثمن بائع سے لیوے تو بدو ن کفیل کے حاضر ہونے کے نہیں ہو سکتا ہی پھر جب کفیل حاضر ہوا تو وہ مختار ہو کر چاہا پنا ثمن بائع سے واپس کرے یا مشتری سے لیوے اور جب اسے ایک سے ضمان لینا اختیار کیا تو اسکو یہ اختیار نہ ہو گا کہ دوسرے سے ضمان لیوے پس اگر اس نے بائع سے ضمان لی تو بائع مشتری سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر اس نے پہلے ہی مشتری سے ضمان لی تو مشتری کو اختیار ہے کہ جو اس سے خرید یا ہو اپنے بائع سے واپس لیوے۔ اور اگر کفیل نے ثمن کو ادا کرے وقت مشتری سے واپس لیا تھا پھر غائب ہو گیا پھر غلام میں استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے کہ اپنا ثمن بائع سے واپس کرے اور اگر اس غلام میں استحقاق نہ ثابت ہوا بلکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ آزاد امکان بامدبر ہی یا باندہ کی صورت میں ظاہر ہوا کہ ام ولد ہو تو ان صورتوں کا حکم بھی مثل استحقاق کے ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ اگر مشتری نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خرید اور مشتری کے حکم سے اس کی طرف سے کوئی شخص اس کے ثمن کا کفیل ہو گیا اور ثمن ادا کر دیا اور غائب ہو گیا پھر وہ غلام بائع کے پاس مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہو خود مشتری سے کفیل نے ثمن لے لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر غلام نہ مراد لیکن مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا اور اسکو باقی حکم سے یا بدو ن حکم کے واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہو اور کفیل کو اس سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو۔ اور نام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم میں خرید اور کسی نے مشتری کے حکم سے اس کی طرف سے ثمن کی کفالت کر لی ہر نصیبانے بائع سے ان ہزار درم سے پچاس نینار پر صلح کر لی تو کفیل اپنے اصل سے درم لیگا نہ دنیا پس اگر غلام کا کوئی مستحق نکلا اور کفیل غائب تھا تو مشتری بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر کفیل حاضر ہوا تو بائع سے دینار واپس لیگا اور اگر کفیل نے چاہا کہ مشتری سے لیوے تو اسکو یہ اختیار نہ ہو گا بخلاف اس صورت کے کہ اگر کفیل نے درم ادا کیے تو کفیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے لے لیوے اور اگر بجائے صلح کے بیچ واقع ہوئی مثلاً کفیل نے پچاس نینار بوجھ بائع کے ہزار درم کے بیچ کر دیے پھر غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیچ اور صلح دونوں کا یکساں حکم ہو اور مرد امام محمد کی یکساں ہونے سے یہ ہو کر جب و نون کی جوابی کے بعد غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی جیسا کہ صلح باطل ہو جاتی ہو اور اگر درم نون کا استحقاق اسی مجلس میں ثابت ہو اور وہ دونوں مجلس میں ہیں تو بیع باطل نہیں ہوتی ہو اور صلح باطل ہو جاتی ہو اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہو بلکہ وہ مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس مر گیا اور کفیل نے پچاس نینار بوجھ ہزار درم کے بائع کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے اور بائع نے دیناروں پر قبضہ کیا تھا تو مشتری بائع سے درم لے سکتا ہو اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو اور اگر بجائے بیچ کے صلح ہو مثلاً کفیل نے بائع سے درم کے عوض پچاس نینار پر صلح کر لی پھر مشتری کے سو کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیچ کے مانند اسکا بھی حکم ہو مگر صلح اور بیچ میں فرق ہے کہ صلح کی صورت میں غلام بیچنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پچاس نینار واپس کرے یا ہزار درم واپس کرے اور بیچ کی صورت میں اس پر ہزار درم واپس دینا واجب ہے۔ پھر صلح کی صورت میں اگر بائع نے دینار واپس لینے چاہے تو ان کو کفیل اپنے قبضہ میں لائے گا اور اگر درم واپس لینا چاہے تو اس سے مشتری لیگا اور کفیل مشتری کی طرف سے مامور تھا کہ بائع کو ثمن ادا کرے اور اس نے پچاس

عبارتیں و توضیحات  
 ۱۔ اگر مشتری نے غلام کو خرید لیا اور کفیل نے بائع سے صلح کر لی تو کفیل اپنے اصل سے درم لیگا نہ دنیا پس اگر غلام کا کوئی مستحق نکلا اور کفیل غائب تھا تو مشتری بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر کفیل حاضر ہوا تو بائع سے دینار واپس لیگا اور اگر کفیل نے چاہا کہ مشتری سے لیوے تو اسکو یہ اختیار نہ ہو گا بخلاف اس صورت کے کہ اگر کفیل نے درم ادا کیے تو کفیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے لے لیوے اور اگر بجائے صلح کے بیچ واقع ہوئی مثلاً کفیل نے پچاس نینار بوجھ بائع کے ہزار درم کے بیچ کر دیے پھر غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع اور صلح دونوں کا یکساں حکم ہو اور مرد امام محمد کی یکساں ہونے سے یہ ہو کر جب و نون کی جوابی کے بعد غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی جیسا کہ صلح باطل ہو جاتی ہو اور اگر درم نون کا استحقاق اسی مجلس میں ثابت ہو اور وہ دونوں مجلس میں ہیں تو بیع باطل نہیں ہوتی ہو اور صلح باطل ہو جاتی ہو اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہو بلکہ وہ مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس مر گیا اور کفیل نے پچاس نینار بوجھ ہزار درم کے بائع کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے اور بائع نے دیناروں پر قبضہ کیا تھا تو مشتری بائع سے درم لے سکتا ہو اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو اور اگر بجائے بیچ کے صلح ہو مثلاً کفیل نے بائع سے درم کے عوض پچاس نینار پر صلح کر لی پھر مشتری کے سو کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیچ کے مانند اسکا بھی حکم ہو مگر صلح اور بیچ میں فرق ہے کہ صلح کی صورت میں غلام بیچنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پچاس نینار واپس کرے یا ہزار درم واپس کرے اور بیچ کی صورت میں اس پر ہزار درم واپس دینا واجب ہے۔ پھر صلح کی صورت میں اگر بائع نے دینار واپس لینے چاہے تو ان کو کفیل اپنے قبضہ میں لائے گا اور اگر درم واپس لینا چاہے تو اس سے مشتری لیگا اور کفیل مشتری کی طرف سے مامور تھا کہ بائع کو ثمن ادا کرے اور اس نے پچاس

بائع کے ہاتھ میں کے عوض فروخت کیے یا صلح میں بیے تو جائز ہے۔ اور اگر کفیل نے مشتری کی طرف سے بڑن اسکے حکم کے کفالت کی پھر کفیل نے بعض دن کے پچاس نیا فروخت کیے یا بائع کے ساتھ صلح کر لی تو بیع کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور صلح میں اگر یہ تقریر ہو کہ جو میں بائع کا مشتری پرانا ہو وہ اس متبرع بیٹے کفیل کا ہو تو صلح بھی باطل ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ مشتری بھانسن سے بری ہو تو صلح جائز ہے اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑ دیا اور کچھ شرط نہ لگائی تو بھی صلح صحیح ہے پس اگر مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے غلام مر گیا یا اسکا کوئی حقدار نکلا پس اس صورت میں کہ صلح میں کوئی شرط نہیں مطلقاً ہو مشتری کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن کفیل ہی بائع سے واپس لے گا اور بائع کو اختیار ہے چھٹا کہ خواہ درم دیوے یا دینار دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر دوسرے شخص کا نائبہ اس کے حکم سے ادا کر دیا تو اس سے لے گا اگرچہ واپس لینے کی شرط نہ کی ہو جیسا کہ فرض کی صورت میں ہوتا ہے یہ معراج الدراہم میں لکھا ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اسکو ادا کرنے کے واسطے بدون زبردستی کے حکم دیا ہو اور اگر اس پر زبردستی کی گئی تو واپس لینے کے باب میں اسکا حکم دینا کچھ معتبر نہ ہوگا یہ غایہ میں لکھا ہے۔ سیر میں مذکور ہے کہ اگر کوئی مسلمان حرموں کے قبضہ میں مقید ہو پھر اسکو کسی شخص نے حرموں سے خرید کیا پس اگر بدون اس کے حکم کے خرید تو اس پر احسان کیا اور کچھ نہیں لے سکتا جو جس کو خرید لایا وہ نہ لے کر دیا جائیگا۔ اور اگر اسے حکم کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ مامور اپنے حکم سے والے سے کچھ نہ لے سکے اور احتیاطاً پھر لے گا خود قیدی سے اس سے کہا ہو کہ اس شرط پر کہ تو مجھ سے لے لینا یا لے کر دے ہو اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا مال میرے خیال پر خرید کرے یا میرے مکان کی عمارت میں خرچ کرے اور اس نے ایسا ہی کیا تو اسکو اختیار ہے کہ جس قدر اسے خرچ کیا ہو اپنے حکم دینے والے سے لے لے اور اسی طرح اگر قیدی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ قیدی کو اہل حرب سے چھوڑالے تو یہ خریدنے کے واسطے حکم دینے کے مانند ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے کچھ اونٹ غیر معین کہ جلا دو اور سواری کے تھے کرایہ پر لیے اور انکا کوئی کفیل لے لیا پھر مال غائب ہو گیا اور کفیل نے نہ لایا تو ضمانت کے من کا اجر شامل اس کرایہ پنے والے سے لے لیا یہ ایسے ہی اگر سلائی کی کفالت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کفیل نے حقدار کو اس کے دین کے عوض کسی پر حوالہ کر دیا اور حقدار نے اسکو بری کر دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ اپنے امیل سے لے یوے یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں لے سکتا ہو کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم تھے اور اسے کسی کو اپنی طرف سے طالب کے واسطے کفالت کرنے کا حکم دیا پھر امیل نے ایک شخص سے کہا کہ تو اس کفیل کی ذات کی کفالت کر اور اسے ایسا ہی کیا پھر طالب نے کفیل بالنعس سے مواخذہ کیا تو کفیل کو اس شخص جس نے حکم دیا ہو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر اسے کسی شخص کو حکم دیا کہ اس نے مال کی کفالت کی پھر طالب کے دوسرے کفیل کو پکڑا اور اس سے اپنا مال لے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ اپنے حکم دینے والے سے ممال لے لے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کو میری طرف سے ہزار درم ہبہ کر دے اور اس نے موافق حکم کے کیا تو یہ ہبہ حکم دینے والے کی طرف ہوگا اور ہبہ مامور اپنے حکم دینے والے سے نہ لے گا اور نہ قبضہ کرنے والے سے لے گا اور حکم دینے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرے اور جس نے ادا کیے ہیں وہ متبرع ہو گا اور اگر کسی نے کہا کہ ہزار درم فلاں شخص کو ہبہ کر دے اس شرط پر کہ میں جہاں ہوں اور اس نے ایسا ہی کیا تو ہبہ جائز ہے اور حکم دینے والا مامور کو ضمانت دے اور حکم دینے

ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم حصہ اول  
طرف سے یہ حکم دینا  
حکم دینے والے سے لے لے کر دے ہو اور اس نے موافق حکم کے کیا تو یہ ہبہ حکم دینے والے کی طرف ہوگا اور ہبہ مامور اپنے حکم دینے والے سے نہ لے گا اور نہ قبضہ کرنے والے سے لے گا اور حکم دینے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرے اور جس نے ادا کیے ہیں وہ متبرع ہو گا اور اگر کسی نے کہا کہ ہزار درم فلاں شخص کو ہبہ کر دے اس شرط پر کہ میں جہاں ہوں اور اس نے ایسا ہی کیا تو ہبہ جائز ہے اور حکم دینے والا مامور کو ضمانت دے اور حکم دینے

مالے کو اختیار ہو کہ بہرہ سے رجوع کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر کہا کہ اسکو میری طرف سے قرض دے یا میری طرف سے اسکو عطا کر تو ان صورتوں میں واپس لیکھا اگرچہ یہ شرط لگائی ہو کہ میں ضامن ہوں اور اگر اُس نے جس چیز کے دینے کا حکم دیا ہو اسکے سوا سے دوسری دی تو رجوع نہیں کر سکتا ہو یہ تا پھر غانیہ میں لکھا ہو۔ اگر اُس سے کہا کہ تو فلاں شخص کو ہزار درم قرض دے اور اُس نے قرض بے تو حکم دینے والا کچھ بھی ضامن نہ ہوگا خواہ اس کا خلیط ہو یا نہ اور اگر کسی شخص نے کچھ مال کسی اجنبی کو بہرہ کیا پھر جبکو بہرہ کیا ہو اُس نے کسی شخص کو حکم کیا کہ اپنے مال میں سے اس بہرہ کا عوض بہرہ کرنے والے کو دیوے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور حکم دینے والے سے رجوع نہیں کر سکتا ہو مگر اُس صورت میں کہ اُس نے یہ کہہ دیا ہو کہ اس شرط پر دے کہ تو مجھے اسکو لے لینا تو البتہ رجوع کر سکتا ہو اور اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ اپنے طعام سے میری قسم کا قمار ادا کر یا اپنے مال سے میرے مال کی رکاوۃ ادا کر یا اتنا دیکر کسی کو میری طرف سے حج کرادے یا میرے قمار سے ایک غلام آزاد کر دے تو اس میں رجوع نہیں کر سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تجکو ہزار درم بہرہ کر اس شرط پر کہ فلاں شخص اسکا ضامن ہو اور فلاں شخص حاضر تھا اُس نے کہا کہ ہاں پھر ماورے اُسکو ہزار درم بہرہ کر دیے تو یہ بہرہ ضامن کی طرف سے ہوگا اور یہ مال دینے والے کا ضامن پر قرض ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر قرضدار نے کسی سے کہا کہ قرض خواہ کو اُسکا مال داکر دے ماورماورے کہا کہ میں نے اُسکا مال ادا کر دیا اور اب تجھ سے لے لوں گا اور قرضدار نے اس بات کی تصدیق کی اور قرض خواہ نے کہا کہ تو نے کچھ بھی ادا نہیں کیا یہ تو قسم لیکر قرض خواہ کا قول معتبر ہوگا اور ماورماور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اگرچہ اس نے اُس کی تصدیق کی ہو اور اسی طرح اگر کسی شخص نے مکفول عنہ کے حکم سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے کہا کہ میں نے قرض خواہ کو اُسکا مال ادا کر دیا اور مکفول عنہ نے اُس کی تصدیق کی اور قرض خواہ نے اُس کی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا مال مکفول عنہ سے لے لیا تو کفیل مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر حکم دینے والے نے بھی ادا کر دینے سے انکار کیا اور ماورماور نے گواہ پیش کیے کہ میں نے قرض خواہ کو ادا کر دیا ہو تو ماورماور اپنے حکم دینے والے سے لے لے سکتا ہو اور یہ گواہی طالب پر بھی مقبول ہوگی اگرچہ طالب غائب ہو۔ اور اگر حکم دینے والے نے ماورماور سے کہا کہ فلاں شخص گے پھر ہزار درم میں تو اپنا غلام اُس کے عوض فروخت کر دے تو یہ جائز ہو پس اگر اُس نے غلام قرضہ کے عوض بیجا پھر دو دنوں نے اختلاف نہ کیا قرض خواہ نے کہا کہ اس نے بیجا تھا مگر ہنوز میں نے قبضہ نہ کیا تھا کہ غلام اُسی کے پاس گیا اور بائیں اور حکم دینے والے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے قبضہ کر لیا تو قرض خواہ کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا پس اگر اُس نے قسم کھائی تو ثابت ہوگا کہ بیع قبضہ سے پہلے تلف ہوئی ہو اور اس سے لازم آتا ہو کہ عقد جڑ سے منقطع ہو جاوے پس بلکہ اگر بیجا حکم جاتا رہا اور قرض خواہ کو اختیار ہوگا کہ قرضدار کی طرف رجوع کرے اور ماورماور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اگرچہ اُس نے اُس کی تصدیق کی ہو۔ اور اگر حکم دینے والے نے طالب کے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور ماورماور نے گواہ پیش کیے کہ اُس نے وصول کر لیا تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ بھی قضاء علی التائب ہو اور اگر حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ تو فلاں شخص سے ہزار درم سے جو اس کے بچہ میں اپنے اس غلام پر صلح کر لے اور اُس نے صلح کر لی پھر طالب نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہو مگر اس

یعنی اسکو حکم دینے والے سے رجوع کر سکتا ہو  
 ورنہ اسکو رجوع نہیں ہوگا  
 امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے مال کا قرض لیا ہو اور قرضدار نے کسی سے کہا کہ قرض خواہ کو اُسکا مال داکر دے تو قرضدار نے اس بات کی تصدیق کی اور قرض خواہ نے کہا کہ تو نے کچھ بھی ادا نہیں کیا یہ تو قسم لیکر قرض خواہ کا قول معتبر ہوگا اور ماورماور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اگرچہ اس نے اُس کی تصدیق کی ہو اور اسی طرح اگر کسی شخص نے مکفول عنہ کے حکم سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے کہا کہ میں نے قرض خواہ کو اُسکا مال ادا کر دیا اور مکفول عنہ نے اُس کی تصدیق کی اور قرض خواہ نے اُس کی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا مال مکفول عنہ سے لے لیا تو کفیل مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر حکم دینے والے نے بھی ادا کر دینے سے انکار کیا اور ماورماور نے گواہ پیش کیے کہ میں نے قرض خواہ کو ادا کر دیا ہو تو ماورماور اپنے حکم دینے والے سے لے لے سکتا ہو اور یہ گواہی طالب پر بھی مقبول ہوگی اگرچہ طالب غائب ہو۔ اور اگر حکم دینے والے نے ماورماور سے کہا کہ فلاں شخص گے پھر ہزار درم میں تو اپنا غلام اُس کے عوض فروخت کر دے تو یہ جائز ہو پس اگر اُس نے غلام قرضہ کے عوض بیجا پھر دو دنوں نے اختلاف نہ کیا قرض خواہ نے کہا کہ اس نے بیجا تھا مگر ہنوز میں نے قبضہ نہ کیا تھا کہ غلام اُسی کے پاس گیا اور بائیں اور حکم دینے والے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے قبضہ کر لیا تو قرض خواہ کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا پس اگر اُس نے قسم کھائی تو ثابت ہوگا کہ بیع قبضہ سے پہلے تلف ہوئی ہو اور اس سے لازم آتا ہو کہ عقد جڑ سے منقطع ہو جاوے پس بلکہ اگر بیجا حکم جاتا رہا اور قرض خواہ کو اختیار ہوگا کہ قرضدار کی طرف رجوع کرے اور ماورماور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اگرچہ اُس نے اُس کی تصدیق کی ہو۔ اور اگر حکم دینے والے نے طالب کے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور ماورماور نے گواہ پیش کیے کہ اُس نے وصول کر لیا تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ بھی قضاء علی التائب ہو اور اگر حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ تو فلاں شخص سے ہزار درم سے جو اس کے بچہ میں اپنے اس غلام پر صلح کر لے اور اُس نے صلح کر لی پھر طالب نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہو مگر اس



صورت میں غلام کا مالک حکم دینے والے سے غلام کی قیمت لیکھا اور بیچ کی صورت میں اُس سے قرضہ لیکھا یہ محیط میں لکھا  
ہو۔ اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اُس نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تھی بسبب ہزار درم کے جو دعویٰ کے اُس پر  
آتے تھے اگر کل کے روزا سکونہ پہنچا دے اور اُس پر دو گواہوں نے گواہی دی اور یہ بھی گواہی دی کہ مکفول بہ  
نے تکفیل کو اسکا حکم دیا تھا اور مکفول عنہ دو نوٹن مال سے اور حکم دینے سے انکار کرتے ہیں اور قاضی نے اس  
کو اپنی کی وجہ سے کفیل پر حکم دیا اور نہ پہنچانے کی وجہ سے مال لے لیا اور ادا کر دیا تو تکفیل مکفول عنہ سے  
لے سکتا ہو اگرچہ اس کے زعم میں یہ تھا کہ میں اہل سے نہیں لے سکتا ہوں اور اُن دو نوٹن بین کفالت نہ تھی مگر قاضی  
نے اُس کے زعم کی تکذیب کی یہ ظہیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کے پاس ہزار درم یا ایک غلام و ودیعت رکھا  
اور ودیعت رکھنے والے نے اُسکو اجازت دی کہ ہزار درم و ودیعت سے اپنا قرضہ ادا کرے یا اپنے قرضخواہ سے غلام  
پر صلح کرے پس اُس نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور قرضخواہ نے اُس کی تکذیب کی اور قسم کھا کر اپنا حق مدیون  
سے لے لیا تو مدیون و ودیعت کا ضامن ہو اور اگر غلام کے مالک نے قرضدار کو حکم دیا کہ اپنے قرض میں اُسکو فروخت کرے  
اور اُس نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے سپرد کر دیا اور قرضخواہ نے اُسکی تکذیب کی اور قسم کھائی تو ودیعت رکھنے  
والا مدیون سے نہ لیکھا یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر زید کے عہد پر ہزار درم قرض تھے پھر عہدوں نے یکے سے کہا کہ تو زید کو ہزار  
درم دیدے تاکہ اُن ہزار درم کے عوض جو تجھے آئے ہیں قبضہ کرے اس شرط پر کہ میں تیرے لیے اسکا ضامن ہوں  
پھر یکے نے کہا کہ میں نے دیدے اور عہدوں نے اُس کی تصدیق کی اور زید نے اُسکی تکذیب کی تو زید کا قول معتبر  
ہو گا اور یکہ عہدوں سے ہزار درم لے لیکھا اور اگر عہدوں نے یکے سے کہا کہ تو زید کو ہزار درم میرے قرضہ کے ادا میں دیدے  
اس شرط پر کہ جو تو دیگا میں اُسکا ضامن ہوں پھر یکے نے کہا کہ میں نے دیدیا اور عہدوں نے اُسکی تصدیق کی اور زید  
نے اُس کی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا قرضہ قرضدار سے لے لیا تو یکہ عہدوں سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر عہدوں نے  
مال داکر دینے سے انکار کیا اور یکہ نے دیدینے پر گواہ پیش کیے تو ماہور یعنی یکہ عہدوں سے جو آئے دیا ہو لے لیکھا اور پہلے

مسئلہ میں زید مکرہ سے اپنا قرضہ لے گا اور دوسرے مسئلہ میں بری ہو جائیگا کدانی المحيط

یا نچوین فصل تعلیق اور تعجیل کے بیان میں کفالت کی تعلیق شرطوں کے ساتھ صحیح ہو شلا کہا کہ جو تو نے  
فلان شخص کے ہاتھ بیچ کیا وہ مجھ پر یا جو تیرا حق اُس پر ثابت ہو وہ مجھ پر یا جو تیرا فلان شخص نے غصب کیا وہ  
مجھ پر پھر اگر یہ شرط مناسب ہو شلا حق کے واجب ہونے کی شرط ہو جیسے کہ بیع کے استحقاق پر تعلیق کرنا یا پورا حق  
لینے کے واسطے شلا کہا کہ جب زید آوے اور زید ہی کفول عنہ ہو یا حق لینا متعذر ہونے کے وقت کی شرط کرنا مثلاً  
یہ کہنا کہ وہ جب شہر سے غائب ہو جائے تو اُس کا قرضہ مجھ پر ہے یا یہ صحیح ہو اور اگر یہ شرط مناسب نہ ہو شلا یہ شرط لگانا  
کہ اگر مولا چلے یا اگر بیٹھ آوے یا اگر زید گھر میں جاوے تو یہ صحیح نہیں ہو اور کفالت ایسی چیز ہو کہ جس کا شرط کے  
ساتھ میں تعلیق کرنا صحیح ہو پس فاسد شرطوں سے شلا طلاق اور عتاق کے باطل نہو کی یہ کافی میں لکھا ہو  
کسی نے دوسرے سے کہا کہ جب تو نے فلان شخص کے ہاتھ کچھ بیچا تو وہ مجھ پر پھر اُس نے اُس کے ہاتھ  
ایک چیز بیچا پھر دوسری چیز بیچی تو کمیل کو پہلا مال لازم ہو گا دوسرا نہیں یہ فتاویٰ قاضی نان میں لکھا ہو کسی  
نے ایک شخص سے کہا کہ تو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر اور جو کچھ تو بیچے وہ مجھ پر ہے استحقاقاً جائز ہے

[illegible]

اور جب اُس نے کوئی چیز کسی تہن کے عوض اور کسی قدر کو اُس کے ہاتھ فروخت کی تو کفیل کو لازم ہوگی پس اگر کفیل نے  
 انکار کیا کہ تو نے کچھ نہیں بیچا ہو اور طالب نے کہا کہ میں نے اُس کے ہاتھ ایک مال ہزار درہم کو بیچا ہو اور اُس نے مجھے  
 لیکر قبضہ کیا ہو اور انہوں نے منہ سے اُسکی تصدیق کی تو اس صورت میں کفیل پر مال لازم آنے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ  
 مال کہ جس کے بیچنے کا دعویٰ کرتا ہو اُس کے پاس یا مشتری کے پاس موجود ہو پس اس میں قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل پر کچھ  
 لازم آوے اور ایسا ہی اسد ابن عمر نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے اور مستحبات اُس کے ذمہ  
 ثابت ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مال تلف ہو گیا ہو اور اس صورت میں کفیل پر کچھ نہ لازم آوے گا تا وقتیکہ  
 طالب بیع ہو جائے پر گواہ پیش نہ کرے اور یہ قیاس اور استحسان ہے اور اگر کفیل نے کہا کہ تو نے اُسکو پان سو درہم کو  
 بیچا ہو اور طالب نے کہا کہ میں نے اُسکو ہزار درہم کو بیچا ہے اور کفیل نے اسکا اقرار کیا تو استحباب حکم ہے کہ کفیل سے ہزار  
 درہم کا مواخذہ کیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ جو کچھ تو اُس کے ہاتھ آج کے روز بیچے وہ بھری پھر اُس نے منہ سے کہے ہاتھ دو چیزیں  
 اسی روز چین تو دونوں کفیل پر لازم ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ جب بھی تو نے اُس کے ہاتھ کچھ بیچا تو میں ضامن ہوں  
 تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ اگر یا جب کوئی اسباب تو نے اُس کے ہاتھ فروخت کیا تو میں اُس کے ضمن کا ضامن ہوں  
 پس اُس نے کوئی اسباب دو ٹکڑے کر کے ایک دوسرے کے پیچھے پان سو کے حساب سے فروخت کیے تو کفیل کے ذمہ  
 پہلا مال لازم ہوگا اور دوسرا نہیں اور اگر پکھیل نے یہ کہا کہ جو تو نے زلی کھڑا بیچا تو وہ مجھ پر پھر اُس نے بیوی  
 کھڑا یا ایک کڑیوں فروخت کیے تو کفیل پر کچھ غلام ایسا بیچا جو محیط میں لکھا ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کے  
 ہاتھ فروخت کر اس ضرر پر کہ جو شکوہ شاہ ہوگا وہ مجھ پر کیا کہ اگر یہ میرا غلام تلعت ہوا تو میں ضامن ہوں تو یہ کھالت  
 صحیح نہیں ہے غدا ہی قاضی خان میں لکھا ہو اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ بیچ آج کے دن فلان شخص سے کی میں کفیل ہوں پھر اُس  
 سے ایک سے زیادہ لوگوں نے بیع کی تو کفیل پر کچھ نہ لازم آوے گا اور اگر مشتری نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی کہ کسی نے  
 دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ میں ان ہزار کا ضامن ہوں  
 پھر اُس نے وہ ہزار کو فروخت کیا تو کفیل صرف ایک ہزار کا ضامن ہوگا اور اگر اُسکو پان سو درہم کو بیچا تو پان سو درہم کا  
 ضامن ہوگا اور اگر اس کا ادا ہوا پان سو درہم کو بیچا تو پان سو درہم کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور غدا ہی حاکم یہ ہے کہ اگر  
 یوں کہا کہ جو کچھ تو فلان شخص کو ادا دیا وہ مجھ پر تو یہ نقد غرض ادا ہوا خریدے ہو اور اگر اُس نے بیع واضح ہونے سے پہلے  
 ضابطہ سے انکار کیا یا اس کے ساتھ بیع کرنے سے منع کیا تو ضامن نہ رہیگا یہ امام غانیہ میں لکھا ہے۔ اگر یہ کہا کہ جو تو نے اُس کو  
 آج کے روز فروخت کیا وہ میری ضاعت میں ہے پھر اُس نے اُس کے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا تو کفیل کے ذمہ اُس کا ضامن  
 واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے کہا کہ جو کچھ تیرا اُس پر ہے میں نے اُس کی کھالت کی ہے اور یہ گواہ قائم ہوں کہ اُس پر لازم ہیں  
 تو کفیل کا ضامن ہوگا اور اگر گواہ قائم ہوے تو متعار کی قرار میں کفیل کا قول تو لیکر ستر ہوگا پس اگر کفیل نے منہ سے یہ زیادہ کا  
 اقرار کیا تو یہ اُس کے حق میں محبت ہوگا اُس کے کفیل کے حق میں تصدیق ہوگا یا بیگناہی کافی میں لکھا ہے۔ کہ میرے ہاتھ متین  
 کہا کہ جو کچھ زیادہ ہے اور ہر کار متین اقرار کرنے نہ مجھ پر پھر کفیل یا بیگناہی اور اُس پاس قرض تھا کہ تمام مال سکا گھر ہے۔ ہوں  
 تھا پھر زبردستی اقرار کیا کہ میرا اُس پر ہزار درہم قرض ہے تو یہ سب مریض کے ذمہ اُس کے تمام مال میں لازم ہوگا اور اسی طرح اگر  
 کفیل نے کفیل کے مرنے کے بعد یہ اقرار کیا تو بھی اُس کے ذمہ لازم کیا جائیگا اور کفیل نے کفیل کے قرض خواہ کا کھانچا

[illegible]







اول پر جو وہ مجھ پر ہو گا تو دونوں کفالتیں بلا اختلاف صحیح ہیں۔ اگر کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر مین اسکول کے روز تجھے نہ پہنچاؤں تو ہزار درم جو طالب کے کفول عنہ پر مین مجھ پر ہوں گے اور طالب کا کفول عنہ پر سو نیا یا کا دعویٰ روز نہ درم کا پھر کفیل نے دوسرے روز نہ پہنچا یا تو کفیل پر تجھے مال نہ لازم ہو گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو بتقی مین جو کہ اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر کفول بالنفس طالب سے روپوش ہو جائے تو کفیل کے مال کا جو اسپر ہو خاص ہو پھر کفول عنہ کو نہ کی طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر واپس آیا اور کفیل نے اسے طالب کو دیدیا تو مال کفیل پر لازم آیا یہاں یہ محیط مین لکھا ہو کسی نے دوسرے کے نفس کی اس شرط پر کفالت کی کہ اگر مین اسکول کے روز نہ پہنچاؤں تو جو کچھ مطلوب ہو وہ کفیل پر ہو گا اور دوسرے روز اس نے نہ پہنچا یا اور طالب نے اسپر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مطلوب نے اس کی تصدیق کی اور کفیل نے انکار کیا تو کفیل سے اس کے علم پر قسم لیکر اسی کا قول معتبر ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور اگر طالب دعویٰ سے پر گواہ پیش کیے اور کفیل نے قسم سے انکار کیا تو اسپر ہزار درم لازم آوین گے یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر اسکول نہ پہنچاؤں تو مجھ پر اس قدر مال لازم ہو گا جس قدر مطلوب اقرار کرے پھر دوسرے روز اس نے نہ پہنچا یا اور مطلوب نے ہزار درم کا اقرار کیا تو کفیل اسی قدر کا صان ہو جیسا کہ اس نے اقرار کیا ہو۔ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو۔ قال المترجم اور خلاصہ فرق یہ ہے کہ مسئلہ اقرار مین کفالت کا مضاف الیہ ہر طرح سبب جو ب ہو اور تعامل سے جائز ہو اور مسئلہ دعوے مین مضاف الیہ دعویٰ اگر چہ دعویٰ کے حق مین سبب جو ب ہو مگر مدعا علیہ کے حق مین نہیں ہو اور نہ اس مین تعامل ہو اور مجھ دعوے مفید نہیں ہیں دعویٰ مثبت یا کجہ مراد لیا گیا تاکہ سبب جو ب مین کل نہ ہو کذا فی التذیقہ ملخصاً۔ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر مین اسکول کے روز تجھے نہ ملاؤں تو جو اسپر ہو وہ مجھ پر ہو گا۔ پھر نفس خود طالب سے ملا اور طالب نے اس کا وائیکہ کر چکا ہو گا تو مال کفیل پر لازم ہو گا کیونکہ اس نے اسکو نہیں ملایا اگرچہ خود روز نگاہ طالب پاس رہا اور اگر اس شخص نے طالب سے ملکر کہا کہ مین نے اپنے متین فلان کفیل کی طرف سے تیرے سپر کیا تو کفیل مال سے بری ہو گیا خواہ کفالت بالنفس کے حکم سے ہو یا بلا حکم ہو یہ باب مین لکھا ہو۔ اگر کفالت مین یہ شرط کی کہ اگر کل کے روز مین اسکول تیرے پاس پہنچاؤں تو جیسا کہ مال تیرا اسپر ہو وہ مجھ پر ہو گا اور مال کی مقدار نہ بیان کی تو دوسری کفالت ملل کی بھی صحیح ہیں اگر اس نے دوسرے روز نہ پہنچا یا پس اگر کسی قدر مال پر دونوں نے اتفاق کیا یا اسپر کا قیام ہوے تو اس قدر کفیل پر لازم ہو گا اور اگر مقدار مل مین کہ جو کفول عنہ پر ہوں تو دونوں نے اختلاف کیا تو کفیل کا قول معتبر ہو کہ وہ زیادتی سے بچا کر رہا ہو اگر کفالت بالنفس مین یہ شرط گالی کہ اگر اسکول کے روز نہ پہنچاؤں تو مجھ پر سو درم مین اور یہ نہ کہ کہ مجھ پر سو درم ہوں گے جو کفول عنہ پر مین پھر دوسرے روز نہ پہنچا یا تو مجھ پر چاہیے کہ اگر کفیل نے اقرار کیا کہ اسپر سو درم مین اور اسکی طرف سے کفالت کی تو یہ شخص کفیل ہو گیا اور یہ ظاہر ہو گا اگر کفیل نے کہا کہ اسپر کچھ نہیں آتا تو کفیل نے اپنی طرف سے طالب کو سو درم دیئے گا اور کیا تھا اور طالب نے کہا کہ میرے سو درم اسپر آئے نہیں اور تو نے شرط یہ کہ روز نہ پہنچاؤں تو پچیسے کا اقرار کیا تھا اور کفالت کی بتقی تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ کفیل پر کچھ نہ لازم ہو اور کفیل کا قول معتبر ہو اور اسی کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہو۔ یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا قول ہو اور مستحکم کفیل کے ذمہ مال لازم ہو گا اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اور دوسرے قول امام ابو یوسف

رحمہ اللہ تعالیٰ کا۔ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے کہا کہ حیب تو اسکو طلب کرے۔ اور میں ہو چکا ہوں  
 تو اس پر کہ نہ رہے۔ تم پچھو جن کے پھر طالب اسکو طلب کیا اور اس نے اسی مکان میں اسکو چھوڑ دیا تو اس نے  
 یہی ہو گیا اور اس کو طلب کرنے کے اس قول کے معنی کہ اسی مکان میں چھوڑ دیا اور اس کو مخریٰ سننے یہ بیان کیے ہیں کہ اس کو  
 میں جس میں طلب کیا۔ اس پر کیا اور شیخ الاسلام نے یہ معنی بیان کیے کہ جیسے ہی اس نے طلب کیا یہ فوراً اس کے حاضر  
 کرنے اور اس کو طلب کیا۔ یہ معنی میں مشغول ہوا بیان تک کہ اسکو حاضر کیا نہ چھوڑا۔ لکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عرفی کا وہ کے موافق  
 یہ معنی بعینہ نہیں ہیں۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر فلاں شخص مجھے میرا مال نہ دیکھا تو وہ مال مجھے پھر طالب  
 اس سے ہے تو اس کا کیا اور اس نے اتفاق کے وقت نہ دیا تو مستحکم کفیل پر لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے  
 اگر کفیل نے کہا کہ اگر میں انکسیر کے روز تیرے پاس نہ ہو چکا ہوں تو مجھے سو درم سوائے ان سو درم کے جو تیرے  
 اس شخص پر ہیں لازم ہوں گے پھر اس نے وفاد کیا تو مسئلہ امام محمد کے قول کے موافق نہیں بنا ہوا اور امام اعظم رحمہ  
 اور ابو یوسف رحمہ کے قول کے موافق شاخ نے بعد جوار کے اختلاف کیا یہ بعضوں نے کہا کہ دوسرے۔ اس کی طرف  
 سے کفیل ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ کفیل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اسکو طلب کے روز نہ ہو چکا ہوں تو  
 تیرے سو درم فلاں شخص پر ہیں وہ مجھے ہوں گے تو دوسرے کفیل ہونا بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ دوسرے کو ضرر کفیل نہ کاڑھیں  
 شریک ہو شلادہ کوٹن پر ایک ہی سبب سے قرضہ لازم آیا ہو اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو۔ اور اگر یہ شخص دوسرے کفیل نہ ہو  
 اجنبی ہو تو امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک دوسری کفالت جائز ہے حتیٰ کہ اگر اس نے وفاد کیا تو مال کفیل پر لازم  
 ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک دوسری کفالت باطل ہے بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اسکو کل تجھے  
 نہ ہو چکا ہوں تو جو مال تیرا اسپر ہو وہ فلاں شخص پر ہوگا اور وہ فلاں شخص موجب تھا اور اس نے قبول کر لیا تو جائز ہے  
 اور اگر یوں کہا کہ اگر اسکو میں تجھے کل کے روز نہ ہو چکا ہوں تو مجھے سو درم ہوں گے جو تیرے اسپر تھے ہیں اور طالب اس پر  
 سو درم کا دعویٰ کیا ہو سو درم کا سپر اگر اس نے شرط پوری نہ کی تو بلا خلاف اس کے ذمہ مال لازم ہوگا فی حیثین  
 لکھا ہے۔ اگر کہا کہ اگر میں تجھے اسکو کل کے روز نہ ہو چکا ہوں تو جو مال فلاں شخص کا فلاں شخص پر ہو وہ مجھے ہوگا تو دوسری  
 کفالت صحیح نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں اسکو کل تیرے ساتھ نہ ملاؤں تو جس قدر مال فلاں شخص کا اس کفیل نہ ہو  
 ہو وہ مجھے ہوگا تو بلا خلاف دوسری کفالت صحیح نہیں ہے۔ اگر کہا کہ کل کے روز زید کو اگر میں تیرے پاس نہ ہو چکا ہوں تو  
 میں عموماً جو طالب کا کچھ حق تھا کفیل انفس ہوں میں دوسری کفالت جائز ہے حتیٰ کہ اگر اس نے دوسرے روز زید کو  
 نہ ہو چکا ہوں تو عموماً کفیل انفس ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی پرین شرط کہ اگر میں  
 اسکو فلاں وقت تیرے پاس نہ ہو چکا ہوں تو جو مال اسپر ہو وہ مجھے ہوگا پھر طالب اس وقت پر غائب ہو گیا اور کفیل نے اسکو  
 تلاش کیا اور نہ پایا کہ کفیل نہ اس کے پھر کرے اور اس امر پر گواہ کرے تو مال کفیل کے ذمہ لازم ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کوئی  
 حاص تمام شرط کیا اور کفیل لیکر اس مقام پر آیا اور طالب غائب ہو گیا تو بھی مال کفیل پر واجب ہوگا۔ اور تاخر میں  
 نزدیک بنا بر قول ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اگر طالب اس وقت ان سے غائب ہو جائے تو چاہے کہ یہ امر قاضی  
 کے سامنے پیش کرے کہ قاضی اس کی طرف سے ایک کفیل مقرر کرے کہ اسکو سپر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے  
 جامع صغیر میں ہے کہ کسی نے دوسرے کا دامن پکڑا اور اسپر سو درم کا دعویٰ کیا یا مطلق حق یا مال یا دینار

اس کا جواب ہے کہ اگر کفیل نے کہا کہ اگر میں اسکو طلب کے روز نہ ہو چکا ہوں تو تیرے سو درم فلاں شخص پر ہیں وہ مجھے ہوں گے تو دوسرے کفیل ہونا بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ دوسرے کو ضرر کفیل نہ کاڑھیں شریک ہو شلادہ کوٹن پر ایک ہی سبب سے قرضہ لازم آیا ہو اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو۔ اور اگر یہ شخص دوسرے کفیل نہ ہو اجنبی ہو تو امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک دوسری کفالت جائز ہے حتیٰ کہ اگر اس نے وفاد کیا تو مال کفیل پر لازم ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک دوسری کفالت باطل ہے بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اسکو کل تجھے نہ ہو چکا ہوں تو جو مال تیرا اسپر ہو وہ فلاں شخص پر ہوگا اور وہ فلاں شخص موجب تھا اور اس نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر اسکو میں تجھے کل کے روز نہ ہو چکا ہوں تو مجھے سو درم ہوں گے جو تیرے اسپر تھے ہیں اور طالب اس پر سو درم کا دعویٰ کیا ہو سو درم کا سپر اگر اس نے شرط پوری نہ کی تو بلا خلاف اس کے ذمہ مال لازم ہوگا فی حیثین لکھا ہے۔ اگر کہا کہ اگر میں تجھے اسکو کل کے روز نہ ہو چکا ہوں تو جو مال فلاں شخص کا فلاں شخص پر ہو وہ مجھے ہوگا تو دوسری کفالت صحیح نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر میں اسکو کل تیرے ساتھ نہ ملاؤں تو جس قدر مال فلاں شخص کا اس کفیل نہ ہو ہو وہ مجھے ہوگا تو بلا خلاف دوسری کفالت صحیح نہیں ہے۔ اگر کہا کہ کل کے روز زید کو اگر میں تیرے پاس نہ ہو چکا ہوں تو میں عموماً جو طالب کا کچھ حق تھا کفیل انفس ہوں میں دوسری کفالت جائز ہے حتیٰ کہ اگر اس نے دوسرے روز زید کو نہ ہو چکا ہوں تو عموماً کفیل انفس ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی پرین شرط کہ اگر میں اسکو فلاں وقت تیرے پاس نہ ہو چکا ہوں تو جو مال اسپر ہو وہ مجھے ہوگا پھر طالب اس وقت پر غائب ہو گیا اور کفیل نے اسکو تلاش کیا اور نہ پایا کہ کفیل نہ اس کے پھر کرے اور اس امر پر گواہ کرے تو مال کفیل کے ذمہ لازم ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کوئی حاص تمام شرط کیا اور کفیل لیکر اس مقام پر آیا اور طالب غائب ہو گیا تو بھی مال کفیل پر واجب ہوگا۔ اور تاخر میں نزدیک بنا بر قول ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اگر طالب اس وقت ان سے غائب ہو جائے تو چاہے کہ یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے کہ قاضی اس کی طرف سے ایک کفیل مقرر کرے کہ اسکو سپر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جامع صغیر میں ہے کہ کسی نے دوسرے کا دامن پکڑا اور اسپر سو درم کا دعویٰ کیا یا مطلق حق یا مال یا دینار

و دعوی کیا اور مقدار بیان نہ کی پھر کسی شخص نے کہا کہ تو اسکو چھوڑ دے اور میں اسکے نفس کا کفیل ہوں اور اگر میں اسکو کل چھوڑ دوں گا تو مجھ کو سودینا بہتر ہے و ابھی چنے پڑے ایک اور طالب اسپر راضی ہو گیا اور اس نے دوسرے روز یہ پتہ پتہ کیا تو امام ابوہریرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روز یکم پھر و نون صورتوں میں سودینا واجب ہون گئے بشرطیکہ صاحب حق سودینا رکاوٹ نہ ہو و اگر نہ ہو تو امام ابوہریرہ قول امام اعظم رحمہ اللہ ہے جو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی کفالت بالنفیس اس شرط پر کی کہ اگر اسکو کل کے روز نہ پہونچا دوں تو کچھ مال طالب اسپر بخیر ہوگا پھر کل کا روز گزرنے سے پہلے کفیل عنہ مرگیا پھر کل کا روز نہ گزر گیا تو ویتھر مال بیکار ہو گیا۔ پس اگر مدت گزرنے سے پہلے کفیل مرگیا پس اگر کفیل کے وارثوں نے کفالت عنہ کو طالب سے پا رہا ہے تو کفیل پر مال لازم ہوگا یا خود کفیل عنہ نے اپنے آپ کو کفالت کی راہ سے مدت گزارنے سے پہلے طالب کو یہ سوچا دیا تو بھی کفیل پر مال لازم نہ ہوگا کذا فی النظمیرہ اور اگر وارثوں نے اسکو نہ پہونچا یا اور کل کا روز گزر گیا تو مال کفیل کے ذمہ واجب ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے یہ مسئلہ وایتھ کیا کہ اگر کفالت بالنفیس بشرط اختیار کی کہ جب تو اسکے سیر کرنے کی نسبت مطالبہ کرے گا تب سیر کروں گا ورنہ پھر اس قدر مال لازم ہوگا جو اسپر ہو پھر کفیل عنہ مرگیا اور کفیل لہ نے کفیل سے اسکی حاضر ہو کر مطالبہ کیا اور وہ عاجز رہا تو کیا اسپر مال لازم ہوگا اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں جو واضح ہوئی ہے نے فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ بالکمال لازم نہ آوے کیونکہ یہ موت کے مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہو پس شرعی پتہ پتہ کنایہ الظاہرہ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص سے کہا کہ اگر تجھ کو فلاں شخص نے قتل کر ڈالا تو تیرے ویتھ کا خاصن ہوں اور اس نے رضامندی ظاہر کی تو یہ جائز ہو اور اگر اس سے کہا کہ اگر اس نے تیرا سر توڑ دیا تو کیا یا اگر کھانا یا تیرا غلام قتل کیا یا غصب کیا پس میں اسکی قیمت کا خاصن ہوں اور وہ شخص راضی ہو گیا تو جائز ہے۔ اور اگر کھانا تو گون میں سے جس نے تجھے قتل کیا یا تجھے غصب کیا تو میں تیرے قیمت کا خاصن ہوں تو یہ باطل ہے جو یہ عھد مشرعی میں ملے ہو۔ اگر کسی کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں کل اسکو لاؤں تو کفیل خصوصت ہوں اور جو کچھ حق اسپر ہو گا وہ طالب اس کا خاصن ہوں اور اسپر مطلوب راضی ہو گیا پس یہ سب جائز ہے۔ اور اس لئے کل کے روز پہونچا یا اس سے پہلے ہی بری ہو اور اگر نہ پہونچا یا تو کفیل بالمال و کفیل بالخصوصت ہو گا پس اگر کسی کے کفیل کے لئے یہ شرط ہو کہ کفالت بالنفیس ہے بری ہو جائیگا اور اگر یہ شرط ہے تو اس نے وکالت بالحد و نہ اور کفالت بالمال سے براہت نہیں کر لی تو بری ہوگا اور اگر شرط کر لی تو کفالت بالمال سے بری ہوگا اور وکالت بالحد سے بری نہ ہوگا۔ اگر نہ ہو تو یہ شرط بالنفیس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ چلاؤں تو بکرا اسکو کل بالخصوصت نہ آوے و اگر نہ پہونچا یا تو کفیل قائل ہو کہ میں اسکا کفیر خاصن ہو اور سب لوگ اسپر راضی ہو گئے تو یہ جائز ہو کہ طالب مطلوب ہوں کفالت بالمال میں تقدیر ہوتی ہے کفیل میں اختلاف ہوا اور یہ مانع جواز نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل نہ پہونچا دوں تو اسکو کل خصوصت ہوں اور طالب ہی سے راضی ہو گیا اور اس نے دوسرے روز اسے نہ پہونچا یا تو وہ شخص اسکے ساتھ خصوصت کرنے میں کفیل ہو پس اگر قاضی نے اسپر کچھ حکم دیا تو کفیل کے لئے نہ ہوگا اور اگر کفیل نے طالب کو اسکا حق ادا کیا تو طالب کو اختیار ہے کہ اس سے نہ ہوے کیونکہ وہ احسان کرتا ہے اور اگر قبول کرے تو مطالبہ سے نہ لے سکیگا اگر کسی نے نفس کی کفالت میعاد معلومہ تک اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر اس کو

دوسری جگہ لکھیں







فی الحال واجب الادائے پھر ان کی کسی شخص نے ایک سال کی میعاد تک کفالت کی تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میعاد کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا کہ مجھے مہلت دے تو میعاد صرف اسی کے حق میں ثابت ہوگی اور اگر میعاد کو اس نے اپنی طرف منسوب نہ کیا بلکہ مطلقاً ذکر کی اور طالب سپہ راہی ہو گیا تو میعاد کفیل و اہل میل دونوں کے واسطے ثابت ہو جائیگی اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم میعاد ہی قرض تھے پھر ان کی کسی شخص نے میعاد کی کفالت کی خواہ یہی میعاد رکھی یا اس سے کم یا زیادہ تو یہ جائز ہو۔ اور کفیل کو مال ہی میعاد پر دینا واجب ہوگا۔ اور اگر اہل میل پر فی الحال واجب ہو اور کفیل نے اس سے موخر کر دیا تو یہ تاخیر اس کے اور کفیل کے حق میں صحیح ہو اور طالب کے حق میں صحیح ہوگی اور اگر طالب نے مطلوب کو تاخیر دی تو اس کے اور کفیل دونوں کے حق میں ہوگی اور کفیل کو کسی قدر تاخیر دی تو خاصہ اس کے حق میں درست ہوگی کذا فی المبحث اور اگر کفیل نے تاخیر کر دیا تو رد ہو جائیگی کذا فی خزانۃ المفتین پس اگر اسی صورت میں کطالب کفیل کو خاصہ تاخیر دی ہو کفیل نے قرض مدت سے پہلے ادا کر دیا تو جب تک میعاد نہ گزرے اپنے اصل سے نہ لینا اسی طرح عامہ روایات میں آیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر مال قرض میں بیج یا غصب ہو اور اس کا کوئی کفیل ہو پھر طالب اصل کو ایک سال کی تاخیر دی اور گرتے قبول نہ کی تو اس سپہ راہ کفیل پر مال فی الحال ہو گا جیسا کہ تاخیر دینے سے پہلے تھا یہ نہایت لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اس سے کسی دوسرے نے کفالت کی پھر طالب نے اصل کو تاخیر دی تو وہ دونوں کفیلوں سے بھی تاخیر ہوگی اور اگر اس نے پہلے کفیل کو تاخیر دی تو دوسرے کفیل سے بھی ہو جائیگی اور اصل پر مال فی الحال رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی سے ہزار درم کی کفالت ایک سال کی میعاد پر کی پھر کفیل نے میعاد سے پہلے قرضہ کے عوض طالب کے ہاتھ ایک غلام فروخت کر کے سپر کر دیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مال کفیل پر اپنے میعاد پر واجب الادا ہوگا۔ اور اسی طرح اگر طالب شہرے کے حکم قاضی عیب کی وجہ سے اسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر واپس کر دینا بدو حکم قاضی ہو یا وہ دونوں بیج کا اقالہ کر لیں تو میعاد قرضہ کی عود نہ کرے گی۔ اور اگر اس کے ہاتھ غلام نہ فروخت کیا بلکہ جلدی کر کے اسکو قبل میعاد قرضہ ادا کر دیا پھر اس نے اسکو استوق پایا اور واپس کیا تو مال کفیل پر میعاد پر واجب الادا ہوگا اور اسی طرح اگر ان کو زیون پایا نہ ہو یا اور قاضی کے حکم سے یا بلا حکم قاضی واپس کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اس نے مال واکرنے کے وقت آگاہ کیا تھا کہ یہ زیون ہیں اور یا ان جہہ اس نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ تاخیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اصل نے طالب کے ہاتھ ایک غلام بیون اس مال کے فروخت کیا اور سپر کر دیا یہاں تک کہ اصل کی برائت کی وجہ سے کفیل بھی بری ہو گیا پھر طالب کے پاس سے غلام استحقاق میں لیا گیا یا عیب کی وجہ سے اسے قاضی کے حکم سے اس کو واپس کر دیا تو مال کفیل کے ذمہ عود کرے گا اور اگر قرض قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو کفیل کے ذمہ عود نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک قرضہ کی کفالت میعاد ہی طرح سے کی تو کفالت جائز ہو اور کفیل ہی میعاد پر ہو گا جو اس نے بیان کی ہو اور اصل پر فی الحال واجب ہو گا یہ تاخیر میں لکھا ہے۔ اگر کفیل و اصل کو ایک مہینہ کی تاخیر دی پھر ایک سال کی تاخیر دی تو مہینہ اسی سال میں اہل ہو گیا اور ایک سال میں تمام ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ شرط خیار کفالت میں صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا اسکی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ میں نے غلام شخص کے واسطے ہزار درم کی کفالت تین روز کے خیار پر کی ہے پس اگر

۱۔ اگر قرضہ مدت سے پہلے ادا کر دیا تو جب تک میعاد نہ گزرے اپنے اصل سے نہ لینا اسی طرح عامہ روایات میں آیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر مال قرض میں بیج یا غصب ہو اور اس کا کوئی کفیل ہو پھر طالب اصل کو ایک سال کی تاخیر دی اور گرتے قبول نہ کی تو اس سپہ راہ کفیل پر مال فی الحال ہو گا جیسا کہ تاخیر دینے سے پہلے تھا یہ نہایت لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اس سے کسی دوسرے نے کفالت کی پھر طالب نے اصل کو تاخیر دی تو وہ دونوں کفیلوں سے بھی تاخیر ہوگی اور اگر اس نے پہلے کفیل کو تاخیر دی تو دوسرے کفیل سے بھی ہو جائیگی اور اصل پر مال فی الحال رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی سے ہزار درم کی کفالت ایک سال کی میعاد پر کی پھر کفیل نے میعاد سے پہلے قرضہ کے عوض طالب کے ہاتھ ایک غلام فروخت کر کے سپر کر دیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مال کفیل پر اپنے میعاد پر واجب الادا ہوگا۔ اور اسی طرح اگر طالب شہرے کے حکم قاضی عیب کی وجہ سے اسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر واپس کر دینا بدو حکم قاضی ہو یا وہ دونوں بیج کا اقالہ کر لیں تو میعاد قرضہ کی عود نہ کرے گی۔ اور اگر اس کے ہاتھ غلام نہ فروخت کیا بلکہ جلدی کر کے اسکو قبل میعاد قرضہ ادا کر دیا پھر اس نے اسکو استوق پایا اور واپس کیا تو مال کفیل پر میعاد پر واجب الادا ہوگا اور اسی طرح اگر ان کو زیون پایا نہ ہو یا اور قاضی کے حکم سے یا بلا حکم قاضی واپس کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اس نے مال واکرنے کے وقت آگاہ کیا تھا کہ یہ زیون ہیں اور یا ان جہہ اس نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ تاخیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اصل نے طالب کے ہاتھ ایک غلام بیون اس مال کے فروخت کیا اور سپر کر دیا یہاں تک کہ اصل کی برائت کی وجہ سے کفیل بھی بری ہو گیا پھر طالب کے پاس سے غلام استحقاق میں لیا گیا یا عیب کی وجہ سے اسے قاضی کے حکم سے اس کو واپس کر دیا تو مال کفیل کے ذمہ عود کرے گا اور اگر قرض قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو کفیل کے ذمہ عود نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک قرضہ کی کفالت میعاد ہی طرح سے کی تو کفالت جائز ہو اور کفیل ہی میعاد پر ہو گا جو اس نے بیان کی ہو اور اصل پر فی الحال واجب ہو گا یہ تاخیر میں لکھا ہے۔ اگر کفیل و اصل کو ایک مہینہ کی تاخیر دی پھر ایک سال کی تاخیر دی تو مہینہ اسی سال میں اہل ہو گیا اور ایک سال میں تمام ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ شرط خیار کفالت میں صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا اسکی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ میں نے غلام شخص کے واسطے ہزار درم کی کفالت تین روز کے خیار پر کی ہے پس اگر

طالب نے اس کی تصدیق کی تو خیارات ہو گا اور اگر تکذیب کی توجہ تک اس پر گواہ قائم ہوں خیارات ہو گا کہ اس نے الذخیرہ

**تیسرا باب۔** دعویٰ اور خصومت کے بیان میں کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزارہم کی کفالت کی پھر کفیل نے دعویٰ کیا کہ جس مال کی میں نے کفالت کی جو وہ قاری یا شراب کا شے یا اسکے مانند کہ جو واجب نہیں ہوتا ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہو گا اور اگر کفیل نے پر اس گواہ نہیں کیے اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر اس نے چاہا کہ طالب کو قسم دلائے تو اس کی طرف انکسالت نہ کیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر کفیل نے طالب کے اس اقرار پر کہ یہ قاری یا من خرو غیرہ ہو گواہ پیش کیے کہ اس نے ایسا اقرار کیا ہے تو اس کی گواہی کی سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے طالب کو مال ادا کر دیا اور چاہا کہ کفیل عنہ سے لیسے اور طالب غائب ہو گیا پھر کفیل عنہ نے کہا کہ یہ مال قاری یا شراب کا شے تھا یا مردار کا شے تھا اور کفیل چاہا کہ گواہ قائم کرنا چاہے تو اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی اور حکم کیا جاوے گا کہ کفیل کو مال ادا کرے اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنے حکم کو تلاش کر کے اس سے معاوضہ کرے۔ پس اگر کفیل کے مال لینے سے پہلے طالب حاضر ہوا اور اس نے بحضور قاضی اقرار کیا کہ یہ مال شراب کا شے یا مثل اس کے ہو تو اصل اور کفیل دونوں بری ہو جائیں گے۔ اور اگر قاضی نے کفیل کو بری کیا پھر کفیل عنہ حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ یہ مال قریب یا بیچ کا شے تھا اور طالب نے اسکی تصدیق کی تو مال کفیل عنہ کے ذمہ لازم ہو گا اور کفیل پر دونوں کی تصدیق نہ کی جائیگی اور حال اس حکم میں بہرہ کفالت کے ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ تین شخصوں میں سے ہر ایک کے ایک ہزار درم کسی شخص پر بدون باہمی شرکت کے قرض ہیں پھر وہ شخصوں نے تیسرے شخص کے واسطے زید پر یہ گواہی دی کہ اس نے مطلوب کے نفی کی کفالت کی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر قرضہ ان میں مشترک ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص پر مالی نفی کے کفیل ہو نیکاد دعویٰ کیا اور دواہ لایا کما حقہ نے گواہی دی مگر نہ مال مکان میں اختلاف کیا تو قاضی ایسی گواہی قبول کرے گا۔ اور اگر زائد اور مکان میں دونوں متفق ہے اور معاہدہ میں اختلاف کیا اور دعویٰ مال کی کفالت میں تھا پس ایک نے کہا کہ ایک مہینہ کی معاوضہ اور دوسرے نے کہا کہ دو مہینہ کی معاوضہ پس اگر مدعی دونوں مدتوں سے کم مدت کا دعویٰ کرتا ہو تو قاضی دونوں کی گواہی قبول کرے گا۔ اور اگر مدعی زیادہ مدت کا دعویٰ کرتا ہے تو دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دواہ ہوں نے کسی شخص پر گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کی طرف سے ہزارہم کی کفالت کی ہے مگر ایک نے قرضہ میں ایک سال کی معاوضہ دلائی اور دوسرے نے فی الحال بیان کیا اور طالب بھی فی الحال ہو نیکاد دعویٰ کرتا ہو اور کفیل نے کفالت سے انکار کیا یا اقرار کیا اور معاہدہ کا دعویٰ کیا تو دونوں صورتوں میں مال اس پر فی الحال واجب ہو یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے۔ اور اگر دعویٰ کفالت یا نفی کا ہو اور ایک گواہ نے ایک مہینہ کی مدت بیان کی اور دوسرے نے دو مہینہ کی تو شیخ الاسلام نے اس مسئلہ میں بھی کفیل سے حکم دیا ہو یعنی اگر مدعی کم مدت کا مدعی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر زیادہ مدت کا مدعی ہو تو مقبول نہ ہوگی اور شمس الاسلمہ مرضی نے بتلایا ہے کہ ایک گواہی مقبول ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک معاہدہ کا گواہ تھا اس نے کفالت کا واقعہ ہونا یا معاہدہ بیان کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ کفیل نے کفالت کا اقرار کیا ہو تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دواہ ہوں نے

لے خصومت کی کفالت  
دعا کی اور قاضی نے  
اس کو قبول کیا  
تو قاضی نے  
کفیل کو بری کر دیا  
اور طالب کو  
بری کر دیا

ہزاروں کی کفالت واقع ہونے کی گواہی دی مگر غلطیوں نے دونوں نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ اُس نے کفالت کی اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے ضمانت کی یا ایک نے کہا کہ اُس نے کہا کہ یہ میری طرف ہزاروں دوسرے نے کہا کہ مجھے ہر گواہ جانے پر یہ ظہیر پر مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر مال معین کا دعویٰ کیا اس سبب سے کہ اپنے مدعی کے واسطے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی تھی اور کفول عنہ کا نسب نہ بیان کیا تو کیا یہ دعویٰ صحیح ہو پس اس لانا نہ اور جہدی سے جواب دیا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہو اور اسی طرح ظہیر الدین مرعیتانی بھی فتویٰ دیتے تھے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اس شخص کے واسطے کسی آدمی کے نفس کی کفالت کی ہو اور اُس آدمی کا ہم نام نہیں جانتے ہیں و لیکن اسکی صورت پہچانتے ہیں تو یہ جائز ہو اور کفیل سے اسکا مواخذہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر گواہ نے کہا کہ ہم اس کی صورت بھی نہیں پہچانتے ہیں تو بھی کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ اسکو بیان کر لیں اگر کفیل کسی شخص کو لے آیا اور کہا کہ کفول عنہ یہ ہے اور طالب نے اسکی تصدیق کی تو پھر اور اُس سے قسم نہ لیا جائیگی اور اگر اُس کی تکذیب کی تو اس صورت میں دعویٰ اور اہکار کا حکم معتبر رکھا جائیگا۔ پس یہ مسئلہ جو مذکور ہو اس امر کی دلیل ہو کہ کفالت کے دعوے میں کفول عنہ کا نام و نسب کرنا ضروری نہیں ہو۔ اور بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ کی دفع یہ ہے کہ کفالت ایک شخص معین سے واقع ہوتی و لیکن گواہ اُسکو نہیں پہچانتے ہیں اور نہ اُسکا نسب جانتے ہیں پس یہ کفالت واقع بین اور فی نفسہ شخص معلوم سے ہو اور جو صورت نفس الاسلام سے مذکور ہو یعنی مدعی نے کہا کہ اس شخص نے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی ہو مراد اس سے نکلوں پس یہ کفالت فی نفسہ مجہول ہو پس دعویٰ صحیح نہ ہو گا یا نہ غیر وہ میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر کفالت بالنفس کی گواہی دی مگر ایک نے کہا کہ کفول عنہ زید ہے۔ اور دوسرے نے کہا کہ مرد جو تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ طالب نے ایک ہی کی کفالت کا دعویٰ کیا۔ یا دونوں کی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دو شخصوں کی کفالت بالنفس کا دعویٰ کیا اور دو گواہ پیش کیے انھوں نے ایک کی کفالت پر گواہی دی اور دوسرے کی کفالت میں اختلاف کیا اس طرح کہ ایک نے اُس کی طرف سے کفالت کر لینے کا بھی اقرار کیا اور دوسرے نے اُس کے حق میں سکوت کیا اور کہا کہ یہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وہی ہے یا اور جو پس نہ مل سکی کفالت کے باب میں پکڑا جائیگا جس میں دونوں متفق ہوئے اور دوسرے کی کفالت کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے ہائے باپ اور فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت کی ہو تو یہ گواہی باطل ہو کیونکہ انھوں نے ایک ہی گواہی دی اور اُن کی گواہی اُن کے باپ کے حق میں نامقبول ہو پس دوسرے کے حق میں بھی جاتی رہی۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت اس بشرط پر کی ہو کہ اگر مین کل کے روز اسکو نہ پہچاؤں تو جو اس پر مردہ مجھ ہو گا اور وہ ہزاروں مین تو ایسی گواہی جائز ہو۔ پس اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اُس نے کفول عنہ کو اسی روز پہچا دیا ہو تو وہ کفالت سے ہری ہو گا۔ اگر دو گواہوں نے مال میں اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہزاروں تھا اور دوسرے نے پانچ سو درم بیان کیے اور دونوں کفالت بالنفس پر متفق ہوئے تو قاضی کفالت بالنفس کا حکم دیوے کیونکہ اُس میں اختلاف نہیں ہو اور کفالت بالمال میں دونوں نے اختلاف کیا اور امام اعظمؒ کے نزدیک گواہوں کا مال میں اس طرح گواہی دینا مقبول نہیں خواہ مدعی دونوں میں سے کم کا دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور اگر دونوں گواہوں نے اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے درم کی گواہی دی اور دوسرے نے دینا دون کی تو کچھ بھی

چاہی کہ اس شخص کا مال میں اس طرح گواہی دینا مقبول نہیں ہو گا اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت کی ہو تو یہ گواہی باطل ہو کیونکہ انھوں نے ایک ہی گواہی دی اور اُن کی گواہی اُن کے باپ کے حق میں نامقبول ہو پس دوسرے کے حق میں بھی جاتی رہی۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت اس بشرط پر کی ہو کہ اگر مین کل کے روز اسکو نہ پہچاؤں تو جو اس پر مردہ مجھ ہو گا اور وہ ہزاروں مین تو ایسی گواہی جائز ہو۔ پس اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اُس نے کفول عنہ کو اسی روز پہچا دیا ہو تو وہ کفالت سے ہری ہو گا۔ اگر دو گواہوں نے مال میں اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہزاروں تھا اور دوسرے نے پانچ سو درم بیان کیے اور دونوں کفالت بالنفس پر متفق ہوئے تو قاضی کفالت بالنفس کا حکم دیوے کیونکہ اُس میں اختلاف نہیں ہو اور کفالت بالمال میں دونوں نے اختلاف کیا اور امام اعظمؒ کے نزدیک گواہوں کا مال میں اس طرح گواہی دینا مقبول نہیں خواہ مدعی دونوں میں سے کم کا دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور اگر دونوں گواہوں نے اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے درم کی گواہی دی اور دوسرے نے دینا دون کی تو کچھ بھی







جامع صغیرین تین شخصوں نے ایک شخص کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی پھر ایک نے اوکڑے تو سب بری ہو گئے اور کوئی کفیل دوسرے سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر ہر کفیل بھی دوسرے کفیل کی طرف سے کفیل ہو اور ایک نے اوکڑا تو ادا کرنے والا دونوں سے دو ٹکٹ لے لے گا اور ہر مال ہر ایک سے ہزار درہم لے سکتا ہو یعنی ایک ہی سے لیگا مگر ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہو۔ اور یہ اس صورت میں کہ دونوں کفیلوں پر قابو پالو اور اگر ایک پر قابو پالو یا تو اس سے نصف لیگا پھر دونوں تیسرے سے ایک تہائی لین گے اور اگر غائب پر قابو پالو یا تو ہر ایک اس سے چھٹا حصہ لیگا پھر سب ملکر اصل سے ہزار درہم لین گے ادا اگر دوسرے کفیل سے پہلے اصل پر قابو پالو یا تو اس سے کامل ہزار درہم لیگا امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر وہ شخصوں نے کسی شخص کے واسطے ہزار درہم اقرار کیا اس شرط پر کہ اس مال کے عوض سکو اختیار کرے وہ لوگ میں سے جس سے چاہے وصول کرے تو ہینئرہ اس کے یہ کہ ہر ایک نے دوسرے کے حکمت کفالت اختیار کی یہ محیط خسی میں لکھا ہے

**پانچواں باب** غلام اور ذمی کی کفالت کے بیان میں۔ غلام سے کفیل یا مال کی کفالت کرنا تین مالک کی اجازت کے جائز نہیں ہو مگر آزاد ہو کر آخوذ ہو سکتا ہو یہ محیط خسی میں لکھا ہو اور تجارت کے واسطے اجازت دینا کفالت کی اجازت نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر مالک نے کفالت کی اجازت دی اور اس نے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی تو صحیح ہو خواہ اسکو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو جبکہ اس پر قرض نہو اور یہی حکم باندی اور مدبرہ اور ام ولد کا ہو کہ انہی محیط اور کفالت کے قرضہ کے عوض خود فروخت کیا جائیگا مگر جب اسکا موئی فدیہ دیوے تو نہیں یہ بائع میں لکھا ہو۔ اور اگر غلام پر قرض ہو اور اس نے اپنے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مالک نے اجازت دی تو جب تک وہ مملوک ہو اس پر کچھ دینا لازم نہو گا اور جب آزاد کیا گیا تو اس کے ذمہ لازم ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ مالک کا غلام کی طرف سے کفالت کرنا صحیح ہو خواہ کفالت بانفس ہو یا بالمال خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو یہ نما میں لکھا ہو اور مکاتب کو کسی اجنبی کی کفالت کرنا جائز نہیں ہو خواہ مالک نے اسکو اجازت دی ہو یا نہی ہو لیکن عقد کفالت منع ہے چاہے کفالت کے بعد آزاد ہو کر پڑا جائیگا اور اگر مکاتب نے مالک کی طرف سے کفالت کی تو جائز ہو یہ ہائے میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے غلام کی طرف سے مال کی ضمانت کی تو بعد از ادائیگی کے پھر اجا بیجا پس اگر اس نے مالک کو یہ اقرار کیا اور اس کے مالک نے مکاتب کی یا اس نے مالک کو وہ مال قرض نہایا اس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ تصرف باز رکھا گیا ہو اور فی الحال یا میعاد ہو نا کچھ نہ بیان کیا تو اسکا کفیل فی الحال خود ہو گا یہ کافی میں لکھا ہو۔ اسی طرح اگر اسکو کچھ بیعتی اور اس نے تلف کر دی یا بلا اجازت مالک کے اس نے شبہ سے کسی عورت سے طوطی کی کوئی الحال اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر اسکی کسی شخص نے ضمانت کی اور فی الحال یا میعاد ہو نا نہ بیان کیا تو کفیل یہ فی الحال ادا واجب ہوگی یہ ہمزرائی میں لکھا ہو پھر جس کی طرف سے ادا کیا تو بعد از ادائیگی کے اس سے لیگا بشرطیکہ اس کے حکم سے یہ تین میں لکھا ہو امام محمد نے جامع صغیرین فرمایا ہو کہ کسی شخص نے غلام پر قرض کا دعویٰ کیا اور ایک شخص نے غلام کے نفس کی کفالت کی پھر غلام مر گیا تو کفیل بری ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر غلام کے قابض نے نفس غلام کا دعویٰ کیا اور کسی نے غلام کے نفس کی کفالت کر لی پھر غلام مر گیا پھر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ وہ غلام نہیں تھا تو کفیل میں کی قیمت کا فاسد ہو اور اگر مدعی کی کلیت اس کا بعض کے اقرار سے یا قسم سے یا نہ ہونے کی وجہ سے ثابت ہوئی ہو اور وہ غلام قابض کے پاس مر گیا تو غلام کی قیمت کا حکم بطلان علیہ ہو گا اور کفیل کے ذمہ کچھ لازم

یہودی اور اسلام میں کفالت کی اجازت نہیں ہے بلکہ غلام کفیل کی طرف سے کفیل ہو سکتا ہے اور اگر مالک نے اجازت دی تو کفالت کی اجازت دینا کفالت کی اجازت نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر مالک نے کفالت کی اجازت دی اور اس نے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی تو صحیح ہو خواہ اسکو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو جبکہ اس پر قرض نہو اور یہی حکم باندی اور مدبرہ اور ام ولد کا ہو کہ انہی محیط اور کفالت کے قرضہ کے عوض خود فروخت کیا جائیگا مگر جب اسکا موئی فدیہ دیوے تو نہیں یہ بائع میں لکھا ہو۔ اور اگر غلام پر قرض ہو اور اس نے اپنے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مالک نے اجازت دی تو جب تک وہ مملوک ہو اس پر کچھ دینا لازم نہو گا اور جب آزاد کیا گیا تو اس کے ذمہ لازم ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ مالک کا غلام کی طرف سے کفالت کرنا صحیح ہو خواہ کفالت بانفس ہو یا بالمال خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو یہ نما میں لکھا ہو اور مکاتب کو کسی اجنبی کی کفالت کرنا جائز نہیں ہو خواہ مالک نے اسکو اجازت دی ہو یا نہی ہو لیکن عقد کفالت منع ہے چاہے کفالت کے بعد آزاد ہو کر پڑا جائیگا اور اگر مکاتب نے مالک کی طرف سے کفالت کی تو جائز ہو یہ ہائے میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے غلام کی طرف سے مال کی ضمانت کی تو بعد از ادائیگی کے پھر اجا بیجا پس اگر اس نے مالک کو یہ اقرار کیا اور اس کے مالک نے مکاتب کی یا اس نے مالک کو وہ مال قرض نہایا اس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ تصرف باز رکھا گیا ہو اور فی الحال یا میعاد ہو نا کچھ نہ بیان کیا تو اسکا کفیل فی الحال خود ہو گا یہ کافی میں لکھا ہو۔ اسی طرح اگر اسکو کچھ بیعتی اور اس نے تلف کر دی یا بلا اجازت مالک کے اس نے شبہ سے کسی عورت سے طوطی کی کوئی الحال اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر اسکی کسی شخص نے ضمانت کی اور فی الحال یا میعاد ہو نا نہ بیان کیا تو کفیل یہ فی الحال ادا واجب ہوگی یہ ہمزرائی میں لکھا ہو پھر جس کی طرف سے ادا کیا تو بعد از ادائیگی کے اس سے لیگا بشرطیکہ اس کے حکم سے یہ تین میں لکھا ہو امام محمد نے جامع صغیرین فرمایا ہو کہ کسی شخص نے غلام پر قرض کا دعویٰ کیا اور ایک شخص نے غلام کے نفس کی کفالت کی پھر غلام مر گیا تو کفیل بری ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر غلام کے قابض نے نفس غلام کا دعویٰ کیا اور کسی نے غلام کے نفس کی کفالت کر لی پھر غلام مر گیا پھر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ وہ غلام نہیں تھا تو کفیل میں کی قیمت کا فاسد ہو اور اگر مدعی کی کلیت اس کا بعض کے اقرار سے یا قسم سے یا نہ ہونے کی وجہ سے ثابت ہوئی ہو اور وہ غلام قابض کے پاس مر گیا تو غلام کی قیمت کا حکم بطلان علیہ ہو گا اور کفیل کے ذمہ کچھ لازم

ہوگا مگر جبکہ وہ بھی مثل اپنے اہل کے اقرار کرے۔ اور امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ غلام کے مرجع نے میں قابض کے قول کی تصدیق نہ کی ہوگی اور وہ اور کفیل قید کیے جاویں گے پھر جب یہ ہوگی تو قیمت کی ضمان لے لی جائیگی یہ سنایہ میں لکھا ہے جاتا چاہیے کہ کفالت کے احکام میں اہل حق اور اہل اسلام برابر ہیں مگر سر اور شراب کے باب میں فرق ہوگا اگر کسی ذمی کی شراب دوسرے پر قرض تھی یا غصب کی تھی اور اس کی کسی ذمی نے کفالت کی تو جائز ہے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو اس کی چند صورتیں ہیں یا تو طالب مسلمان ہو اور اس صورت میں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفیل شراب اور اس کی قیمت سے بری ہو اور یا مطلوب مسلمان ہو تو وہ بھی شراب اور اس کی قیمت سے بری ہوگا اور اس کی برائت سے کفیل بھی بری ہوگا اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام ابو حنیفہ سے بھی مروی ہے اور زفر نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ مطلوب پر شراب کی قیمت ہوگی اور کفیل اپنی کفالت پر ہوگا اور یہی قول امام محمد کا ہے اور اگر کفیل خاصہ مسلمان ہو تو اس صورت میں شراب بالکل اُسپر سے ساقط ہو جائیگی کہ اُسکو بدل بھی نہ دیتا چاہیے اور یہی قول خیر امام اعظم رحمہ اللہ اور قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد کے نزدیک طالب کو اختیار ہو چاہے تو اہل سے عین شراب لیوے یا کفیل سے شراب کی قیمت لیوے۔ اور اگر سب لوگ مسلمان ہو گئے تو بلا بدلے کے شراب ساقط ہو جائیگی اور اسی طرح اگر طالب اور کفیل یا طالب اور اہل مسلمان ہوئے تو بھی بلا بدل ساقط ہوگی اور اگر کفیل اور اہل مسلمان ہوئے تو بھی امام اعظم کے قول خیر پر اور ابو یوسف کے نزدیک بلا بدل ساقط ہو جائیگی اور امام محمد کے نزدیک طالب کو اختیار ہے جس سے چاہے مطالبہ کرے۔ اگر خمر کسی بیچ کا فن ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہو گئے تو کفیل عین شراب اور اس کی قیمت سے بالا جاع بری ہو جائیگا اور اگر کفیل مسلمان ہو تو طالب اپنے مطلوب سے عین خمر کا مطالبہ کرے گا اور کفیل شراب اور اس کی قیمت سے بری ہوگا اور یہ آخر قول امام اعظم اور ابو یوسف کا ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ اس کے حق میں عین شراب سے بدل کر قیمت کی طرف تحویل ہوگی اور طالب اس سے قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر شراب بسبب سلم کے واجب ہوئی ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہو گئے تو سلم باطل ہوگی اور اس کے مطالبہ سے اہل بری ہوگا تو کفیل بھی بری ہو گیا اور اگر کفیل مسلمان ہو تو بلا خلاف بری ہو گیا اور طالب کی شراب مطلوب کی طرف اپنے حال پر باقی ہو کر ذاتی انحیط اور حاصل اور قاعدہ یہ ہے کہ طالب کا مسلمان ہونا جڑ سے شراب کو کھودیتا ہے کیونکہ سپرد کرنا اس کی طرف سے ممنوع ہوا ہے۔ اور مطلوب کا مسلمان ہونا بھی امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا ہی ہے کیونکہ اب اُسکو سپرد کرنا ممنوع ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک باطل نہیں کرتا ہے بلکہ عین سے تحویل کرے قیمت کی طرف لاتا ہے کیونکہ اتنا خمدار کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے ہے چہر حق ہے اور کفیل طالب کے لحاظ سے مطلوب ہے اور مطلوب کی نسبت طالب ہے۔ ایک نصرانی نے دو عورتوں نصرانیہ سے شراب پر اس شرط سے خلع کیا کہ ہر ایک عورت دوسرے کی کفیلہ ہے پھر نصرانی مسلمان ہوا یا سب ساتھ مسلمان ہو گئے تو دونوں عورتیں کفالت سے بری ہو گئیں اور جو ان پر واجب ہو وہ بدل کر قیمت کی طرف آیا اور اگر ایک مسلمان ہو گئی تو اُسپر قیمت ہو گئی اور دوسری عورت پر شراب رہی۔ پس اگر مسلمان ہوئے والی عورت نے قیمت اوکڑی تو دوسری سے نہیں لے سکتی ہے۔ اور اگر کافر نے تمام خمر اوکڑی تو مسلمہ کے حصہ کی قیمت اُس سے لے لی۔ اگر دونوں عورتیں ساتھ مسلمان ہو گئیں اور نصرانی مسلمان ہوا تو ہر ایک پر جہ حق کفالت اور اصلت کی راہ سے ہے

کفالت غلامان و غلامی  
باب پنجم  
کفالت غلامان و غلامی  
باب پنجم  
کفالت غلامان و غلامی  
باب پنجم





کہ وقت کا اور یہ اندہ نام غیر مقدور ہو پس باطل ہو اور اگر اس طرح ضمانت کرتا کہ یا میں بیع کو خلاص کیا کہ سپر کنون  
 لائن واپس کروں گا تو بیع ہوئی کیونکہ اسکو وفاق رکھتا ہو اس طرح کہ اگر مستحق نے اجازت دی تو بیع سپر کرے  
 ورنہ میں نہ کفایتی میں لکھا ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور کسی شخص نے بائع کی طرف سے مشتری  
 کے واسطے ضمانت رکھ لی تو اس کی کفالت کے یہ معنی ہیں کہ بیع سپر کرے اور یہ اقرا ہو کہ میرا کچھ حق اس  
 مکان میں نہیں ہو بیان تک کہ پھر اگر اس نے دعویٰ کیا کہ مکان میں میری ملکیت ہو یا شفعہ ہو یا بیع یا اجارہ  
 پر ہو تو اسکو دعویٰ قابل سماعت ہوگا یہ نہیں میں لکھا ہو اور اگر اس نے حاضر ہو کر مہر کر دی اور کفالت نہ کی  
 تو وہ اپنے دعوے پر باقی ہو کفالتی اندام اور شائع نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت پر مجمل ہو کہ جب اس نے یہ لکھا کہ فلان شخص  
 (یعنی خود) خرید فروخت میں حاضر ہوا یا یہ لکھا کہ بیع میرے سامنے واقع ہوئی یا یہ خرید فروخت کا اقرار میرے پاس ہوا تو اہتہ  
 اسکو دعویٰ کا اختیار ہو اور اگر اس نے گواہی میں ایسی بات پیش کی کہ جس سے اس بیع کا صحیح ہونا ناخذ ہونا ثابت ہو  
 مثلاً بیع نامہ میں تھا کہ فلان شخص اس مکان میں مالک نے اسکو فروخت کیا اور اس نے لکھا یا کہ میں اس پر گواہ ہوں  
 تو پھر اسکو دعویٰ مسموع ہوگا یہ نہا یہ میں لکھا ہو۔ اگر کفیل بالدرک نے کچھ نہیں لیا تو باطل ہو اور ضمانت نہ کی یہ محیط  
 میں لکھا ہو۔ اگر ایک شخص کے حکم سے اس کی طرف سے کسی نے ایک ہزار درم کی کفالت کی پھر اصل نے ایک حرمہ کی بیع  
 باعینہ کا حکم دیا تو خرید کفیل کی اور جو نفع بائع نے لیا ہو اسکو ہوگا بیع عینہ کی صورت یہ ہو کہ مثلاً کسی تاجر نے دس درم  
 قرض مانگے اس نے انکار کیا اور ایک کچھ اجودس درم کا ہوتا ہو پندرہ درم میں اسکا ہاتھ چاٹا کہ قرض لینے والا دس  
 درم کو فروخت کر لے اور بائع درم میرے برداشت کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہو اور یہ مکر وہ ہو یہ کفالتی نہیں لکھا ہو۔ اگر کسی نے  
 دوسرے کی طرف سے اس کے حکم سے ایک ہزار درم قرضہ کی کفالت کی پھر اصل نے کفیل کو ادا کر دیے پس اس نے  
 ادا کر لینے کے طور پر دیے ہیں مثلاً مال دیکر کہا کہ تو اسکو اپنے قبضہ میں لے کہ مجھے اسکا اطمینان نہیں ہو کہ طالب  
 اپنا حق مجھ سے لیوے پس تو ادا کرنے سے پہلے لے لے یا اس نے بطور ایچی کے لیے ہیں مثلاً اصل نے کفیل سے کہا  
 کہ یہ مال مالک طالب کو لکھو چاہے پس اصل کو دو لون صورتوں میں اس کے لینے کا اختیار نہیں ہو پس اگر پہلی صورت  
 واقع ہوئی اور کفیل نے اس میں کچھ تصرف کیا اور نفع اٹھایا تو نفع اسکا ہو اسکو صدقہ کرنا واجب نہیں ہو لیکن اگر  
 اصل نے قرضہ ادا کر دیا تو امام اعظم کے نزدیک اس میں ایک طرح کی خافیت ہو اور اگر کفیل ہی نے ادا کیا تو بالاجماع  
 اس میں کچھ خافیت نہیں ہو اور دوسری صورت میں اگر نفع اٹھایا تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک نفع اس کو  
 حلال نہیں ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہو اور اگر کفالت ایسی چیز میں ہو کہ جو متعین ہو سکتی ہو جیسے ایک سو  
 گیمون کے کہ ان کو کفیل نے اصل سے بطور ادا سے قرضہ کے لیکر قبضہ میں لے لیے اور اس میں تصرف کر کے نفع اٹھا  
 تو نفع اسکا ہوگا اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ ہو کہ کفیل حنہ کو واپس کرے اور یہی صحیح ہو  
 اور جب اسکو اطمینان یا اور وہ فقیر ہو تو اسکو حلال ہو اور اگر غنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور فقہ الاسلام نے فرمایا  
 کہ حق یہ معلوم ہوتا ہو کہ حلال ہو اور اگر متعین چیز کو اس نے بطور ایچی ہو نیچے لیکر قبضہ کیا تھا تو مثل سابق کے جو غیر  
 متعین ہیں گذرا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکا نفع لے لینا حلال نہیں اور امام  
 ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہو یہ غنایہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ میں کسی شخص کے نفیس کی

۴  
 میرا کوئی حق نہیں ہے  
 اگر کسی کو دی

کفالت کروں اور بالکل کفیل بنوں تو ظاہر الروایہ کے موافق اس میں یہ سلیہ ہو کہ کفیل کفالت، کسے قوت، کہے کہ میں نے  
فلان شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ تک کی اس شرط پر کہ بعد مہینہ کے میں کفیل نہ ہو چکا تو وہ شخص بالکل کفیل  
نہوگا پرنصول عموماً یہ میں لکھا ہو۔ مجموعہ انوائذ میں جو کسی کے دوسرے پر ہزار درم ہیں اور اسے کوئی کفیل ہو ابھر  
مطلوبہ طالب کے کہا کہ فلان شخص نے تیرے واسطے میری طرف سے اس کی کفالت کرنی ہو تو مجھے بری کر دے تالا  
تیرا جھگڑا کفیل سے باقی رہا ہے اور میں درمیان میں سے نکل جاؤں اور اس نے اس کو بری کر دیا تو کفیل بھی  
بری ہو گیا کیونکہ ہیل کی برات سے اس کی برات ہوئی ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت سے  
مال کی کفالت کی اور کفول عنہ نے اس کو کچھ رہن دیا تو جائز ہو پس اگر رہن تلف ہو گیا تو کفیل نے اپنا تمام حق جو  
کفول عنہ پر چاہیے تھا رہن کے تلف ہونے کی وجہ سے حاصل کر لیا اور اس کا حکم اور حقیقت وصول کر لینے کا کام ایک ہی ہو  
یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کی کفالت بال نفس اس شرط پر کی کہ اگر اس کو ایک سال میں نہ ہو سچا دون تو جو مال  
اس پر جو وہ بچھ ہوگا اور وہ ہزار درم تھے پھر کفول عنہ نے کفیل کو مال کے عوض سال تک بچھ رہن دیا تو باطل ہو  
اگر کفیل نے طالب سے کفالت کے باب میں کہا کہ اگر کفول عنہ مر گیا اور اس نے مجھے مال دانا نہ کیا تو وہ مال مجھے ہوگا  
پھر کفول عنہ نے اس کو کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہو اور اگر طالب نے اس کو کفالت بری کیا تو جائز نہیں ہو اور کفیل  
کا بری کرنا جائز ہو اور اصل یہ ہے کہ جس حق کے عوض رہن درست نہیں ہو اس سے بری کرنا بھی درست نہیں ہو فتاویٰ  
قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے وہیل کیا کہ موکل کے نفس کے واسطے فلان کفیل کہے اور جو کچھ موکل پر ثابت ہو  
اس کا وہ خاص ہو نہیں سنے ایک ایسا ہی کفیل دیا پھر موکل کسی قدر مال کا حکم دیا گیا تو طالب کو اختیار ہو کہ کفیل کو گرفتار کرے  
اور کفیل کو گرفتار نہیں کر سکتا ہو کیونکہ وہیل بیان ہنزلہ الچی کے تھا کیونکہ اس سے ایجاب قبول نہیں پایا گیا بلکہ ضرر  
اس نے مطلوب کی طرف سے کفالت کا حکم دیا اور عقد کا حکم دینے والا حقوق عقد میں ماخوذ نہیں ہوتا ہو محیط حمیری  
میں لکھا ہو۔ فتیٰ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے روایت ہو کہ اگر کسی نے فلان شخص کے واسطے فلان شخص کی طرف  
سے جو اس تحریر میں ہو یا جو قاضی کی تحریر میں ہو خاص ہو تو یہ باطل ہو اور اگر کہا کہ جو فلان پر ہا ہو اس تحریر میں  
اس کا میں خاص ہو تو یہ جائز ہو۔ یہ ذبیہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کسی کے لیے کپڑا فروخت کیا اور ثمن کا خاص ہو یا مفاد  
نے کسی مال کے ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہو اور اسی طرح اگر دو شخصوں نے ایک غلام کو ایک ہی صفقہ میں فروخت کیا  
اور ہر ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہو کذا فی الہدایہ اور اگر دونوں نے دو صفقہ میں مثلاً ہر ایک نے  
ایک نصف علیحدہ عقد کے ساتھ فروخت کیا اور ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کرنی تو جائز ہو کیونکہ انکاح نے  
اگر عورت کے مہر کی ضمانت کی یا بیع میں الچی نے اگر ثمن کی مشتری کی طرف سے ضمانت کرنی تو ضمانت صحیح ہو یہ کافی میں  
لکھا ہو۔ اگر کسی عورت کے واسطے اس کے شوہر کی طرف سے ہر مہینہ کے نفقہ کی ضمانت کی تو جائز ہو اور اس کو شروع  
ماہ میں رجوع کر نیکا اختیار نہیں ہو اور اگر اجارہ میں ہر مہینہ کے اجارہ کی ضمانت کی تو اس کو اختیار ہوگا کہ شروع  
مہینہ میں ضمانت سے رجوع کر لے اور فرق یہ ہو کہ نفقہ میں ہر مہینہ میں سبب از سر نو شروع نہیں ہوتا ہو اور اجارہ میں  
از سر نو شروع ہوتا ہو پس اس کو اختیار ہو کہ کفالت آئندہ کو چھوڑ دے کذا فی الاختیار پس اگر کفیل مر گیا اور اس کے بعد  
مستاجر ایک مہینہ مکان میں رہا تو جس قدر اس پر لازم آئے کفیل کے ترکہ پر لازم ہوگا اور موت سے

یہ کفالت مثل کفالت درک کے باطل نہیں ہوتی جو بخلاف کفالت بالنفس کے کہ وہ باطل ہو جاتی ہو پختہ اور مفتین میں نہ لکھا ہے۔ اور اجرت کے کفیل کو ادا کرنے سے پہلے یہ اختیار نہیں ہو کہ مستاجر سے مواخذہ کرے اور اگر ادا کر دیا تو مستاجر سے لے سکتا ہو بشرطیکہ کفالت اُس کے حکم سے ہو کسی شخص نے ایسے لڑکے کو جو تصرفات سے باز رکھا گیا ہے دس درہم دیے اور کہا کہ اس کو اپنے واسطے طرف کرے پھر ایک شخص نے دینے والے کی ضمانت کی تو صحیح نہیں کیونکہ اُس نے لڑکے کی طرف سے ایسی چیز کی ضمانت کی جو مضمون علیہ نہیں ہو اور اگر دیرینے سے پہلے کسی نے اس طرح ضمانت کی کہ تو اس کو دس درہم دے اس شرط پر کہ میں تیرے لیے ان دس درہم کا ضامن ہوں تو یہ صحیح ہو گا یا نہیں اُس سے قرض لیے اور حکم دیا کہ تو اس لڑکے کو شے دے اور لکھا اُس کی طرف سے قبضہ کا نائب ہو جائیگا اور اسی طرح اگر ایسے لڑکے نے جو تصرفات سے منع کیا گیا ہو کوئی چیز فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے مشتری کے واسطے ضمانت درک کی لہذا اگر لڑکے کے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ضمانت کی تو کفالت صحیح نہیں ہو اور اگر اُس سے پہلے کفیل ہوا تو صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص گویا ہو اور وہ سمجھتا ہو اور لکھتا ہو اور اُس نے نفس مال کی کفالت اپنے اوپر لگی یا اُس کے واسطے کسی نے کسی چیز کی کفالت کی اور اُس نے تحریر سے قبول کیا تو جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے رطب یعنی خرما سے ترکی کفالت کی اور اصل پر بوجہ اسکے لڑکا زمانہ منقطع ہو گیا تھا رطب کی قیمت کے واسطے قاضی نے حکم دیا تو کفیل پر رطب باقی رہن کے اور تمبر نہ ہو گا اور اگر اصل سے قیمت لی گئی تو کفیل بری ہو جائیگا اور اگر اُس نے رطب ادا کر دیے تو اپنے اصل سے قیمت لے لیا یہ کافی میں لکھا ہے۔ مرزن الموت کے مریض نے اگر کسی کی طرف مال کی کفالت کی پس اگر اس پر اس قدر قرض ہو جو اُس کے کل مال کو ضبط ہو تو کل کفالت باطل ہو اور اگر قرض اتنا تو بقدر رہائی مال کے کفالت جائز ہو اور اگر اُس نے کسی وارث کی طرف سے یا کسی وارث کے واسطے کفالت کی تو رہائی بھی جائز نہ ہوگی۔ قال المسترحم قولہ علیہ السلام اوصیہ لوارث لیث جب وصیت ارث کے حق میں نہ ہو تو کفالت باطل ہوگئی۔ اگر مریض نے کسی کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی اور اُس پر قرض نہیں ہو پھر اُس نے کسی اجنبی کے واسطے اس قدر قرض کا اقرار کیا جو اُس کے تمام مال کو محیط ہو پھر کفیل مریض کا تو جسکے لیے قرض کا اقرار کیا ہو وہ کفیل کے ترک کا اُس سے زیادہ حقدار ہو جسکے لیے کفالت کی ہے۔ اور اگر اُس کا تمبر نہ ہو قرض سے چکا تو کیا یہ زیادہ ہو تو کفیل جائیگا کہ اگر قرض ادا کرنے کے بعد باقی کی تہائی میں سے کفالت بھل سکتی ہو تو کل کفالت صحیح ہو اور اگر کل کفالت میں سے بھل سکتی ہو تو کفالت بقدر رہائی باقی مال کے جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مال اجارہ کی ضمانت کی پھر اجارہ فسخ ہو گیا اور انھوں نے اسی مال پر ازہر قرض کیا تو فرمایا کہ وہ شخص کفیل نہ رہے گا یہ مال ازہر ضامین میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے یہ ہزار درہم میعاد قرض تھے اُس نے قرض کے واسطے قرضدار سے کوئی کفیل طلب کیا تو ہائے اصحاب کا ظاہر روایہ کے موافق قاضی کفیل لینے کے واسطے اُس پر جہر نہ کرے گا اور متقی میں مذکور ہے کہ اُس سے کفیل لینے کا مطالبہ کرے گا اگرچہ قرض میعاد ہو اور اُس کے بعد ذکر کیا کہ میعاد قرض میں قاضی نے اگر اس شخص سے جو غائب ہو جانا چاہتا ہو کفیل لیا تو اُس کو نافذ کرے گا اس لیل سے کہ عورت نے اگر اپنے نفقہ کے واسطے اپنے شوہر کے سفر کو جانے کے وقت کفیل طلب کیا تو احتساباً امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی اُس سے ایک مہینہ کے نفقہ کے واسطے کفیل لے گا اور یہ لوگوں کے حق میں

قاضی مال کی کفالت اپنے اوپر لگی یا اُس کے واسطے کسی نے کسی چیز کی کفالت کی اور اُس نے تحریر سے قبول کیا تو جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔





کرنایا جا تو یہی ہوگا اور کفیل باقی رہیگا۔ اور وکیل نے اگر اپنے تئیں موکل کے سامنے الگ کرنا چاہا تو وکالت سے خارج ہو جائیگا۔ اور کتاب بخیل میں اشارہ ہے کہ کفیل بھی کفالت سے نکل سکتا ہو اور اس کی صورت وہاں بیذکر کی ہو کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعادوی یا قسط وار قرض تھا پھر ایک شخص نے قرض خواہ سے کہا کہ جب تیرے مال کا جو خزانہ نص پر ہو وقت آئے تو میں تیرے لیے اس کے نفس کا کفیل ہوں یا ہر قسط کی میعاد پر میں اس کے نفس کا کفیل ہوں پھر مال کی میعاد آنے سے پہلے کفیل نے چاہا کہ میں اپنے تئیں الگ کر دوں تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے۔ پس مسلمان یہ قید لگاتا کہ میعاد آنے سے پہلے ایسا نہیں ہو سکتا ہوا اشارہ ہے کہ اگر مال فی الحال ہوتا تو اسکو اختیار تھا کہ الگ ہو جاوے۔

کذا فی الذخیرہ قال المرحوم لعل القید معلق بالارادۃ فانہم - خرج من کفالت اور رہن جائز ہو کذا فی الہدایہ بعض نے فرمایا کہ خارج سے مراد خارج موقوف ہو کذا فی الکفایہ اور نواز اب کا حال یہ ہے کہ ان میں جو قدر انصاف سے ہیں مثلاً سب کے واسطے مشترک نہر کے کھودنے کا صرف یا عملہ کی جو کیداری یا بیت المال کے خالی ہونے کی صورت میں قیدوں کے قدر یہ ہے کہ واسطے تحصیل کرنا یا فکر جہاد کے سامان کے لیے وظیفہ لینا پس اس کی کفالت بالاجماع جائز ہو اور جو نواب ایسے ہیں کہ انصاف میں ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں بادشاہ کی طرف سے روزانہ یا ماہوار یا گھٹ درزیوں یا رنگریزوں وغیرہ پر بندھا ہو تو یہ ظلم ہو اور اس کے کفالت کے صحیح ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ فح القدر میں لکھا ہے۔ اور صحیح ہونے پر جوئی ہو یہ شرح وقایہ میں لکھا ہے۔ اور جو مشائخ محبت کی طرف میلان کرتے ہیں ان میں سے شیخ علی نمدوی بھی ہیں کذا فی الہدایہ اور نسفی اور تفسیر لائمرہ قاضی خان نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ اس میں مطالبہ سب سے بڑھ کر سخت ہو اور اب کفالت میں اسی کا اعتبار ہو اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جو شخص ان نواب کی قسط بندی میں کوشش کرے اسکو نواب ہو اگرچہ اسکا لینے والا ظالم ہو یہ معارج الدرایہ میں ہے۔ جن عقود میں کفالت شرط کی گئی تین قسم ہیں ایک قسم ہے کہ اگر کفیل غائب ہو خواہ اس نے کفالت قبول کی یا نہ قبول کی یا حاضر ہو اور اس نے قبول کی تو تھا یا نہ تھا یا عقد فاسد ہوگا اور اگر حاضر ہو اور اس نے قبول کر لیا تو استحساناً صحیح ہو اور یہ ہر عقد کا حال ہے جو شرط فاسدہ سے باطل ہو جاتا ہے جیسے بیع اور اجارہ اور سلم وغیرہ۔ اور دوسری قسم وہ کہ جن میں شرط کفالت مفسد نہیں ہو خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور یہ ہر عقد کا حال ہے جس میں شرط فاسدہ مفسد نہیں ہے جیسے قرض اور حق علی المال اور نکاح اور صلح عن عمد البتہ لیکن جب کفیل کفالت نہ قبول کرے تو ثابت نہ ہوگی اور اگر قبول کر لی تو ثابت ہوگی اور عقد تو ہر طرح ثابت ہو بشرط کفالت سے کسی حال میں فاسد نہ ہوگا تیسری قسم وہ ہے کہ جب کفالت کی شرط لگائی اور کفیل نے قبول کر لی تو صحیح ہو خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس نے قبول کی تو صحیح نہیں ہے کسی شخص کے دوسرے پر نہر اور کسی بیع کا تین یا سلم کے فی الحال اچھے آنے درخواست کی کہ اسکی قسط کرے اس شرط پر کہ غلام شخص کفیل ہو اسنے منظور کیا پس اگر کفیل نے منظور کیا تو تاخیر و دست برد خواہ حاضر ہو یا غائب نہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ دو شخص ایک گشتی ہو اسکی جگہ کو جہان بخور لانا پانی ہو جاتے تھے پھر ایک دوسرے سے کہا کہ تو اب اس اس شرط سے بانی میں چھیک ہے کہ میرا مال تم دونوں میں مشترک ہو تو یہ فاسد ہو اور اس کے مال کی نصف قیمت کا خاتمہ ہوگا کذا فی محیط الشرعی اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ یہ شخص اس کے مال کا جو اس نے چھیک یا پانچواں نصف مال کے خریدنے والا ہو گیا یہ ہمارا خاتمہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو بیٹے پر دعویٰ کیا کہ دو غلام تو کہ میں البصاعت راوی و گفتی

[illegible]

کہ اگر کسی نے خانی کندہ مال تو کہ بغاوت گیر نہ من در ضامن و عمدہ آن بر من است و وی چندین از مال من نیامد  
کرہ است بر تو واجب است کہ بدہی تو یہ دعویٰ صحیح ہو یہ فصول علایہ میں ہو۔ اگر بدہی نے مدعا علیہ سے مال دعوے  
پہنچیل طلب کیا تو دعویٰ یا مال منقولہ ہوگا یا عقار یا دین۔ پس اگر منقولہ ہو اور مثلی چیز ہو تو اس پر قبیل دینے کے واسطے  
بجہ نہ کیا جاوے گا کیونکہ اس پر مال دعویٰ کا حاضر کرنا ضرور نہیں ہو اور اگر مثلی چیز نہ ہو جسے غلام یا گھوڑا یا کپڑا وغیرہ  
تو قبیل دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر دعوے میں عقار یا دین ہو تو قبیل نہیں لے سکتا ہو۔ یہ محیط سرخسین میں لکھا ہو  
تو اور ابن ساعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کی بکری ذبح کر کے کھالی پھر کسی نے اس  
بکری کی ضمانت کرنی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر اس کی ضمانت نہوگی کیونکہ اس پر بکری واجب نہ تھی بلکہ اسکی  
قیمت تھی۔ اسی طرح اگر کسی نے ایک بکری قرض دی اور اس نے قبضہ کر کے اسکو تلف کر دیا پھر ایک شخص نے اسکی طرف  
سے بکری کی ضمانت کی تو ضمانت لازم نہوگی کیونکہ اس پر بکری لازم نہ تھی پس اسی قسم کے مسائل امام اعظمؒ سے صحیح  
اس کی دلیل ہیں کہ غصب کی چیز تلف ہونے کے بعد اس کا حق اس کی قیمت سے متعلق ہوتا ہو نہ بیعہ اکل ثمر سے۔  
اور کتاب الاصل کی صلیح میں امام اعظمؒ سے روایت ہو کہ مستلک علیہ کا حق عین ثمر سے متعلق ہوتا ہو یا خاک کر فرمایا  
کہ غصب کی چیز سے بعد تلف ہو جانے کے اس کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا کہ ولینک میرا یہ قول ہو کہ اگر کسی نے دوسرے کی بکری غصب کر کے ذبح کرنی اور دوسرے نے اس کی  
ضمانت کی تو میں ضمانت اس پر لازم کروں گا اور قیاس اس میں چھوڑ دوں گا اور فرمایا کہ سب حیوان کا یہی حال ہو اور  
اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام غصب کیا اور وہ اس کے پاس مر گیا اور کسی نے اس کی ضمانت کرنی تو میں اسکو  
ضامن قرار دوں گا پس ایسے مسائل امام ابو یوسفؒ سے اس بات کی صحیح دلیل ہیں کہ غصب کی چیز میں مالک کا حق بعد  
تلف ہونے کے بیعہ اس ثمر سے متعلق ہوتا ہو نہ اس کی قیمت سے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اصل میں لکھا ہو کہ اگر کسی نے دوسرے  
کا غلام یا باندی یا جانور یا کچھ اسباب غصب کر لیا اور اس کی کسی نے کفالت کی تو صحیح ہو اور قبیل پر بیعہ اس کا  
واپس کرنا جہت تک وہ قائم ہو واجب ہو اور اگر تلف ہو جائے تو اس کی قیمت پھر نہ واجب ہو جیسا کہ قبیل پر بھی ہو  
حکم ہو اور اس کی قیمت کی مقدار میں اگر قبیل اور طالب میں اختلاف ہو تو قبیل کا قول معتبر ہو اور اگر غاصب اس ثمر  
کی قیمت قبیل کے بیان سے زیادہ اقرار کی تو اس کے ذمہ لازم ہوگی اور قبیل پر لازم نہوگی۔ اور اگر زیادہ قیمت  
ہونے پر گواہ قائم ہوئے تو زیادتی قبیل پر بھی لازم ہوگی۔ اور کتاب میں یہ صورت نہیں مذکور ہو کہ اگر قبیل سے قسم لی  
گئی اور اس نے انکار کیا تو جو زیادتی اس پر واجب ہو گئی وہ قبیل پر بھی لازم ہوگی یا نہیں اور شایع نے فرمایا کہ اصل  
اس میں تفصیل ہونی چاہیے اسی طرح اگر قبیل میں اس سے قیمت مثلاً پانچ سو درم بیان کرتا تھا پھر قبیل اس سے قسم لیتی  
اور مالک ثمر نے ہزار درم بیان کیے اور اس نے قسم نہ کھائی اور اس پر ہزار درم لازم آئے تو اس صورت میں قبیل پر  
زیادتی لازم نہوگی اور اگر قبیل سے پہلے خاموش رہا اور کوئی اقرار پر خلاف اس نے نہیں کیا اور اس پر قسم ولائے  
سے اور انکار سے ہزار درم واجب ہوئے تو قبیل پر بھی واجب ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہو۔ قاضی مدعا علیہ سے  
ایک نقد قبیل لیا جبکہ مدعی اس کی درخواست کرے اور کہے کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور اس کی مقدمات میں ان  
ہوگی اس وجہ سے کہ ہر قسم سے روزانہ احکام تھانے واسطے جیتے تھے۔ اگر مدعا علیہ نے قبیل دینے سے انکار کیا تو مدعی کو حکم دیا

لہذا اگر کسی نے جو چیز مالک میں نہیں اور نہ میں نے ان کو نہ دیا نہ سوا دوسرے جا رہی نہیں ہو تو امام اعظمؒ کے قیاس پر انکار کرنا مکمل برائی کے ہو







کی طرف آتا ہو اور اس نے لکھا ہو کہ اس شرط والے کو دیدے اور مکتوب الیہ نے خط کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ مال اس پر قرض ہو تو باقی کے دیدینے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر اس نے یہ اقرار نہ کیا ہو تو مجبور نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کتاب کا مکتوب الیہ کی طرف کچھ مال ہو تو یہ بھی مجبور نہ کیا جائیگا مگر جبکہ اس نے شرط والے کے واسطے ضمانت کرنی ہو تو مجبور کیا جائیگا کہ انی الذخیرو

## کتاب احوالہ

### اس میں چند ابواب ہیں

پہلا باب۔ حوالی کی تعریف و رکن و شرائط اور احکام کے بیان میں۔ قال المشرع رحمہ اللہ کی تعریف بیان ہوئی حال کسی کو دوسرے پر حوالہ کرنا۔ محیل حوالہ کرنے والا۔ محتال مشید وہ شخص جو چہر حوالہ کیا گیا۔ محتال کہ وہ شخص جس کے واسطے حوالہ واقع ہو۔ محتال جس چیز کا حوالہ واقع ہوا مثلاً دیدنے عمرو کو بکر پر سودم اترائے تو یہ محیل بکر محتال علیہ سودم محتال کہ سودم محتال بہین۔ قال فی الكتاب حوالہ کی تعریف یہ ہو کہ قرضہ کو ایک نمہ سے دوسرے ذمہ پر نقل کرنا حوالہ ہو اور یہی صحیح ہو یہ نہرا لفاظ میں لکھا ہو۔ اور اسکا رکن ایجاب و قبول ہو۔ ایجاب تو محیل کی طرف سے ہونا چاہیے اور قبول محتال علیہ اور محتال کہ دونوں کی طرف سے چاہیے اور محیل کی طرف سے ایجاب کی یہ صورت ہو کہ وہ طالب سے کہے کہ میں نے اس قدر سودم لینے کو تجھے فلاں شخص پر حوالہ کیا اور محتال علیہ اور محتال کہ کی طرف سے قبول کی یہ صورت ہو کہ ہر ایک لین دین سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ کہ جسے رضامندی ظاہر ہوتی ہو بیان کرے اور یہ ہائے اصحاب کے نزدیک ہو یہ بدائع میں لکھا ہو حوالہ کے شرائط چند قسم ہیں بعضے محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور بعضے محتال کہ کی طرف راجع ہوتے ہیں و بعضے محتال علیہ کی طرف اور بعضے محتال بہین کی طرف راجع ہوتے ہیں پس جو محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں انرا بخلہ یہ ہو کہ عاقل ہو پس مجنون اور لڑکے کا جو عاقل نہیں ہو حوالہ صحیح نہیں ہو انرا بخلہ یہ ہو کہ بالغ ہو اور یہ شرط انعقاد کی نہیں بلکہ شرط نفاذ ہو پس حوالہ عاقل لڑکے کا منعقد ہوگا مگر نفاذ اسکا موقوف رہیگا اس کے ولی کی اجازت پر۔ اور محیل کا حر ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں ہو حتی کہ غلام کا حوالہ صحیح ہو اور اگر اسکو تجارت کی اجازت ہو تو محتال علیہ فی الحال اس سے لے لیگا اگر اس کی طرف سے ادا کیا تو غلام پہ اسکا اس کے قرض نہ ہوگا بلکہ اس کے رقبہ سے متعلق ہوگا اور اگر غلام کو تصرفات سے منع کر لیا گیا ہو تو بعد آزادی کے واپس لیگا اور اسی طرح تندرست ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں ہو حتی کہ مرض سے حوالہ درست ہو یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اور قرضدار کی رضامندی اور اسکا حکم شرط نہیں ہو حتی کہ اگر کسی نے غیر سے کہا کہ تیرے فلاں شخص پر اس قدر سودم ہیں تو اسکو مجھے حوالہ کرے اور قرضہ اور راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہو پس اگر اس نے مال دیا تو قرضدار سے نہیں لے سکتا ہو اور وہ بری ہو گیا یہ نہایت میں لکھا ہو۔ جو شرائط محتال کہ کی طرف راجع ہیں انرا بخلہ عقل ہو کہ اس کی طرف سے قبول پایا جاتا کہ ہو اور غیر عاقل قبول کی اہلیت نہیں رکھتا ہو۔ انرا بخلہ بخلہ شرط نفاذ ہو نہ شرط انعقاد اور عاقل بالغ کا حوالہ قبول کر لینا اس کے ولی کی اجازت ہو موقوف رہیگا بغیر کہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہوئے یہ بدائع میں لکھا ہو اور بال صغیر کا حوالہ قبول کر لینا باپ یا اس کے ولی کو جائز ہو بغیر ملک و غیرہ سے زیادہ غنی ہو اور اگر غنایں برابر ہوں تو دو قول اختلافی ہیں یہ بخلہ الیہ ہے۔ انرا بخلہ رضامندی سے قبول کیا جائے

محتال اور محتال  
جس کے حوالہ کیا گیا  
محتال کہ وہ شخص جس کے واسطے حوالہ واقع ہو۔



علم پر قسم لیکر اسی کا قول لیا جائیگا اور ایسا ہی بسو طمین ہو کہ انہی اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہو کہ کسی غنی پر  
 اس کا قرضہ تھا یا وریعت تھی یا مدفون تھا کہ قاضی کو اس کے موت کے روز نہ معلوم ہو کہ اس نے بطلان حوالہ کا  
 اور قرضہ محیل کی طرف عود کر نیکاح کو دیر یا تو بعد علم کے قاضی اپنے حکم سے رجوع کرے پھر اگر محتمل عود نے محیل سے  
 کچھ نہیں لیا ہو تو اپنا قرضہ اس مال میں سے جو محتمل علیہ کا محلول ہو لے اور اگر کچھ لیا ہو تو اس کو واپس کرے  
 اور اگر قاضی جانتا ہو کہ اس میت کا قرضہ دوسرے منفس پر ہو تو امام اعظم کے نزدیک بطلان حوالہ کا حکم نہ دیکھا  
 یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کو سبب اس کے قرضہ کے جو اسپر اتنا کسی شخص پر حوالہ کر دیا اور محتمل علیہ  
 شہر سے غائب ہو گیا اس طرح کا سکا پتہ معلوم نہ ہوا تھا اور یہ سبب متکدستی اور عاجزی کے اس نے کیا پھر محتمل  
 نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے لے لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہو جب تک کہ محتمل علیہ کا مرثیہ ثابت نہ ہو جو اہل الفتاویٰ  
 میں لکھا ہے۔ اگر محیل نے ادا کیا اور محتمل نے قبول نہ کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا کذا فی الخلاصہ اور وہ شخص  
 احسان کرنے والا نہیں یعنی اس نے ادا کرنے میں احسان نہیں کیا کیونکہ احسان کرنے والا وہ شخص ہو کہ دوسرے سے  
 نیکی کا قصد کرے بدون اس کے کہ اپنے نفس سے ضرر دور کرے اور اسے ہر چند کہ بری الذمہ ہو گیا تھا یہ قصد کیا کہ وقت نیکی  
 کے اگر حق کرے تو قید اور مطالبہ سے بری ہو کذا فی الکافی اور از انجلیہ یہ ہو کہ محتمل علیہ کو محیل پر دامنگیری کا حق اس وقت  
 حاصل ہو کہ جب محتمل نے محتمل علیہ کو گرفتار کرے پس جب محتمل اس کا دامنگیری ہو تو وہ محیل کا دامنگیری ہو تا کہ اپنے آپ کو  
 گرفتاری سے چھوڑ دے اور جب وہ اس کو قید کرے تو یہ محیل کو قید کرے بشرطیکہ یہ حوالہ محیل کے حکم سے ہو اور  
 محتمل علیہ پاس قدر یعنی بقدر حوالہ کے محیل کا قرض نہ ہو اور اگر حوالہ اس کے بلا حکم ہو یا محتمل علیہ اس کا کسی قدر قرض دار ہو  
 اور حوالہ میں قرضہ کی قید ہو تو گرفتاری اور جیس میں اس کو محیل پر یہ حق حاصل نہ ہو گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

دوسرا باب۔ حوالہ کی تفسیر کے بیان میں حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک حوالہ مطلق دوسرا حوالہ مقید۔ حوالہ مطلق  
 کی یہ صورت ہو کہ مطلقاً حوالہ کرے اور کسی چیز کے ساتھ جو محتمل علیہ کے پاس اس محیل کی موجود ہو مثلاً وریعت  
 یا غصب یا قرض کے اپنے حوالہ میں مقید نہ کرے کہ میرے قرضہ سے واپس یا غصب حوالہ کر دے یا وریعت سے  
 حوالہ کر دے اور اگر ایسے شخص پر حوالہ کرے جس کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں ہو تو یہ بھی حوالہ مطلق ہے یہ نہیں ہیں  
 لکھا ہے۔ پس اگر اس نے مطلقاً حوالہ کیا تو حق محتمل نے محیل کے قرضہ یا وریعت یا غصب جو محتمل علیہ کے پاس  
 ہو کسی سے متعلق نہ ہو گا بلکہ محتمل علیہ کے ذمہ سے متعلق ہو گا اور اس پر واجب ہو گا کہ محتمل نے کا قرضہ اپنے مال سے  
 ادا کرے اور محیل کو اختیار ہو گا کہ اپنا قرضہ اور وریعت اور غصب اس سے لے لے اور ان چیزوں کے لینے سے  
 حوالہ باطل نہ ہو گا۔ اور اگر محیل مر گیا تو جو کچھ اس کا قرضہ اور وریعت اور غصب محتمل علیہ کے پاس ہو وہ سوا سے  
 محتمل کے اس کے تمام قرضہ اور وریعت میں تقسیم ہو گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ پھر مطلق حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک فی الحال  
 دوسرا میعاد کی میں فی الحال کا حوالہ ہو کہ قرضدار طالب کو کسی شخص پر مثلاً ہزار روپے کا حوالہ کر دے تو جائز ہو اور ہزار روپے  
 محتمل علیہ پر فی الحال واجب ہوں گے اور میعاد کی صورت یہ ہو کہ دوسرے پر ہزار روپے کا حوالہ کر دے تو ایک سال کی  
 میعاد سے پچاس سال پر حوالہ کر دیا اور ایک سال کی میعاد لکائی تو حوالہ جائز ہو اور محتمل علیہ پر بھی ایک سال کے  
 وعدہ سے ہو گا۔ اور امام محمد نے اس صورت میں ذکر فرمایا کہ اگر حوالہ سہ ماہی ہو تو محتمل علیہ کی میعاد حاصل



ہوگی یا نہ ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ حاصل ہونا چاہیے جیسا کہ کفالت میں دیتا ہے۔ پس اگر تحصیل مرگیا تو محتال علیہ پر سہرہ مست مال واجب ہوگا اور اگر محتال علیہ بیعہ سے پہلے اور تحصیل و لون مرگئے تھے کہ مال فی الحال محتال علیہ نہ تھا تو واجب ہوگی یعنی درجہ ہوگا کہ بن پس اگر وفا ہونا ممکن نہ ہو تو محتال لہ کو اکیل کسے پاس اس کیا جائے کہ اپنے وقت پر قرض کا غواشتکار ہو یہ بتایا میں لکھا ہے۔ اگر قرض کا مال کسی پر فی الحال واجب لاداد ہو پھر اسکو کسی شخص پر ایک سال کے وعدہ پر اترا دیا تو جائز ہے اگرچہ اس میں لازم آتا ہے کہ قرضہ میں مدت قرار دی گئی۔ پس اگر محتال علیہ مدت گزرنے سے پہلے مہلتس مرگیا تو وہ مال تحصیل کی طرف پھرنی الحال دیا پر عود کر گیا اور اگر بیعہ سے قرضہ کے شن بیج یا غصب فی الحال واجب لاداد ہو اور باقی تمام مسئلہ اسی طرح واضح ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ زید پر عود کے ہزار درم فی الحال ادا کے قرض میں اور زید کے بکر ہزار درم فی الحال ادا کے قرض میں پھر زید نے عود کو بکر پر حوالہ کر دیا اور قید لگا دی کہ بچوں اس مال کے جو میرا پھر چاہیے ہو تو حوالہ صحیح ہو۔ پس اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو ایک سال کی تاخیر دی تو تحصیل اختیار ہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرض کا تقاضا کر کے لیوے پھر اگر محتال لہ نے تاخیر کے بعد محتال علیہ کو قرضہ حوالہ سے بری کر دیا تو تحصیل کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرضہ فی الحال لے لیوے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے ہزار درم دوسرے پر ہیں پھر قرضدار پر اپنے قرضخواہ کو ایک سال کے بعد پر حوالہ کیا پھر تحصیل نے سال گزرنے سے پہلے وہ مال محتال لہ کو خود ادا کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے فی الحال لے لیوے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی قدر مال کا حوالہ اپنے اوپر قبول کر لیا اور اس میں کسی قدر بیعہ ہو پھر اس شخص نے اسی قدر بیعہ دیا اس سے کم یا زیادہ پر دوسرے شخص پر حوالہ کیا تو محتال علیہ مال کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنا اکیل سے لینے تا وقتیکہ مال طلب قبضہ میں نہ آجائے یہ ناتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسے کہ قرضہ کا حوالہ باپ یا دوسری کسی شخص سے بیعہ پر قبول کر لیا تو جائز نہیں ہو اور یہ اس وقت ہو کہ اس قرضہ کا لڑکا وارث ہوا ہو اور اگر دونوں کے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو اس میں بیعہ جائز ہو اور یہ امام اعظم اور ابو یوسف رحمہما کے نزدیک ہے یہ بھرا لائق میں لکھا ہے۔ اور محتال علیہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خود ادا کرنے سے پہلے اکیل سے لے لیوے۔ لیکن اگر اسکا ساتھ سہرہ پڑا ہو اسے تو یہ بھی تحصیل کا دامنگیر ہو سکتا ہے اور اگر قید کیا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ اکیل کو قید کر اسے مالہ وہ اس کو چھوڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر محتال علیہ نے محتال عنہ کو ادا کر دیا یا اسکو جبہ کیا یا صدقہ میں یا یا محتال لہ مرگیا اور محتال علیہ اسکا وارث ہوا تو اب سب صورتوں میں تحصیل سے واپس نہ سکتا ہے اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو بری کیا تو بری ہو جائیگا اور وہ تحصیل سے نہیں لے سکتا یہ کذا فی الخلاصہ اور اگر اس نے محتال علیہ سے یہ کم کر میں تے تیرے واسطے چھوڑنا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ اپنے تحصیل سے لے لیوے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص ہمد و سہرے کا قرض ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ قرضدار کا سہرہ کچھ قرض نہ تھا پھر ایک درم بانی آدمی آیا اور اس نے محتال علیہ کی طرف سے اسکا مال ادا کر دیا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ تحصیل سے لے لیوے چنانچہ اگر اپنے مال سے ادا کر دیا اور اس نے قرض نہ تو ثابت بھی ہی صورت تھی۔ اور اگر محتال علیہ تحصیل کا قرض ہوا اور اس نے اس مال کا حوالہ اپنے قرضخواہ کو کیا پھر ایک درم بانی آیا اور اس نے محتال لہ کو تحصیل کی طرف سے پھر اکیل قرضہ ہوا کر دیا تو تحصیل کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے اپنا قرضہ لے لیوے۔ اور

محتال علیہ کی سبب واجب فی الحال دیا ہو تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ اپنے قرضدار سے قرضہ لے لیوے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی قدر مال کا حوالہ اپنے اوپر قبول کر لیا اور اس میں کسی قدر بیعہ ہو پھر اس شخص نے اسی قدر بیعہ دیا اس سے کم یا زیادہ پر دوسرے شخص پر حوالہ کیا تو محتال علیہ مال کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنا اکیل سے لینے تا وقتیکہ مال طلب قبضہ میں نہ آجائے یہ ناتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسے کہ قرضہ کا حوالہ باپ یا دوسری کسی شخص سے بیعہ پر قبول کر لیا تو جائز نہیں ہو اور یہ اس وقت ہو کہ اس قرضہ کا لڑکا وارث ہوا ہو اور اگر دونوں کے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو اس میں بیعہ جائز ہو اور یہ امام اعظم اور ابو یوسف رحمہما کے نزدیک ہے یہ بھرا لائق میں لکھا ہے۔ اور محتال علیہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خود ادا کرنے سے پہلے اکیل سے لے لیوے۔ لیکن اگر اسکا ساتھ سہرہ پڑا ہو اسے تو یہ بھی تحصیل کا دامنگیر ہو سکتا ہے اور اگر قید کیا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ اکیل کو قید کر اسے مالہ وہ اس کو چھوڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر محتال علیہ نے محتال عنہ کو ادا کر دیا یا اسکو جبہ کیا یا صدقہ میں یا یا محتال لہ مرگیا اور محتال علیہ اسکا وارث ہوا تو اب سب صورتوں میں تحصیل سے واپس نہ سکتا ہے اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو بری کیا تو بری ہو جائیگا اور وہ تحصیل سے نہیں لے سکتا یہ کذا فی الخلاصہ اور اگر اس نے محتال علیہ سے یہ کم کر میں تے تیرے واسطے چھوڑنا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ اپنے تحصیل سے لے لیوے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص ہمد و سہرے کا قرض ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ قرضدار کا سہرہ کچھ قرض نہ تھا پھر ایک درم بانی آدمی آیا اور اس نے محتال علیہ کی طرف سے اسکا مال ادا کر دیا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ تحصیل سے لے لیوے چنانچہ اگر اپنے مال سے ادا کر دیا اور اس نے قرض نہ تو ثابت بھی ہی صورت تھی۔ اور اگر محتال علیہ تحصیل کا قرض ہوا اور اس نے اس مال کا حوالہ اپنے قرضخواہ کو کیا پھر ایک درم بانی آیا اور اس نے محتال لہ کو تحصیل کی طرف سے پھر اکیل قرضہ ہوا کر دیا تو تحصیل کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے اپنا قرضہ لے لیوے۔ اور



مجلس ہر دور حوالہ میں یہ قید لگی تھی کہ اس سے ادا کیا جائے جو محیل کا محال علیہ پر قرض ہو تو صحیح یہ ہو کہ محیل یا ولدہ میں  
جو محال علیہ پر ہے لیکہ یہ خزانہ اعتین میں لکھا ہو اگر ایسی صورت میں کہ حوالہ میں اس قرضہ کی قید تھی کہ جو محیل کا محال علیہ  
پر چاہیے یا اس میں اس کی جو اس کے پاس جو محیل مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں اور اسے سواے اس میں بائین  
کے جو محال علیہ پر ہے کچھ نہ چھوڑا تو محال کہ کو اس مال کے ساتھ احتساب زیادہ خصوصیت نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور وہ  
بھی محیل کے دوسرے قرضوں کے ساتھ یکساں شریک ہوگا۔ یہ ہوا میں لکھا ہو۔ اگر حوالہ میں اس نہایت کی  
قید ہو جو محیل کی محال علیہ کے پاس ہو جو محیل یا ولدہ اور اس نے وہی محال کہ کے حوالہ کردی پھر محیل مر گیا اور بہت قرض  
اس میں تو جس کے پاس وہی محال تھی وہ محیل کے قرضوں کے لیے کچھ خاص نہ ہوگا اور وہ وہی محال کہ کو  
نہ ہو جائیگی بلکہ تمام قرضوں میں حصہ رسد تقسیم ہو جائیگی یہ فنادی قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر وہی محال کہ جس کے پاس  
وہی محال کہ کو اس نے اپنے مال سے ادا کیا تو احتساب نہ متبرع ہوگا کذا فی لکھانی۔ کسی شخص پر ہزار درہم قرض  
ہو اس نے قرض خواہ کو اپنے ایک ہزار کے قرضہ پر اس شرط سے کہ قرضہ سے ادا کرے حوالہ کیا اور ہونو اس نے  
نہ ادا کیے تھے کہ محیل یا ولدہ ہو پھر اس نے ادا کر کے اور بعضی مرض سے مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں اور سواے اس  
مال کے جو محال علیہ پر تھا کچھ مال نہ تھا تو یہ محال کہ کو وید یا جائیگا اور قرضوں میں اس میں کچھ حق ہوگا یہ خلاصہ میں  
لکھا ہو۔ اگر حوالہ میں اس نے قید تھی کہ اس غلام کے حق سے جو محیل کا محال علیہ پر چاہیے ادا کرے پھر سبب  
خارج رویت یا خیار عیب یا خیار شرط کے قبضہ سے پہلے اس کے بعد قاضی کے حکم سے بیع ہو گئی یا سپرد کرنے سے پہلے غلام  
مر گیا تو اس محال علیہ کے ذمہ سے ساکت ہو جائیگا اور احتساب حوالہ باطل ہوگا کذا فی فنادی قاضی خان اور اگر قرض خواہ  
کی طرف بیع میں کچھ اختلاف ثابت ہو یا اس قرضہ کے ساتھ حوالہ مقید ہو اس میں اختلاف پیدا ہو یا یہ بات ظاہر ہوئی  
کہ غلام بیع مرد آزاد تھا تو بالا جماع حوالہ باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر کتاب کے مالک کسی اپنے قرضہ دار  
کو اس پر حوالہ کیا پس اگر حوالہ مطلقاً چھوڑا تو جائز نہیں جو اس لیے کہ غلام کی ضمانت باطل ہو اور اگر بدل کتابت کی  
غیر لکھائی تو اس صورت میں جائز ہو کہ یہ قرض خواہ اس کی طرف سے بدل کتابت وصول کر نیکو دیکل ہو جائے اور بدل  
کتابت وصول کر نیکو دیکل کر ناجائز ہو اور ادا کر دینے سے پہلے کتابت آزاد ہو جائیگا اور اگر ادا کرنے سے پہلے  
مالک مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں تو جس قدر کتابت پر ہو اس کی نسبت تمام قرضوں میں اس سے محال کہ  
مخصوص ہو کر پاویگا اور اگر مالک نے کتابت کو آزاد کر دیا کہ بدل کتابت اس کے ذمہ سے ساکت ہو گیا تو حوالہ  
احتساب باطل ہوگا اور اس کو چارے آئمہ ملنے اختیار کیا ہو اور جب حوالہ باطل نہ ہو اور کتابت نے بدل کتابت  
محال کہ کو ادا کر دیا تو اپنے مولیٰ سے واپس لیکہ یہ محیل یا ولدہ اگر مالک نے اپنی ام ولد کو کتابت کیا پھر بدل کتابت  
کے واسطے کسی قرض خواہ کو اس پر حوالہ کیا پھر مالک مر گیا تو ام ولد آزاد ہو گئی اور احتساب حوالہ باطل ہوگا یہ فنادی  
قاضی خان میں لکھا ہو کتابت اپنے مالک کو بدل کتابت کے واسطے کسی شخص پر مطلقاً حوالہ کیا تو باطل ہو کذا فی  
الکافی اندوہ آزاد ہوگا کذا فی محیط الشری اور اگر حوالہ کسی قرضہ و وصیت یا غصب کے ساتھ مقید ہو تو صحیح ہو  
اور محال کہ کو دیکل کر دیا تاکہ کتابت کے مال سے جو اس کے پاس بدل کتابت ادا کرے اور جب حوالہ صحیح ہو تو  
محال کہ کو ادا کر دیا پھر اگر محال علیہ کے پاس جو کچھ ہوا ادا کرنے سے پہلے تلف ہو گیا تو حوالہ باطل

اس کا مصلحت ہے  
کہ باقی اس سے

ہو گیا اور بدل کتابت کا حق کے ذمہ آیا اور حق باقی رہا یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر زید قرض خواہ نے اپنے قرض خواہ عمرو کو خالد  
 انیل پر مال کا حوالہ کیا تو خالد زید کے مطالبہ سے برہم ہو گیا اور زید کو اختیار ہو کہ مکفول عنہ کو پکڑے تاکہ اس کو حوالہ سے  
 چھوڑا دے یہ محیطہ خیری میں لکھا ہو۔ اگر محال رہے پورا مال کفیل سے لے لیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور جو کفیل نے  
 ادا کیا ہو وہ محض سے نہیں لے سکتا ہو لیکن مکفول عنہ سے لیکھا یہ محیطہ میں لکھا ہو۔ اور اگر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا  
 کرنے سے پہلے محیل کو مال واد کر دیا تو کفیل کو مکفول عنہ سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو لیکن وہ محیل کو پکڑ سکتا تاکہ اس کو  
 حوالہ سے چھوڑا دے اور محال رہے حق بہ کفیل بری ہو گا۔ اور بعد اس کے اگر کفیل نے محال نہ کر دیا تو اس کو  
 اختیار ہو کہ محیل سے لے لے لیوے نہ اصل سے یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہو۔ اگر طالب اپنے قرض خواہ کو مقید حوالہ کے ساتھ اصل پر  
 حوالہ کیا تو جائز ہو اور محال نہ ہو کفیل سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو اور اصل اور کفیل محیل کے مطالبہ سے بری ہو گئے پھر اگر  
 طالب اپنے چاہا کہ کسی دوسرے قرض خواہ کو اس کے بعد اسی قرضہ کی قید کے ساتھ کفیل پر حوالہ کر دے تو جائز نہیں ہو یہ محیطہ  
 میں لکھا ہر زید کے عمرو پر ہزار درہم ہیں اور خالد اس کا کفیل ہو اور زید پر دو شخصوں ہیں ہر ایک کے ایک ہزار درہم ہیں پھر  
 زید نے ایک قرضہ ادا کر دیا اسی دین کی قید سے حوالہ کیا اور دوسرے قرضہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا۔  
 پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر دونوں حوالے آگے پہچے واقع ہوئے دو وجہ سے یا ابتدا کو کفیل پر حوالہ کیا یا ابتدا اصل  
 پر حوالہ کیا پس اگر ابتدا کفیل پر حوالہ کیا تو دونوں حوالے صحیح ہیں اگر کفیل نے کچھ ادا کیا تو مکفول عنہ سے اس کا  
 مطالبہ نہیں کر سکتا ہو لیکن محیل سے لیکھا اور اگر کچھ نہ ادا کیا لیکن مکفول عنہ نے خود ادا کر دیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا  
 اور کفیل بھی مال کفالت سے بری ہو گیا اور حوالہ ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک مطلق تھا۔ اور اگر کفیل نے مال  
 محال نہ ادا کیا تو مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہو بلکہ محیل سے مطالبہ کرے اور اگر ابتدا اصل پر حوالہ ہوا کفیل پر تو اصل  
 کا حوالہ صحیح ہو اور کفیل کا باطل ہو اور اگر دونوں حوالے ایک ساتھ واقع ہوئے تو جائز ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے زید پر  
 عمرو کے درم قرض ہیں اور خالد اس کا کفیل ہو پھر خالد نے عمرو کو بکر پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کر لیا تو اصل و کفیل  
 دونوں بری ہو گئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ پس اگر محال علیہ کے مفلس رہنے کی وجہ سے مال شوب گیا تو پھر  
 اصل کفیل پر عمرو کر لیا اور طالب جس سے چاہے مواخذہ کرے۔ اگر کفیل نے طالب کو سود پر حوالہ اس شرط پر  
 کیا کہ اسے بری کر لے تو اس کو اختیار ہو کہ اصل اور محال علیہ سے مطالبہ کرے اور اگر اس صورت میں محال علیہ  
 مفلس نہ گیا تو طالب کو اختیار ہو کہ کفیل کو بھی ماحوذ کرے اور اگر کسی نے تیرا کہا کہ تو اس مال کا حال کچھ قبول  
 کر لے اور اس نے قبول کیا تو یہ اصل کفیل دونوں کی طرف سے ہو یعنی دونوں بری ہوں گے اور اگر اس نے  
 حوالہ میں کفیل کی ہر ادا کی شرط کرنی تو اصل بری ہو گا یہ محیطہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے قرضہ کو اس کے  
 قرضہ کا حوالہ کسی شخص پر کیا اور اس شخص نے قبول کر لیا پھر قرضہ نے اس کو ایک شخص قرضہ پر حوالہ کیا اور اس نے قبول  
 کیا تو پہلا حوالہ دوسرے سے ٹوٹ گیا اور طالب کا اس پر کچھ باقی نہ رہا اور دوسرے شخص کو اختیار ہو کہ وہ حوالہ کے موافق  
 اپنے قرضہ کا اس سے مطالبہ کرے یہ غرض انہماک میں ہو کسی دوسرے پر اس شرط سے حوالہ کیا کہ مال حوالہ اس کے  
 حق سے ادا کرے تو حوالہ جائز ہو اور محال علیہ اس گھر کے فروخت کرے پھر حوالہ کیا جائے مال نہ رہے پھر حوالہ جائز  
 حتیٰ کہ اس گھر کو فروخت کرے اور جب اس نے فروخت کیا تو مال حوالہ کو اس میں سے ادا کرنے پر مجبور کیا جاوے گا



اور اگر اس طرح حوالہ کیا کہ یہ مال محیل کے گھر کے فن سے بلا اس کی اجازت کے اوکرنے تو باطل ہے یہ محبت خیری میں لکھا ہے  
 اور اگر محیل نے اسکا حکم و اجازت دیدی تاکہ حوالہ جائز ہو گیا تو بھی محال علیہ پر گھر فروخت کرنے سے پہلے ادا کرینکا جبر کیا  
 جائیگا لیکن مکان کے فروخت کرنے پر مجبور کیے جانے کے باب میں دیکھنا چاہیے کہ اگر حوالہ میں فروخت کو دینا مشروط  
 ہو تو اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر پہلی صورت میں محال علیہ نے اپنا گھر اور دوسری صورت میں محیل کا گھر فروخت کر کے  
 مال ادا کر دیا تو پھر ضمانت نبوی کیونکہ فن ادا کرینکا اس نے التزام کیا تھا اور وہ پورا ادا کر دیا یہ محیط میں لکھا ہے  
 اگر ایک شخص کے ہزار درم دو شخصوں پر تھے اور ہر ایک نے دوسرے کا کفیل تھا پھر ایک نے اسکو ہزار درم کسی شخص پر اتا دیا  
 تو محال کہ کوخیا ہو گا کہ اگر چاہے تو پورے ہزار درم محال علیہ سے لے لیوے اور اگر چاہے تو اس سے پانچ سو  
 لیوے اور جس نے حوالہ نہیں کیا اس سے پانچ سو لیوے اور یہ اس کو اختیار نہیں ہو کہ جس نے حوالہ نہیں کیا ہر اس  
 پانچ سو سے زیادہ طلب کرے اور محال علیہ اپنے محیل سے پانچ سو درم لے گا اور اگر اس سے پورے ہزار درم لے لے  
 تو ہزار درم لے گا پھر محیل دوسرے سے پانچ سو لے گا امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم بہو فرض ہے  
 اور قرضدار کے دوسرے شخص پر سو درم حد قرض تھے پھر چہرہ نہو تھے اسے اسپر چہرہ جدیدے حوالہ کیا کہ بجائے نہرہ  
 کھرے لے لیوے اور یہ شرط لگائی کہ ابوض اپنے درم نہرہ کے جدید درم لے لیوے اور محال علیہ غائب تھا  
 پھر اسکو حوالے کی خبر ہوئی اور اس نے اجازت دی تو حوالہ قیاساً و استحساناً باطل ہو اور اگر محال علیہ حاضر تھا  
 اور اس نے حوالہ قبول کیا تو استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ محال عنہ کے محیل سے جدا ہونے سے پہلے اگر اسے  
 دیدیے تو جائز ہے ورنہ باطل اور حوالہ ٹوٹ جائیگا اور وہی درم نہرہ عود کرن گے یہ محیط خیری میں لکھا ہے اور اگر دونوں  
 جدا ہو گئے پھر محال علیہ نے کھرے داکے توضیح ہو کہ حوالہ اگرچہ باطل ہو گیا لیکن ادا کرینکا حکم باقی ہو اور بدلہ لہو جاتا  
 کی وجہ سے محال علیہ بھی محیل کے قرض سے بری ہو گیا اور محیل اپنے محال سے کھرے درم لے لے ایسا کہ چونکہ اس نے  
 بیع صرف باطل ہونے کے بعد قبضہ کیا ہو پھر محال نہ محیل سے اپنا قرض یعنی درم نہرہ لے لے ایسا کہ کافی میں لکھا ہے۔ اور  
 اسی طرح اگر محال کو محال علیہ نے حوالہ ادا کی میں کھرے درم ادا کر دیے تو محال علیہ بری ہو گیا اور محیل کو اختیار  
 ہو کہ محال سے کھرے درم واپس لے اور نہرہ اسکو ادا کرے اور اگر اس مسئلہ میں محال علیہ پر سودم نہوں اور باقی  
 مسئلہ کی یہی صورت ہو تو محال علیہ کو اختیار ہو گا کہ محیل سے سودم کھرے لے لیوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص  
 کے دوسرے پر ہزار درم کھرے ہیں اور اسپر زیوف میں پھر زیوف والے نے کسی کو اس شخص پر چہرہ کھرے درم  
 میں اس شرط سے حوالہ کیا کہ اسکو کھرے دیوے یا یہ شرط کی کہ زیوف لیوے اور کھرے اسکے ہونے تو باطل ہے یہ  
 کافی میں لکھا ہے اور محال علیہ حاضر غائب ہو اور اس نے قبول کیا ہو اور یہی حکم قیاساً و استحساناً ہے یہ محیط میں  
 لکھا ہے۔ اور اگر اس نے ادا کر دیا تو محیل سے لے لے ایسا کہ چونکہ اس کے حکم سے ادا کیا ہے یا محال نہ سے پھر لے لے ایسا کہ  
 اس نے بطریق حوالہ فاسد کے ادا کیے ہیں یہ کافی میں لکھا ہے اور جب اس نے محال نہ سے نہرہ لے لیے تو محیل اس سے  
 کھرے لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر محیل نے محال علیہ سے زیادہ زیوف پر اس شرط سے صلح فرادی کہ زیوف  
 والا اسپر چہرہ لے لے تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور محال علیہ زیادہ درم سے بری ہو گیا اور اسپر ہزار درم نہرہ  
 محال کے نہ لے لے اس صورت میں محیل بری ہو گیا اور اسپر بہت قرضے ہیں سوائے محال نہ کے قرضے کے

یہ فتاویٰ ہندیہ کتاب النواثبات ممالک تقسیم جلد دوم صفحہ ۱۸۱

تو محتمل علیہ سے ہزار درم بہرہ لیکر محتمل لہ اور باقی قرض خواہوں میں تقسیم ہوگا۔ اور اگر محتمل علیہ کے پاس جدید درم غصب یا ودیعت مین ہوں اور وہ موجود ہوں پھر محیل نے بہرہ والے کو غاصب کے اوپر یا اسپر جس کے پاس ودیعت ہو حوالہ کیا اور محیل نے محتمل علیہ سے کہا کہ مین نے اس کو تیرے اوپر جدید درم کے واسطے حوالہ کیا کہ بعض بہرہ کے اسکو دے تو حوالہ جائز ہو بشرطیکہ محتمل لہ نے محیل کے جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لیا ہو اسی طرح اگر محیل نے محتمل لہ سے کہا کہ مین نے تجھ کو تیرے درم یا بہرہ کے واسطے فلان شخص پر حوالہ کیا کہ وہ تجھ کو جدید درم دیگا جو اس کے پاس موجود ہیں تو حوالہ جائز ہو بشرطیکہ محیل کے جدا ہونے سے پہلے اس نے قبضہ کر لیا ہو اور اگر دونوں قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو گئی اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے و لیکن جس کے پاس ودیعت ہو یا غاصب وہ چلا گیا تو حوالہ جائز رہا کیونکہ وہ عاقد نہیں ہو کر ذانی الحیط۔ کسی کے زیوف چاہیے ہیں اور اسپر جدید قرض ہیں اس شرط پر حوالہ کیا کہ زیوف لے لیوے تو صحیح ہو اور اسی طرح اگر محیل نے محتمل لہ سے جدید کے عوض زیوف پر اس شرط سے صلح کی کہ محیل اس کو فلان شخص پر حوالہ کرے تو جائز ہو اور اگر محتمل علیہ مر گیا اور غفلت تھا تو محیل سے زیوف لے سکتا ہو۔ محیل پر درم قرض ہیں اور محیل کا قرضہ دینا نہیں اس حوالہ کیا اس شرط پر کہ اس کو دینا دیوے یا اسکو درہم دیوے بعض اُن دینا روں کے جو اسپر ہیں تو باطل ہو مگر اس صورت مین کہ وہ اس کے پاس ودیعت یا غصب ہوں اور بیعت قائم ہوں یہ کافی مین لکھا ہو۔

تیسرا باب۔ حوالہ مین دعویٰ و شہادت کے بیان مین۔ مدیون نے زعم کیا کہ اس نے قرض خواہ کو فلان شخص پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کیا اور قرض خواہ نے انکار کیا پھر قرض دار سے اس حوالہ پر گواہ طلب ہوئے پس اگر اس نے پیش کیے اور محتمل علیہ حاضر ہو تو قبول ہوں گے اور مدیون بری ہوگا اور اگر غائب ہو تو حق توقیت مین محتمل علیہ کے حاضری تک مقبول ہوں گے پس اگر حاضر ہو کر مدیون کے قول کا اقرار کیا تو بری ہو ورنہ حکم دیا جائیگا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو محتمل علیہ سے قسم لی جائیگی اور اگر مدیون کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے قسم طلب کی تو محتمل علیہ قسم کھائیگا کہ وائند مجھ پر فلان شخص نے مال کا حوالہ نہیں کیا اور اگر قسم سے منکر ہو تو مطلوب بری ہو یہ بھرا لائق مین لکھا ہو۔ محیل غائب ہو اور محتمل علیہ نے زعم کیا کہ جو قرضہ محیل پر ہے وہ شراب کا شئ ہے تو اسکو دعویٰ صحیح نہیں ہو اگرچہ وہ اس بات پر برہان پیش کرے جیسا کہ باب کفالت مین مذکور ہو اور اگر محتمل علیہ نے مال محتمل لہ کو عید یا اور پھر محیل سے لیتا چاہا اور اس نے کہا کہ وہ مال شراب کا شئ تھا تو صحیح نہ ہوگا اگرچہ برہان پیش کرے اور محیل سے کہا جائیگا کہ یہ محتمل کو ادا کرے پھر اپنے مخاصم سے جھگڑا کر پھر اگر اس نے محتمل لہ پر برہان پیش کی کہ میں شراب کا تھا تو مقبول ہوگی پھر محتمل علیہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے محیل سے واپس لے یا محتمل لہ سے یا کوئی تیسرا شخص مین لکھا ہو اگر محتمل لہ نے قاضی کے سامنے اقرار کر دیا کہ یہ مال شراب کا شئ ہے تو محتمل علیہ کے ساتھ کچھ جھگڑا نہ ہوگا پھر اگر محیل لیا اور کہا کہ نہیں بلکہ یہ مال قرض ہے تو اس سے لازم نہ ہوگا بشرطیکہ محتمل لہ اس کی تصدیق کرے و لیکن محتمل علیہ کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو اگر اپنی عورت کو اس کے گھر کے واسطے کسی سے لے لینے کا حوالہ کیا اور اس نے قبول کیا پھر شوہر غائب ہو گیا پھر محتمل علیہ نے اس امر پر گواہ پیش کیے کہ اسکا نکاح فاسد ہو اور اسکی کوئی وجہ بیان کی تو محتمل علیہ کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا مہراپنے شوہر کو عید کر لیا

۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰

یہ زوج نے اس کو دیا جو بعض مہر کے کوئی نثار اسکے ہاتھ فروخت کی ہو اور اس نے قبضہ کر لیا ہو تو اسکے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر بیع پر قبضہ نہ ہوا ہو تو مقبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شراب ہزار درم کو بیچ کر پھر بائٹے نے ایک مسلمان کو مشتری پر حوالہ مقید کر کے کہا کہ اُن ہزار درم کے دینے کے واسطے جو بیچ کر آئے ہیں مین نے فلاں شخص کو حوالہ کیا پھر باہم اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ یہ ہزار درم وہی نہیں جو شراب کا مین ہیں اور بائٹے نے کہا کہ مال کا مین ہیں تو بائٹے کا قول معتبر ہوگا پھر اگر محتمل علیہ ہے محصل پر اپنے دعوے کے موافق گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہوں گے۔ اور اگر حوالہ مین قید نہ ہو مثلاً یوں کہا ہزار درم کے دینے کے واسطے مین نے بیچ کر یہ حوالہ کیا تو حوالہ باطل نہ ہوگا اگر مشتری ثابت کرے کہ یہ ہزار شراب مین یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم مین بیچ کر رضواہ نے کسی شخص کو قرضدار پر بقید قرضہ کے حوالہ کیا پھر محتمل نہ نے محتمل علیہ سے مال لیکر قبضہ کیا پھر محصل نے محتمل نہ سے کہا کہ تیرا بیچ کر کچھ نہیں چاہیے تھا مین نے تو کچھ صرف اس واسطے حوالہ کیا تھا کہ بطور وکیلوں کے قبضہ کر کے میرے سر و کرے اور اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بیچ کر میرے ہزار درم چاہیے تھے اُس کے عوض تو نے ہزار درم کا حوالہ کیا ہو تو محصل کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر محتمل علیہ نے قرضہ ادا کیا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور محصل نے کہا کہ مین نے اپنے مال کا بیچ کر حوالہ کیا ہو اور محتمل علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ قرضہ بیچ کر نہیں چاہیے تھا مین تجھے واپس لے لوں گا تو قول محتمل علیہ کا معتبر ہوگا یہ محیط منبری مین لکھا ہے۔ اگر محتمل نہ غائب ہو اور مین نے چاہا کہ محتمل علیہ سے اپنا مال لے لے اور کہا کہ مین نے اُس کو بطور وکالت کے حوالہ کیا ہو اور اسکا بیچ کر قرض نہیں ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین اُس کی تصدیق نہ کرو مگر اور نہ اُس کی دلیل قبول کرو مگر کیونکہ یہ قضا علی الغائب ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ یہ قول کہ مین نے اُس کو وکیل کیا ہو مقبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ دو گواہوں مین سے ایک گواہی دی کہ اسنے اپنے مال کا کسی شخص پر حوالہ کیا ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس شخص نے یعنی محتمل علیہ نے بشرط برات الاصل اسکی ضمانت کی ہو یا برات کا ذکر نہ کیا اور طالب کا دعویٰ حوالہ کا تھا تو اس صورت مین اصل بری ہو جائیگا کیونکہ دونوں گواہ خاص ہونے کے شاہد مین اور اس مین اتفاق ہو اور اصل کی برات مدعی کے قول سے کہ حوالہ کا دعویٰ کرتا ہو ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر طالب نے کہا کہ بدوں حوالہ کے خاص مین جو تو اصل بری ہوگا اور طالب جسکو چاہے گرفتار کرے یہ محیط خسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے دو خصوصاً ہزار درم ہوں اور اُن دونوں نے ایسے شخص پر حوالہ کیا پھر طالب نے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور اُس پر اُس کے دو بیٹوں یا باپ یا دوائے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اُسکو حوالہ کر دیا ہو تو اُن دونوں کی گواہی جائز ہو اور اگر مطلوب کے دو بیٹوں نے گواہی دی پس اگر دونوں مدعی مین تو مقبول نہیں ہو اور اگر مین تو مقبول ہو کتنا فیحط

**مسائل تصرفات**۔ جس کفالت مین اصل کی برات شرط ہو وہ حوالہ ہو اور جس حوالہ مین اصل سے مطالبہ شرط ہو وہ کفالت ہے یہ سر جہ مین لکھا ہے۔ قرضواہ نے اگر کسی شخص کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا اور اس محتمل کا اس پر کوئی قرض نہ ہو کفالت ہو اور نہ مین ہو خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر مین کیوں کا حوالہ کیا اور محصل کا

یعنی دونوں گواہوں سے ثابت ہو کر محتمل علیہ خاص ہو اور مدعی کو اس سے ظاہر ہو کہ حوالہ اس سے کیا گیا ہو تو یہ کفالت ہے

محتاج علیہ پر کچھ نہیں آتا ہو اور نہ محتال نہ کا محیل پر ہو اور محتال علیہ نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہو یہ قنیتہ میں لکھا ہو۔ دلال نے اپنے درم کیوں یا روٹی کے تین تین دیہانی کوئے تاکہ یہ درم مشتری سے پھر واپس کر لے پھر مشتری کے افلاس کی وجہ سے دلال اس کے واپس لینے سے عاجز ہوا تو احتساب دیہانی سے واپس کر لے اور یہ ہمارے شہرون کا دستور ہو کہ دلال اپنی طرف سے کسان کو دیدیتے ہیں پھر مشتری سے لے لیتے ہیں اور بخار کے شہر میں دلال ایک قوم ہیں کہ ان کی دکانیں اس واسطے تیار ہیں کہ اس میں دیہاتی لوگ جو کچھ فروخت کرنا چاہتے ہیں لاکر رکھتے ہیں اور الگ ہوجاتے ہیں کہ دلال ان کو فروخت کر دیتا ہو پھر کبھی دیہاتی جلدی کرتا ہو کہ لوٹ جاؤ تو دلال اپنے پاس سے اس کو دام دیتا ہو کہ پھر مشتری سے لے لیں یہ قنیتہ میں لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے پر کسی قدر غلہ کا حوالہ کیا پھر محتال نے محتال علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر اس نے ثمن پر قبضہ نہ کیا تو صحیح نہیں ہو کہ یہ بیع ہو یہ جو اہر افتادے میں لکھا ہو اگر کسی کے ہاتھ ایک دینار بھون دس درم کے فروخت کیا اور دینار بیچنے والے نے اس کو دینار دے دیا اور درم پر قبضہ نہ کیا حتیٰ کہ اس کے حکم سے یا بلا حکم کسی نے کفالت کرنی تو جائز ہو۔ پس اگر دونوں جدا ہو گئے تھے کہ درم والے نے سب درم سے کفیل و اصل کو بری کیا تو کفیل بری ہو جائیگا خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور کفیل عنہ نے اگر قبول کیا تو بری ہو ورنہ نہیں۔ بعد اگر کسی نے کفالت نہ کی بلکہ درم بیچنے والے نے درم کو ایک شخص حاضر کر دیا اور اس نے قبول کیا تو جائز ہو مگر شرط یہ ہو کہ اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے اور اگر دونوں جدا ہو گئے تھے کہ محتال نے محتال علیہ کو درم سے بری کیا تو بری کرنا صحیح ہو اور بیع ضرر ٹوٹ جائے مگر خواہ اس نے براہ قبول کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر حوالہ درم کے قرضدار کی بلا اجازت ہو تو براہ سے محتال علیہ بری ہو جائیگا اور درم بیچنے والے کے حق میں اس کی رضامندی پر موقوف رہیگا یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہو۔ جن صورتوں میں حوالہ فاسد ہو اور محتال علیہ نے مال واکر یا تو اس کو بخار حاصل ہوگا اگر چاہے تو قابض سے لے لے کر یہ حیل سے یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر قرضخواہ کو قرضدار پر مال کا حوالہ کر دیا اس شرط سے کہ محتال کو اختیار ہو تو یہ جائز ہو اور اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے حوالہ کو باقی رکھے یا حیل سے لے لے۔ اور اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ محتال کو اختیار ہو کہ جب چاہے حیل سے لے لے تو بھی جائز ہو اور اس کو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے وصول کرے یہ محیط میں لکھا ہو اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کر چکا تو بیع باطل ہو اور اگر اس شرط پر چکا کہ ثمن کا حوالہ اس سے لے لیا تو صحیح ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ بائع نے اگر اپنے قرضخواہ کو اس مال کے واسطے جو ثمن ہو مشتری پر حوالہ کیا تو اس مقید بائع حوالہ سے بائع کو یہ اختیار نہ رہا کہ تمام ثمن حاصل کرنے کے واسطے بیع کو روک سکے اور اگر مشتری نے بائع کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا تو ظاہر الروایہ کے موافق بائع کو حق حبس باقی ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوبیس سو درم کو خرید لیا اور اس پر قبضہ کیا پھر بائع کو ثمن کا کسی شخص پر حوالہ کیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اس کو واپس کیا تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا کہ یہ درم بائع سے لے لے لیکن بائع اس کا حوالہ محتال علیہ پر کر دیا خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اس باب میں قول بائع کا معتبر ہوگا کہ میں نے سود پر محتال علیہ سے نہیں لیے ہیں اور اسی طرح اگر بدون حکم قاضی واپس کیا تو بھی مال بائع سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر بیع فاسد ہو کہ اس کو قاضی نے قیمت کر کے چوبیس سو واپس کر دیا تو مشتری اپنے قرضہ کو محتال علیہ سے حاصل کر چکا ہوگا

محتاج علیہ پر کچھ نہیں آتا ہو اور نہ محتال نہ کا محیل پر ہو اور محتال علیہ نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہو یہ قنیتہ میں لکھا ہو۔ دلال نے اپنے درم کیوں یا روٹی کے تین تین دیہانی کوئے تاکہ یہ درم مشتری سے پھر واپس کر لے پھر مشتری کے افلاس کی وجہ سے دلال اس کے واپس لینے سے عاجز ہوا تو احتساب دیہانی سے واپس کر لے اور یہ ہمارے شہرون کا دستور ہو کہ دلال اپنی طرف سے کسان کو دیدیتے ہیں پھر مشتری سے لے لیتے ہیں اور بخار کے شہر میں دلال ایک قوم ہیں کہ ان کی دکانیں اس واسطے تیار ہیں کہ اس میں دیہاتی لوگ جو کچھ فروخت کرنا چاہتے ہیں لاکر رکھتے ہیں اور الگ ہوجاتے ہیں کہ دلال ان کو فروخت کر دیتا ہو پھر کبھی دیہاتی جلدی کرتا ہو کہ لوٹ جاؤ تو دلال اپنے پاس سے اس کو دام دیتا ہو کہ پھر مشتری سے لے لیں یہ قنیتہ میں لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے پر کسی قدر غلہ کا حوالہ کیا پھر محتال نے محتال علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر اس نے ثمن پر قبضہ نہ کیا تو صحیح نہیں ہو کہ یہ بیع ہو یہ جو اہر افتادے میں لکھا ہو اگر کسی کے ہاتھ ایک دینار بھون دس درم کے فروخت کیا اور دینار بیچنے والے نے اس کو دینار دے دیا اور درم پر قبضہ نہ کیا حتیٰ کہ اس کے حکم سے یا بلا حکم کسی نے کفالت کرنی تو جائز ہو۔ پس اگر دونوں جدا ہو گئے تھے کہ درم والے نے سب درم سے کفیل و اصل کو بری کیا تو کفیل بری ہو جائیگا خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور کفیل عنہ نے اگر قبول کیا تو بری ہو ورنہ نہیں۔ بعد اگر کسی نے کفالت نہ کی بلکہ درم بیچنے والے نے درم کو ایک شخص حاضر کر دیا اور اس نے قبول کیا تو جائز ہو مگر شرط یہ ہو کہ اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے اور اگر دونوں جدا ہو گئے تھے کہ محتال نے محتال علیہ کو درم سے بری کیا تو بری کرنا صحیح ہو اور بیع ضرر ٹوٹ جائے مگر خواہ اس نے براہ قبول کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر حوالہ درم کے قرضدار کی بلا اجازت ہو تو براہ سے محتال علیہ بری ہو جائیگا اور درم بیچنے والے کے حق میں اس کی رضامندی پر موقوف رہیگا یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہو۔ جن صورتوں میں حوالہ فاسد ہو اور محتال علیہ نے مال واکر یا تو اس کو بخار حاصل ہوگا اگر چاہے تو قابض سے لے لے کر یہ حیل سے یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر قرضخواہ کو قرضدار پر مال کا حوالہ کر دیا اس شرط سے کہ محتال کو اختیار ہو تو یہ جائز ہو اور اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے حوالہ کو باقی رکھے یا حیل سے لے لے۔ اور اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ محتال کو اختیار ہو کہ جب چاہے حیل سے لے لے تو بھی جائز ہو اور اس کو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے وصول کرے یہ محیط میں لکھا ہو اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کر چکا تو بیع باطل ہو اور اگر اس شرط پر چکا کہ ثمن کا حوالہ اس سے لے لیا تو صحیح ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ بائع نے اگر اپنے قرضخواہ کو اس مال کے واسطے جو ثمن ہو مشتری پر حوالہ کیا تو اس مقید بائع حوالہ سے بائع کو یہ اختیار نہ رہا کہ تمام ثمن حاصل کرنے کے واسطے بیع کو روک سکے اور اگر مشتری نے بائع کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا تو ظاہر الروایہ کے موافق بائع کو حق حبس باقی ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوبیس سو درم کو خرید لیا اور اس پر قبضہ کیا پھر بائع کو ثمن کا کسی شخص پر حوالہ کیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اس کو واپس کیا تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا کہ یہ درم بائع سے لے لے لیکن بائع اس کا حوالہ محتال علیہ پر کر دیا خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اس باب میں قول بائع کا معتبر ہوگا کہ میں نے سود پر محتال علیہ سے نہیں لیے ہیں اور اسی طرح اگر بدون حکم قاضی واپس کیا تو بھی مال بائع سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر بیع فاسد ہو کہ اس کو قاضی نے قیمت کر کے چوبیس سو واپس کر دیا تو مشتری اپنے قرضہ کو محتال علیہ سے حاصل کر چکا ہوگا



یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر محال علیہ سے بعد قبول کرنے کے کچھ نوشتہ ہے، لیا پھر محیل سے کہا کہ وہ محفل ہو پھر محیل نے اُس سے کہا کہ جو خط تحریری تو نے اُس سے لیا ہے مجھے بھیج دے اور حوالہ چھوڑ دے پھر اُس نے وہ نوشتہ بھیج دیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو حوالہ ٹوٹ جائیگا اور اگر اُس نے نوشتہ واپس کر لیا کچھ ذکر نہ کیا، لیکن اُس نے محیل کا کچھ مال تغلب سے لے لیا پس اگر محیل نے اختیار سے او کیا ہو تو مال اپنا محال علیہ سے لے گا یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اگر مشتری نے بائع کو ثمن کا مال کسی شخص پر کر دیا تو بائع کو جس بیع کا اختیار نہوگا اور اسی طرح اگر راہن نے مرہن کو مال کیا تو راہن کو روک نہیں سکتا یہ بھرا لائق مین لکھا ہو۔ مشتری نے اگر ثمن کا کوئی کفیل دیا پھر کفیل نے مال کے واسطے بائع کو کسی شخص پر حوالہ کیا پھر بائع نے چاہا کہ مال مشتری سے لیوے نہ محال علیہ سے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو کذا فی الذخیرہ۔

کتاب ادب القاضی

اور اس میں چند جواب ہیں

باب اول

باب اول۔ معنی ادب و تقوا کے اور اس کے اقسام و شرائط کا بیان اور اس کی طرف سے تقلد جائز ہو اور اس کے مصلحتات کا بیان۔ واضح ہو کہ لوگوں سے برتاؤ اور معاملہ کرنے میں اخلاق چیلہ اور خصال حمیدہ سے آراستہ ہونے کو ادب کہتے ہیں۔ اور قاضی کا ادب یہ ہے کہ جبکوشع نے اچھا کہا ہو کہ عدل کو بچھیلانا اور ظلم کو دور کرنا اور حق سے تجاوز نہ کرنا اور حدود شرع کی حفاظت کرنا اور سنت طریقہ پر چلنا اختیار کرے اور تقنا کے معنی نفی میں الزام اور اجار اور فراغ اور تقدیر کے ہیں اور شرع میں ایسے قول کو کہتے ہیں جو ولایت عامہ کے حق سے صادر ہو جسکا اختیار کرنا لازم ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اصل یہ ہے کہ قضاء فریضہ محکمہ اور سنت مقتضیہ ہو کہ جس کو صحابہ اور تابعین نے کیا ہو اور صالحین اسی راہ پر گزرے ہیں و لیکن فریضیت اس کی فرضی کفایہ یہ کافی ہیں لکھا ہے۔ اور تقاضا پنج طرح کی ہو ایک ۱۔ جسکا اختیار کرنا واجب ہو وہ یہ ہے کہ کوئی خاص شخص کے واسطے متعین ہو جائے فی الواقع اور اس کام کا صلاح اس کے سوا دوسرا نہ ہو دوسری سبب ہے وہ یہ ہے کہ اسکا صلاح دوسرا بھی ہو مگر یہ شخص اس سے بہتر ہو مثلاً میری مخیر وہ ہے کہ یہ شخص اور اور شخص دونوں اس کے لائق اور اس کی درستی میں برابر ہوں تو اسکو یہ اختیار ہو کہ ہا ہے قبول کرے یا نہ قبول کرے چوتھی مکر وہ یہ ہے کہ یہ شخص اس کے لائق ہو مگر دوسرا اس سے لائق تر ہو یا بچوں حرام ہو وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کام میں عاجز دیکھے اور ناخفص جانے اس طرح ہر کہ وہ اپنے باطنی حالت کو جاننا ہو کہ نفس کا ہو اور ہوس کی ہیر و می کرتا ہو اگر چہ اور لوگ نہ جانتے ہوں تو ایسے شخص پر حرام ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ قاضی کی ولایت صحیح فقہین پر جب تک کہ اسکو حاجت اوصاف شہادت نہ پائے کہ اتنی السدایہ یعنی مسلمان ہو مکلف ہو آزاد ہو اندھا نہ ہو محدود

**۱۰** قضا و قبول کرنا



یہ ظلم کی اعانت ہی اور نہ اس فرقہ کی اعانت کریں کیونکہ اس سے وہ لوگ زیادہ خروج کرینگے اور اگر ان لوگوں کی نافرمانی اس سبب سے ہو کہ امام نے آپر کچھ ظلم کیا بلکہ وہ لوگ وائی ہونے کا اور اپنے حق کا دعویٰ کریں تو یہ لوگ باغی ہیں پس ہر شخص پر جو لڑائی پر قادر ہو واجب ہو کہ امام المسلمین کی مدد کرے اور ان خارجیوں کو زیر کرے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ فتنہ سوتا ہو اور جو اسکو جگا دے اس پر خدا کی لعنت ہے۔ پس اگر ان لوگوں نے کلمات خروج زبان سے نکالے و لیکن خروج کا عزم نہ کیا تو امام کو ان سے توفیق کرنا چاہیے۔ اور ہمارے زمانہ میں غلبہ پر حکم ہو اور عادل اور باغی معلوم نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ سب دنیا کے طالب ہیں یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے۔ قاضی مقرر کرنا فرض ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور یہ کام مسلمانوں کے اہم کاموں سے ہے اور آپر زیادہ وجہ ہے پس جو شخص کہ زیادہ عارف ہو اور زیادہ قادر و ہیبت والا و زیادہ وجہ ہو اور جو اس کو لوگوں سے پہونچے اسپر خوب صبر کر سکتا ہو تو وہ اس کام کے واسطے اولیٰ ہو اور قاضی بنانے والے کو چاہیے کہ اس کام کو محض اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے اور جو شخص کہ سب سے اولیٰ ہو اسی کو ولایت قضا سپرد کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی کام کسی کے سپرد کیا اور اس کی رعیت میں اس سے بہتر موجود ہے تو اس نے اللہ و رسول اور جماعۃ المسلمین کی خیانت کی کذا فی التبین قال المترمحم مملووانے رفہ و ہوضیون قان ثبت فالمراد بالعل علی من اعمال الشریع فافهم۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ منتخب ہو کہ امام ایسے شخص کو قاضی مقرر کرے کہ جو فنی اور ذی ثروت ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے یہ محیط سرشی میں لکھا ہے قاضی امام ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو فتویٰ دینا نہ چاہیے مگر جو شخص عادل ہو اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا عالم ہو اور اجتہاد سے واقف ہو لیکن اگر سنا ہوا حکم بیان کیا اور فتوے دیا تو جائز ہے اگرچہ اسکو دلیل سے نہ جانتا ہو کیونکہ دوسرے کی حکایت کی پس مثل حدیث کے راوی کے ہوا تو راوی میں عقل اور ضبط اور عدالت اور فہم شرط ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اصولیین کی رائے اسپر قرار پائی ہے کہ مفتی فقط مجتہد ہوتا ہے اور ہوا سے مجتہد کے غیر شخص جو مجتہدوں کے اقوال یاد رکھتا ہو مفتی نہیں ہو اور اسپر واجب ہو کہ جب کوئی مسئلہ اس سے درپٹ کیا جاوے تو بطور حکایت کے کسی مجتہد کا قول مثل امام اعظم رحمہ وغیرہ کے نقل کرے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو فتویٰ ہوتا ہے وہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ کسی مفتی کا کلام نقل کیا جاتا ہے تاکہ مستفتی اسکو اختیار کرے اور مجتہد کا قول نقل کرے دو صورتیں ہیں یا تو اس شخص کو مجتہد تک کوئی سند حاصل ہو۔ یا کسی کتاب مشہور سے جو دست بدست چلی آتی ہو نقل کرے جیسے تصانیف امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا ہی رازی رحمہ نے ذکر کیا ہے اور اس بنا پر یہ کہا چاہیے کہ جو بعض نسخہ نوادر کے ہمارے زمانہ میں دستیاب ہوئے ہیں اور وہ مشہور یا متواتر نہیں ہیں انکے مسائل و احکام امام محمد رحمہ یا ابو یوسف رحمہ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیے بلکہ ان کو اس نوادر سے کسی معروف کتاب مثلاً ہدایہ و مسوط وغیرہ میں کچھ نقل کیا گیا ہو تو مضائقہ نہیں مگر یہ اجتہاد میں کتاب معروف ہے یہ بحر المرائق میں لکھا ہے اور فقہاء کا اسپر اجماع ہے کہ مفتی کو اہل اجتہاد سے ہونا چاہیے یہ طبع میں لکھا ہے اور مستظہرین ہے کہ اگر مواب اس کے خط سے زیادہ ہوں تو اسکو فتوے دینا حلال ہے اور اگر وہ

مفتی کی طرف سے  
دینا و انہیں  
الکذا و اقول  
تکلیف ہے  
جو ان سے  
بعض میں  
چونکہ

اہل اجتہاد میں سے نہ ہو تو اسکو فتویٰ دینا حلال نہیں ہو مگر بطور نقل کے پس جو کچھ اسکو مجتہد کے قول معلوم ہوں نقل کرے  
یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے۔ فاسق مفتی ہو سکتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہیں صالح ہی اور یعنی نے فرمایا کہ اسی کو اکثر متاخرین نے  
اختیار کیا ہے اور مجمع و اسکی شرح میں اسی پر یقین کیا ہے۔ اور زمین اختلاف نہیں ہو کہ مفتی کے واسطے اسلام اور عقل شرط ہے  
اور بعضوں نے اُسکے لئے بیداری شرط کی ہو کہ غافل نہ ہو یا نہ اسکا آزاد ہونا یا مرد کے جس سے ہونا یا ناطق ہونا کہ جو بایں  
کرتا ہو شرط نہیں ہے نہیں گوئے کہ کافروں سے دنیا درست ہو چکہ اس کا اشارہ سمجھ میں آ جاوے بلکہ جو شخص بولتا ہے اگر اس نے  
سوال کے جواب میں سر ملایا یعنی ہاں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ اور چاہیے کہ خلاف مردوبت بانوں سے پاک ہو اور  
فقہیہ انفس سلیم الذہن ہو اور اپنے تصرفات میں نیک روش ہو اور صحیح یہ ہو کہ اس کا فتوے دینا مکروہ نہیں ہو سکا اہل  
ہو۔ اور حاکموں پر واجب ہے کہ اہل اور نا اہل کی تفتیش کریں پھر نا اہل کو فتوے دینے سے باز رکھیں یہ نہر الفائق میں  
لکھا ہے۔ اور فتویٰ کی شرطوں میں سے یہ ہو کہ فتویٰ طلب کرنے والوں میں انصاف کے ساتھ ترتیب کا لحاظ رکھے اور  
مالداروں اور سلطان و امراء کے سپاہیوں کی بہت نہ کرے بلکہ جو شخص پہلے لایا ہو اسی کا جواب پہلے لکھ دے خواہ  
وہ مالدار ہو یا فقیر ہو اور مفتی کے آداب میں سے یہ ہو کہ تحریری سوال کو تعلیم سے بوجہ اور سوال کو اچھی طرح مکر پر طے  
اور جب اس پر عمل جاوے تو اسکا جواب لکھے اور یہ شرط ہے کہ کاغذ کو جیسے جیسے آدمیوں کی عادت ہو نہ پھینکے کیونکہ اس میں  
اللہ کا نام ہے اور اسکی تعلیم واجب ہے اور جب مفتی نے جواب لکھ دیا تو چاہیے کہ اُسکے پیچھے مش واللہ اعلم کے کوئی لفظ  
لکھ دے اور بعض نے کہا کہ مسائل اعتقاد میں کہ چہ اہل استنہ والجماعہ کا اجماع ہے لکھنا چاہیے اللہ اوفیٰ یا۔ باللہ التوفیق  
یا اللہ الصمت۔ یہ جو ہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور بعض مفتی پر یہ سورت یا اڑ کے کے ہاتھ سے نہیں لیتے تھے اور ان کا  
شاگرد ان لوگوں سے لیکر جمع کر کے اُن کے پاس پیش کرتا تھا اور یہ سب علم کی تعلیم کے واسطے تھا اور عمدہ یہ  
ہو کہ مفتی توافع کے ساتھ ہر ایک سے بوجہ۔ اور فوجان اگر وایتون کا حافظ ہو اور روایات سے واقف ہو  
اور طاعت الہی میں قاصر نہ ہو اور نافرمانی میں سرگرم نہ ہو تو جائز ہے کہ فتوے دیوے اور عالم اگر چہ چھوٹا ہو یا بڑا عالم  
بڑا ہی اور چاہل اگر چہ بڑا ہو مگر چھوٹا ہی یہ بحر ارااق میں لکھا ہے۔ اور واجب ہے کہ مفتی بڑے دیار بھاری بھر کمزیر زبان  
ہو کشادہ پیشانی ہو یہ سرا جیہ میں لکھا ہے۔ اور بدون سوال فتوے نہ دیوے اور اگر خطا کرے تو اس سے رجوع  
کرے اور حیا اور عار نہ کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور تصحیح مسائل کی واسطے حساب ہانسنے کی شرط میں و دوہمین  
ہیں اور یہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مذہب کا حافظ ہو اور اُسکے قواعد و اسلوب پہ چانتا ہو اور جو شخص اصولی ہو اور  
اس میں ماہر ہو اور جو شخص خلافیات آئمہ فقہ میں بحث کرتا ہو اسکو فروغ شریعہ میں فتوے دینا نہ چاہیے اور فقیر  
واقع میں اتماء واجب نہیں ہے۔ اور حرام ہے مفتی پر فتوے دینے میں تساہل کرنا اور غرض فوت ہونے کی وجہ  
سے حیل کی پیروی کرنا اور ایسے شخص سے جو اسکو جانتا ہے دریافت کرنا۔ اور جس وقت اُسکے انفاق میں تغیر ہو اور  
اعتدال سے خارج ہو خواہ بسبب شدت خوشی کے یا بسبب غصہ کے تو اسوقت فتوے نہ دیوے اور اگر اسکو  
اعتقاد ہو کہ ہارنہمہ راہ صواب میں خطا نہ ہوگی تو اسکا فتویٰ صحیح ہے۔ اور اولیٰ یہ ہو کہ فتوے لینے والے سے اجرت  
لے بلکہ نیک کام بھکر فتوے دیوے پس اگر شہر کے لوگوں نے اس کے لئے رزق مقرر کیا تو جائز ہے اگر اسکو  
اجرت دی گئی تو جائز ہے اور امام پر واجب ہے کہ مدد میں اور مفتی کے واسطے بکھار لکھائے مقرر کر دے۔ اور

میں سے کہہ دو  
کہ جب میں  
موجود ہو  
جائز شرط ہے  
اور درستی  
میں نہر الفائق  
میں ہے  
وہاں  
واقف ہو  
میں میں  
فہم سلیمان  
میں میں



ہر فرم کے لوگوں کی اصطلاح ہمارے پس ایسی اصطلاح نہ لکھنا چاہیے جو وہ لوگ نہ جانتے ہوں یہ بحر الزائق میں لکھا  
 ہے۔ پھر فتوے مطلقاً امام کے قول پر ہی پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تھانے کے قول پر پھر امام محمد رحمہ اللہ کے قول  
 پر پھر امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر پھر حسن بن زیاد کے قول پر بعضوں نے کہا کہ اگر امام ایک طرف ہوں اور صاحبین ایک  
 طرف ہوں تو مفتی کو اختیار ہو لیکن اول اصح ہی جبکہ مفتی مجتہد نہ ہو اور عادی قدسی میں ہی کہ اصح یہ ہی کہ اعتبار  
 قوت بزرگ پر ہی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور مفتی اور امام کو جائز ہے کہ یہ قبول کرے اور دعوت خاصہ قبول کرے  
 یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں فتوے دینے کے واسطے  
 راست درست ہوئے چار وڑھی اور عامہ باندھا پھر فتوے دیا اور یہ فتویٰ کی تعلیم تھی یہ تبیین میں لکھا ہے۔  
 و **باب** قاضی ہونا اختیار کرنے کے بیان میں خصاف رحمہ نے ادب القاضی میں چند احادیث قضا  
 کے قبول کرنے کے مکر وہ ہونے میں پیش کیں اور کچھ اشکی قبولیت میں رخصت ہونے کی پیش کیں اور لکھا ہے  
 کہ اسکو صاحبین نے اختیار کیا ہے اور صاحبین ہی نے اس سے انکار کیا ہے اور نہ قبول کرنا ہی مثل و اسلم و اصلح  
 فی الدین ہے اور اس صورت میں کہ ایک شخص میں سب شرطین قضا کی موجود ہیں تو اس کو قضا قبول کرنا جائز ہے  
 مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مکر وہ ہو گا نہ لے لھیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے  
 روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قضا کے بلا میں پڑا گیا گویا بغیر چھری ذبح کیا گیا قال المکرہم قد حکموا فیہ  
 اور عبد اللہ بن وہب سے روایت ہے کہ انکو قاضی بنانا چاہا پس انھوں نے نہ قبول کیا اور اپنے گھر مجنون بن بیٹھے  
 پھر حواس کے پاس جاتا تھا اسکا مونہ نوچتا تھا اور اس کے کپڑے پھاڑتا تھا پھر ایک شخص صحابہ میں سے آئے اور کہا  
 کہ اے عبد اللہ اگر تم قضا کو قبول کرتے اور انصاف کرتے تو بہتر تھا پس عبد اللہ بن وہب نے فرمایا ارے یہ  
 میری بھری تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قاضی لوگ سلطانوں کے ساتھ حشر  
 میں ہونگے اور عالم لوگ انبیاء کے ساتھ ہونگے۔ اور مشہور ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ کو قضا اختیار کرنے کی تکلیف دی گئی  
 تھی انھوں نے انکار کیا تو ظالم نے نوے کوڑے مارے پھر جب انکو اپنی جان کا خوف ہوا تو اپنے اصحاب سے پچھا  
 پس قاضی امام ابو یوسف رحمہ نے انکے لیے قضا قبول کرنا تجویز کیا اور کہا کہ اگر آپ قبول کر لیتے تو لوگوں کو بہت  
 فتنہ ہو جاتے پھر امام اعظم رحمہ نے کہا کہ اگر تو مجھے سند پر جانے کو کہتا تو میں اپنے میں اس کام کرنے سے زیادہ  
 قوت و قدرت پاتا اور میں تو بھگت دیکھتا ہوں کہ تو قاضی ہو گیا ہے پھر سر نہا کر لیا اور انکی طرف کبھی نہ دیکھا یہ  
 خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تھانے قاضی بنانے کو بلا لے گئے اور انکار کیا تھے کہ قید  
 ہوئے ہمارے مجبور ہوئے تو اختیار کر لی یہ حنا یہ میں لکھا ہے۔ کرنی اور خصاف و علما سے عراق نے اسی پر  
 لکھا ہے کہ جب تک اس پر جبر نہ کیا جاوے قبول نہ کرے اور مشائخ ہمارے دیار کے کہتے ہیں کہ جو شخص  
 صالح ہو اور حیثیت ہو کہ مجھ سے ظلم نہ صادر ہو گا تو اسکو قبول کر لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور جو ایسا نہ ہو  
 و در نہ نہ ہو اور صاحبہ اور تابعین نے اسکو بلا کر راہ منظور کر لیا ہے یہ وجہ کر دری میں لکھا ہے۔ اور جس  
 شخص کو خوف ہو کہ ظلم صادر ہو گا اسکو مکر وہ ہو گا اور اگر یہ دعوت نہ ہو تو مکر وہ نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور  
 تابعین میں ہے کہ مکر وہ قضا کو طلب کرنا یا اسکا سوال کرنا نہیں چاہیے اور طلب کرنے کی یہ صورت ہے کہ امام سے کہے کہ

ملک  
 مالکی  
 فی  
 القضا  
 فی  
 الدین  
 فی  
 القضا  
 فی  
 الدین  
 فی  
 القضا  
 فی  
 الدین

قاضی کر دے اور سوال کی یہ صورت ہو کہ لوگوں سے کہے کہ اگر امام مجھے قلان شہر کا قاضی کرنا چاہے تو میں قبول کر لیاں اور یہ اس طبع سے کہ یہ خبر امام کو پہونچے اور وہ اسکو قاضی کر دے اور یہ سب مکروہ ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ جو شخص بلا درخواست اسکو قبول کرے تو ذر نہیں ہے اور جس نے درخواست کی اسکو مکروہ ہے اور عامۃً مثلاً کفارہ نہیں ہے کہ قضا کو اختیار کرنا رخصت ہے اور باز رہنا عینیت ہے اور سرسراجیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے یہ تانا خانہ میں لکھا ہے۔ اور عمدہ قضا کو نہ طلب سے طلب کرے اور نہ زبان سے مگر جب کوئی دوسرا اس لائق نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ لوگوں سے قانون کے حقوق کو بکاہ رکھے اور قضا کو قبول کرے یہ شہنی میں ہے۔ اگر شہر میں چند لوگ ایسے ہوں جو قاضی ہونے کے لائق ہیں اور ایک نے انکار کیا تو گنہگار نہ ہو گا کذا فی المحیط اور اگر سب نے انکار کیا بیان تک کہ ایک جاہل قاضی کیا گیا تو گناہ میں سب شریک ہونگے یہ منہا یہ میں لکھا ہے۔ ینا بیع میں ہے کہ اگر دو شخص قاضی ہونے کے لائق ہیں مگر ایک زیادہ فقیہ ہے اور دوسرا زیادہ پرہیزگار ہے تو یہ فقیہ سے اولیٰ ہے یہ تانا خانہ میں لکھا ہے۔ اگر سلطان نے ایسے شخص کو قاضی کیا جو صلاحیت نہیں رکھتا ہو مالا نکہ اس شہر میں ایسا شخص موجود تھا جو اسکے لائق ہی تو گناہ سلطان پر ہو گا یہ شرح ادب القاضی للخصاص میں ہے۔ اگر کوئی شخص رشوت دیکر قاضی ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ قاضی نہ اعتبار کیا جاوے گا اور اگر حکم دیا تو نافذ نہ ہو گا۔ اور جس نے رشوت یا سفارش سے قضا حاصل کی اور اس نے کسی غفلت فیہ میں حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر اسکی رائے کے موافق ہی تو نافذ کرے گا اور اگر خلاف ہو تو باطل کر دے گا اور صحیح یہ ہے کہ جو سفارش سے قاضی ہوا اور جبکو خود قاضی کیا گیا دونوں قضا مجتہدات کے نافذ ہونے میں برابر ہیں قاضی نے رشوت دیکر حکم دیا تو اسکی قضا نافذ نہ ہو گی اور جس مقدمہ میں رشوت نہیں لی اس میں نافذ ہو گی اسی کو سرخی اور خصاص نے اختیار کیا ہے اور اگر قاضی کے بیٹے یا اسکے مہربان بعض پیادوں نے رشوت لی پس اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لی تو یہ اور قاضی کا خود رشوت لینا برابر ہے اور اس کا فیصلہ مردود ہے اور اگر اسکے بلا دانستگی ایسا ہوا تو قضا نافذ ہو جائیگی اور لینے والے پر واجب ہے کہ رشوت واپس کر دے یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے

تیسرا باب دلائل پر عمل کرنے کی ترتیب۔ قاضی کو چاہیے کہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق عمل کرے اور جو کتاب میں تاریخ و منسوخ ہو اسکو مہیا نہ اور تاریخ میں سے جو حکم یا منشا بہ غفلت التاویل ہی جیسے اگر معلوم کرے پس اگر اس نے کتاب اللہ تعالیٰ میں نہ پایا تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق عمل کرے اور چاہیے کہ اسکے بھی تاریخ و منسوخ معلوم کرے اور اگر احادیث غفلت آئی ہوں تو جو حکم حدیث کا مشبہ اور موافق اعتماد ہوا اسکو اختیار کرے اور اس پر واجب ہے کہ اقسام حدیث سے آحاد و مشہور و متواتر کو معلوم کرے اور مراتب نزاد کا معلوم کرنا واجب ہے پس بعضے نے رواۃ فقہ و عدالت میں مشہور ہیں جیسے چارون خلفاء راشدین اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر وغیرہ اور بعضے اس میں مشہور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدت تک تین رہے اور جو سنا ہو وہ خوب محفوظ رکھتے ہیں اور جو فقہ جانتے ہیں مشہور ہو سکتی روایت کا لینا اولیٰ ہے نسبت اسکے جو غیر فقیہ ہے اور سیطرہ جسکی ہمنشین نہ ہو اور ہی اسکی روایت کا لینا اس سے اولیٰ ہے جو زیادہ ہمنشین نہیں رہا ہو اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آوے کہ حسین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں آئی ہو تو جماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل کوئے کیونکہ اجماع صحابہ پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر صحابہ

لے قضا کے لئے  
میں سے نہیں  
رہا کہ سب  
میں سے نہیں  
میں سے نہیں

بین باہم اختلاف ہو تو خود کو شش کر کے بعض کے قول کو بعض پر ترجیح دیوے بشرطیکہ خود اہل اجتہاد سے ہو اور محکو  
یہ روا نہیں ہے کہ ایک تیسرا قول نکال کر سب کی مخالفت اختیار کرے کیونکہ انھوں نے باوجود اختلاف کے اس پر  
اتفاق کیا ہے کہ ان دونوں قولوں کے سوا تیسرا قول نہیں ہے اور باطل ہی وخصاف رحمہما کہتے تھے کہ اسکو تیسرا قول  
نکالنے کا اختیار ہے کیونکہ اختلاف اسکی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں اجتہاد کو گناہش ہے اور صحیح وہی جو ہم نے بیان  
کر دیا۔ اگر عہدہ نے کسی حکم پر اجماع کیا اور تابعین میں سے کسی نے اختلاف کیا پس اگر یہ ایسا ثابت ہے جس کو صحابہ کا زمانہ  
نہیں ملتا ہے تو اسکے اختلاف کا اعتبار نہیں ہوتا جتنے کہ اگر کسی قاضی نے برخلاف اجماع صحابہ کے اس کے قول کے  
موافق فیصلہ کیا تو باطل ہوگا اور اگر ایسا ثابت ہے جس نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور انکی فتاویٰ سے مزاحم ہوا ہے اور  
صحابہ نے اس کے واسطے اجتہاد بقرہ کیا ہے جیسے بشریح اور شبہی وغیرہ تو اسکی مخالفت کی وجہ سے اجماع منقہ ہوگا اگر کوئی  
حکم بعض تابعین کی طرف سے ہو گیا اور اس کے سوا دوسروں سے اس باب میں کچھ منقول نہ ہو تو امام اعظم رحمہما سے اس صورت  
میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ میں انکی تقلید نہ کروں گا اور یہی ظاہر المذہب ہے اور دوسری روایت نوادر میں  
ہے کہ امام نے فرمایا کہ اگر آن میں سے اپنے ہونگے جنھوں نے زمانہ صحابہ میں فتویٰ دیا ہو اور صحابہ نے اس کے  
حق میں اجتہاد جائز رکھا ہے جیسے شرح و مسروق و سن ہسری تو میں انکی تقلید کروں گا یہ محیط میں لکھا ہے پھر اگر کوئی ایسا  
واقعہ ہو جس میں صحابہ سے کچھ روایت نہیں ہے اور تابعین کا اجماع ہی تو اس دلیل سے فیصلہ کرے اور اگر تابعین میں  
باہم اختلاف ہو تو بعضے قول کو ترجیح دیکر اس کے موافق حکم کرے اور اگر ان میں سے کچھ بھی روایت نہ ہو پس اگر خود اہل اجتہاد  
سے ہی تو مشابہ احکام پر قیاس کرے اور اجتہاد کرے و جواب کی خواہش کرے اس کے موافق حکم دے اور اگر  
خود اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے تو فتویٰ طلب کرے اور اس کے موافق حکم دے اور بلا علم حکم نہ دے اور نہ مسائل سے غور نہ  
ہو پھر دو باتوں کا جانا ضروری ہے کہ اگر ہمارے اصحاب ابو حنیفہ رحمہما و ابو یوسف رحمہما و محمد رحمہما کسی بات پر متفق ہوں تو قاضی  
کو نہ چاہیے کہ اپنی رائے سے انکی مخالفت کرے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان میں اختلاف ہو تو عبد اللہ بن المبارک  
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لیا جاوے گا کیونکہ وہ تابعین میں سے تھے اور اس کے  
فتوے کے مزاحم ہونے تھے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اصحاب سے کوئی  
روایت نہ ملی اور متاخرین سے پائی گئی تو اس کے موافق حکم دے اور اگر متاخرین میں باہم اختلاف ہو تو کسی کو ان میں سے  
اختیار کر لیں اور اگر متاخرین سے بھی نہ پائی گئی تو اپنی رائے سے اس میں اجتہاد کرے بشرطیکہ وجہ فقہ کو جانتا ہو  
اور اہل فقہ سے اس میں مشاورت لے اور شرح طحاوی میں ہے کہ اگر اس نے اپنی رائے سے حکم دیا پھر وہ نص صریح  
کے مخالفت ہوا تو اسکا فیصلہ جائز ہوگا اور اگر نص کے مخالف نہ ہو بلکہ اسکے بعد اسکو دوسری رائے ظاہر ہوئی تو جبکہ  
لکھا اسکو باطل نہ کرے اور آئندہ کے واسطے اس رائے کے موافق عمل کرے اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو حنیفہ  
رحمہما و امام ابو یوسف رحمہما و امام محمد رحمہما سے فرمایا کہ اگر اول مرتبہ اسے اجتہاد سے فیصلہ کیا پھر دوسری بار سے  
اس میں غور و تحقیق ہو یا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہما و امام محمد رحمہما کے کہنے کے موافق ہو یا نہیں  
مخالفت نہ ہو بلکہ ان میں سے کسی ایک قول پر عمل کیا ہو یا اجماع انہی فقہان سے ہو یا نہیں جتنے کہ  
قول پر عمل کیا ہو یا نہیں جتنے کہ کسی ایک قول پر عمل کیا ہو یا اجماع انہی فقہان سے ہو یا نہیں جتنے کہ

مطالعہ فتاویٰ  
سے نقل کیا گیا  
بدرست و صحیح

ذکر کیا کہ یہ اجماع پہلے اختلاف کو رفع کرتا ہی اور اس میں کچھ اختلاف ہمارے اصحاب میں نہیں ہو صرف بعض علماء البتہ ہمارے مخالف ہیں۔ اگر کسی زمانہ کے لوگ کسی حکم پر متفق ہوئے اور وہ زمانہ گزر گیا اور قاضی نے ان کا قول چھوڑ کر دوسری رائے پر حکم دیا بسبب اسکے کہ اس کو صواب ان کے برخلاف معلوم ہوا تو ایسی صورت میں اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف واقع ہو گیا ہی تو مشائخ نے باہم اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ قاضی کو مخالفت کرتا روا نہیں ہی اور بعضوں نے کہا کہ روایتی اور اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف نہ تھا تو بالاتفاق قاضی مخالفت نہیں کر سکتا ہی۔ فتاویٰ سے متاثرہ میں ہے کہ ایک قاضی نے فتویٰ طلب کیا اور فتویٰ کے جواب سے اسکی رائے مخالف ہو پس اگر وہ اہل رائے میں سے ہی تو اپنی رائے کے موافق عمل کرے اور اگر اسنے اپنی رائے کو ترک کیا اور مفتی کی رائے کے موافق عمل کیا تو صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہی اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک نافذ ہو جائیگی۔ اگر حکم دینے کے وقت قاضی کی کوئی رائے نہ تھی اور اس نے مفتی کی رائے کے موافق فیصلہ کر دیا پھر اسکے برخلاف ایک رائے ظاہر ہوئی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی قضاء توڑے اور امام ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ قضاء نہ توڑے چنانچہ اس صورت میں کہ اسنے اپنی رائے سے حکم دیا پھر اسکو دوسری رائے ظاہر ہوئی تو پہلی رائے نہ ٹوٹے گی یہ تاثر غانیہ میں لکھا ہی۔ اور جس صورت میں کوئی نص مخالفت یا اجماع نہیں ہی نہیں قاضی یا اہل اجتہاد سے ہو گا یا نہ ہو گا پس اگر وہ اہل اجتہاد میں سے ہو اور اسکی رائے ایک طرف ہو پھر کوئی اسکو اپنی رائے پر عمل کرنا واجب ہو اگرچہ دوسرے اہل اجتہاد و رائے کے مخالف ہو۔ اور اسکو دوسروں کی رائے کی تابعداری جائز نہیں ہی کیونکہ جس طرف اسکا اجتہاد ہو پھر وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی میں حق ہی اگر اسکی رائے ایک امر کی طرف ہو پھر اور وہ ان کوئی دوسرا مجتہد تھا کہ وہ اس سے زیادہ فقیہ تھا اور اسکی رائے اسکے برخلاف تھی اور اسنے چاہا کہ بلا نظر و نور کے اسکی رائے پر عمل کرے کیونکہ یہ اسکو زیادہ فقیہ جانتا ہی تو کتاب الحدود میں مذکور ہی کہ امام اعظم کے نزدیک اسکو گناہ تھا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ و محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بلکہ صرف اپنی رائے پر عمل کرے اور بعض روایات میں یہ اختلاف اسکے برعکس مذکور ہی اور اگر وہ فقہ کا حکم اسکے عقل پر مشتمل ہو چاہوے تو اپنی رائے کو کام میں لاوے اور اسپر عمل کرے اور افضل یہ ہے کہ اہل فقہ سے اس میں مشاورت کرے اور اگر وہ اختلاف کریں تو فوراً کر کے جس طرف اسکی رائے ظاہر میں ہو پھر اسپر عمل کرے اور اگر وہ لوگ ایک رائے پر متفق ہوں اور اسکی رائے انکے مخالف ہو تو بھی اپنی رائے پر عمل کرے لیکن چاہیے کہ حکم دینے میں جلدی نہ کرے جب تک حق تاویل و کوشش کو پورا کر کے وجہ حق کو مشکوک نہ کرے اور جب اسکی کوشش سے حق کھل گیا تو اپنی رائے سے اس میں فیصلہ کرے اور جب اس نے اپنی کوشش اس میں اظہار حق کے واسطے صرف کر دی تو پھر اپنے فیصلہ سے خوفناک نہ ہوتے کہ اگر اس نے جو اتفاق حکم دیا یا ہدایت دینا تو بین ذہین اللہ تعالیٰ جائز نہیں ہی اگرچہ وہ اہل اجتہاد سے ہو مگر جب اس کا حال دریافت نہ ہو تو محمول کیا جائیگا کہ اس نے اپنی رائے سے حکم دیا اور جب تک ممکن ہو گا مسلمان کا کام صحت پر محمول کیا جائیگا۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ قاضی اہل اجتہاد میں سے ہو اور اگر اہل اجتہاد میں سے نہ ہوں اگر اس نے چاہوے صحابہ کے اقوال کو یاد رکھا اور مضبوطی اور اقتان کے ساتھ خط کیا تو جسکا قول حق سمجھا ہو اسپر حبس تعلیل طلب عمل کرے اور اگر اس کے اقوال کا لحاظ نہیں ہو تو ہو اس شہر میں ہی ہے یا صحابہ میں سے وہی فقہ جن سے ہوں ان کے فتوے پر عمل کرے اور اگر شہر میں صرف ایک ہی

یہ روایت صحیح ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر قاضی نے اپنی رائے سے حکم دیا پھر اسکو دوسری رائے ظاہر ہوئی تو پہلی رائے نہ ٹوٹے گی یہ تاثر غانیہ میں لکھا ہی۔ اور جس صورت میں کوئی نص مخالفت یا اجماع نہیں ہی نہیں قاضی یا اہل اجتہاد سے ہو گا یا نہ ہو گا پس اگر وہ اہل اجتہاد میں سے ہو اور اسکی رائے ایک طرف ہو پھر کوئی اسکو اپنی رائے پر عمل کرنا واجب ہو اگرچہ دوسرے اہل اجتہاد و رائے کے مخالف ہو۔ اور اسکو دوسروں کی رائے کی تابعداری جائز نہیں ہی کیونکہ جس طرف اسکا اجتہاد ہو پھر وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی میں حق ہی اگر اسکی رائے ایک امر کی طرف ہو پھر اور وہ ان کوئی دوسرا مجتہد تھا کہ وہ اس سے زیادہ فقیہ تھا اور اسکی رائے اسکے برخلاف تھی اور اسنے چاہا کہ بلا نظر و نور کے اسکی رائے پر عمل کرے کیونکہ یہ اسکو زیادہ فقیہ جانتا ہی تو کتاب الحدود میں مذکور ہی کہ امام اعظم کے نزدیک اسکو گناہ تھا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ و محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بلکہ صرف اپنی رائے پر عمل کرے اور بعض روایات میں یہ اختلاف اسکے برعکس مذکور ہی اور اگر وہ فقہ کا حکم اسکے عقل پر مشتمل ہو چاہوے تو اپنی رائے کو کام میں لاوے اور اسپر عمل کرے اور افضل یہ ہے کہ اہل فقہ سے اس میں مشاورت کرے اور اگر وہ اختلاف کریں تو فوراً کر کے جس طرف اسکی رائے ظاہر میں ہو پھر اسپر عمل کرے اور اگر وہ لوگ ایک رائے پر متفق ہوں اور اسکی رائے انکے مخالف ہو تو بھی اپنی رائے پر عمل کرے لیکن چاہیے کہ حکم دینے میں جلدی نہ کرے جب تک حق تاویل و کوشش کو پورا کر کے وجہ حق کو مشکوک نہ کرے اور جب اسکی کوشش سے حق کھل گیا تو اپنی رائے سے اس میں فیصلہ کرے اور جب اس نے اپنی کوشش اس میں اظہار حق کے واسطے صرف کر دی تو پھر اپنے فیصلہ سے خوفناک نہ ہوتے کہ اگر اس نے جو اتفاق حکم دیا یا ہدایت دینا تو بین ذہین اللہ تعالیٰ جائز نہیں ہی اگرچہ وہ اہل اجتہاد سے ہو مگر جب اس کا حال دریافت نہ ہو تو محمول کیا جائیگا کہ اس نے اپنی رائے سے حکم دیا اور جب تک ممکن ہو گا مسلمان کا کام صحت پر محمول کیا جائیگا۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ قاضی اہل اجتہاد میں سے ہو اور اگر اہل اجتہاد میں سے نہ ہوں اگر اس نے چاہوے صحابہ کے اقوال کو یاد رکھا اور مضبوطی اور اقتان کے ساتھ خط کیا تو جسکا قول حق سمجھا ہو اسپر حبس تعلیل طلب عمل کرے اور اگر اس کے اقوال کا لحاظ نہیں ہو تو ہو اس شہر میں ہی ہے یا صحابہ میں سے وہی فقہ جن سے ہوں ان کے فتوے پر عمل کرے اور اگر شہر میں صرف ایک ہی



فقہ حنفی ہو تو اسی کا قول اختیار کرے اور چکو امید ہو کہ اس سے باز پرس نہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ مقصود حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش کو صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور آدمی کے مجتہد ہونے کی شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ و حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس قدر کہ جس سے احکام متعلق ہیں جانتا ہو نصائح کا جانتا شرط نہیں ہو اور بعضوں نے کہا کہ جسکی رائے میں ضوابط زیادہ ہوں خطا سے اسکو اجتہاد حلال ہو اور اول اصح ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اصح تعریف مجتہد کی یہ ہے جو بعضوں نے بیان کی ہے کہ اس نے علم کتاب اللہ اور اس کے وجوہ معانی کو جانا ہو اور علم حدیث کو بھی اس کے طرق و متون و وجوہ معانی سے پہچانا ہو اور قیاس میں مہیض ہو اور عرف الناس کو جانتا ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر شریعت میں کچھ لوگ اہل فتنہ ہوں تو ان سے اس بات میں مشورہ لے اور مشورہ میں اگر اس کی اور ان کی رائے متفق ہو ورنہ تو اس پر حکم کرے اور اگر اختلاف ہو تو جو قول حق سے قریب معلوم ہو اس پر نظر ڈال کر اپنے اجتہاد سے عمل کرے بشرطیکہ اس قدر اجتہاد کا صالح ہو۔ اور اس باب میں بڑی عمر کا آدمی معتبر نہیں ہو اور نہ کثرت عدد کا اعتبار ہو بلکہ ایک ہی شخص کو کبھی علاوہ جماعت کے توفیق صواب حاصل ہوتی ہو اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تھا کہ یہ ہونا چاہیے اور امام محمد رحمہ کے قول پر کثرت عدد کا اعتبار ہے۔ اور اگر اس کا اجتہاد کسی امر پر نہ قرار پایا ہو وہ مادہ ویسا ہی فتنہ اور مشکل رہ گیا تو اس شہر کے سوا جس میں وہ ہو دوسرے شہر کے فقیہوں کو لکھے اور خط کے ساتھ مشورہ کرنا پڑنا طریقہ پلا آیا ہے کہ حوادث شریعت میں ایسا ہوتا ہے پس اگر ان لوگوں نے جسکے طرف خط بھیجا ہو اسی بات پر اتفاق کیا اور قاضی کی رائے بھی انکی رائے کے موافق ہوئی ہو اور وہ بھی اہل رائے و اجتہاد میں سے تھا تو اسی رائے کے موافق آپس میں عمل کرے اور اگر ان لوگوں نے بھی اختلاف کیا پس اگر یہ شخص اہل اجتہاد میں سے ہو تو جو قریب حق کے قول معلوم ہو اسی پر عمل کرے اور اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر اس مورث میں قاضی اہل اجتہاد سے نہ ہو تو جو شخص اس کے نزدیک زیادہ فقیہ اور بہت پرہیزگار ہو اس کے قول پر عمل کرے۔ اگر قاضی نے ایک قوم سے مشورہ کیا اور یہ لوگ اہل فقہ تھے اور انکی رائے سے قاضی کی رائے ٹھانی ہو تو قاضی کو اپنی رائے چھوڑ کر انکی رائے پر عمل کرنا نہیں جائز ہے اور اگر قاضی نے ایک شخص غنیہ سے مشورہ کیا تو کافی ہو مگر چند لوگوں سے فقہاء میں مشورہ لینا احوط ہے۔ اگر اس شخص نے ایک رائے کا مشورہ دیا اور قاضی کی رائے اس کے برخلاف ہو تو قاضی اپنی رائے نہیں چھوڑ سکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے اس کی رائے کو سبب اس کے کہ وہ افضل اور ارفع ہو لائق اہتمام و بزرگی جانتا تو اس مسئلہ کو کتاب الحمد و ثناء ذکر کیا اور کہا کہ اگر اس شخص کی رائے کے موافق اس نے فیصلہ کیا تو مجھے امید ہے کہ اسکو اتنی گنجائش ہوگی اور اگر اس نے اس کی رائے کو ایسا لائق اہتمام نہ جانتا تو اس کو اپنی رائے چھوڑ کر دوسرے کی رائے پر عمل کرنا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے

مجلس علم دینی  
کے احکامات  
کا اہتمام  
ہونا چاہیے  
اور اگر اس شخص کی رائے سے مشورہ کرنا پڑے تو اس شخص کی رائے سے مشورہ کرنا چاہیے اور اگر اس شخص کی رائے سے مشورہ کرنا پڑے تو اس شخص کی رائے سے مشورہ کرنا چاہیے

پس چنانچہ اسباب اختلاف ملتا کہ اس بات میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ اجتہاد کرتے تھے یا نہیں اس میں اختلاف ہے کہ صحابی مجتہد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایجاد کرنا چاہئے تھا یا نہیں بعضوں نے کہا کہ نہیں جائز تھا اور اکثر عالموں نے کہا کہ جو شخص آنحضرت

میں



پھر جو سلطان کے تحت میں ہیں قاضی ہو جائیگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور یہی ظاہر ہے اگر کسی شہر کے لوگوں نے جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کیا کہ آن میں فیصلہ کیا کرے تو قاضی نہ ہوگا اور اگر جمع ہو کر ایک شخص کے ہاتھ پر عقد سلطنت و خلافت قرار دیا تو وہ خلیفہ و سلطان ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر بادشاہ نے کسی سے کہا کہ میں نے تجھ کو قاضی بنایا تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسروں کو اپنا خلیفہ مقرر کرے مگر اُس وقت مقرر کر سکتا ہے کہ جب سلطان نے اُسے صریحاً اجازت دیدی ہو یا دلالت مثلاً کہا کہ میں نے تجھ کو قاضی القضاۃ بنایا کیونکہ قاضی القضاۃ اسی کو کہتے ہیں جو قاضی کے مقرر و معزول کرنے میں تصرف رکھتا ہو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے نجم الدین نسفی نے ایک محضر کی نسبت کہا کہ غیر صحیح ہے کیونکہ ہمیں لکھا ہے کہ یہ قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو اور ہمیں یہ نہ تھا کہ قاضی القضاۃ کو سلطان کی طرف سے خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور شمس اللامہ اور جندی فرماتے تھے کہ حاکم کی طرف سے فرمان میں چاہیے کہ خلیفۃ الکمل از جانب فلان و فلان جو خلیفہ گردانے کی اجازت فلان کی طرف سے بحکم فرمان صحیح حاصل رکھتا ہو تحریر کیا جاوے۔ اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ میں تجھ کو اپنا نائب قضاۃ میں اس شرط سے کرتا ہوں کہ تو رشوت نہ لے اور نہ شراب پیے اور نہ کوئی امر خلاف شرع کرے تو مقرر کرنا اور شرط کرنا دونوں صحیح ہیں اور اگر ان میں سے کوئی چیز اُس نے کی تو قاضی نہ رہیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی مقرر کر دیا پھر اسکے ساتھ ملا دیا کہ فلان شخص کے مقدمہ کی سماعت نہ کرے تو اس شخص کے حق میں معزول ہوگا کذا فی الخلاصہ اور حبانہ میں لکھا ہے کہ اگر امام نے کسی شخص کو قاضی مقرر کیا اور اُسکو خلیفہ بنانے کی اجازت دیدی پھر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ اس مقدمہ میں دعویٰ اور گواہی سن لے اور گواہوں سے سوال کر لے اور اقرار کی سماعت کر لے اور خود حکم نہ کرے بلکہ قاضی کو لکھے اور اُسکو خبر دے تاکہ قاضی خود حکم کرے تو ایسے خلیفہ کو اختیار نہیں ہے کہ کچھ حکم کرے مگر اسی قدر جسکا قاضی نے حکم دیا ہو اور جب یہ مقدمہ قاضی کے پاس گیا تو قاضی صرف اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا نہ اس اقرار پر حکم دیگا بلکہ مدعی اور مدعا علیہ کو جمع کر کے دوبارہ گواہی ادا کرنے کا حکم دیگا پس اگر گواہوں نے دونوں کے سامنے ہی گواہی دی تو اس وقت اس گواہی پر فیصلہ کر دیگا اور اس مسئلہ میں بہت سے قاضی غلطی کرتے ہیں کہ قاضی کسی شخص کو کسی مقدمہ کی گواہی سننے کے واسطے مقرر کرتا ہے پھر خط خلیفہ کے ساتھ اُسکو لکھتا ہے پھر وہ شخص قاضی کو لکھتا ہے کہ گواہوں نے میرے پاس اس اس طرح گواہی دی اور اسکے الفاظ شہادت نقل کر دیتا ہے یا یہ کہ مدعا علیہ نے میرے سامنے ایسا ایسا اقرار کیا پھر قاضی بدون اسکے کہ دوبارہ اپنے پاس گواہ سننے فیصلہ کر دیتا ہے تو ایسی قضاء صحیح نہیں کیونکہ قاضی نے خود یہ اقرار ذخیرہ نہیں سنا پھر کیونکہ اُس نے اس گواہی اور اقرار پر فیصلہ کر دیا فقط خلیفہ کے خبر دینے سے۔ مگر اُس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب خلیفہ اور ایک دوسرا آدمی اس قرار و گواہی کی گواہی دیں اور اس خلیفہ بنانے کا قاعدہ ہو کہ خلیفہ دیکھ لے کہ مدعی کے پاس گواہ ہیں یا وہ جھوٹا ہے پس شاید اُس کے گواہ ہوں مگر عادل نہیں اور یہی گواہوں کے الفاظ متفق نہیں ہوئے ہیں پس قاضی خلیفہ کو سپرد کر دیتا ہے کہ اس میں خود کرے۔ سلطان نے اگر کہا کہ میں نے فلان شہر کی قضاۃ یہ یا عمرو کو دیدی تو یہ سبب جہالت کے صحیح نہیں ہے یہ تاثر غائبہ میں لکھا ہے اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو اور اس نے غیر کو خلیفہ کیا تو خلیفہ کا حکم نافذ نہ ہوگا خواہ یہ استیلا یا بیعت یا بیعت میں کیا ہو یا عرض یا سفین۔ اگر اُس نے امام وقت کی اجازت سے خلیفہ کیا تو یہ خلیفہ امام کی طرف سے تھا قاضی ہوگا یا امام

صلوات  
بر علیہ السلام  
وآلہ  
سید عالم  
علیہ السلام

کہ قاضی کو اسکے معزولی کا اختیار نہیں ہے مگر جبکہ امام نے قاضی سے کد یا ہو کہ جسکو تیراجی چاہے مقرر کر اور جسکو چاہے معزول کر تو اسکو معزول کر سکتا ہے۔ اور یہ صورت قاضی کی اس شخص کے برخلاف ہو جو جمعہ کے قائم کر کے واسطے مامور ہوا ہو کیونکہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے اگرچہ امام نے اسکو اجازت نہ دی ہو۔ قاضی کو اگر خلیفہ بنانے کی اجازت نہ ہو اور اس نے خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے قاضی کی مجلس میں اسکے سامنے حکم دیا تو جائز ہے اور اگر اس نے قاضی کے سامنے حکم نہ دیا بلکہ اسکے پیچھے حکم کیا اور وہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اس نے اجازت دی تو نافذ ہو گا یہ ہمارے نزدیک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور واسطے اگر مجتہدات میں قاضی نے حکم حکم کی اجازت دی تو بھی ہی حکم ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر لڑکے کو قاضی بنانا چاہا پھر وہ بالغ ہوا تو اسکو اختیار نہیں ہے کہ اس حکم کے موافق قاضی ہو۔ اور غلام سے اگر قضاء طلب ہوئی پھر وہ آزاد ہوا تو اس حکم کے موافق قضا کر سکتا ہے۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک سلطان نے وفات پائی اور رعیت نے اتفاق کر کے اسکے چھوٹے لڑکے کو تالیف کو سلطان بنایا تو قاضیوں اور خطیبوں وغیرہ کا کیا حال ہو گا اور چونکہ یہ ولایت نہیں رکھتا ہے پس قاضی وغیرہ کا تقرر کیونکر ہو تو فرمایا کہ رعیت کو چاہیے کہ بڑے آدمی پر اتفاق کریں کہ جو والی ہو اور اسی کی طرف سے تقرر ہو گا اور وہ اپنے آپ کو سلطان کے بیٹے کا تابع سمجھے اور درحقیقت وہ والی ہے وغیرہ میں لکھا ہے۔ سلطان نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ فلان شہر میں قاضی مقرر کرے اور اس نے مقرر کیا تو بطور اجازت سلطانی کے بھیجے ہو اور اگر اس نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں ہے یہ بزانہ میں لکھا ہے۔ اگر خلیفہ نے کسی والی شہر سے کہا کہ ہر کرامی بایت قضا تقلید کن یا عربی میں قلذہ منی ششت یا اردو میں مترجم کتا ہو کہ جسکو تیراجی چاہے قاضی مقرر کر دے تو صحیح ہے اور اگر کہا کہ کسی را قضا تقلید کن یا قلذہ خدا یا ایک کو قاضی کر دے تو صحیح نہیں ہے۔ اگر سلطان نے اپنے کسی امیر کو خطاب کیا کہ فلان ولایت ہو وادام یا تروادام تو وہ شخص قاضی مقرر کرنے کا مالک نہیں ہے۔ اور اگر اسکو کسی شہر کا امیر کیا اور خراج اس کو چھوڑ دیا اور رعیت میں تصرف کا اختیار ملی العموم دید یا جیسا کہ مقتضا سے اجازت ہو تو اس کو قاضی مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام اگر عادل ہو تو اس کے احکام و حکام جائز ہیں اور نابلغ ہو تو اس کا تولیہ جائز نہیں ہے۔ اور امام کو قرضی ہونا چاہیے اور باغی ہونا شرط نہیں ہے اور اگر قرض میں سے نہ پایا ہو اسے تو پہلے کہ ماول و امانت وار ہو کہ قاضی کے شرائط جاتا ہو۔ اگر مقرر کیا ہو سلطان تالیف تھا اور وہ پھر تالیف ہوا تو کیا سلطان باقی رہ گیا یا از سر نو بیعت چاہیے اور راجح یہ ہے کہ از سر نو بیعت کی حاجت ہو سلطان نے اگر کسی شخص کو ایک شہر کی قضا سپرد کی اور اس میں ایک قاضی تھا کہ اسکو صریح معزول نہ کیا تو جہت یہ ہے کہ پہلا قاضی معزول نہ ہو گا۔ مطلق میں لکھا ہے اگر سلطان نے ایک طرفہ کی قضا و مصلحتوں کے سپرد کی اور قضا ایک شخص کے حکم دیا تو باوجودین ہو جیسے دو وکیلوں کا حکم ہے اور اگر انکو اس طرح مقرر کیا کہ ہر ایک قاضی فیصلہ کر سکتا ہے تو جائز ہے یہ خزائن المفتین میں لکھا ہے۔ سلطان کو اختیار ہے کہ بجائے قاضی کے دو سربراہوں کو کسی شہر کی وجہ سے یا بلا شک کے اور امام اعظم سے یہ رعایت صحیح ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک سال سے زبانونہ قاضی و قاضی نہ رکھنا چاہیے یہ تمار ظہیر میں لکھا ہے اور سلطان کو چاہیے کہ جب ایک سال گذر جاوے تو اس قاضی کی طرف سے استعانت کرنے اور اسے کہ قلم میں کوئی خساد نہیں ہو لیکن مجھے خوف ہے کہ تو علم کو معزول جاوے پس اسے چھوڑ دو تو حکم کا درجن سے چھوڑ دے پاس

سلطان کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے مقرر کرے اور جسکو چاہے معزول کرے  
 اگر قاضی نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں ہے  
 اگر سلطان نے اپنے کسی امیر کو خطاب کیا کہ فلان ولایت ہو وادام یا تروادام تو وہ شخص قاضی مقرر کرنے کا مالک نہیں ہے  
 اگر امام کو قرضی ہونا چاہیے اور باغی ہونا شرط نہیں ہے  
 اگر قاضی نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں ہے  
 اگر سلطان نے اپنے کسی امیر کو خطاب کیا کہ فلان ولایت ہو وادام یا تروادام تو وہ شخص قاضی مقرر کرنے کا مالک نہیں ہے  
 اگر امام کو قرضی ہونا چاہیے اور باغی ہونا شرط نہیں ہے  
 اگر قاضی نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں ہے



تاکہ ہم دوبارہ قاضی مقرر کر دیں گے یہ نہایت مین لکھا ہے۔ سلطان نے اگر کسی قاضی کو معزول کیا تو معزول نہو جائے گا جب تک کہ اسکو خبر نہ پہونچے تھے کہ اگر اس نے معزولی کے بعد خبر پہونچنے سے پہلے کچھ قضیہ فیصل کئے تو جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ وہ باوجود اپنی معزولی سے آگاہی کے بھی معزول نہ ہوگا جب تک کہ دوسرا اسکی جگہ مقرر نہو تاکہ زندگان خدا کے حقوق محفوظ رہیں اور امام یوسف رحمہ نے اس کو امام جمعہ کی معزولی پر قیاس کیا ہے اور یہ سب بھی بیان ہوا اس وقت ہے کہ جب عزل مطلق ہو اور اگر یہ قید ہو کہ جب یہ حکم فرمان قاضی کو پہونچے تو وہ معزول ہی پس ایسی صورت میں جب تک خط و فرمان نہ پہونچے معزول نہوگا خواہ اسکو اپنی معزولی کا علم فرمان کے پہونچنے سے پہلے ہوا ہو یا نہو ہو یہ تاہم غانیہ مین لکھا ہے۔ اگر خلیفہ کا انتقال ہو گیا اور اسکے قاضی اور والی تھے تو وہ اپنے مال پر مقرر رہیں گے۔ اور ہدایۃ الناطقی مین لکھا ہے کہ اگر قاضی نے انتقال کیا یا معزول ہوا تو اسکے خلیفہ جو قاضی مین معزول ہو جائیگا۔ اور اگر موہ دار مر گیا تو اسکے قاضی معزول ہو جائیگا۔ بحلاف خلیفہ کے انتقال کے کہ اس سے معزول نہوئے گا۔ کذا فی الملتقط۔ اگر امام کی طرف سے عامل خراسان کو فرمان پہونچا کہ وہاں کے فقیہوں کی کسی خاص قوم کو لکھا کہ انکو جمع کر کے کہے کہ قاضی کے باب مین غور کریں اگر انکو پسند ہو تو پھر مقرر کر دے ورنہ اس کو معزول کر دے پھر ان لوگوں نے جمع ہو کر ناپسند کیا اور عامل نے رشوت لیکر لکھ دیا کہ وہ لوگ راضی ہیں اور قاضی کو چھوڑ دیا وہ حکم دیتا رہا تو صحیح ہے کیونکہ وہ معزول نہیں ہوا ہے اور اگر ابتدائی تقرری مین ایسا ہوا ہو تو اسکے قضایا نافذ نہ ہونگے یہ تاہم غانیہ مین لکھا ہے۔ قاضی اگر اندھا ہو گیا پھر بینا ہو گیا تو وہ اپنے عہدہ پر باقی رہے گا جسے بعد مرتد ہونے کے اسلام لایا و لیکن بحالت مرتد ہونے اور اندھے ہونے کے اس کے فیصلے نافذ نہوئے گا۔ چار چیزیں ہیں کہ اگر وہ قاضی مین پیدا ہوں تو معزول ہو جائیگا اگر کلمہ کی بیانی جانی رہی اور ایسے ہی سماعت اور عقل جاتی رہی اور مرتد ہو جائے خزانۃ المقتنین مین لکھا ہے۔ قاضی اگر معزول کیا جاوے تو بعض نے کہا کہ اسکا نائب بھی معزول ہوگا اور اگر مر جاوے تو نہیں معزول ہوگا اور فتوے اس پر ہے کہ قاضی کی معزولی سے نائب معزول نہوگا کیونکہ وہ سلطان کی یا عام لوگوں کی طرف سے نائب ہے اور قاضی کی معزولی سے نائب قاضی معزول نہوگا یہ بزاز یہ مین لکھا ہے۔ سلطان نے اگر کسی کو مقرر کیا اور اس نے اس کو رو کر دیا پس اگر بالمشافہ مقرر کیا تو اسکو نہیں پہونچتا ہے کہ رو کرنے کے بعد قبول کرے اور اگر غیبت مین مقرر کیا مثلاً اپنا فرمان اسکو بھیجا اور اس نے رو کیا پھر قبول کیا تو جائز ہے۔ اور اگر تقرری کسی ایسی کے ذریعہ سے تھی اور اس نے رو کر دی تو اسکو اختیار ہے کہ سلطان کو رد کی خبر پہونچنے سے پہلے قبول کرے۔ قاضی نے جب کہا کہ مین نے اپنے تئیں معزول کیا یا مین نے اپنے تئیں عہدہ قضا سے الگ کر لیا اور سلطان نے اسکو سن لیا تو معزول ہو گیا اور بدوین بادشاہ کے ستنے کے معزول نہوگا اور اسے اگر بادشاہ کو خط لکھا کہ مین نے اپنے تئیں معزول کیا اور یہ خط بادشاہ کے پاس آیا تو قاضی معزول ہو جائیگا یہ خزانۃ المقتنین مین لکھا ہے۔

اس قول کی تائید میں ہے کہ قاضی کی معزولی کے بعد اس کے فیصلے نافذ نہ ہوں گے۔

چھٹا باب سلطان اور امرا کے احکام کے بیان مین اور خود قاضی کے اپنے ذاتی معاملہ کے فیصلہ کے بیان مین۔  
تو ازل مین ہے کہ اگر سلطان نے دو شخصوں مین حکم دیا تو نافذ نہوگا اور ادب القاضی خصاف رحمہ نے کہ نافذ ہوگا اور یہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے غلاب مین لکھا ہے۔ اگر قاضی خلیفہ کی طرف سے ہو امیر کی طرف سے نہ ہو

تو امیر کو اختیار نہیں ہو کہ فیصلہ کرے اور اگر اسے قضاء کا فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا۔ ہشام کی روایت ہو کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ سے سنا کہ اگر قاضی خلیفہ کی طرف سے ہو پھر خلیفہ نے اتفاق کیا تو امیر کو اختیار نہیں ہو کہ قاضی مقرر کرے اگرچہ مع مشورہ و خروج وہاں کا امیر ہو اور اگر اس امیر نے حکم کیا تو اس کا حکم جائز نہ ہوگا اور سیوطی اگر اس امیر نے کوئی قاضی اپنی طرف سے مقرر کیا تو اس کا حکم بھی جائز نہ ہوگا اور اگر اس قاضی کے پاس ہو کہ امیر نے مقرر کیا ہو خلیفہ کا خط آیا تو یہ قضاء کا تمام کرنا ہوگا یہ محیطین لکھا ہے۔ مجموع النوازل میں ہو کہ شیخ الاسلام ابو الحسن سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی کی کسی شخص سے خصومت ہو اور اسے فیصلہ کی واسطے خلیفہ کے سامنے پیش کیا اور اس نے حکم دیا تو جائز ہو انھوں نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اس کا حکم قاضی کے حق میں ایسا ہو جیسے اپنے واسطے خود فیصلہ کر کے خود حکم دیدیا ہو اور شیخ ابو الحسن نے فرمایا کہ جو ایسی بلا میں مبتلا ہو تو چاہیے کہ سلطان سے درخواست کرے کہ دوسرا قاضی مقرر کر دے کہ اس سے اپنے مقدمہ کا فیصلہ کر دے یا کسی حاکم حکم کے پاس پیش کر کے دونوں راضی ہو جائیں پھر وہ حکم دیدے یوں تاکہ نافذ ہو جاوے اور بعض مشائخ نے اس کو جائز رکھا کہ خلیفہ اس کے واسطے یا اس کے اوپر فیصلہ کر دے۔ اور نوازل میں بھی اس پر دلالت موجود ہو کیونکہ اس میں مذکور ہو کہ کسی نے سلطان پر قاضی کے سامنے نالش کی پھر قاضی مع سلطان کے ایک جگہ بیٹھے اور مدعی زمین پر بیٹھا تو شیخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ قاضی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور مدعی کو اپنی جگہ بٹھاوے اور خود زمین پر بیٹھے پھر دونوں میں فیصلہ کر دے۔ اور یہ روایت صحت کو پہنچی کہ زانیہ امام ابو یوسف رحمہ میں کسی یہودی نے خلیفہ ہارون رشید پر نالش کی اور قاضی ابو یوسف رحمہ نے اس کی نالش کی سماعت کی اور خصاف رحمہ نے ذکر کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے شریح کو قاضی کیا۔ اور اپنی ایک نالش آگے یہاں پیش کی۔ خصاف رحمہ نے کہا کہ اگر قاضی نے اس امام کے واسطے جس نے اسے مقرر کیا ہو کوئی فیصلہ کیا یا اس کے اوپر حکم دیا تو جائز ہو اور سیوطی اگر امام کے بیٹے یا اس کے باپ یا اس کی زوجہ کے واسطے فیصلہ کر دیا تو بھی جائز ہو اور سیوطی اگر قاضی انصاف نے اپنے مقرر کیے ہوئے قاضی کے سامنے نالش کر دی اور اسے اس کے لیے یا اس کے اوپر فیصلہ کیا تو جائز ہو۔ سیوطی اگر امام نے مثلاً خراسان پر ایک قاضی مقرر کیا اور حکم دیا کہ اطراف میں اور قاضی مقرر کر دے اور اسے مقرر کر دے پھر بڑے قاضی نے ان قاضیوں میں سے کسی کے پاس مقدمہ پیش کیا تو جائز ہو خواہ اس پر اسے حکم دیا جائے واسطے حکم کیا ہو اور شیخ ہو کہ پہلے قول کی تائید اس سے ملتی ہو کہ ہشام نے اپنی نوادہ میں ذکر کیا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ کوفی سے دریافت کیا کہ ایک قاضی کا شعبہ جو کسی شخص کے ذمہ ثابت ہوا اور اسے نہ دیا اور انکار کیا اور اس شخص کا والی ایسا نہیں ہو کہ جو قاضی مقرر کر سکے۔ تو امام نے فرمایا کہ والی دونوں سے کہتا کہ تم دونوں کوئی حکم مقرر کر لو کہ فیصلہ کر دے پھر میں نے مالک رحمہ اللہ شعبہ سے نہ سنے تو فرمایا کہ اس پر میں کیا جانتا ہوں۔ پس امام محمد رحمہ اللہ لکھتے تھے اس صورت میں حکم مقرر کرنے کی طرف اشارہ کیا اور یہ نہ کہ اس کا فیصلہ قاضی دونوں میں فیصلہ کر دے اور حکم مقرر کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہو کہ انھوں نے ایک جگہ کے میں ہوئے تھے اور ایک ہر جگہ کے درمیان میں واقع تھا نہ یہاں بہت کو حکم قرار دیا اور دوسرے شعبہ میں شریح کو حکم دیا یہ وہ شعبہ میں لکھا ہے ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ سے دریافت کیا کہ قاضی کا شعبہ کیا ہے وہاں والی حقوق تقرر قضا نہیں ہو تو کیا خصوصاً ہر جگہ کیا جائیگا کہ باہم ایک حکم مقرر کریں میں امام محمد رحمہ اللہ لکھتے تھے فرمایا کہ میں مورتوں میں یہ اختیار ہے

قوله  
لو بیٹھے قاضی  
کے نام اور اس  
جگہ اور جگہ  
کے نام قاضی  
مقرر کیا گیا  
اس کی نالش  
نہیں کرنا  
مقرر کیا گیا

واقع ہو کہ مقتضی علیہ دوسرے سے رجوع کرے تو جائز نہیں ہے اور مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مثل قرض و مصلوب کے ہو تو حکم مقرر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور منتفی میں ہے کہ اگر قاضی کے بیٹے نے باپ کے بیان دوسرے پر نالش کی تو قاضی غور کرے کہ اگر فیصلہ اسکے بیٹے کے اوپر ہوتا ہے تو فیصلہ کر دے اور اگر اسکے بیٹے کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے تو دونوں سے کہہ دے کہ میرے سوا کسی دوسرے کے سامنے پیش کرو یہ محیط میں لکھا ہے۔ قاضی کو اس امیر کیواسطے جس نے اسکو قاضی کیا ہے فیصلہ کر دینا صحیح ہے اسی طرح پرہنجے کے قاضی کو اپنے اور ہنجے دونوں قاضیوں کے واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے اور قاضی کو اپنی عورت کی مان کے واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے بشرطیکہ اسکی عورت مرگئی ہو۔ اور جب تک اسکی مان زندہ ہو تب تک جائز نہیں ہے۔ اور اسنحوہ طرح اگر والد کی جو رو کے واسطے فیصلہ کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ والد کا انتقال ہو گیا ہو اور اگر باپ زندہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ سے قاضی خان میں لکھا ہے۔

درالافتاد اور قصاص اور تعزیر میں امام وقت اپنے علم پر فیصلہ کرے گا یہ سراسر ایہ میں ہے۔

ساتواں باب۔ قاضی کی نشست اور اسکے مکان نشست اور متعلقات کے بیان میں۔ قاضی حکم قضا کے واسطے جلوس ظاہری کے طور پر بیٹھے اور مسجد میں تاکہ اسکا ٹھکانا اکثر مسافروں اور بعض مقیم لوگوں پر پوشیدہ نہ رہے یہ مناء میں لکھا ہے۔ اور جامع مسجد اوی بیچر جس مسجد میں جماعت قائم ہوتی ہے اگر آپس میں جمعہ نہ پڑھا جاوے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور فخر الاسلام علی بزوی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جامع مسجد پنج شہر میں ہو اور اگر شہر کے کنارے ہو تو چاہیے کہ دوسری مسجد پنج شہر میں ہو اختیار کرے تاکہ بعض مقدسے والوں کو شہر کے کنارے جانے میں مشقت نہ ہو اور اگر اپنے قوم کی مسجد میں بیٹھا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی بعض سلف سے روایت ہے اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ حکم بھی جب ہو کہ اسکی مسجد قوم پنج شہر میں ہووے اور بازار کی مسجد میں بیٹھنا اختیار کرے کیونکہ وہ بہت مشہور ہوتی ہے۔ محیط میں لکھا ہے۔ جب قاضی مسجد میں داخل ہوا تو میرے نزدیک مستحب ہو کہ پہلے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور چار رکعت افضل ہو کہ وہ دن کی نماز پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اسکو توفیق و سداد عطا کرے اور عیامن سے بچاوے پھر حکم دینے کیواسطے بیٹھے۔ اور اگر اپنے ساتھ اہل قضاہت و کرامت کو بیٹھانا چاہے تو اپنے قریب بیٹھاوے اور ایسے ہی اہل امانت بھی اس سے قریب ہو گئے۔ اور کچھ ڈر نہیں ہے کہ تنہا بیٹھے اگر قضا یا کالم ہو محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر قاضی کا ہل ہو تو مستحب ہے کہ اسکے ساتھ اہل علم و تحقیق، تہذیب میں لکھا ہے۔ اور ان لوگوں سے مشاورت کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور خصوصیت کے وقت مشاورت نہ کرے یہ بزازہ میں لکھا ہے۔ اور بزازہ میں اپنے دائیں طرف رکھے کیونکہ آئینہ بجل اور محضر اور نوشتہ ہوتے ہیں اور انکا سامنے ہونا چاہیے اور اسکا کاتب کچھ ہنگر اس سے بیٹھے اس طرح کہ قاضی اسکو دیکھتا رہے تاکہ وہ رشوت لیکر افلاک شادات میں زیادتی و کمی نہ کر دے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور اگر اپنے گھر میں بیٹھنا اختیار کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور لوگوں کو اس دار میں آنے کی اجازت دیوے اور جو اسکے ساتھ بیٹھنے ہوں تحقیق میں ہا ہ میں لکھا ہے۔ اور اسلئے ہے کہ دار وسط شہر میں ہو عیامن کہ مسجد کا حکم ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور یہ سوط میں مذکور ہے کہ اپنے منزل میں رہے کہ حکم قضا دینے میں ایمان اسکا ہے یا نہیں۔ کھانا پین کیونکہ قضا کا حکم کئی مکان کے ساتھ خصوصاً میں ہے کہ کھانا پین نہ کرے اور اگر اپنے بیت میں بیٹھا تو چاہیے کہ نزدیک کچھ قضا دینے والے ہوں کہ اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ سکیں اور اگر اپنے

لے مقتضی علیہ دوسرے سے رجوع کرے تو جائز نہیں ہے اور مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مثل قرض و مصلوب کے ہو تو حکم مقرر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور منتفی میں ہے کہ اگر قاضی کے بیٹے نے باپ کے بیان دوسرے پر نالش کی تو قاضی غور کرے کہ اگر فیصلہ اسکے بیٹے کے اوپر ہوتا ہے تو فیصلہ کر دے اور اگر اسکے بیٹے کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے تو دونوں سے کہہ دے کہ میرے سوا کسی دوسرے کے سامنے پیش کرو یہ محیط میں لکھا ہے۔ قاضی کو اس امیر کیواسطے جس نے اسکو قاضی کیا ہے فیصلہ کر دینا صحیح ہے اسی طرح پرہنجے کے قاضی کو اپنے اور ہنجے دونوں قاضیوں کے واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے اور قاضی کو اپنی عورت کی مان کے واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے بشرطیکہ اسکی عورت مرگئی ہو۔ اور جب تک اسکی مان زندہ ہو تب تک جائز نہیں ہے۔ اور اسنحوہ طرح اگر والد کی جو رو کے واسطے فیصلہ کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ والد کا انتقال ہو گیا ہو اور اگر باپ زندہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ سے قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر قاضی مسجد یا دار میں بیٹھا تو ایک دربان مقرر کرے کہ خصوصاً کو از دھام سے منع کرے۔ اور قیاب کو حلال نہیں ہو کہ اس سے کچھ لیکر آنے کی اجازت دیدیوے یہ تائید غانیہ میں لکھا ہے۔ پھر اگر مسجد میں بیٹھا تو حائض اور جو پاہ کے واسطے باہر نکلے اور مسجد میں حد نہ مارے اور نہ تعزیر دے یہ امر الفائق میں لکھا ہے۔ اور راستہ میں بیٹھنے میں کچھ ڈرنہیں ہو بشرطیکہ راہ چلنے والوں پر تنگ نہ ہو یہ ہمیں میں لکھا ہے۔ اگر قاضی مسجد میں آیا تو کچھ ڈرنہیں ہو کہ خصوصاً کو سلام کرے اور ارادہ اس سے عام سلام ہو پھر مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ان پر سلام کرنے میں کچھ ڈرنہیں ہو اور نہ کرنے میں کچھ ڈرنہیں ہو تاکہ بیعت باقی رہے اور شمت زیادہ ہو اور ریویو سٹل والی اور امیر لوگوں میں رسم ہو کہ جب داخل ہوتے ہیں تو سلام نہیں کرتے ہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اسپر سلام کرنا واجب ہو اور ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہو اور اس طرح والی اور امیر پر بھی آنے کے وقت سلام واجب ہو اور ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہے پھر جب قاضی کسی طرف مسجد میں حکم کے واسطے بیٹھ گیا تو خصوصاً پر سلام نہ کرے اور نہ وہ لوگ قاضی کو سلام کریں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اسی سے یہ رسم جاری ہوئی کہ لوگ جب والی اور امیروں کے پاس جاتے ہیں تو سلام نہیں کرتے ہیں اور نہ وہ ان پر سلام کرتے ہیں کیونکہ جب قاضی میں یہ حکم ہو تو والی اور امیر میں بدرجہ اولیٰ ہوگا اور یہ امر ایسا صحیح نہیں ہو جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ صحیح یہ ہو کہ لوگ امرا کو سلام کریں اور امرا لوگوں کو بخلاف قاضی کے اور فرق یہ ہو کہ والی و امیر اس واسطے بیٹھا ہو کہ زیارت کرے اور سلام زائرین کا تحیہ ہو اور قاضی فیصلہ اور حکم دینے کے واسطے بیٹھا ہو نہ زیارت کے واسطے اور اگر بائیمہ لوگوں نے اسکو سلام کیا تو اسکو جواب دینے میں کچھ ڈرنہیں ہو اور اس میں اشارہ ہو کہ اس پر جواب سلام واجب نہیں ہو بلکہ ختم ہی چاہیے جواب دے یا نہ دے کہ نہ لے او ب القاضی اور اگر قاضی نے جواب دینا چاہا تو ولیکم سے زیادہ نہ کرے اور گواہ قاضی کو سلام کرے اور قاضی اس کو جواب دے یہ تائید غانیہ میں لکھا ہے۔ اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے ملازمہ کے فقہ سکھانے کو بیٹھا اور کسی آنے والے نے اسکو سلام کیا تو اسکو گنجائش ہو کہ اسکو جواب سلام نہ دیوے اور ایسے ہی اس شخص کے حق میں بھی فرماتے ہیں جو ذکر کرنے کے واسطے بیٹھا خواہ کسی طرح یا ذاتی ہو پھر کسی آیتوالے نے اسکو سلام کیا تو گنجائش ہو کہ اسکا جواب نہ دے اور جب قاضی فیصلہ منکرات کے واسطے بیٹھا تو چاہیے کہ ایک آدمی اس کے سامنے کھڑا ہو کہ لوگوں کو بے وقت آگے بڑھنے سے اور بے ادبی سے منع کرے اور ایسے شخص کو صاحب المجلس کہتے ہیں اور اسکو شرعی اور عرفی اور عادی بھی کہتے ہیں اور اس کے ساتھ او ب کا کوڑا بھی ہونا چاہیے جو چاہے کہ یہ شخص امین ہو اور طاع نہ ہوتا چاہیے کہ نفوت پیکر لہجہ خصوصاً کی طرفدار کی کرے اور بے ادبی کے وقت اسکی تادیب نہ کرے۔ جب دونوں مقدمہ قاضی کے سامنے پیشین اور قاضی نے مصلحت دیکھی کہ صاحب المجلس چلا جاوے تو اسکو حکم دیوے کہ اٹھ کر دو چھٹا جاوے تاکہ اسکو نہ معلوم ہو کہ وہ فون مقدمہ پر ایسے اور قاضی میں کیا ہوتا ہے کہ کسی مقدمہ کو اس سے اطلاع نہ ہوے اور نہ کسی کو کچھ سکھلاوے پڑھاوے اور قاضی کو ایسا کرنا چاہیے اگرچہ صاحب المجلس امین ہو ہو وادار اپنے غریب رہنے دیا تو کچھ ڈرنہیں ہو اور ماضی یہ ہو کہ کل کام تحمین لوگوں کی بھلائی اور احتیاط ہو قاضی کو ملنے کے اور اس صاحب مجلس کو یہ چاہیے کہ کسی مقدمہ واسطے سے فقہ باتیں کرے یہ تحمین لکھا ہے اولیٰ



کہ امین کو اپنے بیٹے کی جگہ اپنے آنے سے پہلے بھیجے تاکہ وہ یاد رکھے کہ پہلے کون آیا ہے اور پھر کون آیا ہے اسی ترتیب سے تاکہ اسی طرح مقدم کرے اور کسی کو اس کی منزلت اور سلطنت کی وجہ سے مقدم نہ کرے۔ اور اگر اس کی رائے میں یہ آیا کہ مسافروں کو مقدم کرے تو کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ کثرت سے ہوں کہ ان کی طرف توجہ سے پہلی شہر رہے جاتے ہوں تو ان کو اپنے مرتبہ پر لوگوں کے ساتھ رکھے اور عورتوں کو الگ رکھے اور مردوں کو الگ اور اگر عورتوں کے واسطے ایک روز علیحدہ مقرر کرے تو اس میں ان کی زیادہ پردہ پوشی ہو یہ مادی میں لکھا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اسی رات اپنے اہل میں پہنچ جاوے وہ بمنزلہ معتمد کے ہو اور جس کی رات غیروں میں گذرے وہ مسافر کے حکم میں ہو لیکن جو مسافر ہو اس کا حال سخت ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر قاضی کو یہ وجہ غیبت اور مسافرت کے مقدم کرنے کی رائے معلوم ہووے تو صرف اس قول میں کہ میں مسافر ہوں اور میرا ارادہ اپنے وطن لوٹ جانے کا ہے اس کی تصدیق نہ کر گیا بلکہ اس سے گواہ طلب کر گیا کہ یہ مسافر ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے اور عدالت اس شہادت کے واسطے شرط نہیں ہی اگر گواہوں کا حال مستور ہو تو بھی کفایت کرتا ہے اور بعض اصحاب حنفیہ نے کہا کہ ان رفیقوں سے دریافت کرے جنگے ساتھ اس کا ارادہ جانے کا ہے کہ یہ لوگ کب ہاویں گے اور کیا فلان شخص بھی ان کے ساتھ جائیگا پس اگر انھوں نے کہا کہ ہاں تو مذر سفر متفق ہو جائیگا۔ اگر قاضی کے دروازے پر ارباب شہود و ایمان جمع ہوئے اور مسافر اور عورتیں جمع ہو گئیں پس اگر قاضی نے ارباب شہود کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہے اور اگر مسافروں کو مقدم کیا تو اس کو اختیار ہے اور اگر عورتوں کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور چاہیے کہ قاضی جب دونوں مقدمہ والوں کو بلاوے تو برابر بٹھلاوے اور دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور دونوں کی طرف لٹاؤ اور کلام میں مساوات طوفان رکھے اور کسی ایک سے خفیہ بات نہ کرے اور نہ اس کی طرف اشارہ کرے نہ ہاتھ سے اور نہ سر سے اور نہ ابرو سے یہ فتاویٰ میں لکھا ہے۔ اور کسی ایک کے بالواسطہ نہ ہنسنے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور مجلس حکم میں مزاج سے مطلقاً ہر چیز کے خواہ دونوں کے ساتھ یا ایک کے ساتھ یا غیر کے ساتھ ہو اور غیر مجلس حکم میں بھی زیادہ مزاج نہ کرے کیونکہ اس سے مہابت جاتی رہتی ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح قاضی کو نہ چاہیے کہ کشادگی کے ساتھ ایک سے کوئی ایسی بات بولے جو دوسرے سے نہیں بولا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس کے قلب کا میلان دونوں خاصوں سے ایک کی طرف ہو اور چاہیے کہ اس کی دلیل غالب ہو تو اس سے مواخذہ نہ ہو کہ کیونکہ یہ پہلے اختیار امر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ قاضی برابر کرنے پر مامور ہے مگر جہاں تک برابری ممکن ہو پس جتنی چیزوں میں دونوں میں برابری کر سکتا ہے ان کے ترک کرنے سے ماخوذ ہوگا اور جن چیزوں میں برابری نہیں کر سکتا ان میں معذوری اور ماخوذ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر دونوں تمام میں سے ایک سلطان ہو یا عالم ہو پھر سلطان اس کے برابر بیٹھا اور خیم زمین میں بیٹھا تو قاضی کو چاہیے کہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور زمین میں بیٹھے اور اس خیم کو اپنی جگہ بٹھلاوے تاکہ ایک کی دوسرے پر تفضیل نہ لازم آوے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور ایک مقدمہ والے کی مہاجر ہی نہ کرے مگر جیکہ دوسرا بھی اس کے ساتھ ہو تو جائز ہے نہ چاہیے کہ ایک کے ساتھ ہی وہاں میں بیٹھ نہ کرے کہ دوسرا نہ ہوتا ہو یہ راجح میں لکھا ہے اور مختصراً خواہ وہ زمین میں اپنی منزل ہو

اور اگر قاضی کو چاہیے کہ ایک کے ساتھ ہی وہاں میں بیٹھ نہ کرے کہ دوسرا نہ ہوتا ہو یہ راجح میں لکھا ہے اور مختصراً خواہ وہ زمین میں اپنی منزل ہو

میں دونوں میں سے ایک کے ساتھ تخلیہ نہ کرے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور قاضی کو ایسا فعل نہ کرنا چاہیے کہ جس سے تمت لگائی جاوے یہ خزائنہ المقتین میں لکھا ہے۔ اور ایک کی طرف سے اپنی گردن پھیر لینا مکروہ ہے اور شرعاً ممنوع ہے اور مکروہ ہے کہ دونوں سے ایک کو اپنے مکان میں آنے کی اجازت دیوے۔ اور جس کا مقدمہ ہو اسکو اجازت دینے کا مضائقہ نہیں ہے کہ سلام کرنے یا کسی حاجت کے واسطے آوے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور ایک شخص کو دائنی طرف اور دوسرے کو بائیں جانب جگہ نہ دے کیونکہ دائیں طرف افضل ہوتی ہے اور ایسی برابری چھوٹے بڑے میں کرے حتیٰ کہ آپس و واجب ہے کہ باپ اور بیٹے اور خلیفہ و رعیت اور ذمی و شریف میں بھی مساوات ملحوظ رکھے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ صاحب الاقضية نے لکھا ہے کہ خصوم کی نشست قاضی سے دو ہاتھ کے فاصلے پر ہونی چاہیے اس طرح کہ دونوں کا کلام ہر دوں آواز بلند کرنے کے سننے میں آوے۔ اور جس وقت مجلس میں بیٹھے ہو چاہیے کہ محراب سے نکیہ دے اور خصاف رحم وغیرہ کے زمانہ میں قبلہ رو ہو کر بیٹھتے تھے اور ہماری رسم بہتر ہے اور قاضی کے پایوں کے روبرو حاضرین تاکہ لوگوں میں ہیبت ہو مگر ان کو اتنی دور رکھے کہ جو کچھ مقدمہ والوں اور شاہی میں گفتگو ہوتی ہو اس کو نہ سنیں اور بعض مسائل میں قاضی کی رائے نہ معلوم کریں اور اس کے باطل کرنے کے واسطے جہل نہ تلاش کریں یہ محیط میں لکھا ہے۔ جب دونوں خصم آگے بڑھیں تو مدعی سے اسکا دعویٰ دریافت کرے اور یہ خصاف رحم اور ابو جعفر رحم نے ذکر کیا ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی دعویٰ دریافت دریافت نہ کرے بلکہ خاموش رہے اور مدعی کا دعویٰ سماعت کرے اور بعضوں نے کہا کہ دریافت کرے اسی کو خصاف رحم اور ابو بکر رحم نے لیا اور ایسا ہی محاضرین سامعہ اور منتقی میں ہے شیخ الاسلام علی البرزدی نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رحم کے قول کے موافق قاضی دریافت کرے اور امام محمد رحم کے نزدیک خاموش رہے اور حسانہ میں لکھا ہے کہ جب خصوم قاضی کے سامنے پیشین تو امام ابو یوسف رحم نے فرمایا کہ اُسے دریافت کرے کہ تم میں سے کون مدعی ہے اور جب مدعی معلوم ہوا تو اس سے کہے کہ کیا دعویٰ ہے اور امام محمد رحم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرے اور قول امام ابو یوسف رحم کا یہی ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور جب دونوں حاضر ہوں تو قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے دونوں سے گفتگو شروع کرے اور کہے کہ تم دونوں کیا چاہتے ہو اور چاہے انھیں پر گفتگو چھوڑ دے اور یہی بہتر ہے تاکہ وہ جھگڑے کو چھوڑنے والا نہ بننا جاوے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ پھر اگر اس سے سوال کیا یا نہ کیا بلکہ اُس نے خود ہی دعویٰ کیا تو قاضی مدعا علیہ سے جواب دعویٰ مدعی دریافت کرے یہ صاحب الاقضية اور خصاف رحم نے ذکر کیا ہے قاضی دعویٰ مدعی کو ایک مصیفہ میں لکھے اور اس میں غور سے دیکھے کہ صحیح ہے یا فاسد ہے اگر فاسد ہو تو مدعی علیہ پر متوجہ ہو ولیکن مدعی سے دیکھے کہ اٹھ اور اپنے مدعو سے کی تسبیح کرے خصاف رحم نے ایک مقام پر ادب القاضی میں ذکر کیا ہے اور دوسرے مقام پر ذکر کیا کہ ایسا نہ کہے اور اسی کو ہمارے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ کہے کہ تیرے لئے یہ تقریر جو ہے فاسد ہے پس مجھ پر سنی سماعت واجب نہیں ہے اور یہ تلقین نہیں ہے بلکہ دعویٰ کے فاسد ہونے کا حکم بیان کرتا ہے اور اگر اس کا دعویٰ صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ تیرے خصم نے تمہارا ایسا دعویٰ کیا ہے میں تم اس سے جواب میں کیا کرتا ہے۔ ایسا ہی خصاف رحم نے ذکر کیا ہے اور یہی کتاب الاقضية میں ہے اور اس میں بھی مشائخ کا اختلاف ہے چاہا کہ مدعی سے استفسار میں اختلاف ہے یعنی بعضوں کے نزدیک مدعا علیہ سے جواب طلب نہ کرے بلکہ

اس کی طرف دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جب صاحب دعویٰ نے گفتگو شروع کی تو دوسرے کو خاموش کر دے اور صاحب دعویٰ کی گفتگو سنے کیونکہ اگر دونوں نے یکساں رگی کلام کیا تو کسی کا ظلم سمجھ میں نہ آوے گا پھر جب وہ کلام کر چکا تو اس کو حکم دے کہ خاموش رہے اور دوسرے سے دریافت کرے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سے بلا درخواست مدعی بھی دریافت کرے اور یہی ہمارے نزدیک اصح ہے اور بعض قاضیوں نے اختیار کیا کہ بدون درخواست مدعی کے جواب نہ لے گا یہ سفارشی میں لکھا ہے۔ اور گواہوں کو اس طرح نہ سکھا دے کہ کیا تو اس طرح گواہی دیتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اسکو ان صورتوں میں مستحسن رکھا ہے کہ جین تہمت نہ ہو مثلاً وہ شخص امین ہو اور عالم ہو کہ اسکے سکھانے کی ضرورت نہ ہو اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قاضی کے دہیہ اور ہیبت سے گواہ کی زبان بند ہو جاتی ہے اسلئے اسلئے اسلئے اسلئے اسلئے ایک مسلمان کا حق سرسبز ہوتا ہے اور قنہ اور خزانہ میں لکھا ہے کہ جو مسائل قضا سے متعلق ہیں انھیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے اسلئے کہ انکو تجربہ سے زیادہ علم حاصل ہوا تھا انسانی شرح ابوالمکارم۔ قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی کو دونوں نصہ میں سے چیلہ سکھا دے کہ جب ایک سے قسم طلب ہوئی اور قسم لینے کا وقت آیا پس اگر مدعی کے گواہ ماضیوں تو اس سے دریافت کرے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہیں۔ تو ازل میں ہی کہ شیخ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصوں نے قاضی کے سامنے بڑا مکر مقدمہ پیش کیا ایک نے کہا کہ میرے اس پر ہزار درم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو انھوں نے فرمایا کہ مدعا علیہ سے اسکا جواب طلب کرے۔ اور ابو بکر نے فرمایا کہ دو شخص بھی ہیں انکم کے آگے آئے اور ایک نے کہا کہ میرے اس شخص پر ہزار درم ہیں پھر یہی لے اس سے کہا کہ تو نے مجھے ایک ہنرستانی پھر تو کیا پتا ہے اور مراد یہ تھی کہ یہ دعویٰ سچ نہ تھا جب تک کہ ایک باریہ نہ کہے کہ میرا حق دلا یا جاوے یا مثل اسکے کوئی نفل دے اور شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ یہ ہمارے نزدیک کچھ نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں تو اسی غرض سے آئے تھے۔ پھر جب قاضی نے جواب مدعا علیہ کا سن لیا تو اسکو ایک کاقد پر لکھے یا کاتب سے کہے کہ اسلئے سامنے تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان قاضی کے پاس فلان روز فلان مہینہ کی فلان تاریخ فلان سن میں حاضر ہوا۔ پھر اگر قاضی مدعا علیہ اور مدعی کو پہچانتا ہے تو ان کو ایک دفعہ بین ستانے کے طور پر لکھے کہ فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان شخص کو لایا اور اگر نہ پہچانتا ہو تو یوں لکھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا کہ وہ فلان بن فلان ہی یعنی باپ و دادا کی طرف اسنے نسبت کی یا مولے تھا تو لکھے فلان شخص مولے فلان بن فلان کا ہے پھر اگر اسکی کوئی تجارت یا مناعت ہو کہ جس سے پہچانا جاتا ہے تو یہاں شناخت کے واسطے اسی کی طرف نسبت کر دے اور اسی طرح زیادہ شناخت کیواسلئے اسکا علیہ ذکر کر دے لیکن علیہ ایسا ذکر کرے کہ جس سے اسکی ذمہ داری نہ پڑائی پھر لکھے کہ یہ شخص ایک دوسرے شخص کو لایا کہ یہ فلان بن فلان ہی یہی صورتیں ہم نے مدعی کی طرف ذکر کی ہیں سب لکھے۔ پھر لکھے کہ اس مدعی فلان بن فلان نے فلان بن فلان مدعا علیہ پر یہ دعویٰ کیا ہے اور بدوین زیادتی و نقصان کے اسکا دعویٰ تحریر کرے۔ پھر لکھے کہ قاضی نے مدعا علیہ فلان بن فلان سے جواب اس دعویٰ مذکورہ بالا کا جو فلان بن فلان مدعی نے پیش کیا ہے دریافت کیا پس اگر مدعا علیہ لے اس کا اقرار کو لیا ہو تو تحریر کر دے اور عیناً یہ میں لکھا ہے کہ مدعا علیہ کو جی تو ہمارے کانکم دے یا تباہ خانہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اس نے انکار کیا ہو تو اس کا انکار تحریر کر دے تاکہ بعد اس کے دریافت ہو کہ اس پر گواہ طلب ہے

یعنی اگر محنت  
لے کر قاضی کو  
دفعہ مذکورہ میں  
مسلک لایا تو  
بہتر ہے اور اگر  
نہ ہو تو اسکا  
جواب طلب کرے  
اور اگر اس نے  
انکار کیا ہو تو  
اس کا انکار  
تحریر کر دے





انتہا رہی کہ چاہے علمہ رقعہ میں لکھ دے یا آبی بیاض میں جس میں دعویٰ وانکار ہو تاریخ لکھ کر دیدہ سے پھر واضح ہو کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو دعویٰ کسی عین میں واقع ہو گا یا دین میں۔ پس اگر دعویٰ دین کا کیا اور مدعی پر کوئی کیلی چیز تو دعویٰ جب صحیح ہو گا کہ مدعی اسکی جس کہ جو ہو یا گیمون اور نوع سنبھی ہوئی ہو یا فارسی یا ہری اور غیر کی ہو یا رومی اور صفت کہ جید ہو یا درمیانی یا رومی اور گیمون میں شرح یا سپید بھی ذکر کرے اور اسکی مقدار کہ اسقدر فقیر ہو اور فقیر بھی چونکہ فی ذاتہ مختلف ہو فلان فقیر سے بھی ذکر کرے اور اس کے وجوب کا سبب ذکر کرے کیونکہ قرضہ کے احکام اپنے اسباب کے ساتھ مختلف ہیں مثلاً اگر قرضہ بسبب سلم کے ہو تو اسکا بدلنا جائز نہیں ہو اور اسکے ادا کر نیکی بگہ بیان کرنا بھی چاہیے تاکہ اختلاف سے محل جاوین اور اگر کسی بیع کا ضمن ہو تو اس سے بدلنا جائز ہو اور امین ادا کرنے کی جگہ شرط نہیں ہو اور قرض ہو دوسے تو امین میعاد لازم نہیں ہو اور اگر سلم ہو تو مع اسکی شرائط صحت کے ذکر کرنا چاہیے معنی جنس اس مال اور اس کا وزن اگر وزنی ہو اور اسی مجلس میں اس کا لے لینا تاکہ امام اعظم رحم کے نزدیک صحیح ہو جاوے اور مسلم فیہ کی مدت ایک مہینہ یا زیادہ تاکہ وہ اختلاف سے محل جاوے و ایسے ہی سوائے اور شرطین مسلم کی بیان کرے اور قرض میں قبضہ ذکر کرے اور قرض لینے والے کا اپنی حاجت میں صرف کرنا اس واسطے کہ قرضہ امام اعظم رحم کے نزدیک اسپر قرض نہیں ہوتا جب تک اسکو تلف نہ کرے اور چاہیے کہ دوسرے قرض میں بھی یہ لکھے کہ میں نے اسکو اسقدر اپنے مال سے قرض دیا کیونکہ جائز ہو کہ شائد وہ مال قرض دینے میں دوسرے کا وکیل ہو اور وکیل قرض محض نہیں ہوتا ہو کہ اس کو لینے اور ادا کرنے کے مطالبہ کا حق نہیں ہوتا ہی۔ اس طرح ہر سبب میں اس کے شرائط ذکر کرے کیونکہ ہر شخص لینے کے شرائط کو نہیں دریافت کر سکتا ہی تو قاضی کے سامنے اسکو بیان کرنا چاہیے تاکہ قاضی امین غور کرے اگر اسکو صحیح پاوے تو عمل کرے ورنہ واپس کر دے۔ اگر مدعی یہ یعنی جس چیز کا دعویٰ ہو وزنی ہو تو اسکی جس ذکر کرے اگر سونا مضروب ہو تو ذکر کرے کہ اسقدر دینار اور اسکی نوع ذکر کرے کہ نیشاپوری کل کے یا بخاری کل کے اور اسکی صفت ذکر کرے کہ جید یا رومی یا درمیانی اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہو اور فتاویٰ نسفی میں ہو کہ اگر اس نے احمر خالص ذکر کر دیا تو جید ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہی اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ بھی ذکر ضروری ہو کہ کس سے کا ہو اور کون طلی ملک تھا اور بعضوں نے یہ شرط نہیں لگائی اور اس میں گنجائش ہو اور مثقال بھی ذکر کرے اور مثقال کی نوع بھی ذکر کرے اور اگر مضروب نہ ہو تو دینار ذکر نہ کرے بلکہ مثقال ذکر کرے پس اگر خالص ہو تو ویسا ذکر کرے اور اگر اس میں کچھ میل ہو تو اسی قدر میل ذکر کر دے۔ اور اگر مدعی پہ فقرہ ہو اور مضروب ہو تو اسکی انواع ذکر کرے یعنی معانات الیہ اور اسکی صفت کہ جید یا رومی یا وسط ہو اور اسکی مقدار ذکر کرے کہ وزن ہے سے کس قدر مثقال ہو اور اگر غیر مضروب ہو اور خالص ہو تو فقط خالص ذکر کرے اور اسکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر مدعی یہ درم مضروب ہو تو آن میں میل زیادہ ہو پس اگر وزن سے انکا معاملہ ہوتا ہو تو اسکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر مدوسے آن میں معاملہ ہو دوسے تو گنتی ذکر کر دے۔ اور اگر دعویٰ کسی عین میں ہو پس اگر مدعی یہ مال منقول ہو اور وہ تلف ہو گیا ہو تو فی الحقیقہ دوسرے دین میں ہو یعنی اسکی قیمت میں کہ موافق بیان مبالغہ کے اسکی جس اور صفت اور قدر و نوع بیان کرنا شرط ہی اور اگر تلف نہیں ہوا قائم ہو اور اس کا خالص مال جس کو ملے ہو یا رومی اور دوسرے اور گواہی کے وقت اسکی طرف اشارہ ہونا چاہیے۔ اور اگر

ملک مضروب ہو  
سکہ دار مشرقی ہند  
مدعی یہ فقرہ  
دوسری عقد مذکور  
جائی ہو

دعویٰ کسی عین غائب میں ہو مثلاً کسی نے دعویٰ کیا کہ ایک کپڑا میرا یا ایک میری باندی اس شخص نے غصب کئی اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ مرگئی یا موجود ہے اور کمان ہو پس اگر ایسی چیز عین کی جنس و صفت اور قیمت بیان کر دی تو اسکا دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو عامۃً کتب میں اشارہ ہے کہ دعویٰ مسموع ہوگا مثلاً کتاب الروین میں ہے کہ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکے پاس ایک کپڑا رہن کیا اور وہ انکار کرتا ہے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اسکا دعویٰ مسموع ہوگا اور کتاب الغصب میں ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری ایک باندی غصب کر لی اور اسپر گواہ پیش کیے تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں دعویٰ مسموع ہوگا کہ جب اسکی قیمت بیان کر دی اور فقیہ ابو بکر اعمش فرماتے تھے کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کا اقرار کیا ہے تو جس اور قضا دونوں کے حق میں باندی کا غصب ثابت ہوگا اور عامۃً مشائخ اسپر ہیں کہ یہی دعویٰ صحیح ہے اور گواہی مقبول ہے ولیکن جس کے واسطے فقط اور امام محمد کے اطلاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ فخر الاسلام علیہ بزدوی نے فرمایا کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہوا تو قاضی کو چاہیے کہ مدعی کو بیان قیمت کی تکلیف دے اگر وہ بیان نہ کر سکا تو بھی اس کے دعویٰ کی سماعت کرے اور یہ اسواسطے کہ کبھی آدمی اپنے مال کی قیمت نہیں جانتا ہے پس اگر اس کو بیان قیمت کی تکلیف لازم کیا وے تو ضرر دینا ہوگا اور اپنے حق کو نہیں پہونچ سکتا ہے۔ اور جب بیان قیمت مدعی کے ذمہ سے ساقط ہوا تو گواہوں سے بدرجہ اولے ساقط ہوگا۔ اگر دعویٰ عقار میں ہو مثلاً دار ہو تو جس شہر میں وہ دار واقع ہو اس کا بیان کرنا ضروری ہے پھر محلہ کو بیان کرے پھر کوہر کو بیان کرے۔ پہلے عام سے شروع کرے یعنی شہر سے پھر خاص کی طرف یعنی محلہ وغیرہ کی طرف آوے اور بعضہ ان کے نزدیک خاص سے عام کی طرف جاوے اور عامۃً اہل علم کے نزدیک اس کو اختیار ہے جس طرح چاہے ذکر کرے ولیکن اس کے بعد حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے اور یہ ذکر کرے کہ فلان کے دار سے ملا ہے اور نہ ذکر کرے کہ فلان کا دار ہے کیونکہ اس سے فلان کا دار بھی دعویٰ میں شامل ہو جائے گا کیونکہ مد اپنی محد میں داخل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک دونوں یکساں ہیں۔ پس اگر اس نے دو حدین ذکر کر دیں تو ظاہر الروایت کے موافق کافی نہیں ہے۔ اور اگر تین ہی حدین ذکر کر دیں تو کافی ہے یہ مباحین لکھا ہے۔

**آٹھواں باب قاضی کے افعال و صفات کے بیان میں۔** قاضی کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور حق فیصلہ کرے اور بھلا ہو جس کی پابندی سے فیصلہ نہ کرے کہ گمراہ ہو جاوے اور نہ دوسرے کی رغبت پر اور نہ خوف پر فیصلہ کرے بلکہ اپنے پروردگار کی فرمان برداری اختیار کرے اور اس کے ثواب عظیم کا خواہشمند رہے اور اس کے عذاب الیم سے بچے اور خطاب فاضل اور رکعت حکیم کی پیروی کرے یہ مجملہ سرخص میں لکھا ہے۔ قاضی کے فتوے دینے میں چند اقوال ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کچھ خوف نہیں ہے خواہ مجلس قضائے ہو یا اس کے علاوہ معاملات میں ہو یا دیانات میں یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ خصوم کے پاس فتوے نہ دے تاکہ وہ اسکی رائے سے واقف ہو کر تلبیس کی فکر نہ کریں اور ابن ساعہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی کہ دو شخص قاضی کے پاس کسی کام کو آئے اور قاضی کو گمان ہوا کہ اس واسطے آئے ہیں کہ معلوم کریں کہ اسنے کیا حکم دیا ہے

قاضی کا حق قاضی کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور حق فیصلہ کرے اور بھلا ہو جس کی پابندی سے فیصلہ نہ کرے کہ گمراہ ہو جاوے اور نہ دوسرے کی رغبت پر اور نہ خوف پر فیصلہ کرے بلکہ اپنے پروردگار کی فرمان برداری اختیار کرے اور اس کے ثواب عظیم کا خواہشمند رہے اور اس کے عذاب الیم سے بچے اور خطاب فاضل اور رکعت حکیم کی پیروی کرے یہ مجملہ سرخص میں لکھا ہے۔ قاضی کے فتوے دینے میں چند اقوال ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کچھ خوف نہیں ہے خواہ مجلس قضائے ہو یا اس کے علاوہ معاملات میں ہو یا دیانات میں یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ خصوم کے پاس فتوے نہ دے تاکہ وہ اسکی رائے سے واقف ہو کر تلبیس کی فکر نہ کریں اور ابن ساعہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی کہ دو شخص قاضی کے پاس کسی کام کو آئے اور قاضی کو گمان ہوا کہ اس واسطے آئے ہیں کہ معلوم کریں کہ اسنے کیا حکم دیا ہے

تفانکوا اپنے پاس سے اٹھاوے۔ امام محمد رحمہ نے اصل میں لکھا ہے کہ اُسکو اپنے واسطے مجلس قضاء میں خرید و فروخت نہ کرنا چاہیے اور شمس الائمہ سرخی نے کہا کہ اس لفظ میں کہ اپنے واسطے اشارہ ہے کہ اگر یتیم و قرضدار میت کے واسطے خرید و فروخت کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر غیر مجلس قضاء میں اپنے واسطے خرید و فروخت کرے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا نہ کرے نہ مجلس قضاء میں اور نہ غیر مجلس قضاء میں کیونکہ لوگ اُسکو معاملہ قضاء میں ہبک سمجھینگے اور چاہیے کہ اسکے واسطے کسی دوسرے ثقہ کو مقرر کرے۔ اور اُس کو قرض لینا نہ چاہیے مگر ایسے شخص سے جو اُس کا دوست ہو یا قاضی ہونے سے پہلے اُسکا خلیفہ ہو۔ اور اس طرح عاریت لینے کا بھی یہی حکم ہے اور قاضی جنازہ کی مشائعت کرے اور مریض کی عیادت کرے مگر اس مجلس میں زیادہ نہ ٹھہرے اور نہ کسی خصم کو یہ قدرت دے کہ اُس سے کسی مقدمہ میں کچھ کلام کرے اور سفناتی میں لکھا ہے کہ اسی مریض کی عیادت کرے جو غاصم نہ ہو وے اور اگر وہ مریض مدعی یا مدعا علیہ سے ہو تو اُسکی عیادت نہ چاہیے یہ تمار خانیہ میں لکھا ہے۔ اور قاضی کو بہ خوش دل جفا کار لڑا کانا ہونا چاہیے اور اُسکی صفت اور صلاحیت اور دانشمندی و عالم حدیث و فہم ہونے پر لوگوں کو اعتماد ہونا چاہیے اور چاہیے کہ امورات شرعیہ میں سخت و شدید ہو مگر نہ بربزانی کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ نرمی کرے مگر نہ ضعف کے ساتھ کدافی البتین اور اپنے پیادوں کو مہربانی کی تاکید رکھے یہ بزاز یہ میں لکھا ہے۔ ینامع میں ہے کہ حالت غضب میں اُسکو فیصلہ کرنا مکروہ ہے اور بھی ایسی حالت میں کہ اوگھ میں ہو مکروہ ہے اور بھوکھ پیاس کی حالت میں بھی مکروہ ہے اور یہ حکم کراہت اُسوقت ہے کہ جہت قضاء واضح ہو اور اگر صاف اور واضح ہو تو مکروہ نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس روز فیصلہ کے واسطے کچھری کرنا چاہیے اُس روز نفل روزہ رکھنا اُسکو نہ چاہیے یہ تمار خانیہ میں لکھا ہے۔ اور ایسی حالت میں کہ اُس کا دل کسی زیادہ خوشی کی طرف ہو یا جملہ کی حاجت ہو یا سخت گرمی و سردی سے پریشان ہو یا بد آئندگی کی طرف میلان ہو تو فیصلہ نہ کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور ایسی حالت میں کہ دل تنگ یا کھانے سے گران بار ہو فیصلہ کے واسطے نہ بیٹھے اور اگر اُسکو غم یا غصہ یا اوگھ لاحق ہو تو نزدیک چاوے سے کہ جب موقوف ہو چاوے تو حکم دے ہر حال فیصلہ کے واسطے اُس وقت بیٹھے جب مزاج اعتدال پر ہو۔ اور اپنی چشم و گوش و فہم و قلب مقدمہ و ان کی جانب متوجہ رکھے اور جلدی اُنکے حق میں نہ کرے اور نہ اُن کو ڈراوے کیونکہ خوف سے آدمی کی مٹ کٹ جاتی ہے کہ الے الکافی اور عمدہ پوشاک پہن کر یا ہر آوے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور تکیہ دیکر یا چار زانو بیٹھ کر فیصلہ کرے یہ بزاز یہ میں لکھا ہے۔ لیکن برابر چار زانو بیٹھ کر فیصلہ کا حکم دینا شان قضا کی تعظیم کے مناسب ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور یہ نہ چاہیے کہ دیر تک بیٹھ کر اپنے نفس کو تعب میں ڈالے بلکہ صبح و شام یا جتنے وقت تک خوشی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور یہی حکم فقہ اور مفتی کو ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی جو ان عمر کا ہو تو چاہیے کہ اپنی اہلیہ سے اپنی حاجت سے فارغ ہو کر مجلس قضا میں بیٹھے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ چلتے وقت یا سواری کی حالت میں فیصلہ نہ کرے اور یہی حکم مفتی کے باب میں بھی مشائخ سے منقول ہے کہ چلتے وقت فتوے نہ دے بلکہ کسی جگہ بیٹھ کر جب قرار پاوے تو فتوے دے اور بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ واضح ہو تو راستہ میں فتوے دینے میں ڈر نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور عیون میں ہے کہ اگر قاضی کے بھائی یا چچا زاد بھائی اُس کے پاس مقدمہ پیش کریں تو اُنکے درمیان

مجلس مشائخ  
چنانچہ کہ فیصلہ  
وادیہ میں لکھا  
یعنی وہ امور  
کہ چلتے زاری  
حکم دینا چاہیے  
حالت ماضی  
کہ چلتے ہو  
بیٹھ کر  
حالت کی صورت  
پیش کرنا  
قولہ ماضی  
چنانچہ کہ

جلد فیصلہ نہ کرے بلکہ تھوڑا انکوتا سے شاہ بازم صلح کر لیں اور کبریٰ مین لکھا ہی کہ یہ حکم رشتہ داروں مین خاص مین  
ہو بلکہ امجدیون مین بھی ایسا ہی چاہیے کہ انی الہا تاریخیہ

نو ان باب قاضی کے روزیہ اور دعوت اور ہدیہ وغیرہ کے بیان میں۔ اگر قاضی محتاج فقیر ہو تو اولے ہر ایک  
 اپنا رزق بیت المال میں سے لیوے بلکہ اسپر لینا فرض ہے اگر غنی ہو تو اس میں اختلاف ہے اولے یہ کہ بیت المال  
 سے نہ لیوے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اسی شہر کے بیت المال سے لیگا جہاں فیصلہ کرتا ہے کیونکہ وہیں  
 کے لوگوں کے واسطے فیصلہ کرتا ہے یہ متابہ میں لکھا ہے جس طرح قاضی کے واسطے بقدر کفایت بیت المال سے دیا  
 جاتا ہے اسی طرح اس کے مال اور اعوان و میل کی بھی خبر گیری بیت المال سے ہوگی۔ اور تعطیل کے روز روزی  
 کے باب میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول نہیں ہے اور متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس دن  
 کی روزی بھی لیگاہے تا تا رخانہ میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے بیت المال سے کچھ لیا تو اجرت پر کام کرنے والا ہوگا بلکہ  
 اللہ کے واسطے کام کرتا ہے اور یہی حکم فقہاء اور علماء اور ان معلوم کا ہے جو قرآن پڑھاتے ہیں۔ اور روایت  
 ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو اپنی روزی بیت المال میں سے لیتے تھے اور ایسے ہی عمر رضہ و  
 علی رضہ سے مروی ہے اور عثمان رضہ چونکہ غنی اور صاحب ثروت تھے اس واسطے کچھ نہیں لیتے تھے یہ غلامین لکھا  
 ہے۔ اور امام کو چاہیے کہ قاضی اور اسکے عیال پر رزق کی وسعت رکھے تاکہ وہ لوگوں کے مال میں طبع نہ کرے اور  
 روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اسید کو مکہ کا والی کیا تو انکو چار سو درم سالانہ  
 دیا کرتے تھے اور بھی روایت ہے کہ صحابہ نے حضرت ابو بکر رضہ کے واسطے بھی اسی قدر مقرر کیا تھا اور روایت ہے کہ  
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ایک کانہہ ثریہ ہر روز بیت المال میں سے تھا اور بھی روایت ہے کہ حضرت علی رضہ  
 کے واسطے پانچ سو درم ماہوار تھا یہ بدلہ میں لکھا ہے۔ اور قاضی کے محرر اور قسام کی اجرت کو اگر قاضی کی رضا  
 میں مقدمہ والوں پر ڈالنا مصلحت معلوم ہو تو ایسا کرے اور اگر بیت المال سے دینا مناسب جائے اور اس میں  
 گنجائش ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور علی ہذا القیاس وہ کاغذ جس میں مدعی کا دعویٰ اور گواہوں کی گواہی لکھتا ہے اگر  
 مدعی سے لینا مناسب ہو تو لیوے ورنہ بیت المال سے بھی در صورت گنجائش ہو سکتا ہے۔ اور نوازل میں ابوالیم  
 سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ سے سنا کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر قاضی نے تیس درم کا تب  
 اور کاغذ کے صرف میں لیے پھر تیس درم کا تب کو دیے اور دس درم ایک شخص کو جو اس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے  
 دس روئے اور حینہ و کاغذ کے دام مدعی پر ڈالے تو ایسا ہو سکتا ہے انھوں نے فرمایا کہ جس طور پر اس نے نام بنام لیے  
 ہیں اس کے سوا دوسرے طور پر صرف کرنا میرے نزدیک اچھا نہیں ہے یہ تا رخانہ میں لکھا ہے۔ واضح ہے کہ ہدیہ وہ  
 مال ہے جو دیا جاوے اور اس میں کچھ شرط نہ ہو اور رشوت وہ مال ہے جو بشرط اعانت دیا جاوے یہ خزائنہ العتین میں  
 لکھا ہے۔ پھر قاضی ہدیہ نہ قبول کرے مگر اپنے ذی رحم محرم سے یا ایسے شخص سے جس سے قاضی ہونے سے پہلے  
 سے عادت جاری ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ جب رشتہ دار قریب یا ہدیہ والے دوست کا مہتمم  
 نہ ہو اور حاصل یہ ہے کہ قاضی کا ہدیہ چند طرح کا ہوتا ہے ایک اس شخص کی طرف سے جس کا مقدمہ ہو تو ایسے ہدیہ  
 نہ قبول نہیں کر سکتا ہے خواہ قاضی ہونے سے پہلے اس سے رسم ہدیہ جاری تھی یا نہ تھی اور خواہ اس سے

[illegible]



قربت ہو یا نہ ہو اور ایک ایسے شخص کی طرف سے جس کا مقام نہ نہیں ہو اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو قاضی ہونے سے پہلے اس سے یہ کی رسم قربت یا دوستی کی وجہ سے جاری تھی یا نہ تھی اگر نہ تھی تو اس کو قبول نہیں کر سکتا ہے اور پہلے سے رسم تھی اور اب بھی اس نے اسی قدر بھیجا بقدر پہلے بھیجتا تھا تو قبول کرے اور اگر اس نے اب زیادتی کی تو زیادتی کو قبول نہ کرے اور فخر الاسلام ہر دوی نے کہا کہ اگر بھیجنے والے کا مال بھی اسی قدر ہر ملک یا جس حساب سے اس نے زیادتی کی ہے تو اس کے قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ پھر اگر قاضی نے ایسا یہ لے لیا جس کا لینا نہ چاہیے تھا تو مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ اس کو بیت المال میں رکھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر صاحبان ہدیہ کو بچانے تو ان کو واپس کر دے اور سیر کیمین بھی اسی طرف اشارہ ہو کہ کافی النہایہ اور میری ہر مال کا حکم ہو کہ جس کا لینا نہ چاہیے تھا کثافی الخلاصہ اور اگر صاحب ہدیہ کو نہیں بچا تاہی یا بچا تاہی مگر بسبب دوری کے واپس کرنا معتذر ہے تو اس کو بیت المال میں رکھے اور اس وقت اس کا حکم لفظ کا حکم ہو کہ اس نے النہایہ اور اگر یہ دینے والے کو بچھرنے سے رنج ہو تو قبول کرے اور اس قدر قیمت اس کو دیدے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور قاضی اپنے والی سے جس نے اس کو مقرر کیا ہے یہ قبول کرے اور اگر اس کا کوئی مقدمہ ہو تو بعد فیصلہ کے قبول کرے یہ قادیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے کسی واعظ کو کچھ بھیجا تو قبول کر سکتا ہے اور اسی کا ہوا بیگانہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام اور مفتی کو یہ قبول کرنا جائز ہے اور خاص دعوت بھی قبول کرنا درست ہے اور امام محمد رحمہ نے اصل میں لکھا ہے کہ عام دعوت کے قبول کرنے میں قاضی کو بھی کچھ ڈر نہیں ہے اور خاص دعوت نہ قبول کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ دعوت ایسی ہو کہ اگر دعوت کرنے والے کو معلوم ہو جاوے کہ قاضی اس میں نہ آوے گا تو وہ دعوت تیار نہ کرے تو یہ خاص دعوت کہلاتی ہے اور پھر بھی تیار کرے تو عام دعوت ہے کہ اس نے الکا فی اور قریب رشتہ دار اور اجنبی کی دعوت خاصہ کی کچھ تفصیل نہیں مذکور ہوئی جیسا کہ اجنبی کی صورت میں اگر رسم دعوت سابق سے ہوا یا نورس کی بھی تفصیل نہ معلوم ہوئی۔ اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ قاضی محرم قربت والے کی دعوت خاصہ قبول کرے یہ شمس الائمہ ملوائی نے ذکر کیا ہے اور ملھادی نے لکھا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک محرم قربت کی دعوت خاصہ قبول کرے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک قبول کرے اور شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر دعوت کرنے والا قاضی ہونے سے پہلے اس کی دعوت نہیں کیا کرتا تھا تو قبول نہ کرے خواہ قریب ہو یا اجنبی ہو اور اگر اس سے پہلے کیا کرتا تھا مگر ہر مہینہ میں ایک بار اور اب ہر مہینہ میں ایک بار دعوت کرتا ہے تو قبول نہ کرے مگر وہی ہر مہینہ میں ایک بار اور اسی طرح اگر اس نے اقسام طعام میں زیادتی کر دی تو قبول نہ کرے مگر جب اس کا مال بھی اسی قدر زیادہ ہو گیا ہو جتنی اس نے کھانے میں زیادتی کی ہو تو قبول کرنے میں ڈر نہیں ہے اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے کہ جب دعوت کرنے والے کا کوئی مقدمہ نہ ہو اور اگر ہو تو قبول نہ کرے قریب رشتہ دار ہو یا دوست ہو کہ پہلے سے رسم دعوت جاری ہو یا نہ ہو محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دعوت بدعت ہو تو قاضی کو اس میں حاضر ہونا نہ چاہیے کیونکہ جب غیر کو اس میں حلال نہیں تو قاضی کو بدرجہ اولیٰ نہیں چاہیے اور اگر دعوت سنت ہو چھپے ولیمہ اور دعوت خشنہ تو اس میں ہاوسے اور اس میں کچھ سخت نہیں ہے۔ بلکہ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ احکام دعوت بھی اسی سے متعلیٰ ہیں اور جانتا چاہیے کہ رشوت ہندوستانی ہوئی ہے۔

ملک قادی ہند کے تہذیبی و تمدنی حالات کا روزانہ تبصرہ

ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو کچھ مال دوستی و محبت کی خواہش سے بھیجے اور یہ ہندی اور ہندی المیہ دونوں کو ملال ہو اور ایک یہ ہو کہ کچھ مال اس غرض سے دیوے کہ اس نے اسکو جان یا مال کا خوف دلایا تھا یا سلطان کو اس غرض سے دیوے کہ اس سے اپنی جان یا مال کا ظلم دفع ہو تو ایسی رشوت لینے والے کو حلال نہیں ہو اور اگر دیگا تو جو حکم اس باب میں آیا ہو کہ آتش دوزخ میں جلیگا اسپر جاری ہو گا اور اس میں اختلاف ہو کہ دینے والے کو دینا جائز ہو یا نہیں پس عامہ مشائخ کے نزدیک جائز ہو کیونکہ وہ اپنی جان یا مال کو بچاتا ہو اور ایک یہ صورت ہو کہ کسی کو اس غرض سے دے کہ اس کے اور سلطان کے درمیان معاملہ ٹھیک رکھے اور وقت حاجت کے مدد کرے اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زمین کی حاجت حرام ہو تو اس صورت میں دینے والے کو دینا نہیں جائز ہو اور لینے والے کو لینا بھی نہیں جائز ہو اور دوسری یہ کہ اس کی حاجت مباح ہو اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دینے میں یہ شرط کر دی کہ مدد گاری کے واسطے دینا ہو تو لینا نہیں جائز ہو اور دینے میں اختلاف ہو بعضوں کے نزدیک دینا حلال ہو اور بعضوں کے نزدیک نہیں حلال ہو اور سب کے نزدیک لینا و دینا حلال ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہو کہ اسکو مثلاً ایک رات و دن کے واسطے بوض اسقدر مال گئے ہو دینا چاہیے مزدور مقرر کرنے تاکہ اسکا کام کرے اور اجرت کا سستی ہو اور مزدور کرنے والا مختار ہو چاہے اسکو اس کام پر رکھے یا کسی اور کام میں لگا دے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حیلہ بھی اسوقت درست ہو گا کہ جب وہ کام اس لائق ہو کہ سپر اجرت درست ہوتی ہو کذا فی محیط اور اگر اجارہ میں مدت مقرر نہ ہوئی ہو جائز نہیں ہے یہ غلام میں لکھا ہو اور بدو اس حیلہ کے دینا بعضوں کے نزدیک حلال نہیں ہو اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی اصح ہے اور یہ اختلاف اسوقت ہو کہ جب اسنے کام کی درستی سے پہلے دیا ہو اور اگر کام درست کرنے اور ظلم سے نجات دینے کے بعد ایسا کیا تو دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال ہو اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہو اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور دوسری صورت یہ کہ جہن میں دینے میں یہ شرط صریح نہ لگائی ہو لیکن غرض یہ ہو کہ میری مدد کرے سلطان کے یہاں اور اس صورت میں بھی اختلاف ہو عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہیں ہو اور یہ اختلاف اسوقت ہو کہ دونوں میں ہدیہ کی رسم چلے سے کسی وجہ سے نہ ہو اور اگر چلے سے آن میں یہ رسم ہو اور اس نے موافق رسم کے دیا ہو اس شخص نے اس کے کام کی درستی میں کوشش کی تو یہ عمدہ بات ہو کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہو اور ایک صورت یہ ہو کہ کسی نے سلطان کو اس واسطے بھیجا کہ اسکو کوئی کام مثل قضا وغیرہ کے سپرد کرے تو ایسا دینا نہ دینے والے کو حلال ہو اور نہ لینے والے کو جائز یہ محیط میں لکھا ہو

و سوال باب ان صورتوں کے بیان میں جو حکم ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں اور جن سے حکم قضا ہوتا ہے کے باطل ہو جاتا ہو اور جن سے باطل نہیں ہوتا ہو۔ مشائخ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہیے کہ جس وقت حکم دینا چاہیے تو مضموم سے بیان کرے کہ میں تمہارے درمیان میں حکم کر دوں اور یہ احتیاط ہو تاکہ اگر اس کے قاضی ہونے میں کچھ فتور ثابت ہو تو دونوں کے حکم بنانے سے وہ حکم ہو سکتا ہو اور اگر قاضی نے کہا کہ میرے نزدیک ثابت ہو گا اس شخص کا اس پر اس قدر حق ہو تو قاضی امام ابو حاتم مامری کہتے تھے کہ یہ قاضی کی طرف سے حکم ہو گا اور یہی کوئٹس الابن ملوانی اور مددرا الشہید رحمۃ اللہ نے اختیار کیا ہو اور شافعیہ نے بھی اس پر فتوے دیے اور قاضی جس اسلام

کے میں سے ہے  
بہت مال و اسکی  
حیاتی کی طرف  
۱۱۱ سن

محمود اور جندی فرماتے تھے کہ ضروری کہ قاضی کہے کہ میں نے یہ حکم قضا دیا یا یہ حکم دیا یا بھڑکنا فساد کی اور ایسا ہی ناطقی نے اپنے واقعات میں ذکر کیا تو اور یہ لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا جو دوسرے کے قبضہ میں ہو کر دیا کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ میں اس دار میں تیرا حق نہیں دیکھتا ہوں تو یہ حکم نہیں ہو اور شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانی بھی ایسا ہی فتوے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی دار کے حق میں گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ میں عدوہ دیا میں مدعی وہ تو یہ حکم نہ ہو گا اور یوں کہنا چاہیے کہ حکم کہ میں محمد مدعی ہوں اور صحیح یہ ہو کہ یہ کہنا کہ میں نے قضا نافذ کی شرط نہیں ہے بلکہ یہ کہنا کہ میرے نزدیک ثابت ہو اور حکم ہونے کے واسطے کافی ہو اور اس بطرح یہ کہنا کہ میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو یا میں نے معلوم کیا یہ سب حکم ہیں اگر قاضی نے کسی حادثہ میں حکم دینے کے بعد کہا کہ میں نے اپنے فیصلہ سے رجوع کیا یا مجھے سوائے اسکے اور میرے معلوم ہوئی یا میں نے اپنا حکم باطل کر دیا یا مجھے گواہوں کی تکلیف معلوم ہو گئی اور اپنا حکم باطل کرنا چاہا تو یہ کلام معتبر نہ ہو گا اور قضا اپنے موقع پر نافذ رہے گی بشرطیکہ دعویٰ صحیح و گواہی مستقیم و گواہوں کی عدالت ظاہر ہو گئی ہو۔ اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ ایک غلام نے اپنی آزادی کا دعویٰ کیا اور غلام کے گواہی پیش کرنے سے قاضی نے اس کی آزادی کا حکم دیا پھر غلام نے کہا کہ میں نے توجھٹ کہا تھا اور میں اس شخص کا سلام ہوں تو اس صورت میں قضا باطل ہونے کی کوئی روایت نہیں آئی ہے اور شیخ نے فرمایا کہ باطل ہونا چاہیے بخلاف اسکے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر کسی قدر مال کا دعویٰ کیا اور قاضی نے گواہوں کی گواہی پر مال کا حکم دیا پھر مدعی نے کہا کہ میں تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا تھا تو قضا باطل ہو جائیگی۔ اور حکم قضا کے بعد اگر مدعی نے کہا کہ یہ مقفی بہ یعنی مال مثلاً میری ملکیت نہیں ہے تو قضا باطل نہ ہو گی کیونکہ اب ملک نہ ہونے سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ پہلے حکم قضا کے وقت بھی ملکیت نہ ہو بخلاف اسکے کہ اگر کہا کہ کبھی میری ملک نہ تھا تو قضا باطل ہو جائیگی۔ مقفی یعنی جسکے واسطے فیصلہ ہوا ہے اگر اس نے کہا کہ جس چیز کا میرے واسطے فیصلہ کیا گیا ہے وہ میرے لیے حرام ہے اور کسی شخص کو حکم دیا کہ مقفی علیہ یعنی مدعا علیہ سے اسکو میرے واسطے خرید کرے تو اس سے حکم قضا باطل ہو جائیگا یہ تاثر ثانیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ مال معین بسبب خرید کے یا ارث کے میری ملکیت ہے پھر کہا کہ میری ملکیت ہرگز کبھی نہ تھا یا ہرگز کا لفظ نہ کہا تو اسکے گواہوں کی گواہی مقبول نہ ہو گی اور حکم قضا باطل ہو جائیگا اور اگر یوں کہا کہ میری ملکیت نہیں ہے تو حکم باطل نہ ہو گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ قضا سے پہلے مشہود نہ ہے اگر اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور انکو فاسق گردانا تو یہ امر راجح قضا ہے اور اگر بعد حکم قضا کے ایسا کیا تو موافق اشارات کتاب الاصل و جامع کے حکم قضا باطل ہو گا۔ اور قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعد حکم قضا کے اگر مشہود نہ ہے اپنے گواہوں کی تصدیق کی تو قضا باطل نہ ہو گی اور اسکو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اصل اور جامع کے خلاف ہے اور یہ گمان غلط ہے کیونکہ جامع میں جو فاسق گردانا مذکور ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ فسق بسبب گواہی بھوٹی دینے کے پیدا ہوا اور اس سے حکم قضا باطل ہو جائے گا اور مراد قاضی ابو علی رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ اسے بعض فاسق گردانا مثلاً یوں کہا کہ یہ گواہ زانی ہیں یا شراب خوار ہیں تو اس سے قضا باطل نہ ہو گی قابل المسترحم کہ کچھ ہاتھ نہ لگے کہ حکم قضا کے بعد یہ گواہ یوں کہے ہوں یا اس نے لکھا ہے ملحقہ میں مذکور ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں





اور خریداری کے دعوے کرنے والے سے کہا جائیگا کہ تو مدعا علیہ پر اپنی دلیل و گواہ قائم کر کہ تو نے اُس کے باپ سے حالت زندگی میں خریدا تھا پھر اگر اُس نے اس طرح گواہ پیش کیے تو اُس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہو۔

گیارہواں باب عدولی اور تسبیح اور بیحوم علی الخصوص کے بیان میں۔ قال المترجم ہر ایک لفظ کے معنی آگے اپنے موقع پر معلوم ہو جائیگے۔ اگر قاضی کے پاس ایک شخص آیا اور کسی شخص پر اپنے حق کا دعویٰ کیا اور قاضی کو نہیں معلوم کہ یہ حق کتنا ہو یا باطل ہو پھر اُس نے عدولی یا ہابینی قاضی سے طلب کیا کہ اُسکے خصم کو حاضر کرانے پس اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مدعا علیہ شہرین ہو اور اُس میں بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ مدعا علیہ مرد ہو تندرست یا عورت ہو تندرست ایسی کہ جو باہر نکلتی ہو اور لوگوں سے ملتی ہو تو اس صورت میں قیاس یہ چاہتا ہو کہ عدولی نہ دے اور استثنائاً عدولی دے۔ اور عدولی کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قاضی خود چاہوے۔ اور دوسری یہ کہ ایسے شخص کو بھیجے جو اُسکو حاضر کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صورتوں پر خود عمل فرمایا ہو مگر ہمارے زمانہ میں قاضی خود نہ جائیگا اور دوسری صورت یہ ہو کہ مدعا علیہ شہرین ہو اور یا عورت ہو نہ نشین ہو کہ جسکا حکمنا محمود نہیں ہو تو قاضی اُسکے حاضر کرانے میں اُسکی التماس کو قبول نہ کریگا اور مشائخ کا باہم اختلاف ہو کہ کس قدر مرض میں قاضی اُسکو عدولی نہ دے یا بعضوں نے کہا کہ ایسا ہو کہ خود بنفسہ حاضر ہو سکتا ہو اگرچہ سواری یا لوگوں کے اٹھالانے سے بدون مرض کہنے زیادتی کے آسکتا ہو اور یہی قول ارفق اور ارجح ہو پھر جب اُنکو حاضر کر لیا تو کیا کرنا چاہیے تو اُس کی دو صورتیں ہیں اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت ہو تو خلیفہ کر کے دونوں کی طرف بھیج دے کہ وہاں مدعی و مدعا علیہ میں فیصلہ کر دے اور اگر اُسکو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو اپنا ایک امین جو فقیہ ہو مع دو گواہوں مادل کے بھیج دے تاکہ جو کچھ واقع ہو اُس کی شہادت قاضی کے سامنے گذرے کذا فی الذخیرہ اور ایسے دو گواہ بھیجے جو اُس مریض کو یا عورت کو پہچانتے ہوں کذا فی النہیاء اور قاضی کو چاہیے کہ جس وقت امین کو بھیجے تو اُس کو قسم لینے کی صورت اور کیفیت بتلاوے تاکہ جب مدعا علیہ انکار کرے تو موافق رائے قاضی کے اُس سے قسم لے اور قسم لینے کی کیفیت میں لوگ مختلف ہیں اسی واسطے بیان کر دینا اور بتلا دینا اُس کو چاہیے۔ پھر جب یہ لوگ مدعا علیہ کے پاس گئے اور امین نے اُس کو دعوے کی خبر دی پس اگر اُس نے اقرار کیا تو اُسپر دو گواہ کر کے اُس سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ قاضی کی مجلس میں اُس کے سامنے گواہ اس اقرار پر گواہی دیں اور قاضی اُس کے وکیل کی حاضری پر فیصلہ کرے اور اگر مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی سے ہون کے کہ تیرے پاس گواہ ہیں اگر اُس نے کہا کہ ہاں تو مدعا علیہ سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ اُسکے سامنے گواہ گواہی دیں اور اگر اُس نے کہا کہ نہیں تو امین مدعا علیہ سے ملنے لگا اگر اُس نے ملنے سے منع کر لیا تو دونوں گواہ قاضی کو خبر دیں گے اور قاضی مدعی کو منع کریگا کہ دعویٰ نہ کرے جب تک کہ اُسکے پاس گواہ نہ ہوں اور اگر اُس نے قسم کھانے سے تین مرتبہ انکار کیا تو امین اس سے وکیل طلب کریگا کہ اُسکے سامنے گواہ قاضی کے سامنے گواہی دیں کہ اُس نے قسم سے انکار کیا تو قاضی اُسکے انکار پر بھی مدعی فیصلہ کرے ایسا ہی فقہاء نے ادب القاضی میں لکھا ہو۔ اور یہ اُس صورت میں تھا کہ مدعی علیہ اسی شہر میں موجود ہو اور اگر شہر سے باہر ہو تو اُس کی بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ شہر سے قریب ہو اور یہ صورت اور شہر میں ہونے کی صورت

مدعی و مدعا علیہ  
میں سے ایک ایک کو  
دو گواہ بھیجے  
جو اُس کو پہچانتے  
ہوں تاکہ جو کچھ  
واقع ہو اُس کی  
شہادت قاضی کے  
سامنے گذرے



وکیل مقرر کر کے اُسکے مقابلے میں سماعت کر گیا اور غانیہ میں ہو کہ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اسے اس طرح اتر قاضی نے کسی دوسرے قاضی کو کسی کے معاملہ میں خط لکھا اور اُس قاضی نے مخاصم پر قابو نہ پایا تو اسکی طرف سے بھی وکیل مقرر کر گیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ تاتار غانیہ میں لکھا ہی۔ نواد و شام میں ہو کہ میں نے امام نیرم سے پوچھا کہ سلطان کسی شخص کا کچھ حق آتا ہو اور وہ اُسکے ساتھ قاضی کے پاس نہیں آتا ہو انھوں نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسف رحمہ عاری دیتے تھے اور یہ قول اہل بصرہ کا ہے اور اسکی صورت یہ ہو کہ قاضی ایک ایچی اسکی طرف بھیجے کہ جو آپسکے دروازہ پر پکا۔ دے کہ قاضی کہتا ہو کہ حاضر ہونا قبول کرے اسی طرح چند روز ہیکار دے پھر اگر وہ حاضر ہو گیا تو غیر در نہ قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اُسکے رو برو فیصلہ کر دے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم بھی ایسا ہی کرتے ہو انھوں نے فرمایا کہ ہاں پھر میں نے کہا کہ یہ قضا علی الغیب نہ ہوگی فرمایا کہ نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ عاری پر عمل نہیں کرتے تھے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ واضح ہو کہ ہجوم علی النجوم یعنی جو معاملہ علیہ مثلاً روپوش ہو جاوے اُس ہجوم کر کے اندر مکان سے گرفتار کر لینا قال فی الکتاب اور اسکی صورت یہ ہو کہ مثلاً زیہ کے عمر پر کچھ روپیہ قرض ہن اور قرضدار اپنے مکان میں چھپ گیا اور یہ قاضی کو معلوم ہوا تو اپنے دو ایمنوں کو مع اپنی ایک جماعت پیادوں کے اور کچھ عورتوں کے اُس کے مکان کی طرف ناگاہ بھیج دے کہ وہ اُسکے مکان پر ہجوم کریں اور پیادے دروازہ پر اور گرد پیش اور بھت کی راہ سب روک بین تاکہ وہ بھاگ نہ سکے پھر بلا اجازت عورتیں اُس کے گھر میں داخل ہوں اور اُس کے گھر کی عورتوں سے کہیں کہ تم ایک گوشہ میں ہو جاؤ پھر قاضی کے پیادے گھر میں داخل ہو کر سب تلاش کریں جتے کہ جب پاویں تو اُس کو نکالیں اور اگر انگوٹھا تو عورتوں سے کہیں کہ تم تلاش کرو کیونکہ اکثر اوقات عورتوں کے جیس میں چھپ جاتا ہو پس یہ صورت ہجوم علی النجوم کی ہو۔ اگر مدعی نے قاضی سے یہ طلب کیا تو خصاف رحمہ نے فرمایا کہ اُسکے علی میں لانے کی گنجائش ہمارے اصحاب کی طرف سے ہو اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے ابو یوسف قاضی ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں ایسا ہی کرتے تھے اور غلام نے امام محمد رحمہ سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہو۔ اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کے گھروں پر ہجوم کیا تھا کہ ایک قریشی تھا اور دوسرا ثقیفی تھا اور وہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہو گئی تھی کہ ان دونوں کے گھروں میں شراب ہو پھر فقط ایک کے گھر میں سے نکلی۔ یہ میں سے ہمارے اصحاب نے محال ہو کہ اگر کسی مفہ سے یہ معلوم ہو کہ وہ امر معروف یا نہی منکر میں فساد کرتا ہو تو بلا اجازت اُسکے گھر پر ہجوم کرنا اور بلا ہمارے اُسکے گھر میں چلے جانا جائز ہو کچھ ذر نہیں ہو اور شمس الائمہ علوائی نے ذکر کیا کہ ظاہر مذہب ہمارے نزدیک یہ ہو کہ ہجوم قاضی کو جائز نہیں ہو کہ فی الحیط۔ اگر قاضی نے معاملہ کے حاضر کرنے کے واسطے مدعی کو طین یا حاتم یا قرطاس کا ٹکڑا عنایت کیا تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور یہ حکم باہر شر کے واسطے ہو اور شہر میں لوگوں کو بھیجے اور خصاف رحمہ نے اسکے برعکس بیان کیا یہ غلامہ میں لکھا ہو اور قاضی لوگ باہم مختلف ہیں کہ بعضوں نے طین کو دینا بہت پسند کیا ہو اور بعضوں نے خاتم کو اور بعضوں نے قرطاس کے ٹکڑے کو۔ اور اگر قاضی نے اُس کو طین یا خاتم دی ہو اور اُس کو معاملہ کے پاس لے گیا اور اُس کو دکھلائی تو چاہیے کہ اُس وقت یہ کہے کہ یہ انگوٹھی فلاں قاضی کی ہو کہ وہ تم کو بلاتا ہو یا اے بھائی اگر اُس نے کہا کہ ہاں پہچانتا ہوں لیکن نہیں حاضر ہوتا تو مدعی اُس پر دو گواہ کرے کہ وہ قاضی کے سامنے اس کی سرکشی کی گواہی دیوین اور جب انھوں نے گواہی دی تو قاضی ایسے شخص

علی الغیب نہیں کرتے  
اور اس میں ناگاہ  
اور اس میں ناگاہ  
اور اس میں ناگاہ  
اور اس میں ناگاہ

کو بھیجے جو اس کو حاضر لاوے یا دانی شہر سے اس باب میں استعانت طلب کرے اور اس شخص کی اجرت میں مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ بیت المال میں سے درجہ و سہ سے اور بعضوں نے کہا کہ مدعا علیہ مقدم کے ذمہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور بھی بھیجے یہی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اس شخص کا خرچ جسکو قاضی نے مدعا علیہ کے بحالنے کے واسطے اُسکے پیچھے لگا دیا ہے تو قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا کہ مدعا علیہ پہلے ہی اور اسی کو بعض قاضیوں نے اختیار کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ مدعی کے ذمہ ہے اور بھی اصح ہے۔ پھر جب مدعا علیہ مجلس حکم میں حاضر ہوا تو اسکی سرکشی کے گواہ پھر اس کے سامنے سننے کا اور اسکی سرکشی او بیے ادبی کی سزا دیگا۔ اور اسبطرح اگر مدعا علیہ نے ابتدا یہ کہا کہ میں حاضر ہونگا اور پھر نہ آیا تو بھی سزا دیگا مگر پہلی صورت سے کم پھر اس گواہی میں عادل ہونا شرط نہیں ہے یعنی سرکشی کی گواہی میں اظہار عدالت شرط نہیں ہے صرف مستور الحال ہونا کافی ہے اور یہ خصاف رحم کا قول ہے اور امام اعظم رحم سے روایت ہے کہ تعدیل شرط ہے اور ایسا ہی امام محمد رحم سے مروی ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور غانیہ میں ہے کہ انہی طرح اگر مدعی کے دیکھنے کے بعد مدعا علیہ خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا تو بھی اسکا قنعت ظاہر ہونے سے ہی حکم ہو اور فتاویٰ متابہ میں ہے کہ جب حاضر ہو تو اسکو مارنے یا قید کرنے کی سزا دیگا اور یہ قاضی کی رائے پر اُسکے حسب مال ہے۔ اور اگر قاضی نے ابتدا مدعی سے کہا کہ طین امیر مسلمین کے پاس سے لیکر مدعا علیہ کو حاضر کرنے کی تہیہ کرے تو جائز ہے۔ اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے امیر کے دروازے سے اپنا مال حق لینا چاہا اور قاضی کی کچھری میں نہ حاضر ہوا تو اسپر شرعاً کوئی قید نہیں ہے وہ مطلق چھوڑا گیا ہے ولیکن اسپر فتویٰ نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسکو مطلق چھوڑ دیا جانا اس صورت میں ہے کہ جب وہ پہلے قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اپنا تمام حق قاضی کے ذریعہ سے حاصل نہ کر سکا ہو اور اگر پہلے سے اُسے سلطان کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہا اور قاضی کے پاس نہ گیا تو اسکو اسبطرح مطلق نہ چھوڑا جائیگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر یہ شخص بادشاہی دربار میں حاضر ہوا اور چار سے خواہش کی کہ اُسکے مدعا علیہ کو حاضر لاوے اور چار گئے مدعا علیہ سے رسم سے زیادہ لیا تو اس زیادتی کو مدعا علیہ مدعی سے لے سکتا ہے یا نہیں اسکی دو صورتیں ہیں اگر مدعی پہلے قاضی کے پاس گیا اور اُسکے ذریعہ سے اپنا حق لے سکا تو مدعا علیہ مدعی سے یہ زیادتی نہیں لے سکتا ہے اور اگر پہلے قاضی کے پاس نہیں گیا تو لے سکتا ہے۔ اگر قرضدار کسی مکان میں اہر تہہ رہتا ہے اور قرضخواہ نے اس سے مطالبہ کیا کہ قاضی کی کچھری میں چلے اور اُسے انکار کیا تو ایسے مکان کی تسمیہ میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسمر کر دیگا اور مجموع النوازل میں ہے کہ اگر کوئی شخص زوجہ کے مکان میں رہتا ہے اور اس نے قاضی کی کچھری میں جانے سے انکار کیا تو دروازہ میچ بند کر دیا جائیگا کیونکہ اس باب میں سکونت کا اعتبار ہی حق ہے کہ اگر معلوم ہو جاوے کہ اُس نے اپنا اسباب و بان سے منتقل کر لیا تو تسمیہ نہ کرے گا۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک مکان چاند شریکون میں مشترک تھا اور کسی شخص نے ایک شریک پر دعویٰ کیا پھر مدعی نے استغاثہ کیا یہاں تک کہ سلطان نے اُس کے دار کے دروازہ کی تسمیہ کر دی تو ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باقی شریک استغاثہ کریں کہ دروازے سے سمار دور کر دیا جائے تو دور کر دیا جائیگی کیونکہ مشترک مکان میں ایک کی وجہ سے ایسا ہونا انصاف سے بعید ہے اور غانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایسے لڑکے ہر جو تصرف سے باز رکھا گیا ہے کسی حق کا وصول نہ کیا پس اگر اُس کے پاس دعوے کے گواہ نہ ہوں تو قاضی اسکو حاضر نہ کرائیگا کذا فی التائاد قاضیہ

اس شخص سے  
مدعا علیہ  
کے پاس سے  
لے کر  
مدعا علیہ  
کو حاضر  
لانا  
مطلوبہ  
ہے



**باب کن مورٹون میں قاضی اپنے علم پر فیصلہ کر دیکھا اور کن مورٹون میں اپنی دانستگی پر فیصلہ نہ کر گیا**  
 اور دو گواہوں کی گواہی سے کم پر فیصلہ کر دینے کا بیان۔ اگر قاضی نے ایک حادثہ کو جو اسی شہر میں جس میں وہ قاضی  
 ہو واقع ہونا معلوم کیا اور وہ اس وقت قاضی تھا اور خود اس سے واقف ہوا پھر وہ قاضی ہنوز وہاں کا تھا کہ وہ حادثہ  
 اس کے سامنے پیش ہوا تو حقوق العبادین قیاساً و استحساناً اپنے علم پر فیصلہ کر دیکھا۔ واضح ہو کہ امام ابو جعفر رحمہ نے  
 اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے کہ قاضی کو اسکا علم حالت قاضی ہونے میں اور مجلس قضائین ہووے اور خصاف رحمہ نے ذکر کیا  
 ہے کہ خواہ مجلس قضائین ہو یا غیر مجلس قضائین ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں  
 جیسے حد زنا و سرقہ انہیں قیاس چاہتا ہے کہ اپنے علم پر حکم کرے مگر استحساناً حکم نہ کر گیا اور شرح طحاوی میں ہے کہ فقط پوری  
 میں اس کو چاہیے کہ مال کا حکم دیوے اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیوے یہ تا تار غانیہ میں لکھا ہے۔ اور قصاص اور  
 حد القذف میں اپنے علم پر فیصلہ کرے کہ اسنے انحصارہ اگر کوئی مسبت اس کے پاس لایا گیا تو اس کو تعزیر دے کیونکہ  
 اس میں آثار نشہ کے پائے جانے سے تمت ہو اور اس سزا سے حد نہ ہوگی اور اگر اسکو کسی حادثہ کا علم ہوا اور وہ  
 اس وقت تک قاضی نہ تھا پھر قاضی ہوا اور قاضی ہونے کی حالت میں وہی حادثہ اس کے پاس پیش ہوا تو امام اعظم رحمہ  
 کے قول پر اس علم پر فیصلہ نہ کرے گا اور امام محمد و ابو یوسف رحمہ کے قول پر اسی حکم پر فیصلہ کر گیا اور امام محمد رحمہ  
 سے مروی ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ اور اگر وہ کسی حادثہ سے واقف ہوا اور  
 قاضی بھی تھا مگر یہ حادثہ ایسے شہر میں تھا کہ جس میں یہ قاضی نہیں ہی پھر انہی شہر میں آیا جس میں یہ قاضی ہی اور اس کے  
 سامنے پیش ہوا تو اپنے علم پر فیصلہ کرنے میں اس میں بھی وہی اختلاف گذشتہ ہے۔ اور اگر کسی حادثہ سے واقف ہوا  
 اور قاضی بھی تھا ولیکن یہ حادثہ اس شہر کے سوا ملک میں واقع ہوا جس میں یہ قاضی ہی اور اس کے پاس پھر وہ حادثہ اگر  
 شہر میں پیش ہوا تو صاحبین کے قول کے موافق اپنے علم پر فیصلہ کر دیکھا ولیکن امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول  
 پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اگر وہ قاضی فقط شہر کا ہی تو اس علم پر حکم اس حادثہ سوا شہر میں نہیں دیکھتا  
 ہی اور اگر شہر اور سوا دونوں کا قاضی ہی تو فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ اس مذہب پر ہو سکتا ہے کہ شرعاً نفاذ قضائین سے  
 شہر نہیں ہی اور یہ امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر یہ وہ قاضی سوا ہی ہوتا ہے  
 اس علم پر فیصلہ نہیں کر سکتا ہی اور مزاج اس قول کا اس پر ہے کہ نفاذ قضائین کے واسطے شہر شرط ہے اور یہی ظاہر لوگوں  
 ہی اور منتفی میں ہے کہ قاضی اگر کسی وجہ سے باہر شہر کے نکلا تھا اور اسی مال میں اس نے کسی حادثہ کو متنا اور جانا  
 تو اس بنا پر حکم نہ دیکھا مگر جبکہ وہ عیدین کے واسطے نکلا ہو تو حکم دے سکتا ہی گویا اس نے مجلس قضائین سنا ہی اور یہ  
 امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و زفر رحمہ کے قیاس پر ہی اگر اس نے قاضی ہونے کی حالت میں کسی حادثہ سے وقوف پایا پھر  
 وہ قضا سے معزل ہو گیا پھر اس کے بعد قاضی ہو گیا تو اسی علم سابق پر فیصلہ کر گیا یا نہیں پھر صاحبین کے نزدیک فیصلہ کر گیا  
 اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہیں۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک مالک کو خبر ملی کہ فلان شخص  
 نے اپنا غلام آزاد کر دیا یا فلان شخص نے اپنی عورت کو تین مرتبہ طلاق دی پس اگر یہ خبر اس کو دو عادل معبرون  
 نے دی ہی تو چاہیے کہ اس پر بین کمال کو مشش کرے اور مراد یہ ہے کہ اس خبر کی تفتیش کرے کہ فلان شخص نے  
 آزاد کیا مگر غلام ہے یا عورت غلامی ہے یا عورت کو طلاق دی مگر تین طلاقیں کے بعد بھی جدا

لے حقوق العباد  
 خواہ مال ہون یا  
 دیگر مال ہون یا  
 طلاق و غیرہ  
 ۳۳۲  
 پر گذشتہ مسائل میں  
 بعض مسائل کا حکم  
 قاضی کے ہاں ہے  
 ورنہ شرط و عین  
 کے نزدیک یہ شرط  
 نہیں ہے

نہیں ہوتا ہے اور اگر خبر دینے والا ایک شخص عادل ہو اور اس کی رائے میں غالباً وہ سچا ہو تو بھی اسکو طلب کرنا افضل ہے اور اگر اس نے تقیث و طلب نہ کی تو مجھے امید ہے کہ اسکے لیے گنجائش ہو کہ افسانے محیط

**تیسرے باب**۔ ان چیزوں کے احکام میں کہ قاضی نے اپنی کچھری کے دفتر میں کچھ ایسی تحریر پائی کہ اسے یاد نہیں ہے یا اپنے فیصلہ کو بھول گیا یا گواہ اپنی گواہی کو لکھا دیکھتا ہے مگر اسکو یاد نہیں ہے۔ اگر قاضی نے کوئی فیصلہ کیا اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا پھر مدعی یا جس کے حق کی ڈگری ہوئی ہو اس کو اس فیصلہ کی ضرورت ہوئی پھر دو گواہوں نے قاضی کے سامنے اسکی گواہی دی کہ تو نے اس شخص کے واسطے فلان شخص پر اتنے مال کا حکم دیا ہے اور قاضی کو یہ فیصلہ یاد نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی کو قبول نہ کرے اور سوا اسے اپنے حفظ کے کسی پر فیصلہ نہ کرے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قائل تھے کہ قبول کرے پھر رجوع کر کے کہتے تھے کہ نہیں قبول کرے گا اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ اگر انھوں نے مقضی علیہ کو یعنی جس پر فیصلہ کا حکم دیا گیا ہے نہ بیان کیا تو قاضی قبول نہ کرے گا یہ ملقط میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے گواہوں کی گواہی کسی خریفہ میں جس پر قاضی کی تحریر ہوئی تھی اپنے خط سے یا اپنے کاتب کے خط سے لکھی ہوئی پائی مگر اسکو یہ گواہی یاد نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس پر فیصلہ نہ کرے گا اور صاحبین کے نزدیک فیصلہ کر دے گا اور اسی طرح اگر قاضی نے کوئی قبائلیہ کسی خریفہ میں پایا اور خریفہ پر قاضی کی قمر ہو اور قبائلیہ اس کے یا اس کے نائب کی تحریر سے ہے تو وہ قبائلیہ قابل عمل در آمد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نزدیک نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک عمل در آمد ہو گا کہ افسانے محیط ایک شخص قاضی کے پاس بڑھ کر آیا اور دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور کہا کہ تو نے میرے حق میں اس قدر مال یا زمین یا کسی حق کا اس شخص پر فیصلہ کیا تھا اور قاضی کو یاد نہ آیا پھر اس نے چند گواہ عادل قائم کیے کہ قاضی نے بروقت فیصلہ ان گواہوں کو گواہ کر لیا تھا کہ اس شخص کے لیے اس دعویٰ کا فیصلہ اس شخص پر جو اس کے ساتھ موجود ہو یا فذلک یا تا ہی تو قاضی اس فیصلہ کو نافذ نہ کرے گا اور نہ حکم دے گا اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر گواہ نے اپنی گواہی اپنے خط سے لکھی ہوئی پائی اور اسکو حادثہ یا نہیں ہو تو عامۃً مشائخ کے نزدیک اس سورت میں اختلاف مذکورہ جاری ہے اور یہی ظاہر ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک گواہی دینا جائز نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نزدیک گواہی دے سکتا ہے۔ اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ بالاجماع گواہی دے سکتا ہے اور ابو یوسف میں ہے کہ صحیح ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ مخالف ہیں۔ اور نوائل میں ہے کہ ایک شخص کسی شخص کے اقرار پر گواہ تھا اور کہتا تھا کہ میں اپنا خط پہنچاتا ہوں اور اس شخص کو پہنچاتا ہوں فقط مجھے وقت اور مکان یاد نہیں ہے تو ابو القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس کو معلوم ہو کہ میں اس پر گواہ ہوں اور مقرر کو پہنچاتا ہوں تو وہ گواہی دیوے۔ اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر وہ شخص بے پڑھا ہوا ہو اور اسکو لکھنا پڑا گیا تو جب تک یاد نہ کرے گواہی دینا جائز نہیں ہے اور انسانی جنس سے اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص نے اپنا سماع شیخ سے لکھا ہوا پایا مگر اسکو یاد نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نزدیک اسکو حلال نہیں ہے کہ روایت کرے اور صاحبین کے نزدیک اسکو روایت کرنا جائز نہیں ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نزدیک روایت کی شرط یہ ہے کہ سننے کے وقت سے ادا کرنے کے وقت تک اسکو حدیث یاد ہو اور صاحبین کے نزدیک یاد ہونا

شرط نہیں ہے تاہم غایہ میں لکھا ہے۔ خصاف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا محضر قاضی کی کچہری سے جاتا رہا اور اس میں اس کے کسی حق کے بارہ میں اس کے گواہوں کی گواہیاں تھیں اور قاضی کو یہاں تک نہیں دیکھا کہ وہ گواہوں نے گواہی دی کہ قاضی نے اس کو امضاء کیا ہو تو یہ مقبول ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے کچھ اقرار کیا پھر وہ گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے پاس اس شخص کے واسطے اس قدر مال کا اقرار کیا ہے اور ہم نے سنا ہے تو گواہی کو قاضی مقبول کر کے فیصلہ کر دے گا۔ اگر اس قاضی کی جگہ پہلے دوسرا قاضی تھا اور اس کی کچہری میں کچھ اقرار کیا گیا ہو یا نہ ہو تو یہ تینوں آئینوں سے کسی پر عمل نہ کر چکا ہے کہ از سر نو مقدمہ اس کے سامنے پیش کریں یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اور اجماع ہے کہ جو کچھ اس پہلے قاضی کی کچہری میں گواہیاں وغیرہ تھیں ان پر عمل نہ کر چکا اگرچہ مہری ہوں یہ بزازہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی قاضی معزول کیا گیا پھر اسی مقدمہ پر مقرر کیا گیا تو بالاجماع یہ بات ہے کہ اگر اس کو اپنے پہلے دیوان کی گواہیاں یا حقوق یا دھنیا تو ان پر فیصلہ نہ کرے اور اگر یاد بھی ہوں جب بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی حکم پر اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہو لیکن اگر کسی شخص کے حق کے دوسرے پر گواہ اس کے سامنے قائم ہوے اور حکم دینے سے پہلے وہ معزول ہو گیا پھر وہ قاضی ہو گیا اور اس کے سامنے وہی مقدمہ پیش ہوا تو وہی کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تاکید کی جائے گی اگرچہ اس کو یاد ہو یا نہ یاد ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہے

ملک اضلاع  
جاری دہ قاضی  
پہلے کے مقدمہ پر  
ملک جہلم میں  
کی وجہ سے  
مسائل کی بات  
نہی کہ قاضی  
میں سے قاضی  
باجوہر

چودھوان باب اس بیان میں کہ قاضی نے کسی مقدمہ میں حکم دیا پھر اس کو اس حکم سے رجوع کر لینا ظاہر ہوا اور تاق قضا واقع ہونے کے بیان میں۔ اگر قاضی نے کسی مقدمہ میں کچھ حکم دیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس سے رجوع کرنا چاہیے پس اگر اس سے حکم میں ایسی خطا واقع ہوئی کہ جس حکم میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے بلکہ سب کے نزدیک خطا ہے تو اس حکم کو لامحالہ رد کر دے اور اگر اس میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس کو لامحالہ جاری کر دے اور اس رے کو تینوں مقدمات میں نافذ کرے یہ ملقط میں ہے۔ واضح ہو کہ ایک راسے سے پھر کر دوسری اختیار کرنا ایسی صورتوں میں نہیں جہاں کیا گیا ہو جائز ہو اگر قضاے قاضی خلاف واقع جاری ہوئی تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس سے حکم قضا میں خطا واقع ہوئی اور یا اس نے عدل ظلم کی راہ سے خطا کی اور اس کا اقرار کر دیا پس اگر اس نے خطا کی اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خطا حقوق اللہ تعالیٰ میں واقع ہوئی یا یہ کہ خطا حقوق العباد میں واقع ہوئی۔ پس اگر اس نے حقوق العباد میں خطا کی اور اس کا تدارک اور رد ممکن ہو مثلاً کسی کے واسطے مال کا یا طلاق یا عتاق کا حکم دیدیا پھر خطا ظاہر ہوئی اس طرح کہ یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام ہیں یا کفار ہیں یا محد و القذف ہیں تو اس صورت میں قضا باطل ہو جائیگی اور لینے والے سے مال واپس دلایا جائیگا اور عورت اس کے شوہر کو واپس ملیگی اور غلام پھر مملوک ہو جائیگا۔ اور اگر اس کا تدارک ممکن نہ ہو مثلاً کسی کے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ پورا ہو گیا تو اس کے عوض مقنی نہ یعنی جس کے واسطے فیصلہ دیدیا ہے قتل نہ کیا جائیگا اگرچہ یاقین معلوم ہو گیا کہ وہ تاق قتل ہوا ہے اور یہی قصاصے صوری ایک شبہ ہے جو جوہر قصاص سے ملے ہو لیکن حیات واجب ہوگی کہ مقنی نہ سے دلائی جاوے گی اور یہ سب حکم اس وقت ہے کہ جب قاضی کی خطائی گواہی یا مقنی نہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خود قاضی کے اقرار سے ثابت ہو تو مقنی نہ کے حق میں اس کا اثر ہر

نہوگا اور نہ اس کے حق میں فضا باطل ہوگی جیسے شاہ مین ہوتا ہی کہ اگر اس نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مفتی کے حق میں مضر نہیں ہوئے کہ فضا باطل نہ ہوگی و لیکن خود گواہ ضامن ہوگا اسی طرح یہاں بھی حکم ہوگا اور اگر قاضی کی خطا حقوق اللہ تلے میں واقع ہوئی مثلاً حد زنا یا چوری یا شراب خواری کا حکم دیدیا اور رحم کرنا یا ہاتھ کاٹنا یا حد مارنے کا حکم پورا ہو گیا پھر معلوم ہوا کہ گواہ غلام تھے یا کفار یا محدود القذف تھے تو اسکی ضمانت بیت المال سے ہوگی اور اگر قاضی نے عمدتاً ظلم کی راہ سے خلاف کیا اور اقرار کیا تو ان سب صورتوں میں جو مذکور ہوئی ہیں اس کے مال سے ضمانت دلائی جائیگی اور چونکہ اس نے جرم عظیم کیا ہے اس واسطے اسکو تعزیر دی جائیگی اور عمدتاً قضا سے معزول کیا جائیگا کذا فی المحیط

**پندرہواں باب** قاضی کے اقوال میں اور ان افعال میں جو قاضی کو کرنا چاہیے ہیں اور جو نہ کرنا چاہیے ہیں۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہو کہ قاضی کو یہ کہنا جائز نہیں ہو کہ فلان شخص نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہے مثلاً قتل نفس یا مال یا طلاق کا تاکہ قاضی اس اقرار سے اس پر حکم جاری کرے جب تک کہ قاضی کے ساتھ کوئی گواہ عادل نہ ہو اور بھی امام نے فرمایا کہ میں قاضی کے اس کہنے سے کہ زید نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہے زید پر یا کوئی جو حد جاری نہ کرونگا جب تک کہ اس کے ساتھ ایک گواہ عادل نہ ہو پھر جب قاضی میرے نزدیک عادل ہو اور اس کے ساتھ کا گواہ بھی عادل ہو تو مجھے حد قائم کرنی چاہیے اور اگر وہ دونوں غیر عادل ہوں تو ان کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اسی حکم دینے والے نے خود ہی اس کے ہاتھ کاٹنے کا بھی تولیہ اختیار کیا بسبب اسی اقرار کے جو اس کے زعم میں حکم کا سزاوار ہو تو قیاس یہ پاتا ہے کہ میں بھی اس کے ہاتھ کاٹنے کے قصاص کا حکم دوں و لیکن میں اس سے اس شبہ پر دفع کرتا ہوں کہ فقہا کا اس باب میں اختلاف ہو کہ قاضی کا یہ قول کہ فلان شخص نے میرے سامنے اقرار کیا ہے اس پر نافذ ہو یا نہیں اور بھی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی دیت میں قاضی کے مال سے دواؤں کا کھانا ذکر ابن سماعہ عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جانتا چاہیے کہ قاضی کا کسی شخص کے کچھ اقرار سے خبر دینا اس سے فانی نہیں کہ یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہو کہ جس سے رجوع درست ہے مثلاً حد زنا و سرقت و شراب خواری میں اور ایسی وہ ہوں میں بالاجماع قاضی کا قول مقبول نہ ہوگا اور یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہو کہ جس سے رجوع نہیں صحیح ہوتا ہے جیسے قصاص اور حد زنا و باقی حقوق مباد اور ایسی صورتوں میں ظاہر روایات میں اسکا قول مقبول ہوگا اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ میں مقبول ہوگا۔ و خمس المملوئی نے بیان کیا کہ ظاہر روایات میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور پہلا قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذکور ہے اور ابن سماعہ کی روایت میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھلا قول ہے اور ابن سماعہ کے بعض نسخوں میں ہے کہ اسکا قول مقبول نہ ہوگا اور یہ حکم مطلقاً ہے اور بعض نسخوں میں قید کے ساتھ ہے یعنی اسکا قول مقبول نہوگا تا وقتیکہ اس کے ساتھ دو گواہ عادل نہ ہو اور یہی نسخہ صحیح ہے اور ہمارے زمانہ میں بہت سے مشائخ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور بعض مشائخ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنا ذکر کیا ہے۔ اور امام ابو منصور ماتریدی نے اس مسئلہ کی چند صورتیں کی ہیں کہ اگر قاضی عالم و عادل ہو تو اس کا قول مقبول ہوگا اور اگر عادل غیر عالم ہو تو اس سے استفسار کیا جائیگا اگر اس نے ابھی طرح اسکو بیان کیا ہے تو اسکا قول مقبول ہوگا اور اگر فاسق جاہل ہو یا فاسق غیر جاہل ہو

قادی ہندیہ کتاب دہلہ قاضی بابہ ہڈم قاضی کے افعال



تو اسکا قول مقبول نہ گا مگر اس صورت میں مقبول ہوگا کہ معائنہ سبب بھی ہو۔ اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ باوجود جملہ یا خدمت کے اسکا قول باطل مقبول نہ ہوگا۔ یہ سبب جو مذکور ہوا وہ صورت یہ ہو کہ قاضی اقرار سے ثبوت حق کے ساتھ نہ دے اور اگر گواہی اور دلیل سے ثبوت حق کی خبر دی مثلاً یوں کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ قائم ہوئے اور انکی تعدیل ہوئی اور میں نے انکی گواہی قبول کی تو یہ قول اسکا مقبول ہوگا اور وہ اسکے موافق حکم کر سکتا ہو اور یہ سبب موثرین اسوقت ہیں کہ جب قاضی نے اپنے قاضی ہونے کی حالت میں خبر دی ہو اور اگر اسنے اپنے معزول ہو جانے کے بعد خبر دی مثلاً یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص آیا اور اسنے فی الحال جو قاضی ہوا اسکے پاس نامش کی کہ فلان قاضی معزول نے میرا اس اسقدر مال فلان شخص کو لیکر ناحق دلا دیا ہی بلکہ دعویٰ کیا کہ اس نے قضا کے زمانہ میں فلان شخص کو قتل کیا اور بلا حق قصاص تھا اور قاضی معزول نے کہا کہ میں نے کیا ہوا وہ میں نے اسکے اقرار یا گواہی پر ایسا حکم دیا ہو تو روایت ابن سماعہ کے موافق جب اسکا قول قاضی ہوئی کی حالت میں مقبول تھا تو معزولی کی حالت میں بدرجہ اولیٰ مقبول نہ ہوگا لیکن روایات ظاہرہ کے موافق مسئلہ کی دو صورتیں ہیں کہ اگر وہاں میں حسین دعویٰ ہو قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو اور ان دونوں صورتوں میں قاضی پر ضمان نہیں ہو۔ اور اسی طرح اگر قاضی معزول نے کہا کہ تجھ پر میں نے فلان شخص کے ہزار درم کا حکم دیا اور تجھے لیکر اسکو دیدیے اور یہ حسین قاضی تھا واقع ہوا اور اس شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد معزولی کے تو نے ظلم کی راہ سے لیے تو روایات ظاہرہ کے موافق قاضی کا قول معتبر ہوگا اور حسین تفصیل ہو کہ آیا یہ چیز معین اس شخص سے جس کے قبضہ میں ہو یا ہوگی یا نہیں پس اگر وہ چیز بعینہ قائم ہو اور صاحب قبضہ کہتا ہو کہ یہ چیز اصل میں میری ہی میں نے اس شخص سے نہیں لی ہو اور نہ قاضی معزول نے میرے لیے اسکا فیصلہ کیا ہو تو اسے قبضہ سے نہ بچاؤ گی۔ اور اگر وہ کہتا ہو کہ یہ چیز میری ہو اسلئے کہ قاضی معزول نے میرے حق میں اسکو لینے کا اس شخص سے حکم دیا ہو جب قاضی تھا تو وہ شے اس سے لے بچاؤ گی اور مقضی علیہ کو دیدیجائی۔ ادب القاضی میں لکھا ہو کہ قاضی کو جائز ہو کہ یتیموں کا مال قرض دیوے اور یہ ہمارا مذہب ہو کہ فی المحیط اور واجب ہو کہ فقہ لوگوں کو قرض دیوے اور ثقاہت کے واسطے دو چیزیں شرط ہیں ایک تو توانگری اور لوگوں کے معاملہ سے اچھی طرح ہوا نا اور یہ کہ جھگڑا نہ ہو اور بعضے مشائخ نے ایک تیسری شرط لگائی کہ وہ شہر کا رہنے والا ہو اور اسکے رہنے کا مکان ہو اور مسافر نہ ہو کہ مجھ میں رہتا ہو اگرچہ اسکے پاس مال بہت ہو۔ اور کتاب الا قضیہ میں مذکور ہو کہ قاضی اس وقت قرض دینے کا اختیار رکھتا ہو کہ جب ایسی چیزیں دستیاب نہ ہوں جس سے تنہا کے حق میں کمائی حاصل ہووے اور اگر ایسی چیزیں دستیاب ہوئیں اور انکی خریداری ممکن ہوئی تو قرض نہیں دے سکتا ہو بلکہ خریداری متعین ہوگی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہو اور اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص ملا کہ جسکے پاس اس کا مال مضاربیت کے طور پر دیا جاوے تب بھی قرض نہ دیوے اور ہشام نے ذکر کیا ہو کہ ہم لوگوں نے امام محمد رحمہ کے پاس یہ ذکر کیا کہ اگر قاضی کے پاس بہت سال یتیموں کا جمع ہو گیا تو قاضی کو ضمانت میں دینا افضل ہو یا ودیعت رکھنا افضل ہو تو انھوں نے ہم کو خبر دی کہ امام ابو حنیفہ اور ابن ابی حنیفہ اور ابو یوسف رحمہ کی یہ رائے تھی کہ ضمانت میں سپرد کرے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ کا قول ہو کہ جب ایسی ضمانت میں دیا تو زندگی اور موت دونوں میں ادا ہو سکتا ہو کہ فی الذمیرہ۔ اور قاضی کو جائز نہیں ہو کہ اپنے قرض دیوے

مذہب مالکی  
میں مالکی  
سبب سے  
ترجمہ

اور قادی عتابہ میں ہی اور نہ اپنے واسطے خریدے اور یہی روایت کیا گیا ہے کہ اگر اس میں بہتری ہو تو جائز اور شقی  
 میں ہو کہ اگر کسی قاضی نے یتیم کا مال خود فروخت کیا یا ودیعت میں دیا یا اسکی دانستگی میں اس کے امین نے کسی کے  
 ہاتھ فروخت کیا پھر یہ قاضی مر گیا اور بجائے اسکے دوسرا مقرر ہوا اور اسکے سامنے چند لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے  
 پہلے قاضی کو کتے سنا کہ میں نے فلان یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت  
 کیا ہی اور وہ فلان شخص اس سے انکار کرنا ہی تو دوسرا قاضی اس گواہی کو مقبول کر لیا اور مشتری یا ستودع کو مانع ذکر کیا  
 اگرچہ پہلے قاضی نے اس حکم پر انکو گواہ ذکر لیا ہو۔ مختصر خواہر زادہ میں ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال کسی تاجر کو دیا اور اس نے  
 انکار کیا تو مال کا حکم اسپر جاری کر دے اور قاضی کی اسپر تصدیق کی جائیگی۔ اور اس طرح اگر مال میت کسی کے ہاتھ  
 فروخت کیا اور اس نے انکار کیا تو قضاء اسپر جمع پوری کر دے۔ اور اگر قاضی نے یتیم یا غائب کا مال اپنے قبضہ میں لیکر اپنے  
 گھر میں کہیں رکھ دیا اور اب اسکو نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کمان رکھا تو قاضی اسکا ضامن ہو۔ اور اگر اسکو معلوم ہو کہ میں  
 نے چند لوگوں کو دیدیا ہے اور یہ نہیں جانتا ہے کہ کن کو دیا ہے تو ضامن نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں نے  
 کسی ولی کو یتیم کے اولیا میں سے دیدیا ہے اور نہیں جانتا کہ کس کو دیا ہے تو بھی ضامن نہیں ہے یہ تا نا خانہ میں لکھا  
 ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ ہم نے قاضی کو کتے سنا کہ میں نے یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا اس کے  
 ہاتھ اتنے کو فروخت کیا تو قاضی اس سے مواخذہ کرے اور اگر اس نے جسکے پاس ودیعت تھی دعویٰ کیا کہ میں نے ودیعت  
 واپس کر دی اور قاضی نے انکار کیا تو اسپر قسم نہ آوے گی اور اس طرح بیع کی صورت میں اگر مشتری نے عیب کی وجہ سے بیع کو  
 واپس کرنا چاہا اور قاضی نے ہر عیب سے برات کر لینے کا دعویٰ کیا تو بلا قسم اسکی تصدیق کی جائیگی۔ اگر نابالغ یا بالغ ہو گیا اور  
 قاضی نے جو کچھ فروخت کیا تھا اسکا ثمن اسکو دیدیا تو جائز ہے اور یہی حکم اسکے امین کا ہے بخلاف وکیل کے کہ حقوق اسکی  
 طرف مایع ہوتے ہیں۔ اور اگر باپ یا ولی نے فروخت کیا اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد قاضی کو یا اسکو ثمن دیدیا تو جائز  
 نہیں ہے یہ قادی عتابہ میں لکھا ہے۔ قاضی میں ہے کہ اگر قاضی نے صغیر کا مال اپنے مال میں ملا دیا تو ضامن نہیں ہے اور قاضی کو  
 اختیار ہے کہ اگر صغیر کا باپ مسرت ہو تو اسکا مال اس سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھ دے حتیٰ کہ وہ لڑکا بالغ ہو جاوے یہ  
 شرح ابوالمکام میں ہے۔ ذخیرہ میں ہے کہ قاضی کو نقطہ قرض دینا اسی نقطہ پانے والے کو جائز اور قاضی کو اسکی ولایت  
 حاصل ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مال غائب کے قرض دینے کا قاضی ولی ہی اور اگر غائب کے مال تلف  
 ہو جانے کا خوف ہو تو اس کے فروخت کرنے کا بھی ولی ہی بشرطیکہ اسکی جگہ نہ معلوم ہو کہ غائب کمان ہے اور اگر معلوم  
 ہو تو جائز نہیں ہے اور جامع القادوسی میں ہے کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ قاضی مفقود کا غلام اور مال مقبول فروخت کرے  
 اور اسکا معارف فروخت کرنا نہ چاہیے اور اگر فروخت کیا تو جائز ہے اور قاضی نے اگر یتیم کا مال جو پانچ ہزار کے انداز کا تھا  
 ایک ہزار میں فروخت کیا اور وارثوں نے ہٹے ہو کہ دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اور دلیل و  
 حوالہ قائم کیے تو بیع صحیح کر دیا اور اگر اس نے بیع کر دی اور پہلے قاضی نے لکھا کہ فروخت کے دن اسکی قیمت ایک ہزار  
 تھی تو بعد بیع کے معتبر نہیں ہے اور اگر بیع سے پہلے ہو اور وہ بھی قاضی ہو تو یہ تحریر مقبول اور بیع قبول کے گواہوں  
 کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور ناہری میں ہے کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں معلوم ہوتا ہے  
 اور قاضی نے اسکا گھر فروخت کر دیا تو جائز ہے پھر اگر کوئی وارث پیدا ہوا تو بیع پوری جائیگی یہ تا نا خانہ میں لکھا ہے

اور قادی عتابہ میں ہی اور نہ اپنے واسطے خریدے اور یہی روایت کیا گیا ہے کہ اگر اس میں بہتری ہو تو جائز اور شقی  
 میں ہو کہ اگر کسی قاضی نے یتیم کا مال خود فروخت کیا یا ودیعت میں دیا یا اسکی دانستگی میں اس کے امین نے کسی کے  
 ہاتھ فروخت کیا پھر یہ قاضی مر گیا اور بجائے اسکے دوسرا مقرر ہوا اور اسکے سامنے چند لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے  
 پہلے قاضی کو کتے سنا کہ میں نے فلان یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت  
 کیا ہی اور وہ فلان شخص اس سے انکار کرنا ہی تو دوسرا قاضی اس گواہی کو مقبول کر لیا اور مشتری یا ستودع کو مانع ذکر کیا  
 اگرچہ پہلے قاضی نے اس حکم پر انکو گواہ ذکر لیا ہو۔ مختصر خواہر زادہ میں ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال کسی تاجر کو دیا اور اس نے  
 انکار کیا تو مال کا حکم اسپر جاری کر دے اور قاضی کی اسپر تصدیق کی جائیگی۔ اور اس طرح اگر مال میت کسی کے ہاتھ  
 فروخت کیا اور اس نے انکار کیا تو قضاء اسپر جمع پوری کر دے۔ اور اگر قاضی نے یتیم یا غائب کا مال اپنے قبضہ میں لیکر اپنے  
 گھر میں کہیں رکھ دیا اور اب اسکو نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کمان رکھا تو قاضی اسکا ضامن ہو۔ اور اگر اسکو معلوم ہو کہ میں  
 نے چند لوگوں کو دیدیا ہے اور یہ نہیں جانتا ہے کہ کن کو دیا ہے تو ضامن نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں نے  
 کسی ولی کو یتیم کے اولیا میں سے دیدیا ہے اور نہیں جانتا کہ کس کو دیا ہے تو بھی ضامن نہیں ہے یہ تا نا خانہ میں لکھا  
 ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ ہم نے قاضی کو کتے سنا کہ میں نے یتیم کا مال فلان شخص کے پاس ودیعت رکھا یا اس کے  
 ہاتھ اتنے کو فروخت کیا تو قاضی اس سے مواخذہ کرے اور اگر اس نے جسکے پاس ودیعت تھی دعویٰ کیا کہ میں نے ودیعت  
 واپس کر دی اور قاضی نے انکار کیا تو اسپر قسم نہ آوے گی اور اس طرح بیع کی صورت میں اگر مشتری نے عیب کی وجہ سے بیع کو  
 واپس کرنا چاہا اور قاضی نے ہر عیب سے برات کر لینے کا دعویٰ کیا تو بلا قسم اسکی تصدیق کی جائیگی۔ اگر نابالغ یا بالغ ہو گیا اور  
 قاضی نے جو کچھ فروخت کیا تھا اسکا ثمن اسکو دیدیا تو جائز ہے اور یہی حکم اسکے امین کا ہے بخلاف وکیل کے کہ حقوق اسکی  
 طرف مایع ہوتے ہیں۔ اور اگر باپ یا ولی نے فروخت کیا اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد قاضی کو یا اسکو ثمن دیدیا تو جائز  
 نہیں ہے یہ قادی عتابہ میں لکھا ہے۔ قاضی میں ہے کہ اگر قاضی نے صغیر کا مال اپنے مال میں ملا دیا تو ضامن نہیں ہے اور قاضی کو  
 اختیار ہے کہ اگر صغیر کا باپ مسرت ہو تو اسکا مال اس سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھ دے حتیٰ کہ وہ لڑکا بالغ ہو جاوے یہ  
 شرح ابوالمکام میں ہے۔ ذخیرہ میں ہے کہ قاضی کو نقطہ قرض دینا اسی نقطہ پانے والے کو جائز اور قاضی کو اسکی ولایت  
 حاصل ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مال غائب کے قرض دینے کا قاضی ولی ہی اور اگر غائب کے مال تلف  
 ہو جانے کا خوف ہو تو اس کے فروخت کرنے کا بھی ولی ہی بشرطیکہ اسکی جگہ نہ معلوم ہو کہ غائب کمان ہے اور اگر معلوم  
 ہو تو جائز نہیں ہے اور جامع القادوسی میں ہے کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ قاضی مفقود کا غلام اور مال مقبول فروخت کرے  
 اور اسکا معارف فروخت کرنا نہ چاہیے اور اگر فروخت کیا تو جائز ہے اور قاضی نے اگر یتیم کا مال جو پانچ ہزار کے انداز کا تھا  
 ایک ہزار میں فروخت کیا اور وارثوں نے ہٹے ہو کہ دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اور دلیل و  
 حوالہ قائم کیے تو بیع صحیح کر دیا اور اگر اس نے بیع کر دی اور پہلے قاضی نے لکھا کہ فروخت کے دن اسکی قیمت ایک ہزار  
 تھی تو بعد بیع کے معتبر نہیں ہے اور اگر بیع سے پہلے ہو اور وہ بھی قاضی ہو تو یہ تحریر مقبول اور بیع قبول کے گواہوں  
 کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور ناہری میں ہے کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں معلوم ہوتا ہے  
 اور قاضی نے اسکا گھر فروخت کر دیا تو جائز ہے پھر اگر کوئی وارث پیدا ہوا تو بیع پوری جائیگی یہ تا نا خانہ میں لکھا ہے

اگر کسی دار کے فروخت کرنے کے واسطے قاضی نے کسی کو وکیل کیا تو اس کے یا اس کے باپ یا دادا کی توکیل کا حکم نہ دیگا اور اسی طرح ہر شخص کی جسکی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہو توکیل جائز نہیں ہو اور حکم قضا اپنے لیے یا اپنے اوپر جائز نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ منتفی میں ہو کہ قاضی کا طریقہ یہ ہو کہ جھگڑے کا صلح کی طرف پھیر دے جب کہ اسکو وجہ حکم قضا واضح نہ ہو اور اگر واضح ہو تو شخص الاثمہ سرخی نے ذکر کیا کہ حکم قضا جاری کرے اور صلح کی طرف نہ پھیرے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر صلح کی طبع ہو اور جہت قضا بھی واضح ہو تا ہم انکو صلح کی طرف پھیر دے اور جب تک باجی صلح سے مایوس نہ ہو حکم قضا جاری نہ کرے اور آخر ادب القاضی میں ہو کہ اگر قاضی کو صلح کی طبع ہو تو کچھ در نہیں کہ انکو صلح کی طرف پھیر دے اور حکم نافذ نہ کرے اور یہ نچا ہے کہ دو مرتبہ سے زیادہ صلح کی طرف پھیرے اور اگر صلح کی طبع ہو تو قضا اپنے نافذ کرے اگر بدو صلح کی طرف واپس کرنے کے اسنے حکم قضا نافذ کر دیا حالانکہ صلح کی امید تھی تو بھی اسکو گنجائش ہو فتاویٰ نسفی میں ہو کہ اگر قاضی خود ہی تقیم کرنے کا متولی ہو تو اسکو اجرت لینا حلال ہے۔ اور کل مصالح ہنگام پڑھنا اسپر واجب تھا جیسے نابالغ بچہ یا لڑکوں کا تو اسکی اجرت لینا اسپر حلال نہیں ہو اور جس نکاح کا بڑھنا اسپر واجب نہ تھا اسکی اجرت لینا جائز ہے۔ محیط میں لکھا ہے اور اجرت میں اختلاف ہو اور فتویٰ کے واسطے یہ مختار ہو کہ اگر بیکر کا مصالح کرے تو ایک دینار اور اگر شیعہ ہو تو آدھا دینار لیوے اور یہ اسکو حلال ہو ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہے یہ برجہ ہی میں ہے۔ اگر اس نے تقیم کی مصلحت کے واسطے اس کے مال فروخت کرنے کا حکم دیا تو بسبب اس حکم دینے کے اسکو روا نہیں کہ تقیم کے مال سے اسکی اجرت لیوے اور اگر اسنے اجرت لی اور بیع کی اجازت دی تو بیع نافذ نہ ہوگی۔ ایک مسافر کسی شہر میں مر گیا اور اسنے بہت سا مال چھوڑا تو قاضی کو چاہیے کہ اتنے دنوں تک انتظار کرے کہ اس کے دل میں یہ بات پیدا ہو جاوے کہ اگر اسکا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت تک خبر لیتا اور حاضر ہوتا پھر جب استقدار انتظار کیا اور اسکا کوئی وارث نہ آیا تو اسکو بیت المال میں رکھ دے اور نفقہ یتیموں وغیرہ میں صرف کرے اور اگر ایسے مصارف میں صرف کرنے کے بعد اسکا کوئی وارث حاضر ہوا تو اسکا حق بیت المال سے ادا کرے۔ اصل میں لکھا ہے کہ اگر قاضی کے دل میں گواہوں کی طرف سے شک پڑ جاوے تو انکو الگ الگ کر دے اور سوا اسکے کچھ نہیں کر سکتا ہو اور اسنے یہ بھی دریافت کرے کہ یہ کمان تھا یا وہ کب تھا اور یہ سوال بطور احتیاط کے ہو اگر یہ گواہوں پر واجب نہیں ہو پھر جب اسکو جدا کیا اور آئین انھوں نے ایسا اختلاف کیا کہ جس سے شہادت فاسد ہوتی ہو تو گواہی رد کر دے اور اگر ایسا اختلاف نہیں کیا تو رد نہ کرے اور اگر انکو متہم رکھتا ہو تو مجرد تمہت سے گواہی رد نہ ہوگی نوادر ابن ساعہ میں امام ابو یوسف رحم سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحم نے فرمایا کہ تمہت کی صورت میں الگ کر دیئے جاویں گے اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہ کیا جاوے گا کہ انکا لباس کیا تھا یا اس کے ساتھ مردوں یا عورتوں میں سے کون کون تھا اور جگہ کے اختلاف میں بھی ایسا ہی ہو بشرطیکہ یہ شہادت قوی ہو اور اگر یہ گواہی فعل ہو تو جگہ کا اختلاف گواہی میں معتبر ہوگا۔ امام ابو یوسف رحم نے فرمایا کہ اگر گواہوں کی طرف سے میرے دل میں شک ہو اور مجھے گمان ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو میں انکو الگ الگ کر کے آئسے جگہ اور لباس اور رنگ کے ساتھ کون کون تھا سب دریافت کروں گا اگر انھوں نے اس میں اختلاف کیا تو میرے نزدیک گواہی میں اختلاف ہے اور میں اسے

صلح کی قاضی نے کسی کو وکیل کیا تو اس کے یا اس کے باپ یا دادا کی توکیل کا حکم نہ دیگا اور اسی طرح ہر شخص کی جسکی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہو توکیل جائز نہیں ہو اور حکم قضا اپنے لیے یا اپنے اوپر جائز نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ منتفی میں ہو کہ قاضی کا طریقہ یہ ہو کہ جھگڑے کا صلح کی طرف پھیر دے جب کہ اسکو وجہ حکم قضا واضح نہ ہو اور اگر واضح ہو تو شخص الاثمہ سرخی نے ذکر کیا کہ حکم قضا جاری کرے اور صلح کی طرف نہ پھیرے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر صلح کی طبع ہو اور جہت قضا بھی واضح ہو تا ہم انکو صلح کی طرف پھیر دے اور جب تک باجی صلح سے مایوس نہ ہو حکم قضا جاری نہ کرے اور آخر ادب القاضی میں ہو کہ اگر قاضی کو صلح کی طبع ہو تو کچھ در نہیں کہ انکو صلح کی طرف پھیر دے اور حکم نافذ نہ کرے اور یہ نچا ہے کہ دو مرتبہ سے زیادہ صلح کی طرف پھیرے اور اگر صلح کی طبع ہو تو قضا اپنے نافذ کرے اگر بدو صلح کی طرف واپس کرنے کے اسنے حکم قضا نافذ کر دیا حالانکہ صلح کی امید تھی تو بھی اسکو گنجائش ہو فتاویٰ نسفی میں ہو کہ اگر قاضی خود ہی تقیم کرنے کا متولی ہو تو اسکو اجرت لینا حلال ہے۔ اور کل مصالح ہنگام پڑھنا اسپر واجب تھا جیسے نابالغ بچہ یا لڑکوں کا تو اسکی اجرت لینا اسپر حلال نہیں ہو اور جس نکاح کا بڑھنا اسپر واجب نہ تھا اسکی اجرت لینا جائز ہے۔ محیط میں لکھا ہے اور اجرت میں اختلاف ہو اور فتویٰ کے واسطے یہ مختار ہو کہ اگر بیکر کا مصالح کرے تو ایک دینار اور اگر شیعہ ہو تو آدھا دینار لیوے اور یہ اسکو حلال ہو ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہے یہ برجہ ہی میں ہے۔ اگر اس نے تقیم کی مصلحت کے واسطے اس کے مال فروخت کرنے کا حکم دیا تو بسبب اس حکم دینے کے اسکو روا نہیں کہ تقیم کے مال سے اسکی اجرت لیوے اور اگر اسنے اجرت لی اور بیع کی اجازت دی تو بیع نافذ نہ ہوگی۔ ایک مسافر کسی شہر میں مر گیا اور اسنے بہت سا مال چھوڑا تو قاضی کو چاہیے کہ اتنے دنوں تک انتظار کرے کہ اس کے دل میں یہ بات پیدا ہو جاوے کہ اگر اسکا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت تک خبر لیتا اور حاضر ہوتا پھر جب استقدار انتظار کیا اور اسکا کوئی وارث نہ آیا تو اسکو بیت المال میں رکھ دے اور نفقہ یتیموں وغیرہ میں صرف کرے اور اگر ایسے مصارف میں صرف کرنے کے بعد اسکا کوئی وارث حاضر ہوا تو اسکا حق بیت المال سے ادا کرے۔ اصل میں لکھا ہے کہ اگر قاضی کے دل میں گواہوں کی طرف سے شک پڑ جاوے تو انکو الگ الگ کر دے اور سوا اسکے کچھ نہیں کر سکتا ہو اور اسنے یہ بھی دریافت کرے کہ یہ کمان تھا یا وہ کب تھا اور یہ سوال بطور احتیاط کے ہو اگر یہ گواہوں پر واجب نہیں ہو پھر جب اسکو جدا کیا اور آئین انھوں نے ایسا اختلاف کیا کہ جس سے شہادت فاسد ہوتی ہو تو گواہی رد کر دے اور اگر ایسا اختلاف نہیں کیا تو رد نہ کرے اور اگر انکو متہم رکھتا ہو تو مجرد تمہت سے گواہی رد نہ ہوگی نوادر ابن ساعہ میں امام ابو یوسف رحم سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحم نے فرمایا کہ تمہت کی صورت میں الگ کر دیئے جاویں گے اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہ کیا جاوے گا کہ انکا لباس کیا تھا یا اس کے ساتھ مردوں یا عورتوں میں سے کون کون تھا اور جگہ کے اختلاف میں بھی ایسا ہی ہو بشرطیکہ یہ شہادت قوی ہو اور اگر یہ گواہی فعل ہو تو جگہ کا اختلاف گواہی میں معتبر ہوگا۔ امام ابو یوسف رحم نے فرمایا کہ اگر گواہوں کی طرف سے میرے دل میں شک ہو اور مجھے گمان ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو میں انکو الگ الگ کر کے آئسے جگہ اور لباس اور رنگ کے ساتھ کون کون تھا سب دریافت کروں گا اگر انھوں نے اس میں اختلاف کیا تو میرے نزدیک گواہی میں اختلاف ہے اور میں اسے

**سولھواں باب قاضی معزول کی پکھری سے محضوں پر قبضہ کرنے کے بیان میں۔** قدیمی سے جدید سوال کرے  
یعنی جو شخص قضا پر مقرر ہوا وہ اول اول یہ کام کرے کہ قاضی معزول سے دیوان طلب کرے اور قیدیوں کے  
حال کو دیکھے اور قید خانہ میں کسی کو بھیج کر قیدیوں کے نام و تعداد و اختیار منگوائے یہ فتح القدر میں لکھا ہے۔ قاضی معزول  
آدمیوں کو اور ایک کافی ہو بھیج کر قاضی معزول کے دیوان پر قبضہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور دیوان کافی  
سے وہ خرلیہ مراد ہو کہ جس میں دست آویز اور محضر اور وصیوں کی تقرری اور قیام کی تقرری اور نفقات کی  
مقدار وغیرہ ہوتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے پھر جب دونوں ٹقے نے قبضہ کیا تو قبلاہ و یک و محضر و فرمان تقرری  
او صیاء و قوام وغیرہ ہر ایک قسم کے کاغذات چھانٹ کر علیحدہ علیحدہ خرلیوں میں رکھیں اور تھوڑا تھوڑا  
کر کے قاضی معزول سے دریافت کریں تاکہ جو اشکال ہو وہ منکشف ہو یا وے اور یہ بھی کہ گپ اسکا فیصلہ  
کیا تاکہ کی ویشی سے محفوظ رہے اور اگر قاضی معزول حاضر نہ ہوا تو اسپر جبر نہ ہوگا و لیکن اپنے دو امین  
اسوا سٹے بھیج دے کہ قاضی جدید کے دو امینوں کو دیوان سپر در دین اور جدید قاضی کے امین معزول کے  
امینوں سے سب مشکلات حل کر لینگے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور دیوان پر قبضہ کرنے کے ساتھ دو بعین  
اور بیون کا مال بھی قبضہ میں لاویں اور یہ جدید قاضی کے پاس رہیگا اور قیدیوں کے نام بھی سمجھ لیویں اور  
جب قاضی نے کسی کو کسی حق میں قید کیا تو چاہیے کہ اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام فہرست میں لکھ لے  
اور وجہ قید بھی لکھے اور تاریخ قید بھی لکھے اور قاضی کو چاہیے کہ اپنے تذکرہ میں وہ تاریخ لکھے کہ بسوقت سے  
قاضی معزول نے اسکو قید کیا ہے نہ اپنی تقرری کے وقت سے۔ اور یہی دونوں شخص قاضی معزول سے قیدیوں  
اور اسباب قید کو دریافت کریں گے اور قیدیوں سے بھی قید کا سبب دریافت کریں گے اور انکے خصوم کو انکے  
ساتھ جمع کریں گے اور اگر قیدیوں میں ایک جماعت ایسی ہو کہ ہٹکا کوئی خصم نہ آیا اور انھوں نے کہا کہ ہم ناحق قید  
ہوئے ہیں تو قاضی مقرر شدہ آنکھ رہا نہ کریگا بلکہ منادی کرادیکھا کہ فلاں فلاں شخص مقید پائے گئے پس جس کا  
کچھ حق آپر ہو وہ حاضر ہو پس اگر کوئی حاضر ہوا تو بطور فیصلہ کے فیصلہ ہوگا ورنہ آنکو کفیل لیکر رہا کرگا اور اسکی  
مدت کہ منادی کتے دن میں اور رہا ہائی کتے دن میں قاضی کی رائے پر موقوف ہو اور بعضوں نے کہا کفیل لیکر  
رہا ہائی صابین کی رائے پر ہو اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک کفیل نہیں ہوا و غرض الائمہ سرخسی نے کہا کہ اس جگہ  
کفیل لینا سب کا قول ہو کذا فی الحیط اور صحیح یہ ہے کہ یہاں کفیل لے کر چھوڑنا بالاتفاق ہے یہ مناہ میں لکھا ہے۔ جانا  
چاہیے کہ قید کی چند تمین ہیں۔ ایک جس بالین یعنی قرضہ کے عوض قید ہوتا اور اسکی چند صورتیں ہیں  
اگر قیدی نے کہا کہ میں قرضہ کے عوض قید ہوں کہ میں نے قاضی معزول کے سامنے فلاں شخص  
سے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو قاضی جدید اسکو اور اس کے خصم کو جمع کریگا پس اگر اس نے تصدیق کی تو  
آپس کے خصم کی درخواست سے پھر اسکو قید کر دیگا اور اگر قیدی نے قرضہ سے انکار کیا کہ یہ شخص ناحق مجھ  
و عولی کرتا ہے اور میں ظلم سے قید ہوا ہوں اور اسکا خصم کہتا ہے کہ اسپر میرا حق ہو اور انصاف سے قید ہوا ہے  
تو قاضی اسکے خاتم سے دوبارہ گواہی طلب کریگا پس اگر قاضی نے گواہوں کو عادل جانا تو اسکو قید کر دیگا  
اور اگر عادل نہ جانا تو اسکے نفس کا کفیل لیکر رہا کر دیگا اور اگر کسی قیدی نے کہا کہ میں فلاں شخص کے قرضہ میں قید ہوں

یہ فتاویٰ  
سب مال و  
شخصیات  
میں  
موجود  
ہیں  
میں  
موجود  
ہیں  
میں  
موجود  
ہیں



تو اسکو حکم دے کہ مجھے کفیل لیکر ہا کرے تو قاضی اس کے خصم کو حاضر کریگا اگر اس نے حاضر ہو کر مجبوس کے اقرار کی تصدیق کی اور قاضی اس مقررہ کو نام و نسب سے پہچانتا ہی یا نہیں اور گواہوں نے اسکی گواہی دی یا نہیں سب صورتوں میں قاضی قیدی کو حکم دیگا کہ مال ادا کرے اور رہا نہ کریگا اور ایک سنا دی کو حکم دیگا کہ وہ بطور مذکور نہ اکرے پس اگر اسکا دوسرا مدعی کوئی شخص حاضر نہ ہوا تو سب صورتوں میں - ہا کرے اور خصمات نے کفیل لینا پہلی اور دوسری صورت میں ذکر نہیں کیا اور تیسری صورت میں ذکر کیا ہی اور بعضے مشائخ نے کفیل سب صورتوں میں ذکر کیا ہی اور اگر مجبوس مال نہ لایا لیکن مقررہ نے کہا کہ میں مہلت دیتا ہوں تو اسکو رہا کر دے تو قاضی اسکو بدوہ اعتبار کر کے سنا دی کے اور کفیل لینے کے رہا نہ کریگا اور اگر اس نے کہا کہ میرا کفیل نہیں ہے یا مجھے کفیل دینا واجب نہیں ہے اسو اس کے کہ میرا کوئی مدعی نہیں ہے کہ جو کفیل طلب کرتا ہو تو قاضی چھوڑنے میں جلدی نہ کرے بلکہ آہستگی کے ساتھ اسکی سنا دی کرانے پھر اگر کوئی مدعی نہ پیدا ہوا تو رہا کر دے۔ دوسری قسم قید کی یہ ہے کہ خالص حق العباد کی عقوبت میں قید ہو مثلاً قصاص - اگر کسی قیدی نے کہا کہ میں اسو جسے قید ہوں کہ میں لے فلاں شخص کے لیے قصاص کا اقرار کیا ہے اور قاضی نے اسکو اور اس کے مدعی کو جمع کیا اور اسے اس اقرار کی تصدیق کی - تو اس کی دو صورتیں ہیں یا قصاص نفس ہو گا یا قصاص عضو - پس اگر قصاص نفس ہو تو قاضی بلا تاخیر اسکو قید خانہ سے باہر نکالے اور اس کے مدعی کو اپنا بدلہ لینے کا حکم دے اور اگر قصاص عضو ہو تو بھی نکال کر بدلہ دوا دے لیکن اسکی رہائی میں جلدی نہ کرے کیونکہ شاید کسی دوسرے کا اسپر حق نفس ہو کہ اس نے اس مدعی کے واسطے قصاص عضو کا اقرار کر کے اپنی جان بچائی ہو تیسری قسم کی قید جو خالص عقوبت الہی میں قید ہو جیسے زنا یا چوری یا شراب خواری کی وجہ سے اگر قیدی نے کہا کہ میں اس واسطے قید ہوں کہ میں نے قاضی معزول کے سامنے بار بار چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کیا ہے پس جکو حد مارنے کے واسطے قید کیا ہے پس جدید قاضی اس اقرار پر اسکو حد نہ مارے گا اور اگر چار مجلسوں میں بار مرتبہ اس نے اس کے سامنے بھی اقرار کیا تو حد نہ مارے گا خواہ دیر گز گئی ہو یا نہ گزری ہو پس اگر محض تھا تو اسکو جہم کریگا حد نہ دے گا لیکن اگر اسکی رہائی میں جلدی نہ کریگا شاید کوئی اس کے نفس کا مدعی آوے اور اگر اس نے اپنے اقرار سے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہے جیسے قاضی اول کے سامنے صحیح تھا لیکن قاضی اس کے رہا کرنے میں جلدی نہ کرے اور اگر اس نے کہا کہ میرے اوپر زنا کرنے کے گواہ قائم ہوئے تھے اس لیے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول نے مجھے قید کیا تھا تو وہ گواہ جو قاضی معزول کے سامنے قائم ہوئے تھے اس قاضی کے لیے معتبر ہونگے پس حد نہ مارے گا اور اگر اس قاضی کے سامنے بھی اس کے گواہ قائم ہوئے تو بھی اگر دیر گزری تو حد نہ مارے گا اور اس کی رہائی میں جلدی نہ کریگا اور بعد اس کے کفیل لیکر رہا کرے گا - اور اگر بعض قیدیوں نے کہا کہ میں نے شراب پینے کا اقرار کیا تھا یا مجھے شراب خواری کے گواہ قائم ہوئے تھے اور مجھے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول نے قید کیا ہے تو امام اعظم رحمہ اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ قاضی اسپر حد نہ مارے گا - اگر قیدی نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے مال کی چوری کا اقرار کیا یا گواہ قائم ہوئے تھے اس واسطے قید ہوں تو یہ قاضی اس اقرار یا گواہی پر حد نہ لگائے گا نہ حکم نہ دیگا اور اسکو وہاں کے خصم کو جمع کریگا لیکن اگر اس قاضی کے سامنے بھی اپنے اقرار کیا تو اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیگا خواہ اس معاملہ کو دیر گزری ہو یا نہ گزری ہو اور اسکی رہائی میں جلدی نہ کرے

قادی ہند کی تالیف کا مقصد

نہ کرے گا اور اگر دواہ اس پر گواہ قائم ہوے تو بائعہ کاٹنے کا حکم نہ دیا جائے بشرطیکہ دیر گزرنے پر واپس نہ آئے اور حد مقررہ میں  
 حکم میں یکساں ہیں۔ اور چوتھی قسم کی قید بسبب ایسی مقبوت کے جس میں حق اللہ تعالیٰ و حق العباد ہو اور وہ حد  
 مذمت ہو اگر قیدی نے کہا کہ میں اس وجہ سے قید ہوں کہ میں نے اس شخص کو زنا کی تہمت لگائی تھی اور اس شخص  
 نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو یہ قاضی اسکو حد مذمت کی پوری سزا دے گا اور اسکی رہائی میں جلدی نہ کرے گا اور اگر  
 اسے اقرار سے رجوع کیا تو صحیح نہیں ہے بخلاف ان حدود کے جنہیں خالص اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہے کہ انہیں اقرار سے  
 رجوع صحیح ہے۔ اگر قاضی معزول نے کہا کہ فلان شخص کے قبضہ میں میں نے اسقدر مال فلان بن فلان کا دیدیا ہے پس  
 اگر قابض مال نے اس سب کی تصدیق کی تو حکم دیا جائے گا کہ مقررہ کو دیدے اور یہ ظاہر ہے۔ اور اگر اسے کہا کہ مجھے فلان  
 قاضی معزول نے اسقدر مال دیا ہے مگر میں نہیں جانتا ہوں کہ کسکا ہے تو اس صورت میں بھی مقررہ کو دلایا جائے گا اور  
 اگر مال کے قابض نے قاضی معزول کی سب باتوں میں تکذیب کی تو اسی کا قول معتبر ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے۔ اور  
 اگر مال کے قابض نے کہا کہ مجھے قاضی معزول نے اسقدر مال دیا ہے اور وہ فلان شخص کا ہے سوائے اس شخص کے  
 جسکا قاضی نے نام لیا تھا اقرار کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہی جو مذکور ہوئی اور اس میں اسی شخص کو دلایا جائے گا  
 جسکا قاضی نے اقرار کیا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ یوں کہا کہ جو مال میرے قبضہ میں ہے وہ فلان شخص کا ہے  
 سوائے اسکے ایک شخص دوسرے کا نام لیا جسکا قاضی نے اقرار کیا تھا تو قاضی معزول کو دیدے اور وہ اس شخص کو  
 دیوے جسکے لیے قابض نے اقرار کیا ہے پس اگر پہلے شخص کو بدون حکم قضا دیدیا تو دوسرے کے لیے ضامن ہوگا  
 اور اگر حکم قضا دیدیا تو بھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا۔ اگر  
 قاضی معزول نے کہا کہ فلان شخص کے پاس ہزار درم فلان یتیم کے ہیں کہ اسکو اُسکے باپ کے ترکہ میں سے پہنچے  
 تھے اور اس قابض نے اسکی تصدیق کی پس اگر کسی شخص نے وارثان میت سے اس میں دعویٰ نہ کیا تو یہ درم یتیم کے  
 ہونگے اور اگر باقی وارثوں نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے ترکہ میں سے اپنا حق نہیں پایا ہے تو یہ مال تمام وارثوں میں  
 مشترک ہوگا اور منجملہ انکے یتیم بھی ہوگا۔ لیکن جدید قاضی کو چاہیے کہ بنظر یتیم باقی وارثوں سے قسم لےوے کہ واللہ تم  
 نے اپنے والد فلان شخص کے ترکہ سے اپنا حق نہیں پایا ہے۔ اور اگر قاضی معزول نے کہا کہ یہ ہزار درم فلان یتیم کے ہیں اور  
 یہ نہ بیان کیا کہ اُسکے باپ کے ترکہ میں سے پہنچے ہیں اور باقی وارثوں نے دعویٰ کیا کہ یہ اُنکے باپ کے ترکہ میں  
 ہیں اور ہم لوگوں نے اپنا حق نہیں پایا ہے تو یہ مال یتیم کا ہوگا کیونکہ قاضی معزول نے مالک یتیم کا اقرار کیا ہے اور میراث  
 کا اقرار نہیں کیا ہے تاکہ وارثوں کا حق ثابت ہو پس بلا حجت و دلیل ان وارثوں کا حق ثابت نہ ہوگا۔ اگر موافق ایک  
 تحریر کے یہ مال کسی شخص پر تھا اور قاضی نے نوشتہ میں سبب اس کا لکھ دیا تھا اور گواہی کرادی تھی کہ یہ فلان  
 یتیم کا ہے اور اسکو اُسکے فلان والد کے ترکہ میں پہنچا ہے اور باقی وارثوں نے اپنا حق لے لیا ہے پس واضح ہو کہ  
 مجرد تحریر حجت نہیں ہے اور اسی طرح قاضی کا قول کہ باقی وارثوں نے اپنا حق لے لیا ہے حجت نہیں ہے اور حجت وہاں  
 صرف اس طرح ہے کہ کچھ گواہ گواہی دیوں کہ قاضی نے ان وارثوں کے اپنا تمام حق لے لینے پر گواہ کیا تھا یا اس امر کے  
 گواہ ہوں کہ ان لوگوں نے اپنا تمام حق پا لینے پر اقرار کیا ہے پس ایسے گواہ ہیں اور انھوں نے گواہی دی تو مال  
 یتیم کا ہوگا ورنہ وغیرہ مثل باقی وارثوں کے ہوگا۔ اگر قاضی معزول نے بیان کیا کہ میرے نزدیک یہ بات گواہوں

کی گواہی سے ثابت ہو گئی تھی کہ فلاں شخص نے اپنی اس قدر زمین اس طور پر وقف کی ہے اور میں نے اس کا حکم دیا اور فلاں شخص کے قبضہ میں رکھی اور اس کو حکم دیدیا کہ اس کا محصول آمدنی وقف کی شرطوں کے موافق صرف کرے اور قابض نے اس کی تصدیق کی پس اگر وقف کرنے والے کے وارثوں نے اس کا اقرار کیا تو قاضی نے مقرر شدہ اس کو نافذ کر دیا اور اگر وارثوں نے وقف سے انکار کیا اور اپنے گواہ قائم نہ ہوئے تو وارثوں کے درمیان میراث ہو گئی لیکن وارثوں سے اس کے علم پر قسم لیا ہو گئی کہ ان کے مورث کا وقف کرنا ان کو نہیں معلوم ہے پس اگر انھوں نے قسم کھائی تو میراث ہی اور اگر انکار کیا تو قاضی اس کے وقف ہونے کا حکم دیدیگا اور اگر وقف ہونے پر گواہ قائم ہوں تو وقف ہونے کا حکم دیدیگا چنانچہ وقف کرنے والے کی زندگی میں بھی حکم تھا۔ اور اگر قاضی معزول نے یہ نہ کہا کہ اس نے فلاں شخص پر وقف کیا ہے بلکہ کہا کہ اگر باب پر یا مسجد پر یا کسی اور وجہ خیر کا نام لیا کہ اس پر وقف کیا ہے تو مقرر شدہ قاضی اس کو نافذ کر دیا اور اس کی تفصیل دریافت نہ کر دیا۔ اور ہر جگہ جہاں استفسار کرنا مضر ہو قاضی مقرر شدہ اجمال پر کنایت کر دیا اور تفصیل دینا نہ کر دیا۔ اور قاضی کو چاہیے کہ ایمون سے ہر شش ماہی یا سال میں بیسویں کی آمدنی اور مال کا حساب لیا کر تاکہ معلوم ہو کہ امین نے امانت کو ادا کیا ہے یا خیانت کی ہے اگر اس نے امانت دہی کی تو مقرر رکھے اور اگر خیانت کی تو موقوف کر کے اس جگہ دوسرا مقرر کرے اور اسی طرح وقف املاک کے قوائم سے بھی حساب کرے اور اصل اور مال وقف کی آمدنی میں انھیں کا قول قبول کرے اور وہی اور قیام اس بابت میں یکسان ہیں۔ اور اصل یہ کہ شرع میں غنہ مقبوضہ کی مقدار بیان کرنے میں یا یتیم کے نفقہ کی مقدار یا زمین وقف کے مصرف اور موقوف کی مقدار بیان کرنے میں قابض کا قول معتبر ہوتا ہے لیکن اگر وہی ہو تو محفل میں اس کا قول مقبول ہو اور غیر محفل میں مقبول نہیں ہے بلکہ ذکر نقصان اور وہی اور قیام میں فرق ہو وہی ملکی طرف حفظ اور تصرف سپرد ہو اور قیام وہ ہے جس کو حفاظت سپرد ہو اور تصرف سپرد نہیں ہو۔ اور جب یہ فرق معلوم ہو گیا تو جانتا چاہیے کہ اگر وہی نے اتفاق کا دعویٰ کیا تو اپنے ماتحت چرنکے تصرف کا دعویٰ کیا تو اس کا قول محفل میں مقبول ہوگا اور اگر قیام نے ایسا ہی دعویٰ کیا تو اسے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہو اس کے تحت ولایت نہیں ہے پس اس کا قول مقبول نہ ہوگا۔ اور اکثر مشائخ نے ایسی چیزوں میں چرنے کے واسطے چارہ نہیں ہوا اور ضروری میں وہی اور قیام کو یکساں شمار کیا ہے اور کہا کہ ایسی چیزوں میں قیام کا قول مثل وہی کے قبول ہوگا اور اس مسئلہ پر قیاس کیا کہ اگر قیام مسجد یا ایک شخص نے اہل مسجد سے مسجد کے واسطے ضروری چیز خریدی مثلاً بوریا یا تیل یا چٹائی وغیرہ یا کچھ مسجد کی آمدنی اس کے خادم کو دیدی تو ضمان نہ ہوگا کیونکہ ان چیزوں کے نہ کرنے سے مسجد میں نقصان نہ تھا پس گویا اس کو دلالت اجازت حاصل تھی پس اسی قیاس پر یہاں بھی انھوں نے یہی حکم دیا ہے۔ اور چاہے زمانہ کے مشائخ نے فرمایا کہ وہی اور قیام میں کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ چاہے زمانہ میں قیام بھی وہ ہے جس کو حفاظت اور تصرف دونوں کا اختیار ہو۔ اگر قاضی نے کسی وہی کو متم جانا اور جو اس نے یتیم کے نفقہ میں صرف کر نیکا دعویٰ کیا ہو یا وقف کے مرتب میں وہی کیا ہے اس میں اس کو شک ہو تو قاضی اس سے قسم لیگا اگرچہ وہ امین ہو جیسا کہ اس شخص کا حکم ہے جس کے پاس ودیعت ہے اور اس نے ودیعت کے تلف ہو جانے یا واپس کر دینے کا دعویٰ کیا تو اس سے تلف لیگا اور چاہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ تلف کے واسطے کسی قدر مقدار معلوم کا دعویٰ ہونا چاہیے کیونکہ قسم دعویٰ صحیح ہو تو ہو اور مقدار معمول کا دوسرا صحیح نہیں ہو اور بعضوں نے کہا کہ ہر مال میں قسم

اس کے بعد یہی  
اہل وقف و متعلقین  
مستحق قسم ہو  
موتی و قاتل و مالک  
و غیر ذلک  
اس سے وقف کا  
حساب لیگا اور  
مصرف کا غرض  
جان وقف آدمی  
موتی و قاتل و مالک  
و غیر ذلک  
اس سے وقف کا  
حساب لیگا اور  
مصرف کا غرض

بیجا وگی کیونکہ قاضی یتیم کی نظر سے قسم لیتا ہو اور ایسے احتیاط میں ہر طرح قسم بیجا لگی۔ اگر آنھوں نے یہ خبر دینی کہ ہم نے زمین کے صرف میں یا یتیم کے نفقہ میں زمین کی آمدنی اور مال میں سے اس قدر صرف کیا ہو اور اس قدر ہمارے پاس باقی ہی پس اُن میں سے جو شخص امانت داری میں مشہور ہو تو قاضی اُس سے اجمال کو قبول کرے گا اور تفصیل کے واسطے جبر کرے گا اور اس مقام پر جبر کے معنی قید کرنے کے نہیں ہیں صرف یہ ہیں کہ قاضی مقرر شدہ اُس کو دو تین دن بلا کر دھمکا دے کہ اُسکی تفصیل بیان کرے اور یہ یتیم کے حق میں احتیاط ہی پس اگر باین ہمہ اُس نے تفصیل نہ بیان کی تو قاضی اُسکی قسم دینے یا قسم سے باز رہنے پر اکتفا کرے گا۔ اگر وہی نے قاضی مقرر شدہ سے کہا کہ قاضی معزول نے مجھے حساب لے لیا ہو تو بدو گواہی کے اُس کو نہ چھوڑے۔ اگر وہی یا یتیم نے کہا کہ میں نے اپنا اس قدر ذاتی مال یتیم یا وقف کے صرف میں صرف کیا ہو اور قصد کیا کہ واپس لے لوں تو بلا جھٹ اسکا قول مقبول نہ ہوگا۔ خلاف اسکے کہ اُس نے مال وقف یا مال یتیم میں سے صرف کرنے کا دعویٰ کیا تو قاضی میں اسکا قول مقبول ہوگا۔ اگر وہی یا یتیم نے دعویٰ کیا کہ قاضی معزول نے میرے واسطے اس قدر ہوا ری یا اس قدر سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اسکی تصدیق کی یا نہ کی تو مقرر شدہ قاضی اسکو نافذ نہ کرے گا اور اگر اسپر گواہی گزاری تو قبول کرے گا نافذ کرے گا پھر اگر قاضی کی رائے میں یہ اجرت اُس کے کام کے برابر یا کم ہو تو سب کے نافذ ہونے کا حکم دیگا اور اگر اُس کے کام سے زیادہ ہو تو بقدر اُس کے کام کے دیگا اور باقی کو جو زیادہ ہو باطل کر دیگا اور اگر یتیم نے زیادتی کو لے لیا ہو تو حکم دیگا کہ یتیم کو واپس کرے اور اصل میں لکھا ہو کہ مقرر شدہ نے قاضی معزول کے دیوان میں جس قدر گواہیاں یا قضا و اقرار پائے سب بیکار ہیں انپر عمل نہ کرے گا لیکن اگر کسی حکم قضا کے گواہ گذرے کہ اُس نے اسکا فیصلہ کر کے نافذ کیا تھا اور وہ اس وقت تک قاضی تھا تو اُس کو قبول کرے اور عمل کرے کذا فی الجملہ

**ستر ہواں باب** اُن صورتوں کے بیان میں جن میں جھوٹی گواہی پر فیصلہ واقع ہو گیا اور قاضی کو اسکا علم نہ ہوا۔ یہ صورت عقد اور فسخ میں واقع ہو سکتی ہو۔ اور آئین امام اعظم رحم اور ابو یوسف رحم کے اول قول کے موافق اختلاف ہو۔ قاضی کی قضا عقد و فسخ میں جھوٹے گواہوں کی وجہ سے ظاہر ہو باطلان نافذ ہوتی ہو اور امام محمد رحم اور امام ابو یوسف رحم کے دوسرے قول کے موافق ظاہر نافذ ہوتی ہو یا ظن میں نافذ نہیں ہوتی ہو عقود میں اس مسئلہ کی بہت سی صورتیں ہیں از انجملہ ایک شخص نے ایک عورت پر حجاج نکاح دعویٰ کیا اور عورت انکار کرتی ہو اور اس شخص نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظم رحم اور امام ابو یوسف رحم کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اُس کے ساتھ وطی کرنا حلال ہو اور عورت کو جائز ہو کہ اُس کو اپنے اوپر قابو دے اور امام محمد رحم کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحم کے دوسرے قول آخر کے موافق دونوں کو یہ بات حلال نہیں ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ابتدائی ظہر اس صورت میں ثابت ہو جائیگا اگر حکم قضا گواہوں کے حضور میں ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں حکم قضا کے وقت گواہوں کی حاضر علی شرط نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اسپر اجماع ہی کہ اگر کھلی کی مقتدہ یا منکوہہ کے حق میں حکم قاضی بسبب جھوٹے گواہوں کے حجاج کا جاری ہو تو نافذ نہ ہوگا یہ نہایت میں لکھا ہو۔ اور فسخ میں بھی مسئلہ کی بہت سی صورتیں ہیں از انجملہ ایک عورت نے

اس کا جہیز  
چھوٹا ہون سے اس  
جو در حکم ہی آتا ہو  
مال میں بھی نہ کرے  
سوا اس کے  
مرد کو عورت سے  
وہی مال عورت  
میں سے نہ کرے  
مستند یعنی غلط  
نہ ہو اور چنانچہ غلط  
مرد کی طرف لیا  
وہاں کی حدت  
میں ہی داخل ہیں  
اور اگر عورت  
دو جھوٹے گواہ  
نکارے اور انکی عورت  
ان کا بیان کیا اور  
قاضی نے حکم دیا  
تو نافذ نہ ہوگا



اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا اور آپس چھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کا حکم دیدیا پھر مدت گزرنے کے بعد اُس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور پہلے قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق پہلے شوہر کو اُس کے ساتھ وطی کرنا ظاہر و باطناً حلال نہیں ہی اور دوسرے شوہر کو ظاہر و باطن اُس سے وطی کرنا حلال ہی خواہ اُس کو یہ حال معلوم ہو مثلاً یہ شوہر کہ پہلے شوہر نے اُس کو طلاق نہیں دی مثلاً دوسرا شوہر ایک گواہ میں سے ہو یا اُس کو یہ بات نہ معلوم ہو مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی شخص ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی امام محمد رحمہ کا قول ہی کہ دوسرا شوہر اگر اس حال سے واقف ہی تو اُس کو وطی کرنا حلال نہیں ہی اور اگر نہیں جانتا ہی تو حلال ہی بلکہ ذکر شیخ الاسلام فی کتاب الرجوع اور امام ابو یوسف رحمہ کے دوسرے قول میں پہلے شوہر کو اس سے وطی حلال نہیں باوجودیکہ باطناً جدائی نہیں ہوئی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ امام ثانی رحمہ کے دوسرے قول میں باطناً اُس سے وطی کرنا پہلے شوہر کو حلال ہی۔ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جب تک دوسرے شوہر نے اُس سے جماع نہیں کیا تب تک حلال ہی اور جب اُس نے جماع کر لیا تو پھر حلال نہیں ہی خواہ دوسرے کو حقیقت حال معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور یہ حکم امام محمد رحمہ کا اُس صورت میں کہ دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم نہیں ہو ظاہر کیونکہ ثانی شخص نے اس سے ایسی حالت میں نکاح کیا ہو کہ وہ دوسرے کی عورت ہی لیکن دوسرے کو نہیں معلوم ہی تو اسکا نکاح امام محمد رحمہ کے نزدیک فاسد ٹھہرا پس جب دوسرے نے اُس سے جماع کیا تو آپس عدت واجب ہی پس اول شوہر کو وطی نہیں حلال ہی اگرچہ وہ پہلے شوہر کی جو رہی جب تک کہ عدت نہ گزرے مگر اُس صورت میں شکل یہ کہ جب دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم ہووے کیونکہ اُس کو معلوم ہوگا کہ دوسرے کی جو رہی تو اسکا نکاح باطل ہوگا۔ پس یہ وطی زمانہ سے واقع ہوگی اور کسی کی منکوحہ اگر نکاح سے تو آپس عدت نہیں واجب ہوتی ہی اور نہ شوہر پر اُس سے وطی کرنا حرام ہوتی ہی۔ اور منجملہ فسخ کی صورتوں کے ایک یہ ہی کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا مقید کر کے دارالحرب سے آئے پھر جب بالغ ہوئے تو آزاد کر دیے گئے پھر دونوں نے باہم نکاح کیا پھر ایک عربی مسلمان ہو کر آیا اور اُسے گواہ پیش کیے کہ یہ دونوں اُسکی اولاد ہیں اور قاضی نے حکم دیکر دونوں کو جد کر دیا پھر اگر دونوں گواہ اپنی گواہی سے پھر جاوین اور معلوم ہو یا دے کہ یہ دونوں گواہ چھوٹے تھے تو شوہر کو اُس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہی کیونکہ قاضی نے آپس حرام ہونے کا حکم دیا اور قضا ظاہر و باطن نافذ ہوگئی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وطی حلال نہیں ہی کیونکہ حقیقت میں گواہوں کے چھوٹے ہونے کا حال اُس کو معلوم نہیں ہو سکتا ہی۔ اور منجملہ صورت عقد کے یہ ہی کہ جب قاضی نے چھوٹے گواہوں پر بیعت ہو جانے کا حکم دیدیا اور اُسکی دو سورتیں ہیں ایک یہ کہ دعوے مشتری کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ تو نے میرے ہاتھ یہ باندی اتنے کو بیچی تھی اور آپس چھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے وہ باندی مشتری کو دینے کا حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُسکی قضا باطن میں نافذ ہو یا وہ بیعت مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطن میں نافذ نہ ہوگی اور بعض پیشانی نے فرمایا کہ مسئلہ بیعت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تفصیل سے ہونا چاہیے یعنی اگر شخص مذکور قیمت باندی کے مال پر یا اس قدر کم ہو کہ جتنا چاہیے لوگ باندی میں آٹھا چاہتے ہیں تو اُس کا حکم باطن میں نافذ ہوگا اور قیمتی ہونے کی طرح

صریحہ امام اعظم رحمہ سے مروی ہے اور اگر اس قدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ نہیں اٹھایا کرتے ہیں تو قضا باطن میں نافذ  
 نہوگی کیونکہ باطن میں نفاذ قضا کا طریقہ امام کے نزدیک اس طرح صحیح ہے کہ قاضی اپنی قضا میں بسبب ولایت تصرف  
 کے اس تصرف کا پیدا کرنے والا ہو جاتا ہے اور بیع میں آنسو دیا بہت تصرف مثل قیمت یا اس قدر کمی کے ساتھ جتنا لوگ  
 خسارہ برداشت کر سکتے ہیں حاصل ہو اور اسکے سوا نہیں ہی پس غنیمت حاصل ضرور ہوئی اور بعض مشائخ نے کہا کہ قضا ہر حال  
 میں نافذ نہوگی کیونکہ بیع اگرچہ غبن کے ساتھ ہو مبادلہ ہونے پر یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ دعویٰ بائع کی  
 طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھے یہ باندی خریدی ہے اور اس پر چھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے  
 اسکا فیصلہ کر دیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مشتری کو باندی سے وطی حلال ہے۔ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر مشتری  
 نے ترک خصوصیت پر عزم کر لیا تو وطی حلال ہے۔ اور مشائخ نے عزم کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قلب  
 سے عزم کر لے اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے عزم قلبی پر گواہی دیوے اور فقط قلب کی نیت کافی نہیں ہے۔ اور منجملہ عقد  
 کی صورتوں کے یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ یہ مقبوضہ کا دعویٰ کیا اور اس پر چھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے  
 مدعی کے واسطے فیصلہ کر دیا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک ظاہر میں قضا نافذ ہوگی اور باطن میں نہیں صحیح کہ اس سے نفع اٹھانا  
 مدعی کو حلال نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ سے دو روایتیں ہیں ایک میں نافذ ہوگی اور دوسری میں نافذ نہوگی یہ ذہیرہ  
 میں ہے اور صدقہ میں دو روایتیں امام اعظم رحمہ سے آئی ہیں کذا فی الحکامی۔ اور مالک رحمہ میں اگر یوں قضا واقع ہو  
 تو بالاجماع باطن میں نافذ نہوگی یہ ذہیرہ میں ہے۔ اور یہ بالاجماع ہے کہ اگر معلوم ہو جاوے کہ گواہ غلام یا محدود و اقلات  
 یا کفار ہیں تو قضا ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نافذ نہوگی اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر اس نے تین طلاق کا اقرار کیا پھر انکار  
 کیا اور قسم کھالی اور اسکے واسطے قاضی نے حکم کر دیا تو آنسو وطی کرنا حلال نہیں ہے کذا فی الخلافہ راسب کے باب  
 میں جھوٹی گواہی پر قاضی کا حکم بعضوں کے نزدیک موافق اختلاف مذکور کے ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا خلاف  
 باطن میں نافذ ہوگا اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک باندی نے اپنے مالک پر دعویٰ کیا کہ باندی اسکی بیٹی ہے اور  
 مالک نے اسکا اقرار کیا ہے اور اس پر اس نے جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے یہ حکم دیدیا تو بعضوں نے کہا کہ  
 امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس سے وطی کرنا مالک کو حرام ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک حرام نہیں ہے اور بعضوں کے  
 نزدیک بالاتفاق حرام نہیں ہے۔ پس اگر وہ شخص باپ مر گیا اور میراث چھوڑی تو اسکو کھانا حلال ہے اور یہ بلا ذکر خلاف  
 کتاب الرجوع عن الشہادۃ میں لکھا ہے۔ اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ انہیں دیسا ہی اختلاف ہے  
 اور بعضوں نے کہا کہ بلا خلاف اسکا کھانا باندی کو حلال نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسکی میراث کا کھانا عورت کو  
 بلا خلاف حلال ہے اور اگر یہ عورت مگرہ کی تو امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ کو کتاب الرجوع میں لکھا ہے اور کہا کہ مگرہ کو اسکی  
 میراث کھانا جائز ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ جواب سب کے قول پر ہے اس واسطے کہ فی الواقع وہ عورت یا اسکی بیٹی  
 تھی یا باندی تھی پس اگر بیٹی تھی تو بالاجماع بیٹی کی میراث اسکو حلال ہے اور اگر باندی تھی تو باندی کی ملک بالاجماع اسکو حلال ہے  
 محمد رحمہ نے جامع میں فرمایا کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر شوال میں یہ گواہی دی کہ سنہ اپنا غلام رمضان میں آزاد کیا ہے  
 اور غلام کی قیمت گواہی کے دن دو ہزار درہم تھی اور رمضان میں اسکی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر ان گواہوں کی ہون  
 بعد میں نہ ہوئی یہاں تک کہ اسکی قیمت تین ہزار درہم ہو گئی پھر انکی نداد ثابت ہو کر ان کی گواہی پر فیصلہ کیا گیا پھر ان

یہ روایتیں امام اعظم رحمہ سے مروی ہیں اور امام محمد رحمہ سے بھی مروی ہیں  
 امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے گواہی دی کہ میں نے ایک عورت کو آزاد کیا ہے  
 اور اس کی قیمت دو ہزار درہم تھی اور بعد میں اس کی قیمت تین ہزار درہم ہو گئی  
 تو اس کی گواہی صحیح ہے اور اس پر فیصلہ کیا جائے گا  
 امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے گواہی دی کہ میں نے ایک عورت کو آزاد کیا ہے  
 اور اس کی قیمت دو ہزار درہم تھی اور بعد میں اس کی قیمت تین ہزار درہم ہو گئی  
 تو اس کی گواہی صحیح ہے اور اس پر فیصلہ کیا جائے گا

دونوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کو جس روز قاضی نے آزاد کیا اُس روز کی قیمت یعنی تین ہزار درم کے وہ لوگ ضامن ہو گئے کذا فی الذہیرہ اور قضا سے عتاب یہ بین ہو اگر قاضی نے ایک باندی کو آزاد کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باندی آزاد ہو گئی اور گواہوں میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ ایک اُس سے نکاح کر لے اور شہتے میں موافق قول صاحبین کے یہ شرط لگائی، کہ یہ امر اسکے بعد ہو گا کہ بب دونوں گواہوں سے قاضی قیمت باندی کی دلو اسے یہ تار خانہ میں ہو۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اُس نے اس عورت کو ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ بائن کیا اور زوج نے انکار کیا اور قاضی نے اُسکو قسم دلائی اور اُس نے قسم کھالی پس اگر عورت کو یہ بات معلوم ہو کہ میرا کننا درست ہی تو اُس کو اُس کے ساتھ بسر کرنا جائز نہیں ہو اور نہ وہ مردگی میراث لیو سے یہ نہایت مین لکھا ہے

**اٹھا رھوان باب حکم قاضی بر خلاف اعتقاد محکوم لہ یا محکوم علیہ کے واقع ہونے کے بیان میں کہی نے** اپنی عورت سے کہا کہ تو اہلہ طلاق ہو اور یہ قول اُس کے گمان میں ایک طلاق ہو کہ جس میں رجعت درست ہے اور اُس نے رجعت کر لی اور اُس عورت نے ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا جس کے نزدیک یہ تین طلاق ہیں اُس نے دونوں میں جدائی کر دی یا زوج کے نزدیک یہ طلاق ایک طلاق بائنہ تھی کہ اُس نے دوبارہ نکاح کر لیا اور عورت نے مرافعہ کیا اور قاضی نے تین طلاق اعتقاد کر کے دونوں میں جدائی کر دی تو یہ قضا ظاہر اور باطلنا نافذ ہوگی اور مرد کو اُس کے پاس رہنا حلال نہیں ہو اور نہ عورت کو اپنے اوپر قابو دینا حلال ہو۔ اور اگر زوج کی رائے میں یہ تین طلاق تھیں اور قاضی کے نزدیک وہ ایک بائنہ یا ایک رجوع تھی اور اسی کے موافق اُس نے حکم دیا تو یہ حکم بھی امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک باطن میں نافذ ہو گا جتنے کہ اُس کو جائز ہو گا کہ عورت سے رجعت یا نکاح کرے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک باطن میں نافذ نہ ہو گا۔ اور حاصل یہ ہو کہ اگر مبتلا بالحد و حد عامی شخص ہو کہ جسکی کچھ زائے نہیں ہو تو اسپر واجب ہو کہ اس حادثہ میں جو قاضی حکم کرے اسکی اتباع کرے خواہ حکم اُس کے نفع کے لیے ہو مثلاً حلت کا حکم ہو یا حکم اُس کے اوپر ضرر کا ہو مثلاً حرمت کا ہو۔ اور اگر مبتلا بالحد و حد فقہی صاحب رائے ہو اور قاضی نے اُس کے برخلاف رائے حکم دیا ہو مثلاً اُس کے اعتقاد میں حلت تھی اور قاضی نے حرمت کا حکم دیا تو بلا اختلاف اسپر واجب ہو کہ اُس کے حکم کی پیروی کرے اور اپنی رائے کو چھوڑ دے اور اگر حکم اُس کے نفع کا ہو مثلاً وہ حرمت کا مستند تھا اور حکم حلت کا ہو تو بعض مواضع میں لکھا ہے کہ اپنی رائے کو چھوڑ کر اُس کے حکم کی اتباع کرے اور اس میں اختلاف مذکور نہیں ہو اور استحسان میں ہو کہ امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جس چیز کو خود حرام جانتا ہو اسپر قاضی کے مباح کرنے کی طرف انتقادات نہ کرے اور امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہو کہ اسپر جماع ہو کہ اگر مبتلا بالحد و حد عامی ہو اور قاضی نے اُس کے واسطے حکم کیا تو باطن میں نافذ ہو جائیگا اور قضا ایک امر ملزم تمام لوگوں کے حق میں ہو پس عالم کے حق میں بھی ہوگی پس اگر عالم ہو گا تو اُس کے حق میں بھی باطن میں نافذ ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ الزام مقفی علیہ کی طرف ہو اور مقفی لہ کی طرف نہیں ہو اسی واسطے بدون اسکی طلب کے قاضی حکم نہیں دیتا ہو اور قاضی نے جو حکم اُس حکم میں غلطی ہو تو اسکی اتباع نہ کرنا کذا فی المحیط۔ لہذا درہشام میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اُسکو جنون مطہر ہو گیا اور اُس شخص کا والد موجود ہو پھر عورت نے

ماکانہ فیہ فیہ قاضی باہرہ رحمہ اللہ

دعویٰ کیا کہ اس شخص نے نکاح سے پہلے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی عورت نکاح میں لاوے تو اس پر تین طلاق ہیں تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قاضی اس کے باپ کو مخاطب بناوے اور اگر اس نے بنایا اور دیکھا کہ یہ تمام قول کچھ نہیں ہوا اور اس کو باطل کیا اور نکاح کو باقی رکھا پھر اس کا شوہر اچھا ہو گیا اور اس کے نزدیک اس قول سے طلاق واقع ہوئی ہو تو بھی اس عورت کے ساتھ رہنا اس کو جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر جائز نہیں ہے اور جاری میں کھایا ہو کہ اگر شوہر سالم تھا اور اس نے اس قول سے طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک عالم اور باہل اس باب میں برابر ہیں ہر ایک کو نفی کی رائے کی اتباع کرنا چاہیے اور غانیہ میں ہے کہ اس کے والد کو مخاطب بنانے کے واسطے امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اس کا جنون مطبق ہو اور جنون مطبق میں روایات مختلف ہیں اور باطنی اور شیخ الاسلام خواجہ زادہ نے ذکر کیا کہ جنون مطبق امام اعظم رحمہ کے نزدیک ایک مہینہ کا ہو و اس پر فتویٰ ہے اور روایات ظاہرہ اس بات میں متفق ہیں کہ اگر جنون ایک روز یا دو روز کا ہو کہ اس کا اعتدال نہیں ہے اور غیر شخص اس کا طبیب سے ختم نہیں ہو سکتا ہے اور ریشل اعظم کے اس کے تصرفات حالت افاقہ میں نافذ ہونے ہیں یہ تانا ترخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک فقہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طلاق ہے یعنی تجکو البتہ طلاق ہے اور یہ اس کے نزدیک تین طلاق ہیں اور اسی رائے کو اس نے جاری کیا اور عزم کیا کہ عورت اس کے لیے حرام ہے پھر اس کے بعد اس کی رائے اس پر قرار پائی کہ یہ اتنا ایک طلاق رہی ہو تو اسی رائے کو جو جاری کر چکا ہو باقی رکھے اور جو رائے بعد کو پیدا ہوئی اس کے موافق اپنی زوجہ نہ گردانے بخلاف حکم قاضی کے کہ اگر اس نے برخلاف رائے حکم دیا تو اس کی رائے پر عمل درآمد ہوگا۔ اور اسی طرح اگر ابتدا میں اس کی رائے میں ایک طلاق رہی تھی اور اس کے موافق اس نے عزم کیا کہ وہ اس کی عورت ہے پھر اس کے بعد اس کی رائے قرار پائی کہ یہ لفظ تین طلاق ہے تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی اور اگر ابتدا میں ایک طلاق رہی زعم کر کے اس کے موافق اس نے عزم کیا یہاں تک کہ اس کی رائے میں یہ لفظ تین طلاق معلوم ہو نہیں تو اس کو جائز نہیں ہے کہ اس کے ساتھ رہے اور اگر ابتدا میں اس کے نزدیک تین طلاق تھیں مگر اس نے اس پر عزم نہ کیا اور نہ اپنی رائے پر عمل کیا یہاں تک کہ اس کی رائے میں آیا کہ ایک طلاق رہی ہے اور اس کے موافق اس نے عمل کیا تو اس کو اس کے ساتھ قیام کرنا جائز ہے اور آئندہ کسی رائے سے حرام نہ ہوگی۔ اور اول متقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی فقہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق ہے البتہ یعنی تجکو البتہ طلاق ہے اور یہ اس کی رائے میں ایک رہی ہے اور یہ عزم کر کے کہ یہ اس کی عورت باقی ہے اس سے مراجعت کر لی پھر کسی دوسری عورت سے کہا کہ تو البتہ طلاق ہے یعنی تجھ پر طلاق ہے البتہ اور یہ وہ کہ جن کو طلاق دی اس کی رائے میں یہ لفظ تین طلاق تھیں تو اس سے کئے سے دوسری عورت اس پر حرام ہو گئی پس ایک لفظ کے کہنے سے ایک ہی حادثہ میں ایک عورت اس پر حلال ہے اور دوسری حرام ہو گئی اگر وہ شخص جو حادثہ میں مبتلا ہوا ہی فقہ صاحب رائے ہو اور اس نے دوسرے متقی سے فتویٰ لیا اور اس نے اس کی رائے کے برخلاف فتویٰ دیا تو اس کو چاہیے کہ اپنی رائے پر عمل کرے اور اگر وہ شخص جاہل ہو تو اس کو چاہیے کہ افضل عالم کی رائے پر عمل کرے اور یہ جائز فقہاء کے نزدیک ہے اور یہ اس کے حق میں بمنزلہ اجتہاد کے شمار ہو گا پس اگر وہ شخص جاہل ہو اور اس کو کسی متقی نے اپنی رائے میں فتویٰ دیا اور غرضی نے اس میں حادثہ میں برخلاف رائے سے متقی کہہ چکے ہیں دیا اور وہ حادثہ ایسی کچھ نہیں ہیں کہ اجتہاد جاری ہوتا ہے پس اگر حکم قطع اس کے

لے اور  
کے متقی  
۱۱۸



ضرر ہو ان کو چاہیے کہ قاضی کی رائے پر عمل کرے اور مفتی کے فتوے کی طرف التفات نہ کرے اگرچہ اس حادثہ میں مفتی قاضی سے زیادہ جانتا ہو اور اگر قضا اسکے نفع کے طور پر ہو تو ائین وہی اختلاف مذکور جاری ہے۔ نوادر ابن رشید میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص غیر فقیہ اپنی عورت کے حادثہ میں مبتلا ہوا پھر ایک فقیہ سے مسئلہ پوچھا اُس نے مثلاً لال یا حرام ہونے کا حکم دیا اور اُس نے اسپر عمل کیا پھر اسی فقیہ نے یاد دوسرے فقیہ نے اُسکی دوسری عورت کے حادثہ میں بعینہ ایسے ہی حادثہ میں اُسکو دوسرا حکم پہلے کے برخلاف دیا اور اُس نے اسپر عمل کیا تو دونوں حکم اُسکے لیے جائز ہیں مگر ایک شخص نے اپنی عورت کے حادثہ میں کسی فقیہ سے کوئی حکم دریافت کیا اُس نے مثلاً طلت یا حرمت کا حکم دیا پھر اُس نے اس حکم پر عمل نہ کیا اور دوسرے فقیہ سے دریافت کیا اُس نے پہلے مفتی کے برخلاف دوسرا حکم دیا اور اسپر اُس نے عمل کیا اور پہلا حکم پہلے مفتی کا ترک کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے پہلے مفتی کے قول پر عزم کر کے عمل کیا ہو اور پھر دوسرے مفتی نے اُسکو برخلاف پہلے حکم کے حکم دیا ہو تو اُسکو جائز نہیں ہے کہ پہلا حکم کہ جس پر عمل کیا ہی چھوڑ دے دوسرے مفتی کے فتویٰ پر عمل کرے اور امام محمد رحمہ نے کہا کہ یہ بالاجماع امام ابو حنیفہ رحمہ و ابو یوسف رحمہ کا اور ہمارا قول ہی اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر مرد مبتلا بالحادیۃ فقیہ نہ ہو اور وہ کسی حادثہ میں کسی فقیہ سے مستفتی ہوا اور اُس نے حرام یا حلال کچھ فتویٰ دیا اور اسپر اُس نے عزم نہ کیا یا تک کہ دوسرے نے اُسکے برخلاف فتویٰ دیا اور اُس نے دوسرے کے قول پر عمل کر دیا تو اُسکو چھوڑ کر پہلے کے قول پر عمل کرنا اُسکو جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرۃ اگر کسی شخص نے ہر عورت کی طلاق پر قسم کھائی اور کسی مفتی سے فتویٰ طلب کیا اور اُس نے قسم باطل ہونے کا فتویٰ دیا تو اُسکو جائز ہے کہ عورت کو رہنے دے اور نوازل میں ہے کہ اگر اُس نے اس مفتی کے فتویٰ کے موافق قسم باطل کر کے اس عورت کو رہنے دیا پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور دوسرے مفتی سے قسم کا مسئلہ پوچھا اُس نے قسم کو درست کہا تو دوسری عورت کو چھوڑ کر دے کذا فی التاتارخانیہ

مسئلہ قولہ فہم  
مجتہدین یعنی  
کہ وہ عورتوں سے  
تعلق کر کے  
فتویٰ دیتے ہیں  
مفتی کی طرف سے  
رد ہے

**انفیسوان باب** مسائل اجتہادی میں حکم قضا واقع ہونے کے بیان میں۔ قاضی اول کا حکم یا تو ایسی صورت میں واقع ہوا ہے کہ جس میں کوئی نص مفسر کتاب یا سنت متواتر سے یا جماع سے موجود ہے یا اس صورت میں واقع ہوا کہ میں اجتہاد واقع ہوا ہے خصوصاً ظاہرہ یا قیاس سے پس اگر پہلی صورت ہو اور وہ موافق کتاب و سنت متواتر اور جماع کے ہو تو دوسرے قاضی کو چاہیے کہ اُس کو نافذ کرے اور اُس کا توڑنا اُسکو حلال نہیں ہے اور اگر مخالفت ہو تو رد کر دے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم قاضی واقع ہوا تو یا وہ صورت ایسی ہوگی جسکے مجتہد فیہ ہونے پر جماع ہی یا اسکے مجتہد فیہ ہونے میں اختلاف ہوگا پس اگر اسکے مجتہد فیہ ہونے میں اختلاف ہو بلکہ جماع ہو پس یہ مجتہد فیہ یا تو مفتی ہی یا نفس قضا ہی پس اگر مقضی ہووے اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہووے تو دوسرا قاضی اُسکو رد نہ کرے بلکہ نافذ کرے اور اگر دوسرے قاضی نے اُسکو رد کیا اور وہ تیسرے کے سامنے پیش ہوئی تو تیسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے اور دوسرے کے حکم کو باطل کرے اور اگر نفس قضا میں اجتہاد جاری ہو یعنی اس طور پر مثلاً قضا جائز ہے یا نہیں جائز ہو مثلاً حرم الخمر یعنی آزاد پر منع تصرف کا حکم یا غائب پر حکم قضا جائز ہے یا نہیں یہ تو ایسی صورت میں اگر دوسرے قاضی کے اجتہاد میں پہلے قاضی سے مخالفت ہو تو اُسکو جائز ہے کہ پہلے کے حکم کو رد کرے مگر اگر قضا ایسی صورت میں واقع ہو کہ جس کے محل اجتہاد ہووے میں اختلاف ہی ہے

ام ولہ کی بیعت پس ایسی صورت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ امام ولہ کی بیعت میں صحابہ رضہ مختلف تھے کہ جائز یا نہیں اور امام محمد رحمہ کے نزدیک نافذ نہ ہوگی کیونکہ اختلاف اگرچہ پہلے تھا مگر بعد ازاں صحابہ اور تابعین متفق ہو گئے کہ اسکی بیعت ناجائز ہو تو محل اجتہاد ہونے سے محل گئی پس ایسی صورت میں اگر دوسرے قاضی کی رائے میں وہ صورت مجتہد فیہ ہو تو پہلے کی قضا کو نافذ کرے گا اور رد نہ کرے گا اور اگر اسکی رائے میں متفق علیہ ہو گئی ہو تو اسکی قضا کو نافذ نہ کرے گا بلکہ رد کر دے گا یہ برائے میں لکھا ہے۔ اور اگر نفس قضائین اختلاف ہو چنانچہ قاضی نے مثلاً غائب پر یا غائب کے لیے کچھ حکم دیدیا تو اس میں اختلاف ہی اور نہ نافذ ہونے کی روایت صحیح ہے۔ بحیط سرخی میں لکھا ہے۔ ابن ساعدہ رحمہ نے اپنی نوادر میں لکھا ہے کہ جس کام کا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو اور نہ کہ اس کام کا بلکہ دوسرے کام کا کرنا بھی مروی ہو یا کسی صحابی رحمہ سے کوئی فعل روایت ہو اور اسی صحابی سے یا دوسرے صحابی رحمہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہو اور لوگوں نے دونوں کاموں سے ایک پر عمل کیا یا دونوں میں سے ایک کو یا اور دوسرے فعل یا قول کو نہ لیا اور کسی نے اس کے موافق حکم نہ کیا تو وہ فعل منسوخ و متروک ہو اور اگر کسی کے موافق کوئی شخص ہمارے زمانہ میں حکم کرے تو جائز نہیں ہے اور اس سے ابن ساعدہ نے اشارہ کیا کہ اگرچہ اسنے منصوص کے موافق حکم دیا لیکن اجماع امت سے اسکا نسخ ثابت ہوا ہی اسلئے کہ کسی نے اس پر عمل نہ کیا پس منصوص پر عمل کرنا باطل ہو۔ پھر ابن ساعدہ نے فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اسکو جائز رکھیں گے جس میں لوگوں کا اختلاف ہو اور کسی حاکم شہر نے اس پر حکم لگایا پھر لوہوٹوں نے ایک کا حکم لیا اور بعضوں نے دوسرے کا اختیار کیا اور اس کا اہم میں اشارہ ہے کہ مجرّد اختلاف علماء سے کوئی شی محل اجتہاد نہیں ہوتی جو جب تک کہ علماء اسکو محل اعتبار نہ کریں چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فقہاء صحابہ میں سے تھے اور انھوں نے فتوہ کے ربو امین گفتگو کی تو اسکو محل اجتہاد نامعتبر رکھا گیا اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسپر بہت انکار کیا پس ایسا اختلاف معتبر نہیں ہے جتنے کہ اگر کوئی قاضی حکم دیوے کہ ایک درم بھوض دودرم کے بیچنا جائز ہے تو اسکا حکم جائز ہو گا۔ اور ابن ساعدہ نے جو فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اسکو جائز رکھیں گے جس میں لوگوں کا اختلاف ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ کسی محل کے مجتہد فیہ ہونے میں حقیقۃً اختلاف کا اعتبار ہو اور اسی کو خصاف رحمہ نے اختیار کیا ہے ولیکن ہمارا اور شافعی کا اختلاف معتبر نہیں کیا بلکہ متقدمین کا اختلاف معتبر رکھا اور متقدمین سے صحابہ اور جو لوگ آج کے ہم عصر تھے اولیہ کے تابعین سلف مراد ہیں۔ اور شیخ علی السعدی نے ایک مسئلہ میں اختلاف شافعی کا اعتبار کیا ہے جو آخر سیر کبیر میں ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ اگر کسی امام نے مشرکین عرب کو پاک کر دیا اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تو جائز ہے اور اس کے بعد دوسرے امام کو اس کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ یہ موضع اجتہاد ہے کیونکہ شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کا استرقاق یعنی نو بردی غلام بنانا جائز ہے اور اسلئے نفس الامنیہ سرخی نے قضا جامع میں ایک مسئلہ میں شافعی کا اختلاف معتبر رکھا ہے واضح ہو کہ قلع کے بارہ میں قاضی کا حکم دینا کہ وہ صحیح کما حقہ ہی بطلان ہی سے ہی اور مسائل اجتہاد کے ہو کیونکہ ان میں بھی صحابہ میں اختلاف تھا اور متقدمین میں ہو کہ یہاں اشارہ ہے کہ اختلاف کے بارہ میں اشتباہ دلیل کا اعتبار ہو اور حقیقت میں اختلاف ہونا ضرور نہیں ہے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں اور سیر کبیر میں ذکر کیا ہے اور ایسا ہی صاحب الاقبیہ نے ذکر کیا ہے اور سیر کبیر کے مسئلہ کی یہ صورت ہے کہ اگر

ام ولہ کی بیعت پس ایسی صورت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ امام ولہ کی بیعت میں صحابہ رضہ مختلف تھے کہ جائز یا نہیں اور امام محمد رحمہ کے نزدیک نافذ نہ ہوگی کیونکہ اختلاف اگرچہ پہلے تھا مگر بعد ازاں صحابہ اور تابعین متفق ہو گئے کہ اسکی بیعت ناجائز ہو تو محل اجتہاد ہونے سے محل گئی پس ایسی صورت میں اگر دوسرے قاضی کی رائے میں وہ صورت مجتہد فیہ ہو تو پہلے کی قضا کو نافذ کرے گا اور رد نہ کرے گا اور اگر اسکی رائے میں متفق علیہ ہو گئی ہو تو اسکی قضا کو نافذ نہ کرے گا بلکہ رد کر دے گا یہ برائے میں لکھا ہے۔ اور اگر نفس قضائین اختلاف ہو چنانچہ قاضی نے مثلاً غائب پر یا غائب کے لیے کچھ حکم دیدیا تو اس میں اختلاف ہی اور نہ نافذ ہونے کی روایت صحیح ہے۔ بحیط سرخی میں لکھا ہے۔ ابن ساعدہ رحمہ نے اپنی نوادر میں لکھا ہے کہ جس کام کا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو اور نہ کہ اس کام کا بلکہ دوسرے کام کا کرنا بھی مروی ہو یا کسی صحابی رحمہ سے کوئی فعل روایت ہو اور اسی صحابی سے یا دوسرے صحابی رحمہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہو اور لوگوں نے دونوں کاموں سے ایک پر عمل کیا یا دونوں میں سے ایک کو یا اور دوسرے فعل یا قول کو نہ لیا اور کسی نے اس کے موافق حکم نہ کیا تو وہ فعل منسوخ و متروک ہو اور اگر کسی کے موافق کوئی شخص ہمارے زمانہ میں حکم کرے تو جائز نہیں ہے اور اس سے ابن ساعدہ نے اشارہ کیا کہ اگرچہ اسنے منصوص کے موافق حکم دیا لیکن اجماع امت سے اسکا نسخ ثابت ہوا ہی اسلئے کہ کسی نے اس پر عمل نہ کیا پس منصوص پر عمل کرنا باطل ہو۔ پھر ابن ساعدہ نے فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اسکو جائز رکھیں گے جس میں لوگوں کا اختلاف ہو اور کسی حاکم شہر نے اس پر حکم لگایا پھر لوہوٹوں نے ایک کا حکم لیا اور بعضوں نے دوسرے کا اختیار کیا اور اس کا اہم میں اشارہ ہے کہ مجرّد اختلاف علماء سے کوئی شی محل اجتہاد نہیں ہوتی جو جب تک کہ علماء اسکو محل اعتبار نہ کریں چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فقہاء صحابہ میں سے تھے اور انھوں نے فتوہ کے ربو امین گفتگو کی تو اسکو محل اجتہاد نامعتبر رکھا گیا اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسپر بہت انکار کیا پس ایسا اختلاف معتبر نہیں ہے جتنے کہ اگر کوئی قاضی حکم دیوے کہ ایک درم بھوض دودرم کے بیچنا جائز ہے تو اسکا حکم جائز ہو گا۔ اور ابن ساعدہ نے جو فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اسکو جائز رکھیں گے جس میں لوگوں کا اختلاف ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ کسی محل کے مجتہد فیہ ہونے میں حقیقۃً اختلاف کا اعتبار ہو اور اسی کو خصاف رحمہ نے اختیار کیا ہے ولیکن ہمارا اور شافعی کا اختلاف معتبر نہیں کیا بلکہ متقدمین کا اختلاف معتبر رکھا اور متقدمین سے صحابہ اور جو لوگ آج کے ہم عصر تھے اولیہ کے تابعین سلف مراد ہیں۔ اور شیخ علی السعدی نے ایک مسئلہ میں اختلاف شافعی کا اعتبار کیا ہے جو آخر سیر کبیر میں ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ اگر کسی امام نے مشرکین عرب کو پاک کر دیا اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تو جائز ہے اور اس کے بعد دوسرے امام کو اس کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ یہ موضع اجتہاد ہے کیونکہ شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کا استرقاق یعنی نو بردی غلام بنانا جائز ہے اور اسلئے نفس الامنیہ سرخی نے قضا جامع میں ایک مسئلہ میں شافعی کا اختلاف معتبر رکھا ہے واضح ہو کہ قلع کے بارہ میں قاضی کا حکم دینا کہ وہ صحیح کما حقہ ہی بطلان ہی سے ہی اور مسائل اجتہاد کے ہو کیونکہ ان میں بھی صحابہ میں اختلاف تھا اور متقدمین میں ہو کہ یہاں اشارہ ہے کہ اختلاف کے بارہ میں اشتباہ دلیل کا اعتبار ہو اور حقیقت میں اختلاف ہونا ضرور نہیں ہے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں اور سیر کبیر میں ذکر کیا ہے اور ایسا ہی صاحب الاقبیہ نے ذکر کیا ہے اور سیر کبیر کے مسئلہ کی یہ صورت ہے کہ اگر

کسی مسلمان امام نے یہ اعتقاد کیا کہ مشرکین عرب سے جزیہ لیا جاسکتا ہے اور اس نے اس اعتقاد پر بڑی قبول کیا تو جائز ہے اگرچہ یہ سب کے نزدیک خطا ہے اور اس واسطے جائز ہے کہ یہ محل اجتہاد ہے یہ ذیفرہ میں لکھا ہے اور مسئلہ جس طرح خود مسلمان اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے مثل میں اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہے یہ بڑا یہ میں لکھا ہے اور مسائل اجتہاد میں حکم قاضی نافذ ہو جاتا ہے مگر یہ چاہیے کہ قاضی موافق اختلاف کو جانتا ہو اور مخالفت کے قول کو چھوڑ دے اور اپنی رائے پر حکم دے تاکہ جمیع علماء کے نزدیک صحیح ہو۔ اور اگر مواضع اختلاف واجتہاد کو نہیں جانتا ہے تو اس کے حکم قضا کے نافذ ہونے میں دو روایتیں ہیں اور واضح یہ ہے کہ نافذ ہوگا یہ عزیمت المسئنین میں لکھا ہے اگر صلح بین الامم میں کسی مدعی نے بدل صلح کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے دینا واجب نہیں آتا ہے کیونکہ صلح احکام سے نھی اور وہ فاسد ہے اور صحیح نہیں ہے اور یہی ابن ابی شیبہ اور شافعی کا قول ہے پھر اگر قاضی نے قول مخالفت کو باطل کیا اور صحت صلح کو ثابت کیا تو بالاجماع بال اتفاق روایات اس کی قضا نافذ ہوگی یہ حمیر الدین نے ذکر کیا ہے۔ اور شرح طحاوی اور جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور اس نے کسی مجتہد کی تقلید پر حکم دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ حکم اس کے مذہب کے خلاف تھا تو دوسرا اس کو نہیں توڑ سکتا ہے اور وہ خود توڑ سکتا ہے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جس کو غیر شخص نہیں توڑ سکتا ہے اس کو وہ خود بھی نہیں توڑ سکتا ہے۔ اور اگر قاضی مجتہد ہو اور اپنی رائے کو جانتا ہے اور اس نے دوسرے کی رائے پر حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہوگی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہوگی اور اگر وہ اپنی رائے کو بھول گیا اور دوسرے کی رائے پر حکم دینے کے بعد اپنی رائے یاد آئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہو جائیگی اور صاحبین رحمہ نے کہا کہ حکم قضا کو رد کر دے یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے اور فتویٰ صاحبین رحمہ کے قول پر یہ کذا فی الہدایہ اور فتاویٰ صوفی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ پیش نہیں ہوتے میں اختلاف ہوا اور اس زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ صاحبین رحمہ کے موافق فتویٰ دیا جاوے کیونکہ اپنے مذہب کا عہد چھوڑنے والا صرف کسی خواہش نفسانی سے چھوڑ چکا کوئی غرض عمدہ نہ ہوگی اور یہ سب حکم قاضی مجتہد میں ہے اور اگر قاضی مقلد ہو تو وہ فقط اس واسطے قاضی کیا گیا ہے کہ موافق مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثلاً حکم دیا کرے پس اس نے اگر مذہب کی مخالفت کی تو اس حکم میں معزول ہوگا نتیجہ فقہ میں ہے۔ اگر کسی مادہ میں جو محل اجتہاد ہے اپنی رائے سے حکم دیا پھر ایسا مقدمہ دوبارہ اس کے سامنے پیش ہوا اور اس کی رائے بدل گئی تو دوسری رائے پر عمل کرے اور اس سے رائے اول کا توڑنا لازم نہیں آتا ہے اور اگر تیسری بار اس کے سامنے پیش ہوا اور پھر اس کی رائے بدل کر پہلی رائے پر آئی تو اس پر عمل کرے اور دوسری رائے کی قضا اس قول سے باطل نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ صاحب الاقضية نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کی مان سے زنا کیا اور ہنوز اس نے اس عورت سے دخول نہیں کیا ہے پھر قاضی نے اس کو ڈرے مارے اور اس کی رائے میں وہ عورت اس پر حرام نہ ہوئی اور اس نے دونوں کو ساتھ رکھا تو اس کی قضا نافذ ہوگی۔ اور قدوری نے شرح میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے جماع کیا کہ جس کے ساتھ اس کے باپ یا بیٹے نے زنا کیا تھا اور قاضی نے اس کو تلامیج سکھانے کا قضا کا فتویٰ دیا تو اس کے خلاف میں اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نافذ نہیں ہوگی امام محمد رحمہ کے نزدیک نافذ ہے

مسئلہ: اگر قاضی نے کسی مجتہد کی تقلید پر حکم دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ حکم اس کے مذہب کے خلاف تھا تو دوسرا اس کو نہیں توڑ سکتا ہے اور وہ خود توڑ سکتا ہے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جس کو غیر شخص نہیں توڑ سکتا ہے اس کو وہ خود بھی نہیں توڑ سکتا ہے۔ اور اگر قاضی مجتہد ہو اور اپنی رائے کو جانتا ہے اور اس نے دوسرے کی رائے پر حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہوگی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہوگی اور اگر وہ اپنی رائے کو بھول گیا اور دوسرے کی رائے پر حکم دینے کے بعد اپنی رائے یاد آئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہو جائیگی اور صاحبین رحمہ نے کہا کہ حکم قضا کو رد کر دے یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے اور فتویٰ صاحبین رحمہ کے قول پر یہ کذا فی الہدایہ اور فتاویٰ صوفی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ پیش نہیں ہوتے میں اختلاف ہوا اور اس زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ صاحبین رحمہ کے موافق فتویٰ دیا جاوے کیونکہ اپنے مذہب کا عہد چھوڑنے والا صرف کسی خواہش نفسانی سے چھوڑ چکا کوئی غرض عمدہ نہ ہوگی اور یہ سب حکم قاضی مجتہد میں ہے اور اگر قاضی مقلد ہو تو وہ فقط اس واسطے قاضی کیا گیا ہے کہ موافق مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثلاً حکم دیا کرے پس اس نے اگر مذہب کی مخالفت کی تو اس حکم میں معزول ہوگا نتیجہ فقہ میں ہے۔ اگر کسی مادہ میں جو محل اجتہاد ہے اپنی رائے سے حکم دیا پھر ایسا مقدمہ دوبارہ اس کے سامنے پیش ہوا اور اس کی رائے بدل گئی تو دوسری رائے پر عمل کرے اور اس سے رائے اول کا توڑنا لازم نہیں آتا ہے اور اگر تیسری بار اس کے سامنے پیش ہوا اور پھر اس کی رائے بدل کر پہلی رائے پر آئی تو اس پر عمل کرے اور دوسری رائے کی قضا اس قول سے باطل نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ صاحب الاقضية نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کی مان سے زنا کیا اور ہنوز اس نے اس عورت سے دخول نہیں کیا ہے پھر قاضی نے اس کو ڈرے مارے اور اس کی رائے میں وہ عورت اس پر حرام نہ ہوئی اور اس نے دونوں کو ساتھ رکھا تو اس کی قضا نافذ ہوگی۔ اور قدوری نے شرح میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے جماع کیا کہ جس کے ساتھ اس کے باپ یا بیٹے نے زنا کیا تھا اور قاضی نے اس کو تلامیج سکھانے کا قضا کا فتویٰ دیا تو اس کے خلاف میں اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نافذ نہیں ہوگی امام محمد رحمہ کے نزدیک نافذ ہے

ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو۔ قاضی نے ایسی صورت کے ساتھ محتاج جائز ہونے کا حکم دیا کہ جسکی مان یا جسکی بیٹی کے ساتھ اس شخص نے زنا کیا ہو تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نافذ ہوگا یہ فصول سمدیہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی قاضی نے ام کی بیع جائز ہونے کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے میں صاحبہ غنیمین اختلاف تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں اسکی بیع جائز نہیں سمجھتے۔ اور ایسا ہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے پھر آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسکی بیع جائز ہے پھر متاخرین نے انہما کیا کہ بیع جائز نہیں ہو اور قول سنی یہ کہ ترک کیا۔ شمس المائتہ جلوانی نے کہا کہ یہ حکم نافذ نہ ہوتا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نافذ ہو جاتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اختلاف متقدمین کے بعد متاخرین نے اگر دونوں قولوں سے ایک پر اجماع کیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اختلاف متقدم اٹھ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں اٹھتا ہے اسلئے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ محل بہت فیہ نہ رہا اور ان دونوں کے نزدیک باقی رہا تو قضا نافذ ہوئی ہے اسلئے شمس المائتہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ اجماع متاخرین سے اختلاف متقدم اٹھ جانے میں اتفاق ہے تو عدم نفاذ کا حکم سب کے نزدیک ہوگا اور خصاف رحمہ اللہ تو اسے ذکر کیا کہ قضا نافذ نہ ہوگی اور کچھ اختلاف ذکر نہیں کیا ہے۔ اور باب اول اقصیۃ الجامع میں ہے کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے میں قاضی کا حکم دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر متوقف رہتا ہے اور یہی اصح ہے اور اگر دوسرے قاضی نے اسکو جاری کیا تو پھر کسی کو باطل کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر دوسرے نے باطل کر دیا تو پھر کسی کو اس کے نافذ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور ایسا ہی حکم ہر اس حادثہ میں ہے جس کے باب میں لوگوں میں اختلاف ہو کہ یہ مختلف قیدی ہو یا نہیں ہے۔ زیادات میں ہے کہ اگر اہل حرب کو مسلمانوں نے قید کر کے دارالاسلام میں رکھا پھر انہیں مشرکوں نے غلبہ کر کے قیدی پھین لیے مگر دارالحرب میں محفوظ نہ کیے پھر انہیں دوسرا فرقہ مسلمانوں کا غالب ہوا اور اس کے ہاتھ سے دارالاسلام میں پھین لیے تو قیدی پہلے فرقہ مسلمانوں کو دیے جائیں گے خواہ فرقہ ثانی نے انکو باجم تقسیم کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر فرقہ ثانی کے امام کی رائے میں یہ نفل مشرکوں کا احرار اور قبضہ و ملک تام ہووے تو البتہ فرقہ ثانی اس کے حقدار ہونگے یہ محیط میں لکھا ہے۔ سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر مشرکین مسلمانوں کے اسباب پر غالب ہووے اور چھین کر اپنے لشکر میں اسکا احرار کیا اور یہ دارالاسلام میں ہے پھر دارالحرب میں پہلے سے پہلے ایک ہمارے مسلمانوں کی ان پر غالب ہوئی اور وہ مال چھین لیا تو یہ مال اپنے اپنے مالکوں کا ہے اور اگر امام کو اس کا علم نہ ہو ایمان تک کہ اس نے اہل غنیمت کو یہ مال تقسیم کر دیا تو قیمت باطل ہوگی اور مال اس کے مالک کو دیا جائیگا۔ پس اگر امام نے مشرکوں کو چھین کر اپنے لشکر میں رکھا احرار تمام اعتقاد کیا ہے اور اس بنا پر اسے غنیمت کے ساتھ ملا کر اہل غنیمت کو تقسیم کیا پھر یہ مقدمہ کسی دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ ایسے قبضہ کو مشرکوں کے واسطے احرار نہیں سمجھتا ہے تو جو کچھ امام نے حکم دیا جائز ہے اور دوسرا قاضی اسکو بدل نہیں سکتا ہے اور آخر کی نظریہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے فاسقوں کی گواہی سے غنیمت پر فیصلہ کیا یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر کسی نائب پر محتاج کا حکم دیا تو قضا نافذ ہو جائیگی اگرچہ جو شخص قضا علی التراب کا قائل ہو وہ یہ کہتا ہے کہ محتاج میں عورتوں کی گواہی نہیں ہوتی تو اور نہ فاسق کی باطل گواہی جائز ہے لیکن چونکہ دونوں عورتیں مجتہدین ہیں سو اسلئے قاضی کا اعتقاد دونوں میں جاری ہوگا اور جو کچھ

۱۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۲۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۳۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۴۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۵۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۶۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۷۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۸۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۹۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو  
 ۱۰۔ جو کہ اس وقت تک نہ ہو



مذکور ہو اس باب میں صریح ہو کہ کافر کے مالک ہونے کا حکم صرف غلبہ سے بدون اس کے کہ وہ دار الحرب میں کسی مال مسلمان کو لے جائے اگر قاضی نے دید یا تو قضا نافذ ہو اور بعضوں نے کہا کہ شرح جامع منیر میں مذکور ہے کہ نافذ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی قاضی نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا اور کتاب الاستحسان میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ثقیان ثوری رحمہ کے نزدیک نافذ ہوگا قال المصنف رحمہ و ہواصح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافذ نہ ہوگا اور افضیۃ الباع میں ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ متفقہ رہتا ہے اگر دوسرے قاضی نے نافذ کیا تو نافذ ہے۔ اگر کسی ذبح کیے ہوئے جانور کے جسم پر قصد ذبح نے بسم اللہ اللہ بکرم یعنی اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا یا حلال ہونے کا حکم دیا تو نوہ درمیں مذکور ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافذ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نافذ نہ ہوگا۔ اگر حد یا قصاص میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ جو اس کی رائے کے مخالف تھا تو وہ اس کے حکم کو نافذ کرے اور باطل نہ کرے۔ سیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا خریدا اور اس پر سوار ہو کر جہاد کیا پھر دار الحرب میں آسمین کوئی عیب پایا پس اگر بائع لشکر میں اس کے ساتھ ہو تو اس سے مقدمہ کر لے اور اگر موجود نہ ہو تو چاہیے کہ اس پر سوار نہ ہو لیکن اپنے ساتھ ہانک لاوے یہاں تک کہ اس کو دارالاسلام میں لے آوے اور اگر وہ اپنی حاجت ذاتی کے واسطے سوار ہوا یا اپنا اسباب اس پر لا دو تو واپسی کا حق ساقط ہو جائیگا خواہ اس کو دوسرا گھوڑا دستیاب ہوا ہو یا نہ ہوا۔ اور اگر وہ شخص رام کے پاس آیا اور اس کو آگاہ کیا اور اس نے حکم دیا کہ سوار ہو تو واپسی کا حق باطل ہو گیا۔ اور اگر امام نے اس کو زبردستی سوار کیا اس جہت سے کہ اس کے جان کا خوف تھا اور اس سواری سے گھوڑے میں کچھ نقصان بھی نہیں آیا تو اس کو واپس کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اگر امام نے زبردستی نہ کی لیکن یہ کہا کہ تو سوار ہوئے اور تیرا حق واپسی برقرار ہے اور وہ سوار ہو گیا تو حق واپسی جاتا رہیگا پھر اگر اس کے بعد دونوں نے کسی قاضی کے پاس پیش کیا اور قاضی نے بطریق اجتہاد کے امیر لشکر کے کہنے کی وجہ سے اس کو بسبب عیب کے واپس کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا جس کی رائے میں پہلے قاضی کا فعل خطا ہی تو وہ پہلے کا حکم جاری کرے گا۔ اگر کسی قاضی نے یہ حکم دیا کہ جس شخص پر طلاق دینے کے واسطے زبردستی کیا وے اس کی طلاق باطل ہے تو قاضی کا حکم نافذ ہوگا۔ اگر قاضی نے کسی تکلف فی صورت میں حکم دیا اور اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ایسی صورت ہو تو آسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اس کی قضا نافذ ہو جائیگی اور اسی کی طرف امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الکراہین اشارہ کیا ہے اور ایسا ہی حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے اور علامہ مشائخ نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور اسی کی طرف سیر کبیر میں اشارہ ہے چنانچہ ابواب الفداء میں مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک غلام چھوڑا اور اس پر بہت قرضہ ہے پھر قاضی نے اس کے غلام کو فروخت کیا اور اس کا قرضہ ادا کیا پھر گواہ قاضی ہوئے کہ اس کے مالک نے اس کو مدبر کیا تھا تو قاضی کی بیع باطل ہوگی اور اگر قاضی اس کے مدبر ہونے سے واقف تھا پھر اس نے اس کا مدبر کیا تو ردیا اور اجتہاد کیا اور پھر اس کا قرضہ ادا کیا پھر دوسرا قاضی یہ کہنے سے اس فعل کو خطا نہ دیکھتا تو پہلے قاضی کی قضا نافذ ہوگی۔ اور ایسا ہی کتاب الرجوع میں اشارات میں مذکور ہے کہ اگر وہ قاضی گواہوں نے گواہی دی اور قاضی ان کی کیفیت سے واقف نہ ہوا اور اس نے ان کی گواہی پر

فیصلہ کیا پھر واقعہ ہوا پس اگر اُسکی یہ رائے تھی کہ محدود القذف کی گواہی تو یہ کرنے کے بعد مقبول ہوتی ہو تو قضا نافذ ہوگی اور اگر اسکے اعتقاد میں یہ بات نہ تھی تو اپنی قضا کو رد کر دے۔ اور اگر اسکو ابتداءً شہادت میں شاہد کا محدود القذف ہونا معلوم ہوا پس اگر اسے اجتہادی یہ ہو کہ ایسے گواہ کی گواہی بحت ہو تو قضا نافذ کرے ورنہ نہیں پس یہ کلام صریح ہے کہ اگر قاضی کو وہ صورت مجتہد فیہ معلوم ہو تو اُسکی قضا نافذ ہوگی ورنہ نہیں اور اسی کی طرف ہمارے میں بھی اشارہ ہے اور ایسا ہی قصاف رحم نے ذکر کیا ہے کذا فی المہیط۔ صورت مجتہد فیہ میں اگر قاضی نے حکم کیا اور محکو اسکا علم نہیں ہو تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور صرف اس صورت میں نافذ ہوگی کہ جب اسکو مجتہد فیہ ہونا معلوم ہو اور شمس المآثر میں فرمایا کہ یہی ظاہر المذہب ہے یہ عزائمہ المتقین میں لکھا ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ قاضی کو اس صورت کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہونے کی جو شرط ہے اگرچہ ظاہر المذہب ہو لیکن فتوے اسکے برخلاف ہیں جو اہل اربعین میں لکھا ہے۔ اور یہاں ایک شرط مجتہدات میں نفاد قضا کے لیے اور بھی ہے کہ حکم حادثہ ایسا ہو باوجود کہ جس میں قاضی کے سامنے ایک قسم کی دوسرے قسم کی طرف خصوصیت صحیحہ جاری ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر محدود القذف کی شہادت پر تو یہ کہ بعد قاضی نے فیصلہ کیا اور اُسکی رائے میں اُسکی گواہی بحت ہو تو اُسکی قضا اس واسطے نافذ ہوگی کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے۔ اور اقضیۃ الجامع میں نے امام عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے قطعیاً نقل کیا ہے کہ اگر محدود القذف کی شہادت پر بعد توبہ کے قاضی نے فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا قاضی اس قضا کو آس وقت باطل نہ کرے گا جب اول قاضی کے نزدیک یہ شہادت حق ہو اور دوسرے قاضی کو بھی معلوم ہو کہ پہلا قاضی اسکو حق بات سمجھتا ہے یا اسکو پہلے قاضی کا حق بات سمجھتا ہے یا اسکو دوسرے قاضی کو معلوم ہو کہ محدود القذف کی گواہی پہلے قاضی کے نزدیک درست نہیں ہو مثلاً پہلے قاضی نے اس کے سامنے کہا کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کہ محدود القذف کی گواہی اگرچہ وہ توبہ کر لے مقبول نہیں۔ صحیح ہے تو دوسرے قاضی کو اختیار ہے کہ پہلے قاضی کے حکم کو باطل کر دے کذا فی المہیط۔ اگر کوئی قاضی خود محدود القذف ہے یا ولس نے توبہ کرنے سے پہلے کوئی حکم جاری کیا تو دوسرا قاضی لامحالہ اسکو باطل کرے گا حتیٰ کہ اگر اس نے نافذ کیا اور تیسرے کے سامنے پیش ہوا تو تیسرے قاضی کو باطل کرنا چاہیے کیونکہ وہ قاضی بالاجماع صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو دوسرا حکم بھی مخالف اجماع و باطل ہوگا۔ لیکن اگر محدود القذف قاضی نے توبہ کے بعد فیصلہ کیا تو بھی ہمارے نزدیک نافذ ہوگا و لیکن دوسرا قاضی اسکو نافذ کر سکتا ہے اور اگر اسے نافذ کیا اور تیسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو باطل نہیں کر سکتا یہ خصاف رحم کے ادب القاضی میں مذکور ہے۔ اور قاضی فاسق نے اگر حکم دیا اور دوسرے قاضی نے اسکو باطل کیا تو تیسرا قاضی اسکو نافذ نہیں کر سکتا ہے یہ عین صریح میں لکھا ہے۔ اگر قاضی اندھا ہے اور اس نے فیصلہ کیا تو اسکا نفاد دوسرے قاضی کے نافذ کرنے پر موقوف ہے اور جب اسے نافذ کیا تو تیسرا قاضی اسکو باطل نہیں کر سکتا ہے اور اگر ثانی نے اسکو باطل کیا اور اُسکی رائے میں بھی باطل ہو یا باطل ہو یا اگر قاضی نے اجتہاد و وجہ اور دوسرے شخص کی گواہی پر دوسری زوج کے واسطے فیصلہ کیا یا والد کی گواہی پر اس کے بیٹے کا فیصلہ کیا یا بیٹے کی گواہی پر باپ کا فیصلہ کیا تو نافذ ہوگا یہاں تک کہ دوسرے قاضی کو اس کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ اس کی رائے میں یہ باطل ہو یہ تا تا ر غامہ میں لکھا ہے اگر ایک صورت نے میان

[illegible]

اور بی بی دونوں میں رضاعت واقع ہونے کی گواہی دی کہ میں نے دونوں کو مثلاً دودھ پلایا ہی اور قاضی نے تفریق کر دی تو اسکی قضا رد کر دیا وگئی یہ فصول عادیہ میں لکھا ہی قال المحترم ہذا الحكم فی ہذا المسئلة مشکاة فائدہ لولم یعتبر فیما خلافتہ النص فلا اقل من ان نکون مجتہدا فیہما قلیتا مل۔ اور قاضی مطلق نے اگر ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر حدود اور قصاص میں فیصلہ کیا اور اسکی رائے میں یہ جائز ہو تو نافذ ہو گا کیونکہ اختلاف نہایت قضا میں ہی اور بعض لوگ اسکو جائز رکھتے ہیں اور وہ شریع رحمہ اللہ تعالیٰ تابعی ہیں یہ تا تا رفا نیہ میں لکھا ہی فتاویٰ قاضی طہیر الدین میں ہے کہ اگر عورتوں کی گواہی پر حد یا قصاص میں فیصلہ کیا تو اسکی قضا نافذ ہو گی اور غیر کو اختیار نہیں ہو گا کہ اس کو باطل کر دے جبکہ اس سے یہ خواہش کی جائے کیونکہ ایسا فیصلہ جائز ہونا شریع رحمہ اور ایک جماعت تابعین سے مروی ہے یہ فصول عادیہ میں لکھا ہی۔ اگر قاضی نے دو گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کیا پھر معلوم ہوا کہ دونوں کافر تھے تو فیصلہ رد کر دیا جاوے گا کیونکہ ظاہر ہوا کہ حکم اسکا خلاف اجماع ہی اور اگر ظاہر ہوا کہ دونوں غلام تھے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر واضح ہوا کہ دونوں انہ سے تھے تو غش الاثمہ سرخسی نے کہا کہ اسکا حکم محدود القذت کا ہی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ غلاموں کے مانند ہو اور جو کچھ مختصر میں مذکور ہے ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔ غلام یا لڑکے یا نصرانی سے قضا طلب کی گئی اور اسنے کسی مقدمہ میں حکم قضا دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہوا اور اسنے جائز رکھا اور جاری کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور یہ حکم طفل اور نصرانی کے حق میں ظاہر ہی اور غلام کے حق میں مشکل ہی کیونکہ امام مالک و شریع کے نزدیک غلام گواہی کی صلاحیت رکھتا ہی پس قاضی ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی پس جب دوسرے قاضی کا نافذ کرنا اس کے ساتھ ملایا گیا تو اس کی قضا نافذ ہونی چاہیے جیسا محدود القذت کا حکم ہے۔ اگر کوئی عورت کسی مقدمہ میں قاضی بنائی گئی تو اس کا فیصلہ سوائے حدود و قصاص کے سب میں درست ہی اور اگر اس نے حدود و قصاص میں حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس اسکا مراجعہ کیا گیا اور اس نے جاری کیا تو نافذ ہو جائیگا اور خانیہ میں ہی کہ غیر کو اسکا باطل کرنا نہیں ہو چتا ہی اور شیخ الاسلام علی ہر دو ہی رحمہ اللہ قضا نے ذکر کیا کہ نافذ نہ ہو گا یہ تا تا رفا نیہ میں لکھا ہی۔ اگر کسی قاضی نے قسامت میں قتل کا حکم کیا تو نافذ نہ ہو گا اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مقتول کسی محلہ میں پایا گیا اور اولیا و مقتول نے کسی شخص پر قتل کا دعوے کیا تو بعض علماء نے فرمایا اور یہی قول امام مالک کا اور قدیم قول شافعی کا ہی کہ اگر مدعا علیہ اور مقتول میں کھلی عداوت تھی اور رسولے مدعا علیہ کے اور کسی کے ساتھ اس کی عداوت ظاہر نہ تھی اور اس کے محلہ میں آنے اور مقتول کے پالنے پالنے میں تھوڑی مدت ہی تو قاضی مقتول کے ولی سے اس کے دعویٰ پر قسم دیگا پس اگر اسنے قسم کھالی تو قصاص کا حکم دیگا اور چاہے نزدیک اس مقدمہ میں دیت اور قسامت ہو کذا فی المحیط اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ اسکو باطل کر دے کیونکہ یہ حکم اجماع کے خلاف ہی کیونکہ امام مالک کا یہ میں موجود نہ تھے پس اتکا قول معتبر نہ ہو گا یہ خصات رحمہ اللہ تعالیٰ کے ادب القاضی میں ہی ذخیرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام ابو الحسن السعدی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اور غیرت منقطعہ ہی اور عورت کے نفقہ کے واسطے کچھ نہیں چھوڑ گیا اور یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا پھر اس قاضی نے ایسے عالم کو لکھا کہ میرے نزدیک نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے یہ ان کی گواہی جائز ہی اور اس نے

ملک نصرانی کی صلاحیت نہیں ہو گی  
یہی قول ہے امام مالک و شریع کے  
مقتول کے ولی سے اس کے دعویٰ پر قسم دیگا پس اگر اسنے قسم کھالی تو قصاص کا حکم دیگا اور چاہے نزدیک اس مقدمہ میں دیت اور قسامت ہو کذا فی المحیط اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ اسکو باطل کر دے کیونکہ یہ حکم اجماع کے خلاف ہی کیونکہ امام مالک کا یہ میں موجود نہ تھے پس اتکا قول معتبر نہ ہو گا یہ خصات رحمہ اللہ تعالیٰ کے ادب القاضی میں ہی ذخیرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام ابو الحسن السعدی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اور غیرت منقطعہ ہی اور عورت کے نفقہ کے واسطے کچھ نہیں چھوڑ گیا اور یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا پھر اس قاضی نے ایسے عالم کو لکھا کہ میرے نزدیک نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے یہ ان کی گواہی جائز ہی اور اس نے









عورت نے یا اسکی بیٹی نے عداوت کرنے سے قائل کو معاف کیا اور قاضی نے اس معاف کرنے کو باطل بانا کیونکہ اسکی  
 راسے میں عورتوں کی طرف سے عفو نہیں اور نہ انکا قصاص میں کچھ حق ہی جیسا کہ بعض علماء کا مذہب ہی اور اسنے اس شخص کے  
 قصاص میں قتل کیے جانے کا حکم دیدیا اور قتل ہونے سے پہلے یہ مقدمہ ایسے قاضی کے سامنے مرفوع ہوا جو عورتوں  
 کے عفو کرنے کو صحیح جانتا ہو تو دوسرا قاضی قصاص کے حکم کو باطل کر دینگا اور اس عفو کو نافذ کرے گا۔ اور اگر اس شخص  
 کے قتل ہونے کے بعد پیش ہوا تو اسکا حکم جاری ہو گیا ہی پس دوسرا قاضی اس امر میں کچھ تعرض نہ کرے گیسا ہی  
 خصاف رح اور صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا ہو اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یوں کہنا چاہیے کہ جس شخص کے لیے قصاص  
 لینے کا حکم ہو اگر وہ عالم تھا تو اس سے قصاص لیا جاوے اور اگر جاہل تھا تو اس سے دیت بجاوے یہ محیطین لکھا ہے۔  
 خلاصہ میں ہو کہ اگر ثمری مرہون یا مستاجر کی بیع کی اجازت دیدی ہو تو نافذ ہو جائیگی۔ اور جامع الفتاویٰ سے میں ہو کہ اگر قاضی  
 کے سامنے جھوٹے گواہ پیش ہوے کہ کسی شخص کی باندی اسکی بیٹی ہو اور اس نے اسکا حکم دیدیا تو وہ حکم میں اسکی بیٹی  
 ہو کہ اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہو اور اسکی میراث سے کچھ مال اسکو کھانا طلال نہیں ہو اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ  
 تقالے کے نزدیک ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تقالے نے فرمایا کہ مال میراث کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہو۔ اگر ایک گواہ  
 کی گواہی پر اپنے پسر کے نکاح ہونے کا حکم دیدیا تو قضا نافذ نہوگی۔ اور اگر گواہوں کی گواہی پر ایک مہری وصیت پر حکم کیا  
 بدون اس کے کہ وہ وصیت گواہوں کے سامنے پڑھی گئی ہو تو دوسرا قاضی اس حکم کو نافذ کر دے گا اور اسی طرح اگر  
 اپنے دیوان کے کسی چیز پر فیصلہ کیا اور وہ خود اسکو بھولا ہوا ہی یا گواہوں کی گواہی پر ایک نوشہہ کا فیصلہ کیا کہ  
 گواہوں کو نہیں باد ہو کہ اس میں کیا لکھا ہو لیکن وہ لوگ اپنا خط اور مہر پہناتے ہیں تو دوسرا قاضی بھی اسکو نافذ کھینگا  
 مگر اول قاضی کو یہ کرنا نہ چاہیے تھا اور یہ سب امام اعظم رحمہ اللہ تقالے اور ابو یوسف رحمہ اللہ تقالے اور زفر رحمہ اللہ  
 تقالے کے قیاس پر ہو۔ غانیہ میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی قسم کھائی کہ اگر وہ شخص  
 گوشت کھاوے تو اسکی سورت پر طلاق یا اسکا غلام آزاد دی پھر اسنے پھلی کھائی پھر عورت نے قاضی کے سامنے پیش  
 کیا کہ وہ پھلی کو گوشت میں شامل جانتا تھا اسنے دونوں میں جدا کی کر دی پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ  
 اسکے نزدیک پھلی گوشت میں شامل نہیں ہو تو دوسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے گا یہ تا تار غانیہ میں لکھا ہو۔ اگر قرضدار  
 نے طالب سے کہا کہ اگر میں تیرا قرض آج نہ ادا کروں تو میری عورت پر تین ملاق ہیں اور قرض خواہ روپوش ہو گیا اور قرضدار  
 کو خوف ہوا کہ اگر وہ آج نہ ظاہر ہوا تو میں اپنی قسم میں جھوٹا ہو گیا یعنی سورت پر طلاق ہو جا دیگی اور اسنے قاضی کو اطلاع  
 دی پھر قاضی نے غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا اور وکیل کو حکم دیا کہ مطلوب سے مال یوے تاکہ وہ قسم میں جھوٹا  
 نہو اور آپر دوسرے مالک نے بھی حکم دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تقالے نے فرمایا کہ جائز نہیں ہو کہ قاضی الاقضیہ اور سب  
 کا قول ہو اگرچہ بالخصوص امام ابو یوسف رحمہ اللہ تقالے کو ذکر کیا ہو۔ اور ناطقی نے ذکر کیا کہ وکیل مقرر کرے اور اسکے  
 قبضہ کر لینے سے اسکی قسم جھوٹی نہوگی اور ناطقی نے کہا کہ اسی پر فتوے ہیں یہ فصول حمادیہ میں ہیں۔ اگر امام المسلمین  
 کسی ملک پر غالب آیا اور اہل حرب کے ساتھ جان و مال کا احسان کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار ہو اور اسکے جان و مال پر  
 چیز مقرر کرے اور زمین پر خراج مقرر کرے لیکن زمین کی زیادہ پیداوار اسکے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 کی مقدار مقررہ سے زیادہ خراج نہ مقرر کرے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تقالے کے نزدیک ہی اور امام

دستور  
مجلس  
امین  
کتابخانه  
ملی  
تهران

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہو اور اس پر اجماع ہو کہ کسی پیداوار کی وجہ سے کم کر دے پھر اگر زیاج مقررہ سے کم یا نہ ہونے کے بعد وہ زمین ایسی ہو گئی کہ جس میں زیادہ پیداوار ہو تو اس پر وہی وظیفہ مقررہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر کر سکتا ہو اور اگر امام نے اس زمین پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقررہ خراج باندھا تو بالاجماع اسکو زیادہ کر سکتا کی اجازت نہیں ہے اگرچہ زمین میں اس سے زیادہ خراج اٹھانے کی طاقت ہو اور اسی طرح اسکو تحویل خراج کی اجازت نہیں ہے مثلاً پہلا خراج درم تھا تو اب اسکو ہائی کر لینا جائز نہیں ہے یا اسکا عکس کیا تو بھی روا نہیں ہے۔ پھر اگر اس نے اس وظیفہ مقررہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر زیادتی کی یا تحویل خراج کی اور اسکا حکم آپر جاری کر دیا اور اسکی یہ سبب اجتہادی غلطی ہے بجائے اس کے دوسرا ولی ملک پیدا اور اس کی رائے برخلاف ہو پس اگر پہلے امام کا فعل ان ذمیوں کی خوشی خاطر سے تھا تو دوسرا ولی اسکو جاری رکھے اور اگر بدولت کی خوشی خاطر کے تھا تو دوسرے کا فعل ان ذمیوں کی خوشی خاطر سے فتح ہوئی تھی پھر امام المسلمین نے آپر احسان کیا تو بھی دوسرا ولی پہلے کے فعل کو جاری رکھے اور اگر بطور صلح کے فتح ہوئی اور پھر امام اول نے خراج مقررہ میں بڑھایا یا تحویل کی تو دوسرا ولی اس کا حکم توڑ دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے

**بیسواں باب** بسین قضاے قاضی جائز ہے اور جہین نہیں جائز ہے ان صورتوں کے بیان میں۔ جانتا چاہیے کہ انسان کو اپنے فضل کا قاضی ہونا نہیں جائز ہے پس اگر قاضی نے اپنے واسطے کسی وجہ سے یا کل وجہ سے حکم کیا تو اسکی قضا نافذ نہ ہوگی بان استقدر فرق ہو کہ اگر کل وجہ سے اُس نے اپنے واسطے حکم کیا تو دوسرے قاضی کے نافذ کرنے سے بھی نافذ ہوگا اور اگر ایک وجہ سے حکم کیا تھا تو نافذ نہ ہوگا۔ اور اگر غیر کے واسطے کل وجہ سے حکم کیا پس اگر قاضی بالیقین قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا تو قضا نافذ نہ ہوگی اگرچہ دوسرے قاضی نے نافذ کی ہو اور اگر اسکی صلاحیت میں اختلاف ہو اور دوسرے قاضی نے نافذ کی تو بالاجماع نافذ ہوگی۔ اور اگر قضاے قاضی میں اختلاف ہو کہ کل وجہ سے اُس نے غیر کے واسطے حکم دیا ہو یا کسی وجہ سے غیر کے واسطے اور کسی وجہ سے اپنے واسطے حکم کیا ہو تو دوسرے قاضی کے جاری کرنے سے نافذ ہوگی۔ کتاب الوکالۃ میں ہے کہ اگر قاضی نے اپنے ایک دار کے فروخت کرنے یا اجارہ دینے کے واسطے یا اپنے ہر حق کے جو دوسرے کی طرف آتا ہے نالیش کرنے کے واسطے یا دوسرے کی نالیش کی جوابدہی کے واسطے کوئی وکیل کیا تو جائز ہے مگر قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنے وکیل یا وکیل الوکیل کے واسطے حکم دیے اور اسی طرح اپنے باپ کے وکیل کو واسطے یا دادا پردادا وغیرہ ایسے بزرگوں کے وکیل کے واسطے یا بیٹے یا پوتے یا پردوتے وغیرہ ایسے خردوں کے وکیل کے واسطے حکم نہیں دے سکتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے غلام یا مکاتب یا اپنے ایسے رشتہ دار کے غلام یا مکاتب کو واسطے بسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں ہو حکم نہیں دے سکتا ہے اور اسی طرح اپنے شریک کے واسطے جسکو شرکت مفادہ یا شرکت عمان ہے حکم دینا درست نہیں ہے بشرطیکہ خصوصیت مال شرکت میں ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایسا شخص وکیل ہو جائے جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں ہو تو قاضی کو اس کے واسطے حکم دینا درست نہیں ہے جیسے والدین یا اولاد یا زوج یا زوجہ ہمارے نزدیک یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے قاضی کے لیے تہائی مال کی وصیت کی اور وصی کسی اور شخص کو کیا تو قاضی کو اس وصیت کے واسطے کسی شئی کی قضا درست نہیں ہے اور اسی طرح اگر قاضی میت کے وارثوں میں سے ہو تو وصیت کے واسطے کچھ حکم نہیں دے سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر وصی لہ قاضی کا بیٹا یا انکی عورت وغیرہ ایسے شخصوں میں سے ہو جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں یا ان لوگوں کا غلام ہو تو بھی

[illegible]

عورت وغیرہ ایسے شخصوں میں سے ہمہ جگہ حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں یا آن لوگوں کا غلام ہو تو بھی



یہی حکم ہو۔ اور اسی طرح اگر قاضی وکیل ہو وسی کی طرف سے میراث میت کے باب میں تو بھی یہی حکم ہو کیونکہ ظاہر میں قضا خود قاضی کے لیے ہوگی۔ اسی طرح اگر قاضی کا قرضہ میت پر آتا ہو تو میت کے لیے کچھ حکم دینا درست نہیں ہے۔ اگر دونوں بناموں میں سے ایک نے قاضی کے غلام یا بکاتب یا بیسے شخص کو جس کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں ہوگی وکیل کیا تو قاضی کو جائز نہیں ہو کہ وکیل کے لیے اس کے خصم پر کچھ حکم کرے کیونکہ ظاہر میں قضا وکیل کے واسطے ہوگی اگر کسی شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا ہو وکیل قاضی ہو گیا تو اس کو اختیار نہیں ہو کہ اپنی وکالت کے مقدمہ میں کچھ حکم کرے کیونکہ قضا میں حیث الظاہر ہی کے واسطے واقع ہوگی اور اس کو یہ بھی اختیار نہیں ہو کہ اپنے موکل کی طرف سے وکیل قائم کرے کیونکہ اگر اس نے حکم قضا وکیل کیا تو قضا رے الغائب ہو اور اگر حکم وکالت وکیل کیا تو یہ وکیل ایسا ہوا کہ موکل نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے پھر اس نے وکیل مقرر کیا تو جائز نہ ہو گرفتاری کو یہ اختیار نہیں ہو کہ اس وکیل کے واسطے فیصلہ کرے **مسئلہ** المترجم اعلم ان فی المسائل کلھا اندلالتی لہ وین فی شئ منھا اندلالتی علیہ قال و ہذا علی الخلفان الذی قد مر فتدکر واللہ اعلم جامع کسیرین لکھا ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اس کے ختمت کرنے کو گون پرہن کچھ قاضی پرہی اور کچھ قاضی کی جو رو یا بیٹے وغیرہ پر جلی گواہی قاضی کے حق میں قبول نہیں ہو پھر ایک شخص نے اس قاضی کے پاس دعویٰ کیا کہ میت نے مجھے وصی کیا ہے۔ پس واضح ہو کہ یہاں تین مسئلہ ہیں ایک یہی جو مذکور ہوا اور اس مسئلہ میں یہ حکم ہو کہ اگر قاضی نے اس کی وصایت کا حکم دیا تو مستحسناً درست ہے جتنے کہ اگر کسی نے ان قرضداروں میں سے اسی وصی کو قرضہ ادا کیا تو بری ہو جائیگا اور اگر یہ فیصلہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو جاری رکھیگا اور باطل نہ کریگا اور اگر قاضی نے اس کی وصایت کا حکم نہ کیا جتنے کہ قاضی نے یا کسی دوسرے قرضدار نے قرضہ ادا کیا پھر اس کے وصی ہونے کا حکم کیا تو اس کا فیصلہ صحیح نہیں ہوتے کہ وارثوں کو اختیار ہو کہ اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کریں اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ حکم باطل کر دے گا اور اگر اس نے جاری کیا تو باطل ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں قاضی اور اس کی جو رو اور بیٹے کا ایک حکم رکھا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اس کے ذاتی حق میں جو جو رو اور بیٹے کے حق میں اس کے خلاف ہونا چاہیے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اس کے بیٹے کے حق میں نہ ہو رہا وہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر درست ہے اور جو رو کے حق میں جو جواب ہو وہ بالکل ناستقیم ہے اور بعض کتابت میں لکھا ہو کہ قاضی کا حکم عورت کے واسطے دوسرے قاضی کے قضا پر متوقف ہو۔ اگر کسی نے وصی ہوئے کا دعویٰ نہ کیا جتنے کہ قاضی نے اس کو وصی مقرر کیا پھر قاضی نے یا بعض قرضداروں نے قرضہ اس کو دیدیا تو وصی کرنا اور مقرر کرنا جائز اور قرضہ دینا جائز ہے اور اگر پہلے قرضہ دیدیا پھر اپنی واسطے سے وصی مقرر کیا تو مقرر کرنا صحیح نہیں ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس صورت میں بھاسے وصیت کے کسی نے نسب کا دعویٰ کیا کہ وہ شخص میت کا بیٹا ہے اور وارث ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس کو قرضہ ادا کر دینے کے بعد اس کے نسب کا حکم دیدیا تو قضا یا قرضہ ہوگی اور اگر اسے قرضہ سے پہلے حکم دیا تو نافذ ہوگی تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بھاسے وصیت یا نسب کے دعویٰ کے وکالت کا دعویٰ ہو مثلاً قرض خواہ غائب ہو گیا اور ایک شخص نے اگر وکالت کا دعویٰ کیا کہ قرض خواہ

مسئلہ فی ہندو کتابہ قاضی بابہ قضا و جائز و ناجائز میں لکھا ہے کہ اگر قاضی نے اس کے بیٹے کو قرضہ ادا کر دیا تو وصی کرنا اور مقرر کرنا جائز اور قرضہ دینا جائز ہے اور اگر پہلے قرضہ دیدیا پھر اپنی واسطے سے وصی مقرر کیا تو مقرر کرنا صحیح نہیں ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس صورت میں بھاسے وصیت کے کسی نے نسب کا دعویٰ کیا کہ وہ شخص میت کا بیٹا ہے اور وارث ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس کو قرضہ ادا کر دینے کے بعد اس کے نسب کا حکم دیدیا تو قضا یا قرضہ ہوگی اور اگر اسے قرضہ سے پہلے حکم دیا تو نافذ ہوگی تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بھاسے وصیت یا نسب کے دعویٰ کے وکالت کا دعویٰ ہو مثلاً قرض خواہ غائب ہو گیا اور ایک شخص نے اگر وکالت کا دعویٰ کیا کہ قرض خواہ



میرے مول کے ہزار درم بچہ فرض ہیں تو مدعا علیہ کہیگا کہ فلان شخص نے مجھے اس شرط پر وکیل کیا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ یہ شرط پائی گئی یا نہیں پس وکیل مدعی شرط پائے جانے پر گواہ پیش کریگا پس قاضی شرط پر حکم دیگا لیکن اس صورت میں مثال کے اختلاف کیا ہو کہ ایسی شرط کے اثبات میں جس میں غائب کا حق ہو کوئی شخص خصم قائم ہو سکتا ہو یا نہیں اور صحیح یہ ہو کہ نہیں ہو سکتا ہو جبکہ ایسی شرط ہو کہ میر کو اس سے ضرر پہونچے اور صحیح صورت وہ ہے جو امام محمد نے جامع میں ذکر کی ہے کہ جب کوئی شخص غائب پر قرضہ ثابت کرنا چاہے تو ایک شخص کو چاہیے کہ وہ قرض خواہ سے کہے کہ جو کچھ تیرا فلان شخص غائب پر چاہیے میں نے اسکی کفالت کی پھر قرض خواہ اس کفیل کو قاضی کے حضور میں حاضر کرے اور کہے کہ میرے فلان شخص غائب پر ہزار درم ہیں اور یہ شخص میرے تمام حقوق کی جو فلان غائب پر ہیں کفالت کرتا ہے اور اس کی کفالت سے پہلے میرے آپہ ہزار درم ہیں تو کفیل کفالت کا اقرار کرے گا اور مال سے انکار کرے گا اور اسکا انکار صحیح ہو پھر جب مدعی نے گواہ پیش کیے کہ مدعی کے ہزار درم فلان غائب پر اس کفیل کی کفالت سے پہلے سے چاہیے ہیں تو اسے گواہ مقبول ہونگے اور کفالت اور مال دونوں کا حکم دیا جاوے گا۔ اور اسی طرح اگر یہ کفالت اسطرح پر قاضی کے سامنے واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہو۔ اور کفالت غائب کے حکم سے ہونا یا بال حکم ہونا دونوں اس صورت میں یکساں ہیں یہ ہمیں یہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غائب پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس شخص نے غائب کی طرف سے ان ہزار درم کی خواہ پر کرتے ہیں اس کے حکم سے میرے واسطے کفالت کی ہو تو یہ صورت اور صورت سابقہ مساوی ہے۔ اور اگر دعویٰ کیا کہ میرے فلان غائب پر ہزار درم ہیں اور اس شخص نے میرے واسطے اسکی طرف سے جو میرا سپرد ہے ہو اسکی کفالت کر لی اور یہ نہ کہا کہ اس کے حکم سے اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس شخص حاضر پر ہزار درم کا حکم دیگا اور یہ قضا علی الغائب نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ بیان تحریری لینے میں دوگون نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ کسی حال میں اسکو نہ لے اور نہ پڑھے اور بعضوں نے کہا کہ جب وقت چھو جائے کہ واسطے بیٹھے اسوقت نہ لیگا اور اگر اپنے مکان یا اس کے قرائین ہو تو لے لیوے اور اسکو پڑھ لے اور یہ ہمارا مذہب ہے کہ جو کہ خلاف راہدین بیان تحریری لینے تھے اور ان کے بعد کے امیر و خلیفہ بھی لینے تھے اور یہ اسواسطے ہے کہ یہ ہو سکتا ہو کہ کوئی خاص اجماع ہو کہ وہ قاضی کی زبان کو نہ جانتا ہو اور نہ قاضی اسکی زبان سمجھتا ہو تو ضروری ہے کہ قاضی کو مقدم سمجھانے کے واسطے وہ دوسرے سے حال لکھوا کر پیش کر دیگا۔ اور جب قاضی نے بیان تحریری دیا تو اس کے ضم سے دریافت کرے کہ یہ تیرا بیان ہو اسے کہا کہ ہاں پھر پوچھے کہ اسے تو نے لکھا ہے اسے کہا کہ ہاں پھر پوچھے کہ یہ صورت ایسی ہی ہو جیسی امین لکھی ہو اسے کہا کہ ہاں تو اسکو پڑھے پس اگر امین اقرار ہو تو اس اقرار پر فقط فیصلہ کر دے بلکہ اسکو آگاہ کرے کہ امین یہ اقرار نہیں اگر اسے اقرار کیا کہ ہاں ایسا ہی ہو تو اس کے اقرار پر فیصلہ کر دے۔ اور اسی مسئلہ کی نظیر مسئلہ وکیل ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک خصم نے بغیر رضامندی وکیل کیا پس اگر قاضی کے نزدیک وہ قلیس یا نہ لیس اور تائب میں متم ہو تو اس سے وکالت قبول نہ کرے اور اگر طے نہ کرے کہ وہ خود بیان کرنے سے عاجز ہو تو قبول کرے یہ خزانہ افتین میں لکھا ہے شمس الاعباد زبندی رحمہ اللہ فتاویٰ سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعویٰ کی بنا پر غائب کی اور نائب نے گواہی کی سماعت کی تو نائب بیہودہ اعادہ دعویٰ کے شہادت پر حکم دے سکتا ہے یا نہ سکتا ہے فرمایا کہ نہیں مگر جبکہ قاضی نے اسکو حکم دیوے کہ اس گواہی پر فیصلہ کر دے اور دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے غائب کی گواہی سماعت کی تو اس کی بنا پر غائب کی سماعت کی

ملک ہند  
سلاطین  
و امراء

نائب کو حکم دینے کے واسطے کہا اور قاضی کو غلطہ کرنے کی اجازت بھی دی تو یہ حکم درست ہی انھوں نے فرمایا کہ ہاں دست  
ہو یہ تاتار غائبین لکھا ہی۔ ابواب الشہادات میں ہی کہ ایک شہر کے قاضی نے کسی قدر مال کا حکم کسی پر دیا اور نوشتہ  
لکھ دیا پھر قاضی مرگیا اور مدعی نے محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور گواہ پیش کیے کہ فلان بن  
فلان قاضی نے اس شخص پر اس قدر مال کا حکم کیا تھا جو اس نوشتہ میں موجود ہے تو دوسرا قاضی اس پر اداسے مال  
کے واسطے جبر کر سکتا ہے یعنی قید کر سکتا ہے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح واقع ہوا ہو اور اگر گواہوں نے دوسرے قاضی  
کے سامنے یہ بیان کیا کہ کسی قاضی نے ہم کو گواہ کیا تھا کہ اس شخص پر مال چاہیے تو دوسرا قاضی اس پر قید و جبر کر سکتا  
اور ایسا ہی تمام فعلوں میں ہو کہ اگر وہ فعل ذکر کیا اور اس کے قائل کے نام و نسب سے آگاہ نہ کیا تو گواہی قبول  
نہو گی کذا فی الخلامہ

اکیسواں باب۔ جرح و تعدیل کے بیان میں۔ جرح ایسا طعن کرنا جس سے گواہی مقبول نہ ہو تعدیل گواہوں  
کی عدالت ظاہر کرنا کہ جس سے گواہی مقبول ہو۔ شاہد گواہ۔ مشہود کہ جس شخص کے حق میں گواہوں نے گواہی  
دی۔ مشہود علیہ جس شخص پر گواہوں نے گواہی دی۔ مزکی پاک کرنے والا اور مراد جو گواہوں کو میب سے  
پاک بتلا دے۔ واضح ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ تقاضے کے نزدیک قاضی گواہوں کے حال سے سوال نہ کرے گا  
مگر جیسی کہ خصم ان میں طعن کرے اور صاحبین رحمہما اللہ تقاضے کے نزدیک گواہوں کو دریافت کرے گا اگرچہ  
خصم نے ان میں طعن نہ کیا ہو اور فتوے صاحبین رحمہما اللہ تقاضے ہی کے قول پر ہو اور یہ امتلاف سوائے حدود  
وقصاص کے ہی اور حدود وقصاص میں بالاجماع قاضی گواہوں کے حال کو دریافت کرے گا اگرچہ خصم نے ان میں طعن نہ  
کیا ہو جب خصم نے گواہوں میں طعن کیا تو ظاہری عدالت پر قاضی فیصلہ نہ کرے گا یہ بواہر اخطائی میں لکھا ہی گواہوں  
نے اگر خصم پر گواہی دی اس کے بعد خصم نے ان کی تعدیل کی تو اس کی چند صورتیں ہیں اگر اس نے کہا کہ یہ لوگ عدول  
ہیں جو کچھ انھوں نے مجھ پر گواہی دی بیان کیا ہے سچ کہا ہے۔ یا یہ لوگ عدول ہیں مجھ پر ان کی گواہی جائز ہے ان لوگوں  
نے مجھ پر حق کے ساتھ گواہی دی یا کہا کہ جو کچھ انھوں نے اس گواہی میں بیان کیا حق ہے۔ تو ان چاروں صورتوں میں  
جس کی گواہی گواہوں نے دی ہے قاضی اس کا حکم دے گا کیونکہ یہ الفاظ اس شخص کی طرف سے مال کا اقرار ہیں پس فیصلہ  
اقرار پر ہی گواہی پر اور اگر اس نے بیان کیا کہ یہ گواہ عدول ہیں لیکن انھوں نے خطا کی یا کہا کہ یہ لوگ عدول ہیں  
اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس اگر مشہود علیہ عدل ہو اہل تعدیل سے ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو یوسف  
رحمہما اللہ تقاضے کے نزدیک قاضی دونوں گواہوں کی گواہی پر دونوں اس کے کہ مزکی سے ان کا مال دریافت کرے  
فیصلہ کر دے گا اور امام محمد رحمہ اللہ تقاضے کے نزدیک جب تک مزکی سے دریافت نہ کرے دونوں کی گواہی پر  
فیصلہ نہ کرے گا یہ صحیح ہیں لکھا ہی۔ اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اس کی تعدیل صحیح نہیں ہو اور قاضی حکم  
نہ دے گا اور یہ اقرار و قسم کا یہ لوگ عدول ہیں اپنی ذات پر حق ثابت ہونے کا اقرار نہ کر دانا جائے گا اور جب کہ سبکی  
تعدیل صحیح نہ ہوگی کیونکہ وہ فاسق مستور الحال تھا تو قاضی دریافت کرے گا کہ گواہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا پس  
اگر اس نے جواب دیا کہ سچ کہا تو یہ اقرار ہو جائے گا تو قاضی اس کے اقرار پر فیصلہ کرے گا اور اگر اس نے کہا کہ  
جھوٹ کہا تو فیصلہ نہ کرے گا۔ مشہود علیہ نے اگر گواہی دینے سے پہلے گواہوں کی تعدیل کی کہ یہ لوگ عدول ہیں اور جب

لے گواہی  
دینے کے واسطے  
جرح کرنا  
تعدیل کرنا  
شاہد گواہ  
مشہود علیہ  
مزکی پاک  
کرنا  
والا  
مراد جو  
گواہوں کو  
میب سے  
پاک  
بتلا دے  
واضح  
ہو کہ  
امام  
اعظم  
رحمہ  
اللہ  
تقاضے  
کے  
دیکھ  
زیک  
قاضی  
گواہوں  
کے  
حال  
سے  
سوال  
نہ  
کرے  
گا  
مگر  
جیسی  
کہ  
خصم  
ان  
میں  
طعن  
کرے  
اور  
صاحبین  
رحمہما  
اللہ  
تقاضے  
کے  
دیکھ  
زیک  
گواہوں  
کو  
دریافت  
کرے  
گا  
اگرچہ  
خصم  
نے  
ان  
میں  
طعن  
نہ  
کیا  
ہو  
اور  
فتوے  
صاحبین  
رحمہما  
اللہ  
تقاضے  
ہی  
کے  
قول  
پر  
ہو  
اور  
یہ  
امتلاف  
سوائے  
حدود  
وقصاص  
کے  
ہی  
اور  
حدود  
وقصاص  
میں  
بالاجماع  
قاضی  
گواہوں  
کے  
حال  
کو  
دریافت  
کرے  
گا  
اگرچہ  
خصم  
نے  
ان  
میں  
طعن  
نہ  
کیا  
ہو  
جب  
خصم  
نے  
گواہوں  
میں  
طعن  
کیا  
تو  
ظاہری  
عدالت  
پر  
قاضی  
فیصلہ  
نہ  
کرے  
گا  
یہ  
بواہر  
اخطائی  
میں  
لکھا  
ہی  
گواہوں  
نے  
اگر  
خصم  
پر  
گواہی  
دی  
اس  
کے  
بعد  
خصم  
نے  
ان  
کی  
تعدیل  
کی  
تو  
اس  
کی  
چند  
صورتیں  
ہیں  
اگر  
اس  
نے  
کہا  
کہ  
یہ  
لوگ  
عدول  
ہیں  
جو  
کچھ  
ان  
نے  
مجھ  
پر  
گواہی  
دی  
بیان  
کیا  
ہے  
سچ  
کہا  
ہے  
یا  
یہ  
لوگ  
عدول  
ہیں  
مجھ  
پر  
ان  
کی  
گواہی  
جائز  
ہے  
ان  
لوگوں  
نے  
مجھ  
پر  
حق  
کے  
ساتھ  
گواہی  
دی  
یا  
کہا  
کہ  
جو  
کچھ  
ان  
نے  
اس  
گواہی  
میں  
بیان  
کیا  
حق  
ہے  
تو  
ان  
چاروں  
صورتوں  
میں  
جس  
کی  
گواہی  
گواہوں  
نے  
دی  
ہے  
قاضی  
اس  
کا  
حکم  
دے  
گا  
کیونکہ  
یہ  
الفاظ  
اس  
شخص  
کی  
طرف  
سے  
مال  
کا  
اقرار  
ہیں  
پس  
فیصلہ  
اقرار  
پر  
ہی  
گواہی  
پر  
اور  
اگر  
اس  
نے  
بیان  
کیا  
کہ  
یہ  
گواہ  
عدول  
ہیں  
لیکن  
ان  
نے  
خطا  
کی  
یا  
کہا  
کہ  
یہ  
لوگ  
عدول  
ہیں  
اور  
اس  
سے  
زیادہ  
کچھ  
نہ  
کہا  
پس  
اگر  
مشہود  
علیہ  
عدل  
ہو  
اہل  
تعدیل  
سے  
ہو  
تو  
امام  
اعظم  
رحمہ  
اللہ  
تعالیٰ  
اور  
ابو  
یوسف  
رحمہما  
اللہ  
تقاضے  
کے  
دیکھ  
زیک  
قاضی  
دونوں  
گواہوں  
کی  
گواہی  
پر  
دونوں  
اس  
کے  
کہ  
مزکی  
سے  
ان  
کا  
مال  
دریافت  
کرے  
فیصلہ  
کر  
دے  
گا  
اور  
امام  
محمد  
رحمہ  
اللہ  
تقاضے  
کے  
دیکھ  
زیک  
جب  
تک  
مزکی  
سے  
دریافت  
نہ  
کرے  
دونوں  
کی  
گواہی  
پر  
فیصلہ  
نہ  
کرے  
گا  
یہ  
صحیح  
ہیں  
لکھا  
ہی  
اور  
اگر  
مدعا  
علیہ  
فاسق  
یا  
مستور  
الحال  
ہو  
تو  
اس  
کی  
تعدیل  
صحیح  
نہیں  
ہو  
اور  
قاضی  
حکم  
نہ  
دے  
گا  
اور  
یہ  
اقرار  
و  
قسم  
کا  
یہ  
لوگ  
عدول  
ہیں  
اپنی  
ذات  
پر  
حق  
ثابت  
ہونے  
کا  
اقرار  
نہ  
کر  
دانا  
جائے  
گا  
اور  
جب  
کہ  
سبکی  
تعدیل  
صحیح  
نہ  
ہوگی  
کیونکہ  
وہ  
فاسق  
مستور  
الحال  
تھا  
تو  
قاضی  
دریافت  
کرے  
گا  
کہ  
گواہوں  
نے  
سچ  
کہا  
یا  
جھوٹ  
کہا  
پس  
اگر  
اس  
نے  
جواب  
دیا  
کہ  
سچ  
کہا  
تو  
یہ  
اقرار  
ہو  
جائے  
گا  
تو  
قاضی  
اس  
کے  
اقرار  
پر  
فیصلہ  
کرے  
گا  
اور  
اگر  
اس  
نے  
کہا  
کہ  
جھوٹ  
کہا  
تو  
فیصلہ  
نہ  
کرے  
گا  
مشہود  
علیہ  
نے  
اگر  
گواہی  
دینے  
سے  
پہلے  
گواہوں  
کی  
تعدیل  
کی  
کہ  
یہ  
لوگ  
عدول  
ہیں  
اور  
جب





ہو اگر اس نے شراب نہ پی ہووے تو یہ تعدیل نہیں ہو اور اگر کہا کہ اسے اللہ کھائے خوب جانتا ہو تو تعدیل نہیں بلکہ جرح ہو یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور خفیہ تعدیل کی یہ صورت ہو کہ قاضی ایک رقعہ میں گواہوں کے نام اور نسب اور ان کا طبع اور قبیلہ اور محلہ اور باز اگر بازاری ہو لکھ کر مرکزی کے حوالہ کرے اور مرکزی ان کے پڑوسیوں میں سے اہل ثقہ و امانت سے ان کا حال دریافت کرے اور علانیہ کی یہ صورت ہو کہ قاضی طالب کو حکم دے کہ وہ ایک قوم کو حاضر کرے جو لوگ گواہوں کی بلفظ شہادت تعدیل کرتے ہوں مگر اس میں عدد شرط ہو کیونکہ یہی شہادت کے ہو اور بدین وجہ ایسے شخص سے یہ تعدیل صحیح نہیں ہو کہ جو گواہی کا اہل نہیں ہو اگرچہ عادل ہو اور علانیہ تعدیل میں تعدیل کرنے والے اور گواہ کا یکجا جمع ہونا ضروری اور ہمارے زمانہ میں خفیہ تعدیل پر اکتفا کیا جاوے کیونکہ علانیہ تعدیل میں بڑا فتنہ ہو اور بلا سے عظیم ہو۔ اور قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت حال کے واسطے ایسے لوگوں کو اختیار کرے کہ جو لوگوں سے ثقاہت اور امانت میں بڑھ کر ہوں اور ان کو اگاہی لوگوں سے زیادہ ہو اور تمیز دار ہوں اور لوگوں میں اس واسطے مشورہ ہوں کیونکہ اگر لوگ ان سے واقف ہونگے تو ان کو ایذا پہونچا دیں گے یا دھوکا دیں گے اور تعدیل کرنے والے مرکزی کو چاہیے کہ گواہوں کا حال اس کے پڑوسیوں اور اہل بازار سے دریافت کرے پس اگر اس کا عدل ہونا ثابت ہو تو رقعہ میں لکھ دے کہ میرے نزدیک عادل اور اس کی گواہی جائز ہو ورنہ لکھ دے کہ میرے نزدیک عادل نہیں ہو اور رقعہ پر مہر کر کے واپس کر دے پس قاضی مدعی سے بیان کرے گا کہ تیرے گواہوں میں سستی بیان کی گئی اور جرح بیان کی گئی نہیں کہنا چاہیے یا بیان کرے کہ تیرے گواہوں کی تصدیق نہیں بیان کی گئی کیونکہ ایسے الفاظ مسلمانوں کی پردہ پوشی کے مناسب ہیں اور بقدر امکان مسلمان کی پردہ پوشی واجب ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے تعدیل خفیہ اور تعدیل ظاہر دونوں کو جمع کیا تو بہتر ہو اور مراد یہ ہو کہ جب تعدیل کرنے والے نے خفیہ گواہوں کی تعدیل کی تو قاضی گواہوں اور تعدیل کرنے والے کو اپنی مجلس میں جمع کرے اور تعدیل کرنے والے سے دریافت کرے کہ انھیں لوگوں کی تو نے تعدیل بیان کی ہو اور کتاب الاقصیہ میں ہو کہ جو معدل خفیہ طور پر تھا وہی علانیہ ہونا چاہیے اور یہ ہمارے اصحاب کا قول ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے احتیاط کی اور علاوہ پہلے مرکزی کے دوسرے سے دریافت کیا تو اسکے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرے جو اس نے پہلے کے ساتھ کیا ہو اور اسکا گواہ نہ کرے کہ میں نے بذریعہ دوسرے کے انکا حال دریافت کیا ہے۔ پس اگر پہلے نے انکی جرح کی اور دوسرے نے انکی تعدیل کی تو تعارض ہے دونوں ساقط ہونگے۔ پس تیسرے نے اگر انکی تعدیل کی تو عدالت اولیٰ ہو اور اگر جرح کی تو جرح اولیٰ ہوگی اور تعین مثل تعدیل کے ہو اور عورت کی طرف سے بھی دونوں درست ہیں یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے تعدیل علانیہ ایسے شخص کے لیے صحیح نہیں جسکے لیے گواہی جائز ہو اور تعدیل ظاہری غلام اور بدکاتب اور عورت اور مجدد و القذات کی صحیح نہیں ہو اور تعدیل والدین اور مولودین کی بھی صحیح نہیں ہو اور خفیہ تعدیل ان لوگوں کی صحیح ہو اور علانیہ تعدیل کے واسطے وہی مشرین ہیں جو شہادت کی مشرین ہیں یہ فتاویٰ قاضی خانہ میں لکھا ہے۔ اور کافر گواہوں کے معدل مسلمان ہونا چاہیے ہیں پس اگر مسلمانوں نے ان کو نہ پہچانا تو مسلمانوں سے مشرکوں کے عادل لوگ دریافت کرے پھر لوگ مشرکوں کے گواہوں کی حالت دریافت کریں۔ اور مدعی کا غم

جرح و تعدیل  
جرح اس میں  
کتنے ہوتے ہیں  
شہادت دینے  
پر کہ گواہ  
میں ہیں اور  
مدعی کی گواہی  
دوسرے کے گواہوں  
پر جو شہادت دے  
تو تعدیل میں  
اس واسطے میں مشورہ  
ہو کہ گواہوں کی  
تعدیل کرنے کے  
لیے کافی کم از کم  
تین گواہ ہوں

تعدیل کرنا ایچ ہے۔ اگر ایک جماعت نے تعدیل کی اور دو شخصوں نے جرح کی تو جرح اوسے ہی مگر جبکہ ان میں ایک قصبہ و دفع ہو تو ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی جرح مقبول نہ ہوگی۔ اگر کسی گواہ کا فسق ظاہر ہوا اور ایک سال یا زیادہ غائب رہا اور اسکی غیبت منقطع تھی پھر وہ آیا اور اس سے سوائے صلاحیت کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو تعدیل کرنے والے کو اس پر جرح نہ کرنا چاہیے۔ اگر دونوں گواہوں کی تعدیل ان کے مرجانے کے بعد ہوئی تو قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ کرے گا اور اسی طرح اگر دونوں غائب ہو گئے پھر دونوں کی تعدیل کی گئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں گونگے اندھے ہو گئے پھر ان کی تعدیل ثابت ہوئی تو ان کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ معدل ایسا ہونا چاہیے کہ فقیر یا طامع نہ ہو کہ اس کو مال سے فریب دیدیوین اور فقیہ ہونا چاہیے کہ اسباب جرح و تعدیل کو پہچانتا ہو۔ اگر قاضی دو معدل پائے ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی تو عالم کو اختیار کرے اور اگر اس نے فقہ عالم پایا کہ لوگوں سے کم ملتا ہے اور دوسرا فقہ غیر عالم پایا کہ لوگوں سے میل رکھتا ہے تو بھی عالم کو اختیار کرے کیونکہ وہ علم کے ذریعہ سے جرح و تعدیل پر قادر ہے اور غیر عالم عادل و غیر عادل کو نہیں پہچانتا ہے تو اسوجہ سے عالم بہتر ہے اور اوسے یہ ہے کہ مرکز مفضل شو اور گوشہ نشین ہو کیونکہ ایسے شخص کو کسی کے معاملہ سے خبر نہیں ہو سکتی ہے تو اس کے نزدیک عادل اور غیر عادل کی تمیز نہ ہوگی اور واضح ہو کہ مرکز اور اپنی جوقاضی کی طرف سے مرکز کے پاس آیا اور مترجم جو دوسری زبان والے کا ترجمہ کرتا ہے ان لوگوں میں تعداد کہ دو ہوں یا چار یا کس قدر شرط نہیں ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور ایک شخص کافی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدد شرط ہے اور ایک کافی نہیں ہے اگر مشہود بہ ایسا حق ہو جس میں دو گواہوں کی گواہی کافی ہے تو دو کافی ہو گئے اور اگر ایسا ہو کہ میں چار کی ضرورت ہے تو چار کی شرط ہوگی اور عدد کے سوا اجماع ہی کہ سوائے تلفظ بلفظ شہادت کے باقی سب شرطین شہادت کی عدالت اور بلوغ اور بیٹائی مشروط ہیں اور یہ شرط ہے کہ محدود القدر نہ ہو اور ظاہر الروایہ کے موافق آزاد ہونا بالاجماع شرط ہے اور اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اسلام بالاجماع شرط ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ لفظ شہادت ہونا شرط نہیں ہے۔ اور عدد کا اختلاف خفیہ تعدیل میں ہے اور اگر ملانیہ تعدیل ہو تو بالاجماع عدد شرط ہے۔ اور ابو علی نسفی نے جو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خفیہ تعدیل میں ان کے نزدیک عدد شرط نہیں ہے ترجمان اگر اندھا ہو تو غیر روایت الاصول میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اسکا ترجمہ جائز نہیں ہے کیونکہ اندھا ہونا جرح ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جائز ہے۔ اور ایک عورت فقہ ہوا زادہ ہو تو اسکا ترجمہ مثل مرد کے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور یہ حکم ان چیزوں میں ہوا ز قسم مال و غیرہ کہ جن میں عورت کی گواہی جائز ہے اور جن صورتوں میں اس کی گواہی مقبول نہیں ہے تو اس کا ترجمہ بھی مقبول نہیں ہے کتاب الاقصیہ میں ہے کہ اگر مرکزی نے شہادت کی تعدیل کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ یہ کہے کہ وہ لوگ عادل فقہ جائز الشہادۃ ہیں اور لکھا ہے کہ یہ الفاظ تعدیل میں ابلغ ہیں۔ اور مرکزی کو چاہیے کہ ایسے شخص سے دریافت کرے کہ میں بین وہ اوصاف موجود ہوں جو ہم نے مرکزی میں شرط کیے ہیں اور محض الاممہ مطلوبی کے بیان کیا کہ معدل گواہوں کا مال آگے پڑوینوں





اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیاس پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے یہ تائید خانہ میں لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اُسکے واسطے کوئی وقت نہیں مقرر کرتا ہوں اور اُس کی میعاد یہی ہے کہ جب دل میں اُس کے عدالت آجاوے اور اسی پر فتوہ دے تو وہ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی لڑکا بالغ ہوا اور اُس نے گواہی دی تو اُسکا حکم بھی مثل اُس مسافر کے ہے کہ ایک قوم میں اگر ٹھہرا کہ وہ لوگ اُس کی تعدیل نہ کریں جب تک کہ اُن کے نزدیک اُسکی عدالت ظاہر نہ ہو اور اُسکی مدت بقیاس محول امام ابو یوسف رحمہ مقدور ہی جیسا کہ بیان ہوا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک مقدر نہیں ہو اُس کی عدالت دل میں آجانا اُس کا وقت ہے۔ اگر ایک نصرانی اسلام لایا پھر اُس نے گواہی دی ہے اگر قاضی حالت نصرانیت میں اُسکو عادل جانتا تھا تو بلا تامل اُسکی گواہی قبول کرے اور اگر اسکو نہیں پہچانتا تھا تو اُس کے پہچاننے والے سے حالت نصرانیت میں اُس کی عدالت دریافت کرے اگر عادل ہو تو بلا تامل وہ شخص اُسکی تعدیل کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو لڑکا بوسخ کو چھوچھا اور لڑکپن سے برابر بالغ ہونے تک صلاحیت میں رہا تو اُس کی گواہی مقبول ہو اور معتدل کو گنجائش ہو کہ اُسکی تعدیل کرے اور اگر بالغ ہونے تک اُسکی صلاحیت نہ معلوم ہوئی تو اس قدر تامل کرے کہ مثل مسافر کے اُس کی صلاحیت دونوں میں آجاوے۔ اور اس قول پر لڑکے اور نصرانی کی عدالت سابقہ یکساں معتبر ہو اور اسی کو ابو علی نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے لیکن لڑکے کے بارہ میں مشہور وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کتاب الاقضیہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور دونوں کی نصرانیت میں تعدیل کی گئی پھر مشہود علیہ مسلمان ہو گیا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے تو قاضی اُس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کیونکہ وہ دونوں گواہی دینے کے وقت کافر تھے پھر اگر بعد مسلمان ہونے کے دونوں نے دوبارہ گواہی دی تو قاضی معتدل سے جو مسلمان ہو اس کا حال عدالت دریافت کرے فیصلہ کرے گا۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسا کبیرہ گناہ کیا جس سے گواہی بے ساقط ہو گیا پھر اُس نے توبہ کی اور قاضی کے سامنے گواہی دی اور ہنوز کچھ زمانہ نہیں گزرا ہے تو معتدل کو اُسکی تعدیل نہ کرنی چاہیے تا وقتیکہ اتنا زمانہ نہ گزرے کہ دل میں بیٹھ جاوے کہ اُس کی توبہ صحیح ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور بعض مشائخ نے اس زمانہ کو چھ مہینہ مقرر کیا ہے اور بعضوں نے ایک سال اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت قاضی اور معتدل کی رائے پر ہو یہ ظہیرہ میں لکھا ہے اور اگر اس فاسق نے گواہی دی اور ہنوز وہ فاسق ہی پھر توبہ کی اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا اور وہ اپنی توبہ پر مضبوط رہا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا بلکہ اُس کے اعادہ کا حکم کرے گا پس اگر اُس نے گواہی کا اعادہ کیا اور معتدل نے اُسکی تعدیل کی تو قاضی اُس کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ اُس گواہی کو جو اُس نے حالت فتنہ میں ادا کی تھی بسبب فسق کے رد کر دیا ہو۔ اور اگر کوئی فاسق معروف غائب ہو گیا اور غیبت منقطع ہو اور ایک سال دو سال غائب رہا پھر آیا اور اُس سے کوئی فعل سوائے صلاحیت کے نہ دیکھا گیا اور اُس نے قاضی کے یہاں گواہی دی اور قاضی نے معتدل سے اُنہیں کا حال دریافت کیا تو معتدل کو نہ چاہیے کہ جو حالت اُس نے پہلے اُس کی دیکھی تھی اُس کے سبب سے اُس میں طرح کرے اور اُسکی تعدیل بھی نہ کرنی چاہیے حتیٰ کہ اُسکی عدالت ظاہر ہو اور اُسکا حکم معتدل اُس مسافر کے ہو جو ایک قوم میں اگر ٹھہرا اور اُسکا حکم گزر چکا ہے اسی طرح اگر کوئی ذمی مسلمان ہوا اور قبل اسلام کے اُس سے



میں گواہی دی تو قاضی آگے حال سے خوب شافی بحث کرے کہ ابھی طرح معلوم ہو کیونکہ اکثر ایسی بحث میں کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی ہے جس سے حد ساقط ہو جاوے کیونکہ حدود وقوع شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مدعی کو معلوم ہوا کہ معدل نے آگے گواہوں پر جرح کی اور کسے قاضی سے کہا کہ میں اہل ثقہ و اہل امانت ایسے لاتا ہوں جو ان گواہوں کی تبدیل کرینگے تم ان سے دریافت کرو اور اس نے ایسے لوگوں کے نام لیے جو اس لائق تھے کہ ان سے دریافت کیا جاوے تو قاضی اسکے قول کی سماعت کر چکا پھر وہ ایک قوم کو لایا کہ جو عادل تھے اور جب آگے گواہوں کی کیفیت دریافت ہوئی تو انھوں نے تبدیل کی تو طعن کرنے والوں سے دریافت کرے کہ تم نے کس چیز سے جرح کی ہو کیونکہ ممکن ہے کہ بعض چیزیں آگے نزدیک جرح ہوں اور قاضی کے نزدیک جرح نہوں پس اگر انھوں نے ایسی وجہ بیان کی جو سب کے نزدیک جرح ہو تو جرح مقدم ہوگی ورنہ التفات نہ کریگا اور تبدیل کرنے والوں کی تبدیل مقدم ہوگی۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونوں گواہ غلام ہیں اور انھوں نے کہا کہ ہم آزاد ہیں کبھی ملک نہیں ہوئے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر قاضی انکو پہچانتا ہی اور آگے آزاد ہونے کو پہچانتا ہی تو مشہود علیہ کے قول پر التفات نہ کریگا اور اگر دونوں کو نہیں پہچانتا ہی اور دونوں مجہول ہیں تو مشہود علیہ کا قول قبول کریگا اور انکی گواہی قبول نہ کریگا کیونکہ آزادی اگرچہ اصل ہے لیکن چارگہ اسکا اعتبار نہیں ہوتا ہی بخلہ آگے ایک یہ مقام ہے کہ یہاں اس قاعدہ کا اعتبار نہ ہوگا کہ آزادی اصل ہے لیکن اگر دونوں گواہوں نے اپنی آزادی پر گواہ نہیں کیے تو انکی گواہی مقبول ہوگی یا مدعی آگے آزاد ہونے پر گواہ لاوے اور اگر گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تم ہمارا مال دریافت کرو تو مقبول نہیں ہے لیکن اگر اسکا مال دریافت کرے اور معلوم ہو جاوے کہ آزاد ہیں اور گواہی قبول کرے تو اچھا ہی یہ خزانہ المغتین میں لکھا ہے۔ اور شہادات اصل میں ہے کہ اگر قاضی نے صرف آزادی کی خبر دینے پر اکتفا کیا تو اچھا ہی اور اگر گواہی طلب کی تو بہت اچھا ہی یہ محیط میں لکھا ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ جن گواہوں کی تبدیل کی گئی ہو ان کے نام دفتر میں تحریر کرے اور یہ نہ چاہیے کہ سب گواہوں کے نام تحریر کرے پھر جن کی تبدیل ہوئی ہو ان کو لکھے۔ اور عدل کے یہ معنی ہیں کہ ایسے شخص کا مون سے جن کے عوض حد ماری جاتی ہو تو نہ کرے کذا فی خزانۃ المغتین

یا یسوان یا ب قاضی کو کب عادل کے ہاتھ سپرد کرنا چاہیے اور کب نہ چاہیے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعوے کیا کہ اسنے طلاق دی ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے عادل کے ہاتھ میں سپرد کرے تاکہ میں گواہ لاؤں تو قاضی فقط دعویٰ پر عادل کے سپرد نہ کریگا۔ اور اگر ایک گواہ لاکر یہ درخواست کی کہ عادل کے سپرد کرے تاکہ دوسرا گواہ لاؤں تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر طلاق رجعی ہو تو عورت اور شوہر کے درمیان میں روک نہ کیا جائے گی کیونکہ طلاق ہی سے محاج نہیں زائل ہوتا ہے۔ اور اگر طلاق بائن ہی پس اگر عورت نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ غائب ہے اور شوہر میں نہیں ہے تو بھی عورت پر روک نہ کیا جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں ہے اور یہ گواہ دوسرا فاسق ہو تو بھی عورت پر روک نہ کیا جائے گی کیونکہ فاسق کی گواہی حق اللہ تعالیٰ ہے اور حق العباد کسی میں مقبول نہیں ہے اس کا ہونا یا نہ ہونا یکساں ہے۔ اور اگر یہ گواہ عادل ہو تو قاضی اس کو تین روز کی مہلت دیکر دیکھ کر

اس کے اور شوہر کے درمیان روک کر دی تو بہتر ہی یہ اصل میں مذکور ہو اور جامع میں اس کے برخلاف مذکور ہے کہ اگر ایک  
 عادل نے گواہی دی تو قاضی اس کے شوہر کو اس کے پاس جانے سے منع کرے گا اور یہ استھان ہے۔ اور اگر اس نے  
 دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے طلاق بائن یا تین طلاق پر گواہی دی تو یہ صورت اصل میں مذکور نہیں ہو اور جامع میں  
 ہے کہ قاضی اس کے شوہر کو اس کے پاس جانے اور اس کے ساتھ عورت میں بیٹھنے سے منع کرے گا جب تک کہ گواہوں  
 کی عدالت دریافت کرنے میں مشغول ہو اور یہ حکم استھان ہو اور قاضی اس کو اس کے شوہر کے مکان میں سے نہ  
 بھاڑے گا لیکن اس کے ساتھ ایک امانت دار عورت مقرر کرے گا کہ شوہر کو اس کے پاس آنے سے منع کرے اگرچہ اس کا شوہر  
 عادل ہو اور اس امانت دار عورت کا خرچ بیت المال سے لیا جائے گا اگر گواہ عادل قرار پائے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے  
 عورت اس کے شوہر کو واپس لے لے گی۔ اور اگر مدت دراز ہو گئی اور عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا یا ماہواری اس کا کچھ خرچ  
 مقدر تھا تو قاضی اس کا نفقہ مقرر کرے شوہر سے دلائل گواہ لیکن صرف بقدر مدت عدت کے نفقہ دلاوے گا پس اگر گواہ عادل  
 قرار پائے تو جہتد اس نے لیا ہو وہ اس کا ہی مردود ہوئی اور عورت شوہر کو واپس لے لی تو جہتد اس نے  
 لیا ہو وہ شوہر کو واپس لے گا۔ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے اصل میں لکھا ہے کہ اگر باندی یا غلام نے دعویٰ کیا کہ مالک  
 نے آزاد کیا ہے اور ان کے گواہ حاضر نہیں ہیں تو اس کے اور مالک کے درمیان میں روک نہ کیا جائے اگرچہ ایک گواہ پیش  
 اور اگر انھوں نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر انھوں نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں ہے  
 پس اگر یہ گواہ حاضر فاسق ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر عادل ہو تو بھی ذکر کیا ہے کہ روک نہ کیا جائے گی اور یہ حکم غلام  
 کے حق میں صحیح ہے اور باندی کے حق میں اگر بنا بر روایت اصل کے کہا جائے کہ روک کرنا اچھا ہے تو مناسب ہے  
 اور جامع کی روایت کے موافق روک کیا جائے گی۔ اور اگر دو گواہ مستور الحال قائم کیے تو دونوں کے حق میں روک  
 کیا جائے گی یہاں تک کہ گواہوں کی عدالت کا حال کھلے اور یہ حکم باندی میں مطلقاً ہے۔ اور غلام کے حق میں ایسی صورت  
 پر محمول ہے کہ جب مالک خوف دلاتا ہو کہ ہلاک کرے گا اور اس میں مشہور ہو اور اگر ایسا ہو تو غلام میں روک نہ کیا جائے بلکہ  
 صرف مالک سے اس کے اور غلام کے نفس پر کفیل لیا جائے گا۔ واضح ہو کہ عورت یعنی باندی کے واسطے روک کی صورت  
 ہے کہ ایک عورت ثقت کے سپرد کیا جائے اور اس گھر سے نہ نکالی جائے اگر اس نے نفقہ طلب کیا تو مالک کو ظلم دیا جائے گا  
 کہ اس کو نفقہ دیوے اور اگر اس نے ایک مہینہ نفقہ لیا پھر گواہ غیر عادل قرار پائے اور باندی اس کے مالک کو واپس لے لی تو  
 مالک اس سے نفقہ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر گواہ عادل قرار پائے پس اگر موٹی نے اس کو نفقہ اسان کے طور پر دیا  
 ہے یا اسے موٹی کے گھر سے لیا ہے تو مثل اور احسانوں کے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قاضی نے اس سے حیرا دلا یا  
 پھر تو مالک واپس لے گا۔ اور اگر دونوں گواہ فاسق ہوں تو باندی کے حق میں روک کر دیا جائے گی اور غلام کے حق میں  
 روکا جائے۔ امتناع میں معنی ہیں روک نہ کیا جائے اور بعض میں معنی ہیں محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک  
 شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور باندی نے دعویٰ کیا کہ وہ اصلی مرتہ ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو اس نے  
 کوئی گواہ پیش نہ کیا بلکہ ایک گواہ پیش کیا اور وہ گواہ مستور الحال پیش کیے۔ پس اگر اس نے گواہ شہر میں ہے اور قاضی سے  
 درخواست کی کہ گواہ حاضر ہوئے تک روک کر دیا جائے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا اور اگر ایک گواہ قائم  
 کیا ہے تو نہ کیا جائے کہ اگر اس نے کہا کہ میرے پاس اس کے سوا دوسرا گواہ نہیں ہے تو باندی اور قاضی کے درمیان روک



نہ کیجاوگی اور اگر کہا کہ میرا دو سر گواہ شہر میں ہی میں دوسری مجلس میں حاضر کرونگی تو قیامتاً روک نہ کیجاوگی اور استسما تا  
 روک نہ کیجاوگی بشرطیکہ وہ گواہ عادل ہو۔ اور اگر آئسنے دو گواہ مستور الحال پیش کیے تو قاضی کو پاسبیہ کہ باندی ایک ثقبہ  
 عورت کے سپرد کرے کہ وہ اسکی حفاظت کرے یہاں تک کہ گواہوں کی حالت دریافت ہووے اور اسکے ہاتھ میں نہ پھوڑے  
 جسکے قبضہ میں ہی خواہ وہ مدعا علیہ عادل ہو یا نہ ہو۔ اور یہ حکم اسوقت ہو کہ مدعی نے قاضی سے یہ درخواست کی ہو کہ  
 کسی عادل کے پاس سپرد کیجاوے لیکن بدون اسکی درخواست کے قاضی سپرد نہ کرے اور یہ حکم بھی اسوقت ہو کہ باندی کسی  
 مرد کے قبضہ میں ہو اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو اور مرد نے دعویٰ کیا تو کسی عادل کے سپرد نہ کرے اگرچہ مدعی دیکھتا  
 کرے اور اسی طرح اگر کسی بیوہ عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی اسکا کفیل یا انفس لے لیگا اور کسی عادل کے قبضہ  
 میں سپرد نہ کرے کیونکہ آزاد حترہ سے حرام وطی کا خوف نہیں ہو کہ وہ اپنے جان کی مالک ہوتی ہو۔ اور اسی طرح اگر باندی اگر  
 اپنے باپ کے گھر ہو تو قاضی علیحدہ نہ کرے۔ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہو کہ دعویٰ کرتی ہو کہ اسنے بطور نکاح فاسد کے  
 نکاح کیا ہو اور عورت نے گواہ پیش کر دیے اور مرد کے گمان میں نکاح درست ہو تو قاضی عورت کو جدا کر کے عادل کے  
 سپرد کرے اسی طرح ایک شخص نے ایک باندی پر جو دو سر سے نئے قبضہ میں ہی یہ دعویٰ کیا کہ میں نے یہ باندی  
 اس کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کی ہو اور اسپر گواہ قائم کیے اور قاضی نے کتا ہی کہ میں نے صحیح طور پر خریدی ہو  
 یا کہا کہ میں نے اس سے خریدی نہیں کی ہو تو قاضی اسکو جدا کر لیگا یہ محیطہ شخصی میں لکھا ہو ایک غلام زید کے پاس ہو اس کا  
 عمرو نے دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہی اور اس دعوے پر ایسے دو گواہ پیش کیے کہ جن کو قاضی نہیں پہچانتا ہو تو مدعا علیہ  
 سے غلام نہ لیگا لیکن ایک کفیل یا انفس مدعا علیہ اور غلام کا لیگا اور مدعا علیہ کو حکم دیا کہ اپنے کفیل یا انفس کو وکیل  
 یا خصوصاً کر دے تاکہ اگر وہ غائب ہو جاوے اور کفیل اسکو حاضر نہ کر سکے تو مدعی کفیل کو ناجائز صم بناوے اور قاضی اسپر  
 تو گری کرے۔ لیکن اگر مدعا علیہ نے وکیل یا خصوصاً کر دینے سے انکار کیا تو قاضی اسپر جہر نہ کرے گا بلاف اس کے  
 اگر کفیل دینے سے انکار کیا تو جہر کرے گا۔ اگر مدعا علیہ نے کوئی کفیل نہ پایا تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ اس کے اور غلام کے  
 ساتھ رہے پس اگر مدعی سے یہ نہ ہو سکا اور مدعا علیہ نے خوف دلا یا کہ غلام کو تلف کر دے گا تو قاضی مدعی کا حق  
 نگاہ رکھنے کی غرض سے غلام کسی عادل کے سپرد کر دے گا۔ اور اسی طرح اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ نوٹوں کے ساتھ  
 غلام کرنے میں مشغور ہو تو بھی قاضی اسکو چھینکر عادل کے سپرد کر دے گا لیکن یہ امر ایسی صورت میں کچھ دعویٰ و گواہی  
 پر موقوف نہیں ہی بلکہ جب کوئی غلام کا مالک اس حرکت غلام میں مشغور ہو تو قاضی بطور امر بالمعروف و انہی عن المنکر  
 کے اس سے غلام چھینکر عادل کے سپرد کر دے گا۔ پھر عادل کے پاس اس غلام کو حکم دے گا کہ خود کماؤںے اور خود کھاؤںے  
 بشرطیکہ وہ کچھ کمائی کر سکتا ہو۔ اور یہی حکم باندی کے واسطے نہیں مذکور ہو اور وہ یہ کہ عورت اس سے عاجز ہوتی ہو  
 سے کہ اگر عاجز نہ ہو مثلاً باندی نسلانے یا روٹی پکانے میں مشغور ہو تو اسکو حکم کیا جائے گا کہ ان کاموں سے کہ نکلاوے  
 اگر غلام چھوٹے ہیں یا مرض سے کمائی نہ کر سکے تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو نفقہ دیوے اور اس صورت میں  
 غلام اور باندی میں کچھ فرق نہیں ہی ایسا ہی فقیہ ابو بکر بنی رحمہ اور ابو اسحاق الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے  
 اور ابن سمانہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہو کہ زید کے پاس ایک باندی ہو کہ اس کا عمرو نے دعویٰ کیا کہ میری بیوی  
 اور دعویٰ پر گواہ پیش کیے اور وہ جوک عادل قرار پائے اور قاضی نے وہ باندی مدعا علیہ سے لے کر لی اور اسکی پاس رکھ لی تھی

باندی وہ کفیل  
 جو مدعا علیہ  
 کا مدعا علیہ  
 کی خدمت سے  
 جسکو مدعا علیہ

اور مدعا علیہ بھاگ گیا۔ تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ عادل کو حکم دوں گا کہ اس سے مزدوری کراوے اور اس کو کھلاوے اور اگر باغی می مزدوری کے لائق نہیں ہو تو حکم دوں گا کہ قرض اس کے نفقہ میں لگاوے۔ پھر جب نامہ ای بی ہو جاوے کہ اس کا مالک نہ آوے گا تو باندی فروخت کرادوگا اور پہلے قرضہ ادا کر دوں گا پھر باقی وقت کر دوں گا پھر یہ اس کا قابض آیا تو اسپر باندی کی قیمت دینے کا حکم دوں گا اور اگر مقضی علیہ پر قرض ہو تو باندی کا مستحق اس میں کا زیادہ حصہ ہوگا۔ دوسرے باندی کے عادل کے پاس ہو۔ ایک گھوڑا یا کپڑا کسی شخص کے پاس ہو کہ اسکا دوسرے نے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو عادل کے پاس رکھے تو قاضی نے درخواست نام منظور کر لیا لیکن قبضہ بانفس مدعا علیہ سے اور اس چیز کی طرف سے حسین دعویٰ ہوئے لیکن اور قبضہ بانفس کو قبضہ بانفس بنا دیا بشرطیکہ مدعا علیہ رضی ہو اور چارے نزدیک نفقہ دینے کی واسطے قابض پر حیر نہ کیا جائے گا۔ یعنی اس صورت میں بخلاف مملوک کے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میری طرف سے کوئی قبضہ نہیں ہوتا تو مدعی سے کہا جائے گا کہ رات و دن اس کے ساتھ رہا کرے تاکہ اسکا حق محفوظ رہے پس اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ اس چیز کے تلف کر دینے کا خوف دلاتا ہو اور قبضہ دینے سے اس نے انکار کیا ہو اور مدعی اس کے ساتھ نہ رہ سکتا ہو تو قاضی مدعی سے کہے گا کہ میں مدعا علیہ پر گھوڑے کا نفقہ دلاؤں گے یہ جبر نہیں کر سکتا ہوں اگر تو چاہتا ہو کہ میں کسی عادل کے پاس رکھوں تو اسکا نفقہ تیرے اوپر ہو ورنہ میں نہ رکھوں گا۔ ان فی الذخیرہ۔ ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ میں نے امام محمد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے پاس ترچھوارے یا تازہ مچھلی یا مثل اسکے کوئی چیز ہو کہ اسکا دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میری ہو اور وہ چیز ایسی ہو کہ اگر رکھی جاوے تو بگڑ جاوے اور مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں ہیں انکو حاضر کروں گا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اتنا وقفہ نہیں دوں گا لیکن مدعی سے کہو گا کہ اگر تو چاہے تو اس سے قسم لیجاوے پس اگر اس نے قسم کھالی تو مدعی کو اسکا چھپا کر نیا اختیار نہیں ہو۔ اور اگر اس نے کہا کہ میں آج ہی گواہ حاضر کر دوں گا تو میں اسکو قاضی کے قیام تک مہلت دوں گا اور مدعی علیہ سے کہو گا کہ قاضی کے نہٹنے تک یہاں سے نہ ملنا پھر اگر اتنے وقت میں یہ چیز بگڑ گئی تو مدعی نامن شوگا۔ عمرو ابن ابی عمرو نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے مچھلی یا گوشت تازہ تر یا جو گوشت وغیرہ ایسی چیزیں جن میں بفساد آجاتا ہو خریدین پھر بائع نے انکا کرنا پھر مشتری نے دو گواہ یا ایک گواہ ایسا قائم کیا کہ جسکے ہواقت حال کی ضرورت ہو پھر بائع نے کہا کہ اگر گواہوں کے مال دریافت ہونے تک یہ چیز اسی طرح چھوڑی جاوے تو بگڑ جاوے گی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا گواہ حاضر تو جب تک بگڑنے کا خوف نہ ہو دوسری گواہ کی مہلت دے جاوے گی پس اگر دوسرا گواہ حاضر ہو تو ضرورہ اسکی راہ چھوڑ دے جاوے گی اور مشتری کو منع کیا جائے گا کہ اس سے تعرض نہ کرے۔ اور اگر اس نے دو گواہ قائم کیے تو جب بجز کے فساد اور بگڑ جانے کا خوف ہو تو بائع کو حکم دیا جائے گا کہ مشتری کے والد کے پاس بہ مشتری نے قبضہ کر لیا تو قاضی اسکو لیکر اپنے زمین کو دے گا کہ اسکو بیکر اسکے دام عادل کے پاس رکھے پس اگر گواہوں کی تبدیل گئی تو وہ زمین مشتری کا ہو اور اگر تبدیل نہ ہوئی تو وہ زمین بائع کو دیا جائے گا۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ نے ذکر کیا کہ اگر دعویٰ کسی مال منقولہ میں ہو اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو عادل کے پاس رکھے اور اسپر اکتفا نہ کیا کہ مدعا علیہ اور مال کے واسطے دونوں کی طرف سے قبضہ بانفس سے لیا جاوے جس اگر مدعا علیہ عادل ہو تو جو درخواست منظور ہوگی اور اگر فاسق ہو تو منظور ہوگی۔ یہ حدیث لکھا ہے مگر غلط کار کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے تو عادل کے سپرد کرنے یا قبضہ لینے کا قاضی حکم دوں گا مگر دوسرے کسی زمین کی بابت ہو اور اس میں درخت ہوں اور درختوں پر پھل ہوں تو کسی عادل کے قبضہ میں

دیجا ویگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہی ادب القاضی میں ہو کہ اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ مجھے اپنے شوہر سے خوف ہو کہ وہ جانتا  
 حیض میں میرے پاس سوولے اسواسطے تم مجھے کسی عادل کے سپرد کر دو تو اس طرف التفات نہ کریگا ایک ہانسی دو ٹھنوں میں  
 مشترک تھی اور اسکی بابت ہر ایک کو دوسرے سے ہنگامی تھی پھر ایک نے تجویز کیا کہ ایک دن تیرے پاس اور ایک دن میرے  
 پاس رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم کسی عادل کے سپرد کر دیں تو امام محمد نے فرمایا کہ میں ہر ایک کے پاس ایک ایک  
 روز رہنے کی اجازت دوں گا اور عادل کے پاس نہ رکھو گا۔ مشائخ نے فرمایا کہ فرج کے معاملہ میں سوولے اس مقام کے ہر گز متناظر  
 کیجائی ہو مثلاً بانیوں کی آزادی میں یا عورتوں کی طلاق میں خواہ گواہی ہو یا نہ ہو احتیاط کیجائی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی  
**تیسواں باب** ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو خط لکھنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے قاضی کے آگے اگر درخواست  
 کی کہ فلاں شخص جو فلاں شہر میں ہے اس پر میرا حق ہو اس کے گواہ سن بیوے تاکہ اس شہر کے قاضی کو گواہ ہوں کی سماعت لکھے تو  
 قاضی اس کے گواہ ہوں کی گواہی کو اس حق کے بارہ میں جسکا دعویٰ کرتا ہے سنیگا اور حضرات رحم نے ادب القاضی میں لکھا ہی  
 کہ قاضی نصف شہادت پر فرمان لکھے اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک گواہ پیش کیا کہ فلاں شخص پر اسکا حق ہے  
 یا عورت نے گواہی دی یا گواہی پر گواہی ہوئی تو قاضی اسکو لکھ یگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہی۔ جانتا چاہیے کہ قاضی کو قاضی کا  
 خط معاملات میں برخلاف قیاس بحت شرعی ہو گیا ہی اور خلاف قیاس اسواسطے ہی کہ خط کبھی چھوٹا بنالیا جائے اور ایک خط  
 دوسرے خط سے مشابہ ہوتا ہی اور دوسری مہر سے مشابہ ہوتی ہی لیکن ہم نے اسکو بالاجماع بحت گردانا ہی مگر قاضی متنبو علیہ  
 اسکو تمام شرطیں پائے جانے کے وقت قبول کرے گا مغلہ آنکے یہ ہو کہ جب تک گواہوں سے یہ ثابت ہو کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہی نہ ہو  
 یک قبول نہ کریگا۔ اور جن چیزوں میں قیاس کے موافق عمل ہی مغلہ آنکے حدود و قیاس اور منقولات مثل اسباب و کپڑے و  
 نوٹھی و غلام ہیں کہ ان چیزوں میں امام اعظم رحم اور امام محمد رحم اور امام ابو یوسف رحم کے پہلے قول کے موافق قاضی کے  
 خط کو جائز نہیں رکھا پھر امام ابو یوسف رحم نے رجوع کر کے فرمایا کہ غلام میں بھاگنے کے باب میں خط جائز ہی اور وارون میں  
 جائز نہیں ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف رحم سے یہ منقول ہو کہ سب منقولات میں جائز ہی اور بعض مشائخ متاخرین نے  
 اسی کو لیا ہی۔ اور امام بیہابی سے روایت ہو کہ وہ قاضی کا خط کھلا اور طلاق اور کل ایسے حکموں میں جن میں قاضی کے خط  
 کے شرائط متحقق ہو سکتے ہیں اور مشہود یہ وغیرہ کی تعمین ممکن ہو جائز رکھتے اور فتویٰ دیتے تھے۔ اور نقلیات یعنی ہائے  
 منقولہ میں امام اعظم رحم و محمد رحم کے نزدیک اسواسطے قاضی کا خط نہیں جائز ہی کہ ان چیزوں میں (مشہود یہ) کو اشارہ سے معلوم  
 کرانا چاہیے اور اشارہ خط میں نہیں ہو سکتا ہی پس جب دعویٰ اور گواہی کی صحت اس سے نہوگی خط بھی اس باب میں ناجائز  
 ہو گا یہ ملقط میں لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زید بن زید بن عمرو نے جو فلاں شہر میں ہی میرے ساتھ کھل کیا اور اب  
 میرے کھل سے انکار کرتی ہی اور کھل کے گواہ بیان موجود ہیں پس اسکو اور گواہوں کو جمع کرنا مجھے ممکن نہیں ہوتا ہی تو قاضی  
 سے کہا کہ تم اس بارہ میں مجھے ایک خط لکھ دو پس قاضی اس کے گواہوں کی گواہی سن کر خط لکھ دے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی عورت  
 نے کسی غائب شخص کی عورت ہونے کا دعویٰ کیا یا کسی غائب کی ولا، آزادی یا ولا، مولا کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہی اور  
 اسی طرح اگر نسب کا دعویٰ کیا مثلاً زید نے کہا کہ عمرو بن خالد میرا باپ ہی اور وہ میرے نسب سے انکار کرتا ہی اور میرے  
 گواہ بیان اس بات کے موجود ہیں کہ عمرو بن خالد نے انکار کیا تھا کہ زید اسکا بیٹا ہی اس بات کے کہ اس نے زید کی عورت  
 کھل کیا اور میں اسی کے بستر سے بہا ہوا ہوں اور اسی کی طرف تنسوب ہوں اور اس پر زید نے گواہ قائم کیے تو قاضی

لاؤ اور پورا  
 مراد اس سے  
 جامع ہو گا اور  
 یہ غادرہ مست  
 نہ ہو  
 عدالت کے لئے  
 اس کے لئے ہے

اسکو خط لکھ دیا اور اسی طرح اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ مدعی فلان شخص غائب کا باپ ہو اور گواہ پیش کیے اور خط لکھا تو بھی جہاں  
 لکھ دے گا۔ اور اگر کسی نے کسی غائب کے بھائی یا چچا ہونے کا دعویٰ کیا اور خط طلب کیا تو قاضی نے لکھ دیا کہ اس صورت  
 میں کہ میراث یا نفقہ کا دعویٰ ہو یا قلعہ میں پرورش کا دعویٰ ہو اور باپ بیٹے میں یہ دعویٰ ہو کہ اسے باپ یا بیٹے یا قلعہ کی پرورش  
 کی ہو تو گواہی قبول کر لیا خواہ اسکی زندگی میں ہو یا بعد موت کے۔ اگر ایک مرد یا عورت نے کسی لڑکے یا لڑکی کا دعویٰ کیا اور کہا  
 کہ اسکا نسب ہم دونوں سے مشورہ اور وہ بالفعل فلان شہر میں فلان بن فلان غائب کے ماتحت میں ہو اور وہ اسکو غلام جانتا  
 ہو اور اسپر دونوں نے گواہ پیش کیے اور اس باب میں قاضی کا خط طلب کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے نزدیک قاضی اسکو لکھ دیا  
 اور امام اعظم رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مسائل نسب میں اگرچہ قاضی خط لکھتا ہو مگر اس مسئلہ میں نہ لکھ دیا اور حاصل یہ ہے کہ اگر فرزند  
 کے دعویٰ کے ساتھ غلام بننے کا دعویٰ ہو تو نہ لکھ دیا مگر جبکہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ میراث یا چچا ہو اور اسکو فلان شخص نے  
 غصب کر لیا ہو تو بالاتفاق لکھ دیا۔ اور مکان اور عقار کے دعویٰ میں بالاتفاق نسب کے نزدیک لکھ دیا خواہ وہ دارمعالیہ  
 کے شہر میں ہو یا کسی اور شہر میں ہو جس میں قاضی خط لکھنے والا ہو۔ اگر خط کے گواہ راستہ میں چلا ہو گئے یا انکی راسے واپس  
 آنے کی ہوئی یا کسی دوسرے شہر میں یا نیکارا دہ کیا پس انھوں نے ایک قوم کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا تو جائز ہے اور انکے گواہ  
 کرنے کی یہ صورت ہو کہ یوں کہے کہ یہ خط فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان  
 کے نام اس شخص مدعی کے دعویٰ کے باب میں جو فلان بن فلان پر اُسے کیا ہو لکھا ہو وہ میں نے دیکھا ہے اور ہمارے سامنے  
 رہی ہو اور ہمارے گواہ کیا ہو تو ہم لوگ ہماری اس گواہی پر گواہ رہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ لوگ اور تیسرے لوگوں کو گواہ کر  
 یا جو تھے یا پانچویں اگرچہ دور تک بر سرحدین یہ قضاے قاضی خان میں لکھا ہو۔ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف سے جائز  
 ہونے کے واسطے پانچ چیزوں کا جاتا شرط ہے۔ ایک یہ کہ قاضی کا تب معلوم ہو دوسرے یہ کہ قاضی مکتوب الیہ معلوم  
 ہو تیسرے دعویٰ معلوم ہو یعنی جس چیز میں دعویٰ ہو وہ معلوم ہو چوتھے مدعی معلوم ہو پانچویں دارمعالیہ معلوم ہو یا جانا  
 چاہیے کہ قاضی کا تب کے معلوم ہونے کی یہ صورت ہو کہ اسکا نام اور اس کے باپ کا نام اور اسکے دادا یا قبیلہ کا نام لکھا جاوے اور اگر  
 باپ اور دادا کا نام لکھا تو بالاتفاق بچان معتبر نہ ہوگی اور اگر باپ کا نام لکھا اور دادا یا قبیلہ کا نام نہ لکھا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے  
 نزدیک معرفت حاصل نہ ہوگی اور اگر مشہور ہو تو میں نام کے ساتھ مشہور ہو چکے ہیں اور اسی طرح اگر لکھا کہ یہ خط  
 ابو فلان کی طرف سے ہو تو کافی رہے بشرطیکہ وہ اس کنیت کے ساتھ مشہور ہو چکے ہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور سیوط  
 کافی ہو اگر لکھا کہ ابن فلان کی طرف سے ہو بشرطیکہ وہ اس کنیت سے مشہور ہو چکے ہیں ابن ابی عیسیٰ۔ اور قاضی کے  
 نام اور نسب پر گواہ ہونے کی گواہی کے مقبول ہونے کی صورت نہیں ہے جب تک کہ خط میں نہ لکھا ہو۔ اور سیوط قاضی  
 مکتوب الیہ کے معلوم ہونے کی بھی یہی صورت ہے کہ اسکا نام اور نسب اس طرح ذکر کرے کہ اسی پیمان ہو جاوے اور اگر لکھا  
 نہ ہو تو اسکے نام و نسب پر صرف گواہی کفایت نہ کرے گی اور دارمعالیہ کا معلوم ہونا شرط ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک  
 اسکے نام اور باپ کے نام سے پیمان نہ ہوگی جب تک اسکے دادا کا نام نہ ہو رہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دادا  
 کا نام ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول مضطرب ہے اور قاضی ابو علی سخندی ابتداء میں دادا کا نام ذکر کرنا شرط  
 کیونکہ شرط نہیں کرتے تھے پھر آخر میں اس سے رجوع کیا اور کہا کہ دادا کا نام بھی ذکر کرنا شرط ہے اور سیوط بھی اور اسی پر  
 فتویٰ ہو اور اگر دادا کا نام نہ ذکر کیا بلکہ کو اسکے قبیلہ کی طرف نسبت کر دیا پس اگر اسکا قبیلہ چھوٹا سا ہو اور اسے فخر ہو کہ اس شخص

۱۱۶۴  
کتابخانه عمومی  
مکتبہ اسلامیہ  
کراچی



وہ پہچانا جاتا ہی تو بلا خلاف کافی ہو کیونکہ چھوٹے قبیلہ میں اکثر دو شخص ایسے کم ہوتے ہیں جنکے نام اور انکے باپ کے نام ایک ہوں پس ذکر قبیلہ بجائے داد اسکے نام کے ہو جائیگا اور اگر بڑا قبیلہ ہو یا اعلیٰ فخر ہو تو صرف قبیلہ کی طرف منسوب کرنا کافی نہیں ہو جیسے بنی قریظہ بنی نضیر بنی ایسے لوگ نکلیں گے جنکے نام اور انکے باپ کے نام ایک ہوں اور اگر اسکو کسی شجر کی طرف منسوب کیا مثلاً کہا کوئی ہی باغدادی ہی تو بدون داد اسکے نام ذکر کرنے کے کافی نہیں ہی اور اگر اس کے پیشہ اور کاریگری کی طرف نسبت کی اور داد اور قبیلہ کا نام ذکر کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک کافی نہیں ہی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اگر صناعت اسکی ایسی ہو کہ میں سے وہ لاشعرا پہچانا جاوے تو جائز ہے۔ اور اگر اسکے باپ کا نام اور اسکا لقب ذکر کیا اور اس بقعہ لاشعرا پہچانا جاتا ہو تو کافی ہی اور اگر ایسا نہ ہو تو کافی نہیں ہی اور اگر اسکے دادا کا نام ذکر کیا اور اسکے باپ کا نام نہ ذکر کیا تو کافی نہیں ہی۔ اور اگر یوں تحریر کیا کہ فلان بن فلان غمر کے قاضی فلان بن فلان غمر کے قاضی فلان بن فلان غمر کے قاضی فلان بن فلان غمر کے قاضی کے نزدیک بلا خلاف ایسی تحریر کافی ہو کیونکہ قاضی ہونا بھی پہچاننے کا سبب ہو گا اسکے ذکر سے دادا کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی اور اگر اسطرح تحریر کیا کہ فلان غمر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے ہر اس قاضی یا حاکم اسلام کی طرف جسکو یہ خط پہونچے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اور زفر رحمہ کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رحمہ ظاہر امام اعظم رحمہ کے ساتھ ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ جب قاضی ہوئے اور لوگوں کا مال دیکھا تو بیعت سے مسائل میں احتیاطاً وسعت دی اور انھیں مسئلہ پر محیط میں لکھا ہی اور اسی پر آج کل لوگوں کا عمل ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔ اگر یوں کہا کہ فلان شخص کا فلان سندھی ہے جو غلام فلان بن فلان قاضی کا ہی اسقدر عرض ہی تو جائز ہی کیونکہ مملوک مالک کی طرف نسبت کرنے سے پہچانا جاتا ہی پس جب انکو اسکے مشہور مالک کی طرف نسبت کیا یا اسکا نام اور اسکے باپ اور دادا یا قبیلہ کا نام لکھ دیا تو غلام کی شناخت ہو رہی ہوگی۔ اگر غلام کا نام ذکر کیا اور اسکے مالک کا نام اور باپ کا نام ذکر کیا اور اسکے دادا یا قبیلہ کو ذکر کیا تو شخص الاسلامہ شخص نے لکھا ہو کہ کافی نہیں ہی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ کافی ہو کیونکہ شناخت تین چیزوں کے ذکر سے ہوتی ہو اور وہ پانی گنیمت ایک غلام کا نام اور ایک مالک کا نام اور ایک اسکے باپ کا نام۔ اگر غلام کا نام اور مالک کا نام ذکر کیا اور مالک کو اسکے خاص قبیلہ کی طرف نسبت دیکھا تو کافی نہیں ہی اور اگر نسبت کیا تو شخص الاسلامہ کے قیاس مسئلہ متقدمہ پر کافی نہیں ہی اور موافق شیخ الاسلام کے کافی ہو۔ اگر یوں لکھا کہ فلان شخص کا فلان شخص پر کہ جو سندھی غلام ہوا ہے کہ فلان بن فلان کے ہاتھ میں ہی اسقدر قرض ہو پس اس صورت میں ہاتھ میں ہونے سے اگر یہ مراد ہو کہ وہ اسکے گھر میں رہتا ہو تو کافی نہیں ہو کیونکہ نسبت میں امر لازمی چاہیے اور وہ ملکیت ہوتی ہی اور صرف ہاتھ میں ہونا کبھی بلا ملکیت کے ناحق ہوتا ہے وہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اور گواہوں کے سامنے خط پڑھ کر انکو سنا دینا چاہیے ہی تاکہ اسکے مضمون سے واقع ہو جاوے یا اگر نہ پڑھے تو انکو آگاہ کر دے کیونکہ بدون جانے ہوئے گواہی نہیں ہوتی ہی پھر خط سامنے مہر کر کے انکو سپرد کر دے تاکہ تغیر کا وہم نہ ہو اور یہ امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہی کیونکہ خط پر حکم کیواسطے یہ شرط کہتے ہیں کہ گواہ خط کے مضمون سے واقع ہوں اور مہر اسکے سامنے ہوئی ہو اور اسی طرح ان دونوں اماموں کے نزدیک خط کے مضمون سننے سے ادا کرنے کے وقت تک یا درکھنا شرط ہے۔ اور آخر میں امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ امین سے کچھ بھی خط نہیں ہی یا نہ یہ شرط ہے کہ انکو سپرد کر دے کہ یہ میرا خط اور میری اور ایک رفاقت میں امام ابو یوسف رحمہ سے ہی کہ میری شرط میں ہے اس طرح کی آسانی امام ابو یوسف رحمہ نے قاضی ہو کر کردی کہ پس اسکو نہ لکھتے اور شخص الاسلامہ نہ لکھتے امام ابو یوسف رحمہ نے کالوں اختیار کیا ہے کافی میں لکھا ہی تصاف رحمہ نے ذکر کیا ہے کہ بعض کا شیون کا یہ دستور ہے کہ خط ہی کے پیر کے ہونے

یہی امام ابو یوسف رحمہ کا قول اور یہی فتویٰ کے لیے بنا بر قول شمس الاممہ کے تھا کہ کذا فی النہایہ۔ جب امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک خط کے مضمون کی گواہی گواہوں پر شرط شہری تو قاضی کو چاہیے کہ خط کی ایک نقل گواہوں کو دے تاکہ وہ گواہی ادا کر سکیں پس قول امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کا احتیاطی اور امام ابو یوسف رحمہ نے آسانی فرمائی ہے اور امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک ایک شرط ہے کہ خط بذاتہ ہو اس طرح کہ خط کا عنوان ہوں لکھے یہ خط فلان بن فلان قاضی کی طرف سے فلان بن فلان قاضی کو ہے۔ اور اگر اس نے اندر خط کے یہ عنوان نہ لکھا صرف لکھا یا عا فان اللہ وایک کم تو مکتوب لایہ قاضی خط کو قبول نہ کریگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک عنوان شرط نہیں ہے صرف یہ شرط ہے کہ گواہ گواہی دین کہ یہ فلان بن فلان قاضی کا خط تیرے نام ہے اور اسکی مہر ہے۔ جب طرفین کے نزدیک عنوان شرط تھا تو ہم بیان کرتے ہیں کہ اگر عنوان اندر اور باہر ہو تو قاضی ایسے خط پر عمل کریگا اور اگر فقط اندر ہو تو بھی تعمیل کریگا اور اگر فقط باہر ہو تو اسپر عمل نہ کریگا اور چاروں سے بعض مثل تلخ متاخرین نے صرف عنوان ظاہر پر لکھا کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور دونوں کے نام و نسب دونوں عنوانوں میں تحریر کرے اور اگر اندر کے عنوان میں اسکو چھوڑ دیا تو صحیح نہیں ہے اور باہر کے عنوان کی صورت ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ لکھنے سے پہلے یہ لکھے کہ از جانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان و فلان اور دائیں ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ سے اوپر لکھے بسم اللہ الملک الحق الامین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر شخص کی طرف جسکو یہ خط قاضیوں اور حاکموں سے پہونچے ادا م اللہ توفیقہ و توفیقہ۔ اگر اس نے لکھا کہ فلان شہر کے قاضی کو پہونچے اور اس شہر میں ایک ہی قاضی تھا تو امام علی بن محمد بزوی نے فرمایا کہ صحیح ہے اور اگر اس شہر میں دو قاضی ہوں تو جائز نہیں ہے۔ پھر باہر خط کے لکھے بائیں طرف سے فلان بن فلان قاضی شہر و لیل کے طرف سے پھر دائیں طرف سے بسم اللہ الملک الحق الامین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر شخص کو قاضیوں اور حاکموں میں سے جسکو یہ خط پہونچے ادا م اللہ توفیقہ و توفیقہ۔ پھر بسم اللہ لکھنے کے بعد یوں لکھے کہ خط میرا حال اللہ تعالیٰ بقاء فلان قاضی کو انحر جیسا کہ رسم ہے پھر لکھے یا ہر پھر اگر قاضی مدعی کو شکل اور نام و نسب سے پہچانتا ہو تو لکھے۔ فلان مدعی میری مجلس قضائیں فلان شہر میں حاضر ہوا اور میں امین مقیم ہوں اور فلان بن فلان کی طرف سے نافذ قضا ہوں جیسے رسم ہے اور مدعی کا قبیلہ اور طبع بیان کر دے یہ نہایت میں لکھا ہے اور صحیح ہے کہ میری مجلس قضائیں لکھنا شرط نہیں ہے صرف یہ لکھنا کہ مجلس حکم میں فلان شہر میں حاضر ہوا کافی ہے اگر اس صورت میں کہ جب اس شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک ایک طرف کا علیحدہ ہو یہ ملقط میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی اسکو نہ پہچانتا ہو اور اس نے کہا کہ میں فلان بن فلان ہوں تو گواہوں سے دریافت کر کے خط میں لکھے کہ مدعی حاضر ہوا کہ فلان بن فلان نام بتلاتا تھا اور میں نے اسکو نہ پہچانا اور گواہوں سے دریافت کر لیا اور گواہوں کے نام و نسب و علیہ و مسکن اگر ذکر کر دے تو بہتر ہے اور اگر نہ ذکر کیا صرف اسپر لکھا گیا کہ گواہ عادل تھے کہ مجھے انکی عدالت معلوم ہوئی تھی یا میں نے دریافت کر لیا اور انکی تصدیق کی گئی تو باہر ہی پھر لکھے کہ ان گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے اور اسکی شناخت خوب بیان کرے اور اگر اس کے قبیلہ کو ذکر کرے تو بہتر ہے ورنہ مضر نہیں ہے پھر لکھے کہ میں کسی مدعا علیہ کے یا نائب مدعا علیہ کے حاضر ہو کر ایک وار کا دعویٰ کیا جو فلان شہر میں فلان محلہ میں واقع ہے اور اس کے حدود یہ ہیں اور وہ فلان شخص کے قبضہ میں ہے اگر اسکو فلان بن فلان کہتے ہیں اور مدعا علیہ کی بھی طرح پہچان بیان کر دیوے اور اگر مدعا علیہ مشور آدمی ہو تو اسکی ضرورت نہیں ہے یہ نہ یہ لکھ دے کہ اس نے فلان بن فلان پر دعویٰ کیا مگر یہ ضرور لکھے کہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ بقدر مسافت سفر کے اس شہر سے دور ہے اور نائب ہی اس واسطے کہ بہت سے مثل تلخ مسافت سفر سے کم میں قاضی کا خط جائز نہیں کہتے ہیں جیسا کہ گواہ ہے



اور اس شرط کی مراد یہی ہے کہ ذافی النہایہ۔ اگر خط میں تاریخ نہ لکھے تو مقبول نہ ہوگی اور اگر لکھے تو لحاظ کرنا چاہیے کہ وہ اس وقت قاضی تھا یا نہ تھا اور اگر نہ لکھے تو گواہوں کی گواہی پر اکتفا نہ کیا جاوے اور ایسا ہی جب لکھا نہ ہو تو صرف گواہوں کی گواہی پر کہ یہ قاضی کا خط ہی اکتفا نہ کیا جائیگا اور اگر اصل حادثہ پر انھوں نے گواہی دی اور تحریری نہیں ہو تو اسپر عمل درآمد نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے جب یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہنچے تو اسکو چاہیے کہ مدعی اور اس کے مدعا علیہ کو جمع کرے اور قاضی کا خط ہونے پر گواہی اسی وقت قبول کرنا چاہیے کہ جب مدعا علیہ موجود ہو۔ پھر جب دونوں جمع ہوئے اور مدعی نے دعویٰ کیا تو قاضی مدعا علیہ سے اس دعویٰ کی بابت دریافت کرے گا پس اگر اسے اقرار کر لیا تو اس اقرار پر فیصلہ ہوا اور خط کی کچھ ضرورت نہ رہی اور اگر اسے انکار کیا تو مدعی حجت قائم کرنے کے واسطے قاضی کا خط پیش کرے اور جب پیش کیا تو قاضی دریافت کرے کہ یہ کیا ہے تو جواب دے گا کہ فلاں قاضی کا خط ہے تو یہ قاضی کیسے لکھا کہ اسپر گواہ پیش کرے کہ اس قاضی کا خط ہے یہ جیسا میں ہوا اور اگر مدعا علیہ کی ماضی کے خط قبول کر لیا تو جائز ہی اور اگر اسکی ناموجودگی میں قاضی کا خط ہونیکے گواہ سن لے تو جائز نہیں یہی ہے مدعا علیہ کی ماضی خط کی گواہی قبول کرنے کے واسطے شرط یہ صرف خط کے قبول کرنے کے واسطے شرط نہیں یہی ہے امام محمد رحمہ نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر خط قبول کیا اور مدعا علیہ موجود نہیں ہو تو جائز ہی اس سے مراد قبول خط ہی نہ خط کی گواہی کذا فی الملاحظ جب گواہوں نے کہا کہ یہ فلاں قاضی کا خط تھا اسے نام ہو اور اسپر اسکی مہر لگی ہو تو خط کو قبول کر لیا اور دریافت کر لیا کہ تم کو پڑھ سنایا اور تمھارے سامنے مہر لگائی ہو پس اگر انھوں نے کہا کہ نہیں پاچارے سامنے پڑھا ہی اور مہر نہیں لگائی یا اسکا آٹا کہا تو قبول نہ کر لیا اور اگر انھوں نے کہا کہ ہاں ہم کو پڑھ سنایا اور ہمارے سامنے مہر لگائی اور ہم کو گواہ کیا ہے تو کیا بدعتی خط کو کھول لیا اور یہ کہنا کافی نہیں کہ ہمارے نزدیک یا ہماری حضور میں مہر لگائی ہی کذا فی النہایہ۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ قاضی کا خط اور اسکی مہر ہی اور خط کے مضمون کی گواہی نہ دی تو طرفین کے نزدیک قبول نہ کر لیا اور امام ابووسف رحمہ کے نزدیک قبول کر لیا یہ جیسا سرخی میں لکھا ہے اور جب قاضی نے خط کو کھولا تو دیکھے کہ ان گواہوں کی گواہی مضمون خط سے موافق ہو یا خلاف اگر مخالف ہو تو رد کر دے اور اگر موافق ہو پس اگر قاضی کا تب نے امین گواہوں کی عدالت لکھ دی یا قاضی مکتوب الیہ آگے بچھا تو مدعا علیہ پر حق کا فیصلہ جاری کر دیا اور اگر ایسا نہ ہو تو قاضی گواہوں کی عدالت دریافت کر لیا پس اگر انکی تعدیل کی گئی تو انکی گواہی پر فیصلہ کر دیا کذا فی النہایہ اور اولیٰ یہ ہو کہ خط کو مدعا علیہ کے سامنے کھوئے اور اگر مدعا علیہ کی ماضی کے خط کو کھولا تو جائز ہی کذا فی الجہا اور امام محمد رحمہ نے کتابین خط کو کھولنے کے واسطے گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے کیونکہ اس طرح فرمایا کہ جب گواہوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے کہ اسے اپنی کچھری میں بہین سپرد کیا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ پھر قاضی نے اسکو کھولا اور قبول نہ کیا پھر جب گواہوں نے گواہی دی اور انکی تعدیل کی گئی پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کھولنے کے واسطے گواہوں کی عدالت شرط نہیں ہے اور صحیح ہے کہ گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کے بعد خط کھولے اور یہ روایت سید الشہید کی شرح حدیث باب القاضی کے موافق ہے اور جو معنی میں فقہاء ہی اس کے مخالف ہیں کیونکہ معنی میں لکھا ہے کہ خصاوت مہر نے ادب القاضی میں ذکر کیا کہ قاضی گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے خط نہ کھولے پھر کہا کہ جو امام محمد رحمہ نے فرمایا ہے وہ اجماعی معنی مطلق گواہی ہے کہ یہ قاضی کا خط اور اسکی مہر ہی خط کھولنا جائز ہے ورنہ اس کے کہ گواہوں کی عدالت سے انقضیٰ کہ ہے یہ نسخہ میں لکھا ہے ابن عساکر نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ قیاس قبول الیٰ فیہ رحمہ پر جب قاضی کا خط لکھا یا تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے





گواہ کیے اور گواہوں نے قاضی شہر کے سامنے گواہی ادا کی تاکہ یہ قاضی وکیل کے شہر کے قاضی کو لکھے کہ وہ وکالت کا حکم دیے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ تانا رغانہ میں لکھا ہے۔ اگر مدعی بسبب میراث کے کسی دار کا دعویٰ کرتا ہے تو قاضی کاتب اپنے خط میں لکھ دیکر یہ ذکر کیا کہ فلان بن فلان بن فلان مرگیا اور اس نے ایک دار کو فہم بنی فلان بن فلان میں چھوڑا آخر تک مثل ہماری تحریر سابق کے لکھے پھر لکھے اور یہ دار ملک اور حق فلان بن فلان کا تھا اور اس کے قبضہ و تحت تصرف میں رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا اور فلان شخص کو چھوڑا کہ سوائے اسکے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور یہ دار محمد وہ اسکے لیے میراث چھوڑا اور یہ نہ چاہیے کہ مدعی کے ذکر پر کہ میں سوائے اپنے اسکا کوئی وارث نہیں جانتا ہوں اتنا کرے پھر یوں ذکر کرے کہ فلان مدعی میرے پاس فلان و فلان کو لایا کہ انھوں نے گواہی دی کہ فلان بن فلان بن فلان مرے اور اس لیے آخر تک موافق ہمارے ذکر کے لکھے۔ اگر دعویٰ کسی عمارت میں واقع ہے اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکی بابت اسکو خط لکھ دے تو اسکی دو صورتیں ہیں یا وہ عمارت مدعی کے شہر میں ہوگا اور مدعا علیہ دوسرے شہر میں ہوگا یا عمارت مدعی کے شہر کے سوا دوسرے شہر میں ہوگا اور اسکی دو صورتیں ہیں یا ایسے شہر میں ہوگا جہاں مدعا علیہ موجود ہے یا دوسرے شہر میں ہوگا۔ اور ان سب صورتوں میں قاضی اسکو خط لکھ دیکر اسولے کہ اس باب میں اعتبار مدعا علیہ کے غائب ہونیکے ہوئے اگر عمارت اسی شہر میں ہو جہاں مدعا علیہ ہے اور خط ہو چکا اور مکتوب الیہ نے اسپر عمل کیا اور مدعی کے واسطے اسکے دینے کا حکم کیا اور مدعا علیہ سے کہا کہ اسکے سپرد کر دے پھر اگر اس نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی خود سپرد کر دیکر کیونکہ عمارت اسکی ولایت میں ہے۔ اور اگر عمارت اسی شہر میں ہو جہاں مدعی ہے تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار کرے کہ چاہے مدعا علیہ یا اسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ قاضی کاتب کے پاس بھیج دے کہ وہ فیصلہ کرے عمارت مدعی کو سپرد کر دے اور اگر چاہے تو حکم خود دیدے اور اسکے لیے ایک تحریر لکھ دے اور اس عمارت کا فیصلہ مدعی کے نام ہو اور وہ اسکے پاس رہے مگر عمارت سپرد زمین کر سکتا ہے کیونکہ یہ اسکی ولایت میں نہیں ہے۔ پھر جب مدعی اس فیصلہ کو قاضی کاتب کے پاس لایا اور اسکے فیصلہ پر گواہ پیش کیے تو قاضی کاتب اسکو قبول نہ کرے کیونکہ یہ حکم نافذ کرنے کے واسطے ہے اور قضا کا نافذ کرنا بمنزلہ قضا کے ہے پس غائب پر درست نہیں ہے وکیل قاضی مکتوب الیہ کو چاہیے کہ جب اس نے مدعی کی واسطے فیصلہ کیا اور اسکو تحریر دیدی تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنے کوئی امین روانہ کرے کہ وہ عمارت کو مدعی کے سپرد کرے پھر اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ کاتب کو ایک خط لکھے اور امین تمام کیفیت خط کی اور پورا ماجرا جو مدعی اور مدعا علیہ میں گذرا اور مدعی کے واسطے عمارت کا حکم دینا اور مدعا علیہ کا سپرد کرنے کے واسطے ایک امین دینے سے انکار کرنا سب تحریر کرے پھر لکھے کہ مجھے مدعی نے ایک خط کی درخواست کی کہ میں اپنے حکم سننے میں نے اسکے واسطے فلان شخص پر دریا ہے آگاہ کروں تاکہ تو یہ عمارت اسکے سپرد کر دے پس تو اسپر عمل کر پر حکم اللہ وایا نا اور اس عمارت کو جو اس خط میں مع حدود تحریر ہے اس مدعی فلان بن فلان کو جو میراث خط ہے پاس لانا ہے سپرد کر دے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہنچا تو وہ عمارت کو مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکال کر مدعی کے سپرد کر دیکر اور اگر عمارت اس شہر کے سوا جہاں مدعا علیہ ہے شہر میں ہو تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار کرے کہ چاہے مدعا علیہ یا اسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ کوئے اس شہر کے قاضی کے پاس روانہ کرے جہاں عمارت ہے اور اسکو ایک خط لکھ دے تاکہ وہ ان کا قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کے لیے اس عمارت کا حکم دیے اور اگر چاہے تو خود فیصلہ کرے کہ مدعی کو بل ویدے وکیل عمارت اسکے سپرد نہیں کر سکتا ہے اور اگر قاضی نے کسی جگہ سے علامہ کے ہاتھ میں لکھنا چاہا تو ام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکی ضرورت ہے کہ مثلاً کسی شخص بخاری کا ایک غلام ہرگز کی طرف بھاگا اور کسی سر قندی نے

قاضی ہند بیکانیر باغی باہت سوم خاقانی ہائے قاضی

مکتوب الیہ



لکھا ہے کہ اگر اس خط میں یہ لفظ لکھا کہ اور میں قاضی کو قضاۃ سلیمین سے یہ خط پونچے (۴) تو عمل کر گیا اور اگر یہ لفظ نہیں ہیں تو ہمارے  
 نزدیک عمل نہ کر گیا۔ کتاب الحوالہ میں امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص قاضی کا خالی کردوسرے کے پاس آیا اور وہ ان اپنے شہر  
 کو نہ پایا اور قاضی سے درخواست کی کہ جو کچھ میں پہلے قاضی کے پاس سے لکھوا لایا ہوں تو مجھے اور دوسرے کیواسطے لکھ دے  
 تو وہ اسکا کسرا کچا بشرطیکہ یہ اسکے نزدیک ثابت ہو جاوے اور ثبوت کی شرطیں وہی ہیں جو ہم نے بیان کر دی ہیں کیونکہ جب  
 پہلے کے پاس گواہوں نے گواہی دی اور اسنے وہ تمام مقدمہ اس قاضی کو لکھ دیا تو وہ گواہی مکمل متقبل ہو کر اسکے پاس آئی  
 پس گواہیت میں اسی کے سامنے گواہی ادا ہوئی ہوگی اگر حقیقت میں اسکے پاس گواہی پیش ہوئی تو اسکو ضرور لکھنا چاہیے تھا  
 ایسا ہی اس صورت میں ہو گیا اسی کے سامنے پیش ہوئی ہی پیش لکھنا چاہیے لیکن صرف اتقدر لکھ گیا کہ جسقدر اسکو ثابت ہوا اور  
 وہ یہ کہ ایک غائب شخص برحق کیواسطے قاضی کا خط یہ کہ خود حق بھی اسکے نزدیک ثابت ہو گیا پس وہ اپنے خط میں قاضی کا خط  
 نقل کر دیا اگر چاہے تو اسکو بطور حکایت بیان کر دے۔ اور اسی طرح اگر مدعی نے قاضی اول کے سامنے بیان کیا کہ جب ایسے  
 گواہ نہیں ملتے ہیں جو میرے ساتھ مدعا علیہ کے شہر کو جاوین پس تو ایک خط فلاں شہر کے قاضی کو لکھ دے تاکہ وہ اس شہر کے  
 قاضی کو لکھے کہ میں مدعا علیہ موجود ہو تو قاضی اسکی درخواست منظور کر گیا اور اگر مدعی نے قاضی اول سے درخواست کی کہ قاضی  
 مرو اور نیشاپور کو خط لکھ دے کہ میں مرو جاتا ہوں اگر وہاں مدعا علیہ مل گیا تو فیروزہ نیشاپور جاؤنگا تو امام ابو یوسف رحمہ کے قول  
 کے موافق قاضی یہ درخواست منظور کر گیا اور امام ابو حنیفہ رحمہ امام محمد رحمہ کے نزدیک اس طرح نہیں لکھیں گے۔ اگر مدعی خط لکھ قاضی اول کے  
 پاس لوٹ آیا اور کہا کہ مدعا علیہ اس شہر میں نہ ملا اور مجھے فلاں شہر کو لکھ دے تو قاضی جب وہ خط اس سے واپس لے کر تپ  
 دوسرا خط اسکو لکھ دیا اور اگر وہ واپس کر سیکے لکھنا چاہا حالانکہ یہ نہیں چاہیے ہو تو اسکو لازم ہے کہ خط میں یہ حوالہ لکھ دے کہ ایک مرتبہ  
 میں نے ہی خط فلاں شہر کے قاضی کو لکھا تھا اور مدعی کو مدعا علیہ وہاں نہ ملا اور یہ اس غرض سے کہ التباس نہ پاتا رہے یہ فیروزہ میں  
 لکھا ہے۔ اگر ایسے شخص کیواسطے جو غائب ہے قرضہ کا دعویٰ کرتا تھا قاضی نے خط لکھا اور مقرر کر دی پھر مدعی آیا اور کہا کہ خط میرے پاس سے  
 گم ہو گیا اور دوسرے خط کی درخواست کی پس اگر قاضی کے نزدیک وہ متم ہو تو دوسرا خط نہ دیوے اور اگر متم نہ ہو تو دیدے مگر دوسرے  
 خط میں قاضی مکتوب الیہ کو لکھ دے کہ میں نے تجھے فلاں تاریخ اسی معاملہ میں ایک خط لکھا تھا کہ مدعی نے اگر بیان کیا کہ گم ہو گیا  
 اور دوسرا خط طلب کیا اور میں نے یہ خط لکھا اور اس میں تاریخ کھدی تاکہ مدعی دو خطوں کے ذریعہ سے دو مرتبہ حق وصول کر سکے  
 اگر خط لکھنے کے بعد مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ اس شہر سے دوسرے شہر میں چلا گیا اور وہاں کے قاضی کو خط لکھ دے تو قاضی لکھ دے گا  
 اور اس خط میں تحریر کر گیا کہ میں نے اسی معاملہ میں ایک خط فلاں شہر کے قاضی کو لکھا تھا پھر مدعی نے اگر بیان کیا کہ مدعا علیہ اس  
 شہر سے فلاں شہر میں چلا گیا پھر یہ خط طلب کیا اور یہ تحریر احتیاطاً ہی یہ قاضی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے واسطے  
 جو دوسرے برحق کا دعویٰ کرتا ہی ایک خط لکھا اور ہنوز خط اسکو نہیں دیا تھا کہ اسکا مدعا علیہ جیکے واسطے اسے خط لکھا تھا مضر  
 ہو گیا اور اسنے قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کر گیا بلکہ دوبارہ اعادہ کر لیا اگر قاضی نے اس امیر کو خط  
 اس کو قاضی کیا ہی خط لکھا اور وہ اس کے ساتھ شہر میں موجود تھا اسلئے اللہ الامیر اور تمام قضاۃ اور گواہی بیان کر دی۔  
 ایک فقہ کے ہاتھ یہ خط لکھا کہ میں کو امیر چاہتا ہوں اگر امیر نے اسکے موافق حکم دینا تو جائز ہے اگرچہ اسپر عنوان اور مہر نہ ہو  
 اور نہ اسپر دو گواہ ہوں اور یہ حکم استعمال ہی اور قیاس چاہتا ہے کہ ایسا خط مقبول نہ ہوتا اور اصل میں یہ کہ روستا اور قریہ کے قاضی  
 اور عامل کا خط مقبول نہ ہو گا صرف ایسے شہر کے قاضی کا خط مقبول ہو گا جہاں منبر اور جمعہ ہوتا ہے اور یہ حکم نابہ ظاہر روایت ہے۔

قنادی ہندوستان بلحاظ قاضی باہست سوم قاضی باہست



اور بنا بر اس روایت کے کہ جس میں نفاذ قضا کے واسطے شہر کی شرط زمین نہیں قاضی قریب و روستا اور اسکے عامل کا خط قبول ہوگا۔ اور اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں تھی اور اسکا کسی نے دعویٰ کیا اور اپنی ملکیت کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکے نام فیصلہ کر دیا پھر قابض نے کہا کہ میں نے فلاں شخص سے خریدی تھی اور وہ فلاں شہر میں ہی اور میں اسکو قیمت بچکا ہوں تو میرے گواہ سنکر مجھے خط لکھ دے تو قاضی اسکو خط لکھ دیا۔ اگر ایک باندی ایک مرد کے قبضہ میں ہو کہ اسے ملکیت کے اقرار کے بعد اصلی خزانہ ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکے نام آزادی کا فیصلہ کر دیا پس اگر قابض نے گواہ پیش کیے کہ میں نے اسکو فلاں غائب سے اسقدر دامون کو خریدی اور شن ادا کر دیا ہے اور قاضی سے خط کی درخواست کی تو قاضی کہے کیونکہ وہ شن واپس لینا چاہتا ہے اور وہ فرض ہے۔ اور اگر باندی نے اپنی آزادی کے گواہ نہ پیش کیے لیکن آزادی کا دعویٰ کیا اور اپنی ملکیت کے اقرار سے انکار کیا اور قابض کے پاس اسکے اقرار ملکیت کے گواہ نہیں تھے تو قاضی اسکو آزاد قرار دینا اور بلا قسم امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسی کا قول معتبر ہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اسپر قسم ہے۔ اور اگر قابض نے کہا کہ میں نے اسکو فلاں شخص سے خریدی ہے اور شن ادا کر دیا ہے تو میرے گواہوں کی سماعت کر لے تاکہ اس سے شن واپس کروں تو درخواست منظور نہ کرے بلکہ خلاف پہلی صورت کہے نہ اور اسی طرح اگر باندی نے بعد ملکیت کے اقرار کے اصلی حریت کا دعویٰ کیا اور قابض نے اسکی تصدیق کی تو مشتری بالغ سے شن نہیں لے سکتا، و اور اسی طرح اگر ابتدا سے رفیقیت سے انکار کیا اور حریت اصلی کا دعویٰ کیا یا تنگ کہ اسکا قول معتبر نہیں تو مشتری کو اختیار نہیں ہو کہ بالغ سے شن واپس کرے۔ اگر مشتری نے ان دونوں صورتوں میں بالغ سے اسطرح قسم طلب کی کہ والدین نہیں جانتا ہوں کہ وہ اصلی آزاد ہے اور اس سے مراد یہ تھی کہ اس سے شن واپس کرے تو اسکو اختیار ہے پھر اگر بالغ نے قسم کھائی تو اسپر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو دعویٰ مشتری کا اقرار کیا تو اسپر لازم ہوگا لچورا شن واپس کر دے اور اگر مشتری نے ان دونوں صورتوں میں بالغ کو قسم دلانا نہ چاہا لیکن باندی کے آزاد ہونے پر گواہ پیش کر لے چاہے تاکہ بالغ سے شن واپس کرے تو اسکے گواہوں کی سماعت ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مثلاً ایک شخص پر اپنے حق کے واسطے قاضی کی طرف سے دوسرے قاضی کے پاس خط لایا اور شہر میں پہنچ گیا تھا کہ مطلوب مر گیا پھر طالب نے اسکے بعض وارثوں کو یا وصی کو ماضی کیا اور خط قاضی کو دیا اور وصی یا وارثوں کے سامنے خط کے گواہ پیش کیے تو قاضی خط کو قبول کرے یا اور گواہوں کی سماعت کرے اور اسکو نافذ کرے یا خواہ خط کی تاریخ مطلوب کی موت سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو۔ اگر قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس ایسی صورت میں لکھا لایا کہ جو اس قاضی کی رائے میں درست نہیں ہو اور اس میں اختلاف فقہاء کا ہو تو یہ قاضی اسکو نافذ نہ کرے اور بھی فرق ہی جمل اور خط میں کہ اگر بعد میں ایسی صورت میں جمل ہو تو قاضی اسکو جاری اور نافذ کرے یا یہ منقطع میں ہے اگر ایک شخص اپنے دوسرے قاضی کے سامنے قاضی کا خط ایک شخص پر دعوے حق میں پیش کیا اور خط میں معاملہ کا نام اور نسب اور مناعت اور قبیلہ مذکور ہے اور اس مناعت یا اس خد میں دو شخص اس نام و نسب کے ہیں تو قاضی خط کو قبول نہ کرے یا سمجھے کہ اس میں دوسرے قاضی کے حق میں خط لکھا گیا ہے اور اگر اس قبیلہ یا مناعت میں دو شخص ایسے نہ ہوں تو قاضی حکم اس پر نافذ کرے گا۔ پس اگر مطلوب نے کہا کہ اس قبیلہ یا اس مناعت میں دوسرے شخص اس نام و نسب کا ہو تو بلا گواہ یہ قول قبول نہ ہوگا اور نہ مقبوضہ سے اسکا چٹکارا ہوگا۔ اور اگر مطلوب نے کہا کہ میں دو سر شخص ہوں پھر گواہ لایا ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کہ میں گواہ قائم کرتا ہوں کہ اس قبیلہ یا اس مناعت میں وہ سر شخص اس نام و نسب کا موجود ہے تو یہ قولی گواہی

ملک  
تاریخ  
جو تھی  
جو

مقبول ہوگی اور وہ مقدمہ سے چھوٹ جائیگا اور اگر یہ کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ اس قبیلہ یا صناحت میں دوسرا شخص اس نام و نسب کا تھا اور وہ مر گیا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی مگر اس صورت میں مقبول ہوگی کہ خط کی تاریخ اور گواہوں کی گواہی جو خط میں ہوگی تاریخ کے بعد وہ شخص مر گیا ہو۔ اگر وہ خط کسی میت کے اور حق کا ہو تو قاضی اس کے بغض وارثوں کو حاضر کرے گا اور گواہ منکر خط کو قبول کرے گا۔ نوادر ابن حامد میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا دوسرے غائب پر کچھ مال میعاد قرض ہی اور اس نے قاضی سے وثیقہ کی کہ اس بابت ایک خط لکھ دے تو وہ اسکو مقبول اور موافق گواہوں کی گواہی کے انہیں میعاد مندرجہ کر دیا۔ اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر مطلوب دعویٰ کیا کہ طالب نے مجھے ہر قلیل و کثیر سے بری کر دیا ہے تو کچھ گھڑا تھا میں نے ادا کر دیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قاضی سے کہا کہ میں اسی غمخوار ہونا چاہتا ہوں جس میں طالب ہی اور خوف کرتا ہوں کہ طالب مجھے گرفتار کرے اور بری کر دینے یا وصول پانے سے انکار کرے یا وہ اور میرے گواہ یہاں موجود ہیں تو تو گواہ سن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا اور نہ گواہ سن لے اور نہ لکھ دے اور یہ قول امام ابو یوسف رحمہ کا ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ لکھ دے گا اور اس پر صلح ہو کہ اگر اس نے دعویٰ کیا کہ اس نے ایک مرتبہ وصول پانے سے انکار کر دیا ہے اور میرے ساتھ جھگڑا کیا ہے اور اب مجھے خوف ہے کہ وہ بارہ ایسا کرے پس تو میرے گواہ منکر اس شہر کے قاضی کو لکھ دے تو قاضی اسکو لکھ دے گا غائب شخص پر بری کر دینے کے دعویٰ کے مانند دوا دے گا میں ایک شفعہ کا مسئلہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک وار خدیا اور اسکا فلان غائب شفعہ ہی اور اس نے شفعہ میرے سپرد کر دیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ جب میں وہاں جاؤں گا تو سپرد کرنے سے انکار کرے گا اور شفعہ کا دعویٰ کرے گا اور درخواست کی کہ شفعہ شفعہ سپرد کرنے کے گواہ سن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو اس میں بھی اختلاف مذکور جاری ہے اور دوسرا مسئلہ طلاق کا ہے کہ ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاق دین اور وہ فلان شہر میں آج کل موجود ہے اور میں بھی وہاں جانا چاہتی ہوں اور خوف کرتی ہوں کہ وہ طلاق سے انکار کرے یا وہ تو تو میرے گواہ سن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو اس میں بھی ویسا ہی امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما کا باہم اختلاف ہے جیسا بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر اس شخص نے جو حاضر قاضی کو ایک مرتبہ کے انکار اور جھگڑے کی خبر دی تو قاضی اس کے گواہ منکر اسکو خط لکھ دے گا اور اس میں اختلاف نہیں ہے اگر طالب نے قاضی کے سامنے مطلوب کو بری کر دیا اس کے سامنے شفعہ سپرد کیا تو قاضی نے جو کچھ سنا ہی لکھ دے گا اور یہ امام محمد رحمہ کے اصل پر ظاہر ہے اور وشلخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ کے قیاس پر چاہیے کہ نہ لکھے واقع ہو کہ اگر قاضی نے اپنے علم پر خط لکھنا چاہا تو اسکا خط لکھنا منکر اپنے علم پر حکم قضا جاری کرنے کے ہے پس جہاں جہاں اسکو اپنے علم پر حکم قضا دینا جائز ہو وہاں خط بھی لکھنا جائز ہے مگر ایک صورت میں امام اعظم رحمہ کے قول پر مشائخ نے خط لکھنے میں اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ ماؤنٹ سے اپنے قاضی ہونے سے پہلے واقع ہو اہم قاضی ہوا تو بعضوں نے کہا کہ اس علم پر خط نہ لکھے اور بعضوں نے کہا کہ لکھے۔ امام محمد رحمہ نے کتاب الوکالت میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک دار کے واسطے جو اس شہر میں نہیں ہو کسی کو اسکی خصوصیت یا قبضہ یا جارہ کا وکیل کیا اور قاضی کا خط طلب کیا تو قاضی اسکی بابت اسکو لکھ دے گا پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہے تو اسکی صحت تحریر کرے اور اگر نہیں پہچانتا ہے تو لکھے کہ میں نے گواہوں سے دریافت کیا کہ یہ فلان بن فلان ہوائے آخرہ جیسا ہم نے سابقین میں بیان کیا ہے پھر لکھے کہ سنے فلان بن فلان کو تحریر کیا اور وکیل کا نام اور نسب جیسا ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے پھر اگر قبضہ کے واسطے وکیل کیا ہے تو تحریر کرے کہ فلان دار کے قبضہ کے واسطے جو کو فہم میں بنی فلان میں واقع ہے وکیل کیا اور اگر خصوصیت کے واسطے وکیل کیا ہے تو لکھے کہ فلان دار کی خصوصیت کے واسطے جو کو فہم میں واقع ہے وکیل کیا اور حاصل یہ ہے کہ جس کے واسطے وکیل کیا ہے وہاں کے ساتھ اسکو تحریر کرے اور اگر وکیل حاضر ہو تو

کے لئے  
مادہ ۱۰  
اسکے لئے  
۱۰

تو یہاں پہچان کے واسطے اسکا علیحدہ بھی تحریر کرے اور نہ کرے تو کچھ مضر نہیں ہی اور اگر غائب ہو تو لکھے کہ ایک شخص کو وکیل کیا اور بیان کیا کہ وہ فلان بن فلان قتلانے قبیلہ کا ہی اور اس کلام امام محمد رحمہ اللہ میں اشارہ ہو کہ غائب کو وکیل کرنا صحیح ہے اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے و لیکن قبول وکالت سے پہلے وکیل کو وکالت لازم ہوگی جیسا حاضر کی صورت میں ہی تاکہ وہ ضرر سے محفوظ رہے پھر یہی خط مکتوب الیہ قاضی کو پہنچا تو وہ دار کے قابض کو حاضر کر لیا اور اس کے سامنے خط اور مہر کے گواہ سنایا پھر بعد گواہی کے خط کو کھول لیا اور گواہوں کے سامنے پڑھ لیا تاکہ وہ مضمون پر گواہی ادا کریں اور بعد اسکے پھر وکیل سے گواہ طلب کر کے کہ تو فلان بن فلان ہی پھر اگر اسے گواہ پیش کیے تو جسکے قبضہ میں داری اس سے دریافت کریں کہ اگر اسے اقرار کیا کہ یہ فلان بن فلان کا ہی تو حکم دے کہ اسکو وکیل کے سپرد کر دے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک خط کے گواہوں سے پہلے اگر وکیل سے گواہ اس بات کے مانگے کہ وہ فلان بن فلان قتلانے قبیلہ کا ہی تو بہتر ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر چاہیے کہ پہلے وکیل سے گواہ طلب کرے پھر اس سے خط کے گواہ مانگے۔ اور جو پانچوں اور غلام اور اسباب اور ودیعت اور قرضہ کی وکالت میں بھی یہی حکم ہو۔ اور فرمایا کہ دار کی خصومت کے وکیل کو ہر شخص سے جو دار میں جھگڑا کوئے خصومت کر لیا اختیار ہے کیونکہ وکالت مطلقہ ہے اور اگر موکل نے کسی خاص شخص کے ساتھ خصومت کا اختیار دیا ہے تو دوسرے سے خصومت نہیں کر سکتا اور وکیل بالاجارہ کو صرف یہ اختیار ہے کہ دار کو اجرت پر دیوے اور جسکو اجرت پر دیا ہے اسکا تمام ہو سکتا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر عورت نے اپنے مہر اور نفقہ کی واسطے وکیل کیا اور قاضی سے اس بات خط طلب کیا تو قاضی کو لکھنا چاہیے کہ عورت نے ذکر کیا کہ اس کے شوہر فلان بن فلان پر اسکا اس قدر مہر ہے اور اسے فلان بن فلان کو وکیل کیا کہ اس سے مہر وصول کرے اور اگر وہ نکاح کرے تو اس سے خصومت کرے اور خصومت کر لیا اختیار غرض اس واسطے تحریر کرے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قرض پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصومت کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی تحریر کرے کہ اسے اپنے نفقہ کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اگر شوہر نکاح کرے تو اس سے خصومت کرے۔ پھر جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کو پہنچے تو وہ اس کے شوہر کو حاضر کرے اور اس سے مہر کو دریافت کرے اگر اسے اقرار کیا تو وکیل کو دیکھنے کا حکم کرے اور اگر عورت نے اسکو مہر کے واسطے وکیل کیا اور نفقہ میں خصومت کی واسطے وکیل کیا تاکہ ہر مہینہ میں کچھ نفقہ مقرر کرے اور ہر سال کچھ کچھ مقرر کرے پس جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس پہنچا تو وہ گواہوں کو اس کے شوہر کے سامنے ہی سنایا پھر جب اس کے نزدیک ثابت ہوا تو مہر کو دریافت کر لیا اگر اسے اقرار کیا تو اس سے لے لیا اور جس قدر اسکے لائق ہے اس قدر نفقہ اور کچھ مقرر کر لیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص قاضی کا خط لایا اور قبل اسکے کہ قاضی کے خط پہنچے پر گواہ اسے اسکا مدلیہ مہر میں مدد پیش ہو گیا تو بعضوں نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر قاضی ایک قادیانی کہے کہ وہ اس کے دروازہ پر تین روز تک نہ کرے کہ تو محل و زمین تیری طرف سے ایک وکیل قائم کرے اس پر دیکھی کہ وہ نکلا اور عامہ مشائخ نے اس قول کی تصحیح نہیں کی یہ قادیانی قاضی فلان بن فلان لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام فرمایا اور اس کے تحت میں خصومت کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اور اس پر قاضی کا خط لیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ جب تک موکل خود نہ حاضر ہو یعنی مشتری حاضر نہ کہ اس نے کہ واللہ میں حسب پر راضی نہیں ہو گیا تھا تب تک غلام واپس نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر یہی کتاب الاقضاء میں لکھا ہے کہ وکیل کو دہس کر لیا اختیار نہیں ہے تو قاضی کو خود مشتری حاضر ہو کر قسم نہ کھاوے کہ واللہ میں حسب پر راضی نہیں ہو گیا ہوں اگرچہ بالغ ہے مشتری کی رضا مندی کا یہاں نہ کیا ہے یا یہی قصاص اور جصاص نے ذکر فرمایا اور انہی میں سن نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ سے

ع  
یہاں سے ہے

ع

ہمسو طین ذکر کیا ہو کہ وکیل واپس کر سکتا ہو لیکن اگر باغ مشتری کی رہنمائی میں وہاں کا دوسری طرف سے تو نہیں واپس کر سکتا ہو اور دونوں روایتوں کی توجیہ اس طرح ہے کہ قاضی کو گونے سے حق کی حفاظت کے واسطے ہو نہ جھگڑا برپا کرنے کے واسطے پس پہلی صورت میں یہ وجہ ہو کہ جب باغ مرگیا ہو اور اس وقت واپس کرنا چاہیے تو میت کی طرف سے قاضی مافوق حق ہو کر اس مشتری سے قسم لیتا اور دوسری روایت میں یہ کہ وکیل واپس کر دیتا اور جب باغ نے جو زندہ ہو خود یہ دوسری نہ کیا کہ مشتری میں بہ راضی ہو چکا ہو تو قاضی جھگڑا نہ اٹھا دیتا بلکہ واپس کر دیتا کیونکہ زندہ باغ اپنے حقوق کا لحاظ کر سکتا ہے بخلاف پہلی صورت کے قاضی نے نہ تخصیص مافی الذخیرہ۔ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر یا صوبہ پر جو کوئی شخص والی مقرر ہو رہا ہو اگر اس نے کوئی حکمی خط لکھنا چاہا پس اگر خلیفہ نے اس کو قضا کا عہدہ دیا ہو تو جائز ہو نہ جائز نہیں ہو اور اگر اس والی نے کسی کو قاضی کر کے خط لکھنے کی اجازت دی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر خلیفہ کی طرف سے اس کو قاضی مقرر کر کے اجازت تھی تو اس کے قاضی کا خط جائز ہوگا ورنہ نہیں اور کتاب لاقضیہ میں مذکور ہے کہ اگر خلیفہ نے کسی قاضی کو کسی حکمی معاملہ میں دیکھا ہو تو کسی قاضی کے قاضی کو خط لکھنے کے خط لکھا تو بدون ان شرائط کے جو ہم نے ذکر کر دی ہیں مقبول نہ ہوگا اور احکام سیاست میں اس کا خط مثلاً میں نے فلان کو مقرر یا فلان کو معزول کیا بدون ان شرائط کے مقبول ہو اور مکتوب الیہ اس پر عمل کرنا چاہیے کہ اس کے ذہن نشین ہو چاہو کہ یہ کیا ہے۔ اصل میں مذکور ہے کہ اگر قاضی نے ایک ذمی کے حق کے واسطے جو دوسرے ذمی پر خط لکھا تو اس پر اہل ذمہ کی گواہی مقبول نہ ہوگی نوادر ابن ساعد بن امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہو کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس لایا اور اس نے گواہی پر خط مقبول کر لیا پھر وہی کے اصل دوسری کے گواہ اسی شہر میں آگئے تو قاضی مکتوب الیہ خط پر عمل کرے اور مدعی کو حکم دے گا کہ اپنے اصل حق کے گواہ حاضر کرے اور ابراہیم رحمہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہے کہ اگر باغی لوگ کسی شہر پر قابض ہوئے اور اہل شہر میں سے کسی کو انھوں نے قاضی بنا یا اور یہ قاضی نے اہل عدل کے قاضی کو خط لکھا پس اگر مکتوب الیہ قاضی اہل عدل کو معلوم ہو کہ قاضی کا تب کے پاس ہیں گواہوں نے گواہی دی وہ باغی ہیں تو خط کو مقبول نہ کرے گا اور اگر اس کے علم میں ہو کہ وہ گواہ اہل عدل میں سے ہیں تو مقبول کرے گا اور اگر نہ معلوم ہو کہ اہل عدل ہیں یا باغی ہیں تو خط کو قبول نہ کرے گا کذا فی المحیط

چونکہ سوال باب حکم مقرر کرنے کے بیان میں حکیم کے یہ معنی ہیں کہ کسی غیر کو مدعی و مدعا علیہ یعنی دونوں خصم اپنے درمیان میں حاکم مقرر کر کے پس وہ شخص انھیں دونوں کے درمیان حاکم ہوگا اور غیروں کے حق میں بمنزلہ مصلح کے ہوگا جیسے قاضی تمام دونوں کے حق میں حاکم ہوتا ہے محیط سمری میں لکھا ہے۔ جانتا چاہیے کہ حکم بنانا جائز ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص حکم بنانے والے اور حکم دینے والے وقت شہادت کے لائق ہو یعنی جو شرطیں شاہدین پر چاہیے ہیں انھیں موجود ہوں حتیٰ کہ اگر حکم بنانے والے کے وقت لائق شہادت نہ تھا پھر حکم دینے کے وقت ہو گیا مثلاً پہلے غلام تھا پھر آزاد ہو گیا یا ذمی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حکم کیا تو نافذ ہوگا اور حکم کا حکم دو قاضی کا حکم اس طرح ہے کہ حکم کا حکم دونوں مدعی و مدعا علیہ پر ہو چنانچہ اس کے حکم پر راضی ہونا قاضی کا حکم ہے اور راضی و ناراضی دونوں صورتوں میں ہو چکا ہے جیسا کہ لکھا ہے اور لفظ اور ذمی اور مسعود الوقت اور فاسق اور نا باغ کا حکم مقرر کرنا جائز نہیں ہو اور فاسق نے جیسا کہ حکم دیا تو واجب ہے کہ ہمارے نزدیک جائز ہو اور جب تک اسے حکم نہیں دیا ہو تو ہر ایک خصم کو اختیار ہے کہ اس کے حکم پر اسے سے رجوع کرے لکھا ہے فی النہایہ۔ ذمی کی حکومت نا جائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب وہ دو مسلمانوں میں حکم ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر دو ذمیوں میں حکم ہو تو جائز نہیں ہو اور مسوطی نے لکھا ہے کہ اگر ذمی نے دو ذمیوں میں حکم دیا تو جائز ہے کیونکہ سوائے مسلمانوں کے ذمی اہل ذمہ میں گواہی کے لائق ہوتا ہے اور دونوں ذمیوں کا اس کے حکم پر راضی ہونا بمنزلہ



اُسکے ہی کہ سلطان نے اسے مقرر کیا ہو کیونکہ سلطان کو ذی کا مقرر کرنا کہ وہ ذمیوں میں فیصلہ کرے صحیح ہو اور اگر سلطان نے مسلمانوں میں فیصلہ کے واسطے مقرر کیا تو باطل ہو اور یہی حال حکم بنانے کا ہو کہ ذی النہایہ ایسے افعال میں جکو لوگ خود کو کہتے ہیں یعنی حقوق العباد میں حکم بنالینا جائز ہو اور جکو خود نہیں کر سکتے ہیں یعنی حقوق اللہ تعالیٰ میں حکم بنالینا صحیح نہیں ہے پس اموال اور طلاق اور یتاق اور نکاح اور قصاص اور چوری کی ضمانت میں حکم بنانا درست ہو اور زنا اور چوری اور تہمت زنا کے حدود میں حکم بنالینا صحیح نہیں ہو اور ضمانت میں نے ذکر کیا کہ حکم کا حکم کسی حد اور قصاص میں جائز نہیں ہو اور اہل میں مذکور ہو کہ قصاص میں حکم مقرر کرنا صحیح ہو اور تمام اجتہادی مسئلوں میں حکم کا حکم نافذ ہو گا جیسے کنایات اور طلاق اور یتاق اور یہی صحیح ہو لیکن مشائخ نے اس سے امتناع کیا ہے تاکہ عوام کو جرات نہ ہو اور خطا سے خون کر ڈالنے میں اسکا حکم جائز نہیں ہو کیونکہ ما قبلہ دیکھا رہا ہے کہ اس پر راضی نہیں اور اسکا حکم انہیں میں صحیح ہو جو اس سے راضی ہوں اور قاتل پر اسکا حکم دینا جائز نہیں ہو مگر یہ کہ قاتل نے اقرار کر لیا ہو کہ میں نے خطا سے قتل کیا ہے تو جائز ہو۔ دو ذمیوں نے ایک ذمی کو حکم دیا پھر ایک شخص مسلمان ہو گیا تو دونوں کے درمیان حکم نہ رہا اور مراد یہ ہے کہ مسلمان پر حکم نہیں دیکھا جتنی کہ اگر ذمی کے لیے مسلمان پر حکم لگایا تو جائز نہیں ہو لیکن اگر مسلمان کے لیے ذمی پر حکم دیا تو جائز ہو اور یہ حکم مسودہ میں چند جگہ صریح مذکور ہے مثلاً بسوطا میں ہو کہ ایک مسلمان اور ذمی نے ایک ذمی کو حکم بنایا تو اسکا حکم ذمی پر جائز ہو نہ مسلمان پر اور اسی طرح اگر مسلمان اور ذمی نے ایک مسلمان اور ذمی کو حکم شہرہا پس اگر دونوں نے مسلمان کی واسطے ذمی پر حکم لگایا تو جائز ہو اور اگر دونوں نے ذمی کے لیے مسلمان پر حکم دیا تو جائز نہیں ہو چنانچہ اگر ایک غلام اور ایک آزاد کو حکم بنایا تو دونوں کا حکم جائز نہیں ہو کیونکہ غلام کا حکم ناجائز ہو پس آزاد ستا رہ گیا حالانکہ دونوں خصم دونوں کے حکم پر راضی ہوئے تھے پس اکیلے کے حکم پر جواز نہ ہو گا۔ ایک ذمی نے دو مسلمانوں میں حکم لگایا پھر دونوں اس پر راضی ہو گئے تو جائز نہیں ہو چنانچہ اگر اجتہاد میں دونوں اسکو حکم قرار دیتے تو جائز نہ تھا۔ دو ذمیوں نے ایک ذمی کو حکم بنایا پھر حکم فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو وہ وہاں ہی حکم باقی ہو۔ ایک مسلمان اور ایک فرہم سے باہم ایک حکم مقرر کیا اور اسے دونوں میں حکم لگایا پھر مرتہ قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو حکم کا حکم اس پر جائز نہ ہو گا اور اگر مرتد مسلمان ہو گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے دوسرا اگر اپنے درمیان میں ایک عورت کو حکم قرار دیں تو جائز ہو اور مراد یہ ہے کہ سوائے حدود و قصاص کے جائز ہو کیونکہ حکم ہونا گواہی کی بابت ہر عورت کی گواہی حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہو تو اسکا حکم ہونا بھی جائز نہیں ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ حکم مقرر کرنے کو معلق بخیر کرنا یا آئندہ وقت کی طرف مضاف کرنا جائز نہیں ہو اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ جائز ہو اور قتلا و متا بیر میں ہو کہ ناجائز اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے۔ تعلیق کی صورت یہ ہے کہ کسی غلام سے کہا کہ جب چاند نظر آوے تو تو حکم ہونا۔ اور اضافت کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے کہا کہ ہم نے تجھے کل حکم بنایا یعنی آئندہ کل کے روز یا شروع ماہ میں حکم بنایا۔ اگر کسی شخص کو اس شرط پر حکم کیا کہ غلام فقیہ سے دریافت کر کے حکم دے تو جائز ہو اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فقیہوں سے دریافت کرے اور جس حکم پر سب متفق ہوں وہ حکم دیوے تو بھی جائز ہو پس پہلی صورت میں اگر اس فقیہ سے دریافت کر کے حکم دیا تو جائز ہو اور دوسری صورت میں اگر ایک فقیہ سے دریافت کر کے حکم کیا تو بھی جائز ہو اگر اس طو پر ایک حکم بنایا کہ جی ہی حکم دے یا اسی طے میں حکم دے تو جائز ہو پس اگر ہفت دن گزر گیا وہ مجلس سے اٹھ کر ہوا تو حکم باقی نہ رہا۔ اگر حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس میں غور کرے مگر اس کی رائے کے موافق ہونا نافذ

مسلمان اعلان  
بغیر قاضی نہیں  
دینا ہوتا ہے  
کو یہ ہوتا ہے  
کہ تمام اسلام  
سے متعلق  
مسلمان کی  
حکومت میں  
ہو جائے

کرے ورنہ باطل کر دے اگرچہ اس مسئلہ میں فیصلہ ہونے سے اختلاف کیا ہو ورنہ اس نے ایسے شخص کو حکم بنایا جسکو وہ دونوں  
 نہیں چاہتے ہیں لیکن اس نے فیصلہ کیا تو جائز ہے اگر دونوں ایک غائب شخص کے فیصلہ کرنے پر راضی ہوئے اور وہ غائب گیا  
 اور اس نے فیصلہ کیا تو جائز ہے۔ محیط میں لکھا ہے۔ اگر سپرد دونوں راضی ہوئے کہ فلاں شخص یا فلاں چارے درمیان میں حکم ہو تو دونوں  
 میں سے جسے حکم دیا تو جائز ہوگا اور اگر کسی ایک کے سامنے دونوں نے پیش کیا تو کسی کو فیصلہ کے لیے معین کر لیا پھر دوسرا  
 شخص حکم نہ بیگا یہ ملحقہ میں لکھا ہے۔ اگر دونوں سپرد راضی ہوئے کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد میں آوے وہی حکم ہو تو باطل ہے اگر حکم نے  
 سفر کیا یا بیجا ہو گیا یا سپرد پیشی طاری ہوئی پھر سفر سے آگیا یا اجتماع ہو گیا اور حکم کیا تو جائز ہے اور اگر اندھا ہو گیا یعنی بینائی باقی رہی پھر  
 اندھا بن جاتا رہا اور اس نے حکم دیا تو جائز نہیں ہے۔ اگر میا ذابا لہد اسلام سے مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور حکم کیا تو جائز نہیں ہے اگر  
 حکم نے بطور رد و ادما مقدمہ کے ایک قسم ہے کہا کہ میرے نزدیک جو تھیر دیوی کیا ہے اسکی حجت قائم ہوگی پھر اس قسم نے اسکو معزول  
 کر دیا پھر بعد اسکے اسے اس پر حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا۔ اگر دونوں میں سے ایک نے حکم کو اپنا کوئی خاصیت کیا اور اس نے کالت قبول کر لی تو  
 حکم ہونے سے خارج ہو گیا اور تفسیر میں ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر درست ہے اور طوفین رحمہ کے نزدیک  
 درست نہ ہوگا و بعضوں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ سب کا قول ہے۔ اگر حکم نے وہ غلام حسین جنگڑا پر خرید لیا یا اسکے بیٹے یا بیسے شخص نے  
 جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول تھیں وہ خرید لیا تو حکم نہ رہا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر حکم نے ایک قسم کی نسبت خریدی کہ تو نے میرے سامنے  
 اس شخص کو اسلئے اسد قیل کا اقرار کیا ہے کہ خبر دی کہ تھیر اسکا اسد قیل رض ہوئے گئے گواہ میرے نزدیک پیش ہو گئے ہیں اور انکی تبدیل  
 ہو گئی اور میں نے تھیر و گری کر دی پھر اس شخص نے انکار کیا کہ میں نے کچھ اقرار نہیں کیا ہے یا تھیر کسی بات کے گواہ نہیں قائم  
 ہوئے تو اسکے قول پر انتقام نہ کیا پاویگا اور فیصلہ نافذ ہو جائیگا اور اگر حکم نے خبر دی کہ میں نے اسد قیل کے لیے تھیر اسکے  
 حق کا حکم کیا تھا تو حکم کی تصدیق نہ کیا ورنہ کذا فی النہایہ۔ اگر دو شخصوں کو حکم مقرر کیا تو دونوں کا کچھ ہونا ضروری ہے کہ اگر فقط  
 ایک نے حکم دیا تو جائز نہیں ہے اور بعد برخواست مجلس کے اس حکم پر انکی تصدیق نہ کیجاوے گی جب تک کہ اور دو گواہ گواہی نہ دیں پس  
 باقی رعایا کا حکم نہ کذا فی النہایہ۔ دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا اور قاضی نے اس کی اجازت دی اور ہنوز اس نے حکم  
 نہیں کیا تھا پھر اس نے برخلاف رائے قاضی کے حکم کیا تو جائز نہیں ہے۔ ایک شخص کو حکم بنایا اور اس نے کسی ایک کے واسطے فیصلہ کیا  
 پھر دوسرا حکم بنایا پس اگر پہلے کا حکم اسکے نزدیک جائز ہو تو اسکو نافذ کرے اور اگر ظلم ہو تو باطل کر دے۔ اگر ایک شخص کو حکم بنایا اور اس نے  
 کچھ حکم دیا پھر دوسرا حکم بنایا اور اس نے کچھ حکم دیا کہ جو پہلے کے احکام تھا اگر پہلا معلوم نہ تھا پھر دونوں کا امر نافذ قاضی کے سامنے  
 ہوا تو قاضی اپنی رائے سے موافق حکم کو نافذ کرے اگر ایک شخص کو حکم بنایا اس شرط پر کہ جب تک مجلس میں یہ حکم دیکھ دیکھ سے پہلے اختلاف  
 کیا کہ دونوں نے کہا کہ تو نے کچھ حکم نہیں کیا اور حکم نے کہا کہ میں نے حکم دیدیا تو جب تک وہ مجلس میں موجود ہیں اس کی تصدیق کیجاوے گی  
 اور بعد مجلس کے برخواست کے نہیں تصدیق ہوگی۔ اگر دونوں میں سے ایک نے حکم پر گواہ پیش کیے کہ اس نے اس کے واسطے  
 حکم دینا چاہا اور حکم انکار کرتا ہے تو گواہ مقبول ہو گئے۔ اگر حکم نے گواہی دی کہ میں نے فلاں شخص پر فلاں شخص کے لیے گواہی پر  
 فیصلہ کیا ہے تو جائز ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ حکم نے فلاں کے لیے ہزار درم کا فلاں شخص پر حکم لکھا یا اور دوسرے  
 گواہوں نے گواہی دی کہ حکم نے دو گواہی کے ہزار درم سے اس کو بری کر دیا ہے تو وہ حکم نافذ ہو یا غائب ہو خواہ اقتدار  
 کرتا ہو یا انکار کرتا ہو ورنہ حکم دیا جائیگا۔ اگر ایک واد میں چھٹا پیش ہو تو دو گواہوں نے کہا کہ حکم نے  
 اسکے واسطے فیصلہ کیا ہے اور دوسرے گواہوں نے دوسرے کے واسطے گواہی دی پس اگر وہ دار و دونوں کے

۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

قبضہ میں ہو تو دونوں میں مشترک ہو گا اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو اسی کے واسطے حکم ہو گا اور اگر کسی ایسے اپنی کے پاس ہو کہ وہ حکم کے حکم پر راضی نہیں ہو تو اسی کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا یہ عیض سرخی میں لکھا ہے۔ اگر ایک ہزار روپے پر دونوں میں چھوڑا ہوا اور مدعی نے گواہ پیش کیے کہ سچے روز حکم نے میرے حق کی ڈگری کر دی ہو اور مدعا علیہ نے گواہ دے دیے کہ میں نے اس سے پہلے اسکو معزول کر دیا ہے تو یہ فیصلہ باطل ہو گا اور اگر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ حکم نے مدعی کو واسطے جمعہ کے دن مال کی ڈگری دی ہو اور مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ حکم نے سچے روز اسکو بری کیا ہے یا مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے جمعہ کے روز بری کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ مجھے سچے روز ڈگری دی ہے تو پہلا حکم نافذ ہو گا اور دوسرا حکم باطل ہو گا اور حکم کا قطعاً قاضی کے نام جائز نہیں ہو اور اسطرح قاضی کا خط حکم کے نام ہو سکود و شخصوں نے مقرر کیا ہے جائز نہیں ہو کہ اس نے الحیطہ۔ اگر ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو تو حکم اس پر حکم نہ کرے کیونکہ اس نے حکم کو نہیں لکھا ہے و لیکن اگر دونوں ختم یا ہم اس کے حکم نافذ کرنے پر راضی ہو جاویں تو ابتداء جائز ہو کیونکہ وہ دونوں اس کے حکم پر راضی ہو گئے یہ عیض سرخی میں لکھا ہے۔ اگر حکم نے کچھ گواہوں کی گواہی بسبب تحت کے رد کر دی پھر انہیں گواہوں نے قاضی یا دوسرے حکم کے پاس گواہی دی تو وہ ان کے حال کو دریافت کرے گا پس اگر انکی تعمیل کی گئی تو گواہی جائز رکھیں اور اگر حرج کی گئی تو رد کر دیگا صرف حکم کے رد کرنے سے گواہ مذمت کے بخلاف اس کے کہ قاضی نے انکی گواہی رد کر دی ہو اگر دونوں نے کسی کو حکم بتایا اور اس کے حکم دینے سے پہلے قاضی نے اجازت دی تو یہ قاضی کی اجازت منوہ ہو گی کہ اگر اس نے قاضی کے بر خلاف اسے حکم دیا تو قاضی اسکو باطل کر سکتا ہے اور شمس اللائمہ سرخی نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں صحیح ہو کہ قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت ہو اور اگر اسکو اجازت ہو تو یہاں اسکی اجازت جائز ہوگی اور بہتر خلیفہ کر کے ہوگی پس بعد اسکے اس کے فیصلہ کو رد نہیں کر سکیگا کذا فی الحیطہ حکم کو جائز نہیں ہو کہ حکومت دوسرے کے سپرد کر دے کیونکہ دونوں ختم اس پر راضی نہیں ہوئے کہ وہ غیر کو حکم بتا دے پس اگر اس نے دوسرے کے سپرد کر دی اور اس نے حکم دیا اور پہلے حکم نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز نہیں ہو گی کیونکہ دونوں ختم اس حکم پر راضی ہو جاویں اور اجازت میں تو جائز ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول کہ پہلے حکم نے اسکی اجازت دی تو جائز نہیں ہو اگرچہ موت نہیں معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اگر پہلے وکیل نے دوسرے وکیل کی اجازت کی اجازت دی تو جائز ہوتی ہو اور ایسے ہی قاضی کو اگر خلیفہ بنا لیا کی اجازت نہ تھی پھر اس نے اپنے خلیفہ کے حکم کی اجازت دی تو جائز ہوتا ہے۔ اور یہ میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص کے حکم پر کوئی قوم آتی ہو اور انکی بلا رہنمائی دوسرے شخص نے حکم دیا تو جائز نہیں ہو اور اگر پہلے شخص نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز ہو۔ پس اس قول کی تاویل کہ اسکی اجازت باطل ہے یہ کہ خود اس کے حکم بتانے اور دوسرے کو سپرد کر لیا کی اجازت باطل ہو کیونکہ یہ ابتدا سے صحیح نہ تھی تو آخر تک صحیح نہ ہوگی و لیکن دوسرے کے حکم کی اجازت دینا پس جائز ہے جیسے اس نے خود حکم دیا اور بعض ختم نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ کہ حکم مبارک ہی سے صحیح ہوتا ہے پس نہ ناجائز ہو گا کہ غیر شخص کی مبارک سے دونوں پر حکم نافذ ہو بخلاف وکیل کے کہ میں مبارک ہی کی ضرورت نہیں ہو جیسے بیع بالاعطالی وغیرہ پس قصود یہ ہوتا ہے کہ میں کے وقت وکیل کی رے شامل ہو پس جب پہلے وکیل نے دوسرے وکیل کی بیع کی اجازت دی تو اسکی بارے شامل ہو گئی پس عقد صحیح ہو گیا اور قاضی کی صورت میں بھی یہ فرق ہو کہ حکم اس کے خلیفہ نے دیا ہو وہی حکم خود قاضی دونوں کی بلا رہنمائی دیکھتا ہو تو دونوں کی بلا رہنمائی نہیں ہو گی کہ حکم بھی آپس میں لکھتا ہو یا لکھتا ہو۔ اگر ایک شخص نے دونوں میں فیصلہ کیا اور ان دونوں نے اس حکم میں ملایا تھا پھر بعد حکم کے کہ حکم اس کے حکم پر راضی ہوئے ہوتے اجازت دی تو یہ جائز ہو گا اور اگر ایک حکم نے اپنے اپنے دونوں میں ایک حکم مقرر کر کے مجھے تو جائز ہو گا اور اگر ایک حکم نے ایک ختم پر حکم لکھا یا اور دوسرے نے دوسرے پر تو جائز نہیں ہو

اس آیت میں  
یہ عیض مسلمان  
قادی بندہ کن بل باغی  
کا نام ہے کہ یہاں  
دو وکیل راضی  
ہوئے کہ ایک حکم  
دونوں میں ملایا  
جائے تو جائز ہے  
اور اگر ایک حکم  
نے اپنے اپنے دونوں  
میں ایک حکم مقرر  
کر کے مجھے تو جائز  
ہو گا

اگر ایک شخص سے قسم طلب کی اور اسے نہ کھائی اور اس پر حکم لگا دیا پھر اسے کہا کہ میں اسکی حکومت کی اجازت نہیں دیتا ہوں اور میں قسم کھاؤنگا تو حکم اسکا پورا ہو گیا یعنی رد نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر مدعی نے ابتدا سے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور انکی تعداد قبول ہوئی اور انکی گواہی پر حکم نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی تو جابر ہو جس اگر مدعا علیہ نے حکم سے انکار کیا پس اگر اسے حکم بنانے سے انکار کیا اور مدعی نے اسکا دعوی کیا تو مدعی کو اختیار ہے کہ اسکو قسم کھلاوے پس اگر اسے قسم سے انکار کیا تو مدعی کا دعوے اس پر لازم ہوگا۔ اور اگر مدعی نے حکم بنانے اور فیصلہ دونوں پر گواہ پیش کیے تو دیکھنا چاہیے کہ جن گواہوں کی گواہی پر فیصلہ ہوا ہے اگر انکے سواے حکم بنانے کے گواہ دوسرے ہیں تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وہی گواہ ہیں تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔ زیادات میں ہے کہ اگر مسئلہ مجتہد فیصلہ حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ اسکی راے کے برخلاف تھا باوجود اسکے اسے وہ حکم نافذ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ وہ بھی حکم کا حکم لائق رہا تھا تو دوسرا قاضی اسکو رد نہیں کرے گا نہ فی الحیطہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا اور کہا کہ اسکی طرف سے فلاں غائب نے اس مال کی میرے واسطے کفالت کی ہے پھر دونوں نے ایک حکم مقرر کیا اور فیصلہ غائب ہوا اور مدعی نے دو گواہ اس بات کے پیش کیے کہ میرا اسقدر مال اسپر ہوا اور اسکے حکم سے یا بلا حکم ایک شخص نے کفالت کی ہے پھر اس گواہی پر حکم نے مدعا علیہ کے ذمہ مال کا اور اسکی طرف سے کفیل ہونیکا حکم دیدیا تو مدعا علیہ پر اس مال کا حکم جائز ہی و کفیل پر جائز نہیں کیونکہ کفیل اسکے حکم مقرر کرنے پر راضی نہیں ہوا ہے اور اسی طرح اگر اس صورت میں کفیل موجود ہوا تو حکم بنانے پر راضی ہو جاوے اور کفول غائب ہو تو حکم کفیل پر درست ہوگا نہ کفول غائب پر کذا فی البحر اراق۔ اگر دونوں نے ایک شخص کو حکم مقرر کیا اور اسے اپنے اجتہاد سے ایک کیواسطے حکم کیا پھر اس سے رجوع کر کے دوسرے کیواسطے حکم دیا تو پہلا حکم نافذ اور دوسرا باطل ہوگا اگر دونوں نے ایک شخص کو حکم بنایا پھر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ حکم نے میری ڈگری اس شخص پر کی تھی یعنی مدعا علیہ پر اور مدعا علیہ خواہ انکار کرتا ہو یا اقرار ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا اور اسے تمام دعوی میں سے کسی قدر دعوی کی ڈگری کی پھر باقی دعوی میں مدعا علیہ نے اسکے حکم بنانے سے انکار کیا تو پہلا حکم نافذ ہوگا اور بعد ازاں نافذ نہ ہوگا۔ اگر ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے لکھا کہ میرے اس شخص پر اور اسکے کفیل پر جو قاضی ہزار درم ہیں اور دو گواہ پیش کیے پھر مدعا علیہ نے جرح کی کہ گواہ غلام ہیں تو حکم کو چاہیے کہ اس معن کی جاعت کرے اور اگر گواہوں نے گواہ پیش کیے کہ دونوں کے مالکوں نے انکو آزاد کر دیا تھا اور آزاد دی کے گواہ عادل قرار پائے تو مدعا علیہ کے حق میں حکم انکی آزادی کا حکم دے گا اور مال کی اسپو ڈگری کرے گا اور کفیل پر نہ کرے گا اور حکم کے حکم سے آزادی غلاموں کے مالک کے حق میں ثابت نہ ہو جائیگی اور اگر ایسا معاملہ قاضی کے حکم سے ہوتا تو مال بھی کفیل پر ثابت ہو جاتا اور غلاموں کی آزادی کا حکم مالک پر بھی جاری ہوتا۔ پس اگر غلاموں کا مالک آیا اور آزادی سے انکار کیا اور دونوں قاضی کے سامنے لے گیا پس اگر انھیں گواہوں نے گواہی دی جنھوں نے حکم کے سامنے اسکے آزاد ہونے کی گواہی دی تھی اور قاضی نے فیصلہ کیا تو گواہی جائز ہو اور اگر غلاموں کے پاس آزاد ہونے کے گواہ نہیں ہیں اور قاضی نے اسکے مالک پر حکم دیا تو حکم کا حکم نافذ ہوگا۔ اگر ایک شخص نے دو شخصوں پر کسی پکڑے یا بلی یا زنی پیر کے غصب کر لینے کا دعوی کیا پھر ایک شخص دونوں میں سے غائب ہو گیا اور دوسرے اور مدعی نے ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے اپنے دعوے کے گواہ پیش کیے تو اس شخص موجود کے ذمہ ادھام مال لازم ہوگا اور اس حکم کے فیصلہ پر غائب کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا اور اس طرح اگر کسی نسبت پر دعوی کیا اور اسکے تمام وارث غائب ہیں فقط ایک شخص موجود ہے اسے اور مدعی نے حکم مقرر کیا تو مدعی کی گواہی پر فیصلہ ہونا غلاموں کے حق میں جائز ہوگا۔ صرف

۱۰۱  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰



فرق یہ ہے کہ مسئلہ وراثت میں حکم پورے قرنہ کا حکم ہی ماضی پر دیا اور جو کچھ اسکے قبضہ میں ہو اس سے وصول کر لیا اور مسئلہ غصب میں ماضی پر نصف مال کا حکم دیا۔ اگر دوسرے سے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا اور زمین اور دیا پھر زمین عیب لگایا اور دونوں نے ایک حکم ٹھہرایا اور اس نے فیصلہ کیا کہ غلام بائع کو واپس دیا جاوے تو جائز ہی پس اگر بائع نے پایا کہ اپنے بائع سے اس باب میں مخاصم کرے تو جائز نہیں ہے اور اگر مشتری اور بیلا بائع اور دوسرا بائع سب ایک حکم بنانے پر متفق ہوے اور اس نے غلام دوسرے بائع کو واپس کر دیا اور دوسرے بائع نے پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا تو قیاساً اسکے یہ اختیار نہیں ہے اور استحضار ہو اور اگر دوسرے بائع کو غلام واپس دینے کے بعد پہلے بائع نے قصد کیا کہ حکم معزول کر دیوے تو صحیح ہے اور جب معزول ہو گیا تو اسکو اختیار نہیں ہے کہ اب وہ غلام پہلے بائع کو واپس کرے۔ اور اگر اسکے بعد دوسرے بائع نے پہلے بائع کے ساتھ اسی عیب کی وجہ سے کسی قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ قاضی پہلے بائع کو واپس نہ دیوے اور استحضار واپس کر دیا اگر کسی شخص نے دوسرے کا اسباب اسکے حکم سے فروخت کیا پھر زمین مشتری نے عیب لگایا اور مول کے حکم سے دونوں نے اپنے درمیان ایک حکم مقرر کیا اور حکم نے بسبب اس عیب کے واپس کر دینے کا حکم کیا اسوجہ سے کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا یا قسم کھانے سے کہ میرے پاس کا عیب نہیں ہے اگر کار کیا کوئی دلیل یعنی گواہ قائم ہوے پس اگر گواہی یا قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے وکیل کو واپس کرنا یا گواہ کو وکیل اپنے مول کو واپس کر سکتا ہے۔ اور اگر اقرار عیب کی وجہ سے واپس کیا اور وہ عیب ایسا ہو کہ اتنے عرصہ میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے یا اسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو بھی مول کو واپس کر سکتا ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ پیدا ہو سکتا ہے تو جیتا کسا اس پر گواہ قائم نہ کرے کہ یہ عیب مول کے پاس کا ہے واپس نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر حکم مقرر کرنا بدون مول کی رضامندی کے تھا تو مول پر زمین سے کوئی حکم لازم نہ ہوگا سوائے اسکے کہ گواہ قائم ہوں یا وہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے کوئی چیز اسکے حکم سے خریدی اور وکیل نے زمین عیب لگایا اور مول کی اجازت سے باہم حکم مقرر کیا اور حکم نے گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار کی وجہ سے وہ چیز اسکے بائع کو واپس کر دی تو مول کے واسطے بھی یہ حکم لازم ہوگا اور اگر مول کی رضامندی باہم حکم مقرر کیا اور اس نے کسی وجہ سے جو مذکور ہوئی ہیں واپس کر دیا تو بھی یہ حکم مول پر لازم ہوگا یعنی مول کو بھی ماننا پڑے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ یتیمہ میں ہے کہ علی بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ نابائع کے وصی اور اس کے باپ کے قرض خواہ نے دونوں نے باہم ایک حکم مقرر کیا پھر قرض خواہ نے وصی پر گواہ پیش کیے تو کیا حکم کو اختیار کر لیں گے گواہی پر نابائع پر حکم دیے یا غاص قاضی کو یہ اختیار ہو تو شیخ نے فرمایا کہ اسکو ایسا حکم دینے کا اختیار نہیں ہے کہ جس میں نابائع کو ضرر ہو پس اس جواب سے ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہو تو حکم دینا جائز ہے اور شیخ ابو حامد رحمہ سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ حکم کچھ نہیں دے سکتا ہے اور شیخ حمیرا وبری رحمہ سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر حکم کے حکم میں نابائع کی بہتری ہو تو جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ بمنزلہ وصی کے صلح کر لینے کے ہے۔ تاہم غایب میں لکھا ہے

یوکیسوان یا سب نکالت اور وراثت اور قرضہ ثابت کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی شخص نے وصی کیا کہ مجھے ایک شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ جو کچھ اس کا حق کو فہم میں آتا ہے خواہ کسی شخص پر ہو اسکو طلب کروں اور اس پر قرضہ کروں اور اگر نہ دے تو اس سے مخاصم کروں اور نکالت پر اسے گواہ پیش کیے اور مول ماضی پر تھا اور وصی نکالت اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو لے لایا کہ جس پر مول کا کچھ حق آتا ہو صرف اپنی نکالت ثابت کرنا چاہی تو قاضی بدون اسکے کہ وہ اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر کرے اسکے گواہوں کی سماعت نہ کرے اگر وہ اپنے ساتھ کوئی ایسا شخص لایا کہ جس پر مول کے حق کا دعویٰ کرتا ہے اور مدعا علیہ جس حق کا مشتری

یا منکر ہو تو دونوں صورتوں میں قاضی اُسکی وکالت کے گواہ سنکر اُسکی وکالت کو نافذ کر دیکھا پھر اگر اُسے دوسرے قرضدار کو پیش کر کے اسپر دعویٰ کیا تو وکالت ثابت کرنے کے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنے کی حاجت نہیں ہر اسی وکالت سے ہر شخص پر جسکی طرف موکل کا کچھ حق آتا ہو قاضی کے سامنے دعوے کر دیکھا اور قاضی سماعت کر دیکھا۔ اور اگر کسی خاص شخص کی طرف جو حق آتا ہو اُسکے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو وکالت کی گواہی کو قاضی اسی شخص کے سامنے ہی سن دیکھا۔ اگر اُسکو کسی خاص شخص کی طرف جو کچھ حقوق ہیں ان سب کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسے ماضی ہو کر کسی خاص شخص پر گواہ قائم کیے پھر ماضی ہو کر وکالت پر گواہ پیش کیے پھر دوسرے شخص کو لایا کہ اسپر بھی کچھ حق کا دعویٰ کرتا تھا تو اُس وکیل کو وکالت کے واسطے دوبارہ گواہ قائم کرنے چاہیے ہیں بخلاف پہلی صورت کے جو مذکور ہوئی ہو اگر موکل نے خود ماضی ہو کر قاضی کے سامنے بیان کیا کہ میں نے اس شخص کو اپنے تمام حقوق کے طلب کرنے کے واسطے جو کو ذمہ میں آتے ہیں اور اس میں خصوصیت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور ان دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا شخص نہ تھا کہ جیسر موکل کا کچھ حق ہو پس اگر قاضی موکل کو بھی پتا تھا ہو اور جانتا ہو کہ یہ شخص فلان بن فلان فلاں نے قبیلہ کا ہو تو قاضی وکالت کو قبول کر کے وکیل کے نام نافذ کر دیکھا پھر اگر وکیل نے کسی شخص کو ماضی کر کے اسپر حق موکل کا دعویٰ کیا اور موکل غائب تھا تو وکیل اُسکا خاصم قرار دیکھا اور اگر موکل کو قاضی نہیں بھیجنا تھا تو اُسکے کہنے سے وکالت قبول نہ کر دیکھا کذا فی ادب لغامی لخصاف رحمہ اور خصاف رحمہ نے ادب لغامی میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اسپر ہر دم فلان بن فلان بن مخرومی کے نام سے ہیں اور حقیقت میں وہ میرا مال ہو اور فلان بن فلان کہ جسکے نام سے وہ مال ہو اُسے اقرار کیا ہو کہ یہ میرا مال ہو نہ اُسکا اور اُسکا نام صرف نکھدا گیا ہو اور اُسے مجھے اس مال پر قبضہ کر لینے اور خصوصیت کرینا وکیل کیا ہو تو قاضی مدعا علیہ سے سوال کر دیکھا اگر اُسے ان سب باتوں کا اقرار کیا ہو تو قاضی حکم دیکھا کہ مال مذکور مدعی کو دیے اس واسطے کہ یہ قرار دیکھا ہو کہ قرضہ و حقیقت مدیون کے مال سے ادا ہوتا ہو اور جب اُسے اس دعویٰ پر اقرار کیا تو اپنے مال کے دینے پر خود مقرر ہوا پس حکم اقرار اسپر قبضہ ہو گا اور خصاف رحمہ نے اس مسئلہ پر یہ شرط لگائی ہو کہ مدعی دعویٰ کرے کہ جسکے نام سے مال ہو اُسے مجھے قبضہ کر لینے کا وکیل کیا ہو اور خصاف رحمہ نے اسکو ظاہر الروایت کہا اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہو کہ یہ شرط نہیں ہو بلکہ صرف مدعا علیہ کے اس اقرار پر کہ یہ مال جو فلان کے نام سے ہو اس مدعی کا ہو یہ حکم دیدیا جائیگا کہ مدعی کو ذمہ ہے پھر اگر مدعا علیہ نے اس دعویٰ کا اقرار کیا اور اقرار کے موافق قاضی نے مال مدعی کو واپس لیا تو یہ حکم اس شخص غائب پر نافذ ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ شخص جسکے نام سے مال بیان کیا گیا ہو ماضی ہو کر مدعی کے وکیل کرنے سے انکار کرے تو اپنا مال مدعا علیہ سے لے سکتا ہو۔ اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعویٰ سے انکار کیا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لیا جائے تو قاضی اس مدعی سے دریافت کر دیکھا کہ تیرے پاس اس دعویٰ کے گواہ ہیں کہ فلان شخص نے کہ جسکے نام سے مال ہو اُسے اقرار کیا ہو کہ یہ مال تیرا ہو اور اُسے تجھے اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہو پھر کتابین اس دعویٰ مذکورہ پر گواہ لانا شرط کیا گیا ہو اور واضح ہو کہ خصوصیت ثابت ہونے کیولے یہ شرط نہیں ہو کہ جس مال ہو چکے واسطے بھی گواہ ہیں کہ صرف یہ شرط ہو کہ وکالت کے واسطے گواہ پیش کرے پس قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کر دیکھا پھر اُسکی دو صورتیں ہیں اگر اسے اپنے وکیل ہونے کے گواہ پیش کیے تو اُسکا ختم ہونا درست ہو گیا پھر قاضی مال کے گواہ موافق دعوے کے طلب کر دیکھا پس اگر اُسے گواہ پیش کیا تو مال اس سے لے سکتا ہو یہ حکم اس شخص غائب پر نافذ ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ شخص غائب ماضی ہو کر وکیل کرنے سے انکار کیا تو اپنا مال مدعا علیہ سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مدعی کے پاس مال ہو چکے گواہ نہیں لے سکتے اور اُسے مدعا علیہ سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے واسطے قسم دیکھا کہ والد فلان بن فلان بن فلان غامی کا یہ مال کہ جسکے نام سے فلان بن فلان مدعی بیان کرتا ہو پھر

اس مسئلہ پر امام ابو یوسف رحمہ نے اس مسئلہ پر یہ شرط لگائی ہو کہ مدعی دعویٰ کرے کہ جسکے نام سے مال ہو اُسے مجھے قبضہ کر لینے کا وکیل کیا ہو اور خصاف رحمہ نے اسکو ظاہر الروایت کہا اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہو کہ یہ شرط نہیں ہو بلکہ صرف مدعا علیہ کے اس اقرار پر کہ یہ مال جو فلان کے نام سے ہو اس مدعی کا ہو یہ حکم دیدیا جائیگا کہ مدعی کو ذمہ ہے پھر اگر مدعا علیہ نے اس دعویٰ کا اقرار کیا اور اقرار کے موافق قاضی نے مال مدعی کو واپس لیا تو یہ حکم اس شخص غائب پر نافذ ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ شخص جسکے نام سے مال بیان کیا گیا ہو ماضی ہو کر مدعی کے وکیل کرنے سے انکار کرے تو اپنا مال مدعا علیہ سے لے سکتا ہو۔ اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعویٰ سے انکار کیا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لیا جائے تو قاضی اس مدعی سے دریافت کر دیکھا کہ تیرے پاس اس دعویٰ کے گواہ ہیں کہ فلان شخص نے کہ جسکے نام سے مال ہو اُسے اقرار کیا ہو کہ یہ مال تیرا ہو اور اُسے تجھے اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہو پھر کتابین اس دعویٰ مذکورہ پر گواہ لانا شرط کیا گیا ہو اور واضح ہو کہ خصوصیت ثابت ہونے کیولے یہ شرط نہیں ہو کہ جس مال ہو چکے واسطے بھی گواہ ہیں کہ صرف یہ شرط ہو کہ وکالت کے واسطے گواہ پیش کرے پس قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کر دیکھا پھر اُسکی دو صورتیں ہیں اگر اسے اپنے وکیل ہونے کے گواہ پیش کیے تو اُسکا ختم ہونا درست ہو گیا پھر قاضی مال کے گواہ موافق دعوے کے طلب کر دیکھا پس اگر اُسے گواہ پیش کیا تو مال اس سے لے سکتا ہو یہ حکم اس شخص غائب پر نافذ ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ شخص غائب ماضی ہو کر وکیل کرنے سے انکار کیا تو اپنا مال مدعا علیہ سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مدعی کے پاس مال ہو چکے گواہ نہیں لے سکتے اور اُسے مدعا علیہ سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے واسطے قسم دیکھا کہ والد فلان بن فلان بن فلان غامی کا یہ مال کہ جسکے نام سے فلان بن فلان مدعی بیان کرتا ہو پھر

نہیں بری نہ کچھ اس مال میں سے ہوا ورنہ اس کے نام سے ہو۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ جب مدعی نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے ہوں  
 اور اگر اس کے پاس وکالت کے گواہ نہ ہوں اور اس نے قاضی سے کہا کہ مدعا علیہ جانتا ہوں کچھ فلاں بن فلاں غائب نے اس مال پر قبضہ  
 کر لیا ہے واسطے وکیل کیا ہو اور مدعا علیہ کو قسم دلائی جاوے تو قاضی اس سے اس طرح قسم لے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ فلاں بن فلاں  
 مخزومی نے اسکو مال پر قبضہ کر لیا ہے واسطے موافق اسکے دعویٰ کے وکیل کیا ہو ایسا ہی خصافہ نے ادب القاضی میں امام محمد رحمہ اللہ  
 ابو یوسف رحمہ اللہ کے نام سے ذکر کیا ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ کا بھی ہو لیکن خصافہ رحمہ اللہ کو یاد نہ تھا  
 اس واسطے سے صرف صاحبین رحمہ اللہ کو ذکر کیا اور شمس الائمہ طوالتی نے بھی اسی طرف میل کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ صرف صاحبین رحمہ اللہ کا ہے  
 ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ مدعا علیہ سے قسم لینا نہ چاہیے اور اسی قول کو شمس الائمہ رحمہ اللہ نے مرجع سمجھا ہے۔ پھر جب مدعا علیہ سے قسم لگئی  
 اور اس نے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہوا اور اگر اس نے انکار کیا تو وکالت کا اقرار چاہیے قاضی موافق اقرار کے وکالت کا حکم دے گا پھر مدعا علیہ سے  
 قاضی مال کو دریافت کر لیا پس اگر اس نے موافق دعویٰ کے اقرار کیا تو اسکو حکم دیا کہ مدعی کو میرے مال سے انکار کیا تو مدعی کو اس کے ساتھ قسم  
 لیکر مال لینے کی نصومت ثابت ہوگی اور گواہی سے ثابت کرنے کا حق نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس نے مال ثابت کرنے کے گواہ پیش کرنے سے پہلے تو گواہی  
 گواہی کی حاجت نہ کرے گا۔ اور اس طرح اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کے وکیل ہو لیا تو مرجع اقرار کیا و لیکن مال کا انکار کیا تو بھی مدعی کو  
 قسم کے ساتھ مال لینے کا حق نصومت حاصل ہوگا نہ کہ گواہ پیش کرے اور مال ثابت کرے۔ اور اس مسئلہ کی نظیر میں یہ مسئلہ ہے کہ جو ہمارے  
 اصحاب نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ فلاں بن فلاں ہاشمی نے مجھے وکیل کیا ہے تو کچھ اسکا حق زیر کی طرف آتا ہے اسکو  
 طلب کروں اور اس کے ہر ذرہ زید پر ہر ذرہ میں انکا مدعی ہوں اور مدعا علیہ نے وکیل ہونے کا اقرار کیا اگر مال سے انکار کیا پھر مدعی نے  
 چاہا کہ اس پر مال ثابت کرنے کی واسطے گواہ پیش کرے تو اسکو ایسی نصومت کا حق حاصل نہیں ہو لیکن اس سے قسم لیکر مال لے سکتا  
 ہے یا اقرار سے لے سکتا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے مال کا اقرار کیا اور وکیل ہونے سے انکار کیا تو قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب  
 کرے گا پھر اگر اس نے پیش کیے تو گواہی سے وکالت ثابت ہوگی اور اب اسکو ہر طرح اس سے نصومت کا اختیار ہے یعنی اگر مدعا علیہ اس پر  
 کرے تو مال لے سکتا ہے اور اگر انکار کرے تو قسم لے سکتا ہے گواہ پیش کر سکتا ہے۔ اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور اپنے وکیل پہلے  
 کی مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی کہ یہ جانتا ہوں تو اس سے قسم لے گا اگر اس میں وہی اختلاف ہو جو ہم نے سابق میں بیان کیا ہے پس اگر مدعا علیہ  
 نے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہو گیا۔ اور اگر اس نے انکار کیا تو وکالت ثابت ہوگئی و لیکن مال لینے کے حق میں نہ کہ غائب شخص پر حکم  
 ثابت ہو جائے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنے ساتھ ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص  
 نے مجھے وکیل کیا ہے جو اسکا قرض اس شخص پر آتا ہے اسکو وصول کروں اور اس سے نصومت کروں اور جو اس کا مال  
 معین اس کے پاس ہو رو دیتے کہ یہ اسکو لے ہوں اور مدعا علیہ نے اس سبب کی تصدیق کی تو اسکو حکم دیا جائے گا کہ قرض اس کے سپرد  
 کرے اور مال میں سے سپرد کرنے کی واسطے حکم نہ دیا جائے گا یہ محض بین لکھا ہے۔ ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور سپرد  
 کیا کہ فلاں بن فلاں مخزومی کے سپرد ہر ذرہ میں اس پر ہر ذرہ میں اس پر اور اس نے بھروسہ اس مال کے وصول کرنے اور اس میں نصومت کرنا  
 جو کچھ اسکا حق آتا ہے سب میں نصومت کا وکیل کیا ہے اور اس سبب دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تک کہ اپنے  
 وکیل پہلے گواہ پیش کرنا میں اس کے مال کے گواہ نہ ہوں تو وکالت اور اگر وکالت اور مال دونوں کے ایک ساتھ گواہ دے تو وکالت  
 کا حکم دے گا اور مال کی گواہی دو بار پیش کرے سنا دے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں کا قاضی وکالت اور مال کا حکم دے گا اور  
 اگر وہ مال کی گواہی کی نصومت نہیں دے گا پھر سبب سے کہ اسکا مال کا قرض اس شخص پر آتا ہے تو اسکو حکم دیا جائے گا کہ قرض اس کے سپرد

[illegible]

ولیکن پہلے وکالت کا حکم دیا جائیگا پھر دونوں دوبارہ گواہی کے مال کا حکم دیا جائیگا، اور قاضی حکم دینے میں ترتیب کا لحاظ رکھنیگا  
نہ گواہی کے سننے میں اور یہ آئین اور امام اعظم رحمہ سے روایت ہو کہ آئینوں نے فرمایا کہ قیاس کی علت ظاہر ہونے کی وجہ سے  
میں قیاس کو لیتا ہوں اور امام محمد رحمہ نے لوگوں کی حاجت کی وجہ سے آئین کو لیا ہی اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اور اسید طبع اگر  
وہی نے قرضہ اور موکل کے دونوں کے ایک ساتھ گواہ پیش کیے یا وارث نے اپنے نسب اور مورث کے مرثیے اور قرضہ کے  
ایکبارگی گواہ پیش کیے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر قرضہ کے وصول کرنا وکیل کیا اور آئین  
خصوصیت کرنے سے کچھ قرض نہ کیا کہ خصوصیت کرے یا نہ کرے اور مدیون نے وکالت اور مال دونوں سے انکار کیا تو امام اعظم رحمہ  
تزدیک وکیل کے گواہ وکالت اور مال دونوں پر نہ بنے جائیگے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک وکالت کے مقبول ہونگے مال کے مقبول  
نہ ہونگے امام محمد رحمہ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو اپنے تمام حقوق میں خصوصیت کرنے کی دے دی جو اسکے حقوق  
لوگوں پر میں وکیل کیا پھر وکیل نے ایسے شخص کو سپر موکل کے پیش کا مدعی ہی قاضی کے سامنے پیش کیا اور اس نے حق کا اقرار کیا تو گواہ  
سے انکار کیا یا اسکے برعکس کیا اور وکیل نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے پھر منور گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تھی کہ وہ شخص غائب ہو گیا  
تو جب تک وہ حاضر نہ ہو قاضی اسکی وکالت کا حکم یا وجود تعدیل گواہوں کے نہ دیکھا پس اگر مدعی نے کسی دوسرے شخص کو حاضر کیا  
کہ اسپر بھی موکل کے حق ہو نیگا دعویٰ کرتا ہی اور وہ بھی اسکی وکالت سے انکار کرتا ہی اور پہلے گواہوں کی گواہی پر قاضی نے اسپر حکم  
دیدیا تو مدعا علیہ پہلا تمام لوگوں کی طرف سے اسپر گواہی کی سماعت ہونے میں خصم ہو گا اس لیے کہ وکالت کا مدعی سب لوگوں پر  
وکالت ثابت کرنا چاہتا ہی ہو کہ وکالت ایک ہی ہے اور جو شخص حاضر کیا گیا وہ سب لوگوں کی طرف سے خصم ہوا اور اسپر گواہی قائم  
ہو تا وہی سب لوگوں پر قائم ہونا ہوگی اور کاش اگر سب لوگوں پر گواہ قائم کرنا اور زمین سے ایک غائب ہو جانا تو کیا جو لوگ حاضر  
تھے آپر حکم نہ دیا جانا بلکہ دیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت میں بھی دیا جائیگا اور وہی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص کے وکیل پر گواہ قائم  
ہوے اور وہ غائب ہو گیا اور موکل خود حاضر ہوا یا اسکے برعکس ہوا یا مورث پر اسکی زندگی میں گواہ قائم ہوے پھر وہ  
مر گیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا وارث پر قائم ہوے اور وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو ان سب صورتوں  
میں جو شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا ہی اسپر پہلے کے گواہوں کی گواہی پر حکم دیدیا جائیگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو قاضی  
کے سامنے پیش کیا اور اسپر دعویٰ کیا کہ فلان شخص جو میرا باپ تھا مر گیا اور اسے سوا سے میرے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور  
میرے باپ کا اس شخص پر استدعا مال ہو تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ قرضہ کا دعویٰ کرے یا کسی مال میں کا کہ جو  
مدعا علیہ کے پاس ہی دعویٰ کرے کہ یہ میرے باپ کا تھا اسے اس سے غصب کر لیا تھا یا اسکے پاس اسے ودیعت رکھا تھا اور  
دوسری یہ کہ کچھ قرض نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ میرے باپ کا مال ہوا ہے میرے واسطے میراث چھوڑا ہوا اور اسکا کوئی وارث  
سوا سے میرے نہیں ہے تو قاضی مدعا علیہ سے استدعا دریافت کر لیا پس اگر تمام دعویٰ کا اسے اقرار کیا تو صحیح ہو اور اسکو حکم کیا جائیگا کہ  
قرضہ اور مال میں سب اسکے سپر رکوبے اور اگر اسے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے تو مقبول ہونگے اور  
مدعا علیہ کو قرضہ اور مال میں سب اسکے سپر رکوبے کے سپر ذکر دینے کا حکم کیا جائیگا۔ اور واجب ہو کہ پہلے مدعی اپنے باپ کے مرثیے اور اپنے  
نسب ثابت کرنے کے گواہ پیش کرے تاکہ خصوصیت صحیح ہو پھر مال پر گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی تنہا کے پاس گواہ نہ ہوں اور اسے  
مدعا علیہ سے اپنے دعوے پر قسم طلب کی تو ضمانت رحمہ نے ذکر کیا ہو کہ چارے بھٹنے اصحاب سے روایت ہے کہ قسم نہ لینا نیکی  
اور ضمانت رحمہ نے فرمایا کہ زمین ایک روایت قسم لینے کی بھی آئی ہے اور یہ بیان کیا کہ کس نے فرمایا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا

میں نے اس طرح بیان  
کیا ہے کہ :۔



کہ پہلا قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرا امام محمد رحمہ اللہ ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے اور شیخ علی رازی رحمہ اللہ و شمس اللہ مالوانی نے فرمایا کہ قسم لینا سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قائل تھے کہ قسم نہ لینا بیانیگی پھر اس سے رجوع کر کے قسم لینے کے قائل ہوئے پھر واضح ہو کہ جب اس سے قسم لینا نہ لگے تو حاصل دعویٰ پر قسم لینا و لگے کہ والد مجھ پر مال کہ جس کا دعویٰ یہ شخص کرتا ہے جس وجہ سے دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ہے۔ اور اگر مدعی نے سولے مال کے موت اور نسب ثابت کر چکے واسطے گواہ قائم کیے تو بلا اختلاف مدعا علیہ سے مال پر قسم لینا بیانیگی اور مال پر سولے موت و نسب کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہونگے اور اگر نسب پر سولے موت اور مال کے گواہ پیش کیے تو بھی مقبول نہ ہونگے۔ اور واضح ہو کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کے تمام دعویٰ کا اقرار کر لیا اور اس پر حکم جاری کیا گیا کہ قرضہ یا مال معین مدعی کے سپرد کرے تو حکم مدعی کے باپ کے حق میں جاری ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کا باپ زندہ ظاہر ہو تو وہ مدعا علیہ سے اپنا مال لے سکتا ہے اور مدعا علیہ مدعی کا مدعی بننے کا دامنگیر ہوگا اور اگر مدعا علیہ نے مدعی کے باپ کے مرنے اور اس کے وارث ہونیکا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو قسم لینا بیانیگی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جیسا کہ شمس اللہ میر خانی نے ذکر کیا ہے یا امام اعظم رحمہ اللہ کا پہلے یہ قول تھا جیسا کہ شمس اللہ میر خانی نے دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک موافق دوسرے قول کے جیسا کہ بعض مقام پر ذکر مذکور ہے اس سے قسم لینا و لگے کہ اپنے علم پر قسم کھاوے یہ نہایتین لکھا ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ اس شخص کا باپ مر گیا اور میرے سپرد ہزار درم قرض میں تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ سے اس کے باپ کے مرنے کو دریافت کرے اور پہلے اس کو مدعی کے جواب دعویٰ کا حکم نہ کرے پھر اگر اس نے اپنے باپ کے مرنے کا اقرار کیا تو مدعی کا جواب دعویٰ دریافت کر لیا پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میرے باپ پر یہ قرض تھا تو قاضی اس کے حصے سے دلو اور لگا اور اگر اس نے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو گواہ مقبول ہونگے اور قرض پورے ترکہ میں سے دلویا جاوے گا خاص اس وارث کے حصہ ہی سے متعلق ہوگا لیکن قاضی اس گواہی پر قرضہ دلوانے کا حکم اس وقت کرے گا کہ جب مدعی پہلے قسم کھالے کہ میں نے یہ قرضہ وصول نہیں پایا اور نہ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے اگرچہ مدعا علیہ وارث و سول یا معافی کا دعویٰ نہ کرے بخلاف زندہ شخص پر دعویٰ کے کہ اس میں یہاں دعویٰ کے قاضی مدعی سے قسم نہ لے گا ایسا ہی خصاف رحمہ اللہ نے ادب القاضی میں لکھا ہے اور اجناس ناطقی میں ہے کہ اگر کسی شخص نے جوئے مدعا علیہ کے ترکہ پر قرضہ کا دعویٰ کیا تو قاضی مدعی سے بدون کسی وارث کے دعویٰ کرنے کے تمام قرضہ وصول پانے کی قسم نہ لے گا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے پس جو خصاف رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے وہ صاحبین رحمہ اللہ کا قول ہے اور اسی کو خصاف رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے جو قسم دلانے کی یہ صورت ہے کہ والد میں نے نہ تمام مال وصول پایا اور نہ آئین سے کچھ وصول پایا اور نہ اس کے عوض کوئی چیز رہن لی اور نہ آئین سے کسی قدر کے عوض کچھ رہن لیا اور نہ تمام کو اور نہ کسی قدر سے بچے کسی پر اترا یا اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے کسی لہجی یا وکیل نے تمام مال یا آئین سے کچھ وصول کیا ہے اور اگر ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی کہلا لیا جاوے کہ مجھے کسی وجہ سے نہیں پہونچا ہے تو زیادہ احتیاطی پھر اگر اس مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے اس وارث سے قسم لینا چاہی تو ہمارے ملکا کے نزدیک اس کی دانستگی کی قسم لینا بیانیگی کہ والد میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر مدعی کا اس قدر مال یعنی ہزار درم یا آئین سے کسی قدر قرض ہے یا نہیں اگر وارث نے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہو گیا اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو قرضہ ایسی کے حصہ میں سے دلایا جائے گا۔ تاہم میں ظاہر روایت کے موافق لکھا ہے کہ اگر اس وارث سے مدعا علیہ نے اپنے باپ پر قرض ہونے کا اقرار کیا یا جب اس سے قسم لینا لگئی تو اس نے انکار کیا اور اس طرح اقرار ثابت ہوا تو لیکن یہ

ملک سے لکھا ہے  
یہ قاضی کا قول ہے  
والد میں نہیں جانتا ہوں  
جس کا وارث کا کہن  
جوئے مدعا علیہ کے ترکہ پر  
قرضہ کا دعویٰ کیا تو قاضی  
مدعی سے قسم نہ لے گا

اس اقرار کے آسنے کہا کہ مجھے باپ کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملا ہی پس اگر مدعی نے اس قول میں اسکی تصدیق کی تو مدعی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی اور کہا کہ نہیں بلکہ تجھے ہزار درم یا اس سے زیادہ ملے ہیں اور قسم طلب کی تو اس سے قطعی طور پر قسم لیا جائیگی کہ واللہ مجھے باپ کے ترکہ میں سے نہ ہزار درم اور نہ اس میں سے کسی قدر کچھ نہیں وصول ہوسے پس اگر آسنے قسم کھائی تو اسپر کچھ نہ لازم ہوگا اور اگر انکار کیا تو اسکے ذمہ دینا لازم ہوگا۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہی کہ مدعی نے پہلے قرضہ ہونے پر قسم لی اور پھر وصول ہونے پر قسم لی ہو اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ جب مدعی نے وارث سے قرضہ پر قسم طلب کی تو آسنے کہا کہ مجھے قسم نہیں آئی یہ کیونکہ مجھے ترکہ میں سے کچھ نہیں وصول ہوا اور مدعی نے اسکی تکذیب کی یا تصدیق کی لیکن باوجود تصدیق کرنے کے قرضہ پر قسم لینا باہمی توافق و ارادت کے کہنے پر لحاظ نہ کر لیا اور اس سے قسم لیگا اور بہتری میں لکھا ہو کہ فقید ابو جعفر فرم ایسی صورتوں میں مال ظاہر ہونے سے پہلے گواہی کو مسموع نہیں کرتے تھے اور نہ وارث سے قسم لیتے تھے اور آئی کو فقید ابو الیث رحم نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہوگا اگر وارث نے قرضہ سے اور ترکہ میں سے کچھ وصول ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اس سب میں اسکی تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ سے وصول ہونے پر دونوں پر قسم طلب کی تو ضفاف رحم نے یہ صورت کتاب میں نہیں لکھی ہے اور مثلاً نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ اس سے ایک ہی قسم اس طرح لیا جائیگی کہ واللہ مجھے ہزار درم یا اس میں سے کچھ اپنے باپ کے ترکہ میں سے نہیں وصول ہوسے اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر اس مدعی کا یہ قرضہ موافق اسکے دعویٰ کے ہے نہیں اس صورت میں قطعی اور علمی دونوں طرح کی قسم جمع ہوگی اور یہ جائز ہے جیسا کہ حدیث قسامہ میں آیا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک دوبارہ کے قسم لیا جائیگی۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہی کہ وارث نے باپ کے مرانے کا اقرار کیا ہو اور اگر باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے سے انکار کیا تو یہ صورت اس کتاب کے بعضے فنون میں اس حکم کے ساتھ لکھی ہو کہ وارث سے باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے دونوں پر ایک قسم لیا جائیگی کہ واللہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا باپ وہاں مر گیا اور نہ مجھے ترکہ میں سے کچھ ملا ہے پس موت کی قسم علمی اور وصول ترکہ کی قسم قطعی طور پر ہوگی اور یہی کو بعضے مشائخ نے لیا ہے اور مثلاً نے کے نزدیک دوبارہ کے قسم لیا جائیگی ایک بار موت پر اسکے علم کے موافق کہ وہ نہیں جانتا ہی اور ایک بار قطعی طور پر ترکہ وصول ہونے میں نہیں اگر وارث نے اس طرح قسم کھالی سے انکار کیا اور مرنا اور ترکہ نہ پونہ انکار سے ثابت ہو گیا تو پھر اسکے علم کے موافق اس سے اس قرضہ کی قسم لیا جائیگی۔ اور اگر آسنے قرضہ کا اور موت کا اور ترکہ ہزار درم کا اقرار کیا لیکن اپنے ساتھ کچھ لاگوں کو لایا اور کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر آسنے پہلے یہ اقرار کیا کہ یہ ہزار درم ترکہ میں پھر کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس صورت میں حکم دیا جائیگا کہ قرضہ کے سپر کرے اور اگر آسنے میں لاگوں کے بھائی ہونیکا پہلے اقرار کیا اور پھر ترکہ اور قرض کا تو آسنے ان لاگوں کو اپنا شریک ہونیکا اقرار کیا پس ترکہ موافق ضمیمہ کے قسب ہوگا اور اگر آسنے قرضہ کا اقرار کیا تو اسکے اقرار کے موافق قرضہ اسکے حصے میں سے خارج کر دیا جائیگا کہ فی ہذا کتاب میں اگر ایک شخص مر گیا اور اسکے وارث نے کسی شخص پر مدعی ہو کر کہا کہ میرے باپ کے اس پر ہزار درم قرض ہے اور وہ شخص اس پر قسم لے کر کہ میں حاضر ہوں گا تو اسکے باپ کے مرنے کا اقرار کیا اور قرض سے انکار کیا اور وارث نے قسم لے کر کہ باہمی توافق سے قسم لیا جائیگی کہ اسکے باپ کے کچھ نہ ہزار درم ہیں اور نہ اس میں سے کچھ ملا ہے وارث نے گواہ قائم کیے تو اس سے قسم لیا جائیگی کہ اسکے باپ نے قرضہ وصول پایا ہے اور اگر قرضہ دراصل قرضہ کا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ اسکے باپ نے مجھے وصول کر لیا ہے وارث کے دعویٰ پر حاضر نہ کیا کہ آدمی کبھی قرضہ سے باہر نہیں رہتا اور اس میں باہت سے کہ قرضہ وارث سے وصول کر لیا ہے اور طرفت سے اس میں کسی چیز کا اقرار نہ کیا ہے اس میں کہ میرے ذمہ نہ لازم ہوا ہے اور قرضہ وارث سے

اسے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملا ہے پس اگر مدعی نے اس قول میں اسکی تصدیق کی تو مدعی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی اور کہا کہ نہیں بلکہ تجھے ہزار درم یا اس سے زیادہ ملے ہیں اور قسم طلب کی تو اس سے قطعی طور پر قسم لیا جائیگی کہ واللہ مجھے باپ کے ترکہ میں سے نہ ہزار درم اور نہ اس میں سے کسی قدر کچھ نہیں وصول ہوسے پس اگر آسنے قسم کھائی تو اسپر کچھ نہ لازم ہوگا اور اگر انکار کیا تو اسکے ذمہ دینا لازم ہوگا۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہی کہ مدعی نے پہلے قرضہ ہونے پر قسم لی اور پھر وصول ہونے پر قسم لی ہو اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ جب مدعی نے وارث سے قرضہ پر قسم طلب کی تو آسنے کہا کہ مجھے قسم نہیں آئی یہ کیونکہ مجھے ترکہ میں سے کچھ نہیں وصول ہوا اور مدعی نے اسکی تکذیب کی یا تصدیق کی لیکن باوجود تصدیق کرنے کے قرضہ پر قسم لینا باہمی توافق و ارادت کے کہنے پر لحاظ نہ کر لیا اور اس سے قسم لیگا اور بہتری میں لکھا ہو کہ فقید ابو جعفر فرم ایسی صورتوں میں مال ظاہر ہونے سے پہلے گواہی کو مسموع نہیں کرتے تھے اور نہ وارث سے قسم لیتے تھے اور آئی کو فقید ابو الیث رحم نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہوگا اگر وارث نے قرضہ سے اور ترکہ میں سے کچھ وصول ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اس سب میں اسکی تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ سے وصول ہونے پر دونوں پر قسم طلب کی تو ضفاف رحم نے یہ صورت کتاب میں نہیں لکھی ہے اور مثلاً نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ اس سے ایک ہی قسم اس طرح لیا جائیگی کہ واللہ مجھے ہزار درم یا اس میں سے کچھ اپنے باپ کے ترکہ میں سے نہیں وصول ہوسے اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر اس مدعی کا یہ قرضہ موافق اسکے دعویٰ کے ہے نہیں اس صورت میں قطعی اور علمی دونوں طرح کی قسم جمع ہوگی اور یہ جائز ہے جیسا کہ حدیث قسامہ میں آیا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک دوبارہ کے قسم لیا جائیگی۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہی کہ وارث نے باپ کے مرانے کا اقرار کیا ہو اور اگر باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے سے انکار کیا تو یہ صورت اس کتاب کے بعضے فنون میں اس حکم کے ساتھ لکھی ہو کہ وارث سے باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے دونوں پر ایک قسم لیا جائیگی کہ واللہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا باپ وہاں مر گیا اور نہ مجھے ترکہ میں سے کچھ ملا ہے پس موت کی قسم علمی اور وصول ترکہ کی قسم قطعی طور پر ہوگی اور یہی کو بعضے مشائخ نے لیا ہے اور مثلاً نے کے نزدیک دوبارہ کے قسم لیا جائیگی ایک بار موت پر اسکے علم کے موافق کہ وہ نہیں جانتا ہی اور ایک بار قطعی طور پر ترکہ وصول ہونے میں نہیں اگر وارث نے اس طرح قسم کھالی سے انکار کیا اور مرنا اور ترکہ نہ پونہ انکار سے ثابت ہو گیا تو پھر اسکے علم کے موافق اس سے اس قرضہ کی قسم لیا جائیگی۔ اور اگر آسنے قرضہ کا اور موت کا اور ترکہ ہزار درم کا اقرار کیا لیکن اپنے ساتھ کچھ لاگوں کو لایا اور کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر آسنے پہلے یہ اقرار کیا کہ یہ ہزار درم ترکہ میں پھر کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس صورت میں حکم دیا جائیگا کہ قرضہ کے سپر کرے اور اگر آسنے میں لاگوں کے بھائی ہونیکا پہلے اقرار کیا اور پھر ترکہ اور قرض کا تو آسنے ان لاگوں کو اپنا شریک ہونیکا اقرار کیا پس ترکہ موافق ضمیمہ کے قسب ہوگا اور اگر آسنے قرضہ کا اقرار کیا تو اسکے اقرار کے موافق قرضہ اسکے حصے میں سے خارج کر دیا جائیگا کہ فی ہذا کتاب میں اگر ایک شخص مر گیا اور اسکے وارث نے کسی شخص پر مدعی ہو کر کہا کہ میرے باپ کے اس پر ہزار درم قرض ہے اور وہ شخص اس پر قسم لے کر کہ میں حاضر ہوں گا تو اسکے باپ کے مرنے کا اقرار کیا اور قرض سے انکار کیا اور وارث نے قسم لے کر کہ باہمی توافق سے قسم لیا جائیگی کہ اسکے باپ کے کچھ نہ ہزار درم ہیں اور نہ اس میں سے کچھ ملا ہے وارث نے گواہ قائم کیے تو اس سے قسم لیا جائیگی کہ اسکے باپ نے قرضہ وصول پایا ہے اور اگر قرضہ دراصل قرضہ کا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ اسکے باپ نے مجھے وصول کر لیا ہے وارث کے دعویٰ پر حاضر نہ کیا کہ آدمی کبھی قرضہ سے باہر نہیں رہتا اور اس میں باہت سے کہ قرضہ وارث سے وصول کر لیا ہے اور طرفت سے اس میں کسی چیز کا اقرار نہ کیا ہے اس میں کہ میرے ذمہ نہ لازم ہوا ہے اور قرضہ وارث سے



عورت نے میت کی بیٹی ہو نیکا دعویٰ لیا تو دونوں میں میراث کے تین حصہ ہو گئے یعنی دو حصہ بیٹے کو اور ایک حصہ اُس سورت  
بیٹی کو ملے گا اگر پہلے مدعی کے واسطے پہلے حکم ہو چکا ہو۔ اگر پہلے مدعی نے میت کے باپ ہونے یا بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور دوسرے  
نے اپنے بھائی ہونے کے گواہ پیش کیے تو دوسرے کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر پہلے ایک سورت کے واسطے اُسکے دعویٰ پر کہ وہ میت کی زوجہ  
ہو حکم دیا گیا تھا پھر کسی مرد نے گواہ قائم کیے کہ میں میت کا بھائی ہوں تو جو تھائی سے جس قدر زائد ہو یہ شخص اُس عورت سے وصول  
کر لے گا اور اگر دوسرے نے اپنے تین بیٹا ثابت کیا تو عورت سے سوائے انھوں حصہ کے سب لے لے گا۔ اگر پہلا شخص جسکے واسطے حکم  
جاری کیا گیا ہو متوہ یا طفل نابالغ ہو کہ اپنا رشتہ بیان نہ کر سکے پھر بعض نے اپنے رشتہ دار ہونے کے گواہ قائم کیے پس اگر دوسرا وارث  
ایسا ہی کہ مثل بھائی و چچا کے بعض صورتوں میں محروم ہو جاتا ہے تو قاضی اُسکو سا قط کر دے گا اور اگر محروم سا قط نہیں ہوتا ہے تو قاضی  
پہلے کو زیادہ اور دوسرے کو کم حصہ دے گا یعنی مثلاً پہلا مذکور ہو تو قاضی اُسکو میت کا بیٹا قرار دیکر دوسرے کو مثلاً باپ ہو تو چھٹا حصہ  
دے گا اور اگر دوسری مدعیہ ہو یعنی میت کی زوجہ ہونے کی مدعی ہو تو اُسکو اٹھواں حصہ دے گا۔ اگر ایک عورت نے اس کے گواہ پیش  
کیے کہ فلان شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونے کا حکم دیا ہے اور تمام میراث مجھے دلائی ہے تو دوسرا قاضی اُسکو نافذ کرے گا  
جیسا مرد مدعی ہونے کی صورت میں نافذ کرتا ہے پھر اگر اس کے بعد کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ لایا کہ میں اس میت کا باپ یا بیٹا  
ہوں یا کنسی عورت نے میت کی زوجہ ہونے کے گواہ پیش کیے تو قاضی پہلی عورت سے دریافت کرے گا کہ کیا رشتہ ہے پس اگر  
اُس نے اپنے کو بیٹی قرار دیا تو اُس کے زعم کے موافق تقسیم کرے گا اور اگر پہلی عورت جسکے واسطے حکم ہو چکا ہے کہ مقل یا نابالغ ہو کہ اپنے  
رشتہ کو بیان نہ کر سکے تو قاضی صورتوں کے صحت میں سے زیادہ حصہ اُسکو دے گا اور ان لوگوں کو جو کم حصہ ہوتا ہے دیدے گا  
کہ نافی الحیض۔ اگر ایک شخص نے ایک میت کے وارثوں پر دعویٰ کیا کہ اس کے باپ پر میراث اس قدر مال قرض تھا اور وہ مر گیا اور اپنی  
زندگی میں خوشی سے اُسے میرے قرضہ کا اقرار کیا تھا اور اس میں سے کچھ نہ ادا کیا اور مر گیا اور ترکہ ان وارثوں کے ہاتھ میں میرے قرضہ کے  
اداء کے قدر اور زیادہ ہی آیا ہے مگر اُسے ترکہ کی چیزیں نہ بیان کیں تو فتویٰ کے واسطے یہ مختار ہے کہ ترکہ کی چیزیں بیان کرنا قرضہ کے  
ثابت کرنے کے واسطے شرط نہیں ہے بلکہ قاضی وارثوں کو قرضہ ادا کرنے کا حکم جب دے گا کہ یہ ثابت ہو جاوے کہ انکو ترکہ وصول  
ہوا ہے اور اگر انھوں نے ادا کیا تو مدعی کو قرضہ لینے کے واسطے اس قدر بیان کرنا ترکہ کی چیزوں کا ضروری ہے جس سے ان کے  
ہاتھ میں ہوا معلوم ہو۔ ایک شخص نے ایک دہرہ موجود دوسرے شخص کے قبضہ میں یہ اس طرح دعویٰ کیا کہ یہ دار میرے باپ  
مظالم شخص کا ہے اور وہ مر گیا اور اُسے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میری ایک بہن ہند ہے کہ ہم دونوں کے سوا اس کا  
کوئی وارث نہیں ہے اور اس دار کے ساتھ کھیت ہے اور چوپائے وغیرہ میراث میں چھوڑے تھے پھر ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور  
یہ دار میرے حصہ میں آگیا اور اس سبب سے اب یہ دار تمام میری ملکیت ہے اور اس معاملہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس یہ دعوے  
اُس کا صحیح ہو لیکن یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ میری بہن نے میراث میں سے اپنا تمام حصہ وصول کر لیا ہے تاکہ مدعی کو تمام  
دار کے حاصل کرنے کا استحقاق صحیح ہو۔ اور اگر اُس نے اپنے دعوے میں بیان کیا کہ میرا باپ مر گیا اور میرے اور میری بہن کے لیے  
میراث چھوڑا پھر میری بہن نے تمام دار کا میرے لیے ہونے کا اقرار کیا اور میں نے اُس کے قول کی تصدیق کی تو صحیح ہے  
کہ قاضی ایک تہائی دار کے عوض کی سماعت کرے گا کیونکہ تہائی دار کی ملکیت کا دعوے اقرار ہے اور اقرار پر ملکیت کا دعوے  
محقق نہیں ہوتا ہے اور اسی پر عامہ مشائخ کا فتوہ ہے یہ قطعاً بین لکھا ہے۔ اگر کسی قرض خواہ کا قرضہ دوسرے شخص پر معاوضی  
ہو اور اس نے قرضہ ثابت کرنا یا اُس کو ثابت کرنے کا اختیار ہی اگرچہ فی الحال ادا کر دینے کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے اور اس پر

[illegible]



اگر عورت نے چاہا کہ اپنے باقی مہر کو شوہر کے ذمہ ثابت کرے تو اختیار ہو اگر چہ فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتی یہ شمس الاسلام ثانی  
 از جہد سی رحم سے دریافت کیا گیا کہ ایک مال عین ایک شخص کے قبضہ میں ہو اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ مال میرے باپ  
 کی ملک تھا وہ مر گیا اور اسے میرے واسطے اور فلان و فلان کے واسطے میراث چھوڑا۔ مدعی نے تعداد و ثبوت بیان کی مگر  
 اپنا مدعا نہ بیان کیا تو قاضی شمس الاممہ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ صحیح ہو اور اگر اس نے اپنے دعوے پر گواہ سنائے تو سننے جائینگے لیکن جب  
 سپرد کرنے کا مطالبہ کرے تو حصہ کی مقدار بیان کرنی ضرور ہو اور اگر حصہ بیان کیا ولیکن وارثوں کی تعداد نہ بیان کی مثلاً کہا  
 کہ یہ مال میں میرے باپ نے میرے واسطے اور چند اور لوگوں کے واسطے میراث چھوڑا ہو اور میرا حصہ اس میں سے اس قدر ہو وہ بھی  
 دلایا جائے تو اور وارثوں کا بیان کرنا ضرور ہو کیونکہ ممکن ہو کہ اس کا حصہ اس کے دعوے سے کم ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر  
 دعویٰ کیا کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم قرض ہیں اور وہ شخص ادا کرنے سے پہلے مر گیا اور میرے پاس اس کے ہزار درم ہیں اور  
 اس میں سے اپنا قرضہ دلانیکا دعویٰ کیا تو قاضی اس کے دعویٰ کی سماعت نہ کریگا اور مدعا علیہ سے قسم بھی نہ لیگا اور اگر گواہ پیش کیے  
 تو نہ سنے جائینگے یہ بھی طعن لکھا ہے۔ ایک نصرانی مر گیا اور اس کی عورت مسلمان آئی اور دعویٰ کیا کہ میں اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی  
 ہوں اور مجھے میراث پہنچتی ہو اور وارثوں نے کہا کہ تو اس کے مرنے سے پہلے مسلمان ہو گئی ہو پس تجھے میراث نہیں پہنچتی ہو تو تو  
 وارثوں کا لایا جاوے گا اور اگر ایک مسلمان مر گیا اور اس کی عورت نصرانی تھی پھر اس کے مرنے کے بعد آئی اور وہ اس وقت مسلمان تھی اور اس کے  
 کیا کہ میں اس کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوئی ہوں اور وارثوں نے کہا کہ تو بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہو تو بھی وارثوں کا قول لیا  
 جاوے گا یہ کافی نہیں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اس کے باہر ہزار درم دوسرے شخص کے پاس ودیعت تھے پھر اسکے پاس ودیعت تھے اس نے  
 اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہو اور سوا اسکے دوسرا وارث نہیں ہو تو مال اس کے سپرد کرنا حکم کیا جائیگا بخلاف اسکے کہ اگر اسے کسی شخص کے  
 واسطے یہ اقرار کیا کہ یہ شخص ودیعت رکھنے والے کا وکیل جس ہی بار اسے اس سے خبر ہو تو اس کے دینے کا حکم کیا جائیگا بخلاف قرضہ دے  
 کہ اگر اسے اقرار کیا کہ یہ شخص قرضہ وصول کرنا عزیمت سے مکمل ہو تو حکم کیا جائیگا کہ انکو دے اور اگر ودیعت کے اپنے پاس رکھنے والے  
 نے کسی دوسرے کو واسطے بھی اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہو اور پہلے شخص نے کہا کہ سوا میرے اس کا بیٹا نہیں ہو تو پہلے کو مال دے گا  
 جاوے گا یہاں میں لکھا ہے فوائد فقہیہ میں فصل ودیعت میں لکھا ہے کہ اگر سپرد کرنے کا حکم کیا گیا اور بائین جہاں سے سپرد کر دیا ہو پھر  
 لینا چاہا تو شرح الاسلام غلام الدین نے فرمایا کہ واپس نہیں کر سکتا ہو اور میرے والد درم اپنے استاد شیخ فطیم الدین مرغینانی سے حکایت  
 کرتے تھے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں متردد تھے اور بھی فصل ودیعت میں لکھا ہے کہ اگر سپرد کرنے کا حکم ہوا اور اس نے سپرد کیا  
 یہاں تک کہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو بھون لے کہا کہ غامن ہو گا اور غامن ہونا چاہیے تھا اور جب میراث وارثوں میں یا  
 قرضہ ہوں میں تقسیم ہوئی تو قرضہ دیا وارث سے قبضہ نہ لیگا اور بچھے قاضیوں نے اس میں احتیاط کی ہو کذا فی النہایہ اور  
 یہ ظہر ہے اور یہ امام اعظم رحم کے نزدیک ہو کذا فی النہایہ اور صاحبین نے فرمایا کہ جب تک اسے قبضہ نہ لے مال انکو نہ دے گا اور  
 مدعی وارث کو دینا اسی وقت صحیح ہو کہ جب وہ ایسا وارث ہو کہ دوسروں کے ہوتے ہوئے محبوب نہیں ہوتا ہو اور اگر ایسا ہو کہ  
 کہ محبوب ہو جائے تو اس کا حکم اسکے برخلاف ہو اور مسئلہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص آیا ہو ایک  
 دوسرے کو دوسرے کے قبضہ میں ہو دعوے کیا کہ یہ میرے باپ کا ہو یا اسے مہر کے واسطے میراث چھوڑا ہو یا سپرد کر دیا ہو  
 کہ اگر وارثوں نے قرضہ نہ لیا تو اس کے قرضہ دے دیں اور اگر وارثوں نے اپنے وارثوں کے واسطے  
 میراث چھوڑا ہو تو اس کا حصہ لیا جائے گا اور اگر اس کو دلایا جائے گا ورنہ وارثوں کی تعداد کو اس میں کوئی شک نہ ہے جب تک

اسے قول کیا جائے  
 اپنے موجود مال  
 اس شخص میں سے  
 جہت نہیں مانگا  
 عورت کو عین  
 کی ضرورت ہو  
 وارثوں کو دے  
 ہونے کو دے  
 عین کی ضرورت  
 نہیں مانگا  
 عورت کو عین  
 جہت نہیں مانگا  
 عورت کو عین  
 جہت نہیں مانگا

وارث نہ معلوم ہوں تب تک اس مدعی کا حصہ نہ معلوم ہو گا ورنہ معلوم ہے فیصلہ نہیں ہو سکتا ہی اور اس مقام پر تین صورتیں  
ہیں ایک یہی جو مذکور ہوئی اور دوسری یہ کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہی اور اسکے سوا سے کوئی  
وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی بلا توقف تمام ترکہ کا حکم اسکے واسطے دیدیگا اور تیسری صورت یہ کہ گواہوں نے کہا کہ یہ شخص  
غلان میت کا جو اس دار کا مالک تھا بیٹا ہی اور وارثوں کی تعداد کی گواہی نہ دی اور نہ یہ کہا کہ ہم اسکے سوا سے دوسرا وارث  
نہیں جانتے ہیں تو قاضی چند روز تک توقف کرے گا اگر کوئی دوسرا وارث ماضی ہوا تو قاضی میراث دونوں میں بانٹ دیدگا ورنہ اس  
مدعی کو دیدے گا اور امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ اس سے کفیل نہ لیگا اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ لیگا و تمام میراث اس وارث کو  
اس وقت دیدگا کہ جب یہ وارث دوسرے وارث کے ہونے سے محروم نہ ہو جائے اور اگر اس کا حصہ مختلف ہوتا ہو جیسے شوہر و زوجہ کو  
انکے حصہ فرزند کے موجود ہونے اور نہ ہونے کی صورت میں مختلف ہیں تو کٹر حصہ اسکے سپرد کر دیکھا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ زیادہ حصہ  
دے گا یعنی شوہر کو و صاحبہ اور زوجہ اگر مدعی ہو تو اس کو چوتھائی دے گا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ کٹر حصہ اس کے  
سپرد کرے گا یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھواں حصہ اور امام اعظم رحمہ کا قول اس مسئلہ میں مندرج ہے اور یہ اختلاف بابت کفیل لینے کے  
اس صورت میں ہے کہ جب فرضہ وارث گواہی سے ثابت ہوا ہو اور اگر اقرار سے ثابت ہوا ہو تو بالاتفاق کفیل لے دیکھا نہ یا میں لکھا ہے اگر ایک  
دار کسی شخص کے قبضہ میں ہی اسیر ہو سرے شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے کہ یہ دار میرے باپ کا بیٹا اور اسے میرے لیے اور میرے  
غلان بھائی کے لیے جو حاضرین ہی میراث چھوڑا تو اسے دار کا اسکے لیے حکم دیا جائیگا اور ادا دھا باقی اسی کے قبضہ میں چھوڑا جائیگا  
جسکے پاس ہی اور اس سے کوئی کفیل نہ لیا جائیگا اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ جسکے قبضہ میں ہی  
یعنی فی الحال جو شخص اس مکان موروث پر قابض ہی اسکو دیکھا جاوے کہ میراث کا مقرری مانگ رہا ہے پس اگر وہ شخص اس سے منکر  
ہو تو اس سے لیکر کسی امانت دار کے سپرد کیا جائے گا اور اگر منکر ہو تو اسی کے پاس رکھا جاوے۔ اور اگر دعویٰ کسی مال  
منقول میں واقع ہو تو قبضہ کئے ہیں کہ بالاتفاق کفیل لیا جائے گا کیونکہ اس کی مخالفت کی ضرورت ہی اور اس میں نزاع اکثر واقع  
ہو تا ہی بملات مقام کے کہ وہ خود محفوظ ہوتے ہیں اور ہی وجہ سے وہی کو وارث بالغ غائب کی طرف سے مال منقول چھپا جائے ہی  
اور عقیدہ چھپا جائے نہیں ہی اور بعضوں نے کہا کہ منقول میں بھی اختلاف ہی اور سبب ضرورت حفظ کے قول امام اعظم رحمہ ظاہر ہی اور جب  
غائب ماضی ہو تو گواہی دہرانے کی ضرورت نہیں ہی شیخ علی بزدوی نے فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ کفار میں لکھا ہی اور اس  
فیصلہ پر آدھا مکان اسکے سپرد کیا جائے گا اگرچہ دوسرے وارث حاضر نہ ہوں کیونکہ ایک وارث میت کی طرف سے جو سپر  
آتا ہی اسکا آنا ہی ختم ہو سکتا ہی اور وہ سب کی طرف سے ہوتا ہی خواہ مال دین جو یا عین ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ  
فے الحقیقت یہ فیصلہ میت کے واسطے یا میت پر ہوتا ہی اور ایک وارث اسکی طرف سے غلبہ ہو سکتا ہی بظاہر ایسے اقدار  
ہستہ قرار دے جو اس سے متعلق ہو کہ اس میں دوسرے کی طرف سے نائب ہو گا لیکن واقع ہو کہ کل مال کا استحقاق ایک وارث پر  
اس وقت ثابت ہو گا کہ جب کل اسکے قبضہ میں ہو یا ہی باجماع میں مذکور نہ کذا فی الدیالہ

اس مقام پر تین صورتیں  
ہیں ایک یہی جو مذکور ہوئی  
اور دوسری یہ کہ گواہوں نے  
گواہی دی کہ یہ شخص میت کا  
بیٹا اور وارث ہی اور اسکے  
سوا سے کوئی وارث ہم نہیں  
جانتے ہیں تو قاضی بلا  
توقف تمام ترکہ کا حکم  
اسکے واسطے دیدیگا اور  
تیسری صورت یہ کہ گواہوں  
نے کہا کہ یہ شخص غلان  
میت کا جو اس دار کا مالک  
تھا بیٹا ہی اور وارثوں کی  
تعداد کی گواہی نہ دی اور  
نہ یہ کہا کہ ہم اسکے سوا  
سے دوسرا وارث نہیں  
جانتے ہیں تو قاضی چند  
روز تک توقف کرے گا اگر  
کوئی دوسرا وارث ماضی  
ہوا تو قاضی میراث  
دونوں میں بانٹ دیدگا  
ورنہ اس مدعی کو دیدے  
گا اور امام اعظم رحمہ  
نے فرمایا کہ اس سے  
کفیل نہ لیگا اور  
صاحبین رحمہ نے  
فرمایا کہ لیگا و  
تمام میراث اس  
وارث کو اس وقت  
دیدگا کہ جب یہ  
وارث دوسرے وارث  
کے ہونے سے  
محروم نہ ہو  
جائے اور اگر  
اس کا حصہ  
مختلف ہیں  
تو کٹر حصہ  
اسکے سپرد  
کر دیکھا اور  
امام محمد رحمہ  
نے فرمایا کہ  
زیادہ حصہ  
دے گا یعنی  
شوہر کو و  
صاحبہ اور  
زوجہ اگر  
مدعی ہو تو  
اس کو چوتھائی  
دے گا اور  
امام ابو یوسف  
رحمہ نے  
فرمایا کہ  
کٹر حصہ  
اس کے  
سپرد کرے  
گا یعنی  
شوہر کو  
چوتھائی  
اور زوجہ  
کو آٹھواں  
حصہ اور  
امام اعظم  
رحمہ کا  
قول اس  
مسئلہ میں  
مندرج ہے  
اور یہ  
اختلاف  
بابت کفیل  
لینے کے  
اس صورت  
میں ہے کہ  
جب فرضہ  
وارث گواہی  
سے ثابت  
ہوا ہو اور  
اقرار سے  
ثابت ہوا  
ہو تو  
بالاتفاق  
کفیل لے  
دیکھا نہ  
یا میں  
لکھا ہے  
اگر ایک  
دار کسی  
شخص کے  
قبضہ میں  
ہی اسیر  
ہو سرے  
شخص نے  
دعویٰ کیا  
اور گواہ  
پیش کیے  
کہ یہ دار  
میرے باپ  
کا بیٹا  
اور اسے  
میرے لیے  
اور میرے  
غلان  
بھائی کے  
لیے جو  
حاضرین  
ہی میراث  
چھوڑا تو  
اسے دار  
کا اسکے  
لیے حکم  
دیا  
جائیگا  
اور ادا  
دھا باقی  
اسی کے  
قبضہ میں  
چھوڑا  
جائیگا  
جسکے  
پاس ہی  
اور اس  
سے کوئی  
کفیل نہ  
لیا  
جائیگا  
اور یہ  
امام  
اعظم  
رحمہ کے  
دیکھ  
کیوں  
کہ  
میراث  
کا  
مقرری  
مانگ  
رہا  
ہے  
پس  
اگر  
وہ  
شخص  
اس  
سے  
منکر  
ہو تو  
اس  
سے  
لیکر  
کسی  
امانت  
دار  
کے  
سپرد  
کیا  
جائے  
گا  
اور  
اگر  
منکر  
ہو تو  
اسی  
کے  
پاس  
رکھا  
جاوے۔  
اور  
اگر  
دعویٰ  
کسی  
مال  
منقول  
میں  
واقع  
ہو تو  
قبضہ  
کئے  
ہیں  
کہ  
بالاتفاق  
کفیل  
لیا  
جائے  
گا  
کیونکہ  
اس  
کی  
مخالفت  
کی  
ضرورت  
ہی  
اور  
اس  
میں  
نزاع  
اکثر  
واقع  
ہو تا  
ہی  
بملات  
مقام  
کے  
کہ  
وہ  
خود  
محفوظ  
ہوتے  
ہیں  
اور  
ہی  
وجہ  
سے  
وہی  
کو  
وارث  
بالغ  
غائب  
کی  
طرف  
سے  
مال  
منقول  
چھپا  
جائے  
ہی  
اور  
عقیدہ  
چھپا  
جائے  
نہیں  
ہی  
اور  
بعضوں  
نے  
کہا  
کہ  
منقول  
میں  
بھی  
اختلاف  
ہی  
اور  
سبب  
ضرورت  
حفظ  
کے  
قول  
امام  
اعظم  
رحمہ  
ظاہر  
ہی  
اور  
جب  
غائب  
ماضی  
ہو تو  
گواہی  
دہرانے  
کی  
ضرورت  
نہیں  
ہی  
شیخ  
علی  
بزدوی  
نے  
فرمایا  
کہ  
یہی  
اصح  
ہے  
یہ  
کفار  
میں  
لکھا  
ہی  
اور  
اس  
فیصلہ  
پر  
آدھا  
مکان  
اسکے  
سپرد  
کیا  
جائے  
گا  
اگرچہ  
دوسرے  
وارث  
حاضر  
نہ  
ہوں  
کیونکہ  
ایک  
وارث  
میت  
کی  
طرف  
سے  
جو  
سپر  
آتا  
ہی  
اسکا  
آنا  
ہی  
ختم  
ہو  
سکتا  
ہی  
اور  
وہ  
سب  
کی  
طرف  
سے  
ہوتا  
ہی  
خواہ  
مال  
دین  
جو  
یا  
عین  
ہو  
اور  
اسکی  
وجہ  
یہ  
ہو کہ  
فے  
الحقیقت  
یہ  
فیصلہ  
میت  
کے  
واسطے  
یا  
میت  
پر  
ہوتا  
ہی  
اور  
ایک  
وارث  
اسکی  
طرف  
سے  
غلبہ  
ہو  
سکتا  
ہی  
بظاہر  
ایسے  
اقدار  
ہستہ  
قرار  
دے  
جو  
اس  
سے  
متعلق  
ہو کہ  
اس  
میں  
دوسرے  
کی  
طرف  
سے  
نائب  
ہو گا  
لیکن  
واقع  
ہو کہ  
کل  
مال  
کا  
استحقاق  
ایک  
وارث  
پر  
اس  
وقت  
ثابت  
ہو گا  
کہ  
جب  
کل  
اسکے  
قبضہ  
میں  
ہو یا  
ہی  
باجماع  
میں  
مذکور  
نہ  
کذا  
فی  
الندیالہ

چھینسوان باب قید و چھپا پکونے کے بیان میں اگر ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر اپنا  
مال گواہی سے یا اس کے اقرار سے ثابت کیا تو بدوین درخواست مدعی کے قاضی قرضدار کو قید نہ کرے گا اور یہی ہمارا مذہب  
ہو اور اگر مدعی نے درخواست کی تو پہلی مرتبہ اس کو قید نہ کرے بلکہ حکم دیدگا کہ آنکھ مدعی کو راضی کر لے پھر اگر دوبارہ آیا تو قید  
کر دیکھا اور کتاب الاقطعیہ میں دونوں قرضوں میں خواہ اقرار سے ثابت ہوا ہو یا گواہوں سے ثابت ہوا ہو کچھ فرق نہیں



ذمی کے قرضہ کے عوض اور ذمی مسلمان کے قرضہ کے عوض قید ہو سکتا ہے اور یہی حال اس حرمی کا ہے جو امان لیکر آیا ہے یہ خلاصہ میں لکھا  
ہو اور حدود و قصاص میں اگر گواہ قائم ہوں تو اس وقت تک حالات میں رہیگا جب تک گواہوں کی تعدیل ہوگا اور اگر گواہ نہ قائم ہوں  
تو ان کے قیام سے پہلے قید ہوگا پس اگر ایک گواہ عادل نے گواہی دی تو امام اعظم کے نزدیک قید ہوگا اور صاحبین کے نزدیک  
حد قذف اور قصاص میں حالات ہوگا یہ آثار فانیہ میں لکھا ہے۔ ویت اور ارش کے عوض کسی کی مدد کا برابر دہری قید نہ ہوگی لیکن یہ وقت  
اس کے عطیات سے وصول کیجائیگی اور اگر ان کے پاس عطیات نہ ہوں اور نہ انکو چاہیے وزیرین عطیہ میں ملی ہو اور اگر ان سے بھی انھوں نے  
انکار کیا تو قید کیے جائیں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر قصاص میں مدعی نے قسم طلب کی اور مدعا طرہ نے انکار کیا اور قسم نہ کھائی تو امام اعظم کے  
دیکر نزدیک قید کیا جائیگا اور یہی حکم ہے کہ اگر قسامت میں قسم طلب کی اور اس نے انکار کیا ہو اور قمار وغیرہ جو لوگ مسلمان کو ڈراتے  
ہیں اور اہل فساد سب قید ہونگے یہاں تک کہ وہ توبہ کریں اور ظاہر کریں۔ و قمار اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں کے مال تباہ جان یا دونوں  
کے تلف کر دینا قصد کرے پس جب اس سے جان و مال کا خوف ہو تو وہ قید خانہ میں یہاں تک پڑا رہے کہ توبہ ظاہر کرے۔ عورتوں  
کا قید خانہ علیحدہ ہونا چاہیے تاکہ فتنہ نہ پیدا ہو اور امام اعظم کے روایت یہ ہے کہ عورتوں کے قید خانہ میں قید ہوں لیکن حفاظت کا  
مرد ہوگا۔ مختصر خواہر زادہ رحمہ اللہ میں یہ کہ کیا کفیل بالنعس بھی قید ہوگا جیسا کہ قرضہ میں قید ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہاں اور اس شخص نے  
کسی کے حکم سے انکی طرف سے مال کی کفالت کی تھی جب وہ قید ہوا تو وہ اکیلے قید کیا جائیگا اور اگر کسی کا ہر ایک کفیل سے مطالبہ  
کیا جاوے تو وہ اکیلے سے مطالبہ کرے گا اور جب اسکا بیچا پکڑا جاوے تو وہ اکیلے بیچا پکڑے گا اور جب کفیل سے مال لے لیا گیا تو وہ  
اکیلے سے لے لیا یہ آثار فانیہ میں لکھا ہے اور اگر ان کے سے پہلے کفیل اپنے اکیلے سے مال نہیں لے سکتا ہے اور یہ اس بات پر دلالت  
کرتا ہے کہ قرضہ کو اختیار کرے کہ اکیلے اور کفیل دونوں کو قید کر دے اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ آپس قرضہ طلب کیا گیا ہے اور اس طرح  
کفیل کا کفیل بھی قید ہو سکتا ہے اگر چہ اسی طرح بہت سے لوگ کفیل پڑتے چلے گئے ہوں سب قید ہو سکتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا  
ہو اگر ایک شخص قرضہ کے معاملہ میں قید ہو پھر دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اس پر قرضہ کا دعویٰ کرتا ہے تو قاضی اسکو قید خانہ سے نکال کر  
مدعی کے ساتھ حاضر کرے پس اگر اس نے اقرار کر لیا مدعی نے عادل کو ان پیش کیے تو پھر اسکو قید میں بھیجے گا اور دفتر میں لکھیں گے کہ  
اس مدعی کے قرضہ کے عوض بھی قید یہاں تک کہ اگر اسے ایک شخص کا قرضہ دیا گیا تو دوسرے کے قرضہ کے عوض بھی قید ہوگا  
محیط میں لکھا ہے دو شخصوں کا ایک شخص پر اس طرح قرضہ ہو کہ ایک کا ٹھکانا ہو اور دوسرے کا بہت ہی تو قرضہ والے کو اس کے قید  
کرنا یا اختیار ہو اور اسکی بارگاہ مندی زیادہ مال والے کو قرضہ دار کے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں ہو اور اگر دونوں اس کے قید  
میں پھنسے پھر اسے تو پھر ایک کو اسکی راہی کا اختیار نہیں ہے۔ ہرگز یہ میں لکھا ہے قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی قیدی کو قرضہ وغیرہ  
کے عوض مانے اور نہ اسکو طرہ سے اذیت دے اور نہ طوقی بھاوے اور نہ پھیلا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور نہ  
اسکو پرہیز کرے اور نہ آفتاب میں بکڑا کرے اور اگر قرضہ کے قیدی پر قاضی کو بھاگ جانے کا خوف ہو اور معلوم ہو کہ اگر  
وہ ان قیدیوں کو قید کرے تو ان کا قصد کرے تو وہ ان پر بھیجا جائیگا یہ محیط بخاری میں لکھا ہے اور قرضہ دار کو اس کے قرضہ  
میں سے ان کیلئے کرنے کے لیے سب سے پہلے کھڑا کرے کہ انکی اطلاع ہو اور اگر قیدی قید خانہ میں ہے تو قاضی اسکو قید  
خانہ میں مار کر رہا کرے اور نہ قید خانہ میں لکھا ہے اور جب قاضی اسکو قیدی کو قید کیا تو اسکا نام و نسب و دفتر میں لکھا اور مدعی کا  
نام لکھا اور قرضہ کی تعداد لکھی اور اس طرح لکھے کہ ملائی بن ملائی بن قید خانہ میں کے عوض قتلان روز قتلان میں قتلان میں

عطا کی  
ذمی کے قرضہ کے عوض  
قید ہوگا اور اگر اس کا  
کفیل نہ ہوگا تو وہ  
اکیلے سے مطالبہ کرے گا  
اور جب اس کا بیچا پکڑا  
جاوے تو وہ اکیلے سے  
مطالبہ کرے گا اور جب  
اس کا بیچا پکڑا جاوے تو  
وہ اکیلے سے لے لیا  
یہ آثار فانیہ میں  
لکھا ہے اور اگر ان کے  
سے پہلے کفیل اپنے  
اکیلے سے مال نہیں لے  
سکتا ہے اور یہ اس بات  
پر دلالت کرتا ہے کہ  
قرضہ کو اختیار کرے کہ  
اکیلے اور کفیل دونوں  
کو قید کر دے اور ایسا  
واقعہ پیش آیا تھا کہ  
آپس قرضہ طلب کیا گیا  
ہے اور اس طرح کفیل  
کا کفیل بھی قید ہو  
سکتا ہے اگر چہ اسی  
طرح بہت سے لوگ کفیل  
پڑتے چلے گئے ہوں  
سب قید ہو سکتے ہیں  
یہ خلاصہ میں لکھا  
ہو اگر ایک شخص قرضہ  
کے معاملہ میں قید ہو  
پھر دوسرا شخص آیا  
اور وہ بھی اس پر قرضہ  
کا دعویٰ کرتا ہے تو  
قاضی اسکو قید میں  
بھیجے گا اور دفتر میں  
لکھیں گے کہ اس مدعی  
کے قرضہ کے عوض بھی  
قید یہاں تک کہ اگر  
اسے ایک شخص کا قرضہ  
دیا گیا تو دوسرے کے  
قرضہ کے عوض بھی  
قید ہوگا محیط میں  
لکھا ہے دو شخصوں کا  
ایک شخص پر اس طرح  
قرضہ ہو کہ ایک کا  
ٹھکانا ہو اور دوسرے  
کا بہت ہی تو قرضہ  
والے کو اس کے قید  
کرنا یا اختیار ہو اور  
اسکی بارگاہ مندی  
زیادہ مال والے کو  
قرضہ دار کے چھوڑ  
دینے کا اختیار نہیں  
ہو ہرگز یہ میں لکھا  
ہے قاضی کو نہ چاہیے  
کہ کسی قیدی کو قرضہ  
وغیرہ کے عوض مانے  
اور نہ اسکو طرہ سے  
اذیت دے اور نہ طوقی  
بھاوے اور نہ پھیلا کر  
اس کے ہاتھ پاؤں  
باندھے اور نہ اسکو  
پرہیز کرے اور نہ  
آفتاب میں بکڑا کرے  
اور اگر قرضہ کے قیدی  
پر قاضی کو بھاگ جانے  
کا خوف ہو اور معلوم  
ہو کہ اگر وہ ان قیدیوں  
کو قید کرے تو ان کا  
قصد کرے تو وہ ان پر  
بھیجا جائیگا یہ محیط  
بخاری میں لکھا ہے اور  
قرضہ دار کو اس کے قرضہ  
میں سے ان کیلئے کرنے  
کے لیے سب سے پہلے  
کھڑا کرے کہ انکی  
اطلاع ہو اور اگر قیدی  
قید خانہ میں ہے تو  
قاضی اسکو قیدی کو  
قید کیا تو اس کا نام  
و نسب و دفتر میں  
لکھا اور مدعی کا نام  
لکھا اور قرضہ کی  
تعداد لکھی اور اس  
طرح لکھے کہ ملائی بن  
ملائی بن قید خانہ میں  
کے عوض قتلان روز  
قتلان میں قتلان میں



مقید ہو ایہ محض شخصی میں لکھا ہی نام محمد نے کتاب الحوالہ و الاغلاط من فرمایا کہ اگر کوئی شخص قرضہ کے بابت دو تین مہینہ قید رہا تو پھر قاضی اسکا حال خفیہ دریافت کرے اور اگر چاہے تو قید ہو سکتے ہی خفیہ دریافت کر لے کذا فی الحیضہ اور واضح ہو کہ اس مدت قید میں روایتیں مختلف کئی ہیں امام محمد سے روایت ہو کہ انھوں نے دو سے تین مہینہ تک مدت مقرر کی اور انھیں سے یہ راس روایت ہو کہ چار مہینہ ہو اور سن مہینے امام اعظم سے چھ مہینہ کی روایت کی اور طحاوی نے ایک مہینہ کی روایت کی ہو اور بہت سے مشائخ نے طحاوی کی روایت کو لیا ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اگر قاضی قیدی کو دیکھے کہ آپ فقہیوں کا سالباں ہو اور اسکے بال بچے قاضی کے پاس اپنے حقوق کی شکایت کرتے ہوں اور قرضدار مٹی کے جواب میں نہی کرتا ہو تو ایک مہینہ قید کر کے پھر اسکا خفیہ حال دریافت کرے اور اگر وہ شخص اپنے سے سختی کرتا ہو اور کشتی اس سے ظاہر ہوتی ہو اور آپ والداری پائی جاتی ہو تو چار مہینہ سے چھ مہینہ تک قید کر کے پھر اسکا حال دریافت کرے اور اگر ان دونوں صورتوں سے بچ کی راہ چلتا ہو اور درمیان میں آثار ظاہر ہوں تو دو سے تین مہینہ تک قید کر کے پھر اسکا حال دریافت کرے اور اسی پر شیخ طبر الہدین مرغینانی فتویٰ دیتے تھے اور ایسا ہی اپنے چچا محس الائمہ اور جنیدی سے روایت کرتے تھے اور بہت سے مشائخ نے فرمایا کہ اس باب میں کوئی معیار مقررہ لازم نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ یہ قاضی کی راس پر موقوف ہو اگرچہ عینے گذر گئے اور پھر بھی اسکی سرکشی ظاہر ہوئی تو برابر اسکو قید رکھنا اور اگر ایک ہی مہینہ گذرا اور اسکی عاجزی اور تنگدستی ظاہر ہو گئی مثلاً اسکے مفلس ہونے پر لوگوں نے گواہی دی تو اسکو راکر دیکھا پھر جب قاضی نے اسکا حال دریافت کرنا چاہا تو اسکے پڑوسیوں اور اہل معاملہ سے جو خبردار ہوں دریافت کرے کذا فی جوہر الاغلاطی اور پڑوسیوں اور اسکے دوستوں اور بازار ہوں میں سے جو لوگ تھے ہیں ان سے دریافت کرے قاسقوں سے دریافت نہ کرے پس اگر انھوں نے کہا کہ ہم اسکے پاس کچھ مال نہیں جانتے ہیں تو یہ کافی ہو یعنی اس سے اسکی رہائی کر دیا جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے شیخ امام نے اپنی شرح میں فرمایا کہ قید کرنے کے بعد قاضی کا یہ دریافت کرنا بطور احتیاط کے ہو چاہیہ نہیں ہے پھر جب دریافت کیا اور گواہ قائم ہوئے کہ مفلس ہے تو قاضی اسکو قید خانہ سے نکال دیکھا اور اس گواہی میں لفظ شہادت لگا دی کی ضرورت نہیں ہے صرف خبر دینا کفایت کرتا ہے اور اگر ایک فقہ نے خبر دی تو کافی ہے اور دو میں احتیاط ہی کذا فی جوہر الاغلاطی اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر جج کے کی حالت نہ ہو مثلاً قرض خواہ اور قرضدار میں یہ جھگڑا نہ ہو کہ مطلوب نے تنگدست ہو چاہے یا نہ ہو دعویٰ کیا ہو اور مالک نے اسے فرات دست بٹایا ہو تو ضرور ہر جگہ قائم ہوں اور اگر گواہوں نے کہا کہ یہ تنگدست ہے تو اسکو چھوڑ دیا اور یہ گواہی نہیں ہے کیونکہ بعد فراخی کے تنگدستی پیدا ہو سکتی ہو تو گواہی امر حادثہ ہوئی نہ فی ہر کذا فی الذخیرہ اگر قید کرنے سے پہلے ایک عادل یا دو عادلوں نے اسکی تنگدستی کی خبر دی تو دو روایتیں آئی ہیں ایک میں قبول کرے اور قید نہ کرے اور نہ صاف نہ کرے روایت میں قبول کرے اور قید کرے اور عامہ مشائخ اسی طرف گئے ہیں اور سی صحیح ہے یہ محض شخصی میں لکھا ہے اور خانیہ میں ہے کہ جب وہ چھوڑ دیا گیا تو قرض خواہ کو اسکا چھپا کر لینے میں احتیاط ہو اور صحیح یہ ہے کہ اسکو چھپا کر لینے کا احتیاط ہی اور محس الائمہ طحاوی نے فرمایا کہ چھپا کر لینے کی صورت میں جتنے قول ہیں ان میں سے بہتر قول ہی خواہ امام محمد نے فرمایا کہ آدم و ریت میں اسکا چھپا کر لینے اور اسکا اپنے اہل و عیال میں جانے سے منع نہ کرے اور صحیح و شام آئے جانے اور ضرور ہونا چاہیے نہ روکے اور فتاویٰ متا میں ہے کہ اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھا رہے حتیٰ کہ وہ اپنے دروازے پر بیٹھا رہے کہ اسکی جگہ قید کرے کہ حق اسکو نہیں چھینا ہو اور وہ شام نے امام محمد رحمہ اللہ فتاویٰ سے دریافت کیا کہ اگر اس طرح چھپا کر لینا قرضدار کے اہل و عیال کو مضرت والا گوارہ نہیں ہے پھر سی میں پائی یا اگر کتنا تھا تو امام محمد نے فرمایا کہ میں قرضہ کو حکم دے گا کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ نہ کرے اور اسکو میرے روزی کی حالت سے منع نہ کرے بلکہ وہ اسکا چھپا کر لینے فرمایا کہ اگر قرضہ چھپا کر لینا تو اسکو جیل میں چھوڑ دے پھر اسکو چھپا کر لینے میں نے دریافت کیا کہ اگر وہ شخص دوسرا ہو تو امام محمد رحمہ اللہ فتاویٰ نے فرمایا کہ اگر وہ

ملک و الاغلاطی  
اس میں روایت ہے کہ  
جس شخص نے قید کر  
دیا ہو تو قید میں  
ہو کر اسکو قید کر  
کر دیا جائے

ایسا کام ہو کہ باوجود قرضخواہ کے ساتھ چٹے رہنے کے اسکو انجام دینا ہی تو اس کے ساتھ رہے اور جان بیٹے وین وہ اپنا کام کرے  
 دوسرے اور اگر ایسا کام کرتا ہو کہ جس میں دوا و دوش ہو تو حکم طلب کرے پس اگر قرضخواہ کے ساتھ رہنے میں اس کے اہل و عیال کے مدد  
 میں نقصان آتا ہو تو میں اس سے قبل بانفس لے تو کھا اور کو کھا کہ باکر خدا تعالیٰ سے اپنی روزی و مونس سے اور کتاب الاقصیٰ میں  
 ہے کہ اگر اسکی روزی پانی وغیرہ پلانے پر ہو تو قرضخواہ اس سے منع نہیں کر سکتا پس اگر خود اسکا بچا پکڑے یا نائب یا غلام کو حکم دے  
 دینا کہ اگر اس کے عیال کی قدر روزی اپنے پاس سے اسکو دے تو اسکو منع کر سکتا ہے اور جو کتاب الاقصیٰ میں لکھا ہے کہ قرض منہ اگر  
 مع و شام کے کمانے اور پانچانے جانے سے بھی منع نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر اسکو کھانا دے اور پانچانے کی دوسری جگہ قرض  
 کر دے تو منع کر سکتا ہے اور غائبین لکھا ہے کہ اگر قرض دے کہ اگر میں تیرے غلام کے ساتھ نہیں بیٹھتا ہوں تیرے ساتھ  
 بیٹھو گا تو بیٹھے مثلے نہ فرما یا کہ اسکو یا اختیار ہو اور مع یہ ہے کہ ساتھ رہنے میں قرضخواہ کو اختیار ہو خواہ خود ساتھ رہے یا  
 دوسرے کو ساتھ کرے اور وغیرہ میں لکھا ہے کہ قاضی امام ابوعلی نسفی نے فرمایا کہ ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ مسجد میں قرضدار کا  
 دامنگیر ہو کر نہ بیٹھے کیونکہ مسجد میں اس واسطے نہیں ہیں صحت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے لیے ہیں اور قیام بوجہ صحتہ دینی  
 سے متعلق ہے کہ قرضخواہ رات میں قرضدار کی چھانڈ پکڑے اور اگر وہ شخص رات میں کمانا ہو تو رات میں اس کے ساتھ رہے یہ تاہم غائبین  
 لکھا ہے نعمان نے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو قید کر لیا پھر خود غائب ہو گیا پھر قاضی نے اسکا مال دریافت کیا تو  
 سنگدست پایا پس قاضی اس سے قبل بانفس لے کر اسکو رہا کر دیا کیونکہ اکثر قرضخواہ کا اس طرح غائب ہونا قرضدار کے ضرر  
 ہو جانے کی غرض سے ہوتا ہے یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہے اور امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ اگر قرضدار قرضخواہ کے حق کا اقرار کرتا  
 ہو تو قرضخواہ کو اسکا بچا پکڑ کر اختیار ہو اگرچہ قاضی نے اس کے ساتھ رہنے کا حکم نہ کیا ہو اور نہ اسکو مفلس قرار دیا ہو پس اگر  
 قرضدار نے کہا کہ میرا بچا چھوڑ دے اور مجھے قید کر دے اور قرضخواہ نے انکار کیا تو اسکو اختیار ہو یہ وغیرہ میں لکھا ہے اور  
 قرضخواہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضدار کو دھوپ بن یا رن پر یا بی جگہ جو اسکو مضبوط کرے یہ غلام میں لکھا ہے امام محمد  
 سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت قرضدار ہو تو اسکا بچا پکڑنے کی کیا صورت ہے فرمایا کہ قرضخواہ کو کم و دو کھا کہ ایسی صورت ضرر  
 کرے جو ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ اسکا بچا کیے رہے پھر دریافت کیا کہ اگر قرضخواہ کو ایسی صورت نہ ملے تو فرمایا کہ اسکو کم و دو کھا  
 کہ اس کے ساتھ ایسی صورت کر دے جو اس کے گھر میں ساتھ رہے اور اس کے دروازہ پر بیٹھا ہو یا خود قرضدار عورت فقہنا میں  
 تحریر میں ہے اور قرضخواہ اس کے دروازہ پر رہے پھر امام محمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت کے بھائی یا چچا خوف ہو کہ عورت  
 قرضدار سے فرما یا کہ مرد کو اس سے زیادہ اختیار نہیں ہو اور ایسی رسم نے روایت کی ہے کہ جس مقام پر قرضدار کا خوف نہ ہو بیٹھے ہو  
 یا زہر و باہن ہے مرد کو اس کے ساتھ کرے خواہ عورت کو اور یہ حکم دن میں ہر گز رات میں لا محالہ عورت کو ساتھ رکھے اور غاصب  
 ہے کہ عورت اسکو چھپا کر نہ لے میں ہر طرح فقہ سے پہلے کا لٹا رکھا جائیگا ہاں اس نے کتاب الوقف میں ذکر کیا ہے کہ اگر عورت کو قرض  
 کے بعد کو چھپانے میں اس کے لیے کوئی دھوکا ہو تو قاضی اسکو رہا کر دے یا جب تک کہ پوشیدہ نہ ہو کہ عورت اور یہ صورتیں اگر  
 پوشیدہ نہ ہو تو کھائی مطابق ہوتی ہو رہا کر دے یا جب تک کہ قیدی سے تم نہ لے پھر رہا کر دے اور اگر غیبی ہو تو ایسی میں لکھا ہے  
 ہوا تو مال کی پوشیدہ خبر کو لیا یہ محیطہ میں لکھا ہے اور امام قاضی قاضی نے جس میں لکھا ہے کہ اگر عورت نے قید کرنے سے انکار  
 کر دیا تو اس سے پہلے دریافت کیا جائے تو اسکو اختیار ہو اور اگر عورت کو بالائے مذکورہ قبول ہو تو بالائے مذکورہ  
 کہ اس نے اگر قیدی نے اپنے مالوں کے گواہوں سے اور عورت نے اپنے مالوں سے گواہوں سے گواہوں کے گواہوں سے

اس مسئلہ میں  
 اگر قرضدار  
 عورت کو  
 قرضدار  
 کے ساتھ  
 رہے تو  
 قرضدار  
 کو اختیار  
 نہیں ہے  
 کہ عورت  
 کو دھوپ  
 بن یا رن  
 پر یا بی  
 جگہ جو  
 اسکو  
 مضبوط  
 کرے یہ  
 غلام  
 میں  
 لکھا  
 ہے  
 امام  
 محمد  
 سے  
 دریافت  
 کیا  
 گیا  
 کہ  
 اگر  
 عورت  
 قرضدار  
 ہو تو  
 اسکا  
 بچا  
 پکڑنے  
 کی  
 کیا  
 صورت  
 ہے  
 فرمایا  
 کہ  
 قرضخواہ  
 کو  
 کم و دو  
 کھا کہ  
 ایسی  
 صورت  
 ضرر  
 کرے  
 جو  
 ہر  
 وقت  
 اس  
 کے  
 ساتھ  
 ساتھ  
 اسکا  
 بچا  
 کیے  
 رہے  
 پھر  
 دریافت  
 کیا  
 کہ  
 اگر  
 قرضخواہ  
 کو  
 ایسی  
 صورت  
 نہ  
 ملے  
 تو  
 فرمایا  
 کہ  
 اسکو  
 کم و دو  
 کھا  
 کہ  
 اس  
 کے  
 ساتھ  
 ایسی  
 صورت  
 کر دے  
 جو  
 اس  
 کے  
 گھر  
 میں  
 ساتھ  
 رہے  
 اور  
 اس  
 کے  
 دروازہ  
 پر  
 بیٹھا  
 ہو  
 یا  
 خود  
 قرضدار  
 عورت  
 فقہنا  
 میں  
 تحریر  
 میں  
 ہے  
 اور  
 قرضخواہ  
 اس  
 کے  
 دروازہ  
 پر  
 رہے  
 پھر  
 امام  
 محمد  
 رحمہ  
 سے  
 دریافت  
 کیا  
 گیا  
 کہ  
 اگر  
 عورت  
 کے  
 بھائی  
 یا  
 چچا  
 خوف  
 ہو  
 کہ  
 عورت  
 قرضدار  
 سے  
 فرما  
 یا  
 کہ  
 مرد  
 کو  
 اس  
 سے  
 زیادہ  
 اختیار  
 نہیں  
 ہو  
 اور  
 ایسی  
 رسم  
 نے  
 روایت  
 کی  
 ہے  
 کہ  
 جس  
 مقام  
 پر  
 قرضدار  
 کا  
 خوف  
 نہ  
 ہو  
 بیٹھے  
 ہو  
 یا  
 زہر  
 و  
 باہن  
 ہے  
 مرد  
 کو  
 اس  
 کے  
 ساتھ  
 کرے  
 خواہ  
 عورت  
 کو  
 اور  
 یہ  
 حکم  
 دن  
 میں  
 ہر  
 گز  
 رات  
 میں  
 لا  
 محالہ  
 عورت  
 کو  
 ساتھ  
 رکھے  
 اور  
 غاصب  
 ہے  
 کہ  
 عورت  
 اسکو  
 چھپا  
 کر  
 نہ  
 لے  
 میں  
 ہر  
 طرح  
 فقہ  
 سے  
 پہلے  
 کا  
 لٹا  
 رکھا  
 جائیگا  
 ہاں  
 اس  
 نے  
 کتاب  
 الوقف  
 میں  
 ذکر  
 کیا  
 ہے  
 کہ  
 اگر  
 عورت  
 کو  
 قرض  
 کے  
 بعد  
 کو  
 چھپانے  
 میں  
 اس  
 کے  
 لیے  
 کوئی  
 دھوکا  
 ہو  
 تو  
 قاضی  
 اسکو  
 رہا  
 کر  
 دے  
 یا  
 جب  
 تک  
 کہ  
 پوشیدہ  
 نہ  
 ہو  
 کہ  
 عورت  
 اور  
 یہ  
 صورتیں  
 اگر  
 پوشیدہ  
 نہ  
 ہو  
 تو  
 کھائی  
 مطابق  
 ہوتی  
 ہو  
 رہا  
 کر  
 دے  
 یا  
 جب  
 تک  
 کہ  
 قیدی  
 سے  
 تم  
 نہ  
 لے  
 پھر  
 رہا  
 کر  
 دے  
 اور  
 اگر  
 غیبی  
 ہو  
 تو  
 ایسی  
 میں  
 لکھا  
 ہے  
 ہوا  
 تو  
 مال  
 کی  
 پوشیدہ  
 خبر  
 کو  
 لیا  
 یہ  
 محیطہ  
 میں  
 لکھا  
 ہے  
 اور  
 امام  
 قاضی  
 قاضی  
 نے  
 جس  
 میں  
 لکھا  
 ہے  
 کہ  
 اگر  
 عورت  
 نے  
 قید  
 کرنے  
 سے  
 انکار  
 کر  
 دیا  
 تو  
 اس  
 سے  
 پہلے  
 دریافت  
 کیا  
 جائے  
 تو  
 اسکو  
 اختیار  
 ہو  
 اور  
 اگر  
 عورت  
 کو  
 بالائے  
 مذکورہ  
 قبول  
 ہو  
 تو  
 بالائے  
 مذکورہ  
 کہ  
 اس  
 نے  
 اگر  
 قیدی  
 نے  
 اپنے  
 مالوں  
 کے  
 گواہوں  
 سے  
 اور  
 عورت  
 نے  
 اپنے  
 مالوں  
 سے  
 گواہوں  
 سے  
 گواہوں  
 کے  
 گواہوں  
 سے



ادب القاضی میں تحریر کیا ہو کہ اگر قیدی مرض میں مبتلا ہوا کہ جس سے وہ بے بس ہو گیا پس اگر اس کا کوئی خدمت کرنے والا ہو تو قید خانہ سے نکالا جاوے اور نہ علاج کے واسطے نکالا جاوے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ سے مروی ہے سیانگ کہ مروی ہے کہ اگر بیمار ہو کر یہ بھی امام محمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط اور واقعات ناطفی میں ہے کہ اگر ایسے مرض میں کہ بے بس ہو گیا اور اس کا کوئی حامی نہیں ہو تو قیدی سے نکالا جاوے ایسا ہی امام محمد رحمہ سے مروی ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گمان غالب مر جانے کا ہو اور امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ نہ نکالا جاوے اور قید خانہ میں مرنا یا بیمار مرنا برابر ہے اور قوی امام محمد رحمہ کی روایت پر ہے کہ کذا فی الخلاصہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ قیدی کو فوراً دیدہ یا جاوے اور حمام کے واسطے نکالا جاوے اور اگر اس کو جماع کی احتیاج ہو تو قید خانہ میں ایسی جگہ مقرر کرے کہ ہسکو کوئی نہ دیکھنا ہو وہاں اس کی زوجہ یا باندی کو بھیج دینے میں کچھ ڈنہیں ہو اور قادیانی متا بہ میں ہے کہ اگر ایسی جگہ قید خانہ میں نہ پاوے تو جماع نہ کرے اور قید خانہ میں بعضے مشائخ نے کمائی کرنے کی اجازت دی ہے اور بعضوں نے اس سے منع کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور خصاف رحمہ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور کبریٰ میں ہے کہ قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ ایک فتویٰ اس پر ہے کہ کمائی کرنے سے منع نہ کیا جاوے اور قیدی کے پاس اس کے اہل و عیال و بیوی کو گون کو جانے سے منع نہ کیا جاوے ولیکن وہاں دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی اور متناقضی میں ہے کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسا قیدی ہو کہ جس کے پاس مال ہو اور وہ قرضدار کرنے سے انکار کرے تو اس کے واسطے چاہیے کہ گھری جگہ قید کیا جاوے کہ فرش وغیرہ کچھ دواوے کوئی اس کے پاس جانے پاوے تاکہ اس کا قلب پریشان ہو پس اگر اس کے پاس مال ہی اور اسے قرض ادا کرنے سے انکار کیا پس اگر اس کا مال غرضہ کی جس سے ہو مثلاً قرض دم بہن اور مال بھی دوسرے تو بلا اختلاف قاضی اسکے مال سے قرضہ داکر دے اور اگر قرض کی جس سے ہو مثلاً قرض دم بہن اور مال اس کا خزانہ و دینار و عقار ہو تو امام اعظم رحمہ نزدیک عروض و عقار کو فروخت نہ کرے اور دینار کے فروخت کرنے میں ایک روایت قیاس اور ایک روایت استحصال ہے پس اگر قاضی اس کو بابر قید رکھے تاکہ وہ خود اس کو فروخت کرے اور قرضہ داکر دے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک قاضی اسکے دینار اور عروض کو فروخت کرے اور امین ایک روایت ہے اور عقار کے فروخت کرنے میں دور و ایتین بہن اور فانیہ میں لکھا ہے کہ صاحبین رحمہ کے نزدیک ایک روایت تین ماہ نقول کو فروخت کرے اور یہی صحیح ہے اور فروخت کرنا ترتیب وار ہو گا کہ پہلے دیناروں کو فروخت کرے پھر عروض کو علیٰ بڑا قیاس میانگ کہ پورا قرض ادا ہو جاوے یہ تاکہ فانیہ میں لکھا ہے کتاب امین والدین میں مذکور ہے کہ دیناروں کے قرضوں کو اگر قرضہ دار کے دوسرے قرضوں پر قابو پایا یا بیشک بیکس واقع ہو تو اس کو اختیار ہے کہ بے یوسے اور یہ امام اعظم رحمہ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف رحمہ امام محمد رحمہ کے نزدیک قاضی اسکے مال کو فروخت کرے ولیکن پہلے دیناروں کو فروخت کرے پھر اگر قرض پورا نہ ہو تو دوسرے عرضں کو فروخت کرے اور یہی صحیح ہے پھر اگر قرض اس سے بھی پورا ادا نہ ہو تو عقار کو فروخت کرے اور بدوں اسکے عقار کو فروخت نہ کرے اور یہ قول صاحبین رحمہ کے نزدیک روایت ہے کہ دوسری روایت کے اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین رحمہ کے نزدیک عروض میں بھی پہلے وہ فروخت کرے کہ جس کے تلف ہو جائے یا خوات ہو جو فروخت کرے جس کے تلف ہو جائے یا خوات میں یہی عقار کو فروخت کرے اگر قرضہ دار کے پاس ایسا چیز ہے جس کے دوا میں سے گئے ہوے کپڑے ہو کھانا کر سنا ہے تو قاضی ان کو فروخت کرے تاکہ قرضہ دار کے ہجور دہن میں سے ادا کرے اور باقی دہن سے اسکے بچے دوسرے چیزیں سے اور پہلے دیناروں سے اگر اسکے پاس مکان یا سا ہو گا اس سے کسریہ کر سکتا ہے تو فروخت کرے اس میں سے کچھ دہن ہے اگر خوات یا خوات سے اسکے بچے کوئی مکان خریدا اور باقی سے بعضے مشائخوں نے کہا ہے کہ قاضی اس کی بیوی کو بھی انھیں فروخت کر سکتا ہے تاکہ قرضہ دار کے قرضہ میں سے ادا کرے اور اگر اسکے پاس دوسرے چیزیں ہیں تو فروخت کرے کہ کے میں کی خریدے پھر قرضہ دار

قاضی اسکے مال سے قرضہ داکر دے اور اگر قرض کی جس سے ہو مثلاً قرض دم بہن اور مال بھی دوسرے تو بلا اختلاف قاضی اسکے مال سے قرضہ داکر دے اور اگر قرض کی جس سے ہو مثلاً قرض دم بہن اور مال اس کا خزانہ و دینار و عقار ہو تو امام اعظم رحمہ نزدیک عروض و عقار کو فروخت نہ کرے اور دینار کے فروخت کرنے میں ایک روایت قیاس اور ایک روایت استحصال ہے پس اگر قاضی اس کو بابر قید رکھے تاکہ وہ خود اس کو فروخت کرے اور قرضہ داکر دے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک قاضی اسکے دینار اور عروض کو فروخت کرے اور امین ایک روایت ہے اور عقار کے فروخت کرنے میں دور و ایتین بہن اور فانیہ میں لکھا ہے کہ صاحبین رحمہ کے نزدیک ایک روایت تین ماہ نقول کو فروخت کرے اور یہی صحیح ہے اور فروخت کرنا ترتیب وار ہو گا کہ پہلے دیناروں کو فروخت کرے پھر عروض کو علیٰ بڑا قیاس میانگ کہ پورا قرض ادا ہو جاوے یہ تاکہ فانیہ میں لکھا ہے کتاب امین والدین میں مذکور ہے کہ دیناروں کے قرضوں کو اگر قرضہ دار کے دوسرے قرضوں پر قابو پایا یا بیشک بیکس واقع ہو تو اس کو اختیار ہے کہ بے یوسے اور یہ امام اعظم رحمہ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف رحمہ امام محمد رحمہ کے نزدیک قاضی اسکے مال کو فروخت کرے ولیکن پہلے دیناروں کو فروخت کرے پھر اگر قرض پورا نہ ہو تو دوسرے عرضں کو فروخت کرے اور یہی صحیح ہے پھر اگر قرض اس سے بھی پورا ادا نہ ہو تو عقار کو فروخت کرے اور بدوں اسکے عقار کو فروخت نہ کرے اور یہ قول صاحبین رحمہ کے نزدیک روایت ہے کہ دوسری روایت کے اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین رحمہ کے نزدیک عروض میں بھی پہلے وہ فروخت کرے کہ جس کے تلف ہو جائے یا خوات ہو جو فروخت کرے جس کے تلف ہو جائے یا خوات میں یہی عقار کو فروخت کرے اگر قرضہ دار کے پاس ایسا چیز ہے جس کے دوا میں سے گئے ہوے کپڑے ہو کھانا کر سنا ہے تو قاضی ان کو فروخت کرے تاکہ قرضہ دار کے ہجور دہن میں سے ادا کرے اور باقی دہن سے اسکے بچے دوسرے چیزیں سے اور پہلے دیناروں سے اگر اسکے پاس مکان یا سا ہو گا اس سے کسریہ کر سکتا ہے تو فروخت کرے اس میں سے کچھ دہن ہے اگر خوات یا خوات سے اسکے بچے کوئی مکان خریدا اور باقی سے بعضے مشائخوں نے کہا ہے کہ قاضی اس کی بیوی کو بھی انھیں فروخت کر سکتا ہے تاکہ قرضہ دار کے قرضہ میں سے ادا کرے اور اگر اسکے پاس دوسرے چیزیں ہیں تو فروخت کرے کہ کے میں کی خریدے پھر قرضہ دار







کے قول اول کے موافق مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام سودنا کو خریدا اور قبضہ کر کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اسے قبضہ کر لیا پھر کسی نے دوسرے مشتری پر غلام کا استحقاق ثابت کیا پھر دوسرے مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اس نے غلام اتنے داموں کو پہلے بائع کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اس کے سپرد کر دیا تھا اور بائع اول نے میرے بائع کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا تو ظاہر روایت کے موافق اس کی گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر دوسرے مشتری نے گواہ نہ قائم کیے لیکن جنگل کر کے اپنے بائع سے اپنا حق حکم قاضی سے لے لیا پھر پہلے مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے اس کو بائع اول کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا تھا اس کے بعد میں نے اس سے خرید لیا اور حکم قاضی سے وہ غلام مستحق سے لے لیا تو امام محمد رحمہ کے اور امام ابو یوسف رحمہ کے پہلے قول پر اس کو اختیار ہے کہ مشتری ثانی کے ذمہ لازم کرے اور امام انعم رحمہ کے قول اور امام ابو یوسف رحمہ کے دوسرے قول پر اس کو اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری اول نے گواہ نہ پائے اور اپنے بائع اول سے قاضی کے حکم سے نکل واپس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر گواہ قائم کیے اور موافق مذکور بالا کے غلام اس سے لے لیا تو امام محمد رحمہ کے اور امام ابو یوسف رحمہ کے پہلے قول پر اس کو اختیار ہے کہ غلام پہلے مشتری کے ذمہ ڈالے اور ذکر کیا گیا ہے کہ مشتری اول کو امام محمد رحمہ کے اور امام ابو یوسف رحمہ کے اول قول کے موافق اختیار نہیں ہے دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالے ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر کے نکل واپس لیا پھر ایک ہتھارایا اور گواہ قائم کر کے مشتری کے ہاتھ سے اسے قاضی کے حکم سے وہ غلام لے لیا پھر مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ جس بائع سے میں نے خرید لیا اس کو اس مستحق نے اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا تھا یعنی اس کو وکیل کیا تھا اور اس نے اس کے حکم سے چاہی تو گواہ مقبول ہو گئے۔ اور اگر اس نے گواہ نہ قائم کیے اور بائع سے اپنا حق واپس لینا چاہا اور قاضی نے واپس کر دینے کا حکم کیا پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھے اس غلام کے فروخت کر دینے کا حکم کیا تھا اس کے بعد میں نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو دیکھا جاوے گا کہ جو اس نے مشتری کو دی ہے وہی ہے جو اس نے مستحق سے لیا ہے یا اس کو رکھ لیا اور اس کے مثل دیا ہے یا جو لیا ہے اس کو ضائع کیا اور اس کے مثل خان میں دیا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر نکل کر اس کے پاس تلف ہوا اور وکیل نے مشتری کو اس کے مثل اپنے مال سے دیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی پس جب اس کی گواہی مقبول ہو گئی تو جو مال اس نے مشتری کو دیا ہے پھر لیگا اور حق سے غلام لیکر مشتری کو دیدیگا اور یہ امام محمد رحمہ کے اور امام ابو یوسف رحمہ کے پہلے قول کے موافق ہے اور اگر مشتری نے یہ غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس کے پاس سے مستحق نے لیا اور اسے قاضی کے حکم سے اپنا حق مشتری اول سے واپس لیا پھر مشتری اول نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے بائع اول کو بیع کا حکم کیا تھا تو گواہ مقبول ہو گئے اور مستحق سے وہ غلام لیکر دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالے گا اور یہ امام محمد رحمہ کے اور امام ابو یوسف رحمہ کے قول اخیر کے موافق ہے۔ اور اگر پہلے مشتری نے اس پر گواہ نہ پائے لیکن اپنے بائع سے اپنا حق خواہ حکم قاضی سے یا بلا حکم قاضی کے واپس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر اس کے حکم دینے کے گواہ قائم کیے تو ایمین وہی صورتیں نکلتی ہیں جو پہلے مسلمین بیان کی ہیں یہ عیالین لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک باندی بیویوں ہزار دہم کے رہن کی اور یہ ہزار دہم مرتن کے آپس کرتے تھے اور مرتن نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اجازت مرتن کے رہن سے وہ باندی لیکر کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دی پھر مرتن نے آپس کے رہن ہوئے پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہو گئے اور امام مرتن اس ہی کو فسخ کر سکتا ہے یا نہیں ایمین امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ فسخ کر سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ فسخ نہیں کر سکتا ہے لیکن مشتری کو اختیار ہے کہ وہ فسخ کر دے یا اس قدر کہ کہ اس میں فسخ نہ کرے اس وقت مشتری یا فسخ کرے یا نہیں اگر مشتری نے فسخ کیا فسخ کرنا اختیار ہے اور قاضی نے قبضہ کر کے فسخ بائع سے اس کو دیا ہے پھر بائع نے مرتن کو فسخ نہ کر دیا یا اور باندی سے لے لی تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر مرتن نے یہ نہ کرنا چاہا تو

اور باندی بیکر اس مشتری کے ہاتھ فروخت کی پھر مہرن نے زردن وصول پانے سے انکار کیا اور قاضی نے اس کے پاس باندی رہن  
یونیکا حکم دیدیا اور مشتری نے قاضی سے فیج بیع کی درخواست کی اور قاضی نے فیج کر کے ثمن اسکو دلایا پھر بائع نے گواہ قائم کیے کیسے  
زردن ادا کر کے باندی پھر مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور قاضی کے حکم سے باندی مہرن سے لی لی اور پاناکہ مشتری کے ذمہ دے تو ان کچھ  
بھینے نئون میں لکھا ہی کہ اگر مشتری نے ہنو زباندی پر قبضہ نہ کیا تھا کہ تھی نے استحقاق ثابت کر کے باندی سے لی تو اب بائع اس کے دوسرے  
نہیں ڈال سکتا اور اگر مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا تو نام محمد رح کے اور امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق اس کے دوسرے ڈال سکتا ہی  
مخلاف قول امام اعظم رح کے اور دوسرے قول امام ابو یوسف رح کے۔ اور بھینے نئون میں لکھا ہی کہ اسکو اتنا ہی کہ مشتری کے دوسرے  
ڈالے اور مہن کوئی انقیس موافق قول امام محمد رح اور پہلے قول امام ابو یوسف رح کے نہیں فرمائی اور یہی صحیح و کذا ہے الملتقط  
اٹھاٹھ سو ان پاپ گواہی قائم ہونے کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے کسی امر کے حادث ہونے کے بیان میں امام محمد رح  
نے جامع میں فرمایا کہ ایک غلام زید کے قبضہ میں تھا پھر عمرو آیا اور دعوای کیا کہ میرا غلام ہے اور زید نے انکار کیا پھر عمرو گواہ لاسنے گیا پھر  
زید نے نالہ کے ہاتھ وہ غلام بیکر سپرد کر دیا پھر نالہ نے زید کے پاس اسکو ودیعت رکھا اور غالب ہو گیا پھر عمرو زید کو قاضی کے پاس  
اسپنے حق کے گواہ ستانے کو لایا پس اس مسئلہ کی کئی سو تین بین یا تو قاضی کو زید کے فروخت کر دینے کی خبر ہوئی یا خبر نہ ہوئی لیکن  
ہی نے اسکا اقرار کیا اور ان دونوں صورتوں میں عمرو کو زید کے ساتھ خصوصت کا حق نہ رہا اور ایسے ہی اگر زید نے گواہ پیش کیے کہ  
عمرو نے بیع واقع ہونے کا اقرار کیا ہی تو بھی ہی حکم ہو۔ اور اگر مہن سے کوئی بات نہ ہوئی لیکن زید نے اپنے فعل پر گواہ قائم  
کیے اور بیان کیا کہ مقدمہ پیش ہونے کے بعد فروخت کر کے مہن نے خالد کی ودیعت میں یہ غلام اپنے پاس رکھا ہی تو قاضی اس کے  
گواہوں کی سماعت نہ کر گیا اور خصوصت سے اسکا بچا نہ چھوٹا اور قاضی نے عمرو کے گواہوں پر اس کے حق میں  
قبضہ کر دیا تو پھر اگر مشتری اس کے بعد آیا اور اپنے فریضے کے گواہ ستانے تو سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہی اور اس صورت میں اگر بائع  
بیع کے ہر بعد قریہ ہو گیا تو مش بیع کے ہی بیکری میں لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے ہنو زبندی کے گواہوں پر حکم نہ کیا تھا کہ مشتری حاضر  
ہو گیا اور زید نے غلام اس کے حوالہ کیا تو قاضی مشتری کو مدعی کا مدعا علیہ بنائے گا اور مدعی کو دوبارہ گواہ ستانے کی تکلیف نہ  
دے گا اور اگر قاضی نے مشتری پر مدعی کی ڈگری کر دی تو جو بیع مشتری اور مہن بین واقع ہوئی تھی باطل ہو جائے گی اور مشتری  
اپنا ثمن زید سے واپس لے گا۔ اور اس طرح اگر زید پر ایک گواہ نے گواہی دی تھی پھر مشتری انکرا اور اس نے غلام اس کے حوالہ  
کر دیا پھر مدعی نے دوسرا گواہ مشتری پر قائم کیا تو گواہوں کی گواہی پر غلام اسکو دلایا جائیگا اور پہلے گواہ کے دوبارہ ستانے  
کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس طرح اگر زید کے وہ غلام مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد نہ کیا تھا کہ مدعی انکرا اور زید نے گواہ پیش  
کیے کہ مہن نے یہ غلام نالہ کے ہاتھ فروخت کر دیا ہی اور سپرد مہن کیا ہی تو زید کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی جیسا کہ پہلی صورت میں بیان  
کیا ہے فروخت کرنے اور سپرد کرنے اور ودیعت رکھنے میں گواہ پیش کیے تھے سماعت نہیں ہوتی تھی۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ  
ملکیت شخص کے پاس غلام ہے اس پر دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے مہن نے اسی مدعا علیہ سے اسکو خرید لیا تو فروخت  
مہن اسکو واپس دے مہن لو اس پر گواہ قائم کر دے اور قاضی نے کہا کہ غلام اس شخص کا ہو کہ اس نے یہ مدعا پاس ودیعت رکھا تو خصوصت  
سے اسکا چھٹا نہ ہوگا اور مدعی کو غلام دینے کا حکم دیا جائیگا اور اگر ہنو زبانی نے مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ شخص جس کے غلام ہوگا  
مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے حاضر و اور آئندے مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو قاضی مدعا علیہ سے کہہ گا کہ غلام اس شخص کے سپرد کرنے سے  
پھر مدعی کی ڈگری اس شخص پر کر دیا اور دوبارہ گواہ ستانے کی تکلیف مدعی کو نہ دیا جائے گی مہن نے کہا کہ مہن اس شخص پر دوبارہ گواہ قائم کرے

۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱  
 ۴۷۲  
 ۴۷۳  
 ۴۷۴  
 ۴۷۵  
 ۴۷۶  
 ۴۷۷  
 ۴۷۸  
 ۴۷۹  
 ۴۸۰  
 ۴۸۱  
 ۴۸۲  
 ۴۸۳  
 ۴۸۴  
 ۴۸۵  
 ۴۸۶  
 ۴۸۷  
 ۴۸۸  
 ۴۸۹  
 ۴۹۰  
 ۴۹۱  
 ۴۹۲  
 ۴۹۳  
 ۴۹۴



سنانا ہوں تو اسکو اختیار ہو اور اسوقت جسپر ڈگری ہوئی ہو وہی شخص ہو گا نہ قابض اور اگر مدعی نے دوبارہ گواہ نہ قائم کیے تو جسپر ڈگری ہوئی ہو وہ قابض ہو گا نہ شخص۔ اور اگر قاضی نے ہنوز مدعی کی ڈگری اس شخص پر نہ کی تھی کہ اس شخص نے گواہ سنائے کہ میرا غلام یہ میں نے اسکو قابض کے پاس ودیعت میں رکھا تھا یا ودیعت کے گواہ نہ دئے تو اسے گواہ مقبول ہونگے اور مدعی خریدے گواہ باطل ہو جائیگے۔ پھر اگر مدعی نے غلام کے مالک پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام قابض کا تھا اور مدعی نے اس سے ہزار درم کو خریدا تھا اور اس ادکار دیا ہو تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو اسنے اپنے گواہ اسوقت کے بعد قائم کیے کہ جب قاضی نے غلام کے مالک کے گواہوں پر غلام اسکی ملک ہو نہ کا حکم دیا ہے پس اس صورت میں مدعی کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور یا اس سے پہلے قائم کیے پس اس صورت میں جیسا اس شخص پر جو ملکیت کا دعویٰ کرتا ہو اس مدعی نے گواہ قائم کیے تو اسے گواہ مقبول ہونگے اور اس مقام پر تین مسئلہ ہیں پہلا یہ مسئلہ جو چھٹے بیان کیا کہ خریداری کے مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور ہنوز اسکے بے حکم نہ ہوا تھا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور اس شخص نے اسکی تصدیق کی اور دوسرا یہ مسئلہ یہ کہ مدعی خریدنے ایک گواہ قائم کیا کہ میں نے قابض سے خریدا ہے اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور دوسرے شخص نے حاضر ہو کر اسکی تصدیق کی تو قابض پر حکم ہو گا کہ غلام اس شخص کو دیدے پھر اگر خریدے کے مدعی نے دوسرا گواہ خرید پر سنایا تو قاضی انکی ڈگری کر دیگا اور اسکو یہ تکلیف نہ دیگا کہ اس شخص پر اپنا پہلا گواہ دوبارہ قائم کرے اور اس صورت میں جسپر ڈگری ہوئی ہو وہ وہی قابض ہو نہ شخص جو حاضر ہو کر اسکی تصدیق کرے یا نہ خریدے کے مدعی نے اسے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے اسے میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور اس شخص نے حاضر ہو کر اسکی تصدیق کی اور قابض نے غلام اسے پسپا کر دیا پھر خریدے کے مدعی نے اس شخص پر اپنے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسپر ڈگری کر دی تو اس صورت میں جسپر ڈگری ہوئی ہو وہی شخص ہو گا نہ پہلا قابض۔ جامع میں مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس کے قبضہ میں ایک گھر تھا کہ اسپر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور قاضی نے اس سے گواہ طلب کیے پھر دونوں قاضی کے پاس سے اٹھ گئے اور مدعی نے وہ گھر فلاں کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع صحیح ہی تھی کہ اگر پھر دونوں قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ سنائے اور قاضی کو مدعا علیہ کے فروخت کر دینے کا حال معلوم ہو یا مدعی نے اقرار کیا تو ان دونوں میں خصوصت واقع نہ ہوگی اگرچہ وہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ میں موجود ہو اور اسبطح اگر مدعی نے ایک گواہ قائم کیا تھا پھر دونوں قاضی کے پاس سے چلے گئے پھر مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع صحیح ہی تھی کہ اگر دونوں پھر قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے دوسرا گواہ سنایا تو اسکی حالت بھی بشرط قاضی کو فروخت کر دینے کا حکم ہو یا مدعی اسکا اقرار کرے۔ اور اگر مدعی نے دونوں گواہ قائم کیے اور دونوں کی تصدیق ہو گئی اور ہنوز قاضی نے انکی گواہی پر حکم نہ کیا تھا کہ دونوں اٹھ کر چلے گئے اور مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع صحیح ہی تھی کہ اگر دونوں قاضی کے سامنے آئے تو قاضی اسی گواہی پر حکم دے گا اگرچہ فروخت کر دینے کا حال قاضی کو معلوم ہو یا نہ ہو نے اسکا اقرار کیا ہو اسولہ سے کہ ایک گواہ قائم کرے اور دو گواہ قائم کرنے میں بھی فرق ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ امام ابو یوسف نے ایک گواہ کا بھی حکم مثل دو گواہوں کے رکھا ہے اور پہلی صورت میں بھی مدعا علیہ کے بیع کر دینے کو باطل کہا ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس ایک غلام تھا کہ اسکا دو شخصوں نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اسے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اسے پاس ودیعت رکھا ہے تو قابض نے اس سے انکار کیا یا نہ انکار کیا نہ اقرار کیا بلکہ کہتا رہا کہ میں نے اسے گواہ کی حالت ظاہر نہ کی ہے وہ ہے ہنوز کچھ حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے دونوں میں سے ایک شخص کے لیے اقرار کیا کہ یہ اس

اسے قبول کرنا ہو  
یعنی قاضی کے گواہ  
قائم ہو کر اسکی  
دو گواہوں کے گواہ  
میں سے ایک شخص  
میں سے ایک شخص  
میں سے ایک شخص











اسکی ولایت میں نہیں ہی یا ترکہ اسکی ولایت میں ہی اور یتیم اسکی ولایت میں نہیں ہیں یا بعض ترکہ اسکی ولایت میں ہی اور بعض نہیں ہی تو شمس الائمہ رحم سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ وہی مقرر کرنا بہر صورت میں درست ہو اور تمام ترکہ میں نواکین ہووے وہ شخص وہی شمار ہوگا اور امام کن الاسلام علی سعدی نے فرمایا کہ جو ترکہ اسکی ولایت میں ہی اسکا وہی ہوگا اور جو نہیں ہی اسکا نہ ہوگا کذا فی المحیط۔ قاضی نے اگر وقف کے واسطے متولی مقرر کیا اور نہ مال وقف اور نہ وہ شخص جسے وقف کیا ہی دو لون اسکی ولایت میں نہیں ہیں تو شمس الائمہ طوائی نے فرمایا کہ اگر مطالبہ اس قاضی کی کچھری میں واقع ہوا تو صحیح ہی اور کن الاسلام رحم نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہی۔ جن لوگوں پر وقف کیا گیا ہی اگر وہ لوگ قاضی کے ولایت میں ہوں پس اگر وہ لوگ طالب علم ہیں یا گانون والے ہیں یا کچھ مودود لوگ ہیں یا خان پار یا بل یا مسجد ہی اور زمین وقف اسکی ولایت میں نہیں ہی اور اسنے متولی مقرر کیا تو شمس الائمہ رحم نے فرمایا کہ نالش اور مرقعہ معتبر ہی پس مقرر کرنا صحیح ہی اور امام کن الاسلام نے فرمایا کہ جسپر حکم دیا جاوے اگر وہ حاضر ہو تو صحیح ہی اور اگر حاضر نہ ہو تو صحیح نہیں ہی یہ ذمیرہ میں لکھا ہی۔ ایک شخص کسی قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ غلام مر گیا اور اسنے عروض و عتقا چھوڑا ہی اور اسپر قرض ہی اور کسی کو وہی نہیں کیا او میں اسکو فروخت نہیں کر سکتا تاکہ اسکا قرضہ ادا کروں کیونکہ مجھے اسطرف کے لوگ نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی کو روایا کہ اس سے کہے کہ اگر تو سچا ہو تو مال فروخت کر کے ادا کر دے پس اگر وہ سچا ہی تو کام ٹھیک ہو گیا اور اگر جھوٹا ہی تو قاضی کا حکم کارآمد نہیں ہو۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے کسی کو وہی مقرر کر دیا تھا اور وہی نے اسکی زندگی میں یا مرنے کے بعد وہی ہونا قبول کیا اور قاضی کے پاس اپنی وصایت ثابت کر لیا تو قاضی دیکھ گیا کہ اگر وہ شخص لائق وہی ہو سیکے تو اسکے دعویٰ کی ساریت کر لیا بشرطیکہ اپنے ساتھ ایسے شخص کو لاوے جو قسم ہو سکتا ہی سہی کہ اگر مدعی غلام یا طفل ہو تو دعویٰ کی سماعت نہ کر گیا اور غلام اور نابالغ کا تصرف نافذ ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور واضح یہ ہو کہ نافذ نہ ہوگا پس اگر غلام آزاد کیا گیا تو بعد اسکے قاضی اسکے دعویٰ کی سماعت کر گیا اور اسکی وصایت قائم ہوے گا اور اگر نابالغ ہو گیا تو امام ابو یوسف رحم کے نزدیک سماعت کر گیا اور امام اہل قہم رحم کے نزدیک سماعت نہ کر گیا اور ایسے معاملہ میں خصم یا وارث ہوتا ہی یا موصی لہ یا وہ شخص جسپریت کا قرض ہی یا جسکا میت پر قرض ہی یہ سب کتاب القاضیہ میں یہ متفق ہیں برہنہ تارکیم مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسپر قرض ہی اور اسنے تہائی مال یا کسی قدر گنتی کے درم کی کسی کے واسطے وصیت کی اور موصی لہ نے یہ مال یعنی تہائی یا گنتی کے درم لیے پھر قرض خواہ آیا اور وارث خواہ حاضر تھے یا غائب تھے مگر اسنے موصی لہ کو بجا کر قاضی کے سامنے دعویٰ کیا تو موصی لہ اسکا مدعا علیہ نہیں قرار پا سکتا ہی اور زمین اشارہ ہی کہ اگر وصیت ایک تہائی میں واقع ہو تو موصی لہ بمنزلہ وارث کے نہ قرار پاوے گا اور اگر تہائی سے زائد میں وصیت ہو اور وہ صحیح ہو جاوے اسطرح کہ وصیت کرنا مال کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں موصی لہ بمنزلہ وارث کے قرار پا کر قرض خواہ کا خصم مدعا علیہ ہو سکتا ہی کیونکہ تہائی سے زائد وارث کا حق ہوتا ہی اور وارث بدو غیر موصی قرض خواہ دعویٰ کر سکتا ہی تو ایسے موصی لہ پر بھی دعویٰ کر سکتا ہی اور کتاب القاضیہ الی نے بدوین تفصیل کے موصی لہ کو مدعا علیہ قرار دیا ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مراد یہ ہے کہ جو موصی لہ تہائی سے زائد مال کا ہووے۔ پھر جسکی خصم صالح کے سامنے وہی نے گواہ قائم کیے تو قاضی غور کر لیا کہ اگر وہی مرد عادل اور نیک سیرت ہو تو چار تین ہوشیار ہی تو قاضی اسکو وہی بناوے گا اور اگر فاسق اور غائن معلوم ہوا تو وصایت کا حکم نہ دیکھا اور اگر پودی فکر کا ادھی اور کم ہوشیار ہی تو اس کو وہی بناوے گا اگر اس کے ساتھ ایک امین ہو اختیار تجارت کے کام میں ملا دیا تاکہ کار تجارت میں مددگار ہوں اور یتیم کا مال تلف نہ کریں اور اگر فسق ظاہر ہوا اور نہ معلوم ہوا لیکن قاضی کے نزدیک شک ہی تو پرامشرف اس کے ساتھ کرے گا یا دوسرا وہی

ساتھ کر گیا تاکہ ایک کام فرو تصرف نہ ہو سکے اور ہمیں تیم کی نگاہانی ہو سکتی ہے۔ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہی پر وصیت ثابت ہو گئی اور وصیت نامہ میں میت نے چند لوگوں کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو اور کچھ لوگوں کو وصیت کی ہو اور کچھ غیرات کی وصیتیں ہیں پھر بعض قرضخواہ حاضر ہوئے اور انکے حق کا فیصلہ کیا گیا پھر دوسرا گواہی پر حکم دینے میں اختلاف ہو غیرت کی وصیت میں ایسی گواہی پر بالاجماع اتفاق کیا جاوے اور قرض اور وصیتوں میں امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسی گواہی پر فیصلہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہوگا یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص قاضی کے پاس آیا اور دعویٰ کیا کہ میرا بھائی فلان بن فلان مر گیا اور وارثوں میں سے باپ فلان بن فلان کو اور ماں ہندہ بنت فلان اور بیٹوں فلان و فلان کو وصیتوں میں سے فلانی و فلانی کو اور فلانی اپنی جو رو کو چھوڑا ہو اور انکے سوا اسکا وارث نہیں ہے اور اسے اپنی صحت مثل اور جواز تصرف کی حالت میں مجھے تمام ترکہ کا وصی ٹھہرایا ہو اور میں نے اسکی وصیت قبول کی اور اسکا متولی ہوا ہوں اور میرے اس بھائی کا اس شخص پر جو میرے ساتھ آیا ہے اس قدر قرضہ ہے اور میرا بھائی سب قرضہ گائین سے کچھ وصول کرنے سے پہلے مر گیا اور اس شخص قرضدار پر واجب ہو کہ مجھے ادا کرے تاکہ میں میت کے حکم کے موافق اسکے وارثوں کے غریب میں لاؤنگا تو قاضی اسکے دعویٰ کی سماعت کر گیا اور پہلے مدعا علیہ سے اس شخص کے مزید دریافت کر گیا اگر اسے اقرار کیا تو اب مطالبہ وصی کی طرف سے درست ہوا پھر قرضہ کو دریافت کر گیا اگر اسے اقرار کیا تو پھر اسکے وصی ہونے کو دریافت کر گیا اگر اسے اقرار کر لیا تو مال دینے کا حکم نہ دیا جتنا کہ اسکا وصی ہونا گواہی سے ثابت نہ ہو۔ خصاف رحمہ نے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ فلان شخص مر گیا اور اسے مجھے وصیت کی تھی کہ جو اسکا قرضہ اس شخص پر ہے اور جو مال میں اسکا اسکے پاس ہے دونوں وصول کروں اور مدعا علیہ نے ان سب کی تصدیق کی تو اسکو حکم نہ دیا جائیگا کہ دین اور دین اسکے سپرد کرے اور جامع کبیر میں ہے کہ پہلا قول امام محمد رحمہ کا یہ تھا کہ مدعا علیہ کو قرض ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا نہ مال میں کا پھر انھوں نے رجوع کیا اور کہا کہ دونوں کا حکم ہوگا پس کتاب الاقضیہ کا قول جامع کے دوسرے قول امام محمد رحمہ کے موافق ہے اگر قرضدار نے اسکی موت کا اقرار کیا و لیکن مال اور وصیت سے انکار کیا تو مدعی کو پہلے حکم کیا جائیگا کہ وصیت پر گواہ لاوے اور جب گواہی سے وصیت ثابت ہو جاوے تو پھر مال پر گواہ طلب ہونگے اور اس طرح اگر مدعا علیہ نے سب کا انکار کیا تو پہلے مدعی سے موت اور وصی ہونے پر گواہ طلب ہونگے اور جب گواہ پیش ہو گئے اور ثبوت ہو گیا تب مال کے گواہ طلب ہونگے پس اگر سنے پہلے مال کے گواہ پیش کیے پھر وصیت کے گواہ لایا تو مال کے گواہ نامقبول اور دوبارہ قائم کرنے کا حکم دیا جاوے گا اور اگر وصیت اور مال اور موت کے ایک ہی گواہ ہوں اور ان سب پر ایک ہی رگی اسے یہی گواہ قائم کیسے تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ مال کی گواہی نامقبول اور دوبارہ پیش کرنا حکم دیا جائیگا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مقبول ہونگے لیکن قاضی ترتیب وار حکم دے گا یعنی پہلے وصیت کا پھر مال کا یہ خصاف رحمہ نے تحریر فرمایا ہے اور دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک مال کے گواہ نامقبول اور امام محمد رحمہ کے نزدیک مقبول ہونگے اور بیان لکھا کہ امام ابو یوسف رحمہ کا قول مضطرب ہے۔ اگر مدعا علیہ نے وصیت اور موت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور اسنے مدعا علیہ کو قیم طلب کی درخواست کی تو قاضی منظور کرے گا اور اگر مال اور موت کا اقرار کیا اور وصیت سے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہے کہ وصی متبرک مدعا علیہ سے مدعی کو قیم لینے کا حق نہیں ہے نہ پہلی ہی و نہ دوسری وصیت اور مال کا اقرار کیا اور وصیت سے انکار کیا تو قیم لینے کی وہی موت ہو جو وصیت کی نسبت گذر چکی ہے نہ پہلی ہی لکھا ہے اور قیم نے

دعویٰ کیا کہ قاضی معزول نے ہمارا سالانہ یا ماہواری مقرر کیا تھا اور اس قدر ہر ماہ میں مقرر کیا تھا تو قاضی جدید نافذ نہ کر گیا اور اگر قاضی معزول نے تصدیق کی تو بھی نافذ نہ کر گیا اور اگر اس کے گواہ گذرے کہ جب قاضی معزول قاضی تھا تو اس نے ایسا کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی پھر قاضی فوراً کرے گا کہ یہ اجرت اگر کام کے برابر ہی یا کم ہو تو نافذ کرے گا اور اگر زیادہ ہو تو بقدر کام کے دے گا اور زیادتی باطل کرے گا اور اگر دومی یا قیسم نے وصول کر لیا ہو تو زیادہ واپس کر دینے کا حکم کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر صغیر کا باب سرف ہو کہ صغیر کا مال تلف کرنا ہو تو اسکی حفاظت کے واسطے وہی مقرر کرے گا۔ اگر وارث نے اپنے مورث سے کوئی چیز خریدی اور اس کے مر کے بعد بیع میں عیب پایا تو قاضی میت کی طرف سے ایک وہی مقرر کرے گا کہ اسکو واپس کرے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب پایا تو قاضی نابالغ کی طرف سے وہی مقرر کرے کہ باپ اسکو واپس کرے یا بیع میں لکھا ہے۔

اکیسواں باب قضاء علی الغائب کے بیان میں اور ایسے حکم قضا کے بیان میں جو دوسرے پر بھی متعدی ہوتا ہو اور گواہ پیش کرنے میں اور بعض اہل حق کے دوسروں کی طرف سے قیام کرنے کے بیان میں۔ واضح ہو کہ جو شخص کچھری میں نہ موجود ہو اور نہ اسکو دعویٰ میں کی اطلاع ہو اس پر حکم دینا قضاء علی الغائب ہی قال نے لکھا کہ گواہوں کی گواہی پر غائب شخص پر حکم دینا یا اس کے لیے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہو لیکن اگر اسکی طرف سے کوئی خصم حاضر ہو تو جائز ہو اور جو اسکی طرف سے حاضر ہو یا تو وہ قضا پر مشغول غائب نے کسی کو وکیل کر کے بھیج دیا یا حکم ہوا اور حکم اس طور سے ہونا چاہیے کہ ایک حاضر شخص پر دعویٰ ہو اور جو دعویٰ غائب پر ہو وہ اس حاضر کے دعوے کا لاحالہ سبب ثبوت ہو یا شرط ہو اور یہ شیخ الاسلام بذریعہ نے ذکر کیا ہے اور شمس الاسلام محمود از جنہی اسی پر فتوے دیتے تھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ طور کہ غائب پر جو دعویٰ کیا گیا ہو وہ حاضر کے دعوے کا لاحالہ سبب ثبوت ہو اور اسی کی طرف امام محمد رحمہ نے کتابوں میں جاہا اشارہ کیا ہے تا نا رخانیہ میں لکھا ہے اور امام خواہ ہزارہ نے اس صورت کو کہ غائب اور حاضر پر ایک ہی چیز کا دعویٰ ہو اور اس صورت کو کہ دونوں پر دو چیزوں کا دعویٰ ہو یکساں رکھا ہے اور حاضر شخص کے غائب کی طرف سے خصم ہونے میں سبب ہونا دونوں میں شرط ہے اور امام ابو حنیفہ اور عامہ مشائخ نے ذکر کیا کہ سبب ہونا ایسی صورت میں شرط ہو کہ جب دعویٰ دو چیزوں کا ہو اور یہی قول فقہ سے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر دعویٰ دونوں پر ایک ہی چیز کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان و مثال یہ کہ ایک مکان جو عمرو کے ماتحتین پر ہے اس پر زید نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو خالد سے خریدا ہے اور خالد غائب ہے اور وہ اسکا مالک تھا اور مجھے عمرو نے قسب کر لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ یہ مکان میرا ہی ہے پھر زید نے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم عمرو اور خالد دونوں پر جاری ہوگا اور حاضر غائب کی طرف سے خصم قرار پاوے گا لہذا فی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے فلان شخص کی طرف سے اس طور پر کھالت کی ہے کہ جو میرا ہے اس پر حق ثابت ہوا اسکا کفیل ہے پھر خالد علیہ نے کفالت کا اقرار کیا اور حق سے انکار کیا اور سنی نے گواہ پیش کیے کہ میرے فلان شخص پر ہزار درہم ثابت ہوئے ہیں تو کفیل اور کفیلان ملے دونوں پر حکم قضا جائز ہوگا چنانچہ کہ اگر فلان شخص غائب آیا اور اس نے انکار کیا تو قناعات نہ کیا جاوے گا اگر زید نے ایک گھر کے شعبہ کا جو عمرو کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور عمرو نے کہا کہ یہ گھر میرا ہے میں نے کسی سے خریدا نہیں ہے پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ عمرو نے یہ گھر خالد سے ہزار درہم میں خریدا ہے اسکا مالک تھا اور زید اسکا شیخ ہے تو خرید کا حکم عمرو پر اور خالد غائب و دونوں پر ہوگا یہ اصول عامہ میں ہے۔ اگر دعویٰ دو چیزوں کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان و مثال یہ ہے کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے حق سے کہ

قاری ہونی چاہیے  
ملاوہ درجہ  
پیش کشی  
دستخط قاری  
ہونی ۱۱



واسطے دوسرے پر گواہی دے گی پس مدعا علیہ نے طعن کیا کہ یہ دونوں فلاں شخص کے جو غائب ہی غلام ہیں پھر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلاں غائب ان دونوں کا مالک تھا مگر اس نے بحال ملک انکو آزاد کر دیا، تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور حاضر اور غائب دونوں کے حق میں آزاد ہو جائیگا اور یہ بیان دعویٰ و وجہ زون میں ہو یعنی حاضر پر مال کا دعویٰ اور غائب پر غلامی کے آزاد کرنا مگر غائب پر دعویٰ ثابت ہونے سے غلامی کا آزاد ہونا باطل ثبوت حاضر کے دعویٰ کا یہ کہ حاضر پر مال ملک گواہوں، اتنا د غلاموں کی گواہی پر ثابت ہوگا کہ ذاتی الذمہ اگر زیر کسی جو روئے آدمی کو زنا کی تمت لگانے سے مدعا واجب ہوئی پھر زیر نے کہا کہ میں تو غلام ہوں پھر آدمی مدعا واجب ہوا اس آدمی نے کہا کہ نہیں مجھے اپنے آزاد کر دیا اور پھر پوری مدعا دیگی اور آزاد دی پھر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہو کر حاضر اور غائب دونوں کے حق میں حکم نافذ ہوگا حتیٰ کہ اگر غائب آیا اور آزاد کرنے سے انکار کیا تو التماس نہ کیا جاوے گا۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اس کے دو وارث ہیں کہ ایک غائب ہو پھر حاضر نے دعویٰ کیا کہ غائب نے قاتل کو معاف کیا اور میرے حق کا سپر مال واجب ہوا اور قاتل نے اس کے معاف کرنے سے انکار کیا پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہو کر غائب اور حاضر پر حکم دیا جائیگا یہ فصول عادیہ میں ہو۔ اگر دعویٰ و وجہ زون میں واقع ہو گا غائب پر جو دعویٰ ضروری نہیں ہے کہ وہ حاضر کے دعویٰ کے ثبوت کا لاحالہ سبب پر نہ ہو بلکہ کسی نہیں ہوتا تو حاضر شخص غائب کی طرف سے خصم قرار نہ پاوے گا اس کے بیان کی مثال یہ ہو کہ زیر نے ایک شخص غائب کی عورت سے کہا کہ مجھے تیرے شوہر فلاں شخص نے وکیل کیا ہو کہ میں تجھے اس کے پاس پہونچا دوں پھر عورت نے کہا کہ وہ تو مجھے تین بار طلاق دے چکا ہے اور اس پر اسے گواہ قائم کر دیے تو اس کی گواہی وکیل پر مقبول ہوگی نہ غائب جتنا کہ طلاق ثابت ہو چکا ہے حتیٰ کہ اگر غائب آیا اور طلاق دینے سے انکار کیا تو عورت کو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت ہوگی کہ زانیہ نے الذمہ۔ ایک شخص زیر کے غلام کے پاس آیا اور کہا کہ تیرے آقا زانیہ نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں تجھے اس کے پاس پہونچا دوں پھر غلام نے گواہ سنائے کہ زیر نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو وکیل کے حق میں مقبول ہونگے اور آزادی ثابت ہوگی ستے کہ اگر زانیہ آیا اور اسے انکار کیا تو غلام کو دوبارہ گواہ سنائے کی ضرورت ہوگی کہ زانیہ نے الزام دیا۔ اگر حاضر و غائب پر دو چیزوں کا دعویٰ ہو اور غائب کا دعویٰ سبب ثبوت حاضر کے دعویٰ کا بھی ہو تو لیکن اس طرح سبب ہو کہ اگر وہ مدعی باقی ہو تو سبب ہی اور اپنے نفس ذات سے سبب ثبوت نہیں تو قاضی ایسی گواہی پر التماس نہ کرے کہ حاضر اور غائب کسی پر حکم نہ دے گا اس قاعدہ کا بیان یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میرے خریدنے سے پہلے بلع نے اسکو فلاں غائب کے ساتھ بیاہ دیا ہے اور میں نے اسکو لایا میں خریدتا ہوں اور بلع نے اس سے انکار کیا اور مشتری نے گواہ قائم کر کے باندی واپس کرنی چاہی تو قاضی یہ گواہی مقبول نہ کرے گا نہ حاضر پر اور نہ غائب پر کیونکہ غائب کا علاج اگر اب تک باقی ہو تو اسکو وہی کاغی پہونچا دے اور اسے علاج باقی ہونے کے گواہ نہیں قائم کیے اور اگر علاج باقی ہونے کے گواہ قائم کرے تو بھی مقبول نہ ہوگے کیونکہ باقی رہنا علاج کے بعد ہی اور جب ثبوت محل میں خصم قرار نہ پایا تو بقا علاج میں بھی قرار نہ پایا اور اس طرح اگر کسی نے بطور مدعا کے کوئی چیز خریدی پھر مدعی نے فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دی ہے اور وہ شخص غائب ہو اور اس سے اس کی غرض یہ ہو کہ بلع کا حق واپسی باقی ہے تو حاضر غائب دونوں کے حق میں گواہی قبول ہوگی۔ اور اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھوڑا ہے کہ پہلو میں دوسرے گھوڑا فروخت کیا گیا اسکو مشتری نے خرید لیا پھر اس کے قبضہ میں لینا چاہا پھر مشتری نے کہا کہ گھوڑا میرا ہے

دیکھو کہ یہ گواہی مقبول ہوگی نہ غائب جتنا کہ طلاق ثابت ہو چکا ہے

قبضہ میں ہو یہ انہیں غلام شخص کا ہو اور شیعہ نے گواہ قائم کیے کہ جو گھر میرے قبضہ میں ہو میرا حق میں نے اسکو غلام غائب سے خریدنا ہو تو اسکے خریدنے کا حکم حاضر و غائب دونوں کے حق میں نہ دیا جاوے گا۔ جامع صغیر میں مذکور ہو کہ زید نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر غلام شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہو تو تو طلاق پر پھر زید کی عورت نے زید پر دعویٰ کیا کہ غلام شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہو اور غلام شخص غائب ہو اور زید کی عورت نے گواہ پیش کیے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اس پر طلاق واقع ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور بعض متاخرین نے طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا ہو اور گواہی قبول کی ہو اور انہیں بعض متاخرین کی رائے پر ایک حیلہ سابق میں غائب شخص پر حق ثابت کرنے کا مذکور ہوا ہو کہ وکالت حاضر کی شرط غائب کے کسی قول پر معلق کیا جو اسے اور صحیح گواہی نامقبول اور غائب پر حکم نہ دیا جاوے گا اور جان کہیں کسی نے اپنے حق کیواسطے کسی غائب کے فعل پر گواہ قائم کیے اور انہیں غائب کا حق باطل ہوتا ہو تو غائب پر حکم نہ دیا جائیگا نہ تلمیض مافی الذیضہ۔ اگر ایک شخص نے دوسری کی طرف سے ہزار درم کا فن او طالب نے کہا نہیں بلکہ غلام کا فن ہیں پس قول متطالب کی طرف سے ہو پھر اگر غلام نے اسے گواہ قائم کرنے چاہے تو طالب اسکا ختم نہوگا اور گواہی نامقبول ہوگی بخلاف اسکے اگر مطلوب حاضر ہوتا اور طالب پر گواہ قائم ہو کہ گواہی دیتے کہ میں فن کا یہ دعویٰ کرتا ہوں وہ شراب کا فن ہو تو گواہی مقبول ہوتی یہ تمارا خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں پر ایک شخص کے ہزار درم ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو پھر دونوں نے مال سے انکار کیا پھر مدعی نے ایک پر گواہ قائم کیے اور اس پر مال اوکفالت دونوں کا حکم کیا گیا اور طالب نے اس سے کچھ وصول نہ کیا یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا پھر دوسرے کو لایا تو قاضی اس گواہی پر اس پر پانچ سو درم کا جو اس پر تھے حکم کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن ساعدین امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر ہزار درم کا اپنے اور غائب کے لیے ہونیکا دعویٰ کیا کہ یہ غلام یا کسی کپڑے کا فن ہو کہ دونوں نے اسے ہاتھ فروخت کیا تھا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک حاضر کے حصہ کی دگری کیجائیگی حتیٰ کہ اگر غائب آیا تو اسکو دوبارہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ حاضر و غائب دونوں کے حق کی دگری کیجائیگی صاحب شرح اقصیٰ نے فرمایا کہ اسکے بعد جو مذکور ہوا وہ وہ دلالت کرتا ہو کہ امام ابو یوسف رحمہ نے امام اعظم رحمہ کے قول کی طرف رجوع کیا ہو اور امام محمد رحمہ ظاہر میں اور بنا بر ما مذکور روایات کے امام اعظم رحمہ کے ساتھ ہیں اور متقی میں امام محمد رحمہ کو امام ابو یوسف رحمہ کے ساتھ ذکر کیا ہو اور متقی میں لکھا ہو کہ اگر ہزار درم ہونیکا دعویٰ ہو میراث کے ہوں تو بلا خلاف غائب کو دوبارہ گواہی دلانے کی ضرورت نہوگی پھر روایات متقی کے موافق امام محمد رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جب غائب حاضر ہو گیا اور اسنے مدعی حاضر کی تصدیق کی تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جحد حاضر نے وصول کیا ہو انہیں شریک ہو جاوے اور پھر دونوں باقی کیواسطے مطلوب کا بچھا پکڑیں ورنہ مطلوب کے بچے پڑے اور اپنا حق وصول کرے اور اگر ہونوز غائب شخص نہ حاضر ہوا تھا کہ گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک غائب کا حق باطل ہو گیا مگر غائب حاضر کا شریک ہو گیا یعنی جحد مدعی حاضر نے وصول کیا ہو انہیں غائب اگر آدمے کا شریک ہوگا قلت و صاحبین کے نزدیک بعد ثبوت قضاء باطل ہوگی قال پھر غائب اگر حاضر کا شریک ہوا تو حاضر اپنے مطلوب سے کچھ واپس نہ سکے گا۔ اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے و غلام غائب نے یہ گھر اس شخص سے ہزار درم کو خرید لیا ہو اور ہم دونوں نے من ادا کر دیا ہو اور اس پر گواہ پیش کر دے تو امام اعظم رحمہ کے قیاس صحیح

میں نے اپنے حق کی واسطے کسی غائب کے فعل پر گواہ قائم کیے اور انہیں غائب کا حق باطل ہوتا ہو تو غائب پر حکم نہ دیا جائیگا نہ تلمیض مافی الذیضہ۔ اگر ایک شخص نے دوسری کی طرف سے ہزار درم کا فن او طالب نے کہا نہیں بلکہ غلام کا فن ہیں پس قول متطالب کی طرف سے ہو پھر اگر غلام نے اسے گواہ قائم کرنے چاہے تو طالب اسکا ختم نہوگا اور گواہی نامقبول ہوگی بخلاف اسکے اگر مطلوب حاضر ہوتا اور طالب پر گواہ قائم ہو کہ گواہی دیتے کہ میں فن کا یہ دعویٰ کرتا ہوں وہ شراب کا فن ہو تو گواہی مقبول ہوتی یہ تمارا خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں پر ایک شخص کے ہزار درم ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو پھر دونوں نے مال سے انکار کیا پھر مدعی نے ایک پر گواہ قائم کیے اور اس پر مال اوکفالت دونوں کا حکم کیا گیا اور طالب نے اس سے کچھ وصول نہ کیا یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا پھر دوسرے کو لایا تو قاضی اس گواہی پر اس پر پانچ سو درم کا جو اس پر تھے حکم کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن ساعدین امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر ہزار درم کا اپنے اور غائب کے لیے ہونیکا دعویٰ کیا کہ یہ غلام یا کسی کپڑے کا فن ہو کہ دونوں نے اسے ہاتھ فروخت کیا تھا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک حاضر کے حصہ کی دگری کیجائیگی حتیٰ کہ اگر غائب آیا تو اسکو دوبارہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ حاضر و غائب دونوں کے حق کی دگری کیجائیگی صاحب شرح اقصیٰ نے فرمایا کہ اسکے بعد جو مذکور ہوا وہ وہ دلالت کرتا ہو کہ امام ابو یوسف رحمہ نے امام اعظم رحمہ کے قول کی طرف رجوع کیا ہو اور امام محمد رحمہ ظاہر میں اور بنا بر ما مذکور روایات کے امام اعظم رحمہ کے ساتھ ہیں اور متقی میں امام محمد رحمہ کو امام ابو یوسف رحمہ کے ساتھ ذکر کیا ہو اور متقی میں لکھا ہو کہ اگر ہزار درم ہونیکا دعویٰ ہو میراث کے ہوں تو بلا خلاف غائب کو دوبارہ گواہی دلانے کی ضرورت نہوگی پھر روایات متقی کے موافق امام محمد رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جب غائب حاضر ہو گیا اور اسنے مدعی حاضر کی تصدیق کی تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جحد حاضر نے وصول کیا ہو انہیں شریک ہو جاوے اور پھر دونوں باقی کیواسطے مطلوب کا بچھا پکڑیں ورنہ مطلوب کے بچے پڑے اور اپنا حق وصول کرے اور اگر ہونوز غائب شخص نہ حاضر ہوا تھا کہ گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک غائب کا حق باطل ہو گیا مگر غائب حاضر کا شریک ہو گیا یعنی جحد مدعی حاضر نے وصول کیا ہو انہیں غائب اگر آدمے کا شریک ہوگا قلت و صاحبین کے نزدیک بعد ثبوت قضاء باطل ہوگی قال پھر غائب اگر حاضر کا شریک ہوا تو حاضر اپنے مطلوب سے کچھ واپس نہ سکے گا۔ اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے و غلام غائب نے یہ گھر اس شخص سے ہزار درم کو خرید لیا ہو اور ہم دونوں نے من ادا کر دیا ہو اور اس پر گواہ پیش کر دے تو امام اعظم رحمہ کے قیاس صحیح



صورت یہ ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے مختلف لوگوں کے لیے ختمات و میتیں ایک وصیت نامہ میں لکھ دیں پھر جن لوگوں کے لیے وصیت کی ہو انہیں سے ایک آواز کی وارث کو اپنے ساتھ لایا اور گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک حاضر کے حق میں ڈگری ہوگی نہ غائب کے حق میں اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک حاضر و غائب سب کے حق میں ڈگری ہوگی حتیٰ کہ اگر غائب آیا تو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کتاب الاقضية میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص سند دو شخصوں پر ایک مال کا جو دستاویز میں تحریر ہو دعویٰ کیا اور دونوں مدعا علیہ میں سے ایک حاضر ہو انکار کرتا ہو اور دوسرا غائب ہو اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ میں حاضر و غائب دونوں پر ڈگری کر دوں گا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رحمہ کے قاعدہ پر ٹھیک نہیں پڑتا کیونکہ ایسے مسائل میں ان کے نزدیک حاضر شخص غائب کی طرف سے خصم نہیں ہوتا ہے مصنف کہتا ہے کہ منتفی میں ایک روایت امام اعظم رحمہ سے مذکور ہے کہ فرمایا کہ حاضر پر نصف مال کی ڈگری کروں گا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ تمام مال کی حاضر و غائب پر ڈگری کروں گا واضح ہو کہ امام محمد رحمہ نے یہ مسئلہ مبسوط میں لکھا ہے اور جواب دیا کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک حکم صرف حاضر پر ہے۔ حاضر کو سب سے پہلے ہوگا اور صاحب اقصیٰ نے لکھا کہ ان مسائل میں امام اعظم رحمہ کے نزدیک حکم صرف حاضر پر ہوگا اور بعض مسائل میں ذکر کیا کہ حکم حاضر پر متعدی ہوگا اور بعض میں ذکر کیا کہ غائب پر متعدی ہوگا اور کبھی ذکر کیا کہ قول ابو یوسف رحمہ کو موافق ابو حنیفہ رحمہ کے اور کبھی برخلاف قول ابو حنیفہ رحمہ کے اور کبھی قول امام محمد رحمہ کا موافق قول ابو حنیفہ رحمہ کے ذکر کیا اور کبھی موافق ابو یوسف رحمہ کے مخالف ابو حنیفہ رحمہ کے ذکر کیا پس امام اعظم رحمہ اور ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ سے ہر صورت میں دو دھند تین ہوں۔ ایک شخص نے ایک غلام دو شخصوں کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہووے پھر مالع ایک سے ملا اور اس پر گواہ پیش کیے کہ میرے سپرد غلام غائب پر ایک ہزار درہم قرض ہیں اور ہر ایک دوسرے کا اس کے حکم سے کفیل ہے تو حاضر ہزار درہم کا حکم کیا جائیگا پھر اگر حاضر سے وصول وصول کرنے سے پہلے غائب حاضر ہوا تو مدعی اس حاضر سے سوائے پانچ سو درہم کے جو اس پر ملے ہیں نہیں لے سکتا ہے یہ محدثین نے لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے ہزار درہم ہیں اور اس کا ایک شخص قرضدار کے حکم سے کفیل ہے پھر قرضخواہ کفیل سے ملنے سے پہلے اسیل سے ملا اور دعویٰ کیا کہ تجھے میرے ہزار درہم ہیں اور تیرے حکم سے اس کا غلام کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو ہزار درہم کا حکم کیا جائیگا اور یہ حکم کفیل پر جاری نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر کفیل سے ملا تو یہ دونوں دوبارہ گواہ قائم کرنے کے اس سے نہیں لے سکتا جو کذا فی الملتقط اگر اسیل سے ملنے سے پہلے کفیل سے ملا اور اس پر دعویٰ کیا کہ میرے غلام ایک شخص پر ہزار درہم ہیں اور تو اس کے حکم سے اس کا کفیل ہے اور گواہ قائم کیے تو کفیل غائب کی طرف سے خصم ہوگا اور ہزار درہم کا حکم دونوں پر جاری ہوگا اور اسیل اپنے کفیل کی طرف سے خصم نہیں ہوتا ہے یہ فصول مدعیین نے لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ تو نے غلام ایک شخص غائب نے غلام ایک شخص کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی تو اور تم دونوں باہم ایک دوسرے کے کفیل ہو اور اس پر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ ہزار درہم کی ڈگری کی گئی پھر غائب حاضر ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ غائب سے ہزار درہم لے لے کیونکہ جب حاضر پر حکم دیا گیا تو اس پر سے کہ وہ مطلوب اور اس کفیل غائب کی طرف سے کفیل ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دونوں کی طرف سے کفیل نہ کیا جاوے تو وہ اسیل سے کیونکر لے سکیگا۔ نوادر شہرین ابو یوسف رحمہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کے چند لوگوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور وہ گھر انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہے اور ان میں سے بعض حاضر ہیں اور بعض غائب ہیں اور حاضر لوگ غائبوں کے حصہ دار ہونے کے مقر اور بیع واقع ہونے کے منکر ہیں پھر

اس قول کا  
میں نے جواب  
دیا ہے کہ جب  
مذکورہ مسئلہ  
میں امام محمد رحمہ



مدعی نے اپنے ۷ ہونے کے گواہ قائم کیے تو قاضی صرف ماضیوں کے حصہ میں ڈگری کر گیا اور یہ امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف کے نزدیک تیار اور اگر حاضر ہو گئے غائبوں کے حضور ہونے سے منکر ہوں تو قاضی تمام ٹکری ڈگری مدعی کے نام کر دے گا اور اگر وہ قضاہ کی طرف سے یہ یا صدقہ یا رہن کا دعویٰ کیا اور ایک شخص غائب ہو اور دوسرا حاضر ہو اور گھڑی کے قبضہ میں ہو اور مدعی نے یہ قبضہ یا صدقہ قبضہ یا رہن قبضہ کے دعوے کے گواہ پیش کیے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک رہن کی صورت میں یہ گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ اس کے نزدیک حکم صرف حاضر کے حصہ پر دیا جائیگا اور وہ ممکن نہیں کیونکہ رہن مشارع ہو جاتا ہے اور وہ اٹال ہے اور یہ کی صورت میں اگر مدعی بہت قسمت نہیں ہو تو گواہی حاضر کے حق پر قبول ہوگی نہ نائب کے حق پر اور یہ امام اعظم رحمہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک رہن کی صورت میں گواہی بالکل نامقبول ہے اور یہ اور صدقہ کی صورت میں اگر وہ چیزیں میں دعوے سے قسمت کو متعلق نہیں ہو تو حاضر و غائب دونوں پر حکم ہوگا اور اگر وہ چیز مدعی پر تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی تمام چیز کے یہ یا حکم دے گا مگر آدھے میں نے الحال نافذ کرے گا اور آدھے میں غائب کے حاضر ہونے تک تو قضاہ ہوگا جب وہ حاضر ہو تو نافذ کر گیا۔ ابن ساعدی نے امام محمد رحمہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعی کے گواہوں پر قاضی نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور اس نے وارث چھوڑے اور مدعا علیہ کا لوگوں پر شہر میں مال ہو کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ مدعا علیہ کا یہ تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں یہ مال مدعی کو نہ دلاؤں گا جیسا کہ مدعا علیہ خود حاضر ہوگا وہ غائب ہو گیا یا اس کے وارث حاضر نہ ہوں اگر وہ مر گیا یا اس احتمال سے کہ شاید مدعا علیہ نے ادا کر دیا ہو یا وارثوں نے ادا کر دیا ہو کہ اسے الحیاط۔ نوادر ابن ساعدی نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کر کے بعد مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور گواہوں کا پوشیدہ و ظاہر عادل ہونا ثبوت ہو گیا تو قاضی حکم نہ دے گا جیسا کہ غائب یا اسکا نائب حاضر نہ ہو یا میت کے وارث حاضر نہ ہوں اور جیسا کہ میں نے کوئی حاضر ہو تو قاضی اسی گواہی پر فیصلہ کرے گا دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے دعویٰ مدعی کا اقرار کیا پھر غائب ہو گیا تو قاضی اسکی نیت میں اس کے اقرار پر حکم دیدیگا پھر جس چیز کا اس نے اقرار کیا ہو اگر مال میں ہو تو جس کے قبضہ میں ہو اگر وہ شخص اقرار کرنا ہو کہ یہ مدعا علیہ کا ہے تو اسکو حکم دیدیگا کہ مدعی کے حوالہ کرے۔ اور اگر مال غیر میں درم و دینار ہو اور مدعی نے اس کے جس حق میں سے قابو پایا تو حکم دے گا کہ اسے اور قرضہ کے عوض عروض و مقار کو فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کا قول ہے اور امام محمد رحمہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رحمہ کہتے ہیں کہ گواہی اور اقرار دونوں صورتوں میں جیسا کہ غائب حاضر ہو قاضی حکم دیدیگا۔ امام محمد رحمہ نے تو امام ابو یوسف کا قول اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن علامہ کتب میں تحت روایت امام ابو یوسف رحمہ سے یہ کہ گواہی کی صورت میں بدون مدعا علیہ کی حاضری کے قاضی حکم نہ دے گا اور اقرار کی صورت میں حکم دیدیگا پھر جب عہدہ قضاہ کے سپرد ہوا تو کہتے تھے کہ دونوں صورتوں میں حکم دیدیگا اور یہ استہسان ہے تاکہ لوگوں کے مالی و حقوقی حقوق و معنوں میں کداسے الذیہ۔ امام محمد رحمہ نے زیادات میں ذکر کیا ہے کہ ایک باندی ایک شخص عبداللہ کے قبضہ میں تھی پھر ایک شخص ابراہیم اسے نے غلامانے سے کہا کہ ای غلام یہ باندی جو عبداللہ کے پاس ہے میری باندی تھی میں نے تیرے ہاتھ ہر روز دم کو فروخت کر کے تیرے سپرد کی تھی لیکن عبداللہ نے مجھے غصب کر لی اور عبداللہ نے اس سبب کی تصدیق کی اور عبداللہ نے غصب کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ باندی میری باندی تھی تو باندی کے بانی میں عبداللہ کا حمل معتبر ہو لیکن نالہ پر حکم کیا جائے گا کہ ہر روز دم میں غصب کو دے کہ وہ اسے کہہ دو تو اس نے حج واقع ہونے کی باہم تصدیق کی پھر دیکھ کر دینے کا اقرار کیا اور اقرار دینے کا دھوکا دیا پھر چھٹا ہو گا۔ پھر

ابراہیم کے من و مہل کرینے کے بعد اگر کسی نے عبد اللہ کے اہل حق سے استحقاق ثابت کر کے باندی سے بی بی اور خالہ نے اپنا  
 حق واپس کرنا چاہا کہ باندی پر مستحق ثابت ہوا ہو تو ان حالت دیا جاوے گا کیونکہ حکم استحقاق صرف عبد اللہ کے مقصد  
 پر اس سے تجاوز کر کے خالہ کو نہ پہونچتا اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ قابض پر ملک مطلق کا حکم قضا قابض کے ساتھ  
 اس پر ہوگا نہ کہ خالہ سے قابض نے ملکیت پائی ہو تو وہ باری ہو جائے اور تمام لوگوں پر جاری نہیں ہوتا اور یہاں قابض  
 یعنی عبد اللہ نے خالہ کی طرف سے ملکیت حاصل کر لیا و دعویٰ نہیں کیا جس سے حکم قضا خالہ پر جاری نہ ہو اور جب اس پر جاری نہ ہوا تو  
 وہ حق واپس نہیں کرے گا اور اس پر جاری نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً اگر خالہ اپنے گواہ مستحق پر قائم کرے کہ یہ باندی میری باندی  
 جو میں نے ابراہیم سے خریدی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر آپ حکم قضا جاری ہوتا تو مقبول نہیں ہو سکتی تھی اور اس طرح  
 اگر مستحق ملک مطلق کے دعویٰ سے نہ ہو بلکہ دعویٰ کرے کہ یہ باندی میری باندی سے میری مالکیت میں پیدا ہوئی ہے  
 اور گواہی پر قائم اس کے لیے دلانے کا حکم دے تو بھی خالہ اپنا حق ابراہیم سے نہیں لے سکتا اور اگر مستحق کی گواہ سے ثابت ہوا  
 کہ ابراہیم نے میری باندی فروخت کی تھی کیونکہ مستحق کا دعویٰ کہ میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے ضروری ہے کہ قابض دیکھتا ہو کہ  
 اگر ملک مطلق کا دعویٰ ہوتا تو گواہی مقبول تھی پس ملکیت میں پیدا ہوئی کا دعویٰ بے اعتبار ہو صرف ملک مطلق کا دعویٰ معتبر  
 رہے گا اور ملک مطلق کے دعویٰ میں خالہ پر حکم قضا جاری نہ ہوا تھا اس طرح اس صورت میں بھی جاری ہوگا پس حکم قضا صرف عبد  
 اللہ کے ابراہیم سے ہونے فرمایا اور اگر خالہ گواہ دے کہ یہ باندی میری باندی سے خریدی ہو تو مستحق پر قائم کرنے سے  
 باندی اسکو دلا دیا جائے پھر اگر مستحق نے خالہ پر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری باندی سے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے تو یہ گواہی  
 زیادہ مثبت ہے خالہ کی گواہی پر اسکو ترجیح دے کر پھر باندی مستحق کو دلائی جاوے گی پھر اس صورت میں خالہ پر حکم قضا جاری ہو جائے وہ پھر  
 حق ابراہیم سے واپس لیگا۔ اگر باندی کا کوئی مستحق نہ ہوا بلکہ باندی نے عبد اللہ پر گواہ قائم کیے کہ میں اصلی خدیوہ آزاد ہوں  
 اور قادیانی نے اسکی آزادی کا حکم دیا تو آزادی کا حکم تمام لوگوں پر جاری ہوتا ہو گا ہر شخص پر آزاد و شخص لائق گواہی دینے کے  
 ہوتا اور اسے خالہ پر بھی جاری ہوگا اور خالہ اپنا حق ابراہیم سے واپس لیگا۔ اور اسی طرح اگر باندی نے گواہ قائم کیے کہ  
 میں عبد اللہ کی باندی تھی مگر اسے مجھے آزاد کر دیا ہو اور قادیانی نے اسکی ڈگری کی تو خالہ اپنا حق ابراہیم سے لے لے گا اور اصلی آزادی  
 کا دعویٰ اور یہ دعویٰ یکساں ہے کہ ذاتی الحیظ۔ زمین و قن کا حکم قضا بالوقت اگر قابض پر جاری ہو تو شخص اللہ ملوئی اور  
 لیکن اسلام سے منقول ہو کہ دونوں نے اسکو قضا حریث کے ساتھ لاحق کر کے تمام لوگوں پر جاری کیا ہو تو قادیانی ہو ملکیت  
 میں یہ کہ تمام لوگوں پر جاری نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ زمین میری ملک ہے تو اسکی سماعت ہوگی اور قضا بلکہ  
 مطلق کے مثل اسکا حکم رکھا ہو اور اسی کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے یہ ملحقین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص  
 کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا کہ میرا پھر گیا اور یہ گھر میرے اور میرے ملاں بھائی کی واسطے میراث چھوڑا ہے اور اسکا بھائی دعویٰ  
 سے انکار کرتا ہے اور گھر میں سے پناہ نہیں جاتا ہے میری مددی نے گواہ قائم کیے اور اسکو آزاد و مالک دلا دیا گیا پھر اسکا بھائی نے رجوع  
 کر کے مدعی کی تہذیب کی تو اسکو کچھ نہ دلا جائے گا پس اسکے بعد اگر میت کا کوئی فرخوارہ آیا اور وارث کے سامنے اسے میت  
 پر عرض ثابت کیا اور درخواست کی کہ قاضی تمام گھر کا میت کے نام فیصلہ کرے تو قاضی دوبارہ از سر نو تمام گھر میت کے نام پہنچا  
 گواہی پر ثابت کر کے حکم کر دیا اور اگر فروخت کر کے زمین میں سے عرضہ دیا گیا پھر پھر اسکا آدمی وارث کو لے گیا اور اپنی آدمی  
 دعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور مدعی کے بھائی کو جو انکار کر لے گا یہ لے لے گا یہ میری ملک ہے اگر کسی مال میں پریت کے حکم میں سے کسی

لے مالک ملکیت  
 اس صورت میں  
 اسکو دلا دیا جائے  
 اسکو دلا دیا جائے  
 اسکو دلا دیا جائے

نے دعویٰ کیا تو وہ وارث اسکا قسم قرار پا سکتا ہے جبکہ قبضہ میں یہ مال نہیں ہوا اور جبکہ قبضہ میں نہیں ہوا تو اگر اسکو مدعی نے مانہ کیا تو دعویٰ مسموع ہو گا اور قرضہ کے دعویٰ میں کوئی وارث جو میت کی طرف سے قسم قرار پاوے اگر چہ اسکو ترمیم سے کچھ وصول ہو یا نہ ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے واسطے قلاب کی طرح سے اسے حکم سے ہزارہ میں کیا تو اسکی ترمیم نہ ہو۔ اگر اسے سپر تے ہیں اور مدعا علیہ نے کفالت سے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ مانے تو قاضی کفیل پر مال کی دگر کی کر دیکھا جی کہ اگر امیل آیا اور اسے مدعی کے دعویٰ سے انکار کیا تو کفیل بدوہ گواہ سناٹا کیل سے وہ مل جائے گا۔ اگر چاہے یہ کفالت پس اگر کفیل کے مال داد کرنے سے پہلے امیل آیا تو مدعی محتار ہے چاہے امیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے۔ اور جو قاضی کفیل نے ادھر دیا اپنے امیل سے لے لیا اور گواہ دوبارہ سناٹا کی ضرورت نہیں ہو اور امیل کو اختیار ہو گا کفیل کی کفالت اور اپنے حکم سے انکار کرے۔ اور اگر مدعی نے صرف کفیل کی کفالت کا دعویٰ کیا اور کفالت امیل کے حکم ہوئے کا دعویٰ نہ کیا اور قاضی نے کفیل پر حکم جاری کیا اور امیل حاضر ہوا تو امیل سے لینے کی راہ نہ دی کہ وہ کفیل کو قاضی کے سپرد دیا کہ گواہ قائم نہواں۔ اور اگر غالب نے کفیل سے حکم کیا اور بخلاف مذکورہ بالا کے کفالت ہمہ رکھی مثلاً دعویٰ کیا کہ جو پچھال میرا فلاں شخص بہانا ہو اسکی تو نے کفالت کی تھی اور مال کی تعیین اور تقدیر نہ بتلائی بلکہ ہمہ چھوڑ دیا اور کفیل نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ سناٹے کہ میرے فلاں شخص پر ہزارہ دم کفالت سے پہلے کے ہیں تو کفار ہی مقبول اور کفیل پر دگر کی کر دیکھا گئی اور یہ حکم غائب یعنی مکفول عنہ پر بھی جاری ہو گا جسے کہ اگر مکفول عنہ آیا تو اس سے مطالبہ کر سکتا ہو خواہ اسے حکم سے کفالت کا دعویٰ کیا ہو یا بدوہ حکم کے صرف فرق یہ ہے کہ اگر مدعی نے بدوہ حکم مطلوب کے کفالت کا دعویٰ کیا تو کفیل نے کچھ ادا کیا وہ امیل سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مطلوب کے حکم سے کفالت کا دعویٰ کیا تو کفیل بھی اس سے لے لیا۔ اور جو حکم تفصیل کفالت کے ہا میں بیان ہوا وہی چاہے میں ہو۔ اگر کفیل اور مکفول عنہ میں جھگڑا ہوا اور قرض خواہ غائب ہی مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیری طرف سے ہزارہ دم کی کفالت تیرے حکم سے فلاں شخص کے واسطے کی اور میں نے اسے ادا کر دیا اب میں تجھ سے لوں گا اور مدعا علیہ نے سب دعویٰ سے انکار کیا یا کفالت حکم کا اقرار کیا اور مال داد کرنے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو قاضی بد ثبوت کے مکفول عنہ پر کفیل کی دگر کی کر دیکھا اور یہ حکم طالب یعنی تعدی ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ حاضر ہوا اور اسے وصول پانے سے انکار کیا تو القات دیکھا جاوے گا۔ اور یہی حکم جو کفالت میں مذکور تھا یہاں بھی وہی حکم سنانی و تہنی اگر کفیل یا بدوہ مزاجین میں کی طرف سے ادا کر دے تو بعد اثبات امیل سے لے لیا و ہذا نظر اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ فلاں شخص نے بچا یا لین دین کیا یا قرض دیا اسکی تو ضمانت میری طرف سے کرے اور اسے کرنی پھر مکفول عنہ غائب ہو گیا پھر مکفول نے گواہ قائم کیے کہ میں نے مکفول عنہ کے ہاتھ بد کفالت کے فروخت کیا یا قرضہ دیا ہو اور کفیل اس سے انکار کرتا ہو تو قاضی کفیل پر مال کی دگر کی کر دیکھا اور یہ مکفول عنہ پر بھی متعدی ہو گا حتیٰ کہ اگر اسے حاضر ہو کر دعویٰ سے انکار کیا تو مال اس کے ذمہ لازم ہو گا بدوہ اس کے کہ مکفول کہ کو دوبارہ گواہ قائم کر سکی ضرورت ہو۔ اگر مکفول نہ غائب ہو گیا اور کفیل نے مکفول عنہ پر دعویٰ کیا کہ میں نے مکفول کو ہزارہ دم ادا کیے ہیں کیونکہ کچھ کھواٹے ہزارہ دم قرض دئے تھے اور میں نے تیرے حکم سے تیری کفالت کرنی تھی اور امیل نے اس سب سے انکار کیا یا مکفول نے کہ قرض دینے کا اقرار کیا یا لین دین کے ادا کرنے سے انکار کیا اور کفیل نے گواہ قائم کیے تو قاضی مکفول عنہ پر کفیل کے مال کی دگر کی کر دیکھا۔ یہ مکفول کو بدوہ سے ثبوت ہوا اگر کفیل نے کفالت کا مال جو مکفول نے لے مکفول عنہ کو قرض دیا تھا ادا کیا ہو اور یہ حکم مکفول پر بھی متعدی ہو گا جی کہ اس سے اگر وصول پانے سے انکار کیا تو قاضی بد ثبوت ہو گا کیونکہ اس نے کفالت سے انکار کیا تو قاضی بد ثبوت ہو گا۔

مکفول عنہ کی کفالت میں جھگڑا ہو تو قاضی کفیل پر حکم جاری کرے





محول سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک میدان اسی کا ہی ہر ایک کا نہیں گذار ہوا ہے۔ وہ سب سے اہل کوئی گھر اسکا فروخت ہو تو ان لوگوں کا بھی شفعہ ہو چکا ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعویٰ کیا اور قابض ہوا، انہوں نے انکار کیا پھر صلح کر لی تو باہر اور انکار کر صلح کر لینے کا یہی مسئلہ ہو اور جس چیز کا دعویٰ ہو اگرچہ وہ محمول ہو تو بھی ہمارے نزدیک معلوم چیز پر محمول سے صلح ہو سکتی ہو۔ اگر ایسا گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے بہہ کر دیا فلان وقت پھر جب اس سے گواہ طلب ہوئے تو اس نے کہا کہ اس نے بہہ سے انکار کر دیا پھر میں نے اس سے خرید لیا اور یہی ہے بہہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو کوئی مقبول نہ ہوگی کیونکہ دونوں قولوں میں مندرجہ متافض ہو گیا ہو وہ بہہ کے بعد خریدنے کا دعویٰ ہو اور گواہ بہہ سے پہلے خریدنے کی گواہی دیتے ہیں اور بعد کو خریدنے کی گواہی دیتے تو قبول لیجائی۔ اور اگر بہہ سے پہلے خریدنے کے گواہ اس کے گریہ نہیں کہتا تھا کہ اس نے بہہ سے انکار کر دیا پھر میں نے اس سے خرید لیا تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ بہہ کا دعویٰ کرنا بہہ سے نزدیک بہہ کرنے والے کی ملک قائم ہو کر انکار کرنا ہی اور جب بہہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو اس سے بیعت کیا پس بیعت قاضی شمار کیا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھے یہ باندی خریدی ہے اور اس نے انکار کیا پس اگر بیعت نے جھگڑا کر لے کر مزہم کر لیا تو اسکو باندی سے وطی کرنا روا ہو جس شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلان شخص سے دس درم وصول پائے پھر دعویٰ کیا کہ یہ بھائی ہیں تو تصدیق کیا ہوگی بخلاف اسکے کہ اگرچہ وصول پائے یا پتا حق یا فتن و مول بانہ اقرار کیا تو صریحاً کھوسے درم بلا لائے کھوسے درم پانچا اقرار ہی پس تصدیق نہ کیا ہوگی اور نہ ہر وہ کام زبوں کے اماند ہو اور متوق میں نہ، حق نہ ہوگی کہ بہہ وہ درم کی بیس سے نہیں ہیں واضح ہو کہ ایں وہ درم جو سکو بیت المال نے کوٹا ٹھہرایا اور نہ وہ وہ جو سکو تاجر پھیر دیتے ہیں اور متوق وہ جو جس میں میل زائد ہوتا ہو۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے تیرے ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ میرا مجھے کچھ نہیں ہے پھر وہ میں اس نے کہا بلکہ مجھے میرے ہزار درم ہیں تو اس اقرار کرنے والے پر کچھ نہیں ہو کیونکہ یہاں قول اسکا اقرار تھا اور جب دوسرے نے اسکو روک دیا تو وہ دوسرا قول دعویٰ ہو بلا حجت یا تصدیق قسم کے ثابت ہو تو بخلاف ایجاب خرید کے کہ اس نے انکار کی تصدیق پھر ہو سکتی ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ تیرا ہرگز مجھے کچھ نہیں ہے پھر میں نے ہزار درم ہونے پر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے ادا کر دینے پر گواہ قائم کیے تو گواہ مقبول ہونگے اور ایسے ہی اگر معاوضہ کرنے کے گواہ قائم کیے تو بھی مقبول ہونگے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے کہا تھا کہ تیرا مجھے ہرگز کچھ نہیں ہے تو میں بھی حکم دے دوں گا کہ تیرا ہرگز مجھے کچھ نہ تھا اور میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں تو اس کے گواہ ادا کر دینے یا معاوضہ کرنے کے مقبول ہونگے اور قدوری لے گا کہ مقبول ہو گئے کیونکہ وہ پولش یا پردہ فتن اپنے دروازہ پر فل پھاڑے سے پریشان ہو کر اپنے وکیلوں کو حکم دے گا کہ اسی کر کے مال دے اور اگر نہیں پہچانتا ہی پھر پھرتا ہی لہذا توفیق دونوں قولوں میں ممکن ہوئی ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے بیانیہ میرے ہاتھ سے خریدی ہے اس نے کہا کہ میں نے ہرگز تیرے ہاتھ سے نہیں خریدی ہے تو گواہ قائم کر کے سے لی پھر اسکی ایک انگلی زانیائی یعنی صیب نکالا اور پالنے کے گواہ قائم کیے کہ میں نے بیسوں سے رات کر لی تھی تو پالنے کے گواہ نا مقبول ہونگے۔ ایک یادداشت حق کے نیچے لکھا گیا کہ شخص اس یادداشت حق کے کام کیا اسے کھڑا ہو کر پھر میں یہ وہ انکا ولی پر انشاء اللہ تعالیٰ یا خرید میں لکھا کہ فلان شخص پر اسکا خلاص کرنا اور سپرد کر دینا واجب ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب یادداشت اصل ہے اور بیاجین کے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ قیام اور خلاص سے متعلق ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر دونوں مبارک تو میں کچھ بجا تعالیٰ تو مضامین نے کہا کہ مہارت سے حق نہ ہو گا کہ انکی مدعا یہ کسی نے اپنے گھر میں بیٹھ کر ولی پالنے کا تو کیا کیا کر دیا

محلہ دونوں گواہوں  
بیت المال میں  
پیدا کر کے مال میں  
کے لئے ہے

دیکھو



یا نہ کیا ہو اور اگر عادل جاہل ہو تو بدوین استسار کے اُسکے کہنے پر عمل نہ کرے کیونکہ وہ اکثر خطا کرتا ہے تو جہاد دریافت کرے اور مشیل جو مذکور ہوا ہے وہ عالم عادل کو فرض کر کے ہی اسی طرح اگر قاضی نے کہا کہ میرے سامنے اس شخص نے اس شخص کے ہزار درہم قرض کا اقرار کیا ہے اور اقرار کرنے والا انکار کرتا ہے تو شیخین رہے کے نزدیک مقبول ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسپر قبول کرنا لازم نہیں ہے بشرطیکہ قاضی نے اقرار کیا ہے۔ اگر اصل قاضی کے پاس حکم خلیفہ ثابت کرنا چاہا تو خلیفہ قاضی اصل کے سامنے کہے کہ فلان شخص کے فلان شخص کے واسطے استدلال کا اقرار کیا اور میں نے فلان شخص پر فلان کے واسطے یہ حکم دیا پس فلان شخص کا اقرار اور خلیفہ کا حکم اور جو کچھ خلیفہ نے بیان کیا سب ثابت ہو گیا کیونکہ خلیفہ وہیں قاضی ہے جو جان قاضی افضل قاضی ہے اور قاضی کا قول اپنے مقام قضا میں مقبول ہوتا ہے کذا فی الذیفر۔ اگر قاضی نے نائب کے وکیل یا منیت کے وصی کے سامنے فیصلہ کیا تو نائب اور منیت پر حکم ہو گا نہ وکیل اور وصی پر اور قاضی اپنی جبلت میں تحریر کرے گا کہ قاضی نے نائب اور منیت پر حکم دیا لیکن اُسکے وکیل یا وصی کے سامنے خصاف رحمہ اللہ نے ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو مدعا علیہ کے پیچھے لگا یا کہ اسکا مال نکالے تو اُسکی مزدوری مدعا علیہ پر ہوگی ایسا ہی قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا اور اسکو بعض قاضیوں نے اختیار کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ مدعی پر ہوگی اور یہی اصح ہے کیونکہ اسکا نفع مدعی کو پہنچا ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے واسطے مال کا اقرار کر کے مر گیا پھر اُسکے مرنے کے بعد اُس کے وارثوں نے اُس شخص سے جس کے واسطے اقرار کیا تھا کہا کہ ہمارے باپ نے جو کچھ اقرار کیا وہ جھوٹ طور پر اقرار کیا اور تجھے معلوم ہے اور وارثوں نے اس سے قسم لینا چاہی تو اُنکو قسم لینے کا حق نہیں پہنچتا ہے۔ اگر قرضدار نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام فروخت کر کے قرضہ ادا کیے دیتا ہوں تو شایع مختصر العصام نے ذکر کیا کہ قاضی اُسکو قید نہ کرے بلکہ دو یا تین روز تک مہلت دے گا کسی نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا پھر دوسری مجلس میں اسپر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھے مال ادا کرنے کی مہلت دی تھی اور مال کا اقرار کیا تھا تو قاضی اُس سے مال پر مہلت لینے پر قسم لیگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ صرف مال پر قسم لیگا کیونکہ مہلت لینے پر قسم لینے سے اقرار مال ثابت ہوتا ہے اور اقرار مدعی کی حجت ہے اور مدعی کی حجت پر مدعا علیہ سے قسم نہیں لیجاتی ہے۔ نوادرین رستم میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے ہاتھ پر ہزار درہم ہیں پھر اس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو قسم کھا لیگا کہ یہ تیرے ہاتھ پر ہیں تو میں تجھے ادا کر دوں گا پھر مدعی نے قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اُسے ادا کر دیے پس اگر مدعا علیہ نے اسی شرط پر ادا کیے ہیں جو شرط بیان کی ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ جو اُسے دیا ہے واپس لے لے دوسرے کے نام کا اقرار نامہ نکالا کہ اس نے اقرار کیا ہے اور جو شرط دیا ہے پھر مقررے کہا کہ میں نے تیرے لیے اس مال کا اقرار کیا تھا لیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقررے یعنی جسکے لیے اقرار کیا تھا اُس سے قسم لیجاتی ہے۔ ان صورت میں کہ ایک شخص نے دوسرے پر بیع کا دعویٰ کیا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تھا مگر تو نے مجھے ادا کر لیا ہے تو خرید کے دعوے کرنے والے سے قسم لیجاتی ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت اور اسکی بیٹی سے دو عقدون میں نکاح کیا اور کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کس سے پہلے نکاح کیا ہے تو باجمہین ہر کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اس سے قسم لیجاتی ہے کہ میں نے اسکو دوسری عورت سے پہلے اپنے نکاح میں نہیں لیا ہے اور قاضی کا اختیار ہے کہ جس سے پہلے شروع کرے پس اگر ایک سے قسم دلائی اور اُسے قسم نکالی تو دوسری کا نکاح ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اسکا نکاح ثابت ہوا اور دوسری کا باطل ہو گیا اور امام اعظم رحمہ اللہ نے نزدیک نکاح کے معاملہ میں قسم کافی نہیں ہے اگر ایک شخص پر

کسی گھر کا دعویٰ کیا گیا اور اسے کہا کہ یہ گھر میں نے بنایا ہے اور مدعی اسکو جانتا ہے اور مدعی سے قسم طلب کی تو مدعی سے قسم نہ لیا ہو گی کیونکہ بائری نہ بننے والا مدعا علیہ ہو لیکن عمارت ملکیت مدعی کی ہو اس طرح کہ مدعی کے حکم سے مدعا علیہ نے تیار کی ہوتے کہ اگر مدعا علیہ نے یوں بیان کیا کہ میں نے یہ گھر اپنی ذات خاص کے واسطے بدون حکم مدعی کے بنایا ہے تو مدعی سے قسم لیا ہو گی۔ اگر حکم لینے حکم نے مدعا علیہ سے قسم لی اور اسے قسم کھانی پھر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو قاضی اس سے دوبارہ قسم نہ لے گا لہذا فی الحقیقہ اگرچہ حکم خاسق ہو یہ ہمارے نزدیک ہو کہ ذلے قناوے قاضی خان۔ ایک گھر کسی کے قبضہ میں تھا اسپر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اس نے مجھے نصب کر لیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا میں نے اسکو اس طرح وقف کر دیا ہے اور مدعی نے اسکو قسم دلانا چاہی تو امام محمد رحمہ کے نزدیک اسکو قسم دلانی جاوے گی اور اس میں شہین رحمہ نے خلاف کیا ہے اور بنا خلاف یہ ہے کہ گھر کا نصب امام محمد رحمہ کے نزدیک متحقق ہوتا ہے اور قسم دلانے میں یہ فائدہ ہے کہ اگر اسے انکار کیا تو اسپر نہایت دینے کا حکم کیا جائیگا اور اگر مدعی نے اس شخص سے قسم دلانی کہ میں بعینہ وہ گھریوں تو بالائنا حق قسم نہ دلانی جاوے گی کیونکہ وہ گھر وقف میں جانا ہے اور ورنہ اسے امام محمد رحمہ کے قول پر چڑھنا اور یہ مثل اس کے ہو کہ زیہ کے قبضہ میں ایک غلام ہے اسے کہا کہ یہ غلام عمر و کا ہے اسے خالد سے نصب کر لیا ہے تو زیہ کے اس اقرار کی کہ یہ عمر و کا ہے نصب راق کہ چاہو گی اور اسکی نصیب نہ کیا ہو گی کہ عمر و نے خالد سے نصب کر لیا ہے اور اسکا اقرار آپر حجت ہو گا حتی کہ اسکی قیمت عمر و کا دلانی جاوے گی۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک زمین ہے اور اس کے زعم میں اس کے دادا نے یہ زمین اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد پر خاصۃً وقف کی ہے چچ ایک شخص آیا کہ اس زمین کے وقف کرنے والے نے اسکو اپنی تمام اولاد پر وقف کیا ہے اور میں بھی اسکی اولاد میں سے ہوں اور غالباً اسے اسے قسم لینا چاہی تو اس سے قسم نہ لیا ہو گی لیکن اگر غالباً کے پاس زمین کا کچھ حاصل ہو تو قسم لیا ہو گی کیونکہ مدعی اس حاصل کو اپنی ملکیت خیال کرتا ہے اور غالباً بنکر یہ تو قسم دلا جاوے گا اور یہ حکم اس شخص کے قول پر نہیں ہے چچ ہمارے کہ جب یہ وقف کیا جاوے اسکو خصوصاً کا حق ہوتا ہے اور میں شخص کے نزدیک میں ہوتا ہے اس کے نزدیک یہ حکم ٹھیک نہ ہو گا چاہیے کہ دعویٰ متولی کی طرف سے ہوتا کہ مدعا علیہ سے قسم لیا ہو۔ چچا وائی کے قاضی کو سوا سے چچا وائی کے ولایت حاصل نہیں ہو اور سوا سے اہل چچا وائی کے اسکا حکم کسی پر نافذ نہ ہو گا کہ حیکہ تقریری نے وقت اسے شہر طار کی ہو تو نافذ ہو گا۔ اگر کوئی شخص چچا وائی کا ہو اور وہ بابر میں نام سر نہ کرتا ہو تو وہ چچا وائی کا شمار ہو گا۔ شمس الاسلام اور جہاں سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے مجھ زمین علماء خورقہ پر وقف کی اور متولی کے سپرد کر دی ہے چچا وائی پر فساد و فتنہ کا سبب شیعوں کے دعویٰ کیا اور قاضی خورقہ کے سامنے پیش کیا اور اسے سمجھت و قہت کا حکم دیا اور قاضی خورقہ بھی علماء خورقہ میں سے ہو تو انھوں نے فرمایا کہ اسکی قضاء نافذ ہو کیونکہ وہ امین گواہ ہو سکتا ہے تو قاضی ہو سکتا ہے اور گواہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہلال نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے اپنے بڑے بڑے فقہوں کے وقت کیا اور بعض فقہوں نے نہیں سے وہ فقہ پر گواہی دی تو مقبول ہو گی۔ قاضی نابانوں کے محتاج نہ ہو گیا تھا بہین ہے کہ جبکہ آئیکے مشور میں یہ کہہ گیا ہو ہے۔ اگر قاضی ہمارے زرق بیت المال سے فوراً پور لیتے سے پہلے مر گیا تو ساقط ہو جائیگا۔ شمس الاسلام علوانی نے ذکر کیا ہے فتاویٰ میں جن کے قاضی کرے اور قاضی فیہ سے مافات ہوئی ہے ایک دوسرے سے کہہ کہ ان شخص نے غلابن کیواسے یہ قرار کیا ہے تو دوسرا سپر فیض نہ کرے گا کہ وہ اس کے پاس لے کر آیا قاضی الی القاضی کے طریقہ پر خدانہ مجھے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ علم اس وقت ہو کہ ضرور ہے کہ دہشت ہر ایک ایسی جگہ میں وہ قاضی ہو اور گریسی ہو چچا وائی میں فیضی کرنا چاہیے کیونکہ مالی خیر کا اعتبار خطہ سے زیادہ ہو بہو میں ملکی کا قاضی نے خیم غلابن خورقہ کے ہاتھ فروخت کیا یا

لا اله الا انت سبحانك اني كنت من الظالمين



و وصیت نہ کیا اسکے حکم سے اسکے امین نے فروخت کیا اور قاضی اسکو بائیس پیر قاضی مرگیا اور لوگوں نے دوسرے قاضی کے پاس پہنچا اسکے مقرر ہوا ہو گا وہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے سنا تھا کہ میں نے اس قیام کا مال فلان کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ تو ابھی مقبول ہوا اور مشتری سے مال کا مواخذہ کیا جاوے گا اور یہی حکم وصیت کا ہے۔ مطلق میں ہے کہ اگر کوئی شخص مرگیا اور اسکا کوئی وارث نہ معلوم نہیں ہوتا ہو اور قاضی نے اسکا گھر فروخت کر دیا تو بائیس پیر اور اگر پھر اسکا کوئی وارث ظاہر ہوا تو بیع تمام ہو چکی ہوئی ہو واپس نہ ہو سکیگی یہ فتاویٰ علامہ ابن ہدیہ ایک شخص نے دوسرے پر درم و دینار و زمین وغیرہ کے متفرق دعوے کیے تو دوسرے دعوے کیجا کر کے مدعا علیہ سے سب پر ایک قسم بنی ہوئی ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا اور مدعا علیہ لے انکار کیا پیر میں سے ایک اقرار نامہ مدعا علیہ کا لکھا ہوا کہ اسقدر مال کا اسنے اقرار کیا اور تحریر کیا تھا محالاً اور کہا کہ یہ تحریر مدعا علیہ کی ہے اور مدعا علیہ نے اپنی تحریر پورے سے انکار کیا پھر اس سے لکھوایا گیا تو دونوں خطوں میں صاف مشابہت تھی تو ہمیں اختلاف ہو بعضوں نے کہا کہ قاضی مدعا علیہ پر اس مال کی ڈگری کرے اور بعضوں نے کہا کہ نہ کرے اور یہی صحیح ہو اور اگر مدعا علیہ نے اپنی تحریر جوینکا اقرار کیا و لیکن مال سے انکار کیا کہ مجھ پر نہیں ہو پس اگر وہ خط عنوان کے ساتھ مصدر ہو تو مدعا علیہ کے قول کی تصدیق ہوگی اور اس پر مال کی ڈگری کیجاوے گی۔ اور صراف اور دلال کا خط عرفاً جنت ہو اور اگر یہ خط مصدر میں ہوں نہ ہوں لیکن بیاد تمسک کے ہو پس اگر اپنے نفس پر اسکے مضمون کا اقرار کیا تو مال اسپر لازم ہوگا۔ اور اگر گواہوں کے سامنے خط لکھ کر انکو پڑھ سنایا تو گواہوں کو گواہی دینا حلال ہے اگرچہ کاتب نے انکو گواہ نہ کر لیا ہو۔ اور اگر گواہوں کے سامنے لکھا اور انکو پڑھ کر نہ سنایا و لیکن کہا کہ جو کچھ ہمیں ہو اسکی تم مجھ پر گواہی دو تو گواہوں کو روا ہو کہ گواہی دین بشارتیکہ اس کے مضمون سے اگاہ ہوں اور اگر نہ اگاہ ہوں تو انکو گواہی دینا حلال نہیں ہے بیون میں لکھا ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے اپنے ایک غلام کو ہزار درم پر مکاتب کر دیا ہو اور میت پر کسی کے ہزار درم چاہیے ہیں پھر مکاتب نے بدون حکم قاضی کے قرض خواہ کو میت کی طرف سے اسکے قرضہ کے عوض ہزار درم دیدے تو قیاساً باطل ہے اور مکاتب آزاد ہوگا جب تک قاضی اسکو آزاد نہ کرے یہ قاضی میں ہے ایک شخص نے ایک غلام کا جو وہ سب کے قبضہ میں ہی ہوئی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اس سے قسم طلب ہوئی پس اسنے انکار کیا پھر قاضی نے بسبب اس اقرار کے اسکو گری کر دی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے انھوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ غلام مدعی سے خریدنا تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ تانا خانہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہو تو ان لوگوں پر صدقہ ہوگا جنہیں زکوۃ تقسیم ہوتی ہو۔ اور اگر تمائی مال کے صدقہ کی وصیت کی تو ہر شخص کی تمائی بیجا ہوگی اور زمین عشرہ سی امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک انہیں شامل ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک شامل ہوگی اور بالاجماع زمین خراجی داخل نہیں ہو اور اگر کہا کہ مسکین مالک ہوں مسکینوں پر صدقہ ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر مال کو شامل ہے کیونکہ یہ لفظ امر ہے لفظ مال ہے اور مفید لکھاب شرعی ہے اور وہ مخصوص لفظ مال کے ساتھ ہوا ورنہ کوئی شخص نہ ہوتا تو عام ہوتا رہا اور صحیح ہے کہ دونوں لفظ یکساں ہیں پھر اگر اسکے سوا اسکا کچھ مال دوسرا نہ ہو تو اس میں بقدر ہوا زمین کے رکھ لے پھر جب کچھ اسکے پاس آجاوے تو پھر اسقدر صدقہ کر دے اور کس قدر رکھ لے اسکی مقدار پھر نہیں ہو کہ کچھ ہر شخص کی مبادقت ہر فرد میں نہیں ہے بیان کیا کہ عرفہ والا ایک روز کی روزی رکھ لے اور کہا کہ ہر مالک کے ہاتھ میں ہونا چاہیے ہر مال کی اور انہی میں سے تجارت والا اپنے دین کی قرضہ کیے کہ جب اس کا مال اس کے پاس آجاوے تو ہر گز کسی کو وصیت کی گئی اور اسکو وصیت کا حکم نہ ہوا بیان کیا کہ اگر کسی نے کسی کو وصیت کی تو وہ وصیت

میں سے لکھا گیا ہے





نکاح اور طلاق اور عتاق اور وکالت اور وصیت وغیرہ تین میں لکھا ہے۔ اور احسان بھی اسی قسم سے ہے جسے کہ ہمارے نزدیک ایک مرد اور دو مورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے گا۔

**دوسرا باب** گواہی کو برداشت کرنے اور ادا کرنے اور انکار کرنے کے بیان میں۔ کچھ ذر نہیں ہو کہ انسان گواہی کے برداشت کرنے اور قبول کرنے سے انکار کرے۔ واقعات میں ہو کہ ایک شخص سے اپنی گواہی لکھنے کو یا گواہ ہونے کو کہا گیا اور اسے انکار کیا پس اگر طالب کو دوسرا شخص ملتا ہو اسکا انکار جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہو کہ اس نے انکار کیا اور ایسا ہی حال تعدیل کا ہو کہ اگر کسی سے حال گواہ دریافت کیا جاوے اور وہ ان دوسرا معدل دستباب ہو سکتا ہو تو اسکو نہ قبول کرنے کی گنجائش ہو ورنہ روا نہیں ہو کہ یہی بات نہ کہے تاکہ کسی کا حق باطل کرنے والا نہ ٹھہرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر عدی نے گواہی طلب کی تو ادا کر دے ورنہ چھپانے سے گنہگار ہوگا اور جب وہ گنہگار ہوگا کہ اسکو معلوم ہو کہ قاضی میری گواہی قبول کرے گا اور اسی پر ادا کرنا ٹھہر جاوے اور اگر بنا تھا ہو کہ قاضی نہ قبول کرے گا یا وہ ان ایک جماعت ہو کہ بعضوں نے گواہی دیدی اور وہ قبول ہوئی تو گنہگار نہ ہوگا اور بعضوں کی گواہی مقبول نہ ہوئی اور دوسرے لوگ گواہ لائق قبولیت کے موجود ہیں تو جو نہ ادا کرے گا گنہگار ہوگا یہ تین میں لکھا ہے۔ اور اگر شخص ایسا ہو کہ نسبت دوسروں کے یہی گواہی جلد قبول ہووے تو اسکو گواہی ادا کرنے سے انکار کرنا روا نہیں ہے وچہ کردی میں لکھا ہے۔ اگر قاضی کی کھری سے گواہ کا گھر دور ہو کہ وہ گواہی ادا کر کے اسی روز اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ گنہگار نہ ہوگا یہ تین میں لکھا ہے۔ غلطی سے دریافت کیا گیا کہ ایک غیر عادل قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہوا اور ایک شخص کے پاس گواہی ہو کہ اسکو جائز ہے کہ بیان نہ ادا کرے اور چھپاوے اور قاضی عادل کے پاس ادا کرے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ مدد کی گواہی تین گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنا اختیار ہو چھپانا افضل ہے لیکن مال کی گواہی چوری میں ظاہر کرنا واجب ہے پس یوں کہے کہ اس نے لیا ہے اور یہ نہ کہے کہ اس نے چور یا یہ کذا فی اللہ یا یہ گواہ بیان کہ چٹک گواہ برداشت کرتا ہے دو طرح کی میں ایک وہ کہ بدون گواہ کرنے کے ثابت ہوتی ہیں جیسے مع اور اقرار اور حکم مالک اور غصب اور قتل پس جب گواہ نے بیع یا اقرار یا حکم کو سنا یا غصب یا قتل کو دیکھا تو اسکو گواہی دینا روا ہے اگر یہ گواہ دیکھا گیا ہو اور یوں بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے فروخت کیا اور یہ نہ کہے کہ اس نے بیع میں گواہ کیا تاکہ تھوڑا نہ ٹھہرے اور دوسری قسم وہ کہ لا گواہ کرنے کے ثابت نہیں ہوتی ہیں جیسے گواہی پر گواہی پس اگر کسی نے کسی گواہ کو گواہی دیتے سنا تو اسکو روا نہیں ہو کہ اسکی گواہی پر گواہی دے لیکن جبکہ گواہ لکھا جاوے تو جائز ہے کہ قاضی میں لکھا ہے اگر وہ اسے آواز سنا تو روا نہیں ہو کہ کسی شخص پر گواہی دے کیونکہ میرا اسکا زوال ہے کہ آواز سنا ہے جو اگر کسی کو کہے کہ اندر وہی شخص مٹھا ہوا اور گواہ نے باکرہ دیکھا ہو کہ کوئی نہیں ہو پھر اسے ہر انکار کیا ہو اور وہ ان ہاتھ کا دوسرا شخص بھی نہ ہو پھر اسے آواز کیا اور اسے سنا تو روا ہے اور قاضی کو چاہیے کہ اگر وہ تفصیل فارسی بیان کرے تو قبول کرے پھر میں میں لکھا ہے جو صورت تقاریر ہے جو اسکی طرف سے گواہی برداشت کرنے میں مستراح ہے استکان کہ یہ بعضوں نے کہا کہ وہ ان اسکا پردہ دیکھے مٹھا ہو جس میں بیوی اور بعضوں نے کہا کہ یہاں جتانے پر گواہی برداشت کرنا روا ہے اور چھان بلانے کے واسطے ایک قاضی ہو اور دو شخصوں میں احتیاط ہو اور اسی بقول کی طرف شیخ الاسلام خواہر زاوہ نے میل کیا ہے اور شیخ الاسلام اور حنبلی اور امام شافعی نے میل کیا ہے اور قاضی اسی کو چاہی ہو کہ گواہ بیان نہ کرے مگر وہ اسکی طرف گواہی کیواسطے دیکھ لیتا روا ہے

اور اگر شخص ایسا ہو کہ نسبت دوسروں کے یہی گواہی جلد قبول ہووے تو اسکو گواہی ادا کرنے سے انکار کرنا روا نہیں ہے وچہ کردی میں لکھا ہے۔ اگر قاضی کی کھری سے گواہ کا گھر دور ہو کہ وہ گواہی ادا کر کے اسی روز اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ گنہگار نہ ہوگا یہ تین میں لکھا ہے۔ غلطی سے دریافت کیا گیا کہ ایک غیر عادل قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہوا اور ایک شخص کے پاس گواہی ہو کہ اسکو جائز ہے کہ بیان نہ ادا کرے اور چھپاوے اور قاضی عادل کے پاس ادا کرے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ مدد کی گواہی تین گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنا اختیار ہو چھپانا افضل ہے لیکن مال کی گواہی چوری میں ظاہر کرنا واجب ہے پس یوں کہے کہ اس نے لیا ہے اور یہ نہ کہے کہ اس نے چور یا یہ کذا فی اللہ یا یہ گواہ بیان کہ چٹک گواہ برداشت کرتا ہے دو طرح کی میں ایک وہ کہ بدون گواہ کرنے کے ثابت ہوتی ہیں جیسے مع اور اقرار اور حکم مالک اور غصب اور قتل پس جب گواہ نے بیع یا اقرار یا حکم کو سنا یا غصب یا قتل کو دیکھا تو اسکو گواہی دینا روا ہے اگر یہ گواہ دیکھا گیا ہو اور یوں بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے فروخت کیا اور یہ نہ کہے کہ اس نے بیع میں گواہ کیا تاکہ تھوڑا نہ ٹھہرے اور دوسری قسم وہ کہ لا گواہ کرنے کے ثابت نہیں ہوتی ہیں جیسے گواہی پر گواہی پس اگر کسی نے کسی گواہ کو گواہی دیتے سنا تو اسکو روا نہیں ہو کہ اسکی گواہی پر گواہی دے لیکن جبکہ گواہ لکھا جاوے تو جائز ہے کہ قاضی میں لکھا ہے اگر وہ اسے آواز سنا تو روا نہیں ہو کہ کسی شخص پر گواہی دے کیونکہ میرا اسکا زوال ہے کہ آواز سنا ہے جو اگر کسی کو کہے کہ اندر وہی شخص مٹھا ہوا اور گواہ نے باکرہ دیکھا ہو کہ کوئی نہیں ہو پھر اسے ہر انکار کیا ہو اور وہ ان ہاتھ کا دوسرا شخص بھی نہ ہو پھر اسے آواز کیا اور اسے سنا تو روا ہے اور قاضی کو چاہیے کہ اگر وہ تفصیل فارسی بیان کرے تو قبول کرے پھر میں میں لکھا ہے جو صورت تقاریر ہے جو اسکی طرف سے گواہی برداشت کرنے میں مستراح ہے استکان کہ یہ بعضوں نے کہا کہ وہ ان اسکا پردہ دیکھے مٹھا ہو جس میں بیوی اور بعضوں نے کہا کہ یہاں جتانے پر گواہی برداشت کرنا روا ہے اور چھان بلانے کے واسطے ایک قاضی ہو اور دو شخصوں میں احتیاط ہو اور اسی بقول کی طرف شیخ الاسلام خواہر زاوہ نے میل کیا ہے اور شیخ الاسلام اور حنبلی اور امام شافعی نے میل کیا ہے اور قاضی اسی کو چاہی ہو کہ گواہ بیان نہ کرے مگر وہ اسکی طرف گواہی کیواسطے دیکھ لیتا روا ہے



پھر امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر دو عا دلوں نے گواہ کو خبر دی کہ یہ فلاں عورت ہو تو کافی ہو اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک نسب پر گواہی دینے کی واسطے اس قدر جاعت چاہیے کہ جسکے ہم جھوٹ بولنے کو عقل روانہ نہ کرتی ہو کہ سب کے سب جھوٹ بولے یہ ظہیر بن لکھا ہو اور فقیہ ابو بکر اسکان رحمہ اس مسئلہ میں صاحبین رحمہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور اسی کو نجم الدین نسفی رحمہ نے اختیار کیا ہو اور اسی پر فتویٰ دیں اگر اس عورت کا نام و نسب دو عا دلوں نے پہنچایا تو پاس ہے کہ وہ دونوں گواہوں کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیں تا گواہ قاضی نے پاس اہم و نسب کے بارہ میں ان دونوں کی گواہی پر گواہی دین اور اصل حق پر اساتہ گواہی دین تو یہ بلا خلاف جائز ہو لکن فی الحقیقہ - فقیہ ابو الیث فرماتے تھے کہ اگر ایک عورت نے پردہ کی آڑ سے اقرار کیا اور دو شخصوں نے اُسکے پاس سے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہو تو میں سے اُس کا اقرار سنا اُسکو اُسکے اقرار کی گواہی دینا جائز نہیں مگر جبکہ حالت اقرار میں اُسکی حیثیت شخصیت کو دیکھ لے تو جائز ہو اور فقیہ نے اُسکی حیثیت شخصیت کا دیکھنا شرط کیا نہ اُسکے چہرہ کا دیکھنا لکن فی الذمیرہ اگر کسی عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا کہ میں فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی ہوں تو گواہوں کو چھوڑنے والوں کی ضرورت نہیں اگر مرد ہو تو وہ گواہوں کی ضرورت ہوگی کہ گواہی دین کہ وہ فلاں فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی ہے اور اگر اسے اپنا چہرہ نہ دکھایا اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی ہے تو مقدمہ کے گواہوں کو حلال نہیں ہو کہ گواہی دین کہ فلاں عورت نے اقرار کیا صرف یہ جائز ہو کہ یوں گواہی دین کہ ایک عورت نے یہ اقرار کیا اور ہمارے سامنے دو گواہوں نے بیان کیا تھا کہ یہ فلاں عورت ہے یہ ملتزمین لکھا ہو اگر گواہوں نے ایک عورت پر گواہی دی اور اس کا نام و نسب بیان کیا اور وہ عورت کھری بن ماضی پس قاضی نے گواہوں سے کہا کہ تم اس عورت مدعا علیہا کو پہچانتے ہو انہوں نے کہا کہ نہیں تو یہ گواہی مقبول نہیں ہو اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عورت پر گواہی دینا برداشت کیا تھا کہ اس کا نام و نسب یہ ہے اور یہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ عورت کون سی ہے یا نہیں تو انکی گواہی اس نام کی عورت پر درست ہو اور مدعی پر لازم ہو کہ گواہ لاوے کہ وہی عورت ہے کہ جس کا نسب گواہوں نے بیان کیا ہو لکن فی الحقیقہ - ایک عورت کو پہچانا ایسے شخص سے درست ہے جسکی گواہی اُسکے حق میں نام مقبول ہو جیسے باپ یا بیٹا مثلاً خواہ یہ گواہی جس میں پہچنوالی جاتی ہو اس عورت کے لیے ہو یا اس عورت کے اور گواہی ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی اُسکے لیے ہو تو درست نہیں ہو اور نجم الدین نسفی رحمہ نے پہلا قول اختیار کیا ہے یہ فعول عا دہ میں لکھا ہے - ابن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے دو شخصوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے یہ باندھی انا ذکر دی اور دونوں شخصوں نے اُزا د کرنے والی کا منہ نہیں دیکھا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ گواہی دینا نہیں جائز ہے جب تک اُسکا منہ نہ دیکھیں - اگر دو قون نگاہ جب سے اس عورت نے باندھی تو اُزا د کیا ہو اس سے جہا نہیں ہوے تو انکو جائز ہو کہ اُسکے اُزا د کرنے کی گواہی دین یہ تاثر ظہیر بن لکھا ہے - اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو اور قرضہ رضیہ میں اس سے اقرار کرتا ہو اور علانیہ انکار کرتا ہو اور قرضہ اپنے حق وصول کرنے سے عاجز ہوا ہو اسے جبکہ ایک چند عا دلوں کو اسے گھر میں چھاپا ہو یا سکو بلایا ہو یا بنا قرضہ اس سے طلب کیا اور اسے اقرار کیا اور علانیہ انکار کیا ہو تو اسے گواہی دینا حلال ہے اور بعض نے کہا کہ حلال نہیں ہو کہ ہمیں یہ نہیں اور غدر ہو لیکن صرف اس صورت میں جائز ہے کہ جب گواہ اُسکا چہرہ نہ دیکھتے ہوں اور اگر اُسکا چہرہ نہیں دیکھتے تھے لیکن کلام سے لے کر گواہی دینا حلال نہیں ہو اور اگر گواہی دی تو نسب کی دی تو گواہی مقبول نہیں ہوگی کہ اگر گواہوں نے

ملک بیان  
نہیں ہو کہ جس کا نسب گواہوں نے بیان کیا ہو لکن فی الحقیقہ - ایک عورت کو پہچانا ایسے شخص سے درست ہے جسکی گواہی اُسکے حق میں نام مقبول ہو جیسے باپ یا بیٹا مثلاً خواہ یہ گواہی جس میں پہچنوالی جاتی ہو اس عورت کے لیے ہو یا اس عورت کے اور گواہی ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی اُسکے لیے ہو تو درست نہیں ہو اور نجم الدین نسفی رحمہ نے پہلا قول اختیار کیا ہے یہ فعول عا دہ میں لکھا ہے - ابن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے دو شخصوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے یہ باندھی انا ذکر دی اور دونوں شخصوں نے اُزا د کرنے والی کا منہ نہیں دیکھا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ گواہی دینا نہیں جائز ہے جب تک اُسکا منہ نہ دیکھیں - اگر دو قون نگاہ جب سے اس عورت نے باندھی تو اُزا د کیا ہو اس سے جہا نہیں ہوے تو انکو جائز ہو کہ اُسکے اُزا د کرنے کی گواہی دین یہ تاثر ظہیر بن لکھا ہے - اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو اور قرضہ رضیہ میں اس سے اقرار کرتا ہو اور علانیہ انکار کرتا ہو اور قرضہ اپنے حق وصول کرنے سے عاجز ہوا ہو اسے جبکہ ایک چند عا دلوں کو اسے گھر میں چھاپا ہو یا سکو بلایا ہو یا بنا قرضہ اس سے طلب کیا اور اسے اقرار کیا اور علانیہ انکار کیا ہو تو اسے گواہی دینا حلال ہے اور بعض نے کہا کہ حلال نہیں ہو کہ ہمیں یہ نہیں اور غدر ہو لیکن صرف اس صورت میں جائز ہے کہ جب گواہ اُسکا چہرہ نہ دیکھتے ہوں اور اگر اُسکا چہرہ نہیں دیکھتے تھے لیکن کلام سے لے کر گواہی دینا حلال نہیں ہو اور اگر گواہی دی تو نسب کی دی تو گواہی مقبول نہیں ہوگی کہ اگر گواہوں نے

علم آگیا ہو یہ محیط سخری میں لکھا ہو۔ اگر ملک کو دیکھا مالک کو نہ دیکھا مثلاً ایک ملکیت محدودہ کو دیکھا کہ فلان بن فلان کے نام سے منسوب ہو اور مالک کو نہ شکل سے پہچانا اور نہ نسب سے واقف ہوا تو واضح مذہب یہ ہو کہ گواہی دیوے اور قبول ہوگی یہ خزانۃ الیقین میں لکھا ہو۔ اور اگر ملکیت اور مالک دونوں کو نہ دیکھا مگر لوگوں سے سنا کہ فلان شخص کی فلان گاہوں میں زمین ہے کہ اسکی چوہدری یہ ہے اور یہ شخص نہ اس زمین کو پہچانتا ہے اور نہ اس شخص کا قبضہ سپر جانتا ہے تو اسکو ملکیت کی گواہی دینا حلال نہیں ہے۔ اور اگر مالک کو دیکھا مثلاً ایک شخص کو اچھی طرح پہچانتا ہے اور مالک کو نہ دیکھا مگر لوگوں سے سنا کہ اسکی فلان گاہوں میں زمین ہے اور یہ شخص اس زمین کو خاص کر نہیں پہچانتا ہے تو اسکو گواہی دینا نہیں روا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر گواہ نے مالک اور ملکیت دونوں کو دیکھا مثلاً مالک کو شکل سے اور نام اور نسب سے پہچانتا ہے اور ملکیت کو مع حدود و حقوق پہچانتا ہے اور اس ملکیت کو اس کے قبضہ میں دیکھا کہ مالک تصرف کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری ہے اور گواہ کے دل میں یقین آگیا کہ اسی کی ہے تو اسکو حلال ہے کہ اس شخص کی ملکیت کی گواہی دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ منتقی میں لکھا ہے کہ اگر تو نے کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی اسباب یا گھر دیکھا اور تیرے دل میں سمایا کہ یہ اسی کا ہے پھر اسکے ہونے آسکو دوسرے کے ہاتھ میں دیکھا تو تجھے گمان ہو کہ تو گواہی دے کہ یہ چیز پہلے شخص کی ہے اور جب تو نے پہلے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دینی چاہی اسوقت تجھے دو عاقلوں نے کہا کہ یہ چیز اسی کی ہے پسکے ہاتھ میں آج کل ہونے پہلے شخص کے پاس ہمارے سامنے ودیعت رکھی تھی تو تجھے پہلے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دینا حلال نہیں ہے بلکہ اسنے کہ ایک عاقل نے گواہی دی ہو لیکن اگر تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ ایک شخص پہاڑی تو بھی ہی حکم ہے۔ واضح ہو کہ جامع معذیر میں اس مسئلہ میں یہ نہیں مذکور ہے کہ اس کے دل میں یقین آگیا کہ یہ چیز اسی کی ہے اور نہ تصرف مع قبضہ مذکور ہے اور نہ صحیح ہی ہے جو منتقی میں ہے۔ اور ایسے ہر امر ظاہر میں کہ سین لوگوں سے شکر گواہی دینا جائز ہے جیسے موت و جراح وغیرہ جب تیرے دل میں شک و یقین نہ آوے کہ یہ خبر صادق ہے چھ ترے پاس دو عاقل آسکے بخلان گواہی دین چو تیرے دل میں سمایا ہے تو تجھے روا نہیں ہے کہ جو تیرے دل میں یقین آگیا ہے اسکے موافق تو گواہی دے۔ لیکن جب یقین ہو کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایک عاقل نے آسکے بخلان گواہی دی تو تجھ کو روا ہے کہ وہی گواہی دے جو تیرے دل میں ہے یعنی پہلا امر ولیکن جب تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ شخص پہاڑی تو اسکی گواہی جو پہلے سے تیرے دل میں تھا نہیں دیکھتا ہے یہ قادی فاضی نان میں لکھا ہے۔ اور چاہیے کہ جس طور سے گواہ نے علم حاصل کیا ہے قبضہ کا دیکھا مثلاً اسکو بیان ذکر سے اور اگر اسنے بیان کر دیا تو گواہی رد کر دیا ویکلی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ قائلے نے فرمایا اگر کوئی شخص کے قبضہ میں دیکھی کہ وہ نہیں تصرف کرتا ہے اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ اسی کی ملکیت ہے ولیکن دیکھنے والے کے دل میں آتا کہ یہ دوسرے کی ملکیت ہے اور یہ شخص دوسرے کے حکم سے اس میں تصرف کرتا ہے تو دیکھنے والے کو حلال نہیں ہے کہ ملکیت کی گواہی دیوے اور وہی بہت سے مشائخ کا فتویٰ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام یا باندی کو دیکھا کہ ایک شخص کے قبضہ میں اسکی خدمت کرتے ہیں پس اگر وہ شخص دیکھنے والا دونوں کو مملوک جانتا ہے تو اسکو جائز ہے کہ گواہی دے کہ یہ دونوں اس شخص کے مملوک ہیں خواہ دونوں چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں اور اگر یہ دیکھنے والا دونوں کے مملوک ہونے کو نہیں جانتا ہے پس اگر وہ دونوں ایسے چھوٹے ہوں کہ اپنے آپ کو بیان نہیں کر سکتے ہیں تو بھی ہی حکم ہے اور اگر وہ دونوں بڑے ہیں کہ اپنے آپ کو بتا سکتے ہیں خواہ رشکے مائل ہوں یا بالغ ہوں تو اسکو روا نہیں ہے کہ گواہی دے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ واقعات

میں لکھا ہے کہ اگر دونوں گواہوں کو معلوم ہو کہ یہ گھر مدعی کا ہے پھر دونوں کے سامنے دو شخصوں عادل نے گواہی دی کہ یہ گھر اسی شخص کے ہاتھ ہے جس کے قبضہ میں ہے فروخت کر دیا ہے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ موافق اپنے علم کے گواہی دین اور بیع کے گواہوں کے کہنے پر گواہی نہ دین یہ محیط میں لکھا ہے۔ مائیکری نے ذکر کیا ہے کہ دو شخصوں نے بیع یا بیع یا قتل واقع ہو کر مشاہدہ کیا پھر جب دونوں نے گواہی دینا چاہی تو دونوں نے ان کے سامنے گواہی دی کہ اس شخص نے عورت کو تین طلاقیں دی یا بائع نے بیع سے پہلے غلام کو آزاد کر دیا تھا یا ولی نے قاتل کو بولہ قتل کے معاف کر دیا تو ان دونوں کو ملاح وغیرہ کسی کی گواہی دینا حلال نہیں ہے اور اگر ایک ہی عادل نے یہ گواہی دی تو دونوں میں کسی کو گواہی نہ دینا حلال نہیں ہے یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے۔ زید نے عرو کے سامنے اقرار کیا کہ خالد کا بھوپال ہے پھر انکار کیا اور خالد نے عرو کی گواہی طلب کی اور دونوں نے گواہی دی کہ یہ ال جلاک دینے اقرار کیا تھا وہ بیع یا ہبہ کی وجہ سے اسی کا ہو گیا تو گواہ انکی گواہی دے جو کچھ وہ جانتا ہے ذہیرہ میں لکھا ہے زید نے ایک قوم کے سامنے اقرار کیا کہ عرو کے بھوپال ہے زید میں پھر دو عادل یا تین عادل ان گواہوں کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عرو کے واسطے زید پر قرضہ کی گواہی نہ دینا کہ آئے ہو کچھ قرضہ آسے تو اسباب اوکرو یا تو گواہوں کو اختیار ہے یا تین گواہی نہ دین اور چاہیں گواہی دین اور قرضہ قاضی کے سامنے بیان کر دین تاکہ قاضی بھٹے دعویٰ پر حکم نہ کرے ایسا ہی امام محمد رحمہ سے روایت ہے اور ایک روایت میں امام محمد رحمہ سے آیا ہے کہ گواہ یہ گواہی دین کہ اس پر قرضہ تھا اور یہ گواہی کہ اس پر قرضہ نہ دین امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اقرار کے سننے ہوئے گواہوں کے سامنے دو عادلوں نے گواہی دی کہ قرضہ ادا ہے پھر وصول کر لیا یا اسے قرضہ کو معاف کر دیا تو دونوں گواہوں کو قرضہ کے اقرار کرنے کی گواہی سے باز رہنا روا نہیں ہے مگر جبکہ دونوں قرضہ کو معاف کر لیا وصول پانا قانون سے سن لیں تو گواہی نہ دین ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور بارے زمانہ کے بعض مشائخ نے ان مسائل میں یہ اختیار کیا ہے کہ اگر گواہ کے سامنے دو گواہوں نے گواہی دی اور ان کے دل میں یقین آ گیا کہ یہ دونوں سچے ہیں تو اصل حق پر اسکو گواہی دینا نہیں جائز ہے اور اگر ان کے سامنے ایک یا دو عادلوں نے گواہی دی مگر ان کے دل میں یقین نہ آیا تو اسکو جائز ہے کہ اہل میں یہ حق اسکو معلوم ہے اس پر گواہی دے کہ انی الذخیرہ اگر شوہر نے اپنی بی بی کے طلاق دینے یا مالک نے اپنے غلام کے آزاد کر دینا گواہ کے سامنے اقرار کیا پھر اسکو ملاح یا بیع کی گواہی کیواسطے بلایا تو باز رہے اور اسکو گواہی دینا حلال نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ ایک جماعت کے سامنے دو شخصوں نے بیٹھ کر حساب کیا اور دونوں نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جو کچھ تم ہم سے سنتے ہو اسکی گواہی ہم پر نہ دینا پھر ایک نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا تو گواہ کو جائز ہے کہ جو اقرار اسے سننا ہی اسکی گواہی دیوے اور یہ قول ابن سیرین کا ہے اور فتیہ ابواللیث نے فرمایا کہ یہی قول امام اعظم رحمہ سے مروی ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دو گواہوں کے سامنے کسی قدر مرعیت پر ایک عورت سے نکاح کیا اور اس پر حنفیہ ہنس گئے اور اسکی چٹا ہوا ہوا میں اور چند سال گزرے پھر شوہر مر گیا پھر اس عورت نے گواہی طلب کی کہ اس مقدار معلوم مہر پر گواہی دین اور گواہوں کو یا دی تو انکو گواہی دینا روا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ذہیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دیکھا کہ جانور دوسرے کے پیچھے ہے اور اسکا دوہر پیتا ہے تو اس کو ملاح کی گواہی دیوے کہ دو دھپینے والا جانور اسی جانور کا بچہ اور جانور کے مالک کی ملک ہے کہ انی محیط اور پھر ہونکی گواہی کی یہ صورت ہے کہ کہ یہ پھر مثلاً اس ہاتھ کے پیچھے پلٹا تھا اور پیدیا ہونے کی گواہی

ملک نہیں ہوتا  
میں انکی گواہی  
برائے نہیں دینا  
کیونکہ انکی گواہی  
میں شک ہے

کرنا شرط نہیں ہے۔ تاہم قانیہ میں منقول ہے۔ ایک عورت نے اپنے باپ یا بھائی کے واسطے مال کا اقرار کیا اور اسکی مراد یہ ہے کہ باقی وارثوں کو ضرر پہونچے اور گواہ اسکو جانتے ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ گواہوں کو روایا کہ اس اقرار کی گواہی کو برداشت کریں اور گواہی ادا کریں ولیکن اس عورت کو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے باوجود شہادی کو کر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کرنے والے نے کہا کہ میں نے اس کے خوف سے اقرار کر دیا پس اگر گواہ اس کے خوف سے واقف ہوا تو گواہی نہ دے اور اگر خوف سے واقف نہ ہوا تو گواہی دے اور قاضی کو آگاہ کر دے کہ یہ ایک سلطان سپاہی کے قبضہ میں تھا یہ وجہ کر دردی میں لکھا ہے۔ ابوالقاسم رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے تماس کا بازار سلطان سے بطور ٹھیکہ کے بالمقطع کچھ درم معلوم ہر مہینہ دینے کے اقرار پر لیا اور اسکو تحریر کر دیا تو کیا یہ جائز ہے اور گواہوں کو اسکی گواہی دینا جائز ہے تو انھوں نے فرمایا کہ ٹھیکہ لینے والا اور دینے والا دونوں راہ راست سے گمراہ ہیں اور اگر گواہوں نے اسپر گواہی دی تو پھر نصرت بر سے پھر لے کر دریافت کیا گیا کہ اگر گواہوں نے ٹھیکہ دار کے درمیان کے اقرار پر گواہی دی اور سبب کو وضاحت سے بیان کیا تو گواہی کیا جائز ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر سبب پہچاننے کے بعد انھوں نے گواہی دی تو وہ ملعون ہیں اور ایسے معاملات میں گواہی جائز نہیں ہے کذا فی النوازل اور ایسے ہی ہر اقرار پر گواہی دینا کہ جسکا سبب حرام و باطل ہو جائز نہیں ہے یہ محدثین میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے ایک قاضی کو سنا کہ ایک شخص سے کہتا تھا کہ میں نے تجھ پر اس شخص کی اتنے مال کی ڈگری کی ولیکن قاضی نے انکو اپنے حکم پر گواہ نہیں کر لیا اور دوسرے قاضی کے سامنے انھوں نے اسی طرح بیان کر دیا تو اس سے انکی گواہی میں خلل نہیں آتا ہے اور اگر دونوں نے یہ بیان کیا کہ ہم نے قاضی سے اس شخص کے سوا کہ جہاں وہ قاضی ہے دوسری جگہ ایسا سنا تو انکی گواہی نامقبول ہے اور انکو گواہی نہ دینا چاہیے کذا فی الذخیرہ۔ علی بن احمد رحمہ والیو ما درم سے دریافت کیا گیا کہ ایک قاضی نے اسپر گواہوں کو گواہ کیا کہ میں نے فلان کے اس قدر مال کی ڈگری فلان شخص پر کر دی ہے اور یہ گواہ آگاہ مجلس حکم میں حکم دینے کے وقت حاضر نہ تھے پس اگر ان گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے گواہی دی تو کیا ایسی گواہی مقبول ہے نہیں علی بن احمد نے فرمایا کہ یہ گواہی باطل ہے اسکا اعتبار نہیں ہے اور ابوالو ما درم نے بھی فرمایا کہ یہ حکم ہے۔ اور فرمایا کہ گواہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ اسوقت ہو کہ میں وقت حکم دیتا ہوں یہ تاہم قانیہ میں منقول ہے اگر گواہ نے اپنا خط دیکھا اور وہ خط اسکو یاد نہیں ہے یا گواہی لکھنا یا دہی اور مال نہیں یا دہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو گواہی دینا روا نہیں ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک روا ہے شمس الائمہ طوائفی نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے یہ وجہ کر دردی میں لکھا ہے نوازل میں ہے کہ گواہ نے اپنا خط پہچانا اور تحریر اسکے نزدیک محفوظ ہے اور اسے گواہی لکھنا یا دہی تو امام ابویوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک گواہی دینا جائز ہے اور فقہ ابو الیسع رحمہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر تحریر مدعی کے پاس ہو تو گواہ کو گواہی دینا جائز نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ہاے اسباب متاخرین نے فرمایا کہ اگر گواہ کو اپنے خط میں شبہ نہ ہو تو گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسکو مادہ یا د نہ ہو خواہ نوشتہ تحریری قسم کے پاس ہو یا دوسرے کے پاس ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ پھر بنا پر قول مفتی ہے کہ اگر گواہ نے اپنے خط پر اعتماد کر کے گواہی دی تو چاہیے کہ قاضی دریافت کرے کہ تو اپنے علم پر گواہی دیتا ہے یا خط پر پس اگر آسنے کہا کہ اپنے ہاتھ پر گواہی دیتا ہوں تو قبول کرے اور اگر کہا کہ خط پر تو نہیں یہ بھرا لائق میں لکھا ہے۔ گواہ اگر اپنا خط پہچانتا ہو اور اقرار کرنے والے کا اقرار بھی یاد ہو اور مقررہ کو بھی پہچانتا ہو ولیکن وقت اور مکان اسے یاد نہیں ہے تو انکو



گواہی دینا حلال ہو یہ واقعات حاسہ میں ہو۔ ایک شخص نے وصیت نامہ لکھا اور گواہوں سے کہا کہ جو کچھ امین ہی نہیں گواہ رہو اور وصیت نامہ انکو پڑھ کر نہ سنایا تو ہمارے علم نے فرمایا کہ گواہوں کو جو کچھ امین ہی اسکی گواہی دینا جائز نہیں رہا اور بھی صحیح ہو اور صرف اسوقت گواہی حلال ہو کہ جب تین ہاتھوں سے کوئی پائی جاوے یا تو اسنے وصیت نامہ لکھ کر پڑھ کر سنایا ہو یا غیر نے لکھا ہو اور گواہوں کے سامنے اسکو سنایا اور اسنے گواہوں سے کہا کہ تم اسکے مضمون کے گواہ رہو یا خود اسنے گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہ ہانتے ہیں جو کچھ امین لکھا ہے پھر وہ کہے کہ تم گواہ رہو۔ اور اگر اس نے گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہ ہانتے ہیں جو کچھ امین لکھا ہے مگر اسنے نہ کہا کہ تم اسکے مضمون پر گواہ رہو تو گواہوں کو گواہی دینا روا نہیں ہو۔ امام ابوحنبلہ نے فرمایا کہ یہ ظلم اسوقت ہو کہ تحریر نقش کے ساتھ قیود اور اگر تحریر نقش کے ساتھ ہو یعنی جیسے دوات کی روشنائی سے حروف نقش کر کے لکھے ہیں اور گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہوں کو اسکا مضمون معلوم ہو تو ان کو گواہی دینا روا ہو اگرچہ اسنے نہ کہا ہو کہ تم اسکے مضمون پر گواہ رہو اور یہ قول اچھا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان بن لکھا ہے۔ واضح ہو کہ تحریر چند وجہ سے ہوتی ہو ایک یہ کہ نقوش ظاہر ہوں اور وہ یہ ہو کہ ایک کاغذ پر مصدع بعنوان جیسے غائب کو لکھتے ہیں لکھے ہیں اگر اسنے کہا کہ میری مراد اس سے مثلاً اطلاق یا اقرار نہ تھی تو دینا نہ تھا مگر یہ اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق ہو سکتی ہو لیکن حکم فقہانین اسکی تصدیق نہ ہوگی حتیٰ کہ گواہ کو جائز ہو کہ اسکے مضمون پر گواہی دے اگرچہ اسنے نہ کہا ہو کہ تو اسکے مضمون پر گواہ رہو یا نہ خزانہ الفقہین میں لکھا ہے متقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک خط بھیجا اور لکھا کہ فلان بن فلان کی طرف سے فلان بن فلان کو سلام علیک اب بعد تو نے مجھے لکھا تھا اور ہر روز دم کا جو تیرے میری طرف آتے تھے تھا کیا تھا اور حال یہ کہ تو نے پانچ سو درم امین سے وصول کر لیے تھے اور مجھ پر تیرے پانچ سو درم باقی رہے۔ پس جو شخص اس سے آگاہ ہوا اسکو جائز ہو کہ گواہی ادا کرے اگرچہ اسنے گواہ نہ کر لیا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور وہ تحریر کہ جو نقش و انہیں ہو یعنی مثل روشنائی کے نقش کے نہیں ہوتے ہیں مثلاً زمین پر یا کپڑے پر یا تختی پر یا ہون سیاہی کے کاغذ پر لکھا ہو وہ ظاہر ہونے میں اور گواہوں سے کہہ کہ تم گواہ رہو تو انکو گواہی دینا جائز ہو ورنہ نہیں جائز ہو۔ اگر ایک قوم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک حق سے اقرار کیا یا دواشت ایک شخص کے نام سے لکھی اور ان لوگوں کو گواہ نہ کیا تو یہ لازمی نہیں ہو اور نہ ان لوگوں کو گواہی دینا جائز ہو کیونکہ یہ حال ہو کہ اسنے مشق کے طور پر لکھی ہو ورنہ خلاف اس خط کے جو مرسوم ہو اور بخلاف صرف اور دلائل کی تحریر کے کہ وہ جہت ہو پس اگر اسنے تحریر سے انکار کیا اور گواہ پیش ہوے کہ اسی نے لکھی ہو تو جائز ہی جیسا کہ اقرار کر کے اگر کوئی شخص کمر جاوے تو گواہ قائم ہونگے اور ایسا ہی اور تصدیق کا حکم ہی خلاف حدود و قصاص کے کہ اس میں خواہ تحریری مرسوم ہو یا غیر مرسوم سب برابر ہیں اور اگر مرسوم و منقوش تحریر میں کسی نے جوری کا اقرار کیا تو مال دلوایا جائیگا اور ماتمہ نہ کاٹا جائیگا اور اگر ایسی تحریر ہو کہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے پانی یا ہوا پر لکھا پھر لوگوں سے کہہ کہ مجھ پر گواہ رہو تو انکو گواہی دینا روا نہیں اگرچہ انکو معلوم ہو جائے جو لکھا ہے کیونکہ جو تحریر ظاہر نہ ہو وہ ایسی بات کے مثل ہی جو سمجھ میں نہ آوے۔ اور عورت و مرد اور مسلمان و ذمی امین یکساں ہیں (خزانہ الفقہین) اگر دو امیوں کے سامنے ایک خط بھیجے کہ لکھا اور وہ دونوں نے لکھے اور خط انہیں کو دیدیا اور دونوں نے اسکی گواہی دی تو طرفین میں کے نزدیک جائز نہیں ہو اور امام ابو یوسف میں کے نزدیک جائز ہو وچیز کروری) ایک نے کوئی چیز خریدی اور بائع پر عیب کا دعویٰ کیا اور ثابت نہ ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیعت کی اور وہ دوسرے نے اپنی عیب کا دعویٰ کیا اور اسنے انکار کیا تو دونوں نے اسکا پہلا دعویٰ سنا تھا انکو اب حلال ہو کہ ایسی گواہی

عن  
الشیخ  
محمد بن  
عبد  
الرحمن

گواہی

گواہی دین یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر غیر شخص کا گھی یا زیتون کا تیل کسی نے گواہوں کے سامنے زمین پر نیا دیا اور کہا کہ میں  
چوہا مر گیا تھا تو پاک چیز کے تلف کر دینے سے انکار کرنے میں قسم لیکر اس کا قول معتبر ہو گا اور گواہوں کو رو نہیں ہو گی کہ گواہی  
دین کہ اسنے پاک چیز تلف کر دی اور اگر کسی شخص نے عداوت کوشت کے بجائے گواہوں کے سامنے تلف کر دیے اور تمام گوشت  
تلف ہو گیا اور کہا کہ میرا کا تھا تو اس کا قول معتبر ہو گا اور گواہوں کو جائز ہو گی کہ گواہی دین کہ فسخ کیا ہوا تھا یہ قادیان قاضی خان  
میں لکھا ہے شہرت پر اور لوگوں سے سنکر گواہی دینا چاہیے کہ بالاجماع مقبول ہو یعنی کھلج اور نسب اور موت اور حکم قضائین کہ اسنے  
محیط الشریعہ پس اگر کسی نے لوگوں سے سنا کہ یہ فلان بن فلان ہی یا کسی کو دیکھا کہ ایک مورچے پاس آتا جاتا ہے اور لوگوں سے سنا کہ  
عورت فلان شخص کی جو رہی یا ایک شخص کو دیکھا کہ اسنے ایک شخص کی واسطے فیصلہ کیا اور لوگوں سے سنا کہ یہ اس شہر کا قاضی  
ہی یا لوگوں سے سنا کہ فلان شخص مر گیا یا دیکھا کہ لوگ اس کے ساتھ مردوں کا برتاؤ کرتے ہیں تو اسکو گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسنے  
نہ دیکھا ہو کہ فلان شخص زہری کی ہم بستری سے پیدا ہوا ہو یا عقد کھلج میں حاضر ہوا ہو یا امام وقت کو قاضی مقرر کرتے نہ دیکھا ہو  
یا مرچکے وقت حاضر ہوا ہو یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے۔ اس طرح اگر ایک مرد و عورت کو دیکھا کہ ایک گھر میں رہتے ہیں اور ہر ایک  
دوسرے سے کشادہ پیشانی و خوشدلی کے ساتھ جوڑ خیم کی طرح ملتا ہے تو اسکو روایہ کہ گواہی دے کہ اس شخص کی عورت ہی کذا فی  
الحدایہ۔ اور وقت کے بابت میں صحیح یہ کہ لوگوں سے سنکر اصل وقت پر گواہی جائز ہے نہ اسکی شہادت پر یہ کافی میں لکھا ہے اور جس چیز پر  
کا صحیح ہونا متوقف نہ ہو وہ اصل میں شمار ہو اور جب صحیح ہونا موقوف نہیں ہو وہ شرطوں میں سے ہے یہ بھلا اراق میں لکھا ہے امام  
ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ وقت میں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اسنے مسجد یا مقبرہ وغیرہ کس پر وقف کیا حتی کہ اگر گواہی میں یہ بیان  
نہ کیا تو مقبول ہو گی یہ جوہر وغیرہ میں لکھا ہے۔ اور لوگوں سے سنکر جوڑ خیم کے دخول پر گواہی دینا جائز ہے بخلاف دہی اور بقاضی  
کی شرح میں اور ہر ایک اور کنہوں کا کافی میں اس واسطے کہ یہ امر ایسا ہے کہ مشہور ہو جاتا ہے اور اس سے چند احکام مشہور مثل نسب  
اور مرد و عورت وغیرہ کے تعلق میں یہ نہایت میں لکھا ہے شہرت پر اور لوگوں سے سنکر مرچ گواہی دینا منافی میں لکھا ہے کہ جائز ہے  
کذا فی محیط اور یہی صحیح ہے قادیان قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور شہرت پر اور لوگوں سے سنکر آزادی پر گواہی دینا ہمارے نزدیک  
حلال نہیں ہے کذا فی محیط اور ولاد آزادی پر لوگوں سے سنکر گواہی دینا امام ابو حنیفہ رحمہ اور محمد رحمہ کے نزدیک مقبول نہیں  
ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ کا تھا پھر رجوع کر کے فرمایا کہ مقبول ہے اور صحیح حکم ظاہر الرواۃ کا ہے یہ برائے میں لکھا ہے اور  
پا پیسے کہ اداسے شہادت کو مطلق چھوڑ دے اور تفسیر کر کے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر کر دی کہ میں سنکر گواہی دیتا ہوں تو گواہی  
مقبول ہو گی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی کے سامنے گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلان شخص مر گیا اور ہر ایک اسے شخص  
نے خبر دی ہے کہ جسکی ہم تو میں کرتے ہیں تو گواہی جائز ہے اور یہی امح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے ایسی چیز کی  
گواہی دی کہ جس میں سنکر گواہی دینا جائز ہے اور کہا کہ ہم نے انکھوں سے نہیں دیکھا ہے لیکن ہم میں مشہور ہے تو اسکی  
گواہی جائز ہے قادیان قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور قادیان میں رشید الدین میں یہ کہ وقت کے معاملہ میں سنکر گواہی دی  
تو مقبول ہو گی اگرچہ صاف بیان کر دیا ہو کہ ہم نے سنکر گواہی دی ہے اور اسی کی طرف امام ظہیر الدین مرغینانی نے اشارہ کیا  
ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے قادیان سفری میں یہ کہ نسب وغیرہ میں شہرت پر گواہی دینا دو طرح ہے ایک مستثنیٰ دوسرے کلی  
حقیقی ہے کہ ایک جماعت کثیر سے سنا کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا خیال میں نہیں آتا ہے اور یہی گواہی میں نہ حالت شرط  
ہے اور نہ قطع شہادت بلکہ تو اتر ہونا چاہیے اور یہی یہ کہ اس کے پاس دو شخص مرد یا ایک شخص مرد و عورت میں کسب مادل

اس قول سے  
مستثنیٰ ہے  
یعنی جو شخص  
میں مشہور ہے  
تو اسکی گواہی  
مقبول ہے

ہوں گواہی دین مگر فقط شہادت کے ساتھ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہی کہ دونوں نے بدون اس شخص کی گواہی طلب کر نیچے گواہی دی ہو اسکا امام محمد نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اگر اس شخص نے دو گواہ قائم کیے اور انھوں نے اس کے پاس گواہی دینی تو اسکو گواہی دینا روا نہیں ہے۔ اور اگر ایک شخص ایک قوم میں اگر اترا اور وہ لوگ اسکو نہیں پہچانتے ہیں اور اسے نہ کہ میں فلان بن فلان ہوں تو لوگوں کو اس کے نسب کی گواہی دینی جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے شہر کے دو آدمیوں سے ملاقات ہو اور وہ دونوں عادل اس بات کی گواہی نہ دیں کہ یہ فلان بن فلان ہے اور جصاص نے شرح میں لکھا کہ یہی صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ موت کی گواہی میں ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی کافی ہے اور فقط شہادت بالاتفاق شرط نہیں ہے فتح القدیر میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ میں فلان شخص کے دفن میں شریک تھا یا میں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی تو یہ معائنہ ہے اور اگر قاضی کے استائن سے تفسیر سے بیان کیا تو قبول کر لیا یہ مضمرات میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے مرنے کی خبر آئی پس ان لوگوں سے وہ انھیں گئے جو مرنے میں کرتے ہیں تو کسی کو گواہی دینا مرنے کی جائز نہیں ہے جب تک کہ ایک شخص گواہی نہ دے کہ ہم نے اسکا جنازہ اٹھایا ہے دیکھا ہے یہ فی حدیث میں لکھا ہے اگر کسی کے مرنے کو ایک شخص نے دیکھا اور نہ وہ شخص گواہی دیتا ہے تو فقط اس کی گواہی پر قاضی حکم نہ دے گا پس وہ یہ کہ اسے کہ ایک شخص شہر کو خبر دے پس جب اسے سن لیا تو دونوں مکر قاضی کے سامنے گواہی دیں کہ دونوں کی گواہی پر قاضی فیصلہ کرے گا کذا فی النہایہ۔

تیسرا باب گواہی ادا کرنے اور اسکی سماعت کی صورت کے بیان میں۔ حاضر ہو گواہی دینے میں یہ ضرورت ہے کہ باعلیہ اور علیہ کی طرف اشارہ کرے اور جس چیز پر گواہی دیتا ہے اگر وہ مال منقولہ ہو تو اسکی طرف اشارہ کی ضرورت ہے اور اس چیز کو مشہور ہو سکتے ہیں اور میت یا ناسخ ہو گواہی دیتے ہیں درمیکہ اسکا وکیل یا وصی حاضر ہو گا ہوں کو چاہیے کہ میت یا ناسخ کا نام ایون اور ان دونوں کے باپ اور دادا کا نام لیون اور خفاف رحم نے دادا کا نام لینا شرط کیا ہے اور ایسا ہی شروط میں مذکور ہے۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک باپ کا نام ذکر کر دینا کافی ہے یہ ذہیرہ میں لکھا ہے اور صحیح ہے کہ دادا کی طرف نسبت کرنا ضروری ہے بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر قاضی نے بدون دادا کے نام ذکر کرنے کے فیصلہ کر دیا تو نافذ ہو گا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ شخص فقط نام سے مشہور ہو جیسے ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تو صرف اسکا نام کافی ہے باپ دادا کی ضرورت نہیں ہے بحر الرائق میں لکھا ہے۔ جس شخص نے دادا کا نام ذکر کرنے کی شرط لگائی ہے اس کے نزدیک سماعت ذکر کر دینا دادا کے نام کے قائم مقام ہو گا مگر جبکہ وہ سنگا ایسی ہو کہ اس سے لامحالہ پہچانا جاوے یہ ذہیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اسکا نام اور اس کے باپ کا نام اور اسکا قبیلہ اور پیشہ ذکر کیا اور اسے محامین کوئی اس نام اور پیشہ کا نہیں ہو تو کافی ہے اور اگر اس کے مثل دوسرا ہووے تو کافی نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی اور شئی ایسی ذکر نہ کرے کہ جس سے تمیز حاصل ہو جاوے یہ ادب القاضی میں مذکور ہے اور حاصل یہ ہے کہ پہچان ہو جانا معتبر ہے یہ فصول عادیہ میں ہے اگر گواہوں نے ایک شخص کے ایک محدود چیز خریدنے یا فروخت کرنے کے نیکے اقرار پر گواہی دی تو ضرور ہے کہ گواہی میں بیان کریں کہ اس نے خود خریدنے یا فروخت کر لیا اقرار کیا ہے کذا فی الذہیرہ۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ اگر کسی دعویٰ کیا کہ زمین میرے اس قدر چاہیہ ہلاک کر ڈالے ہیں اور گواہ قائم کیے تو گواہوں کو چاہیے کہ نروادہ کی تفصیل بیان کریں اور اگر یہ بیان نہ کیا تو غصہ ابوبکر فرماتے ہیں کہ مجھے گواہی باطل ہو نیکا خوف ہے اور دعویٰ کو شاکم ہے نہ دلایا جاوے اور اگر نروادہ پہچان کر دے تو نیک بیان کر نیکی ضرورت نہیں ہے اور گواہی جائز ہے ورنہ کے نزدیک باوجود نروادہ کے قسم

بہان کرنا کہ گھوڑا یا خچر یا ضروری چیزیں چوپایہ کہنا کافی ہوگا اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور اول اصح ہو کذا فی  
الحمیط اگر قاضی نے گواہوں سے رنگ دیا نہ کہ گواہوں نے بیان کر دیا پھر دعویٰ کے وقت گواہی دی اور اس کے  
برکات صفت بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی قضا کی چیزیں اختلاف متضامین ہو کذا فی الخلاصہ۔ اگر بیان کیا کہ یہ  
قضا فی صورت اس مدعا علیہ پر تین طلاقیں سے حرام ہو اس پر اس سے الگ رہنا واجب ہو اس گواہی میں خلل ہو چاہے کہ  
فعل طلاق مدعا علیہ کی طرف نسبت کر کے یوں گواہی دین کہ اس نے تین طلاقیں اسکو دی ہیں۔ اسی طرح گواہ کا بیان کہ اس نے  
عورت کی طلاق کی قسم کھائی تھی اور بہت بھڑکا ہوا تھا کہ میں نے اس سے کہا کہ قسم اور اس کے ٹوٹنے کی قسم یہ کیا ہے کہ یہ  
یہ تا مارتا نہیں لکھا ہے۔ افسوس کہ گواہوں نے اس طرح دینا چاہا کہ ہم اسکا کچھ مال سوائے رات و دن کے پہنچے کے پہنچوں گے  
نہیں جانتے ہیں یہ سب یہ ہیں یہ ایک شخص دوسرے سے پاس آیا اور اس سے کہہ چکا یا اور بالک کو درم دیا یہ بہ اوپر ایلیا  
اور یہ دن زبانی بیع کی گفتگو کر کے وہ دن جدا ہو گئے تو بائیں پھر اگر وہ دن میں بھٹکا ہوا اور گواہوں کی ضرورت ہوئی تو  
گواہوں کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ اس نے درم دیکر کپڑے لیا اور بیع ہو گیا وہی نہ دین کہ جبکہ دونوں میں سے کچھ ایسی باتیں پیش  
آئی ہوں کہ جس سے گواہوں کو یہ یقین دین بطور بیع کے ثابت ہوا اور قاضی بھی بیع بالتعاطی کو جائز جانتا ہو یہ فتاویٰ فایضان  
میں لکھا ہے اگر بیع بالتعاطی واقع ہو تو گواہوں کی گواہی دین کی یہ صورت ہو کہ یقین دین پر گواہی دین نہ دین  
اور بعضوں نے کہا کہ اگر بیع ہو گیا تو جائز یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ میں مدعی پر ملک میں مدعی ست  
اور یہ نہ کہا کہ درست این مدعا علیہ ناحق ست تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح ہے کہ اگر مدعی نے قاضی سے ملکیت طلب کی  
ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر سپرد کر کے دینا ست کی ہو تو یہ ملک گواہ یہ نہ بیان کریں کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہو تب  
ملک صحیح نہیں ہے یہ فیصلہ عادیہ میں لکھا ہے اور یہی شبہ و اقربا لی الصواب ہو اور اسی قائل کا قول ہو کہ اگر قاضی نے گواہوں سے  
دریافت کیا کہ یہ جزا اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہو اور انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو یہ گواہی ملکیت کے دعویٰ بقبول  
ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملکیت ہو اور اس مدعا علیہ کے پاس ناحق ہو اور یہ نہ کہا کہ  
مدعا علیہ پر واجب ہو کہ مدعی کے سپرد کرے تو ابوالحسن بغدادی رحم سے منقول ہو کہ اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا  
کہ سپرد کر کے کیواسطے یہ کہنا ضروری اور بعضوں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں ہو اور گواہی مقبول ہوگی اور مدعی کی درخواست  
پر مدعا علیہ سے جبراً اس کے سپرد کر لی جاوے گی اور اسی مذہب پر ہم نے ہمت سے مشائخ کو پایا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ تو ہی  
ولیکن بین فتویٰ دیتا ہوں کہ گواہی میں تصویق ہو کذا فی الحمیط۔ فتاویٰ سے نسفی میں ہے کہ گواہ کو یوں کہنا چاہیے کہ یہ مال معین میں  
مدعی کی ملک ہو اور اسکا حق ہو کہ اس میں نہیں ملانے کی گنجائش نہ رہے اقول نقطہ فی فارسی میں ملانے کی گنجائش کا ہر  
اگر کہنا چاہے کہ میں ملک میں مدعی ست وہی و سہ کہ فارسی فالے اکثر ربط کاحرف حذف کرتے ہیں اور مار دو میں اسکا  
محاورہ تا وی اھم فاقم۔ اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ اگر مدعی نے کہا کہ فلان چیز میری ملکیت ہو اور میرا  
حق تو اس پر اکتفا نہ کیا جاوے گا اور یوں کہنا چاہیے کہ میرا حق ہو اور کہتے تھے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق۔ اس میں یوں کہنا  
چاہیے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق ہو کہ ایسے الفاظ میں کلمہ نفی نہ ملایا جاسکے اور فرمایا کہ اس میں احتیاط ہو اور یہ احتیاط سپرد  
کر کے کے دعویٰ میں ہو کذا فی الذخیرہ خمس الاسلام اور جندی سے دریافت کیا کہ اگر گواہوں نے فارسی میں کہا کہ گواہی  
دی کہ میں مدعی پر ملک میں مدعی ست تو اسکی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا کہ ہاں۔ اور بعض نے کہا کہ نا مقبول

بہان کرنا کہ گھوڑا یا خچر یا ضروری چیزیں چوپایہ کہنا کافی ہوگا اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور اول اصح ہو کذا فی الحمیط اگر قاضی نے گواہوں سے رنگ دیا نہ کہ گواہوں نے بیان کر دیا پھر دعویٰ کے وقت گواہی دی اور اس کے برکات صفت بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی قضا کی چیزیں اختلاف متضامین ہو کذا فی الخلاصہ۔ اگر بیان کیا کہ یہ قضا فی صورت اس مدعا علیہ پر تین طلاقیں سے حرام ہو اس پر اس سے الگ رہنا واجب ہو اس گواہی میں خلل ہو چاہے کہ فعل طلاق مدعا علیہ کی طرف نسبت کر کے یوں گواہی دین کہ اس نے تین طلاقیں اسکو دی ہیں۔ اسی طرح گواہ کا بیان کہ اس نے عورت کی طلاق کی قسم کھائی تھی اور بہت بھڑکا ہوا تھا کہ میں نے اس سے کہا کہ قسم اور اس کے ٹوٹنے کی قسم یہ کیا ہے کہ یہ تا مارتا نہیں لکھا ہے۔ افسوس کہ گواہوں نے اس طرح دینا چاہا کہ ہم اسکا کچھ مال سوائے رات و دن کے پہنچے کے پہنچوں گے نہیں جانتے ہیں یہ سب یہ ہیں یہ ایک شخص دوسرے سے پاس آیا اور اس سے کہہ چکا یا اور بالک کو درم دیا یہ بہ اوپر ایلیا اور یہ دن زبانی بیع کی گفتگو کر کے وہ دن جدا ہو گئے تو بائیں پھر اگر وہ دن میں بھٹکا ہوا اور گواہوں کی ضرورت ہوئی تو گواہوں کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ اس نے درم دیکر کپڑے لیا اور بیع ہو گیا وہی نہ دین کہ جبکہ دونوں میں سے کچھ ایسی باتیں پیش آئی ہوں کہ جس سے گواہوں کو یہ یقین دین بطور بیع کے ثابت ہوا اور قاضی بھی بیع بالتعاطی کو جائز جانتا ہو یہ فتاویٰ فایضان میں لکھا ہے اگر بیع بالتعاطی واقع ہو تو گواہوں کی گواہی دین کی یہ صورت ہو کہ یقین دین پر گواہی دین نہ دین اور بعضوں نے کہا کہ اگر بیع ہو گیا تو جائز یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ میں مدعی پر ملک میں مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ درست این مدعا علیہ ناحق ست تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح ہے کہ اگر مدعی نے قاضی سے ملکیت طلب کی ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر سپرد کر کے دینا ست کی ہو تو یہ ملک گواہ یہ نہ بیان کریں کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہو تب ملک صحیح نہیں ہے یہ فیصلہ عادیہ میں لکھا ہے اور یہی شبہ و اقربا لی الصواب ہو اور اسی قائل کا قول ہو کہ اگر قاضی نے گواہوں سے دریافت کیا کہ یہ جزا اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہو اور انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو یہ گواہی ملکیت کے دعویٰ بقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملکیت ہو اور اس مدعا علیہ کے پاس ناحق ہو اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ پر واجب ہو کہ مدعی کے سپرد کرے تو ابوالحسن بغدادی رحم سے منقول ہو کہ اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ سپرد کر کے کیواسطے یہ کہنا ضروری اور بعضوں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں ہو اور گواہی مقبول ہوگی اور مدعی کی درخواست پر مدعا علیہ سے جبراً اس کے سپرد کر لی جاوے گی اور اسی مذہب پر ہم نے ہمت سے مشائخ کو پایا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ تو ہی ولیکن بین فتویٰ دیتا ہوں کہ گواہی میں تصویق ہو کذا فی الحمیط۔ فتاویٰ سے نسفی میں ہے کہ گواہ کو یوں کہنا چاہیے کہ یہ مال معین میں مدعی کی ملک ہو اور اسکا حق ہو کہ اس میں نہیں ملانے کی گنجائش نہ رہے اقول نقطہ فی فارسی میں ملانے کی گنجائش کا ہر اگر کہنا چاہے کہ میں ملک میں مدعی ست وہی و سہ کہ فارسی فالے اکثر ربط کاحرف حذف کرتے ہیں اور مار دو میں اسکا محاورہ تا وی اھم فاقم۔ اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ اگر مدعی نے کہا کہ فلان چیز میری ملکیت ہو اور میرا حق تو اس پر اکتفا نہ کیا جاوے گا اور یوں کہنا چاہیے کہ میرا حق ہو اور کہتے تھے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق۔ اس میں یوں کہنا چاہیے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق ہو کہ ایسے الفاظ میں کلمہ نفی نہ ملایا جاسکے اور فرمایا کہ اس میں احتیاط ہو اور یہ احتیاط سپرد کر کے کے دعویٰ میں ہو کذا فی الذخیرہ خمس الاسلام اور جندی سے دریافت کیا کہ اگر گواہوں نے فارسی میں کہا کہ گواہی دی کہ میں مدعی پر ملک میں مدعی ست تو اسکی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا کہ ہاں۔ اور بعض نے کہا کہ نا مقبول



ہونا چاہیے کیونکہ گواہی وہم عرف میں استقبال یعنی آئندہ زمانہ کے واسطے آتا ہے اور حال کے واسطے گواہی ہی وہم آگاہی  
 یہ محیط میں لکھا ہے۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ شیخ امام رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ہر ایک گواہ کی گواہی کے یہ الفاظ ہیں  
 گواہی میدہم کہ فلان چیزان فلان است پس کیا یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہو کہ فلان چیز فلان شخص کی ملک ہو تو فرمایا کہ ہاں  
 اور امام ذہیر الدین مرغینانی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ آن فلان است کہنے سے تم نے ملکیت مراد  
 کی ہے یا جو مراد ہے پس جو کچھ وہ بیان کریں اسی کو لینا چاہیے اور اگر کچھ بیان نہ کیا یہاں تک کہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو قاضی  
 انکی ملکیت کی گواہی پر فیصلہ کرے گا کذا فی الذخیرہ۔ نفس الاسلام اور جندی کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر گواہ ہوں نے  
 گواہی دی کہ یہ مال مجھ میں اس مٹی کا حق ہے اور یہ نہ کہا کہ اُسکی ملک ہو تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول  
 ہوگی اور بعض نے کہا کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ حق سے تم نے ملکیت مراد لی ہے یا کچھ اور پس جو کچھ بیان کریں اُسپر  
 عمل کرے اور اگر مٹی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا حق ہے اور ملک ہو نہ کہا تو اس دعویٰ کی صحت میں بھی اختلاف ہے یہ محیط میں  
 لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور جیسا چاہیے گواہی ادا کر دی پھر دوسرے نے گواہی ادا کرنے میں کہا کہ میں بھی اُسی  
 گواہ کے مثل گواہی دیتا ہوں تو قاضی قبول نہ کرے گا جب تک کہ ہر ایک گواہ اپنی اپنی گواہی نہ دے اور شمس الائمہ طوائفی نے  
 بیان کیا کہ یہ احتیاط ہے کہ گواہ سے اجمال گواہی میں قبول نہ ہو اور ہر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرے  
 نے کہا کہ میں بھی اُسی گواہی دیتا ہوں جو اسنے ادا کی ہو تو کافی ہے۔ شمس الائمہ نے بیان کیا کہ ختماریہ ہے کہ اگر گواہ فصیح ہے  
 کہ گواہی کو خوب بیان کر سکتا ہے تو اس سے اجمالاً مقبول ہوگی اور اگر گنوار غیر فصیح ہو تو اجمال مقبول ہی بشرطیکہ ایسی حالت  
 ہو کہ اگر قاضی کی کچھری کا رعب اُسپر نہ ہو تو وہ خوب بیان کر سکے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے بھی اجمال مقبول نہیں ہے۔ اور امام  
 ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی نے فرمایا کہ تمنا ہے کہ اگر قاضی گواہ کی طرف سے کسی قسم کی جھوٹی گواہی دینے کی خیانت جانتا ہو تو ہر ایک  
 گواہ کو علیحدہ گواہی دینے کی تکلیف دے اور اگر ایسا نہ ہو تو نہیں یہ مدلل شہد کی شرح ادب القاضی میں ہے۔ نفس الاسلام اور جندی  
 نے فرمایا کہ گواہ کی طرف سے جمل گواہی صرف اس طرح مقبول ہوگی جب اسنے گواہی دی کہ اس مٹی کا اس مدعا علیہ پر ایسا ہو کہ  
 جیسا اُس گواہ نے بیان کیا اور اسی پر فتویٰ ہے غلام مدین لکھا ہے پھر فرمایا کہ یہ اقوال ایسی صورت میں سنے کہ جب گواہ نے کہا کہ جو پہلے  
 گواہ نے گواہی دی میں بھی وی گواہی دیتا ہوں یا جو پہلے نے گواہی دی میں بھی اُسی کے مثل گواہی دیتا ہوں ولیکن اگر گواہ  
 نے کہا کہ میں پہلے گواہ کی گواہی پر گواہی دیتا ہوں تو بالاجماع مقبول نہیں ہوگی بلکہ یہ گواہی پر گواہی ہوگی نفس دعویٰ اور حق پر  
 گواہی نہیں ہے اور اس طرح اگر کہا کہ میں پہلے گواہ کے مثل گواہی پر گواہی دیتا ہوں تب بھی یہی حکم ہے یہ مدلل شہد جہلہ شرح ادب القاضی  
 میں لکھا ہے۔ اگر گواہ کی گواہی ایک کاغذ پر لکھی گئی پھر اسکو یہ کاغذ پڑھ کر سنایا گیا اور اسے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ اس  
 تحریر میں نام لیا گیا اور وصف کیا گیا ہے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر واجب ہے یا یوں کہا کہ یہ مال دعویٰ جو پڑھا گیا ہے چیز اس  
 مدعا علیہ کے قبضہ میں تھی پس اس پر واجب ہے کہ اس مدعی کے سپرد کرے پس یہ گواہی صحیح ہے۔ اور شیخ الاسلام سرخسی رحم سے  
 منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کا دعویٰ کیا جو ایک قبائلیہ میں خریدا اور وہ پڑھا گیا پھر گواہوں نے جو بے پڑے ہیں کہ کلام  
 بھی اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر ایسی ہی گواہی دیتے ہیں تو انکی گواہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے ایک خبر  
 کی گواہی دی جسکو اسنے اپنی زبان سے پڑھا پھر دوسرے شخص نے پڑھا اور دوسرا گواہ اُسکے ساتھ ساتھ پڑھا تاہا تو یہ صحیح  
 نہیں ہے ذہیر الدین لکھا ہے۔ علی بن احمد رحم سے دریافت کیا گیا کہ میں نے ایک گواہ کو دیکھا کہ وہ کویت میں قبائلیہ میں کہتا ہے کہ میں

انہی فتاویٰ میں  
 جیسا کہ مذکور  
 ہے کہ یہی ہے  
 صحیح ہے

کرتا ہوا رہا۔ وہ دیکھے جیسا چاہے نہیں بیان کر سکتا ہے تو اسکی گواہی مقبول ہی یا نہیں پس فرمایا کہ اگر دیکھ کر اسکو یاد کر لیتا ہے تو مقبول نہیں ہوا اور اگر اس سے کسی قسم کی مدد لیتا ہے جیسے حافظ قرآن معصوم سے لیتا ہے تو مقبول ہی ہے تاہم غایہ میں ہی اگر کسی نے دوسرے پر دس درم کا دعویٰ کیا اور گواہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس مدعی کے اس مدعا علیہ پر مبلغ دس درم ہیں تو گواہی مقبول ہی اور یہی اصح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر فارسی میں دوازدہ درم کا دعویٰ کیا اور گواہ نے گواہی میں دہ دوازدہ درم کہا تو مقبول نہیں ہی اور اسطرح اگر دہ دوازدہ درم یعنی دس بارہ درم کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہی اور اسطرح اگر دعویٰ میں بیان کیا کہ یہ چیز دس بارہ برس سے میری ملکیت ہے تو دعویٰ کی سماعت نہوگی اور اسطرح اگر گواہوں نے اسطرح گواہی دی تو مقبول نہیں ہی یہ فیضیہ میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے کسی شخص پر کسی چیز کے قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا اور گواہ نے بیان کیا کہ اس مدعا علیہ نے یہ کہا کہ اس مدعی نے یہ چیز میرے پاس بھیجی ہے تو گواہی مقبول نہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ تین شخصوں نے ایک معاملہ میں گواہی دی پھر حکم دینے سے پہلے ایک نے کہا کہ استغفر اللہ میں اپنی گواہی میں جھوٹ بولا تو قاضی نے اسکو تنگ کر دہ معلوم ہوا کہ کس گواہ نے کہا پھر قاضی نے اُسے دریافت کیا تو سب نے کہا کہ چھاپی گواہی پر قائم ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا اور سب کو اپنے پاس سے اٹھا دے گا پھر اگر مدعی دوسرے روز انہیں سے دو شخصوں کو لایا اور انھوں نے گواہی ادا کی تو باقی تیرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر دعویٰ سے پہلے کسی معاملہ میں گواہی دی پھر دعویٰ ہو گیا بعد گواہی دی تو اسکی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے گواہی دی اور نہ نو زبانی جگہ سے نہیں بلکہ اسے کہا کہ میں گواہی کی بعض باتوں میں وہم میں پڑ گیا یعنی جسکا ذکر کرنا واجب تھا وہ چھوڑ گیا اور جو چاہیے تھا اسے بیان کر گیا پس اگر فیہ عا دل کا تو قاضی اسکی گواہی کو مطلقاً رد کر دے گا خواہ اسنے مجلس میں بیان کیا ہو یا بعد مجلس کے خواہ شہدہ کی بات ہیں کتاب ہو یا فیہ شہدہ کی بات ہیں کتاب ہو اور اگر عادل ہو تو سوائے شہدہ کی بات کے مقبول ہوگی مثلاً امام مدنی یا مدعا علیہ کا یا دونوں کی طرف اشارہ کرنا چھوڑ گیا تو مقبول ہو خواہ مجلس قضایا میں واقع ہوا یا دوسری جگہ اور اگر اپنی بات میں کتاب ہو کہ میں پس کا شہدہ ہی پس اگر مجلس قضایا میں کہا تو مقبول ہی اور بعض مشائخ کے نزدیک جو اسنے پہلے بیان کیا تھا مثلاً پہلے ہزار درم بیان کیے تھے پھر کہا کہ یا پنج سو درم ہیں میں نے غلطی سے بیان کیا تو پہلے بیان پر قاضی حکم دے گا اور دوسرے مشائخ کے نزدیک جو اسنے دوبارہ کی یا زبانی بیان کی ہی اسپر حکم دے گا اور اسی طرف غمخ الاثمہ سرخسی نے میل کیا ہے۔ اور اگر مجلس سے پہلے جانے کے بعد گواہ عادل نے ایسا بیان کیا تو مقبول نہیں ہی اور اسی طرح اگر دعویٰ کی شہادت کے حدود میں غلطی کی مثلاً شرقی حد کو غربی اور غربی کو شرقی بیان کر گیا یا نسب میں غلطی کی مثلاً محمد بن علی بن عمر کی جگہ غلطی سے محمد بن احمد بن عمر بیان کر گیا پس اگر پہلے جاننے سے پہلے مجلس قضایا میں اسکا تذکرہ کیا تو مقبول ہی ورنہ نہیں۔ اور ابام ابو حنیفہ اور ابام ابو یوسف رحم سے روایت کیا گیا ہے کہ غیر مجلس قضایا میں بھی اس سے یہ سب باتیں قبول کجا جائیںگی اور ظاہر ہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا یہ غنا یہ اور کافی دونوں بحر الرائق میں ہیں۔ ابان سامد رحم نے امام ابو یوسف رحم سے روایت کی کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر مال کی گواہی دی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دو شخصوں نے گواہوں پر گواہی دی کہ دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا پس اگر رجوع کی خبر دینے والے کو قاضی پہچانے اور عادل بانٹا ہو تو توقف کرے گا اور انکی گواہی کو نافذ نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور قاضی نے اسے گواہ باطل قرار دے پھر اسنے پیش برس کے بعد اس گھر کی دوسرے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی۔ اور اسی طرح اگر کما کی گھر دیکھا ہے میرا زمین کچھ حق نہیں ہی پھر گواہی

ہاں تو اس سے  
میں نے کچھ سیکھا  
اور اس کے بعد  
میں نے کچھ سیکھا

دی کہ یہ عمر و کاہی مثلاً تو گواہی باطل ہی نہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور اسکی درخواست سے قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا تو حسن بن زیاد رحمہ سے روایت ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ مقبول نہوگی اسی طرح اگر مدعی نے کہا جو گواہ میں لاؤں گا سب بھوٹے ہیں پھر گواہ لایا تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے کہ حسن بن زیاد رحمہ نے جو روایت کیا اس کے موافق مقبول اور امام محمد رحمہ سے جو روایت ہے اس کے موافق نامقبول ہیں اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ زید کے پاس مثلاً اسکی گواہی جو میں دعوی کرتا ہوں نہیں ہے پھر جب قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لے لی تو مدعی زید کو لایا کہ وہ گواہی دیتا تھا تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ فلان و فلان کے پاس میرے مقدمہ کی گواہی نہیں ہے بعد اسکے دونوں کے گواہ ہونیکا مدعی ہوا تو اس میں بھی اختلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ جس گواہی کو میں قائم کرنا چاہتا ہوں وہ باطل ہے پس اگر اسنے گواہی قائم کرائی تو بالاجماع مسوع نہوگی اور جس لائے ملوانی نے کہا کہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ سے اس باب میں مختلف روایات ہیں اور مشہور ہے کہ قول ہے یہ صحابہ حسن بن زیاد رحمہ کی روایت ہے اور امام ابو حنیفہ کہتے تھے کہ آج کل ہمارا حکم امام محمد رحمہ کی روایت پر ہے کہ مقبول نہوگی اور امام محمد الدین قاضی نے فرمایا کہ فتویٰ مقبول ہونے پر یہ یہ بنیاد نہیں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے کہا کہ فلان شخص کی گواہی ہمارے پاس نہیں ہے پھر دونوں نے اسکی طرف سے گواہی دی تو متقی میں مذکور ہے کہ انکی گواہی جائز ہے اور امام محمد رحمہ سے نواد میں ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ کسی امر میں فلان شخص کی گواہی میرے پاس نہیں ہے یا کہ مجھے معلوم نہیں ہے پھر اسکے بعد گواہی دی تو جائز ہے۔ اس طرح اگر دو شخصوں نے کہا کہ ہم فلان کی طرف سے فلان شخص پر جو گواہی دی ہیں وہ جھوٹی ہے پھر اگر گواہی دی اور کہا کہ اسوقت میں یاد نہ تھی پھر یاد ہوئی تو گواہی جائز ہے قیادی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام تھا اس پر ایک شخص کا دعویٰ ہوا اور اسکے گواہ موجود ہیں پھر ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک غلام کی نسبت قاضی کے سامنے کہا کہ یہ وہ غلام نہیں ہے جس میں مدعی نے دعویٰ کیا ہے پھر مدعی نے بعد ازیں غلام میں دعویٰ کیا اور اسی گواہ نے جسنے قاضی کے سامنے وہ بات کہی تھی گواہی دی تو بعض نے کہا کہ اسکی گواہی نہ مقبول کرنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ مقبول کرنا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک غلام کا دعویٰ کیا جو اسکے قبضہ میں ہے اور کہا کہ تو نے میرے ہاتھ اسکو ہزار درہم کو فروخت کیا تھا اور میں نے تمہیں ادا کر دیا ہے اور مدعا علیہ نے بیع واقع ہونے اور تمہیں لینے سے انکار کیا اور دو گواہوں نے مدعی کی طرف سے گواہی دی کہ بائع نے بیع کا اقرار کیا ہے اور ہم غلام کو نہیں پہچانتے ہیں ولیکن بائع نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میرا غلام زید ہے اور دوسرے دو گواہوں نے بیان کیا کہ اس غلام کا نام زید ہے یا بائع نے اقرار کیا کہ اسکا نام زید ہے تو اس گواہی سے بیع تمام نہوگی اور بائع سے قسم لی جائیگی پس اگر اس نے قسم کھالی تو میں وہیں کہیں گا اور اگر انکار کیا تو انکار سے بیع لازم ہو جائیگی۔ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام جو اسکا نام زید ہے فروخت کیا اور گواہوں نے زید کی طرف طبع یا حبیب وغیرہ کوئی ایسی چیز کی نسبت کی جس سے اسکی شناخت ہوتی ہے اور یہ سب اس غلام میں پورے ہیں تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ پہلی صورت اور یہ صورت قیاس میں برابر ہیں ولیکن میں استحضاراً دوسری صورت میں بیع کی اجازت دیتا ہوں اور یہی حکم باندی کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ متقی میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص کا حصہ اس گھر میں ہزار گز ہے پھر جو دیکھا گیا تو مگر فقط پانچ سو گز ہے یا گواہی دی کہ اسکا حصہ اس قرائع میں دس جریب ہے پھر دیکھا گیا تو قرائع فقط پانچ جریب ہے پس گواہی باطل ہے اور اگر مدعا علیہ نے خود اسکا اقرار کیا ہو تو مدعی کل گھر لے لیا۔ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی

ملہ فلان بن  
ازابت بن  
سختی بن

کہ اس مدعی کا گھر اس مدعا علیہ کے گھوٹن سے ہوا اور اسکی حد نہ بیان کی کہ گمان سے کہان تک ہو تو گواہی باطل رہی یہ نخطین لکھا ہی۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ عورت اس مدعی کی جو رہی اور اسپر طال ہو اور کاح کا ذکر نہ کیا تو مختار یہ ہو کہ جائز ہو یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکے پاس ایک کپڑا دین کیا ہو یا اسنے مجھے غصب کر لیا ہو اور گواہوں نے اسکی گواہی دی اور کہا کہ ہم کپڑے کو نہیں پہناتے ہیں تو انگلی گواہی مقبول ہوگی اور کپڑے کا بیان کرنا غاصب اور مرتن کے ذمہ ہی یہ منہجرات میں لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہو کہ اس قرض میں میرا نام عاریت ہو اور در اہل یہ مال فلان مدعی کا ہو تو یہ جائز ہو کذا فی المملقت

**چوتھا باب** آن لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی مقبول ہو اور جن کی گواہی نہیں مقبول ہو اور اس میں چند تفصیلین ہیں

**فصل اول** آن لوگوں کے بیان میں جنکی گواہی اس سبب سے نہیں مقبول ہو کہ وہ گواہی کے لائق نہیں ہیں ہمارے ملک کے نزدیک گونگے کی گواہی جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اندر سے کی گواہی نہیں مقبول ہو خواہ وہ گواہی برداشت کرنے کے بعد اندھا ہو گیا ہو یا اس سے پہلے خواہ گواہی ایسی چیز میں ہو جس میں سنکر گواہی دینا جائز ہوتی ہو یا ایسی چیز میں نہ ہو اور امام ابو یوسف رحمہ لے فرمایا کہ ایسی چیزوں میں جائز ہو کہ جن میں سنکر گواہی دینا جائز ہو اور جن چیزوں میں فقط سننا گواہی کے واسطے کافی نہیں ہو ان میں بھی اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت آنکھوں والا تھا اور گواہی ادا کر کے وقت اندھا ہو گیا تو جائز ہو بشرطیکہ اسکے نام و نسب سے واقع ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جس چیز میں گواہی دیتا ہو اسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر ایسی چیز ہو جسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو بالاجماع ناجائز ہو یہ بدائع میں لکھا ہی۔ اور اگر ادا کرنے کے بعد حکم قضا جاری ہونے سے پہلے اندھا ہو گیا تو حکم دینا متنع ہو گا یہ امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک ہو یہ کافی میں لکھا ہی۔ اندر سے لے اگر گواہی دی اور گواہی رد کر دی گئی پھر وہ بینا ہو گیا اور اسی حادثہ میں اسنے پھر گواہی ادا کی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔ اگر کوں اور مجنونوں کی گواہی مقبول نہیں ہو اور یہ یوقوف مثل مجنون کے ہو۔ اگر ایک شخص کسی مجنون ہو جاتا ہو و کبھی اچھا ہو جاتا ہو اور اسنے افاقہ کی حالت میں گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور جس الائمہ علوی نے بیان کیا کہ اگر ایک شخص دو دن مجنون رہتا ہو یا اس سے کم پھر اسی قدر افاقہ بہتا ہو اور اسنے افاقہ کی حالت میں گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہی فقط عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہو مگر دلی کی گواہی پیدا ہونے میں نسب کے باب میں مقبول ہوگی نہ میراث کے باب میں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی۔ اور جو عاقلہ کھیل میں باہم رکھوں میں واقع ہوتا ہو اسکا بھی یہی حکم ہو۔ اور جو عام میں واقع ہو اس میں عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ حاجت پڑے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اور ایسے ہی قیدیوں میں جو باہم قید خانہ میں واقع ہو ایک ہر دوسرے کی گواہی مقبول ہو۔ اور کسی عورتوں کی گواہی بچہ کی مان کے پیش سے جدا ہونے کے وقت رونے میں یا اس وقت اسکے کسی عضو کی جنبش کرنے میں یا سپر غار پڑی جانے کی واسطے بالاجماع مقبول ہو اور میراث کی واسطے مقبول ہونے میں اختلاف ہو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ قبول نہ ہوگی اور دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ہونی یا بیسہ ہیں اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ ایک عورت عادلہ ہو تو صرف اسی کی گواہی مقبول ہو یہ محیط میں لکھا ہی اور یہی اوج ہے فتح القدیر میں لکھا ہی اور عورتوں کی گواہی مان کے پیش سے جدا ہونے سے پہلے جنبش کرنے پر صاحبین رحمہ کے نزدیک اور ایک مرد و دو عورتوں یا دو مرد کی گواہی جدا





فرض کا وقت میں نہیں ہو جیسے زکوٰۃ فقہ تو بشام رہنے امام محمد سے روایت کی کہ اسکی تاخیر سے عدالت ساقط نہیں ہوتی ہوا و اسی کو محمد بن معاذ نے بیان کیا اور بعضوں نے کہا کہ بلا عذر تاخیر کرنے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہوا و اسی کو فقہ ابو الیث نے اختیار کیا ہوا و امام محمد بن معاذ نے فرمایا کہ فتویٰ اس پر کہ بلا عذر زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت ساقط ہوتی ہوا و اسی کو فقہ ابو الیث نے بیان کیا اور معاذ کی تاخیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتی یہ خصوصاً ہمارے زمانہ میں یہ مضمرات میں لکھا ہوا۔ اور صحیح یہ ہو کہ زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت نہیں باطل ہوتی ہوا۔ اور اگر جمعہ کو تین دفعہ ترک کیا تو فاسق ہو گیا ایسا ہی بعض مواضع میں مذکور ہوا و اسی کو شمس الائمہ شری نے بیان کیا اور بعض مقام پر کہ اس سے عدالت باقی رہتی ہوا و تقدیر اور عذر کا ذکر نہیں ہوا و شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہوا وہ یہ حکم اس وقت ہو کہ جب جمعہ کو بیابا کی اور بے رشتی سے ترک کیا ہو کہ اس میں کچھ عذر نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہوا۔ اور اگر عذر سے ترک کیا مثلاً بیمار یا شہر سے دور ہو یا اس تاویل سے کہ وہ امام جمعہ کو فاسق کہتا ہو علیٰ ہذا تو اسکی گواہی مردود ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا اگر کسی نے جماعت کی نماز اس وجہ سے ترک کی کہ عام لوگوں کے مانند جماعت کی غفلت اس کے دل میں نہیں ہو یا بیابا کی یا فسق کی وجہ سے ترک کی تو اسکی گواہی جائز نہیں ہوا و اگر اس تاویل سے ترک کی کہ امام جماعت مرد و فاسق ہو اسکی اقتدار مذکور ہوا و اسکا بدلنا اس کے اعتبار میں نہیں ہوا اسلئے آئسے تنہا اپنے گھر میں پڑھ لی یا امام کو گمراہ کہتا ہو اور اسکی اقتدار جائز نہ تھا ہو تو اس سے عدالت ساقط نہ ہوگی کذا فی المحیط۔ و بعضوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ آئسے اپنی عورت کو اپنی بیابا دی میں تین طلاق دی تھی اور ہم کو اس سے پہلے گواہ کر لیا تھا ولیکن کہتا تھا کہ تم پوشیدہ رکھو پس ہم نے گواہی کو چھپایا تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہوگی کہ دونوں نے گواہی چھپانے کا خود اقرار کیا اور فاسق ہوئے اور فاسق کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ابو القاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت کی طلاق یا باندی کی کشتی پر دو شخصوں نے گواہی دی اور کہا کہ یہ شروع سال میں واقع ہوا تو گواہی جائز ہو تاخیر سے انکی گواہی میں غرابی نہیں ہوتی ہوا و مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خرابی آنی یا ہے کیونکہ جب انکو معلوم ہوا کہ باوجود طلاق و عناق کے یہ شخص عورت کو بطور بی بی یا باندی کے رکھتا تو گواہی اور کرنی فی الفور چاہیے تھی کیونکہ ایسی گواہی کیواسلئے دعویٰ شرط نہیں ہوا و جب انھوں نے تاخیر کی تو فاسق تھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ حقوق اعباد میں گمراہی نے گواہ سے گواہی طلب کی اور آئسے بدون کسی ظاہری عذر کے تاخیر کی پھر اس کے بعد گواہی دی تو اسکی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ وہ بلا عذر تاخیر کرنے سے فاسق ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے جواری کی گواہی خواہ آئسے شرط سے جو اکیلے یا کسی اور شخص سے مقبول نہیں ہو اور اگر شرط بدون ہوئے کے کھیلے پس اگر کسی نے ڈالی کہ اسکی نماز میں غفلت میں باقی رہتی ہو یا شرط میں جھوٹی قسم کھاتا ہو تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہو کذا فی البیانی۔ اور جو شخص مرد عینی جو سر کھیلتا ہو وہ ہر حال میں مرد و اشخاص و عورت اگر کوئی شخص کسی سو میں مبتلا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کھیل اسکو فرائض و واجبات سے باز نہیں رکھتا پس اگر لوگ اسکو بہتر مانتے ہیں جیسے ہانسری اور طنبرہ وغیرہ تو اسکی گواہی ناجائز ہو و اگر لوگ اسکو بہتر مانتے ہوں جیسے فوش کوڑی وغیرہ تو گواہی جائز ہو ولیکن اگر اس کے ساتھ فحش ہوتا ہو مثلاً لوگ ناچتے ہوں تو کبیرہ گناہ میں داخل ہو گا اور عدالت ساقط ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص گھبرا گیا ہو اسکی گواہی جائز ہے مگر عدالت میں لکھا ہے ناچنے والے اور مشغول کی گواہی مقبول نہیں ہے یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے جو شخص کو جہرا ناچا ہو اسکی گواہی مقبول نہیں ہوگی جو شخص کو جہرا ناچا ہو

عذر کی وجہ سے عدالت ساقط نہیں ہوتی ہوا و اسی کو محمد بن معاذ نے بیان کیا اور بعضوں نے کہا کہ بلا عذر تاخیر کرنے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہوا و اسی کو فقہ ابو الیث نے اختیار کیا ہوا و امام محمد بن معاذ نے فرمایا کہ فتویٰ اس پر کہ بلا عذر زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت ساقط ہوتی ہوا و اسی کو فقہ ابو الیث نے بیان کیا اور معاذ کی تاخیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتی یہ خصوصاً ہمارے زمانہ میں یہ مضمرات میں لکھا ہوا۔ اور صحیح یہ ہو کہ زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت نہیں باطل ہوتی ہوا۔ اور اگر جمعہ کو تین دفعہ ترک کیا تو فاسق ہو گیا ایسا ہی بعض مواضع میں مذکور ہوا و اسی کو شمس الائمہ شری نے بیان کیا اور بعض مقام پر کہ اس سے عدالت باقی رہتی ہوا و تقدیر اور عذر کا ذکر نہیں ہوا و شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہوا وہ یہ حکم اس وقت ہو کہ جب جمعہ کو بیابا کی اور بے رشتی سے ترک کیا ہو کہ اس میں کچھ عذر نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہوا۔ اور اگر عذر سے ترک کیا مثلاً بیمار یا شہر سے دور ہو یا اس تاویل سے کہ وہ امام جمعہ کو فاسق کہتا ہو علیٰ ہذا تو اسکی گواہی مردود ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا اگر کسی نے جماعت کی نماز اس وجہ سے ترک کی کہ عام لوگوں کے مانند جماعت کی غفلت اس کے دل میں نہیں ہو یا بیابا کی یا فسق کی وجہ سے ترک کی تو اسکی گواہی جائز نہیں ہوا و اگر اس تاویل سے ترک کی کہ امام جماعت مرد و فاسق ہو اسکی اقتدار مذکور ہوا و اسکا بدلنا اس کے اعتبار میں نہیں ہوا اسلئے آئسے تنہا اپنے گھر میں پڑھ لی یا امام کو گمراہ کہتا ہو اور اسکی اقتدار جائز نہ تھا ہو تو اس سے عدالت ساقط نہ ہوگی کذا فی المحیط۔ و بعضوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ آئسے اپنی عورت کو اپنی بیابا دی میں تین طلاق دی تھی اور ہم کو اس سے پہلے گواہ کر لیا تھا ولیکن کہتا تھا کہ تم پوشیدہ رکھو پس ہم نے گواہی کو چھپایا تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہوگی کہ دونوں نے گواہی چھپانے کا خود اقرار کیا اور فاسق ہوئے اور فاسق کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ابو القاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت کی طلاق یا باندی کی کشتی پر دو شخصوں نے گواہی دی اور کہا کہ یہ شروع سال میں واقع ہوا تو گواہی جائز ہو تاخیر سے انکی گواہی میں غرابی نہیں ہوتی ہوا و مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خرابی آنی یا ہے کیونکہ جب انکو معلوم ہوا کہ باوجود طلاق و عناق کے یہ شخص عورت کو بطور بی بی یا باندی کے رکھتا تو گواہی اور کرنی فی الفور چاہیے تھی کیونکہ ایسی گواہی کیواسلئے دعویٰ شرط نہیں ہوا و جب انھوں نے تاخیر کی تو فاسق تھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ حقوق اعباد میں گمراہی نے گواہ سے گواہی طلب کی اور آئسے بدون کسی ظاہری عذر کے تاخیر کی پھر اس کے بعد گواہی دی تو اسکی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ وہ بلا عذر تاخیر کرنے سے فاسق ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے جواری کی گواہی خواہ آئسے شرط سے جو اکیلے یا کسی اور شخص سے مقبول نہیں ہو اور اگر شرط بدون ہوئے کے کھیلے پس اگر کسی نے ڈالی کہ اسکی نماز میں غفلت میں باقی رہتی ہو یا شرط میں جھوٹی قسم کھاتا ہو تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہو کذا فی البیانی۔ اور جو شخص مرد عینی جو سر کھیلتا ہو وہ ہر حال میں مرد و اشخاص و عورت اگر کوئی شخص کسی سو میں مبتلا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کھیل اسکو فرائض و واجبات سے باز نہیں رکھتا پس اگر لوگ اسکو بہتر مانتے ہیں جیسے ہانسری اور طنبرہ وغیرہ تو اسکی گواہی ناجائز ہو و اگر لوگ اسکو بہتر مانتے ہوں جیسے فوش کوڑی وغیرہ تو گواہی جائز ہو ولیکن اگر اس کے ساتھ فحش ہوتا ہو مثلاً لوگ ناچتے ہوں تو کبیرہ گناہ میں داخل ہو گا اور عدالت ساقط ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص گھبرا گیا ہو اسکی گواہی جائز ہے مگر عدالت میں لکھا ہے ناچنے والے اور مشغول کی گواہی مقبول نہیں ہے یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے جو شخص کو جہرا ناچا ہو اسکی گواہی مقبول نہیں ہوگی جو شخص کو جہرا ناچا ہو









تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہو گا اور بیع اور آزاد کرنا ایک حکم تھا سب باطل ہو جائیگی یہ کافی بین لکھا ہے کسی شخص کی گواہی اپنے ملک اور برادر کا نسب اور ام والدہ کے واسطے جائز نہیں ہے یہ ناوی بین لکھا ہے چیر کی گواہی اپنے استاد کی طرف سے جائز نہیں ہے اور اجیر اور بیع اور بیع کے ساتھ کھانا پیتا اور اس کی پرورش میں ہو اور اس کی کوئی اجرت مقرر نہیں ہو و لیکن اگر اجیر مشترک ہو اور اس نے مستاجر کے لیے گواہی دی تو قبول نہ ہو اور بیع ایسا ہو کہ اس کو روزانہ ماہواری یا سالانہ پر مقرر کیا ہو اور اجرت مقرر ہو ہوئی ہو تو اسے تسلیم اس کی گواہی مقبول نہیں ہو یہ خلاصہ بین لکھا ہے۔ استاد اور مستاجر کی گواہی مقبول ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ جو کسی اجرت پر لیا ہو اس کی گواہی مستاجر کو اجرت پر دینے والے کی طرف سے یا مانگنے والے کو مانگنے والے کی طرف سے دینا مقبول نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ شتی بین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک گھر ایک مہینہ کی اجرت پر لیا اور پورا مہینہ اس میں رہا پھر ایک مدی پیدا ہوا اور مستاجر نے اور اس کے ساتھ دوسرے شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو قاضی مدی سے اجارہ کو دریافت کر چکا کہ تیرے حکم سے تمہارا یہ تھا لگتا ہے کہ اگر میرے حکم سے تمہارا مستاجر کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ اس نے اجرت کی چیز کی گواہی اجرت پر دینے والے کی طرف سے ادا کی اور اگر اس نے کہا کہ میرے حکم سے تمہارا مستاجر مقبول ہوگی کیونکہ اس کے حق میں وہ مستاجر نہیں ہے اور اگر پورا مہینہ نہیں رہا ہو تو اس کی گواہی نامقبول ہے اگرچہ مدی نے اپنے حکم سے اجارہ کا دعویٰ نہ کیا ہو اگر دو مستاجروں نے یوں گواہی دی کہ اجرت کی چیز اسی کی ہو جس نے دونوں کو اجرت پر دی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا ثابت کرنا ہی دوسرے شخص کی طرف سے کہا کہ اس کی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا فسخ کرنا ہی تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے خواہ کرایہ بلکا ہو یا بھاری ہو اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ فسخ کی صورت میں گواہی نادرست ہے کیونکہ دونوں گواہ اپنے اوپر سے کرایہ کو دفع کرنا چاہتے ہیں اور اگر دونوں بلا کرایہ گھر میں رہتے ہوں تو جائز ہے یہ شرط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر اجیر نے اپنے استاد کی طرف سے گواہی دی اور وہ ماہواری کا اجیر تھا پھر ہونہ اس کی گواہی رد ہوئی تھی اور یہ قبول ہوئی تھی یہاں تک کہ مہینہ گزر گیا پھر اس کی تعدیل ہوئی تو مقبول نہ ہوگی چنانچہ اسی طرح اگر کسی مرد نے اپنی عورت کی طرف سے گواہی دی اور رد و تعدیل سے پہلے اس نے عورت کو طلاق دی تو گواہی مقبول نہ ہو جائیگی۔ اگر ایک شخص نے گواہی دی اور وہ اس وقت اجیر تھا پھر حکم قضا سے پہلے وہ اجیر ہو گیا تو گواہی باطل ہو جائیگی اگر اجیر نہ تھا اور اس نے گواہی دی اور گواہی رد ہوئی تھی کہ وہ اجیر ہو گیا پھر اجارہ کی مدت گزرنی گویا اس گواہی پر فیصلہ نہ ہو گا اگرچہ گواہی یا قضا کے وقت وہ اجیر نہیں ہو۔ اور اگر قاضی نے اس کی گواہی ہونہ رد کی اور یہ قبول کی کہ اس نے دوبارہ گواہی ادا کی یعنی اجارہ کی مدت گزرنے کے بعد دوبارہ ادا کی تو گواہی جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی چیز میں ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کی طرف سے مقبول نہیں ہے کیونکہ گواہی ایک طرح سے اپنے واسطے ہی ادا کی شریک کی چیز نہ تو مقبول ہوگی کیونکہ ان میں تہمت نہیں ہے یہ کافی بین لکھا ہے۔ ایسے ہی اگر ایک شریک کے اجیر نے دوسرے کی طرف سے گواہی دی تو اس کا بھی حکم یہ ہے بسو طہ میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے اصل میں فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ ہم دونوں کا اور عمر و کانہ پر فرض ہزار درم ہیں پس اس کی کئی سو تین ہیں اول یہ ہے کہ شریک کو صاف اس طرح بیان کریں کہ ہمارے اور طہان شخص کے یعنی عمرو کے ہزار درم ہیں پر مشترک قرض ہیں اور باقی صورت میں گواہی مقبول نہ ہوگی اور دوسری صورت یہ کہ شریک نہ تو صاف اس طرح بیان کریں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ عمرو کے اسپر پانچ سو درم ملے ہیں سبب سے قرض ہیں اور ہمارے پانچ سو درم اسپر ملے ہیں سبب سے قرض ہیں اور اس صورت میں اس کی گواہی عمرو کی طرف سے

مقبول ہو اور تیسری صورت یہ کہ گواہی مطلق پھر دین کچھ تصریح نہ کریں اور اس صورت میں انکی گواہی بالکل مقبول ہوگی۔  
 زید کے تین شخصوں پر ہزار درم قرض ہیں انہیں سے دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے ہیکو اور تیسرے کو قرضہ معاف کر دیا  
 پس اگر بعض بعض کا قیام ہو تو گواہی بالکل مقبول نہیں ہے۔ اور اگر بعض بعض کا قیام ہو پس اگر انہوں نے یہ گواہی دی کہ ہیکو اور  
 تیسرے کو زید نے ایک ہی کلمہ سے معاف کر دیا تو گواہی نامقبول ہو اور اگر گواہی دی کہ ہیکو علیحدہ معاف کیا اور فلان شخص ثالث  
 کو علیحدہ معاف کیا ہے تو ثالث کے حق میں گواہی مقبول ہوگی۔ اور اس مسئلہ کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو کتاب الحدود میں مذکور ہے کہ اگر  
 دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے ہم دونوں کی ماں کو اور ہندہ کو ایک ہی کلمہ سے زنا کی تمت لگائی ہے تو گواہی مقبول نہیں ہوگی  
 اور اگر کہا کہ ہماری ماں کو علیحدہ تمت لگائی اور اس صورت ہندہ کو علیحدہ تو ہندہ کی طرف سے انکی گواہی مقبول ہوگی یہ بھی طہین  
 لکھا ہے۔ تین شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درم قرض ہیں پھر دو شخصوں نے انہیں سے تیسرے پر گواہی دی کہ اسے قرضہ کو معاف  
 کر دیا ہے پھر گواہی دی کہ اسے اپنا حصہ معاف کر دیا ہے تو انکی گواہی مقبول نہیں ہے اور اسی طرح اگر دو شخصوں نے کسی قدر قرضہ دار  
 سے وصول کر کے پھر گواہی دی کہ اسے اپنا حصہ معاف کر دیا ہے تو نامقبول ہے یہ فناوی قاضی خان میں لکھا ہے وکیل کی گواہی  
 بعد معزول ہونیکے موکل کی طرف سے اگر اسے خاصہ کیا تو مقبول نہیں ہے اور اگر اسے نہ خاصہ کیا تو مقبول ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہ  
 کا ہے کہ فی الذمیرہ۔ اگر قاضی کے سامنے کسی نے ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ جہت حق موکل کا فلان شخص کی طرف آئی ہو  
 خاصہ کرے اور اسے ہزار درم کی نالاش اسپر دائر کی پھر معزول ہو گیا پھر اگر اسے اسی ہزار درم کی بابت گواہی دی تو رد کر دیا جائیگا  
 اور اگر دوسرے قرضہ میں گواہی دی تو رد نہ کیا جائیگا۔ اور اگر قاضی اسکی وکالت کو نہیں جانتا ہے اور مدعا علیہ نے وکالت سے انکار  
 کیا اور اسے گواہی پیش کر کے وکالت ثابت کی پھر معزول ہو گیا اور گواہی دی تو جہت حقوق موکل کے وکیل کیلئے وقت  
 ثابت تھے انہیں اسکی گواہی رد کر دیا جائیگی اور جو حق کہ بعد تاریخ وکالت کے ثابت ہوا انہیں اسکی گواہی مقبول ہوگی یہ کافی  
 میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے دعویٰ کیا کہ مجھے فلان شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ جو حق اسکا اس مدعا علیہ پر  
 اور فلان و فلان پر آتا ہے اس میں قصومت اور نالاش دائر کروں اور موافق دعویٰ اسے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے  
 ہندو حکم دیا کہ موکل نے اسکو معزول کر دیا پھر اس معزول نے موکل کی طرف سے اس مدعا علیہ پر باقی دونوں  
 شخصوں پر گواہی دی تو مقبول نہیں ہے کہ ہیکو ایسے حق کی گواہی دی جو تاریخ وکالت کے بعد اپنی ثابت ہوا ہے یا ان تینوں کے  
 سوا دوسرے پر گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اگر کسی نے اپنے برحق کے نالاش کرنے اور وصول کرنے کے لیے وکیل کیا خواہ  
 تمام لوگوں سے یا کسی خاص شہر کے لوگوں سے اور وکیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکو  
 خصم ٹھہرایا پھر موکل نے اسکو معزول کر دیا تو اس وکیل کی گواہی موکل کی طرف سے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے اور نہ دوسرے  
 کسی شخص پر جس پر موکل کا حق آتا ہے خواہ وہ حق وکالت کے روز کا ہو یا اسکے بعد پیدا ہوا ہو اسوقت تک کے حقوق میں کہ جسروز  
 اسکو معزول کیا ہے مقبول نہیں ہے۔ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور بعد معزول ہونے کے جو حق پیدا ہوا انہیں گواہی مقبول ہے یہ غلط  
 میں ہے جو شخص قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہے اسکی گواہی قرضہ کی بابت مقبول ہے۔ و نیز کردری میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے  
 تین شخصوں کو ایک مقدمہ میں وکیل کیا اور کہا جو شخص تم میں سے نالاش کر دیا وہی اس مقدمہ میں وکیل ہے پھر دو شخصوں  
 نے تیسرے کے واسطے گواہی دی تو انکی گواہی سے وہ شخص خصم نہ قرار پایگا اور اگر ہر ایک کو نالاش کرنے اور وصول کرنے کا علیحدہ  
 علیحدہ وکیل کیا پھر دہلے تیسرے کی طرف سے گواہی دی تو نالاش اور وصول کرنے دونوں کی بابت گواہی مقبول ہوگی۔

دو شخصوں نے کسی شخص پر گواہی دی کہ بسنے ہم دونوں سے اور زید سے کما تھا کہ جو شخص تم سے میری جو رو کو طلاق دیدے جائز نہ کیا کہ اسنے کما تھا کہ اس صورت کا اختیار تھا کہ ہاتھ میں ہی جو شخص تم سے طلاق دے جائز نہ ہو اور شوہر اس سے انکار کرتا ہی تو لائقہ گواہی جائز نہیں ہی۔ اور اگر شوہر نے اپنے کہنے کا اقرار کیا اور دو شخصوں نے تیسرے کی طرف سے گواہی دی تو اس باعث سے جائز نہیں ہی کہ وہ سب وکالت میں شریک ہیں اور شرکت میں نہ اسپر گواہی جائز نہ ہو نہ اسکی طرف سے جائز نہ ہی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی ہے کہ دو کیلون نے اور دو دلاون نے کہا کہ ہم نے یہ چیز فلان کے ہاتھ فروخت کی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ دو گواہوں نے بیان کیا کہ فلان شخص نے ہمکو حکم کیا تھا کہ ہم فلان عورت سے اسکا نکاح کر دیں یا اسکی فلان عورت سے طلع کر دیں یا اسکے لیے کوئی غلام خریدیں اور ہم نے ایسا ہی کیا پس یا تو موکل حکم دینے اور عقد واقع ہونے دونوں سے ممکن ہی یا حکم کا اقرار کرتا ہی نہ عقد واقع ہونیکا یا دونوں کا اقرار کرتا ہی اور ہر ایک کی دو بیٹون ہیں یا تو ختم کیلون کے ساتھ عقد واقع ہونیکا اقرار کرتا ہی یا انکار کرتا ہی پس اگر موکل منکر ہو تو گواہی سب صورتوں میں ناممکن ہی اور اگر موکل دونوں کا اقرار کرتا ہی تو ختم عقد واقع ہونیکا اقرار کرتا ہی تو اسکے اقرار پر فیصلہ کیا جائیگا نہ گواہی پر اور اس میں نکاح اور بیع اور طلع سب برابر ہیں اور اگر ختم عقد سے انکار کرتا ہی تو نکاح اور بیع کا حکم نہ دیا جائیگا اور طلع کا حکم دیدیا جائیگا یعنی طلاق بلا مال کا حکم دیا جائیگا کیونکہ زوج نے اقرار کیا اور لائقہ گواہی پر حکم نہوگا اور اگر موکل نے حکم کا اقرار کیا تو لیکن عقد واقع ہونے سے انکار کیا پس اگر ختم نے عقد کا اقرار کیا تو سب صورتوں میں حکم وقوع دیا جائیگا نکاح میں امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہوگا یہ وجہ کر رہی میں لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رحمہ سے نوادین روایت ہی کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ فلان شخص نے ہمکو حکم دیا تھا کہ ہم زید کو خیر سوچا دیں کہ اسے زید کو اپنے غلام فروخت کرنیکا وکیل کیا ہی اور ہم نے اسکو پہنچا دی یا ہم کو یہ حکم دیا تھا کہ ہم اسکی عورت کو یہ خیر سوچا دیں کہ اسنے تیرا کام تیرے ہاتھ سپرد کیا اور اسکو ہم نے پہنچا دی اور اسنے طلاق اختیار کر لی تو دونوں کی گواہی جائز نہ ہو اور اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے ہم سے یہ کما تھا کہ تم میری جو رو کو اختیار دو اور ہم نے اسکو اختیار دیا اور اسنے طلاق لے لی تو گواہی مقبول نہوگی یہ حیاط میں لکھا ہی۔ وکیل کے دو بیٹوں کی گواہی وکالت پر مقبول نہوگی اور ایسے ہی اسکے والدین یا دادا وغیرہ کی گواہی مقبول نہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔ اگر وکیل کے دو بیٹوں نے وکیل کے عقد کرنے پر گواہی دی پس اگر وکیل اور موکل دونوں حکم دینے اور عقد کرنے کا اقرار کرتے ہیں پس اگر ختم ہی دونوں کا اقرار کرتا ہی تو قاضی سب عقود کا حکم دیدیگا لیکن باہمی اقرار پر نہ گواہی پر اور اگر ختم انکار کرتا ہی تو امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک لائقہ گواہی مقبول نہوگی اور کسی عقد کا نکاح اور بیع میں سے حکم نہ کیا جائیگا یا ان طلع کی نسبت فرمایا کہ شوہر یعنی موکل کے اقرار پر بلا مال طلاق کا حکم دیا جائیگا نہ لائقہ گواہی پر اور اگر وکیل و موکل دونوں اس سب سے انکار کرتے ہیں پس اگر ختم ہی منکر ہو تو اس گواہی کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر ختم دعویٰ کرتا ہی تو دونوں کی گواہی بالاجماع مقبول ہونگی اور اگر وکیل حکم اور عقد دونوں کا مقدر ہی اور موکل اپنے حکم دینے کا اقرار کرتا ہی اور عقد واقع ہونے سے منکر ہی پس اگر ختم ان سب کا مدعی ہی تو قاضی سب عقود کا حکم دیدیگا سوائے نکاح کے اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہی و اصحاب میں کے نزدیک سب کا حکم دیدیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی جو رو کی طلاق یا عدم طلاق کو کسی دینی کے سپرد کر دیا اور اسنے طلاق دیدی پھر طلاق دینے والے کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس عورت کے شوہر نے اپنی جو رو کے ام میں ہمارے باپ کو اختیار دیا تھا اور اسنے طلاق دیدی اور باپ اسکا زندہ موجود ہی اور اسکا مقدر ہی یا مر گیا ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک



انکی گواہی مقبول نہیں ہو اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اسکا غائب ہونا بمنزلہ ہر بائع کے لئے تخیط میں لکھا ہے۔ اگر موکل کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے اس شخص کے کھیل کنبہ پر تو گواہی مقبول نہو گی جبکہ قرضدار وکالت سے آکار کرے یہ غلام میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی غاص گھر کی نائش یا سپر قبضہ کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا پھر وہ غائب ہو گیا پھر اسکے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو اس گھر کی نائش کرنے اور سپر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر تو گواہی مقبول نہو گی خواہ مدعا علیہ وکالت کا اقرار کرے یا انکار کرے یہ صورت تو طالب کے کہیں کر چکی ہو اور اگر موکل خود مظلوم ہو اور طالب نے گھر کا دعویٰ کیا اور موکل ہر طلبہ کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو خصومت کر دیا وکیل کیا پس اگر وکیل نے وکالت سے انکار کیا پھر اپنی مقبول نہو گی کیونکہ دعویٰ سے خالی ہو اور اگر وکیل نے وکالت کا دعویٰ کیا تو بھی یہ گواہی مقبول نہو گی خواہ طالب نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا انکار کیا ہو کیونکہ یہ گواہی غیر خصم پر قائم ہوئی یہ بیٹے ہیں نہ اگر دو شخصوں نے ایک شخص سے کچھ کچھ خریدا جو اس شخص اور اگر دیا یا نہیں ادا کیا پھر ایک شخص نے اگر کپڑے کا دعویٰ کیا اور دونوں خریداروں نے گواہی دی کہ یہ کپڑا میری گواہی یا یہ کہ بائع نے اقرار کیا ہو کہ یہ کپڑا میری گواہی تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہو گا فی الحقیقت اگر دو خریداروں نے بیٹوں سے خریدا یہ بیع فاسد کے چیز خریدی ہو بعد قبضہ کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میری گواہی تو مقبول نہو گی اور ایسے ہی اگر قاضی نے مقدمہ کو فرج کر دیا یا دونوں نے رضامندی سے فرج کیا اور وہ چیز دونوں کے قبضہ میں تو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر دونوں نے بائع کو واپس کر دی پھر گواہی دی تو مقبول ہی نہ غلام میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی بطریق صحیح کے خریدا اور یا ہر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقرار کیا یا مشتری نے بسبب عیب کے بلا حکم قاضی واپس کر دی اور بائع نے اسکو قبول کر لیا پھر ایک شخص آیا اور دعویٰ کیا کہ باندی میری ہو اور مشتری نے دوسرے شخص کے ملکہ میں کی طرف سے گواہی دی تو انکی گواہی باطل ہو خواہ باندی مشتری کے پاس میں وصول کر چکی تھی سے مدعی گئی ہو یا اسنے بائع کو واپس کر دی ہو اور اگر مشتری کی وجہ سے قبضہ کے بعد حکم قاضی واپس کی یا قبضہ سے پہلے بلا حکم قاضی واپس کی یا خیاریت یا خیاریت یا کی وجہ سے واپس کی پھر مشتری نے مدعی کو واسطے گواہی دی تو گواہی جائز ہو اور اگر اسکو شن کے عوض روک لیا ہو تب بھی حکم یہی ہو اگر شن کے عوض اسکو روکا یہ ہر وہ مشتری کے پاس مگر یہی پھر مدعی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی باطل ہو یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی بطریق غلام کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر باندی میں کچھ عیب پایا اور اسکو حکم قاضی واپس کیا اور غلام کو قبضہ میں لائے کہ واسطے روک لیا پھر ایک شخص آیا اور بائع کے سامنے باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اور ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہو مشتری کی گواہی نامقبول ہو اور اگر بائع کو دیسٹ کے بعد گواہی دی تو جائز ہو اور اگر باندی بیچنے والے کے پاس غلام مگر باندی پھر باندی کے خریدار نے ان میں کچھ عیب پایا اور قبضہ کے بعد حکم قاضی وہ باندی بائع کو واپس کر دی تو وہاں کہنا صحیح ہو اور بائع سے غلام کی قیمت لے لیگا پس اگر ایک شخص آیا اور اس حالت میں باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اور دوسرے شخص نے انکی طرف سے گواہی دی تو جائز ہو فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک غلام دوسرے کے لئے خریدا اور اسکے تمام بیوی بچے براءت کر لی پھر مشتری نے اسکو دوسرے کے ہاتھ پر اور عیب کو چھپایا پھر دوسرے مشتری نے پہلے سے عیب کی بابت جھگڑا کیا اور بائع اول اور ایک دوسرے شخص نے انکی طرف سے گواہی دی کہ یہ عیب اسکے پاس کا ہو تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں پہلے مشتری کو واپس کرنے کے واسطے یہ گواہی قبول کروں گا اور اس بارہ میں قبول نہ کروں گا

کہ بائع اول نے رات کرنا ہی نہ بیٹھتا تھا۔ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور مشتری کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو مشتہر سے خریدا ہے اور مشتری نے انکار کیا پھر بائع نے مدعی کیواسطے خریدنے کی گواہی دی تو قبول نہو گی یہ فیہرہ بین لکھا ہے۔ اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے زید کے ہاتھ سے فروخت کیا ہے اور زید انکار کرتا ہے اور بائع نے اسکی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہو گی یہ محیط میں ہے۔ بائع نے اگر دوسرے کی طرف سے اس چیز کی گواہی دی جو فروخت کی ہو تو مقبول نہیں ہے اور یہی حکم مشتری کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک باندی زید کے قبضہ میں ہو کہ اسکا عمر وٹنے دعویٰ کیا کہ میں نے خالد سے سو دینار کو خریدی ہے اور خالد نے مجھ سے اسکو ہزار درم کو خریدی تھی قبل سے کہ میرے ہاتھ فروخت کرے اسپر قبضہ کر لیا تھا اور زید اور خالد نے اس سے انکار کیا۔ پھر زید کے دو بیٹوں نے انکی گواہی دی تو انکی گواہی آنگے باپ اور مشتری اول پر مقبول ہو گی کہ بیع واقع ہوئی اور جب مقبول ہوئی تو زید کیواسطے خالد پر ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور خالد کے لیے عمر و دوسرے مشتری پر سو دینار کا حکم دیا جائیگا اور اگر زید اسکا مدعی ہو اور خالد منکر ہو تو گواہی مقبول نہو گی اور باندی دوسرے مشتری کی ہو گی اور زید کے واسطے نالہ پر کچھ حکم نہ دیا جائیگا اور زید کو یہ اختیار نہو گا کہ عمر و کو باندی دینے سے روکنے کا قیمت وصول کرے خواہ عمر وٹنے خالد سے باندی وصول پانے کا دعویٰ کیا ہو اور زید نے انکی تصدیق کی ہو یا نہ دعویٰ کیا ہو اور اگر عمر وٹنے دعویٰ کیا کہ ایک ہزار پانچ سو کو خریدی ہے تو نہ دو لون شن ایک ہی جس کے ٹھہرے اور خالد اس سے انکار کرتا ہے اور زید نے عمر و کے قول کی تصدیق کی پس اگر عمر وٹنے خالد سے باجارت باندی لیکر قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا اور زید نے انکی تصدیق کی تو زید کو باندی روکنے کا اختیار نہو گا اور نہ مشتری شن میں سے اسکو کچھ دینا ہو لیکن اگر عمر وٹنے خالد اور شن کے درمیان تخلیہ کیا تاکہ خالد اسپر قابض ہو گیا تو زید عمر و کے باہمی تصادق سے زید کو اس کے لینے کا اختیار ہو گا اور اگر تخلیہ نہ کیا تو تخلیہ کا حکم نہ کیا جائیگا۔ اور اگر عمر وٹنے اقرار کیا کہ اس نے باندی پر قبضہ نہیں کیا ہے تو استحساناً زید کو روکنے کا حق حاصل ہے تاکہ ہزار درم وصول کرے اگر دوسرے مشتری نے اسکو ہزار درم کو خریدا ہے یا ایک ہزار پانچ سو کو خریدا ہے اور اگر پانچ سو کو خریدا ہے تو اس کو پانچ سو درم وصول کرنے تک روکے اور اگر زید خالد نے پہلے مشتری کے خریدنے اور اس کے سپرد کرنے کا اقرار کیا لیکن دونوں نے دوسرے مشتری کے خریدنے سے انکار کیا اور اس نے زید کے دونوں بیٹوں کو گواہ کیا تو انکی گواہی مقبول نہو گی اور دوسری بیعت ثابت ہو جائیگی پھر اگر دوسرا مشتری قبضہ کا دعویٰ کرتا ہے تو باندی سے لپکا اور زید کو روکنے کا اختیار نہو گا اور اگر قبضہ کا دعویٰ نہیں کرتا ہے پس اگر دونوں شن ایک جس کے نہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک ہی جس کے ہوں تو استحساناً اسکو روکنا کا حق حاصل ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو غلام خریدے اور انکو آزاد کر دیا پھر بائع و مشتری میں شن کی بابت اختلاف ہوا بائع نے ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مشتری نے پانچ سو درم کا دعویٰ کیا اور دونوں آزاد غلاموں نے گواہی دی کہ ہزار درم شن ہی تو نام مقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اسی طرح اگر بیع فاسد میں قبضہ کے روز کی قیمت میں اختلاف ہو اور ان دونوں غلاموں نے بعد آزادی کے اپنی قیمت اس دن کی گواہی میں بتلائی تو گواہی نام مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع اور مشتری میں شن میں اختلاف نہوا لیکن مشتری نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور دونوں آزادوں نے مشتری کی گواہی دی یا یہ گواہی دی کہ بائع نے شن کو معاف کر دیا ہے تو بائع یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور میں سامعین اہام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دو غلام خریدے اور قبضہ کر کے انکو آزاد کر دیا اور پھر ایک ایسے عیب کا نقصان کہ جسکو بائع انکار کرتا ہے واپس لے لے اور دونوں غلاموں نے گواہی دی کہ عیب ہم دونوں تھا تو گواہی مقبول نہیں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے

گواہی دی کہ ہم دونوں میں سے آدمی فلاں شخص کا تھا تو بھی نا قبول ہوا اور ایسے ہی اگر کیا کہ مشتری نے ہم دونوں کو آزاد کر کے پہلے نصف فلاں شخص کو مہر کیا تھا تو بھی نا قبول ہوا اسی طرح اگر کسی کی ام ولد تھی وہ شخص اسکو چھوڑ کر مہر کیا یا آزاد کر دیا پھر اسے اور ایک عورت و ایک مرد نے گواہی دی کہ یہ ام ولد اس شخص میں سے ہے اور وہ سب کے درمیان مشترک تھی تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے ایک غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور مشتری نے انکار کیا اور بائع نے غلام کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان دین لکھا ہے اگر وہ شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے یہ باندی اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دی یا کہ یہ غلام فروخت کر دیا اور مشتری نے اسکو آزاد کر دیا ہے پس اگر انکا باپ یا سکامی ہی تو گواہی مقبول نہوگی لیکن غلام آزاد ہو گا اور حق ولا یعنی حق آزاد دی موقوف رہیگا اور اگر باپ نے انکار کیا اور مشتری نے بھی جو غائب ہو انکار کیا اور باندی نے دعویٰ کیا تو گواہی جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے باندی کے دو آزاد و رکون نہ ہو جو مسلمان ہیں یہ گواہی دی کہ باندی کے مالک نے اسکو ہزار درہم پر آزاد کر دیا ہے پس اگر مالک نے یہ اقرار کیا تو آزاد نہ ہوگا اگر واقع ہوئی اور محض یہ گواہی مال کی نسبت ہوئی اور مقبول ہوئی اور اگر مالک نے انکار کیا اور باندی نے دعویٰ کیا تو گواہی نا مقبول ہے اور اگر باندی نے انکار کیا تو مقبول ہے اور اگر مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مولے نے اسکا اقرار کیا تو نا مقبول ہے اور اگر انکا گواہی مقبول ہوگی اور اگر بچے باندی کے غلام فرض کیا یا بوسے اور مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مالک اور غلام نے اس سے انکار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول نہوگی اور جہاں کے نزدیک مقبول ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ یہ نے ایک غلام عمر و نامی خرید لیا اور اسکو آزاد کیا پھر عمر و نے ایک خالہ نامی غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر خالہ نے ایک بکلیا مے غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر خالہ مر گیا اور زید و محمد و زہدہ بن پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ خالہ میرا غلام ہے اور اسکا ترک لینا چاہا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عمر و نے خالہ کو فلاں شخص سے خریدا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کر دیا ہے تو گواہی جائز ہے اور عمر و بھی مر گیا اور اس نے سوانہ زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا پھر زید کے دونوں بیٹوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلے عمر و نے انتقال کیا پھر خالہ بھی مر گیا اور سوانہ ایک دختر اور زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ خالہ میرا غلام ہے اور اسکا مالک تھا اور عمر و نے آزاد کیا ہے اور زید اس سے منکر تھا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عمر و نے اسکو فلاں سے خرید کیا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ گواہی قبول نہ ہوگی عمر و کی طرف سے اسکو آزاد قرار دینا اور میراث اسکی بیٹی اور زید کے درمیان میں آدمی آدمی کے یہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی طرف سے دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے یہ گھر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا شرط یہ ہے کہ ہم دونوں مشتری کے لیے ضمان میں یعنی ضمانت اگر کہ ہم پر ہو تو فرمایا کہ اگر ضمانت اصل میں ہے تو گواہی جائز نہیں ہوا اگر اصل بیع میں نہ ہو تو گواہی جائز نہ ہوگا اس نے دو بیٹوں سے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنا یہ گھر اس مدعی کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ ہم دونوں ضمانت کے کفیل ہیں تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ضمانت اصل بیع میں ہو تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہوگی نہ کہ بیع دونوں کی ضمانت کے ساتھ تمام ہوتی ہے پس گواہی دونوں نے فروخت کیا اور اگر ضمانت اصل بیع میں نہ ہو تو گواہی جائز ہے ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور وہ شخص درگاہ کے ضامن ہوئے پھر دونوں نے گواہی

دی کہ بائع نے ثمن لے لیا ہو تو گواہی نامقبول ہو اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا تو بھی یہ حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کی بواسطے ضمانت کی جو کچھ تو فلاں کے ہاتھ فروخت کرے اسکا ضمان ہو اور پھر طالب نے کہا کہ میں نے فلاں کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کیا اور ضمان نے اس سے انکار کیا پھر آپس کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ آسنے ہزار درہم کو بیع کی ہو تو دونوں کی گواہی جائز ہو اور اسی طرح اگر ضمان نے انکار کیا اور اس کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے مجھے حکم کیا تھا کہ تو اسکی طرف سے ضمانت کرے اور تو نے ضمانت کر لی تھی اور آسنے ہزار درہم کو اپنے ہاتھ بیع کی ہو تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے اور ہزار درہم اس سے لے لیا جائیگے اور وہ اس شخص سے لے لیا جس نے اسکو ضمانت کرنے کا حکم دیا تھا یہ محیا میں لکھا ہے۔ دو شیعہوں نے اگر مشتری کی طرف سے بائع پر گواہی دی پس اگر دونوں شفعہ کے طالب ہیں تو بائع منکر پر انکی گواہی جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نے شفعہ کا حق دیا تو مشتری کیواسطے انکی گواہی جائز ہے۔ اگر مشتری نے خرید سے انکار کیا اور بائع نے دعویٰ کیا تو بھی انکی گواہی جائز نہیں ہے اگر وہ دونوں شفعہ کے طالب ہیں یا ان وہ دونوں بائع کے اقرار سے لے لینگے اور شفعہ کے باپ یا بیٹے کی گواہی اس باب میں بمنزہ شفعہ کی گواہی کے ہے۔ اور اگر شفعہ کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اپنے شفعہ دیڈالا ہے تو جائز ہے۔ مالک کی یا اسکے بیٹے یا باپ کی گواہی غلام اور مکاتب کی طرف سے بیع واقع ہونے پر جائز نہیں ہے بلکہ غلام و مکاتب شفعہ کو طلب کرتے ہوں اور شفعہ کا حق دیا جائے یہ اگر یہ لوگ گواہی دیں تو جائز ہے۔ حاوی میں لکھا ہے مل میں مذکور ہے کہ اگر بائع کیواسطے اسکی اولاد نے گواہی دی کہ شفعہ نے مشتری سے شفعہ طلب کیا اور مشتری انکار کرتا ہے اور مشتری کے قبضہ میں ہو تو انکی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے نو۔ ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور بیٹوں نے مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ شفعہ آیا اور شفعہ میں جھگڑا کیا پھر بائع کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ مشتری نے گھر شفعہ سے شفعہ کے سپرد کر دیا پھر اس سے دامو کو خرید لیا تو وہ فلاں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسطرح اگر یہ گواہی دی کہ شفعہ نے شفعہ دیڈالا تو بھی نامقبول ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ ان دونوں کا باپ یعنی بائع اسکا اقرار کرتا ہو اور یہ دعویٰ کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع سے گھر لیکر اپنے قبضہ میں کر لیا پھر بائع کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ کی وجہ سے وہ گھر شفعہ کے سپرد کر دیا تو دونوں بیٹوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ بائع انکی گواہی کے موافق دعویٰ کرتا ہو یا انکار کرتا ہو یہ محیا میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ رحمہ نے روایت کی ہے کہ اگر بائع کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ شفعہ نے شفعہ دیڈالا تو جائز ہے۔ اور اگر بائع نے یہ گواہی دی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور اسکا غلام ہا زون کہ جسپر قرض ہو وہی اسکا شفعہ ہو پھر مالک کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام ہا زون نے مشتری کو شفعہ دیڈالا تو دونوں کی گواہی نامقبول ہوگی یہ وہ گھر بائع کے قبضہ میں ہو۔ اسطرح اگر غلام مالک کو قرض دار نے فروخت کیا اور اسکا مالک اسکا شفعہ ہو پھر مالک کے دو بیٹوں نے غلام پر گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ سے گھر مالک غلام کے سپرد کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر گھر کی بیع مالک نے کی اور اسکا مالک شفعہ ہو پھر مالک کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ مالک نے شفعہ مشتری کو دیڈالا تو دونوں کی گواہی باطل ہوگی بعض نے کہا کہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ گھر بائع کے قبضہ میں ہے بعد ازاں کہ پہلے مشتری کے قبضہ میں تھا تو گواہی بیسبب است سے خالی ہونے کے مقبول ہے۔ اور اگر مکاتب فروخت کر کے والا ہو اور اسکا مولیٰ شفعہ ہو اور گھر مکاتب کے قبضہ میں ہے پس اگر مولیٰ کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے شفعہ مشتری کو دیڈالا تو گواہی جائز ہے یہ مسوطہ میں لکھا ہے اگر ایک گھر کے دو شیعہ ہوں پھر دو گواہ لے لیا کہ ایک نے شفعہ دیڈالا اور یہ نہیں جانتے کہ



وہ کون ہو تو گوہی باطل ہی اگر تین شخص شفع ہوں پھر دو نے تیسرے پر گواہی دی کہ اس نے شفعہ دیا اور کہا کہ ہم نے بھی اُسی کے ساتھ دیا تو گوہی مقبول ہو اور اگر کہا کہ ہم دونوں شفعہ کے طالب ہیں تو باطل ہو اور اسی طرح اگر دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے شفعہ دیا لیکن انہیں سے ایک شخص کا بیٹا یا باپ یا مکان یا اسکی چور شفعہ ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہو یہ ماوی میں لکھا ہے۔ ایک وارث نے اگر قرضہ کا اقرار کیا پھر اسنے اور ایک دوسرے شخص نے گواہی دی کہ قرضہ میت پر تھا تو گوہی مقبول ہوگی اور اس اقرار کرنے والے کی گواہی کی سماعت ہوگی یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میت کی طرف سے وصی کی گواہی قرضہ وغیرہ میں باطل ہو نہ وارث نابالغ ہوں یا بالغ ہوں کذا فی المحیط اور اگر اس نے میت پر قرضہ ہونے کی گواہی دی تو پھر ملین گواہی جائز ہو کذا فی نفاوی قاضی خان اور اگر بعض وارثوں کی طرف سے میت پر گواہی دی پس جسکی طرف سے گواہی دی ہو اگر وہ نابالغ ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہو اور اگر بالغ ہو تو بھی امام عظیم رحمہ کے نزدیک یہی حکم ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک جائز ہی ہو۔ اگر بڑے بالغ وارث کی طرف سے کسی اجنبی پر گواہی دی تو ظاہر الروایت کے موافق مقبول ہو۔ اور اگر بالغ اور نابالغ دونوں نے گواہی دی تو ان کی طرف سے میراث کے سوا دوسرے حق میں گواہی دی تو جائز نہیں ہو۔ اگر دو وصیوں نے ایک بالغ وارث کی طرف سے گواہی دی کہ میت نے اقرار کیا کہ یہ خاص گھر اسکی ملک ہے تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ وصی جب معزول ہو گیا اور اسنے شیعہ کی طرف سے یا میت کی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اگر یہ خصوصیت نہ واقع ہووے یہ ادب القاضی کی شرح صمد شریعہ میں ہے۔ اگر وہی نے بعد موت موصی کے وصی ہونا نہ قبول کیا اور نہ رد کیا یہاں تک کہ قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ تو وصی ہونا قبول کرتا ہی یا رد کرتا ہی پس اگر اسنے قبول کیا تو گواہی باطل ہوگی اور اگر رد کر دی تو گواہی باقی رہے گی اور اگر خاموش رہا تو کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اسکی گواہی میں توقع کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ دو قرضداروں نے بنیہ میت کا قرضہ اور وصایت یا وصیت یا وراثت کی گواہی دی پس اگر خصم منکر ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر خصم اسکا مدعی ہو تو گواہی مقبول ہوگی خواہ موت ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو اور اگر ایسے دو قرضخواہوں نے جنکا میت پر قرض ہی وراثت یا وصایت یا وصیت کی گواہی دی ہے پس اگر موت ظاہر نہ ہو تو مقبول نہ ہوگی اور اگر موت ظاہر ہو پس اسکی طرف سے گواہی دی ہو اگر وہ اسکا مدعی نہ ہو تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی اگر وہ اسکا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے موصی الیہ کی گواہی دی اور موت ظاہر نہیں ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی خواہ وہ شخص اسکا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص بھی اس امر کا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی۔ اگر دو شخصوں نے اپنے ساتھ تیسرے شخص کے وصی ہونے کے واسطے گواہی دی پس اگر موت ظاہر نہ ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر موت ظاہر ہو تو تیسرے شخص اسکا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی۔ ایسے دو شخصوں نے جنکے لیے کسی چیز کی وصیت کی گئی ہو اگر کسی شخص کے وصی ہوئی ہو گواہی دی پس اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص اسکا مدعی ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر موت ظاہر نہ ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔ ابن ساعیہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہی وصیت کے وارث اسکا اقرار کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں پس اگر دونوں کا باپ وصی ہونے کا مدعی ہو تو گواہی نامقبول ہو اور اگر منکر ہو تو مقبول ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر قرضخواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اسکو وصی کیا ہی اور قاضی کے یہاں سے اسکا حکم ہو گیا۔ پھر دو قرضداروں نے دو وارثوں یا دو بیٹے شخصوں نے جنکے لیے کچھ وصیت کی دوسرے شخص کے وصی ہوئی گواہی دی اور وہ اسکا مدعی ہو تو مقبول نہ ہوگی کذا فی اللانی اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلے کے وصی کو لے سے بھیج کر کے اس دوسرے کو وصی کیا ہو اور دوسرے شخص دعویٰ بھی کرتا ہی تو قاضی اسکی گواہی قبول کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے تین غلام پر بیعت فرمائی

پھوڑے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو اس شخص کو دیدینے کی وصیت کی تھی اور قاضی نے اسے  
دینے کا حکم دیا یہ پھر وارثوں نے دوسرے غلام کو دوسرے شخص کو دیدینے کی وصیت کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوئی  
رہ کر دیکھا گیا اس واسطے کہ وصیت تہائی سے زائد میں جاری نہیں ہوتی اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے انھوں نے گواہی دی ہو  
بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر لیا تو غلام دوسرے کو دلایا جائیگا اور پہلے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر میت کا جوت کر لیا  
نہ بیان کیا تو ہر ایک کو آدھا آدھا غلام ملیگا اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ دونوں نے دوسرے کے لیے دوسرے غلام کی وصیت  
کر لی گواہی دی اور اگر جیسا ہی غلام میں اس وصیت کی گواہی دی پس اگر پہلے کی واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی اور پہلے  
کی واسطے وصیت سے میت کا رجوع کر لیا بیان کیا تو رجوع کر لینے کے باب میں گواہی رہ کر دیکھا گیا اور وصیت مقبول ہوئی  
اور اگر رجوع کر لیا نہ بیان کیا تو رجوع نہ ہوئی اور دونوں صورتوں میں غلام آدھا آدھا دونوں میں سے کو ملیگا اور یہ حکم اس صورت  
میں ہی کہ دونوں نے دوسرے شخص کو واسطے وصیت کر لی گواہی دیا اور اگر پہلے شخص کو واسطے غلام یا تہائی مال کی وصیت  
کا حکم ہو جائے بعد دونوں نے آنا کر لی گواہی دی تو دیکھا گیا خواہ اسی غلام کی آزاد دی گواہی دی یا دوسرے کی خواہ  
وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا یا نہ بیان کیا لکڑائی الکافی و لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور اس پر واجب ہوگا کہ کسی کر کے مال ادا  
کرے یہ حدیث میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے یہ کہیں کہ اسے تہائی مال کی وصیت ہوئی گواہی دی پھر دونوں نے پہلے کے واسطے  
حکم ہو جانے کے بعد دوسرے شخص کے لیے تہائی مال کی وصیت ہوئی گواہی دی اور پہلی وصیت سے رجوع کرنا نہ بیان کیا تو  
گواہی مقبول ہوگی اور اگر پہلی وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا تو وصیت کے بارے میں مقبول ہوگی اور رجوع کے بارے میں رد  
کر دیکھا گیا اور قاضی کا تقسیم کر کے دیدینا بمنزلہ حکم قاضی کے ہی ہے کہ اگر دونوں گواہوں وارثوں نے پہلے وصیت سے رجوع کرنا  
نہ بیان کیا و لیکن اس وقت گواہی دی کہ جب قاضی نے مال میت کے وارثوں اور موسیٰ لہ کے درمیان تقسیم کر دیا تو گواہی دیکھا گیا  
کیونکہ قاضی کا تقسیم کرنا بمنزلہ حکم کے ہی ہے گواہی کے قبول کرنے میں حکم کا توڑنا لازم آتا ہے۔ البتہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میت  
نے یہ غلام یا تہائی مال فلاں شخص کو دیدینے کی وصیت کی تھی اور اس پر حکم ہو گیا پھر اس وارث نے دوسرے گواہ کے ساتھ یہ  
گواہی دی کہ میت نے اسی غلام کو یا دوسرے کو یا تہائی مال کو فلاں شخص کے دینے کی وصیت کی ہے تو مقبول نہ ہوگی اس طرح  
اگر وارث نے میت پر کسی شخص کے فرض ہونے کا اقرار کیا اور اس پر حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شخص کا میت پر فرض  
ہونے کی گواہی دی اور دونوں فرضوں کا ترک میں پورا نہیں رہتا ہے تو مقبول نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر پہلے کی واسطے گواہوں کی گواہی ہو  
پھر دوسرے کی فرض کی گواہی مقبول ہوگی اور اس پر تقسیم کر دینے کے بعد اگر پہلے کی واسطے حکم ہونے سے پہلے دوسرے کے گواہوں  
جیسے تو وہ سب صورتوں میں مقبول ہوگی کہ جب وارث نے پہلے کی واسطے تہائی مال یا غلام یا فرض کا اقرار کیا اور اس پر پہلے کے  
پھر دیکھا گیا پھر دوسرے کے واسطے ہی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور ایسے ہی دوسرے کی واسطے ہی گواہی اس وقت بھی مقبول  
نہ ہوگی کہ جب قاضی نے جو تقسیم و تسلیم ہو کر لکھی الکافی۔ اگر وارث نے رجعی کے ساتھ تہائی مال کی کسی کے واسطے وصیت  
ہوئی کا اقرار کیا پھر تہائی مال کی دوسرے کے واسطے وصیت ہونے کی گواہی دی تو قاضی دونوں گواہوں کو قبول کرے گا  
خواہ پہلے کے واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی یا پہلے گواہی دی ہو۔ و شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت  
نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر دونوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے  
رجوع کر لیا اور فلاں وارث کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر وارثوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس

دیدی ہی تو وارثوں کی گواہی جائز ہی اور تہائی مال امام ابو یوسف رحمہ کے پہلے قول کے موافق ایسے ہی دیا جائیگا اور دوسرے قول کے موافق اور یہی قول امام محمد رحمہ کا ہے کہ وارثوں کی گواہی صرف وصیت سے بیع کرنے میں قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے مال اور ایک بھائی چھوڑا اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور گواہ قائم کیے اور انھوں نے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے کہ ہم اسکے سوا وارث نہیں جانتے میں اولاد میں سے واسطے تمام مال ترکہ دیدینے کا حکم کیا گیا پھر بیٹے نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے ان گواہوں کو تہائی مال دینے کی وصیت کی تھی یا انکے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ گواہی باطل نہ ہوگی کیونکہ اسنے بعد حکم قاضی کے اقرار کیا ہے اور اگر گواہوں کی گواہی کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ اقرار کرے تو گواہی باطل ہوگی یا دعویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اپنے پڑوسی فقیروں کے واسطے کسی قندال کی وصیت کی اور وارثوں نے وصیت سے انکار کیا پھر وصیت پر پڑوس کے ایسے دواؤں میں نے گواہی دی کہ جنگی اولاد بھی فقیر تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ انکی گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی بیساکہ اس صورت میں کہ دواؤں میں نے ہیں امر کہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے ہماری ماں اور اس عورت کو زنا کی تحت لگا لی ہے مقبول نہیں ہو اگر اپنے پڑوس کے فقیروں پر وقف کیا پھر پڑوس کے دو فقیروں نے اس پر گواہی دی تو دونوں کی گواہی جائز ہے نہ فقیرین میں لکھا ہے۔ محمد بن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے اسپر یہ کہ وصیت میں ایسے پڑوسی کی گواہی جسکی اولاد بھی فقیر ہو اسوقت مقبول نہ ہوگی کہ جب پڑوسی گنتی کے لوگ ہوں اور وقف کے بارہ میں جو مذکور ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب پڑوسی فقیر گنتی کے لوگ نہ ہوں یہ تا تا رفا نہیں میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے تہائی مال کی اپنے گھرانے کے فقیروں کے واسطے وصیت کی ہے اور دونوں گواہ بھی اسی کے گھرانے کے فقیر آدمی ہیں یا انکا کوئی کچھ گھرانے میں فقیر ہو تو گواہی نا جائز ہو اور اگر دو لون غنی ہوں اور انکی کوئی اولاد بھی فقیر نہ ہو تو گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے کچھ مال ایک گائون کے مدرسہ اور بان کے مدرس پر وقف کیا پھر ایک شخص نے یہ وقف غصب کر لیا پھر بعض کا لون والوں نے کہ جنگی اولاد اس مدرسہ میں نہیں ہے گواہی دی کہ یہ زمین فلاں بن فلاں نے اس مدرسہ پر وقف کی ہے اور معمرن بیان کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر انکے لڑکے بھی مکتب میں ہوں تب بھی صحیح ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح اگر بعض اہل محلہ نے مسجد کے وقف پر گواہی دی تو جائز ہے۔ اسی طرح فقیروں کی گواہی کسی وقف کی نسبت کہ مدرسہ فلاں پر اس طرح وقف ہے اور یہ گواہ بھی اسی مدرسہ کے ہیں اور اس طرح اگر گواہی دی کہ یہ مکتب مجید اس مسجد پر وقف ہے سب مقبول ہے لافانی الخلاصہ اگر اپنے مال میں سے کسی قدر اپنے محلہ کی مسجد کو واسطے دینے کی وصیت کی اور وارثوں نے اس سے انکار کیا اور بعض اہل مسجد نے اسکی گواہی دی تو جائز ہے اور اس طرح اگر مسجد جامع یا مسافروں کے لیے وقف کی گواہی دی اور دونوں گواہ بھی مسافروں میں سے ہیں تو بھی جائز ہے نہ خانوے قاضی خان میں لکھا ہے اگر گائون کے بعض لوگوں پر خراج زیادہ ہو گیا ہے میں نے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر زمین کا خراج مقرر ہو یا گواہوں کے واسطے کچھ خراج نہ ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے متاؤں سے نسبی میں ہے کہ اگر گائون والوں نے یا کسی کو یہ غیر نافذ کے رہنے والوں نے کسی قدر زمین کی گواہی دی کہ چار بھائی کا گائون یا چار سے کو چھ میں ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کو چھ نافذ ہو پس اگر انی ذات کے واسطے ہے بھی ثابت کرنا چاہتا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کہ زمین نہیں تو گواہی مقبول ہوگی یہ وجہ مذکور دی میں لکھا ہے امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ دو شخصوں کے پاس ایک شخص کا مال وصیت ہے اور ایک شخص نے اسکا دعویٰ کیا اور دونوں نے سبکے پاس دواؤں کی گواہی

اس وقت مقبول نہ ہوگی کہ جب پڑوسی گنتی کے لوگ ہوں اور وقف کے بارہ میں جو مذکور ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب پڑوسی فقیر گنتی کے لوگ نہ ہوں یہ تا تا رفا نہیں میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے تہائی مال کی اپنے گھرانے کے فقیروں کے واسطے وصیت کی ہے اور دونوں گواہ بھی اسی کے گھرانے کے فقیر آدمی ہیں یا انکا کوئی کچھ گھرانے میں فقیر ہو تو گواہی نا جائز ہو اور اگر دو لون غنی ہوں اور انکی کوئی اولاد بھی فقیر نہ ہو تو گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے کچھ مال ایک گائون کے مدرسہ اور بان کے مدرس پر وقف کیا پھر ایک شخص نے یہ وقف غصب کر لیا پھر بعض کا لون والوں نے کہ جنگی اولاد اس مدرسہ میں نہیں ہے گواہی دی کہ یہ زمین فلاں بن فلاں نے اس مدرسہ پر وقف کی ہے اور معمرن بیان کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر انکے لڑکے بھی مکتب میں ہوں تب بھی صحیح ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح اگر بعض اہل محلہ نے مسجد کے وقف پر گواہی دی تو جائز ہے۔ اسی طرح فقیروں کی گواہی کسی وقف کی نسبت کہ مدرسہ فلاں پر اس طرح وقف ہے اور یہ گواہ بھی اسی مدرسہ کے ہیں اور اس طرح اگر گواہی دی کہ یہ مکتب مجید اس مسجد پر وقف ہے سب مقبول ہے لافانی الخلاصہ اگر اپنے مال میں سے کسی قدر اپنے محلہ کی مسجد کو واسطے دینے کی وصیت کی اور وارثوں نے اس سے انکار کیا اور بعض اہل مسجد نے اسکی گواہی دی تو جائز ہے اور اس طرح اگر مسجد جامع یا مسافروں کے لیے وقف کی گواہی دی اور دونوں گواہ بھی مسافروں میں سے ہیں تو بھی جائز ہے نہ خانوے قاضی خان میں لکھا ہے اگر گائون کے بعض لوگوں پر خراج زیادہ ہو گیا ہے میں نے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر زمین کا خراج مقرر ہو یا گواہوں کے واسطے کچھ خراج نہ ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے متاؤں سے نسبی میں ہے کہ اگر گائون والوں نے یا کسی کو یہ غیر نافذ کے رہنے والوں نے کسی قدر زمین کی گواہی دی کہ چار بھائی کا گائون یا چار سے کو چھ میں ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کو چھ نافذ ہو پس اگر انی ذات کے واسطے ہے بھی ثابت کرنا چاہتا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کہ زمین نہیں تو گواہی مقبول ہوگی یہ وجہ مذکور دی میں لکھا ہے امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ دو شخصوں کے پاس ایک شخص کا مال وصیت ہے اور ایک شخص نے اسکا دعویٰ کیا اور دونوں نے سبکے پاس دواؤں کی گواہی

طرف سے گواہی دی تو جائز نہی۔ اور اگر مدعی نے سو ان دونوں کے دو گواہ پیش کیے پھر ان دونوں نے اس بات پر گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال و دولت رکھنے والے کا ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی خواہ عین مال و دولت تلف ہو گیا ہو یا باقی ہو اور اگر دونوں نے پہلے اس مال و دولت کو وراثت رکھنے والے کو واپس کر دیا ہو اور پھر یہ گواہی دی ہو تو گواہی قبول ہوگی بشرطی میں ہے کہ جسکے پاس وراثت ہو اگر اس نے گواہی دی کہ وراثت رکھنے والے نے اقرار کیا کہ یہ غلام ہے تو جائز نہی ورنہ حکم عاریت میں نہی۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ جس نے اس باندی کو وراثت رکھا یا عاریت دیا ہے اس نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو گواہی جائز نہیں ہے اگر غلام و شخصوں کے پاس وراثت ہو اور دونوں نے گواہی دی کہ اسکے مالک نے اسکو مبرا یا کتاب یا آزاد کر دیا ہے اور غلام بھی اسکا دعوی کرتا ہے تو گواہی جائز نہی یہ محیط میں لکھا ہے۔ دو شخصوں کے پاس دو شخصوں کی چیز کوئی رہن جو پھر ایک شخص نے لے کر اس چیز کا دعوی کیا اور دونوں مرتنون نے مدعی کی گواہی دی تو گواہی جائز نہی اور اگر دونوں راہنوں نے رہن کی چیز اپنے سوا دوسرے کی ملک ہونے کی گواہی دی اور دونوں مرتنون نے انکار کیا تو گواہی ناجائز نہی لیکن دونوں راہن چیز مرہون کی قیمت مدعی کو دینگے۔ اگر کوئی باندی رہن ہو اور وہ دونوں مرتنون کے پاس ہلاک ہوئی اور اسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم یا زیادہ ہے پھر دونوں نے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو رہن کرنے والوں پر انکی گواہی مقبول نہوگی اور دونوں مرتنون اسبب اپنے اقرار سے بے باندی کی قیمت مدعی کو دینگے یہ قضاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر دونوں مرتنون نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ شی مرہون راہن کی ملک ہے تو مقبول نہوگی خواہ شی مرہون تلف ہو گئی ہو یا باقی ہو لیکن جبکہ مرہون چیز رہن کرنے والے کو واپس کر کے گواہی دین تو مقبول ہوگی یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے۔ اگر دو غصب کرنے والوں نے شی موصوب کے مدعی کی ملکیت ہوئی گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ شی مرہون راہن کی ملک ہے تو مقبول نہوگی اور اگر غصب کی چیز جس سے غصب کی تھی اسکو واپس کر کے یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ غلام میں لکھا ہے۔ اور اگر شی موصوب غاصبوں کے پاس ہلاک ہوئی پھر دونوں نے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی خواہ قاضی نے موصوب منہ کیواسطے غاصب پر قیمت ادا کرنے کی ڈگری کر دی ہو یا نہی ہو اور خواہ دونوں نے قیمت ادا کر دی ہو یا نہی ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر قرض لینے والوں نے مال قرض مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے نہ ادا کرنے سے پہلے نہ اسکے بعد اور ایسے ہی اگر عینہ قرضہ ادا کر دیا جب بھی مقبول نہیں ہے اور اگر قرضداروں نے گواہی دی کہ جو قرض ہم پہنچا وہ مدعی کا ہے تو مقبول نہیں ہے اور اگر قرض ادا کر دیا پھر گواہی دی تو بھی یہی حکم ہو یہ غلام میں لکھا ہے۔ نوادراہن سماعہ میں امام محمد رحم سے روایت ہے کہ ایک غلام جسکو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اسپر قرضہ تھا اسکی نسبت دو گواہوں نے جھکا سپر قرض ہے گواہی دی کہ اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ہے اور مالک انکار کرتا ہے پس یا دونوں گواہ اسکو اختیار کرینگے کہ مالک سے اسکی قیمت کی ضمانت لین یا یہ اختیار کرینگے کہ غلام خوش کرے کمائی سے قیمت ادا کرے پس اگر اسے ضمانت لین اختیار کیا تو گواہی باطل ہوگئی اور اگر غلام کی قیمت سے مالک کا بھینا چھوڑا اور غلام سے قرضہ وصول کرنا چاہا تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ قرضہ عینہ کی گواہی قرضدار کی طرف سے اس جنس میں جائز ہے جس جنس کا قرضہ ہی قال رحم جب جنس قرض میں جائز ہے تو خلاف جنس میں بدعادی جائز ہے اگر قرضدار کے مرنے کے بعد اسکی طرف سے مال کی گواہی دی تو جائز نہیں ہے قضاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ دو شخص اگر تقسیم کرنے کیواسطے مقرر ہوئے تو انکو اپنی تقسیم کرنے کی گواہی دینی جائز ہے امام عظیم کا قول ہے اور یہی امام ابو یوسف کا بھی قول ہے۔ ان دونوں محیط میں لکھا ہے۔ ہائے اگر قاضی کی طرف سے مقرر ہوں یا دوسرے ہوں دونوں برابر ہیں یہ ہائے میں لکھا ہے۔ ان دونوں نے اگر زمین کی چیز کی اور تقویم کی پھر اسکو قاضی کے مقرر ہویش کیا پھر وارث لوگ حاضر ہوئے اور تجزیہ اور تقویم کیا

۱۔ اگر قاضی نے قرضہ دیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی  
۲۔ اگر قاضی نے قرضہ دیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی  
۳۔ اگر قاضی نے قرضہ دیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی  
۴۔ اگر قاضی نے قرضہ دیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی  
۵۔ اگر قاضی نے قرضہ دیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی



کیا اور قاضی نے آمین قرعہ ڈالا پھر دونوں نے تقسیم کرنے والوں نے تقسیم کی گوہاری دی تو انکی گوہاری بلا خلاف مقبول ہو و نیز وہ آمین لکھا ہو اگر ایک شخص مر گیا اور اسے دو شخصوں پر پنا مال چھوڑا اور ایک بھائی چھوڑا پھر وہ شخصوں نے ایک لڑکے کے واسطے جو میت کے بیٹے ہوئے گا دعویٰ کرتا ہو گوہاری دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی تھا اسکے سوا میت کا وارث نہیں جانتے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں دونوں کو اپون کی گوہاری بائز رکھوں گا یہ محیط میں لکھا ہو ایک شخص مر اور اسکے دو شخصوں پر ہزار درم قرض ہیں پھر دونوں قرضداروں نے گوہاری دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی ہم اسکے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور دوسرے دو شخصوں ایک دوسرے شخص کی گوہاری دی کہ یہ میت کا بھائی ہی اور وارث ہی اسکے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قرضداروں کی گوہاری برکری کی جائیگی اور اگر بھائی کے گوہاروں پر قاضی پہلے فیصلہ کر چکا ہو پھر قرضداروں نے ایک شخص کے بیٹے ہوئے کی گوہاری دی تو قرضداروں کی گوہاری مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر قرضداروں نے قاضی کے حکم سے یا بلا حکم بھائی کو قرضہ ادا کر دیا پھر ایک شخص کے بیٹے ہوئے کی گوہاری دی تو مقبول نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اسی طرح اگر قرضداروں نے بھائی کے ساتھ قرضہ کی بیع صرف کر لی یا بھائی نے وہ مال عوض لیکر سہ کیا یا دونوں نے اس برائی سے کوئی باندی میت کے ترکہ میں سے خریدی تھی یا بھائی نے عوض لیکر اپنے صدقہ کر دیا پھر دونوں نے کسی کے بیٹے ہوئے کی گوہاری دی تب بھی مقبول نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر بھائے قرضہ کے ان دونوں کے پاس غلام تھا اگر اسکو میت سے غصب کر لیا تھا اور بھائی کو دینے سے پہلے گوہاری دی کہ یہ اس بیٹے کا ہی تو مقبول نہوگی اور اگر بھائی کہہ سکے قاضی دیکر یہ گوہاری دی تو مقبول ہوگی اور اگر یہ غلام میت کی طرف سے دونوں کے پاس وراثت تھا اور بیٹے کے واسطے گوہاری دی تو باندی خواہ غلام تمام شخصوں نے بھائی کو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر ایک شخص مر گیا اور اسے ایک جھتی بھائی ماں باپ دونوں کی طرف سے چھوڑا اور اسکا ایک شخص پر قرض ہی پھر بھائی نے قرضدار کو قرضہ سے بری کیا یا بھائی پر ہی کوئی مال عین ترکہ میں سے اسکو سپرد کیا پھر اس قرضدار نے دوسرے شخص کے ساتھ مل کر ایک شخص کی طرف سے گوہاری دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی تو مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہو نوادر ابن عامر میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ کسی قدر مر معلوم ہوا ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس نکاح کرنے والے نے دوسرے شخص کے ساتھ گوہاری دی کہ یہ عورت مثلاً اس شخص زید کی باندی ہو اور زید اسکا دعویٰ بھی کرتا ہو تو قاضی شوہر کی گوہاری قبول نہ کرے گا خواہ مدعی یہ کہتا ہو کہ میں نے باندی کو نکاح کر لینے کی اجازت دی تھی یا نہ کہتا ہو خواہ شوہر نے اسکے ساتھ دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ مہر اسکو دیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر مدعی نے کہلا میں نے باندی کو نکاح کی اجازت دیدی تھی اور مہر لے لینے کے واسطے حکم دیدیا تھا پس اگر شوہر نے اسکو مہر نہیں دیا ہو تو گوہاری مقبول نہوگی اور اگر دیدیا ہو تو مقبول ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ مہر مثل پر یا اس سے زیادہ نکاح ہوا ہو اور اگر کم ہو یا اس قدر کم ہو کہ نکاح ہو کہ جتنا خسارہ لوگ نہیں اٹھاتے ہوں تو باندی نے مالک کی مخالفت کی پس نکاح صحیح نہوا تو چاہیے کہ گوہاری مقبول نہو پھر واضح ہو کہ جو مذکور ہوا احتمال ہے کہ امام محمد رحمہ و ابو یوسف رحمہ کا تخیل ہو و سے امام اعظم رحمہ کا کہلا امام اعظم رحمہ کے نزدیک وکیل یا نکاح کو اختیار ہوتا ہو کہ جس مہر پر چاہے نکاح کر دے اور ماہرین رحمہ کے نزدیک مہر مثل کی قیمت ہو چاہے وہ کم ہو یا زیادہ یہ قول سب کا دوسرے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک تہ کو وکیل کرنے اور باندی کو وکیل کرنے میں فرق ہے اگر کسی شخص نے تہ کو وکیل کر لیا ہو یا کسی نے اسکو نکاح کی طرف سے اسوقت بائز ہو گا کہ جس سے وکیل پر مشیت آئی ہو ورنہ وکیل یا نکاح میں مشیت نہیں آئی ہو کہ نکاح اسکو کچھ نفع نہیں ہو ورنہ غلام و باندی میں مشیت کی کیا باندی میں مشیت ہے

کسی نفع کی غرض سے یہ کام کیا ہو ورنہ یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دوسرے کے ساتھ گواہی دی کہ اس عورت نے اقرار کیا ہے کہ میں فلان معنی کی باندی ہوں تو مقبول نہوگی مگر سوقت مقبول ہوگی کہ جب اسکو اسکا مہر ادا کر دیا ہو اور مدعی کہتا ہو کہ میں نے اسکو نکاح کر لینے کی اجازت دیدی تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے اپنی بہن کے مہر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم دونوں نے ہزار درم پر اسکا نکاح کر دیا ہے اور شوہر نکاح سے انکار کرتا ہے یا کہتا ہے کہ مہر یا چھو درم تھے تو دونوں کی گواہی مقبول نہوگی اور اگر زوج نے مہر اور نکاح کا اقرار کیا اور معافی یا ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے زوج کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ عیض میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کے سامنے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور دونوں نے شوہر کے انکار نکاح اور باپ کے دعویٰ کے تحت گواہی دی تو رد کر دی گئی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر لڑکی بالغ ہو تو مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے ایک مرد اور دو عورتوں نے دو عورتوں کی طرف سے آگے شوہر کی گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورتوں کیواسطے کہا تھا کہ تم سب کو طلاق دے دو گے نہ ان دونوں عورتوں کے حق میں جائز ہوگی اور نہ دوسری عورتوں کیواسطے جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا کہ دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں کو طلاق دی پس اگر انکا باپ طلاق کا مدعی ہو تو گواہی کی حاجت نہیں ہے اور اگر منکر ہو پس اگر ماں مدعی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر وہ بھی منکر ہو تو مقبول ہوگی اور فتاویٰ مولانا شمس الدین میں ہے کہ اگر ماں مدعی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی صحیح ہے اور مولانا علی نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو جامع میں مذکور ہے وہی صحیح ہے عیض میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی پھر دوبارہ اس سے نکاح کیا پھر اسکے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو پہلی مرتبہ تین طلاقیں دی تھیں اور طلاق کرانے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا پس اگر دونوں کا باپ اسکا مدعی ہو تو وہ تصدیق کرتی ہے تو دونوں کے اقرار سے پہلے اگر وہ باؤگئی اور تمام مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت نے منکر ہوگی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونوں کا باپ انکار کرتا ہے تو دونوں کی گواہی قبول ہوگی خواہ عورت اقرار کرتی ہو یا انکار کرتی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ کی بوز و اسلام سے مرتد ہو گئی اور عورت اس سے انکار کرتی ہو پس اگر دونوں کی ماں زندہ ہو اور اس کے باپ کے نکاح میں ہو تو گواہی مقبول نہوگی خواہ باپ اسکے مرتد ہونے کا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر دونوں کی ماں مر گئی ہو اور باپ اسکا دعویٰ کرتا ہو تو بھی مقبول نہوگی اور اگر باپ منکر ہو تو قبول ہوگی یہ عیض میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں سے اس پر طلاق کیا کہ تمام مہر باپ کو ملے پس اگر باپ کا یہی دعویٰ ہو تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر باپ منکر ہو اور ماں اسکا دعویٰ کرتی ہو تو بھی گواہی نامقبول ہے اور اگر ماں بھی انکار کرتی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنی خور و شے طلاق کیا ہے اور دونوں کی ماں مر چکی ہے پس اگر باپ اسکا مدعی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر منکر ہو تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوادین ساجد رحمہ اللہ امام عظیم رحمہ اللہ سے روایت نام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تیرا شوہر کے گھر میں داخل ہوا یا ان دونوں کا تو لے کر اچھا تو اتنا دے اور غلام نے ایسا ہی کیا اور دونوں نے اگر اسکی گواہی دی تو جائز ہے خلاف اسکے کہ اگر ان دونوں سے کہا کہ اگر تم دونوں نے میرے غلام سے کلام کیا یا اسکا کچرا چھو تو وہ انکار کرے تو دونوں نے اگر گواہی دی کہ ہم نے ایسا ہی کیا تو گواہی مقبول نہوگی عیض میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کہا کہ ایک شخص نے

اس شخص کی گواہی مقبول نہوگی  
 عیض میں لکھا ہے  
 اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی پھر دوبارہ اس سے نکاح کیا پھر اسکے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو پہلی مرتبہ تین طلاقیں دی تھیں اور طلاق کرانے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا پس اگر دونوں کا باپ اسکا مدعی ہو تو وہ تصدیق کرتی ہے تو دونوں کے اقرار سے پہلے اگر وہ باؤگئی اور تمام مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت نے منکر ہوگی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونوں کا باپ انکار کرتا ہے تو دونوں کی گواہی قبول ہوگی خواہ عورت اقرار کرتی ہو یا انکار کرتی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ کی بوز و اسلام سے مرتد ہو گئی اور عورت اس سے انکار کرتی ہو پس اگر دونوں کی ماں زندہ ہو اور اس کے باپ کے نکاح میں ہو تو گواہی مقبول نہوگی خواہ باپ اسکے مرتد ہونے کا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر دونوں کی ماں مر گئی ہو اور باپ اسکا دعویٰ کرتا ہو تو بھی مقبول نہوگی اور اگر باپ منکر ہو تو قبول ہوگی یہ عیض میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں سے اس پر طلاق کیا کہ تمام مہر باپ کو ملے پس اگر باپ کا یہی دعویٰ ہو تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر باپ منکر ہو اور ماں اسکا دعویٰ کرتی ہو تو بھی گواہی نامقبول ہے اور اگر ماں بھی انکار کرتی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنی خور و شے طلاق کیا ہے اور دونوں کی ماں مر چکی ہے پس اگر باپ اسکا مدعی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر منکر ہو تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوادین ساجد رحمہ اللہ امام عظیم رحمہ اللہ سے روایت نام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تیرا شوہر کے گھر میں داخل ہوا یا ان دونوں کا تو لے کر اچھا تو اتنا دے اور غلام نے ایسا ہی کیا اور دونوں نے اگر اسکی گواہی دی تو جائز ہے خلاف اسکے کہ اگر ان دونوں سے کہا کہ اگر تم دونوں نے میرے غلام سے کلام کیا یا اسکا کچرا چھو تو وہ انکار کرے تو دونوں نے اگر گواہی دی کہ ہم نے ایسا ہی کیا تو گواہی مقبول نہوگی عیض میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کہا کہ ایک شخص نے

اپنی عورت سے کہا تھا کہ تجھ کو طلاق ہو اگر تو نے فلان و فلان سے کلام کیا اور دونوں نے گواہی دی کہ تم دونوں سے اسے کلام کیا ہی تو دونوں کی گواہی باطل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تیرے فلان شخص نے کلام کیا تو تو آزاد ہو اگر فلان نے دعویٰ کیا کہ میں نے غلام سے کلام کیا ہی تو اسکے دو بیٹوں نے گواہی دی تو گوہی مقبول نہ ہوگی اور یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما کے نزدیک یہ صحیح بیان لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کے باپ کے ساتھ کلام کروں تو میرا غلام آزاد ہو اور اسے ہمارے باپ سے کلام کیا ہی پس اگر دونوں کا باپ خواہ غائب ہو یا حاضر اس امر کا اقرار کرتا ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہو اور اگر باپ منکر ہو تو گواہی جائز ہو اور اسے طرح اگر مارنے کی شہرت لگائی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ دو شخصوں سے کہا کہ اگر تم دونوں اس گھڑین داخل ہو تو میرا غلام آزاد ہو پھر دونوں مر گئے اور دونوں کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے پاس اس گھڑین داخل ہوئے تھے تو امام اعظم رحمہما اور امام ابو یوسف رحمہما کے نزدیک گواہی نامقبول ہو اور اگر دونوں کے باپ زندہ ہوں اور داخل ہونے سے انکار کرتے ہوں تو بلا خلاف ترکون کی گواہی مقبول ہوگی۔ اور یہی حکم سب چیزوں کی بابت گواہی دینے میں ہو کہ میں میں بیٹوں کی گواہی سے کوئی فعل نکاح و طلاق و بیع وغیرہ کا ثبوت ہو پس اگر باپ زندہ ہو اور مدعی ہو یا مر گیا ہو تو امام اعظم رحمہما اور امام ابو یوسف رحمہما کے نزدیک گواہی غیر مقبول ہو اور اگر زندہ ہو منکر ہو تو بلا خلاف مقبول ہے۔ وغیرہ میں لکھا ہے۔ بیویں میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی اس طرح کہ اگر میں ان دونوں شخصوں کو ماروں تو میری عورت پر تین طلاق ہیں پھر اسے مارا تو گواہوں کو جائز ہو کہ اسکی عورت پر تین طلاق کی گواہی دین اور کیفیت سے خبر نہ کریں اور اگر انھوں نے کیفیت سے خبر دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ تاثر غائبہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہو۔ اگر میں تم دونوں کو ماروں پھر تین دونوں کے سوا سے دو شخصوں نے گواہی دی کہ اسے دونوں کو مارا ہی تو گواہی ناجائز ہو اور یہی طرح اگر چشمہ و ملہ کے مارنے کا اقرار کیا ہو قسم کھانے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ اگر میرے پاس گھڑین کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہو پھر تین یا چار آدمیوں نے گواہی دی کہ ہم داخل ہوئے ہیں تو امام ابو یوسف رحمہما نے فرمایا کہ اگر انھوں نے گواہی میں بیان کیا کہ ہم داخل ہوئے اور ہمارے ساتھ وہ بھی تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر وہ ہوں تو مطلقاً مقبول نہ ہوگی۔ دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کا بدن چھوؤں تو میری عورت کو طلاق ہو یا میرا غلام آزاد ہو اور اسے ہم دونوں کو چھوا ہی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اسے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کا پیر چھوؤں تو ایسا ہی ہوا سنے چھوا ہی تو مقبول ہوگی اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ ان مسائل میں اگر گواہ گواہی دینا چاہیں تو بدون بیان سبب کے طلاق وعتاق کی گواہی دین یہ وہی کردی میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص کی ایک میت کے وصیت نامہ پر گواہی ہو اور تحریر میں اسکے لیے بھی وصیت ہو تو ابو بکر بنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوں بیان کیا جائے کہ میں اس تمام تحریر پر سوا سے اس فقرہ کے معنی میں آئے کہ یہ وصیت ہے یا تمہرے حکم کے اسکے سوا سے گواہی دیتا ہوں۔ اور امام ابو القاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت نے شوہر کے وارثوں پر مہر کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے نکاح سے انکار کیا اور گواہ خود متولی نکاح ہی تو فرمایا کہ نکاح کی گواہی دے اور اپنے متولی ہونے کی گواہی نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ اگر تم دونوں رمضان کا پانچواں روز میرا غلام آزاد ہو پھر دونوں نے پانچویں کی گواہی دی تو امام ابو یوسف رحمہما نے

فرمایا کہ میں انکی گواہی آزاد سی کے باب میں قبول نہ کرونگا اور وزہ رکھنے کے واسطے قبول کرونگا یہ ذمہ دین لکھا کسی نے  
 لکھا کہ اگر بچے فلان و فلان نے اس بکمر میں گھستے دیکھا تو میرا یہ غلام آزاد ہی پھر آنھوں نے گواہی دی کہ ہم نے اسکو گھستے  
 دیکھا تو قبول نہ ہوگی جب تک ان دونوں کے ساتھ سے وہ شخص گواہی نہ دین میں شخصوں نے ایک شخص کو عمدہ فعل کر ڈالا  
 پھر کہا کہ بکمر اسنے معاف کر دیا ہو تو جائز نہیں ہی اور اگر انہیں سے وہ شخصوں نے گواہی دی کہ ہم اور اس تیسرے کو اس نے  
 عفو کر دیا ہو تو اس تیسرے کی بابت قبول ہوگی اور سی قول امام ابو یوسف رحمہ کا یہ یہ خلاصہ میں لکھا ہی حسن بن زیاد نے  
 روایت کی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں بھی قرض لون تو میرے ملک سب آزاد ہیں پھر وہ شخصوں نے گواہی دی کہ ہم نے  
 اسکو قرض دیا ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اسنے مانگا تھا اور ہم نے قرض نہ دیا تو قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا  
 ہی ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں فلان شخص سے درم قرض لون تو میرا غلام آزاد ہی پھر فلان شخص نے اس پر قرض کا دعویٰ  
 کیا اور اس پر غلام کے باپ اور دوسرے شخص کی گواہی گزری تو لواز میں لکھا ہی کہ مدعی کی واسطے مال کی ڈگری کیچائی اور  
 آزاد دی کا حکم نہ دیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی۔ قسم کھائی کہ اگر ان دونوں کو قرض دون تو میرا غلام آزاد  
 ہی پھر دونوں نے گواہی دی کہ ہم کو اسنے قرض دیا تو گواہی جائز یہ یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔ یہ قسم کھائی کہ میں ان دونوں  
 کا گھر نہ گراؤنگا یا انکا ہاتھ نہ کاٹوں گا پھر دونوں نے گواہی دی کہ اسنے ہمارے ساتھ رہا کیا ہو تو گواہی جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ  
 قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر وہ شخصوں نے گواہی دی کہ اسنے اپنا یہ غلام آزاد کر دیا ہو اور اسنے ہمارے ایک کی آنکھ  
 پھوڑ دی ہو اور مالک اسکے آزاد کرنے سے انکار کرے تاہی تو گواہی نامقبول اور سبکی آنکھ پھوڑی ہو اسکا کچھ حق نہیں ہی  
 یہ محیط میں لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک گھر پر چودہ دوسرے کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور دو آدمیوں نے اسکی طرف سے  
 گواہی دی اور یہ بھی کہا کہ مدعی نے ہمکو اسکی عمارت کیواسطے اجرت پر مقرر کیا تھا تو گواہی جائز ہو اور اگر کہا کہ مدعی نے ہمکو  
 اسکے ڈھارینے کے واسطے مزدور کیا تھا تو ملکیت کی گواہی نامقبول اور دونوں گواہ مدعا علیہ کو عمارت کی قیمت کی  
 ضمانت دین یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک بکری تھی کہ اس طرف سے ایک شخص گذرا اور  
 بکری وائے نے اس سے کہا کہ اسکو ذبح کر دے اسنے ذبح کر دی پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ میری بکری ہی اس  
 قابض نے غضب کر لی ہو اور اس پر دو گواہ قائم کیے کہ ایک وہی ذبح کرنے والا تھا تو مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہی اگر گواہ  
 بڑھاپے کی وجہ سے چکر ماض نہ ہو سکتا ہو اور اسکے پاس نہ سواری ہو نہ سواری کا کرایہ ہو اور مشہورہ نے اسکو گواہی  
 او اگر نے کیواسطے سواری بھیج کر لایا تو گواہی باطل نہ ہوگی۔ اور اگر چل سکتا ہو یا سواری موجود ہو پھر مدعی نے سواری بھیج کر  
 بلایا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر مشہورہ کا کھانا کھایا تو گواہی رد نہ ہوگی اور فقیر ابو یوسف  
 نے فرمایا کہ اگر مدعی نے گواہوں کے واسطے کھانا تیار نہ کرایا بلکہ موجود تھا جب وہ لوگ اسنے قوائے میں کر دیا اور  
 آنھوں نے کھالیا تو گواہی رد نہ ہوگی اور اگر انکے واسطے تیار کرایا تو مقبول نہ ہوگی یہ حکم اسوقت تک کہ گواہی انکار تھیں واسطے ایسا  
 کیا ہو اور اگر گواہی کرانے کیواسطے لوگوں کو جمع کیا اور انکے واسطے کھانا تیار کرایا یا سواری بھیج کر انکو شہر سے نکالا وہ غلط  
 ہوے یا کھانا کھایا تو اس میں اختلاف ہی امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ سواری کے باب میں پھر انکی گواہی مقبول نہ ہوگی اور  
 کھانے کی صورت میں مقبول ہوگی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں مقبول نہ ہوگی اور فتویٰ امام ابو یوسف  
 کے قول پر ہی کیونکہ لوگوں میں ایسی عادت جاری ہی خصوصاً مصالح میں ضرب و چھوڑ سے وغیرہ میا کرتے ہیں اور لوگ



میں پس لگایا ہوتا کہ گواہی میں خرابی آتی تو کالج وغیرہ میں ایسا نہ کرتے یہ قادی قاضی خان میں لگایا۔ اگر ایک شخص دوسرے  
اور مقدمہ پڑانے کو خوب نہیں جانتا ہو اور قاضی نے وہ شخصوں سے کہا کہ اسکو دعویٰ اور خصوصیت سکھا اور پھر انہیں رولوں  
نے اس دعویٰ پر گواہی دی تو جائز ہو بشرطیکہ دونوں عادل ہوں اور قاضی کو اس طرح تعلیم کرائے میں کچھ بڑبڑائے نہ ہو۔ یہاں پر  
ابو یوسف رحمہ کے قول کے موافق یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ خلاصہ میں صاف لکھا ہے کہ لشکریوں کی گواہی امیر کو تسلط مقبول نہیں  
ہو بشرطیکہ وہ محدود ہوں اور اگر غیر محدود ہوں تو مقبول ہو اور میر فی میں صاف لکھا ہے کہ لشکری یا اس سے کم محدود کہلا  
ہیں اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو غیر محدود ہیں یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے زیادات میں لکھا ہے کہ اگر کوئی سرسہ  
قیدی ہو کہ لوگوں کو دارالاسلام میں واپس آیا اور قیدیوں نے کہا کہ ہم اسلام میں سے ہیں یا ذی ہیں کہ ہم کو ان لوگوں نے دارالاسلام  
میں پکڑ لیا اور اہل سرسہ کہتے ہیں کہ ہم نے انکو دارالحرب میں سے گزرتا کیا ہے تو قیدیوں کا قول معتبر نہیں اگر سرسہ کے  
سپاہیوں نے گواہ قانم کیے اور گواہ تاجر لوگ ہیں تو معتبر ہے اور اگر سرسہ کے لوگوں سے ہیں تو معتبر نہیں ہے اور اگر کسی مسئلہ سرسہ  
میں نہیں بلکہ لشکر میں واقع ہوا اور بعض لشکر نے گواہی دی تو جائز ہو کیونکہ سرسہ کے لوگ محدود ہوتے ہیں پس بعض گواہی قادی  
گواہ اپنے واسطے گواہی دیتا ہو خلاف لشکر کے کہ وہ ایک جماعت عظیم ہو کہ جمیع میں یہ اعتبار گواہی کے باب میں نہیں ہے یہ قادی قاضی خان میں ہے  
یا بخوان باب محدود چیز کی گواہی کے بیان میں محدود چیز کی گواہی میں حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے خلاصہ میں لکھا ہے  
اور اگر قمار مشور ہو تو محدود کے بیان کی حاجت نہیں ہے۔ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے تین حدود بیان کر دیں تو  
گواہی مقبول ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر قمار مشور نہ ہو اور گواہوں نے تین حدود کی گواہی دی اور کہا کہ جو سچی ہم نہیں جانتے  
ہیں تو اتھسا نا گواہی جائز ہے اور مدعی کی ڈگری کجاویگی اور تیسری حد پہلی حد کے محاذی گردانی جاویگی یہ قادی قاضی خان میں  
لکھا ہے۔ اگر ایک زمین مثلث کا دعویٰ کیا اور دعویٰ میں صرف دو حدیں ذکر کیں اور گواہوں نے صرف دو حدیں ذکر کیں تو  
دوہی اور گواہی دونوں جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دعویٰ میں چاروں حدیں ذکر کیں ولیکن ایک حد بدل ہو تو مضر  
نہیں ہے یہ اگر اور اسکا ترک کر دینا دونوں برابر ہیں اور اگر گواہ نے ایک حد میں غلطی کی تو مقبول نہیں ہے ایسا ہی صدر الشہید  
میں مطلقاً ذکر کیا ہے اور میں الاغضضانی نے فرمایا کہ بھٹوں کے نزدیک مقبول اور بعضوں کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور جو  
صدر الشہید کے قول کے موافق عدم قبول ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور گواہ کی غلطی کا ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ میں غلطی  
کی یا اسکا اقرار کرے ولیکن اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ گواہ نے جملہ حدود یا بعض میں غلطی کی تو دعویٰ سموع نہ ہوگا اور اگر اس پر  
گواہ قانم کیے تو گواہی کی سماعت نہ ہوگی ایسا ہی شیخ فری لاوز جیدی سے منقول ہے اس طرح اگر مدعا علیہ دعویٰ کرے کہ گواہ  
نے اقرار کیا کہ گواہ نے غلطی کی تو سماعت نہ ہوگی اور میں الاغضضانی سے منقول ہے کہ اگر گواہ نے غلطی کی پھر کسی جلس یا دوسری مجلس  
میں اسکا تدارک کیا اور محکمہ سے بیان کیا تو مقبول ہوگی بشرطیکہ توفیق ممکن ہو اور توفیق کی صورت ہے کہ فلاں شخص مثلاً  
جو سچی حد کا مالک تھا مگر اسنے اپنا گھر فلاں کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ کہ وہ معلوم نہ تھا یا یوں صورت ہو کہ فلاں شخص اسکا مالک  
تھا مگر وہ اسکا بیچ کر گیا اور یہ کہ وہ اسکا مالک تھا مگر اسنے اپنا گھر فلاں کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ کہ وہ معلوم نہ تھا یا یوں صورت ہو کہ فلاں شخص اسکا مالک  
ہو اور حدود میں کچھ نہ ہو اور اگر وہ قانم ہو تو قانم چاہئے کہ وہ خود ہی محدود کسی گواہوں نے کسی شیخ محدود کی بابت کسی شخص پر گواہی  
کہ گواہوں کو اس کاٹوں میں جانے کا حکم دے تاکہ اس کے حدود معائنہ کر کے بیان کریں تو قاضی گواہ ہونے کے بعد ہر دو کو پھانسی دے  
اور یہی صحیح ہے۔ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے کسی کی طرف سے ایک گھر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم گھر کو اور اس کے حدود کو پھانسی دے

در حدیث و روایات

جنگہم اسکے پاس جاوین واقع کردہ بنائیں ہم اسکے مدد کے نام نہیں جانتے ہیں تو قاضی اسکو قبول کرے گا بشرطیکہ گواہوں کی تعداد چار ہوگی اور گواہوں کو مع مدعی و مدعا علیہ کے اور اپنے دو امینوں کے بھیجے گا تاکہ امینوں کے سامنے گواہ اسکے حدود پر واقع ہوں پھر حجب واقع ہوے اور کہا کہ یہ اس گھر کی حدیں ہیں جسکی ہم نے گواہی دی ہے کہ یہ اس مدعی کا ہی تو قاضی کے پاس لوٹاؤنگے اور دونوں امین گواہی دیجئے کہ انھوں نے گھر اور اسکے حدود پر واقع کیا تو قاضی دونوں کی گواہی پر اس گھر کی ڈگری مدعی کے واسطے کرے گا اور یہ حکم کاؤن اورڈ کاؤن اور زمین کے باب میں یہ فیصلہ عموماً یہ بین لکھا ہوا ہے اور یہی ظہری یہ محیطین لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ جو گھر فلاں شہر کے فلاں محلہ میں فلاں بن فلاں ثنائی کے گھر سے ملتی ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے وہ اس مدعی کا ہے لیکن ہم اسکے حدود میں پہچانتے ہیں پس مدعی نے قاضی سے کہا کہ میں دوسرے گواہ لاتا ہوں کہ جو اسکے حدود کو پہچانتے ہیں اور دو گواہ لایا کہ جنھوں نے گواہی دی کہ اسکے حدود یہ ہیں تو اس مسئلہ کے حکم میں اختلاف ہے بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ قاضی اسکو قبول کرے کہ مدعی کی ڈگری کر دے گا اور بعض میں ذکر کیا کہ قبول نہ کرے گا اور نہ مدعی کی ڈگری کرے گا اور یہی اختلاف کاؤن اور زمین اور تمام عقارات میں یہی ظہری بین لکھا ہے اور ظہیر الدین مرغستانی نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں اور ظہری کہ قبول ہوگی کیونکہ اکثر گواہی کو برداشت کرنا اسی صورت سے ہو کر تاہی کیونکہ شہر کے اندر باغ جب کسی زمین یا باغ کی بیس پر جو سوا د شہر میں واقع ہو گواہی کر تاہی تو پیشتر گواہ اسکے حدود پر حقیقتہ واقع نہیں ہوتے اور نہ پہچانتے ہیں لیکن حدود کا ذکر کرتے ہیں پس انھیں حدود کی گواہی دیتے ہیں اگرچہ حقیقت انکو نہیں پہچانتے ہیں کذا فی الفصول العاویہ اور یہی اصح ہے کذا فی القنیہ اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مدعی ایسے دو گواہوں کو نہ لایا کہ جو اس گھر کے حدود کی گواہی ادا کریں اور قاضی سے درخواست کی کہ میرے ساتھ اپنے دو امین بھیجے کہ گواہ اسکے حدود اور پڑوسیوں کے نام سے واقع ہوں تو قاضی اس درخواست کو منظور کرے گا پھر حجب قاضی نے دونوں امینوں کو بھیج دیا اور انھوں نے گھر کی حدیں اور اسکے پڑوسیوں کے نام پہچان لیے پس اگر امینوں کے بیان میں اور ان حدود میں جو گواہوں نے بیان کی ہیں مطابقت ہے تو قاضی اس گھر کی ڈگری اس گواہی پر مدعی کیواسطے کرے گا یہ محیطین لکھا ہے یہ سب اسوقت ہی کہ یہ گھر مشہور ہو اور اگر کسی کے نام سے مشہور ہو جیسے عمرو بن حنیفہ کا مکان کو فہ میں اور زبیر بن العوام کا گھر نصرہ میں مشہور ہوا اور گواہوں نے ایسے گھر کی بابت کسی کی طرف سے گواہی دی اور حدود کا ذکر نہ کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مقبول نہوگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک مقبول ہوگی اور زمین بھی اگر مشہور ہو تو امین بھی ایسی ہی اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شہر کے فلاں محلہ میں فلاں مسجد کے ملاحق جو مکان ہے وہ اس مدعی کی ملکیت ہے لیکن ہم پڑوسیوں کے نام نہیں جانتے ہیں پھر مدعی نے کہا کہ میں دو گواہ لاتا ہوں جو حدود کی گواہی ادا کریں تو قاضی اسے انھیں ذکر کیا یہ فصول عاویہ میں لکھا ہے۔ گواہوں نے اگر حدود کو پہچانا اور قصہ گوئی سے دریافت کر کے حاکم کے نزدیک تسلیم کے ساتھ بیان کیا تو قبول ہوگی۔ گواہوں نے مدعا علیہ کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور گھر کی حدیں اپنی طرف سے بیان کر دیں اور یہ نہ بیان کیا کہ مدعا علیہ ملے حدود کا بھی اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہوگی یہ وجہ کر دہری میں لکھا ہے۔ اگر گواہ نے بیان کیا کہ ایک حد اسکی میان وہی زمین سے ملاحق ہے تو اس سے شناخت نہ حاصل ہوگی کذا فی الخلافہ کیونکہ میان وہی مقبول ہے زمینوں کے ملاک فائز ہو جائے زمین یا مرہاتے ہیں اور کوئی وارث نہیں ہوتا ہاں گویا میان وہی ہوتے ہیں میں نے اسکا مالک کاؤن والا لکھا ہے۔

۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

خراج کے عوض چھوڑتا ہو وہ بھی میان دہی کہلاتی ہے اس طرح جو ارضی چوپاؤن کے جہانے کیواسے چھوٹی ہو اور قسم  
میں نہ آئی ہو میان دہی کہی جاتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور ختماریہ ہو کہ قابض کا نام و نسب ذکر کر دینا کافی ہے یہ خلاصہ  
میں لکھا ہے۔ اگر گواہ نے کہا کہ ایک حد اس زمین کی فلاں شخص کے وارث کی زمین سے ملائی ہے حالانکہ ہنوز ترکہ میں قسم  
واقع نہیں ہوئی ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبول ہوگی اور صیح یہ ہو کہ قبول ہوگی اور اگر بیان کیا کہ زمین وقت سے ملائی  
ہے تو وقت کا مصرف بیان کرنا ضروری ہے وچیز کر دردی میں لکھا ہے۔ اور اگر بیان کیا کہ فلاں حد اس کی زمین مملکت سے ملی  
ہوئی ہے پس اگر اس مملکت و شخص ہوں تو جس کی مملکت ہو اس کا نام و نسب بیان کرنا چاہیے یہ خلاصہ میں لکھا ہے وچھوٹا  
نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کے باغ کی دیوار توڑ ڈالی ہے پس اگر دیوار کی حدین اور طول و عرض بیان کیا  
تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ قیمت کا ذکر نہ کیا ہو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مٹی کی تھی  
یا لکڑی کی تو اس کی جگہ بیان کرنا بھی ضروری ہے قضاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے احاطہ میں دوسرے کا  
دروازہ ہو اسے پاباکہ اس دروازہ سے اپنے احاطہ میں جاوے اور دوسرے مالک نے منع کیا۔ تو دروازہ کا مالک اس  
بات کا مدعی قرار دیا جائیگا کہ دوسرے کے احاطہ میں دروازہ سے راستہ کا دعویٰ کرتا ہے پس چاہیے کہ دلیل سے لینے  
گواہی سے ثابت کرے اور احاطہ کا مالک منکر ہے پس قسم سے اسی کا قول معتبر ہوگا اور دروازہ کشادہ ہونے سے اس کو کچھ  
استحقاق حاصل نہ ہوگا۔ پس اگر مدعی نے یہ گواہ پیش کیے کہ میں اپنے احاطہ میں اس دروازہ سے پایا کرتا تھا تو اس گواہی سے  
کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا مگر جبکہ گواہی میں یہ بیان ہو کہ مدعی کیواسے اصرار سے پورا راستہ حاصل ہے تو یہ ثبوت بمنزلة معاملہ  
کے اقرار ہے ہوگا اور اگر بیان کیا کہ اس مدعی کے واسطے اس دروازہ سے احاطہ تک کامل راستہ ہے تو گواہی قبول  
ہوگی اگرچہ راستہ کی حدین اور طول و عرض نہ بیان کیا ہو۔ اور ہمارے اصحاب میں سے بعضوں نے بیان کیا کہ اس سے  
مراویہ ہو کہ اگر گواہوں نے معاملہ کے اقرار پر گواہی دی اور حدود طول و عرض قبول رہے تو اقرار صحیح ہے لیکن اگر قطعی  
طور پر گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور صیح یہ ہو کہ مقبول ہوگی اور راستہ کا چوڑائی و دروازہ کے اور طول  
احاطہ تک مقرر کیا جاوے گا کہ ان فی البسوط۔ اور اسی طرح اگر ایک کو چھ کی دیوار میں اس کے احاطہ کا دروازہ ہو اور اہل کوچہ  
ممانعت کرتے ہوں تو بھی یہی صورت ہے اور اگر ایک شخص کا پرنا لہ دوسرے کے احاطہ میں گرتا ہو تو بھی یہی صورت ہے۔ اسی  
طرح اگر کسی دوسرے کی زمین میں نہر ہو اور دونوں نے اختلاف کیا تو بھی یہی صورت ہے لیکن اگر اختلاف کے وقت  
انہیں پانی جاری ہو تو پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور ایسے ہی اگر اس وقت جاری نہ ہو لیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس سے پہلے  
اس شخص کی زمین کی طرف انہیں سے پانی بہتا تھا تو بھی پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر پرنا لہ میں اختلاف  
کے وقت پانی جاری ہو تو اختلاف کے وقت اسی کا قول معتبر ہوگا جس کا پانی جاری ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں  
نے گواہی دی کہ اس مدعی کے لیے پرنا لہ سے پانی احاطہ میں جبنے کا راستہ ہے تو گواہی قبول ہے پس اگر کہا کہ بیٹھ کے پانی کا  
راستہ ہے تو بیٹھ کے پانی کا ہوگا۔ اور اگر کما شست و شو کے پانی کا راستہ ہے تو اس کا ہوگا اور اگر کچھ نہ بیان کیا اور مطلق  
چھوڑ دیا تو قسم لیکر گھر کے مالک کا قول معتبر ہوگا یہ بسوہ میں لکھا ہے۔ اور فقیر ابو الیث نے متاخرین سے نقل کیا ہے کہ  
انہوں نے استحضار کیا کہ اگر پرنا لہ والے کی چھت اس طرف ڈھال ہو اور قدیمی ایسی ہی ہوئی ہے تو اس کے واسطے  
پانی بہنے کا حق ثابت ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر دعوے یا گواہی میں یوں ذکر کیا کہ اس دعوے کی زمین کی ایک





وارث میت کا نہیں ہے تو اسے مستحکم مقبول ہی اور اس کے معنی یہی ہے بائیکے کہ ہم نہیں جانتے ہیں یہ ماویٰ میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اس زمین میں اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مقبول ہی و صاحبین رحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ وجہ ذکر درمی میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور اس کا سبب بیان کیا اور شخص ایسا ہو کہ تمام مال کا مستحق ہی اور کسی دوسرے کی وجہ سے محجوب نہیں ہو سکتا ہی جیسے بیٹا وغیرہ پس اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اسکے سوا دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو بلا توقف قاضی تمام مال اس کو دیکھا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر گواہی دی کہ شخص میت کا بیٹا ہے اور اس سے زیادہ ثریا بیان کیا تو قاضی اس کو تمام مال نہ دیکھا اور یہاں تک توقف کیا کہ قاضی کی رائے میں یہ آجائے کہ اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت میں نف اس پر ہوتا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ شخص اس عورت میت کا شوہر ہے یا یہ عورت اس مرد میت کی جو رہی اور اسکے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی نصف مال مرد کو اور چوتھائی عورت کو دیکھا اور اگر یہ بیان کیا کہ کوئی دوسرا وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو بالاجمال بڑا حصہ ہی کو دیکھا جب تک کہ تھوڑا احتیاط نہ کرے اور جب استقرار تھا کہ دوسرے وارث پیدا ہونے کا غالب گمان یا تا رہا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا حصہ سکودید لکھا یعنی اگر مرد ہی تو قاضی حصہ اس کی جو رو کے مال سے یا جو رہی تو چوتھائی مال ترکہ شوہر سے دلا لکھا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ چھوٹا حصہ دلا لکھا اگر مرد ہی تو چوتھائی اور اگر عورت ہی تو آٹھواں حصہ اور چوتھائی نے اپنی مختصر میں امام ابو یوسف رحمہ کا قول امام ابو یوسف رحمہ کے ساتھ لکھا ہے اور رضوان رحمہ نے امام محمد رحمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے محیط میں لکھا ہے و شخصوں نے ایک شخص کی بابت یہ گواہی دی کہ میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی وارث ہے اسکے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے اسکے لیے میراث کا حکم دیدیا پھر انہیں دونوں نے دوسرے کیواسطے یہ گواہی دی کہ میت کا بیٹا ہے تو مقبول ہوگی اور جو کچھ مال بھائی نے دیا ہے وہ دونوں گواہیے کو ضمان دینگے اور اگر دوسرے کیواسطے یہ گواہی دی کہ میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی ہے یہ شخص اور اسکے سوا ہم وارث نہیں جانتے ہیں تو مقبول ہوگی اور پہلے بھائی کے ساتھ شریک کیا جائیگا اور گواہوں پر پہلے شخص کیواسطے اور نہ دوسرے کے واسطے دائرہ آگئی۔ دو گواہوں نے ایک شخص کے مان و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور کہا اسکے سوا ہم وارث نہیں جانتے ہیں اور اسکے لیے میراث کا حکم ہو گیا پھر دوسرے دو شخصوں نے دوسرے کیواسطے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے تو پہلے شخص کیواسطے وارث کا حکم ہو جائیگا پس اگر مال بھائی کے پاس موجود ہو تو بیٹے کو واپس دے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو بیٹے کو اختیار ہے باپ بھائی سے ضمان لے یا گواہوں سے پس اگر بھائی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر گواہوں سے لی تو وہ بھائی سے واپس لینے یہ محیط سفر میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا دادا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا اور چوتھائی شخص آیا اور گواہ لایا کہ میں میت کا باپ ہوں تو اس کی ڈگری کی جائیگی اور وہی میراث کا مستحق تری یہ غلام میں لکھا ہے اور وہ ولادہ اس شخص مدنی کا جو باپ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے باپ قرار دیا جائیگا پس اگر باپ نے کہا کہ یہ شخص جو دادا ہونیکا دعوے کرتا ہے میرا باپ نہیں ہے اس کو دوبارہ گواہ لانے کا حکم ہو تو قاضی اس کو منظور نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے قاضی سے کہا کہ ہم نے فلاں شخص کو فلاں قاضی نے فلاں شہر میں فلاں میت کا وارث قرار دیا ہے کہ اسکے سوا دوسرا وارث نہیں ہے تو قاضی اس کی وراثت کا حکم دیکھا نہ نسب کا خواہ نسب بیلان کیا ہو یا نریان کیا ہو پس اگر کسی دوسرے نے گواہی دلائی کہ اس نے اور ایسا نسب قائم کیا جس سے وہ شخص پہلا محجوب ہوتا ہے یا یہ مدعی اس کا شریک ہوتا ہے تو گواہی مقبول ہی ہوگی

میت کا وارث نہیں ہے تو اس کے معنی یہی ہے بائیکے کہ ہم نہیں جانتے ہیں یہ ماویٰ میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اس زمین میں اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مقبول ہی و صاحبین رحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ وجہ ذکر درمی میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور اس کا سبب بیان کیا اور شخص ایسا ہو کہ تمام مال کا مستحق ہی اور کسی دوسرے کی وجہ سے محجوب نہیں ہو سکتا ہی جیسے بیٹا وغیرہ پس اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اسکے سوا دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو بلا توقف قاضی تمام مال اس کو دیکھا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر گواہی دی کہ شخص میت کا بیٹا ہے اور اس سے زیادہ ثریا بیان کیا تو قاضی اس کو تمام مال نہ دیکھا اور یہاں تک توقف کیا کہ قاضی کی رائے میں یہ آجائے کہ اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت میں نف اس پر ہوتا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ شخص اس عورت میت کا شوہر ہے یا یہ عورت اس مرد میت کی جو رہی اور اسکے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی نصف مال مرد کو اور چوتھائی عورت کو دیکھا اور اگر یہ بیان کیا کہ کوئی دوسرا وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو بالاجمال بڑا حصہ ہی کو دیکھا جب تک کہ تھوڑا احتیاط نہ کرے اور جب استقرار تھا کہ دوسرے وارث پیدا ہونے کا غالب گمان یا تا رہا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا حصہ سکودید لکھا یعنی اگر مرد ہی تو قاضی حصہ اس کی جو رو کے مال سے یا جو رہی تو چوتھائی مال ترکہ شوہر سے دلا لکھا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ چھوٹا حصہ دلا لکھا اگر مرد ہی تو چوتھائی اور اگر عورت ہی تو آٹھواں حصہ اور چوتھائی نے اپنی مختصر میں امام ابو یوسف رحمہ کا قول امام ابو یوسف رحمہ کے ساتھ لکھا ہے اور رضوان رحمہ نے امام محمد رحمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے محیط میں لکھا ہے و شخصوں نے ایک شخص کی بابت یہ گواہی دی کہ میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی وارث ہے اسکے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے اسکے لیے میراث کا حکم دیدیا پھر انہیں دونوں نے دوسرے کیواسطے یہ گواہی دی کہ میت کا بیٹا ہے تو مقبول ہوگی اور جو کچھ مال بھائی نے دیا ہے وہ دونوں گواہیے کو ضمان دینگے اور اگر دوسرے کیواسطے یہ گواہی دی کہ میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی ہے یہ شخص اور اسکے سوا ہم وارث نہیں جانتے ہیں تو مقبول ہوگی اور پہلے بھائی کے ساتھ شریک کیا جائیگا اور گواہوں پر پہلے شخص کیواسطے اور نہ دوسرے کے واسطے دائرہ آگئی۔ دو گواہوں نے ایک شخص کے مان و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور کہا اسکے سوا ہم وارث نہیں جانتے ہیں اور اسکے لیے میراث کا حکم ہو گیا پھر دوسرے دو شخصوں نے دوسرے کیواسطے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے تو پہلے شخص کیواسطے وارث کا حکم ہو جائیگا پس اگر مال بھائی کے پاس موجود ہو تو بیٹے کو واپس دے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو بیٹے کو اختیار ہے باپ بھائی سے ضمان لے یا گواہوں سے پس اگر بھائی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر گواہوں سے لی تو وہ بھائی سے واپس لینے یہ محیط سفر میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا دادا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا اور چوتھائی شخص آیا اور گواہ لایا کہ میں میت کا باپ ہوں تو اس کی ڈگری کی جائیگی اور وہی میراث کا مستحق تری یہ غلام میں لکھا ہے اور وہ ولادہ اس شخص مدنی کا جو باپ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے باپ قرار دیا جائیگا پس اگر باپ نے کہا کہ یہ شخص جو دادا ہونیکا دعوے کرتا ہے میرا باپ نہیں ہے اس کو دوبارہ گواہ لانے کا حکم ہو تو قاضی اس کو منظور نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے قاضی سے کہا کہ ہم نے فلاں شخص کو فلاں قاضی نے فلاں شہر میں فلاں میت کا وارث قرار دیا ہے کہ اسکے سوا دوسرا وارث نہیں ہے تو قاضی اس کی وراثت کا حکم دیکھا نہ نسب کا خواہ نسب بیلان کیا ہو یا نریان کیا ہو پس اگر کسی دوسرے نے گواہی دلائی کہ اس نے اور ایسا نسب قائم کیا جس سے وہ شخص پہلا محجوب ہوتا ہے یا یہ مدعی اس کا شریک ہوتا ہے تو گواہی مقبول ہی ہوگی



جو حکم ہوا تھا وہ میراث اور نسب دونوں کے حق میں ٹوٹ جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک وار کا جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میراث میں نے اپنے باپ کی میراث سے پایا ہے اور گواہ لایا کہ بھون نے گواہی دی کہ یہ گھر مرے دم تک اسکے باپ کا تھا اور بعد مرنے کے اسکے واسطے میراث چھوڑا کہ ہم اسکے سوا دوسرا وارث اُسکا نہیں جانتے ہیں یا یہ گواہی دی کہ مرے دم تک اسکے باپ کا رہا ہے تو قاضی یہ گواہی قبول کرے گا اور مدعی کی ڈگری کرے گا اگرچہ گواہوں نے یہ نہ بیان کیا کہ اسکے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اسے طرح اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر مرے دم تک اسکے باپ کے قبضہ میں تھا یا اسکے باپ کے قبضہ میں تھا بعد مرے تو قاضی ایسی گواہی قبول کرے گا اور مدعی کی ڈگری کرے گا اور یہی ظاہر روایت اور اصرار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر یہ گواہی دی کہ اسکے باپ مراد مالک اسی گھر میں رہتا تھا تو مقبول ہے یہ محیط میں ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ اس کا باپ اس گھر میں مر گیا اس گھر میں تھا یہاں تک کہ امین مر گیا تو مقبول نہ ہوگی اور اسے طرح اگر کہا کہ اسکے باپ امین داخل ہوا اور مر گیا تو مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسکے باپ مر گیا حالانکہ وہ اس میں سے تھا یا اس انگوٹھی کو پہنے تھا تو یہ گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کی صورت میں مطلقاً حکم دیا ہے اور قاضی ابو ایمن نے تینوں قاضیوں سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ اس صورت میں تفصیل کرتے تھے کہ گواہوں نے لکھنا نہ ضرر میں موت کے دن انگوٹھی پہنے ہو گیا ذکر کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر باپ میں ہو گیا بیان کیا تو ناقبول ہوگی یا در بیان کی انگوٹھی یا انگوٹھے میں بیان کی تو بھی مقبول نہ ہوگی لیکن صحیح یہ ہے کہ حکم مطلقاً جاری کیا جائے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر بیان کیا کہ اسکے باپ مر گیا حالانکہ وہ اس کپڑے کو اپنے بدن پہلا دے ہوئے تھا تو مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہی دی کہ اسکے باپ مراد وہ اس گھر سے کا سوار تھا تو وارث کو دلایا جائے گا اور اگر گواہی دی کہ اسکے باپ مراد حالانکہ وہ اس بستر پر بیٹھا تھا یا سو یا تھا تو مقبول نہ ہوگی اور اگر گواہی دی کہ اسکے باپ مراد وہ کپڑا اپنے سر پہنا تھا تو مقبول نہ ہوگا کہ وہ حامل تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور وارث کو نہ دلایا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر بیان کیا کہ مرے دن اسکے باپ کپڑا اپنے سر پہنا دے ہوئے تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کی ملکیت تھا یا وہ امین رہا کرتا تھا یا اسکے مالک تھا پس اگر اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ اُس نے اس مدعی کیلئے میراث چھوڑا ہے تو گواہی مقبول ہو رہا اتفاق مدعی کو دلایا جائے گا اور اگر میراث چھوڑنے کا ذکر نہ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے دوسرے قول میں مقبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ نے امین سے کسی بات کا اقرار کیا تو وہ مدعی کی ملکیت کا اقرار ہوگا اور اگر قاضی اس کو حکم دے کہ مدعی کے سپرد کرے یہ فتاویٰ قاضی خان و محیط میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کا تھا وہ امین مر رہا ہے تو بھی اختلاف ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ اسکے باپ کا تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ مر گیا اور اسکے واسطے میراث چھوڑا پس بھون نے کہا کہ امین بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایسی صورت میں یا لایا مقبول نہیں ہے اور ایسی کو امام فضلی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اسکے وارث نے گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا اُس نے اس قابض کو مانگے یا اجرت پر یا و دیوت دیا تھا تو وہ مدعی کو دلایا جائے گا اور اس کی تکلیف نہ دیا جائے گی کہ اسکے گواہ سنائے کہ وہ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا یہ کافی میں لکھا ہے اگر دوا گواہوں نے گواہی دی کہ لکھا ہے مر گیا اور میرے خزانے کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور ہم اسکے سوا دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں حالانکہ گواہوں نے خزانے کے نام میں اس سے طاعت میں پائی تو انکی گواہی باطل ہے محیط میں لکھا ہے اور یہ حکم اس صورت میں مدعی کا باپ

میت سے مشہور ہوا اور اگر مشہور نہ ہو اور انھوں نے ایسی گواہی دی اور میت سے ملاقات نہیں پائی تھی تو یہ صورت متقی بن  
 اسطرح مذکور کہ نسب کے بارہ میں گواہی یا تراور میراث کے حق میں باطل ہوئے محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر کے بارہ میں جو ایک  
 شخص کے قبضہ میں ہے گواہی دی کہ یہ فلاں شخص اس مدعی کے دادا کا تھا اور اسی کی ملک تھا اور گواہوں نے اس کے دادا کی  
 ملاقات پائی تھی اور مدعی یہ دعویٰ کرتا تھا کہ یہ میرے باپ کا تھا پس اگر گواہوں نے میراث کا ذکر کیا کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا تھا  
 اور وہ مر گیا اور اس مدعی کے باپ کی واسطے میراث چھوڑا اور باپ پھر مر گیا اور اس مدعی کی واسطے میراث چھوڑا تو گواہی مقبول ہوگی  
 اور گھر مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر میراث کا ذکر نہ بیان کیا پس اگر باپ سے پہلے دادا کا مرنا نہ معلوم ہو تو بالاجماع گھر مدعی کو نہ دلایا جائیگا  
 اور اگر معلوم ہو تو بھی امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ و اول قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق یہی جواب ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ بلا خلاف  
 اس صورت میں گواہی نامقبول ہوگی اور اگر گواہوں نے معاملہ کے اقرار کر لی گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ گھر مدعی کے دادا  
 کا تھا اور میراث کا بیان نہ کیا تو قاضی وہ گھر مدعی کو دلایا جائیگا بشرطیکہ اس کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر یوں  
 گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا ہے اور یہ کہ اس مدعی کے دادا کی ملکیت تھا پس اگر میراث کا ذکر کیا تو گواہی مقبول  
 ہوگی اور گھر مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر نہ ذکر کیا تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسف  
 کے دوسرے قول کے موافق مشائخ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا مقبول ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی بیخط  
 میں ہی کتاب الاقصیہ میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اور ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میرے باپ نے اس سے  
 ہزار درہم کو خرید لیا اور میرا باپ مر گیا اور بائع اس سے انکار کرتا ہے تو میں اس کو اپنی تکلیف نہ دوں گا اس بات پر گواہ نہ سنائے کہ میرا  
 باپ مر گیا اور ذخیرہ واسطے میراث چھوڑا ہے لیکن اس کے گواہ طلب کروں گا کہ چاہے سوائے دوسرا وارث نہ ہوتے ہوں پس اگر ایک  
 گواہ قائم کیے تو معاملہ کو حکم دے گا کہ یہ گھر اس کے والد کے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ گھر سوائے بائع کے دوسرے کے  
 قبضہ میں ہو تو دونوں باتوں کے گواہوں کے واسطے تکلیف دیا جائیگا یعنی باپ کی موت اور میراث چھوڑنے کے اور  
 سوائے اسکے دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں یہ بھی اس شخص میں لکھا ہے کتاب الاصل میں ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے  
 پس اس کا بیعتا آیا اور گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے دادا کا تھا وہ مر گیا اور اس نے میرے باپ اور اس کے چچا قابض کے درمیان  
 آدھون آدھ میراث چھوڑا ہے اور پھر میرا باپ مر گیا اور اس نے اپنا حصہ میرے واسطے میراث چھوڑا تو قاضی یہ گواہی قبول  
 کرے گا اور گھر اس کے اور اس کے چچا کے درمیان نصف نصف مشترک کر دیا جائے گا اگر بنو قابض کے بیعتے کے گواہوں نے قاضی نے  
 حکم دیا تھا کہ قابض نے گواہ سنائے کہ میرا چچا یعنی اس مدعی کا باپ میرے والد کے انتقال سے پہلے انتقال کر گیا اور میرے  
 باپ نے اس سے چھٹا حصہ میراث پایا پھر میرا باپ مر گیا اور میں نے تمام گھر اس کی میراث میں پایا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ  
 ہو کہ بیعتے کے قبضہ میں اپنے باپ کے میراث میں سے کچھ نہ ہوا اور اس صورت میں بیعتے کی گواہی اولے پر اور دوسری  
 صورت یہ ہو کہ اسکے قبضہ میں باپ کی میراث میں سے کچھ نہ ہوا اور باقی مسئلہ اپنے چچا کے واسطے ہے تو اس صورت میں دادا کی  
 تمام میراث مدعی کے چچا کو ملیگی اور مدعی کے باپ کی تمام میراث مدعی کو ملیگی اور ان دونوں کی موت گویا ایک ساتھ قرار  
 دی جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر ایک شخص اور اسکے بیعتے کے قبضہ میں ہے اور میراث کے دعویٰ کیا کہ میرا باپ  
 مر گیا اور اس کو میرے واسطے میراث چھوڑا ہے کہ میرے سوائے وارث نہیں ہے تو دونوں کو مدعا آدھا آدھا دیا جائے گا  
 پس اگر چچا نے کہا کہ میرے باپ اور چچا کے درمیان آدھا آدھا تھا اور بیعتے نے اس کی تصدیق کی تو لیکن چچا نے کہا



کہ میرا بھائی میرے باپ کے انتقال سے پہلے مر گیا تھا پس اس کا حصہ میرے اور میرے دادا کے درمیان چھ حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا پھر تراداد مر گیا اور اس کا چھٹا حصہ بھی مجھے ملا یہ چھ نمیتے نے کہا کہ دادا نے پہلے انتقال کیا اور دادا کا حصہ میرے باپ اور میرے درمیان نصف نصف تقسیم ہو گیا پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور وہ حصہ بھی مجھے ملا پس اگر دونوں نے یا ایک نے گواہ نہ قائم کیے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لیا جائیگی پس اگر دونوں نے قسم کھائی تو دونوں چھوٹ گئے اور جیسا پہلے حال تھا ویسا بعد قسم کے رہیگا اور قبل قسم کے گھر دونوں میں نصف نصف تھا اور اگر ایک نے قسم سے انکار کیا تو قسم کھانے والے کیواسطے ڈگری کر دیا جائیگی اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے تو اسکے موافق اسکی ڈگری کروائی جائیگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ادھا ادھا تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا۔ دو شخصوں نے گواہ ملکہ ملکہ قائم کیے کہ یہ گھر جو زید کے قبضہ میں ہو وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے باپ کا تھا کہ آٹے مرنگے بعد اسکے واسطے میراث چھوڑا ہی اور ہم اسکے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک مدعی اس قابض کا بھتیجا ہی اور وارث ہی کہ اسکے سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہے پھر ہونوگواہوں کی تعدیل ہوئی تھی کہ زید مر گیا اور وہ گھر اس مدعی کے قبضہ میں آگیا جو اسکا بھتیجا تھا اور قابض نے کسی کو وصیت بھی نہیں کی تھی یعنی وہی نہیں بنایا تھا پس اگر فریقین گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا اگر بھتیجا قابض ہو گیا ہو پس اگر دوسرے مدعی اپنی نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرا ہی میں نے اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے تو سماعت نہوگی اور اگر زید کی موت کے بعد ایک کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور دوسرے کی نہوئی اور قاضی نے سب گھر کی ڈگری اسکی کردی پھر دوسرے کے گواہوں کی تعدیل ہوئی تو اسکے لیے کچھ حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ وہ ان گواہوں کو دوبارہ سناوے یا دوسرے گواہ لاوے اور انکی تعدیل ہو اور وہ گواہی دین کہ یہ گھر بسبب میراث کے اسی کا ہی تو تمام گھر اسکو دلایا جائیگا پھر اگر اس شخص نے جسکے واسطے پہلی ڈگری ہوئی تھی یہ کہا کہ میں دوبارہ گواہ لاتا ہوں کہ یہ گھر میرا ہی تو اسکی سماعت نہوگی۔ اگر اجنبی نے زید کی زندگی میں گواہ قائم کیے اور اسکے بھتیجے نے اسکے مرنے کے بعد گواہ سنائے اور دونوں فریق گواہوں کی تعدیل ہوئی تو وہ گھر دونوں میں ادھا ادھا تقسیم ہوگا اور اگر بھتیجے نے گواہ قائم کیے یا مانگ کہ اجنبی کے واسطے ڈگری کر دی گئی پھر بھتیجے نے اجنبی پر گواہ قائم کیے تو بھتیجے کو دلایا جائیگا اور اگر بھتیجے نے چچا کی زندگی میں گواہ قائم کیے اور اجنبی نے مرنے کے بعد قائم کیے اور دونوں گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو اجنبی کی ڈگری کی جائیگی اور اگر ہر ایک نے زید کی زندگی میں ایک ایک گواہ قائم کیا پھر زید مر گیا اور بھتیجا اسکا جو مدعی ہو وارث ہوا پھر ہر ایک نے دوسرے گواہ قائم کیا اور گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو دونوں میں ادھا ادھا تقسیم ہوگا اور وہ ادھا ادھا حکم ہونے کے اگر کسی نے دونوں میں سے کہا کہ میں دوسرے پر گواہ قائم کرتا ہوں تو انتہات نہ کیا جائیگا اگر ہر ایک نے زید پر ایک ایک گواہ قائم کیا پھر زید مر گیا تو مدعی اجنبی نے دوسرے گواہ قائم کیا اور انکی تعدیل ہوگئی اور قاضی نے اجنبی کی ڈگری تمام گھر پر کر دی پھر بھتیجا دوسرے گواہ لایا تو اسکی طرف انتہات نہ کیا جائیگا اور اگر بھتیجے نے دونوں گواہ دوبارہ اجنبی پر قائم کیے تو بھتیجے کی ڈگری کر دیا جائیگی یہ ضبط میں لکھا ہوا۔ ایک شخص مر گیا اور دو شخصوں نے اسکی میراث کا دعویٰ کیا کہ ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ میراث میرا آزاو کیا ہوا غلام ہو اور میرے سوا بے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور انکا کرنا کوئی وقت مقرر نہ کیا تو میراث دونوں میں آدمی آدمی تقسیم ہوگی اور انکا آزاد کرنا وقت مقرر کیا تو سب کا وقت مقدم ہو ہی اوئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا دربار شریف امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے

مفتی محمد رفیع الدین صاحب  
مدظلہ العالی مفتی محمد رفیع الدین صاحب



مال اکیل سے لے بیوے اور کفیل کو اختیار ہو گا کہ اکیل سے کچھ مال وصول کرے یہ قنوی قاضی بنان میں لکھا ہے۔ اگر قرض دار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اسکو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا یہ حلال ہو گیا یا حلال کر دیا یا مدتی نے ہبہ یا صدقہ وغیرہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بھراہنگی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہے۔ منتہی میں لکھا ہے کہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید کے عمو پر ہزار درہم ہیں کہ انہیں سے اسنے سود دم وصول پائے ہیں اور طالب نے کہا کہ میں نے کچھ وصول نہیں پایا ہی تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہزار درہم قرضہ کا حکم دیا جائیگا اور سود دم وصول پائیگا فیصلہ کیا جائیگا کہ اسنے سود دم وصول پائے ہیں یہ قنوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ حیون میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ اسے زید پر ہزار درہم قرض ہیں اور اسنے پانچ سو درہم وصول پائے ہیں اور اسنے ادا کر دیے ہیں اور طالب نے بیان کیا کہ میرے اسپر ہزار درہم ہیں اور میں نے کچھ وصول نہیں پایا ہی اور گواہوں نے ہزار درہم قرض ہونا راست بیان کیا اور پانچ سو درہم وصول پائے ہیں انکو وہم ہوا ہی تو گواہوں کی گواہی اگر عادل ہیں قبول ہوگی اور اگر طالب نے یوں بیان کیا کہ گواہوں کی گواہی قرضہ کی بات صحیح ہے اور پانچ سو درہم ادا کر دیے کی بات دروغ اور جھوٹ ہو تو گواہی قبول نہوگی کیونکہ اسنے اپنے گواہوں کو خود فاسق ٹھہرایا یہ محیطہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسے زید پر ہزار درہم تھے ولین اسنے اسکو بری کر دیا اور مدعی نے کہا کہ میں نے بری نہیں کیا ہی اور مشہود علیہ نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں تھا اور نہ اسنے مجھے بری کیا ہی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر گواہی براد متروک نہ کرتا تو میں ہزار درہم کا حکم مدعا علیہ پر جاری کرتا یہ قنوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر ہزار درہم ہو چکی گواہی دی اور مدعی اسکا دعویٰ کرتا ہی اور یہ بھی گواہی دی کہ مدعا علیہ کے مدعی پر سو دینار ہیں اور مدعی اس سے انکار کرے تاہی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اسنے اپنا گھر مجھے کرایہ پر دیا تھا اور مال کرایہ لے لیا تھا اور پھر گریا تو اجارہ ٹوٹ گیا اب مجھے اپنا مال منا چاہیے پھر گواہوں نے گواہی دی کہ اجارہ دینے والے نے مال اجارہ وصول پائیگا اقرار کیا ہی تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ عقد اجارہ واقع ہو چکی گواہی نہ دی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ گواہوں نے ایک شخص کی طرف سے گواہی دی کہ اسے ہزار درہم باندی کے مول کے زید پر آتے ہیں اور مشہود نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان گواہوں کو اسی بات پر گواہ کیا تھا اور حقیقت میرے ہزار درہم اسپر ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہیں تو گواہی جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درہم باندی کے دام اپنے اوپر قرض ہو گیا اقرار کیا ہووے کیونکہ مسئلہ جو بیان کیا جاتا ہی اسطرح محفوظ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم ایک اسباب کے درہم قرض ہو گیا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک باندی کی قیمت ہے جو اسنے اس مدعی سے غصب کر لی تھی اور ہاک ہو گئی تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر صورت مسئلہ یہ رہی اور اقرار مدعا علیہ پر گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیطہ اور خلاصہ اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ مدعی نے بیان کیا کہ اسنے انکو واہ نہیں کیا تھا تو قبول نہوگی یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر سو تھیرہ ہون بہب بن مسلم ہونے کے دعویٰ کیا کہ سب شرطیں سلم صحیح ہو چکی موجود نہیں اور گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اپنے اوپر سو تھیرہ قرض ہو گیا اقرار کیا ہی اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو بعضوں نے کہا کہ گواہی قبول نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ قبول ہوگی چاہیے اور اول اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور گواہی گندی کی گواہی لے کر انکو دس درہم دینے میں اور یہ نہ کہ مدعا علیہ نے قرضہ کیا تو قرضہ مدعا علیہ کا ثابت ہوگا اور اگر وہ کہے کہ میں نے ہاتھ لگایا نہ اسے قرضہ کیا ہی تو قبول نہوگی البتہ اگر مدعی نے یہ دعویٰ کیا کہ بطور قرض کے اسنے قرضہ کیا ہی تو اسے گواہ لانی ضرورت ہے

قنوی ہند یہ کن باشاوات باہنتم اختلاف دعوی و گواہی

ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے۔ دیناروں کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو دینار دیے ہیں تو گواہی  
مقبول ہوگی یہ فصول سماویہ میں لکھا ہے قرض کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے مدعا علیہ کے مال کا اقرار کر لیا تو گواہی دی تو بدو سبب  
بیان کرنے کے مقبول ہوگی اور اگر دس دینار قرض کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ زاورا دانی است یعنی مدعا علیہ کو  
دینا چاہیے ہیں تو اس سے قرضہ ثابت نہوگا اور اگر کہا کہ دادنی است بسبب قرض یعنی بسبب قرض کے دینا چاہیے ہیں  
تو مقبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا اور سبب نہ بیان کیا اور گواہوں  
نے سبب بیان کیا تو گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے محیط میں لکھا ہے کہ اگر قرض کے نامذ سبب کا دعویٰ کیا اور  
گواہوں نے مطلق درم و دینار کی اسکے ذمہ ہونے کی گواہی دی تو شمس الاسلام اور جہدی فرماتے تھے کہ ایسی گواہی قبول نہوگی  
اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ صحیح ہے کہ قبول ہوگی اور اگر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ پانچ سو درم ایک غلام کے دام  
ہیں جو اس نے مجھے خریدا کہ قبضہ کیا تھا اور پانچ سو درم کسی اسباب کے دام ہیں جو اس نے مجھے خریدا کہ قبضہ کیا تھا اور  
گواہوں نے صرف پانچ سو درم کی مطلق گواہی دی کوئی سبب نہ بیان کیا تو گواہی پانچ سو کی مقبول ہوگی اور سبب  
کا بیان کرنا ضرور نہیں ہے اور یہ مسئلہ صریح اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے دعوے میں اگر سبب بیان ہو اور  
گواہوں نے مطلق گواہی دی تو مقبول ہوتی ہے اور سبب بیان کرنا شرط نہیں ہے اور امام غزالی الدین مرغینانی ہی  
پر فتوے دیتے تھے یہ فصول ہادیہ میں لکھا ہے۔

**دوسری فصل** املاک کے دعویٰ کے بیان میں۔ اگر مدعی نے فقط دار کے ساتھ دعویٰ کیا اور گواہوں نے نعمتیت کے  
ساتھ اسکی طرف سے گواہی دی تو بعضوں نے کہا کہ ہمارے محاورہ عرف کے موافق قبول ہونا چاہیے اور یہی اظہر ہے فیہ  
میں لکھا ہے اگر مدعی نے تمام گھر کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے آدے گھر کی گواہی دی تو جائز ہے اور آدے گھر کی ڈگری، علی  
کو دیا جائیگی اور کچھ توفیق کی ضرورت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی ملک کا مطلقاً دعوے کیا اور  
گواہوں نے کسی سبب میں کے ساتھ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ تین میں لکھا ہے۔ مگر قاضی کو چاہیے کہ مدعی سے دریافت  
کرے کہ کیا تو اسی سبب سے ملک کا دعویٰ کرتا ہو جسکی گواہی دی ہے یا کسی اور سبب سے دعوے کرتا ہو؟ اگر  
گواہوں کے بیان کیے ہوئے سبب سے دعویٰ کرنا ظاہر کیا تو اسکے لیے ملکیت کا حکم دیدیگا اور اگر کسی دوسرے سبب سے  
دعویٰ کرنا بیان کیا یا کہا اس سبب سے دعویٰ نہیں کرتا ہوں تو اسکے گواہوں کی گواہی قبول نہ کرے گی محیط میں لکھا ہے۔ اگر  
کسی نے مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی پھر مطلقاً ملکیت کی گواہی دی تو گواہی  
مقبول نہوگی اور اگر پہلے مطلقاً ملکیت کی گواہی دی پھر کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فصول ہادیہ میں  
لکھا ہے اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ملکیت کی چیز ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اس سبب سے میں اسکا مالک ہوں  
گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملکیت میں ملک سے  
پیدا ہونے کے سبب سے ملک کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر مدعی نے کسی شخص کے پاس ایک گھوڑے  
پر دعویٰ کیا اور کہا کہ میری ملکیت میں ملک سے پیدا ہوئے سبب سے اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسنے قاضی سے خبر کیا اس  
واسطے اسکا دعویٰ مقبول نہوگی لیکن اگر یوں توفیق دی کہ واقعی میری ملکیت میں پیدا ہوا تھا پھر میں نے اسکو مدعا علیہ کے ہاتھ  
فرخت کیا پھر اس سے خریدا یا پس بیگناہ طرح توفیق کا دعویٰ کرے تب تک گواہی قبول نہوگی یہ ظہیر میں لکھا ہے اگر ملک

میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کسی ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر پہلے مطلقاً ملکیت کی گواہی دی پھر کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فصول ہادیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ملکیت کی چیز ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اس سبب سے میں اسکا مالک ہوں گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملکیت میں ملک سے پیدا ہونے کے سبب سے ملک کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر مدعی نے کسی شخص کے پاس ایک گھوڑے پر دعویٰ کیا اور کہا کہ میری ملکیت میں ملک سے پیدا ہوئے سبب سے اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسنے قاضی سے خبر کیا اس واسطے اسکا دعویٰ مقبول نہوگی لیکن اگر یوں توفیق دی کہ واقعی میری ملکیت میں پیدا ہوا تھا پھر میں نے اسکو مدعا علیہ کے ہاتھ فرخت کیا پھر اس سے خریدا یا پس بیگناہ طرح توفیق کا دعویٰ کرے تب تک گواہی قبول نہوگی یہ ظہیر میں لکھا ہے اگر ملک



مطلق کا دعوی کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسکو اپنے باپ کی میراث میں پایا ہی فلاں شخص سے خریدی اور وہ اس کا مالک تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ اسکا فی الحال مالک ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ شخص معین مدعی کو دلائی جاوے گی لیکن قاضی کو روا ہو کہ گواہوں سے دریافت کرے کہ تم جانتے ہو کہ اسکی ملک سے نکل آئی یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملی ہو اور اسے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ چیز اسکو اور اسکے باپ کی میراث سے ملی ہو تو گواہی جائز ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہے۔ متقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص کسی شخص نے مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور اسکی تاریخ بیان کی اور کہا کہ مدعا علیہ نے مجھ سے ایک مہینہ ہوا کہ لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے ملک مطلق کا بلا تخریب تاریخ گواہی دی تو نامقبول ہوگی اور اگر ملک عکس ہو تو مقبول ہوگی اور یہی مختار ہے اور میراث کے سبب سے ملک کا دعوی بمنزل ملک مطلق کے دعوی کے ہی ہو و میراث میں لکھا ہے اگر ایک گھر چو ایک شخص کے قبضہ میں ہو یہ دعوی کیا کہ ایک سال سے یہ میراث ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ میں برس سے اسکا ہی تو گواہی باطل ہے اور اگر مدعی نے میں برس سے ملکیت کا دعوی کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک سال سے اسکا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی مال معین پر اپنی ملکیت کا دعوی کیا اور کہا کہ اس شخص قابض نے مجھ سے ایک مہینہ سے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور ناحق لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے اسکی ملکیت کی گواہی دی اور قبضہ کی مدت نہ بیان کی کہ کب سے لیکر اسے قبضہ کیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی۔ اسی طرح اگر مدعی نے بلا معا مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کا دعوی کیا یعنی دعوی سے میں اسنے کچھ مدت نہ بیان کی اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ایک مہینہ سے قبضہ کر لیا ہے تو بھی مقبول نہوگی لیکن اگر مدعی نے اس طرح توفیق دی کہ میراثی ہی مراد تھی کہ ایک مہینہ سے اسنے قبضہ کر لیا ہے تو مقبول ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ہون توفیق دینے کے ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول مختار میں لکھا ہے مدعی نے دعوی کیا کہ اسنے اسقدر میراث مال ایسی وجہ سے اپنے قبضہ میں کیا ہے کہ اسپر واپس کرنا ضروری ہے اور گواہوں نے مطلقاً قبضہ کر لینے کی گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے ایسی وجہ سے قبضہ کر لیا کہ اسکو واپس کر دینا واجب ہو تو اصل قبضہ کے باب میں گواہی مقبول ہوگی پس واپس دینا واجب ہوگا کہ فی الحال راقی اور اس طرح اگر گواہی دی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کر لینے کا اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر دعوی کیا کہ اسنے میراث اسقدر مال پر قبضہ کیا اور ناحق قبضہ کیا ہے اور اسے گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے بطریق سود لینے کے قبضہ کیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے اور اگر مدعی نے غصب کی راہ سے قبضہ کر لینے کا دعوی کیا اور گواہوں نے سود کی وجہ پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ تو نے میراثے مال سے ایک اونٹ ناحق اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور اسکی قیمت اور رنگ ذکر کر دیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس قابض نے فلاں شخص کا اونٹ اپنے قبضہ میں کر لیا ہے یعنی مدعی کے سواے دوسرے کا نام لیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہاں تک کہ جبراً حاصل لے کا حکم کیا جائے گا یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اس شخص نے فلاں شخص کا غلام غصب کر لیا تھا مگر پھر اسے واپس دیا اور وہ اپنے مالک کے پاس مر گیا اور مفصوب منہ نے کہا کہ مجھے اسنے واپس نہیں دیا اور اسی کے پاس مر گیا ہے اور شہود علیہ نے کہا کہ زمین نے غصب کیا اور نہ میراثے پاس مر گیا اور نہ زمین کوئی چیز واقع ہوئی تو فرمایا ہے کہ میں اسکی قیمت مدعی کو دلاؤں گا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اور اس طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے غصب کیا اور اسے مالک نے اس غلام کو غاصب کے پاس مار ڈالا ہے تو مفصوب منہ نے بیان کیا کہ میراثے پاس سے اسنے غصب کر لیا ہے مگر میں نے اسے پاس غلام کو قتل نہیں کیا اور وہ میراثے پاس مر گیا ہے اور شہود علیہ نے بیان کیا کہ میں اسے کوئی غصب نہیں کیا اور نہ مدعی نے کوئی اپنا غلام میراثے پاس مار ڈالا ہے

مطلق کا دعوی کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسکو اپنے باپ کی میراث میں پایا ہی فلاں شخص سے خریدی اور وہ اس کا مالک تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ اسکا فی الحال مالک ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ شخص معین مدعی کو دلائی جاوے گی لیکن قاضی کو روا ہو کہ گواہوں سے دریافت کرے کہ تم جانتے ہو کہ اسکی ملک سے نکل آئی یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دعوی کیا کہ یہ چیز مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملی ہو اور اسے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ چیز اسکو اور اسکے باپ کی میراث سے ملی ہو تو گواہی جائز ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہے۔ متقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص کسی شخص نے مطلقاً ملک کا دعوی کیا اور اسکی تاریخ بیان کی اور کہا کہ مدعا علیہ نے مجھ سے ایک مہینہ ہوا کہ لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے ملک مطلق کا بلا تخریب تاریخ گواہی دی تو نامقبول ہوگی اور اگر ملک عکس ہو تو مقبول ہوگی اور یہی مختار ہے اور میراث کے سبب سے ملک کا دعوی بمنزل ملک مطلق کے دعوی کے ہی ہو و میراث میں لکھا ہے اگر ایک گھر چو ایک شخص کے قبضہ میں ہو یہ دعوی کیا کہ ایک سال سے یہ میراث ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ میں برس سے اسکا ہی تو گواہی باطل ہے اور اگر مدعی نے میں برس سے ملکیت کا دعوی کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک سال سے اسکا ہی تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی مال معین پر اپنی ملکیت کا دعوی کیا اور کہا کہ اس شخص قابض نے مجھ سے ایک مہینہ سے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور ناحق لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے اسکی ملکیت کی گواہی دی اور قبضہ کی مدت نہ بیان کی کہ کب سے لیکر اسے قبضہ کیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی۔ اسی طرح اگر مدعی نے بلا معا مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کا دعوی کیا یعنی دعوی سے میں اسنے کچھ مدت نہ بیان کی اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ایک مہینہ سے قبضہ کر لیا ہے تو بھی مقبول نہوگی لیکن اگر مدعی نے اس طرح توفیق دی کہ میراثی ہی مراد تھی کہ ایک مہینہ سے اسنے قبضہ کر لیا ہے تو مقبول ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ہون توفیق دینے کے ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول مختار میں لکھا ہے مدعی نے دعوی کیا کہ اسنے اسقدر میراث مال ایسی وجہ سے اپنے قبضہ میں کیا ہے کہ اسپر واپس کرنا ضروری ہے اور گواہوں نے مطلقاً قبضہ کر لینے کی گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے ایسی وجہ سے قبضہ کر لیا کہ اسکو واپس کر دینا واجب ہو تو اصل قبضہ کے باب میں گواہی مقبول ہوگی پس واپس دینا واجب ہوگا کہ فی الحال راقی اور اس طرح اگر گواہی دی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کر لینے کا اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر دعوی کیا کہ اسنے میراث اسقدر مال پر قبضہ کیا اور ناحق قبضہ کیا ہے اور اسے گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے بطریق سود لینے کے قبضہ کیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے اور اگر مدعی نے غصب کی راہ سے قبضہ کر لینے کا دعوی کیا اور گواہوں نے سود کی وجہ پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی۔ ایک شخص نے دعوی کیا کہ تو نے میراثے مال سے ایک اونٹ ناحق اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور اسکی قیمت اور رنگ ذکر کر دیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس قابض نے فلاں شخص کا اونٹ اپنے قبضہ میں کر لیا ہے یعنی مدعی کے سواے دوسرے کا نام لیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہاں تک کہ جبراً حاصل لے کا حکم کیا جائے گا یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اس شخص نے فلاں شخص کا غلام غصب کر لیا تھا مگر پھر اسے واپس دیا اور وہ اپنے مالک کے پاس مر گیا اور مفصوب منہ نے کہا کہ مجھے اسنے واپس نہیں دیا اور اسی کے پاس مر گیا ہے اور شہود علیہ نے کہا کہ زمین نے غصب کیا اور نہ میراثے پاس مر گیا اور نہ زمین کوئی چیز واقع ہوئی تو فرمایا ہے کہ میں اسکی قیمت مدعی کو دلاؤں گا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اور اس طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے غصب کیا اور اسے مالک نے اس غلام کو غاصب کے پاس مار ڈالا ہے تو مفصوب منہ نے بیان کیا کہ میراثے پاس سے اسنے غصب کر لیا ہے مگر میں نے اسے پاس غلام کو قتل نہیں کیا اور وہ میراثے پاس مر گیا ہے اور شہود علیہ نے بیان کیا کہ میں اسے کوئی غصب نہیں کیا اور نہ مدعی نے کوئی اپنا غلام میراثے پاس مار ڈالا ہے

تو اس صورت میں بھی مدعا علیہ پر غلام کی قیمت واجب ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے ہلاک کر ڈالا ہو اور گواہوں نے مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے میرے مال میں سے اس قدر سباب تلف کیا اور اس پر اس کی قیمت واجب ہو اور گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اس کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا ہو تو گواہی مقبول ہو اور اگر قطعاً یہ کر دینا ذکر کیا اور سپرد کرنا نہ ذکر کیا تو یہ گواہی تلف کر دینے پر درست نہ ہوگی یہ فصول عادیہ میں لکھا ہی۔ اگر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا گدا غصب کر لیا ہو اور گواہوں نے گواہی دی کہ گدا مدعی کی ملک ہو اور اس شخص کے قبضہ میں تاقی ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہی۔ اگر دس من آٹا مع بھوسی ملے ہوئے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے آٹے کی بدون بھوسی کے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر چھنے ہوئے آٹے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بے چھنے ہوئے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر مدعی نے کھری چاندی کا دعویٰ کیا اور وزن بیان کر دیا اور گواہوں نے چاندی اور وزن کی گواہی دی اور کھری وغیرہ صفت کا بیان نہ کیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور ردی چاندی دلوئی جاوے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہی۔ منتقی میں مذکور ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے اور قابض کے درمیان نصف نصف ہو کہ مجھے باپ کی میراث میں ملا ہو اور قابض نے اسکا انکار کیا اور کہا کہ سب میرا ہی پھر مدعی گواہ لایا کہ جنھوں نے گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے باپ کا ہو اور وہ مر گیا اور اس نے یہاں مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہو اور اسکے سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہے پس امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر پہلے مدعی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہمیں سے آدھا قابض کو میری طرف سے مل گیا ہو تو اسے گواہوں کی یہ گواہی باطل ہوگی اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکا آدھا مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا تھا تو قاضی اسکو بیع کر دینے کے دعویٰ میں صادق نہ جائیگا اور نہ اسکو اپنے گواہوں کو جھٹلانے والا اگر دایکا اور آدھے گھر کی ڈگری اسکے نام میراث کی وجہ سے کر دیا۔ اور اگر وہ اسکے گواہ لایا کہ میں نے آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا ہو یا اس نے اس شرط پر مدعا علیہ سے صلح کر لی ہے کہ آدھا گھر اس کے سپرد کر دے تو گواہی قبول ہوگی اور تمام گھر کی ڈگری اسکے نام کر دیا اور آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت ہونے کا حکم دیگا بشرطیکہ مدعی نے بیع کا دعویٰ کیا ہو اور مدعا علیہ پر بیع واجب ہوگا اور اگر صلح کر لینے پر اس نے گواہ قائم کیے تھے تو صلح باطل کر کے تمام گھر مدعی کے حوالہ کیا جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہی منتقی میں لکھا ہی کہ کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس گھر میں سے آدھا لے باقی ہوا میرا ہو اور وہ گھر دشمنوں کے قبضہ میں تھا کہ دونوں نے اسکو تقسیم کر لیا تھا اور ایک غائب ہو گیا تھا اور مدعی نے حاضر سے رجوع کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی کا یہی آدھا ہے جو اس حاضر کے قبضہ میں ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ وجہ کر دی ہیں لکھا ہی اگر ایک مال میں کسی شخص کے قبضہ میں تھا اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہو اور اس پر گواہ قائم کیے پھر مدعی نے کہا کہ یہ مال ہرگز کسی میراث نہ تھا تو گواہی باطل ہونا مقبول ہوگی اور اگر حکم قاضی ہو گیا تھا تو باطل ہو جائیگا اور اس طرح اگر کسی کا نقصان نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے محیط میں لکھا ہی کہ کسی نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے کہ جنھوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے فقرہ کیا ہے کہ یہ غلام مدعی کی ملک ہو تو گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ میں نے مدعی سے خریدا ہو اور مدعی نے کہا کہ اس نے یہ اقرار کیا ولیکن میں نے اس کے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہو تو مدعی غلام کو ملے لیگا اسی طرح اگر قبضہ بطور حاکم کے واقع ہو گیا اقرار کیا اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے مجھے کرایہ پر دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر گواہی دی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے یہ ہے

ہاتھ اتنے دامون کو فروخت کیا ہی گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہی تب بھی یہی حکم ہو اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا ہی تو قبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کر لیتے کا اقرار کیا یا یہ اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس رہن کیا ہی تو مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائے گا یا غلامین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک باندی پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہی دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی اسکی ہی تو یہ مسئلہ کسی کتاب میں مذکور نہیں اور شارح نے ایسی گواہی میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہوگی اور یہی صحیح ہے مجھ و ذمہ میں لکھا ہی۔ اگر دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اسکی تھی تو مقبول نہوگی۔ نیز خواتمہ المقتین میں لکھا ہی۔ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہی اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اسکی تھی تو مقبول ہوگی۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہی دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے قبضہ میں تھا تو ظاہر الروایت کے موافق گواہی نام مقبول اور مذکور ہی نہوگی یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک گھر کا دعویٰ کیا اور اس میں سے ایک کو ٹھری اور اس کے جانے کا راستہ اور تمام حقوق و مرافق کو نکال دیا پھر گواہوں نے اس کے واسطے گھر کی گواہی دی اور جو کچھ مدعی نے نکال ڈالا تھا اسکا استثناء کیا تو مقبول نہوگی لیکن اگر مدعی نے توفیق اس طرح دی کہ سب گھر میرا تھا لیکن جو کچھ میں نے کالا ہ وہ اس کے ہاتھ چھوڑا تھا تو مقبول ہوگی یہ وجہ کروری میں لکھا ہی۔ اگر گواہوں نے ایک دار کی کسی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی اور مشہور دلہ نے کہا کہ میں سے فلان بیت سوائے مدعا علیہ کے فلان شخص کا ہی میرا نہیں ہی تو اس نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی پس اگر اس نے قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ بیان کیا تو اس کے لیے اور دوسرے مقررہ کے لیے کسی چیز کی مذکور ہی نہوگی اور اگر حکم دینے کے بعد بیان کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فلان شخص کے واسطے جو اقرار کیا ہو وہ جائز رکھو لگیا اور فلان شخص کو دلا دو لگا اور باقی دار مدعا علیہ کو واپس دلا دو لگا اور یہ مدعی اس بیت کی قیمت جو اس نے دوسرے فلان شخص سے واسطے اقرار کیا ہی مشہور و علیہ کو ڈانڈ دینا یہ فتاویٰ قاضی نان میں لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک دار کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور عمارت کا حکم تھا دیدیا گیا پھر مدعی نے کہا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہو یا مدعا علیہ نے اسپر گواہ پیش کیے تو عمارت اسکو دلا دیا و گئی اور زمین کی بابت جو حکم ہوا ہی وہ باطل نہوگا اور اگر گواہوں نے ایسی گواہی میں عمارت کو بھی صاف ذکر کیا تھا اور حکم قضا اس کے ساتھ بھی مستغنی ہوا تھا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہی تو کچھ قضا باطل ہوگا پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ عمارت اسکی ہی تو کچھ حکم نہ دیا جائے گا یہ وجہ کروری میں لکھا ہی۔ منتفی میں ہو کہ اگر گواہوں نے کسی شخص کی طرف سے ایک دار کی گواہی دی پھر یہ انکی اذہن ثابت ہوگئی تو مدعا علیہ نے کہا کہ عمارت میری ہی میں نے بنوائی ہی اور اسپر گواہ پیش کرنے چاہے پس اگر مدعی نے گواہ حاضر ہوں تو قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ عمارت کس کی ہی پس اگر انھوں نے کہا کہ مدعی کی ہی تو مدعا علیہ نے قول کی طرف استغاثت نہ کرے گا اور اگر انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ عمارت کسی کی ہی یا ان اسکی ہم گواہی دیتے ہیں کہ زمین مدعی کی ہی تو عمارت مدعا علیہ کو دلائی جائے گی بشرطیکہ گواہ قائم کرے اور حکم دیا جائے گا کہ عمارت کرار زمین مدعی کے سپرد کرے اور اگر مدعا علیہ گواہ نہ لایا تو قاضی مدعی کی گواہی پر اس کے واسطے زمین کی مذکور ہی کرے گا اور عمارت زمین کے تابع ہوگی بعد ازاں اگر مدعا علیہ گواہ لایا کہ عمارت میری ہی تو اس کے لیے گا یہ مقبول معلوم میں ہی منتفی میں ہو کہ اگر گواہ مدعی دار کی گواہی دیکر مرگے یا غائب ہو گئے اور مدعی کو یہ قدرت نہ رہی کہ پھر گواہ

ماضر کر سے پھر ایک شخص آیا اور آسنے دعوی کیا کہ اس دار کی عمارت میری ہی اور اس کے دو گواہوں نے اس پر گواہی دی تو قاضی دار کے مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کر دیا اور عمارت دونوں مدعیوں میں نصف نصف تقسیم ہوگی پھر اگر مدعا علیہ نے حکم قاضی سے پہلے یا بعد اس کے گواہ پیش کیے کہ عمارت میری ہی تو مقبول نہیں ہو اور اگر مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ زمین مدعی کی ہی اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ عمارت کس کی ہی تو مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کی جائیگی اور عمارت کی ڈگری خاص اس کے مدعی کے لیے ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جس زمین میں خرما و نیرہ کے درخت ہوں اور گواہ درختوں اور زمین کی تفصیل بت بیان کریں تو اس کا حکم مثل دار کے ہو اور قاضی زمین کی ڈگری مدعی کے واسطے کرے گا اور درخت اس کے تابع ہونگے نہ یہ کہ گواہی درختوں پر معتبر ہوگی۔ اور اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ یہ انگوٹھی یا یہ تھوڑا فلان مدعی کی ہی اور نگینہ اور علیہ کا ذکر کیا تو قاضی مدعی کے واسطے انگوٹھی مع نگینہ اور تھوڑا مع علیہ کے ڈگری کر دیا ہوں اس کے کہ نگینہ اور علیہ کی نسبت گواہی کی وجہ سے حکم دینا معتبر ہو اور اسی وجہ سے اگر مدعا علیہ نے نگینہ یا علیہ اپنی ملکیت ہونے کے گواہ پیش کیے تو اس کے لیے حکم ہو جائیگا خواہ قاضی نے اس کے لیے مدعی کے واسطے حکم دیدیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فصول عباد میں لکھا ہے۔ ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہو اور اس کی لڑکی دوسرے کے قبضہ میں ہو پھر ایک مدعی نے باندی کے قابض پر نالش کی کہ یہ میری ہی اور قاضی نے اس کی ڈگری کر دی تو اس کو باندی کی لڑکی لینے کا اختیار اسی حکم سے حاصل ہو گا اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک درخت ہو اور اس کے چل دوسرے کے پاس ہیں پھر ایک مدعی نے درخت کے قابض پر گواہ پیش کر کے قاضی کے حکم سے درخت لے لیا تو اس حکم سے اس کو بھلے لینے کا اختیار ہو گا یہ قنوی قاضی تملان میں منقول ہے اگر گواہوں نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہی اور اس کی ڈگری ہو گئی پھر گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے اور معلوم ہوا کہ اس باندی کی کوئی اولاد مشہود علیہ کے پاس ہے کہ جس کو گواہوں نے نہیں دیکھا تھا تو مدعی اس کو لے لے گا اور اسی طرح اگر مدعا علیہ کے پاس باندی کی اولاد ہونا معلوم ہو مگر گواہوں نے صرف باندی کی گواہی دی تو بھی مدعی باندی مع اولاد حکم قاضی سے لے لے گا اور اگر قابض نے کہا کہ میں اسے گواہ پیش کرتا ہوں کہ یہ اولاد میری ہی تو قاضی التعمات نہ کرے گا اور باندی مع اولاد مدعی کو دلاوے گا پھر جب قاضی نے اسے حکم دینا یا پھر گواہ حاضر ہوے اور کہا کہ اولاد مدعی کی نہیں ہے مدعا علیہ کی ہی تو قاضی اس کو نہ دلاوے گا اگرچہ گواہ لاوے۔ اور اگر حکم دینے سے پہلے گواہ حاضر تھے اور قاضی نے ان سے دریافت کیا کہ اولاد کس کی ملک ہے انھوں نے کہا کہ مدعا علیہ کی ہے تو اگر ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی اولاد کی نسبت کچھ حکم نہ دے گا اور باندی مدعی کو دلاوے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعوی کیا اور گواہ سنائے اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر مدعی نے اقرار کیا کہ یہ گھر خواہے مدعا علیہ کے فلان شخص کا ہو میرا حق نہیں ہے اور فلان شخص نے خواہ اس کی تصدیق کی یا نہ کی کی تھیں سے حکم قضا باطل ہو گا یہ قنوی سے قاضی تملان میں لکھا ہے اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے تو فلان شخص کا ہے اور فلان شخص نے اس کی تصدیق کی تو گھر اس کا ہو اور مدعی اپنے مدعا علیہ کو کچھ نعمان نہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے بعد حکم قضا کے یہ بیان کیا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہے میرا کہ بھی نہیں تھا پس یا تو اس نے پہلے دوسرے کے واسطے اقرار کیا پھر اپنی ملک سے نفی کی یا پہلے اپنی ملک ہونے سے نفی کی پھر دوسرے کے واسطے اقرار کیا پس اگر فلان شخص نے اس کی تمام باتوں میں تصدیق کی تو حکم قاضی باطل ہوا اور وہ گھر مدعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور اس فلان شخص کو کچھ



نہ ملے گا اور اگر فلاں شخص نے مدعی کے اس قول کی کہ میرا کبھی نہ تھا گندہ کی اور اقرار کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ گھر اس مدعی کا تھا پھر اس نے بعد حکم قضا کے کسی سبب سے مجھے اسکا مالک کر دیا اور اب فی الحال میری ملکیت ہے تو گھر فلاں شخص کو دلایا جائیگا اور مدعی اسکی قیمت کی ڈانڈ معا علیہ کو بھر گیا خواہ اس نے پہلے اقرار کیا پھر نفی کی ہو یا اسکا عکس ہو گا ذاتی الجامع اور مشائخ نے اس مسئلہ میں فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب اولاً نفی کی ہو اور پھر اقرار کیا ہو مگر کلام متصل ہو تو اقرار صحیح ہو گا اور اگر بات کو توڑ کر دوبارہ اقرار کیا یعنی نفی اور اقرار میں ہدائی کر دی تو اقرار صحیح نہ ہو گا یہ فتاویٰ فاضل خان میں لکھا ہے مگر قاضی نے ہنوز مدعی کے واسطے دار کی دگری زمین کی تھی اور اس نے بیان کیا کہ یہ گھر فلاں شخص کا ہے زمین میرا ہے حق زمین ہی کا کہ یہ گھر میرا ہے ہی فلاں شخص کا ہے تو قاضی اس کے واسطے گھر کی دگری زمین کر گیا و لیکن اگر مدعی نے اس صورت میں کہ یہ فلاں شخص کا گھر ہے یہ بیان کیا کہ میں نے گواہوں کی گواہی کے بعد فلاں شخص کے ہاتھ اسکا بی بی پٹا لایا ہے یا اسکو ہبہ کر دیا ہے اور مجلس قضا سے غائب ہوئے کے بعد اس نے قبضہ کر لیا ہے اور یہ کلام اس نے اپنے کلام سے ملا کر بیان کیا تو قاضی گھر کی دگری اس کے واسطے کر دیا گیا محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا میرے قبضہ میں نہیں ہے پھر مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ گھر مدعا علیہ کے پاس اور اسکی ملکیت ہے تو قاضی مدعی سے دریافت کر لیا اگر اس نے بیان کیا کہ ہاں ایسا ہی ہے جیسا گواہوں نے بیان کیا کہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ اور ملکیت میں ہے تو مدعی نے گھر مدعا علیہ کی ملکیت ہو گیا اقرار کیا اور اگر اس نے بیان کیا کہ گواہ سچے ہیں کہ گھر اس کے قبضہ میں ہے اور میں اسکی تصدیق نہیں کرتا ہوں کہ اسکی ملکیت ہے تو ہو سکتا ہے اور مدعا علیہ اسکا حاکم قرار دیا جائیگا گندہ نے فتاویٰ قاضی خان

ملک قاضی  
دہلی دکن

**تیسری فصل۔** ان صورتوں کے دعویٰ کے بیان میں زمین کسی عقدا کا دعویٰ ہے یا کسی ایسے سبب کا دعویٰ ہے جو ملک کا سبب ہوتا ہے۔ اگر میراث یا خرید کے سبب سے کسی گھر کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ تبیین اور ذخیرہ اور محیط میں ہے اور مشہور یہ ہے کہ میراث کا دعویٰ مثل ملک مطلق کے دعویٰ کے ہی پر فتح القدر میں لکھا ہے اور قضیہ میں ہے کہ اگر خرید کے سبب ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی بشرطیکہ دعویٰ میں کسی شخص معوض سے خرید نے کو ذکر کیا اور اس کے نام شناخت ذکر کر دی ہو اور اگر کسی غیر معوض سے خرید نے کو ذکر فرمایا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص مشہور سے خرید نے کا دعویٰ کیا اور اس کے باپ دادا کی طرف نسبت کر دیا مگر خرید نامع قبضہ کے ذکر کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میں نے سوائے قابض کے فلاں شخص سے خریدا ہے اور دو گواہ لایا کہ زمینوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے ہبہ کیا ہے اور اس نے اس سے قبضہ کیا ہے اور وہ اسکا مالک تھا تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی و لیکن اگر یوں تو فیق دی کہ میں نے اس سے خریدا تھا مگر اس نے انکار کیا پھر مجھے ہبہ کر دیا اور اس پر گواہ پیش کر دیے تو مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کیا ہے اور مجھ صدقہ نہیں کیا ہے اور صدقہ کے دو گواہ سنائے اور کہا کہ مجھے کبھی ہبہ نہیں کیا ہے مالانہ قاضی کے سامنے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا تو یہ اپنے گواہوں کو حیلانا اور اپنے کلام میں تناقض ہے پس نہ دعویٰ مسوع ہو گا اور نہ گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر اس نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور نہ کہا کہ مجھے کبھی صدقہ میں نہیں دیا ہے پھر بعد اس کے صدقہ کے گواہ لایا اور بیان کیا کہ اس نے مجھے

بہرہ کر کے دینے سے انکار کیا تو میں نے اُس سے صدقہ میں ان کا پس اُسے صدقہ دیدیا تو میں اس گواہی کو جائز رکھوں گا یہ ہموط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے پاس ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہہ کہ مدعا علیہ نے مدعی کی ودیعت رکھنے کا اقرار کیا ہے تو قبول ہوگی جیسے غصب کی صورت میں مقبول ہوتی ہے اور یہی حکم عاریت کا ہے۔ یہ فیصول حمادیہ میں لکھا ہے اور اگر شروع ایک سال سے زریہ لینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے خرید کی گواہی دی اور تاریخ کا ذکر نہ کیا تو مقبول ہوگی اور اگر اسکا اثبات ہو تو نہیں مقبول ہوگی اگر مدعی نے تاریخ خرید ایک ماہ ذکر کی اور گواہوں نے اسکا آدھا ذکر کیا تو مقبول ہے اور اگر اسکا اثبات ہو تو غیر مقبول ہے یہ غلام صدقہ میں ہے۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ قابض نے مجھے ایک سال ہوا کہ صدقہ میں دیدیا اور میں نے قبضہ کیا ہے اور قابض نے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا کہ انھوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے دو سال سے خرید ہی تو مقبول نہوگی و لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ پہلے میں نے اُس سے خریدیا پھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر اُسے ایک سال ہوا کہ مجھے صدقہ میں دیدیا اور اس توفیق پر گواہ ہوں۔ نے بیع کا گواہی اور پھر صدقہ کی گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور اگر پہلے ہی قابض سے خریدنے کا ابتداء ایک سال سے دعویٰ کیا اور گواہوں نے دو سال کی تاریخ سے صدقہ میں دیدینے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی لیکن اگر یہ بیان کیا کہ ابتداء دو سال سے اُسے مجھے صدقہ میں دیدیا پھر میں نے اُسے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال ہوا کہ میں نے خرید لیا اور اس پر گواہ بھی پیش کیے تو مقبول ہونگے۔ اور اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسے خریدیا ہے تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ سال بھر ہوا کہ اسے صدقہ میں دیدیا تھا پھر کسی سبب سے اُسے پاس پہنچ گیا اور اسے صدقہ سے انکار کر دیا پھر ایک مہینہ ہوا کہ میں نے خرید لیا ہے اور اسکو گواہی سے ثابت کر دیا تو مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مدت ایک سال سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسے صدقہ میں دیدیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی و لیکن جبکہ دونوں قولوں میں موافقت ثابت نہ رہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے ایک سال سے اپنے باپ کی میراث میں پایا ہے اور گواہوں نے کہا کہ قاضی کے پاس سے اٹھ جانے کے بعد اُسے قابض سے خریدیا ہے تو قبول نہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ اسے میری میراث سے مجھے روک دیا پھر اب میں نے اس سے خرید لیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ دوبارہ گواہی کا اعادہ کرے۔ اگر ایک باندی پر جو ایک شخص کے ہاتھ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو اپنے اس غلام کے عوض خرید لیا ہے اور اسکو ایک مہینہ ہوا اور بالغ نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اس باندی کو اس مدعا علیہ سے ایک ہزار درم کو قاضی کے پاس سے اٹھ جانے کے بعد خرید لیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی لیکن اگر توفیق اس طرح بیان کی کہ پہلے میں نے ایک مہینہ ہوا کہ جب بوض غلام کے خریدی تھی پھر جب اسے انکار کیا تو میں نے اب ایک ہزار درم کے عوض خریدی ہے پس اگر اس پر کوئی پیش کیے تو گواہی خرید کی مقبول ہوگی۔ اور اگر پہلے دعویٰ کیا کہ میں نے ایک مہینہ ہوا کہ غلام کے عوض یہ باندی خریدی پھر اُسے جو گواہ تھے انھوں نے بیان کیا کہ اسے ایک سال ہوا اس سے زیادہ کہ اسے خرید کیا ہے تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ موافق گواہوں کے بیان کے پہلے ایک سال ہوا کہ میں نے خریدی تھی پھر اس کے ہاتھ بیچ دینی پھر ایک مہینہ ہوا کہ اس سے خریدی ہے اور بعد اس بیان کے گواہوں نے خرید فروخت کی گواہی دی تو توفیق درست ہوگی اور اسکی ذکر کر دیا ہے کہ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو ایک شخص

عبداللہ علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا کہ تم میری خدمت میں آ جاؤ۔









مدعی دونوں گواہوں کے بیان سے کمتر مال کا دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور اسے طرح کتابت میں اگر غلام خود مدعی ہو تو  
 ظاہر ہو اور اگر مالک غلام مدعی ہو تو بھی ایسا ہی ہو کیونکہ اگر دوسرے سے پہلے حق ثابت نہ ہو گا پس مقصود سبب کا ثابت کرنا نہیں ہے  
 یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر شفیع نے شفع طلب کیا اور ایک گواہ نے ایک ہزار درم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کے  
 خریدنے کی گواہی دی اور مشتری کہتا ہو کہ میں نے تین ہزار کو خریدا ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر ایک گواہ نے ہزار درم  
 کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کی گواہی دی تو بھی نامقبول ہے اور اسی طرح اگر ایک نے ایک شخص  
 سے خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسرے سے خریدنے کی گواہی دی تو بھی غیر مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بار بار  
 میں اگر اول مدت میں دعویٰ ہو تو مثل بیع کے یہ خواہ اجرت پر دینے والا مدعی ہو یا لینے والا اور اگر مدت کے گزرنے کے بعد  
 دعویٰ ہو اور بعد تسلیم کے خواہ منفعت بھرائی ہو یا نہ پائی ہو پس اگر اجرت پر دینے والا مدعی ہو تو یہ مال کا دعویٰ ہے اور اگر  
 لینے والا مدعی ہو تو بالاجماع یہ حق کا دعویٰ ہے اور رہن میں اگر رہن مدعی ہو تو غیر مقبول ہے اور اگر مرہن ہو تو مثل قرض کے  
 دعویٰ کے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر قطع یا طلاق بمال یا مال کے عوض آزاد دی یا عدا خون کرنے کے عوض مال پر صلح کا  
 دعویٰ ہو پس اگر شوہر یا مالک یا ولی قصاص مدعی ہو تو یہ مال کا دعویٰ ہے اور اگر مدعی غلام ہو یا عورت یا قاتل ہو تو یہ  
 عقد کا دعویٰ ہے پس بالاجماع مقبول نہ ہو گا یہ سراج الوماج میں لکھا ہے اور نکاح کے باب میں امام اعظم رحمہ کے نزدیک کمتر مال  
 میں مقبول ہے خواہ شوہر مدعی ہو یا جوہر مدعی ہو اور امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ گواہی باطل ہے اور بعض شایع  
 نے کہا کہ یہ اختلاف صرف اسی صورت میں ہو کہ عورت مدعی ہو اور اگر شوہر مدعی ہو تو اس کے گواہوں کی گواہی بالاجماع مقبول  
 نہ ہوگی اور پہلا قول صحیح ہے اور وہ استھانائے یتیمین اور ہدایہ اور کافی میں ہے مگر شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے  
 اپنا غلام اجارہ پر دیا ہے اور مالک غلام نکاح کرتا ہے پھر مدعی نے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے پانچ درم کو اجرت  
 پر لیا اور مدعی چار درم یا پانچ درم کی اجرت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرے نے چھ درم کی اجرت کی گواہی دی تو گواہی باطل ہے  
 مستاجر نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ایک ٹولہ بغداد تک دس درم پر سوار ہونے اور اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تھا اور دو گواہ  
 قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے سواری کیواسطے دس درم پر کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے دس درم  
 پر سواری کیواسطے اور یہ اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو گواہی باطل ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے یہ ٹولہ اجرت معلومہ پر  
 بغداد تک کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے یہ اسباب لادنے کیواسطے بغداد تک دس درم پر کرایہ کیا تو یہ گواہی مقبول  
 نہ ہوگی خواہ مستاجر مدعی ہو یا ٹولہ والا مدعی ہو اور اسے طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے سواری کیواسطے کرایہ کیا اور دوسرے نے  
 گواہی دی کہ اس نے لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو بھی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے رنگہ بڑ کو کپڑا دیا ہے  
 اور رنگہ بڑ نے ہمارا کپڑا پھاڑا کہ گواہ نے گواہی دی کہ اس نے مسکو سرخ رنگے کیواسطے دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ  
 اس نے زرد یا سیاہ رنگے کیواسطے دیا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسے طرح اگر رنگہ بڑ مدعی ہو اور کپڑے کا مالک مسکو ہو تو بھی  
 ایسی گواہی نامقبول ہے یہ فیصول عادیہ میں لکھا ہے اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے بیع عیب خریدی ہے اور دوسرے نے بائع کے  
 بیع عیب داریچہ کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے  
 فلان کیواسطے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے مگر ایک گواہ نے ایک مہینہ کی مبادا ذکر کی اور دوسرے نے  
 فی الحال دینے کی کفالت بیان کی اور بائع نے فی الحال کی کفالت کا دعویٰ کیا اور کفیل مشہور علیہ نے اس سب سے

نہیں ہوئی کہ  
 تین ہزار درم  
 کے بیچ  
 بیع عیب  
 کا دعویٰ









اور دوسرے نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ رشید الدین نے ذکر کیا ہے اگر ایک گواہ نے ملک کی تیاری بیان کی اور دوسرے نے بلاتاریخ گواہی دی پس اگر دوسرے میں ملک کی تیاری بیان ہوئی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دوسرے میں ملک بلاتاریخ مذکور ہو تو مقبول ہوگی اور ملک تاریخ کی ذکر سے بیجا نیکی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی ملک کا دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے ملک کی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ شی مدعی کی ملک ہو تو مقبول نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے بخلاف قرض کے کہ اگر ایک نے قرض کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار قرض کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض غلام نے اقرار کیا ہے کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے یہ غلام میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اگر ایک نے قابض غلام کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور اس نے اس قابض پاس ودیعت رکھا ہے تو گواہی دی تو مدعی کی واسطے حکم دیا جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے کہا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی نے مجھے دیا ہے تو مقبول نہیں ہے اور غلام پر مدعی کی ملکیت ہونی کا حکم ہوگا ولیکن قابض کو حکم دیا جائے گا کہ مدعی کے سپرد کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے ہاتھ میں ہے دعویٰ کیا اور اس کے ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اس سے قابض نے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے صرف یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے تو گواہی قبول ہوگی اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ یہ اسکی باندی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ اسکی باندی تھی تو بھی گواہی مقبول ہوگی بخلاف اسکے کہ اگر ایک نے کہا کہ یہ باندی اسکے قبضہ میں تھی اور دوسرے نے کہا کہ اسکے قبضہ میں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی گواہی نامقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک گواہ نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ اس نے مدعی سے خرید کا اقرار کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ قابض نے گواہ سے ایسا اقرار کیا ہے ولیکن میں نے اسکے ہاتھ کچھ فروخت نہیں کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دیا جاوے گا اور اگر مدعی نے کہا کہ قابض نے دونوں اقرار میں سے جو گواہوں نے بیان کیے ایک اقرار کیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں لکھا ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھے مدعی کے ہزار درہم قرض ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھے مدعی کے ہزار درہم ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہیں جو میں نے اُس سے خرید کر کے قبضہ میں کیا ہے اور طالب نے کہا کہ صرف میرا مال اُس پر قرضہ کا ہے اور اس نے فقط قرضہ ہونے پر گواہ کر دیے تھے پس اُس نے اپنے اُس گواہ کو پھٹلایا جس نے اسباب کے درہم ہونے کی گواہی دی تھی اور اگر مدعی نے یہ کہا کہ اس شخص نے ان دونوں مختلف گواہوں پر گواہ کر دیے تھے ولیکن اصل مال میرا اُس پر قرض ہے تو مدعا علیہ پر ہزار درہم کا حکم دیا جاوے گا اور اگر یہ کہا کہ اصل مال میرا اُس پر ایک اسباب کے دام ہیں کہ میں نے اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اُس نے قبضہ کر لیا تھا اور جو کچھ گواہوں نے بیان کیا ان دونوں طور پر اسے گواہ کر دیے تھے تو اُس پر کچھ ذکر سے نہ کیا نیکی تا وقتیکہ مدعی ایک دوسرے گواہ نہ لاوے کہ جو مثل اُس گواہ کے گواہی دے جس نے اسباب کے دام ہونے کی گواہی دی ہے اور جب مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مال میرا ایک اسباب کے دام ہیں تو دو گواہ چاہیے ہیں کہ قبضہ ہو جائے گی گواہی ادا کریں یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھے مدعی کے ہزار درہم قرض ہیں اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھے ہزار درہم ایک ضمانت کے سبب سے قرض ہیں جو میں نے اسکے لیے ایک شخص کی طرف سے اسکے حکم سے ضمانت کر لی تھی پس اگر طالب نے بیان کیا



اسی طرح اگر وہیبت کے گواہ نے ولایت کا نام نہ لیا بلکہ صرف یہ کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا تھا تو بھی حکم ہو گا کہ مدعی کو واپس کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا کہ میں نے مدعی سے اسکو غصب کر لیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ اس مدعی نے اسکو میرے پاس ولایت رکھا ہے یہ اقرار کیا کہ میں نے اسکو اس مدعی سے لیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کر دے۔ ولایت میں مدعی کے مالک ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور مدعا علیہ کو ملک میں جھگڑا کر کے کی گنجائش باقی رہے گی۔ اس لئے کہ اگر اس نے مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ غلام میری ملکیت ہے تو قاضی اسکی ملکیت کا حکم دیدیتا۔ اور منتفی میں بھی غلام کا مسدہ نہ کو بیچا اور چاہے غلام کے پٹرا قرض کر کے یوں بیان کیا ہو کہ اگر ایک گواہ نے یوں گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ میں نے یہ پٹرا مدعی سے غصب کر لیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ولایت رکھا ہے بعد اسکے منتفی میں مذکور ہو کہ مدعی نے کہا کہ قابض نے جو کچھ گواہوں سے بیان کیا اسکا اقرار کیا ہے لیکن اس نے واقع میں مجھے غصب کر لیا ہے تو گواہی مقبول کرونگا اور قابض کو مدعی کے مالک ہونیکا اقرار کرنے والا قرار دوں گا اور قابض سے اس کے بعد پٹے کی ملکیت یہ گواہی نہ قبول کرونگا پھر منتفی میں فرمایا کہ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ میں نے اسکو مدعی سے غصب کر لیا ہے اسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا کہ میں نے مدعی سے اسکو لیا ہے تو میں مدعی کو دلا دوں گا لیکن مدعا علیہ اپنی جہت پر باقی رہے گا پھر منتفی میں فرمایا کہ اگر ایک گواہ نے کہا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اسکو مدعی سے لیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ اقرار کیا ہے کہ میرے پاس اس نے ولایت رکھا ہے اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے دونوں باتوں کا اقرار کیا لیکن میں نے اس کے پاس ولایت رکھا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے میرے پاس ولایت رکھا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلا یا جائیگا یہ محض اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھ پر مدعی کے ہزار درم قرض ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ہزار درم ولایت رکھے ہیں تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب مدعی نے مطلقاً ہزار درم کا دعوے کیا ہو اور اگر اس نے دعوے میں قرض یا ولایت میں سے کوئی سبب ذکر کیا ہو تو اس نے ایک گواہ کو بھٹکا یا پس گواہی مقبول نہ ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب اقرار پر گواہی دونوں نے دی اور صرف سبب میں اختلاف کیا اور اگر یوں گواہی دی کہ ایک نے کہا کہ اس مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار درم قرض ہیں اور دوسرے نے کہا کہ مدعی کے مدعا علیہ کے پاس ہزار درم ولایت ہیں تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ خزانہ الفقہ میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے خرید کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے اس قدر شہن پر بیع ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ لائق ازین مشتری بہا ہے ان بندہ طلب میگردہ دینار یعنی بائع اس مشتری سے دس دینار اس غلام کے دام لگتا تھا تو ایسی گواہی مقبول ہوگی ایک عورت نے ایک زمین کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ زمین اس عورت کی ملک ہے کیونکہ اس کے غلام شوہر نے مہر کے عوض اسکو یہ زمین دیدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اسکی ملک ہے اس لیے کہ اس کے شوہر نے اقرار کیا کہ یہ زمین اسکی ملکیت ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ اس کے شوہر نے زمین اسکو بہت مہر کے دیدی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس کے شوہر نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ زمین اسکو بہت مہر کے دیدی ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے ایک عقاربہ اپنے باپ سے میراث پانے کا



دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ عقار اسکی ملک ہو اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اسکی ملک ہو تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ عقار ایسی زمین کو کہتے ہیں جسے عمارت بھی ہو اور زمین مطلق میدان کو کہتے ہیں اسی طرح اگر عقار کے دعوے میں ہستان کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہے۔

**قوان باب نفعی پر گماہی**۔ کے بیان میں اور بعضی گواہیان بعض کو دفع کرتی ہیں۔ دو گواہوں نے کسی شخص پر ایسے فعل یا قول کی گواہی دی کہ جس سے کوئی اجارہ یا کتابت یا بیع یا قصاص یا مال یا طلاق یا عتاق کسی مقام یا روز میں جسکو گواہوں نے بیان کیا ہے مشہود علیہ پر لازم آتا ہے پس مشہود علیہ نے اس کے گواہ قائم کیے کہ میں اس مقام پر موجود تھا یا اس روز اس مقام پر موجود نہ تھا تو یہ گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر مشہود علیہ کے گواہوں نے یہ بیان کیا کہ مشہود علیہ اس دن فلان مقام پر ہے اسے گواہوں نے بیان کیا ہے موجود تھا تو بھی یہ گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح ہر گواہی جو اس امر کی مثبت ہو کہ فلان شخص نے یہ نہیں کہا یا نہیں کیا یا نہیں اقرار کیا مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شخص کا زیہ پر قرض نہ تھا یا کسٹھی کی ڈگری اسکی گواہوں کی گواہی پر کسی شخص پر کر دگئی پھر مدعا علیہ نے کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ یہ ٹی میری ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی یہ بسوط میں لکھا ہے۔ ایسی دو گواہیان کہ اگر ایک حال میں جمع ہوں تو سبب ایک میں کذب لازم آئے کے دونوں سا قلم ہو جاوے اور اگر ایک گواہی پر حاکم نے حکم دیدیا تو دوسری گواہی جھوٹ ہونے کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اسکی مثال یہ ہو کہ اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی جو رو کو عید کے دن کوفہ میں طلاق دی اور دوسرے اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسے اپنی دوسری عورت کو اسی روز کہ میں طلاق دی تو گواہی باطل ہو اور اگر حاکم نے ایک گواہی پر حکم دیدیا پھر دوسری گواہی قائم ہوئی تو دوسری گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونوں مقدمہ کے گواہوں نے دن طلاق کا جدا جدا بیان کیا اور دونوں دنوں میں اسقدر فرق ہو کہ آدمی کوفہ سے مکہ میں جاسکتا ہے تو دونوں مقبول ہونگی بچھا سرخی میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت کو عید قربان کے دن مٹی میں طلاق دی اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے اسے بعد اپنے غلام کو کوفہ میں آنا دیا ہے۔ تو قاضی پہلی گواہی پر حکم دیدیگا پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ کم سے کم مدت جمین وہ مکہ سے اگر کوفہ میں موجود ہو سکتا ہے اسقدر مدت یہاں ہی جو گواہوں نے تاریخ بیان کی ہے تو یہ گواہی بھی مقبول ہوگی ورنہ دوسری گواہی باطل ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک عورت نے یہ گواہی قائم کی کہ میت نے مجھے عید قربان کے دن مکہ میں اپنے نکاح میں لیا ہے اور قاضی نے اسکی ڈگری کر دی اور دوسری عورت نے گواہی قائم کی کہ میت نے مجھے اسی روز خراسان میں نکاح کیا ہے تو اسکی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خانہ میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے بیان کیا کہ زید نے عمرو کو عید قربان کے دن مکہ میں قتل کیا اور دوسرے گواہوں نے بیان کیا کہ زید نے اسکو اسی روز کوفہ میں قتل کیا اور دونوں گواہیان حاکم کے پاس یکجا جمع ہو کر گزین تو کوئی قبول نہوگی اور اگر ایک گواہی سابق گندمی اور اسپر حکم ہوا تو دوسری مقبول نہوگی یہ ہایہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کی کہ اسے مجھے عید قربان کے روز کہ میں زخمی کیا اور یہ زخم ہی اور اسپر حکم دیدیا گیا پھر مدعا علیہ نے کسی گواہ پر یہ گواہی قائم کی کہ اسے مجھے اسی روز کوفہ میں زخمی کیا اور گواہ پیش کیے تو اسکی گواہی مقبول نہوگی اور اگر پہلی گواہی پر حکم ہوا ہو تو اسکی دونوں دعوے اور دونوں گواہیان جمع ہو گئیں تو دونوں باطل ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ نوادریں روایت ہے کہ ایک شخص

مردن کو گواہوں سے  
پکارتا کہ اگر میں  
ہو یا وہ ایسی بات  
کہنا ہے کہ جس سے  
نفعی یا زیان ہوگی  
پھر حاکم نے فرمود  
میں نے اس سے اسکا  
جواب نہ دیا ہے  
نہیں ہے  
جو کہ چاہے  
نہیں ہے  
میں نے اسکی  
جواب نہ دیا ہے  
نہیں ہے  
میں نے اسکی  
جواب نہ دیا ہے  
نہیں ہے

دوسرے پر یہ گواہ قائم کیے، اسنے میرے باپ کو عید قربان کے روز مکہ میں قتل کیا اور دوسرے بیٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس دوسرے نے میرے باپ کو عید قربان کے روز کو فہ میں قتل کیا تو دونوں گواہ بیان مقبول ہو گئی اور دونوں کے واسطے اوجی دیت کا حکم دیدیا جائیگا اور اگر مقتول ہوں اور قاتل ایک ہو تو گواہی باطل ہوگی اور اس مسئلہ کی نظیر جامع میں مذکور ہے کہ اگر بڑے بیٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ مجھے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور مجھے نے یہ گواہ قائم کیے کہ چوٹے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور چوٹے نے یہ گواہ قائم کیے کہ بڑے نے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو یہ گواہ بیان مقبول ہیں اور ہر ایک کو دوسرے پر تسمائی دیت کا حق حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرے باپ کا ہے اور وہ فلاں روز مر گیا اور میں اسکا وارث ہوں اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسکے سوا سے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک عورت نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھے فلاں روز نکاح کیا یعنی اسروز کے بعد جس دن مدعی نے اپنے باپ کا مرنا بیان کیا اور یہاں اس سے پیدا ہوئی پھر اسکے بعد وہ مر گیا اور مجھے میراث اور میراث سے ہے ہی تو قاضی میراث اور میراث کی ڈگری کر چکا خواہ بیٹے مدعی کی ڈگری کر چکا ہو یا نہ کی ہو پھر ایک دوسری عورت نے پہلی عورت کی گواہی پر حکم ہونے کے بعد یہ گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھے اسوقت کے بعد نکاح کیا تھا تو اسی گواہی بھی قبول ہوگی۔ اور اگر وارث نے کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو فلاں روز قتل کیا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ اسے باپ نے میرے ساتھ اس روز کے بعد نکاح کیا ہی تو گواہی قبول نہوگی اسلیے کہ قتل کا دن قاضی کے حکم میں مقرر ہو چکا ہے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے لڑکے نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میرے باپ کو بیٹل برس ہوئے کے بعد اتوار سے قتل کر ڈالا ہے اور میرے سوا سے کوئی وارث نہیں ہے اور ایک عورت نے گواہ سنائے کہ اسکے باپ نے پندرہ برس ہوئے کے میرے ساتھ نکاح کیا ہے کہ یہ بچے اسکی اولاد مجھے ہیں اور اس کے وارث ہیں پس امام اعظم رحمہ اللہ فتاویٰ نے فرمایا کہ عورت کے گواہوں کی گواہی استحساناً مقبول ہوگی اور نسب ثابت ہوگا اور بیٹے کے گواہوں کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور عورت نے اگر نکاح کے گواہ سنائے اور کوئی اولاد ساتھ نہ لائی تو بیٹے کے گواہ مقبول ہونگے اور میراث فقط اسی کو ملے گی اور قاتل قتل کیا جائیگا اور استحسان صرف نسب میں ہی اور یہی قول امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ کا ہے یہ محیط میں ہے۔ اصل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میرے باپ کو عید قربان کے اولاد میں قتل کیا اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ ہم نے اسکے باپ کو اسکے بعد زندہ دیکھا یا یہ کہا کہ اسکا باپ زندہ تھا اور گواہ کو اسنے ہزار درہم قرض دیے اور وہ قرض گواہ پر موجود ہے یا یہ عورت واقعہ میں گواہی دے گی تو گواہ پیش کیے کہ میں نے مدعا علیہ کے باپ کو کل ہزار درہم دیے ہیں اور وہ اسے قرض میں اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میرا باپ اس سے پہلے مر گیا یا ایک عورت نے گواہ سنائے کہ فلاں شخص نے اپنی عورت کو عید قربان کے دن کو فہ میں قتل کیا ہی اور فلاں شخص نے گواہ سنائے کہ میں اس میں مدعی میں ملوث ہوں میں شریک تھا تو مدعی کے گواہ مستحب ہونگے مدعا علیہ کے گواہوں پر انکشاف ہو گیا یا نہ ہوگا لیکن اگر عام لوگ اگر کوئی دین تو ان سب کی گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص سلفہ دوسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو بنگلہ سٹیشن میں عید قربان قتل کر ڈالا ہے اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ اسکے باپ نے کل کے روز ایک عظیم ہزار درہم کو فروخت کیا ہے تو امام ابو یوسف نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی ہے کہ قضا میں حکم دیا جائیگا نتیجہ کا اور یہی قول امام ابو یوسف رحمہ کا ہے یہ محیط سرخسی میں

لکھا ہی۔ اگر چہ آدمیوں نے ایک مرد و عورت پر زنا کی گواہی دی پھر دوسرے چار آدمیوں نے گواہوں پر گواہی دی کہ یہ لوگ  
 زانیہ میں تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک پہلا فریق دوسرے فریق کی گواہی سے مد  
 مارا جائیگا اور پہلا مشہود علیہ بالاتفاق مد سے رہا ہو گا یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ جو  
 تم میں سے یہ گردہ روٹی کا کھا گئی وہ طلاق ہی میں دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے یہ گردہ کھایا اور دوسرے دو  
 گواہوں نے بیان کیا کہ دوسری عورت نے کھایا تو دونوں کی گواہی غیر مقبول ہوگی اور اگر ایک فریق کی گواہی پر حکم ہو چکا ہو  
 تو دوسرے فریق کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہی۔ اور اگر قاضی نے گواہوں کو رد کر دیا پھر ایک فریق مر گیا اور  
 دوسرے فریق نے پھر وہی گواہی دی جو پہلے ادا کی تھی اور گواہی کا اعادہ کیا تو گواہی مقبول نہوگی پس اگر دوسری عورت  
 دوسرے دو گواہ لائی تو ان کی گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام  
 سے کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض میں مر گیا تو آزاد رہی اور ہم یہ نہیں جانتے کہ اسی مرض میں مر یا نہیں مر اور غلام نے کہا  
 کہ اسی مرض میں مر رہی اور وارثوں نے کہا کہ اس مرض میں نہیں مر رہی تو قسم لیکر وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور اگر  
 وہ دونوں نے گواہ قائم کیے تو غلام کے گواہ معتبر ہونگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں اس مرض میں  
 مر تو فلان غلام آزاد رہی اور اگر اچھا ہو گیا تو دوسرا فلان آزاد رہی پھر پہلے غلام نے کہا کہ اسی مرض میں مر گیا اور وارثوں  
 نے کہا کہ اچھا ہو گیا تو قسم لیکر وارثوں کا قول لیا جائیگا اور تمام مال سے دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا پھر اگر غلام اول نے  
 اس شرط کے گواہ قائم کیے کہ وہ اسی مرض میں مر گیا تو گواہی مقبول ہوگی اور دوسری اسکا آزاد ہوگا اور ایک ثلث کے  
 واسطے وہ سب کی قیمت ادا کر لیا جبکہ میت کا کچھ مال سوا سے ان دو غلاموں کے نہوا اور دونوں کی قیمت برابر ہو جاوے  
 اگر دونوں نے اپنے اپنے گواہ تسلیم کیے تو میں پہلے غلام کے گواہ جو اس مرض سے انتقال کر گیا مدعی ہی قبول کر دینا اور دوسرے  
 کے رد کر دینا پھر اگر وارثوں نے کہا کہ جیسے ہونے سے پہلے اسی مرض میں مر گیا تو تہائی مال سے غلام مقررہ دوسرے کی آزاد دی  
 کے بعد آزاد ہو جائیگا پس ایک تہائی مفت آزاد ہوگا اور دوسری کے واسطے وہ سب کی قیمت ادا کر لیا جبکہ سوا دونوں  
 غلاموں کے میت کا کچھ مال نہویں چھل میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اقرار کیا تھا کہ میں نے اپنا  
 فلان میر کیا اگر میں قتل کیا جاؤں اور وہ قتل کیا گیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ اپنی موت سے مر گیا تو میں  
 تہائی مال سے متقی جائز رکھوں گا اور اسی طرح اگر یوں گواہی دی کہ اسے کہا تھا کہ میں نے فلان غلام آزاد کیا اگر مجھے اس سفیر  
 مرض میں کوئی حادثہ پیش آوے اور مال یہ گندا کہ وہ اس سفیر مرض میں مر گیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی  
 کہ وہ اس سفر سے واپس آ کر اپنے اہل و عیال میں مر رہی تو میں آزاد دی کے گواہوں کی گواہی قبول کر دینا اور اگر دوسرے  
 دو گواہوں نے یہ بیان کیا کہ اسے کہا تھا کہ اگر میں اپنے سفر سے واپس ہو کر اپنے اہل و عیال میں مروں تو فلان غلام  
 میرا آزاد رہی اور وہ سفر سے آ کر اپنے اہل و عیال میں مر رہی تو میں پہلے گواہوں کی گواہی جائز رکھوں گا اور واپس آنے کی  
 گواہی قبول نہ کر دینا یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر ایک عورت نے یہ گواہ تسلیم کیے کہ میرے شوہر نے مجھے مید قربان کے دن  
 اگر یہ بصرہ کے یہ زمین طلاق دی ہو تو اسے غلام نے گواہ تسلیم کیے کہ اسے مجھے اسی روز میں آزاد کر دیا یہ دونوں  
 شخص علیہ طلاق سے نکلا نہ رہی ورنہ دونوں واپس ایک ساتھ متشوش جو زمین دونوں باطن میں لکھا ہوگا  
 اگر کسی کی گواہی کی ہو دوسرے سے کہا کہ میں نے طلاق میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے گواہوں کا حکم دیا جانے کا

یہ گواہوں کی  
 مدعی کی گواہی  
 قبول نہ کر دینا  
 اگر وہ اس سفر سے  
 واپس آ کر اپنے  
 اہل و عیال میں  
 مروں تو فلان  
 غلام میرا آزاد  
 رہی اور وہ سفر  
 سے آ کر اپنے  
 اہل و عیال میں  
 مر رہی تو میں  
 پہلے گواہوں کی  
 گواہی جائز  
 رکھوں گا اور  
 واپس آنے کی  
 گواہی قبول  
 نہ کر دینا  
 یہ محیط میں  
 لکھا ہی۔





یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دعوے کیا کہ یہ میری عورت ہی تھی اس نے کہا کہ میں اس پر بسبب تین طلاق کے حرام ہوں کہ اس نے کہا تھا کہ اگر فلان روز گذر جاوے اور وہ اسباب میں تیرے پاس نہ لائوں تو تجھے تین طلاق ہوں اور وہ روز گذر گیا اور یہ شخص وہ اسباب میرے پاس نہ لایا اور اس پر اس نے گواہ قائم کر دیے تو اس سے شوہر کی نصیحت دو کر دیا گیا کہ رب المسلم نے دعوے کیا کہ یہ سلم صحیح قرار پائی اور مسلم ابیہ نے کہا کہ بسبب مدت نہ ذکر کرنے کے فاسد قرار پائی ہو اور گواہ سنا کہ تو گواہی قبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر ملکیت میں پیدا ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ میرا حق اور میرا ملک ہی اور میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور برابر میری ملک میں رہا اور کسی سبب سے میری ملک سے نہیں نکلا تو بعض نے کہا کہ غیر مقبول اور بعض نے کہا کہ مقبول ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں یہ جو ہر الفتاویٰ میں ہے۔ اگر دودھ پلائی سے شرط کی کہ خود دودھ پلاوے پس اس نے بکری کا دودھ پلایا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی پس اگر اس نے انکار کیا کہ میں نے کسی چوپایہ کا دودھ نہیں پلایا بلکہ اپنا دودھ دیا ہے تو اسے مستحسانا قسم لیکر اسی کا قول معتبر ہوگا اور اگر لڑکے والوں نے اپنے دعوے پر گواہ سنا ہے تو دودھ پلائی کو اجرت نہ ملیگی شمس المائمہ حلوائی نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس دودھ پلائی نے بکری کا دودھ پلایا اور اپنا دودھ نہیں پلایا اور اگر صرف اس قدر کہا کہ اس نے اپنا دودھ نہیں پلایا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ سنا ہے تو دودھ پلائی کے گواہ معتبر ہونگے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ ہم نے سنا کہ یہ کتا تھا المسیح بن اللہ اور یہ نہیں کہا کہ یہ قول نصاریٰ کا ہے پس اسکی عورت بائن ہوگئی اور وہ شخص کتا ہے کہ میں نے یہ لفظ بھی ملایا کہ نصاریٰ کا قول ہے تو گواہی قبول ہوگی اور اسکی جو رو میں جدائی کرائی جاوے گی اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے سنا کہ یہ شخص کتا تھا المسیح بن اللہ اور اس کے سوا سے ہم نے نہیں سنا تو یہ گواہی غیر مقبول ہوگی یہ خزائن الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ اس شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ میرے گدھے کو مار کر اپنے باغ سے نکال دے پھر لڑکے نے اس کو ہاتھ مارا کہ وہ مر گیا اور اس پر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ سنا ہے کہ یہ گدھا زندہ ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ نظر مقصود وہ نفی پر قائم ہے یہ فقہ میں لکھا ہے۔

**وسوان باب اہل کفر کی گواہی کے بیان میں۔** کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہ ہوگی یہ محیط سنہی میں لکھا ہے اہل ذمہ میں سے بعض کی گواہی بعض پر مقبول ہے بشرطیکہ عادل ہوں۔ اگرچہ ملتین مختلف ہوں یہ بدائع میں لکھا ہے جو حربی کافر امن لیکر آئے ہیں اگر ذمی اپنے گواہی دین تو جائز ہے بخلاف اسکے کہ اہل حرب جو امن لیکر آئے ہیں اگر ذمیوں پر گواہی دین تو ناجائز ہے۔ بعض حربی امن والے اگر بعض پر گواہی دین پس اگر ایک ہی ملک کے ہیں تو مقبول ہے اور اگر خد با جدا ملک کے ہیں تو مقبول نہ ہوگی یہ تلخیص میں لکھا ہے۔ مرتد مرد یا عورت کی گواہی میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ کافروں پر مقبول ہے اور بعض نے کہا کہ مرتد پر مقبول ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہر صورت میں غیر مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گدو کا فرون بنے دو مسلمانوں کی گواہی پر گواہی دی اور دو مسلمانوں کی گواہی ایک کافر کی طرف سے دوسرے کافر پر کسی جہتی میں یا کسی قاضی مسلمین کے حکم پر جو کسی مسلمان یا کافر کے جہتی میں تھا تو یہی جہتی تو ہوں کی گواہی جائز ہے اور اگر دو مسلمانوں نے دو کافروں کی گواہی پر گواہی دی تو جائز ہے یہ مسوفا میں لکھا ہے۔ ایک کافر کے قصور میں ایک باندی جہتی کی گواہی کہ اس کو اس نے مسلمان سے خریدا ہے پھر وہ کافر بن گیا ہے یہ گواہی کی گواہی ہے۔



مسلمان بیٹے کو دلاؤ نکاح اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اسکے بیٹے مسلمان نے نصرانی گواہ اسکے مسلمان مرنے پر قائم کیے اور چھوٹے بھائیوں کو لینا پانا تو گواہی ایسے مقبول نہ ہوگی اور یہ حکم اسی مقام پر مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو کہ جسکے لیے اسکے اسلام کی گواہی قائم کی جائے تو اسکے اسلام کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسکے اسلام کا حکم دیا جاوے گا یہ ذبیحہ اور محیط میں لکھا ہے۔ امین سامعہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمہ سے سنا ہے کہ اگر مسلمان قرض خواہ کے گواہ مسلمان ہوں اور نصرانی بیٹے کے سامنے آئی گواہی پر ڈگری کی گئی پھر مسلمان بیٹا ذمی گواہ لایا کہ میرا پاپ مسلمان مرا ہی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ جو کچھ نصرانی میت کا مال تھا اسکا وارث اسکا مسلمان بیٹا ہی اور قرض خواہ ہر دو ہی وغیرہ کا کچھ حکم ہوگا۔ پھر امین سامعہ نے کہا کہ میں نے امام محمد رحمہ سے سنا ہے کہ اگر قرض خواہ نے اور مسلمان بیٹے دونوں نے ذمی گواہ پیش کیے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر دونوں گواہ متعاقبین ہوں تو مدعا علیہ مسلمان وارث قرار پاوے گا کیونکہ اس کے گواہوں سے اسکا وارث ہونا ثابت ہوا اور جب وہ وارث قرار پائے تو قرض خواہ کے ذمی گواہوں کی گواہی اس پر مقبول نہ ہوگی پس قرض خواہ کو ایسی گواہی پیش کرنے سے کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک لڑکے نے لہا لہا میرا پاپ مسلمان تھا اور میں بھی اور دوسرے نے کہا بلکہ میں بھی اسکے مرنے سے پہلے اسلام لایا ہوں اور دوسرے نے اسکی تکذیب کی تو میراث اسکو ملے گی جسکے مسلمان ہونے پر باپ کی زندگی میں اتفاق رہی یہ محیط سترہ میں لکھا ہے۔ اگر مسلمان بیٹے نے لہا لہا کہ میرا پاپ مسلمان تھا اور نصرانی نے کہا کہ ہمیشہ میرا پاپ نصرانی تھا تو مسلمان کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مسلمان کے گواہ بھی معتبر ہوں گے۔ اور اگر مسلمان بیٹے نے مسلمانوں میں سے دو گواہ باپ کے مسلمان ہونے پر کیا اپنے مرنے سے پہلے مسلمان تھا قائم کیے تو میں قبول نہ کروں گا جبکہ کہ اسلام کی تفصیل نہ بیان کریں کہ کیا ہے اور امام رکن الاسلام علی سفدی رحمہ نے بیان کیا کہ اگر گواہ فقیہ ہو تو اسکی گواہی بدون اسلام کی تفصیل بیان کرنے کے مقبول ہوگی اور اگر جاہل ہو تو جب تک اسلام کی تفصیل اور اسکا وصف نہ بیان کرے مقبول نہ ہوگی یہ ذبیحہ میں لکھا ہے۔ ایک مسلمان عورت نے بیان کیا کہ میرا شوہر مسلمان تھا اور اس شخص کی اولاد کا فر نے بیان کیا کہ نہیں بلکہ کا فر تھا اور اس شوہر مسلمان کا ایک بھائی مسلمان تھا کہ وہ اس عورت کی تصدیق کرتا تھا تو میراث اس بھائی اور عورت کے درمیان تقسیم ہوگی اور اگر ایک بیٹا کا فر اور ایک بیٹی مسلمان چھوٹی چھوٹی نے کہا کہ میرا پاپ مسلمان مرا ہی اور بھائی مسلمان نے اسکی تصدیق کی اور بیٹا کا فر کہتا ہے کہ کا فر مرا ہی تو رہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر چھوٹا شوہر اور بیٹا اور بھائی ہو اور بھائی اسکے مسلمان ہوئے کا دعویٰ کرتا ہو اور بیٹا منکر ہو تو بیٹے کا قول لیا جائے گا اور میراث اسی کو ملیگی۔ ایک بیٹی اور ایک بھائی ہو اور دونوں نے اختلاف کیا تو مدعی اسلام کا قول لیا جائے گا اور یہی حکم بیٹا اور باپ موجود ہونے میں یہ محیط سترہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک گھر چھوڑا پس میت کے لڑکے نے جو مسلمان تھا کہا کہ میرا پاپ مسلمان مرا ہی اور یہ گھر میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میت کا بھائی جو ذمی تھا آیا کہ کہا کہ میرا بھائی میرے دین پر کا فر مرا ہی تو بیٹے کا قول لیا جائے گا اور اسی کو میراث ملے گی اور اگر دونوں نے اپنے دعوے کی تائید کی تو بیٹے کے گواہ یہ ہوں گے اور اگر بھائی نے ذمی لوگ گواہ قائم کیے اور مسلمان بیٹے کے گواہ نہیں دیں تو بھائی کے گواہ ناجائز ہوں گے لیکن اگر بھائی نے اپنے دعوے پر مسلمان گواہ لائے تو بھائی کے گواہ جائز ہوں گے اور اگر ذبیحہ میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ ایک نصرانی





سے قضاہ نہ ہو تا مگر آپ اسی کے مال سے دیت دینا لازم کرونگایہ محیط میں لکھا ہے۔ ابن سمانہ رحمہ نے فرمایاکہ میں نے امام محمد رحمہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان نے عدا ایک نصرانی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہا کہ میں ایک نصرانی کا غلام ہوں اور ہاتھ کٹے ہوئے نے دعوی کیا کہ یہ آزاد ہی اور ایک مرد اور دو عورت مسلمانوں کو گواہ دلایا کہ اسکے مالک نے ایک سال سے اسکو آزاد کر دیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایاکہ میں اسکو آزاد قرار دیکر ہاتھ کا قصاص لوں گا اور اگر ہاتھ کٹے ہوئے نے دونصرانی گواہ پیش کیے، ایک سال سے اسکے مالک نے اسکو آزاد کیا ہی تو میں اسکی آزادی کے بارہ میں یہ گواہی قبول کروں گا او بقصاص نہ لوں گا اور مشائخ نے فرمایاکہ آزادی کی گواہی سموع بنو صابین رحمہ کے نزدیک ہونا چاہیے نہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک کیونکہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک بد و ن غلام کے دیوسے کے آزادی کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہی اور اس مقام پر وہ منکر ہیں مدعی یا ذیر زمین لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایاکہ ایک مسلمان نے اگر کہا کہ اگر فلان نصرانی نے اپنی عورت کو طلاق دی تو میرا غلام آنا دجو پھر دونصرانیوں نے گواہی دی کہ فلان نصرانی نے اس قول کے بعد اپنی عورت کو طلاق دی تو میں نصرانی کی عورت کے طلاق ہونے کے بارہ میں گواہی قبول کروں گا اور مسلمان کا غلام آزاد نہ کروں گا یہ محیط میں ہی۔ ایک مسلمان نے کہا کہ اگر میرا غلام اس دارمین داخل ہوا تو وہ آزاد ہی اور ایک نصرانی نے کہا کہ میری بیور کو تین طلاقی بہن اگر یہ غلام اس دارمین داخل ہو پھر دونصرانیوں نے گواہی دی کہ غلام اس گھر میں داخل ہوا ہی پس اگر غلام مسلمان ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہی اور اگر نصرانی ہو تو نصرانی کی عورت پر طلاق ہونے میں گواہی جائز ہی اور آزادی غلام کے بارے میں ناجائز ہی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ ایک نصرانی کے ہاتھ میں ایک چادر تھی پھر ایک مسلمان و ایک نصرانی نے ہر ایک نے اس کے گواہ نصرانی پیش کیے کہ نصرانی ملنے اترا گیا ہی کہ یہ چادری کی ہو تو فرمایاکہ میں مسلمان کی ذکر می کرونگایہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک نصرانی مرد نے ایک نصرانی عورت پر اس امر کے گواہ سنائے کہ میں نے اس عورت سے فلان وقت نکاح کیا ہی تو فرمایا کہ میں نصرانی عورت کے مدعی کی جو رو ہوئے کی ذکر می کروں گا پھر ایک مسلمان نے گواہ سنائے کہ میں نے اس وقت کے بعد اس سے نکاح کیا ہی تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اس کی ذکر می نہ ہوگی اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہوگی اور اگر دونوں نے معاگواہ سنائے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک مسلم کی ذکر می ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نصرانی کی ذکر می ہوگی۔ ایک نصرانی مر گیا اور اسپر ایک مسلمان کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے بھی اور اسپر ایک نصرانی کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہی تو امام ابو حنیفہ رحمہ و امام محمد رحمہ زفر رحمہ نے فرمایاکہ مسلمان کے قرضہ شروع کیا جائیگا یعنی پہلے مسلمان کا قرضہ ادا کرنا شروع ہوگا گذافی محیط السرخسی پس اگر کچھ صحیح رہتا تو وہ نصرانی کے قرضہ میں دیا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک نصرانی کے قبضہ میں ایک غلام ہو کہ اسپر ایک مسلمان اور ایک نصرانی نے جنریک نے دعوی کیا اور ہر ایک نے دونصرائی گواہ پیش کیے تو بالاجماع سلطان کی ذکر می ہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے لیکن شیوخ قدوسی چونکہ ہمیں گواہ سپر ایک مسلمان نے دو گواہ تو معنی اپنے سودوم قرضہ کے پیش کیے اور ایک مسلمان کو لیگی ہوتا تھا جسکی طرف اشارہ ہے آپ نے خود گواہ دئی سو دوم قرضہ کے پیش کیے تو اسکی اولدستانی اکیلے علی مسلمان کو لیگی ہوتا تھا جسکی طرف اشارہ ہے خود گواہ دئی سو دوم قرضہ کے پیش کیے تو اسکی اولدستانی اکیلے علی مسلمان اور ایک وی نے دو دفعی گواہ سنائی

گواہ سنا لئے تو بھی ذمی قرض خواہ کو تہائی اور دونوں شرکیوں کو دو تہائی ملے گا اور اگر ذمی قرض خواہ نے دو گواہ مسلمان سنا لئے اور دونوں شرکیوں نے خواہ مسلمان یا ذمی گواہ سنا لئے تو سو درم کا نصف ذمی کو اور باقی آدھا دونوں شرکیوں کو ملے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک نصرانی مرگیا اور دو سو درم چھوڑے اور دو بیٹے نصرانی چھوڑے پھر ایک مسلمان ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور اسے میت پر سو درم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ نصرانی قائم کیے تو قاضی اس قرضہ کا حکم وارث نصرانی کے حصہ میں سے دیکھا اور نصرانی مسلمان کا شریک نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک نصرانی مرگیا اور ایک مالک چھوڑا پھر وہ مالک اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہو گیا پھر اس کی طرف سے دو نصرانیوں نے یہ گواہی دی کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور مالک کا سواے اس غلام کے کچھ مال نہ تھا اور ایک مسلمان نے دو نصرانی گواہ اس امر پر قائم کیے کہ میرے ہزار درم اس میت پر قرض ہیں تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں دونوں کی گواہی قبول کر دوں گا پس غلام کو آزاد کر دے گا اور وہ قرض خواہ کے واسطے سچی کر کے مال ادا کرے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ نے کتاب الزہد میں فرمایا کہ ایک ذمی مرگیا اور دوسرے ذمی نے اس کے بعض اسباب کے رہن کا دعویٰ کیا اور اہل ذمہ میں سے گواہ قائم کیے اور ایک مسلمان نے اسپر قرض کا دعویٰ کیا اور ذمی یا مسلمانوں میں سے گواہ قائم کیے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں مسلمان کی گواہی قبول کر کے اس کا قرضہ دلوانا شروع کر دوں گا پھر بعد پورا ہو جانے کے اگر کچھ مال باقی رہا تو وہ ذمی کو ملے گا پھر فرمایا کہ میں جائز نہ ہو گا جب تک کہ مسلمان اپنا قرضہ پورا نہ لے لیوے پس اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہوں اور مسلم کے گواہ ذمی یا مسلمان ہوں تو ذمی کو اپنے رہن سے لینے کا زیادہ استحقاق ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے کافر پر مال کا دعویٰ کیا اور دعویٰ کیا کہ ایک مسلمان فلاں شخص اس کا کفیل ہے اور کفاروں میں سے گواہ قائم کیے تو اس گواہی سے اصل پر مال ثابت ہو گا نہ کفیل پر یہی طرح اگر اصل مال کافر پر ہو پھر دو کافروں نے ایک کافر و مسلم پر یہ گواہی دی کہ ان دونوں نے اس کی طرف سے اس مال کی کفالت کی تھی اور ایک دوسرے کا بھی کفیل ہے تو یہ گواہی اصل پر اور کفیل کافر پر جائز ہے اور مسلمان کفیل پر جائز نہیں اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان پر مال کا دعویٰ کیا اور مطلوب نے انکار کیا اور طالب نے دعوے کیا کہ اس ذمی نے مطلوب کے حکم سے اس کی طرف سے اس مال کی کفالت کی ہے اور کفیل نے انکار کیا پھر دو ذمیوں نے دمی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی کفیل پر جائز ہوگی نہ اصل مسلم پر یہاں تک کہ اگر کفیل نے ادا کیا تو اس کو مسلمان سے لینے کا اختیار نہ ہو گا۔ اور اسی طرح اگر دونوں پر مال دستاویز ہیں ہو اور مسلمان کے نام دستاویز ہے اور ذمی اس کے بچے کفیل ہے یا دستاویز دونوں کے نام ہے اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے تو بھی یہ گواہی کافر پر حجت ہوگی نہ مسلم پر یہ جبو طہ میں ہے۔ اگر کسی مسلمان نے کافر کے لیے ہزار درم کی ضمانت کر لی اور کافر اصل لے لے کر اس کے اپنے طرف سے ضمانت کرنے کا حکم اس کو نہیں دیا تھا پھر مسلمان دو گواہ کا ذیل لے لے انھوں نے گواہی دی کہ اس مسلمان نے اس کافر کے حکم سے اس کی طرف سے ضمانت کر لی تھی اور طالب نے اقرار کیا کہ میں نے اس کفیل سے مال بھرا ہوا ہے تو کفیل کو اختیار ہو گا کہ اصل سے مال وصول کرے۔ اور اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کے ہاں کی یا مال کی جو اسپر سو مسلمان یا کافر کا ہے کفالت کی اور اہل ذمہ اسپر گواہ ہوئے پس اگر مسلمان نے اس سے انکار کیا تو ان کی گواہی اس پر جائز نہ ہوگی اور اگر اقرار کیا تو اس کے اقرار کی وجہ سے جائز ہوگی نہ گواہی کی وجہ سے پس اگر اس نے مال ادا کر دیا اور ذمیوں نے گواہی دی کہ اس نے ذمی کے حکم سے کفالت کی تھی تو وہ ذمی سے وصول کر لے گا یہ محیط میں لکھا ہے

کافرون کی گواہی مستحبہ کاغذ پر غلام مازون کا فریاد لکھا ہے اگرچہ اسکا مولیٰ مسلمان ہو یہ بیسویں ہے۔ اگر ایک غلام  
 مازون نصرانی ہو جو مسلمان کا مملوک ہو دو نصرا نون نے گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو یا اس کے تھوڑے کو قتل  
 کر ڈالا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے نزدیک قتل کرنے کی گواہی جائز نہیں ہے اور گھوڑے مار ڈالنے کی گواہی جائز ہے اور امام ابوہنوبہ  
 کے نزدیک قصاص کے واسطے مقبول ہوگی اور خطا میں مال لینے کے واسطے مقبول نہیں ہے یہ بیسویں لکھا ہے اگر غلام  
 مازون مسلمان ہو اور مالک کافر ہو تو کافرون کی گواہی غلام پر مقبول نہ ہوگی یہ بیسویں لکھا ہے اگر کسی کافر نے کسی  
 مسلمان کو فریاد فروخت کا وکیل کیا تو کافرون کی گواہی وکیل پر جائز نہ ہوگی اور اگر مسلمان نے کسی کافر کو وکیل کیا تو  
 کافرون کی گواہی وکیل پر جائز ہوگی یہ بیسویں لکھا ہے اگر ایک کافر مر گیا اور اس نے مسلمان کو وصی بنایا پھر ایک شخص  
 نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور کافر گواہ قائم کیے تو استھانہ جائز ہے اگرچہ وصی مسلمان ہی نہ ہو یہ بیسویں لکھا ہے امام محمد رحمہ  
 اللہ نے جامع میں فرمایا کہ ایک مسلمان نے دعوے کیا کہ فلان نصرانی مر گیا اور اس نے مجھے وصی بنایا ہے اور نصرانی گواہ ستائے پس  
 اگر کسی نصرانی قرضدار کو حاضر کیا تو قیاساً و استحساناً گواہی اس پر مقبول ہوگی اور غیر کی طرف متعلق بھی ہوگی اور اگر کسی  
 مسلمان قرضدار کو لایا تو قیاساً و استحساناً گواہی مقبول نہ ہوگی اور یہی پہلا قول امام محمد رحمہ کا ہے اور استھانہ مقبول ہوگی اور یہی  
 طرح اگر نصرانی نے نصرانی گواہ قائم کیے کہ فلان شخص مر گیا اور میں اسکا بیٹا ہوں اور وارث ہوں اور گواہ سوائے اسکے  
 کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور میت کا کوئی کافر قرضدار حاضر کیا تو قیاساً و استحساناً گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر کوئی  
 مسلمان قرضدار حاضر کیا تو قیاساً مقبول نہ ہوگی اور استھانہ مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک مسلمان نے  
 کسی نصرانی کی طرف سے وکالت کا دعوے کیا کہ جو کچھ اسکا حق کو فرمیں ہی اس کے لیے اس نے مجھے وکیل کیا ہے اور ایک  
 مسلمان قرضدار کو حاضر کیا اور اس پر نصرانی گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوگی اور اگر نصرانی کو حاضر کیا تو گواہی مقبول ہوگی۔ اور جب  
 قاضی نے یہ گواہی مقبول کی اور اسکی وکالت کا حکم دیا تو یہ حکم سب قرضداروں پر نفاذ کافر ہوں یا مسلمان ہوں جاری ہوگا  
 حتیٰ کہ اگر اس کے بعد کوئی مسلمان قرضدار کو لایا اور اس نے اس کی وکالت سے انکار کیا تو قاضی اسکو دوبارہ وکالت  
 کے گواہ لانے کے واسطے تکلیف دینا یہ بیسویں لکھا ہے۔ ایک مسلمان نے اپنا غلام نصرانی کے ہاتھ فروخت کیا پھر  
 کسی نصرانی نے اس کے پاس سے دو نصرانی گواہ قائم کر کے لینا چاہا تو ڈگری نہ کیجائیگی یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے ابن  
 سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہے کہ ایک نصرانی نے مسلمان سے ایک غلام خریدا اور اس کو کسی نصرانی کے ہاتھ  
 قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے قبضہ کے بعد اس میں عیب پایا اور دو گواہ نصرانی اس امر  
 کے لایا کہ یہ عیب بالغ مسلمان کے پاس تھا قبل اس کے کہ اسکو نصرانی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس کو اختیار  
 حاصل ہوگا کہ اپنے بالغ نصرانی کو واپس کر دے اگرچہ اس کے بالغ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس گواہی پر اپنے بالغ مسلمان کو واپس  
 کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ متقی میں ہے کہ ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا پھر دوسرے مشتری  
 نے اس کو تیسرے مشتری کے ہاتھ اور تیسرے نے چوتھے کے ہاتھ اسی طرح دست بہ دست دس نصرانیوں کے ہاتھ  
 فروخت ہوا پھر ایک انہیں سے مسلمان ہو گیا پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ میں اصلی آزاد ہوں اور اپنے نصرانی گواہ ستائے تو امام  
 زفر رحمہ نے فرمایا کہ اسکے گواہ مقبول نہ ہوں گے خواہ اول بالغ مسلمان ہو یا درمیانی یا آخر کا جب تک کہ مسلمان گواہ  
 نہ آئے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر آخر کا مسلمان ہو یا پہلی گواہی مسیحی نہ ہوگی اور اگر درمیانی مسلمان ہو یا پہلی

[illegible]





ابھرا اسی طرح اگر دو اصل گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلان شخص نے اقرار کیا کہ یہ سب کے سب بڑا دردمند و غریب ہے۔  
پس تم گواہی دو کہ ہم اسی گواہی دیتے ہیں یا کہا تم اس پر گواہی دو کہ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں یا کہ ہم اس پر گواہی دے دیں ہم  
نے گواہی دی یا یوں کہا کہ فلان کے فلان شخص پر ہزار درم ہزار ہیں گواہی دو کہ ہم نے اس پر گواہی دی ہے یا یوں کہ گواہی  
دو کہ ہم نے گواہی دی یا اصل گواہ نے فرع سے کہا کہ تو گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلان شخص نے فلان شخص  
کے واسطے اس قدر درم کا اقرار کیا تو ان سب صورتوں میں گواہ کر لینا درست نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر  
غیر گواہی پر گواہ کرنا چاہا تو چاہیے کہ طالب و مطلوب کو حاضر کر کے دونوں کی طرف اشارہ کرے اور اگر دونوں کی غیبت  
میں گواہ کرنا چاہا تو اس کا نام و نسب بیان کرے ولیکن اگر مشہود علیہ غائب ہو تو گواہ کر لینے کے واسطے نام و نسب ذکر کر لینا  
کافی ہے اور حکم قضا کے واسطے اس قدر کافی نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جب فرع اصل گواہ کی گواہی ادا کرنا چاہے تو یوں  
بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلان شخص نے مجھ کو اپنی گواہی پر گواہ کیا کہ فلان شخص نے اس کے نزدیک اس  
حق کا اقرار کیا ہے اور اس نے مجھے کہا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کیونکہ ضروری ہے کہ وہ اپنی گواہی ذکر کرے اور اصل  
گواہ کی گواہی اور اس کی طرف سے برداشت کرنا ذکر کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور بھی صحیح ہے یہ زہدی میں ہے۔ اور اگر  
فروع نے گواہی دی اور نہ کہا کہ ہم اس کی گواہی پر گواہی دیتے ہیں تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ خزانۃ القضا سے میں  
ہے۔ اور فرع کو چاہیے کہ اصل گواہ کے نام کو اور اس کے باب و دادا کے نام کو ذکر کرے اور اگر اس نے ترک  
کیا تو قاضی فرع کی گواہی قبول نہ کرے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور فروع کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر جبکہ اسم علی گواہ  
مصرط وین یا اس قدر ہمار ہو جاوین کہ مجلس قاضی میں حاضر ہو سکیں یا تین رات و دن کے فدریا زیادہ دور چلے  
جاوین تو مقبول ہوگی کذا فی الکافی اور بھی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تیار تارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف  
سے روایت ہے کہ اگر اصل گواہ دانی دور ہو کہ اگرچہ گواہی ادا کرے کے واسطہ آوے تو اس کو اپنے اصل و میال میں  
رات گزارنا میر نہ ہو سکے تو گواہ کر لینا درست ہے اور اسی کو فقہ ابو الیث نے لیا ہے یہ زہدی و ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور  
بہت سے مشائخ نے اس روایت کو لیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ہندوستان میں لکھا ہے۔ نو اور ہشام  
میں ہے کہ میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک قوم کی معیت میں نکلا اور اس کا ارادہ مکہ جانے کا یا  
کسی دوسرے سفر کا تھا کہ اس کو اتنے بیان کر دیا پھر قوم نے اس کو چھوڑ دیا اور پٹا آئے پھر ایک قوم نے اس کی گواہی  
پر گواہی دی اور مشہود علیہ نے دعویٰ کیا کہ وہ حاضر ہوا ہے یا یوں نے موافق بیان کے گواہی دی اور کچھ زیادہ نہ  
بیان کیا تو کیا یہ گواہی پر گواہی دینا اس شخص کے نزدیک جو حاضر ہے باب میں ایسا قبول نہیں کرتا ہی قبول ہو یا نہیں  
ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ ہاں مقبول ہے کیونکہ نسبت ایسی ہی ہوتی ہے اگر اس نے قوم کو دایع کر دیا اور اپنے گھروں میں  
رہا اور ہمسکونے نہیں دیکھا تو گواہی قبول نہ کر دینا یہ تیار تارخانیہ میں لکھا ہے۔ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا  
کہ اس پر سلطان کی طرف سے اگر دونوں شہر میں موجود ہوں تو گواہی پر گواہی دینا درست نہیں ہے یہ تقضیر میں  
لکھا ہے چنانچہ کہ اس کی گواہی پر گواہی دینا درست ہے اس لیے تعنا پر نہیں دیتا ہے اور صحیح ہے کہ دونوں ہمار  
ہیں کی گواہی درست ہے یہ فقہ حنفی میں لکھا ہے۔ اگر اصل گواہ شہر میں قید ہو اور اس نے اپنی گواہی پر گواہ کر لیا  
تو فروع کو اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز ہے یا نہیں اور قاضی اس پر عمل کر گیا یا نہیں اس مسئلہ کا اگر کسی کتاب میں

نہیں ہی اور مشائخ زمانہ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہو تو جائز نہیں ہی اور اگر والی ملک کے قید خانہ میں ہو اور مکانا ممکن نہ ہو تو جائز ہی اور بعض نے کہا کہ جائز نہ ہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی عورت پروردہ دار ہو تو اس کو اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہی اور جو عورت اپنے گھر سے مانند قضا سے حاجت تمام وغیرہ کے واسطے نکلتی ہو وہ پروردہ دار ہی بشرطیکہ مردوں سے مخالفت نہ کرتی ہو یہ قنبرہ میں لکھا ہے۔ اگر اصل گواہ نے اعتکاف کیا ہو تو فروع کی گواہی جائز نہیں ہی خواہ اعتکاف مذہب ہو یا تدریس ہو یہ قاضی بدیع الدین نے فرمایا ہی کذا فی التاثرانیہ۔ اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہی اگرچہ اصل گواہوں کو کچھ عذر نہ ہو کہ اگر انکو کچھ عذر درپیش آیا مثلاً سفر یا مرض یا موت تو فروع گواہی ادا کرینگے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر فروع نے گواہی ادا کی پھر حکم قضا سے پہلے اصول حاضر ہو سے تو فروع کی گواہی پر حکم نہ ہو گا یہ قضا سے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اصل گواہ نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور اس نے گواہی کو برداشت نہ کیا اور کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو چاہیے کہ وہ گواہ نہ قرار پائے یہ قنبرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا پھر اسکو منع کر دیا کہ میری گواہی پر گواہی نہ دیو سے تو امام اعظم رحمہ اللہ ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک منع کرنا صحیح نہیں ہی جتنے کہ اگر بعد ممانعت کے اس نے گواہی پر گواہی دی تو جائز ہی یہ قضاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں نے بیٹا غلام آزاد کر دیا ہے یہی آئی گواہی پر ہمز سکھ نہ ہوا تھا کہ اصل گواہ حاضر ہو سے اور فروع کو گواہی دینے سے منع کیا تو مابہ مشائخ کے نزدیک صحیح ہی اور بعضوں نے کہا کہ منع صحیح نہیں ہی اور یہ لا قول اطہر یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اصلی گواہوں نے گواہی سے انکار کیا تو فروع کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر دو فروع نے ایک اصل کی گواہی پر گواہی دی پھر اصل کو نکالیا اندھا ہو گیا یا مریم یا فاسق ہو گیا یا اسکی عقل جاتی رہی اور ایسی حالت میں ہو گیا کہ اس کی گواہی روا نہیں ہی تو فروع کی گواہی بھی جاتی رہی اگر کسی فرع نے اصل کی گواہی پر گواہی دی اور اس کی گواہی بسبب اصل کے فاسق ہونے کے رد کر دی گئی تو اس کے بعد دونوں میں سے کسی کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ قضاوی قاضی خان و بسوط و خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک مرد نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا پھر اصل گواہ کی ایسی حالت ہو گئی کہ اس کی گواہی جائز نہیں ہی پھر ہلکے اس کی ایسی حالت ہو گئی کہ اس کی گواہی جائز ہو مثلاً فاسق ہو کر اس نے قویہ کر لی پھر فرع نے اس کی گواہی پر گواہی دی تو سب کی گواہی جائز ہی اگر دو شخصوں نے دو شخصوں کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور دونوں فرع مادل شخصین پھر فاسق ہو گئے پھر دونوں مادل ہو گئے اور گواہی دی یا اپنی گواہی پر دوسروں کو گواہ کر لیا تو جائز ہی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو فرع گواہوں نے قاضی کے پاس گواہی دی اور قاضی نے دونوں پہلوں میں کچھ شک پکار گواہی رد کر دی تو پھر یہ گواہی اس کے بعد نہ فروع سے قبول ہوگی اور نہ اصول سے اور اگر دونوں فرع میں کچھ شک نہ ہو تو اسکی گواہی اگر مادل ہیں تو جائز رہی اور اگر اصول نے دوسرے کو مادل فرع کو گواہ کر لیا تو اسکی گواہی بھی جائز رہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے دو غلاموں یا دو مکاتبات یا دو کافروں کی گواہی پر ایک مسلمان پر گواہی دی اور انھیں وجہوں سے قاضی نے گواہی رد کر دی پھر دونوں غلام آزاد ہو گئے یا دونوں مکاتبات آزاد ہو گئے یا دونوں کافر مسلمان ہو گئے اور گواہی ادا کی یا اپنی گواہی پر پہلے دونوں آدمیوں کو یا دوسروں کو گواہ کر دیا تو جائز ہی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہ اصل گواہ کر لینے کے

وقت خاص ہو پھر توہ کرے تو فروغ گواہی نہ دے لیکن اگر دوبارہ اسی گواہی پر گواہ کرے تو پھر ادا کرنا جائز ہے نہ قناوے  
 عتابہ میں لکھا ہے اگر دونوں اصل گواہ مرتد ہو گئے پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو فروغ کو انکی گواہی پر گواہی دینا جائز  
 نہیں ہے اگر دونوں اصل گواہوں نے بعد مسلمان ہونے کے خود گواہی ادا کی تو انکی گواہی مقبول ہوگی یہ تانا خانہ  
 میں لکھا ہے اگر فروغ نے بیان کیا کہ ہمکو اصول نے اپنی گواہی پر جو فلان بن فلان کی طرف سے فلان شخص پر اس قدر مال  
 کی بابت تھی گواہ کر لیا تھا لیکن ہم فلان معاملہ کو نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی انکی گواہی قبول کرے گا اور مدعی کو حکم دیگا  
 کہ اس امر پر گواہ لاوے کہ جس شخص کو اس نے حاضر کیا ہے وہی فلان بن فلان معاملہ پر یہ عہدہ میں لکھا ہے اگر فروغ  
 نے دو اصل گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پس اگر قاضی فروغ و اصول دونوں فریق کو عادل پانتا ہے تو ان کی  
 گواہی پر حکم دیدیگا اور اگر اصول کو عادل پانتا ہے اور فروغ کو نہیں پہچانتا ہے تو انکا مال دریافت کرے گا اور اگر فروغ کو  
 عادل پانتا ہے اور اصول کو نہیں پہچانتا ہے تو خصامت رحم نے ذکر کیا کہ فروغ سے انکے اصول کا حال دریافت کرے گا اور  
 قبل دریافت کے حکم نہ دے گا پس اگر انھوں نے اصول کی تبدیل کی تو ظاہر روایت میں انکی تبدیل ثابت ہو جائیگی اولیام  
 مجدد سے روایت ہے کہ فروغ کی تبدیل کرنے سے اصول کی صداقت ثابت نہ ہوگی اور ظاہر روایت صحیح ہی اور اگر فروغ نے  
 وقت دریافت کے کہا کہ ہم اصول کے حال سے آگاہ نہیں کرتے ہیں تو قاضی انکی گواہی قبول نہ کرے گا پس اگر مدعی  
 نے کہا کہ میں ایسے لوگ لانا ہوں جو اصول کی تبدیل کریں گے تو امام مجدد رحم کے قول کے موافق قاضی انکے اہانت  
 کو کرے گا اور اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کتنا فی قناوے قاضی خان اور اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ اصول کا حال  
 دریافت کرے کہ وہ لوگ عادل ہیں تو قاضی اس کو قبول نہ کرے گا اور یہ ظاہر روایت ہے یہ عہدہ سرخی میں لکھا ہے  
 اور اگر فروغ نے کہا کہ ہم اصول کو نہیں پہچانتے ہیں کہ آیا وہ عادل ہیں یا نہیں تو شمس الامینہ ملوانی نے فرمایا کہ  
 قاضی انکی گواہی رد نہ کرے اور اصل گواہوں کا حال دوسروں سے دریافت کرے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ سے  
 قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحم سے روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ عہدہ اور فقیر میں لکھا ہے اگر  
 فروغ نے قاضی سے کہا کہ میں اصل گواہ کو گواہی میں مشہم جانتا ہوں تو قاضی فروغ سے انکی گواہی پر گواہی قبول  
 نہ کرے گا یہ قناوے قاضی فلان میں لکھا ہے اگر فروغ نے تبدیل قبول سے سکوت کیا تو صحیح ہے اور قاضی اصول کی تبدیل  
 دوسرے لوگوں سے تبدیل کرنے کے لائق ہیں دریافت کرے گا اور یہ امام ابو یوسف رحم کے نزدیک ہے اور امام  
 کے نزدیک گواہی قبول نہ کرے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ ہشام رحم نے امام مجدد رحم سے روایت کی ہے کہ ایک عادل نے  
 اپنی گواہی پر دو گواہ کر لیے پھر خود غائب ہو گیا کہ پتا نہ ملا مثلاً میں بریں ایک غائب رہا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ  
 عدالت پر قائم ہے یا نہیں اور فروغ نے یہ گواہی ادا کی اور حاکم نے کسی ایسے شخص کو نہ پلایا کہ جس سے یہ گواہی عدالت  
 دریافت کرے پس اگر اصل گواہ ایسا مشہور ہو جائے امام ابو حنیفہ رحم و سفیان ثوری رحم تو انکی گواہی پر حکم نہ کرے گا  
 اور اگر غیر مشہور ہو تو فروغ کی گواہی پر حکم نہ دے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ جامع میں مذکور ہے کہ اگر دو گواہوں نے  
 دو گواہوں کے قتل خطا کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے یہ دو گواہ برادر ہی پر ریت کا حکم دیدیا پھر میں لکھا  
 ہے کہ ان دو گواہوں کی گواہی ہی وہ زندہ مولا تو گواہوں فروغ پر حاکم لازم نہ آوے گی لیکن ولی بھی لکھا  
 ہے کہ یہ گواہی وہ نہیں کر دے اور اگر اصل گواہ آئے اور انھوں نے گواہی سے انکار کیا تو انکا مال

فروع کے حق میں صحیح نہ ہو گا اور نہ انہر خان واجب ہوگی اور اصلی گواہوں پر بھی ضمان نہ آویگی اور اگر اصلی گواہوں نے کہا کہ ہم نے ان دونوں کو ایک باطل چیز کی گواہی پر گواہ کر لیا تھا اور ہم جانتے ہیں کہ ہم اس وقت بھوٹا بولتے تھے تو بھی امام انکم برج و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ضمان نہ ہونگے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک بدعتا برادر جی کو اختیار ہو گا کہ چاہے اصلی گواہوں سے ضمان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصلی گواہوں سے ضمان لی تو یہ گواہ ولی سے اس قدر مال لے لینگے اور اگر ولی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا یہی ذمیرہ بین لکھا ہے

بارھوا ان باب جرح و تعدیل کے بیان میں۔ قاضی کو ضرور چاہیے کہ تمام حقوق میں پوشیدہ و ظاہر گواہوں کا حال دریافت کرے خواہ خصم نے انہیں ضمن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک مسلمان میں ظاہری عدالت پر اتفاق کیا لیکن اگر خصم نے طعن کیا تو دریافت کرے گا بان صدہ و قصاص میں، بالاجماع ضعیفہ دریافت کرے اور ظاہر میں انکار ترکیہ کرے خواہ خصم نے طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس زمانہ میں صاحبین رحمہ کے قول پر فتویٰ ہے کہ یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر خصم نے گواہوں میں طعن نہ کیا بلکہ تعدیل کی شکایوں کا کہ یہ لوگ عادل ہیں جو کچھ انھوں نے مجھ پر گواہی دی وہ سچ کہا یا کہا کہ یہ لوگ عادل ہیں انکی گواہی میرے واسطے یا میرے اوپر جائز ہو تو قاضی اسکے اقرار حق پر حق مدعی کی ڈگری کر دے گا گواہوں کا حال دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے صرف اس قدر کہا کہ یہ عادل ہیں یا کہا کہ عادل ہیں مگر گواہی میں انھوں نے خطا کی پس اگر مدعا علیہ عادل ہو کہ جسکی تعدیل معتبر ہو سکتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ جواب دعویٰ کے وقت اگر اس نے مدعی کے دعویٰ سے انکار نہیں کیا بلکہ سکوت کیا یہاں تک کہ گواہوں نے اس پر گواہی دی پھر اس نے کہا کہ گواہ عادل ہیں تو امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ قاضی انکی گواہی پر مدعی کی ڈگری کر دے گا اور انکا حال دریافت نہ کرے گا خواہ دعویٰ ایسے حق میں ہو کہ باوجود شبہ کے ثابت ہوتا ہے یا شبہ کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ قاضی بدون اس کے حال دریافت کرنے کے حکم نہ دے گا اور اگر مدعا علیہ نے دعویٰ مدعی سے انکار کیا پھر جب گواہوں نے اس پر گواہی دی تو اس نے گواہوں کی نسبت کہا کہ یہ عادل ہیں تو بعض روایات میں ہے کہ اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے جیسا مذکور ہوا ہے امام محمد رحمہ کے نزدیک بدون دریافت حال کے حکم نہ دے گا اور اس کے نزدیک حکم دے اور بعض روایات میں امام محمد رحمہ سے مروی ہے کہ قاضی مدعا علیہ سے انکی گواہی میں صدق و کذب کو دریافت کرے اگر اس نے کہا کہ انھوں نے سچ کہا تو اس نے سچ کہا تو اس نے دعویٰ کا اقرار کرے اور اگر اس نے کہا کہ انھوں نے جھوٹ کہا تو بدون دریافت اس کے حکم نہ دے اور بعض روایات میں امام محمد رحمہ کے نزدیک بدون دریافت حال اسکی تعدیل معتبر ہے امام محمد رحمہ کے ہوا اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اسکی تعدیل صحیح نہیں ہے اور نہ اس پر طعن کیا جاسکتا ہے اور اگر گواہوں نے اسے عادل قرار دیا ہے تو اس کے اقرار کرنے میں شائبہ ہو گا اور اگر قاضی نے اس کے اقرار سے شک کیا کہ گواہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا اور اس نے کہا کہ سچ کہا تو یہ دعویٰ کا اقرار ہے اور اگر قاضی نے اس کے اقرار سے شک کیا کہ گواہوں نے جھوٹ کہا تو قاضی حکم نہ دے گا بلکہ قاضی نے طعن نہ کیا ہے۔ اگر مدعا علیہ



یہ گواہی دینے سے پہلے اس نے گواہوں کی تبدیل کی پھر گواہوں نے گواہی دی اور اس نے مشہود پر سے انکار کیا تو قاضی اُسکی تبدیل کرنے پر اکتفا نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص پر دو گواہوں نے گواہی دی اور اس نے ایک کی تبدیل کی اور کہا کہ یہ عادل ہو لیکن اس نے غلطی کی یا اسکو وہم ہوا تو قاضی اس سے دوسرے گواہ کا حال دریافت کریگا پس اگر اس نے دوسرے کی تبدیل کی تو دونوں کی گواہی پر قاضی ڈگری کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ گواہوں نے مدعا علیہ پر گواہی دی اسکے بعد اسنے کہا کہ فلاں شخص نے جو کچھ مجھے گواہی دی ہے حق ہے تو قاضی بدو ن دوسرے گواہ کے حال دریافت کرنے کے مدعی کا دعویٰ جو کچھ گواہ نے بیان کیا ہی قاضی اسپر لازم کرے گا اور اگر گواہی ادا کرنے سے پہلے اسنے کہا کہ فلاں گواہ جو کچھ مجھے گواہی دے گا وہ حق ہی بلکہ وہی سچ ہے پھر جب گواہی ادا کی تو اس نے قاضی سے کہا کہ انکا حال دریافت کیا جاوے اور بچے یہ گمان نہ تھا کہ ایسی جھوٹی گواہی دینگے تو قاضی انکا حال دریافت کرے گا اگر عادل ہوئے تو فیصلہ کرے گا ورنہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ شرح ادب القاضی میں ہے فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے کہ کسی قاضی کے پاس دو گواہوں نے گواہی دی اور ایک کو قاضی عادل جانتا ہے اور دوسرے کو نہیں پہچانتا ہے کہ عادل ہے یا نہیں پھر جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہے اس نے دوسرے کی تبدیل کی تو نصیر رحم نے فرمایا کہ اُسکی تبدیل کرنا مقبول نہیں ہے اور ابو سلمہ رحم سے دور ولہ تین ہیں اور فقیہ ابو بکر رحم سے روایت ہے کہ ایک قاضی کے پاس تین آدمیوں نے گواہی دی اور اس کو تیسرے گواہ کا حال معلوم نہیں ہے پس دونوں گواہوں عادلون نے جنگو وہ پہچانتا ہے اس تیسرے کی تبدیل کی تو دوسرے مقدمہ اور گواہی میں یہ تبدیل مقبول ہوگی اور اسی گواہی میں مقبول نہوگی اور یہ قول نصیر رحمہ اللہ کے قول کے موافق ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص تبدیل کر سکتا ہے اور تبدیل کرنے والے کے پاس قاضی کی طرف سے اپیلچی ہو سکتا ہے اور گواہ کے قول کا مترجم ہو سکتا ہے اور یہ امام اعظم رحم اور ابو یوسف رحم کے نزدیک ہے اور دو شخصوں کا ہونا افضل ہے اور یہ حکم ضمیمہ تبدیل کرنے میں ہے اور ظاہر ہے تبدیل کے واسطے بالاجماع عدل شرط ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اجماع ہے کہ عدالت اور بیوع اور آزاد دی اور مینائی ہو گواہ میں شرط ہے وہی ظاہر ہے تبدیل کرنے والے میں بھی شرط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور پوشیدہ تبدیل کرنا امام اعظم رحم اور امام ابو یوسف رحم کے نزدیک غلام اور اندھے اور نابالغ اور محدود القذف سے مقبول ہوتی ہے یہ محیط سرخس میں لکھا ہے۔ اور ترجمان اگر اندھا ہو تو امام اعظم رحم سے روایت ہے کہ جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحم سے روایت ہے کہ جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ایک عورت اگر آزاد ہو اور ثقہ ہو تو اس کا مترجم ہونا امام اعظم رحم و امام ابو یوسف رحم کے نزدیک مثل مرد کے جائز ہے اور یہ حکم ان صورتوں میں ہے جنہیں عورت کی گواہی مثل مال وغیرہ کے دعوے کے جائز ہے اور جس صورت میں عورت کی گواہی جائز نہیں ہے اس میں اس کا مترجم ہونا بھی جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ پوشیدہ تبدیل باپ و فرزند فاسق سے امام اعظم رحم و امام ابو یوسف رحم کے نزدیک صحیح ہوتی ہے کنذاتی فتاویٰ قاضی خان اسی طرح ہر اس شخص سے جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں ہے اگر پوشیدہ تبدیل کرے تو مقبول ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر عورت اپنے شوہر کو تبدیل کرے تو مقبول ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی تبدیل کرے تو مقبول ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور صاحب کتاب کی بیوی محیط سرخس میں لکھا ہے اور سپر لازم ہے کہ اگر مشہود اپنے خلاف

تو اس کے تعدیل کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہو یہ ظاہر صریح لکھا ہی اور علانیہ تعدیل کے واسطے بالاجماع نطق شہادت  
شہر مائین ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی اور قاضی کو چاہیے کہ گواہوں کا حال دریافت کر لے سکے واسطے ایسے  
شخص کو اختیار کرے جو عادل اور لوگوں کے حال سے خبردار ہو اور طامع نہ ہو اور فقیہ ہو کہ تہجیح و تعدیل کے اسباب  
سے واقف ہو اور نئی ہو اور اگر ایک عالم فقیر اور دوسرا فقیر عالم غنی اور فقہ پایا یا ایک عالم فقہ کہ لوگوں سے نہ ملتا ہو اور  
دوسرا فقہ غیر عالم کہ لوگوں سے خلط ملط رکھتا ہو یا تو تعدیل کے واسطے عالم کا اختیار کرنا اولیٰ ہی اور اولیٰ یہ ہو کہ تعدیل  
کرنا والا منفعل نہ ہو اور نہ گوشہ نشین کہ لوگوں سے نہ ملتا ہو یہ محیط میں لکھا ہی اور جو معدل ہو مشیدہ ہو وہی علانیہ کیواسطے  
ہونا چاہیے اور سبھی ہمارے اصحاب کا قول ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی اور علانیہ تعدیل کے لئے کی یہ ضرورت ہے اور قاضی تعدیل  
کرنے والے اور گواہ کو جمع کرے اور کہے کہ اسی کی تو نے تعدیل کی یہ ایک کہ یہی ہوگا ہما فل مقبول را شاہدین یہ کفایت  
میں لکھا ہی اور خفیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہو کہ قاضی تعدیل کرنے والے کے چہرے کسی ایسی کو چھپے یا ایک خط لکھے  
کہ تمہیں گواہوں کے نام اور نسب اور طبقہ اور محلہ اور بازار تحریر کرے تاکہ معدل اس کو پہچان سکے پھر اس کے پڑھیں  
اور دوستوں آشناؤں سے اس کا حال دریافت کرے گاہ نہ پایہ میں لکھا ہی۔ اور اپنے امین کے ہاتھ اس خط  
کو روانہ کرے گا اور اسپرانی مہر لگا دے گا اور کسی کو مطلع نہ کرے گا تاکہ حال معلوم ہو جائے سے دھوکا نہ دیوں یہ محیط  
سرخس میں لکھا ہی پھر قاضی کو اختیار ہے تعدیل ظاہری و باطنی دونوں دریافت کرے یا صرف تعدیل پوشیدہ  
پر کفایت کرے اور ہمارے زمانہ میں ظاہری تعدیل کرانے کو ترک کیا گیا ہو کذا ہے فتاویٰ قاضی خان اور پہلے زمانہ  
میں صرف تعدیل ظاہری تھی اور اس زمانہ میں فقہ سے بچنے کے واسطے پوشیدہ تعدیل پر کفایت کی گئی اور  
امام محمد سے مروی ہو کہ ظاہری تعدیل بلا اور فقہ ہی یہ پایہ میں ہی اور تعدیل کرنے والے کو بھی چاہیے کہ خود  
دریافت کرنے کے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جس میں وہ اوصاف موجود ہوں جو تعدیل کرنے والے میں  
بیان کیے گئے ہیں یہ نہ پایہ میں ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس کے پڑوسیوں سے اس کا حال بھی دریافت کرے  
کہ اس سے اور اسے ظاہری مددوت نہ ہو اور نہ وہ آپرا احسان کرنا والا ہو کہ مثلاً انکی طرف سے چوکیداری وغیرہ ادا  
کر دیتا ہو اور اسی کو ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہی اور اسکو امام محمد سے روایت کیا ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اور اگر  
پڑوسیوں یا بازار والوں میں ایسا شخص نہ ملتا ہو تعدیل کی ریافت رکھتا ہو تو اس کے اہل محلہ سے دریافت کرے  
اور اگر سب غیر فقہ ہیں تو قاترا اخبار پر اعتماد کرے اور اسی طرح اگر اس کے پڑوسیوں اور اہل محلہ سے دریافت کیا مالا کہ  
سب غیر فقہ ہیں اور انھوں نے اسکی جرح یا تعدیل پر اتفاق کیا اور اس کے دل میں آیا کہ سچ کہتے ہیں تو یہ بھی بہتر  
خبر ملتا ہے کہ یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر معدل گواہ کو نہیں پہچانتا ہی اور اس کے سامنے دو معدلوں نے اسکی تعدیل  
کی اور وہ دونوں فقہ ہیں تو اسکو رواہی کہ گواہ کی تعدیل کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ پھر جس گواہ کو اس نے  
عادل معلوم کیا تو چاہیے کہ قاضی کے خط میں اس گواہ کے نام کے نیچے لکھ دے کہ عادل ہی اس کی گواہی جائز ہے  
کذا فی النہایہ اور یہ تعدیل ہی اور اسی قول پر اعتماد کیا گیا ہو کذا ہے فتاویٰ قاضی خان اور امام محمد سے روایت ہے  
کہ قاضی کے خط میں گواہ کے نام کے نیچے یوں لکھنا چاہیے کہ یہ گواہ میرے نزدیک عادل و پسندیدہ اور اسکی گواہی جائز ہے  
اور اسی کو ہمارے علم نے میا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ تعدیل ہی نہیں واسطے کہ میرے نزدیک کہنے سے وہ پیدا ہوتا ہی کیا تو

نہیں دیکھتا ہے کہ اگر گواہ نے کہا کہ میرے نزدیک اس مدعی کا حق ہے تو گواہی باطل ہوتی ہے کذا فی الظہیر یہ اوثقیہ ابوالمہر  
نے اس قول کو ضعیف کیا ہے اور کہا کہ میرے نزدیک یہ قول صحیح ہے اس لیے کہ حقیقت کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی اور  
دوسرے لوگوں سے صرف یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ جھکو کیا معلوم ہے اور تیری کوشش سے کیا معلوم ہوا یہ محیط میں لکھا ہے اور  
جن گواہ کا فاسق ہونا اسکے نزدیک ثابت ہو تو اسکے نام کے نیچے کچھ نہ لکھے کہ تنگ حرمت ہی لکھ دے کہ واللہ اعلم لیکن  
اگر دوسروں نے اسکی تعدیل کی ہو اور یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے صریح بیان نہ کیا تو قاضی اسکی گواہی پر حکم کر دے گا اور حق تلفی ہوگی  
تو بیان کر دیے یہ بتایہ میں لکھا ہے اور جس گواہ کی عدالت یا جرح کچھ نہ معلوم ہوئی تو اسکے نام کے نیچے لکھ دے کہ اسکا حال  
مبین لکھا پھر اس خفیہ خاکو قاضی کے امین کے ساتھ پوشیدہ قاضی کو بھیج دے تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تعدیل کرنے والے  
کو اذیت ہو چکے یہ فتح القدر میں لکھا ہے اور تعدیل یقینی طور سے کرنی چاہیے اور یہ نہ کہے کہ وہ میرے نزدیک عادل ہیں  
اس لیے کہ ثقات نے مجھے انکے عادل ہونے کی خبر دی ہے۔ اور اگر یہ بیان کیا کہ سوائے بہتری کے مجھے ان سے کچھ ثابت نہیں  
ہوا تو اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل ہے۔ اور اگر یہ کہا کہ جس امر میں میں نے معلوم کیا اس میں عادل ہیں تو اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل  
نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ادب القاضی میں ہو کہ اگر معدل نے کہا کہ وہ عدول ہیں تو یہ تعدیل نہ ہوتی اور اگر کہا  
کہ یہ ثقات ہیں تو بھی قاضی اس پر اتنا نہ کرے گا اور اگر کہا کہ اس کی تعدیل کی گئی تو کافی ہے اور اگر کہا کہ میں اس سے  
سوائے ایک تنگ خصلت کے کچھ نہیں جانتا ہوں تو یہ تعدیل نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس کہنے  
پر کہ وہ عادل ہی اتنا کرنا چاہیے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدر میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر شراب نہ پیتا ہو تو عادل  
ہی تو یہ تعدیل نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر معدل کو معلوم ہوا کہ گواہ عادل ہیں مگر اس کو معلوم ہوا کہ مدعی  
کا دوسرے باطل ہے یا کچھ گواہی میں گواہوں کو وہم ہوا تو اس کو چاہیے کہ سب معاہدہ قاضی کے سامنے بیان  
کر دے پھر قاضی معدل کے بیان کی نہایت تعقیب کرے گا اور بعد بہت تعقیب کے اگر یہی ثابت ہو جائے  
نہ بیان کیا ہے تو گواہوں کی گواہی رد کر دے گا ورنہ قبول کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک مسافر نے قاضی کے  
سامنے گواہی دی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تیری جان پہچان کے یہاں کون لوگ ہیں پس اگر اسنے ایسے لوگوں  
کو بیان کیا کہ جو تعدیل کرنے کی یاقت رکھتے ہیں تو ان سے خفیہ دریافت کر لیا پس اگر تعدیل کی تو علانیہ دریافت کر لیا  
پس اگر علانیہ تعدیل کی تو اسکی گواہی قبول کر لیا بشرطیکہ قاضی کو تعدیل خفیہ و علانیہ دونوں جمع کرنا منظور ہو یہ قلعوی  
قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ لوگ تعدیل کرنے کی یاقت نہیں رکھتے ہیں تو جو اس کے شہر کا معدل موجود ہے اور قاضی کی  
تحت ولایت میں ہے اس سے دریافت کرے گا اور اگر نہ ہو تو مسافر کے شہر کے قاضی کو لکھ دے گا اور اسکا حال دریافت کرے گا  
یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور وہ قاضی کے شہر سے پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پس  
قاضی نے ایک امین اس کے دریافت مال کے واسطے اجرت پر بھیجا تو اچھا مدعی کے ذمہ ہوگی یہ محیط سرخی میں  
لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے کسی عدیا قضا میں گواہی دی تو قاضی اس کے دوستوں اور آشناؤں سے دریافت  
کرے گا اور خوب چھان بھٹک کرے گا کیونکہ خوب دریافت کرنے میں کبھی کوئی ایسی بات دریافت ہوتی ہے جس سے  
عدل کا فطرک لازم آتا ہے یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔ اگر وہ خط جو اس نے معدل کے پاس بھیجا تھا تعدیل ہو کر  
واپس آیا اور عدلیہ قاضی کو دوسرے سے دریافت کرنا منظور ہو تو دوسرے کو بھی گواہوں کے نام خفیہ لکھ دے

ملاحظہ فرمائیں قول  
میں جو بعض علما  
نے بیان کیا ہے  
کہ گواہ کا تعدیل  
ہونا عادل ہونا  
ہو تعدیل نہیں ہے  
صحیح ہے کیونکہ  
کی عدالت اور بعض  
میں تعدیل نہیں  
ہوئی ۱۱

اور یہ نہ لکھے کہ میں نے دوسرے سے انکا مال دریافت کر لیا ہو پس اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی لکھا جیسا پہلے  
 نے لکھا ہی تو تعدیل و جرح کو نافذ کرے کذا فی محیط النسخی اور اگر ایک نے تعدیل کی اور دوسرے نے جرح کی  
 تو امام ابو حنیفہ جرح و امام ابو یوسف جرح نے فرمایا کہ جرح مقدم رکھے چنانچہ بالاتفاق اگر دو شخصوں نے تعدیل کی  
 اور دو نے جرح کی تو جرح مقدم ہو اور اگر ایک نے جرح کی اور دو شخصوں نے تعدیل کی تو بالاتفاق عدالت ثابت  
 ہو جائیگی اور اگر دو شخصوں نے جرح کی اور دوسرے نے تعدیل کی تو جرح مقدم ہو یہ قتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔  
 اگر قاضی نے گواہوں کی کیفیت دریافت کی اور انکی جرح کی گئی تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ مدعی سے صاف کہہ دے  
 کہ تیرے گواہوں کی جرح کی گئی ہے بلکہ یوں بیان کرے کہ تیرے گواہوں کی مدح نہ بیان کی گئی یہ محیط میں لکھا  
 ہے۔ پس اگر مدعی نے کہا کہ میں ایسے فقہ لوگ لاتا ہوں کہ جو انکی تعدیل کریں یا ایسے لوگ بتلاتا ہوں جن سے استفسار  
 کیا جاوے اور ایسے لوگوں کا نام لیا جو ائمہ اور تعدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو قاضی اسکی سماعت کرے گا  
 پھر اگر خود وہ لایا یا قاضی نے موافق اسکے بتلانے کے دریافت کیا اور ان لوگوں نے گواہوں کی تعدیل کی تو قاضی  
 طعنہ کرنے والوں سے دریافت کرے گا کہ تم نے کس وجہ سے انکو مجروح کہا ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایسی وجہ سے انھوں  
 نے جرح نکالی ہو کہ جو قاضی اور تعدیل کرنے والوں کے نزدیک جرح نہیں ہے پھر اگر انھوں نے ایسی وجہ بیان کی کہ  
 جو انھیں کے نزدیک فقط جرح ہی اور قاضی وغیرہ کے نزدیک نہیں ہے تو قاضی اسپر التفات نہ کرے گا اور اگر ایسی  
 وجہ بیان کی کہ جو سب کے نزدیک جرح ہی تو جرح مقدم رہیگی یہ شرح ادب القاضی میں لکھا ہے۔ و کذا فی  
 قتاوے قاضی خان والظہیر والواقعات وال محیط نقلاً عن العیون۔ اسی طرح اگر معدل نے گواہوں کی تعدیل  
 کی اور مشہود علیہ نے اسپر طعن کیا اور کہا کہ انکا حال فلاں وفلان شخص کچھ صالح لوگوں کا نام لیا کہ ان سے  
 دریافت کیا جاوے تو قاضی اسے دریافت کرے گا پس اگر انھوں نے جرح معقول میں بیان کی تو جرح مقدم  
 ہوگی کذا فی قتاوے قاضی خان۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ قاضی مشہود کو یہ حکم نہ کرنے کا  
 کہ ایسے لوگوں کو لاوے کہ جو اسکے گواہوں کی تعدیل کریں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر چند گواہوں نے قاضی کے سامنے  
 گواہی دی اور انکی عدالت ثابت ہو کہ حکم ہو گیا پھر دوسرے مقدمہ میں انھوں نے گواہی دی پس اگر تھوڑے ہی  
 دن بعد دوسرے مقدمہ میں گواہی دی ہو تو انکی تعدیل کرانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر دیر گزری تو تعدیل کی  
 ضرورت ہے اور نزدیک اور دیر زمانہ میں اختلاف ہے اور صحیح اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ پھر مہینہ ہوں اور دوسرے  
 یہ کہ یہ قاضی کی رائے پر ہی کذا فی محیط النسخی اور صحیح ہے کہ یہ قاضی کی رائے پر ہی یہ قتاوے قاضی خان  
 میں لکھا ہے۔ گواہوں نے گواہی دی اور مرگئے پھر انکی تعدیل ہوئی یا غائب ہو گئے پھر انکی تعدیل ہوئی تو قاضی  
 اس کو ہی پر فیصلہ کرنے کا اور اگر گونگے یا اندھے ہو جائے کے بعد انکی تعدیل ہوئی تو فیصلہ نہ کرنے کا یہ جزا ہفتین  
 میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص عادل متقی مشہور تھا غائب ہو گیا پھر آیا اور گواہی دی اور معدل سے  
 اس کا حال دریافت کیا گیا پس اگر تھوڑے دن غائب رہا پھر تو معدل کو اس کی تعدیل کرنی چاہیے اور اگر  
 پھر سات مہینے کی مدد غائب رہا پس اگر وہ شخص اشل ابو حنیفہ رحمہ میں ابی یوسف کے مشہور ہو تو اس کی  
 تعدیل کرے اور اگر پھر غائب ہوئی اسکا اشل تعدیل نہ کرے چنانچہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص ایک قوم میں اگر آئے کہ



وہ لوگ اسکو سچا مانتے نہ تھے پھر وہ وہاں رہا اور لوگوں کو سوائے خوبی اور نیکو کاری کے کوئی بری حرکت اسکی نہ معلوم ہوئی تو امام محمد رحم نے فرمایا کہ میں اسکی تعدیل کے واسطے کوئی وقت مقرر نہیں کرتا ہوں جب تک کہ اُنکے دونوں میں اسکا عادل ہونا سمجھا جاوے وہی وقت ہو اور اسی پر فتویٰ ہی یہ تھا کہ قاضی خان میں لکھا ہی اور اگر کسی طرح کے نے بعد بالغ ہونے کے گواہی ادا کی تو اسکا حکم بھی اسی مسافر کا ہی جو کسی قوم میں اگر آتا ہوا اور اگر ایک نصرانی مسلمان ہوا اور گواہی ادا کی پس اگر نصرانی ہونے کی حالت میں قاضی اسکو عادل جانتا تھا تو بلا توقف اسکی گواہی قبول کرے اور اگر عادل نہیں جانتا تھا تو ایسے شخص سے دریافت کرے جو اس کو نصرانیت میں عادل جانتا تھا اور اسکو جائز ہی کہ بلا درنگ اسکی تعدیل کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی امام محمد رحم سے روایت ہے کہ دونوں نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور نصرانیت میں ان دونوں کی تعدیل کی گئی تھی پھر مشہود علیہ مسلمان ہو گیا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کر چکا پھر اگر دونوں نے بعد اسلام کے دوبارہ گواہی ادا کی تو قاضی مسلمان معدل سے انکا حال دریافت کر چکا اور اگر پہلے تعدیل مسلمان معدولوں نے کی ہو تو قاضی اسکی گواہی پر فیصلہ کر دے گا کیونکہ تعدیل معتبر ہوئی یہ محیط میں لکھا ہی اگر کسی گواہ کا فاسق ہونا ثابت ہو پھر وہ سال دو سال کے واسطے غائب ہو گیا کہ اسکا پتہ نہ لگا پھر آیا اور اس سے سوائے نیکو کاری اور خوبی کے کوئی جرم ثابت نہیں ہوتا ہی تو معدل کو وہی جرح اسپر نہ کرنی چاہیے یہ غلام میں لکھا ہی اور یہ بھی نہ چاہیے کہ اسکی تعدیل کرے یہاں تک کہ اسکا عادل ہونا کھلیا وے اسی طرح اگر ایک ذمی مسلمان ہوا اور مسلمان ہونے سے پہلے اسکا مجروح ہونا معلوم ہوا تھا تو معدل کو اسکی جرح کرنی نہ چاہیے اور نہ اسکی تعدیل کرنی چاہیے جب تک کہ بعد اسلام کے اسکی عدالت یا جرح ثابت نہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہی امام محمد رحم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی کبیرہ گناہ کیا کہ جس سے اس کی عدالت ساقط ہوتی ہی اور اسکو کوئی زمانہ نہ گذرا کہ اسنے توبہ کے بعد کسی مقدمہ میں گواہی دی تو معدل کو اس کی تعدیل نہ کرنی چاہیے یہاں تک کہ اسپر اسقدر زمانہ نہ گذرا جاوے کہ دل میں اسکی توبہ صحیح ہونے کا یقین ہو جاوے یہ محیط میں لکھا ہی اگر کوئی گواہی کسی گواہ کے جرح پر حق شرع یا حق عباد سے خالی ہو تو قاضی اسکی سماعت نہ کرے گا مثلاً یوں گواہی دی کہ شہود خالص ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں یا گواہوں کے اقرار کی گواہی دی کہ انھوں نے اقرار کیا کہ ہم نے بھوسہ گواہی دی یا ہم نے گواہی سے رجوع کیا یا رشوت لی یا مدعی کا دعویٰ باطل یا ہماری گواہی مدعا علیہ پر اس معاملہ میں نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اور اگر مدعا علیہ نے گواہ کے مجروح ہونے میں گواہی دہی جرح پر قائم کی جس سے کوئی حق حقوق معاوضے یا حق شرع متعلق ہو مثلاً اسکے گواہ قائم کے گواہوں نے زمانہ گواہی اور زمانہ مال بیان کر دیا یا شراب پی یا میرا مال چورایا ہی اور وعدہ نہیں گذرایا یہ سب غلام ہیں یا ایک غلام ہی یا مدعی کا شریک ہی مالا نیکہ مال میں دعویٰ واقع ہوا ہی یا اسنے کسی کو زنا کی تہمت لگائی ہی حالانکہ وہ شخص قذف کا دعویٰ بھی کرتا ہی یا ان لوگوں کو حد قذف کی سزا دی گئی ہی یا مدعی نے اقرار کیا ہی کہ میں نے انکو آجرت پر گواہ مقرر کیا ہی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہی اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مدعی کے گواہ خود را قذف ہیں تو قاضی ان گواہوں سے حد کا حال دریافت کرے گا کہ انکی اصل اسواعت ہے کہ اگر سلطان یا اسکے نائب نے جہاد ہی کی تو گواہی باطل ہوگی اور اگر کسی رطلہ سے حد مدعی ہی تو گواہی



یہ محیط میں جو متعلقات صاحب اقتضیہ نے فرمایا کہ جھوٹا گواہ ہمارے نزدیک وہ ہے کہ جو اقرار کرے کہ میں نے یہ عہدہ جھوٹی گواہی دی یا کسی شخص کے مقتول ہونے کی یا مہربانے کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہو یا یہ نہیں مین لکھا ہو اور گواہی اگر دعویٰ کے مخالف ہو یا دوسرے گواہ کے مخالف ہو یا مدعی خود اسکی تکذیب کرے تو اس سے گواہ جھوٹا نہ ٹھہرایا جائیگا کذا فی فتح القدیر اور اگر اسے کہا کہ میں نے غلط کیا یا خطا کی یا سہمت کی وجہ سے اسکی گواہی رد کر دی گئی تو بھی جھوٹا گواہ نہ قرار پایا یہ نہایت میں ہے۔ جھوٹے گواہ کو اجماعاً سزا دی جائیگی خواہ اسکی گواہی پر فیصلہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سزا اسکی فقط اسکا مشہور کر دینا ہی یہ کافی میں لکھا ہے پس شہرت کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ بازاری آدمی ہو تو سوقت بازار میں ہجوم اور لوگوں کے حوا کا وقت ہو اسکو وہاں بھیج دے اور اگر بازاری نہ ہو تو اہل محلہ کے پاس بھیج دے اور امین قاضی انکو جمع کر کے یہ بیان کرے کہ قاضی تم لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے اسکو جھوٹا نہایت پایا ہے پس تم لوگ اس سے بچتے رہو اور لوگوں کو اس سے بچاؤ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو سزائے ضرب نہ دیوے اور اسی پر فتوے ہیں اور صاحبین رحمہ نے کہا کہ اسکو سزائے ضرب دیجاوے اور ادب کے واسطے قید کیا جاوے یہ سراجیہ میں ہے اور شمس اللامیہ سرخسی نے کہا کہ صاحبین رحمہ کے نزدیک بھی مشہور کیا جائیگا یہ ہر ایک میں لکھا ہے۔ اور حاکم امام ابو محمد نے فرمایا کہ اگر بطور توبہ اور نہامت کے اس نے رجوع کیا تو بلا خلاف اسکو سزا نہ دیجاوے گی اور اگر بطور ضرر رسانی کے رجوع کیا تو بلا خلاف اسکو سزائے ضرب دی جائیگی اور اگر کچھ معلوم نہوا تو اس میں اختلاف ہے یہ نہایت میں لکھا ہے عورتیں اور مرد اور ذمی لوگ جھوٹی گواہی میں برابر میں کذا فی التبیین۔

## کتاب الرجوع عن الشہادۃ

گواہی دیکر اس سے رجوع کرنے کے بیان میں

اس میں چند ابواب ہیں

باب اول اسکی تفسیر اور رکن اور حکم اور شرط کے بیان میں۔ گواہی سے رجوع کرنا اسکو کہتے ہیں کہ جو نیت کیا ہے اس کی نفی کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسکا رکن یہ ہے کہ گواہ یہ کہے کہ میں نے جس امر کی گواہی دی اس سے رجوع کیا یا میں نے جھوٹی گواہی دی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور شرط یہ ہے کہ قاضی کے سامنے رجوع کرتے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے خواہ وہی قاضی ہو جس کے پاس گواہی ادا کی تھی یا دوسرا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور قاضی کے سامنے رجوع کرنے کی شرط کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر قاضی کے سامنے مشہود علیہ نے یہ دعویٰ کیا کہ قاضی کی کپہری کے علاوہ دوسری جگہ گواہ نے رجوع کیا ہے اور گواہ نے انکار کیا اور مشہود علیہ نے اس پر اسے گواہ کرنا چاہے یا گواہ سے قسم لینا چاہی تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر مشہود علیہ نے دعویٰ کیا کہ گواہ نے رجوع کیا ہے اور مطلقاً دعویٰ کیا تو بھی گواہی کی سماعت نہوگی اور نہ گواہ سے قسم لیا جائیگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس امر کے گواہ لایا کہ اسنے فلان قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مجھے مال دیدیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ہدایہ اور

ملاحظہ فرمائیے  
اس کتاب میں  
کئی جگہ  
اسی صحت کی  
بیان ہے

کافی میں لکھا ہے۔ اگر دونوں گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا تو وہ آئے ضمان بیگاہ محیط خبری میں لکھا ہے۔ اگر گواہ نے قاضی کے سامنے اپنے رجوع کرنے کا اقرار کیا کہ میں نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے اور اسے رجوع کرنے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مال کی ضمانت کی اور اپنے نام کا ایک تمسک لکھ دیا اور اس تحریر میں مال اسی وجہ سے لکھا کہ میں وجہ سے وہ واجب الادا تھا پھر قاضی کے پاس رجوع سے انکار کیا تو قاضی اس مال کی ڈگری اپنہ کرے گا اور اسی طرح اگر رجوع کا اقرار کسی عامل یا ایسے شخص کے سامنے کیا کہ جسکے لیے قضا کی اجازت نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں نے سچے طور سے قاضی پاس اقرار کیا اور اسی سبب سے یہ تو بھی قاضی دونوں پر ضمان مال لازم نہ کرے گا یہ نیز اتہ المقتین میں لکھا ہے۔ اور حکم گواہی سے رجوع کرنے کا یہ ہے کہ ہر مال میں اسکو سزا دی جائے گی اور اگر اس کی گواہی پر مال کی مثلاً ڈگری ہو گئی ہے تو سزا کے ساتھ اس مال کی ضمان بھی اسپر لازم ہوگی اگر اس کا ازالہ بلا عوض ہو یہ سراج الوہاب میں لکھا ہے۔ اور اگر مشہود بہ مال نہ ہو مثلاً محاج یا قصاص تو چارے علماء کے نزدیک اسپر ضمان نہ ہوگی اگرچہ اس کی گواہی پر تلف کرنا لازم آیا ہو اور اسی طرح اگر اس کی گواہی سے تلف مال ایسے عوض کے ساتھ لازم آیا ہو کہ جو عوض اس کے برابر ہو تو بھی ضمان نہیں ہے اور اگر عوض اس کے برابر ہو تو بقدر عوض کے ضمان نہ ہوگی اور بقدر زیادتی کے ضمان لازم آوے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور ضمان اس وقت ادائیگی واجب ہوگی کہ جب مدعی نے وہ مال خواہ شے معین ہو یا قرض ہو وے وصول کر لیا ہو نہ پرایہ اور کافی میں لکھا ہے۔ اور ذخیرہ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر مشہود بہ مال معین ہو تو مشہود علیہ کو اختیار ہے کہ گواہ سے بعد رجوع کرنے کے اس کی ضمان یوے خواہ مشہود نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو بخلاف مال دین کے کہ اس میں قبضہ سے پہلے ضمان نہیں ہو کذا فی الکافی اور بنامی رحم نے کہا کہ فتوے اس امر پر ہے کہ اگر اسکی گواہی پر حکم دیدہ گیا تو ضمان لازم آوے گی خواہ مشہود نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی طرح عقار میں بھی بعد ڈگری ہو جانے کے اگر رجوع کرے تو ضمان واجب ہے کذا فی فتح القدیر اور دیکھا جائے گا کہ حکم قضا کے دن مشہود بہ کی کیا قیمت تھی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر گواہوں نے حکم قضا جاری ہونے سے پہلے رجوع کیا تو قاضی ان کی گواہی پر حکم نہ دیکھا اور نہ اپنہ ضمان واجب ہوگی اور اگر انکی گواہی پر حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو حکم نہ ڈیوے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ جس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی اگر اس کے سواے دوسرے کے سامنے رجوع کیا اور اس امر کے گواہ قائم ہوے کہ اس نے رجوع کیا اور اس قاضی نے اسپر ضمان کا حکم دیا ہے تو یہ قاضی اسپر حکم نافذ کرے گا اور حکم دیکھا کہ ضمان ادا کرے اور اگر قاضی کے سامنے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے کسی قاضی کے سامنے رجوع کرنے کا اقرار کیا ہے اور اسنے اسپر ضمان لازم کی ہے تو پہلا قاضی بھی اس گواہی کو قبول کرے اسپر ضمان لازم کر لیا جائیگا یہ محیط

دوسرا باب بعض گواہوں کے رجوع کرنے کے بیان میں۔ اگر دو گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو اسپر آدمی ضمان واجب ہوگی اور ضمان کی تقسیم میں اعتبار باقی گواہوں کا ہے نہ انکا جنھوں نے رجوع کیا ہے پس اگر تین گواہوں نے گواہی دی اور ایک نے رجوع کیا تو ضمان نہوگا اور اگر دوسرے نے



رجوع کیا تو دونوں آدمے کے خامن ہونگے کذا فی الکثر اگر دو مرد اور ایک عورت نے گواہی دی پھر سب نے رجوع کیا تو عورت پر ضمان نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر دو مردوں اور دو عورتوں نے گواہی دی اور پھر دونوں عورتوں نے رجوع کیا تو عورتوں پر ضمان نہ ہوگی اور اگر دو مردوں نے رجوع کیا تو آدمے مال کے خامن ہونگے اور اگر ایک مرد نے رجوع کیا تو اسپر کچھ نہیں ہی اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونوں پر چوتھائی مال لازم ہوگا اور اس چوتھائی کے تین حصہ کر کے دو حصہ مرد کو اور ایک حصہ عورت کو دینا پڑیگا اور اگر سب نے رجوع کیا تو تمام ضمانت کے تین حصہ کر کے دو حصہ مردوں کو اور ایک حصہ دونوں عورتوں کو دینا پڑیگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی پھر ایک عورت نے رجوع کیا تو اسپر چوتھائی مال واجب ہوگا اور اگر دو عورتوں نے رجوع کیا تو نصف مال دونوں پر لازم ہے اور اگر فقط مرد نے رجوع کیا تو اسپر آدھا مال واجب ہوگا اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو تین چوتھائی مال لازم ہوگا آدھا مرد پر اور ایک چوتھائی عورت پر اور اگر سب نے رجوع کر لیا تو آدھا مال مرد پر اور باقی آدھا دونوں عورتوں پر لازم ہوگا یہ بسوط میں ہے اگر ایک مرد اور تین عورتوں نے گواہی دی اور پھر سب نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا اور باقی آدھا تین عورتوں پر لازم ہوگا اور یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دو پانچویں حصہ مرد پر اور تین پانچویں حصہ تین عورتوں پر لازم ہیں اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو صرف مرد پر آدھا مال صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہوگا اور عورت پر کچھ نہیں لازم ہوگا اور امام کے نزدیک مرد اور عورت پر مال تین تہائی واجب ہے کذا فی التبین اور اگر ایک مرد اور اس عورتوں نے گواہی دی پھر آٹھ عورتوں نے رجوع کر لیا تو اسپر کچھ ضمان نہیں ہی پھر اگر ایک اور نے رجوع کیا تو سب پر چوتھائی حق کی ضمانت لازم ہے اور اگر مرد و عورتوں نے رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرد پر چھٹا حصہ اور عورتوں پر پانچ حصہ لازم ہونگے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک مرد پر آدھا اور سب عورتوں پر آدھا لازم ہوگا اور اگر تمام عورتوں نے رجوع کیا تو بالاتفاق اسپر آدھا حق لازم ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مرد کے ساتھ آٹھ عورتوں نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا حق لازم ہوگا اور عورتوں پر کچھ نہیں ضمان ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر مرد نے رجوع کیا تو اسپر آدھا مال بالاجماع لازم ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونوں پر نصف مال کے تین حصہ کر کے دو حصہ مرد پر اور ایک حصہ عورت پر لازم کیا جائیگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے

لا یجوز ان یتحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ  
و ان یحدی عورتین بحدی عورت واحدہ

پیسرا باب مال کے حق میں گواہی دیکر اس سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ جامع میں مذکور ہے کہ چار شخصوں نے ایک شخص پر چار سو درم مال کی گواہی دی اور مذکور ہی ہوگئی پھر ایک نے سو درم سے رجوع کیا اور دوسرے نے ان سو درم اور دوسرے سو درم سے یعنی دو سو درم سے رجوع کیا اور تیسرے نے ان دو سو درم اور تیسرے سو درم سے یعنی تین سو درم سے رجوع کیا تو سب رجوع کرنا ان پر پچاس درم میں حصہ کر کے تقسیم ہوگا پس اگر چوتھے نے سب سے رجوع کیا تو سو درم کے چار حصہ کر کے تقسیم ہوگا اور سو سے پہلے کے پچاس درم کے تین حصہ کر کے باقی کو دینا چاہیے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے تیسری میں لکھا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور چار درم

چھوڑے پھر دو شخصوں نے ہر ایک نے میس پر سو درم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ وارث کی حاضری میں قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں سے ہر ایک کی ٹوگری کر دی اور سو درم کا ترکہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہو گیا پھر ایک کے دونوں گواہ نے پاس درم سے رجوع کیا اور کہا کہ صرف میس پر پاس درم کا قرضہ تھا تو دوسرے قرضہ گواہ کو پاس کی تہائی یعنی سولہ درم اور دوتہائی درم ڈانڈ بھرینگے۔ اور یہی منتهی میں لکھا ہی کہ ایک شخص مر گیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا پھر دو شخصوں نے ہر ایک نے میس پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اور قاضی نے ہزار درم ترکہ دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہر دو گواہ پانچ سو درم ڈانڈ بھرنے اور اگر دونوں مدعیوں میں سے ایک کے دونوں گواہ نے رجوع کیا تو دونوں کو کچھ ڈانڈ دینگے اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ دوسرے قرضہ گواہ کو کچھ بھرینگے یا نہیں پس مسئلہ مذکور بالا کے قیاس پر ڈانڈ بھرنا چاہیے پھر اگر اس کے بعد دوسرے کے گواہوں نے بھی رجوع کیا تو ایک بارگی رجوع کرنے کی صورت اور یہ صورت یکساں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک مرد اور دو عورتوں نے ہزار درم پر گواہی دی اور ایک مرد اور دو عورتوں نے آن ہزار درم کی اور سو دینار کی گواہی دی اور قاضی نے ٹوگری کر دی پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے سو دینار کے سولے ہزار درم سے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہو گے اور اگر سب نے درم اور دینار سب سے رجوع کیا تو دیناروں کی ضمانت بالخصوص انھیں کی گواہی دینے والوں پر ہوگی اور درمنوں کی ضمانت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک سب پر چار حصوں میں تقسیم ہوگی مرد دو عورت پر چوتھائی اور ہر مرد پر چوتھائی ہوگی اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک تین حصوں میں تقسیم ہوگی ہر مرد پر تہائی اور سب عورتوں پر ایک تہائی ہوگی یہ بسو لایں لکھا ہے اگر چار گواہوں میں سے دو گواہوں نے پانچ سو درم کی اور دوسرے دو گواہوں نے ہزار درم کی گواہی دی اور قاضی نے سب کی گواہی پر حکم دیا پھر ہزار کے گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو اسپر ہزار کی چوتھائی ڈانڈ پڑیگی اور اگر اس کے ساتھ پانچ سو کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو اکیلے اسپر ہزار کی چوتھائی اور اسپر اور پانچ سو درم کے دونوں گواہوں پر ہزار کی چوتھائی تین تہائی کر کے تقسیم ہو کر ڈانڈ پڑیگی اور اگر پانچ سو والے دونوں گواہوں میں سے ایک یا دونوں نے رجوع کیا تو اسپر کچھ ضامن نہوگی اور اگر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہزار کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور باقی پانچ سو درم کی ضمانت دونوں فریق پر چار حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر پانچ سو درم والا ایک گواہ اور ہزار والے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو ہزار والوں پر پانچ سو کی ضمانت اور ہزار کی چوتھائی کی ان دونوں پر اور پانچ سو درم والوں پر تین حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر پانچ سو والے ایک گواہ اور ہزار والے ایک گواہ نے رجوع کیا تو ہزار والے ایک گواہ پر ہزار کا چارم لازم ہوگا اور پانچ سو والے پر کچھ ضامن نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ قرض ہو پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ آئینہ اسکو ہمہ یا صدقہ کر دیا یا بری کر دیا یہی حکم قاضی کے بعد دونوں نے رجوع کیا تو ضامن نہو گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر گواہی دی کہ اسے ادا کر دیا ہو پھر بعد حکم کے دونوں نے رجوع کیا تو ضامن نہو گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ قائم کیے اور مشروطیہ

نے اس امر کے دو گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اسکو اس سے بری کیا ہے یا ہر قلیل و کثیر سے جسکا دعویٰ کرتا ہے بری کیا ہے پھر سب گواہوں کی تعدیل ہوئی اور دونوں فریقوں کے گواہ قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو جن گواہوں نے مال کی گواہی دی ہو انکی سماعت نہ کرنا چاہیے ہیں اگر براءت کے گواہوں کی گواہی مقبول کر کے حکم دیدیا پھر انھوں نے رجوع کیا پس اگر انکو ضامن کرنا چاہے تو مدعی اپنے گواہ دوبارہ سناوے اور گزشتہ کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر اس نے دوبارہ گواہ سنائے تو اسوقت میں اسکا خصم یعنی مدعا علیہ وہی براءت کے گواہ جنھوں نے رجوع کیا ہو قرار پاویں گے پس اگر انکو قرضہ کے گواہوں نے بیان کیا کہ ہزار درم اصل میں مدعا علیہ پر تین تو حکم ادا کا برتاؤ کے گواہوں پر کیا جائیگا اور یہ گواہ براءت اسکو اس شخص سے جسکے واسطے براءت کی گواہی دے چکے تھے واپس نہ لینگے اور واضح ہو کہ جب براءت کے گواہوں نے رجوع کیا تو قاضی مال کے گواہ تین کا حکم مدعی مال کو اس طرح دینگا کہ دونوں رجوع کرنے والے گواہوں کے سامنے اپنے گواہ سناوے کیونکہ پہلے مال کی گواہی ایسی حالت میں ادا ہوئی تھی کہ اسوقت ان گواہوں پر مال واجب نہ تھا اور اب رجوع کرنے کے بعد واجب ہوا ہے لہذا فی المبدأ اور اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اسکو ایک سال کی مدت ادا کرنے میں دی پھر مبیعا دآنے سے پہلے یا بعد اس سے رجوع کر لیا تو طالب کو وہ مال دینا پڑیگا اور مبیعا پر وہ مال مطلوب سے واپس لے سکتے ہیں یہ خلاصہ میں یہ پھر حکم ایسی صورت میں کہ گواہوں نے مبیعا دآنے سے پہلے رجوع کیا ہو متفہم ہو اور اگر مبیعا دآنے کے بعد انھوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہو کیونکہ گواہوں پر ضمان اسی سبب سے واجب ہوئی کہ انھوں نے اپنی گواہی سے طالب کا حق قبضہ نہ کر دیا اور مبیعا دآنے سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ اطلاق نہ تھا لہذا اسکو گواہوں پر رجوع کا حق حاصل ہوا پھر اسکو اختیار ہے کہ مطلوب کو پکڑے اور چاہے گواہوں کا دامنگیر ہو کہ فی المبدأ طالب کے حکم منس مرقا لکی وجہ سے وہ مال دے دینگا تو دونوں گواہ طالب سے واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ خلاصہ میں یہ اور اگر مدیون نے مبیعا کو ساقط کر دیا تو دونوں ضامن نہ ہونگے یہ بھرا لائق میں لکھا ہے اگر گواہوں نے اپنے مرض میں رجوع کیا اور قاضی نے اپنے ڈاؤن دینے کا حکم کیا تو یہ بمنزلہ قرار قرضہ صبر الموت ہو حتیٰ کہ اگر اسی مرض میں مر گئے اور ان دونوں پر حالت صحت کے بہت قرضے ہیں تو انھیں قرضوں کا ادا کرنا شروع کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہے اور قاضی نے دگری کر دی اور اس غلام کی آنکھ میں سفیدی تھی پھر وہ سفیدی جاتی رہی یا مدعی کے پاس مر گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کر لیا تو سرور ڈگری ہوئی یا سدن جو کچھ غلام کی قیمت تھی واپس وہ ڈاؤن دینگے اور قیمت کے باب میں دونوں کا قول معتبر ہوگا لہذا فی المبدأ

قادیانی ہندو مت کے بارے میں باب جہاں جوع ازبغ و غیرہ

انتظام و ضبط

چوتھا باب یہ ہے اور بہن و عاریت و ودیعت و بیضاوت و مضاربہ و شرکت و اجارہ کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی چیز کے مثل قیمت یا زیادہ پر بیع ہوئی کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضمان نہ دینگے اور اگر قیمت سے کم پر بیع ہوئی کی گواہی دی تو بقدر نقصان کے ضامن ہونگے خواہ بیع قطعی ہو یا امین یا لے کا خیار ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام اسکے ہاتھ ہزار درم کو بیع کیا ہے اور بایع کے واسطے تین روز کی شرط بنی ہے اور غلام کی قیمت دو ہزار درم ہیں اور بایع نے انکار کیا اور قاضی نے گواہی پر بیع کا حکم دیدیا پھر غلام کو گواہوں نے رجوع کر لیا پس اگر بایع نے تین روز کے اندر بیع کو فسخ کر دیا یا اجازت دیدی تھی تو گواہوں پر ضمان نہیں ہوگا

اور اگر تین روز گزرنے کی وجہ سے بیع لازم ہوگئی تھی تو دونوں پوری قیمت تک یعنی ہر گواہ ایک ہزار کا قامن ہوگا یہ مضمرات میں ہی۔ اگر کسی شخص پر کسی چیز کے خرید کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر مثل قیمت یا کم پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو مشتری کو کچھ ضمان نہ دینگے اور اگر زیادہ پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو بقدر زیادتی کے مشتری کو ڈانڈ دینگے۔ اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے شرط بخیار کے ساتھ خریدنے کی گواہی دی اور بسبب تین روز گزرنے کے خرید لازم ہوگئی ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مشتری نے خود اس عرصہ میں اجازت دی تو ضامن نہ ہونگے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی ایک ہاندی ہو کہ اسکی قیمت سو درم ہیں اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اسکو غلامان شخص کے ہاتھ پانچ سو درم کو فروخت کر کے درم لے لیے ہیں اور بائع انکار کرتا ہو اور مشتری مدعی ہو اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو سو درم اسکی قیمت ادا کرینگے اور اگر پہلے بیع کی گواہی دی تھی اور اسکا حکم ہو گیا پھر ثمن پر قبضہ کرنے کی گواہی دی اور اس کا حکم ہو گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو پانچ سو درم ثمن ادا کرینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار درم کو ایک سال کے وعدہ پر خریدیا ہو اور قیمت اسکی ہزار درم ہیں اور گواہوں نے اسکی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو اختیار ہو چاہے مشتری سے دو ہزار درم سال بھر کے وعدہ سے وصول کرے یا گواہوں سے فی الحال ہزار درم لے لے اور جس سے ضمانت لینا اختیار کرے گا اس کے سواے دوسرا بری ہو جائیگا پس اگر اسے گواہوں سے ہزار درم لے لیے تو مبادا دے پر وہ لوگ مشتری سے دو ہزار درم نہ لینگے مگر ایک ہزار انگوٹیاں ہیں اور باقی صدقہ کر دیں یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے غلام میں کچھ عیب پا کر بغیر حکم قاضی کے واپس کر دیا تو یہ بمنزلہ از سر نو بیع ہونے کے ہو پس بائع سے دو ہزار درم لے لیا اور گواہوں سے لینے کی اسکو کوئی راہ نہیں ہو اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو بائع سے گواہ ایک ہزار درم لینگے اور گواہوں سے مشتری دو ہزار درم لیا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی ایسے غلام کی بیع کا جسکی قیمت پانچ سو درم ہیں بعض ایک ہزار درم فی الحال ادا کرنے کے بیع کی گواہی دی اور قاضی نے بیع کا حکم دیدیا پھر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ایک سال کی مملکت دی ہو اور قاضی نے اس کا حکم بھی دیدیا پھر دونوں گواہوں نے دونوں گواہوں سے رجوع کیا تو بائع کو ہزار درم ڈانڈ دینگے اور اگر مدت کی گواہی اور عقد بیع کی گواہی ایک ہی دفعہ ہو اور قاضی نے حکم دیدیا ہو تو بائع کو اختیار ہو چاہے گواہوں سے پانچ سو درم فی الحال لے لے کہ جو غلام کی قیمت ہو یا مشتری سے ہزار درم ایک سال کے وعدہ پر سال گزرنے کے وقت لے لے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع سے دم پر بیع ہونے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہی دی کہ بائع نے دام لینے میں ایک سال کی بہت دیر ہوئی ہو قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں گواہوں سے رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک پانچ سو درم ثمن دینگے اور یہی امام ابو یوسف رحمہ کا پہلا قول ہے و نیز کروری میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے اسکو برائے مال کی طرف آتا تھا اسکو بری کر دیا ہو اور حکم ہو گیا پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اس کے غلام اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر برات کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ فتاویٰ میں



لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اسکا مشتری کی طرف آتا تھا اسکو بری کر دیا ہے پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اس نے یہ غلام اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر برائت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ عقابہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بائع کی طرف سے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام فلان کے ہاتھ دو ہزار دم فروخت کیا اور مشتری اس سے انکار کرتا رہی اور قاضی نے اسکا حکم دیدیا مگر غلام کے قبضہ وغیرہ کا حال معلوم نہ ہوا پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پس مشتری پر دو ہزار دم اور اسکا حکم دیا گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے قبضہ کے گواہوں سے ثمن کی ضمانت سے اور بیع کے گواہ بری ہو جائے یا بیع کے گواہوں سے ایک ہزار دم غلام کی قیمت لیکر قبضہ کے گواہوں سے دو ہزار دم لے اور ہزار اسکو دے جاوے اور ایک ہزار بیع کے گواہوں کو واپس کے جاوے اور اگر دونوں گواہوں پر ایک بار کی حکم ہو یا دس یا پہلے بیع کی گواہی حکم دیا جاوے تو بھی یہی حکم ہے شرح جامع کبیر میں لکھا ہے۔ پس اگر خصوصیت کے وقت بیع مرکب کیا تو بیع کے گواہوں پر پھر ضمانت نہیں ہے و لیکن اگر آگلی گواہی پر پہلے حکم ہوا تو زیادتی کے ضامن ہونگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی یہ باندی اسکے ہاتھ ہزار دم کو فروخت کی اور مشتری اس سے انکار کرتا رہی پھر مدعی کے دونوں گواہوں پر قاضی نے بیع لازم کر دی اور مشتری بانتا ہی کہ میں نے اسکو نہیں خریدا ہے پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو بیع ٹوٹ جانے کے واسطے آگلی تصدیق نہ کیا و گئی اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے دوسرے قول اور امام محمد رحمہ کے قول کے موافق اس سے وطی حلال نہیں ہے۔ بسوط میں لکھا ہے۔ دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اور اسے قبضہ کر لیا پھر بعد حکم قاضی کے دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے پس اگر مدعا علیہ نے ضمانت لے لی تو ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر حکم کے روز اسکی آنکھ میں سفیدی تھی پھر نائل ہو گئی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو وہ قیمت ادا کرے گا جو آنکھ کی سفیدی کے ساتھ تھی۔ محیط شری میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے گواہوں سے قیمت نہ لی تو قاضی کے حکم سے اسکو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرے یہ بسوط میں ہے۔ اور مدقہ کا حکم بھی یہی ہے و لیکن مدقہ کی صورت میں مثل ہبہ کے رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو ہبہ کے ہاتھ میں ہے دعویٰ کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور گواہ پیش کر دیے اور دوسرے نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے اور اسکی طرف سے بھی دو گواہوں نے گواہی دی اور تاریخ معلوم نہیں ہوتی ہے کہ کسکو پہلے ہبہ کیا اور کس کے گواہ پہلے کی گواہی دیتے ہیں تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو گا پھر اگر وہ دونوں فریقوں نے رجوع کیا تو ہر فریق ہبہ کرنے والے کو آدمی قیمت دے گا اور دوسرے کو کچھ نہ دیگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر ایسی صورت میں ایک فریق گواہ نے رجوع کیا تو آدمی قیمت ہبہ کرنے والے کو اور آدمی مودوب لکھو دیتے یہ عقابہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے پر ہزار دم قرض ہیں اس نے دعویٰ کیا کہ قرضدار نے اپنا غلام کہ اسکی قیمت بھی ایک ہزار دم تھی ہبہ کر دیا ہے اور قرضدار قرض کا اقرار کرتا ہے پھر دو گواہوں نے یہی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کیا تو ضامن نہ ہونگے۔ اور اگر قرض سے اس میں زیادتی ہو تو بھی جب تک غلام زندہ ہو تو ضامن نہیں ہوتا۔

اگر مرتن کے پاس مرگیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے اور اگر راہن نے بہن کا دعویٰ کیا اور مرتن نے انکار کیا تو زیادتی کے ضامن نہونگے اور بقدر قرضہ کے مرتن کو ڈانڈ بھریگے اور اگر انھوں نے اس طرح رجوع کیا کہ اس نے غلام سپرد کر دیا تھا اور بہن نہیں کیا تھا تو ضامن نہونگے یہ نہایت سخی بین لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے بہن ہزارہم قرض ہیں اور وہ اقرار کرتا تھا اور قرض خواہ کے قبضہ میں ایک کپڑا جو سو درہم سے برابر قیمت کا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور قرض دار نے دو گواہ اس مضمون کے قائم کیے کہ میں نے یہ کپڑا اسکے مال کے عوض آسکور بہن میں دیا ہے اور قاضی نے اسکا حکم دیدیا پھر وہ کپڑا تلف ہو گیا اور سو درہم قرضہ میں سے کم ہو گئے پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو سو درہم قرض خواہ کو دینگے اور اگر قرض خواہ اقرار کرتا ہو کہ یہ کپڑا قرض دار کا ہے مگر اس نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے اور قرض دار نے کہا کہ نہیں تیرے پاس بہن ہے اور دو گواہوں کی گواہی پر قاضی نے بہن کا حکم دیدیا پھر وہ تلف ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو انہیں ضامن نہیں ہے یہ مسوطہ میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص کے پاس ودیعت ہونے کی گواہی دی اور وہ شخص مدعا علیہ انکار کرتا ہے پھر قاضی نے اس پر قیمت دینے کا حکم دیدیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضامن ہونگے اور بصاعت و عاریت کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ مضاف نے آدھے نفع کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے اسکی گواہی دی اور رب المال تہائی نفع کا اقرار کرتا ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا اور ہنوز نفع پر قبضہ نہیں کیا گیا تو گواہ ضامن نہونگے اور اگر مضارب و رب المال نے نفع موافق گواہی اور حکم قاضی کے آدھا آدھا بانٹ لیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو چھٹے حصے نفع کے ضامن ہونگے اور بعض شایع نے کہا کہ حکم ہر اس نفع پر جو رجوع کرے پہلے حاصل ہوا اور اگر رجوع کے بعد حاصل ہوا اور اس المال عروض میں سے ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نقدی کو رب المال کو فسخ کا اختیار تھا اور جب اس نے فسخ نہ کیا تو گواہ وہ نفع پر راضی ہوا یہ محیط سخی میں ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ رب المال نے اسکو تہائی پر دیا ہے تو اس صورت میں انہیں ضامن نہونگے اور اگر اس المال تلف ہو گیا تو دونوں صورتوں میں ضامن نہیں ہونے مسوطہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں تھالی ہو پس ایک شخص کی طرف سے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ ہندو شرکت معاوضہ کے اسکا شریک ہے پس آدھے کی ڈگری آسکے لئے کی گئی پھر وہ دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ مدعا مال مشہود علیہ کو دینگے یہ بحر اراتق میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ دونوں باہم شریک ہیں اور اس المال ہر ایک کا ہزار درہم ہوا اور شرط یہ ہے کہ نفع دونوں میں تہائی مشترک ہوا اور تہائی والا نصف نفع کا دعویٰ کرتا ہے اور گواہی سے پہلے دونوں نے نفع اٹھایا ہے پس قاضی نے بنا پر گواہی کے تین تہائی کا حکم دیدیا پھر وہ دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو تہائی والے کو وہ زیادتی جو تہائی اور آدھے میں ہے دینا پڑے گی اور بعد گواہی کے جو کچھ نفع اٹھایا ہے اسکی ضمان آن گواہوں پر نہونگی یہ ماوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اپنا گھر دس درہم ماہواری پر اسکو کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے انکار کیا پس دو گواہوں نے اسکی گواہی دی پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا پس اگر شروع مبیعا میں یہ جھگڑا واقع ہوا تو دیکھا جائیگا کہ ایسے گھر کی جستجو اجرت ہوتی ہے اگر اسی قدر کی گواہی دی تو دونوں ضامن نہونگے اور اگر اجرت کم ہو تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے اگر مدت گزرنے کے بعد دعویٰ ہوا ہو تو تمام کرایہ کے ضامن ہونگے یہ شرح طحاوی میں ہے اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ ٹٹولان شخص سے دس درہم کرایہ لیا ہے اور ایسے ٹٹو کی اجرائش سو درہم ہے

کے قادی ہندو کتاب بروج با بروج جوع انزیج وغیرہ

اور فلان شخص نہ کہ اس سے انکار کرتا ہی ہے۔ دو گواہوں کی گواہی پر قاضی نے اگر یہ حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو اجرت پر دینے والے کے واسطے یہ نہ مامون نہ ہو گئے۔ یہ برائے من لکھا ہے۔ اگر ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو کر لکھ گیا اور وہ اونٹ راستہ میں تھک کر مر گیا پس اونٹ والے نے کہا کہ تو نے مجھے نصب کر لیا تھا اور سوار ہوئے والے نے کہا کہ میں نے تجھے کرایہ پر لیا تھا اور اس کے دو گواہ قائم کر دئے اور قاضی نے اسکو ضمانت سے بری کر کے کوایہ ولا دیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو اونٹ کی قیمت دو لون کو دینی پڑے گی سوائے اس قدر امون کے جو اجرت میں دلانے گئے ہیں اور اگر پہلے دن سواری کے اونٹ کی قیمت دو سو درم تھی اور جس دن تھک کر مرا ہو اس دن تین سو درم تھی اور کرایہ پچاس درم تھا تو ہلاک ہونے کے دن کے حساب سے ڈھائی سو درم دینے پڑینگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ صاحبین رم کے نزدیک ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے دن کی قیمت کے حساب سے دینا پڑے گی اور اصح یہ ہے کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہے یہ مہسوط میں لکھا ہے

**باب پنجم** نکاح اور طلاق اور دخول اور نزع کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سنائے اور نکاح کا حکم ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا پس اگر مہر مثل اسی قدر ہی تھا تب ان سے زیادہ تو کچھ نہ مامون نہ ہو گئے اور اگر مہر مثل اس سے کم ہو تو بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک مرد نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کر کے گواہ سنائے اور قاضی نے نکاح کا حکم دیدیا اور عورت منکر ہو پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ مہر مثل بقدر مسمی ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرد نے ایک عورت پر سو درم پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اس عورت کا مہر مثل بھی ہزار درم ہی پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ سو درم مہر پر نکاح کیا ہے اور قاضی نے یہی حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر نکاح باقی ہونے کی حالت میں یا بعد دخول کے طلاق ہونے کی صورت میں رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سو درم عورت کو ڈاڈ دینگے اور اگر قبل دخول کے طلاق ہو جانے کی صورت میں رجوع کیا تو بالاجماع کچھ ضمان نہ دینگے پھر دونوں امون کے نزدیک مستحب ہے کہ باب میں حکم مقرر کرنا واجب ہے پس اگر زیادہ قرار پایا تو پچاس سے زیادتی کی ضمانت دینگے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے عورت کو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور مہر مثل اسکا پانچ سو درم ہی اور یہ گواہی دی کہ اس نے ہزار درم وصول کر لیے ہیں اور وہ عورت انکار کرتی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو عورت کو مہر مثل ڈاڈ دینگے نہ وہ جو مقرر ہواریہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور اگر پہلے ہزار درم پر نکاح کی گواہی دی اور قبضہ مہر کی گواہی نہ دی تھے کہ نکاح کا حکم ہوا پھر ہزار درم وصول کر لینے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دونوں گواہوں سے رجوع کیا تو مہر سے لینے ہزار درم دینا پڑینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا اگر دو گواہوں نے ایک عورت کی طرف سے مرد پر گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے دو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور ایک مہر مثل ہزار درم ہی اور قاضی نے حکم دے دیا اور عورت نے دو ہزار درم وصول کر لیے پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کے ساتھ وطی کی اور اس کو تین طلاق دے دی ہیں اور مرد

مہر مثل اسی قدر ہی تھا تب ان سے زیادہ تو کچھ نہ مامون نہ ہو گئے اور اگر مہر مثل اس سے کم ہو تو بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک مرد نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کر کے گواہ سنائے اور قاضی نے نکاح کا حکم دیدیا اور عورت منکر ہو پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ مہر مثل بقدر مسمی ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرد نے ایک عورت پر سو درم پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اس عورت کا مہر مثل بھی ہزار درم ہی پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ سو درم مہر پر نکاح کیا ہے اور قاضی نے یہی حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر نکاح باقی ہونے کی حالت میں یا بعد دخول کے طلاق ہونے کی صورت میں رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سو درم عورت کو ڈاڈ دینگے اور اگر قبل دخول کے طلاق ہو جانے کی صورت میں رجوع کیا تو بالاجماع کچھ ضمان نہ دینگے پھر دونوں امون کے نزدیک مستحب ہے کہ باب میں حکم مقرر کرنا واجب ہے پس اگر زیادہ قرار پایا تو پچاس سے زیادتی کی ضمانت دینگے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے عورت کو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور مہر مثل اسکا پانچ سو درم ہی اور یہ گواہی دی کہ اس نے ہزار درم وصول کر لیے ہیں اور وہ عورت انکار کرتی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو عورت کو مہر مثل ڈاڈ دینگے نہ وہ جو مقرر ہواریہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور اگر پہلے ہزار درم پر نکاح کی گواہی دی اور قبضہ مہر کی گواہی نہ دی تھے کہ نکاح کا حکم ہوا پھر ہزار درم وصول کر لینے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دونوں گواہوں سے رجوع کیا تو مہر سے لینے ہزار درم دینا پڑینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا اگر دو گواہوں نے ایک عورت کی طرف سے مرد پر گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے دو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور ایک مہر مثل ہزار درم ہی اور قاضی نے حکم دے دیا اور عورت نے دو ہزار درم وصول کر لیے پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کے ساتھ وطی کی اور اس کو تین طلاق دے دی ہیں اور مرد

منکر ہی پس قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کر لیا تو مرد کو اختیار رہا کہ چاہے نکاح کے گواہوں سے ہزار درم لے یا دخول و طلاق والوں سے دو ہزار درم وصول کر لے پس اگر اسے طلاق و دخول کے گواہوں سے دو ہزار درم ڈانڈے تو نکاح کے گواہوں سے ضمان نہیں لے سکتا ہی اور نہ طلاق و دخول کے گواہ نکاح کے گواہوں سے کچھ لے سکتے ہیں اور اگر اسے نکاح کے گواہوں سے ہزار درم ڈانڈے تو طلاق و دخول کے گواہوں سے ایک ہزار درم اور ڈانڈے لے لے گا اور نکاح کے گواہوں کو اختیار رہا کہ طلاق و دخول کے گواہوں سے واپس بیویں اور ان ہزار درم کے قبضہ کی صورت میں روایات مختلف ہیں بسو طمین ہی کہ نکاح کے گواہ خود وصول کر لینگے اور باقی میں مذکور ہی کہ شوہر وصول کر کے نکاح کے گواہوں کو دیدیگا۔ اور اگر نکاح اور طلاق کے دونوں فریق گواہوں نے اگر کیا رہی قاضی کے سامنے گواہی دی تو حکم قضا کے ترتیب کا لحاظ ہو گا پس اگر پہلے نکاح کے گواہوں کی تبدیل ہوئی تو یہ صورت اور پہلی صورت مذکورہ برابر ہو اور اگر طلاق والوں کی پہلے تبدیل ہوئی مثلاً انھوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اس عورت سے کل کے روز نکاح نکاح وطی کی اور طلاق دیدی اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسی عورت سے اس سے پہلے ہزار درم پر نکاح کیا تھا پھر پہلے دونوں گواہوں کی تبدیل ہو گئی اور قاضی نے مہر مثل لینے ہزار درم دینے کا حکم دیدیا پھر نکاح والوں کی تبدیل ہوئی اور قاضی نے ہزار درم دیگر کی دگر ہی کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو طلاق و دخول کے گواہ فقط ہزار کے ضمان ہو گئے اور گواہ نکاح کے بھی اور ہزار درم کے ضمان ہو گئے اور ہر فریق دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر دونوں فریق کی ایک ساتھ تبدیل ہوئی اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دیدیا تو یہ صورت اور پہلے نکاح والوں کی گواہی پر حکم ہونے کی صورت یکساں ہی اسی طرح اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی کی اور میں طلاق دیدین اور قاضی نے مہر المثل کا حکم دیدیا پھر اس کے بعد عورت دوسرے دو گواہ لائی کہ شوہر نے اقرار کیا ہے کہ میں نے دو ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہے اور قاضی نے عورت کے لیے زیادتی کی دگر ہی کر دی پھر سب گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ اقرار کی صورت اور عائد نکاح و طلاق کی صورت یکساں ہی ہیں اگر نکاح اور دخول و طلاق کے گواہوں کی ایک ساتھ تبدیل و معاظم ہوا پھر نکاح کے گواہوں نے رجوع کیا تو اسے ہزار درم کی ضمان یجاوگی اور یہ ہزار درم وہ ہیں جو مہر مثل سے زائد ہیں پھر اگر اس کے بعد دخول کے گواہوں نے رجوع کیا تو اسے دو ہزار درم ڈانڈے چاہیے ایک ہزار اس میں سے شوہر کو ملے گا اور ایک ہزار شوہر نکاح و اسے گواہوں کو دیدیگا اور اگر دخول کے گواہوں نے پہلے رجوع کیا تو اسے دو ہزار درم کی ضمان یجاوگی اگر شوہر نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ نکاح کے گواہوں نے رجوع کیا تو نکاح و اسے گواہ فکدہ کو کچھ ڈانڈے دیئے۔ ایک مرتد عورت نے کسی شخص پر یہ دعوے کیا کہ اسے مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں ہزار درم پر نکاح کیا ہوا اور وطی کی ہے پھر طلاق دیدی اور عورت مذکورہ مرتد ہوئی ہے اور شوہر نے ان سب باتوں سے انکار کیا اور اس عورت کا مہر مثل ہزار درم پھر اس کی طرف سے دو گواہوں نے ہزار درم پر نکاح ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے

میں نے  
مذکورہ



کل کے روز اس سے وطی کی اور طلاق دی اور آج کے روز یہ مرتبہ ہو گئی اور قاضی نے اسپر حکم دیا پھر سب گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو نکاح کے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ دی گئے اور طلاق کے گواہ دو ہزار دہم ضمان دی گئے اور اگر دونوں فریق گواہوں کو گواہی پر ایک ساتھ فیصلہ کیا گیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یعنی جب نکاح کے گواہوں پر پہلے حکم ہوا ہو وہ سے یہ سباز رہی اور اگر قاضی نے پہلے دخول و طلاق کے گواہوں پر حکم دیا پھر نکاح کے گواہوں پر حکم دیا پھر سبہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو دخول کے گواہ ہر مثل کے ضمان ہو گئے اور نکاح کے گواہ اور ایک ہزار کے ضمان ہو گئے کہ جو ہر مثل سے زائد ہیں اور ایک فریق دوسرے فریق سے کچھ نہیں لے سکتا یہ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص سے یہ گواہی دی کہ اسے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر اس سے انکار کرتا ہی پھر قاضی کے حکم سے وہ دونوں نے رجوع کیا پس اگر طلاق بعد دخول کے ہوا اور شوہر دخول کا انکار کرتا ہو تو گواہوں پر کچھ ڈانڈ نہیں دیا اور اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہو چکا حکم ہوا اور نصف مہر یا تہہ کا حکم قاضی نے دیا ہی تو بعد رجوع کے گواہی مقتدر شوہر کو ڈانڈ دی گئے یہ شرح لمحاوی میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی نہیں کی تھی کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے اس عورت کو طلاق دیدی اور قاضی نے دونوں میں ہدائی کر دی اور آدھے مہر کا حکم دیا پھر شوہر مہر گیا اور گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو دونوں گواہ شوہر کے وارثوں کو آدھا مہر ڈانڈ دی گئے اور عورت کے منافع یعنی کچھ ضمان نہیں دینی پڑیگی اور نصف مہر سے زیادہ کی ضمان عورت کو نہ دینگے اور عورت کو میراث نہ ملیگی اور مرد خواہ صحیح ہو یا مریض یہ حکم برابر اسی طرح رہیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر شوہر مرنے کے بعد یہ گواہی دی کہ اسے اس عورت کو اپنی زندگی میں وطی کرنے سے پہلے طلاق دی تھی پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو وارثوں کے واسطے کسی چیز کے ضمان نہ ہو گئے اور عورت کو نصف مہر اور میراث کی ڈانڈ دی گئے یہ کافی میں لکھا ہے اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے ایک عورت کی طلاق پر گواہی دی اور دوسرے ایک مرد اور دو عورتوں نے یہ گواہی دی کہ اس مرد نے اس سے وطی کی تھی پس قاضی نے ہر اور طلاق دونوں کی ذکر کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو وطی واقع ہونے کے گواہوں پر تین چوتھائی مہر ڈانڈ پڑیگا اور طلاق کے گواہوں پر چوتھائی مہر ڈانڈ پڑیگا اور اگر ایک ایک مرد گواہ دخول نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضمان ہوگا اور اگر ایک لے مرد طلاق کے گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ ہوگا اور اگر دخول کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو آدھے مہر کے ضمان ہو گئے اور اگر طلاق ہی کے گواہوں نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دی گئے اور اگر طلاق کے گواہوں کی ایک عورت اور دخول کے گواہوں کی ایک عورت نے رجوع کیا تو دخول کے گواہوں کی عورت پر آٹھواں حصہ مہر ڈانڈ پڑے گا اور طلاق کی گواہ عورت پر کچھ ضمان نہ ہوگی یہ بسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر دو مردوں نے طلاق پر اور دو مردوں نے دخول پر گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضمان ہوگا پھر اگر اسکے بعد طلاق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دے گا اور اگر طلاق کے دونوں گواہوں نے اور دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب آدھے مہر کے ضمان ہو گئے اور اس میں سے دخول کے دو گواہوں پر اور باقی تین حصہ ہر ایک پر دیا جائے گا۔

لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ سنے اپنی عورت کو ایک طلاق دی، اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ تین طلاق دی ہیں اور اس سے وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے دونوں کے جدا کر دینے اور نصف مہر دلانے کا حکم کیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو آدھے مہر کی ضمانتیں طلاق والے گواہوں پر ہوگی اور ایک طلاق والوں پر کچھ ضمانت نہ ہوگی یہ ظہیر بین لکھا ہی۔ اگر دو شخصوں نے کسی شخص پر نہ گواہی دی کہ اسے سال گذشتہ میں رمضان کے مہینہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اور اس سے وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے بنا براس گواہی کے نصف مہر پھر لازم کیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا اور قاضی نے ہنوز اسے نصف مہر کی ضمانت دلائی تھی یا نہ دلائی تھی کہ دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو قبل وطی کے سال گذشتہ کے ماہ شوال میں طلاق دی تو دوسرے فریق کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور اگر شوہر نے اس امر کا اقرار کر لیا تو جو خدا گواہوں سے بیاہی نکلو واپس دیکھا اور بعض نے کہا کہ یہ امام کے نزدیک نہیں ہے بلکہ صاحبین رحمہ کے نزدیک ہی یہ محیط سرخی میں لکھا ہی۔ اور اگر فریق ثانی نے پہلے فریق کے وقت سے طلاق کا وقت مقدم بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور پہلے فریق سے ضمانت ساقط ہو جائیگی یہ مسوط میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے طلاق پر اور دو گواہوں نے دخول پر گواہی دی اور عورت کا مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور اسپر حکم ہو گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو طلاق کے دو گواہ نصف متعہ کے ضامن ہونگے اور دخول کے گواہ باقی مہر کے ضامن ہونگے یہ ماوی میں لکھا ہی۔ دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اسکا مہر مثل بھی ہزار درم ہے اور شوہر نے کہا کہ بدو مہر مقرر ہونے کے نکاح کیا ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر شوہر نے اسکو طلاق دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو پھر متعہ اور پانچ سو درم کے درمیان میں جو زیادتی ہو اسقدر ضمانت دینی ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہوں نے دخول واقع ہونے پر گواہی دیکر رجوع کیا تو دخول کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور باقی متعہ اور پانچ سو درم کے درمیان کی زیادتی دونوں فریقوں پر آدھی آدھی واجب ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہوں نے طلاق کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو دخول کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور متعہ اور نصف مہر کے درمیان کی زیادتی دخول اور نکاح دونوں فریق گواہوں پر نصف نصف لازم ہوگی اور تینوں فریقوں پر مقدار متعہ کے تین حصہ کر کے واجب ہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے ہزار درم پر اس عورت سے نکاح کیا ہے اور شوہر انکار کرنا شروع کرے اور عورت کا مہر مثل پانچ سو درم ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ قبل دخول کے اس نے اسکو طلاق دیدی، اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو نکاح اور طلاق کے دونوں فریقوں پر دو حصائی و حصائی سودی واجب ہونگے اور اگر ان دونوں فریق کے رجوع کرنے سے پہلے دو گواہوں نے دخول کی گواہی دی اور قاضی نے شوہر پر ہزار درم واجب کیے پھر سبھوں نے رجوع کیا تو نکاح کے گواہوں پر پانچ سو درم جو مہر مثل سے زائد ہیں واجب ہوگی اور باقی پانچ سو درم کی تین چوتھائی دخول کے گواہوں پر اور ایک چوتھائی طلاق کے گواہوں پر واجب ہوگی یہ ماوی میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ میں اس سے عید قربان کے روز وطی نہ کروں گا اور دوسروں نے گواہی دی کہ اس نے عید قربان کے روز اسکو طلاق دیدی پس قاضی نے اسکو جدا کر دیا اور اسکے ساتھ وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے اسپر آدھا مہر لازم کیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو ضمانت مہر طلاق کے

گواہوں پر لازم ہوگی نہ ایلاہ کے گواہوں پر یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ ایسی عورت کی نسبت جس سے اسکے شوہر نے طہنہ کی تھی یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے شوہر سے طلع کر لیا ہے اس شرط پر کہ اپنا مہر اسکو معاف کر دیا ہے اور عورت انکار کرتی رہے اور مہر مدعی ہی اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو آدھا مہر عورت کو ڈانڈ دیوین اور اگر اس مسئلہ میں اس عورت سے شوہر نے طہی کی ہو تو تمام مہر کے ضامن ہونگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مہر کے دعوے پر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس عورت نے اس سے ہزار درم پر طلع کر لیا ہے اور عورت منکر ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کو ہزار درم کی ضمان دین اور اگر خود عورت ہی مدعی ہو تو کچھ ضمان نہ دینگے یہ منسوبات میں لکھا ہے۔

**پہچتا باب آزاد کرنے اور مہر کرنے کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں۔** اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت ڈانڈ دین خواہ خوش حال ہوں یا تنگ دست ہوں اور غلام کی دلاہ اس کے آزاد کرنے والے کو ملے گی یہ فتح القیہ میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی یہ باندی آزاد کر دی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا اور باندی نے اپنا نکاح کیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو مالک کو اس کی قیمت کی ڈانڈ دینگے اور مالک کو اس سے طہی کرنا حلال نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے سوال میں کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے رمضان میں اپنا غلام آزاد کر دیا ہے اور گواہی کے روز غلام کی قیمت دو ہزار درم تھی اور رمضان میں اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر گواہوں کی تعدیل ہونے تک غلام کی قیمت تین ہزار درم ہو گئی پھر تعدیل ہو گئی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی اس قیمت کے ضامن ہونگے جو قاضی کی آزادی کا حکم دینے کے روز ہی یعنی تین ہزار درم کڈانے محیط اور اس غلام پر حدود و جزا جرم کا حکم رمضان سے آزاد کرنے کے وقت تک آزادوں کے مانند ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے رمضان میں اپنا غلام آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے گواہی پر یہ حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی پھر اگر دونوں نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اسنے شعبان میں آزاد کیا ہے تو امام کے نزدیک ضمان ساقط نہوگی اور صاحبین کے نزدیک ساقط ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اسنے شوال میں آزاد کیا ہے تو بالاتفاق ضمان ساقط نہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام مہر کر دیا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر رجوع کیا تو جس قدر مہر کرنے سے نقصان آیا اس کے ضامن ہونگے پھر اگر مولیٰ مر گیا اور یہ غلام اس کے تہائی مال سے نکلا ہے تو آزاد ہو جائیگا اور دونوں گواہ اس کے مہر ہونے کی حالت کی قیمت ادا کریں اور اگر مولیٰ کے پاس سولہ سے اس کے کچھ مال نہ تھا تو تہائی آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی مہر ہونے کی قیمت کے لیے سچی کرے اور دونوں گواہ تہائی قیمت کی ضمان دین بشرطیکہ غلام دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے اور یہ تہائی قیمت غلام سے نہیں لے سکتے ہیں اور اگر غلام نے دو تہائی قیمت نہ ادا کی اور عاجز ہوا تو وارثوں کو اختیار ہے کہ گواہوں سے لیں اور گواہ غلام سے وصول کریں یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام آزاد کر دیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے مہر کر دیا ہے اور قاضی نے اسکی گواہی پر حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کر لیا تو آزادی کے گواہوں پر ضمان لازم ہوگی نہ مہر کرنے والے گواہوں پر۔ اور اگر مہر کرنے والے گواہوں نے پہلے گواہی دی اور قاضی نے اسکی گواہی پر حکم دیدیا پھر دو گواہوں نے

آزاد کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ وہ نقصان ادا کرین جو مدبر  
 کرنے سے غلام میں پیدا ہوا ایسی پھر آزادی کے گواہ اس غلام کی قیمت مدبر ہو چکی حالت کی ادا کرین یعنی مدبر ہونے  
 کی حالت میں ہو اسکی قیمت ہی وہ ادا کرین اور اگر آزادی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مدبر کرنے سے پہلے  
 اسکو آزاد کر دیا ہی اور قاضی نے یہ گواہی مقبول کر لی پھر رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ بری ہو جائینگے اور آزادی کے  
 گواہوں پر قیمت لازم ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبین کے قول کے موافق ہونا چاہیے ورنہ نام ظلم  
 کے نزدیک آزادی کی گواہی مقبول نہ ہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو  
 ایک ہزار درم پر ایک سال کی میعاد پر مکاتب کیا ہی اور اسکا حکم ہو گیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا اور وہ غلام  
 ایک ہزار درم کا یا دو ہزار درم قیمت کا ہی تو گواہ اسکی قیمت ادا کرین اور قاضی سے وصول کرین اور بدولت ادا  
 کرنے کے وہ غلام آزاد ہوگا اور ولاء اسکی اسی کو ملیگی جسپر کتابت کی گواہی دی تھی اور اگر غلام وہ مال ادا کرنے سے  
 عاجز ہوا اور پھر غلام کر دیا گیا تو اس کے مالک کو ملیگا اور مالک نے جو کچھ گواہوں سے یہاں پر انکو واپس کر دیا یہ حادی میں  
 لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو ایک ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور اسکا  
 میعاد ہی اور غلام کی قیمت پانچ سو درم ہیں اور قاضی نے کتابت کا حکم دیدیا پھر سب نے گواہی سے رجوع کیا تو قاضی  
 اس کے مالک کو اختیار دیگا پس اگر اس نے گواہوں سے ڈانڈ لیا پانا تو مکاتب سے چھوٹی نہیں لے سکتا ہی اور جب  
 گواہوں نے اس سے ہزار درم وصول کیے تو انکو آئین سے پانچ سو درم حلال ہیں اور باقی حلال نہیں ہیں اور یہ امام  
 اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہی اور اگر اس نے بدولت قاضی کے اختیار دینے کے مکاتب سے تعاضا کیا یا لینا اختیار کرنا  
 پھر گواہوں سے کبھی نہیں لے سکتا ہی خواہ اسکو گواہوں کے رجوع کرنے کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن اگر مال کتابت کی  
 قیمت سے کم ہو تو بقدر کی کے اس سے مطالبہ کر سکتا ہی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام پانچ سو  
 درم پر آزاد کر دیا ہی اور قیمت غلام کی ہزار درم ہیں پس قاضی نے گواہی پر اسکو آزاد کر دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو قاضی نے  
 کو اختیار دیگا یہ گواہوں سے ہزار درم وصول کرے اور گواہ غلام سے پانچ سو درم وصول کر سکتے ہیں یا غلام سے پانچ سو درم  
 لے لے اور اس سے اس نے ضمان لینا اختیار کیا اس کے بعد پھر دوسرے سے کچھ بھی نہیں لے سکتا ہی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر  
 ایک غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے مالک نے مجھے ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور جی اسکی قیمت ہی اور مالک نے دعویٰ کیا  
 کہ میں نے اسکو دو ہزار درم پر مکاتب کیا ہی اور اسپر گواہ پیش کیے پس قاضی نے غلام پر دو ہزار درم دینے کی ٹکری کر دی  
 اور غلام نے ادا کر دیے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو مکاتب کو ہزار درم دلانے پڑے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میں نے  
 دو ہزار درم پر تجھ کو مکاتب کیا ہی اور مکاتب نے انکار کیا اور مولیٰ نے اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اس گواہ پر حکم کرے گا  
 اور قاضی غلام سے کہے گا کہ چاہے تو کتابت پوری کر یا غلام ہو جا اور اگر مکاتب نے دعویٰ کیا کہ میں اتنا دچون پھر مولیٰ  
 دو گواہ لایا کہ اس نے دو ہزار درم پر غلام کو مکاتب کیا ہی اور قاضی نے ٹکری کر دی اور غلام نے مال ادا کر دیا پھر گواہوں  
 نے رجوع کیا تو مکاتب کو دو ہزار درم ڈانڈ دیوں اگر یہ اسکی قیمت اس سے کم ہو چکی ہو لکھا ہے

**سأقول** باب ولاء و نسب اور ولادت اور ولاء و نسب میراث کی گواہی سے منع کرنے کے بیان میں اگر ایک  
 شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ میں تیرا بیٹا ہوں اور وہ انکار کرے تو یہ دعویٰ مسترد ہے گواہ سنانے کا قاضی نے

قادر ہے  
 ہندیکتا بار جرج  
 باجیتم رجوع البرٹ  
 ونیو



اسکے بیٹے ہوٹیکا حکم دیدیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باپ کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ باپ کی زندگی میں رجوع کیا ہو یا بعد  
مرنے کے اور اگر بعد مرنے کے اس بیٹے نے ورثہ پایا تو بعد رجوع کرنے کے تمام وارثوں کو اس میراث کی ضمان بھی نہ دینگے  
اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کی ولاء کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا ہی اور وہ منکر ہی پھر میری گواہ تھائے  
پھر گواہوں نے رجوع کیا تو گواہ معا علیہ کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ اس کی زندگی میں رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے یہ محیط میں  
لکھا ہی۔ اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس مقتول کا بیٹا ہی کہ اسکے سواے کوئی آسکا وارث نہیں ہی اور قاتل عمدہ قاتل  
کرنے کا اقرار کرتا ہی پس قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور بیٹے نے اسکو قتل کر ڈالا پھر گواہوں نے رجوع کر لیا تو قصاص  
کی ضمان آنہ نہ ہوگی اور جو کچھ اس وارث بیٹے نے مقتول کے ترکہ میں سے لیا ہی وہ اس کے معروف وارثوں کو ڈانڈ  
دینگے اور گواہوں کو تعزیر پر پائیگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہی۔ اگر آزاد کیے ہوئے کی ولاء کی گواہی اس کے مرنے کے  
بعد ادا کی پھر گواہی سے رجوع کیا تو جو کچھ آزاد کرنے والے مدعی نے ولاء کے حق میں لیا ہی وہ اس آزاد کیے ہوئے  
کے معروف وارثوں کو ڈانڈ دینگے اگر ایک عورت کے نکاح کی گواہی دی اور قاضی کے حکم دینے کے بعد اسکا شوہر  
مر گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا یا شوہر کی زندگی میں گواہوں نے رجوع کیا تو آنہ کچھ ضمان نہیں ہی اور اگر شوہر کے  
مرنے کے بعد نکاح کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو جو کچھ عورت نے میراث کا حصہ لیا ہی وہ باقی وارثوں کو ڈانڈ  
دینگے یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر ایسے مسلمان کی طرف سے جس کا باپ کافر تھا یہ گواہی دی کہ اسکا باپ مسلمان مر گیا  
اور میت کا ایک بیٹا کافر ہی پس قاضی نے میت کا مال اسکے بیٹے مسلمان کو دلایا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع  
کیا تو کافر بیٹے کو تمام مال میراث ڈانڈ دینگے یہ مبسوط میں لکھا ہی۔ اگر ایک کافر مسلمان ہو گیا پھر مر گیا اور اسکے دو بیٹے  
مسلمان ہیں کہ ہر ایک انہیں سے دعویٰ کرتا ہی کہ میں اپنے باپ کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوا ہوں اور اسپر گواہ  
تھائے پس قاضی نے دونوں کو وارث گردانا پھر ایک کے گواہوں نے رجوع کیا تو جو کچھ اس بیٹے نے میراث میں  
پایا ہی سب دوسرے کو ڈانڈ دینگے اسی طرح اگر ایک شخص مر گیا اور اسکا ایک بھائی معروف ہی پس ایک شخص نے دعویٰ  
کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور دو گواہوں نے اس کی طرف سے گواہی دی اور قاضی نے اسکو میراث دلا دی پھر  
گواہوں نے رجوع کیا تو تمام میراث کی ضمان اسکے بھائی کو دینگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا ہی کہ یہ  
نہیں معلوم ہوتا کہ آزاد ہی یا غلام ہی پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے یہ اقرار کیا ہی کہ یہ میرا بیٹا ہی  
پس قاضی نے اسکا نسب ثابت کر دیا پھر وہ شخص مر گیا اور اسکی میراث اس لڑکے کو حکم قاضی دلائی گئی پھر  
گواہوں نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہو گے یہ حاوی میں لکھا ہی۔ اور اگر ایک لڑکی اور ایک لڑکا قید کر کے دارالخواب سے  
لائے گئے اور بڑے ہو کر آزاد ہوئے اور ہم دونوں نے نکاح کیا پھر ایک عربی مسلمان ہو کر آیا اور گواہ لایا کہ یہ  
دونوں میری اولاد ہیں اور قاضی نے گواہی کے موافق اسکی اولاد قرار دی اور دونوں میں جدائی کر دی پھر  
گواہوں نے رجوع کیا تو رجوع کرنا مقبول نہوگا اور شوہر سے منع کیا جاوے گا کہ اس سے وطی نہ کرے اگرچہ یہی  
معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں نے جھوٹی گواہی دی تھی اور چارے نزدیک گواہوں نے ضمان نہیں ہی اور اگر ایک شخص کے  
پاس ایک لڑکی تھی کہ وہ اسکے بیٹے کا تھا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہی کہ یہ میری  
لڑکی ہی اور قاضی نے اسکی بیٹی ہوٹیکا حکم دیدیا تو مالک کو اس باندی سے وطی کرنا حلال نہیں ہی اگر یہ معلوم ہو جاوے

کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی ہے پس اگر گواہوں نے رجوع کیا تو اسکی قیمت کی ضمان دینگے اور اگر وہ عورت مرگئی اور اسنے میراث چھوڑی تو اس شخص کو اسکی میراث کھانی جائز ہے اور اسی طرح اگر وہ شخص مر گیا تو اس عورت کو اسکی میراث کھانی جائز ہے یہ مسوطین لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے دو غلام اور ایک باندی اور مال چھوڑے پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس میت کا مان باپ کی طرف سے حقیقی بھائی ہی اور وارث ہی ہم اسکے سوا وارث نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے اسکو دونوں غلام اور مال ہی اور مال دینے کا حکم کیا پھر دو گواہوں نے خاص ایک غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور قاضی نے اسکی گواہی جائز رکھ کر تمام میراث اسکو دلا دی اور بھائی کو محروم کر دیا پھر دوسرے دو گواہوں نے دو غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور قاضی نے اسکو جائز رکھا اور پہلے کے ساتھ اسکو وارث بنایا اور مال فقیر کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا پھر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس باندی کو آزاد کر کے اپنی زندگی میں اس سے نکاح کیا تھا پس قاضی نے نکاح اور مہر کا حکم دیدیا اور آٹھواں حصہ میراث اسکو دلا دیا اور ان وارثوں میں سے ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہی پھر پہلے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو تمام قیمت پہلے پسر کے آٹھ حصہ کر کے سات حصہ دوسرے بیٹے کو اور ایک حصہ عورت کو ڈانڈ دینگے اور جو کچھ آٹھ میراث میں پایا ہی وہ سب دوسرے بیٹے کو دینگے نہ عورت کو اور بھائی کو بھی کچھ نہ دینگے اور اسی طرح اگر دوسرے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی صورت ہے اور اگر عورت کے گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کی قیمت اور مہر اور میراث دونوں بیٹوں کو آدمی آدمی ڈانڈ دینگے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تکذیب کرتا ہو اور صرف اپنے آپکو وارث جانتا ہو اور اگر ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہوں پر یہی صورت میں ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح اگر سب وارثوں کی وراثت دو گواہوں کی گواہی پر ثابت ہوئی ہو تو خواہ ایک ہی وقت میں دونوں نے سب کی وراثت کی گواہی دی ہو یا اوقات مختلف میں شہادت ادا کی ہو لیکن ہر ایک بیٹے کے نسب کی علمہ دعویٰ کی گواہی ہو اس طرح کہ میت نے اسکو اپنا بیٹا کہا اور پھر اسکو اپنا بیٹا کہا اور قاضی نے حکم دیدیا اور پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گواہ ایک فریق ہو یا چند فریق ہوں تو بیٹوں اور عورت کو ضمان دینے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فرق صرف مصالحتی کے ضمان دینے میں ہے پس اگر سب گواہ چند فریق ہوں تو بھائی کو کچھ ضمان نہ دینگے اگرچہ اسکے وارث ہونے کا اقرار کریں اور اگر ایک ہی فرقہ ہو تو بھائی کے لیے ضمان ہونگے اگر اسکے وارث ہونے کا اقرار کرتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس ایک نابالغ غلام اور ایک باندی ہو پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ میراث بیٹا ہی اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس باندی کو آزاد کیا اور ہر آدم پر اس سے نکاح کیا ہے اور وہ شخص مگر ہی پھر ان سب باتوں کا قاضی نے حکم دیدیا پھر وہ شخص دو بیٹے سواے اس لڑکے کے چھوڑ کر مر گیا پس عورت کے واسطے مگر کا حکم ہوا اور میراث کے طور پر سب مال انہیں تقسیم کیا گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے ہونے کے گواہ اسکی قیمت کے سواے اسکے حصہ کے ضمان ہونگے اور ایسے ہی باندی کے گواہ اسکی قیمت کے سواے میراث کے ضمان ہونگے لیکن اگر مہر مگر مش سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے ضمان ہونگے مگر حصہ میراث اس میں سے کم کر دیا جائیگا یہ مسوطین لکھا ہے ایک شخص کی دو باندیاں ہیں کہ ہر ایک اسکی ملک میں ایک بچہ بنی ہے پھر دو گواہوں نے ایک بچہ کی نسبت گواہی دی کہ اس شخص نے اسکو اپنا بیٹا کہا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے دوسرے بچہ کی نسبت گواہی دی

میراث کی قیمت کے لئے رجوع کیا تو اسکی قیمت کی ضمان دینگے اور اگر وہ عورت مر گئی اور اسنے میراث چھوڑی تو اس شخص کو اسکی میراث کھانی جائز ہے اور اسی طرح اگر وہ شخص مر گیا تو اس عورت کو اسکی میراث کھانی جائز ہے یہ مسوطین لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے دو غلام اور ایک باندی اور مال چھوڑے پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس میت کا مان باپ کی طرف سے حقیقی بھائی ہی اور وارث ہی ہم اسکے سوا وارث نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے اسکو دونوں غلام اور مال ہی اور مال دینے کا حکم کیا پھر دو گواہوں نے خاص ایک غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور قاضی نے اسکی گواہی جائز رکھ کر تمام میراث اسکو دلا دی اور بھائی کو محروم کر دیا پھر دوسرے دو گواہوں نے دو غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور قاضی نے اسکو جائز رکھا اور پہلے کے ساتھ اسکو وارث بنایا اور مال فقیر کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا پھر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس باندی کو آزاد کر کے اپنی زندگی میں اس سے نکاح کیا تھا پس قاضی نے نکاح اور مہر کا حکم دیدیا اور آٹھواں حصہ میراث اسکو دلا دیا اور ان وارثوں میں سے ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہی پھر پہلے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو تمام قیمت پہلے پسر کے آٹھ حصہ کر کے سات حصہ دوسرے بیٹے کو اور ایک حصہ عورت کو ڈانڈ دینگے اور جو کچھ آٹھ میراث میں پایا ہی وہ سب دوسرے بیٹے کو دینگے نہ عورت کو اور بھائی کو بھی کچھ نہ دینگے اور اسی طرح اگر دوسرے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی صورت ہے اور اگر عورت کے گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کی قیمت اور مہر اور میراث دونوں بیٹوں کو آدمی آدمی ڈانڈ دینگے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تکذیب کرتا ہو اور صرف اپنے آپکو وارث جانتا ہو اور اگر ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہوں پر یہی صورت میں ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح اگر سب وارثوں کی وراثت دو گواہوں کی گواہی پر ثابت ہوئی ہو تو خواہ ایک ہی وقت میں دونوں نے سب کی وراثت کی گواہی دی ہو یا اوقات مختلف میں شہادت ادا کی ہو لیکن ہر ایک بیٹے کے نسب کی علمہ دعویٰ کی گواہی ہو اس طرح کہ میت نے اسکو اپنا بیٹا کہا اور پھر اسکو اپنا بیٹا کہا اور قاضی نے حکم دیدیا اور پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گواہ ایک فریق ہو یا چند فریق ہوں تو بیٹوں اور عورت کو ضمان دینے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فرق صرف مصالحتی کے ضمان دینے میں ہے پس اگر سب گواہ چند فریق ہوں تو بھائی کو کچھ ضمان نہ دینگے اگرچہ اسکے وارث ہونے کا اقرار کریں اور اگر ایک ہی فرقہ ہو تو بھائی کے لیے ضمان ہونگے اگر اسکے وارث ہونے کا اقرار کرتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس ایک نابالغ غلام اور ایک باندی ہو پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ یہ میراث بیٹا ہی اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس باندی کو آزاد کیا اور ہر آدم پر اس سے نکاح کیا ہے اور وہ شخص مگر ہی پھر ان سب باتوں کا قاضی نے حکم دیدیا پھر وہ شخص دو بیٹے سواے اس لڑکے کے چھوڑ کر مر گیا پس عورت کے واسطے مگر کا حکم ہوا اور میراث کے طور پر سب مال انہیں تقسیم کیا گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے ہونے کے گواہ اسکی قیمت کے سواے اسکے حصہ کے ضمان ہونگے اور ایسے ہی باندی کے گواہ اسکی قیمت کے سواے میراث کے ضمان ہونگے لیکن اگر مہر مگر مش سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے ضمان ہونگے مگر حصہ میراث اس میں سے کم کر دیا جائیگا یہ مسوطین لکھا ہے ایک شخص کی دو باندیاں ہیں کہ ہر ایک اسکی ملک میں ایک بچہ بنی ہے پھر دو گواہوں نے ایک بچہ کی نسبت گواہی دی کہ اس شخص نے اسکو اپنا بیٹا کہا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے دوسرے بچہ کی نسبت گواہی دی

پس تاحی نے دونوں بچوں کی نسبت اُسکے بیٹے ہونے اور باندھی کی نسبت ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر سبھوں نے رجوع کیا پس اگر گواہی اور رجوع کرنا اُس شخص کی حیات میں واقع ہوا تو ہر فریق گواہ اُس بیٹے کی قیمت جسکی گواہی دی تھی اور ام ولد کا نقصان قیمت اُس شخص کو ادا کریں پس جب ڈانڈ دیدیا اور اُس شخص نے تلف کر دیا پھر مر گیا اور سواے اُن دونوں لڑکوں کے اُسکا کوئی وارث نہیں ہی اور ہر ایک دوسرے سے انکار کرتا ہی تو ہر فریق گواہ اُس لڑکے کی مان کی آدمی قیمت جس کی نسبت بیٹے ہوئے کی گواہی دی تھی دوسرے لڑکے کو ادا کریں کذا فی محیط السخری۔ اور ہر فریق اُس لڑکے کی قیمت جسکی نسبت گواہی دی تھی دوسرے کو نہ دینگے کذا فی محیط اور ہر فریق نے جو کچھ اُس شخص کو حالت زندگی میں لڑکے کی گواہی دینا ڈانڈ دیدیا ہی اُس لڑکے کی میراث کے حصہ سے جو اُسے باپ کی میراث سے پایا ہی لینگے کذا فی محیط السخری اور ہر فریق اُس لڑکے سے اس قدر مال جو دوسرے لڑکے کو اُسکی مان کی قیمت میں بعد نقصان کے دیا ہی نہیں لے سکتا ہی اور نہ اُس مال کی ضمان جو مشہود لڑکے نے میراث میں حاصل کیا ہی دوسرے کو دینگے اور اگر دونوں لڑکے وارث ہوئے ہیں ایک دوسرے کی تصدیق کریں تو گواہوں پر کچھ ضمان ان لڑکوں کے لیے نہ دینا پڑیگی اور ہر فریق اپنے مشہود لڑکے سے اس مال میں سے جو اُسے باپ کی میراث سے حاصل کیا ہی اس قدر مال واپس لیگا جو اُسے اُسکے باپ کو اُسکی قیمت اور اُسکی مان کے نقصان قیمت کے عوض دیا ہی کذا فی محیط اور اگر اُس شخص کی زندگی میں گواہی واقع ہوئی اور رجوع کرنا بعد وفات کے واقع ہوا تو ہر فریق گواہ دوسرے لڑکے کو مشہود لڑکے کی آدمی قیمت اور اُسکی مان کی آدمی قیمت ادا کریگا اور ہر فریق مشہود لڑکے سے وہ مال نہیں لے سکتا ہی جو اُسے دوسرے کو ادا کیا ہی اور یہ حکم اس وقت ہی کہ ہر لڑکا دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہو اور اگر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہ کسی کے واسطے ضمان نہ ہونگے کذا فی محیط اور اگر گواہی اور رجوع دونوں بعد موت کے واقع ہوئی ہوں اور میت کا ایک بھائی مان و باپ کی طرف سے موجود ہو تو ہر فریق گواہ دوسرے کو مشہود لڑکے کی قیمت ڈانڈ دیدگا اور اُسکی مان کی قیمت بھی جو باندھی ہونے کی حالت میں تھی وہ ضمان دیگا اور جو کچھ دونوں کو میراث میں ملا ہی وہ بھی دیگا اور بھائی کو ڈانڈ میں کچھ نہ دیگا کذا فی محیط السخری اور جو کچھ ضمان میں ادا کیا ہی وہ مشہود لڑکے کے حصہ میراث سے نہ لیگا اور اگر دونوں گواہ یا ایک ہی فریق نے ادا کی ہوں مثلاً یوں کہا کہ موئے نے بکھرے واحد کہا تھا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ان دونوں باندیوں سے ہیں اور دونوں لڑکے ہر سے ہیں کہ باندیوں کے ساتھ اسکے مدھی ہیں اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سبھوں نے رجوع کیا پس اگر مالک کی حیات میں رجوع و گواہی واقع ہوئی تو گواہ دونوں بیٹوں کی قیمت اور نقصان ام ولد ہونے کا ادا کریں اور جب مالک نے اُسکو لیکر تلف کر دیا پھر مر گیا تو جو کچھ بیٹوں کو میراث ملی ہی اُسہیں سے بقدر ڈانڈ کے گواہ دونوں لڑکوں سے وصول کرینگے اور اگر میت کا کوئی بھائی ہو تو اُس کو کچھ ضمان میراث نہ دینگے اور اگر گواہی مالک کی زندگی میں اور رجوع اُس کے مرنے کے بعد واقع ہوا تو گواہ بیٹوں یا بھائی کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے اور اگر گواہی و رجوع دونوں بعد وفات مالک کے واقع ہوئیں تو بیٹوں کو کچھ ضمان نہ دینگے مگر بھائی کو باندیوں اور بیٹوں کی قیمت اور بیٹوں کی میراث ڈانڈ دینگے اور اگر گواہ ایک ہی فریق ہوں اور لڑکے گواہی کے وقت چھوٹے ہوں تو انکے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاوے گا پس اگر بالغ ہو کر انھوں نے گواہ ہوں کی گواہی میں تصدیق کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ حالت بالغ ہونے میں گواہی کے وقت گواہوں کی تصدیق

وہ شخص جسکی گواہی دی گئی ہے اسکی قیمت ادا کریں اور اگر وہ فوت ہو گیا ہے تو اسکی قیمت ادا کریں

کیساں ہی اور اگر بعد بالغ ہونے کے ہر ایک نے اس قدر کی تصدیق کی جو اسکے واسطے گواہی دی ہو اور جب قدر دوسرے کے واسطے گواہی دی ہو اسکی تکذیب کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ ہر ایک کے واسطے ایک فریق گواہ نے ملحدہ گواہی دی اور ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی ہو کیاں ہی اور یہ صورت امام محمد رحمہ نے ذکر نہیں فرمائی کہ گواہ فریق واحد میں اور ہر ایک پسرنے گواہوں کی اس قدر گواہی میں بتی اسکے واسطے ہی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب کی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یا نہیں پس امام ابو علی نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبول نہوگی اور عامۃ مشائخ نے فرمایا کہ مقبول ہوگی اور چھوٹے اور بڑوں کا ایک حکم ہی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص پر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے اور قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر مشہود علیہ مر گیا پھر اسکے مرنے کے بعد دو گواہوں نے ایک لڑکے کی نسبت جو اسکی باندی سے اسکے قبضہ میں تھا یہ گواہی دی کہ میت نے اس لڑکے کی نسبت اپنی حین حیات میں ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اس باندی سے میرا بیٹا ہے تو قاضی پہلے بیٹے کے سامنے اس گواہی کو قبول کرے گا اور نسب ثابت ہوگا اور اسکی ماں تمام مال سے آزاد ہونے لگی اور جو کچھ پہلے بیٹے کے قبضہ میں ہی تھیں سے آدھا اسکو دلا دیا پھر اگر دونوں فریق گواہوں نے رجوع کیا تو دوسرے کے گواہ دوسرے کی تمام قیمت اور اسکی ماں کی تمام قیمت اور تمام میراث پہلے بیٹے کو ڈانڈ دیئے گئے اور پہلے بیٹے کے گواہ اسکی اور اسکی ماں کی نصف قیمت دوسرے بیٹے کو دیئے گئے اور میراث کی کچھ ضمان نہ دیئے گئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ بدائع میں ہے کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مولے نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ باندی مجھ سے یہ بچہ بنی ہے اور وہ شخص منکر ہے پس قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر اسکے ساتھ بچہ نہو اور مالک کی زندگی میں رجوع کیا تو نقصان قیمت کی ضمان دینگے یعنی باندی کی قیمت سے ام ولد ہونے میں جس قدر نقصان ہوا وہ ادا کریں پس اگر مالک مر گیا تو آزاد ہو گئی اور باقی قیمت وارثوں کو ڈانڈ بھرینگے اور اگر اس کے ساتھ بچہ بھی ہوا اور مالک کی زندگی میں رجوع کیا تو نقصان قیمت کے ساتھ بچہ کی قیمت بھی ادا کریں گے پس اگر اسکے بعد مالک مر گیا اور بچہ کا میراث میں کوئی شریک نہیں ہے تو اس کو کچھ ضمان نہ دیئے گئے اور جو کچھ باپ نے تاوان لے لیا ہے وہ اس سے واپس لینے بشرطیکہ ترکہ موجود ہو ورنہ لڑکے پر ضمان نہوگی اور اگر لڑکے کے ساتھ میت کا بھائی ہو تو باقی قیمت کا نصف اسکو طراند دیئے گئے اور بیٹے سے اسی قدر لینے جو باپ نے وصول کیا ہے نہ وہ جو بھائی کو ڈانڈ دیا ہے اور لڑکے نے جو میراث لے لی وہ بھائی کو ڈانڈ نہ بھرینگے پس اگر بعد وفات مالک کے رجوع کیا پس اگر لڑکے کا کوئی شریک نہو تو گواہوں پر ضمان نہیں ہو ورنہ بھائی کو باندی کی باقی نصف قیمت اور لڑکے کی نصف قیمت کی ضمان دینگے اور ذخیرہ کی ضمان نہ دیئے گئے اور اس صورت میں لڑکے سے واپس نہ لینے۔ اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مولیٰ نے انتقال کیا اور ایک لڑکا اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی اور ترکہ چھوڑا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ غلام اس باندی سے اسکے مالک سے پیدا ہوا ہے اور غلام اور باندی نے اسکی تصدیق کی نہ اسکے بیٹے نے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام اور باندی کی قیمت اور نصف میراث کے ضمان میں ہونگے یہ بھائی کے لئے لکھا ہے عیسیٰ بن ابان نے اپنی نواد میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور باپ کی طرف سے ایک بھائی چھوڑا کہ اسکے سوا کوئی وارث نہیں معلوم ہوئی پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ میں ماں و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں اور دو گواہوں نے اسکی طرف

یہ ذخیرہ میں لکھا ہے  
نہر پڑی مالگاری جلد سوم جلد اول  
قادیانہ کی کتاب جہاد من الشہادت بانہی جہاد



سے یہ گواہی دی کہ یہ باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہی اور دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ ماں کی طرف سے اس کا بھائی ہی تو قاضی یہ حکم دیکھا کہ یہ سہی ماں باپ کی طرف سے اس کا بھائی ہی پس اگر سب گواہوں نے رجوع کیا تو جنھوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی وہ دو تہائی میراث کے اور جنھوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی وہ ایک تہائی میراث کے خا من ہو گئے یہ ظہیر یہ محطین میں لکھا ہی اور اگر باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ نے رجوع کیا اور ماں کی طرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو آدھے کے خا من ہو گئے اور بن تہائی دونوں پر تقسیم ہو گا یہ محط میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باپ کی طرف سے بھائی ہی پس قاضی نے حکم دیکر آدمی میراث اسکو دلوائی پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ ماں کی طرف سے بھائی ہی پس قاضی نے حکم دیکر باقی آدمی بھی اسکو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا تو ہر فرق نصف مال کا خا من ہو گا یہ محط نسخی میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے چٹا حصہ میراث اسکو دلوا دیا پھر دوسرے دو گواہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے باقی میراث اسکو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا تو پہلے فرق پر چٹے حصہ کی اور دوسرے پر باقی چٹے حصہ کی خا من لازم ہو گی۔ اسی طرح اگر معادوں نے گواہی دی مگر ایک فرق کی تبدیل ہوئی اور آسپر حکم ہو گیا پھر دوسرے فرق کی تبدیل ہوئی اور آسپر حکم ہوا پھر رجوع کیا تو ترتیب حکم کے موافق ہر فرق اس قدر کا خا من ہو گا جس قدر اس کی گواہی پر دلا یا گیا ہی اگر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہوں پس اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہی اور دوسرے نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور تیسرے نے گواہی دی کہ باپ کی طرف سے بھائی ہی اور قاضی نے میراث اسکو دلوا دی پھر پہلے نے رجوع کیا تو آسپر نصف میراث کی خا من ہو اور اگر فقط تیسرے نے رجوع کیا تو آسپر تہائی مال کی خا من ہو اور اگر دوسرے نے رجوع کیا تو آسپر چٹا حصہ خا من ہو اور اگر جنھوں نے یکبارگی رجوع کیا تو سب پر اسی طرح قیمت لازم آویگی یہ محط میں لکھا ہی۔ نوادر عیسیٰ بن ابان میں ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے بھائی معروف اور دو غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر دو گواہوں نے ایک غلام کی نسبت یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور دوسروں نے دوسرے کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہی اور دوسروں نے باندی کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کی بیٹی ہی تو قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور میراث جنھوں میں تقسیم کر دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بھائی کے واسطے خا من نہ ہو گئے اور ہر فرق گواہ اپنے مشودہ کی قیمت اور میراث دوسروں کو ڈانڈ دی گئے۔ اور اگر میت نے ایک بھائی معروف اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر غلام کی نسبت دو گواہوں نے بیٹے ہونے کی اور دوسروں نے باندی کی نسبت بیٹی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہی پر بیٹے و بیٹی کے درمیان میراث تقسیم کر دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو نصف میراث اور نصف قیمت غلام کی اور بیٹی کو چٹا حصہ اور نصف قیمت غلام کی ڈانڈ دی گئے اور بیٹی کے گواہ باندی کی قیمت اور میراث خاصۃً بیٹے کو ڈانڈ دی گئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اور بھی نوادر بن ابان میں ہی کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹی اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے بھائی کو ودھا اور بیٹی کو آدھا دلوا دیا پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ میں میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہوں پھر ایک گواہ اس کے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور تیسرے

ایک خاصہ  
باعتبار اہل  
ہونے کے  
باعتبار  
میراث کے

نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے آدمی میراث آسکو دلا دی پس اگر اس گواہ نے رجوع کیا جس نے مان و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تھی تو جس قدر میراث آسکو پہنچی ہو سکے آدمی کا خاص من ہو گا اور اگر باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو اسکی میراث کے تین اٹھوین حصہ کا خاص من ہو گا اور اگر مان کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو اٹھوین حصہ میراث کا خاص من ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ نو اور ابن سماعین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسے ایک چچا زاد بھائی چھوڑا اور اس کے قبضہ میں اپنے ہزار درم چھوڑے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میں میت کا بھائی ہوں اور قاضی نے اسکو ہزار درم دلا دیے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور قاضی نے اسکو وہ ہزار درم دلا دیے پھر بھائی کے گواہوں نے رجوع کیا تو چچا زاد بھائی کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہیں رہی پھر اگر اس کے بعد بیٹے کے گواہوں نے رجوع کیا تو بھائی اسے ہزار درم کی ضمان لے سکتا ہے اور جب لے لے تو چچا زاد بھائی بھی بھائی کے گواہوں سے ہزار درم لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسے ایک بیٹا چھوڑا اور اسے میراث لے لی پھر دوسرے نے اگر میت کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور بیٹے معروف النسب نے اس کے نسب سے انکار کیا اور اس سے بھی انکار کیا کہ مجھے میراث سے کچھ وصول ہوا ہے پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دو گواہ لایا کہ اس معروف النسب بیٹے کو میراث میت سے اس اس قدر ملا ہے پس قاضی نے اس میں سے نصف مال مدعی کو دلا یا پھر نسب کے گواہوں نے رجوع کیا تو جس قدر مال مدعی کو پہنچا ہے اسکی ضمان دینگے پس اگر ضمان ادا کر سکے بعد دوسرے گواہوں نے بھی رجوع کیا تو نسب کے گواہ اسے واپس لینگے اور اگر سمجھوں نے یکساں رجوع کیا تو معروف النسب بیٹے کو اختیار ہے کہ نسب کے گواہوں سے ضمان لے اور وہ مال کے گواہوں سے لینگے یا مال کے گواہوں سے پاس ہی سے وصول کرنے یہ محیط میں لکھا ہے جامع میں روایت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درم کی ودیعت ایک شخص کے پاس ہے اور وہ اقرار کرتا ہے پس وہ شخص مر گیا پھر ایک شخص نے دو گواہ سنائے کہ میں میت کا مان و باپ کے رشتہ سے چچا ہوں اور گواہوں نے بیان کیا کہ ہم سوائے اسکے اور کوئی وارث نہیں جانتے ہیں پس قاضی نے حکم دیدیا پھر دوسرا آیا اور اسے گواہ سنائے کہ میں مان و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں پس قاضی نے حکم دیدیا اور چچا سے مال واپس کر کے اسکو دلا دیا پھر اگر دوسرے نے یہ گواہ سنائے کہ میں میت کا بیٹا ہوں کہ گواہ میرے سوائے وارث نہیں جانتے ہیں تو بھائی سے واپس کر کے مال اسکو دلا دیا یا بیٹا کو پس اگر سب نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو ضمان دینگے اور بھائی کے گواہ چچا کو ضمان نہ دینگے اور چچا کے گواہ اس شخص کو جس کے پاس ودیعت تھی ضمان نہ دینگے اسی طرح اگر سب نے یکساں رجوع کیا تو مدعی اور رجوع کیا تو بھی اسی حکم ہی یہ محیط سنسری میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسے ایک لڑکی اور ایک مان و باپ کی طرف سے بھائی چھوڑا پس بیٹی نے آدھا مال لے لیا اور آدھا مال بھائی نے لے لیا پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ وہ میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی ہے اور قاضی نے اسکو بھائی معروف النسب کے ساتھ نصف نصف کا شریک کر دیا پھر دونوں گواہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے یا مان کی طرف سے بھائی ہونے ایک سے انکار کیا اور دوسرے پر ثابت رہے تو جس قدر میراث اس کو ملی ہوئی اس کے نصف کے خاص من ہو گئے اسی طرح اگر ایک گواہ نے اسکے باپ کی طرف سے بھائی ہونے اور دوسرے نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی

گواہی سے انکار کیا تو ہر ایک گواہ جو تھائی میراث کا ضامن ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اس نے دو بھائی  
 مان کی طرف سے اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں مان و باپ کی طرف سے اسکا  
 بھائی ہوں اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ باپ کی طرف سے اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ مان کی طرف سے اسکا  
 بھائی ہے اور قاضی نے حکم دیا پس اس نے باپ کی طرف سے بھائی کے پاس جو مال تھا اسکی دو تہائی لے لی پھر گواہوں  
 نے رجوع کیا تو بھائی نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تین چوتھائی اس مال کا اور بھائی نے مان  
 کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی پھر ایک چوتھائی ڈالڈ بھائی اور اگر مان کی طرف سے دو بھائی کے بجائے  
 ایک ہی بھائی اس نے چھوڑا ہو اور پھر ایک شخص نے مان و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کا دعویٰ کیا اور دو  
 گواہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور دو نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور اس نے  
 پانچ پچھٹے حصہ میراث کو لیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہوں پر تین چھٹے حصہ  
 کی اور چوتھائی حصہ ششم کی ضمان اور دوسروں پر چھٹا حصہ اور ایک پچھٹے کی تین چوتھائی کی ضمان واجب ہوگی  
 یہ محیط سرسری میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اس نے دو بھائی مان کی طرف سے چھوڑے اور ایک بھائی باپ کی  
 طرف سے چھوڑا پس قاضی نے ان دونوں بھائیوں کو تہائی دیا اور علاتی بھائی کو دو تہائی دیا پھر ایک شخص نے دعوے  
 کیا کہ میں مان و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں پس دو گواہوں نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی  
 اور مدعی نے کہا کہ باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے میرے دونوں گواہ غائب ہیں تو قاضی مان کی طرف سے بھائی  
 ہونے کا حکم دیدیگا اور اسکو ان دونوں اخیا فی بھائیوں کے ساتھ شامل کر سکتا ہے پس اگر اس نے شامل کر دیا پھر دونوں  
 غائب گواہ حاضر ہوئے تو قاضی انکی گواہی پر اسکو مان و باپ کی طرف سے بھائی قرار دیکھا اور اخیا فی بھائیوں سے جو  
 اس نے لیا ہے وہ علاتی بھائی سے وصول کر کے تہائی پوری کرینگے اور باقی دو تہائی مال اسکو دلا جائیگا پس اگر اس کے بعد  
 گواہوں نے رجوع کیا تو بھائی نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تو ضامن نہو گے اور بھائی نے باپ کی  
 طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی یہ وہ دو تہائی مال اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے معروف ہو ضمان دیگے اور اگر اس نے  
 پہلے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ سنائے اور قاضی کے حکم سے اس نے باپ کی طرف سے بھائی کے حصہ سے ادھا  
 لے لیا پھر مان کی طرف سے بھائی والے گواہ حاضر ہوئے اور انکی گواہی پر اس نے باقی آدھا بھی لے لیا پھر سب گواہوں  
 نے رجوع کیا تو ہر فریق پر نصف ضمان لازم ہوگی کثانی محیط

**اٹھواں باب** وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میت نے مجھے  
 تہائی ہر مال کی وصیت کی ہے میں گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم سے اسکو تہائی مال ہر چیز سے لگایا پھر اگر گواہوں نے  
 رجوع کیا تو سب تہائی مال کے ضامن ہونگے اسی طرح اگر گواہوں نے زندگی میں تہائی مال کی وصیت کی گواہی  
 دی اور بعد موت کے مخاصم ہوا تو بھی یہی صورت ہو سکتی ہے اور یہی حکم یہ محیط سرسری میں لکھا ہے اگر بعد موت کے گواہوں  
 نے گواہی دی کہ میت نے اس مدعی کے واسطے اس باندی کی وصیت کی تھی اور وہ باندی تہائی مال ہے اور حکم ہو گیا اور  
 مدعی نے اسکو وام ولد بنایا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو جس روز قاضی نے حکم دیا ہے اس دن جو قیمت اس  
 باندی کی ہو اکر بین اور غنم اور بچہ کی قیمت کے ضامن نہو گے اور اسی طرح اگر اس شخص کے سوا یہ دوسرے سے

بچہ جی تب بھی وارثوں کے لیے عزا و بچہ کی قیمت کے ضامن نہ ہونگے یہ مسوہ مین ہی۔ پس اگر حکم قاضی کے روز کی قیمت مین کہ باندی کی اس روز کیا قیمت تھی گواہوں اور وارثوں مین اختلاف ہوا اور گواہوں نے کہا کہ اس دن اسکی قیمت ہزار درم تھی اور وارثوں نے کہا نہیں بلکہ دو ہزار درم تھی پس اگر باندی مر گئی ہو تو گواہوں کا قول لیا جائے گا اور اگر زندہ موجود ہو تو زمانہ مال کے موافق اگر اسکی قیمت دو ہزار ہو تو وارثوں کا قول اور اگر ایک ہزار ہو تو گواہوں کا قول لیا جائے گا اور اگر فی الحال اسکی قیمت دو ہزار ہو اور گواہوں نے گواہی دی کہ حکم قضا کے روز اسکی قیمت ہزار درم تھی تو گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر فی الحال اسکی قیمت ہزار درم ہو اور وارثوں کے گواہوں نے حکم قضا کے روز دو ہزار درم ہونا بیان کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی پس اگر دونوں فریق نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہی دی کیے تو وارثوں کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص تین ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر شخص نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور دوسرے دو گواہوں نے دوسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور تیسرے دو گواہوں نے تیسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور میت کا بیٹا اس سے انکار کرتا ہے اور تینوں موہی ہم مین بھی ایک دوسرے کا انکار کرتا ہے پس قاضی نے تہائی مال تینوں کو تقسیم کر دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے کو کچھ خزانہ دینگے کذا فی محیط السخری اور ہر فریق گواہ دوسرے دونوں کو ملنے کے واسطے موائے اسکے جسکی طرف سے گواہی دی تھی تہائی کی تہائی مال کے ضامن ہونگے اور اسطرح اگر ایک گواہوں کی پہلے تعدیل ہوئی اور اسکے لیے تہائی مال کا حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اسکے لیے آئین سے آدھے مال کا حکم ہوا پھر تیسرے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اسکے لیے بھی دونوں کے حصہ سے تہائی دلا یا گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہ حکم ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک کے واسطے وصیت کا گواہی پر حکم ہو پھر دوسرے گواہوں نے گواہی دی میت نے اسکی وصیت سے رجوع کر کے اس زید کی واسطے وصیت کی ہے پس قاضی نے پہلے سے مال اپس کر کے زید کو دلا دیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید کی وصیت سے رجوع کر کے میت نے عمر کی واسطے وصیت کی ہے اور قاضی نے دوسرے سے لیکر تیسرے کو دلا دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو عمر کے گواہ زید کو کامل تہائی دینگے اور زید کے گواہ پہلے کو تہائی کا نصف دینگے اور پہلے کے گواہ کچھ خزانہ دینگے اور نہ وارثوں کے لیے ضامن ہونگے یہ محیط السخری میں لکھا ہے۔ اور اگر گواہوں نے رجوع نہ کیا ولیکن دوسرے کا گواہ ایک غلام نکلا تو تہائی مال پہلے اور تیسرے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو گا یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور تین ہزار درم چھوڑے اور تہائی مال کی ایک شخص کے واسطے وصیت کی اور اسکے وید یا گیا پھر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کر لیا تھا پس وہ مال وارثوں کو دلا یا گیا پھر تینوں دونوں گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے دوسرے شخص کی واسطے یہ وصیت کی تھی پس اسکو دلا دیا گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو تہائی مال کے دو مرتبہ ضامن ہونگے ایک بار وارثوں کو کٹا دینگے اور ایک مرتبہ پہلے موہی کو کٹا دینگے اور اگر وصیت اولی سے رجوع کرنے کی اور دوسرے کے واسطے وصیت کر لی گواہی دی اور جب حکم قاضی کے رجوع کیا یا قضا پہلی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی دی اور ہنوز اسکا حکم نہ ہوا تھا کہ دوسرے کی واسطے تہائی کی وصیت کی گواہی دی اور یہ صورت مسئلہ واقع ہوئی تو صرف پہلے موہی کو کٹا دینگے نہ وارثوں کو اور اگر مٹا رجوع و وصیت کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دوسری وصیت کی گواہی سے رجوع کیا اور پہلے کی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے رجوع



نہ کیا تو اسے دریافت کیا جائیگا کہ رجوع وصیت کی گواہی سے رجوع کرتے ہو یا نہیں پس اگر سکوت کیا یا گواہی رجوع پر ثابت رہے تو ایک تہائی وارث کو دینگے پھر اگر پہلے وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو دوبارہ ایک تہائی پہلے موصی لہ کو ڈانڈ دینگے اور اگر وقت دریافت کرنے کے آنھوں نے بیان کیا کہ پہلے رجوع کی گواہی سے بھی ہم نے رجوع کیا تو صرف ایک تہائی مال موصی لہ کو دینگے نہ وارث کو اور اگر پہلے فقط وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے رجوع کیا اور دوسرے کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی سے رجوع نہ کیا تو پہلے موصی لہ کو تہائی مال کے آدھے کی ضمان دینگے پھر اگر دوسرے کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو باقی مال بھی پہلے موصی لہ کو دینگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑ کر مر گیا پس دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس غلام کی قیمت زید کے واسطے وصیت کی ہے اور حکم ہو گیا پھر دوسرے دو گواہوں نے اس وصیت سے رجوع کرنے اور دوسرے غلام کی عمر کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا اور پہلا غلام وارثوں کو واپس دلایا گیا۔ پھر دو گواہوں نے وصیت ثانی سے رجوع کرنے کی اور تیسرے غلام کی بکر کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور یہ حکم ہو گیا پھر بھون نے رجوع کیا تو پہلے کے گواہوں پر کسی کو ضمان دینا لازم نہیں ہے اور دوسرے کے گواہ آدمی قیمت پہلے کو دینگے اور دوسرے کو تیسرے کے گواہ غلام کی قیمت ڈانڈ دینگے اور وارث کسی سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اور اگر بھون نے ایک یا رگی گواہی دی اور ایک یا رگی تبدیل ہوئی اور تیسرے کے واسطے حکم دیا گیا پھر بھون نے رجوع کیا تو تیسرے کے گواہ وارثوں کو ضمان دیوین اور پہلے اور دوسرے کے گواہوں پر کچھ ڈانڈ نہیں ہو پس اگر دوسرے نے تیسرے کے گواہوں سے ضمان لینا چاہی تو وصیت کے گواہ اپنا قائم کر کے لے سکتا ہے پھر گواہ وارثوں سے واپس لینگے پھر اگر پہلے نے دوسرے کے گواہوں سے ضمان لینا چاہی تو دوسرے کے گواہوں پر گواہ وصیت قائم کر کے لے سکتا ہے اور غلام کی نصف قیمت کا حکم اپنا کیا جائیگا کہ اول کو ادا کریں یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر اس نے دو غلام چھوڑے کہ ہر ایک کی قیمت ایک ہزار درہم ہے اور اسکا تہائی مال ایک ہزار درہم ہے پس ہر فرق گواہ نے ایک غلام کی ایک شخص کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور ہر ایک کے واسطے آدھے غلام کا حکم ہو گیا اور دونوں فرق گواہوں نے رجوع کیا تو وارث کے واسطے اپنا ڈانڈ نہوگی اور ہر فرق دوسرے موصی لہ کو غلام کی نصف قیمت ادا کرے گا اور اگر دونوں غلام میت کے تہائی مال نکلتے ہوں تو ہر فرق وارث کو اس غلام کی قیمت دے گا جسکی نسبت اسے گواہی ادا کی ہے اور اگر اسکا تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہووے اور ہر ایک کے واسطے تین چوتھائی غلام کا حکم دیا گیا پس اگر رجوع کیا تو ہر فرق پانچ سو درہم وارثوں کو ضمان دینگے اور ہر فرق دو سو درہم ہو اور قیمت ایک غلام کی دو ہزار درہم ہو اور دوسرے کی ایک ہزار درہم ہو تو ہر ایک کے واسطے اس کے غلام کی دو تہائی کا حکم دیا جائیگا پس اگر رجوع کیا تو دو ہزار والا فرق ایک ہزار وارثوں کو اور تہائی ہزار دوسرے موصی لہ کو ڈانڈ دینگا اور ہزار والا فرق دو تہائی ہزار کی دو ہزار والے موصی لہ کو دینگا اور وارثوں کی ضمانت اسپر نہیں ہے اور اگر ہر ایک غلام ہر ایک قیمت کا ہے تو تہائی مال ہر ہزار درہم ہے اور دوسرے فرق نے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلے وصیت سے رجوع کر کے دوسرے کو وصیت کی ہے تو ہر رجوع کے پہلے موصی لہ کو اس کے غلام کی قیمت کی ضمان دینگے اور وارثوں کا کچھ حق پہلے یا دوسرے

فریق پر نہیں ہوا اور اگر دونوں غلام تہائی مال سے بچے اور تہائی مال دو ہزار درہم ہو تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اس کے غلام کی قیمت اور وارثوں کو دوسرے کی قیمت ٹاٹا دیجئے اور اگر تہائی مال ٹیڑھ ہزار ہو تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اس کے غلام کی قیمت اور وارثوں کو دوسرے کی آدمی قیمت کی ڈاٹا دیجئے یہ کافی میں لکھا ہے اگر یہ گواہی دی کہ میت نے اپنے ترکہ میں سے اس شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر وصی نے اس میں سے کچھ تلف کیا تو دونوں گواہوں پر کچھ ضمان نہیں ہوا

صرف ضمان وصی پر ہوگی کذا فی الحاکم

نوال باب حدود اور جرموں کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر ہزار درہم معین کی چوری کی گواہی دی اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو اس کے ہاتھ کی دیت اپنے مال سے دیوین اور دونوں پر قصاص ہمارے نزدیک نہیں ہوگا اور ہزار کی ضمان بھی دین کیونکہ مشہود علیہ کامل منافع کیا ہے اسی طرح نفس یا ماذون النفس میں ہر گھم بھی حکم یہ ہے بسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر اسپر دو چوریوں کی گواہی دی اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک گواہی سے رجوع کیا تو آپر ضمان نہیں آتی یہ متاثر میں لکھا ہے۔ چار آدمیوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے اس کے محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کر کے اس کے رجم کر نیکا حکم دیا پھر پھون نے رجوع کیا تو زنا کے گواہ دیت کی ضمان دیجئے اور ہمارے علماء ملتہ کے نزدیک آنکو حد قذف ماری جائیگی اور محسن ہونے کے گواہوں پر ضمان نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور وہ محسن نہیں ہے پس امام نے اسکو درے مارے اور وہ زخمی ہوا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک آپر زخمون کی ضمانت نہوگی اور ماجین رحمہ کے نزدیک ہمیں ضلالت ہو اور اگر دونوں سے وہ زخمی نہیں ہوا تو بالاتفاق آپر ضمان نہوگی اور ایسا ہی اختلاف حد قذف اور حد شرب خواری اور تہذیب میں یہ بسوط میں لکھا ہے اگر حکم سے پہلے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب کو حد ماری جاوے گی اور اگر بعد حکم ہونے کے قبل اس کے کہ حد ماری جاوے ایک گواہ نے رجوع کیا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک اسی کو حد ماری جاوے گی اور امام اعظم رحمہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سب کو حد ماری جاوے گی اور اگر بعد حد مارے جانے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو اس اسی کو حد ماری جائیگی یہ مادی میں لکھا ہے۔ اگر چار آدمیوں نے ایک شخص پر زنا کرنے محسن ہوئی گواہی دی پس قاضی نے اس کے رجم کر نیکا حکم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا اور وہ شخص زندہ تھا مگر پھون نے اسکو زخمی کر دیا تھا قاضی اس سے حد دفع کر چکا اور گواہ اس کے زخمون کی دیت کے ضامن ہوئے یہ بسوط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسے اپنا غلام آزاد کیا ہے اور اس غلام پر چار آدمیوں نے زنا کرنے اور محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کر کے اسکو آزاد کر کے رجم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہوں پر مالک کو اسکی قیمت دینی ہوگی اور زنا کے گواہوں پر دیت لازم ہوگی پس اگر غلام کا کوئی وارث معیت میں سے نہ ہو تو یہ دیت مالک کو ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر چاروں گواہوں میں سے ایک گواہ آزاد کی کا ہو تو دیت کے حصہ کے ساتھ قیمت کا حصہ بھی دینا اسکو پڑے گا مادی میں لکھا ہے۔ اگر چار محضوں نے آزادی اور زنا اور محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر آزادی سے رجوع کیا تو قیمت کے ضامن ہوئے اور اگر دو گواہوں نے آزادی سے اور دو گواہوں نے زنا سے رجوع کیا تو آزادی سے رجوع کرنے والے

اگر ایک گواہ نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور دوسرے نے اس کے محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کر کے اسکو زخمی کر دیا تھا قاضی اس سے حد دفع کر چکا اور گواہ اس کے زخمون کی دیت کے ضامن ہوئے یہ بسوط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسے اپنا غلام آزاد کیا ہے اور اس غلام پر چار آدمیوں نے زنا کرنے اور محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کر کے اسکو آزاد کر کے رجم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہوں پر مالک کو اسکی قیمت دینی ہوگی اور زنا کے گواہوں پر دیت لازم ہوگی پس اگر غلام کا کوئی وارث معیت میں سے نہ ہو تو یہ دیت مالک کو ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر چاروں گواہوں میں سے ایک گواہ آزاد کی کا ہو تو دیت کے حصہ کے ساتھ قیمت کا حصہ بھی دینا اسکو پڑے گا مادی میں لکھا ہے۔ اگر چار محضوں نے آزادی اور زنا اور محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر آزادی سے رجوع کیا تو قیمت کے ضامن ہوئے اور اگر دو گواہوں نے آزادی سے اور دو گواہوں نے زنا سے رجوع کیا تو آزادی سے رجوع کرنے والے

کچھ نہیں اور زنا سے رجوع کرنے والوں پر آدمی دیت اور حد قذف لازم آوے گی یہ مسوط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے اپنے مورث پر یعنی باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ پر زنا کی گواہی دی اور وہ محض ہوا تو وہ رجوع کیا جاوے گا اور اس تہمت کی وجہ سے اس نے جلدی سے میراث لینے کے واسطے یہ گواہی دی ہو معتبر نہ ہوگی پس اگر وہ رجوع کیا گیا اور یہ لوگ اسے قتل میں نہ پہنچے پھر ایک نے رجوع کیا تو چوتھائی دیت ادا کرے اور وارث ہوگا اور اگر قتل میں پہنچے اور ایک نے رجوع کیا اور دوسرے میں دوسروں نے اسکی تکذیب کی تو دائرہ دیکھا اور وارث ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو نے جھوٹی گواہی دی کیونکہ تو نے اس کے زنا کرنے کو نہیں دیکھا تھا اور ہم نے دیکھا تھا تو اسکی چوتھائی دیت دائرہ دیکھا اور وارث نہ ہوگا اور اگر سب نے اسکی گواہی کی تکذیب کی اور رجوع کرنے میں اسکی تصدیق کی تو مقتول مرحوم کی دیت سب ادا کریں اور سب کو حد قذف ماری جائے گی اور میراث سے محروم رہیں گے اور جو کوئی اسکا قریب تر رشتہ دار ہوگا اسکو میراث دلائی جائے گی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر قصاص کی گواہی دی پھر بعد قتل کر دینے کے رجوع کیا تو دیت کے ضامن ہونگے اور اسے قصاص نہ لیا جائے گا پھر تیسرے میں لکھا ہے اور اگر گواہی دی کہ اسے فلان کو خطا سے قتل کیا ہو پھر رجوع کیا تو اپنے مال سے دیت ادا کریں اسی طرح اگر گواہی دی کہ اسے خطا سے فلان کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو اور قاضی نے حکم دیا پھر رجوع کیا تو ہاتھ کی دیت کے ضامن ہونگے یہ بدلہ میں لکھا ہے۔ تین آدمیوں نے عداقت کر کے کی گواہی دی اور قاضی نے ولی کو قصاص لینے کا حکم دیدیا اور اسے ضرب سے اسکا ہاتھ کاٹا پھر ایک نے رجوع کیا تو قصاص کا حکم بحال رہا تو رہا پھر اگر ولی نے قتل کیا اور دوسرے نے رجوع کیا تو ولی پر ضمان نہ آوے گی اور پھر لا رجوع کرنے والا ہاتھ کی چوتھائی دیت اپنے مال سے اس طرح ادا کرے کہ دو تہائی پہلے سال میں اور ایک تہائی دوسرے سال میں اور دوسرا رجوع کرنے والا جان کی آدمی دیت اپنے مال سے تین سال میں ادا کرے ہر سال میں تہائی دیت دیوے پھر اگر اسکے ساتھ تیسرے نے بھی رجوع کیا تو وہ باقی نصف دیت تین سال میں ہر سال ایک تہائی دیت ادا کرے اور پہلا رجوع چوتھائی دیت دست سے تہائی تک کی زیادتی ادا کرے پس اگر تیسرا گواہ غلام غلام تو کامل دیت ہاتھ کی پہلے اور دوسرے پر لازم ہوگی اور جان کی دیت ولی کی مددگار برادری پر تین سال میں واجب ہوگی۔ تین آدمیوں نے عداقت کر کے کی گواہی دی اور حکم کے بعد ولی نے قاتل کا ایک ہاتھ قطع کیا پھر ایک گواہ نے رجوع کیا اور ولی نے اسکا پائون کاٹ دیا پھر دوسرے گواہ نے رجوع کیا تو عامرہ روایات کے موافق قصاص باطل ہو گیا۔ پس اگر دونوں زخون سے اچھا ہو گیا تو پہلے چوتھائی دیت اور دوسرے پر چوتھائی دیت اور آدھا جہان پائون کا واجب ہوگا پس اگر تیسرا گواہ غلام ہو تو پائون کی دیت ولی پر ہوگی اور اگر دونوں زخون سے مر گیا تو تیسرا گواہ غلام ہو تو دونوں پر آدمی دیت اور آدمی ولی کی مددگار برادری پر ہوگی۔ پس اگر تیسرے نے رجوع کیا اور اسکا غلام ہونا معلوم نہوا پس اگر دونوں زخون سے اچھا ہو گیا تو ہاتھ کی دیت سب پر تین حصہ ہر حصہ پر تقسیم ہوگی اور پائون کی دیت دوسرے اور تیسرے پر دو حصہ کو کے تقسیم ہوگی اور اگر مر گیا تو دیت سب پر تین حصہ ہر حصہ پر تقسیم ہوگی یہ جو بیٹری میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسے میرے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور وہ اس زخم سے مر گیا اور گواہ لایا جنھوں نے گواہی دی کہ اسے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور اس زخم سے مر گیا ہے گواہی نہیں دی اور وہ دوسرے کو گواہ لایا کہ جنھوں نے ہاتھ کے زخم سے مر جانے کی گواہی دی اور ہاتھ کاٹنے کی گواہی نہیں دی پس قاضی نے اسکی مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے گواہوں

قادی ہند کے کتاب اور جہانگیر جہانگیر جہانگیر

نے ہی خاکہ رجم کیا تو پوری دیت کے ضامن ہو گئے پھر اگر موت کے گواہوں نے رجم کیا تو ہاتھ کاٹنے کے گواہ  
 آنسے واپس لینے اسی طرح اگر ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے جو پیر سے میری انگلی کاٹ دی خطا سے اور میرا ہاتھ  
 شل ہو گیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی دو گواہ اس امر کے لایا کہ اسے انگلی کاٹی مگر شل ہو جانے کی گواہی نہ دی  
 پھر دو گواہ لایا کہ انھوں نے انگلی کٹنے سے شل ہوئی گواہی دی پس قاضی نے انگلی کاٹنے والے کی مدعا برابری پر ہاتھ  
 کی دیت دینے کا حکم کیا پھر انگلی کاٹنے کے گواہوں نے رجم کیا تو وہ تمام جرمانہ کف کے ضامن ہو گئے پھر اگر شل ہونے  
 کے گواہوں نے رجم کیا تو پہلے گواہ ان گواہوں سے تمام جرمانہ واپس لینے سوائے ایک انگلی کے جرمانہ کے کہ وہ قاضی  
 انھیں پر رہیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہی گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص کے غلام نے خطا سے ایک شخص کو قتل کیا ہی اور دوسرے  
 دو گواہوں نے اس غلام کے آزاد کر دینے کی گواہی دی خواہ دونوں گواہان معاذین یا قتل کی پہلے گذری اور حکم معاذ  
 ہوا یا قتل کا پہلے ہوا پھر گواہوں نے رجم کیا تو قتل کے گواہ اسکی ہزار درم قیمت کے ضامن ہو گئے اور آزاد دی کے  
 گواہ دس ہزار درم قیمت کے اور نو ہزار دیت کی ضمان دینگے پس اگر پہلے آزاد دی کے گواہ گذرے اور حکم ہو گیا پھر دوسرے  
 گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے آزاد ہونے سے پہلے قتل کیا ہی اور مالک اسکو جانتا ہی پھر گواہوں نے رجم کیا تو آزاد دی  
 کے گواہ انگلی قیمت کے ضامن ہو گئے اور قتل کے گواہ دس ہزار کے ضامن ہو گئے کذا فی الکافی۔ اگر عتیق مطلق کی گواہی دی  
 مثلاً یوں کہا کہ اسکے غلام نے زید کے ولی کو کل سے پہلے قتل کیا ہی اور وہ جانتا ہی اور غلام کی قیمت ہزار درم ہے لہذا وہ  
 نے گواہی دی کہ اس شخص نے کل کہا تھا کہ اگر میرا غلام گھر میں داخل ہوا تو وہ آزاد دی اور تیسرے فریق نے گواہی دی کہ اسکا  
 غلام آج گھر میں داخل ہوا پس قاضی نے حکم دیدیا پھر گواہوں نے رجم کیا تو قسم کے گواہ جرمانہ کے ضامن ہو گئے اور  
 جرم کے گواہ ہزار درم دینگے اور گھر میں داخل ہونے کے گواہوں پر کچھ ضمان نہیں رہی یہ بھی اسرخی میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ  
 اللہ تعالیٰ سے اطوار روایت ہو کہ دو گواہوں نے مثلاً زید کے اوپر یہ گواہی دی کہ اسے اس شخص بکر کے بیٹے کو قتل  
 کر ڈالا ہی اور انھیں دونوں گواہوں نے اسی زید پر یہ گواہی دی کہ اسے عمرو کے بیٹے کو بھی قتل کیا ہی اور دونوں مقتولین  
 کے باپ مدعی بن اور سوائے باپوں کے کوئی وارث بھی نہیں ہی پس قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور اس شخص کو دھنوں  
 کے باپوں نے قتل کیا پھر گواہوں نے ایک بیٹے کے قتل سے رجم کیا کہ اسکے بیٹے کو اس نے قتل نہیں کیا ہی  
 تو آدمی دیت کے ضامن ہو گئے اور اگر انھوں نے گواہی سے رجم نہ کیا بلکہ ایک بیٹا زخمی ہو جو ہوا تو مقتول کے  
 ولی کو اختیار رہی کہ چاہے گواہوں سے نصف دیت لیوے اور چاہے اس لڑکے کے باپ سے بیوی سے جو زندہ نظر آیا اور  
 اگر دونوں لڑکے ایک ہی شخص کے ہوں اور قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور باپ نے دونوں بیٹوں کے عوض زید کو  
 قتل کیا پھر گواہوں نے ایک بیٹے کے قتل کرنے سے رجم کیا تو دونوں پر کچھ ضمان نہ ہوگی کذا فی الحیاء  
 و سوال باب گواہی پر گواہی دیکر رجم کرنے کے بیان میں۔ امام محمد رحمہ نے اصل میں فرمایا کہ اگر دو گواہوں  
 نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پھر اصول و فروع دونوں گواہوں نے رجم کیا تو امام اعظم رحمہ و امام  
 ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اصول پر ضمان نہیں ہی صرف فروع پر ضمان ہی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مشہود علیہ کو اختیار  
 ہی چاہے اصول سے ضمان لے یا فروع سے کذا فی الذخیرہ پس اگر اسے فروع سے ضمان لی تو فروع اپنے اصل سے  
 نہیں لے سکتے ہیں اور اگر اصول سے لی تو وہ فروع سے نہیں لے سکتے ہیں یہ بھی میں لکھا ہی اور اگر فقہان فروع نے رجم کیا



تو بالاتفاق انھیں پر ضمان لازم ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر فروغ گواہوں نے کہا کہ اصل گواہوں نے جھوٹ کہا یا گواہی میں غلط کیا تو اس طرف التفت نہ کیا جائیگا اور اگر فروغ گواہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی سے رجوع کیا اور اصل گواہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی میں غلط کیا تو فروغ گواہوں پر ضمان لازم ہوگی یہ تانا بانہ میں ہی۔ اگر فروغ گواہوں نے کافی سے کہا کہ اصل گواہوں نے ہم کو اپنی اس گواہی پر گواہ کیا تھا ولیکن ان دونوں نے اس گواہی سے رجوع کیا ہی یا یوں بیان کیا کہ ان دونوں نے ہم کو اس امر کی خبر دی تھی کہ ہم نے اپنی اس گواہی سے رجوع کیا تو فروغ پر کچھ ضمان نہ ہوگی یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔ اور اگر اصول نے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے فروغ کو اپنی گواہی پر گواہ نہیں کیا تھا تو بالاجماع اصول پر ضمان نہ ہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہم نے انکو غلطی سے گواہ کیا تھا یا ہم نے اس سے رجوع کیا تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہی جواب ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اس صورت میں ضمان ہوگئے یہ منابہ میں لکھا ہے۔ اگرچہ شخصوں کی گواہی پر دو شخصوں نے گواہی دی اور دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور حق ایک ہی ہو اور حکم ہو گیا پھر سب نے رجوع کیا تو پھر کے گواہوں پر دو تہائی اور دوسرے گواہوں پر ایک تہائی امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ دونوں فریق آدھے آدھے کے ضمان ہو گئے یہ بسوط میں ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ دو گواہوں نے دو شخصوں کی گواہی پر اور پھر گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا تو بالاجماع بعد رجوع کرنے کے دونوں فریق پر نصف نصف ضمان ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر ایک شخص پر ہزار درہم کی گواہی دی اور دوسرے دو گواہوں نے ایک گواہ کی گواہی پر بیسہ زین ہزار کی گواہی دی اور قاضی نے وہ دونوں گواہوں پر حکم دیدیا پھر پہلے فریق کے ایک گواہ نے اور دوسرے فریق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو پہلے والے پر ایک چوتھائی اور دوسرے والے پر ایک آٹھواں حصہ ضمان لازم ہوگی اور اگر فقط پہلے والے ایک نے رجوع کیا تھا سپر ایک چوتھائی ضمان ہوگی اور اگر ایک پہلے والے کے ساتھ دونوں دوسروں نے رجوع کیا تو چوتھائی مال پہلے والے پر اور ایک چوتھائی دوسرے دونوں پر لازم ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر ہر فریق نے دو دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پھر ایک نے پہلے فریق سے اور ایک نے دوسرے فریق سے رجوع کیا تو یا مع میں لکھا ہے کہ ایک چوتھائی اور نصف کے ضمان ہو گئے اور بسوط میں صرف نصف لکھا ہے اور صاحب یہ ہے کہ بسوط میں حکم قیاسی مذکور ہے اور یا مع میں حکم استھانی ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر تبدیل کرنے والوں نے تبدیل سے رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ضمان ہو گئے اور صاحبین رحمہ نے کہا کہ اگرچہ ضمان نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کذا فی المفصلات

گیا رھوان باب متفرقات کے بیان میں۔ اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کیا کہ اسے میرے نفقہ کے عوض دس درہم ہوا رہی پر صلح کی ہو اور شوہر نے کہا کہ میں نے پانچ درہم پر صلح کی ہے پس دو گواہوں نے دس درہم پر صلح کی گواہی دی اور قاضی نے حکم کر دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر ایسی عورت کا نفقہ المثل دس درہم یا اس سے زیادہ ہو گا تو پھر ضمان نہ ہوگی اور اگر کم ہو گا تو گذشتہ معینوں سے بعد زیادتی کے شوہر کو ضمان دینگے یہ بسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی نے شوہر پر عورت کا نفقہ کسی قدر ہوا رہی مقر کیا اور اس پر ایک سال گزر گیا پھر شوہر نے رجوع کیا تو اس کے مرد نے دس کو نفقہ سب ادا کر دیا ہے اور قاضی نے اس گواہی کو اٹھ کر رکھا پھر دونوں نے رجوع کیا تو

عورت کو اس نفقہ کی ضمانت دینگے اور ایسا ہی حکم والد اور ہر ذی رحم محرم کا ہی جسکے لیے قاضی نے کچھ نفقہ مقرر کر دیا ہو وہ یہ ذبیحہ میں لکھا ہو اگر کسی نے اپنی عورت کو قبل طہی کے طلاق دی اور اسکا منہ نہیں چھوڑا تھا پھر وہ گواہوں نے گواہی دی کہ شوہر نے شہرہ کے عوض اپنے غلام دینے پر صلح کر کے غلام عورت کو دیدیا اور اسے قبضہ کر لیا ہی اور عورت اس سے انکار کرتی ہے تو قاضی نے اس پر حکم دیدیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کو مال متعہ کی قیمت دینگے نہ غلام کی قیمت بخلاف اسکے اگر غلام دینے پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قبضہ کی گواہی نہ دی اور قاضی نے عورت کو غلام پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو غلام کی قیمت ڈال دینگے یہ جو طہین لکھا ہی ہے اگر یہ گواہی دی کہ اسنے عدا خون کرنے سے ہزار درم پر صلح کر لی ہے پھر رجوع کیا تو ضامن نہو گئے خواہ مدعی دمدعا علیہ میں سے کوئی منکر ہو اور اگر تین ہزار درم پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قاتل انکار کرتا ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو دیت سے زیادہ کے ضامن ہونگے اور ہر جگہ با دون انفس میں بھی یہی حکم ہے۔ مسوطین ہی اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے خطا کے خون سے یا خطا گویا سدا زخم سے کہ جسین جرمانہ واجب ہوتا ہو قاتل کو یا باج کو معاف کیا ہو اور قاضی نے گواہی مقبول کرنی پھر انھوں نے رجوع کیا تو دیت کے یا زخم کے جرمانہ کے ضامن ہونگے اور دیت تین برس میں ادا کرنی واجب ہوگی اور زخم کا جرمانہ اگر یا پچھو درم سے تہائی دیت تک ہو تو ایک سال میں ادا اس سے زیادہ دو تہائی تک دوسو سے سال میں واجب الادا ہی اور اگر یا پچھو درم سے کم ہو تو فی الحال ادا کرینگے اور اگر دیت ایسی ہو کہ فی الحال واجب ہوئی اور اسنے نہ وصول کی یہاں تک کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے معاف کر دیا ہی اور بری کر دینے کا حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو فی الحال ضامن ہونگے یہ حاوی میں لکھا ہی دو گواہوں نے مال کی گواہی دی پس قاضی نے مدعی علیہ کو صلح کی واسطے طلب کیا اور فطائش کی کہ صلح کر لیں پس کسی قدر اس مال پر صلح کر لی پھر ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دیا کہ قبضہ میں لکھا ہی۔ اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا غلام ہی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر مدعی نے کسی قدر مال پنا سکھا تا کہ دیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو مشہود علیہ کے واسطے کچھ ضمان نہ دینگے یہ مسوطین لکھا ہی۔ نوادر ابن سلعہ میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ دو گواہوں نے کسی غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہی یہ گواہی دی کہ یہ غلام اس مدعی کا ہی اور قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر مشہود علیہ نے وہ غلام مشہود سے سودینار کو خرید پھر گواہوں نے رجوع کیا پس اگر مشہود علیہ نے یہ قبضہ نہیں کی تھی کیا ہی گواہی حق ہی تو گواہوں سے سودینار وصول کر لیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اگر دو گواہوں نے ایک غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہی یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہی اور قاضی نے ٹکری کر دی اور قاضی نے اس سے انکار کر کے تہائی پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا اور قاضی نے اپنے قیمت کی ضمان واجب کی پس ہونا انھوں نے قیمت ادا کر دی تھی یا نہیں ادا کی تھی کہ مشہود نے وہ غلام مشہود علیہ کو پس کر دیا اور اسنے قبضہ کر لیا تو گواہ ضمانت سے بری ہو جائینگے اور اگر انھوں نے قیمت ادا کر دی ہے تو وہاں سے لے لیا پھر اگر یہہ کرنے والے نے یہہ پھیر لیا اور غلام پر قبضہ کر لیا تو مشہود علیہ قاتل کا مال گواہوں سے وہاں سے لے لیا۔ اگر مشہود علیہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وہ غلام وراثت میں پایا تو گواہ اس سے وہ مال قیمت جو انھوں نے قاتل دیا ہی وہاں سے لے لیا کہ انی الحادی ہی طہی اگر کسی دین یا عین کی گواہی دی اور مشہود علیہ کے واسطے حکم ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا پھر مشہود علیہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وراثت میں وہ چیز حاصل کی تو

قادر اس سے  
قادر اس سے  
قادر اس سے  
قادر اس سے

گواہ ضمانت سے بری ہو گئے کذا فی المحيط اسی طرح اگر غلام قتل کیا گیا اور مشہود لہ نے اسکی قیمت وصول کی اور مشہود علیہ نے اس سے میراث میں یہ قیمت یا اسکے مثل حاصل کی تو بھی یہی حکم ہو اسی طرح اگر مشہود علیہ کے ساتھ دوسرا وارث ہو مگر جس قدر مشہود علیہ کو میراث ملی ہو اس میں قیمت غلام کی وکلا ہو تو بھی ضمان سا قطع ہوگی یہ مادی میں لکھا ہے نوادوسی بن ابان میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہی اور ایک اس باندی کی لڑکی کا دعویٰ کیا کہ یہ دونوں میری باندیاں ہیں اور قابض نے اس سے انکار کیا کہ یہ باندی مدعی کی ہے یا یہ لڑکی اس باندی کی ہے پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ باندی مدعی کی ہے اور دوسرے دو گواہ لایا کہ یہ لڑکی اسی باندی کی ہے پس قاضی نے وہ باندی اور اسکی لڑکی مدعی کو دلا دی پھر باندی کے گواہوں نے رجوع کیا تو قاضی اسے باندی اور اسکی لڑکی کی قیمت ذاتہ دلو ایسا جیسا کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام تاجر کثیر المال ہو وہ غلام مر گیا اور اسے مال کثیر چھوڑا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا تھا اور تمام مال لینے کا قصہ کیا اور قابض نے انکار کیا کہ یہ غلام مدعی کا نہیں ہے اور دینے مال غلام کا ہے پس مدعی نے دو گواہ تنائے کہ یہ غلام مدعی کا ہی آئے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا اور بہت سے گواہ اس امر کے لایا کہ یہ مال اسی غلام کا ہے پس قاضی نے غلام اور مال کا حکم مدعی کے واسطے دیدیا پھر غلام کے گواہوں نے یعنی منھوں نے غلام مدعی کی ملک ہونے کی گواہی دی تو بھی رجوع کیا تو وہ لوگ اس مال کے بھی جو غلام کا تھا خامن ہو گئے پھر اگر ان گواہوں نے منھوں نے لڑکی کو باندی کی بیٹی ہونے کی گواہی دی تو بھی رجوع کیا تو باندی کے گواہ اسے بھی کہ باندی کے گواہ اسے بھی کہ باندی کے قبضہ میں ہی ابی ملک ہوئے کا دعویٰ کیا اور قاضی نے وہ باندی اسکو دلا دی اور باندی کی ایک لڑکی مدعا علیہ کے پاس تھی کہ اسکا حال قاضی کو معلوم نہ تھا پھر مدعی نے اس امر کے گواہ تنائے کہ یہ باندی کی بیٹی ہے تو قاضی اسکو بھی دلا دیا پھر اگر اسے بعد باندی کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ لوگ باہمی اور اسکی بیٹی کی قیمت کے خامن ہو گئے یہ خط میں جو ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہی پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ زید کا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دو گواہوں نے زید پر گواہی دی کہ یہ عمرو کا ہے اور قاضی نے اسکی ڈگری کر دی پھر دو گواہوں نے عمرو پر گواہی دی کہ یہ غلام بکر کا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہر فریق مشہود علیہ کو غلام کی پوری قیمت ادا کر چکی یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے ہزار درم کو ایک گھر خریدا وہی اسکی قیمت ہوا ورٹین ادا کر دیا پھر دو گواہوں نے زید کی طرف سے یہ گواہی دی کہ چونکہ اسکا گھر اس گھر سے ملا ہوا ہے اس واسطے زید اس کا شائع ہو اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو آپر ضمان منوگی اور اگر شتر سی نے اس میں کچھ عمارت بنائی تھی اور قاضی نے اس کے توڑ دینے کا حکم کیا تو وقت رجوع کرنے کے گواہ اس عمارت کی قیمت کے خامن ہو گئے اور اگر عمارت تھکے گواہوں کی ہوگی یہ مادی میں لکھا ہے متقی میں ہے کہ دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس مدعی کے واسطے ہزار درم قرض کا کل کے روز اقرار کیا ہے اور قاضی کے حکم سے مدعی نے اسکو وصول کر لیا پھر دونوں نے رجوع کیا پھر جب قاضی نے اسے ضمان لینے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم گواہ لاتے ہیں کہ مدعا علیہ نے ایک سال سے اس قرضہ کا اقرار کیا ہے تو قبول منوگی اور گواہین درمون کی ضمان دینگے اور اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے ایک مہینہ سے اپنا غلام آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے نے ایک سال سے آزاد کر دینے کے اقرار کی گواہی دی اور قاضی نے غلام کی آزاد دی کا حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پھر جب اسے غلام کی قیمت کی

یعنی متفرقات میں  
ہندو کتاب الرجوع  
باب ہندم متفرقات  
قواعدی ہندو کتاب  
الرجوع باب ہندم  
متفرقات

ضمان لینا چاہی تو انھوں نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ لاتے ہیں کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام دس برس سے آزاد کر دیا ہے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ استحصانا مقبول ہوگی یہ فیض میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو اس واسطے اپنا وکیل کیا ہے کہ یہ اس سے میرا فرض وصول کرے اور زیادہ اس کے قرضدار ہونے کا اقرار کرتا ہے پس قاضی نے وکیل کی مگر گری کر دی اور اس نے وصول کرنے تلف کیا پھر موکل حاضر ہوا اور اس نے وکالت سے انکار کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو اپنے ضمانت ہو گئی اور وکیل اس مال کا ضامن ہو گا اسی طرح اگر وکیلیت وصول کرنے یا گریہ یا میراث وغیرہ وصول کرنے کے وکیل کرنے کی گواہی دی اور یہ صورت واقع ہوئی تب بھی یہی حکم ہے یہ گواہی میں لکھا ہے۔ اگر ایک ذمی کی طرف سے دوسرے ذمی پر دو فیوض نے مال یا شراب یا سور کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہی سے رجوع کیا تو مال کے مثل کے اور سور کی قیمت کے ضامن اور شراب کی مثل کے ضامن ہونگے اور اگر دو لوگ گواہ مسلمان ہوئے پھر رجوع کیا تو سور کی قیمت کے ضامن ہونگے اور شراب میں اختلاف ہو امام محمد رحمہ کے نزدیک اس کی قیمت دینے کے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک کچھ نہ دینے کے اور اگر گواہ مسلمان نہ ہوئے بلکہ مشرک و علیہ مسلمان ہو تو بعد رجوع کرنے کے سور کی قیمت دینے کے اور شراب کے ضامن نہ ہونگے یہ بسوٹ میں لکھا ہے۔ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو یہ کہا تھا کہ اگر تو گھر میں گھسا تو تو آزاد ہو یا اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں گھسی تو تجھے طلاق ہو اور وہ عورت ایسی ہے کہ ہنوز اس سے وطو نہیں کی اور دو برسے دو گواہوں نے شرط پائی جانے کی گواہی دی پھر حکم ہونے کے بعد گواہوں نے رجوع کیا تو پہلے فسخ پر ضمان لازم ہوگی یعنی غلام کی قیمت یا آدھا مہر اور وجود شرط کے گواہوں پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فقط شرط پائی جانے کے گواہوں نے رجوع کیا تو صحیح یہ ہے کہ کسی حال میں اسے ضمان نہ لیجائیگی اور اگر دو لوگ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مرد نے اپنی عورت کے ہاتھ میں طلاق دینا تفویض کیا یا غلام کے ہاتھ میں آزاد کر لینا پھر دوسرے دو گواہوں نے عورت کے اپنے تئیں طلاق دے دینے یا غلام کے آزاد کر لینے کی گواہی دی تو یہ تفویض بھی بمنزلہ شرط کے ہے یعنی اس کے وجود کے گواہوں کا بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر غلام کے تئیں یہ حکم دیا کہ تو اپنا آزاد کرنا کسی شرط پر مطلق کرے اس کی گواہی دی اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مطلق کر دیا اور دوسرے فریق نے شرط پائی جانے کی گواہی دی تو تعلیق کے گواہوں پر ضمان لازم ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے محسن ہونے کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضامن نہ ہونگے یہ ہمارے نزدیک ہر گز کافی الکافی

## کتاب الوکالت

اس میں چند ابواب ہیں

پہلا باب وکالت کے شرعی معنی اور اسکے رکن اور شرط و الفاظ و حکم و صفت کے بیان میں۔ وکالت شرعی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کسی تصرف معلومہ کے واسطے بجائے اپنے قائم کرے اور اگر تصرف معلوم نہ ہو تو وکیل کو کوئی تصرف یعنی حفاظت ثابت ہو جائے گی اور بسوٹ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے





کسی کے وکیل کیا گیا تو مکاتب کتدہ کے حصہ میں ہائز ہرچر اگر دوسرے نے بھی اسکو مکاتب کر دیا تو استحساناً دونوں حصوں میں جائز ہی اور اگر دونوں کا مکاتب ہو اور کسی معاملہ میں وکیل کیا گیا پھر ایک حصہ سے عاجز ہوا اور اس کام کو کیا تو دونوں حصوں میں جائز ہی کذا فی الکافی اگر دو حصوں کا مکاتب ہو اور اسکو ایک نے دوسرے سے اپنا قرضہ وصول کر لینے کے واسطے وکیل کیا کسی غیر سے قرضہ وصول کرنے یا دوسرے کے ہاتھ خرید و فروخت یا غبر کے ہاتھ خرید و فروخت کر لیا وکیل کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اس مکاتب کو ایک نے اپنا غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے یا غیر کے ہاتھ فروخت کرنے یا دوسرے شخص یا غیر کے اوپر مالش کر لیا وکیل کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر مکاتب اور اس کے دونوں مولیٰ کے درمیان خصوصیت ہو اور اسے دونوں میں سے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس معاملہ میں یا خرید و فروخت میں وکیل کیا تو جائز ہے کہ جائز ہو کذا فی المبسوط مرتد کا وکیل کرنا موقوف رہنا ہے اگر پھر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہوگا ورنہ اگر قتل ہو یا امر لیا دار الحرب میں جا ملا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے بجز الراتی میں لکھا ہے اگر مرتد دار الحرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر پھر آیا پس اگر قاضی نے اس کے دار الحرب میں جانٹے کا حکم جاری کر دیا تھا تو اسکو وکیل و کالت سے مکمل کیا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے وہ آگیا تو وکیل اپنی دکالت پر باقی رہے گا یہ ہادی میں ہے۔ اگر دار الحرب میں ایک مرتد نے کسی کو اپنا مال کہ جو دار السلام میں ہی فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز نہیں ہے کذا فی المبسوط ولیکن مرتدہ عورت کا اس طرح وکیل کرنا بالاجماع جائز ہے یہ سراج الوماج میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر اس عورت نے مرتد ہونے سے پہلے وکیل کیا تو بعد مرتد ہونے کے وکالت باقی رہے گی ولیکن اگر اس نے مرتد ہونے کی حالت میں اپنے نکاح کر دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو باطل ہے حتیٰ کہ اگر وکیل نے مرتد ہونے کی حالت میں اس کا نکاح کر دیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر نکاح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوئی پھر اسکا نکاح کیا تو جائز ہی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت نے جائز اسلام میں کسی کو نکاح کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر مرتد ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر اسے نکاح کر دیا تو جائز نہیں ہے۔ مابقی میں لکھا ہے۔ اور ذمی کی طرف سے وکیل کرنا مثل مسلمان کے جائز ہی کذا فی البدائع۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ جو شراب اسکی غلام ذمی پر قرض ہی اسکو وصول کرے تو مسلمان کو وصول کر لینا مکروہ ہے وہاں ہمہ اگر اس نے وصول کر لی تو قرضدار بری ہو جائیگا کذا فی النہای۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ کوئی چیز جو شراب کے ذمی پاس زہن کر دے یا شراب کو جو قرض درمون کے بہن کر دے پس اگر وکیل نے بطور اطمینان کے مرتد کو خبر دی اور عقد بہن موکل کی طرف سے ہوا تو صحیح ہے اور اگر اپنی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مجھے قرض دے تو جائز نہیں اور بہن نہ ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر یا پ نے کسی کو اپنے نابالغ لڑکے کی کوئی چیز خرید یا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا یا خصوصیت میں وکیل کیا تو جائز ہی اور باپ کا ذمی اس معاملہ میں بمنزلة باپ کے ہے یہ محیط میں ہے۔ یتیم کا وصى یتیم کے معاملات میں جو کام خود کر سکتا ہو اس میں اسکو دوسرے کا وکیل کرنا درست ہے کذا فی السراج یہ پس اگر یتیم کے ووصی تھے اور ہر ایک نے کسی معاملہ میں لکھا ہے وکیل کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہر وکیل بجائے اپنے موکل کے قائم ہوگا سوائے کئی کی چند چیزوں کے کہ ان میں ایسا نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ بجز شرطوں کے بعضی وکیل کی طرف راجع ہوتی ہیں پس وکیل کا قتل ہونا شرط ہے اور اسی وجہ سے نجون یا لڑکے یا بچہ کا وکیل ہونا صحیح نہیں ہے اور نابالغ اور آزاد ہونا وکالت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے پس عاقل لڑکے اور غلام کا وکیل ہونا خواہ دونوں ماذون ہوں یا مجبور ہوں صحیح ہے یہ ہادی میں

ترجمہ ناولی مالگیری ہلدیوم حصہ اول  
نمای ہندی کتابہ کالت باب اول تفسیر و تامل  
کسی کے وکیل کیا گیا تو مکاتب کتدہ کے حصہ میں ہائز ہرچر اگر دوسرے نے بھی اسکو مکاتب کر دیا تو استحساناً دونوں حصوں میں جائز ہی اور اگر دونوں کا مکاتب ہو اور کسی معاملہ میں وکیل کیا گیا پھر ایک حصہ سے عاجز ہوا اور اس کام کو کیا تو دونوں حصوں میں جائز ہی کذا فی الکافی اگر دو حصوں کا مکاتب ہو اور اسکو ایک نے دوسرے سے اپنا قرضہ وصول کر لینے کے واسطے وکیل کیا کسی غیر سے قرضہ وصول کرنے یا دوسرے کے ہاتھ خرید و فروخت یا غبر کے ہاتھ خرید و فروخت کر لیا وکیل کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اس مکاتب کو ایک نے اپنا غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے یا غیر کے ہاتھ فروخت کرنے یا دوسرے شخص یا غیر کے اوپر مالش کر لیا وکیل کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر مکاتب اور اس کے دونوں مولیٰ کے درمیان خصوصیت ہو اور اسے دونوں میں سے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس معاملہ میں یا خرید و فروخت میں وکیل کیا تو جائز ہے کہ جائز ہو کذا فی المبسوط مرتد کا وکیل کرنا موقوف رہنا ہے اگر پھر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہوگا ورنہ اگر قتل ہو یا امر لیا دار الحرب میں جا ملا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے بجز الراتی میں لکھا ہے اگر مرتد دار الحرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر پھر آیا پس اگر قاضی نے اس کے دار الحرب میں جانٹے کا حکم جاری کر دیا تھا تو اسکو وکیل و کالت سے مکمل کیا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے وہ آگیا تو وکیل اپنی دکالت پر باقی رہے گا یہ ہادی میں ہے۔ اگر دار الحرب میں ایک مرتد نے کسی کو اپنا مال کہ جو دار السلام میں ہی فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز نہیں ہے کذا فی المبسوط ولیکن مرتدہ عورت کا اس طرح وکیل کرنا بالاجماع جائز ہے یہ سراج الوماج میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر اس عورت نے مرتد ہونے سے پہلے وکیل کیا تو بعد مرتد ہونے کے وکالت باقی رہے گی ولیکن اگر اس نے مرتد ہونے کی حالت میں اپنے نکاح کر دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو باطل ہے حتیٰ کہ اگر وکیل نے مرتد ہونے کی حالت میں اس کا نکاح کر دیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر نکاح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوئی پھر اسکا نکاح کیا تو جائز ہی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت نے جائز اسلام میں کسی کو نکاح کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر مرتد ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر اسے نکاح کر دیا تو جائز نہیں ہے۔ مابقی میں لکھا ہے۔ اور ذمی کی طرف سے وکیل کرنا مثل مسلمان کے جائز ہی کذا فی البدائع۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ جو شراب اسکی غلام ذمی پر قرض ہی اسکو وصول کرے تو مسلمان کو وصول کر لینا مکروہ ہے وہاں ہمہ اگر اس نے وصول کر لی تو قرضدار بری ہو جائیگا کذا فی النہای۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ کوئی چیز جو شراب کے ذمی پاس زہن کر دے یا شراب کو جو قرض درمون کے بہن کر دے پس اگر وکیل نے بطور اطمینان کے مرتد کو خبر دی اور عقد بہن موکل کی طرف سے ہوا تو صحیح ہے اور اگر اپنی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مجھے قرض دے تو جائز نہیں اور بہن نہ ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر یا پ نے کسی کو اپنے نابالغ لڑکے کی کوئی چیز خرید یا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا یا خصوصیت میں وکیل کیا تو جائز ہی اور باپ کا ذمی اس معاملہ میں بمنزلة باپ کے ہے یہ محیط میں ہے۔ یتیم کا وصى یتیم کے معاملات میں جو کام خود کر سکتا ہو اس میں اسکو دوسرے کا وکیل کرنا درست ہے کذا فی السراج یہ پس اگر یتیم کے ووصی تھے اور ہر ایک نے کسی معاملہ میں لکھا ہے وکیل کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہر وکیل بجائے اپنے موکل کے قائم ہوگا سوائے کئی کی چند چیزوں کے کہ ان میں ایسا نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ بجز شرطوں کے بعضی وکیل کی طرف راجع ہوتی ہیں پس وکیل کا قتل ہونا شرط ہے اور اسی وجہ سے نجون یا لڑکے یا بچہ کا وکیل ہونا صحیح نہیں ہے اور نابالغ اور آزاد ہونا وکالت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے پس عاقل لڑکے اور غلام کا وکیل ہونا خواہ دونوں ماذون ہوں یا مجبور ہوں صحیح ہے یہ ہادی میں

لکھا ہے اگر کسی لڑکے یا غلام کو اپنا غلام مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے یا نکالتے کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے  
یہ بسوط میں لکھا ہے اگر وکیل کی عقل شراب میں کی وجہ سے مختلط ہو گئی مگر وہ نہ بیدار اور قبضہ کرنا یا تار یا تو وکیل باقی  
ہو گیا اور اگر رنگ پینے کی وجہ سے اختلاط عقل ہو گیا تو اسکی وکالت بمنزلة اموتہ کے جائز نہ ہوگی یہ خزائنہ المفتیین میں  
لکھا ہے وکیل کافی اچھا علم ہو بلا خلاف شرط یہ خواہ وکیل کو ہو یا اس شخص جس سے معاملہ کرنا ہے یہاں تک کہ اگر ایک  
شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے وہ غلام کسی کے ہاتھ اپنے جاننے یا اس شخص نے وکیل کے  
علم ہونے سے پہلے فروخت کیا تو بیع جائز نہ ہوگی تا وقتیکہ موکل اس بیع کی اجازت نہ دے یا وکیل بعد علم کے اجازت نہ دے  
لیکن علی الخصوص وکیل کو وکیل کا علم ہونا پس زیادات میں لکھا ہے کہ شرط یہ ہے کہ شرط نہیں ہے یہ بدائع میں  
ہو اگر کسی شخص نے کہا کہ میرا یہ کپڑا فلاں شخص کے پاس بیجا مانا کہ وہ فروخت کر دے یا فلاں شخص کے پاس چنانکہ میرے ہاتھ  
وہ شخص میرا کپڑا جو اسکے پاس ہے فروخت کر دے تو یہ جائز نہیں اگر مخاطب نے اس شخص کو مالک کے اس کہنے سے آگاہ  
کیا تو بیع جائز ہے یہ ایک ہی روایت ہے اور اگر آگاہ نہ کیا تو مابین دور و مابین آئی میں اور اگر کہا کہ یہ کپڑا کنڈی کرنے والے  
کے پاس بیجا مانا کہ وہ کنڈی کر دے یا درزی کے پاس بیجا مانا کہ وہ قمیص سی دے تو یہ قول اسکا کنڈی کرنے والے اور درزی  
کو اجازت ہے پس ہر ایک اپنا کام کرنے کے بعد ضامن ہو گا یہ بسوط میں لکھا ہے اگر اپنے غلام سے کہا کہ فلاں شخص کے  
پاس جانا کہ تجھ کو آزاد کر دے یا تجھ کو نکالتے کر دے پس اس شخص نے اسکو آزاد کیا تو جائز ہے اور فلاں شخص آزاد کرنے کا  
وکیل ہو جائیگا خواہ اسکو علم ہوا ہو یا نہ ہوا یہ ذخیرو محیط میں ہے اسی طرح اگر اپنی عورت سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس  
جا کہ وہ تجھ کو طلاق دیدے پس فلاں نے اسکو طلاق دیدی اور بابتانہ تھا تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ محیط سخی میں لکھا  
ہو وکیل کا وکالت سے واقع ہونا وکالت کا کام کرنے کے واسطے شرط یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو اپنا  
غلام فروخت کرنے یا اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل بابتانہ تھا اور اس نے بیع کی یا طلاق ہی  
تو وہ فلاں جائز نہیں میں اسلامی ام مخرج نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے یہ محیط و ذخیرو میں لکھا ہے اگر کسی کو وکیل کیا تو  
ہاتے سے پہلے وہ شخص وکیل ہو جائیگا اور یہی مختار ہے جو اہل ظاہری میں لکھا ہے اگر مسلمان نے کسی حربی کو جو دار الحرب میں ہے  
وکیل کیا اور مسلمان دارالاسلام میں ہو تو وکالت باطل ہے اسی طرح اگر حربی نے جو دار الحرب میں ہے کسی مسلمان کو جو دارالاسلام  
میں ہے وکیل کیا تو باطل ہے اور اگر حربی نے کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کو اپنے قرضہ کے قلعے کے واسطے جو اسکا دارالاسلام میں  
ہو وکیل کیا اور اس پر وہ گواہ مسلمان کر لیے پس اسکا وکیل دار الحرب سے اس کام کے واسطے نکلا تو جائز ہے اسی طرح اگر خرید و فروخت  
یا وراثت وصول کرنے یا اسکے مانند کاموں کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مسلمان یا ذمی نے کسی حربی کو  
جو ان لیکر آیا ہو خرید و فروخت یا مالش وغیرہ میں وکیل کیا تو جائز ہے اور جب وہ حربی دار الحرب میں ہا طلاق لکھی وکالت  
باطل ہو گئی کذا نے الحاموی اور اگر مسلم نے مرتد کو وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر وکیل ہونے کے وقت مسلمان ہو چکے مرتد  
ہو گیا تو بھی وکیل باقی ہے لیکن اگر دار الحرب میں ہا طلاق وکالت باطل ہو گئی یہ ہائع میں لکھا ہے۔ نوادر ابن ساعہ میں  
نام ابو سعید رحم سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے کسی غلام کو جو اس نے مال مضارب سے خرید تھا کسی کے ہاتھ  
فروخت کر دیا پھر مشتری نے رب المال کو اس پر قرضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر مشتری نے  
مال کے خرید کو قرضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وہ اسکا مالک نہ ہو یا شریک مالک نہ ہو تو قرضہ کا وکیل کیا اور وہ غلام

مسلک  
قادی ہندی  
کتاب  
باب اول  
فی تہذیب  
و تہذیب  
ترجمہ فارسی  
ماہنامہ ہندی  
و ہندوستان

مسلک

دونوں کی تجارت میں سے ہی تو بھی جائز نہیں ہوا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ بن لوگوں کا یہ غلام چنانچہ جائز ہے کہ قبضہ کے واسطے وکیل ہونا مشتری کی طرف سے جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہو اگر مستامن نے دوسرے مستامن کو کسی خصوصیت میں وکیل کیا اور خود دار الحرب میں چلا گیا اور وکیل میں خصوصیت میں رہا پس اگر وہ وکیل حربی کی طرف سے حق کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول ہوا اور اگر وہ حربی مدعا علیہ ہو تو قیاس چاہتا ہے کہ اس کے دار الحرب میں جانے سے وکالت منقطع ہو جائیگی اور اسی قیاس کو ہم لیتے ہیں اور اگر مستامن نے کسی ذمی کو اپنا اسباب فروخت کرنے یا قرض کا قضا کرنے کے واسطے سوائے خصوصیت کے وکیل کیا پھر خود دار الحرب میں چلا گیا تو جائز ہے یہ بسوط میں ہے اور منجملہ شرطوں کے وہ شرطین ہیں جو موکل کی طرف یعنی اس چیز کی طرف جس کے واسطے وکیل کیا ہو راجع ہوتی ہیں واضح ہو کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک حق اللہ دوسرے حق العبد پھر حق اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ عین دعویٰ شرط ہے جیسے صدقہ و صدقہ سرقہ پس اس قسم کے اثبات کے واسطے امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک وکیل کرنا جائز ہے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس قسم کے استیفاء یعنی پورا لے لینے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ موکل حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہے اور دوسری قسم میں عین دعویٰ شرط نہیں ہے جیسے حدنا اور حد شراب خاری پس اس قسم کے اثبات کرنے یا استیفاء کے واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہے پھر واضح ہو کہ اختلاف صرف مد کے ثابت کرنے میں ہے اور اس مال کے ثابت کرنے میں جو چوری میں گیا ہو تو اس میں وکیل بالاجماع مقبول ہے یہ سراج الوباح میں ہے حقوق العباد کی دو قسمیں ہیں ایک جسکا استیفاء باوجود شبہ کے جائز نہیں ہے جیسے قصاص تو اس کے اثبات کے واسطے وکیل کرنا امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اس کے استیفاء کے واسطے وکیل کرنا اگر ولی حاضر ہو تو جائز ہے اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہے دوسری قسم وہ کہ جسکا استیفاء باوجود شبہ کے جائز ہے جیسے قرضے و مال معین و باقی حقوق تو ان حقوق کے اثبات میں سوائے قصاص کے ہر مدعے میں وکیل کرنا بلا خلاف جائز ہے اور تعزیرات کے اثبات و استیفاء دونوں کے واسطے وکیل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور وکیل کو اختیار ہو کہ سزاے تعزیر پوری کر لے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو یہ بدائع میں لکھا ہے۔

فروخت و اجارہ اور طرح و ملاقی و مٹاق و قلع و مقلع و عاریت و بیع و ہبہ و صدقہ و ودیعت رکھنے و قبضہ و حقوق و خصوصیات اور تقاضا سے دیون اور ہر کرنے اور ہر نہ رکھنے ان سب کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے نہ فیرو میں لکھا ہے۔

مباحات میں وکیل کرنا جیسے گھاس لانا یا لکڑی یا پانی لانا یا کالوں سے جواہر نکالنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں ہے پس اگر وکیل کیا اور اس نے ان چیزوں میں سے کچھ حاصل کیا تو اسی کی روایہ ہی وکیل بیکسی ہو جائے قاضی خان۔ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہے اور کچھ وکیل قرض لیا اس میں موکل کی ملکیت ثابت نہ ہوگی لیکن اگر بلوچہ لٹی کے آئینہ یا مہو یا ناکہ فلاں شخص نے مجھے ترے پاس بھیجا ہے اس قدر قرض لکھا ہو تو البتہ قرض لیا اس میں موکل کی ملکیت ثابت ہوگی اور کچھ قرض لیا وہ وکیل کا ہو اسکو اختیار ہے کہ موکل کو نہ دے اور اگر تلف ہو جائے تو وکیل کا مال گنا کذا فی الکافی شفعہ طلب کرنے اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بخارہ اور ہبہ مانگنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح ہے بدائع میں لکھا ہے ہبہ کرنے کے وکیل کو ہبہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہے اور نہ یہ اختیار ہے کہ جسکے پاس ودیعت ہے اسکو وصول کرے یا مستعیر سے عاریت کی چیز لے لے یا قرضدار سے قرض وصول کرے یا حرمین سے ہر کی چیز وصول کرے اور اگر وہی مکان میں شخص کی طرف سے ہو جان چیزوں کو مالک سے پاتا ہو مثلاً ایک شخص نے وکیل کیا کہ یہ چیز فلاں شخص کے

فروخت و اجارہ اور طرح و ملاقی و مٹاق و قلع و مقلع و عاریت و بیع و ہبہ و صدقہ و ودیعت رکھنے و قبضہ و حقوق و خصوصیات اور تقاضا سے دیون اور ہر کرنے اور ہر نہ رکھنے ان سب کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے نہ فیرو میں لکھا ہے۔



پاس آئے قرضہ کے عوض رہن کر دے یا میرے لیے عاریت مانگے یا ہبہ مانگے تو وکیل کو چاہیے کہ ان صورتوں میں موکل کی طرف سے عاریت یا ہبہ وغیرہ طلب کرے کہ فلان شخص یعنی موکل تجھ سے یہ چیز عاریت مانگتا ہے یا ہبہ مانگتا ہے اور اگر اس نے اپنی طرف نسبت کر کے یوں کہا کہ یہ چیز مجھے عاریت دے یا ہبہ کر دے تو وکیل کی ہوگی اور موکل کی ملکیت نہیں ثابت ہوگی یہ سب سچے سچے موکل کے الفاظ وہ ہیں جو علی الاطلاق اسپر دال ہوں جیسے میں نے تجھ کو وکیل کیا یا خواہش کی یا پسند کیا یا راضی ہوا یا چاہا یا ارادہ کیا اور اگر یہ نہ کہہ سکے تو مجھے اپنی عورت کو طلاق دینے سے منع نہیں کرتا ہوں تو وکیل نہ ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ موافقت کر میری عورت کے طلاق دینے میں تو یہ وکیل اور مرد دونوں ہی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی سے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا غلام فروخت کرنے کی اجازت دی تو وکیل صحیح ہے وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ تو میرا وکیل ہو اس قرضہ کے وصول کرنے میں تو وکیل ہو جائیگا اسی طرح تو میرا زندگی میں وہی وکیل ہوگا کہ تو میرا وکیل ہو تو میرا وکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز میں وکیل ہو تو فقط مال کی حفاظت کرنے میں وکیل ہوگا اور یہی صحیح ہے اور تو میرا ہر چیز میں وکیل نہیں ہے یہی حکم لکھا ہے اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز میں وکیل ہو تو میرا تمام تصرفات مالیہ میں مثل خرید و فروخت و ہبہ و صدقہ کے وکیل ہو جائیگا اور متاق و طلاق و وقف میں وکیل ہو جائے میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ ان میں وکیل ہوگا مگر جبکہ سابق کلام وغیرہ اسپر دال ہوا اور اسی کو قصہ ابو اللیث نے لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے جمیع امور میں وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیری عورت کو طلاق دی اور تیری سب زمین وقف کر دی تو اس سے یہ کہہ جائز نہیں ہے اگر وکیل نے اپنا مال موکل کی عمارت میں صرف کیا اور اسکے ممال کو نفع میں دیا تو بعض نے کہا کہ وہ مال موکل سے لے سکتا ہے بشرطیکہ موکل نے اس سے کہا ہو کہ جو کرے جائز ہے خاصہ میں لکھا ہے کسی نے کہا کہ میں نے تجھے اپنے جمیع امور میں وکیل کیا اور بجائے اپنے قائم کیا تو یہ وکالت عامہ نہیں ہے اور اگر کہا کہ اپنے تمام امور میں جن میں وکالت جائز ہے وکیل کیا تو وکالت عام ہوگی بمع ذکا سب کو شامل ہے اور پہلی صورت میں جب عام وکالت نہ ہوگی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکے امور مختلف ہیں اور کوئی صلاحیت اسکی معیون نہیں ہے تو وکالت باطل ہے اور اگر کوئی تجارت اسکی معیون ہو تو یہ وکالت اسی معاملہ میں رکھی جائیگی ایک شخص کے چند غلام ہیں اسے ایک شخص سے کہا کہ میرے غلاموں کے معاملہ میں جو تو کرے جائز ہے پھر اس نے سب کو آزاد کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر سلطان نے کسی شخص پر اپنی عورت کے طلاق دینے کی واسطے وکیل کر لے میں زبردستی کی پس اس بیچارے نے کسی سے کہا کہ تو میرا وکیل ہو پھر وکیل نے اسکی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر نے کہا کہ میری مراد اس سے طلاق نہ تھی تو اسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی بھلا اسکے کہ اگر پہلے ہی کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا اور مراد میری اس سے طلاق دینا نہیں ہے کہ انکی محیط سب پر اپنی عورت سے کہا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو چکا ہے وہ کہیں عورت نے کہا کہ اگر میں تیری طرف سے وکیل ہوں تو میں نے اپنے تین تین طلاق دیکر الگ کیا پس شوہر نے کہا کہ میری مراد اس سے طلاق نہ تھی پس اگر پہلے کوئی بات ایسی نہ ہوئی کہ جسکا یہ جواب ہو سکے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور اسکی قسم پر عورت کو اسکی تصدیق کرنی جائز ہے اور اگر پہلے کوئی ایسی بات ہو چکی ہو تو ایک طلاق بھی نہیں لگی اگر وہ عورت مدخولہ ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ ایک طلاق جب نہ ہوگی کہ پہلے کلام سے تین طلاق مراد ہو سکتی ہوں اور یہ مما جہن رحمہ کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد ہو سکتی ہوں تو کوئی طلاق نہ ہوگی اور اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد ہو سکتی ہوں

کام کی طرف اشارہ  
میں نے جواب دیا  
یہ سب سچے سچے

تو بالائین تین طلاق واقع ہو گئی: ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک زانیہ عورت سے کہا کہ میں تیرے شوہر سے خلع کرادوں اُسے کہا کہ تو جان۔ یا یوں کہا کہ میں فلا نے سے تیرا طلاق کرادوں یا کسی سے کہا کہ تیرا اسباب فلان کے ہاتھ فروخت کردوں اُسے کہا کہ تو جان تو یہ قول اجازت اور منع اور نکاح اور بیع کی توکیل پر ہے جو اہر اخلاقی میں ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ مال نے اور جو کچھ مصلحت دیکھ وہ تو کر تو یہ توکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ مصلحت ہو وہ کرنا ہی تو یہ توکیل ہی ہے مال بضاعت بدینے وغیرہ کا فسخ ہو گا یہ وجہ کر دہی میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے غصہ میں کہا کہ ان کرتی کرتی ہوں مرد نے کہا کہ تو کیا کر سکتی ہو عورت نے کہا کہ تیری اجازت سے کرتی ہوں اور مرد نے کہا کہ اچھا اگر میں عورت نے کہا کہ میں نے تین طلاق اپنے کو دین تو عورت کو طلاق نہ ہو گی کیونکہ اس سے عرف میں طلاق مراد نہیں ہوتی یہ بیعت میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہزار دم کو ایک باندی خرید یا کہا ایک باندی خرید تو کوکیل نہ ہو گا اور اگر کوکیل نہ ہو گا ایک باندی ہزار دم کو خرید اور تب تک اس کا دم پر ایک دم ملے گا تو یہ کوکیل ہو جائیگا اور اسکو اجرا مثل ملے گا مگر ایک دم سے زیادہ نہ ملے گا ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب قدر تجھے میرے سے کو میرے لیے ایک باندی خرید تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک توکیل صحیح نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ جب قدر میرے سے کو میرے لیے اسکی باندی یا فلان شخص کی باندی خرید تو کوکیل ہے بالاتفاق اسی طرح اگر کہا کہ جو میرا بھتیجہ ہے وہ فلان چیز کی بیعت سلم میں دیدے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک توکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو میرا مال بھتیجہ ہے وہ اس طرح بیعت سلم میں فلان شخص کو دیدے تو بالاتفاق توکیل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے میرا غلام فروخت نہ کیا تو میری عورت کو طلاق ہے تو یہ شخص بیعت کا کوکیل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کام پر مسلط کیا تو بمثلہ اس کہنے کے ہو کہ میں نے تجھ کو کوکیل کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر دوکانوں کے مالک نے مثلاً کسی سے کہا کہ میں نے ان دوکانوں کا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اُسے دوکانیں کسی کو کرایہ پر دی تھیں تو کوکیل کو اجرت کے تھانے اور وصول کرنیکا اختیار ہو گا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اپنے فرضوں کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو بھی یہ اختیار ہے اور اگر کسی سے کہا کہ میں نے اپنے چوپاؤں اور ملکوں کا کام تیرے سپرد کیا تو کوکیل کو انکی حفاظت اور چرانے اور چارہ دینے اور روٹی دینے کا اختیار ہو گا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی عورت کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو اسکو طلاق دینے کا اختیار ہے مگر اسی مجلس میں فقط بخلاف اسکے اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنی عورت کے معاملہ کا مالک کیا تو اسی مجلس میں موقوف نہیں ہے بلکہ غیر مجلس میں بھی طلاق کا اختیار ہے یہ جو شرائط میں ہے۔ وکالت کا حکم ہے کہ جس چیز کے واسطے کوکیل کیا ہے اس میں کوکیل بجائے موکل کے ہے اور اس چیز کے ماضی لانے کے واسطے کوکیل نہیں ہو سکتا ہے لیکن اگر ولیعت دینے کے واسطے کوکیل کیا مثلاً کہا کہ یہ کپڑا فلان شخص کو دینا اور کوکیل نے قبول کیا پھر موکل غائب ہو گیا تو کوکیل پر جبر کیا جائیگا مگر ماضی کرے بہ محیط سخی میں ہے مگر اگر ناگزیر کیا کوکیل نے قبول کیا پھر آزاد کر دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر کیا جائیگا ماضی میں لکھا ہے۔ کوکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس امر میں وہ کوکیل ہوا ہے اس میں دوسرے کو کوکیل کرے لیکن اگر موکل نے اسکو مطلقاً اجازت دی یا اس میں کوکیل کیا ہے اس میں اختیار ہے ماضی میں ہے اگر قصودت میں کسی کو کوکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے کوکیل نے دوسرے کو کوکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا کوکیل کوئی طرف سے کوکیل ہو گا نہ کوکیل کی طرف سے نہ اسکا نہ کوکیل ہو گا یا موکل نے اسے موزول کیا یا جنون ہو گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں یا ملاقہ دوسرا کوکیل موزول ہو گا اور اگر موکل پر موت وغیرہ اور

وکیل کو کوکیل کرنے کا اختیار ہے اور اگر کوکیل نے قبول کیا پھر موکل غائب ہو گیا تو کوکیل پر جبر کیا جائیگا مگر ماضی کرے بہ محیط سخی میں ہے مگر اگر ناگزیر کیا کوکیل نے قبول کیا پھر آزاد کر دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر کیا جائیگا ماضی میں لکھا ہے۔ کوکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس امر میں وہ کوکیل ہوا ہے اس میں دوسرے کو کوکیل کرے لیکن اگر موکل نے اسکو مطلقاً اجازت دی یا اس میں کوکیل کیا ہے اس میں اختیار ہے ماضی میں ہے اگر قصودت میں کسی کو کوکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے کوکیل نے دوسرے کو کوکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا کوکیل کوئی طرف سے کوکیل ہو گا نہ کوکیل کی طرف سے نہ اسکا نہ کوکیل ہو گا یا موکل نے اسے موزول کیا یا جنون ہو گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں یا ملاقہ دوسرا کوکیل موزول ہو گا اور اگر موکل پر موت وغیرہ اور



زندگی تک موکل کی طرف راجع نہ ہو گئے اگرچہ کوکل غائب ہو یہ بھلائی میں ہی وکیل رائے نے اگر کوئی چیز فروخت کی تو اسی سے پہر کوکل کا مطالبہ کیا جائیگا جبکہ مشتری غن ادا کر دے اور رائے سے اسکا مطالبہ نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہی اور اگر موکل نے مشتری سے غن طلب کیا تو اسکو اختیار ہو کہ انکار کرے اور اگر دیدیا تو جائز ہو اور وکیل دوبارہ اس سے طلب نہیں کر سکتا ہے یہ جو ہر چیز میں لکھا ہے اور اگر بیع استحقاق ثابت کر کے مشتری کے پاس سے لے لیگی تو مشتری اپنا غن وکیل سے وصول کر لیا اگر اسنے وکیل کو ادا کیا ہو اور اگر موکل کو دیا ہو تو اس سے بھی لیا اور اگر مشتری نے بیع میں عیب پا کر واپس کرنا چاہا تو وکیل سے غاصہ کر لیا اور عیب ثابت کرنے کے بعد حکم قاضی جب اسنے واپس کیا تو اپنا غن وکیل سے لے لیا اگر وکیل کو دیا ہو یا اگر موکل کو دیا ہو تو اس سے واپس لیا گیا اسی طرح جو خرید کا وکیل ہی اسی سے غن کا مطالبہ کیا جائیگا نہ موکل سے اور وہی رائے سے بیع بکر قبضہ کرے گا نہ موکل اور جب بیع میں استحقاق ثابت ہو تو وہی غن واپس لیا نہ موکل یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر اسنے دعویٰ کیا کہ میں اپنی بیوی بونا اور رائے نے کہا کہ یہ وکیل ہی اور غن کا مطالبہ کیا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور گواہ لانا رائے کے ذمہ ہے ایک غلام نے کسی سے کچھ چیز خریدی رائے نے کہا کہ تجھکو تصرفات خرید و فروخت وغیرہ کی ممانعت ہے اصلے میں تجھے بیع نہ دوں گا اور غلام نے کہا کہ میں ما ذون ہون مجھے اجازت ہے تو اسکا قول لیا جائے گا اور اگر رائے نے اس امر کے گواہ سنائے کہ غلام نے خرید کے بعد یہاں مجلس میں آنے سے پہلے یہ اقرار کیا کہ میں مجبور ہوں یعنی مجھے ممانعت ہے تو گواہی مقبول نہوگی ایک غلام نے دوسرے سے ہاتھ کچھ فروخت کیا پھر کہا کہ یہ جو میں نے فروخت کیا میرے مالک کا ہی اور میں مجبور ہوں اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ما ذون ہی تو مشتری کا قول لیا جائے گا۔ جو شخص اجارہ کا وکیل ہو اس کو اجارہ ثابت کرنے میں خصوصیت کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور کرایہ کے واسطے جو شے کرایہ پر ہو روک رکھنے کا اختیار ہے اور اگر اجرت پر دینے والے نے لینے والے کو ہبہ یا بری کر دیا تو جائز ہے اگر وہ عین نہ ہو اور اگر معین ہو تو نہیں جائز ہے یہ بھلائی میں ہی اور ہر عقد کہ جسکی اضافت موکل کی طرف ہوتی ہے تو اس کے حقوق موکل کی طرف رجوع کرینگے جیسے نکاح و طلاق بجالا اور اتفاق بجالا و قطع و صلح خون عدا وغیرہ کے کذا فی البدلے۔ شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہ ہوگا اور نہ عورت کے وکیل سے عورت کے سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا اور نہ عورت کا وکیل مہر پر قبضہ کر سکتا ہے اور اسی طرح کتابت کے وکیل کو کتابت کے معاوضہ پر جو غلام دیکھا قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور قطع کا وکیل اگر شوہر کی طرف سے ہو تو قطع کے بدل پر قبضہ نہیں کر سکتا اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو وہ بدل قطع کے عوض گرفتار نہیں ہو سکتا ہے وکیل اگر ضمانت کرے تو پکڑا جائیگا کذا فی البدلے سراج الوہاج اور یہ سب اس صورت میں ہی کہ وکیل اہل عمدہ میں سے ہو کذا فی البدلے اگر کسی نے مجبور کے کو کوئی اپنی چیز فروخت کرنے یا اپنے لیے خریدنے کا وکیل کیا اور اسنے خرید و فروخت کی تو جائز ہے بشرطیکہ لوکا سمجھا رہا ہو اور رشکے پر عمدہ نہیں ہو عمدہ اس کے حکم دینے والے پر ہی ہے ذیہرہ میں لکھا ہے۔ اور ظاہر روایت کے موافق مشتری یا یا رائے کسی کو اختیار نہ ہوگا خواہ اس رشکے کے محجو رہوئے کا علم ہو یا نہ ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر رشکا ما ذون ہو پس اگر نے الحال یا مینا غادی غن پر فروخت کرنے کا وکیل ہو اور اسنے فروخت کیا تو جائز ہے اور عمدہ اسی پر ہوگا اور اگر خرید نے کا وکیل ہو پس اگر آدھا دیا یا دی دامون سے خریدنے کا وکیل ہو تو قیاساً و استحساناً عمدہ اسپر نہیں ہے بلکہ موکل پر ہی یہاں تک کہ رائے موکل سے غن طلب کرے گا نہ اس رشکے وکیل سے اور اگر نقد دامون سے خرید لے گا وکیل ہو تو قیاساً و استحساناً اسپر نہ ہوگا اور استحساناً ہوگا یہ ذیہرہ میں ہی اگر کسی آزاد نے کسی غلام ما ذون کو اس واسطے وکیل کیا کہ موکل کے

خود مشتری سے  
مجلس میں آنے سے پہلے  
یہ اقرار کیا کہ میں  
مجبور ہوں



واسطے غلام یا باندی یا کھانا وغیرہ ہزار درم نقد کو خرید دے اور یہ ہزار درم خواہ اُسکو دیے یا نہ دیے تو غلام یا ذون کا خریدنا موافق حکم موکل کے جائز ہے اور جس نے اسی غلام یا ذون پر بیوی اور اگر موکل نے غلام کو آزاد خریدنے کا حکم دیا تھا اور اس نے آزاد خریدنا تو تمام بیع اُس غلام کی ہوگی نہ موکل کی اگر غلام یا ذون نے کسی کو اپنی مقبوضہ چیز فروخت کر کے یا کچھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور وہ غلام بمنزلہ آزاد کے ہے اور اگر مال مور وکیل مرتد دی ہو تو اس کی بیع جائز ہے لیکن امام کے نزدیک حکم عہدہ کا توقف رہے گا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو اسی پر ہوگا ورنہ موکل پر ہوگا کذا فی اسلح الواج

**فصل** وکالت کے اثبات کرنے اور اس پر گواہی دینے اور تعلقات کے میان میں - قاضی خوارزم کی مجلس میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کسی کو اپنے تمام حقوق خوارزم وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر قاضی موکل کو نام و نسب سے پہچانتا ہے تو وکیل بنا دیجائیں اگر اسی مالک کے پاس اس وکیل نے کسی کو حاضر کر کے موکل کے حق کا دعویٰ کیا تو قاضی گواہی پر دگری کر دیکا اور وکالت ثابت کرنے کی احتیاج نہ ہوگی اور اگر قاضی موکل کو نہیں پہچانتا ہے تو وکیل نہ بنا دیکا اور اگر موکل نے اس امر کے گواہ دینے پاس ہے کہ میں فلان بن فلان چٹائی ہوں تو قبول نہ ہو گئے کیونکہ کوئی قسم حاضر نہیں ہے اور اگر اس غرض سے گواہ سنائے کہ یہ قاضی دوسرے قاضی دشت کو یہ لکھ دے کہ فلان بن فلان چٹائی نے فلان بن فلان چٹائی کو بس امر میں وکیل کیا ہے تو قبول کر کے لکھ دے گا یہ وجہ زبردستی میں لکھا ہے - ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھے فلان شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ میں اس کے تمام حقوق جو کو فہ میں ہیں وصول کروں اور مالش کروں اور وکالت کے گواہ لایا اور موکل غیر حاضر کسی ایسے شخص کو بلا لیا کہ جس پر موکل کا کچھ حق آتا ہو تو قاضی سماعت نہ کر لیکا اور اگر کسی معاملہ میں مقرر ہو لایا تو سماعت کر کے اس کے وکیل ہو کر حکم دید لیکا پھر اگر اس کے بعد کوئی دوسرا معاملہ لایا تو وہی وکالت کے گواہ سنائے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر کسی خاص شخص کی طرف سے حق ہونے کا دعویٰ کرے اس کے وصول کر لیکا ہے آپ کو وکیل قرار دیا تھا اس شخص کا حاضر کرنا وکالت کی گواہی سنائے کے واسطے ضروری اور جب اس کے سامنے وکالت ثابت ہو گئی اور پھر دوسرا معاملہ لایا تو دوبارہ گواہ سنائے کی ضرورت ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر کسی خاص شخص سے حق موکل وصول و ضمیمہ کرنے کی وکالت کا دعویٰ کیا پھر اسی پر موکل کے دوسرے حق کا دعویٰ کیا تو دوبارہ گواہ سنائے کی ضرورت نہیں جو بان اگر دوسرے موکل کی طرف سے وکالت کا دعویٰ کرے تو اس کے گواہ سنائے ضرور ہیں یہ وجہ زبردستی میں لکھا ہے - ایک شخص نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلان موکل نے مجھے اور اس شخص فلان بن فلان کو اس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اس معاملہ پر آتا ہے وکیل کیا ہے اور قرضدار نے قرض کا قرار دیا لیکن اسکی وکالت سے انکار یا دونوں سے انکار کیا پھر وکیل نے وکالت اور قرضہ دونوں کے گواہ سنائے تو قاضی دونوں وکیلوں کی وکالت کا حکم دید لیکا اور اس وکیل کا مکرر بدو دوسرے وکیل کے تہا قرضہ وصول کر لیکا اختیار نہیں ہے اور جب وہ حاضر ہو تو دونوں وصول کریں اور اسکو اپنی وکالت کے ثابت کرنے کی واسطے گواہ سنائے کی ضرورت ہوگی یہ چوہان وکیل نے دعویٰ کیا کہ میں فلان شخص کی طرف سے اس معاملہ حاضر قرضہ کے وصول کر لیکا وکیل ہوں اور وکالت اور قرضہ پر گواہ سنائے تو امام اعظم نے فرمایا کہ وکالت کا حکم دید لیا جائے پھر قرضہ کی واسطے دوبارہ گواہ کو گواہ سنائے کذا فی البحر الرائق



خصوصیت کا وکیل نہیں کیا ہی اور مدعی نے دعوے کے گواہ سنائے تو مقبول ہو گئے یہ وجہ کر دی من ہی اگر دو گواہوں نے کسی شخص کی وکالت کی گواہی دی اور وکیل کو نہیں معلوم کہ من وکیل ہوا ہوں یا نہیں اور کہا کہ مجھے گواہوں نے خبر دی کہ موکل نے مجھے وکیل کیا ہی اس لیے من طلب کرتا ہوں تو یہ جائز ہی اور اگر گواہوں کی گواہی پر اسے اٹھا کر پاس اگر طالب کا وکیل ہی تو اس گواہی پر حق وصول نہیں کر سکتا ہی کیونکہ اس نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور اگر مطلوب کا وکیل ہی پس اگر گواہوں نے یہ بیان کیا کہ اس نے وکالت قبول کی تو اس پر وکالت لازم ہوگی اور اگر گواہوں نے قبول کی گواہی نہ دی تو اسکو قبول کرنے اور قبول کرنے کا اختیار ہے۔ بسوٹا میں لکھا ہی اور اگر مطلوب غائب ہو اور طالب نے اس کے گھر میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور مطلوب کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ مطلوب نے اس شخص کو وکیل خصوصیت کیا ہی اور وکیل باطل اٹھا کر تہا ہی تو وکالت باطل ہوگی اور مطلوب نے اگر کسی کو مال دیدیا اور دعویٰ کیا کہ یہ طالب کا وکیل ہی اس نے قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہی پھر طالب نے اگر اٹھا کر کیا اور مطلوب کی طرف سے طالب کے دو بیٹوں نے وکالت کی گواہی دی تو جائز ہی اور اگر طالب کا وکیل وکالت کا دعویٰ کرتا ہی اور مطلوب اٹھا کر تہا ہی پس طالب کے دو بیٹوں نے وکالت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی خواہ وکالت خصوصیت ہو یا وصول فرض یا وصول شی معین ہو۔ اگر مطلوب نے فرض کی وکالت میں اقرار کیا تو اسکو حکم کیا جائیگا کہ فرض اسکو دیدے کیونکہ خود مقوی اور اگر وکیل خصوصیت نے اقرار کیا تو جائز نہیں ہی کیونکہ احتمال ہے کہ دونوں میں سمجھوتا ہو گیا ہو کہ وکیل باکر اور کرے کہ موکل کا کچھ حق نہیں ہی اور اگر مال معین وصول کرنے کی وکالت میں مطلوب نے اقرار کیا تو ظاہر و امت کے موافق صحیح نہیں رہی یہ محیط میں لکھا ہی اگر مسلمان کے قبضہ میں ایک گھری آپر ایک ذمی نے دعویٰ کیا اور ذمیوں کی گواہی سے ایک وکیل کیا تو انکی گواہی وکالت پر جائز نہ ہوگی خواہ مسلمان نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بسوٹا میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ظان شخص سے اپنا قرضہ وصول کر لیا کیا پھر وکیل نے گواہی سے وکالت ثابت کرنا چاہی پس گواہوں نے ایسی ہی گواہی دہی تو امام اعظم نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے اور خصوصیت کرنے دونوں کا وکیل ہو جائیگا اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ قرضہ خواہ نے اسکو قرضہ وصول کرنے کو سمجھا ہی تو بالاتفاق وکیل خصوصیت نہ ہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا قرضہ ظان سے لینے کا اسکو حکم کیا ہی تو بھی وکیل خصوصیت نہ ہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو بجائے اپنے قرض وصول کرنے میں مقرر کیا ہی تو بھی وکیل خصوصیت نہ ہوگا اور اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ من نے بھکو ظان سے اپنا قرضہ وصول کرنے پر مسلط کیا اپنی جات میں تھے وہی کہا کہ ظان سے قرضہ وصول کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وصول کرنے اور خصوصیت کرنے دونوں کا وکیل ہوگا یہ فتاویٰ سے قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے قرضہ وصول کرنے کا اسکو وکیل کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسکو حکم دیا ہی کہ قرضہ وصول کرنے یا قبضہ کرنے کے واسطے سمجھا ہی اور مطلوب قرضہ کا اقرار کرتا ہی تو وکیل اس سے وصول کر سکتا ہی اور خصوصیت نہیں کر سکتا ہی تاکہ وہ اٹھا کر سے یہ محیط میں ہی۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ تقاضاے قرضہ طلب کرنے کا وکیل کیا ہی تو گواہی جائز ہی اور جو ہارے اصحاب نے اطمینان لیا ہی اس کے موافق گواہی مقبول نہونی چاہی یہ شرح ادب غاضی میں لکھا ہی مگر ایک نے یہ گواہی دی کہ ظان نے اسکو یہ غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہی مطلقاً بیع بیان کی اور دوسرے نے کہا کہ فروخت کر لیا حکم کیا ہی اور کہا ہی کہ ہوں میری رائے لینے کے فروخت نہ کرنا پھر وکیل

قوله  
ایک گواہ کی گواہی  
قبضہ کرنے کے واسطے  
مقبول نہونی چاہی  
اور اگر ایک گواہ نے  
قبضہ کرنے کا وکیل  
کیا ہی تو مقبول نہونی  
چاہی

فروخت کر دیا تو جائز ہے۔ اور ایک نے کہا کہ موکل نے اسکو غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اُسے اسکو اور اس دوسرے شخص کو غلام فروخت کر دیا وکیل کیا ہے تو دونوں یا ایک اسکو فروخت نہیں کر سکتے ہیں اور یہی حکم ایسی صورت میں مال معین وصول کر دیا اور اگر وکیل خصوصیت ہو تو جس شخص پر اتفاق کیا ہے وہ خصوصیت کر سکتا ہے۔ لیکن جب قاضی نے ڈگری کر دی تو یہ وکیل تنہا وصول نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ تو میرا وکیل قبضہ دین ہے اور دوسرے نے کہا کہ تو میری طرف سے اُسکے وصول کی بیاقت رکھتا ہے تو کالت یا قبضہ کا حکم دیا جائیگا اور یہی حکم خصوصیت اور مال معین کے قبضہ کا ہے۔ اور اگر ایک نے گواہی میں وکیل کہا اور دوسرے نے دسی کہا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر زندگی کا دسی مقرر کر دیا گیا تو مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ موکل نے اسکو اس گھر میں خصوصیت کرنے کو فلاں شخص کے قاضی کے پاس حکم دیا ہے اور وکیل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے دوسرے شہر کے قاضی کا نام لیا تو یہ حکم ہوگا کہ یہ وکیل وکیل خصوصیت ہے یہ ہسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر یہ صورت حکم مقرر کرنے کی دفعہ ہون میں ہو تو ہمیں اختلاف سے گواہی مقبول نہوگی اسی طرح اگر ایک گواہ نے قاضی شہر کو ذکر کیا اور دوسرے نے کسی فقیر کو حکم بنانے کے واسطے ذکر کیا تو بھی نام مقبول ہے۔ اگر ایک گواہ نے یہ ذکر کیا کہ اسکو فلاں عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے اس عورت اور دوسری عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کرنا ذکر کیا تو پہلی عورت کے طلاق کے واسطے وکیل ہونے کا حکم دیا جائیگا اور ایسی ہی بیع اور کتابت اور آزادی کی صورتوں میں بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے قبضہ کرنے کا وکیل کرنا اور دوسرے نے قبضہ کرنے پر مسئلہ کرنا بیان کیا تو ایک ہی معنی میں کذا فی الحیطہ۔ دونوں نے وکیل کرنے کی گواہی دی ہو ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اُسے معزول کر دیا ہے تو کالت ثابت ہوگی نہ معزولی یہ ہسوط میں ہے اگر دونوں گواہوں نے کسی کی وکالت کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو کالت کا حکم قضا باطل نہوگا اور یہ گواہ ضامن ہونگے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہی کے ساتھ کسی کو اپنے تعاضد قرض کا وکیل کیا پھر غائب ہو گیا پھر طالب کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اسکو وکالت سے معزول کر دیا ہے اور مطلوب نے اُنکی گواہی کا دعوے کیا تو گواہی جائز ہے اور اگر مطلوب نے اُنکی گواہی نہ طلب کی تو جبراً مال وکیل کو دلاؤنگا اور یہی حکم دوا جنہوں کی گواہی کا اس باب میں ہے پھر اگر مال دیدینے کے بعد طالب آیا اور کہا کہ میں نے اسکو وکالت سے برطرف کر دیا تھا پس اگر دونوں گواہ طالب کے دونوں بیٹے ہوں تو اسکو ضمان لینے کا اختیار نہوگا اور اگر گواہ اجنبی ہوں تو معزول ہونا ثابت ہوگا اور طالب کو اختیار ہوگا کہ مطلوب سے مال کی ضمان لیوے یہ ہسوط میں لکھا ہے اور اگر طالب کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے آنے سے پہلے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے پہلے وکیل کو معزول کر کے اسکو وکیل کھایا ہے پس اگر مطلوب نے انکار کیا تو یہ گواہی نہ پہلے کے معزول ہونے اور نہ دوسرے کے مقرر ہونے کسی پر مقبول نہوگی اور پہلا وکیل پر قرار ہوگا اور حکم ہوگا کہ مال اسکو دیوے اور اگر مطلوب نے اقرار کیا تو معزول ہوگا گواہی سے ثابت ہوگا اور حکم ہوگا کہ مطلوب دوسرے وکیل پر اقراری کو مال دیدیوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی وکیل نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ گھر جو اس شخص کے قبضہ میں ہے میرے موکل کا ہے اور قبضہ نے دعوے اور وکالت دونوں سے انکار کیا پھر قبضہ کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا ہے تو مقبول ہوگی یہ ہسوط میں ہے۔ اور اگر وکیل کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے ہمارے باپ کو معزول کر کے اس شخص کو وکیل قبضہ کیا ہے تو جائز ہے اور اگر یہ دونوں گواہ دوسرے وکیل کے بیٹے ہوں تو دوسرے وکیل



سے وکالت کے باب میں یہ گواہی مقبول نہوگی اور پہلے کے معزول ہونے کے واسطے مقبول ہوگی یہ مجھ میں لکھا  
ہی اگر غالب ایک ذمی ہی اور دو مسلمانوں نے یہ گواہی دی کہ اُس نے اس مسلمان کو اپنا قرضہ فلان شخص سے  
وصول کرنے کا وکیل کیا ہی اور مطلوب اقرار کرتا ہی اور دو ذمیوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس وکیل کو معزول  
کیا ہی اور اس دوسرے کو وکیل کیا ہی تو یہ گواہی پہلے وکیل مسلمان پر مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلا وکیل ذمی ہو  
تو مقبول ہوگی کذا فی البسوط

دوسرا باب خریدنے کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جس کے خریدنے کے واسطے وکیل  
کیا اسطرح مقبول ہو کہ وکیل سے فرمانبرداری ممکن نہو سکے اور وہ چیز معلوم نہو سکے تو وکالت صحیح نہیں ہو سکتی ہی ورنہ صحیح  
ہی یہ تبیین میں لکھا ہے جہالت تین طرح کی ہوتی ہی ایک جہالت نہایت مشتبہ کی اور وہ جہالت جس ہی مثلاً کپڑے یا  
چوپائے یا رقیق کے خرید کے واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح نہیں ہی اگرچہ دام بیان کر دیے ہوں اور دوسری ادنیٰ مرتبہ  
کی جہالت اور وہ جہالت نوع ہی مثلاً گدے یا خچر یا گھوڑے یا کپڑے ہر وی یا مروی کے خرید کے واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح  
ہی اگرچہ مول نہ بیان کیا ہو تیسری جہالت درمیانی ہی یعنی نوع اور جنس کے درمیان کی جہالت جیسے غلام یا باندی یا گھڑ  
خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر دام یا نوع بیان کر دی تو صحیح ہی اور اگر دام یا نوع نہ بیان کی تو صحیح نہیں ہی یہ کفایہ میں  
لکھا ہے مگر ہر وی کپڑے یا گھوڑے یا خچر کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہی خواہ مول بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو اور اگر غلام  
خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہی بشرطیکہ مول بیان کیا ہو اور اگر مول نہ بیان کیا ہو جائز نہیں ہی اور اگر کپڑا یا چوپایہ  
خریدنے کا وکیل کیا تو صحیح نہیں ہی اگرچہ مول بیان کر دیا ہو اور یہ سب اسی صورت میں ہی کہ وکالت کی دلالت معلوم نہ ہو  
ورنہ اگر وکیل سے کہا کہ جو تیری رائے میں آوے میرے لیے خرید کرے تو وکالت جائز ہی تبیین میں لکھا ہے اسطرح اگر یہ  
کہا کہ میرے لیے ہزار درم کے کپڑے یا چوپائے یا کچھ چیزیں جو کچھ تیری رائے میں آوے یا مجھے پسند ہو یا جو کچھ تیرے سامنے  
آوے یا جو مجھے لے خریدے تو وکالت صحیح ہی اسی طرح اگر کہا کہ میرے واسطے خریدے مگر ہر درم سے نہ بڑھا لیا فروخت کر دے  
یا بغضامت دے تو بھی صحیح ہی کیونکہ وکیل کے سپرد کر دیا یہ کافی میں ہی اسطرح اگر کہا جو کچھ تیرا ہی ہے یا جو چاہیہ تیرا ہی ہے  
یا جو مجھے لے خریدے تو صحیح ہی بدلے میں لکھا ہے اور اگر کہا میرے لیے کپڑوں یا چوپائوں کو خرید کر تو صحیح نہیں ہی کیونکہ کپڑوں  
کا قطع صحیح ہی اور جہالت عدد و جنس بہت ہی یہ مجھ میں تھی میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر خرید کر تو جیتک مول نہ بیان کر  
صحیح نہیں ہی اور بعد بیان جنس کے اسی گھر کا گھر مراد ہوگا جس میں وہ دونوں ہیں اور بعض نے کہا کہ بلکہ وہاں جنس کے محلہ  
بیان کرنا ضرور کذا فی قادی ہندی قاضی خان اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر کو فہم ہزار درم کو خرید کر تو بالاتفاق صحیح ہی اور اگر  
کہا کہ ایک گھر کو فہم فلان موضع میں اور موضع جہاں ذکر کیا اس جگہ کا بعض بعض سے قریب قریب ہیں تو جائز ہی خواہ  
جنس ذکر کیا یا نہ کیا بلکہ میں ایک گھر خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے بلخ سے خارج خرید پس اگر موکل شہری لوگوں سے  
ہی تو جائز نہیں ہی اور اگر دیہاتی ہی تو جائز نہ ہی بحوالہ قاضی خان میں ہی کہ اگر کہا کہ میرے لیے ایک گھر شام میں ہزار درم کو خرید کر تو فہم  
ہی کذا فی البسوط اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک دانہ موٹی یا باقوت ترخ رنگ کا لکینہ خرید کر دے اور مول بیان نہ کیا تو  
نہیں ہی اور اگر وکیل نے خریدنا تو اسی کا ہوگا نہ موکل کا یہ سراج اوباج میں ہی اگر گیہوں یا کوئی مقدار ہی چیز خریدنے  
کا وکیل کیا اور مقصد جنس کا ذکر نہ کیا تو صحیح نہیں ہی اور اگر کوئی بیہانہ معصوف ذکر کیا تو صحیح ہی ورنہ گوری

مین ہی۔ وکیل خرید کو جائز ہی کہ مثل قیمت پر اور اس قدر زیادتی پر کہ جتنا خسارہ اپنے انداز میں لوگ برداشت کر سکتے  
 ہیں خریدے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہ حکم ان چیزوں میں ہیں کہ جنکی قیمت شہر والوں میں کئی ہوئی معلوم  
 نہ ہو اور جنکی قیمت شہر والوں کو معلوم ہی جیسے روٹی و گوشت وغیرہ مثلاً اگر زمین زیادتی کر دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی  
 خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ جو ہر دین میں لکھا ہی۔ اگر کما کہ میرے واسطے ایک جیسی یا ہندی خرید کر دے اور  
 اسکا ثمن نہ بیان کیا تو صفت مذکورہ کے ساتھ اسکا خرید لینا جائز ہی بشرطیکہ ثمن مثل پر خریدی ہو یہ سراج الوہاب  
 میں ہی۔ اگر دوسرے سے کما کہ میرے واسطے ایسی ایسی جنس کی ایک باندی خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو یہ اس طور  
 سے جائز ہو کہ جیسا لوگوں کا معمول اس جنس میں خریدنے کا ہی خرید کرے اور اگر کوئی بیع کثیر الثمن کہ عام لوگوں میں ایسا  
 معاملہ نہیں رائج ہو خرید لایا تو موکل پر لازم نہ ہوگی۔ اگر کما کہ میرے واسطے خرید کا کپڑا کو فہ کا خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو جائز  
 ہی اسی طرح اگر کما کہ خرید کا کپڑا سو دھم کو میرے واسطے خرید دے اور ثمن بیان نہ کی تو جائز ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی  
 اگر ایک دیہاتی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے لیے جیسی باندی خرید دے اور ثمن نہ بیان کیا تو وکیل کو اختیار  
 ہو کہ اس قسم کے ثمن مثل پر خرید کر دے کہ جیسے دیہاتی خریدتے ہیں اور اگر اس سے بھی تجاوز کیا کہ دیہاتی بھی نہیں خرید  
 ہیں تو جائز نہیں ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ ایک دلال کو ہزار روپہ دیے کہ (کی چیز خرید دے پس اگر وہ دلال کسی چیز کی خرید لیا  
 میں مشورہ ہی تو یہ وکالت اسی شخص سے متعلق ہوگی ورنہ فاسد ہی و جبر کر دی میں لکھا ہی۔ خریداری کے وکیل  
 کرتے ہیں اگر کوئی قید ہو تو بالاجاز اس قید کا لٹا کیا جاوے گا خواہ وہ قید مشتری سے متعلق ہو یا ثمن سے متعلق ہو  
 یہاں تک کہ اگر وکیل نے اس قید سے مخالفت کی تو خریداری اس کے ذمہ پڑیگی لیکن اگر خلاف کرنے میں موکل کی بہتری  
 ہو تو موکل کو لازم ہوگی۔ اگر کسی وکیل سے کما کہ میرے واسطے ایسی باندی خرید کر دے کہ میں اس سے دلی کروں  
 یا ام ولد بنائوں پھر اس نے ایک مجوسی باندی یا موکل کی رضائی بہن یا سرتی باندی خرید دی تو یہ بیع موکل پر نافذ  
 نہ ہوگی وکیل پر نافذ ہوگی یہ بائع میں لکھا ہی اگر کما کہ میرے واسطے اس قدر داموں کو ایک باندی خرید دے کہ میں  
 اس سے دلی کروں پس وکیل نے موکل کی عورت کی بہن یا چھوٹی یا خالہ رضائی یا بیٹی خرید دی تو موکل کے ذمہ  
 نہ ہوگی بلکہ وکیل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر شوہر دار باندی یا طلاق یافتہ یا رجبی یا وفات سے عدت میں بیٹھے دلی باندی  
 خرید دی تو بھی موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ و جبر کر دی و قاضی خان میں ہی۔ اگر ایسی باندی خرید دی کہ جس کے رتی  
 کا مارتہ تھا پس اگر وکیل کو معلوم نہ ہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کرنے کا اختیار ہو اور اگر وکیل کو معلوم تھا تو موکل  
 کے ذمہ لازم نہ ہوگی اسی طرح اگر وکیل کو معلوم تھا مگر بائع نے اس سے ہر عیب سے برائت کر لی تو بھی موکل کو عیب  
 نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر دوسرے سے کما کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے کہ میں اس سے  
 دلی کروں پس وکیل نے ایک لڑکی کو چھو دلی کرنے کے قابل نہیں ہی خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ ذخیرہ  
 میں ہی اور یہودیہ یا نصرانیہ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور صاحبہ بھی امام اعظم رحمہ کے قیاس پر موکل کے ذمہ  
 ہوگی اور اگر ایسی باندی کی بہن خرید دی جو موکل کے لیے پائیں موجود ہو اور وکیل نے اس سے دلی کر لی تو موکل کو لازم  
 ہوگی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور اگر کما کہ میرے ذمہ باندی خرید دے کہ میں وہ لون سے دلی کروں گا پس ایک ہی عقد  
 بیع میں دو نہیں خریدیں یا ایک باندی اور دوسری اسکی چھوٹی یا خالہ رضائی یا بیٹی ایک ہی عقد میں نہیں خریدیں تو

وکیل خرید  
 اگر کوئی قید ہو تو بالاجاز  
 اس قید کا لٹا کیا جاوے گا  
 خواہ وہ قید مشتری سے متعلق  
 ہو یا ثمن سے متعلق ہو

ہمارے نزدیک موکل کو لازم نہ ہوگی اور اگر وہ مقبوع میں خرید بن قوائمہ کے نزدیک موکل کے ذمہ پڑے گی اور متقی بن لکھا  
ہو کہ اگر ایسے وکیل نے اس کے واسطے ایک باندی اور اسکی بیٹی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی کیونکہ وہ ایک کی وطنی پر  
فی الحال قادر ہے اور دوسری اسپر بعد ایک کی وطنی کے حرام ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کہا کہ میرے واسطے  
ایک باندی خدمت کے واسطے خرید دے یا روٹی پکانے کی واسطے خرید دے یا کوئی غلام خدمت کی واسطے یا کسی کام کی واسطے  
خرید دے پس اندھی یا دونوں ہاتھ کٹی یا دونوں پاؤں کٹی باندی خرید دی تو بلا اجازت منہ۔ ذمہ پڑے گی یہ سراج الوہاب  
میں لکھا ہے۔ اگر اس واسطے وکیل کیا ہو کہ ایک گھوڑا میری سواری کے واسطے خرید دے پس اندھا یا بچہ یا ہاتھ کٹا خرید  
دیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ وجہ کر دردی میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو واسطے وکیل کیا کہ ایک باندی  
بچے اس واسطے خرید دے کہ میں اسکو کفارہ ظہار سے آزاد کروں گا پھر اس نے اندھی یا دونوں ہاتھ کٹی یا پاؤں کٹی خرید دی  
اور موکل کو معلوم نہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کر دینے کا اسکو اختیار ہے اور اگر وکیل نے جانکر خریدی تو موکل کے ذمہ  
نہ پڑے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر موکل نے کہا کہ میری واسطے ایک ترکی باندی خرید دے اور اس نے جس خریدی  
تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی اور وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ بدل میں لکھا ہے۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک سودی  
کپڑا خرید دے کہ میں اسکی قمیص بناؤں پس اس نے اسکو کپڑا خریدا کہ قمیص نہیں بن سکتی ہے تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ ذخیرہ  
میں لکھا ہے اور اگر وکیل سے خرید لے کو کہا کہ میرے واسطے تین روز کی خیار کی شرط کرے اور اس نے بدوں شرط خیار کے خریدا تو  
وکیل کے ذمہ یہ بیع لازم ہوگی یہ بدل میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درم کو ایک باندی خرید دے یا ایک باندی ہزار درم  
کو میرے مال سے یا ان ہزار درم سے یعنی اپنے مال کی طرف اشارہ کیا خرید دے تو یہ صورت وکیل بنائیگی ہے اور اگر وکیل نے  
خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر یوں کہا کہ باندی ہزار درم کو خرید یا یہ باندی ہزار درم کو خرید تو وکیل نہیں ہلاور  
اگر خریدی تو آسی کے ذمہ پڑے گی نہ کہنے والے کے ذمہ اور اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درم کو  
خرید اور اشارہ دیناروں کی طرف کیا تو یہ وکالت دیناروں سے خریدنے کی ہوگی جسے کہ اگر اس نے درموں سے خریدی  
تو آسی کے ذمہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وکیل نے اگر جس کی قید میں مخالفت کی تو یہ خریداری موکل  
کے ذمہ نہ ہوگی اگرچہ جو کچھ اس نے خریدا ہے اس میں دوسری ہو مثلاً اس نے اپنا غلام ہزار درم پر فروخت کرنے کو کہا اور وکیل  
نے ہزار دینار کو فروخت کیا تو مخالفت ناجائز ہے اور اگر مخالفت وصف یا قید میں ہو پس اگر وکیل کے کام میں بہتری  
ہو تو موکل پر نفاذ ہوگا اور اگر ضرر ہو تو موکل پر نفاذ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک باندی  
ہزار درم کو خرید دے پس اس نے ہزار سے زیادہ کو خرید دی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی نہ موکل کے اور اگر کہا کہ میرے واسطے  
ہزار درم یا سو دینار کو ایک باندی خرید دے پس اس نے درم یا دینار کے سولے دوسری چیز کے عوض خریدی تو بلا اجازت  
موکل کے ذمہ نہ پڑے گی اور اگر ہزار درم آدھا پر خرید لے کو کہا اور اس نے لقمہ ہزار درم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر  
ہزار درم لقمہ کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ہزار درم آدھا پر خریدی تو وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ بدل میں  
ہے اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کا وکیل کیا پس اس نے آٹھ سو درم کو خریدی اور ایسی باندی ہزار درم کو آتی ہے تو موکل  
کے ذمہ پڑے گی یہ بیان میں لکھا ہے اگر ایک خاص باندی سو دینار کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے اسکو دینار  
کو خریدی پہلی قیمت سو دینار بن تو مشورہ روایت کے موافق سب سے نزدیک موکل کے ذمہ نہ پڑے گی اور جس نے امام ابوحنیفہ

فتاویٰ ہندیہ  
کتاب الوکالت  
باب دوم  
وکیل خرید  
اور اگر وکیل نے  
باندی خریدی تو  
موکل کے ذمہ  
لازم نہ ہوگا  
یہ بیان میں  
لکھا ہے

سے روایت کی کہ موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو زیہ کا غلام خریدنے کی واسطے وکیل کیا پھر اس غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا پھر وکیل نے خرید کیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک باندی خریدنے کے واسطے اسکو وکیل کیا اور جنس و ثمن اسکا بیان کر دیا پس اس نے اندھی باندی یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹی یا بچی باندی خریدی یا مجنونہ خریدی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کافی یا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹی ہوئی خریدی تو بالاتفاق جائز ہے یہ محیط سنہری میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک ہاتھ اسکا کٹا ہو اور دوسری طرف سے اسکا ایک پاؤں کٹا ہو تو موکل کے ذمہ پڑیگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ایک رقبہ خرید دے تو بالاجماع اندھی یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹی جائز نہیں ہے اور اگر کافی یا ایک پاؤں کٹی ہوئی خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ پڑیگی یہ سرلج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ثمن و جنس بیان کر دی پس وکیل نے موکل کی ذمہ محرم خریدی یا ایسی باندی خریدی جسکی نسبت موکل نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں اسکا مالک ہوں تو آزاد ہے تو خریدنا صحیح ہے اور وہ آزاد ہو جائیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو ایک نوخیز و فوار عورت کے خریدنے یا فروخت کا وکیل کیا پھر وہ بڑھیا ہو گئی اور وکیل نے خریدی یا فروخت کی تو جائز ہو اسطرح گائے بڑی بچہ اگر بڑا ہو جاوے تو یہی حکم ہے کافی التعمیرہ وال محیط اگر کہا کہ میرے واسطے ایک خادم ہزار روپے کو خرید دے تو یہ غلام و بھڑی دونوں کو شامل ہے کذا فی الذخیرہ قلت اردو زبان میں صرف غلام پر لاجائز تھا و المدکور اطلاق العرب۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ ایک درم کا گوشت خرید دے پس اس نے بھیر یا گلے یا انٹ کا گوشت خرید دیا تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اوجھ یا تلی یا سری یا پائے یا نمک دار گوشت یا چڑیوں کا گوشت یا وحشی جانوروں کا گوشت یا زندہ بکری یا بچ گئی گئی یا بے صاف کی ہوئی بکری خریدی تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی صاف بکری خریدی تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی لیکن اگر ثمن قلیل دیا ہو تو نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر یہ حکم دیا کہ ایک درم کا گوشت خرید دے پس اس نے بیٹ یا پکتی کی چربی خریدی یا پکتی کا حکم دیا تھا اور اس نے چربی خریدی یا چربی کا حکم دیا تھا اور اس نے چکنی خریدی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ سرلج الوہاج میں ہے اور اگر گوشت خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بھنا ہوا یا پکا ہوا خرید دیا تو موکل کو لازم نہ ہوگا لیکن اگر مسافر سرائے میں آتا ہو تو اسی پر محمول ہے اور ایک درم کی پھلی خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وراثت بڑی تازی پھلی سے متعلق ہے اور اگر سری خریدنے کا حکم کیا تو صرف بکری کی سری پر محمول ہے نہ گائے و اونٹ وغیرہ پر اور بھنی پر نہ پڑیگی یہ سرلج الوہاج میں ہے۔ قلت اردو اطلاق میں بھیری دیکری دونوں کو شامل ہے اور بچی پر محمول ہے لایہ کہ کسی خاص مقام کا رواج مثل مذکور کتاب کے ہو و اللہ اعلم۔ انڈے خریدنے کے واسطے وکیل کرنے میں صرف خاص مرغی کے انڈے مراد ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دوسرے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جو دوسرے شہر میں متعارف ہو بکری گائے بھینس وغیرہ کا مراد ہوگا اور یہی حکم چربی کا ہے اور اگر سب دوسرے پر ہر یکے ہوں یعنی سب متعارف ہوں تو سب پر محمول ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر تیل خریدنے کا وکیل کیا تو تیل پر جو بازار میں بکنا ہے محمول ہے اور یہی حکم خاک کا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو درم دیکر طعام خرید دینے کا حکم کیا تو کتاب امام محمد رحمہ اللہ میں لکھا ہے کہ گھنٹا اور اسکا آباہر ادھوگا اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اگر درم اس قدر زیادہ ہوں کہ کئی گیسوں میں خریدنے کا لگے ہوں تو اسے اور دینی پر حمل نہ کیا جائے





وکیل ہوا اور اسے غلام کے دام اپنے صرف میں کر لے اور غلام اپنے پاس سے خرید دیا تو غلام وکیل کا ہوگا اور یہی مختار  
ہی اور اگر غلام خرید کر موکل کو دیدیا پھر مالک کو وہ دام اپنے خرچ میں لانے کے بعد دوسرے دم ادا کر دے تو جائز نہی یہ  
خلاصہ میں لکھا ہی اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل کیا پس اسے آدھا خرید پھر موکل نے باقی آدھا خرید تو وکیل کا  
آدھا موکل کے ذمہ لازم نہیں ہو سکتا ہی اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خرید پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز نہی پھر  
اگر وہ آدھا موکل نے پہلے خرید تھا استحقاق ثابت کر کے لیا گیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ باقی آدھا وکیل کا خرید اہوا و پس  
کر دے اور اگر موکل سب گھر مول بسوے پھر آدھا استحقاق میں لیا جاوے تو باقی واپس کر سکتا ہی یہ فتوے قاضی خان میں لکھا ہی  
اگر کسی خاص غلام کے خریدنے کا وکیل رہا اب اور اسے آدھا خرید کیا تو خرید موقوف رہی اگر خصوصیت سے پہلے اسے باقی آدھا بھی  
خرید دیا تو ہمارے اصحاب ملتہ کے نزدیک مبطل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نے وکیل سے خصوصیت کی اور وکیل نے ہنوز  
باقی نہیں خریدی تو قاضی نے وکیل کے ذمہ لازم لیا پھر وکیل نے باقی خرید تو بالاجماع وکیل کے ذمہ پڑے گا اور یہی حکم چیز  
میں ہی جسکے غلط کرنے میں ضرر یا عیب آتا نہی جیسے باندی غلام کپڑا وغیرہ اور اگر ایسی چیز کے خریدنے کا وکیل کیا جس کے  
غلط کرنے میں ضرر یا عیب نہیں ہی پس وکیل نے آدھی چیز خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور باقی کے خریدنے کے وقت تک  
توقف نہوگا مثلاً سودم ایک کرگھوٹ کی واسطے دیے اور وکیل نے آدھا کرگھوٹ پاس دم کو خرید دیا تو جائز نہی اور اگر ایک ہزار دم دو  
غلاموں کے خریدنے کے واسطے دیے پس ایک پانچ سو دم کو خرید تو بالاجماع موکل کے ذمہ لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک جماعت  
غلاموں کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے ایک خرید تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں لکھا ہی۔ اور اگر دو عین غلاموں  
کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا کہ ہزار دم کو خرید دے پھر اسے ایک غلام چھ سو دم کو خرید تو موکل کو لازم نہوگا بلکہ  
ہزار کے حصہ سے زیادہ کو خرید اہوا اور اگر موافق حصہ کے یا کم پر خرید اہو تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر باقی غلام باقی  
داموں کو خرید دیا تو دونوں موکل کو لینے پڑیں گے۔ یہ حاوی میں لکھا ہی۔ ایک شخص کو ایک گھر ہزار دم پر خریدنے کی واسطے  
حکم کیا پس وکیل نے ایسے گھر کا آدھا خرید جسکا موکل اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوا تھا تو جائز نہی یہ خزائنہ المقتبین میں  
لکھا ہی اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ غیر مقسوم گھر کا آدھا ہزار دم کو میرے واسطے خرید دے پس مشتری نے خرید کیا اور  
کے ساتھ ہزارہ کر لیا تو خرید جائز نہی اور قسمت باطل ہی اور اگر ایسی چیز میں وکالت ہو جو پانی یا تولی باقی ہی تو خریدنا اور  
بائٹا سب جائز نہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک دار خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اسے  
ایسا دار عین عمارت نہ تھی خرید لیا تو جائز نہی اس واسطے کہ درمیدان زمین کا نام ہی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ عین  
میدان خریدنا جو دراصل بنا ہوا تھا پھر خراب ہو گیا اور میدان ہو گیا اور اگر ایسا میدان خرید جسکی عمارت ہی تھی  
تو جائز نہیں ہی کیونکہ وہ دار نہیں کہلاتا ہی قلت اور ہمارے عرف کے موافق دونوں میدانوں میں موکل کے ذمہ  
لازم نہوگا کیونکہ میدان ہمارے عرف میں کسی صورت میں دار نہیں کہلاتا ہی یہ محیط مشتری میں لکھا ہی اگر جس رطل گوشت  
ایک دم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے بیس رطل ایک دم کو خرید مالانکہ ولسا گوشت دس رطل ایک دم کو  
یہ تو عام حکم رخ کے نزدیک احسن سے دس رطل آدسے دم کو موکل کو لینا پڑیگا اور اگر اس گوشت کے دس رطل ایک  
دم کو نہ لے سکے ہوں تو بالاجماع کل گوشت وکیل کو لینا پڑیگا اقدما میں ہے کہ اگر بیس رطل موکل کو لازم ہوگی پھر اگر  
میں ہی ایک شخص کو ایک کھرا دم دیکر حکم کیا کہ میں سے کچھ کھجکھ سوئی او کچھ کا گوشت خرید دے تو مشتری نے فوراً ایک اس صورت

میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ ایک گھر خرید دے اور اسے ایک گھر خرید دے تو جائز نہی یہ حکم اس صورت میں ہے کہ عین میدان خریدنا جو دراصل بنا ہوا تھا پھر خراب ہو گیا اور میدان ہو گیا اور اگر ایسا میدان خرید جسکی عمارت ہی تھی تو جائز نہیں ہی کیونکہ وہ دار نہیں کہلاتا ہی قلت اور ہمارے عرف کے موافق دونوں میدانوں میں موکل کے ذمہ لازم نہوگا کیونکہ میدان ہمارے عرف میں کسی صورت میں دار نہیں کہلاتا ہی یہ محیط مشتری میں لکھا ہی اگر جس رطل گوشت ایک دم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے بیس رطل ایک دم کو خرید مالانکہ ولسا گوشت دس رطل ایک دم کو لینا پڑیگا اور اگر اس گوشت کے دس رطل ایک دم کو نہ لے سکے ہوں تو بالاجماع کل گوشت وکیل کو لینا پڑیگا اقدما میں ہے کہ اگر بیس رطل موکل کو لازم ہوگی پھر اگر میں ہی ایک شخص کو ایک کھرا دم دیکر حکم کیا کہ میں سے کچھ کھجکھ سوئی او کچھ کا گوشت خرید دے تو مشتری نے فوراً ایک اس صورت



وکیل ہوا اور اسے غلام کے دام اپنے صدف میں کر لے اور غلام اپنے پاس سے خرید دیا تو غلام وکیل کا ہو گا اور یہی مختار  
 ہی اور اگر غلام خرید کر موکل کو دے یا پھر بالغ کو وہ دام اپنے خرچ میں لانے کے بعد دوسرے دم ادا کرے تو جائز ہے  
 خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل گیا پس اسے آدھا خرید اور پھر موکل نے باقی آدھا خرید تو وکیل کا  
 آدھا موکل کے ذمہ لازم نہیں ہو سکتا ہی اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خرید یا پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز ہے  
 اگر وہ آدھا جو موکل نے پہلے خرید تھا اسحق ثابت کر کے لیا گیا تو اسکو اختیار ہو گا کہ باقی آدھا وکیل کا خرید ہو اور اس  
 لڑے اور اگر موکل سب گھر مولیو سے پھر آدھا اسحق میں لیا جاوے تو باقی واپس کر سکتا ہے نہ کہ قاضی خان میں لکھا ہے  
 اگر کسی خاص غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور اسے آدھا خرید کیا تو خرید موقوف رہی اگر خصوصیت سے پہلے اسے باقی آدھا بھی  
 خرید دیا تو ہمارے اصحاب ملتہ کے نزدیک موکل کے ذمہ لازم ہو گا اور اگر موکل نے وکیل سے خصوصیت کی اور وکیل نے ہنوز  
 باقی نہیں خریدی اور قاضی نے وکیل کے ذمہ لازم لیا پھر وکیل نے باقی خرید تو بالاجماع وکیل کے ذمہ ہے گا اور یہی حکم  
 میں ہے جسکے ٹکڑے کرنے میں ضرر یا عیب آجائے جیسے باندی غلام کپڑا وغیرہ اور اگر ایسی چیز کے خریدنے کا وکیل کیا جس کے  
 ٹکڑے کرنا ضرر یا عیب نہیں ہے پس وکیل نے آدھی چیز خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور باقی کے خریدنے کے وقت تک  
 توقف ہو گا مثلاً سودم ایک کرکینوں کی واسطے دے اور وکیل نے آدھا کرکین سودم کو خرید دیا تو جائز ہی اور اگر ایک ہزار سودم  
 غلاموں کے خریدنے کے واسطے دے پس ایک پانچ سو دم کو خرید تو بالاجماع موکل کے ذمہ لازم ہو گا۔ اسی طرح اگر ایک ہزار  
 غلاموں کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے ایک خرید تو بھی حکم یہ بدلے میں لکھا ہے۔ اور اگر دو عین غلاموں  
 کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا لہ ہزار دم اور خرید دے پھر اسے ایک غلام پھر سودم کو خرید تو موکل کو لازم ہو گا بشرطیکہ  
 ہزار کے حصہ سے زیادہ کو خرید ہو اور اگر موافق حصہ کے یا کم پر خرید ہو تو موکل کے ذمہ لازم ہو گا اور اگر باقی غلام باقی  
 داموں کو خرید دیا تو دونوں موکل کو لینے پڑیں گے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص کو ایک گھر ہزار دم پر خرید لے کیواسطے  
 حکم کیا پس وکیل نے ایسے گھر کا آدھا خرید جسکا موکل اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوا تھا تو جائز ہے نہ خزانہ الفقہین میں  
 لکھا ہے اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ غیر مقبوم گھر کا آدھا ہزار دم کو میرے واسطے خرید دے پس مشتری نے خرید کیا اور  
 کے ساتھ بٹوارہ کر لیا تو خرید جائز ہے اور قسمت باطل ہے اور اگر ایسی چیز میں وکالت ہو جو تاپنی یا تولی باقی ہی تو خریدنا اور  
 باقی سب جائز ہے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اسے  
 ایسا دار عین عمارت نہ خرید دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ دار میدان زمین کا نام ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ایسا  
 میدان خرید جو دراصل بنا ہوا تھا پھر خراب ہو گیا اور میدان ہو گیا اور اگر ایسا میدان خرید اسے بھی عمارت ہی نہیں  
 تو جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دار نہیں کہلائی قلت اجہار سے عرف کے موافق دونوں صورتوں میں موکل کے ذمہ  
 لازم نہ ہو گا کیونکہ میدان ہمارے عرف میں کسی صورت میں دار نہیں کہلاتا ہی یہ محیط مشتری میں لکھا ہے اگر دس رطل گوشت  
 ایک دم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے دس رطل ایک دم کو خرید دیا ملا لگا دیا گوشت دس رطل ایک دم کو  
 خرید دیا مہم دم کے نزدیک اس میں دس رطل آدھے دم کو موکل کو لینا پڑے گا اور اگر اس گوشت کے دس رطل تک  
 دم کو نہ لیتے ہوں تو بالاجماع کل گوشت وکیل کو لینا پڑے گا اور صاحب نے کہا کہ بیون رطل موکل کو لازم ہو گا  
 میں ایک شخص کو ایک گھر دم دیکر حکم کیا کہ اس میں سے کچھ کوئی اور کچھ کا گوشت خرید دے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت

اور اگر ایک ہزار  
 سودم کو خرید دے  
 پس ایک پانچ سو  
 دم کو خرید تو  
 بالاجماع موکل  
 کے ذمہ لازم  
 ہو گا۔ اسی طرح  
 اگر ایک ہزار  
 غلاموں کے  
 خریدنے کے  
 واسطے وکیل  
 کیا اور اسے  
 ایک خرید تو  
 بھی حکم یہ  
 بدلے میں  
 لکھا ہے۔ اور  
 اگر دو عین  
 غلاموں کے  
 خریدنے کے  
 واسطے وکیل  
 کیا لہ ہزار  
 دم اور خرید  
 دے پھر اسے  
 ایک غلام  
 پھر سودم  
 کو خرید تو  
 موکل کو لازم  
 ہو گا بشرطیکہ  
 ہزار کے  
 حصہ سے  
 زیادہ کو  
 خرید ہو اور  
 اگر موافق  
 حصہ کے یا کم  
 پر خرید ہو  
 تو موکل کے  
 ذمہ لازم  
 ہو گا اور اگر  
 باقی غلام  
 باقی داموں  
 کو خرید دیا  
 تو دونوں  
 موکل کو لینے  
 پڑیں گے یہ  
 حاوی میں  
 لکھا ہے۔ ایک  
 شخص کو ایک  
 گھر ہزار  
 دم پر خرید  
 لے کیواسطے  
 حکم کیا پس  
 وکیل نے ایسے  
 گھر کا آدھا  
 خرید جسکا  
 موکل اپنے  
 بھائی کے  
 ساتھ وارث  
 ہوا تھا تو  
 جائز ہے نہ  
 خزانہ  
 الفقہین میں  
 لکھا ہے اگر  
 ایک شخص  
 کو حکم کیا  
 کہ غیر  
 مقبوم گھر  
 کا آدھا  
 ہزار دم  
 کو میرے  
 واسطے  
 خرید دے  
 پس مشتری  
 نے خرید  
 کیا اور  
 کے ساتھ  
 بٹوارہ  
 کر لیا تو  
 خرید  
 جائز ہے  
 اور  
 قسمت  
 باطل ہے  
 اور اگر  
 ایسی  
 چیز میں  
 وکالت  
 ہو جو  
 تاپنی  
 یا تولی  
 باقی ہی  
 تو خریدنا  
 اور  
 باقی  
 سب  
 جائز ہے  
 قاضی  
 خان میں  
 لکھا ہے۔  
 اگر کسی  
 نے ایک  
 دار  
 خریدنے  
 کے  
 واسطے  
 وکیل  
 کیا پس  
 اسے  
 ایسا  
 دار  
 عین  
 عمارت  
 نہ  
 خرید  
 دیا  
 تو  
 جائز  
 ہے  
 اس  
 واسطے  
 کہ  
 دار  
 میدان  
 زمین  
 کا  
 نام  
 ہو  
 اور  
 یہ  
 حکم  
 اس  
 صورت  
 میں  
 ہے  
 کہ  
 ایسا  
 میدان  
 خرید  
 جو  
 دراصل  
 بنا  
 ہوا  
 تھا  
 پھر  
 خراب  
 ہو  
 گیا  
 اور  
 میدان  
 ہو  
 گیا  
 اور  
 اگر  
 ایسا  
 میدان  
 خرید  
 اسے  
 بھی  
 عمارت  
 ہی  
 نہیں  
 تو  
 جائز  
 نہیں  
 ہے  
 کیونکہ  
 وہ  
 دار  
 نہیں  
 کہلائی  
 قلت  
 اجہار  
 سے  
 عرف  
 کے  
 موافق  
 دونوں  
 صورتوں  
 میں  
 موکل  
 کے  
 ذمہ  
 لازم  
 نہ  
 ہو  
 گا  
 کیونکہ  
 میدان  
 ہمارے  
 عرف  
 میں  
 کسی  
 صورت  
 میں  
 دار  
 نہیں  
 کہلاتا  
 ہی  
 یہ  
 محیط  
 مشتری  
 میں  
 لکھا  
 ہے  
 اگر  
 دس  
 رطل  
 گوشت  
 ایک  
 دم  
 کو  
 خریدنے  
 کے  
 واسطے  
 وکیل  
 کیا  
 اور  
 اسے  
 دس  
 رطل  
 ایک  
 دم  
 کو  
 خرید  
 دیا  
 ملا  
 لگا  
 دیا  
 گوشت  
 دس  
 رطل  
 ایک  
 دم  
 کو  
 خرید  
 دیا  
 مہم  
 دم  
 کے  
 نزدیک  
 اس  
 میں  
 دس  
 رطل  
 آدھے  
 دم  
 کو  
 موکل  
 کو  
 لینا  
 پڑے  
 گا  
 اور  
 اگر  
 اس  
 گوشت  
 کے  
 دس  
 رطل  
 تک  
 دم  
 کو  
 نہ  
 لیتے  
 ہوں  
 تو  
 بالاجماع  
 کل  
 گوشت  
 وکیل  
 کو  
 لینا  
 پڑے  
 گا  
 اور  
 صاحب  
 نے  
 کہا  
 کہ  
 بیون  
 رطل  
 موکل  
 کو  
 لازم  
 ہو  
 گا  
 میں  
 ایک  
 شخص  
 کو  
 ایک  
 گھر  
 دم  
 دیکر  
 حکم  
 کیا  
 کہ  
 اس  
 میں  
 سے  
 کچھ  
 کوئی  
 اور  
 کچھ  
 کا  
 گوشت  
 خرید  
 دے  
 تو  
 مشائخ  
 نے  
 فرمایا  
 کہ  
 اس  
 صورت



میں جملہ یہ جو کہ قصاص سے کہے کہ تو اپنے واسطے آدمی دہم کی روٹ خرید لایا پھر وکیل اس سے آدمی دہم کی روٹ اور آدمی دہم کا گوشت خرید کر کے پورا دم اسلو دیکے یا کوئی دے کو آدمی دہم کا گوشت اپنی واسطے خریدنے کا حکم لے پھر اسی طور سے اس سے خریدے یہ فتاویٰ فانی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دس دم کو ایک ہوی پیرت کے خریدنے کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے دہروئی کپڑے دس دم میں خریدے کہ ہر ایک دس دم کا ہوتا تو امام اعظم کے نزدیک کوئی دونوں میں سے موکل کو لینا لازم نہ ہوگا اور اگر اسکو کسی خاص کپڑے معین کے خریدنے کا حکم کیا اور باقی مسئلہ میں تو کوئی کو وہ کپڑا اپنے حصہ خن کے عوض لازم ہوگا اور اگر کسی خاص کیسوں کے خریدنے کا حکم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ دیر کر دی میں لکھا ہے۔ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جسکو کسی چیز کے خریدنے کا حکم دیا گیا ہے اگر اسکو من اشارہ کرنے اور نام لیکر دونوں طرح بتلایا اور اشارہ ایسے بزمان نکلا جو اس نے نام لیا تھا پس یا تو دونوں اشارہ کے حال سے جاہل تھے یا ایک جاہل تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک دوسرے کے واقف ہونے سے خبردار نہ تھا یا دونوں خبردار تھے پس پہلی تین صورتوں میں وہ اس قسم سے متعلق ہوگی جو من اس نے نام رکھ کر بتلایا ہو تاکہ دونوں یا ایک فریب سے بچ جاوے اور چوتھی صورت میں اشارہ ایسے سے متعلق ہوگا کیونکہ اشارہ میں بھان زیادہ ہوتی ہے اور اگر اشارہ ایسے ہی جنس ہو جائے نام لیا ہو تو اشارہ اشارہ سے متعلق ہوگی لیکن اگر امین وکیل کا ذکر ہو تو مسئلہ ایسا نہیں اسکی رضامندی کے ضمن اس کے ذمہ مقرر ہوا جاتا ہو تو ایسا منوگاہ دوسرے سے کہہ کہ میرے واسطے ایک باندی بعوض اسکے جو اس تھیلی میں ہی ہزار دم سے خرید دے اور تھیلی وکیل کو وری اسے ہزار دم کو ایک باندی خریدی پھر تھیلی کو جو دیکھا تو نہیں ہزار دینار یا ہزار پیسے بکھے یا نو سو دم بکھے تو یہ خرید موکل کے ذمہ ہوگی اگر دونوں ناواقف تھے کہ تھیلی کے اندر کیا ہو یا ایک ناواقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا جانتا ہے اسی طرح اگر وکیل نے تھیلی کی چیز کو دیکھ کر باندی خریدی تو بھی خرید موکل کے ذمہ ہوگی کیونکہ وکالت جب بائی تھی تو اس سے متعلق ہوئی تھی جو اس نے نام لیا تھا یعنی ہزار دم سے اسی طرح اگر تھیلی میں ڈیڑھ ہزار دم بکھے اور وکیل نے باندی ہزار دم کو خریدی تو موکل کے ذمہ ہوگی اسی طرح اگر وکیل نے ایک باندی ہزار دم کو نو سو روپے مال سے جو اس تھیلی میں ہی خرید دے پس موافق حکم کے اسے خریدی پھر جو دیکھا تو تھیلی میں ہزار دم غلہ کے بکھے یا یوں کہہ کہ میرے واسطے ہزار دم غلہ کے عوض جو اس تھیلی میں ہی خرید دے اور اسے ہمدی طرح خریدی پھر جو دیکھا تو ہزار دم غلہ مال تھیلی میں بکھے تو بھی خریدی موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ چاہا میں لکھا ہے اگر موکل نے ہزار دم وکیل کے سامنے تول دیا اور وکیل دیکھ رہا تھا اور کہا کہ ان سو دینار کے عوض میرے واسطے ایک باندی خرید دے پس وکیل نے موافق بیان موکل کے یا دہی خریدی تو خریداری اسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر نہیں درمیں کے عوض خریدی تو موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر کہیں کہا ہے ایک تھیلی حوالہ کی اور کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار دم کو جو اس تھیلی میں ہی خرید دے پھر تھیلی مع جو کچھ امین تھا وکیل کے ہاتھ سے تلف ہوگئی پھر وکیل نے ہزار دم کو ایک باندی موکل کے واسطے خریدی اور دونوں نے باہم ایک دوسرے کا تصدیق کی کہ یہ دم ستوق یا یہ خاص تھے تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور اس صورت میں یہ کہ دونوں تھیلی دینے کے وقت نہ واقف تھے کہ امین کیا ہے یا ایک نہیں واقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ایک کو دوسرے کے وقت نہ تھا اور اگر دونوں واقف تھے کہ امین کیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے جانے کا وقوف تھا تو وکالت اشارہ کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ اشارہ کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ باندی خریدی تو خریداری اسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر

میں جملہ یہ جو کہ قصاص سے کہے کہ تو اپنے واسطے آدمی دہم کی روٹ خرید لایا پھر وکیل اس سے آدمی دہم کی روٹ اور آدمی دہم کا گوشت خرید کر کے پورا دم اسلو دیکے یا کوئی دے کو آدمی دہم کا گوشت اپنی واسطے خریدنے کا حکم لے پھر اسی طور سے اس سے خریدے یہ فتاویٰ فانی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دس دم کو ایک ہوی پیرت کے خریدنے کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے دہروئی کپڑے دس دم میں خریدے کہ ہر ایک دس دم کا ہوتا تو امام اعظم کے نزدیک کوئی دونوں میں سے موکل کو لینا لازم نہ ہوگا اور اگر اسکو کسی خاص کپڑے معین کے خریدنے کا حکم کیا اور باقی مسئلہ میں تو کوئی کو وہ کپڑا اپنے حصہ خن کے عوض لازم ہوگا اور اگر کسی خاص کیسوں کے خریدنے کا حکم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ دیر کر دی میں لکھا ہے۔ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جسکو کسی چیز کے خریدنے کا حکم دیا گیا ہے اگر اسکو من اشارہ کرنے اور نام لیکر دونوں طرح بتلایا اور اشارہ ایسے بزمان نکلا جو اس نے نام لیا تھا پس یا تو دونوں اشارہ کے حال سے جاہل تھے یا ایک جاہل تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک دوسرے کے واقف ہونے سے خبردار نہ تھا یا دونوں خبردار تھے پس پہلی تین صورتوں میں وہ اس قسم سے متعلق ہوگی جو من اس نے نام رکھ کر بتلایا ہو تاکہ دونوں یا ایک فریب سے بچ جاوے اور چوتھی صورت میں اشارہ ایسے سے متعلق ہوگا کیونکہ اشارہ میں بھان زیادہ ہوتی ہے اور اگر اشارہ ایسے ہی جنس ہو جائے نام لیا ہو تو اشارہ اشارہ سے متعلق ہوگی لیکن اگر امین وکیل کا ذکر ہو تو مسئلہ ایسا نہیں اسکی رضامندی کے ضمن اس کے ذمہ مقرر ہوا جاتا ہو تو ایسا منوگاہ دوسرے سے کہہ کہ میرے واسطے ایک باندی بعوض اسکے جو اس تھیلی میں ہی ہزار دم سے خرید دے اور تھیلی وکیل کو وری اسے ہزار دم کو ایک باندی خریدی پھر تھیلی کو جو دیکھا تو نہیں ہزار دینار یا ہزار پیسے بکھے یا نو سو دم بکھے تو یہ خرید موکل کے ذمہ ہوگی اگر دونوں ناواقف تھے کہ تھیلی کے اندر کیا ہو یا ایک ناواقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا جانتا ہے اسی طرح اگر وکیل نے تھیلی کی چیز کو دیکھ کر باندی خریدی تو بھی خرید موکل کے ذمہ ہوگی کیونکہ وکالت جب بائی تھی تو اس سے متعلق ہوئی تھی جو اس نے نام لیا تھا یعنی ہزار دم سے اسی طرح اگر تھیلی میں ڈیڑھ ہزار دم بکھے اور وکیل نے باندی ہزار دم کو خریدی تو موکل کے ذمہ ہوگی اسی طرح اگر وکیل نے ایک باندی ہزار دم کو نو سو روپے مال سے جو اس تھیلی میں ہی خرید دے پس موافق حکم کے اسے خریدی پھر جو دیکھا تو تھیلی میں ہزار دم غلہ کے بکھے یا یوں کہہ کہ میرے واسطے ہزار دم غلہ کے عوض جو اس تھیلی میں ہی خرید دے اور اسے ہمدی طرح خریدی پھر جو دیکھا تو ہزار دم غلہ مال تھیلی میں بکھے تو بھی خریدی موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ چاہا میں لکھا ہے اگر موکل نے ہزار دم وکیل کے سامنے تول دیا اور وکیل دیکھ رہا تھا اور کہا کہ ان سو دینار کے عوض میرے واسطے ایک باندی خرید دے پس وکیل نے موافق بیان موکل کے یا دہی خریدی تو خریداری اسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر نہیں درمیں کے عوض خریدی تو موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر کہیں کہا ہے ایک تھیلی حوالہ کی اور کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار دم کو جو اس تھیلی میں ہی خرید دے پھر تھیلی مع جو کچھ امین تھا وکیل کے ہاتھ سے تلف ہوگئی پھر وکیل نے ہزار دم کو ایک باندی موکل کے واسطے خریدی اور دونوں نے باہم ایک دوسرے کا تصدیق کی کہ یہ دم ستوق یا یہ خاص تھے تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور اس صورت میں یہ کہ دونوں تھیلی دینے کے وقت نہ واقف تھے کہ امین کیا ہے یا ایک نہیں واقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ایک کو دوسرے کے وقت نہ تھا اور اگر دونوں واقف تھے کہ امین کیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے جانے کا وقوف تھا تو وکالت اشارہ کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ اشارہ کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ باندی خریدی تو خریداری اسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر

دونوں میں سے ایک نے اپنے جاننے سے انکار کیا یا دوسرے کے وقوف سے خبردار ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے راست بازی سے کہا کہ دم زبوں یا ہنرہ تھے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی پس اگر دونوں کو تحصیل دینے کے وقت وقوف نہ ہوا یا صرف ایک نے جانا یا دونوں نے جانا مگر ہر ایک کو دوسرے کے وقوف سے آگاہی نہ تھی تو خریداری وکیل کے ذمہ پرگی اور اگر زبوں دم موکل کے پاس بعینہ قائم ہوں پھر اس نے ایک باندی ہزار دم کھرے دیکر خریدی تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی وکیل اگر دونوں نے تحصیل دینے کے وقت جانا اور ہر ایک کو دوسرے کے ہاتھ کی خبر تو وکالت مشاٹا ہے سے متعلق ہوگی اور اگر بعد تلف ہونے مشاٹا ایہ نے اس نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پرگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو دوسرے سے کہا کہ یہ غلام خریدے اور مال دیدیا تو عرف میں یہ وکیل کرنا ہی اگرچہ اس نے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے خریدے یا اس مال کے عوض خریدے اور وکیل کو اپنے واسطے خریدنا داسمین ہو اور اگر اپنے واسطے نہ کر لی تو بھی موکل کی واسطے ہوگا یہ فقیہ میں لکھا ہے اگر کسی غلام معین یا باندی معین کی خریداری کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعینہ مکمل و موزون کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدنا تو بلا خلاف جائز نہیں ہے اور اگر مکمل یا موزون غیر معین کے عوض خرید کیا تو یہ صورت کتاب الاصل میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو کسی خاص غلام کے خریدنے کے واسطے کسی قدر امون معین کے عوض علم کیا اور وکیل نے وکالت قبول کر لی پھر خریداری کے وقت گواہ کرے کہ میں اپنے واسطے خریدنا ہوں پھر غلام کو مثل اس شخص سہی کے عوض خریدنا تو وہ موکل کے واسطے ہوگا اور اگر اس شخص سے زیادہ گواہ دوسری جس شخص کے عوض خرید کیا تو اسی کے واسطے ہوگا اور اگر اس وکیل نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے خریدنا تو بھی پہلے موکل کا ہوگا دوسرے کے واسطے نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت تک کہ دوسرے وکیل نے وکالت بدوین پہلے موکل کی موجودگی کے قبول کی ہو اور اگر پہلا موکل موجود ہی پس اگر دوسرے موکل نے کوئی دوسرا شخص بیان کیا مثلاً پہلے نے ہزار دم پر خریدنے کو کہا اور دوسرے نے سو دینار پر خریدنے کو بیان کیا اور دوسرے وکیل نے سو دینار کو خریدنا تو دوسرے موکل کے واسطے ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر موکل نے کسی معین غلام کے خریدنے کا حکم کیا اور شخص بیان نہ کیا پس اگر وکیل نے دم یا دینار سے خریدنا تو موکل کی واسطے ہوگا اگرچہ اپنے لیے نیت کی یا تصریح کر دی ہو اور اگر سوائے دم و دینار کے اور کسی چیز کے عوض خریدنا تو ہمارے علماء کے نزدیک اسی کے واسطے ہوگا اور اگر وکیل نے کسی دوسرے کو اسی شے کے خریدنے کا وکیل کیا پس اگر دوسرے وکیل نے اسکو پہلے وکیل کے واسطے خریدنا تو پہلے کے واسطے ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ پہلے کے واسطے ہونے کی اس صورت میں ہی صورت ہو سکتی ہے کہ پہلا وکیل دوسرے سے یہ کہے کہ یہ میرے واسطے خرید کر اور اگر کوئی نہ کہا کہ میرے موکل فلان کے واسطے خرید کر اور دوسرے وکیل نے خریدنا تو دوسرے وکیل کے واسطے ہوگا نہ پہلے وکیل کے واسطے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کے حصوں میں خریدنا پس اگر مثل اس شخص کے عوض خریدنا جو پہلے وکیل میں رہا یا اس سے کہ خریدنا تو یہ خریداری پہلے موکل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے وکیل نے نہ خریدنا تو دوسری جنس کے عوض خریدنا تو پہلے وکیل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے موکل نے اپنے وکیل سے کہا تھا کہ اپنی پسند سے کام لے کر پس پہلے نے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے پہلے کی نسبت میں مثل اس شخص کے عوض خریدنا تو پہلے موکل کے واسطے ہوگا پہلے وکیل کے واسطے ہوگا یہ جو خط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے فلان شخص کی باندی خرید دے اس نے ان یا سنین کو حکم دیا کہ خرید لیں کہ اگر ان میں نے موکل کے لیے خریدی تو اس کے لیے ہوگی اور اگر نہ لیا ہے تو اس کے لیے خریدی تو اپنے بچے ہوگی اور اگر نہ لیا ہے تو اس کے لیے خریدی تو اس کے لیے یا اپنے بچے

کچھ نہ کہا پھر کہا کہ فلاں موکل کے لیے خریدی ہوئی ہے اگر یہ قول باندہی کے ہلاک ہونے یا آئین میں پیدا ہونے سے پہلے کہا تو قلعہ  
 کیا جائیگی اور اگر ہلاک یا عیب پیدا ہونے کے بعد کہا تو تصدیق نہ ہو جائیگی یہ غلام میں ہو کسی شیعیہ کے خریدنے کیلئے اگر اسکو خرید  
 پھر موکل نے اسے بعد خوش نشاندگی تو بیع لازم ہوگی اور واپس نہ ہو سکیگی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص کو مکہ واکہ فلاں غلام میرے  
 اور اپنے درمیان مشترک خریدے پس وکیل نے کہا کہ اچھا پھر وکیل نے ہار خریدیا اور گاہ کر لیے کہ میں نے اسے ہی خریدایا ہوگا  
 شرط کے دونوں میں مشترک ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کا غلام میرے اور  
 اپنے درمیان مشترک خریدے پھر وکیل نے کہا کہ اچھا پھر دوسرے شخص نے وکیل سے ظکری کہا اور وکیل نے قبول کر لیا پھر تیسرا  
 شخص وکیل سے ملا اور اسے بھی مثل پہلے کے اس سے کہا اور اسے قبول کر لیا پھر وکیل نے وہ غلام خریداپس اگر تیسری  
 وکالت کو وکیل نے دونوں پہلے موکلوں کے سامنے قبول کیا تھا تو یہ غلام وکیل اور تیسرے کے درمیان مشترک ہوگا اور پہلے  
 دونوں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر دونوں پہلے دونوں کی موجودگی و علم کے خریدیا تو فقط پہلے دونوں میں نصف نصف مشترک ہوگا یہ  
 ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک معین غلام کو پانچ سو درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دوسرے غلام کے ساتھ  
 اسکو ملکر ہزار درم کو ایک ہی صفحہ میں خریدیا تو امام الفہم رحمہ کے نزدیک دونوں وکیل کے ہونگے اور موکل کے ذمہ کوئی لازم  
 نہ ہوگا اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ موکل کے ذمہ دونوں میں وہ ہوگا جسکو اس نے معین کر دیا تھا بشرطیکہ اسکا حصہ تین پانچ سو درم  
 یا کم ہو اور یہ اختلاف اسوقت ہی کہ موکل نے وکیل کرتے وقت ضمن بیان کر دیا ہو اور اگر بیان نہ کیا ہو تو بالا جماع جائز ہے  
 بشرطیکہ جو غلام موکل کے واسطے خریدایا اسکا حصہ تین اسکی قیمت کے مساوی یا اتنا زیادہ ہو کہ جب قدر خسارہ ایسے معاملہ  
 میں لوگ برداشت کر لیتے ہیں یہ سراج المباح میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلاں شیعیہ اسقدر  
 کو خریدو اسے اسی قدر میں کو خریدی بہانہ کہ خرید موکل کے واسطے ہو گئی پھر معین کوئی عیب یا کراہت کو واپس کر دی پھر  
 چاہا کہ اپنے واسطے خریدے پس اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد حکم قاضی یا قبضہ سے پہلے حکم قاضی یا بدون حکم قاضی کے ہو تو  
 وکیل اپنے واسطے نہیں خرید سکتا ہے بان اگر دوسری جنس کے عوض خریدے یا اس جنس سے کچھ زیادہ دیکر خریدے تو ہو سکتا  
 ہے اور اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بدون حکم قاضی کے ہو تو اپنے واسطے جس جنس سے چاہے خریدے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک  
 شخص نے دوسرے کو ایک خاص چیز ہزار درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے ایک ہزار ایک سو درم کو خریدیا پھر اپنے  
 نے سو درم جنس میں سے کم کر دیے تو غلام مشتری کا ہوگا۔ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے

فلاں شخص  
 دو دن فلاں  
 لکھ کو قاضی  
 بن کر بیعت  
 سے نہیں  
 ہو سکتا

فصل فی خریدنے کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل و موکل میں اختلاف ہونے کے بیان۔ ایک نے دوسرے  
 کو ایک غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ایک دوسرے موکل نے بھی اسکو ہی واسطے وکیل کیا اور دونوں نے اسکو دام  
 دیدیے پس اسے ایک غلام خریدیا اور کہا کہ میں نے فلاں شخص کی نیت سے اسکو خریدایا تو اسکا قول مقبول ہوگا لکھ حضور  
 میں سے ہر ایک نے ایک شخص کو ایک خاص غلام میں او حار خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے خریدیا اور دونوں  
 جنس ایک ہی جنس کے ہیں اور اسے کہا کہ میں نے فلاں کے واسطے نیت کی ہے تو اسکا قول لیا جائیگا اور اگر جنس دونوں  
 سے جو غلام ایک نے ہزار درم کا اور دوسرے نے سو درم کا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے او حار غلام  
 خریدیا تو وکیل کی نیت کی نیت کی نیت ہوگی یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے اگر زمین میں ہر کے خریدنے سے  
 وکیل کیا پس اسے خریدی جائے یا تو خریدنے میں جنس کی جنس کی یا بطور زمین یا بطور زمین یا بطور زمین

بجائے

دونوں میں سے ایک نے اپنے جانے سے انکار کیا یا دوسرے کے وقوف سے خبردار ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول پایا جائیگا اور اگر دونوں نے راست بازی سے کہا کہ دوم زیوف یا بہرہ تھے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی پس اگر دونوں کو تحصیل دینے کے وقت وقوف نہ ہوا یا صرف ایک نے جانا یا دونوں نے جانا کر ہر ایک کو دوسرے کے وقوف سے آگاہی نہ تھی تو خریداری وکیل کے ذمہ پڑے گی اور اگر زیوف دوم موکل کے پاس بعینہ قائم ہوں پھر اس نے ایک باندی ہزار درم کھرے دیکر خریدی تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی ویلن اگر دونوں نے تحصیل دینے کے وقت جانا اور ہر ایک کو دوسرے کے ہاتھ کی خبر و وقوف و کانت مشاثلہ سے متعلق ہوگی اور اگر بعد تلف ہونے مشاثر ایہ نے اس نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی یہ ذمہ وہ میں لکھا ہے دوسرے سے کہنا کہ یہ غلام خریدے اور مال دیا تو عرف میں یہ وکیل کرنا ہی اگرچہ اس نے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے خریدے یا اس مال کے عوض خریدے اور وکیل کو اپنے واسطے خریدنا یا دوسرے سے خرید کر اپنے واسطے نہ کر لی تو بھی موکل کی واسطے ہوگا یہ فقیہ میں لکھا ہے اگر کسی غلام معین یا باندی معین کی خریداری کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعینہ مکمل و موزون کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدنا تو بلا خلاف جائز نہیں ہے اور اگر وکیل یا موزون غیر معین کے عوض خرید کیا تو یہ صورت کتاب الاصل میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط میں نہ لکھا کسی نے دوسرے کو کسی خاص غلام کے خریدنے کے واسطے کسی قدر ہامون معین کے عوض حکم کیا اور وکیل نے وکالت قبول کر لی پھر خریداری کے وقت گواہ کہ میں اپنے واسطے خریدنا چون پھر غلام کو مثل اس میں سہمی کے عوض خریدنا تو وہ موکل کے واسطے ہوگا اور اگر اس میں سے زیادہ کو یا دوسری جنس میں کے عوض خرید کیا تو اسی کو واسطے ہوگا اور اگر اس وکیل نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے خریدنا تو بھی پہلے موکل کا ہوگا دوسرے کے واسطے نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہی کہ دوسرے وکیل نے وکالت بدولت پہلے موکل کی موجودگی کے قبول کی ہو اور اگر پہلا موکل موجود ہی پس اگر دوسرے موکل نے کوئی دوسرا شخص بیان کیا مثلاً پہلے نے ہزار درم پر خریدنے کو کہا اور دوسرے نے سو دینار پر خریدنے کو بیان کیا اور دوسرے وکیل نے سو دینار کو خریدنا تو دوسرے موکل کے واسطے ہوگا یہ ذمہ وہ میں لکھا ہے اور اگر موکل نے کسی معین غلام نے خریدنے کا حکم کیا اور اس میں بیان نہ کیا پس اگر وکیل نے درم یا دینار سے خریدنا تو موکل کی واسطے ہوگا اگر یہ اپنے لیے نیت کی یا تصریح کر دی ہو اور اگر سوائے درم و دینار کے اور کسی چیز کے عوض خریدنا تو ہمارے علماء کے نزدیک اسی کے واسطے ہوگا اور اگر وکیل نے کسی دوسرے کو اسی شے کے خریدنے کا وکیل کیا پس اگر دوسرے وکیل نے اسکو پہلے وکیل کے واسطے خریدنا تو پہلے کے واسطے ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ پہلے کے واسطے ہونے کی اس صورت میں ہی صورت ہو سکتی ہے کہ پہلا وکیل دوسرے سے یہ کہہ دے کہ یہ میرے واسطے خرید کر یا یہ خرید کر اور اگر یوں کہنا کہ میرے موکل فلان کے واسطے خرید کر اور دوسرے وکیل نے خریدنا تو دوسرے وکیل کے واسطے ہوگا نہ پہلے وکیل کے واسطے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کے حضور میں خریدنا پس اگر مثل اس میں کے عوض خریدنا جو پہلی وکیل میں ہی یا اس سے کم پر خریدنا تو یہ خریدنا اسی پہلے موکل کے واسطے ہوگی یا ان کو پہلے میں سے زائد پر یا دوسری جنس کے عوض خریدنا تو پہلے وکیل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے موکل نے اپنے وکیل سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے کام کر پس پہلے نے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے پہلے کی قیمت میں مثل اس میں مذکور کے عوض خریدنا تو پہلے موکل کے واسطے ہوگا پہلے وکیل کے واسطے نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے فلان شخص کی باندی خرید دے اس نے بان یا میں کچھ نہ کہا اور پھر خرید لی پس اگر کہنا کہ میں نے موکل کے لیے خریدی ہے اس کے لیے ہوگی اور اگر کہنا کہ اپنے لیے خریدی ہے تو اپنے لیے ہوگی اور اگر کہنا کہ میں نے خریدی ہے اور موکل کے لیے یا اپنے لیے



کچھ نہ کہا پھر کہا کہ فلاں موکل کے لیے خریدی ہوئی گریہ تو لب باندی کے ہلاک ہونے یا آئین میب پیدا ہونے سے پہلے کہا تو قناوی  
 کیا پائیگی اور اگر ہلاک یا عیب پیدا ہونے کے بعد کہا تو تصدیق نہ لیا جائیگی یہ خلاصہ میں ہو کسی شخص معین کے خریدنے کیے کیلئے اگر کسی کو خریدنا  
 پھر موکل نے اس کے بعد غور و مشر نہ کی تو بیع لازم ہوگی اور واپس نہو سیکے یہ جو اصل قناوی میں ہے ایک شخص کو حکم دیا کہ فلاں غلام میب  
 اور اپنے درمیان مشترک خریدے پس وکیل نے کہا کہ اچھا پھر وکیل نے باکر خرید اور کراہے کہ میں نے اپنے ہی واسطے خریدنا تو وہ لوگوں  
 شرط کے دونوں میں مشترک ہوگا یہ قناوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کا غلام میب اور  
 اپنے درمیان مشترک خریدے پھر وکیل نے کہا کہ اچھا پھر دوسرے شخص نے وکیل سے ملکر یہی کہا اور وکیل نے قبول کر لیا پھر تیسرا  
 شخص وکیل سے ملا اور اسے بھی مثل پہلے کے اس سے کہا اور اسے قبول کر لیا پھر وکیل نے وہ غلام خرید اپس اگر تیسرے کی  
 وکالت کو وکیل نے دونوں پہلے موکلوں کے سامنے قبول کیا تھا تو یہ غلام وکیل اور تیسرے کے درمیان مشترک ہوگا اور پہلے  
 دونوں کو کچھ نہ لگا اور اگر یہ دون پہلے دونوں کی موجودگی و علم کے خریدنا تو فقط پہلے دونوں میں نصف نصف مشترک ہوگا یہ  
 ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک معین غلام کو پانچ سو درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دوسرے غلام کے ساتھ  
 اسکو ملکر ہزار درہم کو ایک ہی صفحہ میں خریدنا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک دونوں وکیل کے ہونگے اور موکل کے ذمہ کوئی لازم  
 نہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ موکل کے ذمہ دونوں میں وہ ہوگا جسکو اس نے معین کر دیا تھا بشرطیکہ اسکا حصہ ثمن پانچ سو درہم  
 یا کم ہو اور یہ اختلاف اسوقت ہی کہ موکل نے وکیل کرنے وقت ثمن بیان کر دیا ہو اور اگر بیان نہ کیا ہو تو بالا جماع جائز ہے  
 بشرطیکہ جو غلام موکل کے واسطے خریدنا ہی اسکا حصہ ثمن اسکی قیمت کے مساوی یا اتنا زیادہ ہو کہ جسقدر خسارہ ایسے معاملہ  
 میں لوگ برداشت کرتے ہیں یہ سراج الوباح میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلاں شخص معین اسقدر ثمن  
 کو خریدے اسے اسی قدر ثمن کو خریدی یہاں تک کہ خرید موکل کے واسطے ہو گئی پھر معین کوئی عیب پکرایا تو واپس کر دی پھر  
 چاہا کہ اپنے واسطے خریدے پس اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد حکم قاضی یا قبضہ سے پہلے حکم قاضی یا بدون حکم قاضی کے ہوا تو  
 وکیل اپنے واسطے نہیں خرید سکتا ہی بان اگر دوسری جس کے عوض خریدے یا اس ثمن سے کچھ زیادہ دیکر خریدے تو وہ سکتا  
 ہوا اور اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بدون حکم قاضی کے ہوا تو اپنے واسطے جس ثمن سے چاہے خریدے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک  
 شخص نے دوسرے کو ایک خاص پیر ہزار درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے ایک ہزار ایک سو درہم کو خریدنا پھر رائج  
 نے سو درہم ثمن میں سے کم کر دیے تو غلام مشتری کا ہوگا یہ بخلاف قناوی میں لکھا ہے

فلاں شخص  
 دو موکلین سے  
 ایک کو غلام  
 پر خریدنا  
 صحیح ہے

فصل غیر معین چیز خریدنے کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل و موکل میں اختلاف ہونے کے بیان۔ ایک نے دوسرے  
 کو ایک غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ایک دوسرے موکل نے بھی اسکو اسی واسطے وکیل کیا اور دونوں نے اسکو دام  
 دیدیجے پس اسے ایک غلام خرید اور کہا کہ میں نے فلاں شخص کی نیت سے اسکو خریدنا ہی تو اسکا قول مقبول ہوگا۔ بعد بخون  
 میں سے ہر ایک نے ایک شخص کو ایک خاص غلام میں آدھا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس انہوں نے خریدنا اور دونوں  
 میں ایک ہی جس کے ہیں اور اسے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے نیت کی ہی تو اسکا قول لیا جائیگا اور اگر ثمن دو بخون  
 سے جو فلاں ایک نے ہزار درہم کو اور دوسرے نے سوا تار کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے آدھا غلام  
 کو خود بخون کی نیت سے خریدنا تو خریدی وکیل کی وکالت کے واسطے ہوگی بشرطیکہ وہی لکھا ہے اگر غیر معین چیز کے خریدنے سے  
 وکیل کو پس اسے کوئی غلام خریدنا پس یا قناوی میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ میں نے فلاں شخص کی نیت سے

جائز



اُسکو دلائے جائیگے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے لیے ہزار درم کو ایک غلام ایک شخص سے خریدا اور کسی ایسے شخص کو نہ  
 بتلایا جو چاہنا چاہے پس موکل نے کہا کہ تو نے میرے واسطے جو نہیں خریدا ہی اور میں نے تجھ کو وکالت سے بیطرف کیا تو وکالت  
 سے خارج ہو جائیگا پس اگر اسکے بعد کسی خاص شخص کا نام لیا تو اسکی تصدیق نہ کی جائیگی۔ نوادر میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت  
 ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ غلام ہزار درم کو لانا شخص کے مال سے خریدا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ میں نے تجھے اس واسطے  
 حکم کیا تھا پھر اس نے کہا کہ تو نے مجھے حکم نہیں کیا تھا بلکہ میں نے تیرے ہزار درم غصب کر کے اُسکا یہ غلام خریدا تو درم کے  
 مالک کا قول لیا جائیگا چھوٹ میں لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہزار درم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اُس نے  
 دو ہزار درم کو خرید کر موکل کے پاس بھیج دی اور اس نے اُسکو ام ولد بنا یا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم کو خریدی تھی پس  
 اگر وکیل نے اُسکو بھیج دینے کے وقت یہ کہا کہ یہ باندی ہی جسکے خریدنے کے واسطے تو نے مجھے وکیل کیا تھا اور میں نے تیرے  
 لیے خریدا دی تھی پھر کہا کہ دو ہزار کو خریدی تھی تو اسکی بات کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر گواہ پیش کیے تو سماعت نہ ہوگی اور اگر قسٹ  
 ارسال کے کچھ نہیں کہا تھا پھر دو ہزار درم پر خریدنے کا دعوے کیا تو اسکا قول لیا جائے گا اور اُسکو اعتبار ہوگا کہ چاہے  
 باندی مع حق اور بچہ کی قیمت کے موکل سے واپس کرے یہ قواسے قاضی خان میں لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک  
 باندی خریدنے کے واسطے ہزار درم دیے اور کہہ دیا کہ اپنے پاس سے پانچ سو درم تک زیادہ بڑھا دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے  
 ڈیڑھ ہزار درم کو خریدی تھی اور موکل نے کہا کہ ایک ہزار کو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیا تھی اور پہلے وکیل کی طرف  
 سے قسم لیا تھی پس اگر اس نے قسم کھالی تو باندی کی ایک تہائی وکیل کی اور دو تہائی موکل کی ہوگی یہ چھوٹ سخری میں لکھا ہی  
 اگر وکیل نے کہا کہ میں نے یہ چیز موکل کی واسطے خریدی تھی اور موکل نے کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدی تھی پس اگر کسی خاص معین  
 غلام کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا ہو اور وکیل نے اسکے خریدنے کی خبر دی ہو اور غلام زندہ موجود ہو تو بالاجل وکیل کا قول  
 لیا جائیگا خواہ معین نقد یا ہوا نہ دیا ہو اور اگر خریدنے کے وقت غلام مر چکا ہو اور کہا کہ خریدنے کے غلام مر گیا اور وکیل نے  
 انکار کیا پس اگر معین نقد یا نہ نہیں کیا ہی تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر نقد یا ہو تو قسم لیکر وکیل کا قول لیا جائیگا اور اگر غلام  
 غیر معین خریدنے کا وکیل کیا ہو غلام زندہ موجود ہی پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے خریدا ہی اور موکل نے کہا کہ بلکہ تو نے  
 اپنے واسطے خریدا ہی پس اگر معین نقد یا تو وکیل کا قول اور اگر معین دیا تو موکل کا قول امام اعظم رحمہ کے نزدیک لیا جائیگا  
 مداحین رحمہ کے نزدیک وکیل کا قول لیا جائیگا اور اگر غلام مر گیا ہو پس اگر معین نقد یا تو وکیل کا قول اور اگر معین دیا تو  
 موکل کا قول لیا جائیگا یہ تعین میں لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکی باندی یا کوئی چیز معین خریدے  
 پس وہ دام وکیل کے پاس تلف ہو گئے پھر اسے خریدی تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور اگر بچہ خریدنے کے دام دینے سے پہلے  
 تلف ہو گئے پس اگر وکیل کے پاس تلف ہوئے تو موکل کے ذمہ رہی اور یہ عقد موکل سے لیا گیا اور یہ حکم اس صورت میں  
 ہے کہ خریداری سے پہلے یا بعد تلف ہو جائے مرد و لون میں اتفاق ہو اور اگر اختلاف ہو تو موکل کا قول اسکی دانست پر قسم لیکر  
 ہوگا اور اگر درم تلف نہ ہوئے یہاں تک کہ وکیل نے ادا کر دیے پھر ایک لے استحقاق ثابت کر کے بائع کے قبضہ سے لینے  
 تو بائع وکیل سے اور وکیل موکل سے پھر اسی قدر وصول کر لینے اور اگر بچہ خریداری کے وکیل کے پاس تلف ہو گئے اور  
 موکل سے پھر وصول کر لینے پھر دوسری بار بھی وہ وکیل کے قبضہ میں تلف ہوئے تو موکل سے پھر وصول نہیں کر سکتا  
 پھر اسی طرح اگر خریدنے کے بعد بھی اسے موکل سے ہزار درم اجناس وصول کیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہو گئے تو موکل

سے نہیں لے سکتا ہی اور بائع کو اپنے پاس سے ادا کر لیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ ایک شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ ایک غلام خریدے پھر وکیل درمیں کو اپنے گھر رکھا یا بازار گیا اور ہر مہر مہر کے لیے ایک غلام خرید کر کے اپنے گھر بائع کے ساتھ لایا تاکہ بائع کو وہ درم دیدے جا کر دیکھا تو درم کو فی شخص چتر لے گیا تھا اور غلام اس کے گھر میں مگر بائع نے اس سے دام مانگے اور موکل نے غلام مانگا تو مشائخ نے فرمایا کہ وکیل موکل سے دام بیکر بائع کے سپرد کرے اور پہلے دام اور غلام وکیل کے پاس امانت میں خلائع ہوئے اور فقیہ ابواللث نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے غلام خریدا تھا اور وہ مگر گیا اور اگر صرف اس کے کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی تو اس امر میں اس کی تصدیق کی جائیگی کہ اس نے غلام نہیں خریدا اور اس کی تصدیق نہ کی جائیگی کہ موکل دوبارہ دام دیوے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ایک باندی خریدنے کیواسطے دیے اور اس نے خریدی پھر وکیل نے وہ درم زیوف یا بنہرہ یا ستوق یا رصاص پائے اور بائع کو دینے لایا اور اس نے نہ لیے پھر وہ وکیل کے پاس ضائع ہو گئے تو موکل کا مال گیا اور وکیل موکل سے ہزار درم کھرے لیکر بائع کو دینا اور اگر بائع نے وہ درم وکیل سے بیکر ایسے پائے اور وکیل کو پھیر دیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوئے پس اگر اس نے زیوف یا بنہرہ یا رصاص کیسے تھے تو بائع ہونا وکیل کے ذمہ ہوگا پھر وہ ہزار درم کھرے اپنے پاس سے ڈال دینا اور وکیل سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر ستوق یا رصاص یا کو رصاص کیسے تو تلف ہونا موکل کے ذمہ ہوگا اور وہ موکل سے ہزار درم کھرے لیکر بائع کو دینا اور اگر کھرے لینے کے بعد اس کے پاس تلف ہو گئے تو وکیل کا مال گیا پھر موکل سے نہیں لے سکتا ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درم کو خرید دے اور وکیل نے خریدی اور ہزار درم اس پر قبضہ کیا تھا اور یہ درم دیے تھے کہ موکل نے اس کو دام دیے کہ جا کر ادا کر دے پھر وکیل نے شمن تلف کر دیا اور وہ تنگ دست ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ شمن وصول کرے عوض باندی کو روک رکھے اور یہ اختیار شمنین ہی کو موکل سے مواخذہ کرے اور وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر موکل نے دوبارہ شمن دیدیا حالانکہ سپردینا نہ وہی نہیں ہے تو وہ باندی لے لے گا اور بائع اس کا نہیں کر سکتا ہی پھر موکل وکیل سے اپنے درم واپس کر لیا اور اگر موکل نے درم نہ دیے تو بائع اتفاق قاضی اس باندی کو درمیں کے عوض فروخت کر لیا اگر بائع اور موکل راضی ہوں اور اگر دونوں یا موکل راضی ہوا تو بھی امام ابو یوسف رحمہما رحمہم کے نزدیک یہی حکم ہے اور جب قاضی نے اس کو فروخت کیا اور دوسرے شمن میں بہ نسبت پہلے کے زیادتی ہو تو وہ موکل کو ملے گی اور اگر نقصان ہو تو بائع اپنا نقصان وکیل سے لے لے گا نہ موکل سے پھر موکل بائع سے اپنے درم جوائے دیے ہیں واپس لے لے گا یہ تانا بانہ میں لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ان ہزار درمیں کی ایک باندی خرید دے اور درم دکھلا کر اس کو دیے نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ درم چوری گئے پھر وکیل نے باندی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اسی طرح اگر چوری نہ گئے لیکن وکیل نے اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر موکل نے وکیل کو دیدیے اور اس کے پاس سے چوری گئے تو اس پر ضمان نہیں ہے پھر اگر اس کے بعد وکیل نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی خواہ وکیل کو درم تلف ہونے کی خبر ہو یا خبر نہ ہو اور اگر اس کو ہزار درم دیکر باندی خریدنے کا حکم کیا پھر آئین سے باخبر وہ وکیل کے پاس تلف ہو گئے اور باخبر نہ ہو باقی ہے پھر وکیل نے ایک باندی خریدی اور ہزار درم شمن ہی کو وکیل کی ہوگی اور اگر باخبر وہ درم کو خریدی پس اگر باخبر نہ ہو درم قیمت کی ہو تو وکیل کی ہوگی اور اگر ہزار درم قیمت کی ہو یا اس قدر کم ہو کہ لوگ اس کا خسارہ اٹھا لیتے ہیں تو موکل کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ دوسرے کے غلام سے کہا کہ تو اپنے آپ کو میرے واسطے اپنے مالک سے خریدے اور غلام



نے قبول کیا پھر اپنے مالک کے پاس جا کر اپنے آپ کو خرید اپس کر گئے یہ کہا کہ مجھے میرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے اس نے فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو وہ آزاد رہی اور اپنے ہزار درم واجب ہو گئے اور اس کی ولاء اسکے مالک کو مل گئی اسی طرح اگر غلام کو مطلق چھوڑا کہ مجھے فروخت کر دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ مجھے غلام شخص کے واسطے ہزار درم پر فروخت کر دے اس نے فروخت کیا اور غلام نے خرید تو وہ کالت صحیح اور بیع موکل کی ہوگی اور مال غلام کی گردن پر ہوگا اگر اسکو موکل سے لے لیا گیا اور اگر بایع نے غم کے عوض غلام کو روکنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا پس اگر موکل نے انہیں عیب یا کربا بے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر یہ عیب خرید کے روز غلام کو معلوم تھا تو وہ اپس نہیں ہو سکتا ہی اور اگر غلام اس عیب کو نہیں جانتا تھا تو وہ اپس کر سکتا ہی اور وہی والی خصوصیت اس غلام کا ہی اور غلام کو اختیار تھا کہ یہ دون موکل کی رائے دریافت کرنے کے واپس کہے اور اگر اپنے آپ کو مالک سے موکل کے واسطے ہزار درم کو عیب وصول ہونے کے وعدہ پر خرید تو عقد فاسد ہی اور اگر عیب کے بعد غلام مر گیا تو موکل اسکی قیمت جہاں تک پہنچتی ہو وہاں لے لیا اور اگر غلام نہ مر اور لیکن بایع نے اسکو اپنے کسی کام میں لگایا تو یہ نقص بیع ہی نہ تھا کہ اگر پھر مر گیا تو بایع کا مال گیا اور اگر غلام نے اپنے نفس کو موکل کی واسطے ایک ہزار درم کو وعدہ عیب یعنی مبادیہ وصول کے یا کسی مبادیہ معروف کے خرید اور موکل نے ہزار کا حکم دیا تھا تو بیع کے وقت سے آزاد ہی نہ محبط نہیں ہی اگر غلام نے کسی کو اپنی ذات کے خریدنے کی واسطے وکیل کہا کہ ہزار درم کو اس کے مالک سے خریدے اور وکیل کو ہزار درم دیدے پس وکیل نے خریدنے کی وقت اس کے مالک سے کہا کہ میں تیرا غلام تجھے اسی کے واسطے خریدتا ہوں اور اس نے فروخت کر دیا تو وہ آزاد ہو گیا اور اسی ولاء اس کے مالک کو مل گئی اور اگر خریدنے کا نام لیا اور کسی کو بیان نہ کیا تو غلام وکیل کی ملک ہوگا اور ہزار درم جو وکیل سے ہے میں جو کو مفت لینے اور مشتری یا غلام پر ہزار درم غم یا بدل عشق کے واجب ہونے اور اس صورت میں کہ وکیل نے کسی کو بیان نہ کیا تو مالک مشتری سے ہزار درم لے لیا کیونکہ وہی مافوق مالک غلام ہو اور اگر بیان کر دیا کہ غلام کی واسطے اسکو خریدتا ہوں تو امام محمد نے فرمایا کہ غلام آزاد ہو جائیگا اور مال غلام پر واجب ہوگا نہ وکیل پر اور یہی صحیح ہے یہ تین میں لکھا ہی اور اگر ایسا غلام مر ہو تو وہ خریدنے کے وقت سے آزاد ہو جائیگا خواہ وکیل نے مطلقا خریدنا ہو یا اپنی طرف نسبت کیا ہو یا بدہر کی طرف منسوب کیا ہو اور اگر مال کو عیب وصول ہونے تک ادھار رکھا ہو تو اسی وقت ملے گا اور جب صورتوں میں مال غلام آزاد ہوگا اور کسی صورت میں وکیل پر ہوگا یہ محبط نہیں لکھا ہی خریداری کے وکیل نے اگر بیع میں کچھ عیب پایا تو بدون دریافت رائے موکل کے واپس کر سکتا ہی بشرطیکہ وہ خریداری کے قبضہ میں موجود ہوئے خلاصہ میں ہی خریداری کے وکیل نے اگر بیع موکل کے سپرد کردی پھر بایع کے پاس اگر عیب میں جھگڑا کیا تو وہ اپس نہیں کر سکتا ہی لیکن اس امر کے گواہ بنائے کہ موکل نے واپس کرنا حکم دیا ہی تو وہ اپس کر سکتا ہی یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر موکل نے بیع پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وکیل نے انہیں عیب پایا پھر واپس کرنا حکم موکل نے اسکو واپس وکیل عیب پر راضی ہو گیا اور بایع کو اس عیب سے بری کر دیا تو موکل کو اختیار ہے بیع کو اس عیب کے ساتھ قبول کرے اور کچھ اسکو نہ لے لیا یا وکیل کے ذمہ دے اور اپنا غم واپس کہے پس اگر موکل نے نہ روزانہ ہی کا لینا یا وکیل کے ذمہ دانا کچھ نہیں اختیار کیا تھا یہاں تک کہ ہندی وکیل کے پاس مگرئی تو اسکا مال گیا اور موکل وکیل سے بقدر عیب کے واپس لے لیا یہ سراج الراجح میں ہی اور اگر ہندی مری و لیکن کافی ہو گئی تو موکل کے ذمہ پڑ گئی اور اسکو اختیار ہوگا کہ وکیل سے اسقدر حصہ نقصان عیب کی قیمت چاہے وہ کتنی ہو گیا ہو واپس لے اور اگر کافی نہ ہوئی اور موکل نے وکیل کے ذمہ دانا اختیار کیا اور اس کے ذمہ دانی اور غم وصول کر لیا پھر وکیل نے انہیں سوائے اس عیب کے جس پر وہ راضی ہوا ہی دوسرا عیب پایا یا اور یہ عیب بایع کے پاس کا ہی تو اس عیب کی قیمت

۱۰۔ مالک شفا  
ہو مالک بنے  
دو نوں کی راویا  
کیونکہ یہ ایک فریڈ  
پیر کے ہوتے ہوئے  
انسان کا ہونا تو  
بچنے میں عمل کیا  
یس میں مل کر  
سے انسان قبول  
کر لے گا کہ اس  
میں ہے  
اسکا حال تھا  
اور اس کو  
ان کو اس کی  
کا راج کیا  
کا راج نہ  
لوگوں نے  
کا ان کا

اسکو نہ موکل نہ بائع کسی کو واپس نہیں دے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ خریداری کے وکیل نے اگر بیع میں عیب پا کر اس پر راضی ہو کر قبضہ کیا پس اگر وہ عیب مثلاً اندھے ہونے وغیرہ کے مثل استہلاک نہیں ہے تو موکل کے ذمہ بڑگی اور اگر ایسا عیب ہو کہ غیر ذہاب کے شمار ہے کہ ویسا نقصان لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو موکل کے ذمہ نہ بڑگی اور وکیل کے ذمہ ڈال سکتا ہے اور یہ صاحبین کے کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک دونوں صورتیں یکساں ہیں اور اگر ایسا عیب اسکی قیمت اسقدر ہو کہ بچنے کو خریدی ہو یا اتنا نقصان ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کے حکم سے اُسکے لیے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس میں عیب پایا اور بائع کو اس عیب سے بری کر دیا پس موکل نے کہا کہ چونکہ تو نے عیب سے بری کر دیا اس لیے میں نے اسکو تیرے ذمہ ڈالا اور وکیل نے قبول نہ کیا تو بدوین حکم قاضی نے ذمہ نہ بڑگا اور اگر قاضی نے حکم دیدیا تو ایسا ہی گواہ اسنے موکل سے اسکو خریدا ہے پھر اگر اسنے دوسرا عیب پایا تو بدوین اسکے کہ پہلے موکل کو واپس کرے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر خریداری کے وکیل کے پاس خریدی ہوئی باندی موجود ہے اور اسنے عیب کی وجہ سے واپس کر دینی چاہی اور بائع نے دعویٰ کیا کہ موکل اس عیب پر راضی ہو گیا ہے تو بدوین گواہی کے مقبول نہ ہوگی اور اگر یہ قسم دلانا چاہے کہ موکل کے راضی ہو گیا ہو تو وکیل جانتا ہے تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہے پس اگر بائع کے پاس موکل کے عیب پر راضی ہونے کے گواہ نہ ہوں اور وکیل نے باندی واپس کر دی پھر موکل نے حاضر ہو کر رضامند ہونے کا دعویٰ کیا اور باندی لینا چاہی اور بائع نے انکار کیا اور کہا کہ قاضی نے بیع توڑ دی اب تو نہیں لے سکتا ہے تو قاضی اس قول کی طرف التفات نہ کر کے باندی موکل کو دلائیگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول صرف امام محمد رحمہ کا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں سب کا یہی قول ہے اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر وکیل نے باندی واپس کر کے ثمن لے لیا اور وہ اسکے پاس تلف ہو گیا تو وکیل کا مال گیا اور وہ اسی قدر مال موکل کو ڈانڈ دیکھا پھر اگر بائع کی تصدیق موکل نے اس امر میں کی کہ میں عیب پر راضی ہوا اور باندی پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اپنے پاس سے ثمن دیکھا اور خود ہی ثمن ادا کرے گا اور باندی پر قبضہ کر لیا اور موکل کو یہ اخبار نہیں ہے کہ بائع سے کہے کہ ایک مرتبہ تو نے وکیل سے ثمن وصول کرنے کا اقرار کیا ہے اور دوسری بار مجھ سے نہیں سکتا ہے پھر اگر موکل نے اس میں دوسرا عیب پایا تو خود ہی نصومت کرنے اور واپس کرنے کا متولی ہوگا اور اگر بعد قاضی کے بیع فسخ کرنے اور وکیل کے باندی واپس کرنے کے وکیل نے اقرار کیا کہ موکل عیب پر راضی ہو گیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ چاہے باندی رہنے دے یا وکیل کو پھیر دے اور اگر موکل نے اقرار کیا کہ میں عیب پر راضی ہو گیا ہوں تو باندی موکل کی ہوگی کہ وکیل بائع سے لیکر اسکے سپرد کرے اور بائع کا ثمن وکیل پر ہوگا اگر وکیل نے باندی واپس کرتے وقت بائع سے ثمن وصول کر لیا ہو دے اور اگر باندی میں دوسرا عیب نکلا تو دعویٰ اسکا خاص ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کو ایک باندی خریدنے کا حکم دیا اور وکیل نے خریدی اور قبضہ نہ کیا سوائے اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور موکل اس عیب پر راضی ہو گیا تو یہ جائز ہے اور اگر موکل نے عقد بیع کو فسخ کر دیا تو اُسکے توڑنے سے کچھ کام نہیں چلتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ خریداری کے وکیل نے اگر ہزار درہم کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت تین ہزار درہم ہے پھر اس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر خیار رویت یا خیار شرط میں ایسا ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی غیر میں غلام خریدنے کے وکیل نے اگر ایسا غلام خریدا کہ جس میں ایک عیب ہو کہ اسکو موکل جانتا ہے اور وکیل کو اسکا علم نہیں ہے تو وکیل اسکو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے خریداری کا وکیل اگر خریدا پھر موکل نے بیع میں کچھ عیب پایا تو وکیل کا وارث یا وصی اسکو واپس کرے اور اگر اسکا وارث یا وصی نہ ہو تو وکیل

خود واپس کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ خریداری کے وکیل سے غنم کا مطالبہ اُسکے ذاتی مال سے کیا جائے گا اگرچہ ہنوز موکل نے اُسکو نہ دیا ہو اور وکیل کو اختیار ہو کہ موکل سے غنم لے یوں لے اگرچہ اپنے مال سے اُس نے ہنوز ادا نہ کیا ہو اور اُسکو اختیار ہو کہ جب قدر دام آئے دیے میں اُنکو وصول کرنے کے واسطے بیع کو موکل کو دینے سے روک لے اور اگر روک لینے سے پہلے بیع وکیل کے پاس ہلاک ہوگئی تو موکل کا مال گیا اور وکیل پر ضمان نہیں ہو اور اگر بعد روکنے کے تلف ہوئی تو غنم کے عوض گئی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کسی کتاب میں یہ صورت ذکر نہیں فرمائی کہ اگر وکیل نے دام نہ ادا کیے اور بالغ نے اُسکو بیع سے روک دی تو اس صورت میں بھی وکیل کو روکنے کا اختیار ہو کہ موکل کو دام لینے سے پہلے نہ دیوے اور جس لائئم طوائی نے ذکر کیا کہ اُسکو یہ اختیار ہو وہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے خرید کے وکیل نے اگر غنم اپنے پاس سے ادا کر دیا پھر موکل اُسکو دوسرے شہر میں ملا اور بیع اُس کے پاس نہیں ہو اور موکل سے غنم طلب کیا اور اُس نے بغیر بیع کیے غنم دے سے انکار کیا پس اگر پہلے ایسا ہوا ہو کہ جب بیع دونوں کے سامنے موجود تھی اُس وقت موکل نے مانگی ہو اور وکیل نے بدو غنم لینے دینے سے انکار کیا ہو تو اب اُسکو اختیار ہو کہ بدو غنم بیع کیے غنم دینے سے انکار کرے اور اگر ایسا نہیں ہوا ہو تو انکار نہیں کر سکتا ہو کیونکہ غنم اُسکے ذمہ قرض ہو گیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے ہزار کو خرید کر دام دیکر اُس پر قبضہ کر لیا اور موکل کو دینے سے منع نہیں کیا یہاں تک کہ موکل نے اُسکو پانچ سو درم دے دیے پھر باندی طلب کی اور اُس نے روکی اور اُسکے ہاتھ میں مگر گئی تو وکیل کو وہ پانچ سو درم چھوڑنے سے قبضہ کیے میں دے دیے جائینگے اور باقی طلب کر لیا اور اگر پہلے ہی سے روک لی ہو تو اُس پر قبضہ کیے ہوئے درم بھی واپس کر دینا واجب ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر بعد روکنے کے اُسکی ایک آنکھ ہار رہی تو غنم میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور موکل کو اختیار ہو کہ چاہے پورے غنم میں سے لے لے ورنہ چھوڑ دے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ وکیل نے اگر ہزار درم کو ایک غلام ایک سال کے وعدہ پر خریدا اور قبضہ کیا اور موکل نے اُس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ ميعاد آگئی اور بالغ نے وکیل کو مال کے واسطے پکڑا پھر وکیل نے چاہا کہ غنم وصول کرنے کے واسطے موکل کو دینے سے روکے تو اُسکو اختیار نہ ہوگا اور اگر روکا تو ضامن ہوگا اور اگر موکل نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر وکیل نے اگر روکل کی بلا موجودگی اُسکو لے لیا اور یہ نہ کہا کہ جب تک غنم نہ دیکھا نہ دیکھا اور وہ وکیل کے پاس مگر کیا تو موکل سے غنم ساقط ہو گیا اور وکیل کا لے لینا گویا موکل کو بدو غنم لینے دینے سے منع کرنا شمار ہے نہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ دو باندیاں ہر ایک ہزار درم کی یا دونوں ہزار درم کی خرید دے پھر وکیل نے خرید کر کے دونوں پر قبضہ کیا پھر موکل نے خاص ایک اُس میں سے طلب کی اور وکیل نے انکار کیا یہاں تک کہ مگر گئی تو فقط اُسی کا غنم باطل ہو گیا پھر اگر موکل نے کہا کہ مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہو تو اُسکے کہنے پر اتفاق نہ کیا جائے گا اور بقدر حصہ کے موکل کو لازم ہوگی اور اگر وہ نہ مری جسکے دینے سے وکیل نے انکار کیا تھا بلکہ دوسری مگر گئی تو باقی اُسکو اپنی بی بی اور دونوں کے دام اُسکو دینے پڑینگے اور اگر موکل نے یہ حکم دیا کہ میرے واسطے دو باندیاں ایک ہی صفحہ میں ایک باندی ہزار درم نقد کو اور دوسری ایک ہزار درم ادا و غایک سال کے وعدہ پر خرید دے اور اُس نے موافق حکم کے خریدا اور قبضہ کر لیا اور موکل نے طلب کیا پس اُس نے دونوں کے دینے سے انکار کیا یعنی غنم لیکر دو کا باقی اُسکو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ





کہ قرض خواہ میری جان کھائے جائے میں یا بچے اپنے بال بچوں کے کھانے پینے کی ضرورت ہی تو ان صورتوں میں اُدھار  
 بیچنا جائز نہیں ہی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اُدھار بیچنے کے واسطے وکیل کرنا ایک مہینہ اور اس سے زیادہ اُدھار کیا سٹے لیا  
 جائیگا اور اگر ایسے وکیل نے نقد بیڈ الا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اس نے نقد  
 اسی قدر دامون کو دیا جتنے کو اُدھار کیا تھا تو جائز ہی اور اگر اس سے کم کو بیچا تو جائز نہیں ہی اور دوسرے مشائخ نے کہا کہ  
 مطلقاً جائز ہی اسی طرح اگر کما کر مت بیع کر نقد تو بھی یہی حکم ہی اگر کسی بیسی چیز کے بیچنے کے واسطے جس پر خرچہ اور بار برداری پڑتی  
 ہی وکیل کیا تو وہ اسی شہر تک ہوگی تبصیر وکیل اور موکل دونوں موجود ہیں اور اگر موکل اُسکو دوسرے شہر میں سے گیا  
 اور چوری ہوگئی یا خالی ہو گیا تو وکیل ضامن ہوگا اور اگر وکیل اُسکو دوسری جگہ لے گیا اور خود جاکر وہاں فروخت کیا  
 تو جس جگہ بیع واقع ہوئی ہی اسی جگہ سپرد کرنا اسپر واجب ہوگا اور اگر ایسی چیز ہو جسکی بار برداری یا خرچہ پڑتا ہی تو وکالت  
 اسی شہر کے واسطے مخصوص نہوگی یعنی اگر دوسرے شہر میں لے جاوے اور چوری ہو تو وکیل ضامن نہیں ہی۔ فتاویٰ  
 قاضی خان میں لکھا ہی بیع مطلق کے وکیل نے اگر بطور بیع فاسد کے بیچا تو بیع اور تسلیم سے ضامن نہوگا اور وکیل  
 واپس لے سکتا ہی اور جو شخص بیع فاسد کے واسطے وکیل کو اگر اس نے صحیح طور سے بیع کیا تو افساناً جائز ہی یہ غلام میں ہی۔ وکیل  
 بیع بیع کو اپنے واسطے نہیں خرید سکتا ہی کیونکہ ایک ہی شخص مشتری اور بالغ نہیں ہو سکتا ہی۔ وجہ تردید میں یہاں بار موکل  
 نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھ خرید یا فروخت کر دے تو بھی نہیں جائز ہی اسی طرح اگر وکیل نے اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ فروخت کیا  
 تو بھی بیع جائز نہیں ہی اور اگر اپنے مکان یا غلام کے ہاتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہیں ہی۔ سراج الوہاج میں ہی وکیل  
 بیع نے اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جسکی گواہی وکیل کے حق میں درست نہیں ہی پس اگر قیمت سے زیادہ کو فروخت کیا  
 تو بلا خلاف جائز ہی اور قیمت سے کم پر نہیں فاضل کے ساتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہیں ہی اور اگر نہیں بہت زیادہ نہو کم  
 ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مثل قیمت کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم رحمہ سے  
 دو روایتیں اور ظاہر روایت یہ ہے کہ ناجائز ہی۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر موکل نے وکیل کو ایسے لوگوں  
 کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم دیا یا اس طرح اجازت دی کہ جسکے ہاتھ بیرونی چاہے فروخت کر دے تو بالاجماع ایسے لوگوں  
 کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی لیکن اگر اپنے ہاتھ خود فروخت کر دے یا اپنے نابالغ لڑکے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ  
 جس پر قرض نہیں ہی فروخت کر دے تو قطعاً جائز نہیں ہی اگر یہ موکل نے صراحتاً ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنے  
 کی اجازت دی ہو اور یہی حکم خرید کے وکیل کا ہی جبکہ ان لوگوں سے خرید کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر وکیل  
 نے موکل کے ہاں یا بیٹے یا مکان یا غلام مازون کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر غلام کے وکیل نے اُسکو  
 اس کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی یہ غلام میں لکھا ہی اپنا اسباب بیچنے کے واسطے وکیل کیا اس نے کہا  
 کہ کہتے کو فروخت کروں پس موکل نے کہا تو جان یا اسکو اور اس کے مول کو تو جان پس اس نے اپنا چیز دامون کو فروخت  
 کر دیا تو اس کو واپس کر دینے کا اختیار ہی اور اسی پر فتوے ہی۔ فقہین میں لکھا ہی موکل نے اگر وکیل سے کوئی شرط  
 کی اور شرط میں ہر وجہ سے مقید کیا مثلاً یوں کہا کہ تو اس کو اس طرح فروخت کر دے کہ مجھکو ہر وجہ سے نفع  
 ہو تو وکیل کو ہر طرح اس کا لحاظ رکھنا چاہیے خواہ نفی کے ساتھ تاکہ لایا ہو یا نہ لایا ہو چنانچہ اگر کہا کہ اس کو  
 خیار کے ساتھ فروخت کر دے اس نے بلا خیار فروخت کیا تو جائز نہیں ہی یا ذخیرہ میں ہی۔ ایک شخص کو اپنا غلام



یہاں تو موکل کو اختیار ہے کل بیع باطل کر دے یا اجازت دے اور اگر وکیل کا ہوگا اور اس پر بقدر اس کے حصصیت کے واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت میں ادا کرے اور اگر اسکو ہزار درہم پر بیچا پھر مشتری نے ایک کر معین یا غیر معین زیادہ کیا تو بلا اختیار بیع جائز رہی اور اگر موکل کو بیگا یہ فتاویٰ قضاویہ کا منہ میاں میں ہی اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے نصف یا کوئی حصہ معلوم کسی کے ہاتھ بیچا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بیع جائز ہی خواہ باقی اس مشتری کے ہاتھ بیچا ہو یا نہ بیچا ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہی مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے اور یہی حکم ہر ایسی چیز میں جائز ہی جسکے ٹکڑے کرنے میں ضرر اور ٹکڑے ہونا اس میں عیب شمار کیا جاتا ہو اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں چھپے کیلی اور زنی چیزیں انکی وکالت میں اگر تھوڑی فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہی اسی طرح اگر چند ایسی چیزیں جو گنتی سے بستی ہیں اور یا ہم قریب برابر کے ہیں انکے بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ایک فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہی کذا فی شرح الطحاوی۔ اگر حکم دیا ہو کہ یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فرض فروخت کر دے اسے دوسرے شخص کے ہاتھ فرض بیچا لاو جائز نہیں ہی اور اگر اسے فلان شخص اور دوسرے شخص دونوں کے ہاتھ بیچا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس نصف کی بیع جود دوسرے کے ہاتھ بیچا ہی جائز نہیں ہی اور جو نصف فلان شخص کے ہاتھ بیچا ہی اسکی بیع جائز ہی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہی مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے کذا فی الذخیرہ۔ اگر ہزار درہم میں دو یا نیان فروخت کر نیکے واسطے وکیل کیا گیا اور اس نے ایک باندی یا بچہ دوسرے یا کم یا زیادہ فروخت کر دی تو امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہی مگر جبکہ دوسرے کو بھی فروخت کر کے ہزار درہم نوے کر دے یا زیادہ کر دے تو جائز ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر دے اور فلان کے ہاتھ فروخت کر دے تو اسکو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا لانے کا اختیار ہی اور اگر کہا کہ فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اور وکیل نے دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہی یہ فتاویٰ قضاویہ کا منہ میاں میں لکھا ہی۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام ہزار درہم کو ایک سال کی ادھار پر فروخت کر دے اور وکیل نے ہزار یا زیادہ کو ادھار پر بیچا تو جائز ہی اور اگر ہزار درہم سے کم نقد پر بیچا تو جائز نہیں ہی اور اگر دوسرے ہزار درہم کو ایک سال و ایک ماہ کی ادھار پر بیچا تو جائز نہیں ہی یہ محیط میں ہی۔ بیع کے واسطے مطلقاً وکیل کیا پھر کہا کہ آج اسکو بیچنا پھر دوسرے روز وکیل نے بدولت محمد بدوکالت کے فروخت کر دیا تو جائز ہی یہ چیز کر دی میں لکھا ہی۔ آپ شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام دیا اور منع کر دیا کہ بعد بیع کے جب تک من نہ لے غلام نہ دے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مالیت باطل ہی اور اگر بعد بیع کے وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری کا مال گیا اور وکیل ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ وکیل سے دامون کی ضمانت لے یہ محیط میں ہی اور اگر وکیل نے دام لینے سے پہلے سوچ دیا اور وہ دام ڈوب گئے تو وکیل پر ذمہ نہیں ہی یہ فتاویٰ قضاویہ کا منہ میاں میں ہی۔ اگر موکل نے غلام وکیل کو دیدیا اور کہا کہ جب تک دام نہ لے لے لے مشتری کے ہاتھ غلام نہ پہنچے اور اسے دام لینے سے پہلے فروخت کیا تو بیع باطل ہی بیع مشتری سے پھرے اور اگر غلام وکیل کو نہیں دیا اور اس نے موکل کے ہاتھ میں ہونے کی حالت میں ہزار درہم نقد نے الحال میں بیچا لا تو جب تک دام نہ لے غلام سپرد کو نہ کیا اسکو اختیار نہیں ہی خواہ موکل نے دام لینے سے پہلے دینے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر ہزار درہم کو ایک ماہ کی ادھار پر بیچا اور غلام موکل کے ہاتھ میں ہی بیع صحیح ہو اور موکل کو مشتری کو دینے کا اختیار نہیں ہی کیونکہ غلام جو کل کے تحت حکم داخل ہی اس کو خود اسی نے فروخت کیا اور خود ادھار پر فروخت کر کے پھر سپرد

لے کے واسطے مجبور کیا جاتا ہی کہذا فی المحیط اگر غلام فروخت کر بیگا وکیل کیا اور غلام دیدیا پھر وکیل نے اسکو فروخت  
 کیا اور ہنوز نہ بیٹھی کے سپرد کیا تھا کہ موکل نے وکیل کے گھر سے اسکو لے لیا اور وکیل کو دام لینے سے پہلے دینے سے منع  
 کر دیا تو صحیح ہی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل کے گھر سے لیکر دام لینے سے پہلے مشتری کو دیدے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی  
 اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام موکل کے پاس ہی اور موکل نے وکیل کو نہ لینے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع  
 کیا پس وکیل نے فروخت کیا پھر اسکو موکل کے گھر میں سے مشتری کو دینے کے واسطے لے لیا اور اس کے ہاتھ میں مشتری کو دے  
 سے پہلے مرگیا تو وکیل پر وائد نہیں ہوگا کیونکہ دام ادا ہونے کے وقت سپرد کر دینے کے لیے وکیل کو ضرورت ہو کہ غلام پر قبضہ کرے  
 تاکہ سپرد کر سکے لیکن اگر موکل منع کر دے تو البتہ نہیں لے سکتا ہی اور بیان موکل نے منع نہیں کیا اور اگر غلام نہیں مر اور  
 درم لینے سے پہلے وکیل نے مشتری کو دیدیا تو موکل کو اختیار ہو کہ تا وقتیکہ دام نہ ادا ہوں مشتری سے لے لے اور اگر موکل نے  
 غلام پھیر لیا پھر مشتری دام لایا تو موکل غلام کو وکیل کے سپرد کر دے گا اور حکم دے گا کہ مشتری کے حوالہ کرے اور وہ اس کے لینے  
 کہذا فی المحیط پس اگر اس نے قن نہ لیا یہاں تک کہ غلام مشتری کے پاس مرگیا تو موکل کسی وکیل یا مشتری سے قیمت کی وائد  
 نہیں لے سکتا ہی لیکن وکیل مشتری سے دام لیکر موکل کو دیدیا کہذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر اسکو بیچنے کا حکم دیا اور  
 قبضہ کرنے سے منع کیا اور اس نے بیع سے پہلے قبضہ کر لیا اور بیع کرنے سے پہلے اس کے پاس مرگیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا  
 پس اگر غلام نہیں مر ہی جس وقت اس نے فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی اگرچہ اس پر غلام کی ضمانت ہو اور اگر نہ مر یہاں تک کہ  
 اس نے مشتری کے سپرد کر دیا اور اس کے پاس مرگیا تو وکیل قیمت کا ضامن نہیں ہوگا بیع سے پہلے قبضہ کر لینے سے صاحب  
 شہراری کیونکہ بوجہ غصب کے بھی بیع کا حکم باقی ہو اور دام اعظم حر و دام محدودہ کے نزدیک وکیل دامون کا ضامن ہوگا بلکہ  
 مشتری سے لیکر موکل کو دیدیا اور اگر غلام مشتری کے پاس نہ مر یہاں تک کہ موکل نے اگر مشتری سے لے لیا پھر دام ادا  
 ہونے سے پہلے وکیل نے موکل کے گھر میں سے مشتری کو دینے کے واسطے اسکو لے لیا اور دینے سے پہلے وکیل کے پاس لیا  
 تو وکیل ضامن نہیں ہوگا کیونکہ و بیع کے بعد قبضہ کر سکتا ہی اور بیع ٹوٹ گئی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کا  
 حکم دیا اور اس نے قبضہ کرنے سے منع کیا مگر فلاں شخص کے سامنے یا گواہ کر کے قبضہ کرے تو اسکا منع کرنا صحیح نہیں ہی اور  
 وکیل کو اختیار ہو کہ بدون فلاں شخص یا بدون گواہوں کے وصول کرے اور اگر موکل نے خود ہی غلام ہی اور وکیل کو  
 قن پر قبضہ کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر منع کر دیا کہ بدون فلاں شخص یا گواہوں کے وصول نہ کرے تو بیع صحیح ہوگا  
 و غیرہ میں لکھا ہے اگر مکتا ب نے ایک شخص کو اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم کیا اور اس نے غیر کے ہاتھ  
 بیچا اور وکیل نہیں ہی تو جائز نہیں ہی یہ موطا میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنا غلام سودا پر بیچنے کے واسطے  
 وکیل کیا اور اس نے ہزار درم کو فروخت کیا اور وکیل کو معلوم نہ ہوا کہ کتنے کو فروخت کیا ہی اور وکیل نے کہا کہ میں نے غلام  
 بیچ ڈالا اور موکل نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو بیع ہزار درم کو جائز نہ ہوگی کہذا فی المحیط اور اگر موکل نے کہا کہ میں نے  
 بطرح مجھے حکم دیا تھا اسی بیع کی اجازت دی تو درم سے بیچنا جائز نہیں ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے و بیادون  
 کے بیچنے کے وکیل نے اگر دینار خود رکھ لے اور اپنے بیچنے کو جائز نہیں ہی یہ غلام میں ہی اگر غلام وکیل کو دیا اور  
 کہا کہ اسکو ہزار درم کو سات مثقالی وزن کے دیو تو اس سے فروخت کر دے اور وکیل نے دینار خود مثقالی وزن کے  
 کو بیچا تو جائز نہ ہوگا کہ اس نے ہشتاد دامون کو موکل سے لے لیا تھا اسی جنس کے زیادہ دامون کو بیچا ہی یہ موطا میں لکھا ہے

فتاویٰ ہند  
 کتاب الوکالت  
 باب سوم وکیل بیع



ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم کو فروخت کرے اور قیمت اسلی ہزار درم ہی بچہ بچاؤ بدل گیا اور اسکی قیمت دو ہزار درم ہوگئی تو وکیل کو ہزار درم میں بیچنے کا اختیار نہیں ہی اور اگر وکیل نے اپنی خیار پر فروخت کیا پھر مدت خیار کے اندر اسکی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہوگئی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو اپنی بیع تمام کر دینے کا اختیار ہی اور صاحبین نے اس میں خلاف کیا ہی اور اگر وکیل نے بیع تمام نہ کی بلکہ خاموش رہا یہاں تک کہ مدت خیار گزر گئی تو امام محمد رحمہ کے نزدیک بیع باطل ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بائنہ ہی کذا فی الخلافہ اسی طرح اگر عالمہ باندہی شرط کیا یہ بیع بھی جائز ہی اور پھر ہزار درم کا ہی اور اسی طرح اگر درخت میں پھل آگئے تو بھی یہی اختلافی حکم ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور غلام کے عوض اس کو فروخت کر دے یا اس کے عوض کوئی غلام خریدے پس اگر خریدنے کا وکیل کیا اور اسے غیر معین غلام خریدا تو جائز نہیں ہی اور اگر معین خریدا پس اگر اسکی قیمت اس غلام کی قیمت کے برابر یا اس قدر کم ہو کہ جس قدر خسارہ لوگ اٹھا لیتے ہیں تو جائز ہی اور اگر اس قدر کم ہو کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں اٹھا لے جہن تو جائز نہیں ہی اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور اس نے غلام غیر معین کے عوض بیجا تو جائز نہیں ہی اور اگر معین کے عوض بیجا پس اگر قیمت اس غلام کی مثل قیمت اس غلام کے یا اس قدر کم ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہی اور اگر اس قدر کم ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی اگر یہ حکم دیا کہ میرا یہ غلام بوض ایک کر گیون یا بوض دس ہروی کپڑوں کے فروخت کرے تو وکیل کو یہ اختیار ہی کہ مسمی کے عوض سی کو بیان کر کے ذمہ ٹھہرا کر میعاد سی ادھار پر فروخت کر دے اور شرط یہ ہی کہ اگر غلام بیع کی قیمت کے برابر ہو یہ قیمت میں ہی اگر نافع بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر کر بوض پچاس درم کے بیچے اور وکیل نے سب مٹا بیٹھا الا تو جائز ہی یہ بمسوط میں ہی اور اگر یون کہا کہ ہر کر اس قدر کو بیچے جتنے کو فلاں شخص نے بیجا ہی اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے اگر چالیس درم کو بیجا ہی اور وکیل نے اسی حساب سے بیجا پھر معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے پچاس کے حساب سے بیجا ہی تو بیع واپس ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس واسطے وکیل کیا ہی کہ پتنے کو فلاں نے بیجا ہی فروخت کرے نہ جو فلاں شخص خبر دے اسے کو فروخت کرے اور اگر فلاں نے کوئی کر چالیس کو اور کوئی کو پچاس کو بیجا ہی اور وکیل نے سب نام چالیس کے حساب سے بیجا تو استھاناً جائز ہی یہ محیط سرخی میں ہی اگر ہر راتی کپڑوں کی گھڑی بیچے کو دی اور دونوں کو فہ میں موجود ہیں تو کو فہ کے بس بازار میں فروخت کر دے تو جائز ہی اور اگر بصرہ میں لے گیا تو استھاناً مخالف شمار ہوگا حتیٰ کہ اگر وہاں گھڑی تلف ہو جائے تو ضامن ہوگا اور اگر تلف نہ ہو لی یہاں تک کہ اس نے بصرہ میں فروخت کر دی تو وکالت الاصل میں ہی کہ موکل پر بیع نافذ نہ ہوگی اور کتاب البصرہ میں بر حلیۃ ابو سلیمان یہ ہی کہ بیع جائز ہوگی بعض مشائخ نے کہا کہ کتاب الوکالت کی روایت حکم استھانی ہی اور یہی قول امام اعظم رحمہ کا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرف شیخ الاسلام کا میلان ہی اور اگر موکل نے قید لگائی ہو کہ کو فہ میں نہ کہے پھر وہ بصرہ میں لے گیا تو قیاساً و استھاناً ضامن ہوگا اور اگر اسے بصرہ میں بیجا تو مشائخ جامعہ کے نزدیک بیع موکل پر نافذ نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہی بمسوط میں ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ یہ ہروی یا زلی کپڑوں کی گھڑی فروخت کرے پس اگر اسے پوری گھڑی ایک ہی مفقود میں بوض مثل قیمت کے یا اس قدر کم کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں نہ فروخت کی تو بالاتفاق جائز ہی اور اگر اس قدر کم ہی بیجی کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں

میرا غلام ایک کر گیون یا بوض دس ہروی کپڑوں کے فروخت کرے تو وکیل کو یہ اختیار ہی کہ مسمی کے عوض سی کو بیان کر کے ذمہ ٹھہرا کر میعاد سی ادھار پر فروخت کر دے اور شرط یہ ہی کہ اگر غلام بیع کی قیمت کے برابر ہو یہ قیمت میں ہی اگر نافع بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر کر بوض پچاس درم کے بیچے اور وکیل نے سب مٹا بیٹھا الا تو جائز ہی یہ بمسوط میں ہی اور اگر یون کہا کہ ہر کر اس قدر کو بیچے جتنے کو فلاں شخص نے بیجا ہی اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے اگر چالیس درم کو بیجا ہی اور وکیل نے اسی حساب سے بیجا پھر معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے پچاس کے حساب سے بیجا ہی تو بیع واپس ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس واسطے وکیل کیا ہی کہ پتنے کو فلاں نے بیجا ہی فروخت کرے نہ جو فلاں شخص خبر دے اسے کو فروخت کرے اور اگر فلاں نے کوئی کر چالیس کو اور کوئی کو پچاس کو بیجا ہی اور وکیل نے سب نام چالیس کے حساب سے بیجا تو استھاناً جائز ہی یہ محیط سرخی میں ہی اگر ہر راتی کپڑوں کی گھڑی بیچے کو دی اور دونوں کو فہ میں موجود ہیں تو کو فہ کے بس بازار میں فروخت کر دے تو جائز ہی اور اگر بصرہ میں لے گیا تو استھاناً مخالف شمار ہوگا حتیٰ کہ اگر وہاں گھڑی تلف ہو جائے تو ضامن ہوگا اور اگر تلف نہ ہو لی یہاں تک کہ اس نے بصرہ میں فروخت کر دی تو وکالت الاصل میں ہی کہ موکل پر بیع نافذ نہ ہوگی اور کتاب البصرہ میں بر حلیۃ ابو سلیمان یہ ہی کہ بیع جائز ہوگی بعض مشائخ نے کہا کہ کتاب الوکالت کی روایت حکم استھانی ہی اور یہی قول امام اعظم رحمہ کا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرف شیخ الاسلام کا میلان ہی اور اگر موکل نے قید لگائی ہو کہ کو فہ میں نہ کہے پھر وہ بصرہ میں لے گیا تو قیاساً و استھاناً ضامن ہوگا اور اگر اسے بصرہ میں بیجا تو مشائخ جامعہ کے نزدیک بیع موکل پر نافذ نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہی بمسوط میں ہی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ یہ ہروی یا زلی کپڑوں کی گھڑی فروخت کرے پس اگر اسے پوری گھڑی ایک ہی مفقود میں بوض مثل قیمت کے یا اس قدر کم کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں نہ فروخت کی تو بالاتفاق جائز ہی اور اگر اس قدر کم ہی بیجی کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں

تو اختلاف ہوا اور اگر اس نے ایک ایک کپڑا کے سب گٹھری بیچ دالی پس اگر ایک ایک کپڑے کی قیمت ملا کر اسی قدر ہو جاتی ہوتی  
کل گٹھری کی قیمت ہو اگر کل گٹھری یکبارگی فروخت کر دیتا یا صرف اس قدر کہ ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بالاتفاق جائز  
ہو اور اگر صفقات متفرقہ کی فروخت گٹھری کی فروخت کو نہیں پہنچتی اور اس قدر کمی رہتی ہو کہ لوگ اس کو نہیں برداشت  
کرتے ہیں تو امام اعظم رحمہ کے قول پر جائز ہے اور صاحبین رحمہم کے مذہب پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ نہیں  
جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ جائز ہے اور اگر اس نے صرف ایک کپڑا فروخت کر دیا اور باقی نہیں تو امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق  
جواز ذکر کیا گیا ہو خواہ باقی کے حق میں ایسا ضرر ہو کہ لوگ اٹھا لیتے ہیں یا نہیں اٹھاتے ہیں اور صاحبین رحمہ کے قول کے موافق  
اگر باقی کو ضرر نہ ہو پونے یا ایسا ضرر ہو کہ لوگ برداشت کرتے ہیں مثلاً نصف اندازہ کرنے والے اسے کو بھی اندازہ کرتے ہیں تو  
جائز ہے اور اگر ایسا ضرر ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور یہ حکم مذکور کپڑوں کی بابت ہے اور اگر کسی کپڑے یا فوطے  
چیز کی بیع کیواسطے جو ایک برتن میں ہی وکیل کیا اور اسے ٹھوڑی فروخت کر دی اور باقی رہنے دی تو بالاتفاق جائز ہے  
محیط میں ہی اگر کسی نے دوسرے کو اپنے غلام کو ہزار درہم میں بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور غلام کی قیمت ہزار درہم یا پانچ سو درہم  
اور اس نے ہزار درہم کو بوندہ عطا کے بیع کر دیا اور مشتری کے سپرد کر دیا اور مشتری کے پاس مرگیا یا اسے آزاد کر دیا تو وکیل  
ضمان نہیں ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور قیمت پر قبضہ کرنا حق وکیل کو نیز ذمہ دین ہے ایک نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرا غلام  
ہزار درہم کو فروخت کر دے اور وکیل نے پانچ سو درہم کو بوندہ عطا کے فروخت کیا اور اس کی قیمت ہزار یا پانچ سو درہم میں اور مشتری  
نے قبضہ کیا تو مالک نہ ہوگا اور اگر مشتری کے ہاتھ میں مرگیا تو موکل کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے قیمت لے یا وکیل سے  
پس اگر اس نے مشتری سے لی تو وہ غیر سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل نے لی تو مشتری سے لے لیگا۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرا  
غلام ہزار درہم کو اول عطا کے وعدہ پر بیچ دے اور اس نے دوسری عطا کے وعدہ پر فروخت کیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور اس کے  
ہاتھ میں مرگیا تو موکل پر نافذ نہ ہوگی اور اگر کسی بیجا دین کے وعدہ پر سوا سے وعدہ عطا کے بیچا تو موکل پر نافذ ہوگی یہاں تک کہ  
وکیل ضمان نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اگر پانچ غلام ہزار درہم کو بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اس نے ہزار درہم اور ایک دکان شراب غیر میں سے  
مومن بیچا اور غلام مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری قیمت کا ضمان ہے اور وکیل پر ضمان نہیں ہے اور اگر ہزار درہم اور ایک دکان شراب  
مومن کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مرا تو امام اعظم رحمہ کے قول پر چاہے موکل مشتری سے غلام کی قیمت ضمان لے  
اور وہ وکیل سے نہیں چھین سکتا ہے وکیل سے ضمان لے اور اس صورت میں غلام ہزار درہم اور شراب کی قیمت پر قطع ہوگا  
پس ہر قدر ہزار درہم کے پرلے میں ہر شے اس کا ضمان قطعاً مشتری ہو سکتا ہے اور شراب کی قیمت کے پرلے میں ہر شے  
مومن موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے اس قدر یا مشتری سے سب قیمت لے لے پس اگر اسے بالغ سے ضمان لی تو وہ  
مشتری سے چھین لیگا اور یہ سب امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمہم کے نزدیک موکل کو اختیار ہے وکیل سے ضمان  
لے یا مشتری سے سب قیمت لے اور اگر ہزار درہم اور مومن یا غیر مومن سور کے عوض بیچا تو اس کا حکم وہی ہے یہاں ہزار درہم  
مومن شراب کے عوض بیچنے کا ہے اور اگر ہزار درہم اور مردار یا خون یا سی چیز کے عوض بیچا قیمت مومن ہو فروخت کیا اور وہ  
مشتری کے پاس مرگیا تو بالاتفاق بالغ پر ضمان نہیں ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی وکیل ہی قیمت پیکر موکل کو  
دیگا اور اگر ایک کہ کیوں سو درہم میں بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اس نے سو درہم دکان شراب مومن کے عوض بیچا اور بالغ  
مشتری کے پاس تلخ ہوا تو بالاتفاق وہی حکم ہے جو امام اعظم رحمہ کے نزدیک غلام کو ہزار درہم مومن شراب کے عوض فروخت

۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱  
 ۴۷۲  
 ۴۷۳  
 ۴۷۴  
 ۴۷۵  
 ۴۷۶  
 ۴۷۷  
 ۴۷۸  
 ۴۷۹  
 ۴۸۰  
 ۴۸۱  
 ۴۸۲  
 ۴۸۳

کرنا چاہیے۔ اگر بنا غلام سو رطل شراب کے عوض بیچنے کے واسطے کوئل کیا اور اس نے سو رطل کے عوض چاہا سو  
 کے عوض بیچنے کے کوئل نے شورل شراب کے عوض بیچا تو مشتری اسکا مالک نہوگا جسے کہ اگر بعد قبضہ کے اس نے آزاد کیا  
 تو متفق نہ ہوگا اور اگر مشتری کے پاس مگر کیا تو موکل نفع سے قیمت لے اور وہ مشتری سے پھر لیکھا مشتری  
 سے قیمت لے اور وہ کسی سے نہیں لے سکتا چاہیے کہ ایک شخص کو کوئل کیا کہ میرا غلام فروخت کرے اور مشتری نے  
 قبضہ سے پہلے اس میں عیب پا کر کوئل کو بیچ دیا اور اس نے قبول کر لیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر قبضہ کے عیب پا کر کوئل  
 نے قبول کر لیا تو کوئل کے ذمہ پڑے گا۔ وغیرہ میں جو کوئل بیچ اگر مشتری نے بیع میں عیب پایا تو کوئل کے  
 وصی یا وارث کو واپس کرے اور اگر وصی یا وارث نہ ہو تو موکل کو واپس کرے اور قواسی سے منہ میں ہو کہ کوئل اگر غائب  
 ہو تو جتنا بزدل ہو تب تک حقوق موکل کی طرف راجع نہوگے کذا لے اٹھا صہ ایک نے دوسرے کو اپنا غلام بیچنے کا حکم کیا اور  
 اس نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا اور ثمن خواہ وصول کیا تھا یا نہ کیا تھا یا تنگ کہ مشتری نے اس میں عیب  
 پایا کہ اس کے مثل عیب پیدا نہیں ہوتا چاہیے اٹھلی یا دانت کا زیادہ ہونا اور گواہوں پر قاضی کے حکم یا قسم یا کوئل کے  
 اقرار کی وجہ سے اس نے واپس کیا تو کوئل کو اختیار ہے کہ موکل کو پھر دے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہو  
 اگر گواہی پر واپس کیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر قسم سے باز رہے کی وجہ سے واپس کیا تو بھی اور اگر کوئل کے اقرار عیب پر واپس  
 کیا تو کوئل کے ذمہ پڑے گا اور اگر مشتری نے خود ہی بدون حکم قاضی واپس کیا اور عیب ایسا ہو کہ پیدا ہونے کا احتمال  
 رکھتا ہو تو کوئل کے ذمہ پڑے گا اور کسی خال میں وہ موکل سے لیا صہ نہیں کر سکتا چاہیے اور اگر عیب ایسا ہو کہ پیدا نہیں ہو سکتا  
 ہو اور واپسی بدون حکم قاضی کے کوئل کے اقرار سے واقع ہوئی تو ایک روایت میں بلا خصوصیت موکل کے ذمہ لازم  
 ہوگا اور عامہ روایات میں ہے کہ موکل سے خصوصیت نہیں کر سکتا چاہیے اور کوئل کے ذمہ لازم ہوگا نہ کافی میں ہے۔ ایک  
 شخص نے ایک کوئل اپنی زمین بیچنے کے واسطے مقرر کیا اور اس نے فروخت کر دی اس میں ایک قطعہ زمین وقف علی اسکے مشتری  
 نے کوئل کو پھر لیا یا اور کوئل نے اقرار کیا تو مشتری کوئل کو واپس کر سکتا ہے پھر کوئل کو واپس نہیں دے سکتا چاہیے اور اگر  
 گواہوں کی گواہی پر کوئل کو واپس دی گئی تو موکل کو واپس دے سکتا چاہیے اور باقی کی مقدم کی نسبت عامہ مثل غ نے  
 فرمایا کہ مقدم باقی فاسد نہوگا بھی صحیح ہی قواسی خان میں ہی کوئل بیچ نے اگر موافق حکم موکل کے ہر زردم کو فاسد  
 فروخت کر دیا اور باقی قبضہ کے بعد ثمن اس کے پاس تلف ہوا یا اس نے موکل کو دیدیا پھر مشتری نے اس میں عیب کا دعویٰ  
 کیا جس کے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور کوئل نے انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا تو اس کے اقرار سے بیع نہ ہوگا اور اس کے اور کوئل کے  
 ذمہ کچھ لازم نہوگا۔ اس طرح اگر مشتری کے پاس اس میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا اور اس نے عیب سابق کا نقصان لینا چاہا اور باقی حشو  
 نے ہی واقع ہوئی ہو یا بی بیان ہوئی تو بھی صحیح حکم ہے۔ وغیرہ میں لکھا چاہیے اور اگر کوئل نے اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو مشتری  
 کوئل کو واپس کر لیا اور اس کے اقرار سے حق میں صحیح ہو تو موکل کے حق میں۔ مگر وہ عیب اگر ایسا ہو کہ اتنی مدت میں اس کے  
 مثل نہیں پیدا ہو سکتا ہو تو موکل کے حق میں بھی صحیح ہوگا کیونکہ یہ عیب یقیناً اسی کے پاس کا ہوگا اور گواہوں میں نہ ہوگا  
 مثل پیدا ہو سکتا ہو تو موکل کو بدون دلیل اس بات کے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہو واپس نہیں کر سکتا یا اس سے قسم  
 لے پس اگر قسم سے باز رہا تو واپس کر دے ورنہ کوئل کے ذمہ پڑے گا اور اسی کو واپس ہوگا چنگ زندہ مائل موجود ہیں اگر  
 کوئل مگر کیا ہو کوئل کی قیمت نہ ہو یا لائق ازوم صہ کے نہیں ہو مثلاً پھر کوئل کو واپس کرے اور کوئل کو کوئل

لا فائدہ کوئل  
 کے ذمہ نہ پڑے گا  
 اگر کوئل نے بیع  
 صحیح سے کیا ہو  
 چاہیے

نفاصہ کی گنجائش نہوگی۔ وجہ زکریٰ میں ہوا اور اگر بیع استحقاق میں لے لی گئی تو پانچواں مشتری وکیل سے لے گا اگر اسکو دیا  
ہو اور اگر موکل کو ادا کیا ہو تو اس سے لے گا اور اگر استحقاق میں لے لی گئی و لیکن مشتری نے اس میں عیب پایا تو وہ موکل سے  
نفاصہ کر سکتا ہے اور جب بمقابلہ اسکے عیب ثابت ہو گیا تو عظم قاضی اسکو واپس کرے اور اپنے دام و کیل سے لے کر اسکو  
دینے میں ہن اور اگر موکل کو دینے میں ہن تو اسی سے واپس لے کر عظم قاضی نے شرح طحاوی میں ہے اگر مشتری نے خرید کا وکیل پر دے  
کیا اور وکیل نے اس سے انکار کیا اور موکل نے اقرار کیا کہ وکیل سے خرید ہوا تو قاضی نے عہدہ موکل کے اوپر رکھا اور  
دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر وکیل نے دونوں کی تصدیق کی تو عہدہ موکل سے ہٹ کر وکیل پر آ جائے گا اور موکل  
اس سے بری ہو جائیگا۔ پھر اگر مشتری نے کسی عیب کا دعویٰ کیا کہ اسکو بائع نے چھپا ڈالا تھا اور بائع نے چھپا ڈالنے  
سے انکار کیا اور قسم کھالی اور موکل نے مشتری کی تصدیق کی تو مشتری اور موکل کے درمیان کچھ نہ ہوگا  
قرار نہ پاوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ وکیل بیع سے اپنے مال سے ثمن ادا کرنا مطالبہ نہیں کیا جائیگا یہ قاضی خان میں ہوا  
تقاضا کرنے اور ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اس پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر اس نے تقاضا کر کے وصول کیا تو بہتر دورہ اس سے  
کہا جائیگا کہ موکل کو مشتری پر اترا دے یا اسکو تقاضا کرنے کے واسطے وکیل مقرر کرے پھر اگر وکیل بیع نے کہا کہ میں تقاضا  
کر چکا اور موکل نے کہا میں تقاضا کر چکا تو تقاضا کرنا وکیل کے اختیار میں رہیگا اور موکل کو مشتری پر حوالہ کر دینے کے  
واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بلا اجرت وکیل قرار پایا ہو اور اگر مثل دلال وغیرہ کے اجرت  
پر وکیل ہو تو ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور موکل مالک نہوگا اگرچہ اسکے  
نام کا تمسک لکھ دیا جاوے یہ دھیرو میں ہے وکیل بیع نے اگر فروخت کر کے مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت  
کر لی تو کفالت صحیح نہیں ہو اور دام وصول کرنے کی وکیل نے اگر مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت کی تو  
صحیح ہو اور اگر وکیل نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا تو بری کرنا صحیح نہیں ہے یہ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر  
موکل نے اقبال ثمن وکیل پر کیا تو حوالہ باطل ہو اور اگر موکل نے ان دامون سے جو مشتری پر آتے ہیں وکیل کے کسی  
معیین غلام پر صلح کر لی یا مشتری کی طرف سے وکیل نے دام دیدے کو جائز ہی اور مشتری بری ہو جائے گا اور غلام  
موکل کا ہو جائے گا اور وکیل کسی سے یعنی موکل یا مشتری سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل نے ہندی کو موکل  
کے ہاتھ ان دامون کے عوض جو موکل کے مشتری پر ہیں فروخت کیا تو بیع باطل ہے اسی طرح اگر وکیل نے  
موکل سے اپنی ہندی دیکر اس امر پر صلح کی کہ جو دام موکل کے مشتری کے ذمہ ہیں وہ وکیل کے ہونگے تو بھی  
باطل ہے۔ اسی طرح اگر وکیل نے موکل کو دام اس شرط پر ادا کیے کہ جو اس کے دام مشتری پر آتے ہیں وہ وکیل  
کے ہونگے تو بھی باطل ہے اور اگر مشتری پر اس ثمن کو اترا دیا اور مشتری راضی ہو گیا تو صحیح ہے اور یہ نکات ہی  
حوالہ نہیں ہیں اگر موکل نے مشتری سے دامون کا مطالبہ کیا تو اس کو ادا کرنے کے واسطے مشتری پر جبر  
کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مطالبہ کیا تو بھی ادا کرنے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مشتری کو  
منع کر دیا کہ موکل کو نہ دے تو مانعت صحیح ہے کہ مشتری پر موکل کو دینا واجب نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے وکیل بیع  
نے اگر مشتری کو دام ادا کرنے میں تاخیر کر دی یا دامون سے بری کیا یا حوالہ قبول کیا یا زیوت درم لے لیے  
اور پھر پوشی کر لی تو امام اعظم رحمہ کے قول میں جائز ہی اور وکیل کو موکل کو ثمن دینا ہوگا اور اس بات پر اجماع ہے





اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے سودینار بوفی ثمن کے خریدے ہیں اور وصول کر لیے ہیں تو بھی ایسا ہی حکم ہو یہ محیط میں ہو۔ زید و عمرو میں ایک باندی مشترک ہو زید نے عمرو کو اس کے بیچنے کا وکیل کیا اور اس نے ہزار درم میں بیچا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے درم وصول کر لیے اور عمرو نے انکار کیا تو مشتری زید کے حصہ سے بری ہوا اور عمرو کو ادا ہوا۔ ثمن دیدیگا کیونکہ زید کا اقرار اس کے حق میں صحیح ہو پھر زید عمرو سے قسم لیگا کہ والدہ میں نے دام جس طرح مدعی دعویٰ کرتا ہی وصول نہیں پائے ہیں پس اگر قسم کھائی تو اس پر کچھ نہیں اور اگر نہ کھائی تو زید کا حصہ دینا اس پر لازم ہوگا اور اگر خود عمرو نے اقرار کیا کہ زید نے دام وصول کر لیے ہیں اور وہ زید ہی نے اسکی تصدیق کی اور زید نے انکار کیا تو بھی مشتری آدمی سے بری ہوگا اور باقی نصف مشتری سے، عمرو وصول کر لیا اور غلامہ اسی کو نہ لیا بلکہ زید کی شرکت میں لیا اور ہر ایک موکل وکیل سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم بیچائی اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہو۔ وکیل بیع سے اگر وکیل نے یہ نہ کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے تو اسکو دوسرا وکیل کرنیکا اختیار نہ ہوگا اور اگر دوسرا وکیل کیا اور اس نے پہلے وکیل کے سامنے چالو جائز ہی اور اصل میں مذکور ہو کہ حقوق دوسرے وکیل کی طرف راجع ہو گئے اور یہی صحیح ہو کہ انہی فتاویٰ کا ضابطہ خان اور اگر پہلا وکیل حاضر نہ ہو تو جائز نہیں ہی اور اگر وکیل کے سوا کسی نے فروخت کیا اور وکیل کو خبر ہوئی اور اس نے بیع سپرد کی تو جائز ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر اور وکیل نے دوسرا وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر تو دوسرے کو تیسرے وکیل کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہی اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور دام بتلا دیے اور وکیل نے دوسرے کو حکم دیا اور دام بتلا دیے تو جائز ہی کیونکہ دام بتلا دینے سے پہلے وکیل کی رائے موجود رہی اور یہی غرض تھی یہ محیط مشتری میں ہو عدل نے بیع میں کے واسطے وکیل کیا اور اس نے سامنے فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر عدل حاضر نہ ہو تو بدو اسکی اجازت کے جائز نہیں ہی اور اگر عدل نے ثمن مقرر کر دیا اور اسے وکیل نے سامنے بیچا تو جائز ہونا ظاہر ہی اور اگر وہ موجود نہ ہو تو کتاب الوکالہ کی روایت کے موافق اسباب اسکی رائے موجود ہونے کے جائز ہی اور اسکے سوا روایت میں جائز نہیں ہی جب تک اجازت نہ ہو و حیرت زوری میں ہو اور ابن سماعہ میں ہی کہ ایک شخص نے اپنا غلام بیچنے کے لیے دوسرے کو وکیل کیا اور اسے کام کو اس باب میں جائز رکھا اور اسکو وکیل کرنیکا اختیار دیا اور وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے دوسرے سے غلام خرید لیا تو جائز ہی کیونکہ دوسرا بھی موکل کا وکیل ہو گیا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام اُس کا غلام فروخت کیا پھر غلام کے مالک نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھے اس غلام کے بیچنے کا وکیل کیا اور جبکہ تیرا ہی چاہے وکیل کر دے اور مشتری نے کسی کو غلام بیچنے کا وکیل کیا اور اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہی یہ محیط میں ہی وکیل بیع یا مباح یا ہر ایسے عقد کا جو معاوضہ ہو اگر وکیل کے سامنے دوسرے کے اس کام کے کر دینے کے بعد اجازت دیدی تو جائز ہوگا اور اگر وہ موجود نہ ہو اور دوسرا اس کام کو کرے تو جائز نہیں ہی اور طلاق و مناق بلا معاوضہ کے وکیل نے اگر بدو موجودگی وکیل کے دوسرے نے یہ کام کیا پھر وکیل نے اجازت دی تو بھی جائز نہیں ہی یہ محیط مشتری میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے حکم کیا تھا کہ میرا غلام نقد فروخت کر دے اور تو نے ادا نہ کیا اے اسنے کہا کہ تو نے مجھے بیچنے کا حکم کیا تھا اور کچھ نہیں کہا تھا تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا غلام اپنی شرط اختیار پر فروخت کرنیکا حکم کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے خیار کی شرط کرنیکا مجھے حکم نہیں دیا تھا تو وکیل کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے بیع فاسد کے طور پر بیچنے کا حکم کیا تھا تو بھی وکیل ہی کا قول لیا جائیگا یہ محیط میں ہی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا غلام فروخت کر دے

اعلیٰ حضرت دارالعلوم  
 دہلی کے مدرسہ عالیہ  
 دارالعلوم دیوبند  
 کے واسطے سے  
 اعلیٰ حضرت دارالعلوم  
 دہلی کے مدرسہ عالیہ  
 دارالعلوم دیوبند  
 کے واسطے سے

اور غلام اسکو وہ یا اسنے کہا کہ میں نے فلان شخص کے ہاتھ ہزار روپے کو بیچا اور دام وصول کر لیا اور وہ میرے پاس تلف ہو گئے یا میں نے ماکل کو دیدیے اور موکل نے یہ سچ سے انکار کیا یا میں نے ماکل کو دیدیا اور دام وصول کر لیا انکار کیا تو موکل کا قبول کیا یا نہ کیا اور اسے قسم نہیں کی لہذا فی الذخیرہ اور یہ سچ مشہور تھا کہ وہ بیانیکی اور ثانی وکیل پر ہو گا نہ مشتری پر پس اگر وکیل نے اپنے قول پر قسم کھالی تو وہ بھی برسی ہو گیا اور اگر انکار کیا تو موکل کو ٹوٹن ڈھکچا پھر اگر مشہور ہی سے غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو اپنے دام وکیل سے واپس لے اور اگر وکیل نے قبضہ میں نہیں لیا تو اسے وکیل کی تصدیق نہیں کی تو تو واپس نہیں لے سکتا کیونکہ وکیل کی تصدیق اسے ڈانڈا تھا میں نے یہ سچ سے واپس لینے میں اور وکیل کو یہ اختیار ہے کہ موکل سے قبضہ کے عدم علم پر قسم لے پس اگر قسم لے لیا کر کیا یا قبضہ کا اقرار اور دینے اور تلف ہونے سے انکار کیا تو جو وکیل نے ڈانڈ دیا ہی وہ موکل سے واپس لے اور یہ اس صورت میں ہے کہ مشتری نے وکیل کے قبضہ کا اقرار کیا اور اگر موکل کے قبضہ کا اقرار کیا تو مشتری وکیل اور موکل کسی سے نہیں لے سکتا ہوا اور اگر مشتری نے بیع میں کوئی عیب پا کر حکم قاضی وکیل کو واپس کیا پس اگر موکل نے دام وصول کیا یا نہ کیا تو اس سے واپس کرے اور وکیل اپنے موکل سے لے لیگا بشرطیکہ موکل نے ثمن وصول کرنے میں اسکی تصدیق کی ہو اور بیع موکل کی ہوگی اور اگر موکل نے اسکی تکذیب کی ہو تو رجوع نہیں کر سکتا ہی لیکن موکل سے اسے علم پر قسم لیکر پس اگر قسم کھالی تو نہیں لے لے سکتا ہی اور اگر قسم سے انکار کیا تو دام واپس لیکر اور پہلی صورت میں غلام فروخت کر کے دام وصول کر لیا اور اگر چھ بڑھا تو اسکو موکل کو دیدے گا اور اگر لے پڑا تو وکیل ڈانڈ بھر لگا اور یہ ڈانڈ کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہی لہذا فی الذخیرہ لکھوری اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی اور اگر موکل کے مشتری سے دام وصول کرنے کا اقرار کیا تو وقت واپسی کے وکیل اور موکل کسی سے نہیں لے سکتا ہی اور موکل سے یقینی قسم لیکر اگر اسنے انکار کیا تو دام اس سے پھیر لیکر اور بیع اسکو دیکر اور اگر قسم کھا گیا تو نہیں لے سکتا ہوا اور غلام فروخت کر کے اس سے دام وصول کر لیا جیسا کہ مسئلہ مذکور بالا میں گذارچہ وہ بیع کر دے میں ہوا اور اگر موکل نے وکیل کو بانڈی نہ دی اور اسنے دعویٰ کیا کہ میں نے فروخت کر کے دام وصول کر لیا ہے میں اور وہ تلف ہو گئے یا میں نے موکل کو دیدیا اور موکل نے انکار کیا تو اسکو اختیار ہے کہ دام وصول ہونے تک اسکو روک لے اور مشتری سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اسکو وہ سرے ہزار روپے یا بیع توڑ دے کڈانے غلام اس پر اگر اسنے ہزار روپے دیکر موکل سے بانڈی لے لی تو وکیل سے اپنے پہلے ہزار روپے واپس لیکر یا مجھ میں ہی پس اگر موکل مر گیا اور وارثوں نے کہا کہ تو نے غلام فروخت نہیں کیا ہی اور وکیل نے کہا کہ میں نے فروخت کیا اور دام لے لیا اور وہ میرے پاس تلف ہو گئے اور مشتری نے اسکی تصدیق کی پس اگر غلام موجود ہو تو وکیل کا قول لیا جائے گا اور یہ حکم استحضار کیا ہی اور اگر غلام تلف ہوا تو بدین اس امر کے گوہر ہون کے کہ اسنے موکل کی زندگی میں غلام فروخت کیا تھا وکیل کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ غلام میں ہی ایک شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام فروخت کر دے اور غلام دیدیا پھر وہ غلام کسی شخص کے ہاتھ میں پایا گیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے اسے ہاتھ فروخت کر دیا ہی اور اسنے وکیل کی تصدیق کی مگر موکل نے دونوں کی تکذیب کی تو اسکو اختیار ہے کہ غلام لے لے اور اگر غلام اسے بعد اس شخص کے پاس مر گیا تو وکیل سے ضمان لینے کی مابت اسکی تصدیق نہ کی جائے گی اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے کہا کہ میں نے ہاتھ وکالت سے بہر طرف کیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے یہ غلام کل کے روز فروخت کر دیا ہی تو اسکی تصدیق نہ کی جائے گی

وکیل وکالت سے خارج ہو گیا اور شائع نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ وہ شیعیہ قائم ہو اور اگر تلف ہو گیا تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائیگا۔ وکیل بیع نے اگر وکیل کے مرنے کے بعد دعوے کیا کہ میں نے وہ شیعیہ فروخت کر دی ہے اور وارثوں نے انکار کیا پس اگر وہ شیعیہ قائم ہو تو وارثوں کا قول لیا جائیگا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو وکیل کا قول معتبر ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے عقد صرف میں اور عقد سلم میں رب السلم ذی دین سے وکیل کرنا درست ہے لیکن مسلم البیعی طرف سے وکیل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وکیل دوسرے سے قبضہ ہونے سے پہلے بداد ہو گیا تو عقد باطل ہو جائیگا اور وکیل کا چادر ہونا اگر وہ بعد بیع کے قبضہ سے پہلے آیا ہو تو معتبر نہیں ہے لیکن اگر مجلس مقدمات لایا تو حقوق عقد اس کی طرف منتقل ہو جائیگا اور اس کی جدائی معتبر ہوگی اور بیع صرف یا بیعی کے ساتھ درست نہیں ہے اگر وہ شخصوں نے بیع صرف قرار دی پھر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک شخص کو دام کی تنقید کا حکم کیا پھر ایک شخص حکم دینے والا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا تو بیع صرف باطل ہو جائیگی اگرچہ وکیل مع دوسرے کے حاضر رہے اور اگر وکیل اٹھ گیا تو بیع صرف باطل نہ ہوگی یہ سراج الوباح میں لکھا ہے بلکہ شخص نے دوسرے کو ایک چاندی کی چھال جو معین تھی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور دام نہ بتلائے پس وکیل نے بوزن اس کے درم یا دینار سے خریدی تو جائز ہے اور اگر چاندی کی چھال کو درم سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے دیناروں سے خریدی تو وکیل کی ہوگی اگر کسی شخص کو سوناری کی مٹی فروخت کرنے کا وکیل کیا اور اس نے درم و دینار کے سوا کسی چیز کے عوض فروخت کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک موکل پر ناقذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر موکل نے ہزار درم معین کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنے قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے ہزار درم موکل کے مال سے لیکر بیع صرف کر دی تو جائز ہے اور اگر ہزار درم معین پر قبضہ کر کے پھر دوسرے ہزار درم لیکر ان کی بیع صرف کی تو جائز نہیں ہے۔ ڈھلی ہوئی چاندی کی چیز معین فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے دوسری فروخت کی تو جائز نہیں ہے اور بیہ کی بابت دو روایتیں آئی ہیں ان میں سے ایک روایت میں یہ حکم اسکا بھی ہے کہ وہ بین دیناروں کو بعض درم کے عوض فروخت کرنے کا حکم کیا اسے کوئی درم کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر گناہ ان درم کو شامی دیناروں کے عوض فروخت کرے اسے کوئی دیناروں کے عوض بیچے حالانکہ شامی اور کوئی دینار وزن میں برابر ہوتے ہیں تو جائز ہے۔ اور اگر وکیل نے موکل کے غلام کے ساتھ بیع صرف کی تو ضامن ہوگا خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ خواہ اسکو معلوم ہو کہ یہ موکل کا غلام ہے یا نہیں اور اگر موکل کے معاوض کے ساتھ یا وکیل یا مشتری یا مضارب کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز نہیں ہے اور اگر موکل کے شریک غیر معاوض کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز ہے اور اگر اسکی مان یا باپ یا بڑے یا چورہ کے ساتھ بیع صرف یا سلم قرار دی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک جائز ہے۔ اگر فلس خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور بعد قبضہ کے وہ کاسد ہو گئے تو موکل کے ذمہ بیچنے اور اگر قبضہ سے پہلے کاسد ہوئے پھر بھی اس نے قبضہ کر لیا تو وکیل کے ہو گئے کیونکہ کاسد ہونا بمنزلہ تلف ہونے کے ہے پس بیع ٹوٹ گئی اور جب وکیل نے قبضہ کیا تو دونوں میں از سر نو بیع تھا مگر منع ہو گئی تو اسکو موکل کو نہ دینے کا اختیار ہے۔ اور اگر اس نے موکل کو دینے کا باہم بیع جدید منع ہو جائیگی ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے دس درم ایک گریبون کی بیع سلم میں دینے کے لئے جائز ہے اور اگر اپنے پاس سے اٹا کچے تو موکل سے لے سکتا ہے اور اگر اسکو حکم کیا کہ میرے واسطے دس درم اٹا کچے

بیع صرف  
بیع صرف میں  
بیع صرف میں



عوض لے لے اور وکیل نے لے لیے تو وکیل کے ذمہ پڑ گئے کیونکہ اس نے ایسی چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا جو اسکے پاس نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اسکو ایک کرغیون کی سلم میں دیدے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک موکل پر نافذ نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اسکو فلان شخص کو سلم میں دیدے تو بالاجماع موکل پر بیع نافذ نہ ہوگی مضارب نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے بیع سلم کر دے تو جائز ہے۔ ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا ہر ایک نے کچھ درم دیدے کہ میرے واسطے بیع سلم ٹھہرا دے پس اس نے دراهم غلط کر دیے تو اس نے مال تلف کیا اس واسطے وکیل نہ رہا اور اگر غلط نہ کیے اور ایک ہی عقد میں سب دیدے تو جائز ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اگر سونے کی انگوٹھی یا قوت کا ٹکینہ بڑی ہوئی بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے چاندی کے عوض یا انگوٹھی کے سونے سے زیادہ سونے کے عوض یا بعض سونے کی انگوٹھی کے جہین سونا اس سے زیادہ اور ٹکینہ نہ تھا فروخت کر دی تو جائز ہے اور اگر ایسی سونے کی انگوٹھی کے عوض جہین سونا زیادہ یا کم تھا اور ٹکینہ بڑا ہوا تھا فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر وکیل کو دس درم کسی کپڑے کی بیع سلم میں دیے اور کپڑے کی جس نہ بتلائی تو جائز نہیں ہے اور اگر وکیل نے انگوٹھی کپڑے کی جس بیان کر کے اسکے سلم میں دیدیا تو بیع سلم وکیل کی ہوگی پھر موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے ضمان لے یا مسلم الیہ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو سلم وکیل کے حق میں جائز ہوگی اور اگر بعد اقرار کے مسلم الیہ سے ضمان لی تو سلم باطل ہو جائے گی۔ اور اگر موکل نے کپڑا سودی بیان کر دیا تو جس بیان کرنے کی وجہ سے وکیل جائز ہے یہ ہبوط میں لکھا ہے بیع سلم کے وکیل کو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک اقلہ کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل ہبہ کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں۔ ہبہ کرنے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ کرنے کے واسطے وکیل کرے اور موہوب لہ یعنی جسکو ہبہ کیا گیا ہے اسکو اختیار ہے کہ قبضہ کرے وکیل کرے اور یہی حکم مدد قہر میں ہے۔ واہب کے وکیل کو ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر وکیل نے حکم موکل ہبہ کیا ہو تو بھی رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر ہبہ کرنا واسے نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا اور لیکر وہی موہوب لہ کے وکیل کے ہاتھ میں نہ تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور یہ وکیل اسکا حکم نہیں ہو سکتا ہے یہ ماویہ میں ہے لہذا ایک آدمی نے دوسرے کو شراب یا سویر پیہ کی اور موہوب لہ نے اسے قبضہ کرنے کے واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا یا واہب نے موہوب لہ کو دینے کے واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا تو جائز ہے اور موہوب لہ نے ہبہ پر قبضہ کر گئے واسطے دو شخصوں کو وکیل کیا اور ایک نے قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر واہب نے دینے کے واسطے دو فون کو وکیل کیا اور ایک نے دیدیا تو جائز ہے و علیٰ ہذا اگر وکیل نے دوسرے کو دینے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہے اور اگر موہوب لہ کے وکیل نے دوسرے کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر موکل نے اس سے کہہ دیا تھا کہ جو کچھ لو کرے وہ رہا ہے تو اسکو دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ یہ پٹر فلان شخص کو عوض لیکر ہبہ کر دے اور عوض اس سے وصول کر لے پس وکیل نے ایسا ہی کیا مگر عوض اس سے قیمت میں کم ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جبکہ عوض اس کے برابر یا اس قدر کم ہو کہ لوگ اتنی کمی برداشت کر لیا کرتے ہیں تو جائز ہے۔ مگر وکیل سے کہا کہ اپنے مال میں سے میری طرف سے عوض اس شرط پر دے کہ میں اسکا ضامن ہوں اور وکیل نے دیدیا تو جائز ہے وکیل اس سے اسکے مثل لے لیا اگر عوض مثالی تھا یا اسکی قیمت لے لیا اگر مثالی نہیں تھا اور اگر عوض دینے کا حکم دیا کہ عوض اپنے مال سے دیدے اور اپنے ضامن ہو لے کی شرط کی تو وکیل بدعوض دینے کے اس سے کہہ نہیں لے سکتا ہے یہ ہبوط میں ہے واہب کو اختیار ہے کہ ہبہ

سے رجوع کر کے واسطے وکیل مقرر کرے اگر وہ شخصوں نے ایک شخص کو ایک غلام یا گھریہ کیا پھر دونوں نے ایک شخص کو خرید  
کیا واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر وہ شخصوں کو وکیل کیا یا ہر ایک نے ایک شخص کو علیحدہ وکیل کیا تو بھی جائز ہے پس اگر  
دونوں وکیلوں میں سے ایک نے موہوبہ کو دیا یا خود اپنے قبضہ کر لیا تو جائز ہے ہر دو میں لکھا ہو موہوبہ لے لے عوض دینے  
کیا واسطے وکیل کیا اور عوض کو متعین نہ کیا پس وکیل نے عوض دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کما کما اپنے مال سے میری طرف سے جو دیا ہے  
عوض دیدے تو جائز ہے کیونکہ جب اسکی رائے پر چھوڑا تو جب قدر عوض دیکھا اسکی نسبت موکل نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس قدر میری مراد نہ تھی  
یہ محیط سرخی میں ہے اگر وہ شخص کو موہوبہ سے رجوع کر کے واسطے وکیل کیا تو ایک دن دوسرے کے متفرق نہیں ہو سکتا ہے یہ سوہا میں ہے

چوتھا باب اجارہ وغیرہ کی وکالت کے بیان میں اور اس میں تین فصلیں ہیں

**فصل اول** اجارہ دینے اور اجارہ لینے اور کھیتی اور معاملہ کی وکالت کے بیان میں۔ گھر کو اجارہ پر دینے کا وکیل  
اجارہ کے ثابت کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور گھر کو بہ سبب کرایہ کے روک لینے میں منہم قرار پاوے گا کیونکہ یہ اس کے  
حقوق عقد سے ہے۔ اگر وکیل اجارہ نے اجارہ لینے والے کو کرایہ معاف کر دیا پس اگر کرایہ مال میں ہو تو بری کرنا صحیح نہیں  
ہے اور اگر مال دین ہو پس اگر بعد مال واجب ہو جانے کے بری کیا مثلاً مدت گذر گئی یا تعمیل شرط تھی تو امام اعظم رحمہ و امام محمد  
کے نزدیک جائز ہے اور اس کے مثل موکل کو ضمان دے اور اگر واجب ہو جانے سے پہلے معاف کر دیا تو ظاہر روایت میں مذکور ہے  
کہ امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے جو شخص گھر کے قیام و اجارہ پر دینے اور کرایہ وصول کرنے کے واسطے  
وکیل مقرر ہوا ہے اسکو کچھ عمارت بنانے یا آئین مرمت کا اختیار نہیں ہے اور اسکی خصوصیت کے واسطے وکیل شمار ہوگا اور اگر  
آئین سے کسی نے کوئی بیت گرا دیا تو اس کے بابت میں منہم ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے قبضہ کی چیز اسے تلف کی اس طرح اگر کسی  
کو اسے کرایہ دیا اور اسے انکار کیا تو اس پر اجارہ ثابت کر کے واسطے منہم قرار پاوے گا۔ اور کرایہ دینے کے واسطے دوسرے کو  
وکیل کرنا اسکو جائز نہیں ہے اور وکیل نے اگر ایسے شخص کو جو اسکی پرورش میں نہیں ہے کرایہ وصول کرنے کے واسطے وکیل  
کیا تو جائز ہے اور کرایہ پر لینے والا بری ہو جائیگا اور جس وکیل نے کرایہ پر دیا ہے وہی کرایہ کا تمام ہوگا کیونکہ اسی کے وکیل  
لے وصول کیا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اجارہ کے وکیل کو: نسیا نہ تہا۔ اسباب یا نوٹھی غلام کے عوض کرایہ پر دیدے اگر اسی  
زمین کرایہ دینے کے واسطے وکیل کیا گیا کہ جس میں بیوت اور عمارت ہیں اور موکل نے انکی تفصیل نہ بیان کی تو اسکو اختیار  
ہے کہ زمین کو مع بیوت کے کرایہ پر دیدے۔ اسی طرح اگر اس میں پن چکی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر زمین کو درمیں پر کرایہ  
دینے کے واسطے وکیل کیا اور اسے دیناروں کے عوض کرایہ دی یا ادھے کی بٹائی پر کھیتی کے واسطے دیدی تو جائز  
نہیں ہے اسی طرح اگر کرایہ دینے کے واسطے حکم کیا اور عوض ذکر نہ کیا اور وکیل نے ادھی بٹائی پر کھیتی کیا واسطے دیدی  
تو بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ادھے کی بٹائی پر دینے کے واسطے حکم کیا اور وکیل نے درم یا دیناروں کے عوض کرایہ  
پر دیدی تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر گھیسوں یا جو ایسی چیزوں کے عوض جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں کرا۔ برہی تو اس  
باب میں مذکور ہے کہ جائز نہیں ہے اور باب مزارعت میں لکھا ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ جس قدر گھیسوں پر اجارہ دیا ہو وہ اس  
نصف کے برابر ہوں جو اس زمین سے پیدا ہوئے ہیں کذا فی الذخیرہ۔ اجارہ لینے کا وکیل درم و دینار و کیلی و وزنی  
کے عوض اجارہ لے سکتا ہے بشرطیکہ غیر معین ہو اور اسباب معین یا کیلی و وزنی معین کے ساتھ جان نہیں لے سکتا ہے یہ محیط  
میں لکھا ہے اور اگر موکل کے بیان درم سے زیادہ درم پر اجارہ دیا تو جائز ہے اس طرح اگر وکیل مقرر ہو گیا اس سے زیادہ

ترجمہ فارسی مالگیری جلد دوم صفحہ اول

استقدردہ نام پر اجارہ دیوے اور اسے کم پر اجارہ لیا تو بھی جائز ہے یہ بیسویں برس روز بروز اسے کرایہ لینے کا وکیل ہوا اور اسے دو برس کے واسطے کرایہ لیا تو پہلا سال موکل کا اور دوسرا سال وکیل کا ہوا اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے یا بعد کسی قدر مکان گر گیا پھر موکل نے کہا کہ یہ مجھے ہند نہیں ہو تو مکان موکل کے ذمہ لازم ہو گا بلکہ وکیل کے ذمہ پر کیا یہ حاوی میں لکھا ہو کسی شخص کو خاص زمین کے اجارہ لینے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل سے اجارہ لینے کے بعد اس کے مالک سے خرید لی اور اس کو اجارہ کا حال نہیں معلوم ہی پھر معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہی اور کیا یہ اس کے پاس ہوگی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک ٹو دس درم کو کوئی تک کرایہ کر دے اسے پندرہ درم کو کرایہ کیا اور موکل کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے دس درم کو کرایہ کیا ہے وہ سوار ہو گیا تو موکل پر کچھ کرایہ نہیں واجب ہو گا اور ٹو دسے کا کرایہ وکیل پر ہو گا ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا گھر دس درم کو کرایہ کو دیوے اسے پندرہ درم میں دے دیا تو اجارہ فاسد ہی اور اگر درم لے لیے ہیں تو بلخ درم صدقہ کر دے یہ خلاصہ میں ہی ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک مکان سال بھر تک کے واسطے سو درم میں کرایہ پرے اور وکیل نے کرایہ لیکر قبضہ کر لیا اور وکیل کو دینے سے انکار کیا کہ جب تک کرایہ نہ وصول کرے نہ دیگا پس اگر اجارہ مطلقاً ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر وکیل نے یہاں تک روکا کہ سال گذر گیا تو حکم عقد کرایہ وکیل پر لازم ہو گا پھر وکیل موکل سے بیگا اسی طرح اگر کرایہ بوجہ ایک سال کے ہو تو بھی یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہی ایسا ہی ہے مسئلہ بعض روایات میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وکیل اختیار ناموکل سے کرایہ نہیں لے سکتا ہی اور قاضی امام جمال الدین رحمہ فرمایا کہ صحیح ہے اسی طرح اگر موکل نے وکیل سے لیکر قبضہ کیا پھر وکیل نے اس پر زبردستی کر کے گھر اس کے قبضہ سے نکال دیا یہاں تک کہ سال گذر گیا تو کرایہ پر دینے والے کو وکیل سے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے پھر وکیل موکل سے بیگا اور اگر وکیل کی سکونت میں مکان منہدم ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر وکیل نے گھر موکل کو دینے سے روکا پھر ایک ہفتی آیا اور اسے وکیل کے پاس سے وہ گھر غصب کر لیا اور وکیل موکل کو نہ دے سکا یہاں تک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل اور موکل دونوں سے ساقط ہو گیا اور اگر وکیل نے اجرت کی تعمیل کی شرط کر لی تھی تو اس پر وکیل پر بھیج ہوگی پس اگر وکیل نے گھر پر قبضہ پایا اور کرایہ خواہ دیا یا نہ دیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک پوری اجرت نہ لیوے گھر کو موکل کے سپرد نہ کرے پس اگر منع کیا اور روکا یہاں تک کہ سال گذر گیا اور گھر وکیل کے قبضہ میں ہو تو کرایہ وکیل پر واجب ہو گا اور اس صورت میں وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر موکل نے گھر طلب نہ کیا یہاں تک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل پر واجب ہو گا اور وہ موکل سے لے بیگا اور اگر آدمی سال گذر گیا پھر موکل نے طلب کیا اور وکیل نے روکا یہاں تک کہ سال پورا ہو گیا تو سب کرایہ وکیل پر واجب ہوا اور وکیل آدمی سال کا کرایہ یعنی جس قدر حصہ قدم طلب ہیں گذر گیا وہ موکل سے لے بیگا یہ وغیرہ میں ہے اجارہ لینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ خود ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مواخذہ کرے کہ کرایہ مجھے ادا کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اجارہ دینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ کھلے خسارہ کے ساتھ کرایہ پر دیوے اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اجارہ دینے کے وکیل نے اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو اجارہ دیا تو مثل بیع کے جائز ہے اور اگر اپنے باپ یا بیٹے یا بیسے شخص کو جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے اجارہ پر دیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اجارہ فاسد میں وکیل فاسد ہو گا اور اگر مثل مستاجر کو دینا جائز ہے۔ اجارہ طویل کے وکیل سے اجارہ کا مال فسخ اجارہ کے وقت طلب کیا جائیگا اگر وکیل کو اجرت میں تاخیر ہو گئی یا معاف کر دینی تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے لے لیوے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر زمین ہند لوگوں میں مشترک ہو پھر ایک نے اپنے حصہ کے اجارہ دینے

یہ روایت ہے کہ اگر وکیل نے اجارہ لیا تو اس کے قبضہ سے پہلے یا بعد کسی قدر مکان گر گیا پھر موکل نے کہا کہ یہ مجھے ہند نہیں ہو تو مکان موکل کے ذمہ لازم ہو گا بلکہ وکیل کے ذمہ پر کیا یہ حاوی میں لکھا ہو کسی شخص کو خاص زمین کے اجارہ لینے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل سے اجارہ لینے کے بعد اس کے مالک سے خرید لی اور اس کو اجارہ کا حال نہیں معلوم ہی پھر معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہی اور کیا یہ اس کے پاس ہوگی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک ٹو دس درم کو کوئی تک کرایہ کر دے اسے پندرہ درم کو کرایہ کیا اور موکل کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے دس درم کو کرایہ کیا ہے وہ سوار ہو گیا تو موکل پر کچھ کرایہ نہیں واجب ہو گا اور ٹو دسے کا کرایہ وکیل پر ہو گا ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا گھر دس درم کو کرایہ کو دیوے اسے پندرہ درم میں دے دیا تو اجارہ فاسد ہی اور اگر درم لے لیے ہیں تو بلخ درم صدقہ کر دے یہ خلاصہ میں ہی ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک مکان سال بھر تک کے واسطے سو درم میں کرایہ پرے اور وکیل نے کرایہ لیکر قبضہ کر لیا اور وکیل کو دینے سے انکار کیا کہ جب تک کرایہ نہ وصول کرے نہ دیگا پس اگر اجارہ مطلقاً ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر وکیل نے یہاں تک روکا کہ سال گذر گیا تو حکم عقد کرایہ وکیل پر لازم ہو گا پھر وکیل موکل سے بیگا اسی طرح اگر کرایہ بوجہ ایک سال کے ہو تو بھی یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہی ایسا ہی ہے مسئلہ بعض روایات میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وکیل اختیار ناموکل سے کرایہ نہیں لے سکتا ہی اور قاضی امام جمال الدین رحمہ فرمایا کہ صحیح ہے اسی طرح اگر موکل نے وکیل سے لیکر قبضہ کیا پھر وکیل نے اس پر زبردستی کر کے گھر اس کے قبضہ سے نکال دیا یہاں تک کہ سال گذر گیا تو کرایہ پر دینے والے کو وکیل سے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے پھر وکیل موکل سے بیگا اور اگر وکیل کی سکونت میں مکان منہدم ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر وکیل نے گھر موکل کو دینے سے روکا پھر ایک ہفتی آیا اور اسے وکیل کے پاس سے وہ گھر غصب کر لیا اور وکیل موکل کو نہ دے سکا یہاں تک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل اور موکل دونوں سے ساقط ہو گیا اور اگر وکیل نے اجرت کی تعمیل کی شرط کر لی تھی تو اس پر وکیل پر بھیج ہوگی پس اگر وکیل نے گھر پر قبضہ پایا اور کرایہ خواہ دیا یا نہ دیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک پوری اجرت نہ لیوے گھر کو موکل کے سپرد نہ کرے پس اگر منع کیا اور روکا یہاں تک کہ سال گذر گیا اور گھر وکیل کے قبضہ میں ہو تو کرایہ وکیل پر واجب ہو گا اور اس صورت میں وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر موکل نے گھر طلب نہ کیا یہاں تک کہ سال گذر گیا تو کرایہ وکیل پر واجب ہو گا اور وہ موکل سے لے بیگا اور اگر آدمی سال گذر گیا پھر موکل نے طلب کیا اور وکیل نے روکا یہاں تک کہ سال پورا ہو گیا تو سب کرایہ وکیل پر واجب ہوا اور وکیل آدمی سال کا کرایہ یعنی جس قدر حصہ قدم طلب ہیں گذر گیا وہ موکل سے لے بیگا یہ وغیرہ میں ہے اجارہ لینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ خود ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مواخذہ کرے کہ کرایہ مجھے ادا کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اجارہ دینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ کھلے خسارہ کے ساتھ کرایہ پر دیوے اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اجارہ دینے کے وکیل نے اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو اجارہ دیا تو مثل بیع کے جائز ہے اور اگر اپنے باپ یا بیٹے یا بیسے شخص کو جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے اجارہ پر دیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اجارہ فاسد میں وکیل فاسد ہو گا اور اگر مثل مستاجر کو دینا جائز ہے۔ اجارہ طویل کے وکیل سے اجارہ کا مال فسخ اجارہ کے وقت طلب کیا جائیگا اگر وکیل کو اجرت میں تاخیر ہو گئی یا معاف کر دینی تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے لے لیوے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر زمین ہند لوگوں میں مشترک ہو پھر ایک نے اپنے حصہ کے اجارہ دینے





اور موکل نے اجازت اس وقت تک نہ دی کہ اُس نے زراعت کی اور وکیل نے اُسکو زراعت کی اجازت دی تو جو کچھ پیدا ہوا ہوئی وہ موکل کی ہی اور وکیل پر زمین کے مالک کو اُس زمین کے مثل کی پیداوار کے موافق دینا لازم ہے اور مالک زمین کا موکل پر کچھ نہیں ہی اور کاشتکار پر زمین کا نقصان اُس کے مالک کو دینا واجب ہے اور اگر اُس نے اجازت نہ دی اور زراعت کے واسطے کاشتکار کو بھی حکم نہ کیا تو جتنی پیداوار ہو وہ کاشتکار کی ہی اور وکیل پر زمیندار کا کچھ حق نہیں ہی اور کاشتکار کو نقصان زمین دیکھا اور وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر وکیل کو حکم کیا کہ کوئی زمین بٹائی ہو یا کوئی درخت سا بچے پر دیوے اور بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہی اور اگر زمین بیان کر دی اور بیج نہ بیان کیے تو جائز ہی اور اگر وکیل کو زمین بٹائی پر یا درخت سا بچے پر دینے کا حکم کیا اور وہ شخص بیان نہ کیا جسکو دیکھا وے تو جائز ہی ایک شخص کو حکم دیا کہ زمین کھیتی بٹائی پر دیدے اور اُس نے ایک کرگیون درمیان پر کر ایہ دیدی تو جائز ہی۔ اور کاشتکار کو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسکا جی چاہے گیہون کی قسم سے یا جو اس سے کم مضر ہو اُس میں بووے اور اگر سوائے گیہون کے کسی چیز کے عوض دی تو جائز نہیں ہی اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ تھائی بٹائی پر دیدے اور اُس نے ایک کرگیون وسط کے عوض اجرت پر دیدی تو اُس نے غلام کیا اور مستاجر لے کر اُس میں بویا تو پیداوار اُسی کی ہوگی اور اُس پر ایک کرگیون درمیان اجرت پر دینے والے کو دینا واجب ہوئے اور مالک زمین کو نقصان دیکھا اور اجرت پر دینے والے سے واپس لیا اگر مالک زمین چاہے تو اجرت پر دینے والے سے نقصان زمین وصول کرے اور وہ اُسی کر میں سے بویا اسکو اجرت میں ملایا نقصان ادا کر لیا اور باقی کو چھوڑا وہ ہی صدقہ کر دیا ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین تھائی بٹائی پر دیوے اور وکیل نے ایک کرگیون درمیان کے عوض لی تو جائز نہیں ہی و لیکن اگر موکل راضی ہو تو جائز ہی اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ یہ خراج کا درخت میرے واسطے معاہدہ پر دیوے اور اُس نے اس شرط پر لیا کہ جو کچھ پھل پیدا ہوں وہ مالک و درخت کے ہیں اور مال کو کھرے فارسی چھوہارے خشک ایک کر لینگے تو جائز ہی اور اگر دقل چھوہارے کی شرط کی پس اگر درخت میں ناکارہ دقل پیدا ہوئے ہیں تو جائز ہی ورنہ نہیں جائز ہی۔ اور اگر ایک کرگیون کی شرط کی تو جائز نہیں ہی اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے غلام شخص کا درخت خراج تھائی کے سا بچے پر دیوے اور اُس نے ایک کر خشک چھوہارے فارسی کی شرط پر لیا تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا و لیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ ایک کر تھائی سے کم یا برابر ہی تو جائز ہی یہ محیط سخی میں ہی فصل دوسری مضارب و شریک کو وکیل کرنے کے بیان میں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو ایسی تجارت ہو کہ اگر اسکو مضارب عمل میں لاوے تو رب المال پر صحیح ہوتی ہو جب ایسے معاملہ میں وکیل کر لیا تو بھی رب المال پر صحیح ہوگا اور مضارب کو خرید و فروخت اور قبضہ اور خصومت میں وکیل کرنا جائز ہی۔ مضارب نے قرضہ کے خصوصیت کے واسطے دوسرے کو کیا کیا اور وکیل نے اقرار کر دیا کہ مضارب نے وصول کر لیا ہی تو جائز ہی مگر اگر مضارب نے کہا کہ میں نے وصول نہیں کیا ہی تو وکیل پر ضمان ہوگی اور قرضہ دار بھی ہوگا یا خیر اگر مطلوب سے وصول کر لیا اور قرضہ دار نے انکار کیا تو بھی یہاں ہی یہ محیط سخی میں ہی۔ مضارب کو ایک غلام مضارب سے خرید نیکیے واسطے وکیل کیا اور اُس نے رب المال کا بھائی خرید تو خریداری مضارب پر جائز ہوگی نہ رب المال پر اور اگر مضارب نے یہاں سے لے لیا تو زمین پر تو مضارب میں جائز ہی اور اگر زیادتی ہو تو قاعدہ مضارب کے حق میں جائز ہی۔ یہ وہاں میں ہے اگر مضارب کا مال رب المال سے وصول کر لیا اسکو دینے کیلئے مضارب نے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر رب المال نے مضارب کو اپنے بدل و میال کو نقد دینے کا حکم کیا

صلہ و ملاص  
یک فی ہذا  
کی تہہ ہو تہا  
نہی ہو تہا  
نہی ہو تہا  
نہی ہو تہا  
نہی ہو تہا



یہ اسکی کوئی چیز خرید دے تو بھی جائز ہی اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میرے واسطے ہزار درم بضاعہ قرار دیکر اسکی کچھ چیز خرید دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور کچھ خرید دیکھا وہ حکم دینے والے کی ہوگی اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعہ کے لئے تو جائز ہی اور خریداری کی اجازت اسکو اسی کلمہ سے حاصل ہوگی۔ اگر کہا کہ یہ کپڑا بضاعہ میں سے تو جائز ہی اور فروخت کی اجازت اسکو حاصل ہوگی۔ پھر کپڑے کی صورت میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہر عزیز و خسیس کے عوض اور جس شخص کو فروخت کر دیکھا مع نافذ ہوگی اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک صرف درم و دینار سے جائز اور اگر خسارہ ہو تو بقدر اتنے خسارہ کے جائز ہوگی کہ لوگ برداشت کر سکتے ہیں اور درمون کی صورت میں اس کی خریداری موکل پر نافذ نہ ہوگی الا شل قیمت کے عوض یا اسقدر کمی سے کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہیں اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعہ ہے اور میرے لیے کچھ خرید و فروخت کر شاید اللہ تعالیٰ مجھے کچھ نفع نصیب کرے تو جائز ہی اور اسکو خریدنے اور فروخت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں شہر میں جایا چاہتا ہوں کہ کپڑے اور غلام خرید و بیچوں پس اسے کہا کہ میرے یہ ہزار درم بضاعہ ہے یا کہا کہ میرے لیے اپنے مال سے ہزار درم بضاعہ کرنے تو جائز ہی اور اسکو غلام و کپڑے خریدنے کی اجازت حاصل ہوئی اور اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم ہے پر بضاعہ میں نے کپڑے کے واسطے یا غلام کو کہا یا اناج کے واسطے کہا پھر اس شخص نے اسکو حکم کیا تھا تمام مال سے وہ فی سبکاکم کیا تھا خریدی پھر اسکو لکھ دیا اور اپنے مال سے خرچ کیا یہ اتنا کہ مالک کے پاس لایا تو اس خرچ میں وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا اور خریداری رب المال کے واسطے جائز ہوگی اور اگر تھوڑے مال سے وہی چیز خریدی اور تھوڑا کرایہ میں خرچ کر کے لایا تو جائز ہی۔ اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ جس شہر میں رہتا ہوں میں خرید دے پھر اسے تھوڑے مال سے چیز خریدی اور تھوڑا پانی کر لیا میں خرچ کیا تو جائز ہی اور اگر تمام مال سے اسی شہر میں وہ چیز خریدی اور اپنے پاس سے خرچ کر کے اسے گھر تک پہنچائی تو اسے تمام مال سے خرچ کر کے اس شخص نے اسکو حکم کیا ہی تھوڑے مال سے یہ چیزیں خریدیں اور باقی مال خرچ کر لیا یہ وغیرہ کے واسطے رکھا اور وہ خرچ نہوا یہاں تک کہ رب المال مگر کیا پھر باقی اسے خرچ کیا پس اگر اسکو رب المال کے مرنے کا علم تھا تو جتنی خرچ کیا ہی اسکا ضامن ہوا اور اگر علم نہ تھا تو اسکا ضامن نہیں ہی اور جب تک اسکو علم نہ ہو معزول نہ ہوگا یہ محض میں ہی اور اگر اس شخص نے مال سے کچھ چیزیں خریدی یہاں تک کہ رب المال مگر کیا پھر اسے طبعی تو ضامن ہوگا خواہ مرنے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو پھر واضح ہو کہ مسئلہ بضاعہ میں اگر تھوڑے مال سے غلام خرید چکا ہی پھر اسکو رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہوا یا اسے منع کرنے کا حال معلوم ہوا اور اسکو خوف ہو کہ اگر غلاموں کو کھانا نہیں دیتا ہی تو مر جائیگے تو چاہیے کہ قاضی کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرے تاکہ قاضی کو جو کچھ مصلحت معلوم ہو یعنی جمع کر دینا اور اسکا ضامن رکھ لینا یا باقی مال سے اسکو نفقہ دینا وہ اسکو حکم کرے و لیکن جب تک گواہ نہ قائم ہوں قاضی حکم نہ دیکھا اور اگر اسے پاس گواہ نہوئے اور قاضی کی رسم میں آیا کہ یوں گواہ کر لے کہ اس شخص نے ایسا ایسا بیان کیا ہی پس اگر اسے خرچ کیا تو میں نے اسکو نفقہ دینے یا بیع کر دینے کی اجازت دی تو جائز ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی اگر اس شخص نے تھوڑے مال سے خریدا پھر رب المال مگر کیا پھر باقی مال سے خریدا یا نفقہ و کرایہ وغیرہ میں صرف کیا تو خریدنے کی صورت میں ضامن ہوگا خواہ رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہو یا نہوا اور نفقہ کی صورت میں اگر معلوم تھا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم مستحبنا ہے۔

علاوہ اس کے کہ اگر مال سے خرچ کر کے مالک کے پاس لایا تو اس خرچ میں وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا اور خریداری رب المال کے واسطے جائز ہوگی اور اگر تھوڑے مال سے وہی چیز خریدی اور تھوڑا کرایہ میں خرچ کر کے لایا تو جائز ہی۔ اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ جس شہر میں رہتا ہوں میں خرید دے پھر اسے تھوڑے مال سے چیز خریدی اور تھوڑا پانی کر لیا میں خرچ کیا تو جائز ہی اور اگر تمام مال سے اسی شہر میں وہ چیز خریدی اور اپنے پاس سے خرچ کر کے اسے گھر تک پہنچائی تو اسے تمام مال سے خرچ کر کے اس شخص نے اسکو حکم کیا ہی تھوڑے مال سے یہ چیزیں خریدیں اور باقی مال خرچ کر لیا یہ وغیرہ کے واسطے رکھا اور وہ خرچ نہوا یہاں تک کہ رب المال مگر کیا پھر باقی اسے خرچ کیا پس اگر اسکو رب المال کے مرنے کا علم تھا تو جتنی خرچ کیا ہی اسکا ضامن ہوا اور اگر علم نہ تھا تو اسکا ضامن نہیں ہی اور جب تک اسکو علم نہ ہو معزول نہ ہوگا یہ محض میں ہی اور اگر اس شخص نے مال سے کچھ چیزیں خریدی یہاں تک کہ رب المال مگر کیا پھر اسے طبعی تو ضامن ہوگا خواہ مرنے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو پھر واضح ہو کہ مسئلہ بضاعہ میں اگر تھوڑے مال سے غلام خرید چکا ہی پھر اسکو رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہوا یا اسے منع کرنے کا حال معلوم ہوا اور اسکو خوف ہو کہ اگر غلاموں کو کھانا نہیں دیتا ہی تو مر جائیگے تو چاہیے کہ قاضی کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرے تاکہ قاضی کو جو کچھ مصلحت معلوم ہو یعنی جمع کر دینا اور اسکا ضامن رکھ لینا یا باقی مال سے اسکو نفقہ دینا وہ اسکو حکم کرے و لیکن جب تک گواہ نہ قائم ہوں قاضی حکم نہ دیکھا اور اگر اسے پاس گواہ نہوئے اور قاضی کی رسم میں آیا کہ یوں گواہ کر لے کہ اس شخص نے ایسا ایسا بیان کیا ہی پس اگر اسے خرچ کیا تو میں نے اسکو نفقہ دینے یا بیع کر دینے کی اجازت دی تو جائز ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی اگر اس شخص نے تھوڑے مال سے خریدا پھر رب المال مگر کیا پھر باقی مال سے خریدا یا نفقہ و کرایہ وغیرہ میں صرف کیا تو خریدنے کی صورت میں ضامن ہوگا خواہ رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہو یا نہوا اور نفقہ کی صورت میں اگر معلوم تھا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم مستحبنا ہے۔

کذا فی الصغریٰ۔ ایک شخص کو ہزار درم بضاعہ کسی خاص چیز کے خریدنے کے لیے دیا گیا کہ وہ اسے اپنے دوست کو بیچ دے یا

کہ جسکو چاہے وکیل کر لے پس اس وکیل نے دوسرے کو دیکر حکم دیا کہ جس اسباب کے خریدنے کے واسطے رب المال نے حکم کیا ہے وہ خرید کرے اور اسے خریدا تو پہلے وکیل کو اختیار ہی کہ مشتری سے متاع اپنے قبضہ میں لے اور اگر پہلا وکیل مر گیا تو دوسرے کی وکالت باطل نہوگی اور اگر دم دینے کے وقت کہا کہ میں نے تجھ کو فلان شخص کے واسطے وکیل کیا کہ تو اس کے واسطے ان ہزار دم کی فلان متاع خرید دے تو یہ شخص رب المال کا وکیل ہوگا اور بس نے دم دیے ہیں اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس مشتری سے متاع لیکر قبضہ کرے اسی طرح اگر دم دوسرے کو دیے اور کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کی فلان شخص کے واسطے فلان چیز خرید دے اور یہ نہ کہا کہ فلان شخص کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کے عوض فلان چیز خرید دے پھر باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ درہم فلان شخص کے تھے اور اس نے فقط اس واسطے وکیل کیا تھا کہ فلان مالک کے واسطے خرید دے اور فلان شخص نے اس کو حکم دیا تھا کہ جسکو چاہے وکیل کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ جھٹ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار دم بضاعہ کسی متاع کے خریدنے کے واسطے دیے اور اس شخص نے جسکو حکم دے دیے گئے ان درمون کو ایک دلال کو دیا تو اس نے متاع خرید کر کے وکیل کے پاس روانہ کی اور وہ راستہ میں مٹا لے ہوئی تو وکیل اس کے لیے فاس نہ ہوگا اور اگر دم واسے نے یہ نہیں کہا تھا کہ بضاعہ ہیں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو فاس نہ ہوگا مگر دلال نے اس کے سامنے اگر خریدا تو فاس نہ ہوگا یہ فیضہ میں ہے۔

**پانچواں باب** رہن کے معاملہ میں وکیل کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص کو اسباب دیا اور کہا کہ اسکو میرے واسطے فروخت کر دے اور دامون کے لیے رہن لے لینا اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اگر رہن دامون سے ہتھ کر کے ہو کہ لوگ اندازہ میں اسقدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر کہا کہ اسکو فروخت کر کے مضبوطی کے لائق رہن لے اسنے ایسا رہن لیا جو دامون سے اسقدر کم ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اسقدر کم ہو کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں برداشت کرتے ہیں تو نہیں جائز ہے۔ اور اگر وکیل نے رہن لیکر پھر راہن کو پھیر دیا تو واپس کرنا جائز ہے اور موکل کے واسطے فاس نہ ہوگا اور بیع اپنے مال پر رہیگی۔ اور اگر وکیل نے رہن کو کسی مادل کے قبضہ میں رکھا ہے تو جائز ہے اور موکل کو اس قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر کسی کو کچھ دم دیے اور کہا کہ اسکو فلان شخص کے پاس بجا اور کہہ کہ فلان شخص نے تجھے اس شرط پر قرض دیا ہے کہ تو اس کے عوض رہن دے اور مجھے رہن پر قبضہ کرنا حکم کیا ہے میں اسنے ایسا ہی کیا اور رہن پر قبضہ کیا تو جائز ہے اور موکل کو اختیار ہے کہ رہن وکیل سے لیکر اپنے قبضہ میں کرے اور اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا۔ اور اگر یوں کہا کہ یہ درہم ہے اور انکو قرض دے اور ان کے عوض رہن لے اسنے ایسا ہی کیا تو رہن وکیل سے رہن نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا یہ عادی میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا جو دس دم کے انداز کا ہے دیا اور حکم دیا کہ دس دم میرے واسطے قرض لیکر اسکو رہن کر دے پس اگر موکل نے کلام الہی سمجھنے کے طور پر کہا کہ فلان شخص نے کہا کہ اس سے کچھ فلان شخص مجھے دس دم قرض چاہتا ہے اور کپڑا مجھے رہن دیتا ہے پھر اگر وکیل نے بھی بعد اسکے بطور الہی کے کلام کیا کہ قرض و رہن کو موکل کی طرف نسبت کیا اور دم لیکر رہن دیدیا تو قرض موکل کا ہوگا نہ مالک کا اسکو اختیار ہے کہ جو درہم الہی نے ہے میں لے گا وہی ہے لے اور قرض دینے والے کا مطالبہ الہی سے نہوگا الہی سمجھنے والے سے ہوگا اور وہی نمک نہ کرے گا اور اگر وہ درہم الہی کے وکیل کے لیے لے کے بعد اسکے پاس تلف ہو جائے تو بھیجئے والے کا مال گیا۔ اور اگر الہی نے وکیل کو کلام کیا یعنی قرض و رہن کو اپنی طرف نسبت



کیا اور کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا رہن میں سے پس قرض دینے والے نے دیے اور رہن سے لیا تو ایلیجی اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا شمار ہوگا اور صحیحے والا اس سے درم نہیں لے سکتا ہی اور جو کپڑا اس نے قرض دینے والے کو دیا ہی اسکا ضامن ہی اور اگر قرض دینے والے کے پاس وہ کپڑا تلف ہوا تو مالک کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت ہو سکے یا ہے قرض دینے والے سے یوں یا قرض لینے والے سے جسے کپڑا دیا ہی یوں پس اگر اس نے ایلیجی سے ضمان لی تو رہن جائز رہا اور قرضخواہ کا قرضہ ماقطہ ہوا اور اگر قرض دینے والے سے ضمان کی تودہ ایلیجی سے اپنا قرضہ وکریٹے کی قیمت سے لے لیا۔ اور اگر موکل نے وکالت کے طور پر کلام کیا یعنی وکیل کر کے بھیجا اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اس واسطے وکیل کیا کہ تو میرے واسطے فلاں شخص سے دس درم قرض لے اور یہ کپڑا اسکو رہن میں دیدے پھر اگر وکیل نے اس کے بعد ایلیجیوں کے مانند کلام کیا اور اس شخص سے جاکر کہا فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس دس درم اپنے واسطے قرض لینے کو بھیجا ہی اور یہ کپڑا اس کے رہن میں دیا ہی اور قرض دینے والے نے اس پر عمل کیا تو جو کچھ اس نے قرض لیا وہ موکل کا ہی جی کہ وکیل اسکو لینے سے منع نہیں کر سکتا ہی اور رہن موکل کی طرف سے جائز ہوگا یا نہ ہو کہ شخص وکیل اسکا ضامن نہ ہوگا اور نہ رہن کرنا موکل کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح جاکر کلام کیا یعنی جاکر کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا میری طرف سے رہن ہے تو قرض کے درم وکیل کے ہونگے اور اسکو اختیار ہے کہ موکل کو نہ دے اور کپڑے کا ضامن نہ ہوگا اگرچہ اس نے اپنے قرض میں دیا ہی اور اگر مرہن کے پاس وہ تلف ہو گیا تو وکیل کپڑے کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہی اسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا دیا اور حکم کیا کہ اسکو قرض درم کے عوض رہن کر دے اور درم یوں کی تعداد بتلا دی پھر وکیل نے اس تعداد سے زیادہ یا کم درم لیے پس اگر موکل نے بطور ایلیجی سمجھنے کے کلام کیا تھا یعنی فلاں شخص کے پاس جا اور اس سے کہ کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہی کہ یہ کپڑا رہن رکھ لے اور دس درم قرض دے پھر اگر وکیل نے بطور ایلیجی کے کلام کیا اور قرض و رہن کو موکل کی طرف نسبت کیا تو لیکن تعداد میں درم زیادہ یا کم کیے تو فلاں کرے والا شمار ہوگا اور جو اس نے قرض لیا اسی کا ہوگا موکل کو اس کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہی اور رہن کا ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ جہاں تک اس کپڑے کی قیمت ہوخواہ تعداد جو اس نے بیان کی تھی اس سے کم ہو یا زیادہ ہو اسکو ایلیجی سے یوں یا مرہن سے یوں پس اگر اس نے ایلیجی سے ضمان لی تو رہن صحیح رہا اور اگر مرہن سے لی تو مرہن اس کی قیمت اور اپنا قرضہ ایلیجی سے بھر لے گا اور اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح کلام کیا یا زیادہ یا کم تعداد بیان کی تو مخالف شمار ہوگا اور کپڑے کا ضامن ہوگا اور اگر موکل نے بطور وکالت کے کلام کیا یعنی میں نے تجھے فلاں سے دس درم قرض لینے کے واسطے وکیل کیا اور یہ کپڑا رہن کر دے پس اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح کلام کیا اور کہا کہ مجھے درم قرض دے اور یہ کپڑا رہن لے اور تعداد میں کی یا زیادہ یا کم کی تو جو اس نے قرض لیا اسی کا ہوگا اور بقدر زیادتی کے ضمان ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ اگر کپڑا تلف ہو جاوے تو پھر اسے وکیل سے ضمان لے یا مرہن سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو رہن صحیح ہوگا اور جو ضمان دی وہ مرہن سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر اس نے مرہن سے ضمان لی تو مرہن اپنے قرضہ وکریٹے کی قیمت کو وکیل سے بھر لے گا۔ اور اگر اس نے تعداد سے کم کی پس اگر قرضہ کپڑے کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کپڑے کی قیمت سے کم ہو تو ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ اسے قرض دینے والے سے ضمان لے یا کپڑا رہن دینے والے سے ضمان لے یا اگر وکیل نے ایلیجیوں کی طرح کلام کیا اور تعداد میں کی یا زیادہ یا کم کی تو جہاں میں ضامن ہوگا پھر اگر وکیل موکل کے پاس بقدر اس کی ضمان بیان کیے ہوئے کے درم لایا اور اسکو دے تو وکیل کا قرضہ اس پر ہوا اور کپڑا رہن نہ ہوگا

اور مرتب کو اختیار ہو کہ جو وکیل نے اس سے وصول کیا ہی اسکو پھیر لے یہ محیط و ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر مرتب نے اس کے ایلمی ہونے میں تصدیق کی تو وکیل امانت دار ہی پس اگر اس کے ہاتھ میں درم تلف ہو گئے تو مرتب کو کچھ ڈانڈ نہ دیگا پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے کپڑے کے مالک کو دیدیے تو اس سے ضمان دفع کرنے کے حق میں اس کا قول لیا جائے گا اور کپڑے کے مالک پر ضمان لازم ہونے کے واسطے اس قول کا اعتبار نہیں ہی۔ اگر وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے پندرہ درم میں رہن کرنے کے واسطے حکم کیا تھا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں یا میں درم میں رہن کے واسطے حکم دیا تھا تو دونوں صورتوں میں قسم لیکر موکل کا قول لیا جائیگا پس اگر قسم کھائی تو یہ اور صورت سابقہ یکساں ہوگی اور اگر کچھ رہن کرنے کے واسطے وکیل کہا اور اس چیز رہن کو نہ بتلایا تو جو چیز رہن کرے جائز ہی یہ بمسوط میں ہی۔ وکیل رہن کو دوسرے کو وکیل کر دینا جائز نہیں ہی اور نہ مرتب کو اس کی بیع کا اختیار دینا جائز ہی۔ اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ جو کچھ سب جائز ہی تو یہ رہا ہی پس اگر وکیل نے دوسرے کو رہن کر لیا حکم دیا ہی تو جائز ہی اور وکیل نے اگر خود رہن کیا اور مرتب کو اس کے بیچنے کی قدرت دیدی تو بھی جائز ہی۔ اگر کسی نے کسی قدر توراد معلوم درم میں رہن کرنے کے واسطے ایک کپڑا دیا اور وکیل نے اپنے پاس ہی رہن کر لیا اور وہ درم موکل کو دیدیے اور اس سے بیان نہ کیا تو کپڑا رہن نہوگا اور وہ اس کپڑے کا امانت دار ہی اگر تلف ہو یا وے تو ضامن نہوگا اور درم اس کے موکل پر قرض ہیں اس طرح اگر اپنے چھوٹے نابالغ لڑکے کے پاس رہن کیا۔ یا کسی اپنے غلام کے پاس جس پر قرض ہیں ہی رہن کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا مکتب یا اپنے غلام تاجر قرضدار کے پاس رہن کیا تو جائز ہی اور اگر وکیل اس معاملہ میں غلام تاجر یا مکتب یا لڑکا ہو پس اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں شخص تجھے کہتا ہو کہ مجھے اس قدر قرض دے اور یہ کپڑا رہن کرے تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو لڑکے اور غلام مجھ کی صورت میں جائز نہیں ہی اور دوسروں کی وکالت سے جائز ہی۔ اور اگر غلام تاجر یا مکتب یا لڑکا ہو یا ضامن نے اپنے مالک کے پاس رہن کیا تو جائز ہی اور اگر قرضدار نہ ہو پس اگر اس نے کہا کہ فلاں شخص کو قرض دے اور یہ رہن لے لے تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو جائز نہیں ہی یہ بمسوط میں ہی۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ مجھ کو غلام ہزار درم میں رہن کر دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو فلاں سے پاس رہن کیا اور مال اس سے لے لیا اور وہ رہن دیدیا اصل میں ہے پاس تلف ہو گیا اور میں نے اس سے کہا کہ فلاں شخص کو قرض دے کہ اس نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہی اور موکل نے اس سے یوں ہی کہا تھا اور مرتب نے اس کی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ تو نے یہ قرض میرے واسطے نہیں وصول کیا اور نہ غلام رہن کیا ہی تو قسم لیکر موکل کا قول لیا جائیگا یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر وکیل نے خود ہی مال قرض لیا اور غلام سے وصول نہ کیا اور مالک غلام نے یوں ہی حکم کیا تھا تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا نہ موکل پر یہ بمسوط میں لکھا ہی رہن کے واسطے وکیل کیا اس نے رہن کر کے بیعنامہ لکھ دیا اور وکیل مشتری دو تون اقرار کرتے ہیں کہ اس نے رہن رکھا ہی اور بیعنامہ لکھانے سناتے کو لکھ دیا تو استحضار یہ رہن ہی کیونکہ دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ رہن کیا اور بیعنامہ لکھانے سناتے کو تھا اور غلام ہی کہ متعدد دونوں کا حق ہی دوسرے کی طرف تھا اور نہیں کر لیا تو کیفیت عقد میں انھیں کا قول جائیگا اور جو ان کے قول سے ثابت ہوا مثل ضمانت کے ہی یہ محض سرخی میں ہی اگر وکیل نے مرتب کو رہن پر سواری لینے یا نہ متا لیتے کی اجازت دی اور نہ لیا ہی کیا تو وہ ضامن ہی اور رہن کا کھانا یا چارہ موکل پر ہی۔ اور اگر وکیل نے مال اپنے واسطے قرض لیا تو مرتب سے کہا جائیگا یا تو نقد دے اور نفع اٹھایا اس کے مالک کو واپس کر دے کہ وہ نقد دے۔ اسی طرح باغ کا پانی نہ

اور بکریوں کی چرائی موکل پر بھی خلاف اجازت نگہبان و مکان حفاظت کے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔  
**چھٹا باب** آن عقود میں جن میں ویسل سفیر محض ہو اور حقوق اُس کی طرف راجع نہیں ہوتے  
 اور اس میں دو فصلیں ہیں

**فصل اول** وکالت بالنکاح کے بیان میں کسی شخص کی منکوحہ نے دوسرے سے کہا کہ میں اپنے شوہر سے قطع کرانا چاہتی ہوں جب قطع کر اؤں اور عدت گزر جاوے تو تو مجھے فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دے تو صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ نکاح کرانے کے وکیل کو دوسرے کا وکیل کرنا روا نہیں ہے اور اگر اُس نے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے پہلے کے سامنے نکاح کر لیا تو جائز نہیں۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ دو عورتیں ایک عقد میں نکاح کرادے اُس نے تین عورتوں سے اس طرح نکاح کر دیا تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہ اجازت پر متوقف رہے گا اسی طرح اگر ایک کی جگہ دو اور تین کی جگہ چار عورتیں کر دیں اور بعض روایات میں ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہی ظاہر ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے نکاح کرادے پھر اُس نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کرادیا کہ امر عورت اُس عورت کے اختیار میں ہے یعنی طلاق دے لینا اُس کے اختیار میں ہے تو نکاح جائز اور شرط باطل ہے۔ عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ اُس کا نکاح کرادے اور کہہ دیا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پھر وکیل نے ایک شخص کو اُس کے نکاح کرانے کی وصیت کر دی اور مر گیا تو وصی کو اُس کے نکاح کرانے کا اختیار ہے اور یہی حکم تمام وکالتوں میں ہے اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلاں شہر یا فلاں قبیلہ سے ایک عورت نکاح کرادے اور اُس نے دوسرے شہر یا قبیلہ سے بیاباہ دی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ غلام نجور نے اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اُس کو نکاح کی اجازت دیدی یا غلام آزاد ہو گیا تو وکیل وکیل ہو گیا اور اگر اُس نے کسی عورت سے نکاح کرادیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے کسی خاص عورت سے نکاح کرانے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا پھر وکیل نے دعویٰ کیا کہ میں نے مات اسلام میں اُس کا نکاح کر لیا تھا اور وارثوں نے اور موکل نے جب مسلمان ہو کر آگیا تو اس سے انکار کیا تو وکیل اور عورت کا قول معتبر نہ ہوگا کیونکہ وکیل ایسی چیز کی خبر دیتا ہے کہ موکل کے مرتد ہونے سے معزول ہو کر ایسی استیفاء کا مالک نہیں ہے اور اگر وارثوں نے گواہ سنائے تو عورت کے گواہوں کی گواہی معتبر نہ رہی جائیگی۔ اور اگر وارثوں کے پاس گواہی نہ ہو تو وارثوں سے اُس کے علم پر قسم لیا جائیگی کیونکہ اگر انھوں نے عورت کے دعوے پر اقرار کیا تو پھر دعویٰ لازم ہوگا پس اگر وارثوں کے قسم کھانے کے بعد قاضی نے میراث کا حکم اُس کے واسطے دیدیا پھر موکل مرتد مسلمان ہو کر واپس آیا اور عورت نے اُس سے بھی قسم لینا چاہی تو اُس کو یہ اختیار ہے کیونکہ وہ میراث کے ذمہ قرضہ ہونے کا دعوے کرتی ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

**دوسری فصل** طلاق و قطع کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں اگر ایک شخص نے دوسرے کو سنت طریق پر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وہ عورت ایسی ہو کہ اُس کو حیض آتا ہے اور تو وکیل حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں وطی ہو چکی ہے واقع ہوئی پس وکیل نے مات حیض میں یا اسی طہر میں طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی کذا فی الحدیث اور اسکی وکالت باطل نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر اس وقت کے بعد اُس نے وقت سنت پر اُس کو طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی حالت حیض میں اُس عورت سے کہا کہ تجھ کو طلاق دے تو طلاق ہی یا جب ظاہر ہو تو طلاق ہی یا دوسری صورت میں یعنی حائضہ کی تو وکیل میں کہہ کہہ کر طلاق ہو جائیگی جب تک کہ وہ

یہ فصل اول وکالت بالنکاح کے بیان میں ہے۔ ایک شخص کی منکوحہ نے دوسرے سے کہا کہ میں اپنے شوہر سے قطع کرانا چاہتی ہوں جب قطع کر اؤں اور عدت گزر جاوے تو تو مجھے فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دے تو صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ نکاح کرانے کے وکیل کو دوسرے کا وکیل کرنا روا نہیں ہے اور اگر اُس نے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے پہلے کے سامنے نکاح کر لیا تو جائز نہیں۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ دو عورتیں ایک عقد میں نکاح کرادے اُس نے تین عورتوں سے اس طرح نکاح کر دیا تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہ اجازت پر متوقف رہے گا اسی طرح اگر ایک کی جگہ دو اور تین کی جگہ چار عورتیں کر دیں اور بعض روایات میں ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہی ظاہر ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے نکاح کرادے پھر اُس نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کرادیا کہ امر عورت اُس عورت کے اختیار میں ہے یعنی طلاق دے لینا اُس کے اختیار میں ہے تو نکاح جائز اور شرط باطل ہے۔ عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ اُس کا نکاح کرادے اور کہہ دیا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پھر وکیل نے ایک شخص کو اُس کے نکاح کرانے کی وصیت کر دی اور مر گیا تو وصی کو اُس کے نکاح کرانے کا اختیار ہے اور یہی حکم تمام وکالتوں میں ہے اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلاں شہر یا فلاں قبیلہ سے ایک عورت نکاح کرادے اور اُس نے دوسرے شہر یا قبیلہ سے بیاباہ دی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ غلام نجور نے اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اُس کو نکاح کی اجازت دیدی یا غلام آزاد ہو گیا تو وکیل وکیل ہو گیا اور اگر اُس نے کسی عورت سے نکاح کرادیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے کسی خاص عورت سے نکاح کرانے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا پھر وکیل نے دعویٰ کیا کہ میں نے مات اسلام میں اُس کا نکاح کر لیا تھا اور وارثوں نے اور موکل نے جب مسلمان ہو کر آگیا تو اس سے انکار کیا تو وکیل اور عورت کا قول معتبر نہ ہوگا کیونکہ وکیل ایسی چیز کی خبر دیتا ہے کہ موکل کے مرتد ہونے سے معزول ہو کر ایسی استیفاء کا مالک نہیں ہے اور اگر وارثوں نے گواہ سنائے تو عورت کے گواہوں کی گواہی معتبر نہ رہی جائیگی۔ اور اگر وارثوں کے پاس گواہی نہ ہو تو وارثوں سے اُس کے علم پر قسم لیا جائیگی کیونکہ اگر انھوں نے عورت کے دعوے پر اقرار کیا تو پھر دعویٰ لازم ہوگا پس اگر وارثوں کے قسم کھانے کے بعد قاضی نے میراث کا حکم اُس کے واسطے دیدیا پھر موکل مرتد مسلمان ہو کر واپس آیا اور عورت نے اُس سے بھی قسم لینا چاہی تو اُس کو یہ اختیار ہے کیونکہ وہ میراث کے ذمہ قرضہ ہونے کا دعوے کرتی ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

حیض آوے اور تو طاهر ہو جاوے تو طلاق واقع نہوگی اور پہلی صورت میں جب پاک ہوگئی یا دوسری صورت میں جب حیض آکر پاک ہوگئی اور وکیل نے طلاق دی تو واقع ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت تین طلاق ہیں تو فی الحال ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر بعد حیض سے پاک ہونے کے بدون از سر نو طلاق واقع کرنے کے کچھ واقع نہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق دیدے اور ایک دوسرے شخص سے بھی یہی کہا پس دونوں نے اپنے طہر میں جماع نہیں ہوا ہے مگر اسکو طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو اس میں اختیار نہوگا پھر دوسرے طہر میں جب تک دونوں طلاق نہ دین طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر وکیل اور شوہر نے معا ایک طہر میں اسکو طلاق دی پھر وکیل نے دوسرے طہر میں اسکو طلاق دی تو ایک دوسری طلاق واقع ہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق بائن دیدے اور دوسرے سے کہا کہ اسکو بطور سنت ایک طلاق رجعی دیدے پس دونوں نے ایک ہی طہر میں اسکو طلاق دی تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی مگر شوہر کو اختیار نہوگا چاہے بائن مقرر کرے یا رجعی متعین کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر وکیل کو طلاق دینے کا حکم دیا پھر شوہر نے اسکو طلاق دی تو جب تک وہ عورت عدت میں ہے وکیل کی طلاق اس پر واقع نہوگی اور اگر عورت مرتد ہوگئی یا شوہر مرتد ہو گیا تو جب تک وہ عورت عدت میں ہے وکیل کی طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر شوہر مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا پھر وکیل نے حالت عدت میں عورت کو طلاق دی تو واقع نہوگی اسی طرح اگر مسلمان ہو کر آیا اور اس سے نکاح کر لیا تو بھی پھر وکیل کی طلاق واقع نہوگی یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص کو ایک طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے دو طلاق دی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک کوئی نہ واقع ہوگی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ ایک واقع ہوگی ایک نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے وکیل نے تین طلاق دی پس اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو واقع ہو جائیگی ورنہ کوئی واقع نہوگی اور یہ قول امام اعظم رحمہ کا ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ایک واقع ہوگی۔ ایک شخص کو ایک طلاق بائن دینے کے واسطے وکیل کیا اس نے ایک بھی طلاق دی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اسی طرح اگر ایک بھی طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بائن دی تو ایک بھی واقع ہوگی اور یہ صورت میں ہے کہ وکیل نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ایک طلاق بائن دی اور اگر یوں کہا کہ میں نے اسکو بائن کر دیا تو کوئی طلاق واقع نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے اپنے آپ کو اور دوسری اسوت کو تین طلاق دی تو دونوں کو طلاق ہو جائیگی لیکن چاہیے کہ آپ کو اپنی مجلس میں جس میں شوہر نے یہ الفاظ کہے ہیں طلاق دیجیے پھر دوسری عورت کا طلاق دیدینا اس مجلس اور غیر مجلس میں جائز ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے اس میں ایک خاص عورت کو طلاق دی تو صحیح ہے اور شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس عورت کے سوا دوسری عورت کی طرف یہ طلاق پھیر دے اور اگر ایک غیر میں کو اس نے طلاق دی تو بھی صحیح ہے اور معین کر لیا اختیار شوہر کو ہے یہ ذمہ نہیں ہے۔ اگر اس طرح وکیل کیا کہ میری عورت کو طلاق دیدے اور اسکی چار عورتیں ہیں اور کسی کو معین نہ کیا پس اگر اس نے ایک کو طلاق دیدی تو باقی تین اور اگر سب کو طلاق دی تو بھی ایک عورت پر جائز نہوگی اور شوہر کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے معین کرے یہ حاوی میں ہے۔ اگر دو عورتوں سے کہا کہ اگر چاہو تو تم دونوں اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے طلاق دی تو واقع نہوگی تا وقتیکہ دونوں



اسی مجلس میں تین طلاق پر مجتمع نہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے میرا وکیل ہو بشرطیکہ وہ عورت چاہے یا پسند کرے یا خواہش کرے تو یہ شخص وکیل نہ ہوگا جب تک کہ وہ عورت اس طلاق کو اسی مجلس میں پسند نہ کرے اور اگر اسے پسند کیا تو وکیل ہو گیا اور طلاق دینے سے پہلے اگر وکیل مجلس سے اٹھ جائے تو وہ نکاح باطل ہو گئی اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل ہی پس اگر اسے اسی مجلس میں چاہا تو جائز ہو اور اگر قبل چاہنے کے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو وکیل نہیں ہو یہ حاوی میں ہو ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جب میں فلان عورت سے نکاح کروں تو تو اسکو طلاق دیدے پس اسے نکاح کیا اور وکیل نے طلاق دیدی تو صحیح ہو یا نہیں ہو۔ وکیل طلاق لے اگر دوسرے کو وکیل کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر غیر کو وکیل کیا اور اسے پہلے وکیل کے سامنے طلاق کی یا کسی اجنبی نے طلاق دی پھر وکیل نے اجازت دی تو اجنبی کی طلاق واقع نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص نے غیر کی عورت سے کہا کہ جب تک تو اس گھر میں داخل ہو تو مجھکو طلاق ہی پس شوہر نے اسکی اجازت دیدی اور بعد اجازت ہو جانے کے وہ اس گھر میں گئی تو طلاق ہو جائیگی اور اگر قبل اجازت ہو جائے گی تو طلاق نہ ہوگی پھر اگر دوبارہ بعد اجازت ہو جائے گی تو طلاق پر جائیگی یہ محیط میں ہی اگر اپنے غلام کو اپنی عورت نے طلاق دے کیواسطے وکیل کیا پھر غلام کو فروخت کیا تو وہ اپنی نکاحات پر باقی رہے یا نہیں رہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے یہ امر میں نے تیرے سپرد کیا تو اس امر کا قبول کرنا فقط اسی مجلس تک رہے گا۔ ایک شخص کو طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنی نکاحات کے علم سے پہلے اس عورت کو طلاق دی تو واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ وکیل طلاق لے اگر مال پر طلع کیا پس اگر وہ عورت ایسی ہو کہ شوہر نے اس سے طلع کر لی ہو تو وکیل نے برائی مخالفت کی اور اگر نہی ہو کہ اس سے طلع نہیں کی ہو تو مخالفت بھی ہو اور جو مذہب اکثر مشائخ کا ہو۔ اور اسی کو صغار نے اختیار کیا ہو اور امام طہی الدین نے فرمایا کہ اس عورت میں بھی جس سے طلع نہیں کی ہو نہیں جائز ہو کیونکہ یہ بھی اسکی بری مخالفت ہو یہ وجہ کر دے میں ہو۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ تین طلاق عورت کے ہاتھ ہزار دم کو فروخت کر دے پس وکیل نے ایک طلاق تھام لی ہزار دم کو بھی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تو جس قدر اموال کو چاہے اپنی طلاق مجھے خریدے میں نے تجھے اس معاملہ کا وکیل کیا اسے کہا کہ اس قدر کو میں نے خریدا تو یہ باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری عورت کو بعض ہزار دم کے یا ہزار دم پر تین طلاق دیدے اس نے ایک یا دو طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اور اگر ہزار دم یا نیا دہ پر طلاق دی تو جائز ہو یہ مبسوط میں ہو اور اگر طلع کے واسطے وکیل کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اس عورت سے اس مجلس یا غیر مجلس میں جب تک معزول نہ ہو طلع کرے یہ حاوی میں ہو وکیل طلع کو بدل کر طلع کرنا اختیار نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان طلع مطلق کے وکیل کو امام اعظم رحمہ اللہ نے نزدیک قلیل و کثیر بیع کرنا اختیار کیا اور صاحبین کے نزدیک ہر مثل سے کم پر طلع کرنا نہیں جائز ہو کذا فی التا نارمانیہ۔ اگر کسی شخص کو طلع کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر طلع لینے سے انکار کرے تو طلاق دینے سے اس نے طلع سے انکار کیا اور وکیل نے طلاق دیدی پھر عورت نے کہا کہ میں نے طلع کرتی ہوں پس اگر عدت میں اس سے طلع کیا اور طلاق بھی تھی تو جائز ہو کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری عورت سے طلع کر اسے پھر شوہر نے خود اس سے طلع کیا یا کسی اور وجہ سے وہ بائن ہو گئی پھر عدت میں یا اسکے بعد اس سے نکاح کیا تو وکیل طلع نہیں کر سکتا ہو۔ اگر کوئی شخص دونوں طرف سے طلع کا وکیل ہو تو وہ دو روایتوں میں ایک روایت یہ ہو کہ وہ دونوں طرف سے عقد کا مستولی نہیں ہو سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ وکیل طلع لے اگر ہزار دم یا اس سے

میں نے اپنے ہاتھوں سے  
 اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل  
 کی ہے۔

سے خلع کیا کہ میں ضامن ہوں تو صحیح ہو اگرچہ عورت نے اسکو ضمانت کا حکم نہ دیا ہو اور جب وکیل نے ادا کیا تو عورت سے پھیلے گا اسی طرح ادا کرنے سے پہلے بھی لے سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر مرد نے اپنی عورت کو وکیل کیا کہ اپنی ذات کا مجھے خلع کر لے پس عورت نے مال یا عوض پر خلع کر لیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر شوہر ہر گز ہو تو جائز ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ جب کل کا روز آوے گا تو مجھ سے ہزار دم پر خلع کر لے تو یہ وکیل ہو اسلئے اگر عورت شوہر کو اس سے مانعت کر دے تو صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک ذمی عورت نے کسی مسلمان کو اپنے شوہر سے شراب یا سو پر خلع کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر شوہر و زوجہ دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو اور وکیل کا فرہو تو خلع جائز ہے اور جعل باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری عورت سے مال پر خلع کر لے یا بلا مال اسکو تین طلاق دیدے پھر شوہر مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا یا رگیا اور وکیل نے عورت کو خلع دیا یا طلاق دی پس عورت نے کہا کہ تو نے یہ فعل میرے شوہر کے مرتبے بعد یا دار الحرب میں جا ملنے کے بعد کیا ہے اور وکیل و وارثوں نے کہا کہ یہ اسکی زندگی اور اسلام میں ہوا ہے تو عورت کا قول لیا جائیگا اور طلاق باطل اور اسکا مال اسی کو پھر دیا جائیگا اور اسکو میراث ملے گی یہ مبسوط میں ہے عتق کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے خواہ عتق مال پر ہو یا بغیر مال ہو اور جب وکیل نے آزاد کیا تو اسکو مال پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور صرف اسی مجلس تک یہ وکیل مقصود نہیں ہے۔ اتفاق مطلق کا وکیل مدبر کرنے یا مکتبہ کرنے یا مال پر آزاد کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور ایسے ہی تعلیق بالشرط اور اضافۃ الی الاوقات کا بھی مختار نہیں ہے پس مالک کے مدبر کرنے سے وکیل بعق باطل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اسے قرضہ یا مال پر آزاد کیا یا شرط لگائی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہو تو جائز نہیں ہے کذا فی محیط الشری۔ اگر نصف غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے کل آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہے اور کچھ آزاد ہو گا اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز ہے اور کل آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر کسی کو پورا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے آدھا آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک آدھا آزاد ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک کل آزاد ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ۔ درمختصون میں سے ہر ایک کا غلام ایک ہو اور ایک ہی شخص کو دونوں نے اپنا اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے علیحدہ وکیل کیا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کیا پھر وہ بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو قیاساً کوئی آزاد نہ ہو گا اور آدھوں آزاد نہ ہو جائیگے اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سخی کرے گا۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنا غلام معین آزاد کر گئے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو کل کے روز آزاد کر دیا ہے تو بدون گواہی کے اسکی تصدیق نہ کی جائیگی یہ ذبیحہ میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی آزاد کر گئے واسطے وکیل کیا اور باندی قبل آزاد کرنے کے بچہ جنی تو وکیل اسے بچہ کو آزاد نہیں کر سکتا ہے اور اگر اپنے غلام کو جعل پر آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے شراب یا سو پر آزاد کیا تو عتق جائز ہے اور غلام کو اپنی ذات کی قیمت دینا واجب ہے اور اگر مرد یا خون کے عوض آزاد کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر سو کل نے کہا کہ غلام کو اس غلام کے عوض آزاد کرے اسے اسی طرح آزاد کیا پھر یہ غلام آزاد ہو گا تو عتق جائز ہے اور غلام آزاد شدہ پر اپنی قیمت واجب ہے اور اگر اسکو کسی غلام پر آزاد کیا اور وہ غلام احمق یا من لے لیا گیا تو عتق جائز ہے اور غلام پر اپنی قیمت واجب ہے اور وہ امام اعظم کا وہ سر قول ہے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے کذا فی الحاوی اور اگر اسکو ذبیحہ کی ہوئی کبری کے عوض آزاد کیا پھر وہ کبری مرد و ثابت ہوئی تو جائز نہیں ہے اور اگر اسکو جعل پر آزاد کرے کا حکم کیا اسے ہزار دم پر آزاد کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ

وکیل کرنا جائز ہے اگرچہ عورت نے مال یا عوض پر خلع کر لیا ہو لیکن اگر شوہر ہر گز ہو تو جائز ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ جب کل کا روز آوے گا تو مجھ سے ہزار دم پر خلع کر لے تو یہ وکیل ہو اسلئے اگر عورت شوہر کو اس سے مانعت کر دے تو صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک ذمی عورت نے کسی مسلمان کو اپنے شوہر سے شراب یا سو پر خلع کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر شوہر و زوجہ دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو اور وکیل کا فرہو تو خلع جائز ہے اور جعل باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری عورت سے مال پر خلع کر لے یا بلا مال اسکو تین طلاق دیدے پھر شوہر مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا یا رگیا اور وکیل نے عورت کو خلع دیا یا طلاق دی پس عورت نے کہا کہ تو نے یہ فعل میرے شوہر کے مرتبے بعد یا دار الحرب میں جا ملنے کے بعد کیا ہے اور وکیل و وارثوں نے کہا کہ یہ اسکی زندگی اور اسلام میں ہوا ہے تو عورت کا قول لیا جائیگا اور طلاق باطل اور اسکا مال اسی کو پھر دیا جائیگا اور اسکو میراث ملے گی یہ مبسوط میں ہے عتق کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے خواہ عتق مال پر ہو یا بغیر مال ہو اور جب وکیل نے آزاد کیا تو اسکو مال پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور صرف اسی مجلس تک یہ وکیل مقصود نہیں ہے۔ اتفاق مطلق کا وکیل مدبر کرنے یا مکتبہ کرنے یا مال پر آزاد کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور ایسے ہی تعلیق بالشرط اور اضافۃ الی الاوقات کا بھی مختار نہیں ہے پس مالک کے مدبر کرنے سے وکیل بعق باطل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اسے قرضہ یا مال پر آزاد کیا یا شرط لگائی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہو تو جائز نہیں ہے کذا فی محیط الشری۔ اگر نصف غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے کل آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہے اور کچھ آزاد ہو گا اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز ہے اور کل آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر کسی کو پورا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے آدھا آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک آدھا آزاد ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک کل آزاد ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ۔ درمختصون میں سے ہر ایک کا غلام ایک ہو اور ایک ہی شخص کو دونوں نے اپنا اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے علیحدہ وکیل کیا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کیا پھر وہ بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو قیاساً کوئی آزاد نہ ہو گا اور آدھوں آزاد نہ ہو جائیگے اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سخی کرے گا۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنا غلام معین آزاد کر گئے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو کل کے روز آزاد کر دیا ہے تو بدون گواہی کے اسکی تصدیق نہ کی جائیگی یہ ذبیحہ میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی آزاد کر گئے واسطے وکیل کیا اور باندی قبل آزاد کرنے کے بچہ جنی تو وکیل اسے بچہ کو آزاد نہیں کر سکتا ہے اور اگر اپنے غلام کو جعل پر آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے شراب یا سو پر آزاد کیا تو عتق جائز ہے اور غلام کو اپنی ذات کی قیمت دینا واجب ہے اور اگر مرد یا خون کے عوض آزاد کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر سو کل نے کہا کہ غلام کو اس غلام کے عوض آزاد کرے اسے اسی طرح آزاد کیا پھر یہ غلام آزاد ہو گا تو عتق جائز ہے اور غلام آزاد شدہ پر اپنی قیمت واجب ہے اور اگر اسکو کسی غلام پر آزاد کیا اور وہ غلام احمق یا من لے لیا گیا تو عتق جائز ہے اور غلام پر اپنی قیمت واجب ہے اور وہ امام اعظم کا وہ سر قول ہے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے کذا فی الحاوی اور اگر اسکو ذبیحہ کی ہوئی کبری کے عوض آزاد کیا پھر وہ کبری مرد و ثابت ہوئی تو جائز نہیں ہے اور اگر اسکو جعل پر آزاد کرے کا حکم کیا اسے ہزار دم پر آزاد کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ

ایسا غلام ملنے پر آزاد ہو تا ہوا اور یہ حکم اتنا نادر و عجیب و غریب ہے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اپنے کو آزاد کر جس عوض پر چاہے اسے وہ عین پر آزاد کر دیا تو جائز ہو بشرطیکہ مالک اسپر راضی ہو کیونکہ جب بدل کی تعداد بیان نہ ہو تو ایک ہی شخص جابین سے مکمل نہیں ہوتا ہے اور ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ جو سکتا ہو اگرچہ بدل کی تعداد بیان نہ ہو اور بعضے مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ اور اگر اس صورت میں بدل کی تعداد بیان ہو اور غلام نے کہا کہ میں نے اس قدر پر اپنے کو آزاد کیا تو جائز ہو پھر مالک کی رضا مندی شرط نہیں ہوگی یہ عین میں ہے۔ کہا کہ مال پر آزاد کر دے اسے ایک دم پر آزاد کر دیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین نے خلاف کیا ہے یہ عین خسی میں ہو اور اگر وکیل کیا کہ کسی چیز کے عوض آزاد کرے تو یہ قدر پر اصناف مال میں سے آزاد کرے جائز ہو اور اگر وکیل و مالک نے جنس بدل یا ایک مقدار مامور بین اختلاف کیا تو مالک کا قول لیا جائیگا یہ مسوط میں ہے۔ ایک شخص کو کسی نے اپنے غلام کے رکاب تہ کرنے اور بدل کتابت وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے رکاب تہ کیا اور بدل وصول کر لیا اور مالک نے انکار کیا تو رکاب تہ کرنے میں وکیل کا قول لیا جائیگا نہ بدل وصول کرنے میں اور اگر رکاب تہ کیا پھر رکاب تہ بدل لیکر تجھے دیدیا ہو تو کسی تصدیق کیا ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اگر رکاب تہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے رکاب تہ کر دیا تو اسکو بدل کتابت وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر رکاب تہ نے اسکو دیدیا تو رکاب تہ بری نہ ہوگا۔ اور اگر رکاب تہ کر نیے واسطے وکیل کیا اسے اس قدر مال پر رکاب تہ کیا کہ لوگ اس قدر خوار نہ بنیں آٹھ تہ ہیں تو امام اعظم کے قول پر جائز ہو اور اگر غنم یا وحیف یا کسی قسم کے کٹر دن یا کیل یا موزون پر رکاب تہ کیا تو جائز ہے یہ مسوط میں ہے۔ اور اگر اپنے دو غلام رکاب تہ کر نیے واسطے وکیل کیا اور اسے ایک کو رکاب تہ کیا تو جائز ہو اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ دونوں کو ایک ہی کتابت میں رکاب تہ کرے اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل بنائے اور اسے ایک کو رکاب تہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ غلام کو رکاب تہ کرے یا بیچ کرے پھر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر وکیل نے یہ فعل کیا اور اسکو اس جرم کا علم ہو یا نہیں ہو تو وکیل کا فعل جائز ہو کیونکہ سبب جرم کے غلام کا سخت چڑھنا موکل کو نقصان سے نہیں رکھتا ہو خواہ بطور بیچ یا بطور کتابت ہو اور وکیل کا معزول ہو جانا بھی اس سے واجب نہیں اور مالک پر اسکی قیمت واجب ہوگی یہ مسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو فروخت کر دے یا رکاب تہ کر دے یا مال پر آزاد کر دے تو جو فعل انہیں سے وکیل کر نیگا جائز ہوگا اور اگر کہا کہ اسکو یا اسکو رکاب تہ کر دے تو وکیل جسکو چاہے رکاب تہ کرے یہ حاوی میں ہے اور اگر وکیل نے ہر ایک کو ملحدہ رکاب تہ کیا تو پہلے کی کتابت جائز ہو اور اگر ایک ساتھ رکاب تہ کیا تو کتابت باطل ہو اور اگر وکیل کیا کہ جبہ کے روز میرے غلام کو رکاب تہ کر دے پھر وکیل نے منہ پر کے روز کہا کہ میں نے وکالت کے بعد اسکو مل اس قدر مال پر رکاب تہ کر دیا اور مالک نے اسکی تکذیب کی تو قیاساً مالک کا قول معتبر ہو لیکن استحساناً اگر وکیل جائز ہو کیونکہ جس کام پر اسکو مل گیا تھا اسکو اسی وقت معلوم ہو چل میں لانے کی اسے خبر دی۔ اگر رکاب تہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے مل وکیل کیا تھا اور میں نے بعد وکالت کے آخر دن میں اسے رکاب تہ کر دیا اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھے آج وکیل کیا تو مالک کا قول معتبر ہوگا یہ مسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ ان دو شخصین میں سے جسے غلام کو رکاب تہ کر دیا ہو تو جو شخص دونوں میں سے رکاب تہ کر دے جائز ہو۔ اور اگر ایک شخص کو رکاب تہ رکاب تہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام نے قبول سے انکار کیا پھر اسکو قبول کر لینا مصلحت معلوم ہو اور وکیل نے انکار کر دیا تو جائز ہو کفافی الحادی۔ اگر کسی کو اپنے غلام کے رکاب تہ کرنے یا مال کے عوض یا مال مال آزاد کرے جسے واسطے وکیل کیا

بھلائی کی نیلے  
تعداد مالک اس  
پر رکاب تہ کر دے

پھر موکل مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں رہا ملا مار گیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے اسکی حالت اسلام میں ایسا کیا ہے اور وارثوں نے اسکی تکذیب کی تو وارثوں کا قول لیا جائیگا کیونکہ غلام پر انکی ملکیت ظاہر ہے اور وکیل ایسے امر کی خبر دیتا ہے جو انکی ملکیت کو باطل کرے اور ایسے امر کے رجا و کرہ کا اسکو کسی حال میں اختیار نہیں ہے پس اسس کا قول قبول نہ ہوگا  
کذا فی المبسوط

**ساتواں باب** - خصوصیت و صلح وغیرہ میں وکیل کرنے کے بیان میں خصوصیت کے واسطے وکیل کرنا بدون خصم کی رضامندی کے لازم نہیں ہو جاتا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ لازم ہو جاتا ہے۔ پھر امام کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ وکیل کی صحت کے واسطے خصم کی رضامندی شرط نہیں ہے بلکہ اسکے لازم ہونیکے واسطے شرط ہے اور یہی صحیح ہے خزانۃ المفتین میں ہے حتیٰ کہ خصم پر وکیل کے مقابلہ میں حاضر ہونا اور جواب دہی لازم نہیں ہے کذا فی المحیط اور فقیر ابو اللیث نے فتویٰ کے واسطے صاحبین کا قول اختیار کیا ہے کذا فی خزانۃ المفتین۔ اور حنبلی نے کہا کہ یہی مختار ہے اور اسی کو صغار رحمہ نے لیا ہے یہ بجز الرافی میں ہے اور اس مسئلہ میں جو حکم مختار ہے وہ یہ ہے کہ اگر قاضی کو ثابت ہو کہ مدعی ازراہ سرکشی وکیل سے انکار کرتا ہے تو اسکو یہ قدرت نہ دے اور خصم سے وکیل قبول کر لے اور اگر یہ ثابت ہو کہ موکل اس وکیل میں خصم کی ضرر رسانی چاہتا ہے تو بدون اسکی رضامندی کے قبول نہ کرے کذا فی المبسوط اور اس پر اجماع ہے کہ اگر موکل بقدر ادنیٰ سافت سفر کے غائب ہو یا شہر میں موجود ہو مگر بعض ہو کہ اپنے پانوں سے قاضی کے دروازہ تک نہیں حاضر ہو سکتا ہے تو اسکو وکیل کر دینے کا اختیار ہے خواہ وہ مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور اگر ایسا ہو کہ اپنے پانوں میں چل سکتا ہے لیکن چہا یہ یا آدمی کی پیٹھ پر ہوا ہو کہ حاضر ہو سکتا ہے پس اگر اس طرح آنے سے اسکے مرض میں زیادتی ہو تو وکیل کر دینا جائز ہے اور اگر زیادتی نہ ہوتی ہو تو اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وکیل جائز ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی قول اصح و ارفع ہے کذا فی المحیط اور اگر کہا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں تو وکیل اسکی طرف سے لازم ہوگی خواہ طالب ہو یا مطلوب ہو لیکن مطلوب اپنا کفیل دیدے تاکہ طالب اپنا قرضہ وصول کر سکے۔ اور اگر خصم نے اسکے ارادہ سفر میں اسکو جھوٹا بتلایا۔ تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ قاضی اس سے ارادہ سفر پر قسم لے گا۔ اور اسی کو خصائص نے اختیار کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسکے رفیقوں سے پرشیدہ دریافت کریں گے۔ اگر قاضی ان میں سے جو کفر فیصلہ کرتا ہو تو بوجہ عذر دہن کے ایک حیض و نفاس کا عذر ہو اور اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ عورت طالبہ ہو دوسری یہ کہ مطلوبہ ہو پس اگر وہ عورت معذور طالبہ ہو تو وکیل اس سے مقبول ہوگی اور اگر مطلوبہ ہو پس اگر طالب نے اسکو اس قدر تاخیر دی کہ قاضی مسجد سے باہر آئے تو وکیل اسکی طرف سے مقبول نہ ہوگی اور اگر اس قدر تاخیر نہ دی تو مقبول کر لیگا۔ اور اگر موکل اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہو کہ جسکے سامنے مقدمہ پیش ہو ہو تو وکیل قبول نہ کر لیگا اور اگر حاکم لشہر دانی ملک کے قید خانہ میں ہو کہ وہ اسکو قید خانہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا ہو تو اسکی طرف سے وکیل قبول کر لیگا یہ بھی یہ میں ہے اور پردہ دار عورت سے وکیل مقبول ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا شیعہ ہو اور پردہ دار وہ عورت ہو کہ جسکی مردوں سے مخالط نہیں ہوتی ایسا ہی اگر کہ رازی نے فرمایا ہے اور صاحب مشائخ نے فرمایا ہے کہ ایسا ہی ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر قاضی کو ثابت ہو کہ موکل خود مقدمہ میں نہ پا کر اپنے سے عاجز ہو تو اسکی طرف سے وکیل قبول کر لیگا یہاں میں ہے و قال مترجم اور یہی قاضی خان میں بھی ہے اگر عورت نے اپنی طرف سے وکیل نہیں دیا اور نہ اس پر واجب ہوگی اور اسکا نکلنا منع ہے



نہیں ہوا تو حاکم اسکے پاس تین آدمی عادل بھیجے گا کہ ایک اس سے قسم لیوے اور دوسرا اسکی قسم کے گواہ ہوں اسی طرح عرض  
معدور کا جو حاضر نہیں ہو سکتا ہو کسی حکم ہے یہ سراج الوداع میں ہو اور اگر اسکے پر وہ نشین ہونے میں اختلاف کیا پس اگر  
وہ اشرف کی بیٹی ہے تو خواہ باکرہ ہو یا ثقبہ ہو اسی کا قول لیا جائیگا کیونکہ اسکے حال سے یہی بات ظاہر ہو کہ پر وہ نشین ہے  
اور اگر درمیانی لوگوں سے ہو تو اگر باکرہ ہو تو اسکا قول لیا جائیگا اور بچے ادنی لوگوں میں اسکا قول کسی صورت میں مقبول  
نہ ہوگا اور ضرورت کے واسطے کلنا اسکی پر وہ داری میں قاض نہیں ہو جب تک وہ عورت اکثر نہ نکلتی ہو یعنی بلا حاجت  
بھی نکلتی ہو یہ وجہ کر دہی میں ہو۔ ایک شخص اشرف کا مقدمہ ایک وضع کے ساتھ پیش ہوا اور اسنے چاہا کہ میں خود نہ جاؤں  
اور اپنا وکیل بھیج دوں تو مشائخ نے اختلاف کیا فقید ابواللیث نے فرمایا کہ ہماری رائے ہے کہ ہم وکالت قبول کر لیں خواہ موکل  
شریف ہو یا وضع ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہو۔ ایک عورت استورہ اپنے شوہر کے گھر میں ہو کہ اسکو کوئی ایسی علت ہے کہ شوہر  
کے گھر سے اسکا کلنا بن نہیں پڑتا ہو اسپر ایک شخص نے بدون گواہوں کے کچھ دھوی کیا تو اس مدعی کو اسکے شوہر سے خصومت  
کا اختیار نہیں ہو ورنہ ہر کوئی اختیار نہیں ہو کہ مدعی کو عورت کے وکیل یا عورت سے خصومت کرنے سے منع کرے یہ نقادوی  
قاضی خان میں ہو۔ اگر کہا کہ میں نے فلان شہر کے لوگوں پر اپنے تمام حقوق میں خصومت کے واسطے تجھے وکیل کیا تو وہ شخص  
تمام حقوق میں جو تو وکیل کے روز میں با پیدا ہوں احساناً اشی شہر کے لوگوں سے خصومت کر سکتا ہو اور اگر کہا کہ فلان شخص  
پر اپنے حق کی خصومت کے واسطے وکیل کیا تو ہر حق میں جو فقط تو وکیل کے روز موجود ہو خصومت کر سکتا ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو  
اگر کہا کہ میں نے تجھکو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور اس سے زیادہ نہ کہا تو وکیل نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جو ہمارے درمیان  
جھگڑا ہو اسکے واسطے تجھے وکیل کیا یا ہمارے درمیان جھگڑے کی خصومت کی واسطے تو وکیل ہو یا اسکے مشابہ بیان کیا تو  
شیخ الاسلام خواہر زادہ داماد احمد طووسی نے فرمایا کہ وکیل ہو جائیگا اور خمس الاثم نے ذکر کیا کہ نہو گاہ ذخیہ میں ہو۔ اگر مال  
معین پر قرضہ کر نیلے واسطے وکیل کیا تو بالاتفاق وہ وکیل خصومت نہو گاہ یہ سراج الوداع میں ہو شفعہ کے طلب کرنے اور  
بیب عیب کے واپس کرنے اور بخواہ کے واسطے جو وکیل ہو وہ بالاجماع وکیل خصومت ہو کذا فی الحادی یہاں تک کہ وکیل  
شفعہ کو لے گا اور اگر مشتری نے دھوی کیا کہ موکل نے شفعہ دیدیا ہو اور وکیل پر اس امر کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اس طرح  
اگر مشتری نے بیع میں عیب پایا اور ایک شخص کو واپس کرنے کا وکیل کیا اور بائع نے کہا کہ مشتری عیب پر نہی ہو گیا ہو اور وکیل  
نے انکار کیا اور بائع نے اسکی ضماندی کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اسی طرح ہبہ واپس کرنے کے وکیل پر اگر مرد ہو یا نہی  
گواہ قائم کیے کہ داہب نے عوض لے لیا ہو یا ہبہ بن فریادہی ہو تو مقبول ہونگے اور ایسے ہی وکیل تقسیم سے اگر ایک شریک نے  
بجئے اسکو وکیل نہیں کیا ہو کہ میرے شریک نے اپنا حصہ لے لیا اور وکیل نے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دھوی کے گواہ سنائے  
تو مقبول ہونگے یہ سراج الوداع میں ہو۔ قرضہ وصول کر نیلے لیے وکیل کے طالب غائب ہو گیا اور مطلوب پر قرضہ کے گواہ  
قائم ہو گئے اسنے کہا کہ میں طالب سے اس امر کی قسم لینا چاہتا ہوں کہ اسنے مجھ سے وصول نہیں پایا تو اسکو وکیل کو ادا کر دینا  
لازم ہوگا اسی طرح شفعہ طلب کر نیلے وکیل کا حکم ہو کہ اگر شفعہ دیدیا تو حکم ہوگا کہ وکیل کو گھر سپرد کیا جائے  
پھر جب شفعہ حاضر ہوگا تو اس سے قسم لیا جائیگی اسی طرح اتقان ثابت کرنے والے کے وکیل قبض پر اگر یہ دھوی ہو کہ مشتری  
نے کہا کہ سخی نے اجازت دیدی ہے تو اسکو حکم کیا جائے گا کہ بیع وکیل کے بغیر کرے پھر جب سخی حاضر ہو تو  
مشتری اس سے قسم لے سکتا ہے یہ محیط ہر خسی میں نہی ہر قرضہ وصول کرنے کا وکیل دامم غلام کے نزدیک وکیل

خصوصیت ہوتا ہو جیسی کہ اگر اسپراس امر کے گواہ پیش ہوں کہ موکل نے وصول کر لیا یا مطلوب کو معاف کر دیا تو امام کے نزدیک مقبول ہونگے اور صاحبین نے فرمایا کہ وہ خصم نہیں قرار پائیں گا اور اسکو حسن نے امام اعظم سے بھی روایت کیا ہے کذا فی الہدایہ اور اگر قرضدار نے قرضہ سے انکار کیا اور قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے قرضہ ثابت کرنے کے واسطے گواہ سنائے تو امام اعظم کے قول پر مقبول ہونگے اور صاحبین کے قول پر مقبول نہ ہونگے اور قاعدہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ اگر توکیل ایسی چیز کے وصول کے واسطے ہو جو موکل کی ملک ہو تو وکیل اس کے اثبات کے واسطے خصم قرار نہ پائے گا اور اگر ایسی چیز کے واسطے ہو جو ہر وجہ سے غیر کی ملک ہو اور توکیل اسپر حق موکل کی وجہ سے ہے تو اثبات کیو واسطے وکیل خصم قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ قاضی نے اگر غائب شخص کے قرضوں کے وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو اگر کسی کے نزدیک ایسا وکیل دکیل خصوصیت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر خصوصیت کے واسطے کسی کو وکیل مقرر کیا تو اسکی چند صورتیں ہیں اول یہ کہ اسکو خصوصیت کے واسطے وکیل کر دے اور کسی دوسری چیز سے تعرض نہ کرے اور اس صورت میں بالاجماع انکار کا وکیل ہو اور قینون اماموں کے نزدیک اقرار کا بھی وکیل ہے پھر ہمارے علمائے اختلاف کیا کہ امام اعظم کو امام محمد نے فرمایا کہ توکیل خصوصیت مجلس حکم میں توکیل اقرار ہو جیسی کہ اگر مجلس حکم میں اپنے موکل پر کسی امر کا اقرار کیا تو صحیح ہو اور اگر غیر مجلس حکم میں اقرار کیا تو صحیح نہیں ہو اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ مجلس حکم وغیر مجلس حکم دونوں میں اسکا اقرار صحیح ہے مگر ان دونوں اماموں کے نزدیک اگر غیر مجلس حکم میں اقرار کیا اور اسکا اقرار صحیح نہ ٹھہرے تو وہ شخص وکیل نہ باقی ہے گا یہاں تک کہ اسکے بعد خصوصیت کرنے سے منع کر دیا جائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر وکیل خصوصیت نے حد قذف و قصاص کا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے کذا فی التنبیہ۔ اور دوسری صورت یہ ہو کہ ایسی خصوصیت کا جو جائز الاقرار نہیں ہو وکیل کرے اور اس صورت میں انکار کا وکیل ہوگا۔ اور تیسری صورت یہ ہو کہ خصوصیت میں بلا جواز انکار کا وکیل کرے اور اس صورت میں اقرار کا وکیل ہوگا اور تشنا ظاہر روایت میں صحیح ہو اور چوتھی یہ کہ خصوصیت میں بجواز اقرار وکیل کرے اور اس صورت میں خصوصیت اور اقرار کا وکیل ہوگا حتی کہ اگر اسے موکل پر اقرار کیا تو ہمارے نزدیک صحیح ہو اور پانچویں یہ ہو کہ وکیل سے کہا کہ میں نے تجھے خصوصیت کا وکیل بلا جواز اقرار دے انکار مقرر کیا اور اس صورت میں متاخرین نے اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ یہ توکیل اصلاً صحیح ہی نہیں اور قاضی امام صاعدی شاپوری سے نقل ہو کہ توکیل صحیح ہو اور یہ وکیل وکیل سکوت ہوتا کہ مجلس حکم میں حاضر ہو کر گواہوں کو سننے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اقرار کیواسطے وکیل کرنا جائز ہو اور موکل فقط وکیل کرنے سے مقرر ہوگا اور اقرار کے واسطے وکیل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وکیل سے یوں کہے کہ میں نے تجھے خصوصیت کا اور اپنے اوپر سے نذرت دفع کرنے کا وکیل کیا پس جب تو دیکھے کہ انکار سے بچھڑ نہ آتی ہے اور اقرار نہ کرتا تیری رے میں صواب معلوم ہو تو بھجرا قرار دے کہ میں نے تجھے اسکی اجازت دیدی۔ اور اگر خصوصیت اور اپنے حقوق کو لوگوں سے لینے کے واسطے اس شرط پر وکیل کیا کہ موکل پر جو دعویٰ ہوں اس میں وکیل نہیں ہو تو جائز ہو یہ غنائہ لغتین میں لکھا ہو پس اگر وکیل نے موکل کے واسطے مال ثابت کیا پھر دعا علیہ نے اسکا دفع کرنا چاہا تو وکیل پر اسکی سماعت نہ ہوگی ایسا ہی صد الشہید برہان الدین کا فتویٰ ہو کذا فی المحيط کتاب الاقضیہ میں ہو کہ اور اگر خصوصیت کیواسطے وکیل مقرر کرنا مطلوب ہو اور اسے طالب سے خصوصیت کے واسطے ایک شخص کو وکیل مقرر کیا مگر یہ شرط کی کہ اسکا اقرار صحیح نہیں ہے تو امام ابو یوسف کے قول میں یہ جائز ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے ایسا وکیل مقرر کیا

اور طالب نے کہا کہ مجھے سولے اسکے پسند نہیں ہو کہ تو میری خصوصیت کے واسطے اپنے قائم مقام کو نہ شخص مقرر کر کہ اس کا  
 اقرار تیرے اقرار کے جائز ہو یا خود حاضر ہو کر رو بکاری کر تو مطلوب سے کہا جائے گا کہ یا ایسا شخص مقرر کر یا خود حاضر ہو  
 اسی طرح اگر موکل طالب ہو۔ اور اسے ایسا وکیل کیا اور مطلوب نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں مگر اس صورت میں کہ باخود تو  
 رو بکاری کر یا ایسے شخص کو مقرر کر کہ میری حجت کی اسپر سماعت ہو اور تیرے مال وصول پانے کا اس کا اقرار بھی صحیح ہو  
 تو اسکو یہ اختیار ہو بشرطیکہ مذکورہ حاضر ہو اور اگر غائب ہو اور اسے ایسا وکیل کر دیا جب کا اقرار صحیح نہیں ہو تو مطلوب کو یہ  
 اختیار نہیں ہو کہ وکیل سے دعوت کرنے سے انکار کرے اور کہے کہ میں تجھے اس وقت تک رو بکاری نہ کروں گا کہ جیت تک  
 تیرا اقرار تیرے موکل پر جائز نہ ہو جائے یہ ذخیرہ میں ہو ایک شخص پر کسی کا دعویٰ اور نالیش دائر تھی اسکے طلب کے موافق  
 مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے کسی کو وکیل خصوصیت کیا اور وکیل حاضر ہو پس اسے قبول کیا پھر جب قاضی کے پاس سے  
 دونوں باہر آئے تو مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ میں نے اسکو وکالت سے یہ طرف کیا اور نمایاں بن فلان مخدومی کو وکیل  
 خصوصیت مقرر کیا اور یہ فلان شخص غائب ہو تو طالب کو اختیار ہو کہ یہ وکالت قبول نہ کرے کسی نے ایک شخص کو ایک شخص  
 کی نالیش میں وکیل کیا پھر موکل مع وکیل قاضی کے پاس آیا اور ایک دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور قاضی سے موکل نے  
 کہا کہ میں نے فلان شخص کی نالیش میں اسکو وکیل کیا تھا اور یہ ستر کو جانا چاہتا ہوں اور مجھے اسکی طرف سے بدگمانی ہے کہ  
 شاید مجھ پر کسی چیز کا اقرار نہ کرے کہ میرے ذمہ لازم ہو جائے اسلئے میں نے اسکو وکالت سے یہ طرف کر کے اس دوسرے کو وکیل  
 کیا تو قاضی بدوین خضم کے حاضر ہونے کے لئے حکم سے اسکو قبول نہ کر لیا اور اپنے پیادوں میں سے کسی کو خضم کی طلبی کچھ واسطے  
 مقرر کر لیا پس اگر انھوں نے خضم کو نہ پایا تو اسوقت پہلے کو یہ طرف کر کے دوسرے کو وکیل مقرر کر دینا اور مدعا علیہ سے  
 سنبھولی کر لے گا یہ فتاویٰ تاقاضی خان میں ہو اگر کسی کو اپنے حقوق طلب کرنے اور وصول کرنے اور انہیں خصوصیت کر دینے واسطے  
 وکیل کیا بشرطیکہ وکیل کی صلہ یا کسی گواہ کی تعمیل ہو ایسے امر کی اسپر گواہی ہے جس سے حق باطل ہو یا جو جائز نہیں ہو تو وکالت  
 اس شرط کے ساتھ جائز ہو پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ قرض خواہ موکل نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کر لیا ہو تو جائز نہیں ہو اور  
 اگر یوں کہا کہ میں نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کیا اصدہ ضائع ہو گیا یا میں نے طالب کو دیدیا تو اقرار صحیح ہو اور قرضدار  
 برسی ہو گیا یہ ادب القاضی میں ہو۔ اگر اپنی نالیش میں اسے وکیل کیا پھر چاہا کہ اسکا اقرار ششٹی کوٹے پس اگر طالب کی حاجت  
 میں ایسا کیا تو جائز ہو ورنہ اگر وہ حاضر نہیں ہو تو بھی امام محمد کے نزدیک ایسا ہی ہو خلاف امام ابو یوسف کے۔ اور ایسا ہی مثلاً  
 ہو اس صورت میں کہ اگر مطلوب نے اپنے وکیل کو وکیل کر لیا اس اجازت دی پھر چاہا کہ اس اجازت سے اسکو روک نہ تاکہ وکیل  
 کوئی دوسرا وکیل نہ کر سکے تو امام محمد کے نزدیک صحیح ہو اگرچہ بدوین موجودگی طالب کے ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر اپنے گھر کی بابت  
 نالیش دائر کرنے اور اسپر قرضہ کر دینے واسطے وکیل کیا نہیں قابلین نے وہ گھر فروخت کر دیا اور مشتری نے اسپر قرضہ کیا تو وکیل کو  
 مشتری سے خاصیت کا اختیار ہو اور اگر خاص فلان شخص سے اس گھر کی بابت نالیش کرنے کا وکیل تھا اور اسے دوسرے  
 کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے خصوصیت نہیں کر سکتا ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر تابعین نے خدمت کی واسطے وکیل  
 کیا اور وہ گھر فروخت نہیں کیا تو اس کو وکیل کو اختیار ہو کہ تابعین کے وکیل سے خاصیت کرے اور اگر کہا کہ فلان شخص سے اس  
 گھر کی بابت خاصیت کرے پھر وہ گھر دوسرے شخص کے قبضہ میں نکلا تو وکیل بدوین میں سے یعنی فلان شخص اور دوسرے  
 شخص کسی سے خاصیت نہیں کر سکتا ہو اور اگر موکل نے کسی کا نام نہیں لیا تو اسکے قبضہ میں گھر یا چاہے وکیل اس سے

خاص کر سکتا ہو اور اگر وہ گھر کسی غلام کے قبضہ میں تھا اور اس نے کسی کو خصوصیت کے واسطے کہ فلاں مدعی سے خصوصیت کرے  
 وکیل کیا پھر دوسرے شخص نے اس پر دعویٰ کیا تو غلام کا وکیل اس دوسرے مدعی سے خصوصیت نہیں کر سکتا ہو بلکہ پہلے مدعی  
 اور اس کے وکیل سے خصوصیت کر سکتا ہو یہ سبوط میں ہو اگر فلاں قاضی کے پاس خصوصیت کر نیکی واسطے وکیل کیا تو اس کو  
 دوسرے قاضی کے پاس خصوصیت کا اختیار ہو۔ اور اگر فلاں بقیہ کے پاس خصوصیت پیش کرنے کا وکیل کیا تو دوسرے  
 بقیہ کے پاس سے پیش کرنے کا اختیار نہیں ہو چنانچہ زمین پر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کل جو زمین میری خراسان میں  
 ہو اسکی خصوصیت سے واسطے تو میرا وکیل ہو اور جس کے قبضہ میں زمین تھی وہ خراسان سے کو فہم آیا ہو تو اسکو کو فہم خصوصیت  
 کا اختیار ہو اور اگر وکالت قرضہ کی بابت ہو تو کو فہم میں خاصہ نہیں کر سکتا ہو اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضہ جو کو فہم میں ہو پھر منہ لگ  
 خراسان سے کو فہم آئے اور مول کا آپ قرضہ ہو تو وکیل اس سے کو فہم میں خاصہ کر سکتا ہو ایک شخص نے اپنے ہر حق کے طلب  
 کیو واسطے اور اس میں خصوصیت کر نیکی واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے ایک داموئل کے قبضہ میں سے غصب کر لیا تو وکیل  
 اس میں خصوصیت کر سکتا ہو اور اگر کوئی گھر فروخت ہو اور اس میں مول کا حق شفعہ ہو تو یہ وکیل اسکو طلب نہیں کر سکتا ہو یا اسکو  
 یہ اختیار ہو کہ جس شفعہ کی نسبت مول کے واسطے حکم قاضی ہو گیا ہو اس پر قبضہ کرنے کا فی الحادی۔ ایک شخص کے قبضہ میں  
 ایک غلام ہو کہ کہتا ہو کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں اسکی ملکیت میں پیدا ہوا ہوں اور اس نے مجھے اپنے نفس کی بابت  
 مجھے خصوصیت کھنے کا وکیل کیا ہو تو قابض کو یہ اختیار نہیں ہو کہ غلام کو منہ کرے بشرطیکہ غلام کے پاس وکالت کے گواہ  
 موجود ہوں اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور میں نے قبضہ نہیں کیا اور مجھے دام  
 وصول کرنے کا وکیل کیا ہے تو قابض کو اختیار ہو کہ خصوصیت سے منع کرے کیونکہ اس صورت میں وہ قابض کی  
 ملکیت کا اقرار کرتا ہو اور پہلی صورت میں منکر ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان مطلوب نے فلاں مدعی کے دعوے میں  
 خصوصیت کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور اجازت دی کہ جسکو اسکی رائے میں آوے وکیل کرے تو یہ جائز ہے اور  
 اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا اور طالب نے اس پر کوئی حق ثابت کیا یا نہ کیا یہاں تک کہ اول نے دوسرے کو وکالت  
 سے برطرف کر دیا تو جائز ہو خواہ طالب وجود دہو یا نہ ہو اور اگر پہلے وکیل نے طالب کی موجودگی میں کسی کو مطلوب کی طرف  
 سے اس طالب کے ساتھ خصوصیت کر نیکی واسطے وکیل کیا اور دوسرے نے وکالت قبول کر لی پھر پہلا وکیل مر گیا  
 تو دوسرا وکیل اپنے مال پر وکیل باقی ہو یہ ادب القاضی میں ہو۔ اگر کسی کو خصوصیت میں وکیل کیا اس شرط کے ساتھ کہ  
 جسکو وکیل چاہے وکیل کے پھر مال علیہ نے جردن موجودگی مدعی کے گواہ کر دیے کہ میں نے وکیل سے دوسرے  
 وکیل کرنے کا اختیار نکال لیا تو جائز ہو اور یہ امام محمد کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان بخل  
 وکیل خصوصیت کے احکام کے یہ کہ جب حق مول پر ثابت ہو جائے تو اس پر لازم ہوگا اور نہ وہ فید کیا جائے گا اگرچہ  
 غلام وکیل ہو کیونکہ اگر فلاں دینا اس سے انتظام نہیں پاتا ہے یہ جراثیم میں ہو۔ ایک شخص کو خصوصیت  
 کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جو کرے وہ جائز ہو پس وکیل نے دوسرے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہو اور  
 دوسرا وکیل پہلے وکیل کا وکیل نہیں بلکہ مول کا وکیل ہوگا اور اگر پہلا وکیل مر گیا یا مجنون ہو گیا یا معزول ہو گیا  
 یا مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو دوسرا وکیل معزول ہوگا اور اگر پہلا وکیل مر گیا یا مجنون ہو گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں  
 جا ملا تو دوسرا وکیل معزول ہو جائے گا اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کیا تو جائز ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان



فصل تقاضائے فرس اور اسکے وصول کرنے کے وکیل کے احکام میں اگر کسی شخص کو اپنے تقاضائے فرض کیلئے وکیل کیا تو جائز ہو خواہ مطلوب رہتی ہو یا نہ ہو خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ صحیح ہو یا مریض ہو۔ مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امتداد یافتہ ہے کہ مطلوب فرض کا اقرار کرتا ہو اور اگر نہ کرے تو امام اعظم کے نزدیک اگر موکل صحیح حاضر ہو تو یہ دن رمضان مذکور ختم کے وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور اسی قول کی طرف محسن لائے حلوئی نے میلان کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ہر حال میں توکیل صحیح ہو یہ محض میں ہو متعلقہ کا وکیل وصول کرنے کا بھی وکیل ہوتا ہے کیونکہ تقاضا بروزن تفاعل با فرد اقتضا سے ہو چکے معنی وصول کرنے کے ہیں پس تقاضے کی توکیل وصول کرنے کی توکیل صریح ہو۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تقاضے کے وکیل کو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ ہمارے ملک میں اس کے برخلاف عادت جاری ہے اور اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ اسکو خصوصیت کرنے کا اختیار ہے یا نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک اسکو خصوصیت کا اختیار حاصل ہونا ضروری ہے اور یہی اصوب و اشبه ہو کیونکہ امام محمد نے اس مسئلہ کے بعد کتاب الوکالت میں ذکر کیا کہ تقاضے کا وکیل خصوصیت کا وکیل ہوتا ہے اور جس شخص پر کسی کا مال آتا ہے اسکی لازمت اور یہ بھی پکڑنے کیلئے اگر کوئی وکیل کیا تو وہ وکیل قبضہ کرنے کا وکیل نہیں ہوتا ہے یہ محض شخصی میں ہو خصوصیت کے واسطے وکیل معتبر کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک فرض وصول کرنے کا وکیل مقرر کرنا ہے اور امام زفر نے فرمایا کہ فرض وصول کرنے کا وکیل ضروری ہے اور صدر الشہید نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے قول پر فتویٰ نہیں ہو بلکہ امام زفر کے قول پر فتویٰ ہے اور ذوالنیل میں ہے کہ نفعیہ ابراہیم نے یہ اختیار کیا ہے کہ اسکو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ایسا ہی آخرین نے اختیار کیا ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر اسکو فرض کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا اسکو اپنے ہرجے کے واسطے جو لوگوں پر ہو وکیل کیا یا اسکو اپنے ہرجے کے طلب کے واسطے جو فلاں شہر میں پائے جاتے ہیں وکیل کیا تو یہ توکیل ان حقوق سے جو موجود ہیں اور ان حقوق سے جو پیدا ہوں استحساناً متعلق ہوگی اور اگر اسکو اپنے فرض کے وصول کرنے کے واسطے جو فلاں شخص پر ہو یا کل فرض کے واسطے جو فلاں و فلاں شخصوں پر ہو وکیل کیا تو زیادات میں لکھنا ہو کہ یہ توکیل موجودہ فرض سے متعلق ہے اور جدائیدہ پیدا ہوا اس سے متعلق نہیں ہے نہ قیاساً اور نہ استحساناً یہ ظاہر میں ہے اگر کسی نے کہا کہ تو میرے ہر فرض وصول کرنے کا وکیل ہے اور اسکا آج کے روز کچھ کسی پر فرض نہ تھا پھر اسکا فرض ہو گیا تو یہ وکیل اسکے وصول کرنے کا وکیل ہو گا کذا فی الحادی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے ہرجے کے وصول کرنے میں جو پیدا ہوا اس میں خصوصیت کے واسطے تو وکیل ہو اور میرا فعل جائز ہو تو اس میں فرض اور ولایت اور عادت اور ہرجے کے جبکہ موکل مالک ہو وکیل ہو لیکن نفعیہ فلاں حقوق کے ہو کہ اسکا مالک نہیں ہو کذا فی البحر الرائق۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہرجے وصول کرنے کیلئے جو لوگوں پر تھا ہوا دے دئے پاس ہے اور انکے ساتھ اور انکے قبضہ میں اور ہرجے آئندہ پیدا ہوا اور شرکیوں میں باہمی قسم کیلئے اور جس چیز کا دکانا مصلحت جانے رکھ دے یا جسکو دنیا اسکی رہے میں آئے ہیں سے رکھ اٹھائے ان سب کے واسطے وکیل کیا اور اسکی ایک تحریر لکھ دی اور آخر میں تحریر کر دیا کہ یہ وکیل خصوصیت کرنا والا ہے خصوصیت کیا گیا عدلون ہو سکتا ہے ہر ایک قوم نے موکل کی طرف اپنے مال کا دعویٰ کیا اور موکل غائب ہے اور وکیل نے تمامنی کے حلقے میں قرار کیا کہ میں اسکا وکیل ہوں اور مال ہے اسکا کیا پس دعویٰ نے پائے گو وہ موکل ہر قائم ہے تو انکو وکیل کے قید کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک ملک میں بعضوں میں مشغول ہے

پھر ایک نے اسکو اپنا قرضہ دوسرے شریک یا غیر سے وصول کرنے واسطے یا دوسرے سے خرید و فروخت یا غیر سے خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہو اسی طرح اگر ایک نے اسکو ایک غلام دوسرے کے ہاتھ یا غیر کے ہاتھ بیچنے یا شریک یا غیر کے ساتھ خصوصیت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہو۔ اسی طرح اگر اسکے دونوں مالکوں کے درمیان جھگڑا ہوا اور اسنے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکان کو اس خصوصیت کے واسطے وکیل کیا یا خرید و فروخت کیلئے وکیل کیا تو بھی جائز ہو۔ مبسوط میں ہے۔ قرضہ وصول کرنے کے وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ قرضدار نے اگر کسی پر اترا دیا تو یہ حوالہ قبول کرے کذا فی الخلافۃ وکیل قبض دین کو قرضہ قرضدار کو ہبہ کر دینے یا مدت میں تاخیر دینے یا اسکو ہبی کر دینے یا رہن لے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر گھسنے مال کا کفیل لے لیا تو جائز ہو اور اگر کفیل اس شرط پر دیا کہ قرضدار بری ہو تو برات جائز نہیں ہو اور اگر طالب نے قرضدار سے کفیل لے لیا تو وکیل کفیل سے تقاضا نہیں کر سکتا ہو کذا فی الخلافۃ۔ اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو ہسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل نے کہا کہ مجھے طالب نے رہن لے لینے کا حکم کیا اور مطلوب نے اسکو رہن دیدیا تو اس صورت میں مطلوب کو اختیار ہو کہ وکیل سے قیمت رہن یا قرض سے جو کم ہوا سقد ضمان لے یہ مسئلہ اصل میں مطلقاً مذکور ہے اور شیخ الاسلام نے اسکی شرح میں فرمایا کہ اگر مطلوب نے وکالت میں اسکی تگذیب کی یا اسکاٹہ یا تصدیق کی اور اسے ضمان کی شرط نہ بیان کیا تو ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر تصدیق کے ساتھ ضمان کی شرط نہ بیان کی تو ضمان نہیں لے سکتا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل نے کہا کہ مجھے موکل نے رہن لینے کا حکم نہیں کیا باوجود اسکے مطلوب نے اسکو رہن دیدیا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا قرضہ دوسرے پر کسی وجہ سے واجب ہوا پس اسنے اسکو وصول کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز ہو اور جب اسنے وصول پایا لیا تو قرضدار بری ہو گیا اور جو کچھ وکیل نے وصول پایا وہ موکل کی ملک ہو اور وکیل کے پاس امانت ہو پس جس صورت میں و دیعت میں ضمان آتی ہو اس میں بھی آئے گی یہ مطلقاً الوفاق میں ہے۔ اگر اسواسطے وکیل کیا کہ فلان شخص سے میرا قرضہ لیکر فلان شخص کو میری طرف سے ہبہ کرے تو جائز ہو اور اگر قرضدار نے کہا کہ میں نے فلان شخص کو دیدیا اور محبوب لہ نے اسکی تصدیق کی تو جائز ہو اور اگر تگذیب کی تو قرضدار کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر قرضدار سے وصول کرنے اور فلان شخص کو ہبہ کر دینے کے واسطے وکیل کیا پس قرضدار نے کہا کہ میں نے وکیل کو دیدیا اور وکیل نے تصدیق کی پھر وکیل نے کہا کہ میں نے محبوب لہ کو دیدیا تو قرضدار اور وکیل دونوں بری ہیں قرضدار تو وکیل کی تصدیق سے اور وکیل اداے امانت سے لیکن وکیل کی اس بارہ میں تصدیق منوکی کہ محبوب لہ کے ثبوت ہبہ نہیں ہے یعنی ہبہ کرنے والا اس سے اس ہبہ کو واپس کر سکے۔ اسی طرح اگر کسی نے وکیل کیا کہ جو کچھ میرا میرے مکان پر ہے اسکو وصول کر کے فلان شخص کو ہبہ کرے تو جائز ہو یہ مبسوط میں ہے۔ قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضہ وصول کیا پھر دوسرا وکیل قرضہ وصول کرنے کا آیا تو اسکو پہلے وکیل سے لینے کا اختیار نہیں ہو اور اگر یہ دوسرا وکیل پہلے پہلے وکیل کی قبضہ کرنے کے واسطے وکیل ہو تو اسکو اختیار ہے کہ پہلے وکیل سے لیکر اپنے قبضہ میں کر لے اور پہلے وکیل کو دوسرے وکیل سے کوئی چیز لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی الخلافۃ۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا پس اسنے وصول کیا یا وصول کے تلف ہو جانے کا اقرار کیا پھر مرتد اپنے مرتد ہو نیکی جرم میں قتل کیا گیا تو اسکا وصول کر لینا جائز ہے گا اسی طرح اگر وکیل مرئی تھا اور اسنے وصول کیا پھر مردہ یا محارب میں جا ملا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر قرضہ غلام یا کسی نے وکیل کیا کہ اپنے مالک سے میرا قرضہ چرا لے گا پھر آتا ہے وصول کر دے تو جائز ہو اور اگر ایسے غلام

۷۰  
کتاب حاشی  
موسم باب اول جلد سوم  
کتاب

نے وصول کرنے اور تلف ہو جانے کا اقرار کیا تو مالک بری ہو جائیگا اور اگر کسی نے ایسے قرضہ غلام کے مالک کو وکیل کیا کہ اپنے غلام سے قرضہ وصول کرے تو وکیل کرنا اور وصول کرنا دونوں بابت نہیں ہیں یہ بھرا لائق میں لکھا ہے احتمالاً کہ نے اگر وکیل کو وکیل کیا کہ احتمال علیہ سے قرضہ وصول کرے تو صحیح نہیں ہو اور اسی طرح اگر قرضہ نے قرضہ دہی کو وکیل کیا کہ اپنی ذات سے میرا قرضہ وصول کرے تو بھی صحیح نہیں ہو نوادہ بشرین روایت ہے اگر مال کا کوئی شخص وکیل ہو اور طالب نے اسکو مطالبہ سے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اسے وصول کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر اس کے پاس تلف ہو گیا تو ضمان نہیں ہے یہ ذریعہ میں ہے۔ غلام قرضہ دار کو اس کے مالک نے آزاد کیا حتیٰ کہ قرضہ ابھون کو اس کی قیمت کی ضمانت دی اور عین قرض کا مطالبہ غلام سے ہو اگر طالب نے اسکو غلام سے مال وصول کرنے کا وکیل کیا تو باطل ہے یہ ہادیہ میں ہے۔ نوادہ بن سماء میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص کے دو شخصوں پر ہزار درم قرض ہیں اور ہر ایک دوسرے کا وکیل ہو پس قرضہ نے خاص ایک قرضہ دار سے وصول کر نیکی واسطے وکیل کیا اور اسے دوسرے سے وصول کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہیں اور اسکا ایک وکیل ہو پس طالب نے ایک شخص کو وکیل سے وصول کر نیکی واسطے وکیل کیا اور اسے وکیل سے وصول کیا تو جائز ہے یہ عین میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کیا پھر اس کے بعد وکیل نے جا کر قرضہ قرضہ دار سے وصول کیا تو قرضہ بری ہو گا اور قرضہ بحال باقی ہے گا اور اسکا وصول کر لینا مثل جہنمی کے دسوں کرنے کے ہے یہ سراج الوباح میں ہے۔ کسی کو اپنے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے قرضہ دار سے وصول کیا اور اسکو زیور یا ستونہ یا بھرہ یا رصاص پایا اور واپس کر دیا تو قیاساً ضمان ہو گا اور استحساناً ضمان ہو گا اور سبب یہ ہے کہ یہ قیاس اور استحسان ایسی صورت میں ہے کہ قرض کو زیور یا بھرہ یا کر دیا پس کرنا چاہا تو قیاس چاہتا ہے کہ بدون اسے لینے ہو گا کے واپس نہ کرے اور اگر اسکو آگاہ نہ کیا اور واپس کر دیا تو ضمان ہو گا اور استحساناً بدون اسے لینے ہو گا کے واپس نہ کر سکتا ہو اور جب واپس کیا تو ضمان ہو گا اور ستوق در رصاص کی صورت میں بدون آگاہی اسے ہو گا کے واپس کر سکتا ہو اور واپس کر کے قیاساً و استحساناً ضمان ہو گا یہ عین میں ہے۔ قرضہ وصول کر نیکی وکیل نے اگر قرضہ دار سے عرض لے لیے اور وکیل راضی نہیں ہو اور عرض نہیں لیتا ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ قرضہ دار کو عرض واپس کرے اور اس سے قرض کا مطالبہ کرے یہ جو اہر الفتاویٰ میں لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہیں اس نے اس کے وصول کر نیکی واسطے ایک شخص کو وکیل کیا اور اسکو آگاہ کر دیا کہ دم کھرے ہیں وکیل نے ہزار درم غلہ کے جان بوجھ کر وصول کر لیے تو وکیل پر جائز نہیں ہو گئے اور ضمانت ہو گئے تو وکیل ضمانت ہو گا موکل پر کچھ ضمانت نہیں ہو اور اگر بدون جانے ہوے قبضہ کر لیا تو قبضہ جائز ہو اور ضمانت نہ ہو گا اور واپس کر سکتا ہو اور کھرے لے سکتا ہو اور اگر اس کے باقی میں تلف ہوے تو گویا موکل کے پاس تلف ہوے اور امام اعظم کے نزدیک کچھ واپس نہیں لے سکتا ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے مثل واپس کر کے کھرے لے سکتا ہے کذا فیجہا وی قرضہ وصول کر نیکی وکیل نے اگر کہا کہ میں نے قرضہ وصول کیا اور وہ میرے پاس تلف ہوا یا میں نے موکل کو وکیل اور وکیل نے اسکی تکذیب کی تو قرضہ دار کی برائت کے باب میں اسکی تصدیق کی جائیگی اور اس باب میں تصدیق نہ کی جائیگی کہ استحقاق ثابت ہو سکی نہ نہ میں موکل سے کچھ لیا جاوے یعنی مقبوضہ وکیل میں کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور وکیل سے ضمان لے لی تو وکیل اپنے موکل سے نہیں لے سکتا ہو کذا فی المحیط۔ قرضہ دار نے اگر قرضہ کو کوئی مال عین دیا اور کس

صلہ  
عوضہ بابت  
وکیل استحقاق  
گواہوں سے  
ایمانی ثابت  
کونام

کہ اسکو فروخت کیے اپنا حق اس میں سے لے لے آئے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور وہ اسکے پاس تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا تا وقتیکہ قرض خواہ اس پر اپنی ذات کے واسطے قبضہ نہ کرے اور اگر کہنا کہ اسکو بوجھ بنائے حق کے فروخت کر آئے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے تو اپنے حق کا قابض ہو گا حتیٰ کہ اگر اسکے بعد تلف ہو جاوے تو قابض کا مال گیا اگر قرضدار نے قرضہ سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہے اور مجلس تک وکالت مقصور نہ ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر قرضدار نے کہا کہ میرے دس دم جو چھپے آتے ہیں میری طرف سے فقیر و ن کو صدقہ آوے یا کہا کہ جو میرا چھپا ہوا اس سے میری قسم کا کفارہ ادا کرے یا کہا کہ میرے دس دم سے جو چھپے آتے ہیں میرے مال کی ذکوہ دیدے تو بالا جماع وکالت صحیح ہو ایسا ہی شمس المائتہ نے ذکر کیا ہوا و کتاب الاجابات میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک جانور ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے واسطے کرایہ کیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کر نیوالے سے کہا کہ کرایہ سے ایک غلام خریدوے کہ اسکو چلاوے تو وکالت صحیح ہو اور اس میں کسی کا خلاف ذکر نہیں کیا اور اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اگر کوئی بگھر کرایہ لیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ لینے والے سے کہا کہ کرایہ جو چھپے چھا ہو اس سے اگی مدت کرنے کے واسطے صحیح ہو یہ ذہیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ بھکو فلان شخص نے اس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اسکا چھپا قرض ہے وکیل کیا ہو تو تین حال سے خالی نہیں یا تو قرضدار اسکی تصدیق کر لیا یا تگزیب کر لیا یا خاموش رہے گا پس اگر اسکی تصدیق کی تو اسکو ادا کر دیئے کے واسطے مجبوری کیا جائیگا اور اسکے بعد اس سے بچھیر لینے کا اسکو اختیار نہیں ہو اور اگر تگزیب کی یا خاموش رہا تو ادا کر دینے پر مجبور نہ کیا جاوے گا و لیکن باوجود اسکے اگر آئے ادا کر دیا تو پھر واپس نہیں لے سکتا ہو پھر اگر موکل یا اور آئے وکالت کا اقرار کیا تو یہ جو گذر پورا ہو گیا کذا فی الخلاصۃ اور اگر وکالت سے انکار کیا اور قرضدار سے اپنا قرض لینا چاہا اور قرضدار نے اس پر دعویٰ کیا کہ اس نے وصول کر نیوالے کو وکیل کیا تھا اور گواہ سنا ہے یا قسم لی اور آئے انکار کیا تو توکیل ثابت اور قرضدار بری ہو گیا اور اگر قسم کھائی اور مال قرضدار سے لے لیا تو قرضدار کو وکیل سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہو لیکن جو آئے وکیل کو دیا ہو اگر باقی ہو تو واپس کر لے یہ کافی میں ہو اور اگر وکیل نے خود تلف کر دیا تو اسکے مثل ڈانٹ دے۔ اور اگر اسکے پاس تلف ہو گیا پس اگر قرضدار نے وکیل کی تصدیق کی تھی تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسکی تصدیق کی اور ضمان کی شرط کر لی یا تگزیب کی یا سالت رہا تو واپس لے سکتا ہو اور دوبارہ وکیل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر قرضدار نے موکل سے قسم لینا چاہی کہ وائتد میں نے اس شخص کو وکیل نہیں کیا تھا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہو گا اور اگر سکوت کے ساتھ دیدیا ہو تو موکل سے قسم نہیں لے سکتا ہے مگر جبکہ تصدیق کی طرف حود کرے اور اگر انکار کے ساتھ قرض ادا کیا ہو تو طالب سے قسم لینے کا اختیار اسکو کسی حال میں حاصل نہ ہو گا خواہ تصدیق وکیل کی طرف ہو ورنہ یا نہ کیسے و لیکن وکیل سے واپس لیا گیا اور وکیل کو اختیار ہے کہ قرضدار سے انکار اور سکوت کی صورت میں یوں قسم لے کہ وائتد میں نہیں جانتا ہوں کہ قرض خواہ نے اسکو وکیل کیا ہو پس اگر قرضدار نے یہ قسم کھائی تو جو کچھ معاملہ گذرا وہ ٹھیک ہے اور اگر انکار کیا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے۔ اور اگر چاہے تو قرضدار سے قسم لے کہ وائتد میں نے اسکو وکیل نہیں کیا ہو پس اگر آئے قسم کھائی تو وکیل پر ڈانڈ آگیا اور اگر شکر ہوا تو وکیل طالب سے لے لیا یہ حکم اس صورت میں ہو کہ آئے وکیل بولے گا دعویٰ کیا ہو اور اگر یوں کہا کہ آئے مجھے وکیل تو نہیں کیا و لیکن تو مجھے قرضہ دیدے کہ وہ میرے وصول ہو گیا و غریب جائز کر دیا اور پھر اسکی ضمان ہو تو اسکو دیدینا نہیں لازم ہو اور اگر دیدیا تو ضمان قرار پاوے گا اور جبکہ یہ یا ہے



اس سے واپس نہیں لے سکتا ہو اگرچہ آپنہ صامن ہوئی شرط کر دی تھی کذا فی الخلاصہ اور اگر موکل حاضر نہ ہوا اور اسکا انکار کرنا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ مرگیا اور قرضدار ہی اسکا وارث ہوا اور وکیل سے کہا کہ اُسے تجھے وکیل نہیں کیا تھا اور اب میں اس کا وارث اور اُسکے قائم مقام ہوا ہوں اور وہ تجھ کو جوٹا کہہ سکتا تھا پس میں بجائے اُسکے تجھے جمعوٹا کہتا ہوں اور تجھے ضمان لوٹکا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا اور اگر قرضدار نے وکیل سے یہ قسم لینی چاہی کہ وائند فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو یہ بھی اختیار نہیں ہو اور اگر وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے فلان شخص نے وکیل نہیں کیا تھا تو اسکا اقرار صحیح ہو اور قرضدار اس سے مال کی ضمان لے سکتا ہو اور اگر قرضدار نے کہا کہ میں اس سے گواہ لانا ہوں کہ فلان شخص نے اسکو وکیل خصوصیت نہیں کیا تھا یا اس امر کے کہ وکیل نے خود اس بات کا اقرار کیا ہو تو اس کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی المحيط اور اگر موکل نے قرضدار کو قرضہ ہیہہ کر دیا اور وہ وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو تو سب صورتوں میں اس سے لے لیا کیونکہ اسکی ملک ہو اور اگر تلف ہو گیا تو ڈانڈ بھر لیا مگر جس صورت میں کہ اسکی دکالت کی تصدیق کی ہو تو نہیں ڈانڈ لے سکتا ہے کذا فی التبيين اور اگر موکل مرگیا اور قرضدار ادنا یک دوسرا شخص دونوں اُسکے وارث ہیں تو اجنبی کے آدھے حق کی نسبت وہی حکم ہو جو صورت طالب کے حاضر ہونے اور دکالت سے انکار کر نیکے تھا پس آدھا قرض قرضدار سے لے لیا اور وہ وکیل سے لیا اور قرضدار کے آدھے حصہ کی نسبت وہی حکم ہو جو چہ بنے ذکر کر دیا اور اگر قرضدار ہی اکیلے وارث ہو تو وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہو مگر جبکہ مال وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو تو اس سے لے لیا گیا پس اگر وکیل نے تصدیق ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ امر صریح اُسکے کہنے سے معلوم ہوتا ہو اور قرضدار نے دعویٰ کیا کہ تلف نہیں ہوا ہو تو اسکو وکیل سے قسم لینے کا اختیار ہو پس اگر قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو یہ آدھا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نہ مرا اور نہ قرضدار کو مال ہیہہ کیا لیکن حاضر ہو کر دکالت سے انکار کیا اور نہ قرضدار کو قاضی کے پاس تک نہیں لایا تھا کہ مرگیا اور قرضدار ہی اسکا وارث ہے یا مال اسکو ہیہہ کر دیا پس قرضدار نے قاضی کے سامنے موکل کے دکالت سے انکار کر نیکے گواہ پیش کیے تو اسکی طرف سے مقبول نہ ہوئے اور اسکو وکیل سے ضمان لینے کا حق نہ ہوگا اور اگر اُن چیزوں میں سے جو اُسے وکیل کو دی تھیں کوئی چیز بے عینہ اُسکے پاس موجود پائی تو اسکو لے سکتا ہو اور اگر موکل نے قاضی کی مجلس میں دکالت سے انکار کیا اور قاضی نے قرضدار پر اُسکے کچھ حکم نہ کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو قرضدار کو اختیار ہے کہ وکیل سے لیوے اور اسپر واجب ہے کہ قرضدار کو پھر دے بشرطیکہ وہ بے عینہ قائم ہوا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو اسکی قیمت واپس دے اور اگر اس کے بعد موکل مرگیا اور قرضدار اسکا وارث ہوا یا اُسے قرضدار کو ہیہہ کیا یا اسکو بری کر دیا تو قرضدار کو اختیار ہے کہ مال کیواسطے وکیل کو کچھ سے جیسا کہ قبل موت کے حکم تھا لیکن قرضدار سے قسم لے گا کہ وائند وہ نہیں جانتا ہے کہ طالب نے اسکو قبضہ مال کا وکیل کیا ہو اور اگر قرضدار نے دکالت کے دعویٰ میں وکیل کی تصدیق کی اور ضمان کی شرط پر مال اسکو دیا پھر موکل حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا اور قسم کھالی اور قاضی نے قرضدار پر مال کی آگے ٹھکری کر دی پھر وصول کرنے سے پہلے موکل مرگیا اور قرضدار اسکا وارث ہوا یا اُسے قرضدار کو مال ہیہہ کر دیا تو قرضدار وکیل سے کچھ لے سکتا ہو اور اگر موکل نے حاضر ہو کر قرضدار سے مال لے لیا تھا اور قرضدار نے حکم کفالت وکیل سے واپس لیا پھر موکل مرگیا اور قرضدار اسکا وارث ہوا تو وکیل کو اختیار ہے کہ موکل کی میراث سے جس قدر اُسے ڈانڈ بھرا ہے لے لیوے اور اگر دو شخص اُسکے وارث ہوئے کہ ایک انہیں سے وہی قرضدار ہے تو وکیل کو قرضدار اُسکے

حصہ میراث میں سے لینے کا اختیار ہو اور اگر طالب نہیں مباد اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو اور طالب نے قرضدار کو ہزار درہم  
 رہے کیے اگر وہی ہزار درہم ہے کیسے جو اسے قرضدار سے لیے تھے تو جو کچھ اسے ادا کیا ہو قرضدار سے پھیرے گا اور اگر وہ ستر  
 ہزار درہم دینے تو کچھ نہیں لے سکتا ہو در نظر آئے۔ اگر قرضدار کیوں اسے ہزار درہم کی وصیت کر گیا تو وکیل قرضدار سے  
 پھیرے گا یہ عیض میں لکھا ہو اگر کسی نے اپنے مال وصول کرنے کے واسطے وکیل لیا اور قرضدار نے دعویٰ کیا کہ صاحب مال نے  
 مجھ سے سب وصول کر لیا ہو تو قرضدار وکیل کو مال ادا کرے اور بلا مال کا دامنگیر ہو کر اس سے قسم لیوے اور وکیل سے  
 قسم نہیں لے سکتا ہو یہ سراج الوداج میں ہے۔ اگر کسی کو فلان شخص سے اپنا مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل  
 نے اس شخص سے کچھ وصول کیا پھر وکیل نے قرضدار سے خصوصیت کی اور قرضدار نے کچھ مال ادا کرنے کا دعویٰ کیا اور وکیل  
 منکر ہوا اور قرضدار کے پاس اس کے گواہ نہیں ہیں اور وکیل نے اس سے سب مال وصول کر لیا پھر وکیل حاضر ہوا پھر قرضدار  
 نے ادا کر دینے کے گواہ منکر ہوئے تو اس کو وکیل سے معاخذہ کرنے کا اختیار ہو گا اس صورت میں کہ یہ مال قرض بعبندہ وکیل کے  
 یا قرض میں موجود ہو تو وکیل سے لے لیا اور اگر وکیل کے ہاتھ میں منافع ہو چکا ہو یا تو بھارت کے مالک نے طالب کو دیدیا ہو تو  
 اس کو طالب سے مطالبہ کرنے کا اختیار ہو۔ اسی طرح اگر طالب نے اقرار کیا کہ میں نے اس سے وصول کر لیا ہو تو بھی یہی حکم  
 ہو گا۔ اور اگر بعد وصول حق کے اس کو وکیل کیا تو وکیل سے اس کو واپس لیا جائے بلکہ اس امر کے گواہ لاوے کہ میں نے طالب کو  
 وکیل کرنے سے پہلے اس کا حق ادا کر دیا ہو اور بالاتفاق طالب کچھ لازم نہیں آتا ہو اور اگر طالب نے اس امر کا اقرار کیا تو  
 کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہو مگر اس صورت میں وکیل سے لے سکتا ہو کہ یہ مال بعبندہ اس کے ہاتھ میں موجود ہو۔ اگر فلان شخص  
 سے اپنا مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دستاویز اس کو وری حالانکہ اس سے پہلے وصول کر چکا ہو اور باقی مسئلہ اپنے  
 حال پر ہو تو واپس لے سکتا ہو خواہ طالب سے یا وکیل سے اس اگر وکیل سے واپس لیا تو وکیل طالب سے پھیر لیا یہ عیض میں ہے  
 اگر قرضخواہ نے قرضدار کے کسی شخص پر اتارنے کو قبول کر لیا تو وکیل جنس کو محال علیہ سے وصول کرنے کا اختیار نہیں اور محال  
 یعنی قرضدار سے لے سکتا ہو پھر اگر محال علیہ پر عام ڈوب گئے اور قرضہ خود کے محل پر لیا گیا تو وکیل کو اس سے طلب کرنے کا  
 اختیار محال ہے اسی طرح اگر وکیل نے مطلوب سے بعض مال قرض کے کوئی غلام خرید لیا اور اس کے ہاتھ سے احتقاق میں لے لیا  
 گیا یا بعد قبضہ کے حکم فاضلی یا قبل قبضہ کے خود ہی سبب عیب یا خیار کے واپس کیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے یہی طرح  
 اگر خود درم وصول کرے اور انکو زیوت پایا تو بھی یہی حکم ہو پھر الزام میں لکھا ہو۔ و قرضخواہوں میں سے ایک نے اگر کسی غلام کو  
 وکیل کیا کہ میرا حصہ وصول کرے اور اسے وصول کیا تو صحیح ہو یہاں تک کہ اس کے پاس تلف ہو تو وکیل کا مال گیا و لیکن اگر تلف  
 ہو جائے اس کے پاس موجود ہو تو شریک کو اس میں شرکت کا اختیار ہے جیسا کہ اگر شریک نے خود وصول کیا ہو تو دوسرے کو شرکت کا  
 اختیار نہیں ہوتا ہو اور اگر تلف ہوا تو خاصہ اس کا حصہ جاتا ہو عیض میں ہے اگر کسی شخص سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل لیا  
 وکیل پر قرضدار کا جنس قرض سے کچھ حق واجب ہو تو بلا ہرجا لکھا گیا فی النہایہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ  
 وصول کرنے اور قرضدار ورن کو قید کرنے کے واسطے ایسا وکیل کیا جو خصوصیت کر نہ لایا اور معا علیہ ہو سکے پس وکیل نے کسی  
 قرضدار کو وکیل کے واسطے قید کرایا پھر اس کو قید سے رہا کر کے اس کی ذات کے واسطے وکیل لے لیا پھر وکیل مر گیا پھر طالب  
 نے وکیل کو گرفتار کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے کہ قاضی سے درخواست کرے کہ وکیل کو حکم دے کہ قبول عہدہ کو حاضر کرے  
 فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے دو سرے ہزار درہم قرض ہیں پھر قرضخواہ نے قرضدار سے کہا کہ اگر فلان شخص کو

پھر اس سے کہا کہ فلاں فلاں شخص کو نہ دینا اور قرضدار نے کہا کہ میں نے اسے دیدے اور فلاں شخص نے اسکی تصدیق کی تو یہ جائز ہے اور قرضدار بری ہو گیا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر کچھ رقم قرض ہیں اسے دوسرے سے کہا کہ میرے مال کی تزکوۃ اس مال سے جو میرا فلاں شخص پر قرض ہے وصول کر لے اسے بجائے دینوں کے دینا وصول کیے تو جائز نہیں ہے اور اگر قرضخواہ نے کہا کہ میں نے تجھکو وہ مال جو میرا فلاں شخص پر مسترض ہے سہہ گیا تو اس سے وصول کرے اسے بجائے دینا وصول کیے تو جائز ہے کذا فی فتاویٰ قاضی حسان

**فصل ایک شخص کا دوسرے پر قرض آتا ہو اسے قرضدار کے پاس ایک ایچی بھیجا کہ میرا کچھ قرض تجھ پر وہ بھیجے پس اگر اسے ایچی کے ہاتھ بھیج دیا تو وہ قرضخواہ کا مال ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قرضدار سے کہا کہ مال قرض فلاں شخص کے ہاتھ یا میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کے ہاتھ بھیجے اور اسے ایسا ہی کیا اور وہ ضائع ہوا تو مطلوب کا مال گیا کیونکہ یہ شخص مطلوب کا ایچی تھا اور وہ قرضخواہ کا یہ کہنا کہ فلاں کے ہاتھ بھیج دے تو کب نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کو دیدے کہ وہ مجھے پہنچا دیگا تو یہ تو کبیل ہے اور اگر ضائع ہوا تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر سود رقم قرض ہیں پس اس کے پاس ایک آدمی سود رقم وصول کر نیلے واسطے بھیجا اور مطلوب نے اسکو ایک ہی صفقہ میں دو سود رقم تول دیے اور ایچی نے انہیں قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئے تو قرضدار پر مال جیسا تھا ویسا ہی باقی ہے اور ایچی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایچی کو ایک سود رقم ملے اور وہ اسے دونوں کو ملا دیا تو وہ ایک سود رقم کا ضامن ہوگا اور مطلوب ایک سود رقم سے بری ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے اگر یہ کہا کہ جو کچھ میرا تجھ پر قرض ہے وہ فلاں شخص کے ایچی کو دیدینا پھر قرضدار نے کہا کہ میں نے اسکو دیدیا اور ایچی نے تصدیق کی کہ میں نے وصول پایا تھا مگر وہ ضائع ہو گیا اور موکل نے دیئے اور پائے دونوں کی تکذیب کی تو قرضدار بری ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس قرض لینے کے لیے ایچی بھیجا اسے کہا کہ میں نے قرض وصول کیا تھا مگر میرے پاس تلف ہو گیا تو اس کی تصدیق کی جائیگی اور اس پر ضمان نہوگی اور ضمان بھیجنے والے مسترض پر ہوگی یہ تا ما رفاغہ میں ہے۔ اگر کسی بزانہ کے پاس ایک ایچی بھیجا کہ فلاں فلاں کپڑا اس دام کا مجھ سے پس بزانے نے اپنے ایچی یا دوسرے کے ہاتھ بھیجا اور راہ میں تلف ہوا اور طلب کر نہ پائے لکھا یہ پہنچا اور اس مری سب نے باہر تصدیق کی اور قرار کیا تو ایچی پر کچھ ضمان نہیں ہے اور اگر بزانے نے بھیجنے والے کے ایچی کے ہاتھ بھیجا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہوگی اور اگر بزانہ کا ایچی ہو تو جب بھیجنے والے کے پاس کپڑا پہنچ گیا تو بھیجنے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی شخص نے ایک ایچی کے ہاتھ کسی شخص کو خط بھیجا کہ میرے پاس فلاں کپڑا فلاں داموں کا بھیج دے اسے ایسا ہی کیا اور پھر شخص خط لایا تھا اس کے ہاتھ وہ اذ کیا تو جب تک خط بھیجنے والے کے پاس نہیں پہنچے گا وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ شخص نقطہ خط پہنچانے کا ایچی تھا اور یہی حکم قرض اور قرض وصول پانے کا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا ایچی میرے پاس آیا اور پیغام پہنچا یا کہ بونے کہا بھیجا کہ فلاں کپڑا اس قدر داموں کا ہے پس بھیج دے میں نے بھیج دیا پس اسے کپڑا اپنے پاس پہنچنے سے انکار کیا اور ایچی نے کہا کہ میں نے پہنچا دیا ہے تو شیخ نے کہ محمد بن افضل نے فرمایا کہ اگر بھیجنے والے نے اقرار کیا کہ ایچی نے کپڑا وصول کیا اور اپنے پاس پہنچنے سے انکار کیا تو کچھ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ایچی کے وصول کرنے سے انکار کیا تو قول اسی کا لیا جائیگا اور سپر ضمان نہیں ہے۔ ایک شخص دوسرے کی طرف سے ایک شخص کے پاس ایچی بیکر سودا سٹے آیا کہ مجھے پانچ سو سود دیدے اسے کہا کہ جب تک مجھے اور**

بھیجنے والے سے ملاقات نہوگی اور وہ خود مجھے نہ کہے گا میں تجھے نہ دوں گا پھر ایلی سے کہا کہ میں اس سے ملا تھا اس نے مجھے دینے کا حکم کیا ہو پھر دینے سے انکار کیا یا کہا کہ اسے بعد اسے مجھے جھکودینے سے منع کر دیا ہو تو اسکو اس امر کا اختیار ہو ولیکن اگر یہ مال اسپر قرض ہو تو منع کر دینے کے باب میں اسکی تصدیق نہ کی جائیگی کذا فی فتاویٰ قاضی حسان فصل۔ اگر کسی شخص کو اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہو اور وکیل نے جس قدر ادا کیا وہ موکل سے لیگا اور اگر کسی سے کہا کہ میری قسم کے کفارہ میں محتاج کھلاؤ یا میری ذکوۃ ادا کرے تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے مگر در صورتیکہ موکل نے یہ کہہ دیا ہو کہ اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں تو لے سکتا ہو کذا فی الحاوی۔ اگر کسی سے کہا کہ فلان شخص کو ہزار درم دیدے تاکہ اسکا قرض ادا ہو یا صرف یہی کہا کہ فلان شخص کو ہزار درم ادا کر دے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں یا اس شرط پر کہ وہ درم چھوڑے پھر وکیل نے موافق حکم کے اسکو دیدیے پس اگر وکیل اس موکل کا شریک یا خلیفہ ہو تو بالاجماع اس سے لے سکتا ہو اور غلط اسکو کہتے ہیں کہ بازار کے معاملہ میں دونوں میں لین دین جاری ہو اور ایک دوسرے کے پاس رکھ دیتا ہو جب دوسرے کا ایلی آوے تو اسکے ہاتھ بیچ کر کے یا قرض لے۔ اور یہی حکم ہو اگر وکیل ان لوگوں میں سے ہو کہ اسکی خیال میں موکل کے خیال ہیں یا وکیل موکل کے خیال کو فقہ دینے کے واسطے مقرر ہو پس ان صورتوں میں بالاجماع واپس لے سکتا ہو اگرچہ اپنے ضامن ہونے کی شرط نہ بیان کی ہو کیونکہ اس میں عرف و تہذیب و اداگران صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو امام اعظم کو امام محمد کے نزدیک واپس نہیں لے سکتا ہو یہ فیضہ میں لکھا ہو۔ اگر دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کو میری طرف سے ہزار درم نقد دیدے یا ادا کر دے یا دیدے یا عطا کر دے اور میری طرف یہ لفظ ذکر کیا یا یہ نہ کہا ولیکن یوں کہا کہ وہ ہزار درم جو آئے مجھے آتے ہیں اور وکیل نے ایسا ہی کیا تو وکیل کو وکیل سے واپس لینے کا اختیار ہو اگرچہ واپس لینا یا ضمان کی شرط نہیں کی تھی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میری طرف سے میرے مال کی ذکوۃ دیدے یا میری طرف سے دس سلکین کھلاؤ یا میری طرف سے دس درم صدقہ کرے یا میری طرف سے فلان شخص کو دس درم ہب کرے آئے ایسا ہی کیا تو بدون شرط ضمان کے اس سے واپس نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں ہو اگر کہا کہ میری طرف سے یہ درم زید یا عمرو کو قرضہ ادا کر دے تو جبکہ ادا کر دینا جائز ہو یہ حاوی میں ہو۔ ائمہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے ان کی بیان کیا کہ میں نے ادا کر دیا اور موکل نے اسکی تصدیق کی پھر وکیل نے جو کچھ دیا تھا اسکے لینے کا مطالبہ کیا تو موکل نے کہا کہ مجھے خوف ہو کہ قرض خواہ آئے اور میرے وکیل کے ادا کرنے سے انکار کر کے دوبارہ مجھے وصول کرے تو موکل کے اس حکم کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور حکم دیا جائیگا کہ وکیل کا حق اسکو ادا کرے پھر اگر قرض خواہ نے اگر وکیل سے قرضہ لیا تو موکل وکیل سے جس قدر دیا ہو واپس لے گا اگرچہ ادا کرنے میں اسکی تصدیق کی ہو پھر اگر رائی میں لکھا ہو۔ ادا کر موکل نے وکیل کے ادا کر کے سے انکار کیا پھر وکیل نے ادا کرنے کے گواہ سنائے تاکہ موکل سے مال وصول کرے اور قرض خواہ غائب ہو تو اسکی گواہی مقبول ہوگی حتیٰ کہ اگر قرض خواہ نے حاضر ہو کر وصول ہانے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائیگا کذا فی محیط اور یہ جائز نہیں ہو کہ ایک ہی شخص مطلوب کی طرف سے ادا کرنے کا مطالبہ کی طرف سے وصول کر لیتے یا وکیل ہو یہ مسئلہ میں لکھا ہو۔ ادا کر قرض ادا کر کے وکیل نے بلا کر ہون کے مال داکر دیا اس سے نہ لکھوائی تو اسپر ضمان نہیں ہو ولیکن اگر وکیل نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بدو گواہوں کی ذمہ داری ہے بدو گواہوں کے ذمہ یا تضامن ہو گا۔ پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے گواہ کر لیے تھے اور طالب نے انکار



کیا اور وکیل کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وکیل ضمان سے بڑی ہوگا بشرطیکہ اس بات پر قسم کھائے اور اگر وکیل نے کہا کہ بدون موجودگی فلاں شخص کے نہ دینا آئے بدون اسکی موجودگی کے دیدیا تو ضمان میں ہوگا یہ حاوی میں ہو۔ قرضدار نے اگر اپنا مال کسی شخص کو دیا تاکہ اسکا قرضہ ادا کرے اور اس سے کہدیا کہ یہ مال فلاں شخص کو اس قرضہ کے ادا میں دے جو اسکا پیچہ آتا ہو اور تسک لے آئے دیکر تسک نہ لیا تو ضمان میں نہیں ہو اور اگر یہ کہا تھا کہ جب تک تسک نہ لیوے نہ دے آئے بدون تسک لینے کے دیدیا تو ضمان میں ہوگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر ایک شخص کو ہزار درہم دیدیے کہ اسکو میرے قرض کے ادا کے واسطے فلاں شخص کو دیے تاکہ میری طرف سے ادا ہو جائے پھر وکیل نے انکو رکھ لیا اور آنگے سولے دوسرے درہم دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ جو درہم آئے رکھ لیے ہیں موکل کو واپس کرے اور قرضہ ادا کرنے میں وکیل نے موکل پر اپنی طرف سے احسان کیا یعنی موکل پر واجب نہیں ہو کہ اسکو دوسرے اور احتساباً یہ حکم نہیں ہو اور وجہ احتسان کی یہ ہو کہ موکل کا مقصود اپنی جان چھینا ہو اور یہ مقصود دونوں طرف سے حاصل ہوتا ہو خواہ وکیل وہی ہزار درہم جو موکل نے دیے ہیں ادا کرے یا آنگے مثل ادا کرے یہ مہسوط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ درہم اس واسطے دیے کہ میری طرف سے فلاں شخص کا قرضہ ادا کرے پھر طالب اسلام سے مرتد ہو گیا اور وکیل نے آنگے مرتد ہو چکی حالت میں ادا کر دیا اور طالب اسی حالت میں مراپس اگر وکیل کو فقہ سے خبر تھی کہ اس مرتد کو اسکا دینا جائز نہیں ہو تو جب قدر درہم وکیل کو دیے گئے تھے وکیل اسکا ضمان ہو اور اگر یہ بات اسکو نہیں معلوم تھی تو ضمان میں نہیں ہو اور اسکا جمل ہی غنہ ہوگا کیونکہ یہ بات اکثر فقہاء میں پرستہ ہو تو عام لوگوں پر کیونکر مشتبہ ہوگی یا اتفاقاً میں ہو۔ لہذا درابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے قرضہ ادا کرنے کا حکم کیا پھر موکل نے خود ہی قرض خواہ کو ادا کر دیا پھر وکیل نے ادا کیا تو وکیل اپنے مال کو اس سے لیوے جبکو دیا ہو موکل سے نہیں لے سکتا ہو کیونکہ جب موکل نے خود ادا کیا تو وکیل معزول ہو اکیونکہ خود ادا کرنا وکیل کو معزول کرتا ہو اور وکیل کا علم ہونا کہ موکل نے ادا کیا ہے شرط نہیں ہو اور یہ مسئلہ وکالت الاصل میں مذکور ہو اس میں وکیل کا علم شرط ہو اور اگر وکیل نے اس امر کے گواہ سنائے کہ میں نے حکم دینے کے بعد موکل کے ادا کرنے سے پہلے ادا کیا ہو تو اسکو اختیار ہو چاہے موکل سے واپس لے یا قابض سے یہ محیط میں ہو۔ جو شخص اپنے قرض کی واسطے وکیل ہو اور آئے جس قسم کا قرض ادا کرنے کا حکم تھا اس سے جید ادا کیا تو ویسا ہی لے سکتا ہو جیسا حکم کیا گیا تھا اور اگر رومی ادا کیا تو جیسا ادا کیا ویسا ہی موکل سے لے سکتا ہو کذا فی الذخیرہ تلوار و رشام میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیے اور حکم دیا کہ یہ درہم میرے قرض خواہ کو دیے آئے سولے آنگے دوسرے درہم اپنے پاس رکھے یا آنگے ہاتھ ان دامن کو کوئی غلام فروخت کر دیا یا وکیل کے سپرد درہم آئے تھے انکے عین بدلا کر لیا تو یہ سب جائز ہو اور وہ احسان کرنا والا شمار نہ ہوگا یعنی یہ ہوگا کہ موکل کے ہزار درہم واپس کرے اور یہ جو آئے ادا کیا اس میں آئے احسان کیا اور اگر وکیل کو کوئی غلام دیا کہ اسکو فروخت کر کے آنگے دامن سے فلاں شخص کا قرض جو پیچہ آتا ہو ادا کر دین پس وکیل نے غلام فروخت کر کے پہلے آنگے دامن کے برابر دام اپنے پاس سے لیکر موکل کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا تو اس صورت میں احسان ہوگا لہذا رشام ہوگا یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے حکم کیا کہ فلاں شخص کا قرض جو پیچہ آتا ہو ادا کر دے آئے ادا کر دیا پھر وکیل کے پاس جب قدر آئے ادا کیا ہو اسکو لینے آیا پس موکل نے کہا کہ فلاں شخص کا پیچہ قرض ہی نہ تھا اور میں نے حکم دے گا حکم خواہ ہو اور نہ تو نے کچھ ادا کیا ہو اور قرض خواہ تھا پس وکیل نے قرضہ سولے آنگے دامن کو دیا تو وکیل کا حکم دینے کا حکم دینے کے گواہ سنائے تو قاضی قرض خواہ غائب کا موکل پر قرضہ ہو سکتا حکم دینا وکیل کے موکل سے واپس لینے کا حکم دینا

اگرچہ قرض خواہ غائب ہو یہ فتاویٰ سفری میں ہو۔ اگر ایک شخص نے کسی کو دینے کے واسطے مال کو وکیل اُسے کہا کہ میں نے دیدیا اگر موکل اور اُس شخص نے جسکو دینے کے واسطے حکم کیا تھا دونوں نے اُسکی تکذیب کی تو وکیل کا قول اُسکی برادرت کے واسطے لیا جائیگا اور قرض خواہ کا قول قبضہ نہ کرنے میں لیا جائیگا اور قرض ساقط نہ ہوگا اور دونوں پر قسم نہیں آتی ہے صرف اُسپر واجب ہوگی جسے تکذیب کی نہ اُس شخص پر جسے تصدیق کی اور اگر وکیل کے دینے میں تصدیق ہوئی تو وہ قرض قسم کھانے کے واسطہ میں ہے وصول نہیں پایا پس اگر قسم کھائی تو اُسکا قرضہ ساقط نہ ہوگا اور اگر قسم سے باز رہا تو ساقط ہوگا اور اگر دوسرے کی تصدیق کی کہ اُس نے وصول نہیں پایا تو وکیل سے قسم لے گا کہ اُس نے دیدیا ہے پس اگر قسم کھائی تو بری ہے ورنہ صامن ہوگا۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی مال مصنون ہو مثلاً مال مفسوب خاصب کے پاس یا قرض پس صاحب قرض یا مفسوب منہ نے اسکو حکم کیا کہ فلاں شخص کو دیدے اور وکیل نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں پایا تو وکیل کی تصدیق واقع پر بدلتا ہوا ہون کے نہ کیجائیگی مگر اُس صورت میں کہ دینے میں موکل نے اُسکی تصدیق کی ہو تو اس وقت میں صمان سے بری ہو جائیگا لیکن تاہن پر دونوں کی تصدیق نہ کیجائیگی اور عدم قبض میں اُسی کا قول لیا جائیگا مگر قسم کے ساتھ۔ اور اگر وکیل کی موکل نے تکذیب کی کہ اُسے نہیں دیدیا ہو اور وکیل نے اُس سے قسم طلب کی تو اُسکے علم پر قسم لی جائے گی کہ واسطہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسے دیدیا ہو پس اگر قسم کھائی تو وکیل سے صمان لیا اور اگر انکا رکھا تو صمان ساقط ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر دو شخصوں کے مکتاب نے کسی کو وکیل کیا کہ ایک شخص کا حصہ اسکو دیدے اور غائب ہو گیا تو دوسرے شخص وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وکیل اُسکے حصہ کے دینے کی بابت اُسکی طرف سے وکیل نہیں ہے۔ اور اگر مکتاب نے اپنے قسم میں ادا کرنے کا وکیل کیا اور مال قرض وکیل کو دے گیا پس اُسکے دونوں مولیٰ یا غیروں نے وکیل سے اسکو لینا چاہا تو انکو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کذا فی المبسوط فی باب وکالتہ البعد الما دون والمکتاب

**فصل مال معین پر قبضہ کرنے کے وکیل کے احکام میں** سال معین پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصوصیت کا اختیار نہیں ہوتا ہو حتیٰ کہ اگر کسی نے اپنے غلام پر قبضہ کر نیلے واسطے وکیل کیا اور تاہن حال نے گواہ سنائے کہ موکل نے میرے ہاتھ سے اسکو فروخت کیا ہو تو موکل کے حاضر ہونے تک توقع کیا جائیگا اور یہ استحسان ہے یہاں تک کہ اگر غائب حاضر ہو تو بیع کے گواہ دوبارہ پیش کیے جائینگے۔ اسی طرح اگر وکیل نے بیان کیا کہ عورت کے شوہر یا باندی یا غلام کے مالک نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں اُسکی عورت یا باندی یا غلام کو اُسکے پاس پہنچا دوں پس عورت نے گواہ سنائے کہ وہ مجھے طلاق دے گیا ہے یا باندی یا غلام نے آزاد کر دینے کے گواہ سنائے تو استحساناً وکیل کا ہاتھ روکنے کی بابت مقبول ہوئے اور طلاق و عتاق کی بابت مقبول نہ ہوئے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ کسی مال معین پر قبضہ کر نیلے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے اُسکو قبضہ کرنے سے پہلے اسکو تلف کر دیا تو وکیل اُس سے قیمت لینے کو اُسے خصوصیت نہیں کر سکتا ہو اور اگر بعد قبضہ کے تلف کی تو کر سکتا ہو یہ وضو میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اسواسطے وکیل کیا کہ میری امانت فلاں شخص سے لے لے اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے موکل کو دیدیا تو اُسکا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نے وکیل کو دیدی تو بھی اُسی کا قول لیا جائے گا کہ وہ بری ہے کذا فی المالابری ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے پھر اُسکے پاس ودیعت رکھے تھے اُسکی قیمت میں کہا کہ میں نے فلاں شخص کو حکم کیا کہ میری ودیعت جو فلاں شخص کے پاس ہے وصول کرے اور وکیل کو یہ بات معلوم نہ ہوئی تو

اُسے ودیعت وصول کرنی اور وہ ضائع ہوگئی تو صاحبِ ودیعت کو اختیار ہو چاہے دینے والے سے ضمان لے یا لینے والے سے ضمان لے۔ اور اگر ودیعت پاس رکھنے والے کو توکیل نہ ملے توکیل کو نہ ہو اپنی جسکے پاس ودیعت ہو اُسے توکیل کو ودیعتی تو جائز ہو اور دونوں میں سے کسی پر ضمان ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک کو دکالت کا علم نہ ہو تو ودیعتی نے کہا کہ ضمان شخص کی ودیعت مجھے ویدے کہ میں اُسکے مالک کو پہنچا دوں یا مجھے دے کہ میرے پاس اُسکی ودیعت ہوگی اُسے دیدی اور وہ ضائع ہوگئی تو ودیعت کے مالک کو اختیار ہو جس سے چاہے دو زبان میں سے ضمان لے یہ قول امام ابو یوسفؒ، امام نضرؒ کا ہے کہ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اگر کسی کو ودیعت پر قبضہ کرے تھیکہ واسطے توکیل کیا اُسے حقوڑی ودیعت پر قبضہ کیا تو جائز ہے ولیکن اگر اُسے کہہ دیا تھا کہ قبضہ نہ کرے مگر سب ودیعت پر تو اہمیت حقوڑی ودیعت پر قبضہ نہیں جائز ہو اور ضمان ہوگا اور اگر بعض مقبوضہ ودیعت کے تلف ہونے سے پہلے اُسے باقی پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام ایک شخص کے پاس ودیعت ہو اُسکے قبضہ کے واسطے توکیل کیا اور وہ غلام خطا سے قتل کیا گیا تو جسکے پاس ودیعت ہو وہی اُسکی قیمت لے سکتا ہو توکیل نہیں لے سکتا ہو۔ اسی طرح اگر غلام کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جسکے عوض حرام حاصل ہو تو توکیل کو غلام پر قبضہ کرنے کا اختیار ہو جرم پر قبضہ نہیں کر سکتا ہو اور یہی حال باندی کے مہربان زوری کا ہے اور اگر توکیل نے غلام پر قبضہ کیا پھر وہ اُسکے قبضہ میں خطا سے قتل ہوا تو اسکو قیمت لینے کا اختیار ہو یہ محیط نسبی میں ہے اور اگر کسی باندی یا بکری پر قبضہ کرنے کا توکیل ہوا پھر وہ بچہ جنی تو توکیل بچہ کو مع مان کے اپنے قبضہ میں لے سکتا ہو اور اگر توکیل کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو توکیل کو بچہ پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہو اور بائع کے پھلون کا حکم بچہ کے مانند ہے اور درختوں کے پھل اگر مالک زمین کے حکم سے ودیعت ہوں تو توکیل قبضہ نہیں کر سکتا ہو اور یہی حکم باندی کے بچہ کا ہے۔ کذا فی البحر الرائق اگر اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے جو کسی کے پاس رکھی ہو توکیل کیا پھر خود ہی وصول کر لی پھر اُسکے پاس ودیعت رکھی تو توکیل اُس سے وصول نہیں کر سکتا ہو خواہ اس معاملہ سے واقف ہوا ہو یا نہ ہوا اسی طرح اگر توکیل نے پہلے اسکو وصول کیا اور موکل کو دیدیا پھر موکل نے دوبارہ اُسی کے پاس رکھی تو وصول نہیں کر سکتا ہو اور اگر وصول کیا اور ضائع ہوگئی تو مالک ودیعت کو اختیار ہو چاہے جس سے ضمان لے پس اگر اُسے توکیل سے ضمان لی تو توکیل کسی سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ توکیل سے بچھریگا اور یہ حکم اُس صورت میں ہو کہ دوبارہ اُسکے توکیل ہونے کی تصدیق نہ کی ہو جو مبسوط میں ہو کیلی یا دینی ودیعت کے وصول کرنے کا توکیل کیا اور اسکو کسی نے تلف کر دیا تھا اور اُسکے مثل مستودع نے تلف کر دیا ہے لے لی یعنی تو اُٹھانا توکیل اسکو وصول کر لے سکتا ہو یہ محیط نسبی میں ہے اگر آج کے روز کسی ودیعت پر قبضہ کرے تھیکہ واسطے کسی کو توکیل کیا تو اسکو اختیار ہے کہ کل کے روز وصول کر لے اور اگر کل کے روز قبضہ کرنے کا توکیل کیا تو آج کے روز وصول نہیں کر سکتا ہو۔ اسی طرح اگر مالک اسی ساعت وصول کر لے تو اس ساعت کے بعد وصول کر سکتا ہو اور اگر مالک فلاں شخص کی موجودگی میں وصول کرے اُسے بدو نہ گواہوں کی موجودگی کے وصول کیا تو جائز ہو اسی طرح اگر مالک گواہوں کے سامنے وصول کرے اُسے بدو نہ گواہوں کے قبضہ کیا تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر مالک بدو نہ گواہوں شخص کی موجودگی کے قبضہ نہ کرے اور اُسے قبضہ کر لیا حالانکہ فلاں شخص موجود نہ تھا تو جائز نہیں ہے یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں فلاں کی طرف سے تجھے ودیعت وصول کرنے کا توکیل ہوں اور تمہارا علم ہے کہ فلاں اور ودیعت دونوں کی تصدیق کی چھوٹنے سے اٹھا کر لیا تو اس پر حرام نہ کیا جائے گا کذا فی السہیح۔ اگر ایک شخص نے

مجلس مفتی مولانا  
فتی محمد نازک  
راوی محمد حسن  
دہلی

کسی کی ودیعت وصول کی پھر مالک ودیعت نے قسم سے کہا کہ میں نے اسکو وکیل نہیں کیا تھا اور اپنا مال اس سے عیا  
 جسکو ودیعت دیا تھا تو وہ قبضہ کر نیوٹے سے لے لیا بشرطیکہ بعینہ اس کے پاس قائم ہو اور اگر اسے کہا کہ میرے پاس تلف  
 ہو گیا یا میں نے موکل کو دیدیا پس اگر وکالت میں اسکی تصدیق کر دیا ہو تو اس سے کچھ نہیں لے سکتا تھا۔ اگر تصدیق نہیں کی  
 بلکہ تذبذب کی یا کچھ تصدیق یا تکذیب نہیں کی یا بشرط یا رضامنت تصدیق کی ہو تو اس سے ضمان لے سکتا ہو اور اگر سپرد  
 کرنے کا حکم نہیں کیا گیا تھا ولیکن اسے سپرد کر دیا یا بعد دیدینے کے اس سے واپس لینا چاہا تو یہ اختیار اسکو نہ ہوگا کیونکہ وہ  
 اس کام کو توڑنا چاہتا ہو جسکو اس نے خود تمام کیا ہو اور اگر بعد انکار کے ودیعت اس کے پاس تلف ہوئی تو بعض مشائخ نے  
 فرمایا کہ وہ ضمان نہ ہوگا اور چاہیے یہ ہے کہ ضمان ہو کیونکہ مودع کے وکیل سے انکار کرنا اس کے زعم میں بمنزل مودع سے  
 انکار کرنے کے ہو یہ نہا یہ میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی متاع ودیعت رکھی پھر کسی کو اس پر قبضہ کرنے کے  
 واسطے وکیل کیا اور مستودع نے سولے متاع موکل کے دوسری متاع وکیل کو دی اور وکیل نے موکل کو دیدیا اور موکل  
 کے پاس تلف ہو گئی تو اسکا ضمان موکل ہو گا یا وہ غیر میں ہو اگر ایک چوپایہ کسی سے مستعار لیا اس پر قبضہ کر نیوٹے واسطے  
 ایک وکیل کیا اسے قبضہ کر کے سواری کی تو وہ ضمان میں ہو اگر مر جائے اور موکل سے رجوع نہیں کر سکتا ہو کیونکہ موکل کی طرف  
 سے سواری کے واسطے امور نہ تھا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدون سواری کے قابو میں چلا جاتا  
 ہے اور اگر ایسا ہو کہ بدون سوار ہونیکے نہیں قابو میں آتا ہو تو موکل کو یا اسکی سواری پر رہنی ہو چکا ہو کہ نا فی البسوط اگر  
 قرضدار کی کسی شخص کے پاس ودیعت ہو اس شخص نے قرضدار سے کہا کہ اپنی ودیعت کو قرضخواہ کے قرض میں ادا کرے  
 اور مضرب وہ میرے قبضہ کو جائز کر دیا قرضدار نے ایسا ہی کیا اور اپنے قرضہ میں دی اور اسی شخص کو جس کے پاس ہے  
 قرضخواہ کی طرف سے قبضہ کرنے کا حکم کیا پھر قرضخواہ آیا اور اس معاملہ کو جائز رکھا پھر ودیعت کے مالک نے اس شخص  
 کو جس کے پاس ہے منع کیا کہ قرضخواہ کو نہ دے اور نہ اسے اسکا قبضہ نہ تو نہ ناعت صحیح ہو بشرطیکہ اس شخص نے جس کے پاس ودیعت  
 ہو قرضخواہ کی طرف سے قبضہ نہ کیا ہو اگر چہ اس نے مستودع سے لیکر قبضہ کیا ہو اور اگر مستودع نے قرضخواہ کی طرف سے  
 قبضہ کر لیا ہو تو وہ ودیعت قرضخواہ کی ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر مستودع نے ودیعت کسی شخص کو دیدی اور  
 دعویٰ کیا کہ میں نے صاحب ودیعت کے حکم سے دی ہو اور صاحب ودیعت نے انکار کیا تو ای کا قول کہ میں نے حکم نہیں  
 دیا ہر قسم سے معتبر ہو گا کہ نا فی البدائع۔ اپنا غلام فلاں شخص کو دینے کی واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اس کے پاس اس کا کہ  
 مالک غلام نے غلام تیرے پاس ودیعت کھا دی اس نے قبول کیا اور وکیل کو واپس دیا پھر وہ وکیل کے پاس ہو گیا تو مالک غلام  
 کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے۔ اور اگر وکیل نے کہا کہ مالک نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس سے حدت  
 لے یا فلاں شخص کو دیدے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ مر گیا تو وکیل جناس نہیں ہو کیونکہ وکیل سے فقط جھوٹا قول قریب  
 پایا گیا اور قریب دہندہ پر فقط قریب سے بدون کسی معاوضہ لینے کے ضمان واجب نہیں ہوتی ہے اور ضمانت لینے والا  
 ضمان ہو گا کیونکہ اس نے پرانے غلام سے بدون اسکی اجازت کے خدمت کی کہ نا فی محیط الخسی

فصل وکیل صلح کو خصوصیت کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور نہ دوسرے کو صلح کے واسطے وکیل کر سکتا ہے پس اگر اس نے  
 وکیل کر دیا اور دوسرے نے صلح کی پس اگر موکل کے مال سے دم دیے ہو موکل اس سے لے گا اور اگر اپنے پاس سے  
 دیے ہیں تو پہلے موکل پر کچھ لازم نہیں آئے گا اور یہ صلح پہلے وکیل پر جائز ہوگی اور اس نے احسان کیا اسی طرح اگر



دو آدمیوں کو صلح کیواسطے وکیل کیا پھر ایک نے اپنے مال سے صلح کر لی تو اسی پر جائز ہوئی اور نہ اس کا احسان ہوا اسی طرح اگر ہزار درم پر صلح کیواسطے وکیل کیا اور کہا کہ مال کی ضمانت دے آسنے دو ہزار درم یا سو دینار پر صلح کی اور اپنے پاس سے ادا کر دیے یا کسی عرصہ یا کیلی یا وزنی چیز پر اپنے پاس سے دیکر صلح کی تو صلح جائز نہ ہوگی اور موکل سے یہ نہیں لے سکتا ہوا اور اگر ہزار سے کم پر صلح کی اور مال دیدیا تو یہ صلح موکل پر جائز ہوگی۔ اور ہر صورت میں کہ وکیل کو جس چیز پر صلح کرنے کا حکم کیا لیا تھا اسے جس یا دو صف میں خلاف کیا تو صلح وکیل پر جائز ہوگی موکل پر نہیں کذا فی الحادی اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری طرف سے فلان شخص سے جس نے اسپر کسی عین یا دین کا دعویٰ کیا تھا صلح کرے اور اس معاملہ میں اپنی سٹے پر عمل کرے پس وکیل نے سودم پر صلح کی تو جائز ہوگی اور مال موکل پر ہوگا نہ وکیل پر یہ مبسوط میں ہو بعد معا علیہ کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہو اگر آسنے بدل صلح دیدیا یا مال صلح کو اپنی طرف نسبت کیا تاکہ اسپر لازم ہو گیا اگر آسنے ادا کر دیا تو موکل سے پھر لیکا اگرچہ ضمانت بدون حکم موکل ہو۔ قتل عہد میں مطلوب کی طرف سے جو شخص وکیل صلح مقرر ہوا وہ بمنز لہ نفس کے وکیل کے ہو اگر آسنے اس قدر عرصہ پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اس سے کم ہو یا اس قدر زیادتی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہو اور اگر اس قدر زیادتی ہو کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت نہیں کرتے ہیں تو بلا خلاف ناجائز ہو۔ اور قتل عہد میں طالب کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہو وہ بمنز لہ نفس کے فروخت کر نیکی وکیل کے ہو اگر آسنے اس قدر عرصہ پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اس قدر کم ہو کہ لوگ برداشت کر سکتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہو اور اگر اس قدر کمی پر صلح کر لی کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو اسکے جواز میں اختلاف ہو یہ محیط میں ہو اگر ایک قتل عہد سے جبکہ اسپر دعویٰ کیا گیا ہو کسی کو صلح کر نیکی واسطے وکیل کیا آسنے اگر کسی ایسی جنس پر جو بیت میں دی جاتی ہو صلح کی خواہ کوئی چیز ہو تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر اس میں اس قدر زیادتی ہو کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں برداشت کرتے ہیں اور مال صلح دیدیا تو وکیل پر جائز ہوگی نہ موکل پر۔ اور اگر طالب قصاص نے صلح کیواسطے وکیل کیا پس وہ جس جنس پر اجناس دیت سے صلح کرے جائز ہو پس اگر آسنے دیت سے کم پر صلح کر لی تو لازم عظم کے نزدیک موکل پر جائز ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہوگی گو جبکہ کسی صورت اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں کذا فی الحادی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ ایک کر گیبون پر صلح کرے آسنے ایک گرجا یا دیون پر صلح کی تو وکیل پر جائز ہوگی نہ موکل پر۔ اور اگر کسی عین عظام پر صلح کر نیکی واسطے وکیل کیا پس آسنے اس شرط پر صلح کی کہ یہ وکیل کا ہو تو صلح وکیل پر جائز ہوگی خواہ ضمانت دے یا اسکو دے اور موکل پر جائز نہ ہوگی۔ اور اگر معا علیہ نے اس واسطے وکیل کیا کہ اس دار کے فلان بیت محبین پر صلح کرے آسنے اسی بیت پر صلح کی اور صلح میں کہا کہ دوسرا بیت نہ ملے گا تو یہ جائز ہو کہ آسنے ایک ایسی بات کہدی۔ اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ اس بیت کے دعویٰ سے سودم پر صلح کرے آسنے اس بیت اور ایک دوسرے بیت سے سودم پر صلح کی اور وکیل معا علیہ کی طرف سے ہو تو یہ صلح بقدر اس بیت کے حصہ کے جائز ہو کذا فی المبسوط۔ اگر وکیل کو حکم کیا کہ اس کر گیبون محبین پر صلح کر دے آسنے اسکے سوائے اسی نصف کے ایک کر گیبون پر جو اس سے بھرے ہیں صلح کی اور دیکھ کر صلح وکیل پر جائز ہوگی نہ موکل پر اور اگر ایک کر گیبون یا گیبون پر صلح کی اور محبین نہ تھے اور جو کہ وکیل کو دیا گیا ہو وہ محبین درمیانی ہے تو اسکا ناجائز ہے اور اگر کسی دار کے دوسرے بیت پر صلح کیواسطے وکیل کیا اور جب صلح کی جائے اسکا نام نہ بنایا پس وکیل نے مال کثیر پر صلح ٹھہرائی اور اس کو دیدیا تو وکیل پر لازم ہوا پھر اس میں

صلح قتل عہد میں  
طالب کی طرف سے  
جو شخص وکیل  
صلح ہو اگر آسنے  
بدل صلح دیدیا  
یا مال صلح کو  
اپنی طرف نسبت  
کیا تاکہ اسپر  
لازم ہو گیا اگر  
آسنے ادا کر دیا  
تو موکل سے پھر  
لیکا اگرچہ ضمانت  
بدون حکم موکل  
ہو۔ قتل عہد میں  
طالب کی طرف سے  
جو شخص وکیل  
صلح ہو وہ بمنز  
لہ نفس کے وکیل  
کے ہو اگر آسنے  
اس قدر عرصہ پر  
صلح ٹھہرائی جو  
قیمت نفس کے  
برابر یا اس سے  
کم ہو یا اس قدر  
کم ہو کہ لوگ  
برداشت کر سکتے  
ہیں تو بلا خلاف  
جائز ہو اور اگر  
اس قدر کمی پر  
صلح کر لی کہ لوگ  
اتنا خسارہ نہیں  
اٹھاتے ہیں تو  
اسکے جواز میں  
اختلاف ہو یہ  
محیط میں ہو اگر  
ایک قتل عہد سے  
جبکہ اسپر دعویٰ  
کیا گیا ہو کسی  
کو صلح کر نیکی  
واسطے وکیل کیا  
آسنے اگر کسی  
ایسی جنس پر جو  
بیت میں دی جاتی  
ہو صلح کی خواہ  
کوئی چیز ہو تو  
موکل پر جائز  
ہوگی اور اگر اس  
میں اس قدر  
زیادتی ہو کہ  
لوگ اتنا خسارہ  
نہیں برداشت  
کرتے ہیں اور مال  
صلح دیدیا تو  
وکیل پر جائز  
ہوگی نہ موکل پر  
۔ اور اگر طالب  
قصاص نے صلح  
کیواسطے وکیل  
کیا پس آسنے  
اس شرط پر صلح  
کی کہ یہ وکیل  
کا ہو تو صلح  
وکیل پر جائز  
ہوگی خواہ  
ضمانت دے یا  
اسکو دے اور  
موکل پر جائز  
نہ ہوگی۔ اور  
اگر معا علیہ  
نے اس واسطے  
وکیل کیا کہ اس  
دار کے فلان بیت  
محبین پر صلح  
کرے آسنے اسی  
بیت پر صلح کی  
اور صلح میں  
کہا کہ دوسرا بیت  
نہ ملے گا تو یہ  
جائز ہو کہ  
آسنے ایک ایسی  
بات کہدی۔ اور  
اگر اس واسطے  
وکیل کیا کہ اس  
بیت کے دعویٰ سے  
سودم پر صلح  
کرے آسنے اس  
بیت اور ایک  
دوسرے بیت سے  
سودم پر صلح  
کی اور وکیل  
معا علیہ کی  
طرف سے ہو تو  
یہ صلح بقدر  
اس بیت کے  
حصہ کے جائز  
ہو کذا فی  
المبسوط۔ اگر  
وکیل کو حکم  
کیا کہ اس کر  
گیبون محبین  
پر صلح کر دے  
آسنے اسکے  
سوائے اسی  
نصف کے ایک  
کر گیبون پر  
جو اس سے  
بھرے ہیں  
صلح کی اور  
دیکھ کر صلح  
وکیل پر  
جائز ہوگی  
نہ موکل پر  
اور اگر ایک  
کر گیبون یا  
گیبون پر  
صلح کی اور  
محبین نہ  
تھے اور جو  
کہ وکیل کو  
دیا گیا ہو  
وہ محبین  
درمیانی ہے  
تو اسکا  
ناجائز ہے  
اور اگر کسی  
دار کے  
دوسرے بیت  
پر صلح  
کیواسطے  
وکیل کیا  
اور جب  
صلح کی  
جائے اسکا  
نام نہ  
بنایا پس  
وکیل نے  
مال کثیر  
پر صلح  
ٹھہرائی  
اور اس کو  
دیدیا تو  
وکیل پر  
لازم ہوا  
پھر اس میں

محاط کیا جائیگا اگر اس قدر دیا وئی کی ہو کہ جسکو لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو صلح موکل پر جائز ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو آپس پر جائز نہ ہوگی کذا فی الحادی پس اگر وکیل مدعی کی طرف سے ہو اور اسے خود ہی سی چیز پر صلح کرنی تو امام اعظم کے نزدیک صلح مدعی پر جائز ہوئی اور صاحبین کے نزدیک نہیں مگر جبکہ ایسا ہو جائے کہ لوگ اتنا خسارہ اٹھا سکتے ہیں اور اگر دعویٰ ایسا ہو کہ اس میں مدعی کے پاس جوت نہ ہو اور مدعا علیہ ختم انکار کرتا ہو تو صلح ہر حال میں جائز ہو یہ بسوط میں لکھا ہے خون کے مقدمہ میں اگر مطلوب مدعا علیہ کے وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کر دیا کہ مدعی میرے موکل سے ہے حق کا مطالبہ کرتا ہو۔ تو قیاساً اقرار جائز نہیں اور احتساباً جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب لگایا اور عیب سے صلح کی واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اسے اقرار کر دیا کہ مشتری نے عیب باطل کر دیا اور راضی ہو گیا تھا تو اسکا اقرار موکل پر روانہ ہوگا۔ اگر مطلوب کے وکیل نے مطلوب کے کسی غلام پر صلح مختاری اور مطلوب نے صلح کی چیز میں عین نہیں کی تھی تو جائز ہے اور مطلوب کو اختیار ہوگا چاہے وہی غلام دیدے یا اسکی قیمت دے اور یہی حکم ہر مال میں جسکا خل نہیں ہے جاری ہے اور اگر ایسے مال میں پر صلح مختاری جسکا مثل موجود ہو تو مطلوب کو اختیار ہو چاہے وہی مال میں دے یا اسکا مثل دے پس اگر کسی شخص نے کسی مال میں پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کسی شخص کو مدعی کے ساتھ صلح کر کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اسکو ضمان دینے کا حکم کیا پس اس نے مدعی سے کسی قدر مال پر بیجا دعویٰ ادا ہوا پر صلح کی تو وکیل بھی موکل سے اسی میعاد پر لے گا اور اگر نقد دینے کی شرط پر صلح کی اور دید یا تو موکل سے بھی فی الحال لے لیگا ادا اسکو اختیار ہے کہ چاہے ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مطالبہ کرے اور اگر وکیل نے طالب سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ یہ مال وکیل کے سولے موکل پر ہو تو جائز ہو اور اگر طالب نے کسی کو صلح اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اسکو مال صلح پر قبضہ کرنے کا اختیار ہو۔ اور اگر طالب نے کسی کو وکیل کیا کہ مطلوب سے صلح کرے اور مطلوب نے وکیل کیا کہ طالب سے صلح کرے پھر دونوں وکیلوں سے ملاقات ہوئی اور باہم صلح کرنی تو جائز ہو۔ اور اگر خون کا حق ہو اور چند وارث اس کے ولی ہوں پھر ایک نے اپنے حصہ سے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے چند درہموں پر صلح کر کے درم وصول کر لیے تو باقی وارثوں کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے اس میں شریک ہو جائیں اور اگر یہ مال وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو گویا موکل کے پاس تلف ہوا اور وارث اس وکیل سے مطالبہ نہیں کر سکتے ہیں بان موکل سے بقدر حصہ کے لے سکتے ہیں کیونکہ گویا اسی نے وصول کیا تھا اور اگر دیت میں اونٹوں کا حکم ہوا اور طالب نے کسی کو اپنے قبضہ کر کے واسطے وکیل کیا اس نے قبضہ کر کے انکو دانہ چارہ دیا تو یہ اسکا احسان ہو اور اگر دیت میں کسی جنس کے مال دیئے کا حکم ہوا اور وکیل نے علاوہ اس جنس کے دوسری جنس کا مال وصول کر لیا تو یہ سبب مخالفت کرنے کے جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مطلوب نے کسی شخص کو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا اس نے اپنے پاس سے مال ادا کر دیا تو موکل سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مطلوب نے دیت میں کچھ درم وصول کر دیئے اور کہا کہ میری طرف سے تم دونوں ادا کر دو پس دونوں نے طالب سے دینا یا عرصہ پر صلح مختاری تو جائز ہو اور اگر دونوں نے سولے ان درہموں کے جو دیئے گئے تھے دوسرے ادا کر دیئے تو قیاس چاہتا ہے کہ ان درہموں کو واپس کریں اور احتساباً ان دونوں کو ان درہموں کے مثل دینا چاہیے یہ بسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص پر دعویٰ ہو کہ اس نے سر میں زخم ڈالا ہو اس نے کسی کو وکیل کیا کہ صلح کرے اور مال صلح کا ضمان ہو

پس دلیل نے پانچ سو درم سے زیادہ صلح قرار دی پس اگر وہ زخم خلا سے ڈالنا ہو تو صلح پانچ سو پر جائز ہو اور زیادتی باطل ہو اور اگر عدا زخمی کیا ہو تو زیادتی بقدر اسکے جائز ہو کہ لوگ برداشت کرتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بالاجماع جائز نہیں ہے اور اگر وہ شخص جسکے سر میں زخم آیا تھا مر گیا تو صلح دونوں صورتوں میں باطل ہوگی یہ امام اعظم کے نزدیک ہے پس اگر دلیل نے جرم سے صلح کی پھر زخم اچھا ہو گیا تو امام کے نزدیک صلح باطل ہوئی اور اگر مر گیا تو صلح خاصۃً وکیل پر جائز ہوگی اگر ضامن ہوا ہو میر زخمی کے وکیل نے اگر موضع زخم سے صلح میں پانچ سو درم سے کم لیا ہو تو صلح بالاجماع جائز ہو بشرطیکہ اس قدر کی ہو کہ لوگ برداشت کیسے ہوں اور اگر اس سے زیادہ کمی ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر وکیل نے اس زخم اور دوسرے زخم سے جو اسکے مثل ہو صلح کی تو موکل پر آدمی کے صلح جائز ہوگی بشرطیکہ دونوں کی ارش برابر ہو اور اگر ارش میں اختلاف ہو تو بحساب اسکے لازم ہوگی اور زیادتی وکیل کے ذمہ ہے اگر اسے ضمان دی ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر موضع زخم سے اور جو کچھ اس سے نقصان پیدا ہوا صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اسے دو موضع زخموں اور انکے نقصانوں سے صلح کی اور ضامن ہوا تو آدمی موکل پر آدمی وکیل پر جائز ہوئی خواہ وہ شخص زندہ رہے یا مر جائے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کے زخم سر کا ایک شخص پر دعویٰ کیا گیا اسے ایک شخص کو صلح کیوا وکیل کیا اور کہا کہ بدل کی ضمانت کرے اسے وصیف غیر معین یا دس بکریوں یا پانچ اونٹوں پر صلح کی تو جائز ہے اور وکیل پر اوسط مرتبہ کے واجب ہونگے جیسا موکل کے خود صلح کرنے میں درمیانی واجب ہوتے اگر مطلوب نے کسی سر کے زخم سے جو اسے عدا زخمی کیا ہے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل کے غلام کی دس برس عدا کرنے پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر شراب یا سور پر صلح قرار دی تو یہ صحیح ہے اور وکیل یا موکل پر کچھ واجب ہوگا اور اگر وکیل نے کہا کہ میں شخص سے اس غلام یا اس سر کے پر صلح کرتا ہوں پھر وہ غلام آزاد نکلا اور سر کے شراب نکلی تو وکیل پر زخم کا ارش واجب ہوگا اور اگر دو غلاموں پر صلح کی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو صلح کرنے والے کے واسطے سوائے باقی غلام کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور اگر کسی غلام پر صلح کی اور وہ مدبر یا مکانب نکلا یا کسی باندی پر صلح کی اور وہ ام ولد نکلی اور وکیل نے اسکے سپرد کرنے کی ضمانت کی ہے تو پانچ مال سے اسکی قیمت ادا کرے اور موکل سے واپس لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کے سر میں موضع زخم ڈالا اور دونوں نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ہماری طرف سے صلح کرے اسے ایک معین کی طرف سے سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے پر آدمی ارش واجب ہوگا اور اگر کسی ایک کی طرف سے صلح کی اور اسکو معین نہ کیا تو جائز ہے اور معین کرنا اسی کے بیان ہے۔ اسی طرح اگر دو شخصوں کے سر میں زخم ڈالا اور وکیل کیا کہ دونوں سے صلح بھڑائی پھر اسے ایک معین سے صلح کی تو جائز ہو اور اگر کسی ایک سے صلح کی اور بیان نہ کیا تو بھی جائز ہے اور بیان کرنا اسی پر ہے اور اگر ایک آزاد اور ایک غلام نے کسی کا سر زخمی کیا اور زخم موضع ہو پھر آزاد اور مالک غلام نے کسی کو صلح کیوا سطر کیا اسے دونوں کی طرف سے پانچ سو درم پر صلح بھڑائی تو مالک غلام پر نصف اور آزاد پر نصف درم لازم ہوں گے اگر چہ غلام کی قیمت پچاس درم کیوں نہ ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک آزاد اور ایک غلام کو قتل کیا پھر مالک غلام نے ادولی آزاد سے کسی کو قاتل کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے مقرر کیا پس اگر عدا قتل کیا اور غلام کی قیمت پانچ سو درم ہے اور صلح گیارہ ہزار درم پر واقع ہوئی تو بدل صلح دونوں میں

لے موضع زخم نہ ہو  
چہرہ کی کسی زخم نہ ہو  
علی کی اور اگر کسی  
جسارہ ۱۱۰  
وصیف قابل خون  
باندی یا غلام خواہ  
تیرا ہو یا چھوٹا ہو  
صلح نہ ہو گا کیلئے  
تیسب سلمان  
خون عین میں  
سور کس  
ادوہ اس کا  
ایک معین کیلئے  
نہ ہو جائے  
حاشا

ہو گا آزاد کے وارثوں کو دس ہزار درم اور مالک غلام کو پانچ سو درم دیے جائیں گے تو اکیس حصہ ہونگے اور اگر دونوں خون  
خطا سے ہوں تو آزاد کے وارثوں کو دس ہزار درم اور باقی غلام کے مالک کو ملے گا اور اگر غلام کا خون عدا  
اور آزاد کا قتل خطا سے ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ وارثان آزاد کو کل ہزار درم اور باقی مالک غلام کو ملے گا اور اگر غلام  
کا قتل خطا سے اور آزاد کو عدا قتل کیا ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو دونوں عدا ہونے کی صورت میں مذکور ہوا یہ بسوط  
میں ہے اگر کوئی غلام خطا سے مقتول ہوا اور مالک نے کسی کو صلح کے واسطے مقرر کیا اسے دس ہزار درم پر  
صلح کی تو جائز ہے اور مالک دس درم واپس کر دے اور اگر اس کی آنکھ پھوڑ دی گئی اور چھ ہزار درم پر صلح ہوئی  
تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور اگر بجائے آنکھ پھوڑنے کے سر میں موخہ زخم کیا ہو  
اور ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور اگر دس ہزار درم پر صلح ہوئی  
تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں سے دس درم کم کیے جائیں گے اور امام محمد رحمہ اللہ کے  
تذریک آنکھ پھوڑنے میں سو لے پانچ درم کم پانچ ہزار درم کے واجب نہیں ہوتے ہیں اور موخہ زخم میں سو  
نصف درم کم پانچ سو درم کے واجب نہیں ہوتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مکاتب پر کسی جرم کا یا اسکے  
غلام پر کسی جرم کا دعویٰ ہوا اور اسے کسی کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر مکاتب عاجز ہوا اور غلام ہو گیا اور  
وکیل کو معلوم نہ تھا اسے صلح کی اور بدل صلح کی ضمانت کرنی تو مکاتب کی ذات پر یہ صلح جائز نہیں ہے پس  
وکیل سے مطالبہ کیا جائے گا کیونکہ اسے ضمانت کرنی ہے اور جب مکاتب آزاد ہو جائے تو اس سے پھر لیگا  
یہ بسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی کے سر میں زخم ڈالا گیا اسے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے سر کے زخم میں دین کیا اور اس سے  
زیادہ کچھ نہ کہا تو وکیل کو صلح کرنے یا عفو کرنے یا حضورت کرنے کا اختیار نہیں ہو اور اگر زخم کا پورا ارش لے لیا پس اگر  
زخم خطا سے آیا ہے تو اتھنا جائز ہے اور اگر عدا ہوا ہے تو اسکو ارش پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا  
ہو اور اگر مشجوع نے کہا کہ جو کچھ تو میرے اس زخم کی بابت کرے وہ جائز ہو اسے صلح کرنی تو اتھنا جائز ہے اور اگر زخم  
ڈالنے والے کو بری کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے تو بری کرنا اور صلح وغیرہ  
سب کرنا جائز ہے کذا فی المبسوط

آٹھواں باب - دو غصون کو وکیل کرنے کے بیان میں - اگر دو غصون کو وکیل کیا تو ایک کو بدو و دوسرے  
 کے امین قہر کرنے کا اختیار نہیں ہوا و یہ آسوقت ہو کہ ایک ہی کلام سے دونوں کو وکیل کیا مثلاً کہا کہ میں نے تم دونوں  
 کو پیسے پاس غلام کے فروخت کے واسطے وکیل کیا اور اگر دونوں کو علحدہ علحدہ وکیل کیا تو جس شخص نے دونوں میں  
 سے ایک کو فروخت کیا جائے یہ سراج الوباح میں لکھا ہے - ایک شخص کو ایک عورت سے نکاح کرادے کیواسطے  
 وکیل گیا اور دوسرے کو بھی اسی واسطے وکیل کیا پھر ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کرادیا پھر دونوں  
 عورتیں بنیں بیکھیں پس اگر دونوں نکاح آگے بچھے واقع ہوئے تو پہلا نکاح جائز اور دوسرا باطل ہوا اور اگر دونوں  
 سوا واقع ہوئے تو دونوں نکاح باطل چھوئے - دو غصون کو ایک عورت سے نکاح کرانے کے واسطے  
 وکیل کیا یا ایک عورت نے دو وکیلوں کو اسی واسطے مقرر کیا پھر ایک وکیل نے ایسا کیا تو جائز نہیں ہے  
 اگرچہ موکل نے نہر مقرر کر دیا ہو یہ فتاویٰ کاغذی غافلین لکھا ہے - غلاق و عتاق کے دو وکیلوں میں سے

[illegible]



ایک منفرد ہو سکتا ہے بشرطیکہ بغیر مال کے ہو اور ایسے ہی ولایت اور عاریت اور غصب اور بیع مع فاسد کے واپس کرنے میں دو وکیلوں کا بھی یہ حکم ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر دو شخصوں کو اپنی عورت کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور ایک شخص نے طلاق دی اور دوسرے نے انکار کیا تو جائز ہے کیونکہ ایقاع طلاق کے واسطے رائے کی حاجت نہیں ہے اور یہی حکم غلام کے آزاد کرنے میں ہے۔ اور اگر طلاق کے واسطے دو شخص وکیل مقرر کر کے کہا کہ ایک بدون طلاق دوسرے کے ہرگز طلاق نہ دے پس ایک نے بدون دوسرے کے طلاق کے طلاق دی یا ایک نے طلاق دی اور دوسرے نے فقط اجازت دی تو جائز نہیں ہے۔ اور یہی حکم عتق کے دو وکیلوں کا ہے۔ اور اگر کہا کہ تم دونوں عورت کو تین طلاق دو پس ایک نے ایک طلاق دی پھر دوسرے نے دو طلاقیں دیں تو کچھ واقع ہوگی جب تک کہ تین طلاقوں پر اجتماع نہ ہو۔ اور اگر دونوں کو ایک غیر معین عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کیا یا غیر معین غلام کے آزادی کے واسطے وکیل کیا تو طلاق یا عتاق دونوں کا جب تک کہ مجتمع نہ ہوں جائز نہیں ہے کذا فی النہایہ۔ اگر علیہ کیو واسطے دو شخصوں کو وکیل کیا پھر ایک نے خلع کرایا تو جائز نہیں ہے اور اگر بدل خلع معین کر دیا ہو تو بھی ایسا ہی ہے کذا فی النہایہ۔ اسی طرح اگر ایک نے خلع کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی تو بھی جائز نہیں ہے جب تک کہ دوسرا یہ نہ کہے کہ میں نے اس عورت سے خلع کیا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ ایسے مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ جس تصرف میں رائے کی احتیاج ہو اگر اس میں دو شخص کو وکیل کیا اور ایک نے وہ کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہیں ہے اور جس تصرف میں رائے کی ضرورت نہیں ہے اس میں ایک کے تصرف سے بدون دوسرے کے جواز ہو جائیگا۔ اگر اپنی عورت کا کام دو شخصوں کے ہاتھ میں رہا یعنی اسکو طلاق دیں یا نہیں پس فقط ایک نے طلاق دی تو جائز نہیں ہے۔ اگر دو شخصوں کو ہزار دم بھنا عت کسی شخص کو بیسے کیو واسطے وکیل کیا اور ہزار دم دونوں کو دیدیے پس ایک نے بدون دوسرے کے وہ دم اس شخص کو دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ ڈانڈ بھرے اور آٹھنا آٹھنا سن ہوگا اور اگر دونوں وکیلوں نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ اسکو مالک نے کہا ہو اسکو یہ دم دیدے آٹھنا دیدیے تو قیاس چاہتا ہے کہ دونوں عناصر ہوں اور آٹھنا آٹھنا سن نہ ہونگے کیونکہ شخص اس مال پر قبضہ کر نیکی واسطے مالک کی طرف سے بیان کیا گیا تھا اسکو مال پہنچ گیا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں کو اپنا قرضہ فلان شخص سے وصول کر نیکی واسطے وکیل کیا اور وکیل غائب ہو گیا اور ایک وکیل بھی غائب ہو گیا پھر دوسرا وکیل جو حاضر ہو قرضہ اس کے پاس آیا اور قرضہ اس نے قرض کا اقرار کیا مگر نکالت سے انکار کیا پس وکیل نے گواہ سنائے کہ اس شخص کو فلان شخص نے اپنا قرضہ وصول کر نیکی واسطے جو اس مدعا علیہ پر وکیل کیا ہو تو قاضی دونوں کی نکالت کا حکم دیدیگا حتیٰ کہ اگر غائب وکیل آئے تو اسکو اپنی نکالت کیو واسطے دوبارہ گواہ سنانیکی ضرورت نہوگی کذا فی النہیو۔ اگر دو شخصوں کو ایک قرض کے دعویٰ میں حضورت کرنے اور قبضہ کر نیکی واسطے وکیل کیا تو ایک کو بدون دوسرے کے حضورت کا اختیار ہے۔ لیکن ایک بدون دوسرے کے قبضہ نہ کر سکتا پس اگر ایک نے قبضہ کیا تو قرضہ بری ہوگا جب تک کہ دوسرے وکیل کے ہاتھ میں بھی یا سب کو اس نے پہنچے کذا فی الحادی سنو احادیث میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک گھرا ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا احادیث میں حضورت کیو واسطے دو شخصوں کو احادیث میں قبضہ کر نیکی واسطے وکیل کیا پس دونوں نے غاصبہ کیا پھر ایک وکیل مر گیا تو امام نے فرمایا کہ میں دندہ وکیل سے گھر کے قرضہ میں گواہ قبول کر دوں گا اور وکیل کی دگر کی کر دوں گا لیکن گھر آٹھنا قبضہ میں دیدیے کا حکم نہ دون کا بلکہ مردہ وکیل کے

طرف سے ایک وکیل اس وکیل کے ساتھ مقرر کر کے دونوں کے قبضہ میں گھر سپرد کر نیکاً حکم دوں گا۔ اسی طرح اگر ایک ہی وکیل سفر پہنچا ہوا ہو اور اسے گواہ سنائے اور میں نے موکل کی ڈگری کر دی پھر وہ وکیل مر گیا تو اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے مدعا علیہ کو حکم دوں گا کہ گھر اسکے قبضہ میں سپرد کرے اور مدعا علیہ غاصب کے ہاتھ میں نہ چھوڑے گا کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصوں کو بیع کے واسطے وکیل کیا اور ایک انھیں غلام مجبور ہی تو اکیلے دوسرا بیع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ موکل ایک کی رائے پر اپنی نہیں ہو پس اگر ایک وکیل مر گیا یا اسکی عقل جاتی رہی تو دوسرا اسکو فروخت نہیں کر سکتا ہے اگر دو شخصوں کو ایک غلام فروخت کرنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے بدون دوسرے کے یہ کام کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے خواہ دام مقرر کر دیے ہوں یا نہ مقرر کیے ہوں اور خواہ دوسرا وکیل غائب ہو یا حاضر ہو وین خریدار اور فروخت میں ایک فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر اکیلے نے خریدار تو خریداری اسکے ذمہ بلا توقف پھر بانی کی مختلف بیع کے کہ یہ موکل یا دوسرے وکیل کی اجازت پر موقوف رہے گی۔ اسی طرح نکاح کر دینے یا مال لیکر آزاد کر دینے کے دونوں وکیلوں میں اگر ایک نے کیا دوسرے نے نہیں کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے۔ اور اگر کسی کو کچھ یہہہ کیا اور اسکی سپرد کر دینے کیواسطے در وکیل کیے اور ایک نے بدون دوسرے کے سپرد کیا تو یہہہ صحیح ہو گیا اور اگر اولے قرض کیواسطے دو وکیل کیے اور قرض اٹکھو دیا پھر ایک نے بدون دوسرے کے قرض ادا کیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاب میں ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں کو وکیل کیا کہ میری دونوں عورتوں کو اسقدر مال پر خلع کراؤ یا میرے دونوں غلاموں کو اسقدر دامون پر فروخت کر دو پھر دونوں نے ایک عورت سے خلع کیا یا ایک غلام کو ٹخن معلوم پر فروخت کیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو وکیل کیا کہ دونوں یہ مال ہمیں یہہہ کر دو اور موہوب کہ کو متعین نہ کیا تو سب کے نزدیک ایک منفر ہو سکتا ہے کذا فی البحر الرائق۔ رہن کے دو وکیلوں میں سے ایک منفر نہیں ہو سکتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر دو وکیلوں کو کوئی گھریا زمین اجاے پر لینے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے اجاے پر لیا تو یہ عقد اسی کے لیے ہوا اور اگر اسے موکل کو دیا تو دست بردست دونوں میں ازہر نوا جا رہ منعقد ہوا کذا فی المحیط۔ اگر دو شخصوں کو اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کیواسطے وکیل کیا پس ایک نے بدون دوسرے کے قبضہ کیا تو وہ مناسن ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ قبضہ کیا تو جائز ہوا اور ہر ایک کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دینے کا اختیار ہے اور دونوں کو اختیار ہے کہ ایک کے عیال کے پاس ودیعت رکھ دیں کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک ہی باندی ہزار درم کو خرید دے پس ایک نے خرید دی پھر دوسرے نے خریدی تو دوسرا بیعت کے واسطے خریدنے والا ہو گا اور اگر دونوں نے ایک ہی وقت میں موکل کے واسطے باندی خریدی تو دونوں کی دونوں باندی موکل کی ہونگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی غلام کے بیچنے کے واسطے وکیل کیا پس اسے ایک شخص کے ہاتھ بیچا اور دوسرے نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پس اگر پہلا مشتری معلوم ہو تو غلام اسی کا ہو گا اور اگر اول نہ معلوم ہو تو ہر ایک کو ادھا غلام ملے گا اور ادھے دام دیئے پڑینگے اور ہر ایک اس سے خدمت لے گا اور اگر غلام کسی ایک وکیل کے قبضہ میں ہو یا موکل کے قبضہ میں ہو تو بھی اسی حکم ہوا اور اگر کسی مشتری کے قبضہ میں ہو تو وہ اولیٰ شماس ہو گا اور اسی کو ملے گا و لیکن اگر دوسرے مشتری نے اپنے خریدنے کی تاریخ اس سے پہلے لکھی دکھائی تو ایسا نہیں ہے اور ایک یہہہ

ہو سکتی ہے کہ ایک وکیل نے ایک شخص کے ہاتھ اور خود موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا یا ایک ہی وکیل نے اسے ایک کے ہاتھ اور موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور شک نہیں ہے کہ اگر اول معلوم ہو تو وہی اولی ہوگا اور اگر معلوم نہ ہو تو حسن سے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ موکل کی بیع اولی ہوگی اور ابن سمانہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ غلام و لونڈ خریداروں میں آدھا آدھا مشترک ہوگا یہ محیط میں ہے اگر دو شخصوں کو ہزار درم اس واسطے دیے کہ فلاں شخص کو دیدین پھر ایک نے اسکو دیے تو کیا سادہ نصف کا ضامن ہوگا ویسکے استخانا ضامن نہ ہوگا کیونکہ غیر کو مال پہنچا دینے میں اسے کی ضرورت نہیں ہو یہ مبسوط میں ہے اگر کسی شخص سے کہا کہ میری طرف سے یہ ہزار درم فلاں یا فلاں کو ادا کر دے اسے دونوں میں جسکو چاہا ادا کر دیا تو جائز ہے کذا فی الحادی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک غلام معین کی بیع کے واسطے وکیل کیا اور اسی غلام کی بیع کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر ایک نے اسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے مشتری کے ہاتھ اس سے زیادہ دامون کو فروخت کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ دوسرے کی بیع جائز ہے کیونکہ پہلے کے فروخت کرنے سے دوسرا نکالت سے خارج نہیں ہوا اور دوسرے کی بیع اسی مشتری کے ہاتھ پہلی بیع کی واسطے منع بھی نہیں ہے تاکہ ناجائز نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو دو غلاموں کو ہزار درم میں فروخت کرے کہ واسطے وکیل کیا پس ایک نے ایک غلام چار سو درم کو بیچا پس اگر یہ دام ہزار درم میں سے اس غلام کا حصہ ہو تو جائز ہے کیونکہ دونوں غلاموں کے جدا بیچنے میں موکل کا ضرر نہ ہوا اسی طرح اگر اس کے حصہ سے زیادہ دامون کو بیچا تب بھی موکل کا بیع ہو اور اگر کم دیا ہو تو دیا تو جائز نہیں ہے۔ اور کتاب میں مذکور ہے کہ مقوڑا اور بہت نقصان کیساں ہو اور یہ امام اعظم رحمہ کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر نقصان خفیف ہو تو جائز ہے اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں کو بیس کر تیکے واسطے وکیل کیا اور حکم دیا کہ مرنے کو مرنے کی بیع کیواسطے قابو دیدین پس دونوں نے مرنے کو مرنے کو بیس کر تیکے واسطے اختیار دیا تو مرنے کو بیع کا اختیار حاصل نہ ہوگا کیونکہ ایک آگے بیع کا اختیار ملحوظ نہیں رکھتا ہے تو دوسرے کو بھی بیع کا اختیار نہیں دے سکتا ہے پس اگر دونوں نے کہا کہ فلاں شخص تجھے قرض مانگتا ہو اور دونوں نے اسکو بیس دیدیا پھر ایک نے کہا کہ ہکو بیچنے والے نے حکم دیا تھا کہ ہم مرنے کو بیع کا اختیار دیدین اور دوسرا خاموش رہا تو مرنے کو اختیار حاصل ہو جائیگا کیونکہ ایک ایسی بیع کے واسطے منفر د ہو سکتا ہے تو بیع کا اختیار دیدینے پر بھی منفر د ہو سکتا ہے یہ محیط مشتری میں ہے

توان باب۔ ان صورتوں کے بیان میں جسے وکیل نکالت سے باہر ہو جائے اسے از انجملہ یہ ہے کہ وکیل نے موکل کے واسطے وکیل کیا تھا اس میں وکیل کے تصرف سے پہلے خود موکل تصرف کئے مثلاً اپنا غلام بیچنے کیواسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود بیچا یا مدبر کر دیا یا سکتا کر دیا تو وکیل نکالت سے خارج ہوا اسی طرح اگر اس میں استحقاق ثابت ہوا یا وہ اصلی آزاد ہو تو بھی نکالت سے خارج ہوا کذا فی البدائع۔ اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا پھر غلام یا باندی کو ہبہ یا صدقہ کیا یا اس سے وطی کی اور دام ولد بنایا تو وکیل نکالت سے خارج ہوا اور اگر وطی کی اقسام ولد نہ بنایا یا خدمت لی یا تجارت کی اجازت دی تو نکالت پر پانی ہو اور اگر زمین کیا یا گایہ دیکر بیو کیا تو طہا ہر الدیہ میں ہے کہ نکالت سے باہر ہوگا اگر موکل یا وکیل نے غلام فروخت کیا پھر سبب عیب کے حکم قاضی و بیس نہ لیا گیا تو وکیل اسکو فروخت کر سکتا ہے اور اگر





عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اپنی عورت کو بائن یا جہی طلاق دی اور اسکی عدت گزر گئی پھر وکیل نے طلاق دی تو واقع نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اسکے بعد پھر موکل نے اس سے نکاح کیا تو وکیل اسکو طلاق نہیں دے سکتا ہے۔ اور اگر موکل نے بعد وکیل کے ایکسا طلاق دی پھر عدت میں وکیل نے اسکو طلاق دی تو طلاق پڑ جائی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر خود اس سے خلع کر لیا تو جب تک وہ عدت میں ہے وکیل کی طلاق آپس پڑ جائے گی کیونکہ شوہر کی طلاق اس حالت میں آپس واقع ہو سکتی ہے پس وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر کسی کو رہن کے واسطے وکیل کیا پھر خود ہی رہن کیا پھر نکاح رہن کر لیا تو وکیل رہن نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر ایک دوسرے شخص کو رہن کیا واسطے وکیل کیا اور پہلے کہیں نے رہن کر دیا ہے پھر اسے نکاح رہن کیا تو دوسرا رہن کر سکتا ہے کیونکہ جب اسے پہلے وکیل کے رہن کے بعد وکیل کیا تو یہ وکیل ہے کہ بعد انفکاک رہن کے اسکو رہن کا اختیار ہو بخلاف اسکے کہ اگر دوسرے کو پہلے کے رہن کرنے سے پہلے وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے رہن کیا کیونکہ اس صورت میں دوسرے کو رہن کرنے کی اجازت فی الحال حاصل ہوئی تو گو رہن کے واسطے دو وکیل ہوئے پس جسے رہن کر دیا جائز ہے یہ محیط مشری میں ہے اور ذکوۃ کے وکیل نے اگر موکل کے خود ادا کر دینے کے بعد ادا کی تو امام اعظم کے نزدیک ضامن ہوگا خواہ اسکو موکل کا ادا کر دینا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر معلوم ہو تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے۔ ازاجملہ خود موکل کے معزول کرنے سے معزول ہو جائے اور عزل کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وکیل کو اسکا علم ہو جائے کیونکہ معزول کرنا ایک عقد کا نسخہ کرنا ہے پس شل نسخہ کے اسکا حکم بدون علم کے ثابت نہ ہوگا پس اگر وکیل کی موجودگی میں اسکو معزول کیا تو صحیح ہو اور اگر غائب ہو اور اسکو خط لکھ بھیجا اور وہ خط اسکو پہونچا اور اسکے مضمون سے واقف ہوا تو معزول ہو گیا اسی طرح اگر ایک ایچی بھیجا اور اس ایچی نے پیغام معزولی پہونچا دیا کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہو کہتا ہو کہ میں نے تجھے وکالت سے معزول کیا تو معزول ہو جائیگا خواہ ایچی عادل ہو یا غیر عادل آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر ہر بشر طیکہ پیغام اسی طور سے پہونچا ہے جیسا ہم نے بیان کیا اور خط ایچی نہ بھیجا و لیکن وکیل کو دو شخصوں نے خواہ عادل ہوں یا غیر عادل یا ایک شخص نے یہ خبر دی کہ تو معزول ہو گیا تو بالافتقار معزول ہو جائیگا خواہ وکیل نے اسکی تصدیق کی ہو بشرطیکہ خبر صحیح ثابت ہو کیونکہ ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہوتی ہو اگرچہ عادل نہ ہو اور اگر ایک شخص غیر عادل نے اسکو خبر دی پس اگر اسے تصدیق کی تو بالاجماع معزول ہوگا اور اگر تکذیب کی تو معزول نہ ہوگا اگرچہ خبر کا صدق ہونا ظاہر ہو اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر خبر کا صدق ظاہر ہو تو معزول ہوگا اگرچہ تکذیب کی ہو اور اگر موکل نے اسکو معزول کیا اور اسکی معزولی پر گواہ کر لیے اور اسکو برطرف کرنے کی خبر کسی نے نہ دی تو معزول نہ ہوگا اور بعد معزول ہونیکے خبر نہ پہونچنے سے پہلے اسکا تصرف ویسا ہی جائز ہوگا جیسا کہ معزول ہونے سے پہلے جائز تھا کسی امر میں احکام میں سے فرق نہ ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وکالت سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو اور اگر دوسرے کا حق متعلق ہو تو بدون حقداری رضامندی کے اسکا معزول کرنا صحیح نہیں ہے چنانچہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کی درخواست سے ایک شخص کو انکی خصوصیت کی واسطے وکیل کیا پھر بدون مدعی کی موجودگی کے اسکو معزول کیا تو معزول نہ ہوگا یہ بدلے میں ہو ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر اسکو وکالت سے باہر کیا اور اسکو معلوم نہیں ہوا پس اسے غلام فروخت کیا اور دشمن پر قبضہ کر لیا اور وہ اسکے ہاتھ میں تلف ہو گیا اور غلام بھی سپرد کرنے سے پہلے اسی کے پاس مر گیا تو





بدائع میں ہو سارے مسلمان نے دوسرے مسلمان کو طلاق کیلئے کیا اور وہ متردّد ہو کر دارالحرب میں جانا پھر مسلمان ہو کر  
آپا تو اپنی وراثت پر باقی بہت کا کذا فی الحادی اور معزول ہونے کی صورتوں میں سے ایک اس غلام کا مرہا نام ہے جسکی بیع  
یا ہب یا مبرا یا کتاب کیلئے واسطے مثلاً وکیل ہو اٹھا کیونکہ عمل تصرف کے ہلاک ہو جانے کے بعد تصرف مقصور نہیں ہو سکتا ہوا  
کذا فی البدائع۔ ازاجملہ جس چیز کی وکالت کے واسطے مقرر ہوا تھا وہ متغیر ہو جاوے مثلاً فلان شخص کے درخت خرما کے  
کفری بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا کیا پھر وہ کفری گد یا پختہ یا خشک چھوٹے ہو گئے اور اسکا نام کفری نہ رہا بلکہ  
بسر یا رطب یا تری ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی ایسے ہی اگر بسر یا رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت باطل  
ہو گئی اور اگر بعض بسر یا رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت اسی قدر میں باطل ہوئی لیکن اگر قلیل بسر سے  
رطب ہو سے مثلاً دو یا تین تو وکالت کل کی باقی رہی اور اگر رطب خشک ہو کر تری ہو جائیں تو خرید و فروخت کی وکالت  
اتحاداً باطل نہ ہوگی خلاصہ غیب کے اگر وہ غیب ہو جاوے تو حکم نہیں ہوا اگر چھوٹا بسر ہوا جو بے تو بیع و شرا کی  
وکالت باطل نہ ہوگی چھیل میں ہوا۔ اگر انہوں نے خرید و فروخت کی واسطے وکیل ہو یا پھر اس میں سے چور نہ کل آئے یا خرما  
کے بونے چنے کے واسطے وکیل ہو یا اور وہ بڑھ کر تری ہو گئے یا عسیر یا غیب کی بیع کی واسطے وکیل ہو اور وہ سرکہ یا زبیب یا  
عسیر ہو گیا یا دودھ چنے کے واسطے وکیل ہو اور وہ مکھن یا گھی ہو گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا۔ ابن سمانہ نے  
امام محمد سے روایت کی کہ اگر مرضی کے اندر سے تین روز کی شرط نیا پر فروخت کیے پھر انہیں تین دن میں انہیں سے چور نہ  
پیدا ہوئے تو بیع باطل ہو گئی اور یہی ابن سمانہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ اگر لبن جلیب معین خریدے کی واسطے  
وکیل کیا پھر وہ ترش ہو گیا پھر وکیل نے خرید اتوموکل پر جائز نہیں ہے اور اگر ملیب کا نام نہ دیا تو جائز ہے کیونکہ دودھ  
اسکو بھی کہتے ہیں قلت فرق فی الاصطلاح۔ اور اگر نازہ شیرین دودھ چنے کے واسطے وکیل کیا پھر ترش ہو گیا  
پھر فروخت کیا تو جائز ہو کیونکہ محل مفقود نہیں ہوا اسلئے کہ مقصود بیع سے دم حال کرنا ہی یہ محیط شرعی میں لکھا ہے  
اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا اور وہ سرکہ ہو گئی تو اسکو قبضہ کرنے کا اختیار  
ہو کذا فی الحادی۔ اسی طرح اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شیرہ انکو معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا پھر وہ سرکہ  
ہو گیا تو قبضہ کر سکتا ہو اور اگر شراب ہو جاوے تو اسکا حکم کتاب میں ذکر نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ قبضہ کر سکتا ہو  
یہ مبسوط میں ہو اگر خاص ستون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ گھی یا روغن زیتون میں لغو کیے گئے  
یا شکریا شہد میں غیر بن کیے گئے تو اسکی خریداری موکل پر جائز نہ ہوگی اور چھینا جائز ہو اور اگر معین تلون کے خریدنے  
کے واسطے وکیل ہو پھر وہ تل بنفشہ یا خیرے میں بسائے گئے تو اسکی خریداری موکل پر جائز اور بیع جائز ہو اور اگر  
معین سپید کپڑے کی خریداری کا وکیل کیا پھر وہ سرخ رہا گیا تو خریداری موکل پر جائز اور بیع جائز ہی طرح  
اگر سفید کو زبان سے نہ کہا لیکن اشائے سے بتلایا تو بھی یہی حکم ہے محیط میں لکھا ہے اگر نازہ تر مچھلی معین حسریہ  
کر نیلے واسطے وکیل کیا پھر وہ مچھلی نکسین کی گئی تو خریداری موکل پر جائز اور بیع جائز ہو یہ محیط شرعی میں ہو۔ اگر  
غلام نے اپنے قرض کے تقاضے کی واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اسکو باجائز قرضواہ کے فروخت کیا تو وکیل وکالت  
سے خارج ہو گیا خواہ اسکو اسکا علم ہو یا نہ ہو خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو اور اگر اس پر قرض نہ ہو تو مالک اسکا تقاضا کرے  
اور اگر قرض ہو تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل تقاضا قرض کے واسطے مقرر کرے تاکہ اس سے قرضواہ میں کا قرض

یہ سب کتاب میں  
کرنا وکالت میں  
نہ کتاب میں ہے



اذا کہے۔ اور اگر مالک نے اسکو نکاح کیا تو وکیل اپنے نکاح پر باقی ہو اسی طرح اگر قرض انہوں کی اجازت سے اس کو نکاح کر دیا تو بھی یہی حکم ہو اگر نکاح نے اپنے ہمسیر پر قبضہ کر نیکی واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے نکاح کے عاجز ہونے یا آزاد ہونے کے بعد قبضہ کیا تو جائز ہے کذا فی المبسوط۔ اگر غلام تاجر نے خرید یا فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا پھر مرنے کے وکیل کو نکاح سے خارج کیا تو یہ کچھ نہیں ہو خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو یہ حاوی میں ہو۔ اگر دو شخصوں کا نکاح ہو اسے خرید یا فروخت یا خصوصیت کے واسطے وکیل کیا پھر ایک کے حصہ دار کرنے سے عاجز ہوا اور وکیل نے وہ نکاح کیا تو دونوں کے حصہ میں جائز ہو گا کذا فی المبسوط

**مستقرقات**۔ عزل وغیرہ کے اگر عورت کو وکیل کرنے کے بعد متن طلاق دینے تو معزول نہ ہوگی کذا فی البحر الرائق اگر اپنے غلام کو فروخت کر نیکی واسطے وکیل کیا پھر غلام اور موکل دونوں مر گئے اور وکیل کو معلوم نہ ہوا اس نے فروخت کر کے دام وصول کر لیے اور اسے پاس تلف ہو گئے تو وکیل ثمن کا ضامن ہو گا اور موکل سے نہیں لے سکتا ہو اگر غلام مر گیا ہو اور موکل کے ترکہ سے نہیں لے سکتا ہو اگر موکل مر گیا ہو کذا فی المہیط۔ اگر حربی نے دوسرے حربی کو دارالحدود میں وکیل کیا پھر دونوں مسلمان ہوئے یا ایک مسلمان ہوا تو نکاح باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ وکیل نے اگر نکاح رو کر دی تو رد ہو جائیگی اور یہ اسوقت ہو کہ موکل کو معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو رد نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر کسی غائب کو وکیل کیا اور اسکو خبر ہوئی اسے قبول نہ کی بلکہ رو کر دی مگر موکل کو خبر نہ ہوئی تھی کہ اسے پھر قبول کر لی تو صحیح ہو اور وکیل ہو جائیگا اسی طرح اگر نکاح نکاح کے پھر موکل نے اس سے کہا کہ نکاح رو کر دے اسے کہا کہ میں نے رو کر دی تو نکاح سے باہر ہو جائیگا یہ محیط میں ہے اگر موکل نے نکاح سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اسکو وکیل نہیں کیا ہو تو یہ معزول کرنا نہ ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ گواہ رہو کہ میں نے اسکو وکیل نہیں کیا ہو تو یہ کذب ہو اور وہ شخص وکیل رہا معزول نہ ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں بعد ما یتیمین زمین ادبی ہی صحیح ہو کذا فی الذخیرہ۔ باپ نے اگر کسی کو لٹکے کا مال فروخت کر نیکی واسطے وکیل کیا پھر باپ ہی مر گیا تو وکیل معزول ہو گیا جبکہ باپ لٹکے کا وارث ہو اور یہ ہمارے علمائے فہم کے نزدیک ہو کذا فی الخلائع۔ اور اگر وکیل کسی فعل کے کرنے سے پہلے نکاح بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو گیا اور باپ کا وکیل اور بی کا وکیل ایک حکم رکھتا ہے۔ اگر کسی کو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جب میں تجھکو معزول کروں تو میرا خصوصیت کے مقدمہ میں وکیل ہو تو نکاح مستقبل اس مشائخ نے اسی نکاح کی جہاز میں اختلاف کیا ہو مامہ مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے جو شرط ہو اور ایسا ہی بوزن شرط ملے فرماتے تھے یہ محیط میں ہے پھر جب اس شرط سے نکاح جائز تھری اور موکل نے نکاح سے خارج کرنا چاہا تو جس نقطہ سے خارج کرے اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ موکل یوں کہے کہ میں نے اپنے اس قول سے کہ جب میں تجھے نکاح سے خارج کر دوں تو تو میرا وکیل ہو بوجہ کر لیا تو بوجہ صحیح ہو پھر اسے بعد کہ اسے کہ میں نے تجھے اس نکاح سے معزول کیا پس جب نکاح تجھ سے خارج کر دیا تو وکیل نہ ہو گا اور بعض لاکھ عرضی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں یہ کہ یوں کہے کہ میں نے تجھے ان نکاحاتوں سے برطرف کیا تاکہ معلق وغیرہ دونوں کو شامل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی کو کسی شرط پر مطلق کر کے وکیل کیا پھر وجود شرط سے پہلے اسکو معزول کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر خودی ہو سنا کہ جب میں تجھے معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے پھر کہا کہ جب تو میرا وکیل ہو جائے تو میں تجھے معزول کیا اس میں بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور مختار یہ ہے کہ وکیل کی موجودگی میں اسکو نکاح سے

لے نکاح مباح ہے  
اگر نکاح صحیح ہے

برطرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے مگر سوائے طلاق و فتنان و سوائے اس توکیل کے جو بدرفتار و مستخصم واقع ہوئی اور یوں کہے کہ میں نے تجھے و کلمات مطلقہ سے معزول کیا اور وکالتون معلقہ سے رجوع کیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر مطلوب نے خصوصیت کی واسطے اس شرط پر کوئی وکیل کیا کہ وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کا اختیار ہے پھر بدون موجودگی وکالت کے وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کے اختیار سے ممنوع کیا یا یوں کہا کہ میں نے تجھ کو اقرار سے منع کیا اگر تو اقرار کر دے تو تیرا اقرار بھجور و نہ ہوگا تو امام محمد کے نزدیک ایسی مانعت صحیح ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بدون موجودگی طالبہ کے صحیح نہیں ہے یہ محیط مشرعی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکی باندی خرید دے اور کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے پس وکیل نے اس کام کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل اول کو معزول کیا پھر دوسرے وکیل نے باندی خریدی تو جائز ہے خواہ وکیل ثانی کو پہلے وکیل کا معزول ہونا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو خواہ اسے دوسرے وکیل کو دام دیے ہوں یا نہ دیے ہوں اسی طرح اگر پہلا وکیل مر گیا پھر دوسرے نے خریدی تو خریداری موکل پر جائز ہوگی اور اگر موکل نے دوسرے وکیل کو وکالت سے برطرف کیا تو صحیح ہے خواہ وکیل اول زندہ ہو یا مر گیا ہو اور اگر وکیل اول نے اپنے معزول ہونے اور دوسرے وکیل کے خریدنے سے پہلے باندی خریدی تو خریداری موکل پر روا ہوگی اگر اسکے بعد دوسرے وکیل نے خریدی تو اسکی ذات کے واسطے ہوگی خواہ اسکو پہلے وکیل کے خریدنے کا علم ہو یا نہ ہو خواہ اسکو دام دیدیے گئے ہوں یا نہیں اور اگر دونوں نے ایک ایک باندی علیحدہ علیحدہ ایک ہی وقت میں خریدی تو دونوں موکل کی ہوتی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مضارب نے کسی کو ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور مال دیدیا پھر رب المال مر گیا یا مجنون ہو گیا پھر وکیل نے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا چنانچہ اگر غلام خرید کر کے مال دیدیا پھر عقد مضاربت ہو گیا اور وکیل بخیر ہے اسنے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا یہ محیط مشرعی میں ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے پھر قرضدار نے ایک شخص کو مال دیکر وکیل کیا کہ قرضخواہ کو دیدے پھر طالب نے قرضدار کو ہبہ کر دیا تو وکیل دینے سے عا من ہوگا اور اگر یہ حال اسکو معلوم نہ ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے غلام نے ایک شخص کو اپنی دولت وصول کر نیلے واسطے جو اسکے آقا یا غیر کے پاس ہے وکیل کیا پھر مالک نے غلام کو آزاد دیا بیچ کر دیا یا باندی تھی کہ اسکو ام ولد بنا لیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے کیونکہ جو معاملہ پیش آیا یہ ابتداء ہی توکیل کے منافی نہیں ہے تو بد رجہ اولیٰ بقایے توکیل میں منافی نہ ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر غلام نے کسی کو خصوصیت یا بیع یا خرید میں وکیل کیا پھر غلام بھاگ گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا اور اگر وکیل غلام تھا اور بھاگ گیا تو اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اسپر عمدہ کسی چیز کا نہ ہوگا کذا فی المبسوط

و سوال باب متفرقات کے بیان میں غریب اسی کے وکیل نے اگر کوئی مال چکانے کے طور پر پائے سے لے لیا اور وہاں بیان کر دیے اسکو موکل نے ادا کر دیا پھر موکل اس سے راضی نہ ہوا اور ناپائیدار کیسے واپس کیا اور وہ وکیل کے پاس آفت ہوا تو وکیل بائع کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن ہو گا پس اگر موکل نے اسکو چکانے کے طور پر لینے کا حکم کیا تھا تو وکیل اس سے بھرے گا اور اگر حکم نہیں کیا تھا تو نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ قومیہ قرض وصول کرنے میں وکیل ہے اور جسکو چاہے وکیل کر دے پس وکیل نے اس کام کے واسطے ایک وکیل کیا تو اسکو اختیار ہے کہ جب چاہے اس وکیل کو خارج کر دے اور اگر کہا کہ قومیہ قرض وصول کرنے میں وکیل ہو اور

علم و ادب کی راہ میں  
 ہر لمحہ کوشش و جدوجہد  
 کی ہے۔ یہی ہے اس کی  
 عظمت و شان۔ یہی ہے  
 اس کی جلال و جلال۔  
 یہی ہے اس کی  
 عظمت و شان۔ یہی ہے  
 اس کی جلال و جلال۔  
 یہی ہے اس کی  
 عظمت و شان۔ یہی ہے  
 اس کی جلال و جلال۔



وکالت ثابت ہوئی ہو تو اس باب میں بائع کا قول اسکے علم پر قائم لیکن معتبر رکھا جائیگا مگر اس صورت میں نہیں کہ جب تک ہر  
 وکیل کرنے کے گواہ قائم کرے۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ اپنے غلام کے عوض میرے واسطے غلام شخص کا غلام  
 خرید دے اسے خرید دیا تو وہ غلام موکل کا ہوگا اور موکل پر وکیل کے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور تو وکیل صحیح  
 ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور خریدنے سے پہلے یا بعد اس امر کے گواہ کر لیے کہ  
 میں نے غلام شخص کے واسطے اسکے حکم سے خرید لیا ہے پھر اس امر کے گواہ کر لیے کہ میں نے غلام شخص دیگر کو واسطے اسکے  
 حکم سے خریدا ہے اور اسکے مال سے خرید لیا ہے پھر وہی دوسرا شخص آیا اور پہلانا آیا تو اسی کے واسطے بیع کا حکم دیا جائے گا  
 ولیکن پہلا شخص اپنی حجت پر باقی ہو پھر اگر وہ آیا اور اسے دعویٰ کیا تو اسکی ڈگری کر دی جائیگی اسی طرح اگر پہلے شخص کے  
 گواہ ہوں تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی اتنے داموں کو خرید دے  
 اسے خریدی اور وہ انحقاق میں لے لی گئی تو وکیل ضامن ہوگا اور اگر ایک باندی خریدی اور بظاہر ہوا کہ وہ حریف تو  
 ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر تاخر یہ نیکی واسطے وکیل کیا اور دام دیدیے پھر ایک شخص نے وکیل کو جو تا  
 دکھلایا اور وکیل نے گمان کیا کہ یہ آٹا ہے پس اس سے اس بات پر کہ یہ آٹا ہو چنانچہ لیا اور دام دیدیے تو وکیل  
 داموں کا ضامن ہوگا اسی طرح ہر چیز میں بھی حکم ہے کہ جو چیزیں مخالفت واقع ہوئی اگر نہیں جانتا ہو کذا فی محیط۔ اگر ایک  
 شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک کریموں خرید دے اسے اس کے واسطے خریدے اور ایک اونٹ کریم  
 کر کے اسپرلا دے پس اگر اس طرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر میں دو وزن موجود ہیں اسی کے ذرائع میں گھوڑوں یا اناج  
 خرید دے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ بار برداری میں وکیل احسان کر نیوالا شمار ہوتا ہے اور اجرت اسکو نہ ملے اور استھاناً وہ فائدہ  
 نہ دینا اور کرایہ لے لیگا۔ اور اگر اس طرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر میں دو وزن موجود ہیں اس کے کسی گاؤں میں خرید کر  
 تو وکیل احسان کر نیوالا شمار ہوگا اور یہ قیاساً و احتساباً کرایہ نہیں لے سکتا ہو۔ اور اگر کسی دوسرے شہر میں خریدنے  
 کے واسطے وکیل کیا تھا تو بھی قیاساً و احتساباً کرایہ نہیں لے سکتا ہو۔ اور اگر موکل نے اس طرح وکیل کیا کہ میرے واسطے  
 اناج خرید دے اور ایک درم کو ایک اونٹ امارہ کر لے اسے ویرہ درم کو اجارہ لیا تو کرایہ مستاجر پر ہوگا اور اگر  
 موافق حکم کے ایک ہی درم کو کرایہ کرتا تو موکل پر جائز ہوتا اور اجرت کے عوض اناج روک لینے کا اسکو اختیار نہیں ہے  
 جیسا کہ کرایہ کیواسطے روک سکتا تھا کذا فی المذخیرہ۔ ایک معین باندی خریدنے کے واسطے وکیل کر دیا اسے اسی کیواسطے  
 خرید کر کے اس سے وطن کی توجہ نہ ماری جائیگی اور نسب ثابت ہوگا اور باندی اور باندی کا ہوگا اور یہ کتاب میں  
 مذکور نہیں کہ محقر لازم آجیگا اور شائع نے فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر دشمن کے واسطے روک لینے سے پہلے ایسا کیا تو محقر لازم  
 ہوگا اور اگر اس کے بعد ایسا کیا تو امام اعظم کے نزدیک محقر لازم ہوگا اور امام محمد کے نزدیک دشمن باندی اور اس کے  
 عقر تقسیم کیا جاوے پس جب قدر دام عقر کے پڑے ہیں پڑیں وہ ساقط اور جو باندی کے پڑے ہیں پڑیں وہ باقی رہے  
 یہ محیط سرخی میں ہو۔ اور اگر اسکو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے اسے بیس ہزار درم کے  
 بوجہ عطا خریدا اور غلام وکیل کے ہاتھ میں رہ گیا تو وکیل پر قیمت واجب ہوگی پھر بقدر قیمت و نقد دی ہے وہ  
 موکل سے لے لیگا اگرچہ ہزار درم سے بڑھ جاوے اور اگر غلام معین ہزار درم تک نہ ہوکل نے اسے آزاد کر دیا تو صحیح ہو  
 اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر وکیل نے ایک ہزار درم کو بوجہ عطا خریدا اور باقی مسئلہ



پانے حال پر جو کچھ قیمت وکیل نے ڈانڈ دی ہو وہ موکل سے نہیں لے سکتا ہو کیونکہ اسکے واسطے نہیں خریدتا ہو یہاں تک کہ اگر  
 مرنے سے پہلے موکل نے اسے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے  
 کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے پس وکیل نے ہزار درم میں ایسا غلام جسکی قیمت ہزار درم تھی  
 خرید اس شرط پر کہ وکیل کو تین روز کے اندر اختیار حاصل ہے پھر اسکی قیمت گھٹکر یا پنج سو درم رہ گئی اور وکیل نے غلام کا لینا  
 اختیار کیا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک وہ وکیل کے ذمہ ہوگا اور ایسا ہی قیاس قول امام اعظم رحمہ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان  
 میں ہو۔ ایک شخص نے غلام خریدادو ہونہ زودام نہ دیے تھے کہ اسے آزاد کر نیکیے واسطے ایک وکیل کیا اسے آزاد  
 کر دیا تو ضمان میں ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ منتقی میں بروایت بشر رحمہ کے امام ابو یوسفؒ سے آیا ہے کہ ایک  
 شخص نے دوسرے کو کسی چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز کو بیان کر دیا اور اسکی جنس و صفت بتلا دی  
 اور موکل کی ملکیت میں وکیل کرنے کے دن ایسی کوئی چیز موجود تھی پھر اسے فروخت کر دی پھر وکیل نے اسی کو وکیل  
 کیا واسطے خریدتا تو جائز نہیں ہو اور اگر وکیل کی ملکیت میں تھی اور اسے فروخت کر دی پھر موکل کے واسطے خریدی  
 تو جائز ہے یہ محیط میں ہو ایک شخص کو غلام کا غلام ہزار درم میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل بائع کے  
 پاس آیا اور بیع کی درخواست کی اسے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام غلام شخص یعنی موکل کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا وکیل نے  
 کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ وکیل اس صورت میں درمیانی فتنولی ہو گیا  
 پس بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا  
 اور اسکی جنس بیان کر دی ثمن نہ بیان کیا پس وکیل نے ایک باندی خرید کر کے موکل کے پاس بھجوری اسے اس سے  
 وطن کی اور اسکو حاصل رکھیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے نہیں خریدی تھی تو اسی کا قول لیا جائیگا اور موکل کا  
 نسب ثابت ہوگا اور ام ولد بنانا ثابت نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک گریہون  
 سو درم کو خرید دے اور اپنے پاس سے دام دے اسے ایسا ہی کیا پھر موکل پر اسکو قابو نہ ملا یعنی اسے موکل کو نہ پایا او  
 قاضی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تو قاضی گریہون فروخت کر کے اسکے دام وکیل کے پاس موکل کی طرف سے وراثت  
 رکھ دیگا وادیوں نہ دیگا کہ جس ثمن کو اسے گریہون خریدے ہیں یہ اسکے دام ہیں یہ محیط میں ہو ایک شخص کو حکم کیا کہ  
 میرے واسطے ایک گڑ طعام سو درم کو خرید دے اسے ایسا ہی کیا اور سو درم ادا کر دیے پھر وکیل نے بائع کو بیچا سو درم  
 اس شرط پر دیے کہ بائع ایک گڑ طعام زیادہ کر دے اسے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ پہلا گڑ موکل کا ہوگا اور دوسرا  
 گڑ وکیل کا ہوگا اور وکیل موکل کو پچیس درم ضمان دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر حکم کیا کہ کسی قدر  
 معین طعام سہی کی بیع سلم میں کچھ درم معین میرے واسطے لیوے اسے لیے اور موکل کو دیدیے تو طعام سلم  
 وکیل پر لازم ہوگا اور موکل پر اسکے درم قرض ہونگے کذا فی النہایہ۔ ایک شخص کے پاس ہراتی کپڑوں کی ایک  
 بٹھری تھی اسے دو شخصوں سے کہا کہ جو تم میں سے فروخت کر دے جائز ہے تو جو شخص فروخت کر دے جائز ہے  
 اسی طرح اگر کہا کہ جس کسی نے ان دونوں میں سے بیچا جائز ہے پس جو فروخت کر دے جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے  
 اسکو یا اسکو اسکے بیچنے کے واسطے وکیل کیا تو جو شخص اکیلا فروخت کر دے جائز ہے اور یہ حکم استحساناً  
 ہے۔ محمد میں ہے اگر کسی سے کہا کہ جو شخص میرا یہ غلام تیرے ہاتھ فروخت کر دے اسکو میں نے اجازت دی

تو وہ وکیل نہیں ہوگا یہ تانا رنہا نیہ میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے ہاتھ یہ غلام فلاں شخص کے واسطے فروخت کر دے اسے فروخت کر دیا پھر انکا رکھا کہ مجھے فلاں شخص نے حکم نہیں کیا تھا تو فلاں شخص اسکو لے سکتا ہے کیونکہ قول سابق سے نکاح کا اقرار ثابت ہو اور اگر فلاں شخص نے کہا کہ میں نے حکم نہیں دیا تھا تو نہیں لے سکتا ہو مگر مشتری اسکو سپرد کرے تو بیع قطعی ہو جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا آزاد کر دے تو انہیں سے جو کام وکیل کر گزے جائز ہو اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی تعلیق شرط سے جائز ہے وہ بھول میں بھی منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بیان سے معلوم میں منعقد ہو سکتی ہے پس بھول میں انعقاد ہونے سے قاعدہ منصوب ہو اور جسکی تعلیق شرط سے جائز نہیں ہو وہ بھول میں منعقد نہیں ہوتی ہے کیونکہ مقید نہیں ہے۔ وکیل کیا کہ یہ غلام یا وہ غلام فروخت کر دے یا اس عورت یا اس عورت سے نکاح کر دے اسے دونوں کو معاً ایک ہی دامن یا مختلف دامن میں فروخت کیا یا معاً دونوں عورتوں سے نکاح کر دیا تو ایک میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت موجب فساد ہے کہ جس سے عینکڑ پیدا ہوتا ہو۔ اگر دو عورتوں میں سے ایک کی طلاق یا دو غلاموں میں سے ایک کے آزاد کرنے کے لیے وکیل کیا اسے دونوں کو مال پر یا بلا مال طلاق دیا یا آزاد کیا تو ایک میں جائز ہے اور موکل مختار ہوگا کہ جسکو چاہے معین کرے کیونکہ اسکی تعلیق شرط سے جائز ہے پس تعلیق بشرط بیان بھی جائز ہو اور ایسا ہی طلع میں بھی ہو سکتا ہو۔ اگر دو عورتوں میں سے کسی ایک کے خلع کی واسطے وکیل کیا اسے دونوں کا ایک غیر معین مال یا دو مالوں پر معاً خلع کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ ایک کا خلع جائز ہو اور شوہر بیان کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اگر کہا کہ اس غلام یا اس غلام کو مکاتب کر دے اسے دونوں کو معاً مکاتب کر دیا تو جائز نہیں ہو اگر ایک بچہ میں ہوں ورنہ ایک میں جائز ہے جسکو چاہے اختیار کرے یہ عیض شرعی میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک غلام کی آزادی پر گواہی دی اور بسبب قہمت کے قاضی نے دونوں کی گواہی رو کر دی پھر مالک نے ایک کو غلام کی بیع کی واسطے وکیل کیا اسے دوسرے گواہ کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہو اور مشتری کی جانب سے آزاد ہو جائیگا اور بائع کٹن کا ضامن ہے اور مشتری امام اعظم و امام محمد کے نزدیک شمن سے بری ہو اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہو اور دام لے لیا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر بائع کے دام وصول کر لینے کے بعد مشتری نے اسکی تصدیق کی تو بری ہو جانا صحیح ہو اور غلام آزاد ہو گیا اور بائع اپنے مال سے مشتری کو دام ادا کرے اور اگر بائع کے دام وصول کرنے سے پہلے تصدیق کی تو مشتری بری ہو گیا اور امام اعظم و امام محمد کے نزدیک بائع موکل کو دام ڈانڈ دے یہ عیض شرعی میں ہے۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے غلام کو اسی کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کر دے اسے بوندہ عطار یا حصار دیا ویاس کے ان دامن کو فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو جائز ہو اور غلام آزاد ہو گیا اور مولیٰ خود ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور اسی میعاد پر ملین گے یہ عیض میں ہے۔ اگر وکیل نے غلام فروخت کیا اور مالک نے اسے قتل کر ڈالا تو بیع باطل ہوگی علیٰ ہذا اگر مالک نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مگر مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے اسے دامن میں اسکو لے لے یہ عیض میں ہے۔ اگر وکیل نے غلام فروخت کیا پھر خود اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مشتری نے قہصہ نہیں کیا ہو تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے پورا شمن دیکر غلام لے لے اور وکیل سے اسکی ادھی قیمت بھونے ورنہ بیع صحیح کر دے اور وکیل موکل کو ادھی قیمت دینا اور وہ زیادتی اصدقہ کر دینا یہ عیض شرعی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم میں اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اسے فروخت کیا اور دام وصول کر لیا اور غلام مشتری کو دینا یا عینکڑ وکیل نے مشتری کو

ایک گھر بنادیا تو جائز ہے اور گھر و غلام مشتری کا ہوگا اور اس زیا دتی میں وکیل احسان کرنیوالا شمار ہوگا اور شفع کو اختیار ہوگا کہ اس گھر کو ہزار دہم میں چھوڑ سکے حصہ ہزار ہوا خریدے اور اگر گھر اسحقا قی میں لے لیا گیا تو مشتری وکیل سے بعد حصہ اس گھر کے واپس لیا اور وکیل موکل سے کچھ نہیں لے۔ کتابی اور اگر غلام اسحقا قی میں لیا گیا تو وکیل ہزار دہم موکل سے لیکھا پر مشتری کو اس میں سے بعد حصہ غلام کے دیکھا اور گھر کا حصہ وکیل کیو اسطیج رہے گا۔ وکیل بیع نے اگر فروخت کیا پر مشتری سے اپنے واسطے خریدا اور مشتری قبضہ کر لیا ہو بیع میں اسحقا قی ثابت ہو تو وکیل مشتری سے لیکھا پر مشتری وکیل سے پر وکیل موکل سے لیکھا یہ فتاویٰ قاضی قاضی خان میں ہو۔ وکیل بیع نے اگر کہا کہ میں نے غلام ایک شخص سے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر دکر دیا اور میں اسکو چھوڑنا نہیں ہوں اور دام مجھے وصول نہ ہوئے کہ مجھے اس سے وصول کرنے کی قدرت نہیں ہو تو وکیل حنا من ہوگا۔ وکیل بیع نے اگر بیع کسی شخص کو دنی کہ فروخت کر نیلے واسطے بکویا ہے دکر دے پھر وہ شخص بھاگ گیا اور بیع نے لیا یا اسکے پاس تلف ہو گئی تو وکیل حنا من ہو گا دانی جزائہ المقتنین اور یہی اصح ہے اور میرے والد فرماتے تھے کہ جب کو دی ہو اگر وہ ثقہ ہو تو وکیل حنا من نہ ہوگا یہ غویہ یہ میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک پشت دیا اسے فروخت کر دے اسے توڑ ڈالا اور پھر فروخت کیا پس اگر اس طرح توڑا ہو کہ جس سے یکم دیا جاتا ہے وکیل موکل کو نقصان دہ کرے تو بیع جائز ہو اور اگر اسقدر توڑ ڈالا ہو کہ یہ تک دیا جاتا ہے کہ یہ پشت وکیل کے حوالہ کر دے اور اس سے اپنی قیمت لے لے تو یہ بیع بھی موکل کی طرف سے جائز نہ ہوگی یہ جزائہ المقتنین میں ہو پھر فروخت کر نیلے وکیل نے اگر کندی کرنے واسطے کو پھر دیا تو حنا من ہوگا پھر اگر کپڑا اسکے پاس لگیا تو حنا من سے چھوٹ گیا حتی کہ اگر پھر اسکے پاس تلف ہو جاوے تو حنا من نہ ہوگا اور اگر وکیل نے اسکے بعد فروخت کر دیا تو جائز ہے اور تمام دام موکل کے ہونگے اور اسکو اختیار نہ ہوگا کہ کندی کی اجرت موکل سے لے سکے اور نہ اسکے متبادل میں کچھ اجرت ہوگی یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو فروخت کر دے اسے فروخت کیا اور دام وصول نہ کیے یہاں تک کہ موکل سے ملا اور کہا کہ میں نے تیرا کپڑا غلام شخص سے ہاتھ فروخت کیا اور میں اسکی طرف سے مجھے ادا کرنا ہوں پس اسکی طرف سے سب ام دیدی تو اسے احسان کیا اور مشتری سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر یوں کہا کہ میں مجھے اس شرط سے ادا کرنا ہوں کہ جو تیرا مال مشتری پر ہو وہ میرا ہے تو جائز نہیں ہو اور جو اسے ادا کیا ہو وہ موکل سے پھیرے اور مشتری پر وہ دام بجا لہ باقی ہے کہ وکیل اس سے لیکر موکل کو دے اور اگر وکیل نے کپڑے کے مالک کے ہاتھ کوئی اسباب اسی قدر دامن کو چھو اسکے مشتری پر آئے ہیں فروخت کیا اور کہا کہ ان داموں کا ان داموں سے بدلا کر لے اور یہ نہ کہ اس شرط پر کہ جو مال تیرا مشتری پر ہو وہ میرا ہے تو جائز ہے اور اسے مشتری پر احسان کیا کذا فی الذیخیر۔ باندی فروخت کر نیلے وکیل نے اگر اسکو ہزار دہم میں فروخت کیا جیسا کہ موکل نے حکم کیا تھا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے دعوی کیا کہ میں نے اس شرط پر خریدی تھی کہ وہ کھٹنا جانتی ہے یا روٹی پکانا جانتی ہے یا اس شرط پر کہ باکرہ ہو اور اب میں نے اسکو ایسا نہیں پایا اور بائع نے اسکی تلمذ کی اور موکل نے تصدیق کی تو موکل کی تصدیق سے بیع نہ ٹوٹتی اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ بائع نے اپنے واسطے تین تین کی شرط چنا دئی تھی اور اسے تین ہی دن کے اندر بیع توڑ دی اور بائع نے اٹھا رکھا مگر موکل نے اقرار کیا تو قاضی حکم دے گا کہ باندی موکل کو واپس دی جاوے اور مشتری اپنے دام موکل سے لے لیا اسی طرح اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا ہے پھر دعوی کیا کہ میں نے باکرہ ہونے کی شرط کر لی تھی اور اب میں نے

لے اسحقا قی میں  
غویہ یہ میں ہو  
کندی کرنے  
واسطے

اسے غیب پایا پس مجھے اسکے لینے کی کچھ ضرورت نہیں اور میں نے بیع توڑ دی اور بالغ نے یہ شرط چھوٹنے سے انکار کیا مگر موکل نے تصدیق کی تو قاضی حکم دینا کہ باندی کو کل کو دی جاوے اور مشتری اپنے دام موکل سے لے لیگا اسی طرح اگر قبضہ سے پہلے یہ شرط بیان کی کہ میں نے اس شرط سے خریدی تھی کہ وہ روٹی پکانا جانتی ہے یا لکھنا جانتی ہو اور اب میں نے اسے ایسا نہ پایا تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک ہراتی کپڑوں کی گھڑی فروخت کر نیکے واسطے وکیل کیا اسے فروخت کر دی اور مشتری نے اسے قبضہ کر لیا پھر غیا۔ رویت کی وجہ سے بالغ کو واپس کر دی اور موکل نے کہا کہ میری گھڑی نہیں ہو تو وکیل کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر وکیل نے اس میں سے ایک کپڑا فروخت کیا اور باقی نہ فروخت کیے تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہیں ہو بشرطیکہ اس سے پوری گھڑی میں نقصان آتا ہو یہ بیسوط میں ہو۔ وکیل نے اگر موکل کے حکم سے ایک قحطہ کسی شخص کو درست کر نیکے واسطے دیا پھر اسکو باد نہ رہا کہ کہ میں نے اسکو دیا ہو تو صامین ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیکر حکم کیا کہ انکو صدقہ کر دے پس وکیل نے انکو خرچ کر ڈالا پھر اپنے مال سے دس درم موکل کی طرف سے صدقہ کر دیے تو جائز نہیں ہو اور دس درم کا ضمان ہوگا اور اگر وہ درم قائم ہوں اور وکیل نے انکو رکھ لیا اور بجائے انکے دس درم اپنے پاس سے صدقہ کر دیے تو استحساناً جائز ہے اور یہ دس درم اسکے دس درم کے عوض اسکے ہو گئے۔ ایک شخص کو کچھ مال دیکر حکم کیا کہ اسکو صدقہ کر دے اس نے موکل کے بالغ بیٹے کو صدقہ میں دیے تو بالاتفاق جائز ہو۔ ایک شخص نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ جو گھوڑا میرے تیرے پاس ہیں ان میں سے اس قدر فقیر فلاں شخص یعنی زید کو مثلاً دیدے اور زید نے اسی کو وکیل کیا کہ انکو میری طرف سے فروخت کر دے اس نے فروخت کر دیے تو بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا اور زید کے وکیل کرنے سے وہ شخص وکیل ہوگا کیونکہ قبضہ سے پہلے صدقہ کا وہ مالک نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر ایک شخص نے وکیل کیا کہ تو میرا خرچ آٹھا آٹھ اس نے آٹھایا تو موکل سے بھر لے گا اگرچہ لینے کی شرط نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر کہنا کہ میری اولاد کا خرچ آٹھا تو بدو نہ شرط کر نیکے جو صرف کہے وہ اس سے لے لیگا تو اگر ابن ساعہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے اہل و عیال کو دس درم ہا ہوا ری خرچ دے اس نے کہا کہ میں نے اسی قدر خرچ کیا ہو اور موکل نے نکذیب کی اور وکیل نے اس سے قسم لینا چاہی تو قاضی یوں قسم لیگا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسے میرے اہل و عیال پر اس قدر ہا ہوا ری خرچ کیا ہو یہ محیط میں لکھا ہو قرض لینے کے وکیل نے کہا کہ میں نے قرض فیضے والے سے ایک ہزار قرض لیے ہیں اور قرض فیضے والے نے اسکی تصدیق کی مگر موکل نے انکار کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ موکل کا قول لیا جائیگا۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اس باب میں وکیل کا قول لیا جائیگا۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ میرے غلام کو مکاتب کر کے اسکا بدل کتابت وصول کرے اور وکیل نے کہا کہ میں ایسا ہی کیا ہو اور موکل نے انکار کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ مکاتب کرنے میں وکیل کا قول معتبر ہوگا کیونکہ اسکو کچھ غلام نہیں ہو اور بدل کتابت وصول کرنے میں معتبر نہ ہوگا کیونکہ اس میں تم ہو سکتا ہے۔ اور اگر مکاتب کر دیا پھر کتابت ثابت کر سکے کہ میں نے بدل کتابت وصول کر لیا ہو اور مجھکو دیدیا ہے تو اسکی تصدیق کی جائے گی ایسے کہ وہ اس میں قرار دیا گیا ہے یہ محیط مغربی میں ہے۔ ایک تھیل کی موت قحطہ آئی تو اسے لکھا کہ یہ درہم بجا کر میرے بیٹے اور بھائی کو دیدے اور اسکے سوا کچھ نہ بیان کیا تو یہ شخص وکیل ہے اور اسکو حلال نہیں ہے کہ دار لاق کو دے بلکہ قرض خواہوں کو ادا کرے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہو۔ مستحق میں نہ کہو نہ چاہیے کہ وکیل کو حکم کیا کہ میرے قرضدار سے ہزار درم دیکر صدقہ کر دے



۱۱  
کتاب الدعویٰ

اسنے ہزار درہم صدقہ کر دیے تاکہ مریوں سے خود وصول کرے تو احتساباً جائز ہو نہ بحر المرائق میں ہے مسئلے نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو آزاد کرنے کے واسطے غلام دیا اسنے آزاد نہ کیا یہاں تک کہ غلام کے مالک نے دریافت کیا تو اسنے انکار کیا کہ تو نے مجھے کوئی غلام نہیں دیا ہے پھر اسکو آزاد کیا تو اعتناق باطل ہے یہ ظہیرہ میں ہو۔ ایک اونٹ کرایہ کیا اور اسپر بار برداری لا کر بیچ نکال دیا اور حال کو حکم دیا کہ اسکو وکیل کے سپرد کر کے اس سے کرایہ وصول کرے اسنے وکیل نے قبول کیا اور کچھ کرایہ دیا اور باقی کے دینے سے انکار کیا پس اگر کرایہ کر فو لے گا وکیل پر قرضہ آتا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مجھے قرضہ ہے اور موکل نے کرایہ دینے کا حکم کیا ہو تو باقی دینے کے واسطے اسپر جبر کیا جائیگا۔ اور اگر موکل کے حکم سے اسنے انکار کیا تو حال اس سے قسم لے سکتا ہو کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسنے وصول کرنے کا حکم دیا ہو اور اگر وکیل پر اسکا قرضہ ہو تو باقی ادا کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جائیگا یہ غزانتہ لغتین میں لکھا ہو۔ وکیل نے اگر وکالت قبول کرنے سے بعد یوں کہا کہ لعنت بر کیلے بادیا کہہا کہ میں ایسی ایسی وکالت سے بری ہوں یا کہہا کہ اتنا دم بکیلے اور وکیل اسکا حاضر ہو تو وکالت سے خارج ہوگا یہ ظہیرہ میں ہے

## کتاب الدعویٰ

اسمیں چند ابواب ہیں

باب اول۔ دعویٰ کی تفسیر شرعی اور دکن اور شرط جواز اور انواع اور دعویٰ کو مدعا علیہ سے پہچانتے کے بیان میں۔ دعویٰ کی تفسیر شرعی یہ ہو کہ جھگڑے کی حالت میں کسی شخص کو اپنی طرف منسوب کرے اور یہی اسکا کرین ہو مثلاً یوں بیان کرے کہ یہ مال میرا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دعویٰ صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ مائل ہو پس جہون اور لڑکے غیر عاقل کا دعویٰ صحیح نہیں ہوتا کہ جو ادب ہی لازم نہیں ہو اور گواہوں کی سماعت نہ ہوگی۔ اور ایک یہ ہو کہ خصم حاضر ہو پس بدون موجودگی خصم کے دعویٰ اور گواہوں کی سماعت نہ ہوگی لیکن اگر حکم قضا کے واسطے حکمی خط کی درخواست کی تو قاضی منظور کریگا اور دوسرے قاضی کو جو کچھ اسکا دعویٰ اور گواہی سنی ہو خط لکھ کر اسے ہاتھ میں دیدیگا تاکہ دوسرا قاضی اسے موافق حکم کرے یہ بدائع میں ہو۔ اور ایک یہ ہو کہ مدعی کو جی چیز معلوم ہو اور اس سے کوئی حکم مطلوب سے متعلق ہوتا ہو جی کہ اگر مدعی بے جہول ہو یا مطلوب پر کوئی حکم لازم نہ آتا ہو مثلاً یوں دعویٰ کیا کہ میں اس خصم کے کاموں میں سے کسی کام کا وکیل ہوں اور خصم نے انکار کیا تو قاضی ایسے دعویٰ کی سماعت نہ کریگا لہذا فی النہایہ۔ اور ایک یہ کہ قاضی کی کچھری میں دعویٰ ہو پس سوائے قاضی کی کچھری کے اگر دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہو جی کہ مدعا علیہ پر جو ادب ہی واجب نہیں ہو کہ ذاتی الکافی۔ اور ایک یہ کہ امام اعظم نے نزدیک کر دئی کہ دعویٰ کو کچھ عذر نہیں ہو اور وہ عذر نہیں ہو تو وہ اپنی زبان سے دعویٰ کرے لیکن اگر مدعا علیہ دوسرے کو وکیل خصوصیت کرنے پر رہی ہو جو اسے توجا نہ ہو اور لہذا صیغہ میں درج ہے نزدیک یہ شرط نہیں ہو پس اگر مدعی نے بلا عذر کسی کو نالش کرنے کے واسطے وکیل کیا اور مدعا علیہ مدعی نہیں ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دعویٰ صحیح نہیں ہے پس جو ادب ہی لازم نہ ہوگی اور گواہوں کی سماعت نہ ہوگی لہذا صیغہ میں لکھتے تھیں کہ دعویٰ صحیح ہے اور جو ادب ہی لازم اور گواہوں کی سماعت نہ ہوگی

یہ بدائع میں ہے۔ اگر مدعی اپنے دعوے کو تہ دل سے بیان کرنے سے عاجز ہو تو اپنا دعویٰ تحریر کر کے پیش کرے کہ اسکی سماعت ہوگی اور اگر مدعی کی زبان قاضی کی زبان سے بندھا ہو تو درمیان میں کوئی مترجم مقرر کر لے یہ قاضی قاضی خان میں ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ دعویٰ میں تناقض نہ ہو ورنہ اسے نسب اور حریت کے دعوے کے اور تناقض کی یہ صورت ہے کہ پہلے اُس سے کوئی ایسی بات نہ ہو چکی ہو کہ جو اسکے دعویٰ کی منافی ہے مثلاً اپنی ملکیت ذاتی کا اقرار کیا پھر مدعا علیہ سے خریدنے کا اس سے پہلے دعوے کیا اور اگر بعد یا مطلقاً خرید کا دعویٰ کیا تو تناقض نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ جس چیز کا دعویٰ کرتا ہے وہ ثابت ہو سکتی ہو حتیٰ کہ اگر کسی نے ایک ایسے شخص پر اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا کہ جو اُس مدعی سے پیدا ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے تو اسکے دعوے کی غلطی نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اور دعویٰ کا حکم یہ ہے کہ خصم پر جواب دہی یا انہیں کہنا لازم ہوتی ہے پس اگر اُس نے اقرار کر لیا تو دعویٰ ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو قاضی مدعی سے دریافت کرے گا کہ تیرے پاس نواہ ہیں پس اگر اُسے کہا کہ نہیں ہیں تو اس سے کہے گا کہ تو اس سے قسم لے سکتا ہے اور اگر مدعا علیہ نے یا انہیں کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اسکو شکر شمار کر کے مدعی کے گواہوں کی سماعت کرے گا اگر اُسے گواہ پیش کیے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دعویٰ دو قسم ہوا ایک صحیح دوسرا فاسد دعویٰ صحیح وہ ہے جسکے ساتھ اسکے احکام مثل خصم کا حاکم کرنا اور مطالبہ جواب اور اس پر جواب دہی واجب ہونا وغیرہ متعلق ہوں اور فاسد وہ ہے جسکے ساتھ یہ احکام متعلق نہ ہوں یہ کافی میں ہے۔ اگر دعویٰ غیر صحیح ہے اور مدعا علیہ نے دفع دعویٰ کیا تو کیا اسکی سماعت ہوگی اور بدون تصحیح دعویٰ کے اُسکے دفعیہ کا اثبات ممکن ہے یا نہیں پس اس میں مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور کتاب الرجوع عن الشهادات میں مذکور ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دفعیہ کے مدعی سے تصحیح دعویٰ کا مطالبہ کیا جائیگا پھر اسکے دعوے کا اثبات ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مدعی کو مدعا علیہ سے بچانے کی یہ صورت ہے کہ جو شخص خصوصیت کے واسطے اگر ترک کر دے تو مجبور نہ کیا جائیگا وہ مدعی ہے اور مدعا علیہ وہ ہے جو خصوصیت کے واسطے مجبور کیا جاوے اور یہ تعریف عام سب کو شامل ہے اور صحیح ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ مدعا علیہ وہ ہے جو منکر ہوا اور یہ صحیح ہے مگر اسکی فحشاخت اس اعتبار سے اُن لوگوں کو ہو سکتی ہے جو معرفۃ فقہ میں نہایت ہوشیار ہیں کیونکہ ظاہری انکار مدعا علیہ نہ ہوگا بلکہ اعتبار معافی کا ہوتا ہے پس اگر وہ بیعت رکھنے والے نے مثلاً کہا کہ میں نے ذبیعت دینے سے روک دی تو قسم سے اُسی کا قول لیا جاتا ہے حالانکہ ظاہر میں اُس نے روک دینے کا دعویٰ کیا ہے لیکن حقیقت میں وہ ضمانت اور ڈانڈ دینے سے انکار کرتا ہی نہ حاصل مافی المدایہ

و وسر باب ان چیزوں کے بیان میں جن میں بیع کے ساتھ دعویٰ صحیح ہے اور جن میں نہیں مسموع بنتا ہے اور اس میں میں تفصیل ہیں

**فصل اول** دین اور قرض کے دعوے کے بیان میں۔ اگر مدعی بہ ذہن ہو تو مذکور ہے کہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کذا فی الحاکم لہذا دعویٰ قرض کا صحیح نہیں ہوتا ہے مگر قدر جس وقت کے بیان کر دیتے ہیں بعد صحیح ہوا ہو یہ وہاں قاضی خان میں جو میں کو کہلی چیز ہو تو دعویٰ اسوقت صحیح ہوتا ہے کہ جب مدعی اسکی جسٹس کر دے کہ گیتون ہے یا تو بوسن اگر ورنہ کیا کہ گیتون ہے تو اسکے ساتھ اسکی قسم ذکر کرے کہ سنی ہو یا بری ہو یا جسکی قسم ذکر کرے

کہ گندم سفیدہ ہے یا سرخ ہے اور چیدہ بین یا درمیان بین یا بدی بین اور پیمانہ سے اسکی مقدار ذکر کرے کہ اس قدر فقیر  
ہیں اور یہ بھی ذکر کرے کہ فلاں فقیر سے اس قدر فقیر ہیں کیونکہ فقیرین فی دانتہا متفاوت ہوتی ہیں کذا فی الذخیرۃ  
قلت یہ صورتیں جو قسم اور صورتیں بیان کی گئی ہیں موافق رسم اس ملک کے ہیں اور ہمارے ملک میں ہمارے ملک  
کے موافق قسم اور صفت اور مقدار ذکر کرنا چاہیے۔ اور سبب وجوب کا بھی ذکر کرے کہ کیوں واجب ہوئے محیط بین  
ہو اگر دس فقیر کیوں قرض ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ نہ ذکر کیا کہ سبب سے واجب ہوئے تو سماعت نہوگی نہ خزانۃ مفتین  
میں لکھا ہے۔ اور بیع سلم میں اسکے صحیح ہونے کی شرطیں بھی ذکر کرے اور اگر دعویٰ میں کہا کہ بسبب سلم صحیح کے واجب  
ہوئے اور اسکی شرائط صحت نہ بیان کی تو امام شمس الاسلام اور جندی اس دعویٰ کو صحیح کہتے تھے اور دوسرے  
مشائخ اسکو صحیح نہیں کہتے ہیں اور اگر بیع کے دعویٰ میں کہا کہ بسبب بیع صحیح کے واجب ہوئے تو بلا خلاف صحیح ہی  
و علی ہذا ہر ایسے سبب میں جسکے شرائط بہت ہیں دعویٰ میں عامہ مشائخ کے نزدیک ان شرائط کا ذکر کرنا ضروری ہے اور  
جس سبب کی شرطیں کم ہیں اس میں صرف سبب کہ دنیا کافی ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور قرض کے دعویٰ  
میں قبضہ کرنا اور مستقض کا اپنی ضرورت میں صرف کرنا بھی ذکر کرے تاکہ بالاجماع یہ مال اسپر قرض ہو جاوے اور بھی  
دعویٰ قرض میں بیان کرے کہ میں نے اپنے ذاتی مال سے اس قدر قرض دیا کذا فی الذخیرہ۔ صدر الاسلام نے فرمایا  
اکہ قرض میں مکان ایفا اور تعیین مکان عقد بیان کرنا ضرور نہیں ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ  
کیا کہ میرا اس مدعا علیہ پر اس قدر مال بسبب باہمی حساب کے جو ہمارے درمیان ہے واجب ہے تو یہ صحیح ہے  
کیونکہ حساب کچھ مال واجب ہونے کا سبب نہیں ہوتا ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر دعویٰ ورنی چیز میں ہو تو صحت کے  
واسطے جنس بیان کرنا مثلاً چاندی ہے یا سونا ہے ضرور ہے پس اگر سونا بیان کیا اور وہ مضروب ہے تو اشرفی چپوری  
یا کلدار وغیرہ بیان کرنا چاہیے اور بیان کرے کہ اس قدر اشرفیان تھیں کذا فی المحیط اور دیناروں کے دعویٰ میں  
وہ دہی یا دیہ نہی بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی صفت کہ چید یا وسط یا روی ہے  
بیان کرنا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور یہ دعویٰ اگر بسبب بیع کے ہو تو صفت نوکر کرنے کی حاجت نہیں ہے  
بشرطیکہ شہر میں ایک ہی نقد رائج و معروف ہو مگر اس صورت میں بیان کرنا چاہیے کہ جب وقت بیع سے دعویٰ  
کے وقت تک اس قدر زمانہ گزر گیا کہ معلوم نہیں کہ شہر میں کون نقد رائج ہے پس اس طرح بیان کرے کہ خوب  
شناخت میں آجاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر شہر میں نقد مختلف پلتے ہوں اور سب کا رواج یکساں ہو کوئی  
زبا نہ چلتا ہو تو بیج جائز ہے اور شہری کو اختیار ہے چاہے جس نقد کو ادا کرے ولیکن دعویٰ میں کسی نقد کا تعیین  
ضرور ہے اور اگر سب کا رواج برابر ہے ولیکن بعض کا بعض پر زیادہ صرف ہے جیسے ہمارے ملک میں غطہ بقی اور  
عدالی میں تھا تو بدون بیان کے بیج جائز نہیں ہے اور نہ بدون بیان کے دعویٰ صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر  
ایک نقد زیادہ رائج ہو اور دوسرا اس سے افضل ہو تو بیج جائز اور نقد رائج ملے گا فہم نے استرو سنی کے ہاتھ کی  
تحریر دیکھی کہ اگر شہر میں چند نقد کا رواج ہو اور ایک زیادہ رائج ہو تو دعویٰ بدون بیان کے صحیح نہیں ہے یہ فہم نے  
عادیہ میں ہے۔ اگر دعویٰ بسبب قرض اور تلف کر دینے کے ہو تو ہر حال میں صفت بیان کرنا ضرور ہے  
یہ نساہ میں ہے۔ اگر کوئی ذکر کیا کہ اس قدر دینا منشا پوری نقد اور عبیدہ ذکر نہ کیا تو مشائخ نے

اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ جید کی ضرورت نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر جید ذکر کیا اور شفقہ نہ کہا تو بھی دعویٰ صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اور نیشاپوری یا بخاری ذکر کرنے کے بعد اگر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سوائے احمر کے وہاں دوسرے نہیں ہوتے ہیں ہاں جید ذکر کرنا ضرور ہے اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہے اور قاضی سبکی میں ہے کہ اگر احمر خالص ذکر کیا تو جید بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کس یا دشاد کے وقت کا۔ کہ ہے اور بعضوں کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ اس میں وسعت ہو اور ذکر کرنے میں زیادہ احتیاط ہے کذا فی الذخیرہ۔ اگر سونا مضروب ہو تو دینار نہ کہے بلکہ شقائق کے وزن سے بیان کرے اور اگر بیل نہ ہو تو بیان کر دے اور اگر اس میں بی ہے تو وہ بھی یا وہ ہشتی وغیرہ بیان کر دے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر چاندی ہو اور مضروب ہو تو اسکی نوع یعنی جس طرف منسوب ہے اور اسکی صفت کہ جید ہے یا درمیانی یا ردی اور اسکا وزن مثلاً وزن سبعة سے اس قدر درم میں بیان کر دے کذا فی المحیط اور اگر چاندی مضروب ہو اور اس میں میسلس غالب ہو پس اگر لوگوں میں وزن سے اسکا معاملہ ہوتا ہے تو اسکی نوع و صفت و وزن ذکر کرے اور اگر شمار سے محمول ہیں تو گنتی ذکر کرے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور اگر چاندی غیر مضروب ہے اور اس میں میل نہیں ہے تو خالص ہونا اور اسکی قسم ذکر کر دے مثلاً نقرہ فرنگ یا روس یا طغاجی اور صفت کہ جید ہے یا ردی ذکر کرے اور بعض نے کہا کہ طغاجی ذکر کرنا بعد جید ردی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور سفید چاندی ذکر کرنا کافی نہیں ہے تا وقتیکہ طغاجی یا کلجی ذکر نہ کرے۔ کذا فی البجیر الکروری اور درم سے اسکی مقدار بیان کرے کذا فی المحیط اگر گہیوں یا جو کا منوں سے دعویٰ کیا تو فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ مدعی سے دریافت کیا جاوے اگر اسنے بسبب قرض و تلف کر دینے کے دعویٰ کیا ہے تو دعویٰ کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جاوے اور اگر بسبب اپنے مال معین فروخت کرنے کے یا بسبب سلم کے دعویٰ کیا ہے تو دعویٰ صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر گہیوں میں پانہ کے انداز سے دعویٰ کیا حتیٰ کہ بلا خلاف دعوے صحیح ٹھہر اور گواہ لایا کہ مدعا علیہ نے اس قدر گہیوں یا جو کا اقرار کیا ہے اور اقرار میں صفت کا ذکر نہیں ہے تو گواہی اس باب میں مقبول ہوگی کہ اس سے بیان صفت کے واسطے جبر کیا جاوے نہ یہ کہ حق ادا میں جبر کیا جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور گنتی اور ماش میں عرف معتبر ہو گا یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اگر آٹے کا دعویٰ کیا اور قفیز کے ساتھ اسکا وزن بیان کیا تو صحیح نہیں ہے۔ اور جب وزن بیان کر دیا تاکہ دعویٰ درست ہو گیا تو اس کے ساتھ خشک آٹا شستہ بیان کرنا اور بختہ یا نا بختہ بیان کرنا اور جید یا وسط یا ردی بیان کرنا چاہیے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک نے دوسرے پر سوغدالی کے غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور عدالی دعوے کے وقت مفقود ہیں تو انکی قیمت کا دعویٰ کرنا چاہیے اور امام اعظم کے نزدیک دعویٰ و خصومت کے روز کی قیمت لگائی جاوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک غصب کے روز کی قیمت اور امام محمد کے نزدیک اس روز کی قیمت کہ جب وہ مفقود ہوئے ہیں اور اسی صورت میں درم و من کے واجبات ہونے کا سبب بیان کرنا ضرور ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر میت پر تصرف کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس قرض میں اتنے کچھ ادا نہیں کرنے پایا تھا کہ وہ مر گیا اور ان وارثوں کے ہاتھ میں اسقدر نہ کہ چھوڑ گیا ہے کہ یہ قرض ادا ہو جاوے اور کچھ بچ رہے اور ورثہ کے اموال معینہ بیان نہ کیے تب فتویٰ یہ ہے کہ دعوے کی سماعت ہو ورنہ لیکن وارث پر ادا سے قرض کا حکم جب تک اس کے پاس نہ کہ نہ ہو چکے نہ کیا جائیگا پس



اگر اُس نے وصول ترک نہ کیا اور مدعی نے اثبات کرنا چاہا تو جب تک اس مال معینہ کے اس طرح بیان نہ کرے کہ اُس سے آگاہی حاصل ہو جاوے تب تک اسپر قادر نہ ہوگا یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر مدیون نے دعوی کیا کہ میں نے اسکو اس قدر درم بیچ دیا یا میرے بلا حکم فلان شخص نے اسکو قرضہ ادا کر دیا ہے تو دعوی صحیح ہے اور تم لیا جی اگر اسپر نرادر درم قرض کا دعوی کیا اور کہا کہ تیرے ہاتھ میں فلان شخص کے ہاتھ سے ہو چکے ہیں اور وہ میرا مال ہی تو اسکے دعوے کی سماعت نہ ہوگی جیسے عین میں غیر سموع ہے کہ انی الجلا صہ وراگ بسبب کفالت کے مال کا دعوی کیا تو بیان سبب ضرور ہے اور اسی مجلس کفالت میں مگفول عنہ کا قبول کیلینا بیان کرے اور اگر بیان کیا کہ مگفول نے اپنی تبس میں قبول کیا تو صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد وارثوں پر مال کا دعوے کیا تو بیان بیان سبب کے صحیح نہیں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ بیچ یا اجارہ وغیرہ کے سبب سے مال لازم ہونے کے دعوے میں یہ بھی بیان کرے کہ یہ عقد خوشی خاطر سے اُس حال میں کہ اُس کے تصرفات اُس کے نفع و نقصان کی راہ سے نافذ ہوتے تھے واقع ہوتا کہ دعوی وجوب صحیح ہو جاوے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اور اگر اجارہ سبب اجارہ دینے والے کی موت کے فسخ ہو گیا اور مال کا دعوی کیا پس اگر اجرت درم یا عدالی بن تو یوں بیان کرنا چاہیے کہ اس قدر درم یا عدالی کہ وقت عقد سے وقت فسخ تک رائج رہے ہیں کہ انی الذخیرہ ایک شخص نے قاضی کے پاس دوسرے پردس درم کا دعوی کیا اور کہا کہ میرے اسپر دس درم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ دعوی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب تک ایک یا رجعی قاضی سے نہ کہے کہ مجھے اس سے دلائے جاوین تب تک صحیح نہیں ہے اور نوازل میں ہے کہ شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دعوے کی سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ اس نے بیع پر قبضہ کر لیا مجھے نشان دلا یا جاوے اور بیع کو بیان نہ کیا یا محدود کے حدود بیان نہ کیے تو جائز ہے اور یہی نسخہ اسی طرح کرایہ مکان کے دعوے میں جیسا اجارہ فسخ ہو گیا ہو اس مکان کے حدود بیان کرنا شرط نہیں ہے۔ اور اگر دعوی کیا کہ اس شخص نے مجھے فلان چیز کی کہ جسکا یہ وصف ہے حفاظت کے واسطے اس قدر مال ہواری پر ضرور کیا تھا اور میں نے اس قدر مال اسکی حفاظت کی پس مجھے ضروری مال ہواری چاہیے اور یہ چیز معین اُس مجلس دعوی میں موجود نہیں ہے تو بھی دعوی صحیح ہونا چاہیے۔ اگر بیع غیر مقبوض کے ثمن کا دعوے کیا تو مجلس قضا میں بیع کو حاضر کرنا چاہیے تاکہ قاضی کے سامنے بیع ثابت ہو یہ خزائنہ المفسرین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ میرے وحی نے میری صفہ سننی میں تیرے ہاتھ میرا فلان و فلان مال اس قدر دامون کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُس نے کچھ دام نہیں پائے تھے کہ وہ مر گیا تو وہ دام تو مجھے ادا کر دے پس بعض مشائخ نے کہا کہ یہ دعوی صحیح نہیں ہے کیونکہ وحی کے مرنے کے بعد دام وصول کرنے کا حق اُس کے وارث یا وحی کو ہے اور اگر اُسکا کوئی وحی یا وارث نہ ہو تو قاضی اُسکی طرف سے مقرر کرے گا شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ وکیل بیع کے انتقال کے بعد ثمن وصول کرنے کا استحقاق موکل کو حاصل ہو جاتا ہے اُنکے موافق یہاں بھی لکھنا چاہیے کہ لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اُسکو دام وصول کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے پس دعوی صحیح ہوگا یہ محیط میں ہے

دوسری فصل دعوی عین منقول کے بیان میں جس مال عین منقول پر مدعی دعوی کرتا ہے اگر مجلس قضا میں حاضر ہو تو اُسکی طرف ہاتھ سے اشارہ کرے کہ یہ میرا ہے اور نہر سے اشارہ کرنا کافی نہیں ہوگا اُس صورت میں کہ اُسکے

اس طرح اشارہ سے وہی چیز معلوم ہو جائے جس پر دعویٰ کرتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وہ چیز مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو تو اُسکے حاضر لانے کے واسطے حکم کیا جائیگا تا کہ دعوے میں مثل گواہی وغیرہ کے اُسکی طرف اشارہ کرے کہذاتی الکافی۔ اور شمس الائمہ حلو الی نے فرمایا کہ بعض منقولات کا قاضی کے سامنے حاضر لانا ممکن نہیں ہے جو جیسے تاج کی ڈبھی یا بکریوں کا گلہ تو اُس میں قاضی کو اختیار ہے اگر اُس سے ممکن ہو تو خود اس مقام پر چلا جاوے ورنہ اگر اسکو خطیفہ کرنے کی اجازت ہے تو اپنا خلیفہ وہاں بھیج دے یہ محیط میں ہے۔ اگر مدعا علیہ منکر ہو اور دعویٰ کیا کہ جس چیز میں دعویٰ ہے حاضر کرے تو یوں چاہیے کہ کہے کہ اس مدعا علیہ کو لازم ہے کہ وہ چیز حاضر کرے تاکہ میں حجت میں پیش کروں اور اگر مدعا علیہ منکر نہ ہو اقرار کرتا ہو تو حاضر کرنا کچھ ضرور نہیں ہے بلکہ مقررہ اُس سے لے سکتا ہے یہ وجہ کروری میں ہے ایک شخص کے قبضہ میں ایک مال معین ہے اُس پر دعویٰ کیا اور مجلس قضائے میں اُسکو حاضر کرنا چاہا اور مدعا علیہ نے وہ مال اپنے ہاتھ میں ہونے سے انکار کیا پھر مدعی دو گواہ لایا کہ انھوں نے گواہی دی کہ آج سے ایک سال پہلے وہ مال اُسکے پاس تھا تو سماعت ہوئی اور مدعا علیہ پر جبر کیا جاویگا کہ حاضر لاوے یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ اگر ایسے مال معین پر دعویٰ کیا کہ جو غائب ہے اور اُسکی حکم معلوم نہیں ہے مثلاً کسی پر ایک کپڑے یا باندی غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور معلوم نہیں کہ وہ موجود ہے یا ضائع ہو گئی پس اگر جنس اور صفت اور قیمت بیان کر دی تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو تمام کتابوں میں اشارہ کیا کہ دعویٰ مسموع ہو گا یہ طہیرہ میں ہے۔ اگر مدعی بہ ضائع ہو تو دعویٰ بدیہ بیان جنس و سن و صفت و حلیہ و قیمت کے صحیح نہیں ہے کیونکہ بدون ان چیزوں کے بیان کے اُسکا علم نہیں ہو سکتا ہے اور قیمت کا بیان کرنا خضاف نے شرط کیا ہے اور بعض قاضیوں کے نزدیک قیمت بیان کرنا شرط نہیں ہے کہذاتی الکافی اور ادب التماسی میں ہے کہ فقیر ابواللیث نے فرمایا کہ بیان قیمت کے ساتھ مذکور ٹونٹ بیان کرنا چاہیے کہذاتی الکافی۔ اور جو پائے کے دعوے میں رنگ و بہت کا ذکر کرنا ضرور نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ایک شخص نے ایک گدھا غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور اُسکی بہت بیان کر دی اور موافق دعوے کے گواہ سنائے پس مدعا علیہ نے ایک گدھا حاضر کیا اور مدعی نے کہا کہ میں نے اسی گدھے کا دعویٰ کیا ہے اور گواہوں نے بھی یہی کہا پھر جو دیکھا گیا تو بعض بہت اُنکے بیان سے اختلاف ہے مثلاً گواہوں نے اُسکو کان پھٹا ہوا بیان کیا تھا اور اُسکا کان ایسا نہ تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ امر مدعی کی ذمہ داری ہے کہ گواہ کا مانع نہیں ہے اور اس سے انکی گواہی میں خلل نہیں آتا ہے یہ فضول عبادہ میں ہے امام طہیر الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک ترکی غلام غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور اُس کی صفات بیان کر دیں اور درخواست کی کہ غلام حاضر کر لیا جاوے پھر جب حاضر ہوا تو بعضی صفتوں میں مدعی کے بیان سے اختلاف پایا گیا اور مدعی نے گواہ قائم کر دیے کہ یہی ہے جس جن صفات میں اختلاف پایا گیا اگر ایسے ہیں کہ ان میں تغیر و تبدل کا احتمال نہیں ہے اور مدعی نے کہا کہ میں نے اسی غلام کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسموع نہ ہو گا اور اگر اسے کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے چند معین چیزوں کا جنگی جنس و نوع و صفت مختلف ہو دعویٰ کیا اور سب کی کٹھا قیمت بیان کر دی اور سب کی قیمت کی علیحدہ تفصیل نہ کی تو دعویٰ صحیح ہے اور تفصیل بیان کرنا شرط نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانہ المفتین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کسی شخص پر پیرا دینا کا اس سبب سے دعویٰ کیا کہ اس نے میری چند معین چیزیں تلف

کردی ہیں تو ضرور ہو کہ همان تلف کردی ہیں وہاں کی قیمت بیان کرے اور اعیان کو بھی بیان کرے کیونکہ بعضے اس میں سے مثلی ہوئی ہیں اور بعضی قیمت والی ہوتی ہیں یہ فصول عامہ میں ہے۔ ایک شخص نے رفوگر کے پاس اپنا عامہ تلینڈ کے ہاتھ روانہ کیا کہ اسکو درست کر دے پھر رفوگر نے عامہ وصول پانے سے انکار کیا اور تلینڈ مرجکا ہے یا غائب ہے پھر عامہ والے نے دعویٰ کیا کہ میرا عامہ ہے میں نے فلان تلینڈ کے ہاتھ تیرے پاس بھیجا ہے تو ایسے دعوے کی سماعت نہ ہوگی جب تک یہ نہ کہے کہ تو نے اسکو تلف کیا اور قیمت کا دعوے کرے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے پاس بھیجا ہے تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر انکو مدون موجودہ یا بقول کا دعوے کیا تو اشارہ کرے اور اوہما ووزن و نوع بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور قرض ہیں اور فصل موجود ہے تو مقدار و نوع و صفت بیان کرے اور حید و ردی ہونا بیان کرے اور اگر ایسا ہو کہ جس بازار میں بکتے تھے وہاں سے منقطع ہو چکے ہوں تو حاکم دریافت کریگا کہ تو کیا چاہتا ہے اگر اسے کہا کہ انکو چاہتا ہوں تو سماعت نہ ہوگی اور اگر اسے کہا کہ قیمت چاہتا ہوں تو اسکو سبب وجوب بیان کرنے کا حکم کریگا کیونکہ اگر یہ دام میج کے متن ہیں تو بسبب منقطع ہو جانے کے بیج ٹوٹ گئی اور اگر بسبب سلم یا تلف کر دینے یا قرض کے ہیں تو مطالبہ کر سکتا ہے اگر انکو روں کی فصل تک انتظار نہ کرے ایسا ہی امام ظہیر الدین نے فرمایا ہے یہ وجیز کروری میں لکھا ہے۔ اگر دو قسم کے انکو علانی و درخستی درسیانی شیرین سوسن کا دعویٰ کیا تو تفصیل بیان کرنا چاہیے کہ علانی کس قدر اور درخستی کس قدر تھے کذا فی المحیط اور انار و سبب کے دعوے میں وزن اور وزن شیرین و صغیر یا کبیر بھی ذکر کرے اور گوشت کے دعوے میں سبب بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الخلاصہ پس اگر یوں بیان کیا کہ میں اس سبب سے دعویٰ کرتا ہوں کہ اسنے میج کا متن قرار دیا تھا تو دعویٰ صحیح ہے اگر اسکا وصف اور موضع بیان کر دے یہ وجیز کروری میں ہے۔ اگر کسی پر سوسن کوک کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے مگر جبکہ سبب بیان کر دے کیونکہ روٹی کے سلم میں اور قرض لینے میں اختلاف ہے اور تلف کر دینے کی صورت میں قیمت واجب ہوگی اور اگر سبب نہ بیان کیا کہ میج کا متن ہے تو دعویٰ صحیح ہے لیکن بیان کرنا چاہیے کہ کیسے آٹے کی بنی ہوئی ہیں اور سپیدی مائل یا جمر غریب اور اسپر تل لگے ہوئے ہیں یا نہیں یہ ظہیر یہ میں ہے۔ برف کا دعوے جب وہ منقطع ہو چکا ہو تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے مثل دیا نہیں جاسکتا ہے تو اسکو چاہیے خصوصیت کے روز کی قیمت لگا کر دعویٰ کرے کہ میری اس قدر قیمت چاہیے ہے یہ وجیز کروری میں ہے اور نیل وغیرہ ایسی چیزوں کے دعوے میں اگر بیج کا سبب ہو تو اشارہ کے واسطے حاضر لانا ضرور ہے اور اگر بسبب قرض یا تلف کر دینے یا متن قرار دینے کے ہو تو موجود کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص پر دیاج کا دعویٰ کیا پس اگر وہ مال عین ہے تو اسکا حاضر کرنا اور اسکی طرف اشارہ کرنا بشرط ہے اور وزن و تمام اوصاف بیان کرنے چاہیے ہیں اور اگر بسبب سلم کے دین ہو تو اس صورت میں وزن ذکر کرنے کی شرط ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک شرط ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے ذمہ ایک خرگاہ بسبب مہر کے واجب ہونے کا دعویٰ پیش ہو تو مشائخ نے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا کیونکہ اس میں زیادہ جہالت نہیں ہے اور باب مہر میں جہالت اسکی مانع نہیں ہوتی ہے کہ اسکے ذمہ واجب ہو یہ محیط میں ہے بعض مشائخ نے ذکر کیا کہ کسی نے زندہ بلی کا دعویٰ کیا اور اسکا طول خوارزم کے گزوں سے کسی فتہ ربیان کیا پھر جب

وہ پائی گئی تو زائد یا کم نکلی اور گواہ گواہی موافق دعوے کے دے چکے ہیں تو دعویٰ و گواہی دونوں باطل ہیں جیسا کہ  
چوپایہ کے راتوں کے اختلاف میں ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کسی قدر لوہے پر دعویٰ کیا اور اسکا وزن دس س  
بیان کیا پھر دس بیس من یا آٹھ من نکلا تو دعویٰ و گواہی مقبول ہوگی کیونکہ جس چیز کی طرف اشارہ کیا اسکا وزن  
بیان کرنا غلط ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ روٹی کے دعوے میں یہ بیان کرنا کہ کمان کی ہے تر قانی ہے یا سیفی  
یا جاج ہے ضرور ہے کذا فی خزائن المفتین۔ اور فتویٰ اسپر ہے کہ اتنے من اس قدر روٹی سے نکلا نکلتا ہو بیان  
کرنا شرط نہیں ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ قیص کے دعوے میں جب نوع و جنس و صفت و قیمت بیان کی تو  
اسکے ساتھ مردانہ یا زنانہ چھوٹے یا بڑے بیان کرنا چاہیے یہ خزائن المفتین میں ہے۔ کپڑا چاک کر ڈالنے یا چوپایہ کے  
زخمی کرنے کے دعوے میں چوپایہ یا کپڑے کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ مدعی بہ حقیقت میں وہ جزوی جو فوت  
ہو گیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر گواہ کا دعویٰ کیا تو اسکا وزن بیان کرنا چاہیے اگر غائب ہو اور مدعا علیہ اپنے پاس  
ہونے سے انکار کرتا ہو یہ سر اجیہ میں ہے۔ اور سوتی کے دعوے میں اسکا دور و چمک و وزن بیان کرے یہ  
خزائن المفتین میں ہے۔ اگر چند سوئیوں یا سولہوں کا دعویٰ کیا تو اسکا سبب بیان کرے کیونکہ اسکا حاضر کرنا  
لازم ہے اگر عین ہو اور اگر دین ہو سبب سلم یا سخن مع کے توجہ حالت رفع کرنے کے واسطے نوع و صفت بیان  
کرنا ضرور ہے اور تلف کر دینے سے انکار مثل واجب نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ قیمت والی شہادین نہ مثلی اور قرض  
کے سبب سے وجوب نہیں ہوتا ہے کیونکہ انکا قرض جائز نہیں ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر کسی قدر خانا کا  
دعویٰ کیا تو حید و وسط و ردی بیان کرے اور ذکر کرے کہ برگ خا سودہ یا کوفتہ کیسی تھی اور اگر کسی قدر توتیا کا  
دعویٰ کیا تو کوفتہ و نا کوفتہ ذکر کرے و بدون اسکے دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ خزائن المفتین میں ہے۔ ایک طاخہ خورہ کا  
دعویٰ کیا اور حدود طاخہ اور ادوات کو بیان کر دیا و لیکن اسنے ادوات کو مسمی نہ کیا اور نہ انکی کیفیت بیان کی  
تو بعض نے کہا کہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے۔ قداوے رشید الدین میں جو روایت  
کے دعوے میں یون کہنا چاہیے کہ میری اس شخص کے پاس اس قدر ودیعت اس قیمت کی ہے پس میں نے  
پیش کرنے کا خواستگار رہوں تاکہ میں اس امر کے گواہ سناؤں کہ یہ میری ملک ہے بشرطیکہ وہ منکر ہو اور اگر مقرر  
ہو تو تخلیک کرے کہ میرے قبضہ میں آوے اور یہ نہ کہنے کہ ذکر کرنے کا حکم ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ودیعت  
کے دعوے میں موضع ایذا کو کہ کس شہر میں واقع ہوا بیان کرے خواہ ودیعت ایسی چیز ہو کہ اسکی بار برداری  
اور صرف ہے یا ایسی نہ ہو دعویٰ غصب میں اگر مخصص ایسی چیز نہ ہو جسکی باری برداری ہے تو موضع غصب کا بیان  
کرنا ضرور نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر گہیوں غصب کرنے کا دعویٰ کیا اور شرائط بیان کر دیے تو غصب کی  
جگہ بیان کرنا ضرور ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ غیر مثلی کے غصب و استتلاک میں غصب کے روز کی قیمت بیان کرنا  
چاہیے یہی ظاہر الروايت ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ دعوے خارج میں بیان انواع ترکہ و تحذیر میں و بیان متعلقہ  
ہیوانات و اسکی قیمت ضرور ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسکے حصہ سے زیادہ پر صلح نہیں واقع ہوئی کیونکہ اگر ترکہ کو بعض  
ہواریون نے تلف کر دیا پھر غیر تلف کے ساتھ اسکے حصہ کی قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو صاحبین کے نزدیک  
نہیں جائز ہے چنانچہ بعد غصب و تلف کے قیمت سے زیادہ پر صلح کرنے کے مسئلہ میں ایسا ہی ہے



یہ وجہ زبردستی میں ہے اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ فلان مشترک مال میرے اور اسکے درمیان تہا اسنے فروخت کیا اور جب مجھے بیع کی خبر پہنچی تو میں نے اجازت دیدی پس اسپر آدمے من کا مجھے سپرد کرنا واجب ہے، تو یہ دعویٰ نہیں ہے جب تک کہ دعوے میں یہ ذکر نہ کرے کہ یہ مال وقت اجازت کے مشتری کے ہاتھ میں قائم تھا اور ضرور ہے کہ وقت اجازت کے من کا رائج ہونا بھی بیان کرے کہ بائع نے مشتری سے من وصول کر لیا اور قاضی مدعی سے دریافت کر لیا کہ یہ مال معین تم دونوں میں ملکی شراکت کے طور پر تھا یا عقدی شرکت تھی پس اگر اسنے کہا کہ ملکی شرکت تھی تو ان شرطوں کا بیان کرنا ضرور ہے اور اگر کہا کہ عقدی شرکت تھی تو وقت اجازت کے یہ عین مشتری کے پاس قائم ہونے کی شرط بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ولیکن من پر قبضہ کرنے کا بیان شرط ہے تاکہ نصف من کا مطالبہ درست ہو یہ فصول عادیہ میں ہے۔ مال شرکت کی تجویل سے مر جانے کے دعوے میں یہ بیان کرنا چاہیے کہ مال شرکت کی تجویل کے ساتھ مرا ہے یا جو چیز مال شرکت سے خریدی گئی تھی اسکی تجویل کے ساتھ مرا ہے کیونکہ مال شرکت کی ضمانت منشی ہو اور جو چیز اس سے خریدی گئی اسکی قیمت کے ساتھ ضمانت ہوتی ہے اور مطالبہ کا ذکر و تسلیم کے ساتھ واجب نہیں ہے کیونکہ موضوع پر تخلیہ واجب ہے یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ دعویٰ مضارت و دیعت میں سبب تجویل وغیرہ کے مرنے کے بیان کرنا چاہیے کہ موت کے روز اسکی کیا قیمت تھی ایسا ہی مال مضارت کے دعوے میں اگر مضارب تجویل کے ساتھ مر گیا تو بیان کرنا چاہیے کہ اسکے مرنے کے روز مال مضارت نقد تھا یا عروض یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اگر دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ اسنے اسفند قبضہ کیا ہوں مجھ سے مانہ لیکر قبضہ میں کیے اسپر اسکا واپس کر دینا واجب ہو اگر قائم ہیں تو اسکی قیمت اور اگر تلف ہو گئے ہیں یا تلف کر دیے ہیں تو اسکے مثل واپس کرے پس یوں دعوے میں کہنا چاہیے کہ اگر قائم ہیں تو اسپر تخلیہ یعنی قبضہ دلا دینا واجب ہو اور اگر تلف ہو گئے ہیں تو بیان کرنا چاہیے کہ بعد انکار کے تلف ہوئے ہیں اور اگر تلف کر دیے ہیں تو بیان کرنا چاہیے کہ اسکی طرف سے تلف ہوئے ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھ سے اسفند دیا جسکا یہ طول یہ عرض یہ قیمت تھی چکانے کے طور پر لیکر قبضہ میں کر لی ہیں پس اسپر واجب ہے کہ انکو واپس دے اگر بعینہ قائم ہیں اور اگر تلف ہو گئی ہیں تو انکی قیمت ادا کرے تو یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے جب تک یوں نہ کہے کہ چکانے کے طور پر لیکر قبضہ میں کر لی تھیں تاکہ اگر پسند آدین تو اس قدر دامن کو خریدے یہ فصول عادیہ میں ہے۔ راہن نے اگر مر ہوں واپس سپرد کر دینے کا مرتبہ پر دعویٰ کیا پس جانا چاہیے کہ طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ مر ہوں راہن کو واپس دینے میں جو خرچ ہو وہ راہن کے ذمہ ہے اور اس بنا پر دعویٰ صحیح نہیں ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ خرچ مرتبہ پر ہوتا ہو اور اس قول کے موافق اگر مرتبہ پر واپس تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا تو مثل مستعیر کے صحیح ہو کذا فی المختار فی شرح الجامع کذا فی خزانة المفتین۔ ایک شخص نے کوئی مال معین فروخت کیا اور بائع غلام ہو اور اس کا مولیٰ حاضر ہو پھر مولیٰ نے اس مال کا جسکو غلام نے فروخت کیا ہوا اپنے واسطے دعویٰ کیا پس اگر غلام ماذون ہو تو دعویٰ صحیح نہیں ہو اور اگر محجور ہو تو صحیح ہے بطریقہ میں ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھے بیع کے واسطے زبردستی کی گئی اور چاہا کہ واپس کر لوں تو صحیح نہیں ہے جب تک کہ میں نے چاہا و سپرد کیا اور دونوں حالتوں میں مجھے زبردستی کی گئی تھی اور اگر دامن پر قبضہ کیا ہو تو ذکر کرنا چاہیے کہ میں نے اس پر بھی مجبور سے قبضہ کیا اور سب پر بیان پیش کرے اور اگر اس شخص نے مجھے زبردستی کی گئی یہ دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مشتری کے قبضہ میں تاحق ہے تو دعوے صحیح

نہیں ہے کیونکہ کسی بیع کے ساتھ اگر قبضہ متصل ہو تو ملک ثابت ہوتی ہے اور علیٰ ہذا اگر بیع فاسد کہ جس میں قبضہ ہو گیا ہے بیون دعویٰ کیا کہ بیع میری ملک ہے اور مشتری کے قبضہ میں نا حق ہے تو صحیح نہیں یہ وجہ کروری میں ہے۔  
 قوالے رشید الدین بن ہوگا اگر بائع نے اپنے اور بیع زبردستی ہونے کا دعویٰ کیا تو زبردستی کرنے والے کے تعین کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اگر بسبب سعایت کے کسی مال کا دعویٰ کیا تو جن سپاہیوں نے لیا ہو ان کے تعین کی ضرورت نہیں ہے اور یہی اصح ترین اصول عمادیہ میں ہے مگر یہی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اسے فلان شخص کو حکم کیا اسے مجھ سے اس قدر لے لیا ہو پس اگر حکم کرنے والا بادشاہ وقت ہو تو دعویٰ صحیح ہو اور اگر سولے بادشاہ کے کوئی شخص ہو تو اسپر کچھ نہیں ہو یہ خلاصہ میں ہو اور لکھنؤ مورخ زمان کا دعویٰ کیا پس اگر حکم کنندہ سلطان ہو تو مامور پر دعویٰ صحیح نہیں ہو اور اگر سلطان نہیں ہو تو مامور پر دعویٰ صحیح ہو اور مگر حکم امام کا اگر وہ یہ خزانہ مفتیں میں ہو۔ اور سعایت کے دعویٰ میں قابض مال کا نام و نسب ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہو لیکن سعایت کو بیان کرے۔ اگر یوں کہا کہ فلان شخص نے مجھے دبوچ لیا تاکہ ظالموں نے میرا نقصان کر دیا تو فقط اس کہنے سے دعویٰ صحیح نہیں ہو۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ فلان شخص نے نا حق میرا خسارہ کر دیا تو بھی صحیح نہیں ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اسے میرا اس قدر نقصان کرایا بسبب اسکے کہ بادشاہی آدمیوں کو لیکر نا حق مجھ پر سعایت کی اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے بادشاہی آدمیوں کو لیکر نا حق اس مدعی پر سعایت کی اور بادشاہی آدمیوں نے نا حق اس مدعی سے بسبب اس مدعا علیہ کے سعایت کی اس قدر مال موصوف لے لیا تو ایسا دعویٰ اور گواہی دونوں صحیح ہیں اگرچہ قابض مال کو معین کر کے ذکر نہ کیا اور سعایت کی تفسیر ضرور چاہیے تاکہ دیکھا جاوے کہ آیا اسپر مال واجب ہوتا ہے یا نہیں پس اگر ایک شخص بادشاہی آدمیوں کے پاس آیا اور کہا کہ میرا اسپر واجبی حق چاہیے جو انھوں نے اسکو ادا کر دینے کے واسطے پکڑا اور اپنا حق لے لیا تو ایسی سعایت موجب ضمان نہیں ہو کیونکہ یہ حق پر ہے ابھی طرح اگر سعایت کی اور کہا کہ وہ میری جو روپاس آتا ہو پس سلطان نے اسکو پکڑا اور اس سبب سے مال اس سے لے لیا تو یہ موجب ضمان نہیں ہے اور جس سعایت سے ضمان واجب ہوتی ہو وہ یہ ہو کہ ایسی بات دروغ بیان کر دے جو مال لیے جانے کا باعث ہو جاوے مثلاً بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ فلان شخص نے مال پاپا سے اور حقیقت اسکو مال پاپا سے بادشاہ اس سے ظاہر میں اس کہنے سے مال لے لیا یہ خزانہ مفتیں میں ہو۔ اگر دعویٰ کیا کہ اسے تختہ رشوت نہ بخشی بدون تفصیل کے صحیح نہیں ہو پس اگر علی وجہ تفصیل کی تو سعایت ہوگی ورنہ نہیں گذافی الخلانہ

**تیسری فصل عقار کے دعوے کے بیان میں۔** اگر مدعی بہ عقار ہو تو اسکی چاروں حدیں ذکر کرے اور ان کے مالکوں کے نام بیان کرے اور ان کے باپ دادا تک بیان کرے کہ انکی الٰہ اختیار شرح المختار اور دادا کا ذکر کرنا امام اعظم کے نزدیک ضرور ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الولاہج میں لکھا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت سے ہے کہ وہ شخص مشہور نہ ہو اور اگر معروف ہو تو بالاجماع باپ دادا کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ چنانکہ امام ابو نعیم احمد بن محمد سمرقندی نے اپنی شروطین بیان کیا ہے کہ اگر دعویٰ عقار میں واقع ہو تو اس شہر کا جس میں ہے پھر یہ پھر پھر کو چکا ذکر کرنا ضرور ہے پس پہلے شہر کا پھر محلہ کا پھر کوچہ کا اسی طرح عاصیہ خاص کی طرح پھر قسطنطنیہ کا پھر جازو سے جیسا کہ امام محمد کا مذہب ہو اور ابوزید بغدادی نے بیان کیا کہ خاص سے عام کی طرح چلے کہ یہ پھر فلان کوچہ فلان شہر

میں واقع ہو اور قول امام محمد کا احسن ہو یہ فصول عادیہ میں ہے اور یہ ذکر کرے کہ وہ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور غفار میں مدعی و مدعا علیہ کے تصادق سے قبضہ ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ گواہی سے یا قاضی کے علم سے موافق مذہب بھیجے کے قبضہ کا ثبوت ہوتا ہے یہ کافی میں ہے اور بیان کرے کہ میں مدعا علیہ سے اسکا مطالبہ کرتا ہوں کیونکہ اس کا حق مطالبہ ہے پس مطالبہ کرنا ضرور ہے اور ایک احتمال بھی تھا کہ شاید مرہون ہو یا مٹن کے عوض اسکے پاس مجھوس ہو وہ مطالبہ کرنے سے دفع ہو گیا ہے اور اس سے مشائخ نے کہا کہ منقولات میں یہ کہنا واجب ہو کہ اسکے قبضہ میں بلا حجت ہے کذا فی الدیۃ۔ ایک جماعت نے اہل شروط سے بیان کیا کہ حدود میں لڑتی وارقان بیان کرنا چاہیے ضرورت وارقان نہ کہے اور ہمارے نزدیک دونوں لفظ یکساں ہیں جو کہ بہترین کذا فی المحیط اگر تین حدود بیان کر دیں اور چوتھی بیان کرنے سے خاموش رہا تو مضر نہیں ہے اور اگر خاموش نہ ہوا بلکہ چوتھی بیان کرنے میں خطا کی تو دعویٰ صحیح نہیں جوتی کہ اگر مدعا علیہ نے بیان کیا کہ یہ مجھ و دیگر قبضہ میں ہیں یا اس محدود کا تسلیم کرنا مجھ پر واجب نہیں ہے تو یہ صورت اس پر نہ چلے گی اور اگر یہ کہا کہ یہ محدود میرے قبضہ میں ہے مگر تو نے اس کی حدود میں خطا کی تو اسکے کہنے پر التفات نہ کیا جائیگا و لیکن اگر دونوں خطا ہونے پر متفق ہوں تو دوبارہ نالیش پیش ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک گھر کا دعویٰ کیا اور اسکی ایک حد پر بید کا گھر بیان کیا پھر دوبارہ دعویٰ کیا اور اس حد پر عمرو کا گھر بیان کیا تو مقبول نہیں ہے اگرچہ مدعا علیہ اسکی تصدیق کرے کہ اسنے غلط کیا یا نہیں۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک باغ انگور کا دعویٰ کیا اور اسکی حدود بیان کر دیں اور اسکی بعضی حد چارم عمرو بن احمد ابن یوسف کے تاک انگور سے ملی ہوئی ہے اور انھوں نے عمرو بن احمد ابن عمرو کے تاک سے پیوستہ لکھی ہے اور یہی دعویٰ کیا اور گواہوں نے بھی یہی گواہی دی اور قاضی نے حکم کیا تو یہ حکم اس مدعا علیہ کے قبضہ کے تاک انگور کے حق میں صحیح نہیں ہے چونکہ بعضے حدود کو غلط بیان کیا ہے اور مدعی کو اس میں تصرف کرنا جائز نہیں جو کذا فی خزائن المفتین

**قال المترجم** کما ظہری واللہ اعلم بمراد عباده۔ اور اگرچہ چارم میں بیان کیا کہ زقہ یا زقاق سے متصل ہو اور اسی طرف داخل یا دروازہ ہے تو یہ کافی نہیں ہے کیونکہ زقہ سبب ہوتے ہیں انگور کسی طرف منسوب کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو اور اگر کسی طرف منسوب نہ ہو تو محلہ یا قریہ یا ناحیہ کا زقہ بیان کرے کہ اس سے ایک طرح کی پہچان ہو سکتی ہے یہ فصول عادیہ و ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو حدیں ذکر کیں تو ظاہر الروایت کے موافق کافی جمین ہے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہے اور اگر تین حدیں ذکر کیں تو کافی ہے اور اس صورت میں چارم کے حکم کرنے کی صورت میں خصاف رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ بمقابلہ حد ثالث کے لئے کرا تدا سے حد اول تک ختم کردی جائیگی کذا فی المحیط۔

اگرچہ چارم دو شخصوں کی ملکیت سے متصل ہو اور ہر ایک کی زمین علیحدہ ہو یا کسی کی زمین اور مسجد سے ملحق ہو اور مدعی نے بیان کر دیا کہ حد چارم فلان شخص کی زمین سے پیوستہ ہے اور دوسرے شخص یا مسجد کو بیان نہ کیا تو صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دعویٰ صحیح نہ ہونا چاہیے یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اگر کسی محدود کا دعویٰ کیا اور اسکی ایک حد یا تمام حدیں مدعی کی ملک سے ملحق ہیں تو حد فاصل بیان کرنے کے حق میں بعض مشائخ نے کہا کہ ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ کی ملک سے متصل ہو تو فاصل ذکر کرنے کی ضرورت ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر مدعی بد زمین ہو تو یہی حکم ہے اور اگر بہت یا منزل یا دار ہو تو فاصل

ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہر دو پارہ فاصلہ ہوتی ہے یہ محیط میں ہے اور درخت نہیں فاصلہ ہوتا ہے اور سنا دیئے  
 بند آب فاصلہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور شجر اگر تمام مدعی بہ کو محیط ہو تو فاصلہ ہو سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے  
 اور راستہ حد ہو سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ اسکے طول و عرض بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ حد نہیں ہو سکتی ہے  
 اور اصح یہ ہے کہ نہر مثل خندق کے حد ہو سکتی ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اصح یہ ہے کہ نہر کے طول و عرض بیان  
 کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر عام راستہ حد قرار دیا گیا تو طریق قریہ یا طریق شہر بیان کرنے  
 کی ضرورت نہیں ہے کذا فی المحيط۔ اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ چار دیواری حد ہو سکتی ہے یہ فصول عادیہ میں ہے  
 اور یہی اصح ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اور مقبرہ اگر ٹیکرا ہو تو حد ہو سکتا ہے ورنہ نہیں یہ وجہ کروری میں ہے  
 اگر دس گھر زمین کا دعویٰ کیا اور نو کے حدود بیان کیے ایک کے نہ بیان کیے ہیں اگر یہ زمین ان سب کی زمینوں کے  
 درمیان میں ہو تو حد میں آگئی پس حجت سے ثابت ہونے کے وقت سب کا حکم دیا جاسکتا ہے اور اگر اس ایک  
 کی زمین ایک کنارے ہو تو بدون حدود ذکر کرنے کے معلوم نہیں ہو سکتی پولیس گری نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتیین و  
 ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کہا گز زمین وقف سے پوستانہ ہے تو صرف بیان کرنا ضرور ہے اور اگر زمین ملکیت سے پوستانہ  
 بیان کی تو امیر ملکیت کا نام و نسب بیان کرنا چاہیے اگر دو امیر ہوں کذا فی الخلاصۃ اور اگر حد میں بیان کیا کہ  
 فلاں کے وارثوں کی زمین سے پوستانہ ہے تو یہ کافی نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر لکھا کہ فلاں کے وارثوں  
 کی ملک سے ملحق سے تو کافی نہیں ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اور میں نے ایسے شخص کی تحریر دیکھی جس پر مجھے  
 اعتماد ہے کہ اگر یوں لکھا کہ فلاں شخص کے ترکہ۔ کہ گھر سے پوستانہ ہے تو صحیح ہے اور یہ نہایت عمدہ ہے اور اگر حد میں  
 بیان کیا کہ زمین میان دیہی سے پوستانہ ہو تو کافی نہیں ہے اور اگر اسکی کوئی حد میں ایسی زمینیں بیان کر دیں جنکے مالک  
 کا پتہ نہیں ملتا ہو تو کافی نہیں ہے۔ یہ تا وقتی کہ یہ نہ ذکر کرے کہ کس کے قبضہ میں ہیں اور اگر کسی حد میں بیان کیا کہ  
 ارا منی ملکیت سے پوستانہ ہے تو صحیح ہے اگرچہ بیان نہ کرے کہ کس کے قبضہ میں ہیں ولیکن فاصلہ بیان کرنا ضرور  
 ہے یہ فصول عادیہ میں ہے اور استثنیات مثل طریق و مقبرہ و حوض کے حدود بیان کرنے کی شرط ہونے کے باب  
 میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے شرط کیا ہے اور بعضوں نے نہیں اور بعضوں نے کی تحدید اس طرح ضرور  
 ہے کہ امتیاز حاصل ہو جاوے اور جس طرح ہمارے زمانہ میں لکھتے ہیں کہ حد دار پوستانہ اس زمین سے پوستانہ ہیں  
 جو اس دعوے میں داخل ہے یا اس بیج میں آئی ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے امتیاز حاصل نہیں ہوتا ہے  
 پس اس طرح ذکر کرے کہ امتیاز حاصل ہو یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے فرماتے تھے  
 کہ اگر مقبرہ کوئی ٹیکرا ہو تو اسکے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ ضرورت ہے یہ فصول عادیہ  
 میں ہر امام نسفی نے بیان کیا کہ امام سرخسی خاصۃً گاؤں کے خریدنے میں مسجدوں اور مقبروں و عام راستوں و  
 حوضوں وغیرہ کے حدود و مقدار طولی و عرضی بیان کرنے کی شرط کرتے تھے اور جن محضروں اور عیالت و دستاویزوں  
 میں ان چیزوں کی استثنائات بدون بیان حدود کے مذکور ہوتی تھی انکو رد کرتے تھے تھا وراہم سید ابو شجاع  
 نہیں بشرط کہ سنی تھے امام نسفی نے فرمایا کہ ہم بھی سنیانوں کو سناہی کرانے کے واسطے ایسا ہی فرما  
 دیتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جو ہمارے زمانہ میں تحریر کرتے ہیں کہ دونوں محضرتوں کو سناہی کرانے کے واسطے



اس تمام مبع کو پہچانتے و جانتے ہیں جس پر عقد واقع ہوا ہے پس اسکو بعض مشائخ نے رد کر دیا ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ گواہی کے وقت اس قاضی کو مبع معلوم نہیں ہو سکتی ہے پس تعین کرنا ضرور ہے یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار مقبوضہ غیر پر دعویٰ کیا قاضی نے دریا فت کیا کہ تو اس کے حدود پہچانتا ہے اُس نے کہا کہ نہیں پھر اُس نے دعویٰ کیا اور حدود بیان کر دیں تو سماعت نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں اہل حدود کے نام سے واقف نہیں ہوں پھر حدود بارہ دعوے میں بیان کیے تو سماعت ہوگی اور توفیق کی حاجت نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر اُس نے کہا کہ میں حدود نہیں جانتا ہوں پھر حدود بارہ دعوے کر کے بیان کر دیں اور کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ مجھے اہل حدود کے نام نہیں معلوم ہیں تو یہ توفیق مقبول ہو کر دعوے کی سماعت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک محدود کا دعویٰ کیا اور حدود بیان کر دیں اور یہ بھی بیان کیا کہ اُس میں درخت ہیں پھر معلوم ہوا کہ اُس کے حدود تو یہی ہیں جو اُس نے بیان کیے ہیں لیکن اُس میں درخت نہیں ہیں تو دعویٰ باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر بجائے درختوں کے احاطہ ذکر کیے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مدعی نے بیان کیا کہ اُس میں کوئی درخت نہیں ہے نہ کوئی احاطہ پھلوری ہے پھر معلوم ہوا کہ اُس میں بڑے بڑے درخت ہیں کہ جنکا پیدا ہو جانا بعد دعوے کے تصور نہیں ہو سکتا ہے تو دعویٰ باطل ہوگا اگرچہ حدود اُس کے موافق دعوے کے ہوں اگر کسی زمین کا دعویٰ کیا اور حدود بیان کر دیں اور کہا کہ دس جریب ہے اور اس سے زیادہ نکلی تو دعویٰ باطل نہ ہوگا یا کہا کہ اُس میں دس سن دانہ بویا جاتا ہے اور وہ اس سے زیادہ یا کم ہے مگر حدود بیان کر دیں وہ موافق دعوے کے ہیں تو دعویٰ باطل نہ ہوگا کیونکہ اس اختلاف میں احتمال توفیق ہو اور محتاج الیہ نہیں ہے یہ قوائے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی محدود کا دعویٰ کیا کہ فلاں موضع میں ہے اور حدود بیان کر دیں اور محدود کا نام نہ لیا کہ انگور کا باغ یا زمین یا یاد داری اور گواہوں نے بھی ایسی ہی گواہی دی تو شمس الائمہ نحسی کا فتویٰ منقول ہے کہ دعویٰ و گواہی صحیح نہیں ہو اور شمس الاسلام اور جذبی کا فتویٰ منقول ہے کہ مدعی نے اگر شہر و محلہ و موضع و حدود بیان کر دیں تو دعوے صحیح ہے اور محدود کا بیان چھوڑ دینے سے مدعا میں جہالت نہیں آتی اور امام ظہیر الدین مرغینانی جواب فتویٰ میں تحریر کرتے تھے کہ اگر کسی قاضی نے ایسا دعویٰ سنا تو جائز ہے اور بعض نے کہا کہ شہرہ گائون و محلہ کا ذکر کرنا لازم نہیں ہے اور رشید الدین نے بیان کیا کہ یہ بیان کرنا ضروری کہ کس جگہ ہے تاکہ جہالت مرتفع ہو اور یہی ذکر کیا کہ اگر کسی زمین کا قبالہ لکھا تو ضرور لکھنا چاہیے کہ یہ کس گائون میں ہے اور کس جگہ ہے کیونکہ حد و واگرچہ اُس نے بیان کر دیں مگر موضع بیان نہ کرنے سے جہالت باقی رہے گی اور میں کہتا ہوں کہ اہل شہر و ملک باہمی اختلافات کہ عام سے خاص کی طرف بیان کرتے ہوئے آنا چاہیے یا خاص سے عام کی طرف نتیجہ اجماع ہے کہ بیان کرنا شرط ہے یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے گھر میں اپنے پانی بہنے کے راستہ کا دعویٰ کیا تو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ منہ کے پانی بہنے کی نالی ہو یا دھوون اُس نالی سے بہتا ہے یا کدانی خزانہ المغنیت اور یہ بھی بیان کر دے کہ مقدم بیت میں پانی کی نالی ہو یا موخر میں کدانی الحیط کسی نے دوسرے کی زمین سے اپنے پانی کا برابر جاری ہونے کا دعویٰ کیا یا کسی کے گھر سے اپنا راستہ ہونے کا دعویٰ کیا تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ ہر دن جگہ و طول و عرض بیان کرنے کے دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی اور اہل میں مذکور ہے

[illegible]

کہ دعویٰ مسوع اور گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص پر مالش کی کہ اس نے بی زمین میں  
نہر کھود کر اس سے اپنی زمین میں پانی لے گیا تو ضرور ہے کہ جس میں نہر کھودی اس کو بیان کرے اور نہر کی جگہ کہ بائیں طرف  
ہے یا دائیں طرف ہو اور نہر کا طول و عرض و عمق بیان کرے بعد ازاں اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا تو دعویٰ ثابت باقرار ہوا  
اور اگر انکار کیا تو قسم لی جائیگی کہ واثقہ میں نے اس شخص کی زمین میں نہر نہیں کھودی ہو جس کا یہ دعویٰ کرتا ہو اسی طرح  
اگر اپنی زمین میں عمارت بنالینے کا دعویٰ کیا تو التفات نہ ہوگا جب تک کہ زمین کو اور عمارت کے طول و عرض کو اور یہ کہ  
اکڑی کی ہو یا مٹی کی ہو نہ بیان کرے اور اگر اپنی زمین میں درخت لگا دینے کا دعویٰ کیا تو بھی ایسا ہی ہے پس اگر  
مدعا علیہ نے عمارت بنانے یا درخت بودینے کا اقرار کیا تو عمارت ڈھا دینے اور درخت اکھاڑ ڈالنے کا حکم کیا جائیگا  
اور اگر انکار کیا تو قسم لی جائیگی کہ واثقہ میں نے اس کی زمین میں عمارت نہیں بنائی یا درخت نہیں لگائے پس اگر قسم سے باز رہا تو عمارت  
لگا دینے اور درخت اکھاڑ ڈالنے کا حکم کیا جائیگا یہ فیصلہ عمادیہ میں ہے اور اگر کسی شخص پر ایک گھر کے دس حصوں میں سے تین حصوں  
کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس گھر کے دس حصوں میں تین حصہ میری ملک و حق ہیں اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق میں آید  
یہ نہ بیان کیا کہ پورا گھر اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور گواہوں نے بھی اس کو نہ بیان کیا تو یہ دعویٰ گواہی مقبول ہے  
محیط میں جو نصف دارمشاع کے غصب کے دعوے میں یہ بیان کرنا کہ تمام دارمدعا علیہ کے قبضہ میں ہو بعض مشائخ کے نزدیک  
منقطع ہے کہ چونکہ نصف دارمشاع کے غصب میں تمام دارمشاع قبضہ میں ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ نصف دارمشاع کا غصب پورا  
منقطع ہو کہ دار و حصون کے قبضہ میں ہوا ہے ایک کے قبضہ سے غصب کر لیا تو نصف دارمشاع کا غصب ہو اہ فیصلہ  
عمادیہ میں ہے۔ اگر یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیمیری ہو اس سبب سے کہ میرے حصہ میں پڑی ہو تو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ قبضہ  
باہمی رضا مندی سے تھی یا حکم قاضی مخی کذا فی الوجیز الکروری۔ ایک شخص نے دوسرے کا دار و درخت لے کر مشتری کے  
سپر دکر دیا اور مالک نے اگر باغ پر دار کا دعویٰ کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس نے دار کے لینے کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے اور  
اگر بسبب غصب کے ضمان لینے کا دعویٰ کیا تو حکم بنا براسی اختلاف مشہور ہے کہ عقار کا سبب موجب ضمان  
ہوتا ہے یا نہیں اور بیچ کر کے سپرد کر دینے سے ضمان واجب ہونے میں امام اعظم سے دو روایتیں آتی ہیں کذا فی محیط  
اور صحیح روایت یہ ہے کہ بیچ کر کے سپرد کر دینے سے ضمان عقار واجب ہوتی ہے یہ فیصلہ عمادیہ میں ہے۔ اور اگر مالک نے  
اس دعوے میں بیچ کی اجازت دینے اور دام لینے کا ارادہ کیا تو دعویٰ صحیح ہے کذا فی محیط اپنے باپ کے ترکہ میں سے  
ایک دار کا دعویٰ کیا کہ میں نے اپنے باپ کے عرض میں یہ دار اس سے خریدا تھا اور باقی وارثوں نے اس سے انکار کیا  
تو بعض نے کہا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ صحیح ہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں ہو ایک شخص نے ایک عقار  
فروخت کیا اور اس کا بیٹا یا پور یا بعض اقارب وقت بیچ کے حاضر تھے اس کو جانتے تھے اور باہمی قبضہ ہو گیا اور  
مشتری نے ایک زمانہ تک اس میں تصرف کیا پھر بعض حاضرین نے دعویٰ کیا کہ یہ باری ملک ہو اور بیچ کے وقت بائیں  
مالک تھی تو متاخرین مشائخ سمرقند کا اتفاق ہے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اس وقت خاموش رہنا گویا یہ اقرار کرنا ہے کہ یہ بائیں  
کی ملک ہو اور مشائخ بخارا نے اس دعویٰ کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جو صدر الشہید نے اپنے واقعات میں فرمایا کہ مقتدی نے  
اگر مدعا نظر کر کے جو احوط ہو اس پر فتویٰ دیا تو بہتر ہو اور اگر ایسی نظر نہیں رکھتا تو مشائخ بخارا کے قول پر فتویٰ دے اور اگر  
وہ شخص جو بیچ کے وقت حاضر ہو یا مشتری کے پاس شن کا قصاص کرے کہ آیا پس اس کا لینے سے بیجا ہو تو پھر اپنی ملک ہو جائیگا

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

سموع نہ ہوگا اور تقاضے کی وجہ سے اسے گویا بیع کی اجازت دی پھر اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط  
 میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے وارقبوضہ پر دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو تیرے وصی سے تیری مالانی میں خریدا ہے  
 تو صحیح ہے جبکہ وصی کا نام و نسب ذکر کر دے ایسا ہی اگر کہا کہ میں نے تیرے وکیل سے خریدا ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر کہا کہ تجھ سے میرے  
 وکیل نے خریدا ہے تو صحیح نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔ ایک شخص نے ایک وار پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ یہ  
 وار میرے باپ فلان شخص کا ہے وہ مر گیا اور اسے اسکو میرے اور میری بہن کے واسطے میراث چھوڑا کہ ہم دونوں کے  
 سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور بھی چوپا سے وکیرے میراث چھوڑے پس ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور یہ بھرمیرے  
 حصہ میں آیا اور اب یہ تمام وار اس سبب سے میری ملک ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے تو یہ دعویٰ  
 صحیح ہے ولیکن یہ بیان کرنا ضروری کہ میری بہن نے اپنا حصہ میراث میں سے لے لیا تاکہ مدعا علیہ سے یہ دعویٰ کرنا کہ تمام  
 وار مجھے سپرد کرے صحیح ہو اور اگر مدعی نے اپنے دعوے میں یوں بیان کیا کہ میرا باپ مرا اور یہ وار میرے اور میری بہن کیواسطے  
 میراث چھوڑا پھر میری بہن نے میرے واسطے تمام کا اقرار کر دیا اور اسکی بہن نے اس اقرار کی تصدیق کی تو شیخ الاسلام  
 اور حنفی سے منقول ہے کہ دعویٰ صحیح ہے اور صحیح یہ ہے کہ تہائی میں یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے محیط میں ہوشمس الاسلام  
 اور حنفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر کسی مال معین کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کی ملک ہے  
 اُسے بعد موت کے میرے اور فلان و فلان کے واسطے میراث چھوڑا ہے پس وارثوں کے نام بیان کر دیے اور اپنا حصہ  
 نہ بیان کیا تو یہ دعویٰ صحیح ہو ولیکن جب پتہ کرنے کے مطالبہ کا وقت آوے تو اپنا حصہ بیان کرنا چاہیے اور اگر اپنا  
 حصہ بیان کیا مگر وارثوں کی تعداد نہ بتلائی مثلاً کہا کہ میرا باپ مرا اور اسنے یہ مال سیر اور سولے میرے ایک جماعت  
 کے واسطے میراث چھوڑا اور میرا حصہ اس میں سے اس قدر ہے اور سپرد کر دینے کا مدعا علیہ سے مطالبہ کیا تو دعویٰ صحیح  
 نہیں ہے اور وارثوں کی تعداد بیان کرنا ضروری کذا فی الذخیرہ۔ اگر کسی وار پر اپنے باپ یا ماں سے میراث پہنچنے کا دعویٰ  
 کیا اور مورث کا نام و نسب نہ بیان کیا تو شمس الاسلام اور حنفی سے منقول ہے کہ دعویٰ سموع نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔  
 اگر کسی مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے کیونکہ قابض نے میرا ہونے کا اقرار کیا ہے یا دہون کے  
 دعوے میں کہا کہ میرے اسپر ہزار درم ہیں کیونکہ اسنے میرے واسطے انکا اقرار کیا ہے یا یوں بیان کیا کہ اس شخص نے اقرار  
 کیا ہے کہ یہ مال معین میرا ہے اسپر اس قدر درم ہیں تو عامہ شائع کے قول پر یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے بخلاف لغتین میں  
 ذخیرے منقول ہے صدر الشہید نے شرح ادب القاضی میں لکھا ہے کہ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ شے  
 میری ہے پس اسکو حکم کیا جاوے کہ میرے سپرد کرے اور یہ دعویٰ نہ کیا کہ یہ میری ملک ہے تو عامہ علماء کے نزدیک سماعت ہوگی اور  
 قاضی حکم کرے گا کہ مدعا علیہ مدعی کے سپرد کرے فیصول عمادیہ میں ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ مال معین میری ملک ہے اور ایسا ہی  
 قابض نے اقرار کیا ہے یا کہا کہ میرے اسپر ہزار درم قرض ہیں اور ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے تو بالاجماع دعویٰ صحیح  
 ہوا و اقرار کے گواہ سے جائیں گے کذا فی الذخیرہ اور اس صورت میں اگر اسنے انکار کیا تو کیا اس سے اقرار قسم لی جاسکتی ہے  
 یا نہیں؟ فقہی اس بات پر ہے کہ اقرار قسم نہ لی جائیگی بلکہ مال پر قسم لی جائیگی فیصول عمادیہ میں ہے۔ اور جس طرح  
 سبب اقرار کے مال کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اسی طرح نکاح کا دعویٰ بھی سبب اقرار کے صحیح نہیں ہوتا ہے بخلاف لغتین  
 میں ہے اگر اپنے دعوے میں بیان کیا کہ قابض نے کہا کہ یہ مال معین تیرا ہے تو اسکی سماعت ہوگی کیونکہ یہ سبب کا

ملک میراث چھوڑا جائے والا ۱۳۱

دعویٰ ہے اور ہبہ ملک کا سبب ہوتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اگر مدعا علیہ کی طرف سے دفعیہ کا دعویٰ اقرار اس طرح ہو کہ مدعی نے اقرار کیا کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ حق نہیں ہے یا یہ اقرار کیا ہے کہ یہ شے مدعا علیہ کی ملک ہو اور گواہ سنائے تو ایسے دعوے اقرار کی سماعت میں اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک دفعیہ کی جست سے دعوے اقرار صحیح ہے کذا فی الفصول العادیہ

### تیسرا باب قسم کے بیان میں اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

**فصل اول** اختلاف و نکول کے بیان میں۔ اختلاف کے معنی معلوم ہونے کے واسطے قسم اور اسکی تفسیر و رکن و شرط و حکم کا جاننا ضرور ہے۔ واضح ہو کہ تین یعنی قسم عبارت ہو قدرت فوت ہونے سے و مراد قدرت سے بیان یہ ہو کہ انکار دعویٰ پر قسم کھانے والا اس امر کی قوت حاصل کرتا ہو کہ فی الحال مدعی کا دعویٰ دفع کرے اور رکن اس کا اللہ تعالیٰ کا نام مقدون بخیر ذکر کرنا ہے اور منکر کا انکار اسکی شرط ہے اور حکم یہ ہے کہ بعد قسم کے خصوصیت کا انقطاع ہو جاتا ہو اور جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اگر مدعی کے پاس اپنے دعوے کے گواہ نہ ہو تو اسکے دعوے کی پھر سماعت نہ ہوگی حسن ابن زیاد نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ اگر کسی شخص کو دعوے میں شک ہو تو چاہیے کہ اپنے خصم کو راضی کرے اور قسم کے واسطے جلدی نہ کرے اور اس سے صلح کرے اور اگر شبہ ہو پس اگر غالب رائے میں اسکا دعویٰ صحیح ہے تو اسکو قسم لینے کی گنجائش نہیں ہو اور اگر غالباً باطل ہے تو قسم لے سکتا ہے یہ محیط سہری میں ہے۔ اختلاف صحیح و دعویٰ میں جاری ہو نہ فاسد میں یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اگر دعویٰ صحیح ہے تو مدعا علیہ سے دریافت کرے اگر اپنے اقرار کیا تو فہما ور نہ اگر انکار کیا اور مدعی نے دلیل پیش کی تو مدعی کے موافق حکم کرے ورنہ مدعی کی درخواست پر اس سے قسم کیوں یہ کفر الدقائق میں ہے اگر منکر پر قسم عالم ہو تو چاہیے قسم کھائے اگر سچا ہے یا مال دیکر اپنی قسم کا فدیہ اتار دے یہ محیط سہری میں ہے۔ اگر مدعی کے کہنے سے مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے قسم کھالی اور قاضی نے قسم نہیں دلائی ہے تو یہ تحلیف نہیں ہو کہیو کہ تحلیف قاضی کا حق ہو یہ قنیہ و بحر الرائق میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی چار چیزوں میں قبل درخواست مدعی کے مدعا علیہ سے قسم لیگا۔ ایک یہ کہ شفیع نے اگر قاضی سے شفعہ کا حکم طلب کیا تو قاضی اس سے قسم لیگا کہ واعد میں نے شفعہ طلب کیا جس وقت مجھے خریداری کی خبر معلوم ہوئی اگرچہ مشتری اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے اور امام عظیمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی یہ قسم نہ لیگا۔ دوسرے یہ کہ عورت باکرہ نے بالغ ہو کر اگر نکاح سے جدائی اختیار کی اور قاضی سے تفریق کی درخواست کی تو قسم لیگا کہ تو نے بوقت بالغ ہونے کے ہی جدائی اختیار کر لی اگرچہ شوہر اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے تیسرے یہ کہ مشہوری نے اگر عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو قاضی اس سے قسم لیگا کہ جب سے تو نے دیکھا ہے تو عیب پر بلا حق نہیں ہوا اور دوسرے کے واسطے پیش کیا چوتھے یہ کہ عورت نے اگر قاضی سے اپنے نفقہ کی درخواست کی کہ اسکے شوہر غائب کے مال سے اسکے واسطے نفقہ مقرر کر دے تو اس سے قسم لیگا کہ شوہر نے اسکو جاتے وقت اسکو نفقہ نہیں دیا ہو اور واجب ہو کہ مسئلہ نفقہ میں اتفاق سب کا قول ہو یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اور صورت استحقاق میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدون طلب خصم کے مستحق سے قسم لیگا کہ واعد میں نے نہ اسکو فروخت کیا اور نہ ہبہ کیا ہو اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بدون درخواست خصم کے پھر قسم نہ لیگا یہ خلاصہ و وجہ سرگردی میں ہو اور بالاجمل جو شخص منیت پر

یہ قسم لینے کی گنجائش نہیں ہو اور اگر غالباً باطل ہے تو قسم لے سکتا ہے یہ محیط سہری میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی چار چیزوں میں قبل درخواست مدعی کے مدعا علیہ سے قسم لیگا۔ ایک یہ کہ شفیع نے اگر قاضی سے شفعہ کا حکم طلب کیا تو قاضی اس سے قسم لیگا کہ واعد میں نے شفعہ طلب کیا جس وقت مجھے خریداری کی خبر معلوم ہوئی اگرچہ مشتری اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے اور امام عظیمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی یہ قسم نہ لیگا۔ دوسرے یہ کہ عورت باکرہ نے بالغ ہو کر اگر نکاح سے جدائی اختیار کی اور قاضی سے تفریق کی درخواست کی تو قسم لیگا کہ تو نے بوقت بالغ ہونے کے ہی جدائی اختیار کر لی اگرچہ شوہر اس قسم لینے کی درخواست نہ کرے تیسرے یہ کہ مشہوری نے اگر عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو قاضی اس سے قسم لیگا کہ جب سے تو نے دیکھا ہے تو عیب پر بلا حق نہیں ہوا اور دوسرے کے واسطے پیش کیا چوتھے یہ کہ عورت نے اگر قاضی سے اپنے نفقہ کی درخواست کی کہ اسکے شوہر غائب کے مال سے اسکے واسطے نفقہ مقرر کر دے تو اس سے قسم لیگا کہ شوہر نے اسکو جاتے وقت اسکو نفقہ نہیں دیا ہو اور واجب ہو کہ مسئلہ نفقہ میں اتفاق سب کا قول ہو یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اور صورت استحقاق میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدون طلب خصم کے مستحق سے قسم لیگا کہ واعد میں نے نہ اسکو فروخت کیا اور نہ ہبہ کیا ہو اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بدون درخواست خصم کے پھر قسم نہ لیگا یہ خلاصہ و وجہ سرگردی میں ہو اور بالاجمل جو شخص منیت پر



قرضہ کا دعویٰ کرے اُس سے قاضی قسم لیگا بدو در خواست وصی و وارث کے کہ واللہ میں نے مدیون مین سے اپنا قرضہ بجز نہیں پایا اور نہ کسی نے مجھے اُسکی طرف سے ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی نے قبضہ کیا اور نہ میں نے اُسکو کل قرضہ یا کسی قدر سے بری کیا اور نہ مجھے کل قرضہ یا کسی قدر کو کسی برائے دیا اور نہ میرے پاس تمام قرضہ یا کسی قدر کے عوض ہیں۔ ہن ہے کذا فی الخلاصہ اور باوجود دلیل یعنی گواہوں کے قسم نہ لی جائیگی مگر چند مسئلوں میں ایک یہ کہ میرے ہر قسم کے دعویٰ کرنے والے نے اگر گواہ پیش کئے تو اُس سے قسم لی جائیگی اور کچھ خصوصیت قرض کے دوسرے کی تمین ہے بلکہ جس حق کا ترکہ میت میں دعویٰ ہوا اور گواہوں سے اُسکو ثابت کرے تو بدو در خواست خصم کے اُس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ میں نے اپنا حق نہیں بھرا یا اور اس میں مثل حقوق اللہ تعالیٰ کے بدو دعویٰ کے قسم لی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بیع میں گواہوں سے استحقاق ثابت کرنے والے سے سختی علیہ کو قسم لینے کا اختیار ہے کہ واللہ میں نے اُسکو فروخت نہیں کیا اور نہ ہیہ کیا اور نہ صدقہ کیا اور نہ یہ عین میری ملک سے خارج ہوئی ہے تیسرے یہ کہ جو شخص کسی بھاگے ہوئے غلام کا گواہوں سے دعویٰ کرے اس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ غلام میری ملک میں اب تک باقی ہے بچ کر دینے یا ہیہ کرنے کی وجہ سے خارج نہیں ہوا یہ بجز الرائق میں ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ اس مقدمہ کے گواہ میرے شہر میں موجود ہیں اور مدعا علیہ سے قسم کی درخواست کی تو امام اعظم کے نزدیک قسم لی جائیگی ولیکن اُس سے کہا جائیگا کہ تین دن کے واسطے اپنی ذات کا کفیل دے تاکہ تو غائب نہ ہو جائے کہ مدعی کا حق برباد ہوا اور یہ واجب ہے کہ کفیل ثقہ ہو اور گھر اُسکا معروف ہوتا کہ کفیل لینے کا فائدہ حاصل ہو کذا فی الکافی۔ اور اگر اُس نے کہا کہ گواہ نہیں ہیں یا غائب ہیں یا بیمار ہیں تو مدعا علیہ سے قسم لی جائیگی ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب یا بیمار ہیں تو مدعا علیہ سے اُسوقت قسم لی جائیگی کہ جب قاضی اپنا کوئی شخص امین اُس محلہ میں جہاں مدعی اپنے گواہوں کے نام و نشان بتلاتا ہے بھج کر دریافت کرے کہ گواہ غائب یا بیمار ہیں اور بدو اس کے موافق اُس شخص کے قول کے جس کے نزدیک گواہوں کے شہر میں موجود ہو سکی صورت میں استخلاف نہیں جائے مدعا علیہ سے قسم نہ لی گایہ محیط میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے قسم سے انکار کیا تو بسبب اسکے انکار کے ہمارے نزدیک مدعی کے مال کی ڈگری مدعا علیہ پر کر دیا وگی اور یہ ضرور ہے کہ یہ انکار قسم مجلس قضا میں واقع ہو کذا فی الکافی اور مدعی پر قسم رد نہ کی جائیگی کذا فی المدایہ اور قاضی کو چاہیے کہ یوں کہے کہ میں تجھ پر تین مرتبہ قسم پیش کرتا ہوں اگر تو نے قسم کھالی تو خیر ورنہ دعوے کی ڈگری تجھ پر دو ٹکا پس اگر مکرر تین بار پیش کیا اور اُس نے انکار کیا تو ڈگری کر دیا کذا فی الکافی اور یہ تکرار خصاف نے زیادہ احتیاط اور دفع غدر کے مبالغہ کے واسطے ذکر کی ہے اور مذہب یہ ہے کہ اگر ایک بار پیش کرنے کے بعد انکار قسم سے اُس نے مدعی کی ڈگری کر دی تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اول اولیٰ ہے کذا فی المدایہ اور اگر تین مرتبہ اُس پر قسم پیش کی گئی اور اُس نے کھالی پھر اگر اُس پر ڈگری کر دی گئی پھر اُس نے قسم کھانا ہوں تو التفات نہ کیا جائیگا اور اگر ہنوز ڈگری نہ ہوئی تھی کہ اُس نے کہا کہ میں قسم کھانا ہوں تو قبول کیا جائیگا۔ اور بعض مشائخ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ جب قضا نقد یا بھکاریہ سے ہو اور خصاف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور اسی ہفتویٰ ہے کذا فی الفصول المدایہ۔ اور اگر قاضی نے سپر ایک بار قسم پیش کی اُس نے کہا کہ میں نہیں کھانا ہوں پھر جب دوبارہ پیش کی تو کہا کھانا ہوں

لے سپر قرضہ ہو سکتا استحقاق قسم لینے کی درخواست کرنا



میں جہانی کوادی ایسا ہی خلف ابن ایوب نے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے اور اس نے کہا کہ فاضل بن کعب  
 کہ اگر یہ تیری عورت تو تو اسکو طلاق ہے پس شوہر کہے کہ ہاں یہ سراج النواج میں ہے پھر امام نے حکم دیا کہ فاضل کے  
 موافق جب نکاح میں اختلاف جاری نہیں ہوتا ہے اور عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور قاضی سے کہا کہ میں نکاح  
 نہیں کر سکتی ہوں کیونکہ یہ میرا شوہر موجود ہے اور نکاح سے انکار کرتا ہے پس اسکو نکاح ہے کہ بت طلاق دیا ہے  
 تاکہ میں کسی سے نکاح نہ کروں اور شوہر نہ کہو طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ طلاق دینے سے وہ نکاح سے خارج ہوتا ہے تو  
 اسکی عورت میں نکاح نہیں کیا گیا چاہیے تو غلطی سے امام علیؑ نے فرمایا کہ شوہر سے کہے تو اس عورت سے کہ کہ اگر تو  
 میری عورت بنے تو تجھے طلاق پر پہنچا دیں یہ اور اگر عوی شوہر کی طرف سے ہو اور کہنے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اسکی  
 بہن سے نکاح کروں یا اسکے بھائی سے چاہوں تو ان سے نکاح نہ کروں تو قاضی اسکو یہ اختیار نہ دیا کیونکہ وہ اقرار کرتا ہے  
 کہ یہ میری عورت ہے پس حکم دیا کہ اگر یہ ارادہ ہو تو اسکو طلاق دے دے پھر تجھے اختیار ہے کہ ذاتی البذلغ سے اور محرم و نسب میں  
 جہاں میں کے نزدیک اسوقت اختلاف ہو سکتا ہے کہ نسب ایک کے اقارب سے ثابت ہو سکتا ہو یا یہ میں جو مرد کا اقرار ہے یا  
 میں صحیح ہو والدین و ولد و زوجہ اور مالک کیونکہ اسنے ایسی شہادتیں اقرار کیں جو اسکولازم ہو اور اسو اسے انکے اقرار صحیح  
 نہیں ہو اور عورت کا اقرار یا میں صحیح ہو والدین اور شوہر اور مولیٰ کا اور ولد کا اقرار اسکا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں غیر پر  
 نسب کا بار ہے لیکن اگر شوہر ہے اسکے اقارب عمار کی تصدیق کی یا ولادت و ولد کی شہادت گزری تو صحیح ہے یہ  
 غایت البیان میں ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ مدعی نے ان اشیاء کے دعوے کے ساتھ مال کا دعویٰ نہیں کیا اور  
 اگر مال کا دعویٰ ہو مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ اس شخص نے مجھے اس قدر ہر نکاح میں لیا اور قبل و طے کے طلاق دی  
 اور نصف ہر کا دعویٰ کیا یا طلاق کا دعویٰ نہ کیا بلکہ نفقہ کا دعویٰ کیا تو بلا خلاف قاضی شوہر سے وقت انکار کے قسم لیا گیا  
 فتاویٰ مغربی میں ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ میں باپ کی طرف سے مدعا علیہ کا بھائی ہوں اور بہن یا باپ پر گیا اور جو مال  
 چھوڑا وہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے یا بھو دیت کا دعویٰ کیا مثلاً کہا کہ یہ مال بائع جسکو عقد کے طور پر لایا ہے میرا  
 بھائی کو مجھے نہیں چھوڑ کر کیا اختیار حاصل ہے تو قاضی نے انکار کیا یا مدعی نے کہا اور وہ بھائی کو میں حاصل کیا بھائی ہوں میرا  
 واسطے اس پر نفقہ مقرر کرو۔ پس اور مدعا علیہ نے بھائی ہوئے سے انکار کیا یا واپس سے یہ ہے جس نے کا ارادہ کیا پس  
 سوچو کہ نے کہا کہ میں بھائی ہوں تو مدعا علیہ سے وقت انکار کے دعوے نسب پر تم لیا گیا اور یہ بالاجماع ہو لیکن  
 اگر قسم سے باز رہا تو سوائے نسب کے مال یا حق انکے ثابت ہو جائیگا کافی میں جو سرقہ کے سوا ہے باقی حد و قسم نہ دیا جائے پر  
 اجماع ہو لیکن جوری کا دعویٰ اگر کسی پر کیا اور اسنے انکار کیا تو قسم لیا گیا پس اگر قسم سے باز رہا تو قاضی نے انکار کیا مگر  
 مال کا حصہ میں ہوگا۔ اسی طرح انجان میں بھی بالاجماع قسم نہ لی جائے گی کیونکہ انجان حصہ کے معنی میں نہیں مگر عورت نے  
 اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھے نکاح میں لیا یا اس نے مجھے نہ لیا یا سراج النواج میں ہے۔  
 اور مدعا علیہ نے نہ ذکر کیا ہو کہ حمل دو میں بالاجماع اختلاف نہیں ہو گا اس صورت میں کہ کسی جی کو متضمن ہو تو خود  
 قسم لیا جائیگا مثلاً اپنے حمل سے کہ اس نے انکار کیا تو اس نے انکار کیا اور اس نے انکار کیا تو اس نے انکار کیا اور اس نے انکار کیا  
 کیونکہ اس میں سوچو کہ میں تو مالک قسم لیا گیا پس اگر قسم سے باز رہا تو قاضی نے انکار کیا مگر مال کا حصہ میں ہوگا۔  
 پھر جب مدعی سے موافق مذکور کے اس شخص پر قسم لیا جائے تو سبب قسم کی جائیگی کہ اس نے

وہ جو مال کا حصہ میں ہوگا۔ اسی طرح انجان میں بھی بالاجماع قسم نہ لی جائے گی کیونکہ انجان حصہ کے معنی میں نہیں مگر عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھے نکاح میں لیا یا اس نے مجھے نہ لیا یا سراج النواج میں ہے۔ اور مدعا علیہ نے نہ ذکر کیا ہو کہ حمل دو میں بالاجماع اختلاف نہیں ہو گا اس صورت میں کہ کسی جی کو متضمن ہو تو خود قسم لیا جائیگا مثلاً اپنے حمل سے کہ اس نے انکار کیا تو اس نے انکار کیا اور اس نے انکار کیا تو اس نے انکار کیا کیونکہ اس میں سوچو کہ میں تو مالک قسم لیا گیا پس اگر قسم سے باز رہا تو قاضی نے انکار کیا مگر مال کا حصہ میں ہوگا۔ پھر جب مدعی سے موافق مذکور کے اس شخص پر قسم لیا جائے تو سبب قسم کی جائیگی کہ اس نے

جہاں

میں نے جب سے اپنے زنا پر تادم آزاد ہو جانے کی قسم کھائی جو اسکے بعد سے زنا نہیں کیا ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھے یا منافی اسے زنیق اسے کافر کیا یا اسنے مجھے مارا یا تھپڑ مارا یا اسے ہی امور کا دعویٰ کیا جن میں تغیر واجب ہوتی ہو اور قسم کی درخواست کی تو قاضی مدعا علیہ سے قسم لے گا پس اگر اسنے قسم کھائی تو کچھ نہیں ورنہ اگر قسم سے باز رہا تو اسپر تغیر ہوگی اور اس میں تخلیف حاصل ہوگی یہ طبع میں ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا اور اسنے انکار کیا تو بالاجماع اس سے قسم لے جائیگی یہ ہایہ میں ہو پس اگر اسنے قسم کھائی تو پوری ہو گیا یہ سراج الوباح میں ہے۔ اگر نفس کے دعوے سے ماسوا سے میں قسم سے باز رہا تو قصاص لازم ہوگا اور اگر نفس کے دعوے میں قسم سے باز رہا تو قبیہ کیا جائیگا میاں تک کہ اگر کو سے یا قسم کھا دے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوا تو صاحبین کے نزدیک دونوں صورتیں نہیں ارش واجب ہوگا کذا فی الہدایہ

دوسری فصل کیفیت میں اور اختلاف کے بیان میں جس شخص پر قسم عائد ہو قاضی اس سے اللہ تعالیٰ کی قسم لے گا اور غیر اللہ تعالیٰ کی قسم نہ لے گا یہ محیط سرخس میں ہے۔ اگر ہندی نے درخواست کی کہ اس سے قسم لے جاوے کہ جی جو رو کی طلاق تلبانی ہو غلام کے آزاد ہو جانے کی قسم کھاوے یعنی اگر ایسا ہو جیسا مدعی کہنا ہو تو اسکی جو کو حکایت ہو تو قاضی غلام پر الزام روایت کے قاضی اسکو منقولہ کبرے گا کیونکہ طلاق و عتاق وغیرہ کے مانند کی قسم کھانا حرام ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قسم میں تغلیط کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ کے اوبان پڑھاوے کہ قسم ہے اس اللہ پاک کی جیسے ہوا سے کوئی سمجھو نہیں ہے اور وہ ظاہر و پویشیدہ ہے واقف ہے وہی قسمی جیسیم ہے اور پوشیدہ کو اس طرح بتاتا ہے جس طرح علانیہ کو جانتا ہے کہ بھیر یا میری طرف یہ ال فلان شخص کا سبکدوش دعویٰ کرتا ہے یعنی اس اس قدر نہیں پڑا اور نہ اس میں سے کچھ ہے۔ اور اسکا اختیار ہو کہ تغلیط میں اسپر زیادہ کر دے یا نہ کر دے اور اگر احتیاط کرے تو لفظ دیا دے کہ نہ کرے تاکہ مکر قسم اسپر نہ ہو جاوے اور اگر چاہے تو قاضی تغلیط نہ کرے صرف اللہ تعالیٰ کا کلام دے کذا فی الکافی اور بعض شائخ نے فرمایا کہ قاضی اگر مدعا علیہ کی صورت سے نیکیوں اور صالحیوں کے لئے تارباوے اور اپنے نزدیک اسکو قسم نہ پھر او سے تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کاں ہے اور اگر اسکا برخلاف ہو تو تغلیط کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مال کو دیکھ اگر مال کشیدے تو تغلیط کرے ورنہ فقط اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دلاوے پھر مال عظیم کی تعداد بعضوں نے یہ بیان کی کہ بقرہ نصیب کرنا کے بعد جو حصوں نے بقرہ نصیب سرقہ کے مال کثیر کھائے۔ اگر ہودی پر تغلیط منظور ہو تو یوں قسم دلاوے کہ تم میں اللہ تعالیٰ کی قسم ہے مہنی پھر اوراق نازل فرمائی اور اگر نصرائی پر تغلیط ہو تو یوں قسم دلاوے کہ قسم اس اشکال کی کہ تھپڑ مہنی پر انجیل نازل فرمائی ہے کذا فی المحیط۔ اور کسی خاص مصحف کی طرف اشارہ کر کے قسم نہ دلاوے بلکہ قسم میں اللہ تعالیٰ کی جسے یہ انجیل یا یہ تورہ نازل فرمائی ہے کیونکہ جب دونوں میں سے کسی قدر کی نحو جہت فائدہ ہو تو اس سے مامون نہیں کہ اشارہ تحریف کی طرف واقع ہو پس اسکی قسم دلاوے تغلیط کے ساتھ جو ایسی چیز کے ساتھ ہوگی جو اللہ تعالیٰ پر عود ہے کلام نہیں ہے کذا فی الہدایہ۔ اور جو کسی کو اگر تغلیط کے ساتھ قسم دلاوے تو یہی دلاوے کہ قسم اس اللہ تعالیٰ کی جسے آگ کو پیدا کیا ہے ایسا ہی امام محمد کے کتاب المراسل میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے کذا فی الہدایہ مکر اللہ قاضی اور ظاہر الزامیت میں امام اعظم و امام ابو یوسف کے خلاف تھوڑی نہیں ہو سکتی اور

صاحب  
فتاویٰ  
ہندیہ  
کتاب  
الموعود  
باب  
سوم  
و قسم



میں امام اعظمؒ سے مری ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ قسم خالص اللہ تعالیٰ کے سوا سے نہ لی جاوے اسی طرح بعض مشائخ نے فرمایا کہ قسم کے وقت آگ کا ذکر نہ کرنا چاہیے یہ مبسوط میں ہے اور سوا سے مجوسیوں کے اور مشرکین سے صرف اللہ تعالیٰ کی قسم لی جائیگی اور یوں نہ قسم لی جائیگی کہ قسم اُس اللہ تعالیٰ کی جسے وثن اور صنم کو پیر کیا ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور مشرکین سے لے کے عبادت خانوں کی قسم نہیں لی جائیگی کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور سلمان پر تغلیظ قسم زمانی یا مکان کے ساتھ واجب نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ گوئگے کا قسم دلانا اس طور سے ہی کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اگر اس شخص کا تجھ پر حق ہو اور گونگا اپنا سر بلاوے یعنی ہاں۔ اور یوں قسم نہ لے کہ واللہ تعالیٰ اس شخص کے ہزار درہم نہیں ہیں اور وہ سر بلاوے کہ ہاں یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر مدعی گونگا ہے اور اس کے اشارے سمجھ میں آتے ہیں اور معروف ہیں اور اس کا خصم صحیح سالم ہے تو قاضی گوئگے کی درخواست سے اُس سے قسم لیگا کہ قسم اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے جیسا کہ دونوں کے صحیح سالم ہونے کی صورت میں تھا اور اگر مدعا علیہ گوئگے ہونے کے باوجود بہر اجماعی ہو اور قاضی اُسکو بہر اجماعی ہو تو لگہ کر اُس سے جواب طلب کر لگا کہ تحریری جواب دے اور اگر وہ لکھنا نہیں جانتا ہے اور لکے اشارے سمجھ جاتے ہیں اور وہ معروف ہیں تو اُسکو اشارے سے بتلانے کا حکم دیا اور مثل گوئگے کے اُسکے ساتھ برتاؤ کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر قرض کا دعویٰ کیا اور کوئی سبب بیان نہ کیا تو حاصل قسم لیگا کہ واللہ اس شخص کا تجھ پر میری طرف یہ مال جسکا دعویٰ کرتا ہو اور وہ اس قدر نہیں بلکہ نہ اس میں سے کچھ ہے اسی طرح اگر کسی ملک یا حق کا مال میں حاضر میں دعویٰ کیا اور کوئی سبب نہ بیان کیا تو بھی یوں قسم لی جائیگی کہ واللہ یہ مال معین خٹان بن فلان کا نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے۔ احتیاطاً جزو کل کو جمع کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی قدر درم یا دینار کا بسبب قرض یا خرید کے دعویٰ کیا یا کسی ملک کا بسبب بیع یا ہبہ کے دعویٰ کیا یا غصب یا عاقبت کا دعویٰ کیا تو چارے اصحاب سے ظاہر الروایت یہ ہے کہ حاصل دعویٰ پر قسم لی جاوے اور سبب پر قسم نہ لی جاوے یعنی یوں قسم نہ دلائی جاوے کہ واللہ میں نے اُس سے یہ مال قرض نہیں لیا یا یہ کل مال معین میں نے غصب نہیں کیا یا یہ میرے پاس ودیعت نہیں رکھا یا میں نے نہیں خریدا ہے یا میں نے یہ مال معین اسکے ہاتھ نہیں بیچا ہے خواہ مدعا علیہ کچھ عرض کرے یا نہ کرے ولیکن ہا سوا سے ودیعت کے یوں قسم لی جاوے کہ واللہ تجھ پر میری طرف یہ مال کہ جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے اور ودیعت میں یوں قسم دلائی جاوے کہ واللہ میرے ہاتھ میں یہ ودیعت کہ جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہے اور نہ میری طرف سے اس میں کوئی حق ہو اس واسطے کہ مدعی نے اگر ودیعت تلف کر دی یا کسی چور کو اسکا پتہ بتلایا تو مدعا علیہ کے ہاتھ میں نہ ہوگی ولیکن اُسکا ضامن ہوگا اس لیے یوں ہی قسم لی جاوے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے بجز واضح ہو کہ حاصل دعویٰ پر قسم دلائی جائے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اصل ہے جبکہ ایسے سبب سے ہو کہ رفع واقع سے مرتب ہوئی ہو اور اگر اس میں مدعی کے حق پر لحاظ جاتا رہتا ہو تو بالاجمل سبب پر قسم لی جائیگی مثلاً کسی عورت مطلقہ نے جسکو طلاق بہت دی گئی ہے نفقہ کا دعویٰ کیا اور شوہر کے مذہب میں یہ ہے کہ نفقہ نہیں ملنا چاہیے یا جو آدمی کے سبب سے شخص کا دعویٰ کیا اور شہتری کے نزدیک شفعہ جاری نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ مثلاً وہ شافعہ نہیں مذہب ہی تو اس صورت میں حکم کو کو حادی دیکھ کذا فی الحکامی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر مدعی نے سال کا مطلقہ

دعویٰ کیا تو مال پر قسم لی جائیگی اور اگر سبب ذکر کر کے دعویٰ کیا تو مال پر اس سبب کے ساتھ قسم لی جائیگی کہ واثقہ میں نے اس سے یہ مال مثلاً قرض نہیں لیا یہی مگر اس صورت میں ایسا نہ ہوگا کہ جب قاضی سے مدعا علیہ عرض کرے کہ مجھے اس طرح قسم نہ دلائی جاوے کیونکہ آدمی مال اکثر قرض لیتا ہے لیکن دعویٰ کے وقت اس پر یہ مال نہیں ہوتا یہی کیونکہ وہ ادا کرتا تھا یا بری ہو جاتا ہے تو اس صورت میں قاضی حاصل دعویٰ پر قسم لے گا اور اسی کو بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور غشس لائے حلوائی نے فرمایا کہ مدعا علیہ کا جواب دیکھنا چاہیے اگر آئے کہ میں نے اس سے کچھ قرض نہیں لیا اور نہ غصب کیا ہے تو سبب پر قسم لی جاوے گی اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مجھ پر یہ مال جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے تو حاصل پر قسم لی جاوے گی کہ وہ مجھ پر یا میری طرف یہ مال جسکا یہ دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ ہو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ قول میرے نزدیک بہت عمدہ ہے اور اسی کو اکثر قاضیوں نے اختیار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر سبب ایسا ہو کہ دفع رافع کے مرتفع نہ ہو تو بالا جماع سبب پر قسم لی جاوے گی مثلاً غلام مسلمان نے لگا پنے مالک پر دعویٰ کیا کہ اس نے آزاد کیا ہے کیونکہ اس پر دوبارہ قیمت مکرر نہیں ہوتی ہے بخلاف باندی یا کافر غلام کے کیونکہ باندی پر مرتد ہو کر دارالحرب میں جلتے سے دوبارہ رقیبت آسکتی ہے ایسا ہی کافر پر عہد ثوث کر دوبارہ دارالحرب سے پکڑے جانے سے رقیبت آجائے گی کذا فی البدایہ مشتری نے اگر خرید کا دعویٰ کیا پس اگر ثمن ادا کر دینے کا ذکر کرتا ہے تو مدعا علیہ ہے یون قسم لی جائیگی کہ واثقہ غلام یا کچھ اس سے مدعی کی ملک اس سبب سے نہیں جس سبب سے دعویٰ کرتا ہے اور یون قسم نہ دلائی جائے گی کہ واثقہ میں نے فروخت نہیں کیا ہے یہ فیصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر چاہے تو یون قسم دلاوے کہ واثقہ میرے اور اس کے درمیان جس میں دعویٰ کرتا ہے اس وقت بیع قائم نہیں ہے یا یون کہے کہ واثقہ یہ گھر بیوض اس ثمن کے کہ جسکا دعویٰ کرتا ہے اس وقت خرید میں نہیں ہے یا واثقہ یہ بیع کہ جسکا مجھ پر اس گھر کے بارہ میں دعویٰ کرتا ہے بیوض اس ثمن کے اس وقت قائم نہیں ہے جیسا کہ اس نے دعویٰ کیا ہے اور اگر چاہے تو یون قسم دلاوے کہ واثقہ مجھ پر اس زمین کا سپرد کرنا سبب اس بیع کے جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں واجب ہو خواہ مدعا علیہ قاضی سے کچھ عرض کرے یا نہ کرے کذا فی شرح ادب العوام فی الخصاف۔ اور اگر مدعا علیہ نے دام واگردینا ذکر نہ کیا تو قاضی اس سے کہے گا کہ دام حاضر کر کچھ جیتے دام لایا تو قاضی قسم دلاوے گا کہ واثقہ مجھ پر ان داموں کا لینا اور اس بیع کا دینا جس وجہ سے مدعی دعویٰ کرتا ہے واجب نہیں ہے۔ اور اگر چاہے تو یون قسم دلاوے کہ واثقہ میرے اور اس کے درمیان بیع ہوا ہے اس دم قائم نہیں ہے فیصول عمادیہ میں ہے۔ اگر بایع نے بیع کا دعویٰ کیا اور مشتری نے انکار کیا پس اگر کہنے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے بیع سپرد کر دی اور دام نہیں وصول پائے ہیں تو مشتری سے قسم لی جائیگی کہ واثقہ میری طرف نہ رہا دار پر اور نہ اسکے دام میں ہوا اگر کہنے یہ دعویٰ کیا کہ کہنے بیع نہیں دی اور نہ دام پائے ہیں تو یون قسم لی جائیگی کہ واثقہ یہ دام میں نہیں ہے اور نہ یہ دام جو اس نے بیان کیے ہیں مجھ پر واجب ہیں یہ محیط خبری میں ہے۔ اور مال میں دشمن دونوں قسم لی جائیگی جیسا کہ عموماً خرید میں ہوتا ہے فیصول عمادیہ میں ہے۔ اور نکاح میں یون قسم لی جاوے گی کہ ہم دونوں میں فی الحال نکاح نہیں ہے کذا فی البدایہ۔ اگر عورت نے نکاح تو مہر کا دعویٰ کیا تو صاحبین سے ظاہر الروايت میں مروی ہے کہ حاصل دعویٰ پر قسم لی جائیگی کہ واثقہ عورت میری جو رہ نہیں ہے جس نکاح سے کہ دعویٰ کرتی ہے اور مجھ پر مہر جسکا دعویٰ کرتی ہے واجب ہوا اور نہ مہر اس قدر ہے اور نہ اس میں سے کچھ مجھ پر واجب ہے اور اگر کہے ہیں اس مہر کا مہر ہو تو عورت اپنے قسم لی جائیگی کہ واثقہ میری جو رہ نہیں ہے مگر اگر کہے ہیں



کے عوض مزد سے خلع کر لیا اور شوہر نے انکار کیا تو اسکا قول لیا جائیگا اور ظاہر الروایت کے موافق حاصل دعوے پر قسم  
 لی جائیگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قوال پر سبب قسم لی جائیگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ  
 کیا کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس میں داخل ہو تو اس میری عورت پر تین طلاق ہیں اور بعد اس قسم کھانے کے یہ  
 شخص اس دار میں داخل ہوا پس اگر شوہر نے قسم اور دار میں داخل ہونے کا اقرار کیا تو طلاق کا اقرار کیا اور اگر  
 وہ ان باتوں سے انکار کیا تو مباح ظاہر الروایت کے حاصل دعوئی قسم لی جائیگی کہ واثقہ یہ عورت مجدد سے تین طلاق  
 کے ساتھ بائیں نہیں ہے جیسا کہ یہ دعویٰ کوئی ہے اور اگر قسم کا اقرار کیا مگر بعد قسم کے دار میں جانے سے انکار کیا تو یوں  
 قسم لی جائیگی کہ واثقہ اس کی طلاق کے قسم کھانے کے بعد میں اس دار میں نہیں گیا اور اگر اس زمانے میں دیکھا گیا کہ  
 اقرار کیا اور قسم کھانے سے انکار کیا تو یوں قسم لی جائیگی کہ واثقہ اس دار میں داخل ہونے سے پہلے میں نے قسم نہیں کھائی  
 تھی کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوں تو میری عورت کو تین طلاق ہیں یہ قاضی خاں میں ہے۔ اور ایسا ہی عتاق  
 کی صورت میں ہو کہ اگر غلام یا باندی نے اپنے مالک پر دعویٰ کیا کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوں تو  
 یہ آزاد ہے اور پھر یہ شخص داخل ہوا تو اسی طرح قسم لی جائیگی اور اگر مالک یا شوہر نے ان قسموں میں قاضی سے کچھ عرض  
 کیا تو یوں قسم لی جائیگی کہ واثقہ یہ عورت میری طرف سے تین طلاق کی جائیگی سبب اس قسم کے جس کا دعویٰ کرتی ہو نہیں ہے  
 اور نہ یہ باندی سبب اس قسم کے جس کا دعویٰ کوئی ہو جو وہ ہے پس اگر اس طرح قسم کھائی تو اسکی مراد حاصل نہیں ہے بشرط  
 ادب قاضی میں ہے۔ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے تیرے پاس اس قدر مال ودیعت رکھا ہوتا ہے کہ اگر تو نے فلاں شخص  
 کے ساتھ رکھا ہے اس سبب میں تجھے ضرر پہنچا تو دعا علیہ سے قسم لی جائیگی کہ واثقہ سبب تجھے واپس کر لیجئے واجب نہیں ہوتا  
 اگر اس نے قسم کھائی تو خصومت رفع ہو یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک باندی غصب کر لی اور اسکو غائب کر دیا پس مالک نے  
 گواہ سنا ہے کہ اس نے میری باندی غصب کر لی تو دعا علیہ کیا جائیگا یہاں تک کہ اسکو لاکر مالک کو واپس دے اور سبب غصب  
 کے یہ دعویٰ صحیح ہو یا وجود حیات کے اور اگر مالک کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس سے قسم لی جائیگی کہ واثقہ اس شخص کی  
 باندی مجھ پر چاہے اور نہ اسکی قیمت یعنی اس قدر درم اور نہ اس سے کم ہو ویر کروری میں ہے۔ اور اجارہ اور فراغت و  
 بیعت میں ہونے پر قسم لی جائیگی کہ واثقہ میرے اور اس کے درمیان اس طرح کا اجارہ یا اس زمین کی فراغت اس وقت سے  
 اور جو وقت تک کا دعویٰ کرنا میری عرض اس قدر حرج کے جو دعویٰ نے بیان کی لازم قائم نہیں ہے یہ مختصر میں ہے۔  
 اگر مرنے کے گھر کے کرایہ کا دعویٰ کیا اور دعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی یوں قسم لے گا کہ واثقہ میری طرف سے اس کا کرایہ  
 جو اس گھر کے کرایہ کا وقت کرایہ دینے سے دعویٰ کرتا ہے نہیں ہو اور بشانچ نے فرمایا کہ اگر قاضی چاہے تو یوں قسم لے کہ واثقہ  
 میری طرف سے اس کا کرایہ جیسا کہ اس سبب سے جو دعویٰ میں بیان کیا نہیں چاہیے یا جس وجہ سے دعویٰ کیا ہے  
 نہیں چاہیے یہ مختصر میں ہے۔ اگر بال یا عروس کی کفالت کا دعویٰ کیا تو حاصل دعوئی قسم لی جائیگی لیکن اس وقت  
 قسم لی جائیگی کہ جب کفالت مجھ کا دعویٰ ہو تو اسے خواہ مخبر ہو یا کسی شرط متعارف پر حلق ہو اور بیان کرے کہ کفالت  
 اس کے حکم سے تھی یا نہیں کفالت میں اس کفالت سے اسے اجانت دی تھی اور بدین اس کفالت کا صحیح دعویٰ ہو گا یہاں  
 تخلیق اس قدر ہے کہ یوں قسم لی جائیگی کہ واثقہ میری طرف سے یہ لازم سبب اس کفالت کے جس کا یہ دعویٰ کرتا ہے  
 نہیں میں اس کفالت کا ذکر اس واسطے کہ دوسری کفالت کو شامل نہ ہو جو اسے اس طرح لکھ کفالت کی عرض کی ہو تو

کے ساتھ رکھا ہے اس سبب میں تجھے ضرر پہنچا تو دعا علیہ سے قسم لی جائیگی کہ واثقہ سبب تجھے واپس کر لیجئے واجب نہیں ہوتا





نہو تو اس کپڑے کو نابینا اندازہ کرادے اور اس خرق کے ساتھ اندازہ کرادے پس جس قدر نقصان ہو وہ دلاوے مگر اسوقت دلاویگا کہ اس سے قسم لے کہ وائند اس شخص کے چھپراتے درم نہیں چاہیے ہیں پس اگر قسم کھالی تو چھوٹ گیا ورنہ نقصان ادا کرے اور بعض خرق ایسا ہوتا ہے کہ جس میں مدعی کو اختیار ہو تاہی کہ چاہے کپڑے لے لے اور اسکا نقصان لے لے یا اس کپڑے کو مدعا علیہ کے حوالے کرے اور اسکی پوری قیمت لے لے اور یہ خرق وہ ہے کہ جو بہت ہوا اور ٹھوڑے خرق میں نقصان لے سکتا ہو جیسا کہ بیان ہوا اور یہ حکم اسوقت ہو کہ کپڑا حاضر ہو اور اگر کپڑے کو نہ لایا اور اگر دعویٰ کیا کہ اس مدعا علیہ نے میرا کپڑا بھاڑا الہی تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ اس خرق سے تیرا کس قدر نقصان ہوا ہے اسکو بیان کرنا کہ مدعی علیہ سے اتنے کی قسم لیجائے اور یہ حکم اسوقت ہو کہ خرق ٹھوڑا سا ہو کہ انی شرح ادب القاضی المختصاف اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہو اور اگر خرق زیادہ ہو کہ جس سے تمام کپڑے کی قیمت واجب ہوتی ہو تو سبب قسم لیگا کہ وائند میں نے یہ فعل خرق جس طرح مدعی دعو کرتا ہو نہیں کیا ہو اس میں مدعی کے حق کا لحاظ ہو اگرچہ مدعا علیہ کے حق میں ضرر منظور ہو کہ انی شرح ادب القاضی المختصاف للصدر الشہید اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ اسنے میری دیوار دھادی یا توڑ ڈالی ہو اور مقدار دیوار اور موقع شکست اور نقصان کو بیان کر دیا اور قاضی سے نقصان کی درخواست کی تو قاضی اس شخص سے حاصل دعو سے قسم لیگا کہ وائند چھپراس مدعی کے اس قدر دھام یا کچھ اس میں سے نہیں چھپیں جب بین یفتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ایسا ہی نقصان نے ذکر کیا ہے اور شمس لائیکہ حوالی نے بیان کیا کہ سبب قسم یعنی چاہیے حاصل دعویٰ پر نہ لینی چاہیے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے میری بکری یا گائے یا بکری یا میرے غلام کی آنکھ بھڑادی اور وہ سوائے اسکے اور کسی وجہ سے مر گیا یا مچے چوپایہ کی آنکھ بھڑادی یا میرے بکری مال میں نقصان کر دیا اور یہ چیز حاضر نہیں ہو تو قاضی دریافت کرے گا کہ اسکا نقصان کس قدر ہو پس اسی قسم لیگا اور سبب قسم نہ لیگا کیونکہ سبب قسم لینے سے مدعا علیہ کا ضرر ہو اور حاصل دعویٰ پر قسم لینے سے مدعی کا نقصان نہیں ہو کہ انی شرح ادب القاضی ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے میری دیوار پانی کی رکھلی یا میری چھت پانی بہایا یا میرے گھر میں پیرا لجا رہی کیا یا میری چار دیواری میں دروازہ نکالا ہے یا میری دیوار پر عمارت بنائی ہے یا میری زمین میں مٹی یا بالو ڈلوائی یا کوئی فردہ جانور ڈال یا میری زمین میں خست لگا دیے یا کوئی فصل کیا ہو کہ جس سے زمین میں نقصان آتا ہو اور زمین کے مالک کو اسکے دور کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے صحت دعوے کے واسطے دیوار کا طول و عرض و موضع بیان کر دیا اور زمین کے خدمہ دو موضع کو بیان کر دیا پس اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی سبب قسم لیگا اور اگر یہ صورت ہو کہ دیوار پر پانی رکھنے والا مدعی ہو اس طرح کہ میری لکھلی اس شخص کی دیوار پر تھی وہ لکھلی یا میں نے درست کرنے کے واسطے اسکا لکھلی کیا تھا اب یہ شخص مجھے رکھنے نہیں دیتا ہو تو بدوون نصیح دعوے کے سماعت نہ ہوگی اور نصیح اس طرح ہوگی کہ میں کی جگہ بیان کرے اور یہ بیان کرے کہ مجھے ایکنہ بلیان رکھنے کا حق تھا اور میں کی بلیان کر کے ہر جب دعویٰ صحیح ہوا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی حاصل دعوے سے قسم لیگا کہ وائند اس شخص کو ایسی ایسی مٹی رکھنے کا اس دیوار پر اس مقام پر حق واجب حاصل نہیں ہے پس اگر اسنے انکار کیا تو اسپر ڈگری ہو جائیگی اور اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری زمین میں ایک گڈھا کھود دیا کہ جس سے زمین میں نقصان ہوا اور نقصان کی درخواست دی پس اگر زمین

اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ اسنے میری بکری یا گائے یا بکری یا میرے غلام کی آنکھ بھڑادی اور وہ سوائے اسکے اور کسی وجہ سے مر گیا یا مچے چوپایہ کی آنکھ بھڑادی یا میرے بکری مال میں نقصان کر دیا اور یہ چیز حاضر نہیں ہو تو قاضی دریافت کرے گا کہ اسکا نقصان کس قدر ہو پس اسی قسم لیگا اور سبب قسم نہ لیگا کیونکہ سبب قسم لینے سے مدعا علیہ کا ضرر ہو اور حاصل دعویٰ پر قسم لینے سے مدعی کا نقصان نہیں ہو کہ انی شرح ادب القاضی ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے میری دیوار پانی کی رکھلی یا میری چھت پانی بہایا یا میرے گھر میں پیرا لجا رہی کیا یا میری چار دیواری میں دروازہ نکالا ہے یا میری دیوار پر عمارت بنائی ہے یا میری زمین میں مٹی یا بالو ڈلوائی یا کوئی فردہ جانور ڈال یا میری زمین میں خست لگا دیے یا کوئی فصل کیا ہو کہ جس سے زمین میں نقصان آتا ہو اور زمین کے مالک کو اسکے دور کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے صحت دعوے کے واسطے دیوار کا طول و عرض و موضع بیان کر دیا اور زمین کے خدمہ دو موضع کو بیان کر دیا پس اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی سبب قسم لیگا اور اگر یہ صورت ہو کہ دیوار پر پانی رکھنے والا مدعی ہو اس طرح کہ میری لکھلی اس شخص کی دیوار پر تھی وہ لکھلی یا میں نے درست کرنے کے واسطے اسکا لکھلی کیا تھا اب یہ شخص مجھے رکھنے نہیں دیتا ہو تو بدوون نصیح دعوے کے سماعت نہ ہوگی اور نصیح اس طرح ہوگی کہ میں کی جگہ بیان کرے اور یہ بیان کرے کہ مجھے ایکنہ بلیان رکھنے کا حق تھا اور میں کی بلیان کر کے ہر جب دعویٰ صحیح ہوا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی حاصل دعوے سے قسم لیگا کہ وائند اس شخص کو ایسی ایسی مٹی رکھنے کا اس دیوار پر اس مقام پر حق واجب حاصل نہیں ہے پس اگر اسنے انکار کیا تو اسپر ڈگری ہو جائیگی اور اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری زمین میں ایک گڈھا کھود دیا کہ جس سے زمین میں نقصان ہوا اور نقصان کی درخواست دی پس اگر زمین











نابالغ لڑکا بالغ ہو اور اس نے دعویٰ کیا تو اسکو دلادیا جائیگا یہ قضاو سے قاضی خان میں ہو کسی نے شفعہ جو ارکا دعویٰ کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے جواب مانگا تو اس نے کہا کہ یہ وار میرے اس نابالغ لڑکے کا ہے تو اقرار صحیح ہے پس اگر شفعہ نے کہا کہ اس قسم سے تم لیجاوے کہ میں اسکا شفعہ نہیں ہوں تو قاضی اس سے قسم نہ لیگا اور اگر شفعہ نے خرید واقع ہوئے پر گواہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تو لڑکے کا باپ اسکا خصم قرار پاوے گا اور گواہی اس کے مقابلہ میں سنی جاوے گی فیصول عمادیہ میں ہے۔ ایک غلام دوسرے کے قبضہ میں ہو اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا اس قبضہ میں ہے کہ یہ غلام فلان غائب کا ہے اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے پس اگر اپنے دعویٰ پر گواہ نہ قائم کیے یہاں تک کہ خصم قرار پاوے تو دعویٰ کو اس سے قسم لینے کا اختیار ہے پس اگر اس نے دعویٰ پر قسم کھالی تو خصوصت سے بری ہو گیا اور اگر قسم سے باز رہا تو مدعی کی ڈگری کردی جائیگی پس اگر مقر لے بیٹے جس کے واسطے مدعا علیہ نے اقرار کر دیا ہو حاضر ہو تو وہ غلام کو مدعی سے لے سکتا ہے لیکن مدعی سے کہا جائیگا کہ تجھ کو اس مقر لے پناش کرنے کا اختیار ہے پس اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میرا بیٹا ہے تو لے لیگا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس مقر لے مدعا علیہ سے قسم لیجاوے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو مدعی کے دعویٰ سے بری ہو گیا اور اگر قسم سے باز رہا تو مدعی کی ڈگری غلام کی اسپر کردی جائیگی اور یہ اس صورت میں ہو کہ مدعا علیہ نے مقر لے کے ملک ہو نہ کیا اقرار کیا پھر مدعی کے واسطے قسم سے نکول کیا اور پھر نہ کہا یہاں تک کہ مدعی نے اس سے قسم لی اور اسے نکول کیا اور مدعی کی ڈگری کردی گئی پھر اسے کسی غیر کی ملک ہو نہ کیا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہو اور اس غیب کے واسطے کچھ ضامن ہو گا یہ محیط میں ہو ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہو اسے کہا کہ مجھے فلان غائب نے ودیعت رکھنے کو دی ہے اور اس کے گواہ سنا ہے مگر مدعی نے کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھنے کے بعد اس نے فروخت یا ہبہ کر دی ہے اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو اس سے قسم لیجاوے گی کہ واقعہ اسے تیرے ہاتھ فروخت نہیں کی یا مجھے ہبہ نہیں کی ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ لڑکا اگر مجھ پر ہو پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اسکو قاضی کے دروازہ پر اس کے حاضر کرنے کا استحقاق حاصل نہیں ہو کیونکہ اسپر قسم آتی ہی نہیں ہو کیونکہ اگر وہ قسم سے باز رہا تو اس کے نکول سے اسپر ڈگری نہیں ہوتی ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں اور اس نے دعویٰ کیا کہ اس لڑکے نے تلف کر دیا ہے تو اسکو لڑکے کے حاضر نہ کیا استحقاق حاصل ہو کیونکہ لڑکے سے اس کے افعال کا مواخذہ ہوتا ہے اور گواہ اس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اسکا باپ حاضر ہو گا تاکہ اگر لڑکے پر کوئی چیز لازم کی جاوے تو باپ کو اس کے ادا کرنا حکم ہو گا کہ اس کے مال سے ادا کرے یہ محیط خرسی میں ہے اور جو لڑکا ما دون ہو یعنی تصرفات کی اجازت اسکو حاصل ہو وہ مثل نابالغ کے قسم دلا یا جائیگا اور ہم اسکو لیتے ہیں اور ایسے ہی سکاتب اور غلام تاجر کا حکم ہے اور غلام مجھ پر قسم دلائے جانے کے حق میں محل غلام ما دون کے ہے پھر اگر مال بسبب تلف کر دینے کے اس کے ذمہ ثابت ہو تو اس کی وجہ سے فروخت کیا جائیگا اور اگر ایسا مال ثابت ہو جسکا مواخذہ اس سے بعد آزاد ہونے کے ہو گا جیسے بلا اجازت مالک کے اسے نکاح کر لیا اور اسکا دین مہر واجب ہو یا بلا اجازت مالک کے اسے کفالت کر لی تو قسم دلائی جاوے گی اگر اس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا اگر نکول کیا یا اقرار کیا تو بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ ہو گا یہ وجہ کروری میں ہے۔ میعاد قرض کے دعویٰ میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ قسم کس وقت لی جائیگی اور صحیح یہ ہے کہ میعاد آجانے سے پہلے اس سے قسم نہ لیجاوے گی کفالتی اختلاف ہے۔ اگر زید نے دعویٰ کیا کہ عمر دمر گیا اور اسے بکر بیٹے اس مدعا علیہ کو دمی مقر کیا ہے اور بکر نے کہا کہ مجھے دمی نہیں مقر کیا ہے تو اس سے قسم لی جائیگی ایسے ہی اگر کسی پر دعویٰ کیا کہ یہ فلان شخص کا وکیل ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ سبط

مدعا علیہ  
نابالغ لڑکا  
بالیغ ہو  
اور اس نے  
دعویٰ کیا  
تو اسکو  
دلادیا  
جائیگا  
یہ قضاو  
سے قاضی  
خان میں  
ہو کسی  
نے شفعہ  
جو ارکا  
دعویٰ کیا  
اور قاضی  
نے مدعا  
علیہ سے  
جواب  
مانگا تو  
اس نے  
کہا کہ  
یہ وار  
میرے اس  
نابالغ  
لڑکے کا  
ہے تو  
اقرار  
صحیح  
ہے پس  
اگر  
شفعہ  
نے کہا  
کہ اس  
قسم سے  
تم لیجاوے  
کہ میں  
اسکا  
شفعہ  
نہیں  
ہوں تو  
قاضی  
اس سے  
قسم  
نہ لیگا  
اور اگر  
شفعہ  
نے خرید  
واقع  
ہوئے پر  
گواہ  
قائم  
کرنے کا  
ارادہ  
کیا تو  
لڑکے کا  
باپ اسکا  
خصم  
قرار  
پاوے گا  
اور گواہ  
ہی اس کے  
مقابلہ  
میں سنی  
جاوے گی  
فیصول  
عمادیہ  
میں ہے۔  
ایک  
غلام  
دوسرے  
کے قبضہ  
میں ہو  
اسپر  
ایک  
شخص  
نے دعویٰ  
کیا کہ  
میرا  
بیٹا  
اس  
قبضہ  
میں  
ہے کہ  
یہ  
غلام  
فلان  
غائب  
کا ہے  
اس نے  
میرے  
پاس  
ودیعت  
رکھا  
ہے پس  
اگر  
اپنے  
دعویٰ  
پر  
گواہ  
نہ  
قائم  
کیے  
یہاں  
تک  
کہ  
خصم  
قرار  
پاوے  
تو  
دعویٰ  
کو  
اس  
سے  
قسم  
لینے  
کا  
اختیار  
ہے  
پس  
اگر  
اس  
نے  
دعویٰ  
پر  
قسم  
کھالی  
تو  
خصوصت  
سے  
بری  
ہو  
گیا  
اور  
اگر  
قسم  
سے  
باز  
رہا  
تو  
مدعی  
کی  
ڈگری  
کردی  
جائیگی  
پس  
اگر  
اس  
نے  
دعویٰ  
پر  
قسم  
کھالی  
تو  
مدعی  
کے  
دعویٰ  
سے  
بری  
ہو  
گیا  
اور  
اگر  
قسم  
سے  
باز  
رہا  
تو  
مدعی  
کی  
ڈگری  
غلام  
کی  
اسپر  
کردی  
جائیگی  
اور  
یہ  
اس  
صورت  
میں  
ہو  
کہ  
مدعا  
علیہ  
نے  
مقر  
لے  
کے  
ملک  
ہو  
نہ  
کیا  
اقرار  
کیا  
پھر  
مدعی  
کے  
واسطے  
قسم  
سے  
نکول  
کیا  
اور  
پھر  
نہ  
کہا  
یہاں  
تک  
کہ  
مدعی  
نے  
اس  
سے  
قسم  
لی  
اور  
اسے  
نکول  
کیا  
اور  
مدعی  
کی  
ڈگری  
کردی  
گئی  
پھر  
اسے  
کسی  
غیر  
کی  
ملک  
ہو  
نہ  
کیا  
اقرار  
کیا  
تو  
اقرار  
صحیح  
نہیں  
ہو  
اور  
اس  
غیب  
کے  
واسطے  
کچھ  
ضامن  
ہو  
گا  
یہ  
محیط  
میں  
ہو  
ایک  
شخص  
کے  
قبضہ  
میں  
ایک  
باندی  
ہو  
اسے  
کہا  
کہ  
مجھے  
فلان  
غائب  
نے  
ودیعت  
رکھنے  
کو  
دی  
ہے  
اور  
اس  
کے  
گواہ  
سنا  
ہے  
مگر  
مدعی  
نے  
کہا  
کہ  
تیرے  
پاس  
ودیعت  
رکھنے  
کے  
بعد  
اس  
نے  
فروخت  
یا  
ہبہ  
کر  
دی  
ہے  
اور  
مدعا  
علیہ  
نے  
انکار  
کیا  
تو  
اس  
سے  
قسم  
لیجاوے  
گی  
کہ  
واقعہ  
اسے  
تیرے  
ہاتھ  
فروخت  
نہیں  
کی  
یا  
مجھے  
ہبہ  
نہیں  
کی  
ہے  
یہ  
وجہ  
کروری  
میں  
ہے۔  
لڑکا  
اگر  
مجھ  
پر  
ہو  
پس  
اگر  
مدعی  
کے  
پاس  
گواہ  
نہ  
ہوں  
تو  
اسکو  
قاضی  
کے  
دروازہ  
پر  
اس  
کے  
حاضر  
کرنے  
کا  
استحقاق  
حاصل  
نہیں  
ہو  
کیونکہ  
اسپر  
قسم  
آتی  
ہی  
نہیں  
ہو  
کیونکہ  
اگر  
وہ  
قسم  
سے  
باز  
رہا  
تو  
اس  
کے  
نکول  
سے  
اسپر  
ڈگری  
نہیں  
ہوتی  
ہے  
اور  
اگر  
مدعی  
کے  
پاس  
گواہ  
ہوں  
اور  
اس  
نے  
دعویٰ  
کیا  
کہ  
اس  
لڑکے  
نے  
تلف  
کر  
دیا  
ہے  
تو  
اسکو  
لڑکے  
کے  
حاضر  
نہ  
کیا  
استحقاق  
حاصل  
ہو  
کیونکہ  
لڑکے  
سے  
اس  
کے  
افعال  
کا  
مواخذہ  
ہوتا  
ہے  
اور  
گواہ  
اس  
کی  
طرف  
اشارہ  
کرنے  
کی  
ضرورت  
رکھتے  
ہیں  
لیکن  
اس  
کے  
ساتھ  
اسکا  
باپ  
حاضر  
ہو  
گا  
تاکہ  
اگر  
لڑکے  
پر  
کوئی  
چیز  
لازم  
کی  
جاوے  
تو  
باپ  
کو  
اس  
کے  
ادا  
کرنا  
حکم  
ہو  
گا  
کہ  
اس  
کے  
مال  
سے  
ادا  
کرے  
یہ  
محیط  
خرسی  
میں  
ہے  
اور  
جو  
لڑکا  
ما دون  
ہو  
یعنی  
تصرفات  
کی  
اجازت  
اسکو  
حاصل  
ہو  
وہ  
مثل  
نابالغ  
کے  
قسم  
دلا  
یا  
جائیگا  
اور  
ہم  
اسکو  
لے  
تے  
ہیں  
اور  
ایسے  
ہی  
سکاتب  
اور  
غلام  
تاجر  
کا  
حکم  
ہے  
اور  
غلام  
مجھ  
پر  
قسم  
دلائے  
جانے  
کے  
حق  
میں  
محل  
غلام  
ما دون  
کے  
ہے  
پھر  
اگر  
مال  
بسبب  
تلف  
کر  
دینے  
کے  
اس  
کے  
ذمہ  
ثابت  
ہو  
تو  
اس  
کی  
وجہ  
سے  
فروخت  
کیا  
جائیگا  
اور  
اگر  
ایسا  
مال  
ثابت  
ہو  
جسکا  
مواخذہ  
اس  
سے  
بعد  
آزاد  
ہونے  
کے  
ہو  
گا  
جیسے  
بلا  
اجازت  
مالک  
کے  
اسے  
نکاح  
کر  
لیا  
اور  
اسکا  
دین  
مہر  
واجب  
ہو  
یا  
بلا  
اجازت  
مالک  
کے  
اسے  
کفالت  
کر  
لی  
تو  
قسم  
دلائی  
جاوے  
گی  
اگر  
اس  
نے  
قسم  
کھالی  
تو  
بری  
ہو  
گیا  
اگر  
نکول  
کیا  
یا  
اقرار  
کیا  
تو  
بعد  
آزاد  
ہونے  
کے  
اس  
سے  
مواخذہ  
ہو  
گا  
یہ  
وجہ  
کروری  
میں  
ہے۔  
میعاد  
قرض  
کے  
دعویٰ  
میں  
مشائخ  
نے  
اختلاف  
کیا  
ہے  
کہ  
قسم  
کس  
وقت  
لی  
جائیگی  
اور  
صحیح  
یہ  
ہے  
کہ  
میعاد  
آجانے  
سے  
پہلے  
اس  
سے  
قسم  
نہ  
لیجاوے  
گی  
کفالتی  
اختلاف  
ہے۔  
اگر  
زید  
نے  
دعویٰ  
کیا  
کہ  
عمر  
دمر  
گیا  
اور  
اسے  
بکر  
بیٹے  
اس  
مدعا  
علیہ  
کو  
دمی  
مقر  
کیا  
ہے  
اور  
بکر  
نے  
کہا  
کہ  
مجھے  
دمی  
نہیں  
مقر  
کیا  
ہے  
تو  
اس  
سے  
قسم  
لی  
جائیگی  
ایسے  
ہی  
اگر  
کسی  
پر  
دعویٰ  
کیا  
کہ  
یہ  
فلان  
شخص  
کا  
وکیل  
ہے  
تو  
بھی  
یہی  
حکم  
ہے۔  
سبط

اگر کار گیرنے کسی پر دعویٰ کیا کہ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ چیز مجھے بنا دے تو مدعا علیہ سے قسم لیجا بیگی کذا فی مستخرج  
ادب القاضی للخصاف۔ ایک شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز بنوائی پھر اُس شے مصنوع میں دونوں اختلاف کیا بنوانے  
والے نے کہا کہ جیسی میں نے کئی تھی ویسی تو نے نہیں بنائی ہے اور کار گیرنے کہا کہ ویسی ہی بنائی ہو تو مستخرج سے فرمایا  
کہ دونوں میں سے کسی سے دوسرے کی درخواست پر قسم نہ لی جائیگی کذا فی فتاویٰ قضاوی خان کسی نے میت کے  
ترکہ پر قرض کا دعویٰ کیا اور وصی کو قاضی کے پاس لایا اور اُسکے پاس گواہ نہیں پس اگر وصی وارث ہے تو وراثت سے  
قسم لی جائیگی ورنہ نہیں لی جائیگی کذا فی الذخیرہ۔ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اسپر ہزار درم بنام بکر بن خالد مخدومی کے ہیں  
اور یہ مال میرا ہے اور بکر بن خالد مخدومی نے بھی اقرار کیا ہے کہ یہ مال جو اُسکے نام سے ہے میل ہو اور ہم کلام متسک میں عاریتاً  
ہو اور بکر بن خالد جسکے نام سے یہ مال ہے اُسنے مجھے یہ مال وصول کرنے اور اس میں خصوصت کرنے کے واسطے وکیل کیا  
ہو پس اگر مدعا علیہ نے اُسکے دعوے کی تصدیق کی تو حکم دیا جائیگا کہ یہ مال اسکو دیدے اور بقضاء علی الغائب نہوگی  
حتیٰ کہ اگر بکر بن خالد جو غائب ہے حاضر ہوا اور اُسے وکالت سے انکار کیا تو مدعا علیہ سے اپنا مال لے لیگا اور شیخ نے یہ  
واپس لے لیگا یہ فتاویٰ قضاوی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعوے سے انکار کیا پس قاضی سے مدعی  
نے درخواست کی کہ اس سے قسم لیوے تو قاضی مدعی کو حکم دیا کہ اپنے دعوے پر گواہ لاوے کہ بکر نے مال کا اقرار کیا ہو  
اور مدعی کو اُسکے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور شرط یہ ہے کہ اُسکے گواہ سناوے کہ میں بکر بن خالد کا وکیل ہوں تاکہ  
اسکا حکم ہونا ثابت ہو پس اگر اُسے قائم کیے تو اُسکا حکم ہونا ثابت ہو گیا پھر اسکے بعد اگر مال پر گواہ قائم کیے تو  
مقبول ہونگے اور عمرو سے مال لے سکتا ہے اور یہ حکم غائب پر جاری ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر بکر بن خالد غالب آیا اور  
اُسے انکار کیا تو عمرو سے اپنا مال نہیں لے سکتا ہے اور اگر زید کے پاس مال کے گواہ نہ ہوں اور اُسے عمرو سے قسم  
طلب کی تو قاضی اُس سے یوں قسم لیگا کہ واسطہ بکر بن خالد مخدومی کا یا اُسکے نام سے یہ مال کہ جسکو زید بنعیم بیان  
کرتا ہو اور وہ ہزار درم ہیں نہیں ہو اور نہ اس سے کم ہو اور اگر مدعی کے پاس وکیل کرنے کے گواہ بھی نہ ہوں اور اُسے  
قاضی سے درخواست کی کہ عمرو جانتا ہو کہ مجھے بکر بن خالد نے جسکے نام سے مال ہو اس مال کے وصول کرنے کے  
واسطے وکیل کیا ہو پس اس سے اس امر پر قسم لے تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واسطہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے بکر  
بکر بن خالد مخدومی نے موافق اسکے دعوے کے وکیل کیا ہو پس اگر اُسے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر قسم سے باز رہا  
تو وکالت کا مقر اور مال کا منکر قرار پاوے گا۔ اور اگر مدعی نے یعنی زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ بکر بن خالد نے یہ  
مال میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہو اور وکیل کے گواہ اسکے پاس نہیں ہیں تو زید و عمرو کے درمیان خصوصت قائم نہیں  
ہو سکتی ہو پس اگر اُسے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لیوے تو جیسا ہم نے بیان کیا اسی طرح قسم لیگا پس  
اگر اُسے قسم کھالی تو جھگڑا دور ہوا اور اگر قسم سے باز رہا تو مقر وکالت اور منکر مال قرار پاوے گا اور اگر صریحاً یا قسم سے بیکر  
کے ضمن میں وکالت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو مال پر قسم لینے اور اُس سے وصول کر نیکی حتیٰ میں مدعی اسکا حکم  
قرار پاوے گا اور حق خصوصت میں خصم نہوگا حتیٰ کہ اگر مدعی نے مدعا علیہ پر مال ثابت کرنے کے واسطے مال پر قسم دلائی جانے  
سے پہلے یا بعد گواہ قائم کرنے چاہے تو سماعت نہوگی اور نظیر اسکی یہ مسئلہ ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اگر زید نے  
دعویٰ کیا کہ مجھے بکر بن خالد مخدومی نے اپنے ہر حق کے طلب کرنے کے واسطے جو اسکا اس عمرو پر آتا ہو وکیل کیا ہے اور



اُسکے اسپر ہر درم میں پس مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا پس مدعی نے کہا کہ میں گواہ قائم کرتا ہوں کہ اسپر اس کا یہ مال ہے تو اس اثبات میں خصم قرار نہ پاویگا۔ اور اگر کسی شے کا اُس نے اقرار کر لیا تو قاضی اُس کو حکم کرے گا کہ وکیل کو دیدے اور اگر کچھ اقرار نہ کیا اور وکیل نے استخلاف کا ارادہ کیا تو قاضی اُس کو قسم دلاوے گا پس اگر غائب اُسکے بعد آیا اور وکالت سے انکار کیا تو اُسی کا قول لیا جائیگا پس ایسا ہی مسئلہ سابقہ میں ہو لیکن اگر مال کا اقرار کیا اور وکالت سے انکار کیا پس اگر وکالت پر اُس نے گواہ قائم کر دیے تو مطلقاً خصم قرار پاویگا اور اگر مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ مال اُسکے سپرد کر دے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہ ہوں اور قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم لی جائیگی جیسا کہ ہم نے بیان کیا پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر نکول کیا تو وکالت مال لینے کے حق میں ثابت ہوگی نہ حق خصوصیت میں اور نہ قضا علی الغائب میں بلکہ انی شرح ادب القاضی للصدرا الشہید۔ ایک شخص کو کسی نے اپنے شفیع کے طالب کے واسطے وکیل کیا پس مشتری نے وکیل پر دعویٰ کیا کہ اُسکے موکل نے مجھے شفیع سپرد کر دیا ہو اور قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جاوے تو قاضی وکیل سے قسم نہ لیا اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ وکیل نے سپرد کیا ہو پس اگر غیر مجلس حکم میں سپرد کرنے کا دعویٰ کیا تو وکیل سے قسم نہ لی جاوے گی اور اگر مجلس حکم میں سپرد کرنے کا دعویٰ کیا اور وکیل انکار کرتا ہو تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک اُس سے قسم لیجائیگی اور امام محمد کے نزدیک نہیں لی جائیگی یہ محیط میں ہو ہر جگہ جہاں اقرار کرنے سے اُسکے ذمہ حق لازم ہوتا ہو جب انکار کرے گا تو وکیل سے قسم لی جائیگی مگر تین مسئلوں میں ایک یہ کہ وکیل حشر یہ نے اگر بیع میں عیب پایا اور بسبب عیب کے واپس کرنا چاہا اور بائع نے ارادہ کیا کہ اُس سے یوں قسم لے کہ وادھم میں نہیں جانتا ہوں کہ موکل عیب پر راضی ہو گیا ہے تو قسم نہ لی جاوے گی اگرچہ ایسا ہو کہ وکیل رضائے موکل کا اقرار کرے تو بیع اُسکو لازم ہو اور واپس کرنا حق باطل ہو جائے دوسرے یہ مسئلہ ہے کہ اگر موکل پر رضا مندی کا دعویٰ ہوا تو قسم اُس سے نہ لی جائیگی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر اقرار کرے تو اُسکے ذمہ لازم ہو جاوے اور تیسرے یہ مسئلہ ہے کہ قرض وصول کرنے کے وکیل پر اگر قرضدار نے دعویٰ کیا کہ موکل نے مجھے قرض سے بری کر دیا ہے اور وکیل سے اُسکے علم پر طلب کی تو اُسکو قسم نہ دلائی جاوے گی اگرچہ ایسا ہے کہ اگر اقرار کرے تو اُسکے ذمہ لازم ہو کہ انی خلاصہ۔ اگر مسلمان نے کسی ذمی پر شراب عین کا دعویٰ کیا تو صحیح ہو اور اگر اُس نے انکار کیا تو قسم لی جائیگی اور اگر ذمی پر شراب تلف کر دینے کا دعویٰ کیا تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی یہ خزانة المفتبین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر دوسری مجلس میں اسپر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے اس مال کے بارے میں مہلت لی تھی اور مال کا اقرار کر لیا تھا اور مدعا علیہ مال اور مہلت لینے دونوں سے انکار کرتا ہے تو مال پر قسم لی جائیگی مہلت لینے پر قسم نہ لی جائیگی کیونکہ مہلت لینے پر قسم سے وہ مال کا مقرر قرار پاتا ہے اور اقرار مدعی کو دلیل ہے اور مدعا علیہ سے مدعی کی دلیل پر قسم نہیں لی جاتی اس لیے اس طرح اس سے قسم نہیں لی جاتی ہے کہ وادھم مدعی کے پاس دلیل و گواہ نہیں ہیں۔ اور اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ آدمی سے صرف اُسکے خصم کے حق پر یا سبب حق پر قسم لیجائیگی اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور جب خصم پر قسم نہ لیجائیگی کذا فی الذخیر۔ ایک شخص پر حکم شرکت مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس شرکت کی وجہ سے تیرا اس قدر مال تھا لیکن میں نے تجھے دیدیا پس مدعی نے

دینے اور وصول پانے سے انکار کیا پس اگر مدعا علیہ نے شرکت سے اور اپنے قبضہ میں مال ہونے سے بالکل انکار کیا مثلاً کہا کہ میرے اور تیرے درمیان بالکل شرکت نہ تھی اور حکم شرکت میں نے تجھ سے کچھ لیا تھا تو مدعی سے کچھ وصول پانے پر قسم نہ لی جاوے گی اور اگر مدعا علیہ نے وقت انکار کے کہا کہ مال شرکت سے میرے پاس کچھ نہیں ہے تو مدعی سے قسم لی جائیگی یہ وصول عادیہ میں ہے۔ اگر مضارب یا شریک نے مال دہیہ کا دعویٰ کیا اور رب المال یا شریک نے وصول پانے سے انکار کیا تو مضارب یا اس شریک سے جسکے قبضہ میں مال تھا قسم لی جائیگی۔ اگر مدعی نے ثمن ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور بائع نے انکار کیا تو قاضی بائع سے اس وقت قسم لیگا کہ جب مشتری اس کا دعویٰ کرے اور اگر قاضی نے بزن اور خواست مشتری کے اس سے قسم لی پھر مشتری نے دوبارہ اس سے قسم لیجی چاہی تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا پھر اگر بائع نے قسم کھالی کہ میں نے دام نہیں وصول پائے اور مشتری نے کہا کہ میں اس امر کے گواہ لاتا ہوں کہ اسے دام وصول پائے ہیں تو قاضی مشتری کو اداسے ثمن مجبور نہ کرے گا بلکہ بین روز کی مہلت دیگا بشرطیکہ گواہ لانے کا دعویٰ کرے اور اگر یوں کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو اسکو حکم کرے گا کہ مال ادا کر دے اور مہلت نہ دیگا یہ خزانہ ہفتین میں ہے۔ مال شرکت یا مضارب یا و بیعت کا دعویٰ کیا پس اسے کہا کہ رسانیدہ ام تو قسم کے ساتھ اسکا قول مقبول ہوگا اور اگر رب المال یا مودع یا دوست شریک نے قسم کھالی کہ یہ افتہ ام تو اسکا اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر ثمن مع یا قرض کا دعویٰ کیا اور اسے کہا کہ رسانیدہ ام تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا اور بائع اور قرض کی قسم معتبر ہوگی کہ میں نے نہیں پایا ہی پس حاصل یہ ہے کہ جہاں مدعا علیہ کے ہاتھ میں مال امانت ہو تو وہ دینے کے باب میں قسم سے اسکا قول معتبر ہوگا اور اسی کی گواہی بھی مقبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ پر ضمانت ہو تو ادا کر دینے پر گواہی اسی کی لی جائیگی مگر قول اسکا قسم سے معتبر نہ ہوگا یہ وصول عادیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسے میرا مال تلف کر دیا اور قاضی سے قسم دلانے کی درخواست کی تو قاضی اس سے قسم نہ لیگا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ میرا شریک ہے اور اسے نفع میں خیانت کی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کس قدر خیانت کی تو اس پر انتفات نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ مجھے خبر ہو چکی ہے کہ فلان بن فلان نے میرے لیے کچھ وصیت کی تھی اور مجھے اسکی مقدار نہیں معلوم اور قاضی سے درخواست کی کہ وارث سے قسم لیجاوے تو قاضی منظور نہ کرے گا اسی طرح اگر قرض دار نے گناہ کچھ قرض میں نے ادا کر دیا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ کس قدر ادا کیا ہے یا میں اسکی مقدار بھول گیا اور چاہا کہ طالب سے قسم لی جاوے تو اس پر انتفات نہ کیا جائیگا۔ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جہاں قدر جس طرح قبول بینی کی مانع ہے اسی طرح قبول استخلاف کی بھی مانع ہے ولیکن اگر قاضی کے نزدیک وصی یتیم یا یتیم وقف مستہم ہو اور اسپر کسی شے معلوم کا دعویٰ نہ ہو تو بلحاظ وقف و یتیم کے اس سے قسم لیگا یہ قضا سے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کی مقبوضہ منزل پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے اس نے غضب کر لی اور وہ مجھ کو میری ملک سے منع کرتا ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ منزل مجھت معلوم وقف ہے تو وہ وقف ہو جائیگی اور مدعا علیہ یتیم ہوگی اگر قسم کھالی تو بری ہو گیا ورنہ اسکی قیمت گافضا میں ہوگا اور منزل اسکو نہ دی جائیگی۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے گواہ منائے کہ یہ جہت معلوم پر وقف ہے اور وقف کرنے والے کو ذکر نہ کیا تو قسم اس سے مندرجہ نہ ہوگی اور اس کے اقرار سے وقف ہو جائیگی اور گواہ پیش کرنا ایک امر زائد ہے کہ اسکی کچھ حاجت نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہوگا کہ مال وقف ہے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے اسکو وقف کیا ہے ورنہ اس سے قسم طلب کی تو امام محمد کے

قسم عادیہ میں ہے  
قسم عادیہ میں ہے  
قسم عادیہ میں ہے

نزدیکہ خلافت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اُس سے قسم لی جائیگی اور اگر اس واسطے قسم دلائی جائیگی کہ میں اس منزل کو لے لوں تو بالاتفاق قسم نہ لی جائیگی اور فتویٰ امام محمد کے قول پرستہ کذا فی الخلاصہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک کپڑا غصب کر لینے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا پھر دونوں نے اسکی قیمت میں اختلاف کیا پس مدعی نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سودرم ہیں اور غاصب نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکی کیا قیمت ہو لیکن اتنا جانتا ہوں کہ سودرم نہیں ہے تو قسم کے ساتھ غاصب کا قول مقبول ہوگا اور بیان کے واسطے حکم کیا جائیگا پس اگر اسے بیان نہ کی تو اُس سے معصوب منہ کے دعوے پر جو زیادتی کا دعویٰ کرتا، قسم لی جائیگی اگر نے قسم کھائی اور معصوب منہ کا دعویٰ ثابت نہ ہوا تو کتاب لا اختلاف میں مذکور ہے کہ معصوب منہ سے یہ قسم لی جائیگی کہ اسکی قیمت سودرم تھی یہ محیط میں ہے۔ بائیں نے اگر شہن پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے وصول نہیں پایا اور مشتری سے قسم طلب کی تو احتساباً تصدیق کر کے اُس سے قسم لی جائیگی اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام اعظم و امام محمد کے نزدیک قیاساً قسم نہ لی جائیگی اور اس مقام پر پانچ مسئلہ ہیں ایک تو یہی جو مذکور ہوا دوسرا یہ کہ ایک شخص نے اپنا گھر فروخت کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے بیع کا اقرار کیا لیکن فروخت نہیں کیا اور مشتری سے قسم طلب کی تیسرا یہ کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے نہیں قبضہ کیا چوتھا یہ کہ قرض دار نے کہا کہ میں نے قرضہ پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا لیکن قبضہ نہیں کیا تھا پانچواں یہ کہ واپس نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دینے کا اقرار کیا لیکن ہبہ نہیں کیا اور مہووب لہ سے قسم طلب کی پس ان سب مسائل میں ایسا ہی اختلاف ہے۔ اور امام محمد سے مروی ہے کہ انھوں نے امام ابو یوسف کے قول کی طرف رجوع کیا امام خنسی نے فرمایا کہ امام ابو یوسف کا قول لینے میں احتیاط ہے اور ہمارے مشائخ نے ان مسائل میں جو قصا سے متعلق ہیں امام ابو یوسف کا قول لیا ہے کذا فی الخلاصہ قرضخواہ نے اگر قرض دار سے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا اور گواہ کر لیے پھر قبضہ سے انکار کیا اور قرض دار سے قسم طلب کی تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک قسم لیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے یہ مال معین فلان شخص کو ہبہ کر دیا اور اُسے قبضہ کر لیا پھر دعویٰ کیا کہ اسے حجہ سے لیکر قبضہ نہیں کیا اور میں نے قبضہ کا اقرار جھوٹ کیا تھا اور مہووب لہ سے قسم طلب کی تو شیخ الاسلام خواہ میرزا وہ نے کتاب الخراجہ میں لکھا کہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک قسم نہ لی جائیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک لی جائیگی اور ایسا ہی ہر جگہ ہے جہاں اپنے اقرار میں دعویٰ کیا کہ میں نے جھوٹ اقرار کیا ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے اقرار کا ایک اقرار نامہ نکالا پس مقرر نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس مال کا اقرار کیا تھا لیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقرر نے قسم لی جائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے وارث پر مال کا دعویٰ کیا اور ایک اقرار نامہ اسکے مورث کے اقرار مال کا نکالا پس وارث نے دعویٰ کیا کہ مدعی نے اسکا اقرار کر دیا یا مدعی سے قسم طلب کی تو اسکو قسم دلانے کا اختیار یہی خزانہ المفتین میں ہے۔ اگر اقرار کر لیا اور اسکے وارثوں نے دعویٰ کیا کہ اسے تلجیہ کے طور پر اقرار کیا تھا تو مقرر نے قسم لی جائیگی کہ واللہ اسے میرے واسطے صحیح اقرار کیا تھا ایسا ہی ترجمہ لکھنے نے بیان کیا ہے اور اگر مقرر نے اقرار کیا کہ اسے وارث سے قسم لی جائیگی یا نہیں میں بعض مشائخ بخارا کی تقریر میں جگہ وارث سے قسم لی جائیگی اور میں نے اپنے والد سے سنا کہ میں نے جلیجی اور جلیجی ان مسائل کے

من سئل عن رجل قال اقررت بفلان فقلت له انما اقررت بفلان

ہو کہ جن میں مورث سے قسم لی جاتی ہے اور وارث سے نہیں لی جاتی ہو چنانچہ اگر اس شخص نے جسکے پاس ودیعت  
تھی ودیعت واپس کر دینے یا اسکے تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا اور قبل قسم لیے جانے کے مرگیا تو اسکے وارث سے  
قسم نہ لی جائیگی یہ جامع کبیر میں صریح مذکور ہے یہ وجہ کروری میں جو۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے مال کا  
اقرار کیا اور مرگیا پس وارثوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے مال کا جھوٹا اقرار کیا تھا پس اقرار صحیح نہیں ہو اور مقررہ  
سے کہ تاکہ نتیجہ کو یہ بات معلوم ہو اور اس سے قسم لینے کا قصد کیا تو اسکو اختیار نہیں ہو کہ اس سے قسم لیوین یہ محیط  
میں ہو۔ اگر بائع نے بیع اور من و وصول کر لینے پر گواہ کر لیے پھر دعویٰ کیا کہ بیع تلجیہ تھی تو کتاب الاختلاف میں  
مذکور ہے کہ بائع کی درخواست سے مشتری سے بالاجماع قسم لی جائیگی کہ واقعہ میں نے شرط نہیں کی تھی کہ بیع  
جو ہم دونوں میں واقع ہوئی ہو تلجیہ ہے یہ مقبول عمادیہ میں جو۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ  
کیا کہ میری ملک ہی میں نے سات روز ہوئے کہ اسکو فلان شخص سے خریدا ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ میری ملک ہے  
میں نے دس روز ہوئے کہ اسی سے خریدا ہے پس مدعی نے کہا کہ جو بیع تم دونوں میں واقع ہوئی تھی وہ تلجیہ تھی  
تو اسکو اختیار ہے کہ قسم دلاوے یہ خلاصہ دو چیزیں ہیں۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے گھر کے پہلو  
میں دوسرے کا گھر تھا اسے وہ دیوار جوڑوسی کے گھر سے متصل تھی کسی شخص کو صدقہ دیدی پھر جسکو صدقہ  
دی تھی اسے باقی گھر اس سے خریدا تو پڑوسی کو اس میں شفعہ نہیں ہو چنانچہ پس اگر پڑوسی نے بائع یا مشتری سے  
یتیم طلب کی کہ واقعہ میں نے دیوار کو ضرر رسانی یا شفعہ سے قرار کے واسطے بروجہ تلجیہ و ابطال شفعہ نہیں فروخت  
کیا ہو تو قاضی اس طور سے قسم لیگا اور مراد امام محمدؒ کی اس قول سے واضح معلوم ہوتی ہو کہ پڑوسی نے  
کہا کہ دیوار کا صدقہ کرنا تلجیہ کے طور پر تھا اور تو نے وجہ حقیقت تمام گھر فروخت کیا اور مشتری نے خصوصیت کی خواہ  
گھر اسکے قبضہ میں ہو یا نہ ہو یا بائع سے خصوصیت کی بشرطیکہ گھر اسکے قبضہ میں ہو اور بائع یا مشتری سے  
اس امر کی قسم لینی چاہی تو اسکو یہ اختیار ہوگا پس اگر کسی قسم کمالی تو دیوار صدقہ کرے بین تلجیہ ثابت نہ ہو  
اور خصوصیت منقطع ہو گئی اور اگر نکول کیا تو تلجیہ ثابت ہو اور پڑوسی کو شفعہ ہو پچے گا۔ یہ محیط میں جو۔ اگر ایک نے  
دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو فلان سے خریدا ہو اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس اسے رہن کی ہو یا بغرض ہزار درہم کے  
اجازہ پڑی ہو اور مدعا علیہ نے پہلے رہن کرنے یا اجارہ دینے کا اقرار کیا پس مدعی خریدنے کہا کہ اس سے تم لیجاوے کہ  
اسے میرے ہاتھ فروخت نہیں کی تو اس سے قسم لیجائیگی اگر اسے قسم کمالی تو جھگڑا ختم ہو اور اگر نکول کیا تو بیع ثابت  
ہوگی اور مشتری کے واسطے حیا ثابت ہوگا اگر چاہے تو ملک رہن یا بیع اجارہ تک صبر کرے یا بیع فسخ کر دے۔ اور اگر  
اسے پہلے مدعی کے ہاتھ فروخت کرنے کا اقرار کیا پھر مشتری یا مستاجر نے کہا کہ اس سے قسم لیجاوے کہ میں نے اسکو  
رہن نہیں کیا یا اجارہ نہیں دیا ہو تو اس پر قسم نہ آویگی۔ اسی طرح اگر دونوں اجارے کے مدعی ہوں اور مدعا علیہ نے  
ایک کے واسطے اقرار کر دیا تو دوسرے کے واسطے اس سے قسم نہ لی جائیگی یہ محیط خشری میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ  
میں ایک گھر یا انبار یا حیوان ہو اسکو دوسرے شخص قاضی کے پاس لائے اور نہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو مالک  
سے اتنے کو خریدا ہو پس مدعا علیہ نے ایک شخص خاص کے واسطے دونوں میں سے اقرار کیا کہ میں نے اسے ہاتھ فروخت کیا ہو اور  
دوسرے کا کر کیا پس قاضی سے درخواست کی کہ میرا ہاتھ بیچنے کے واسطے اس سے قسم لیجاوے تو قسم نہ لیجاویگی اس طرح اگر

عالمگیری  
باب سوم و قسم



مدعا علیہ نے دونوں کے دعوے سے انکار کیا اور قاضی نے ایک کے واسطے قسم لی اور اسے نکول کیا اور بسبب نکول کے ڈگری کر دی گئی پھر دوسرے نے کہا کہ میرے واسطے قسم لیجاوے تو نہ لی جاوے گی۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھریا اسباب ہو اسکو دو شخص قاضی کے پاس لائے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ قبضہ نے مجھے مہرب کر دیا اور قبضہ دیدہ یا ہر پس قابض نے ایک معین کے واسطے اقرار کیا اور دوسرے نے اسکی قسم طلب کی تو قسم نہ لی جاوے گی۔ اسی طرح اگر قاضی نے اس سے ایک کے واسطے قسم لی اور اسے نکول کیا تو پھر دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجاوے گی۔ اسی طرح اگر ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ اسنے بعض ہزار درم کے میرے پاس رہن کر کے قبضہ کر دیا ہو اور اسے ایک کے واسطے اقرار کیا یا ایک کے واسطے قسم لیجاوے اور اسنے قسم سے نکول کیا تو دوسرے کے واسطے قسم اس سے نہ لیجاوے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں باندی یا غلام یا کوئی اسباب ہے پھر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک کہتا ہے کہ قابض نے میرے پاس سے غصب کر لیا ہے یا یہ میری ہے میں نے اسکو ودیعت دی ہے اور قاضی نے اس سے دریافت کیا پس اگر اسے کسی کے واسطے اقرار کیا تو اسکو دینے کی وجہ سے حکم کیا جائیگا پھر اگر دوسرے نے اس سے قسم طلب کی تو اسکی کوئی راہ نہیں ہے بلکہ اسکی خصہ منت مقررہ کے ساتھ ملک مطلق کے دعوے میں ہوگی پس اگر دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اس شخص کے واسطے اقرار کر دیا ہے کہ مجھ سے قسم دفع ہو پس میرے واسطے اس سے قسم لینا چاہیے تو صورت یہ ہے کہ قسم نہ لی جاوے گی اور ایسا ہی ودیعت میں امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور غصب میں قسم نہ لی جاوے گی اور امام محمد کے نزدیک ودیعت میں بھی ایسا ہی ہے اور اگر اسے دونوں کے واسطے اقرار کیا تو دونوں کو دینے کا حکم کیا جائیگا اور کسی کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا پس اگر ایک نے یا ہر ایک نے دونوں میں سے یہ درخواست کی کہ نصف میں میری ملکیت ذاتی کے واسطے ملک مطلق کے دعوے میں اس سے قسم لیجاوے تو قسم نہ لیجاوے گی اور ایسا ہی ودیعت میں امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور غصب میں قسم نہ لی جاوے گی اور امام محمد کے نزدیک ودیعت میں بھی لی جاوے گی۔ اور اگر دونوں کے دعوے سے اسنے انکار کیا اور ہر ایک نے قاضی سے اس کے قسم کی درخواست کی تو قاضی اس سے یوں قسم نہ لیگا کہ دائرہ غلام ان دونوں کا نہیں ہے ولیکن ہر ایک کے واسطے اس سے قسم لیگا پھر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ دونوں کے واسطے ایک ہی قسم اس طور سے لیگا کہ دائرہ غلام ان دونوں کا نہیں ہے نہ اسکا ہے اور نہ اسکا ہے اور ہر ایک کے واسطے علیحدہ قسم نہ لیگا اور بعضوں نے کہا کہ ہر ایک کے واسطے علیحدہ قسم لیگا اور قاضی کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اپنی راہ کے موافق کسی سے شروع کرے یا دونوں کے نام قرعہ ڈال کر جس کے نام پہلے نکلے اس سے قسم لیوے تاکہ دونوں کا دل خوش رہے اور قاضی کی طرف کسی طرح تمت کا شبہ نہ ہو۔ پھر اگر ہر ایک کے واسطے قاضی نے علیحدہ قسم لی تو مسئلہ کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ ہر ایک کے واسطے قسم کھا گیا کہ اسکا نہیں ہے اور اس صورت میں دونوں کے دعوے سے بری ہو گیا اور یہ ظاہر ہے دوسرے یہ کہ ایک کے دعوے پر قسم کھالی اور دوسرے سے نکول کیا تو پہلے کے دعوے سے بری ہوا اور دوسرے کے واسطے پوری چیز کے واسطے ڈگری کر دی جائیگی گو یا تنہا اسی نے دعویٰ کیا تھا اور اگر پہلے کے دعوے سے نکول کیا تو قاضی پہلے کے واسطے ڈگری نہ کرے بلکہ دوسرے کے واسطے قسم لیگا کہ تمہیں کیا حال ہوتا ہے اور اگر قاضی نے پہلے کی قسم سے نکول پر پہلے کے واسطے ڈگری کر دی حالانکہ اسکو ایسا کرنا چاہیے۔

تو محکم قاضی نافذ ہو جائیگا اور اگر دونوں کے دعوے سے یکبارگی نکول کیا مثلاً قاضی نے بعض مشائخ کے قول کے موافق اس سے ایک ہی قسم لی اور اسے نکول کیا یا دونوں کے دعوے سے قسم میں آگے پیچھے نکول کیا مثلاً قاضی نے موافق بعض مشائخ کے علیحدہ علیحدہ قسم لی اور اسے نکول کیا تو دونوں صورتوں میں ایک ہی قسم ہے ملک مطلق کے دعوے میں مال عین کا دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور دعوے غصب میں مال عین دونوں میں وثبت دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور دعوے ودیعت میں مال عین دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا و امام ابو یوسف کے نزدیک کچھ قیمت کی ڈگری نہوگی اور امام محمد کے نزدیک قیمت کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے کہ اسکو اپنے باپ سے میراث ملے ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس کے باپ کے پاس ودیعت رکھا تھا اور قابض نے انکار کیا تو قابض سے اس کے حکم پر اس دعوے کی قسم لی جائیگی اگر قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر نکول کیا تو اسپر ڈگری کر کے حکم کیا جائیگا کہ غلام مدعی کے سپرد کرے پھر بعد سپرد کر دینے کے اگر مدعا علیہ پر دوسرے شخص نے مثل پہلے شخص کے دعویٰ کیا اور قسم لینی چاہی تو اسپر قسم دینے کا حکم ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ وارث کے ہاتھ میں باپ کے ترکہ سے سوائے اس غلام کے کچھ نہوا اور اگر سوائے اسکے اور بھی کچھ مال ہو تو دوسرے مدعی کے واسطے بھی قسم لی جاوے گی پس اگر نکول کیا تو اسپر ڈگری کر دی جائیگی اور اگر ایسا دعویٰ غصب میں ہو تو بھی دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائیگی جبکہ اسکے قبضہ میں ترکہ سے سوائے اس غلام کے کچھ نہوا اور اگر ہو تو قسم لی جائیگی یہ فصول غامضہ ہیں۔ اگر دو شخص نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور اسکو قاضی کے پاس لائے پس ایک کے واسطے اسے اقرار کیا اور دوسرے کے واسطے انکار کیا پس دوسرے نے کہا کہ میرے واسطے اس سے قسم لیجاوے تو قاضی قسم نہ لیگا اور یہ بالاتفاق ہو کہ انی فتاویٰ قاضی خان اور شوہر منقرہ سے اختلاف ہونے میں فخر الاسلام زردی نے ذکر کیا کہ مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اختلاف نہوگا اور بعضوں نے کہا کہ اختلاف ہوگا پس اگر اسے قسم کھائی تو پھر عورت سے قسم نہ لی جائیگی اور اگر نکول کیا تو اس وقت عورت سے قسم لی جائیگی اگر عورت نے بھی نکول کیا تو دوسرے کے نکاح کی نسبت حکم کیا جائیگا اور نکاح اول کا باطل ہو گیا کہ انی محیط اگر عورت نے دونوں کے دعوے سے انکار کیا پس قاضی نے ایک کے واسطے موافق قول امام ابو یوسف و امام محمد کے قسم لی اور عورت نے نکول کیا اور اسکے نکاح کا حکم ہو گیا تو بالاتفاق دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جاوے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر سبب عیب کے باعث کو سبب اسکے کہ باعث نے قسم سے نکول کیا قاضی نے واپس کر دی پھر باعث نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ باندی مجھے واپس دی گئی حالانکہ وہ حمل سے تھی پس اگر مشتری نے اقرار کیا تو اسکے ذمہ ڈالی جائیگی اور باعث سے پہلے عیب کا نقصان واپس لیگا اور اگر انکار کیا تو قاضی باندی کو عورتوں کو دکھلا دیگا اگر عورتوں نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو مشتری سے قسم لیگا کہ وادھہ نہ حمل میرے پاس نہیں پیدا ہوا ہے پس اگر اسے قسم کھالی تو جھگڑا دفع ہوا اور اگر نکول کیا تو باعث کو اختیار ہے چاہے باندی کو پہننے دے اور مشتری سے کچھ نہ لیگا یا باندی مع نقصان عیب اول مشتری کو پھر دے کہ لائق اخلاصہ۔ اور اگر مشتری نے قاضی سے کہا کہ یہ حمل باعث کے پاس تھا تو باعث سے قسم لی جائیگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یون قسم لینی چاہیے کہ اگر میں نے

باندی حکم اس بیچ کے مشتری کو سپرد کردی ورنہ کہ اس میں یہ عیب نہ تھا۔ اور اگر باندی مشتری کے پاس ہو اور اس نے بائع سے عیب کی بابت جھگڑا کیا پھر جب حاکم نے باندی بائع کو واپس کر دینے کا حکم کیا تو بائع نے کہا کہ حاملہ ہے اور یہ حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ بائع کے پاس کا ہو تو قاضی بائع کو اسکی قسم دلا و بیگا مشتری کو نہیں دلا و بیگا یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص قسم آئی اس نے کہا کہ مدعی نے مجھ سے فلان شہر کے قاضی کے پاس اسی دعوے میں قسم لے لی جو ادا ہوا کہ مدعی سے اس امر پر قسم لی جاوے تو قاضی مدعی سے قسم لیگا کہ وائے میں نے اسکو قسم نہیں دلائی ہے پس اگر نکول کیا تو اسکو مدعا علیہ سے قسم لینے کا اختیار نہوگا اور اگر قسم کھالی تو مدعا علیہ سے مال پر قسم لے سکتا ہو کہ اتنی قضاوے قاضی خان۔ اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے اس دعوے سے بری کر دیا ہو اور قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جاوے کہ اس نے مجھے اس دعوے سے بری نہیں کیا ہو تو قاضی اس سے قسم نہ لیگا اور حکم دیگا کہ اپنے خصم کی جواب دہی کر لے پھر جو چاہے اسپر دعویٰ کر اور یہ بخلاف اس کے ہو کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اس نے مجھے ان ہزار درہمن سے بری کر دیا ہے کیونکہ اس صورت میں مدعی سے قسم لی جائیگی اور شائع میں سے بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ دعوے سے بری کر دینے کے دعوے پر قسم لی جائیگی جیسا کہ قسم دلا چکنے کے دعوے پر قسم لی جاتی ہے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوئی نے میل کیا ہے اور اسی پر ہمارے زمانے کے قاضیوں کا معمول ہے یا فضول عطاء میں ہے ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے مدعی نے اس دعوے سے بری کیا ہو پس حاکم کو تو یہم ہوا کہ یہ قول مدعا علیہ کی طرف سے مال کا اقرار ہے پس مدعی سے برات کے دعوے پر قسم لی اور اس نے قسم کھالی تو کیا مدعا علیہ سے پھر بعد کو مال پر قسم لی جائیگی یا نہیں پس خصاف رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مدعا علیہ سے قسم لی جائیگی اور اسکا یہ کہنا کہ مدعی نے مجھے اس دعوے سے بری کر دیا ہے مال کا اقرار نہیں ہے۔ اور قاضی پر واجب تھا کہ مدعی سے دریافت کرتا کہ تیرے پاس مال کے گواہ ہیں پس اگر وہ مال کے گواہ قائم کرتا تو اسکے بعد مدعی سے قسم لیتا کہ تو نے مدعا علیہ کو موافق اسکے دعوے کے بری نہیں کیا ہے اور اگر مدعی کے پاس مال کے گواہ نہ ہوتے تو پہلے مدعا علیہ سے مدعی کے دعوے پر قسم لیتا اور اسکا قول کہ مجھے مدعی نے بری کیا ہو اقرار مال نہیں ہو پس اگر مدعا علیہ قسم کھا لیتا تو بری ہو گیا اور اگر نکول کرتا تو پھر مدعی سے قسم لیتا کہ تو نے مدعا علیہ کو بری نہیں کیا ہو۔ اور ہمارے اصحاب متقدمین نے فرمایا کہ مدعا علیہ کا یون دعویٰ کرنا کہ مجھے مدعی نے دعوے سے بری کر دیا ہو مال کا اقرار نہیں ہو اور یہی اصح ہے۔ امام غزالی نے فرمایا کہ پہلے مدعی سے برات پر قسم لینا چاہیے یہ قضاوے قاضی خان میں ہو۔ اگر وادثون پر قسم آوے تو ایک شخص کا قسم کھا لینا سب کا قائم مقام نہوگا حتیٰ کہ سب سے قسم لی جائیگی اور اگر انکی طرف سے دوسروں پر قسم آئی تو ایک۔ کا قسم لے لینا مثل سب کے قسم لے لینے کے ہو اور صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ اگر ایک شخص نے میت پر کسی حق کا دعویٰ کیا اور وادثون پر قسم آئی تو سب وادثون سے قسم لی جائیگی ایک وارث کی قسم پر کفایت نہ کی جائیگی پس اگر وادثون میں سے بعض زبائع اور بعض غائب ہوں اور میت پر حق کا دعویٰ ہو تو باقی وارثان حاضرین سے قسم لی جائیگی اور زبائع کو تاخیر دی جائیگی کہ بائع ہو جاوے اور غائب کو تاخیر دی جائیگی کہ حاضر ہو جاوے پھر ان دونوں سے قسم لی جائیگی۔ اور اگر وادثون نے کسی شخص پر میت کے حق کا دعویٰ کیا اور ایک وارث نے اس شخص سے قسم لے لی تو باقی وارث

اُس سے قسم نہیں لے سکتے ہیں یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر دو شریک غان یا دو شریک مفاوضہ میں سے ایک شریک نے کسی شخص پر حق شرکت کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے قسم کھالی تو دوسرا شریک اُس سے قسم نہیں لے سکتا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے دو شریکوں میں سے ایک پر حق شرکت کا دعویٰ کیا تو وہ دونوں شریکوں سے قسم لے سکتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک جماعت نے دوسرے پر خرید کا دعویٰ کیا اور ایک نے مدعا علیہ سے قسم لی تو باقی مدعی لوگ اُس سے قسم لے سکتے ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت اور اُس کی لڑکی سے دو عقدوں میں نکاح کیا پھر کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ پہلی کون سی ہے تو ہر ایک کے واسطے اُس سے قسم لی جائیگی کہ واللہ قبل دوسری کے میں نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا ہے۔ ابویقاضی کو اختیار ہے کہ جس عورت سے چاہے شروع کرے اور اگر چاہے تو دونوں میں قرعہ ڈالے پس اگر ایک عورت کی نسبت یہ قسم کھالی تو دوسری عورت کا نکاح ثابت ہو گیا اور اگر پہلی عورت کے قسم سے نکول کیا تو اُنسی کا نکاح لازم ہوا اور دوسری کا نکاح باطل ہو گیا بشرطیکہ ہر ایک دونوں عورتوں سے دعویٰ کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے واقع ہوا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی میراث کی زمین ہب کر کے محبوبہ کے سپرد کر دی پھر بہت کی جو رہنے آ کر محبوبہ نے پر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اس لیے کہ وارثوں نے بعد زمین تجھے ہب کرنے کے ترکہ تقسیم کیا تو یہ زمین میرے حصہ میں آئی ہے اور محبوبہ نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے کیونکہ ہب کرنے سے پہلے وارثوں نے ترکہ تقسیم کر لیا تھا اور یہ زمین ماہب کے حصہ میں آئی تھی اور محبوبہ نے گواہ قائم نہ کر سکا اور عورت نے اس امر پر قسم کھالی تو اُسکو باقی وارثوں سے قسم لینے کا اختیار نہیں ہے اور حکم کیا جائیگا کہ زمین واپس کر دے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مدعی نے کہا کہ میرے بچہ ہزار درم ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو اس بات کی قسم کھالے کہ تیرے بچہ اس قدر درم ہیں تو میں تجھے دیتا ہوں پس اگر اُس نے قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اُسے ادا کر دیے پس اگر اس بشرط پر جو بیان کی گئی ہے ادا کیے تو اُسکو اختیار ہے کہ یہ درم مدعی سے واپس کر لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک اسباب ہو کہ وہ یقیناً جانتا ہو کہ اس میں کسی کا حق نہیں ہے پھر ایک شخص نے اُس اسباب میں دعویٰ کیا تو قابض کو گنجائش اس قطعی قسم کی ہے کہ واللہ اسکا اس میں کچھ حق نہیں ہے اور اگر مدعی و مدعا علیہ ساتھ ہوں پھر دونوں نے دعویٰ مدعی سے باہمی صلح چند درہم پر کر لی پھر مدعا علیہ نے حق مدعی سے انکار کیا تو اُسکو اس طرح قسم کی گنجائش نہیں ہے کہ اس میں میری طرف کچھ حق نہیں ہے جب تک کہ اُسکو یہ بات یقینی معلوم نہ ہو جائے کہ اس شے میں اسکا کچھ حق نہیں ہے۔ ایک شخص نے اپنے کسی قرضدار کو جسکے ہزار درم قرض ہیں کسی پرانے بچہ محالہ محفل کو قاضی کے پاس لایا اور اُسکے نزدیک حوالہ موجب برادت حاصل نہیں ہوتا ہے اور محفل قبل اُسکے کے محالہ علیہ انکار کرے یا مفلس قرار دیا جاوے اُسے کہا تو محفل کو حلال ہے کہ یوں قسم کھالے کہ اسکا بچہ کچھ حق نہیں ہے بشرطیکہ اُسکے مذہب میں حوالہ موجب برادت حاصل ہو اور اگر قاضی نے یہ حکم دیا کہ محالہ محفل سے مطالبہ کرے اور حوالہ بکرہ کفالت کے قرار دیا گیا محفل نے اپنے بری ہونے پر قسم کھالی چاہی تو اُسکو جواز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے اور اسکا رہن اس قدر ہے کہ قرض کو واکرنا ہو پھر قرض خواہ نے رہن سے انکار کیا اور قسم کھالی تو مدعا علیہ نے رہن کو جائز ہے کہ یوں قسم کھالے کہ واللہ اسکا بچہ قرض جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے

ملک خزانہ  
حوالہ موجب برادت  
حوالہ موجب  
۱۱۱۳ھ



فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص سے سو درم قرض لیے اور اسکے پاس کچھ رہن کر دیا اور اسکو یہ خوف ہو کہ اگر قرض کا اقرار کروں اور مہینہ رہن سے انکار کرے تو ڈانڈ پڑ جائے گا پس قاضی سے درخواست کرے کہ اس سے دریافت کیا جاوے کہ ان سو درم کے عوض جسکا دعویٰ کرتا ہو کچھ بین بھی یا نہیں ہو پس اگر اسے رہن کا اقرار کیا تو خود بھی مال کا اقرار کر دے اور اگر رہن سے انکار کیا تو قسم کھالے کہ کچھ ایسا کچھ قرض نہیں ہو کہ جسکے عوض میں نہویں بلا سنت قسم ممکن ہے کہ ان فی الوجہ لکھووری و اشترکامیری طرف کچھ نہیں ہو کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ جانتا ہے کہ یہ قرضہ او معار ہے مگر خوف کرتا ہے کہ اگر قرض کا اقرار کرے اور میعاد کا دعویٰ کرے تو اکثر میعاد سے انکار کر کے فی الحال مطالبہ قائم ہو جاتا ہے تو حیلہ یوں ہو کہ قاضی سے درخواست کرے کہ اس سے دریافت کیا جاوے کہ یہ درم نقد ہیں یا او معار ہیں پس اگر مدعی نے کہا کہ نقد ہیں تو مدعا علیہ کو بوقت اختلاف جائز ہے کہ یوں قسم کھالے کہ و اشترکامیری اسکے یہ درم جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہیں اور اگر یوں قسم کھالی کہ و اشترکامیری ان درم کا اقرار نہ کرنا جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں واجب ہے تو بھی اپنی قسم میں سچا ہو گا اور اگر وہ تنگ دست ہو اور اسپر یہ درم فی الحال ادا کرنے ہیں تو یوں قسم نہیں کھا سکتا ہو کہ و اشترکامیری یہ ہزار درم جسکا دعویٰ کرتا ہے نہیں ہیں حتیٰ کہ اگر طلاق پر اس طرح قسم کھالی کہ کچھ یہ ہزار درم نہیں ہیں حالانکہ وہ تنگ دست ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہو اسکے زعم میں یہ ہو کہ اس میں سے ایک چند میر ہو خواہ اسکی مقدار اسکو معلوم ہو یا نہیں معلوم ہو پھر ایک شخص نے اس میں اپنے حق معلوم مثلاً ثلث یا ربع کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مدعی کا اس میں حق ہو لیکن میں اسکی مقدار نہیں جانتا ہوں جس قدر چاہے اسکو دلاوے تو قاضی کو نہ چاہیے کہ اس میں کچھ تعرض کرے لیکن مدعا علیہ سے مدعی کے دعوے پر قسم لے پس اگر قسم سے نکول کیا تو اس مقدار کا تقریباً بادل بٹھرا اور جو کچھ اس میں سے ہو وہ حجت ہو اور اگر اس مقدار میں سے پر وہ قسم کھا گیا یعنی اس قدر نہیں ہے تو قاضی مدعی کو مدعا علیہ کے ساتھ اس گھر میں بساویگا کیونکہ اسے اقرار کیا ہے کہ مدعی کا اس میں کچھ حق ہے کذا فی المحیط

باب چہارم۔ باہم مخالف یعنی باہم ایک دوسرے کے دعوے پر قسم کھانے کے بیان میں۔ اگر دونوں خرید و فروخت کر نیوالوں نے مقدار میں یا بیع میں باہم اختلاف کیا مثلاً مشتری نے کسی قدر میں کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا یا بائع نے کسی قدر مقدار بیع کا اقرار کیا اور مدعی نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا یا شوہر و زوجہ نے باہم اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ میں نے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور زوجہ نے کہا کہ وہ ہزار پر نکاح کیا ہے پس جو شخص گواہ قائم کرے اسکی دگری کی جائیگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زیادتی کی ثابت کر نیوالی گواہی اولیٰ ہے۔ اور اگر میں و بیع دونوں میں اختلاف کیا مثلاً ایک ہی حالت میں جس قدر میں کا مشتری اقرار کرتا ہو اس سے زیادہ کا بائع مدعی ہو اور جس قدر بیع کا بائع اقرار کرتا ہو اس سے زیادہ کا مشتری مدعی ہے تو بائع کے گواہوں کی گواہی میں اولیٰ اور مشتری کی گواہی میں اولیٰ ہو اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مشتری سے کہا جائیگا کہ یا اس قدر دامن ہو جو بائع کہتا ہو تو قاضی ہو ورنہ ہم بیع فتح کر دیں گے اور بائع سے کہا جائیگا کہ یا تو اس قدر بیع ہو جو مشتری دعویٰ کرتا ہو یا قاضی ہو ورنہ ہم بیع فتح کر دیں گے پس اگر دونوں راضی نہ ہوئے



دونوں سے باہمی قسم نہ لیجاوے گی الا اس صورت میں کہ بائع زندہ غلام کو لینا چاہے تو اس وقت دونوں سے باہم قسم  
 لیجاوے گی کیونکہ زندہ غلام سوقت میں تمام معقود علیہ ہو گیا کذا فی شرح الجامع الصغیر۔ اور یہی ائمہ ہی یہ مجبوظ مشتری میں  
 ہو اور کفایہ میں لکھا ہے کہ یہی عامہ مشائخ کا قول ہے کذا فی شرح ابی انکارم مختصر الوقایہ۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ  
 استثنائاً مشتری کے قسم کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہیں کہ قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا الا اس صورت میں کہ  
 بائع زندہ غلام کو لینا چاہے تو اس وقت مشتری سے قسم نہ لی جائے گی اور یہی صحیح ہے کیونکہ جو کچھ  
 مذکور ہو وہ مشتری کی قسم مذکور ہو نہ ہو بلکہ مخالف نہ ہو نہ ہیں و اید استثنائاً کا قاعدہ یہ ہے کہ مذکور کی طرف راجع ہوتا ہے کذا فی  
 شرح الجامع الصغیر۔ اگر ایک غلام خریدا اور بعد قبضہ کرنے کے اسکا نصف فروخت کر دیا پھر بائع اول نے مشتری  
 اول سے غلام کے من میں اختلاف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک باہم قسم نہ لیجاوے گی بلکہ قسم لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا  
 اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس نصف میں جو مشتری کی ملک میں باقی ہے باہم قسم لیجاوے گی بشرطیکہ بائع اس نصف  
 کے قبول کرنے پر راضی ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک سب میں مخالف ہوگا۔ اور جب دونوں نے باہم قسم کھالی تو مشتری  
 بائع کو آدھے غلام کی قیمت اور آدھا غلام جو اسکی ملکیت میں ہو واپس دیگا بشرطیکہ اس نصف کو وہ قبول کرے  
 اور اگر بسبب عیب شرکت کے قبول نہ کرے تو اس نصف کی بھی قیمت دیگا کذا فی الکافی۔ ایک شخص نے ایک باندی  
 خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اٹال کر لیا پھر دونوں نے من میں اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم  
 لیجاوے گی اور پہلی بیع عود کر لی اور اگر بائع نے بعد اقالہ کے بیع پر قبضہ کر لیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک  
 مخالف ہوگا کذا فی البدایہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم ایک گریہوں کی سلم میں دیے پھر دونوں نے اقالہ  
 کیا پھر دونوں نے اس المال میں اختلاف کیا تو مسلم الیہ کا قول مقبول ہوگا اور سلم عود نہ کرے گی کذا فی شرح الجامع الصغیر  
 ایک شخص نے دو غلام ایک صفقہ یا دو صفقہ میں خریدے ایک کے نام ہزار درم نقاد و دوسرے کے ہزار درم ایک سال  
 تک آدھا قرار پائے پھر ایک کو بسبب عیب کے واپس کیا پھر مشتری نے کہا کہ اسی کے نقد ٹھہرے تھے اور بائع نے کہا  
 کہ بسکے دام آدھا رہے تو بائع کا قول مقبول ہوگا باہم قسم نہ لیجاوے گی۔ اسی طرح اگر دونوں کو سو درم میں ایک صفقہ میں  
 خریدی اور دونوں قبضہ کیا پھر ایک مر گیا اور دوسرے کو بسبب عیب کے واپس کیا اور واپس کیے ہوئے کی قیمت میں  
 اختلاف ہوا تو بائع کا قول مقبول ہوگا اور مخالف ہوگا اگر ایک کے دام درم ہوں اور دوسرے کے دینار ہوں اور بائع  
 نے دونوں کے دام وصول کر لیے پھر مشتری نے ایک کو بسبب عیب کے واپس کر دیا پھر باقی کے داموں میں اختلاف  
 ہوا مشتری نے کہا کہ باقی کے دام درم ہیں پس تو مجھے دینار واپس کر دے اور بائع نے اس کے برعکس دعویٰ کیا تو قسم کے  
 ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا بشرطیکہ وہ دونوں مر گئے ہوں اور بائع مشتری دونوں سے باہم قسم نہ لیجاوے گی بخلاف امام محمدؒ  
 کے کہ ان کے نزدیک مخالف ہو اور اگر دونوں غلام قائم وجود ہوں تو بالاجماع باہم قسم لیجاوے گی اسی طرح اگر صفقہ میں اختلاف  
 کیا پس بائع نے اتحاد من کا دعویٰ کیا اور مشتری نے من جدا جدا ہونے کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول مقبول ہوگا  
 کذا فی الکافی اگر اس امر میں اختلاف کیا کہ من مال عین ہی یا مال دین ہی ہیں ایک نے کہا کہ عین ہی اور دوسرے نے  
 کہا کہ دین ہی بیٹھے درم و دینار میں سے ہی پس اگر معین ہونے کا دعویٰ بائع ہو چنانچہ اس نے کہا کہ میں نے یہ باندی اپنی  
 بعض تیرت اس غلام کے سچی ہو اور مشتری کہتا ہو کہ میں نے تجھ سے ہزار درم کو خریدی ہے پس اگر باندی قائم

مذکور  
 علیہ  
 مشتری  
 کا  
 قول  
 مقبول  
 ہوگا  
 بشرطیکہ  
 وہ  
 قبول  
 کرے

موجود ہو تو باہم قسم لی جائیگی اور باہم ایک دوسرے کو واپس کر دیں اور اگر باندی مشتری کے پاس مرگئی ہے تو امام عظم  
وامام ابو یوسف کے نزدیک مخالف ساقط ہو گیا اور مشتری کا قول لیا جائیگا اور امام محمد کے نزدیک باہم قسم  
لی جائیگی اور اگر ثمن مال عین ہونے کا مدعی مشتری ہو مثلاً کہا کہ میں نے تیری یہ باندی بعوض اپنے اس غلام  
کے خریدی ہے اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم یا سو دینار کو فروخت کی ہے پس اگر باندی قائم ہو تو  
باہم قسم لی جائیگی اور ایک دوسرے کو واپس کر دینگے اور اگر باندی مرگئی ہو تو بھی بالاجماع باہم قسم کے بعد قیمت  
ایک دوسرے سے واپس کرین یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ایک باندی خریدی اور بعد قبضہ کر لینے کے مرگئی پس  
مشتری نے کہا کہ میں نے ہزار درم اور اس وصیف کے عوض جسکی قیمت پانچ سو درم میں خریدی ہے اور بائع نے  
کہا کہ دو ہزار درم میں خریدی ہے تو دوتہائی باندی میں مشتری کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور ایک تہائی باندی  
میں جو بمقابلہ وصیف کے ہے دونوں سے باہم قسم لی جائیگی اور ہر ایک سے تمام باندی قسم لی جائیگی پس  
مشتری قسم کھا کر دینا کہ واثق میں نے یہ باندی دو ہزار درم میں نہیں خریدی اور بائع قسم کھا کر دینا کہ واثق میں نے یہ  
باندی بعوض ہزار درم اور اس وصیف کے نہیں فروخت کی پس بعد قسم کے مشتری ہزار درم کے ساتھ باندی  
کی تہائی قیمت ملا کر دیدیگا اور وصیف کو لے لیگا اور امام محمد کے نزدیک سب میں باہم قسم لی جائیگی یہ شرط مشتری  
میں ہے۔ اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ باندی ہزار درم اور اس وصیف کے عوض سچی ہے اور مشتری نے دعویٰ  
کیا کہ میں نے دو ہزار درم کو خریدی ہے اور باندی مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی ہے تو قسم سے مشتری کا قول مقبول  
ہوگا اور کسی قدر میں بھی باہم قسم نہیں لی جائیگی۔ اور اگر بجائے وصیف کے کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو تو بھی یہ حکم  
ہو کہ انی الکافی۔ اگر بائع نے دو ہزار درم پر بیع کا دعویٰ کیا اور مشتری نے سو دینار و وصیف پر دعویٰ کیا تو باندی  
سو دینار و وصیف تقسیم ہونے کے بعد حصہ دینا بین قسم سے مشتری کا قول مقبول ہوگا اور حصہ وصیف بین  
دونوں سے باہم قسم لی جائیگی اور سو دینار کے ساتھ اسکی قیمت ملا کر مشتری ادا کرے گا مشتری نے ہزار درم و سو دینار  
سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور بائع نے دو ہزار درم کے عوض بیچنے کا دعویٰ کیا تو قسم لے کر مشتری کا قول مقبول  
ہوگا اسی طرح اگر درمون کے ساتھ کوئی کیلی یا وزنی یا عددی غیر عین ملا دی تو وہ بھی نمبر ثمن کے ہوگی اور  
اگر عین ہو تو وہ بیچ ہے تو بائع سے اسکی مقدار پر بالاجماع قسم لی جاوے گی یہ بیع خرسی میں ہے۔ ایک غلام کا  
ہاتھ کاٹا گیا اور وہ بائع کے پاس تھا پس بائع نے کہا کہ بیچ سے پہلے مشتری نے اسکا ہاتھ کاٹا ہے اور مشتری  
آدھی قیمت چاہیے اور پورا ثمن چاہیے اور مشتری نے کہا کہ بعد بیچ کے بائع نے اسکا ہاتھ کاٹا ہے اسے مجھے خیار  
حاصل ہے چاہے اسکو آدھے ثمن میں لے لوں یا ترک کر دوں اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو دونوں سے  
باہم قسم لی جائیگی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو اسکو مشتری پورے دامن میں لے لیگا یا ترک کر دے گا اور اگر  
دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ اولیٰ ہونگے اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیسا کرنا قطع  
کاٹنے والا بائع ہے یا مشتری ہے یا کوئی اجنبی ہے لیکن بائع نے قبل بیچ کے ہاتھ کٹنے کا دعویٰ کیا اور مشتری  
بعد بیچ کے دعویٰ کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور گواہ مشتری کے مقبول ہونگے کہ انی الکافی۔ اگر بائع نے کہا  
کہ وہ باندی جو میں نے فروخت کی ہے اس شخص کی ملک تھی اسے مجھے اسکے فروخت کر نیکیے واسطے وکیل کیا

۷۷  
الحمد للہ  
میں نے ہزار درم میں نہیں خریدی اور بائع قسم کھا کر دینا کہ واثق میں نے یہ باندی دو ہزار درم میں نہیں خریدی اور بائع قسم کھا کر دینا کہ واثق میں نے یہ باندی بعوض ہزار درم اور اس وصیف کے نہیں فروخت کی پس بعد قسم کے مشتری ہزار درم کے ساتھ باندی کی تہائی قیمت ملا کر دیدیگا اور وصیف کو لے لیگا اور امام محمد کے نزدیک سب میں باہم قسم لی جائیگی یہ شرط مشتری میں ہے۔ اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ باندی ہزار درم اور اس وصیف کے عوض سچی ہے اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے دو ہزار درم کو خریدی ہے اور باندی مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی ہے تو قسم سے مشتری کا قول مقبول ہوگا اور کسی قدر میں بھی باہم قسم نہیں لی جائیگی۔ اور اگر بجائے وصیف کے کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو تو بھی یہ حکم ہو کہ انی الکافی۔ اگر بائع نے دو ہزار درم پر بیع کا دعویٰ کیا اور مشتری نے سو دینار و وصیف پر دعویٰ کیا تو باندی سو دینار و وصیف تقسیم ہونے کے بعد حصہ دینا بین قسم سے مشتری کا قول مقبول ہوگا اور حصہ وصیف بین دونوں سے باہم قسم لی جائیگی اور سو دینار کے ساتھ اسکی قیمت ملا کر مشتری ادا کرے گا مشتری نے ہزار درم و سو دینار سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور بائع نے دو ہزار درم کے عوض بیچنے کا دعویٰ کیا تو قسم لے کر مشتری کا قول مقبول ہوگا اسی طرح اگر درمون کے ساتھ کوئی کیلی یا وزنی یا عددی غیر عین ملا دی تو وہ بھی نمبر ثمن کے ہوگی اور اگر عین ہو تو وہ بیچ ہے تو بائع سے اسکی مقدار پر بالاجماع قسم لی جاوے گی یہ بیع خرسی میں ہے۔ ایک غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور وہ بائع کے پاس تھا پس بائع نے کہا کہ بیچ سے پہلے مشتری نے اسکا ہاتھ کاٹا ہے اور مشتری آدھی قیمت چاہیے اور پورا ثمن چاہیے اور مشتری نے کہا کہ بعد بیچ کے بائع نے اسکا ہاتھ کاٹا ہے اسے مجھے خیار حاصل ہے چاہے اسکو آدھے ثمن میں لے لوں یا ترک کر دوں اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو دونوں سے باہم قسم لی جائیگی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو اسکو مشتری پورے دامن میں لے لیگا یا ترک کر دے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ اولیٰ ہونگے اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیسا کرنا قطع کاٹنے والا بائع ہے یا مشتری ہے یا کوئی اجنبی ہے لیکن بائع نے قبل بیچ کے ہاتھ کٹنے کا دعویٰ کیا اور مشتری بعد بیچ کے دعویٰ کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور گواہ مشتری کے مقبول ہونگے کہ انی الکافی۔ اگر بائع نے کہا کہ وہ باندی جو میں نے فروخت کی ہے اس شخص کی ملک تھی اسے مجھے اسکے فروخت کر نیکیے واسطے وکیل کیا



تھا اور اس شخص یعنی مقرر نے کہا کہ میں نے تیرے یا تمہارے دو دینار کو فروخت کی تھی اور تو نے اُس پر قبضہ نہ کر لیا تھا پھر اپنے واسطے تو نے فروخت کی ہے تو باندی مشتری کی ہوگی پس اگر وہ باندی مقرر کی مشہور نہ ہو تو دونوں میں باہم قسم لی جاوے گی اور مقرر کی قسم سے شروع کیا جاوے گا پس اگر وہ دونوں نے قسم کھالی تو مقرر اس کی قیمت ڈال دے گا اور اگر باندی مقرر کی مشہور ہو تو صحیح یہ ہے کہ مقرر کی قسم لی جاوے گی نہ مقرر سے اور امام محمد نے آخر اس باب میں صریح فرمایا ہے کہ مقرر اس کی قیمت ڈال دے گا اور اگر وہ چاہے تو دام لے لے ورنہ وہ بائع کے پاس مقرر کی قیمت دینے کے لئے تھکے ہوئے وقت پر بیگمیں جس وقت اس کی تصدیق کرے گا تو بخش لے سکتا ہے اور اگر باندی ہلاک ہوگئی ہو تو مقرر کی قیمت دینی لازم ہوگی خواہ وہ باندی اس کی مشہور ہو یا نہ ہو یہ محیطہ خسی میں ہے۔ اور اگر اس باندی کو مکتب یا آزاد یا مدبر کر دیا یا ام ولد بنایا پھر مقرر اور مقرر سے باہم قسم لی گئی پس اگر وہ باندی معتبر کی مشہور نہ تھی تو مقرر اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشہور تھی تو سب صورتوں میں ضامن ہوگا اور کتابت یعنی مکتب کرنا بسبب ادا کر دینے سے عاجز ہونے کے باطل ہو جائیگی اور اگر ام ولد بنایا تو مقرر کے مرنے سے آزاد ہو جائیگی اور مقرر کے مرنے سے آزاد ہوگی اور اگر مدبر ہوگی تو آزاد ہو جائیگی خواہ کوئی انہیں سے مرے مقرر یا مقرر اور اگر آزاد ہوئی ہے تو لا دموقوف رہے گی۔ اور اگر مقرر نے کہا کہ میرے پاس اس کی ودیعت تھی اس نے مجھے اس کے فروخت کی اجازت دی اور وہ مر گئی یعنی مشتری کے پاس مر گئی تو مقرر حال میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے خود اس نقدی کا یعنی ودیعت غیر کو سپرد کرنے کا اقرار کیا کذا فی الکافی۔ اگر معقود علیہ کے حاصل کر لینے سے پہلے اجارہ میں اختلاف کیا تو باہم قسم لی جائیگی اور ایک دوسرے کو واپس کر دینگے پس اگر اجرت میں اختلاف ہوا تو مستاجر سے قسم شروع کی جائیگی اور اگر منفعت میں اختلاف ہوا تو اجرت پر دینے والے سے قسم شروع کی جائیگی اور جو شخص دونوں میں سے قسم سے نکول کرے گا اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوگا اور جو شخص دونوں میں سے گواہ لاوے اس کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ سنائے تو اجرت پر دینے والے کے گواہوں کی گواہی ادنیٰ ہے بشرطیکہ اجرت میں اختلاف ہوا اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو مستاجر کی گواہی اولیٰ ہوگی اور اگر دونوں باتوں میں اختلاف ہو تو ہر ایک کے گواہ زیادتی لے دھونس میں مقبول ہونگے مثلاً یہ ایک مہینے کی اجرت پر بکسبائے سونے یا ہوازی کے دینے کا دعویٰ کرتا ہے اور مستاجر کہتا ہے کہ بائع درم پر دو مہینے کیو اسطے میں نے کر لیا تھا تو وہ مہینے کے واسطے دس درم اجرت پر پہنے کا حکم کر دیا جائیگا۔ اور اگر معقود علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف کیا تو پہلی قسم لی جاوے گی اور مستاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر کچھ عفو علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف ہو تو باہم قسم لی جاوے گی اور باقی میں عقد فسخ ہوگا اور گزشتہ میں مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی المدایہ۔ اگر مولیٰ اور مکتب نے بدل کتابت کی مقدار میں اختلاف کیا تو امام اعظم نے نزدیک باہم قسم نہ لی جائیگی اور قسم سے غلام کا قول مقبول ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ باہم قسم لی جاوے گی اور کتابت فسخ کر دی جائیگی کذا فی الکافی۔ اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں نے قائم کیے تو مولے کے گواہ اولیٰ ہونگے لیکن اگر اسے اس پر زور دے کہ مولیٰ کو ادا کیا جہر گواہ قائم کیے ہیں تو آزاد ہو جائے گا یہ نہیں میں لکھا ہے۔ اگر شوہر جو روئے مہرینہ

مقرر کی مشہور نہ ہو تو مستاجر سے قسم شروع کی جائیگی اور اگر منفعت میں اختلاف ہوا تو اجرت پر دینے والے سے قسم شروع کی جائیگی اور جو شخص دونوں میں سے قسم سے نکول کرے گا اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوگا اور جو شخص دونوں میں سے گواہ لاوے اس کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ سنائے تو اجرت پر دینے والے کے گواہوں کی گواہی ادنیٰ ہے بشرطیکہ اجرت میں اختلاف ہوا اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو مستاجر کی گواہی اولیٰ ہوگی اور اگر دونوں باتوں میں اختلاف ہو تو ہر ایک کے گواہ زیادتی لے دھونس میں مقبول ہونگے مثلاً یہ ایک مہینے کی اجرت پر بکسبائے سونے یا ہوازی کے دینے کا دعویٰ کرتا ہے اور مستاجر کہتا ہے کہ بائع درم پر دو مہینے کیو اسطے میں نے کر لیا تھا تو وہ مہینے کے واسطے دس درم اجرت پر پہنے کا حکم کر دیا جائیگا۔ اور اگر معقود علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف کیا تو پہلی قسم لی جاوے گی اور مستاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر کچھ عفو علیہ حاصل کرنے کے بعد اختلاف ہو تو باہم قسم لی جاوے گی اور باقی میں عقد فسخ ہوگا اور گزشتہ میں مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی المدایہ۔ اگر مولیٰ اور مکتب نے بدل کتابت کی مقدار میں اختلاف کیا تو امام اعظم نے نزدیک باہم قسم نہ لی جائیگی اور قسم سے غلام کا قول مقبول ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ باہم قسم لی جاوے گی اور کتابت فسخ کر دی جائیگی کذا فی الکافی۔ اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں نے قائم کیے تو مولے کے گواہ اولیٰ ہونگے لیکن اگر اسے اس پر زور دے کہ مولیٰ کو ادا کیا جہر گواہ قائم کیے ہیں تو آزاد ہو جائے گا یہ نہیں میں لکھا ہے۔ اگر شوہر جو روئے مہرینہ

کہا کہ جسے دو ہزار درم پر بیٹے کا نکاح کیا ہو پس دونوں میں جو اپنے تئوں کو اس لئے مقبول ہونگے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو عورت کی گواہی اولیٰ ہوگی بشرطیکہ اسکا مهر مثل اسکے دعوے سے کم ہو اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو امام اعظم کے نزدیک باہم قسم لی جاوے گی اور نکاح فسخ نہ ہوگا ولیکن مهر مثل کا حکم کیا جائیگا پس اگر مهر مثل اس قدر ہو کہ حبسنا شوہر دعویٰ کرتا ہے یا اس سے کم ہو تو شوہر کے قول پر ڈگری ہوگی اور اگر مهر مثل عورت کے دعوے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کے دعوے کی ڈگری ہو جائیگی اور اگر مهر مثل شوہر کے قرار سے زیادہ اور عورت کے دعوے سے کم ہو تو مهر مثل کی ڈگری ہوگی پہلے مخالف کا ذکر کیا پھر حکیم کا ذکر کیا ہے اور یہی کرنی کا قول ہے کہ انی اللہ علیہ اور راندنی کے قول میں تخلیف سوائے ایک صورت کے نہیں ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ مهر مثل کسی کے قول کے موافق ہو اور باقی صورتوں میں قسم سے شوہر کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مهر مثل اسکے قول کے برابر یا کم ہو یا قسم سے عورت کا قول معتبر ہوگا اگر مهر مثل اسکے دعوے کے برابر یا زیادہ ہو اور نہ یا یہ بین لکھا ہے کہ یہی اصح ہے اور بعض شروح میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ کرنی ہی کا قول صحیح ہے کذا فی العناہ اور امام اعظم و امام محمد کے نزدیک شوہر کی قسم سے شرفع کیا جاوے گا۔ اگر شوہر نے اس غلام پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے اس باندی پر دعویٰ کیا یعنی مہرین باندی قرار پائی ہے تو یہ مسئلہ مثل مسئلہ سابقہ ہے ولیکن باندی کی قیمت اگر مثل مہر کے برابر ہو تو عورت کے واسطے باندی کی قیمت واجب ہوگی بعینہ باندی واجب ہوگی کذا فی اللہ علیہ

باب پنجم ان لوگوں کے بیان میں جو دوسرے کے ساتھ خصم ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے ہیں اور دعوے کے بعد حکم فقہاء سے پہلے جو امر پیدا ہو اسکی سماعت کے واسطے کن کن لوگوں کا حاضر ہونا شرط ہے اور کن کا شرط نہیں ہے اگر تین عین پر دعویٰ ہو تو راہن اور مہرین کا حاضر ہونا شرط ہے اور عاریت اور اجارہ مثل دین کے ہر اور زمین کے دعوے میں کا شتکار کے حاضر ہونے کا یون حکم ہے کہ اگر بیع کا شتکار کا ہو تو وہ مثل مستاجر کے ہر اس کا حاضر ہونا شرط ہے اور اگر بیع کا شتکار کا نہیں ہو پس اگر کھیتی اگی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نہیں اگی تو شرط نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہر کہ زمین پر ملک مطلق کا دعویٰ ہو اور اگر کسی پر یہ دعویٰ کیا کہ اسنے میری زمین غصب کر لی ہے اور وہ کا شتکار کے ہاتھ میں ہو تو اسکا حاضر ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ مدعی اسپر فعل کا دعوے کرتا ہے اور اگر بیع کے گھبرائے کے قبضہ میں ہے پھر کسی سختی نے اگر دعویٰ کیا تو اسکی ڈگری بدون بائع و مشتری کی موجودگی کے نہ ہوگی کذا فی التخلیص بطور بیع فاسد کے اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا تو مشتری مدعی کا خصم قرار پا سکتا ہے اور بدون قبضہ کے خصم صرف بائع ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز بشرط اختیار خریدی اور اسپر مدعی نے دعویٰ کیا تو امام اعظم کے نزدیک بائع و مشتری کا حاضر ہونا شرط ہے اور جس نے کوئی چیز بطور بیع باطل کے خریدی وہ کسی طرح مستحق کا خصم نہیں ہوگا یہ فصول عمادیہ ہیں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہو اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے اور فلان کے درمیان غائب کے درمیان شرکت خان ایک ہزار درم میں ہر اسنے مال شرکت سے یہ باندی خریدی پس آدمی میری ہے اور آدمی اسکی ہے پس قابض نے کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ اسنے مال مشترک سے خریدی اور آدمی تیری اور آدمی اسکی ہو ولیکن اس فلان غائب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ باندی بغداد لیجا کر فروخت کروں تو امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ مدعی اسکو بغداد لیجانے سے منع نہیں کر سکتا ہوا اسی طرح اگر وہ غائب مدعی کا مضارب ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور ہر شخص

یہ حکم صحیح ہے  
اور اگر بیع کا شتکار کا ہو تو بھی یہی حکم ہے  
اور اگر نہیں اگی تو شرط نہیں ہے  
یہ حکم اس وقت ہر کہ زمین پر ملک مطلق کا دعویٰ ہو اور اگر کسی پر یہ دعویٰ کیا کہ اسنے میری زمین غصب کر لی ہے اور وہ کا شتکار کے ہاتھ میں ہو تو اسکا حاضر ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ مدعی اسپر فعل کا دعوے کرتا ہے اور اگر بیع کے گھبرائے کے قبضہ میں ہے پھر کسی سختی نے اگر دعویٰ کیا تو اسکی ڈگری بدون بائع و مشتری کی موجودگی کے نہ ہوگی کذا فی التخلیص بطور بیع فاسد کے اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا تو مشتری مدعی کا خصم قرار پا سکتا ہے اور بدون قبضہ کے خصم صرف بائع ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز بشرط اختیار خریدی اور اسپر مدعی نے دعویٰ کیا تو امام اعظم کے نزدیک بائع و مشتری کا حاضر ہونا شرط ہے اور جس نے کوئی چیز بطور بیع باطل کے خریدی وہ کسی طرح مستحق کا خصم نہیں ہوگا یہ فصول عمادیہ ہیں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہو اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے اور فلان کے درمیان غائب کے درمیان شرکت خان ایک ہزار درم میں ہر اسنے مال شرکت سے یہ باندی خریدی پس آدمی میری ہے اور آدمی اسکی ہے پس قابض نے کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ اسنے مال مشترک سے خریدی اور آدمی تیری اور آدمی اسکی ہو ولیکن اس فلان غائب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ باندی بغداد لیجا کر فروخت کروں تو امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ مدعی اسکو بغداد لیجانے سے منع نہیں کر سکتا ہوا اسی طرح اگر وہ غائب مدعی کا مضارب ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور ہر شخص



اسپر شفعہ کا حکم دیا اور اس حکم کو جو فابض پر کیا ہے بائع پر اور مشتری پر حکم شفعہ قرار دیا ہے اور شن لینے اور اسکو عادل کے پاس رکھنے کا حکم کیا۔ اور اگر مشتری حاضر ہو کر خرید سے انکار کرتا ہو تو امام محمد نے شفعہ کے واسطے شفعہ کا حکم کیا اور عمدہ مشتری پر رکھا اور شن اسکو دلا دیا کہ انی الوجہ لکروری۔ گھر خریدنے کے وکیل نے اگر اسکو خرید کر قبضہ کر لیا پھر شفعہ آیا اور وکیل سے اسنے گھر کو شفعہ میں لے لینا چاہا تو لے سکتا ہے موکل کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر وکیل نے گھر پر قبضہ نہیں کیا تو شفعہ اسکو نہیں لے سکتا ہے نا و قیہ کہ موکل یا اسکا وکیل یا بائع یا اسکا وکیل حاضر نہ ہو اور علی ہذا اگر بیع میں وکیل کے پاس استحقاق ثابت ہو تو مستحق کی ڈگری ہونے کے واسطے موکل کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے صرف وکیل کا حاضر ہونا کافی ہے یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر کرایہ دیکر سپرد کر دیا پھر مستاجر سے کسی غصب کرنے والے نے غصب کر لیا تو بدون موجودگی مستاجر کے غاصب پر ملکیت کا دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر ایک گھر خریدا اور اسپر ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع کے پاس سے کسی نے غصب کر لیا پس اگر مشتری نے شن دیدیا یا شن کی میعاد مقرر ہے تو خصم مشتری ہو گا ورنہ بائع خصم ہو گا یہ فصول عادیہ میں ہے مشتری نے ہنوز اٹھ مہینے دیئے تھے کہ بائع نے بیع کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو موافق ظاہر الزوایت کے پہلے مشتری کا دعویٰ دوسرے مشتری پر مسموع ہو گا کیونکہ وہ اپنی ملک ہونے کا مدعی ہے اور قابض اسکو روکتا ہو لیکن بدون دام وادامہ کر دینے کے اسکو قابض کے ہاتھ سے نہیں لے سکتا ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باغی ہزار درم کو خریدی اور دام نہیں دیے اور بلا اجازت بائع کے اسپر قبضہ کر لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ سودینار کو فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا اور پہلا مشتری غائب ہو گیا اور اسکا بائع حاضر ہوا اسنے دوسرے مشتری سے واپس کرنی چاہی پس اگر دوسرے مشتری نے اقرار کیا کہ بات میری ہے تو پہلا بائع بیان کرتا ہو تو پہلے بائع کو اس سے واپس لینے کا اختیار ہے اور اگر دوسرے مشتری نے بائع اول کی ملکیت کی یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ بیچ کتنا ہے یا جھوٹ کتنا ہے تو ان دونوں میں جھوٹ ہوگی تا وقتہ کہ پہلا مشتری حاضر ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے میرے غلام کی آنکھ پھوڑی اور غلام زندہ موجود ہے تو بدون غلام کی موجودگی کے دعویٰ اور گواہی کی سماعت ہوگی اور اگر غلام زندہ نہیں ہے تو دعویٰ سماعت ہوگی اور گواہی پر آنکھ پھوڑنے کا ارش اسکو دلایا جائیگا یہ محیط خرسی میں ہے۔ اگر غلام نا بائع ہو کہ اپنے حال کو بیان نہیں کر سکتا ہے تو اسکا موجود ہونا شرط نہ ہو گا قاضی مدعی کے واسطے جرمانہ کی ڈگری آنکھ پھوڑنے والے پر کر دینا اور اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے غلام کی آنکھ پھوڑی اور وہ غلام ابھی مدعی کا ہے حالانکہ غلام غائب ہو تو قاضی اسپر ارش کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دینا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اسنے میری بیسی گھوڑی کی آنکھ پھوڑی تو گواہی مقبول ہوگی اور دعویٰ کے صحت کے واسطے گھوڑا قاضی کو دکھانا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر حاضر ہو تو واجب ہے کہ قاضی کو دکھلا دے کہ اسنے آنکھ پھوڑی ہے یا نہیں پھوڑی ہے اور اگر ایک شخص آنکھ پھوڑا ہو گھوڑا لایا اور کہا کہ یہ گھوڑا میرا ہے تو ارش کی ڈگری نہ ہوگی جب تک کہ اس امر کے گواہ قائم کرے کہ یہ میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اسکی آنکھ پھوڑی اور اس روز بھی یہ میری ملک ہے تو اسکا ارش لے سکتا ہے اگر مالک نے اسکے گواہ سنائے کہ یہ میری ملک ہے اور میری ملک کی حالت میں مدعا علیہ نے اسکی آنکھ پھوڑی اور پہلے مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا گھوڑا ہے اور قابض نے اسکی آنکھ پھوڑی ہے تو اسکے گواہوں کی گواہی اولیٰ

اسے عادل  
نقوی ہندو کتاب لدھوی  
باب پنجم حاضری مدعی علیہ



ہوگی یہ محض خسی میں ہو۔ اگر کسی چوپاہ کے زخم دینے یا کپڑے میں خرق کر دینے کا دعویٰ کیا تو گواہ  
 چوپاہ اور کپڑے کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے یہ خزانہ مفتین میں ہے۔ ایک شخص و گیا اور اسے تین  
 ایک وارث چھوڑا پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے واسطے تمانی مال کی وارث  
 نے انکار کیا تو قاضی اسکی گواہی کی وارث پر ساءت کر گیا اور وصیت کی ڈگری کر دینا پس اگر وہ  
 کو دیدیا پھر دوسرے شخص نے آکر دعویٰ کیا کہ میرے واسطے تمانی مال کی وصیت کی  
 تھا پس مدعی نے موصی کو قاضی کے پاس حاضر کیا تو قاضی موصی کو خصم قرار دیکر اسکی منہ  
 کر گیا اور حکم دیا کہ نصف مال اس دوسرے مدعی کو دے پس اگر پہلے موصی کے پاس  
 ملا تھا اسے تلف کر دیا یا تلف ہو گیا اور وبالکل نادر ہے اور دوسرے موصی کے لئے وارث  
 حاضر کیا اور وارث کے پاس سے لینا چاہا اور وارث نے اسکی وصیت سے انکار کیا تو دوسرے مدعی کو دوبارہ  
 گواہ سنانے کی غرورت ہوئی اور وہ وارث سے جو کچھ وارث کے پاس ہوا اسکا پانچواں حصہ لے سکتا ہے پھر دوسرا مدعی اور  
 وارث دونوں پہلے موصی کے دامگیر ہو کر نصف اس مال کا جو اسے لیا ہو وصول کرینگے اور وصول کرینگے پانچ حصہ کرینگے  
 ایک حصہ موصی لہ تمانی کو اور چار حصے وارث کو ملین گئے اور جس قاضی کے پاس پہلے موصی کے لئے نالاش کی تھی اس کے پاس  
 نالاش کرنا یاد دوسرے قاضی کے پاس نالاش کرنا کیسا رہا اور اگر پہلا موصی لہ غائب ہو اور دوسرے مدعی نے وارث  
 کو حاضر کیا تو قاضی وارث پر ڈگری کر دیا اور وارث پر ڈگری کرنا پہلے موصی لہ پر ڈگری کرنا شمار ہوگی۔ اور اگر قاضی نے  
 پہلے موصی کے واسطے ڈگری کر دی اور ہنوز وارث نے اسکو کچھ نہیں دیا تھا کہ دوسرے مدعی نے دعویٰ کیا اور  
 وارث غائب ہی پس اگر اسی قاضی کے پاس جس نے پہلے مدعی کی ڈگری کر دی تھی نالاش کی تو یہ قاضی پہلے موصی کے کو خصم  
 قرار دینگا اور اگر دوسرے قاضی کے پاس نالاش کی تو وہ موصی کو خصم قرار نہ دینگا۔ اور اگر پہلا موصی لہ غائب ہو اور وارث  
 حاضر ہو اور پہلے موصی کے کو قاضی نے کچھ نہیں دلایا ہو تو وارث دوسرے موصی کو خصم ہوگا اگر پھر دوسرے قاضی  
 کے پاس نالاش کرے اور یہ حکم اسوقت ہو کہ پہلے موصی کے لئے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہو وہ میرے وصیت سے  
 ملا ہے یا قاضی کو خود معلوم ہوا اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو اور پہلا موصی لہ کہتا ہو کہ یہ میرا مال ہو میں نے اپنے  
 باپ کی میراث سے پایا ہو اور میرے بچے کو میرے وصیت نہیں کی تھی اور نہ میں نے اس کے مال سے کچھ لیا ہو تو یہ شخص  
 دوسرے موصی کے کو خصم قرار دیا جائے گا اور اگر پہلے مدعی نے کہا کہ یہ مال میرے پاس فلان میت کی وصیت سے جسکی طرف سے  
 دوسرے موصی کا دعویٰ کرتا ہو یا کہا کہ میں نے اس سے عصب کر لیا ہو تو ان دونوں میں کچھ خصوصیت نہیں قائم ہو سکتی  
 ہو اگر یوں کہا کہ میرے پاس فلان شخص کی وصیت ہو یعنی سولے میت کے دوسرے کا نام لیا یا کہا کہ میں نے فلان  
 شخص سے عصب کر لیا ہو تو وہ خصم قرار دیا جائے گا لیکن اگر اپنے قول پر گواہ لادے تو خصم قرار نہ پاوے گا یہ محض ایک  
 ایک شخص ہو گیا اور اسے مال اور ایک وارث چھوڑا پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے بہت پر ہزار درم قرض ہیں  
 پس قاضی نے وارث پر اسکی ڈگری کر دی اور وارث نے اسکو یہ مال دیدیا اور وارث غائب ہو گیا پھر دوسرا قرضخواہ  
 ہزار درم کا آیا اور اسے میت پر دعویٰ کیا تو پہلا قرضخواہ اسکا خصم نہیں ہوگا اور اگر پہلا قرضخواہ غائب ہو اور  
 دوسرے نے وارث کو حاضر کیا تو وہ اسکا خصم قرار پاوے گا پس اگر قاضی نے وارث پر دوسرے قرضخواہ کی ڈگری کر دی اور حال

۱۰۰  
 موصی کے لئے  
 نالاش کرنا  
 وارث کے پاس  
 نالاش کرنا  
 کچھ نہیں  
 دیا تھا کہ  
 دوسرے مدعی  
 نے دعویٰ کیا  
 اور وارث غائب  
 ہی پس اگر اسی  
 قاضی کے پاس  
 جس نے پہلے  
 مدعی کی ڈگری  
 کر دی تھی  
 نالاش کی تو  
 یہ قاضی پہلے  
 موصی کے کو  
 خصم قرار  
 دینگا اور اگر  
 دوسرے قاضی  
 کے پاس نالاش  
 کی تو وہ موصی  
 کو خصم قرار  
 نہ دینگا۔ اور  
 اگر پہلا موصی  
 لہ غائب ہو اور  
 وارث حاضر ہو  
 اور پہلے موصی  
 کے کو قاضی نے  
 کچھ نہیں  
 دلایا ہو تو  
 وارث دوسرے  
 موصی کو خصم  
 ہوگا اگر پھر  
 دوسرے قاضی  
 کے پاس نالاش  
 کرے اور یہ  
 حکم اسوقت  
 ہو کہ پہلے  
 موصی کے لئے  
 اقرار کیا کہ  
 جو مال میرے  
 پاس ہو وہ  
 میرے وصیت  
 سے ملا ہے یا  
 قاضی کو خود  
 معلوم ہوا اور  
 اگر ان میں سے  
 کوئی بات نہ  
 ہو اور پہلا  
 موصی لہ کہتا  
 ہو کہ یہ میرا  
 مال ہو میں نے  
 اپنے باپ کی  
 میراث سے پایا  
 ہو اور میرے  
 بچے کو میرے  
 وصیت نہیں کی  
 تھی اور نہ میں  
 نے اس کے مال  
 سے کچھ لیا ہو  
 تو یہ شخص  
 دوسرے موصی  
 کے کو خصم  
 قرار دیا جائے  
 گا اور اگر پہلے  
 مدعی نے کہا کہ  
 یہ مال میرے  
 پاس فلان میت  
 کی وصیت سے  
 جسکی طرف سے  
 دوسرے موصی  
 کا دعویٰ کرتا  
 ہو یا کہا کہ  
 میں نے اس سے  
 عصب کر لیا ہو  
 تو ان دونوں  
 میں کچھ  
 خصوصیت نہیں  
 قائم ہو سکتی  
 ہو اگر یوں  
 کہا کہ میرے  
 پاس فلان  
 شخص کی وصیت  
 ہو یعنی سولے  
 میت کے دوسرے  
 کا نام لیا یا  
 کہا کہ میں نے  
 فلان شخص سے  
 عصب کر لیا ہو  
 تو وہ خصم  
 قرار دیا جائے  
 گا لیکن اگر  
 اپنے قول پر  
 گواہ لادے تو  
 خصم قرار نہ  
 پاوے گا یہ  
 محض ایک ایک  
 شخص ہو گیا  
 اور اسے مال  
 اور ایک وارث  
 چھوڑا پس ایک  
 شخص نے گواہ  
 قائم کیے کہ  
 میرے بہت پر  
 ہزار درم قرض  
 ہیں پس قاضی  
 نے وارث پر اسکی  
 ڈگری کر دی اور  
 وارث نے اسکو  
 یہ مال دیدیا  
 اور وارث غائب  
 ہو گیا پھر  
 دوسرا قرضخواہ  
 ہزار درم کا  
 آیا اور اسے  
 میت پر دعویٰ  
 کیا تو پہلا  
 قرضخواہ اسکا  
 خصم نہیں ہوگا  
 اور اگر پہلا  
 قرضخواہ غائب  
 ہو اور دوسرے  
 نے وارث کو  
 حاضر کیا تو وہ  
 اسکا خصم  
 قرار پاوے گا  
 پس اگر قاضی  
 نے وارث پر  
 دوسرے قرضخواہ  
 کی ڈگری کر دی  
 اور حال

یہ گندہ کہ جو کچھ وارث کو ملتا تھا سب نفع ہو گیا تو دوسرا قرض خواہ پہلے قرض خواہ کو کڑی لگا اور جو کچھ اس نے لیا ہے اس میں سے آغا  
 وصول کر لیا پھر دونوں اپنے باقی مال کے واسطے وارث کے چچے پڑیں گے اور اگر پہلا شخص جس نے ہزار درم وصول  
 کیے ہیں قرض خواہ نہ ہو بلکہ موصی لہو اور اس نے مال وصیت لیکر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے میت پر ہزار درم قرض کا  
 دعویٰ کیا اور وارث غائب ہو تو موصی لہو اس کا خصم نہیں ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک میت کے  
 وارث پر گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے بعینہ اس باندی کی وصیت کی ہو اور وہ باندی اس کا تہائی مال ہو اور  
 قاضی نے اس کی ڈگری کر کے اس کو دلا دی اور وارث غائب ہو گیا اور دوسرے نے پہلے موصی لہو پر گواہ قائم کیے کہ  
 میت نے اس باندی کی میرے واسطے وصیت کی تھی پس اگر گواہوں نے یہ بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت سے  
 رجوع کر لیا تھا تو قاضی تمام باندی دوسرے کو دلا دیگا اور اگر گواہوں نے یہ نہ ذکر کیا تو آدھی باندی دوسرے کو دلا دیگا  
 اور یہ ڈگری وارث پر بھی نافذ ہوگی خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو حتیٰ کہ اگر پہلے موصی لہو نے اپنا حق خود باطل کر دیا تو پوری  
 باندی دوسرے مدعی کو ملے گی پس اگر قاضی نے باندی پہلے کو دلا دی اور وہ غائب ہو اور وارث حاضر ہو تو دوسرے  
 موصی لہو کا خصم یہ وارث ہوگا خواہ پہلے قاضی کے پاس مالش ہو یا کسی دوسرے قاضی کے پاس ہو اور اگر قاضی نے  
 پہلے مدعی کے واسطے باندی کا حکم دیا اور ہزار درم نہیں لیا تھی کہ دوسرے نے وارث پر دعویٰ کیا پس اگر پہلے قاضی کے  
 پاس مالش کی تو وہ اس کو خصم نہ بنا دیگا اور اگر دوسرے کے پاس مالش کی تو خصم قرار دیگا پھر اس صورت میں اگر قاضی  
 دوسرے مدعی کے گواہ وارث پر سنے تو دوسرے کے واسطے آدھی باندی کی ڈگری کر دیگا خواہ اس کے گواہوں نے پہلی  
 وصیت سے رجوع کرنا نہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو پس جب یہاں مدعی حاضر ہو اپس لگے دوسرے مدعی نے پہلی وصیت سے رجوع کر نیکی  
 گواہ سائے توکل باندی لے لیگا ورنہ آدھی لیکے اور اگر پہلے نے گواہ قائم کیے کہ میت نے تہائی مال کی مجھے وصیت کی تھی اور  
 قاضی نے اس کو دلا دیا پھر دوسرے نے پہلے پر گواہ قائم کیے کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر کے دوسرے مدعی کے  
 واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہو تو قاضی پہلے مدعی سے تہائی مال لیکر دوسرے کو دیدیگا اور اگر وارث ہی حاضر ہو تو قاضی  
 دوسری وصیت کا حکم کر دیگا پہلی وصیت سے رجوع کرنے کا حکم نہ دیگا۔ اور اگر پہلے کے واسطے ایک معین غلام کی  
 وصیت کی تھی اور وہ حکم قاضی اس کو دیدیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے واسطے اپنے مال سے سو درم  
 کی وصیت کی ہو تو جس کو غلام دینے کی وصیت کی تھی وہ اس کا خصم نہیں قرار پاوے گا اور اگر وارث حاضر ہو اور پہلا  
 موصی لہو غائب ہو تو وارث دوسرے کا خصم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض یا غصب یا وصیت  
 ہیں اور وہ بعینہ غاصب یا مستفوع کے پاس قائم ہیں پس ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ غلام شخص مر گیا جس کا  
 یہ مال ہو اور میرے لیے اس مال کی وصیت کر گیا ہو اور وہ شخص جس کے پاس مال ہی مال کا مقرر نہیں کیا ہے کہ میں نہیں  
 جانتا ہوں کہ غلام شخص مالک مال مر گیا ہو یا نہیں مر رہا ہو تو دونوں میں صورت قرار نہ دیگا تاوی کی کہ میت کا کوئی وارث یا  
 وصی حاضر نہ ہو اور اگر قاضی مال نے کہ مال میرا ہے اور میرے پاس میت کا کچھ مال نہیں ہو تو مدعی کے واسطے خصم  
 قرار دیا جائیگا اور جو کچھ مدعا علیہ کے پاس ہو اس کی تہائی کی ڈگری مدعی کی واسطے کر دیگا لیکن اگر مدعی نے اس امر کے  
 گواہ دیے کہ میت نے سو سے ان ہزار درم کے دو ہزار درم اور چھ سو سے ان وارث نے ان کو وصول کر لیا ہو تو اس وقت  
 قاضی پورے ہزار درم کی ڈگری اس کو دیدیگا پھر اگر اس کے بعد وارث نکلا کہ میں نے مال میت سے کچھ نہیں پایا

دعویٰ کی وصیت

تو اسپر التفات نہوگا اور اگر مجاہد موسیٰ لہ کے کوئی قرض خواہ ہو تو جسکی طرف مال آتا ہے وہ اس قرض خواہ کا خصم قرار نہ پاوے گا  
خود قاضی اس میں ہر دو میں سے کسی ایک کو اس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص مر گیا اور کوئی وارث یا وصی نہیں پھوٹا  
تو قاضی انکی توہی مقبول کر کے میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا اور اسپر مدعی کے گواہوں کی گواہی کی سماعت  
کرے گا پس جب اس نے ایسا کیا تو قرض پر اسکی گواہی مقبول کرے گا اور جسکی طرف مال آتا ہے اسکو حکم دیگا کہ قرض خواہ کو مال دا  
کر دے بشرطیکہ جسکی طرف مال آتا ہے وہ اس مال کا منقر ہو کہ ان فی الذخیرہ۔ اگر موسیٰ لہ نے گواہ سنائے کہ فلاں شخص  
مر گیا اور کوئی وارث نہیں پھوٹا اور میرے واسطے ان ہزار درہم کی جو فلاں شخص کی طرف اُسکے غصب یا وریعت کی  
وجہ سے آتے ہیں وہ میت کر دی ہے یا گواہوں نے کہا کہ ہم کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور جسکی طرف مال ہو وہ مال کا  
قرار کرتا ہے تو قاضی موسیٰ لہ کے واسطے مال کی ڈگری کر دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور خصم اثبات وصایت میں میت  
کا وارث ہوتا ہے یا موسیٰ لہ یا قرض دار کہ جسپر میت کا کچھ قرض ہو یا قرض خواہ کہ جسکا میت پر کچھ قرض ہو فیصلہ غلط  
ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسکے دو بیٹے ہیں ایک اُن میں سے غائب ہے پس حاضر نے دعویٰ کیا کہ میرا  
میرے باپ پر ہزار درہم قرض ہے اور میت کا ایک شخص پر ہزار درہم کے سوا کچھ مال نہیں ہے تو امام رحمہ  
تعالیٰ نے فرمایا کہ اتنی ہی پر مال ثابت کرنے کے واسطے اُس بیٹے کی گواہی قبول کر دے گا اور اُسکے باپ پر اُس کا  
قرض ثابت کرنے کے واسطے قبول نہ کر دے گا اور اُن ہزار درہم میں سے جو میں نے اجنبی پر ڈگری کیے ہیں اس  
لڑکے کے واسطے کچھ دینے کا حکم نہ دوں گا اور توقف کر دے گا یہاں تک کہ اُسکا بھائی جو غائب ہے حاضر ہو جاوے  
کہ ان فی محیط۔ ایک شخص کے مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص غائب ہے میرے واسطے خریدا ہے  
اور قابض نے بیچ سے انکار کیا تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر مشتری حاضر ہو اور خریدے انکار  
کرے تو بھی یہی حکم ہے اور پھر اُسکے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو  
فلاں شخص سے خریدا ہے اور فلاں شخص نے تجھ سے خریدا تھا۔ اور منتفی کے کتاب لدعویٰ میں ہے کہ امام ابو یوسف  
نے فرمایا کہ اگر قابض نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ جسکو تو اپنا وکیل بتلاتا ہی فروخت کیا تھا اور فلاں  
شخص غائب ہے تو مدعی اور قابض میں خصوصیت نہیں ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ جس سے  
خریدنے کا تو گمان کرنا ہی فروخت کیا تھا اور من وصول ہونے تک یہ میرے قبضہ میں ہے یا کہا کہ میرے پاس دیعت ہے تو بھی  
ان دونوں میں خصوصیت نہ ہوگی یہ فیصلہ عاویہ میں ہے عمر و کار وہیہ بکر چاہیہ اسکے نام کا مسک زید و بکر کے پاس لیا  
اور کہا کہ جو روپیہ اس مسک میں عمر کے نام ہے، پھر اس روپیہ کا عمر نے میرے واسطے قرار کیا ہے اور اسکے گواہ میرے  
پاس ہیں پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ فلاں غائب یعنی بکر کا کچھ روپیہ پھر نہیں چاہیہ تو وہ خصم قرار پاوے گا اور اس مدعی زید  
کی گواہی بکر پر ہی جاوے گی اور ڈگری کر دی جائے گی اور اگر بکر نے عمر و کار وہیہ بکر چاہیہ اقرار کیا تو جب تک عمر و کار حاضر نہ ہو زید  
کے گواہوں کی گواہی بکر پر سنی نہ جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے ابن سمانہ نے امام محمد سے روایت  
کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم کیا کہ میرے واسطے دس دینار سودم کو خرید دے اُس نے ایسا ہی کیا اور دہم دیکر دینا  
نے لیے پھر ایک شخص نے اگر دیناروں پر دعویٰ کیا تو مشتری اسکا خصم ہوگا اور مشتری کی یہ دلیل کہ فلاں شخص نے  
مجھ پر حکم کیا تھا اور میں نے اُسکے واسطے خریدا ہے میں مقبول نہوگی اور اگر دیناروں کے مدعی نے اسکا اقرار کر لیا تو ان

نہ  
بہترین  
ترجمہ  
ہندوستان





نہ کیے و لیکن مدعی کے گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کر دیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو کتاب الاقصیہ میں لکھا ہو کہ قاضی اسکے اقرار پر حکم کر دیا اور جامع کبیر میں لکھا ہے کہ گواہوں پر حکم کر لیا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ مال معین پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ نے اسکا کر لیا پس منور مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم نہیں کیے تھے کہ مدعا علیہ نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہ کر لیے پھر جب مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکی ڈگری کر دی تو مشتری نے اسپر گواہ قائم کیے کہ یہ میری ملک ہے اور اسکے قبضہ میں ناخن ہے پس اسکی ڈگری ہو گئی پھر اسے بیٹے مشتری نے اپنے ہاتھ کے ہاتھ فروخت کر دی یا سہہ کر دی تو یہ جائز ہے اور یہ ایک حیلہ ہے کہ اسکو لوگ کیا کرتے ہیں تاکہ ظلم سے بچیں و لیکن یہ حیلہ اس وقت صحیح ہے کہ مشتری نے پہلے مدعا علیہ سے خریدنے کا دعویٰ نہ کیا بلکہ صرف ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور اگر خریدنے کا دعوے کیا تو مشتری کی سماعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کتاب الاقصیہ میں ہے کہ ایک شخص کے نصف دار مقبوضہ پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکی ملک ہونے کا اقرار کر دیا اور دیا نہیں اور غائب ہو گیا پھر ایک دوسرے شخص نے اسی نصف پر دعویٰ کیا تو پہلا مدعی اسکا حصہ نہ ہوگا اور اگر پہلا مدعی غائب ہو گیا اور مدعا علیہ حاضر ہا تو وہ اس دوسرے مدعی کا حصہ ہو گیا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دار مقبوضہ کی نسبت اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا ہے اور یہ شخص غائب ہو اور اسکی عیبت منقطعہ ہے اور اسے ایک شخص کے قبضہ میں حفاظت کرنے کے واسطے دیا تھا اس شخص نے میرے قبضہ میں دیا ہو اور وہ مر گیا تو یہ شخص قابض ہر شخص کا جو اس دار کا دعویٰ کر لیا حصہ قرار پاوے گا اس صورت میں قرار نہ پاوے گا کہ جب غائب کو خوب شناخت کرادے کہ وہ فلان بن فلان ہوا اسے یہ گھر اس شخص کے قبضہ میں جو مر گیا ہو دیا تھا اور اسے مجھے دیا تھا پھر اصل مالک غائب ہو گیا پس جب اس طرح اسے گواہ قائم کیے تو اسکے اور مدعیوں کے درمیان خصوصیت نہ ہوگی اور امام محمد کے قول میں وہ مدعی نہ کیا جائیگا مگر خاتمہ اسی دار کے حق میں اور بقیا اس قول امام اعظم رحمہ اللہ کے ہر چیز میں وصی ہونا چاہیے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے فلان شخص پر ہزار درم ہیں اور وہ مجھے یہ درم ادا کرنے سے پہلے مر گیا اور اسکے تیرے پاس ہزار درم ہیں اور مطالبہ کیا کہ اس مال سے سیر قرض ادا کر دے تو قاضی اس کے دعوے و گواہی کو قبول نہ کر لیا اور اگر قاضی سے درخواست کی کہ مدعا علیہ سے قسم لے تو قاضی اس سے قسم نہ لیا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر مال مضاربت میں استحقاق ثابت ہوا اور اس میں نفع بھی ہو تو نفع میں مضارب حصہ ہوگا اور رب المال کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر نفع نہیں ہو تو رب المال حصہ قرار پاوے گا یہ وجہ کر دی میں ہے پٹھان نے فرمایا کہ میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے مسلمانوں کے راستوں میں سے کسی راستہ میں جو نافذ ہے عمارت بنائی یا انیسین کھتی لگا دی پھر نکل کر ایک شخص کو دیدی پھر راستہ والوں نے آکر جھگڑا کیا پس قابض نے گواہ قائم کیے کہ مجھے فلان شخص نے وکیل کر کے میرے قبضہ میں دیدی ہے پس اگر وہ راستہ ایسا مشتبہ ہو کہ بدون گواہوں کے معلوم نہ ہوتا ہو کہ یہ راستہ ہے تو ان میں خصوصیت نہیں ہے اور اگر مشتبہ نہ ہو بلکہ راستہ معلوم ہو تو قابض حصہ قرار پاوے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام آزاد کیا اور وہ شخص مر گیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ غلام

کے مال  
معاذ اللہ  
و خصوصاً  
اس پر  
بیماری  
نہ ہو

اُس میت کا جس نے اسکو آزاد کیا ہو بیٹا ہو اور اُس میت کا کوئی وصی نہیں ہو پس کیا یہ غلام آزاد خصم قرار دیا جائیگا یا نہیں تو  
امام محمد نے فرمایا کہ اگر حالت مرض میں آزاد کیا ہو تو خصم ہوگا اور اگر حالت صحت میں آزاد کیا ہو تو نہیں ہوگا یہ محیط میں  
لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور باہم قبضہ نہیں کیا تھا کہ ایک شخص نے اسپر دعوی کیا اور  
مدعی بیع کا قرا کر اُسے پس اُسے بائع و مشتری کو حاکم کے پاس حاضر کیا اور کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں پس  
حاکم نے دونوں سے قسم لی پس بائع قسم کھا گیا اور مشتری نے نکول کیا تو مشتری غلام کو من کے عوض لے لیا اور جب  
اُسے من ادا کر دیا تو غلام مدعی کو دیا جائیگا اور اگر مشتری نے قسم کھائی اور بائع نے نکول کیا تو بائع کو کسی تمام قیمت  
مدعی کو دینی ہوگی و لیکن اگر مدعی نے بیع کی اجازت دیدی تو صرف من دینا ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک  
گھری اور وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ فلان شخص کا ہے وہ مر گیا اور اسے فلان فلان وارث چھوڑے اُن میں سے بعض غائب ہیں  
اور غائبوں سے اُن کے حقوق خرید لینے کا دعوی کیا اور درخواست کی کہ اُن لوگوں کے حاضر ہونے تک میرے قبضہ میں  
چھوڑ دیا جاوے تو نہ چھوڑا جاوے گا پس اگر اپنے خریدنے کے گواہ نہ لے تو اُنکی سماعت نہ ہوگی و لیکن بیع غائب پر  
نہ ہونگی اور نہ نائب پر ڈگری ہوگی و لیکن گھر کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا اور غائب کے آنے تک اُس سے قبضہ  
لے لیا جائیگا اور جب نائب آیا تو دوبارہ مقدمہ پیش ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں کو ایک شخص کی  
اصولت کے واسطے وکیل کیا پس مدعی نے ایک وکیل پر ایک گواہ اور دوسرے پر دوسرا گواہ قائم کیا تو یہ جائز ہے اس طرح  
اگر ایک وکیل پر ایک گواہ اور دوسرا گواہ قائم کیا تو بھی جائز ہے اسی طرح اگر زندہ پر ایک گواہ اور دوسرا گواہ بعد موت  
کے ایک کے وارثوں پر قائم کیا تو بھی جائز ہے کہانی الذخیرہ مشام رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک  
شخص کے قبضہ میں ایک گھری پس قابض نے ایک شخص سے کہا کہ یہ گھری میری ہے اپنے فلان بھائی سے ورثہ پا لے  
اور ذخرہ لے کہ اہل نہیں یہ گھری فلان شخص کا ہے اُسے اپنے بھائی سے میراث پایا ہو تو دوسرے مقلہ کی ڈگری کر دی جائیگی  
بشرطیکہ مقلہ کا کلام مقلہ کے کلام سے ملا ہوا ہو پس اگر پہلا مقلہ غائب ہو گیا اور دوسرا مقلہ قابض کے پاس آیا اور گواہ  
قائم کیے کہ تو نے فلان غائب کے واسطے اقرار کیا اور اُس غائب نے میری ملک ہونے کا اقرار کیا ہو تو اُسکی گواہی مقبول  
نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی چیز بعض مردار یا خون یا شراب یا سور کے خریدی اور مشتری نے قبضہ کر لیا پھر اُس بیع  
کو کسی شخص نے گواہ قائم کر کے استحقاق میں ثابت کیا تو مردار و خون کے خریدنے کی صورت میں مشتری خصم ہوگا اور  
نہ اسپر گواہی کی سماعت ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور شراب و سور کے عوض خریدنے کی صورت میں مشتری خصم قرار  
پاویگا اور گواہی اسپر سنی جائیگی کہانی الحیظ۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک  
چاندی کی ابرق بیع و دو دینار کے خریدی اور اپنی قبضہ کر لیا اور ایک دینار ادا کیا پھر دوسرا دینار دینے سے پہلے دونوں  
جدا ہو گئے یہاں تک کہ آدمی ابرق کی بیع فاسد ہو گئی تو یہ فساد باقی آدمی میں متعدی نہوگا پھر کسی نے اگر دعوی کیا کہ  
آدمی ابرق میری ہے تو مشتری اُسکا خصم قرار دیا جائیگا پھر اگر بائع اسوقت حاضر ہوا کہ جب حق نے آدمی ابرق اپنی ملک  
ہونے کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے آدمی کی ڈگری اسکو دیدی تو مشتری بائع پر چڑھائی ابرق واپس کر دیا اور بائع  
مشتری کو آدھا حصہ اسقدر کا کہ جب گواہ سبب صحیح کے ساتھ ملے ہو اور واپس دیگا اور مشتری کو خیار نہایت نہوگا  
اگرچہ بائع ابرق میں اُسکا شریک ہوا۔ اسی طرح اگر کسی شخص سے ایک غلام ایک ہی صفحہ میں یوں خرید لے کہ نصف

بجائے غائب  
بجائے غائب

غلام خود بنیاد نقد کو اور نصف غلام باقی بیعوض سو دینار کے بوند عطار کے لیا اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا اور بائع غائب ہو گیا پھر ایک شخص نے حاضر ہو کر گواہ قائم کیے کہ آدھا غلام میرا ہے تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی نے آدھا غلام چھپا دیا تو آدھا اسکے پاس ودیعت رکھا اور غائب ہو گیا پھر ایک شخص نے آدھے غلام کا دعویٰ کیا تو مشتری اسکا خصم نہوگا اور اگر مشتری کے ہاتھ آدھا غلام فروخت کیا اور آدھا اسکے پاس دوسرے نے ودیعت رکھا پھر آدھے غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو چوتھی غلام کی ڈگری کر دی جائیگی اور وہ خریدے ہوئے کا آدھا ہوگا اور مشتری بائع سے آدھا من واپس کر لے گا یہ محیط خسری میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے آدھا غلام خرید لیا پھر باقی آدھا بھی خرید لیا مگر ایک بیع صحیح اور دوسری فاسد ہو یا دونوں صحیح ہیں یا دونوں فاسد ہیں پھر ایک شخص نے اگر مشتری پر آدھے غلام کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مشتری اسکا خصم ہوگا اور اس آدھے کی ڈگری کر دی جائیگی جو بیع ثانی سے خرید لیا ہو اور اگر پہلی بیع صحیح ہو اور دوسری بیع بیعوض مردار یا خون یا شراب کے ہو تو مستحق اور مشتری میں خصومت نہوگی یہاں تک کہ بائع حاضر ہو کہو کہ جو چیز بیعوض خون یا مردار یا شراب کے خریدی جاوے وہ بالانفاق مخلوک نہیں ہوتی ہے محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسے میرے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹ دلا اور اس پر دعویٰ ثبت یعنی پانچ سو درہم واجب ہیں یا یہ دعویٰ کیا کہ اسے میری باندی فلان کے ساتھ اپنے غلام کا نکاح کیا اور اس پر مرد واجب ہو اور غلام اور باندی دونوں زندہ ہیں اور غائب ہیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ ہاں لیکن میں تجھے ارش یا مہر اس خوف سے نہ دوں گا کہ غلام اور باندی حاضر ہوں پس تیرے مخلوک ہونے کا انکار کر دے مجھے ضمان لے لیکن تو قاضی اسکے قرار سے مہر و ارش اسکے ذمہ لازم کر گیا اور اگر مہر و ارش میں سے ہو تو بھی یہی جواب ہے اور غلام کے ہزار درہم اس شخص کے پاس ودیعت ہوں یا اسے غضب کر لیے ہوں یا قرض یا بیع کے ہوں پس جس شخص کے پاس مال ہو اسے اقرار کیا کہ جسے مجھے مال دیا ہو وہ اس مدعی کا غلام ہو اور مدعی نے اسکی تصدیق کی تو مدعی کو اس مال لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس شخص نے جسکے پاس مال ہو لیکن اقرار کیا کہ اس مدعی کا ہو اسکے غلام نے اس سے غضب کر کے پھر پاس دیدیا ہو اور مقررہ یعنی مدعی نے اسکی تصدیق کی تو بھی مال نہیں لے سکتا ہو اسی طرح اگر کسی نے اقرار کیا کہ اس شخص نے اپنے غلام کو اپنی باندی بچنے کا حکم کیا تھا اسے میرے ہاتھ فروخت کر دی اور دام نہیں لیے ہیں اور غلام کے مالک نے اسکی تصدیق کی تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائیگا کہ دام ہو لی کو دیدے یہ سب اس صورت میں ہو کہ مال مقررہ کے پاس قائم ہو اور اگر تلف کر دیا ہو تو مقررہ کو اسکے ہاتھ ذکر کرنے کا اختیار ہو پس اگر غائب آیا اور اسے فلان کا غلام ہونے سے انکار کیا یا اس سے انکار کیا کہ میں نے اسکی کچھ چیز غضب نہیں کی ہے تو اسکا اختیار ہوگا کہ مقررہ اس قدر مال کن ضمان لے جسکا اسے اقرار کیا ہو پھر مقررہ نے مقررہ لے لے سکتا ہو یا نہیں پس اس صورت میں کہ مقررہ نے ارش یا مہر لیا ہو پھر غائب نے اگر مقررہ کے مخلوک ہونے سے انکار کیا تو مقررہ اس سے نہیں لے گا اور باقی صورتوں میں واپس نہیں لے سکتا ہو محیط میں ہے۔ اور اگر مقررہ ان سب سلیقہ نہیں یہ کہہ کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ غائب تیرا غلام ہو یا نہیں ہو تو مولیٰ کی گواہی اس امر پر کہ غائب میرا غلام ہو مقبول نہوگی اور مقررہ اسکی کچھ ڈگری نہوگی یہاں تک کہ غلام حاضر ہو اور مدعا علیہ سے دعوے مدعی پر کہ غائب میرا مخلوک ہے مستمم نہ لی جائیگی اور ارش اور مہر بن مستمم لی جائیگی کہ واثق جس ارش یا مہر کا دعویٰ کرتا ہے میری طرف نہیں چاہیے ہے اور مال کے دعوے

مدعا علیہ یعنی  
غائب غلام  
کے اسرار  
بابت غلام  
میں غلام  
میں غلام  
میں غلام

میں کسی سے قسم نہ لی جاوے گی مگر جبکہ مدعی یہ دعویٰ کرے کہ میرے غلام نے ہزار درم لیکر اس شخص کو قرض دیے ہیں یا  
اُسے مجھ سے ہزار درم لیے تھے اُس سے اس شخص سے غصہ کر لیا اور تلافی کر دیے پس اگر مدعی نے یہ دعویٰ کیا اور  
مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے ہزار درم قرض دیے یا میں نے اُسکے غصب کر لیے اور تلافی کر دیے اور میں  
نہیں جانتا ہوں کہ وہ اس شخص کا غلام ہے یا نہیں تو اُس سے قسم لی جائیگی کہ واسطہ تیری طرف یہ مال نہیں  
جائے جیسا کہ یہ دعویٰ کرتا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہزار درم جو میرے قبضہ میں ہیں تیرے ہیں  
کیونکہ میں نے تیرے غلام سے غصب کر لیے ہیں اس واسطے کہ تیرے غلام کا مال تیرا مال ہے یا اس واسطے تیرے  
میں کہ تیرے غلام نے مجھے ودیعت دی ہے اور مولیٰ نے کہا کہ ہزار درم میرے ہیں اور تو نے میرے غلام سے غصب  
نہیں کیے ہیں تو وہ درم توں کو لے لیگا مگر اُس صورت میں نہیں لے سکتا ہے کہ مقر نے غصب و ودیعت  
کے گواہ قائم کیے پس اگر اُسکے پاس گواہ نہ ہوئے اور مولیٰ نے مال پر قبضہ کر لیا پھر غلام آیا اور اُسے مقررہ کے  
مملوک ہونے سے انکار کیا اور مولیٰ کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وہ مقر غلام کے واسطے ہزار درم کا ضامن ہوگا  
بشرطیکہ غصب کا اقرار کیا ہے اور اگر ودیعت کا اقرار کیا ہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک کچھ ضامن ہوگا اور  
امام محمد نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا۔ اور اگر اُس شخص نے جسکے قبضہ میں مال ہے کہ ہزار  
درم میرے پاس تیرے غلام نے ودیعت رکھے ہیں یا میں نے اُس سے غصب کر لیے ہیں اور یہ تیرے ہیں کیونکہ  
تیرے غلام کا مال تیرا ہے تو مولیٰ اُن درم توں کو لے لیگا مگر پہلے قسم کھا لیگا جب تک معلوم نہ ہو کہ فلان شخص نے  
اُسکو ودیعت دیا ہے یا اسے اُس سے غصب کر لیا ہے پھر اگر غائب حاضر ہوا اور اُس شخص کے غلام ہونے  
سے انکار کیا تو ہزار درم مولیٰ سے لے لیگا اور مولیٰ کو حکم کیا جائیگا کہ اگر تیرا حق ہے تو گواہ قائم کر اور تیرے  
ضامن ہوگا۔ اور اگر مقر نے کہا کہ یہ ہزار درم تیرے غلام فلان شخص کے میرے ہاتھ میں غصب یا ودیعت ہے  
طور پر ہیں اور مولیٰ نے کہا کہ وہ فلان میرا غلام ہے اور درم میرے ہیں تو مقر سے نہیں لے سکتا ہے اور اُس صورت  
میں لے سکتا ہے کہ گواہ قائم کرے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ میری باندی کا مہر اس پر چاہیے  
یا میرے غلام کا ارش اُسکے ذمہ ہو یا میرے غلام کی ودیعت یا غصب وغیرہ اُسکے قبضہ میں ہو پس کہا کہ غلام  
مر گیا ہے اور مدعا علیہ نے اُسکی تصدیق کی تو حکم کیا جائیگا کہ یہ مدعی کو دیے پس اگر مدعا علیہ نے کہا کہ غلام پر میرا  
قرض ہے تو التفات نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے اس میں سے کچھ اقرار نہ کیا اور مولیٰ نے اس پر گواہ  
قائم کیے تو بھی حکم یہ کہ ذاتی مختصراً جامع الکبیر۔ ایک شخص کے قبضہ میں مال ہو اُس قابض سے ایک شخص نے کہا  
کہ مجھ سے تیرے غلام نے یہ مال غصب کر کے تیرے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے کہا کہ تو نے سچ کہا  
ولیکن میں تجھے اس واسطے نہ دوں گا کہ مبادا میرا غلام میرے غلام ہونے سے انکار کر جاوے تو اُسکے قول پر  
التفات نہ کیا جائیگا اور اس پر حیر کیا جائیگا کہ مال مقر کے حوالہ کرے پھر جب اُس نے دیدیا پھر غائب آیا اور مقر  
کے غلام ہونے سے انکار کیا تو اُسی کا قول لیا جائیگا اور جو مال مقر نے لیا ہے وہ اُسکو دلانے کا حکم کرے گا  
بشرطیکہ وہ قائم ہو والا یہ کہ مقر نے فی الحال اُس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ مال میرا ہے اور اگر مقر نے یہ مال  
تلف کر دیا اور غائب نے اُس مقر سے جسکے قبضہ میں یہ مال تھا ضمانت لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہوگا۔ اور اگر مقر نے کہا

م  
نہیں  
ہے



کہ یہ مال میرے پاس میرے فلان غلام نے ودیعت رکھا ہے اور یہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ مال تیرا ہے یا نہیں ہے پس مدعی نے گواہ دیے کہ یہ میرا مال ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مال اُسکو دلایا جائیگا پس اگر غائب حاضر ہو اور قہر سے غلام ہونے سے انکار کیا تو اپنا مال لے لیگا اور مدعی سے کہا جائیگا کہ اپنے گواہ دوبارہ پیش کرو ورنہ تیرا حق نہیں ہے اور اگر قہر قابض مال نے کہا کہ یہ مال تیرا ہے تیرے واسطے میرے پاس فلان شخص نے ودیعت رکھا ہے اور فلان شخص میرا غلام نہیں ہے پس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص تیرا غلام ہے تو ان دونوں میں خصوصیت نہوگی اور گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو کوئی چیز سہہ کر دی پھر واپس لے لی جا ہی اور مال کا مالک غائب ہو پس اگر اُس غلام کو تصرفات کی اجازت ہو تو واپس کر دینے کی اسپر ڈگری کر دی جائیگی اور اگر اُسکو تصرفات کی اجازت نہ ہو تو بدو نہ ہو جو دہی مالک کے اسپر واپسی کی ڈگری نہ کی جائیگی پس اگر غلام نے کہا کہ میں مجبور ہوں اور واہب نے کہا کہ نہیں تو نافوں سے تو قسم کے ساتھ واہب کا قول مقبول ہوگا اور اگر غلام نے اپنے مجبور ہونے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے پس اگر مالک حاضر ہو اور غلام غائب ہو اور جو چیز سہہ کی گئی ہے وہ غلام کے پاس ہو تو مالک خصم قرار نہ پاویگا اور اگر وہ چیز مالک کے قبضہ میں ہو تو خصم قرار پاویگا یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ اگر مولیٰ نے کہا کہ مجھے میرے فلان غلام نے یہ ودیعت رکھنے کو دی ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آیا اسے سہہ کر دی گئی ہے یا نہیں پس مدعی نے سہہ پر گواہ قائم کیے تو مالک اُسکا خصم ہوگا پھر جب قاضی نے واہب کے واسطے باندی دینے کی ڈگری کر دی اور واہب کے پاس وہ مولیٰ ہو گئی پھر مہوب لہ آیا اور غلام ہونے سے انکار کیا تو اُسی کا قول مقبول ہوگا اور باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر واہب کو یہ اختیار نہوگا کہ سہہ پھر لے اور اگر باندی واہب کے پاس مگر مہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستودع سے ضمان لے یا واہب سے ضمان لے پس اگر اُسے مستودع سے قیمت ڈال دے جہاں مستودع واہب سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر واہب سے ضمان لے لی تو واہب بھی مستودع سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مولیٰ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو نے یہ باندی اُس شخص کو سہہ کر دی ہے میرے پاس ودیعت رکھی ہے ولیکن وہ شخص میرا غلام نہیں ہے اور مدعی نے گواہ قائم کیے کہ فلان غائب اسکا غلام ہے تو ایسی گواہی مقبول نہوگی بشرطہ کہ غلام زندہ ہو اور اگر واہب نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہے ولیکن مستودع سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے اس طرح قسم لے گا کہ واہب فلان غائب میرا غلام نہیں ہے پس اگر قسم کھا گیا تو جھگڑے سے بری ہو گیا اور اگر قسم سے باز رہا تو جھگڑا اُسکے چھپے لازم رہا۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مولیٰ نے اقرار کیا ہے کہ فلان شخص میرا غلام ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور واپس کر دینے کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر مدعی نے اُسکے گواہ قائم کیے کہ غائب اس شخص کا غلام تھا تو وہ گواہی مقبول ہوگی اور قابض حال اُسکا خصم قرار پاویگا۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ غائب اس شخص کا غلام تھا اور اُس نے اُس غلام کو فلان شخص کے ہاتھ ہزاردہ روپے فروخت کر دیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور مہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ قابض باندی نے اقرار کیا ہے کہ میں نے فلان غائب کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ غائب میرا غلام تھا تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا

قواعد ہند کہ کتاب لدنوی باب پنجم حاضر مدعی

پس قابض کو خصم قرار نہ دیگا یہ محیط میں لگتا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے کہ وہ اپنے غلام ہو گیا اقرار کرتا ہے پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ فلان غائب نے مجھ کو میرے مالک سے ہزار درم میں خرید لیا اور دام دیدیے میں تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ فلان غائب نے مجھے میرے مالک سے خرید لیا تو مجھے خصوصیت کرنے اور اپنی ذات کے قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو اس کے گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ غلام اپنی ذات کے قبضہ کرنے کے واسطے خصم ہو سکتا ہے اور اگر غلام نے کہا کہ میں فلان شخص کا غلام تھا اس نے مجھے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہے اور مجھے دام وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے مگر اس کے مالک اختیار ہے کہ اسکو خصوصیت کرنے سے مانعت کر دے اور اگر منع نہ کیا تو وکالت جائز ہے اور دام وصول کر سکتا ہے اور مالک اس کے درم لے لینے سے بری ہو جائیگا۔ اور اگر غلام نے کہا کہ میں فلان شخص کا غلام ہوں اس نے مجھے اپنی ذات کے بارہ میں تجھ سے خصوصیت کے واسطے وکیل کیا ہے اور گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی کذافی قواسی قاضی خان

چھٹا باب کن صورتوں میں دعویٰ مدعی دفع کیا جاتا ہے اور کب دفع نہیں ہوتا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر مال یا حق کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفعیہ ہے تو قاضی اسکو حملت دیگا کہ دوسری مجلس میں حاضر ہو اور اس پر ڈگری نہ کر دیگا اور اسکا یہ کلام مدعی کی واسطے اقرار ہوگا اور مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہیے کہ دفعیہ کو دریافت کرے اگر صحیح ہو تو اسکو حملت دے اور اگر فاسد ہو تو حملت نہ دے اور نہ اس پر التفات کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے غلام مقبوضہ پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے پس قابض نے کہا کہ یہ فلان غائب کا ہے میرے پاس ودیعت یا عاریت یا اجارہ یا رہن یا غصب کی وجہ سے ہے اور اس کے گواہ قائم کیے یا اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ یہ فلان شخص کا غلام ہے تو مدعی کی خصوصیت اس سے دفع ہو جائیگی۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر قابض مرد صالح ہو تو گواہ قائم کرنے سے خصوصیت اس سے دفع کی جائیگی اور اگر حیلہ بازی میں مشہور ہو تو دفع ہوگی امام ابو یوسف نے اس قول کی طرف اس وقت رجوع کیا کہ جب قاضی مقرر ہوئے اور لوگوں کا حال دیکھا تو کہا کہ حیلہ گر آدمی کبھی کسی کا مال لیکر پوشیدہ کسی کے پاس رکھ دیتا ہے اور اس سے کہہ دیتا ہے کہ شہر سے بنا ہے ہو جاوے پھر گواہ لا کر مجھے ودیعت دیدیے حتیٰ کہ جب مالک نے اگر اپنی ملکیت ثابت کرنی چاہی تو قابض گواہ پیش کر دیتا ہے کہ فلان شخص نے مجھے ودیعت دی ہے پس مالک کا حق باطل ہو جاتا ہے اور اسکی خصوصیت دفع ہو جاتی ہے کذافی الکافی۔ اور اگر گواہ نہ قائم ہوئے تو غلام پر گواہ کے موافق وہ خصم ہوگا کذافی المحیط۔ پس اگر قاضی نے مدعی کی ڈگری کر دی اور غائب حاضر ہوا اور گواہ لایا کہ میں اسکا مالک ہوں میں نے قابض کو ودیعت دی تھی تو قاضی اس حاضر کی ڈگری کر دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے مدعی کے گواہوں پر اسکی ڈگری نہ کی یہاں تک کہ مقررہ حاضر ہوا اور اس نے قابض کے قول کی تصدیق کی اور قابض نے غلام اسکو دیدیا اور قاضی نے مدعی کے گواہوں پر اسکی ڈگری کر دی تو یہ فیصلہ قابض پر نافع ہوگا پھر اگر مقررہ نے مدعی پر اپنے گواہوں امر کے قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اسکی ڈگری ہو جائیگی اور مدعی کی گواہی باطل ہوگی ایسا ہی امام محمد نے جامع میں ذکر فرمایا ہے اور قاضی ابو العیثم نے قبضہ ثلثہ سے

قاسمی ہندو کی تالاب دعویٰ باب ششم دفعہ دعویٰ

نقل کیا ہو کہ حکم مذکور صحیح نہیں ہو اور صحیح یہ ہو کہ غلام آدھا آدھا اس مقررہ اور مدعی کے درمیان مشترک ہونے کا حکم دیا جائیگا اور قاضی ابو الہیثم نے یہ بھی ذکر کیا کہ ابن سماءؒ نے امام محمدؒ کو یہ مسئلہ لکھا اور حکم دریافت کیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے لکھ بھیجا کہ غلام دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا۔ پھر جب مقررہ نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور مدعی کے گواہ باطل ٹھہرے تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ اپنے گواہ دوبارہ حاضر پر پیش کر ورنہ تیرا حق نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر قابض کے گواہوں نے کہا کہ اسکے پاس ایک شخص نے ودیعت رکھا ہو کہ ہم اسکو بالکل نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی ایسی گواہی مقبول نہ کرے گا اور بالاجماع مدعی کی خصومت اس سے دفع نہوگی کذا فی الکافی اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم ودیعت رکھنے والے کو صورت سے پہچانتے ہیں اسکا نام و نسب نہیں جانتے ہیں تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک انکی گواہی جائز نہیہ قضاوے قاضی خان میں ہو۔ اور اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے بیان کیا کہ ہم ودیعت رکھنے والے کو نام و نسب سے پہچانتے ہیں اسکی صورت سے نہیں پہچانتے ہیں تو اس صورت کو امام محمدؒ نے ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ ایسی گواہی سے خصومت دفع نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ دفع ہو جائیگی اور ایسا ہی کتاب لاقضیہ میں مذکور ہو کہ قاضی مدعی سے دریافت کرے گا کہ کیا اسکا یہی نام و نسب ہو پس اگر اسنے کہا کہ نہیں تو ظاہر ہوگا کہ وہ مودع نہیں ہو کذا فی المحیط۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکی شناخت کیواسطے قریب طویل ہونا ضروری ہے اور اگر مدعا علیہ نے امام محمدؒ کے قول پر اعتماد کیا ہو یہ وجہ کروری میں ہو اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے ودیعت دیا ہو ایک معروف و مشہور آدمی کا نام لیا ہو اور گواہوں نے گواہی دی کہ اسکو ایک آدمی نے ودیعت رکھنے کو دیا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسی گواہی غیر مقبول ہو کذا فی المحیط اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے ودیعت دیا ہو کہ میں اسکو نہیں پہچانتا ہوں پھر گواہوں نے گواہی دی کہ اسکو ایک شخص نے ودیعت دیا ہو اور وہ دونوں بھی اسکو نہیں پہچانتے ہیں تو قابض مدعی کا خصم قرار دیا جائیگا یہ قضاوے قاضی خان میں ہو اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے ایسے شخص نے ودیعت دیا ہو کہ میں اسے نہیں پہچانتا ہوں اور گواہوں نے گواہی دی کہ اسکو فلان بن فلان نے ودیعت رکھنے کو دیا ہو تو خصافؒ نے ذکر کیا کہ قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا اور قابض کے ذمہ سے جھگڑا دفع نہوگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر مدعی نے اقرار کیا کہ ایک شخص نے اسکو دی ہو اور مدعی اسکو نہیں پہچانتا ہو تو ان دونوں میں خصومت نہوگی اسی طرح اگر قابض کے گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ مدعا علیہ کو ایک شخص نے دی ہو کہ میں اسکو نہیں پہچانتا ہوں تو قاضی مدعا علیہ کو خصم قرار نہ دیگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہو اور اگر گواہوں نے کہا کہ اسکو ایسے شخص نے ودیعت دی ہو کہ جسکو ہم تینوں طریقوں سے پہچانتے ہیں لیکن ہم اسکو نہ بتلاوینگے اور نہ گواہی دینگے تو خصومت دفع نہوگی اور اگر اس حریز پر بان لایا کہ مجھے ایک شخص معروف نے دی ہو لیکن گواہوں نے دینے والے کی ملک ہونا صاف نہ بیان کیا تو خصومت دفع ہو جائیگی اور اگر گواہوں نے کہا کہ اسکو فلان شخص نے ودیعت دی ہو لیکن ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ حریز کسی سے آیا ہو کہ یہ حریز فلان شخص کے قبضہ میں تھی جو غائب ہو لیکن ہم نہیں معلوم کہ اسنے اس شخص کو دی ہو یا نہیں اور قابض نے کہا کہ اسنے مجھے دی ہو تو خصومت دفع ہو جائیگی یہ ذخیرہ کروری میں ہو۔ اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے بیان کیا کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ یہ حریز فلان شخص غائب کی ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے فلان غائب نے ودیعت دی ہو یا گواہوں نے مدعی کے اس اقرار کی گواہی دی اور مدعا علیہ نے نہ کہا کہ مجھے

فلان غائب نے ودیعت دی ہے تو مشائخ نے کہا کہ خصوصیت اس سے دفع ہو جائیگی اسی طرح اگر مدعی نے قاضی کے پاس اقرار کر دیا کہ فلان غائب نے اسکو دی ہو تو قابض کے ذمہ سے خصوصیت دفع ہو جائیگی یہ قضاوی خان میں ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز فلان غائب کے ہاتھ میں تھی پھر میں نہیں جانتا ہوں کہ اسے اسکو دی ہو یا نہیں اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی نے دی ہو تو ان دونوں میں خصوصیت نہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ گواہوں نے گواہی دی کہ مجھے نے اقرار کیا ہے کہ یہ چیز فلان غائب کے پاس تھی میں نہیں جانتا ہوں کہ اسے اسکو دی ہو یا نہیں تو ان دونوں میں خصوصیت نہوگی۔ اگر قابض کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی فلان غائب کی ہے اور یہ گواہی نہ دی کہ فلان شخص نے اس قابض کو ودیعت دی ہو تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا اور نہ خصوصیت اس سے دفع ہوگی اور اگر مدعی نے بطور قابض کے گواہی دفع کرنے کے یہ گواہ سنائے کہ قابض نے اس باندی پر اپنی ملک ہو نیکا دعویٰ کیا تھا تو قابض سے ودیعت رکھنے کے گواہ صلا مقبول نہو گئے یہ محیط میں ہے۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ گھر فلان غائب کا ہے اسے اس مدعا علیہ کو اسپین بسایا اور یہ گواہ کر لیا اور اس روز یہ گھر اس غائب کے قبضہ میں تھا یا کس کا مدعا علیہ کے قبضہ میں تھا یا کس کا ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس روز یہ گھر کس کے قبضہ میں تھا لیکن ہم جانتے ہیں کہ آج اس گھر کے قبضہ میں ہے یا بالکل اسکا ذکر نہ کیا کہ اس روز گھر کس کے قبضہ میں تھا تو گواہی مقبول اور خصوصیت دفع ہوگی یہ وجہ کروری میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ گھر اس روز کسی ثالث کے قبضہ میں تھا تو خصوصیت دفع نہوگی چنانچہ اگر وہ کہیں کہ فلان شخص نے اسکو بسایا لیکن قبضہ اسکو کسی دوسرے نے دیا تو غیر مقبول یہ محیط خبری میں ہے اور اگر مدعی برہان لایا کہ جس روز ان گواہوں کو گواہ کیا تھا اسدن یہ گھر لینے والے اور سنانے والے دونوں کے سوا تیسرے کے قبضہ میں تھا اور وہ فلان شخص ہے تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر یہ فلان شخص آیا اور مدعی نے اس طرح گواہ پیش کیے تو بھی غیر مقبول ہونگے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونگے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ آدھا گھر میرا ہے اور آدھا میرے پاس فلان شخص کی ودیعت ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو خصوصیت کل گھر سے دفع ہو جائیگی یہ اختیار میں ہے۔ اگر قابض نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور اسکا اثبات اس سے ممکن نہوا یا تاک کہ قاضی نے مدعی کی ڈگری کر دی تو اسکا حکم نافض ہو جائیگا پھر اسکے بعد اگر اسے ودیعت کے گواہ قائم کرنے چاہے تو مقبول نہو گئے لیکن اگر غائب حاضر ہوا تو وہ اپنی حجت پر باقی ہے اور اگر قابض نے ودیعت پر گواہ پیش کیے یہاں تک کہ خصم ٹھہرا گیا اور مدعی نے ایک گواہ سنا یا یا دونوں سنائے مگر قاضی نے ہنوز حکم نہیں دیا پھر قابض نے اپنے دعوے کے گواہ پائے تو مقبول ہونگے کیونکہ حکم قضا سے پہلے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ شخص مدعا علیہ کا خصم نہیں ہے کہ لفظ الجامع الایجابی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا اور قابض نے کہا کہ فلان نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا یہ پس مدعی نے کہا کہ فلان شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا تھا لیکن پھر اسے مجھے سہہ کر دیا یا میرے ہاتھ فروخت کر دیا تو قاضی مدعا علیہ سے قسم لیا کہ اسے مجھے نہیں کیا اور نہ میرے ہاتھ بیچ کیا پس اگر قسم سے باز ہا تو خصم قرار دیا جائیگا یہ محیط خبری میں ہے اور اگر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلان شخص نے اسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو مقبول ہونگے اور مدعا علیہ خصم ٹھہرایا جائیگا اور اگر مدعا علیہ نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور مدعی نے اسکی قسم طلب کی تو قاضی اس سے قسم لیا

مدعا علیہ کے قبضہ میں تھا اور وہ فلان شخص ہے تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر یہ فلان شخص آیا اور مدعی نے اس طرح گواہ پیش کیے تو بھی غیر مقبول ہونگے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونگے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ آدھا گھر میرا ہے اور آدھا میرے پاس فلان شخص کی ودیعت ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو خصوصیت کل گھر سے دفع ہو جائیگی یہ اختیار میں ہے۔ اگر قابض نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور اسکا اثبات اس سے ممکن نہوا یا تاک کہ قاضی نے مدعی کی ڈگری کر دی تو اسکا حکم نافض ہو جائیگا پھر اسکے بعد اگر اسے ودیعت کے گواہ قائم کرنے چاہے تو مقبول نہو گئے لیکن اگر غائب حاضر ہوا تو وہ اپنی حجت پر باقی ہے اور اگر قابض نے ودیعت پر گواہ پیش کیے یہاں تک کہ خصم ٹھہرا گیا اور مدعی نے ایک گواہ سنا یا یا دونوں سنائے مگر قاضی نے ہنوز حکم نہیں دیا پھر قابض نے اپنے دعوے کے گواہ پائے تو مقبول ہونگے کیونکہ حکم قضا سے پہلے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ شخص مدعا علیہ کا خصم نہیں ہے کہ لفظ الجامع الایجابی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا اور قابض نے کہا کہ فلان نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا یہ پس مدعی نے کہا کہ فلان شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا تھا لیکن پھر اسے مجھے سہہ کر دیا یا میرے ہاتھ فروخت کر دیا تو قاضی مدعا علیہ سے قسم لیا کہ اسے مجھے نہیں کیا اور نہ میرے ہاتھ بیچ کیا پس اگر قسم سے باز ہا تو خصم قرار دیا جائیگا یہ محیط خبری میں ہے اور اگر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلان شخص نے اسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو مقبول ہونگے اور مدعا علیہ خصم ٹھہرایا جائیگا اور اگر مدعا علیہ نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور مدعی نے اسکی قسم طلب کی تو قاضی اس سے قسم لیا



کہوا شد میرے پاس فلان شخص نے ودیعت رکھا ہے اور قسم قطعی لی جائیگی نہ علم پر اگرچہ قیسم فعل غیر پر ہے لیکن اس فعل کا تمام ہونا اسکے فعل سے ہی یعنی قبول کرنا پس قسم قطعی قسم لی جائیگی یہ فصول عماد میں ہے۔ ایک شخص کے پاس کسی کی ودیعت ہو اسکے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں ودیعت وصول کرنے کے واسطے موع کا وکیل ہوں اور اسکے گواہ قائم کیے اور مستوع نے گواہ سنائے کہ صاحب ودیعت نے اسکو وکالت سے برطرف کر دیا ہو تو گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر سوا امر کے گواہ قائم کیے کہ وکیل کے گواہ غلام ہیں تو بھی مقبول ہونگے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا قابض نے کہا کہ میرے پاس یہ فلان شخص کی ودیعت ہو اور اسکے گواہ سنا دیے حتیٰ کہ خصوصیت اس سے موقع ہو گئی پھر غائب حاضر ہوا اور اس شخص نے ودیعت اسکے سپرد کر دی پھر مدعی نے دوبارہ اپنا دعویٰ پیش کیا کہ میں یہی جواب دیا کہ یہ جو میرے قبضہ میں ہے فلان شخص کی ودیعت ہو اور گواہ قائم کیے تو مثل پہلے شخص کے اس شخص سے بھی خصوصیت دفع ہو جائیگی یہ محیط بخس میں ہے۔ ایک نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا تھا پھر اسکے بعد کہا کہ یہ مجھے فلان شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے یا اسکے برعکس کہا یعنی پہلے ودیعت رکھنے کو کہا پھر دوبارہ اقرار کیا پس اگر وہ ودیعت رکھنے کے گواہ قائم کیے تو خصوصیت اس سے دفع ہو جائیگی اور اگر اسکے پاس گواہ نہ ہوں پس اگر پہلے مدعی کے واسطے اقرار کیا ہے پھر ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا تو مدعی کو دینے کا حکم دیا جائیگا پس اگر غائب حاضر ہوا اور اسکی تصدیق کی تو مدعی کے ہاتھ سے گھر نہ کھالاجائیگا کیونکہ اسکا حق سابق ہے ولیکن مقررہ سے کہا جائیگا کہ اس امر کے گواہ لادے کہ تمام گھر اسکا ہے اور اگر پہلے ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور پھر اقرار کیا تو پھر مدعی کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ مدعی کا حق ثابت ہوا اور غائب کا حق موقوف ہو گیا کیونکہ مدعی کی اسے تصدیق کی اور شائد غائب اسکی تکذیب کرے اور تکذیب کی صورت میں غائب کا حق ثابت نہ ہو گا اور اگر قابض نے ودیعت رکھنے پر گواہ قائم نہ کیے ولیکن قاضی کو معلوم ہو کہ غائب نے اسکے پاس ودیعت رکھا ہے تو دونوں میں خصوصیت نہ قرار دیگا ایسا ہی اگر مدعی نے اسکا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مدعی کا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ فلان غائب نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو ان دونوں میں خصوصیت نہ ہوگی یہاں تک کہ غائب حاضر ہو۔ اور اگر قاضی کو معلوم ہو کہ غائب نے اس مدعی سے غضب کر لیا ہے اور قابض کے پاس ودیعت رکھا ہے تو قابض سے لیکر مدعی کے سپرد کر دیگا اور بالیمین میں مذکور ہے کہ اگر قابض نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اسکے پاس گواہ نہیں ہیں تو قسم لی جائیگی اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر کھول کیا تو دعویٰ لازم ہو گا اور اگر پہلا مقررہ آیا تو وہ مدعی سے لے سکتا ہے پھر دوسرے مقررہ سے کہا جائیگا کہ تو پہلے مقررہ پر نالاش کر سکتا ہے اور اگر اسنے گواہ قائم کیے تو لے لیگا۔ اور اگر گواہ نہ ہوے تو قسم لی جائیگی اگر پہلا مقررہ قسم کھا گیا تو بری ہو گیا اور اگر کھول کیا تو اسکے ذمہ لازم ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے یہ گھر غائب سے خرید لیا ہے تو خصم قرار پا دیگا یہ ہر ایہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ گھر پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا یا ایک سال سے خریدنے کا دعویٰ کیا یا شفعہ کا دعویٰ کیا پس قابض نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا میں نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت یا ہب کر کے اسکے سپرد کر دیا پھر کہنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو وہ خصوصیت سے بری ہو گا ولیکن اگر مدعی اسکی تصدیق کرے تو بری ہو گا یا قاضی کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ شخص سچ کہتا ہے تو خصوصیت اس سے

قاعہ ہندیکت بالمدعی باب ششم دفع دعوی  
کیا قابض نے ودیعت رکھا ہے  
اور اگر کھول کیا تو دعویٰ لازم ہو گا  
اور اگر پہلا مقررہ آیا تو وہ مدعی سے لے سکتا ہے  
پھر دوسرے مقررہ سے کہا جائیگا کہ تو پہلے مقررہ پر نالاش کر سکتا ہے  
اور اگر اسنے گواہ قائم کیے تو لے لیگا۔ اور اگر گواہ نہ ہوے تو قسم لی جائیگی  
اگر پہلا مقررہ قسم کھا گیا تو بری ہو گیا اور اگر کھول کیا تو اسکے ذمہ لازم ہو گا  
یہ محیط میں ہے۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے یہ گھر غائب سے خرید لیا ہے  
تو خصم قرار پا دیگا یہ ہر ایہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ گھر پر ملک مطلق کا دعویٰ  
کیا یا ایک سال سے خریدنے کا دعویٰ کیا یا شفعہ کا دعویٰ کیا پس قابض نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا میں نے اسکو فلان  
شخص کے ہاتھ فروخت یا ہب کر کے اسکے سپرد کر دیا پھر کہنے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو وہ خصوصیت سے بری ہو گا  
ولیکن اگر مدعی اسکی تصدیق کرے تو بری ہو گا یا قاضی کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ شخص سچ کہتا ہے تو خصوصیت اس سے

دفع ہو جائیگی پس اگر اس میں سے کوئی بات نہ ہو لیکن قاضی نے بیع کے گواہ سنائے تو مقبول نہوں گے پس اگر شہر گری ہو گئی پھر غائب آیا اور قاضی سے خرید نیچے وقت اپنے گواہ لایا تو مقبول نہوں گے اور اگر ملک مطلق کے گواہ لایا تو مقبول نہوں گے اور اگر غائب نے مدعی کی وکری ہوئے سے پہلے ایک مطلق کے گواہ دیے تو وہ مدعی کے ساتھ مثل دو مدعیوں کے ہو گیا کہ دونوں نے گواہ قائم کیے پھر اگر غائب نے قاضی سے ایک سینہ سے خرید نیکاد دعویٰ کیا تو مدعی کی گواہی کے ابطال کے واسطے مقبول نہوں گے اور مدعی نے کہا جائیگا کہ اگر تجھے منظور ہو تو منکر پر اپنے گواہ دوبارہ پیش کر اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ فلاں شخص کے ہاتھ میں تھا لیکن مجھے معلوم نہیں ہو کہ اس نے اسکو دیا ہو یا نہیں اور قاضی نے کہا کہ مجھے فلاں شخص سے دیا ہو تو ان دونوں میں خصوصیت نہو گی کذا فی الکافی۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر اپنے ملک ہونیکا دعویٰ کیا پس اس سے گواہ طلب کیے گئے پس جب دونوں مدعی و مدعا علیہ قاضی کے پاس سے چلے گئے تو قاضی نے غلام کو تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے بلع کے پاس دعوت رکھا اور غائب ہو گیا پھر مدعی گواہ لایا پس اگر قاضی کو قاضی کی یہ حرکت معلوم ہو گئی یا مدعی نے اسکا اقرار کر دیا تو قاضی پر مدعی کے گواہوں کی سماعت نہو گی۔ اگر قاضی کو علم نہو اور نہ مدعی نے اسکا اقرار کیا تو مدعی کے گواہوں کی سماعت ہو گی اور اگر قاضی نے اپنے اس فعل کے گواہ سنائے تو مسموع نہوں گے لیکن اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اسکا اقرار کیا ہو تو سماعت ہو گی اور قاضی سے خصوصیت دفع کی جائے گی۔ اور بہرہ کے ساتھ اگر قبضہ ہو گیا اور صدقہ اس حکم میں بمنزلہ بیع کے ہو یہ خواہے قاضی خانین ہو۔ اگر ایک گھر پر دعویٰ کیا اور ایک گواہ سنا یا پھر دونوں قاضی کے پاس سے چلے گئے پھر دیر کے بعد قاضی کے پاس آئے اور مدعی دوسرا گواہ لایا اور قاضی نے اس امر کے گواہ دیے کہ قاضی کے پاس سے اٹھ کر میں نے یہ گھر فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا یا بہرہ کر دیا اور اس کے سپرد کر دیا ہو پس اگر مدعی نے اسکا اقرار کیا یا قاضی اس سے آگاہ ہوا یا قاضی کے گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکا اقرار کیا ہو تو ان دونوں میں خصوصیت نہو گی اور اگر ان میں سے کوئی بات نہو اور قاضی نے اپنے فعل کے گواہ دیے تو قاضی سماعت نہ کرے گا اور خصوصیت اس سے دفع نہو گی۔ اور اگر مدعی نے دعویٰ کے وقت دونوں گواہ قائم کیے اور ان کی تعدیل ہو گئی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دونوں قاضی کے پاس سے چلے پھر دیر کے بعد قاضی کے پاس جا کر قاضی نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ گھر قاضی کے پاس سے ہا کر فلاں شخص کے ہاتھ فروخت یا بہرہ کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر اس نے میرے پاس دعوت رکھا ہو اور غائب ہو گیا ہو پس مدعی نے اسکا اقرار کیا یا قاضی کو اسکا علم ہوا تو قاضی سے خصوصیت دفع نہو گی یہ عیض میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اس کو فلاں شخص غائب کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو اس کا دعویٰ باطل ہو گیا اسی طرح اگر کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور فلاں نے میرے ہاتھ فروخت کیا اور فلاں کا اس کے ہاتھ بیع کرنا اس سے ثابت نہو سکا تو یہی حکم ہو کذا فی الخلافہ۔ اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے اقرار کیا ہو کہ میں نے فلاں کے ہاتھ فروخت کیا یا بہرہ فلاں شخص کی ملک ہو تو مقبول نہوں گے یہ فصول علویہ میں ہو۔ ایک شخص کے دار مقبوضہ پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کے دعویٰ سے خیریت نہو گے کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا اور تو نے اس بیع کی اجازت دی ہو تو یہ مدعا علیہ کی ملک کا اقرار نہیں ہو

یعنی اس  
گواہوں کا قول  
نہاں ہو گا

اور نہ اس سے مدعی کا دعویٰ وضع ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوہنے ایک شخص کے مقبوضہ مگر اپنے ملک ہو تو یہ گواہ کیا اور گواہ قائم کیے پس قابض نے گواہ سنا کہ یہ وار فلان غائب کا ہے اس نے مدعی سے خرید لیا اور نیچے پہنچا کر قبول کیا ہو تو بقضی میں مذکور کہ قابض کی گواہی مقبول ہوگی اور وہ دلیل قرار دیا جائیگا اور اس سے نہ نہ مستخرج ہوگا۔ اگر غائب کے ذمہ خریداری لازم کی جائیگی یہ فتاویٰ تانہ میں جو ایک شخص کے قبضہ میں ایک وار ہو کہ اس نے خرید لیا اور شفع سے شفعہ طلب کیا پس مشتری نے کہا کہ میں نے فلان شخص کے واسطے خرید لیا اور گواہ قائم کیے اس کے بعد اس کے گواہ دیکھ کہ فلان شخص نے مجھے اس کے خریدنے کے واسطے ایک سال سے دلیل کیا ہے تو فرمایا کہ میں اس کے گواہوں کی گواہی قبول نہ کروں گا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مال معین کے تلف ہونے کے بعد اس میں دعویٰ واقع ہو اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ چیز میرے پاس ودیعت یا رہن تھی یا بطور مضاربت یا شریعت کے تھی تو مدعا علیہ کی گواہی قبول نہ ہوگی پھر مدعا علیہ پر مدعی کے واسطے قیمت کی ڈگری کر دی گئی اور اس نے قیمت لے لی پھر جب غائب حاضر ہوا اور مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو ودیعت، اور رہن و اجارہ و مضاربت و شریعت کی صورت میں جو مدعا علیہ نے ضمان دیا ہو وہ غائب سے لے لیگا اور عاریت و غصب و شریعت میں نہیں لے سکتا ہو اور اگر غائب نے قابض کے اقرار کی کہ مجھے ان جو بات مذکورہ سے پہنچی ہو تکذیب کی تو قابض اس غائب سے کچھ نہیں لے سکتا ہو تا وقتیکہ اجارہ یا ودیعت یا رہن یا شریعت یا مضاربت میں سے جس کا دعویٰ کیا ہو اس کے گواہ قائم نہ کرے۔ اور اگر غلام یا مال گیا پھر مدعی نے اس شخص پر جس کے ہاتھ سے بھاگا ہو دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے ان جو بات مذکورہ سے اپنے قبضہ میں ہو نیچا دعویٰ کیا تو اس کا حکم مثل مال معین تلف ہو جانے کے حکم ہوگا۔ پھر اگر غلام لوٹ کر آیا تو ودیعت و رہن و اجارہ و شریعت و مضاربت کی صورت میں غائب کی ملک میں واپس لے گا اور چوری و غصب و عاریت کی صورت میں اس شخص کی ملک میں آدے گا جسکے قبضہ میں تھا کیونکہ ڈانڈ اس پر مقصور نہیں ہو کذا فی خزائن المفتین اور اگر غلام قائم ہو اور اس کی ایک آنکھ جاتی رہی اور اس کا ارش لے لیا اور گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو غلام اور ارش میں خصومت نہیں ہو سکتی ہو کذا فی البانی۔ اور اگر باندی تھی وہ بچہ بنی پھر وہ مر گئی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میری باندی میری ملک میں تھی اور قابض نے گواہ دے کر کہا کہ میں نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور غائب نے ودیعت رکھی ہو تو مدعی کے واسطے باندی کی قیمت کی ڈگری کی جائیگی اور پھر کسی بابت کچھ حکم نہ ہو گا یہاں تک کہ غائب حاضر ہو یہ محیط شری میں ہے۔ ایک شخص کے غلام مقبوضہ پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ غلام فلان شخص کی طرف سے میرے پاس ودیعت پر پس مدعی نے کہا کہ غلام مجھے دے اور اس شخص کو حاضر کرنا کہ میں اس پر گواہ پیش کروں پس غلام دیدار فلان شخص کو بلائے گیا پس غلام مدعی کے قبضہ میں مر گیا پھر وہ شخص غائب آیا اور گواہ لایا کہ غلام میرا ہے میں نے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا اور مدعی نے گواہ دینے کہ یہ میرا غلام ہے تو غائب کی گواہی معتبر ہوگی اور اگر غلام زندہ ہو تا تو مدعی کو حکم کیا جاتا کہ غلام اس غائب کے سپرد کرے پھر اس پر گواہ قائم کرے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک باندی تھی اس کو ایک غلام نے قتل کیا پس اس کے عوض دیا گیا اور ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ باندی میری تھی اور قابض نے ودیعت کے گواہ سنائے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تو غلام طلب کرنا ہو تو جھگڑا خصومت نہیں ہو اور اگر قیمت مانگنا ہو تو خصومت

لکھنؤ فتاویٰ عالمگیری  
جلد ۱۰ حصہ اول  
صفحہ ۵۵۴

کر سکتا ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر قاضی نے قابض پر باندی کی قیمت کی ڈگری کر دی اور مدعی نے قابض سے وصول کرنی پھر غائب آیا اور اس نے ودیعت کا اقرار کیا تو غلام قابض سے لے لیا اور قابض غائب سے وہ مال لے لیا جو اس نے مدعی کو ڈانڈ دیا ہو یعنی باندی کی قیمت۔ اور اگر باندی کو غلام نے قتل نہیں کیا بلکہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور غلام اس کے عوض بیہ یا گیا تو جب تک غائب حاضر نہ ہو قابض و مدعی میں خصومت نہ ہو غلام میں اول نہ باندی میں یہ محیط میری ہو۔ اگر قابض پر اس کے فعل کا دعویٰ کیا مثلاً یوں کہا کہ تو نے میرے پاس سے باندی نصب کر لی یا میں نے تجھے اجارہ پردی یا ہیہ کی ہو اور قابض نے کہا کہ مجھے فلان غائب نے ودیعت رکھنے کو دی ہو یا عاریت دی ہو یا مثل اسکے کوئی امر بیان کیا اور اس پر گواہ قائم کیے تو خصومت اس سے دفع نہ ہوگی پس اگر غائب حاضر ہوا اور اس نے اس امر پر گواہ قائم کیے مقبول ہوں گے یہ محیط ہر کسی میں ہو۔ اسی طرح اگر قابض نے گواہ اپنے دعوے پر نہ قائم کیے اور یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہوگا کذا فی محیط۔ ایک شخص نے ایک دار پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا اور کہا کہ قابض نے میرے قبضہ سے غصب کر لیا ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میرے باپ کا ہو میرے پاس ودیعت ہو تو خصومت اس سے دفع نہ ہوگی پس اگر مدعی اپنے گواہ قائم کیے اور پھر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میرے باپ کا ہو اس نے مدعی سے خرید لیا ہو تو مدعی نے فرمایا کہ مدعا علیہ کے گواہ قبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ تو نے میرے پاس سے چور لیا ہو یا اس نے چور لیا ہو تو بھی خصومت دفع نہ ہوگی اگرچہ قابض نے ودیعت پر گواہ دیے ہو اور پھر اگر اس پر ڈگری کر دی گئی اور غائب حاضر ہو اور اپنی ملک پر گواہ لایا تو مقبول ہوں گے یہ کافی میں برادریں صورت میں کہ مدعی نے کہا کہ اس نے میرے پاس سے چور لیا ہو تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ قابض سے خصومت دفع ہو جائے بشرطیکہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے اور یہی قول امام محمد کا ہو اور استسناد دفع نہ ہوگی اور یہی قول امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما علیہما ہو جو یہ میں لکھا ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک مدعی کہ اس نے غصب کر لیا یا میرے پاس سے لے لیا ہو اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ میرے پاس فلان غائب کی طرف سے ہو چکا ہو تو بالا جماع خصومت دفع ہو جائیگی یہ فضول عمادیہ میں ہو ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس نے گواہ سنائے کہ میں اسی قابض کا غلام تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا ہو اور قابض نے گواہ دیے کہ یہ فلان شخص کا غلام ہو اس نے مجھے پاس ودیعت رکھا ہو تو قاضی غلام کی آزادی کا حکم دیا اور مدعا علیہ سے اس کو اپنی قائم کرنے سے جو اس نے قائم کی ہو خصومت دفع نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو پھر اگر مدعا علیہ پر ڈگری ہو گئی پھر غائب آیا اور دعویٰ کیا تو التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ قضاء و لون پر ناخذ ہو گئی کذا فی الحکام فی دخیلین ذخیرہ کے دعویٰ التمس میں لکھا ہو کہ ایک غلام نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ میں اس کی ملک تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا ہو پس مالک نے کہا کہ میں نے جس وقت اس کو آزاد کیا اس وقت یہ میری ملک تھا کیونکہ میں نے اس کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا پھر اس سے خرید لیا اور آزاد کرنے سے پہلے بیع کرنے کے گواہ قائم کر دیے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر یوں جھگڑا پیش ہوگا کہ مالک نے کہا کہ میں نے خریدنے سے پہلے مجھے آزاد کر دیا ہو اور غلام نے کہا کہ نہیں بعد خریدنے کے آزاد کیا ہو تو غلام کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اگر قابض پر ایسے فعل کا دعویٰ کیا کہ جیسے احکام پورے نہیں ہوئے ہیں مثلاً اس سے ہر دو دم میں خرید نیکا دعویٰ کیا اور دم دیدینا اور قبضہ کر لینا بیان نہ کیا پس قابض نے گواہ دیے کہ یہ فلان غائب کا ہو



مجھے اُس نے ودیعت دیا ہو یا میں نے غضب کر لیا ہو تو بالاتفاق خصومت اُس سے دفع نہوگی اور اگر ایسے شخص کا دعویٰ کیا کہ جبکہ احکام پورے ہو چکے ہیں مثلاً خربانے کے عوض میں دام دینا اور بیع پر قبضہ کر لینا بیان کر دیا پھر مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام فلان غائب کا ہو اُس نے مجھے ودیعت دیا ہو تو اس میں اختلاف ہو بعض اسے کہا کہ خصومت دفع ہو جائے گی اور یہی صحیح ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قابض سے خرید لیا ہو اور گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیکھے کہ مجھے فلان شخص نے ودیعت دیا ہو تو خصومت اُس سے دفع نہوگی پھر اگر قاضی نے ہنوز مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ مدعا علیہ کا مقررہ یعنی غائب حاضر ہوا اور قابض کی تصدیق کی تو قاضی غلام اُس کو دلواد بچھا پھر اسپر مدعی کی ڈگری کر دیا اور مدعی سے دوبارہ گواہ پیش نہ کر لیا کہ مقررہ پر دوبارہ پیش کرے اور اگر مالک غلام نے اُس کے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اُس کو ودیعت دیا تھا یا ودیعت دینا نہ تھا تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی کے گواہ باطل ہو جائیں گے۔ پس اگر مالک غلام نے گواہ دیکھے کہ یہ میرا غلام ہے اور مدعی نے مالک غلام پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام قابض کا تھا میں نے اُس سے اسے خرید لیا اور دام دیے ہیں پس اگر مالک غلام کی ڈگری ہونے کے بعد مدعی نے یہ گواہ پیش کیے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر ڈگری ہونے سے پہلے پیش کیے تو مقبول ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مدعی خریدنے سے قابض نے قابض سے خریدنے پر ایک گواہ پیش کیا اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہو اُس نے مجھے ودیعت دیا ہو پھر ہنوز مدعی نے دوسرا گواہ قائم نہ کیا تھا کہ فلان شخص غائب حاضر ہوا اور اُس نے قابض کی تصدیق کی اور قاضی نے قابض کو حکم دیا کہ غائب کو سپرد کر دے پھر مدعی نے خرید کر نیکادو سپر گواہ قائم کیا تو اُس کی ڈگری کر دی جائیگی اور فلان شخص پر پہلا گواہ دوبارہ پیش کر کی تکلیف اُس کو نہ دی جائیگی اور اس صورت میں جس پر ڈگری ہوئی وہ قابض ہو گا نہ یہ شخص غائب جو حاضر ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ مدعی خریدنے اگر قابض پر گواہ نہ قائم کیے بیان تک کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلان غائب کا ہے پھر مقررہ حاضر ہوا اور اُس کے قول کی تصدیق کی اور غلام اُس کو دلوایا گیا پھر خرید کے مدعی نے مقررہ پر گواہ قائم کیے اور ڈگری ہو گئی تو اس صورت میں جس پر ڈگری ہوئی وہ مقررہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے ایک شخص پر ایک کپڑا جو اُس کے ہاتھ میں ہو دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے میرے پاس سے فلان غائب نے چور لیا ہو اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیکھے کہ یہ میرے پاس فلان غائب کی ودیعت ہے تو قابض سے خصومت دفع نہوگی اور مدعی کی ڈگری کر دی جائیگی اور یہ حکم استمنا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ کپڑے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا کپڑا ہے مجھ سے فلان غائب نے غضب کر لیا ہو اور اسپر گواہ پیش کیے اور قابض نے کہا کہ میرے پاس اسی فلان غائب نے ودیعت رکھا ہے تو ان دونوں میں خصومت نہوگی اگرچہ قابض نے اپنے پاس ودیعت ہونے کے گواہ نہ پیش کیے ہوں یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ غلام فلان شخص سے خرید لیا ہو اور قابض نے کہا کہ مجھے اسی فلان شخص نے ودیعت دیا ہے تو صرف اُس کے قول سے بڑن گواہوں کے خصومت دفع ہو گئی لیکن اگر مدعی گواہ لاوے کہ اُس فلان شخص نے مجھے اسکے وصول کر لیا ہو تو ہو سکتا ہو پس اگر مدعی نے قابض سے ودیعت رکھنے پر رقم طلب کی تو تعلق قسم کی جائے گی اور اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص کے وکیل نے ودیعت دیا ہو تو بڑن گواہوں کے اُس کی تصدیق نہ کی جائیگی یہ کافی میں ہے البتہ گواہوں نے گواہی دی کہ عمر و نے یہ باندی اس کے پاس ودیعت رکھی ہو اور کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ عمر و

[illegible]



واسطے یہ گھر اپنے سے خرید دیا تھا اور یہ میری ملک ہے اور اس کے گواہ سناوے پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا دعویٰ  
 خود ٹوٹا ہوا ہے تو نے مجھے سے گرا یہ پر کیا ہو اور تیرا گھر سے گرا یہ پر کیا ہے اس امر کا اقرار کر کے گھر میرا نہیں ہے پھر اپنی ملکیت کا  
 دعویٰ کرنا ناقض ہو پس یہ مسئلہ ایسا ہے کہ فتویٰ کے واسطے پیش ہوا تھا اور ایسا واقعہ واقع ہوا تھا پس جب اب  
 مفتیوں کے باہم مختلف ہوئے اور صحیح یہ ہو کہ اس قدر سے مدعی کا دعویٰ وضع نہ ہو گا اور دعویٰ صحیح ہی اگرچہ  
 متناقض ثابت ہوتا ہو مگر ایسی چیز میں متناقض ہو کہ جس میں بخلاف کذا فی الذخیرہ ایک گھر ربیب فلان شخص سے  
 خریدنے کے ملک کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے بھی اسی فلان شخص سے خریدا ہو اور گواہ قائم کیے لیکن  
 مدعی کی تاریخ خرید اس سے سابق ہو پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا دعویٰ باطل ہے کیونکہ جس تاریخ تو نے خریدا تھا تو  
 کیا ہو اس وقت یہ فلان شخص کے پاس رہتا تھا اور وہ تیرے خریدنے پر راضی نہیں ہوا اور نہ اجازت دی اور میرا  
 خریدا صحیح ہو اس لیے کہ اس کے بعد جب ملک رسن ہو گیا تب میں نے خریدا ہوا اور گواہ کیے تو یہ دفعیہ نہیں ہے یہ فقہوں کے  
 میں ہو۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ مال معین فلان شخص کا ہو اس نے اس قدر دوسروں کو میرے پاس رسن کیا اور  
 میں نے اس پر قبضہ کر لیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے اس کو خریدا ہو  
 اور دام لینے میں تو یہ اس غوی رسن کا دفعیہ ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان بن لکھا ہے مجموعہ النوازل میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے  
 پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے باندی خریدی اور وہ ایسی ہی تھی استخوانوں کو خریدی اور اس پر قبضہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا  
 اور اسپر و ام اور کو نیام واجب ہیں اور یہ اقرار کر چکا ہو اور گواہوں نے مدعا علیہ پر اس کے انکار کے بعد ایسے ہی گواہی دی  
 پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہے کہ ہلاک کر نیچا دعویٰ کرتا ہو حالانکہ وہ باندی زندہ فلان شہر میں فلان شخص کے پاس  
 موجود ہو اور گواہ قائم کیے کہ انھوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس باندی کو زندہ فلان شہر میں موجود دیکھا ہے تو فرمایا کہ اس سے  
 دفعیہ نہیں ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر نسبت ایک دار کے جو اس کے قبضہ میں تھا بشیر الذاخر  
 خرید نیچا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے مدعی کے دعوے کے ضمیمہ میں کہا کہ میں نے اس دار کو اس مدعی سے خریدا تھا پس مدعی نے  
 اس کے ضمیمہ میں بیان کیا کہ جو بیع میرے اور اس کے درمیان قرار پائی تھی ہم نے اس کا اقرار کیا تو یہ دفعیہ صحیح ہو۔ اسی طرح  
 اگر مدعی نے ابتدا سے مدعا علیہ قابض پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور بانی مسئلہ کی یہی صورت ہوئی تو بھی دفعیہ صحیح ہو اور  
 اسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کے جواب میں کہا کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ تو نے مجھ سے نہیں خریدا تو بھی دفعیہ صحیح ہو کہ زانی الحیاط  
 ایک شخص نے دوسرے کے دار مقبوضہ پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے مدعی سے خریدا ہو اور میرے پاس  
 اسکے گواہ موجود ہیں تو امام محمود نے استسنا فرمایا کہ مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا اور قبضہ لے لیا جائے گا  
 اور تین دن کی مہلت یہاں تک کہ اس کے مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو ضرور نہ حکم اس پر یہ یا جائیگا یہ فتاویٰ  
 قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے دار مقبوضہ پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعیہ میں کہا کہ تو نے اس سے پہلے  
 اقرار کیا ہے کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ فروخت کیا ہو اور مدعی سے قسم لینے کا قصد کیا تو اس کو اختیار ہو اور اگر مدعی کے پاس  
 اقرار ہو گواہ دیے تو بھی مقبول ہوں گے اور دعویٰ مدعی مندرج ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک دار پر دعویٰ کیا کہ  
 میری ملک ہے کیونکہ میں نے اس کو فلان شخص سے خریدا ہو پس قابض نے کہا کہ نہیں یہ میری ملک ہے کیونکہ میں نے  
 بھی اسی سے خریدا ہو پس مدعی نے کہا کہ تم دونوں کی بیچ میں کوئی تھی پھر میں نے اسکے بعد خریدا ہو اور گواہ قائم  
 میں فلان بالغ و بالغہ کے درمیان جو بیع واقع ہوئی ۱۳

دینی تعلیم کے لئے جو کچھ ممکن ہو سکے اسے کرنا چاہیے۔

تو سماعت ہوئی اور اگر یہ دعوے مال منقول میں ہو تو بعد بیع کے فسخ ہونے کے دوسری بیع کے واسطے قبضہ شرط ہوگا۔ اگر ایک مال میں سے ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا کہ میں نے سات روز قبل اسے کہ فلاں شخص سے خریدا ہے اور قبضہ کرنے کا کہ میری ملکیت میں ہے میں نے وہ مال زہوئے کہ جب سے اسی شخص سے جس سے مدعی خریدا ہے کا دعویٰ کرنا ہو خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو یہ چیز میں اس شخص کی ہوگی جس کی تاریخ سابق ہو اور اگر پچھلی تاریخ واسطے اس نے اس سے کہا کہ میری بی بی یا عورت تجھ سے ہے اور میری بی بی بعد اس کے صحیح ہو اور دوسرا اس سے انکار کرتا ہے تو اس کو قسم لینے کا اختیار ہے یہ فضول عداوت میں ہے۔ ایک شخص برہان لایا کہ یہ چیز میرے باپ سے مجھے میراث ملی ہے پس مطلوب برہان لایا کہ اس کے باپ نے زندگی میں اقرار کیا کہ اس کا اس میں پھر حق نہیں ہے مدعی کے اس قرار کے گواہ لایا کہ اس نے اپنے باپ کی زندگی یا موت کے بعد اقرار کیا کہ یہ چیز میرے باپ کی نہ تھی تو مدعی کا دعویٰ و برہان باطل ہوگی اسی طرح اگر مطلوب نے برہان پیش کی کہ مدعی نے قبل اپنے دعویٰ کے اقرار کیا کہ یہ اس کی نہیں ہے یا اس کی نہ تھی یا اقرار کیا کہ اس کا اس میں پھر حق نہیں ہے یا کبھی اس کا حق نہ تھا اور وہ ان اس چیز کا مدعی موجود ہو تو مدعی کی گواہی باطل ہوگی اور اگر وہ ان کوئی داعیہ وار نہ ہو تو باطل نہ ہوگی یہ وجہ کروری میں ہے ایک وار پراپنا باپ سے میراث پہونچنے کا دعویٰ ہے۔ عا علیہ نے کہا کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی اور صحت میں فلاں شخص کے ہاتھ اتنے کو بیچا ہے اور میں نے اسی شخص سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو بعض مشائخ نے کہا کہ صحیح ہے اور یہی اصح ہے یہ فضول عداوت میں ہے۔ ایک شخص نے وارقبضہ پر میراث یا بہہ کی وجہ سے دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے وضعیہ اس طرح کیا کہ میں نے اس کو مدعی سے خریدا ہے اور مدعی نے اس طور سے وضعیہ کیا کہ ہم نے اقرار کر لیا ہے تو وضعیہ کا وضعیہ صحیح ہے یہ دیگر کروری میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک وار ہے اس پر ایک شخص نے آکے دعویٰ کیا کہ اس کا باپ مر گیا اور یہ وار اس کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور گواہ قائم کیے انہوں نے گواہی کہ اس مدعی کا باپ مر چکا لیکن یہ گھر اس کے قبضہ میں تھا پھر اس مدعا علیہ نے اس کی وفات کے بعد اس کے ترکے سے لے لیا یا اس کی زندگی میں لے لیا اور قباضہ نے گواہ قائم کیے کہ وارث یا اس کے باپ نے اقرار کیا کہ یہ وار اس کا نہیں ہے تو قاضی حکم دینا کہ گھر اس وارث کو دیا جائے یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم عفا و انشر تعالیٰ عنہ اس مسئلہ میں گواہوں نے مدعی کے باپ کے موت کے وقت خالی اس کا قبضہ بیان کیا اور ملک نہیں کہی لہذا وارث کو دانا ناشاید قبضہ کا حکم ہو گا نہ ملک کا و انشر اعلم۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک چیز معین ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کی عقی اس نے انتقال کیا اور میرے واسطے میراث چھوڑی اور قباضہ نے کہا کہ تیرے باپ نے مجھے وصیت دیا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ میرا باپ مر گیا یا نہیں تو متقی میں مذکور ہے کہ خصوصت وضع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے دوسرے پر زمین کا دعویٰ کیا اور یوں کہا کہ یہ زمین فلاں شخص کی تھی وہ مر گیا اور میری فلاں بہن کے واسطے میراث چھوڑی پھر وہ بہن میری مر گئی اور میں اس کا وارث ہوں اور گواہ قائم کیے تو سماعت ہوئی پس اگر عا علیہ نے وضعیہ میں کہا کہ فلاں عورت اس شخص مورث سے پہلے مر گئی ہے تو وضعیہ صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ عورت نے اپنے شوہر کے وارثوں پر میراث اور مہر کا دعویٰ کیا پس وارثوں نے اس کے دعوے





مین ایک گھر ہو اسپر دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کا ترکہ ہو اور عورت نے کہا کہ یہ تیرے باپ کا ترکہ ہو لیکن قاضی نے میرے ہاتھ میں بعض میرے مہر کے فروخت کیا ہو اور تو نابالغ تھا تو یہ وضع صحیح ہو بشرطیکہ گواہوں سے یہ اثرا بت ہو یہ محیط میں ہو ایک شخص مرگیا اور مال اور ایک بیٹی چھوڑی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ اسکا غلام تھا اسے آزاد کر دیا تھا پس میت کی دلا اسکو پہنچتی ہو اور بیٹی گواہ لائی کہ یہ شخص اصلی آزاد ہو تو ولاد الاصل میں مذکور ہو کہ یہ لڑکی کی گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو کہ ایک شخص مرگیا اور دو نابالغ لڑکے چھوڑے اور ہر لڑکے کا قیم علیحدہ ہو اور ایک قیم کے قبضہ میں ایک گھر ہو کہ اسکے زعم میں یہ گھر اس نابالغ کا ہو جو اس کی ولایت میں ہو اسپر دوسرے نابالغ کے قیم نے دعویٰ کیا کہ یہ دار جو تیرے قبضہ میں ہو اسکا آوہا اس نابالغ کا ہو جسکا میں قیم ہوں بسبب اس کے کہ یہ سب گھر و وزن نابالغوں کے باپ کا تھا وہ مرگیا اور دو وزن کے واسطے میرا چھوڑا ہو پس تو آوہا میرے وال کرنا کہ میں اپنے نابالغ کی طرف سے اسکی حفاظت کروں پس قیم مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ ان دونوں نابالغوں کے باپ اپنی زندگی میں اقرار کیا کہ یہ گھر سب اسی نابالغ کی ملک ہو جسکا میں متولی ہوں تو مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائیگا اگر مدعی نے قیم دفع نہیں اس امر کے گواہ پیش کیے کہ تو نے اس سے پہلے گھر کا اپنے نابالغ کے واسطے بسبب میراث کے دعویٰ کیا تھا اور اب تمام گھر کا اس کے واسطے اور جو سے دعویٰ کرتا ہو تو بسبب تناقض کے مدعا علیہ قیم کا دعویٰ دفع ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہو۔ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ چچا زاد اولاد نے عصبہ ہونے کی جہت سے تسلی میت کی میراث کا دعویٰ کیا اور وادائیک نام بنام نسب ذکر کر کے اس کے گواہ پیش کیے اور سب و میراث کے منکر نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ میت کا وادائیک شخص ہو علاوہ اسکے جسکو مدعی نے ثابت کیا ہو تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مدعی کی گواہی پر حکم قاضی ہو چکا ہو تو نافذ ہو جائیگا اور مدعی کی گواہی باطل نہوگی اور نہ دعویٰ دفع ہوگا اور اگر حکم نہیں ہوا ہو تو بسبب تناقض کے قاضی کسی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے میت کی میراث کا دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ مدعی میت کے باپ کی طرف سے چچا کا بیٹا ہو اور جد علی ایک نام نسبی ذکر کیے پس مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی کا باپ اپنی زندگی میں کہتا تھا کہ میں فلاں شخص کا مان کی طرف سے بھائی ہوں نہ باپ کی طرف سے تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول نہوگی لیکن اگر مدعا علیہ اس امر کے گواہ قائم کرے کہ کسی قاضی نے مان کا نسب سوا ہے اس شخص کے جسکو مدعی کہتا ہو دوسرے سے ثبوت کا حکم کیا ہو تو حکم اسکے برخلاف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو کہ ایک شخص نے کسی دار پر اپنے پاس اثرا پونچنے کی وجہ سے دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال معین پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ میرے بالغ نے یہ گھر تیرے باپ سے خریدا ہو تو سماعت نہوگی یہ خلاصہ میں ہو۔ ایک اندر کا بالغ جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسپر دعویٰ کیا کہ یہ میری مان کو میرے ناتا سے میراث ہو گیا ہو اور کہا کہ میرا نام محمد ہو اور میری مان کا نام جہ ہو اور اسکا باپ محمد بن اکارث بن سابع ہو پس مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ پہلے اس سے مدعی کہتا تھا کہ میں مالشہ بنت علی بن احمین کا بیٹا ہوں تو شمس الاسلام اور خدی ایسے مسائل میں یہ فتوے دیتے تھے کہ اس سے مدعی کا دعویٰ ساقط ہوگا اور مدعا علیہ کی گواہی اس کے عوبے پر غیر مقبول ہوگی اور ان کے زمانہ کے بعض شائخ نے ان کی بیعت کی ہو اور ایسا ہی ظہیر الدین مرغنائی فرماتے تھے جیسے ادھر یہی ہمارے نزدیک ملا ہے جو یہ فصول حماد بہ محیط و ذخیرہ میں ہے اور علی ہذا اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ علی بن قاسم بن

مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائیگا اگر مدعی نے قیم دفع نہیں اس امر کے گواہ پیش کیے کہ تو نے اس سے پہلے گھر کا اپنے نابالغ کے واسطے بسبب میراث کے دعویٰ کیا تھا اور اب تمام گھر کا اس کے واسطے اور جو سے دعویٰ کرتا ہو تو بسبب تناقض کے مدعا علیہ قیم کا دعویٰ دفع ہو جائے گا

محمد کا تجھ پر اس قدر مال تھا اور اس نے اس میں سے کچھ نہیں وصول کیا اور مرگیا اور جو کچھ تجھ پر تھا وہ سب بچہ میراث ہو چکا اور مدعا علیہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تیرے زعم میں قاسم کا باپ محمد ہے اور وہ حقیقت قاسم کا باپ احمد ہے تو یہ مدعی کے دعوے کا دغیہ ہو گا اور اسی کو مسلم الاسلام اور ان کے زمانہ کے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ مسئلہ واقعہ فتوے پر محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بھائی پر ایک گھر کے نسبت جو اس کے قبضہ میں ہے شرکت میراث پر مدعی کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ کا اس گھر میں کچھ حق نہ تھا پھر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ گھر اپنے باپ سے خریدا ہے یا یہ دعویٰ کیا کہ باپ نے یہ گھر میری ملک ہو چکا اقرار کیا ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور گواہی سمیع ہے اور اگر کہا کہ میرے باپ کا بھی نہ تھا یا کہ میں اس میں حق نہ تھا تو پھر اس کا دعویٰ کہ میں نے اپنے باپ سے خریدا ہے سمیع ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے مقبولہ گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کی میراث ہے مدعی نے مدعا علیہ کے دغیہ میں کہا کہ میں نے تیرے نابالغی میں باطل قاضی اس کو خریدا ہے تو یہ دغیہ صحیح ہے بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ بیع نابالغی کی ضرورت یا میت کے حق میں دیکھنے کے واسطے تھی یہ محیط میں ہے۔ ایک گھر پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تیری نابالغی میں یہ گھر تیرے ہم سے اس قدر داموں کو خریدا ہے اور وصی کا نام نہ لیا یا فلان شخص نے تیری نابالغی میں باطلاق قاضی میرے ہاتھ فروخت کیا ہے اور قاضی کا نام نہ لیا تو اس کی دغیہ ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر قاضی یا وصی کا نام نہ لیا تو بالاتفاق دغیہ صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر مدعی نے میراث کے دعوے میں کہا کہ میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا بھائی اور بہن موجود ہے اور تو نے کہا کہ میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو قاضی مسلم الاسلام اور جندی کا فتویٰ مقبول ہے کہ اگر مدعی نے اس کا اقرار کیا تو دعویٰ اور گواہی دونوں باطل ہو گئی اور اگر مدعا علیہ نے اس کو گواہوں سے ثابت کرنا چاہا تو گواہوں کی سماعت نہ ہو گی اور کتابا بجا یا میں مذکور ہے کہ سماعت ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے فلاوی رشید الدین میں مذکور ہے کہ ایک گھر ہائے باپ سے میراث پانے کی وجہ سے ملک کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ تیرے باپ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میرے یعنی مدعا علیہ کی ملک ہے تو اس ضمیمہ کی سماعت نہ ہو گی پس اگر مدعی نے گواہ دیے کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ یہ گھر میرے باپ کی ملک اور اس کا حق ہے تو اس ضمیمہ کی بھی سماعت ہو گی اور دونوں دغیہ جب معارضہ ٹھہرے تو میراث کی گواہی بلا معارضہ قبول ہو گی اور اگر مدعا علیہ نے مورث کے اقرار میں تاریخ کا ذکر کیا اور مدعی نے ایک محدود پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ محدود مجھے اور میرے فلاں بھائی کو ملا ہے جو باپ کے ترکہ سے میراث ہو چکی ہے پس مدعا علیہ نے مدعی کو دغیہ میں کہا کہ تیرے مورث فلاں شخص نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ میری یعنی مدعا علیہ کی ملک ہے تو بعض نے کہا کہ یہ دغیہ صحیح ہے اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر اگر مدعی کا بھائی غائب آیا اور جو دغیہ مدعا علیہ نے پیش کیا تھا اس کو اس طور سے دفع کیا کہ مدعا علیہ نے ہائے باپ کے ترکہ کے بعد اقرار کیا ہے کہ یہ محدود ہائے باپ کا ترکہ ہے تو یہ مدعا علیہ کے دعویٰ کا دغیہ ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مورث کا اقرار اپنے ملک ہو چکا دعویٰ نہ کیا بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ وارث نے میراث

محدود میری ملک ہونیکا اقرار کیا ہو تو اسکے حکم میں بھی اختلاف ہو بعض مشائخ کے نزدیک یہ وضعیہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ اس میں تفصیل ضرور ہے یعنی اگر یوں کہا کہ تو نے میری ملک ہونیکا اقرار کیا اور میں نے تیری تصدیق کی تو وضعیہ صحیح ہو اور اگر یہ نہ کہا کہ میں نے تیری تصدیق کی تو دفع صحیح نہیں ہو پھر اگر دوسرا بھائی غائب آیا اور دعویٰ کیا کہ مدعا نے ہمارے باپ کے مرنے کے بعد اقرار کرنا کہ یہ شو محدود ہمارے باپ کا تو کہہ ہی تو اس وضعیہ کی سماعت نہوگی یہ محیط میں ہو۔ ایک حورت نے دعویٰ کیا کہ میں اس میت کی بیٹی ہوں مجھے اس کے ترکہ میں سے اس اسقدر پہنچا ہوا ہے میت کے وارثوں نے کہا کہ تو جو بیٹی ہو تو نے میت کے مرنے کے بعد اقرار کیا کہ (بندہ این مردہ بوم دوسرا آزاد کردہ است) تو یہ وضعیہ صحیح نہیں ہو یہ وضعیہ میں ہو لکھا ہو۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک زمین ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے یہ زمین خریدی ہو اور میں اسکی بیج اور سپرد کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور اس پر گواہ قائم کر کے زمین واپس لینی چاہی پس مدعا علیہ نے کہا کہ بات یہی تھی جو تو نے کہی لیکن جب یہ اگر اہ و زبردستی دور ہو گئی تو تو نے یہ بیع میرے ہاتھ اس قدر دواؤں کو خوشی و رفا مندی سے فروخت کر دی اور اس پر گواہ قائم کیے تو قاضی مدعا علیہ کے گواہوں پر ڈگری کر دیا اور مدعی کا دعویٰ دفع ہو جائیگا یا ناک کہ وہ واپس نہیں کر سکتا ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک زمین کا دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے خریدی ہو اور آخر دعویٰ میں کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے میرے ہاتھ فروخت کر لیا اقرار کیا ہو اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں اس اقرار بیچ میں جو کیا گیا تھا تو یہ وضعیہ صحیح نہیں ہو یہ وضعیہ میں ہو۔ اور ایسا ہی امام ظہیر الدین مرفیانی فتویٰ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ امین احتمال ہو کہ خوشی سے اس نے بیج کی ہو اور بیج کے اقرار میں مجبور کیا گیا ہو اور مجبوری اگر بیج کے اقرار میں ہو تو اس سے خوشی سے بیج میں کچھ خلل نہیں آتا ہو حتیٰ کہ اگر اس نے بیج اور اقرار دونوں میں مجبور کیے ہوتے تو گواہ دیے تو مقبول ہونگے اور وضعیہ صحیح ہو گا یہ محیط میں ہو۔ اگر مجبوری سے بیج و سپرد کر لیا دعویٰ کیا پس مٹری سے اسکے وضعیہ میں کہا کہ تو مجھ سے دام خوشی سے لے لیے یا بہ میں زبردستی و اگر اہ و دعویٰ کیا پس ہو چوک کہنے کہا کہ تو نے عرض بہ مجھ سے خوشی سے لے لیا تو وضعیہ صحیح ہو کہ انی الزفرہ مجمع النوازل میں ہو کہ شیخ الاسلام عطار بن حمزہ سفیدی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے دوسرے پر یہ بات ثابت کی کہ تو نے خوشی سے میرے واسطے اسقدر مال میرے ملک ہونیکا اقرار کیا ہو اور مدعا علیہ نے اسکے وضعیہ میں گواہ دیے کہ میں نے مجبوری سے اقرار کیا تھا تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ وضعیہ صحیح ہو اور مجبوری کے گواہوں کا قبول ہونا اولیٰ ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر فرض کا دعویٰ کیا پھر کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے مجبوری سے اقرار کیا تو یہ وضعیہ صحیح ہو اور مجبور کرنے والے کا نام و نسب کر کر تا شرط نہیں ہو یہ خلاصہ میں ہو اگر خوشی سے اقرار کر لیا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ اس تاریخ میرا اقرار مجبوری سے تھا تو مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے تاریخ نہ کہی یا کسی ملک دونوں میں تفاوت ہو تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ تاہر خانہ میں ناصر سے منقول ہو ایک شخص نے دوسرے پر ہزار روپ کا دعویٰ بسبب اسکے کہ اس نے فلاں شخص کی طرف سے اسکے حکم سے یا بلا حکم کفالت کی تھی دعویٰ کیا پھر دلیل آیا کہ دعویٰ کیا کہ یہ مال مجھ و احب نہیں ہو کیونکہ میں اس مال کے اقرار کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اس وضعیہ کی سماعت نہوگی لیکن اگر فضیل نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ مال واکر دیا یا بی بی نے اس کو بی بی کو یا یہ تو یہ وضعیہ صحیح ہو یہ خلاصہ میں

نہ کوئی چیز نہیں ہے  
نہ کوئی چیز نہیں ہے  
نہ کوئی چیز نہیں ہے



ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ کی طرف سے ایک شخص نے کفالت کر لی پھر کفیل نے گواہ سنا لئے کہ جن ہزار درم کا کفول عنہ پڑھوئی کیا تھا وہ شراب کے دام میں تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر اسکے گواہ دیکھے کہ کفول لے لے ایسا اقرار کیا ہو حالانکہ وہ انکار کرتا ہو تو گواہ ہی مقبول نہ ہوگی اور اگر طالب سے قسم لینی چاہے تو اذیتاں نہ کیا جائیگا اور کفیل نے اگر مال داکر یا پھر کفول عنہ سے لینا چاہا اور طالب، غائب ہو پس کفول عنہ نے کہا کہ یہ مال قمار یا شراب کے دام یا مہر وار کے ام یا مندا کے تھا اور کفیل پر اسکے گواہ قائم کرنے چاہے تو گواہ ہی مقبول نہ ہوگی اور کفیل کو مال داکر دینے کا حکم مطلوب کو دیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنے ختم کو تلافی کر اور اس سے جھگڑا کر پس اگر طالب مذکور کفیل سے مال لینے سے پہلے حاضر ہوا اور قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ یہ مال شراب کے دام یا اسکے مثل ہو تو کفیل واصل و دونوں بری ہو جائیگے یہ فصول عمادیہ میں ہو۔ اگر مدعا علیہ نے قرض کے دعوے کین کہا کہ لین وضعی پیش کروں گا پس قاضی نے کہا کہ وضعیہ تو ابراء سے ہوتا ہے یا ایفاء سے تو اس میں سے کس کا دعویٰ کرتا ہو اس لئے کہا کہ دونوں کا تو شیخ بخالدین نسخی نے مقبول ہو کہ اس میں تناقض نہیں ہو بشرطیکہ توفیق کی وجہ بیان کرے اور وجہ توفیق کی یہ ہو کہ یوں کہے کہ تھوڑا میں نے ادا کیا اور تھوڑا اس نے مجھے معاف کر دیا یا یوں کہے کہ میں نے اس کو سب ادا کر دیا تھا پس یہ انکار کر گیا تو میں نے سفارش اٹھائی پس اس نے مجھے بری کر دیا یا یوں کہے کہ اس نے مجھے بری کر دیا تھا یا چہ انکار کر گیا تو میں نے اسکو ادا کر دیا اور بعض نے کہا کہ اس میں تناقض نہیں ہو دعویٰ باطل نہ ہوگا اگرچہ توفیق نہ بیان کرے کذا فی الذخیرہ۔ اگر عورت نے شوہر کے وارثوں پر مہر سے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے اور وارثوں نے اس کے وضعیہ میں کہا کہ تو نے اقرار کیا تھا کہ نکاح بلا تقرر مہر ہوا تھا اور مہر مثل واجب ہو اور ایفاء تو مہر سے کا دعویٰ کرتی ہو ان دونوں میں تناقض ہو تو بعض مشائخ نے کہا کہ دفع صحیح نہیں ہو اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہوتا ہے و اشید الدین میں ہو کہ شوہر کے وارثوں پر عورت نے مہر کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے اصل نکاح سے انکار کے بعد خلع واقع ہونے کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ مجھ پر تھا یا میری کوئی چیز مجھ پر تھی پس مدعی نے مال پر گواہ دیے پھر مدعا علیہ نے ابراء یا ایفاء کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی پس اگر اسکے گواہ دیکھے تو ثبوت ہو جائیگا اور اگر یوں کہے کہ تیرا کچھ مجھ پر تھا اور میں مجھے نہیں پہچانتا ہوں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو اس وضعیہ کی سماعت نہ ہوگی اور قدوری نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا کہ سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی نے گواہ قائم کیے کہ تو نے مجھ سے اس مال کے واسطے دس روز کی مہلت لی تھی اور یہ امر تیری طرف سے اس مال کا اقرار ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے میں میں روز ہوئے کہ مجھے اس مال سے بری کر دیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو یہ وضعیہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر دس دینار کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اس نے کہا کہ (مرا جزمہ دینار درخواست نیست) تو اس وضعیہ کی سماعت نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے پر سو درم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے مجھے اس میں سے پچاس درم دیے ہیں تو یہ وضعیہ نہ ہوگا جب تک گواہ نہ دیں کہ اپنے پچاس درم میں سے دینار دے دیے ہیں یا وہ ان کا دیے ہیں یا وہ ان کا دیے ہیں۔ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے اس کا تو مجھ پر دس دینار مال قمار میں شراب پر تو سماعت نہ ہوگی اور اگر گواہ دیکھے تو مقبول ہوگا یہ خلاصہ میں ہو۔ اگر کسی قدر دینار

ملکہ شخص نے کہا کہ  
پہلے سے نہیں سمجھا تھا  
یہاں سے

یاد رہے کہ دعویٰ کیا ہے یا علیہ سے اور اگر یہ دعویٰ کیا اور گواہ لایا کہ جھوٹا ہے یہ کیا ہے دعویٰ کہ اس مدعا علیہ سے دعویٰ کو اس  
 مسئلہ میں دیکھیں کہ جو بینہ معلوم کر سکتے ہیں وہ بینہ تو ہوا ہے بعض مشائخ سے روایت ہے کہ اس سے مدعی کا دعویٰ  
 وضع ہوگا اور قاضی اسکو قبول کرے گا اور یہی اشیاء و اقربا لی الصیوا باہر یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے  
 پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے جتنے سے قند کے بازار میں اور اگر دیکھ میں ہوں وہ سب اس سے  
 گواہ المسبب ہے تو اس نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں پھر بعد اسکے کہا کہ میں نے فلاں نکاؤن میں اور اسکی بین اور  
 اسکے گواہ سنائے تو قبول ہوئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس  
 مدعا علیہ نے وضع کیا کہ مدعی نے مجھے اس موعے سے بری کیا ہے اور اسکے گواہ دیے پھر مدعی نے دوبارہ دعویٰ کیا کہ  
 اس نے میرے بری کر دینے کے بعد پھر مال کا اقرار کیا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر مدعا علیہ نے یوں کہا کہ تو  
 مجھے اس موعے سے بری کیا اور میں نے تیری براءت کرنے کو قبول کیا یا تصدیق کی تو پھر مدعی سے وضع الدفع صحیح نہیں ہے  
 یعنی دوبارہ مدعا علیہ کے اقرار کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے براءت قبول کر لی تھی تو مدعی سے  
 دوبارہ دعویٰ صحیح ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ ایک شخص پر گواہ پیش کیے کہ میں نے دس روپے اسکو دیے تھے اس نے کہا کہ اسواصل  
 دیے تھے کہ میں فلاں شخص کو دیوں پس میں نے فلاں شخص کو دیے تو یہ وضع صحیح ہے۔ یہ وجہ کروری میں ہے۔ ایک شخص نے  
 دوسرے پر پچاس تیار کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے وضع میں کہا کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ مدعا علیہ نے خریدنے کے عین  
 پچاس عدائی کے حساب سے عدائی دیے لیکن میں نے خط بعض تیاروں کے لے لیا تو وضع صحیح ہے اسی طرح اگر کہا کہ مجھے تو نے  
 تمام دعویوں سے فلاں سہ میں بری کر دیا ہے تو بھی وضع صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک ترکہ میں قرضہ کا دعویٰ کیا پس وارث نے  
 کہا کہ اس نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا ہے پس مدعی برہان لایا کہ فلاں مال معین ترکہ کے اموال معینہ میں سے اسکے قبضہ  
 میں ہے پس وارث نے برہان پیش کی کہ میرے باپ نے اسکو ایک شخص غائب کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو وضع صحیح ہے  
 اگرچہ مشتری کا نام و نسب ذکر نہ کیا ہو یہ وجہ کروری میں ہے۔ ایک شخص نے میت کے ترکہ میں دعویٰ کیا اور گواہ قائم  
 کیے پھر جس پر گواہ قائم کیے تھے اس کے سواے دوسرے وارث نے مدعی سے بعض دعوے پر صلح کر لی مثلاً  
 دعویٰ سو تیار کا تھا اور صلح میں تیار پر ہوئی پھر جب بدل صلح کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ میں گواہ دیتا ہوں  
 کہ میرے مورث نے تجھے وہ مال ادا کر دیا ہے پس تیرا دعویٰ صحیح نہیں ہے باطل ہے پس اگر وضع کا مدعی سوا ہے اس  
 شخص کے جس نے صلح ٹھہرائی تھی تو سماعت ہوگی اور اگر وہی جس نے صلح کی تھی تو سماعت نہ ہوگی یہ  
 خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص وصی میت کو لایا اور دعویٰ کیا کہ میرے پچاس درم میت پر ہیں اور میت نے اپنی زندگی  
 میں میرے پچاس درم قرض لازم ہو چکا اقرار کیا تھا پس وصی میت نے اس کے گواہ دیے کہ مدعی نے اقرار کیا  
 کہ میرے پچاس درم میت پر ہیں کہ میں نے اسکے ہاتھ اپنے سو درم جو کسی شخص ثالث پر تھے فروخت  
 کیے تھے تو وصی کی برہان قبول ہوگی اور یہ دعویٰ مدعی کا وضع ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے  
 دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تیرے باپ نے میرے واسطے تھائی مال کی وصیت کی ہے اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس  
 مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ دیے پس مدعا علیہ نے وضع میں کہا کہ میرے باپ نے اپنی زندگی میں اس وصیت سے  
 رجوع کیا یا یوں کہا کہ میرے باپ نے اپنی زندگی میں کہا کہ میں نے ہر وصیت سے جو میں نے وصیت کی تھی رجوع کر لیا

تو بعض مشائخ نے کہا کہ اس کی سماعت ہوگی اور یہی صحیح ہو اسی طرح اگر اس امر کے گواہ دیے کہ میرے باپ نے زندگی میں اس وصیت سے انکار کیا ہو تو موافق روایت مبسوط کے یہ دفعیہ ہو اور جامع میں مذکور ہو کہ وصیت کا انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا نہیں ہوتا ہو پس بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعض نے کہا کہ جو جامع میں مذکور ہو وہ قیاس ہو اور روایت مبسوط کی استحسان ہو یہ محیط میں ہو۔ ترکہ میت میں اپنے اہل خانہ کے واسطے تنائی مال کی وصیت کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس قاضی نے میت کے وارثوں پر ڈگری کر دی پھر وارثوں نے بطریق دفع کے مدعی پر گواہ قائم کیے کہ اس نے حکم قاضی سے پہلے اقرار کیا ہو کہ میت پر اس قدر قرعہ ہے کہ تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہو تو یہ دفعیہ صحیح ہو اور قاضی کا حکم و فرمان باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ ایک شخص نے اپنے لڑکے کے دو وارثوں کے واسطے تنائی مال کی وصیت کی اور ایک بالغ ہو اور دوسرا نابالغ ہو اور دونوں کا باپ زندہ ہو پھر وصیت کر دیا اور گیا پس نابالغ کے باپ نے وارث موصی پر دعویٰ کیا کہ میت نے اُس کے واسطے وصیت کی ہو اور بالغ نے خود وصیت کا دعویٰ کیا اور وارث نے دونوں کی وصیت سے انکار کیا اور دونوں کے دعوے کے دفعیہ میں کہا کہ اس بالغ نے میت کے مرنے کے بعد اقرار کیا ہو کہ میت نے کچھ وصیت نہیں کی اسی طرح اس نابالغ کے باپ نے اقرار کیا ہو کہ میت نے میرے نابالغ کے واسطے کچھ وصیت نہیں کی تھی پس بعض نے فرمایا کہ یہ بالکل دفعیہ نہیں ہو اور یہی اظہر و اشہب بالغہ ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی چوپایہ پر سبب نجاغ کے دعویٰ کیا یعنی یہ میری ملک میں بچہ پیدا ہوا ہو پس مدعا علیہ کے دفعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہو اس لیے کہ تو نے اقرار کیا کہ میں نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہو تو یہ دعویٰ مدعی کا دفعیہ ہو کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے فلان شخص سے فلان محدود اجارہ طویلہ پر کرایہ لی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور محدود بیان کر دیے اور بعد قبضہ کے مدعا علیہ کے ساتھ بالقطعہ اجارہ پر دی اور شرائط ذکر کیے اور اُس سے مال اجارہ کی درخواست کی پس مستاجر مدعا علیہ نے دفع کیا کہ میں نے یہ محدود دوسرے سے بخیار طریقہ ہی پر اجارہ گزرنے کی وجہ سے بچہ نافذ ہو گئی اور اجرت ساقط ہو گئی تو کرایہ پر دینے والے کی غیبت میں یہ دفعیہ صحیح نہیں ہے یہی مختار ہے کذا فی الاغلاطہ۔ تاکل انکور کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے مدعی کو اس بالغ میں کام کرنے کے واسطے مقرر کیا تھا تو دفعیہ صحیح ہو اور یہ مدعی کی طرف سے اقرار ہو گا کہ میری ملک یہ تاکل نہیں ہو اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے یہ گھر مجھے کرایہ لیا یا زمین بھیتی کے واسطے لی اور گواہ قائم کیے کہ اس نے کہا کہ دینچاند راہین اجارہ دہ تاگیرم) یا اسے کہا کہ (این زر را بین زہر گری وہ) تو یہ دفعیہ جود سکتا ہو اور یہ اس بات کا اقرار ہو گا کہ اس میں مدعی کی کچھ ملک نہیں ہو یہ فہول عادیہ میں ہو۔ ابن ساعہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے اس قدر مال لے لیا ہو اور اُس کو اس طرح بیان کیا کہ میں نے گئی پس مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ یہ مال مجھ سے فلان شخص دوسرے نے یعنی سوائے مدعا علیہ کے کسی نے لے لیا ہو اور مدعی اس سے انکار کرتا ہو تو یہ دعویٰ مدعی کا ابطال نہیں ہو اور نہ اُس کے گواہوں کا اکتساب ہو اور مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیے کہ اس مدعی نے اقرار کیا ہو کہ فلان دلیل مدعا علیہ نے مجھ سے یہ مال لیا ہو تو یہ دعویٰ مدعی کا ابطال اور اُس کے گواہوں کا اکتساب ہو مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ میں دلیل سے مراد دلیل ہو جو موکل صاحب قدرت کی طرف سے نہ ہو ورنہ اگر موکل صاحب قدرت ہو تو ضمان مال موکل ہو دینی اور دینی مدعا علیہ ہو۔

پس وکالت سے رو امر ہو نہ تھی یہ وکالت کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری  
 باندی کے پیٹ میں مارا اور وہ اسے ضرب سے مرگئی پس مدعا علیہ نے وضعیہ میں کہا کہ وہ بازی بعد ارے کے بازار  
 کی طرف تھی تو وضعیہ میں نہیں ہوا ان اگر یہ امر گواہوں سے ثابت کیا کہ بعد ارے کے وہ محنت پائی تھی تو صحیح ہو اور اگر  
 اس نے اس کے محنت پائیکے اور اس نے جو ضرب کے مر جانے کے گواہ قائم کیے تو گواہان محنت کا قبول ہونا ادنیٰ ہو کذا فی الاختصاص۔ ایک  
 شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو لات ماری اور وہ اس سے مر گیا اور اسکے گواہ سنائے اور فارپ  
 نے گواہ سنائے کہ وہ اسے ضرب سے اچھا ہو گیا تھا تو یہ دعویٰ مدعی کا وضعیہ صحیح ہو اور بعض نے کہا کہ اس میں تفصیل ہونا  
 واجب ہے یعنی اگر مدعی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ایک لات ماری اور اس لات کے ضرب سے وہ مر گیا اور  
 گواہوں نے بھی ایسی ہی گواہی دی تو یہ وضعیہ مدعا علیہ کا صحیح ہو اور اگر اس نے یوں دعویٰ کیا کہ اس نے اسکو  
 لات ماری اور لات کے ضرب سے وہ مر گیا تو یہ وضعیہ مدعا علیہ کا صحیح نہیں ہو اور اس پر ضابطہ پھر نکال کر حکم کیا جائے گا یہ  
 محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا بیچ کا اور پر کا دانت توڑ دیا پس مدعا علیہ نے  
 دفع کیا کہ اسکا یہ دانت تھا ہی نہیں تو اس کی سماعت نہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک معین مال  
 ہے اس پر ایک شخص نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے یوں دفع کیا کہ یہ معین مال میری ملک ہے اور تو نے  
 مجھ سے اسکو خربا تھا پھر ہم نے بیچ کا اقالہ کر لیا اور اب آج کے روز یہ میری ملک ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو وضعیہ  
 نہیں ہو کیونکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا ہے اور ایسی صورت میں مدعی کے گواہوں کا گواہی مقبول ہوتی ہے  
 یہ محیط میں ہے ایک شخص ایک ملوک کو لایا اور کہا کہ یہ میری ملک ہے مگر اس نے تمرا اختیار کیا ہے اور ملوک نے  
 کہا کہ میں فلاں غائب کی ملک ہوں تو متقی میں مذکور ہے کہ اگر غلام اپنے قول پر گواہ لایا تو اس کے اور مدعی کے  
 درمیان خصوصیت نہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی اور اس کی ڈگری ہو جائیگی پھر اگر  
 غائب آیا تو اسکو غلام لینے کی کوئی راہ نہوگی و لیکن اگر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے تو پہلے مدعی پر جسکی ڈگری  
 ہو چکی ہے اس غائب کی ڈگری کر دی جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا اس شخص پر سومن  
 تلی کا تیل بسبب صحیح واجب ہو پس مدعا علیہ نے وضعیہ میں کہا کہ تو جھوٹا ہی میں نے جھکوا اس تیل کے عین میں ایک بنا  
 سرف کھرے سولنے بخاری سکھ کا دیا ہے تو یہ وضعیہ ہو گا جنگ کہ تیل واجب ہو چکا سبب معلوم نہو کیونکہ جائز ہے کہ تیل  
 بسبب سلم کے واجب ہوا ہو دوسے پھر جب اس کے عین دیا ہو یا تو مسلم فیہ کا معاوضہ بعد سے پہلے کیا اور یہ جائز نہیں  
 ہے اور اگر تیل بیچ ہو اس طرح کہ یہ مقدار معین قبل خرید ہو گئے پس جب اس کے عین دینا سولے کا دیا جائے گا کہ وہ  
 بعینہ قائم ہو تو گواہ بیچ کو قبضہ سے پہلے فروخت کیا اور یہ بھی جائز نہیں ہو پس وضعیہ صحیح ہو گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص  
 نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر جھکوا فلاں وقت فقہ نہ ہونے کے تیرا کام ایک طلاقی میں ہے اختیار میں ہے یعنی ایک  
 طلاق تو اپنے آپ کو نبھ سکتی ہے پھر شوہر نے کہا کہ میں نے اس وقت تک اس کو فقہ نہ ہونے کا اختیار دیا ہے اس نے  
 وضعیہ کیا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس عورت کو فقہ نہیں ہونے کا تو سماعت ہوگی اور اگر عورت نے دفع کیا کہ  
 اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے نہیں دیا تو سماعت نہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے  
 دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے تیرے پاس فلاں شے معین کر چکا نام تو وہ محنت ہے جو اس نے کورہن کی تھی اور روزگار

۱۵ یعنی ہاں کہ  
 کہ یہ بیچ ملک ہو  
 اس کے ساتھ اس کا  
 کہ اس کی ملک کی  
 کہ اس کے باوجود  
 کہ اس کے باوجود



کی کہ یہ شو معین حاضر کرے تاکہ میں قرض ادا کر کے اپنے مال کو لے لوں اور مدعا علیہ رہن رکھتے اور رہن کرنے  
دونوں سے انکار کرتا ہو پس مدعی دو گواہ رہن کے لایا اور مدعا علیہ دو گواہ لایا کہ انھوں نے گواہی دی کہ مدعی  
نے اس کے ساتھ یہ شو معین اس قدر دامن کو فروخت کی اور دام وصول کر کے بیچ اسکے سپرد کر دی تو شیخ  
نے فرمایا کہ یہ دعویٰ مدعی کا وہ ضعیف ہے اور قاضی کی گواہی پر حکم ہو گا کیونکہ وہ زیادہ مثبت ہو بسبب اسکے کہ خریدنا  
رہن سے زیادہ موکم ہے یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ لے لیا وہ اسکے قبضہ میں مر گیا پس چوپایہ کا مالک  
قاضی کے پاس آیا اور لینے والے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا چوپایہ ناحق لے لیا اور وہ اسکے پاس مر گیا اور لینے والے  
نے دفع کیا کہ میں نے چوپایہ حق سے لیا کیونکہ وہ میری ملک تھا اور اس کے قبضہ میں ناحق تھا تو یہ دفعیہ صحیح ہے اور  
اگر چوپایہ مرانہ ہو بلکہ قائم ہو اور مدعی نے مثل مذکور کے دعویٰ کیا اور لے لینے والے نے گواہ سنائے کہ میں نے اسے  
لے لیا اس واسطے کہ وہ میری ملک ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ  
کیا کہ میں بسبب تین طلاق کے اس پر حرام ہوں اور اسکے گواہ پیش کیے پس شوہر نے دفع کیا کہ اس عورت نے خود اقرار  
کیا ہو کہ مجھے اس نے تین طلاق دین اور میری امت گزر گئی اور میں نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور اس نے میرے  
ساتھ وطی کی پھر اس نے طلاق دی اور پھر میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہو اور اب یہ میرے واسطے حلال ہو تو صحیح  
قول یہ ہو کہ اس طرح کا دفعیہ صحیح ہے یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک نے عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سنائے اور عورت نے دفعیہ  
کے طور پر گواہ سنائے کہ میں نے اس سے خلع کر لیا تو یہ دفعیہ صحیح ہو اور اگر دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا ایک نے تاریخ نہ بیان کی  
ہو اور اگر دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا ایک نے تاریخ نہ بیان کی ہو تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہو اور اگر عورت کی گواہی رد کر دی جائیگی۔ اور  
اگر کسی عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ کرتی ہو کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہو تو دفعیہ صحیح ہے۔  
اسی طرح اگر عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے دفع کے دعوے سے دفع کیا تو صحیح ہو۔ اگر کسی عورت سے نکاح کا  
دعویٰ کیا اور عورت نے دفع کیا کہ میں فلاں غائب کی منکوحہ ہوں تو یہ دفعیہ صحیح نہیں ہو یہ فصول عادیہ میں ہو  
اگر ایک عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں پھر جب  
عورت نے نکاح کے گواہ قائم کیے تو مرد نے گواہ سنائے کہ مجھ سے اس نے خلع کر لیا ہو پس اس کے گواہ  
مقبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے اصل نکاح سے انکار کیا پھر  
عورت نے گواہ دیے اور نکاح کا حکم ہو گیا پھر اسکے بعد مرد نے گواہ دیے کہ اس نے خلع کر لیا ہو تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ  
عورت کا دعویٰ دفع نہ گا اس لیے کہ مرد کے کلام میں تناقض ہے یہ فصول عادیہ میں ہو۔ قاضی نے شوہر پر نفقہ فرض کیا اس نے  
کہا کہ یہ عورت مجھ پر حرام تھی جو وقت کہ نفقہ فرض ہوا ہو تو یہ غیر مسیح ہو اور اگر مرد نے شوہر پر خلع کا دعویٰ کیا اور نفقہ عورت  
پر دعویٰ ہوا تو مسیح ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ ایک شخص نے ایک غلام خرید اور فقہہ کر دیا پھر ایک شخص نے ملک طلق سے دعویٰ کر لیا  
پیش کر کے استحقاق میں لے لیا تو مشتری اپنے بائع سے دام واپس کر سکتا ہو محیط میں اسکے کہ قاضی دام واپس کر دینا حکم  
کرے یا اپنے گواہ دیکھے کہ یہ میرا ہے تو بائع کا دعویٰ مسیح ہو گا۔ اگر بائع نے اس امر سے گواہ قائم کیے کہ میں نے مسحق سے خرید کر  
مسحق کے ہاتھ سے خرید کر اپنے ہاتھ سے اسے اس کے ہاتھ سے دیا ہو تو اس کا دعویٰ جائز ہے گا کہ اگر مسحق نے  
گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور حکم قاضی جو مسحق کے ہاتھ سے دیا ہو اس کا دعویٰ جائز ہے اور اگر مشتری پر قائم کیے ہیں

لے یعنی عورت  
نے مال دیکھ طلاق کی  
دعویٰ مستحکم اور  
شیخ نے منع فرمایا  
کہ اسے طلاق نہ دے

پس اگر اس وقت قائم کیے کہ جب قاضی نے مشتری کے واسطے ثمن کی ڈگری کر دی ہو تو یہ گواہی بائع کی مقبول نہوگی اور اگر اس وقت قائم کیے کہ مشتری نے بائع سے دام لے لیے مگر قاضی نے حکم نہیں دیا ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ خلاف قاضی خان میں ہے۔ اگر غیر مجلس قاضی میں اقرار کیا کہ یہ شو معین میری ملک ہو بسبب اس کے کہ میں نے فلاں شخص سے خریدی ہو پھر قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفع کیا کہ اسنے ایک بار اقرار کیا ہو کہ میں نے اسکو فلاں شخص سے خریدایا ہو تو دفعہ صحیح ہو پس اگر گواہوں سے یہ امر قاضی کے نزدیک ثابت کر دے تو دعویٰ کا دعویٰ دفع ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک شو معین کا دعویٰ ایسے سبب سے کیا کہ جس کو وہ ثابت نہ کر سکا پھر مدعا علیہ نے یہ شو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دی پھر ایک زمانہ کے بعد مدعی نے اسی شو معین کا دعویٰ مشتری پر اسی قاضی کا یا دوسرے قاضی کے سامنے ملک مطلق کے ساتھ کیا پس مشتری نے دفعہ کیا کہ تو نے میرے بائع پر اس شو معین کا دعویٰ بسبب خرید کے کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہو تو یہ دفعہ صحیح ہو یہ دفعہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک شو معین کا دعویٰ بسبب ملک مطلق کے کیا اور مدعا علیہ نے اسکے دفعہ میں کہا کہ تو نے اس شو معین کا دعویٰ اس سے پہلے سبب کے ساتھ کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہو پس مدعی نے کہا کہ اب بھی میں اسی سبب کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں اور ملک مطلق کے دعوے کو ترک کرتا ہوں تو دوبارہ اسکا دعویٰ مسیح ہوگا اور مدعا علیہ کا دفعہ وارد ہو جائے گا یہ فصول عادیہ میں ہے۔ دفعہ کے دعوے میں اگر مشتری نے گواہ سنائے کہ جس ملک کی وجہ سے مدعی دفعہ کا دعویٰ کرتا ہو وہ فلاں شخص کی ملک ہو تو سماعت نہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اس نے اقرار کیا ہو کہ فلاں شخص کی ملک ہو پس سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہو اور مدعا علیہ کے مورث نے ناحق اس پر اپنا قبضہ کیا پھر مرگیا اور اپنے اس وارث مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ گیا اور اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ میری مورث فلاں نے اس مدعی سے یہ گھر اس قدر داموں کو قطعی بیچ کے ساتھ خرید لیا تھا اور باقی قبضہ ہو گیا تھا پھر مر گیا اور مجھے میراث ملا ہو پھر مدعی نے اسکا یون دفعہ کیا کہ مورث مدعا علیہ نے اقرار کیا تھا کہ میرے اور مدعی کے درمیان جو بیچ ہوئی تھی وہ بیچ دفاعی جب دام والے کرے تو بیچ واپس دینی چاہئے اور اسکے گواہ قائم کیے تو امام اجل ظہیر الدین نے فرمایا کہ اس دفعہ کی سماعت نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو بائع سے سبہ مانگنا یا مول مانگنا اصح قول کے موافق بائع کی ملک کا اقرار ہو اور زیادات میں لکھا ہے کہ اقرار نہیں ہو اور یہی صحیح ہو کہ انی خزانہ مفتین۔ زیادات قاضی علاء الدین میں ہو کہ روایت جامع کی صحیح ہو اور مول مانگنے یا سبہ یا وولیت یا اجارہ مانگنے پر اقدام کرنا بالحق الروایات اس امر کا اقرار ہو کہ اس میں اس کی ملک نہیں ہو یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک شو معین جو کسی کے قبضہ میں ہو اس پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ہو اور قاضی نے میرے واسطے اسکا اقرار کیا ہو پھر مدعا علیہ نے گواہ دے دیے کہ اس نے مجھ سے یہی شو معین سبہ میں طلب کی تھی تو یہ دفعہ دعویٰ مدعی کا ہوگا کہ انی لایحیط اور جامع میں مذکور ہو کہ اگر شہود علیہ نے گواہ سنائے کہ مدعی نے دعویٰ سے پہلے یہ شو مجھ سے خریدنے کے طور پر بچائی تھی تو گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی کی گواہی باطل ہو جائیگی کیونکہ اس طرح بچکانا بائع کی ملک کا اقرار ہے اور بچکانے والے کا اقرار ہے کہ میری اس میں ملکیت نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مدعی نے اس طرح توہین دینی چاہی کہ یہ شو میری ملک تھی لیکن اس نے اس پر قبضہ کر لیا اور مجھے ندوی پس میں نے

اس دفعہ میں مدعی نے گواہ سنائے کہ اس نے میری ملک کا اقرار کیا ہے اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہو پس مدعی نے دفعہ کیا کہ تو نے میرے بائع پر اس شو معین کا دعویٰ بسبب خرید کے کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہو تو یہ دفعہ صحیح ہو یہ دفعہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک شو معین کا دعویٰ بسبب ملک مطلق کے کیا اور مدعا علیہ نے اسکے دفعہ میں کہا کہ تو نے اس شو معین کا دعویٰ اس سے پہلے سبب کے ساتھ کیا تھا اور اب ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہو پس مدعی نے کہا کہ اب بھی میں اسی سبب کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں اور ملک مطلق کے دعوے کو ترک کرتا ہوں تو دوبارہ اسکا دعویٰ مسیح ہوگا اور مدعا علیہ کا دفعہ وارد ہو جائے گا یہ فصول عادیہ میں ہے۔ دفعہ کے دعوے میں اگر مشتری نے گواہ سنائے کہ جس ملک کی وجہ سے مدعی دفعہ کا دعویٰ کرتا ہو وہ فلاں شخص کی ملک ہو تو سماعت نہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اس نے اقرار کیا ہو کہ فلاں شخص کی ملک ہو پس سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہو اور مدعا علیہ کے مورث نے ناحق اس پر اپنا قبضہ کیا پھر مر گیا اور اپنے اس وارث مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ گیا اور اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ میری مورث فلاں نے اس مدعی سے یہ گھر اس قدر داموں کو قطعی بیچ کے ساتھ خرید لیا تھا اور باقی قبضہ ہو گیا تھا پھر مر گیا اور مجھے میراث ملا ہو پھر مدعی نے اسکا یون دفعہ کیا کہ مورث مدعا علیہ نے اقرار کیا تھا کہ میرے اور مدعی کے درمیان جو بیچ ہوئی تھی وہ بیچ دفاعی جب دام والے کرے تو بیچ واپس دینی چاہئے اور اسکے گواہ قائم کیے تو امام اجل ظہیر الدین نے فرمایا کہ اس دفعہ کی سماعت نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو بائع سے سبہ مانگنا یا مول مانگنا اصح قول کے موافق بائع کی ملک کا اقرار ہو اور زیادات میں لکھا ہے کہ اقرار نہیں ہو اور یہی صحیح ہو کہ انی خزانہ مفتین۔ زیادات قاضی علاء الدین میں ہو کہ روایت جامع کی صحیح ہو اور مول مانگنے یا سبہ یا وولیت یا اجارہ مانگنے پر اقدام کرنا بالحق الروایات اس امر کا اقرار ہو کہ اس میں اس کی ملک نہیں ہو یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک شو معین جو کسی کے قبضہ میں ہو اس پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ہو اور قاضی نے میرے واسطے اسکا اقرار کیا ہو پھر مدعا علیہ نے گواہ دے دیے کہ اس نے مجھ سے یہی شو معین سبہ میں طلب کی تھی تو یہ دفعہ دعویٰ مدعی کا ہوگا کہ انی لایحیط اور جامع میں مذکور ہو کہ اگر شہود علیہ نے گواہ سنائے کہ مدعی نے دعویٰ سے پہلے یہ شو مجھ سے خریدنے کے طور پر بچائی تھی تو گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی کی گواہی باطل ہو جائیگی کیونکہ اس طرح بچکانا بائع کی ملک کا اقرار ہے اور بچکانے والے کا اقرار ہے کہ میری اس میں ملکیت نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مدعی نے اس طرح توہین دینی چاہی کہ یہ شو میری ملک تھی لیکن اس نے اس پر قبضہ کر لیا اور مجھے ندوی پس میں نے

اس سے خریدنے کے واسطے چکائی تو اس کی سماعت نہوگی یہ خزانہ المقتین میں ہو۔ پس اگر مدعی نے مدعا علیہ کے اس طرح گواہ قائم کرنے کے بعد یوں گواہ قائم کیے کہ قابض نے مدعی سے یہ چیز مول لے لینے کے واسطے چکائی تھی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور پہلا دفعیہ باطل ہو جائیگا کیونکہ جامع کی روایت میں چکائا اس شخص کے ملک کا اقرار ہوتا ہے جس سے چکائے سے مدعی نے اس دفعہ میں یہ دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ قابض نے اقرار کیا ہے کہ یہ مدعی کی ملک ہے اور تناقض تصدیق خصم کی وجہ سے باطل ہو گیا اور یہ حکم اس نکتہ پر کہ دونوں میں سے ہر ایک نے ایسے اقرار کی تاریخ لکھی ہو اور اگر وہ لکھی ہو تو بھی ہر ایک کا اقرار دوسرے کے اقرار سے مندرج ہو گا پس مدعی کی گواہی ملک مطلق پر باقی رہ گئی اور اس وایت کے موافق جس میں چکائا اس امر کا اقرار ہے کہ اس میں میری ملک نہیں ہے تو بھی وضع صحیح ہو کیونکہ قابض کا اقرار ہوا کہ میری ملک نہیں ہے اور کوئی اپنی ملک کا مدعی نہیں ہے پس مدعی کی ملک کا اقرار ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ غیر مدعا علیہ سے مول مانگنا اس باب میں کہ یہ مدعی کا اقرار ہے کہ میری ملک نہیں ہے مدعا علیہ سے مول مانگنے کی نظیر ہے حتیٰ کہ اگر مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ مدعی نے اسکو فلاں شخص سے مول مانگا تھا تو دفعہ ہوا یہ اصول عماد میں ہے کہ ایک شخص ایک کپڑا مستعار لیا پھر دعویٰ کیا کہ میری ماں نے اسے بی بی کا کپڑا دیا تو امی میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مذکور ہے کہ دعوے کی سماعت ہوگی اور گواہی مقبول ہوگی اور مؤلف کہتا ہے کہ یہ اس روایت کے موافق ہے کہ مستعار لینا جس سے لیا ہو اس کی ملک کا اقرار نہیں ہوتا یہ صرف اس امر کا اقرار ہوتا ہے کہ لینے والے کی ملک نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ غفلت پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعہ میں کہا کہ اس نے اس درخت کے پھل خریدنا چاہے تھے تو دفعہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور آثار کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے ایک یا دو بار بار نکار کیا پھر کہا کہ ہر زمین جو میرے قبضہ میں ہے اس کی یہ حدیں نہیں ہیں تو یہ دفعہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ محدود پر دعویٰ کیا اور اسکی حدود بیان کر دیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ ان محدود کہ مدعی دعویٰ می کند باین حدود ملک من است و حق من است پھر مدعی نے دوسری مجلس میں بعینہ ان حدود کے ساتھ دوبارہ دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ در حدود خطا کہ وہ و این محدود کہ درست من است باین حدود نیست کہ دعویٰ کر دے پھر مدعی نے تیسری بار تیسری مجلس میں دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ ان محدود کہ تو دعویٰ میکنی بطلان فرختہ ہوئی پیش از انکہ دعویٰ میکنی و من ان ان فلان خریدہ ام پس بعض نے کہا کہ یہ قول دعویٰ مدعی کا دفعہ نہیں ہے اور اسکا تیسرا قول اس کے دوسرے قول سے ٹٹھا ہے اور دوسرا کلام اسکا تیسرے کلام کے توڑنے کے واسطے معتبر ہے اگرچہ دعویٰ مدعی کے دفع کے واسطے معتبر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک گھوڑا مستعار لیا اور وہ مستعیر کے نیچے مر گیا اور اس کے مالک نے عاریتہ دینے سے انکار کیا اور مستعیر نے مال دیکر صلح کر لی تو جائز ہے پھر اگر مستعیر نے اس کے بعد عاریتہ دینے کے گواہ سنا لئے تو مقبول ہوں گے اور صلح باطل ہو جائے گی اور اگر اس نے عاریتہ دینے والے سے قسم لینا چاہی تو اسکو اختیار ہے۔ اور مفتی میں چند مسائل مذکور ہیں کہ جو عدم قبول گواہی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے جو کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر اپنے باپ سے میراث پر پہنچنے کا دعویٰ کیا پھر کسی حد مال پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اپنے بھائی مدعی کے باپ سے اس کی زندگی میں خرید لیا ہے یا اس امر کے گواہ دیے کہ اس کے باپ سے فلاں شخص نے خرید لیا اور میں نے فلاں شخص سے خرید لیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ مدعی نے اسکو فلاں شخص سے مول مانگا تھا تو دفعہ ہوا یہ اصول عماد میں ہے کہ ایک شخص ایک کپڑا مستعار لیا پھر دعویٰ کیا کہ میری ماں نے اسے بی بی کا کپڑا دیا تو امی میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مذکور ہے کہ دعوے کی سماعت ہوگی اور گواہی مقبول ہوگی اور مؤلف کہتا ہے کہ یہ اس روایت کے موافق ہے کہ مستعار لینا جس سے لیا ہو اس کی ملک کا اقرار نہیں ہوتا یہ صرف اس امر کا اقرار ہوتا ہے کہ لینے والے کی ملک نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ غفلت پر دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے دفعہ میں کہا کہ اس نے اس درخت کے پھل خریدنا چاہے تھے تو دفعہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور آثار کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے ایک یا دو بار بار نکار کیا پھر کہا کہ ہر زمین جو میرے قبضہ میں ہے اس کی یہ حدیں نہیں ہیں تو یہ دفعہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ محدود پر دعویٰ کیا اور اسکی حدود بیان کر دیں پس مدعا علیہ نے کہا کہ ان محدود کہ مدعی دعویٰ می کند باین حدود ملک من است و حق من است پھر مدعی نے دوسری مجلس میں بعینہ ان حدود کے ساتھ دوبارہ دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ در حدود خطا کہ وہ و این محدود کہ درست من است باین حدود نیست کہ دعویٰ کر دے پھر مدعی نے تیسری بار تیسری مجلس میں دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ ان محدود کہ تو دعویٰ میکنی بطلان فرختہ ہوئی پیش از انکہ دعویٰ میکنی و من ان ان فلان خریدہ ام پس بعض نے کہا کہ یہ قول دعویٰ مدعی کا دفعہ نہیں ہے اور اسکا تیسرا قول اس کے دوسرے قول سے ٹٹھا ہے اور دوسرا کلام اسکا تیسرے کلام کے توڑنے کے واسطے معتبر ہے اگرچہ دعویٰ مدعی کے دفع کے واسطے معتبر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک گھوڑا مستعار لیا اور وہ مستعیر کے نیچے مر گیا اور اس کے مالک نے عاریتہ دینے سے انکار کیا اور مستعیر نے مال دیکر صلح کر لی تو جائز ہے پھر اگر مستعیر نے اس کے بعد عاریتہ دینے کے گواہ سنا لئے تو مقبول ہوں گے اور صلح باطل ہو جائے گی اور اگر اس نے عاریتہ دینے والے سے قسم لینا چاہی تو اسکو اختیار ہے۔ اور مفتی میں چند مسائل مذکور ہیں کہ جو عدم قبول گواہی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے جو کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر اپنے باپ سے میراث پر پہنچنے کا دعویٰ کیا پھر کسی حد مال پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اپنے بھائی مدعی کے باپ سے اس کی زندگی میں خرید لیا ہے یا اس امر کے گواہ دیے کہ اس کے باپ سے فلاں شخص نے خرید لیا اور میں نے فلاں شخص سے خرید لیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اور فتویٰ میں ہے کہ اگر کسی مدعا علیہ نے کپڑے کے دعوے سے دس درم ویکر صلح کر لی پھر گواہ لایا کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میرا اس کپڑا نہیں  
کچھ حق نہیں ہے پس اگر گواہوں نے صلح سے پہلے اس کے اس اقرار کی گواہی دی تو گواہی باطل و صلح جائز ہو اور اگر مدعا علیہ کے  
گواہوں نے بعد صلح کے اسکا یہ اقرار بیان کیا کہ میرا کپڑا ہے میں کچھ حق نہ تھا تو صلح باطل ہوگی پس اگر قاضی کو یہ بات معلوم ہو کہ  
اس شخص نے میرے پاس اقرار کیا تھا صلح سے پہلے کہ یہ کپڑا میرا نہیں ہے تو صلح باطل ہو اور قاضی کا علم اس مقام پر نہ ہوتا صلح کے بعد  
اسکے اقرار کرنے کے جو بشرطیکہ دعویٰ ملک احد سے ہو اگر مثلاً قاضی کے پاس اقرار کیا کہ یہ کپڑا میرا تھا اور تین سناٹے باپ  
سے میراث پاپا پھر بعد اسکے آیا اور اپنے باپ سے میراث پانے کا اقرار کیا اور دعویٰ سوا سے وراثت کے کسی طرح  
ملک کا کیا تو قاضی اس اقرار کی وجہ سے صلح باطل نہ کرے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دھوکا  
کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ ہرگز تیرے مجھ پر ہزار درم نہ تھے اور تو نے مجھ پر ہزار درم کا دعویٰ کیا تھا پس میں نے  
تجھے کل کے روز دیدے پس مدعی نے کہا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں اور میں نے کچھ وصول نہیں کیا پس اس کے  
دعوے سے پانچ سو درم پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے اس کے بعد گواہ قائم کیے انھوں نے گواہی دی کہ ہم نے دیکھا کہ  
مدعا علیہ نے کل کے روز مدعی کو ہزار درم دیے تو گواہی پر التعلات نہ کیا جائے گا کیونکہ صلح واقع ہوئی وہ قسم کا فدیہ ہو اور اگر مدعا علیہ نے  
مدعی سے وقت دعوے کے کہا کہ تو نے پانچ سو درم مجھ پر تھے لیکن میں نے تجھے کل کے روز ادا کر دیے پس  
مدعی نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں ادا کیا پس مدعا علیہ نے ہزار درم اسکو دیدے یا ہزار سے پانچ سو درم پر صلح کر لی پھر  
مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ انھوں نے گواہی دی کہ اس نے ہزار درم کل اسکو دیے ہیں تو گواہی جائز ہو اور صلح باطل  
ہوگئی اور مدعی نے جو دوبارہ لیا جو وہ واپس یوے کیونکہ اس صورت میں جب صلح سے پہلے ادا کرنے کا دعوے  
کیا تو قسم مدعی پر آوے گی اور صلح مدعی کی طرف سے قسم کا فدیہ نہ تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہر مال وصول کرنے  
کے وکیل نے اگر گواہی سے وکالت ثابت کی اور قاضی نے وکالت کا حکم دیدیا پھر مطلوب نے دعویٰ کیا کہ طالب اس  
وکیل کے دعویٰ کرنے سے پہلے مر گیا اور یہ وصول نہیں کر سکتا ہو تو یہ دفعیہ صحیح ہو اگر گواہ قائم ہوں تو دعوے سے  
مدعی منفع ہوگا یہ فصول عبادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ فلان بن فلان کا تیرے پاس  
اس قدر مال ہو اور وہ نابالغ ہے اور قاضی نے فلان بن فلان کو اس لڑکے کا وصی مقرر کیا جو اور وہ لڑکا اسی وطنی  
کی ولایت میں ہو پھر اس وصی نے مجھ سے نابالغ کا مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا جو اور وہ مال اس قدر  
ہو اور قاضی نے مدعی کے وکیل ہونے کا بشرائط حکم دیدیا جو مدعی نے مال وصول کر لیا پھر اس کے بعد  
مدعا علیہ نے ایک روز اسی وکیل پر دعویٰ کیا کہ وہ لڑکا اب نابالغ ہو گیا اور اس نے مجھے وکیل کیا ہے کہ  
میں تجھ سے وہ مال وصول کروں جو تو نے وصول کیا ہے پس اس وکیل نے کہا کہ میں نے وہ مال وصول کے پاس  
بیچ دیا تو بعض نے فرمایا کہ اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے قبضے میں ایک دوکان  
گواہوں سے استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی اور مشتری نے اپنے بائع سے گواہ پیش کر کے اپنے دام لے  
لیے پھر بائع نے اس کے اور مشتری کے سامنے گواہ پیش کیے کہ مشتری نے اقرار کیا ہے کہ یہ دوکان بائع کے  
باپ کی ہو وہ مر گیا ہو اور بائع کے واسطے میراث چھوڑی کہ اس کے سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور  
اس کے باپ نے اپنی زندگی وصعہ میں کہا کہ یہ تمام دوکان بہن مجھ میری ملک ہے اور مشتری نے اقرار کیا کہ میرے

مدعی نے گواہی دی ہے کہ  
اس شخص نے گواہی دی ہے کہ



قبضہ میں اجارہ کی وجہ سے جو کچھ میری ملک اس میں نہیں ہو اور میں نے پھرے اقرار کی تصدیق کی تھی پھر میں نے اس  
مشتري کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا اور حکم قاضی مستحق کے واسطے باطل واقع ہوا ہے تو یہ وضعیہ صحیح ہے اور  
اگر بائع نے نہ کہا بلکہ یوں کہا کہ مدعی نے دوکان پر دعویٰ کرنے سے پہلے کہا تھا کہ یہ دوکان جو فلان کے قبضہ میں ہے  
فلان بن فلان کی ملک ہے اور اب تو دوکان پر اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ تناقض ہے تو یہ وضعیہ صحیح ہے اور  
کذا فی الذخیرہ۔ بائع نے مشتری سے دام طلب کیے اُس نے کہا کہ تیرا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ تو نے آزاد کو فروخت  
کیا ہے کیونکہ تو نے قسم کھائی تھی کہ جب میں کوئی غلام خریدوں تو وہ آزاد ہو پھر تو نے قسم کے بعد یہ غلام خریدا پس  
وہ آزاد ہے حالانکہ تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا پس اگر گواہوں سے یہ ثابت ہو تو یہ وضعیہ صحیح ہے اسی طرح اگر  
یوں کہا کہ تو نے یوں قسم کھائی تھی کہ ہر غلام کہ میں خریدوں پس وہ آزاد ہو پھر تو نے قسم کے بعد یہ غلام خریدا اور  
وہ آزاد ہو گیا پھر تو نے یہ۔۔۔ فروخت کیا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے اس غلام کو میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے آزاد  
کر دیا ہے تو بھی وضعیہ صحیح ہے اور پچھلی صورت کو زیادہ اہمیت ملے گی بلکہ خلاف بیان کیا ہو اور دوسرے مقام پر امام  
اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا کہ بائع پر مشتری کی یہ گواہی مقبول نہو گی یا نہ ہو  
کہ بائع سے شن واپس نہیں لے سکتا ہے و لیکن غلام مشتری کے اس اقرار کی وجہ سے اُس کی طرف سے آزاد  
ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ملک  
کے قبضہ میں رہا  
تو اس کے قبضہ میں

## ساتواں باب

ان صورتوں کے بیان میں جو مدعا علیہ کی طرف سے جواب شمار ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی  
ہیں۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ یہ زمین میری ملک ہے پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ تامل کنم و نگاہ کنم تو  
یہ جواب نہیں ہے قاضی اسکو جواب دہی پر مجبور کرے گا کذا فی المحیط۔ اور اگر کہا کہ یہ بیٹم یا کہا کہ مرا علم نیست یا کہا کہ نہیں  
جانتا ہوں کہ میری ملک ہے یا نہیں یا نہ انا نم ابن مدعی بہ حق من است ترا وروی حق نیست یہ سب جواب نہیں ہیں کذا  
فی الاختلاصہ اور اگر کہا کہ نہیں جانتا ہوں کہ یہ چیز ملک اس مدعی کی ہے تو یہ جواب نہیں ہے قاضی اسکو جواب دہی پر  
مجبور کرے گا اگر اُس نے جواب نہ دیا تو اسکو منکر قرار دے گا اور اس پر گواہی کی سماعت کرے گا کذا فی المحیط اور اگر  
مدعا علیہ نے کہا کہ این محدود مرا جو سپرونی نیست یا کہا بتو تسلیم کر دینی نیست پس بعض مشائخ کے نزدیک یہ جواب ہے  
اور ہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک زمین جو وہ شخصوں کے قبضہ میں ہو اسکا دعویٰ کیا پس وہ دونوں نے کہا دو و غیر  
اوستہ تر ازین ضلیح ملک است و دوست است و یک تیر ملک فلان غائب است و دوست است و امانت است  
پس یہ جواب نام ہو لیکن غائب کے حصہ کی خصوصیت ان سے دفع نہو گی جب تک کہ وہ بیعت پر گواہی قائم نہ کرین  
جیسا کہ معلوم ہوا یہ محیط میں ہے۔ حقارہ کے دعوے میں ہی اگر کہا کہ یہ محدود میری ملک ہے اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ کے قبضہ  
میں ناحق ہو تو مدعا علیہ کو جواب دینا لازم نہیں ہو اور اگر کہا کہ میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے قبضہ میں مدعی کی ملک اسی  
کے واسطے ہے پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ میں محدود ملک تو نیست پس اس کی دو صورتیں ہیں یا یوں کہا کہ دوست  
من است و ملک تو نیست تو یہ جواب ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ دوست من است تو بعض نے کہا کہ یہ جواب ہے اور  
ہی اسبابہ بالحقہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا کہ میری ملک ہے جو مجھ سے اس قابض  
نے غصب کر لیا ہے پس قابض نے کہا کہ تجلی این خاند و دوست من است پس شرعی و مرا با بن مدعی ہے۔

نہایت تو یہ جواب اٹھا کہ غصب کے حق میں پورا ہو اور حق ملک میں پورا نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک منزل پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ عرصہ ملک میں است تو یہ جواب نہوگا جب تک یہ نہ لے لے کہ این عرصہ میں است اسی طرح اگر کہہ دیں لے لے کہ لکھو صد اسکی ملک ہو تو یہ کافی ہیں جو جب تک یوں نہ کہیں کہ یہ عرصہ اسکی ملک ہو یہ وجہ کر دی میں ہو۔ ایک شخص نے ایک دوا پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ یہ میرا دار ہو پھر کہا کہ یہ حق ہے تو یہ جواب تمام ہو مدعا علیہ کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر ابتدا میں کہا کہ یہ دار و قوت ہو اور میرے قبضہ میں توئی کا طو یہ ہو تو بھی جواب پورا ہو یہ محیط میں ہو۔ قرض کے دعوے میں اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مرا جو چیز دادنی نیست پس بعض مشائخ کے نزدیک یہ جواب ہو اور یہی اشیہ بالفقہ ہو اور اگر قرض کے دعوے میں جواب دیا کہ مدعا علیہ نیست مرا خبر نیست تو یہ جواب نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر بیع یا کسی ایسے سبب سے قرض کا دعویٰ کیا اور جواب میں مدعا علیہ نے کہا کہ مرا این مبلغ بدین سبب دادنی نیست تو بعض نے کہا کہ یہ جواب نہیں ہو اور بعض نے کہا کہ یہ اصل قرض کا انکار ہو پس وہ اصل قرض کے بل میں منقسم راہ یاد یگا یہ محیط میں ہو۔ اگر ملک مال کے عاثر نے مضایف پر قاضی کے پاس دعویٰ کیا پس مضایف نے جواب دیا کہ مرا بدین دعویٰ کہ سے میکند بوی و بموکلان سے چیزے دادنی نیست تو یہ جواب کافی ہو اور قاضی کو اسپر بیان کے واسطے خبر کر نیکا اختیار نہیں ہو پس اگر وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ ہمارے مورث نے اس کو اس قدر مال مضاربت دیا ہو اور اسے قبضہ کیا ہو تو اسپر کچھ لازم نہوگا اسی طرح ہر امین کا حال پر مثل مستوجب و مستعیر و مستاجرو وکیل و مستضع کے و لیکن اس وقت ایسا نہوگا کہ جب ایسی چیز کا دعویٰ کرے کہ امین پر اس کی ضمانت واجب ہو گئی ہو یہ منقطع میں ہو۔ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ میں زن امین مدعی نیم پس اگر عورت نے اس مدعی کی طرف اشارہ کیا تو جواب ہو در نہ نہیں اور بعض نے کہا کہ جواب ہو یہ وجہ کروری میں ہو۔ ایک شخص نے دس دینار اپنی بیٹی کے منہ میں چل کا دعویٰ کیا پس شوہر نے کہا انچہ بودہ است و ادم تو یہ جواب نہیں ہو کیونکہ مدعی نے مقدار معین کا دعویٰ کیا ہو لیکن قاضی کو شوہر سے کتنا چاہیے کہ جس قدر تو نے دیا کیا ہو اسے گواہ لاپس جب گواہ لادیکھا تو مقدار بیان کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ گواہی صحیح ہو اسی طرح اگر بیع کے دام کا دعویٰ کیا پس مشتری نے کہا انچہ بودہ است و ادم تو اسکا بھی یہی حکم ہو کہ انہ فی الفصول العادۃ۔

**آٹھواں باب** ان امور کے بیان میں جنہ دعوے میں تناقض پیدا ہوتا ہو اور جسے نہیں ہوتا ہے۔ اگر حکم کے نزدیک مدعی کی طرف سے دو قول متعارض متناقض ثابت ہوئے تو دعوے کی سماعت ممنوع ہوگی یہ محیط نہیں ہو تو تناقض کی وجہ سے جس طرح اپنے واسطے دعویٰ صحیح نہیں رہتا ہو اسی طرح غیر کے واسطے بھی صحیح نہیں ہوتا ہو مثلاً اگر کسی نے کوئی مال عین زچہ کے واسطے ہو دیکھا اور اگر دیکھا پھر جس طرح اپنی ملک ہو دیکھا دعویٰ نہیں کر سکتا ہو اسی طرح عور کے واسطے وکالت وغیرہ کے واسطے سے دعویٰ نہیں کر سکتا ہو اور یہ اس وقت ہو کہ اس شخص سے کوئی ایسا قول پایا جائے جس سے ذیہ کی ملکیت اس شخص پر ثابت ہوتی ہو اور اگر اس نے ذیہ کو تمام خودی سے بری کیا پھر عورت کی طرف سے وکالت یا وصایت کی وجہ سے دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی یہ خزانہ الشہین میں ہو۔ ایک شخص کے بقول مال عین پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا پھر اسکے بعد دعویٰ کیا کہ یہ فلان شخص کا ہو اس نے مجھے اس مال کی خصوصیت کے واسطے وکیل کیا ہو اور اسپر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور تناقض نہیں ہو اور اگر پہلے دعویٰ کیا کہ یہ چیز فلان شخص کی ملک ہو اس نے مجھے اس کی خصوصیت

اگر کسی شخص نے  
ایک مال کو دیکھا  
اور اسے قبضہ میں  
لے لیا تو وہ اس کا  
مالک ہوگا

واسطے وکیل کیا ہو پھر دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور اس کے گواہ قائم کیے تو متناقض ہو گا اور گواہی مقبول نہ ہوگی و لیکن اگر توفیق  
 دے اور کہے کہ یہ پہلے فلاں شخص کی تھی کہ اُس نے مجھے وکیل نہایت کیا پھر میں نے اُس سے خرید لی اور اس امر کے گواہ قائم کیے تو  
 مقبول ہوں گے یہ ظہیر یہ مین ہو۔ دعویٰ کیا کہ یہ فلاں شخص کی ملک ہو اُس نے مجھے خصوصیت کے واسطے وکیل کیا ہو پھر دعویٰ  
 کیا کہ یہ دوسری فلاں شخص کی ہو اُس نے مجھے وکیل نہایت کیا ہو تو دعویٰ مقبول نہ ہوگا و لیکن جبکہ توفیق دے اور کہے کہ یہ فلاں  
 شخص کی پہلے تھی اُس نے مجھے وکیل خصوصیت کا کیا تھا پھر اُس نے دوسرے کے ہاتھ بیچی اُس نے بھی مجھے اسی واسطے وکیل کیا  
 اور تدارک اس طرح ممکن ہو کہ مجلس سے غائب ہوا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور اس امر پر بابت پیش کی چنانچہ حصری نے اسکو صریح  
 صاف بیان کیا کہ کافی الجامع کذا فی الوجیز لکھو رہی۔ اور میں اس باب میں مثل مال عین کے ہو کذا فی الظہیر یہ۔ وکیل خصوصیت  
 نے اگر غیر مجلس تضاف میں اپنے موکل کی طرف سے یہ اقرار کر دیا کہ اُس نے قرضہ وصول کر لیا اور اسکا کچھ حق اس شخص پر نہیں ہو  
 پھر اسی شخص پر اپنے موکل کے قرض کا دعویٰ کیا تو مقبول نہ ہوگا یہ محیط ہنری مین ہو۔ اگر وحی نے نابالغ کے بالغ ہونے پر مال  
 اُس کے سپرد کر دیا پس مال لغ نے اپنے اور گواہ کر دیے کہ میں نے جو کچھ اس شخص کے قبضہ میں میرے والد کا ترکہ تھا اس وصول کر لیا  
 اور اُس کے قبضہ میں ترکہ والد سے کچھ طویل کثرت باقی نہیں رہا بلکہ میں نے اُسکو وصول کر لیا پھر اس کے بعد دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اس کے  
 قبضہ میں ہو میرے والد کا ترکہ ہو اور اس پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اگر وحی نے اقرار کیا کہ میں نے سب کچھ جو لوگوں پر تھا  
 وصول کر لیا پھر ایک شخص پر میرے قرض کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی ایسے ہی اگر اس طرح وارث نے اقرار کیا پھر میریت کا قرضہ  
 کسی پر ہو نیکو دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہو۔ اگر کہہ کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہو پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اُس سے  
 ہزارہم مین خریدا ہو اور تلویح زبان کی تو سماعت ہوگی اور اگر یوں ملا کر بولا کہ یہ غلام فلاں کا ہو کل کے دروڑ میں نے اُس سے  
 خریدا ہو اور گواہ قائم کئے تو استحضار مقبول ہو گئے اور اگر جواب کہے کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہو پھر چپ رہا پھر کہا کہ کل کے دروڑ  
 میں نے اُس سے خریدا ہے تو سماعت نہ ہوگی یہ محیط ہنری مین ہو ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلاں شخص کا غلام ہو پھر اس قدر توفیق کیا کہ اُس سے  
 خرید لینا ممکن ہو پھر گواہ قائم کیے کہ میں نے اُس سے خریدا ہو اور گواہوں نے تاریخ نہ بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی! اسی  
 طرح اگر اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہو میرا اس میں کچھ حق نہیں ہو پھر کچھ توفیق کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اُس سے خریدا  
 ہو اور گواہ قائم کیے اگر گواہوں نے وقت بیان کیا کہ اس نے اقرار کے بعد خریدا ہو تو گواہی مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ اسی طرح  
 اگر اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا تھا میرا اس میں حق فلاں پھر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اُس سے خریدا ہو  
 پس اگر گواہوں نے وقت مقرر کیا کہ بعد اقرار کے خریدا ہو تو جائز ہو ورنہ نہیں جائز ہو یہ فصول عادیہ مین ہو۔ امام محمد سے  
 روایت ہے کہ ایک کپڑا دوسرے کے قبضہ میں ہو اُس نے اقرار کیا کہ فلاں شخص کا ہو پھر سکوت کے بعد کہا کہ میں نے اسکو اُس کے ہاتھ  
 سودنا کر فروخت کیا ہو اور اس شخص نے کہا کہ یہ میرا ہی بدون ہنچ کے گواہی مقبول ہوگی اور اُسکا اقرار گواہوں کا اذنب  
 نہیں ہو گا اور اگر مقررے کلام ملا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہو میں نے اُس کے ہاتھ سودنا کر فروخت کیا ہو تو اسکا قول  
 مقبول ہو گا اور اس کے قبضہ سے نہیں نکل سکتا اگر اسی طرح جس طرح اس نے بیان کیا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور امام محمد سے روایت ہے  
 کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہو اُسکی نسبت ایک دوسرے شخص نے اقرار کیا اور ملا کہ یہ گھر اسی کا ہے جبکہ قبضہ میں ہی  
 مین ہے اُس کے ہاتھ ہزارہم کو فروخت کر دیا ہو اور اس شخص نے خریدا ہے اقرار کیا اور کہا کہ یہ گھر فلاں خریدا ہے کہ میری  
 ملک میں مقررے اپنے ملک ہونے کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اگر اُس نے کلام ملا کہ میں نے گواہ کے گواہ ہونے کے

لے ان پتہ  
 دوسرے شخص کا

مقبول نہوں گے یہ محیط مشری میں ہو۔ ایک شخص نے قاضی کے پاس فرار کیا کہ بھلا میں فلاں شخص کا جو ایک ایسے شخص کو بتلایا جو سوا  
 قابض کے جو چہر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا میں نے اسکو قابض سے قبل اقرار کر کے خریا ہو تو گواہ مقبول نہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو  
 اگر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا جو میرا زمین پر یا اسکا چلا آتا ہو میرا زمین میں ہو بھر کچھ مدت بعد اس سے خرید لینے کے گواہ  
 قائم کیے تو مقبول نہوں گے لیکن اگر گواہ ہوں نے بیان کیا کہ بعد اقرار کے خرید یا جو مقبول ہوں گے یہ محیط مشری میں ہو ایک شخص  
 نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیرا غلام ہو اور مقرر لے کر کہا کہ میرا زمین پر بھر کہا کہ یہ میرا جو تو اصل میں مذکور ہو کہ اسکا زمین ہو اور اگر  
 گواہ پیش کیے تو مقبول نہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اور اگر کہا کہ میں اپنا حق نہیں جانتا ہوں مگر کچھ چھوٹ کا جو  
 کیا حاجت لایا تو مقبول ہوگی یہ محیط مشری میں ہو۔ اگر قابض نے کہا کہ یہ میری زمین پر یا میری ملک زمین پر یا نہ زمین میرا حق ہو یا میرا  
 زمین حق نہیں یا میری نہ تھی یا مثل اسکے کہا اور اس وقت میں اسکا کوئی جھگڑا کر نہ ہوا زمین پر بھر ایک شخص نے اس چیز کو چھوٹی کیا  
 پس قابض نے کہا کہ یہ میری جو تو صحیح ہر اداسی کا قول لیا جانیگا اور اگر قابض کے یہ الفاظ کہتے وقت کوئی متنازع تھا تو ریت  
 باج کے موافق یہ الفاظ کہنا متنازع کی ملکیت کا اقرار ہو اور روایت اصل کے موافق متنازع کے ملک کا اقرار نہیں ہو لیکن  
 قاضی اس سے دریافت کر چکا کہ کیا یہ میری ملک ہو پس اگر اقرار کیا تو سہ کر رہنے کا حکم دیا اور اگر انکار کیا تو دعویٰ کو گواہ قائم  
 کر نیا حکم کر گیا۔ اور اگر سوا سے قابض کے کسی شخص نے ایسا اقرار کیا تو شیخ الاسلام نے شیخ اعجاز میں ذکر کیا کہ قول اسکا  
 کہ یہ میری ملک نہیں ہو یا یہ میری ملک کبھی نہ تھی آئندہ اسکو دعوئی کرنے سے مانع ہو کر یہ حکم مناقض لازم آتا ہو اور یہ کہنا کہ قابض  
 کو ہوا سنے دعویٰ ملک کا مانع ہو کہ اسکا قبضہ موجود تھا شیخ جامع میں مذکور ہو کہ ایک شخص کے غرض سے وار ہو دعویٰ کیا  
 اور مدعا علیہ نے دعویٰ کے اس قرار سے گواہ قائم کیے کہ یہ وار میری ملک نہیں ہو یا میرا نہ تھی تو مدعی کی گواہی حق ہو جائیگی  
 یہ فیصلہ عادیہ میں ہو شوہر نے کہا کہ یہ وار کا میرا نہیں ہو اسکی نفی کی بھر قاضی نے دو کون سے طعن کر لیا اور جب لڑکے کا  
 ملاعن سے قطع ہو گیا پھر کہا کہ یہ میرا نہیں ہو تو اس کی تصدیق کی جائیگی یہ محیط مشری میں ہو جامع میں ہو کہ وارث نے اقرار کیا  
 کہ یہ شوہر میرے مورث کی ملک نہ تھی بلکہ اس کے پاس فلاں شخص کی وصیت تھی پھر یہ بان لایا کہ میرے مورث کی  
 اسکے مرنے کے بعد یا زندگی میں اس مدعا علیہ نے لے لی ہو تو وارث کو دلائی جائیگی بشرطیکہ وہ امین ہو بیان تک کہ وصیت  
 رکھنے والا آٹھ ورہ کسی علول کے قبضہ میں نہ ہو جائیگی اور یہ حکم اس وقت ہو کہ کسی معلوم کی ملک ہو نیا اقرار کیا ہو اور اگر  
 یوں کہا کہ یہ شوہر میرے مورث کی نہیں ہو پھر اپنے مورث کی ملکیت ہونے کا اقرار کیا تو مدعی کے بعد مورث کو جائیگی  
 جبکہ اسکا کوئی مطالبہ نہ ہو الا یہ پیدا ہو جو چیز کو روٹی میں ہو۔ ہشام نے امام محمد سے روایت کی کہ ایک شخص نے کہا کہ  
 رومی میں کسی داربان میں میرا کچھ حق نہیں ہو پھر رومی کے کسی شخص جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا کہ یہ میرا جو تو  
 امام محمد نے فرمایا کہ گواہ مقبول ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ رومی کے فلاں گاؤں میں فلاں شخص کے قبضہ میں میرا کوئی  
 یا زمین نہیں ہو اور نہ میرا حق اور نہ دعویٰ ہو پھر گواہ قائم کیے کہ یہ چیز اسی گاؤں میں اسی شخص کے قبضہ میں میری جو تو  
 گواہ مقبول نہوں گے لیکن اس وقت مقبول ہوں گے کہ گواہ یہ گواہی دیں کہ اس شخص نے اپنے اقرار کے بعد  
 اس سے یہ چیز لے لی کہ یہ محیط مشری میں ہو۔ اور اگر یوں کہا کہ میرا فلاں شخص کے قبضہ میں نہ کوئی گھر نہ حق نہ نہایت ہو اور کسی  
 گاؤں یا قصبہ کی طرف نسبت نہ کیا پھر دعویٰ کیا کہ میرا اسی شخص کی طرف رومی کے فلاں گاؤں میں حق ہو تو گواہی مقبول نہوں گے  
 یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اور ہشام میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے کہا کہ میرا اس خاں میں حق ہو یہ خصوصیت

یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو  
 اور اگر سوا سے قابض کے کسی شخص نے ایسا اقرار کیا تو شیخ الاسلام نے شیخ اعجاز میں ذکر کیا کہ قول اسکا  
 کہ یہ میری ملک نہیں ہو یا یہ میری ملک کبھی نہ تھی آئندہ اسکو دعوئی کرنے سے مانع ہو کر یہ حکم مناقض لازم آتا ہو اور یہ کہنا کہ قابض  
 کو ہوا سنے دعویٰ ملک کا مانع ہو کہ اسکا قبضہ موجود تھا شیخ جامع میں مذکور ہو کہ ایک شخص کے غرض سے وار ہو دعویٰ کیا  
 اور مدعا علیہ نے دعویٰ کے اس قرار سے گواہ قائم کیے کہ یہ وار میری ملک نہیں ہو یا میرا نہ تھی تو مدعی کی گواہی حق ہو جائیگی  
 یہ فیصلہ عادیہ میں ہو شوہر نے کہا کہ یہ وار کا میرا نہیں ہو اسکی نفی کی بھر قاضی نے دو کون سے طعن کر لیا اور جب لڑکے کا  
 ملاعن سے قطع ہو گیا پھر کہا کہ یہ میرا نہیں ہو تو اس کی تصدیق کی جائیگی یہ محیط مشری میں ہو جامع میں ہو کہ وارث نے اقرار کیا  
 کہ یہ شوہر میرے مورث کی ملک نہ تھی بلکہ اس کے پاس فلاں شخص کی وصیت تھی پھر یہ بان لایا کہ میرے مورث کی





نکاح نہ تھا کیا کہ میں نے اس سے بزرگ بھی نکاح نہیں کیا پھر جب عورت کے نکاح کے گواہ دیے تو اس نے قطع کرا لینے کے گواہ دیے تو یوں مانا جیسی اللہ عز و جل نے فرمایا کہ مثل بیچ کے اسکا حکم ہونا چاہیے چنانچہ بیچ میں ایسے نکاح کے بعد بیعت عیب کے گواہ نامقبول تھے اسی طرح خلع بھی ہمارے نزدیک طلاق ہو اور طلاق چاہتا ہو کہ سابق میں نکاح ہو پس بعد نکاح اصل نکاح کے خلع کا دعویٰ کرنا بیوقوف ہے سموع نہو کا کدانی خزانہ قاضی خان۔ ایک عورت نے مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہو اور مرد نے انکار کیا پھر مرد نے اس سے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ دیے تو قبول ہوئے یہ محیط سرخی میں ہو۔ اگر عورت نے خلع کے بعد تین طلاق دیدیے کے گواہ سنائے تو اسکو بدل خلع پھیر لینے کا اختیار ہوگا اگر مرد دعویٰ میں تناقض ہو اسی طرح اگر مرد نے اپنی جو روئے بھائی سے اسکی میراث تقسیم کر لی اور بھائی نے اقرار کیا کہ شخص اس عورت کا وارث ہو پھر بھائی نے گواہ دیے کہ اس نے تین طلاق دیدی تھیں تو مقبول ہوں گے اور جو کچھ مرد نے لیا وہ عورت کا بھائی واپس لیگا۔ اسی طرح اگر باندھی نکاح تہنے بدل کتاب دیدیا پھر گواہ دیے کہ مالک نے کتابت سے پہلے اسکو آزاد کر دیا تھا تو مقبول ہوں گے اور یہی حکم غلام نکاح کا ہو۔ اسی طرح عورت نے اگر دارشان شوہر سے میراث تقسیم کر لی اور مرد و سب باغین انھوں نے اقرار کیا ہو کہ یہ عورت میت کی زوجہ ہو پھر انھوں نے گواہ پائے کہ مرد نے اپنی صحبت زندگی میں اسکو تین طلاق دی تھیں تو وہ لوگ عورت سے تمام حصہ میراث جو اس نے لیا ہو واپس لینے یہ فصول عادیہ میں لکھا ہے جبکہ لوگوں نے اپنے باپ کی میراث میں ایک گھر پایا اور باہم رضامندی سے بانٹ لیا پھر ایک نے باغین سے دعویٰ کیا کہ باپ نے اسقدر گھر مجھے صدقہ کر دیا یا میرے نابالغ لڑکے کو صدقہ دیا تھا اور وہ نابالغ مر گیا اور میں اسکا وارث ہوا تو اسکا دعویٰ و گواہی باطل و مردود ہو اور اگر اپنے باپ پر فرضہ کا اس طرح دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح و گواہی مقبول ہوگی یہ ذبیحہ میں ہے۔ اگر دارثون نے گھر تقسیم کر لیا اور عورت اسکی مقرری اور اسکو انھوں حصہ ہو سچا پس اس کے واسطے کچھ زمین جدا کر دی پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے اپنی محنت میں مجھے یہ زمین صدقہ دی یا میں نے اپنے مہر کے عوض اس سے خرید لی ہو تو اسکی گواہی نامقبول ہو اسی طرح اگر دارثون نے زمین تقسیم کر لی اور ہر ایک کو کھیتی زمین ملی اور یہی تمام میراث ان کے باپ کی ہو پھر ایک نے دوسرے کے حصہ میں کسی درخت یا عمارت کا دعویٰ کیا اور زعم کیا کہ میں نے ہی اسکو بنایا یا بویا ہو ادا اسکے گواہ دیے تو قبول نہیں گئے یہ خزانہ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی ایک دارثون نے اقرار کیا کہ یہ شوہر ہمارے باپ کی میراث ہو پھر دعویٰ کیا کہ باپ نے میرے غلام لڑکے کے واسطے اسکی وصیت کر دی ہو اور اسکے گواہ دیے تو بعض نے کہا گواہی نامقبول ہو اور وہ تناقض ہوگا اور یہی اظہر ہو یہ ظہیر میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ غلام شخص مر گیا اور یہ دارثون میراث چھوڑی بعد اسکے دعویٰ کیا کہ میرے واسطے تمہاری مال کی وصیت کی ہو اور گواہی کدانی تو مقبول ہوگا اور میراث کے اقرار کرنے سے وصیت کو عوسے باہر ہوگا اسی طرح اگر میت کی طرف کچھ فرض کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہو اسی طرح اگر سب ارثون نے اقرار کیا کہ یہ مواضع ہمارے میان ہمارے باپ کی میراث ہیں پھر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس میں سے تملی کی باپ نے میرے غلام نابالغ بیٹے کے واسطے وصیت کی ہو اور گواہ اسکے لیے تو مقبول ہیں گے یہ حکم قاضی خان میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے اجارہ طویل حرمہ ایک شمشاد اجارہ پر لی اور دوسرے کو بالقطع اجارہ دی اور دوسرے مستاجر نے قبضہ کرا کر لیا پھر پہلے مستاجر اور دوسرے مستاجر نے باہم اجارہ ثانیا فیع کر لیا اور پہلے مستاجر نے دوسرے سے بالقطع ہیرا اجارہ قرار پایا تھا طلب کیا پس دوسرے مستاجر نے کہا کہ یہ مردود دوسرے اجارہ سے

اس میں بیعت و بیعت  
در حال بیعت و بیعت  
کے واسطے و اسکا  
کے واسطے و اسکا



کیا کہ بعد اقرار کے میں اسکا مالک ہوا ہوں اور مدعی نے کہا کہ اقرار کے وقت تیرے قبضہ میں تھا تو مدعا علیہ کا قول لیا جائیگا اور  
 غلام اسی کا ہوگا مگر اس صورت میں کہ مدعی گواہ ہے کہ یہ غلام اسکے قبضہ میں اقرار کے وقت موجود تھا یہ فصول عداویہ میں ہر ایک  
 شخص نے اقرار کیا کہ فلاں شخص کے مجھے ہزار درہم ہیں پھر کہا کہ میں نے قبل اقرار کے اسکو ادھر لے گیا ہوں اور اسپر گواہ قائم کیے تو  
 مقبول نہوں گے اور اگر اپنے اقرار کے ساتھ ملا کر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے قبل اقرار کے ادھر لے گیا ہوں تو اسکا ثبوت گواہ ہی  
 مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ اسکے مجھے ہزار درہم تھے پھر اقرار سے ملا کر یہ دعویٰ کیا کہ میں نے قبل اقرار کے ادھر  
 کر دیا ہوں اور اسپر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے  
 دس ہزار درہم کا دعویٰ کیا گیا تھا اس نے انکار کیا پھر مدعی سے حاکم نے دریافت کیا کہ تو نے کچھ سہین سے وصول کیا ہے  
 پس اس نے دس ہزار درہم وصول کر لیا اقرار کیا پس حاکم نے مدعا علیہ کو دس ہزار درہم سے بری کیا پھر جب دونوں حاکم  
 کے پاس سے نکلے تو مطلوب نے کہا کہ واللہ تو نے مجھ سے یہ درہم وصول نہیں کیے ہیں پھر طالب نے اسے اس کلام کے  
 گواہ لاکر پیش کیے تو امام محمد نے فرمایا کہ طالب کی گواہی قبول کرو مگر اور مطلوب پر اس کے ہزار درہم کی ڈگری کو دیکھا  
 اور اگر طالب نے مال ثابت کرنے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہوں گے اور اگر مطلوب نے کہا کہ میں نے تو صرف  
 یہ کہا ہے کہ تو نے مجھ سے وصول نہیں کیے اور میں گواہ دیتا ہوں کہ تو نے میرے وکیل سے وصول کیے ہیں تو گواہی  
 مقبول نہوگی اور اگر مطلوب نے اس کے گواہ سنا لئے کہ ایک شخص اجنبی نے یہ مال مطلوب کی طرف سے بدون اس کے  
 حکم و کالت کے احسان کر کے تجھے ادا کر دیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر مطلوب نے کہا کہ اسکو فلاں شخص نے  
 وصول نہیں کیا ہے تو یہ قول مطلوب کی ذات اور وکیل اور اجنبی سب کو شامل ہے اور پھر اس کے گواہ مقبول نہوں گے  
 کہ اجنبی سے اس نے وصول کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پھر گواہ  
 قائم کرنے کے بعد کہا کہ میں نے اس مال سے اس قدر وصول کر لیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے کہا کہ میں نے  
 اس مال سے اس قدر وصول پایا ہے یا فارسی میں کہا کہ چندین یافتہ ہوں تو اسکے گواہوں کی گواہی باطل ہو جائیگی  
 یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر گواہ قائم کیے کہ میرے فلاں شخص پر چار سو درہم ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ  
 کے مجھے سو درہم ہیں تو ابوالقاسم کے نزدیک منکر سے تین سو درہم سا قط ہو جائیں گے اور احمد بن عیسیٰ بن نصیر کے  
 نزدیک سا قط نہوں گے اور اسکی ہر فتویٰ پر کذا فی الملتقط ایک شخص نے دوسرے پر دس درہم فی الحال ادا کرنے کا  
 جو قرض ہو دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مارا بتو این وہ دم باید دادن و لیکن مارا از تو ہزار درہم ہی باید رہاں تو یہ حور  
 فانیہ صحیح نہیں ہے جبکہ دونوں مال ایک ہی جنس کے ہوں کذا فی الذخیرہ۔ اگر مدعا علیہ نے جسہ قرض کا دعویٰ ہوا ہے  
 یوں کہا کہ این مبلغ مال کہ دعویٰ میکنی بتو رسانیدہ ام پھر کہا کہ فلاں شخص پر میں نے اتنا دیا ہے تھے اسے دیر لے میں تو بعض مشائخ  
 نے کہا کہ دوسرا قول سموع نہوگا اور بعض نے کہا کہ سموع ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ دار کو چکا یا خیر  
 لایا کہ میں نے فلاں شخص مالک دار سے اسکو خریدا ہے تو گواہ نام مقبول ہونگے لیکن جبکہ بعد چکانے کے خرید نیکا دعویٰ کرے  
 یا جس سے چکا یا ہو اسکو فلاں کی طرف سے وکیل بیع ثابت کرے یہ وجہ رد میں ہے۔ ایک کپڑا خریدا یا اسکو چکا یا یا یہ  
 طلب کی پھر دعویٰ کیا کہ قبل خریدنے یا چکانے یا یہ طلب کر کے یہ میری ملک تھا یا یہ دعویٰ کیا کہ چکانے کے بعد یہ کپڑا  
 میرے باپ کی ملک تھا وہ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوٹا ہے یا یہ کو یا یہ جو میرے کی سماعت نہوگی و لیکن اگر چکانے



کے وقت تصریح کر کے یوں بیان کرے کہ یہ کپڑا میرے باپ کی ملک پر اسنے بٹھے فروخت کر دیا کیل کیا ہر پہلے میرے ہاتھ فروخت کر دے  
پھر وہ دونوں میں بٹھانے پر پھر اپنے باپ سے میراث پانچواں دعویٰ کیا تو دعویٰ مقبول ہوگا کیونکہ تناقض نہیں ہوگا اس طرح اگر دعویٰ کے وقت  
کہا کہ یہ میرے باپ کا تھا اس نے بائع کو اس کے بیچ کے واسطے کیل کیا تھا میں نے اس سے خرید لیا پھر میرا باپ مر گیا اور اسکا  
شرٹ میرے واسطے میراث چھوڑا تو سماعت ہوئی اور شرٹ کا اس کے واسطے حکم ہو جائیگا کیونکہ تناقض نہیں ہوگا کیونکہ شرٹ کا میں نے  
ہو۔ اگر ایک طلیسان کا دعویٰ کیا اور اسکا بچا یا پھر اپنے بھائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ خریدنے اور بچانے سے پہلے اسکا مالک تھا  
یا یوں دعویٰ کیا کہ چھلانے کے روز میرے باپ کی ملک تھی وہ مر گیا اور ہم دونوں کے واسطے میراث چھوڑا تو اس کے  
حصصہ کا دعویٰ ہوگا اور اس کے ساتھی کے حصصہ میں سے جو کا اور دعویٰ طلیسان میں اسکو اختیار حاصل ہوگا کیونکہ  
صفیقہ متفرق ہو گیا ہو اور اگر فقط اسی نے خریدی خواہ قبضہ کیا یا نہیں خریدی لیکن چٹائی تھی پھر اسکا باپ آیا اور  
دعویٰ کیا کہ طلیسان میری ہو تو سماعت ہوگی اور مشتری بائع سے اپنے دام لے لیگا اسی طرح اگر باپ کے واسطے ڈگری  
ہوگئی مگر اس نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ مر گیا اور بیٹے کے واسطے میراث چھوڑی تو طلیسان اسکو ویدہ جائیگی اور  
اپنے دام بائع سے واپس لیگا لیکن اگر قاضی نے کچھ حکم نہیں دیا یا تنگ کر اسکا باپ مر گیا تو بیٹے کے واسطے یہ ڈگری  
ہوگی یہ خلاصہ میں ہو۔ ایک شخص نے ایک کپڑا خرید لیا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے مدعا علیہ سے خریدنے کی اسکی  
طرف سے گواہی دی اور ہنوز ڈگری ہوئی تھی یا نہیں کہ اس میں ایک گواہ نے زعم کیا کہ یہ کپڑا میرا ہو یا میرے باپ کا ہو  
کہ مجھے اس سے میراث ہو چکا ہو تو اسکی سماعت ہوگی اور اگر اس گواہ نے گواہی کے وقت یہ کہا کہ بائع نے اس کے  
ہاتھ بیچا ہو مگر میرا ہو یا میرے باپ کا ہو کہ مجھے اس سے میراث ہو چکا ہو تو بیچ کی ڈگری کر دی جائیگی اور گواہ کے دعویٰ  
کی سماعت ہوگی پھر اگر اس نے اپنے دعویٰ کے گواہ دیے تو بسبب عدم تناقض کے اس کی ڈگری ہو جائیگی اور  
اگر وہ دونوں گواہوں نے کلام کیا اور وہ کلام گواہی ادا کرنے میں شمار نہیں ہو پھر گواہ نے دعویٰ کیا کہ میرا ہو یا میرے باپ کا  
ہو اس نے مجھے اس کی طلب کا وکیل کیا ہو تو گواہ کے گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ وجہ کروری میں ہو۔ دوسرے  
کی مقبوضہ باندی کے بچہ یا درخت کے پھل یا زمین کے درختوں کو چھپا کر پھر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی یا درخت یا زمین  
میرا ہو تو سوای بچہ اور پھل اور درخت کے ان چیزوں کی اس کی ڈگری کر دی جائیگی اور اگر باندی سے بچہ یا درخت سے پھل یا  
زمین سے درخت کا دعویٰ کیا تو درخت و پھل و بچہ کا دعویٰ سموع ہوگا یہ خلاصہ میں ہو۔ اسی طرح اگر باندی حاملہ تھی پس  
اس کے قبضہ میں جنی پھر بعد گواہ قائم کرنے کے قبل اس کے کہ باندی کی اسکی ڈگری ہو جائے بچہ کو چھپا یا تو بھی یہی  
حکم ہر اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ بچہ مدعا علیہ کا ہو یا ہم کو نہیں معلوم کہ کس کا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا اور اسی  
طرح اگر باندی کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ باندی بدول بچہ کے مدعی کی ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا  
کذا فی الذخیرہ۔ اگر مجلس تفتائین اپنے وکیل سے چکانے کے گواہ پیش کر دیے تو وکیل دروکل دونوں خصوصت  
سے بری ہو گئے اور اگر غیر مجلس تفتائین ایسا ہو تو وکیل فقط بری ہوا اور اگر وکیل نے گواہ دیے کہ میں نے  
وکیل کو اس طرح وکیل کیا تھا کہ اسکا اقرار چھپا کر نہیں ہو پس مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ وکیل نے اقرار کیا ہو تو  
وکیل اپنے دعویٰ پر بانی ہو اور وکیل خصوصت سے خارج ہوایہ وجہ کروری میں ہو۔ اگر ایک باندی جسکے  
چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی خریدی پھر جب اسنے نقاب اٹھایا تو مشتری نے کہا کہ یہ تو میری باندی ہے میں نے

یہی تو وہی باندی ہے  
جو اس سے قبضہ ہو  
وہاں سے اسکا قبضہ

انتخاب کی وجہ سے اسکو نہیں پہچانا تو اسکو دعویٰ و گواہی مقبول نہوگی اور اگر کوئی متلع جو تھیلے میں بھری ہوئی تھی  
یا کوئی کپڑا جو رومال میں لپیٹا ہوا تھا خرید یا پھر جب اسکو محکماً لیا تو کہا کہ یہ میری متاع ہے میں نے اسکو نہیں پہچانا تھا تو  
دعویٰ و گواہی مقبول ہوگی امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو چیز چلتے وقت پہچانی جاسکتی ہے جیسے کتاب ڈالی ہوئی باندی اُسکے  
سامنے کڑی ہو تو اس میں نہ پہچانتے ہا دعویٰ صحیح نہوگا اور جس چیز کا چمکانے وقت پہچانا نہیں ہو سکتا ہے جیسے کپڑا رومال  
میں لپیٹا ہوا ہو یا باندی اس طرح چارو ڈھانپی ہوئی بیٹھی ہو کہ اسکا کچھ نظر نہیں آتا ہو تو اس میں نہ پہچاننے کا دعویٰ و گواہی مقبول  
ہوگا یہ محیطہ خنسی میں ہر غلام ماؤن لے اگر کوئی غلام خریدا اور قبضہ کیا پھر اقرار کیا کہ یہ غلام میں نے جس سے خریدا ہے  
اسے فروخت سے پہلے اسکو آزاد کر دیا ہے میں نے اسکا زاوی کی حالت میں خریدا ہے اور بائع نے انکار کیا تو وہ غلام علی حالہ غلام  
ہو اور ماؤن کے اقرار کی تصدیق بائع پر نہوگی اور اگر ماؤن نے ایسا اقرار نہ کیا بلکہ یہ اقرار کیا کہ بائع نے میرے ہاتھ  
فروخت کرنے سے پہلے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی مگر بائع نے تکذیب  
کی تو ماؤن کے اقرار کا بائع پر تصدیق نہوگی حتیٰ کہ دام اس سے واپس نہیں لے سکتا ہو لیکن اپنے حق میں تصدیق کی جائیگی  
حتیٰ کہ حکم کیا جائیگا کہ یہ غلام فلان شخص کو واپس دے اور اگر ماؤن کے دعوے کا بائع نے اقرار کیا تو ماؤن اپنے دام بائع سے  
واپس کر لیگا اسی طرح اگر ماؤن نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے یا بائع کو قسم دلائی اور اس نے مکول کیا تو ماؤن اپنا  
ٹمن بائع سے واپس لیگا پس امام محمد رحمہ اللہ نے میں صورتوں میں یعنی بائع نے دعویٰ ماؤن کا اقرار کیا یا ماؤن نے  
گواہ قائم کیے یا بائع کو قسم دلائی اور اس نے مکول کیا ان تینوں صورتوں میں یہ حکم دیا کہ بائع سے دام واپس لیگا اور یہ حکم  
احقر کی صورت میں تو ظاہر ہے و لیکن گواہ قائم کرنے یا قسم لینے کی صورت میں اشکال ہے اور چاہیے یہ تھا کہ گواہی مقبول  
نہوئی اور قسم دلائے صاحب ماؤن کو حاصل ہوتا اور اسی مسئلہ کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیادات اور جامع میں  
بجائے ماؤن کے آزاد آدمی کو فرض کر کے بیان کیا ہے اور ذکر کیا کہ اگر مشتری نے گواہ دیے کہ بائع نے میرے ہاتھ  
فروخت کرنے سے پہلے اسکو غیر کے ہاتھ بیچا ہے تو دعوے کی سماعت نہوگی اور اگر بائع سے قسم لینی چاہی تو اسکو یہ اختیار  
نہ ہوگا پس ماؤن میں جو مذکور ہے اسکو بعض مشائخ نے صحیح نہیں کہا ہے اور بعض نے صحیح کی ہے اور باہم اختلاف کیا ہے  
بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں جامع اور زیادات کی روایت میں گواہی غیر مسموع اور بائع کو قسم  
نہیں دلا سکتا ہے اور ماؤن کی روایت کے موافق گواہی مسموع اور قسم دلا سکتا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ زیادات و  
جامع کی روایت موافق قیاس ہے اور ماؤن کی روایت موافق استحسان ہے یہ محیطہ میں ہے ایک شخص ایک شہر میں  
آیا اور ایک مکان کرایہ لیا اور کسی نے اس سے کہا کہ یہ تیرے باپ کا گھر ہے اُس نے تیرے واسطے میراث چھوڑا ہے اُس نے  
کہا کہ میں اسکو نہیں جانتا تھا پھر گھر پر اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو بسبب تناقض کے سماعت نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک  
شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہو اس سے دوسرے نے کہا کہ مجھے دیر سے میں اس میں رہتا ہوں اُس نے دینے سے انکار کیا پھر  
سائل نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا گھر ہے تو دعوے کی سماعت ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ مجھے یہ گھر اویسے میں اس سے خرید  
ہو چکا ہے یا پھر مجھے دے میں اسکو ہونو چکا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر یوں کہا کہ مجھے اس گھر میں بسا اے یا عاریت سے یا پھر  
یا گھوڑا عاریت سے پھر اپنی ملک کا دعویٰ کیا تو سماعت نہوگی یہ خائے قاضی خان میں ہے۔ نوادر شام میں ہے  
کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے

۴۰  
میں نے اس سے  
نکاح کیا ہے  
اور اس نے  
میں سے  
نکاح  
انکار کیا ہے

۴۱  
میں نے اس سے  
نکاح کیا ہے  
اور اس نے  
میں سے  
نکاح  
انکار کیا ہے

شخص سے خریدا ہو جو اسکا مالک تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں اس امر پر اسکی گواہی قبول نہ کروں گا جب تک کہ گواہ یوں نہ بیان کریں کہ اُس نے نکاح کرنے کے بعد اسکو ایسے شخص سے خریدا ہو جو اسکا مالک تھا یہ محیط میں ہو۔ ہنقی میں ہو کہ بشرع نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہو کہ دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی عورت کو تین طلاق دی اور قاضی نے اسکی گواہی قبول کر لی اور حکم نافذ کر دیا پھر ایک گواہ نے دعویٰ کیا کہ یہ میری عورت ہو میں نے اسکو طلاق دینے والے سے پہلے اپنے نکاح میں کیا ہو اور میرے پاس کے گواہ نہیں اور عورت اس سے انکار کرتی ہو تو یہ دعویٰ مقبول نہ ہو گا اسی طرح اگر دونوں نے یہ گواہی نہ دی کہ یہ اسکی عورت ہی بلکہ یوں کہا کہ اسنے اس عورت کو تین طلاق دی ہیں تو بھی یہی حکم ہو اور ایسا ہی یہ حکم عتیق و بیع وغیرہ میں جاری ہو جبکہ بائع کے گواہ کے دعوے سے انکار کرے اور کہے کہ یہ متاع میری ہو۔ اسی طرح اگر گواہ نے کہا کہ ہم نے اسکو بیع کیا حکم کیا تھا خواہ بائع منکر بیع ہو یا مشتری منکر خرید ہو تو بھی ایسا ہی ہو اور اگر دونوں نے گواہی دی اور حکم نے اُن کی گواہی رد کر دی پھر دونوں نے اپنی ملک ہو یا عموئی کیا یا اپنی ذات کے واسطے دعویٰ کیا تو اس میں دونوں کا دعویٰ نہیں چل سکتا ہو پس اگر حاکم کے پاس اس کی گواہی نہ ادا کی و لیکن بیعنا میا کا فخذ خرید پر گواہی یا مہر کو دی اور کچھ اقرار نہ بانی نہیں کیا تو بھی انکا دعویٰ نہیں چل سکتا ہو اور بھی ہنقی میں امام محمدؒ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو طلاق دی ہو اور یہ گواہی نہ دی کہ یہ اسکی عورت ہو اور قاضی نے اس کی گواہی جائز نہ کی پھر گواہ نے دعویٰ کیا کہ یہ میری عورت ہو اور کہا کہ میں نے اسکو نہیں بیچا تھا اور میں اس سے وطنی نہیں کی تھی تو گواہی قبول ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں گواہوں نے عورت کے اقرار پر کہ میں اس شخص کی جو رد ہوں گواہی دی اور یہ گواہی نہ دی کہ یہ عورت اسکی جو رد ہو اور قاضی نے اُسکے اقرار کو جائز نہ کر کے اس شخص کی جو رد ہو نیسا حکم کیا پھر گواہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے ایک سال سے میل کیا ہو اور میں نے اسکو پہچان نہیں تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور حکم قاضی باطل ہو جائیگا اور وہ عورت اس گواہ کو واپس بیچا لی پس اس مسئلہ میں امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ میں اختلاف ثابت ہوا یہ ذخیرہ میں ہے۔ دوسرے کے متبعہ مسائل میں پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا پھر دوسرے وقت اسی شخص پر اسی قاضی کے بیان اس میں کا سبب ملک حادث کے دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح ہو اور اگر پہلے کسی سبب سے ملک کا دعویٰ کیا پھر اسی شخص پر اسی قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فیصلہ علوی میں ہو اور اگر ایک چوپایہ یا اس سبب سے دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک میں پیدا ہوا ہو پھر اسکے بعد اسی قاضی کے پاس کسی سبب حادث سے ملک کا دعویٰ کیا تو دوسرا دعویٰ صحیح نہ ہو چاہے بھلاں اسکے اگر پہلے ملک مطلق کا دعویٰ کیا پھر اسی قاضی کے پاس کسی سبب سے دعویٰ کیا تو صحیح ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر نصف دارالعیقین کا دعویٰ کیا پھر بعد اسکے سب دار کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی اور اگر اسکے برعکس ہو تو سماعت ہوگی و خلاصہ میں ہے۔ اور صواب اور صحیح یہ ہو کہ دونوں صورتوں میں سماعت ہوگی و لیکن اگر آدمے کے دعوے کے وقت یہ کہا کہ سواے اس نصف کے میرا کچھ حق نہیں ہو تو اس وقت اسکے دعوے کی باطل سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کے دارالعیقین پر سبب خرید نہ ہو دعویٰ کیا اور ظاہر ہو کہ دعوے کے روز جس گھر پر دعویٰ کیا ہو وہ معاملہ کے قبضہ میں نہ تھا بلکہ غیر کے قبضہ میں تھا پھر مدعی نے دوسری مجلس میں اسی دار کے قاضی پر ملک مطلق کی وجہ سے دعویٰ کیا تو بعض نے کہا کہ سماعت نہ ہوگی اور یہی صحیح ہو اور یہ حکم اُس وقت ہو کہ پہلے خرید کا دعویٰ کیا اور قبضہ نہ کر لیا اور اگر خرید مانع قبضہ کے ہے۔

۱۔ ان کی پھر بعد اسکے اس شخص پر ایسی قاضی کے پاس ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو بعض نے کہا کہ اس میں بھی اختلاف مشائخ ہوتا ہے چنانچہ اگر خرید مع قبضہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مشائخ کا اختلاف یہ کہنا ہے انھوں نے اعمادیہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک داری کو وہ رقم کرنا کہ میں نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے پھر ایک شخص نے اگر غیر قاضی کے پاس دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہے مجھے اس شخص نے جس نے قابض کے ہاتھ بچا ہر صدقہ میں دیا ہے پھر ایک مہینہ ایک برس کے بعد اس دعویٰ نے جس کے قبضہ میں گھر ہو قاضی کے پاس مراد یہ کہ یہ گھر میرا ہے میں نے اس شخص سے خریدا جس سے قابض پنا خریدا بیان کرتا تھا پس اگر خریدنے کی تاریخ عقدہ کی تاریخ سے پہلے بیان کی تو گواہی قبول ہوگی اور اگر بعد تاریخ صدقہ کے تاریخ خرید بیان کی تو مقبول ہوگی یہ کہنا بالیقینہ نہیں مذکور ہو اور اگر تاریخ ذکر نہ کی تو گواہوں کا گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد نے فرمایا کہ صدقہ میں خود قبضہ بیان کرے یا نہ کرے کچھ پر ادھنیں ہو امام محمد نے فرمایا کہ اگر بعد تاریخ خرید کے عقدہ کا دعویٰ کیا تو بائع سے دام نہیں واپس کر سکتا جو یہ ذخیرہ و محیط میں ہو۔ اگر اپنے باپ سے گھر خریدنے کا دعویٰ کیا پھر میراث کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی اور اگر پہلے میراث کی وجہ سے دعویٰ کیا پھر خریدنے کا دعویٰ کیا تو مقبول نہیں اور تناقض ثابت ہوگا یہ خزانہ الفقین میں ہو۔ عورت نے مہر مثل کا دعویٰ کیا پھر مہر سی کا دعویٰ کیا تو دوسرے دعویٰ کی سماعت ہوگی اور اگر پہلے مہر سی کا دعویٰ کیا پھر مہر مثل کا دعویٰ کیا تو دوسرے دعویٰ کی سماعت ہوگی یہ محیط میں ہو ایک عورت نے اپنے شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا پس شوہر نے ایک بار کہا کہ میں نے اسکو ادا کر دیا ہے پھر کہا کہ میں نے اس کے باپ کو ادا کر دیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ تناقض نہیں ہو یہ فضول سترونیہ میں ہو فتویٰ اس طرح طلب ہوا کہ دوسرے زبانی کہ خدمت اور مکروہ بشوہرے داد بعد ازان دعویٰ میسند کہ ان دن در نکاح من بعد است ومن مطلق دادہ ام تو استروشی نے فرمایا کہ اسکی سماعت نہ ہونی چاہیے کیونکہ تناقض ظاہر ہو یہ فضول عادیہ میں ہو۔ ایک عورت نے اپنے ایک لکڑی کا باغ فروخت کر دیا پس اسکے نابالغ لڑکے نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملا ہے اور عورت فرود شدہ نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ میں وصیہ نہیں ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وقت بیع کے اُسے وصیہ ہو نیا دعویٰ کیا تھا تو پھر بعد اسکے اسکا قول کہ میں وصیہ نہ تھی مقبول نہ ہوگا اور اس پر نابالغ کے واسطے قیمت باغ کی لازم آدھی کیونکہ خود اس نے اقرار کیا کہ میں نے بیع و تسلیم کر کے اس کو حاکم کیا ہے اور نابالغ کے گواہوں کی گواہی بدون اجازت اس شخص کے جو اسکا ولی ہو مقبول و مسجع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک داری ہو آپر ایک شخص نے اسکو دعویٰ کیا کہ یہ میرا گھر ہے میں نے ایک سال سے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور گواہ دیے کہ میں نے دو برس سے قابض سے خریدا ہے اور دعویٰ ایسا ہی کہتا ہے جیسا گواہوں نے بیان کیا تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا لیکن اگر دعویٰ نے اس طرح توفیق دی کہ میں نے دو برس ہوئے کہ قابض سے خریدا تھا جیسا گواہوں نے بیان کیا پھر میں نے اپنے باپ کے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال سے اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور گواہوں نے گواہی ہوئی تو گواہی مقبول ہوگی اور دعویٰ کے واسطے گھر کی کوئی ہو جائیگی اسی طرح اگر بہہ یا صدقہ کا بجائے خرید کے دعویٰ کیا تو مثل خرید کے حکم اسکا بھی حکم ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا پھر دوسرے سے خرید کا دعویٰ کیا اور گواہ ثابت کیے تو مقبول انہوں نے و لیکن اگر توفیق دی کہ اس نے مجھے صدقہ میں یا تھا ازین نے قبضہ کیا پھر کسی سبب سے اسکے ہاتھ میں پہنچا اور اسے صدقہ سے اٹھا کر واپس

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰



پس میں نے خرید لیا اور بیان کر دیا کہ صدقہ تو سبب ہو اور خرید لینا اپنی ملک کی تخلیص کے واسطے ہو تو گواہی مقبول ہوگی  
یہ خلاصہ میں ہو۔ اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ سے اسے خرید ہو تو گواہی مقبول  
نہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ مجھے اسے ایک سال سے صدقہ میں دیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا پھر اسکے ساتھ کسی  
سبب سے پوچھ گچھ کیا اور اسے صدقہ سے انکار کیا تو ایک مہینہ ہوا کہ میں نے خرید لیا اور اسکو گواہوں سے ثابت کیا تو  
گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کے واسطے صدقہ پر دعویٰ کیا کہ اسے مجھے سبب سے دیا  
اور صدقہ میں نہیں دیا ہو اور گواہ صدقہ دینے پر قائم کیے اور کہا کہ کبھی مجھے یہ نہیں کیا ہو حالانکہ قاضی کے سامنے سبب کا دعویٰ  
کیا تھا تو اس نے اپنے گواہوں کو جھٹلایا پس گواہی مقبول نہوگی اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ میراث میں لیا ہوں میں نے  
ہرگز نہیں خرید ہے پھر اس کے بعد اگر بیان کیا کہ میں نے اس کو خرید ہو ہرگز مجھے میراث میں نہیں ملا ہے پھر ایک  
سال سے خرید نے پر گواہ لایا تو دعویٰ باطل ہو پس اگر سبب کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے کبھی صدقہ میں نہیں دیا  
ہے پھر صدقہ کے گواہ لایا اور کہا کہ جب اس نے سبب سے انکار کیا تو میں نے درخواست کی کہ مجھے صدقہ دیدے  
اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اسی طرح اگر کہا کہ میں اس کا سبب میراث کے مالک ہوا تھا اس نے میراث سے انکار  
کیا پھر میں نے اس سے خرید لیا اور خرید نے کے دو گواہ لایا تو جائز ہو اور اگر پہلے خرید کا دعویٰ کیا پھر اس کے  
گواہوں نے گواہی دی کہ اسے اپنے باپ سے میراث پایا ہو تو اسکا حکم اس کے برخلاف ہو یہ مبسوط میں ہے اگر دعویٰ کیا کہ  
میں نے یہ گھر باپ سے میراث پایا ہو پھر دوسرے کے ساتھ دعویٰ کیا کہ میں نے اپنے باپ سے میراث پایا ہو اور دونوں نے گواہ  
پیش کیے تو مقبول ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک لڑکے کے چند عقار موروثی ہیں اسے کسی عقار کا بدلہ ملے ہوئے کے مشتری  
پر دعویٰ کیا کہ میرے وصی نے اسے ساتھ مجھ پر بی زبردستی سے فروخت کر کے سپر کیا تھا پس اسکو اس کو ناجائز پھر باز اسی عقار کا  
دعویٰ کیا کہ میرے وصی نے اسکو نہایت خسار سے فروخت کیا ہو تو قاضی اول سے دوسرے عرصے کی سماعت کر لیا نہ وغیرہ میں ہے۔ ایک شخص  
دوسرے سے ایک غلام خرید پھر بائع نے دعویٰ کیا کہ میں بیع میں فضولی تھا اور مشتری سے غلام اس کو ناجائز ہوا۔ مشتری نے انکار کیا  
یا مشتری نے دعویٰ کیا کہ بائع اس بیع میں فضولی تھا اور ام واپس لینے کا قصد کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہو اور اگر اپنے گواہ پیش کرنے  
چاہے تو سماعت نہوگی اسی طرح اگر گواہ نہوں اور دوسرے سے قسم لینا چاہی کہ وہ فضولی تھا تو قسم نہیں لے سکتا یہ یہ محیط میں ہے  
ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہو پھر دعویٰ کیا کہ مجھے وقف کی گئی ہو تو سماعت ہوگی اور اگر پہلے وقف کا دعویٰ کیا پھر اپنی ملکیت دعویٰ  
کیا تو سماعت نہوگی یہ وجہ کروری میں ہو۔ ایک شخص نے ایک میں بی بی پھر دعویٰ کیا کہ یہ مجھ اور میری اولاد پر وقف کی گئی ہو تو سبب  
تناقض کے سماعت نہوگی اور اگر مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی ہو تو قسم نہیں لے سکتا ہو اور اگر گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور بعض نے کہا  
نہ قبول ہوتا اصولاً احوط یہ یہ محیط مشتری میں ہے۔ اجناس میں جو سکہ زمین کے مشتری نے اگر اقرار کیا کہ یہ زمین میری ہوئی مقبوضہ یا مسجد پر  
قاضی نے اسے خاصہ کے سامنے اسکو اقرار کو نافذ کیا پھر مشتری نے بائع پر ام پھر کہنے کو اسطے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونے یہ محیط  
ہو۔ اگر مشتری نے بائع پر دعویٰ کیا کہ جو زمین تو نے میرے ساتھ فروخت کی وہ فلان مسجد پر وقف ہو تو فقیر ابو جعفر نے فرمایا کہ مقبول ہو اور  
بیع ٹوٹ جائیگی اور فقیر ابواللیث نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور بعض نے کہا کہ مقبول نہیں اور اول مع یہ یہ فضول عادیہ میں ہے اگر مدعا علیہ  
قبضہ میں کسی مال کا سبب شرکت کے دعویٰ کیا پھر سبب سے فرض ہو گیا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی اور اس کے عکس سماعت نہوگی کہ یہ مال  
شرکت کبھی سبب انکار کے فرض نہ ہوا ہو اور فرض صحیح مال شرکت نہیں ہو جاتا یہ یہ فضول مشتری میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا

لے دو دعویٰ کیا ہے  
اور اصل میں گواہ  
قائم کیے اور بیان نظر  
ہو کر گواہ اس کے بعد  
مقبول ہو کر گواہ  
مقبول ہو کر گواہ  
مقبول ہو کر گواہ  
مقبول ہو کر گواہ

کہ تجھ پر فلاں شخص کا اتنا مال تھا اور وہ مر گیا اور وہ مال مجھے میراث میں چاہیے پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے یہ مال اسکو قہراً کر دیا ہے اور گو اولاً نے کیا مگر نہیں لایا پھر مدعی نے دوسری مجلس میں اپنے دعوے کا اعادہ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے تیرے وارث ہو چکا علم نہیں ہے تو اسکی سماعت ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اور اس نے انکار کیا پھر وہ شخص مر گیا پھر عورت نے آکر اسکی میراث کا دعویٰ کیا تو اسکو میراث ملی یہ محیط کی فصل نہیں ہے اگر عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا پھر عورت مر گئی پس مرد نے اسکی میراث طلب کی اور زعم کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا تھا تو اسکو میراث ملے گی ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے نوادر میں مذکور ہے کہ زانی قاضی خان۔ اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے تین طلاق دی ہیں اور شوہر نے اسکا انکار کیا پھر شوہر مر گیا اور عورت نے اسکی میراث طلب کی تو میراث ملے گی اسی طرح اگر اس نے اپنے کو بچھلایا اور کہا کہ مجھے قبل موت کے اسنے طلاق نہیں دی تھی تو بھی میراث نہ ملے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک مملوک ہے اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا مملوک ہے اور قاضی اس سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا ہے پس قاضی نے اس سے قسم لی کہ وائندہ اس نے دعویٰ کیا نہیں ہے پس اس نے قسم سے انکار کیا پس قاضی نے اسے سبب نکول کے اسپر ڈگری کر دی پس قاضی نے کہا کہ میں نے خصوصیت سے پہلے یہ مملوک مدعی سے خریدا تھا اور اسکے گواہ دے تو مقبول ہوں گے اور غلام کا اسکے واسطے حکم ہوگا اور اسکا قسم سے باز رہنا اپنے گواہوں کا اذہان ہوگا اور اگر اسنے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے پھر گواہ قائم کیے کہ میں نے اسکو فلاں شخص سے سوائے مدعی کے خریدا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوادر عیسیٰ بن ہبان میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک شخص پر کسی مال کے واسطے گواہ قائم کیے کہ یہ ہمارے باپ کی میراث سے ہلکا چاہیے ہے اور قاضی نے ان کی ڈگری کر دی پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ مال جو قاضی نے ہلکا دیا ہے اس میں میرا کچھ حق نہیں ہے صرف دونوں میرے بھائیوں کا ہے تو اس نے کہنے سے مدعا علیہ سے کچھ کم نہوگا لیکن اگر یوں کہا کہ اس میں میرا حصہ کچھ نہیں ہے صرف میرے دونوں بھائیوں کا ہے تو بقدر اسکے حصہ کے باطل ہو جائیگا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے اسنے کہا کہ میرا اس مال میں کچھ حق نہیں ہے یہ صرف میرے دونوں بھائیوں کا ہے تو اس سے دریافت کیا جائیگا کہ تم سب نے میراث پر رکھا دعویٰ کیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تیرا حصہ نہیں ہے اور انکا ہو گیا پس اگر ایسی کوئی وجہ حقوق بیان کی کہ جس سے اسکو نفع ہو سکتا ہے تو مقبول ہوگی اور اگر یہ کہو کہ مر گیا تو قاضی دو تہائی و دونوں بھائیوں کو دلاوے گا اور اسکا حصہ چھوڑ دے گا اور اگر ایسا ہو کہ جن لوگوں نے گواہ قائم کیے ہیں وہی لوگ باہمی معاملہ رکھتے ہیں اور میراث کی وجہ سے مال کا دعویٰ نہ کیا بلکہ کسی شے کے فروخت کر دیا دعویٰ کیا پھر ایک نے کہا کہ میرا حصہ کچھ حق نہیں ہے یہ صرف آئین دونوں کا ہے تو تمام مال ان دونوں کو دلا جائیگا مدعا علیہ سے کچھ کم نہ کیا جائیگا یہ حیدر علی

ایک شخص نے کہا کہ میں نے اسکو قہراً کر دیا ہے اور گو اولاً نے کیا مگر نہیں لایا پھر مدعی نے دوسری مجلس میں اپنے دعوے کا اعادہ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے تیرے وارث ہو چکا علم نہیں ہے تو اسکی سماعت ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اور اس نے انکار کیا پھر وہ شخص مر گیا پھر عورت نے آکر اسکی میراث کا دعویٰ کیا تو اسکو میراث ملی یہ محیط کی فصل نہیں ہے اگر عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور مرد نے انکار کیا پھر عورت مر گئی پس مرد نے اسکی میراث طلب کی اور زعم کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا تھا تو اسکو میراث ملے گی ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے نوادر میں مذکور ہے کہ زانی قاضی خان۔ اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے تین طلاق دی ہیں اور شوہر نے اسکا انکار کیا پھر شوہر مر گیا اور عورت نے اسکی میراث طلب کی تو میراث ملے گی اسی طرح اگر اس نے اپنے کو بچھلایا اور کہا کہ مجھے قبل موت کے اسنے طلاق نہیں دی تھی تو بھی میراث نہ ملے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک مملوک ہے اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا مملوک ہے اور قاضی اس سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا ہے پس قاضی نے اس سے قسم لی کہ وائندہ اس نے دعویٰ کیا نہیں ہے پس اس نے قسم سے انکار کیا پس قاضی نے اسے سبب نکول کے اسپر ڈگری کر دی پس قاضی نے کہا کہ میں نے خصوصیت سے پہلے یہ مملوک مدعی سے خریدا تھا اور اسکے گواہ دے تو مقبول ہوں گے اور غلام کا اسکے واسطے حکم ہوگا اور اسکا قسم سے باز رہنا اپنے گواہوں کا اذہان ہوگا اور اگر اسنے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے پھر گواہ قائم کیے کہ میں نے اسکو فلاں شخص سے سوائے مدعی کے خریدا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوادر عیسیٰ بن ہبان میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک شخص پر کسی مال کے واسطے گواہ قائم کیے کہ یہ ہمارے باپ کی میراث سے ہلکا چاہیے ہے اور قاضی نے ان کی ڈگری کر دی پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ مال جو قاضی نے ہلکا دیا ہے اس میں میرا کچھ حق نہیں ہے صرف دونوں میرے بھائیوں کا ہے تو اس نے کہنے سے مدعا علیہ سے کچھ کم نہوگا لیکن اگر یوں کہا کہ اس میں میرا حصہ کچھ نہیں ہے صرف میرے دونوں بھائیوں کا ہے تو بقدر اسکے حصہ کے باطل ہو جائیگا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے اسنے کہا کہ میرا اس مال میں کچھ حق نہیں ہے یہ صرف میرے دونوں بھائیوں کا ہے تو اس سے دریافت کیا جائیگا کہ تم سب نے میراث پر رکھا دعویٰ کیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تیرا حصہ نہیں ہے اور انکا ہو گیا پس اگر ایسی کوئی وجہ حقوق بیان کی کہ جس سے اسکو نفع ہو سکتا ہے تو مقبول ہوگی اور اگر یہ کہو کہ مر گیا تو قاضی دو تہائی و دونوں بھائیوں کو دلاوے گا اور اسکا حصہ چھوڑ دے گا اور اگر ایسا ہو کہ جن لوگوں نے گواہ قائم کیے ہیں وہی لوگ باہمی معاملہ رکھتے ہیں اور میراث کی وجہ سے مال کا دعویٰ نہ کیا بلکہ کسی شے کے فروخت کر دیا دعویٰ کیا پھر ایک نے کہا کہ میرا حصہ کچھ حق نہیں ہے یہ صرف آئین دونوں کا ہے تو تمام مال ان دونوں کو دلا جائیگا مدعا علیہ سے کچھ کم نہ کیا جائیگا یہ حیدر علی

دونوں کا ہے تو تمام مال ان دونوں کو دلا جائیگا مدعا علیہ سے کچھ کم نہ کیا جائیگا یہ حیدر علی

**فصل اول** مال میں ملک مطلق کے دعوے کے بیان میں امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک شخص دوسرے سے قبضہ دار یا عتقاری کسی مال منقول پر دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہمارے علماء نے مسئلہ کے نزدیک غیر غالب کے گواہوں پر ڈگری کیا ہے۔ یہ حکم اسوقت ہے کہ دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی پس اگر دونوں کی تاریخ ایک ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

اور دوسرے قول امام ابو یوسف کے موافق اس کی ڈگری ہوگی جسکی تاریخ پہلے ہو اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے نہ بیان کی تو اس کی ڈگری امام عظیم کے نزدیک کی جائیگی جو محیط میں ہو۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک امر ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں اس دار کا ایک سال سے مالک ہوا ہوں اور قاضی نے گواہ دیے کہ میں نے دو برس پہلے کہ اسکو غلامان شخص سے خریدا جو درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا اور میں نے قبضہ کر لیا جو تو مدعی کی ڈگری کی کر دی جائیگی یہ ظہیر میں ہو اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو تیرا درم پر مکاتب کیا جو اس کے گواہ سنائے اور قاضی نے کہا کہ میرا غلام ہے میں نے اسکو تیرا درم پر مکاتب کیا جو اس کے گواہ دیتے تو غلام دونوں میں مکاتب قرار دیا جائیگا کہ دونوں کو مال کتابت اور اس کے یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر ایک نے کہا کہ میں نے اسکو بدر کیا جو اور میں اسکا مالک ہوں اور اس پر گواہ سنائے اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو مکاتب کیا جو اور میں اسکا مالک ہوں تو بدر کر کے گواہ اولیٰ میں کذا فی المحیط اگر دو شخصوں نے تیسرے کی مقبوضہ چیز پر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ کی تو دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی کذا فی الخلاصہ اگر دونوں نے تاریخ کی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو موافق ظاہر روایت کے امام عظیم اور دوسرے قول امام ابو یوسف رد اول قول امام محمد کے اسی کی ڈگری ہوگی جسکی تاریخ سابق ہو اور اگر ایک نے تاریخ کی اور دوسرے نے نہ کی تو ظاہر روایت امام عظیم رد سے دونوں میں ہا بر ڈگری ہوگی اور یہی صحیح ہو اور صاحبین سے روایات مختلف ہیں اور شیخ الاسلام خواہر زاہد نے کہا کہ صحیح بنابر اول قول امام ابو یوسف و دوسرے قول امام محمد کے یہ ہے کہ مثل قول امام عظیم رد کے دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک دار یا مال منقول و موقوف کے قبضہ میں ہو اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعویٰ کیے گواہ سنائے پس اگر دونوں نے تاریخ نہ کہی یا برابر ایک ہی تاریخ کی تو دونوں میں نصف نصف ہو بیجا حکم ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک کی تاریخ پہلی ہو تو امام عظیم رد کے نزدیک اور موافق دوسرے قول امام ابو یوسف اور اول قول امام محمد کے جسکی تاریخ پہلی ہو اس کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ نہ کہی اور دوسرے نے کہی تو امام عظیم رد کے نزدیک دونوں میں نصف نصف کی ڈگری ہوگی اور صاحبین سے اس کے نزدیک موافق اس روایت کے کہ تاریخ معتبر نہیں کہتے ہیں ایسا ہی حکم ہو اور موافق اس قول کے کہ تاریخ کا اعتبار کرتے ہیں بل امام ابو یوسف رد کے نزدیک تاریخ کہنے والے کی ڈگری اور امام محمد کے نزدیک نہ کہنے والے کی ڈگری ہوگی کیونکہ جنہ دہی اسی کی تاریخ سابق ہو کذا فی المحیط ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے مجھ سے اس نے غصب کر لیا یا کرایہ لیا یا استعارہ لیا یا رسن لیا جو اور قاضی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے میں نے اسکو آزاد پایا برکاس ہو یا باندی تھی کہ قاضی نے گواہ دینے کہ میں نے اسکو قائم لے لیا یا ہو تو مدعی کی گواہی ادنیٰ ہو اسی کے اسطے غلام کی ڈگری ہوگی کذا فی الذخیرہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہو اس پر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیے کہ یہ میرا ہے جو مجھ سے اس نے غصب کر لیا یا ہو جس کے گواہوں نے غصب کی گواہی دی ہو اسی کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر بجائے عرصے غصب کے روایت رکھنے کا دعویٰ ہو تو عرصہ ایسا ہی ہو یہ محیط میں ہو سکرنے ایک گھر پر جو سعد زید کے ہاتھ میں ہو دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ گزارائے کہ میرا ہے تو کو حاکم کیلیکا اور ادا دھان دونوں کو کیلیکا ادا کرے سعد پر غصب اور بیعت کا دعویٰ کیا تو چوتھائی نہ ہوگا اور باقی کو کیلیکا ادا کرے سعد پر غصب و دوسرے میں تنازع کیا اور ایک نے دوسرے پر غصب کا

مطلوبہ دعویٰ بطور  
تاریخ کے لیا ۱۱۱

دعویٰ

دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ کر لئے تو قاضی غصہ سے دعویٰ کر نہ پائے کی ڈگری کر لیا اور دعا علیہ کی ڈگری اُن کے گواہوں پر نہ کر لیا ایسا ہی اس مقام پر ہو اگر اگر بکرنے سعد پر غصہ کا دعویٰ کیا اور سعد نے اس پر دعویٰ کیا اور نہ بدنے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو آدھا بکر کا ہوگا اور آدھا اُن کو لگا ہوگا اور بکرنے سعد پر اور سعد نے یہ پڑ دعویٰ کیا اور زید نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا تو چوتھائی زید کا اور باقی بکر کا ہوگا اور اگر بکرنے سعد پر اور سعد نے زید پر اور زید نے بکر پر دعویٰ کیا تو زید کو آدھا ملے گا جو سعد کے قبضہ میں ہو اور جو زید کے قبضہ میں ہو وہ بکر کو ملے گا اور اگر دونوں نے بکر پر غصہ کا دعویٰ کیا اور بکرنے سعد پر تو زید کو وہ آدھا ملے گا جو سعد کے قبضہ میں ہو اور جو زید کے قبضہ میں ہو وہ بکر کو سعد کے درمیان تقسیم ہوگا کذا فی الکافی۔ اگر سعد نے گواہ دیے کہ میرا گھر میری چھ سے مسطور زید نے غصہ کر لیا ہو اور زید نے گواہ دیے کہ میرا بچہ سے سعد نے غصہ کر لیا ہو اور بکرنے گواہ دیے کہ میرا بچہ سے مسطور زید نے غصہ کر لیا ہو تو بکر کو آدھا گھر اور باقی آدھا سعد و زید میں نصف نصف تقسیم ہوگا یہ چھوٹا میں ہو

**فصل ثانی** مال عین میں سبب ارث یا خرید یا ہبہ یا اسکے مثل سبب ملک کا دعویٰ کر نیکی بیان میں۔ ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر وہ شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک دعویٰ کر تا ہو کہ میں نے اس کو اپنے باپ سے میراث پایا ہو اور اس پر گواہ قائم کیے پس اگر دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا دونوں کی تاریخ یکساں ہو تو دونوں کو نصف نصف لایا جائیگا اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی مگر ایک کی تاریخ دوسرے سے پہلے ہو تو موافق قول آخر امام اعظم کے جیسا کہ متقی میں ہو اور موافق قول آخر امام ابو یوسف کے جیسا کہ اصل میں ہو اور موافق اول قول امام محمد کے جیسا کہ ابن ساعد نے اُن سے روایت کی ہر اس شخص کی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ سابق ہو کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر ملک مورثین کی تاریخ ذکر کی تو بالاجماع اس کی ڈگری ہوگی جس کی تاریخ سابق ہو کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے ذکر نہیں کی تو بالاجماع دونوں میں دو حصہ برابر ہوں گے کذا فی الکافی اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو دوسری کو ملے گا لیکن جبکہ تاریخ قابض کی سابق ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اولیٰ ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے ذکر نہیں کیا تو بالاجماع مدعی کا ہو اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں میں بالاجماع برابر تقسیم ہوگا لیکن اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہ اولیٰ ہو کذا فی الخلاصہ۔ اگر دونوں نے دو شخصوں سے خرید لیا دعویٰ کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص سے میں نے خریدا اور وہ اس کا مالک تھا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے فلاں دوسرے سے خریدا اور وہ مالک تھا اور گواہ قائم کیے تو قاضی دونوں میں برابر تقسیم کر دیگا یہ قاضی غاصی خان میں ہو خواہ دونوں نے خرید کی تاریخ بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو یہ چھوٹا میں ہو اور اگر دونوں نے وقت بیان کیا تو ظاہر روایت کے موافق پہلے وقت والا اولیٰ ہو اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے تاریخ بیان کی تو بالاتفاق دونوں میں برابر تقسیم ہوگا کذا فی فتاویٰ غاصی خان۔ اور اگر دونوں نے ایک ہی سے خرید لیا دعویٰ کیا اور تاریخ نہ کہی یا ایک ہی تاریخ ذکر کی تو دونوں پر برابر تقسیم ہوگا کذا فی الکافی اور ہر ایک کو خیار حاصل ہوگا پھر اگر قاضی نے ہر ایک کو خیار دیا پس ایک لینے پر راضی ہو اور دوسرا خوار و رضا مند کو آدھے سے زیادہ نہ ملے گا کذا فی المحیط۔ اور اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو بالاتفاق اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ ذکر کی اور دوسرے نے ذکر نہیں کیا تو بالاتفاق تاریخ کئے والے کو ملے گا اور اگر مال عین دونوں کے قبضہ میں ہو تو دونوں میں برابر تقسیم ہوگا لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق والے کو ملے گا اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو قابض کا ہو خواہ اس نے تاریخ ذکر کی ہو یا نہ کہی ہو لیکن اگر دونوں نے تاریخ ذکر کی اور مدعی کی تاریخ قابض سے پہلے ہو تو اسی کو دیا جائیگا

الحال صحت ہے  
یعنی اگر ایک کو ملے  
تو بالاجماع دونوں میں  
دو حصہ برابر ہوں گے



کذا فی الحکائی۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام اور دار ہوا سپرد شخصون نے گواہ قائم کیے ہر ایک نے گواہ دیا کہ میں نے اس سے یہ دار بعض اس غلام کے جو اسکے پاس ہر خریدار ہوا اور قابض دونوں کے دعوت سے منکر ہو تو قابضی دار کے دونوں میں برابر اور غلام کے دونوں میں برابر ہوئے کاحکم دیکھا اور ان دونوں کو اختیار ہوگا پس اگر دار کا لینا اختیار کیا تو دار دونوں میں اور غلام دونوں میں برابر کر دیکھا اور اگر غلام نے لینا اختیار کیا تو غلام دونوں میں اور قیمت غلام دونوں میں برابر لگا دیکھا اور اگر ایک نے تمام دار لینے کا قصد کیا حالانکہ قاضی دونوں میں برابر کی ڈگری کر چکا ہو تو اسکو یہ اختیار ہوگا کہ قاضی خان میں ہو۔ اور اگر دار دونوں مدعوین کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحال ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک مدعی کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحال ہے تو دار قابض کا ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا اور تمام غلام دوسرے کا ہوگا کذا فی الحیظ اور اگر دار اس کے قبضہ میں نہ ہو لیکن اس کے گواہوں کے بیان سے ثابت ہو کہ اس نے دار پر قبضہ کیا ہو تو قاضی دار کی ڈگری اسی کے نام کر دیکھا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور اگر مدعا علیہ نے قابض سے کہا کہ دار کا عوض مجھے سپرد نہیں ہوا بلکہ دوسرے خصم کے گواہوں سے اس میں اتحاق پیدا ہو گیا پس میں مجھ سے دار واپس لوں گا تو سپر التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ غلام میں اس طرح اتحاق ثابت ہوا کہ جو قابض کے لیے حجت نہیں ہو کہ قابض کی حجت کو دوسرے پر ترجیح ہو پس اتحاق قابض کے حق میں ظاہر نہوا بلکہ ایسا ہوا کہ گواہ مدعا علیہ کے اقرار سے اتحاق پیدا ہوا ہے حکم اس وقت میں ہر کہ دونوں نے مطالبہ خرید کا دعویٰ کیا اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کر کے دعویٰ کیا اور گواہ دیے اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو غلام دوسرے کو دلا جائیگا کذا فی الحیظ اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی دوسرے نے نہ بیان کی اور دار مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو تو تاریخ واسے کے واسطے گھر کی اور دوسرے کے واسطے غلام کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے تاریخ کی ہو اور دوسرے کا قبضہ یا معائنہ ہو گیا ہو یا گواہوں سے ثابت ہو تو ڈگری کے ہانے کے واسطے ہی اولیٰ ہوگا کذا فی الحکائی۔ اگر اس کے گواہوں نے جس نے تاریخ نہیں ذکر کی ہو یہ گواہی دی کہ بائیں نے اسکے خریدنے اور بیچ کر چکا اقرار کیا تو تاریخ بیان کرنے والے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک کا قبضہ گواہوں سے ثابت ہو اور دوسرے کا قبضہ معائنہ ہو تو یہی اولیٰ ہو کذا فی الحیظ اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہو پس ایک نے تاریخ کی ہو اور دوسرے نے چھوڑ دی تو دار و غلام دونوں میں برابر تقسیم ہونے کی ڈگری ہوگی کذا فی الحکائی اور اگر ہر ایک کے گواہوں نے خریدنے اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی دی یا قبضہ میں بائیں کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور ایک نے تاریخ قبضہ بیان کی ہو اور دوسرے نے نہیں بیان کی ہو پس اگر دار بائیں کے قبضہ میں ہو تو تاریخ والا اولیٰ ہو اور اگر اسکے قبضہ میں ہو جبکہ گواہوں نے تاریخ نہیں بیان کی ہو تو وہ اولیٰ ہو جبکہ گواہوں نے قبضہ و معائنہ کی گواہی دی اور تاریخ نہیں دی ہو اور اگر دائرہ شری کے قبضہ میں ہو اور دونوں نے گواہ قائم کیے جنہوں نے خریدنے اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی دی یا بائیں کے قبضہ ہونے کے اقرار پر گواہی دی اور ایک کے گواہوں نے تاریخ قبضہ بیان کی اور دوسرے کے گواہوں نے نہیں بیان کی تو دار و دونوں میں برابر تقسیم ہونے کی ڈگری ہوگی اور غلام بھی دونوں میں ہوگا اور دونوں کو اختیار بھی ہوگا اور انھوں نے فرمایا کہ قبضہ کی تاریخ بیان نہیں خرید کے یہ حتیٰ کہ اگر گھر بائیں کے قبضہ میں ہو اور دوسرے ایک کے گواہوں نے تاریخ اور قبضہ کی گواہی دی اور قبضہ کی تاریخ بیان خرید کے یہ حتیٰ کہ اگر ایک کی تاریخ سلی ہو تو جسکی تاریخ قبضہ بیان ہو اس کی ڈگری ہوگی اور اگر گھر بائیں کے قبضہ میں ہو تو جسکی تاریخ قبضہ بیان کی ڈگری ہوگی

لے دیکھا یا

اور اگر ایک نے تاریخ قبضہ بیان کی دوسرے نے نہ بیان کی اور وار بائع کے قبضہ میں ہو تو تاریخ والے کی ڈگری ہوگی اور اگر  
 وار کے قبضہ میں ہو جس نے تاریخ نہیں بیان کی تو وہی اولیٰ قیمت یعنی ان کیوں فی مثل ہذا خلاف الامام الثانی۔ یہ  
 سب اس صورت میں ہو کہ غلام مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور اگر غلام دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو اور وار مدعا علیہ  
 کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ کمال ہے تو وار و غلام دونوں میں برابر دونوں کو خیار ہوگا پس اگر بیچ تمام کر دین تو  
 وار و دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور اگر بیچ فسخ کر دین تو غلام دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور مدعا علیہ غلام کی قیمت دونوں  
 کو ڈانڈہ ہوگا کذا فی المحیط۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ غلام اس قابض کے  
 ہاتھ بھونچا ہزار درم و ایک رطل شراب کے فروخت کیا ہو اور میں مالک ہوں اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو  
 قابض کے ہاتھ بھونچا ہزار درم و ایک سور کے فروخت کیا ہو حالیکہ میں مالک غلام ہوں اور قابض دونوں کے  
 دعوے سے انکار کرتا ہو تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ غلام دونوں مدعیوں کو نصف نصف واپس کیا جائیگا اور قابض ایک  
 کو آدمی قیمت غلام کی ڈانڈہ دیگا اور اگر ہر ایک مدعی نے یہ گواہ دیے کہ میں نے اس قابض کے ہاتھ بطور بیچ فاسد فروخت  
 کیا ہو تو بھی یہ حکم یہ نتائج قاضی خان میں ہو اور اگر غلام مشتری کے ہاتھ میں مر گیا تو اسپر دونوں واجب ہوں گی یہ  
 محیط میں ہو اور یہ حکم اس وقت ہو کہ اس امر کے گواہ سنائے کہ قابض نے ایسا اقرار کیا ہو اور اگر ہر ایک نے بیچ کے معائنہ  
 اور قبضہ کے گواہ دیے پس اگر غلام بعینہ قائم ہو تو غلام لیکر دونوں کو برابر دیا جائیگا اور سوائے اسکے انکو کچھ نہ ملیگا اور اگر  
 غلام مستلک ہو تو غلام کی ایک کی قیمت دونوں کو برابر دیگی اور سوائے اسکے کچھ نہ ملیگا یہ نتائج قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص  
 متبوعہ غلام پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ دیے کہ میں نے اس مشتری قابض کے ہاتھ سودینار کو اس شرط  
 پر فروخت کیا ہو کہ مشتری کے واسطے ایک وقت معلوم ہو خیار ہو اور قابض دونوں کے دعوے سے انکار کر کے اپنی  
 ملک کا دعوے کرتا ہو تو قابض کو خیار ہوگا کہ غلام دونوں میں سے جسکو چاہے دیدے اور دوسرے کو دام دینے پڑیں گے  
 یہ طہیر یہ میں ہو۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسپر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے  
 میں نے اسکو قابض کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا ہو کہ مجھے تین روز تک خیار ہو پس اگر دونوں نے بیچ تمام کر دی  
 یا ایک نے تمام کی اور دوسرا رضی ہو گیا تو مشتری کو لینا پڑیگا اور ہر ایک کو ہزار درم دینے پڑیں گے اور اگر ایک نے بیچ  
 تمام کی اور دوسرے نے توڑ دی تو اجازت دینے والے کو آدھا ٹھن اور دوسرے کو پورا غلام ملیگا اور اگر دونوں نے  
 بیچ تمام نہیں کی تو غلام لیکر آدھا آدھا کر لیں اور اسکے سوائے کچھ نہ ملیگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم نہ کیے مگر قابض نے  
 دونوں کی تصدیق کی اور یہ معلوم نہیں کہ پہلا کون پس اگر دونوں نے بیچ تمام کر دی تو ہر ایک ہزار درم لے لیگا اور اگر  
 تمام نہ کی اور مدت گزر گئی تو غلام دونوں میں برابر مشترک ہوگا اور مشتری ہر ایک کو آدمی قیمت ڈانڈہ دیگا اور اگر ایک نے  
 اجازت دی اور دوسرے نے نہ دی تو اجازت دینے والا پورے ہزار درم کے لیگا اور دوسرے کو پورا غلام ملیگا یہ محیط مشتری  
 میں ہو اور ہر شام میں ہو کہ میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسپر ایک شخص نے  
 دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے ایک سال سے ہزار درم کو خرید لیا ہو اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے  
 پانچ مہینہ سے سودینار کو خرید لیا ہو اور قابض کہتا ہو کہ میں نے سودینار دے کے ہاتھ بیچ کر پس قاضی نے ہزار درم  
 دے کی ڈگری کو دی اور غلام اس کے سپر کیا پھر مشتری نے اس میں عیب پا کر مدعا علیہ کو بحکم قاضی واپس کر دیا اور سوا

صورت میں ہر ایک کی  
 ہزار درم کے ہمارے  
 کا جواب ہو ۱۱

وینار والا آیا اور کہا کہ میں غلام ہے لیٹا ہوں کیونکہ تو نے میرے ہاتھ بچھڑا کر اقرار کیا ہو اور قاضی اٹھا کر تیار اور کتا ہو کہ قاضی نے میرے لیے مجلس کا عقد منع کر دیا تو مالک غلام کے قول پر التفات نہ کیا جائیگا اور نہ ہوا لے کی ڈگری کر دینے سے سود بٹاؤ لے کی بیع منع کا حکم نہوا اور سودینا والے کو اختیار ہو کہ بائع کے اقرار کی وجہ سے کہ میں نے سودینا والے کے ہاتھ بچھا ہو نہ ہوا لے کے ہاتھ نہیں بچھا ہو اس غلام کو لے لے اور اگر بائع نے سودینا والے سے کہا کہ غلام کو لے لے اس نے اٹھا کر کیا تو بائع اس کے ذمہ لازم کر سکتا ہو اور اگر سودینا والے نے ہزار دالے کی ڈگری ہونے کے وقت مجلس قاضی سے اٹھ کر کہا کہ میں نے بیع منع کر دی تو بیع منع نہ ہوگی مگر اس صورت میں بیع ہو جائیگی کہ بائع قبول کر لے یا قاضی دونوں کی بیع منع کرے یہ محیط میں ہو۔ اگر مدعی اور قاضی نے کسی سبب سے ایک ہی وجہ سے ملکیت حاصل کر لیا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ نہ کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ کی یہ مدت ایک نے تاریخ کی تو قاضی اور اگر دونوں نے تاریخ کی اور ایک کی تاریخ نہیں ہے تو وہی اولیٰ ہو گا بذخیرہ میں ہو۔ اگر دار ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس میں سے دعویٰ کیا کہ میں نے زید سے یہ خرید لیا ہو۔ اور اس کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے گواہ قائم کیے کہ میں نے زید سے خرید لیا ہو اور مدعی کی تاریخ سابق ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی پس بعد ڈگری کے اگر دونوں کاٹن اور کو دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ سے ثابت ہو تو مدعی کو گھر سپرد کر دیا جائے گا اور قاضی کو اختیار ہو گا کہ اپنے دام وصول کرنے تک دار کو روک سکے اور اگر کسی کاٹن اور کرنا اس طرح ثابت نہوا تو قاضی مدعی کو گھر نہ دیکھا بیان تک کہ اس سے دام وصول کر لے اور اگر ایک شخص کاٹن اور کو دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ سے ثابت ہوا پس اگر مدعی کی طرف سے ثابت ہوا تو گھر اس کو دیا جائیگا اور اگر قاضی کاٹن و دینا ثابت ہوا اور مدعی کا ثابت ہوا تو قاضی مدعی کو گھر نہ دیکھا جب تک کہ دام وصول نہ کر لے اور اگر دونوں دام و جنس مختلف کے ہوں تو جو کچھ مدعی سے وصول کیا اس میں سے قاضی کو کچھ نہ دیکھا کیونکہ بائع اگر حاضر ہوا تو قاضی کو دونوں اس کی رضامندی کے اس میں سے لینا روا نہیں ہو اسی طرح جب غائب ہو تو قاضی اس کو نہیں دے سکتا ہو اور اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو جو مدعی سے وصول ہوا ہو اس میں سے قاضی کا پورا حق و دیدگا پھر اگر اس میں سے کچھ بیع رہا تو بائع کے لیے رکھ لیا اور اگر کم پڑا تو بائع کے ذمہ پڑے گا اگر حاضر ہے تو اس کو سزا دیا جائیگا یہ اس وقت کہ قاضی کا اوکو دینا بائع کے اقرار یا قاضی کے معائنہ سے ثابت ہوا اور اگر قاضی نے اپنے کاٹن اور دینے پر گواہ قائم کرنے سے چاہے تو سماعت نہ ہوگی۔ اور اگر یہ دار قاضی کے پاس ہے یا صدقہ کی وجہ سے ہوا بیع کی وجہ سے ہو کہ دام نہیں اور اس میں نے گواہ دیے کہ میں نے اس سے پہلے زید سے خرید لیا ہو تو مدعی کی ڈگری ہو جائیگی اور دام لیکر بائع کو دیے جائیں گے اور مدعی کو گھر دیا جائیگا اور قاضی کو کچھ نہ دیکھا یہ محیط میں ہو اور اگر دونوں نے دو شخصوں کی طرف سے ملک حاصل کر لیا دعویٰ کیا تو مدعی کی ڈگری کی جائیگی کذا فی محیط و الذخیرہ۔ اگر قاضی مدعی سے ایک کی طرف سے ملک حاصل ہو گیا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ نہ کی یا ایک ہی تاریخ کی یا ایک نے دونوں دوسرے کے کسی تو دونوں میں دار کی ہمارہ ڈگری ہوگی اور ایک کی تاریخ دوسرے سے پہلے ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کی طرف سے ملک حاصل کر لیا دعویٰ کیا تو بھی اسی فیصلہ سے حکم ہو کذا فی الذخیرہ مدعی و قاضی نے اگر دو شخصوں سے خرید لیا دعویٰ کیا اور دونوں نے تاریخ بیان کی مگر ایک کی تاریخ میں جماعت ہو مثلاً مدعی نے کہا کہ میں نے ایک سال سے زید سے خرید لیا اور گواہ دیے اور قاضی نے گواہ سنائے کہ میں نے ایک سال سے زیادہ سے خرید لیا اور گواہوں کو زیادہ دینی یا دینے میں تو مدعی کی گواہی

نہ دیکھتا ہے

مقبول ہوگی اسی طرح اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے کہا کہ اسے عروسے ایک سال یا دو سال ہوئے خریدا ہو اور گواہوں نے اس میں شک کیا تو یہی مدعی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہو اس پر مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں نے قابض سے خریدا ہو اور قابض نے دعویٰ کیا کہ میں نے مدعی سے خریدا ہو اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور تاریخ کسی کے پاس نہیں ہو تو دونوں گواہ بیان ساقط کر دی جائیں گی خواہ قبضہ کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو اور بلا حکم قابض کے قبضہ میں وہ دار چھوڑ دیا جائیگا اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک ہو پھر اگر دونوں فریق گواہوں نے وام ادا کر دینے کی گواہ بیان نہیں تو دونوں میں اولاد بلا ہو جائیگا اور اگر نہ دی تو امام محمد کے نزدیک بسبب وجوب بین کے بدلا ہو جاتا ہو کذا فی الحکامی اگر دونوں فریق گواہوں نے عقار میں وقت بیان کیا اور قبضہ یہ ثابت کیا اور مدعی کا و سابق ہو تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک قابض کی ڈگری ہوگی اور اگر قبضہ ثابت کیا تو قابض کی ڈگری ہوگی اور اگر قابض کی تاریخ ثابت ہو تو دونوں وجہوں میں مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی المالیکہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا گھر ہے میں نے قابض کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کیا ہو اور اسکے گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ دیے کہ میرا ہزار درہم کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کیا ہو تو قیاس قول امام اعظم و امام ابو یوسف کے دونوں گواہ بیان ساقط ہو جائیگی یہ محیط میں ہو ایک گھر نزدیک کے قبضہ میں ہو اس پر مرد برہان لایا کہ میں نے بکر کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کیا ہو اور بکر برہان لایا کہ میں نے عمرو کے ہاتھ سو دینار کو فروخت کیا ہو اور زید نے ان سب کے انکار کیا تو دونوں مدعیوں میں دار کی ڈگری ہو جائیگی اور دونوں شہون کی کچھ ڈگری نہ ہوگی کذا فی الحکامی ایک گھر محمدنا سے کے قبضہ میں ہو بکرنا سے ایک مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درہم کو خریدا ہو اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ میں نے بکر سے ہزار درہم کو خریدا ہو اور قابض نے بکر سے ہزار درہم کو خریدا ہے گواہ دیے اور گواہوں نے قبضہ و تاریخ نہ ذکر کی تو محمد کی گواہی مقبول ہو اور حکم کیا جائیگا کہ اس نے بکر سے خریدا ہو اور امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک بکر اور عورت کی گواہ بیان باطل ہیں اور اگر گھر بکر کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحال ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک محمد کی ڈگری ہوگی اور بکر و عورت کی گواہ بیان ساقط ہوں گی اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو دونوں اماموں کے نزدیک کچھ حکم نہ ہوگا اور اگر اس شخص قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا یہ محیط سختی میں ہو اور اگر گواہوں نے عقد و قبضہ کی گواہ بیان نہیں اور گھر محمد کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحال ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک محمد کے خریدنے کی ڈگری ہوگی اور عورت کی بکر کی گواہ بیان ساقط ہوں گی اور اگر بکر کے قبضہ میں ہو تو یہی حکم ہو اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک بکر و محمد کی گواہ بیان مقبول ہوں گی اور عورت کی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہو ایک گواہ کے قبضہ میں ہو غلام یا اس پر ایک کتاب نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اس عورت کے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا ہو اور عورت نے کتاب کے ہاتھوں کو کہ یہ ہوں کہ عوف بیچنے کے گواہ دیے اور عورت نے کتاب سے اسی طرح خریدا ہے گواہ دیے اور قبضہ ذکر نہ کیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک محمد کی ڈگری ہوگی اور کتاب عورت کی گواہ بیان باطل ہوگی اور اگر غلام کتاب کے قبضہ میں ہو تو یہی امام اول ثانی کے نزدیک ہو اور یہی امام محمد کے نزدیک ہو اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو امام اول و امام ثانی کے نزدیک کچھ حکم نہ ہوگا یہ محیط سختی میں ہو اور اگر گواہوں نے عقد و قبضہ کی گواہ دی دی اور وہ غلام آزاد کے قبضہ میں ہو تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک عورت و کتاب کی گواہ بیان باطل ہیں



اور حرکی گواہی مکاتیب پر مقبول ہو اور اگر غلام مکاتیب کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ کمال ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر غلام عورت کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحال ہو تو دونوں اماموں کے نزدیک مکاتیب کی گواہی عورت پر باطل ہو اور عورت و آزاد کی گواہی مکاتیب پر جائز نہیں کہ انہی محیط اور اگر آزاد جوئے کرتا ہو کہ سودینار کو مکاتیب کے ہاتھ فروخت کیا ہو اور غلام آزاد کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحال ہو اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو بھی دو دونوں اماموں کے نزدیک یہی حکم ہوگا اور ایسا ہی امام مخرج کے نزدیک ہو اور مکاتیب کے قبضہ میں ہو تو بھی دو دونوں اماموں کے نزدیک یہی حکم ہوگا اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو حکم ہوگا کہ حُر نے مکاتیب کے ہاتھ فروخت کیا ہو اور اگر گواہوں نے قبضہ ذکر کیا اور غلام حُر کے قبضہ میں ہو تو دونوں اماموں کے نزدیک یہ حکم ہوگا کہ مکاتیب کے ہاتھ آزاد نے فروخت کیا اور اس کو دلا جائیگا اور اگر مکاتیب کے قبضہ میں ہو تو بھی دو دونوں اماموں کے نزدیک یہی حکم ہوگا اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو اس کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا اور عورت و مکاتیب کی گواہی ساقط ہوں گی اور یہ ڈگری ہوگی کہ مکاتیب میں آزاد کو اور اگر سے اور یہ دونوں اماموں کے نزدیک ہو محیط سخی میں ہو۔ و شخصوں نے ایک عورت کے محل کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو کسی کی ڈگری نہ ہوگی مگر جبکہ عورت کسی کے ساتھ اقرار کرے اور یہ حکم اس وقت ہو کہ دونوں نے تاریخ نہ بیان کی یا ایک ہی تاریخ بیان کی اور اگر ایک تاریخ دونوں میں پیشتر ہو تو وہ اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں کی تاریخ ایک ہی ہو مگر ایک کا اسپر قابو ہو تو وہی اولیٰ ہو اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے نہ بیان کی تو تاریخ والا اولیٰ ہو اور اگر ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے قابو تو حاکم قابو ہو ہی اولیٰ ہو اور اگر عورت نے ایک کے واسطے اقرار کیا اور دوسرے نے تاریخ بیان کی تو جس کے لیے اقرار کیا ہو اسی کی ڈگری ہوگی اور یہ سب حکم عورت کی زندگی میں ہو اور اگر وہ مر گئی ہو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو اس کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کی تاریخ برابر ہو یا تاریخ ہی ہو تو دونوں میں محل کی ڈگری ہوگی اور ہر ایک پر محل کے حصے سے آدھا حصہ واجب ہوگا اور دونوں کو ایک شوہر کی میراث ملیگی اور اگر بچہ پیدا ہو تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور ہر ایک سے اس کو پورے بیٹے کی میراث ملیگی اور ان دونوں کو لڑکے کے مال سے ایک باپ کی میراث ملیگی کہ انہی اختلاف مدعی و قاضی نے ہر ایک سے اگر بلا تاریخ کے گواہ محل پیش کیے تو قاضی کو ڈگری ہوگی یعنی جس کے قاضی میں عورت ہو اس کی ڈگری ہوگی اور اگر قاضی نے مدعی کے گواہوں پر اس کی ڈگری کر دی پھر قاضی نے گواہ پیش کیے تو ان کی سماعت میں مشائخ کا اختلاف ہو بعضوں کے نزدیک سماعت نہ ہوگی اور بعضوں کے نزدیک ہوگی اور سماعت ہوئے پر اگر چھ مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں قاضی سے پہلے اس عورت سے نکاح کیا ہو تو اس کی ڈگری ہو جائیگی یہ اصول حملہ میں ہو ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ دوسرے کے پاس ہو پس عورت نے مدعی کے واسطے اقرار کر دیا پھر دونوں نے بدون تاریخ کے گواہ پیش کیے تو بعض مشائخ نے کہا کہ بسبب اقرار کے مدعی کی ڈگری ہوگی اور بعض نے کہا کہ قاضی کی ڈگری ہوگی یہ اصول استر و شہدہ میں ہو۔ اگر ایک عورت پر محل کا دعویٰ کیا اور وہ عورت کسی ایک کے قبضہ میں نہیں ہو اور اس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو منفر کو ملے گی پھر اگر دوسرے نے اپنے محل پر گواہ قائم کیے تو وہی اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے حالانکہ وہ ایک کے واسطے اقرار کر چکی ہو پس اگر دونوں کے گواہ ہوں تو تاریخ سابق ہو وہی اولیٰ ہو اور اگر تاریخ بیان کی تو جس کی گواہی کی تحلیل ہو جائے اولیٰ ہو اور اگر دونوں کے گواہ مل

لغزہ ملک کی گواہی  
ایک سے اس سے  
سہ سہ سہ سہ  
نہ ہوتے تو اور ہوگا

نہ ٹھہرے یا عادل ٹھہرے تو بعض مشائخ کے نزدیک جسکے واسطے سابق میں نکاح کا اقرار کیا ہو اُس کی ڈگری ہوگی اور یہی قیاس ہو اور بعضوں کے نزدیک کسی کی ڈگری ہوگی اور اسی طرف کتاب دبا القاضی میں باب الشہادۃ علی النکاح میں اشارہ کیا ہو کذا فی الفصول العادۃ یہ اگر ایک عورت کے نکاح کا دودعیوں نے دعویٰ کیا اور وہ کسی سے پاس نہیں ہو اور دونوں نے بلا تاریخ گواہ پیش کیے اور عورت سے دریافت کیا گیا اُس نے ہی کے واسطے اقرار نہ کیا بیان تک کہ دونوں گواہ بیان ماقط ہو گئیں پھر ایک مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ میرے ساتھ نکاح کرنے کا اُس عورت نے اقرار کیا ہو تو اُسکی ڈگری ہو جائیگی جیسا کہ اگر بعد گواہ بیان پیش کرنے کے وہ کسی ایک کے ساتھ نکاح کا اقرار ظاہر کرنی تو بھی یہی حکم تھا اور اگر وہ دونوں نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ عورت انکار کرتی ہو اور کسی کے پاس بھی نہیں ہو پھر ایک نے نکاح کے گواہ دیے اور دوسرے نے نکاح کے اور اس امر کے کہ عورت نے میرے ساتھ نکاح کا اقرار کیا ہو دونوں کے گواہ دیے تو عورت کے اقرار کرنے کے گواہ ہوں کو دوسرے پر ترجیح ہوگی یہ فصول ستہ و ثانیہ میں ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے پھر ایک مر گیا اور عورت نے اقرار کیا کہ میرا نکاح میت کے ساتھ ہوا تھا تو اقرار صحیح ہو اور اُسکے لیے مہر اور میثاق کی ڈگری ہو جائیگی اور اگر دونوں نے نکاح اور دخول کے گواہ قائم کیے پھر عورت نے ایک کے واسطے اقرار کیا کہ اس نے مجھ سے پہلے وطی کی ہو تو یہی اولیٰ ہو اور اگر عورت نے اقرار نہ کیا تو دونوں میں جدائی کرادی جائیگی اور ایک پر سببِ دخول کے مہر بھی اور مہر مثل سے جو کم ہو وہ واجب ہو گا یہ خاوی قاضی خان میں ہے اور اگر ایک نے تنہا دعویٰ کیا اور عورت منکر ہو اُس نے گواہ قائم کیے اور ڈگری ہوگی پھر دوسرے نے دعویٰ کیا اور ایسے ہی گواہ قائم تو اُسکی ڈگری ہوگی و لیکن اگر دوسرے کے گواہوں نے تاریخ سابق بیان کی تو اُسکی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر عورت ایک شوہر کے پاس ہو اور اُسکا نکاح ظاہر ہو تو دوسرے مدعی کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اگر اسی صورت میں مقبول ہو سکتے ہیں تاریخ سابق بیان کرین یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر دودعیان نکاح میں سے ایک کے گواہوں نے بیان کیا کہ اسے اس عورت دخل کیا ہو تو وہ اولیٰ ہو گا اور اگر عورت کسی ایک کے کھرتین ہو یا ایک گواہ ہوں نے دخول کی گواہی دی اور دوسرے کے گواہوں نے بیان کیا کہ اسے اس سے پہلے نکاح کیا ہو تو سابق اولیٰ ہے۔ اور اگر دودعین ہیں کہ ہر ایک دعویٰ کرتی ہو کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہو اور دوسروں انکار کر رہے ہیں ایک بن نے گواہ قائم کیے کہ اس مرد نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا اور دوسری بن نے گواہ دیے کہ اسے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس سے سو دنار پر نکاح کیا ہے اور اس سے دخول کیا ہے پھر دونوں فریق گواہوں کی تغذیل ہو گئی تو قاضی دونوں میں جدائی کر دیا اور جب قدر مال کے گواہوں نے سو کے اقرار کی گواہی دی وہ اتنا مال ایک طرف کو دلوں گا اور اگر ایک عورت نے دونوں ہون میں سے اس امر کے گواہ دیے کہ اس شخص نے نکاح و دخول کا اس عورت سے ساتھ اقرار کیا اور دوسری نے صرف نکاح کے گواہ دیے دخول کے گواہ نہ دیے اور دوسرے منکر ہو تو قاضی اُس عورت کے نکاح کے صحت کا حکم دے گا جسکے ساتھ دخول کی گواہی گزری ہو کیونکہ دخول دلیل ہو کہ نکاح اُسکا سابق ہو اور جس قدر گواہوں نے مہر بیان کیا اُسکی ڈگری کر دیا اور اگر دونوں میں سے کسی نے اقرار دخول یا نفس دخول کے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی مرد اور ان دونوں ہون میں جدائی کر دیا اور نفس مال کی ڈگری دونوں کے واسطے کر دیا کہ مرد مہر کے دعویٰ کرنے والی کو چو غانی مہر مرد ملائے جاوے اور عورت مہر کے دعویٰ کرنے والی کو جتنے وینار مہر کے ٹھہرے ہیں ان کی چو غانی دلائی جاوے یہ خاوی قاضی خان میں ہے ایک عورت نے کہا کہ میں نے زید سے نکاح کیا ہے اسکے کہ میں نے عورت سے نکاح کیا اور زید و عورت دونوں نکاح کے مدعی ہیں تو وہ زید کی عورت ہوگی اور یہ نام ہو جو سبقت

اگر عورت نے ایک کے گواہوں نے نکاح کا اقرار کیا ہے اور دوسرے نے دخول کا اقرار کیا ہے تو عورت کا اقرار اولیٰ ہے۔

بہتر و یک ہو اور اسی پر فتویٰ ہو کہ ذی الفصول عاویہ اور یہی صحیح ہو کیونکہ اسکا یہ کہنا کہ میں نے زید سے نکاح کیا یہ اقرار نکاح ہو پس اقرار صحیح ہو گیا پھر جو اسنے کہا کہ بعد اسکے کہ میں نے عمرو سے نکاح کیا اس سے اسکی غرض یہ ہو کہ پہلے اقرار کو باطل کر دے اور یہ اسکو اختیار نہیں ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک عورت پر دو شخصوں نے ہر ایک نے یہ گواہ دیے کہ اس عورت نے اقرار کیا کہ میں نے اس شخص سے ہزار درہم پر خلع کر لیا ہو اور گواہوں نے وقت بیان کیا تو عورت پر واجب ہو کہ ہر ایک کو اسکا مال و دعویٰ ادا کرے اور اگر وقت بیان کیا تو پہلے وقت والے کو ادا کرنا واجب ہو اور دوسرے کا مال باطل ہو جائیگا لیکن اگر وہ دونوں وقتوں میں اس قدر وقت کا فاصلہ ہو کہ پہلے سے خلع کرانے کے بعد عدت گزر جائے اور دوسرے سے صحاح کرے تو البتہ اس پر وہ دونوں کا مال واجب ہوگا اور اگر اس کے ساتھ کسی ایک نے دخول نہ کیا تو وہ دونوں مال لازم ہوں گے خواہ وقت بیان کرین یا نہ کرین یہ محیط میں ہے۔ فتاویٰ نے خیر الدین نسفی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میری یہ عورت و حلالہ ہے اور عورت و دعویٰ کرتی ہو کہ میں اسکی عورت تھی لیکن اس نے طلاق دیدی اور عدت گزر گئی اور میں نے اس دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کر لیا اور وہ اسی دوسرے کے پاس ہو اور دوسرا شوہر دعویٰ کرتا ہو کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور پہلے کے نکاح و طلاق سے انکار کرتا ہو تو عورت سے کہا جائیگا کہ طلاق کے گواہ لائے پس اگر گواہ لائے سے عاجز ہوئی تو پہلے شوہر کو طلاق پر قسم دلائی جائیگی اور عورت دوسرے شوہر میں جدائی کر دی جائیگی یہ فصول عاویہ میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس سے کہا کہ مجھ سے پہلے تیرا ایک شوہر تھا اسنے مجھے طلاق دیدی اور عدت گزر گئی پھر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ مجھے پہلے طلاق نہیں دی تو وہ دونوں میں جدائی نہ کائی نہ دی گئی پھر اگر غائب اسکے بعد حاضر ہوا اور طلاق سے انکار کیا تو عورت اسی کی ہوگی اور اگر پہلے نے نکاح اور طلاق کا اقرار کیا اور عورت نے طلاق میں اسکی تکذیب کی تو اس وقت سے اس پر طلاق واقع ہوگی اور اسی وقت سے عدت میں بیٹھے گی اور اسکے اور دوسرے شوہر کے درمیان جدائی کر دی جائیگی اور اگر عورت نے اسکے تمام قول کی تصدیق کی تو دوسرے شوہر کی عورت قرار ہوگی اور اگر اسنے پہلے شوہر کے نکاح و طلاق کے اقرار سے انکار کیا تو دوسرے کی قرار ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مرد نے کہا کہ مجھ سے پہلے تیرا دوسرا شوہر تھا اسنے مجھے طلاق دی اور تیری عدت گزر گئی اور عورت نے طلاق سے انکار کیا پھر ایک شخص نے اسے اکر دعویٰ کیا کہ میں ہی اسکا پہلا شوہر ہوں اور دوسرے شوہر نے انکار کیا تو وہ دوسرے شوہر کا قول لیا جائیگا یہ محیط سرخی میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ایک شخص نے اسے اکر دعویٰ کیا کہ یہ میری عورت ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ تیری عورت تھی لیکن تو نے دوسرے سے اسکو طلاق دیدی اور اسکی عدت گزر گئی پھر میں نے اس سے نکاح کیا اور مدعی نے طلاق دینے سے انکار کیا تو مدعی کے سپرد کر دینے کا حکم دیا جائیگا اور اگر مدعی نے کہا کہ ہاں طلاق دیدی تھی لیکن پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا اور مدعا علیہ باز خواست میں برائے عدت است قلت یعنی مدعا علیہ اسکے دوبارہ نکاح میں لائے گا انکار کرتا ہو عورت مدعا علیہ کے قبضہ میں چھوڑ دے جائیگی اور اگر مدعی نے طلاق کا انکار کیا اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ اسنے دوسرے کو اس عدت کو طلاق دیدی اور میں نے اس سے نکاح کیا اور قاضی نے طلاق کا حکم کیا تو عورت کی عدت طلاق کے وقت سے ہوگی یہ فصول استثنیہ میں ہے ایک عورت ایک شخص کے گھر میں ہو وہ کہتا ہو کہ یہ میری عورت ہے اور ایک مدعی دعویٰ کرتا ہو کہ یہ میری عورت ہے اور عورت مدعی کی تصدیق کرتی ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک جبکہ گھر میں ہی نہیں کا قول

اسکا کہ یہ میری عورت ہے

مقبول ہوگا یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک مدعی نے گواہ پیش کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے اور اس شخص کے پاس بلا حق چلا رہا  
 قاضی نے کتابہ کہ میری عورت ہے اور عورت بھی قاضی کی تصدیق کرتی ہے تو مدعی کی ڈگری کی جائیگی اور اگر قاضی نے بدون تاریخ  
 کے نکاح کے گواہ قائم کیے تو اسی کی گواہی مقبول ہوگی یہ وجہ کروری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ مجھے  
 تیرے ماپنے میرے ساتھ بیاہ دیا اور تو نابالغ تھی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ جب بیاہ دیا ہو تو میں بالغ تھی اور میں نے  
 نہ تھی تو عورت کا قول مقبول ہوگا اور گواہی مرد کی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان و محیط میں ہے۔ عورت بالغہ نے اگر گواہ  
 پیش کیے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح رو کر دیا اور شوہر نے گواہ پیش کیے کہ بعد بالغ ہونے کے خاموش ہو رہی تو عورت  
 کی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول استثنیہ میں ہے۔ اگر جو رو شوہر نے بعد بچہ ہو جانے کے نکاح کے صحیح ہونے کو  
 ہونے میں جھگڑا کیا پس شوہر نے فساد کا دعویٰ کیا اور جو رو نے صحیح ہو چکا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو فساد  
 کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ مقبول ہوں گے اور جب فساد کے گواہ مقبول ہوئے تو عدت کا نفعہ ساقط ہو جائیگا  
 اور بچہ کا نسب ہر صورت میں ثابت ہوگا یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک مرد و عورت دونوں کے قبضہ میں ایک دار ہے  
 پس عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ مرد میرا غلام ہے اور مرد نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میرا ہے اور یہ عورت میری  
 جو رو ہے میں نے ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہے اور اسکو وید لیے ہیں اور اسکے گواہ نہ دیے کہ میں حر ہوں تو عورت کی  
 ڈگری ہو جائیگی اور گھر اسی کو ملے گا اور مرد اسکا غلام ہوگا اور اگر مرد نے گواہ قائم کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں اور باقی مسئلہ  
 بحال ہے تو عورت اسکی جو رو ہوگی اور وہ آزاد قرار دیا جائیگا اور گھر کی ڈگری عورت کے نام ہوگی اور اگر دونوں کے  
 پاس گواہ نہ ہوں تو گھر مرد کا ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بشرطہ امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک مرد  
 عورت نے عورتوں کے زیور وغیرہ میں اختلاف کیا عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ متاع میری ہے اور یہ شخص میرا غلام ہے  
 مرد نے گواہ قائم کیے کہ متاع میری ہے اور یہ عورت میری جو رو ہے میں نے اس سے ہزار درم پر نکاح کر کے اسکو مقرب کیا  
 ہے تو عورت کی ڈگری کی جائیگی کہ متاع عورت کی اور یہ شخص عورت کا غلام ہے پس اگر مرد نے اپنے اہل آزاد ہونے کے گواہ قائم کیے تو گھر  
 دیا جائیگا کہ عورت اسکی جو رو ہے اور متاع مرد کی ہے ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہے اور مسئلہ دار پر قیاس کر کے چاہیے کہ  
 متاع کی عورت کے واسطے ڈگری کی جائے اور اگر اس میں اختلاف کیا اور یہ متاع عورت کے قبضہ میں ہے اور مرد کے  
 قبضہ میں ہے تو نکاح کی ڈگری ہو جائیگی اور مرد آزاد ہو جائیگا اور حکم دیا جائیگا کہ جو ہر ایک کے قبضہ میں ہے وہ دوسرے  
 کا ہے خواہ عورتوں کا اسباب ہو یا مردوں کا اسباب ہو یا دونوں کا ہو اور اگر متاع مرد ایک کے قبضہ میں ہے دوسرے  
 کے قبضہ میں نہ تو مدعی کی گواہی مقبول ہوگی یہ وجہ میں ہے۔ ابن شجاع نے نوادر میں ذکر کیا کہ اگر مرد نے گواہ دیا  
 کہ یہ دار میرا ہے اور یہ عورت میری باندی ہے اور عورت نے گواہ سنائے کہ گھر میرا ہے اور یہ شخص میرا غلام ہے اور گھر  
 دونوں کے قبضہ میں نہیں ہے تو دونوں میں آدھے آدھے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو اسی کے لئے  
 میں چھوڑا جائیگا اور دونوں کی آزادی کا حکم ہوگا اور کسی کی طرف سے دوسرے ملک ہونے کی گواہی مقبول ہوگی  
 قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جب دار ایک کے قبضہ میں ہو تو مدعی کی ڈگری ہوئی چاہیے کہ نہ قاضی کی برہان ملک  
 مطلق میں مدعی کی برہان کی معارض نہیں ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت پر اپنی  
 جو رو ہو چکا دعویٰ کیا اور دوسرے شخص نے اپنی باندی ہو چکا دعویٰ کیا اور عورت نے گواہ دیا کہ یہ دونوں میرے

لے بیٹا از زینب  
 نہ اس کا غلام نہ ہو



غلام ہیں تو قیاس چاہتا ہے کہ دونوں پر عورت کی گواہی مقبول ہو اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو قسم نہ لی جائیگی اور نہ قسم سے باز رہنے پر ڈگری کی بجائے یہ جواب افتاد سے ہیں جو اگر ایک شخص غلام نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا پھر دعویٰ کیا کہ مالک نے مجھے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی اور عورت نے کہا کہ اجازت دی تھی تو دونوں میں جلیقہ کر دی جائیگی اور غلام کی تصدیق مہر کے باطل کرنے میں نہوگی اگر اسکے ساتھ وطی کر لی ہو تو غلام پر سچی کرنا واجب ہوگی اور جب تک عورت عدت میں ہو اسکا نفقہ واجب ہوگا اور اگر وطی نہیں کی تھی تو آدھا مہر لازم ہوگا اور اگر کما کما میں نہیں جانتا ہوں کہ مجھے مالک نے اجازت دی تھی یا نہیں دی تھی تو بھی یہی حکم ہو گا فی الفضول العادیه۔

**مسائل متصلہ** ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے اور اسے گواہ قائم کیے اور عورت نے ایک دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور وہ منکر ہو تو مرد دعویٰ کی گواہی مقبول ہوگی کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کرنے کے گواہ قائم کیے اور عورت کی بہن نے اس مرد پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے تو امام اعظم نے فرمایا کہ مرد کی گواہی مقبول ہوگی اور عورت کی مقبول نہوگی اور اگر عورت کے گواہوں نے تاریخ بیان کی اور مرد کے گواہوں نے نہ بیان کی تو مرد کا دعویٰ جائز ہو اور اس عورت سے نکاح ثابت ہوگا جس کا مرد دعویٰ کرتا ہے اور عورت مدعیہ کا دعویٰ باطل ہوگا اور شوہر پر عورت کا آدھا مہر واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ میری بہن اس مدعی کی جورو ہے اور مرد نکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ میری جورو نہیں ہے تو قاضی حکم دے گا کہ یہ عورت جو حاضر ہے مدعی کی جورو منکوحہ ہے اور غائب عورت کے نکاح کی ڈگری نہ کرے گا یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اسی طرح اگر حاضر عورت نے مدعی کے اس اقرار کے گواہ دیے کہ غائب عورت سے میں نے نکاح کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ قاضی توقف کرے گا اور حاضر عورت کے نکاح کی ڈگری نہ کرے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے پس عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری ماں یا بیٹی سے نکاح کیا ہے تو امام اعظم کے نزدیک یہ صورت اور بہن سے نکاح کرنے کے دعویٰ کی صورت یکساں ہے اور اگر حاضر عورت نے اس مہر کے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے میری ماں سے نکاح کیا اور اس سے وطی کی یا بوسہ لیا یا شہوت سے اس کا مساس کیا یا شہوت کی فرج کی طرف نظری ہو تو قاضی اس عورت اور مدعی کے درمیان جلیقہ کرے گا اور غائب عورت کے ساتھ نکاح ہونے کی ڈگری نہ کرے گا یہ فصول استثنیہ میں ہے ایک شخص کی صفائی و کبریٰ دو بیٹیاں ہیں پس ایک نے اسے گواہ قائم کیے کہ اس نے اپنی کبریٰ بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا ہے اور باقی گواہ قائم کیے کہ میں نے صفائی کا نکاح اسکے ساتھ کیا ہے تو شوہر کی گواہی مقبول ہوگی کذا فی الجلیقہ اگر ایک عورت نے کہا کہ میں نے اس شخص سے کل کے روز نکاح کیا ہے پھر کہا کہ میں نے اس سے شہتے شخص سے ایک سال سے نکاح کیا ہے تو یہ عورت اس کی بیوی جس کے واسطے کل کے روز نکاح کا اقرار کر چکی ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسے دونوں کے ساتھ ایک بار کی نکاح کا اقرار کیا ہے اور وہ عورت منکر ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں گواہوں سے دریافت کروں گا کہ کس کے ساتھ اقرار فرمایا گیا تھا اسی کی ڈگری کروں گا اور اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے دونوں سے نکاح کیا اس سے کل کے روز اور دوسرے سے ایک سال سے تو کل کے روز والے کی جورو قرار جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ اور ایک دوسرے فرما کر کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا اور اس شخص نے عورت کے گواہ

یہ بھی اسکے مدعیہ کا دعویٰ ہے  
نکاح عورت کی گواہی سے ثابت نہیں ہوتا

کی تصدیق کی تو مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی پس اگر گواہ قائم کیے اور ثبوت ہو گیا تو مقرر کو ضرورت ہوگی کہ اس شخص مدعی پر عورت کے سامنے گواہ قائم کرے پس اگر اس نے قائم کیے تو سبب اسکے کہ گواہ بھی بائن اور عورت بھی اقرار کرتی جو وہی اوئی اور اسی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عداد یہ ہیں۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے سو دینار پر نکاح کیا ہے اور عورت کے باپ نے جو شوہر کا غلام ہے یہ گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے رقبہ پر اس سے نکاح کیا ہے اور عورت کی مان نے جو شوہر کی باندی ہے یہ گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے رقبہ پر اس سے نکاح کیا ہے تو باپ اور مان کے گواہ مقبول ہوں گے اور دونوں کے آدھے آدھے رقبہ پر نکاح جائز ہوگا اور اگر قاضی نے عورت کے لیے سو دینار مہر کی ڈگری کر دی پھر باپ نے گواہ قائم کیے اور باقی مسئلہ بحال ہے تو قاضی پہلا حکم باطل کر کے یہ حکم دے گا کہ باپ کی آزادی اسکا مہر ہے اور باپ اسی عورت کے مال سے آزاد ہوگا اور اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت سے اسکے بچے رقبہ پر نکاح کیا ہے اور باپ نے اس امر پر بین اسکی تصدیق کی اور قاضی نے حکم دیا پھر عورت نے گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھ سے شوہر کا مہر پر نکاح کیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور سو دینار عورت کو دلانے جاوینگے اور باپ جو آزاد ہووے شوہر کے مال سے آزاد ہوگا اور اس کی ولادت شوہر کو ملے گی اور اگر باپ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے عورت سے میرے رقبہ پر نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ دے کہ سو دینار پر اور مرد نے گواہ دے کہ ہزار درم پر نکاح کیا ہے تو باپ کی گواہی پر حکم ہوگا اور اپنے بیٹی کے مال سے آزاد قرار دیا جائیگا پھر اگر عورت کی مان نے گواہ قائم کیے کہ میری گردن پر نکاح کیا ہے تو مقبول نہ ہوں گے یہ محیط خبری میں ہے اگر دو بہنوں نے ہر ایک نے ایک ہی مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے اول نکاح کیا ہے تو یہ شوہر کے اختیار میں رہا اگر اس نے ایک سے پہلے نکاح ہونے اور اپنی جو رو ہونے کی تصدیق کی تو وہی اسکی جو رو ہوگی اور دوسرے کے گواہ باطل ہوں گے اور اسکو کچھ مہر نہ ملے گا بشرطیکہ دوسری کے ساتھ دخل نہیں کیا ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے یا دونوں کے ساتھ نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ دونوں سے شوہر سے حیوانی کرادی جائیگی اور دونوں کو اوجا مہر ملیگا اگر کسی کے ساتھ اس نے وطی نہیں کی ہے اور مشائخ نے کہا کہ حکم اسوقت میں ہے کہ شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں سے نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے کسی سے نکاح نہیں کیا ہے تو کچھ مہر واجب نہ ہونا چاہیے اور واضح یہ ہے کہ یہ حکم دونوں صورتوں میں یکساں ہے کہ ذاتی فتاویٰ قاضیان اگر ایک عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا پھر باہم دونوں نے راستی کے ساتھ کہا کہ نکاح واقع تھا تو نکاح ثابت نہ ہوگا چنانچہ ایہا میں اگر دونوں راستی سے کہتے کہ مان کن و شوہر تو نکاح ثابت نہوتا یہ فصول استنباطیہ ہیں جو مرنے عورت پر نکاح کی برہان قائم کر دی عورت نے کہا کہ میرا شوہر فلان بن فلان بغداد میں ہے تو عورت کے قول پر انکشاف نہ ہوگا مگر گواہوں پر ڈگری ہو جائیگی یہ وجہ گردری میں ہے۔ اگر کسی نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کیا مگر کسی دوسرے کے ساتھ اقرار نہیں کیا پھر دوسری مجلس میں قاضی کے سامنے اسی مدعی کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا تو صحیح ہے اور سماعت ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا پھر مدعی کے ساتھ اقرار کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ فصول عداد یہ ہیں۔ ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے انہیں نہیں کیا پھر کہا کہ مان کیا ہے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے ایک عورت نے ایک شخص سے نکاح کر لیا دعویٰ کیا اور اس شخص نے انکار

ایک عورت نے ایک شخص سے نکاح کیا ہے اور وہی اسکی جو رو ہوگی اور دوسرے کے گواہ باطل ہوں گے اور اسکو کچھ مہر نہ ملے گا بشرطیکہ دوسری کے ساتھ دخل نہیں کیا ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے یا دونوں کے ساتھ نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ دونوں سے شوہر سے حیوانی کرادی جائیگی اور دونوں کو اوجا مہر ملیگا اگر کسی کے ساتھ اس نے وطی نہیں کی ہے اور مشائخ نے کہا کہ حکم اسوقت میں ہے کہ شوہر نے کہا کہ میں نے دونوں سے نکاح کیا ہے اور پہلی مجھے معلوم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے کسی سے نکاح نہیں کیا ہے تو کچھ مہر واجب نہ ہونا چاہیے اور واضح یہ ہے کہ یہ حکم دونوں صورتوں میں یکساں ہے کہ ذاتی فتاویٰ قاضیان اگر ایک عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا پھر باہم دونوں نے راستی کے ساتھ کہا کہ نکاح واقع تھا تو نکاح ثابت نہ ہوگا چنانچہ ایہا میں اگر دونوں راستی سے کہتے کہ مان کن و شوہر تو نکاح ثابت نہوتا یہ فصول استنباطیہ ہیں جو مرنے عورت پر نکاح کی برہان قائم کر دی عورت نے کہا کہ میرا شوہر فلان بن فلان بغداد میں ہے تو عورت کے قول پر انکشاف نہ ہوگا مگر گواہوں پر ڈگری ہو جائیگی یہ وجہ گردری میں ہے۔ اگر کسی نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کیا مگر کسی دوسرے کے ساتھ اقرار نہیں کیا پھر دوسری مجلس میں قاضی کے سامنے اسی مدعی کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا تو صحیح ہے اور سماعت ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کا اقرار کیا پھر مدعی کے ساتھ اقرار کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ فصول عداد یہ ہیں۔ ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے انہیں نہیں کیا پھر کہا کہ مان کیا ہے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے ایک عورت نے ایک شخص سے نکاح کر لیا دعویٰ کیا اور اس شخص نے انکار

پھر اس شخص نے اسکے بعد نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے ایک مرنے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے ہزار روپے پر نکاح کیا ہے عورت نے انکار کیا پس مرد نے دو ہزار روپے پر نکاح کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور دو ہزار روپے پر نکاح کی ڈگری ہو جائیگی اور اگر خاص غلام پر نکاح ہوئے گے گواہ قائم کیے تو بھی مقبول ہوں گے یہ فتاوے قاضی خان بن جوہر نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا پس عورت نے کہا کہ میں نے اس سے نکاح کیا تھا لیکن مجھے اسکی وفات کی خبر ملی پھر میں نے عدت بیٹھنے کے بعد اس مرد سے نکاح کر لیا تو وہ مدعی کی جو رو قرار ہو جائیگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں اس شخص کی جو رو ہوں لیکن پہلے میں اس مدعی کی جو رو تھی اور قصہ بیان کیا تو وہ دوسرے شخص کی جو رو قرار پاوے گی یہ وجہ کوری میں ہو کر واضح ہو کر تو کلاں حکم قاضی میں داخل نہیں ہوتا ہو مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا باپ فلان روز مر گیا اور قاضی نے حکم دیا تو موت کا حکم ہو گا یہ دن داخل حکم ہو گا پھر اگر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ اس میت نے مجھ سے بعد اس روز کے نکاح کیا ہے تو سماعت ہوگی اور نکاح کا حکم ہو جائیگا اور قتل کا روز حکم قضا میں داخل ہوتا ہو حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے باپ کو فلان روز قتل کیا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ اسکے باپ نے مجھ سے اس تاریخ کے بعد کسی دن نکاح کیا تو سماعت نہ ہوگی یہ فتول عادیہ میں ہے۔ ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میرے فلان شوہر نے مجھے طلاق دی تیری عدت گزر گئی پھر میں نے تجھ سے نکاح کیا پس عورت نے کہا کہ میرے فلان شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی پس مدعی نے فلان شخص کے طلاق دینے کے گواہ قائم کیے تو ناقبول ہوں گے پھر اگر شوہر آیا اور مدعی نے اسکے طلاق دینے کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر گواہوں نے عدت کے بعد نکاح کی تو ایسی ہی تو تاریخ ثابت ہو گا کذا فی الفضول الاستروشنیہ اگر وہ شخصوں نے ایک چوپایہ کے اپنی ملک میں پیدا ہوئے گے گواہ دیے اور تاریخ و مکان نے بیان کی تو اسکی ڈگری ہوگی جسکی تاریخ چوپایہ کے سن کے موافق ہو خواہ چوپایہ دو دنوں کے قبضہ میں ہو یا ایک کے قبضہ میں شخص کے قبضہ میں ہو کہ یہ معنی مختلف نہیں ہوتے ہیں بخلاف اسکے اگر پیدائش کا دعویٰ بلاتاریخ ہو تو جسکے قبضہ میں ہے اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دو دنوں کے قبضہ میں ہو تو دو دنوں کی ڈگری ہوگی اور اگر تیسرے کے قبضہ میں ہو تو تیسری دنوں کی ڈگری ہوگی اور اگر دو دنوں تاریخوں سے چوپایہ کے سن کے موافقت میں اشکال ہو تو دو دنوں کی ڈگری ہوگی اگر چوپایہ دو دنوں کے قبضہ یا تیسرے کے قبضہ میں ہو کذا فی التبعین اور اگر معلوم ہو کہ چوپایہ کا سن ایک مدعی کی تاریخ سے مخالف ہو تو دوسرے کی تاریخ سے موافق کرنے میں اشکال ہو یعنی مشتبہ ہو تو جسکی تاریخ سے اشتباہ ہو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک سے تاریخ دہ کی اور دوسرے نے تاریخ کئی مگر اسکی تاریخ چوپایہ کے سن سے مشتبہ ہو تو اگر تیسرے کے قبضہ میں ہو تو دو دنوں کے درمیان مشترک ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر دو دنوں کے قبضہ میں ہو تو انہیں کے قبضہ میں چھوڑا جائیگا یہ خط میں ہوا ہے اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو قابض کی ڈگری ہوگی اور اگر چوپایہ کا سن دو دنوں تاریخوں سے مخالف ہو تو دو دنوں کی ڈگری باطل ہوں گی اور قابض کے پاس چھوڑا جائیگا کذا فی التبعین عامہ مشائخ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہو کذا فی المحيط۔ اور صحیح یہ کہ دو دنوں کی گواہ بیان باطل نہوں کی بلکہ دو دنوں کی ڈگری ہوگی بشرطیکہ دو دنوں غیبا قابض ہوں یا قابض ہوں اور اگر ایک قابض ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی کذا فی التبعین خواہ قابض نے اپنے دعوے کے گواہ غیر قابض مدعی کی ڈگری سے پہلے قائم کیے ہوں یا بعد کو قائم کیے ہوں کذا فی المحيط اور اگر غیر قابض مدعی نے گواہ دے دیے کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور یہ میرے بائع کی ملک میں پیدا ہوا ہے اور قابض نے گواہ دیا ہے

فتاویٰ ہندیہ  
کتاب الدعویٰ  
باب نہم و ششم

کہ یہ غلام میرا برہمن نے اسکو ذن دوسرے شخص سے خریدا ہوا اور یہاں کی ملک میں پیدا ہوا ہو تو قابض کی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر غیر قابض مدعی نے اپنے تابع کی ملک میں پیدا ہونے کے گواہ سنا لئے اور تا بعض نے اپنی ملک میں پیدا ہونے کے گواہ سنا لئے تو قابض ادنیٰ ہر اسی طرح اگر قابض کے وارث یا وصی پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام مجھے ایک شخص سے بہہ ملا اور میں قبضہ کیا اور یہاں ہی شخص کی ملک میں پیدا ہوا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ ہسوط میں ہر ایک بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہر اسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ بکری میری ہر میری ملک میں پیدا ہوئی اور قابض نے گواہ دینے کہ یہ میری ہر میں فلان شخص کی طرف سے اسکا مالک ہوا ہوں اور یہ بکری اسی فلان شخص کی ملک میں پیدا ہوئی ہو تو قابض کے لیے اسکا حکم قضا ہوگا کذا فی الذخیرہ اور اصل میں مذکور ہے کہ قاضی مدعی دوم کے واسطے حکم منسوخ کر کے پہلے کی ڈگری کروں گا اور یہی صحیح ہو کذا فی المحیط اور اگر دونوں میں سے ایک نے ملک کے اور دوسرے نے نتائج کے گواہ دیے تو نتائج والا ادنیٰ ہو کوئی ہو اسی طرح اگر دو شخص غیر قابض ایسا دعویٰ کریں تو نتائج والے مدعی کی گواہی ادنیٰ ہو اور اگر قابض نے نتائج کا دعویٰ کیا اور اسکی ڈگری ہو گئی پھر تیسرے نے نتائج کے گواہ دیے تو اسکی ڈگری ہو جائیگی مگر نہ اس صورت میں کہ قابض اپنی ملک میں پیدا ہونے کے گواہ دوبارہ پیش کرے کذا فی امکانی اور اگر قابض کو دوبارہ گواہ پیش کرے تو قدرت نبوی اور قاضی نے تیسرے کی ڈگری کر دی پھر قابض نے گواہ سنا لئے کہ یہ غلام میرا برہمن کی ملک میں پیدا ہوا ہو تو اسکی ڈگری ہوگی غلام اسکو ملیگا اور اگر قابض دوبارہ گواہ نہ لایا بلکہ چوتھے نے حاضر ہو کر گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہر میری ملک میں پیدا ہوا ہو تو قاضی تیسرے کے گواہ کا اپنے اس امر کے گواہ لاکہ یہ میرا غلام ہر میری ملک میں پیدا ہوا ہو اس شخص چوتھے کے سامنے دوبارہ پیش کرے اگر تیسرے نے گواہ پیش کیے تو وہی چوتھے سے زیادہ حقدار ہوگا پھر اگر پہلا مدعی حاضر ہوا اور گواہ لایا کہ یہ میرا غلام ہر میری ملک میں پیدا ہوا ہو تو اسکی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ ایک مرتبہ اسپر اسی غلام کی ڈگری ہو چکی ہو اس واسطے پھر اس کے گواہ اس غلام کی بابت کسی پر مقبول نہوں گے اور یہ قول امام ابو یوسف و امام محمد کا ہو اور یہی قیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ کذا فی المحیط ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہو اسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرا برہمن کی ملک میں پیدا ہوا ہو اور ایک دوسرے مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے اور تاحقی نے دونوں مدعیوں کے درمیان نصف نصف غلام کی ڈگری کر دی پھر تیسرے شخص یا اور اسنے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو تمام غلام کی ڈگری اسکے نام کر دی جائیگی اگر پہلے دونوں مدعیوں کی ڈگری واروں نے دوبارہ اپنی ملک نتائج کے گواہ نہ پیش کیے پس اگر ایک نے دونوں دوسرے کے دوبارہ گواہ پیش کیے تو جس نے نہیں پیش کیے اسکے آدھے کی ڈگری تیسرے کے نام ہو جائیگی اور جس نے دوبارہ پیش کیے ہیں اس میں تیسرے کا حق ہوگا پھر اگر پہلے مدعی علیہ تہ جیسر ڈگری ہو چکی اور جبکہ قبضہ میں غلام تھا یہ گواہ پیش کیے کہ غلام میرا برہمن کی ملک میں پیدا ہوا ہو اور قاضی کے سامنے پیش کیے تو اس کی ڈگری ہو جائیگی کیونکہ اگر وہ پہلے روز اس امر کے گواہ دیتا تو اسکی گواہی ادنیٰ ہوتی ایسا ہی اگر بعد اسکے پیش کیے تو اسکے گواہ ادنیٰ ہوں کذا فی الذخیرہ۔ اگر قابض و غیر قابض نے ملک مطلق کے دو حصے پر گواہ قائم کیے اور قابض ہر ملک مدعی کی ڈگری ہو گئی پھر اس قابض نے جیسر ڈگری ہوئی ہر ملک نتائج کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں اور ہر ملک نتائج حاصل ہوگا یہ کافی میں ہر ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسے گواہ دیے کہ میرا غلام ہر میری ملک میں پیدا ہوا ہو تو ملک میں پیدا ہونے کے گواہ وفاق میں اسکو اگر کوئی دوسرا دوسرے نے گواہ دیے کہ میرا غلام ہر میری ملک میں پیدا ہوا ہو تو ملک میں پیدا ہونے کے گواہ وفاق میں کذا فی فتاویٰ قاضیان قابض و غیر قابض دونوں نے اگر غلام کے نتائج کے گواہ پیش کیے اور نتائج کے گواہ نے خود میں

۱۰  
خاتمہ مدعیان



آزاد کرنا بھی ہو تو وہی اولیٰ براسی طرح اگر دونوں مدعیوں نے دعویٰ کیا درحالیکہ غلام تیسرے کے قبضہ میں ہو اور ایک مدعی آزاد کرنا بھی دعویٰ کرنا ہو تو وہی اولیٰ ہو کیونکہ نتائج مع حق کی گواہی زیادہ مثبت ہو کہ اسپر استحقاق اصل نہیں ہو سکتا ہو اور اگر وہی قابض مثبت ملک اگرچہ ہو مگر ایسا استحقاق اسپر سکتا ہو یہ محیط خنری میں ہو اگر غیر قابض مدعی نے نتائج کے ساتھ مدعی کرنا دعویٰ کیا اور قابض نے فقط نتائج کا دعویٰ کیا تو اس صورت میں روایات مختلف ہیں ابو سلیمان کی روایت میں ہو کہ غیر قابض مدعی کی ڈگری ہوگی اور مدبر کرنے کو بہتر نہ آزاد کرنے کے شمار کیا اور ابو حفص کی روایت میں بہتر نہ مکاتب کرنے کے شمار کیا اور قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی محیط اور اگر مدعی نے نتائج کے ساتھ مدبر کرنے یا ام ولد بنانے کا دعویٰ کیا اور قابض نے نتائج کے ساتھ قطعی آزاد کرنا دعویٰ کیا تو قابض کی گواہی اولیٰ ہو اور اگر قابض نے نتائج کے ساتھ مدبر کرنے یا ام ولد بنانے کا دعویٰ کیا اور مدعی نے حق قطعی کا دعویٰ کیا تو مدعی اولیٰ ہو یہ محیط خنری میں ہو اگر قابض نے نتائج کا دعویٰ کیا اور مدعی نے دعویٰ کیا کہ میری ملک ہو مجھ سے قابض نے فسخ کر لیا ہو تو مدعی کی گواہی اولیٰ ہو دوسری طرح اگر قابض نے نتائج کا دعویٰ کیا اور مدعی نے اسکو اجرت پر یا عاریت یا ودیعت دی ہو تو مدعی کی گواہی اولیٰ ہو یہ محیط میں ہو ایک باندی پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہو میرے واسطے فلاں شہر کے قاضی نے اس شخص پر جسکے قبضہ میں ہو ڈگری کر دی ہو اور قابض نے گواہ دیے کہ میری ہو میری ملک میں پیدا ہوئی ہو پس اگر مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس قاضی نے مدعی کی ڈگری ایسے گواہوں پر کر دی ہے جنہوں نے اس کے پاس یہ گواہی دی کہ مدعی نے قابض سے اسکو خریدا ہو یا قابض نے اسکو صدقہ یا ہبہ مقبوضہ دیا ہو یا یہ گواہی دی کہ اس قاضی نے اس مدعی کی ڈگری کر دی اور کوئی سبب نہ بیان کیا تو یہ قاضی بھی اس حکم کو نافذ کر کے باندی مدعی کو واپس لایا اور اگر یہ گواہی دی کہ مدعی کے گواہوں نے اس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی کہ یہ باندی مدعی کی ہو اسکی ملک میں پیدا ہوئی ہو اس سبب سے قاضی نے اسکی ڈگری کر دی تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قاضی بھی اس حکم کو نافذ کر لیا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تو رد کیا اور اگر مدعی کے گواہوں نے قاضی کے سامنے یہ گواہی دی کہ ہمارے سامنے قاضی فلاں نے یہ اقرار کیا ہو کہ میں نے اس باندی کی ڈگری اس مدعی کے نام اس سبب سے کر دی کہ میرے پاس اس کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہو یا اسکی ملک میں پیدا ہوئی ہو تو قاضی نے اس سبب سے فرمایا ہو کہ دوسرا قاضی بالا جماع اسکو تو رد دیا یہ ذخیرہ میں ہو اگر باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسپر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شہر کے قاضی نے قابض پر باندی کی اس کے نام ڈگری کر دی ہو اور گواہوں نے سبب فقہا بیان نہ کیا اور دوسرے مدعی نے نتائج کے گواہ پیش کیے تو قاضی کے حکم والا اولیٰ ہو اور اگر پہلے مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں قاضی اس سبب سے ڈگری کر دی ہو کہ اسکے سامنے گواہوں نے گواہی دی تھی کہ یہ باندی ہی ہو اور دوسرے مدعی نے نتائج کے گواہ دیے تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک حکم قضا والا اولیٰ ہو اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نتائج کا مدعی اولیٰ ہو کذا فی محیط اگر مدعی خارج نے گواہ دیے کہ یہ باندی میری ہو میری ملک میں یا غلام جنی ہو اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو مدعی کی ڈگری باندی کی ہوگی کیونکہ باندی میں دونوں ملک مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں پس مدعی کی ڈگری ہوگی پھر غلام باندی کی ترجیح میں استحقاق اس کے پاس جائیگا یہ اصول عادیہ میں ہو ایک شخص کے قبضہ میں ایک بکری ہو اسپر ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ بکری میری ہو میری ملک میں یہ صورت اس بکری سے حاصل ہوئی ہے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو بکری دعویٰ کرنے والی ہوگی اور اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہو اسے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میری ملک میں میری

ابو یوسف اس شخص کے واسطے ڈگری کر دے  
اگر وہ باندی یا غلام ہو  
اسی ہی حکم سے اگر غلام  
میرے قبضہ میں ہو

باندی و غلام سے پیدا ہے اور ایک مدعی نے اس پر ایسے گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ قلمی قاضی خان میں ہو  
اور حکم جو قابض کے واسطے غلام کی ملک کا ہوا ہو یہ ملک و نسب دونوں میں ہو یعنی یہ غلام قابض کی باندی و غلام کے  
نسب سے قرار پاویگا نہ مدعی کے غلام و باندی کے نسب سے ہذا شخص فی الحقیقت ایک شخص کے مقبوضہ غلام ہر ایک مدعی  
گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہو میری اس باندی اور اس غلام سے میری ملک میں پیدا ہوا ہو اور دوسرے مدعی نے بھی ایسے  
ہی گواہ قائم کیے تو دونوں کی ڈگری نصف نصف کی ہوگی اور یہ غلام قضا و دونوں غلاموں اور دونوں باندیوں کے  
نسب سے قرار پاویگا یہ قاضی خان میں ہو ایک شخص کے مقبوضہ غلام ہر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ دیے  
کہ یہ میرا غلام ہو میری ملک میں پیدا ہوا ہو اور باندی کا نام نہ لیا اور دوسرے مدعی نے دعویٰ کیا کہ میری ملک ہو  
اور میری اس باندی پر یہ سے پیدا ہوا ہو اور گواہ دیے تو اسی دوسرے کی ڈگری ہوگی پس اگر قابض نے گواہ دیے کہ یہ میرا  
غلام ہو میری ملک میں میری اس باندی پر یہ سے پیدا ہوا ہو تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہو میری اس باندی پر یہ سے  
شخصوں میں سے ہر ایک کے قبضہ میں ایک بکری ہو ہر ایک نے گواہ سنائے کہ جو بکری دوسرے کے قبضہ میں ہو وہ میری  
ہو میری اس بکری سے جو میرے قبضہ میں ہو پیدا ہوئی ہو تو دعویٰ الاصل میں مذکور ہو کہ دونوں کی گواہیاں مقبول  
ہو کر ہر ایک کی ڈگری دوسرے کی مقبوضہ بکری پر ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہو کہ کافی المضمرات اور دونوں گواہیاں مقبول  
مقبول ہوں گی کہ جب بکریوں کے سنوں میں ایسا اشتباہ پڑا ہو کہ ہر ایک بکری دوسری بکری کی مان ہوتے کا احتمال  
رکھتی ہو اور اگر کوئی بکری دوسرے کی مان ہو سکتی ہو تو دونوں کی گواہیاں یکساں مقبول ہوں گی اور اگر یوں گواہ  
قائم کیے کہ میرے قبضہ کی بکری میری ہو میری ملک میں پیدا ہوئی ہو اور دوسرے کی بکری کو اس کے پاس کی بکری نے  
جنا ہو اور دوسرے نے بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے اسکی مقبوضہ بکری کی ڈگری ہو جائیگی یہ محیط  
مشرقی میں ہو ہر وہ سبب جو متکرر نہ ہو وہ نتائج کے معنی میں ہو جیسے بتا اس کپڑے کے حق میں جو صرت ایک مرتبہ بنا ہوا  
ہو جیسے روٹی کے کپڑے اور روٹی کا تانا اور دوہہ دوہنا یا چستہ بنانا اور نمہ بنانا اور مرغی تیار کرنا اور شہر کا ٹھکانا  
اور جو سبب متکرر ہوتا ہو وہ نتائج کے معنی میں نہیں ہو تو ایسے سبب میں مثل ملک مطلق کے دعوے کے مدعی غیر  
قابض کی ڈگری ہوگی مثل زراعت گندم و جوار و بنجار و غیرہ اور اگر اشتباہ و اشکال واقع ہو جائے تو اس  
کام کے خبرداروں سے دریافت کیا جائیگا کہ کافی الکافی ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے پر دعویٰ کیا کہ میرا ہی میں نے اسکو  
بنایا ہو یا تلوار کے پھل کا دعویٰ کیا کہ میرا ہی میں نے اسکو ڈھالا ہو اور اس پر گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے  
گواہ قائم کیے پس اگر قاضی کو قطعاً معلوم ہو کہ ایسا کپڑا یا پھل صرت ایک بار کے سواے نہیں تیار ہوتا ہو تو قابض کی ڈگری  
ہوگی اور قطعاً معلوم ہو کہ بار بار بنتا ہو تو مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر قاضی کو اشکال و اشتباہ پیش آیا تو اسکے جاننے  
والوں سے جو عاقل بین دریافت کرے اور ایک کافی ہو اور اگر وہ ہوں تو احتیاط زیادہ ہو اور اگر جاننے والوں میں  
بھی باہم اختلاف پڑا ہو ان تک کہ اشکال و ایسا ہی رہا تو دودھ دیتے ہیں ایک روایت یہ ہو کہ مدعی کی ڈگری ہوگی کذا  
فی الحقیقت اسی طرح اگر اہل صنعت مختلف ہوں تو بھی یہی حکم ہو کہ کافی الوجودی اگر دو عورتوں نے روٹی کے  
سوت میں جھگڑا کیا ہر ایک کہتی ہو کہ میں نے اسکو کاسا ہو تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ قاضی خان میں ہو اور اگر کجا  
اسکے دونوں کے سوت میں ایسا جھگڑا ہوا تو عورت مدعی کی ڈگری والی ہو کہ کافی الظہیر ہر ایک شخص کے مقبوضہ کپڑے

ایک شخص نے ایک  
بکری کو اپنے قبضہ میں  
لے لیا اور دوسرے نے  
اسی بکری کو اپنے قبضہ  
میں لے لیا

جھگڑا ہوا قابض نے گواہ دیے کہ اسکا آدھا میں نے بنا جو دوسرے مدعی نے گواہ دیے کہ اسکا آدھا میں نے بنا جو دواہام  
 محمد نے فرمایا کہ اگر دونوں آدھے پہچان پر تے ہیں تو ہر ایک کو اسکا بنا ہوا آدھا دیدیا جائے اور اگر شہین چھانے جاتے  
 ہیں تو سب کچھ امدی کا ہو یہ ختمے قاضی خان میں ہو۔ اگر ایک شخص کے پاس بکری کی اداں بروہ کہتا ہو کہ میں نے اپنی  
 بکریوں سے کافی ہو اور اسکے گواہ قائم کیے اور ایک مدعی نے خود دعوئی کیا اور ایسے ہی گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری  
 ہوگی کذا فی الذخیرہ اگر ایک شخص کے مقبوضہ گھی یا روغن زمین یا اسی کے تیل پر دعوئی کیا کہ میرا بہتہ میں نے اسکو سمجھا  
 یا پیرا اور گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی مثل اسکے گواہ دیے تو قابض کی ڈگری ہوگی اور یہی حکم آئے اور ستون میں ہو کر ا  
 فی الحقیقہ۔ اگر چستہ میں جھگڑا ہوا اور مدعی اور قابض میں سے ہر ایک نے گواہ دیے کہ یہ چستہ میرا ہے میں نے اسکو اپنی ملک میں  
 بنایا ہو تو وہ قابض کا ہو گا اسی طرح اگر دودھ کے حلاب میں جھگڑا ہوا اور اس طرح ہر ایک نے گواہ پیش کیے تو قابض کی ڈگری  
 ہوگی کذا فی الکافی اور اگر ہر ایک نے اس کے گواہ قائم کیے کہ جس دودھ سے یہ چستہ بنا ہوا وہ میرا تھا تو مدعی کی ڈگری ہو جائی  
 اور اگر ہر ایک نے اس کے گواہ دیے کہ دودھ میری بکری سے دودھ دودھ کر یہ چستہ بنا ہوا ہے اس سے یہ چستہ بنا گیا ہو اس سے یہ چستہ بنا گیا تو قابض کے لیے  
 چستہ کا حکم ہو گا اور اگر ہر ایک نے یہ گواہ دیے کہ جس بکری سے دودھ دودھ کر یہ چستہ بنا ہوا وہ میری ملک پر تو مدعی کے لیے حکم ہو گا اور  
 ہر ایک نے یہ گواہ پیش کیے کہ جس بکری سے دودھ دودھ کر دودھ سے یہ چستہ بنا گیا ہو وہ میری بکری سے پیدا ہوئی ہو وہ چستہ کے  
 قابض کی ڈگری ہوگی کذا فی الحقیقہ اور اگر مدعی قابض نے کہا کہ یہ چستہ میرا ہے میں نے اسکو اپنی بکری کے دودھ سے بنایا ہو تو قابض  
 مدعی نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو بکری کی ڈگری غیر قابض کے واسطے ہوگی یہ ختمے قاضی خان میں ہو کر گری زیور کا دعوئی کیا  
 کہ میرا ہی میں نے اسکو اپنی ملک میں ڈھالا ہو تو یہ دعوئی نتائج نہیں ہر اسی طرح اگر دعوئی کیا کہ یہ گھون میرے ہیں میں نے خود انکو  
 بنایا ہو تو بھی حکم یہ ظہیر میں ہو اگر ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہو یا یہ دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے دار کا گھر ہے میں نے  
 اسکو میراث میں پایا ہو اور تمام صورت میراث کو بیان کیا یہاں تک کہ مستند اس تک پہنچا اور قابض نے بھی اسی طرح گواہ دیے تو مدعی کی  
 ڈگری ہوگی کذا فی الحقیقہ۔ اگر زمین و خراج ایک شخص کے مقبوضہ میں اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ زمین و خراج میرے ہیں اور  
 میں نے یہ خراج اس زمین میں لگائے ہیں اور قابض نے اسکے مثل گواہ قائم کیے تو مدعی خارج کی ڈگری ہوگی اور ایسے ہی اگر اسکو  
 اور دوسرے درختوں کا حکم ہو کذا فی الکافی۔ اگر زمین میں گھسی ہو اور قابض مدعی میں سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ زمین میری ہو اور  
 گھسی اس میں میں نے لگائی ہو تو زمین اور گھسی کی ڈگری مدعی کو ہو جائیگی کذا فی الحقیقہ اسی طرح اگر عمارت میں اختتام کیا اور ہر ایک  
 نے گواہ دیے کہ میں نے اپنی زمین میں عمارت بنائی ہو تو بھی مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی محیطہ شخصی اگر کسی کے پاس قبلا  
 بھرتی کی ہو اس پر ایک شخص نے دعوئی کیا کہ یہ میری ہو میں نے اسکو اپنی ملک میں قطع کیا اور بھرا ہوا ہو اور قابض نے  
 بھی اسکے مثل گواہ قائم کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہوا ایسے ہی جو جب بھرا ہوا ہو اور پوسٹیں اور سرچر کڑے  
 کی جو قطع کی جاتی ہو اور پھونٹے فرش اور دسترخوان اور دیگر ایسے ہی حصے یا درخت یا درخت سے ڈھانچے ہوئے کپڑے میں اگر مدعی  
 و قابض نے اس طرح گواہ قائم کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی کذا فی الغنیہ یہ زیادۃ التوضیح ایک کھال ایک شخص کے پاس ہو اس پر دوسرے  
 نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری ہو میں نے اپنی ملک میں اسکو سمجھا یا اور قابض نے گواہ اسکے مثل قائم کیے تو قابض کی ڈگری  
 ہوگی یہ محیطہ شخصی میں ہو اگر ذبح کی ہوئی کھال سمجھی ہوئی ایک بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک شخص نے دعوئی کیا  
 کہ یہ میری بہتہ میں نے اسکو ذبح کیا اور کھال سمجھی اور اسکے گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے ہی گواہ پیش کیے تو مدعی کی

ملک میں ہوا اس کے  
 کے درمیان روٹی  
 نہ ہو

کیا

ڈگر ہوئی یہ نہ میں جو اگر ہر ایک نے دونوں میں سے گواہ پیش کیے کہ بکری میری جو میری ملک میں پیدا ہوئی میں نے اسکو  
 مع کیا اور اسکا سر کھال سقٹ میرا توکل کے قابض کی ڈگری ہوئی یہ بسوط میں جو اگر قابض مدعی نے مجھے ہوئے گوشت  
 یا بھنی ہوئی پھلی میں جھگڑا کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی ملک میں اسکو جھونا ہو تو مدعی کی ڈگری ہوئی اور ایسا ہی  
 مصدق میں ہر ایک نے اگر گواہ قائم کیے کہ میرا زمین نے اپنی ملک میں لکھا ہو تو مدعی کی ڈگری ہوئی کیونکہ کتابت منکر  
 میں سے کسی مکتوب و نحو پھر مکتوب ہوئی جو یہ خلافے قاضی خان میں ہو اگر سبیل کا کوہ یا طشت یا برتن لوہا یا تانبہ یا لکڑی  
 یا برنجی یا رنگہ کا ہو یا دونوں کو اگر ساکھو کے ہوں یا پالے یا تابوت یا تخت یا سجدہ یا قبہ یا موزہ یا ٹوپی ہو تو مدعی و غیر  
 کی ڈگری ہوئی بشرطیکہ مکرر مصدق ہوتے ہوں ورنہ قابض کی ڈگری ہوئی کذا فی الخلاصہ اگر ایک شخص کی متبرعہ  
 کچی انیٹوں پر دعویٰ کیا کہ میری زمین میں نے ان کو اپنی ملک میں تیار کیا ہو اور اسکے گواہ قائم کیے اور قابض نے بھی ایسے  
 ہی گواہ پیش کیے تو غیر قابض مدعی کی ڈگری ہوئی اور اگر بیچاے کچی انیٹوں کے کچی انیٹیں یا کچ یا چونہ ہو تو قابض کی  
 ڈگری ہوئی کذا فی الخلاصہ ایک کھال جینی ہوئی بکری ایک شخص کے قبضہ میں ہو اور اسکی کھال اور سقٹ دوسرے کے  
 قبضہ میں ہو پس بکری کے قابض سے گواہ دینے کہ بکری اور کھال اور سقٹ سب میرا ہو اور کھال اور سقٹ کے قابض نے  
 بھی ایسے ہی گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے اسکی متبرعہ چیز کی ڈگری کو ہی چاہی یہ محیط سرخی میں ہو اگر ایک شخص  
 کے قبضہ میں جو تیار مرغی یا کوئی ایسا پرندہ یا نورجی جو اٹھ سے چلتا ہو اور اسہر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہی  
 میری ملک میں پیدا ہوا ہو اور قابض نے اسکے مثل گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری کرے چاہی کذا فی الخلاصہ اور اگر  
 مدعی نے گواہ قائم کیے کہ وہ اٹھ کہ جس میں سے مرغی پیدا ہوئی ہو میرا تھا تو اسکے نام مرغی کی ڈگری نہ کیا جائیگی بلکہ  
 مرغی کے مالک پر اسکے مثل ایک اٹھ اٹھ کے مالک کو دینے کا حکم ہو گا یہ بسوط میں جو غصب کی چون مرغی نے  
 دو اٹھ دینے لیے ایک اٹھ کو مرغی نے اپنے بچے رکھ کر لیا اور اس میں سے بچہ نکلا اور دوسرے اٹھ کو قاصد  
 دوسری مرغی کے بچے بٹھا کر بچہ نکلو یا تو مرغی اور جو بچہ اسکے بچے نکلا ہو وہ منسوب منہ کو دلا یا جائیگا اور جو بچہ غصب  
 نکلو یا جو وہ اسی کو لیتا یہ محیط سرخی میں ہو صون و درخت کے پتے اور پھل بمنزلہ خارج کے ہیں اور درخت کی شاخیں اور  
 گیہوں بمنزلہ خارج کے نہیں ہیں بیان ملک اگر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ یہ صون میری بکری کا پھو یا یہ پھل یا پتے میرے درخت  
 کے ہیں اور یہ شاخیں میرے درخت کی ہیں اور یہ گیہوں اُس گیہوں کے ہیں جو میں نے اپنی زمین میں لپٹے ہیں اور اگر  
 نے بھی ایسے ہی گواہ دیے تو شاخ اور گیہوں کی صورت میں مدعی کی ڈگری ہوئی اور صون اور پھل اور پتے کی صورت  
 میں قابض کی ڈگری ہوئی کذا فی الخلاصہ اگر ایک شخص کے متبرعہ کپڑے ہو دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہی میں نے اسکو تیار  
 اور گواہ قائم کیے مگر گواہوں نے اسکے جینے کی گواہی دینی اور اسکے ملک پر نے گواہی ندی تو مدعی کی ڈگری ہوئی  
 اسی طرح اگرچہ پائین یہ گواہی دی کہ یہ اسی کے پاس پیدا ہوا ہو یا یہ باندی اسی کے پاس پیدا ہوئی ہو اور یہ گواہی  
 ندی کہ اسی کی ملک ہو تو بھی مدعی کی ڈگری ندی اسی طرح اگرچہ گواہی دی کہ یہ باندی اسی کی باندی کی بیٹی ہو ملک  
 نہ بیان کی تو بھی مدعی کی ڈگری ندی اسی طرح اگرچہ گواہی دی کہ یہ کپڑا اعلان شخص کے سوت کا ہو مگر ملک  
 گواہی ندی تو ظنون کے واسطے حکم ہو گا یہ قاضی خان میں ہو اور اگر انھوں نے بیان کیا کہ اس نے اعلان شخص  
 کی ملک کہ روئی سے سوت کا تا اور اس سے یہ کپڑا بنا ہو تو غصب کرنے والے پرانے ہو رہی ہیں اور اگر غصب

ملک و غیر ملک  
 کا یہ حکم ہے کہ  
 اگر ایک شخص نے  
 دوسرے کے ملک میں  
 کچھ چیزیں لپٹیں  
 تو وہ لپٹنے والے  
 کی ڈگری ہوگی



ہوگا لیکن اگر ملک یوں کہے کہ میں نے اسکو کاٹتے اور بچے کا حکم کیا تھا تو بعینہ وہی کپڑا لے لیا یہ محیط منبری میں ہو۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چھوڑا ہے اس مدعی کے درخت کے میں تو چھوڑا ہاروں کی ڈگری کبردی کے نام مہاجنگی یہ محیط میں ہو اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ گہیوں اس کھیتی کے میں جو فلاں شخص کی زمین میں لگی تھی یا یہ چھوڑا ہے اس درخت کے میں جو فلاں شخص کی زمین میں تھا یا یہ اگر خشک فلاں شخص کی زمین کے تاک کے میں تو اس فلاں شخص کی ڈگری ہوگی لیکن اگر قابض نے فلاں شخص کی ملک ہونے کا اقرار کر دیا تو اس کے اقرار پر فلاں شخص کو دلائے جائیں گے اور اگر یوں گواہی دی کہ یہ غلام فلاں شخص کی باندی نے جہاں تو غلام مالک کنیز کا ہوگا اور اگر گواہی دی کہ یہ گہیوں اس شخص کی کھیتی کے میں تو گہیوں اسکو دلائے جائیں گے اسی طرح اگر گواہی دی کہ یہ اگر خشک فلاں شخص کے تاک کے میں تو اگر کسی ڈگری فلاں شخص کے نام ہوگی یہ خالص قاضی خان میں ہو اور اگر گواہی دی کہ یہ اپنے یہ آٹا عرو کے گہیوں سے پیسا ہو اور عرو اسکا مالک تھا تو زید پر ان گہیوں کے مثل گہیوں کے نیت کی ڈگری ہوگی اور اگر عرو نے کہ انکے میں نے زید کو پیسے کا حکم کیا تھا تو انکے لے لیا کڑا فی المبسوط۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک عصفور کا رنگا ہوا کپڑا ہوا ہے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عصفور جس سے یہ کپڑا رنگا ہوا اس مدعی کا ہو اس سے مدعا علیہ ہے یہ رنگا ہوا رنگنے والا دعویٰ کرتا ہو کہ کپڑے کے مالک نے خود رنگا ہوا اور مالک اس سے منکر ہو تو مالک کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں ہوا یہ باندی اور اس کی بیوی دوسرے کے قبضہ میں ہو اس پر ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہو اور گواہ قائم کیے اور قاضی نے باندی کی ڈگری اسکے نام کر دی تو یہ باندی کی بیٹی کو نہیں لے سکتا ہو اگر یہ باندی کو ملک مطلق کے انتہا سے لے لیا ہو اور اگر باندی کی بیٹی مطلقہ کے قبضہ میں ہو تو باندی مع بیٹی کے لے سکتا ہو اور اگر ایک شخص کے قبضہ میں چھوڑا ہے کا درخت ہوا اس پر ایک شخص نے دعویٰ کر کے اپنے نام ڈگری کر لی اور اس درخت کے چھوڑے دوسرے کے قبضہ میں ہیں تو وہ چھوڑے بھی لے لیا اور پھلون خرا کا حکم پھر کے ماتد نہیں ہو یہ خالص قاضی خان میں ہو۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک زمین ہو اس میں گہیوں کی کھیتی ہوئی ہو ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ زمین میری ہو اور گواہوں نے بیان کیا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ کھیتی کس کی ہو تو امام محمد نے فرمایا کہ جب کھیتی کا حال معلوم ہو تو وہ زمین کے تابع کیا جائیگی پھر میں نے پوچھا کہ اگر قابض نے کہا کہ کھیتی میں نے ہوئی ہو اور اس کے گواہ دیے تو کیا کھیتی اسکو دلائی جائیگی کہا کہ ہاں پھر میں نے کہا کہ اگر کھیتی کاٹی یا روندی ہوئی ہو اور گواہوں نے کھیتی کی نسبت کسی کی ملک کی گواہی دی تو فرمایا کہ کھیتی اسکی ہوگی جسکے ہاتھ میں زمین ہو کڑا فی محیط اگر مدعی نے ملک مطلق کے گواہ دیے اور قابض نے اس سے خریدنے کے گواہ دیے تو قابض کی گواہی اوٹی ہو کڑا فی الہدایہ اگر وہ مدعیوں میں سے ایک نے جبہ مع قبضہ کا اور دوسرے نے خرید کا ایک ہی شخص کے طرف سے دعویٰ کیا اور یہ مال معین تیسرے کے قبضہ میں ہو جو وہی اوٹی ہے نے تاریخ نہ کسی یا تاریخ برابر ایک ہی کی تو خرید کی گواہی اوٹی ہو اور اگر ایک نے تاریخ کسی دوسرے نے دکی تو تاریخ بیان کرنے والا اوٹی ہو خواہ کوئی ہو اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو یہی اوٹی ہو اور اگر وہ تاریخ دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ہو تو وہ اوٹی ہو الا یہ کہ وہ دونوں کی تاریخ بیان کر زمین مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر وہ غیر دونوں کے قبضہ میں ہو تو وہ دونوں میں سے ایک کی تاریخ بیان کر زمین مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہو تو اس کی ڈگری ہوگی اور اگر وہ غیر دونوں کے قبضہ میں ہو تو وہ دونوں میں سے ایک کی تاریخ بیان کر زمین مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہو تو اس کی ڈگری ہوگی

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا تو اس کا بھی حکم اسی طرح ہو کہ محیط میں ہو۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک شے معین ہو اس پر ایک مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں نے  
 زید سے ہزار روپے کو خریدی دوسرے نے دعویٰ کیا کہ بکر نے مجھے بہہ مقبوضہ دئی تو دونوں میں مشترک کا حکم ہوگا اسی طرح اگر تیسرے  
 نے پورے میراث کا اور چوتھے نے خالد سے صدقہ کا دعویٰ کیا تو سب میں چار حصوں پر تقسیم ہوگی اگر مال معین دو میں سے  
 ایک کے قبضہ میں ہو تو غیر قابض کی ڈگری ہوگی و لیکن اگر کسی کی تاریخ سابق ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں  
 کے قبضہ میں ہو تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ وہ شے ایسی ہو کہ جسکے تقسیم سے ٹکڑے نہیں کیے  
 جاتے ہیں جیسے گھوڑا و غلام وغیرہ اور اگر ایسی چیز ہو کہ جسکے ٹکڑے کیے جاتے ہیں جیسے داروغیرہ تو خرید کے مدعی  
 کی ڈگری ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور صحیح یہ ہو کہ جو غیر منقسم کہ متحمل قسمت ہو اور جو نہیں ہو اس حکم میں یکساں ہو  
 کذا فی محیط الذخیرہ۔ بہہ و صدقہ کے دعوے میں اگر دونوں میں قبضہ ہو تو یکساں ہیں اور یہ حکم ایسی چیزوں میں جو متحمل  
 قسمت نہیں ہیں بلا خلاف ہو اور جو متحمل قسمت ہیں ان میں اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ صحیح نہیں ہو اور یہ حکم اس وقت ہو کہ دونوں  
 فریق گواہوں نے وقت بیان نہ کیا اور کسی کا قبضہ بھی نہیں ہو اور اگر دونوں نے وقت بیان کیا تو سابق الوقت اولیٰ  
 ہو اور اگر دونوں نے وقت نہ بیان کیا و لیکن ایک کا قبضہ ہو تو وہی اولیٰ ہو ایسے ہی اگر قابض مدعی نے وقت بیان کیا  
 تو بھی وہی اولیٰ ہو کذا فی التہمین اور اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو وہ اولیٰ ہو کذا فی محیط ایک شخص کے  
 مقبوضہ مال معین پر وہ دعوے میں نے دعویٰ کیا ایک سے زید نے خریدے کا اور دوسرے نے زید سے رہن رکھ کر قبضہ کر لیا  
 دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور دونوں نے تاریخ بیان نہ کیا ایک ہی تاریخ بیان کی تو خرید اولیٰ ہو اور اگر  
 ایک نے تاریخ بیان کی اور دوسرے نے بیان کی تو تاریخ والا اولیٰ ہو کوئی ہو اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک  
 کی تاریخ سابق ہو تو وہی اولیٰ ہو اور اگر مال معین کسی ایک کے قبضہ میں ہو تو وہ اولیٰ ہو و لیکن اگر دونوں نے تاریخ بیان  
 کی اور مدعی غیر قابض کی تاریخ سابق ہو تو غیر قابض کی ڈگری ہوگی یہ فصول عاویہ میں ہو۔ اگر قابض کی طرف سے  
 ایک نے رہن و قبضہ کا اور دوسرے نے بہہ و قبضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ دیے مگر کسی کے گواہوں نے تاریخ  
 یا قبضہ نہ بتلایا تو رہن اولیٰ ہو اور یہ استحسان ہو کذا فی التہمین اور یہ حکم اس وقت ہو کہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی شخص کی طرف  
 سے ملک کا ہو اور اگر دونوں کی طرف سے ہو تو دونوں برابر ہیں یہ سراج الراجح میں ہو پس اگر تاریخ یا قبضہ کی سبقت کی  
 وجہ سے ترجیح رکھتا ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی یہ فصول عاویہ میں ہو یہ حکم اس وقت ہو کہ بہہ بشرط عوض ہو اور اگر بشرط عوض نہ ہو  
 تو یہ اولیٰ ہو کذا فی السراج والحدایہ۔ اگر مدعی نے غلام کی نسبت خرید کیا اور مدعا علیہ کی جو دے دعویٰ کیا کہ میرا  
 صحیح اس پر ہوا ہو تو دونوں مدعی یکساں ہیں غلام کی ڈگری دونوں میں نصف نصف ہوگی یہ اس صورت میں کہ دونوں  
 نے تاریخ نہ کسی یا تاریخ ایک ہی گئی ہو اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہو اور امام محمد کے نزدیک خرید اولیٰ ہو اور اگر دونوں  
 کی تاریخ میں ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق تاریخ اولیٰ ہو یہ غایت البیان میں ہو پھر ابو یوسف کے نزدیک اگر  
 کو آدھا غلام ملے گا اور آدھے کی قیمت شوبہ پر واجب ہوگی اور شہری کو آدھا غلام اور آدھے غلام کا شہن اوکھا جائے  
 سے ملے گا ہو اگر چاہے ورنہ بیع منع کر دیتے اور تمام محمد زک کے نزدیک غلام کی قیمت شوبہ سے ملے گی  
 یہ میں میں ہو۔ اگر نکاح اور بہہ اور رہن صدقہ جمع ہو تو صحیح اولیٰ ہو کذا فی محیط۔ دو گواہوں نے قرض کی  
 گواہی دی اور دو گواہوں نے مضاربہ کی تو مدعی قرض کی گواہی اولیٰ ہو کذا فی محیط السرخسی۔

کتاب التہمین  
 جلد اول صفحہ ۱۰۰

**مستمرقات** مفتی دین ہو کہ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ دیے کہ میں نے اس کو جا بجا لیا  
 کیا تھا اور قابض نے مجھ سے سودرم پر صلح کی تھی اور قابض نے گواہ دیے کہ مدعی نے مجھ کو اس واسطے دعوت میں  
 اپنے حق سے بری کر دیا تھا تو صلح کے گواہ ادنیٰ ہیں کہ انکی الزمیت ہو ایک شخص نے دوسرے مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ  
 میں نے یہ باندی اس قابض سے ہزار درم کو خرید کے آزاد کر دی ہو اور اس پر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے قابض کے  
 گواہ قائم کیے کہ میں نے یہ باندی قابض سے ہزار درم کو خریدی اور آزاد کر دیا تو آزاد کرنے والے کے گواہ  
 ادنیٰ ہیں اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اگر مدعی خریدنے قبضہ ذکر کیا تو کیا کسی پس اگر اس نے قبضہ کر لیا ہو تو وہ ادنیٰ ہو یہ بیطین  
 ہو۔ ایک شخص کا غلام جو غلام نے اپنے مولیٰ پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھے آزاد کیا مدبر کر دیا ہو اور ایک مدعی نے گواہ  
 قائم کیے کہ میں نے اس کو اسکے مالک سے ہزار درم کو خرید لیا مگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہو تو غلام کے گواہ اس نے  
 عین اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ سابق  
 ہو تو سابق تاریخ ادنیٰ ہو یہ ذخیرہ دین ہو۔ ایک باندی نے اپنے مولیٰ پر دعویٰ کیا کہ میری اس - دلا دہوئی ہو اور اسکے  
 گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے گواہ دیے کہ میں نے یہ باندی اسکے مالک سے خریدی ہو تو باندی کے گواہ ادنیٰ ہیں خواہ  
 باندی مشتری کے قبضہ میں ہو یا نہ ہو اور اگر مشتری کے گواہوں نے پہلے جتنے سے تین برس پہلے خریدنے کا وقت بیان کیا ہو تو  
 کے گواہ ادنیٰ ہوں گے یہ بیطین ہو ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو مدبر کر دیا ہو حالیکہ اس کا  
 مالک ہوں اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ مجھ سے میری ام ولد ہو گئی ہو اور میں اس کا مالک ہوں اور دوسرے نے بھی ایسے  
 گواہ قائم کیے تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ قائلے قاضی خان میں ہو۔ اگر غلام نے گواہ کیے کہ غلام شخص نے مجھے آزاد کر دیا ہو اور  
 غلام شخص اس سے منکر ہو یا مقرر ہو اور دوسرے مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام جو نو اس دوسرے مدعی کی ڈگری ہو جائیگی  
 اسی طرح اگر غلام کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ غلام شخص نے اس کو آزاد کر دیا ہو حالیکہ یہ اسکے قبضہ میں تھا یا یہ کل کے روز اس کے  
 قبضہ میں تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی کہ انکی الزمیت ہو اگر غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ غلام شخص نے اس کو آزاد کر دیا  
 ہو حالیکہ وہ اس کا مالک تھا اور مدعی کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام ہے تو آزاد ہوئے کے گواہوں پر ڈگری ہوگی کہ  
 فی الواقعہ آزاد کر موی نے گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہی میں نے اس کو آزاد کیا اور دوسرے مالک یہ اس کا غلام ہے تو آزاد ہوئے کے گواہوں  
 پر حکم ہوگا اسی طرح اگر غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ اس کو غلام شخص نے مدبر کر دیا ہو حالیکہ وہ اس کا مالک ہو اور ایک  
 مدعی نے گواہ دیے کہ یہ میرا غلام ہے تو مدبر کرنے کے گواہوں کی ڈگری ہوگی چنانچہ اگر خود مولیٰ نے مدبر کرنے کے گواہ دیے ہو  
 مدعی نے اپنے غلام کو لے کر گواہ سنائے تو مولیٰ کے گواہوں پر حکم ہوگا کہ انکی الزمیت ہو اور اگر غلام نے گواہ سنائے کہ غلام شخص نے  
 اس کو کتاب کیا ہو حالیکہ وہ اس کا مالک ہو اور دوسرے نے گواہ سنائے کہ یہ میرا غلام جو نو اس دوسرے کے گواہوں پر  
 غلام ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر قابض نے گواہ سنائے کہ یہ میرا غلام ہی میں نے اس کو کتاب کیا ہو اور دوسرے مدعی نے گواہ  
 سنائے کہ یہ میرا غلام ہے تو دوسرے مدعی کے غلام ہونے کی ڈگری ہوگی یہ بیطین ہو ایک غلام مدبر کے قبضہ میں ہو مدبر نے گواہ  
 کہ یہ میرا غلام ہی میں نے اس کو آزاد کیا ہو اور کہنے گواہ سنائے کہ یہ میری ام ولد میں نے اس سے خود مولیٰ کی جو نو کہے گواہ  
 پر ڈگری ہوگی کہ انکی الزمیت ہو ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہو قابض نے گواہ سنائے کہ میں نے اس کو آزاد کیا ہو حالیکہ  
 میں اس کا مالک تھا اور ایک مدعی نے گواہ سنائے کہ یہ میرا غلام ہے ایک کی تصدیق کی تو اسی کی ڈگری ہوگی

کے گواہوں کا حکم  
 کر کے دلا دہوئی ہو

اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو حکم کیا جائیگا کہ غلام کی دلازدونوں میں نصف نصف تقسیم ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ۳۱ مرگے گواہ دیے کہ میں نے اسکو خرید دیا یا جو دھانیکہ میں اسکا مالک تھا تو غلام کی تصدیق کرنے اور تکذیب کرنے پر مجاز نہ کیا جائیگا اور ڈگری ہو جائیگی کہ غلام کی دلازدونوں میں تقسیم اور ہر ایک کے اسپر خیر امداد واجبہ میں اور ہر ایک فریق گواہوں سے مال ذکر کیا اور دوسرے فریق نے ذکر نہ کیا تو گواہی مدعی مال کی مقبول ہوگی اور اسی کی دلازدونوں کی غلام کی تصدیق یا تکذیب کرنے کی پر دہانہ میں یہ دو چیزیں ہیں۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہوا اسپر اسکے بیٹے نے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ میرے باپ نے مجھے صدقہ دیا جو طالاک دہ لڑکا صغیر اسکی بیوی میں ہو اور غلام نے گواہ دیے کہ اسکے باپ نے مجھے آزاد کر دیا جو تو امام محمد نے فرمایا کہ غلام کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے اپنے باغ خیر کے کو غلام صدقہ یا بیہ کیا ہو اور اسے قبضہ کیا اور ہم نے اسے قبضہ کیا مٹا نہ کیا اور غلام کے گواہوں نے گواہی دی کہ باپ نے اسکو آزاد کیا ہو اور وقت بیان نہ کیا تو صدقہ جائز رکھو مٹا اور حق باطل کروں گا متقی میں ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اسے اپنے غلام کو آزاد کر دیا جو مالیکہ و مہر میں تھا اور وہ مالک نے کہا کہ گواہوں کے آنے کے وقت وہ نہ بیان بکنا تھا اور وارث نے آزاد کر دینے کا اقرار کیا تو فرمایا کہ وارث کا قول مقبول ہو گا جب تک گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ وہ شخص سو وقت صحیح عقل تھا اور اگر وارث نے آزاد کرنے کا اقرار کیا مگر دعویٰ کیا کہ وہ نہ بیان بکنا تھا تو غلام کا قول مقبول ہو گا جب تک کہ وارث اس امر کے گواہ قائم نہ کرے کہ نہ بیان بکنا تھا کتنا فی الحقیقہ ایک شخص نے ایک باندی آزاد کی اور اسکا مالیکہ بچہ ہوا باندی نے دعویٰ کیا کہ مجھے تو نے قبل ولادت کے آزاد کیا یہ نہیں چکا آزاد ہو اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد ولادت کے آزاد کیا ہو اور بچہ غلام ہو تو عیون میں مذکور ہو کہ بچہ اگر باندی کے پاس ہو تو اسی کا قول مقبول ہو گا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بچہ اگر دونوں کے قبضہ میں ہو تو بھی باندی کا قول مقبول ہو گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو باہمی کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہی حکم مکاتب کرتے کے دعویٰ میں ہو لیکن ہر بر کرنے کے دعویٰ میں مولیٰ کا قول مقبول ہو گا۔ متقی میں امام محمد سے روایت ہو کہ اگر بچہ خود اپنی ذات سے تعمیر کر سکتا ہو تو ہی کا قول لیا جائیگا اور اگر نہیں بیان کر سکتا ہو تو جبکہ قبضہ میں ہو اسکا قول مقبول ہو گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو باندی کے گواہ اولیٰ ہیں اور یہی حکم کتابت میں ہو اگر بانی باندی آزاد کر دی پھر کچھ دنوں بعد اسکے بچہ میں جھگڑا کیا باندی نے کہا کہ میں بعد آزاد ہونے کے جنی بھی مگر تو نے مجھ سے لے لیا اور مولیٰ نے کہا کہ قبل آزادی کے جنی بھی اہلین نے مجھ سے لے لیا اور بچہ کچھ بیان کرنے کے لائق نہیں ہو تو مولیٰ پر واجب ہو کہ بچہ اسکی مان کو واپس کرے اور یہی حکم مکاتب کرتے میں اور ہر بر کرنے اور امداد میں مولیٰ کا قول مقبول ہو گا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہو کہ وہ حریت کا دعویٰ کرتا ہو اور قابض نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے پس اگر غلام اپنی ذات سے تعمیر نہیں کر سکتا ہو تو قابض کا قول لیا جائیگا کہ غلام مثل متاع کے ہو اور اگر تعمیر کر سکا ہو یا بانی ہو تو غلام کا قول لیا جائیگا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو غلام کے گواہ مقبول ہوں گے یہ چیز گردی میں ہو۔ ایک شخص ایک شہر میں لایا اس کے ساتھ مرد اور عورتیں لائے اور اس کے ہاں اسکی خدمت کرتے ہیں اور سب اسکے قبضہ میں ہیں پس اس نے دعویٰ کیا کہ یہ سب میرے ملکوت ہیں اور انھوں نے دعویٰ کیا کہ ہم سب آزاد لوگ ہیں تو انھیں لوگوں کا قول لیا جائیگا جب تک خود یہ لوگ اسکی ملکیت کا اقرار غلام یا بچے سے نہ کرے یا وہ شخص ان پر اپنے ملک کے گواہ قائم نہ کریں اگرچہ ہندیا سندیا ترک داروم کے کچھ نہ ہوں اور یہ شاخ نے اسکی تاویل

میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض لوگ اس کا قول مقبول کرتے ہیں



یہ فرمائی جیسے اُن کو مقبور کر کے نہ لایا ہو اور اگر کسی وجہ سے وہ لوگ مقبور کر کے لائے گئے ہوں تو اسکا قول کہ ہم آزاد لوگ ہیں مقبول نہ ہوگا کذا فی المیض ایک شخص نے اہلی آزاد ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے مان و باپ کا نام اور اُن کی حریت بیان نہ کیا تو جائز ہو کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص مر گیا اور اس پر قرضے میں اور کچھ ترکہ بچھڑا سو اسے ایک باندی کے کہ اس کی گواہی ہو کہ میں نے اس باندی سے دعویٰ کیا کہ میں میت کی ام ولد ہوں اور یہ لڑکا میت کا ہے تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا جب تک اس کے گواہ نہ ہوں کہ میت نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ باندی میری ام ولد ہے اور اگر وارثوں نے گواہی دی کہ یہ اس کی ام ولد ہے تو اُن کی گواہی مقبول ہوگی اور قرضہ اہول کو اس باندی کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی کذا فی المیض۔ ایک شخص کے مقبورہ غلام بڑے شخص کے گواہ قائم کیے ہر ایک دعویٰ کرتا ہو کہ میں نے اس کو وصیت دیا ہے پہلے اس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو اپنی صورتوں سے خالی نہیں یا تو دونوں کے گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا یا پہلے یا ہر ایک کے ایک ایک گواہ قائم کرنے کے بعد ایک کے دو دونوں گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا پس اگر سماعت کے بعد قائل ہو کہ گواہوں کی گواہی برکت کی ہے تو اسے اقرار کیا تو غلام اس کو بایکا اور اگر دووں فریق گواہوں کی تعیل ہو گئی تو دونوں میں نصیب نصف کی ڈگری ہوگی اور مقررہ کی گواہی باطل ہوگی اور اگر قبل گواہ قائم کرنے کے ایک کے واسطے اقرار کیا پھر گواہ قائم ہوئے تو غیر مقررہ کی ڈگری ہوگی اور اگر ہر ایک کے ایک گواہ قائم کرنے کے بعد اقرار کیا تو مقررہ کو بایکا اور دوسرے سے کہا جائیگا کہ دوسرا گواہ قائم کر لیں اگر نہ کرے گا قائم تو اس کی ڈگری ہو جائیگی اور اگر ہر دو ڈگری نہ ہوئی تھی کہ مقررہ دوسرا گواہ لایا تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور اگر ہر دو ڈگری نہ ہوئی تھی کہ غیر مقررہ نے پہلے گواہ کا اعادہ کیا یا دو مستقل گواہ قائم کیے تو تمام غلام کی اُسی کے نام ڈگری ہوگی پھر اگر مقررہ نے غیر مقررہ پر اپنے پہلے گواہ کا اعادہ کیا یا مستقل گواہ سنائے خواہ اس کے نام ڈگری ہو گئی ہو یا نہیں ہوئی تو سماعت ہوگی اور اگر غیر مقررہ نے کہا کہ میرا پہلا گواہ مر گیا یا غائب ہو تو اس سے کہا جائیگا کہ دوسرا گواہ لا پھر اگر بجائے اس کے دوسرا لایا تو کل غلام کی اس کے نام ڈگری ہوگی لیکن اگر مقررہ دوسرا گواہ لایا یا دو مستقل گواہ لایا تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ یا غیر مقررہ کو مستقل گواہ لایا تو کل غلام کی اس کے نام ڈگری ہوگی۔ اور اگر قابض نے کسی کے واسطے اقرار کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ڈگری ہو گئی پھر ایک نے گواہ کیے کہ میرا غلام ہے تو سماعت ہوگی اور اگر ایک کے گواہوں کی تعیل ہوئی یا گواہی قائم نہ ہوئی یہاں تک کہ دوسرے کی ڈگری ہو گئی پھر اسے جس کے گواہ تھے گواہ عادل قائم کیے کہ غلام میرا ہے تو جس کی ڈگری ہو چکی ہو اس کی ڈگری کو ہی جائیگی اور اگر ایک نے گواہ قائم کیے اور دوسرے نے قائم نہیں کیے اور قابض نے اس دوسرے کے واسطے جسے گواہ نہیں قائم کیے ہیں اقرار کر دیا تو اُسی کو دیر یا جاملے گا اور غیر مقررہ کے گواہوں پر ڈگری کر دی جائے گی بدو اس کے کہ اس کو دوبارہ گواہ پیش کر چکی تکلیف دے گا اور یہ ڈگری مقررہ ہوگی مقررہ ہی کی تعیل ہوئی تھی کہ اگر مقررہ نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میرا ہے اس نے اس مقررہ کے پاس وصیت رکھا تھا تو اس کے نام ڈگری ہو جائیگی اور اگر اس کے نام ڈگری نہ ہونے پائی تھی کہ غیر مقررہ نے اپنے گواہوں کا اعادہ یا تو مقررہ کے گواہ باطل ہوں گے اور دوسرے کے واسطے غلام کی ڈگری ہو جائیگی یہ محیط نرسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک عاقل سپرد شخصوں سے دعویٰ کیا گیا ہو کہ یہ میرا ہے میں نے قابض کو دس درم یا ہوا ری یا کچھ لایا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قابض اس میں ایک بیحد رہا ہے اور وہ ان دونوں کے دعوے سے منکر ہو تو دونوں کے نام اس حد کی ڈگری نصف نصیب ہوگی اور یہی دس درم یا کچھ نصف نصیب ہوگا پھر کہیں گے یہ محیط میں ہے نوادر شریعہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا کہ اس پر قبضہ کر لیا اور دس درم دیا پھر اسے

اس کا دعویٰ ثابت ہوگا کہ عادل ہیں یا غیر عادل

بائع کے واسطے ہونے کا غلام کا اقرار کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ غلام غلام شخص یعنی بائع کا ہے اور بائع نے اس پر قبضہ کر لیا جاہاں وہ  
 کہہ کہ غلام میرا ہے پس مقرر یعنی شہری نے کہا کہ میں نے تو تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح ایک  
 شخص زید نے کل ایک غلام کا عروگے واسطے اقرار کر دیا اور آج عرو نے اسی غلام کا زید کے واسطے اقرار کر دیا پس زید نے کہا  
 کہ یہ غلام میرا ہے پس عرو نے اس سے کہا کہ میں نے آج تیرے واسطے تو اس وجہ سے اقرار کر دیا کہ میں نے تیرے ہاتھ اسکو فروخت  
 کر دیا ہے اور تیرے ہی پاس ہے مجھے پہنچا تھا تو عرو ہی کا قول مقبول ہوگا اور زید اسکو بلا لیں نہیں لے سکتا جو یہ وغیرہ میں ہو۔  
 نو اور ہشام میں ہو کہ ایک شخص سے قبضہ میں ایک کپڑا ہے اس سے دوسرے نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیچا اس درم کو یہ کپڑا بیچا  
 ہے اس کا بائع نے کہا کہ تو نے تو مجھ پر یہ کر دیا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور اس پر بیچا اس درم لازم نہ ہون گے کذا فی الحیط۔  
**میسری فصل** ایک قوم درم کے دعویٰ کر کے بیان میں درحالیہ انکا دعویٰ مختلف ہو اقول الرہطہ دس سے کم۔ ان قوم  
 جاغت۔ اگر ایک وار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک نے کل دار کا دوسرے نے نصف دار  
 کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو کل دائے کو میں جو تھائی اور نصف دائے کو ایک جو تھائی امام غزالی کے نزدیک  
 ملیگا اور صاحبین کے نزدیک تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا کذا فی الہدایہ۔ اور اگر دونوں مدعیوں کے پاس گواہ ہوں تو بائع سے  
 قسم لی جائیگی پس اگر ہر ایک کے دعوے پر اسے قسم کھانی تو دونوں کی خصوصیت سے بری ہو گیا اور دار اسی کے قبضہ میں  
 جیسا تھا ویسا ہی چھوڑ دیا جائیگا یہ عیض میں ہو۔ اگر دار دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اور ایک نصف کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرے  
 کل کا۔ پس اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو کل کے مدعی پر قسم نہیں ہو اور نصف کے مدعی سے قسم لی جائیگی پس اگر اس سے  
 قسم کھانی تو دار ان دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا اور آدھا آدھا دونوں کا ہوگا اور اگر کل کا دعویٰ کیا تو دوسرے کی  
 ڈگری ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کے لیے کل ار کی ڈگری ہو جائیگی آدھا تو گواہوں کی گواہی پر اور  
 آدھا دوسرے کے اقرار پر دلا یا جائیگا یہ سراج طحاوی میں ہو۔ نو اور ہشام میں ہو کہ میں نے امام محمد سے سنا کہ فرماتے تھے کہ  
 ایک گھر دو بھائیوں کے قبضہ میں ہو ایک بھائی تو کل گھر کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا کہتا ہو کہ یہ ہم دونوں میں باپ کی میراث  
 ہے تو امام محمد فرماتے فرمایا کہ کل کے مدعی کو تین جو تھائی دلا یا جائیگا آدھا جو اس کے قبضہ میں ہو اور آدھا اس میں سے جو اس کے  
 بھائی کے قبضہ میں ہو اور دوسرے کو جو تھائی دلا یا جائیگا اور اگر دونوں نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو جو نصف کے مدعی  
 تمام کے ہاتھ میں ہو وہ میراث ہوگا اور دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور مدعی نصف کے قبضہ میں جس قدر وہ مدعی کل کو ملیگا پس  
 مدعی کل کو تین جو تھائی نسب ملا اور مدعی نصف کو ایک جو تھائی ملا پھر اگر کسی شخص نے یہ گھر اتھا ق ثابت کر کے لے لیا پھر مدعی  
 تمام کو یہ کہہ کر دیا تو مدعی میراث کو اس میں سے کچھ نہ ملیگا اور اگر مدعی میراث کو یہ کہہ گیا تو وہ میراث بھائی اس میں سے اس کے لیے لے گیا یہ عیض  
 میں ہو۔ اگر مدعی میراث کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر ان دونوں میں آدھا آدھا ہوا ان دونوں نے اسکو فانی شخص سے  
 نصف نصف خریدا ہے اور دوسرے کے گواہوں نے تمام گھر کی گواہی دی تو گھر دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا کذا فی عیض السخوی  
 ایک گھر زید کے قبضہ میں ہو اس پر عرو نے کل کا دعویٰ کیا اور بکر نے دو تھائی کا اور خالد نے نصف کا اور اس کے گواہ قائم کیے تو  
 امام غزالی کے نزدیک عرو کو بارہ حصوں میں سے سات حصے اور بکر کو تین اور خالد کو دو حصے بطریق منازعت کے تقسیم  
 ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول و مضاربت کے تیرہ حصہ ہو کر عرو کو چھ اور بکر کو چار اور خالد کو تین حصہ ملین گے  
 اور اگر گھر ان سب کے قبضہ میں ہو اور کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو ہر ایک سے دوسرے دعوے پر قسم لی جائیگی پس اگر سب قسم کھالی تو

میسری فصل ایک قوم درم کے دعویٰ کر کے بیان میں درحالیہ انکا دعویٰ مختلف ہو اقول الرہطہ دس سے کم۔ ان قوم جاغت۔ اگر ایک وار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک نے کل دار کا دوسرے نے نصف دار کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو کل دائے کو میں جو تھائی اور نصف دائے کو ایک جو تھائی امام غزالی کے نزدیک ملیگا اور صاحبین کے نزدیک تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا کذا فی الہدایہ۔ اور اگر دونوں مدعیوں کے پاس گواہ ہوں تو بائع سے قسم لی جائیگی پس اگر ہر ایک کے دعوے پر اسے قسم کھانی تو دونوں کی خصوصیت سے بری ہو گیا اور دار اسی کے قبضہ میں جیسا تھا ویسا ہی چھوڑ دیا جائیگا یہ عیض میں ہو۔ اگر دار دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اور ایک نصف کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرے کل کا۔ پس اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو کل کے مدعی پر قسم نہیں ہو اور نصف کے مدعی سے قسم لی جائیگی پس اگر اس سے قسم کھانی تو دار ان دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائیگا اور آدھا آدھا دونوں کا ہوگا اور اگر کل کا دعویٰ کیا تو دوسرے کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کے لیے کل ار کی ڈگری ہو جائیگی آدھا تو گواہوں کی گواہی پر اور آدھا دوسرے کے اقرار پر دلا یا جائیگا یہ سراج طحاوی میں ہو۔ نو اور ہشام میں ہو کہ میں نے امام محمد سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک گھر دو بھائیوں کے قبضہ میں ہو ایک بھائی تو کل گھر کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا کہتا ہو کہ یہ ہم دونوں میں باپ کی میراث ہے تو امام محمد فرماتے فرمایا کہ کل کے مدعی کو تین جو تھائی دلا یا جائیگا آدھا جو اس کے قبضہ میں ہو اور آدھا اس میں سے جو اس کے بھائی کے قبضہ میں ہو اور دوسرے کو جو تھائی دلا یا جائیگا اور اگر دونوں نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو جو نصف کے مدعی تمام کے ہاتھ میں ہو وہ میراث ہوگا اور دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور مدعی نصف کے قبضہ میں جس قدر وہ مدعی کل کو ملیگا پس مدعی کل کو تین جو تھائی نسب ملا اور مدعی نصف کو ایک جو تھائی ملا پھر اگر کسی شخص نے یہ گھر اتھا ق ثابت کر کے لے لیا پھر مدعی تمام کو یہ کہہ کر دیا تو مدعی میراث کو اس میں سے کچھ نہ ملیگا اور اگر مدعی میراث کو یہ کہہ گیا تو وہ میراث بھائی اس میں سے اس کے لیے لے گیا یہ عیض میں ہو۔ اگر مدعی میراث کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر ان دونوں میں آدھا آدھا ہوا ان دونوں نے اسکو فانی شخص سے نصف نصف خریدا ہے اور دوسرے کے گواہوں نے تمام گھر کی گواہی دی تو گھر دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا کذا فی عیض السخوی ایک گھر زید کے قبضہ میں ہو اس پر عرو نے کل کا دعویٰ کیا اور بکر نے دو تھائی کا اور خالد نے نصف کا اور اس کے گواہ قائم کیے تو امام غزالی کے نزدیک عرو کو بارہ حصوں میں سے سات حصے اور بکر کو تین اور خالد کو دو حصے بطریق منازعت کے تقسیم ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول و مضاربت کے تیرہ حصہ ہو کر عرو کو چھ اور بکر کو چار اور خالد کو تین حصہ ملین گے اور اگر گھر ان سب کے قبضہ میں ہو اور کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو ہر ایک سے دوسرے دعوے پر قسم لی جائیگی پس اگر سب قسم کھالی تو



کے تمام اس طرح ہوگی کہ دو تہائی عمرو کے نام اور ایک تہائی بکر کے نام ڈگری و جائیگی اور اگر کسی اجنبی نے کل گھر کا دعویٰ کیا اور قابض کے بھائی نے کہا کہ ہمارا باپ مر گیا اور پانچ سو دونوں بھائیوں کے درمیان میراث چھوڑ گیا ہو اور دونوں مدعیوں نے گواہ قائم کیے تو اجنبی کے نام تین جو تھائی اور بھائی مدعی کے نام ایک جو تہائی کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخی میں ہو۔ پس اگر قابض نے چاہا کہ اپنے بھائی کے جو تھائی میں شریک ہوں اور کہا کہ تو نے اقرار کیا ہو کہ باپ کا حصہ ہم دونوں میں مشترک ہو پس جسد پر استحقاق ثابت ہو کر مکمل گیا رہ سب کا گیا اور جو باقی زیادہ سب کا باقی رہا تو اسکو یہ اختیار ہوگا کہ انی محیط۔ اگر قابض نے بعد دونوں کے گواہ قائم کیے اور وراثت کے انکار کرنے کے یوں اقرار کیا کہ میں نے باپ سے وراثت پایا ہو تو عدم اقرار کی صورت کا اور اسکا حکم کیساں بہترین جو تھائی اجنبی کو اور جو تھائی بھائی مدعی کو دیا جائیگا اور اگر اقرار وراثت دونوں کے گواہ قائم کرنے سے پہلے ہوا پھر گواہ قائم کیے تو کل داری ڈگری اجنبی کے نام ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر قابض نے ابتدا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ وار میرے باپ کا ہو وہ مر گیا اور میرے اور میرے فلان غائب بھائی کے درمیان میراث چھوڑا پس کسی اجنبی مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ وار اس اجنبی کا ہو اس نے اپنے باپ سے میراث پایا ہو اور قاضی نے اجنبی کے گواہوں پر داری ڈگری کر دی پھر قابض کا بھائی حاضر ہوا اور گواہ قائم کیے کہ یہ وار میرے باپ کا تھا وہ مر گیا اور اس نے میرے اور میرے بھائی قابض کے درمیان میراث چھوڑا تو قاضی اس کی گواہی مقبول نہ کرے گا اور اگر قابض نے اس وقت میراث کا اقرار کیا کہ میرے اور میرے فلان بھائی کے درمیان مشترک میراث ہو چکا ہے اجنبی گواہ قائم کر چکا ہو کہ میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا اور قاضی نے کل گھر کی اجنبی کے نام ڈگری کر دی پھر قابض کے بھائی نے اگر گواہ قائم کیے کہ یہ وار میرے باپ کا ہے اور وہ مر گیا اور میرے اور میرے بھائی قابض کے درمیان میراث چھوڑا تو قاضی اسکی گواہی مقبول نہ کرے گا کہ انی محیط۔

**فصل چوتھی** قبضہ میں نزاع واقع ہونے کے بیان میں۔ دو شخصوں نے ایک گھر کی بابت جھگڑا کیا ہر ایک کہتا ہو کہ یہ میرے قبضہ میں پس اگر قاضی کو کسی کے قبضہ میں ہونا معلوم ہو تو اسی کو قابض قرار دے گا اور اگر نہیں معلوم ہو مگر یہ معلوم ہو کہ ان دونوں کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں ہو تو ہر ایک دونوں میں مدعی و مدعا علیہ پس اگر دونوں نے اپنے اپنے قبضہ کے گواہ قائم کیے تو دونوں کے نام گھر کی ڈگری ہوگی اور گھر دونوں کے قبضہ میں کر دیا جائیگا اور اگر قاضی نے وہ گھر تیسرے کے قبضہ میں پایا تو ان دونوں کی درخواست پر اس کے قبضہ سے نکال دیا اور قبل درخواست کے نہ نکالے گا اور اگر ایک ہی کے گواہ قائم ہوئے تو اسی کے قبضہ کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں یا ایک کے پاس گواہ نہ ہوں تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لی جائیگی پس اگر دونوں نے قسم کھائی تو ہر ایک دوسرے کے دعوے سے بری ہو گیا اللہ قاضی حقیقت حال ظاہر ہونے تک گھر کو موقوف رکھے کسی کے قبضہ میں نہ دے گا اور اگر ایک نے قسم سے نکول کیا اور دوسرے نے قسم کھائی تو قسم کھانے والے کے قبضہ میں نہ دے گا لیکن نکول کرنے والے کو گھر میں تعزیر کرنے سے منع کر دے گا اور اگر قاضی نے تیسرے کے قبضہ میں پایا تو اس کے قبضہ سے نہ نکالے گا کہ انی محیط اگر ایک شخص معین پر دو شخصوں نے جھگڑا کیا اور ہر ایک اپنے قبضہ کے گواہ لیے بیان تک کہ دونوں کے قبضہ میں تراء دی گئی پھر ایک نے گواہ لیے کہ یہ شخص میری ملک ہو تو اسی کے نام اس کو دے دی ڈگری ہوگی جو دوسرے کے قبضہ میں ہو اور جو اس کے قبضہ میں ہو وہ بحالہ چھوڑ دی جائیگی ایسا ہی بعض مواضع میں مذکور ہوا اور بعض مواضع میں لکھا ہو کہ اگر دونوں نے قبضہ کے گواہ قائم کر لیے پھر ایک نے گواہ لیے کہ یہ شخص میری ملک ہو تو اس کے نام کل ٹھکی ڈگری ہو جائیگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ نے سیر میں لکھا ہو کہ اگر ایک مسلمان راہر کے

فصل چوتھی  
قبضہ میں نزاع





قتضاجاری ہو چکا ہو اسکو باطل کرے اسی طرح اگر کما کہ میں لفظ ہوں تو یہ مثل اصلی آزادی کے معنی کے ہو پھر اگر قاضی نے اپنے غلام ہونے کے گواہ دیئے اور غلام نے اپنی اصلی آزادی کے گواہ دیئے تو غلام کی گواہی کوئی بے کدانی الذخیرہ۔ تاحقی امام شمس الاسلام محمود اور جندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین زید کے قبضہ میں ہو عمرو نے بطریق غلبہ اس پر اپنا قبضہ کر لیا پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ زمین میری ہو عمرو نے بطور غلبہ مجھ سے چھین کر اپنا قبضہ کر لیا ہو تو شمس الاسلام نے فرمایا کہ اسکی گواہی قبول کرو مگر اور زمین کی اس کے نام ڈگری کر کے عمر سے چھین کر اس کے سپرد کروں گا اور اگر زید کے پاس گواہ نہ ہوئے اور اس نے عمرو سے یہ قسم لینی چاہی کہ واثقہ زمین اس مدعی کے قبضہ میں نہ تھی اور زمین نے بطور غلبہ کے اس سے لے لی ہو تو فرمایا کہ اسکو یہ قسم لینے کا اختیار ہو اسی طرح اگر عمرو کے اقرار کا دعویٰ کیا کہ اس نے اقرار کیا ہو کہ زمین زید کے قبضہ میں تھی اور اس پر عمرو سے قسم لینی چاہی تو بھی فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ کدانی محیطہ اور شمس الاسلام میں ہو کہ اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ یہ شو محمود میرے قبضہ میں دہل برس سے ہو عمرو نے اب اس پر اپنا قبضہ کر لیا تو زید کی ڈگری ہو جائیگی اور قاضی عمرو کو حکم دے گا کہ اسکو سپرد کر دے ولیکن مدعا علیہ عمرو مقضی علیہ قرار نہ پاویگا حتیٰ کہ اگر اسے اس کے بعد گواہ قائم کیے کہ یہ محمود میری ملک ہو تو گواہ مقبول ہوں گے اور اگر مدعی نے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ محمود میرے قبضہ میں دس برس سے تھی یا دس برس کا نام نہ لیا تو اس سے کچھ استحقاق ثابت نہ ہوگا اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اور بالاجماع اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ کل کے نزدیک زمین مدعی کے ہاتھ میں تھی تو قاضی مدعا علیہ کو حکم دے گا کہ مدعی کو واپس ہے اسی طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے لے لی ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ واقعات ناظمی میں ہو کہ اگر ایک شخص نے مقبوضہ غلام کے واسطے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام تھا میرے پاس دس برس سے تھا یہاں تک کہ اس نے جو قابض ہو غصب کر لیا اور قابض نے گواہ دیے کہ میں برس میرا غلام ہو تو قابض کی ڈگری ہوگی یہ محیطہ میں ہو عیون میں ہو کہ ایک شخص میں دو شخصوں نے جھگڑا کیا ایک شخص نے گواہ دیے کہ یہ شو میرے پاس ایک مہینہ سے تھی اور دوسرے نے گواہ دیے کہ میرے ہاتھ میں اس موجد ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی کہ کون سیلے کا قبضہ متقبض ہو اور قبضہ متقبضہ امام اعظم حوا نام محمد کے نزدیک غیر معتبر ہو اور اگر ایک نے گواہ دیے کہ ایک مہینہ سے میرے پاس تھی اور دوسرے نے کہا کہ میرے قبضہ سے ہو تو اسی کی ڈگری ہوگی کدانی محیطہ۔ ایک شخص زید کے قبضہ میں عمرو کی زمین ہو زید نے اسکو اجرت پڑھ دیا ہو پس عمرو نے کہا کہ تو نے میرے حکم سے دی ہو اور اجرت میری ہو اور زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے غصب کر لی تھی پھر خود اجرت پردی ہو پس اجرت میری ہو تو عمرو کا قول معتبر ہوگا اور اگر زید نے اس زمین میں عمارت بنائی پھر اجارہ پردی پس عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ کو حکم کیا تھا کہ اس میں میرے لیے عمارت بنا کر کر یا دے اور زید نے کہا کہ میں نے غصب کر کے پھر عمارت بنائی پھر کہ یہ پردی تو اجرت ہوں لگائی جائے کہ زمین کو ایک مرتبہ عمارت بنائی ہوئی فرض کریں اور ایک مرتبہ بغیر عمارت فرض کریں اور اجرت دونوں پر تقسیم کریں تو جقدر عمارت کہی ہے میں نے وہ زید کو ملے گی اور جو زمین کے پائے میں پڑے وہ عمرو کے ملے گی اور اگر عمرو نے کہا کہ تو نے عمارت بنی ہوئی مجھ سے غصب کر لی تھی تو اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم نے تو قاضی کے گواہوں میں یہ قاضی قاضی خان میں ہو۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تیرے ایک ہزار دھم غصب کر لیے ہیں اور اس میں میں نے ہزار کا نفع اٹھایا اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ سے اسکا حکم کیا تھا تو عمرو کا قول مقبول ہوگا اور اگر عمرو نے کہا کہ میں نے ہزار دھم اور دس ہزار دھم غصب کر لیے تو نہ کا قول مقبول ہوگا اور اگر زید نے کہا کہ میں نے تیرا ہزار غصب کر لیا اور ہزار دھم اسکو قطع کر کے لے لیں اور عمرو نے کہا کہ میں نے ہزار دھم

یہ شخص جو  
غصب کر لیا  
ہو

یہ شخص جو  
غصب کر لیا  
ہو







اپنے قبضہ کے کپڑے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہے پس اگر مستاجر کی دوکان میں ہو تو قسم سے اسی کا قول مقبول ہوگا اور اگر محلہ یا مزدور کے گھر میں ہو تو مزدور کا قول مقبول ہوگا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام یا دونوں ہو یا کتاب ہو کہ انی الوجیز للکھوری۔ اذون کبیر میں ہے کہ اگر اپنا غلام کنری کرنے والے یا نانوائی وغیرہ کو اجرت پر یا پھر مالک نے راستہ میں اسکے پاس متاع پائی اس متاع میں مالک مستاجر نے اختلاف کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر یہ متاع مستاجر کی ساخت سے ہو تو امام کا قول مقبول ہوگا اور اگر اسکی ساخت سے ہو تو مولیٰ کا قول لیا جائیگا اور اگر مستاجر کے منزل میں ایسا واقع ہو تو دونوں صورتوں میں اسی کا قول مقبول ہوگا یہ محیط سخی میں ہے۔ ایک شخص دوسرے کے گھر سے نکلا اسکی گردن پر کچھ متاع لدی ہوئی تھی اسکو ایک قوم نے دیکھا پس انھوں نے گواہی دی کہ ہم نے اسکو دیکھا کہ اسکے گھر سے نکلا اور اسکی گردن پر یہ متاع لدی ہوئی تھی اور گھر کے مالک نے کہا کہ متاع میری ہے اور نکلنے والا اپنی مالک ہوئے گا مگر جی ہر پس اگر یہ شخص انھوں نے دالا اسی چیزوں کے فروخت کرنے میں معروف ہو مثلاً بزاز وغیرہ ہو تو وہ حلال کی ہوگی اور اگر معروف نہ ہو تو وہ گھر کے مالک کی ہوگی یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ نوادر ابن ساعدین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص دوسرے کے گھر میں گیا پھر اسکے پاس کچھ مال نکلا گھر کے مالک نے کہا کہ میرا ہے تو نے میرے گھر سے اٹھا لیا ہے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ گھر کے مالک کا قول لیا جائے گا اور اگر باوجود جانو الا کسی قول میں تصدیق نہ کیا جائیگا کہ میں نے نہیں لیا مگر ان کپڑوں میں جو پہنے ہوئے تھے وہ پہنے تھے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر چلنے والے کسی چیز کی ساخت میں معروف ہو مثلاً زیتون کا تیل لیے پھرتا ہو اور وہ گتیا تیل کا لیے ہوئے اسکے گھر میں گیا یا پھر والا ہو کہ اسکو بچا کر تار یا بازاردن میں اسباب لیے پھرتا پھر تار تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور مالک مکان کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط سخی میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک بھانڈو دینے والا دو شخصوں کے گھر میں ہو اور اس کی گردن پر کھلی وغیرہ بڑی ہو اس پر دونوں نے دعویٰ کیا تو یہ اسکی ہوگی جسکی منزل میں یہ محیط سخی میں ہے ایک حال پر کارہ ہوا وہ ایک شخص کے گھر میں ہو پس گھر والے نے دعویٰ کیا کہ کارہ میرا ہے اور حال نے کہا کہ نہیں بلکہ میرا ہے تو حال کا قول مقبول ہوگا بشرطیکہ حال کپڑے اٹھا تا ہو اور کارہ ایسا ہو کہ اسکے اٹھانے کا احتمال ہو یہ واقعات حسامیہ میں ہے اگر ایک بساط میں دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک اسپر بیٹھا ہوا اور دوسرا اسکو پکڑے ہو یا دونوں اسپر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں میں مشترک ہو مگر نہ بطریق حکم قضا کے یہ بخانیہ میں ہے۔ ایک دار میں دو شخص بیٹھے ہوں اور ہر ایک اسپر اپنا دعویٰ کرتا ہو تو وہ دونوں میں حکم دیا جائیگا یہ محیط سخی میں ہے۔ ایک کشتی پر ایک شخص سوار ہو دوسرا اسکے سکان کو پکڑے ہوئے ہو تب میرا حافوف ہو اور جو تھا اسکو کھینچتا ہے سب اسپر دعویٰ کیا تو کشتی سوار و سکان اور حافوف کو ملےگی اور کھینچنے والے کو کچھ نہ ملےگا یہ محیط سخی میں ہے۔ ایک مالدار آدمی کے غلام کی گردن میں ایک موتی پڑا ہے کہ اسکی قیمت موتی کے برابر ہو اور یہ غلام ایک مفلس کے گھر میں کہ جو سوا سے پوریا کے کسی چیز کا مالک نہیں ہے موجود ہے اسے دعویٰ کیا کہ یہ موتی میرا ہے اور مالک غلام کا قول مقبول ہوگا یہ وجہ کروری میں ہے۔ دو آدمی ایک کشتی میں ہیں اور کشتی میں آٹا رکھا ہے پس ہر ایک نے کشتی کا اور کچھ آٹا میں ہے دعویٰ کیا اور ایک ان میں سے آٹا فروخت کرنے میں مشغور ہو اور دوسرا بلایا مشغور ہو تو آٹا اس شخص کا جو اس کے بیچ میں مشغور ہو اور کشتی ملاج کی ہوگی۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرندہ شکار کیا پس اگر اس پر اتفاق کیا کہ یہ اپنی اصلی اباحت پر ہو تو وہ پرندہ شکاری کا ہو خواہ وہ اسے شکار کیا ہو یا فروخت سے لے لیا ہو اختلاف کیا

ابن ابی شیبہ نے فرمایا ہے  
بعض فقہاء نے فرمایا ہے

پس گھر والے نے کہا کہ میں نے تجھ سے پہلے شکار کیا ہی یا وارث ہوا ہوں۔ ورنہ شکار ہی لئے اسکا گھر کیا نہیں گناہ کا ہو۔ اسے پہلا وارث  
 تو شکاری کا ہو اور اگر مالک مکان کے درخت یا مکان سے کچرا ہو تو مالک مکان کا قول مقبول ہو گا یہ محیط شرعی میں ہے۔ اور اگر  
 مستاجر دوکان نے دوکان کا سکونی کسی کے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر دوکان کے مالک سے اگر یہ شکار  
 ہاتھ سے استحقاق ثابت کر کے لے لیا پس اگر سکنے عمارت دوکان سے متصل ہو اور وہ آلات صناعت مستاجر سے نہیں ہو تو قسم  
 سے مالک دوکان کا قول مقبول ہو گا اور جب اس نے قسم کھانی تو مشتری مستاجر سے شکر سکنے واپس وصول کر لے گا اور اگر  
 آلات صناعت مستاجر سے ہو تو مستاجر کا قول قبول ہو گا اور مالک دوکان کو سکنے لینے کی کوئی راہ نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔  
**دسواں باب** دیوار کے دعوے کے بیان میں۔ اگر دو دروں کے بیچ میں ایک دیوار ہو اس پر دو دونوں کے مالک نے  
 عرصہ دعوئی کرتے ہیں پس اگر وہ دیوار دونوں کی عمارت سے بطور تریج یا ملازمت کے متصل ہو تو دونوں میں مشترک ہونے کا  
 حکم ہو گا کیونکہ دونوں کا قبضہ مساوی ہو اور اگر ایک کی عمارت سے بطور تریج اور دوسرے کی عمارت سے بطور ملازمت  
 متصل ہو تو صاحب تریج اولیٰ ہو کیونکہ اس کو باوجود اتصال کے ایک طرح کا استعمال حاصل ہو اور اگر ایک کی عمارت سے  
 بطور تریج یا ملازمت متصل ہو اور دوسرے کی عمارت سے اتصال ہی نہ ہو تو صاحب اتصال اولیٰ ہو اور اگر ایک کی عمارت سے  
 اتصال ہو اور دوسرے کے شہتیر اس پر ہوں پس اگر اتصال بطور تریج کے ہو تو وہی اولیٰ ہو اور شہتیر والے کو قطع موضع  
 شہتیر ملے گا اور اگر اتصال بطور ملازمت کے ہو تو شہتیر والا اولیٰ ہو اتصال تریج کی صورت یہ ہو کہ اینٹ بعض داخل بعض ہو اور دیوار  
 خام ہو اور خشت پختہ میں یہ صورت ہو کہ اب اسے ایک دیوار کے اینٹ کے دوسری دیوار میں داخل ہوں اگرچہ ایک کار اس ساحت  
 دوسرے کی ساحت سے مرکب ہو اور اگر نصب کر کے اینٹ پر دی جائے تو تریج نہیں ہو اور ابو الحسن رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اتصال  
 تریج ہو کہ دیوار متنازع فیہ کی دونوں طرفین دونوں دروں سے موصول ہوں کہ وہ دونوں دیوار وار سے متصل ہوں قلت  
 گنجی نے تریج سے تریج ساحت مراد لی ہے نہ تریج خشت۔ اور اگر اتصال ایک طرف سے ہو تو صاحب جذوع اولیٰ ہو  
 اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اگر ایک ہی طرف سے اتصال ہو تو بھی اسی کو تریج ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ روایت طحاوی ہی  
 صحیح ہے یہ محیط شرعی میں ہے۔ اور اگر دیوار دونوں کی عمارت سے متصل ہو اور کسی کے اور شہتیر وغیرہ ہوں تو دونوں کے قبضہ میں  
 چھوڑ دینے کا حکم ہو گا بشرطیکہ دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم ہو اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم نہ ہو اور ہر ایک اپنے  
 ملک ہونے اور اپنے قبضہ میں ہو گیا دعوئی کا تو دونوں کے قبضہ میں کر دی جائیگی یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص کے اس پر  
 حراوی یا پواری پڑے ہوں اور دوسرے کا کچھ نہ ہو تو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہو گا یہذا وے قاضی خان میں ہے۔ اور  
 اگر دونوں کی حراوی یا پواری اس پر ہوں تو دونوں میں مشترک ہو گیا حکم ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک کا اس پر ایک شہتیر  
 ہو اور دوسرے کے حراوی یا پواری ہوں یا کچھ نہ ہو تو صاحب جذوع کو ملے گی یہ قاضی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک کے اس پر  
 جذوع ہوں اور دوسرے کے حراوی ہوں تو صاحب جذوع کی ڈگری ہو گی مگر حراوی دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا  
 یہ محیط شرعی میں ہے۔ اگر ایک کے اس پر جذوع ہوں اور دوسرے کا اس پر سترہ یا دیوار ہو تو بیچ کی دیوار متنازع  
 فیہ صاحب جذوع کی ہو سترہ صاحب سترہ کا ہو گا اور سترہ والے کو اس کے دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا لیکن اگر  
 مدعی دیوار اپنا استحقاق گواہوں سے ثابت کرے تو البتہ سترہ والے کو اس کے دور کرنے کا حکم کیا جائے گا یہ قاضی  
 قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دیوار اور سترہ دونوں میں جھگڑا کیا تو دونوں صاحب جذوع کے ہوں گے یہ محیط شرعی میں ہے

اور اگر ایک کی عمارت سے اتصال ہو اور دوسرے کی عمارت سے اتصال ہی نہ ہو تو صاحب اتصال اولیٰ ہو اور اگر ایک کی عمارت سے اتصال ہو اور دوسرے کے شہتیر اس پر ہوں پس اگر اتصال بطور تریج کے ہو تو وہی اولیٰ ہو اور شہتیر والے کو قطع موضع شہتیر ملے گا اور اگر اتصال بطور ملازمت کے ہو تو شہتیر والا اولیٰ ہو اتصال تریج کی صورت یہ ہو کہ اینٹ بعض داخل بعض ہو اور دیوار خام ہو اور خشت پختہ میں یہ صورت ہو کہ اب اسے ایک دیوار کے اینٹ کے دوسری دیوار میں داخل ہوں اگرچہ ایک کار اس ساحت دوسرے کی ساحت سے مرکب ہو اور اگر نصب کر کے اینٹ پر دی جائے تو تریج نہیں ہو اور ابو الحسن رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اتصال تریج ہو کہ دیوار متنازع فیہ کی دونوں طرفین دونوں دروں سے موصول ہوں کہ وہ دونوں دیوار وار سے متصل ہوں قلت گنجی نے تریج سے تریج ساحت مراد لی ہے نہ تریج خشت۔ اور اگر اتصال ایک طرف سے ہو تو صاحب جذوع اولیٰ ہو اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اگر ایک ہی طرف سے اتصال ہو تو بھی اسی کو تریج ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ روایت طحاوی ہی صحیح ہے یہ محیط شرعی میں ہے۔ اور اگر دیوار دونوں کی عمارت سے متصل ہو اور کسی کے اور شہتیر وغیرہ ہوں تو دونوں کے قبضہ میں چھوڑ دینے کا حکم ہو گا بشرطیکہ دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم ہو اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہونا معلوم نہ ہو اور ہر ایک اپنے ملک ہونے اور اپنے قبضہ میں ہو گیا دعوئی کا تو دونوں کے قبضہ میں کر دی جائیگی یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص کے اس پر حراوی یا پواری پڑے ہوں اور دوسرے کا کچھ نہ ہو تو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہو گا یہذا وے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دونوں کی حراوی یا پواری اس پر ہوں تو دونوں میں مشترک ہو گیا حکم ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک کا اس پر ایک شہتیر ہو اور دوسرے کے حراوی یا پواری ہوں یا کچھ نہ ہو تو صاحب جذوع کو ملے گی یہ قاضی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک کے اس پر جذوع ہوں اور دوسرے کے حراوی ہوں تو صاحب جذوع کی ڈگری ہو گی مگر حراوی دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا یہ محیط شرعی میں ہے۔ اگر ایک کے اس پر جذوع ہوں اور دوسرے کا اس پر سترہ یا دیوار ہو تو بیچ کی دیوار متنازع فیہ صاحب جذوع کی ہو سترہ صاحب سترہ کا ہو گا اور سترہ والے کو اس کے دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا لیکن اگر مدعی دیوار اپنا استحقاق گواہوں سے ثابت کرے تو البتہ سترہ والے کو اس کے دور کرنے کا حکم کیا جائے گا یہ قاضی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دیوار اور سترہ دونوں میں جھگڑا کیا تو دونوں صاحب جذوع کے ہوں گے یہ محیط شرعی میں ہے

اور اگر ایک کا سترہ ہو اور دوسرے کا حراوی تو صاحب سترہ کی دیوار بھونگی یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک مدعی کا دیوار متنازع فیہ پر کچی یا پکی اینٹوں کا انچ بنا ہو تو وہ ہنزلہ سترہ کے یہ ہوتا ہے قاضیخان میں ہو۔ اگر ایک کی دیوار پر دس لکڑیاں ہوں اور دوسرے کی تین سے زیادہ ہوں دس تک تو دیوار دونوں میں مشترک ہوگی اور یہ ظاہر الروایت کا حکم ہو اور یہی صحیح ہو کہ ان فی الحقیقت لا راگر ایک کا اسپر ایک یا دو شہتیر یعنی تین سے کم ہوں اور دوسرے کے تین یا زیادہ جذوع ہوں تو نازل میں مذکور ہو کہ دیوار تین یا زیادہ والے کی ہوگی اور کم والے کو مواضع جذبہ کہیں گے اور فرمایا کہ یہ استخوان ہو اور یہی دوسرا قول امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قیاس چاہتا ہو کہ دیوار دونوں میں نصف نصف ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ بھی اول میں ایسا ہی کہتے تھے پھر دونوں نے استخوان کی طرف رجوع کیا اور سب لائے غرضی نے جو ہی الاصل میں ذکر کیا ہو کہ اگر ایک کی دیوار پر دس لکڑیاں رکھی ہوں اور دوسرے کی ایک ہی لکڑی ہو تو ہر ایک کو اپنی لکڑی کے نیچے کی جگہ ملے گی اور دیوار دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور استخوان ایسا ایک یا دو لکڑیوں کی صورت میں ہو ایسا ہی اصل میں مذکور ہو اور کتابا لافزار میں مذکور ہو کہ تمام دیوار دس لکڑیوں والے کو ملے گی سوائے ایک لکڑی رکھنے کی جگہ کے کہ وہ اسکو ملے گی اور یہ لکڑی دور کر نکالنا حکم نہ دیا جائیگا۔ تسلسل لائے غرضی نے فرمایا کہ ان لکڑیوں کی درمیانی جگہ کا حال کتاب میں مذکور نہیں ہو ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اُسکے گیارہ حصے کیے جائیں گے دس حصے لکڑیوں والے کو اور ایک حصہ ایک والے کو ملے گا پس درمیانی جگہ کا حکم وہی ہو جو ہر لکڑی کے نیچے کی دیوار کا حکم ہو حتی کہ اگر دیوار گر جائے تو اُسکی زمین تقسیم کر لیں گے اور اکثر اصحاب نے فرمایا کہ دس لکڑیوں والے کو دلائی جاوے گی سوائے بقدر ایک لکڑی کی جگہ کے کہ یہ موضع اُس ایک لکڑی والے کی ملک ہو گا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہو یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہو اگر دیوار طویل ہو اور دونوں میں سے ہر ایک کی کچھ کچھ دیوار اس سے متصل ہو اور جذوع رکھے ہیں تو ہر ایک کے تمام اس قدر دیوار کی ڈگری ہوگی جو اسکے ساتھ کے متوازی ہو اور جذوع کی تعداد پر حافظہ کیا جائیگا اور اسی پر قاضی عبد اللہ ضمری فتویٰ دیتے تھے اور جو جگہ دونوں کے درمیان ہو وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی یہ محیط غرضی میں ہو امام اسپہاجی نے شرح طحاوی میں فرمایا کہ اگر دیوار کا رخ ایک کی طرف ہو اور پشت دوسرے کی طرف تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور رخ والے کی ڈگری ہوگی اور صاحبین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس صورت میں اُسی کی ڈگری ہوگی جس کی طرف دیوار کا رخ ہو بشرطیکہ اصل عمارت کے وقت یہ رخ رکھا گیا ہو اور اگر بعد بنانے کے نقش یا کنگل سے اُس طرف رخ کر دیا گیا ہو تو بالاجماع اس سے دیوار کا استحقاق شکوہ کا کذا فی قایہ البیان۔ دو در کے درمیان ایک حصہ ہو کہ اُسکا قسط ایک کی طرف ہو اور دونوں مالک دار اُسکے مدعی ہوں تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں میں حصہ مشترک ہو گا اور صاحبین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کی طرف قسط ہو اُسی کی ڈگری ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر ایک دروازہ میں جدو داروں کی دیوار کے درمیان لگا ہو یا ہر جگہ لگا ہو اور دروازہ کا غلق ایک کی طرف ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غلق اور دروازہ کی دونوں میں برابر ڈگری ہوگی اور صاحبین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کی طرف غلق ہو اُسی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں طرف غلق ہو تو بالاجماع دونوں کی ڈگری ہوگی یہ قایہ البیان شرح طحاوی میں ہو۔ اگر ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہو پس کسی مدعی نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ دیوار میری ہو تو اُسکے تمام حصہ دیوار کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہو کچھ جذوع ایک شخص کے گھر کی طرف نکلے ہوئے ہیں تو گھر والے کو اسپر

فتاویٰ ہندیہ کتاب المدعوئی باب ہم دیوار کا مدعوئی

ہیجا نہ بنائیکا اختیار بدون مالک حاکم رضامندی کے نہیں ہو اور اگر اپنے عمارت بنانا ممکن ہو تو مالک دار کو اس کا قطع کرنا بھی جائز نہیں ہو اور اگر ممکن نہ ہو مثلاً جہد صغریا ایک ہی جہد ہو تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر اس کا کٹ ڈالنا باقی جہد کو کم کر دے تو قطع نہیں کر سکتا اور اگر زمین ہو تو مالک سے اس کے قطع کر لینے کا مطالبہ کرے اور اگر صاحبان نے ان شہیتوں کے کٹنا سے پہلے کوئی چیز معلق کرنی چاہی تو اس کو اختیار نہیں ہو یہ محیط خشی میں ہے۔ ایک دیوار دو شخصوں کے درمیان ہو کہ ہر ایک کا اسپر چھو بوجھ ہو مگر ایک کا بوجھ ثقیل ہو تو دیوار کی عمارت دونوں میں مسلوں ہوگی اور اگر ایک کا اسپر بوجھ ہو اور دوسرے کا نہیں ہو حالانکہ دیوار دونوں میں مشترک ہو تو فقہ ابو اللیث نے فرمایا کہ دوسرے کے مثل یہ بھی اسپر بوجھ رکھ سکتا ہے بشرطیکہ دیوار اس کی متحمل ہو جائے آیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے اصحاب نے کتاب الصلح میں فرمایا کہ اگر ایک کے جہد زائد ہوں تو دوسرا بھی ان کے برابر بڑھا سکتا ہے بشرطیکہ دیوار متحمل ہو اور اس میں قیوم و جدید کا کچھ ذکر نہیں کیا ہے لہذا فی الخلافہ۔ اگر دونوں کی اسپر لکڑی نہ ہو پھر ایک نے رکھنی چاہی تو رکھ سکتا ہے اور دوسرا اس کو منع نہیں کر سکتا ہوا اس سے کہا جائیگا کہ اگر ترجیح چاہے تو بھی اسی طرح رکھ لے یہ قبول عادیہ میں ہے۔ اگر دیوار پر ایک کے جہد ہوں دوسرے کے ہوں مگر اس نے رکھنے چاہے اور دیوار دونوں کے جہد کی متحمل ہو سکتی ہو اور دونوں اس بات کے مقر ہیں کہ دیوار ہم دونوں میں مشترک ہو تو جہد والے سے کہا جائیگا کہ تو اسپر سے جہد دور کر دے کہ تم دونوں برابر ہو جائو یا اس قدر کم کر دے کہ دوسرے کو رکھنا ممکن ہو کہ دیوار اٹھا سکے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک دیوار دو شخصوں مشترک ہو اسپر ایک کی عمارت ہو اسے چاہا کہ اپنے جہد کی جگہ بدلے پس اگر بائیں سے دائیں یا دائیں سے بائیں بدلی چاہی تو یہ اختیار نہیں ہو اور اگر جہد نیچے کرنے چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر اونچے کرنے چاہے تو نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ تافہیحان میں ہر ایک دیوار دونوں میں مشترک ہو تو دونوں کے جہد سے اسپر پڑنے جہد والے کو اختیار ہے کہ دوسرے کے جہد کے برابر اونچے کر لے بشرطیکہ دیوار کو ضرر نہ ہو اور اگر ایک نے اپنے جہد اٹھا ڈالنے چاہے تو کر سکتا ہے بشرطیکہ دیوار کو ضرر نہ ہو یہ فصول عادیہ میں دیوار اگر ایک کے جہد اونچے اور دوسرے کے نیچے رکھے ہیں پس سنے چاہا کہ دیوار میں نصب کرے تاکہ اس سے لکڑی اتر آوے تو بعض نے کہا کہ ایسا نہیں کر سکتا ہے اور ابو عبد اللہ حرجہ جانی فتویٰ دیتے تھے کہ کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر دیوار کو ضرر ہوئی ہو تو نہیں کر سکتا ہے ورنہ کر سکتا ہے یہ محیط خشی میں ہے ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہو ایک نے چاہا کہ کچھ عمارت بڑھائے تو نہیں بڑھا سکتا ہے خواہ شریک کو ضرر نہ ہو بلکہ اگر شریک اجازت دے تو ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ تافہیحان میں ہے۔ ابوالقاسم نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک تھی اس کا ایک کو ناگہاں اور کھلا کہ یہ دیوار دو طاہرین مشترک ہے پس ایک نے اپنی دیوار اس زعم پر دور کرنی چاہی کیا ہی ہم دونوں میں پردہ کے واسطے کافی ہو اور دوسرے نے زعم کیا کہ اگر ایک ہی نہ باقی رہی تو وہ ہلکے منہم ہو جائیگی پس اگر اس امر کے ظاہر ہونے کے پہلے کہ یہ دیوار دوسری تھی ان دونوں کوئی اقرار کیا تھا کہ یہ دیوار ہم دونوں میں مشترک ہو تو دونوں دیوار میں مشترک ہوں گی کسی ایک کو بدون دوسرے کی اجازت اس میں کوئی دخل کرنا اختیار نہ ہوگا اور اگر یہ اقرار کیا کہ ہر ایک اپنی اپنی دیوار کا مالک ہو تو ہر ایک کو اپنی دیوار میں اختیار ہو جو چاہے کرے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے دو شخصوں کی درمیانی دیوار مشترک ہے پس ایک نے اس کی اصلاح کرنی چاہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو چاہیے کہ اس سے کہہ دے کہ میں فلاں وقت دیوار اٹھاؤں گا تو اپنے بار کو ستون پر روک لے اور اس امر پر گواہ کر لے پس اگر اسے ایسا کیا تو ضرر نہ یہ شخص دیوار کو اٹھا دے اگر اس کا بار گھاویگا تو یہ ضامن نہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے۔ امام ابوالقاسم سے منقول ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہو ایک کا اسپر بار ہو دوسرے کا کچھ نہیں ہو پس

بجی تہتر  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰







تصرف سے منع کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہوتا ہے نہ بنا ہوا ہے کہ اگر ایک نے شہ کے دیوار کو توڑنا چاہا اور دوسرے نے روکا پس اس نے  
 کہا کہ جو کچھ تیرے ہتھ میں ہے منہم ہو جائیگا میں اسکا منہم ہوں پس عداوت کرنی پھر شریک کی اجازت سے دیوار توڑی تو مضمون  
 کو نشانہ کی منہم کی کہ نہ دنیا پر نیکی پناہ اگر کہ جبرئیل تلف ہو میں اسکا منہم ہوا تو نہیں دینا پڑتا ہے یہ فتاویٰ صفر سے  
 میں زد و خصلوں کی مشترک دیوار منہم ہو گئی اور ایک غائب ہے دوسرے نے اپنی ملک میں لکڑی کی دیوار بنائی اور  
 دیوار کی جگہ چھوڑ دی پھر غائب آیا اور بجائے دیوار قدیم دیوار بنائی چاہی اور دوسرے نے اسکو منع کیا تو فقہ ابو یوسف نے  
 فرمایا کہ اگر اس نے موضع دیوار کی متصل طرف بنائی چاہی تو جائز ہے اور اگر یہ قصد کیا کہ دیوار کی نیو کا میدان اپنی طرف کر  
 تو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر یہ قصد کیا کہ جیسی دیوار پہلے تھی ویسی بنائے یا اس سے باریک کہ دونوں طرف کچھ برابر  
 چھوڑے تو اسکو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ دو شخصوں کے دو باغ اگود کے بیچ کی دیوار منہم ہو گئی پس ایک  
 نے اسکو بانٹنا قصد کیا مگر جب وہ دوسرے نے انکار کیا تو اس نے سلطان سے اسناد وکی پس سلطان نے ایک معمار کو  
 برضا مستعدی یہ حکم کیا کہ دیوار کو دونوں سے مزدوری لیکر بنائے اس نے بنائی تو دونوں سے مزدوری لے سکتا ہے یہ فصول  
 عادیہ میں ہے کتاب الاصل میں ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہو ایک نے دیوار کو توڑنا چاہا اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر  
 دیوار کے حال سے گرنے کا خوف نہ ہو تو اسے چہرہ نہ کیا جائیگا اور اگر گرنے کا خوف ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ چھوڑ  
 کیا جائیگا۔ اگر دونوں نے گرا دی اور ایک نے بنائی چاہی اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر یہ عداوت کی چوڑی ہو کہ بعد تقسیم کے وہ  
 اپنے حصہ میں دیوار بنائے تو شریک پر جہر نہ کیا جائیگا اور اگر نہ بنا سکے تو جہر نہ کیا جائیگا ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے  
 اور اسی پر فتویٰ ہے اور جہر سے بیان یہ معنی مراد ہیں کہ اگر شریک بنانے میں اتفاق نہ کرے تو شریک اس کو بنائے اور جو کچھ خرچ  
 پڑے اسکا اوصاف شریک سے لے لے یہ خلاصہ میں ہے اگر مشترک دیوار کو دونوں نے گرایا پھر ایک نے اپنے خرچ سے اسکو بنوایا  
 اور دوسرے نے اسکو خرچ نہ دیا اور کہا کہ میں اس دیوار پر اپنا بار نہ رکھوں گا تو بنوانے والا اس سے اوصاف خرچ لے لیا اگرچہ  
 وہ اپنا بار نہ رکھے یہ فتاویٰ صفری میں ہے اگر دیوار گرنے کا خوف ہو اور ایک نے گرا دی تو شریک پر بنانے کا جہر نہ کیا جائیگا اور  
 اگر دیوار درست ہو پھر ایک نے شریک کی اجازت سے اسکو گرایا تو بلا شک بنانے والا بنانے پر مجبور کیا جائیگا اگر دوسرا  
 بناؤ کا قصد کرنا ہو جیسا دونوں کے گرا دینے کی صورت میں تھا۔ اور اگر بلا اجازت شریک کے گرایا پس اگر مٹی کی کوئی قیمت  
 نہ ہو اور زمین کی قیمت دیوار بنانے سے نہ بڑھتی ہو تو شریک کے حصہ دیوار کی قیمت کا جس قدر ہو ضامن ہو گا اور اگر مٹی کی  
 قیمت ہو تو حصہ شریک سے مٹی کی قیمت رفع کر لیا اس صورت میں کہ وہ اختیار کرے کہ مٹی اسکے پاس چھوڑ دے اور  
 اسکی قیمت کی ضمان لے تو اس وقت میں بقدر حصہ قیمت خاک کی رفع نہ کرے گا اور اگر زمین کی قیمت بناؤ کا نقطہ سے نہ آئے  
 ہو جاتی ہو تو زمین دیوار سے بناؤ کے اندازہ کی جاوگی پھر اس سے بقدر زمین کے بدون بناؤ کے رفع کی جاوگی پس حصہ  
 شریک میں باقی بناؤ کا ضامن ہو گا کذا فی الاصل حصہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہو ہر ایک کے امیر یا زمین وہ دیوار  
 پس ایک نے اسکو اٹھایا اور اپنے مال سے بنوایا اور دوسرے کو موافق بیان سابق کے بار رکھنے سے منع کیا تو فقہ ابو یوسف نے  
 اسکاٹ لے فرمایا کہ دیکھا جائیگا اگر عرض موضع دیوار ایسا ہو کہ بعد تقسیم کے ہر ایک کے حصہ میں اس قدر آتا ہے کہ اپنی  
 دیوار بنا کر امیر یا اس طرح رکھ لے جیسا کہ قدیم میں تھا تو بنانے والا متبرع ہو گا دوسرے کو بار رکھنے سے ممانعت نہیں  
 کر سکتا ہے اور اگر تقسیم سے اس قدر زمین ہو چکا ہو تو اسکو منع کرنے کا اختیار ہو چکا کہ شریک اسکو نصف خرچہ ادا

لے وہ شریک کے  
 واسطے تاوان ہو جائیگا

نکسے اور شیخ امام ابو بکر محمد بن افضل نے فرمایا کہ اگر حکم قاضی بنایا ہو تو نصف خرچہ لیگا ورنہ نصف قیمت عمارت لے لیگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہر شرط و انوال میں ہے کہ ابوبکر نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ایک کا بیسٹ افضل ہے اور دوسرے کا ایک یا دو گز اعلیٰ ہے پس اگر دیوار کے نیچے والے نے نیچے والے سے کہا کہ میرے واسطے میرے بیسٹ کی دیوار پھر میرا بیسٹ سب بنائے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو گا کہ دونوں ملکر نیچے سے اوپر تک بناوین فقہ ابو الیث نے فرمایا کہ اگر ایک کا بیسٹ بقدر چار گز یا اس کے مثل کہ جسے میں دوسرا بیسٹ بن سکتا ہے چاہے تو اسکی اصلاح صاحب سفل پر ہو یا نہ ہو کہ دوسرے بیسٹ کی جگہ پر پہنچ جائے کیونکہ وہ بمنزلہ دو دیوار کے نیچے اوپر سے ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں پر ہو اور ہو، قول ابو القاسم کا ہے پھر اس سے رجوع کیا اور کہا کہ وہاں تک بنائے جہاں تک اسکی ملک اس پر ہے پھر آئیہ دونوں مشترک ہوں یہ فصول عادیہ میں ہے نیچے والے نے اگر اپنا اسفل مکان گرا دینا چاہا تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اگرچہ سفل خاص اسکی ملک ہو حتیٰ کہ اگر فروخت کرے تو تمام زمین اسکا ہو کذا فی المحیط۔ بالا خانہ ایک شخص کا ہے اور نیچے کا مکان دوسرے کا تو نیچے والے کو اختیار نہیں ہو کہ بدون بالا خانہ والے کی رضامندی کے اس میں کوئی بیخ کاڑے یا روشندان بنائے اور یہ امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب تک بالا خانہ والے کو ضرر نہ ہو تب تک کر سکتا ہے یہاں تک کہ بالا خانہ ایک شخص کا اور سفل دوسرے کا تو امام اعظم نے فرمایا کہ بالا خانہ والے کو اختیار نہیں ہو کہ بدون رضامندی صاحب سفل کے کسی کوئی عمارت بنائے یا بیخ کاڑے اور مختار فتوے کے واسطے یہ ہے کہ اگر نیچے والے کو ضرر ہو چنانچہ یقینی ہو تو ممانعت کی جائیگی اور اگر مشتبہ ہو تو ممانعت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے سفل اور علو دونوں گر پڑے تو صاحب سفل پر بنانے کا جبر نہ کیا جائیگا اور بالا خانہ والے کو سفل بنانے کا اختیار ہے اور صاحب سفل کو اس میں رہنے سے روک نہ جیتے کہ وہاں قیمت نہ ہے اور جب قیمت دیدی تو عمارت کا مالک ہے اور طحاوی سے روایت ہے کہ جب تک خرچہ نہ دے اور بعضی متاخرین استسنا فرمایا کہ اگر حکم قاضی بنایا ہو تو خرچہ لے سکتا ہے اور اگر بغیر حکم قاضی بنایا ہو تو عمارت کی قیمت لے سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط ہر کسی میں ہے پھر جب بالا خانہ والے کو اختیار ہو کہ قیمت عمارت نہ دینے تک سفل اے کو نیچے رہنے سے منع کر سکتا ہے جیسا کہ ظاہر الروایت میں ہے پس اگر سفل والے نے قیمت دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور اگر صاحب سفل نے خود ہی گرا دیا تو بنانے پر مجبور کیا جائیگا بخلاف اسکے کہ اگر کسی نے گرا دیا تو وہ بنانے پر مجبور نہ کیا جائیگا بلکہ سفل و علو کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر علو و سفل والوں نے جذع سفل محرومی و دیواری و طین و ازج میں خلاف کیا تو یہ سب صاحب سفل کو ملے گی اور صاحب علو کو اس پر چلنے اور طور رکھنے کا اختیار ہے اور اگر چھت چھت کی بالائی دیوار میں جھگڑا کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ دیوار صاحب سفل کو ملے گی اور بعض نے کہا کہ صاحب سفل کے نام دیواری کی ڈگری نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر سفل میں کوئی روشندان ہو اور بالا خانہ والے کا اسپر راستہ ہو پس دونوں نے روشندان میں جھگڑا کیا تو روشندان نیچے والے کا اور اوپر والا اسپر سے گزر سکتا ہے یہ محیط میں ہے میں ہر تین شخص میں ایک کا سفل دوسرے کا علو تیسرے کا علو پر علو ہے پھر سب گر گیا پھر ہر ایک کے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ علو میرا اور سفل تیرا ہے پس اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو اسکے گواہوں پر ڈگری کی دعویٰ جائیگی اور اگر دو شخصوں کے پاس ہوں تو دونوں کی ڈگری ہوگی اور علو حصہ زمین کے دونوں پر برابر تقسیم ہوگا اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو ہر ایک دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھائے پھر کیفیت قسم میں اختلاف ہے صاحب کتاب نوحطان نے فرمایا کہ ہر ایک یوں قسم کھائے کہ قسم

ملک و سفل و بیسٹ کا  
حکم و جبر



اس اللہ پاک کی جیکے سوا ہے کوئی معبود نہیں ہو کہ مجھ پر اس محل کا چنانا نہ کیجے بلکہ پرہیز و استعانتا مہم واجب، یمن ہو اور دوسرے صاحب خفیہ نے سوا صاحب کتاب بھٹان کے بنایا کہ یون قسم لی جائے کہ قسم اُس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہو کہ یزمن میری ملک نہیں ہو اور نہ مجھ پر اس کی نمارت واجب ہو صدر رشید نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہو اور صحیح میرے نزدیک وہ ہو جو امام خمینی نے ذکر کیا کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر یون قسم لی جائے کہ اللہ اس شخص کا میرے جانب پر حق نہیں ہو کہ اگر میرا سفل بنا ہو تو اس پر اپنا ملوثی ہے ہر چہ سب نے قسم کھائی تو ہر ایک کا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے کہ سفل کو بنائے تو بنائے چھوڑا میرے تو عبدی کرتا ہو یعنی علم و دینا تا اور دوسرے کو استعانت سے منع کرتا جب تک تیرا خرچہ ادا نہ کرے ورنہ چھوڑے یہ فصول عادیہ میں ہو۔

## گیا رصوان باب

طی اعموم زید نے عمر پر حرم و رکا دعوتی کیا اور عمر بیتی راستہ کا رقبہ مہو کی دار میں ہو تو صاحب دار کا قول لیا جائیگا اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں اس دار میں ہو کر گزرتا تھا تو اس سے کوئی استحقاق ثابت نہ ہو گا کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید کا اس دار میں راستہ ہو تو گواہی جائز ہو اگرچہ راستہ کو محدود نہ کیا ہو اور قسمل لائے ملوئی نے فرمایا کہ بعض روایات میں ذکر ہے کہ جب تک گواہ نہ بیان کریں کہ راستہ مقدم دار میں ہو یا مؤخر میں اور طول راستہ کا عرض ذکر نہ کریں گواہی مقبول نہ ہوگی اور فرمایا کہ یہی صحیح ہو اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہو کہ گواہی مقبول ہوگی اگرچہ راستہ کو محدود نہ کریں یا اس قرار کی گواہی دی ہو اور قسمل لائے ملوئی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اگرچہ موضع طریق انکی مقدار ذکر نہ کریں کیونکہ جہالت مانع قبول شہادت اسی صورت میں ہو کہ حکم تضابطا سے مستفرد ہو اور اس مقام پر بتقدیر زمین ہو کہ گواہی دروازہ کا چوران اس راستہ کی مقدار پہلے سے میں حکم پر کذا فی فتاویٰ قاضی خان و صحیح یہ ہے کہ گواہی ہر حال میں مقبول ہے یہ خطا میں ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسکا باب مر گیا اور بہ راستہ اسکے واسطے میراث چھوڑا ہو گواہی جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اگر کسی شخص کے دار کا دروازہ کسی زقاق کی دیوار میں مفتوح ہو اور اہل زقاق متکرم ہوئے کہ ہلکے زقاق میں اسکو گزرنے کا حق حاصل نہیں ہو تو ان کو مانعت کا اختیار ہو لیکن اگر مدعی کے گواہ قائم ہوں کہ مدعی کا راستہ زقاق میں ہو کر ثابت ہو تو نہیں منع کر سکتے ہیں یہ محیط میں ہو اگر ایک پر نالہ کسی شخص کے دار کی طرف نصب ہو اور دونوں میں اختلاف ہو کہ پانی جاری کرنے کا حق حاصل پر یا نہیں پس اگر حالت ایسی ہو کہ پانی جاری نہیں ہو اور احکام کیا تو پانی بہانے کا حق بدون گواہوں کے قائم کرنے کے حاصل نہ ہو گا کذا فی محیط الشہری اور دار والے کو بھی پر نالہ توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی الجیلد۔ اور قضیہ ابو الیث نے نفل کیا کہ مشائخ نے استحسان کیا ہو کہ پر نالہ اگر قدیمی ہو اور بھٹ کا رخ بھی مدعا علیہ کے دار کی طرف ہو اور معلوم ہو کہ یہ جھکاؤ بھٹ کا بھی قدیمی ہو یا نہیں ہو تو اسکو پانی بہانے کا حق دیا جائیگا اور اگر پانی بہنے کی حالت میں اختلاف کیا تو بعض مشائخ نے کہا کہ پر نالہ والے کا قول مقبول ہو گا اور پانی جاری کرنے کا استحقاق حاصل ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ مستحق نہ ہو گا اور اگر پانی بہانے کے استحقاق پر گواہ قائم کیے اور انہوں نے بیان کیا کہ یہ بیٹھ کے پانی بہنے کا پر نالہ تو بیٹھ کے پانی کے واسطے قرار دیا جائیگا اور غسل وضو کا پانی اس سے نہیں بہا سکتا ہو اور اگر وضو غسل کے پانی کا سطح میں کیا تو وہی واسطے ہو گا بیٹھ کا پانی نہیں بہا سکتا ہو اور اگر قطع پانی بہانے کے حق کی گواہی ہو تو تحصیل بیان کی تیسری اور چہ

این کتاب  
میں ہے  
کتاب الہدیٰ

میں کہ منیجہ کے پانی کے واسطے جو یا غسل کے پانی کے واسطے جو صاحب دار کا قول قسم سے معتبر ہو گا اور بعض مشنخ نے فرمایا کہ ابھی گواہی میل کے بارہ میں مقبول نہ ہوگی اور راسمہ کے باب میں مقبول ہوگی یہ محیط شخصی میں ہے اور اگر مدعی کے پاس ہلا گواہ نہ ہوں تو صاحب دار سے قسم لیجاو گی اگر اس نے نکول کیا تو نکول پر ڈگری بحق مدعی ہو جائیگی کذا فی الحادی نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے پانی کا بھری اسکی بستان میں سے ہے اور خصوصت کے روز اس میں سے پانی جاری نہیں ہے پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ بسکے بستان سے ہو کر کل کے روز پانی جاری تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ ایسی گواہی جائز رکھتے تھے لہذا امام ابو حنیفہؒ نہیں جائز رکھتے تھے تا وقتیکہ ملک و حق کی گواہی نہ دین اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے اور اگر گواہوں نے مدعا علیہ کے ایسے اقرار کی گواہی دی تو بالاتفاق جائز ہے کذا فی محیط۔ زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو کے نہر پر کل میرا تعلق رکھا تھا سیل آئی اور اسکو اٹھا کر پھینکا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر گواہوں نے ایسی گواہی دی تو عادیہ تاق کا حکم دوں گا چسار کھا تھا پھر اگر اس نے پانی بہانے کا قصد کیا اور نہروالے نے اسکو منع کیا اور انکار کیا کہ اسکو پانی بہانے کا حق حاصل نہیں ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ منع کر سکتا ہے تا وقتیکہ گواہ گواہی نہ دین کہ زید کو یہ حق حاصل ہے پھر امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ منافعت میں کیا کر سکتا ہے کہ صاحب نہر کو اس میں پانی بہانے کے واسطے چاہے تو مزدور مقرر کرے اور یہ جائز ہے یہ ظہیر میں ہے۔ ایک نہر زید کی زمین میں ہے کہ اس سے پانی جاری ہے اس میں اختلاف کیا تو پانی والے کا قول مقبول ہو گا لیکن اگر ملک زمین گواہ لاوے کہ نہر میری ملک ہے تو اسکی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر وقت خصوصت کے پانی جاری نہ ہو لیکن معلوم ہو کہ اس نہر سے اس شخص کی زمین میں پانی جاری تھا تو پانی والے کا قول مقبول ہو گا اور اسکی ڈگری ہوگی لیکن اگر زمین کا مالک گواہ دے کہ نہر میری ملک ہے تو نہیں اور اگر وقت خصوصت کے پانی اس شخص کی زمین کی طرف جاری نہ ہو اور نہ اسکا جاری ہونا اس سے پہلے معلوم ہو تو زمین کے مالک کی ڈگری ہوگی مگر اس صورت میں نہوگی کہ پانی والا گواہ لاوے کہ نہر میری ملک ہے یہ محیط میں ہے منتفی میں ہے کہ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک بڑی نہر چند گاونوں والوں کے شرب کے واسطے ہے کہ ان لوگوں کی تعداد گنتی کی نہیں ہے اس نہر کو چڑھاؤ کی طرف سے ایک قوم نے نیچے والوں سے روک لیا اور کہا کہ یہ ہماری ہے ہمارے قبضہ میں ہے اور نیچے والوں نے کہا کہ یہ سب ہماری ہے تمہارا اس میں کچھ حق نہیں ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر خصوصت کے روز وہ نہر نیچے والوں کی طرف جاتی تھی تو جیسے جاری تھی ویسے ہی اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور سب اس میں سے پیئیں جیسے پیئیں تھے اور چڑھاؤ والوں کو اس کے بند کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس روز پانی جاری نہ ہو مگر معلوم ہو کہ پہلے نیچے والوں کی طرف جاری تھا اسکو اوپر والوں نے روک دیا چو نیچے والوں نے گواہ دیے کہ نہر پہلے ہماری طرف جاری تھی پھر اوپر والوں نے روک دی تو اوپر والوں کو حکم ہو گا کہ روک دھکروں یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک گھر کو چھینر نافذ میں واقع ہے اس کو چھین میں ایک نہر ہے جس صاحب دار نے چاہا کہ اسکا پانی اپنے دار میں داخل کر کے اپنے بستان میں جاری کرے تو پڑوسی کوئی اسکو منع کر سکتے ہیں اور وہ بھی پڑوسیوں کو ایسی حرکت سے منع کر سکتا ہے اور جس نے پہلے جاری کر لیا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ قدیمی نہیں ہے تو اسکو بھی منع کر سکتے ہیں اور اگر یہ امر قدیمی ہو تو منع نہیں کر سکتے ہیں یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ ایک دار میں چند واریٹ شریک ہیں بعض نے اقرار کیا کہ غلام شخص کا اس میں راستہ یا پانی کی میل ہے تو وہ شخص مردہ نہیں کر سکتا اور نہ پانی بہانے کا حق ہے تا وقتیکہ سب منتفی نہ ہوں ولیکن دار تقسیم کیا جائے گا پس

۱۰  
جو مالک ملک کرے  
وہ مالک ملک کرے  
تا دار و درہ و درہ  
نقل و حرکت ہوگا

اگر تقسیم میں وہ راستہ وسیلہ قرار دے کہ جس میں پورا توہم نہ ہو، لکن نام میں لاسکتا ہو اور اگر غیر قرار دے کہ جس میں پورا توہم نہ ہو  
 قرار دے تو اس کے حصہ میں قیمت راہ چلنے وسیلہ بہانے کا شریک ہو گا اور مقرر کو اپنے حصہ میں سوا سے اس قیمت تک بابت کا طاعت  
 و حصہ ان دونوں میں مشترک ہو گا کیونکہ مقرر اس شخص کی واسطے حق مرد و تسیل کا قرار کیا ہو رقبہ وسیلہ و طریق کا قرار نہیں  
 کیا ہو اور اگر رقبہ کا قرار کرے تو مقرر کو بقدر دراع طریق کی شرکت ہوگی اور مقرر کو اپنے حصہ کے حساب سے گزرا پائے کے  
 لینے سوا سے اس راستہ کے گزرا پائے کے کہ اس قدر تناسک جائیگے اور یہ حکم واجب ہوگا کہ امام اعظم و امام ابو یوسف و امام شافعی  
 و امام مالک و امام محمد کے قوانین مقرر کو نصف طریق وسیلہ کی شرکت ہوگی اور مقرر کو اپنے حصہ کی تمام قیمت فی شرکت ہوگی  
 سواست قیمت نصف طریق وسیلہ کے جو اس نے دوسرے کے واسطے قرار کیا ہو جو عیسائی شری میں ہو اگر ایک شخص کا پانی کا راستہ  
 دوسرے کے دار میں ہو کر گزرے تو پھر جو اس نے کار یہ بنو پر نالہ بنانا چاہا تو بدوین بھٹا مندری صاحب دار کے نہیں بنا سکتا ہو  
 اور اگر پہلے پر نالہ تھا پھر اس کو کاہ بنانا چاہا پس اگر اس میں صاحب دار کو ضرر ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہو الا برضا مالک صاحب دار  
 اور اگر ضرر نہ ہو تو وہاں اور اگر دونوں صورتوں میں ضرر یکساں ہو تو کوئی نے ذکر کیا کہ کار یہ کو میزاب و میزاب بنانا کو کار یہ  
 بنانے سکتا ہو اور بعض متاخرین مشائخ نے کہا کہ امام محمد نے جو کتاب میں لکھا ہو اس صورت پر مھول ہو نہ جب  
 اس شخص کو صرف پانی بہانے کا حق حاصل ہو اور اگر وہ جگہ جس میں سے پانی بہتا ہو اسی کی ملک ہو تو اس کو اختیار ہو جیسی  
 چاہے ویسی بناوے قال فی کتاب میں اگر پر نالہ ہو امین ہو تو خدا تعالیٰ نہیں بنا سکتا ہو اور امین ضرر و عدم ضرر کی تفصیل جو  
 سابق میں ہو بیان نہیں فرمائی اور اگر یہ چاہا کہ اپنے پر نالہ سے لایا چاہا یا چھوڑا پر نالہ بناوے یا دوسری چھتہ کا پانی اس  
 پر نالہ سے بہاوے تو بدوین رضامندی مالک دار کے نہیں بنا سکتا ہو کذا فی المحیط اور اگر اہل دار نے چاہا کہ ایک پوٹا  
 بنائے اس کا پانی کا بہاؤ روک دین یا میزاب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دین یا اونچا یا نیچا کر دین تو نہیں کر سکتے ہیں  
 اور اگر دار والوں نے ایک چٹان بنا دی کہ پر نالہ اسی پر بہے تو ان کو اختیار ہو کذا فی البدائع اور اگر ایک شخص کا راستہ  
 دوسرے کے دار میں ہو پھر دار والوں نے چاہا کہ میدان صحن میں ایسی چیز بنا دیں کہ جس سے اس کا راستہ بند ہو جاوے  
 تو نہیں بنا سکتے ہیں اور لادم ہو کہ ساحت دار میں بقدر عرض باب و اب کے چھوڑ دین کذا فی الخلاصۃ متقی میں امام محمد سے  
 روایت ہو کہ ایک کاریز جاری ہو کہ اس سے بعض آب گزری شخص کے دار میں یا کسی شخص کی زمین میں کھودے گئے  
 ہیں کہ ان کو دیوار محیط ہو پھر کاریز دالے نے دعویٰ کیا کہ روے زمین آبار کی میری ہو اور مالک دار یا زمین نے اپنی ملک  
 ہونے کا دعویٰ کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ جو آبار دار میں ہوں ان کی زمین صاحب دار کی ہو اور جو زمین میں ہوں وہ  
 صاحب کاریز کی ہو بشرطیکہ اس کا قبضہ معلوم ہو اور اگر صاحب زمین نے اس میں کھیتی کر کے اس کو کارینا کرنا یا  
 تو وہ قبضہ قرار پائے گا کیونکہ زراعت سے اس کا قبضہ ثابت ہو گیا کذا فی الحادی ایک شخص کی خالصہ کاریز ہو اس پر ایک  
 قوم کے درخت لگے ہو ہیں اور کاریز دالے نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے ہٹا کے دوسری جگہ کھودے تو اس کو یہ  
 اختیار نہیں ہو اور اگر کاریز دالے نے کہا کہ یہ فروخت کیا تو درختوں کے مالک کو منع ہو کہ ہونچے گا یہ فضول عادیہ میں ہو  
 ہاں احوال باب دعویٰ دین کے بیان میں۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر بقیہ ہر ثاب کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہو  
 اگرچہ اس کو فی الحال باقی ہر کے مطالبہ کا اختیار نہ ہو اسی طرح جس شخص کا قرضہ عیادی ہو اگر اس نے ثابت کرنا چاہا تو  
 اختیار ہو اگرچہ فی الحال مطالبہ نہ کر سکتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک عورت نے دارٹ شوہر پر اپنے ہر مثل سے مالک کا

و اگر کسی شخص نے زمین میں پورا توہم نہ ہو لکن نام میں لاسکتا ہو اور اگر غیر قرار دے کہ جس میں پورا توہم نہ ہو قرار دے تو اس کے حصہ میں قیمت راہ چلنے وسیلہ بہانے کا شریک ہو گا اور مقرر کو اپنے حصہ میں سوا سے اس قیمت تک بابت کا طاعت و حصہ ان دونوں میں مشترک ہو گا کیونکہ مقرر اس شخص کی واسطے حق مرد و تسیل کا قرار کیا ہو رقبہ وسیلہ و طریق کا قرار نہیں کیا ہو اور اگر رقبہ کا قرار کرے تو مقرر کو بقدر دراع طریق کی شرکت ہوگی اور مقرر کو اپنے حصہ کے حساب سے گزرا پائے کے لینے سوا سے اس راستہ کے گزرا پائے کے کہ اس قدر تناسک جائیگے اور یہ حکم واجب ہوگا کہ امام اعظم و امام ابو یوسف و امام شافعی و امام مالک و امام محمد کے قوانین مقرر کو نصف طریق وسیلہ کی شرکت ہوگی اور مقرر کو اپنے حصہ کی تمام قیمت فی شرکت ہوگی سواست قیمت نصف طریق وسیلہ کے جو اس نے دوسرے کے واسطے قرار کیا ہو جو عیسائی شری میں ہو اگر ایک شخص کا پانی کا راستہ دوسرے کے دار میں ہو کر گزرے تو پھر جو اس نے کار یہ بنو پر نالہ بنانا چاہا تو بدوین بھٹا مندری صاحب دار کے نہیں بنا سکتا ہو اور اگر پہلے پر نالہ تھا پھر اس کو کاہ بنانا چاہا پس اگر اس میں صاحب دار کو ضرر ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہو الا برضا مالک صاحب دار اور اگر ضرر نہ ہو تو وہاں اور اگر دونوں صورتوں میں ضرر یکساں ہو تو کوئی نے ذکر کیا کہ کار یہ کو میزاب و میزاب بنانا کو کار یہ بنانے سکتا ہو اور بعض متاخرین مشائخ نے کہا کہ امام محمد نے جو کتاب میں لکھا ہو اس صورت پر مھول ہو نہ جب اس شخص کو صرف پانی بہانے کا حق حاصل ہو اور اگر وہ جگہ جس میں سے پانی بہتا ہو اسی کی ملک ہو تو اس کو اختیار ہو جیسی چاہے ویسی بناوے قال فی کتاب میں اگر پر نالہ ہو امین ہو تو خدا تعالیٰ نہیں بنا سکتا ہو اور امین ضرر و عدم ضرر کی تفصیل جو سابق میں ہو بیان نہیں فرمائی اور اگر یہ چاہا کہ اپنے پر نالہ سے لایا چاہا یا چھوڑا پر نالہ بناوے یا دوسری چھتہ کا پانی اس پر نالہ سے بہاوے تو بدوین رضامندی مالک دار کے نہیں بنا سکتا ہو کذا فی المحیط اور اگر اہل دار نے چاہا کہ ایک پوٹا بنائے اس کا پانی کا بہاؤ روک دین یا میزاب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دین یا اونچا یا نیچا کر دین تو نہیں کر سکتے ہیں اور اگر دار والوں نے ایک چٹان بنا دی کہ پر نالہ اسی پر بہے تو ان کو اختیار ہو کذا فی البدائع اور اگر ایک شخص کا راستہ دوسرے کے دار میں ہو پھر دار والوں نے چاہا کہ میدان صحن میں ایسی چیز بنا دیں کہ جس سے اس کا راستہ بند ہو جاوے تو نہیں بنا سکتے ہیں اور لادم ہو کہ ساحت دار میں بقدر عرض باب و اب کے چھوڑ دین کذا فی الخلاصۃ متقی میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک کاریز جاری ہو کہ اس سے بعض آب گزری شخص کے دار میں یا کسی شخص کی زمین میں کھودے گئے ہیں کہ ان کو دیوار محیط ہو پھر کاریز دالے نے دعویٰ کیا کہ روے زمین آبار کی میری ہو اور مالک دار یا زمین نے اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ جو آبار دار میں ہوں ان کی زمین صاحب دار کی ہو اور جو زمین میں ہوں وہ صاحب کاریز کی ہو بشرطیکہ اس کا قبضہ معلوم ہو اور اگر صاحب زمین نے اس میں کھیتی کر کے اس کو کارینا کرنا یا تو وہ قبضہ قرار پائے گا کیونکہ زراعت سے اس کا قبضہ ثابت ہو گیا کذا فی الحادی ایک شخص کی خالصہ کاریز ہو اس پر ایک قوم کے درخت لگے ہو ہیں اور کاریز دالے نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے ہٹا کے دوسری جگہ کھودے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہو اور اگر کاریز دالے نے کہا کہ یہ فروخت کیا تو درختوں کے مالک کو منع ہو کہ ہونچے گا یہ فضول عادیہ میں ہو ہاں احوال باب دعویٰ دین کے بیان میں۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر بقیہ ہر ثاب کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہو اگرچہ اس کو فی الحال باقی ہر کے مطالبہ کا اختیار نہ ہو اسی طرح جس شخص کا قرضہ عیادی ہو اگر اس نے ثابت کرنا چاہا تو اختیار ہو اگرچہ فی الحال مطالبہ نہ کر سکتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک عورت نے دارٹ شوہر پر اپنے ہر مثل سے مالک کا





نے فرمایا کہ ایک عادل کے پاس رکھو اور لکھا اور اگر قاضی قرضدار قرض کا اقرار کرتا ہو تو بالا جماع غائبوں کے سسے اس کے پاس سے نہ لے لیا اور یہ مختار میں ہو اور مال مشغول میں اگر منکر ہو تو لیکر عادل کے پاس رکھیں گا اور اگر مقرر ہو تو اسی کے پاس لے لے دینا اور جب غائب لوگ حاضر ہوں تو ان کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہوگی یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے کتاب الاقصیہ میں ہے زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے خالد پر ہزار درم ہیں اور خالد نے عمرو کو حکم دیا کہ میرے ہزار درم جو میرے پاس ودیعت ہیں وہ زید کو دیدے اور عمرو نے اس حکم سے انکار کیا پس مدعی نے ہزار درم ودیعت ہونے اور حکم دینے کے گواہ منائے اور مدعی نے مدعی کی ڈگری کر دی تو یہ حکم غائب یعنی خالد پر بھی جاری ہوگا اور عمرو کی طرف سے خصم قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اس پر چند قرضے ہیں اور اسے ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑا پس بیٹے نے کہا کہ یہ ہزار درم میرے باپ کے پاس زید کے ودیعت ہیں پھر دید آیا اسے دعویٰ کیا اور قرض خواہوں نے زید کی اس امر میں تصدیق کی کہ اسی کے ہیں یا تکذیب کی کہ میت کے ہیں یا تصدیق کی کہ میت کے ہیں یا تکذیب کی کہ میت کے ہیں یا تصدیق کی کہ میت کے ہیں تو قاضی یہ ہزار درم میت کی طرف سے قرض خواہوں کو ادا کر دینا اور مدعی ودیعت کے لیے قرار نہ دینا لیکن صورت اولیٰ میں قرض خواہوں نے جبکہ تصدیق کی ہے کہ یہ ہزار درم دیدے ہیں زید بعد از گری ہونے کے قرض خواہوں سے بسبب ان کے اقرار کے واپس لے لیا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بیٹے نے اقرار کیا اور ایسے ہی اگر انکار کیا اور کہا کہ یہ ہزار درم میرے باپ کے ہیں یا اقرار و انکار کچھ نہ کیا اور کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میں تو یہ صورت و صورت اول یکساں ہیں اور اگر مدعی ودیعت نے انکار کی صورت میں بیٹے سے قسم طلب کی تو اس قسم نہیں آتی ہے۔ اور جو کچھ ودیعت میں معلوم ہوا وہی مضاربت و بضاعت و امارہ و عاریت و دین میں ہے جبکہ میت کے پاس کوئی مال میں ہو اور وارثوں نے کسی امر کا انہیں سے اقرار کیا کذا فی شرح ادب القاضی الفصل۔ اگر میت پر قرض کا دعویٰ کیا در حالیکہ وارثان بالغ غائب ہیں اور نابالغ حاضر ہیں تو قاضی کو اختیار ہے کہ نابالغ کی طرف سے ایک دلیل مقرر کرے کہ جس پر دعویٰ دائر ہو پھر اگر دلیل پر کچھ ڈگری ہوئی تو سب وارثوں پر یہ حکم جاری ہوگا ایسا ہی رشید الدین نے ذکر کیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ قرض خواہ کو اگر بالغوں کے حصہ سے اپنا قرضہ وصول کرنیکی قدرت نہوئی تو نابالغ کے حصہ سے سب وصول کر لیتا پھر جب بالغ وارث حاضر ہوئے تو نابالغ اسے بقدر حصہ رسد کے واپس کر لے گا یہ فصول حامد میں ہے اور اگر وارث حاضر بالغ ہو اسے اپنے مورث پر قرضہ کا اقرار کر لیا پھر مدعی نے باوجود اقرار کے گواہ قائم کرنے چاہے تاکہ تمام حرم میں اس کا حق ثابت ہو جائے تو قاضی مقرر کرے کہ گواہوں کی سماعت کر لیا اور ڈگری کر دینا اور یہ حکم جو بمقابلہ وارث مقرر ہے وہاں سب وارثوں پر جاری ہوگا۔ اس طرح اگر وہی میت یا وکیل خصوصیت پر بعد اقرار کے گواہ قائم کرنے چاہے تو مدعی کے گواہوں کی سماعت ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا پس تمام وارثوں نے اقرار کر لیا پھر مدعی نے گواہ قائم کرنے چاہے تو مقبول ہوئے کیونکہ مدعی کو اپنا قرضہ نابالغ کو لے کر وارثوں وغیرہ وارثوں کے حق میں ضرورت ہے کہ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میت کا کوئی دوسرا قرض خواہ آیا اور اس کا حق مستحق ظاہر ہو گیا اور اس مدعی کا قرض جبکہ وارثوں نے اقرار کر دیا ہے دوسرے قرض خواہ کے حق میں ظاہر ہوگا اس باعث سے اس کی گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر سب وارثوں نے وصیت کا اقرار کیا و باوجود اقرار کے گواہ قائم کئے تو مقبول ہوئے یہ فصول حامد میں ہے ایک شخص دیکھو کہ وہ مدعی ہے کہ میں عمرو غائب کی طرف سے وکیل خصوصیت ہوں اس وکیل پر دعویٰ کیا کہ میرا عمرو اس قدر قرض ہے پھر مدعی نے کہا کہ اس کا اقرار کیا تو دید کا اقرار بھی نہیں ہو سکتا اگر مدعی نے منسوب کیا

کتاب دعا  
جلد دوم  
باب الدعوی  
صفحہ ۸۷۶  
ترجمہ فتاویٰ  
عالمگیری  
جلد دوم  
حصہ اول

اپنا قرضہ ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہوئے اور اس طرح اگر میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا بمقابلہ ایک مرد کے جس نے اقرار کیا کہ میں میت کا وصی ہوں تو بھی گواہان مدعی تا قبول ہوئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر وکیل حاضر ہو اور دعویٰ سے کیا کہ میں فلان بن فلان کی طرف سے دلیل اس واسطے مقرر ہوا ہوں کہ میں مدعا علیہ سے وہ قرضہ جو منوں کا اسپر ہو اور وہ مال عین جو اسکا اسکے پاس ودیعت پر وصول کروں اور مدعا علیہ نے اس سب کی تصدیق کی تو مدعا علیہ کو قرض کا مال دیرینے کا حکم ہوگا اور مال عین ودیعت دینے کا حکم دیا جائیگا اور اگر وصی نے حاضر ہو کر دعویٰ کیا کہ فلان بن فلان میت کا میں وصی ہوں اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ اس مدعا علیہ کے ذمہ جو اسکا قرض ہے اور جو مال عین ودیعت پر سب وصول کروں اور مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی تو مدعا علیہ کو دونوں چیزوں کے دیرینے کا حکم دیا جائیگا کذا فی مشرح ادب القاضی لخصاف۔ اور اگر اس نے قرضہ پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہوئے اور اس سے مال قرض نہیں لے سکتا ہے لیکن اگر قاضی کے نزدیک میت کے ترکہ میں قرض ثابت ہوا اور کسی نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ میت کا مجھے اس قدر قرض ہے تو اسکو بوالدین کو دیرینے کے واسطے حکم کر لیا اور عین میں ہے کہ اگر اس شخص نے جسپر میت کے ہزار درم ہیں بعض اس قرض ہزار درم کے جو میت پر آتا ہے ادا کر دینے کا حکم وصی کے جو میت کا ہے تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اس نے ادا کرنے کے وقت کہا کہ یہ ہزار درم ہیں وہ ادا کرتا ہوں جو میت کے مجھے چاہیے تھے بعض ان ہزار درم میں کے جو تیری میت پر آتے ہیں تو جائز ہے اور اگر یہ کہا کہ بلکہ میت کی طرف سے ادا کر دیے تو احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر وارثوں میں اطفال و بالغ ہوں پس بالغوں نے اپنے باپ پر قرض کا اقرار کر لیا تو قرض خواہ کو تا بالغوں پر قرض ثابت کرنے کے واسطے گواہ پیش کرنے چاہیے میں یہ وصول کا دیرینہ ہے ایک شخص نے وارث کی حاضری میں میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میت نے اس قرض کی مجلس سے وارث کے قبضہ میں اس قدر چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کر سکتا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے تو اس میں شک نہیں ہے کہ اس قدر اس امر کے واسطے کافی ہے کہ وارث کو حکم کیا جاوے کہ یہ مال حاضر کرے تاکہ موجودگی میں گواہ گواہی دیں کہ یہ میت کا مال ہے اور اگر ڈگری کرنے کے واسطے اسی قدر پر اکتفا کیا جاوے تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ گواہ لایا کہ میت پر قرضہ ہے اور ترکہ اس قدر ہے کہ ادا ہو سکتا ہے تو ضرور ہے کہ ترکہ کو بیان کرے اگر عقار ہے تو حدود بیان کرنا چاہیے اور اگر وارثوں کے اقرار کے گواہ لایا کہ ترکہ سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو بیان ترکہ کی حاجت نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ خصوصاً بلا بیان ترکہ مقبول ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر قرض خواہ میت نے دقائے ترکہ کے گواہ دیے اور ترکہ بیان کیا اور سہیغہ کیا پھر دوسرے قرض خواہ نے قرض کو ثابت کیا تو بلا خلاف اثبات ترکہ و وفاء کے لائق ہونے کے اثبات کی حاجت نہیں ہے اور اگر وارثوں نے دوسرے قرض خواہ کے قرض سے انکار کیا اور پہلے قرض خواہ نے اسکی تصدیق کی تو دوسرے پہلے کا شریک ہوگا کیونکہ اس نے خود شرکت کا اقرار کیا ہے یہ وجہ کر درخی میں ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا پھر ایک قوم قاضی کے پاس آئی اور کہا کہ فلان شخص مر گیا اور ہمارے اموال اسپر ہیں اور اس نے جو کچھ مال چھوڑا ہے اسپر وارثوں نے قبضہ کیا اور وہ لوگ اسکو متفرق و تلف کیے ڈالتے ہیں احقاقی سے درخواست کی کہ ترکہ بھی بٹنے سے موقوف رکھا جائے تاکہ ہم اپنے حقوق قاضی کے سامنے ثابت کریں تو قاضی پر واجب نہیں ہے کہ وارثوں کے مقبوضہ سے قرض کرے پس اگر قوم نے کہا کہ ہمارے گواہ حاضر ہیں اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں پیش کریں گے اور وارث کی ذات سے اسراں بچا اور تلف کرنے کا خوف ہو یا یہ مشور ہے کہ فلان شخص مر گیا اور اس کے

قضاء اسکا ہے  
میت کا قرضہ ہے  
جائز ہے کہ میت کے  
میت کے قرضہ میں  
میت کے قرضہ میں  
میت کے قرضہ میں

قرضخواہ بہت ہیں یا قاضی کو مدعی لوگ صلح اور نیک صحبت معلوم ہوے یا اسکے دل میں آیا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور وارث کی ذات سے خوف اسراف و اتلاف ہو تو غصائاً کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ چند روز ترکہ متوقف رکھا جاوے۔ سب طرح اگر کسی میت کی طرف سے اپنے حق میں کسی قدر وصیت کرنے کا دعویٰ کیا اور یہ صورت پیدا ہوئی تو اسکی بھی یہی راہ نکل سکتی ہے۔ کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ اگر تین آدمیوں کا مشترک قرض کسی پر ہو پھر وہ شخص غائب ہو گئے اور تیسرا حاضر رہا اُسے اپنا حصہ قرضدار سے طلب کیا تو قرضدار دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اگر یہ عمر کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ میرا باپ غلام مر گیا اور کوئی وارث میرے سوا ہے نہین چھوڑا اور اسکا اس عمر پر اس قدر مال ہو تو قاضی مدعا علیہ سے اسکو دریافت کر لیا پس اگر اُس نے سب دعویٰ کا اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہے اور حکم کیا جائیگا کہ یہ مال دین میں اسکے سپرد کرے اور اگر اُس نے انکار کیا پس اگر مرنے والا قائم کیے تو مقبول ہو گئے اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ سب دین دین اسکے سپرد کرے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اُس نے اپنے دعویٰ پر مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو ضمانت لے کر کیا کہ بعض اصحاب سے روایت ہے کہ قسم نہ لی جائیگی اور ایک قول یہ بھی روایت ہے کہ لی جائیگی یہ محیط میں ہے۔ رب الدین نے اگر گواہ پیش کیے کہ دارثون نے ترکہ میں سے ایک غلام فروخت کیا حالانکہ ترکہ قرض میں دبا ہوا ہے پس دارثون نے اس امر کے گواہ دیے کہ ہمارے باپ نے اپنی زندگی میں یہ غلام فروخت کر کے ثمن لیا ہے تو رب الدین کے گواہ اولیٰ ہیں یہ ضمانت لفتین میں ہے۔ ترکہ اگر قرض میں ڈوبا ہوا ہو اور کسی دوسرے قرضخواہ نے اگر گواہ ہوں سے اپنا قرض ثابت کیا تو اُس کے گواہ وارث پر مقبول ہونگے نہ دوسرے قرضخواہ پر و لیکن وارث سے قسم نہ لی جائیگی ایسا ہی تمام کتب میں مذکور ہے اور کسی کتاب میں نہیں مذکور ہے کہ وارث کا اقرار اپنے حق میں صحیح ہے یا نہیں ہے تاکہ اگر میت کا کوئی وارث مال ظاہر ہو تو اس وارث مقرر کے حصہ سے یہ قرض وصول کیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ صحیح ہو و لیکن اقرار غیبی کے واسطے قسم نہ لی جائیگی کہ یہ فائدہ محض موبہم ہے یہ محیط میں ہے فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ہے کہ ترکہ اگر غیر مستغرق ہو اور قرضخواہ نے کسی ایک وارث پر اپنا قرض ثابت کیا تو حاضر اپنے حصہ کو فروخت کرے اور جب قدر قرض اُس کے حصہ رسد پڑے اسکو ادا کر دے اور دوسروں کے حصے فروخت کر نیکادہ والی نہیں ہے تاکہ قرض پورا ادا کر دے اور اگر ترکہ قرض میں ڈوبا ہوا ہو تو بدون رضامندی قرضخواہ ہوں کے اسکو فروخت نہیں کر سکتا ہے یہ فصول عادیہ میں ہے۔ اگر ترکہ تین ہزار ہے اور قرض ایک ہزار ہو اور ترکہ تین بیٹوں میں تقسیم ہو گیا تو قرضخواہ ہر ایک بیٹے سے تثنائی ہزار لے لیگا بشرطیکہ سب پر قاضی کے حضور میں قابو پالیا اور اگر کسی ایک شخص پر قابو پایا تو اس سے سب جو اُس کے ہاتھ میں ہے لے لیگا نیز اگر تین بیٹوں میں ہے۔ دارثون کو قرض ادا کر کے ترکہ چھوڑا لینے کا اختیار ہے اور ایسے ہی ایک کو بھی اگر باقی انکار کریں اور اگر ب نے ترکہ چھوڑا نہ اور قرض ادا کرنے سے انکار کیا تو مجبور نہ کیے جائینگے و لیکن قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کر لیا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر میت کے ایک وارث پر دارثون میں سے دعویٰ کر کے قرض ثابت کیا اور ترکہ کسی اجنبی کے قبضہ میں ہے تو مدعا علیہ کو اجنبی سے ترکہ طلب کرنے کا اختیار ہے کذا فی القنیہ۔ ایک شخص ایک شہر میں مر گیا وہیں ایک اجنبی کے پاس اُسکا مال در ترکہ ہوا اور اسکے وارث دوسرے شہر میں ہیں پس ایک قوم نے اُس پر اپنے حقوق و اموال کا دعویٰ کیا پس اگر وہ شہر جہاں وارث ہیں اس شہر سے منقطع ہو لینے غالب آمد و رفت منقطع ہو تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کر لیا کہ اُسکی حاضری میں وہ لوگ اپنے حقوق ثابت کرینگے اور اگر اقطاع نہ ہو تو قاضی

ہیں حق دار  
حق میں سے  
میں ۱۱  
رب الدین ہیں  
قرضخواہ جسکو  
میں حاجت ہے  
میں ۱۲

اُسکا وصی مقرر نہ کر گیا بلکہ مدعیوں کے گواہوں کی سماعت کر کے جو کچھ امور اُسکے نزدیک ثابت ہو گئے وہ اُس شہر کے قاضی کو  
 لکھ گیا جس میں وارث موجود ہیں تاکہ وہ حکم کرے پھر وہ قاضی اس قاضی کا ت کو تحریر کر گیا تاکہ ترکہ سے قرضہ مدعیوں کے  
 سپرد کر دے لہذا فی السراجہ اگر میت نے کوئی وصی نہیں مقرر کیا اور اُسکے وارث نابالغ ہیں ایسا کوئی نہیں جو قیام امور  
 و حجت کے لائق ہو تو قاضی اسکی طرف سے ایک وصی مقرر کر گیا کہ ان نابالغوں کے کام میں درستی کرے پس اگر قرضہ وارثوں  
 نے اس وصی کی حاضری میں اپنے حقوق ثابت کیے اور درخواست کی کہ اسکو حکم دیا جاوے کہ میت کے مال سے ہلکے  
 حقوق ادا کرے تو قاضی کو چاہیے کہ ہر ایک سے قرض ادا کرنے سے پہلے قسم لے کہ واثقین نے اس مال سے جو  
 میرا فلاں کی طرف ثابت ہو ا کچھ وصول نہیں کیا اور نہ مجھے اُسکی طرف سے کسی نے ادا کیا اور نہ میرے حکم سے کسی نے  
 وصول کیا اور نہ میں نے اس مال سے بری کیا اور نہ اس میں سے کچھ مال سے بری کیا اور نہ مجھے یہ مال یا اس میں کچھ کسی پر  
 آئرا یا اور نہ میں نے فلاں میت سے اس مال یا اس میں سے کچھ مال کے عوض کچھ لینا یا اگرچہ وصی اس قسم کی درخواست نہ کرے  
 پس وہ جب قسم کھا جائے تو اُسکو اُسکا قرض دینے کا حکم کرے اور اگر نکول کرے تو اُسکو کچھ دینے کا حکم کرے اسی طرح اگر کوئی  
 مر گیا اور کوئی وصی نہیں مقرر کیا اور نہ کوئی وارث چھوڑا اور اُسپر ایک قوم نے اموال و حقوق کا دعویٰ کیا تو قاضی اُسکی طرف سے  
 وصی مقرر کر گیا اور مدعیوں کے گواہوں کی سماعت کر کے اگر حق ثابت ہوا تو دینے سے پہلے اسی طور سے جو مذکور ہوا قسم لیا گیا  
 لہذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ ایک شخص نے برہان پیش کی کہ میرا میت پر اس قدر مال ہے تو اُس سے قسم لیجا ئیگی کہ واثقین نے  
 یہ مال یا اس میں سے کچھ نہیں پایا اگرچہ وارث اُسکے بھرا بیٹا دعویٰ نہ کریں اور فتاویٰ میں ہے کہ اگرچہ وارث لوگ قسم دلائے  
 سے انکار کریں تو بھی قسم لیجا ئیگی یہ وجہ زوری میں ہے اگر زید و عمر و دونوں کے بکیر ہزار درم قرض میں اور دونوں اُس میں  
 شریک ہیں اور بکیر قرض سے انکار کرتا ہے پھر زید حاضر ہوا اور دونوں کے قرضہ کے گواہ قائم کیے اور عمر و غائب ہے تو قاضی میں  
 مذکور ہے کہ امام عظیم کے نزدیک پانچ سو درم کی حاضری کی ڈگری کیجا ئیگی اور جب عمر اُسے تو دوبارہ گواہ پیش کر نیکا حکم دیا جائیگا  
 اور زید حاضر عمر کی طرف سے کسی وجہ سے ختم نہیں ٹھہرایا جائیگا مگر ضرورتیکہ یہ ہزار درم دونوں میں ایک شخص کی میراث  
 مشترک ہو اور اگر عمر و یا اور گواہوں کے پیش کرنے پر قادر نہ ہوا تو جب قدر اُسکے شریک نے پانچ سو لیا ہے اس میں شریک ہو جائیگا  
 یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید کا عمر و بکیر دونوں پر کچھ مال دستاویز میں تحریر ہے اُسکا زید نے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے  
 اور ایک غائب ہے اور دوسرا مدیون حاضر ہے اور وہ حاضر منکر ہے تو موافق منکر کے حاضر پر نصف مال کی ڈگری ہوگی مگر وہ منکر  
 یہ حاضر حکم غائب اُسکی طرف سے کفیل ہو تو حاضر پر کل مال کی ڈگری کیجا ئیگی یہ خزانہ و اثبات میں ہے۔ ایک شخص دوسرے  
 پر قرض کا دعویٰ کرتا ہے اور مدعا علیہ نے دو کفیل خصوصیت کیواسطے مقرر کیے پس مدعی نے ایک گواہ ایک کفیل کے سامنے  
 پیش کیا اور دوسرا گواہ دوسرے کے سامنے پیش کیا تو جائز ہے سطح اگر ایک گواہ موکل پر اور دوسرا گواہ وکیل پر پیش کیا  
 تو بھی جائز ہے یا ایک گواہ مدعا علیہ پر اور دوسرا اُسکے وصی یا وارث پر قائم کیا یا میت کیواسطے دو وصی تھے پس ایک نے وصی  
 پر ایک گواہ اور دوسرے پر دوسرا گواہ قائم کیا تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے وصی نے اگر ترکہ پر قرض کا  
 دعویٰ کیا تو قاضی دوسرا وصی مقرر کر گیا تاکہ اُسپر دعوئے دار نہ ہو نہ فضول عادیہ میں ہے۔ ایک شخص مراد اور دو  
 بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے دعوئے کیا کہ ہمارے باپ کے سہ ہزار درم بچے کے حق میں اور دوسرے نے دعوئے  
 کیا کہ یہ درم قرض کے ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعوئے پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے پانچ سو درم کی ڈگری

اسکی قسم لیا گیا تھا ۳۳



ہوگی اور ایک کو دوسرے کے مال مقبوضہ میں شرکت نہیں پہنچتی ہو کہ جو کچھ اس نے وصول کیا ہو اس میں شریک ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کتاب الامار میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے دوسرے کے قبضہ میں اپنا مال درم یا دینار یا عقار یا رقیق وغیرہ چھوڑا پس دیدنے دعویٰ کیا کہ یہ مال میرا حق ہے کہ میں نے اسکو میت کے پاس ودیعت کھا تھا یا اس نے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور قابض مال نے اسکی اس قول میں تصدیق کی اور یہ کہا کہ نہیں معلوم میت نے کوئی وارث نہ بائع چھوڑا ہے یا بائع چھوڑا ہے کہ وہ غائب ہے تو قاضی قابض کی تصدیق سے مدعی کو کچھ نہ دیا اور بعد انتظار کے بیت المال میں داخل کر دیا یہ فصول عادیہ میں ہے اگر تقسیم کرنے والے وارثوں میں سے بعض نے میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور تقسیم ٹوٹ جاوے گی اور تقسیم کرنا قرض سے بری کر دینے میں شمار ہوگا بخلان اسکے اگر مال معین کا اعیان ترکہ میں سے دھوی کیا تو دعویٰ مقبول ہوگا کذا فی انصاری

**میرضوان باب** وکالت وکالت دحوالہ کے دعوے کے بیان میں۔ قاضی کے وکیلوں میں سے ایک وکیل نے قاضی سے دعوے پیش کیا کہ بن فلان بن فلان غالب کی طرف سے لوگوں پر اس کے حقوق و قرضے ثابت کرنے کے واسطے وکیل ہوں اور اس غائب مؤکل کے اس مدعا علیہ پر دس درم قرض ہیں پس اسکو حکم دے کہ مجھے سپرد کرے پس مدعا علیہ نے کچھ جواب عدا دیا لیکن باب القاضی کے ایک دوسرے وکیل نے مدعا علیہ کی حاضری میں جواب دیا کہ میرا مؤکل کتنا ہے کہ مجھے یہ درم دس قرض نہیں ہیں اور میں اس وکالت کو جانتا ہوں پس وکیل نے دو گواہ بکول کے قائم کیے اور قاضی سے حکم کی درخواست کی قاضی نے اسکی وکالت ثابت ہونے کی ڈگری کر دی اور مدعا علیہ ہنوز خاموش ہے کوئی اس نے جواب نہیں دیا ہے اور جس نے اسکی طرف سے جواب دیا ہے اسکا وکیل مقرر کرنا مدعا علیہ کی طرف سے ثابت نہیں ہے تو کیا یہ حکم صحیح ہے اور توکیل ثابت ہوگی یا نہیں میں بعض مسئلے نے فرمایا کہ نہیں اور اسی پر امام ظہیر الدین فتوے دیتے تھے اور یہ واقعہ عموماً ہوتا ہے پس یاد رکھنا چاہیے یہ محیط میں ہے۔ دیدنے دعویٰ کیا کہ میں عمرو کی طرف سے بکر سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہوں اور عمرو مجلس حکم میں لا یا پس مدعا علیہ نے عمر سے بری کر دیا یا میں نے ادا کر دیا اور وکیل نے کہا کہ مجھے مؤکل نے معزول کر دیا ہے پس اگر یہ توکیل ختم کے التماس سے مٹی تو اس دعوے کی سماعت نہ ہوگی کیونکہ مؤکل اس کے معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور اگر توکیل ختم کی التماس سے نہ مٹی تو سماعت ہوگی لیکن بکول اسوقت ثابت ہوگا کہ بکول پر گواہ لاوے اور بکول گواہوں کے ثابت ہوگا اور اگر اس طرح نہ کہا بلکہ یوں کہا کہ میں وکیل نہیں ہوں اور ختم نے اسکی تصدیق کی تو صحیح نہیں ہے اور اثر اسکا یہ ہے کہ اگر اس نے ختم سے صلح کر لی پھر کہا کہ میں وکیل نہیں ہوں اور جو دیا ہے اسکو پھیرنا چاہا اور ختم نے تصدیق کی تو سماعت نہ ہوگی کذا فی الامار۔ ایک شخص نے اپنا قرض یا ودیعت دھو کر نیکار وکیل کیا اور ودیعت رکھنے والے قرضدار نے وکیل کی تصدیق کی باوجود اس کے وکیل نے اپنی وکالت پر گواہ نہائے تو جو سکتا ہے اور قائمہ اسکا یوں ظاہر ہوگا کہ اگر اس نے دیکھ کر حاضر کر کے گواہوں سے اپنی وکالت ثابت کی پھر قرض کو حاضر لا یا تو دوبارہ گواہ وکالت لانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر خاص حق پر اپنی وکالت کے واسطے گواہ پیش کیے پھر وکیل غائب ہو اور مؤکل یا دوسرا اسکا وکیل اسی حق کے طلب کرنے کے واسطے آیا تو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح اگر ایک گواہ اس قرضدار پر پیش کیا اور دوسرا دوسرے قرضدار یا اس کے دار بعد پر قائم کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ چیز کردہ میں ہے۔ ایک شخص مجلس فقہان حاضر ہوا اور دوسرے کو اپنے ہر حق

لفظ عقار کا  
الفاظ راضی و غیرہ  
نہیں ہیں بلکہ  
اور قاضی کے  
ملاوئے ہوئے ہیں

کے واسطے جو شہر بخارا میں ہو وصول کرنے اور خصوصیت کرنے کا وکیل کیا اور ان دونوں کے ساتھ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس پر  
موکل کا کچھ حق تھا جو پس اگر قاضی موکل کو نام و نسب سے پہچانتا ہو تو وکالت قبول کر لیا گیا ہاں تک کہ اگر بعد غیبت موکل کے وکیل  
نے کسی شخص کو حاضر کیا اور اس پر موکل کے حق کا دعویٰ کیا تو سماعت کر لگا اور وکیل کو وکالت پر گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیگا اور  
اگر موکل کو نام و نسب سے نہیں پہچانتا ہو تو وکالت قبول نہ کر لیا جائے اگر موکل نے کہا کہ میں گواہ پیش کرتا ہوں کہ میں فلان بن  
فلان ہوں تاکہ آپ میرے اس شخص کے وکیل کرنے کو قبول کریں تو قاضی گواہوں کی سماعت نہ کرے گا یہ فتاویٰ مصری میں ہے۔  
زید عمر کو قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ خالد بن بکر کے اسپر ہزار درم ہیں اور اس نے مجھے ان درمون اور تمام حقوق میں خصوصیت  
کرنے اور وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور اس سب پر اٹھا گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ میں مال کے گواہ قبول نہ کروں گا  
جب تک کہ اپنی وکالت کے گواہ نہ لاوے اور اگر وکالت و قرض پر اٹھا گواہ قائم کیے تو وکالت ثابت ہو نیک حکم ہو جائیگا اور  
قرض کے گواہ دوبارہ پیش کرے اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر سب پر گواہ پیش کیے تو سب کا حکم ہو جائیگا اور قرض کے واسطے  
دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رحمہ نے استحسان ہی کو کہ سب لوگوں کی ضرورت کے لیا  
ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسی طرح وصی میں کہ اگر اس نے قرض دومی ہونے دونوں پر گواہ قائم کیے اور اسی طرح وارث میں کہ  
اگر اس نے نسب و موت مورث و دین پر گواہ قائم کیے تو ایسا ہی اختلاف ہو یہ فتاویٰ قاضی خانی میں ہے زید نے عمر پر گواہ قائم  
کیے کہ بکر بن خالد نے مجھے اور سعید بن زید کو وہ مال وصول کرنے کے واسطے جو بکر کا عمر ویر تھا ہے وکیل کیا ہے پس عمر نے قرض  
دو وکالت دونوں کا یا فقط وکالت کا انکار کیا پس زید نے وکالت و قرض دونوں پر اٹھا گواہ سنا لے امام محمد رحمہ کے نزدیک دونوں  
وکیلوں کی وکالت اور قرض سب کا حکم ہو جائیگا اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک گواہی  
نامقبول ہوگی۔ اور جب اس نے وکالت و قرض ثابت کر لیا تو جب تک دو سرا وکیل غائب حاضر نہ ہو تب تک قرض وصول نہیں  
کر سکتا ہے۔ اور اگر اس وکیل نے گواہ قائم کیے کہ صاحب مال نے مجھے اور فلان غائب کہ فلان شخص پر نالش کرنے یا اس  
سے قرض وصول کر لیا ہے اور جو کچھ ہر ایک ہم میں کرے اسکو جائز رکھتا ہے تو غائب کی وکالت کا حکم ہوگا اور غائب  
کے واسطے نہ ہوگا اور اگر وصی نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے مجھے اور فلان غائب کو وصی کیا ہے تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ  
کے نزدیک اسکے اور غائب کے وصی ہونے کا حکم ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک فقط اسی کے وصی ہونے کا حکم  
کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر وکیل نے وکالت پر گواہ قائم کیے پھر قبل اسکے کہ گواہان وکالت کی تعمیل ہو قرضہ اگر قرض  
کے گواہ پیش کیے تو سماعت ہوگی اور اس وقت ڈگری ہوگی کہ جب گواہان وکالت کی تعمیل ہو کر وکالت پہلے ثابت ہو جائے  
اور تمام اہل بلد کے حق میں وکیل نشاں لکھا جائے گا بشرطیکہ وکالت عام ہو اسی طرح اگر وصی یا وارث نے وصایت یا وراثت پر  
گواہ قائم کیے پھر گواہوں کی تعمیل ہونے سے پہلے کہ گواہ پیش کیے پھر پہلے گواہوں کی تعمیل ہو گئی تو صحیح ہو اور اگر وکالت  
یا وصایت کے گواہوں کی تعمیل ہوئی تو حق کے گواہ بھی باطل ہونگے یہ تانا بانہ میں ہے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ  
تو نے مال اجارہ کی کفالت بتلیق منع قبول کر لی تھی اور ہم نے اجارہ منع کیا پس پھر مال اجارہ لازم ہے اور اس پر گواہ قائم  
کیے اور اجارہ دینے والا غائب ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم غائب پر جاری ہوگا اور یہ تعمیل اس کی طرف سے ختم قرار  
پا دیگا اور جب کفیل نے مال اجارہ دیا تو اجارہ دینے والے سے واپس لیا جائے گا کہ کفالت اسکے حکم سے ہو اور اگر  
اسکے بلا حکم تھی تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اجارہ دینے والا قبل اسکے کہ مدعی کفیل سے پھر اید۔ تاہم ہونے سے

کے واسطے جو شہر بخارا میں ہو وصول کرنے اور خصوصیت کرنے کا وکیل کیا اور ان دونوں کے ساتھ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس پر موکل کا کچھ حق تھا جو پس اگر قاضی موکل کو نام و نسب سے پہچانتا ہو تو وکالت قبول کر لیا گیا ہاں تک کہ اگر بعد غیبت موکل کے وکیل نے کسی شخص کو حاضر کیا اور اس پر موکل کے حق کا دعویٰ کیا تو سماعت کر لگا اور وکیل کو وکالت پر گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیگا اور اگر موکل کو نام و نسب سے نہیں پہچانتا ہو تو وکالت قبول نہ کر لیا جائے اگر موکل نے کہا کہ میں گواہ پیش کرتا ہوں کہ میں فلان بن فلان ہوں تاکہ آپ میرے اس شخص کے وکیل کرنے کو قبول کریں تو قاضی گواہوں کی سماعت نہ کرے گا یہ فتاویٰ مصری میں ہے۔ زید عمر کو قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ خالد بن بکر کے اسپر ہزار درم ہیں اور اس نے مجھے ان درمون اور تمام حقوق میں خصوصیت کرنے اور وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور اس سب پر اٹھا گواہ قائم کیے تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ میں مال کے گواہ قبول نہ کروں گا جب تک کہ اپنی وکالت کے گواہ نہ لاوے اور اگر وکالت و قرض پر اٹھا گواہ قائم کیے تو وکالت ثابت ہو نیک حکم ہو جائیگا اور قرض کے گواہ دوبارہ پیش کرے اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر سب پر گواہ پیش کیے تو سب کا حکم ہو جائیگا اور قرض کے واسطے دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رحمہ نے استحسان ہی کو کہ سب لوگوں کی ضرورت کے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسی طرح وصی میں کہ اگر اس نے قرض دومی ہونے دونوں پر گواہ قائم کیے اور اسی طرح وارث میں کہ اگر اس نے نسب و موت مورث و دین پر گواہ قائم کیے تو ایسا ہی اختلاف ہو یہ فتاویٰ قاضی خانی میں ہے زید نے عمر پر گواہ قائم کیے کہ بکر بن خالد نے مجھے اور سعید بن زید کو وہ مال وصول کرنے کے واسطے جو بکر کا عمر ویر تھا ہے وکیل کیا ہے پس عمر نے قرض دو وکالت دونوں کا یا فقط وکالت کا انکار کیا پس زید نے وکالت و قرض دونوں پر اٹھا گواہ سنا لے امام محمد رحمہ کے نزدیک دونوں وکیلوں کی وکالت اور قرض سب کا حکم ہو جائیگا اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک گواہی نامقبول ہوگی۔ اور جب اس نے وکالت و قرض ثابت کر لیا تو جب تک دو سرا وکیل غائب حاضر نہ ہو تب تک قرض وصول نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر اس وکیل نے گواہ قائم کیے کہ صاحب مال نے مجھے اور فلان غائب کہ فلان شخص پر نالش کرنے یا اس سے قرض وصول کر لیا ہے اور جو کچھ ہر ایک ہم میں کرے اسکو جائز رکھتا ہے تو غائب کی وکالت کا حکم ہوگا اور غائب کے واسطے نہ ہوگا اور اگر وصی نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے مجھے اور فلان غائب کو وصی کیا ہے تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک اسکے اور غائب کے وصی ہونے کا حکم ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک فقط اسی کے وصی ہونے کا حکم کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر وکیل نے وکالت پر گواہ قائم کیے پھر قبل اسکے کہ گواہان وکالت کی تعمیل ہو قرضہ اگر قرض کے گواہ پیش کیے تو سماعت ہوگی اور اس وقت ڈگری ہوگی کہ جب گواہان وکالت کی تعمیل ہو کر وکالت پہلے ثابت ہو جائے اور تمام اہل بلد کے حق میں وکیل نشاں لکھا جائے گا بشرطیکہ وکالت عام ہو اسی طرح اگر وصی یا وارث نے وصایت یا وراثت پر گواہ قائم کیے پھر گواہوں کی تعمیل ہونے سے پہلے کہ گواہ پیش کیے پھر پہلے گواہوں کی تعمیل ہو گئی تو صحیح ہو اور اگر وکالت یا وصایت کے گواہوں کی تعمیل ہوئی تو حق کے گواہ بھی باطل ہونگے یہ تانا بانہ میں ہے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ تو نے مال اجارہ کی کفالت بتلیق منع قبول کر لی تھی اور ہم نے اجارہ منع کیا پس پھر مال اجارہ لازم ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور اجارہ دینے والا غائب ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم غائب پر جاری ہوگا اور یہ تعمیل اس کی طرف سے ختم قرار پا دیگا اور جب کفیل نے مال اجارہ دیا تو اجارہ دینے والے سے واپس لیا جائے گا کہ کفالت اسکے حکم سے ہو اور اگر اسکے بلا حکم تھی تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اجارہ دینے والا قبل اسکے کہ مدعی کفیل سے پھر اید۔ تاہم ہونے سے

اور منع ابارہ سے نکاح کیا تو اس کے انکار پر التفات نہ کیا جائیگا اور فقہ کا حکم جاری رہیگا یہ محیط میں ہے۔ اس امر پر گواہ لایا کہ میرے غائب پر ہزار درم ہیں اور یہ شخص اس کی طرف سے کفیل ہو پس اگر کفالت ہمہ کا دعویٰ کیا شاکل کفیل سے کسا کہ تو نے لیون کفالت کی تھی کہ جو کچھ تیرا غلام شخص پر ہے اس سب کا میں کفیل ہوا اور میرے سپر ہزار درم ہیں اور گواہوں نے بھی ایسے ہی گواہی دی اور صریح بیان کیا کہ اس نے اس کفالت کو قبول کر لیا ہو تو حاضر و غائب دونوں پر ڈگری ہوگی برعی جس سے چاہے مطالبہ کرے اور اصل کے حاضر ہونے کے بعد اگر اس سے مطالبہ کرے تو گواہ دوہرا لے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کفالت کو مقرر کیا اور کہا کہ تو نے میرے ہزار درم کی جو غائب پر ہیں کفالت کی تھی اگر بیان کیا کہ اس کے حکم سے تھی اور اس کے گواہ ہمیشہ کے تو موافق نہ کرے بالاکے دونوں پر ڈگری ہوگی اور اگر اصل کے حکم سے ہونا بیان کیا اور گواہ دیے تو خاص کفیل ہی پر ہوگی ہمسہ اگر غائب حاضر ہوا تو گواہ دوہرا ضرور ہونگے یہ وجہ کر درمی میں ہے۔ دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے لیے کفالت کی تھی کہ اگر غلام شخص تیری ولایت کی تعمیل کے ساتھ مرا اور وہ ولایت استغدر ہے تو اس کی ضمان بھڑ ہے اور اب غلام شخص تعمیل ولایت کے ساتھ مر گیا اور اس پر گواہ قائم کیے تو بعض نے کہا کہ اس دعویٰ کی سماعت ہوگی اور دعویٰ کفالت میں ضروریون کنا چاہیے کہ مجلس کفالت میں میں نے اس کی کفالت کی اجازت دی تھی اور اسی پر امام ظہیر الدین رحمہ اللہ سے دیتے تھے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہے دعویٰ کفالت متضمن ذکر اجازت ہے چنانچہ دعویٰ سے بیخ مشتمل شرارت یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک کو حاضر کر کے اس پر گواہ پیش کیے کہ میرے اسپر غلام غائب پر ہزار درم ہیں اور یہ شخص اس غائب کی طرف سے اس کے حکم سے کفیل ہے تو دونوں پر ہزار درم کی ڈگری ہو جائیگی اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ غائب اس حاضر کی طرف سے کفیل ہے تو فقط حاضر کے حکم کی ڈگری ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل ہو تو حاضر پر پانچو درم اصالت اور پانچو درم کفالت ثابت ہونگے اور غائب پر پانچو فقط اصالت ثابت ہونگے اور حاصل یہ ہو کہ کفالت غائب پر نہیں ثابت ہوتی ہو اصالت ثابت ہوتی ہو بشرطیکہ کفالت حاضر پر غائب کی طرف سے اس کے حکم سے ثابت ہو اور اگر بدون حکم ثابت ہو تو نہیں یہ تاہم قانون میں ہے۔ دو شخصوں کے ہاتھ کوئی متاع خرچت کی اور ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے اس کے حکم سے کفالت کر لی پھر رائج کو ایک ملا اسپر اس نے دعویٰ کر کے گواہ پیش کیے تو اسپر ہزار درم کی ڈگری آدے کی اصالت اور آدے کی کفالت کر دی جائیگی اور اگر ہندو اس سے کچھ حصول نہ کیا تھا کہ دوسرے شری کو پایا تو بلا عادیہ گواہوں کے اس سے مطالبہ کر سکتا ہے یہ وجہ کر درمی میں ہے۔ زید نے عمر پر دعویٰ کیا کہ اس نے اوپر کو نے میرے لیے خالد کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کر لی اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو اور گواہ قائم کیے تو حاضر پر ہزار کی ڈگری ہو جائیگی اور دونوں میں جس سے چاہے مواخذہ کرے اور اگر غائب کو پایا تو اسپر گواہ دوہرا لے کی ضرورت نہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

عمر پر دعویٰ کیا کہ یہ بکر کی طرف سے میرے لیے ہزار درم کا کفیل ہے اور ڈگری ہوگی پھر کفیل کو کفالت سے بری کر دیا پھر معلوم ہوا کہ دعویٰ حکم میں نسا تھا پس پایا کہ صحیح طور پر اسی کفیل پر دعویٰ کا اعادہ کرے تو صحیح نہیں ہے یہ وجہ کر درمی میں ہے۔ ایک عورت نے زید پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ہر کے دیناروں کی میرے غلام خود ہر کی طرف سے اس شرط پر کفالت کی تھی کہ اگر میرے اور شوہر کے درمیان فرقت ہو جاوے تو زید ان دیناروں کا جو شوہر پر تے تھے خالص ہو اور فرقت واقع ہوگی کیونکہ شوہر نے مجھے اختیار دیا تھا کہ جب شوہر مجھے ایک مہینہ کی قیمت اختیار کرے تو میرا کام میرے ہاتھ میں ہے۔

بیسے مجھے اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہے اور وہ ایک مہینہ غائب رہا پس میرا لے اسی مجلس اختیار میں اپنے آپ کو طلاق

مجلس ذرا عازم  
ہو جائیگی غائب  
نہیں ہے

میری اور کفیل کے سامنے اُسکے شوہر کے غائب ہونے اور اسکو اختیار دینے اور طلاق لینے کے گواہ قائم کر دیے تو مقبول ہون گئے اور اگر شوہر اسوقت بھی غائب ہو تو کفیل اسکی طرف سے خیم قرار پاؤ گا کذا فی الاخصاص۔ ایک غلام خیرار درم کو خرید ا اور بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کر لیا اور بائع نے ثمن طلب کیا پس مشتری نے کہا کہ میں نے تو تجھے غلام شخص پر آزاد یا تھا حالانکہ یہ غلام شخص غائب ہے اور اُسکے گواہ بیش کیے تو گواہ مقبول ہون گئے اور یہ حکم غائب کی طرف متعدی ہو گا اور ایسی صورتوں میں غائب کی طرف سے حاضر خیم ہو جائیگا کذا فی الجملہ

**چودھواں باب۔** دعوہ نسب کے بیان میں اور اس میں پندرہ فصلیں ہیں۔

**فصل اول۔** سراتب نسب دأسکے احکام والوں دعوہت کے بیان میں۔ ثبوت نسب کے واسطے تین مرتبے ہیں اول نکاح صحیح کے ساتھ یا جو اسکے ہم معنی یعنی نکاح فاسد کے ساتھ اور ایسی صورت میں نسب ثابت ہو جاتا ہے کچھ دعوت کی ضرورت نہیں ہے اور مجرد نفی کرنے سے متقی نہیں ہوتا نیز ان اگر نکاح صحیح میں سوائے فاسد کے نفی کے ساتھ لعان واقع ہو تو نسب متقی ہو جائیگا یہ ظہیر یہ ہیں۔ اور وہ نفی والکا اسوقت تک کر سکتا ہے کہ صحیح نسب کا اقرار نہ کیا ہو یا اُس سے کوئی ایسا فعل ظاہر نہ ہوا ہو جو اقرا میں شمار ہے مثلاً تنہیت قبول کر لینا یا زوجہ کی ضروریات چیزوں کو خریدنا یا باجو دلدادت سے آگاہی کی طول مدت ہو جائے یا انکار نسب سے بے پروائی ہو جائے یا اسکے نسبت ایسا کوئی حکم واقع ہو کہ جو شکست یا باطل نہیں ہو سکتا ہے مثلاً اس بچے نے کوئی جرم کیا اور قاضی نے عاقلہ پر نہ پر یعنی باپ کے مددگار برادر ہی پر ارش کا حکم کیا تو باپ اس بچے کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ حکم شکست و بطلان کے قابل نہیں ہے اور طول مدت کا بھجنا متاعرف و عادت پر ہے مثلاً اس قدر مدت گذر گئی کہ نسب سے انکار کرنے والوں کی عادت سے معلوم ہے کہ اگر انکار کرتے ہیں تو اسی بدت کے اندر گذرتے ہیں اور انکے انکار دیکھا تو پھر اسکے بعد انکار نہیں کر سکتا ہے اور یہ ایک روایت امام اعظم رحمہ سے ہے اور دوسری روایت آئے یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ دونوں نے مدت طوید کی مقدمہ ارا یک جابہ بیان کی ہے اور بعد جلد کے انکار نسب صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے عورت کے لڑکے کے نسب سے انکار کیا حالانکہ وہ مرخص ہے یا زندہ تھا گر لعان سے پہلے مر گیا تو وہ بچہ اُسی کا ہو گا اُسکے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے اسبطح اگر قتل کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی عورت ایک بچہ جینی اُس نے نسب سے انکار کیا اور نہ لعان نہ تھا کہ کسی انہی نے عورت کو بچہ کے نسبت قذف و تہمت لگائی پھر اُس انہی کو حد قذف کی مراد لی گئی تو نسب ثابت ہو جائیگا اور دونوں میں لعان نہ ہو گا یہ محیط میں ہے مرتبہ دوم ام ولد کے بچہ کا نسب ہے اور اُسکا حکم بھی کہ بدون دعوت کے ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ مولیٰ کو اُس سے ولی کرنا حلال ہو اور اگر ایسی حالت ہو کہ مولیٰ کو اُس سے ولی حلال نہیں ہو تو بدون دعوت کے نسب ثابت نہ ہو گا کیونکہ نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ جو انہی بدون دعوت مولیٰ کے مالک سے اُسکا نسب ثابت نہ ہو گا اور مالک کو اُسکے نسب سے انکار کا اختیار ہے جب تک کہ باجو دلدادت سے آگاہی کے طول مدت نہ ہو جائے اور نہ صحیح اقرار کیا ہو اور نہ اُسکے انکار کرنے سے بے پروائی ہو گئی ہو اور نہ اُس بچہ کی نسبت کوئی ایسا حکم ہو گیا ہو جو شکست و بطلان کے قابل نہیں ہو کذا فی الجملہ۔ ایک شخص کی باندی کے بچہ جو اُسکے انکار نسب دیکھا یا نہ تک کہ بچہ مر گیا تو اُسکا نسب اس شخص سے ثابت ہے اُسکے نسب سے انکار کی مجال نہیں رکھتا ہے پس اس مسئلہ کی تاویل کی ہے کہ باندی سے مراد ام ولد ہے اسی طرح اگر اُس نے کوئی ایسا جرم کیا کہ عاقلہ پر بتر قاضی نے عرض ہر ہم کا

نکاح صحیح کے ساتھ یا جو اسکے ہم معنی یعنی نکاح فاسد کے ساتھ اور ایسی صورت میں نسب ثابت ہو جاتا ہے کچھ دعوت کی ضرورت نہیں ہے اور مجرد نفی کرنے سے متقی نہیں ہوتا نیز ان اگر نکاح صحیح میں سوائے فاسد کے نفی کے ساتھ لعان واقع ہو تو نسب متقی ہو جائیگا یہ ظہیر یہ ہیں۔ اور وہ نفی والکا اسوقت تک کر سکتا ہے کہ صحیح نسب کا اقرار نہ کیا ہو یا اُس سے کوئی ایسا فعل ظاہر نہ ہوا ہو جو اقرا میں شمار ہے مثلاً تنہیت قبول کر لینا یا زوجہ کی ضروریات چیزوں کو خریدنا یا باجو دلدادت سے آگاہی کی طول مدت ہو جائے یا انکار نسب سے بے پروائی ہو جائے یا اسکے نسبت ایسا کوئی حکم واقع ہو کہ جو شکست یا باطل نہیں ہو سکتا ہے مثلاً اس بچے نے کوئی جرم کیا اور قاضی نے عاقلہ پر نہ پر یعنی باپ کے مددگار برادر ہی پر ارش کا حکم کیا تو باپ اس بچے کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ حکم شکست و بطلان کے قابل نہیں ہے اور طول مدت کا بھجنا متاعرف و عادت پر ہے مثلاً اس قدر مدت گذر گئی کہ نسب سے انکار کرنے والوں کی عادت سے معلوم ہے کہ اگر انکار کرتے ہیں تو اسی بدت کے اندر گذرتے ہیں اور انکے انکار دیکھا تو پھر اسکے بعد انکار نہیں کر سکتا ہے اور یہ ایک روایت امام اعظم رحمہ سے ہے اور دوسری روایت آئے یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ دونوں نے مدت طوید کی مقدمہ ارا یک جابہ بیان کی ہے اور بعد جلد کے انکار نسب صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے عورت کے لڑکے کے نسب سے انکار کیا حالانکہ وہ مرخص ہے یا زندہ تھا گر لعان سے پہلے مر گیا تو وہ بچہ اُسی کا ہو گا اُسکے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے اسبطح اگر قتل کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی عورت ایک بچہ جینی اُس نے نسب سے انکار کیا اور نہ لعان نہ تھا کہ کسی انہی نے عورت کو بچہ کے نسبت قذف و تہمت لگائی پھر اُس انہی کو حد قذف کی مراد لی گئی تو نسب ثابت ہو جائیگا اور دونوں میں لعان نہ ہو گا یہ محیط میں ہے مرتبہ دوم ام ولد کے بچہ کا نسب ہے اور اُسکا حکم بھی کہ بدون دعوت کے ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ مولیٰ کو اُس سے ولی کرنا حلال ہو اور اگر ایسی حالت ہو کہ مولیٰ کو اُس سے ولی حلال نہیں ہو تو بدون دعوت کے نسب ثابت نہ ہو گا کیونکہ نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ جو انہی بدون دعوت مولیٰ کے مالک سے اُسکا نسب ثابت نہ ہو گا اور مالک کو اُسکے نسب سے انکار کا اختیار ہے جب تک کہ باجو دلدادت سے آگاہی کے طول مدت نہ ہو جائے اور نہ صحیح اقرار کیا ہو اور نہ اُسکے انکار کرنے سے بے پروائی ہو گئی ہو اور نہ اُس بچہ کی نسبت کوئی ایسا حکم ہو گیا ہو جو شکست و بطلان کے قابل نہیں ہو کذا فی الجملہ۔ ایک شخص کی باندی کے بچہ جو اُسکے انکار نسب دیکھا یا نہ تک کہ بچہ مر گیا تو اُسکا نسب اس شخص سے ثابت ہے اُسکے نسب سے انکار کی مجال نہیں رکھتا ہے پس اس مسئلہ کی تاویل کی ہے کہ باندی سے مراد ام ولد ہے اسی طرح اگر اُس نے کوئی ایسا جرم کیا کہ عاقلہ پر بتر قاضی نے عرض ہر ہم کا





من الاطراف والاعلام۔ اگر باندی کے بچہ پیدا ہوا اور مولے کو مبارکی دی گئی وہ جب ہو رہا تو یہ قبل نہیں ہو کہ انی الذخیرہ اور اگر مولے نے مبارکی قبول کی تو اقرار نسب ہو کہ انی الحیط۔ اگر مولے نے اپنی باندی کو محفوظ رکھا اور اس سے وطی کی بچہ اس سے بچہ پیدا ہوا تو مستحب ہے کہ اسکے نسب کا دعویٰ کرے کیونکہ ظاہر اسی کا ہو لیکن جب تک دعویٰ نہ کیا تب تک نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت تک کہ جب اسکو معلوم ہو کہ حقیقت میں میرا ہے اور اگر یہ معلوم ہو تو اس پر واجب ہے کہ اسکا دعویٰ کرے اور انکار و نفی نہ کرے اور اگر باندی کو محفوظ نہیں کیا ہے تو چاہے انکار کرے یہ حیط میں ہی۔ سب اہم نے امام محمد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے وطی کی اور اسکو کسی گھر میں نہیں بسایا اور نہ محفوظ کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اسکے بچہ سے انکار اور اسکو فروخت کر سکتا ہے اور میرے قول میں مستحب یہ ہے کہ باندی کے بچہ کو آزاد کر دے اور باندی سے نفع اٹھاوے جب مرے تو باندی کو آزاد کر دے یہ حیط میں ہی۔ ایک باندی بچہ جنی اور دعویٰ کیا کہ مولے نے اسکا اقرار کیا ہے مگر مولے نے انکار کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ بچہ وہی شخص کے بستر سے پیدا ہوا ہے تو گو اہی مقبول ہوگی کذا فی المبسوط اور اگر دونوں گواہوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا ہے کہ مجھے پیدا ہوا ہے تو مقبول ہوگی اس طرح اگر اسکے بستر سے پیدا ہوئی گواہی گواہوں نے دی تو بھی مقبول ہوگی یہ حیط میں ہی۔ اگر مولیٰ ذی ہوا اور باندی مسلمان ہو پس باندی کے دعویٰ کے ہر دو ذمیوں نے اسکے اقرار کی گواہی دی تو جائز ہے اور اگر ذمی مدعی ہو اور باندی منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی باندی مسلحہ پر جائز نہیں ہے اور مرد و زن مسلمین یہ ہے کہ باندی ذمی کے ملک ہوئے ہے انکار کرتی ہو کہ اگر ملک ہوئے کی مقرر ہے تو مولے کو دعوت نسب میں تہا جن حاصل ہو باندی کی تکذیب کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر دونوں مسلمان ہیں اور مولیٰ منکر ہے پس مولیٰ کے باپ نے تہا گواہی دی تو جائز نہیں ہو اور اگر مولے کے دو بیٹوں نے گواہی دی در حالیکہ مولیٰ منکر ہے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ دعوت لینے نسب کو اپنی طرف منسوب کرنا میں طرح کی ہوتی ہے دعوت استیلا و دعوت تحریر یعنی دعوت ملک اور دعوت شہرہ ملک پس دعوت استیلا یہ ہے کہ دعویٰ کرے کسی ایسے بچہ کے نسب کا کہ اسکا نطفہ قرار پانا معلوم ہو کہ اسکی ملک میں واقع ہوا اور یہ ملک وغیرہ ملک میں صحیح ہو اور وقت طلق نطفہ کی طرف مستند ہوگا اور جو خود درمیان میں مل میں آئے ہیں ان کے فسخ کی یہ دعوت موجب ہو بشرطیکہ بچہ محل نسب ہو اور محل فسخ عقد ہو اور یہ مدعی اس امر میں مقرر قرار دیا جائیگا کہ وقت طلق نطفہ سے اسے اپنی باندی سے وطی کی ہے اور باندی کا ام ولد ہونا بسبب جنس و نسب بچہ کے بالیقین ثابت ہو جائیگا اور دعوت تحریر یہ ہے کہ ایسے بچہ کا نسب کا دعویٰ کرے کہ اسکا نطفہ قرار پانا اسکی ملک میں نہ تھا اور یہ صرف ملک میں صحیح غیر ملک میں نہیں صحیح ہے اور مدعی وطی کا متعین شمار نہ ہوگا اور نہ اس سے فسخ عقد واجب ہوتا ہے اور جن صورتوں میں حق کا ثابت کرنا ممکن ہے وہاں یہ دعویٰ صحیح ہے لکن نہیں جتنی کہ اگر کوئی حاملہ باندی خریدی ہے پھر شہری نے بچہ کا دعویٰ کیا تو یہ دعوت تحریر میں داخل ہے اور دعوت شہرہ ملک یہ ہے کہ اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کرے یہ حیط سرخی میں ہے اور اس دعویٰ کی شرط صحت یہ ہے کہ بچہ باپ کے واسطے اپنے لڑکے کی باندی کی وقت نطفہ قرار پانے سے وقت دعویٰ تک کوئی تاویل ملک ہو اور بھی اس وقت سے اس وقت تک ولایت ملک حاصل ہو اور باندی بھی ایسی ہو کہ ایک ملک سے دوسری ملک میں منتقل ہو سکتی ہو کذا فی الحیط۔ اگر دو قسم کی دعوتیں مجتمع ہوں تو دعوت استیلا و اولیٰ ہے دعوت تحریر سے اور اگر دعوت تحریر سالیق ہو تو وہی اولیٰ ہو اور دعوت تحریر اولیٰ

ملک میں واقع ہوا اور یہ ملک وغیرہ ملک میں صحیح ہو اور وقت طلق نطفہ کی طرف مستند ہوگا اور جو خود درمیان میں مل میں آئے ہیں ان کے فسخ کی یہ دعوت موجب ہو بشرطیکہ بچہ محل نسب ہو اور محل فسخ عقد ہو اور یہ مدعی اس امر میں مقرر قرار دیا جائیگا کہ وقت طلق نطفہ سے اسے اپنی باندی سے وطی کی ہے اور باندی کا ام ولد ہونا بسبب جنس و نسب بچہ کے بالیقین ثابت ہو جائیگا اور دعوت تحریر یہ ہے کہ ایسے بچہ کا نسب کا دعویٰ کرے کہ اسکا نطفہ قرار پانا اسکی ملک میں نہ تھا اور یہ صرف ملک میں صحیح غیر ملک میں نہیں صحیح ہے اور مدعی وطی کا متعین شمار نہ ہوگا اور نہ اس سے فسخ عقد واجب ہوتا ہے اور جن صورتوں میں حق کا ثابت کرنا ممکن ہے وہاں یہ دعویٰ صحیح ہے لکن نہیں جتنی کہ اگر کوئی حاملہ باندی خریدی ہے پھر شہری نے بچہ کا دعویٰ کیا تو یہ دعوت تحریر میں داخل ہے اور دعوت شہرہ ملک یہ ہے کہ اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کرے یہ حیط سرخی میں ہے اور اس دعویٰ کی شرط صحت یہ ہے کہ بچہ باپ کے واسطے اپنے لڑکے کی باندی کی وقت نطفہ قرار پانے سے وقت دعویٰ تک کوئی تاویل ملک ہو اور بھی اس وقت سے اس وقت تک ولایت ملک حاصل ہو اور باندی بھی ایسی ہو کہ ایک ملک سے دوسری ملک میں منتقل ہو سکتی ہو کذا فی الحیط۔ اگر دو قسم کی دعوتیں مجتمع ہوں تو دعوت استیلا و اولیٰ ہے دعوت تحریر سے اور اگر دعوت تحریر سالیق ہو تو وہی اولیٰ ہو اور دعوت تحریر اولیٰ







دعوت کی جب تک وضع حل نہ ہو اجازت نہ ہوگی اسی طرح اگر مشتری نے حل ہونے کی تصدیق کی لیکن کہا کہ میرا نہیں ہو تو بھی جب تک  
 وضع حل نہ ہو دعوت کی تصدیق نہ ہوگی پس اگر چہ بیٹے سے کہ میں پیدا ہوا تو اُسکا بیٹا ہو اور اگر زیادہ میں پیدا ہوا تو تصدیق نہ کی جائیگی  
 کذا فی اتحادی اور اگر وقت بیچ سے چھ بیٹے سے کہ میں بچہ ہوں پس مشتری نے کہا کہ اصل گل تیری ملک میں نہیں قرار پایا بلکہ تو نے مالہ  
 خریدی تھی اور بائنے نے کہا کہ نہیں اصل گل میری ملک میں قرار پایا ہو تو بائنے کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو بائنے  
 کی گواہی اولیٰ ہو اور بلا شک یہ قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق ہو اور امام محمد رحمہ کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے  
 کہا کہ اٹھا قول بھی ہو اور بعض نے کہا کہ ان کے موافق مشتری کی گواہی اولیٰ ہے اور اسکی اس صورت میں ہو کہ دونوں نے  
 نام صحیح خرید میں اختلاف کیا اور باندی بعد بیچ کے دوسرے روز مشتری کے پاس بچہ جنی پس بائنے نے اُسکا دعویٰ کیا کہ میرا نسب ہو  
 اور مشتری نے کہا کہ میرے پاس مالہ نہیں ہوئی تو نے بیٹے سے ایک مہینہ بیتر عالمہ خریدی تھی اور بائنے نے کہا کہ نہیں ایک سال پیشتر  
 خریدی تھی تو بائنے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بائنے کی گواہی مقبول ہوگی اور  
 امام محمد رحمہ کے نزدیک مشتری کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہو اگر انبی باندی فروخت کی ہیں وہ مشتری کے پاس بچہ جنی پس  
 بائنے نے کہا کہ ایک مہینہ سے میں نے ترے ہاتھ فروخت کی ہو بچہ میرا ہو اور مشتری نے کہا کہ بیچنے سے زیادہ چھوٹے بیٹے ہاتھ  
 فروخت کی ہو بچہ میرا نہیں ہو تو بالافتاق مشتری کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک  
 مشتری کے گواہ مقبول اور امام محمد رحمہ کے نزدیک بائنے کے مقبول ہونگے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی بعد  
 چند روز کے اُسکے پیٹ ظاہر ہوا ہیں بائنے سے چھوڑا ہوا پس بائنے نے اُس سے کہا کہ اپنے پاس رہنے دے اگر ثابت ہو تو میرا  
 ہو اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ من مشتری کو واپس کر کے اُس سے باندی لے لے بھر بعد اس قول کے چار ماہ سے کہ میں باندی بچہ  
 ڈال گئی کہ جسکی خلقت ظاہر تھی تو بچہ بائنے کا لفظ ہے اور باندی اُسکی ام ولد ہو گئی واپس کی جائیگی اور بائنے کو دام بھر دینا واجب ہے  
 یہ واقعات حاسہ میں ہے اگر بیچ سے چھ بیٹے سے کہ میں باندی ایک دختر جنی بھر وہ دختر ایک لڑکا جنی اور مشتری نے یہ لڑکا  
 آزاد کر دیا بھر بائنے نے دختر کے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہو اور جب دختر کے حق میں دعوت صحیح ٹھہری تو لڑکے کے حق میں  
 بھی صحیح ہوئی حتیٰ کہ حق مشتری باطل ہو گیا کذا فی محیط ایسے ہی اگر دختر دوسری دختر جنی تو بھی یہی حکم ہے یہ مسوطہ میں ہے اور  
 اگر باندی بائنے کے پاس دختر جنی بھر دختر کے لڑکا بھر لڑکے کو بچا اور مشتری نے اُسے آزاد کیا بھر بائنے نے دختر کے نسب کا دعویٰ  
 کیا تو بیع و حق باطل ہو گئی اور اگر بائنے نے دختر کو فروخت کیا اور مشتری نے اُسکا لڑکا بھر بائنے نے دختر کے نسب کا دعویٰ کیا  
 تو صحیح نہیں ہے اور دختر کا لڑکا جو اُسکے پاس ہو وہ آزاد ہو جائیگا اگرچہ نسب بائنے سے ثابت نہ ہو ایہ محیط ہمیشی میں ہے  
 اگر باندی حاملہ ہوئی اور اپنے مالک کے پاس جی بھر مالک نے اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اپنے غلام سے اُسکا نکاح  
 کر دیا اور اُس سے اولاد ہوئی پھر غلام مر گیا پس مشتری نے اُس سے استیلا دیکھا بھر بائنے نے اُس بچے کا دعویٰ کیا جو اُسکے  
 پاس ہے تو نسب بائنے سے ثابت ہو جائیگا اور مشتری کو غلام کا بیٹا اُسکے حصہ ثمن میں واپس دیا اور اگر مشتری نے باندی  
 سے استیلا و نہ کیا تو دونوں اُسکو واپس دینے جائیگے اور انقسام ثمن میں باندی کی قیمت وقت بیچ کی اور دوسرے بچہ کی قیمت  
 وقت انفصال کی معتبر ہوگی اور بائنے کے مرنے کے وقت اُسکے صحیح مال سے آزاد ہوگا اور اگر بائنے کے غلام کے بچے کو کہا کہ  
 میرا بیٹا ہے تو آزاد ہو جائیگا مگر نسب بائنے سے ثابت نہ ہوگا یہ مسوطہ میں ہے۔ اگر باندی کو حاملہ ہونے کی حالت میں فروخت  
 کیا پھر مشتری نے اُسے پاس بیچ کے دوسرے دن جنی بھر دوسرا بچہ ایک سال بعد جنی بدوون کسی شوہر کے چھپسہ بائنے

لیجئے اسکی  
 ہر جگہ

و مشتری نے ایک ساتھ دونوں بچوں کے نسب کا اپنی طرف دعویٰ کیا تو دونوں بائع کے اولاد ہونگے اور اگر مشتری نے ابتداءً  
دوسرے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ اسکا بیٹا قرار دیا جائیگا اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی پھر اگر اسکے بعد بائع نے پہلے بچہ کا دعویٰ  
کیا تو اسکا نسب بائع سے ثابت ہو کر اسکے حصہ کے عوض بائع کر دیا جائیگا اور اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ دعویٰ نہ کیا  
پہلے کہ بائع نے فقط دوسرے بچہ کا دعویٰ کیا تو تصدیق نہ کیا جائیگی اسی طرح اگر اول بچہ مر گیا پھر دونوں کا بائع نے دعویٰ  
کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ نافی اسکا دی۔ امام محمدؒ نے حاجت میں فرمایا کہ ایک شخص کی باندی حاملہ ہوئی اسنے کسی کے ہاتھ  
فروخت کر دی اور مشتری کے پاس ایک بچہ جنی اس بچہ کا بائع کے باپ نے دعویٰ کیا اور مشتری نے تصدیق کی اور بائع نے  
تکذیب خواہ تصدیق کی تو دعوت باطل ہو اور نسب بائع کے باپ سے ثابت نہوگا اور اگر مشتری نے تصدیق کی اور بائع نے تکذیب  
کی تو دعوت صحیح ہے لیکن مشتری بائع سے غنم واپس نہیں کر سکتا پھر اور بائع کا باپ بائع کو باندی کی قیمت میں کچھ ضمان  
دے دے اور مشتری کی بائع کے باپ پر باندی کی کچھ قیمت ہو اور نہ اسکے بچہ کی اور اگر دونوں نے بائع کے باپ کی تصدیق کی تو  
باندی اسکی ام ولد ہو گئی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو گیا اور مشتری اپنا غنم بائع سے لے گا اور بائع کو بائع کا باپ  
باندی کی قیمت کی ضمان دے گا یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص کی باندی کے جوڑ یا دو بچہ پیدا ہوئے پس مالک نے ایک کو فروخت  
کر دیا اور بائع کے باپ نے دونوں بچوں کے نسب کا دعویٰ کیا اور بائع مشتری نے اسکی تکذیب کی تو دعوت صحیح ہے اور  
دونوں بچوں کا نسب اسی سے ثابت ہوگا اور بائع کے قبضہ والا بچہ بلا قیمت آزاد ہو جائیگا اور جو مشتری کے قبضہ  
میں ہے وہ ویسا ہی غلام رہے گا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر باندی کو بیچ کے فروخت کیا پھر بائع کے باپ نے  
دونوں بچوں کے نسب کا دعویٰ کیا اور بائع مشتری نے اسکی تکذیب کی پس امام محمدؒ کے قول پر دعوت باطل ہو اور امام  
ابو یوسفؒ رحمہ کے نزدیک بیعت باندی کے حق میں صحیح نہیں اور وہ ام ولد ہوگی لیکن بائع کے باپ کی دعوت  
دونوں بچوں کے حق نسب کی راہ سے صحیح ہو مگر آزادی کی راہ سے صحیح نہیں ہے پس جو لڑکا فروخت ہوا ہے اسکی آزادی  
کا حکم نہوگا بلکہ مشتری کا غلام رہے گا اور باقی کچھ قیمت سے آزاد ہو جائیگا اور اگر مشتری نے اسکی تصدیق اور بائع نے  
تکذیب کی تو بلا خلاف باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور اسے اپنے بیٹے لینے بائع کو قیمت دینی واجب ہوگی اور بلا خلاف  
دونوں بچوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور لڑکا جو ایچہ بلا خلاف بشیر قیمت کے آزاد ہو جائے گا اور باقی بچہ امام ابو یوسفؒ رحمہ  
کے نزدیک بیعت آزاد ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک بلا قیمت آزاد ہوگا۔ اور اگر بائع نے اپنے باپ کے دعویٰ کی تصدیق کی  
اور مشتری نے تکذیب کی تو امام ابو یوسفؒ رحمہ کے نزدیک بائع کے باپ سے دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا اور امام محمدؒ کے  
قول پر ثابت نہوگا چاہے اور صحیح ہے کہ یہی سب کا قول ہو۔ پھر امام محمدؒ نے کتاب میں اسعدت میں بچہ کا حکم ذکر کیا  
اور مانی کا حکم ذکر کیا اور قاضی امام ابو جازم قاضی امام ابو الیثم برقیاس قول امام اعظم رحمہ فرماتے تھے کہ بائع بدعی کو بیٹے  
باپ کو باندی کی قیمت ام ولد کی حالت کی دے گا اور باپ اسکا بائع کو لڑکے کی حالت کی قیمت دے گا اور اکثر شایخ نے  
فرمایا کہ بلا خلاف باپ و بیٹے میں سے کوئی کسی کو کچھ ضمان نہ دے گا یہ محیط میں ہو اور اگر بیٹہ باندی ایک بیٹے سے جوڑ یا  
دو بچہ چھ بیٹے سے کم میں جنی پس بائع نے ایک کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہو اور دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور جو  
کچھ بیٹے و حق آسمین واقع ہو اسب باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر ایک بعد بیٹے کے چھ بیٹے سے کم میں اور دوسرا یا دو بیٹے  
مگر بیٹے ایک ہی ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مشتری نے پہلے دونوں کا دعویٰ کیا پھر بائع نے تو بائع تصدیق نہ ہوگی

کے فروخت شدہ  
بچے کی ام ولد نہ ہوگا



ہو اور یہ وہی ہوگی جس پر حق واقع ہو اور مشتری کے اعتبار سے متعین ہو جائے پس علم دیا جائیگا کہ بیان کرے جبکہ زندہ ہے اور اگر بیان نہ کرے پہلے مر گیا تو بیان کرنا دارتوں پر رکھا جائیگا پس اگر انھوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے پہلے اس باندی سے وطن کی ہے تو اسی دہائی کے بچہ کا نسب بذریعہ ثابت ہوگا اور دارتوں کے ساتھ وارث ہوگا اور یہی باندی میت کی ام ولد ہو جائیگی اور اس کے مرجانے کی وجہ سے آزاد ہوگی اور نارٹوں پر اس کے دام بائع کو دینے واجب ہوں گے اور میت کے ترکہ سے ادا کریں اور دوسری باندی سے اس کے حق کے بائع کو داپس کرینا پڑے۔ باندی بائع کی ہوگی جیسا کہ میت کے بیان کے بعد واپس کرنے سے بائع کی باندی ہوئی اور اگر بعض دارتوں نے کہا کہ یہ اس سے وطن کی اور دوسری نے کہا کہ بلکہ پہلے اس سے وطن کی تو جسکی نسبت پہلے بعضوں نے کہا کہ اس سے اول وطن کی ہے وہی ام ولد ہونے کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری واپس ہوگی اور اگر دارتوں نے اتفاق کیا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ پہلے کس سے وطن کی ہے تو کسی کا نسب بت سے ثابت نہ ہوگا لیکن دونوں بچوں اور دونوں باندیوں میں سے ہر ایک کا آدھا آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنے اپنے ام کے واسطے نصف قیمت کی سعی کرے گی اور وارث لوگ بائع کو ہر ایک باندی کا نصف خمن اور نصف حق ترکہ میت سے ادا کریں اور اگر مشتری نے انتقال نہ کیا اور دونوں بچوں کے نسب کا دعوے کیا اور بائع نے بھی دونوں کے نسب کا دعویٰ کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ ہے کہ بائع کی دعوت بے دعوت مشتری کے ہو پس اس صورت میں بائع کی دعوت اس بچہ میں اور اسکی ماں میں صحیح ہوگی۔ اس کے داپس دیا جاوے خواہ دونوں باندیاں وقت بیچ سے چھ بیٹے سے کم ہیں جن میں یا زیادہ ہیں۔ دوم یہ کہ دونوں نے ایک ساتھ دونوں بچوں کا دعویٰ کیا پس اگر بیٹے سے چھ بیٹے میں سے پیدا ہوئے تو بچہ بائع کو داپس لے آئیں دعوت نسب صحیح ہوگی اور جو مشتری کا بچہ گا اس میں صحیح نہیں ہوگا اگر چھ بیٹے سے کم ہیں پیدا ہوئے تو دونوں بچوں میں بائع کی دعوت اولیٰ ذریعہ بیٹہ میں ہوگی۔ ایک شخص نے اپنی ام ولد فروخت کر دی اور مشتری جانتا ہے کہ یہ بائع کی ام ولد ہے پھر اس کے بچہ ہوا اور مشتری نے دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہوگا اور وہ بائع کا بچہ ہوگا اور اگر بائع نے اسکی نفی کی تو ہمسایہ مشتری سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور بائع کے حق میں اس بچہ کی ماں کے ہوگا اسی طرح اگر مشتری کو میں معلوم کہ یہ بائع کی ام ولد ہے تو یہی یہی حکم ہے لیکن بچہ آزاد ہو جائیگا جبکہ بائع نے اسکی نفی کی اور مشتری نے دعوے کیا یہ محیط شرعی میں ہو

کتاب ہندی کی مالگیری جلد سوم ص ۷۱

**فصل تیسری** کسی شخص کا اپنے لڑکے کی باندی کے بچہ پر دعوے کرنے کے بیان میں۔ زید کی باندی کی بچی اس کے بچہ کا زید کے باپ نے دعویٰ کیا اور اصل حل زیر کے پاس نہ تھا اور زید نے تکذیب کی تو دعوت صحیح نہیں ہوگی لیکن اگر زید تصدیق کرے تو صحیح ہوگا مگر باندی کا مالک نہ ہوگا جیسا کہ ایک اجنبی کے دعوے کرنے میں ہوتا ہے لیکن زید کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر زید کی مدبرہ باندی کے بچہ کا یا اسکی ام ولد کے ایسے بچہ کا جکا زید نے افکار کیا ہے یا اسکی کتابت کے بچہ کا جو حالت کتابت میں یا اس سے پہلے پیدا ہوا ہے باپ نے دعویٰ کیا تو یہ دن تصدیق زید کے صحیح نہیں ہوگی محیط شرعی میں لکھا ہے۔ اگر زید نے ایک حاملہ باندی خریدی اور قبل جن کے اس کو فروخت کیا پھر وہ جنی اور زید کے باپ نے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح نہیں ہے یہ مہسولین ہیں۔ ایک شخص کی باندی اسکی ملک میں حاملہ ہوئی اسے اسکو حالت حل میں فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے اسکو خریدا اور چھ بیٹے سے کم میں اسکا وضع حل ہوا پھر بائع اول کے باپ نے نسب کا دعوے کیا اور بائع نے فیضے بیٹے نے اسکی تکذیب کی تو باپ کی دعوت باطل ہوگی اور اگر بیٹے نے تصدیق کی تو باندی اسکی ام ولد



بقیعت ہو جائیگی اور بچہ کا نسب ثابت اور بلا قیمت آزاد ہوگا اور اگر زشتی نے اسکو بائع کے ہاتھ فروخت نہ کیا و لیکن بسبب عیب کے بچہ کا ضعیف یا بدون حکم قاضی یا اختیار الشریعہ یا بخیار رویت یا بسبب فساد بیع کے بعد قبضہ کرنے کے بائع کو واپس کر دی پھر بائع کے باپ نے بچہ کا دعویٰ کیا تو یہ صورت اور صورت اولیٰ دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک شخص کی باندی ہو اسے باندی سے دہلی کی پڑ بھرا سکے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا اور اس شخص کے باپ نے دعویٰ کیا تو دعوت نسب جائز ہو کذا فی حادی اگر باپ نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کی باندی سے جملع کیا حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ حرام ہو تو دعوت صحیح اور نسب بچہ کا ثابت ہوگا جیسا نہ جاننے کی صورت میں ہوتا ہی یہ محیط میں ہو اگر اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کیا اور باندی کی قیمت بیٹے کو ضمان دی پھر اس باندی کو کسی کے ہتھ قاضی ثابت کر کے لے لیا تو وہ باندی اور اسکا عذر اور بچہ کی قیمت باپ سے لے گا پھر باپ اپنے بیٹے سے باندی کی قیمت جو اسے لے لی ہو واپس لے گا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر بیٹے نے بچہ کا دعویٰ کیا پھر باپ نے دعویٰ کیا یا دونوں نے ایک ساتھ دعویٰ کیا تو بیٹا اولیٰ ہو یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اگر زید نے اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کیا حالانکہ بیٹا حرام مسلم ہو اور زید غلام یا مکاتب یا کافر ہے تو زید کی دعوت صحیح نہیں ہو اور اگر باپ مسلمان اور بیٹا کافر ہو تو دعوت نسب ٹھیک ہو اور یہی قول صحیح ہو اور اگر دونوں ذمی ہیں مگر دونوں کی ملت مختلف ہے تو باپ کی دعوت صحیح ہو یہ میسوط میں ہو۔ اگر کسی کی باندی اسکی ملک میں حاملہ ہوئی اور بچہ جنی پس دادا نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ باپ زندہ ہو حقیقۃً یا اعتباراً مثلاً وہ آزاد مسلمان ہو تو دادا کی دعوت باطل ہے اور اگر باپ نصرانی اور دادا دہلوتا دونوں مسلمان ہوں یا باپ غلام یا مکاتب اور دادا دہلوتا دونوں آزاد ہوں تو دادا کا دعویٰ صحیح ہو اور اگر باپ مرتد اور دادا دہلوتا دونوں مسلمان ہوں تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دادا کی دعوت نسب منقوت ہوگی اگر باپ مسلمان ہو گیا تو باطل ہو جائیگی اور اگر حال ارتداد میں مر گیا یا قتل کیا گیا تو صحیح ہوگی اور اگر سب آزاد مسلمان ہیں پھر باندی کے حاملہ ہونے کی حالت میں باپ مر گیا اور اس کے مرنے سے چھ مہینے سے کم میں باندی کے بچہ ہوا اور دادا اسے نسب کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہو اسی طرح اگر باپ نصرانی تھا اور دادا دہلوتا دونوں مسلمان پھر باپ مسلمان ہو گیا اور باندی حاملہ تھی پس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو دادا کی دعوت نسب باطل ہو اسی طرح اگر والد مکاتب تھا اور دادا کے دعوے سے پہلے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا یا غلام تھا کہ قبل دعوت عد کے آزاد کیا گیا تو دادا کی دعوت نسب باطل ہو کذا فی محیط۔ اگر باپ وقت طوق سے دعوت نسب تک معفو ہے تو دادا کی دعوت صحیح ہو اور اگر معفو کو افاقہ ہو گیا پھر دادا نے دعویٰ کیا تو باطل ہے کذا فی احساوی۔ اور اگر دادا نے نسب کا دعویٰ نہ کیا یہاں تک کہ باپ کو افاقہ ہو گیا اور فقط باپ نے بعد افاقہ کے بچہ کا دعویٰ کیا ہے تو استثنائاً صحیح ہو کذا فی محیط

لے گا وہ بچہ کا نسب ثابت ہوگا

فصل چہارم مشترک باندی کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کرنے کے بیان میں۔ اگر دو شخصوں کی مشترک باندی دونوں کی ملک میں حاملہ ہو کر بچہ جنی اور ایک نے نسب کا دعویٰ کیا تو ثابت ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور شریک کے حصہ کا قیمت مالک ہوگا خواہ تنگ دست ہو یا فراخ حال ہو اور نصیب شریک کا ضامن ہوگا اور بچہ کی قیمت میں کچھ ضمان نہ دیگا پھر عداویٰ میں ہو پس اگر عدی نے دوسرے شریک سے کہا کہ یہ باندی مجھے بچہ ہے پہلے تجھے ایک بچہ جنی ملے گا اور تو نے اس کا دعویٰ کیا ہے اور میری ام ولد ہو چکی ہے اور شریک نے اسکی تصدیق کی مگر بانسے سے

مکتبہ پناہ، توبندی اور حج بہ دونوں کے قول کی تصدیق نہ کیا جیسا کہ میانکاکہ دونوں کے حقوق جو مدعی کی طرف ثابت ہو گئے ہیں  
پس ہونے اور مدعی سے خلاف اطلاق سنوگی لیکن مقرر نصف قیمت باندی کی ام ولد ہونے کی حالت کی ادا کر لیا اور بعض  
نہ اس نے انکار کیا یہ قریب صحیح ہے لیکن امام اعظم رحمہ کے نزدیک مقرر اپنے مقر کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور بعض  
نے کہا نہیں بلکہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے اور قول اول اشبد و اقرب الی العویب ہے پھر اگر باندی نے کسی ہنس سے کچھ کمایا اور  
باندی یا سرکار کو قتل کیا گیا اور عوض مال ملا تو یہ سب مقرر کا ہوا اور اگر مدعی نے شریک سے اکا کر تولنے باندی کو بھیجے سمجھ  
یتے سے پہلے آزاد کر دیا ہے اور شریک نے تصدیق کی تو باندی آزاد ہوگی اور ولی کرنے والے پر نصف قیمت و نصف عقر  
کی ضمانت ہوگی۔ دو شخصوں میں مشترک باندی ہے ایک نے کہا کہ یہ میری ام ولد اور تیری ام ولد ہے باجم دونوں کی ام  
ولد ہے پس اگر دوسرے نے تصدیق کی تو باندی دونوں کی ام ولد ہو جائیگی اور کوئی دوسرا سبب کو کچھ ضمان نہ دیگا  
جیسے ایک ساتھ دونوں کے دعویٰ کرنے کی صورت میں ہے اور اگر دوسرے نے منسلکی تکذیب کی تو مقرر اپنے شریک کو اسکی  
نصف قیمت خواہ نامزدست ہو یا خوشحال جزا دکر دے اور نصف عقر بھی ادا کرے پھر نصف باندی مقرر کی ام ولد ہوگی اور  
آدمی موقوف رہیگے بمنزلہ ام ولد کے پھر اگر شریک نے مقرر کے اقرار کی تصدیق کی تو باندی دونوں کی ام ولد ہو جائیگی  
اور جو اسنے ضمان لی ہے وہ واپس کرے اور اگر تصدیق نہ کی تو آدمی باندی مقرر کی ام ولد اور آدمی موقوف بمنزلہ  
ام ولد کے ہے کہ ایک روز مقرر کی خدمت کرے اور ایک روز متوقف رہے پس اگر ایک مرگیا تو تصدیق کرنے کی صورت  
میں باندی آزاد ہو جائیگی خواہ کوئی مرد اسے اور باندی ام ولد پر دوسرے زندہ کے واسطے سعی کرنی ہوگی یہ قول  
امام اعظم رحمہ کا ہے اور صاحبین نے ذکر نزدیک زندہ کے واسطے سعایت کرے اور تکذیب کرنے کی صورت میں بھی  
کوئی مرد اسے باندی آزاد ہو جائیگی اور منکر کے واسطے سعی نہ کرے گی اور اگر منکر مر گیا تو بھی آزاد ہو جائیگی اور امام غلام  
کے نزدیک زندہ مقرر کے واسطے سعی نہ کرے گی بخلاف قول صاحبین رحمہ کے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر باندی تین یا چار یا پانچ  
میں مشترک ہو اور سب نے ایک ساتھ اسکے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ سب کا بیٹا قرار دیا جائیگا سب سے اسکا نسب ثابت ہوگا  
اور باندی سب کی ام ولد ہوگی اگر یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ دعوت زیادہ سے ثابت نہ ہوگا  
اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ تین سے زیادہ سے ثابت نہ ہوگا گذانی البدائع اور اگر چھ ہر ایک کے مختلف ہوں تو بچہ کے حق میں حکم  
مختلف نہ ہوگا لیکن استیلا و ہر ایک کے حق میں بقدر رابطہ حصہ کے ثابت ہوگا گذانی اسنادی۔ بچہ کے دعوت نسب میں اگر دعوت  
استیلا و کا اعتبار شدہ ہو تو دعوت تحریر اعتبار کیا جائیگی امام محمد رحمہ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک باندی درخصون میں مشترک ہو  
ان کے مالک ہونے کے وقت سے جو بیٹے یا زیادہ میں وہ بچہ جنی اور اس بچہ کی ولادت سے جو بیٹے یا زیادہ میں دوسرا بچہ جنی  
پس دونوں مولے میں سے ایک نے کہا کہ چھوٹا میرا بچہ ہے اور بڑا میرے شریک کا ہے پس اگر شریک نے اسکی تصدیق کی تو چھوٹا  
بچہ کالنسب اسکے مدعی سے ثابت ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہوگی اور آدمی قیمت باندی کی خواہ سنگد سے ہو یا فساد  
حال ہو اپنے شریک کو آزاد کرے یا نہ کرے اور آدھا عقر بھی دیگا اور قیمت و لد میں کچھ نہ دیگا اور بڑے بچہ کالنسب بڑے سے  
مدعی سے ثابت ہوگا اور یہ مدعی بڑے کا آزاد کرنے والا بن جائے گا اور حالیکہ وہ دونوں میں مشترک ہے پس بڑے کے مدعی  
پر بڑے کی نصف قیمت شریک کو دینی واجب ہوگی اگر خوشحال ہے اور خلع ستنبہ تو بڑا بچہ بھی کر کے نصف قیمت اپنی  
ادا کرے اور باندی بڑی کے مدعی کی ام ولد نہ ہوگی اور بڑے کا مدعی نصف عقر بھی اپنے شریک کو ادا کرے اور یہ حکم

۴

اس وقت کہ شریک نے چھوٹے کے مدعی کی تصدیق کی، اور اگر تکذیب کی تو چھوٹے بچے کے مدعی کے حق میں وہی حکم سابق چونکہ وہ  
 ہوا اس صورت میں بھی جاری ہوگا اور بڑے بچے کا نسب کسی سے ثابت نہ ہوگا لیکن بڑا آزاد ہو جائیگا گویا ایسا واقعہ ہو کہ ایک غلام دو  
 شخصوں میں مشترک تھا ایک نے گواہی دی کہ وہ میرے لئے اسکو آزاد کر دیا ہے حالانکہ دوسرا منکر ہے یہ سب شوق میں ہو کہ ایک  
 نے کہا کہ چھوٹا میرا ہو اور بڑا بچے میرے شریک کا ہو اور اگر لیون بیان کیا کہ بڑا بچے میرے شریک کا ہو اور چھوٹا میرا ہے پس اگر شریک  
 نے اس قول میں اسکی تصدیق کی تو بڑے بچے کا نسب شریک مصدق سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہو جائیگی اور چھوٹے  
 بچے کے مدعی کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر خواہ تنگ دست ہو یا خوشحال ہوا اگر دیگا اور بچے کی قیمت میں کچھ نہ دیگا اور استعمال  
 چھوٹے بچے کا نسب اسکے مدعی سے ثابت ہوگا اور وہ اس بچے کی پوری قیمت اپنے شریک کو ادا کر دیگا اور باندی کا پورا عقر بھی  
 دیگا اور کتاب الدعوی میں مذکور ہے کہ نصف عقر دیگا اور اگر شریک نے اسکے قول کی تکذیب کی تو چھوٹے بچے کا نسب اسکے  
 مدعی سے ثابت ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہو جائیگی اور اپنے شریک کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر ادا کر دیگا اور بچے  
 کی قیمت میں کچھ نہ دیگا اور بڑے بچے کا نسب شریک سے ثابت نہ ہوگا لہذا فی المبدأ۔ دو شخصوں نے ایک باندی خریدی وہ جسم  
 بیعہ میں کچھ نہیں لیں ایک نے نسب و ملک ادا دوسرے نے اسکی مان کا دعویٰ کیا تو دعوت صاحب و ملک کی معتبر ہوگی اور باندی  
 اسی کی ام ولد ہوگی اور بچے عقر ہوگا اور شریک کو ادنیٰ قیمت باندی کی اور آدھا عقر دیگا۔ اور اگر خریدنے سے چھ بیعتوں سے  
 کم میں جنی اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو ہر ایک کی دعوت سب صحیح ہو اور باندی کا مدعی اپنے شریک کی واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا  
 اور نہ باندی اسکے حق کے واسطے کسی و شقت کوئی یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نصف قیمت کا ضامن  
 ہوگا اگر خوشحال ہے ورنہ باندی سہی کرے گی اگر تنگ دست ہے اور آدھے عقر کا ضامن نہ ہوگا اور نہ مدعی ادلی دوسرے کو بچے کی قیمت  
 دیگا اور نہ باندی کی قیمت اور نہ اسکا عقر۔ پس اگر باندی چھ بیعتوں بعد لڑائی جنی اور لڑائی کے بچے ہو اس ایک نے اول بچے کا اور  
 دوسرے نے دوسرے بچے کا ایک ساتھ دعویٰ کیا خواہ ثانی بیعت باندی زندہ ہے یا مر گئی ہے تو ہر ایک کی دعوت صحیح ہے پس  
 باندی بیعت کی ام ولد ہو گئی اور اس پر باندی کی نصف قیمت و نصف عقر لازم آیا اور بچے کی قیمت کچھ نہ دیگا اور دوسرے بچے کا مدعی  
 بڑی لڑائی کو اسکا آدھا عقر دیگا اور یہی اصح ہے اور بڑے کا مدعی ثانی کی نصف قیمت اور نصف عقر کا ضامن ہوگا اور بڑے  
 کی قیمت کا کچھ ضامن نہ ہوگا پس اگر ثانی یعنی باندی قتل کر لائی گئی اور ہنوز کسی نے نسب کا دعویٰ نہیں کیا ہے اور دونوں نے  
 اسکی قیمت لیکر باہم برابر تقسیم کر لی پھر دونوں نے دعویٰ کیا تو باندی کی قیمت میں سے کچھ ضامن نہ ہوگا اور بڑے بچے کا مدعی  
 دوسرے کو باندی کا آدھا عقر کیسب اقرار و ملی کے دیگا اور مان کی قیمت میں کچھ نہ دیگا یا امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور  
 صاحبین رحمہ کے نزدیک مان کی ادنیٰ قیمت دیگا اگر خوشحال ہے اور چھوٹے بچے کے مدعی پر کچھ ضامن نہیں ہے اور بڑا بچے یعنی لڑائی  
 اپنے مدعی کی ہوگی اور دوسرے مدعی کی ام ولد ہو جائیگی۔ اور اگر ثانی چھ بیعتوں سے کم میں کچھ جنی اور باقی مسئلہ باندی پر تو بڑے  
 بچے کی دعوت باطل اور چھوٹے بچے کی دعوت صحیح ہو اور اس بچے کی مان ام ولد ہو جائیگی اور بڑے بچے یعنی لڑائی کی ادنیٰ قیمت اور  
 آدھا عقر اپنے شریک کو دے اور یہ اسکی ام ولد ہو گئی اور بڑی لڑائی کا مدعی باندی کی ادنیٰ قیمت اپنے شریک کو دے اور وہ بھی  
 ام ولد ہو جائیگی اگر زندہ ہے ورنہ اگر مر گئی تو نہیں ہوگی یہ محیط مشرعی میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک باندی خریدی پس مستحضران  
 رحمہ کی ملک میں چھ بیعتوں سے کم میں ایک بچے خالص کچھ کا ایک نے دعویٰ کیا تو صحیح ہو اور باندی اسکی ام ولد ہوگی اور شریک  
 کو ادنیٰ قیمت جو دعویٰ کے مدعی کی تھی ادا کرے خواہ تنگ دست ہو یا خوشحال ہو اور اسکا عقر کچھ نہ دیگا پس بچے کا حکم

مثل اس غلام کے ہر جو دو شخصوں میں مشترک ہو کہ اسکو ایک نے آزاد کر دیا یہ محیط میں ہو اگر باندی دو شخصوں میں مشترک ہو اور اس کے دو بچے پیدا ہوئے ہیں ہر ایک نے ایک ایک بچہ کا دعویٰ کیا پس اگر ایک بیٹ سے دونوں پیدا ہوئے ہیں اور ایک مدعی نے بڑے کا اور دوسرے نے چھوٹے کا دعویٰ کیا اور بخدا دونوں کی زبان سے دعویٰ نکلا تو دونوں کا نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور اگر ایک نے دعوت میں سبقت کی تو دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور دونوں آزاد ہو جائیں گے اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور باندی کی آدمی قیمت و آدھا حق دوسرے شریک کو ادا کر لے گا اور اگر دونوں بچے دو بیٹ سے پیدا ہوئے اور ایک نے بڑے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے چھوٹے کا اور دونوں کا کلام ساتھ ہی زبان سے نکلا تو بڑے کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا اور آزاد ہو جائیگی اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور آدمی قیمت و آدھا حق شریک کو ادا کر لے گا اور چھوٹے کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا استحضار اور اسکو بڑے بچے کے مدعی کو حق دینا پڑے گا اور پھر اسوقت کہ دونوں کا کلام ایک ساتھ زبان سے نکلا اور اگر مدعی نے بڑے بچہ کا دعویٰ پہلے کیا تو نسب اسکا ثابت ہو جائیگا اور وہ آزاد ہو جائیگا اور باندی ام ولد ہو جائیگی اور اسکو آدمی قیمت باندی کی اور آدھا حق دوسرے شریک کو دینا پڑے گا پھر اسکے بعد اگر دوسرے نے چھوٹے بچہ کا دعویٰ کیا تو دوسرے کی ام ولد کے بچہ کا دعویٰ کیا پس دوسرے کے تصدیق کی حاجت ہوگی۔ اگر اسے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور مثل ام ولد کے قرار دیا جائیگا اور اگر نکلیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر ایک نے پہلے چھوٹے بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور مدعی سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور باندی مدعی کی ام ولد ہو جائیگی اور آدمی قیمت و آدھا حق باندی کا دوسرے شریک کو لے گا اور بڑا بچہ دونوں میں مشترک غلام ہوگا اگر اسکے دوسرے نے بڑے کا دعویٰ کیا تو ایسا ہے کہ گویا ایک مشترک غلام کو ایک نے آزاد کر دیا یعنی مدعی کا حصہ آزاد ہوگا اور نسب ثابت ہوگا اور دوسرے کا اختیار ہے چاہے یوں ہی آزاد کرے یا اپنے حصہ کے واسطے سی کر اسے اور اگر چاہے تو آزاد کرے واسطے ضامن کے بشرطیکہ وہ خوشحال ہو اور اگر تنگ دست ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو حمایت اور آزادی میں اختیار ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اسکو ضامن لینے کا اختیار ہے اگر خوشحال ہو اور اگر شریک تنگ دست ہو تو سی کر اسکا ہے اور کچھ نہیں یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے اور باندی چھوڑی اسکو محل ظاہر ہوا پس ایک بیٹے نے کہا کہ محل ہمارے باپ سے ہے اور دوسرے عمر و نے کہا کہ مجھے ہے اور زید و عمر و دونوں سے خاد دعویٰ دفع ہوا تو محل عمر و کا قرار دیا جائیگا اور عمر و باندی کی نصف قیمت و نصف حقوق دیکو ادا کر لے گا اسی طرح اگر عمر و نے دعویٰ میں سبقت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زید کی طرف سے سبقت ہوئی تو اس کے اقرار سے باپ کا نسب ثابت ہوگا لیکن باندی اور اس کے بچے اسکی طرف سے بقدر اسکے حصہ کے آزاد ہوگی یہ مرسوم میں ہے اور زید دوسرے بھائی کو باندی یا اس کے بچے کی ضامن نہ دے گا یہ محیط میں ہے۔ اور عمر و کا دعویٰ کہ نسب کا جائز ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور باندی کی قیمت کی کچھ ضامن نہ دے گا اگر نصف حق کا ضامن ہوگا اگر زید طلب کرے یہ مرسوم میں ہے ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے ایک اپنے حصہ کا ایک حبیہ سے الگ ہوا ہے اور دوسرا عمر و بچے سے الگ ہوا ہے اس کے ایک بچہ ہوا پس دونوں نے دعویٰ کیا تو عمر و کو لے گا اور عمر و نصف قیمت و نصف حق کا ضامن ہوگا اور کتابت میں نہ کر دینے نہ کہ اسکو ضامن دے گا اور چاہے یہ ہے کہ بائیں کو ضامن دے دے شریک کو اور بائیں کو واجب ہے کہ زید کو یوں برا نشان دہا پس کرے اور خلیج نے فرمایا کہ زید کو چاہے کہ تمام حق کی ضامن شریک کو دے کیونکہ زید نے دوسرے کی

نظم ہندیہ کا بدعہ و جرم سوم



ام ولد سے دلی کرینکا اقرار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے یہ حکم اسوقت ہے کہ دونوں مالکوں کی ملک کا مال معلوم ہو یعنی ایک کی ملک مقدم ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور باندی دونوں کی ام ولد ہوگی اور کسی کا دوسرے پر ترجیح نہیں ہے اور نصف عتق کی ضمان دونوں مانع کو ادا کریں اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہے اور بعض مشائخ نے فسر دیا کہ کسی پردہ نون میں سے بالکل عتق دینا لازم نہیں آتا ہے اور اسی طرف شیخ الاسلام نے مرضی نے میل کیا ہے اور قول اول ہمارے صاحب کے اصول کے موافق اشتہار ہے بلکہ انی محیط ایک باندی ایک شخص زید دوسرے نابین میں مشترک ہے اسے بچہ بنا لیں زید دنا مانع کے باپ نے دعویٰ کیا تو مالک رقبہ سے نسب ثابت ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اس کے ایک بچہ ہوا اس کا ایک شخص نے اپنے مرض موت میں دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائیگی اور بعد مرنے کے اس کے تمام مال سے آزاد ہو جائیگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ بچہ ظاہر ہوا و اگر ظاہر نہ ہوا تو تہائی مال سے آزاد ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک باندی باپ و بیٹے میں مشترک ہو اور اس کے بچہ دونوں نے معا دعویٰ کیا تو ہتھ آنا باپ کا لطفہ قرار دیا جائیگا اور وہ نصف قیمت و نصف عتق باندی کا ضمان ہوگا اور بیٹا بھی نصف عتق کا ضمان ہوگا پس عتق میں بلا ہو جائیگا اور یہی حکم دادا کا ہے اگر باپ مر گیا ہو اور اگر بھائی یا چچا یا اجنبی ہو تو نسب کا حکم مثل اجنبیوں کے ہے کذا فی الحادی اور اگر دادا و بولہ سے باندی مشترک ہو اور دونوں نے معا دعویٰ کیا حالانکہ باپ زندہ موجود ہے تو دونوں سے نسب ثابت ہوگا کذا فی شرح الطحاوی۔ ابن ساعدی نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایسی باندی سے جو اس کے بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہے دلی کی اور اس سے بچہ ہوا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اس پر بیٹے کے واسطے نصف قیمت باندی کی اور دوسرے کے واسطے آدمی قیمت باندی آدھا عتق واجب ہوگا کذا فی محیط۔ امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک باندی بیٹے اور باپ اور دادا میں مشترک ہے اس کے بچہ پیدا ہوا اور سب نے معا دعویٰ کیا تو دادا اولیٰ ہے اور ان دونوں پر پورا عتق دادا کو دینا واجب ہوگا اگر دادا نے تصدیق کی کہ ان دونوں نے اس سے دلی کی ہے اور اگر تصدیق نہ کی تو کچھ نہیں دینا پڑیگا اور یہ باندی دادا کو حلال نہیں ہے اگرچہ دونوں کے دلی کرنے کی کذب کی ہو پس یہ صورت ایسی نہیں ہے کہ بیٹے نے باپ کی باندی سے دلی کرینکا دعویٰ کیا اور باپ نے کذب کی کیونکہ باپ پر حرام نہیں ہوتی ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر مکاتب و حرمین ایک باندی مشترک ہو اور اس کے بچہ ہو پس مکاتب نے نسب ولد کا دعویٰ کیا یہاں تک کہ اس بچہ کا نسب ثابت ہو گیا تو اپنے شریک کو باپ کی قیمت و نصف عتق تادان دے اور اگر آزاد و غلام تاجرین میں مشترک ہو اور بچہ جنسی اور غلام تاجر نے نسب کا دعویٰ کیا یہاں تک کہ نسب اس سے ثابت ہو گیا تو وہ باندی کی قیمت میں شریک کو کچھ ضمان نہ دیگا یہ محیط میں ہے اور اگر باندی حرم و مکاتب کے درمیان ہو تو حرم اولیٰ ہے کذا فی الحادی۔ باندی ذمی و مسلمان کے درمیان مشترک ہے اس کے بچہ ہوا پس دونوں نے دعویٰ کیا تو ہمارے نزدیک مسلمان کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور اگر ذمی مسلمان ہو گیا پھر باندی کے بچہ ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں کا بیٹا قرار دیا جائیگا دونوں سے میراث لیگا اور دونوں اس کے وارث ہوں گے خواہ باندی میں لطفہ قرار پانا ذمی کے اسلام سے پہلے ہو یا بعد ہو۔ اور اگر باندی دو مسلمان میں مشترک ہو پس ایک مرتد ہو گیا پھر باندی کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو مسلمان کا بچہ قرار دیا جائیگا خواہ دوسرے کے مرتد ہونے سے پہلے لطفہ قرار پایا ہو یا اس کے بعد۔ اور جب بچہ مسلمان کا اقرار پایا تو باندی اس کی ام ولد ہوگی اور مرتد کو اس کے شریک کی ضمان دیگا اور عتق میں دونوں کا ہر ایک کا لطفہ کذا فی الحادی۔ اور اگر باندی مسلمان میں مشترک ہو جائے کہ مسلم مرتد ہو گیا پھر دونوں نے باندی کے

لے دلی کی  
وہ باندی

بچہ کا دعویٰ کیا تو وہ بچہ مرتد کا قرار دیا جائیگا اور باندی اسکی ام ولد نہ ہوگی اور نصف قیمت اور نصف حق باندی کا ذمی کوٹے اور ذمی نصف حق اسکو ادا کرے اور اگر ان سب صورتوں میں کوئی شریک نے دعوت میں سبقت کی تو وہی اولیٰ ہوگا خواہ کوئی ہو کذا فی النہای ایک باندی سلم و مرتد میں مشترک ہو دو دنوں نے نسب کا دعویٰ کیا تو بچہ مسلمان کا قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر محوسی و کتابی میں مشترک ہو تو مستحسانا کتابی کا اطفہ قرار دیا جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے ایک باندی مسلمان و ذمی و کتاب و مرتد میں مشترک ہو اور سب نے اسے بچہ کا دعویٰ کیا تو اگر ذمی مسلم ادلی ہو اور ہر ایک مدعی پر بقدر حصہ مشترک کے عقد واجب ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اگر باندی ایک محوسی آزاد اور ایک مکاتب مسلمان کے درمیان مشترک ہو اسے بچہ پر دو دنوں نے دعویٰ کیا تو محوسی کا بیٹا قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک ذمی کی باندی ہو اسے آدمی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دی بچہ باندی بچہ جینے سے پہلے بچہ جینی اور دو دنوں نے اس پر دعویٰ کیا تو ذمی کا بیٹا ہوگا اور بیع باطل ہوگی یہ مبسوط میں ہے اگر باندی دو شخصوں میں مشترک ہو اسے اطفہ قرار دیا جائیگا ایک نے اپنا حصہ دوسرے مشترک کے ہاتھ فروخت کیا بچہ جینے سے کم میں وہ بچہ جینی اور مشترک نے اس کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہو جائیگا اور بیع باطل ہوگی اور بیع سے لیگا اور بائع کو اس کا حصہ قیمت و عقد دینا اسی طرح اگر بائع نے اس کا دعویٰ کیا ہو تو بھی ایسے ہی احکام جاری ہونگے کذا فی النہای اور اگر دو دنوں نے دعویٰ کیا تو دو دنوں کا بیٹا قرار دیا جائیگا کذا فی المحيط

**پانچویں فصل۔** غیر قاضی و قاضی کے اور دو غیر قاضیوں کی دعوت نسب کے بیان میں ایک بچہ نابالغ جو دو نابالغین میں سے ایک شخص کے قبضہ میں ہے وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میرا بیٹا ہے تو مستحسانا اس سے نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ اپنی ذات سے تعبیر نہ کر سکے اور اگر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہوگا خواہ قاضی تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور یہ استحسان ہے قاضی ثابت ہوگا اور اگر اس پر قاضی اور دوسرے شخص نے دعویٰ کیا تو قاضی ادلی ہو اور اگر کسی نے دعوت میں سبقت کی تو سابق ادلی ہو یہ محیط سرخی میں ہے ام محمد نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر ایک آزاد مسلمان کے قبضہ میں ایک طفل ہے وہ دعویٰ کرتا ہو کہ یہ میرا لڑکا ہے بچہ ایک آزاد مسلمان یا ذمی یا غلام آیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قاضی کے پاس نسب کے گواہ نہیں ہیں تو مدعی کی ڈگری ہو جائیگی و شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ بچان صورتوں میں آزاد ہوگا اور اس الائمہ حوائی نے ذکر کیا کہ سوا سے غلام کی صورت کے نسب صورتوں میں آزاد ہوگا اور یہی اشہر ہے کذا فی المحيط۔ غیر قاضی و قاضی دو دنوں نے بیٹے ہونے کے گواہ قائم کیے تو قاضی ادلی ہو یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر ہر ایک قاضی و غیر قاضی نے گواہ دیے کہ یہ بچہ میری اس عورت سے میرا بیٹا ہے تو قاضی کے نسب کی ڈگری ہوگی اسی عورت سے اگرچہ یہ عورت اس سے انکار کرتی ہو اسی طرح اگر عورت مدعی ہو اور باپ منکر ہو تو بھی ایسا ہی ہوگا کذا فی المحيط۔ اگر ایک بچہ کسی شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک شخص نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے بچہ جینے سے زیادہ ہوتا ہو کہ پیدا ہوا ہو اور قاضی نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے ایک سال ہوا کہ پیدا ہوا ہو اور بچہ کے سن میں اشکال ہو تو قاضی کی گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ دو جو رخصت ملک میں اور دو دنوں کے قبضہ میں ایک طفل ہے دو دنوں گواہ قائم کرتے ہیں کہ یہ لڑکا بیٹا ہے اور ایک آزاد ذمی یا مسلمان نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری اس آزادہ عورت سے میرا بیٹا ہے تو آزاد کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے اگر ایک بچہ ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میری اس عورت سے ہو اور یہ دو دنوں آزاد ہیں اور قاضی نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہے اور اسکی ماں کی طرف منسوب نہ کیے تو مدعی کی ڈگری ہوگی

ملے قاضی و غیر قاضی کے  
دعویٰ و جواب میں ہے  
واجب ہو ۱۱

اسی طرح اگر ان مدعیہ ہو تو بھی ایسا ہی ہو یہ مہبوط میں ہے۔ ایک بچہ ذمی کے قبضہ میں ہو اس پر ایک مسلمان نے مسلمانوں یا دیونوں میں سے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فرائض سے پیدا ہوا ہے اور ذمی نے بھی ایسے دعوے پر ذمی گواہ پیش کیے تو مسلم کی ڈگری ہوگی اور اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہوں تو اسی کی ڈگری ہوگی یہ محیط سخی میں ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایک باندی کے دو بیٹے ہیں وہ باندی سے ایک بچہ کے ایک شخص زچہ کے قبضہ میں ہو اور دوسرا بچہ عمر کے قبضہ میں ہو پس ہر ایک نے دونوں میں سے دعویٰ کیا کہ باندی میری ہے اور دونوں بیٹے میرے ہیں میری اسی باندی سے پیدا ہوا ہے پس ہر ایک تو جس شخص کے قبضہ میں باندی ہے اسی کے نام باندی اور دونوں بچوں کی ڈگری ہوگی خواہ دونوں بچے ایک ہی بیٹے سے پیدا ہوئے ہوں یا مختلف پیدا ہوئے ہوں۔ اور اگر ہر ایک نے باندی کا مع قطعاً اس بچہ کے جو اسکے قبضہ میں ہے دعوے کیا پس اگر دونوں بچہ ایک ہی بیٹے سے پیدا ہوئے تو یہ صورت اور پہلی دونوں کیساں ہیں اور اگر دو بیٹوں سے پیدا ہوئے ہیں پس اگر بڑا چھوٹا نہ معلوم ہو تو قاضی کے نام باندی کی اور ہر ایک کے نام اسکے مقبوضہ بچہ کی ڈگری ہوگی اور اگر چھوٹا بڑا معلوم ہو تاہو اور بڑا قاضی باندی کے قبضہ میں ہو تو اسکے نام باندی اور بچے کی ڈگری ہوگی اور چھوٹے کی ہوگی۔ اگر بڑا غیر قاضی باندی کے قبضہ میں ہو تو ہر ایک کے نام اسکے مقبوضہ بچہ کی ڈگری ہوگی اور کتاب میں مذکور ہے کہ باندی کی ڈگری بڑے بچہ کے قاضی کے نام ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام و باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہو ایک دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ہے میرے فرائض پر مجھے اسکے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور قاضی نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے یہ بچہ میرے فرائض پر اس سے پیدا ہوا ہے تو قاضی کے گواہ مقبول ہونگے اور حکم اس وقت ہو کہ یہ غلام نابالغ ہو یا بالغ ہو مگر قاضی کی تصدیق کرتا ہو اور اگر بالغ ہو اور مدعی کی تصدیق کرتا ہو تو مدعی کے نام غلام و باندی کی ڈگری ہوگی یہ مہبوط باب الولاد والشہادۃ میں ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ آزاد عورت کے ایک لڑکا ہو اور دونوں کسی مرد کے قبضہ میں ہیں اور دوسرے مرد نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور اسکے میرے فرائض پر یہ بچہ اس سے پیدا ہوا ہے اور قاضی نے اسکے مثل گواہ قائم کیے تو بچہ کی ڈگری قاضی کے نام ہوگی خواہ لڑکے نے قاضی کے بیٹے ہو یا نہ ہو دعویٰ کیا ہو یا مدعی خارج کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ اور اگر قاضی ذمی ہو اور اسکے گواہ مسلمان ہوں اور مدعی مسلمان اور اسکے گواہ مسلمان ہوں اور عورت بھی ذمی ہو تو عورت و بچہ کی ڈگری قاضی کے نام ہوگی اور اگر عورت مسلمان ہو تو مدعی کی ڈگری ہوگی خواہ قاضی کے گواہ مسلمان ہوں یا ذمی ہوں کذا فی الحیطہ اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے غلام نکاح کیا ہے اور ابن کے گواہوں نے اس سے عجبھے وقت نکاح کی گواہی دی تو مدعی کی ڈگری ہوگی یہ مہبوط میں ہے اگر قاضی نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری ہے اور بچہ اس سے اس سے نکاح کیا ہے اور مجھ سے میرے فرائض پر اسکے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہے میرے فرائض پر اسکے یہ غلام میری ملک میں پیدا ہوا ہے تو بچہ کی ڈگری شوہر کے نام اور باندی کی ملک کی ڈگری مدعی کے نام ہوگی اور بچہ اور باندی دونوں مدعی کی ملک میں گھر بچہ باقرار مدعی آزاد ہوگا اور باندی بھی اسکے اقرار سے انکی ام ولد ہو جائیگی لیکن اگر مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس باندی نے اسکے دھوکا دیا اور اسنے اسکا آزاد کر نکاح کیا ہے تو اس وقت بچہ البتہ قیمت آزاد ہوگا یہ محیط میں ہے اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہے اور اسکے ایک بچہ ہے اس پر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے باپ کی باندی جو اسی کے فرائض سے یہ بچہ اس باندی کے پیدا ہوا ہے اور باپ مدعی کا مرچکا ہے اور دوسرے گواہوں نے یہ گواہی

مدعی میری ملک میں  
باندی باندی سے

دی کہ یہ اسی قاضی کی باندی ہو اسی کی ملک فراش پر یہ بچہ جنی ہو اور وہ اسکا بیٹا ہو تو غیر قاضی کے باپ میت کا بیٹا ہونے کی ڈگری ہوگی اور باندی آزاد نجائیگی اور اسکی دلازمیت کو پہونچگی اور قاضی کے نام اسین سے کچھ ڈگری نہ ہوگی کذا فی الجاوی اگر کچھ کسی شخص کے قبضہ میں ہو اسپر ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ میرا بچہ ہو تو اس کے نسب سے ہونے کا حکم ہو جائیگا اور اگر قاضی اسکا مدعی ہو تو یہ حکم ہوگا اور اگر عورت نے صرف ایک عورت گواہ قائم کی کہ یہ بچہ اس مدعیہ کے پیٹ سے ہے یہ بچہ اس پر اس اگر قاضی دعویٰ کرتا ہو کہ یہ میرا بیٹا یا غلام ہو تو عورت کے نام کچھ ڈگری نہ ہوگی اور اگر کچھ دعویٰ نہیں کرتا ہو تو عورت کے نام صرف ایک عورت کی گواہی پر ڈگری ہو جائیگی اور یہ تہان ہو یہ مبسوط میں ہو۔ ایک بچہ ایک عورت کے قبضہ میں ہو اسپر دوسری عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بچہ ہو اور اسپر گواہ ایک عورت قائم کی اور قاضی نے بھی اسی دھولے پر ایک عورت گواہ دی تو قاضی نے ڈگری ہوگی اور اگر ہر ایک کے واسطے دو مردوں نے گواہی دی تو قاضی نے ڈگری ہوگی اور اگر قاضی نے ایک عورت نے اور مدعیہ غیر قاضی کی دو مردوں نے گواہی دی تو مدعیہ کی ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہو۔ ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ میں ہو وہ کچھ دعویٰ نہیں کرتا ہو پس ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میں نے اسکو جنا ہے اور ایک مرد نے گواہ قائم کیے کہ میرا بیٹا ہے میرے فراش سے پیدا ہوا ہے اور اسکی ماں کا نام نہ لیا تو اس مرد مدعی اور عورت مدعیہ کے نسب سے قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر عورت کے قبضہ میں ہو تو بھی یہی حکم ہوگا اور دونوں میں فراش کا حکم بالا مقتضایہ کذا فی المبسوط۔ امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ دو غیر قاضی مدعیوں میں ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فراش پر میری اس عورت سے پیدا ہوا ہے تو وہ دونوں مردوں اور دونوں عورتوں کے نسب سے قرار دیا جائیگا اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ رحمہ نے کہا کہ فقط دونوں مردوں کے نسب سے قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخی میں ہو امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بچہ ایک شخص کے قبضہ میں ہو دو شخص آئے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دونوں نے گواہ دیے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو دونوں کے نسب سے ہونے کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک فریق گواہ نے دوسرے سے پہلے وقت بیان کیا تو دوسرے کا بہن دیکھا جائیگا پس اگر ایک کے وقت سے مواقت رکھتا ہو دوسرے سے مخالفت ہو تو موافق کے نام ڈگری ہوگی اور اگر ایک کے وقت سے یقیناً مخالفت ہو اور دوسرے کے وقت سے اشکال و اشتباہ ہو تو مشتبہ کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں کے وقت میں اشتباہ ہو مثلاً ایک فریق نے نو برس دوسرے نے دس برس بیان کیے اور سن دونوں کو متحمل ہو تو صاحبین کے نزدیک وقت کا اعتبار ساقط اور دونوں کے نام ڈگری ہوگی یہ روایات متفق ہیں اور شمس الائمہ حلوانی نے شرح میں ذکر کیا کہ امام اعظم رحمہم اللہ تعالیٰ سے خاصہ روایات میں مذکور ہے کہ دونوں کی ڈگری ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہو ایک عقیطہ پر دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک نے گواہ دیے کہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری بیٹی ہے پھر دیکھا تو وہ منشی نکلا پس اگر مردوں کے پیشاب کے سوراخ سے پیشاب کرتا ہو تو وہ لڑکے کے مدعی کا ہو اور اگر عورتوں کے سوراخ سے پیشاب کرتا ہو تو بیٹی کے مدعی کا ہو اور اگر دونوں سوراخ سے پیشاب کیا تو عورتوں کے سوراخ سے پہلے نکلا اسی کے مدعی کا ہوگا اور اگر دونوں سے ایک ساتھ پیشاب کیا اور کوئی آگے پیچھے نہ ہوا تو امام اعظم رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں پس دونوں میں کیا حکم کیا جاوے اور صاحبین نے فرمایا کہ جس سے زیادہ پیشاب خارج ہو اس کے مدعی کی ڈگری ہوگی اور اگر دونوں سے برابر نکلا تو بالاتفاق مشکل ہے اور مشتبہ ہے یہ مخرج منظوم میں ہے اگر مسلمان غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے میرے فراش سے اس باندی سے پیدا ہوا ہے اور ایک ذمی نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے

لے تو قاضی میں  
دونوں عورتوں کو  
داخل کرنا چاہیگا  
اسکے دونوں کے  
بہن کے دونوں کا  
بھی قرار دیا جائیگا



میری اس عورت سے میرے فرائض سے پیدا ہوا ہے تو آزاد ذمی کے نام حکم ہوگا یہ مبوط میں ہے ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس کے نسب کا ذخیرہ قابضوں نے ایک مسلمان اور ایک ذمی نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے مسلمان گواہ ہیں امر کے قائم کیے کہ میرا بیٹا ہے تو مسلمان کے نسب کی ڈگری ہوگی اور بسبب اسلام کے اسکو ذمی پر ترجیح دیجائیگی یہ محیط میں ہے اور اگر یہودی و نصرانی و مجوسی ہر ایک نے اس امر کے گواہ دیئے تو یہودی و نصرانی کی ڈگری ہوگی یہ مبوط میں ہے۔ ایک لڑکا ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک آزاد مسلمان نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا میری اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور غلام یا مکاتب نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا تو آزاد مسلمان کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک غلام نے دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے میری اس باندی سے میرے فرائض سے پیدا ہوا ہے اور دوسرے مکاتب نے اس پر دعویٰ کیا کہ میری اس عورت کے قبضہ میں ہے میرا بیٹا ہے تو دونوں یا ایک کے قبضہ میں ہو۔ اگر لڑکا ایک مرد

ملہ ذرا غلط کا ہے  
دونوں یا ایک کا قبضہ  
تو آزاد کی یا غلام کا  
دونوں میں حکم نکاح  
ہو گا ورنہ عام  
ملہ اور بیعت خطوت کا  
۱۱

### چھٹی فصل

جو مرد مرد کے دعویٰ کرنے کے بیان میں درحالیکہ بچہ دونوں یا ایک کے قبضہ میں ہو۔ اگر لڑکا ایک مرد اور اسکی عورت کے قبضہ میں ہے پس مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سوا سے دوسری سے ہے اور عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس مرد کے سوا سے دوسرے سے ہے تو وہ لڑکا دونوں کا شمار کیا جائیگا یہ پڑھتا ہے کہ نکاح دونوں میں ظاہر ہوا اگر ظاہر نہ ہو تو دونوں میں نکاح کا حکم ہو جائیگا کذا فی شرح الطحاوی اور اگر بچہ شوہر کے ہاتھ میں ہو اسے کہا کہ یہ میرا بیٹا دوسری عورت سے ہے اور جو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے تو شوہر کا قول مقبول ہوگا اور اگر عورت کے قبضہ میں ہوا اسے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے پہلے میرے شوہر کا ہے اور شوہر نے کہا کہ میرا بیٹا تجھ سے ہے تو بھی شوہر کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر شوہر نے پہلے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سوا سے دوسری میری عورت سے ہے اور وہ اس کے قبضہ میں ہے تو دوسری عورت سے نسب ثابت ہو جائیگا پھر اسکے بعد اگر اس عورت نے دعویٰ کیا تو ان دونوں سے ثابت نسب ہوگا اور اگر پہلے عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ بچہ میرا بیٹا اس مرد کے سوا سے دوسرے سے ہے اور بچہ دونوں کے قبضہ میں ہے پھر اسکے بعد مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت کے سوا سے دوسری سے ہے پس اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہو تو دونوں کا قول مقبول ہوگا اور دونوں کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور اگر دونوں میں نکاح ظاہر نہ ہو تو عورت کا قول مقبول ہوگا اور اسی سے نسب ثابت ہوگا جبکہ مرد نے عورت کی تصدیق کی اور یہ اس وقت ہے کہ بچہ اپنی ذات سے غیر نہیں کر سکتا ہے اور اگر تعبیر کر سکتا ہے اور دھان کوئی رقت ظاہر نہیں ہوتی ہے تو بچہ کا قول معتبر ہوگا جسکی اس نے تصدیق کی اسی سے اس کا نسب اسکی تصدیق سے ثابت ہوگا یہ سراج الوداج میں ہے۔ عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے ہے اور بچہ عورت کے پاس ہے اور ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی اور شوہر نے جوہر کی تکذیب کی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب عورت کو لازم ہو تو مرد کو بھی لازم ہوا یہ وجہ کروری میں ہے۔ ایک عورت کا شوہر موجود ہے اس نے ایک لڑکے کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا اس شوہر سے ہے اور شوہر نے تکذیب کی تو دعوت صحیح نہیں ہے جب تک کہ ایک عورت گواہی نہ دے کہ یہ عورت اسکو جنی ہے اور اگر عورت معتدہ ہو اور شوہر پر نسب کا دعویٰ کیا تو امام عظیم کے نزدیک پوری حجت کی ضرورت ہے اور اگر معتدہ و منکوحہ نہ ہو تو نسب بدولت حجت کے ثابت ہوگا اور اگر شوہر نے اسکی تصدیق کی تو دونوں کا بیٹا قرار پائیگا اگر کسی عورت نے ولادت کی گواہی نہ دی ہو پھر حجت صغیر صدر الشہید میں ہے۔ اگر شوہر بچہ کا مدعی ہے اور عورت نے اسکی تکذیب کی اور ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی تو شوہر کی تصدیق نہ کی جائیگی اور جنائی کی گواہی سے اسی وقت



اسکا نسب ثابت اور مالک کے اقرار سے آزاد ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے قرار دی جائیگی کہ مالک کے مرنے پر آزاد ہوگی  
 کذا فی احوالی ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسکے بچہ پیدا ہوا اور اسکا قابض نے دعویٰ کیا پھر ایک دوسرے شخص  
 سے کہا کہ یہ تیری باندی ہے تو نے میرے ساتھ اسکا نکاح کر دیا تھا اور دوسرے نے اسکی تصدیق کی اور اصل میں  
 ثبوت نہیں ہوتا ہے کہ یہ باندی دوسرے کی تھی تو بچہ آزاد اور قابض سے اسکا نسب ثابت اور باندی اسکی ام ولد قرار  
 دی جائیگی لیکن مقلہ کو باندی کی قیمت دیگا اور اگر اصل میں معلوم ہوتا ہو کہ مقلہ کی باندی تھی تو قابض سے نسب ثابت  
 اور بچہ باندی دونوں مقلہ کے ملوک ہونگے اور اگر اصل میں مقلہ کی باندی ہونا معلوم نہ ہوا لیکن مقلہ نے کہا کہ میں  
 نے تیرے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا ہے اور قابض نے کہا کہ تو نے میرے ساتھ نکاح کر دیا ہے پھر میری تو قابض باندی کی  
 قیمت اسکو دیگا اور عقربہ دیگا اسی طرح اگر قابض نے کہا کہ یہ باندی تو نے میرے ہاتھ فروخت کر دی اور مقلہ نے کہا کہ نہیں  
 بلکہ تیرے نکاح میں دی تو یہ صورت و صورت اولیٰ یکساں ہیں اور اگر اصل میں معلوم ہو کہ یہ باندی مقلہ کی تھی تو مقلہ ب  
 صورت میں بچہ باندی کو اپنی مالک میں لے لیگا سوائے ایک صورت کے کہ جب مقلہ نے اقرار کر دیا کہ میں نے اسکو تیرے  
 ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو مقلہ باندی کو نہیں لے سکتا ہے اور نہ قابض اسکو قیمت دیگا لیکن قابض پر حق واجب ہوگا اور باندی  
 بمنزلہ ام ولد کے موقوف نہ ہوگی یہ بیسوط میں ہوا ام محمد سے فرمایا کہ زید نے عمر کی مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ میں نے  
 اس سے نکاح کیا ہے اور مجھے یہ بچہ ملے ہے پھر اسکا بچہ پیدا ہوا اور عمر نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا اور یہ بچہ مجھے ہے تو ام محمد  
 رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بچہ مستولہ کے نسب سے ثابت ہوگا اور آزاد ہوگا اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی  
 اور یہ موقوف نہ ہوگی کسی کی خدمت نہ کرگی نہ اور کوئی اس سے وطی کر سکتا ہے اور شوہر پر ارادے شن کے واسطے مہر واجب  
 ہوگا اور اگر مستولہ نے خرید کا دعویٰ کیا اور مولے نے اسکے ساتھ نکاح کر دینے کا اور باقی مسئلہ بحال ہے تو بچہ ثابت نسب  
 اور باندی میں بچہ کے مولیٰ کے دونوں ملوک ہونگے اور مستولہ کفاس سے وطی حلال نہیں ہے اور وطی کو حلال ہے یہ حیثیتیں ہیں  
 انھوں میں فصل و لدا الزنا اور بچہ کے مکہ میں ہی اسکی دعوت نسب کے بیان میں اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کیا اور  
 اسکے بچہ پیدا ہوا اور زانی نے اسکا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہوگا لیکن عورت سے اسکا نسب ثابت ہوگا اسی طرح اگر کسی  
 نے ایک بچہ غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا کہ یہ زنا سے میرا بچہ ہے تو اس سے نسب ثابت ہوگا خواہ مالک  
 نے اسکی کذب کی یا تصدیق کی ہو اور اگر بچہ اس بچہ کا کسی حبیب سے ملے ہو یا اسے تو اسکے پاس سے آزاد ہو جائیگا اور  
 اگر اسکی مان کا مالک ہو تو وہ اسکی ام ولد نہ ہوگی یہ بدلہ میں ہی اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ یہ مجھ سے میرا بیٹا ہے یا میں  
 نے عورت سے فجور کیا پس وہ یہ بچہ جی ای یا بدون رشہ کے یہ میرا بچہ ہے تو بھی یہی حکم ہو اسی طرح اگر ایسا بچہ دمی کے  
 باپ یا مومن یا کسی ذی دم محرم کے نسب سے ہو تو دمی سے اسکا نسب ثابت ہوگا جبکہ اسے کھدیا ہو کہ یہ زنا سے  
 ہے اور ان لوگوں کے مالک ہونے سے یہ بچہ ان کے پاس سے آزاد نہ ہو جائیگا اور یہ صورت بھلاں اس صورت کے ہے کہ اگر  
 بچہ دمی کے بیٹے کا ہو تو دمی سے اسکا نسب ثابت ہوگا اگر بچہ دمی کا بیٹا تھا ہو کہ یہ زنا سے ہی کڈانے اھیٹ مگر دمی  
 نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے مگر یہ باپ نہیں ہے اور نہ کہا کہ زنا سے ہی اسکا مالک ہو تو نسب ثابت ہوگا اور آزاد ہو جائیگا  
 اسی طرح اگر کسی نے میرا بیٹا نکاح یا خرید یا عیسے سے یا شہرہ کا دوسرے کیا یا کہا کہ یہ باندی میں اسکے مالک  
 کے پاس ہے یا تھا لیکن اسے مستین میرے ہاتھ سے بچہ ہوا ہے اور مولیٰ نے اسکی کذب کی تو بچہ مستولہ کے

باندی کے نسب سے بچہ پیدا ہوا ہے







مرگیا تو کسی کا نسب مولیٰ سے ثابت نہوگا اور بڑا لڑکا آدھا اور ہر ایک لڑکی آدمی آدمی آزاد ہو جائیگی اور آدمی قیمت سکے واسطے سنی کرینگے اور چھوٹا لڑکا کل آزاد ہو جائیگا اور اسکی مان کل آزاد ہو جائیگی اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہوا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک دونوں فریق سب آزاد ہو جائینگے اور اگر بڑے لڑکے اور چھوٹے لڑکے کو دیکھ کر کہا کہ انہیں سے ایک میرا بیٹا ہو تو بڑے میں سے نصف آزاد اور نصف کے واسطے سنی کرے اور انکی مان آزاد اور دونوں بیٹیوں میں نصف آزاد اور نصف کے واسطے دونوں سنی کریں اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہوا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک بڑے کا آدھا آزاد اور آدھے کے واسطے سنی کرے اور چھوٹا کل آزاد اور دونوں لڑکیوں میں سے نصف آزاد ہو جائیگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور ایک باندی چھوڑی جسکے تین بچہ ہیں اور ہر ایک بچہ کو ملحد ہیٹ سے جنی ہو پس باندی نے گواہ قائم کیسے کہ میت نے اقرار کیا ہے کہ یہ بڑا لڑکا میرا ہی میرے نسب سے اس باندی سے پیدا ہوا ہے تو وہ مولیٰ کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور باقی دونوں بہن لڑا اپنی مان کے ہو گئے پس اگر گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مولیٰ نے بڑے لڑکے کی نسبت بیٹے ہوئے ہونیکا اقرار باقی دونوں لڑکوں کے پیدا ہونے سے پہلے کیا ہے تو باقی دونوں بھی اسکے بیٹے قرار پائینگے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر بڑے لڑکے کی نسبت بیٹے ہوئے اقرار سے چھ مہینے یا زیادہ بعد اسے دوسرا جنا تو دوسرا بھی اسی کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنا تو اسکو لازم نہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی ایک منکوحہ آزاد ہو جو دوسری باندی ہو پھر ہر ایک کے دونوں میں سے ایک لڑکا پیدا ہو پھر منکوحہ اور باندی مر گئی پس مروئے کہا کہ ان دونوں میں ایک میرا بیٹا ہے مگر میں نہیں پہچانتا ہوں کہ ان دونوں میں کون میرا بیٹا ہے تو کسی کا نسب ثابت نہوگا اور ہر ایک میں سے نصف آزاد ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر ایک کے دو غلام ہوں اسنے کہا کہ دونوں میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا وہ میرا بیٹا ہے تو کسی کا نسب ثابت نہوگا لیکن ایک غیر میں آزاد ہوگا اور یہ بہب موت کے بیان ہونے کی وجہ سے عتق دونوں میں پھیل جائیگا یہ بسوط میں ہے۔ ایک باندی کے تین اولاد بطلوں مختلفہ سے پیدا ہوئیں پس تین شخصوں نے گواہی دی ایک نے یہ گواہی دی کہ جب اسکے بڑا بیٹا پیدا ہوا تو مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ جب دوسرا پیدا ہوا تو مولیٰ نے اپنے بیٹے ہوئے ہونیکا اقرار کیا اور تیسرے نے تیسرے کی نسبت یہ گواہی دی کہ جب اسکے تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو مولیٰ نے اپنے بیٹے ہوئے ہونیکا اقرار کیا اور مولیٰ من سب سے انکار کرتا ہے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ بڑا لڑکا اسکا غلام ہو فروخت کر سکتا ہے اور دوسرا ام ولد کے بچہ کے حکم میں ہو اگرچہ اسکا نسب ثابت نہیں ہوا اور تیسرے کا نسب ثابت ہو او لیکن اگر نفی کرے تو ثابت نہوگا لہذا فی ہما و کا فیضان دوسوین فیصل بچہ کے نسب کا کسی دوسرے کے واسطے اقرار کرینگے پھر اپنے نسب کے دعوت کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے جہن جہن پس مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اسکے شوہر آزاد یا غلام کا ہے کہ جسکے ساتھ اسکو بیاہ دیا تھا پھر اسکے بعد اپنے نسب کا دعویٰ کیا پس اگر مقلہ نے اسکے قول کی تصدیق کر لی تو پھر مولیٰ کی دعوت اپنے واسطے صحیح نہیں ہے لیکن اسکے اقرار پر غلام اسکے پاس سے آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر مقلہ نے اسکی تصدیق کی اور تکذیب کی مقلہ بطل رہا تو جہن دعوت نسب صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مقلہ نائب یا میت ہو کہ اسکی تصدیق و تکذیب کا مال نہ معلوم ہو تو مولیٰ کی دعوت نسب صحیح نہیں ہے اور اگر مقلہ نے مولے کے قول کی تکذیب کی پھر مولیٰ نے خود دعوت نسب کی تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہوگا لہذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مولیٰ نے انہیں سے کسی بات کا اقرار نہ کیا لیکن اپنی نے کہا کہ یہ لڑکا مولیٰ کا بیٹا ہے لیکن مولیٰ نے انکار کیا پھر جہن نے اسکو فرمایا یا اسکے وارث نے فرمایا پھر بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو آزاد

ہو یا بیٹکا اور نسب اس سے ثابت نہ ہو گا یہ قول امام اعظم رحمہ کا یہ بیسوط میں ہوا اگر ایک عورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے نکاح کیا اور یہ لڑکا جو میرے پاس ہے میرا بیٹا اسی مرد سے ہے اور شوہر اس سے منکر ہے اور دو گواہوں نے عورت کی طرف سے مرد پر یہ گواہی دی اور قاضی نے کسی سبب سے انکی گواہی رد کر دی پھر ایک گواہ نے اس لڑکے پر اپنے نسب کا دعویٰ کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک عورت نے گواہی دی کہ یہ لڑکا اس عورت کا ہے اور اسکی گواہی نسب پر مقبول ہوئی پھر گواہی دینے والی عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر دو گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہونگے اور اگر لڑکے نے بڑے ہونے کے بعد دو گواہ قائم کیے کہ میں اس عورت کا بیٹا ہوں تو قاضی اس کے نسب سے ہونیکہ کلم کہ لگایا بیسوط میں ہے۔ اگر ایک مرد نے کسی عورت کے پاس کے لڑکے پر نسب کا دعویٰ کیا اور عورت منکر ہے اور مرد نے دو گواہ قائم کیے تو قاضی نے انکی گواہی پر حکم نہ دیا پھر ایک گواہ نے دو گواہ اس دعویٰ پر قائم کیے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اور یہ عورت میری جو رہی تو قاضی اس گواہی کو قبول نہ کر لگا اور اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا اس مرد سے پیدا ہے اور یہ مرد میرا شوہر ہے اور اس پر دو گواہ قائم کیے تو انکی طرف سے قاضی گواہوں کی سماعت کر لگایا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک عورت کے پاس کے بچہ پر دو مردوں نے دعویٰ کیا ہر ایک کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا اسی عورت سے نکاح سے پیدا ہوا ہے اور عورت منکر ہے پھر عورت نے کسی دوسرے مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے نکاح کیا اور یہ لڑکا اس سے ہے اور اس امر کی گواہی انھیں دو دون شخصوں نے دی جنھوں نے خود لڑکے کا دعویٰ کیا تھا تو انکی گواہی مقبول نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی عورت کے پاس کے لڑکے پر ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا لڑکا ہے اور قاضی نے انکی گواہی رد کر دی پھر اسے اور دوسرے نے قاضی کے سامنے کسی دوسرے شخص کے نسب سے ہونے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ بیسوط میں ہے۔ اگر کسی عورت کا تہہ کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میری مکتاہ پانے شوہر سے بچہ جینی ہے پھر خود دعویٰ نسب کیا تو تصدیق نہ کی جائیگی لیکن آزاد ہو جائیگا اور بدبہ اور ام ولد کے بچہ کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الماوی۔ اگر کسی شخص کی مالہ باندی ہے پس اقرار کیا کہ اسکا حمل اسکے شوہر کا ہے جو مر گیا ہے پھر اپنے نسب کا دعوے کیا اور بچہ بیٹنے سے کم میں بچہ ہو تو آزاد ہو گا و لیکن اس سے نسب اسکا ثابت نہ ہو گا اور اگر مولیٰ نے بعد اپنے اقرار کے ایک سال توقف کیا پھر کہا کہ یہ مجھے مالہ ہے پس وقت اقرار سے پھر بیٹنے سے پہلے بچہ جینی تو وہ مولیٰ کا بیٹا ثابت النسب ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنی باندی کسی غائب شخص کے ساتھ جو زندہ ہے یا یہ دی ہے اسکے پھر بیٹنے بعد اسکے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اسکا دعویٰ کیا تو تصدیق نہ کی جائیگی یہ بیسوط میں ہے۔ اگر دو مردوں کی مشترک باندی کے بچہ پیدا ہوئے کہ ایک دوسرے شریک کا نطفہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس شریک کا بیٹا ہے پھر دونوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پس اگر دوسرے نے دعویٰ کیا تو بلا خلاف صحیح نہیں ہے اور اگر اول نے دعویٰ کیا تو امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دھوت صحیح نہیں ہے اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس میں خلاف کیا ہے اور بچہ آزاد ہو گا کیونکہ دونوں نے انکی سریت کی باجمہ تصدیق کی ہے اور باندی ایم ولد موقوفہ ہوگی جب دونوں میں سے کوئی مرے تو آزاد ہو جائیگی کذا فی الذخیرہ

[illegible]

گیا رہوین فصل تھیل النسب علی النیر اور اسکے مناسبات کے بیان میں۔ اگر کسی نے اپنا نسب اپنے باپ سے ثابت کرنا چاہا اور باپ مر چکا ہو تو قاضی اسکے گواہوں کی سماعت نہ کرے گا مگر جبکہ قسم کو حاضر کرے خواہ میت کا وارث ہو یا قریوند ہو کہ اس پر میت کا کچھ حق آتا ہو یا قریوند ہو کہ میت پر اس کا حق ہو یا مومن ہو یا مجرم ہو یا کسی شخص کو حاضر کر کے اس پر باپ کے حق کا یہ دعویٰ کیا تو خدا یہ شخص حق کا مقرر یا منکر یہی ہے کہ اس پر کیا حاکم یا قاضی اس قسم

کے مقابلہ میں گواہوں کی سماعت کرچکا ہذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا مان و باب کی طرف سے بھائی ہی نہیں اگر اس سے میراث طلب کرنا مقصود ہے یا نفقہ تو دعوی کی سماعت ہوگی اور بھائی ہونے کی ڈگری ہوگی اور یہ حکم تمام بھائیوں و وارثوں پر جاری ہوگا اور اگر اس سبب سے مال کا دعوی مقصود نہیں ہے تو بھائی ہونیکا اثبات ممکن نہیں ہے اور اگر معاملہ نے اسکے بھائی ہونیکا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر دعوی کیا کہ میرا پوتا یعنی بیٹے کا بیٹا ہوا لگے بیٹا غائب یا مرچکا ہے اسی طرح اگر دادا ہونے کا دعوی کیا کہ باپ یا پ بیٹا لگے باپ غائب یا میت ہی پس اگر اس سبب سے مال کا نفقہ وغیرہ کا دعوی مقصود ہے تو غائب کی طرف سے خصم قرار پاسکتا ہے خزانہ المغتین میں ہے۔ دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ میرا چچا ہے یا کسی عورت پر کہ یہ میری بہن یا چچو چھیڑی اور کسی میراث یا حق کا دعوی نہ کیا تو صحیح نہیں ہے یہ سراجہ میں ہے اگر کسی شخص پر دعوی کیا کہ یہ میرا باپ ہے یا بیٹا ہے یا کسی عورت پر دعوی کیا کہ میری جوڑی یا جوڑی ہونے کا دعوی کیا کہ یہ میرا شوہر ہے یا کسی غلام نے کسی عورتی پر دعوی کیا کہ اس نے مجھے آزاد کیا ہے اور یہ میرا مولی ہے یا مربی نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام تھا میں نے اسے آزاد کیا ہے یا دلا مولات کا دعوی کیا اور مدعا علیہ ان امور سے منکر ہے پس مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہو گئے خواہ ان چیزوں کے سبب سے مال کا دعوی ہو یا نہ ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی عورت نے دعوی کیا کہ شخص میرا بیٹا ہے یا اس نے دعوی کیا کہ یہ میری ماں ہے پس مدعی نے گواہ قائم کیے تو قاضی سماعت کرچکا اور نسب مدعی کا ثابت ہو جائیگا ایسا ہی صاحب کتاب نے اس مقام پر ذکر کیا اور ایسا ہی امام محمد رحمہ نے جامع میں لکھا ہے اور جہاں مخرج نے جامع میں لکھا ہے وہ استحسان ہے کذا فی شرح ادب القاضی للخصاف۔ اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک بچہ تھا پھر بچہ اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتا ہے اور مرد قاضی کے دعوے میں وہ ملحق ہے اور ایک عورت بھی قرعہ نے گواہ قائم کیے کہ بچہ میرا مان و باب کی طرف سے بھائی ہے تو عورت کی ڈگری ہوگا اسکے بھائی ہونیکا حکم کیا جائیگا اور اسکو دیکھا جائیگا اس طرح اگر قاضی شخص اسکے غلام ہونیکا دعوی کرتا ہوا وراثتی مسئلہ بھائی کی عورت کی ڈگری ہوگی اور اسکی آزادی کا حکم ہوگا اگر کسی شخص پر عورت نے دعوی کیا کہ یہ میرے بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہے تو یہ صورت اور بھائی ہونے کے دعوے کی حدت یکساں ہے پس اگر باوجود اسکے کسی حق مستحق کا دعوی کیا تو گواہی مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ ایک شخص مر گیا اور تین مولی کہ جنھوں نے اسے آزاد کیا تھا پھوڑے اور ایک دار چھوڑا پس اسکے مولاؤں نے گواہ قائم کیے کہ ہم نے اسکا آزاد کیا تھا پھر اسے سولے ہسکا کوئی وارث نہیں ہے اور قاضی نے دار کی ڈگری آنکے نام میں تہائی کر دی پھر ایک مولی مر گیا پھر ایک نے گواہ قائم کیے کہ میں اسکا مان و باب کی طرف سے بھائی ہوں میرے سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہے پس قاضی نے اسکے نام مولاے میت کے حصہ کی ڈگری کر کے غیر منقسم اسکے سپرد کر دیا پھر بھائی نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر مشتری نے جو کچھ خریدا ہے کسی شخص کو وراثت دیکر غائب ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور اسے میت دوم کے بھائی کے مقابلہ میں گواہ قائم کیے کہ میں دوسرے میت کا بیٹا ہوں اور وارث ہوں میرے سوا کوئی وارث نہیں ہے اور دار کے دونوں خریدکن نے بھی اسکی تصدیق کی تو قاضی بیٹے کے نسب کی ڈگری کر دیا اور ایسا تہائی کی ڈگری بھی جو بھائی کے نام ہو چکی ہوا اسکے نام کرچکا یا نہیں پس بیٹے کے نسب کی ڈگری کر کے مولا وہی قاضی ہی کے ماننے بھائی کا مقدمہ پیش ہو کر ڈگری ہوئی تھی تو بیٹے کے نام اس تہائی حصہ میت کی ڈگری جو بھائی کے نام ہو چکی ہے کرچکا اور اگر قاضی نہیں بلکہ دوسرا بیٹے کے نام حصہ کر کے ڈگری کرچکا اور تاویل اس مسئلہ کی ہے کہ قاضی ثانی کو اس حصہ کا وراثت ہونا معلوم ہے مگر قاضی ثانی کے سامنے مشتری نے مستودع کے پاس وراثت کو کھانچا



یا ستودہ نے و دلیث کے گواہ پیش کیے اس سے قاضی کو معلوم ہوا اور اگر قاضی ثانی کو و دلیث، ہونا معلوم نہ ہو تو دوسرا قاضی بیٹے کے حصے کی ڈگری بیٹے کے نام کر دیا اور بیٹا ان دونوں تصدیق کرنے والے شریکوں کے حصہ میں داخل نہ ہوگا۔ پھر اگر مشتری اسکے بعد آیا تو قاضی مشتری سے وہ حصہ لیکر میت کے بیٹے کو دیدیگا ایسا ہی امام محمد رحمہ نے کتاب میں ذکر فرمایا اور مشائخ نے کہا کہ تاویل اسکی یہ ہے کہ بیٹے کے واسطے مشتری سے ولادہ دینے کا حکم اسوقت دیکھا کہ بیٹے نے مشتری پر دوبارہ گواہ پیش کیے یا خود مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے یہ حصہ میت کے بھائی سے خریدا اور اسے میت سے ورثہ پایا تھا و لیکن بدون اسکے حصہ میت کی ڈگری بیٹے کے نام نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ متقی میں ہے کہ ایک گنجے نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا باپ ہے تاکہ قاضی اس پر نفقہ مقرر کر دے اور معاملہ نے ایک دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ یہ بھتیجے کا باپ ہے اور یہ دوسرا شخص منکر ہے اور نہ جاحی منکر ہی تو بھتیجے کے گواہ مقبول ہونگے اور اس کا نسب اسی سے ثابت ہوگا۔ مسیّر نے گواہ قائم کیے ہیں اور اسی پر نفقہ فرض کیا جائیگا اور دوسرے کے گواہ ہوں پر التفات نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور بعض فتاویٰ میں ہے کہ بھول نسب نے اگر کسی پر دعویٰ کیا کہ میں تیرا بیٹا ہوں اور اس نے تصدیق کی تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کی پس اگر مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ دئیے کہ یہ مدعی فلان شخص کا بیٹا ہے تو مدعی کے گواہ باطل ہونگے و لیکن فلان شخص سے اسکے نسب کی ڈگری نہ ہوگی پس جو بعض فتاویٰ میں ہے وہ مذکور متقی کے مخالف ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ بیٹا میرا فلان عورت میت سے ہے اور میرا اس عورت کی میراث میں حق ہے اور بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ میں دوسرے مرد کا بیٹا اسکی جو دے ہوں اور وہ دوسرا منکر ہے تو مدعی میراث کے گواہ ہوں پر ڈگری ہوگی اور لڑکے کا نسب اسی سے ثابت ہوگا یہ محیط سرفی میں ہے۔ ایک مرد محتج نے ایک مالدار لڑکے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تاکہ قاضی اس پر نفقہ مقرر کر دے اور اس پر گواہ قائم کیے اور لڑکا اس سے منکر ہے اور اسے گواہ قائم کیے کہ میں فلان دوسرے کا بیٹا ہوں اور وہ فلان شخص منکر ہے تو باپ کے گواہ مقبول ہونگے اور اسکے واسطے نفقہ کی ڈگری لڑکے پر ہو جائیگی اور لڑکے کے گواہ دوسرے پر باطل ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ دو چار لڑکوں میں سے ایک مرگیا اور مال چھوڑا اور دوسرا لڑکا محتج ہی ہے ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ میں ان دونوں کا باپ ہوں تاکہ میراث یوے اور بھتیجے کسی دوسرے پر گواہ پیش کیے کہ ہمارا باپ یہ ہے اور اس سے نفقہ طلب کیا اور دونوں پر گواہ کے گواہ ساتھ پیش ہوئے تو بلا ترجیح دونوں لڑکوں کا حصہ دونوں شخصوں سے جو باپ قرار دیے گئے ہیں ہونے کا حکم کیا جائیگا یہ وجہ کردی میں ہے۔ اگر عورت نے کسی پر گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بھتیجہ ہے تاکہ اس پر نفقہ مقرر ہو اور چاہے دوسرے پر گواہ قائم کیے کہ یہ عورت کا بھائی ہے تو پھر نفقہ دینے سے بری ہوگا اور بھائی پر مقرر کیا جائیگا اگر عورت کو منظور ہو تو تانا فانی میں ہے۔ ایک بائیں لڑکے نے ایک مرد و عورت پر گواہ قائم کیے کہ میں ان دونوں کا بیٹا ہوں اور دوسرے ایک مرد و عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ لڑکا ہمارا بیٹا ہے تو لڑکے کے گواہ اولیٰ ہیں اور اس کا نسب انھیں دونوں سے ثابت ہوگا۔ جنکا وہ دوسرے کرتا ہی اسی طرح اگر لڑکا نصرانی ہو اسے ایک مرد نصرانی و عورت نصرانیہ پر مسلمان گواہ قائم کیے کہ میں ان دونوں کا بیٹا ہوں اور ایک مسلمان مرد و مسلمان عورت نے اسی امر پر گواہ دیے یعنی یہ ہمارا بیٹا ہے تو لڑکے کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر کو ترجیح ہوگی اور اگر لڑکے کے گواہ نصرانی ہوں تو مسلمان کے گواہ مقبول ہونگے اور لڑکے پر مسلمان کے واسطے پھر کیا جائیگا یہ محیط سرفی میں ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ دونوں باپ دراصل مسلمان ہوں۔

مسلمان ہونا



اسکا نسب ثابت ہو گا اور اگر پہلے مرد سے ہونا متصور نہ ہو تو دوسرے کا ہی اور اگر دونوں سے ہونا متصور نہ ہو تو دونوں سے ہونے کا حکم کیا جائیگا صورت اسکی یہ ہے کہ پہلے کے طلاق دینے سے دو برس سے زیادہ عین اور دوسرے کے پہلے کرنے سے پہلے عین سے کم عین پیدا ہوا تو کسی سے نہیں ہو سکتا ہی ورام اولد اگر دو برس یا زیادہ عین سے کم عین تو اسکا حکم مثل مرزہ کے ہوا کہ ہی اور بالغہ اگر وفات شوہر سے عدت میں بیٹھی رہی تو دو برس تک نسب شوہر سے ثابت ہو گا اور صغیرہ اگر وفات شوہر سے عدت میں ہو اور عدت وفات گذرنے کے بعد چھ عین سے کم عین تک ہے کہ یہ نسب ثابت ہو گا یہ محیط ہجری میں ہی ہے۔ ایک باندی سے محال کیا پھر اسکو طلاق دیدی پھر اسکو خریدیا اور وقت خرید سے چھ عین سے کم عین اگر لگا جی تو اسکا لازم ہو گا اور اگر چھ عین میں جی تو لازم نہیں ہی یہ کم اسوقت ہو کہ طلاق ایک ہو اور اگر دو طلاق دیں ہیں تو وقت طلاق سے دو برس تک نسب ثابت ہو گا کذا لے قاضی خان

**تیسریں فصل** مان و باپ میں سے ایک کے بچہ کے نفی کرنے اور دوسرے کے دعویٰ کرنے کے بیان میں اگر ایک شخص نے ایک عورت سے محال کیا اور وقت محال سے چھ عین میں اس کے بچہ ہوا اور عورت و مرد دونوں آزاد مسلمان ہیں ہر ایک نے اس کے بیٹے ہونے کا دعوے کیا اور دوسرے نے تکذیب کی تو وہ دونوں سے بیٹا قرار پاویگا۔ اسی طرح اگر شوہر نے کہا کہ یہ بچہ مجھ سے پہلے کے شوہر کا ہی اور عورت نے کہا بلکہ وہ میرا ہی تو اسی شوہر کا قرار دیا جائیگا اور دونوں میں لسان نہیں ہوگی اور نہ شوہر و مدقذ ماری جائیگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ تو اسکو زنا سے جی ہی پس اگر عورت نے اسکی تصدیق کی تو مرد کا بیٹا قرار پاویگا اور اگر انکار کیا تو دونوں میں لعان واجب ہوئی اور لعان سے بچہ کا نسب منقطع کیا جائیگا یہ بسوط میں ہی۔ اگر عورت نے دو بچہ ایک ہی بیٹ سے جنے اور مرد نے اول کا اقرار کیا اور دوسرے کی نفی کی تو دونوں مرد کے نسب سے قرار دے جائیگے اور قطع محال کے واسطے دونوں سے لعان لیا جائیگا پس اگر اول کی نفی کی پھر دوسرے بچہ کا اقرار کیا تو مدقذ کی سزا دیا جائیگی اور دونوں اس کے نسب سے ہونگے اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے محال کیا اور اس کے دو بچہ پیدا ہوئے اور شوہر نے انکی نفی کی اور قاضی نے لعان کا حکم کیا پھر ایک بچہ لعان سے پہلے مر گیا تو دوسرا شوہر کے نسب سے قرار دے جائیگے اور لعان واسطے قطع محال کے لیا جائیگا اسی طرح اگر کوئی بچہ مر نہیں دیکھو و نہ ہر طرف سے کوئی لعان سے پہلے مر گیا تو دونوں بچہ شوہر سے ثابت النسب ہونگے۔ اسی طرح اگر دونوں نے قاضی کے سامنے لعان کر لیا مگر ہنوز قاضی نے دونوں میں فرقت اور بچوں کو مان کی طرف لازم کرنے کا حکم نہ کیا تھا کہ اتنے میں کوئی مرد یا جوید مر گیا تو دونوں لڑکے ان دونوں سے ثابت النسب ہونگے۔ اگر عورت ایک بچہ جی اور شوہر نے اسکی نفی کی اور قاضی نے دونوں میں لعان کیا اور فرقت کر دی اور بچہ کو مان کی طرف لازم کیا پھر دوسرا بچہ اسی بیٹ سے جی تو دونوں بچہ شوہر کے نسب سے اسکو لازم ہونگے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر دو بچوں کو جوڑ لیا جی اور شوہر کو ایک کا علم ہوا اس نے نفی کی اور لعان کیا اور قاضی نے بچہ اسکی مان کی طرف لازم کیا اور دونوں میں فرقت کر دی پھر دوسرے کا علم ہوا تو دونوں بچہ شوہر کے نسب سے ہونگے اور اگر قبل جدائی کے دوسرے بچہ سے واقف ہوا اور اسکی بھی نفی کی تو دوبارہ لعان کرایا جاوے اور بعد لعان کے دونوں بچہ مان کی طرف لازم کیے جائیگے یہ بسوط میں ہی۔ اور اگر شوہر بلا مان نے اپنی تکذیب کی اور بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا بعد از قطع قاضی نے دونوں میں جدائی کر کے بچہ کو مان کی طرف لازم کر دیا ہی پس اگر بچہ زندہ ہو تو اسکا نسب شوہر سے ثابت ہو گا اور شوہر کو مدقذ ماری جائیگی خواہ عورت زندہ ہو یا مر گئی ہو یہ محیط میں ہی اور اگر بچہ مر گیا ہو اور اس نے میراث چھوڑی پھر

کذا لے قاضی خان  
جو بچہ جی جائیگا  
نہیں ہوگا

باپ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو تصدیق نہ کیا جائیگی لیکن اگر اس بچے نے کوئی اہل ذمہ یا موٹ چھوڑی ہو تو تصدیق کیا جائیگی پھر جب اقرار صحیح ہو جاوے تو ملائین کو صدامری جائیگی اور میراث سے لیاگا اور اگر وہ بچہ جسکی نفی کی ہی موٹ ہو اور وہ بچہ چھوڑ کر مرگئی پھر ملائین نے اپنا تکذیب کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک تصدیق نہ کیا جائیگا اور نہ وارث ہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک تصدیق کیا جائیگی اور احدہ صدامری جائیگی اور وارث ہوگا یہ ہسب طہین ہی۔ اگر کسی شخص نے باندی سے لعان کیا ہے تو نفی نے اس کے بچوں کو مان کی طرف لازم کیا پھر ملائین کے بیٹے نے چاہا کہ میں اس باندی سے خلج کروں تو میں جائز ہو دوں تو میں جدا کی کرادی جائیگی اسی طرح اگر ملائین نے خود دعویٰ کیا کہ میں نے اس باندی سے وطی نہیں کی تھی پس ملائین سے خلج کرنا چاہا تو دونوں میں جدا کی کرادی جائیگی یہ محیط میں ہی۔ اگر اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا پھر اس سے خلج کیا پھر چھ مہینے زیادہ میں اس کے بچے پیدا ہوئیں اگر اسکی نفی کی تو لعان لیا جائے گا اور بچہ مان کی طرف لازم ہوگا اگرچہ مہینے سے کم میں وقت نکاح سے بچہ ہوا ہی تو نفی پر لعان کرے اور بچہ باپ کی طرف لازم ہوگا اور تاویل مسئلہ یوں ہی کہ جب ثبوت وقت اعتاق سے دوسرے سے کم میں ہو تاکہ نسب مولیٰ سے ثابت ہو کذا فی المبسوط قلقت یعنی وقت اعتاق سے بچہ پیدائش تک دوسرے سے کم میں نہ ہوا اگرچہ نکاح سے چھ مہینے سے کم ہی تو بچہ مولیٰ کے نسب سے ثابت النسب ہی۔ اگر کسی کی منکوحہ باندی کہ اس کے بچہ پیدا ہوا پس اگرچہ مہینے سے کم میں وقت نکاح سے بچہ پیدا ہوا پس اگر شوہر نے دعویٰ کیا تو یہ دون تصدیق مولیٰ کے ایسا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر نفی کی تو اسکو لازم نہ کیا جائیگا اور اگرچہ مہینے یا زیادہ میں بچہ ہوا تو شوہر سے اسکا نسب ثابت ہوگا وہ دعویٰ کرے یا نہ کرے اور اگر نفی کی تو دونوں میں لعان ہوگا اور نہ نسب بچہ کا منتفی ہوگا اور نہ مرد پر حد جاری جائیگی اگر مولائے باندی کو آزاد کر دیا پھر بچہ پیدا ہوا پس اگر وقت آزاد ہی سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا پس اگر شوہر نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائیگا خواہ باندی نے آزادی کے بعد قبل مرد کے دعویٰ نسب کے بالبعد اس کے اپنی ذات کو اختیار کر لیا ہر مہینے شوہر سے جدا کی اختیار کر لی ہو یا اپنے شوہر کے پاس رہنا اختیار کیا ہو اور اگر شوہر نے بچہ کی نفی کی پس اگر باندی نے شوہر کو اختیار کیا تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور قطع نکاح کے واسطے دونوں سے لعان لیا جائیگا اور اگر اپنے نفس کو اختیار کیا پس اگر شوہر کے بچہ کے نفی کرنے سے پہلے ایسا کیا پھر شوہر نے بچہ کی نفی کی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت رہیگا اور باہم لعان نہ لیا جائیگا اور شوہر پر حد قذف واجب ہوگی اور اگر بعد نفی کرنے کے اپنے نفس کو اختیار کیا اور شوہر نے بچہ کی نفی کی تو بچہ ثابت النسب ہوگا اور اگر وقت آزاد ہی سے چھ مہینے یا زیادہ کے بعد باندی بچہ جنم پس اگر شوہر نے اسکو دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہوگا اور جب صورتوں میں حد لعان کچھ نہ ہوگا اور اگر نفی کی پس اگر باندی نے بعد از دعویٰ کے اپنے شوہر کو اختیار کیا ہی تو دونوں میں لعان کر لیا جائیگا اور استعانتا نسب لہ قطع کیا جائیگا اور اگر نفی ولدت سے پہلے اپنے نفس کو باندی نے اختیار کیا یعنی شوہر سے جدا کی اختیار کر لی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اور لعان نہ ہوگی لیکن حد واجب ہوگی اور اگر بعد نفی کے لعان واقع ہونے سے پہلے اس نے شوہر سے جدا کی اختیار کی تو بچہ ثابت النسب ہوگا اور باہم لعان اور کسی پر حد واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر باندی کو شوہر نے خریدے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے نفی کی تو نفی صحیح نہیں ہی بچہ اسکو لازم ہوگا اور اگرچہ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوا اور شوہر نے نفی کی تو فقط نفی کرنے سے منتفی ہو جائیگا اور مرد کے ذمہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر اقرار کرے تو لازم ہوگا یہ محیط سترہ میں ہی ایک شخص کی جو روایک باندی ہوئے باندی کے ملک سے اسکو خرید لیا اور آزاد کر دیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوئے اگر وقت متق سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا اور اسے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب

مسائل  
۱۰۱





مشرقی کے صحیح جو بشرطیکہ عورت سے وطی کی ہو اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور اگر وقت خرید سے دو برس سے زیادہ  
 میں جنی پس وقت بیع سے غلام دو برس سے کم یا زیادہ میں بچہ یعنی نو بدون کہ مدین مشتری کے شوہر کی دعوت نسب صحیح نہیں ہے  
 و لیکن فرق اعتدال کے اگر دو برس تک نہ تھیں۔ تب بھی اور مشتری نے تصدیق کی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر وقت بیع سے دو برس سے  
 زیادہ میں جنی تو بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے اپنے عورت کو ایک طلاق بائن دیدی اور وہ عورت باندی تھی پھر آزاد  
 کر دی گئی پس اگر وقت طلاق سے دو برس تک بچہ جنی تو نسب اسکا شوہر سے ثابت ہوگا اس کے انکار سے غرضی نہ ہوگا اور انکار  
 پر اس کے چار بی بی جائیگی اور اس بچہ کی ولادہ اسکی ماں کے مولائون سے ملے گی اور اگر باپ مر گیا اور اس کے مرنے سے دو برس  
 کے درمیان باندی کے بچہ ہوا اور اس کے ایک روز بعد وہ آزاد ہو گئی ہر تہ بچہ ثابت نسب اور ولادہ اسکی ماں کے مولائون  
 کو ملے گی کذا فی المبسوط۔ اور اگر کسی شخص کی جو رو باندی ہو اور وہ اس سے بچہ جنی اور باندی کو اس کے شوہر نے خریدا اور اسکو  
 آزاد کر کے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ میں اس کے دوسرا لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اس کے نسب یا انکار  
 کیا تو قاضی دونوں کے درمیان لعان کرے گا اور بچہ ماں کی طرف لازم کرے گا اور اگر وقت دوسرے نکاح سے چھ مہینے سے کم  
 میں یا زیادہ میں پیدا ہوا ہی تو لعان نہ کرے یا جائیگا اور بچہ شوہر کے نسب سے قرار جائیگا اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے  
 کم میں اس کے بچہ ہوا تو وقت انکار کے باہم دونوں سے لعان کرے یا جائیگا اور بعد لعان کے بچہ ماں کی طرف لازم کیا جائے گا اور  
 اگر ام ولد مسلمان ہو تو انکار پر مرد کو چار بی بی جائیگی اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق کی کہ یہ بچہ مجھ سے نہیں ہے تو بچہ کے حق میں  
 دونوں کی تصدیق نہ کی جائیگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر اس سے نکاح نہیں کیا تو وقت غرضی سے دو برس تک بچہ مرد کو نسباً لازم  
 ہوگا اور اگر اسکی نفی کی تو صدار جائیگا کذا فی المبسوط

**چودھویں فصل غلام تاجر و مکاتب کے دعوت نسب کے بیان میں۔** اگر بعد از دون نے کوئی باندی خریدی اور اس  
 سے وطی کی اس سے بچہ ہوا اور اس بچہ کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہوگا اور غلام کو اس بچہ اور اسکی ماں کے نفوت  
 کرے گا اختیار یہ محیط میں ہی۔ اور اگر مولیٰ نے اس باندی کو کسی غلام سے بیاہ دیا تو صحیح ہی جیسا کسی دوسری باندی کا نکاح کر دینا  
 صحیح ہے۔ اور اگر بچہ جنی تو اس سے نسب ثابت ہوگا اسی طرح اگر بیون اجازت مولیٰ کے اس باندی سے غلام نے نکاح  
 کر لیا تو نسب بچہ کا اس سے ثابت ہوگا اگر اس کا اقرار کرے یہ مبسوط میں ہی غلام ماذون اگر قرضدار ہو اس نے باندی خرید کر  
 اس سے وطی کی اور اس سے بچہ ہوا اور غلام نے اپنے نسب سے دعویٰ کیا اور مولیٰ نے اسکی تکذیب کی تو دعوت صحیح اور  
 نسب غلام سے ثابت ہوگا اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ مولیٰ نے یہ باندی میرے واسطے طلاق کر دی تھی اور مولیٰ نے اسکی تکذیب  
 کی تو بھی یہ حکم یہ محیط میں ہی۔ اگر غلام ماذون نے مولیٰ کی ایسی باندی کے بچہ کا جو اسکی تجارت میں سے نہیں ہے دعویٰ  
 کیا اور کہا کہ مولانا نے اسکو میرے اوپر طلاق کر دیا یا مجھ سے بیاہ دیا تو چلیس اگر مولیٰ نے اس امر میں اسکی تکذیب کی تو نسب  
 اس سے ثابت نہ ہوگا و لیکن اگر مولیٰ نے اسکا زاد کر دیا اور یہ غلام اسکا مالک ہو تو دعویٰ نکاح میں قیاساً و احتساباً ثابت  
 ہوگا اور طلاق کر دینے کے دعوے میں استھاناً ثابت ہوگا اور اگر مولیٰ نے اسکی تصدیق کی تو اس سے نسب ثابت ہوگا  
 مگر نکاح میں خاصۃ تصدیق نکاح کی ضرورت ہی اور طلاق کرنے کے دعوت میں ایک طلاق کر دینے کی اور دوسری کہ یہ بچہ  
 باندی کے اسی سے پیدا ہوا ہی دونوں باتوں کی تصدیق کی حاجت ہی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنے مالک کے سوا کسی دوسرے  
 کی باندی کے بچہ کا نکاح فاسد یا باطل سے غلام نے دعویٰ کیا اور اس باندی کے مالک نے تصدیق کی تو نسب اس سے

مشرقی کے صحیح جو بشرطیکہ عورت سے وطی کی ہو اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور اگر وقت خرید سے دو برس سے زیادہ میں جنی پس وقت بیع سے غلام دو برس سے کم یا زیادہ میں بچہ یعنی نو بدون کہ مدین مشتری کے شوہر کی دعوت نسب صحیح نہیں ہے و لیکن فرق اعتدال کے اگر دو برس تک نہ تھیں۔ تب بھی اور مشتری نے تصدیق کی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر وقت بیع سے دو برس سے زیادہ میں جنی تو بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے اپنے عورت کو ایک طلاق بائن دیدی اور وہ عورت باندی تھی پھر آزاد کر دی گئی پس اگر وقت طلاق سے دو برس تک بچہ جنی تو نسب اسکا شوہر سے ثابت ہوگا اس کے انکار سے غرضی نہ ہوگا اور انکار پر اس کے چار بی بی جائیگی اور اس بچہ کی ولادہ اسکی ماں کے مولائون سے ملے گی اور اگر باپ مر گیا اور اس کے مرنے سے دو برس کے درمیان باندی کے بچہ ہوا اور اس کے ایک روز بعد وہ آزاد ہو گئی ہر تہ بچہ ثابت نسب اور ولادہ اسکی ماں کے مولائون کو ملے گی کذا فی المبسوط۔ اور اگر کسی شخص کی جو رو باندی ہو اور وہ اس سے بچہ جنی اور باندی کو اس کے شوہر نے خریدا اور اسکو آزاد کر کے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ میں اس کے دوسرا لڑکا پیدا ہوا اور اس نے اس کے نسب یا انکار کیا تو قاضی دونوں کے درمیان لعان کرے گا اور بچہ ماں کی طرف لازم کرے گا اور اگر وقت دوسرے نکاح سے چھ مہینے سے کم میں یا زیادہ میں پیدا ہوا ہی تو لعان نہ کرے یا جائیگا اور بچہ شوہر کے نسب سے قرار جائیگا اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ ہوا تو وقت انکار کے باہم دونوں سے لعان کرے یا جائیگا اور بعد لعان کے بچہ ماں کی طرف لازم کیا جائے گا اور اگر ام ولد مسلمان ہو تو انکار پر مرد کو چار بی بی جائیگی اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق کی کہ یہ بچہ مجھ سے نہیں ہے تو بچہ کے حق میں دونوں کی تصدیق نہ کی جائیگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر اس سے نکاح نہیں کیا تو وقت غرضی سے دو برس تک بچہ مرد کو نسباً لازم ہوگا اور اگر اسکی نفی کی تو صدار جائیگا کذا فی المبسوط

ثابت ہو گا کذا فی الحاوی۔ غلام نے ایک تقریر دعوئی کیا کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہو جو میری بیوی اور باندی ہے۔ اسکی تصدیق کی اور مولیٰ نے کہا کہ یہ یہاں غلام ہو تو وہ مولیٰ کا غلام اور ان دونوں کا بیٹا ہو اور یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ان دونوں کا بیٹا ہو اور آزاد ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول اظہر ہو کہ اسے حبیبا الستری۔ وشتی بن نکھا ہو کہ غلام نے ایک تقریر دعوئی کیا کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہو جو میری بیوی اور بیوی تو نسب اسکا غلام سے ثابت اور آزاد ہو گا اور باندی سے ثابت ہو گا یہ محیط میں ہو اگر وہ کتاب کی باندی نے بچہ بنا اور رکھا تب سے اسکا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہو خواہ مولیٰ نے رکھا تب سے قول کی تصدیق کی ہو یا گنبد کی ہو اور یہ بچہ بھی رکھا تب ہو جائیگا نہ اسکو فروخت کرے اور نہ اسکی مان کو یہ محیط میں فصل دعوت النسب میں ہو۔ اگر رکھا تب سے کسی لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا کہ یہ میری اس آزاد جو رو سے میرا بیٹا ہو خواہ صلح جائز سے یا فاسد سے اور عورت نے اسکی تصدیق کی تو اسکا بیٹا قرار دیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اگر رکھا تب سے کسی شخص کی باندی کے لڑکے پر نکاح یا مالک سے نسب کا دعویٰ کیا اور اس شخص نے تکذیب کی تو مثل آزاد کے رکھا تب کی تصدیق نہ کی جائیگی پس اگر وہ آزاد کیا گیا اور سی روز بھی اسکا مالک ہوا تو رکھا تب سے اسکا نسب ثابت ہو جائیگا یہ بسوط میں ہو۔ اگر رکھا تب سے کوئی باندی خریدی وہ اسکے پاس چھ مہینے سے کم میں بچہ بنی پس رکھا تب سے اسکا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہو اور اگر رکھا تب غلام یا ذون ہو تو دعوت صحیح نہیں ہو یہ محیط میں ہو اگر رکھا تب سے کوئی باندی فروخت کی پس چھ مہینے سے کم میں بچہ بنی اور اس نے دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہو اور بچہ مع مان کے اسکو واپس لے لیا کذا فی البسوط اور اگر غلام یا ذون نے دعویٰ کیا اور بچہ مسئلہ بحال ہو تو دعوت صحیح نہیں ہو کذا فی المحيط لکن رکھا تب نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور بیٹا آزاد ہو یا عقد طلوعہ سے رکھا تب ہو تو اگر بچہ پیدا ہو تو رکھا تب کے دعویٰ سے اسکا نسب ثابت ہو گا اگر رکھا تب اسکی تکذیب کرے کذا فی البسوط پس اگر رکھا تب آزاد کیا گیا اور اس لڑکے کا مع باندی کے بھی ایک روز بھی مالک ہوا تو لڑکے کا نسب رکھا تب سے ثابت ہو جائیگا اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور اگر رکھا تب کا یہ بیٹا جسکی باندی سے وطی کی ہو رکھا تب ہونے کی حالت میں پیدا ہوا تھا یا رکھا تب نے اسکو خرید لیا تھا پس اسکی باندی نے یہ بچہ بنا اور رکھا تب نے اسکا دعویٰ کیا تو دعوت صحیح ہو اور باندی اسکی ام ولد ہو جائیگی اور میرا قیامت کا ضامن نہ ہو گا کیونکہ جو بچہ کتابت کی حالت سے پیدا ہوئے بیٹے کی یا خریدی ہوئی بیٹے کی کمائی ہو وہ ہرگز نہ اسکی کمائی مال کے ہوتا ہے اس میں اسکا نصیب نہ ہو گا کذا فی المحيط اگر اپنی مکاتبہ کے بچہ کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہو گا خواہ مکاتبہ اسکی تصدیق کرے یا نہ کرے اور مولیٰ بچہ کی قیمت کی ضمان نہیں ہو عقر سے پہلے واجب ہو اگر کتابت کے روز سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ بنی ہو اور اگر چھ مہینے سے کم میں بنی ہو تو عقر بھی نہیں واجب یہ مادی میں ہو اور مکاتبہ کو اختیار دیا جائیگا چاہے کتابت کو یا فی رکھے اور تمام کذا یا فرم کرے کذا فی المحيط اور اگر مکاتبہ کا شوہر ہوا اور مولیٰ کی لڑکے تصدیق کی تو بچہ آزاد ہو گا اور نسب ثابت ہو گا یہ محیط مغربی میں ہو اگر مکاتبہ کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کیا تو بدون تصدیق مکاتبہ کے دعوت صحیح نہیں ہو اور یہ حکم ظاہر الروایت کا ہے اور اگر مکاتبہ نے مولیٰ کی تصدیق کی تو نسب اس سے ثابت ہو جائیگا اور بچہ قیمت آزاد ہو گا کہ مولیٰ بچہ کی قیمت مکاتبہ کو دے کر رکھا تب کو اور مکاتبہ کو باندی کا عقر بھی دے گا اور بچہ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو ولادت کے روز بھی اور یہ حکم سوقت ہو کہ مکاتبہ کے یہ باندی خریدنے سے چھ مہینے میں باندی کے بچہ ہو یا وہ اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ ہو اور مولیٰ نے دعویٰ کیا تو بدون تصدیق مکاتبہ کے نسب ثابت ہو گا اور اگر مکاتبہ نے تصدیق کی یہاں تک کہ نسب ثابت ہو گا آزاد ہو گا ویسا ہی غلام باندی رہے کذا فی المحيط۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مکاتبہ نے کوئی مال یا غلام خریدا اور مولیٰ نے اسکا دعویٰ کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر مکاتبہ نے اسکی تصدیق

کی تو مولیٰ سے نسب ثابت ہوگا اور آزاد ہوگا یہ حاوی میں ہی ایک شخص نے ایک غلام خرید کر مکاتب کر دیا پھر مکاتب نے اپنی ایک باندہ کی تو مکاتب کیا پھر مکاتب نے بچہ جنابس مولیٰ سے مکاتب نے اسکا دعویٰ کیا پس اگر مکاتب نے اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور مکاتب کے واسطے اسکا فقہی حرج واجب ہوگا اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنابس اور اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ جنابس تو اسکا فقہی مکاتب کو ملے گا پھر یہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا پس اگر ماں نے بدل کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگی اور اسی کے ساتھ بچہ بھی اسکی تمیت میں آزاد ہو جائیگا اور اگر عاجز ہوئی اور بھر ملک ہوگی تو مولیٰ دو دنوں کو بغیمت لے لیگا اور مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہ ہوگی اگرچہ مولیٰ کا استحقاق دعوت نسب کے روز صاحب تصدیق کی تصدیق سے ثابت ہوا تھا اور بچہ کی و قیمت معتبر ہوگی جو مکاتب کے عاجز ہونے کے روز بھی اور اگر مکاتب نے اسکی تکذیب کی اور مکاتب نے تصدیق کی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا اگر ماں نے بدل کتابت ادا کر دیا تو دو دنوں آزاد ہو جائیگا اور اگر وہ عاجز ہو کر بھر ملک ہوگی تو مولیٰ سے نسب ثابت ہوگا اور بچہ قیمت آزاد ہوگا مگر تمیت روز ولادت کی اسوقت معتبر ہوگی جیکہ روز کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور اگر روز کتابت سے چھ مہینے میں بچہ ہوا ہو تو عاجز ہونے کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر دو دنوں نے مولیٰ کی تکذیب کی تو بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور بچہ اپنی ماں دو دنوں مکاتب کے مکاتب قرار پائے پس اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا تو دو دنوں آزاد ہو جائیگا اور اگر عاجز ہوئی تو دو دنوں مکاتب کے ملک ہوئے اور نسب مولیٰ سے ثابت نہ ہوگا اور اگر دو دنوں نے مولیٰ کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہو جائیگا پس اگر روز کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا ہو یا تنگ کہ ثابت ہو کہ نطفہ کا قرار یا مکاتب کی ملک میں ہوا ہو تو بچہ بغیمت آزاد ہوگا اور بچہ کی قیمت مکاتب کو ملے گی اور ولادت کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں پیدا ہوا ہو تو بچہ اس مکاتب کے ساتھ مکاتب ہوگا جب تک کہ مکاتب عاجز نہیں ہوئی ہو اور جب عاجز ہوئی تو مولیٰ اس بچہ کو عاجز ہوئے کے روز کی قیمت پر لیوے گا۔ چھ مہینے میں کہ مکاتب نے تصدیق اور مکاتب نے تکذیب کی حتیٰ کہ نسب ثابت نہ ہوا اور مکاتب عاجز نہ ہوئی اور مکاتب نے اپنا بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پس اگر مکاتب نے وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنابس مولیٰ سے نسب ثابت ہوگا اور بچہ قیمت آزاد ہوگا اور یہ قیمت مکاتب کو ملے گی اور یہ اسوقت ہی کہ بچہ ایسا لایا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر نہ کر سکتا ہو اور اگر بڑا ہو گیا ہو اور مولیٰ نے دعویٰ کیا اور مکاتب نے اسکی تصدیق کی تو آزاد ہوگا اور حق نسب میں لڑکے کے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا اور اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنابس آزاد نہ ہوگا بلکہ اپنی ماں کے ساتھ مکاتب ہوگا اور مولیٰ سے اسکا نسب بھی ثابت نہ ہوگا اگر اس کے بعد مکاتب عاجز ہوئی تو بھر ملک ہوگی تو بچہ بغیمت آزاد اور مولیٰ سے ثابت النسب ہوگا اور اگر عاجز نہ ہوئی بلکہ بدل کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہوگی اور بچہ بھی اس کے ساتھ آزاد ہو گیا اور مولیٰ سے نسب اسکا ثابت نہ ہوگا لیکن اگر لڑکے نے بڑے ہو کر مولیٰ کی تصدیق کی تو اسکی تصدیق سے نسب ثابت ہوگا پس قیمت مولیٰ پر لازم نہ آئے گی یہ محیط میں ہی۔ اگر مکاتب اول نے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پھر مکاتب نے وقت عشق سے چھ مہینے سے کم اور وقت کتابت سے چھ مہینے میں بچہ جنابس کو حکم دیا جائیگا کہ جو قبل عشق کے مکاتب کے جسے کا حکم تھا اور اگر وقت عشق سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ جنابس اور مولیٰ نے زعم کیا کہ عشق کے بعد کی دہلی سے یہ بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر تصدیق پائی گئی تو زانی شمار ہوگا چنانچہ اگر بعد عشق مکاتب کے صلح کا دعویٰ کیا پس اگر مکاتب نے تصدیق کی تو شبہ صلح ثابت ہوگا پس نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہ ہوگا اور اگر مکاتب آزاد نے صلح کی تصدیق کی اور مکاتب نے

دعویٰ  
آزاد ہونا



مکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہو گا لیکن اگر مکاتبہ عاجز ہو کر پھر ملوک ہو گئی تو مکاتب آزاد شدہ کا اقرار کج اس وقت اس پر نافذ ہو گا اور نسب مولیٰ سے ثابت ہو گا اور پھر آزاد نہ ہو گا اور اگر دعویٰ کیا کہ یہ بیعتی مکاتبہ سے پہلے کی وطنی سے پیدا ہوا ہو تو بیعتی کی تصدیق نہ کیا جائے گی پس اگر مکاتب آزاد ہو گا تبہ دونوں نے اسکی تصدیق کی تو بیعتی کا نسب ثابت ہو گا اور بیعتی آزاد نہ ہو گا پس اگر مکاتبہ نے مال کتابت اور کیا تو بیعتی کے آزاد ہو جائیگی اور اگر عاجز ہو گئی تو بیعتی آزاد ہو گا اور اگر مکاتبہ نے اسکی تصدیق کی اور مکاتب آزاد نہ ہو گا تبہ مکذیب کی تو نسب ثابت ہو گا اور اگر بیعتی غلام ہو گا پس اگر مکاتبہ عاجز ہوئی تو وہ اور اسکا بیعتی دونوں مکاتب آزاد کے ملوک ہونگے اور اگر مکاتب نے تصدیق کی کہ قبل بیعت کے مولیٰ کی وطنی سے پیدا ہوا ہو اور مکاتبہ نے مکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہو گا لیکن اگر عاجز ہو گئی تو عاجز ہونے کے روز کی قیمت پر بیعتی آزاد ہو گا۔ اسی طرح اگر مکاتب نے مال کتابت اور انکسبا و لیکن اس کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور بدل کتابت اور دیگر بیعتی عاجز ہو گئی تو بیعتی آزاد ہو گا اور اسکی مان و ارثان مکاتب کی ملوک ہو گئی کذا فی شرح الزیارات

### فصل مستفادات کے بیان میں

پندرہویں فصل مستفادات کے بیان میں۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اسے عورت و ام ولد چھوڑی اور وارث نے اقرار کیا کہ اس نے یہ لڑکا میت کے لطف سے جنا ہی پس اگر وہ ان مقرر سے کوئی جھگڑا اور رد کرنے والا نہ ہو تو اس کے کا نسب میت سے ثابت ہو جائیگا اور وہ وارث ہو گا اور اقرار کرنے والوں میں کچھ تعدا دیا لفظ گوہی شرط نہیں ہی اور اگر مقرر کا کوئی منافع موجود ہو جو اسکے اقرار میں نزاع کرتا ہی تو یا اتفاق الروایات اقرار کرنے والوں کی تعداد شرط ہی اور یا اتفاق الروایات انکی عدالت یعنی عادل ہونا شرط نہیں ہی اور مقرر کا بلفظ شہادت اقرار کرنا شرط ہونے میں دو روایتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ شخص ایک ام ولد چھوڑ کر مر گیا اور مرنے سے دو برس تک کے درمیان میں اس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور وارثوں نے نہ تسلیم کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک میت سے اسکا نسب ثابت نہ ہو گا اور دانی کی گواہی سے وارث نہ ہو گا جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دیں لیکن اگر مولیٰ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ ام ولد مجھے حاملہ ہو تو دانی کی گواہی سے نسب ثابت ہو گا اور اگر وارثوں نے اقرار کیا تو مثل اقرار میت کے شمار ہو گا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک شخص کے پاس ایک باندہی ہی اسے اس سے بیعتی کی اور وہ اس سے بچہ جنی پھر اسکے بچہ کا دعویٰ کیا پھر کہا کہ یہ فلان شخص کی ام ولد تھی اسے میرے ساتھ نکاح کر دیا تھا اس سے میرے نسب سے یہ بچہ ہوا ہی اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی اور باندہی نے نہ دونوں کے قول کی تصدیق کی یا مکذیب کی لیکن مقرر کی ام ولد ہونے کے حکم قاضی سے پہلے اس نے دونوں کی تصدیق کی طیف رجوع کیا تو مقرر کی ام ولد قرار دیا جائیگی اور اسکے بچہ کا حکم مثل اسکے حکم کے ہو جائیگا جب مقرر مرے تو دونوں آزاد ہو جائیگے پھر اگر اسکے بعد بچہ پیدا ہوا اور اس نے باندہی ام ولد کے اقرار کی مکذیب کی تو اسکی مکذیب کی طیف نکلیا جائیگا اور اگر باندہی نے مقرر کے قول کی نہ مکذیب کی اور نہ تصدیق کی یہاں تک کہ مقرر تو مقرر کی تصدیق کی جائیگی حتیٰ کہ یہ بچہ مقرر کا غلام قرار دیا جائیگا پس اگر بچہ بالغ ہوا اور مقرر مقرر کے غلام ہونے سے اٹھا کر یا تو التفات نکلیا جائیگا اور اگر باندہی نے دونوں کی مکذیب کی اور اسی پر قائم رہی تو قاضی اسکے مقرر کی ام ولد قرار دے گا اور مقرر اسکے ام ولد کے اعتبار سے قیمت مقرر کی واسطے واجب ہوگی بعض مشائخ نے کہا کہ یہ موافق قول صاحبین رحمہ کے ہی اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہ مقرر قیمت اور نہ مقرر دینا نہ چاہیگا اور اگر باندہی نے دونوں کی مکذیب کی پس ہنوز قاضی نے حکم نہ دیا تھا کہ باندہی مقرر کی بیعتی حکم دینے میں تا بلوغ توقف کیا جائیگا پس اگر بڑے ہو کر اسے مقرر کے قول کی تصدیق کی تو مقرر کا غلام قرار دیا جائیگا اور اسکی مان مقرر کی ام ولد ہوگی اور اگر مکذیب کرتا رہا تو قاضی اسکو مقرر کی ام ولد قرار دے گا

مکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہو گا لیکن اگر مکاتبہ عاجز ہو کر پھر ملوک ہو گئی تو مکاتب آزاد شدہ کا اقرار کج اس وقت اس پر نافذ ہو گا اور نسب مولیٰ سے ثابت ہو گا اور پھر آزاد نہ ہو گا اور اگر دعویٰ کیا کہ یہ بیعتی مکاتبہ سے پہلے کی وطنی سے پیدا ہوا ہو تو بیعتی کی تصدیق نہ کیا جائے گی پس اگر مکاتب آزاد ہو گا تبہ دونوں نے اسکی تصدیق کی تو بیعتی کا نسب ثابت ہو گا اور بیعتی آزاد نہ ہو گا پس اگر مکاتبہ نے مال کتابت اور کیا تو بیعتی کے آزاد ہو جائیگی اور اگر عاجز ہو گئی تو بیعتی آزاد ہو گا اور اگر مکاتبہ نے اسکی تصدیق کی اور مکاتب آزاد نہ ہو گا تبہ مکذیب کی تو نسب ثابت ہو گا اور اگر بیعتی غلام ہو گا پس اگر مکاتبہ عاجز ہوئی تو وہ اور اسکا بیعتی دونوں مکاتب آزاد کے ملوک ہونگے اور اگر مکاتب نے تصدیق کی کہ قبل بیعت کے مولیٰ کی وطنی سے پیدا ہوا ہو اور مکاتبہ نے مکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہو گا لیکن اگر عاجز ہو گئی تو عاجز ہونے کے روز کی قیمت پر بیعتی آزاد ہو گا۔ اسی طرح اگر مکاتب نے مال کتابت اور انکسبا و لیکن اس کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور بدل کتابت اور دیگر بیعتی عاجز ہو گئی تو بیعتی آزاد ہو گا اور اسکی مان و ارثان مکاتب کی ملوک ہو گئی کذا فی شرح الزیارات

اور اسکی مان مقرر کی ام ولد ہوگی اور اگر باندی زندہ ہو اور بچہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو پس مان نے مقرر کی تصدیق کی اور بچہ نے تکذیب کی تو بچہ آزاد اور باندی مقرر کی ام ولد ہوگی اسی طرح اگر مان نے مقرر کی تکذیب اور بچہ نے تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہوگا یہ محدثین ہیں۔ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا پس ایک عورت نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ میت سے میرا بیٹا ہے پس اس کے لئے اسکی تصدیق کی اور عورت نے اس امر کے گواہ پیش کیے تو قاضی اس کے نسب کی ڈگری کرے گا اور میت دعوت میں زوجیت کا حکم دے گا اور عورت میت کی وارث ہوگی کذا فی الصحاح۔ اگر دو عورتوں نے ایک بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور ہر ایک عورت نے دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں گواہ قائم کیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک عورت گواہ پیش کی تو موافق روایت ابو یوسف رحمہ اللہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس حجت سے کسی کی ڈگری نہ ہوگی اور موافق روایت ابو یوسف رحمہ اللہ کے دونوں کے نام نسب کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر دونوں کے پاس حجت نہ ہو تو بلا خلاف کسی کی ڈگری نہ ہوگی۔ مجموع النوازل میں ہے کہ اگر دو بچوں میں ایک مذکر اور دو سر امونث ہو اور دونوں عورتوں میں سے ہر ایک نے مذکر کا دعویٰ کیا اور موثقی کی تو دونوں عورتوں کا دو دعویٰ تو لا جائے گا جس کا بھاری ہوگا اسی کے نام مذکر کی ڈگری ہوگی یہ محدثین ہیں۔ اگر زید کی باندی کے بچہ ہو پس اس کے بھائی نے کہا کہ یہ بچہ کے نکاح سے میرا بیٹا ہے اور زید نے انکار کیا تو مدعی کی تصدیق نہ ہوگی اور یہی حکم چار امون و باقی اہل قرابت کا ہو پس اگر مدعی اس کا کسی روز مالک ہو اور نکاح صحیح یا فاسد یا ملک سے نسب کا دعویٰ کرے گا تو نسب ثابت ہوگا۔ سیطرہ اگر بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ نہ کہا کہ میں نے اس باندی سے نکاح کیا ہے تو بھی یہی حکم ہوا اور اگر ان کا بچہ کے ساتھ یا بدون اسکے مالک ہو تو اسکی ام ولد ہو جائے گی اور اگر مدعی کا باپ جو مدعی کے قول سے منکر ہو اس بچہ کا مالک ہو تو مدعی سے نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ بچہ آزاد ہو گا یہ بسوط میں ہے۔ اگر زید کی باندی بچہ جنی اس کے بیٹے نے اس بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو بعد از باپ کی تصدیق کے دعوت صحیح نہیں ہے۔ سیطرہ اگر بیٹے نے نکاح کا دعویٰ کیا تو بھی بدون تصدیق باپ کے صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بیٹے نے باپ کی رضا مندی سے یا بذر رضا مندی کا رخ کر لینے کے گواہ قائم کیے تو بچہ کا نسب اس سے ثابت اور آزاد ہو جائے گا یہ محدثین ہیں۔ اگر ایک غلام نابالغ کو آزاد کیا پھر دعویٰ کیا کہ میرا بیٹا ہے تو صحیح ہو خواہ اسکے پاس پیدا ہوا ہو یا نہیں اور اگر بڑا ہو تو کیا جائیگا اگر اس نے انکار کیا تو اس کا اقرار باطل ورنہ جائز ہوگا یہ آثار فانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی آزاد کی اس کا ایک بچہ پھر بچہ کا دعویٰ کیا بعد از انکہ باندی کو آزاد کر چکا ہے تو نسب اس کو لازم ہوگا اور باندی آزاد پر عدت واجب ہوگی کذا فی المحیط مالک غلام صغیر و شخصوں میں مشترک ہے اس کو ایک نے آزاد کر دیا پھر دوسرے نے اسکے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو صحیح ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور وہ دونوں کا آزاد کردہ شملہ ہوگا بشرطیکہ دعوت مدعی دعوت تحریر ہوئے اسکی ملک میں نہ پیدا ہوا ہو اور اگر دعوت استیلا ہو کہ علق اسکی ملک میں قرار پایا ہو تو آزاد کرنے والے کے لئے مدعی ولا ہوگی اور مدعی کو کچھ ولا نہ ہوگی اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک کل غلام آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہوا اور اگر دوسرے نے ایسے نابالغ آزاد کے نسب کا دعویٰ کیا جس کا نسب معروف نہیں ہے تو استحساناً اسکی دعوت صحیح ہوگی۔ اور اگر خود آزاد کر دیا نے اسکے نسب کا دعویٰ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دعوت صحیح نہیں ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک استحساناً صحیح ہے اور اگر بچہ بڑا ہو کہ اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہو پس اگر اس نے اس امر کا اقرار کیا تو مدعی سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر انکار کیا تو آزاد کرنے والے کی دعوت صحیح نہیں ہے اور دوسرے کی دعوت صحیح ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور

ترجمہ  
فتاویٰ مالکیہ  
جلد سوم جلد اول  
کتاب الدعویٰ

حاجتیں ہم کے نزدیک کسی کی دعوت بدون اسکی تصدیق کے صحیح نہیں یہ ذخیرو میں ہو۔ اگر دو بچہ ہو یا ہوں ایک کو آزاد کر کے دوسرے کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں کا نسب ثابت اور متیق باطل ہو گا یہ تاتار خانیہ میں ہو۔ نوادرس کا عین ہو کہ زید نے ایک باندی کا زادی اُس نے عمر سے نکاح کیا اور وقت نکاح سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور زید و عمر دونوں نے دعویٰ کیا تو محکی باندی کا زادی تصدیق کرے اسی کا ہو گا پس اگر شوہر کی تصدیق کی اور اُس نے نکاح فاسد یا وطی شہرہ کا ہو گا کیا تو نسب اُس کو لازم ہو گا اسی طرح زید کو بھی بدون اسکی تصدیق کے کچھ دعوت کا حصول نہیں یہ یہ محیط میں ہو۔ ایک عورت کے پاس اسکے شوہر کے مرنے کی خبر آئی اُس نے بعد مدت کے نکاح کیا اور کچھ جنی پس پہلا شوہر زندہ موجود ہوا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہر طرح بچہ پہلے شوہر کا ہو اور امام ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ اگر نکاح ثانی سے وقت ولادت تک چھ مہینے سے کم ہوں تو پہلے شوہر کا اور اگر زیادہ ہوں تو دوسرے کا ہو اور امام محمد رحمہ نے کہا کہ اگر دوسرے کی وطی کے وقت سے ولادت تک دو برس سے کم ہوں تو پہلے شوہر کا اور اگر زیادہ ہوں تو دوسرے شوہر کا بھی کذا فی الکافی۔ اور فقیہ ابو الیث نے اپنی شرح دعوت بمسوا میں لکھا کہ امام محمد کا قول اصح ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ فصول عادیہ میں ہیں۔ اور ابو عصفہ سعد بن معاذ مروزی کے اسمعیل بن حماد سے انھوں نے عبد اللہ بن جریج سے انھوں نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ امام نے اس قول سے رجوع کر کے کہا کہ اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی کذا فی المحيط۔ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اور وہ نو جوان دس برس کی ہوئی مثلاً پس اُس نے نکاح کر لیا اور چند اولاد ہوئیں تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ سب اولاد پہلے شوہر کی ہونگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر کو جائز ہو کہ انکو زکوٰۃ دے اور انکی گواہی اُس کے حق میں مقبول ہو اور عبد اللہ بن جریج نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ انھوں نے اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ اولاد دوسرے شوہر کی ہو اور اسی پر فتویٰ ہو کذا فی الوقعات الحماسیہ اور بالاجمل اگر پہلا شوہر ہر یا تو عورت اُسکو واپس کر دیا یا بیکسی یہ ذخیرو میں ہو۔ اور اگر کوئی عورت گرفتار ہو گئی اور اُس سے کسی حربی نے نکاح کیا اور چند اولاد ہوئیں تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو کذا فی المبسوط۔ اور اگر ایک عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا اور عدت میں بیٹھ کر بعد کو دوسرے سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی اور شوہر اول نے طلاق سے انکار کیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو کذا فی المحيط السنخی۔ مجموع النوازل میں ہے کہ شیخ نجم الدین نسفی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک تالیف اللہ سے اُس کے باپ کے نکاح کر دینے سے نکاح کیا پھر باپ مر گیا اور شوہر غائب ہو اور لڑکی جوان ہوئی اور اُس نے دوسرے سے نکاح کر لیا پس غائب آیا اور اُس نے دعویٰ کیا اور عورت انکار کر گئی اور شوہر کے پاس گواہ نہیں تھے یہاں تک کہ اُسکی بیکسی ہوئی بلکہ دوسرے کی بیکسی ہوئی اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور پہلے شوہر کا ایک بیٹا دوسری جوڑے سے ہو تو اس بیٹے اور اس دفتر میں نکاح جائز ہی یا نہیں تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر لڑکا نابالغ ہو تو جائز نہیں ہو کیونکہ لڑکے کے باپ کے زعم میں ہو کہ لڑکی کی ماں میری جوڑے ہو اور لڑکی اُس کے فرار سے ہوئی ہے پس اُسکی بیٹی ہو لیکن اگر لڑکا جوان ہوا اور خود اُس نے اس لڑکی سے نکاح کیا تو جائز ہونا چاہیے کیونکہ اقرار سپرد سے یہ نافذ نہ ہو یہ فصول عادیہ میں ہیں اگر کسی نے دوسرے کی جوڑے سے نکاح کیا اور وہ بچہ جنی پس ایک نے دعویٰ کیا کہ نکاح کو ایک مہینہ ہوا اور دوسرے نے ایک برس کا ہو گا کیا تو ایک سال کے مدعی کی بیکسی ہوگی اور دونوں سے اثبات نسب کا حکم ہو گا اور اگر دونوں نے تصدیق کی کہ اُس نے ایک مہینے سے نکاح کیا تو نسب ثابت نہ ہو گا اور اگر باہمی ایک ماہ کی تصدیق کی بعد اُسے گواہ دیے کہ ایک سال سے نکاح کیا ہے تو گواہ مقبول ہو گئے یہ ذخیرو میں ہو۔ ایک شخص نے اپنے مرض میں کہا کہ یہ لڑکا میری ان دونوں باندیوں

مکمل تصدیق  
نہ ہوگی  
بیکسی ہوگی

مین سے ایک سے میرا بیٹا ہی پھر مر گیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ غلام جمع مال سے آزاد اور ہر باندی اپنے نصف قیمت کے واسطے سعی کرے اور نصف اسکا تھائی مال سے آزاد ہو گا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا میری اس باندی سے میرا بیٹا ہی پھر مر گیا پس اس کے دوسرے بیٹوں نے گواہ قائم کیے کہ ہمارے باپ نے اس باندی کو اس لڑکے کے پیدا ہونے سے تین برس پہلے اس غلام کے ساتھ زیادہ دیا تھا پس یہ لڑکا اس غلام کے فراش سے پیدا ہوا اور غلام و باندی دونوں نے مین تو ان کے گواہ مقبول نہ ہو گئے یہ محیط سخری مین ہے۔ اور اگر لڑکا یا باندی اس کے مدعی ہوں تو ان دونوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ ان دونوں کی غرض اس گواہی پیش کرنے سے یہ ہے کہ اپنا حق یعنی حلال ہونا میراث پر ثابت کریں اور اسکا آزاد ہو جائیگا اور اگر اسکی ام ولد ہو جائیگی پھر اگر یہ اقرار مولیٰ سے انکی صحت میں صادر ہوا تو لڑکا تمام مال سے آزاد ہو گا اور اگر مرنس مین ہوا تو مال سے آزاد ہو گا اسی طرح اگر لڑکے نے ایسا دعویٰ کیا تو بھی گواہ مقبول ہو گئے اور حکم اسکا مثل حکم لڑکے و باندی دونوں کے دعویٰ کر کے ہو گا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی نے یا لڑکے نے خارج کا دعویٰ کیا تو تین چار گواہ مقبول ہو گئے کیونکہ یہ اثبات نسب کے واسطے ہو گئے کیونکہ نسب حق لڑنے کا ہی پس جب اس نے گواہوں سے خارج ثابت کر دیا کہ غلام سے ہوا تو اپنے حق کا ثابت کرنے والا شمار ہو گا یعنی نسب کا پس نکاح باندی و غلام میں ثابت ہوا اور یہ حق باندی کا ہی ہے۔ پس مین ہی اور اگر وارثوں کے گواہ قائم کرنے کی حالت میں غلام غائب ہو تو اس کے حاضر ہونے کے وقت تک اس گواہی کے حکم میں توقف کیا جائیگا لہذا نے محیط۔ اگر کسی شخص کی عورت کے بچہ ہوا اور اس نے دوسرے کہا کہ یہ بیٹا میرا اسی شخص سے ہے اور شوہر اس سے منکر ہو پس اس شخص پر اس کے بیٹے یا بھائی نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ بیٹا میرا ہی ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ذبیرو مین ہے۔ اور اگر شوہر کے اس اقرار پر عورت کے باپ یا دادا نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ عورت مدعی ہو یا منکر ہو اسی طرح اگر شوہر کے باپ یا دادا نے اس اقرار کی گواہی دی تو بھی مقبول نہ ہوگی خواہ شوہر مدعی ہو یا منکر ہو یہ محیط مین ہے۔

**ہندو اہوان باب** دعویٰ استحقاق اور جو اس کے معنی میں ہو اس کے دعویٰ کے بیان میں اگر معتبری نے بائع سے گواہی کر لیا کہ بیع میں استحقاق ثابت ہو گیا یعنی کسی دوسرے نے مجھ پر استحقاق ثابت کر کے لے لی اور بائع سے اپنے دام واپس لے چاہے تو ضرور کہ استحقاق کی تفسیر اور اسکا سبب بیان کرے پھر جب اس نے سبب استحقاق بیان کر دیا اور دوسرے صحیح ہو گیا اور بائع نے اس مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے سے انکار کیا اور مشتری نے بیع کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہو گئے اور اپنے دام واپس کر سکتا ہے اور اس گواہی کی سماعت کے واسطے بیع کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے یعنی مشتاج کے نزدیک ہے اور اسی پر ظہیر الدین مرغینانی فتویٰ دیتے تھے بلکہ اگر بیع کے رنگ و اوصاف کو ذکر کر دیا اور مقدار میں بیان کی تو کافی ہے پھر مشتری کے گواہ مقبول ہوئے اور اس نے حکم قاضی بائع سے اپنے دام واپس لے لیا اور بائع نے اپنے بائع سے اپنے دام واپس لے لیا چاہے تو ہو سکتا ہے یہ ذبیرو مین ہے۔ اور اگر بائع نے مشتری کو شرن سے بری کیا یا اسکو ہبہ کیا پھر مشتری کے پاس سے بیع استحقاق میں لے لی گئی تو وہ اپنے بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اسی طرح باقی بائع بھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتے مین یہ فصول مجاہدہ مین ہے۔ اور اگر بیع مشتری کے پاس سے استحقاق میں لی گئی اور ہنوز اس نے دام نہیں دیے ہیں یا کچھ دام دینے میں توجہ اس سے کل دام یا باقی دوائے باؤ گئے کیونکہ شاید قاضی مستحق کے گواہوں پر رد گری کرے مستحق بیع کی اجازت دیدے یہ محیط مین ہے مشتری نے جب بائع سے دام طلب کیے اس نے دام واپس دیے کا وعدہ کیا

میں سے ایک سے میرا بیٹا ہی پھر مر گیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ غلام جمع مال سے آزاد اور ہر باندی اپنے نصف قیمت کے واسطے سعی کرے اور نصف اسکا تھائی مال سے آزاد ہو گا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا میری اس باندی سے میرا بیٹا ہی پھر مر گیا پس اس کے دوسرے بیٹوں نے گواہ قائم کیے کہ ہمارے باپ نے اس باندی کو اس لڑکے کے پیدا ہونے سے تین برس پہلے اس غلام کے ساتھ زیادہ دیا تھا پس یہ لڑکا اس غلام کے فراش سے پیدا ہوا اور غلام و باندی دونوں نے مین تو ان کے گواہ مقبول نہ ہو گئے یہ محیط سخری مین ہے۔ اور اگر لڑکا یا باندی اس کے مدعی ہوں تو ان دونوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ ان دونوں کی غرض اس گواہی پیش کرنے سے یہ ہے کہ اپنا حق یعنی حلال ہونا میراث پر ثابت کریں اور اسکا آزاد ہو جائیگا اور اگر اسکی ام ولد ہو جائیگی پھر اگر یہ اقرار مولیٰ سے انکی صحت میں صادر ہوا تو لڑکا تمام مال سے آزاد ہو گا اور اگر مرنس مین ہوا تو مال سے آزاد ہو گا اسی طرح اگر لڑکے نے ایسا دعویٰ کیا تو بھی گواہ مقبول ہو گئے اور حکم اسکا مثل حکم لڑکے و باندی دونوں کے دعویٰ کر کے ہو گا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی نے یا لڑکے نے خارج کا دعویٰ کیا تو تین چار گواہ مقبول ہو گئے کیونکہ یہ اثبات نسب کے واسطے ہو گئے کیونکہ نسب حق لڑنے کا ہی پس جب اس نے گواہوں سے خارج ثابت کر دیا کہ غلام سے ہوا تو اپنے حق کا ثابت کرنے والا شمار ہو گا یعنی نسب کا پس نکاح باندی و غلام میں ثابت ہوا اور یہ حق باندی کا ہی ہے۔ پس مین ہی اور اگر وارثوں کے گواہ قائم کرنے کی حالت میں غلام غائب ہو تو اس کے حاضر ہونے کے وقت تک اس گواہی کے حکم میں توقف کیا جائیگا لہذا نے محیط۔ اگر کسی شخص کی عورت کے بچہ ہوا اور اس نے دوسرے کہا کہ یہ بیٹا میرا اسی شخص سے ہے اور شوہر اس سے منکر ہو پس اس شخص پر اس کے بیٹے یا بھائی نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ بیٹا میرا ہی ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ذبیرو مین ہے۔ اور اگر شوہر کے اس اقرار پر عورت کے باپ یا دادا نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ عورت مدعی ہو یا منکر ہو اسی طرح اگر شوہر کے باپ یا دادا نے اس اقرار کی گواہی دی تو بھی مقبول نہ ہوگی خواہ شوہر مدعی ہو یا منکر ہو یہ محیط مین ہے۔





مشتري کو اس امر کے گواہ وقت ثمن واپس کرنے کہ پیش کرنے چاہیے میں کہ مجھے ثمن واپس دیا گیا یا نہیں پس دیکھنا چاہیے نہ اگر  
 قاضی کو معلوم نہیں کہ اس سے دام وصول کیا گیا ہے یا نہیں مثلاً کسی دوسرے قاضی کے پاس اس سے دام واپس لیے گئے تو گواہانا ضرور  
 اور اگر قاضی کو معلوم ہو تو ضرورت نہیں پڑے اور اگر اس صورت میں غلام تھاق میں دیا گیا بلکہ اسے مرو یا اپنی اصلی آزادی کے گواہ قائم کر کے  
 حکم آزادی حاصل کر لیا تو ہر ایک مشتري اپنے بالغ سے اپنے دام قبل اپنے واپس دینے کے لے سکتا ہو اسی طرح مشتري اول بھی کفیل سے  
 قبل اس کے کہ خود دام واپس کرے دام بھولے سکتا ہو اور اگر اس صورت میں غلام نے اصلی آزادی کے گواہ نہ دیے بلکہ یوں دعویٰ کیا کہ  
 میں فلان شخص کا غلام تھا اس نے مجھے ایک سال سے آزاد کیا اور اس امر کے گواہ پیش کیے یا خود کسی شخص نے یہی گواہ پیش کیے کہ میرا  
 غلام تھا میں نے اس کو ایک سال سے آزاد کیا اور تاریخ آزادی کی سب فروخت کی تاریخوں سے سابق ہو اور قاضی نے حکم دید یا تو ہر  
 مشتري اپنے بالغ سے قبل دام واپس دینے کے لے سکتا ہو اسی طرح اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو بھی یہی حکم ہو اسی طرح اگر غلام نے  
 یا کسی شخص نے یہ گواہ قائم کیے کہ میرا غلام تھا میں نے اس کو مدبر کر دیا ہے اس کو ایک سال کا عرصہ ہوا یا بجائے غلام کے باندی بھی کہتا ہے  
 گواہ قائم کیے کہ میں فلان شخص کی ایک سال سے ام ولد ہوں یا کسی شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے اور مدبر یا استیلا کی تاریخ  
 سب فروخت کی تاریخوں سے سابق ہو یا تاریخ بالکل معلوم نہیں ہوتی ہو اور قاضی نے حکم دید یا تو بھی یہی حکم ہو کہ ہر مشتري اپنے  
 واپس دینے سے پہلے دام واپس لے سکتا ہو اور اگر مدبر کرنے یا آزاد کرنے یا ام ولد بنانے کی تاریخ سب فروخت کی تاریخوں سے  
 بعد ہو مثلاً غلام یا باندی نے اخیر کے مشتري پر گواہ پیش کیے کہ میں فلان کا غلام یا اسکی باندی ہوں کہتا ہے مجھے اس مشتري  
 اخیر کے خریدنے کے بعد آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنا یا یہی یا کسی شخص نے اس امر کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس پر ڈگری کر دی  
 تو یہ حکم اور ملک مطلق کی ڈگری دونوں یکساں ہیں اور اگر اس غلام کی عتق تاریخ مع کی تاریخوں کے صحیح میں واقع ہو کہ  
 بعض تاریخ عتق سے پہلے اور بعض بعد میں تو قبل عتق میں ہر مشتري اپنے بالغ سے اپنے دام قبل اپنے واپس دینے کے نہیں لے سکتا  
 ہو اور جو بعد عتق کے صحیح واقع ہوئی آمین ہر مشتري اپنے بالغ سے اپنے واپس کرنے سے پہلے اپنے دام واپس لے سکتا ہو اعتباراً  
 بعض بالکل یہ محیط میں ہے امام محمد نے یہاں دات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر  
 ایک مستحق نے گواہ ہوں سے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی تو مشتري اپنے بالغ سے دام واپس کر لیا کہ یہ ذخیہ میں ہے اور اگر مشتري  
 نے مستحق کی ملک ہونے کا اقرار کر دیا یا قسم لی گئی اور اسے انکار کیا اور مستحق کی ڈگری ہو گئی پھر اپنے بالغ سے دام واپس لینے  
 چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں اور اگر گواہ قائم کیے کہ بالغ نے اقرار کیا ہے کہ یہ صحیح مستحق کی ملک ہو تو واپس لے سکتا ہو اور اگر اسے  
 پاس گواہ نہ ہوں اور چاہے کہ بالغ سے اس امر کی قسم لے کہ میں نے مستحق کی ملک ہو یا اقرار نہیں کیا ہے تو قسم لے سکتا ہو کہنا نے  
 الخلاصہ میں اگر بالغ نے قسم سے نکول کیا تو ثمن واپس کر لیا کہنا فی الوجہ للکردی اور اگر مشتري نے اپنے اقرار یا نکول کے بعد اس  
 امر کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ یہ صحیح مستحق کی ملک ہو اور مراد اسکی یہ ہو کہ بالغ سے دام واپس کرے تو دعوت نہ ہوگی اور  
 اگر باندی کا کوئی مستحق نہ پیدا ہوا بلکہ اس نے اپنی اصلی آزادی کا دعویٰ کیا اور مشتري نے اسکی اصلی آزادی کا اقرار کیا یا قسم سے  
 انکار کیا اور قاضی نے باندی کی اصلی حرہ ہو چکی ڈگری کر دی تو اپنے بالغ سے دام واپس نہیں لے سکتا ہو اور اگر بالغ نے مقولہ  
 مشتري سے انکار کیا اور مشتري نے کہا کہ میں اصلی آزادی کے گواہ دیتا ہوں تو مقبول ہو گئے اور اگر مستحق نے مشتري پر یہ  
 دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہی میں نے اس کو آزاد یا مدبر یا ام ولد بنا یا ہو اور مشتري نے اس کا اقرار کیا یا قسم سے نکول کیا تو بھی اپنے دام  
 بالغ سے نہیں لے سکتا ہو ہر مشتري نے بالغ پر اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہیے کہ ثمن واپس کرے تو دیکھا جائیگا اگر اس کے

گواہوں نے عنق مطلق کی بدولت تاریخ گواہی دی یا ایسی تاریخ بیان کی کہ خرید کی تاریخ سے پہلے ہی گواہی مقبول اور اپنے دام واپس لینا کا اور اگرچہ خرید کے متعلق واقع ہو چکی تاریخ بیان کی گواہی مقبول نہ ہوگی، بیہودہ بین ہی امام محمد نے زیادات میں فرمایا کہ ایک باندی جو عبد اللہ کے پاس ہو پس ابراہیم سے محمد سے کہا کہ اسی محمد یہ باندی جو عبد اللہ کے پاس ہی میری باندی تھی میں نے میرے ہاتھ ہزار دہم کو فروخت کر کے تیرے سپرد کر دی تھی اور وہ نہ دام نہیں دے تھے، لیکن بدالذات نے تجھ پر غلبہ کیا تجھے غصب کر لی اور محمد نے اسے سب تو ایک قسمیات کی اور عبد اللہ سے اس سے منکر ہو کر کتاب کی میری باندی ہو تو عبد اللہ کا قول باندی کے باب میں مقبول ہوگا اور شہن کی ڈگری ہذا ہے کہ نام محمد پر ہوگی یہ قیام میں ہی پھر اگر اس باندی کو عبد اللہ سے کسی شخص نے ملک طلق یا ملک متاج کے گواہ پیش کر کے لے لیا تو محمد چند دام ابراہیم سے واپس نہیں کر سکتا ہی اور اگر محمد نے مستحق پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہو میں نے ابراہیم سے خریدی ہو دریا بیکوہ اسکا مالک تھا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تو اسے نام باندی کی ڈگری ہو جائیگی پھر اگر مستحق نے محمد پر متاج کے گواہ پیش کیے تو محمد پر مستحق کے نام ڈگری ہوگی اور محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس کر لیا یہ محبط فشری میں ہی اور اگر باندی کا کوئی مستحق نہ پیدا ہوا لیکن باندی نے عبد اللہ پر گواہ قائم کیے کہ میں ضلی آزاد ہوں اور قاضی نے یہ حکم دیدیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لینا مسطرع اگر عبد اللہ نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میری باندی تھی میں نے اسکو آزاد دیا بدربیا ام ولد بنایا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لینا مسطرع اگر باندی نے حق بیاتہ میرا استیلا دے گواہ بدولت تاریخ کے پیش کیے تو بھی یہی حکم ہو اور اگر تاریخ بیان کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ابراہیم و محمد کے درمیان بیع واقع ہو چکی تاریخ متعلق وغیرہ کے بعد ہی تو محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس لینا اور اگر متعلق یا تہیرا استیلا دیکھا سال سے واقع ہو چکا دعویٰ کر لی ہو اور گواہ ہی گواہی دیتے ہیں اور ان دونوں کی بیع واقع ہو چکی تاریخ دوسری تو یعنی اس سے پہلے ہی تو دام واپس نہیں کر سکتا ہی اور اگر باندی نے عبد اللہ پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھے مکاتب کر دیا ہی اور قاضی نے حکم دیدیا تو محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہی لیکن اگر باندی نے بدل کتابت اور اگر دیا اور آزاد ہو گئی تو اس وقت محمد اپنے دام ابراہیم سے واپس کر سکتا ہی کذا فی المحیط و اور اگر عبد اللہ نے قرار کیا کہ میں نے یہ باندی محمد سے سو دینا کو خریدی اور قبضہ کیا اور دام دیدے ہیں اور محمد نے اسکی تصدیق کی پھر باہمی تصدیق کے بعد عبد اللہ کے پاس سے یہ باندی استحقاق میں لے لی گئی تو عبد اللہ اپنے دام محمد سے اور محمد اپنے دام ابراہیم سے لے لینا اور اگر عبد اللہ کے پاس سے باندی استحقاق میں لے جائیکے بعد اس طرح باہمی تصدیق کی تو عبد اللہ اپنے دام محمد سے لے سکتا ہو اور محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہی اسی طرح اگر عبد اللہ نے محمد سے خریدنے کا اقرار کیا اور محمد حاضر یا غائب تھا اور حضور کی طرف سے کوئی تصدیق یا تکذیب نہیں پائی گئی پھر عبد اللہ کے ہاتھ سے باندی استحقاق میں نیکی پھر محمد نے اسے قول کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہو اور اگر محمد نے کہا کہ میں ابراہیم پر اس امر کے گواہ قائم کرنا ہوں کہ عبد اللہ نے مجھے وہ باندی خریدی تھی اور مراد گئی یہ ہی کہ ابراہیم سے شہن واپس کرے تو گواہ مقبول ہونگے اس طرح اگر محمد نے اس امر کے گواہ دیے کہ ابراہیم نے قبل اس کے کہ عبد اللہ کے پاس سے باندی استحقاق میں لے لیا وہ عبد اللہ نے مجھے خریدنے کے دعویٰ کی تصدیق کی ہی تو بھی گواہ مقبول اور اسکا دام ابراہیم سے واپس کر سکتا ہی اور اگر محمد و عبد اللہ نے باہمی تصدیق کی کہ محمد نے باندی عبد اللہ کو ہبہ کر کے سپرد کر دی یا صدقہ کر کے سپرد کر دی تو وہ ثانی ذیل کے ہیں محمد اپنے دام ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہی اور صورت اول میں لے سکتا ہو کہ ان کے بیہودہ بین شخص نے محمد پر اس امر کو ایک باندی خریدی اور دام دیدے اور باندی پر بیہودہ بین نے کہا تھا کہ کسی شخص نے بیہودہ بین سے یہ باندی خریدی ہو اور شہن کی ڈگری ہو جائے دونوں قاضی نے مستحق کی ڈگری کر دی پھر بدولت تاریخ نے

و عوی کیا کابلع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے یہ باندی اسی مستحق سے خریدی تھی اور گواہ قائم کیے تو قبول ہو گیا اور اگر مشتری نے بعد استحقاق ثابت ہونے کے قاضی سے درخواست کی کہ بائع سے کہا جاوے کہ بیع میرے سپرد کر دے یا بیع توڑ دیا وے تو قاضی بیع توڑ دیا اور مشتری اپنے دام بائع سے وصول کر لیا۔ پھر اگر قاضی کے بیع فسخ کر دینے کے بعد بائع کو اس امر کے گواہ دستیاب ہوئے کہ میں نے قبل فروخت کرنے کے مستحق سے یہ باندی خریدی تھی تو بیع بیع اپنے حال پر ویسا ہی باقی رہے گا کیونکہ وہ ظاہر و باطن میں نافذ ہو چکا ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے بیع کی اجازت دینی چاہی تو نہیں ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اس کے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیگی اور مشتری نے بائع سے ثمن لے لیا پھر بائع نے مستحق سے خرید نیکے گواہ پائے اور مستحق پر بین کر کے اپنی ڈگری کرائی پھر ہاکہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے تو صاحبین رحم کے نزدیک اس کو یہ اختیار ہوا اور بقیاس قول ابو حنیفہ رحم اس کو یہ اختیار نہیں ہوا اور بیع مود نہ کر لگی اور یہ حکم اس وقت ہی کہ قاضی نے مشتری کے نام بائع سے ثمن واپس لینے کا حکم کر دیا پھر بائع کو مستحق سے خرید نیکے گواہ دستیاب ہوئے اور اگر ہنوز مشتری کے نام یہ حکم نہیں کیا تھا کابلع نے مستحق پر قبل فروخت کے خرید نیکے گواہ قائم کر کے اپنے نام باندی کی ڈگری کرائی تو باندی مشتری کو لگی پھر اگر قاضی نے بائع پر دامون کی ڈگری کر دی پھر بائع نے گواہ قائم کیے تو ویسا ہی اختلاف مذکور جاری ہو گا۔ اگر مشتری نے باندی یعنی چاہی اور باندی نے انکار کیا تو دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر بائع نے اس کے ذمہ لازم کر لیا قصد کیا تو اس کو اختیار ہوا اور اگر مشتری نے بائع سے خصوصت نہ لی و لیکن اس سے دام طلب کیے آئے ویسے یا فسخ قبول کیا پھر بائع نے مستحق سے خرید نئے کے گواہ پیش کیے اور باندی کی اس کے نام ڈگری ہوئی تو دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہو کہ باندی دوسرے کے ذمہ ڈالے اور اگر بائع نے مستحق سے خرید نئے کے گواہ نہ قائم کیے بلکہ اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری ملک میں پیدا ہوئی تھی تو یہ خصوصت اور مستحق سے خرید نیکے صورت بیان یکساں ہے۔ غلامہ میں ہے۔ ایک باندی خریدی وہ بچہ جنی یا درخت خرید کہ آئین پھل لے لے اور ہنوز پھل اسی پر تھے کہ گواہ پیش کر کے ایک شخص نے اس کا استحقاق ثابت کیا اور بچہ مشتری کے قبضہ میں ہی تو باندی و درخت کی ڈگری میں بچہ پھل بھی تعلق ہو گئے اور آئین اختلاف ہی کہ پھل و بچہ کی نسبت غلامہ قاص حکم ہونا چاہیے یا نہیں پس بعض نے کہا کہ اصل میں ڈگری ہونا وہی فرع کی ڈگری ہے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ فرع کا حکم بھی ہونا ضروری ہے چنانچہ اس صورت میں کہ پھل پانچ مشتری کے پاس ہو بلکہ دوسرے کے قبضہ میں ہو تو فرع کا حکم غلامہ ہونا شرط ہے اور اگر باندی مشتری سے بچہ جنی تو بچہ خصوصت کے روز کی قیمت پر آزاد ہو گا اور اس قدر قیمت بائع سے واپس لیگا اور اگر بچہ مر گیا تو مشتری پر کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر قتل کیا گیا اور قاتل سے دس ہزار درم لے کر مستحق کو صرف اس کی قیمت دیگا اور اگر مر گیا اور مال کثیر چھوڑ گیا تو سب مشتری کا ہے اور بائع کو کچھ ٹاڈ نہ دیگا اور مشتری پر عفو واجب ہو گا اور اگر باندی نے کچھ مال کمایا یا کچھ اس کو ہبہ کیا گیا تو مستحق اس کو مع اس کمائی کے لے لے گا اور مشتری بائع سے صرف ثمن وصول کر سکتا ہے و غیر مذکور میں ہے۔ اگر کسی سے انگور کے درخت خریدے یا زمین و درخت خرما سب خریدے اور قبضہ کر لیا پھر غلامہ ان زمین کا استحقاق ثابت کیا گیا تو مشتری کو اختیار ہو کہ درخت بائع کو واپس کر کے پورا ثمن اس سے واپس لے لے و غیر وہ زمین ہو۔ ایک گھوڑا مع زمین کے خریدادہ استحقاق میں لے لیا گیا تو پورا ثمن واپس کر لے اور اگر وہ زمین کے استحقاق قائم کیا گیا تو قبضہ حصہ کے واپس لے لے جیسا زمین کے قبضہ ہو جائیگی صورت میں حکم ہو گا اور اگر زمین باقی ہو اور مشتری نے اس کا واپس کرنا اور پورا ثمن واپس لینا چاہا اور بائع نے انکار کیا تو اس کو یہ اختیار ہے و غیر مذکور میں ہے۔ ایک شخص نے زمین خریدی اور آئین درخت دوئے وہ درخت آگے پھر زمین استحقاق میں لے لیگی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ اپنے درخت آگے سے اور اگر انکار کرنا



زمین کو مضرت تو مستحق سے کہا جائیگا کہ تجھ کو اختیار دی جا ہے ان درختوں کو رہنے دے اور مشتری کو درختوں کی قیمت اٹھڑے ہوئے کے حساب سے دیدے اور یہ درخت میرے ہو جائینگے یا اسکو اٹھاڑنے کی اجازت دے اور جو کچھ تیری زمین کو نقصان ہوگا وہ نقصان مشتری دیدیگا پس اگر اسنے درخت اٹھاڑنے کا حکم کیا اور مشتری نے اٹھاڑ ڈالے پھر بائع پر قابو پایا تو مشتری اس سے اپنا پورا ثمن واپس لیگا اور درختوں کی قیمت یا جو کچھ نقصان زمین ادا کیا ہو اس سے نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر مستحق نے مشتری کو درختوں کی قیمت دینا پسند کیا اور قیمت دیکر درخت اپنے واسطے رہنے دیے پھر مشتری نے بائع کو یا تو بائع سے اپنے دام وصول کر لیا اور درختوں کی قیمت نہیں لے سکتا ہو اور مستحق کو بھی بائع یا مشتری کسی سے نقصان زمین لینے کا اختیار نہیں ہے یہ سب امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہما قول ہیں۔ اور اگر زمین کا کوئی مستحق ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ درختوں میں پھل آگئے خواہ پک گئے یا نہیں پکے پھر ایک مستحق نے اگر زمین کا استحقاق ثابت کیا اور مشتری سے درخت اٹھاڑ لینے کا مطالبہ کیا تو اسکو اختیار ہی نہیں اگر زمین کا بائع مافہرہ ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے درختوں کی قیمت زمین میں بے ہونے کے حساب سے لے لے اور اسی طرح بائع کے سپرد کر دے اور بھلون کی قیمت نہیں لے سکتا ہے اور مشتری پر پھل توڑ لینے کے واسطے جبر کیا جائیگا خواہ پکے ہوں یا کچے ہوں اور بائع پر جبر کیا جائیگا کہ درخت اٹھاڑے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بائع نے ایک شخص کو مشتری پر ثمن کے واسطے حوالہ کیا اور مشتری نے محال کہ ثمن ادا کر دیا پھر یہ گھر جسکاشن ادا کیا تو مشتری کے پاس سے استحقاق میں نے لیا کیا تو مجموع النوازل میں شیخ الاسلام علی سفدی سے منقول ہے کہ مشتری بائع سے اپنے دام وصول کرے پھر شیخ رحمہ سے دریافت کیا کیا کہ اگر بائع کو نہ پاوے تو محال کہ سے وصول کرے فرمایا کہ نہیں اور جامع میں ہے کہ مشتری کو اختیار ہی ہے قاضی سے وصول کرے یا بائع سے۔ اگر کوئی چیز وکیل سے خریدی تو وقت استحقاق ثابت ہونے کے مشتری وکیل سے دام لیگا بشرطیکہ مشتری نے وکیل کو ثمن ادا کیا ہو اور اگر موکل کو دیاری تو وکیل سے کہا جائیگا کہ اپنے موکل سے وصول کرے مشتری نے سپرد کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ نقصان میں ایک باندی کی بیع واقع ہوئی پھر حکم قاضی وہ باندی استحقاق میں لے لی گئی اور مشتری نے بائع سے دام وصول کر لیا پھر اہامون کے فتویٰ سے ظاہر ہوا کہ حکم قضا فاسد تھا پس بائع نے مستحق سے وہ باندی لے لی تو مستحق علیہ یعنی مشتری یا اس کا قائم مقام کو وہ باندی واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی الخلاصہ ایک نے دوسرے سے قراضیس کسی قدر ثمن معلوم کو خریدی اور مشتری نے ایک عارضین قراضیس کے دامون میں شتر کو دیا جسکی قیمت چالیس رہی پس اگر قراضیس میں استحقاق ثابت ہو تو مشتری اپنے بائع سے شتر وصول کر لیا یہ فصول عادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا پھر ایک شخص نے آری باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کی ہے اور بائع نے مشتری کی اس امر میں تصدیق کی کہ یہ اسی مدعی کی ہے اور مشتری نے بائع سے دام وصول کرنے چاہے پس بائع نے کہا کہ وہ باندی مدعی کی اس وجہ سے ہوگئی کہ تو نے اسکو ہب کر دی تھی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری اس سے دام نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مشتری سے دو گواہوں کی گواہی ہو گئی اور خود مشہود علیہ یعنی مشتری نے گواہوں کی تعدیل کی تو امام ابو یوسف رحمہما نے فرمایا کہ میں گواہوں کا حال دریافت کر دیکھا اگر انکی تعدیل ہوگئی تو مشہود علیہ یعنی مشتری یا اس کا قائم مقام بائع سے اپنے دام وصول کر لیا اور اگر تعدیل نہ ہوئی تو مشہود علیہ پر انکی گواہی سے دگری ہو جائیگی کیونکہ خود اسنے انکی تعدیل کی ہے لیکن مشہود علیہ اپنے بائع سے دام وصول نہیں کر سکتا ہے اور یہ صورت بمنزلہ خود اقرار کرنے کے قرار دیا جائے گی یہ فصول عادیہ میں ہے۔

امام محمد نے جامع کبیر میں فرمایا ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور مشتری کے حکم سے کسی کفیل نے اسکی طرف سے غنم کی ضمانت کرنی اور کفیل نے بائع کو دام ادا کر دیے اور غائب ہو گیا اور غلام مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا وہ آن و یا مدبر یا مکاتب نکالیا باندی تھی کہ ام ولد ثابت ہوئی پس مشتری نے اپنے بائع سے غنم و یا مدبر یا مکاتب نکال دیا تو دیکھا جاوے گا کہ اگر کفیل نے جو کچھ دیا تھا وہ مشتری سے لے لیا ہی تو مشتری بائع سے لے سکتا ہی اور اگر مشتری سے نہیں دیا ہی تو مشتری بائع سے نہیں لے سکتا ہی چہ جب کفیل حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہو چکا ہے بائع سے وصول کرے یا مشتری سے لیو۔ پس اگر اُسے بائع سے لے لیا تو بائع مشتری سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر مشتری سے لے لیا تو مشتری بائع سے واپس لے گا اور اگر کفیل کے حاضر ہونے کے بعد مشتری نے بائع کا بیچا پکڑنا چاہا قبل اس کے کہ کفیل مشتری سے لینا اختیار کرے تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کفالت نہ ہو بلکہ ادا سے غنم کا حکم کیا ہو اور باقی مسئلہ اپنے مال پر ہو تو سب صورتوں میں بمنزلہ کفالت کے ہے۔ اور اگر ان اسباب میں سے جو ہم نے کفالت میں ذکر کیے کوئی نہ ہو لیکن قبضہ سے پہلے غلام مر گیا اور کفیل دام ادا کر کے غائب ہو گیا ہی تو مشتری کو اختیار ہے کہ بائع سے غنم وصول کرے خواہ کفیل نے مشتری سے لے لیا ہو یا نہ لیا ہو۔ اور اگر اس صورت میں کفیل حاضر ہوا یا کفیل موجود ہی ہو تو کفیل کو اختیار نہیں کہ بائع سے دام واپس کرے۔ اور اگر غلام تین مہر بلکہ کسی سبب سے دونوں میں بیع منع ہوئی ہے اگر ایسے سبب سے منع ہوئی کہ وہ بیع منع ہو گیا ہو مثلاً بوجہ قبضہ کے سبب عیب کے حکم قاضی یا قبل قبضہ کے حکم قاضی یا بلا حکم قاضی واپس کیا یا اختیار رویت یا اختیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو اسکا حکم مثل قبضہ سے پہلے غلام کے مہر یا نکی صورت کے حکم کے ہے اسی طرح اگر مشتری نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری طرف سے دام ادا کر دے اُسے ادا کر دیے پھر مشتری کو پھر دکر نے سے پہلے بائع کے پاس غلام مر گیا تو سب صورتوں میں مشتری ہی بائع سے دام وصول کرے گا۔ اور اگر کفالت بہ دن حکم مشتری کے ہو پھر دونوں میں ہر وجہ سے بیع منع ہو گئی تو کفیل کو اختیار ہے کہ بائع سے غنم وصول کرے اور کفیل کو مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور اگر منع بیع ان دونوں کے حق میں ہوئی اور حق ثالث میں بیع جدید قرار پائی جیسے اقالہ یا بعد قبضہ کے سبب عیب کے بہ دن حکم قاضی واپس کرنا تو کفیل کو بائع سے واپس لینے کا کچھ اختیار نہیں ہے اور حق قبض مشتری کو پہنچتا ہی اور قبضہ کیا اور وصول کیا ہی وہ کفیل کا ہی نہ مشتری کا۔ اور اگر کفالت نہ ہو بلکہ بدون حکم مشتری کے کسی شخص نے غنم ادا کر دیا تو تمام صورتوں میں وہی جواب ہوگا جو بلا حکم مشتری کفالت کرنیکی صورت میں ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگر کفالت بحکم مشتری ہو پس کفیل نے پچاس دینار پر بائع سے غنم کے عوض صلح کرنی تو کفیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے درم لیوے نہ دینار پچھ اگر غلام استحقاق میں لیا گیا اور کفیل غائب ہو پھر حاضر ہوا تو اسکو بائع کا بیچا کرنا دیناروں کی واسطے معاہدہ کرنا کفیل کو مشتری کی طرف کوئی راہ نہیں ہے خواہ یہ استحقاق اسی مجلس میں ہو یا مجلس سے و فریق کے بعد ہو۔ دونوں برابر ہیں اور ایسے ہی اگر کفالت نے کفیل کے ہاتھ وہ درم کی اُسے کفالت کی ہی دیناروں کے عوض فروخت کر دے پھر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو گئی۔ اور مرد امام محمد رحمہ کی بیع و صلح کے درمیان مساوات سے یہ پڑ کہ دونوں کے مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہر مساوی ہیں اور اگر دونوں کے مجلس میں موجود ہونے کی حالت میں استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل نہ ہوگی اور صلح باطل نہ ہوگی اور اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہو لیکن بائع کے قبضہ میں مر گیا حالانکہ کفیل بائع کے ہاتھ درم کے عوض پچاس دینار کو فروخت کر چکا ہی اور بائع نے اُس سے لیکر وصول کر لیا ہے تو مشتری کو اختیار ہے کہ بائع سے ہزار درہم وصول کرے اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور اگر بیع منع ہو گیا ہو تو کفیل کو بائع سے پچاس دینار پر صلح کی ہو تو بھی ایسا ہی ہے مگر صلح میں بائع کو

اختیاری چاہے بچاس دینار واپس کرے یا ہزار درم پھر دے اور بیع میں بلا خیار ہزار درم واپس کر لے۔ پھر صلح میں اگر بائع نے ہزار درم واپس کرنا اختیار کیا تو مشتری ہی اسکو وصول کر لے گا اور اگر بچاس دینار واپس کر لے چاہے تو خود کفیل آنکو وصول کر لے گا اور کفیل کو مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اگر مشتری نے کسی شخص کو حکم کیا کہ میری طرف سے بدون کفالت کے ثمن ادا کرے پس اس شخص نے بچاس دینار جو فرض ثمن کے بائع کے ہاتھ فروخت کیے تو بائع اسی طرح اگر بچاس دینار پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر کفیل نے بدون حکم مشتری کے ثمن کی کفالت کرنی پھر کفیل نے بائع کے ہاتھ ثمن کے عوض بچاس دینار فروخت کیے یا ہفتہ دینار ورنہ صلح کرنی پھر مشتری کے قبضہ سے پہلے غلام مرگیا یا ثمن استحقاق ثابت ہوا تو مشتری کو بائع سے واپس کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن کفیل بائع سے واپس کر لے گا اور صلح کی صورت میں بائع تمنا ہو گا چاہے درم واپس کرے یا دینار دے اور بیع میں میار نہ ہو گا اور اگر کفالت بھی نہ ہو اور عدا سے قرض کا حکم کیا ہو لیکن اس شخص نے اسمان کی راہ سے اکر اپنے دینا جو فرض ثمن کے جو مشتری پر ہی بائع کے ہاتھ فروخت کیے یا قرض کے عوض صلح کرنی تو ہر حال میں بیع باطل ہے لیکن صلح میں اگر شرط لگائی کہ اس شرط پر دینا پر صلح کرنا ہوں کہ جتنا ثمن مشتری پر ہی وہ میرا ہی تو باطل ہے اور اگر یہ شرط لگائی کہ اس شرط پر صلح کی کہ مشتری ثمن سے بری ہو تو جائز ہے اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑا آئین مشتری کے بری ہونے یا ثمن کا اپنے ثمن مالک کرانے کی کوئی تصریح نہ کی تو بھی جائز ہے اگر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو بائع ہر حال میں واپس کرنا مصلح کو واجب ہو گا اور اگر غلام مرگیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے کفیل کو دینار واپس کرے یا درم بکرائے یا لکھ لے اور اگر کفیل نے جید درمون کی کفالت کی اور نہ وہ ادائیگہ تو مشتری سے جید لے گا اور اگر غلام استحقاق میں لیا گیا تو بائع یا مشتری سے نہرہ لے سکتا ہے اور اگر نہرہ کی کفالت کی اور جید ادا کیے تو نہرہ لے سکتا ہے اور اگر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو بائع سے جید درم واپس لے سکتا ہے اور مشتری سے نہرہ لے سکتا ہے اور مشتری بائع سے جید لے گا لکھ لے گا۔ اور اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہو لیکن قبضہ سے پہلے غلام مشتری کے پاس مرگیا اور کفیل نے جسکا التزام کیا تھا اس سے ناقص ادا کر دیا ہے تو کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن مشتری سے ہزار درم نہرہ لے لے گا اور اگر کفیل نے جسکا التزام کیا تھا اس سے جید ادا کیے ہیں پھر غلام بائع کے قبضہ میں مرگیا تو کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہ ہو گی لیکن کفیل مشتری سے وہ درم لے سکتا ہے جسکی کفالت کی ہے اور مشتری بائع سے ویسے درم لے گا جو کفیل نے بائع کو دیے ہیں یعنی جید درم لے گا اور اگر مشتری نے کسی شخص کو حکم دیا کہ میری راہ سے بلا کفالت ثمن ادا کر دے پس اس شخص نے مامور سے افضل درم ادا کیے تو مشتری سے ویسے ہی لے سکتا ہے جیسے ادا کرنے کے واسطے آئے حکم کیا ہے اور اگر مامور سے ردی ادا کیے تو جیسے ادا کیے ہیں ویسے ہی واپس لے سکتا ہے اس اگر غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو اس شخص کو اختیار ہے چاہے مشتری کا بیچا کرے یا بائع کا بیچا کرے پس اگر بائع سے واپس کرنا چاہے تو ویسے ہی لے سکتا ہے جیسے آئے وصول کیے ہیں اور اگر مشتری سے لینا چاہے تو مثل ادا کیے ہوئے کے لے گا بشرطیکہ ادا کیے ہوئے درم مامور سے ردی ہوں اور اگر جید ہوں تو جیسے ادا کرنے کا حکم تھا ویسے واپس لے سکتا ہے پھر مشتری بائع سے ویسے لے سکتا ہے جیسے آئے مامور سے وصول کیے ہیں۔ اور اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہو بلکہ قبضہ سے پہلے مرگیا تو شخص مامور کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن مشتری بائع سے جیسے ادا کیے ہیں ویسے واپس لے گا بشرطیکہ مامور سے ردی ادا کیے ہوں اور اگر جید ادا کیے ہیں تو بائع سے ویسے واپس لے سکتا ہے جیسے ادا کرنے کا حکم کیا تھا یا مصلحت میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے مشتری سے واسطے اس طرح نہایت کی کہ اگر استحقاق ظاہر ہو تو میں ثمن کا فاضل ہوں تو جائز ہے لیکن جب ثمن لے کر

قاضی بیع مشتری سے لے لی تو قبیل سے اسکو ورم وصول کرنا اسوقت ممکن ہوگا کہ جب بائع پر ثمن واپس کرنا واجب ہو جائے اور بائع پر فرسخ بیع پر ثمن واجب ہوگا اور فرسخ اس طور سے ہوگا کہ مشتری بائع سے ثمن واپس طلب کرے پس قاضی دو نوٹن میں بیع شرح کر دے گا اور ثمن بائع پر واجب ہوگا اور اسوقت مشتری کو اختیار ہوگا یا ہے بائع سے وصول کرے یا قبیل سے پس اگر قبیل سے لیا اور کفالت بد قلم تھی تو قبیل بائع سے نہیں لے سکتا ہی و لیکن بائع بعد استحقاق ظاہر ہو کر نہ لری ہو جانے کے اپنے بائع سے ثمن لے سکتا ہی یہ اصول عامیہ میں ہی اگر مدعی نے معا علیہ کو کوئی چیز دیدی اور گھر لے گیا پھر اس میں جہین دعویٰ و صلح یہ ایسا استحقاق ظاہر ہوا تو دینے والا دی ہوئی چیز کو واپس نہیں لے سکتا ہی یہ وجہ کر دربی میں ہی اگر دیناروں کے حق سے ورم پر صلح کر لی اور قبضہ کر لیا پھر اس میں بعد جدائی کے استحقاق ظاہر ہوا تو دینار واپس لینا بے فہول عامیہ میں ہی اگر سود ورم سے اس کے نصف پر صلح کر لی اور بدل لے لیا پھر بدل میں استحقاق ظاہر ہوا تو اس کے مثل واپس لینے سے اور تمام قرضہ اول واپس نہیں لے سکتا یہ وجہ کر دربی میں ہی اگر ورم سے ایک گز گیسون پر صلح کر لی تو باقی ہی پھر اگر گز میں استحقاق ثابت ہو یا واجب پا کر اسکو واپس کر دیا تو باقی اصل حق لے سکتا ہی یعنی ورم جو اس پر اصلی ثمن واپس لے سکتا ہی یہ اصول عامیہ میں ہی

**سومہ طہوان باب دعویٰ غرور کے بیان میں** اگر کسی شخص نے کوئی باندی بطور فاسد یا جائز خریدی یا یہ یا صدقیا و صیت سے اسکا مالک ہوا پھر اس شخص سے اس کے چند اولاد ہو میں پھر اس پر کسی شخص نے استحقاق ثابت کیا تو مستحق کے نام باندی بیع و ولاد کی ٹوکری ہو یا بیگی مگر جبکہ یہ ثابت ہو کہ اس شخص مسئولہ نے دھوکا کھایا اور اس کے ثبوت کے واسطے خرید یا یہہ و غیرہ کے گواہ ہونا ضرور ہیں اور جب اسے گواہ قائم کیے تو مسئولہ کا دھوکا کھانا ثابت ہو جائیگا تو اسوقت قاضی مستحق کے نام باندی اور بچہ کی قیمت اور باندی کے مقرر کی ٹوکری کرے گا اور مشتری چارے نزدیک اس شخص سے جس نے اسکو مالک کیا ہو خواہ بائع ہو یا واجب ہو و حق واپس نہیں لے سکتا ہی اور خرید کی صورت میں بچہ کی قیمت البتہ واپس لے سکتا ہی اور در صورت یہہ و اس کے نظائر میں واپس نہیں لے سکتا ہی یہی اصل ہے اور روز خصوصیت کی قیمت اولاد کی معتبر ہوگی اور جو اولاد روز خصوصیت سے پہلے مرنے والی اسکی قیمت کا مسئولہ بائع غلام نہ ہوگا یہ وجہ کر دربی میں ہی اور غرور اسکو کہتے ہیں کہ کوئی شخص باندی خریدے یا یہ راجع یہہ و وصیت و غیرہ اسباب مالک کے اسکا مالک ہو اور ام ولد بنا دے پھر گواہوں سے ظاہر ہو کہ یہ دوسرے کی مالک ہی تو ان مسئلوں میں بچہ بقیت آزاد ہو گا یہ کافی میں ہی ایک باندی نے ایک شخص کے پاس اگر بیان کیا کہ میں آزاد ہوں اس نے ایسی پر اس سے نکاح کر لیا اور بچہ بچہ ہوا پھر باندی کے مالک نے گواہ قائم کیے کہ یہ میری باندی ہی اور ٹوکری ہو گئی تو بچہ کی ٹوکری بھی مالک کے نام ہوگی و لیکن اگر شوہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ میں نے اس سے اسی بنا پر نکاح کیا تھا کہ یہ آزاد ہے تو ایسے گواہوں سے اولاد کی بنیاد آزادی یعنی غرور ثابت ہوگا اور آزادی کی صورت میں اس کے مالک کی ٹوکری ہونے کی کوئی راہ نہیں ہو مگر باپ پر اسکی قیمت اپنے مال سے فی الحال وقت حکم قاضی واقع ہونے کے واجب ہوگی یہ بیسوط میں ہی اور جو اولاد خطا سے قتل ہوئی اور باپ نے اسکی دیت حکم قاضی لے لی تو در صورت استحقاق روز قتل کی قیمت معتبر ہوگی اور اگر دیت میں سے کچھ نہیں لیا ہی تو اس پر بچہ کی قیمت کی ٹوکری نہ ہوگی اور اگر دیت میں سے بقدر قیمت لے لی تو قیمت کی ٹوکری ہوگی یہ محیط میں ہی اور اگر اس مقتول لڑکے کا کوئی لڑکا ہو کہ اسے سب دیت و میراث باپ کے ساتھ لے لی اور دیت میں بقدر قیمت یا کم کچھ مال برآمد ہوا تو باپ پر اسی قدر کی ٹوکری باپ کے مال سے کیجا و گی اور دیت اور بقدر کہ پسر میں سے قیمت کی ٹوکری نہ ہوگی یہ حاوی میں ہی اور اگر خود باپ نے قتل کیا تو اس کی قیمت ڈالہ دیا گا کافی اہدایہ



اور اگر مستولد مرگیا اور اس پر نہ قرضے ہیں تو مستحق بھی قرضہ اہل ہوں میں شامل کیا جائیگا اور لڑکے کی ولادہ باندی سے مولیٰ کو نہ ملے گی اگرچہ آزادی اُسکے مولیٰ کی طرف سے اعتبار کی گئی اس واسطے کہ آزادی مستحق کی طرف سے اعتبار کرنا نہ ہوتا اس واسطے کہ مستولد پر ضمانت واجب ہونا ممکن ہو مگر باقی احکام میں لڑکے کا حکم مثلاً آزادوں کے بری اور اسی سے ہم نے کہا کہ مستولد نے مستحق کو قیمت ولد کی ضمانت لینے کا اختیار دیا لیکن اگر مستحق اس بچہ کا کوئی زور عم محرم ہو تو اس سبب قیامت کے یہ اعتبار نہیں ہوتا تا کی کہ مستحق کی طرف سے بچہ آزاد ہوا لہذا ضمانت نہیں لے سکتا ہی۔ محیط میں ہی اور اگر باپ کے پاس اس امر کے گواہ نہ ہوں کہ میں نے باندی سے اس بچہ پر نکاح کیا کہ حرہ ہو اور مستحق سے علم بچہ قسم طلب کی تو مستحق سے فہم لیا جائیگی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو خبر دی کہ یہ عورت حرہ ہو اُسے اسی بنا پر اس سے نکاح کر لیا اور خبر دینے والے نے نکاح کرایا اولاد ہوا ہوئی پھر ایک شخص نے عورت پر اپنی باندی ہونے کا استحقاق ثابت کیا اور قاضی نے بچہ کو بقیعت آزاد کیا اور شوہر نے بشرط آزادی اس سے نکاح کیا تھا تو مستولد بچہ کی قیمت خبر دینے والے سے بھریگا اور اگر خبر دینے والے نے اس سے نکاح نہیں کر لیا بلکہ عورت نے خود اس سے نکاح کر لیا اس بنا پر کہ وہ حرہ ہو تو مستولد اس باندی سے بعد آزاد ہونے کے بچہ کی قیمت لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر کسی شخص بکر کو ایک باندی لے دھوکا دیکر میں زید کی باندی ہوں اسی پر زید سے بکر نے خرید لی اور ام ولد بنایا پھر عمر و نے استحقاق ثابت کر کے لے لی تو بکر اپنا شئ اور بچہ کی قیمت زید سے لے گا نہ باندی سے یہ مبسوط میں ہی۔ اگر زید نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کر کے عمر و کے ہاتھ فروخت کر دی اور عمر و سے اس کے اولاد ہوئی پھر بکر نے استحقاق ثابت کر کے لے لی تو عمر و اپنا شئ اور بچہ کی قیمت اپنے بائع سے لے سکتا ہے اور دوسرا بائع اپنے بائع سے بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہے۔ امام عظیم رحم کا قول ہے کہ کافی فتاویٰ قاضی خان اگر زید عمر و نے ایک باندی خریدی پھر ایک لے اپنا حصہ دوسرے شریک کو بیکہ دیا اور باندی کے اس سے اولاد ہوئی اور بکر نے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی اور اولاد کی قیمت لے لیا تو جسے ام ولد بنایا یہ وہاں شئ اور آدمی قیمت اولاد کی بائع سے پھر لے گا اور ہر بہ کرنا لے سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور وہاں اپنے بائع سے آدمی شئ لے سکتا ہی اور اولاد کی کچھ قیمت نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہو اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پس ایک شخص نے اس کا دعویٰ کیا اور باندی کی آدمی قیمت اور آدھا عقر اپنے شریک کو دیدیا پھر کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے باندی اور بچہ کی قیمت اور عقر لے لیا تو مستولد اپنے بائع سے آدمی شئ اور آدمی قیمت اور شریک سے باندی کی آدمی قیمت اور آدھا عقر واپس لے گا اور شریک سے اولاد کی قیمت میں کچھ نہیں لے سکتا ہی اور شریک اپنے بائع سے آدمی شئ واپس لے گا یہ مبسوط میں ہی۔ دو شخصوں نے ایک یتیم کے وصی سے ایک باندی خریدی اور ایک نے اس کو ام ولد بنایا پھر باندی استحقاق میں لے لی تو بچہ بقیعت آزاد ہوگا اور مستولد وصی سے بچہ کی قیمت آدمی لے لے گا اور آدمی باقی قیمت بچہ کی اپنے شریک سے نہیں لے سکتا ہی اگرچہ باقی آدمی کو اس نے شریک سے خریدا ہے پھر وصی مال ضمان کو یتیم سے لے لے گا اس طرح اگر بائع کے باپ نے فروخت کیا ہو تو مال یتیم سے لے لینے میں دونوں برابر ہیں۔ اس طرح اگر فروخت کرنا والا مکمل یا مستبضع ہو تو اس سے واپس کر سکتا ہے جسکے واسطے بیع قرار پائی ہو اس طرح اگر بائع مضارب ہو تو باندی میں بیع نہ ہو تو جو کچھ اس کو بچہ کی قیمت دینی پڑی ہو وہ رب المال سے لے گا اور اگر باندی نے فروخت میں نفع ہوا ہے تو رب المال سے بچہ کی قیمت میں بقدر اس المال اور رب المال کے حصہ نفع کے واپس کر لے گا یہ محیط میں ہی۔ ایک باندی ایک مرد سے بچہ جنی پھر میں استحقاق ثابت ہو واپس وٹی کرنا لے لے گا کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی اور میں نے دونوں کی تصدیق نہ کی تو بچہ مستحق کا غلام قرار دیا جائیگا اگرچہ مستحق سے اس امر کی قسم لیا ہو کہ وہ بچہ

میں نہیں جانتا ہوں کہ اسے باندی بولان شخص سے خریدا ہو اور اگر مستحق نے اقرار کیا اور بائع نے انکار کیا تو بیچہ آزاد اور باپ پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور بائع سے واپس نہیں لے سکتا ہو اور اگر مستحق نے اقرار کیا ان دونوں نے اقرار کیا تو اسکے اقرار پر بیچہ بلا قیمت آزاد ہو جائیگا یہ صحیح ہے نہ سبب میں یہ کہ اگر مکاتب یا غلام نے مولیٰ کی اجازت سے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا اس سے اولاد ہوئی پھر عورت نے اختلاف ثابت کیا ہو اور مستحق کہے نام لکھی ہوگی تو نام اعظم رحم کے قول اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق بیچہ غلام ہی اسی طرح اگر مکاتب نے اس باندی کی خرید میں دھوکا کھایا تو بھی یہی حکم ہے جسوہا میں یہ کہ اگر کسی کی ام ولد یا برہ یا مکاتبہ کو کسی اجنبی سے خریدا اور اس سے جماع کیا پس اس سے بچہ پیدا ہوا تو مستولد پر بیچہ قیمتی اور عقربہ لے لے اور ام ولد سے مالک کو دینا واجب ہوگی اور مکاتبہ کو عتق اور بیچہ کی قیمت دینا پڑگی یہ محیض میں ہے۔ ایک نکاتبہ نے اپنے آپ کو ظاہر کیا کہ میں آزاد ہوں اسی پر دوسرے شخص سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ یہ مکاتبہ ہی تو ام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق مستولد اس مکاتبہ کی واسطے خاص ہوگا یہ ذخیہ میں ہے۔ مکاتب یا غلام ہا ذوں نے ایک باندی فروخت کی اور مشتری نے اسکو ام ولد بنا یا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو مستولد بیچہ کی قیمت بائع سے چھ لگایا جسوہا میں یہ مورث لے لے اگر وارث کے ہاتھ باندی فروخت کی اسے ام ولد بنایا تو وقت استحقاق ثابت ہونے کے وارث مورث سے بیچہ کی قیمت لے سکتا ہو یعنی اگر مورث مر گیا تو وارث اسکے مال سے ما سوائے حصہ میراث کے یہ مال لے سکتا ہو اور جس شخص کی واسطے باندی کی وصیت کر دی وہ وصیت کرنے والے کے بائع سے ام ولد بنانے اور استحقاق ثابت ہونیکے بعد بیچہ کی قیمت نہیں لے سکتا یہ سبب صحت کے اسکو واپس کر لیا ہے خاصہ میں ہے اگر مریض نے اپنے مرض موت میں اقرار کیا کہ یہ باندی فلان شخص کی میرے پاس وصیت ہے پھر وارث نے اسکے مرتبے کے بعد باندی سے واپس لے لی اور اس سے بیچہ ہوا حالانکہ وارث کو اقرار مورث کا علم ہے پھر باندی پر استحقاق ثابت ہوا تو مستحق کے نام باندی اور بیچہ دونوں کی ذکر کی ہوگی یہ ذخیہ میں ہے۔ ایک شخص کو ایک باندی باپ سے میراث ملی اسنے ام ولد بنائی پھر امین استحقاق ثابت ہوا تو بیچہ قیمت آزاد ہوگا پھر جن اور بیچہ کی قیمت مورث کے بائع سے واپس لے لیا جائیگا مگر ام ولد بنائی باندی کو ام باندی کو ام ولد بنایا پھر امین استحقاق ثابت ہوا تو وصیت کرنے والے کے بائع سے واپس نہیں لے سکتا ہو ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور باندی چھوڑی اور اسکا ترکہ فرض میں ڈوبا ہوا ہی پھر بیٹے نے باندی سے واپس لے لی اسکے بیچہ ہوا تو باندی فرض میں فروخت کجاوگی اور بیٹا باندی کا عتق اور بیچہ کی قیمت فرض ہوں تو ڈانڈ بھر لگایا یہ خط سخری میں ہے۔ اور اگر کسی نے اگر گواہ قائم کیے کہ میری باندی ہی تو اسکے نام باندی و عتق و بیچہ کی قیمت کی ذکر کی ہوگی یہ محیض میں ہے۔ اور اگر فرض محیض موت تو باندی کی قیمت اور اسکے عتق کا ضامن ہوگا اور اس سے فرضہ ادا کیا جائیگا اور باقی میراث رہیگا اور بیچہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ فرض باندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو اور اگر کم ہو تو بقدر فرض کے ضامن اور عتق کی ڈانڈ لگایا یہ خط سخری میں ہے۔ ایک شخص نے غصب کی ہوئی باندی خریدی حالانکہ جانتا ہے کہ بائع غاصب ہی یا ایسی عورت سے نکاح کیا جو کہتی ہے کہ میں حرہ ہوں حالانکہ اسکو معلوم ہے کہ یہ بھوٹی ہے اور اسکو ام ولد بنایا تو بیچہ غلام ہوگا یہ جسوہا میں ہے۔ اور اگر باندی خریدی حالانکہ جانتا ہے کہ یہ باندی غیر کی ہے پس بائع نے کہا کہ اسکے مالک نے مجھے اسکے فروخت کرنے کا وکیل کیا ہے یا وہ مر گیا اور مجھے دھی کر گیا پس بنا پر اسکے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری نے اسکو ام ولد بنایا پھر مالک نے حاضر ہو کر وکالت سے انکار کیا تو اسکو اختیار ہے کہ باندی کو اور بیچہ کی قیمت کو بے لے پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا شرف اور بیچہ کی قیمت واپس لے لے ذخیہ میں ہے۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ بیچہ لے جائے ایک باندی خرید دے اس نے خریدی اور وکیل کے مال سے دام دیئے اور وکیل نے

بیچہ آزاد ہوا  
میں غلام نہ رہا  
اگر وہ غلام نہ رہا  
تو بیچہ اسکا  
اپنے والی کا فرض ہے  
پھر بیچہ سے بیچہ  
یا اسکا تمام  
۱۱ ۱۲

اسکو ام ولد بنایا پھر باندی بن استحقاق ثابت ہوا تو مستحق اس باندی کو اور بچہ کی قیمت اور باندی کا عقر موکل سے لے لیا گناہ  
 وکیل سے اور موکل اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت بائع سے لے لیا و لیکن اس باب میں بائع سے نصومت کرنا وکیل کے دوسرے پس  
 اگر بائع نے مسئولہ کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مسئولہ نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے میرے حکم سے یہ باندی اس  
 سے خریدی اور میرے مال سے دام دیے ہیں تو مشتری بائع کی طرف سے دھوکہ کھانے والا شمار ہوگا اور بائع سے ثمن اور بچہ  
 کی قیمت لے سکتا ہی اور وکیل ہی اس باب میں والی خصوصیت ہوگا۔ اور اگر مسئولہ کے گواہوں نے خرید کی گواہی دی اور یہ  
 گواہی نہ دی کہ مسئولہ نے مشتری کو خریدنے کا حکم کیا تھا صرف یہ گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے اس باندی  
 کو فلان شخص سے واسطے اسکے حکم سے خریدا ہی پس اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے خرید سے پہلے یا حالت خرید میں یہاں  
 اقرار کیا کہ میں اسکو فلان شخص کے واسطے خریدا ہوں تو مسئولہ بائع کی طرف سے دھوکہ کھانے والا شمار ہوگا اور اسکو بائع سے بچہ  
 کی قیمت لینے کا اختیار ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے یہ اقرار خریدنے کے بعد کیا ہی تو مسئولہ بائع سے  
 ثمن اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہی یہ محمد بن زید۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے نفع کی مضاربت پر دیے اس  
 نے ان درمون سے ایک باندی خریدی جو دو ہزار درم کے اندر کی ہوئی مضارب نے اسکو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق  
 میں لے لی گئی تو بچہ قیمت آزاد ہو پھر مضارب اپنے دام بائع سے لے لیا اور وہ ثمن مثل سابق کے مال مضارب بن ہوگا اور  
 بھی بائع سے بچہ کی چوتھائی قیمت لے گا اور وہ غاصبہ نہ رہے نہ مال کی مضاربت کے مال میں نہ ہوگی اور اگر باندی میں زیادتی  
 ہو تو مستحق بچہ کو مع باندی کے لے لے گا اور مضارب سے اسنا نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر رب المال نے خود اسکو ام ولد بنایا  
 پس اگر باندی میں زیادتی ہو تو بچہ آزاد ہوگا اور رب المال پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت واپس  
 لے گا اور اس باب میں خصوصیت کرنے والا مضارب ہوگا پس ثمن مال مضاربت میں داخل ہوگا اور بچہ کی قیمت رب المال کو  
 ملے گی اور اگر باندی دو ہزار درم کے برابر ہو تو بائع سے تین چوتھائی بچہ کی قیمت میں سے لیجاو لی و ثمن واپس یا بائیکا کدہ  
 مال مضارب میں داخل ہوگا یہ مسوط بن ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کا حکم کیا اسنے اسکے واسطے خریدی  
 پھر موکل نے اسکو ہبہ کر دی وہ اس سے ایک بچہ جنی پھر انہیں استحقاق ثابت ہوا اور باندی اور عقر اور بچہ کی قیمت لے لی گئی  
 تو وطی کر لے والا بائع سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہی کیونکہ وہ غیر کے واسطے خریدنے والا تھا یہ محیط سرخی میں ہی ایک شخص نے  
 باندی خریدی اسکو آزاد کر کے دوسرے سے نکاح کر دیا اور شوہر کو خبر نہ دی کہ یہ آزاد ہو یا باندی ہی و لیکن خود کو اسکا فرمایا اور  
 آزاد کرنا معلوم ہی پھر شوہر نے اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا پھر انہیں استحقاق ثابت ہوا تو شوہر پر واجب ہو کہ مستحق ہوگا  
 عقر اور بچہ کی قیمت ادا کرے پھر شوہر اس نکاح کر دینے والے سے بچہ کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہی یہ ذخیرہ میں ہی ایک  
 باندی خریدی اور ام ولد بنائی پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کیا پھر اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا پھر انہیں استحقاق پیدا ہوا  
 اور مستحق نے باندی مع عقر اور دو تہا ثمن کی قیمت لے لی تو مسئولہ بائع سے فقط پہلے بچہ کی قیمت واپس لے گا اور مسئولہ  
 سے ایک ہی عقر یا بائیکا یہ محیط سرخی میں ہی اگر کسی شخص پر مال کا دعوہ کیا اسنے ایک معین باندی دیکر صلح کر لی اور  
 باندی پر مدعی نے قبضہ کر لیا اور اسکو ام ولد بنایا پھر ایک مستحق نے اگر باندی میں استحقاق ثابت کیا تو وہ باندی  
 کو مع عقر اور بچہ کی قیمت خصوصیت کی قیمت لے لے گا پھر اگر بچہ کی قیمت کی ڈگری ہونے سے پہلے بچہ مر گیا تو اسپر بچہ  
 کی قیمت کی ڈگری نہ ہوگی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر صلح بعد اقرار معا علیہ کے تھی تو مستحق مال کا دعوہ تھا وہ مال اور

اسکو ام ولد بنایا پھر باندی بن استحقاق ثابت ہوا تو مستحق اس باندی کو اور بچہ کی قیمت اور باندی کا عقر موکل سے لے لیا گناہ وکیل سے اور موکل اپنا ثمن اور بچہ کی قیمت بائع سے لے لیا و لیکن اس باب میں بائع سے نصومت کرنا وکیل کے دوسرے پس اگر بائع نے مسئولہ کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مسئولہ نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے میرے حکم سے یہ باندی اس سے خریدی اور میرے مال سے دام دیے ہیں تو مشتری بائع کی طرف سے دھوکہ کھانے والا شمار ہوگا اور بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت لے سکتا ہی اور وکیل ہی اس باب میں والی خصوصیت ہوگا۔ اور اگر مسئولہ کے گواہوں نے خرید کی گواہی دی اور یہ گواہی نہ دی کہ مسئولہ نے مشتری کو خریدنے کا حکم کیا تھا صرف یہ گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے اس باندی کو فلان شخص سے واسطے اسکے حکم سے خریدا ہی پس اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے خرید سے پہلے یا حالت خرید میں یہاں اقرار کیا کہ میں اسکو فلان شخص کے واسطے خریدا ہوں تو مسئولہ بائع کی طرف سے دھوکہ کھانے والا شمار ہوگا اور اسکو بائع سے بچہ کی قیمت لینے کا اختیار ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے یہ اقرار خریدنے کے بعد کیا ہی تو مسئولہ بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا ہی یہ محمد بن زید۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے نفع کی مضاربت پر دیے اس نے ان درمون سے ایک باندی خریدی جو دو ہزار درم کے اندر کی ہوئی مضارب نے اسکو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو بچہ قیمت آزاد ہو پھر مضارب اپنے دام بائع سے لے لیا اور وہ ثمن مثل سابق کے مال مضارب بن ہوگا اور بھی بائع سے بچہ کی چوتھائی قیمت لے گا اور وہ غاصبہ نہ رہے نہ مال کی مضاربت کے مال میں نہ ہوگی اور اگر باندی میں زیادتی ہو تو مستحق بچہ کو مع باندی کے لے لے گا اور مضارب سے اسنا نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر رب المال نے خود اسکو ام ولد بنایا پس اگر باندی میں زیادتی ہو تو بچہ آزاد ہوگا اور رب المال پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور بائع سے ثمن اور بچہ کی قیمت واپس لے گا اور اس باب میں خصوصیت کرنے والا مضارب ہوگا پس ثمن مال مضاربت میں داخل ہوگا اور بچہ کی قیمت رب المال کو ملے گی اور اگر باندی دو ہزار درم کے برابر ہو تو بائع سے تین چوتھائی بچہ کی قیمت میں سے لیجاو لی و ثمن واپس یا بائیکا کدہ مال مضارب میں داخل ہوگا یہ مسوط بن ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کا حکم کیا اسنے اسکے واسطے خریدی پھر موکل نے اسکو ہبہ کر دی وہ اس سے ایک بچہ جنی پھر انہیں استحقاق ثابت ہوا اور باندی اور عقر اور بچہ کی قیمت لے لی گئی تو وطی کر لے والا بائع سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہی کیونکہ وہ غیر کے واسطے خریدنے والا تھا یہ محیط سرخی میں ہی ایک شخص نے باندی خریدی اسکو آزاد کر کے دوسرے سے نکاح کر دیا اور شوہر کو خبر نہ دی کہ یہ آزاد ہو یا باندی ہی و لیکن خود کو اسکا فرمایا اور آزاد کرنا معلوم ہی پھر شوہر نے اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا پھر انہیں استحقاق ثابت ہوا تو شوہر پر واجب ہو کہ مستحق ہوگا عقر اور بچہ کی قیمت ادا کرے پھر شوہر اس نکاح کر دینے والے سے بچہ کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہی یہ ذخیرہ میں ہی ایک باندی خریدی اور ام ولد بنائی پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کیا پھر اس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا پھر انہیں استحقاق پیدا ہوا اور مستحق نے باندی مع عقر اور دو تہا ثمن کی قیمت لے لی تو مسئولہ بائع سے فقط پہلے بچہ کی قیمت واپس لے گا اور مسئولہ سے ایک ہی عقر یا بائیکا یہ محیط سرخی میں ہی اگر کسی شخص پر مال کا دعوہ کیا اسنے ایک معین باندی دیکر صلح کر لی اور باندی پر مدعی نے قبضہ کر لیا اور اسکو ام ولد بنایا پھر ایک مستحق نے اگر باندی میں استحقاق ثابت کیا تو وہ باندی کو مع عقر اور بچہ کی قیمت خصوصیت کی قیمت لے لے گا پھر اگر بچہ کی قیمت کی ڈگری ہونے سے پہلے بچہ مر گیا تو اسپر بچہ کی قیمت کی ڈگری نہ ہوگی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر صلح بعد اقرار معا علیہ کے تھی تو مستحق مال کا دعوہ تھا وہ مال اور

جو کہ خزانہ دہاوی یعنی بچہ کی قیمت اس معاملہ سے بھرتکا اور اگر صلح انکار مدعا علیہ یا سکوت پر بھی توقف ایسے دعوے پر  
 رجوع کرے جو اگر اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے مدعا علیہ سے قسم لی اور اٹھنے مکمل کیا تو اپنا مال دعویٰ اور جو ڈال دیا  
 جو بچہ کی قیمت پر بھرتکا اور سب صورتوں میں غرض میں لے سکتا ہے اور اگر مال کا دعویٰ نہ کیا بلکہ نفس یا نصرت  
 اہم خاص کا دعویٰ ہو پس مدعا علیہ نے ایسا یا نہ اور اگر نہ لے کر اپنے ام ولد بنانی پھر تین استحقاق پیدا ہو پس اگر صلح ہو  
 اور مدعا علیہ کے حق تو اعلیٰ ہو کر و لیکن مدعا علیہ سے باندی کی قیمت اور جو ڈال دیا تو یعنی بچہ کی قیمت واپس لیتا اور  
 عقرواپس نہ لے رہے سہا ہذا اور اگر صلح ہو یا انکار مدعا علیہ یا سکوت پر بھی پھر اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے یا قسم لی اور مدعا علیہ نے  
 نکل کر یا تہا سے تہا باندی کی قیمت اور جو بھرتکا کی قیمت ڈال دیا ہی واپس لیتا پس اگر قسم لی ہو اسے قسم کھانی تو بچہ  
 نہیں لے سکتا یہ شرح طحاوی میں روایات میں کی مقبوضہ باندی کی نسبت دعویٰ کیا اسے ایک دوسری باندی دیکر لگا یا سکوت  
 کے بعد صلح کر لی اور ہر ایک نے دونوں مدعی مدعا علیہ سے اپنی باندی کو ام ولد بنا لیا پس جو باندی مدعی کے پاس تھی انہیں  
 استحقاق ثابت ہوا اور مستحق نے باندی اور حق اور بچہ کی قیمت سے لی تو مدعی اپنے دعویٰ کی جانب رجوع کرے اور بچہ کی قیمت  
 نے الحال نہیں لے سکتا ہے و لیکن اگر اسے حق پر گواہ قائم کیے تو اس وقت اس باندی کی قیمت جس پر دعویٰ لیا تھا اور بچہ کی  
 قیمت دونوں لے لیتا اور وہ باندی جو مدعا علیہ لے پاس ہو استحقاق ثابت کر کے لے لی اور مستحق نے وہ باندی مع  
 مقدار بچہ کی قیمت لے لے لی تو مدعا علیہ دوسری باندی کی قیمت مدعی سے بھرے اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا یہ محیط  
 شرحی میں ہے اور اگر دونوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ مدعی مدعا علیہ سے دوسری باندی لے لیا وہی باندی سے جہین  
 دعویٰ واقع ہوا وہی پھر ہر ایک نے اپنی اپنی باندی کو ام ولد بنا لیا پھر ایک باندی استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی تو پھر  
 استحقاق ثابت ہوا وہ دوسرے سے اس باندی کی قیمت جو اس سے لی گئی اور بچہ کی اس قدر قیمت جو مستحق کو ڈال دیا پھر ہی ہوا پھر  
 کرے یہ ذخیرہ میں ہے مسئلہ سے نسب ثابت ہونے اور بچہ قیمت آزاد ہونے میں مغرور اور مفقر دونوں کی اولاد برابر ہو فرق  
 اس امر میں ہے کہ ولد مغرور اپنے مالک کرنے والے سے قیمت بچہ کی واپس لیتا جو اسے مستحق کو دی ہو اور ولد مفقر کی صورت میں  
 واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط شرحی میں ہے۔ اہل ذمہ و اہل اسلام باب غرور میں ایک حکم رکھتے ہیں کہ ذانی محیط  
 شرحی ان باب متفرقات کے بیان میں اگر کسی پر بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ نہ کہا کہ میرے  
 فراش سے پیدا ہوا ہے تو یہ دعویٰ صحیح ہو اگر گواہ قائم کیے تو سماعت ہوگی اور بیٹے ہونے کی جگہ گری ہو جائیگی یہ محیط میں ہے  
 زید کی مقبوضہ چیز پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے قالض نے اسپر اپنا قبضہ ناحق پیدا کر لیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ حق  
 غصب نہیں ہے اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے میرے قبضہ میں تھی اور قالض نے ناحق اسپر اپنا قبضہ  
 پیدا کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ میری ملک ہے میرے قبضہ میں رہی مانتگ کہ مدعا علیہ نے ناحق اسپر  
 اپنا قبضہ پیدا کر لیا ہے تو یہ قالض پر دعویٰ غصب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے باندی کی آزادی اور تین طلباتی  
 اور طلاق بائن واقع ہونے کا اگر قاضی حکم لگا دے تو اس کے حکم صحیح ہونے کے واسطے انکا دعویٰ جو ناشر نہیں ہے  
 اور یہ مسئلہ معروف و مشہور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ طلاق رجعی کے حکم کے واسطے بھی دعویٰ شرط نہیں ہے یہ محیط میں ہے  
 اگر مدعی نے دو مالوں کا دعویٰ کیا ایک کو جیسا بیان کرنا چاہیے بیان کیا اور دوسرے کو نہ بیان کیا اور گواہوں نے  
 ایسے ہی گواہی دی تو دونوں مالوں کی گواہی نہ ہوگی اور اگر گواہوں نے صرف مال معلوم کی گواہی دی تو صحیح ہے

وہ بچہ کی قیمت لے لے لی تو مدعا علیہ دوسری باندی کی قیمت مدعی سے بھرے اور بچہ کی قیمت نہیں لے سکتا یہ محیط شرحی میں ہے اور اگر دونوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ مدعی مدعا علیہ سے دوسری باندی لے لیا وہی باندی سے جہین دعویٰ واقع ہوا وہی پھر ہر ایک نے اپنی اپنی باندی کو ام ولد بنا لیا پھر ایک باندی استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی تو پھر استحقاق ثابت ہوا وہ دوسرے سے اس باندی کی قیمت جو اس سے لی گئی اور بچہ کی اس قدر قیمت جو مستحق کو ڈال دیا پھر ہی ہوا پھر کرے یہ ذخیرہ میں ہے مسئلہ سے نسب ثابت ہونے اور بچہ قیمت آزاد ہونے میں مغرور اور مفقر دونوں کی اولاد برابر ہو فرق اس امر میں ہے کہ ولد مغرور اپنے مالک کرنے والے سے قیمت بچہ کی واپس لیتا جو اسے مستحق کو دی ہو اور ولد مفقر کی صورت میں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط شرحی میں ہے۔ اہل ذمہ و اہل اسلام باب غرور میں ایک حکم رکھتے ہیں کہ ذانی محیط شرحی ان باب متفرقات کے بیان میں اگر کسی پر بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ نہ کہا کہ میرے فراش سے پیدا ہوا ہے تو یہ دعویٰ صحیح ہو اگر گواہ قائم کیے تو سماعت ہوگی اور بیٹے ہونے کی جگہ گری ہو جائیگی یہ محیط میں ہے زید کی مقبوضہ چیز پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے قالض نے اسپر اپنا قبضہ ناحق پیدا کر لیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ حق غصب نہیں ہے اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے میرے قبضہ میں تھی اور قالض نے ناحق اسپر اپنا قبضہ پیدا کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ میری ملک ہے میرے قبضہ میں رہی مانتگ کہ مدعا علیہ نے ناحق اسپر اپنا قبضہ پیدا کر لیا ہے تو یہ قالض پر دعویٰ غصب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے باندی کی آزادی اور تین طلباتی اور طلاق بائن واقع ہونے کا اگر قاضی حکم لگا دے تو اس کے حکم صحیح ہونے کے واسطے انکا دعویٰ جو ناشر نہیں ہے اور یہ مسئلہ معروف و مشہور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ طلاق رجعی کے حکم کے واسطے بھی دعویٰ شرط نہیں ہے یہ محیط میں ہے اگر مدعی نے دو مالوں کا دعویٰ کیا ایک کو جیسا بیان کرنا چاہیے بیان کیا اور دوسرے کو نہ بیان کیا اور گواہوں نے ایسے ہی گواہی دی تو دونوں مالوں کی گواہی نہ ہوگی اور اگر گواہوں نے صرف مال معلوم کی گواہی دی تو صحیح ہے



یہ جواہر افتادی میں ہے۔ زید کے مقبوضہ گدھے پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک کی چونکہ میں نے اسکو فلان شخص سے اسقدر داموں کو خریدایا اور تیرے قبضہ میں ناحی ہو پس تجھے واجب ہو کہ مجھے سپرد کر دے تو ایسا دعویٰ سموخ سو گایہ ذخیرہ میں ہے۔ خلف بن یوسف کہہ مکتے ہیں کہ میں نے شداد دم سے دریافت کیا کہ ایک شخص مرگیا اور دوسو درم چھوڑے پس ایک شخص زید نے میت پر دوسو درم کے گواہ قائم کیے اور قاضی نے زید کی ڈگری کر دی پھر دوسرا شخص عمر و آیا اور اسنے بھی میت پر دوسو درم کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں پس زید نے اس دوسرے یعنی عمرو کے واسطے مال کا اقرار کیا اور شداد نے فرمایا کہ جب قدر زید نے وصول کیا ہو وہ دونوں میں بہ تقسیم ہو گا خلف کہتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہ مسئلہ کتابوں میں مسطور ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے فلان زمین کا دعویٰ کیا تھا اس میں میرے تیسہ دوہا میں باہمی صلح شرعی واقع ہوئی ہے اور صلح صحیح کے گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے صلح فاسد واقع ہوئی کے گواہ دیے تو صلح صحیح کے گواہ مقبول ہونگے یہ جواہر افتادی میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑے کہ انکے سونے کا کچھ مال نہیں ہے اور ایک بیٹا چھوڑا کہ اسکے سواے دوسرا وارث نہیں ہے پھر ایک شخص زید نے گواہ قائم کیے کہ میت نے میرے لیے اس سالم نام غلام کی وصیت کی ہے اور وارث نے انکار کیا اور کہا کہ فقط اس دوسرے شخص عمرو کے نام اس بدھو غلام کی وصیت کی ہے اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو قاضی زید کے نام سالم غلام کی ڈگری کر گیا اور عمرو کے نام کچھ بھی ڈگری نہ کر گیا اور اگر وارث نے سالم کو نبوض بدھو کے فریدا تو جائز ہے یہی طرح اگر ہزار درم کو فریدا ہے تو بھی جائز ہے لیکن پہلی صورت میں وارث بدھو کی قیمت عمرو کو ڈالنا پھر گیا اور دوسری صورت میں حکم کیا جائیگا کہ بدھو کو عمرو کے سپرد کر دے۔ ایک شخص مرگیا اور ایک غلام ہزار درم کی قیمت کا چھوڑا کہ اسکے سواے اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر وارث نے اقرار کیا کہ میت نے فلان شخص زید کے واسطے اس غلام کی وصیت کی ہے اور میں نے اسکے مرنے کے بعد اسکی وصیت کو جائز رکھا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے میت پر ہزار درم قرض ہیں اور وارث نے انکار کیا تو قاضی اس غلام کو فروخت کر کے اسکے ثمن سے قرض ادا کر گیا پھر اگر وارث نے وہ غلام فریدا یا ہبہ یا وصیت یا میراث سے اسکی ملک میں آیا اور زید نے یا ہاکہ موافق اقرار وارث کے میں اس سے بے خون کو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ قرض کے گواہ سب غلام تھے تو قاضی بیخ کو باطل نہ کر گیا بلکہ موصی کو دوام دیگا اور اگر قرض خواہ دام وصول کرنے کے بعد مر گیا اور پہلے میت کا وارث اسکا بھی وارث ہوا پس اگر بعینہ انھیں ہزار درم کا وارث ہوا تو مقرہ اس سے بے سکتا ہے اور اگر کسی اور مال کا سواے ان ہزار درم کے وارث ہوا تو اس میں سے بقدر ہزار درم کے فروخت کر کے مقرہ کو دام دیدے جاوین اور اگر میت کا وارث اسکا وارث نہوا لیکن قرض خواہ نے مرنے وقت وصیت کی کہ یہ ہزار درم بعینہ وارث مقرہ دیے جاوین تو وارث مقرہ واجب ہو گا کہ مقرہ کو دیدے اور اگر سواے ان ہزار درم کے کسی اور مال کی وصیت کی تو اس میں سے بقدر ہزار درم کے فروخت کر کے مقرہ کو دلائے جاویں گے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو لیکن قرض خواہ نے بعینہ ہی ہزار درم یا دوسرے ہزار درم مقرہ وارث کو ہبہ کر دیے پس اگر ہبہ حالت مرض میں اسنے کیا تو اسکا حکم وہی ہے جو وصیت میں مذکور ہو اور اگر حالت صحت میں اسنے ہبہ کیا پس اگر بعینہ ہی ہزار درم ہبہ کیے تو مقرہ کو دلائے جاویں گے اور اگر دوسرے ہزار درم میں تو نہ دلائے جاویں گے۔ اور اگر قاضی نے یہ غلام کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت نہ کیا بلکہ قرض خواہ کو دیکر کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ نبوض تیرے قرضہ کے بیع ہی میں نے اسکو نبوض تیرے قرضہ کے تیرا کر دیا اور قرض خواہ نے اسکو فریدا یا ہبہ یا صدقہ میں پایا تو زید کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

اور اگر قاضی نے عرض خواہ کے ہاتھ فروخت نہ کیا بلکہ یوں دیا کہ یہ غلام تیرے قرضہ سے صلح میں دیا اور اس کے سپرد کر دیا  
 پھر بھی وہ غلام وارث کی ملک میں آیا تو مقررہ کو دلویا جائیگا یہ محیط میں رہی ایک شخص مر گیا اور اسے تین غلام مساوی قیمت  
 کے چھوٹے چھوارث نے زید کے واسطے کسی غلام کی وصیت ہو گیا اقرار کیا اور زید نے تصدیق کی اور گواہوں نے  
 گواہی دی کہ میت نے اس دوسرے غلام کی وصیت اس عمرو کے نام کی ہی اور وارث نے انکار کیا پس زید نے اپنے  
 غلام کو آزاد کر دیا پس اگر گواہوں کی گواہی پر حکم ہونے سے پہلے آزاد کیا تو اسکا آزاد کرنا نافذ ہو جائیگا پھر اگر عمرو کے  
 گواہوں کی گواہی پر عمرو کے نام کی گواہی ہو گئی تو زید اپنے غلام کی قیمت وارث کو ٹاٹا بھر گیا اور اگر زید نے گواہوں کی گواہی  
 پر حکم ہونے کے بعد آزاد کیا تو آزادی نافذ نہ ہوگی۔ پھر اگر وارث بھی اس غلام کا جسکی عمرو کے نام کی گواہی ہوئی ہو ملک  
 ہوا تو جس غلام کا زید کے واسطے اقرار کیا ہو وہ اسکو دلایا جائیگا اور اسکی آزادی نافذ نہ ہوگی۔ یہ محیط سرفی میں ہے۔ نوادار بن  
 سعادہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے اور دو دار چھوٹے پس ایک شخص نے ایک دار کی نسبت  
 یہ دعویٰ کیا کہ ان دونوں کے باپ نے مجھے غصب کر لیا ہی اور دونوں سے قسم لی پس ایک نے قسم کھائی اور دوسرے  
 نے نکول کیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مدعی کے نام آدمی وارث کی گواہی ہوگی بقدر حصہ اس بیٹے کے جسے قسم سے نکول کیا ہی  
 اور مدعی دوسرے دار میں سے بھی نکول کرنے والے کا آدھا حصہ فروخت کر کے لے لیگا پس گویا کل دار اسکو ملا جسکا اس نے  
 دعوے کیا تھا۔ اور اگر مدعی نے غصب کا دعویٰ نہ کیا بلکہ صرف یہ دعویٰ کیا کہ دار میرا ہی تو مدعی کو نکول کر لیا اس کا دوسرے  
 گھر کا حصہ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔ امام رحمہ سے روایت ہے کہ اگر گھر داروں کے قبضہ میں ہو اور ایک انہیں سے غائب ہی پھر ایک  
 شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے غائب کا حصہ غائب سے خریدا ہی اور اس پر گواہ پیش کیے پس اگر باقی وارث حصہ غائب کا اقرار  
 کرتے ہوں تو گواہ مقبول نہ ہوگی اور اگر منکر ہوں تو مقبول ہوگی اور خریدہ غائب پر ثابت ہو جائیگی حتیٰ کہ اگر غائب حاضر ہوا  
 اور انکار کیا تو انقات نہ کیا جائیگا یہ وجہ کردری میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی پھر مشتری  
 غائب ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وہ کمان ہی پس قاضی کے پاس مراجعہ کیا اور درخواست کی کہ باندی فروخت کر کے میرا من  
 روا کیا جاوے تو یہ دونوں گواہ قائم کرنے کے قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا پس اگر اس پر گواہ قائم کیے تو مذکور ہے کہ  
 قاضی باندی کو فروخت کرے گا اور یہ بیع مشتری کے نام واقع ہوگی اور بائع کو داماد کر کے اس سے ایک نقدہ قبضل  
 لے لیگا پھر اگر ان درمون میں من سے کمی پڑی تو مشتری پر رہی اور اگر زیادتی ہوئی تو مشتری کے واسطے رہی پھر اس  
 مسئلہ کو باندی کے حق میں اس طرح بیان کیا ہی گھر کے حق میں اس طرح بیان نہیں کیا اور واجب ہے کہ گواہ باندی کے  
 گھر فرض کیا جاوے تو یہ نکال دیا کہ قاضی تعرض نہ کرے اور گھر کو فروخت نہ کرے اور اگر مشتری کا مکان اور اسکی جائیداد  
 ہو تو قاضی کو باندی فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر یہ بائع اپنی درخواست پر گواہ قائم کرے۔ اور یہ حکم مذکور ہو تو  
 کہ مشتری جب آیا تو اسے اقرار کیا اور اگر انکار کیا تو بائع کو دوبارہ مشتری پر خریدہ لے کے گواہ قائم کرنے کی ضرورت  
 ہوگی یہ محیط میں ہے زید نے عمرو کے ایک مقبوضہ گھر پر دعویٰ کیا کہ میری ملک ہے میرے باپ نے تیرے پاس دین کیا  
 تھا اسے انکار کیا پس گواہوں نے گواہی دی کہ یہ ملک زید کی ہی عمرو کے پاس باقی ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور عمرو کا  
 قبضہ باقی ہو جائیگا کیونکہ اس نے اس سے انکار کیا ہی۔ غلامہ میں ہے زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ پھر مشتری ملک میں ہے  
 تیرے باپ فلان بن فلان کے پاس اس مقبوضہ پر دین کیا تھا پھر تیرا باپ مر گیا اور زید قبضہ میں ہو گیا پس پھر واجب ہے کہ

بجائے  
 کی نسبت

قرض مجھے وصول کر لے اور گھر میرے سپرد کر دے پس عمرو نے انکار کیا اور زید کے گواہوں نے اس کے دعوے کے موافق گواہی دی لیکن اس قدر زیادہ کیا کہ آج کے روز اس مدعی کی ملک اور اس کا حق ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہو تو یہ گواہی قبول ہوگی یا نہیں میں ہی اگر زید نے عمرو کی مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہی اور اس کے قبضہ میں ناحق ہی تو اس کا دعویٰ صحیح ہو اگرچہ اپنے دعویٰ میں یہ بیان نہ کیا کہ جہن قابض نے مجھے لی ہی اس میں میری ملک تھی۔ اور اگر کوئی دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے یہ باندی غصب کرنی تو دعویٰ صحیح ہی اگرچہ بیان نہ کیا کہ میری ملک ہی اور اگر گواہ قائم کیے کہ قابض نے مدعی سے غصب کرنی ہو تو قاضی قابض کو حکم دے گا کہ مدعی کے سپرد کر دے اور مدعی کی ملک کی گواہی نہ کرے گا یہ عجیب میں ہے۔ زید کے قبضہ میں ایک گھر ہی اس گھر کو عمرو نے زید کے سوا سے دوسرے سے ہوض ایک غلام کے خرید اور غلام اس کے سپرد کر دیا پھر عمرو نے قابض سے گھر کی نسبت چکا کر لیا اور اس سے بطور صلہ یا صدقہ یا خرید یا ودیعت یا غصب یا اسکے مثل کئے لے لیا تو اس کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں جو پھر اگر قابض آیا اور مشتری سے وہ گھر واپس لیا مثلاً مشتری کے پاس اس نسبت غصب یا ودیعت کے تھا آئینے واپس لیا تو مشتری بالحق سے غلام واپس لے گا اور اگر وہ اسے گھر کے باندی ہو اور اس کو ہوض غلام کے خرید اور وہ باندی مشتری کے پاس ان زبان میں سے کسی سبب سے ہوض گئی اور اس کے پاس ہٹا ہو گئی تو اس کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہو کر ایک صورت میں وہ یہ ہو کہ باندی اگر مشتری کے پاس غصب ہو اور قابض نے اگر حکم غصب اس سے قیمت کی ضمان لی تو وہ باندی سے غلام واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر باندی مشتری کے پاس بطور غصب ہے ہو اور وہ بھاگ گئی پس قابض آیا اور مشتری سے اس کی قیمت کی ضمان لی تو مشتری بالحق سے غلام واپس لے گا پھر اگر وہ باندی بھاگنے سے نوٹ آئی تو غاصب کی ملک میں ہو تو کوئی اور وہ مشتری ہی ہے ہر بار یہ مذہب سے معلوم ہوا ہے اور وہ غلام خرید یا باندی کے سپرد کیا جاوے گا باندی کے بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور وہ زمین جو تیرے عمر سے ہے ایک گھر ہوض ایک غلام کے خرید اور گھر عمر کے سوا دوسرے کے قبضہ میں رہی یعنی مثلاً بکر کے قبضہ میں رہا اور بکر مدعی ہو کہ یہ گھر میرا ہے پس زید نے بکر سے غصہ میں لے کر اس کے ہم کو بکر کی نمونہ اور مشتری اپنے قاضی سے مدعا علیہ کی کہ ہم کو وہ زمین بیع منع کر دیا تو اسے تو قاضی مسئلہ کو گواہیں اگر قاضی نے مقدمہ قیام کر دیا اور بائع کو حکم دیا کہ مشتری کو غلام واپس کرے پھر بھی کئی سبب سے وہ گھر مشتری کے ہاتھ آ گیا تو بیع منع اپنے حال پر باقی رہا یعنی ہٹا جائے گا کہ مشتری کو یہ حکم نہ کیا جائے گا کہ غلام بائع کو واپس دے اور باہر حکم دیا جائے گا کہ یہ گھر بائع کے سپرد کرے یا نہیں پس دیکھنا چاہیے کہ اگر مشتری نے وقت خرید کے بیع منع قرار کیا کہ یہ بائع کا ہو تو حکم دیا جائے گا اور اگر بیع منع اقرار نہیں کیا تو اس مقام پر نہ کوئی کہ یہ حکم نہ دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک زمین زید کے قبضہ میں ہے پھر عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین بکر کی طرف سے صرف معلوم ہو تو وہ زمین اس کا متولی ہوں اور شراط ذکر کر کے گواہوں نے ثابت کیا اور قاضی نے وقف ہونے کا حکم جاری یا پھر خالد نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ملک وحق ہی تو سماعت ہوگی یہ خلاصہ میں یہ شیخ نجم الدین نسفی رحمہ اللہ دریافت کیا کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ زمین پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہی پس مدعا علیہ کے کہا کہ یہ میری ملک نہیں ہے تو اس معترف پر وقف ہو اور میں اس کا متولی ہوں پس قاضی نے مدعا علیہ سے اس کے قوی پر گواہ طلب کیے اور اس سے اس نے قولی پر گواہ لائے مگر اس نے اسے پس قاضی نے مدعا علیہ کو حکم دیا کہ یہ زمین مدعی کے سپرد کر دے تاکہ اس کے گواہ اپنے مقولہ پر گواہ لاوے یہ مدعی کے قبضہ میں ہے پس آیا یہ ٹھیک ہے یا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سبب قاضی قاضی کو یہ حکم دینا چاہیے کہ مدعا علیہ سے اس کے مقولہ پر گواہ طلب کرے اور مدعا علیہ کو حکم دے کہ یہ زمین مدعی کے سپرد کر دے

علامہ حسن  
دین صاحب  
رحمہ اللہ

کر دے صرف مدعی کو حکم کرے کہ مدعا علیہ پر اپنی ملک کے دعویٰ کے گواہ قائم کرے اور ایسے گواہ مقبول ہونگے یہ محمد بن  
 بنو متقی میں ہو کہ زید کے قبضہ میں ایک مکان تھا سپر عرو نے دعویٰ کیا کہ میرا ہی میں نے اسکو قابض سے ہزار درم میں خرید لیا  
 اور بکرنے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو عرو سے ہزار درم کو خریدا ہوا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو گھر قابض کا قرار دیا  
 جائیگا اور اگر دونوں نے اس مقولہ سے انکار کیا اور گواہوں نے انکے ایسے اقرار کی گواہی دی اور دونوں گھر کا دعویٰ  
 کرتے ہیں ہر ایک اپنی ملک کا مدعی ہی اس مقولہ سے منکر ہو جسکی گواہوں نے گواہی دی تو گھر کی ڈگری مشکل اول کے  
 نام یعنی مدعی غیر قابض کے نام ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی شام رم فرماتے ہیں کہ امام محمد سے میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص  
 زید کے قبضہ میں ایک گھر سپر عرو نے دعویٰ کیا اور زید کو قاضی کے پاس لایا پس زید نے اقرار کیا کہ میں نے یہ گھر اس  
 مدعی سے خریدا ہوا اور دعویٰ کیا کہ میرے پاس اس امر کے گواہ ہیں تو کیا زید سے اس اقرار کی وجہ سے کہا جائیگا کہ گھر مدعی  
 کے سپرد کر دے پس امام محمد نے فرمایا کہ قیاس کی رو سے کہا جائیگا کہ بان ولیکن استصحابا میں زید کے قبضہ میں  
 چھوڑ دیا اور کفیل اس سے لے لوں گا اور میں روز کی مہلت دوں گا پس اگر اپنے گواہ لایا تو ذخیرہ سپر ڈگری کر دے گا یہ صحیح  
 میں ہے۔ متقی میں ہی کہ زید نے عرو پر دعویٰ کیا کہ یہ طبلستان جو تیرے اوپر پڑی ہے میں نے تیرے ہاتھ اسبقہ و امون کو  
 چھپی ہو اور عرو نے انکار کیا اور کہا کہ میری طبلستان جو میں نے بچے و دیت رکھنے کو دی تھی تو نے بچے واپس کر دی تو  
 ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لیا دی اور طبلستان زید کو واپس دی جائیگی اور پہلے مدعا علیہ سے قسم شروع کیا جائیگی یہ  
 ذخیرہ میں ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد کو لکھا کہ زید نے عرو کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ غلام میرا  
 خالد نائب کا ہی اور اسے اقرار کیا ہے کہ یہ زید کا ہی اور عرو اس دعویٰ سے منکر ہو اور اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے اور زید کہتا ہے  
 کہ گواہوں نے سچ کہا اور در حقیقت بکرنے میرے واسطے اقرار کیا تھا ولیکن میں اور وہ سے ہمیں یا مدقہ یا خرید سے اسکا مالک ہوا  
 ہوں تو امام محمد نے جواب دیا کہ اس سے اسکو کچھ استحقاق حاصل ہوگا جب تک کہ یہ یا مدقہ یا خرید میں منقطع کے گواہ  
 قائم نہ کرے اور اگر اس کے گواہ قائم کیے تو قاضی نقد دام لیکر اس کے نام غلام کی ڈگری کر دیا اس طرح اگر زید نے کہا کہ گواہوں نے  
 سچ بیان کیا اور اس سے بڑا وہ کچھ نہ کہا اور یہ وہ خرید کا دعویٰ نکلیا تو بھی سچی حکم ہو اور اگر مقراض ہوا اور غلام اس کے قبضہ میں  
 ہو پس مدعی نے کہا کہ یہ غلام اسی شخص کا تھا جسے قبضہ میں ہو اور اسے غلام کا میرے واسطے اقرار کیا اور قابض نے کہا کہ  
 اسے سچ کہا تو اس سے منکر کو کچھ استحقاق حاصل ہوگا جب تک کہ اقرار کرنے والا یہ وہ قبضہ وغیرہ کا اقرار نہ کرے یہ صحیح میں  
 ہے بلکہ بے دوسرے کے مقبوضہ غلام پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے ہاتھ ہزار درم کو غلام فروخت کیا اور میں نے بچہ واپس لیا  
 اگر بے قسم یا مدقہ یا خرید سے اور دام وصول کرنے سے انکار کیا پس مدعی کی طرف سے دو گواہوں نے گواہی دی کہ میں نے اقرار  
 کیا ہے کہ میں نے فروخت کیا اور دام وصول کر لیا اور کہ ہم غلام کو نہیں بیچا تھے لیکن ہم نے اپنے لیے کہا تھا کہ یہ عرو میرا غلام ہے  
 اور عرو نے کہا کہ میں نے گواہی دی کہ اس غلام کا نام عرو ہے تو انھوں نے اقرار کیا کہ اسکا نام عرو ہی تو ہی ہے سچ تمام  
 دعویٰ اور بانی سے قسم لیا جسکی اگر اس نے قسم کھالی تو دام واپس کرے اور اگر نکلیا تو بیع لازم ہوگی اور اگر دو گواہوں نے  
 دونوں گواہی دی کہ میں نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام عرو فروخت کیا اور عرو کے ہاتھ کوئی کام یا مینعت یا حبیب یا حبیب  
 ڈگریا پس اسے ایک شہادت ہو سکتی ہے اور وہ اس غلام سے مفاد کرنے میں موافق نکلا تو فرمایا کہ گواہی اور پہلی دونوں قیاسی  
 ہیں ولیکن استصحابا میں استقامت ہوں کہ اگر کسی معروضہ شہادت کی چھ کی طرف نسبت کی تو بیع یا خرید اور سچی حکم بانی میں بکرائی مقاد

حکم بانی میں بکرائی مقاد  
 حکم بانی میں بکرائی مقاد  
 حکم بانی میں بکرائی مقاد



تواضعی خان اور اگر کسی معین غلام کی نسبت اقرار کرنے کی گواہی دی اور اسکا نام لیا اور وصف بیان کیا اور کہا کہ ہم کو اسے اسدین  
 دکھا دیا تھا اور نام بتا دیا تھا لیکن ہم اسکو آج کے روز بعینہ نہیں پہچانتے ہیں تو ایسی گواہی باطل ہے اس بہت سے کہ دونوں  
 اسکی شناخت پر گواہ ہوئے پھر اپنی گواہی بھول گئے یہ عجیب باتیں ہیں۔ تو اگر بشر میں امام ابو یوسف رحم سے روایت ہے کہ زید نے عمرو  
 پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھے میرے مدقہ میں دیا اور میں نے قبضہ کر لیا یا میں نے اسکو ہزار درہم کو عمرو سے خرید کر قبضہ کیا یا عمرو نے  
 مجھے بعض ہزار درہم کے سہ کیا اور میں نے قبضہ کر لیا اور عمرو نے اس سے انکار کیا پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ عمرو قابض نے اقرار  
 کیا کہ یہ گھر اس مدعی زید کا ہے تو فرمایا کہ اس گواہی کو قبول کر کے گھر مدعی کا قرار دیا گیا پھر اگر مدعا علیہ نے ثمن یا عوض کا جسکا زید نے  
 اسکے لیے اقرار کیا ہے دعویٰ کیا تو اسکو دینا پڑ گیا اور اگر یہ دعویٰ کیا تو مدعا علیہ کا آئین کچھ حق نہ ہو گا یہ ضرور میں ہی گنہگار  
 نے کہا کہ یزید میرے مدقہ میں نہیں ہے اور مدعی نے اس سے قبضہ کی قسم لینی چاہی تو اسکو اختیار تھا کہ  
 اقرار سے قبضہ ثابت ہو مجھے جب قبضہ کا اقرار کیا تو قاضی یوں قسم لیا کہ واللہ یہ زمین اس مدعی کی ملک نہیں ہے تاکہ ملک کا مفق  
 قرار پائے اور جب ملک کا اقرار کیا تو قاضی اسکو مکمل دیا کہ اس زمین سے تعرض نہ کرے یہ عجیب باتیں ہیں۔ اگر زید نے دعویٰ کیا  
 کہ میں نے عمرو سے یہ گھر یا قریب یا زمین خریدی اور حدود بیان نہ کیے پس مدعا علیہ نے مدعی کے واسطے اسکا اقرار کر دیا اور حدود  
 بہ دونوں متفق ہوئے تو قاضی مدعا علیہ پر بسبب اسکے اقرار کے اسکی ڈگری کر دیا۔ اور اگر مدعا علیہ نے خرید کا اقرار کیا مگر حدود  
 میں دونوں نے اختلاف کیا مدعی نے کہا کہ یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہیں یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ کے حدود سے  
 آئین کی آتی ہے۔ نسبت حدود مدعی کے اور مشتری کے پاس شناخت حدود کے گواہ نہیں ہیں تو ہر ایک دوسرے کے  
 دعویٰ پر قسم کھاوے اور باہم واپس کر لیں اسی طرح اگر دو گواہوں نے اسکے خریدنے کے اقرار کیے ہر گواہی دی اور حدود بیان  
 نہ کیے پس اگر دونوں کے حدود پر اتفاق کیا تو یہ گواہی دونوں پر نافذ ہوگی اور اگر اختلاف کیا اور مشتری کے پاس حدود کے  
 پہچانے والے گواہ نہیں ہیں تو دونوں باہم قسم کھاویں اور بیع تو زیدین اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو قاضی دونوں کے درمیان  
 بیع نہ توڑے گا جس تک کہ دریافت کرے پھر اگر مشتری نے انکار کیا تو بیع کو اسی حدود سے لے لیا جو بائع نے بیان کیے  
 ہیں اور بائع کی تصدیق کی طرف رجوع نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے نفق بیع کی درخواست کی تو قاضی کچھ انتظار کرے گا اگر مشتری  
 کو کوئی ایسی جہت دستیاب ہوئی جس سے اسکا دعویٰ ثابت ہو تو فیروزہ بیع توڑ دیا۔ اور اگر مشتری نے بیعت کوئی بائع کے  
 نام اپنے حقوق کا تحریر کیا ہوا پس کیا اور آئین حدود مذکور ہیں اور گواہوں نے اس خرید پر دونوں کے اقرار کرنے  
 کی گواہی دی تو قاضی بائع کے ذمہ اسکو لازم کر کے اس سے مواخذہ کرے گا کہ یہ مشتری کے سپرد کر کے پھر اگر حدود میں دونوں  
 نے اختلاف کیا تو باہم قسم کھاویں اور بیع تو زیدین ولیکن اگر مشتری نے حدود کے گواہ پیش کیے انھوں نے موافق دعویٰ  
 مشتری کے گواہی دی تو قاضی بیع لازم کر کے بائع پر لازم کرے گا کہ بیع موافق دعویٰ مدعی کے اسکے سپرد کرے گا اسے مشعر  
 ادب تواضعی الخصاف نے مدقہ میں عمرو کے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا کہ میں نے یہ دار اس سے ایک مہینہ پہلے خرید لیا اور عمرو نے  
 انکار کیا پس مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ دار میرا تھا ولیکن تین مہینہ پہلے کہ میں نے اپنی عورت کے  
 ہاتھ اسکو فروخت کر دیا اور عمرو کی عورت نے اسکی تصدیق کی اور کہا کہ میں نے عمرو سے تین مہینہ پہلے کہ یہ دار خرید لیا اور مدعی ہمارے  
 اس دعویٰ کے گواہ قائم کیے حالانکہ نو زیدی کے نام ڈگری نہیں ہوئی تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہو گئے اور اگر نو زیدی مدعا علیہ پر  
 قائم کیے تو مقبول ہو گئے اور عورت کے نام دار کی ڈگری ہو جائیگی اگرچہ عورت نے عورت کے واسطے اقرار کیا ہے یہ عجیب باتیں ہیں۔

مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ اسکو دینا پڑ گیا اور اگر مدعا علیہ نے خرید کا اقرار کیا مگر حدود میں دونوں نے اختلاف کیا مدعی نے کہا کہ یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہیں یہ حدود ہیں اور مدعا علیہ کے حدود سے آئین کی آتی ہے۔ نسبت حدود مدعی کے اور مشتری کے پاس شناخت حدود کے گواہ نہیں ہیں تو ہر ایک دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھاوے اور باہم واپس کر لیں اسی طرح اگر دو گواہوں نے اسکے خریدنے کے اقرار کیے ہر گواہی دی اور حدود بیان نہ کیے پس اگر دونوں کے حدود پر اتفاق کیا تو یہ گواہی دونوں پر نافذ ہوگی اور اگر اختلاف کیا اور مشتری کے پاس حدود کے پہچانے والے گواہ نہیں ہیں تو دونوں باہم قسم کھاویں اور بیع تو زیدین اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو قاضی دونوں کے درمیان بیع نہ توڑے گا جس تک کہ دریافت کرے پھر اگر مشتری نے انکار کیا تو بیع کو اسی حدود سے لے لیا جو بائع نے بیان کیے ہیں اور بائع کی تصدیق کی طرف رجوع نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے نفق بیع کی درخواست کی تو قاضی کچھ انتظار کرے گا اگر مشتری کو کوئی ایسی جہت دستیاب ہوئی جس سے اسکا دعویٰ ثابت ہو تو فیروزہ بیع توڑ دیا۔ اور اگر مشتری نے بیعت کوئی بائع کے نام اپنے حقوق کا تحریر کیا ہوا پس کیا اور آئین حدود مذکور ہیں اور گواہوں نے اس خرید پر دونوں کے اقرار کرنے کی گواہی دی تو قاضی بائع کے ذمہ اسکو لازم کر کے اس سے مواخذہ کرے گا کہ یہ مشتری کے سپرد کر کے پھر اگر حدود میں دونوں نے اختلاف کیا تو باہم قسم کھاویں اور بیع تو زیدین ولیکن اگر مشتری نے حدود کے گواہ پیش کیے انھوں نے موافق دعویٰ مشتری کے گواہی دی تو قاضی بیع لازم کر کے بائع پر لازم کرے گا کہ بیع موافق دعویٰ مدعی کے اسکے سپرد کرے گا اسے مشعر ادب تواضعی الخصاف نے مدقہ میں عمرو کے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا کہ میں نے یہ دار اس سے ایک مہینہ پہلے خرید لیا اور عمرو نے انکار کیا پس مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے پھر مدعا علیہ نے کہا کہ یہ دار میرا تھا ولیکن تین مہینہ پہلے کہ میں نے اپنی عورت کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا اور عمرو کی عورت نے اسکی تصدیق کی اور کہا کہ میں نے عمرو سے تین مہینہ پہلے کہ یہ دار خرید لیا اور مدعی ہمارے اس دعویٰ کے گواہ قائم کیے حالانکہ نو زیدی کے نام ڈگری نہیں ہوئی تو عورت کے گواہ مقبول نہ ہو گئے اور اگر نو زیدی مدعا علیہ پر قائم کیے تو مقبول ہو گئے اور عورت کے نام دار کی ڈگری ہو جائیگی اگرچہ عورت نے عورت کے واسطے اقرار کیا ہے یہ عجیب باتیں ہیں۔

تواضعی

قما و اسی ابواللیث میں ہے کہ زید کے قبضہ میں نصف دار ہے مرد نے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے یہ سب دار وقف کیا ہے اور وقف کرنے کے دن یہ سب میرا تھا اور گواہوں نے مرد کے تمام دار وقف کرنے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ ذمہ دین ہوگی ایک شخص نے اپنے لڑکے کا ایک عورت سے نکاح کیا اور گھر کے ایک منزل کا اسکے نام میں مقرر کیا اور عورت کے ہاتھ اسکو بلوئے بیچ بیچ کے فروخت کیا پھر شخص مر گیا اور اسکے وارثوں نے دعویٰ کیا کہ ہمارے باپ نے یہ منزل ظان شخص کے ہاتھ اس عورت کے نام تمہید کرنے سے پہلے فروخت کر دی ہے تو وارثوں کی تصدیق نہ کی جائیگی اور منزل اسی عورت کی ہوگی لیکن اس شخص کو چاہیے کہ اپنے گواہ قائم کرے کہ میں نے اس عورت کے خریدنے سے پہلے اسکو خرید لیا اور اس باپ میں وارثوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے ایک بالغہ عورت کے باپ نے اسکا نکاح کر دیا اور شوہر مر گیا اسنے میراث کا دعویٰ کیا پس اگر گواہ میں نے اپنے باپ کو اپنے نکاح کا حکم دیا تھا تو نکاح ثابت اور وارث ہوگی اور اگر گواہ حکم نہیں کیا تھا تو لیکن یہاں تک نکاح کی خبر ہو چکی تو میں نے جان دیدی تو اسپر گواہ لائے واجب ہو گئے اور یہی حکم میں ہے یہ قادی قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ ظان شہر کے قاضی شیخ الاسلام عمر نے میرے نام اس عمر و پر ہزار دم کی ڈگری کی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ اس قاضی نے عمر و کے نام ان ہزار دم سے برکت کی ڈگری کی ہے تو قاضی قائم عمر و کے گواہوں پر حکم دیکھا دی کے گواہوں پر نہ دیکھا یہ محیط میں ہے۔ ایک مرد کی منزل میں وہ عورت و عورت دونوں رہتے ہیں مرد اس سے ولی کرنا ہے اور عورت کے اس سے اولاد ہے پھر عورت نے اسکا کیا کہ میں اسکی بیور و زمین ہوں تو امام ابو یوسف رحم نے فرمایا کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ اسی مرد سے ہے تو یہ اسکی جو بیور و دار الگ کی اولاد نہ ہو تو عورت کا قول مقبول ہوگا اگرچہ مرد کے ساتھ اس حالت سے بنتی ہے قادی قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے عمر و پر نصف دار کا جو اسکے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور قاضی نے گواہوں کی گواہی پر اس کے نام یہ ڈگری کر دی اور اس مدعی کے جو بیور و زمین ہر ایک بعد اسکے دعویٰ کرنا ہو کہ یہ نصف دار میرا ہے پس اگر مدعی نے اسپر قبضہ کر لیا ہے تو ان دونوں بیور و زمین کے نام آدھے آدھے کی ڈگری اسکی کر دیا جائیگی اور اگر قبضہ نہیں کیا ہے تو تینوں کو تین حصہ ہوگا کہ تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے چھوڑے ہیں گھنٹے نے عمر و پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے اسپر ہزار دم فرض زمین اور اسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے بیٹے نے بھی اسی عمر و پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے اسپر ہزار دم ایک باندی کا زمین میں جو اسکے ہاتھ فروخت کی تھی اور اسپر گواہ پیش کیے اور دونوں نے باجم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ باپ کے اسپر سو اسے ہزار دم کے زیادہ زمین میں تو ہر ایک کیواسطے باجمو دم کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک نے باجمو دم وصول کر لیا تو اس میں دوسرا شریک نہ ہوگا یہ ذمہ دین میں ہے فرض کی وجہ سے جو شخص قبضہ کر لے گا اسے گواہ قائم کیے کہ میں ظان ہوں اور رب الدین نے گواہ دیے کہ یہ ظان ہے۔ تو قاضی فرخواست کے گواہ مقبول کر لیا اگرچہ اسکی حشاد تک بیان نہ کی ہو یہاں تک کہ فرخواست کے گواہوں پر اسکو برقرار قید میں رہنے کا کافی لایا

### کتاب الاقرار

اس کتاب میں چند ابواب ہیں

باب اول اقرار کے شرعی معنی اور کن اور شرط و اذاعہ کے حکم کے بیان میں غیر کے حق کے اپنے اور ثابت ہو چکی غیر دینے کو اقرار رکھنے میں کذا فی الکافی اقرار کا کن مطلقاً کن کہنا کہ زید کے مجھ پر ہزار دم فرض زمین یا مثل اسکے بیان کرے کہ میں اس سے حق کا دعویٰ کرتا ہوں یا غیر شرط قرار اسی سے آمین یا تر نہیں ہے مثلاً اسکی تصدیق کرے اور سال لازم ہوگا یہ محیط ہے بشرطیکہ بچے نین روز تک نیارہ تو غیا بلال ہوگا اگرچہ شرط ہے زید مثلاً اسکی تصدیق کرے اور سال لازم ہوگا یہ محیط

کتاب الاقرار  
باب اول  
اقرار کے شرعی معنی اور کن اور شرط و اذاعہ کے حکم کے بیان میں غیر کے حق کے اپنے اور ثابت ہو چکی غیر دینے کو اقرار رکھنے میں کذا فی الکافی اقرار کا کن مطلقاً کن کہنا کہ زید کے مجھ پر ہزار دم فرض زمین یا مثل اسکے بیان کرے کہ میں اس سے حق کا دعویٰ کرتا ہوں یا غیر شرط قرار اسی سے آمین یا تر نہیں ہے مثلاً اسکی تصدیق کرے اور سال لازم ہوگا یہ محیط ہے بشرطیکہ بچے نین روز تک نیارہ تو غیا بلال ہوگا اگرچہ شرط ہے زید مثلاً اسکی تصدیق کرے اور سال لازم ہوگا یہ محیط







نے فرمایا کہ نام تو کر دم۔ تم ایک و اقرار کیے نہیں ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا گھر اولاد کا گھر کے واسطے ہی تو باطل ہے کیونکہ یہ میری  
اور جب اولاد کو بیان نہ کیا تو باطل ہی اور اگر یوں کہا کہ یہ گھر میری اولاد میں سے املازم کے واسطے ہی تو یہ اقرار ہی اور اولاد سے  
انہیں کے تین چھوٹوں کے واسطے ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تمہاری یہ گھر میرا خان کے واسطے ہی تو یہ بھی میری اور اگر کہا کہ تمہاری  
اس گھر کا واسطے غلام کے ہی تو یہ اقرار ہی۔ فناوے قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ ادا کر دے جو میرے ہزار  
درم چھپے ہیں اسے کہا کہ ہاں اچھا تو یہ اقرار ہی یا یوں کہا کہ مغرب تجھے یہ درم دے دو گا یا کل یہ تجھے دو گا تو بھی یہ اقرار ہی ایسے ہی  
اگر یوں جواب دیا تو تو تو مجھے کچھ تول دے یا تول کر انہیں قرضہ کرے یا بٹھکر نہ کہا صرف یوں کہا کہ تو تو انکو تول دے یا نقد پر کھ  
لے یا انکو لے لے تو یہ سب اقرار ہی غلام اسکے اگر صرف یوں کہا کہ تول یا پر کھ لے تو اقرار نہیں ہو یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر کہا  
کہ ابھی میرا زمین تالی یا کہا کہ کل۔ یا کہا کہ سہا نہیں ہیں یا آج میں نہیں ہیں یا یوں کہا کہ تو انکا بہت ہی تھا مگر تا ہی تو یہ سب  
اقرار ہی یہ محض مشی میں ہی اور اگر کہا کہ آج تو میرے پاس نہیں ہیں یا کہا کہ مجھے آنکے ادا کرنے میں کچھ مہلت دے یا تجھ سے  
لے لینے میں تاخیر کر دے یا آنکے وصول کرنے میں مجھے تاخیر کر دے یا کہا کہ تو نے مجھے ان درموں سے بری کر دیا یا مجھے بری کر دیا  
مجھ سے اسکے لینے کی توبہ برات کر لی یا کہا کہ میں واللہ آج مجھے ادا نہ کروں گا یا ترے واسطے نہ تو لوں گا یا تو انکو آج نہیں لے سکتا  
ہو یا یوں کہا کہ صبر کر یا تاک کہ میرا مال آ جاوے یا میرا غلام آ جاوے تو یہ اقرار ہی۔ مبسوط میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے  
کہا کہ ادا کر دے میرا گھر کیوں کا جو چھپاتا ہے عمرو نے کہا کہ نا پ لینے والے کو کل بھیج دینا تو یہ اقرار ہی اسی طرح اگر زنی  
جین میں یوں کہا کہ تول لینے والے کو کل بھیج دینا تو بھی ایسا ہی ہے یا کہا کہ کل اپنے وکیل کو بھیج دینا۔ ات دید و نکا یا کسی  
وصول کرنے والے کو بھیج دے یا کسی کو بھیج دے جو مجھے لیکر قرضہ کرنے تو یہ سب اقرار ہی یہ محض میں ہی۔ زید نے عمرو پر ہزار درم  
کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھے تیرا دعویٰ عطا کیا تو یہ اقرار نہیں ہو اسی طرح اگر کہا کہ مجھ پر ناجا دعویٰ کرنے سے  
ایک مہینہ تاخیر رکھ یا کچھ تول دے دعویٰ کیا تاخیر کر دے تو یہ اقرار نہیں ہو۔ اور اگر کہا کہ ناجا دعویٰ مجھے دور رکھ یا تاک کہ  
میرا مال آ جاوے تو میں تجھے ہزار درم دے دوں گا تو یہ اقرار ہی اور اگر کہا کہ ہاں تاک کہ میرا مال آ جاوے تو تیرا دعویٰ مجھے دوں گا تو  
یہ اقرار ہی یہ قادی ہند قاضی خان میں ہی۔ نوادر ہشام میں ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ سے میں نے سنا کہ فرماتے تھے کہ زید نے عمرو سے کہا  
کہ مجھے ہزار درم دے اسے کہا کہ انکو تول دے تو عمرو پر کچھ لازم نہیں ہو کیونکہ اسے یہ نہیں کہا تھا کہ میرے ہزار درم دے یہ محض  
میں ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ مجھے میرے ہزار درم جو چھپاتے ہیں دے عمرو نے کہا کہ صبر کر یا ضعیف یا جائے تا تو یہ اقرار نہیں  
ہو کیونکہ ایسے کلمات بھی استہزاء و استخفاف کے طور پر ہوتے ہیں اور اگر کہا کہ انکو تول دوں گا انشاء اللہ تو یہ اقرار ہی اور استہزاء  
انشاء اللہ سب وار نہیں ہے صرف تیرے کو واسطے ہوا نہ ہے تقدم دین کو مقتضی ہی یہ محض مشی میں ہی۔ نوادر میں ہی کہ اگر مدعا علیہ  
نے کہا کہ کسبہ بوقرض کن تو یہ اقرار نہیں ہو اور ایسے ہی گیارہ اقرار نہیں ہو کیونکہ یہ الفاظ ابتدائی ہونے جاسکتے ہیں یعنی دعویٰ  
مدعی سے مربوط ہونا ضروری نہیں ہے پس اقرار نہ ہونے کے ایسے ہی بعض کنش کسرہ لون کے ساتھ و کسبہ بدوزش کسرہ زاوہ کے  
ساتھ اقرار نہیں ہو کیونکہ یہ الفاظ بطور استہزاء کے ہونے جاتے ہیں اولیٰ سے ہی بگیرش کسرہ زاوہ کے ساتھ اقرار نہیں ہو  
اور اگر کسبہ بدوزش فخر زاوہ بعض کنش فخر لون اور بگیرش فخر زاوہ کے ساتھ اگر کہا تو مسئلہ مجھے اس میں اختلاف ہو اور واضح  
یہ کہ یہ الفاظ اقرار میں کیونکہ اس طرح استہزاء کے واسطے نہیں ہونے جاتے ہیں اور مبتداء نہیں ہو سکتے پس انکا رابطہ  
دعویٰ میں سے ہونا جائز محض میں ہی۔ اگر کہا میرے ہزار درم جو چھپاتے ہیں ادا کر دے کیونکہ میرے ہزار درم مجھے نہیں

قادی ہند کی کتاب الاقرار باب دوم وصوفی اقرار فی قرار





کے واسطے ایسا نہ کروں گا یا اسکے بعد پھر ایسا نہ کروں گا تو یہ اقرار ہی بخلاف اس قول کے کہ دوبارہ نہ کروں گا کیونکہ یہ اقرار نہیں ہی نہ گروہ سے کہا کہ تو نے مجھے سودم غصب کر لیا اس نے کہا کہ میں نے تجھے غصب نہیں کیا مگر یہ سودم تو یہ اقرار ہی اسی طرح اگر کما کزن نے تجھے سوائے ان درمون کے یا غیر ان سودم کے غصب نہیں کیا تو یہ بھی اقرار ہی اسی طرح اگر کما کزن نے تجھے بعد ان سودم کے کچھ غصب نہیں کیا یا ان سودم کے ساتھ کچھ غصب نہیں کیا یا قبل ان سودم کے کچھ غصب نہیں کیا تو سودم کے غصب کا اقرار ہی اسی طرح اگر کما کزن نے کسی سے غصب نہ کروں گا یا بعد تیرے کسی سے غصب نہیں کیا تو یہ بھی اقرار ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر کما کزن تیرے مجھے نہیں ہیں مگر سودم یا سوائے سودم کے نہیں ہیں یا سودم سے زیادہ نہیں ہیں تو سودم کا اقرار ہی اور اگر کما کزن تیرے مجھے سودم سے زیادہ نہیں ہیں اور نہ کم ہیں تو یہ اقرار نہیں ہی کذا فی فتاویٰ قاضی نان۔ اور اگر یوں کہا کہ تیرے مجھے سودم سے زیادہ نہیں ہیں اور نہ سودم سے کم ہیں تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اقرار نہیں ہی جیسا مطلقاً کم کے نئی کرنے میں تھا اور بعض نے کہا کہ یہ سودم ہونے کا اقرار ہی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخی میں ہی۔ اگر کما کزن تیرے مجھے سودم میں تو یہ سودم کا اقرار ہی اور اگر کما کزن تیرے سودم مجھے نہیں ہیں تو یہ کسی قدر کا بھی اقرار نہیں ہی یہ بسوط میں ہی۔ اگر زیادہ نے تفسیر کرنے والے سے کہا کہ اس دار کو تقسیم کر تھائی واسطے عمرو کے اور تھائی میرے یہ اور تھائی بیکر کے واسطے تو یہ قول اسکا عمرو بیکر کے واسطے دو تھائی دار کی ملک کا اقرار نہیں ہی تا وقتیکہ یوں نہ کہے کہ تھائی اسکا عمرو کا ہی اور تھائی اسکا بیکر کا ہی یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر کما کزن فلان شخص کے مجھے سودم ہیں در صورتیکہ میں جانتا ہوں یا میرے علم میں ہی یا در صورتیکہ میں نے جانتا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب باطل ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح ہی اور بالاجماع اگر یوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ ابنت فلان شخص کے مجھے ہزار درم ہیں یا فلان شخص کے مجھے ہزار درم ہیں اور نہ وہ مجھے ایسا معلوم ہوا تو یہ اقرار صحیح ہی یہ ذخیرہ میں ہی اگر کما کزن فلان شخص کے مجھے ہزار درم ہیں میرے کمان میں یا میں نے کمان کیا یا خیال میں یا خیال کیا یا دیکھا تو یہ باطل ہی یہ بسوط باب الاستیذان میں مذکور ہے کہ مجھے ہزار درم فلان شخص کی شہادت یا علم میں ہیں تو اسکے ذمہ کچھ لازم ہوگا اور اگر کما کزن شہادت فلان یا علم فلان میں اقرار ہوگا اور اگر کما کزن یقول فلان یا دقول فلان میں تو اسکے ذمہ کچھ لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ اگر کما کزن مجھے ہزار درم میرے حساب میں یا در حساب فلان یا بحساب فلان میں یا میری کتاب میں یا در کتاب فلان یا بحساب فلان میں تو باطل ہی اور اگر کما کزن اسکی چکی میں یا فلان کی چکی یا میری چکی میں یا میری چکی کے بموجب ہیں تو یہ اقرار ہی۔ اور اگر کما کزن کے مجھے ہزار درم ہیں یا بموجب ہی کے ہیں یا فلان کے مجھے ہزار درم حساب میں یا بحساب سے یا بحساب کے بموجب ہیں تو یہ اقرار ہی یہ محیط میں مذکور ہے اگر کما کزن بموجب ہی کے یا چل میں یا سہی میں یا ایسی کتاب میں جو میرے اسکے درمیان ہی میرے اسکے درمیان ہی حساب سے ہیں تو یہ سب اقرار ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ اگر کما کزن مجھے اسکے ہزار درم کی چکی یا ہزار کی بھی یا بحساب ہی تو اسکے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر کما کزن میرے اسکے درمیان شریعت کے ہزار درم یا یا بھی تجارت کے یا غلط کے ہزار درم ہیں تو میرے ہزار درم لازم ہونگے یہ فی الواقع میں ہی۔ اگر کما کزن اسکے مجھے ہزار درم قضا و زید میں ہیں حالانکہ زید قاضی ہی یا قضا سے فلان ظہیر میں یا بموجب اسکے ہوئی کے یا اسکی رقم کے ہیں تو اسکے ذمہ کچھ لازم ہوگا اور اگر کما کزن بموجب قضا سے زید کے ہیں حالانکہ زید قاضی ہی تو اسکے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر کما کزن قاضی نہ ہو لیکن طالب نے کہا کہ میں اسکو قاضی کے لیے اسکے پاس لے گیا تھا اسے سیرت سے اسپر حکم دیا ہی تو اسکے ذمہ مال لازم ہوگا اور اگر دونوں نے باہم تصدیق کی کہ اسکے پاس لے گیا تھا اسے سیرت سے اسپر حکم دیا اور اگر کما کزن فلان شخص کے مجھے ہزار درم اسکی یا داشت یا بموجب اسکی یا داشت کے ہیں تو اسکے ذمہ کچھ لازم ہوگا یہ بسوط میں مذکور ہے



اگر کسی شخص نے کہا کہ فلاں کے ہزار درم مجھ پر انشاء اللہ تقاضے ہیں تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اقرار باطل ہے اور یہ استحسان و کفایت  
 انھیں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے یہ غلام غصب کیا انشاء اللہ تعالیٰ تو کچھ اسکے ذمہ لازم ہوگا لکن فی القاد۔ اگر ایک یادداشت تحریر کی کہ میں  
 لکھا کہ فلاں شخص کا مجھ پر عقد ہے یا میں نے اسکو اس قدر جعلت وہی پھر آفرین لکھ دیا کہ جو شخص اس یادداشت کی پاسٹے قیام کرے  
 وہ جو کچھ اس میں ہے اسکا ولی ہو انشاء اللہ تعالیٰ تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک قیامنا جو کچھ پاک میں ہی کچھ اسکو لازم ہوگا اور وصایت  
 کے نزدیک استحسانا لازم ہوگا یہ محیط میں ہی اگر کہا کہ میں نے کل کے روز تجھے یہ غلام غصب کیا انشاء اللہ تعالیٰ تو امام مجھ پر کے  
 نزدیک اقرار باطل ہے اور استثناء صحیح ہے لکن فی القاد یہی ظاہر روایت ہے یہ محیط سرخی میں ہی اگر کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر  
 ہزار درم ہیں اگر فلاں شخص چاہے تو یہ اقرار باطل ہے اگرچہ فلاں چاہے اسی طرح ہر اقرار کا حکم یہی ہے جو شرط و حلق ہو مثلاً فلاں کے  
 ہزار درم مجھ پر ہیں اگر میں کہوں دافل ہو یا آسمان سے میں خبر برسیا ہو یا جلی یا قضا سے اتنی یا اللہ تعالیٰ کا ارادہ جاری ہو یا اللہ  
 تعالیٰ نے اسکو دست رکھا یا اس سے راضی ہوا یا اسکو تنگی دی یا کشائش دی یا اگر میں اس سر کی بشارت دیا گیا تو یہ سب اسکے  
 امثال مبطل اقرار ہیں اگر اقرار سے متصل بیان کیے جائیں یہ تین میں سے کسی ایک کہہ کر اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں الایہ اسکے سوا  
 کوئی امر مجھے ظاہر ہو یا میری رائے میں آوے تو یہ اقرار باطل ہے خواہ کوئی بات اسکے نزدیک ظاہر ہو یا ظاہر ہونے سے پہلے مر یا و  
 یا سوا اسکے کوئی امر اسکی رتبہ میں آوے یا نہ آوے اور اگر کہا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں بشرطیکہ میرا یہ اسباب میرے مکان تک  
 بصورت میں ہو چناؤ اسنے ایسا ہی کیا اور وہ ماضی تھا اس مقولہ کو سنتا تھا تو یہ جائز ہے اور اس پر مال واجب ہوگا اسی طرح اگر  
 کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر تو یہ اسباب اٹھا کر میرے گھر تک پہنچاؤ تو یہ بھی مردود مقرر کرنے میں دافل ہے یہ مسود میں  
 ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ گواہ رہو کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں اگر میں مرناؤں تو یہ درم اس پر واجب ہونے خواہ جتنا ہے یا مرناؤں سے  
 ایچے ہی اگر کہا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں جبکہ شروع میں نہ آوے یا جب لوگ افطار کریں یا قریب تک یا قریبی تک تو بھی ایچے ہیں  
 میں ہی متقی میں امام ابووسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر میں کہوں کہ جب فلاں شخص آوے یا اگر فلاں شخص آوے تو تیرے مجھ پر ہزار  
 درم ہیں تو یہ باطل ہے لکن اگر کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درم ہیں جب زید آج آوے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ طالب دعویٰ کرنا ہو کہ میرے ذمہ  
 ہر ہزار درم ہیں اور اسے جو کچھ میرا ہے اس کے لئے یہ کفالت کرنا ہے یہ محیط میں ہے اگر زید کہے کہ میرے مجھ پر ہزار درم ہیں بشرطیکہ  
 وہ قسم کھا جاوے یا اس شرط پر کہ قسم کھا جاوے یا جو وقت قسم کھاوے یا جب قسم کھاے یا وقت قسم کھاے کے یا اسکے قسم کے ساتھ  
 یا اسکے قسم کے بعد پس فلاں شخص نے اس پر قسم کھالی اور وقت نے مال سے انکار کیا تو مال کیواسطے اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا یہ سوا  
 میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ فلاں مجھے خریدے یا اجرت پر لے لے یا میں نے تجھے پانچ روایت پر دیا عمرو نے کہا کہ بیان  
 اچھا تو یہ قول اسکا یعنی ہاں یہ ملک زید کا اقرار ہے اسی طرح اگر زید نے کہا کہ اس میرے غلام کی مزدوری یا اسکا کپڑا مجھے دے دے  
 کہ کہان اچھا تو زید کی ملک کا غلام و کیسے میں اقرار کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ میرے اس دھڑ کا دروازہ پھوڑ دے  
 یا میرے اس دار پر کچھ کر دے یا میرے اس گھوڑے پر زین رکھ دے یا میرے اس بچے کو لگام دیدے یا میرے اس بچے کی زین تجھے  
 دے یا میرے اس بچے کی لگام مجھے دے اسنے کہا کہ میں چاہتا ہوں اقرار اگر ان سب صورتوں میں کہنا کہ نہیں تو اقرار نہ ہوگا یہ طبع  
 میں ہے۔ اگر کہا کہ میرے مجھ پر ہزار درم ہیں اسنے کہا کہ فلاں تو یہ اقرار ہے یہ طرح اگر اسکے ہاتھ میں کوئی کپڑا تھا یا اسکی اسبت کہ اگر کپڑا  
 مجھے فلاں شخص نے لے لیا ہے یا اسے کہا کہ فلاں نے مجھ کو یا فلاں نے میں کہہ کہ آوے تو یہ اقرار ہے یہ محیط سرخی میں ہے اگر کپڑا  
 کہہ کہ تیرے اور عمرو کے ہزار درم ہیں اسنے سوا یا یعنی ہاں تو یہ اقرار نہیں ہے یہ تین میں ہی مسود میں ہے کہ اگر کپڑا لے لیا ہے

فتاویٰ ہند کے کتاب الاقرار باب دوم القاد  
 ترجمہ فتاویٰ مالگری ہندو محل

ہو گا کہ کو دے یا اس سے کہ یا گواہ رہے یا اسے تو خبری دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں تو یہ اقرار دے اور پس ہی اگر زید سے  
 کہا کہ اگر کو خبر دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں یا اس کو گاہ کر دے یا گواہی دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں یا میں اس سے کہوں  
 پس زید نے کہا کہ ان کو یہ سب اقرار ہیں یہ محیط میں ہو۔ اگر دوسرے سے کہا کہ فلاں کے ہزار درم شاہی بھچہ پونے کی گواہی دے  
 دے تو یہ اقرار میں ہو اسی طرح اگر کہا کہ فلاں شخص کا بھچہ کچھ نہیں ہی ہے یہ خبر اس کو دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں یا نہ کہ اس  
 کے بھچہ ہزار درم ہیں تو یہ بھی اقرار ہوگا۔ اور اگر اچھا گویہ کہ فلاں شخص کو خبر دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہی  
 اور واقعی ہے اپنی اجاس میں کہ شی سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ خبر نہ دے کہنا مثل گواہی نہ دے کہنے کے دونوں حالتوں  
 میں اقرار نہیں ہوا صحیح یہ ہے کہ ان دونوں افتکون میں فرق ہو یہ محیط سخی میں ہو۔ اگر کہا کہ چھپا دے عورت سے کہ میں نے اس کو طلاق  
 دی یا میرا اس کو طلاق دینا اس سے چھپا دے تو یہ اقرار ہو بخلاف اس قول کے کہ خبر نہ دے اس کو کہ میں نے اس کو طلاق  
 دی ہو اور اگر کہا کہ عورت سے اس کی طلاق کو چھپا دے تو یہ طلاق نہیں ہی یہ خبر نہ دے کہ اس کے بھچہ میرے ہاتھ میں  
 ہی قلیل و کثیر غلام وغیرہ سے وہ عمر و کا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی ہے اگر عمر و کا یا تاکہ جو بھچہ اس کے ہاتھ میں ہو سب لئے ہیں دونوں  
 میں ایک غلام کی بابت اختلاف ہو پس عمر و نے کہا کہ یہ غلام اقرار کے روز تیس ہاتھ میں تھا اس واسطے میرا ہے اور زید نے کہا  
 کہ اس روز میرے قبضہ میں نہ تھا اس کے بعد میں اس کا مالک ہوا ہوں تو زید کا قول مقبول ہوگا لیکن اگر عمر و اس امر کے گواہ  
 لاوے کہ یہ غلام اقرار کے روز زید کے قبضہ میں تھا تو اس کی دگری ہو جائیگی یہ محیط میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ سب جو میرے قبضہ  
 میں ہی سب جو مجھے معروف ہی سب جو مجھے منسوب ہی وہ عمر و کا ہی تو یہ اقرار ہی یہ خلاصہ میں ہی اور اگر یوں کہا کہ سب  
 میرا مال یا سب جس کا میں مالک ہوں وہ عمر و کا ہی تو یہ پہلی ہی دون سپر کرنے کے جائز نہیں ہی۔ اور سپر کرنے پر مجبور نہ  
 کیا جائیگا اور اگر یوں کہا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہی وہ عمر و کا ہی تو اقرار ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ اگر امیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ  
 قلیل و کثیر تجارت یا مصالح مال میں و دین سے میرے قبضہ میں ہی وہ عمر و کا ہی اور میں ان چیزوں میں اس کا اجیر ہوں تو جائز  
 ہے اور جو کچھ اس اقرار کے روز اجیر کے قبضہ میں ہو وہ عمر و کا ہی نہیں اجیر کا کچھ حق نہیں ہی مگر میں کھانے اور کپڑے کو اقساما  
 کتا ہوں کہ وہ ان اجیر کے قرار دے جائیگے۔ اور اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں فلاں تجارت کا ہی وہ عمر و  
 کا ہی تو جو کچھ اجیر کے قبضہ میں اس تجارت کا اس روز ہوگا وہ سب عمر و کو ملے گا اور جو کچھ سوا ہے اسکے دوسری تجارت کا ہوگا  
 آئین عمر و کا کچھ نہ ہوگا اور ان چیزوں کے بیان کرنے میں اجیر کا قول مقبول ہوگا اور بھی اگر اس نے دعویٰ کیا کہ جو کچھ میرے  
 قبضہ میں اس تجارت کا تھا وہ سب اپنے قبضہ میں ہے بعد اقرار کے تلف ہو گیا تو اسی کا قول قسم سے مقبول ہوگا اور اگر اجیر نے  
 اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں تجارت یا مال سے ہی وہ عمر و کا ہی اور اسکے قبضہ میں مال میں اور یکے میں تو یہ سب عمر و کے  
 ہوں گے اور اگر اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں مقام سے ہی وہ عمر و کا ہی اور اسکے قبضہ میں نہ ہوں اور جو اور ملے ہوں  
 تو آئین سے دعویٰ کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں نہ ہوگا اور اگر اجیر کے قبضہ میں نہ ہوں تو عمر و کو کچھ بھی نہ ملے گا۔ بسو ط  
 میں ہی اگر کسی شخص نے اپنی محنت میں اقرار کیا کہ جو کچھ میری منزل یعنی مکان میں فروغ و برتن وغیرہ سے جس کا طلاق  
 اختلاف امثال سے ہوتا ہے سب میری اس دفتر کے ہیں اور اس شخص کے گاتوں میں چوپایہ اور غلام ہیں اور یہ شخص قسم میں رہتا  
 ہے تو زید یا کہ اس اقرار اسی خبری چیزوں میں واقع ہوگا۔ مہین وہ رہتا ہے اور چوپایہ یا بے ہوش کہ دنگو انگو یا بھچتا ہے اور رات کو وہ  
 گھر میں چلے آئے ہیں وہ اس اقرار میں داخل ہو جائیگے اور ایسے ہی وہ غلام بھی داخل ہوں گے جو دن میں حوائج ضروری کی کھاتے

کے متعلقہ  
 فتاویٰ ہند کی کتاب الاقرار بالہرم  
 میں ہے کہ اگر کو خبر دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں یا اس کو گواہ کر دے یا گواہی دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں یا میں اس سے کہوں  
 پس زید نے کہا کہ ان کو یہ سب اقرار ہیں یہ محیط میں ہو۔ اگر دوسرے سے کہا کہ فلاں کے ہزار درم شاہی بھچہ پونے کی گواہی دے  
 دے تو یہ اقرار میں ہو اسی طرح اگر کہا کہ فلاں شخص کا بھچہ کچھ نہیں ہی ہے یہ خبر اس کو دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں یا نہ کہ اس  
 کے بھچہ ہزار درم ہیں تو یہ بھی اقرار ہوگا۔ اور اگر اچھا گویہ کہ فلاں شخص کو خبر دے کہ اس کے بھچہ ہزار درم ہیں تو یہ اقرار ہی  
 اور واقعی ہے اپنی اجاس میں کہ شی سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ خبر نہ دے کہنا مثل گواہی نہ دے کہنے کے دونوں حالتوں  
 میں اقرار نہیں ہوا صحیح یہ ہے کہ ان دونوں افتکون میں فرق ہو یہ محیط سخی میں ہو۔ اگر کہا کہ چھپا دے عورت سے کہ میں نے اس کو طلاق  
 دی یا میرا اس کو طلاق دینا اس سے چھپا دے تو یہ اقرار ہو بخلاف اس قول کے کہ خبر نہ دے اس کو کہ میں نے اس کو طلاق  
 دی ہو اور اگر کہا کہ عورت سے اس کی طلاق کو چھپا دے تو یہ طلاق نہیں ہی یہ خبر نہ دے کہ اس کے بھچہ میرے ہاتھ میں  
 ہی قلیل و کثیر غلام وغیرہ سے وہ عمر و کا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی ہے اگر عمر و کا یا تاکہ جو بھچہ اس کے ہاتھ میں ہو سب لئے ہیں دونوں  
 میں ایک غلام کی بابت اختلاف ہو پس عمر و نے کہا کہ یہ غلام اقرار کے روز تیس ہاتھ میں تھا اس واسطے میرا ہے اور زید نے کہا  
 کہ اس روز میرے قبضہ میں نہ تھا اس کے بعد میں اس کا مالک ہوا ہوں تو زید کا قول مقبول ہوگا لیکن اگر عمر و اس امر کے گواہ  
 لاوے کہ یہ غلام اقرار کے روز زید کے قبضہ میں تھا تو اس کی دگری ہو جائیگی یہ محیط میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ سب جو میرے قبضہ  
 میں ہی سب جو مجھے معروف ہی سب جو مجھے منسوب ہی وہ عمر و کا ہی تو یہ اقرار ہی یہ خلاصہ میں ہی اور اگر یوں کہا کہ سب  
 میرا مال یا سب جس کا میں مالک ہوں وہ عمر و کا ہی تو یہ پہلی ہی دون سپر کرنے کے جائز نہیں ہی۔ اور سپر کرنے پر مجبور نہ  
 کیا جائیگا اور اگر یوں کہا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہی وہ عمر و کا ہی تو اقرار ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ اگر امیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ  
 قلیل و کثیر تجارت یا مصالح مال میں و دین سے میرے قبضہ میں ہی وہ عمر و کا ہی اور میں ان چیزوں میں اس کا اجیر ہوں تو جائز  
 ہے اور جو کچھ اس اقرار کے روز اجیر کے قبضہ میں ہو وہ عمر و کا ہی نہیں اجیر کا کچھ حق نہیں ہی مگر میں کھانے اور کپڑے کو اقساما  
 کتا ہوں کہ وہ ان اجیر کے قرار دے جائیگے۔ اور اگر اجیر نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں فلاں تجارت کا ہی وہ عمر و  
 کا ہی تو جو کچھ اجیر کے قبضہ میں اس تجارت کا اس روز ہوگا وہ سب عمر و کو ملے گا اور جو کچھ سوا ہے اسکے دوسری تجارت کا ہوگا  
 آئین عمر و کا کچھ نہ ہوگا اور ان چیزوں کے بیان کرنے میں اجیر کا قول مقبول ہوگا اور بھی اگر اس نے دعویٰ کیا کہ جو کچھ میرے  
 قبضہ میں اس تجارت کا تھا وہ سب اپنے قبضہ میں ہے بعد اقرار کے تلف ہو گیا تو اسی کا قول قسم سے مقبول ہوگا اور اگر اجیر نے  
 اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں تجارت یا مال سے ہی وہ عمر و کا ہی اور اسکے قبضہ میں مال میں اور یکے میں تو یہ سب عمر و کے  
 ہوں گے اور اگر اقرار کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں مقام سے ہی وہ عمر و کا ہی اور اسکے قبضہ میں نہ ہوں اور جو اور ملے ہوں  
 تو آئین سے دعویٰ کیا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں نہ ہوگا اور اگر اجیر کے قبضہ میں نہ ہوں تو عمر و کو کچھ بھی نہ ملے گا۔ بسو ط  
 میں ہی اگر کسی شخص نے اپنی محنت میں اقرار کیا کہ جو کچھ میری منزل یعنی مکان میں فروغ و برتن وغیرہ سے جس کا طلاق  
 اختلاف امثال سے ہوتا ہے سب میری اس دفتر کے ہیں اور اس شخص کے گاتوں میں چوپایہ اور غلام ہیں اور یہ شخص قسم میں رہتا  
 ہے تو زید یا کہ اس اقرار اسی خبری چیزوں میں واقع ہوگا۔ مہین وہ رہتا ہے اور چوپایہ یا بے ہوش کہ دنگو انگو یا بھچتا ہے اور رات کو وہ  
 گھر میں چلے آئے ہیں وہ اس اقرار میں داخل ہو جائیگے اور ایسے ہی وہ غلام بھی داخل ہوں گے جو دن میں حوائج ضروری کی کھاتے

باہر جاتے ہیں اور رات کو گھر میں رہتے ہیں اور ان کے سوا سے جو کچھ ہو وہ داخل نہ ہو گا یہ ظہیر بین جو ایک شخص نے اپنی موٹی عقل و بدن کی حالت میں اقرار کیا کہ جو کچھ میری منزل یعنی گھر میں داخل ہو وہ سب میری عورت کا ہو سوا ہے اُن پر دن کے جو میرے اوپر ہیں پھر وہ شخص مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اُس نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ سے ترکہ میں داخل ہو تو جس شخص کو عورت جانتی ہو کہ یہ جس سبب سے صحیح یا سبب صحیح کے شوہر کے مالک کر دینے سے میری ہو گئی ہو یا شوہر پر اسکا سر ہو تو اس کو اس چیز میں مالیت کی گنجائش ہو اور جو بھی اقرار ہو اور جو چیز اس کی ملک نہیں ہوئی وہ اس اقرار کی وجہ سے نمایا نہ ہو بین اللہ تعالیٰ عورت کی ملک نہ ہو جائیگی بلکہ وہ موتی کا ترکہ ہو لیکن قضاء یہ حکم ہو کہ اگر گواہوں نے اس اقرار کی گواہی دیا کی تو قاضی کو واجب ہو گا کہ جو کچھ گھر میں اقرار کے روز موجود ہی سب کی ڈگری عورت کے نام کر دے یہ خلاصہ میں ہی اگر کسی نے کہا کہ میری عورت کے واسطے ہی یہ بیت اور جو کچھ اس بیت کے دروازے اندر بند کر لیا ہو اور بیت کے اندر متاع موجود ہو تو عورت کو بیت اور متاع دونوں لینے اور اگر باہر اقرار کے اس لفظ کے ساتھ مع واقع ہو تو حکم اسکے برخلاف ہو کیونکہ متاع اس میں داخل نہ ہو گا اور ایسا ہو گا کہ گواہ اُس نے ترکہ میں لے کر باہر بیت کو مع اسکے حقوق کے فروخت کیا اگر کسی نے اپنی مان کا مال تلف کر دیا پھر اس سے کہا کہ جو کچھ میرے قبضہ میں مال ہو وہ تیرا ہی پھر فرما اور جس مال کا اقرار کیا وہ بعینہ قائم ہو تو وہ مان کا ہو گا اور اگر بیٹے نے اُس کو تلف کر دیا یعنی بعینہ قائم نہیں ہوا اور وہ کیلی و وزنی چیزوں میں سے نہیں تھا اور اُس نے درم و دنیا چھوڑے ہیں تو بعد اس اقرار کے جو مذکور ہو ہو اس عورت یعنی اس کی مان کو گنجائش ہو کہ ان درم و دنیا روں سے اس قدر لے جس قدر اُس نے تلف کر دیا ہو کیونکہ یہ بمنزلہ صلح کے ہو گیا تھا اور جب بدل صلح کو اُس نے تلف کر دیا تو صلح باطل ہو گئی اور دین جیسا تھا ویسا عود کر آیا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر ایک دیوار کا ایک شخص کے واسطے اقرار کیا پھر کہا کہ میری مراد اس سے صرف عمارت دیوار و بن زمین کے بھی تو تصدیق نہ کیا جائیگی اور دیوار مع اس کی زمین کے ذکر کی ہوگی حیطان اگر کسی اینٹوں کے استلوا کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو لیکن اگر استلوا نہ لکھی ہو تو پھر لکھی ہو صرف لکھی ہو لیکن یہی پس اگر اس کا موقع کرنا بدون ضرر کے ممکن ہو تو مقررہ اسکے لئے اور اگر بدون ضرر کے نہیں لے سکتا ہو تو اقرار کر دینا مقررہ کو اس کی قیمت کی ضمانت دینے یہ موقوف میں ہو اگر کہا کہ اس دار کی فلان شخص کی ہو تو فلان شخص کے نام اُس کے بچے کی زمین کی ڈگری نہ ہوگی یہ ظہیر بین ہو۔ اگر کسی غل یا شجر کا جو اسکے باغ یا زمین میں لگا ہو یا دوسرے کے واسطے اقرار کیا تو اقرار میں غل و شجر کے ساتھ اس قدر زمین جو اُس کے جڑ کی ہو داخل ہو جائیگی اور کتاب میں یہ نہیں مذکور ہو کہ اس قدر زمین داخل ہوگی تو دوسرے مقام پر اشارہ فرمایا کہ جس قدر درخت کے باقی کے مقابلہ میں ہو داخل ہوگی حتیٰ کہ اگر یہ درخت اکھاڑا گیا اور اُس کے اکھاڑنے کی جگہ پر جو تو مقررہ کا ہو گا اور اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ درخت کی بڑی جڑوں کے مواقع جو جڑوں کے مشابہ ہیں داخل ہونگے اور جو باریک جڑیں بڑی جڑوں سے چھوٹی ہیں اُن کے مواقع داخل نہ ہونگے اور بعضوں نے کہا کہ اُن جڑوں کے مواقع داخل ہونگے کہ جن جڑوں کے بغیر یہ درخت باقی نہیں رہ سکتا ہو اور اس سے زیادہ داخل نہ ہونگے اور بعضوں نے کہا کہ ٹھیک و پھر کو جب آفتاب آسمان پر ٹھہرا تو جس قدر زمین درخت کے سایہ میں آوے اس قدر داخل ہو باقی داخل نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اقرار کے وقت جس قدر درخت کی موٹائی ہو اسی قدر زمین داخل ہوگی یہ محیط میں ہو اگر کسی نے اقرار کیا کہ اس درخت کے پھل جو اس پر موجود ہیں فلان شخص کے ہیں تو اس اقرار سے درخت کا بھی اقرار کرنا لازم ہو گا اور اگر کہا کہ یہ پھل اس زمین میں موجود ہے وہ زمین کی ہو تو نہ صرف پھل ہی بلکہ زمین کے پھل بھی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر کہا کہ یہ پھل اس زمین میں موجود ہے وہ زمین کی ہو تو نہ صرف پھل ہی بلکہ زمین کے پھل بھی یہ ذخیرہ میں ہو۔

اگر مع اسکی زمین اور کچھ زمین عمارت و متون و مین وغیرہ اور درخت ہین سب ملینگے۔ اگر کہا کہ یہ زمین زید کی ہی اور اس کے درخت میرے ہین یا کہا کہ یہ زمین زید کی ہی مگر غنیل اس کے زمین ہین تو زمین مع درختوں کے زید کی ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ یہ درخت مع جڑوں کے زید کا ہے اور اس کے بھل میرے ہین تو درخت مع بھلوں کے زید کا ہوگا یہ جملہ زمین ہین ہوگی اگر کسی نے کہا کہ زمین زید کی ہی مگر لاکھ زمین میں کھیتی ہی تو زمین مع کھیتی کے زید کی ہوگی اور اگر مقررے گواہ قائم کیے کہ یہ کھیتی میری ہی خواہ حکم قاضی زید کے نام ہو چکا ہی یا نہیں ہوا ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر زمین میں خرابی کے درخت ہون تو بھی ہی صورت ہوگی ولیکن اگر کسی گواہ لایا کہ یہ درخت میرے ہین تو مقبول نہ ہوگے مگر اس وقت مقبول ہو گئے کہ جب اس نے یہ اقرار کیا ہو کہ زمین زید کی اور درخت میرے ہین تو اس صورت میں زید کے نام درختوں کی ڈگری نہ ہوگی یہ واقعات صاحبہ میں ہی۔ امام محمد رحمہ سے روایت ہو کہ اگر زید نے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے تو اسکی بنا داخل اقرار ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ اس دار کی زمین عمرو کی ہے تو بنا داخل اقرار ہوگی نہ دخیل ہین ہی۔ اگر زید کے واسطے عمرو نے اقرار کیا کہ یہ دار عمرو کی ہے تو حاکم و گنبدہ دونوں زید کو ملینگے اور اگر بنا اقرار کیا تو بھل و نیام و پیرتہ سب اسکا ہی اور اگر بھل کا اقرار کیا تو اسکی لکڑیاں جس سے وہ بنا ہوا ہی۔ اور وہ کچر جس سے وہ منڈھا ہوا ہی سب زید کا ہی۔ کافی میں ہی۔ اگر زید کے قبضہ میں ایک دار ہی اس نے کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے مگر فلان بیت یا اس قدر حصہ معلوم میرا ہی تو اس کے موافق رکھا جائیگا اور اگر کہا کہ یہ بیت میرا ہی یوں کہا کہ ولیکن یہ بیت میرا ہی تو بھل دار عمرو کا ہوگا اور اگر کہا کہ یہ دار عمرو کا ہے اور یہ بیت میرا ہی تو بھل اس کے اقرار کے رکھا جائیگا یہ محیط شری میں ہی۔ اگر کہا کہ یہ دار فلان شخص کا ہے اور اسکی بنا میری ہی یا کہا کہ یہ زمین فلان شخص کی اور اس کے درخت میرے ہین یا کہا کہ درخت مع اصول کے فلان شخص کے اور بھل میرے ہین تو سب مقررے ہو گئے اور بدوین حجت کے معرکی تصدیق نہ کیا ہوگی یہ قادی قاضی خان میں ہی۔ اگر کہا کہ یہ دار فلان شخص عمرو کا ہے مگر عمارت اسکی کہ وہ میری ہی تو عمارت اس کی تصدیق نہ کیا ہوگی اور علی ہذا اگر کہا کہ یہ باغ فلان شخص کا ہے مگر ایک درخت بدوین اسکی جڑ کے کہ وہ میرا ہی یا کہا کہ یہ جبہ عمرو کا ہے مگر اسکا ستر کہ وہ میرا ہی یا یہ تلوار عمرو کی ہے مگر اسکا حلیہ کہ وہ میرا ہی یا کہا کہ یہ انگوٹھی عمرو کی ہے مگر اسکا انگینہ کہ وہ میرا ہی یا یہ حلقہ عمرو کا ہے مگر اسکا انگینہ کہ وہ میرا ہی تو ان سب صورتوں میں بھی وہی حکم ہے۔ بیسوط میں ہی۔ اگر کہا کہ عمارت اس دار کی میری ہی اور میدان زمین عمرو کا ہے تو اس کے موافق رکھا جائیگا کافی الکثر۔ اگر کہا کہ عمارت اس دار کی میری اور زمین اسکی عمرو کی اور اسکی عمارت میری ہی تو عمارت و زمین عمرو کی ہوگی اور اگر کہا کہ اسکی زمین میری ہی اور عمارت اسکی عمرو کی ہی تو زمین اسکی اور عمارت عمرو کی قرار دیا ہوگی اور اگر کہا کہ اسکی عمارت بکر کی اور زمین اسکی عمرو کی اور عمارت بکر کی ہی تو زمین و عمارت دونوں عمرو کی قرار دیا ہوگی اور اگر کہا کہ اسکی عمارت بکر کی اور زمین اسکی عمرو کی ہی تو اس کے موافق ہوگا یہ محیط میں ہی۔ جتنی میں ہی کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ انگوٹھی میری اور انگینہ تیرا ہی یا یہ پٹی میری اور اسکا حلیہ تیرا ہی یا یہ تلوار میری اور اسکا حلیہ تیرا ہی یا یہ جبہ میرا اور اسکا ستر تیرا ہی اور عمرو نے کہا کہ سب میرا ہی تو قول زید کا مستحب ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ زید نے جس چیز کا اقرار کیا ہے اس کے جدا کرنے میں کچھ ضرر نہیں ہی تو حکم کیا جائیگا اگر جدا کرنے عمرو کے سہو کرے اور اگر ضرر ہو تو زید پر واجب ہوگا کہ مقررے کی قیمت عمرو کو ادا کرے یہ سب امام اعظم رحمہ و امام ابو سعید رحمہ کا قول ہی۔ دخیل میں ہی۔ اگر زید کے قبضہ میں ایک پاندی کے بچہ پیدا ہوا زید نے کہا کہ پاندی عمرو کی ہے اور بچہ میرا ہی تو اس کے اقرار کے موافق رکھا جائیگا اور جی حکم کافی غیبات کی اولاد کا ہے درختوں سے توڑے ہوئے بھلوں کا ہی یہ بیسوط میں ہی۔ اگر زید کے قبضہ میں ایک صندوق یا دوا میں تلخ ہی پس زید نے کہا کہ یہ صندوق عمرو کا ہے اور بھل میری ہی یا یہ دار عمرو کا ہے اور بھل میں متاع ہی وہ میری ہی تو زید کا قول مقبول ہوگا یہ قادی قاضی خان میں ہی۔ اگر کہا کہ یہ جیسی عمرو کی ہے تو بھل میں اس کے کچھ زمین



درم ہن عمرو کی ہوگی اور اگر مقرر نہ کیا کہ میں نے صرف کپڑا ورنہ درم کے مراد یا تھا تو تصدیق نہ کیا جاتی۔ اسی طرح اگر نہ کیا کہ میں  
 نہیں مزا عمرو کی ہو تو مع پھلون کے عمرو کی قرار نہ لائی اسی طرح اگر کہا کہ یہ ہم فلان شخص عمرو کا ہے اور اس نے ہم میں سرکہ بھرا ہوا ہے تو بھی یہی  
 حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ چرب اپنی تھیلی فلان شخص کی ہے اور اس میں براتی کپڑے جو سے ہیں یا کہا کہ یہ تھیلی عمرو کی ہے اور اس میں آٹا بھرا ہوا  
 ہے یا کہا کہ یہ گون عمرو کی ہے اور گون میں گہون بھرے ہیں اور عوسے کیا کہ میں نے فقط تھیلی یا گون مراد لی تھی تو نہ میں  
 کیا جائیگی اور حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں کثرت و عادت کے موافق اقرار واقع ہوگا۔ اگر گھی کے کہنے کو دیکھ لیا کہ یہ کیا فلان شخص کا ہے تو  
 یہ اقرار فقط کہے پر واقع ہوگا اور اگر کہا کہ بھوسہ اس گہون کا عمرو کا ہے تو عمرو کا بھوسہ ہوگا اور اگر کہا اس بالیوں کے گہون عمرو کے  
 ہیں تو عمرو کو بالیوں میں سے گہون ملے گی اور اگر کہا کہ اس قبا کا ابرہ عمرو کا ہے تو سب قبا عمرو کی ہو اور اگر کہا کہ اس قبا کا استر عمرو کا ہے تو عمرو  
 کے واسطے استر کی قیمت دینی پڑے گی۔ امام محمد رحمہ اللہ روایت ہے کہ اگر کہا کہ یہ کچال زید کے واسطے ہے تو مقدر پانی کچال میں ہو۔ زید کو  
 ملے گا کچال نہ ملے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ گہون اس کھیتی کے ہیں جو زید کی زمین میں تھی یا اس کھیتی کے جو زید کی زمین سے  
 کاٹی گئی تو یہ گہون کا اقرار ہو قلبت یعنی عرف ہمارے زبان کا نہیں ہے واللہ اعلم۔ اسی طرح اگر کہا کہ یہ خشک انگور زید کے  
 انگوروں کے ہیں یا یہ نمازید کے نخل کے ہیں تو بھی ہوا حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ صوف جو میرے  
 پاس ہے زید کی بکریوں کا ہے یا یہ دودھ جو میرے پاس ہے زید کی بکریوں کا ہے یا کھن یا چستہ کی نسبت ایسا ہی اقرار کیا تو یہ  
 اقرار ہی یعنی زید کی ملک کا ان چیزوں میں اقرار ہے من المحيط وفتاویٰ قاضی خان۔ اور یہی حکم سوائے غلام و بالیوں کے  
 تمام حیوانات کی اولاد کا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو نے یہ زمین آراستہ کی یا یہ دار بنایا یا یہ درخت لگایا یا یہ انگور  
 لگائے اور یہ سب زید کے قبضہ میں ہیں پس عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ سب میرے ہیں اور زید نے کہا کہ یہ میرے ہیں میں نے  
 تجھے فقط مدد دی تھی تو نے مدد دی یا مزدوری یا کمزداری تو قبول زید کا مقبول ہوگا یا کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ آٹا فلان شخص  
 کی سیائی کا ہے تو اقرار نہیں ہوگا کیونکہ آٹا غلام غصب کر لیا ہے تو دونوں کے غصب کا اقرار ہی ملے گا  
 اگر کہا کہ یہ چیزیں اس چیز کے غصب کی مثلاً گھوڑا مع زین یا ساتھ اس کے غصب کی مثلاً گھوڑا ساتھ گھام کے یا غلام منہ بیل مست  
 غصب کیا تو دونوں کے غصب کا اقرار ہی پائیں یا پھر کے ساتھ گھام مثلاً غلام پھر ہاندی غصب کی یا پس یا ہندی غصب کی تو دونوں  
 کے غصب کا اقرار ہی اسی طرح اوپر کے ساتھ یوں کہ اگر گھوڑا غصب کیا اور پس زین بھی تو بھی ہی حکم ہے کہ دونوں کے غصب کا اقرار ہی اور اگر  
 یوں کہا کہ اس سے غصب کیا مثلاً منہ بیل میں نے اس کے غلام سے غصب کی یا بھول گھوڑے سے غصب کر لی تو خاص اول چیز کے غصب  
 کا اقرار ہی اور اگر یوں کہا کہ کان جو مار پھر تھا غصب کر لیا تو بھی اول کے غصب کا اقرار ہی۔ اور اگر ظرف کے طور پر دوسرے کا  
 اقرار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دوسری چیز پہلی چیز کا ظرف ہو سکتی ہے مثلاً کپڑے کو دھال میں غصب کر لیا یا ناز کو کشتی میں غصب کر لیا  
 تو زنی میں دونوں کے غصب کا اقرار ہی اور اگر دوسری چیز پہلی چیز کا ظرف نہیں ہوتی ہے مثلاً کہا کہ میں نے درم  
 کو درم میں غصب کر لیا تو دوسری اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی۔ اور اگر دوسری چیز ایسی ہو کہ پہلی چیز اس کے درمیان  
 ہو سکتی ہے مثلاً میں نے ایک کپڑا اس کے گہون میں غصب کر لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صرف اس کے ذمہ  
 ایک کپڑا لازم ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کپڑے لازم ہوں گے یہ بسوطا میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے ایک کپڑا پس دیا  
 کہ یوں غصب کیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ذمہ ہوں گے یہ بسوطا میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے غلام جو ہے  
 تھا غصب کر لیا تو اقرار نہیں ہے اس قول سے کہ جو غلام کشتی میں تھا میں نے غصب کر لیا پس یہ غلام دونوں کے غصب کا اقرار ہے

لیکن قول امام فخر رم و دوسرے قول امام ابو یوسف رم کے موافق بسبب نصب کے طعام اسکی ضمانت میں داخل ہوگا اور  
بیت ضمان میں داخل ہوگا اگر گڑبے سے کہا کہ میں نے طعام کو اسکی جگہ سے دوسری جگہ حرکت نہیں دی تو اسکی تصدیق نہ کی جاتی ہے یہ ہبوط  
میں تیار اور اگر ایک گھوڑے کے ہٹیل میں خاصہ کر لینے کا اقرار کیا تو اسکے ذمہ فقط گھوڑا لازم ہوگا کذا فی اکثر اگر کہا کہ فلان شخص  
میں نے مجھے وہ درم درہ درم بہت پس اگر مقرر نے کہا کہ میں نے درے دو مراد لیا ہی یا مع مراد لیا ہی تو اسپر دس درم واجب ہو سکتے اور  
اگر کہا کہ میں نے مراد لیا ہی تو دس درم لازم ہو گئے اور اگر کہا کہ مراد میری اس سے ضرب تھی تو چارے طعام کے نزدیک اسپر دس  
درم لازم ہو گئے اسی طرح اگر حقیقۃً فقط دینی طرف کا حرف مراد لیا تو بھی دس درم لازم ہو گئے یہ محیط میں ہی اگر کسی نے یون  
کہا کہ زید کا بھچرا ایک درم ایک فقیر گھیمون میں ہی تو اسپر ایک درم لازم ہوگا اور فقیر باطل ہی اور اگر کہا کہ زید کے بھچرا ایک فقیر گھیمون  
ایک درم میں واجب ہی تو اسپر فقیر لازم ہوگا اور درم باطل ہی اسی طرح اگر کہا کہ زید کے بھچرا ایک فرق زیت دس مختوم گھیمون  
میں واجب ہی تو زیت اسپر واجب ہی اور گھیمون باطل ہیں یہ غایۃ البیان میں ہی اگر کہا کہ زید کے بھچرا دس درم دس دینار میں واجب  
ہیں تو دس درم واجب ہو گئے اور آخر کلام باطل ہوگا لیکن اگر کہے کہ میں نے دونوں مال مراد لیے تھے تو دونوں لازم ہو گئے  
یہ فتاویٰ فاضل خان میں ہی اگر اقرار کیا کہ مجھے پانچ درم ایک یہودی کپڑے میں واجب ہیں تو اسپر پانچ درم واجب ہو گئے پھر اگر  
اسکے بعد کہا کہ یہودی کپڑے کا قرض ہی اور پانچ درم اُسے مجھے اس کپڑے کی سلم میں دیے گئے تو یہ اس اقرار کا بیان ہی  
و نہیں چونکہ اس میں تغیر ہی اس واسطے علیحدہ کر کے اسکی تحت معتبر نہوگی و لیکن اگر طالب اسکی تصدیق کرے تو ہو سکتا ہی اور تصدیق  
کے وقت ہم کہیں گے کہ حق ان دونوں میں سے باہر نہیں جاسکتا ہی پس جیسے دونوں نے تصدیق کیا وہ ثابت ہوگا اور اگر طالب  
نے اسکی تکذیب کی تو مقرر کو اس سے قسم لینے کا اختیار ہی پس اگر قسم کھائی تو مقرر کو اختیار ہے کہ مقرر سے پانچ درم کی بابت موافق  
اسکے اقرار کے مواخذہ کرے یہ ہبوط میں ہی اگر کہا کہ میں نے زید کے پانچ درم ایک کپڑے میں نصب کر لیے تو اسپر پانچ درم  
مع کپڑے کے لازم ہو گئے یہ محیط شخصی میں ہی اگر کہا کہ مجھے ایک درم مع ایک درم کے یا اسکے ساتھ ایک درم واجب ہی تو دونوں  
درم اسپر لازم ہو گئے یہ غایۃ البیان میں ہی اگر کہا کہ مجھے ایک درم قبل ایک درم کے واجب ہی تو اسپر ایک درم واجب ہوگا اور اگر  
کہا کہ قبل اسکے ایک درم واجب ہی تو اسپر دو درم واجب ہو گئے اور اگر کہا کہ ایک درم بعد ایک درم کے یا بعد اسکے ایک درم  
واجب ہی تو دو درم واجب ہو گئے اسی طرح اگر کسی ایک درم کے پہلے ایک درم یا فقیر گھیمون بیان کیے تو بھی دونوں پھر دونوں  
واجب ہو گئی یہ ہبوط و فاضل خان میں ہی اگر کہا کہ دس درم یا درم پھر درم واجب ہی تو دو درم واجب ہو گئے اور اگر کہا کہ دس درم  
واجب ہی تو ایک ہی درم واجب ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ زید کا بھچرا دس درم واجب ہی تو ایک ہی درم واجب ہوگا اور اگر کہا کہ دو  
درم پھر ایک درم واجب ہی تو تین درم واجب ہو گئے ایسے ہی اسکے عکس میں یعنی درم پھر دو درم واجب ہیں تو بھی تین درم واجب  
ہو گئے یہ ذخیرہ میں ہی اگر کہا کہ مجھے ایک درم اور مجھے ایک درم ہی تو دو درم واجب ہو گئے یہ فتاویٰ فاضل خان میں ہی اگر کہا کہ زید  
کا بھچرا دس درم ہی تو ایک درم واجب ہوگا غایۃ البیان شرح ہایہ میں ہی اگر کہا کہ زید کا بھچرا ایک درم مع کل درم کے ہی تو اسپر  
دو درم واجب ہو گئے اور اگر فاضل معین دس درم کو دیکھ کر کہا کہ زید کے بھچرا ان دونوں میں سے ہر درم کے ساتھ ایک درم  
واجب ہی تو اسپر دس درم واجب ہو گئے اور اگر دس درم معین کو دیکھ کر کہا کہ مجھے اس کے ان سب درم میں سے ہر درم کے ساتھ  
یہ درم واجب ہی تو اسپر گیارہ درم واجب ہو گئے اور اگر کہا کہ مجھے فلان شخص کے درم میں سے کل درم ہی تو تین درم واجب ہو گئے  
اور یہ قول امام ابو یوسف رم و امام محمد رم کا ہی اور قیاس قول امام فخر رم میں دس درم واجب ہو گئے ایک شخص نے کہا کہ زید

یہ فتاویٰ فاضل خان میں  
ہی اگر کہا کہ زید کا بھچرا  
دس درم ہی تو ایک درم  
واجب ہوگا غایۃ البیان  
شرح ہایہ میں ہی اگر  
کہا کہ زید کا بھچرا ایک  
درم مع کل درم کے ہی  
تو اسپر دو درم واجب  
ہو گئے اور اگر فاضل  
معین دس درم کو دیکھ  
کر کہا کہ زید کے بھچرا  
ان دونوں میں سے ہر درم  
کے ساتھ ایک درم واجب  
ہی تو اسپر دس درم واجب  
ہو گئے اور اگر دس درم  
معین کو دیکھ کر کہا کہ  
مجھے اس کے ان سب درم  
میں سے ہر درم کے ساتھ  
یہ درم واجب ہی تو  
اسپر گیارہ درم واجب  
ہو گئے اور اگر کہا کہ  
مجھے فلان شخص کے درم  
میں سے کل درم ہی تو  
تین درم واجب ہو گئے

کا مجھے ایک درم فوق درم واجب ہوئی تو اسپر دو درم واجب ہو گئے یہ قادیانی قاضی خان میں ہی کتابت کے ساتھ اقرار کرنا یعنی لکھ کر  
اقرار کرنا کئی وجہ سے ہوتا ہے از انجملہ اس طرح لکھے کہ وہ کچھ نہ کھلے مثلاً ہوا یا پانی یا برتن پر لکھا تو اس سے اسپر کچھ واجب نہ ہوگا اگرچہ  
گواہ کرے اور گواہ کر لینے کے یہ معنی ہیں کہ چند لوگوں سے لکھنے میں یوں کہے کہ مجھ پر اس کے گواہ رہو اور انکو پڑھ کر کچھ نہ سناوے اور  
اگر انکو پڑھ کر سنا دیا تو جو کچھ لکھا تھا یا پڑھ اسپر لازم ہوگا اور جس شخص نے اسکا یہ اقرار سنا اسکو اس امر کی گواہی اسپر دینا حلال ہے  
غیر میں لکھا ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ اس طرح سے لکھے کہ جو لکھا ہوا اٹھتا ہے اور اسکی چند صورتیں ہیں از انجملہ یہ کہ ارسال تحریر ہو اسکی یہ  
صورت ہے کہ غائب لکھے پہلے بسم اللہ سے شروع کرے پھر دیکھ مقصود لکھے کہ تیرے مجھ پر درم اس جہت سے میں تو  
یہ استعمال اقرار ہی اور شخص اسکی تحریر کو معائنہ کرے اسکو اس کے اس امر کی گواہی اسپر دینا حلال ہے بشرطیکہ گواہ اس تحریر کو  
جانے خواہ وہ گواہ کیا جاوے یا نہ کیا جاوے یہ محیط میں ہے۔ اگر ارسال تحریر یوں لکھے از جانب فلان ہووے فلان ما بعد کو لے  
بچے لکھا تھا کہ میں نے تیرے واسطے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی ضمان کر لی ہے ملا کہ میں نے تیرے لیے ہزار کی ضمانت  
میں کی صرف تیرے واسطے یا پنجو درم کی ضمانت کی ہو اور اس تحریر کے پاس دو درم اس کے لکھنے کے وقت موجود کتابت کے  
شاہد تھے پھر اسے اپنی تحریر کو محو کر دیا اور دونوں گواہوں نے اسپر گواہی دی تو اس کے ذمہ لازم ہو گئے اگرچہ اس نے ان  
دونوں سے گواہی گواہ نہ بنے کے واسطے نہ کہا ہو اور یہی حکم طلاق و مناق و ہر ایسے حق کا ہے جو شبہائیت کے باوجود ثابت ہو جاتا  
ہے یہ ہسوط میں ہے۔ اگر بعد رسالت کے مٹی یا غیر قدر وغیرہ اس کے مانند پڑ لکھا تو یہ اقرار نہیں ہے اور نہ گواہوں کو اس پر اس کی گواہی  
دینا حلال ہے دیکھیں اگر ان سے کہے کہ مجھ پر اس مال کی گواہی دو تو جائز ہے قادیانی قاضی خان میں ہے اگر کاغذ پر غیر مرسوم  
تحریر کی ایسی کہ کھاتی ہو کہ فلان شخص کا مجھ پر اس قدر حق ہے تو جائز نہیں ہے لیکن اگر گواہوں سے کہا کہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے  
اسکی مجھ گواہی دو تو گواہوں کو گواہی دینا جائز ہے یہ محیط تحریر میں ہے از انجملہ ہک کی تحریر اگر کسی شخص نے اپنی ذات پر کسی حق  
کی یادداشت چند لوگوں کے حضور میں لکھی یا کوئی وصیت تحریر کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ مجھ پر اس حق کے فلان شخص  
کے واسطے ہونے کے گواہ رہو اور اس نے انکو پڑھ کر نہ سنا لی اور نہ انھوں نے اس کے سامنے پڑی تو یہ جائز ہے بشرطیکہ انکی  
انگلیوں کے سامنے اپنے ہاتھ سے تحریر کی یا کسی دوسرے سے لکھوائی ہو اور اگر یہ لوگ اس کے خود لکھنے یا لکھوائے کی حالت  
میں حاضر نہ ہوئے تو انکی گواہی جائز نہیں ہے ہسوط میں ہے۔ اگر ایک قوم کے درمیان خود ایک حکم تحریر کی اور انکو پڑھ کر نہ سنا لی  
اور نہ اسے کہا کہ مجھ گواہ رہو تو کتاب میں تحریر نہ کرے اور نہ ان لوگوں کو محو کرے اس مال کی گواہی دینا حلال ہے اور  
بجائے امام ابوحنیفہ نسفی رحمہ نے فرمایا کہ اگر تحریر مصدر مرسم ہو مثلاً یوں لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ اقرار نامہ ہے کہ فلان بن فلان  
نے اپنی ذات پر یہ کہ واسطے ہزار درم ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اور گواہ کو جو آمین لکھا ہے معلوم ہوا تو جو کچھ اس نے لکھا اسکی گواہی  
دینے کی گواہوں کو گنجائش ہو اگر وہ انکو پڑھ کر نہ سناوے اور نہ گواہ کرے اور اگر اس نے ہک لکھا گواہوں کو پڑھ کر نہ سنا لی تو انکو گواہی  
دینا اس مال کی حلال ہے اگرچہ اسے نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہو نہ قادیانی قاضی خان میں ہے۔ اگر کتاب کے سوائے دوسرے نے  
گواہوں کے سامنے اسکو تحریر سنائی اس کتاب نے کہا کہ جو کچھ آمین ہے اس کے مجھ گواہ رہو تو یہ اقرار ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ گواہ رہو  
تو یہ اقرار نہیں ہے یہ عزائم الفتن میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک قوم کے نزدیک بیٹھ کر اپنی ذات پر ایک حکم تحریر کیا جو قوم  
سے کہا کہ اسپر مہر کر دیا وہ نہ کہا کہ گواہ رہو تو یہ اقرار نہ ہوگا اور نہ ان لوگوں کو جائز ہے کہ اس مال کی اس شخص پر گواہی دینا اسی  
طرح اگر گواہوں نے کہا کہ کیا تم مجھ پر اسکی گواہی دینا چاہتے ہو کہ اس پر مہر کر دو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ کیا تم اس تحریر پر

مجلس شہداء  
ہندو کے خلاف  
قرآن مجید میں  
الفاظ کا رد و غیرہ  
قادیانی مالگیری  
ہندو صمد اول





لازم ہونگے اور چک کا مختلف ہونا بمنزلہ اختلاف سبب کے قرار دیا جائیگا۔ اور اگر چیک بھی نہ لکھی بلکہ سلفاً اقرار کیا پس اگر چیک  
اقرار قاضی کے سوا سے دوسرے شخص کے سامنے دو گواہوں کے رو برو ہو اور دوسرا اقرار قاضی کے سامنے ہو تو ایک ہی  
مال لازم ہو گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اسی طرح اگر پہلا اقرار قاضی کے سامنے اور دوسرا غیر قاضی کے سامنے دوسری  
جلس میں واقع ہو تو بھی ایک ہی مال لازم ہو گا کذا فی خلاصہ اسی طرح اگر پہلے قاضی کے سامنے اقرار کیا اور قاضی نے اس  
اقرار کو اپنے دیوان میں لکھ لیا پھر دوسری مجلس میں اسی کو قاضی کے سامنے اعادہ کیا اور ہزار درم کا اقرار کیا پس طالب  
نے دو مالوں کا دعویٰ کیا اور مطلوب نے دعویٰ کیا کہ وہی مال ہی تو مطلوب کا قول مقبول ہو گا اور اگر دونوں اقرار غیر  
قاضی کے سامنے ہوں یا پہلا قاضی کے سامنے اور دوسرا اقرار غیر قاضی کے سامنے ہو پس اگر ہم اقرار پر ایک گواہ کر لیا تو  
سب کے نزدیک مال واحد لازم آئیگا خواہ یہ ایک ہی مجلس میں ہو یا دو مجلسوں میں ہو اور اگر پہلے اقرار پر ایک گواہ  
کیا اور دوسرے پر دو یا زیادہ گواہ دوسری مجلس میں کیے تو امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک مال ایک ہی  
ہو گا اور مشائخ نے امام اعظم رحمہ کے قول میں اختلاف کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی مال ایک ہی مال واجب ہو گا  
فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر پہلے اقرار پر دو گواہ کیے اور دوسرے اقرار پر دو دوسری مجلس میں دو گواہ کر سنے تو  
امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک مال واحد لازم ہو گا خواہ دوسرے اقرار پہلے ہی دونوں گواہوں کو گواہ کیا  
ہو یا ان کے سوا سے دوسروں کو گواہ کیا ہو اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک تمام روایات کے موافق اگر پہلے ہی دونوں گواہوں  
کو گواہ کیا تو ایک ہی مال اور اگر دوسروں کو گواہ کیا تو دو مال لازم ہونگے کذا فی الخلاف اور جصاص شافعی کے برعکس اگر کیا ہے  
یہ محیط سخی میں ہے اور اگر اقرار دونوں ایک ہی مجلس میں واقع ہوئے تو صاحبین رحمہ کے نزدیک ہر صورت میں مال واحد لازم  
ہو گا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اگر پہلے اقرار پر دو گواہ کیے پھر دوسرے اقرار پر ایک یا زیادہ گواہ کیے تو قیاساً امام اعظم رحمہ کے  
قول پر دو مال لازم ہونگے اور تحسانا ایک ہی مال واجب ہو گا اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کذا فی شرح ادب القاضی لاجلہ شریف  
اگر اسکے ہزار درم کے اقرار پر دو گواہ لایا پھر دو گواہ دوسرے اسکے ہزار درم کے اقرار پر لایا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ایک ہی  
جلس میں واقع ہو یا دو مجلسوں میں اور گواہ بھی اسکو بھول گئے تو یہ دو مال قرار پائینگے و لیکن اگر معلوم ہو جاوے کہ ایک ہی مجلس  
میں ایسا ہوا تو یہ حکم ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ نوادرین سماعہ میں امام ابو یوسف رحمہ روایت ہے کہ زید نے عمر و پر ہزار درم  
و سودینار کا دعویٰ کیا اور ہزار درم عمر و کے نام پر ایک چک میں تحریر تھے اعمین لکھا تھا کہ اس پر سوا سے اسکے اور کچھ نہیں ہے اور  
سودینار دوسری چک میں تحریر ہیں اعمین لکھا ہے کہ عمر و پر سوا سے اسکے اور کچھ نہیں ہے اور وقت ایک ہی ہے یا دونوں میں تو  
مذکور نہیں ہے تو تمام مال عمر و کے ذمہ لازم ہو گا یہ محیط میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ہزار درم سیاہ کے اور دوسرے دو گواہوں نے  
سے ہزار درم و دو صدیا چاندی کے اقرار کی گواہی دی تو یہ دو مال ہیں۔ اگر اُس نے ہزار درم و سودینار کا ایک ہی مجلس میں اقرار  
کیا پھر اسی جگہ اسی مجلس میں ہزار درم کا اقرار کیا تو اختلاف و فرخ و امام ابو یوسف رحمہ مذکور ہے کہ امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف  
رحمہ کے نزدیک اس پر ہزار درم و سودینار لازم ہونگے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ نوادر شام میں امام محمد رحمہ سے  
روایت ہے کہ زید نے عمر و کے ہزار درم ایک مہینہ کے وعدے کے قرضہ پر اپنے اوپر دو گواہ کر لیے پھر دوسرے دو  
گواہ اپنے اوپر ہزار قرضہ کے دو مہینہ کے وعدے پر کر لیے تو سبب میں اختلاف ہونے کے یہ دو مال ہیں یہ محیط میں ہے اگر  
زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمر و کا تمام قرضہ لیا یا نہ لیا یا کہ میں نے عمر و کا بیٹا یا بیٹی قتل کیا خواہ اس کا نام لیا یا نہ لیا

ایک سال الیہدین  
سید مراد شاہ  
ایک سال الیہدین  
سید مراد شاہ

دوسری مرتبہ ایسا ہی اقرار کیا پس طالب نے کہا کہ تو نے میرے دو غلام یا دو بیٹے یا دو بھائی قتل کیے ہیں تو یہ اقرار ایک ہی غلام یا ایک ہی بیٹے اور ایک ہی بھائی کا اقرار دیا جائیگا لیکن اگر اس نے دو نام مختلف کا اقرار ثابت کیا تو دو لازم ہوئے اور امام ابو الحسن علی اسندی نے فرمایا کہ جائز ہے کہ یہ مسائل بھی علی اختلاف ہوں اور جائز ہے کہ اتفاقی ہوں بشرطیکہ بندہ واحد ہو اور یہی صحیح ہو گا اس نے شرح ادب القاضی للصدیق شہید

**چوتھا باب** جنگے لیے اقرار صحیح اور جنگے واسطے صحیح نہیں ہے اور جنگی طرف سے اقرار صحیح ہے اور جنگی طرف سے نہیں صحیح ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کے واسطے حل کا اقرار کیا یا حل کے واسطے کچھ اقرار کیا اور سبب صالح بیان کیا تو اقرار صحیح ہے ورنہ نہیں اگر باندی کے حل یا بکری کے حل کا یہ کہے واسطے اقرار کیا تو اقرار صحیح و لازم ہوگا۔ اور اگر باندی کے حل کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا تو اسکی تین و دین ہیں ایک یہ کہ کوئی سبب صالح بیان کرے مثلاً یوں کہے کہ اس حل کے واسطے زید نے اقرار کیا ہے یا اسکا باپ مر گیا اور یہ وراثت ہو اگر میں نے ہزار درم تلف کر دیے تو یہ اقرار صحیح ہوگا۔ اور مال اس کے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر وہ میت کا بچہ استدر مدت میں زندہ پیدا ہو گا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقرار کے وقت وہ قائم تھا مثلاً وراثت ہو موی کے وفات سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو مال دینا لازم ہے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں پیدا ہوا تو اسکو اس اقرار سے کچھ استحقاق حاصل ہوگا لیکن اگر عورت معتد ہو تو اس صورت میں اگر دوسرے سے کم میں بچہ پیدا ہو گا تو اسکو کچھ نہیں ہوگا حکم دیا گیا تو یہی حکم مورث و موی کے انتقال کے وقت اس بچہ کے پیٹ میں موجود ہونے کا حکم ہوگا پس اگر وہ بچہ پیدا ہوا پیدا ہوا تو یہ مال موی و مورث کے وارثوں کو بچہ دیا جائیگا۔ اور اگر دوسرے زندہ پیدا ہوئے تو یہ مال دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس اگر ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا ہو تو وصیت کی صورت میں دونوں کو برابر ملے گا اور میراث کی صورت میں دو حصہ لڑکا پائیگا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ دوسرے یہ کہ کوئی سبب غفل بیان کرے یعنی ہو نہیں سکتا ہے مثلاً یوں کہے کہ اس حل نے مجھے ہزار درم قرض دیے تھے یا میرے ہاتھ ہزار درم کو کوئی چیز فروخت کی تھی تو یہ اقرار باطل اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی لڑکے نابالغ لقیط یا غیر لقیط کے واسطے سو درم قرضہ کا کسی شخص نے اقرار کیا تو لازم ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ اس لڑکے نے مجھے قرض دیا ہے مالانکہ لڑکا نہ کلام کر سکتا ہے نہ قرض دے سکتا ہے تو بھی مال لازم ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ مجھے اس بچے نے یہ غلام و دیت یا عاریت یا اجارہ پر دیا ہے یا کسی مجنون کے واسطے ایسا اقرار کیا تو اصل مال کا اقرار صحیح ہے اور سبب باطل ہے یہ ہبوط میں ہے اور یا غلام کی ضمان دونوں مقرر سے لے سکتے ہیں یا نہیں اسکو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے فرمایا کہ جس صورت میں کہ بالغ کے واسطے اقرار کرنے سے اسے ضمان نہ آوے اس صورت میں واجب ہے کہ یہ دونوں بھی ضمان نہ لے سکیں اور جس صورت میں بالغ کے واسطے اقرار کرنے سے اسے ضمان واجب ہوتی ہے اس صورت میں لڑکے اور مجنون کے واسطے اقرار کرنے سے بھی اسے ضمان واجب ہوگی بکذا قالوا کذا فی الذخیرہ۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس بچے کے واسطے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے یا مالانکہ بچہ نہ کلام کرتا ہے اور نہ عقل رکھتا ہے تو کفالت باطل ہے لیکن اگر بچہ کی طرف سے اسکا وائی جسکو بچہ کی طرف سے ولایت تجارت ماحصل ہے قبول کرے تو یہ ہو سکتا ہے اور یہ امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اس کے ایسے ولی نے قبول نہ کیا بلکہ اگر زید نے یہ کلام بچہ کے ایسے ولی کے ساتھ کیا جسکو نفس میں ولایت تصرف ہوا مال میں نہیں ہے ویسے بھائی و چچا وغیرہ تو

چوتھا باب جنگے لیے اقرار صحیح اور جنگے واسطے صحیح نہیں ہے اور جنگی طرف سے اقرار صحیح ہے اور جنگی طرف سے نہیں صحیح ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کے واسطے حل کا اقرار کیا یا حل کے واسطے کچھ اقرار کیا اور سبب صالح بیان کیا تو اقرار صحیح ہے ورنہ نہیں اگر باندی کے حل یا بکری کے حل کا یہ کہے واسطے اقرار کیا تو اقرار صحیح و لازم ہوگا۔ اور اگر باندی کے حل کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا تو اسکی تین و دین ہیں ایک یہ کہ کوئی سبب صالح بیان کرے مثلاً یوں کہے کہ اس حل کے واسطے زید نے اقرار کیا ہے یا اسکا باپ مر گیا اور یہ وراثت ہو اگر میں نے ہزار درم تلف کر دیے تو یہ اقرار صحیح ہوگا۔ اور مال اس کے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر وہ میت کا بچہ استدر مدت میں زندہ پیدا ہو گا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقرار کے وقت وہ قائم تھا مثلاً وراثت ہو موی کے وفات سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو مال دینا لازم ہے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں پیدا ہوا تو اسکو اس اقرار سے کچھ استحقاق حاصل ہوگا لیکن اگر عورت معتد ہو تو اس صورت میں اگر دوسرے سے کم میں بچہ پیدا ہو گا تو اسکو کچھ نہیں ہوگا حکم دیا گیا تو یہی حکم مورث و موی کے انتقال کے وقت اس بچہ کے پیٹ میں موجود ہونے کا حکم ہوگا پس اگر وہ بچہ پیدا ہوا پیدا ہوا تو یہ مال موی و مورث کے وارثوں کو بچہ دیا جائیگا۔ اور اگر دوسرے زندہ پیدا ہوئے تو یہ مال دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس اگر ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا ہو تو وصیت کی صورت میں دونوں کو برابر ملے گا اور میراث کی صورت میں دو حصہ لڑکا پائیگا اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ دوسرے یہ کہ کوئی سبب غفل بیان کرے یعنی ہو نہیں سکتا ہے مثلاً یوں کہے کہ اس حل نے مجھے ہزار درم قرض دیے تھے یا میرے ہاتھ ہزار درم کو کوئی چیز فروخت کی تھی تو یہ اقرار باطل اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی لڑکے نابالغ لقیط یا غیر لقیط کے واسطے سو درم قرضہ کا کسی شخص نے اقرار کیا تو لازم ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ اس لڑکے نے مجھے قرض دیا ہے مالانکہ لڑکا نہ کلام کر سکتا ہے نہ قرض دے سکتا ہے تو بھی مال لازم ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ مجھے اس بچے نے یہ غلام و دیت یا عاریت یا اجارہ پر دیا ہے یا کسی مجنون کے واسطے ایسا اقرار کیا تو اصل مال کا اقرار صحیح ہے اور سبب باطل ہے یہ ہبوط میں ہے اور یا غلام کی ضمان دونوں مقرر سے لے سکتے ہیں یا نہیں اسکو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے فرمایا کہ جس صورت میں کہ بالغ کے واسطے اقرار کرنے سے اسے ضمان نہ آوے اس صورت میں واجب ہے کہ یہ دونوں بھی ضمان نہ لے سکیں اور جس صورت میں بالغ کے واسطے اقرار کرنے سے اسے ضمان واجب ہوتی ہے اس صورت میں لڑکے اور مجنون کے واسطے اقرار کرنے سے بھی اسے ضمان واجب ہوگی بکذا قالوا کذا فی الذخیرہ۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس بچے کے واسطے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے یا مالانکہ بچہ نہ کلام کرتا ہے اور نہ عقل رکھتا ہے تو کفالت باطل ہے لیکن اگر بچہ کی طرف سے اسکا وائی جسکو بچہ کی طرف سے ولایت تجارت ماحصل ہے قبول کرے تو یہ ہو سکتا ہے اور یہ امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اس کے ایسے ولی نے قبول نہ کیا بلکہ اگر زید نے یہ کلام بچہ کے ایسے ولی کے ساتھ کیا جسکو نفس میں ولایت تصرف ہوا مال میں نہیں ہے ویسے بھائی و چچا وغیرہ تو

کفالت منعقد موقوف الاجازت دیگئی پس اگر کچھ نے بالغ ہو کر اپنی رضا سے اجازت دیدی تو کفالت جائز ہو جائیگی اور اگر مرد میان بین  
کفیل نے کفالت سے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہے یہ محیط نہیں ہے اور اگر کر دینے اور کر کیا کہ میں نے اس لفظ کی طرف سے فلاں شخص کے  
واسطے سودم کی کفالت کرنی ہے حالانکہ لفظ کلام کرنے کے لائق نہیں ہے تو کفالت کفیل پر جائز اور لفظ پر کچھ لازم نہ ہو گا یہ مبسوط  
میں ہے اگر ایسے لڑکے نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہے زید کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کر لیا تو تجارتی قرضوں میں اقرار صحیح  
ہے اور جو تجارتی نہیں ہے اس میں اسکا اقرار صحیح نہیں ہے اسی طرح اسکا اقرار ودیعت و عاریت کا صحیح ہے اور غصب کا اقرار صحیح  
ہے اسی طرح ایسے مال کے عیب کا اقرار جسکو اس نے فروخت کیا ہے جائز ہے اسی طرح اس کے مقبوضہ غلام کی بابت اقرار کر دینا اس سے  
صحیح ہے خواہ یہ غلام اس کے اموال تجارت سے ہو یا نہ ہو مثلاً اپنے باپ سے میراث پایا ہو اور کسی جرم یا عہد یا کفالت کا اقرار اسکی  
جانب سے صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایسے لڑکے کا اقرار جسکو تصرفات سے ممانعت کی گئی ہے اور مستثنیٰ اور نفی علیہ اور اہم کا اقرار  
بھی بمنزلہ لڑکے تمام تصرفات کے باطل ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور کتبہ کے مدھوش سے تمام حقوق میں اقرار جائز نہیں سو ہے ان  
حدود کے جو فالس اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں اور مرتد ہونا اسکا بھی بمنزلہ اس کے تمام تصرفات کے ہوشیاروں کے مانند نافذ  
ہو گا کذا فی الکافی اور گوئیں گے کا اقرار اگر وہ لکھا اور سمجھا ہے تو اس واسطے مدود کے قصاص و حقوق الناس میں جائز ہے کہ اس نے  
الحاوی اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون یا مجبور کے واسطے کسی دین یا عین کا اقرار کیا اور اس کے مولیٰ نے غلام کی فیست میں  
مقررہ سے یہ چیز وصول کرنی چاہی تو نہیں لے سکتا ہے اگر کسی آزاد نے کسی غلام کے واسطے کسی ودیعت کا اقرار کیا اور غلام نے  
دوسرے کے واسطے اسکا اقرار کر دیا پس اگر غلام ماذون ہے تو اسکا اقرار جائز ہے اور اگر مجبور ہے تو دوسرے کے واسطے اسکا اقرار کرنا  
باطل ہے کذا فی المبسوط اگر غلام مجبور نے عہد بخون کرنے کا اقرار کیا اور مشغول کے دو ولی ہیں ایک نے اسکو معاف کر دیا تو دوسرے  
کا اسکی گردن پر مال نہ ہو گا اور اگر کسی چوری کا اقرار کیا جس میں ہاتھ کاٹا جائے واجب نہیں مطلقاً اسکا اقرار باطل ہے کذا فی الحاوی  
غلام تاجر کا دوسرے کے واسطے کسی دین یا ودیعت یا غصب یا بیع و بارہ کا اقرار جائز ہے اگرچہ اس پر اسقدر قرض ہو کہ غلام کی قیمت  
اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب کو محیط ہو سکا اپنے مولیٰ کے واسطے اپنے اوپر قرض کا یا اپنے پاس ودیعت کا اقرار کیا حالانکہ اس پر اسقدر  
قرض ہے کہ وہ اس قرض میں ڈوبا ہو ہے تو اسکا اقرار جائز نہ ہو گا۔ اور غلام تاجر کا اقرار ایسے جرم کا جس میں قصاص نہیں آتا ہی کسی دینی  
کے واسطے جائز نہیں ہے۔ اور اگر قتل عمد کا اقرار کیا تو جائز ہے اور اس پر قصاص واجب ہو گا اسی طرح اگر اپنی ذات پر ایسے جرم کا اقرار  
کیا جس میں حد واجب ہوتی ہے جیسے قذف و زنا و شرب خوری تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایسی چوری کا اقرار کیا جس میں ہاتھ کاٹنا  
واجب ہو یا نہیں واجب ہے تو اسکی تصدیق کیجاویگی کذا فی الحاوی۔ کسی عورت کے مہر کا یا کفالت نفس یا کفالت مال کا یا اپنے غلام  
ازاد کرنے کا یا مکاتب یا دہر کرنے کا اقرار غلام ماذون سے صحیح نہیں ہے۔ اور اگر اس نے کسی عورت کے نکاح کا اقرار کیا تو صحیح  
ہے لیکن مولے کو اختیار ہے کہ دونوں میں جدا کی کر دے کذا فی المبسوط اور طلاق کا اقرار غلام ماذون سے جائز ہے کیونکہ غلام  
مجبور کا طلاق کا اقرار جائز اس واسطے ہے کہ حق طلاق میں وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو غلام ماذون کا اقرار بدیعہ اس لئے جائز ہو گا کہ  
محیط میں ہے۔ اگر غلام تاجر نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت سے اپنی انگلی سے اقتضا فرمایا ہے اسکی فرج میں داخل کر کے  
پرہیز نہ کیا خواہ عورت بائمی ہو یا آزاد ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد کے نزدیک کچھ اس پر لازم نہ آیا و امام ابو یوسف  
کے نزدیک اس پر لازم آیا و محمد اگر ان دونوں سے نکاح کرنے کا اور پردہ بھاڑ دینے کا اقرار کیا تو امام اعظم و امام محمد کے  
دیکھ چک و وہ آزاد ہو و ماذون میں سے کسی کا مہر اس پر لازم نہ ہو گا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ آزاد و عورت میں سے کسی

ولیکن اگر باندی ہو اور اسکے مولیٰ نے اسکا نکاح کر دیا تو غلام باجر پر وقت آزاد ہونے تک کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مومن نے اسکا نکاح نہیں کیا تو غلام تاجر سے فی الحال مہر کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر باندی شیبہ ہو تو جب تک یہ غلام آزاد نہ ہو اسے کچھ واجب نہ ہوگا یہ مسوومین ہی۔ اگر خریدی ہوئی باندی کے اقتضائے کار قرار کیا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو اسے مہر واجب ہوگا اور فی الحال غلام تاجر سے مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط ستری میں ہی۔ اور اگر غلام تاجر نے اقرار کیا کہ میں نے اس لڑکی سے جسکے پردہ بارت موجود تھا وطی کی اور اسکا پردہ دور کر دیا اور اس سے جماع کر لیا تو جب تک آزاد نہ ہو اسے امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا ایسا ہی ابوسلیمان کے نسخوں میں ہی اور ابوحنبل کے نسخوں میں قول ابو حنیفہ رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کا بیان کیا ہے۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے باندی سے مشبہہ میں وطی کی اور اسکی بارت کا پردہ توڑ دیا اور میں نے اجازت اس کے مالک کے اس سے جماع کیا تو بھی امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر پیشاب کا استسکاب نہیں ہوتا ہو تو غلام تاجر کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا نہ فی الحال اور نہ بعد از انقضائے وقت اور اگر پیشاب کا استسکاب ہوتا ہو تو نسخۃ ابوسلیمان میں ہے کہ مہر کے بارہ میں اس کی تصدیق کیجاوے گی اور فی الحال اس کے ذمہ قرض ہوگا اور افتاء میں تصدیق نہ کیجاوے گی اور نسخۃ ابوحنبل میں ہے کہ اگر پیشاب کا استسکاب ہوتا ہو تو مہر کے بارہ میں اسکی تصدیق نہ کیجاوے گی پس اسپر دین نہ ہوگا۔ اور جو حکم نسخ ابی سلیمان میں ہی وہ مشتبہ بالعبوب ہے کہ ذانی البسوط اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ایک نے اسکو تجارت کی اجازت دی اور غلام نے قرض کا اقرار کر لیا تو اس شخص کے حصہ میں لازم ہوگا جس نے اسکو اجازت دی ہے اور میں چیزوں میں غلام تاجر کا اقرار جائز ہے اسکا اقرار اسی کے حصہ میں جائز قرار دیا جائیگا جس نے اسکو اجازت دی ہے اور جو کچھ اس غلام کا مال ہے اسکا قرضہ مقدم رکھا جائیگا اور بعد ادائے قرض گئے اتنی اس کے دونوں مولائوں کو برابر لیگا ولیکن اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ مال تجارت کے سوا سے ہبہ یا صدقہ وغیرہ سے اسے حاصل کیا ہے تو اس میں سے آدھا پہلے اس شخص کو نکال دیا جائیگا جس نے اجازت نہیں دی پھر اس کے بعد قرض ادا کیا جائیگا اور اگر اس غلام کے واسطے کسی آزادانہ قرضہ کا اقرار کیا تو وہ قرضہ دونوں مالکوں میں برابر تقسیم ہوگا اور کوئی ایک تمام مال کا جائز نہ تھی نہیں ہوگا لکن فی الحادی۔ اگر مکاتب نے کسی آزاد یا غلام کے واسطے اپنے اوپر دین کا سبب بن جع یا قرضہ یا غصب کے اقرار کیا تو وہ اسپر لازم ہوگا پھر اگر ادائے مال کتابت سے عاجز ہو تو اس کے ذمہ سے مال اقرار باطل نہ ہوگا۔ اور مکاتب سے حدود کا اقرار جائز ہے اور اگر نکاح کی وجہ سے مہر کا اقرار کیا تو سوا سے قول امام ابو یوسف رحمہ کے اسپر لازم نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اس وقت لازم ہوگا کہ جب دخول کا اقرار کرے یہ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنی انکلی سے کسی عورت آزاد یا باندی کا یا لڑکی کا پردہ بارت توڑ دیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ اس کے ذمہ لازم ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ بمنزلۃ اقرار جرم کے ہی اور جرم کا اقرار مکاتب کی طرف سے جب تک کتابت قائم ہو صحیح ہے اور اگر جرم ادا کرنے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جرم باطل ہو گیا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز رہا اور اگر مکاتب نے خطا سے بنائے کرنے کا اقرار کیا انقضائے اسے اسپر رش دینے کا حکم کیا اسے کچھ ادا کیا تھا کہ عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک باقی باطل ہو گیا اور امام محمد رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک لازم رہا بلکہ اس کے اگر حکم قاضی ہوئے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو اس میں بھی مسوومین ہی۔ قلت امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ظاہر باطل ہوگا ولیکن امام ابو یوسف رحمہ سے اتفاق میں احتمال ہے واللہ اعلم اگر قاضی نے کسی آزاد

فتاویٰ ہند کی کتاب القراءۃ بچہ امام علیہ السلام  
ترجمہ فتاویٰ مالگیری جلد سوم جلد اول  
صفحہ ۹۵۵



کو مجبور کیا پھر مجبور نے اپنے اوپر دین یا فصب یا بیع یا عقیق یا نسب یا قدف یا زنا کا اقرار کیا تو یہ سب اس پر جائز ہے اور ایام مفہوم  
اہل قول امام ابو یوسف رحمہ میں آزاد کا مجبور کرنا باطل ہے پھر امام ابو یوسف رحمہ نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ جائز ہے اور  
یہی قول امام محمد رحمہ کا ہے اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ اس کا اقرار دین و بیع کا جائز نہیں ہے اور ہر شے جو ہزل میں باطل ہوتی ہے وہ  
مجربین بھی باطل ہوتی ہے اور جو شے ہزل میں اس پر جائز ہے وہ مجربین بھی جائز ہے کذا فی الحاوی

**باب انجوان** محمول شخص کے واسطے اور محمول پر محمول و ہم چیز کے اقرار کے بیان میں۔ اگر مقررہ محمول ہو تو پھر کچھ  
لازم نہ آئے گا خواہ حالت نہایت کھلی ہو مثلاً کہا کہ مجھ پر ہزار درم لوگوں میں سے کسی کے ہیں یا اس قدر زیادہ نہ ہو مثلاً کہا کہ مجھ پر ہزار درم  
ان دونوں میں سے کسی کے ہیں ایسا ہی شمس الائمہ کے ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام نے بسوطا اور اظہار نے واقعات میں لکھا کہ ہمارا  
اگر نہایت زیادہ ہو تو اقرار جائز نہیں ہے اور اگر زیادہ فاسخ نہ ہو تو جائز ہے اور ایسی صورت میں تذکرہ کا حکم دیا جائیگا کہ یاد کرے کہ کس  
کے ہیں اور بیان کرے پھر مجبور نہ کیا جائیگا اور وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں مقررہ مقرر سے لینے پر اتفاق کریں اور ہا ہم صلح کریں تو  
دونوں کا دعویٰ ممکن ہے پس مقرر کا اقرار صحیح ہو گا کافی میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے کہ انہی میں سے کسی کے ہیں یا اس قدر زیادہ نہ ہو مثلاً کہا کہ مجھ پر ہزار درم  
ہزار درم یا فلاں کا مجھ پر ایک درم ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہو گا بلکہ جو شرط سنی میں ہے۔ اگر اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام اس بکر یا عمرو سے غصب  
کر لیا اور دونوں میں سے ہر ایک اپنا دعویٰ کرتا ہے تو اقرار فاسد ہے حتیٰ کہ بیان کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور ان دونوں  
کو اختیار ہے کہ ہا ہم صلح کر کے غلام کو مقرر سے لینے اور اگر ہا ہم صلح نہ کی تو مقرر سے ہر ایک کے واسطے قسم لیا جائیگی کہ واللہ یہ غلام  
میرا ہے اور نہ اس کا ہے۔ اور یہ مذکور نہیں ہے کہ ہر دونوں کے واسطے ایک بار ایک قسم لیا جائیگی یا ہر واحد کے واسطے علیحدہ قسم  
لیا جائیگی اور شلح نے ہا ہم امین اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ ہر ایک کو واسطے علیحدہ قسم لیا جائیگی اور قاضی کا اختیار ہے کہ  
دونوں میں سے جس کے نام پر ہے شروع کرے یا دونوں کے نام کا قرعہ ڈالے اور جب دونوں کے لیے قسم لے تو تین صورتوں  
سے غالی نہیں آوے کہ ایک کے لیے قسم کھاوے اور دوسرے کی قسم سے نکول کرے اور اس صورت میں تمام غلام کی اس کے نام  
دگری ہوگی جسکی قسم سے نکول کیا ہے اور جس کے نام سے قسم کھائی اس کے لیے کچھ ڈگری نہ ہوگی اور اگر دونوں کی قسم سے نکول کیا تو غلام  
اور غلام کی قیمت کی ڈگری دونوں کے نام پر رہے گی خواہ اسے دونوں کی قسم سے نکول کیا نہ نکول کیا مثلاً قاضی نے دونوں کی ایک ہی قسم دلائی  
اور اسے نکول کیا اس کے لیے مثلاً ایک کو واسطے پہلے قسم دلائی اسے نکول کیا پھر دوسرے کو واسطے قسم دلائی اسے نکول کیا دونوں حالتوں میں  
فرق نہیں ہے اور اگر دونوں کو واسطے قسم کھائی تو ہر ایک کے دعویٰ سے بری ہو گیا پھر اگر دونوں نے ہا ہم صلح کر کے مقرر سے غلام لینا  
چاہا تو امام ابو یوسف رحمہ کے پہلے قول کے موافق دونوں کو یہ اختیار ہے کہ امام محمد رحمہ کا قول ہے پھر امام ابو یوسف رحمہ نے اس قول  
سے رجوع کیا اور کہا کہ بعد قسم لینے کے دونوں کو صلح کر لینا جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں اور ایک کے  
مجھ پر دینار یا عمرو کے ہیں تو زید کو واسطے ہزار درم ثابت ہیں اور عمرو کو اختیار ہے کہ ہا ہم صلح کر کے سو دینار سے لینے اور اگر کہا کہ زید  
مجھ پر سو دینار یا عمرو کے ہیں ایک کریموں یا بکر کے ایک کریموں تو زید کو واسطے اس پر دینار ثابت ہیں اور بکر کو عمرو کو کچھ نہ ملیگا ویسے  
دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہو گا کہ ہر ایک جو کچھ اس پر دعویٰ کرنا چاہے اسکی قسم لے یہ بسوطا میں ہے اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم ہیں اور ایک کے  
یا عمرو کے ہیں تو زید کو سو کے آدے اور ایک کو واسطے دوسرے ہر واحد کے لیے اس سے قسم لیا جائیگی و لیکن اگر دونوں ہا ہم صلح کر لیں  
تو نصیب نصف نصیب کرینگے اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم یا عمرو کے ہیں و بکر کے ہیں تو بکر کو آدے مل جائینگے اور ایک کو اس سے  
کو واسطے ہم نے بیان کیا ہے کہ میں کتنا فی الحادی۔ اور اگر کہا کہ زید کے مجھ پر سو درم اور عمرو کے ایک کے اور خالد کے ایک کے

محمول شخص کے واسطے اقرار





موافق اسپر دس درہم اور دس دینار واجب ہونگے اور صاحبین رحم کے نزدیک دو تو درہم اور تین دینار واجب ہونگے یہ محیط سخری میں ہے۔ اگر کما کہ مجھے بہت سے تھان یعنی کپڑے اور بہت سے وصال ہیں تو امام محمد رحم کے نزدیک دس اور صاحبین رحم کے نزدیک دو سو درہم کے انداز سے واجب ہونگے۔ اور اگر کما کہ میں نے بہت سے اونٹ یا بہت سے گائیں یا بہت سی بکریاں صاحب کر لیں میں تو صاحبین رحم کے نزدیک ہر جس کے کتر نعاب کے موافق اس سے لیے جائینگے یعنی اونٹوں میں سے پچیس اونٹ تیس گاؤں میں سے اور چالیس بکریوں میں سے اور امام اعظم رحم کے نزدیک مقرر کے بیان کی طرف رجوع کیا جائیگا تبیین میں ہے۔ اگر کما کہ زیادہ کے مجھے اکثر الدراہم میں تو دس درہم واجب ہونگے اور صاحبین رحم کے نزدیک دو سو درہم اور اگر کما کہ فلاں شخص کے مجھے درہم میں سے کچھ یا کچھ درہم میں سے ہیں تو اسپر تین درہم واجب ہونگے یہ غر ازہ المفتین میں ہے قال المتحکم ان مسائل میں درہم و دینار باعتبار عروت کے جمع کے معتبر رکھے گئے اور اقل جمع تین درہم ہو لہذا ہم سو روٹوں میں تین درہم کا حکم کیا گیا اور اگر زبان اردو میں بلا تدریج اطلاق کیا جاوے تو اس حکم میں تامل ہی چونکہ انخراج احکام مسائل میں اجتہاد مطلق یا فنی النجمل درکار ہی لہذا مترجم ضعیف معذوری جہا تک ممکن ہے ترجمہ میں تعین الفاظ کا لیا گیا ہے تبیین یہ کہ درہم و دینار کی صورتوں میں مثلاً حکم مذکور کو اسی عربی الفاظ جمع کے ساتھ ملحوظ مقصود رکھیں واللہ اعلم۔ ابن سمان نے امام ابو یوسف رحم سے روایت کی ہے کہ اگر اقرار کیا کہ مجھے درہم مضاعف ہیں یعنی دو چاند ہیں تو چھ درہم واجب ہونگے اور اگر کما کہ درہم مضاعف واجب ہیں تو اسپر اٹھارہ درہم لازم ہونگے یا یوں کما اضاعاف مضاعف درہم ہیں تو بھی اٹھارہ درہم واجب ہونگے تبیین میں ہے۔ اور اگر کما کہ علی مشرقہ درہم واضعاف مضاعف یعنی زیادہ کے مجھے دس درہم اور انکی اضاعاف مضاعف کر کے واجب ہیں تو اتنی درہم واجب ہونگے یہ محیط سخری میں ہے۔ اگر کما کہ کذا درہم تو ایک درہم واجب ہوگا یہ کمزور ہایہ میں ہے اور تیسرا اور ذہیرہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ دو درہم واجب ہونگے اس لیے کہ کذا کنایہ عدد سے ہے اور اقل عدد دو ہی کو کافی تبیین۔ یعنی علم حساب میں ثابت ہو کہ واحد عدد نہیں پس عدد کا شمار دوسے ہی اور کذا چونکہ عددی کنایات سے ہے لہذا کتر و مراد ہونگے و کذا نے قناوے قاضی خان اور اگر کما کہ کذا کذا درہم تو گیارہ درہم واجب ہونگے اور اگر کما کہ کذا کذا درہم تو پچیس درہم واجب ہونگے اور یہی حکم دیناروں کی بھی و زنی چیزوں میں ہے۔ اگر کما کہ کذا محسوم من حفظہ تو گیارہ محسوم واجب ہونگے۔ اگر کما کہ مجھے کذا کذا درہم و کذا کذا دینار ہیں تو ہر ایک میں سے گیارہ گیارہ واجب ہونگے۔ اور اگر کما کہ مجھے کذا کذا دینار و درہم واجب ہیں تو ہر ایک میں سے گیارہ کے نصف واجب ہونگے یہ قناوے قاضی خان میں ہے اور اگر کذا کذا کو تین بار بدون واؤ کے لایا تو گیارہ اور اگر واؤ کے ساتھ لایا تو ایک سو گیارہ اور اگر چار بار لایا تو ہزار اسپر زیادہ کیے جاویں گے کذا نے الہامیہ اور اگر پانچ مرتبہ واؤ کے ساتھ لایا تو دس ہزار زیادہ کرنے چاہیے ہیں اور اگر چھ مرتبہ لایا تو سو ہزار اور اگر سات مرتبہ لایا تو دس لاکھ زیادہ کرنے چاہیے ہیں اسی ہذا القیاس ہر بار جب واؤ کے ساتھ زیادہ کرے تو ایک دہائی بمطابق چاہیے ایسا عادت جاری ہے کذا نے التبین۔ اور یہ سب اس وقت ہے کہ اس نے لفظ درہم کو کذا کے نیز کے واسطے ذکر کیا یعنی کذا کنایہ عددی بہم میں ہے درہم کرانے کے واسطے کہ یہ عدد کنایہ کس چیز سے ہے تو درہم ذکر کر کے بتلایا کہ درہم سے کنایہ ہے نہیں یہ سب احکام جو مذکور ہیں ہیں جاری ہونگے اور اگر فقط درہم کو مجرد ذکر کیا یعنی کذا کنایہ عددی بہم کو درہم کی طرف مفہوم کیا تو امام محمد رحم سے روایت ہے کہ سو درہم واجب ہونگے یہ محیط سخری میں ہے۔ اگر کما کہ فلاں شخص کا مجھے مال ہے تو مقدار بیان کرے تبیین اسی کا قبول معتبر ہوگا اور قلیل و کثیر میں اسی کے بیان کا اعتبار کیا جائیگا لیکن اگر ایک درہم سے کم بیان کیا تو تصدیق نہ ہوگی اور

درہم مضاعف  
تو اس میں تین درہم واجب ہونگے  
۱۱





ہر ایک کا نصف لازم آویگا اور اگر تین چوبیسین ذکر کریں تو ہر ایک میں سے تہائی لازم ہوگا کذا فی الحاوی اور اگر کما کہ سو اور ایک غلام یا سو  
 و ایک بکری یا سو و ایک کپڑا یا دیکھئے تو سو کی تہائی بیان کرنے میں اسی کا قول مقبول ہوگا یہ ذیہر میں ہی اور اگر کما کہ سو  
 اور تین کپڑے تو کما کہ پڑے قرار پائینگے یہ بسوط میں ہے۔ اگر کما کہ غلام کے واسطے ایک جزو میرے دار کا ہو تو بیان کرنا اسی پر ہوگا  
 اور اسکو اختیار ہی مقتدر چاہے اقرار کرے اور جزو کے مانند شغل یا نصیب یا ائفہ یا قطعہ کا حکم ہو لیکن سم کا لفظ امام اعظم رحمہ اللہ  
 کے نزدیک چھٹا حصہ قرار دیا جائیگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اس کے بیان پر ہی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے ایک لگ  
 میں سے ایک بکری کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہو پھر اگر مقررہ نے کسی میں بکری کا دعوے کیا اور مقررہ تصدیق کی تو وہ سے اور  
 اگر انکار کیا تو بدو گواہ قائم کرنے کے نہیں لے سکتا ہی یا مدعا علیہ سے قسم لیا دے اور وہ نکول کرے تو لے سکتا ہی اور اگر  
 مقررہ نے کسی بکری غیر میں کا دعوے کیا تو مقررہ کو اختیار ہی جس بکری کو چاہے دیدے اور اگر مقررہ نے سب بکریوں پر قسم کھائی تو  
 مقبول نہوگی اور مجبور کیا جائیگا کہ کوئی بکری اسکو دے اور اگر بکریوں میں سے کوئی معین نہ کی اور دونوں نے باہم کما کہ تین  
 جانتے ہیں یا مقررہ نے اپنے اقرار سے رجوع کیا یا انکا کیا تو مقررہ اسکا شریک ہوگا حتیٰ کہ اگر دس بکریاں ہوں تو مقررہ ایک  
 بکری دسواں حصہ ہوگی اور اگر کوئی بکری مرگئی تو دونوں کے مال سے مرگئی اور اگر کوئی بچہ جینی تو دونوں کے مال میں باندی  
 ہوئی اسی حساب سے اور اگر مقررہ نے اصلاً انکار کیا اور گلہ ضائع کر دیا تو وہ مقررہ کے حصہ کا ضامن ہی اور اگر کوئی بکری  
 انہیں سے مری تو بقدر اس کے حصہ یعنی دسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور اگر مقررہ مر گیا تو اس کے وارث اس باہم ہنر  
 مورث کے قرار پائینگے لیکن اسے علم پر قسم لیا وگی اور اقسام حیوانات و عروض و باندی غلام اس باب میں مثل بکریوں  
 کے ہیں یہ بسوط میں ہی اگر کما کہ زیر کے میرے ان درمیں دس درم ہیں اور یہ دس سو ہیں اور انہیں چھوٹے کم وزن اور  
 بڑے دونوں قسم کے ہیں تو دس درم وزن ہندو سے قرار پائینگے اور اگر مقررہ نے کما کہ کم وزن دانوں میں سے ہیں تو تصدیق  
 نہوگی اور اگر انہیں زیوت شامل ہیں اور اسے کما کہ زیوت میں سے ہیں تو تصدیق کیا وگی یہ محیط سترہ میں ہے۔ اگر کما کہ زیر کا میرے  
 اس الملح میں سے ایک کرگئیوں میں پھر دیکھا گیا تو وہ سب ایک کرگئیں ہوتا ہی تو سب زیادہ ہوگا اور مقررہ زیادہ کا ضامن نہوگا  
 مگر مقررہ قسم لیا وگی کہ میں نے اس طعام میں سے کچھ تلف نہیں کیا ہی اور اگر پورا ہو تو سب زیادہ ہی اور اگر زیادہ ہو تو زیادہ  
 آئیں سے ایک کرگئی کا یہ محیط میں ہے۔ اگر کما کہ زیر کا میرے دار میں سے اس دیوار سے اس دیوار تک ہی تو زیادہ کو فقط اس دیوار سے  
 اس دیوار کے درمیان کا حصہ ملے گا یہ کرگئیں ہی۔ اگر کما کہ دید کے مجھ ایک درم سے دس درم تک ہیں یا مابین ایک درم سے  
 دس درم تک ہیں تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس پر تو درم لازم آویگے اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ دس درم لازم آویگے کذا فی  
 الکافی اگر کما کہ مجھ زیادہ کا مابین کرگئیں سے کرگئی تک ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس پر ایک کرگئیوں اور ایک کر جو واجب ہوگا ایک  
 فقیر کیوں کم کر کے اور امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک دو کر لازم ہونگے اگر کما کہ مجھ مابین دس درم کے دس دینار  
 تک ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس پر دس درہم اور نو دینار لازم آئینگے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اس پر دس درہم اور دس  
 دینار لازم ہونگے اسی طرح اگر کما کہ مابین دس دیناروں کے دس درم تک تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس پر دس درہم اور  
 نو دینار واجب ہونگے اور بعض نسخہ ابی خضع میں اس صورت میں واقع ہو کہ اس پر دس دینار اور نو درم لازم ہونگے اور امام اعظم رحمہ  
 کے نزدیک قاضی ہو لیکن صحیح وہی اول ہے۔ اور یوں اقرار کرنا کہ سن کذا الی لکھا یعنی مثلاً دس درم سے دس دینار تک ہیں  
 ہنر لکھا اس قول کے سب مکون میں ہی کہ مابین دس درم کے دس دینار تک ہیں یہ بسوط میں ہی بشرطہ کہ امام ابو یوسف رحمہ سے

فتاویٰ ہند کی کتاب الاقرار بالہشتم اور مرتضیٰ  
 ہنر لکھا اس قول کے سب مکون میں ہی کہ مابین دس درم کے دس دینار تک ہیں یہ بسوط میں ہی بشرطہ کہ امام ابو یوسف رحمہ سے

روایت کی ہے کہ اگر ذیہ نے کہا کہ مجھ پر عمرہ کی مابین بکری کے گاسے تک ہی تو امام اعظم فرماتے تھے کہ اسپر کچھ واجب نہ ہوگا خواہ کچھ بکری معین ہو یا غیر معین ہو اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا اگر معین ہو تو کچھ نہیں لازم ہے اور اگر غیر معین ہو تو دونوں اسپر لازم آویگئے اور اگر کہا کہ مابین درم کے درم تک تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ایک درم اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک دو درم لازم آویگئے لہذا فی الحقیقہ

**چھٹا باب۔** مریض کے اقرار و ان افعالوں کے بیان میں۔ مرض الموت کا مریض وہ شخص ہے جو اپنی ذاتی ضرورتوں کے واسطے نہ کھلے اور یہی واضح ہے خزانۃ المفتین میں ہے مرض الموت کی تعریف میں اختلاف ہو فتوے کے واسطے یہ مختار ہے کہ اگر اس مرض سے غالباً موت ہو تو مرض الموت ہو خواہ وہ شخص بستر پر لگ گیا ہو یا نہیں یہ مضمرات میں ہے۔ مریض کا اقرار سہتہ وارث کے واسطے جائز نہیں ہے لیکن اگر باقی وارث اجازت دیں تو جائز ہوگا پس اگر مقررہ وقت اقرار کے مریض کا وارث ہو اور اسی طرح وارث باقی رہا یہاں تک کہ مریض مر گیا تو اقرار باطل ہے اور اگر وقت اقرار کے مقررہ وارث ہو پھر بعد اقرار کے وارث ہونے سے خارج ہو گیا اور ایسا ہی رہا یہاں تک کہ مریض مر گیا تو اقرار باطل ہے اور اگر وقت اقرار کے کوئی بیٹا نہ تھا پھر بیٹا پیدا ہوا اور وہ زندہ رہا یہاں تک کہ مریض مر گیا تو اقرار جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایسے شخص کے واسطے اقرار کیا جو وقت اقرار کے وارث نہ تھا پھر ایسے سبب سے وارث ہو گیا جو وقت اقرار کے قائم تھا مثلاً اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا اور اس کا بیٹا بھی موجود ہے پھر بیٹا مر گیا پھر مریض مر گیا تو اقرار صحیح نہیں ہے اور اگر ایسے شخص کے واسطے اقرار کیا جو وارث نہیں ہے پھر کوئی ایسا سبب پیدا ہوا جس سے وہ وارث ہو گیا مثلاً کسی اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کر لیا پھر مر گیا تو اقرار صحیح ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وقت اقرار کے وارث ہو پھر وارث ہونے سے خارج ہو جاوے پھر وارث ہو جاوے مثلاً اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر سکوبا بن کر دیا اور اس کی مدت گزند گئی پھر اس سے نکاح کر لیا پھر مر گیا یا کسی شخص سے مولائہ کی پھر مریض ہو کر اسکے لیے اقرار کیا پھر فریخ کر دی پھر دوبارہ عقد مولائہ کیا پھر اسی مرض میں مر گیا تو اس صورت میں اختلاف ہے امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اقرار جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل ہے اور دشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ کا قول قیاس ہے اور قول امام ابو یوسف رحمہ کا احتساب ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مریض نے اپنے بیٹے کی واسطے قرض کا اقرار کیا اور بیٹا اس کا غلام ہے پھر آزاد ہو گیا کیا پھر باپ مر گیا اور وہ اسکے وارثوں میں ہے تو قرض کا اقرار جائز ہے اور اگر یہ غلام تاجر ہو اور اسپر مرض ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو اقرار باطل ہے اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کی واسطے اقرار کیا اور وہ مکاتب ہے پھر باپ مر گیا اور بیٹا ویسا ہی مکاتب باقی ہے تو اسکے حق میں اقرار جائز ہے اور اگر باپ کے مرنے سے پہلے بیٹا مکاتب آزاد ہو گیا تو اسکے واسطے اقرار جائز نہ رہا یہ مسوالمین ہے۔ گوکہ مریض نے اپنے آزاد بیٹے کی واسطے قرض کا اقرار کیا پھر مر گیا اور کوئی مال لائق ادا کے نہیں چھوڑا یا ادا سے قرض کے لائق چھوڑا و ادا کے کثرت کے لائق نہیں چھوڑا تو اقرار جائز ہے اور اگر دونوں چیزوں کی واسطے لائق چھوڑا تو اقرار باطل ہے یہ محیط سنی میں ہے۔ اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لیے معین و ولیت کا اقرار کیا پھر اسی مرض میں مر گیا تو جائز نہیں ہے یہ بھی مابین ہے۔ اگر مرد نے اپنے مرض میں اپنی عورت کے واسطے قرض کا اقرار کیا پھر اس سے پہلے اس کی جو عورتیں اور جو رکے ہوئے ہیں ایک ہی مرد سے اور دوسرا دوسرے مرد سے تو اداں قبول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق اقرار باطل ہے اور دوسرے قول کے موافق جائز ہے۔ اور اگر مریض نے اپنی جو رکی واسطے قرض کا اقرار کیا پھر اس کی موت سے پہلے جو رکی مر گئی ہو اسکے وارث ایسے معین ہیں کہ ان کی تمام میراث لے لیتے ہیں اور وہ لوگ اس مقررہ وارث نہیں ہیں تو اقرار جائز ہے یہ ذیہ میں ہے۔ اگر مریض نے اپنے بیٹے

لکھ دوین پیر  
کوئی سکا پیر  
بدولت کس کا  
بہی جاوے

کے واسطے قرض کا اقرار کیا پھر بیتا مقررہ مگر یا اور ایک بیٹا چھوڑا اور مریض کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو امام ابو یوسف رحمہ کے پہلے قول پر یہ اقرار جائز نہیں ہے اور دوسرے قول پر جائز ہے یہ محیط میں ہے اگر اپنے مرض موت میں اپنی عورت کے دین مہر کا اقرار کیا تو تمام مہر مثل تک تصدیق کیجاویگی اور فرخو خان صحت کے ساتھ شریک ہوگی کذا فی خزائنہ الفتین اور اگر مہر مثل سے زیادہ کا عورت کی واسطے اقرار کیا تو زیادتی باطل ہے یہ بسو طہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض موت میں اپنی عورت کی واسطے ہزار درہم مہر کا اقرار کیا اور مگر گیارہ وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ عورت نے اپنے شوہر کی زندگی میں اسکو اپنا مہر یہ کر دیا تھا تو گواہ مقبول نہو گئے اور مہر سبب اقرار شوہر کے لازم رہیگا یہ غلامہ میں ہے۔ اگر اپنے کسی وارث یا بیٹی کی واسطے اقرار کیا پھر مقررہ مگر یا پھر مریض مراد و مقررہ کا وارث اس مریض کے وارثوں میں سے ہے تو امام ابو یوسف رحمہ کے اول قول میں یہ اقرار ناجائز اور دوسرے قول میں جائز ہے اور یہی امام محمد رحمہ کا قول ہے اسی طرح اگر مریض نے اپنے مقبوضہ غلام کا کسی بیٹی کی واسطے اقرار کیا پھر بیٹی نے کہا بلکہ یہ غلام فلاں مرد وارث مریض کا ہے میرا میں کچھ حق نہ تھا تو اول قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق مریض کا اقرار باطل ہے اور دوسرے قول کے موافق صحیح ہے اور دوسرا قول اقرار علی القیاس ہے اور قول اول احوط ہے۔ بسو طہ اور قادی قاضی خان میں ہے۔ جو شخص دو دن مریض اور تین روز اچھا رہتا ہے یا ایک دن مریض اور دو روز اچھا رہتا ہے یا اگر اس نے اپنے بیٹے کے واسطے کسی قرض کا اقرار کیا پس اگر ایسے مرض میں اقرار کیا جسکے بعد وہ اچھا ہو گیا تو اسکا فعل جائز ہے اور اگر ایسے مرض میں اقرار کیا پس نے اسکو بیٹے سے لگا دیا اور وہ مریض گیا تو جائز نہیں ہے یہ خزائنہ الفتین میں ہے۔ اپنے وارث کے واسطے کسی چیز کا اقرار کیا اور مگر یا پھر مقررہ اور باقی وارثوں میں اختلاف ہوا مقررہ نے کہا کہ حالت صحت میں اقرار کیا اور باقی وارثوں نے حالت مرض میں اقرار کیا تو مریض کے اقرار کے مدعی کا قائل قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقررہ کے گواہ اسے ہیں اور اگر مقررہ کے پاس گواہ نہ ہوں اور اسے وارثوں سے قسم لینی چاہی تو اسکو یہ اعتبار ہے یہ قادی قاضی خان میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ مریض کا اقرار اپنے قاتل کی واسطے نہیں جائز ہے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم مسوفت ہے کہ زخم ایسا کلامی ہو کہ جس سے آنا جانا ممکن نہ ہو اور اگر ایسا کاری نہ ہو اور آنا یا نہ ہونا ہے تو اقرار صحیح ہے اور جو شخص مریض ہونے کے واسطے غالباً خوف ہلاک ہونا معتبر رکھتا ہے وہ یوں کہتا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ زخم ایسا ہو کہ غالباً اس سے ہلاکت کا خوف ہوا اور اگر ایسا زخم نہ ہو کہ جس سے غالباً خوف ہلاکت ہے تو اقرار صحیح ہے۔ مجاہدین ہے مریض کا اقرار اپنے وارث کے غلام یا اس کے مکاتب کے واسطے یا قاتل کے غلام یا اس کے مکاتب کے واسطے جائز نہیں ہے یہ بسو طہ میں ہے۔ اور اگر اپنے مکاتب کے واسطے دین کا اقرار کیا تو جائز ہے بشرطیکہ حالت صحت میں اسکو مکاتب کیا ہوا اور اگر مرض میں مکاتب کیا تو اقرار نہیں جائز ہے لیکن تہامی مال سے جائز ہے کذا فی الحاوی راجعی کے واسطے مریض سے تمام مال کے قرض کا اقرار جائز ہے بشرطیکہ اس پر حال صحت کا قرض نہ ہو یہ محیط میں ہے۔ صحت کا قرض اس قرض پر جو حالت مرض میں اس کے اقرار سے ثابت ہوا ہے مقدم ہے یعنی ترکہ میں سے پہلے صحت کا قرض ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ رہا تو اس سے مرض کا قرض ادا کیا جائیگا اور اگر یہ شرط قاضی کے مشابہہ یا گواہوں سے ثابت کیا جاوے تو دونوں برابر ہیں یہ فقہا مشرعی میں ہے۔ صحت کا قرض اس ولایت سے مقدم ہے جس کا مرض میں اقرار کیا گیا یہ خزائنہ الفتین میں ہے اپنے مرض میں کوئی چیز خریدی یا قرض یا اجارہ دہی ادا کیا ہوں نے اس پر قرضہ کرنا معاف کیا یا ایک عورت سے ہزار درہم پر نکاح کیا اور یہی اسکا مہر مثل ہے تو یہ لوگ فرخو خان صحت سے حصہ میں شریک ہیں اسی طرح ہر قرض کا مال ہے جو مریض ہر کسی مال کے بدلے جسکا مالک ہوا یا تلف کیا ہے واجب ہوا اور اسکا واجب ہونا لایق اقرار مریض کے ثابت ہوا پس وہ بھی بہتر قرض صحت کے ہے اگر مرض میں دین ادا کیا پس گواہین مرض یا قرض میں دین ادا کیا تو اسکو ادا کیا اسی کا ہونا

قادی ہندی کتاب الاقرار باب ششم اقرار مرض



قرض خواہان صحت کو نہ ملے گا اور اگر دن مہر یا اجرت ادا کی تو قرض خواہان صحت آئین شریک ہو جائیگا یہ محیط سخی میں ہے۔ اگر مرض پر صحت کے قرضے نہ ہوں اور اسے حالت مرض میں وخصون کے واسطے قرض کا اقرار کیا تو دونوں حصہ بانٹ لین کسی سے اولاً شروع نہ کیا جائیگا خواہ دونوں افراد معا واقع ہوئے ہوں مثلاً کہ ان دونوں کے مجھے ہزار درم ہیں یا گئے پیچھے مثلاً آج کہا کہ اسکے مجھے پانچ سو درم ہیں پھر ایک دن یا کم و بیش توقف کے بعد دوسرے سے کہا کہ اسکے مجھے پانچ سو درم ہیں کذا فی محیط زید نے اپنی صحت میں کہا کہ میں نے عمرو کی ایک باندی خصب کر لی پھر مرض میں کہا کہ وہ باندی یہ بچا اور سو سے اس باندی کے آسکا کچھ مال نہیں ہے حالانکہ آسپہ قرض ہی تو یہ جائز ہے اور اسکی تصدیق کیا ویگی اسی طرح اگر اپنی صحت میں اقرار کیا کہ فلاں شخص کے میرے پاس ہزار درم و ولایت میں پھر مرض الموت میں کہا کہ وہ یہ ہزار درم ہیں تو اسکی تصدیق کیا ویگی اور صاحب دین سے صاحب ولایت ادا ہوئی ہو گا یہ غلام میں ہے۔ اگر مرض میں دین کا اقرار کیا پھر ولایت کا اقرار کیا تو دونوں دین ہونگے اور ولایت مقدم ہوگی اور اگر پہلے ولایت کا اقرار کیا پھر دین کا اقرار کیا تو اقرار ولایت اول ہے اور ولایت و مضاربت دونوں کا مکمل مثل حکم ولایت کے ہو گا کذا فی الحادی۔ اگر مرض نے زید کے واسطے ہزار درم و ولایت کا اقرار کیا پھر مر گیا اور یہ ولایت معین کر کے معلوم نہیں ہے تو مثل دین مرض کے یہ بھی آسکے مگر میں قرض شمار ہوگی یہ غلامہ المتقین میں ہے۔ اگر مرض ہوا اور اسے قبضہ میں ہزار درم ہیں اور آسپہ صحت کا دین نہیں ہے اور اسے زید کے واسطے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ جو درم ہزار میرے قبضہ میں ہیں یہ عمرو کی ولایت میں پھر خالد کے واسطے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مر گیا تو ہزار درم کے تین حصے کیے جائیگے اور اگر زید نے کہا کہ میت کی طرف میرا کچھ حق نہیں ہے یا میں اسکو اپنے قرض سے سب سے زیادہ ہوں تو ہزار درم و دیان عمرو و خالد کے برابر تقسیم ہونگے اور زید کے قول سے خالد کا حق باطل ہو گا یہ بسوط میں ہے۔ اگر مرض نے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر زید کی واسطے معین ہزار درم مضاربت کا اقرار کیا پھر عمرو کی واسطے دوسرے غیر معین ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مر گیا اور فقط ہزار درم چھوڑے تو یہ ہزار درم ان سب لوگوں میں بقدر حصہ رسد کے تقسیم ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اگر مرض نے اقرار کیا کہ میرے باپ زید کا قرض ہے اور میرے قبضہ میں باپ کا گھر اور مال یہ جو کہ مرض پر صحت کا قرض معروف ہی نہیں اسکا قرض صحت مقدم رکھا جائیگا پھر اگر کچھ بچ رہا تو اسے باپ کے قرضہ میں دیا جائیگا اور اگر اپنے باپ کے استحقاق کے پہلے اپنی صحت میں ایسا اقرار کیا ہو تو یہ اس کے قرض خواہ ہوں سے باپ کے قرض خواہ مقدم ہونگے کذا فی الحادی۔ زید نے کہا کہ عمرو کے مجھے ہزار درم ہیں اسے احماد کیا پھر زید مرض ہوا اور عمرو مر گیا اور زید اسکا وارث ہے اور زید پر حالت صحت کا قرض ہے۔ پھر وہ بھی مر گیا اور ہزار درم جو عمرو سے میراث پائی ہے چھوڑ گیا تو زید کے حالت صحت کے قرض خواہ ان ہزار درم کے لینے میں عمرو کے قرض خواہ ہوں سے مقدم ہونگے یہ بسوط میں ہے۔ اگر اپنی صحت میں کوئی غلام کھلا خوارہ اٹھا کر تین روز کی اپنی اختیار شرط پر خریدیا پھر میت اختیار میں یا رہا پھر بیع کی اجازت دی یا فاموش رہا یا سناٹا کہ مدت خیار گزشتگی پھر مرض مر گیا تو مباحاۃ تہائی مال سے لکھی جاویگی یہ غلامہ المتقین میں ہے۔ اگر مرض نے کسی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ وقف ہے پس اگر اپنی جانب سے وقف کا اقرار کیا تو تہائی مال سے جائزہ کبھی جاویگی پناچہ اگر مرض نے اپنے غلام کی آزادی کا اقرار کیا یا صدقہ کا اقرار کیا کہ میں نے فلاں کو صدقہ دیا ہے تو بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور اگر دوسرے کی طرف سے وقف کا اقرار کیا اور اس دوسرے نے خیراۃ کے وارثوں نے اسکی تصدیق کی تو کل میں وقف جائز ہوا اور اگر فقط وقف کا اقرار کیا اور اپنی طرف یا غیر کی طرف سے وقف نہ کیا تو تہائی مال سے قرار دیا جائیگا۔ ایک مرتبہ نے اپنے وارثہ ودا یکا ابھی کی واسطے دین کا اقرار کیا تو اقرار باطل ہو گا مگر اگر کسی کی دونوں نے باہم تصدیق کی ہو جائیگی یہ کہ ہوا وچ نہیں ہم کا قول ہے و ہوا وچ نہیں ہم کا قول ہے

صحت کا قرضہ دینا  
بہت اہم دین  
ہے

نے فرمایا کہ یہ اجنبی کے واسطے بقدر اسکے حصہ کے جائز ہو اگر ہر دو شریک نے باہم نکذیب کی یا اجنبی نے شرکت سے انکار کیا ہو یہ فتاویٰ خان میں ہی۔ اگر وارث نے شرکت میں اسکی نکذیب کی اور اجنبی نے اسکی تصدیق کی تو بعض نے کہا کہ اس میں بھی اختلاف ہونا ضروری اور صحیح یہ ہو کہ یہ بالاتفاق جائز نہیں ہو یہ محیط مرضی میں ہو۔ پس اگر مقررے دونوں کی نفی شرکت میں تصدیق کی اور کہا کہ دین مشترک نہ تھا اور میں نے شرکت کا بھوٹ اقرار کر دیا تھا تو اسوقت اجنبی کے واسطے اقرار صحیح ہی۔ محض میں ہو۔ اگر مریض نے کہا کہ زید کا بھتیجی ہو اور وارثوں نے اسکے قول کی تصدیق کی پھر مریض مر گیا تو امام غلام نے فرمایا کہ طالب کی استثنائاً تہائی مال تک تصدیق صحیح ہوگی اور اگر اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا تو وارثوں سے اُنکے علم پر قسم لیا جائیگی اگر انھوں نے قسم کھائی تو طالب تہائی مال لے لیگا اور اگر مریض نے باوجود اسکے کسی دین سہی کا اقرار کیا تو دین سہی اسکے ترکہ میں مقدم رکھا جائیگا کذا فی الحادی۔ اور اگر دین کا اقرار نہ کیا تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو وصیت سہی مقدم ہوگی اور وارثوں سے کہا جائیگا کہ دو تہائی مال میں جو کچھ تمہارا جی چاہے اسکے واسطے اقرار کر دو اور تہائی کے وصیت سے کہا جائیگا کہ تہائی مال میں جس قدر تیرا جی چاہے اس مقدار کے واسطے اقرار کر دے پس جس فرق کے کسی چیز کا اقرار کیا اس سے اس قدر بے بجا بیگی اور باقی کے واسطے قسم لیا جائیگی یہ محیط میں ہو۔ مریض نے اپنے وارث کے واسطے ایک غلام کا اقرار کیا اس نے کہا کہ میرا نہیں ہی بلکہ زید یعنی اجنبی کا ہو اور زید نے اسکی تصدیق کی پھر مریض مر گیا تو زید کو غلام دلایا جائیگا اور وارث اسکی قیمت ڈاڈ بھر جائیں گے اسکا حصہ اسکو ملے گا اسی طرح اگر وارث نے دوسرے وارث کے واسطے اقرار کر دیا تو غلام دوسرے کو دلایا جائے گا اور پہلے وارث پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ میراث قرار پاوے گی اور اس میں سے پہلے اور دوسرے کو حصہ ملے گا اور اگر میراث پر اس قدر قرض ہو کہ اسکے مال کو محیط ہو تو کل قیمت ڈاڈ بھر جائے گی اور کسی کا حصہ اس میں سے ساقط نہ ہوگا یہ کافی میں ہی۔ ایک مریض نے اپنا غلام اپنے بعض وارثوں کو ہبہ کیا اور موہوبہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور مریض کا سولے اسکے کچھ مال نہیں ہی پھر موہوبہ نے اقرار کیا کہ مریض نے مجھے ہبہ کر دینے سے پہلے اقرار کیا تھا کہ یہ غلام اس وارث کا وارث کا ہی اقرار کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کرنے سے پہلے اس دوسرے وارث کو ہبہ کیا تھا اور دوسرے نے اس امر میں اسکی تصدیق کی تو دوسرے کو اختیار ہو کہ اول سے غلام لے لے پس اگر دوسرے نے لیا پھر مریض اسی مرض سے مر گیا پس اگر یہ غلام قائم موجود ہو تو دوسرے سے لے لیا جائیگا اور وارثان میراث ہو کر بلو فرغ فی اللہ تعالیٰ کے انکو تقسیم کیا جائیگا اسی طرح اگر دوسرا شخص وارث نہ ہو اور میراث پر اس قدر قرض ہو کہ اسکے مال کو محیط ہو تو قرض اہوں کو اختیار ہو کہ جائین غلام اس کے قبضہ سے لیکر تقسیم کر لیں۔ اور اگر غلام دوسرے وارث کے ہاتھ میں ہو تو قرض اہوں کو اس صورت میں اختیار ہو اور باقی وارثوں کو پہلی صورت میں اختیار ہو کہ چاہیں تو پہلے وارث سے غلام کی قیمت کی ضمانت لیں یا دوسرے سے ضمانت لیں اور دوسرا پہلے سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر پہلے سے ضمانت لی تو وہ بھی دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہی ایسا ہی مسائل روایات میں اس کتاب میں مذکور ہیں اور بعض روایتوں میں یہ کہ پھر لے سکتا ہی۔ اور شارح نے فرمایا کہ باقی وارثوں کو یہ اختیار صرف اسوقت حاصل ہوگا کہ جب ان سے کوئی تصدیق یا نکذیب نہ پائی گئی ہو اور اگر انھوں نے تصدیق کی ہو تو صرف دوسرے سے ضمانت لے سکتے ہیں اور اگر انھوں نے نکذیب کی ہو تو اول سے ضمانت لے سکتے ہیں۔ اور یہ اسوقت ہی کہ دوسرے سے پہلے اول کی تصدیق کی ہو بخلاف نکذیب کی اور کہا کہ غلام میراث میں نہیں جاتا چوں کہ یہ کیا کہتا ہی تو غلام دوسرے کو میراث کیا جائیگا۔ اور جیسا اسوقت ہی کہ اول نے مریض سے لیکر غلام پر قبضہ کیا ہو اور پھر دوسرے کے واسطے اقرار کیا ہو اور

یہ شخص مالک  
نہایت دوسرے سے  
ہو گیا

ایسے ہی اگر اوروں نے مرین سے لیکر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اقرار کر دیا کہ مرین نے دوسرے کے واسطے اسکا اقرار کیا ہی قبل اسکے کہ میرے واسطے اقرار کرے پھر اگر دوسرے نے انکی تصدیق کی اور مرین سے لیکر غلام پر قبضہ کیا پھر مرین مر گیا اور اُس پر بہت قرضے ہیں اور غلام بعینہ دوسرے کے پاس قائم ہو تو اس سے لے لیا جائیگا اور قرضہ اہون میں تقسیم ہوگا اور اگر بعینہ قائم نہ ہو تو قرضہ اہون کو اختیار ہی چاہیے اول سے ضمان لین یا دوسرے سے ضمان لین اور اگر مرین پر قرضے نہ ہوں تو باقی وارثوں کو غلام لینے کا اختیار ہی اگر بعینہ قائم ہو یا تضمین کا اختیار ہی اگر مر گیا ہو یہ محیط میں ہی۔ اگر مرین نے اپنے قرضے کے بھر پانے کا اقرار کیا جو اسکا دوسرے شخص پر واجب تھا پھر اگر یہ قرضہ کسی مال کے عوض تھا مثلاً نقد دیا یا کوئی چیز فروخت کی جسکا ثمن مشتری کے ذمہ واجب ہوا یا ایسی چیز کا بدل ہو جو مال نہیں ہی جیسے مہر و بدل نفع و اسکے امثال پس اگر دین اسباب عوض مال کے واجب تھا اور قرضہ راہی شخص تھا تو بھر پانے کا اقرار صحیح ہو بشرطیکہ حالت صحت میں واجب ہوا خواہ مرین پر حالت صحت کا قرض ہو یا نہ اور اگر حالت مرض میں دوسرے پر یہ قرض واجب ہوا ہی تو بھر پانے کا اقرار مرین کے قرض خواہ صحت کے حق میں صحیح نہیں ہی جبکہ مرین پر صحت کا قرضہ ہو یہ ذیرو میں ہی۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ اُس دین کا وجوب حالت صحت میں گواہوں سے یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہوا ہو اور اگر فقط مرین و قرضہ دار کے قول سے ثابت ہوا مثلاً مرین نے کسی خاص شخص سے کہا کہ میں نے اپنی صحت میں یہ غلام تیرے ہاتھ اس قید دامون کو بچکر قبضہ کر دیا تھا اور دام بھر پانے سے اور مشتری نے اسکی تصدیق کی اور یہ صرف ان دونوں کے قول سے معلوم ہوا پس اگر غلام مشتری کے پاس یا بائع کے پاس وقت اقرار کے بعینہ قائم ہو یا وقت اقرار کے ہلاک ہو گیا ہو مگر اول مرض میں اُسکا زخمہ قائم ہونا معلوم ہو یا ہلاک ہو گیا ہو مگر یہ معلوم نہ ہوتا ہو کہ مرین کی حالت مرض میں مر رہا ہی یا حالت صحت میں مر رہا ہی تو ان سب صورتوں میں اگر صحت کے قرض خواہ مرین کی اس بارہ میں لینے دام بھر پانے میں تذبذب کریں تو مرین کا اقرار بھر پانے کا صحیح نہیں ہی اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ غلام حالت صحت میں مر رہا ہی تو اقرار مرین صحیح ہی۔ اور اگر دین کسی وارث پر واجب تھا اور مرین نے وصول پانے کا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہی خواہ حالت مرض میں واجب ہوا ہو یا حالت صحت میں واجب ہوا ہو اور خواہ مرین پر حالت صحت کا قرضہ ہو یا نہ ہو۔ اور اگر قرضہ ایسی چیز کے عوض واجب ہو جو مال نہیں ہیں اگر قرضہ راہی ہی تو مرین کا وصول پانے کا اقرار صحیح ہی خواہ قرضہ حالت مرض میں واجب ہو یا حالت صحت میں واجب ہو اور خواہ مرین پر حالت صحت کا قرض ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ایسا قرضہ کسی وارث پر واجب ہوا ہی تو مرین کا اقرار استیفاء صحیح نہیں ہی خواہ یہ قرضہ حالت مرض میں واجب ہو یا حالت صحت میں واجب ہو ہو کذا فی الھبط۔ اگر مصدر مرض نے اقرار کیا کہ جو میری ودیعت یا عاریت یا مقاربت میرے وارث کے پاس تھی میں نے وصول کر لی ہی تو اسکی تصدیق لیجاوگی یہ بسوٹا میں ہی۔ اور اگر مرین نے اقرار کیا کہ میں نے موہوب لے سے اپنا ہبہ واپس لیا تو تصدیق کیجاوگی اور موہوب لبر ہی ہو جائیگا اسی طرح اگر بیع فاسد میں بیع یا مال مضموب یا رہن واپس لینے کا اقرار کیا تو صحیح ہی اگرچہ اُس پر صحت کے قرضے ہوں اور اگر ان سب صورتوں میں اپنے وارث سے واپس لینے کا اقرار کیا تو تصدیق کیجاوگی یہ محیط مشتری میں ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے بیع میں فرمایا کہ اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزارہم صحت میں واجب ہووے جن پر چھ ہبہ وہ بیا ہو تو اقرار کیا کہ ہزارہم میرے قبضہ میں ہیں یہ میرے قرضہ راہی مکاتب کی ودیعت میں اور یہ ہزارہم ہی ہیں جیسے مرین کے دوسرے پر واجب ہیں پھر مرین مر گیا اور اُس پر صحت کے قرضے ہیں اسکے قرضہ اہون نے مرین کے اقرار سے انکار کیا کیونکہ قرضہ مرین کا اسکے اقرار میں تصدیق کیجاوگی اور ہزارہم ودیعت کے قرضہ اسکے قرضہ کا ہبہ لا ہوا کیجاوگی مکاتب

طالع مال  
وہودت سے  
مکاتب کی وضوح  
بچکر قبضہ کر دیا تھا اور

بعض انکے آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر یہ دم ودیعت کے لئے کھرے ہوں جو مریض کے دوسرے بوجہ ہر تہی اقرار صحیح  
 ہی پس اگر مقررہ نے کہا کہ میں کھرے دم واپس لوں گا اور جسے اُسکے چاہئے میں وہ دیگا تو اسکو اختیار نہیں ہوگی کہ زیادہ  
 کے اقرار کی صحت نہیں ہوئی ہے۔ اور اگر ہزار دم زیور ودیعت کا اقرار کیا کہ میرے پاس میرے قرضدار سے یا مکاتب کی  
 ہیں اور قرضدار پر دم کھرے چاہئے ہیں تو مریض کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور یہ دم مریض کے قرضخواہوں کو تقسیم کیے جاویں گے اور  
 مریض کا قرضدار مکاتب اس کے قرضہ کی بابت ماخوذ ہونگے۔ اس طرح اگر اقرار کیا کہ یہ سو دینار جو میرے پاس ہیں میرے  
 قرضدار یا مکاتب کی ودیعت ہیں یا کسی مقبوضہ باندی کے اس طرح ودیعت ہونے کا اقرار کیا پھر دیکھا اور مرگے وقت تک یہ  
 ودیعت اس کے پاس قائم تھی یا نہیں معلوم باندی اُسے کیا کی تو اقرار باطل ہی اور اگر مریض نے کہا کہ میں نے یہ ہزار دم نہرہ اپنے  
 قرضدار یا مکاتب سے اپنے حق کے ادا میں لے لیے ہیں یا یہ دینار اپنے ادا سے حق میں لے لیے ہیں یا یہ باندی اپنے حق کے  
 عوض خرید لی ہیں اگر قرضدار مکاتب نے اسکی تکذیب کی اور دونوں نے کہا کہ ہمیں اسکا قرضہ ویسا ہی ہے چیزیں ہمارے  
 ہیں تو مریض کا اقرار باطل ہو گیا اور یہ چیزیں مریض کے قرضخواہوں کو حصہ کے موافق تقسیم کر دیا ونگی اور قرضدار مریض کو  
 یہ اسکا قرضہ جالہ باقی رہیگا اور اگر مریض کے اقرار کی قرضدار مکاتب نے تصدیق کی تو باندی ودیناروں میں دیکھنا چاہیے کہ اگر  
 باندی ودیناروں کی قیمت مریض کے قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو اقرار صحیح ہی اور اگر کم ہو مثلاً قرضہ ہزار دم اور قیمت کے  
 پانچ سو دم ہیں تو باندی کی قیمت قرضدار یا مکاتب سے کہا جائیگا کہ مریض نے بقدر پانچ سو دم کے غاباۃً کی ہے اور مکاتب مریض  
 قرضدار سے صحیح نہیں ہے لہذا اگر تجھے بیع منظور ہو تو اسکا باقی حق پانچ سو دم دیکر لو اگر دے ورنہ بیع نوڑ دے اور اسکا پورا حق  
 ادا کر دے اور باندی واپس لے اور درہم نہرہ کی صورت میں مکاتب یا قرضدار کو اختیار نہ دیا جائیگا کہ چاہے نہرہ لیکر کھرے  
 واپس کرے یا نہرہ چھوڑ دے اور بقدر نقصان کے ڈانڈ بھرے بلکہ کہا جائیگا کہ نہرہ واپس لے اور کھرے واپس دے اور  
 کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر دینار اس دین سے کم ہوں تو مکاتب کو نیا دیا جائے گا یا نہیں اور فقہیہ بوکرانی نے  
 ذکر کیا کہ خیار دیا جائیگا اور یہی اصح ہے پھر اگر غریب یا مکاتب نے بیع توڑنا اختیار کیا تو دینار و باندی اسکو واپس کیجوانے کی یہ  
 محیط میں ہے۔ اگر غلام تاجر نے ایسے قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو اسکا اُسکے مالک پر تھا پس اگر غلام مقروض ہو  
 تو جائز ہے اور اگر قرضدار ہو تو جائز نہیں اسی طرح اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ سے اپنا قرض وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ وہ  
 مریض تھا پھر مر گیا اور اس پر قرض ہی اور مولے اس کا وارث ہو تو اس کا اقرار باطل ہی اور اگر اس پر قرض نہ ہو اور اسکا  
 مولے پر طعام آتا ہو اور مال کتابت اس کا دم میں اور اس نے اقرار کیا کہ میرا جو طعام مانج مولیٰ پر آتا تھا وہ میں نے  
 وصول پایا ہے پھر مر گیا اور اس قدر چھوڑ گیا جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے اس اگر سوائے مولے کے کوئی اس کا وارث نہ ہو  
 تو اقرار صحیح ہو اور اگر سوائے مولے کے اس کا کوئی دوسرا وارث ہو تو بھی اس کے اس اقرار میں تصدیق کیجاوگی اور  
 اگر اس پر قرضہ ہو جو اس کے مال کو محیط ہو تو اسکی تصدیق نہ کیجاوے گی یہ بنسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے مریض کے  
 لیے اقرار کیا کہ میں نے اسکے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا قتل کیا ہے پھر مریض نے ارش وصول پانے کا اقرار کیا تو صحیح جیسا  
 طرح اگر قاضی نے مولیٰ کے مرض میں اسکے غلام کو مہل قتل کیا اور مولیٰ نے اس سے کسی قدر مال پر صلح گھبرائی اور یہ صلح  
 صلح وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز ہے۔ ماویٰ میں لکھا ہے۔ اگر مریض نے شوہر سے اپنے تمام نہرہ وصول پانے کا اقرار کیا  
 حالانکہ مریض پر صحت کا قرض ہی پھر شوہر کے طلاق دینے سے پہلے اسی مرض میں مر گئی تو اسکا اقرار صحیح نہیں ہے اور

صحیح نہیں ہے  
 دوسرے قرضہ کی



شوہر کو مکم کیا جائیگا کہ اسکا مہر دوسے کہ وہ اس کے قرضہ اپون میں موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر شوہر نے دخول سے پہلے اسکو طلاق دیدی پھر اسنے اپنا مہر وصول پانے کا اقرار کیا پھر ای مرض میں مرگئی تو اسکا اقرار صحیح ہی ہے اگر شوہر نے کہا کہ میں قرضہ اپون کے ساتھ نصف مہر میں شریک ہوں تو نہیں ہو سکتا یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر اگر صحت کے قرضہ اپون کے قرضے ادا کرنے کے بعد اگر اس عورت کے مال سے کچھ باقی رہا تو اس میں سے شوہر اپنا ادا مہر لے لیگا۔ اور اگر شوہر نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہے پھر اسکو طلاق بائن یا بھی دی پھر عورت مریض ہوئی اور اسنے اپنا تمام مہر وصول پانے کا اقرار کیا پھر مدت گزرنے کے بعد مرگئی تو اقرار صحیح ہوگا اگر مدت گزرنے سے پہلے مرگئی تو صحیح نہیں ہوا وجہ اس صورت میں مہر وصول پانے کا اقرار صحیح نہوا تو صحت کے قرضہ اپنے قرضے وصول کرینگے پھر اگر کچھ بچ رہا تو مہر کی طرف دیکھا جائیگا اور شوہر کی میراث کی طرف نہ جو اس سے ملی ہو دیکھا جائیگا جو دونوں میں سے کم ہو وہ شوہر کو دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی عورت سے کچھ مال پر قطع کیا حالانکہ خود مریض ہی پھر اسکی مدت گزرنی اور مریض نے اقرار کیا کہ میں نے ہل قطع عورت سے وصول پایا ہو اور اس پر کچھ قرض مابیت صحت یا مرض کا نہیں ہے تو اقرار صحیح ہے۔ مہر میں سے ایک مریض پر صحت کے قرضے ہیں اس سے زید نے ایک غلام حالت مرض میں مہر میں غصب کر لیا اور وہ زید کے پاس مرگیا یا بھاگ گیا اور قاضی نے مریض کے نام ماصب پر قیمت کی ڈگری کر دی اور مریض نے اقرار کیا کہ میں نے یہ قیمت ماصب سے وصول پائی تو بدو گواہوں کے اسکی تصدیق نہ کیا جاسے گی۔ اور اگر غصب کرنا مریض کی مات صحت میں واقع ہوا پھر مریض ہوا حالانکہ غلام ماصب کے پاس بجینہ قائم ہے پھر بھاگ گیا یا مر گیا اور قاضی نے اسے قیمت کی ڈگری کر دی پھر مریض نے اسے وصول پانے کا اقرار کیا پس اگر غلام مر گیا یا بھاگنے سے لوٹ کر نہیں آیا تو تصدیق کیا جائیگی بشرطہ اس قرضہ کے جو صحت میں واجب ہوا ہو اور اگر غلام بھاگنے سے لوٹ آیا تو اسکا اقرار صحیح نہیں ہے۔ اور اگر غصب اور ضمان کا حکم دونوں حالت صحت میں واقع ہوئے اور مریض نے ضمان وصول کرنے کا اقرار طاعت میں کیا تو اسکی تصدیق کیا جائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک مریض نے ایک غلام ہزار کی قیمت کا جسکے سوا سے اسکا کچھ مال نہیں ہے دو ہزار کو فروخت کیا اور اس پر صحت کے بہت سے قرضے ہیں پھر اسنے تمام قرضے وصول پانے کا اقرار کیا پھر مر گیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکا کچھ اقرار صحیح نہیں ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے دوبارہ قرضہ ادا کرے یا بیع توڑ دے پس اگر اسنے دوبارہ قرضہ دینا اختیار کیا تو وہ قرضہ اپان صحت کو دیا جائیگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ قیمت سے بمقدار زیادہ قرضہ ہو اسکی بابت مریض کے قول کی تصدیق ہوگی اور بقدر قیمت کے مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے دوسرے ایک ہزار درم ادا کرے یا بیع توڑ دے اور غلام قرضہ اپون کے واسطے فروخت کیا یا بیگا اور امام اعظم رحمہ کا قول مذکور نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے انکا قول امام ابو یوسف رحمہ کے قول کے موافق ذکر کیا ہے یعنی مثل قول امام ابو یوسف رحمہ کے ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے ایک شخص نے اپنا غلام اپنی صحت میں زید کے ہاتھ فروخت کر دیا اور مشتری نے اسے قبضہ کر لیا پھر مال مریض ہوا اور اس پر طاعت صحت کے قرضے ہیں اور اسنے اقرار کیا کہ میں نے قرضے وصول پایا ہے یہاں تک کہ اسکا اقرار قرضہ اپان صحت کے حق میں صحیح ہو گیا پھر اپنے مرض میں مر گیا اور مشتری نے غلام میں مہر یا بیکم قاضی اسکو واپس کیا تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضہ اپان مہر کے ساتھ باقی اموال مہر میں شریک ہو ولیکن غلام کو اپنے دام وصول کرنے تک روک سکتا ہے۔ پس غلام فروخت کیا جائیگا اور اس کے قرضے کا مشتری باقی قرضہ اپون سے زیادہ حقدار ہوگا لینے سے لیگا پھر جب غلام فروخت کیا گیا تو اس کا قرضہ مشتری کو ادا کر دیا جائیگا اور اگر آئین سے کچھ بچا تو وہ باقی قرضہ اپان مہر کو دیا جائیگا اور اگر مشتری کے حق سے اس کا

لکھا ہے کہ اگر  
سوا سے زیادہ

ثمن کم ہوا تو مشتری کو باقی مال مبت سے بیکر دوسرے قرض خواہ اپنا باقی حق نے میں کچھ نہ ملیگا اور اگر اُنکے لینے کے بعد کچھ بچا تو آئین سے مشتری باقی حق لے سکتا ہے۔ اور اگر مشتری نے اپنے دامون کے واسطے غلام کو نہ روکا بلکہ مرئیں کو تنگی زندگی میں یا اُسکے وصی کو اُسکے مرنے کے بعد بکرم قاضی دیدیا تو غلام کے ثمن میں اُسکا مقدم ہونا باطل ہو گیا لیکن اپنے پورے دام وصول کرنے میں اُسکا حق باطل نہ ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مرئیں نے اپنے وارث کو کچھ دم دیے مگر اُسکے کسی قرض خواہ کو داد کرے پس وارث نے کہا کہ میں نے اُسکو دیے اور قرض خواہ نے اُسکی تکذیب کی تو وارث کی اس باب میں تصدیق کیجاو گی کہ وہ خان سے بری ہے خواہ مرئیں اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے لیکن وارث کے قول کی تصدیق قرض خواہ کے حق باطل ہونے میں نہ کیجاو گی۔ اور اگر اُسکو اپنے قرض وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قرضہ کسی اجنبی پر چھو پس وارث نے کہا کہ میں نے وصول کر کے مرئیں کو دیدیا تو اُسکی تصدیق کیجاو گی اور قرضدار بری ہو گیا۔ اور اگر اپنی متاع فروخت کرنے کے واسطے وارث کو وکیل کیا اور مرئیں پر کچھ قرض نہیں ہے پھر وہ متاع موافق اُسکی قیمت کے گواہوں کے سامنے فروخت کی پھر مرئیں کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد کہا کہ میں نے دام وصول کر کے مرئیں کو دیدیا یا فاعل ہو گئے تو اس کی تصدیق کیجاوے گی اور اگر کہا کہ میں نے متاع فروخت کی اور ثمن وصول کیا اور وہ فاعل ہو گیا پس اگر متاع تلف ہو گئی اور خریدار معلوم نہ ہو تو اس کی تصدیق کیجاو گی خواہ مرئیں زندہ ہو یا مرگیا ہو۔ اور اگر متاع قائم ہو اور خریدار معلوم ہو اور وہ اسکا مقبوض اور مرئیں پر قرضہ نہیں ہے تو بھی وارث کی تصدیق کیجاو گی بشرطیکہ مرئیں زندہ ہو اور اگر مرئیں پر قرضہ ہو تو وارث کی تصدیق نہ کیجاوے گی۔ اگر مرئیں اس امر میں اُسکی تصدیق کرے اور اگر مرئیں مرگیا ہو اسوقت وارث نے یہ اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہے۔ بسوا میں یہ زیادہ محرم و ہزار دم قرضہ میں اور ایک وارث اُسکا کفیل ہے یا قرضہ وارث پر ہے اور کوئی اجنبی اسکا کفیل ہے خواہ بکرم وارث کفیل ہو یا بدون اُسکے حکم کے کفیل ہے پھر یہ جاری ہوا اور کسی ایک سے دونوں میں سے وصول پانے کا اقرار کیا تو باطل ہے اور اگر اجنبی کو بدون وصول پانے کے بری کر دیا پس اگر اجنبی اصل ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر کفیل ہو تو تہائی مال سے بری کرنا صحیح ہے پس اگر میت کا استدلال ہو کہ جسکی تہائی یہ قرض ہوتا ہے تو صحیح ہے اور اگر کفیل سے کچھ مواخذہ نہیں ہو سکتا ہے اور قرض وارث پر جائے باقی رہ گیا اور اگر میت کا سوا اس قرضہ کے کچھ مال نہ ہو تو اس کے تہائی سے بری کرنا صحیح ہے اور باقی دہ تہائی کیواسطے وارثوں کو اختیار ہے یا بن اصل سے اور یا بن کفیل سے میں اور ایک تہائی جس سے کفیل کو بری کیا ہو وہ فقط اصل سے لے سکتے ہیں۔ اور اگر وارث کو بری کیا تو کسی مال میں صحیح نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے کسی اجنبی سے بنے وارث کی طرف سے باحسان ادا کیا ہے وصول پایا یا اُسکی طرف سے کسی اجنبی نے حوالہ قبول کر لیا یا اُسکو کسی شخص نے اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اُسے اس موکل کے بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا پھر موکل بیا رہا پس اسنے اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے سے ثمن وصول پایا یا وکیل نے وصول کر کے موکل کو دینے کا اقرار کیا تو تصدیق نہ کیجاو گی پس اگر وکیل ہی مرئیں ہوا اور یہ کہ صحیح ہو تو اُسکی تصدیق کیجاو گی اور اگر موکل نے نکار کیا پس اگر مشتری دونوں کا وارث ہو اور وہ دونوں مرئیں ہوں تو وکیل کی تصدیق نہ کیجاو گی اور اگر فقط وکیل کا وارث ہو اور موکل کا ہو اور وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے وصول کر کے موکل کو دام دیا ہے میں یا میرے پاس تلفت ہو گئے تو تصدیق کیجاو گی اور اگر فقط وصول کر کے اقرار کیا تو تصدیق نہ ہو گی۔ اور اگر کفیل نے مرئیں کو دوسرے پر قرضہ کا حوالہ کیا اور مرئیں اور محتال بلیہ نے قبول کر لیا پھر مرئیں مرگیا پس اگر حوالہ مطلق ہو تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر حوالہ بشرط ملے کفیل دونوں اصل ہو پس اگر کفیل ہی وارث ہو تو بھی صحیح نہیں ہے اور اگر اجنبی کفیل ہو تو تہائی مال سے صحیح

بشم اقوال و مرئیں

ہو پس وارثوں کو اختیار ہو گا کہ چاہیں حوالہ کو جائز رکھیں یا توڑ دیں اور اگر جائز رکھا تو اختیار ہی چاہیں قرضہ متحمل علیہ سے وصول کریں یا صیقل وارث سے لیویں اور اگر جائز نہ رکھا پس اگر میت کا استدرا ل ہو کہ یہ دین اسکی تسامی ہو تاہی تو قہر ہی حکم ہو اور اگر میت کا سوا سے ہزار درم قرضہ کے اور کچھ مال نہ ہو تو تسامی مال سے صحیح ہی اور وارثوں کو اختیار ہی چاہیں متحمل علیہ سے تسامی اور کفیل سے دو تسامی وصول کریں یا سب قرضہ وارث سے وصول کر لیں۔ اور اگر ملین نے قرضہ وصول پانچا اقرار نہ کیا اور نہ کفیل کو ہدی کیا اور نہ حوالہ قبول کیا لیکن ہزار درم یا سود یا یا ایک باندی مقبوضہ کا کفیل کی ودیعت ہونے یا اس سے غصب کر لیا اقرار کیا اور وقت موت تک بھینہ یہ چیزیں قائم ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ اسے باندی کو کیا کیا ہو تو اقرار باطل ہی پس اگر باندی محض معلوم نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ ملین اسی تجمل کے ساتھ مر گیا تو سپر ضمان واجب ہوگی پس قرضہ کا قصاص ہو جائیگا اور اگر وہ بچہ قائم ہو تو کفیل اسکو لے لیگا اور فروخت کر کے اسکو قرضہ میں اور لگایا بدون اسکے کہ اپنے کسی خاص مال کے فروخت کرنے کی مابت ہو اسطرح اگر ان سب کا صیقل کیو اسطے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض میں اپنے غلام کو مکاتب کر دیا اور اسکے سوا اسکا کچھ مال نہیں ایچر بدل کتابت وصول پانچا اقرار کیا تو تسامی میں جائز ہی اور دو تسامی قیمت کے واسطے مکاتب سب لگایا فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر بدل کتابت وصول پانچا اقرار کیا لیکن اپنے مقبوضہ ہزار درم یا سود یا یا باندی کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اسی میرے مکاتب کی ودیعت ہے اسے مجھے بعد کتابت کے ودیعت رکھنے کو دی ہے پھر مر گیا تو یہ اقرار لقمہ تسامی کے جائز ہی یہ محیط میں ہے۔ زید نے اپنے باپ عمر کو ہزار درم عمر کے مرض الموت یا موت میں ودیعت رکھنے کو بھائی کو ہاں دیے ہیں پھر جب وہ مرنے لگا تو اسے اقرار کیا کہ میں نے وہ ودیعت تلف کر دی ہیں یا تو ودیعت کے تلف کرنے کا اقرار کیا اور اسی پر چاہا یہاں تک کہ مر گیا تو یہ ودیعت اسکے مال میں زید کا قرضہ ہو گئی اور یہ ملین کا اپنے وارث کے واسطے اقرار کرنا نہیں ہے اور یہ ودیعت سے انکار کیا یا اقرار کیا کہ میں نے تلف کر دی پھر کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہو گئی یا میں نے زید کو واپس کر دی تو اس صورت میں اسکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا اور اسپر ضمان واجب ہوگی اگرچہ قسم کھائے اور یا اقرار کیا کہ میرے پاس سے ضائع ہو گئی یا میں نے واپس کر دی پھر جب اس سے قسم لی گئی تو تلف کر دینے کا اقرار کیا یا قسم سے نکول کیا تو اس صورت میں اس سے ضمان باطل ہو جائے گی اور اس کے ترکہ میں سے نہ بچا وے گی بلکہ فی التحریر شرح الجامع الکبیر للعلیمی۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص کے تین بیٹے ہیں اور اسکے قبضہ میں ایک داری پھر جب وہ مرنے لگا تو کہا کہ میں نے یہ دار اپنے اس بیٹے اور اس اجنبی سے ہزار درم میں خرید اہی اور دونوں بے قبضہ کر لیا ہے اور دونوں کو کچھ شے نہیں دیا ہے اور دونوں نے اسکے اقرار شرکت کی تصدیق کی پھر مر گیا اور اس دار کا ایک شیعی ہوا اور دوسرے دونوں بیٹے اس سب سے منکر ہیں تو یہ اقرار باطل ہے اور جب اقرار باطل ہوا تو وہ دار تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم ہو گا پھر اگر ضعیف آیا تو تسامی حصہ مقررہ کا جو اسکو ملا ہو تسامی میں لے لیگا اور تسامی میں اس بیٹے مقررہ اور اجنبی کے درمیان برابر تقسیم ہو گا ورنہ اگر بیٹے مقررہ کو کچھ مال اور بھی ملا ہو گا تو وہ بھی اس میں مل کر تقسیم کیا جائیگا یہاں تک کہ اسکو ادا نہ ہو کر ہر ایک کو پانچ سو درم مل جائیں۔ اور اگر اجنبی نے شرکت میں اسکی تکذیب کی مثلاً یوں کہا کہ میں نے نصف دار اسکے ہاتھ پانچ سو درم کو بچا ہوا باقی آدھا میں نہیں جانتا ہوں کہ گسٹا ہی اور میرے اور اس بیٹے کے درمیان کچھ شرکت نہ تھی اور بیٹے نے اپنے باپ کی اقرار شرکت میں تصدیق کی تو امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ صورت اور یہ اقرار کیا جائے اور شیعی تسامی دار تسامی میں لے لیگا اور تسامی میں اس بیٹے اور اجنبی کے درمیان برابر تقسیم ہو گا اور امام محمد رحمہ کے

نزدیک شفع دو تہائی دار ہائے - اتنا ہی اور اگر بیٹے نے اپنے باپ کے اقرار کی تکذیب کی اور اجنبی نے تعدین کی تو بھی  
 شیعین رحم کے نزدیک اقرار مریض باطل ہی مگر شفع بیٹے مقلد سے چھٹا حصہ دار کا چھٹے حصے میں ۷۰ جگا - اور نام محمد رحم کے  
 نزدیک اجنبی کے حق میں اقرار بیع ہی پس یوں حکم کیا جائیگا کہ اجنبی نے نصف دار مریض کے ہاتھ بچا پس شفع نصف میں  
 لے لیگا - اور باقی آدھا تینون بیٹوں کو برابر تقسیم ہوگا ہر ایک کو نکل کا چھٹا حصہ لیگا اور شفع اس صورت میں بیٹے مقلد سے  
 کچھ نہیں لے سکتا ہی یہ محیط میں ہی ایک مریض نے اپنی جو رو کے واسطے جسکو اُس نے اسکی درخواست سے طلاق دی ہی سودم  
 کا سواے مہر کے اقرار کیا اور وہ عورت اپنا مہر سب نے چکی ہو پھر اسکی عدت گزرنے کے بعد مر گیا اور ایک بھائی اور جو رو کی  
 سوت اور چالیس درم چھوڑے تو سب درم مطاقہ عورت کو ملیں گے اور اگر اسکی عدت گزرنے سے پہلے مر گیا تو چالیس کا آٹھواں  
 حصہ یعنی پانچ درم پاویگی یہ کافی میں ہو - اور اگر جو ہر نے بجائے چالیس درم کے ایک کپڑا قیمتی چالیس درم کا چھوڑا اور  
 کوئی اور مال نہ چھوڑا پس اگر عدت گزرنے سے پہلے مر گیا تو غیر مطاقہ کو اس کپڑے کا آٹھواں حصہ لیگا اور مطاقہ کو بقیہ یعنی ۳۵ درم کا  
 استحقاق نہیں ہو پس کپڑے کا آٹھواں حصہ پانچ درم کو فروخت کر کے عورت کو دیے جائیں گے لیکن اگر راضی ہو جائے کہ میں  
 آٹھواں حصہ کپڑے کا اپنے حق میں لوگئی تو بے شکتی ہو اور اگر اسکی عدت گزرنے کے بعد شوہر مر گیا تو کپڑا فروخت کر دیا جائے گا  
 اور تمام حق اسی کو دیا جائیگا یہ محیط میں ہو - ایک شخص کی موت قریب آئی اور اسکا ایک بھائی مان و باپ کی طرف سے ہی اور  
 ایک جو رو ہی اسنے تین طلاق کی درخواست کی اسنے دیدین پھر عورت کے واسطے سودم کا اقرار کیا اور وہ اپنا مہر پانچ درم  
 ہی اور ایک شخص نے واسطے تہائی مال کی وصیت کی پھر مر گیا اور ساتھ درم چھوڑے پس اگر بعد انقضاء عدت کے مرادی تو عورت  
 اپنے قرضہ میں پورے ساتھ درم لے لیگی اور اگر انقضاء عدت سے پہلے مر تو موصی کہ کو پس درم نکال دیے جائیں گے اگر مہر  
 دین وصیت سے مقدم ہوتا ہی پھر عورت کو باقی کی چوتھائی یعنی دس درم ملیں گے اور باقی تیس درم بھائی کے ہونگے اور اگر  
 بجائے ساتھ درم کے ایک ساتھ درم کا قیمتی کپڑا چھوڑا اور عورت کی عدت گزرنے سے پہلے مر گیا تو موصی کہ کو تہائی کپڑا اور  
 باقی عورت کے واسطے فروخت کر کے چوتھائی دیا جائیگا لیکن اگر اپنے حق میں چوتھائی مانقی لینے پر راضی ہو تو بے شکتی ہو  
 اور باقی بھائی کو ملیگا - اور اگر اس کی عدت گزرنے کے بعد مر تو مطاقہ کے حق کے واسطے کپڑا فروخت کر دیا جائے گا لیکن  
 اگر اپنے حق میں کپڑا لینا پسند کرے تو بے شکتی ہو موصی کہ کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اسکے اجنبی کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو  
 اور باقی مسئلہ کالہ رہے پس اگر عورت کی عدت گزرنے کے بعد مر تو عورت اس اجنبی کے ساتھ ترکہ میت میں حصہ دار  
 ہو کر دونوں اپنا دین پورا کر لینگے پھر اگر کچھ بچ رہا تو اسکی تہائی موصی کہ کو ملیگی اور باقی بھائی کا ہوگا اور اگر اسکی عدت  
 گزرنے سے پہلے مر گیا تو پہلے اجنبی کا دین ادا کیا جائے گا پھر اگر بچ رہا تو اسکی تہائی موصی کہ کو پھر باقی کی چوتھائی اور  
 عورت مطاقہ کے واسطے مسدود اقرار کیا ہو دونوں میں سے جو کم ہو وہ عورت کو دیا جائے گا اور باقی بھائی کو ملیگا  
 تحریر شرح جامع کبیر صیری میں ہے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا پھر اُس نے اپنے مرض میں مرنے کے واسطے ہزار درم  
 قرضہ کا اور اجنبی کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور اسکے ہاتھ میں ہزار درم تھے اُس نے بعض مال کتابت کے  
 ادا کر دیے پھر مر گیا اور کچھ مال اُس کے پاس نہیں ہو تو وہ ادا دمر اور ان ہزار میں سے دو تہائی مولیٰ کو اور ایک  
 تہائی اجنبی کو دیے جائیں گے اور اگر ہزار درم مولیٰ کو قرضہ میں دیے یا نہ دیے انکو چھوڑ کر مر گیا تو اجنبی کو ملیں گے کیونکہ  
 مکاتب جب مرے تو کوفی مال ادا سے کتابت سے لائق نہ چھوڑے تو بسبب مہر کے کتابت فسخ ہو جاتی ہی پس غلام کی

اگر قرضہ میں پورے ساتھ درم لے لیگی اور اگر انقضاء عدت سے پہلے مر تو موصی کہ کو پس درم نکال دیے جائیں گے اگر مہر دین وصیت سے مقدم ہوتا ہی پھر عورت کو باقی کی چوتھائی یعنی دس درم ملیں گے اور باقی تیس درم بھائی کے ہونگے اور اگر بجائے ساتھ درم کے ایک ساتھ درم کا قیمتی کپڑا چھوڑا اور عورت کی عدت گزرنے سے پہلے مر گیا تو موصی کہ کو تہائی کپڑا اور باقی عورت کے واسطے فروخت کر کے چوتھائی دیا جائیگا لیکن اگر اپنے حق میں چوتھائی مانقی لینے پر راضی ہو تو بے شکتی ہو اور باقی بھائی کو ملیگا - اور اگر اس کی عدت گزرنے کے بعد مر تو مطاقہ کے حق کے واسطے کپڑا فروخت کر دیا جائے گا لیکن اگر اپنے حق میں کپڑا لینا پسند کرے تو بے شکتی ہو موصی کہ کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اسکے اجنبی کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو اور باقی مسئلہ کالہ رہے پس اگر عورت کی عدت گزرنے کے بعد مر تو عورت اس اجنبی کے ساتھ ترکہ میت میں حصہ دار ہو کر دونوں اپنا دین پورا کر لینگے پھر اگر کچھ بچ رہا تو اسکی تہائی موصی کہ کو ملیگی اور باقی بھائی کا ہوگا اور اگر اسکی عدت گزرنے سے پہلے مر گیا تو پہلے اجنبی کا دین ادا کیا جائے گا پھر اگر بچ رہا تو اسکی تہائی موصی کہ کو پھر باقی کی چوتھائی اور عورت مطاقہ کے واسطے مسدود اقرار کیا ہو دونوں میں سے جو کم ہو وہ عورت کو دیا جائے گا اور باقی بھائی کو ملیگا



اور مولیٰ کا اپنے غلام پر کچھ قرضہ نہیں ہوتا ہی پس حق مولیٰ باطل ہوا یہ محیط سخری میں ہی۔ اور اگر مکاتب نے کوئی بیٹا چھوڑا جو حال مکاتب میں پیدا ہوا ہو تو یہ ہزار درم اجنبی لے لیگا اور مولیٰ اپنے قرضہ اور مال کتابت کیواسے اُسکے بیٹے کا دامنگیر ہوگا اور اگر مکاتب نے یہ ہزار درم اپنے مولیٰ کو اُسکے قرضہ مقربہ میں قبل موت کے ادا کر دیے پھر مراد اور ایک بیٹا چھوڑا جو حال کتابت میں پیدا ہوا ہو تو بھی اجنبی یہ ہزار درم مولیٰ سے لیگا اور مولیٰ اپنے قرضہ اور مال کتابت کے واسطے اُسکے بیٹے کا دامنگیر ہوگا اور جب مولیٰ کو اُس کے بیٹے نے قرضہ اور مال کتابت ادا کر دیا تو جو حکم اجنبی کے واسطے ہو چکا وہ نہ ٹوٹے گا اگرچہ دونوں قرضہ اس وقت موت میں برابر ہو گئے ہوں یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر کتابت کیا اور وہ غلام اس وقت صحیح تھا اور زید اجنبی نے اُسکو ہزار درم اُسکی صحت میں قرض دیے پھر مکاتب بیمار ہوا پس مولیٰ نے اُسکو گواہوں کے سامنے ہزار درم قرض دیے وہ اُسکے پاس سے چوری کیے اور اُس کے پاس ہزار درم تھے اُس نے مولیٰ کا قرض ادا کر دیا پھر مر گیا تو مولیٰ ان دہون کا حقدار زیادہ ہو ہی لیگا اگر یہ مکاتب نے کچھ اور مال نہ چھوڑا ہو تو شریعہ شرح جامع کبیر نصیری میں ہو ایک مکاتب کا اپنے مولیٰ پر حالت صحت کا قرض تھا اُس نے اپنے مرض میں اقرار کیا کہ جو کچھ میرا مولیٰ پر تھا میں نے وصول پایا یا ہی اور اس پر حالت صحت کے قرضہ میں اُس نے مرض میں اکا اقرار کیا پھر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اُسکے اُس اقرار کی تصدیق نہ کی جاوے گی جو مولیٰ کے واسطے کیا ہو یہ محیط میں ہی۔ مکاتب مریض نہ اجنبی کے لیے ہزار درم کا اقرار کیا پھر مر گیا اور ہزار درم چھوڑے اور مال کتابت اس پر تو اجنبی مال کتابت سے مقدم ہی یہ محیط نصیری میں ہو۔ اگر اپنے مرض میں مولیٰ کیواسے ہزار قرض کا اور ایسا ہی اجنبی کیواسے اقرار کیا یا پہلے اجنبی کیواسے پھر مولیٰ کے واسطے اقرار کیا پھر مراد اور ہزار درم چھوڑے تو پہلے اجنبی کو دیا جائیگا پھر باقی ہزار درم مولیٰ مال کتابت میں لیگا اور مکاتب آزاد ہو گیا اور جو اُسکے حیات کا آخر جز تھا اس میں آزاد ہونیکا حکم دیا جائیگا اور جو ہزار درم مولیٰ کیواسے بطریق قرض کے اقرار کیے ہوں وہ باطل ہو گئے اور اگر دو ہزار سے کچھ زیادہ چھوڑے تو باقی مولیٰ اپنے قرضہ میں لیگا بشکلیہ مولیٰ اُسکا وارث ہو شکیہ مکاتب کا کوئی منصبہ موجود ہو اور اگر مولیٰ اُسکا وارث ہو تو اُسکے حق میں اقرار باطل ہو اور زیادتی مولیٰ اور فرضخواہ کے درمیان تقسیم ہوگی اگر کوئی فرضخواہ ہو اور اگر نہ ہو تو مولیٰ کو منصبہ ہونے کی وجہ سے بیٹینگے یہ تقرر شرح جامع کبیر نصیری میں ہو اور اگر مکاتب کے پاس جسم بیمار ہو ہی سودینار ہوں اور اُس نے اقرار کیا کہ یہ میرے پاس میرے مولیٰ کے ودیعت ہے پھر کسی اجنبی کیواسے ہزار درم قرض کا اپنے اور اقرار کیا پھر مر گیا پھر ہزار درم اور وہ سودینار چکا اپنے مولیٰ کیواسے اقرار کیا ہی ترکہ چھوڑا تو پہلے اجنبی کا ترکہ ادا کرنا شروع کیا جائیگا پس ہزار درم اُسکو دیدیے جائینگے پھر دینار فروخت کر کے اولاد بدل کرنا بتا دیا جائیگا پھر اگر کچھ بچا تو یہ مال اقرار کی وجہ سے مولیٰ کو دیا جائیگا و لیکن اگر مولیٰ اُسکے وارثوں میں سے ہو یعنی سوا سے مولیٰ کے اُسکا کوئی وارث بھی ہو تو اس صورت میں بچا ہو مال میراث کے طور پر دیا جائیگا یہ محیط میں ہی۔ اگر اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولیٰ نے اُسکی صحت میں اُسکو ہزار درم قرض دیے پھر مکاتب مر گیا اور ہزار درم و آزادہ صورت سے آزاد اولاد چھوڑی تو مولیٰ کے نام ہزار درم کتابت کی ڈگری ہوگی اور غلام کی آزادی کی ڈگری یکساں ہوگی اور اس کی اولاد کی ولاد اس کی ولاد کے ساتھ ملانی یا وگی۔ پھر اگر مولیٰ نے کہا کہ میں یہ ہزار درم قرض میں رکھتا ہوں یا قرض ہو بدل کتابت میں رکھتا ہوں تو اُسکی بات پر انتفاع نہ کیا جائیگا اور اگر مکاتب نے ہزار درم سے زیادہ چھوڑے تو مولیٰ ہزار درم کتابت میں لیگا اور باقی کو اس قرض میں لے لیگا جسکا اُس نے اقرار کیا پھر اگر اس نے کچھ چھوڑا تو وہ اُسکی آزاد اولاد میں تقسیم ہوگا

مولا کی وصیت سے

یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور اس کے دو بیٹے آزاد بن گئے ایک کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور ہزار درم کا مولیٰ کے واسطے اقرار کیا اور دو ہزار درم چھوڑ کر مر گیا تو دونوں ہزار مولیٰ سے دیکھا اور اگر دو ہزار سے کم چھوڑے تو پہلے بیٹے کے قرضہ دینے سے شروع کیا جائیگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر مریض نے اپنے ایسے مریض میں جین وہ مر گیا معین ہزار درم کا اقرار کیا کہ میرے پاس قطر میں پھر مر گیا اور کچھ مال اس کے پاس سواے اس کے نہیں نکلا پس اگر وارثوں نے اس کے قول کی تصدیق کی تو یہ مال میراث ہو گا کہ باہم تقسیم کر لیں بلکہ اسکو صدقہ کر دیں گے اور اگر وارثوں نے اسکی تکذیب کی تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک تہائی میں افراز صحیح ہو وہ صدقہ کر دیا جائیگا اور دو تہائی میں صحیح نہیں ہے ہزار کی دو تہائی وارثوں کو میراث تقسیم ہوگی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک افراز مریض صحیح نہیں ہو پس کل میراث میں تقسیم ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص مرا اور اس کے تین بیٹے ہیں اس کے ایک پر ہزار درم قرضہ ہیں پس مریض نے حالت مرض میں اس کے وصول یا نہ کا اقرار کیا اور بیٹے قرضہ نے تصدیق کی اور اس کے ایک بھائی نے تصدیق کی اور تیسرے نے انکار کیا تو قرضہ دو تہائی سے بری ہو گیا ایک تہائی اپنا حصہ اور تہائی متصدق کا حصہ اور باقی ایک تہائی منکر کو دینا پڑیگی۔ اور اگر میت کے دو سرے ہزار درم بھی چھوڑے ہوں اور باہم تین حصہ کر کے انھوں نے تقسیم کیے تو ان میں سے ایک تہائی منکر کو ملیگی اور باقی دو تہائی جو متصدق و قرضہ کے باقی ہیں ان میں سے قرضہ دینا ایک تہائی اپنے قرضہ والی بابت جس کا منکر نے انکار کیا ہو لے لیگا اور باقی ایک تہائی متصدق اور قرضہ کے درمیان برابر تقسیم ہوگی۔ اور اگر مریض نے اپنے مریض میں اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام مثل قیمت پر اپنے غلام بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا اور مالیکہ میں صحیح تھا اور اسکا من و وصول کر کے اپنی حاجت ذاتی میں صرف کیا اور غلام اس کے سپرد کر دیا پھر اس نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہو پھر مر گیا اور مقررہ بیٹے نے اسکی تصدیق کی اور اس کے ایک بھائی نے تصدیق کی اور تیسرے نے تکذیب کی تو تہائی غلام کی مع باطل ہو گئی یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور دو تہائی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار ہو گا اگر اس نے بیع تمام کر دی تو دو تہائی نے لیوے اور ایک تہائی میں اپنے اور متصدق کے حصہ میں سے حرکت میں سے بھیر لے اور اگر فسخ کر دی تو غلام تینوں کو تین حصہ ہو کر تقسیم ہو گا اور مقررہ اپنا تمام میں اپنے اور متصدق کے حصہ میں سے غلام دو سرے مال سے وصول کر لیگا بشرطیکہ میت کا کچھ اور مال ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک بیع نہ ٹوٹتی لیکن تہائی میں پھیر دینا بہ کافی میں ہے۔ اور اگر بیع میں محاباة واقع ہوئی مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار تھی اور مریض نے اقرار کیا کہ میں نے اس لڑکے کے ہاتھ ہزار درم کو اپنی صحت میں بیچا ہے اور باقی مسئلہ کمال ہی تو بقیہ اس قول امام اعظم رحمہ کے یہ صورت اور صورت اولیٰ یکساں ہے لیکن صاحبین رحمہ کے نزدیک محاباة وصیت ہے اور وصیت کسی وارث کے حق میں جہوں اہانت باقی و وصیت کے جائز نہیں ہوتی ہے اور جب اس صورت میں منکر بیٹے کی طرف سے اجازت نہ پائی گئی تو غلام اس بیٹے مشتری کو بیوہ اس شخص کے جسکی باہم تصدیق کی ہے نہ دیا جائیگا پس اسکو اختیار ہو گا کہ بیع فسخ کرے یا تمام کرے پس اگر تمام کرنا اختیار کیا تو تکذیب کرنے والے لڑکے کے حصہ میں میں کو پوری قیمت تک بڑھاوے اس واسطے کہ اس کے حق میں وصیت نہیں جاری ہوگی بلکہ رہے ہوگی پس مشتری دو ہزار کی تہائی منکر کے واسطے دائرہ دیکھا آدمی ان میں سے حصہ محاباة اور آدمی حصہ میں ہوگی پھر مشتری نے بقدر غلام دیا ہے اسکا آدھا یعنی ہزار کی تہائی اپنے اور متصدق کے حصہ میں سے ایک ہزار کرے یہ واپس لیگا۔ اور اگر مقررہ بیع کیا تو غلام تینوں میں تین حصہ برابر ہو کر تقسیم ہو گا پھر مشتری اپنا تمام میں اپنے اور متصدق کے حصہ میں سے پورا کر دیکھا پھر اگر مشتری نے یوں کہا کہ میں فقط منکر کے حصہ کی بیع توڑتا ہوں تو اسکو یہ اختیار ہے اور اگر منکر کے حصہ کی بیع توڑ دی

صحیح  
تہائی  
کے حصہ میں

تو ثنائی میں اپنے حصہ اور صدق کے حصہ میں سے واپس لیگا یہ محیط میں ہی

**ساقوان باب**۔ مورث کے مرنے کے بعد وارث کے اقرار کے بیان میں۔ ایک شخص مگر یا اور ہزار درم اور ایک مین  
بھوڑا پس لڑکے نے کلام موصول میں بیان کیا کہ اس زید کے میرے باپ پر ہزار درم اور اس عمرو کے ہزار درم مین تو ہزار درم  
ترکہ کے دونوں کو برابر تقسیم ہو گئے اور اگر زید کے واسطے پہلے اقرار کیا پھر فاموش ہو رہا پھر عمرو کے واسطے اقرار کیا تو زید ہزار درم  
کا زیادہ حقدار ہی مینی اسی کو یہ ترکہ ملیگا پھر اگر یہ ہزار درم زید کو حکم قاضی دیدے تو عمرو کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر  
بدون حکم قاضی دیدے تو عمرو کے واسطے پانچ سو درم کا ضامن ہوگا اور اگر کلام موصول میں یوں اقرار کیا کہ زید کے  
میرے باپ پاس یہ ہزار درم ودیعت تھے اور عمرو کے سپر ہزار درم دین میں تو زید کو یہ ترکہ درم ملیگے وہ مقدم ہی اور اگر  
یوں کہما کہ عمرو کے میرے باپ پر ہزار درم مین اور یہ ہزار درم اسی کے پاس زید کی ودیعت مین تو دونوں باہم حصہ بانٹ  
کر بیٹے یہ بسوٹا مین ہی اور اگر وارث سے زید نے کہما کہ یہ ہزار درم ترکہ کے میرے تیرے باپ کے پاس ودیعت تھے اور عمرو نے کہما  
میرا تیرے باپ پر ہزار درم دین ہی پس وارث نے کہما کہ تم دونوں اس قول میں کچے ہو مینی اُسے دونوں کے واسطے اقرار کیا  
تو امام ابو حنیفہ دم نے فرمایا کہ دونوں اقرار صحیح مین اور ہزار درم دونوں مین برابر تقسیم ہو گئے اور صاحبین دم نے فرمایا کہ  
پورے ہزار درم ودیعت والے کو بیٹے اور عمرو کے واسطے اقرار صحیح نہیں ہی کذا فی المحیط اور اگر کہما کہ زید کے میرے باپ پر  
ہزار درم دین مین اور حکم قاضی زید کو ہزار درم دیدے پھر عمرو کے واسطے دوسرے ہزار درم اپنے باپ پر ہونیکا اقرار کیا تو  
امام محمد دم کے نزدیک اُسکے واسطے کچھ امین سے ضامن نہ ہوگا اور اگر پہلے کو ہزار درم بدون حکم قاضی دیدے تو دوسرے  
کیواسطے پانچ سو درم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کہما کہ زید کے میرے باپ پر ہزار درم مین نہیں بلکہ عمرو کے مین پھر حکم قاضی زید کو ہزار  
درم دیدے تو دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر بدون حکم قاضی دیدے تو عمرو کے واسطے اُسکے مثل ہزار درم  
کا ضامن ہوگا یہ محیط سنخی مین ہی۔ اگر ایک شخص مگر یا اور دو بیٹے اور دو ہزار درم چھوڑے پس ہر ایک نے ایک ہزار درم لینے  
پھر زید نے دونوں کے باپ پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور عمرو نے بھی ہزار درم کا دعویٰ کیا پھر دونوں نے ایک کیواسطے  
خاص اقرار کر دیا اور فقہاء ایک نے دوسرے کے واسطے اقرار کیا اور یہ دونوں اقرار متکا واقع ہوئے پس جسکے واسطے  
اقرار بدونوں نے اتفاق کیا ہو وہ ہر ایک سے پانچ سو درم لے لیگا اور دوسرا اس شخص سے جس نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہی  
باقی جو کچھ اُسکے قبضہ مین ترکہ رہا ہی یعنی پانچ سو درم لے لیگا اور اگر دونوں نے ان دونوں سے کچھ نہ لیا ہی تا تک کہ جسکے  
واسطے دونوں نے اقرار کیا تھا وہ ثابت ہو گیا اور جس کے واسطے ایک نے اقرار کیا وہ حاضر ہوا اور اس کو حاکم کے پاس  
لایا اور کہما کہ میرے اس کے باپ میت پر ہزار درم مین اور اس نے اقرار کیا ہی پس وارث نے اس کی تصدیق کی اور قاضی  
کو یہی خبر دی کہ مین نے دوسرے مین کے واسطے بھی اقرار کیا ہی تو قاضی اُسپر پورے ہزار کی ڈگری کرے گا پھر اگر دوسرا  
آیا اور اُسے دوسرے بھائی کو قاضی کے سامنے پیش کیا تو اُسپر بھی پورے ہزار کی ڈگری کیجاوے گی اور کوئی بھائی  
دوسرے بھائی سے کچھ نہیں واپس لے سکتا ہی۔ اسی طرح اگر میراث دینار ہوں یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو اور دین  
بھی اسی کے مثل ہو تو بھی یہی حکم ہوگا کذا فی المحادی۔ زید مگر یا اور اُسکے دو بیٹے چھوٹا عمرو اور بڑا خالد باقی رہے اور  
خالد دو غلام چھوڑے دونوں نے ایک ایک تقسیم کر لیا اور وہ دونوں غلام ہزار ہزار درم کے تھے پھر دونوں نے اقرار  
کیا کہ ہمارے باپ نے ہمیں ہمت مین یہ غلام جو عمرو کے پاس ہی آکر دیا تھا اور خالد نے اپنے مقروضہ غلام کے نسبت

لے زید کا  
پس ہزار درم  
دین مین ہی  
اور حکم قاضی  
زید کو ہزار  
درم دیدے  
تو دوسرے  
کے واسطے  
کچھ ضامن  
نہ ہوگا

بھی ایسا ہی اقرار کیا اور دونوں اقرار معاً واقع ہوئے تو غلام دونوں آزاد ہیں اور خالد عمر کو اپنے غلام کی آدمی قیمت کی ضمانت دے اور ایسا ہی حکم ولایت میں ہوا و اگر دونوں نے ایک کی نسبت شعیب کی ولایت ہونے کا اور فقط ایک نے دوسرے کی نسبت بکر کی ولایت ہونے کا اقرار کیا تو یہ صورت اور متفق کی صورت یکساں ہو اور اگر ترکہ دو ہزار درم ہوا اور ہر ایک نے ایک ایک ہزار لیا پھر ایک نے ایک شخص کے واسطے پانچ سو درم قرض کا اقرار کیا کہ میرے باپ پر تھا اور قاضی نے اُس پر پانچ سو کی ڈگری کر دی پھر دونوں نے ایک دوسرے شخص کے واسطے ہزار درم قرض کا اپنے باپ پر اقرار کیا تو ہزار کی دونوں پر تین تہائی ہو کر ڈگری ہوگی۔ اور اگر اول نے ہزار کا اقرار کیا اور سب کو قاضی قرض خواہ کو دیدیے پھر دونوں نے دوسرے کے واسطے ایک ہزار کا اقرار کیا تو جو ہزار درم منکر کے قبضہ میں ہوا اُسکے دینے کا حکم کیا جائے گا اور پہلا مقر کچھ خاص نہ ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اول سو درم دین کا اقرار کیا پھر ایک نے دوسرے قرض خواہ کے واسطے دوسرے سو درم کا اقرار کیا تو پہلے سو درم دونوں پر آدھے آدھے بڑھیکے اور اگر متفق علیہ قرض خواہ نے ایک ہی سے سو درم لے لیے تو وہ دوسرے سے اُسکے نصف لے لیگا اور اگر ایک نے پہلے کسی کے واسطے سو درم کا اقرار کیا پھر دونوں نے دوسرے کے واسطے سو درم کا اقرار کیا تو پہلا مقر اپنے مقر سے سو درم اُسکے مقبوضہ ترکہ سے لے لیگا اور میں سو درم پر دونوں نے بالاتفاق اقرار کیا ہو وہ دونوں کے مال سے لیا جائیگا اور انیس حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر قرض خواہ نے ایک ہی سے سو درم لے لیے تو وہ دوسرے بھائی سے بعد از اُسکے حصہ کے لے لیگا۔ اسی طرح اگر دونوں اقرار معاً واقع ہوئے تو جس نے سو درم کا اقرار کیا ہو وہ اُسی کے حصہ میں سے خاتمہ لے جائیگے اور سپرد دونوں نے اتفاق کیا ہو وہ انیس حصہ ہو کر دونوں سے لیا جائے گا یہ مسو طین ہیں۔ ایک شخص نے تین بیٹے زید و عمرو و بکر چھوڑے اور تین ہزار درم ترکہ چھوڑا اُسکو سب نے بانٹ لیا پھر خالد نے اُسکے باپ پر تین ہزار درم کا دعویٰ کیا اور زید نے سب کے دعویٰ میں تصدیق کی اور عمرو نے دو ہزار میں تصدیق کی اور بکر نے ایک ہزار میں تصدیق کی تو خالد ایک ہزار تینوں سے تین تہائی کر کے لے لیگا اور زید و عمرو سے ایک ہزار آدھا آدھا کر کے لے لیگا اور پھر زید سے جو کچھ اُسکے پاس باقی رہا وہ لے لیگا یہ امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک زید سے ہزار درم اور عمرو سے ہزار درم اور بکر سے تہائی ہزار لے لیگا اور یہ حکم سو وقت ہے کہ تینوں بیٹے اُسکو ایک بارگی ملے ہوں اور اگر متفرق ملے ہوں پس اگر بکر سے پہلے ملا تو اُس سے ہزار درم لے لیگا پھر اگر اُسکے بعد عمرو سے ملا تو اُس سے ہزار درم خیر سے لے لیگا ایسے ہی اگر زید سے اُسکے بعد ملا تو جو کچھ اُسے پایا ہی سب اُس سے لے لیگا۔ اور کرنا بہ میں یہ مذکور نہیں ہو کہ آیا عمرو و بکر متفرق سے یعنی خالد سے کچھ واپس لینگے یا نہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ بکر اُس سے دو تہائی ہزار درم و میں بکر نے اتفاق کیا جہاں کے لیکن عمر و امام محمد رحمہ کے نزدیک کچھ واپس نہ کر لیا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک چھٹا حصہ ہزار کا واپس لے لیگا یہ حکم سو وقت ہے کہ خالد پہلے بکر سے ملا ہوا اور اگر پہلے زید سے ملا تو اُس سے ہزار درم لے لیگا پھر عمرو سے ملا تو اُس سے ہزار درم لے لیگا اور پھر بکر سے ملا تو اُسکے مقبوضہ سے تہائی لے لیگا بشرطیکہ بکر اسکا مقر ہو کہ میرے دونوں بھائیوں نے خالد کو اپنے ہزار سے زیادہ کا اقرار کیا ہو اور اگر اس زیادتی کے اقرار سے منکر ہو تو خالد اُس سے کچھ نہیں لے سکتا جو پھر زید بکر سے کچھ نہیں واپس کر سکتا ہو اور ایسا ہی امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک چھٹا حصہ ہزار زیادتی کو واپس لے سکتا ہو اور بکر قرض خواہ سے چھٹا حصہ ہزار واپس کر لیگا۔ اور اگر اول عمرو سے ملا تو ہزار اُس سے لے لیگا پھر اگر بکر سے اُسکے بعد ملا تو اُسکا ہی حکم ہے جو سابق میں مذکور ہوا یعنی اُس سے لے سکتا بشرطیکہ وہ مقر ہو کہ دونوں بھائیوں نے ہزار سے زیادہ کا

تہذیبی ملکی جاسوم حلال  
۹۷۵



اقرار کیا ہی ورنہ نہیں لے سکتا ہی پھر اگر اول کے بعد زید سے ملا تو اس کے ہزار درم مقبوضہ لے سکتا ہی یہ محیطہ خیر میں ہی ایک شخص مر گیا اور دو بیٹے چھوڑے کہ ان کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہی اور نہ ہی پر ایک ہزار درم قرض چھوڑ گیا پس زید نے کہا کہ میت نے مجھے اپنی زندگی میں پانچ سو درم وصول کر لیے تھے اور ایک بیٹے نے اس کی تصدیق کی اور اس کا نام خالد ہی اور وہ اس نے عمر کی تصدیق نہ کی تو عمر کو اختیار ہی کہ زید سے باقی پانچ سو درم وصول کر لے اور خالد اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر زید نے پورے ہزار درم کا دعویٰ کیا کہ میت نے مجھے وصول کر لیے تھے اور خالد نے تصدیق اور عمرو نے تکذیب کی تو بھی عمرو اس سے پانچ سو درم لے سکتا ہی اور خالد زید سے کچھ نہیں لے سکتا ہی لیکن زید کو اختیار ہی کہ عمرو سے قسم لے کہ والدین نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ نے مجھے ہزار درم وصول کر لیے تھے پس اگر عمرو نے قسم کھالی اور پانچ سو درم زید سے لے لیے اور میت نے سواے ان ہزار درم دین کے اور ایک ہزار درم چھوڑے ہیں اور یہ درم دونوں بیٹوں نے باہم تقسیم کر لیے تو زید کو اختیار ہی کہ خالد سے جس نے اس کی تصدیق کی ہی اس کے ورثہ کے پانچ سو درم واپس کر لے یہ محیطہ میں ہی اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا زید نام اور ہزار درم چھوڑے ہیں ایک شخص عمرو نے میت پر ہزار درم قرضہ کا دعویٰ کیا اور زید نے تصدیق کر کے خواہ مخواہ قاضی یا دون حکم قاضی کے ہزار درم اس کو دیے پھر ایک شخص خالد نے میت پر ہزار درم قرضہ کا دعویٰ کیا اور زید نے اس کی تکذیب کی مگر پہلے قرضہ خواہ عمرو نے اس کی تصدیق کی اور خالد نے عمرو کے قرضہ سے انکار کیا تو اس کے انکار پر التفات نہ کیا جائیگا اور دونوں قرضہ خواہ ہزار درم قرضہ کے باہم برابر تقسیم کر لیں اور اسی طرح اگر دوسرے قرضہ خواہ نے تیسرے قرضہ خواہ کی تصدیق کی تو تیسرا قرضہ خواہ دوسرے کے مقبوضہ سے آدھا بانٹ لیگا لہذا فی الحالی

**آٹھواں باب مقررہ و مقررہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان میں**۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم ودیعت کے اور ہزار درم غصب کے لیے ہیں پھر ودیعت شائع ہو گئی اور وہ ہزار درم غصب کے باقی ہیں اور مقررہ نے کہا کہ نہیں بلکہ غصب تلف ہو گیا اور ودیعت باقی ہی تو مقررہ کا قول مقبول ہو گا یہ درم مقررہ سے لیگا اور ایک ہزار درم دوسرے ضامن سے لیگا اور اسی طرح اگر مقررہ نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے دو ہزار درم غصب کیے تھے تو بھی حکم جی ہو گا اور اگر مقررہ نے کہا کہ تو نے مجھے ایک ہزار درم ودیعت دیے اور میں نے تجھے ایک ہزار درم غصب کر لیے پھر ودیعت تلف ہو گئی اور غصب کے درم باقی رہے اور مقررہ نے کہا کہ نہیں بلکہ غصب کے تلف ہو گئے ہیں تو مقررہ کا قول مقبول ہو گا مقررہ اس سے ہزار درم لے لیگا اور زیادہ کچھ ضامن نہیں لے سکتا ہی یہ فتاویٰ قاضخانہ میں ہی زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم ودیعت دیے وہ تلف ہو گئے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے غصب کر لیے تھے تو زید ضامن ہو گا کیونکہ آٹھ ضامن کے سبب کا یعنی لینے کا اقرار کیا پھر ایسے امر کا دعویٰ جس سے ضمان سے بری ہو جاوے یعنی لینے کی اجازت کا دعویٰ کیا اور عمرو اس سے منکر ہو ایسے منکر کا قول قسم سے معتبر ہو گا اور زید پر سبب اس کے اقرار کے ضمان لازم ہوگی لیکن اگر عمرو قسم سے منکر ہو تو ضمان لازم نہ ہوگی کیونکہ اقرار اجازت کہ جو واقع ضمان ہی لازم آئیگا۔ اور اگر کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم ودیعت دیے تھے اور وہ تلف ہو گئے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے غصب کر لیے تھے تو زید ضامن ہو گا کیونکہ اس نے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا ہی بلکہ لینے کا اقرار کیا ہی وادیہ مقررہ ہی عمرو کا فعل ہی موجب ضمان زید پر نہیں ہو گا لیکن پھر اس پر ضمان کا دعویٰ کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس صورت میں منکر یعنی زید کا قول قسم سے معتبر ہو گا لیکن اگر زیاد صورت میں قسم سے منکر کرے تو اس پر مال لازم آئے گا کافی میں ہی ایک شخص نے دو ہزار ایک چار سو دوسرا اس سے آگے قادیسیہ تک کہ اس کے لیے اور دونوں کو لادنا قادیسیہ

مقررہ و مقررہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

میں لایا اور وہاں ایک ٹو مگر گیس مالک نے کہا کہ وہ مراہی کو کوٹنے جبرہ نک کر یہ کیا تھا اور تجھے رسکی ضمان دینی واجب ہے  
اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ مراہی جو کہ میں نے قادیہ تک کر یہ کیا تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور مستاجر سے ضمان بیگا یہ  
تحریر شرح جامع میرٹن ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم قرض دیے پھر تجھے لے لیے تو زید پر واجب ہوگا کہ یہ درم  
عمرو کو ویدے یتیمین میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کو ہزار درم قرض دیے تھے وہ اس سے وصول کر کے قبضہ  
کر لیے اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھے یہ مال لیا ہی حالانکہ ترا مجھ کو نہ تھا تو مجھے واپس کر دے تو زید کو واپس کر دینے پر مجبور کیا جائیگا مگر پہلے  
عمرو یہ قسم کھائے کہ زید کا مجھ کو نہ تھا اسی طرح اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم عمرو سے جو میں نے اسکو ودیعت دیے  
تھے یا ہبہ میں دیے تھے اسے پس عمرو نے کہا کہ میرا مال ہے تو نے مجھ سے لے لیا ہے تو زید پر واپس کرنا واجب ہوگا یہ ہبہ  
میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے یعنی عمرو سے ہزار درم خالد کی وکالت میں وصول کیے کہ خالد کے تجھے ہزار درم آتے  
تھے یا تو نے خالد کو ہزار درم ہبہ کیے تھے اسے تجھ سے یہ درم وصول کرنے کا وکیل کیا تھا میں نے اسے لے وصول کر لیے  
اور یہ درم اسکو ویدے تو زید ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے اپنے گھر میں اس عمرو کو بیا کیا تھا پھر اس سے  
کمال دیا اور اسے مجھے میرا گھر دیدیا اور عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا ہی تھا اسکا زید کا قول مقبول ہوگا اور عمرو کو گواہ پیش  
کرنے پائے ہیں یا امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ عمرو کا قول قبول ہوگا اور یہ قیاس ہے اور علی ہذا الخلاف  
اگر زید نے کہا کہ یہ ٹو میرا ہی میں نے عمرو کو عاریت دیا تھا پھر اس سے لیکر قبضہ کر لیا یا یہ کپڑا میرا ہی میں نے اسکو عاریت دیا  
تھا پھر اس سے لیکر قبضہ کیا تو یہ بھی مثل صورت سابق کے ہی اسی طرح اگر زید نے کہا کہ عمرو درزی نے میری یہ قمیص نصف درم  
میں سی دی اور میں نے اس سے وصول کر لی اور عمرو درزی نے کہا کہ یہ قمیص میری ہی میں نے تجھ کو عاریت دی ہے تو یہ بھی مثل  
صورت سابق کے ہی ایسے ہی اگر کوئی کپڑا رنگریر کو دیا اور یہ امتلاف واقع ہوا تو بھی ہی حکم ہوگا کفانی المہسواہ اور اگر درزی وغیرہ  
کے مسئلہ میں یہ نہ کہا کہ میں نے اس سے وصول کر لی ہے تو بالاتفاق واپس نہ کرے گا یہ محیط ستر میں ہے۔ اور اگر یہ بات معزوف ہو کہ  
یہ گھر یا کپڑا یا ٹو اسی زید مقرر کا ہی اور اسے کہا کہ میں نے عمرو کو عاریت دیا تھا پھر عمرو سے وصول کر لیا تو زید ہی کا قول قبول  
ہوگا یہ ہسواہ میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے عمرو کے گھر میں اپنا کپڑا رکھ دیا پھر اسکو لے لیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ضمان  
نہ ہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ضمان ہوگا یہ محیط ستر میں ہے اگر درزی نے کہا کہ یہ کپڑا زید کا ہی مجھے عمرو نے دیا ہے  
پھر دونوں نے اسکا دعویٰ کیا تو پہلے مقررہ یعنی زید کا ہوگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک عمرو کے واسطے کچھ ضمان نہ ہوگا  
اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ضمان ہوگا یہ محیط ستر میں ہے عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے کپڑا عاریت دیا ہے اور عمرو  
نے کہا کہ تو نے مجھے بٹا لیا ہے۔ تو زید کا قول قبول ہوگا اور یہ اس وقت ہو کہ اسے پہنا تھا اور اگر چہ لیا ہی اور ضمان  
ہو گیا تو ضمان ہوگا یہ علامہ شریف ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے یہ درہم ودیعت دیے ہیں اور عمرو نے کہا کہ تو نے  
مجھے قرض دیے ہیں تو زید کا قول مقبول ہوگا کفانی حراۃ العتقین اور اگر زید نے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم قرض دیے ہیں  
اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھے نصیب کر دیے ہیں تو زید ان دیون کا ضمان ہوگا لیکن اگر وہ درم ہبہ یا قلم ہوں تو عمرو  
اسکو بے سکتا ہی کفانی الحاقی۔ دیدنے عمرو نے کہا کہ یہ قلم جو میرے ہاتھ میں ہے تو اسے مجھے عاریت دیا ہے اور عمرو نے کہا کہ میں  
نے تجھے عاریت نہیں دیا ہے بلکہ تو نے مجھے نصیب کر لیا ہے پس اگر زید نے اس پر سواری نہیں لی تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور  
ضامن نہ ہوگا اور اگر سواری لی تو اسی کا قول قبول لیکن وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے اسکو ہبہ دیا ہے

۱۰۰  
۱۰۱  
۱۰۲  
۱۰۳  
۱۰۴  
۱۰۵  
۱۰۶  
۱۰۷  
۱۰۸  
۱۰۹  
۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰



نے کہا کہ یہ غلام تو تیرا ہی ہے میں نے تیرے ہاتھ اسکے سواے دوسرا فروخت کیا ہے تو زید پر مال لازم آوے گا کذا فی المبسوط اور اگر یوں کہا کہ یہ غلام کو میرا ہی میں نے تیرے ہاتھ نہیں فروخت کیا تو زید پر کچھ لازم نہ آوے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ میرا غلام ہی میں نے تیرے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہے تیرے ہاتھ میں نے دوسرا فروخت کیا ہے تو اسپر کچھ لازم نہ آوے گا اور اس کتاب کے آخرین مذکور ہے کہ امام اعظم رحمہ فرماتے تھے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لیا جائیگی اور یہی صاحبین رحمہ کا قول ہے کذا فی المبسوط اور یہی صحیح ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر دونوں نے قسم کھالی تو مال باطل ہو گیا کذا فی الہدایہ والکافی۔ اور اگر اس صورت میں غلام تیسرے شخص خالد کے قبضہ میں ہو پس اگر عمرو نے زید کی تصدیق کی اور عمرو کو یہ غلام زید کے سپرد کر دیا مگر یہ تو زید پر مال لازم آوے گا ورنہ نہیں کنا نے خلاصہ اگر زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے ایک چیز ہزار درم کو مول لی لیکن اسپر قبضہ نہیں کیا ہے تو بالاجماع زید کا قول قبول ہو گا یہ کافی میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے بنایا یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے دام نہیں پائے تھے داموں کی واسطے اسکو روک لیا تھا تو روکنے کا اسکو اختیار ہے اور اگر عمرو نے انکار کیا تو زید ہی کا قول قبول ہو گا یہ بین میں ہے زید نے کہا کہ عمرو کے ہزار درم قرض یا سو رکے دام مجھ پر آتے ہیں تو مال اسکے ذمہ لازم ہو گا اور سبب کے بارہ میں سچا نہ سمجھا جائیگا اگر عمرو نے اسے اس سبب سے تکذیب کی ہے خواہ اسنے یہ سبب اپنے اقرار سے ملکر بیان کیا ہو یا جدا بیان کیا ہو یہ امام اعظم رحمہ کا قول ہے اسبطرح اگر سو درم قرض یعنی جس کے سبب سے ہونیکا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر عمرو نے زید کے تمام قول کی مع سبب کے تصدیق کی تو بالاجماع کسی کے نزدیک اسپر کچھ لازم نہ آوے گا کذا فی الذخیرہ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھ پر حرام یا سود کے ہیں تو یہ درم اسپر لازم ہونگے اور اگر کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھ پر زور یا باطل کے ہیں پس اگر عمرو نے اسکی تصدیق کی تو اسپر کچھ لازم نہ ہو گا اور اگر تکذیب کی تو مال زید پر لازم ہو گا یہ بین میں ہے اگر زید نے کہا کہ مجھ پر ہزار درم ممنوع کے ہیں یا عمرو سے کہا کہ کو نے مجھے ہزار درم قرض دیے ہیں پھر کہا کہ یہ درم زیوف یا نہرو یا ستوق قریا حاصل ہیں یا کہا کہ یہ درم زیوف ہیں یا کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم زیوف ایک متاع کے دام ہیں اور عمرو نے کہا جیسا یعنی کھرے ہیں تو دام اعظم رحمہ کے نزدیک خواہ کھوٹے ہونا اقرار کے ساتھ ملکر بیان کرے یا جدا کر کے بیان کرے اسپر کھرے درم لازم ہونگے اور صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ملاکر بیان کیا ہے تو تصدیق کیا جائیگی اور اگر جدا بیان کیا تو نہ کیا جائیگی اور اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درم زیوف ہیں اور بیع یا قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو بعض نے کہا کہ اگر زیوف کو ملاکر بیان کیا تو بالاجماع تصدیق کیا جائیگی اور بعض نے کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ زید نے کذا فی الکافی۔ اگر وہ قبضہ یا ودیعت کے مال کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ درم نہرو یا زیوف تھے تو خواہ نہرو یا زیوف ہونے کو ملاکر بیان کرے یا الگ بیان کرے اسکی تصدیق کیا جائیگی اور اگر قبضہ یا ودیعت میں ستوق یا رصا میں ہونا بیان کیا ہے یا اگر ملاکر بیان کیا تو تصدیق کیا جائیگی اور اگر الگ بیان کیا تو تصدیق نہ کیا جائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ زید کے ہزار درم ممنوع کے مجھ پر ہیں یا کہا کہ زید نے ہزار درم مجھے قرض دیے ہیں یا کہا کہ وہ ودیعت دیے ہیں یا کہا کہ میں نے ہزار درم غصب کر لیے ہیں پھر کہا کہ مگر یہ درم استغناقص تھے پس اگر یہ کلام اقرار مذکور سے ملاکر بیان کیا تو تصدیق ہوگی ورنہ نہیں اور اگر جدا بیان کرنا سبب ضرورت انقطاع کے واقع ہو تو وہ بمنزلہ متصل بیان کرنے کے ہو کذا فی الکافی اور اسی پر فتوحی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے ہزار درم قبضہ کر لیے پھر کہا کہ ہزار درم زیوف تھے تو اسکا قول قبول ہو گا اور اگر ستوق بیان کیے تو قبول نہ ہو گا اور اگر زید نے کچھ نہ بیان کیا اور عمرو نے پھر اسے وارث نے کہا کہ یہ درم زیوف تھے

کذا فی المبسوط  
اور اگر عمرو نے  
کے تمام قول کی مع  
سبب کے تصدیق کی  
تو بالاجماع کسی  
کے نزدیک اسپر  
کچھ لازم نہ آوے  
گا



تو اسکی تصدیق نہوگی یہ ظہیر میں ہو۔ اور مضاربت اور غصب کی صورت میں اگر مقررہ مگر یا پھر اسکے وارثوں نے بیان کیا کہ یہ درم مضاربت یا غصب کے زیون تھے تو انکی تصدیق کیجا جائیگی کہ انافی المحیط اور یہی حکم ودیعت میں ہی ظہیر میں ہو۔ اگر زیون اپنی اور عمرو کی شرکت کے پانچ سو درم وصول کر لینے کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ درم زیون تھے تو اسکی تصدیق ہوگی خواہ ملاکر بیان کرے یا جدا بیان کرے اور اگر شرک یک لینا منظور کرے تو ان میں سے آدھے انکو ملینگے اور اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ مطلوب سے اپنے کھرے درم وصول کرے اور اگر اقرار سے الگ کر کے رصاص ہونا بیان کیا تو تصدیق نہ کیجا جائیگی اور شرک یک یعنی عمرو اس میں سے آدھے درم کھرے زید سے لینگا اور اگر ملاکر بیان کیا تو تصدیق کیجا وگی اور شرک یک کو کچھ نہ لینگا یہ عیضاً شری میں ہو۔ اور زیون دیون کے دعوے کرنے کی صورت میں اگر یہ کہا ہو کہ میں نے اپنا حق وصول پایا تو شرک یک کو اختیار ہوگا کہ اس سے اپنے حصہ کے نصف کھرے درم بھرے یہ محیط میں ہی اگر زیون نے کہا کہ عمرو کے ایک گریون بھیر شریع یا قرض کے ہیں پھر کہا کہ یہ گریون ردی ہیں تو خواہ ملاکر بیان کرے یا الگ کہے اس باب میں اسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح باقی کیلئے اور زنی چیزوں کا بھی یہی حکم ہو اور اس طرح اگر ایک گریون غصب کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ ردی تھے تو اسی کا قول مقبول ہوگا اسی طرح اگر کچھ طعام ایسا لایا کہ جو پانی پونچنے کے باعث سے متفن ہو گیا تھا اور ملاکر کہا کہ یہی میں نے غصب لیا تھا یا تو نے مجھے ودیعت دیا تھا تو بھی اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ تو نے مجھے طعام ودیعت دیا پھر ایک مسب دار غلام لایا اور کہا کہ یہی تو بھی اسی کا قول مقبول ہوگا یہ مسودہ میں ہو۔ اگر زیون نے اقرار کیا کہ مجھے عمرو کے دس پیسے قرض یا ضمن بیع کے ہیں پھر کہا کہ یہ فلوس کا سدہ ہیں کہ چکار رواج جاتا رہا ہی تو اسکی تصدیق نہوگی اسی طرح امام اعظم رحمہ کے نزدیک اگر ملاکر کا سدہ ہونا بیان کیا تو بھی تصدیق نہوگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک قرض کی صورت میں اگر ملاکر بیان کیا تو تصدیق ہوگی اور اسہ وہی پیسے واجب ہو گئے جو اسنے بیان کیے ہیں ولیکن بیع کی صورت میں اول قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق اسکی تصدیق نہ کیجا جائیگی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر ملاکر بیان کرے تو تصدیق کیجا جائیگی ولیکن اسہ بیع کی قیمت دینی واجب ہوگی۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے دس پیسے غصب کر لیے پھر کہا کہ یہ فلوس کا سدہ تھے تو تصدیق کیجا جائیگی اور ودیعت میں بھی یہی حکم ہو۔ اگر بیع سلم کے راس المال وصول پایا تو اقرار کیا پھر دعویٰ کیا کہ یہ درام زیون تھے تو اسکی صورت ہی کہ اگر اسنے یوں اقرار کیا کہ میں نے کھرے درم وصول پائے ہیں یا اپنا حق وصول پایا یا راس المال بھر لیا یا درام بھر پائے ہیں یا راس المال وصول پایا ہی تو پھر زیون ہونے کا دعویٰ مقبول نہوگا اور اگر صرف درم وصول پائے کا اقرار کیا ہی تو استحضار زیون ہونے کا دعویٰ قبول ہوگا یہ ظہیر میں ہو۔ اگر زیون نے اقرار کیا کہ عمرو کا مجھے بیعادی قرضہ ہی اور عمرو نے قرض ہونے میں اسکی تصدیق کی مگر معاد ہونے سے انکار کیا تو زیون ہی المال قرضہ ادا کرنا لازم آوے گا ولیکن عمرو سے معاد ہونے کے بابت قسم لیجا جائیگی یہ کافی میں ہو۔ اگر زیون نے کہا کہ عمرو کی دس مثقال پانندی مجھے آتی ہی پھر کہا کہ یہ پانندی سیاہ ہی یا کہا کہ عمرو کے ہزار درم مجھے آتے ہیں پھر کہا کہ یہ فلان نوع کے درم ہیں یا فلان شہر کے سکے کے ہیں جو وہاں رائج ہیں پس اگر بسبب غصب کے لازم آئے کا اقرار کیا ہی تو بالاجماع اسکے قول کی تصدیق کیجا جائیگی خواہ ملاکر بیان کرے یا جدا بیان کرے اور اگر ملاکر قرض یا ضمن بیع کے ہیں پس اگر جو درم اسنے بیان کیے ہیں وہ اس شہر کے نقود میں سے ہیں جہاں بیع یا قرض واقع ہوا ہی تو بھی بالاجماع اسکے قول کی تصدیق ہوگی خواہ ملاکر بیان کرے یا الگ بیان کرے اور اگر اس شہر کا نقد رائج یا نہیں یہی پس اگر اسنے اقرار سے جدا بیان کیے تو بالاجماع اسکی تصدیق نہوگی اور اگر ملاکر بیان کیے تو کتاب میں مذکور ہو کہ تصدیق کیجا وگی اور کچھ اختلاف مذکور نہیں ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب میں مذکور ہے صاحبین رحمہ کے نزدیک ہو

ملک میں ہونا  
اگر زیون نے  
اقرار کیا کہ  
یہ درم زیون  
تھے تو اسکی  
تصدیق ہوگی  
اور اگر ملاکر  
بیان کرے تو  
اسکی تصدیق  
نہوگی

اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکی تصدیق نہ کیا وگئی اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ جو کتاب میں مذکور ہے بالاجماع سب کا قول ہی  
یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھے دس درم ایک کر گھبون کی بیع سلم میں ٹھہرائے اور کہا کہ میں نے ان  
درم میں پر قبضہ نہیں کیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے اپنے قبضہ نہ کرنا اپنے اقرار سے ملاکر بیان کیا  
تو قیاساً اور استحساناً اسکی تصدیق کیا وگئی اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو استحساناً اسکی تصدیق نہ ہوگی اور مسلم فیہ یعنی ایک کر گھبون  
اسکے ذمہ لازم ہو گئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھے عمرو کے ہزار درم قرض یا میرے پاس ودیعت میں بھیج  
کہا کہ میں نے اپنے قبضہ نہیں کیا ہی تو زید ہزار درم کا ضامن ہو گا یہ خلاصہ میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم  
قرض دیے یا مجھے عطا کیے یا سلم میں دیے پھر کہا کہ میں نے اپنے قبضہ نہیں کیا پس اگر اس نے ملاکر بیان کیا تو قیاساً و استحساناً اسکی  
تصدیق کیا وگئی اور اگر جدا کر کے کہا تو استحساناً تصدیق نہ کیا وگئی۔ اور اگر کہا کہ تو نے مجھے ہر کہ دیے یا میری طرف قرض کیے اور کہا  
کہ میں نے اپنے قبضہ نہیں کیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکی تصدیق نہ ہوگی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر اس نے ملاکر  
بیان کیا تو تصدیق کیا وگئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم قرض کا معاملہ کیا مگر  
مجھے دیے نہیں پس اگر یہ کلام علیحدہ بیان کیا تو تصدیق نہ ہوگی اور زید ہزار درم کا ضامن ہو گا اور اگر ملاکر بیان کیا تو اسی کا  
قول قبول ہو گا اسی طرح اگر ملاکر یوں بیان کیا کہ تو نے مجھے ہزار درم عطا کیے یا بیع سلم میں دیے ہیں تو بھی یہی حکم ہے اور  
اگر یوں کہا کہ تو نے میری طرف ہزار درم دفع کیے یا نقد گن دیے اور میں نے انکو قبول نہیں کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے  
فرمایا کہ تصدیق نہ کیا وگئی اور وہ ضامن ہو گا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اسی کا قول مقبول ہو گا اور اسیر ضمان نہیں ہے  
اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم لیکر قبضہ کیا یا میں نے تجھے ہزار درم لے لیے ولیکن تو نے مجھے نہ چھوڑا کہ میں انکو  
لیجاؤں تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی وہ ہزار درم کا ضامن ہو گا یہ محیط میں ہی۔ زید نے کہا کہ مجھے عمرو کے سو درم گنتی  
سے ہیں یہ بعد اسکے کہا کہ وزن خمسہ یا ستہ کے ہیں اور یہ اقرار اسے کو فہ میں کیا ہی تو زید پر سو درم وزن سبغہ کے لازم  
آوے گئے یعنی جو کو فہ میں رائج ہیں اور اس سے کم وزن جو اسے بیان کیا غلط سمجھا جائیگا تصدیق نہ ہوگی ولیکن اگر ناقص نہ  
اپنے اقرار سے ملاکر بیان کرے تو اسی کا قول لیا جائیگا یہ بیسویں ہجری پھر اگر اسے یہ کلام اقرار سے جدا بیان کیا اور اس شہر  
کا رواج درم کا وزن سبغہ ہی بہانہ کہ اسکا بیان صحیح نہ ٹھہرا اور اس پر سو درم بوزن سبغہ لازم آئے تو یہ دم باعتبار وزن  
کے لازم آوے گئے نہ باعتبار عدد کے مگر اگر پچاس درم وزن سبغہ سے بوزن سو درم ہوں تو اسکا ذمہ چھوٹ جائیگا یہ محیط میں  
ہی۔ اور اگر شہر میں یا ہی خرید و فروخت کسی درم سے معروف ہی اور اس کے درمیان وزن بھی وزن سبغہ سے ناقص چلتا ہو تو اس  
باب میں اسکی تصدیق کیا جائیگی اور اگر اس نے اس وزن متعارف سے بھی کم وزن کا دعویٰ کیا تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی  
لیکن اگر اپنے اقرار سے ملاکر بیان کرے تو تصدیق کیا جائیگی اور اگر شہر میں فتوہ سندھ رائج ہوں پس اگر شہر میں کوئی نقد سب سے  
زیادہ چلتا ہو تو مطلق اقرار کی صورت میں وہی نقد قرار دیا جائیگا اور اگر کوئی نقد کسی سے زیادہ نہ چلتا ہو تو مطلق اقرار کی  
صورت میں جو سب سے کم ہو وہ نقد قرار دیا جائیگا اور اگر کوئی فہ میں کہا کہ زید کے مجھے سو درم پسند یا زید کے گنتی سے ہیں پھر کہا  
کہ میں ایک تو ایک کا نقصان ہی تو تصدیق نہ کیا جائیگی اور اگر کہا کہ زید کے مجھے سو درم پسند یا زید کے گنتی سے ہیں پھر کہا کہ میں نے  
تو یہ چھوٹے درم مراد لیے تھے تو اس پر سو درم وزن سبغہ کے اسبب ذمہ لازم آوے گئے لکن فی السوط

بہانہ  
بہانہ

نوان باب کسی شے کے کسی جگہ سے لینے کے اقرار کے بیان میں۔ اگر زید نے ایسے مکان میں سے ایک کپڑے

کے لے لینے کا اقرار کیا جو اسکے اور عمرو کے درمیان شریک ہی اور غروب نے آدھے کپڑے کا دعویٰ کیا اور زید نے انکار کیا تو زید ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر مکان کو کرایہ پر یا ماریت لیا ہو تو اسی کا قبل قبول ہوگا یہ عیضاً سخی میں ہو اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے بیت میں سے سو درم لے لیے ہیں پھر کہا کہ یہ درم میرے یا خالد کے تھے تو عمرو کے نام ڈگری ان سو درم کی ہوگی اور زید اسکے مثل سو درم خالد کو ڈاتا پھر نکلا اگر اسکے واسطے اقرار کیا ہو اسی حاج اگر اگر کہا کہ میں نے عمرو کے صندوق یا کبیرہ میں سے ہزار درم لے لیے یا اسکی گٹھری میں سے کپڑا لیا یا اسکے کھٹون میں سے ایک کرگھوٹ لے لیے یا عمرو کے خیل سے ایک کرچھو مارا ہے یا عمرو کی گیتھری سے ایک کرگھوٹ لے لیے یہ سب بمنزلہ عمرو کے ہاتھ سے لے لینے کے اقرار کے شمار میں نہ ہوتے دی قاضی خان میں ہی اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی زمین سے زمی کپڑوں کی ایک گٹھری پائی اور میں اُس زمین سے ہو کر گذرنا تھا وہاں آتا تھا اور میرے ساتھ زمی کپڑوں کی بہت گٹھریاں لدی ہوئی تھیں تو عمرو کے نام اُس گٹھری کی ڈگری کر دیا جی لیکن اگر کرنا والا اس امر کے گواہ قائم کرے کہ میں اُس زمین سے ہو کر گذرنا تھا یا اُس زمین سے ہو کر عام راستہ ہو تو یہ ڈگری نہ ہوگی یہ عیضاً میں ہی اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے ٹوپر سے زمین یا لکام یا باگ ڈوسے لی اور عمرو اس کا بخود دعویٰ کرتا ہے کہ میری ہو تو اسکی ڈگری کیا دوسے کی اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے ٹوپر جو گدیوں تھے یا جو اُس کے بواں میں تھے لے لیے تو عمرو کے نام بشرط دعویٰ ڈگری کر دیا جی لیکن اسی طرح اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے جینے کا سٹریا اُس کے دروازہ کا پردے لیا تو بھی اسی حکم ہی اور اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے حمام میں سے کپڑے لے لیے تو وہ حمام میں نہ ہوگا اور مثل حمام کے جامع مسجد اور خان کا اور جس زمین میں لوگ آکر نہ پناہا سب پر رختے ہوں اور ہر مقام حسین عابدہ لوگوں کا اس طرح گذر ہو سکی حکم ہی اور اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی گلی یا اسکے جناے دار سے ایک کپڑا لے لیا تو اُس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر یوں اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے امیر سے یا تو وہ کپڑا امیر کا ہو عمرو کا نہیں ہی اور اگر اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی بیت میں کپڑا رکھا پھر لے لیا تو امام عظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام نہ ہوگا اگرچہ عمرو اس کا دعوے کرے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک حرام نہ ہوگا خدا نے العادی - اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے دار میں سے ہزار درم لے لیے پھر کہا کہ میں اُس میں رہتا تھا یا وہ میرے پاس کرایہ پر تھا تو تصدیق نہ کیا وگی اور اگر اپنے پاس کرایہ پر ہونے کے گواہ لاوے تو ضمان دینے سے بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی - اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کی زمین میں گدھا کیا اور اس میں سے ہزار درم نکالے اور عمرو نے اُن درم کا دعویٰ کیا اور زید نے کہا کہ میرے ہیں تو عمرو کا قول قبول ہوگا - اسی طرح اگر دوا ہوں نے گواہی دی کہ زید اس عمرو کی زمین میں آیا اور گدھا کر کے اُس میں سے ہزار درم وزن سب کے نکالے ہیں اور عمرو نے اُس کا دعوے کیا اور زید نے اس فعل سے انکار کیا یا فعل کا اقرار کیا مگر دعوے کیا کہ یہ درم تو میرے ہیں تو عمرو کے نام انکی ڈگری ہوگی اسی طرح اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کی دار یا منزل یا خانہ میں سے اسقدر لے لیا یا اُس کے شیشہ میں سے اسقدر تیل یا اس کے پتے میں سے اسقدر گھی لیا ہو تو زید حرام نہ ہوگا اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں عمرو کے ٹوپر سوار ہوا اسکو خالد نے لے لیا تو زید حرام نہ ہوگا تاہم چونکہ اسکو عمر کو گواہوں نے دے دیا اس مسئلہ کی باویل میرے نزدیک یوں ہے کہ زید نے اُس پر سوار ہونے اور ایک بکوسے دوسری بکوسے ہالے دونوں باتوں کا اقرار کیا تو یہ حکم خدا نے الحید

لے مقدار

سوار

وسوان باب - اقرار میں شرط خیار یا استثنا کرنے اور اقرار سے رجوع کرنے کے بیان میں اگر ذیہ نے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھے ہزار درم ہیں بشہ طیکہ مجھے تین روز یا کم یا زیادہ تک خیار ہی تو مال اس پر لازم ہوگا اور خیار باطل ہی خواہ عمرو اسکی تصدیق کرے یعنی خیار میں یا تکذیب کرے اور اگر مقرر نے مقررہ کے واسطے خیار کی شرط لگائی تو امام محمد رحمہ اللہ نے یہ صورت کتاب الاصل میں ذکر نہیں فرمائی ہوا و مشائخ نے فرمایا کہ مقررہ کے واسطے بھی خیار ثابت نہ ہونا چاہیے لہذا فی الجملہ مترجم کہتا ہے کہ وجہ یہ ہو کہ اقرار متحمل خیار نہیں ہوتا ہی لہذا جب نفس اقرار متحمل نہیں ہے تو خیار خواہ مقررہ کے واسطے ہو یا مقررہ کے واسطے ہو ثابت نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔ زید نے عمرو کے واسطے اپنے ذمہ کچھ مال کا اقرار کیا خواہ قرض کی وجہ سے یا نفع یا ودیعت یا عاریت قائمہ یا مستحلہ کے وجہ سے اور اس میں شرط لگائی کہ مجھے تین روز تک خیار ہی ہو اقرار جائز ہی اور خیار باطل ہی خواہ عمرو نے خیار کی تصدیق کی یا تکذیب کی ہو اور اگر میں بیع کے وجہ سے اپنے ذمہ لازم ہوئے کا اقرار کیا اور تین روز کی خیار کی شرط لگائی تو اس صورت میں اگر عمرو خیار میں اس کی تصدیق کرے تو خیار ثابت ہوگا اور اگر تکذیب کرے تو ثابت نہ ہوگا یہ بسوٹا میں ہی۔ اور اگر خیار مقررہ کی طرف سے ہو تو مقررہ نے جب مقرر کی خیار کی نسبت تصدیق نہ کی تو اس کو خیار ثابت نہ ہوگا اور اگر مقررہ کے خیار میں تکذیب کرنے کی صورت میں مقرر نے خیار ہونے پر گواہ پیش کرنے چاہے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت کو ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے کہا کہ اُسکے گواہوں کی سماعت نہ ہونا واجب ہی نہ محیطہ میں ہو اور اگر گواہات کی وجہ سے دین کا اقرار کیا اور اس میں خیار کی شرط لگائی خواہ مدت خیار طویل بیان کی خواہ مختصر ہی ذکر کی اور مقررہ نے اس کی تصدیق کی تو موافق اقرار مقررہ کے رکھا جائے گا اور اس کو آخر مدت تک خیار ثابت ہوگا اور اگر مقررہ نے اسکی تکذیب کی تو مال اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور شرط خیار ہونے میں اسکی تصدیق نہ کیجاوے گی غایت بیان میں ہی۔ واضح ہو کہ کل سے کل کا استثنا کرنا باطل ہی اور کثیر سے قلیل کا استثنا کرنا بلا خلاف صحیح ہی اور قلیل سے کثیر کا استثنا فاجر الروایت میں صحیح ہی اور غلات جنس کا استثنا کرنا قیاساً نہیں جائز ہی۔ اور سنی امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہی۔ اور استعنائاً امام اعظم رحمہ وامام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے موافق اگر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ میں عقود معاوضات میں بذمہ واجب ہونے میں اتفاق ہو مثلاً دونوں جنس سے ہر ایک بمقتود تجارت میں نے الحال یا معاوضی ذمہ واجب ہو جاتا ہو تو مستثنیٰ صحیح ہی جیسا کہ اگر کسی نے کہا کہ عمرو کے مجھے ہزار درم ہیں الا ایک دینار یا الا ایک کرگہیون یا کم دس پیسے یعنی ہزار درم ہیں مگر دس پیسے نہیں ہیں یا ایک دینار نہیں ہی یا ایک کرگہیون نہیں ہی تو یہ استثناء جائز ہی ہو مگر مستثنیٰ کی قیمت سے بلامرستثنیٰ منہ میں سے کم کیا جائے گا یعنی ہزار درم میں سے مثلاً دس پیسے یا ایک کرگہیون کی قیمت یا ایک دینار کم کیا جائے گا اور اگر مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں ایسے ہوں کہ عقود تجارتات میں دونوں میں ذمہ واجب ہو جائے میں موافقت نہ ہو مثلاً مستثنیٰ منہ ایسا ہو کہ عقود تجارتات میں نے الحال یا معاوضی لھو سے ذمہ واجب ہوتا ہو اور مستثنیٰ بالکل واجب نہ ہوتا ہو یا معاوضی واجب ہوتا ہو فی الحال واجب نہ ہوتا ہو تو مستثنیٰ صحیح نہیں ہی حتیٰ کہ اگر ذیہ نے کہا کہ مجھے عمرو کے ہزار درم ہیں گواہ ایک یا ایک حیوان یا اسکے مشابہ کو استثناء لائی مستثنیٰ صحیح نہیں ہی نہ محیطہ میں ہی۔ اعداد اگر کمالات ذیہ کے مجھے ہزار درم ہیں اور غلات کے مجھے سو دینار ہیں مگر ایک قلیل تو یہ استثناء

الحال واجب نہیں  
مستثنیٰ صحیح نہیں



اخیر واسے سے قرار پائیگا یہ مبسوط میں ہی۔ متقی میں ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی معین چیز کا اقرار کیا اور اس میں سے اسی کی قسم سے یا دوسرے قسم سے کچھ استثنا کیا تو استثنا باطل ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر دو مالوں کا اقرار کیا اور ان میں سے کسی چیز کا استثنا کیا اور یہ نہ بتلایا کہ یہ استثنا کس مال میں سے ہی پس اگر مقلد دونوں مالوں کا ایک ہی شخص ہو مثلاً کہا کہ زید کے مجھے ہزار درم اور سو دینار واجب ہیں الا ایک درم تو استثنا یہ استثنا پہلے مال میں سے قرار دیا جائے گا بشرطیکہ مستثنیٰ مال اول کے جنس سے ہو۔ اور اگر مقلد دونوں مالوں کے دو شخص ہوں تو استثنا دوسرے مال سے قرار دیا جائے گا اگرچہ مستثنیٰ دوسرے مال کے جنس سے ہو مثلاً کہا کہ زید کے مجھے ہزار درم اور عمرو کے مجھے سو دینار مگر ایک درم واجب ہی تو ایک درم سو دینار سے استثنا ہی اور یہ سب امام اعظم ۷ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہی یہ فیض میں ہی اور اگر یوں بیان کر دیا کہ زید کے مجھے ہزار درم اور عمرو کے سو دینار ہیں مگر ہزار میں سے ایک درم نہیں تو اس کے بیان کے موافق اول مال سے استثنا کیا جائے گا کہ اسے اٹھا دی۔ اور اگر عربی عبارت میں یوں اقرار کیا لفظ لان علیہ ان درہم الا ماۃ و خمسون تو ابو سلیمان کی روایت میں مذکور ہے کہ اس پر سارے نو سو درم واجب ہونگے اور مشلح نے فرمایا کہ یہی اصح ہے کہ اس نے الذخیرہ قد قال استرجع لیس اقرار کیا کہ زید کے مجھے ہزار درم مگر سو نہیں اور پچاس ہیں پس اس صورت میں ہزار سے سو درم کم کیے اور پچاس شامل کیے تو ساڑھے نو سو درم لازم آئے اور وہ اسکی یہ ہی کہ خمسون کو اس نے بالرفع ذکر کیا اور وہ مرفوع پر عطف ہو گا مائۃ منصوب پر عطف نہیں ہو سکتا ہی لہذا اس نے ایک ہزار پچاس میں سے سو درم کا کوٹیا استثنا کیا پس سارے نو سو یا فی ربے فاضم اگر زید نے کہا کہ عمرو کے مجھے ہزار درم اور سو دینار سواے سو درم و دس دینار کے ہیں تو اس پر نو سو درم اور نوے دینار لازم ہونگے یہ محیط میں ہی۔ حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف میں لکھا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تیرے مجھے ہزار درم مگر پانچ سو درم اور پانچ سو درم ہیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر پورے ہزار درم واجب ہونگے اور اگر یوں کہے کہ تیرے مجھے پانچ سو درم اور پانچ سو درم سواے پانچ سو درم کے ہیں تو استثناء جائز ہی اور اس پر پانچ سو درم واجب ہونگے اور استثنا دونوں پانچ سو درم سے قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ نوادر شام میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تیرے مجھے ہزار درم کھرے خالص سواے سو درم نہرہ کے ہیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق دیکھنا چاہیے کہ سو درم نہرہ کتے دینار کے برابر ہیں پس اگر چار دینار کے برابر مثلاً ہوں تو چار دینار کو دیکھنا چاہیے کہ کتے کھرے خالص درم کے برابر ہیں پس اگر بیس درم خالص کے برابر ہوں تو اس پر بیس خالص درم واجب ہونگے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس پر نوے ہزار درم خالص لازم ہونگے اور اگر کہا کہ مجھے تیرے ہزار درم غلہ کے سواے سو درم کھرے کے ہیں تو بالاجماع اس پر نو سو درم غلہ کے لازم آویسگے یہ محیط میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھے عمرو کے ہزار درم سواے سو درم و دس دینار کے سواے ایک خیرات کے ہیں تو اس صورت میں مستثنیٰ سو درم و دس دینار سواے ایک خیرات ہے ہی پس یہ خیرات و دس دینار کے کم کر کے باقی کو مع سو درم کے ہزار درم سے استثنا کرنا چاہیے یہ محیط میں ہی

صلی اللہ علیہ وسلم  
فی سائر النعم  
تکون فی النعم  
یعنی

اگر زید کے کما کے مجھے چھ سو کے ہزار درم دو سو دینار سواے ہزار درم کے ہیں تو مستثنائے باطل ہے۔ اور اگر کما کے کما کے  
 مجھے ایک کر گھوٹ اور ایک کر جو مگر ایک کر گھوٹ و تغیر جو بن تو ایک تغیر جو کا استثناء کرنا جائز ہے اور ایک کر گھوٹ و تغیر جو  
 استثناء کرنا باطل ہے اور یہ واجب بن رہا ہے۔ نزدیکی اور امام اعظم درم کے نزدیک اسپر و فکر واجب ہو جائیگا۔ اور اگر  
 کما کے زید کے مجھے ہزار درم دو سو دینار سواے ہزار درم کے ہیں تو مال اخیر سے استثناء جائز ہے۔ ہاوی نیز  
 لکھا ہے۔ اگر کما کے زید کے مجھے دس درم اسی فلانے سواے ایک درم کے ہیں تو یہ امام اعظم درم کے نزدیک و طرح پر ہوا کرنا  
 وہی زید ہی تو استثناء صحیح ہے کیونکہ خطاب اسی کی طرف متوجہ ہے اور اگر زید نہیں دوسرا ہی تو استثناء صحیح نہیں ہے۔ ہاوی نیز وہی  
 ہی اگر کما کے زید کے مجھے ہزار درم متغیر اند سواے سو درم کے ہیں تو استثناء باطل ہے۔ ہاوی میں ہے۔ ایسے ہی مانند استغفار کے  
 اگر درمیان متغیر اور متغیر منہ کے لاله الا اللہ یا اللہ اکبر یا سبحان اللہ ذکر کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ مسوطین ہے۔ اور اگر کما کے زید  
 کے مجھے سو درم ہیں اسکے مجھے تم لوگ گواہ ہو گے تو سو درم یعنی استثناء کیا تو استثناء باطل ہے۔ اور اگر کما کے زید کے مجھے ہزار درم  
 ہیں سواے دس درم کے کہ یہ میں نے اسکا ادا کر دیے ہیں تو استثناء صحیح نہیں ہے۔ اسپر پورے ہزار درم واجب ہو گئے اور  
 اگر کما کے سواے دس درم کے ہیں اور یہ درم میں اسے ادا کر چکا ہوں تو اسپر دس کم ہزار درم امام آویسے اور اگر کما کے  
 زید کے مجھے ہزار درم سواے ایک درم کے ہیں یہ ایک درم میں اسکو ادا کر چکا ہوں تو استثناء صحیح ہے۔ خطی میں ہے اور  
 اگر کما کے زید کا مجھے ایک درم سواے ایک دانگ کے ساگ کے دام میں کہ یہ میں نے بیچ چکا ہوں تو موافق روایت انھیں  
 کے اسپر ایک دانگ کم ایک درم لازم آئیگا اور یہی صحیح ہے جو بعض نسخہ میں ہے۔ اور اگر زید میں کما اعلان علی درم غیر لازم  
 غیر کو نصب کے ساتھ ذکر کیا تو اسپر بیچ دانگ لازم ہو جائیگا۔ اور اگر کما غیر دانگ یعنی رفع کے ساتھ ذکر کیا تو اسپر پورے  
 درم لازم آویگا اور اگر کما کے زید علی عشرہ غیر درم اور غیر کو نصب کے ساتھ ذکر کیا تو استثناء صحیح ہوا یعنی زید کے مجھے دس  
 درم بدوں و دو درم کے ہیں تو آٹھ درم لازم آویسے اور اگر کما غیر درم اور غیر کو رفع دیا یعنی زید کے مجھے دس درم ہیں  
 دو درم نہیں ہیں تو اسپر دس درم لازم آویسے یہ ظہیر میں ہے۔ اگر کما اعلان علی عشرہ الا درم ہیں۔ فلان شخص کے مجھے  
 دس درم سواے دو درم کے ہیں تو اسپر آٹھ درم لازم ہو گئے اور اگر کما الا درم ہیں یعنی فلان شخص کے مجھے دس  
 درم ہیں مگر دو درم نہیں ہیں تو اسپر پورے دس درم لازم آویسے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر کما کے زید علی ایتھم  
 الا قلیل تو استثناء صحیح ہے اور قلیل میں کچھ کم پاس رکھے جائیگا۔ ایسے اسپر ایک اور پیر پاس درم واجب ہو گئے  
 یہ یعنی میں اسی طرح اگر کما کے قلیل کے شینا کما یعنی زید کے مجھے سو درم سواے کچھ کے ہیں تو بھی اسپر کیا و دو درم  
 لازم ہو گئے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر یوں کما کہ فلان علی ماتہ درم الا بعضہ۔ فلان شخص کے مجھے سو  
 درم سواے بعض اسکے کہ میں تو یہ بھی بمنزلہ شینا کہتے ہیں یہ ظہیر میں ہے۔ اگر کما کے کچھ اس کیسہ میں فلسفہ میں ہیں  
 فلان شخص کے ہیں مگر ہزار درم کہ وہ میرے ہیں پس اگر اس کیسہ میں ہزار درم سے زیادہ ہوں تو زیادتی فلان شخص  
 کو ملے گی خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہوا و ہزار درم خود مقرر کے ہیں اور اگر اس میں صرف ہزار یا اس سے کم ہوں تو سب فلان  
 شخص کو ملے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ متقی میں ہے کہ اگر کما کے زید کا مجھے ایک دینار ہوں سو درم کے ہیں تو استثناء  
 باطل ہے اور اگر کما کے زید کا مجھے ایک درم بدوں ایک درم زیت یا ایک مشک یا جی کے ہیں تو جائز ہے اس ایک درم  
 زیت یا ایک مشک یا جی کی قیمت درم سے کم کر کے باقی درم زید سے پر محیط ہستی میں ہے۔ اگر کما کے زید کے مجھے

نفاوی  
 ہندیہ  
 کتاب النافار  
 باب دوم  
 مستثنائے غیرہ

دس رطل زیت بدون ایک رطل گھی کے ہیں تو استثنا باطل ہی اسی طرح اگر کہا کہ زید کے مجھ پر دس رطل گھی بدون ایک  
 درم کے ہیں یا ایک کرگیون بدون پانچ رطل زیت کے تو بھی باطل ہی یہ محیط میں ہی۔ زید نے کہا کہ عمرو کے مجھ پر کھرے  
 دس درم سو اسے پانچ درم زیون کے ہیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرمایا کہ زید پر دس درم کھرے واجب ہوئے اور زید عمرو  
 سے پانچ درم زیون واپس کر لے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زید پر پانچ درم کھرے واجب  
 ہوئے اور مستثنیٰ اس صورت میں کھرے پانچ درم قرار دیا وگیا سو اسلئے صرف اس پر پانچ ہی درم واجب ہوئے۔ اور اگر  
 کہا کہ عمرو کے مجھ پر دس درم کھرے بدون پانچ درم ستوق کے ہیں تو بالافتاق اس پر دس درم کھرے واجب ہوئے اور ان  
 سے پانچ درم ستوق کی قیمت کم کر دی جائیگی۔ اور اگر کہا کہ مجھ پر دس بدون پانچ درم ستوق کے ہیں تو اس پر پانچ درم ستوق  
 واجب ہوئے یعنی جو کچھ بعد استثناء کے باقی بچا وہ ستوق میں سے لیا جائیگا۔ قنادی قاضی خان میں ہی اگر زید  
 نے کہا کہ علی عشرۃ درہم الا غیر ثلثۃ الا غیر ثلثین الا غیر واحد یعنی عمرو کے مجھ پر دس درم الا غیر پانچ درم  
 کے الا غیر چار درم کے الا غیر تین درم کے الا غیر دو درم کے الا غیر ایک درم کے ہیں تو اس پر چار درم واجب ہوئے اور اگر کہا  
 کہ علی عشرۃ درہم الا غیر اربعۃ الا غیر ثلثۃ الا غیر ثلثین الا غیر واحد تو اس پر چار درم واجب ہوئے اور اگر کہا کہ علی عشرۃ درہم  
 الا غیر ثلثین الا غیر واحد یعنی عمرو کے مجھ پر دس درہم الا غیر دو درم الا غیر ایک درم کے واجب ہیں تو اس پر آٹھ درم  
 واجب ہوئے یہ تفسیر یہ ہیں۔ اگر استثناء کے بعد استثناء کیا تو پہلا استثناء زنی اور دوسرا اسباب ہوگا مثلاً لون کہا کہ زید  
 کے مجھ پر دس درم الا نو درم الا آٹھ درم ہیں تو اس پر نو درم واجب ہوئے سو اسلئے کہ پہلے استثناء سے دس درم سے  
 نو درم مل گئے تو ایک درم باقی رہ گیا پھر جب اسے دوسرا استثناء دیا تو آٹھ درم ثابت ہوئے اسلئے وہ ایک درم کے ساتھ  
 مل کر نو درم ہو گئے۔ اور اگر قرار کیا کہ زید کے مجھ پر دس درم الا تین درم الا ایک درم ہیں تو اس پر آٹھ درم لازم آویں گے اور اگر  
 کہا کہ زید کے مجھ پر دس درم الا سات درم الا پانچ درم الا تین درم الا ایک درم ہیں تو یوں کر ناچار ہے کہ ایسی تثنیٰ یعنی ایک درم  
 کو اس کے متصل یعنی تین درم سے نکالا جائے تو دو درم باقی رہیں گے ان دونوں کو اس کے متصل یعنی پانچ درم سے  
 نکالنے سے تین درم باقی رہیں گے پھر ان تین درم کو اس کے متصل یعنی سات درم سے نکالنے کے بعد چار درم باقی رہیں گے  
 پھر ان چار درم کو اس کے متصل یعنی دس درم سے نکالنے کے بعد چھ درم باقی رہیں گے پس یہی چھ درم اس کے اقرار سے  
 ثابت ہوئے اور اس کے نکالنے کے واسطے ایک دو ذریعہ صورت بھی ہو وہ یہ کہ جب قدر دونوں کا اسے اقرار کیا ہو وہ  
 دائیں طرف لکھے جائیں اور پہلا استثناء بائیں طرف لکھا جائے پھر دوسرا استثناء دائیں طرف لکھا جائے پھر تیسرا استثناء  
 بائیں طرف لکھے اور چوتھا دائیں طرف علیٰ ہذا القیاس تمام استثناء آخر تک اسی طور سے لکھے جائیں پھر دائیں طرف کے اعداد  
 کو جمع کر کے ان میں سے بائیں طرف کے اعداد کا مجموعہ گھٹایا جائے جو باقی رہے وہی اس کے ذمہ لازم ہوگا اور بعض شایع  
 رحمہ اللہ تھانے نے فرمایا کہ اگر استثناء کے بعد استثناء بیان کیا مالاکد و سہ استثناء مستغرق ہو تو پہلا استثناء صحیح  
 ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا مثلاً لون اقر کہ کہا کہ مجھ پر دس درم الا پانچ درم الا دس درم ہیں تو پانچ درم لازم ہونگے  
 اور اگر پہلا استثناء مستغرق ہو و دوسرا مستغرق ہو مثلاً لون کہا کہ مجھ پر دس درم الا دس درم الا دس درم ہیں تو اس صورت  
 میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اس پر دس درم واجب ہوئے اور پہلا استثناء بسبب مستغرق ہونے کے باطل ہوگا اور دوسرا  
 باقی رہے مستغرق ہونے کی وجہ سے باطل ہو و دوسرا قول یہ کہ اس پر نو درم واجب ہوئے اور دونوں استثناء صحیح ہیں

قنادی ہندیہ کتاب الاقراب دہم استثناء و

اس لیے کہ کلام کا اعتبار آخر پر ہوتا ہے اور آخر کلام میں اُسے چار درم کا اقرار کیا اور شائع نے فرمایا کہ یہی قول اقیس ہی اور تیسرا قول یہ ہے کہ اُس پر چھ درم واجب ہونگے اس لیے کہ پہلا استثناء باطل ہے اور دوسرا استثناء اول کلام سے متعلق ہو گا پس دس میں سے چار نکلنے کے بعد چھ باقی رہینگے اور یہ قول ضعیف ہے یہ سب اُس صورت میں ہی کہ دونوں استثناء کے درمیان عطف نہ ہو اور اگر عطف ہو مثلاً یون کہما کہ مجھ پر دس درم الا پانچ درم والا تین درم ہیں یا مجھ پر دس درم الا پانچ درم تین درم استثناء ملا کر دس سے کم کیے جائینگے پس اگر پانچ درم دس درم لازم ہونگے اور اگر دونوں استثناء ایسے ہوں کہ جمع کرنے سے مستغرق ہو جاتے ہوں مثلاً یون کہما کہ مجھ پر دس درم بدون سات و تین درم کے ہیں تو بعضوں نے فرمایا کہ اُس پر دس درم واجب ہونگے کیونکہ واؤ کے سبب سے دونوں استثناء جمع ہو گئے اور جمع ہو کر آتھوں نے مستثنیٰ منہ کو استغراق کر لیا پس گویا اُس نے کہما کہ مجھ پر دس درم بدون دس درم کے ہیں اور اس صورت میں استثناء باطل ہے اس واسطے کہ دس درم کا اقرار صحیح رہا۔ اور بعضوں نے کہما کہ اُس پر تین درم واجب ہونگے اس واسطے کہ ان کے احوال صحیح استثناء وہاں قال علی درم و درم و درم الا درہا درہا و درہا یزیدہ ثلاثۃ اقوال پہلے فی النسخ اتنی وجہ تہا یعنی اگر کہما کہ زید کے مجھ پر ایک درم و ایک درم و ایک درم سوا سے ایک درم و ایک درم واجب درم کے ہیں تو اُس پر تین درم لازم ہونگے اسی طرح اگر کہما کہ مجھ پر تین درم سوا سے ایک درم و ایک درم واجب درم کے ہیں تو بھی تین درم لازم آویں گے تا وہ کہما کہ مجھ پر دس درم بدون پانچ یا چھ درم کے ہیں تو اُس پر چار درم لازم ہونگے اور اگر کہما کہ مجھ پر ایک درم ایک درم ایک درم ہی تو اُس پر ایک ہی درم واجب ہو گا ایسے ہی اگر بدون واؤ کے ہزار بار تکرار کرے تو ایک ہی درم لازم آویں گے یا سراج اونیاج میں ہے۔ اگر کہما کہ اعلان علی غیر درہم فلان شخص کا مجھ پر سوا سے درم کے ہیں تو اُس پر دس درم لازم ہونگے گویا اُس نے یون اقرار کیا کہ مجھ پر ایک درم ہوا اور اسکے مثل دوسرا ہوا اور اگر کہما کہ اعلان علی غیر الف درہم فلان شخص کا مجھ پر ہزار درم کے ہیں تو بھی اُس پر دس درم لازم آویں گے اور اگر زید نے کہما کہ یہ دار فلان شخص عمرو کا ہے سوا سے ایک حصہ کے اس دار میں ہے کہ وہ خالہ کا ہے پس اگر اپنے کلام سے بکار میان کیا کہ عمرو کے امین سے دس کے نو حصے اور دسواں حصہ خالہ کا ہے تو موافق اُس کے اقرار کے جائز رکھا جائیگا اور اگر بکار بیان نہ کیا تو صحیح ہے کہ اس کا بیان اس دار کے حصوں کی بابت قبول نہ ہو گا اور تمام دار عمرو کو دیکر کہما جائیگا کہ جس قدر تیرا حق چاہے امین سے اس مقدار کے واسطے اقرار کر دے اور میان کر دے کہ کس قدر حصہ ہے یہ فیہ میں ہی اور اگر کہما کہ یہ غلام جو میرے قبضہ میں ہے یہ عمرو کا میرے پاس ودیعت ہے اگر امین سے آدھا خالہ کا ہے تو موافق اُس کے اقرار کے رکھا جائیگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ یہ دونوں غلام عمرو کے ہیں مگر یہ غلام کہ یہ بکر کا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہما کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور یہ دوسرا غلام عمرو کا ہے مگر یہ غلام میرا ہے تو اُس کا قول قبول نہ ہو گا اور تصدیق نہ کیا جائیگی اور دونوں غلام عمرو کو دلائے جائینگے۔ اور اگر کہما کہ یہ غلام عمرو کا ہے مگر میرے پاس خالہ کی ودیعت ہے تو غلام عمرو کو لے گا اور خالہ کو اس کے شخص اقرار کرنے والا غلام کی قیمت لے کر بھجوا دے گا اور اگر کہما کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور یہ دوسرا غلام خالہ کا ہے مگر پہلے کا آدھا بکر کا ہے اور دوسرے کا آدھا زید کا ہے تو موافق اُس کے اقرار کے جائز رکھا جائیگا اور یہی حکم گہیوں اور جو اور سونے و چاندی و درم و درہم میں جاری رہے ہوسو میں ہے۔ اگر کہما کہ فلان شخص کے مجھ پر درم ہیں نہیں بلکہ پانچ سو درم ہیں تو اُس پر ہزار درم لازم آدینگے۔ اور اگر کہما کہ زید کا مجھ پر دس درم ہیں نہیں بلکہ اسوہی تو اُس پر تین درم دونوں میں سے ہی



انفصل چودہ واجب ہوگا۔ اور جید اور روسی درمون میں بھی یہی حکم ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ لفظ (نہین) بلکہ جب وجہ و مقلدوں کے درمیان آوے پس اگر مقلد دو شخص ہوں تو مقررہ دونوں مال لازم آوے چنگے خواہ دونوں کی جنس متحد ہو یا مختلف ہو۔ اور اگر مقلد ایک ہی شخص ہو پس اگر جنس متحد ہو تو دونوں مالوں میں سے جو زیادہ اور افضل ہو وہ اسے واجب ہوگا اور اگر جنس مختلف ہو تو دونوں مال لازم آوے چنگے یہ ظہیرہ میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ مجھے عمرو کی ایک گون رومی کیون کے آٹے کی یہ نہیں بلکہ حواری کی یہ تو وہ حواری میں سے قرار دیا جائے گا اور شرح شافعی میں حسن بن زیاد کی کتاب الاختلاف سے منقول ہے کہ اگر زید کی مجھے ذوق حواری ہو نہیں بلکہ تشکار ہے اسے حواری لازم ہوگی۔ اور اگر کہا کہ ایک کر گیون نہیں بلکہ ایک کر آٹا ہے تو ذکر اسے لازم آوے چنگے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ زید کا مجھے ایک رطل بنفشہ ہے نہیں ایک رطل خیر ہے تو اسے وہ دونوں لازم ہونگے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کا مجھے ایک رطل بھینس کا بھی ہے نہیں بلکہ گائے کا بھی ہے تو اسے دو رطل واجب ہونگے یہ بسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ فلان شخص کے مجھے ہزار درم ہیں نہیں بلکہ فلان شخص دوسرے کے ہیں تو دونوں مال اسے لازم آوے چنگے۔ اسی طرح اگر فلان دوسرا شخص اپنے شخص کا مکاتب یا غلام ماذن مقروض ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام مقروض نہ ہو تو اسے مستحسبانا ایک ہی ہزار اسے واجب ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ مجھے عمرو کے ہزار درم ایک باندی کے دام ہیں جو اسے میرے ہاتھ فروخت کی تھی نہیں بلکہ میرے ہاتھ وہ باندی خالد نے ہزار درم کو فروخت کی تھی تو زید پر ہر ایک کے ہزار درم لازم آوے چنگے ولیکن اگر خالد اقرار کر دے کہ یہ باندی عمرو کی تھی تو اسے مستحسبانا زید پر ایک ہزار درم واجب ہونگے یہ ماوی میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے پھر کہا کہ خالد کا ہے تو عمرو کے نام ذکر ہی ہوگی اور اگر مقررے بدون حکم قاضی عمرو کو دیدیا تو خالد کو اسے اسکی قیمت و اند بھرے گا اور اگر حکم قاضی دیدیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے یہ غلام عمرو سے غصب کیا ہے نہیں بلکہ بکر سے غصب کیا ہے تو غلام عمرو کو ملیگا اور بکر کو غلام کی قیمت دینی پڑے گی خواہ زید نے وہ غلام عمرو کو حکم قاضی دیا ہو یا بلا حکم قاضی دیا ہو۔ اور مثل غصب کے ودیعت اور عاریت کا بھی حکم ہے اور یہ قول امام محمد رحمہ اللہ ہے ولیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ودیعت و عاریت کی صورت میں اگر پہلے کو حکم قاضی دیدیا تو دوسرے کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور اگر بلا حکم قاضی دیدیا تو ضامن ہوگا یہ بسوط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم مجھے عمرو نے ودیعت دیئے ہیں نہیں بلکہ بکر نے دیئے ہیں اور عمرو غائب ہے پس بکر نے وہ درم لیے پھر عمرو حاضر ہوا پس اگر زید سے ان دونوں کے مثل بزرگ نے لیے تو بکر پھر زید سے قبضہ میں ہزار درم ہیں کہنے کے کہ وہ درم لیے تو بکر پھر زید سے اس کے مثل نے لیا یہ محیط میں ہے۔ کو چنگے یہ محیط سرخی میں ہے اگر زید نے کہا کہ یہ وار عمرو کا ہے پھر اس کے بعد کہا کہ نہیں بلکہ خالد کا ہے تو عمرو کو ملے گا۔ اول بکر کو کیونہ ملیگا۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ وار عمرو کا ہے پھر اس کے بعد کہا کہ بکر کا ہے یا میرا اور عمرو کا ہے تو تمام دار منہن عمرو کو ملیگا۔ اور اگر پہلے ہی سے ملا کر یوں کہا کہ یہ وار عمرو کا ہے تو دونوں کو برابر تقسیم ہوگا یہ بسوط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ زید کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس نے کہا کہ یہ غلام میرے ہے یا حق عمرو کا ہے خالد نے ہزار درم مجھے بکر کا ہے پھر اس نے اس سے یہ غلام خریدا اور عمرو نے کہا کہ

صاحب فتاویٰ  
سکونت علیہ السلام  
محمد بن اسماعیل  
ابن عیسیٰ  
ابن عیسیٰ  
ابن عیسیٰ

مین نے تجھے یہ غلام دیا ہی تو عمرو کا قول قبول ہوگا اور غلام اسکو ملیگا۔ اور یہی حکم عروض و عتار و کبلی و وزنی وغیرہ چیزوں  
 میں جاری ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے سودم و سودنیار اور ایک کرگیون عمرو کے غصب کیے ہیں نہیں بلکہ  
 بکر کے غصب کیے ہیں تو زید پر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے یہ سب چیزیں لازم آویں گی اور اگر یہ چیزیں معین ہوں  
 تو سب پہلے شخص یعنی عمرو کو دلا دی جائیگی اور بکر کو اس کے مثل دلا دی جائیگی یہ تین میں میں لکھا ہے۔ اگر زید نے کہا  
 کہ میں نے عمرو سے ہزار درم غصب کر لیے اور بکر سے سودنیار غصب کیے اور خالد سے ایک کرگیون غصب کیے  
 ہیں نہیں بلکہ شعیب سے غصب کیے ہیں تو میں چیز کا آٹنے سے اس کے واسطے اقرار کیا ہی ہو ہی جو تھے یعنی  
 شعیب کو ڈانڈ دینی پڑیگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر زید کے عمرو پر دس درم امیض اور دس درم اسود میں پس فرغوا  
 نے کہا کہ میں نے تجھ سے ایک درم اسود وصول پایا ہی نہیں بلکہ امیض وصول پایا ہی یا اس کے برعکس کہا اور قرضدار  
 نے کہا کہ دونوں تو نے مجھ سے وصول کر لیے ہیں تو ایک درم امیض کا وصول کرنا لازم آویگا۔ اور اگر قرضہ میں دس  
 درم اور دس دینار ہوں اور قرضخواہ نے کہا کہ میں نے تجھ سے ایک دینار وصول پایا نہیں بلکہ ایک درم وصول پایا  
 اور قرضدار نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے ایک درم و ایک دینار وصول کیا ہی تو دونوں کے وصول پانے کا حکم کیا جائیگا یہ  
 محیط میں ہے۔ اور اگر زید پر ایک چاک میں سودم اور دوسری چاک میں سودم ہوں اور قرضخواہ نے کہا کہ میں نے  
 اس چاک کے درم سے دس درم وصول پائے ہیں نہیں بلکہ اس دوسری چاک میں سے دس درم پائے ہیں تو  
 یہ دس ہی درم قرار دیے جائینگے زید کو اختیار ہو پابے جس چاک میں سے شمار کرے یہ ہموما میں ہے۔ اگر زید کے عمرو پر  
 سودم ہوں اور بکر پر دوسرے سودم ہوں اور ہر ایک قرضدار دوسرے کا قلیل ہے۔ اور ہر مال علیحدہ چاک میں ہو اور ہر ایک  
 ایک ہی چاک میں تحریر ہوں پس زید نے کہا کہ میں نے عمرو سے دس درم لیے ہیں نہیں بلکہ بکر سے بے ہیں تو ہر ایک سے  
 دس درم وصول پانے لازم کیے جائینگے۔ اسی طرح اگر دو شخصوں نے یعنی عمرو و بکر نے خالد کی طرف سے شعیب کے لیے  
 کفالت کی اور شعیب نے کہا کہ میں نے عمرو سے دس درم پائے نہیں بلکہ اس سے پائے ہیں تو دونوں سے پانا دس  
 دس درم کا لازم کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید کے عمرو پر ہزار درم ہوں پس زید نے کہا کہ تو نے سودم نہیں سے اپنے  
 ہاتھ سے مجھ سے دیے ہیں پھر کہا کہ نہیں بلکہ اپنے غلام کے ہاتھ میں یہ درم مجھے بھیج دیے ہیں تو یہ سودی درم قرار پانے لگے اس  
 سے زیادہ وصول پانا اس پر لازم نہ کیا جائیگا اور اگر عمرو کی طرف سے خالد قلیل ہو اور زید نے کہا کہ میں نے تجھ سے سودم  
 پائے ہیں نہیں بلکہ تیرے قلیل خالد سے پائے ہیں تو ہر ایک سے سودم پانے کا حکم اس پر ہوگا اگر زید نے عمرو و خالد  
 ہر ایک سے قسم لینی پا ہی تو دونوں پر قسم نہ آویگی یہ مابوہی میں ہے۔ زید نے اپنے قرضدار عمرو سے کہا کہ میں نے تجھ سے سودم  
 وصول پائے ہیں عمرو نے کہا اور دس درم میں نے تجھے بھیج دیے اور ایک کرگیون دس درم کو تیرے ہاتھ فروخت کیا ہی  
 اور زید نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور یہ اسی شہوین داخل ہو تو قسم ہے اسی کا قول قبول ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر  
 عمرو نے کہا کہ دس درم میں نے تجھے بھیج دیے الی آخر یعنی بدوین لفظ اور کے بیان کیا اور زید نے تصدیق کی تو صرف زید پر  
 سودم وصول پانا لازم ہوگا اور اگر لفظ اور کے ساتھ عمرو نے بیان کیا اور زید نے تصدیق کی تو سودم مع ان مطلقوں  
 کے وصول پانا لازم آئیگا اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے کہا کہ دونوں صورتوں میں سودم وصول پانا لازم ہوگے  
 اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ زید نے عمرو سے ایک متاع خریدی پھر عمرو نے کہا کہ میں نے زید سے دس درم وصول پائے

وہی درم  
 ہے

پھر کہا کہ مجھ پر زید کے ہزار درم تھے میں نے بدلا کر دیا تو عمرو کی تصدیق نہ کیا و بگی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے استیفا بخش کر لیا پھر کہا کہ میں نے تیرے قرضہ سے بدلا کر دیا ہی تو تصدیق کیا و سے کی اسی طرح اگر کہا کہ تو نے مجھ سے اُسکی برادرت کر لی ہی تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر بدلا کر ناچلے ذکر کیا اور کہا کہ میں نے اُن دامون سے تیرے قرضہ سے جو مجھ پر آتا تھا بدلا کر دیا پھر کہا کہ میں نے تجھ سے دام وصول پائے ہیں تو اُس کی تصدیق کی جاوے گی۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ثمن وصول پایا ہی نہیں بلکہ جو تیرے ہزار درم مجھ پر آتے تھے اُن سے بدلا کر دیا ہی تو تصدیق نہ کیا و بگی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے دام بھریا ہے ہیں نہیں بلکہ اُس قرضہ سے جو تیرا مجھ پر آتا تھا بدلا کر دیا ہی تو تصدیق کیا و بگی یہ محیط میں ہے۔

**گیا رحوال باب**۔ جو مال کسی شخص کو کسی شخص سے ملا اُسکا دوسرے کے واسطے اقرار کرنے اور جو مال اپنا کسی شخص پر ہی اُس کا دوسرے کے واسطے اقرار کرنے کے بیان میں۔ اگر زید نے کہا کہ یہ چیز مجھے عمرو نے دی ہے اور یہ چیز بکر کی ہے پس اگر عمرو نے اقرار کیا کہ یہ چیز بکر کی ملک ہے اُس نے مجھے زید کو دینے کا حکم کیا تھا اور بکر نے اُسکی تصدیق کی تو زید کو اختیار ہے دونوں میں سے جسکو چاہے واپس کر دے اور اگر بکر نے زید کو دینے کے واسطے حکم دینے سے انکار کیا تو زید اُسکو عمرو کو نہ دے گا اور زید عمرو کے واسطے کچھ ضامن ہوگا۔ اور اگر عمرو و بکر ایسا ہی اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تو عمرو کو بیگی اور بکر کے واسطے زید کچھ ضامن ہوگا اور جب زید نے عمرو کو وہ چیز واپس کر دی تو خواہ عمرو ملک ہو یا نہ ہو زید بری ہو گیا یہ محیط سرخی میں ہے۔ زید کے پاس ہزار درم ہیں اُس نے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں اور مجھے خالد نے دیے ہیں پس اگر خالد نے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں اور میں نے اُس کے حکم سے زید کو دیے ہیں تو ہزار درم عمرو کے ہونگے۔ اور اگر خالد نے اس سب سے انکار کیا اور ہزار درم پر اپنی ملک کا دعوے کیا تو زید یہ درم عمرو کو دوسے خالد کو نہ دے پھر اگر بدو ن حکم قاضی کے عمرو کو دیے ہیں تو خالد کے واسطے ضامن ہوگا بشرطیکہ خالد یہ قسم کھائے کہ واللہ میں عمرو کی طرف سے یہ ہزار درم زید کو دینے کے واسطے مامور نہ تھا۔ اور اگر اُس نے اس قسم سے انکار کیا تو زید کچھ ضامن ہوگا۔ اور اگر زید نے بکر قاضی عمرو کو دیے ہوں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خالد کے واسطے ضامن ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ زید کے قبضہ میں ایک باندہ ہی ہے اُس نے کہا کہ یہ عمرو کی ہے اُس نے مجھے ودیعت دی ہے پھر کہا کہ بلکہ خالد کی ہے اُس نے مجھے ودیعت دی ہے اسی کی ہی تو عمرو کے نام ذکر ہی ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ نوادر بن ساعدہ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ زید کے پاس ہزار درم ہیں اُس نے کہا کہ یہ درم عمرو کے ہیں بلکہ خالد نے ودیعت رکھنے کو دیے ہیں اور عمرو نے کہا کہ یہ میرے ہیں تو نے مجھے نصب کر لیے ہیں تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں یہ درم عمرو کو دلا دوں گا پھر اگر خالد آیا اور اُس نے عمرو کے درم ہونے سے انکار کیا تو زید دوسرے ہزار درم خالد کو دلا دے گا اور عمرو سے کچھ واپس نہیں لے سکتا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار درم عمرو کے ہیں خالد نے مجھے قرض دیے ہیں اور دونوں نے اپنی اپنی ملک کا دعوے کیا تو یہ درم عمرو کو دلائے جاوے گا اور خالد کے زید پر دوسرے ہزار درم لازم ہونگے یہ غلامہ میں ہے۔ اگر زید کے قبضہ میں ایک غلام ہو اُس نے کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے میرے ہاتھ اسکو خالد نے بیچا ہے اور عمرو و خالد ہر ایک نے غلام کا مالک ہونے کا دعوے کیا تو غلام عمرو کو دلا دیا جائے گا بشرطیکہ وہ غلام کھائے کہ میں نے خالد کو فروخت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور علی

لا  
یہ  
محیط  
میں  
ہے

کے داموں کی دگر کی زید پر ہوگی یہ بسوٹا میں ہی۔ متقی بن علی بن ابان نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ زید کے قبضہ میں مال ہوا اُس نے کہا کہ مجھے آدھے نفع کی مضاربت پر عمرو نے دیا ہے مالا کہ عمرو غائب ہے پھر زید نے کہا کہ جو کچھ میں نے اقرار کیا تھا کہ یہ مال عمرو کا ہے اُس نے آدھے نفع کی مضاربت پر مجھے دیا ہے سب میں نے باطل کیا اس مال میں اسکا کچھ نہیں ہے یہ مال خالد کا ہے اُس نے مجھے آدھے نفع کی مضاربت پر دیا ہے اور یہ خالد حاضر ہے اُس نے تصدیق کی کہ میں نے مجھے دیا ہے تو اس مال سے خرید و فروخت کرو اور نفع اٹھا پس زید نے خرید اور نفع اٹھا یا پھر عمرو آیا تو یہ مال اُس کی مضاربت پر قرار دیا جائے گا اور جو کچھ نفع آیا ہے وہ زید اور عمرو کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور خالد کو کچھ نہ ملے گا ولیکن زید اُس کے مثل مال خالد کو ڈال دے گا۔ اور یہی حکم ودیعت میں جاری ہے اگر زید نے کہا کہ یہ مال میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے مالا کہ عمرو غائب ہے پھر کہا کہ میں نے اپنا اقرار باطل کیا یہ مال میرے پاس خالد کی ودیعت ہے پھر وہ مال زید کے پاس تلف ہو گیا تو عمرو کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور خالد کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ یہ ہزار دم عمرو کے ہیں اُس نے یہ دم میرے پاس خالد کے ہاتھ ودیعت رکھنے کو بھیجے ہیں اور دونوں نے اپنی اپنی ملک ہونے کا دعوے کیا تو عمرو کو ملیں گے ولیکن اگر عمرو کہے کہ میرے نہیں ہیں تو خالد کو ملیں گے اور خالد اپنی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مال معین اپنے مرسل لینے بھیجے والے کے غائب ہونے کی حالت میں واپس کرے یہ محیط سنہری میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ یہ ٹوٹا عمرو کا ہے اُس نے خالد کے ہاتھ میرے پاس بھیجا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ٹوٹا عمرو کو واپس دے اور زید کو اسکی قیمت خالد کو دینی پڑے گی بشرطیکہ خالد اپنی ملک ہونے کا دعوے کرتا ہے اور زید نے بدو ن حکم قاضی کے عمرو کو دے دیا ہو۔ اور اگر حکم قاضی دیدیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس قول پر خالد کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام جو میرے قبضہ میں ہے عمرو کا ہے عمرو نے اُسکو خالد سے غصب کر لیا ہے تو عمرو کے نام غلام کی دگر کی ہوگی اور خالد کے واسطے زید پر کچھ دگر کی بابت غلام کے نہوگی خواہ زید نے وہ غلام عمرو کو حکم قاضی دیدیا ہو یا حکم قاضی دیا ہو یہ محیط میں ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا عمرو کا بیٹا ہے میں نے اُسکو خالد سے غصب کر لیا ہے اور عمرو نے لڑکے کی نسبت اپنے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور خالد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے تو عمرو کی دگر کی ہوگی اور لڑکا آزاد اور عمرو سے ثابت نسب قرار پائے گا اسی طرح اگر زید نے کہا کہ یہ لڑکا عمرو کا بیٹا ہے اُس نے اُسکو میرے پاس خالد کے ساتھ بھیجا ہے تو یہ لڑکا عمرو کا بیٹا قرار پائے گا اگر وہ دعویٰ کرے تو ریلچی یعنی خالد کا نہوگا یہ بسوٹا میں ہی ایک دزدی نے اقرار کیا کہ یہ کپڑا جو میرے قبضہ میں ہے عمرو کا ہے مجھے خالد نے سپرد کیا ہے مالا کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی ملک کا دعوے کرتا ہے تو کپڑا عمرو کا قرار دیا جائے گا اور یہی حکم رنگر نز و دھوبی و سونا ر و غیرہ تمام کاریگروں کا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دگر دو سربے کے واسطے یعنی خالد کے واسطے کچھ ضامن نہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر زید نے کہا کہ یہ کپڑا مجھے تمہیں قطع کرنے کے واسطے خالد نے دیا ہے مالا کہ یہ کپڑا عمرو کا ہے اور دونوں نے اُسکا دعویٰ کیا تو اُسکو ملیگا جس نے زید کے سپرد کیا ہے دو سربے کو کچھ نہ ملے گا کذا فی الحاوی۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا عمرو سے عاریت مانجا اُس نے خالد کے ہاتھ میرے پاس بھیج دیا ہے تو عمرو کو ملیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ خالد نے مجھ کو یہ کپڑا عمرو سے عاریت لا دیا ہے اور دونوں نے دعویٰ کیا تو خالد کو دیا جائے گا لیکن ریلچی کو یہ محیط سنہری میں ہی کتاب الاصل میں ہے کہ اگر زید کے عمرو پر ہزار دم قرض کے اُس کے نام سے ایک چک میں تحریر ہے پھر زید نے اقرار کر دیا کہ جو مال اس چک میں ہے وہ خالد کا ہے تو یہ جائز ہے اور وصول



کہنے کا معنی وہ کیا ہو گا موکل وصول نہیں کر سکتا ہو ورنہ اس صورت سے وصول کر سکتا ہو کہ وکیل اسکو کوئل کرے اور قضا پاس اہل کو فیہ من مذکور ہو کہ مقلہ کو بدون مقلی طرف سے وکیل مقرب ہونے کے وصول کرنے کا اختیار ہو گا ورنہ مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الاصل میں جو حکم مذکور ہے وہ اس صورت پر محمول ہو کہ جب مقلہ نے اقرار کیا ہو کہ سبب قرض کا مبالغہ یہی مقلی میری اجازت اور وکیل مقلی کرنے سے ہو اہی اور اگر مقلہ نے اس سے انکار کیا کہ میں نے اسکو سبب قرض کے مبالغہ ہونے کی اجازت دی ہو تو وصول کرنے کا حق مقلہ کو حاصل ہو گا مقلہ کو حاصل نہ ہو گا یہ محیطہ میں ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ جو کچھ میرا قرضہ عمرو پر ہے وہ بکر کا ہے اور زید کے عمرو پر سودم ایک چاک میں اور دس دینا دوسری چاک میں تھے پس زید نے کہا کہ میں نے اپنے اقرار میں صرف دم ہی مراد لیتے تھے و لیکن بکر نے دونوں کا دعویٰ کیا تو دونوں قرضے بکر کو مل گئے اور اگر زید نائب ہو گیا تو بکر عمرو سے مال کا تقاضہ کرنے کا اختیار نہیں ہو گا اگر عمرو نے اقرار کر لیا کہ زید نے بکر کے واسطے اس قرضہ کا اقرار کیا ہے تو عمرو بکر کو دینے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر عمرو نے بکر کو دیدیا تو پھر بھی ہو جائیگا اگر زید کے عمرو پر ہزار دم ہوں اسنے اقرار کیا کہ میں نے آدمے بکر کے ہیں تو جائز ہے اور زید ہی وصول کر کے اس میں سے آدمے بکر کو دیا اور اگر بکر نے زید پر ضمان کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میری بلا اجازت واقع ہوا اور زید نے کہا کہ تیری اجازت سے ہی تو مقلہ کا قول قبول ہو گا اور آپر ضمان نہ آویگی اور اگر اجازت کا دعویٰ کیا تو مقلہ ضامن ہو گا بشرطیکہ بکر قسم کھائے کہ میں نے اجازت نہیں دی تھی اسی طرح اگر یہ امر سلم یا بیع یا کسی کیلی یا وزنی چیز کے نصب میں واقع ہو تو بھی یہی حکم ہو گا ورنہ اگر زید نے اقرار کیا کہ جو میری ودیعت عمرو کے پاس ہے وہ خالد کی ہے تو جائز ہے اور خالد کو عمرو سے لینے کا اختیار نہیں ہے و لیکن زید اس سے لیکر خالد کو دیا اور اگر عمرو نے خالد کو دیدیے تو وہ بری ہو گیا اور اگر زید کی عمرو کے پاس چند چیزیں ودیعت ہوں اور زید نے کہا کہ میں نے اپنے اقرار میں بعض چیزیں مراد لی ہیں تو انکی تصدیق نہ کیا جائیگی اور اگر عمرو نے کہا کہ مجھے زید نے کچھ ودیعت نہیں دی ہے اور خالد نے کہا کہ میری بلا اجازت تھے ودیعت دی ہو تو زید ضامن ہو گا بشرطیکہ خالد قسم کھائے کہ میری بلا اجازت اس نے ودیعت دی ہے اور اگر خالد نے اجازت کا اقرار کیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے یہ ودیعت زید کو واپس دیدی یا خالد کو واپس دیدی یا میرے پاس خالص ہو گئی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہو گا و لیکن اس بات میں خصوصیت اور قسم لینے کا حق زید کو حاصل ہو گا بشرطیکہ اسنے خالد کی اجازت سے عمرو کو ودیعت دی ہو یہ مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ جو میری ودیعت عمرو کے پاس ہے وہ خالد کی ہے تو جائز ہے اور خالد کو عمرو سے لینے کا اختیار نہیں ہے و لیکن زید اس سے لیکر خالد کو دیا اور اگر عمرو نے خالد کو دیدیے تو وہ بری ہو گیا اور اگر زید کی عمرو کے پاس چند چیزیں ودیعت ہوں اور زید نے کہا کہ میں نے اپنے اقرار میں بعض چیزیں مراد لی ہیں تو انکی تصدیق نہ کیا جائیگی اور اگر عمرو نے کہا کہ مجھے زید نے کچھ ودیعت نہیں دی ہے اور خالد نے کہا کہ میری بلا اجازت تھے ودیعت دی ہو تو زید ضامن ہو گا بشرطیکہ خالد قسم کھائے کہ میری بلا اجازت اس نے ودیعت دی ہے اور اگر خالد نے اجازت کا اقرار کیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے یہ ودیعت زید کو واپس دیدی یا خالد کو واپس دیدی یا میرے پاس خالص ہو گئی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہو گا و لیکن اس بات میں خصوصیت اور قسم لینے کا حق زید کو حاصل ہو گا بشرطیکہ اسنے خالد کی اجازت سے عمرو کو ودیعت دی ہو یہ مبسوط میں ہے۔

باب بارہواں - اپنے اقرار کو ایسے مال کی طرف نسبت کرنے کے بیان میں کہ جس مال میں اقرار صحیح نہیں اور اسکا حکم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی حالت نابالغی میں بکر کے واسطے ہزار دم کا اقرار کیا ہے اور بکر نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے بعد بلوغ کے میرے واسطے یہ اقرار کیا ہے تو قسم سے مقلہ کا قول قبول ہو گا بشرطیکہ اگر کہا کہ میں نے سوتے میں بکر کے واسطے ایسا اقرار کیا ہے یا ایسی عمر میں اقرار کیا ہے کہ میری قسم اسوقت معتبر نہ تھی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ میں نے ایسی حالت میں اقرار کیا ہے کہ سبب برکات یا کم کی بیماری کے میری عقل جاتی رہی تھی پس اگر یہ بات دریافت ہو کہ اسکو یہ مصیبت بیماری کی اس طور سے پہونچی تھی تو اسپر کچھ لازم نہ ہو گا اور اگر یہ بات دریافت نہ ہو تو مال کا ضامن ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے مجھے حالت نابالغی میں نکاح کیا ہے اور عورت نے کہا کہ میں نے اسے ایسے حال میں نکاح کیا ہے کہ تو اسوقت بالغ تھا تو شوہر کا قول قبول ہو گا اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے

تجسسے مجوسی ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہو اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مسلمان ہونے کی حالت میں مجھ سے نکاح کیا ہو تو عورت کا قول قبول ہو گا یہ محیط میں ہی مگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے اس مرد سے اپنی باندی ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہو اور وہ عورت پہلے باندی تھی پھر آزاد ہو گئی اور شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے بعد ازادی کے یا اس سے پہلے نکاح کیا ہو تو دونوں برابر میں نکاح بالاتفاق جائز ہو گا اگر یہ عورت پہلے مجوسیہ ہو پھر مسلمان ہو گئی اور اقرار کیا کہ میں نے اس مرد سے اپنے مجوسی ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہو اور مرد نے کہا کہ میں نے اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس سے نکاح کیا ہو تو مرد کا قول مقبول ہو گا۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے تیری نابالغی کی حالت میں یا سونے میں نکاح کیا ہو یا ایسی حالت میں نکاح کیا ہو کہ میں مغلوب عقل تھی اور مغلوب العقل ہو جانا عورت کا دہائیہ بھی ہوا ہو تو عورت کا قول قبول ہو گا لہذا نے الحاد سے۔ جو رد و مرد میں سے ایک نے اقرار کیا کہ نکاح غیر شوہر کی عدت میں واقع ہوا یا غیر کے نکاح قائم ہونے کی حالت میں یا بدون گواہوں کے واقع ہوا یا اسکے پاس چار منگو موجود تھیں اس وقت واقع ہوا یا اس عورت کی بہن اس مرد کے نکاح میں تھی اس وقت اس عورت سے نکاح ہوا یا اسکی بہن کی عدت کے زمانہ میں نکاح ہوا ہو تو دونوں میں سے جو شخص ان امور کا مدعی ہو اس کا قول قبول ہو گا پس اگر شوہر ان امور کا مدعی ہو تو اسکے اقرار سے دونوں میں جدائی کرادی جائیگی یہ فتاویٰ سے قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اپنی نابالغی میں نکاح کیا ہو اور غلام نے کہا کہ نہیں بلکہ حالت بلوغ میں تو نے مجھے نکاح کیا ہو تو زید کا قول قبول ہو گا یہ بسوٹا میں ہی۔ اگر زید نے کہا کہ عمر سے میں نے یہ چیز اپنے لڑکپن میں لی یا ایسی حالت میں لی کہ میری عقل جاتی رہی تھی تو دونوں مالوں میں اسپر مال لازم ہو گا یہ محیط سرخی میں ہی۔ اگر کسی آزاد نے اقرار کیا کہ میں نے عمرو کے واسطے اپنے اوپر ہزار درہم کا اقرار اپنے غلام ہونے کی حالت میں کیا ہو تو اسپر مال لازم ہو گا۔ اسی طرح اگر حربی نے اسلام لانے کے بعد اقرار کیا کہ میں نے زید کے واسطے ہزار درہم کا اقرار اس وقت کیا تھا کہ جب میں امان لیکر دارالاسلام میں آیا ہوں تو مال اسپر لازم ہو گا اسی طرح اگر کہا کہ غلام دارالحرب میں امان لیکر ہمارے یہاں آیا پس میں نے اسکے لیے اس قدر مال کا اقرار کیا تھا تو مال اسپر لازم ہو گا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے ہزار درہم کا اقرار دارالحرب میں کیا تھا تو مال وہ دارالاسلام میں ہی تو مال اسپر لازم ہو گا یہ محیط میں ہی۔ اگر آزاد یا غلام نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے ہزار درہم کا اقرار کیا ہے حالانکہ زید غلام ہی تو مقر مال لازم ہو گا یہ محیط سرخی میں ہی۔ اگر حربی مسلمان لے دارالاسلام میں کسی مسلمان کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو اسپر لازم ہو گا پس اگر اسے کہا کہ تو نے دارالحرب میں مجھے ادا کر دیا ہو اور مسلمان نے کہا کہ دارالاسلام میں دیا ہو تو قرضہ اسپر لازم رہے گا خواہ اس کلام کو اقرار سے ملے یا نہ ملے یا بعد بیان کرے یا محیط کر حربی مسلمان کسی دوسرے حربی مسلمان یا ذمی کے واسطے اقرار کرے تو بھی یہی حکم ہی محیط کر حربی مسلمان لے دارالاسلام میں کسی مسلمان یا حربی مسلمان یا ذمی کی ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اور حربی مسلمان کی طرف سے نکاح و طلاق و نفاق اور بیعت کے نسب اور جراحات اور حد قذف اور باہارہ اور کفالت وانکے اشبہ کا اقرار جائز ہی۔ بسوٹا میں ہی۔ اگر زید نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر کہا کہ جب تو میرا غلام تھا تب میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا اور غلام نے کہا کہ بعد ازادی کے کاٹا ہی تو ہاں اعظم رحمہ و اہم ہو جو سبب رکھ کے نزدیک غلام کا قول مقبول و زید ضامن ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی حربی مسلمان ہو گیا یا ذمی بن کر رہا پھر ایک مسلمان نے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا اور حاکم تو حربی دارالحرب میں تھا یا اس قدر تیرا مال لے لیا رہا لیکہ تو حربی دارالحرب میں تھا اور حربی نے کہا کہ جو کچھ تو نے

کے بعد ازادی کے  
دارالحرب میں  
دارالاسلام میں  
دارالحرب میں  
دارالاسلام میں  
دارالحرب میں  
دارالاسلام میں

کیا سب میرے مسلمان ہونے یا دومی بنانے کے بعد دارالاسلام میں کیا ہی توشیحین رحمہما اللہ کے نزدیک حربی کا قول قبول اور مسلمان فضا میں ہوگا اسی طرح اگر حربی مسلمان ہو گیا اور ایک مسلمان سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا یا تیرا اسفند مال لیا اس حالت میں کہ میں دارالحرب میں حربی تھا اور مسلمان نے کہا کہ نہیں جو کچھ تو نے کیا سب دارالاسلام میں مسلمان ہونے کے بعد کیا ہی توشیحین کے نزدیک مسلم کا قول مقبول اور حربی فضا میں ہوگا اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مال مقرر کے پاس ان موتوں میں بعینہ قائم ہو تو اسکو واپس کر دینے کا حکم کیا جائیگا اور بھی اجماع ہے کہ اگر اپنی باندی سے کہا مالانکہ اسے آزاد کر چکا ہے کہ میں نے تجھے آزاد کرنے سے پہلے وطن کی ہی اسے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزاد کرنے کے وطن کی ہی تو مولیٰ کا قول مقبول ہوگا اور وہ فضا میں ہوگا اور بھی اجماع ہے کہ اگر اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد اس سے کہا کہ میں نے تجھے ماہواری بھاڑ تیرے غلام ہونے کی حالت میں لیا ہی اور غلام نے کہا کہ نہیں بلکہ آزادی میں لیا ہی تو مولیٰ کا قول مقبول ہوگا اور وہ فضا میں ہوگا اور بھی اجماع ہے کہ اگر اپنے غلام کو آزاد کیا اسے کسی شخص سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ اپنے غلام ہونے کی حالت میں کاٹا ہی اس شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ آزاد ہو جانے کے بعد کاٹا ہی تو مقرر کا قول مقبول ہوگا اور وہ فضا میں ہوگا یہ محیطین ہیں اور اگر اپنی باندی کو آزاد کر دیا پھر کہا کہ میں نے تجھ سے یہ بچہ آزاد کرنے سے پہلے لیا ہی اسے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے لیا ہی تو باندی کو واپس کر دے اور وہ بچہ آزاد ہی اور اگر کہہ نہ کہا کہ میں نے تجھ سے لیا ہی تو واپس نہ کرے گا اور اگر کہلا کر نہ لے تجھے یہ بچہ بننے کے بعد آزاد کیا ہی اسے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے آزاد کیا ہی تو بچہ کے تباہی کا قول مقبول ہوگا اور بھی حکم کتابت کی صورت میں ایسا واقع ہونے میں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے امالی میں فرمایا کہ اگر سچے دونوں کے قبضہ میں ہو تو عورت کا قول اور اگر دونوں کے پاس گواہ ہوں تو عورت کے گواہ قبول ہونگے لیکن مدبر کر دینے کی صورت میں ایسے اختلاف میں مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ محیط سخی میں ہے اگر زید نے اپنا غلام آزاد کیا پھر عہدہ نے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم اس غلام سے اسکے غلام ہونے کی حالت میں لیے ہیں اور غلام نے کہا کہ تو نے بعد آزادی کے مجھے سے نہیں تو غلام کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر غلام کو مکانب کیا پھر یہ اقرار و اختلاف واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زید نے اس غلام کو فروخت کیا پھر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے اس غلام سے سو درم اس وقت غصب کیے جب یہ زید کا غلام تھا اور دوسرے مالک نے کہا کہ نہیں تو نے اس وقت غصب کیے ہیں جب میرا غلام تھا تو دوسرے کو مال ملیکا اور بھی حکم براہات کے اقرار و اختلاف میں ہے یہ ماویٰ میں ہے اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے عمر کو کی آنکھ عہدہ چھوڑ دی پھر اسکے بعد زید کی آنکھ جاتی رہی اور عہدہ نے کہا کہ تو نے میری آنکھ چھوڑ دی رہا لیکہ تیری آنکھ ثابت تھی اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تیری آنکھ چھوڑ دی رہا لیکہ میری آنکھ چاچکی تھی تو عمر کا قول قبول ہوگا یہ بیسوط میں ہے اگر اقرار کیا کہ میں نے اپنے غلام ہونے کی حالت میں زید کے ولی کو قتل کیا ہی اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے قتل کیا ہی تو اسے کچھ لازم نہ آدیا گیا محیط سخی میں ہے اگر دو متفاو ضین میں سے ایک نے اقرار کیا کہ دوسرے پر شرکت سے پہلے کا زید کا قتل ہے ہی اور اس دوسرے نے اقرار کیا اور زید نے دعویٰ کیا کہ یہ قرضہ حالت شرکت کا ہی تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر ایک نے اقرار کیا کہ یہ قرضہ شرکت سے پہلے کا صرف مجھ ہی شریک پر نہیں ہے اور زید کے شرکت میں ہو چکا دعویٰ کیا تو مال اس پر واپس آسکتا شریک پر لازم ہوگا اور اگر باجم سب نے تصدیق کی کہ یہ قرضہ شرکت سے پہلے کا ہی تو دونوں میں سے کوئی دوسرے کے قرضہ کے واسطے ناخو نہ ہوگا نہ وہاں دونوں میں سے کوئی مرگیا یا دونوں ہلا ہو گئے پھر ایک نے شرکت میں قرضہ دونوں

پہ ہونے کا اقرار کر دیا تو خاص اسی پر لازم آویگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر مسلمان نے مقبوضہ شراب یا سور کا کسی ذمی سے لیے اقرار کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر ذمی نے کسی مسلمان کے واسطے معین موجودہ شراب یا سور کا اقرار کیا تو بھی جائز ہی اور اگر مستملکہ شراب یا سور کا اقرار کیا تو اُس پر کچھ لازم نہ آویگا۔ اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کے واسطے ایسی شراب یا سور کا اقرار کیا جو تلف کر دی ہو تو اُس پر قیمت اُسکی واجب ہوگی۔ اور اگر کوئی ذمی مسلمان ہو گیا پھر دوسرے ذمی نے اقرار کیا کہ میں نے اسکا سور اسکے اسلام کے بعد تلف کر دیا اور مسلم نے کہا کہ تو نے میرے مسلمان ہونے سے پہلے تلف کیا ہے تو یہ معین رحم کے نزدیک ذمی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُس پر ضمان نہیں ہی اسی طرح اگر کسی ذمی نے شراب کے تلف کر دینے کا اصرار کیا کہ میں نے اپنے حربی ہونے کی حالت میں یہ شراب تلف کر دی یا تیرے حربی ہونے کی حالت میں تلف کر دی ہے اور مخاطب کا حربی ہونا اس سے پہلے دریافت ہو لای تو اس میں بھی اختلاف مذکور واقع ہے یہ مبسوط میں ہے۔

**باب۔ اُن صورتوں کے بیان میں جو شرکت کا اقرار ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں اور اپنی اور دوسرے شخص کی مشترکہ چیز میں اقرار کرنے اور اپنے اور دوسرے پر اقرار کرنے اور کسی چیز کا اپنے اور دوسرے کے واسطے ملک کا اقرار کرنے کے بیان میں۔** اگر کسی کے قبضہ میں ایک غلام ہو اُسے کہا کہ زید کہ امین شرکت ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک زید کو اسکا آدھا ملیگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقدار بیان کرنے میں مقرر کا قول قبول ہوگا اور دوسرے اتفاق ہوگا اگر یوں کہا کہ زید اس غلام میں میرا شریک ہے یا یہ غلام میرے اور زید کے درمیان مشترک ہے یا یہ غلام میرا اور زید کا ہے تو دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور اگر اپنے اقرار سے ملکہ کہ زید دسویں حصہ کا شریک ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یا یوں کہا کہ یہ غلام میرا اور زید کا ہے میرا وہ تہائی ہے اور زید کا ایک تہائی ہے تو بھی اسی کا قول لیا جائے گا۔ اگر کہا کہ یہ غلام میرا اور میرے ساتھ فلان و فلان امین شریک ہیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہر تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مقدار بیان کرنے میں مقرر کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ امین سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ زید نے کہا کہ عمرو کے اس غلام میں ہزار درہم ہیں تو غلام زید کا ہوگا اور ہزار درہم عمرو کے اُسکی گردن پر قرضہ ہونگے لیکن اگر اُسکے اقرار میں کوئی ایسا لفظ ہو جس سے غلام کی ذات میں شرکت ثابت ہو۔ مثلاً یوں بیان کرے کہ میں نے یہ غلام خریدا امین عمرو کے ہزار درہم ہیں تو شرکت ہو سکتی ہے۔ اور اگر کہا کہ عمرو کے اس کپڑے میں ہزار درہم ہیں اور ایسا کوئی لفظ نہ ہو لاجس سے کپڑے میں شرکت ثابت ہو تو یہ شرکت نہ ہوگی بلکہ کپڑے میں سے ہزار درہم عمرو کو ملیں گے اور اگر کہا کہ اس ہزار درہم میں عمرو کے ہزار درہم ہیں تو امین سماعہ شرکت کے کوئی صوف نہیں ہی پس شرکت قرار نہ دیا جائیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی دار میں ایک بیت معین کی نسبت ایک شریک لے دوسرے شریک کے واسطے اقرار کر دیا تو فی الحال یہ اقرار نہیں صحیح ہے مگر دار کو تقسیم کرنے کے بعد اگر یہ بیت مقرر کے حصہ میں رہے تو دوسرے شریک کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر وہ بیت اُسکے شریک کے حصہ میں آیا تو مقرر کا حصہ اُسکے اور شریک مقرر کے درمیان ملے گا دونوں کے حق کے تقسیم ہوگا کہ امین مقرر بیت کے تمام گزروں سے اور مقرر باقی دار کے نصف سے سوائے اس بیت کے حصہ دار ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی خاص دستہ یا دیوار کا اقرار کیا تو بھی ایسا ہی ہوگا اور یہ معین رحم کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مقرر بیت کے آدھے گزروں سے اور مقرر باقی دار سے حصہ دار ہوگا مثلاً اگر دار کے سون گز ہوں

میں سے دو گز ہوں  
وہ دو گز میرے  
اور دو گز میرے  
تو میرا حصہ ہے  
اور اگر کسی نے  
مقرر کا حصہ  
میں سے لے لیا  
تو میرا حصہ ہے



اور بیت و ش گز کا ہو تو بخیر رج کے نزدیک مقرر دس گز سے اور مقرر بتا لیس گز سے شریک ہو گا پس دار دونوں میں  
 گیارہ حصوں پر تقسیم ہو گا دو حصہ مقرر کیا اور نو حصہ مقرر کو بیٹے کے اور امام محمد نے نزدیک مقرر کو پانچ اور مقرر کو بتا لیس گز کا  
 حق ہی پس اسکو مقرر کے حصہ کا دسواں دیا جائیگا صی طرح اگر دو شریکوں میں سے ایک نے ایک دار مشترکہ کے خاص بیت کی  
 دوسرے شریک کی واسطے وصیت کی اور مرگیا تو بھی یہی صورت تقسیم کی ہوگی یہ محیط سخی میں ہی اگر ایک حمام دو شریکوں میں  
 مشترک ہی ایک نے اقرار کیا کہ امین سے درمیانی بیت دوسرے شخص کا ہی یعنی کسی ثالث اجنبی کے لیے اقرار کیا تو جائز نہیں ہی اور  
 مقرر کو اختیار ہو کہ مقرر سے اس بیت کی آدمی قیمت ثابت ہوے قلت اسوجہ سے آدمی قیمت لیگا کہ تمام بیت مقرر کا نہیں ہو بلکہ وہ  
 آدمی کا شریک ہی اس واسطے آدمی میں اقرار جائز ہو کر جو کہ مشترک ہی اس واسطے میں میں جائز نہیں قیمت میں جائز ہی واللہ تعالیٰ اعلم  
 اور اگر نصف حمام یا تہائی حمام کا دوسرے شخص غیر کو واسطے اقرار کیا تو جائز ہی یہ مبسوط میں ہی۔ ایک تلوار دو شخصوں میں مشترک  
 ہو اسکا علیہ چاندی کا ہی پس ایک نے اقرار کیا کہ اسکا علیہ دید کا ہی تو یہ اقرار اس کے شریک پر جائز ہو گا اور مقرر کو علیہ کی آدمی قیمت  
 دے دے ہوے سونے سے ادا کرے۔ اسی طرح اگر کسی بیت مشترک کے شہیر کا دوسرے کو واسطے اقرار کیا تو مقرر کو اسکی آدمی قیمت  
 دیگا۔ اسی طرح اگر ایک دیوار مشترک کی انٹون یا ستون یا چو کھٹا دروازہ کا جو مشترک ہی کسی کے واسطے اقرار کیا تو بھی  
 یہی صورت ہی یہ ماوی میں ہی۔ اور اگر ایک گھری کپڑوں کی دو شخصوں میں مشترک ہی امین سے ایک خاص کپڑے کا کسی شخص  
 کے واسطے اقرار کیا تو اس کپڑے میں سے جو حصہ مقرر کا ہو گا وہ مقرر کو بیٹے کا ذی البسوط۔ اور باندی غلام و حیوانات کا بھی  
 یہی حکم ہو کہ ذی الحکام ہی۔ ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہی پس ایک نے کہا کہ تمام دار سے دسواں حصہ میرے حصہ کا زید کا  
 ہو تو جائز ہی اور دار کے دس حصہ کیے ہاویگے امین سے پانچ حصہ مقرر کو دیے جاویگے اور اسے تمام دار سے دسویں حصہ کا  
 فرد کے واسطے اقرار کیا ہی اس واسطے ایک حصہ ان پانچ حصوں میں سے زید کو بیٹے کا اور چار حصہ مقرر کے پاس رہیں گے اور اگر  
 یوں اقرار کیا کہ تمام دار کا جو تھائی زید کا ہو اور باقی ہم دونوں میں مشترک ہی اور شریک نے اس سے انکار کیا تو مقرر کا حصہ  
 اس کے اور مقرر کے درمیان پانچ حصوں میں تقسیم ہو گا تین مقرر کو دو حصہ مقرر کو بیٹے کے یہ محیط سخی میں ہی۔ اگر ایک دیوار  
 دو شخصوں میں مشترک ہی ایک نے ایک بیت معین کا زید کے واسطے اقرار کیا اور شریک نے اس سے انکار کیا مگر شریک نے  
 دوسرے بیت معین کا اقرار کیا اور پہلے شریک نے اس سے انکار کیا تو دار دونوں میں برابر تقسیم ہو گا جسکے حصہ میں اسکا  
 بیت آیا کہ جسکا اُس نے مقرر کے واسطے اقرار کیا ہی تو وہ بیت مقرر کو دیدیگا اور اگر اس کے حصہ میں نہ آیا تو اسکا حصہ اس کے اور مقرر  
 کے درمیان اس بیت اور باقی آدمی دار پر سواے بیت کے تقسیم ہو گا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک دار دو شخصوں عمرو و خالد بن مشترک  
 ہی پھر ایک عمرو نے اقرار کیا کہ یہ دار ہم دونوں اور زید کے درمیان تین تہائی ہو اور خالد دوسرے شریک نے اقرار کیا کہ دار  
 ہم دونوں اور زید اور دیگر کے درمیان چار حصے برابر ہی تو امام ابو یوسف رج کے قول کے موافق جس پر دونوں نے اتفاق  
 کیا ہی سچے زید وہ خالد کے پاس آویگا اور جو کچھ اُس کے قبضہ میں ہی اُس کا ہو تھائی لے لیگا اور یہ جو تھائی عمرو کے مقبوضہ  
 میں ملکر دونوں برابر بانٹ لیں گے اور جب خالد کے پاس بچا وہ اُس کے اور دیگر کے درمیان برابر تقسیم ہو گا اور امام محمد رحمہ اللہ  
 کے قول کے موافق زید خالد کے مقبوضہ میں سے پانچواں حصہ لیگا اور باقی قول مثل قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہی  
 یہ تحریر شرح ہائے کبیر میں ہی۔ اگر ایک قوم کا ایک ماسخہ فاس ہی اور اسہر یک دروان لگا ہو اہی قوم کے ایک شخص نے  
 اسکی غیر نفس کے واسطے اس ماسخہ میں اقرار کیا تو اسکا اقرار باقی شریکوں پر جائز ہو گا اور بیٹے کا ہم تقسیم نہ کریں تب تک

مقرر کو بیٹے کا  
 حصہ کا زید کا  
 حصہ کا زید کا  
 حصہ کا زید کا  
 حصہ کا زید کا

مقررہ اس راستہ سے گز نہیں کر سکتا ہے اور اگر بعد قسمت کے وہ موقع اس مقرر کے حصہ میں پڑا تو یہ اقرار اسپر جائز ہوگا اور اگر دوسرے کے حصہ میں آیا تو مقرر کو اختیار ہوگا کہ مقرر کے حصہ میں سے بقدر حصہ اس راستہ کے بٹالیوے یہ عادی میں ہے۔ ایک نہر تین آدمیوں میں مشترک ہے ایک شریک نے دسویں حصہ نہر کا زید کے واسطے اقرار کیا تو اہل دو صورتیں ہیں اگر یوں اقرار کیا کہ دسواں حصہ زید کا اور باقی نہر تینوں میں مشترک ہے تو جس قدر حصہ مقرر کے قبضہ میں ہے ایک تہائی ہو وہ چار حصہ ہو کر ایک حصہ مقرر کو دیا جائیگا اور اگر اپنے واسطے تہائی نہر کا دعویٰ کرتا ہو تو جس قدر اسکے پاس ہو وہ اسکے اور مقرر کے درمیان تیرہ حصہ ہو کر تین حصے مقرر کو اور دس حصے مقرر کو ملینگے یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایسی طرح اگر پچھلے یا حوض تین شخصوں میں مشترک ہو اور اس طرح اقرار واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ مبسوط میں ہے۔ نوادر بن حامد میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ دو شخصوں کے قبضہ میں ایک دار ہے ہر ایک نے دوسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے مدعی کے واسطے نصف دار کا اقرار کیا ہے اور ہر ایک اس اقرار سے منکر ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی کے مقبوضہ میں مدعی کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر ہر ایک شریک نے کسی دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شریک پر یہ گواہی دی کہ اس نے مدعی کے واسطے آدھے دار کا اقرار کیا ہے تو مدعی دونوں سے آدھا دار لے لیگا یہ محیط میں ہے اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ جو غلام میرے قبضہ میں ہے میرے اور عمرو کے درمیان مشترک ہے پھر کہا کہ یہ غلام میرے اور عمرو کے درمیان ہے پھر بعد اسکے کہا کہ میرے اور خالد کے درمیان ہے پھر پھون نے قاضی کے پاس ناش کی تو عمرو کے نام آدھے غلام کی اور بکر کے نام چوتھائی غلام کی اور خالد کے نام آٹھویں حصہ غلام کی ڈگری ہوگی اور باقی آٹھواں حصہ زید کے پاس رہیگا اسی طرح اگر یہ اقرار کسی میت پر کیا جس کا یہ وارث ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی النہای۔ ایک قبیلہ تین ہزار آدمیوں میں دو شخصوں کے قبضہ میں ہے پس ایک نے زید کے واسطے آدھے مال کا اقرار کیا پس اگر یہ کہہ کر اسکا آدھا تیرا ہو چھپ ہو رہا اور دوسرے شریک نے انکار کیا تو مقرر کو مقرر کے مقبوضہ کی دو تہائی ملیگی اور اگر یوں کہا کہ اسکا آدھا تیرا باقی آدھا میرے اور میرے شریک کے درمیان مشترک ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ قبیلہ میرے اور تیرے درمیان آدمی آدمی ہے تو اسکا مقبوضہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر زید و عمرو دونوں میں سے زید نے بکر سے کہا کہ یہ قبیلہ آدمی میری اور آدمی تیری ہے اور عمرو نے کہا کہ تہائی بکر کی اور دو تہائی میری ہے اور زید نے تصدیق کی تو بکر عمرو سے اُسکے مقبوضہ کی تہائی لے لیگا اور یہ تہائی زید کے مقبوضہ کے ساتھ ملا کر دونوں برابر تقسیم کرینگے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عمرو سے پانچواں حصہ لیگا اور زید کے مقبوضہ میں ملا کر دونوں برابر تقسیم کرینگے۔ اور اگر اسنے کل کا حصہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بکر ہر ایک سے اُس قدر لے لیگا جس قدر اُس نے اقرار کیا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمرو سے اُسکے مقبوضہ کا پانچواں حصہ اور زید سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لیگا یہ کافی میں ہے اور اگر زید نے کہا کہ بکر کی تہائی ہے اور دو تہائی میری ہے اور عمرو نے کہا کہ بکر کی دو تہائی ہے اور ایک تہائی میری ہے اور بکر نے دعویٰ کیا کہ تمام قبیلہ میری ہے تو زید سے اُسکے مقبوضہ کا پانچواں حصہ لیگا اور عمرو سے اُسکے مقبوضہ کا تین پانچواں حصہ لیگا اور یہ اُس صورت میں ہے۔ کہ بکر نے دونوں کی گندیہ کی ہو اور اگر مگر دونوں کی تصدیق کی تو عمرو سے اُس کے مقبوضہ کا تین پانچواں حصہ لیکر زید کے مقبوضہ کے ساتھ ملا کر تین تہائی کرینگے کہ اُس میں سے ایک تہائی بکر کو ملیگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک قبیلہ تین شخصوں زید و عمرو و بکر میں مشترک ہے میں نے اقرار کیا کہ تین جو تہائی

محیط سرخی میں ہے  
۱۱۲۰ھ

عمر کی اور ایک چوتھائی میری ہی اور بکرنے اقرار کیا کہ عمرو کا پانچ چھٹا حصہ ہو اور چھٹا حصہ میرا ہی اور عمرو نے کہا  
تھیلی کا دعویٰ کیا تو ہر ایک سے اُسکے اقرار کے موافق لے لیا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مقرب سے روپا پنچوین اور  
پانچوین کی تین چوتھائی لگا اور دوسرے سے تین پانچوین لگا لکھانے لکھانی۔ اور اگر تینوں سترکیوں میں سے ایک  
زید نے اقرار کیا کہ اس تھیلی کی تہائی خالد بنی کے واسطے ہو اور دو تہائی میری ہی اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ آدھا اسکا  
ہی اور آدھا میرا ہی اور بکرنے کہا کہ دو تہائی اُسکی اور ایک تہائی میری ہی اور خالد نے دعویٰ کیا کہ سب تھیلی میری ہی تو زید  
سے اُسکے مقبوضہ کا ساتواں اور عمرو سے دوسرا توین حصہ اور بکرنے تین ساتوین حصے لے لیا یہ محیط سترہ میں ہو۔ ایک  
تھیلی ہزار درہم کی زید کے پاس ہو گئی اقرار کیا کہ یہ میرے اور عمرو کے درمیان برابر مشترک ہو اور عمرو کو آدمی دیدی پھر اقرار  
کیا کہ تھیلی میرے اور بکرنے کے درمیان برابر مشترک ہو تو اُسکی دو سو تین ہین یا تو عمرو کو آدمی تھیلی بحکم قاضی دی یا بدون حکم  
قاضی دی ہو پس پہلی صورت میں بکرنے کو باقی کا آدھا دیگا یعنی چوتھائی تھیلی اور دوسری صورت میں آدھا جو اُسکے پاس  
ہو سب دیگا اور یہ ہمارے تینوں علماء کا قول ہو اور اگر بکرنے واسطے نصف کا اقرار نہیں بلکہ تہائی کا اقرار کیا ہو یعنی چون کہا  
کہ تھیلی میرے اور عمرو کے درمیان تین تہائی مشترک ہو اور بکرنے عمرو کی شرکت سے انکار کیا پس اگر عمرو کو  
بحکم قاضی دیگا ہو تو بکرنے کو باقی کا آدھا دیگا اور اگر بدون حکم قاضی دیا ہو تو بکرنے کو کل مال کی تہائی دیگا۔ اور اگر عمرو کو بلا حکم  
قاضی آدھا دیا اور بکرنے کو بحکم قاضی تہائی دیا پھر خالد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ سب کا چوتھائی کا خریک ہو اور عمرو و بکرنے  
خالد کی شرکت سے انکار کیا اور خالد نے عمرو و بکرنے کی شرکت سے انکار کیا تو خالد کو تمام مال کا چھٹا حصہ دیگا اور اگر پہلے  
دونوں کو بلا حکم قاضی دیگا ہو تو خالد کو اپنے قبضہ کا باقی چھٹا حصہ دیدے گا اور اپنے مال سے اور چھٹا حصہ دے کر  
تھیلی کی چوتھائی اُسکے واسطے پوری کر دے گا۔ اور اگر عمرو کو آدھا بحکم قاضی دیا ہو اور بکرنے کو چوتھائی بحکم قاضی دیا ہو پھر  
خالد کے واسطے اقرار کیا تو باقی کا نصف یعنی آٹھواں حصہ اُسکو دے گا۔ اور اگر عمرو کو آدھا بحکم قاضی دیا ہو اور بکرنے کو  
چوتھائی بلا حکم قاضی دیا ہو پھر خالد کے واسطے اقرار کیا تو خالد کو تھیلی کا چھٹا حصہ دیگا اور چھٹے حصہ کا آدھا اُسکے پاس  
رہ جائے گا۔ اور اگر عمرو کو آدھا بدون حکم قاضی دیا ہو بکرنے کو تہائی بحکم قاضی دیا ہو پھر خالد کے واسطے اقرار کیا اور عمرو  
نے خالد کے واسطے تصدیق کی اور بکرنے سے انکار کیا اور خالد نے عمرو کی تصدیق کی اور بکرنے سے انکار کیا اور بکرنے زید کے  
عمرو و خالد دونوں کی شرکت سے انکار کیا تو خالد زید سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لیکر عمرو کے حصہ میں ملا کر برابر بانٹ لیا  
اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قیاس ہو اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ خالد زید سے اُسکے  
مقبوضہ کی تہائی لیکر مثل قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے عمل میں لا دیگا۔ اور اگر بکرنے کو بھی بلا حکم قاضی دیدی پھر خالد کے  
واسطے اقرار کیا اور باقی مسئلہ بالادہ ہو تو کتاب میں مذکور ہو کہ خالد زید سے تمام مال کا آٹھواں حصہ یعنی اُسکے مقبوضہ کا  
تین چوتھائی لیکر عمرو کے حصہ میں ملا کر برابر تقسیم کر دیگا اور ابو بکر جصاص نے ابو سعید ہریری سے نقل کیا کہ یہ قول امام  
ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہی اور امام محمد رحمہ اللہ کے قیاس پر زید سے دسواں حصہ تمام مال کا یعنی اُسکے مقبوضہ کا تین پانچواں لیکر عمرو کے  
حصہ میں ملا کر دونوں برابر تقسیم کرینگے اور اگر زید نے عمرو کو آدھا مال بلا حکم قاضی دیدیا پھر بکرنے خالد کے واسطے معاً اقرار  
کیا اور عمرو نے زید کی تیسرے کے واسطے تصدیق اور دوسرے کے حق میں نکذیب کی تو خالد زید سے آٹھ کے مقبوضہ کی  
چوتھائی لیکر عمرو کے حصہ میں ملا کر برابر تقسیم کرینگے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک

پانچواں حصہ لیگا اور دوسرا لینے لکے جسکے بارہ مین عمرو نے تصدیق نہیں کی ہی زید سے تمام مال کی چوتھائی لے لیگا یہ تحریر  
شرح جامع کبیر حصہ بی مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ عمرو کے بھیس اور خالد پر ہزار درم ہیں اور خالد نے انکار کیا تو زید پر اس کے  
آدھے لازم آویسکے۔ اسی طرح اگر عاریت یا قرض یا مضاربت یا فسخ خطا یا غلام سے یا عداوت زخمی کرنے میں ایسا اقرار کیا تو  
بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنے ساتھ دو شخصوں کو مقروض بنایا تو ان کے انکار کے بعد اسپر تہائی مال لازم آوے گا سیلج میں  
لوگوں کو اپنے ساتھ بیان کیا اگر تین غلام بخور یا بالغ لڑکا یا حری یا میت یا نامعلوم آدمی ہو تو ان لوگوں کے شمار  
سے حصہ حصہ مقرر پڑتا ہو وہ لازم آویگا کذا فی الحاکم ہی۔ اگر کہا کہ ہم پر زید کے ہزار درم ہیں حالانکہ اپنے ساتھ کسی کو ذکر  
نہیں کیا پھر کہا کہ اپنے ساتھ میں نے فلان و فلان شخصوں کو مراد لیا تھا اور مقررہ نے سب مال کا اسی مقررہ حصہ کیا تو  
کل مال اسی پر لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کے ہم پر اور اشارہ اپنی طرف اور دو ساتھیوں کی طرف کیا تو اسی پر کل مال  
لازم ہوگا۔ اور اگر کہا کہ زید کے ہم سب پر یا ہم کل پر ہزار درم ہیں اور اپنی طرف اور اپنے ساتھیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ  
کیا تو اسپر ہزار مین سے بقدر اس کے حصہ کے لازم آویگا یعنی ہزار درم ان لوگوں کی تعداد پر تقسیم ہو کر جو حصہ اس مقررہ  
پڑتے مین بڑے اسپر لازم ہوگا۔ اور اگر یوں اقرار کیا کہ زید کے ہم مین سے ایک شخص پر ہزار درم آتے ہیں تو  
اسپر کچھ لازم نہ آویگا اسی طرح اگر کہا کہ ہم مین سے دو شخصوں پر آتے ہیں تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر یوں  
کہا کہ ای فلان تمہارے بھیس ہزار درم ہیں تو کل مال اسپر واجب ہوگا اسی طرح اگر یوں کہا کہ ای فلان تمہارے دونوں  
کے بھیس ہزار درم ہیں تو اس خطب فلان شخص کو اس مین سے آوے علیک یہ محیط ستر مین ہی اگر یوں کہا کہ ہم کو فلان  
شخص نے ہزار درم قرض دیے یا ہمارے پاس ودیعت رکھے یا ہم نے عاریت لیے یا ہم نے اس کیلئے قصب کر لیے ہیں تو  
اسپر سب مال لازم آویگا اور اگر یوں کہنے کے مین نے اپنے ساتھ دوسروں کو مراد لیا تھا تو تصدیق نہ کی جاوے گی۔ اور  
اگر یوں کہا کہ مین نے سودہ در حالیکہ میرے ساتھ فلان شخص تھا غصب کر لیے تو اسپر آدھا مال لازم ہوگا بخلاف اس  
صورت کے کہ اگر یوں کہا کہ میرے ساتھ فلان شخص بیٹھا تھا تو ایسا نہیں ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اقرار کیا کہ مین نے اور  
فلان شخص نے عداوت زید کا ہاتھ ڈالا اور فلان شخص منکر ہو اور زید دعوے کرتا ہی کہ کاٹنے والا صرف ہی مقررہ ہی تو  
قیامت اسپر لچے لازم نہیں آتا یہ ویکین ہم قیاس کو چھوڑ کر اسپر آدمی دیت یا حکم کرتے ہیں یہ حاوی مین ہی۔ اگر زید  
مر گیا اور اسے دو بھائی چھوڑے پھر ایک بھائی نے زید کی نسبت بھائی ہونے کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا  
تو ہمارے علماء کے نزدیک مقررہ مقررہ بھائی کو اپنے مقبوضہ کا آدھا بانٹ دیگا یہ حاوی سفر مین ہی۔ اگر زید نے  
اقرار کیا کہ جو میراث میرے باپ کی میرے پاس ہی وہ میرے اور اس شخص کے درمیان مشترک ہے یہ میراث بھائی ہی ہے  
مقررہ نے زید کے بیٹے ہونے سے انکار کیا یعنی یہ زید میت کا بیٹا نہیں ہے مین ہی میت کا بیٹا ہوں یا کسی شخص سے تہی ہے  
کہانہ تری بہن مر گئی اور وہ میراث جو روحی اور یہ مال میرے اور میرے درمیان میراث چھوڑ گئی ہی اسے کہا کہ سب مال میرا  
ہی کیونکہ تو اسکا شوہر نہیں ہے تو پہلے مسئلہ مین آدھا مال مقررہ کو لیگا اور دوسرے مسئلہ مین امام اعظم رحمہ کے نزدیک مقررہ  
تمام مال لے لیگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک آدھا مال لیگا یہ کافی مین ہی۔ عورت نے اگر اقرار کیا کہ مین نے اپنے شوہر  
سے میراث پائی ہے پھر اسے اقرار کیا کہ یہ شخص شوہر کا بھائی ہی پس بھائی ہوا کہ مین بھائی ہوں اور تو اسکی جود نہیں تو  
امام محمد رحمہ و زفر رحمہ کے نزدیک تمام مال بھائی کو لیگا اور امام ابو یوسف رحمہ فرمایا کہ عورت کو چوتھائی اور باقی بھائی تو



ملیگا یہ فتاویٰ مغربی میں ہو۔ ابن سمانہ نے امام محمد رحمہ کو لکھا کہ ایک شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ تم دونوں کے  
بجھ کر ہزار درم ایک غلام کے دام ہند جو تم دونوں نے میرے ہاتھ فروخت کیا تھا پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے  
نے کہا کہ میرے بھچر پانچ سو درم قرض کے ہیں کہ میں نے تجھے قرض دیے تھے انہیں میرے ساتھ کسی کی شرکت نہیں  
ہو تو امام محمد رحمہ نے جواب فرمایا کہ امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف کے قیاس میں چاہیے کہ دونوں میں سے کوئی کچھ وصول  
نہ کرے مگر دوسرا انہیں شریک ہوگا۔ لیکن میرے نزدیک جو کچھ ایک نے وصول کیا اگر دوسرا انہیں اپنی شرکت سے انکار کرتا  
ہو تو شریک ہوگا۔ زید نے عمرو کو دو شخصوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کے باپ سے ہزار درم منصب کر لیے اور اسکا تم  
دونوں کے سوا کسی وارث نہیں ہے پھر عمرو نے اسکی تصدیق کی اور بکرتے کہا کہ میرے بھچر پانچ سو درم قرض میں  
کہ میں نے تجھے قرض دیے تھے اور تو نے میرے باپ کی کوئی چیز منصب نہیں کی ہو تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں  
میں سے کوئی کچھ وصول نہ کرے مگر دوسرا بھائی انہیں شریک ضرور ہوگا یہ محیط میں ہو

**چودھواں باب**۔ ایسے اقرار جسے صریح ابرار ہونا ہو اور جسے صریح ابرار نہیں ہوتا ہی انکے بیان میں۔ قال ابو  
برہی کرنا۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ میرا زید کی طرف کچھ نہیں ہے تو اس برائت میں سب حق آگئے جو از قسم مال ہو اور وہ  
بھی جو از قسم مال نہیں ہے جیسے کفالت بانفس و قصاص و عتق اور وہ دین بھی جو مال کے بدلے واجب ہوا ہو  
جیسے عین و اجرت یا جو مال کے بدلے نہیں واجب ہوا ہو جیسے مہر و ارش اور وہ بھی جو مال معین مضمون ہو یعنی انکی  
ضمان لازم ہو جیسے منصب یا امانت ہی جیسے عاریت و اجارہ وغیرہ۔ اور اگر یوں کہا کہ میرا کچھ حق زید پر نہیں ہے تو انہیں  
مضمون آگیا اور امانت داخل نہ ہوئی اور اگر یوں کہا کہ زید کے پاس میرا کچھ حق نہیں ہے تو امانت داخل ہوئی اور مال  
مضمون داخل نہ ہوا یہ محیط میں ہو۔ اگر کہا کہ زید میرے مال سے جو اسپر ہو بری ہو تو یہ دیون کو شامل ہو اور اگر کہا  
کہ میرے مال سے جو اسکے پاس ہو بری ہو تو ان مالوں کو شامل ہو جو اصل میں امانت ہیں اور تنکی اصل منصب مضمون  
ہو انکو شامل نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ زید میرے مال سے جو اسکی طرف ہے بری ہو تو ضمان اور امانت سے بری ہو گیا پھر  
اگر اسکے بعد طالب نے اسپر کسی حق کا دعوے کیا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی تا وقتیکہ گواہ یوں گواہی نہ دین کہ  
یہ حق بری کرنے سے بعد کا ہو یا کوئی ایسا وقت مقرر کرین جو بری کرنے سے بعد ہو یہ محیط شخصی میں ہو۔ اور اگر وقت نہ  
ہیان کیا بلکہ دعوے میں ایسا مکتا تو قیاس چاہتا ہوگا اسکے دعویٰ کی سماعت ہو مگر استحسانا گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط  
میں ہو۔ اور اگر یوں کہا کہ میرا کسی پر دین نہیں ہے پھر کسی پر دین کا دعوے کیا تو دعوے صحیح ہو۔ اور نوادر ابن رستم  
میں امام محمد رحمہ سے روایت ہو کہ اگر زید نے کہا کہ اسپر میرا دین ہے وہ اس سے بری ہو تو اسکے قرضدار اسکے قرضوں سے  
بری نہیں ہونگے لیکن اگر کسی شخص معین کو قصداً مرادے اور کہے کہ یہ شخص میرے قرض سے جو اسپر ہے بری ہو یا کوئی علیہ  
کو مرادے اور کہے کہ فلان قبیلہ بری ہے اور اہل قبیلہ معدودے چند لوگ ہیں تو ہو سکتا ہو کہ یہ بری ہو جاوے اسی طرح  
اگر یوں کہا کہ جو کچھ مال میرا لوگوں پر از قسم دین تھا سب میں نے بھربایا تو صحیح نہیں ہے یہ محیط شخصی میں ہو۔ اگر اقرار کیا کہ  
فلان شخص میرے حق سے بری ہو گیا پھر کہا کہ صرف بعض حق سے بری ہوا ہو تو اس کی تصدیق نہ کیا ورنہ کی اسی طرح  
اگر کہا کہ زید اس سے جو میرا اسکی طرف ہے یا میرے مال سے جو اسکی طرف ہے۔ یا میرے قرضہ سے جو اسپر ہے یا میرے  
حق سے جو اسپر ہے بری ہو تو بھی یہی حکم ہو لیکن حقوق سے بری کرنے میں کفالت اور وہ جنابت میں خود بارش

مال زید  
بازدین کا حق  
نہ کی گواہی

لازم آتا ہو داخل ہوئے کیونکہ یہ اسکے حقوق میں سے ہیں یہ مبیوط میں ہو۔ اگر لڑکے کہہ کہ میں نے اپنے دین سے جو فلان شخص پر بری کیا یا وہ شخص اس دین سے جو میرا سپرد ہو حلت میں ہو تو یہ قرضدار کی برائت ہو اسطرح اگر کہہ کہ جو میرا سپرد ہوا میں نے اسکو ہبہ کر دیا تو قرضدار بری ہو گیا لیکن اگر حاضر ہوا اور کہے کہ میں ہبہ نہیں قبول کرتا ہوں یا غائب ہوا اور نہ ہونے پر کہے کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مال سپرد ہیکا اور اگر عدم قبول سے پہلے مر گیا تو بری رہا یہ حاوی میں ہو اور اگر طالب نے اقرار کیا کہ فلان شخص پر جو میرا قرضہ تھا اس نے میری طرف سے برائت کرنی تو یہ وصول پانچکا قرار ہو یہ مبیوط میں ہو۔ اگر لڑکے اقرار لیا کہ میں نے فلان شی کہ فلان شخص سے پاس میری کوئی چیز نہیں ہو تو یہ امانات سے ابرا ہو نہ دیوں سے یہ محیط میں ہو اگر اقرار کیا کہ زید کی طرف میری کوئی حد شرعی نہیں آتی ہو تو مقر ایسے سرقہ کا دعویٰ کر سکتا ہو۔ جہن ہا تو کا نا جاوے اور اگر کہہ کہ زید کی طرف میرا کچھ مال نہیں ہو تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو کہ خطا سے قتل کی دیت کا دعویٰ اسپرد کرے یا صلح یا کفالت سے دیت کا دعویٰ کرے اور اگر کہہ کہ جراثحت کی وجہ سے کوئی حق نہیں ہو تو خطا سے زخمی کرنے اور عمدہ زخمی کرنے دونوں کو شامل ہو قتل کو شامل نہیں ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اگر اقرار کیا کہ زید کی طرف میرا قصاص نہیں ہو تو اسکو خطا سے قتل یا حد کا دعویٰ کر نیکا اختیار ہے۔ اور اگر لڑکے اقرار کیا کہ زید کی طرف خطا سے زخمی کر نیکا میرا حق نہیں ہو تو اسکو اختیار ہو کہ عمدہ زخمی ہو کر اسپرد دعوے کرے خواہ اسکا عوض قصاص آتا ہو یا نہ آتا ہو یہ مبیوط میں ہو اور اگر اقرار کیا کہ میرا حق خون زید کی طرف نہیں ہو تو عمدہ یا خطا خون کا دعویٰ اسپرد نہیں کر سکتا ہو اسکے سوا دعوے کر سکتا ہو جہن خون کرنا نہیں ہو کذا فی الحادی۔ اگر اقرار کیا کہ میرا حق زید کی طرف نہیں ہو پھر اسپرد قذف یا مکر کا دعوے کیا تو گواہ قبول نہوئے و نسلن اگر گواہ گواہی دین کہ یہ حق بری کر نیکے بعد پیدا ہوا ہو تو قبول ہوئے یہ مبیوط میں ہو۔ اور اگر لڑکے کہہ کہ یہ میرے قذف کرنے سے وہ بری ہو گیا پھر اسپرد دعویٰ کیا تو اسکو اختیار ہو اور اگر لڑکے کہہ کہ یہ شخص اس سرقہ سے جکا میں نے اسپرد دعویٰ کیا تھا بری ہو تو پھر خانہ آدبی اور نہ ہاتھ کا نا جا سکتا یہ محیط سرخسی میں ہو۔ اگر کسی شخص نے کہا لاح لی علی فلان فیما علم از سکی طرف میرا حق حق نہیں ہو در صورتیکہ میں جانتا ہوں پھر اسپرد کسی حق سے امین کا دعویٰ کیا تو گواہ قبول ہوئے اور یہ برائت کچھ نہیں ہو اسطرح اگر کہہ کہ میرے علم میں میرے ظن میں یا میری رائے میں یا میرے حساب میں یا میری کتاب میں نہیں ہو تو کبھی یہی حکم ہو اور اگر لڑکے کہہ کہ میں نے جانتا کہ میرا سپرد حق نہیں ہو یا یقین جانتا کہ کچھ حق اسپرد نہیں ہو پھر دعویٰ کیا تو گواہ قبول نہوئے یہ حاوی میں ہو۔ اگر کہہ کہ کسٹ من فلان فی ثقتی کہ میں فلان شخص سے کسی شے میں نہیں ہوں پھر اس قول سے پہلے کے مال کا اسپرد دعویٰ کیا تو گواہ قبول ہوئے اور یہ قول باطل ہو اور اگر کہہ کہ فلان سے میں بری ہوا یا فلان مجھ سے بری ہوا تو دونوں میں سے کسی کیواسے دوسرے کے کسی حق سے اس قول سے برائت نہوگی یہ مبیوط میں ہو۔ اور اگر کہہ کہ کسٹ میں لدا اتی فی یہ فی تے یعنی میں اس گھر سے جو زید کے قبضہ میں ہو کسی شے میں نہیں ہوں اور مقصود یہ ہو کہ فلاں اس گھر میں جو زید کے قبضہ میں ہو کچھ حق حاصل نہیں ہو اور یہ عرت زبان سے معلوم ہو پھر اگر اس گھر کی نسبت کچھ دعویٰ کیا تو قبول نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو اگر کہہ کہ میں اس دار سے بری ہوں لیکن کچھ تعلق نہیں ہو پھر اسی دار کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول نہوئے و نسلن اگر بعد برائت کے کسی حق کے پیدا ہو نیکا دعویٰ کرے تو گواہ قبول ہوئے یہ محیط میں ہو۔ اور اگر کہہ کہ میں اس دار سے خارج ہوا تو یہ کسی بات کا اقرار نہیں ہو۔ اور اگر لڑکے کہہ کہ میں اس دار سے سو درم پر یا بیوض جو

۹  
بہت سی باتیں  
میں ہیں

کے مکمل گیا اور بیدام وصول پائے تو عرف کے اعتبار سے یہ اسلہ کا اقرار ہے کہ میلا اس میں کچھ حق نہیں رہا اور یہی حکم  
 حیوان و عروض و فرض میں ہے۔ پس اگر قافلہ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دار میلا ہے اور تو نے سود درم میں سے  
 غصب کر لیا ہے تو اس سے قسم لیا و گئی۔ اور اگر قسم کھائی تو سود درم واپس لے لیا اور مفراہی خصوصیت پر باقی رہا  
 یعنی وہ خصوصیت کر سکتا ہے یہ بسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں اس غلام سے بری ہوں پھر اس کا دعویٰ کر کے گواہ پیش  
 کیے تو قبول نہ ہونگے۔ اس طرح اگر کہا کہ میں اس غلام سے مکمل گیا یا یہ غلام میری ملک سے مکمل گیا یا میرے ہاتھ سے مکمل گیا  
 پھر اس کا دعویٰ کر کے گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ غلام تیرا ہے اس سے کہا  
 کہ میرا نہیں ہے پھر کہا کہ بلکہ میرا ہے تو اس کا ہنوگا اس طرح اگر گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہونگے یہ بسوط میں ہے۔ اگر زید نے  
 کہا کہ عمرو کے بچے ہزار درم میں عمر و نے کہا کہ میرا ہے کچھ نہیں ہے تو زید کا اقرار رد ہو جائیگا پھر اگر زید نے دوبارہ اقرار  
 کا اعادہ کیا اور عمرو نے کہا کہ ہاں تو زید پر لازم آوے گی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر زید نے کہا کہ یہی باندی عمر و کی ہے  
 میں نے اس سے غصب کر لی ہے عمرو نے کہا کہ میری نہیں ہے تو اقرار رد ہو جائیگا پھر اگر اقرار کا اعادہ کیا اور دوسرے دعویٰ  
 کیا تو اس کو دلائی جائیگی یہ بسوط میں ہے بشرطین اولیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہر زید نے عمرو سے کہا کہ  
 جو کچھ میرا ہے پھر ہر میں نے اس سے کچھ بری کیا عمرو نے جواب میں کہا کہ تیرے بچے ہزار درم میں پس زید نے کہا کہ تو نے بتایا  
 کہا تو قیاساً اس پر ہزار درم لازم ہونگے اور اس شخصاً تا بری ہو جائیگا یہ محیط میں ہے زید عمرو پر ہزار درم ہونے کے دو گواہ لایا۔ اور زید  
 ہزار درم کی بریت سے دو گواہ لایا پس اگر مال کی تاریخ ہو اور مال کی تاریخ کے بعد برات کی تاریخ ہو تو بری ہونے کی ڈگری  
 کرو چنانچہ اگر مال کی دستاویز کی تاریخ برات کی تاریخ کے بعد ہو تو مال کی ڈگری ہوگی اور اگر کسی کی تاریخ نہ ہو تو بریت  
 پر عمل درآمد ہوگا اس طرح اگر دونوں کی تاریخ برابر ہو تو بھی بریت کا حکم ہوگا اور اگر مال کی چک میں تاریخ ہو اور برات  
 کی تاریخ نہ ہو یا اس کے برعکس ہو تو بریت کا حکم ہوگا۔ اور اگر زید کے عمرو پر دو چکین مال کی ہر چک ہزار درم کی ہو اور دونوں  
 چکوں کی تاریخ مختلف ہو اور عمرو کے پاس ہاتھ کی دو چکین اکھنڈ درم کی اور دوسری پانچ سو درم کی ہو پس عمرو  
 نے عمرو سے کہا کہ تیرے بچے ہزار درم تھے حالانکہ تو نے مجھے دیکھ دیا ہزار درم بنیلے ہیں اور زید نے کہا کہ میرے بچے دو ہزار  
 درم تھے اور میں نے تجھ سے کچھ نہیں لیا ہے تو عمرو دیکھ ہزار درم سے بری ہوگا اور وہ ہزار کی باقی سینے پانچ سو درم نہ لے  
 لے لیکہ کہ اتنی فتاویٰ قاضیان

یعنی دو گواہ ہونا چاہیے  
 اگر ایک گواہ ہو تو قیاساً  
 اس پر ہزار درم لازم ہونگے

مشتعلات امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ زید کے قبضہ میں ایک دار ہے اس نے اقرار کیا کہ یہ دار عمرو کا ہے میلا اس میں  
 کچھ حق نہیں ہے پس عمرو نے کہا کہ یہ دار میلا ہے کبھی تھا لیکن یہ بکر کا ہے اور بکر نے اس کی تصدیق کی تو بکر کے نام ڈگری  
 کرو چنانچہ یہ اس وقت کے عمرو نے اپنے کلام سے کہ یہ میلا کبھی سے تھا ملا کہنا ہو کہ لیکن یہ بکر کا ہے اور اگر جدا کر کے  
 بیان کیا تو ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے۔ زید کو اسے عمرو نے دین کا اقرار کیا پس زید نے اقرار کیا کہ یہ قرعہ  
 خالہ کا ہے اور خالہ نے تصدیق کی تو صحیح ہے اور وصول کرنیکا حق زید کو حاصل ہوگا خالہ کو حاصل ہوگا اگر عمرو نے  
 خالہ کو دیا تو بری ہو گیا یہ فتاویٰ قاضیان میں ہے۔ اور اگر زید نے کہا کہ میرے ہزار درم جو عمرو پر ہیں وہ خالہ کے  
 ہیں میرے نہیں ہیں اور خالہ نے کہا کہ میرے عمرو پر یہ درم نہیں ہیں تو عمرو اس مال سے بری نہ ہوگا اور اگر عمرو نے  
 بیان کیا کہ میرے عمرو پر کچھ نہیں ہے تو وہ بری ہو جائیگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ ہشام نے اولم محمد سے روایت کی ہے کہ زید نے

پاس ہزار درم ہیں اسے عمرو سے کہا کہ یہ ہزار درم تیرے ہیں تو نے اپنے بھائی سے ورثہ میں پائے ہیں عمرو نے کہا کہ یہ غلام  
 کے ہیں اسے اپنے بھائی سے بیٹھ پائے ہیں تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نالہ کو دلائے جاوے گی بشرطیکہ کلام موصوفہ کذا فی محیط  
 بندر ہو ان باب تجلیہ کے ساتھ اقرار کر لے بیائیں۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے بھیر ہزار درم ہیں یہ اقرار  
 تجلیہ کے طور پر کیا اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ سچ ہے پس اگر عمرو سے کوئی ایسا اقرار صادر نہیں ہوا یہ کہ یہ اقرار بطور  
 تجلیہ ہو تو زید پر مال لاندہ ہوگا و لیکن اگر عمرو زید کے قول کی تصدیق کرے تو زید پر کچھ لازم نہ ہوگا ایسے ہی اگر گواہوں سے  
 کہا کہ گواہ ہو کہ بھیر زید باطل یا کذب کی راہ سے عمرو کے ہزار درم ہیں اور عمرو نے کہا کہ اسے جو کچھ کہا سب سچ کہا تو زید پر  
 کچھ لازم نہ آوے گا اور اگر عمرو نے کہا کہ اسے مال کے اقرار میں سچ بیان کیا اور زور باطل یا کذب کی راہ سے ہونے میں  
 خجوت بولا ہو تو زید سے ہزار درم کا مواخذہ کیا جائیگا علیٰ ہذا اگر زید نے کہا کہ میں نے تجلیہ کی راہ سے اپنا عمر عمرو کے  
 ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا ہو اور عمرو نے تجلیہ کے طور سے بیع ہونے میں اسکی تکذیب کی تو بیع لازم ہو جائیگی اور اگر اسے  
 سب قول کی تصدیق کی تو بیع باطل ہو اور اگر عمرو نے اسے جواب میں یوں کہا کہ اسے سچ کہا تو بھی باطل ہو کیونکہ اسے  
 تصدیق تمام اقرار کی تصدیق قرار دیا دینی جبکہ اس میں سے کوئی بات خاص نہ کی ہو یہ سب میں ہو۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرا  
 بھیر کوئی حق نہیں ہو مگر تو میرے لیے اپنے اوپر ہزار درم ہونے کے گواہ کرے عمرو نے کہا کہ ان تیرے کچھ حق مجھ پر نہیں ہو یہ  
 ہزار درم اپنے اوپر ہونے کے گواہ کر دے اور گواہ یہ سب باتیں سننے سے قویہ باطل ہو عمرو پر کچھ لازم نہ آوے گا اور گواہ ہو کہ جو عمر  
 پر اس مال کے ہونے کی گواہی دیتا حلال نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ اپنے اوپر میرے ہزار درم ہونے کے اس شرط پر کہ یہ باطل  
 میں یا اس شرط پر کہ تو بری ہو گواہ کرے اسے ایسے ہی گواہ کر دے تو اس پر ان درمون میں سے کچھ بھی لازم نہ آوے گا  
 یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے بطور تجلیہ یا باطل کے ہزار درم پر نکاح  
 کر لینے پر گواہ کر یوں عورت نے کہا کہ ہاں اس طور سے گواہ کرے اور گواہوں نے یہ باتیں سنی تھیں وہیں حاضر کے چہرے  
 گواہ کیے کہ میں نے اس عورت سے ہزار درم پر نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ میں راضی ہوئی تو نکاح جائز ہو گیا ایسے ہی  
 طلاق و عتاق خواہ مال پر ہو یا بلا مال ہو خلع کی ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہو اور جس صورت میں مال مقرر ہو یا نہ ہو  
 وہ مال بھی واجب ہو جائیگا و لیکن اگر کتا بت اس طور سے واقع ہوئی تو مثل بیع کے باطل ہوگی کذا فی الحادی۔ اگر کسی  
 عورت سے کہا کہ میں تجھے پوشیدہ ہزار درم دے دوں گا اور علانیہ دو ہزار درم ظاہر کر کے اس پر گواہ کر لے گا تو عورت کا ہزار درم ہوگا  
 اور اگر باہم قرار دیا کہ ہزار درم ہزار درم ہو اور سناے کو ظاہر میں سو دینار ہر کے ظاہر کے جاوے ہیں دو نون بے ایسا ہی کیا  
 تو عورت کو ہر شے ملیگا اور اگر ایسی صورت بیع میں واقع ہوئی تو قیاساً بیع باطل ہو اور اسے مستحکم ہو اور اگر بیع میں  
 یہ صورت بجا ہے ہزار درم و سو دینار کے ہزار درم و دو ہزار درم میں واقع ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیع میں امام  
 کے نزدیک دو ہزار درم پر بیع واقع ہوگی اور ایسا ہی بیع کے امام اعظم ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیع ہزار درم کے  
 اطلاق میں امام اعظم سے روایت ہے کہ بیع ایک ہزار درم پر صحیح ہو اور یہی ان دونوں کا قول ہے کذا فی البیوع  
 سو لہذا ان باب نکاح و طلاق و رقی کے اقرار کے بیائیں۔ رقیہ ملک ہو تا رقیہ ملک محض۔ زید نے  
 اقرار کیا کہ میں نے اپنی صحت یا مرض میں ہندہ سے نکاح کیا ہو پھر اس سے نکاح کر گیا اور ہندہ نے اسکی زندگی میں نکاح  
 کے بعد اسکی تصدیق کی تو جائز ہو اور عورت کو جہر میراث ملیگا و لیکن اگر شخص مرض میں واقع ہوا اور عورت نے نکاح

بیع تجلیہ میں اگر بیع  
 ہزار درم پر ہو



زیادتی ہو تو زیادتی باطل ہوگی۔ اور اگر حوریت نے اپنی صحت یا مرض میں اقرار کیا کہ میں نے فانی نفس سے استیصال کیا ہو پھر نکاح کر گئی میں شوہر نے اگر اسکی زندگی میں اسکی تصدیق کی تو نکاح ثابت ہوگا اور اگر بعد مرگے تصدیق کی تو نکاح باطل ہے۔ کے نزدیک نکاح ثابت ہوگا اور شوہر کو اسکی میلت نہ ملے گی اور صاحبین نے فرمایا کہ نکاح ثابت ہوگا یہ سبوط میں ہو۔ اور اگر زید نے کہا کہ میں نے ہندہ سے نکاح کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہو بلکہ انکار نکاح ہو اور اگر عورت نے کہا کہ زید نے انشاء اللہ تعالیٰ سے نہیں کہا تھا تو زید کا قول قبول ہوگا۔ اس طرح اگر عورت نے ایسا اقرار کیا تو بھی یہ حکم ہوگا۔ ایسا ہی طلاق و عتاق میں اگر کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تجھے آزاد کیا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو بھی یہ حکم ہو۔ اور اگر عورت سے کہا کہ کیا میں نے تجھ سے کل کے روز نکاح نہیں کیا تھا یا آیا تجھ سے کل نکاح نہیں کیا ہو یا یہ بات نہیں ہو کہ کل میں نے تجھ سے نکاح کیا ہو اس عورت نے کہا کہ ہاں کیا ہو تو یہ عورت کی طرف سے نکاح کا اقرار ہو اس لیے کہ سب کلمہ استقام کا نفی پر داخل ہوتا ہو تو وہ معنی اثبات کے ہوتا ہو اس یوں ہو گیا کہ گویا مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا ہو اسے کہا کہ بے معنی ہاں کہہ دینی الحیطہ۔ اگر عورت سے کہا کہ کیا نہیں میں نے تجھے کل کے روز طلاق دی ہو اسے کہا کہ ہاں دی ہو تو یہ طلاق کا اقرار ہو یہ محیط سنسی میں ہو اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے کل کے روز نکاح کیا اسے کہا کہ نہیں پھر کہا کہ ہاں کیا ہو پھر شہرہ نے کہا کہ نہیں تو نکاح لازم آوے گا اور اگر عورت سے کہا کہ کیا میں نے تجھے کل کے روز طلاق نہیں دی تو یہ مرد کی طرف سے نکاح و طلاق دو نکاح اقرار ہو۔ اور اگر یوں کہا کہ آیا میں نے تجھے کل کے روز طلاق دی ہو تو یہ نکاح کا اقرار ہو طلاق کا اقرار نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک عورت نے کسی مرد سے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے تو یہ نکاح کا اقرار ہو اس طرح اگر یوں کہا کہ مجھے ہزار درم پر خلع کرے تو بھی یہی حکم ہو ایسے ہی اگر عورت نے کہا کہ زید نے مجھے کل کے روز طلاق دیدی یا مجھ سے ہزار درم پر خلع کر لیا ہو یا یوں اقرار کیا کہ تو نے مجھ سے منکاحت یا ایلا کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ سبوط میں ہو قلت مؤنی ایلا کر تھو لا۔ مظاہر علماء کے نزدیک یہ کتاب لکھنا میں منکاح میں مذکور ہو۔ اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے مولے یا مظاہر ہوں تو یہ نکاح کا اقرار ہو اور اگر کسی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مثل بیٹھ میری مان کے ہو تو یہ اقرار نکاح نہیں ہو کہہ دینی الحادے۔ اور اگر مرد نے کہا کہ تو مجھ سے بیوض مال کے خلع کرے تو مرد کی طرف سے یہ اقرار اس امر کا ہوگا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہو یہ سبوط میں ہو۔ اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے طلاق دیدے مرد نے کہا کہ تو اختیار کرے با طلاق میں تیرا کام تیرے ہاتھ ہو یا طلاق میں نہ بیان کیا تو یہ مرد کی طرف سے نکاح کا اقرار ہو اور اگر مرد نے ابتدا یوں کہا کہ طلاق میں تیرا کام میرا اختیار ہو تو یہ مرد کی طرف سے نکاح کا اقرار ہو اور اگر طلاق میں نہ کہا تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق تو یہ نکاح کا اقرار ہو اور اگر عورت سے کہا کہ و اللہ میں تجھے قربت کر دوں گا تو یہ نکاح کا اقرار نہیں ہو اس طرح اگر کہا کہ تو مجھ پر حرام ہو یا بائن تو بھی اقرار نکاح نہیں ہو و لیکن اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور مرد نے یہ کلمات اس کے جواب میں کہے تو اقرار ہو سکے یہ محیط سنسی میں ہو۔ اگر ایک آزاد عورت سے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے پیدا ہوا ہو اس عورت نے کہا کہ ہاں تو یہ نکاح کا اقرار ہو اس طرح اگر اس عورت سے کہا کہ یہ ہم دونوں کا بیٹا ہو اسے کہا کہ ہاں تو بھی اقرار نکاح ہو اور اگر عورت میں سے کلام کیا ہو باندی ہو تو نکاح کا اقرار نہ ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت کو تین مہینہ سے طلاق دی ہو بلکہ اس

ایک مہینہ سے نکاح کیا ہو تو کوئی طلاق اس پر واقع نہ ہوگی اور اگر چار مہینہ سے نکاح کیا ہو تو اس پر طلاق واقع ہو جائیگی  
و تین اگر عورت نے مرد کے قول کی اسناد وقت میں تصدیق کی یعنی تین مہینہ سے طلاق دی ہو تو اس کی مدت  
اسی وقت سے ہوگی جو وقت طلاق واقع ہوئی ہو اور اگر اسناد وقت میں شوہر کی تکذیب کی تو اس کی مدت شوہر  
کے اقرار کے وقت سے شروع ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بعد دخول واقع ہوئی مگر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت  
کو قبل دخول کے طلاق دیدی ہو حالانکہ اس کا مقرر ہو چکا تھا تو طلاق واقع ہوگی اور اس کو اس مہر سنی کا ادا ہونا  
اس سبب سے کہ اس نے قبل دخول کے طلاق کا اقرار کیا ہو اور بعد طلاق کے دخول واقع ہوئی مگر اقرار کیا ہو کہ  
اس کو مہر مثل دلیا جائیگا یعنی میں ہے۔ ایک عورت نے اقرار کیا کہ زید نے مجھ سے نکاح یا ملک کیا جو مجھ سے دلی کی ہو حالانکہ  
زید منکر ہو پھر اس عورت نے زید کے بیٹے یا باپ سے نکاح کر لیا تو دونوں میں جدائی نہ کی جائیگی۔ اس طرح اگر عورت  
نے دعویٰ کیا کہ زید نے مجھ سے نکاح کر لیا تو میں نے اس کو ایک طلاق دی ہو پھر اس عورت سے  
دوسرے شخص سے نکاح کرنے سے پہلے زید سے نکاح کر لیا تو جائز ہے اس طرح اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے اس  
نر کے کو دو دھپلایا جو پھر وہ نر کا بالغ ہوا اور اسے اس عورت سے یا اس کی لڑکی سے نکاح کیا تو دونوں میں جدائی نہ کی جائیگی  
و لیکن اس کو چاہئے کہ وہ دونوں میں سے کسی سے قربت نہ کرے۔ اور ایسی صورت میں جو افراد عورت کی طرف سے ہو نکاح  
کو نہیں توڑتا ہو اور اگر شوہر کی طرف سے ہو مثلاً اسے کہا کہ یہ عورت میری ماں یا باپ کی طرف سے ہیں ہو اور اسی پر ثابت  
رہا پھر اس عورت سے نکاح کیا تو دونوں میں جدائی کرادی جائیگی اور شوہر ہر نصف مہر لازم ہوگا یہ محیط سخی  
میں ہے۔ اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اس عورت کو تین طلاق دی ہیں پھر اسی عورت سے قبل اس کے دوسرے  
شوہر سے نکاح کرے خود نکاح کر لیا اور عورت نے کہا کہ تو نے مجھ کو تین طلاق نہیں دی یا میں نے دوسرے سے نکاح  
کیا اور اسے دخول کیا ہو تو دونوں میں جدائی کرادی جائیگی اور شوہر یہ عورت کی اس سے قبل دخول کے ادا ہوا جب ہوگا  
اور بعد دخول کے پورا مہر اور عدت کا نفقہ واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک عورت نے اقرار کیا کہ میں شوہر  
کے باپ کی بیٹی ہوں اور شوہر کے باپ نے اس کی تصدیق کی اور شوہر نے اس کی تکذیب کی تو قاضی دونوں میں جدائی کرادے گا۔ اور اگر  
دو عورتیں جن کا آپس میں نہیں ہونا معروف ہو اور وہ دونوں جوڑیا پیدا ہوئی ہیں ان دونوں میں سے ایک سے کسی ایک مرد  
سے نکاح کیا پھر دوسری نے اقرار کیا کہ میں اپنے بہن کے شوہر کے باپ کی بیٹی ہوں اور شوہر کے باپ نے اس کے قول کی  
تصدیق کی اور اس کی بہن اور بہن کے شوہر نے اس کی تکذیب کی تو قاضی اس کی بہن اور بہن کے شوہر میں جدائی کرادے گا یہ محیط  
ہو۔ ایک شخص کے پاس ایک باندی ہے اسے اقرار کیا کہ میں نے اس باندی سے دلی کی ہو پھر اس باندی کو اس شخص کے  
باپ نے بیٹے کے خرید لیا تو اس کو حلال نہیں ہو کہ اس باندی سے دلی کرے۔ اس طرح اگر باپ یا بیٹے کو دلی کر لینے کے بعد اس شخص  
نے ایسا اقرار کیا تو بھی یہ حکم جاری ہوگا اور اس شخص کے قول کی تصدیق کی جائیگی بشرطیکہ اپنی دہانت میں مرد متدین ہو اور اسے  
استحسان ہو اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی لک میں اس باندی سے دلی کی ہے پھر اس کو آزاد کر دیا  
پھر اس سے زید کے بیٹے سے نکاح کیا تو زید کے اقرار کی تصدیق قیاساً نہ ہوگی مگر استحساناً تصدیق کی جائیگی یہ محیط سخی میں  
ہو۔ اگر کسی عورت نے اقرار کیا کہ میں زید کی باندی ہوں حالانکہ اس عورت کا ملک ہو یا آزاد ہو یا کہ میں منکوم ہو تاہو تو اس کا نکاح  
ہو اور زید کی باندی قرار پائی جو مقرر ہوا باندی کے ساتھ کر سکتا ہو وہ اس کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ سب دلائل کتاب

ایک شخص نے نکاح کیا  
جو اس کی لڑکی سے  
نکاح کیا تو دونوں میں  
جدائی نہ کی جائیگی

ہو کہ اگرچہ مقررہ کو اسکا کاذب ہونا بھی معلوم ہو تو بھی یہ عورت اسکی باندی ہو جائیگی کہ اسکو باندی کی طرح اس کے اس خدمت کے اسکو اپنے تحت میں ملاوے اور ہمارے مسلخ نہ نہ فرمایا کہ اصح یہ ہو کہ اسوقت تصرف جائز ہوگا کہ جب مقررہ کو اسکا سچا ہونا معلوم ہووے اور اگر اسکا سچا ہونا معلوم نہ ہوے جھوٹا ہونا معلوم ہو تو اسکو تصرف حلال نہ ہوگا۔ اس طرح اگر کوئی مرد مجہول الحال ہو کہ اسکا آزاد یا ملک ہو نا معلوم نہ ہوا اور اسے زید کیوے سے اپنے ملک ہو گیا اور کیا کہ میں زید کا ملک ہوں اور زید نے اسکی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہو اسی طرح جو لڑکی یا لڑکا کہ بات کرتا یا سمجھتا ہو اگر اس نے اپنے تئیں کسی کے ملک ہو گیا اور کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اور وہ باندی یا غلام ہو جائیگی بشرطیکہ اس شخص نے اسکی تصدیق کی ہو اور لفظ کا حکم بھی حریت اور رقت میں مثل مجہول الحال کے ہو۔ اور یہ حکم اسوقت ہو کہ اسکا حریت کی تصریح کی دلیل سے ثابت نہ ہو اور اگر اسکا حریت ہو تا کیوے جہ سے ثابت ہوتا ہو مثلاً اسکے والدین اصلی آزاد ہوں یا یہ آزاد مشہور ہو تو قاضی اسکے اقرار کی تصدیق نہ کرے گا اور اسکو مقررہ کا ملک قرار نہ دے گا۔ اسی طرح اگر قاضی نے اسکا آزاد ہونے کا کوئی حکم بھی جاری کیا ہو مثلاً اسے کسیکو زخمی کیا یا اسکو کسی نے زخمی کیا اور قاضی نے آزاد ہونے کے مثل اقرار کا حکم کیا تو پھر اسکے رقت کے اقرار کی تصدیق نہ کرے گا اسی طرح اگر ثابت ہو کہ یہ مثلاً زید کا آزاد کیا ہوا ہو اور اسے عمر کے ملک ہو گیا اور کیا تو اقرار صحیح ہوگا و لیکن اگر زید اسکے اقرار کی تصدیق کرے تو اسکا اقرار جائز ہوگا یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے کھل کیا کہ جسکا آزاد یا ملک ہونا معلوم نہیں ہو تو اسکی غلامی حریت پر کھل جائز ہوگا اور اگر اس سے چند اولاد ہو میں پھر اسے کیسی ملک ہو گیا اور کیا اور مقررہ نے اسکی تصدیق کی اور شوہر نے انکار کیا تو عورت کے حق میں اسکے اقرار کی تصدیق کیا ورنہ اسے کہ عورت مقررہ کی باندی ہو جائیگی اور عورت کا مال مقررہ کو ملے گا اور شوہر کے حق میں اسکی تصدیق ہوگی حتی کہ مولا کی اجازت نہ ہونے سے کھل یا طلع ہوگا حکم نہ کیا جائیگا اور مقررہ کا اختیار ہوگا کہ عورت کو اسے شہر سے لے دھوے منع کرے مگر شوہر کو اختیار ہوگا کہ مقررہ کو اس عورت سے خدمت لینے سے منع کرے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ پس اگر ایسی عورت کو شوہر نے اسکے اقرار کرنے سے پہلے حراً اسکا دیدار ہو تو بری ہو گیا اور اگر بعد اقرار اسکے دیدار ہو تو بری ہوگا اور جو کچھ قبل اقرار کے جانی یا بعد اقرار کے چھینے سے کم میں جانی وہ آزاد ہو اور اگر چھیننے سے زیادہ میں جانی تو امام ابو یوسف اسکے نزدیک وہ غلام ہوگا بکائنات امام محمد کے اور اس عورت کی پوری طلاق وہ طلاق ہیں اور عدت اسکی دو حیض ہیں اس پر اجماع ہے۔ اور اگر اسکے اقرار کرنے سے پہلے شوہر نے اسکو دو طلاق دیدی ہیں تو رجعت کر لیا اختیار ہو اور اسکو ایک طلاق ثالث دینا اس پر نزول ہوئے غیر طلاق کی دے سکتا ہو اور اگر مقررہ نے اسکو آزاد کو یا تو اسکو اختیار نہیں ہو کہ چاہے اپنے شوہر کے کھل میں رہے یا دہے۔ اور اگر شوہر نے اس سے ایلا کیا پھر دو حیض گذرنے سے پہلے اسے ملک ہو گیا اور کیا تو اسکے ایلا کی مدت دو حیض ہوگی اور اگر دو حیض گذرنے کے بعد اسے اقرار کیا تو مدت ایلا چار حیض قرار دیا جائیگی یہ محیط سرخس میں ہے۔ و اما اگر اس باندی کو مثلاً کسی نے زخمی کیا تو ایش باندی کا بچہ جو دس دس مقررہ کا ہو اور اگر اس باندی نے خود کسیکو زخمی کیا تو مقررہ کو اختیار ہو کہ چاہے برائے ادا کرے یا باندی کو دیسے کذا فی کافی۔ و اما اگر شوہر نے اسکو دو طلاق دی ہیں اور اسکو بحال معلوم نہ ہو کہ اس نے اسکے ملک ہو گیا اور کیا تو رجعت کر سکتا ہو اور اگر جانتا ہو تو رجعت نہیں کر سکتا اور بری صحیح ہو اور اگر شوہر نے اسکی کھل لیں کیا کہ اسکو دو طلاق دیدے پھر اس عورت نے ملک ہو گیا اور کیا تو اقرار کر دیا اور شوہر نے اسے

بعض اہل نقل و بیان

معلوم ہوتی تھیں کہ وہیں کو معزول نہ کیا یا تنک کہ وہیں نے اسکو دو طلاق دیدیں تو عورت بائن ہو گئی اور اگر شوہر پہلے  
یہ اقرار کرنا معلوم ہوا یا معلوم ہوا مگر وہ وہیں کے معزول کرنے پر قادر نہ ہوا تو اس سے رجعت کر سکتا ہے یہ محیط تیسری  
میں ہے اگر شوہر نے اسکو ایک طلاق دی اور اسکی عدت میں ایک حیض گزر گیا پھر اسے اپنی رقیبت کا اقرار کیا تو اسکی  
عدت دو حیض ہونگے اور اگر دو حیض گزرنے کے بعد اسے رقیبت کا اقرار کیا تو عدت کے تین حیض ہونگے اور اگر شوہر نے  
اس سے ایلا کر کیا اور ایک حیض گزر گیا پھر اس سے ایلا کر کیا اور ایک حیض گزر گیا پھر اسے رقیبت کا اقرار کیا تو پہلے ایلا کی  
عدت چار حیض اور دوسری ایلا کی مدت دو حیض قرار دی جائیگی پھر اگر وقت اقرار سے ایک حیض گزر گیا تو دوسرے ایلا کی وجہ سے  
مطلقہ ہو جائیگی اور دوسری مدت پہلے ایلا پر ہیقت کر جائیگی اسی طرح اگر اس سے ایلا کر کیا پھر کما کہ جو وقت دو حیض گزر جائیگا  
پس فاشدین تجھے قربت نکرو گنا پھر جب دو حیض گزر گئے تو اسے رقیبت کا اقرار کر دیا تو ایلا اول کی مدت چار حیض اور  
ایلا دوم کی دو حیض ہونگی پھر اگر بعد اقرار کے دو حیض گزر گئے تو دونوں ایلاؤں کی وجہ سے دو طلاقوں سے بائن ہو گئی یہ  
محیط میں ہے اور اگر اس عورت سے کہا کہ جو وقت تو اس دار میں داخل ہوئی یا جو وقت تو نے زید سے کلام کیا یا تھر کی  
ناز پر ہی یا جو وقت شروع حیض آیا تو تجھے دو طلاق ہیں یعنی تو دو طلاق کی طاق ہو پھر اس عورت نے رقیبت کا اقرار کیا پھر  
شرط پائی گئی تو دو طلاق اس واقع ہو گئی لیکن شوہر کو اس سے رجعت کا اختیار ہو کہ چونکہ حلیق سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہو پس  
اسکے کہنے سے تدارک نہیں ہو سکتا ہو اور حلیق اسی شرط پر کہی تھی تبین رجعت ممکن ہو پس اگر یہ حکم دیا جاوے کہ اسکی حرمت  
علیہ ہو گئی ہے رجعت ممکن نہ رہی تو شوہر کو ضرورت پڑے گا کہ اس عورت کے اقرار کی وجہ سے ہو گا پس یہ حکم نہیں دیا جائیگا اس لیے  
دو طلاق دینے میں اسکا کام اسکا ہوتی ہے کسی اجنبی کے ہاتھ میں دیا پھر اس عورت نے رقیبت کا اقرار کیا تو یہی حکم ہو گا کہ اگر حیض املا نہ  
ہو تاہم اگر تدارک ہی مرجع نامکن ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے اور اگر اسے کسی فعل پر دو طلاق اسپر واقع ہونا معلوم  
کے ہیں اسے اگر توفیل کرے۔ تو بھگدو دو طلاق ہیں پھر اس عورت نے رقیبت کا اقرار کیا پھر یہی فعل کیا تو دو طلاق اسپر واقع  
ہو جائیگی لیکن شوہر پر حرام نہ ہوگی اور اگر اپنے کسی فعل پر معلق کیں اور اسے اقرار رقیبت کے بعد اسے خود وہ فعل کیا تو پھر  
ہو جائیگی اور کتاب میں مذکور ہے کہ خواہ اپنا فعل لیا ہو کہ اسکا کرنا ضروری ہو جیسے باپ سے کلام کرنا یا ضروری ہو  
جیسے ناز و غم وغیرہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مرد و عورت الاصل کی ام ولد یا ندیوں سے اولاد ہوں اور اسے مدبر و مکاتب  
غلام ہوں اور اس شخص نے اپنے تین زید کے ملک ہو نیکا اقرار کر دیا تو یہ اقرار اسے نفس و مال کے حق میں صحیح ہو اور  
اسکی اولاد دام ولد یا ندیوں اور مدبروں و مکاتبوں کے حق میں صحیح نہیں ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے چنانچہ  
ہو کہ ایک شخص نے زید سے کہا کہ میں تیری باندی کا بیٹا ہوں اور یہ میری مان تیری باندی ہے تیری ملک میں یہ  
باندی کچھ جتنی ہو میں آزاد ہوں میں آزاد ہی پیدا ہوا ہوں تو نیکا قول قبول ہو گا اور وہ زید کا غلام قرار نہ لیا جائیگا  
یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک عورت بھول الحال کے پاس ایک نابالغ صغیرہ پر حرام سے ہو پھر اس عورت نے اقرار کیا کہ میں زیدی  
باندی ہوں اور یہ میل بیٹا اسکا غلام ہے تو عورت کے اقرار کی اسے ذات پر تصدیق کی جائیگی اور اگر کچھ ایسا ہو گا اپنی ذات  
سے تعبیر کر سکتا ہو اور اسے کہا کہ میں آزاد ہوں تو یہ کافول مقبول ہو گا اسی طرح اگر ایک مرد اور اسکی عورت دونوں  
بھول الحال ہوں اور دو تو کما ایک نابالغ صغیرہ پر حرام ہو اور دونوں نے اپنے اور اپنے رشتہ کی نسبت زید کے ملک ہو نیکا اقرار کیا  
تو جہاز ہو اور اگر وہ کما کما ہم دونوں زید کے ملک ہیں اور ہمارا یہ رشتہ کما کما ملک ہو اور زید نے ان دونوں کی جہ کے بارے میں

نہیں  
دو طلاق دینے میں



مکذیب کی تو جیسے بھی دونوں کے ساتھ زید کا غلام قرار یا دیا گیا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ زید نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا پھر اقرار کیا کہ یہ عمر کا غلام ہے اور عمر نے تصدیق کی پس اگر ہنوز قاضی نے غلام کی آزادی کا حکم نہیں دیا ہے تو غلام رقیق ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر قاضی نے اس کی آزادی کا حکم جاری کر دیا ہے اسے اقرار کیا تو بھی نہیں ہو اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اسے کہا نہیں پھر کہا بان ہو تو اسکا غلام قرار دیا جائیگا یہ محیط شری میں ہے۔ اور اگر قاضی نے عمر سے کہا کہ اے عمر یہ تیرا غلام ہے اسے کہا نہیں پھر کہا کہ بان میرا غلام ہے اور اسے گواہ لایا تو مقبول نہونگے اسی طرح اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ عمر کا غلام ہے پھر گواہ لایا کہ میرا غلام ہے تو گواہ مقبول نہونگے یہ بیوط میں ہے۔ مولائے غلام بن تصرف کرتے وقت اسکا خاموش رہنا یا رقیق کا اقرار ہونا نہیں ہر اس میں دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسا تصرف ہو نہیں آزاد و غلام دونوں مشترک ہوتے ہیں جیسے اجارہ یعنی مزدوری پر دینا یا نکاح یا خدمت وغیرہ تو اسے تصرف میں خاموشی رقیق کا اقرار نہیں ہے اور اگر تصرف ایسا ہو جو غلاموں سے مختص ہے جیسے بیع و سپرد کر دینا یا بیہ و برہن کر کے قبضہ دیدینا یا جرم میں اسکو دینا تو اسوقت اسکی خاموشی اور رد و کفر رقیق کا اقرار ہے اور بچکانے وقت غلام کی خاموشی رقیق کا اقرار نہیں ہے اور اگر فروخت کر دیا لیکن سپرد نہیں کیا ہے اور غلام خاموش رہا تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ رقیق کا اقرار ہے اور متاخرین نے فرمایا کہ اقرار نہیں ہے یہ شرط خسر میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک باندی پر دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہے اور باندی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور دونوں کی اصل معلوم نہیں ہے اور کوئی دوسرے کے قصہ میں بھی نہیں ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کے دعویٰ کی معاف تصدیق کی تو یہ باطل ہے اور اگر اس کے پچھلے اقرار کیا تو جیسے اخیر میں اقرار کیا وہ اول کا ملوک ہو گا بشرطیکہ اول دوبارہ اسکی تصدیق کرے پس اگر تصدیق کی تو مقرر اسکا غلام یعنی ملوک ہو گا اور اگر تصدیق یا مکذیب کچھ نہ کی تو کوئی دوسرے کا ملوک ہو گا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھے آزاد کر دے تو یہ رقیق کا اقرار ہے اسی طرح اگر کہا کہ اسے مجھے لے کر آزاد کر دے تو اسکا پورا اسی طرح اگر کہا کہ آیا تو نے مجھے آزاد کر دیا ہے رقیق کا اقرار ہے محیط میں ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ ایک شخص کا نسب معلوم نہیں ہوتا ہے اسکا ایک زاہد بیٹا ہے اس مجبول نسب نے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر اس مجبول نے زید کے ملوک ہونیکا اقرار کیا اور زید نے اسکی تصدیق کی اور آزاد شدہ نے انکار کیا تو مجبول کا اقرار اسے حق میں صحیح ہے اور وہ زید کا غلام ہو جائیگا اور آزاد شدہ کے حق میں صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ آزاد کرنا باطل ہو گا پھر اگر وہ غلام مر گیا اور مال چھوڑا تو اسے آزاد کنندہ کے مولیٰ یعنی زید کو ملکا بشرطیکہ اسے عصباء میں کوئی موجودہ نہ ہو اور اگر اسکا کوئی عصبہ ہو جیسے بیٹا بھائی وغیرہ تو یہ آگ میلہ کے حصار میں مقرر نہ ہو بلکہ اگر اسے فقط ایک بیٹی موجود ہو تو اسکو نصف دیکر باقی آزاد کنندہ کو بسبب ولایت کے پہونچگی۔ پھر اسے اقرار کر دے سے زید سے مقررہ کی ہو جائیگی اور اگر وہ مرا نہیں بلکہ اسے کوئی ایسا جرم کیا جس میں سزا کرنی لازم ہو تو سزا کر دیا اور کوئی اسکا عاقلہ ہو گا یعنی مددگار برادری کا حق کسی پر جاری نہ ہو گا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے آیا وہ اپنی قیمت کی سزا کر دیا یا مقتول کی دیت کی تو بعضوں نے کہا کہ اپنی قیمت کی اور بعضوں نے کہا کہ اسکی دیت کی اور صدر الشہید نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور اسی طرف کرنی سے میل کیا ہے جیسا کہ جصاص نے اسے نقل کیا ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ اور اگر اسے غلام کہیں سے جرم کیا تو ایسا ہی ہو گا جیسے اور ملوکوں پر جرم کر دینا حکم یہ محیط شری میں ہے۔ اور اگر مقررہ ہے زید نے اس مقررہ مجبول کو آزاد کر دیا۔ پھر اسکا مال مقررہ کو ملکا اسی طرح اگر مقررہ مجبول کا کوئی آزاد

مقررہ آزاد کنندہ کے مولیٰ اقرار کیا اس غلام کو دوسرے مجبول اس نسب سے آزاد کر دیا تو مجبول اپنی ضمانت زید کا غلام نہ ہو گا شدہ غلام نہ ہو گا تصدیق نہ ہو تو رقیق آزاد شدہ مقررہ کو اسکا مال مقررہ کو ملکا پھر اسکا مال مقررہ کو ملکا

بیٹا ہو تو بھی یہی حکم ہو کیونکہ جب تک باپ زندہ موجود ہو تو بیٹے کا اسکے آزاد شدہ کے ترکہ میں کچھ حق نہیں ہو اور اگر بیلے مقرر کیا اور ایک آزاد بیٹا چھوڑا پھر پہلا آزاد شدہ مر گیا اور کوئی عصبیت نہ چھوڑا تو اسکی میراث غلام مقرر کے بیٹے کو ملے گی مقرر کو نہ ملے گی اسے طرح اگر سو اسے بیٹے کے اسکے عصبیات مروج دیوں تو بھی مال اسی کا ہو گا یہ تقریر شرح جامع کبیر میں ہو۔ قال المترجم وحاصل المسئلة ما قد نخصناه فی الحاشیہ فتذکرہ اللہ تعالیٰ اعلم

ستر خوان باب - نسب دام ولد ہونے و عین و کتابت اور مدبر کر کے اقرار کے بیان میں - اگر کسی نے دوسری نسبت اپنے بیٹے ہو نیکا اقرار کیا تو صحیح ہو بشرطیکہ مقرر ایسا ہو کہ ایسے لوگوں کے ایسا بیٹا ہو سکتا ہو اور مقرر دوسرے سے ثابت النسب نہ ہو اور جبکہ مقرر عبارت صحیح بول سکتا ہو تو مقرر کے اقرار کی تصدیق کرے۔ اور والد ہو نیکا (اور) بھی صحیح ہو بشرطیکہ ایسے لوگوں کے مثل مقرر کے بیٹا پیدا ہو سکتا ہو اور مقرر دوسرے سے ثابت النسب نہ ہو اور عبارت صحیح سے مقرر مقرر کے اقرار کی تصدیق کرے۔ اور جو رد ہو نیکا اقرار بھی جبکہ وہ عورت اسکی تصدیق کرے اور والد ہو نیکا شوہر نہ ہو اور نہ اسکی عدت میں ہو اور نہ اس مقرر کی تحت میں اس عورت کی بن یا اسکے سوا سے چار عورتیں ہوں صحیح ہو اور یوں اقرار کرنا کہ یہ غلام میرا آزاد کردہ ہو یا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرا آزاد کنندہ ہو صحیح ہو بشرطیکہ مقرر تصدیق کرے اور پہلی صورت میں آزاد شدہ کی اور دوسری صورت میں مقرر کی آزادی دوسرے سے ثابت نہ ہو۔ اور ان لوگوں کے سوا سے اقرار صحیح نہیں ہو مثلاً بھائی یا چچا یا مامون وغیرہ کا اقرار نہیں صحیح ہو اور دافع ہو کہ بیان صحت اقرار و عدم صحت اقرار کی تفسیر یہ ہو کہ اقرار صحیح کے معنی ہیں کہ اقرار سے جو حقوق مفرد اور مقرر اور ان دونوں کے سوا سے دوسرے کو لازم آتے ہیں ان حقوق میں یہ اقرار معتبر ہو پس جن لوگوں کی نسبت ہم نے صحت اقرار کا حکم کیا ہو انہیں سے مثلاً اگر کسی کی واسطے ہو نیکا اقرار کیا اور وہ اقرار اپنے مثل لڑکے ساتھ صحیح قرار دیا یا تو یہ بیٹا مقرر اس مقرر کے باقی دارنوں کیساتھ میراث لے گا اگرچہ باقی وارث اسکے نسب سے منکر ہوں اور یہی مقرر کے باپ سے یعنی مقرر کے دادا کی میراث میں بھی شریک ہو گا اگرچہ دادا اسکے نسب سے انکار کیا ہو اور جن لوگوں کے واسطے ہم نے اقرار صحیح کو حکم کیا ہو اسکے یہ معنی ہیں کہ مفرد مقرر کے سوا سے غیر دنگو جو حقوق اس اقرار سے لانے آتے ہیں انکے واسطے یہ اقرار معتبر نہیں ہو اگرچہ ذاتی اسکے حقوق کے واسطے یہ اقرار معتبر ہو چنانچہ مثلاً کسی نے دوسرے کی نسبت اپنے بھائی ہو نیکا اقرار کیا اور مر گیا اور اس مقرر کے دوسرے وارث موجود ہیں جو اس شخص مقرر کے بھائی ہونے سے انکار کرتے ہیں تو یہ بھائی دوسرے وارثوں کے ساتھ مقرر کا وارث نہ ہو گا اور یہی مقرر کے باپ کا وارث نہ ہو گا جبکہ اسکے نسب سے منکر ہو و لیکن مقرر کی زندگی میں اس پر نفقہ کا استحقاق رکھتا ہو کیونکہ یہ حق مقرر کی ذات کو لازم ہو۔ اور عورت کا اقرار ان میں کہ ساتھ یعنی ولد اور شوہر اور مولیٰ کا صحیح ہو بیٹا ہو نیکا صحیح نہیں ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ بیٹا ہو نیکا اقرار صحیح نہ ہونا ایسی صورت پر محمول ہو کہ جب اسکا شوہر معروف ہو اور اگر شوہر معروف نہ ہو تو عورت کا اقرار صحیح ہونا چاہیے یہ عقیدہ نہیں ہو۔ ایک شخص اپنی صحت میں ایک غلام کا مالک ہوا اور اپنے مرض میں یوں اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہو اور ایسا شخص نے شخص سے پیدا ہو سکتا ہو اور اس غلام کا کوئی نسب معروف نہیں ہو تو وہ اسکا بیٹا قرار پائے گا اور آزاد وارث ہو گا اور کچھ سنا ہے کہ اگرچہ مقرر اسکے سوا سے کچھ مال نہ ہو اور اس غلام کی قیمت قرض محیط ہو۔ اس طرح اگر اس غلام کیساتھ اسکی مالک ہو اور حالت صحت میں مالک ہو تو اسکی مال بھی حایت نہ کرے گی۔ اور اگر غلام کا حالت مرض میں مالک ہو اور اسکی ذات کو مقرر

ترجمہ غلامی مالگیری جلد سوم حصہ اول



عمر دہے اسکی تصدیق کی یا نکذیب کی تو وہ زندہ کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور غلام سے دریافت نہ کیا جائیگا اگرچہ وہ اشیاء  
 سے توجہ کرتا ہو پھر اگر عمر دہے اسکی تصدیق کر چکا ہو تو زید پر اسکی قیمت میں کچھ ضمانت نہوگی اور اگر نکذیب کی ہو تو اسکا  
 حکم مثل اسکا ہوگا کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا ایک شخص نے اسے آزاد کر دیا۔ اور اگر عمر دہے یوں کہا کہ یہ  
 میرے سوا ہے بیٹا ہو تو نام اس غلام سے نزدیک زید پر عمر دہو اسے کچھ ضمانت نہوگی لیکن یہ غلام آزاد شدہ اپنی قیمت  
 میں عمر دہو اسے سنی کر چکا اور صاحبین کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو ضمانت دیگا یہ عیضین ہو۔ زید و عمر دہے ایک  
 غلام خرید پھر زید نے اسے نسب کا دعویٰ کیا پھر عمر دہو یہ گواہی دی کہ اسے میرے دعویٰ کرنے سے پہلے اسکو آزاد  
 کر دیا ہو اور عمر دہے اسکی تصدیق کی تو زید سے بسبب عمر و سنی تصدیق کر چکا ضمانت ساقط ہوگئی یہ شرح زیادات عنبانی  
 میں ہے۔ ایک باندی دو شخصوں زید و عمر وین مشترک ہو پس زید نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ام و لدہ ہو اور اسے شریک عمر  
 دہے کہ انہ میں نے تیرے اس دسوی سے پہلے اسکو آزاد کیا ہو اور زید نے اسکی نکذیب کی تو باندی زید کی ام و لدہ قرار  
 پائی اور زید عمر کو نصف قیمت کی ضمانت دیگا یہ عیضین ہو ایک باندی دو شخصوں زید و عمر وین مشترک تھی وہ  
 انکی ملک میں بچہ جنی پس ایک نے اسے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور عمر دہے باندی کے نسب کا دعویٰ کیا۔  
 اور دونوں نے معا دعوے کیا یا دوسرے نے یوں اقرار کیا کہ میں نے باندی کو آزاد کر دیا تھا تو بچہ کا نسب زید سے ثابت ہوگا  
 اور باندی انکی ام و لدہ ہو جائیگی کیونکہ بچہ کا دعویٰ نسب دعویٰ استیلا دہو پس وقت طلوق نقطہ سے مستند  
 ہوگی اور باندی کی دعوت دعوت تحریر ہو پس وقت دعوت سے معتبر ہوگی پس دعوت استیلا و سالیات ہوئی لہذا  
 اسی پر حکم ہوگا اور زید کو ادبی قیمت باندی کی عمر و کو دینی پڑیگی اگرچہ شریک عمر و کہ زید میں ضمانت نہیں ہو کہ وہ اسے  
 نہ عمر کیا ہو کہ یہ باندی میری بیٹی یا آزاد کردہ ہو اور ادھا عمر بھی دیا کیونکہ اسے دلی کا اقرار کیا ہو۔ لیکن بچہ کی قیمت کا  
 ضمانت نہوگا کیونکہ اسکا نقطہ اصل آزادی کے ساتھ قرار پایا ہے شرح زیادات عنبانی میں ہے۔ زید کے پاس ایک باندی  
 ہو اسے ام و لدہ بنائی گئی بچہ پیدا ہو پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ باندی عمر و کی ہو اسے میرے ساتھ اسکا نکاح کر دیا تھا اور  
 باندی نے تصدیق کی تو باندی سے بچہ کے دونوں عمر و کی ملک ہوگی اور اگر بچہ نے بعد یا نہ ہو چکا نکاح کیا تو اسے نکاح پر  
 اشدات نہ کیا جائیگا اسے طرح اگر باندی نے کچھ نہ کہا یا نکاح کہ عمر و کی تو یہی حکم ہو۔ اور اگر باندی نے نکذیب کی تو زید کے  
 اقرار کی تصدیق نہ کی جائیگی لیکن زید کو باندی کی قیمت عمر و کو دینی ہوگی اور بچہ کی قیمت دینی پڑیگی اور نہ عمر دہے اور اگر باندی  
 تصدیق یا نکذیب کرے اسے پہلے عمر و کی تصدیق کیجاوگی اور بچہ عمر و کا غلام ہوگا۔ اور اگر باندی نے نکاح کیا اور زید  
 کچھ حکم نہوا تھا کہ باندی عمر و کی تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا یہاں تک کہ غلام بالغ ہو اور بعد بلوغ کے غلام کا قول مقبول ہو گا۔ اور اگر  
 باندی زندہ ہو اور بچہ اس لائق ہو کہ اپنی ذات سے فقیر کر سکتا ہو پس باندی نے زید کی تصدیق کی اور غلام نے نکذیب  
 کی یا اسے برعکس دلت ہو تو غلام آزاد اور باندی زید کی ام و لدہ ہوگی اور زید کو باندی کی قیمت عمر و کو دینی پڑیگی یہ عیضین نکاح  
 امام محمد نے فرمایا کہ زید کا ایک غلام ہو اور غلام کا ایک بیٹا ہو اور بیٹے کے دو بیٹے ہیں کہ ہر ایک علیحدہ بطن سے پیدا ہوا ہو اور  
 ان سب میں سے ہر ایک ایسا ہو کہ اسے مثل زید سے پیدا ہو سکتا ہو کہ مولیٰ نے اپنی محبت میں اقرار کیا کہ ایک نہیں ہے بلکہ بیٹا  
 ہو تو جب تک مولیٰ زندہ ہو اسکو حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے کہ وہ کون ہو پس جسکو اسے بیان کیا اسکا نسب زید سے ثابت اور اسے  
 نابعد کے سبب زاد ہو گا اور اگر بیان کرنے سے پہلے کر گیا تو غلام اپنی بیٹی جو بھائی قیمت کیرو اسے سنی کر چکا اور اسکا بیٹا دھانی کیرو اسے

حکم باندی کی ام و لدہ ہونے سے ثابت ہوگا





کما کہ میں نے کل نیکے ہزار دم پر کتاب کیا تھا مگر تو نے کتابت قبول نہ کی اور غلام نے کہا کہ بکلیہ میں نے قبول کر لی تھی تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام ہزار دم پر کتاب کیا ہو نہیں بلکہ وہ کتاب کیا ہو اور دونوں میں سے ہر ایک نے کتابت کا دعویٰ کیا تو جائز ہو یہ بیسوط میں ہے۔ اگر اقرار کیا کہ میں نے غلام کو قبل اسکے خریدنے کے کتابت کیا میں نے اسکو کل کے روز کتابت کیا حالانکہ آج ہی خریدا ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر اقرار کیا کہ میں نے اسکو کل کے روز کتابت کیا ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ کہا ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنی ذات کیواسطے نیلہ کا استیفاء کیا ہو اور کتابت کے کما کہ انھیں خیار ہی تھا تو کتابت جائز ہے اور خیار میں مولیٰ کی تصدیق نہ ہوگی اور ایسے ہی ان امور کو نہیں بیع کا بھی حکم ہے۔ کذا فی الحاوی۔ ایک باندی کو مدبر کیا پھر اقرار کیا کہ یہ دوسرے شخص کی مدبرہ تھی میں نے اس سے غصب کی ہو تو باندی کے حق میں اسے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی اور خود اسکی قیمت کی ضمان دیکھا اور حکم قاضی میں باندی سے خدمت لینا اور ولی کرنا جائز رکھا جائیگا و لیکن دیانت کی راہ سے اسکو یہ فعل نہ کرنا چاہیے بشرطیکہ جیسا کہتا ہو ویشاہی ہو اور اگر کسی اجنبی نے اس باندی کو قتل کیا تو اس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مقرر نے قتل کیا تو قیاساً اس پر قصاص ہو اور استحساناً نہیں ہے یہ محیطہ شرعی میں ہے۔ ایک باندی زید و عمرو میں مشترک ہو زید نے کہا کہ میں نے اور تو نے اسکو مدبر کیا کیا کہا تو نے اور میں نے اسکو مدبر کیا ہو ہم دونوں نے اسکو مدبر کیا ہو پس اگر عمرو نے اسکی تصدیق کی تو باندی دو تو کی مدبرہ ہوگی اور اگر عمرو نے تکذیب کی تو ایسا ہو کہ گویا ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی اسکو ایک شخص نے مدبر کر دیا اور ایسی صورت میں اہل علم و حکم کے نزدیک شریک کو یا بچہ طرح کا اختیار حاصل ہوتا ہے چاہے تو اپنا حصہ مدبر کر دے یا اپنا حصہ اپنے حال پر چھوڑ دے یا مدبر کرے تو اسے ضمان ملے اگر وہ خوش حال ہو یا باندی سے سہی کر دے اگر مدبر کرے تو لا یتکدست ہو یا اپنے حصہ کو آزاد کر دے۔ پھر اگر شریک نے مقرر سے باندی کی قیمت کی ضمان لی تو آدمی باندی متفرک مدبر ہوگی اور باقی آدمی موقوف رہے گی ایک روز مقرر خدمت کرے گی اور ایک روز خالی رہے گی۔ پھر اگر مقرر شریک نے تصدیق مقرر کی طرح رجوع کیا تو وہ باندی دونوں کی مدبرہ ہو جائیگی اور شریک نے جو کچھ ضمان لی ہو وہ مقرر کو دے پس کر دے اور اگر شریک نے اسے قول کی تصدیق کی طرح رجوع کیا یا تنگ کہ دونوں میں سے ایک مقرر کیا اور سوا سے باندی کے اسکا کچھ مال نہیں ہو پس اگر مقرر گیا تو باندی نے اسے قول کی تصدیق کی تو باندی وارثان مقرر کے واسطے اپنی نصف قیمت کی دو تہائی کیواسطے سہی کرے گی اور اگر باندی نے اسے قول کی تکذیب کی تو بھی ظاہر لوایہ کے موافق اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سہی کرے گی۔ اور اگر مقرر گیا پس اگر باندی نے مقرر کے قول کی تصدیق کی تو اپنی تمام قیمت کیواسطے مقرر کے لیے سہی کرے۔ اور اگر باندی نے مقرر کے اقرار کی تکذیب کی تو مقرر کیواسطے اسے حصہ کی آدمی قیمت بکلیے سہی کرے گی اس سے زیادہ سہی نہ کرے گی۔ اور اگر دونوں مرگے ایک بعد دوسرے مرے پس اگر مقرر پہلے مر گیا مگر باندی نے مقرر کے اقرار کی تصدیق کی تو حکم مسئلہ کا قبل موت منکر کے یہ ہو کہ مقرر کے نصف حصہ کی تہائی آزاد ہو اور باندی پر اس نصف کی دو تہائی کیواسطے سہی کرنی لازم ہوگی پھر اگر اسے بعد منکر مر گیا تو باندی پر بقدر حصہ منکر کے مقرر کیواسطے سہی کرنی واجب ہوگی ادا مال مقرر کے ترکہ میں داخل ہوگا اور ترکہ میں زیادتی ہو جائیگی اور اسکا ثلث بیٹے تہائی بھی زیادہ بکلیے پس اسکی تہائی باندی کو دی جائیگی اور تمام کی دو تہائی کیواسطے وہ سہی کرے گی اور اگر باندی نے مقرر کے اقرار کی تکذیب کی تو بھی ہی حکم جو کہ اپنی دو تہائی کیواسطے سہی کرے اور اگر پہلے منکر مر گیا پھر مقرر مر گیا باندی نے مقرر کے اقرار کی تصدیق کی ہو تو ہمارے مثل کرے و کرے گا یا بھی پر اپنی تمام قیمت کیواسطے سہی کرنی واجب ہوگی اور

بندی مدبر کرے یا نہ کرے  
اسکی تصدیق کی ہو یا نہ ہو  
اسکا مال اسکی تصدیق کی ہو یا نہ ہو  
اسکا مال اسکی تصدیق کی ہو یا نہ ہو







اور مدبرہ موقوفہ یا ام ولد موقوفہ رہی کہ موہوبہ کے مرنے سے آزاد ہو جائیگی۔ اگر خالد نے اگر ان سب باتوں میں  
 مشتری کی تصدیق کی تو باندی کو لے لیا اور اس کی مدبرہ یا ام ولد ہوگی جیسا مشتری نے بیان کیا ہے۔ اور اگر خالد نے  
 حاضر ہو کر یہ کر لیا دعویٰ کیا و لیکن آزاد کر دینے وغیرہ سے انکار کیا تو وہ باندی رہی۔ اور خالد اسکو مشتری سے لے سکتا ہے  
 اور اگر مشتری نے کہا کہ موہوبہ نہ لے لے خالد نے اسکو نکالتے کر دیا اور باندی نے اسکی تکذیب کی تو باندی اسکو لے سکتا  
 ہے۔ اس کے پاس رہی بیانیہ ملک کہ خالد حاضر ہو اور اگر اسے حاضر ہو کر مشتری کی ان باتوں میں تکذیب کی تو باندی باندی کے  
 چھوڑ دیا دے گی۔ لیکن اگر باندی نے خود گواہ قائم کیے کہ اسے فروخت کر دیا تھا اور مشتری نے اس باندی کو نکالتے  
 کیا تو اس کے نکالتے ہوئی دگر کر لیا دے گی اور اگر خالد نے مشتری کے ہر کرینین تصدیق کی اور یہ کاتب کو لے میں تکذیب  
 کی تو اسکو لے لیا اور وہ خالد کی باندی رہی اور اگر ان سب باتوں میں مشتری کی تصدیق کی تو باندی سے واپس لیا اور  
 جیسا مشتری نے بیان کیا ہے ویسا ہی ہوگا۔ اگر مشتری اسکی قیمت ڈانڈ دے گا۔ اور اگر وہ ان ہو کہ جب وہ باندی باندی  
 کو لے تو اسے اسکو فروخت یا مدبرہ کر لیا یا آزاد کر دیا تو یہ سب باطل ہو جائیگا بشرطیکہ خالد نے اسکو مشتری سے قول کی ہے وہ یہ  
 میں تصدیق کی ہو اور اگر اسکو تکذیب کی تو یہ سب باتیں نافذ ہو جائیگی یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ وکیل بیع نے  
 اگر بیع کا اقرار کیا تو حق موکل میں سکا اقرار صحیح ہو تا ہے۔ شہد موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو۔ اور اگر موکل نے اقرار کیا کہ وکیل نے زہر  
 کے ساتھ اسکو ہزار درہم میں فروخت کیا ہے اور زہر نے اسکی تصدیق کی اور وکیل نے تکذیب کی تو غلام زہر کو ہزار درہم میں لے گا  
 اور اس بیع کا حقد موکل پر رہا وکیل پر نہ ہوگا۔ یہ وہ میں جو اگر زہر نے جو کو ایک غلام دیا اور حکم کیا کہ اسکو فروخت کر دے پھر زہر  
 نے اسکو چھوڑ دیا تو اسکا حقد کڑن نہ لے سکتا۔ ہزار درہم میں فروخت کر کے قبضہ دے دیا ہو اور وہ اسے لے لیں اس اگر غلام موجود ہو تو  
 وکیل کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر نافذ ہو گیا ہو تو تصدیق لیا دے گی یہ بیسوط میں ہے۔ زہر کا ایک غلام ہو اسکو فروخت کرنے کے بعد  
 فروخت کیا اور خالد نے اسکو تلف کر دیا اور زہر نے اسکو فروخت کر لیا حکم کیا تھا وہ اسے لے چاہیے  
 ہیں اور فروخت کر کے اسکا حقد نہیں کیا تھا اسے قیمت ملے گی۔ دھم میرے ہیں تو زہر کا قول قبول ہوگا اسلیطرح اگر غلام موجود ہو تو  
 تو بھی ہی حکم یہ محیط خسر میں ہو اور اگر ایک غلام نے باندی کو بیع کا حکم نہیں دیا تھا و لیکن اسے بیع کی اجازت دیدی ہے  
 بعد بیع کے اسے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی پس اگر غلام بیعہ قائم ہو تو جائز ہے اور اگر تلف کر دیا ہو تو جائز  
 نہیں ہو اور اگر اس غلام کا تو کاٹا گیا پھر اسے بیع کی اجازت دی تو اس مشتری کو لے لیا اور اگر اسے بیع کی اجازت نہ دی  
 تو اس مالک غلام کو لے لیا یہ بیسوط میں ہے۔ اگر مالک غلام نے اقرار کیا کہ میں نے وقوع بیع کے ایک روز بعد اجازت دی  
 اور مشتری نے انکار کیا تو مالک غلام کا قول قبول ہوگا اور اس پر قسم نہ آوے گی اور اگر غلام مر گیا ہو تو قسم کے ساتھ مشتری کا  
 قول قبول ہوگا یہ محیط خسر میں ہے۔ زہر نے عمر کو اپنی ایک باندی فروخت کر لیا وکیل کیا اور باندی وکیل کو دیا  
 پھر زہر آیا اور وکیل سے باندی واپس کر لینی چاہی اور زہر نے کہا کہ میں نے خالد کے ہاتھ وہ باندی ہزار درہم  
 کو فروخت کر دی ہو اور اسے قبضہ کر لیا ہے اور میں نے دھم وصول کر لے ہیں اور وہ یہ ہیں پھر اسے میرے پاس واپس  
 کر لی ہو اور موکل نے اسکی تکذیب کی تو وکیل کا قول قبول ہوگا اور موکل کو واپس لے لیا اور وکیل کے دعویٰ کے گواہ قبول  
 نہ کرے پھر اگر خالد نے اسکو قول وکیل سے انکار کیا تو باندی موکل کو سپرد رہی اور اگر اسے وکیل کے قول کی تصدیق کی تو  
 باندی کو موکل سے لے لیا اور موکل کو اس سے دھم لے لیا بشرطیکہ اسے پاس قائم ہوں اور اگر کف ہو سکے ہیں تو وہ خاص ہوگا اور اگر وکیل نے دھم لیا تو

بیع بیعہ ہند کی کتاب میں ہے

نہ کیا ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا اور خالہ دام دیکر باندی سے لینگا۔ اس طرح اگر کوئی باندی کا فرحبی لوگ قید کر کے لینگے اور اس کے ملک میں جا کر کسی مسلمان نے وہ باندی خریدی اور ہزار درم دام دیکر اسکو دارالاسلام میں لایا پھر قدیم مالک کا ایسا نام مشتری سے لگا دیکر باندی سے ایسے کہہ کہ میں نے خالہ کو ہمہ کردی اور اسے قبضہ کر لیا پھر میرے پاس ودیعت چھوڑ کر غائب ہو گیا تو مشتری کا قول تا مقبول ہوگا اور قدیمی مالک کے نام ڈگری ہو جائیگی اور اس کے دعویٰ کو گواہ مقبول ہو گئے پھر اگر خالہ نے حاضر ہو کر مشتری کے قول کی تکذیب کی تو باندی مالک قدیم کو سپرد ہوگی اور وہ دام دیکر اسکو خالہ نے موافق اقرار مشتری کے دعویٰ کیا تو باندی مالک قدیم سے بے لیا ہو گئی اور خالہ کو ملے گی پھر مالک قدیم خالہ سے بقیمت لے لینگا اور مشتری اسکا من مالک قدیم کو واپس کرے اس طرح اگر کسی شخص کو کوئی چیز سپرد کر دی اور اس کے سپرد کردی پھر رجوع کرنا چاہا اور وہ ہوب دے نہ کہ میں چاہتا ہوں چیز خالہ کو ہمہ کی اور اس کے سپرد کردی ہو پھر اسے میرے پاس ودیعت رکھی ہو تو حکم دیا جائیگا کہ وہ ہوب کے سپرد کرے پھر اگر خالہ دے نہ آکر وہ ہوب یعنی اپنے دھاب کی تکذیب کی تو وہ چیز ہمہ کرنا ہو لینگے پاس واپس ہو چکی ہو یہی ہوگی اور اگر تصدیق کی تو وہ ہوب کو حکم دیا جائیگا کہ خالہ کو اس کے اس طرح اگر کسی ایسے سبب کو درمیان میں ڈالا جس کے باعث سے واپس کرنا منہع ہو جاتا ہو جیسے کہہ کہ میں نے عرض دیدہ یا ہر قومی تصدیق ہوئی اور وہ ہوب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہو یہ تحریر شریعہ جامع کبیر میں ہو۔ اگر زید نے عمر کو ایک معین غلام خرید لیا حکم دیا اسے اقرار کیا کہ میں نے ہزار درم کو خریدا ہو اور بانی نے بھی یہی دعویٰ کیا مگر موکل نے اپنے زید نے مثلاً انکار کیا تو وکیل کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کسی غیر معین غلام کے خریدنے کیواسے جسکی جنس و صفت و وزن بیان کر دیا تھا وکیل کیا پھر وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام ان معین دامون کو جو اس کے لئے خریدا ہو اور موکل نے انکار کیا تو امام اعظم فرماتے تھے کہ اگر موکل نے وکیل کو دام دیدہ ہوں تو وکیل کے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر نہیں دے یہ ہیں تو تصدیق ہوگی اور صاحبین میں نے فرمایا کہ اگر غلام بعینہ قائم ہو اور ایسا غلام اسے دامون کو خریدا جاتا ہو تو وکیل کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر موکل مگر کیا پھر وکیل نے اس غلام کو خرید لیا کہ اگر بعینہ وکیل کے پاس یا بانی کے پاس قائم ہو یا موکل نے وکیل کو دام دے دیے ہوں تو امام اعظم کے نزدیک وکیل کے قول کی موکل کے حق میں تصدیق ہوگی اور بیع وکیل کے ذمہ لازم ہوگی اور دائرون سے اس کے علم پر قسم لیا و گئی اور اگر بانی نے دام تلف کر دیے ہوں تو وکیل کا قول قبول ہوگا اور بیعت کو بیع لازم ہوگی یہ عادی میں ہو امام محمد نے فرمایا کہ زید نے عمر کو حکم کیا کہ میرے واسطے خالہ کی باندی دیدہ اور ہزار درم دام بتلائے پھر عمر نے قبول کیا ایرا اسکو خریدا خواہ قبضہ کیا یا نہ کیا اگر زید سے کہہ کہ میں نے وہ باندی ایک ہزار پانچ سو درم کو خریدی اور میری حالت کی لہذا وہ باندی میری رہی اور زید نے کہہ کہ تو نے ہزار درم کو خریدی ہوا اور باندی میری رہی لہذا خالہ نے موکل کی تصدیق کی تو بانی اور موکل کا قول قبول ہوگا اگر بانی نے ظلم نہیں کیا ہے نہ کہ اسکو ہزار درم دیکر باندی سے لینگا پھر اگر مشتری نے بانی سے قسم طلب کی تو اسکو یہ اختیار نہیں ہوگا اور اگر موکل سے قسم لینی چاہی تو اختیار واپس لے کر اسے قسم کھانی تو باندی نے اور بانی کو دام دیدہ اور عمدہ بانی اور اس کے درمیان رہیگا۔ اور اس سے یعنی وکیل سے کچھ کام نہیں ہوگا اور اگر وکیل نے قسم لے انکار کیا تو باندی مشتری کی ہوئی اور مشتری بانی کو ہزار درم دیدہ اور باندی سے لے گا پھر اگر بانی نے مشتری کے قول کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو زید وہ پانچ سو درم بے لینگا۔ اور کتاب میں مذکور نہیں ہوگا اگر بانی نے یہ جابا کہ موکل سے ہزار درم کا مطالبہ کرے تو کر سکتا ہو یا نہیں تو جو خاص نے کرخی اس سے اور قاضی ابو امیثہ نے قضاء ثنویہ سے نقل کیا کہ اسکو اختیار ہو جائے مشتری سے مطالبہ کرے یا اس سے مطالبہ کرے اور عامہ مشن نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہوگا اس طرح اگر وکیل نے کہہ کہ میں نے

۷۷  
وہ جس میں ہے  
اسکو بانی یا  
مشتری  
کے ہاں کتاب الہدیہ

باندی سودینا کو خریدی اور تیری مخالفت کی اور باقی مسئلہ بجا رہا تو اسکا حکم اور پہلی صورت کا حکم کیساں ہو و لیکن صرف ایک شق میں اور وہ یہ ہو کہ پہلی صورت میں جب موکل نے باندی سالی اور ہزار درم بانی کو دیدیے پھر مشتری نے اسے قسم لی اور اسے انکار کیا تو وکیل باندی کو موکل سے مفت بدون دامن کے لے گیا اور یہ قیاس ہزار درم استیسا بوجھل ان دامن کے جو اسے ادا کیے ہیں یعنی ہزار درم کے عوض لے گیا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو دینے سے روکے یا نہ کہلے اپنے دام وصول نہ کرے مذکورہ اور اس دوسری صورت میں قیاساً در استیسا نادونوں طرح مفت بلا قیمت لے لے گا یا سوقت ہو کہ اسے خرید لے گیا اور اگر خرید سے اصلاً انکار کیا اور موکل نے کہا کہ تو نے ہزار درم کو خریدی اور بانی نے اسکی تصدیق کی تو بانی کا قول قبول ہوگا اور عداً بیع موکل پر ہوگا اور اگر بانی نے کہا کہ میں مشتری سے قسم لوں گا کہ وہ مہینے میں موکل کیلئے نہیں خریدی ہو تو اسکو اختیار ہو پس اگر اسے قسم کھائی تو اسپر کچھ نہیں ہو اور اگر انکار کیا تو عداً بیع کے امور کا اسی ہوگا پس میں ادا کر گا اور موکل سے واپس لے گا اور ادا کرنے سے پہلے موکل سے لے گا اور اگر خرید سے انکار کے وقت اسے قرار کیا کہ یہ لکھ کر بانی کو قسم نہیں ہو تو اس مسئلہ میں بانی کا مشتری کو قسم دلانا مذکور ہو اور دونوں مسئلوں یعنی خلاف بالکثرۃ اور خلاف شتاراً جنس میں اختلافات مذکور ہیں ہر بعض مشائخ نے فرمایا کہ ان صورتوں میں قسم نہیں لے سکتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ وہ ان ہی قسم لے سکتا ہو جبکہ موکل قسم کھائے کہ وہ مہینے میں نہ جانتا ہوں کہ اسے ذخیرہ ہزار درم یا سودینا کو خریدی ہو قال المستوی لکھ خلاف بالکثرۃ سے یہ مراد ہو کہ وکیل نے موکل کے خلاف استدعا سے کیا کہ اسے حکم سے زیادہ دام دیئے بیع شتاراً اسے ہزار کر کہا تھا اسے ذخیرہ ہزار کو خریدی اور مسئلہ خلاف بغیراً جنس سے یہ مراد ہو کہ جنس میں جن خلاف کیا اسے ہزار کر کے اسے سودینا کو خریدی فاقم اور اگر بانی نے ان صورتوں میں ہزار درم میں پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ میں ہزار درم یا سودینا سے تو اسے کہنے پر التفات ہوگا اسکا قول تو باطل ہوا باقی رہا موکل اور وکیل میں اختلاف ہے وکیل کہتا ہو میں نے اپنے واسطے خریدی ہو اور موکل کہتا ہو میرے واسطے خریدی ہو تو قسم سے وکیل کا قول قبول ہوگا پس اگر اسے قسم کھائی تو اسی کیلئے خرید ثابت ہوگی اور اگر انکار کیا تو موکل کیلئے خرید ثابت ہوگی یہ حکم اسوقت ہو کہ بانی نے موکل کی تصدیق کی اور اگر اسے وکیل کی تصدیق کی اور موکل نے شہن کو بیان کر دیا تھا یا نہیں تعین کیا اور وکیل نے خریدی اور کہا کہ میں نے ہزار درم کو خریدی ہو اور موکل نے کہا کہ تو نے پانچ سو درم کو خریدی ہو اور بانی نے وکیل کی تصدیق کی تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول قبول ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہو اگر بانی نے قرار کیا کہ میں نے یہ غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ اس میں یہ عیب تھا اور دعویٰ کیا کہ مشتری نے مجھے اس عیب سے بری کر دیا تھا تو اسپر گواہ لائے واجب ہو گئے اور اگر گواہوں نے مشتری سے قسم لیا ہوگی کہ میں نے بانی کو اس عیب سے بری نہیں کیا اور عیب سے دیکھا ہو تب سے بیع کو بیع کیواسے پیش نہیں کیا اور نہ بیکراشی ہوا ہوں اور نہ بیع میری ملک سے خارج ہوئی ہو پس اگر قسم کھائی تو بانی کو واپس کر دے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے جب اس غلام کو خریدا تو اس میں یہ عیب موجود تھا اور بانی نے انکار کیا حالانکہ عیب ایسا ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور بانی نے یوں قرار کیا کہ جو وقت میں نے اسکو فروخت کیا ہو تو اس میں کچھ عیب تھا اور اسکو بیان نہ کیا تو اس قرار سے بانی کچھ لازم نہیں آتا ہر حال میں ہو اگر بانی نے بیع میں عیب کا اقرار کیا جسکا زائل ہو جانا اسطور سے متوہم ہو سکتا ہو کہ بالکل اسکا اثر تک باقی نہ رہے مثلاً کہ کہ میں نے جب اس غلام کو فروخت کیا تھا تو اسے ایک قرحہ تھا اور اسکا ہم دیا اور نہ اسکو میں کیا پھر مشتری اس غلام کو لایا اور اسے ایک قرحہ تھا اور واپس کرنا چاہا اور کہا کہ یہ قرحہ ہے جسکا

اسکا ہم دیا اور نہ اسکو میں کیا پھر مشتری اس غلام کو لایا اور اسے ایک قرحہ تھا اور واپس کرنا چاہا اور کہا کہ یہ قرحہ ہے جسکا

تو نے اقرار کیا اور بانی نے کہا جسکا میں نے اقرار کیا ہو وہ زائل بھی ہو گیا یہ نیا قرضہ میرے پاس پیدا ہوا ہو تو قسم سے بانی کا قول قبول ہو گا اور مشتری کو گواہ لانے چاہیے ہیں اسی طرح اگر بانی نے کسی نوع کے عیب کا اقرار کیا حالانکہ وہ عیب زائل ہو سکتا ہو اور دعوی کیا کہ وہ زائل ہو گیا یہ دوسرا پیدا ہوا ہو تو بھی اُسکی تصدیق کجا دیگی یہ مسوطن میں ہو۔ پس اس صورت میں مشتری کو واپس کر نکالنا حق بدون گواہ قائم کر سکتے ہیں ہر ان گواہ قائم کرے کہ یہ بعینہ وہی عیب ہے یا بانی کے اقرار اور مشتری کے نزاع کرنے میں اس قدر کم مدت ہو کہ اتنی مدت میں ایسا قرضہ مع اتر کے زائل ہو جاتا ہے تو نہیں ہو اور بانی میں سوائے اس قرضہ کے کوئی قرضہ بھی ہو تو اس صورت میں مشتری کا قول قبول ہو گا اور اسکو بیس عیب کے بانی کو واپس کر دینے کا اختیار ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر بانی نے اقرار کیا کہ جب میں نے کپڑا فروخت کیا تو میں ایک شکاف تھا یہ مشتری شکاف کا کپڑا لایا اور بانی نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہو تو تصدیق نہ کجا دیگی اور اگر کھانگٹا چھوٹا تھا یہ بیگیا ہو تو تصدیق کجا دیگی اور اگر اس میں دوسرا شکاف ہوا اور بانی نے کہا کہ اس میں یہ شکاف تھا وہ دوسرا شکاف تھا تو قسم سے بانی کا قول قبول ہو گا یہ مشتری میں ہو۔ اور اگر بانی دو شخصوں میں سے ایک نے عیب کا اقرار کیا اور اس عیب کو بیان کر دیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مشتری مقرر کو واپس دے سکتا ہو دوسرے کو نہیں دے سکتا اور اگر بانی نے ایک عیب کا شرک مفاد میں ہو پس بانی نے عیب سے انکار کیا اور شرک نے اقرار کیا تو مشتری واپس کر سکتا ہو کذا فی المیسوطہ۔ اور مشتری کو اختیار ہو چاہے شرک مقرر کو واپس دے یا بانی کو واپس کرے کذا فی المیسوطہ۔ اور اگر شرک خرابی نہ ہو تو اس کے اقرار سے مشتری نہیں واپس دے سکتا ہو۔ اسی طرح اگر مضارب نے کوئی غلام مضاربیت کا فروخت کیا اور رب مال نے اس میں عیب کا اقرار کیا تو مشتری مضارب کو اس پر کرے جو سے واپس نہیں دے سکتا ہو اس طرح اگر خود رب مال نے فروخت کیا اور مضارب نے عیب کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہو اور ایسے ہی اگر وکیل نے فروخت کیا اور موکل نے عیب کا اقرار کیا تو اس اقرار سے وکیل یا موکل پر کچھ لازم نہیں آتا ہو۔ اور اگر وکیل نے عیب کا اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو مشتری وکیل کو واپس دے سکتا ہو لیکن یہ وہی حق وکیل میں ہوگی موکل کے حق میں ہوگی دیکھیں اگر ایسا عیب ہو کہ اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہو تو ایسی صورتیں موکل کو واپس دیوے مگر وکیل کے اقرار سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ یقین ہو گیا کہ یہ عیب موکل کے پاس موجود تھا۔ اور اگر ایسا عیب ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہو پس اگر وکیل نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ عیب موکل کے پاس تھا تو موکل کو واپس دے سکتا ہو اور اگر گواہ نہ ہوں تو موکل سے قسم لے کر اسے قسم سے انکار کیا تو اسکو واپس کر دے گا اگر قسم کھائے تو غلام وکیل کے ذمہ چکا اور ہر دو شرک خن میں سے جو بانی ہو اگر اسے عیب کا اقرار کیا اور شرک مقرر ہو تو مشتری واپس دے سکتا ہو اور دونوں کے ذمہ لازم ہو گا اس طرح اگر مضارب نے عیب کا اقرار کیا تو واپس ہو کر مضارب اور رب مال دونوں کو لازم ہو گا یہ بیس میں ہو اگر زید نے عمرو سے کوئی چیز خریدی اور خالد کے ہاتھ فروخت کی اور خالد نے اس میں عیب لگایا اور زید کو واپس کر دی پس اگر یہ دن حکم قاضی واپس کی ہو تو زید کو عمرو سے اس عیب میں نزاع کا اختیار نہیں ہو۔ اور اگر حکم قاضی واپس کی ہو تو اس میں صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر اس نے اس عیب کا اقرار کیا پھر واپس لینے سے انکار کیا اور قاضی نے واپس لینے کا حکم اس پر جاری کیا تو یہاں دو صورتیں ہیں یا تو واپس سے یعنی اقرار سے پہلے صریح اس عیب کا انکار زید سے صادر ہوا ہو یا نہیں صادر ہوا ہو اگر نہیں صادر ہوا ہو یعنی مثلاً یوں نہیں کہا کہ میں جب یہ غلام فروخت کیا تو اس میں یہ عیب تھا تو اس صورت میں زید کو اختیار ہو کہ اپنے بانی عمرو کو واپس کرے بشرطیکہ

کے  
چند عیب بانی نے



انہی کے گواہ لاوے کہ یہ عیب عمرو کے پاس وقت بیچ کے موجود تھا اور اگر صرف اقرار عیب سے پہلے انکار عیب اس سے صادر ہو چکا ہو تو اپنے بانے سے نزاع نہیں کر سکتا ہے۔ دوسری صورت یہ کہ خرید کے قیمت انکار کر دینی وہ اس کی اور اس صورت میں اگر انکار سے پہلے صرف عیب کا انکار اس سے صادر نہیں ہوا مثلاً دعویٰ عیب کی وقت وہ خاموش رہا اور کچھ نہ کہا پھر عیب اس قسم پیش کی گئی تو انکار کر گیا پس اس دلیل سے اسکو واپس دینی تو اپنے بانے سے خصوصیت کر سکتا ہے اور اگر پہلے انکار عیب صادر ہو چکا ہو تو اپنے بانے سے خصوصیت نہیں کر سکتا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ گواہوں کو ایسی چیزیں اسکو واپس دینی اور اس صورت میں اگر سابقین میں اس سے پہلے انکار عیب ثابت نہیں ہوا ایسے خاموش رہا یہاں تک کہ گواہوں نے گواہی دی اور قاضی نے واپسی کا حکم کیا اسکو اپنے بانے سے خصوصیت کا اختیار ہے اور اگر آگے سے سابقین میں اس عیب سے پہلے انکار کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عدالت نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ زید کے فروخت کر چکے وقت اس چیز میں یہ عیب موجود تھا پس اس صورت میں زید کو اپنے بانے سے خصوصیت کا اختیار نہیں ہے اور دوسری یہ کہ عدالت کے گواہوں نے گواہی دی کہ بانے اول یعنی عمرو کے فروخت کر چکے وقت اس میں یہ عیب تھا تو اس میں اپنے بانے سے خصوصیت کر سکتا ہے ایسا ہی بعض روایات میں مذکور ہے اور بعض میں مثل ثانی کے گواہوں پر سو فیصد ہام قبول ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ خصوصیت نہیں کر سکتا ہے اور بعض میں گواہ یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے یہ عیب میں ہے۔ اگر کوئی گھر فروخت کیا پھر اقرار کیا کہ وقت بیچ کے اس میں یہ عیب تھا یعنی مثلاً دیوار پٹی ہوئی تھی کہ جس سے گھر پر ٹیکا خوت تھا یا کوئی شہیر ٹھکستہ تھا یا دروازہ ٹھکستہ تھا تو اس اقرار سے واپس دیا جاسکتا ہے اگر کوئی زمین میں درخت تھے فروخت کیے پھر درختوں میں کسی عیب کا اقرار کیا جس سے متن میں نقصان آتا ہو تو بی بی حکم ہو اور بی حکم بیرون اور عرض و میراثات میں ہو اگر بانے اس میں کسی عیب کا اقرار کرے جس سے متن میں نقصان آتا ہو اور اگر بانے نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام ایک یا تھ گٹا ہوا فروخت کیا ہو پھر مشتری اسکو دونوں ہاتھ لایا تو واپس نہیں کر سکتا ہو لیکن ایک ہاتھ کا نقصان واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر غلام کی انٹھی بڑا ہو تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہے اگر بانے نے اقرار کیا۔ یا واپسی سے انکار کیا لیکن اگر بانے کوئی سبب واپسی سے مان ثابت کرے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور ان مواضع میں خصوصیت عیب کے واسطے غلام کا حاتم ہو تا اور غائب ہو تا کیساں ہو بشرطیکہ بانے فی الحال غلام میں یہ عیب ہو چکا ہو یہ موقوف ہے یہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول ہے فرمایا کہ اگر باندی سے کہا کہ او چڑھئی۔ اور بگلوئی۔ اور چھال۔ اری دیو اتی۔ پھر اسکو فروخت کیا اور مشتری نے اس میں یہ عیب پایا اور سبب عیب کے اسکو واپس کرنا چاہا اور بانے نے کہا کہ تیرے پاس پیدا ہو گئے ہیں تو بانے کا قول قبول ہو گا۔ اور مشتری نے فروخت سے پہلے بانے کی گفتگو کے گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہو سکتا اور واپس نہیں کر سکتا ہے۔ اس طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ بانے نے فروخت سے پہلے اس باندی کو (بیچوٹہ)۔ چڑھئی۔ یہ مجذوبہ ایسا کیا کرتی ہو) کہا تھا تو بی بی حکم ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہے۔ اگر بانے نے کس ہذہ اسادۃ اور خاموش ہو یا تو یہ اقرار ہو یہ عیب مشتری میں ہو۔ قال المتروک اگر بانے کے ہذہ اسادۃ فعلت کذا یعنی اس چڑھئی نے ایسا کیا تو چڑھئی اسکی صفت ہو گی بعد از موت کے اور اقرار قیام صفت منظور ہو گا پس اقرار عیب ہو گا اور صحت ہذہ اسادۃ چڑھئی حاصل بانے کا کلام ہو اس واسطے میں تاخیر قرار دیا جائیگا اور میں یہ ہونگے کہ یہ باندی چڑھئی ہو اور یہ قیام عیب کی خبر دیا ہو لہذا اقرار عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہو قائم۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ بانے نے کہا کہ ہذہ اسادۃ ہذہ الزانہ۔ ہذہ الایقہ۔ ہذہ المونہ اور اسکو سوائے کوئی فعل اسکا ذکر نہیں کیا یا تو یہ کما ہذہ اسادۃ ہذہ الایقہ ہذہ الزانہ ہذہ المونہ۔ تو مشتری کا پاس گواہی

نہاں اسکو اقرار  
اس باندی کا قول بانے  
کا کلام ہو تو اقرار عیب ہے

سے واپس کرنا کہ اتنا حاصل ہو گیا کہ تحریر نہیں جائے کہ میں جو۔ قال المترجم: نہ سارۃ معنی ان الفاظ کے بترتیب یہ ہیں۔ یہ یا ندی چور ہو۔ یہ بھگور۔ یہ چنالی ہو۔ یہ بنو نہ ہو۔ اور چو نکرا اتماسا بترتیب میں ضاربین ذکر کیا اسوائے وہ بھی کلام قرار دیکر بعدین اثنین میں سے حادیگہ و اولوچہ ماذکرناہ۔ اور اگر اپنی صورت سے کہنا یا طاق یا اپنی باندی سے کہنا یا حوق یا کما ہذا المظاہرۃ او ہذا الحوقہ فعلت کذا یعنی اس طلاق دی ہوئی ہے یا اس آزاد نے ایسا کیا تو یہ کلام ایقاع اور قرار دونوں پر اگر یہ فعل مذکور ہو یا بطریق ندا کے ہیں یہ محیط سرخص میں ہو

انیسوا ان باب مضارب و شریک کے اقرار کے بیان میں۔ مقتاربہ بت میں اگر قرضہ ہو تو کیا مضارب نے اقرار کیا تو یہ اقرار رب المال پر جائز ہو گا بشرطیکہ مال مضارب اسی کے پاس ہو اور اگر مال مضارب بت اسکے پاس نہ ہو تو جائز نہیں ہو گا۔ مضارب بت اسی کے پاس ہو اس وقت رب المال پر ایسے شخص کے قرضہ ہو تو کیا اقرار کیا جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں ہو تو یا بالاجماع جائز ہو۔ اھا اگر دو شریک غنان میں سے ایک شریک نے ایسے شخص کو اسے جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں ہو ایسے قرضہ کا اقرار کیا جو ایسی تجارت کے سبب سے واجب ہو اور جو ان دونوں کی شرکت میں ہو تو بالاجماع جائز ہو اور صرف اسی پلاندہ اولیٰ اسکے شریک پر لازم ہو گا۔ اور اگر دونوں متفاد ضمین میں سے ایک نے ایسے شخص کو اسے قرضہ کا اقرار کیا جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں ہو تو امام اعظم ہم کے نزدیک صلاصیح نہیں ہو نہ اپنے حق میں صحیح ہو اور نہ اپنے شریک کے حق میں صحیح ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی شخص کے پاس ہزار درہم مضارب کے ہوں اسے اسیں قرضہ کا اقرار کیا اور رب المال نے انکار کیا تو اھلکار اقرار مضارب میں جائز ہو اسی طرح اگر مضارب میں کسی مزدور کی مزدوری یا ٹھو کے کرایہ یا لکڑیہ دکان کا اقرار کیا تو بھی جائز ہو اور اگر وہ درہم رب المال کو دیدے اور کہا کہ یہ تیرا اس مال ہے اس پر قبضہ کر لے یا نہیں سے بعض امور کا جو ہننے ذکر کیے ہیں اقرار کیا تو تصدیق نہ کی جاوے گی یہ حاوی میں ہو۔ اگر خریدنے اقرار کیا کہ یہ ہزار درہم عمرو کے آدھے نفع کی مضارب بت پر میرے پاس میں پھر اسکے بعد کہ کہ یہ خالد کے آدھے نفع کی مضارب بت پر میں اور ایک نے دونوں میں سے اپنا دعویٰ کیا کہ میرے ہیں آدھے نفع کی مضارب بت میں میں نے دیے ہیں پھر مضارب نے اس سے تجارت کی اور نفع اٹھایا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک عمرو کو ہزار درہم اور نصف نفع دیا جائیگا اور خالد کو ہزار درہم ڈانڈ دیا جائیگا اور امام محمد کے نزدیک ہر ایک کو ہزار درہم دیا جائیگا اور کچھ نفع دیا جائیگا بلکہ نفع مضارب کا ہو گا وہ اسکو صدقہ کر دے یہ محیط میں ہو۔ اگر خریدنے اقرار کیا کہ یہ مال عمرو و خالد کی مضارب بت کا ہو اور دونوں نے اسکی تصدیق کی پھر اسکے بعد مضارب نے جدا کلام بیان کیا کہ عمرو کی دو تہائی اور خالد کی ایک تہائی ہو تو تصدیق نہ کی جاوے گی وہ دونوں کو نصف نصف تقسیم ہو گا یہ موقوفہ میں ہو۔ نیز اسکے پاس ایک غلام ہے اسے کہا کہ آدھے کی مضارب بت پر عمرو کا یہ غلام ہے اسے پھر اسکی کو دو ہزار درہم کو فروخت کیا اور کہا کہ اس مال ہے ہزار درہم ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے اسکو خاص یہی غلام مضارب بت میں دیا تھا پس مضارب بت فاسد ہو اور نفع تمام ہزار ہو اور چھوٹا چراشل ہے جو ایسے کام کی مزدوری ہو اگر کسی قوایں صورت میں مالک غلام کا قول قبول ہو گا یہ محیط سرخص میں ہو اگر خرید و فروخت دونوں مضاربوں نے اپنے مقبوضہ مال کی نسبت اقرار کیا کہ یہ خالد کا مال ہے اسے پاس مضارب بت میں ہو اور دونوں کی اسے تصدیق کی پھر رب المال نے ایک کیو اسے تہائی نفع اور دوسرے کیو اسے چوتھائی نفع کا اقرار کیا تو اسی کا قول قبول ہو گا یہ موقوفہ میں ہو ایک شخص کیو اسے مضارب بت کا اقرار کیا اور قلمداد کی تعداد نہ بتلائی تو اسکا قول یہاں تک کہ تصدیق کی مضارب بت میں ہو یا اس کا قول اس کا یا اس کا قبول ہو گا اگر وہ مگر کیا یہ محیط سرخص میں ہو اگر مضارب نے ہزار درہم نفع کا مال میں اقرار کیا پھر کہا کہ

ناراضہ جائز نہیں  
مطلقاً نہیں ہے  
میں ہمارے شریکوں

میں نے غلطی کی صورت پانچ و درم تھے تو تصدیق نہ تھی اور موافق اقرار کے مال کا ضامن ہو گا اور اگر اسکے پاس کچھ مال رہ گیا اُسے کہا کہ یہ نفع ہوا و مل مال میں نہ رہا مال کو دیدیا اور بن مال نے اُسکی تکذیب کی تو بل مال کا قول قبول ہوا لیکن بل مال سے مضارب کے دعویٰ پر قسم یہی ہو گئی اگر اُسے قسم کھانی تو کچھ مضارب کے پاس پہلے راس مال کے سب سے لے لیا یہ بسوٹ میں ہو۔ اگر مضارب کی فروخت کی ہوئی چیز میں بل مال نے عیب کا اقرار کیا تو مشتری مضارب کو واپس نہیں کر سکتا ہوا و اگر رائے بیٹے مضارب نے اقرار کیا تو دونوں کے ذمہ واپسی لازم ہوگی یہ محدثی میں ہو۔ اگر بیٹے نے کہا کہ عمرو میرا شریک بطور مفاد مضارب کے ہو عمرو نے کہا کہ ہاں یا کہہ کہ تو بیچ گیا یا کہہ کہ ایسا ہی ہو جیسے اُسے کہا یا کہہ کہ یہ بیچا ہو تو یہ سب برابر ہیں اور وہ دونوں باہم شریک قرار دیے جائینگے اور کچھ ذریعہ کے پاس ہو میں و دین و رقبہ و عقال وغیرہ یا دوسرے قبضہ میں ہو سب دونوں برابر ہینگے لیکن طعام اسکا اور اس کے اہل کا یا کپڑا اسکا اور اس کے اہل کا اس کا استسنا ہوگا ہوگا جسکے قبضہ میں ہوا بیٹے ہی جسکی ام ولد یا مدبرہ ہو وہ بھی اسی کی ہوگی اور اگر کسی نے قبل اقرار کے کوئی سکتا کیا ہو تو حقد ر بدل کتابت اسپر ہو وہ دونوں برابر تقسیم ہوگا۔ اس طرح اگر بین کہا کہ وہ میرا شریک میں مفاد مضارب ہو یا میں اسکا مفاد مضارب شریک ہوں تو یہی حکم ہر کذا فی البسوط۔ اگر دونوں مفاد مضارب میں سے ایک نے ایسی چیز کا جو داخل مفاد مضارب اقرار کیا تو اسپر اور اس کے شریک دونوں برابر ہو خواہ اسکا شریک تصدیق کرے یا تکذیب کرے اور مطلق قرض کا اقرار مفاد مضارب کی تحت میں داخل ہو۔ اگر ایک متعلق نے شریک میں قرضہ کا اقرار کیا اور شریک نے کہا کہ یہ قرضہ تجھ قبل مفاد مضارب کے واجب ہوا ہو خاصہ کچھ پر ہو اور مقررہ کہا کہ نہیں بلکہ بعد مفاد مضارب کے واجب ہو اور تو قسم سے معر کا قول قبول ہو گا۔ اور اگر وہ شریک عنان میں سے لیا ہے ایسے قرضہ کا جو انکی تجارت کی تحت میں داخل ہو اقرار کیا اور اس کے شریک نے تکذیب کی تو یہ اقرار اس کے شریک کے حق میں صحیح ہوگا۔ اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا جسکا سبب کا خود بنفسہ یا شریک ہو تو تمام کا مواخذہ اسی سے ہوگا اپنے شریک سے کہ نہیں سا سکتا ہو اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا کہ جسکے سبب کے مباح شرو دونوں میں تو سب قدر اقرار کیا ہے ایسے نصف کا مواخذہ اس مقرر سے ہوگا اور اس کے شریک سے کچھ مواخذہ نہ کیا جائیگا۔ اور اگر ایسے قرضہ کا اقرار کیا جسکا سبب کا مباح شریک خود ہو اور تو اس مقرر کچھ لازم ہوگا یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک شریک عنان نے اپنے شریک پر چیز کی خرید و فروخت کا جو بیعت قائم ہو اقرار کیا تو جائز ہو اور اس کے شریک پر بقدر اس کے حصہ کے لازم آویگا اور اگر کسی تلف کردہ شدہ چیز کی فروخت کا اقرار کیا تو اسکا شن اسپر قرض ہوگا اس کے شریک پر نہ ہوگا یہ محیط مخری میں ہو۔ اگر ایک مفاد مضارب نے اپنی محنت یا مرض میں کفالت کا اقرار کیا تو اس کے شریک سے مواخذہ کیا جائیگا اور یہ اس وقت پر کہ یہ کفالت تکفول عنہ کے حکم سے ہو اور اگر یہ و ن حکم تکفول عنہ کے کفالت کی ہو تو سب کے نزدیک خاصہ اُسی پر لازم آویگی اور یہی صحیح ہو۔ اور اگر دو مفاد مضارب میں سے ایک صحیح ہو دوسرا بریض ہو یس صحیح نے مریض کے وارث کے قرضہ کی کفالت کا اقرار کیا تو کل کفالت صحیح کو لازم ہوگی مریض کے ذمہ لازم ہوگی یہ خزانہ المقتنین میں ہو۔ اگر ایک مفاد مضارب نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے شریک کی طرف سے کچھ خریدہ کے ہوا نفقہ کی یا جرم کی کفالت کی ہو تو امام اعظم کے نزدیک سب اقرار اس کے شریک پر بھی لازم ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صرف اُسی پر لازم ہوگی اس کے شریک پر لازم ہوگی یہ مہم طین ہو۔ اگر دو شخص مفاد مضارب ہوں اور اُن میں سے ایک نے اپنے دونوں کے ساتھ قریب سے شخص کی شرکت کا اقرار کیا اور دوسرے شریک نے تکذیب کی تو کتابت میں مذکور ہو گا اسکا اقرار دونوں پر جائز ہوگا اور کچھ دونوں کے قبضہ میں ہو وہ ان دونوں اور طریقہ کے درمیان بھر ملک کے مشترک ہوگا اور شرکت متساوی ہوگا

مذہب فقہ حنفی لا فخر باہم اقوام مضارب و شریک

شرکت عمان ثابت ہوگی را اور اگر گشت قسرب شخص کی نسبت چون اقرار کیا کہ وہ ہمارا بطور شرکت عمان یا شرکت مفاد نہ کے شرکاء ہو اور دوسرے مفادوں نے انکار کیا تو قسرب شخص شرک عین قرار پائے گا شرک مفاد و شریک ہوگا یہ محیط میں ہو اگر زید نے عمر کو اس سے شرکت مفاد نہ کا قرار دیا اور عمر نے انکار کیا تو کہی کو دوسرے مقبوضہ میں سے کچھ نہ لے لیا اور اگر عمر نے کہا کہ میں قسری مقبوضہ چیزوں میں بدولت مفاد نہ کے شرک ہوں اور تو میری مقبوضہ چیزوں میں بالکل شرک نہیں ہو تو قسم کے ساتھ عمر کا قول قبول ہوگا یہ عادی میں لکھا ہو اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کیوں سے شرکت مفاد نہ کیا کسی مکان کیوں سے شرکت مفاد نہ کیا اور اس نے تصدیق کی تو دونوں میں مفاد نہ ثابت ہوگی و لیکن جس قدر دونوں کے قبضہ میں ہو وہ غلام ماذون یا مکان کی تصدیق کر چکا صورت میں دو دو ٹکڑے پر تقسیم ہو گا اور دونوں میں سے کسی کا دوسرے پر قرضہ یا ودیعت کا قرار جائز نہ ہوگا علیٰ ہذا اگر کسی کے تاجر کیوں سے مفاد نہ کا قرار کیا یا دوسرے کے تاجر نے اقرار کیا اور دوسرے نے تصدیق کی تو بھی دونوں میں مفاد نہ ثابت ہوگی و لیکن ہر کچھ دونوں کے پاس ہو وہ دونوں میں برابر تقسیم ہو جائیگا یہ موقوفہ میں ہو اگر کسی ایسے دوسرے کیوں سے چھو کا نام نہیں کر سکتا ہر شرکت مفاد نہ کا اقرار کیا اور اس کے باپ نے نفقہ کی تصدیق کی تو ہر کچھ مقرر کے پاس ہو وہ دو ٹکڑے پر تقسیم ہو گا اور دونوں مفاد نہ میں ہونگے اور نہ دوسرے کا مقبوضہ مالی نہ دونوں میں تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو اگر زید نے کسی سلطان کی بیٹے کی بیٹے کا اقرار کیا یا سلطان نے ذمی کیوں سے ایسا اقرار کیا تو باہم انہم دو نام ہر کے نزدیک دونوں مفاد نہ میں ہونگے و لیکن ہر کچھ دونوں کے قبضہ میں ہو وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا یہ موقوفہ میں ہو اگر کما فلان شخص میرا شرک ہو اور اس پر زیادہ لکھا تو بیان کے واسطے اسی کے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا اور اگر کسی بیان کی اس میں اس کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسی چیز بیان کرے جس میں شرکت ثابت ہوئی ہو یہ محیط میں ہو اگر کما فلان تجارتوں میں شرک ہو تو بقدر اموال تجارت ان دونوں کے قبضہ میں ہو دونوں میں شرک ہوگا ایسے ہی دوسرے دو یا زیادہ و لیکن رہنے کا گھر اور خادم و کثیر امانج ہر ایک کا خاص ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو اگر زید نے کہا کہ میں عمر کا قسرب ہو تو میں شرک ہوں اور عمر نے اس کی تصدیق کی تو وقت اقرار کے جو مال تجارت دونوں کے قبضہ میں ہو وہ شرکت ہو جائیگا پس ہر ایک کا مقبوضہ جو مال تجارت معلوم ہو وہ دونوں میں شرکت ہو جائیگا اور اس میں سونا و چاندی بھی داخل ہو اس میں کسی نے حصہ کی حاجت نہیں ہو اور جو مال تجارت معلوم ہو جیسے مسکن وغیرہ اموال کہ حاجت اصلی میں کار آمد ہیں وہ تجارت کیوں سے شام و شنگہ اگرچہ وقت اقرار کے انھیں ایک کے قبضہ میں ہونا ثابت ہو اور دوسرے سونے اور چاندی کے جو اموال ہیں کہ وہ حاجت اصلی میں شوق نہیں ہیں ان کے تجارتی ہونے یا نہ ہونے کے باوجود ان کے قبضہ میں ہونے کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہو اگر زید نے کہا کہ میں اس دکان میں ہوں اس میں خالد میرا شرک ہو پھر کہا کہ میں نے بعد اقرار کے اس میں ایک گھڑی بیکرے کی داخل نہیں ہوئی تصدیق نہ کیا وہی اور وہی شرکت میں ہوگی اور ایک روایت میں ہو کہ اس کا قول قبول ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ دونوں روایتیں موافق ہیں اس طرح کہ اگر اقرار کے روز سے پہلے کیونکہ تک دوکان بند ہی ہو تو اس کا قول قبول ہوگا اور نہ مقبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو اور اگر اقرار کیا کہ ہر کچھ اس دکان میں ہوں اس میں عمر و میرا شرک ہو تو بقدر دوکان میں ہر سب دونوں میں شرکت ہو جائیگا اور اگر کسی شاع میں جھگڑا کیا اور کہا کہ میں نے بعد اقرار کے دوکان میں داخل نہ ہوئی اور عمر نے کہا کہ وقت اقرار کے اس میں موجودی تو اس صورت میں روایات مختلف ہیں مذلات ابو سلیمان میں ہو کہ مقرر کا قول قبول ہوگا اور وہ شرکت ہوگی اور روایت ابو حفص میں ہو کہ مقرر کا قول قبول ہوگا اور اسی کا ہوگی اور اگر کوئی کہے



کہ جو کچھ میرے قبضہ میں مال تجارت موجود ہو اس میں دو ملیر شریک ہو یہ فرقے بعض مال تجارت کی نسبت کہا کہ یہ میں نے بعد از اس کے حال کیا اور بعد اس کے کہا کہ میں اگر کریمت موجود تھا تو اتفاق لڑا یا تو اتفاق قبول ہو گا یہ محیط میں ہو۔ اگر کہا کہ عمر ویرا میں میں بیسے بیسے میں شریک ہو اور فرقے پاس لگی اور اولت اور چہ میں اس کام کیواسے ضروری ہوتی ہیں سب موجود ہیں اور فرقے ان سب میں شرکت کا دعویٰ کیا تو فرقہ کا قول قبول ہو گا اس طرح ہر کام کا حال ہو اگر اس کے قبضہ میں دوکان ہو اور اس میں اسباب زاد اور اسے عمر ویرا نسبت کی کام میں شرکت کا اقرار کیا تو اس کام میں فقط شرکت ثابت ہوگی اس نتائج میں ثابت ہوگی۔ اور اگر یوں کہا کہ عمر ویرا اس دوکان میں اس کام میں عمر ویرا شریک ہو تو جو کہ اس دوکان میں کام و آلات کار میں سے موجود ہو دونوں میں شریک ہو گا اور اگر دوکان و جو کچھ اس میں سے قبضہ میں ہو چہ ایک نے کہا کہ ان میں اس کام میں شریک ہو و لیکن انکی متاع سب سیری ہو اور غلام شخص سے کہا کہ متاع ہی ہم دونوں میں شریک ہو تو دونوں میں شریک ہو دیکھا لگی یہ بیسوط میں ہو۔ اگر زید نے کہا کہ ہر ایک شہری جو میں نے خریدی ہو اس میں دو ملیر شریک ہو اور اس کے پاس دو ملیر ڈان ہیں اس میں ایک کی نسبت کہا کہ میں نے ملیرت پائی ہو تو اس کا قول قبول ہو گا یہ بیسوط میں ہو۔ اگر کہا کہ جو شہری زنی کی میرے پاس تجارت کیواسے ہو اس میں عمر ویرا شریک ہو جو ایک شہری کی نسبت کہا کہ یہ میں نے اپنے خاص مال سے خریدی ہو تو اگر تجارت کیواسے نہیں ہے یہی ہو تو اسی کا قول قبول ہو گا اور اگر اقرار کیا کہ دونوں میرے پاس تجارت کیواسے ہیں ہر ایک کی نسبت کہا کہ میرے خاص مال سے سوائے شرکت کے خریدی گئی ہو تو قبضہ میں نہ لجاوے گی یہ بیسوط میں ہو اگر اقرار کیا کہ ہر زنیان کل اس کے روزانہ ہوا اسے میرے پاس آئی ہیں ان میں عمر ویرا شریک ہو چہ اقرار کیا کہ روزانہ ان آئی ہیں اور کہا کہ ایک ملیرت بیعت ہو تو دونوں میں شرکت میں سے ضروری جاوے گی اور بیعت کا اقرار اسکا صرف اس کے حصہ میں صحیح ہو گا پس اپنا حصہ جس کے واسطے بیعت کا اقرار کیا ہو اسکو دے اور اگر یہ دن حکم قاضی کے نصف شریک کو دیکھا ہو تو پائی نصف کی قیمت ہی فرقہ کو دیکھا یہ بیسوط میں ہو۔ اگر یوں کہا کہ اس قبضہ میں جو عمر ویرا ہو غلام ملیر شریک ہو اور فرقہ نے کہا کہ تو نے میری بلا اجازت یہ متاع اسکو دھاار فروخت کر کے دیدی میرے تیرے درمیان شرکت نفی پس اگر شہری نے متاع فروخت کی ہو تو اسکی نصف قیمت کا فاسن ہو گا۔ اور اگر فروخت میں کہا کہ اسے نے متاع فروخت کی ہو تو اسے کہا کہ میں نے تنہا نہیں فروخت کی ہو ہم دونوں نے فروخت کی ہو مگر جب میرے نام کی ہو تو اسی کا قول قبول ہو گا اور اگر عمر ویرا نے خالص کہا کہ تو نے میری متاع پر بلا اجازت میری قبضہ کر لیا اور تو نصف کا فاسن ہر اسے کہا کہ میں نے تجھے کچھ نہیں خریدا ہو میرے ہاتھ اسے فروخت کی ہو جس کے نام ایک ہو تو اس پر فاسن نہ لگاؤ گی لیکن جو مال چک میں ہر وہ دونوں کو تقسیم ہو گا اور مطالبہ کاف صرف اسی کو حاصل ہو گا جس کے نام چک ہو یہ بیسوط میں ہو۔ زید نے کہا کہ عمر ویرا تجارت میں ملیر شریک ہو اور عمر ویرا نے اسکی قبضہ میں کی ہر زید کو کچھ مال چھوڑ دیا عمر ویرا اس طرح مرگیا پھر میت کے وارثوں نے کہا کہ یہ مال اسے بلا شرکت حاصل کیا ہو تو وارثو کا قول قبول ہو گا اور اگر وارثوں نے یہ اقرار کیا کہ جس روز میت نے شرکت کا اقرار کیا ہو اس روز اس کے پاس یہ مال تھا تو شرکت میں شمار ہو گا یہ بیسوط میں ہو۔ اور اگر میت کے نام سے کوئی چک کسی شخص پر قرضہ کی ہو اور اسکی تاریخ اقرار شرکت سے پہلے کی ہو تو وہ دونوں کی شرکت میں شمار ہو گا اور اگر جب کی تاریخ اقرار شرکت سے بعد کی ہو تو وارثوں کا قول کہ یہ شرکت میں سے نہیں ہو تو ان کو کفار لگاؤ جیسو ان باب۔ دمی کے قبضہ کو لینے کے اقرار کے بیان میں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کسی میت کے دمی نے اقرار کیا کہ میں نے حج مال میت جو فلان بن فلان پر تھا اسے قرضہ پائیا ہو اور کہ اسکی تعداد بیان نہ کی ہو پھر بعد اس کے کہا کہ میں نے اس سے صرف سو درہم پاسے ہیں اور قرضہ دار نے کہا کہ میت کے مجھے ہزار درہم تھے اور دمی نے کہا کہ

عبدالمجید بن عبدالمطلب

23

وصول کر لے ہیں اگر یہ قرضہ میت کے ادھار کرنے سے قرضدار پر پیدا ہوا ہو اور وہی نے پہلے نام قرض کے یا استیفا وصول  
پانچکا اقرار کیا پھر جدا کر کے کہا کہ یہ سودرم ہے پھر قرضدار نے بیان کیا کہ مجھے ہزار درم تھے اور وہی نے پورے ہزار مجھ سے  
وصول کر لیے ہیں تو قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائیگا یا تنگ کہ وہی کو اس سے کسی چیز کے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا اور اس  
بات میں کہ میں نے سودرم وصول پاسے ہیں قسم سے وہی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار کا قول وہی کے حق میں تصدیق  
نہیں جائیگا تاکہ اسکو نو سودرم وارث کو ڈانڈ دیتے پڑیں۔ پھر اگر وارث نے گواہ قائم کیے کہ یہ قرضہ سویت کے اسپر ہزار درم  
تھے تو قرضدار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وہی کو اس نو سودرم کے مطالبہ اور دامنگیری کا اختیار نہیں ہوگا لیکن  
وہی نو سودرم وارثوں کو ڈانڈ دیکھا۔ اور اگر قرضدار نے اقرار کیا کہ مجھے ہزار درم قرضہ تھے پھر وہی نے جو کچھ اسپر تھا سب کے ساتھ  
وصول پانچکا اقرار کیا پھر کہا یہ سودرم تھے جدا بیان کیا تو قرضدار پورے ہزار سے بری ہو جائیگا کیونکہ وہی نے اقرار کیا  
ہو اور وہی کو بسبب انکار کے وارثوں کو نو سودرم ڈانڈ دینے پڑے اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب وہی نے یہ قول  
کہ وہ سودرم تھے اپنے اقرار سے جدا بیان کیا ہو۔ اور اگر ملاکر یون کہما کہ میں نے تمام مال میت کا جو فلان شخص پر تھا یا استیفا  
وصول پایا اور وہ سودرم ہو اور قرضدار نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم ہو تو وہی کی اس بیان میں تصدیق کیجا ویلی یہاں تک  
کہ وہی نو سودرم کو اسے اسکا دانٹ دیکھ سکتا ہو۔ اور جس صورت میں کہ قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وہی  
نے اقرار کیا کہ جبکہ اسپر تھا سب بیٹے یا استیفا وصول پایا اور وہ سودرم ہیں تو اس صورت کا حکم مثل اس صورت کے  
ہو کہ جب وہی نے پہلے نام قرضہ کے استیفا کا اقرار کیا ہو۔ اور یہ سب اس صورت میں ہو کہ قرضہ میت کا فعل سے ثابت  
ہوا ہو اور اگر وہی کے ادھار کرنے سے قرضہ پیدا ہوا ہو۔ پس اگر وہی نے پہلے استیفا تمام کا اقرار کیا۔ پھر اقرار سے  
جدا بیان کیا کہ وہ سودرم ہیں پھر قرضدار نے اقرار کیا کہ قرضہ کے ہزار درم ہیں تو قرضدار پورے ہزار سے بری ہوگا  
اور قرضہ کے کھنے سے وہی پر وارثوں کو کچھ دینا نہ پڑیگا۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم ہوے کہ قرضہ کے ہزار درم ہیں تو  
وہی سا قرضہ جسے قرضہ لہری ہو جائیگا اور وہی پر وارثوں کو نو سودرم انکار یا ابلہ کی وجہ سے دینے پڑے اور اگر قرضہ  
پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وہی نے استیفا تمام کا اقرار کیا پھر اقرار سے جدا بیان کیا کہ وہ سودرم ہیں تو قرضہ سبب  
اقرار وہی کے بری ہوگا اور وہی وارثوں کو نو سودرم ڈانڈ دیکھا۔ اور اگر وہی نے یہ کلام اقرار سے ملا کر بیان کیا  
اسطور سے کہ جبکہ قرضہ پر تھا سب میں نے پایا اور وہ سودرم ہیں پھر قرضدار نے کہا کہ قرضہ مجھے ہزار درم تھا اور  
وہی نے وصول کر لیا ہو تو قرضہ لہری ہوگا اور وہی کو اختیار نہ ہوگا کہ کسی قدر کے واسطے اسکا دانٹ دیکھ سکے اور وارث  
بھی وہی سے صرف اسقدر سے سکتے ہیں جتنے کا اسے وصول پاسے کا اقرار کیا ہو۔ اور اگر قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار  
کیا پھر وہی نے کہا کہ جو کچھ اسپر تھا میں نے بھر پور وصول پایا اور وہ سودرم تھے تو قرضہ لہری سے ہزار سے بری ہوگا  
اور وہی وارثوں کو نو سودرم ڈانڈ دیکھ سکتا ہے۔ وارثوں کا مال وہی نے فروخت کیا پھر اسپر گواہ کرے کہ  
میں نے تمام غن بھر پایا اور وہ سودرم ہیں پھر مشتری نے کہا کہ ایک سو پچاس درم تھے تو وہی کا قول قبول ہوگا  
اور قرضہ اسے ڈانڈ نہیں دے سکتا ہو اور وہی ڈانڈ دیکھا اور اگر وہی نے یون اقرار کیا کہ میں نے سودرم بھر پاسے  
اور یہ تمام غن پھر مشتری نے کہا کہ ایک سو پچاس ہو تو باقی پچاس وہی نے سبک کر دیے۔ اسے سبک کر دیا تو مال  
اپنا فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہو یہ عیض مشتری میں ہو۔ اگر وہی نے اقرار کیا کہ عیض مال میت جو عیض پر تھا میں نے

۱۰۲۵  
در صورتی کہ اگر قرضہ  
میت سے ثابت ہو  
پس اسے اسکا وصول  
پاسے

بھرا یا اور وہ سودرم تھے پھر گواہ قائم ہوئے کہ تمام مال دو سودرم تھے تو قرضہ اربا قی سودرم کیوں اسے پکڑا جائیگا اور  
 دمی کے قول کی اس زیادتی کے ابطال میں تصدیق تو تھی یہ مبسوط میں ہو۔ اگر وہی نے اقرار کیا کہ میں نے فلا  
 میت کا مال جو زمین کے پاس بطور وصیت یا مضاربت یا شرکت یا مضاربت یا جاریت کے تھا پھر پورو وصول پایا ہو پھر اسکے  
 بعد نکاح میں آئے اس سے صرف سودرم پائے ہیں پس اگر وہی نے پہلے اسے قرضہ کا اقرار کیا پھر بعد اسکے کہا کہ سو  
 درم وصول پائے ہیں اور مطلوب نے کہا کہ ہزار درم تھے اسے سب وصول کر لیے ہیں تو دمی نے جس قدر پر قبضہ کر نیگا  
 اقرار کیا اور اس سے زیادہ کا ضامن ہو گا اور مطلوب تمام مال سےیری ہو جائیگا جیسا قرضہ کی صورت میں تھا  
 اور اگر اس امر پر گواہ قائم ہوئے کہ میت کے ہزار درم مطلوب کے پاس تھے تو دمی اسکا ضامن ہو گا اور مطلوب  
 ضامن ہو گا۔ یہ حکم اس وقت ہو کہ دمی نے اقرار سے جدا بیان کیا ہو۔ اور اگر فلا کر بیان کیا پھر مطلوب نے کہا کہ میرے  
 پاس ہزار درم تھے تو دمی کا قول اس باب میں مقبول ہو گا کہ میں نے اس سے سودرم وصول کر لیے ہیں اور مطلوب  
 کا کسی چیز کیوں اسے داغگیر نہیں ہو سکتا ہو خلاف اسکے یہ صورت اگر قرضہ میں واقع ہو تو باقی کیوں اسے مطلوب کا  
 داغگیر ہو گا۔ اور اگر مطلوب نے پہلے اقرار کیا کہ میت کے ہزار درم امانت تیرے پاس ہیں پھر دمی نے اقرار کیا کہ جو کچھ  
 تھا سب بیٹے بھرا یا اور وہ سودرم ہیں پس اگر جدا کر کے قرضہ اور بیان نہ کی تو دمی کل مال کا ضامن ہو گا اور اگر بیان  
 کی تو صرف اسی قدر اسپر لازم آوے گا جسکا اُسے وصول پایا تھا اور مطلوب سے کچھ مطالبہ نہیں کر سکتا ہو خلاف  
 قرض کے کہ اس میں یہ حکم نہیں ہو کہ محیط میں ہو۔ اگر وہی نے اقرار کیا کہ فلاں میت کا جو کچھ لوگوں پر تھا میں نے وصول  
 کر لیا پھر ایک قرضہ دیت کا لیا اور کہا کہ میں نے مجھکو اس قدر مال دیا ہو اور وہی نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں  
 پایا اور تجھے معلوم تھا کہ فلاں میت کا تجھ پر کچھ ہو تو دمی کا قول قبول ہو گا اور قرضہ اس قرضہ کیوں اسے پکڑا جائیگا  
 اور اگر اصل اس قرضہ کے ہونے کے گواہ قائم ہوئے تو اس میں سے دمی پر کچھ لازم نہیں آئیگا کیونکہ اسے کسی خاص  
 شخص سے وصول پائے کا اقرار نہیں کیا ہو۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نے فلاں میت کا کل قرضہ جو کوئی بن تھا وصول  
 پایا تو بھی یہی صورت ہو اور یہی حکم وکیل بالقبضہ کا ہو کذا فی الحادی۔ اگر وہی نے اقرار کیا کہ جو کچھ مال فلاں میت  
 کا لوگوں پر تھا از قسم دین سب میں نے بھرا یا فلاں بن فلاں سے بھرا یا ہو اور اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ  
 میت کے کسی شخص پر ہزار درم ہیں اور وہی نے کہا کہ میرے مقبوضہ میں یہ نہیں آئے ہیں تو دمی کے ذمہ لازم  
 ہوئے یہ مبسوط میں ہو۔ اگر وہی نے اقرار کیا کہ فلاں شخص پر جو دین میت کا تھا میں نے بھرا یا اور قرضہ دار نے کہا کہ اسکے  
 مجھے ہزار درم تھے اور وہی نے کہا کہ اسکے ہزار درم تجھ پر تھے و لیکن تو نے پانچ سودرم اسکی زندگی میں اسکو دیے  
 تھے اور پانچ سودرم بعد اسکے مرنے کے تو نے مجھے دیے ہیں اور قرضہ دار نے کہا کہ میں نے کل چھ کو دیے  
 ہیں تو دمی ہزار درم کا ضامن ہو گا و لیکن وارثوں سے اسکے دعویٰ پر قسم لیا و لیکن کذا فی المیطا کو دمی  
 نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کی منزل میں جو کچھ تھا متاع و میلاط سے سب اپنے قبضہ میں لے لیا پھر اسے بعد  
 کما کہ وہ سودرم اور پانچ پر لے گئے اور وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ فلاں میت کی منزل میں اسکے مرنے کے روز ہزار  
 درم اور کچھ تھے تو دمی پر اسکے اقرار سے زیادہ کچھ لازم نہ ہو گا تا وقتیکہ گواہی نہ دیں کہ وہی نے ان سب پر  
 قبضہ کر لیا ہو وہی میں ہو۔ اور اگر وہی نے اقرار کیا کہ جب فلاں میت کی زمین میں اتنا چھایا جو اس کے

یہاں لکھا ہے کہ اگر وہی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا کل قرضہ جو کوئی بن تھا وصول پایا تو بھی یہی صورت ہو اور یہی حکم وکیل بالقبضہ کا ہو کذا فی الحادی۔ اگر وہی نے اقرار کیا کہ جو کچھ مال فلاں میت کا لوگوں پر تھا از قسم دین سب میں نے بھرا یا فلاں بن فلاں سے بھرا یا ہو اور اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ میت کے کسی شخص پر ہزار درم ہیں اور وہی نے کہا کہ میرے مقبوضہ میں یہ نہیں آئے ہیں تو دمی کے ذمہ لازم ہوئے یہ مبسوط میں ہو۔ اگر وہی نے اقرار کیا کہ فلاں شخص پر جو دین میت کا تھا میں نے بھرا یا اور قرضہ دار نے کہا کہ اسکے مجھے ہزار درم تھے اور وہی نے کہا کہ اسکے ہزار درم تجھ پر تھے و لیکن تو نے پانچ سودرم اسکی زندگی میں اسکو دیے تھے اور پانچ سودرم بعد اسکے مرنے کے تو نے مجھے دیے ہیں اور قرضہ دار نے کہا کہ میں نے کل چھ کو دیے ہیں تو دمی ہزار درم کا ضامن ہو گا و لیکن وارثوں سے اسکے دعویٰ پر قسم لیا و لیکن کذا فی المیطا کو دمی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کی منزل میں جو کچھ تھا متاع و میلاط سے سب اپنے قبضہ میں لے لیا پھر اسے بعد کما کہ وہ سودرم اور پانچ پر لے گئے اور وارثوں نے گواہ قائم کیے کہ فلاں میت کی منزل میں اسکے مرنے کے روز ہزار درم اور کچھ تھے تو دمی پر اسکے اقرار سے زیادہ کچھ لازم نہ ہو گا تا وقتیکہ گواہی نہ دیں کہ وہی نے ان سب پر قبضہ کر لیا ہو وہی میں ہو۔ اور اگر وہی نے اقرار کیا کہ جب فلاں میت کی زمین میں اتنا چھایا جو اس کے

مخل میں چھو ہا سے تھے قبضہ کر لیے یا اس زمین کی کھیتی بین سے قبضہ بین سے لی پھر کہا کہ وہ اس قدر سختی اور وارث سے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ اس زمین اس اس قدر سختی تو دوسری پر اس کے اقرار سے زیادہ لازم نہ آوے گا جب تک کہ گواہ گواہی نہ دیں کہ وصی سے اس پر قبضہ کر لیا تو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر دوسری نے اقرار کیا کہ مال کتابت فلاں کتابت میں پر ہزار درم تھا اس میں سے نو سو درم میت نے اپنے حین حیات میں وصول پائے اور سو درم اسکے مرے کے بعد میں نے وصول کیے ہیں اور کتابت نے کہا کہ تو نے پورے ہزار درم لیے ہیں اور گواہوں نے گواہی دی کہ میں نے اقرار کیا ہے کہ جو کتابت پر تھا سب میں نے بھر پور وصول پایا ہے تو پورے ہزار درم وصی پر لازم آوے گئے و لیکن پہلے وارث قسم کھا دیں کہ یہ میت کے وصول کر لینے کا حال معلوم نہیں ہو یہ محیط غرضی میں ہو۔ اگر دوسری نے اقرار کیا کہ میں فلاں میت کے کتابت سے جو کچھ اس پر تھا بھر پایا اور وہ سو درم تھے اور کتابت معروف ہو وہ دعویٰ کرتا ہو کہ تو نے مجھے ہزار درم وصول کیے ہیں اور یہی تمام مال کتابت ہے تو سو درم کے بارہ میں وصی کا قول قبول ہوگا اور کتابت پر نو سو درم لازم آوے گئے اور اگر دوسری نے تمام مال کتابت وصول پائے گا اقرار کیا اور کچھ تعداد بیان نہ کی تو کتابت زیادہ ہوگا پھر اگر گواہ قائم ہوئے کہ اصل مال کتابت ہزار درم ہیں اور کتابت نے وصی کے وصول پائے کے اقرار سے پہلے ایسا مقرر کیا تھا تو وصی پورے ہزار درم کا ضامن ہوگا کذا فی المبسوط

اکیسواں باب۔ جسکے قبضہ میں میت کا مال ہو اسکے وارث یا مومنی نہ کیوں اسکے اقرار کر دینے کے بیان میں۔ ایک شخص زید کے قبضہ میں ایک شخص غائب یعنی عرو کا مال ہو وہ غائب مر گیا پھر خالدا آیا اور دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں ان زید نے اس کی تصدیق کی تو قاضی چند روز انتظار کر کر گواہ خواہ اسے کہا ہو کہ میت کا کوئی وارث ہو یا نہ کہا ہو پس اگر کوئی وارث دوسرے ظاہر ہو تو خیر ورنہ خالدا کے حوالہ کر گیا اور جن جن مقامات میں یہ حکم مذکور ہے کہ قاضی درنگ و انتظار کر گیا وہاں مدت انتظار کی قاضی کی رائے یہ ہو کہ وہ خوب خیال کیسے کہ اگر اس کا وارث کوئی دوسرا ہو تو وہ اس قدر مدت میں آجاتا یہ فتاویٰ صغریٰ کتاب الدعویٰ میں ہے۔ اور المارین امام محرم سے مروی ہے کہ زید مر گیا اور اپنا مال عرو کے پاس چھوڑا پس خالدا نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں اور ہندہ نے دعویٰ کیا کہ میں اس کی جود ہوں پس عرو نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو میں تم دونوں کے سوا اس کا قیسر وارث کوئی نہیں جانتا ہوں گر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی تو قاضی چند روز انتظار کے بعد خالدا کو تمام مال دے گیا اگر پہلے خالدا سے عورت کے دعویٰ پر اسکے علم کی قسم لے گا۔ اس طرح اگر اس صورت میں میت کوئی عورت ہوئی۔ اور کسی نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا خاوند ہوں نہ تو اس کا حکم مثل حکم عورت کے اس مسئلہ میں ہوتا۔ اس طرح اگر قاضی مال نے کسی شخص کی نسبت شوہر یا زوجہ ہونے کا یا مال کی طرف سے بھائی ہو گیا یا چچا یا مومن وغیرہ کسی نسب کا اقرب کیا تو بھی یہی حکم ہوگا اور مومن العاتقہ اس صورت میں بمنزہ نسب کے ہو پس اگر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں میت کی بیٹی ہوں اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے میت کو آزاد کیا ہے اور قاضی مال نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو یا کہا کہ یہ عورت اس کی بیٹی ہے اور اس شخص نے اس سے آزاد کیا تھا یا پہلے حویلی کی نسبت اقرار کیا پھر بیٹی کی نسبت اقرار کیا تو دونوں کیساتھ ہیں اور مال ان دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اگر جبہ دونوں باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی ہو اور ہر دو الموالا اس حکم میں بمنزہ زہ حین کے ہو۔ اور اگر قاضی مال ایک عورت ہو اور مال ایک شخص مرد کا ہو پس اس

میں نے اس مسئلہ میں ایک شخص غائب مر گیا پھر خالدا آیا اور دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں ان زید نے اس کی تصدیق کی تو قاضی چند روز انتظار کر کر گواہ خواہ اسے کہا ہو کہ میت کا کوئی وارث ہو یا نہ کہا ہو پس اگر کوئی وارث دوسرے ظاہر ہو تو خیر ورنہ خالدا کے حوالہ کر گیا اور جن جن مقامات میں یہ حکم مذکور ہے کہ قاضی درنگ و انتظار کر گیا وہاں مدت انتظار کی قاضی کی رائے یہ ہو کہ وہ خوب خیال کیسے کہ اگر اس کا وارث کوئی دوسرا ہو تو وہ اس قدر مدت میں آجاتا یہ فتاویٰ صغریٰ کتاب الدعویٰ میں ہے۔ اور المارین امام محرم سے مروی ہے کہ زید مر گیا اور اپنا مال عرو کے پاس چھوڑا پس خالدا نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا بیٹا ہوں اور ہندہ نے دعویٰ کیا کہ میں اس کی جود ہوں پس عرو نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو میں تم دونوں کے سوا اس کا قیسر وارث کوئی نہیں جانتا ہوں گر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی تو قاضی چند روز انتظار کے بعد خالدا کو تمام مال دے گیا اگر پہلے خالدا سے عورت کے دعویٰ پر اسکے علم کی قسم لے گا۔ اس طرح اگر اس صورت میں میت کوئی عورت ہوئی۔ اور کسی نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا خاوند ہوں نہ تو اس کا حکم مثل حکم عورت کے اس مسئلہ میں ہوتا۔ اس طرح اگر قاضی مال نے کسی شخص کی نسبت شوہر یا زوجہ ہونے کا یا مال کی طرف سے بھائی ہو گیا یا چچا یا مومن وغیرہ کسی نسب کا اقرب کیا تو بھی یہی حکم ہوگا اور مومن العاتقہ اس صورت میں بمنزہ نسب کے ہو پس اگر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں میت کی بیٹی ہوں اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے میت کو آزاد کیا ہے اور قاضی مال نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو یا کہا کہ یہ عورت اس کی بیٹی ہے اور اس شخص نے اس سے آزاد کیا تھا یا پہلے حویلی کی نسبت اقرار کیا پھر بیٹی کی نسبت اقرار کیا تو دونوں کیساتھ ہیں اور مال ان دونوں کو برابر تقسیم ہوگا اگر جبہ دونوں باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی ہو اور ہر دو الموالا اس حکم میں بمنزہ زہ حین کے ہو۔ اور اگر قاضی مال ایک عورت ہو اور مال ایک شخص مرد کا ہو پس اس



عورت قابضہ کے کما کہ میں میت کی جو روہون اور یہ عورت بھی جو موجود ہو اسکی جو روہون اور یہ مرد جو موجود ہو میت کا مومے ہو لیے اسکے ہاتھ پر میت اسلام لایا تھا اور اس سے مولا لاقہ کی حق اور دوسری عورت نے کما کہ میں بھی اسکی جو روہون تو نہیں ہو اور مومی المولا لاقہ نے کما کہ میں ہی اسکا وارث ہوں تم دونوں نہیں ہو تو قاضی چھائی مال دونوں جو روہون کو دیگا اور باقی مال مومے المولا لاقہ کو دیدیگا یہ محیط میں ہو اور اگر قابض نے کما کہ یہ نص میت کا بیٹا ہو اور میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکا کوئی دوسرا وارث ہو یا نہیں ہو تو قاضی انتظار کے بعد اگر کوئی وارث دوسرا آیا تو خیر ورنہ تمام مال اس بیٹے کو دیدیگا۔ اور اگر قابض نے کما کہ میں دوسرا وارث میت کا نہیں جانتا ہوں تو قاضی انتظار کرے گا بلکہ اس مقررہ کو مال دیدیگا کذا فی مخرجہ اب القاضی المصدر الشہید امام محمد نے فرمایا کہ اگر قابض مال نے کما کہ تو میت کا مال و باپ کی طرف سے بھائی ہو اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آیا میت کا کوئی وارث ایسا وارث ہو کہ تجھے میراث سے محروم کر دے اور مدعی نے کما کہ میں اسکا مال و باپ کی طرف سے بھائی ہوں میرے سواے کوئی وارث نہیں ہو تو اسکو میراث نہ لےگی جب تک معلوم نہ ہو چاہے کہ اسکا کوئی دوسرا وارث نہیں ہو۔ اور اگر قابض نے کما کہ تو میت کا مال و باپ کی طرف سے بھائی ہو اور ایک بھائی اسکا ایسا ہی اور ہو تو دونوں اسکا وارث ہو میں تم دونوں کے سواے اسکا وارث کوئی نہیں جانتا ہوں اور مدعی نے کما کہ میں ہی اسکا مال و باپ کی طرف سے بھائی ہوں میرے سواے دوسرا وارث نہیں ہو تو قاضی جتدر و انتظار کرے کہ اگر دوسرا وارث پیدا ہو تو خیر ورنہ تمام مال اس مدعی کو دیدیگا یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ میت میرا غلام ہوا مدعی مال میرے غلام مال جو میں اسکا زیادہ حقدار ہوں اور ایک دوسرے شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور میت آزاد اصلی تھا کبھی ملوک نہیں ہو اور میں ہی اسکا وارث ہوں اور قابض اقرار کرتا ہو کہ میت غلام تھا اور ان دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تو مال مومے کو لیکھا بیٹے کو نہ لیکھا یہ محیط میں ہو۔ اگر دعویٰ کیا کہ میں غائب کا بھائی ہوں وہ مر گیا اور میں وارث ہوں میرے سواے دوسرا وارث نہیں ہو یا کسی نے دعویٰ کیا کہ میں اسکا بیٹا یا باپ یا مال یا اسکا مومے آزاد کنندہ ہوں یا کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ میں میت کی پھوپھی یا خالہ یا اس کے بن کی بی بی ہوں میرے سواے اسکا کوئی وارث نہیں ہو اور ایک دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میت نے تمام مال کی تنائی مال کی میرے حق میں وصیت کی ہو اور قابض نے دونوں کی تصدیق کی اور کما کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ تم دونوں کے سواے میت کے مال کا کوئی دوسرا وارث حقدار ہو یا نہیں ہو تو اس اقرار کے سبب سے مدعی وصیت کو کچھ نہ لےگا اور قاضی دوسرے وارثوں کو مال دیدیگا یہ خلاصہ میں ہو۔ شوہر و زوجہ اور مومے المولا لاقہ یہ دونوں مومے مے سے مقدم حقدار ہیں یہ محیط میں ہو۔ اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ مالک مال مر گیا اور اس شخص نے اس کے سپر ہزار درم ہیں تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ اسے کوئی وارث چھوڑا ہو اگر اسے کما کہ ان دونوں میں خصوصیت قرار دیگا اور کما کہ میں تو قاضی انتظار کرے گا پھر اگر کوئی وارث ظاہر نہ ہو تو میت کی طرف سے ایک مدعی مقرر کرے گا اور اس کے مقابلہ میں دعویٰ مدعی کی سماعت کرے گا اور اگر غرض ثابت ہو گیا تو اسکو دلا دیا ورنہ تمام مال میت مال میں داخل کر دیا یہ مختصر جامع کہیں میں ہو۔ ایک شخص کے قبضہ میں دوسرے کا مال ہو تاکہ مال مر گیا اور قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس کے مومے سے جج اس مال کی وصیت کی ہو اور مدعی اقرار کیا کہ میت نے اس عورت کے مومے سے جج مال کی وصیت کی

مدعی نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا مال ہوں

ہو اور عمر و نے زید سے کہا کہ میت نے میرے واسطے تمام اس مال کی وصیت کی تیرے واسطے کہ وصیت نہیں کی ہو تو مال دونوں  
 بھائی پر تقسیم ہوگا۔ اور اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کو واسطے جمع مال کی وصیت کی ہو اور بھی اقرار کیا کہ عمر و  
 اسکا مال دیاب کی طرف سے بھائی ہو وارث ہو اسکے سواے دوسرا وارث نہیں ہو اور زید و عمر و نے باہم ایک دوسرے  
 کی تکذیب کی تو زید کو تہائی مال و عمر و کو دو تہائی مال دیا جائیگا۔ اور اگر قابض مال نے اقرار کیا کہ میت نے اس زید کے  
 واسطے تمام مال کی وصیت کی ہو اور بھی اقرار کیا کہ میت نے اقرار کیا ہے کہ عمر و اسکا بیٹا یا باپ یا مویٰ العاقۃ یا مویٰ الموالاة  
 ہو اسکے سواے اسکا کوئی وارث نہیں ہو تو تمام مال وارث مفرد اور مویٰ کو ملے گا یہ محض بین ہے۔ اگر ایک شخص نے  
 نے دعویٰ کیا کہ مالک مال پر میرے ہزار دم ہیں اور وہ مر گیا ہو اور میرے دعویٰ کی اس شخص سے جسکی طرف مال تھا ہوا  
 تصدیق کی ہو تو ہر اتفاق نہ کیا جائیگا جب تک کہ کوئی وارث حاضر نہ ہو اور اگر جس کی طرف مال ہوا اسے اور دعویٰ  
 اقرار کیا کہ میت کا کوئی وارث نہیں ہو تو قاضی انتظار کرے گا کہ میت کی طرف سے ایک دمی مقرر کرے گا کہ وہ جسکی  
 طرف مال ہو اس سے مال وصول کرے پھر دعویٰ کو حکم کرے گا کہ اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کرے اگر اس نے قائم کیے تو اسکے  
 نام موافق دعویٰ کے مال کی دگری کو دیا جائیگا پھر اگر مال زندہ آکر ہو دہو تو قاضی اس دگری کو فسخ و رد کر دے گا  
 پس اگر دعویٰ نہ وہ مال تلف کر دیا ہو اور اصل میں قرضدار پر وہ مال قرض نہ ہو تو مالک کو قرضدار سے ضمان لینے کا اختیار  
 ہو اور اگر اصل میں اسے غصب کر لیا تھا تو اسکو اختیار ہو کہ چاہے دمی قبضہ کر لینے والے سے ضمان لے اور اگر اصل  
 وودیت تھا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ضمان قبضہ کر لینے والے پر ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وودیت مثل غصب  
 کے ہو اور اگر مال اس شخص کے پاس جسکے قبضہ میں ہو اسکا باپ کی طرف سے پہنچا ہو کہ اسے اسکو دمی مقرر کیا تھا تو وہ  
 ضمان نہ ہو گا ضمان وہی ہے جسے وصول کر لیا ہو یعنی دمی۔ اور اگر مالک مال زندہ نہ آیا اسکا وارث حاضر ہو اور قرض  
 دمی سے اٹھا کر یا تو حکم قضا و یا یہ رہے کہ یہ مختصر جامع کبیر میں ہو۔ اور اگر اس شخص نے جسکے پاس مال ہو اقرار کیا کہ میت  
 نے اس زید کو واسطے تمام مال کی وصیت کی ہو لیکن خالہ بن عمر و کا میت پر اس قدر قرضہ ہو اور خالہ نے اسکی تصدیق  
 کی اور زید نے وصایت کا دعویٰ کیا اور قرضہ سے اٹھا کر یا مگر سمیعون نے یہ اقرار کیا کہ دمی نے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہو تو  
 قاضی چند روز انتظار کرے گا پھر قرضخواہ سے کہیگا کہ اپنے قرضہ کے گواہ پیش کرے اگر لے سکے یا اس گواہ نہ ہو تو موصیٰ دے  
 اسکے علم پر قسم لیگا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس شخص کا میت پر یہ قرضہ ہو پس اگر اس نے قسم کھائی تو تمام مال اسکو دیدے گا  
 اور قرضخواہ کو کچھ نہ دیگا۔ اور اگر قابض مال نے کہا کہ میت نے اس شخص کے واسطے تمام مال کی وصیت کر دی ہو اور یہ  
 میں نہیں جانتا ہوں کہ اسے کوئی وارث چھوڑا ہو یا نہیں میں موصیٰ دے گا کہ کچھ تمام مال دیدے کہ وہ ہر حال میں پل  
 ہو خواہ اسے کوئی وارث چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو تو قاضی اسکو کچھ نہیں دیگا یہ محض بین ہو۔ اور اگر اس شخص نے جسکی  
 طرف مال ہو قاضی سے کہا کہ یہ مال فلان میت کا ہو اسے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہو تو قاضی انتظار کرے گا کہ اس شخص سے  
 اسکے نفس کا کوئی کفیل لیگا پھر اگر کوئی وارث یا موصیٰ دے حاضر ہو تو خیر ورنہ مال اس سے لیکر بیت المال میں داخل کر دے گا  
 پھر اگر وہ مال مسلمانوں کو تقسیم کر دیا پھر مالک زندہ موجود ہو تو وہ مال قرضدار پر و یا یہ رہے کہ یہ مختصر جامع کبیر میں ہو۔ اور اگر اس شخص نے جسکی  
 سے عرض دلایا جائیگا اور اگر وہ مال اصل میں غصب ہو تو مالک کو اختیار ہو چاہے اس شخص سے لے جسکے پاس تھا یا  
 اسکے بیت المال میں سے لے لے اور اگر اسے غاصب سے لیا تو غاصب کو بیت المال میں سے ملے گا۔ اور اگر وہ مال

۴۷  
 حکم دار سے عین  
 دمی کا حکم ہے



کو اس میں سے نہ لیا گیا نہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے اپنی جہت سے کہا کہ جب میں نے تجھ سے نکاح کیا تھا تو میں نہ مانع تھا تو  
نقد اس قرار سے دونوں میں جدائی نہ کی جاوے گی بلکہ اس سے دریافت کیا جائیگا کہ آیا تیرے دل لے جانے کا جواز دی جاتی  
اُسے کہا کہ نہیں تو کہا جائیگا کہ کیا تو نے نہ مانع ہونے کے اجازت دی اگر اُسے کہا کہ نہیں تو اس سے کہا جائیگا  
کہ کیا تو اب جازت دیتا ہو اگر کہنے کا نہیں تو اُس وقت باہم جدا کر دی جاوے گی یہ واقعات سہ ماہ میں ہوئے نوادہ شام  
میں امام نے یہ روایت دہرائی کہ اگر یہ قرار کیا کہ عمر و کے بچہ ہزار درم خالہ کی بیعت کے ہیں پس اگر مقلد نے مقلد کے قول کی تصدیق  
کی تو مقلد نے اُسکو خالہ کے وارث تسلیم کیا اور اگر مقلد نے انکار کیا تو وارثان خالہ کو کسی سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو  
یہ ضبط میں ہو۔ ایک غلام نے کسی شخص کو خطا قتل کر ڈالا اور مولا کو معلوم ہوا یہاں تک کہ اُسے اقرار کیا کہ میں نے  
یہ غلام میرے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا تھا اُسے پھر میرے پاس واپس رکھا اور مقتول کے ولی نے  
اُسکی تکذیب کی تو مولا کا قول قبول ہوگا اور نہ اُسکے گواہ مسوم ہو گئے اور حکم کیا جائیگا کہ یا غلام مقتول کے ولی کو  
دس ماہ کے فدیہ دے پس اگر اُسے غلام دیا پھر زید حاضر ہوا اور موسیٰ کی تکذیب کی تو جو ہوا میری رہیگا اور اگر  
تصدیق کی تو غلام کو دس ماہ پس لے سکتا ہو اور مولا اُسکی قیمت مقتول کے ولی کو دے گا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے حالت  
دانشکی میں کہ اُسے بچہ کر لیا ہے فروخت کیا تو مقتول کا ولی غلام کو کسی راہ سے نہیں لے سکتا اور مولا بیعت واجب  
ہوگی خواہ مقلد نے اُسکی تصدیق کی یا تکذیب کی ہو یہ تحریر شرح جامع کبیر میں ہو۔ ابن سمانہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت  
کی ہو کہ زید نے کہا کہ اس عمر و کا بچہ اسقدر بچہ جسقدر اس بچہ کا ہو اور اس مجلس میں بکر کے قرضہ کی کچھ تعداد بیان کی تھی اور  
کہ کوئی کلام پہلے ایسا کرنا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ بکر کا اُسپر کقدر ہو تو اُسکو اختیار ہو کہ دونوں کے لیے جسقدر چاہے اقرار  
کرے اور اگر بکر نے گواہ قائم کیے کہ میرے اُسپر ہزار درم ہیں تو اس سے عمر و کو ہزار درم کا مستحق ثابت ہوگا اور عمر و  
اختیار ہو جسقدر چاہے اُسے واسطے اقرار کرے نوادین سماعین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اگر زید نے کہا کہ عمر و کے بچہ  
ہزار درم ہیں جیسے کہ بکر کا بچہ ہزار ہو تو عمر و کے اُسپر ہزار درم ہونگے اور بکر کا اُسپر ایک دینار ہوگا۔ اور اگر اسقدر کہہ کر عمر و  
کے بچہ ہزار درم میں خاموش ہو رہا پھر کہا اور اس بکر کے بچہ مثل اس عمر و کے ہیں تو ہر ایک کو دونوں سے ہزار درم  
ملینگے بشرطیکہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی کلام میں واقع ہو یہ محیط میں ہو۔ زید نے عمر و کے غلام کی نسبت اقرار کیا کہ  
بکر کا ہو اور عمر و نے انکار کیا پھر زید نے کہا کہ اگر میں اُسکو خریدوں تو یہ آزاد ہو پھر اسکو خریدا تو وہ بکر کو دلایا جائیگا اور عتق  
یا طل ہوگا۔ اور اگر اقرار کیا کہ یہ بکر کا ہو پھر اقرار کیا کہ یہ آزاد ہو پھر اسکو خریدا تو بکر کو دلایا جائیگا اور عتق  
پھر کہا کہ یہ بکر کا ہو پھر اسکو خریدا تو وہ آزاد ہو۔ اور اگر بکر کے واسطے اقرار کیا پھر کہا کہ یہ خالہ کا بچہ اسکو خریدا تو بکر کو  
ملینگے بکر کو دلایا اور اگر دونوں اقرار دونوں کے بعد شعیب نے اسکو اس غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور اُسے خریدا  
تو موکل کو دیا جائیگا یہ محیط میں ہو۔ متقی میں بروایت بشر بن الولید کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ زید  
نے کہا کہ عمر و کے میرے پاس ہزار درم دیعت کے ہیں پھر کہا کہ میرے اقرار سے یہاں قتل ہو گئے تو اُسکی تصدیق نہ ہوگی  
اور وہ ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ میرے پاس دیعت کے پھر ضائع ہو گئے تو اسکا قبول ہوگا۔ اور اگر کہا کہ زید کے پاس  
پاس ہزار درم دیعت کے ہیں کہ ضائع ہو گئے اور یہ کلام ملا کر بیان کیا تو استحضار اُسکی تصدیق ہوگی اس طرح اگر یہ فقرہ  
دلایا کہ کل کے روزہ ضائع ہو گئے تو یہی استحضار تصدیق ہوگی یہ محیط میں ہو۔ اگر اقرار کیا کہ زید کا بچہ ایک ہوی پھر زید تو



جو ہر وی کپڑا لاویگا اس میں اسکی تصدیق کیا دیگی مگر پہلے قسم کھائے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول  
 ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چاہیے کہ اس اقرار سے اوسط درجہ کا کپڑا قرار دیا جاوے اور اصح یہ ہو کہ یہ بالا طبع  
 سب کا قول ہو۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کا بھیرا ایک پھرا ہو اور اسکی جنس بیان نہ کی تو جو کپڑا لاویگا اس میں اسکی تصدیق کیا دیگی  
 پہنایا ہو اور نیا اس صورت میں کیساں ہو اور اسکا بھیرا نہ چھو کر گناہ تک کہ وہ کوئی کپڑا نہ دے یہ بیسوطین ہو اگر کسی غیر  
 نے اقرار کیا کہ زید کا بھیرا ایک دار زمین یا نقل یا بستان ہو تو یہ غصب کا اقرار ہو جس مال میں لینے بعینہ اسی مال کی واپسی کا  
 حکم دیا جائیگا اگر بعینہ موجود ہو اور اگر اس کے واپس کرنے سے عاجز ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ قائل اور دوسرے قول امام  
 ابو یوسف رحمہ اللہ قائل کے موافق قیمت کا ضامن ہوگا اور اول قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ قائل کے موافق  
 اولام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قیمت کا ضامن ہو یہ بیسوطین ہو۔ اگر اقرار کیا کہ بھیرا فلاں شخص کا غلام ہو اور فلاں شخص نے  
 ایسا دعویٰ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسپر درمیا فی غلام یا درمیا فی غلام کی قیمت واجب ہوگی اور امام  
 محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ غلام اور اسکی قیمت کے باب میں اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ فلاں شخص کا بھیرا  
 ایک اونٹ یا گائے یا بکری ہو تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر کہا کہ بھیرا غلام قرض ہو تو اسپر غلام کی قیمت  
 واجب ہوگی اور قیمت کے بارہ میں قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ بیسوطین ہو۔ اور اگر اپنے اوپر ایک چوپایہ ہو تو اقرار  
 کیا تو جس چوپایہ کو وہ چاہے اسکی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر ایک چوپایہ لایا اور کہا کہ یہ ہو تو اسکا قول قبول ہوگا  
 بشرطیکہ گھوڑا یا بیل یا گدھا یا اونٹ لاوے اور ایکے سواے میں اسکا قول قبول نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے  
 کتاب العدل میں ہو کہ اگر کہا فلاں غلام درہم فلوس تو اسپر مساوی ایک درہم کے فلوس واجب ہونگے اسی طرح اگر کہا کہ  
 فلاں غلام علی دینار درہم تو اسپر مساوی ایک دینار کے درہم واجب ہونگے اور اگر کہا فلاں غلام درہم فلوس تو یہ صحیح ہوگا  
 اسے کہا کہ میں نے اسے ہاتھ فلوس بوجھن درہم کے فروخت کیے اور فلوس کی مقدار بیان نہ کرنا اسی پر ہوگی اور  
 منتفی میں ہو کہ اگر کہا فلاں غلام درہم دینار تو اسپر ایک درہم کے مساوی آٹھاد واجب ہوگا یہ بیسوطین ہو۔ اگر کسی  
 شخص کو اسے کسی دار یا زمین یا ملک یا شہر میں حق ہو تو اقرار کیا تو اسکو بیان کرنا چاہیے کہ کس قدر ہو اور اگر  
 معقولہ نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا تو زیادتی پر اس سے قسم لیا دیگی۔ اور اگر اسے بیان مقدار سے انکار کیا تو قاضی  
 خود اس سے دریافت کرنا چاہیگا کہ کیا آدھا ہو یا تھائی ہو یا چوتھائی ہو یا ہشتکسی مقدار تک نوبت پہنچے کہ عرف  
 میں اس سے کم کی ملکیت نہیں ہو اگر تی ہو پس اسقدر اسپر خواہ خواہ لازم ہوگا پھر زیادتی پر اس سے قسم لیا دیگی اور  
 اگر یوں کہا کہ اس شخص کا حق اس میں یہ شہیر یا دروازہ جڑا ہوا یا بنا رہیوں زمین کے یا حق زراعت یا اجارہ برہتے کا  
 ہو تو اسے قول کی تصدیق نہ کیا دیگی و لیکن اگر بیان اقرار سے ملے کہ ہو تو تصدیق کیا دیگی یہ بیسوطین میں ہو۔  
 اور اگر کہا کہ فلاں شخص کا بھیرا قرضہ ہو اور بیان کرنے سے انکار کیا تو قاضی اس سے تعداد و درجہ بدرجہ دریافت کرنا  
 چاہیگا یہاں تک کہ عرف کے موافق اقل مرتبہ جس سے کم پر قرضہ کا اطلاق نہیں ہوتا ہو پہنچے پس اگر اسقدر کا اقرار کیا تو  
 خیر و نہ اسقدر خواہ خواہ اسپر لازم ہوگا اور زیادتی پر اس سے قسم لیا دیگی یہ بیسوطین ہو۔ اگر کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہو  
 میں نے اس سے خریدا ہو اور ملا کر کلام بیان کیا اور خرید کے گواہ پیش کیے تو استسنا مقبول ہونگے اور اگر سکوت کے بعد  
 کہا کہ میں نے قبل از اس کے اس سے خریدا ہو یا اسے مجھے بیچا ہو یا صدقہ دیا ہو تو اس میں اس کے گواہ مقبول ہونگے یہ بیسوطین ہو۔

یہ کلام  
 مالگیری  
 جلد سوم  
 مضامین

مستحقین ہر کہ بشرحہ اقدس نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی کہ اگر قرار کیا کہ میرے بھائی کے بھیر ہزار درم ہیں اور اس نام نہ بیان کیا تو یہ باطل ہو اور اگر نام لیا اور اسکا کوئی بھائی اس نام کا ہو تو اس پر یہ لازم ہو گا اور اگر کہا کہ میرے بیٹے کے اور اسکا نام نہ لیا اور اسکا بیٹا معروف ہو کر اسے کہا کہ میرا ایک دوسرا بیٹا ہے میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو اسی کا قول قبول ہو گا اور اگر کسی بیٹے کا نام لیا ہو تو اسکو دوسرے کی طرف منحرف کر دینا اختیار نہیں ہے اور اگر اس قبیل کے امور میں دو نام عمر و عمر و سالم و سالم متفق ہو جائیں تو قرار قبضہ باطل ہو گا اور طلاق و عتاق واقع ہو جائیگی اور اسکو بیان کرنا چاہیے کہ ان متفقین میں سے کون مراد ہو یہ بحث میں ہے۔ الاصل یہی قاعدہ یہ ہے کہ اگر اسے کوئی مقدار بیان کرے دو صنفوں مال کی طرف نسبت کیا تو دونوں میں سے ہر ایک کی نصف لیا جائیگی کیونکہ اسے مقدار کو دونوں کی طرف برابر نسبت کیا ہو پس برابر تقسیم ہوگی چنانچہ اگر دو شخصوں کی طرف نسبت کرے تو دونوں برابر تقسیم ہوتی ہو اور اضافت میں مساوات ہونا تقسیم میں بھی مساوات چاہتا ہے اگر کہا کہ بھیر دس کپڑے ہر وہی و مردی ہیں تو ہر ایک میں سے نصف نصف واجب ہوئے یہ محیط سخری میں ہے۔ اور اگر کہا کہ بھیر دو سو مثقال سودا چاندی ہو تو ہر ایک میں سے سو مثقال واجب ہوگی اور مقدار چاندی کو زیادہ نہیں کر سکتا ہو اور حیدر وہی ہونین مقرر کا قول قبول ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ نزدیک بھیر ہزار درم قرض و ودیعت ہیں تو وہ آدھے درم قرض کا ضمان ہو اور آدھے درم و ودیعت ہو گئے۔ اسی طرح اگر کہا کہ میری طرف نزدیک ہزار درم مفاد قرض کے ہیں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اپنے اقرار سے ملا کر یون بیان کیا کہ اس میں سے تین سو درم قرض اور سات سو درم مفاد بیت کے ہیں تو اسی کا قول قبول ہو گا اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو دونوں میں سے آدھے آدھے رکے جائیگی لکنانی الحادی اگر قرار کیا کہ نزدیک میرے پاس ہزار درم ہیں و ودیعت کے ہیں تو سب و ودیعت کے قرار دیے جائیگی یہ محیط سخری میں ہے۔ اگر قرار کیا کہ نزدیک مجھے تین کپڑے زلی و یودی و ودیعت دیے تھے تو اس پر ایک زلی اور ایک یودی لازم ہو گا اور تیسرے کپڑے کا بیان اسی پر ہو خواہ زلی بیان کرے یا یودی مگر قسم سے بیان معتبر ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ بھیر ایک تھیر گھوٹون و جو کی ہوا لایک سیرج تو اس پر تین چ تھاوی تھیر و واجب ہوگی ہر ایک میں سے نصف نصف یہ محیط سخری میں ہے۔ اگر کہا کہ بھیر ایک گھوٹون و جو دسسم یعنی تل کا ہو تو ہر ایک صنف میں سے ایک تہائی کروا جب ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ بھیر نصف درم دو تیار ملاؤں ہو تو اس پر ایک کا نصف لازم آدگیا اسی طرح اگر کہا کہ بھیر نصف گھوٹون و جو و کر چھو ہارے کا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کہا کہ بھیر نصف اس غلام و اس باندی کا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر یون کہا بھیر اس کا نصف گھوٹون و کر شیر ہو تو اس پر شیر یعنی جو کا پورا کروا جب ہو گا اسی طرح اگر کہا کہ تین لے فلان شخص سے نصف اسکا غلام اور یہ باندی غصب کرنی تو بھی باندی کا مل واجب ہوگی اسی طرح اگر نصف درم اور یہ دینار کہا تو بھی یہی حکم ہے محیط سخری میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ایک غلام جموڑ اس غلام نے وارث سے کہا کہ میرے باپ نے مجھے آزاد کر دیا ہو اور زید نے کہا کہ میرے قیرے باپ یہ ہزار درم قرضہ ہیں پس وارث نے دونوں سے کہا کہ تم دونوں نے سچ کہا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک قرضہ مقدم ہو گا اور غلام اپنی قیمت کیلئے سہی کرے گا اور صاحبین نے کہا کہ غلام پر سعایت واجب نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ لکھانی نے فرمایا کہ ایک

محیط سخری میں ہے  
اسکو دس کپڑے چھوڑے



## کتاب الصلح

اس میں اکیس ابواب ہیں -

باب اول - صلح کی تفسیر شرعی اور اس کے رکن و حکم و شرائط و انواع کے بیان میں قال المترجم مصالح صلح کرنا یا مصالح منہ بس چیز سے صلح کی ہو یعنی مثلاً مدعی نے دعوے زمین یا ہزار درم کا کیا اور اس سے ہزار درم دیکر صلح کی تو صلح کرنا یا مصالح ہو اور زمین یا ہزار درم مصالح عنہ اور ہزار درم جو صلح میں دیے وہ بدلہ صلح ہو اسکو مصالح علیہ لکھتے ہیں مگر اختلاف اعتبار ہو۔ صلح کی تفسیر شرعی یہ ہو کہ صلح ایسا عقد ہو کہ جو باہمی رضامندی کے ساتھ جھگڑا دور کر دینے واسطے موضوع ہوا ہو کذا فی النہایۃ اور رکن صلح کا پس ایجاب تو مطلقاً چاہیے اور قبول ان چیزوں میں جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہیں واجب ہو یہ عینی شرح ہدایہ میں ہو۔ پس اگر دعوے ایسی چیز میں واقع ہوا جو معین کرنے سے متعین ہو سکتی ہو پس مدعا علیہ نے مدعی سے کہا صلح کن ازین ہجی یا من بدرہم کہ تو میرے ہم لئے اس دعوے سے میرے ساتھ ایک درم پر صلح کر لے جو میں تجھے دیتا ہوں پس مدعی نے کہا کہ میں نے کیا تو صلح تمام نہ ہوگی تا وقتیکہ طالب صلح نہ لکے کہ میں نے قبول کی اسید طرح اگر دعوے ایسی چیز میں واقع ہوا جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی جو جیسے درم و دینار اور طالب نے دوسری جنس پر صلح طلب کی تو بھی یوں ہی ہونا ضروری ہو لیکن اگر درم و دینار میں دعوے واقع ہوا اور صلح بھی اسی جنس پر طلب کی تو صرف مدعی کے اس قدر کہنے سے کہ میں نے صلح کی صلح تمام ہو جائیگی مدعا علیہ کے قبول کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ یہ کیس قدر حق کے ساقط کر دینے واسطے ہوا اور ساقط کرنا فقط ساقط کرنا اسے سے تمام ہونا تا یہ فیہ وغیرہ میں ہو ایجاب و قبول یہ ہو کہ مدعا علیہ کہے کہ میں نے تجھ سے اس بات سے اتنے پر صلح کی یا تیرے اس دعوے سے اتنے پر صلح کی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ جو قبول و رضایہ دلالت کرتے ہیں کذا فی البدائع۔ ایک شخص نے دوسرے پر کسی شے کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ بر چندین فضل کوم اور مدعی نے کہا کہ کرو تو اس مبلغ پر صلح کرنا والا ہو گا یہ جو اسہر الفتاویٰ میں ہوا اور حکم صلح کا یہ ہو کہ بدل میں ملک ثابت ہو جاتی ہو اور جس چیز سے صلح کی گئی ہو اس میں بھی ملک ثابت ہوتی ہو بشرطیکہ وہ محتفل نہ غفل مال کے یا اس سے بریت ہو جاتی ہو اگر محتفل ملک نہ ہو جیسے قصاص وغیرہ اور یہ حکم اس سے ہو کہ صلح اقرار پر ہو یعنی مدعا علیہ مقرر ہو کر صلح کرے اور اگر اسے باوجود انکار کے صلح کرنی تو مدعی کہو اسے بدلہ صلح میں ملک ثابت ہوتی ہو اور مدعا علیہ دعوے سے بری ہوتا ہو خواہ جیل مر سے صلح کی گئی وہ مال ہو یا نہ ہو یہ محیط شرعی میں ہو۔ اور شرائط چند قسم کے ہیں اولاً بخلاف ہو کہ صلح کرنا والا مائل ہو پس صلح مجنون اور طفل لا یعقل کی صحیح نہیں کذا فی البدائع اور جو شخص شہ میں ہو اسکی صلح جائز ہو یہ مسلحہ میں ہو۔ ازنا بخلاف ہو کہ جو شخص نابالغ کی طرف سے صلح کرنا والا ہو وہ اس صلح سے اسکو کھلا ہوا ضرر نہ پہونچا دے مثلاً ایک شخص نے ایک نابالغ پر قرض کا دعوے کیا پس نابالغ کے باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کی پس اگر مدعی کہو اسے گواہ دعوے مہر و ہون اور جب قدر مال صلح میں باپ نے دیا وہ اس کے حق کے برابر یا اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنی زیادتی برداشت کر لیا کرتے ہیں تو صلح جائز ہو اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو صلح جائز نہیں ہو اور اگر باپ نے اپنا مال ذاتی دیکر صلح کر لی تو جائز ہو

صلح کرنا یا مصالح منہ بس چیز سے صلح کی ہو یعنی مثلاً مدعی نے دعوے زمین یا ہزار درم کا کیا اور اس سے ہزار درم دیکر صلح کی تو صلح کرنا یا مصالح ہو اور زمین یا ہزار درم مصالح عنہ اور ہزار درم جو صلح میں دیے وہ بدلہ صلح ہو اسکو مصالح علیہ لکھتے ہیں مگر اختلاف اعتبار ہو۔ صلح کی تفسیر شرعی یہ ہو کہ صلح ایسا عقد ہو کہ جو باہمی رضامندی کے ساتھ جھگڑا دور کر دینے واسطے موضوع ہوا ہو کذا فی النہایۃ اور رکن صلح کا پس ایجاب تو مطلقاً چاہیے اور قبول ان چیزوں میں جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہیں واجب ہو یہ عینی شرح ہدایہ میں ہو۔ پس اگر دعوے ایسی چیز میں واقع ہوا جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی جو جیسے درم و دینار اور طالب نے دوسری جنس پر صلح طلب کی تو بھی یوں ہی ہونا ضروری ہو لیکن اگر درم و دینار میں دعوے واقع ہوا اور صلح بھی اسی جنس پر طلب کی تو صرف مدعی کے اس قدر کہنے سے کہ میں نے صلح کی صلح تمام ہو جائیگی مدعا علیہ کے قبول کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ یہ کیس قدر حق کے ساقط کر دینے واسطے ہوا اور ساقط کرنا فقط ساقط کرنا اسے سے تمام ہونا تا یہ فیہ وغیرہ میں ہو ایجاب و قبول یہ ہو کہ مدعا علیہ کہے کہ میں نے تجھ سے اس بات سے اتنے پر صلح کی یا تیرے اس دعوے سے اتنے پر صلح کی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ جو قبول و رضایہ دلالت کرتے ہیں کذا فی البدائع۔ ایک شخص نے دوسرے پر کسی شے کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ بر چندین فضل کوم اور مدعی نے کہا کہ کرو تو اس مبلغ پر صلح کرنا والا ہو گا یہ جو اسہر الفتاویٰ میں ہوا اور حکم صلح کا یہ ہو کہ بدل میں ملک ثابت ہو جاتی ہو اور جس چیز سے صلح کی گئی ہو اس میں بھی ملک ثابت ہوتی ہو بشرطیکہ وہ محتفل نہ غفل مال کے یا اس سے بریت ہو جاتی ہو اگر محتفل ملک نہ ہو جیسے قصاص وغیرہ اور یہ حکم اس سے ہو کہ صلح اقرار پر ہو یعنی مدعا علیہ مقرر ہو کر صلح کرے اور اگر اسے باوجود انکار کے صلح کرنی تو مدعی کہو اسے بدلہ صلح میں ملک ثابت ہوتی ہو اور مدعا علیہ دعوے سے بری ہوتا ہو خواہ جیل مر سے صلح کی گئی وہ مال ہو یا نہ ہو یہ محیط شرعی میں ہو۔ اور شرائط چند قسم کے ہیں اولاً بخلاف ہو کہ صلح کرنا والا مائل ہو پس صلح مجنون اور طفل لا یعقل کی صحیح نہیں کذا فی البدائع اور جو شخص شہ میں ہو اسکی صلح جائز ہو یہ مسلحہ میں ہو۔ ازنا بخلاف ہو کہ جو شخص نابالغ کی طرف سے صلح کرنا والا ہو وہ اس صلح سے اسکو کھلا ہوا ضرر نہ پہونچا دے مثلاً ایک شخص نے ایک نابالغ پر قرض کا دعوے کیا پس نابالغ کے باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کی پس اگر مدعی کہو اسے گواہ دعوے مہر و ہون اور جب قدر مال صلح میں باپ نے دیا وہ اس کے حق کے برابر یا اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنی زیادتی برداشت کر لیا کرتے ہیں تو صلح جائز ہو اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو صلح جائز نہیں ہو اور اگر باپ نے اپنا مال ذاتی دیکر صلح کر لی تو جائز ہو



از انجملہ یہ ہر کہ نابالغ کی طرف سے صلح کرے اور لا ایسا شخص ہو جسکو نابالغ کے مال میں تصرف کا اختیار ہو جیسے باپ یا دادا یا وصی از انجملہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرد نہ ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک مرد کی صلح نافذ ہو اور ہر اختلاف اس بنا پر کہ مرد کے تصرفات امام اعظم رحمہ کے نزدیک موقوف رہتے ہیں اور صاحبین رحمہا اعد کے نزدیک نافذ ہوتے ہیں اور مرد و عورت کی صلح بلا خلاف جائز ہو یہ بدائع میں ہے ۱۰ اور یلوغ اور زادی بشرطین ہیں اس لیے کہ اس کی صلح جسکو اجازت تصرف ہو صحیح ہو بشرطیکہ اس میں نفع ہو اور ضرر سے خالی ہو اور غلام ماؤن سے بھی صحیح ہو بشرطیکہ اس میں اسکی مصلحت ہو و لیکن بعض جن کے کم کرنے پر صلح کر نیکا اختیار نہیں رکھتا ہو جو ق کہ اس کے پاس اپنے حق کے گواہ موجود ہوں۔ اور مدت مقرر کر دینے کا مطلقاً اختیار رکھتا ہو اور عیب کی وجہ سے کسی عقد میں کم کر دینے کا بھی مختار ہو اور نکاح سے بھی صلح کرنا یعنی نکاح تب صلح کرے تو جائز ہو یہ غررین ہے۔ از انجملہ یہ ہو کہ جس چیز پر صلح کھڑی ہو وہ مال معلوم ہو اگر اس کے قبضہ کی احتیاج ہو۔ اور اگر اس کے قبضہ کی احتیاج نہ ہو تو بشرط یہ ہو کہ وہ مال ہو خواہ معلوم نہ دیا جہول ہو یہ عیض میں ہے۔ اگر کسی مال عین پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو مثل دار یا زمین یا غلام وغیرہ کے دعوے کیا اور کل یا بعض کا دعوے کیا اور دعا علیہ مقرر ہو یا منکر ہو یا ساکت ہو پس اگر صلح کسی قدر دراہم غیر معینہ پر واقع ہوئی تو اسکی مقدار بیان کرنا شرط ہو اور کھرے درمون پر اس شہر کے چلن کے مطابق واقع ہوگی اور اگر شہر میں نقد و غنیمت رائج ہوں تو اکثر جراج ہو اس پر صلح واقع ہوگی اور اگر بعض درم بعض پر غالب ہوں تو مطلق صلح جائز ہوگی جب تک کہ مقدار کے ساتھ کسی چلن کے درمون کو بیان نہ کرے اور درمون کی صلح فی الحال یا معاد ہی دونوں طرح جائز ہے اور جس چیز پر صلح واقع ہوئی اسکا مجلس میں جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لینا شرط نہیں ہے۔ اور اگر درم معینہ ہوں تو صلح جائز ہے اور اس میں قدر و وصف کے بیان کی ضرورت نہیں ہو اور عقد صلح انکے عین کے ساتھ متعلق نہ ہو گا کہ اگر صلح کر لینے والے نے انکو روک لیا اور انکے عوض انکے مثل دینے چاہے تو جائز ہو اور اگر دیدینے سے پہلے اس کے پاس تلف ہو گئے یا ان میں استحقاق ثابت کیا گیا تو عقد صلح باطل نہ ہو گا اور انکے مثل دیدینا اور اگر تلف ہو جائے بعد انکی مقدار و وصف میں اختلاف کیا تو دونوں باہمی قسم کھانے کے بعد صلح کو رد کرینگے اور اسی طرح اگر دینار و نیر صلح واقع ہو تو بھی سب صورتوں میں یہی حکم ہے۔ اور اگر اس کے دعوے سے کسی کیلے مثل گہیوں وجو کے یا دوزی مثل لوہے و تانبے کے صلح کھڑی پس اگر وہ معین ہو اور عقد کو اسکی طرف نسبت کیا خواہ غائب ہو یا سامنے موجود ہو و لیکن دعا علیہ کی ملک میں ہو تو صلح صحیح ہو اور یہ صلح اس قدر پر واقع ہوگی جس قدر اسنے کیلے و دوزی کا نام لیا ہو اور اگر اسکی طرف اشارہ کر دیا اور کیلے و دوزی کا بیان نہ کیا تو جائز ہو اور وہی عقد میں تعین ہو گا۔ اور اگر گہیوں میں مدت مقرر کی پس اگر گہیوں معین ہوں تو باطل ہے صحیح نہیں ہو ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے نقل کیا ہے۔ اور اگر گہیوں و وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھے ہیں تو اس میں قدر و وصف کا بیان کرنا شرط ہو اور مدت کا بیان کرنا شرط نہیں ہو ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا ہے اور اگر مدت بیان کر دی تو جائز ہو اور مدت ثابت ہو جائیگی۔ اور اگر گہیوں پر صلح کھڑی پس اگر گہیوں معین ہوں تو صلح جائز ہو اور اس میں فقط اشارہ کر دینا شرط ہو اور کھڑے غیر معین ہیں تو جب تک کہ سلم فی پوری شرعین ذکر نہ کرے صلح جائز ہوگی۔ اور اگر دعوے مدعی سے کسی حیوان پر یا ایسی چیز پر جس میں

بہت زیادہ مال ہو تو صلح باطل ہے

جہالت کے بیچ سلم جائز نہیں ہوتی ہو صلح قرار دی تو جب تک وہ معین نہ کرے صلح جائز نہ ہوگی یہ مشرع طحاوی میں ہے۔ اور اگرچہ  
یہ ہو کہ جب صلح ٹھہرائی ہو وہ مال مقوم یعنی قیمت داد ہو پس مسلمان کی طرف سے شراب یا سود پر صلح کرنا جائز نہیں ہوگا صلح  
ایک شخص کے سر پر صلح ٹھہرائی ہو دیکھا تو وہ شراب پتی تو بھی جائز نہیں ہوگا۔ اگرچہ یہ ہو کہ وہ مال صلح کرنے والے کی ملک  
ہوئے کہ اگر کسی قدر مال پر صلح کی ہو وہ مال مدعی کے ہاتھ سے استحقاق ثابت کر کے لیا گیا تو صلح صحیح نہ ہوئی یہ بالکل  
میں ہو اور اگرچہ یہ ہو کہ جس امر سے صلح ٹھہرائی ہو وہ ایسا ہو کہ اس کا عوض لینا مال یا غیر مال سے جائز ہو جیسے قصاص  
خواہ معلوم ہو یا مجہول ہو یہ محیط میں ہو اور اگرچہ یہ ہو کہ جس امر سے صلح ٹھہرائی ہو وہ ہندہ کا حق ہو حق اللہ تعالیٰ نہ ہو خواہ  
مال عین یا دین یا سوائے ان دونوں کے کوئی حق ہو پس اگر حد زنا یا سرقہ یا شراب خواری سے صلح کی اس طور  
سے کہ ایسے شخص کو کسی نے بکرا اسے اس امر پر صلح ٹھہرائی کہ مجھ سے اس قدر مال پر صلح کر لے اور مجھے حاکم کے پاس  
نہ لجا تو یہ صلح باطل ہو یہ بدل میں ہو۔ اگر ایک چور نے کسی کے گھر سے مال چوری کا باہر کر دیا پھر اپنے گھر میں سے اپنے  
چور کو بکرا پس چور نے کسی قدر مال معلوم پر صلح کر لی یہاں تک کہ اسے ہاتھ روک لیا تو چور پر مال واجب نہ ہوگا اور وہ  
خصوصیت سے بری ہو جائیگا جبکہ اسے چوری کا مال اس کے مالک کے حوالہ کر دیا اور اگر یہ صلح قاضی کے پاس مراغہ  
کر چکے بعد واقع ہوئی پس اگر لفظ عفو کے ساتھ صلح کی تو بالاتفاق صلح صحیح نہیں ہو اور اگر لفظ ہبہ یا برات کیساتھ  
واقع ہوئی تو ہمارے نزدیک ہاتھ کا ٹٹا سا قہ ہو جائیگا یہ فاقہ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وہ چیز جسکی وجہ سے صلح کی ہو  
ایسی ہو کہ اس کا عوض لینا جائز نہیں ہوتا ہو جیسے حق شفعہ و حد قذف اور کفالت بالانفس تو اس سے صلح  
کرنی جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر حد قذف سے قاضی کے پاس پیش ہونے سے پہلے صلح کر لی تو بدل صلح  
واجب نہ ہوگا اور حد سا قطن نہ ہوگی یہ سراج الوداج میں ہے۔ اگر کسی گواہ سے جو اسے گواہی دینا چاہتا ہو مال دیکر  
صلح کر لی کہ مجھ کو گواہی نہ دے تو یہ باطل ہو کہ چونکہ حقوق اللہ تعالیٰ سے صلح کر لینا باطل ہوتا ہو اور گواہ نے لیا ہو اس کو پھر دینا  
واجب ہو اور اگرچہ صلح جائز نہ ہو یہ بدل میں ہو اور جس امر پر بعد اختلاف کے اللہ تعالیٰ کا فتوہ قرار پایا ہو وہ  
یہ ہو کہ ایسے دعوے فاسد سے جسکی تصحیح ممکن نہیں ہو صلح کر لینا صحیح نہیں ہو اور جس دعوے فاسد کی تصحیح ممکن ہو  
مثلاً کسی حد کا حد و بیہین سے ذکر کرنا چھوڑ دیا یا ایک حد کو غلط بیان کیا تو اس سے صلح کرنا جائز ہو یہ وجہ کر دہی  
میں ہے۔ اور صلح کے انواع کجب دعا علیہ کے تین چہن کذا فی النہایہ ایک صلح یا قرار دعا علیہ دوسری صلح بسبوت  
یعنی دعا علیہ نہ قرار کرے اور نہ انکار کرے اور تیسری صلح مع انکار یعنی دعا علیہ عوی مدعی سے انکار کرے اور چہر بی صلح  
کرنے اور یہ سب جائز ہیں سب اگر صلح یا جو قرار دعا علیہ کے واقع ہوئی تو اس میں وہی چیزین معتبر ہوں گی جو بیع میں  
معتبر ہوتی ہیں اگر صلح دعوتے مال سے بیہوض مال کے واقع ہوئی پس یہیں شفعہ جاری ہوگا اگر عوی عتار  
میں واقع ہو اور اس سے صلح ہوئی ہو اور عیب کی وجہ سے واپس ہوگا اور خیار ویت اور شرط ثابت ہوگا اور  
بدل کے مجہول ہونے سے صلح فاسد ہوگی اور مصالح عنہ کی جہالت سے صلح فاسد نہ ہوگی اور بدل کے سپرد کرنے پر  
قادر ہونا شرط ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر مصالح عنہ اور بدل صلح دونوں نقد ہوں تو جو بیع صرف میں معتبر ہو وہی انکی  
صلح میں معتبر ہوگا جسے کہ اگرچہ صلح قرار پائی ہو اسکو مجلس صلح میں اپنے قبضہ میں نہ لیا تو صلح باطل ہوگی یہ تہذیب  
میں ہے۔ اور اگر مال سے بیہوض منافع کے صلح واقع ہوئی تو شرط اجارہ معتبر ہوگے پس یہیں مدت مقبرہ کرنا شرط ہوگی

صلح صحیح سے روایت ہے  
کہ اگرچہ صلح صحیح ہو  
صلح صحیح سے روایت ہے  
کہ اگرچہ صلح صحیح ہو  
صلح صحیح سے روایت ہے  
کہ اگرچہ صلح صحیح ہو  
صلح صحیح سے روایت ہے  
کہ اگرچہ صلح صحیح ہو

اور مدت کے اندر کسی ایک سے صلح یا طل ہو جائیگی کذا فی الہدایہ - حتی کہ لگ کر کسی بیعت میں کسی مدعی کو ملک رہنے پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر مدت کی واسطے ابد یعنی ہمیشہ کو کہا یا یہ کہا کہ مرے ہم تک رہو گا تو یہ جائز نہیں چونکہ حد میں ہو - اور اگر عرصہ بھی منفعت کا ہو اور صلح بھی منفعت پر ہو پس اگر دونوں منفعتیں دو جس مختلف کی ہوں مثلاً کسی گھر کے سکونت کے دعویٰ سے کسی غلام کو خدمت لینے پر صلح کرنی تو بالاجماع جائز ہو اور اگر دونوں جنس واحد کی ہوں تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہو یہ پدا نفع میں ہو - اور جو صلح سکونت یا انکار سے ہوتی ہو وہ حق مدعا علیہ میں قسم کا فدیہ اور قطع خصوصیت کی واسطے ہو اور مدعی کے حق میں معاوضہ کے معنی میں ہوتی ہو کذا فی الہدایہ - اور صلح کے اقسام باعتبار مصالح غلیہ اور مصالح عنہ کے چار ہیں کیونکہ یا تو مصالح عنہ اور مصالح علیہ دونوں معلوم ہونگے مثلاً زید کے مقبوضہ دار میں مروے حق معلوم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ مال معلوم پر صلح کر لی اور یہ صلح جائز ہو یا مصالح عنہ اور مصالح علیہ دونوں مجہول ہونگے اور اس میں دو صورتیں ہیں یا تو اس میں دینے والے کی حاجت تنوگی مثلاً زید نے عمر کو مقبوضہ دار پر کسی حق مجہول کا دعویٰ کیا اور عمر نے بھی زید کی مقبوضہ زمین پر کسی حق مجہول کا دعویٰ کیا اور دونوں نے حق کو بیان نہ کیا پھر دونوں نے یا ہم اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر ایک اپنا دعویٰ چھوڑ دے تو یہ جائز ہو - اور اگر دینے والے کی ضرورت ہو مثلاً یوں صلح کی کہ ایک اپنے پاس سے کسی قدر مال دے اور اس کو بیان نہ کیا اس شرط پر دیوے کہ دوسرا اپنا دعویٰ چھوڑ دے یا دوسرا اس کے دعویٰ کے موافق دیدے تو یہ جائز نہیں ہو - یا مصالح عنہ مجہول اور مصالح علیہ معلوم ہو اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر مصالح عنہ کے سپرد کر نیکی ضرورت ہو وے مثلاً زید کے مقبوضہ دار میں اپنے حق مجہول کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اس طرح صلح کر لی کہ مدعی کسی قدر مال معلوم مدعا علیہ کو دے تاکہ مدعا علیہ مدعی کو اس کے دعویٰ کے موافق حق اس کو سپرد کرے تو یہ جائز نہیں ہو اور اگر مصالح عنہ کے سپرد کر نیکی ضرورت ہو مثلاً اسینصہت میں مدعا علیہ کسی قدر مال معلوم دیگر اس شرط پر صلح کی کہ مدعی اپنا دعویٰ چھوڑ دے تو یہ جائز ہو - یا مصالح عنہ معلوم اور مصالح علیہ مجہول ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر اس میں دینے والے کی ضرورت ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر دینے والے کی ضرورت نہ ہو تو جائز ہو اور قاعدہ کلیہ اس مقام پر یہ ہو کہ نفس چالست کہو جسے عقد صلح فاسد نہیں ہوتا ہو بلکہ اس سبب سے فاسد ہوتا ہو کہ سبب چالست کے لینا دینا سپرد کرنا ممکن نہیں اس میں جھگڑا پیدا ہو گا پس جن صورتوں میں یا وجود چالست کے دینے لینے کی ضرورت نہیں ہو وہاں جھگڑا پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں پس چالست صلح کی صحت مانع تنوگی اور جن صورتوں میں لینے دینے کی ضرورت ہو بسبب چالست کے جھگڑا پیدا ہو گا پس صلح جائز تنوگی یہ نہایت میں ہو - اور اگر فرض سے صلح کی تو اس کا حکم من کا ہو جیسے بیع میں من و بیع ہی صلح میں بدل صلح ہو گا اور اگر مال میں سے صلح کی تو اس کا حکم بیع کا ہو پس جو چیز بیع میں من یا بیع ہو سکتی ہو وہ صلح میں بدل ہو گی ورنہ نہیں ہو گی کذا فی الہدایہ

غلام پر صلح کرنی تو جائز ہو خواہ نقد یا کوئی مدت مقرر کی ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم غلام کے لئے ہوں اُسے پانچ سو درم خفیہ پر صلح کی اور مجلس صلح میں ادا کر دیے تو اہم اعظم دایم محمد دوسرے قول نامہ الیوسف میں جائز نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اور اگر ہزار درم غلام کے ہوں اُسے ہزار درم خفیہ پر صلح کرنی اور فی الحال دینے کی شرط کی پس اگر قبل افتراق کے قبضہ کر لیا تو جائز ہو ورنہ اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہوگئی اور اگر مدت مقرر کی تو بھی صلح باطل ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر اپنے ذمہ کے درمون سے دیناروں پر یا اسکے برعکس صلح قرار دی تو بدل پر قبضہ کرنا شرط ہو۔ اور اگر دیناروں سے جو ذمہ ہیں اُسے کم دیناروں پر صلح کی تو قبضہ شرط نہیں اور اگر ذمہ کے سو درم سے دس درم پر بوجہ ایک ماہ کے صلح کی تو جائز ہو یہ وجہ کر دہی میں ہوں اگر ہزار درم سیاہ اسپر فی الحال ہوں اور اسے ہزار درم خفیہ پر صلح کر لی اور مدت مقرر کی تو جائز نہیں ہو۔ اور اگر اسپر ہزار درم سیاہ ہوں اور اسے ہزار درم خفیہ نقد دینے پر صلح کی تو جائز ہو اگر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر چند درم ہزاری فی الحال ہوں اُسے ہزار درم نہرہ پر بیعہ مقرر کر کے صلح کی تو جائز ہو لیکن اگر اصل مال قرض ہو اور اُسے پانچ سو درم پر مدت مقرر کر کے صلح کی تو مدت صحیح نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر ہزار درم خفیہ بیعہ دی ہوں اُسے ہزار درم سیاہ فی الحال دینے پر صلح کرنی تو یہ جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور اگر اسپر ہزار درم بیعہ دی ہوں اُسے پانچ سو درم نقد دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہو کذا فی الہدایہ مگر لریہ کے عمر پر ہزار درم سپید چاندی کے ہیں اُسے پانچ سو درم جبرہ یا بیعہ دی صلح کی تو جائز ہو اور اگر پانچ سو درم مضروبہ وزن سپید پر بیعہ دی صلح کی تو جائز نہیں ہو پس حاصل یہ ہو کہ اگر اسے حق سے جہید اور کم مقدار پر صلح کی تو نہیں جائز ہو اور اگر حق سے مقدار وجودت میں کم پر صلح کی یا اسکے مثل حق سے جہود اور کم مقدار پر صلح کی تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں اور اگر ایک شخص کے دوسرے پر سو درم و سو دینار ہیں اُسے پچاس درم و دس دینار پر ایک ماہ کے وعدہ پر صلح کرنی تو جائز ہو اسپر طرح اگر چس درم پر نقد یا بیعہ دی صلح کی تو بھی جائز ہو اسپر طرح اگر چس درم چاندی سفید تیرہ پر نقد یا بیعہ دی صلح کی تو بھی جائز ہو یہ مبسوط میں ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہو کہ حیثیت اسپر ہو بتر جہودت میں اسے برابر یا کم ہو تو یہ حکم ہو اور اگر تیرہ اس سے جہید ہو تو جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو اور اگر اسپر سو درم خفیہ و دس دینار ہوں اُسے پچاس درم سیاہ پر فی الحال یا بیعہ دی صلح کی تو جائز ہو یہ مبسوط میں ہو اور اگر اسپر سو درم و دس دینار ہوں ان سے سو درم و دس دینار پر بیعہ دی صلح کی تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں پر صلح کی اور دونوں اسکو دیدیے تو جائز ہو اور اگر دس درم قبل افتراق کے قبضہ کر لے اور سو درم باقی رہے تو جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں کہ انکا وزن نہیں معلوم ہو پس اُسے ایک کپڑے یا عرض معین پر صلح کرنی تو جائز ہو اور اگر کم معلوم درمون پر صلح کی تو استحساناً جائز ہو اسپر طرح اگر کچھ بھٹا مقرر کی تو بھی جائز ہو اور بعض سے ایسا راہداری کے واسطے بیعہ قرار دیا جاتی ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم معلومہ الوزن ہیں اُسے درم بمولہ الوزن ادا کیے تو جائز نہیں ہو اور اگر صلح میں دیے تو جائز ہو اور اسی پر عمل کیا جاوے گا کہ یہ حق سے کم ہیں یہ خلاصہ میں ہو۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں اُسے سو درم پر ایک چھینے کے وعدہ پر اور دو سو درم پر ایک ہمیشہ تک نہنے صلح قرار دی تو جائز نہیں ہو یہ وجہ کر دہی

غلط ہے کہ یہ صلح صحیح ہے

بعض اصحاب نے کہا کہ یہ صلح صحیح ہے



میں ہر ایک شخص پر یہ سید قدر دینار کا دعوے کیا اسے انکا کر کیا پس باہم دونوں نے کچھ دیناروں معلوم پر بعض آستانہ  
 نقدی اور بعض میعاد پر بٹھڑے ہیں صلیح کرنی تو صحیح ہو یہ جو اہل لغت و دی مین ہر اگر کسی نے دوسرے پر ہزار درہم کا  
 دعوے کیا اسے اپنے ذمہ کچھ ناج مقرر کر کے صلیح کرنی خواہ اس میں میعاد یا نہیں لگائی اور قبضہ سے پہلے دو گنا  
 جدا ہو گئے تو صلیح باطل ہو اور اگر دو مسکے درہم سے رک کر گھنٹوں میں صلیح کرنی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا  
 ہو گئے تو جائز ہو اور اگر ایک کر گھنٹوں سے جو ذمہ میں دس درہم پر صلیح کی پس اگر دس درہم پر قبضہ کیا تو جائز ہو اور اگر  
 قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو باطل ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر ایک کر گھنٹوں قرض سے دس درہم پر صلیح کی پھر پانچ درہم  
 پر قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو بحساب قبضہ کے آدھے کر کے صلیح باقی رہی اور بحساب باقی کے آدھے کر کے صلیح باطل ہو گئی  
 اور اگر ایک کر جو معین پر صلیح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہو اور اگر جو غیر معین ہوں اگر جدا ہو گئے  
 پہلے دونوں نے باہمی قبضہ کیا تو جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلیح فاسد ہو گئی یہ مبسوط میں ہو۔ اگر  
 اسپر ایک کر گھنٹوں ہوں پس آدھے کر گھنٹوں اور آدھے کر جو غیر معین پر میعاد پر صلیح کی تو جائز نہیں ہو اور اگر گھنٹوں پر  
 نقدی رہنے لگے اور اگر مجا و مقرر نہ کی یا جو بعینہ قائم ہوں اور گھنٹوں غیر معین ہوں تو جائز ہو اسلیط اگر جو غیر معین  
 ہوں اور اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہو۔ اسلیط اگر گھنٹوں میعاد پر ہوں اور لغت کر جو نقدی غیر معین  
 ہوں پس اگر جدا ہو گئے اور گھنٹوں اسکو دیے گئے اور جو نہیں دیے گئے تو صلیح بقدر حصہ جو کے فاسد ہو یہ محیط  
 میں ہو۔ اگر کسی کے اوپر دس درہم اور دس قنیر گھنٹوں تھے اسے گیارہ درہم پر صلیح کر لی اور قبضہ سے پہلے دونوں  
 جدا ہو گئے تو صلیح بقدر ایک درہم کے باطل ہو گئی یہ سراجہ میں لکھا ہو۔ اگر دو شخصوں کے ایک شخص پر ایک کر گھنٹوں  
 قرض ہوں پس ایک نے اس سے اپنے حصہ سے دس درہم پر صلیح کر لی تو جائز ہو اور اپنے شریک کو خواہ جو تھا  
 کر دیے یا پانچ درہم دیدے یہ مبسوط میں ہو۔ دو شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درہم ہیں پس اگر دس ایک  
 ہی شخص کے عقد سے واجب نہ ہوا ہو بلکہ دونوں مثلاً دین میعاد پر کسی مورث سے وارث ہوے ہوں  
 پس ایک نے اس سے سو درہم پر نقد لیکر صرف اس امر پر صلیح کی کہ اپنے باقی حصہ چار سو درہم کیوں اسے ایک  
 سال تک تاخیر دے تو سو درہم جو اسے وصول کیے ہیں دونوں میں برابر تقسیم ہو گئے اور تاخیر اس کے حصہ یعنی  
 چار سو درہم کی باطل ہو یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے کہ اگر دوسرے شریک نے کچھ وصول کیا تو اس  
 صلیح کرے خواہ اس میں شریک کا اختیار ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اسکے حصہ کی تاخیر جائز ہو اور اگر یہ  
 قرض دونوں میں سے ایک کے فضل سے واجب ہوا ہو مثلاً یہ دونوں بہ طور شریک عنان کے شریک ہوں پس  
 اگر اس شخص نے تاخیر دی جس کے فضل سے دین واجب ہوا ہو تو پورے قرض میں ہمت دیتا جائز ہو اور اگر اس شخص  
 نے تاخیر دی جس کے فضل سے دین واجب نہیں ہوا ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکے حصہ کی بھی تاخیر صحیح نہیں ہوا اور  
 صاحبین کے نزدیک صحیح ہو۔ اور اگر دونوں میں معاوضہ کی شرکت ہو اور ایک نے معاوضہ کے قرضہ میں میعاد پر یا  
 تو دونوں میں سے کوئی مدت دے نہ سب کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر کوئی قرضہ و شریک  
 میں شریک ہو اور ایک شریک اپنے حصہ سے ایک شریک نے پر صلیح کر کے تو شریک کو اختیار ہو کہ چاہے اس کے لیے یا نہ  
 پھر اس شرط پر کہ جو قرضہ کا شریک تھا اس نے چاہے تو قرضہ اسے آوا قرضہ وصول کرے اور اگر ایک شریک نے اپنا حصہ

ملہ  
 یعنی لغت نصف ہوگا  
 ہزار دس دینار و پانچ درہم  
 اسے تین ۱۲

۱۔ ہا حصہ وصول کر لیا تو اسکے شریک یا کسی شریک سے بھرتا ہوا حصہ میں شریک ہو جاوے پھر دونوں ملکہ قرضہ کو قرضہ دار  
 نے وصول کر لیں یہ کافی ہیں۔ اگر قرضہ دونوں کے ایک شخص پر ہزار درہم ہو تو ان میں سے ایک شخص سے پانچ سو درہم  
 دریافت کیا جائے۔ درہم سیاہ پر صلح کر لی تو شریک کو اختیار ہو کہ ان دونوں میں سے دسے گا اسکا شریک ہو جاوے یہ مبسوط  
 میں ہے۔ اور اگر قرضہ ہزار درہم دونوں کے دو مال ہوں ایک کے درہم اور دوسرے کے دینار ہوں اور دونوں نے اس  
 سو درہم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور سو درہم دونوں کو بحساب درہم و دیناروں کی قیمت کے تقسیم ہونگے پس جب قدر درہم  
 دیناروں کے پڑے میں پڑیں وہ بیع صرف ہونگے اس میں اسی مجلس میں قبضہ شرط ہوگا اور جب قدر درہم کے  
 پڑے میں پڑیں وہ بعض حق کا استیفاء اور بعض کا ساقط کرنا ہو کذا فی الخاوی۔ ایک شخص نے دو شخصوں میں ہزار  
 درہم قرض کا دعویٰ کیا پھر دونوں نے اس سے سو دینار کسی مدت کے وعدہ پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہو خواہ صلح  
 اقرار یا انکار پر واقع ہوئی اور اگر دونوں نے کسی قدر اناج پر جو ذمہ مقرر کیا میعاد یا غیر میعاد صلح قرار دی تو نہیں  
 جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم ہوں اور اس سے ایک خاص غلام پر صلح کر لی تو جائز  
 ہو اور غلام طالب کا ہو اس میں اسکا حقیق جائز ہو اور مطلوب کا عین اس کے حق میں جائز ہوگا اور اگر مطلوب کے  
 قبضہ میں طالب کے سپرد کرنے سے پہلے نہ گیا تو مطلوب کا مال گیا۔ درہم طالب اپنا قرضہ وصول کر لے گا۔ اس طرح ہر شر  
 معین قبضہ سے پہلے دونوں کا افتراق باطل نہیں کرتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ہزار درہم سے ایک غلام پر صلح کر لی ہے  
 دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرضہ ہزار پر کچھ قرضہ تھا تو جبکو غلام دیا گیا ہو وہ مختار ہو چاہے غلام واپس کر دے  
 یا ہزار درہم دیے اور غلام اپنے پاس رہنے دے یہ محیط نحسی میں ہے۔ اگر ہزار درہم سے سو درہم پر اس شرط پر صلح  
 کی کہ میرے ہاتھ ایک کپڑا فروخت کرے تو صحیح نہیں ہے و جب زکریٰ میں ہے۔ اگر کسی شخص پر قرضہ کا دعویٰ کیا پھر ہاتھ  
 ایک گھڑی اس شرط سے صلح کر لی کہ قرضہ اس میں ایک سال بھر پھر مدعی کے سپرد کرے تو جائز نہیں ہے اس طرح اگر ایک  
 غلام پر اس شرط سے صلح کی کہ غلام ایک سال تک دعا علیہ کی خدمت کرے تو بھی صلح قاسد ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک  
 شخص کے دوسرے پر سو دینار پیشا پوری تھے اسے سو دینار بخاری پر صلح کر لی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا  
 ہو گئے تو صحیح ہے کہ قبضہ شرط نہیں ہو اور صلح باطل نہ ہوگی اور اس کے برعکس صورت ہو تو بلا خلاف بدل الصلح قبضہ  
 کرنا شرط ہوگا کذا فی الذخیرہ نجم الدین نسبی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے پانچ سو درہم کا جہن چاندی  
 نہیں ہو دعویٰ کیا اور سو درہم عطف نفی پر صلح کر لی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو فرمایا کہ صلح باطل ہو جائیگی اور  
 یہ جوابیسی ہوتی ہے کہ دعویٰ درہم میں واقع ہوا جو اس کے ذمہ تھے اور اگر معین درہم میں دعوے کیا ہو  
 تو جائز ہے یہ محیط میں ہے جس شخص پر میعاد قرضہ ہو اگر اسے میعاد سے پہلے قرضہ ادا کر دیا پھر مقبوضہ طالب کے پاس  
 اسحق ثابت کر کے لیا گیا یا اسکو طالب نے ہتھوڑا یا زینت یا ستون یا کراہی کر دیا تو مال پھر وہی میعاد  
 ہوگا۔ اسی طرح اگر اسے ہاتھ کوئی غلام فروخت کیا یا کسی غلام پر صلح کی اور غلام قبضہ کر لیا پھر اس میں اختلاف ثابت ہو یا وہ معلوم ہوا  
 یا بسبب عیب کے کچھ قاضی واپس کیا تو مال قرضہ پھر میعاد عود کر گیا اور اگر یہ خواہش کی کہ صلح کا اقالہ اس حال میں ہو  
 جو صلح سے پہلے تھا یا عیب سے واپس کرتا ہے حکم ہو تو یہ مال میعاد ہوگا اور اگر قاضی عیب کی وجہ سے بدو حکم قاضی کے  
 واپس کر نہیں دے گا تاہم نہ دینا تو مال فی الحال لازم ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ایک گھڑی

ہوں اور اسے اس سے ایک کرچہ پر صلح کر لی اور اسکو دیدینے پر مری سے جو میں عیب پا کر بعد از ترقی کے واپس کیے پس اگر مجلس واپسی میں بدل نہ لیا تو بالاجل صلح باطل ہو جائیگی اور اگر دوسرے اسی مجلس واپسی میں بدل لے تو بھی امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ حکم ہو اور صاحبین کے نزدیک صلح اپنے حال پر باقی رہیگی اور ایسا ہی اختلاف ہر ایسے عقیدین ہر چہ بدون قبض کے جدا ہو جانے سے باطل ہو جاتا ہے اور اس میں عیب پا کر واپس کیا ہو جیسے بیع صرف و سلم کذا فی المخطوط۔ اگر ایک شخص ہزار درم کا دھوئے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اس نے سود درم پر صلح کی اور مدعی نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس ہزار درم سے جو میرے تجربے سے سود درم پر صلح کی اور باقی سے تجھے بری کر دیا تو جائز ہے اور مدعا علیہ باقی سے قضا دے دیا نہ تیری ہو جائیگا اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم سے سود درم پر صلح کی اور یہ نہ کہا کہ میں نے تجھے باقی سے بری کیا تو قضا تیری ہو جائیگا اور دیا نہ تیری ہوگا یعنی اگر دروغ میں اس ہزار درم آئے ہیں تو عند اللہ بری ہوگا یہ فتاویٰ طبرستان میں ہے۔ اور اگر مطلب نے ہزار درم ادا کر دیے ہیں اور طالب نے انکار کیا پھر سود درم بیکر اس سے صلح کی تو مطلب کا ادا کر دینا جائز رہا اور طالب کو حلال نہیں ہو کہ اس سے سود درم لے حالانکہ جانتا ہو کہ اسے ادا کر دیے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خانین میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم شن بیع کے بعد دی ہوں اور طالب نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ تجھے کوئی کفیل دے اور میں ایک سال تک بعد میعاد کے تاخیر نہ دوں گا تو یہ جائز ہے اور نہ احتیاج ہے اور اس طرح اگر کوئی کفیل موجود ہو اور اس سے اس شرط پر صلح کی کہ یہ کفیل بری ہو یا اس کفیل کے ساتھ دوسرے کفیل داخل کفالت ہو اور بعد میعاد کے ایک عینہ کی تاخیر دی جائے تو بھی جائز ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ نصف مال تجھے اب دے اور باقی کچھ میں بعد میعاد کے ایک سال تک تاخیر دوں گا تو فاسد ہے۔ اور اگر طالب نے بدون صلح کے اسکو بعد میعاد کے ایک سال تک تاخیر دی تو جائز ہے یہ بیحد میں ہے۔ ایک کے دوسرے پر ہزار درم سے اسے کہا کہ کل کے بعد تجھے انہیں سے پانچ سو درم دیدے اس شرط پر کہ تو زیادتی سے بری ہو اسے ایسا ہی کیا تو بری ہو جائیگا اور اگر دوسرے نے اسکو پانچ سو درم دیدیے تو پورے ہزار درم امام اعظم امام محمد رحمہ کے نزدیک حرم کر دینے کا کافی ہیں۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے پانچ سو درم تجھے ذمہ سے کر دیے اس شرط پر کہ تو پانچ سو درم جگہ نقد دے اور اسکا کوئی وقت مقرر نہ کیا تو بالاتفاق اگر قرضدار نے اسکو قبول کیا تو پانچ سو درم سے بری ہو جائیگا خواہ باقی پانچ سو درم اسکو دیے یا نہ دیے ہوں۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ سو درم بھنٹے کر دیے کہ تو باقی پانچ سو درم مجھے آج دیے اور اگر آج نہ دے تو تجھ پر مال بجالا رہیگا اور قرضدار نے اسکو قبول کر لیا تو بالاتفاق سب ان کے نزدیک اگر پانچ سو درم اسی روز دیدیے تو باقی سے بری ہو گیا اور اگر اسی روز نہ دیدیے تو بری ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ سو درم اس شرط پر کہ کر دیے کہ باقی تو مجھے آج ہی ادا کر دے اور اس سے زیادہ نہ کہا اور قرضدار نے قبول کر لیا تو امام ابو حنیفہ امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر اسی روز دیدیے تو باقی سے بری ہو اور نہ بری ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خانین میں ہے۔ اگر کہا کہ ہزار درم میں سے پانچ سو درم سے میں نے تجھ پر بری کیا بشرطیکہ پانچ سو درم تو مجھے کل کے روز دیدے تو بری کرنا واقع ہو جائیگا خواہ پانچ سو درم دے یا نہ دے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر زید کے کسی شخص پر ہزار درم ہوں اسے پانچ سو درم پر اس سے صلح کر لی اس شرط پر کہ مجھے دیدے اور پانچ سو درم صلح کے ادا کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا تو صلح جائز ہے اور باقی ہر مومن کی اسکی طرف سے خط مہینہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ سو درم پر اس شرط پر صلح کی کہ تو باقی مجھے آج ہی دے

جہاں صلح  
میں سے صلح  
میں سے صلح











نہیں کرتے ہیں تو زیادتی اسکے ذمہ سے دور کر دینا چاہیے ایسے ہی کپڑے سے صلح کر چکا حکم ہو اور بعد رکعت کپڑا  
کپڑا اعتبار کیا جائیگا جیسے نفقہ میں معتبر ہو۔ اور اگر اپنی عورت سے اسکے کپڑے سے ایک درجہ بدی ہو صلح کی اور اگر  
فول و عرض اور رفعت یعنی کس مرتبہ کا کپڑا ہو بیان نہ کیا تو جائز ہو اور ایسا ہی حکم اپنی قرابت کے ساتھ کپڑے سے صلح  
کر چکا ہو۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے کھانے کپڑے سے حالانکہ وہ تندرست ہائے ہو کھینچو درمون مقرر ہو صلح کی کہ  
ہر مہینہ چھ اس قدر درم دیا کر دینا جائز نہیں ہو اور اسکے ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا یہ مہو ط میں ہو۔ اگر بائیس عورت نے اپنے  
شوہر سے اپنے سکنے سے کھینچو درمون پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر اپنی عورت  
کے نفقہ و کپڑے سے دس برس کیو اسے ایک درم یا فی خدمتکار غلام یا باندی پر ایک مہینہ کے وعدہ سے یا کوئی  
دست مقرر نہ کی صلح کر لی تو جائز ہو یہ مہو ط میں ہو۔

چوتھا باب۔ ودیعت اور ہبہ و اجارہ و مضاربت درہن میں صلح کر شے بیان میں قال مترجم مودع بکامل  
ودیعت دینے والا مودع بفتح اول جسکے پاس ودیعت ہو لیکن مترجم و دیعت رکھنے والے کو بلفظ مودع یا رب المال  
قبضہ کرنا ہو اور جسکے پاس ودیعت رکھی ہو اسکو مستودع کے لفظ سے سابقہ تعبیر کرتا ہو۔ واجب ہبہ کرنا لا ہو ہبہ لم  
جسکو ہبہ کیا ہو۔ مہو ہب وہ چیز جو ہبہ کی گئی۔ مہو اجر اجارہ دینے والا مستاجر اجارہ لینے والا بمضاربت جسکو مضاربت  
پر مال دیا گیا ہو رب المال وہ جسکا اصل مال ہو۔ راہن درہن کرنا مہو الا۔ مرہن درہن اپنے پاس رکھنے والا۔ متغیر  
عاریت دینے والا۔ مستغیر عاریت لینے والا۔ قال فی الکتاب اگر صاحب ودیعت نے کسی چیز پر صلح کی پس اگر  
صاحب مال نے ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور مستودع نے کہا کہ تو نے فقہ کوئی چیز و دیوت نہیں دی مگر کسی شے  
پر اس سے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہو اور اگر صاحب مال نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور مستودع سے واپس کر دینے  
کا مطالبہ کیا پس مستودع نے ودیعت کا اقرار کیا یا خاموش ہوا تو کہہ گا اور صاحب مال اس پر دعویٰ کرے گا کہ اس نے تلف  
کر دیا ہو پھر کسی شے معلوم پر صلح کر لی تو بالاتفاق صلح جائز ہو۔ اور اگر رب المال نے مستودع کے تلف کر دینے کا دعویٰ  
کیا اور مستودع واپس کر دینے یا خود تلف ہو جانے کا دعویٰ کرنا ہو پھر کسی شے معلوم پر صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے  
قول پر مشاع کا اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی صلح جائز نہیں ہو اور یہی امام ابو یوسف  
رحمہ اللہ کا پہلا قول ہو اور اسی پر فتویٰ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اور واضح ہو کہ عامہ مشاع کے نزدیک خواہ پہلے  
مستودع کے کہ میں نے واپس کر دی یا تلف ہو گئی پھر صاحب مال دعویٰ کرے کہ تو نے تلف کر دی ہو یا پہلے صاحب  
مال دعویٰ کرے کہ تو نے تلف کر دی پھر مستودع کے کہ میں نے واپس کر دی یا تلف ہو گئی ہو ان دونوں میں کچھ  
فرق نہیں ہو کذا فی فیض اور بالا جماع اگر مستودع کے واپس کر دینے یا تلف ہو جانے پر قسم کھائے تو صلح کی  
تو جائز نہیں ہو صرف اختلاف اس صورت میں ہو کہ مستودع کی قسم سے پہلے صلح کی ہو۔ اور اگر مستودع نے واپس کر دینے یا  
تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا اور صاحب مال نہ اسکی تصدیق کرے اور نہ گلاب کرنا ہو خوش ہو تو کرخی مہ نے ذکر کیا  
کہ یہ صلح جائز ہوگی موافق اول قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اور جائز ہو بقول امام محمد رحمہ اللہ کے۔ اور اگر صاحب مال نے تلف ہو جانے  
کا دعویٰ کیا اور مستودع نے نہ اسکی تصدیق کی اور نہ گلاب کی پھر اس سے کسی چیز پر صلح کی تو مذکور ہو کہ ایسی صلح  
بالاتفاق جائز ہو پھر اگر اسے بعد اختلاف کیا اور مستودع نے کہا کہ میں نے تلف کر دیا ہو پھر صلح ہو گئی یا

بابت ودیعت و ہبہ  
جسکو مضاربت  
پر مال دیا گیا ہو



مین نے تجھے واپس کر دی ہو تو اہم اعظم محمد شہر کے نزدیک صلح صحیح ہوئی پس اگر صاحب مال نے کہا کہ قبضہ ایسا نہیں کیا تھا تو صاحب مال کا قول قبول ہوگا اور صلح باطل نہ ہوگی یہ نفاذی قاضی خان میث در اور اگر مستحق نے عاریت سے اہلکار سے صلح صحیح کی تو صلح صحیح ہوگا اگر عاریت کا ذکر کیا اور واپس دینے یا تلف ہو جائیگا دعوی نہ کیا اور مالک تلف کر دینے کا دعوی کرتا ہو تو یہ صلح صحیح ہو اور اگر خود ہلاک و تلف ہو جائیگا دعوی کیا اور مالک تلف کر دینے کا دعوی کرتا ہو تو مسئلہ کا اختلاف مذکورہ جاری ہو اور یہی حکم مضاربیت میں ہو۔ اور ہر ایسے مال میں ہو جو دراصل مانت ہو کذا فی المیط۔ اور اگر ودیعت عین قائم ہو اور وہ دوسو درم میں پھر سو درم پر اسے بعد اقرار یا انکار کے صلح ٹھہرائی تو جائیداد عین ہو جبکہ ودیعت کے گواہ قائم ہوں اور اگر گواہ نہ ہوں اور مستودع منکر ہو تو صلح جائز ہو یہ طبیعت میں ہو۔ اور مستودع کو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ زیادتی جائز نہیں یہ یعنی سود میں جو اس کے پاس باقی ودیعت میں رہے وہ اسکو حلال نہیں ہیں کذا فی المیط بشرط۔ اور اگر عرض پر صلح کی تو مطلقاً جائز ہو اور اگر دس دیناروں پر صلح کی پس اگر مستودع کے منکر ہو فکی صورت میں صلح کی تو صلح صحیح ہو بشرطیکہ افتراق دیناروں کے قبضہ کے بعد واقع ہو خواہ در اہم مجلس میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ اور اگر مستودع ودیعت کا اقرار کرتا ہو پس اگر ودیعت مجلس صلح میں موجود ہو جائز ہو اگر مستودع اسی مجلس میں از سر نو اس پر قبضہ کرے اور رب المال دیناروں پر قبضہ کرے اور اگر مستودع نے اس پر از سر نو قبضہ نہ کیا تو صلح باطل ہو اور اگر مجلس ودیعت صلح میں موجود نہ ہو تو بھی صلح باطل ہے یہ خلاصہ میں ہو۔ اگر ایک عورت نے کسی شخص زید کو ودیعت دی کہ وہ اس کے پاس دوسو درم سے شخص کی تھی پھر زید سے لیکر عمر کو ودیعت دی پھر اس سے بھی لے لی اور اس میں سے کوئی متاع گم کر دی اور کہنے لگی کہ تم دونوں میں جاتی رہی میں نہیں جانتی ہوں کہ کسے ضائع کر دی ہو اور ان دونوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم تیری سہیلی میں کیا چیز تھی اسے لے کر دی ہم نے ویسی ہی رہنے دی پھر تنگ دیدی پھر اس صورت میں ان دونوں سے کیس قدر مال پر صلح کی تو وہ صورت صاحب متاع کی واسطے ضامن ہوگی اور اسے جو صلح لید و عمر سے کی ہو یہ جائز ہو۔ پھر واضح ہو کہ قیمت متاع پر عورت کا صلح کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو صاحب متاع کو ڈانڈ دینے کے بعد اسے صلح کی اور اس صورت میں خواہ قیمت متاع کے مثل پہا کم پر جس بدل پر صلح کرے جائز ہو۔ اور اگر مالک کو متاع کی قیمت ڈانڈ دینے سے پہلے اسے صلح کی پس اگر اس قدر قیمت پر صلح کی جو مثل قیمت متاع کے یا اس قدر کم ہو کہ لوگ اس قدر کمی برداشت کر لیا کرتے ہیں تو صلح جائز ہو اور زید و عمرو ضمان سے بری ہو جاوے شلحے کہ اگر صاحب متاع نے اس کے بعد اپنی متاع کے گواہ قائم کیے تو اسکو زید و عمرو پر ضمان کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ اور اگر عورت نے اس قدر صلح کی جو قیمت متاع سے اس قدر کم ہو کہ امتا خسارہ لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں تو صلح جائز نہیں ہو اور مالک کو اختیار ہو چاہے عورت سے قیمت متاع کی ضمان سے یا زید و عمرو سے یا سو سے بشرطیکہ متاع کے گواہ موجود ہوں اور پیش ہوں پس اگر اسے زید و عمرو سے ضمان لی تو دونوں عورت سے جو اسکو دیا ہو واپس کر لیگی اور اگر عورت سے ضمان لی تو یہ صلح اس عورت کے حق میں نافذ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر ایک مال عین پر جو زید کے قبضہ میں ہو دعوی کیا اسے کہا کہ یہ خالکی ودیعت ہو یا خالد نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہو پھر دعوی سے بعد گواہ قائم کر چکے یا اس سے پہلے صلح کر لی تو صلح صحیح ہو اور یہ مال پھر نہیں لے سکتا ہو یہ فیصلہ عادیہ میں ہو۔ اور اگر مستحیر کی حوالی میں ٹوٹا ہو اور ٹوٹا اسے اجارہ سے انکار کیا کہ میں نے عاریت نہیں دیا تھا اور مستحیر سے

صلح  
درودیت  
کتاب الصلح  
باب چہم  
درودیت

کیس قدر مال پر صلح کرنی تو جائز ہو اگر اس کے بعد مستعیر نے عاریت کے گواہ پیش کیے اور کہا کہ وہ ٹھو خود مر گیا تو صلح باطل ہوگی اور اگر مالک نے قسم طلب کی تو اختیار ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک ٹھو کیس وقت تک کیوں سے مستعیر لیا اور وہ ٹھک کر مر گیا اور مستعیر نے کہا کہ میرے بیٹے مر گیا ہو اور مالک ٹھو کا اس سے ٹھکر اور کذب ہو اور وہ عاریت کا مقر ہو نہیں مستعیر سے اس کے دام نیکر اس سے صلح کرنی تو جائز نہیں ہو اس طرح اگر مستعیر نے کہا کہ میں نے تجھے دیدیا تھا تو بھی یہی حکم ہو یہ خزانہ المفقین میں ہو۔ اگر مضارب نے مضارب سے اس کا کیا پھر اس کا اقرار کیا یا اقرار کیا پھر انکار کیا پھر کیس قدر مال پر صلح کرنی تو جائز ہو۔ اگر مضارب کا کسی شخص پر قرضہ ہو کہ اس کو مضارب بت میں سے ادھار دیا ہو پھر اس سے اس طور پر صلح کی کہ میں اس میں تاخیر دوں گا تو جائز ہو اور اگر اس کے ذمہ سے بعض قرضہ کم کر دیا ہو یا جائز ہو اور مستعیر کم کر دیا ہو اس قدر مال مال کو خود ڈانڈ دیا۔ اور اگر کسی سبب سے عیب کے عیب کے عیب سے کیس قدر درمومن پر صلح کرنی ہو تو یہ کمی رب مال پر بھی جائز ہوگی اور اگر اس طور سے صلح کی کہ کوئی غیل سے اس شرط پر کہ اصل بری ہو یا اس فیصل پر حوالہ قبول کرے تو یہ جائز ہو کذا فی المبدوط۔ قلت یہ کفالت اصل میں حوالہ ہوا کہ بنام کفالت ہو کیونکہ کفالت بشرط ہر اداء الاصل حوالہ ہوتی ہو۔ اگر تریڈ نے عمر و بر دعوی کیا کہ اس نے مجھے یہ غلام ہیہ کیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا ہوا اور غلام غرو کے ہا تو میں موجود ہوں وہ اس سے انکار کرتا ہو بعد و نون نے اس شرط سے صلح کرنی کہ آدھا غلام معا علیہ کا ہو تو جائز ہو پھر اس کے بعد اگر مدعی نے ہیہ کے گواہ قائم کیے کہ اس نے ہیہ کر دیا تھا اور میں نے قبضہ کر لیا تھا تو مقبول نہونے متی کہ معا علیہ سے وہ نصیب جو اس کے قبضہ میں رہا ہو نہیں لے سکتا ہو۔ اور باوجود اس کے کسی نے دوسرے پر کچھ درم شرط کیے تو بھی جائز ہو اور اگر یوں صلح کی کہ تمام غلام ایک کوٹے اور غلام والے کچھ درم دوسرے کو دے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر یہ ہو کہ ہیہ کا دعوی کیا اور اقرار کیا کہ میں نے غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا اور وہ اب نے انکار کیا پھر دو نون نے اس شرط سے صلح کی کہ غلام دو نون میں برابر تقسیم ہو تو صلح باطل ہوا۔ اگر باوجود اس کے کسی پر درم شرط کیے پس اگر وہ اب پر شرط کیے تو جائز نہیں ہو اور اگر وہ اب پر شرط کیے تو جائز ہو یا ہو اگر یوں صلح کی کہ غلام پورا ایک کوٹے اور وہ دوسرے کو اس قدر درم دے پس اگر دو نون نے وہ اب پر درم دینے شرط لگائے تو نہیں جائز ہو اور اگر وہ اب کو غلام دینا اور وہ اب کو درم دینا شرط کیا تو جائز ہو یہ محیط میں ہے۔ عورت نے کچھ زمین اپنے دو بھائیوں کو ہیہ کوئی ایک بھائی حقیقی یعنی مان و باپ کی طرف سے ہو دوسرا علاقائی یعنی باپ کی طرف سے ہو پھر وہ عورت مر گئی اور حقیقی بھائی اس کا وارث ہوا اور کہا کہ یہ ہیہ نا جائز تھا اور دوسرے نے عورت کے قول بعض فقہاء کے انہی جواز کا دعوی کیا پھر باہم دو نون نے صلح کر لی پھر حقیقی بھائی مر گیا پھر اس کے وارثوں نے اسے قاضی کے پاس اس صلح کو باطل کرنا چاہا جو اصل ہیہ کو نا جائز جانتا ہو تو وہ اس کو موافق اس کے قول کے جو اس صلح کو باطل کہتا ہو باطل کر کے میراث قرار دیا اور اس کے قول کے موافق جو اس ہیہ کو جائز کہتا ہو صلح باطل کر کے اس کو دو برابر نصف نصف ہیہ قرار دیا اور اگر عورت نے تمام زمین قطع علاقائی بھائی کو ہیہ کوئی حقیقی لیکن اس نے بین کی زندگی میں اس پر قبضہ نہیں کیا تھا پھر عورت کے مرنے کے بعد اس کے حقیقی بھائی نے خاصیت کی کہ وہ تیسرے حق بین جائز نہیں ہو کیونکہ وہ اس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور علاقائی کے گواہ تو یہ ہیں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا لیکن اس کے بعد حکم قاضی کے نہ دیا پھر دو نون نے باہمی صلح کرنی تو صلح باطل ہو خواہ نصف نصف پر یا کم یا زیادہ پر صلح کی ہو یہ مبدوط میں ہے اگر تریڈ سے دوسرے

صلح کیسے ہوگی  
بیت میں صلح باجیاہم  
بیت میں صلح باجیاہم

کیا کہ عمر و نے یہ دار آوہا غیر منقسم کیے ہیں کیا اور میں نے اس سے لیکر قبضہ نہیں کیا اور عمر و نے انکار کیا پھر دونوں نے  
 اس طرح سے صلح کر لی کہ عمر و چوتھا دار ہزار درم میں دیدے تو جائز ہو یہ حاوی میں ہو۔ اگر زید نے اپنے  
 مقبوضہ دار کی نسبت دعویٰ کیا کہ مجھے عمر و نے یہ صدقہ دیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہو اور عمر و نے کہا کہ نہیں بلکہ  
 میں نے تجھے ہیہ کیا تھا اور میں اس ہیہ کو پھر نا چاہتا ہوں پھر دونوں نے سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ عمر و یہ  
 دار زید کی صدقہ میں سپرد کر دے تو جائز ہو اور اس کے بعد پھر عمر و کو پھر بے کا اختیار نہ رہیگا۔ اس طرح اگر دونوں نے  
 صلح قرار دی کہ ہر سو درم کو ۲۰ دھانے بشتر طیکہ فالقین سو درم و اہب کو دے تو صلح جائز ہو اور پھر  
 ہونا صلح کو باطل نہیں کرتا ہو یہ بیسویں ہزار تھن کی شخص کو کچھ بیسویں مین پر مہر دور مقرر کیا پھر اس سے درمیں پر صلح  
 کر لی تو جائز نہیں ہو۔ یہ محیط شری میں ہو۔ دوسرے سے ایک دار کر لیا اور مدت میں دونوں نے اختلاف کیا  
 پس ہوا جرنے کہا کہ میں ۵۰۰ مہینہ کیو اسے دس درم پر کر لیا دیا ہو اور مستاجر نے کہا بلکہ مجھے نے دس درم پر تین  
 مہینے کے واسطے کر لیا دیا ہو پھر دونوں نے باہم اس امر پر صلح کی کہ دھائی مہینہ دس درم پر رہے تو جائز ہو اور اگر یوں  
 صلح کی کہ تین مہینہ تک رہے پھر ایک درم اور زیادہ کرے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر تین مہینہ تک رہے کیو اسے  
 اس شرط پر صلح کی کہ ایک غیر مین یا غیر مین موقوف فی الذمہ زیادہ کرے تو بھی جائز ہو اور اگر یوں صلح کی کہ دو یا  
 مہینے تک مستاجر رہے مگر ہوا جرنے دوسرے دار میں سے ایک بیت اور بھی ان دو مہینہ تک سکودیدے تو بھی جائز ہو  
 اور اس جنس کے مسائل میں اسلئے کہ لڑائی کو ٹھیکنا چاہئے اگر زیادتی قبول ہو تو جائز نہیں ہو خواہ اسی جنس سے ہو  
 کر یا پر دی ہو یا اس کے خلاف جنس ہو اور اگر مستاجر کی طرف سے ہو پس اگر اسی جنس سے ہو جسکو کہ لڑائی ہو تو جائز نہیں ہو  
 اور اس جنس کے خلاف جنس ہو تو جائز ہو اور اگر تین مہینہ تک دس درم پر رہے کیو اسے اس شرط سے  
 صلح کی کہ مستاجر رب لدا کر ایک زمین مہینہ دیوے تو استسنا جائز ہو یہ تا مار غانیہ میں ہو۔ اور اگر مستاجر  
 یا ہم اس شرط پر صلح کی کہ مستاجر اسکو اسکا کفیل دیوے اور کفیل سپر راضی ہو تو جائز ہو اور اگر کفیل غائب ہو تو صلح  
 مردود ہو اور اگر شرط کی کہ سکونت دار کے ساتھ لڑائی نہ ہو تو سکونت دار کی سوار کی کیو اسے دے تو بھی جائز  
 ہو اس طرح اگر اپنے کسی خاص غلام کی ایک مہینہ کی خدمت زیادہ کر دے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر مستاجر نے اسکو کسی  
 دار موقوف کی ایک مہینہ کی سکونت زیادہ کر دی تو جائز نہیں ہو یہ بیسویں مین ہو۔ اگر لیک ٹو کسی مقام معلوم تک کچھ اجرت  
 مستاجر کے کر لیا پھر ٹو اسے زیادہ اجرت کا اور مستاجر نے زیادہ دوری تک کا دعویٰ کیا پھر باہم صلح کی کہ مقام وہی ہو جو ٹو  
 واسطے مین کیا اور کر لیا وہی جو مستاجر نے اقرار کیا تو یہ صلح جائز ہو۔ اور اگر مستاجر نے اصل جائز سے انکار کیا اور ٹو واسطے  
 اسکا دعویٰ کیا پھر باہم صلح کی کہ مستاجر اس ٹو پر غلام مقام تک ایک درم پر جاوے تو جائز ہو اور اگر مستاجر نے دعویٰ کیا  
 کہ میں نے یہ ٹو مع اکاف کے بعد اد تک پانچ درم پر کر لیا تھا کہ اس پر پانچ اسباب لادو چکا اور ٹو واسطے اس سے انکار کیا  
 پھر باہم صلح کر لی کہ میں خود اس پر تین سواری سے بعد اد تک جاؤ چکا تو جائز ہو یہ تا مار غانیہ میں ہو۔ اگر زید نے عمر و کے حصہ  
 غلام پر دعویٰ کیا کہ میں نے بسبب عمر و کے سو درم کے جو پھر قرضہ یہ غلام عمر و کے پاس رہیں کو یہ ہو اور عمر و نے کہا  
 کہ یہ غلام ہو اور سو درم میرے پھر قرضہ ہیں پھر دونوں نے باہم صلح کی کہ عمر و ان سو درم سے جتنا دے پھر دعویٰ کیا  
 ہو تو یہ کہ میری گزیرے اور پچاس درم اور دیر سے اور نہ اس غلام میں جتنا کرتا چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہو اور اگر

وہ جنس سے  
 کی جنس سے  
 کی جنس سے

اس صلح کے بعد عمر و نے اقرار کیا کہ غلام میرے پاس رہن تھا تو صلح نہ ہو سکی۔ اور اگر غلام مرتن کے پاس ہو اسے  
کما کہ تو نے میرے پاس بعوض سودرم کے کہ جو میرے بچہ لائے ہیں اس غلام کو رہن کیا ہو اور راہن نے کہا کہ تیرے  
بچہ سودرم میں نہ تھے یہ غلام تیرے پاس رہن نہیں کیا ہو پھر دونوں نے باہم صلح کر لی کہ مرتن اسکو پچاس درم  
قرض اور دس روپے اور غلام ایک سو پچاس روپے کے پاس رہن رہے تو صلح جائز ہو اور غلام ایک سو پچاس روپے رہن رہا  
اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ مرتن راہن کو پچاس درم ہیہ کر دے اور راہن غلام کو بعوض سودرم کے اس کے پاس  
رہن رہے تو صلح فاسد ہو اور اگر مرتن نے ہیہ دیا ہو تو اسکو واپس لینے کا اختیار ہو اور راہن کو اپنے  
رہن واپس کر لینے کا اختیار ہو۔ اور اگر دونوں نے یوں صلح ٹھہرائی کہ مرتن پچاس درم سے راہن کو بری  
کر دے اور باقی پچاس کے عوض غلام رہن رہے تو جائز ہو۔ اگر مرتن نے کسی چیز کی نسبت جو راہن کے  
قبضہ میں ہو دعویٰ کیا کہ اس راہن نے یہ چیز میرے پاس بعوض دس درم کے جوین نے اسکو قرض دیے تھے  
رہن کیا نہیں ہے اس راہن پر قبضہ نہیں کیا اور راہن نے کہا کہ تیرے دس درم بچہ ہیں لیکن میں نے یہ چیز اٹھ  
رہن میں ہیں میں دیا ہو دونوں نے اس صلح کی کہ مرتن ایک درم قرض کم کر دے تاکہ راہن اس کے پاس یہ چیز راہن  
کر دے تو یہ جائز ہو اس طرح اگر یوں صلح کی کہ مرتن اسکو ایک درم اور قرض دے تاکہ راہن اس کے پاس یہ چیز راہن  
کر دے تو بھی جائز ہو۔ اور ایسے ہی اگر یوں باہم صلح کی کہ یہ چیز اس شرط سے راہن دیا جاوے کہ مرتن ایک درم قرض  
کم کر دے اور ایک درم اور قرض دے یعنی ایک درم اصل سے معاف کیا اور ایک درم بھر قرض دیا تو یہ صلح بھی جائز ہو  
اگر اسکو کچھ راہن نہ دیا اور اسکو اپنے پاس ہی رکھنا مصلحت معلوم ہو تو اسکو اختیار ہو لیکن اصل  
قرض میں ایک درم کی کمی ثابت نہ ہوگی یہ محض میں ہو۔ اور اگر کوئی متاع بعوض سودرم کے رہن کی اور رہن کی  
قیمت دو سودرم ہیں پھر مرتن نے کہا کہ رہن تلف ہو گیا اور راہن نے کہا کہ نہیں تلف ہوا ہو پھر دونوں نے  
اس شرط پر صلح کی کہ مرتن اسکو پچاس درم دیدے اور باقی سے اسکو بری کرے تو ان ایسے وقت رحمہ اللہ صلح  
کے نزدیک یہ باطل ہو اور ایسے ہی اگر مرتن نے راہن کو واپس دینے کا دعویٰ کیا اور راہن نے  
انکار کیا تو بھی صلح کا یہ حکم ہو اور اگر راہن نے اس پر تلف کر ڈالنے کا دعویٰ کیا اور مرتن نے اسکا اقرار  
نہ کیا اور نہ انکار کیا پھر کسی چیز پر صلح قرار دی تو بالافتاق جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر رہن کی قیمت  
دو سودرم ہوں اور قرضہ سودرم ہوں پس راہن نے کہا کہ تو نے میری متاع فروخت کر ڈالی اسے نہ اقرار کیا اور  
نہ انکار کیا پھر دونوں نے باہم صلح کر لی تو جائز ہو۔ اور اگر مرتن نے اقرار کیا کہ میں نے وہ متاع سودرم کو راہن کی  
وکالت سے فروخت کر دی ہو یعنی راہن نے مجھے وکیل بھیج کیا تھا اور راہن نے کہا کہ میں نے تجھکو بھیج کیا ہے تو یہ  
نہیں کیا تھا پھر دونوں نے باہم صلح کی کہ مرتن راہن کو سودرم قرضہ سے بری کر کے پچاس درم زیادہ کر دے تو جائز ہو  
پھر اگر وہ متاع مرتن کے پاس ظاہر ہوئی تو صلح ویسی ہی باقی رہے گی۔ اور اگر مرتن نے متاع فروخت کر دی  
پھر راہن مر گیا اس کے وارثوں نے اس پر صلح کی کہ مرتن قرضہ سے بری کر کے پچاس درم وارثوں کو زیادہ کر دے تو بھی  
جائز ہو۔ پھر اگر وہ مطلقاً بخش دیا اور اسے کہا کہ یہ رہن تو میرا ہے اور اس سے بھی مرتن نے دس درم پر صلح کی تو  
بھی جائز ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر راہن مر گیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ رہن میرا ہے میں نے راہن کو



عاریت دیا تھا کہ وہ رہن کر دے پھر دونوں نے باہم اس شرط پر صلح کی کہ مرثیہ ایسا اقرار کر دے تو مرثیہ کے قول کی دلائل ان راہن پر قصد بیع نہ کیجاوگی کذا فی المیض

**باب بائع و ان - غصب اور سرقت اور اگر وہ تہدید سے صلح کر لینے کے بیان میں -** اگر کسی شخص پر غصب کا دعویٰ کیا پھر مال پر اس سے صلح کرنی تو صلح جائز ہو یہ مبسوط میں ہو - ایک کہ غصب کیا جسکی قیمت سود دم فی ہر سکو تلف کر دیا پھر اس سے سود دم سے زیادہ صلح کرنی تو جائز ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر اسکی قیمت سے اسقدر زیادتی ہو کہ جسقدر لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں تو باطل ہوگی اور صحیح امام اعظم رحمہ کا مذہب یہ ہے خزانۃ الفقہ میں ہو اگر غصب یعنی غصب کی ہوئی چیز کوئی غلام ہو اور وہ بھاگ گیا یا غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا پس اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ اسکی قیمت سے اگر اسقدر زیادتی خسارہ ہو کہ لوگ سکو برداشت نہیں کرتے ہیں تو زیادتی باطل ہوگی - اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اختلاف اس صورت میں ہو کہ جب غلام بھاگ گیا ہو - اور اگر ہلاک کیا ہو اور اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو با لاقاف جائز نہیں ہو اور اصح یہ ہو کہ دونوں صورتوں میں اختلاف ہو کہ اگر الامام فی الدین فی شرح جامع الصغیر - اور اسی اختلاف پر اس صورت میں کہ ایک غلام غصب کیا اور وہ اسکی قبضہ میں ہو گیا پھر سیدہ مال پر صلح کی پھر غاصب نے گواہ قائم کیے کہ جسقدر پر صلح کی ہو اس سے اسکی قیمت کم ہوتی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک گواہ قبول نہ ہونگے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونگے اور زیادتی غاصب کو واپس دلائی جاوے گی یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہو - اور اجماع ہو کہ اگر کسی عرض پر صلح قرار پائی تو جائز ہو خواہ اس پر صلح کی قیمت غلام کی قیمت سے زیادہ ہو یا کم ہو - اور اسکی بیع ہو کہ اگر قاضی نے غاصب پر قیمت کی وگرنہ کی پھر قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہو یہ خلاصہ میں ہو - امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر غلام غصب کیا گیا پھر اسکے مالک سے کسود دردمون مسمیٰ پر فی الحال یا میعاد میں اودھار دینے پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر اسی بھاگے ہوئے غلام سے کھلی یا وزنی چیز پر خواہ بعیۃ ہو یا غیر معین ہو صلح کی تو لیکن بدل پر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اگر غیر معین ہو اور اسی مجلس میں قبضہ نہ کیا تو جائز نہیں ہو چنانچہ حقیقت میں ہلاک ہو جائے کی صورت میں بھی جائز نہیں ہو اور اگر غلام بعیۃ قائم ہو اور غاصب نے ان چیزوں پر چہنئے ذکر کی ہیں کسی چیز یا غیر معین پر فی الحال دینے یا میعاد میں اودھار دینے پر صلح کی تو جائز ہو اور مثل بیع کے قرار دیا ہوگی - اور اگر غاصب نے اور غصب نہ نے باہم اختلاف کیا ایک نے کہا کہ بھاگ گیا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بھاگا ہو تو غاصب کا قول قبول ہو گا اگر اس نے کہا کہ میرے پاس ہو تو تمام ان چیز و غیرہ ہم نے بیان کی ہیں صلح جائز ہو خواہ فی الحال دینا شرط ہو یا میعاد میں اودھار ہو - اور اگر کہا کہ بھاگ گیا ہو تو درمون پر صلح فی الحال یا میعاد میں اودھار ہو جائز ہو اور کھلی یا وزنی چیز پر فی الحال دینے پر صلح جائز ہو اور اودھار میعاد میں ہو یہ محیط میں ہو - اگر زمین سے ایک کپڑا عمر کا غصب کر لیا اور زمین کے پاس خالہ سے اسکو تلف کر دیا پس مالک نے زمین سے اسکی قیمت سے کم پر صلح کرنی تو جائز ہو اور زمین خالہ سے اسکی قیمت سے لیکھا اور اسکی زیادتی صدقہ کر دیا اور اگر اسنے خالہ ہی سے اسکی قیمت سے کم پر صلح کرنی تو جائز ہو اور زمین کی بدلت ہو جائے گی اور خالہ کچھ صدقہ نہ کرے گا اور اگر خالہ خالہ پر بھرا تھا وہ ڈوب گیا تو مالک

اسکے خلاف ایک چیز میں ہو  
چنانچہ غاصب کی قیمت  
میں اسکی قیمت کی قیمت

پھر زید سے کچھ نہیں لے سکتا ہو یہ حاوی میں ہو۔ اور اگر ایک گھوٹون غصب کیے ہو اس سے کیس قدر دھرمون پر مقرر ہوگا  
 فی الحال اد اگنیے یا میعادى اُدھار پر صلح کی اور کرعبیہ قائم ہو تو صلح جائز ہو۔ اسی طرح اگر کیس قدر سونے پر مقرر ہوگا  
 فی الحال دیکھئے پریا میعادى اُدھار پر صلح کی تو یہی جائز ہو اور یہی حکم تمام دنی چیزوں پر صلح کا ہو۔ اور اگر کسی کیلے چیز پر  
 میعادى اُدھار دینے کی شرط پر صلح کی تو جائز نہیں ہو خواہ گھوٹون پر صلح کی ہو یا کسی اور چیز پر۔ اور اگر وہ کرلف کر دیا ہو  
 پھر کیس قدر دھرمون یا دنیاروں پر صلح ٹھہرائی پس اگر اُدھار ہوں تو نہیں جائز ہو اور اگر نقد ہوں اور قبضہ کر لیا تو  
 صلح جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر کسی کیلے یا وزنی چیز پر صلح کی پس اگر نقد فی الحال  
 ہو اور قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اگر اُدھار میعادى ہو پس اگر مصالح علیہ سوائے گھوٹون کے تو کی چیز ہو تو جائز نہیں ہو اور  
 اگر گھوٹون ہوں تو جائز ہو اور اگر قبضہ کر لیا تو صلح باطل ہو خواہ غصب کر لیا ہو یا کرعبیہ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو کیونکہ  
 یہ دہر یعنی سود جو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک کر گھوٹون و ایک کر جو غصب کر کے تلف کیے اور پھر اس سے ایک کر جو پر  
 میعادى اُدھار کر کے اس شرط سے صلح کی کر گھوٹون سے اسے بری کر دے تو جائز ہو اسی طرح اگر کوئی دو دنوں میں  
 سے موجود ہو اور اس سے اس شرط سے صلح کی کر جو تلف ہو گئی ہو اس سے بری کر دے تو جائز ہو یہ مسودہ میں ہو  
 منتفی میں ہو کہ ایک شخص نے عرض دیکھوں پر جو غصب کیے اور مغضوب منہ سے اس سے ہزار درہم پر ایک مال  
 کے دھارہ پر صلح کی تو گھوٹون و جو کا حصہ صلح اگر دو دنوں تلف ہو گئے ہوں تو باطل ہو اور نہ اس میں سے عرض کے حصہ  
 کی صلح جائز ہو اور اگر غاصب نے کہا تھا کہ گھوٹون تلف نہیں کیے ہیں اور مغضوب منہ سے کہا کہ تلف کر دیے ہیں تو  
 غاصب کا قول بول ہو گا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر سود درہم اور دس دینار غصب کر لے اور دو دنوں تلف کر دیے پھر اسے  
 ایک کر گھوٹون میں پر صلح کی پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا یا اس میں کچھ عیب پا کر واپس کیا تو درہم و دینار و گھوٹون و اس  
 لیگا۔ اور اگر بچاس درہم فی الحال نقد یا میعادى اُدھار پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر بعد قبضہ سے اس میں استحقاق  
 ثابت ہوا یا زینت یا ستون پائے اور واپس کر دیا تو صلح نہ ٹھیک اس کے مثل دوسرے سے لے لے۔ اور اگر بچاس درہم  
 کے وزن سے چاندی پر صلح کی تو یہی حکم ہو۔ اسی طرح اگر سو شقال چاندی اور دس دینار غصب کیے پھر بچاس  
 درہم فی الحال یا میعادى اُدھار پر صلح کی تو یہی جائز ہو۔ بشرطیکہ یہ درہم کمرے بن میں چاندی کے برابر ہوں  
 اور اگر اس سے اچھے ہونے تو صلح جائز ہوگی یہ ہر دو میں ہو۔ اگر ایک کر گھوٹون غصب کر لے پھر نصف کر گھوٹون پر صلح  
 کی پس اگر وہ کر جو غصب کر لیا ہو غاصب ہو اور اسی کے آدھے کر پر صلح کی تو نہیں جائز ہو خواہ غاصب غصب کا اقرار کرے یا نہ  
 یا انکار کرے ہو اور اگر دوسرے کر کے نصف پر صلح کی تو جائز ہو خواہ غاصب مقرر ہو یا منکر ہو و لیکن اسکو جقدر زیادتی  
 رہی دیا تہ اندک کے نزدیک حلال نہیں ہو جبکہ وہ کر اس کے پاس درحقیقت قائم ہو اور چاہے کہ مغضوب منہ کو  
 واپس کر دے۔ اور اگر وہ کر مغضوب حاضر ہو پس اگر غاصب غصب سے انکار کرے ہو اور اسے اسی کر کے نصف پر  
 یا دوسرے نصف کر پر صلح کی تو قضاء جائز ہو لیکن دیانت کی راہ سے اندک کے نزدیک اسکو اُدھار کا باقی مغضوب منہ کو واپس دینا واجب ہو  
 اور اگر غاصب غصب کا اقرار کرے یا نہ کرے کہ غصب کر دیا ہو تو صلح جائز نہیں ہو یا دوسرے کر کے نصف پر بھی نہیں جائز ہو اور یہ  
 استحسان ہو۔ اور اگر کسی کیلے پر صلح کی اور اسکو دیا تو صلح جائز ہو خواہ کر مغضوب موجود ہو یا غائب ہو خواہ غاصب مقرر ہو یا منکر ہو اور یہی  
 حکم چھٹے گھوٹون کی صورت میں ذکر کیا ہو تمام چیزوں میں اور تمام ان چیزوں میں جو تقسیم ہو سکتی ہیں جیسے وزنیات اور عدویات

اور اگر کسی کیلے چیز پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر قبضہ کر لیا تو صلح باطل ہو گئی اور اگر کسی کیلے یا وزنی چیز پر صلح کی پس اگر نقد فی الحال ہو اور قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اگر اُدھار میعادى ہو پس اگر مصالح علیہ سوائے گھوٹون کے تو کی چیز ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر گھوٹون ہوں تو جائز ہو اور اگر قبضہ کر لیا تو صلح باطل ہو خواہ غصب کر لیا ہو یا کرعبیہ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو کیونکہ یہ دہر یعنی سود جو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک کر گھوٹون و ایک کر جو غصب کر کے تلف کیے اور پھر اس سے ایک کر جو پر میعادى اُدھار کر کے اس شرط سے صلح کی کر گھوٹون سے اسے بری کر دے تو جائز ہو اسی طرح اگر کوئی دو دنوں میں سے موجود ہو اور اس سے اس شرط سے صلح کی کر جو تلف ہو گئی ہو اس سے بری کر دے تو جائز ہو یہ مسودہ میں ہو منتفی میں ہو کہ ایک شخص نے عرض دیکھوں پر جو غصب کیے اور مغضوب منہ سے اس سے ہزار درہم پر ایک مال کے دھارہ پر صلح کی تو گھوٹون و جو کا حصہ صلح اگر دو دنوں تلف ہو گئے ہوں تو باطل ہو اور نہ اس میں سے عرض کے حصہ کی صلح جائز ہو اور اگر غاصب نے کہا تھا کہ گھوٹون تلف نہیں کیے ہیں اور مغضوب منہ سے کہا کہ تلف کر دیے ہیں تو غاصب کا قول بول ہو گا یہ محیط میں ہو۔ اور اگر سود درہم اور دس دینار غصب کر لے اور دو دنوں تلف کر دیے پھر اسے ایک کر گھوٹون میں پر صلح کی پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا یا اس میں کچھ عیب پا کر واپس کیا تو درہم و دینار و گھوٹون و اس لیگا۔ اور اگر بچاس درہم فی الحال نقد یا میعادى اُدھار پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر بعد قبضہ سے اس میں استحقاق ثابت ہوا یا زینت یا ستون پائے اور واپس کر دیا تو صلح نہ ٹھیک اس کے مثل دوسرے سے لے لے۔ اور اگر بچاس درہم کے وزن سے چاندی پر صلح کی تو یہی حکم ہو۔ اسی طرح اگر سو شقال چاندی اور دس دینار غصب کیے پھر بچاس درہم فی الحال یا میعادى اُدھار پر صلح کی تو یہی جائز ہو۔ بشرطیکہ یہ درہم کمرے بن میں چاندی کے برابر ہوں اور اگر اس سے اچھے ہونے تو صلح جائز ہوگی یہ ہر دو میں ہو۔ اگر ایک کر گھوٹون غصب کر لے پھر نصف کر گھوٹون پر صلح کی پس اگر وہ کر جو غصب کر لیا ہو غاصب ہو اور اسی کے آدھے کر پر صلح کی تو نہیں جائز ہو خواہ غاصب غصب کا اقرار کرے یا نہ یا انکار کرے ہو اور اگر دوسرے کر کے نصف پر صلح کی تو جائز ہو خواہ غاصب مقرر ہو یا منکر ہو و لیکن اسکو جقدر زیادتی رہی دیا تہ اندک کے نزدیک حلال نہیں ہو جبکہ وہ کر اس کے پاس درحقیقت قائم ہو اور چاہے کہ مغضوب منہ کو واپس کر دے۔ اور اگر وہ کر مغضوب حاضر ہو پس اگر غاصب غصب سے انکار کرے ہو اور اسے اسی کر کے نصف پر یا دوسرے نصف کر پر صلح کی تو قضاء جائز ہو لیکن دیانت کی راہ سے اندک کے نزدیک اسکو اُدھار کا باقی مغضوب منہ کو واپس دینا واجب ہو اور اگر غاصب غصب کا اقرار کرے یا نہ کرے کہ غصب کر دیا ہو تو صلح جائز نہیں ہو یا دوسرے کر کے نصف پر بھی نہیں جائز ہو اور یہ استحسان ہو۔ اور اگر کسی کیلے پر صلح کی اور اسکو دیا تو صلح جائز ہو خواہ کر مغضوب موجود ہو یا غائب ہو خواہ غاصب مقرر ہو یا منکر ہو اور یہی حکم چھٹے گھوٹون کی صورت میں ذکر کیا ہو تمام چیزوں میں اور تمام ان چیزوں میں جو تقسیم ہو سکتی ہیں جیسے وزنیات اور عدویات

مستقار بہ میں بھی جاری ہو۔ اور اگر مغتوب ایسی چیز ہو کہ تقسیم نہیں ہو سکتی ہو مثلاً غلام یا کوئی چوپایہ یا باندی ہو پھر مغتوب منہ سے غاصب نے اس کے نصف پر صلح کی پس اگر مغتوب غاصب ہو تو صلح بے شک ناجائز ہو اور اگر موجود حاضر ہو پس اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو بھی صلح ناجائز ہو اور اگر انکار کرتا ہو تو بھی مذکور ہو کہ صلح جائز نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ نیز بے غمرو سے ہزار درم غصب کر لے اور انکو چھپا کر غاصب کر دیا اور مالک نے اس سے یا یہ ہم پر صلح کی اور غاصب نے اسکو انصاف درمون میں سے دیے یا دوسرے درمون سے دیے تو یہ صلح قضاء جائز ہو و لیکن دیانت کی رو سے اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہو غاصب کو چاہیے کہ باقی درم مالک کو واپس کر دے اور اگر غاصب کے پاس درہم مقصوبہ اسطور سے موجود ہیں کہ مالک انکو دیکھتا ہو پس اگر غاصب منکر غصب ہو تو بھی یہ حکم ہو۔ پھر اگر مالک نے اس کے بعد گواہ پائے اور پیش کیے تو اس کے واسطے باقی درمون کی ڈگری ہو جائیگی۔ اور اگر غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو اور درم اس کے ہاتھ میں ظاہر موجود ہوں اور مقصوبہ اس سے لینے کی قدرت رکھتا ہو اور اس سے نصف درمون پر صلح کی اس شرط پر کہ باقی درمون سے اسکو بری کر دے تو قیاساً مثل اول کے ہو یعنی قضاء صلح جائز ہو اور استیسا ناجائز نہیں ہو اس سبب وجہ یہ کہ مقصوبہ کو واپس کر دے یہ فادوی قاضی خان میں ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک غلام یا کپڑا یا اس کے مشابہ کوئی چیز دو شخصوں سے غصب کرنی اور تلف کر دی پھر ایک نے دونوں میں سے غاصب سے اپنے حصہ سے درمون یا دیناروں پر صلح کی اور قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اس مقبوضہ میں دو ملکہ شخص اسکا شریک ہوگا اور بخصال کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے مقبوضہ میں سے اسکو دے یا دوسری دے۔ اور اگر صلح کسی عرض پر واقع ہوئی اور دوسرے شریک نے مصالح سے ضمان لینا اختیار کیا تو صلح کو اختیار ہوگا کہ چاہے نصف مقبوضہ اسکو دے یا چوتھائی مال مقبوضہ کی دے۔ اور اگر عرض قائم ہو پھر دونوں میں سے ایک نے غاصب سے اپنے حصہ سے صلح کی پس اگر عرض غاصب کے ہاتھ میں ظاہر ہو پھر اس طرح کہ مالک اسکو دیکھتا ہو اور غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو سکت کہ مصالح کے ساتھ شریک ہو چکا ہو بال مقبوضہ میں نہیں ہو۔ اور اگر عرض غاصب ہو کہ مالک کو اسکی جگہ معلوم ہوا وہ غاصب کو معلوم ہوا اور باقی مسئلہ چال رہے تو سکت کو صلح کی شرکت کر چکا مقبوضہ مال میں اختیار ہو۔ اور اگر عرض غاصب کے ہاتھ میں بعید قائم ہو اس طرح کہ مالک اسکو دیکھتا ہو و لیکن غاصب غصب سے انکار کرتا ہو تو اصل میں مذکور ہو کہ سکت کو صلح کے ساتھ اس کے مقبوضہ میں شرکت کر چکا اختیار نہیں ہوا اور مثلاً نے فرمایا کہ جو اصل میں مذکور ہو وہ عام محمد رحمہ اللہ قائل کا قول ہو اور ابن ساعہ نے عام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ سکت کو صلح کے مقبوضہ میں اس کے ساتھ شرکت کا اختیار ہو۔ فتح الاسلام نے فرمایا کہ جس صورت میں مقصوب غاصب ہو اور مالک کو اسکی جگہ معلوم ہو مگر غاصب کو معلوم ہو تو بھی حکم ایسا ہی اختلاف ہونا واجب ہو کذا فی محیط۔ ایک شخص نے دوسرے کا باندی کا برتن تلف کر دیا اور قاضی نے اسے اس کی ڈگری کوئی قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو ہمارے نزدیک حکم نصاباً اطلاق ہوگا۔ اس طرح اگر دونوں نے باہم صلح کر لی اور بدو حکم قاضی کے قیمت پر صلح ٹھہری اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی یہ حکم ہر اس طرح اگر چاہی کہ چاہی کہ صلح کر دے پھر اس سے کم پر چاہی کہ حاکم کے صلح کی تو بھی حکم

صلح  
مقبوضہ میں سے  
دوسرے کو دے

شریک ہی حکم ہو یہ خاوسے قاضیان میں ہو۔ اگر چاندی کے پتیر یا درم تلف کر دیے پھر اس کے مثل دس درم برسی نہ  
 کے اور حار پر صلح کی تو جائز ہو یہ خزانہ المقتین میں ہو۔ تو اور بن سماعہ میں امام محمد رحمہ اللہ قاضی سے روایت ہے کہ ایک  
 شخص نے ایک چاندی کا برتن دھلا ہوا غضب کر کے اپنے گھر میں رکھا پھر مالک اس سے ملا اور اس کے برابر چاندی پر  
 ناکسیدہ سونے پر صلح کی پھر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل نہوگی۔ اور بھی تو اور بن سماعہ میں ہے کہ ایک شخص نے  
 ایک طوق سودیہ قیمت کا غضب کیا اور اس کے پاس سے ضائع ہو گیا اور مالک طوق نے اس سے پچاس دینار پہنچا  
 کی تو جائز ہوا اگر غاصب نے اسکو پایا تو طوق کا مالک دے گا اسکا شریک ہوگا۔ اور اگر غاصب کے پاس طوق موجود  
 ہو اور اسے مالک سے اسطور سے صلح کی صطرح ہنہ بیان کیا تو صلح جائز نہوگی۔ اور بھی تو اور بن سماعہ میں امام ابو یوسف  
 سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک چاندی کا نگن غضب کر لیا اور بعد غضب کے اسکی قیمت سے  
 زیادہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہو اور اگر غاصب نے اسکو تلف کر دیا اور معصوب متہ اس امر پر راضی ہو کہ نگن کے برابر  
 چاندی چیر کی سہلے اور اسکی بیوائی سے بری کوئے تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے گھر سے ایک چور پکڑا  
 حالانکہ چور مال چوری کا گھر سے باہر نکال چکا ہو اور زید نے اسکو عمرو کے سپرد کرنا چاہا پس چور نے زید سے کس قدر  
 مال معلوم پر صلح کی کہ وہ نہ پکڑے اور زید نے صلح کر کے اسکو چھوڑ دیا تو صلح باطل ہو زید کو وہ مال سارق کو پھیرنا  
 واجب ہو اور اگر یہ مال عمرو کا ہو تو چور کو دینا واجب نہوگا اور جب اسنے یہ سرور عمرو کو دیدیا تو خصوصت سے بری  
 ہو جائیگا اور اگر ایسی صلح عمرو سے واقع ہوئی حالانکہ پہلے قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہو چکا ہو پس اگر صلح بلفظ  
 عقود واقع ہوئی تو بالاتفاق حتمی نہیں ہو اور اگر بلفظ یہ یا یا راست کے واقع ہوئی تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا  
 ساقط ہو جائیگا۔ اور امام با قاضی نے اگر شراب خوار سے اسطور سے صلح کی کہ مال لیکر اسکو حمو کر دے تو صلح نہیں  
 صحیح ہو اور مال شراب خوار کو واپس کرے خواہ یہ پکڑے جائے سے پہلے ہوتا اس کے بعد خاوسے قاضیان میں ہے  
 ایک موزہ سینے والے کی دوکان سے لوگوں کے موزے چوری گئے اور موزہ دوڑنے چور سے صلح کی پس  
 اگر مال مسروقہ بعینہ قائم ہو تو بدو ن اجازت مالکان موزہ کے صلح کرنا جائز نہیں ہو اور اگر مال مسروقہ تلف کر دیا تو  
 صلح بدو ن مالکان کی اجازت کے جائز ہو مگر شرط ہے کہ صلح درمیان بر واقع ہو اور اس میں قیمت میں سے زیادہ کمی  
 نہ ہو خزانہ المقتین میں ہے ایک شخص چوری میں متهم ہو کر قید کیا گیا پھر اس پر ایک قوم نے دھمکی دیکھا اسنے لوگوں  
 سے صلح کر لی پھر قید سے نکل کر نکلا اور کہا کہ میں نے صرف اپنی جان کے خوف سے ان لوگوں سے صلح کی تھی تو  
 مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی کے قید خانہ میں قید تھا تو صلح جائز ہو اور اگر دانی ولایت کے قید خانہ میں تھا تو صلح صحیح  
 نہیں ہے یہ تلخیص میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ بضاعہ دی اور اس پر راہ میں ڈاکا پڑا اور خود اسکا مال ویر  
 مال بضاعہ سب نے لیا گیا پھر جس کے پاس بضاعہ تھی اسنے چور بہرن سے صلح کی پھر یہ کہا کہ میں نے صرف پچھ  
 مال سے صلح کی تھی اور صاحب بضاعہ کتا ہو کہ تو نے میری بضاعہ سے صلح کی ہو پس اگر قبضہ کر کے وقت دینے والا  
 ہے یہ کہا کہ یہ مال منجملہ اس کے ارجح پھر دا جب تھا تو موافق ان دونوں کے ملکیت کے حصہ رسد تقسیم ہوگا اور اگر  
 اسنے کوئی مال خاص کا دھوئے صلح بیان کیا تو اسی مال کا خاص قرار دیا جائیگا اور دوسرا زمین شریک نہ ہوگا اور اگر  
 ہم چور ہو کر کوئی تفصیل قاضی واقع کئے میان نہوئی بلکہ اگر بہرن چور حاضر ہو تو اسکا قول معتبر ہوگا کہ تو نے کس

کے صلح  
 کے صلح



مال کے عوض صلح میں دیا ہو بشرطیکہ اس صلح کی کوئی تحریر منسلک نہ ہو اور اگر غائب ہو کہ اس سے ملنے کی قدرت نہیں ہو اور بیعت پلنے والا و دینے والا دونوں متفق ہیں کہ چوسنے دینے وقت کچھ بیان نہیں کیا تھا تو کل مال کے عوض قرار دیا جائیگا یہ خزانہ المغنیتین میں ہو۔ مکہ کی صلح جائز نہیں ہو کذا فی السلحیہ۔ اگر کسی دو شخص ہوں اور دعا علیہ ہو سلطان نے ایک کے ساتھ صلح کرنے کیواسے زبردستی کی اسے دد زون کے ساتھ صلح کر لی تو جسکے واسطے زبردستی کی گئی تھی اور وہ مجبور کیا گیا تھا اسکے ساتھ صلح جائز نہیں اور دوسرے کے ساتھ جائز ہو یہ مسطور میں لکھا ہو۔ کہ لوگ ایک شخص کے گھر میں رات یا دن میں اسکے پاس داخل ہوئے اور اسے سیر ہتھیار نکالے اور اسکو دھمکیا یا ہتھک کہ اسے اپنے دعوے سے کسی چیز پر صلح کر لی یا اسکو اقرار دیا یا ابراہیم پر کیا یعنی اگر ہاں اس سے اقرار دیا یا ابراہیم اسے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس پر صلح و اقرار و ابراہیم جائز ہے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک اگر صرف سلطان سے ہوتا ہو اور صاحبین اس کے نزدیک اکراہ ہر ایسے شخص سے ہو سکتا ہو کہ جو اسقدر قدرت و غلبہ رکھتا ہو کہ جس چیز سے وہ ڈرتا ہو اسکو کر دے اور صاحبین ہم ہی کے قول پر فتویٰ ہو۔ اور اگر ان لوگوں نے اسکو ہتھیار نکال کر نہ ڈرایا بلکہ اسکو صرف مارا پس اگر شہر میں دن میں ایسا ہوا تو صلح جائز ہو۔ اور اگر کسی بڑی کھڑی سے جس سے جان جاتی رہے مثلاً تو اس حکم میں وہ بمنزلہ ہتھیار کے ہو اور اگر یہ امر راستہ میں رات یا دن میں یا گاؤں میں واقع ہو کہ وہاں کوئی مدکار فرما دے نہ نہیں ہو بچ سکتا ہو تو اقرار و صلح باطل ہو اگرچہ انھوں نے ہتھیار نہ نکالے ہوں اور نہ ہرے اپنی جود کو دھمکیا تاکہ وہ جسے کسی چیز پر صلح کر لے یا بری کر دے تو وہ بمنزلہ اجنبی کے ہو۔ اور اگر اسکو غلامان سے دھمکیا یا یون دھمکیا کر اسکے اوپر دوسری سے کھج کر نیگا یا کوئی باندی ہم ولد بنا لیا تو یہ کراہتیں ہیں فتاویٰ فیض خان میں لکھا ہے

**باب ششم۔** عمال سے صلح کرنے کے بیان میں۔ عمال جو لوگ ہمیشہ پیشہ و کام کوبتے ہیں۔ اگر کسی شخص سے کندی کرے اسے کو کندی کیواسے کوئی کھڑا دیا اسے کندی میں اسکو بھارت دیا پھر مالک نے اسے کندی والے سے کس قدر معلوم درمیں پر صلح کی خواہ اسطور پر کہ درم کے ساتھ کھڑا بھی مالک سے یا کھڑا کندی والا لے لے تو صلح جائز ہو خواہ درم فی الحال بھڑے ہوں یا میعاد یا امداد ہوں۔ اسبطح اگر اس سے ویناروں پر صلح کی تو بھی جائز ہو خواہ کھڑا مالک کو دینے یا کندی والے کو دینے کی شرط کی ہو اور اگر کسی کیسی لا وڈنی پر جو ذمہ بقر کی ہو صلح کی اور شرط یہ کہ کھڑا کندی والے کو ملے تو صلح حصہ ثوب کی جائز اور حصہ حرق کی باطل ہو۔ اور اگر کلاں شرط ہو واقع ہوئی کہ کھڑا اسکے مالک کے لئے تو جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو اور اگر کندی والے نے کما کین نے کھے کھڑا دیا اور مالک نے انکار کیا اور صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح جائز نہیں ہو اور نہ کندی والے کا اجر یعنی مزدوری واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صلح جائز ہو اور ایسے ہی دوسرے قول امام ابو یوسف میں بھی جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ تاہم اگر تھار میں کندی کرے اسے دعوئی کیا کہ میں نے کھڑا مالک کو دیا اور اجرت طلب کی اور مالک نے انکار کیا پھر اجرت سے نفعت پر صلح کی تو جائز ہو۔ اسبطح اگر کمرے کے وصول پاسے کا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے مزدوری اسکو دیدی ہو اور کندی والے نے انکار کیا پھر دونوں نے آدمی اجرت پر صلح کر لی تو جائز ہو یہ غلامہ میں ہو۔ اگر میر مشترک نے دعویٰ کیا کہ مال میں میرے پاس تلف ہو گیا پھر اس سے درمیں پر صلح کر لی تو امام اعظم کے قول پر اگر مشترک میں ہوتا ہو اسطور اسکے اس شخص کے بعد کہ مال میں میرے پاس تلف ہو گیا ہو صلح کرنا صحیح نہیں ہو چنانچہ مستخرج میں حکم ہوا صاحبین کے نزدیک صحیح ہو

کہ یہ صلح باہتم مال سے صلح کرنا کی کوئی تحریر منسلک نہ ہو اور اگر غائب ہو کہ اس سے ملنے کی قدرت نہیں ہو اور بیعت پلنے والا و دینے والا دونوں متفق ہیں کہ چوسنے دینے وقت کچھ بیان نہیں کیا تھا تو کل مال کے عوض قرار دیا جائیگا یہ خزانہ المغنیتین میں ہو۔ مکہ کی صلح جائز نہیں ہو کذا فی السلحیہ۔ اگر کسی دو شخص ہوں اور دعا علیہ ہو سلطان نے ایک کے ساتھ صلح کرنے کیواسے زبردستی کی اسے دد زون کے ساتھ صلح کر لی تو جسکے واسطے زبردستی کی گئی تھی اور وہ مجبور کیا گیا تھا اسکے ساتھ صلح جائز نہیں اور دوسرے کے ساتھ جائز ہو یہ مسطور میں لکھا ہو۔ کہ لوگ ایک شخص کے گھر میں رات یا دن میں اسکے پاس داخل ہوئے اور اسے سیر ہتھیار نکالے اور اسکو دھمکیا یا ہتھک کہ اسے اپنے دعوے سے کسی چیز پر صلح کر لی یا اسکو اقرار دیا یا ابراہیم پر کیا یعنی اگر ہاں اس سے اقرار دیا یا ابراہیم اسے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس پر صلح و اقرار و ابراہیم جائز ہے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک اگر صرف سلطان سے ہوتا ہو اور صاحبین اس کے نزدیک اکراہ ہر ایسے شخص سے ہو سکتا ہو کہ جو اسقدر قدرت و غلبہ رکھتا ہو کہ جس چیز سے وہ ڈرتا ہو اسکو کر دے اور صاحبین ہم ہی کے قول پر فتویٰ ہو۔ اور اگر ان لوگوں نے اسکو ہتھیار نکال کر نہ ڈرایا بلکہ اسکو صرف مارا پس اگر شہر میں دن میں ایسا ہوا تو صلح جائز ہو۔ اور اگر کسی بڑی کھڑی سے جس سے جان جاتی رہے مثلاً تو اس حکم میں وہ بمنزلہ ہتھیار کے ہو اور اگر یہ امر راستہ میں رات یا دن میں یا گاؤں میں واقع ہو کہ وہاں کوئی مدکار فرما دے نہ نہیں ہو بچ سکتا ہو تو اقرار و صلح باطل ہو اگرچہ انھوں نے ہتھیار نہ نکالے ہوں اور نہ ہرے اپنی جود کو دھمکیا تاکہ وہ جسے کسی چیز پر صلح کر لے یا بری کر دے تو وہ بمنزلہ اجنبی کے ہو۔ اور اگر اسکو غلامان سے دھمکیا یا یون دھمکیا کر اسکے اوپر دوسری سے کھج کر نیگا یا کوئی باندی ہم ولد بنا لیا تو یہ کراہتیں ہیں فتاویٰ فیض خان میں لکھا ہے



نہ بیوہ کی نفی کہ اس میں باہم کچھ دیناروں پر فساد بیع کے دعویٰ سے صلح کرادی گئی تو آیا یہ صلح صحیح ہے یا غرض میں نے فرمایا کہ صلح نہیں ہو چکر گئی کہ اگر اس کے بعد یعنی صلح کے بعد اس کو وہ فساد بیع کے لئے اور اس کے بیچ کے لئے سباحت ہوگی فرمایا کہ ہاں سماعت ہوگی یہ تا تارخانیہ میں ہو۔ اگر دعویٰ کیا کہ میرے اس شخص پر ہزار درہم اتنے غلام کا غنیمت ہو، جو میں نے اس کے ہاتھ بطور بیع فاسد فروخت کیا تھا اور وہ غلام نعت کرچکا تو پھر اس سے پانچ سو درہم پر صلح کر لی اور مطالبے دعویٰ کیا کہ اس کی قیمت ہزار درہم تھی اور مطلوب نے دعویٰ کیا کہ چار سو درہم تھی تو صلح جائز ہو کر لگائی اسی طرح اگر ایک مسلم ایک ہی شخص ہو اسے مسلم الیہ کے ساتھ مسلم فیہ سے اس مال پر صلح کر لی تو جائز ہو کر لگائی اس طرح اگر باوجود مسلم فیہ سے سو سے اس مال کے کسی اور جنس پر صلح کرنا چاہتے ہیں ہو یہ بیسوط میں ہو۔ اور اگر اس پر ہزار درہم اور ایک کمرہ مسلم ہو اور اس سے سو درہم پر صلح کر لی تو جائز ہو کر لگائی البتہ الیہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسلم میں اس طور پر صلح کرے کہ نصف اس مال اور نصف مسلم عینہ کے لیے ہو تو کچھ درہم نہیں ہو سکتا اگر کسی شخص پر ہزار کمرے مسلم میں ہوں اور اس سے نصف اس مال اور نصف مسلم پر صلح کر لی اور صلح جائز ہو گئی پھر مسلم الیہ نصف کچھ قطع کیا ہو اور اسے لایا اور رب مسلم اس کے لینے پر مجبور نہ کیا جائیگا اگر چاہے تو لے لے اور اگر چاہے تو قبول نہ کرے جب تک کہ پورا کچھ نہ لادے یہ محیط میں ہو۔ اگر بیع مسلم میں میعاد ہو اور صلح اس شرط سے کی کہ نصف اس مال لے لے اور نصف کی مسلم تو اس سے اور نصف مسلم مدت سے پہلے جلد دیے تو نصف اس مال کی مسلم توڑنا جائز ہو اور تعین جائز نہیں ہو یہ بیسوط میں ہو اگر کسی شخص سے ایک کمرہ گھوٹ کی مسلم قرار دی اور میعاد ایک مہینہ رکھی اور اسی شخص سے ایک کمرہ کی مسلم قرار دی اور اس کی میعاد دو مہینہ رکھی پھر وقت عقد سے ایک مہینہ گزرا اور گھوٹ کی میعاد آگئی پھر اس سے اس طور سے صلح کی کہ گھوٹ لے لے اور جو کی مدت تک بڑھا دے تو جائز ہو اور اگر اس طور سے صلح کی کہ گھوٹ لینے میں تاخیر کرے اور جو کے لینے میں تعین کرے تو جائز نہیں ہو یہ محیط میں ہو اور اگر بیع مسلم کی میعاد آگئی اور مسلم الیہ نے اس مال میں سے کسی قدر اس شرط پر واپس دیا کہ مسلم میں ایک مہینہ کی اور میعاد بڑھا دے تو جائز ہو۔ اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ جائز نہیں یعنی واپس دینا جائز ہو اور یہ مراد نہیں ہو کہ میعاد دینا جائز ہو یہ قول بعض فقہاء کا ہو کہ میعاد بڑھانا اس صورت میں جائز نہیں ہو اور روایت کتاب کی جو یہ ہو کہ اس صورت میں اور دوسری صورت میں جبکہ مسلم میں میعاد ہو اور مسلم الیہ نے ایک درہم اس مال میں سے اس شرط پر کہ دیا کہ میعاد بڑھا دے تو جائز نہیں ہو ان دونوں صورتوں میں یہی فرق ہو کہ صورت اولیٰ میں جو کتاب میں مذکور ہوئی ہو جائز ہو اور دوسری صورت میں میعاد دینا جائز نہیں ہو اور فرق اس طور سے ہو کہ راس مال کے قبضہ کا اعتبار مسلم فیہ کے قبضہ کا ہو کہ دونوں کا جریان قبضہ میں ایک ہی طور پر ہو تاہو جسے کہ دونوں کا استبدال جائز نہیں ہو اس لیے کہ اس میں قبضہ فوت ہو گا پس اگر مسلم فی الحال ہو اور اس میں سے بعض مسلم فیہ پر قبضہ کر لیا اس شرط سے کہ باقی کی میعاد مقرر کر دے تو جائز ہو تو اسی کے اعتبار سے اگر بعض راس مال پر اس شرط سے قبضہ کر لیا کہ جبکہ مسلم اس پر ہو اس کی میعاد مقرر کر دے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر مسلم میں میعاد ہو اور بعض مسلم فیہ کو اس شرط سے قبضہ کر لیا کہ باقی کی میعاد بڑھا دے تو جائز نہیں ہو اس طرح اگر بعض راس مال پر اس شرط سے قبضہ کیا کہ میعاد بڑھا دے تو بھی جائز نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر مسلم کے ایک کمرہ گھوٹ ہوں پھر آدے کر پھر اس شرط سے صلح کی کہ باقی سے اس کو بری کر دے تو جائز ہو۔ اگر مسلم کے ایک کمرہ گھوٹ نہ ہوں اور اس سے ایک کمرہ دی گھوٹ پر صلح کر لی تو بھی جائز ہو۔ اور اگر مسلم کے ایک کمرہ





مسلم اہل دیوبند پر قیمت دینے کا حکم دیدیا ہو تو بعینہ وہ کپڑا لینے پر دونوں کا صلح کرنا جائز ہوگا خواہ کسی سبب سے وہ کپڑا  
مسلم اہل دیوبند کے پاس واپس آئے ہو لیکن اگر سبب عیب کے حکم قاضی واپس لایا ہو تو وہ اس کپڑے کو ربہا سلم کو دیکر  
اسکی قیمت اس سے لے لینگا اور اگر قاضی کے قیمت دینے کے حکم دینے سے پہلے اسے پاس واپس آیا پس اگر ایسے  
سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے فسخ المسلم ہو تو وہ کپڑا پہلے ربہا سلم کو واپس کر دے اور اگر ایسے سبب سے  
واپس آیا جو ٹھیک و فسخ کے مشابہ ہو تو اسے کپڑے کی قیمت ربہا سلم کو دینا واجب ہوگی اور اگر دونوں نے بعینہ کسی کپڑے  
کے لینے پر صلح کی تو اس میں اختلاف نہ ہو یہ محیطین لکھا ہو۔ اور اگر سلم میں دو شریک ہوں تو امام اعظم و امام محمد رحمہما  
کے نزدیک ایک شریک کا اپنے حصہ راس المال سے کم پر صلح کرنا صحیح نہیں ہو اور اگر اپنے حصہ راس المال پر صلح کر لی تو  
شریک کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر اسے رد کر دی تو صلح باطل رہے گی اور مسلم فیہ دونوں میں بجا نہ مشرک ہوگا  
اور اگر اجازت دی تو صلح دونوں پر نافذ ہوگی پس نصف راس المال دونوں میں مشترک اور باقی نصف مسلم فیہ  
بھی دونوں میں مشترک رہے گا اور امام ابو یوسف رحمہما نے فرمایا کہ صلح جائز ہو اور نصف راس المال اسکا ہوگا  
اور اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس کے مقبوضہ میں شریک کرے یا مطلوب سے اپنا حصہ لے لے لیکن اگر مسلم  
ایہ پر چار سکا مال ہو وہ دُوب جاوے تو ایسے شریک سے لینگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ  
دونوں کا راس المال مخلوط ہو اور اگر مخلوط نہ ہو بلکہ ہر ایک نے اپنا اپنا مال علیحدہ دیا ہو تو اس میں اختلاف ہے بعض مشائخ  
نے کہا کہ امام محمد رحمہما و امام اعظم رحمہما فقہائے کے نزدیک بھی منحل قول امام ابو یوسف رحمہما فقہائے کے ہے اور بعضوں  
نے کہا کہ اس صورت میں بھی اختلاف ہے اور یہی صحیح ہے کہ ذاتی التبعین واکافی۔ اور اگر دو متغایر ہوں کسی شخص پر سلم ہو  
اور ایک نے راس المال پر صلح کر لی تو جائز ہو اور یہی حکم دو شریک خزان میں ہو یہ بیسوط میں ہے۔ اگر زیادہ عمرو پر ایک کر گھیروں  
مسلم میں ہوں اور اسکا کفیل ہو پس کفیل نے ربہا سلم سے راس المال پر صلح کر لی تو اختلاف ہے امام اعظم رحمہما و امام محمد  
رحمہما فقہائے کے نزدیک سلم الیہ کی اجازت پر صلح موقوف ہو اگر اسے اجازت دی تو جائز ہوگی اور ربہا سلم کا حق  
راس المال میں پیدا ہوگا اور اگر باطل کر دی تو باطل ہو جائیگی اور ربہا سلم کا حق انج یعنی گھیروں میں رہے گا۔ اس طرح اگر  
بدون تمام مسلم الیہ کے کوئی شخص کفیل ہو اور اسے ربہا سلم سے اس طرح صلح کر لی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔ اس طرح  
اگر کسی اجنبی نے راس المال پر صلح کر لی اور مال ضمان دیدیا تو بھی یہی اختلاف ہو یہ محیطین ہے۔ اور اگر کفیل نے  
ربہا سلم کے ساتھ جنس سلم کے انج پر صلح کر لی مگر یہ انج سلم سے کھرے ہو نہیں کم ہو تو جائز ہو اور کفیل مسلم الیہ سے کھا  
انج جو سلم میں ٹھہرا ہو لے لینگا یہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ اور اگر طالب نے کفیل کو سلم بیہ کر دی تو کفیل کو سلم الیہ  
سے سلم کا انج لے لینے کا اختیار ہے۔ اور اگر کفیل نے ربہا سلم سے کسی کپڑے یا دھنی چیز پر صلح کر لی تو جائز نہیں ہے چنانچہ  
اس کے اگر کفیل نے مسلم الیہ سے سواے سلم کے کسی دوسری چیز پر صلح کر لی تو جائز ہے پھر سلم کے کفیل نے اگر مطلوب کے  
ساتھ سواے جنس سلم کے کسی چیز پر صلح کر لی تو مطلوب کفیل کے قرضہ سے بری ہو گیا اور طالب کے قرضہ سے بری ہو گیا  
پھر بعد اسکے دیکھا جائے کہ اگر کفیل نے ربہا سلم کو انج دیدیا ہو اور اسکا حق ادا کر دیا ہو تو دونوں بری ہو جائینگے  
اور اگر طالب نے مطلوب سے اپنا انج وصول کیا تو مطلوب کو کفیل سے واپس لینے کا اختیار ہو اور کفیل مختار  
ہوگا چاہے سلم الیہ کو حکام سلم دیے یا جو کچھ اس سے لیا ہو وہی واپس کرے یہ محیطین ہے۔ اگر کفیل نے ربہا سلم سے

مسلم  
فیہ اختلاف ہے  
جو کچھ اس سے لیا ہو وہی واپس کرے  
یہ محیطین ہے

اس شرط پر صلح کی کہ ایک دم راس المال میں بڑھا دے اور اس پر قبضہ کر لیا تو جائز نہیں ہو یہ محیط مشتری میں ہو۔ اور اگر کفیل نے اس شرط سے صلح کی کہ مسلم الیہ ایک گواہ کیوں بڑھا دے تو جائز نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر رب مسلم نے ایک دم اس شرط سے بڑھا یا کہ مسلم الیہ ایک گواہ کیوں بڑھا دے تو بھی جائز نہیں ہو یہ بیسوط میں ہو۔ اور اگر رب مسلم کے پاس کفیل سلم کی چیز کی یا وزنی اس سے گھٹی ہوئی لایا جسکی کفالت کی تھی اور کہا کہ تو اسکو لے لے میں تجھے ایک دم واپس دو گا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ امر مسلم الیہ سے ناجائز ہو پس ایسا ہی کفیل سے بھی جائز نہیں ہو اور اگر اپنی کفالت سے بڑھی ہوئی جید لایا اور کہا کہ اسکو لے لے اور تجھے ایک دم بڑھا دے تو کفیل یا وزنی کسی چیز کی سلم میں یہ جائز نہیں ہو اور اگر مسلم الیہ نے وزنی چیز کی سلم میں ایسا کیا تو جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر کفیل نے رب مسلم کو سلم اس موضع کے سوا جہاں جو شرط کیا ہو دوسری جگہ ادا کر دی اور اسے قبول کر لی تو اسکو اختیار ہو کہ مسلم الیہ سے مقام مشتری میں یا جہاں کہ یہ بیسوط میں ہو۔ اور اگر کفیل نے طالب سے اس امر پر صلح کی کہ سلم اتنا جہاں موضع مشتری کے سوا دوسری جگہ ادا کر دیا تو جائز نہیں ہو اور طالب نے کفیل سے اس شرط پر صلح کی کہ اتنا جہاں موضع مشتری میں ادا کرے۔ اور طعام اور شرکاء موضع سوا مشتری کو نہ قرار پایا ہو اور طالب نے کفیل سے اس شرط پر صلح کی کہ اتنا جہاں موضع مشتری میں ادا کرے اور طالب اس قدر دم دیکھا تو جائز نہیں ہو اور اگر کفیل نے رب مسلم کو سلم کا اتنا جہاں موضع مشتری کے کو نہ دینا ادا کر دیا تو کفیل اسکو مسلم الیہ سے سوا کو نہ دینا نہیں لے سکتا ہو کو نہ میں نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر یہ نے عمر کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک گواہ کیوں کی سلم بڑھا دے پھر عمرو نے مسلم الیہ سے راس المال پر صلح کر لی تو یہ صلح عمر ورنہ نافذ ہوگی اور امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے نزدیک مثل سلم کے ایک گواہ کیوں موکل کو ڈال دینا جائز۔ اس صلح اگر مسلم الیہ کو بطریق صلح کے راس المال پر نایاب سلم سے بری کر دیا تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر خود موکل نے مطلوب سے راس المال پر صلح کی اور راس المال پر قبضہ کر لیا تو جائز ہو جیسا کہ بدن صلح کے بری کر دینے کی صورت میں ہو یہ بیسوط میں ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی طرف سود و راس المال کے ایک گواہ کیوں کا دعویٰ کیا اسے بیس دینا پر صلح کر لی۔ پس اگر اس صورت میں سلم کے راس المال میں دم ہوں تو سود و راس المال دونوں کے حصہ کی صلح باطل ہوگی خواہ بدل صلح کے دینا دونوں پر قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد دونوں جدا ہوے ہوں اور اگر راس المال دینا ہوں پس اگر راس المال کے پانچ دینا ہوں اور صلح میں دونوں نے بشرط لگائی کہ پانچ دینا رہا بقا بلا سلم کے ہوں اور میں دینا نقد دیدے اور سود و راس المال کا بھی حصہ نقد دیدیا تو صلح جائز ہوگی۔ اور اگر صلح میں دونوں نے پانچ دینا رہا بقا بلا سلم کے قرار دے اور میں دینا نقد دیدے اور سود و راس المال کا بھی حصہ نقد دیدیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے یہ صورت کتاب میں ذکر نہیں فرمائی ہو اور مثل صلح نے یا ہم اختلاف کیا ہو فقہ ابو جعفر ہندوستانی فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہو اور فقہ ابو بکر بنی استاذ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ جائز ہو اور بقدر سلم کے حصہ میں بیس ہے اس پر سلم کا اتنا اقالہ بقدر راس المال قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہو۔ اگر دو ذمیوں نے کسی ذمی سے شراب کی سلم ٹھہرائی پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو اسکا حصہ سلم باطل ہو گیا اور پانچ حصہ راس المال واپس کر دے پس اگر اپنے راس المال سے اسے طعام معین یا میعاد پر صلح قرار دی تو جائز نہیں ہو اور اگر دوسرے شریک ذمی کا مال اس صورت میں سلم الیہ پر ڈوب گیا تو وہ اپنے شریک مسلمان سے اس کے حصہ مقبوضہ میں شرکت کر سکتا ہو۔ اور اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب بہن کا سلم دیا اور اس کے راس المال یعنی شراب پر قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو سلم باطل ہو گیا اور اس سے مسلم

۱۰۶۱  
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم حصہ اول

نے اس مال پر صلح کی تو جائز نہیں ہو۔ اور اگر ایک نصرانی نے سو روپے لہاری کو شہر اسلام میں دیا ہے اور  
قبضہ کر کے اسکو تلف کر دیا پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو صلح ٹوٹ جاوے گی اور اس پر کسی قسم کا صلح نہیں ہوگا۔  
۳۔ صلح میں شرط خیار اور عیب سے صلح کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی نے عمر پر سو روپے کا دعویٰ کیا ہے اور  
سو روپے سے ایک غلام پر صلح کی اور تیرہ کے واسطے یا خود اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو صلح جائز ہو  
خیار جائز ہو خواہ مدعا علیہ مقرر ہو یا مقرر نہ ہو یہ عیب میں ہو۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر چار روپے ہوں اسے ایک غلام پر  
اس شرط سے صلح کی کہ ایک مہینہ کی معاد پر مدعی اسکو دس دینار اور دیوے اور خیار کی شرط کی پس یہ صحیح ہے اور تیرہ  
عقد پورا ہو گیا اور مدعی نے قبول کیا تو مطلوب ہزار روپے سے بری ہو گیا اور جس روز سے عقد پورا ہوا ہو اسی روز سے  
دس دینار مدعی پر ایک مہینہ کی معاد پر واجب ہوئے ہذا فی الملبوط اگر ایک شخص کے دوسرے پر دس دینار ہوں  
اسے ایک کپڑے پر ان دیناروں سے صلح کی اور مطلوب نے اپنی ذات کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی اور اگر  
طالب کو دیدیا اور طالب کے پاس تین روز سے پہلے تلف ہو گیا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسے دینار اسے  
پہر قرضہ میں اور اگر خیار طالب کے واسطے ہوا کہ کپڑا اسے پاس مدت خیار میں تلف ہوا تو وہ بعض فن کے اسے پاس  
تلف ہوا۔ اور اگر کپڑا تلف ہوا بلکہ جسکے واسطے خیار شرط ہو وہ ہلاک ہو گیا تو صلح تمام ہو گئی یہ محض میں ہو۔ اگر ایک  
شخص کا دوسرے پر قرضہ ہو اسے اپنے غلام پر صلح کی اور تین روز کے خیار کی شرط کی اور تین روز گذر گئے پھر صاحب  
خیار نے تین روز کے اندر فتح صلح کا دعویٰ کیا تو بدوں گواہوں کے قبول ہوگا پھر اگر اسے فتح کے گواہ دیے اور  
دوسرے نے تین روز کے اندر صلح تمام کر دیئے گواہ دیئے فتح کے گواہ قبول ہو گئے۔ اور اگر تین روز کے اندر  
ایسا اختلاف واقع ہوا تو اسی کا قول جسکو خیار ہو خیار فتح کر دیئے میں قبول ہوگا اور دوسرے کے جو مدعی اتنا ہوا گواہ  
قبول ہو گئے یہ مبسوط میں ہو۔ اگر دو شخصوں کا ایک شخص پر قرضہ ہو اور دونوں نے مطلوب سے اپنے غلام پر صلح کی اور دونوں  
کیوں واسطے خیار کی شرط کی پھر ایک صلح پر راضی ہوا اور دوسرے نے فتح کرنا چاہا تو امام اعظم نے کہ نزدیک وہ فتح میں نہ سکتا ہو  
اور صاحبین کے نزدیک فتح کر سکتا ہو۔ اور اگر ایک شخص کا دو شخصوں پر قرضہ ہو اسے دونوں سے ایک غلام پر صلح کرنی اور  
تین روز کے خیار کی شرط کی پس اگر خیار طالب کے واسطے ہوا اور اسے ایک کے حق میں صلح کی اجازت دی اور  
دوسرے کے حق میں فتح کر دی تو بیشک صاحبین کے قول پر جائز ہو اور امام اعظم اسے دوسرے میں ایک روایت میں  
دوسرے کے حق میں فتح جائز اور دوسری روایت میں نہیں جائز ہو اور تین دن مطلقوں کو نیا ہو پس ایک نے اجازت  
دی اور دوسرے نے فتح چاہا تو مسئلہ میں اختلاف ہو امام اعظم کے نزدیک کل میں صلح جائز ہوگی اور صاحبین کے نزدیک  
اجازت دینے والے کے حصہ میں جائز اور دوسرے کے حصہ میں ناجائز ہوگی یہ محدثین ہو۔ اگر عرصے مدعی سے یا جو  
انکار کے مدعا علیہ نے صلح کرنی اور اسے واسطے خیار کی شرط کی پھر یہ خیار عقد میں کر دیا تو مدعی اپنے دعوے پر عود کرے اور مدعا  
کا صلح کرنا اسے اقرار کر نہیں شمار ہوگا یہ مبسوط میں ہو۔ اگر کسی نے صلح کی جسکو اسے نہیں دیکھا ہو تو اسکو دیکھنے کی قوت  
خیار حاصل ہوگا کذا فی السراج۔ تیرہ عرصے عمر کی جانب کسی حق ہو چکا دعویٰ کیا اور دوسرے ایک نے کپڑے کی گھڑی پر صلح  
کرنی اسکو زندہ بدوں دیکھنے کے اپنے قبضہ میں لیا اور زندہ خالدت کہ جس نے زندہ کسی حق کا دعویٰ کیا تھا اسی گھڑی  
پر صلح کر کے اسے قبضہ میں دیا اور اسے بھی نہ دیکھی تو خالدت کو وقت دیکھنے کے واپس کر دینے کا اختیار ہو کہ زندہ ہو واپس کر دے

اور نہ کسی کو اختیار ہوگا نہ عمر کو واپس کرے خواہ زید نے خالد سے حکم قاضی واپس قبول کی ہو یا بلا حکم قاضی قبول کی اور اگر کسی  
 شہر رویت کے نیار عیب ہو اور نہ لے لے حکم قاضی بسبب اس عیب کے زید کو واپس کر دی تو زید اسکو عمر کو واپس دے سکتا  
 یہ محیط میں ہو۔ دوسرے مال سے عیب کرنے میں اختیار عیب ثابت ہوتا ہو مثلاً کسی نے زید پر نرغہ کا دعویٰ کیا اسے ایک غلام  
 پر صلح کر لی اور صلح نے عیب پاک کر دیا پس کرنا چاہا تو کہہ سکتا ہو اور اسکا حکم مثل بیچ کے حکم ہوگا اگر حکم قاضی صلح کرنے  
 واپس لیا تو صلح کا فتح ہو اور نہ اس واسطی میں اختیار ہو کہ اپنے مال کو واپس کرے۔ اور اگر صلح کرنے بدون  
 حکم قاضی کے زید کو واپس دیا اور نہ لے قبول کر لیا تو مثل از سر نو بیچ ہونے کے حکم کے ہو کہ زید اسکو اپنے مال کو واپس  
 نہیں دے سکتا جو یہ قصیدل عادیہ میں ہو۔ اور بسبب عیب کے واپس کر چکے اسلئے صلح علیہ کا حکم مثل بیچ کے ہو کہ ضرور  
 سے عیب اور بہت عیب سے واپس ہو سکتا ہو اور مدعی پھر اپنے دعویٰ پر رجوع کر گیا خواہ حکم قاضی واپس کیا ہو یا بلا  
 حکم قاضی واپس کیا ہو یہ ہمسوا میں ہو۔ اور اگر مدعی نے صلح غلیہ میں عیب پایا و لیکن بسبب مدعی کے پاس ہاک  
 ہو جائے یا اس میں زیادتی یا نقصان آجائے مدعی اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو تو مدعا علیہ سے حصہ نقصان بھر گیا پس اگر  
 یہ صلح مدعا علیہ کے اقرار دعویٰ کے بعد واقع ہوئی تو حصہ عیب کو اسی مدعا علیہ میں لگایا۔ اور اگر صلح انکھار سے واقع ہوئی  
 ہو تو دعویٰ میں لگایا پس اگر گواہ قائم کیے یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اسے نکول کیا تو حصہ عیب کا مستحق ہوا اور اگر قسم کھلانے  
 سے اسے قسم کھانی تو اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہو یہ سراج الراجح میں ہو۔ اگر زید نے عمر کو دے کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور  
 اس سے ایک غلام پر صلح کر لی اور وہ غلام استحقاق ثابت ہو کر لے لیا گیا تو مدعی پھر اپنے دعویٰ پر رجوع کر گیا اور یہ حکم اسبق  
 ہو کہ مستحق نے صلح کی اجازت نہ دی ہو۔ اور اگر اسے اجازت دیدی تو غلام مدعی کو دیا جائیگا اور غلام کی قیمت مستحق مدعا  
 سے لے لیا اور اگر وہاں غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعی کو اختیار ہو چاہے باقی آدمے پھر مدعی ہو کہ نصف دعویٰ پر  
 عود کرے یا باقی غلام واپس کر کے پورا دعویٰ کرے۔ اور یہ حکم اسوقت ہو کہ صلح کسی مال میں پرواقع ہوئی ہو اور اگر مال  
 غیر معین مثل درم و دینار کے ہو یا کیلی و وزنی غیر معین ہو یا کچھ کپڑے بیجا دھڑا کر وصف بیان کر کے اس کے ذمہ قرار دیے  
 گئے ہوں تو استحقاق ثابت ہونے کی وجہ سے صلح باطل نہوگی اور اس کے مثل مدعا علیہ سے واپس لگایا یہ خزانۃ المفتین  
 میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور باہم قبضہ کر لیا پھر اس میں عیب پایا اور بارے نے انکار کیا کہ میرے  
 پاس کا عیب نہیں ہوا اور اگر کیا پھر اس سے کیس قدر درم وں پر فی الحال دینے یا معاویٰ ادا ہار دینے پر صلح کرنی تو جائز ہو  
 اور اگر دینار وں پر صلح کی تو باہم قبضہ کر لینا یعنی افراق سے پہلے شرط ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر عیب سے کسی معین کپڑے پر صلح  
 کی تو جائز ہو اور اگر کیس قدر معین گہون پر صلح کی تو بھی جائز ہو اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جاویں۔ اور اگر غیر معین  
 ہوں پس اگر اس میں ادا کرنے کی یہ معاہدہ ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر فی الحال دینے ٹھہرے ہوں پس اگر فراق سے  
 پہلے ادا کر دیے تو جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہوگی اسلئے اگر غلام ہو کہ اس میں عیب پایا  
 ہو گیا کہ جسکی وجہ سے مشتری اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو مشتری کے پاس ہر گز عیب سے واقف ہونے سے پہلے مشتری سے  
 اسکو گواہ کو یا پھر عیب سے واقف ہوا اور عیب سے صلح کر لی تو صلح جائز ہو اور اگر مشتری نے اسکو قتل کر دیا پھر اس کے عیب سے  
 واقف ہو کہ صلح قرار دی تو صلح جائز نہیں ہو۔ اور اصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہو کہ جب مشتری سے واپس کرنا متعذر ہو  
 لیکن نقصان عیب واپس کرے سکتا ہو جب بارے سے اسے عیب سے صلح کرنی تو جائز ہو۔ اور جب مشتری سے واپس کرنا

میں سے عیب پایا اور بارے نے انکار کیا کہ میرے پاس کا عیب نہیں ہوا اور اگر کیا پھر اس سے کیس قدر درم وں پر فی الحال دینے یا معاویٰ ادا ہار دینے پر صلح کرنی تو جائز ہو اور اگر دینار وں پر صلح کی تو باہم قبضہ کر لینا یعنی افراق سے پہلے شرط ہو یہ خلاصہ میں ہو۔ اور اگر عیب سے کسی معین کپڑے پر صلح کی تو بھی جائز ہو اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جاویں۔ اور اگر غیر معین ہوں پس اگر اس میں ادا کرنے کی یہ معاہدہ ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر فی الحال دینے ٹھہرے ہوں پس اگر فراق سے پہلے ادا کر دیے تو جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہوگی اسلئے اگر غلام ہو کہ اس میں عیب پایا ہو گیا کہ جسکی وجہ سے مشتری اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو مشتری کے پاس ہر گز عیب سے واقف ہونے سے پہلے مشتری سے اسکو گواہ کو یا پھر عیب سے واقف ہوا اور عیب سے صلح کر لی تو صلح جائز ہو اور اگر مشتری نے اسکو قتل کر دیا پھر اس کے عیب سے واقف ہو کہ صلح قرار دی تو صلح جائز نہیں ہو۔ اور اصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہو کہ جب مشتری سے واپس کرنا متعذر ہو لیکن نقصان عیب واپس کرے سکتا ہو جب بارے سے اسے عیب سے صلح کرنی تو جائز ہو۔ اور جب مشتری سے واپس کرنا



متعذر ہوا اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہو جب صلح کی توجائز نہیں ہو کیونکہ پہلی صورت میں مشتری نے اہنا حق لیا اور دوسری صورت میں ناحق لیا۔ اور اگر عیب سے واقف ہو گیا بعد اسکو ازاد کر دیا پھر عیب سے صلح کی توجائز نہیں ہو۔ اسی طرح اگر اسکو بعد عیب سے واقف ہو گیا بیچ کیواسطے پیش کیا پھر عیب سے صلح کی توجائز نہیں ہو۔ اگر خریدنے والے ایک غلام ہزار درہم کو خرید کر کے قبضہ کیا پھر عمرو کے ہاتھ فروخت کیا پھر زید اسے کسی عیب سے واقف ہوا اور اپنے مال سے درہموں پر صلح کی توجائز نہیں ہو یہ محیطین ہو۔ اور اگر وہ غلام دوسرے مشتری کے پاس مرگتا پھر دوسرا مشتری اسے عیب سے واقف ہوا تو اپنے مال سے یعنی مشتری اول سے نقصان عیب لے سکتا ہو اور امام اعظم کے نزدیک پہلے مشتری کو اس نقصان کی وجہ سے اپنے مال سے نقصان لینے کا یا جو کچھ اسے دیا ہو وہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہو اور اگر صلح کی یعنی مال اول سے مشتری اول نے بسبب اس عیب کے جتنا نقصان ادا کر دیا ہو صلح کی توجئی جائز نہیں ہو۔ اور صاحبین رحمہ کے نزدیک وہ اس نقصان کو مال اول سے لے سکتا ہو اور اگر صلح کرے تو بھی جائز ہو یہ فتوٰی عمادین ہو۔ ایک شخص نے کوئی کپڑا خطا سے لیا سکی قیص قطع کر کے سلائی پیرا اسکو ہندو فروخت کیا تھا یا نہیں فروخت کیا کہ اسے عیب سے مطلع ہوا اور بیع بیک عیب تمام ہو چکا واقع ہوئی پھر اپنے مال سے اس عیب سے کیس قدر درہموں پر صلح کر لی توجائز ہو اسی طرح اگر اسکو ٹخنہ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ کیا ہے کہ عیب سے صلح کر لی توجئی جائز ہو۔ اور اگر اسکو قطع کر لیا اور نہیں سلا یا یا نہ تک کہ فروخت کر دیا پھر عیب سے صلح کی توجیح نہیں ہو۔ اور سیاہ رنگنا امام اعظم رحمہ اللہ قضا کے نزدیک بمنزلہ قطع کر لینا ہو اور متاثرین رحمہما اللہ قضا کے نزدیک بمنزلہ قطع کر کے سلائے کے ہو یہ محیطین ہو۔ اور اگر عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ تیرہ اس ٹٹو پر اپنی حاجتوں کیواسطے ایک مہینہ سوار ہو کر جایا کر دیا توجائز ہو اور مثل ٹخنہ فرمایا کہ تاویل اسکی یہ ہو کہ سوا چھٹے کی شرط شہری میں قرار دی کیونکہ اگر سواری کی شرط باہر شہر کے یا مطلق سواری لینے کی شرط کی تو جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر کسی عورت سے کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب ظاہر ہوا پھر اس عورت نے اس عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری کے ساتھ کھانچ کر لنگی توجائز ہو اور اسکی طرف سے عیب کا اقرار ہو پس اگر اس عیب کا عوض دس درہم تک ہو تا ہو تو وہی اسکا ہنر ہو گیا اور اگر دس درہم سے کم ہو تو اسے کم ہر دس درہم چار کے کے جاویں گے یہ سراج الوداج میں ہو۔ اگر کوئی ٹٹو خریدا اور اس پر قبضہ کیا یا نہ کیا کہ مال نے اس سے کسی چیز پر اس شرط سے صلح کی کہ جانچ کر عیب سے بری کر دے پھر اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ قضا کے نزدیک مشتری اسکی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہو اور امام محمد رحمہ اللہ قضا کے فرمایا کہ واپس کر سکتا ہو یہ حاکم میں ہو۔ اور اگر کسی قسم کے عیبوں سے صلح کر لی مثلاً گناہ میں جیسے ساتھ قرعہ و غلط سے صلح کرنا یا ہون توجائز ہو اور مال فقط اس قسم کے عیبوں سے بری ہو گا پس اگر اس قسم کے سوا بے دوسری قسم کا عیب ظاہر ہوا تو مشتری غنا منہ کر سکتا ہو اور اگر مشتری کو کوئی عیب ظاہر ہوا لیکن مال کو اس سے خوف پیدا ہوا اسے مشتری سے ہر عیب سے کسی چیز پر صلح کر کے اسکو دے دی تو صلح جائز ہو یہ سراج الوداج میں ہو اور اگر مال نے کچھیں سے اور پانچ حدیثات سے کیس قدر درہموں معلوم پر صلح کر لی تو جائز ہو اور فقرہ اہل کو نہ کے چار بیان کے سودا گروں کی مصلح امام اعظم رحمہ اللہ قضا کے یہ وقت میں تھی اور وہ اسکی بیان ہوئی کہ ابن ابی یوسف رحمہ اللہ قضا فرماتے تھے کہ بدوین عیبوں کے بیان کے عیبوں سے بری کرنا صحیح نہیں ہو پس غاصیون نے غاصیوں کو چار یا دن میں عیب معلوم ہوا کہ عیب میں چار کے بعد اگر کوئی عیب ظاہر ہو تو اسکا نام جس حدیثات سے رکھا ہو

اگر بیع توجئی نہ ہو



باہم اس شرط سے صلح کی کہ دوسرا مشتری اسکو پہلے پائے گا اور اگر پہلے پائے گا تو جائز ہو اور یہ از سر نو  
 بیچ ہو اور دوسرے پائے پر اس فعل سے کچھ لازم نہ آوے گی یہ بیسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص سے دوسرے سے ایک  
 کپڑا دس درم کو خریدا اور باہم دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اس میں عیب لگایا اور پائے کے انکار کیا پھر  
 قبضہ شخص دونوں کے درمیان پر لیا کہ وہ اس کپڑے کو ۱۶ درم میں لے لے اور پہلا پائے دوسرے پائے سے یعنی  
 مشتری اول سے ایک درم من کم کر دے تو یہ جائز ہو اور تیسرے شخص کو وہ کپڑا ۱۶ درم میں بیچ لیا پھر اگر تیسرے  
 شخص نے ۱۶ سین کوئی دوسرا عیب پا کر پہلے مشتری کو واپس کیا پس اگر پہلے مشتری نے اسکو بد دن حکم قاضی و  
 قبول کیا ہو تو اپنے پائے کو واپس نہیں کر سکتا ہوا اور اگر حکم قاضی واپس قبول کیا ہو تو اپنے پائے سے خصوصیت  
 کر سکتا ہو یہ بیسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک کپڑا دس درم کو خریدا کر کے باہم قبضہ کر لیا بعد کسی کندی کرنا  
 کو کندی کیواسے ویا دہ اسکو چھٹا ہوا لایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ پائے کے پاس سے چھٹا ہوا آیا  
 ہو یا کندی واسلے اسکو چھٹا ہو پھر باہمی صلح اس شرط پر قرار دی کہ مشتری کپڑے کو قبول کر لے اور پائے ایک درم  
 من کم کر دے اور کندی والا ایک درم مشتری کو دے اور کندی والا اپنی مزدوری مشتری سے لے لے تو جائز  
 ہوا اور اگر یہ صلح اس شرط سے ہو کہ پائے اس کپڑے کو قبول کرے اور مشتری ایک درم کم کر دے اور قصار اسکو ایک  
 درم دے تو بھی جائز ہو۔ اور اگر اسطور سے باہم صلح نہ کی اور مدعی نے دعوے کیا تو اس سے کہا جائیگا کہ جبراً  
 جی چاہے دعوے پیش کرے پس اگر اسے پائے پر دعوے کیا تو کندی والا بری ہو گیا کیونکہ مشتری نے اقرار کیا کہ اسکو  
 دینے سے پہلے یہ کپڑا چھٹا ہوا تھا اور اگر اسے کندی واسلے پر دعویٰ کیا تو پائے بری ہو گیا کیونکہ اسے اقرار کیا کہ یہ  
 عیب کندی واسلے کے پاس پیدا ہو۔ اس طرح اگر یہ معاملہ کسی رنگریز کے ساتھ جتنے وہ کپڑا عرصہ سے رکھا تھا پس  
 آیا پس سب سے باہم یوں صلح کی کہ یہ کپڑا تیسرا شخص کو درم میں لے لے بشرطیکہ پائے اول مشتری اول سے ایک درم  
 کم کر دے اور رنگریز اسکو ایک درم دیدے تو بھی جائز ہو یہ بیسوط میں ہے۔ اگر زید نے کسی کو باندی خریدنے کے  
 واسطے وکیل کیا اسے خرید دی پھر موکل نے اس میں عیب لگایا اور پائے نے موکل کے ساتھ اس عیب سے کسی  
 چیز پر بد دن موجود کی مشتری کے صلح کر لی تو قیاساً صلح باطل ہو لیکن استثنائاً جائز ہو یہ حاوی میں ہے۔ اگر  
 کسی کو اپنا غلام فروخت کر دیا وکیل کیا اور مشتری نے اس میں عیب لگایا پھر موکل نے اس سے اس شرط پر صلح کی  
 کہ میں غلام کو قبول کروں اور تو من میں سے اس قدر کم کر دے یا من لینے میں اتنے دن تاخیر کر دے اور پائے  
 کو بری کر دے تو جائز ہو۔ اس طرح اگر موکل بیچ اور موکل خرید دونوں نے ملکر باہم عیب سے اس شرط سے صلح کر لی  
 کہ موکل بیچ کو قبول کرے اور موکل خرید من میں سے اس قدر کم کر دے یا لینے میں اتنے دن تاخیر کر دے تو بھی  
 جائز ہو یہ بیسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی غلام کیس قدر درجہ کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اس میں  
 عیب لگایا اور دعوے کیا کہ پائے نے اسکو فریب کیواسے چھپا ڈالا تھا پھر پائے نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ  
 دامون میں سے اس قدر کم کر دے بشرطیکہ کل عیب سے پائے کو بری کر دے اور مشتری نے ایسا ہی کیا پھر ایک شخص  
 نے اس ام کے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس مشتری کو اپنے واسطے یہ غلام خریدنے کا وکیل کیا تھا اور میں اسکی صلح  
 سے راضی نہیں ہوں تو یہ صلح مشتری کے ذمہ لازم ہوگی موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ بیسوط میں ہے۔ ایک باندی

درم غلام اول وکیل  
 جو کندی وکیل  
 بیسوط میں ہے  
 اشارہ در حق عیب  
 نہ دوسرے

خریدی اور وہ مشتری کے پاس کچھ جہنی پھر مشتری نے اسکو ایک چشمہ پایا لینے کافی تھی اور بالے نے اقرار کیا کہ میں نے مشتری سے فریب دہی کے لئے چھپا ڈالا تھا پھر اس سے صلح کی کہ مشتری باندی اور اسکے بچہ کو ایک کپڑا زیادہ کر کے واپس کرے اور بالے اسکو پورا متن واپس دیکھا تو یہ جائز ہو اور ایسا ہی نقص بتا دیا اور زیادت بنا دین ہو یعنی مثل باندی کی زیادتی کے دار کی زیادتی یا کمی کا بھی صلح میں یہی حکم ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر خریدی ہوئی باندی میں عیب کا دعویٰ کیا اور بالے نے انکار کیا پھر دونوں نے اس شرط پر کسیدہ مال پر صلح کی کہ مشتری بالے کو اس عیب سے بری کر دے پھر ظاہر ہوا کہ اس باندی میں عیب تھا یا تھا وہ ٹکین زائل ہو گیا تو بالے کو اپنے بدل صلح واپس کر لینے کا اختیار ہو یہ فصول عادیہ میں ہے۔ قال المترجم۔ قوله لعل ان ییری مشتری ابالے من ذلک العیب) علی روایت کتاب لا اقرار اقرار من ابالے بذلک العیب بکونه فینبغی ان لا یقبل ببینۃ بعد ذلک علی عدم ذلک العیب فوجہ الظہور غنی فافہم۔ مشتری نے اگر کسی خریدے ہوئے چوپایہ کی آنکھ میں عیب لگایا اور بالے نے اس سے اس شرط پر کہ ایک دم متن سے کم کر دے صلح کر لی پھر وہ عیب متناہم نکلو کی سپیدی جاتی رہی تو بدل صلح کو واپس کر دے اور صلح باطل ہو گئی۔ اور ایسے ہی اگر بیچ کے حل ہو چکے دعویٰ سے صلح کی پھر بعد صلح کے ظاہر ہوا کہ حل تھا تو بدل واپس کرے۔ اس طرح اگر کسی شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور اس سے بال پر صلح کر لی پھر اسکا حق جسکے عوض صلح کی ہو کسی دوسرے شخص پر چلا ہو تو بدل صلح واپس کرے یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور اس باندی کو مشتری کے پاس حیض نہ آیا اسے اس عیب کو جو سے کہ منقطع الدم یعنی اسکے خون آنے کا انقطاع ہو گیا ہو واپس کرنا چاہا اور بالے نے اس سے کسی چیز پر صلح کر لی پھر اسکو حیض آیا تو بالے کو اختیار ہو کہ جو کچھ اسے دیا ہو مشتری سے واپس کر لے یہ تانا خانہ میں لکھا ہو۔ اگر ایک گرگھوٹ بھوض دوسرے گرگھوٹ کے خریدے اور یا ہم قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک شخص نے اپنے اقلیٰ میں عیب پایا اور دوسرے شخص نے اس سے کچھ درمون یا ایک تین گرگھوٹ یا ایک تین جو پر صلح کر لی چاہی تو جائز نہیں ہو۔ لیکن اگر دو دنوں میں مختلف ہو دیں مثلاً ایک گرگھوٹ بھوض ایک گرگھوٹ کے خریدے ہوں تو ایسی صلح جائز ہو اور ایسی صورت میں اگر اہل عادی درمون پر صلح کی پس اگر گرگھوٹ والے نے عیب لگایا اور کچھ عید قائم ہیں تو جائز ہو اور اگر تلف کو دے ہوں تو جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ دو شخصوں نے کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب لگایا پھر ایک شخص نے اپنے حصہ سے صلح کر لی تو جائز ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے شریک کو خصوصیت کر دینا اختیار نہیں ہو اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے شریک اپنے شریک کے صلح کر لینے کے عیب کی بابت خصوصیت کر سکتا ہو کیونکہ امام کے نزدیک ایک شخص نے بالے کو اپنے حصہ عیب سے بری کیا تو وہ دوسرے شریک کا حق باطل ہو تا ہو اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط مشرعی میں لکھا ہو۔ اگر دو کپڑے ہر ایک دس دم کو خریدا اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں عیب پایا پھر اس شرط سے صلح کی کہ اسکو بسبب عیب کے واپس کرے اور دوسرے کا درمون میں ایک دم بڑھا دے تو واپس کرنا جائز ہو اور ایک دم کا زیادہ کرنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک باطل ہو یہ حادی میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے ایک باندی کو خرید دیا اور اس کا قبضہ کر لیا پھر اسے اسے کافی پایا اور بالے نے اسکا اقرار کیا پھر اس سے اسے ایک غلام پر صلح کی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر غلام میں اسے عیب پایا اور پھر اسے اس سے

تو یہ جائز ہو اگر اس شرط پر کہ ایک دم بڑھا دے تو واپس کرنا جائز ہو اور ایک دم کا زیادہ کرنا امام اعظم رحمہم اللہ تعالیٰ و امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک باطل ہو یہ حادی میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے ایک باندی کو خرید دیا اور اس کا قبضہ کر لیا پھر اسے اسے کافی پایا اور بالے نے اسکا اقرار کیا پھر اس سے اسے ایک غلام پر صلح کی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر غلام میں اسے عیب پایا اور پھر اسے اس سے



دس دسم پر صلح کی تو جائز ہو پھر اگر باندی استحقاق میں سے لگئی تو بقدر اس کے حصہ میں سے یعنی نصفہ واپس ہوے اور اگر اس امر پر گواہ قائم ہوئے کہ یہ باندی آزاد ہو تو غلام واپس کر کے پورے ہزار درم لے لے۔ مبیوطہ میں ہوں قال لمتہ حجم مراد یہ کہ غلام نہ بدل صلح دس درم کے واپس کر کے ہزار درم لے لے و اگر مکتب نے کوئی باندی فروخت کی اور مشتری نے اس میں عیب لگایا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ سیقدر اثمن کم کر دے تو استحقاقاً جائز ہو پھر عیب کے سبب عیب کے سیقدر ثمن کم کر دیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کسی مثل نقصان عیب کے یا کم یا بقدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنا خسار برداشت کر لیتے ہیں تو بالاجل جائز ہو اور اگر زیادتی اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ اتنا خسار نہیں اٹھاتے ہیں تو اختلاف ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں جائز ہو کذا فی المیط

نہ ان باب۔ رقیق و حریت کے دعوے سے صلح کر کے بیان میں۔ ایک شخص نے ایک جہول النسب پر اپنے غلام ہونیکا کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے سودرم پر اس دعوے سے صلح کرنی اور مدعی کو دیدیا تاکہ اس دعوے سے باز رہے تو صلح جائز ہو پھر اگر مدعی نے اس کے بعد گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہو تو رقیق ثابت ہو چکے حق میں یہ تواہ مقبول نہ ہونگے اور استحقاق و لار میں مقبول ہونگے مگر بدون گواہوں کے وہ ولاد کا مستحق نہیں اور اگر مدعی نے اس سے مال کا کوئی تکیف لیا تو کفالت جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک باندی سے کہا کہ تو میری باندی ہو اس نے کہا نہیں بلکہ میں آزاد ہوں اور اس سے سودرم پر صلح کرنی تو جائز ہو پھر اگر اس باندی نے گواہ قائم کیے اس امر کے کہ میں اس مدعی کی باندی تھی مگر اسے سال گذشتہ میں بچے آزاد کیا ہو یا یہ کہ میں اصلی حرۃ ہوں اور میرے باپ و ماں آزاد کیے ہوئے یا خالص آزاد تھے تو مدعی سے سودرم واپس لگی۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میں غلام شخص کی باندی تھی اسے سال گذشتہ میں بچے آزاد کیا تو اس امر کے گواہ مقبول نہ ہونگے اور سودرم واپس نہیں لے سکتی جو یہ مبیوطہ میں ہو۔ اور اگر اس سلسلہ میں بجائے باندی کے غلام ہوا اور اس نے بعد صلح کے اپنی اہلی آزادی کے یا اس امر کے کہ مدعی نے سال گذشتہ میں کمال ملک بچے آزاد کیا ہو گواہ قائم کیے پس اگر صلح غلام کے ساتھ باوجود انکار و دعویٰ کے واقع ہوئی ہو تو غلام کے گواہ مقبول اور بالاجل مال کو موسے سے واپس لگا۔ اور اگر غلام نے مدعی کے دعوے رقیق کا انکار کیا پھر بھی صلح کرنی یہ موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کیے تو ایسا ہی حکم ہو جیسا مذکور ہوا اور اگر اس نے مولیٰ سے مال صلح واپس لینا چاہا تو بھی صاحبین کے نزدیک یہ حکم ہو کیونکہ غلام کی آزادی کے گواہ بدون دعویٰ کے صاحبین کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں پس دعوے میں تناقض ہو گا تو ان کے قبول ہونے کا مانع نہیں ہو جیسا کہ باندی میں مذکور ہوا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبب تناقض دعوے کے گواہ مقبول ہونے چاہئیں اور بدون دعوے کے غلام کی آزادی کے گواہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک قبول نہیں ہوتے ہیں پس اگر اس صورت میں قبول ہوں تو بلا دعوے مقبول ہونا لازم آتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر غلام مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں غلام شخص کا غلام تھا اسے سال گذشتہ میں بچے آزاد کیا ہو اور یا تو مستحق ہو تو مقبول نہ ہونگے یہ فیصلہ غرضی میں ہو۔ اور اگر کسی غلام نے اس امر کا دعوے کیا کہ میرے موسے نے بچے آزاد کیا ہو پس مولیٰ نے سودرم پر اس شرط سے صلح کی کہ میں سودرم غلام کو دو گنا بشر لکھ دے اس دعوے سے بری کر دے تو صلح باطل ہو اور جہول

نہ ان باب۔ رقیق و حریت کے دعوے سے صلح کر کے بیان میں۔ ایک شخص نے ایک جہول النسب پر اپنے غلام ہونیکا کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے سودرم پر اس دعوے سے صلح کرنی اور مدعی کو دیدیا تاکہ اس دعوے سے باز رہے تو صلح جائز ہو پھر اگر مدعی نے اس کے بعد گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہو تو رقیق ثابت ہو چکے حق میں یہ تواہ مقبول نہ ہونگے اور استحقاق و لار میں مقبول ہونگے مگر بدون گواہوں کے وہ ولاد کا مستحق نہیں اور اگر مدعی نے اس سے مال کا کوئی تکیف لیا تو کفالت جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک باندی سے کہا کہ تو میری باندی ہو اس نے کہا نہیں بلکہ میں آزاد ہوں اور اس سے سودرم پر صلح کرنی تو جائز ہو پھر اگر اس باندی نے گواہ قائم کیے اس امر کے کہ میں اس مدعی کی باندی تھی مگر اسے سال گذشتہ میں بچے آزاد کیا ہو یا یہ کہ میں اصلی حرۃ ہوں اور میرے باپ و ماں آزاد کیے ہوئے یا خالص آزاد تھے تو مدعی سے سودرم واپس لگی۔ اور اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ میں غلام شخص کی باندی تھی اسے سال گذشتہ میں بچے آزاد کیا تو اس امر کے گواہ مقبول نہ ہونگے اور سودرم واپس نہیں لے سکتی جو یہ مبیوطہ میں ہو۔ اور اگر اس سلسلہ میں بجائے باندی کے غلام ہوا اور اس نے بعد صلح کے اپنی اہلی آزادی کے یا اس امر کے کہ مدعی نے سال گذشتہ میں کمال ملک بچے آزاد کیا ہو گواہ قائم کیے پس اگر صلح غلام کے ساتھ باوجود انکار و دعویٰ کے واقع ہوئی ہو تو غلام کے گواہ مقبول اور بالاجل مال کو موسے سے واپس لگا۔ اور اگر غلام نے مدعی کے دعوے رقیق کا انکار کیا پھر بھی صلح کرنی یہ موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کیے تو ایسا ہی حکم ہو جیسا مذکور ہوا اور اگر اس نے مولیٰ سے مال صلح واپس لینا چاہا تو بھی صاحبین کے نزدیک یہ حکم ہو کیونکہ غلام کی آزادی کے گواہ بدون دعویٰ کے صاحبین کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں پس دعوے میں تناقض ہو گا تو ان کے قبول ہونے کا مانع نہیں ہو جیسا کہ باندی میں مذکور ہوا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبب تناقض دعوے کے گواہ مقبول ہونے چاہئیں اور بدون دعوے کے غلام کی آزادی کے گواہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک قبول نہیں ہوتے ہیں پس اگر اس صورت میں قبول ہوں تو بلا دعوے مقبول ہونا لازم آتا ہو یہ محیط میں ہو۔ اور اگر غلام مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں غلام شخص کا غلام تھا اسے سال گذشتہ میں بچے آزاد کیا ہو اور یا تو مستحق ہو تو مقبول نہ ہونگے یہ فیصلہ غرضی میں ہو۔ اور اگر کسی غلام نے اس امر کا دعوے کیا کہ میرے موسے نے بچے آزاد کیا ہو پس مولیٰ نے سودرم پر اس شرط سے صلح کی کہ میں سودرم غلام کو دو گنا بشر لکھ دے اس دعوے سے بری کر دے تو صلح باطل ہو اور جہول

غلام اپنی آزادی کے گواہ قائم کر لیا اگرچہ آزاد ہو جائیگا اور باندی اس حکم میں مش غلام کے ہوتے بیسویں ہوتے اور اگر امام اولیہ  
 دوسرے شخص کا دعویٰ کیا اور مولیٰ نے اس شرط پر صلح کی کہ دونوں کو اس قدر مال دیا جائے اور دونوں اس دعویٰ سے  
 باز رہیں تو یہ صحیح یا غلط ہے۔ اگر بیسویں نے امام و لد ہونے یا مدبر ہو کر دعویٰ کیا اور مولیٰ نے ان دونوں  
 سے اس شرط پر صلح کی کہ بقدر مال دیا جائے اور دونوں دعویٰ سے باز رہیں تو بھی باطل ہوتا ہے۔ اگر غلام نے اپنے  
 مالک پر اعتناق صحیح کا دعویٰ کیا اسے انکار کیا پھر غلام نے اس سے دوسروں پر اس شرط سے صلح کی کہ اعتناق کو پورا کر دے  
 تو جائز ہو پھر اگر غلام کو اس احکام کے گواہ ملے کہ مولیٰ نے اس کو قبل صلح کے آزاد کر دیا تھا تو جو کچھ اسے مولیٰ کو دیا ہو  
 واپس لے لیا یہ بیسویں ہوتا۔ اگر کتابت نے اپنے مولیٰ پر دعویٰ کیا کہ اسے آزاد کر دیا ہو اور ہندو کتابت نے کچھ  
 مال کتابت ادا نہیں کیا تھا پھر مولیٰ نے اس سے اس شرط پر صلح کی کہ نصف مال کتابت ادا کرے اور نصف مال مولیٰ کو دے  
 تو صلح جائز و کفائی ہے۔ اگر کتابت نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مولیٰ نے قبل صلح کے اس کو آزاد کیا ہو تو صلح باطل ہوگی یہ بیسویں  
 دسواں باب۔ عقار اور اس کے متعلقات سے صلح کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دارمقبوضہ  
 پر دعویٰ کیا اور دونوں نے کسی بیت معلومہ پر صلح قرار دی پس اگر یہ صلح مدعا علیہ کے کسی دوسرے دار کے بیت  
 معلومہ پر واقع ہوئی تو جائز ہو اس طرح اگر کسی دار کے بیت معلومہ پر جس کا دعویٰ کیا ہو صلح کی تو بھی جائز ہو پھر اگر  
 باقی دار پر اسے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو شیخ الاسلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی دار کے بیت  
 معلومہ پر جس کا دعویٰ کیا ہو صلح کی ہو تو اس کے دعویٰ کے باقی دار پر بعد صلح کے سماعت نہ ہوگی اور یہی ظاہر لروایہ  
 میں ہے۔ اور ابن ساعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ سماعت ہوگی اور اسی پر امام ظہیر الدین فوسے دیتے  
 تھے۔ اور اس امر پر روایات متفق ہیں کہ اگر مدعی نے اقرار کیا کہ یہ دار مدعی کا ہو تو اس کو حکم کیا جائیگا کہ باقی دار مدعی کے  
 سپرد کرنے سے یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر حق کا دعویٰ کیا اور حق بیان نہ کیا اور اس سے کسی  
 دار کے بیت معلومہ پر یا دوسرے دار کے بیت معلومہ پر صلح کی تو جائز ہو۔ پس اگر کسی دار کے بیت معلومہ پر جس کا حق  
 کا دعویٰ کیا ہو صلح کی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ یہ سب دار میرے ہوں تاکہ باقی دار بھی ملے تو ظاہر لروایہ کے موافق  
 گواہ قبول نہ ہونگے اور ابن ساعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قبول ہونگے اور اس کے نام باقی دار کی جو گری کر دی جائے  
 اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے بلکہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہو تو اس کو حکم کیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کر دے یہ  
 ظہیر میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں سے چند گز دن معلوم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس دعویٰ سے  
 کسی قدر درمومن معلومہ پر صلح کرنی تو بالاتفاق جائز ہو اور اگر مدعا علیہ نے اپنے حصہ دار سے جو کسی دوسرے  
 شخص کے پاس ہو اور وہ مدعا علیہ کے حصہ کا مقر ہو صلح کی پس اگر مدعی جانتا ہو کہ مدعا علیہ کا اس کے دار میں اس قدر  
 حصہ ہو تو یہ صلح بالاجماع جائز ہو کیونکہ اگر اسے کوئی حصہ کسی دار کا خریدے اور مشتری کو حصہ کی مقدار معلوم ہو تو جائز ہو  
 اور اگر مشتری کو باقی کے حصہ کی مقدار نہیں معلوم ہو یا باقی و مشتری دونوں کو نہیں معلوم ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح  
 جائز نہیں ہو پس ایسا ہی حال صلح کا ہو ادا امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح جائز ہو یہ کتاب سے قاضی خان میں ہے  
 قال المترجم۔ پس حاصل مسئلہ کا یہ ہو کہ اگر مدعی کو مدعا علیہ کے حصہ دار کی جو دوسرے مقر کے پاس ہو مقدار نہیں  
 معلوم ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلح جائز نہیں ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

صلح  
 اگر کسی کے بیت  
 دار کے بیت پر

ایمان و فاقہم اگر ایک شخص کے مقبوضہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے اس سے کسی قدر  
درمیان پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے اقرار کر دیا اور مدعی نے چاہا کہ صلح توڑ دے اور کھلے میں نے تو تیرے انکار کی وجہ  
سے صلح کر لی تھی تو اسکو صلح توڑنے کا اختیار نہیں ہو یہ محیط میں ہو اگر کسی شخص کے دار میں حق کا دعویٰ  
کیا پھر اس دعویٰ سے پیش آج پر یا اس شرط پر کہ اس داری کی کسی دیوار پر اس قدر مضرع رکھیں صلح کر لی  
تو باطل ہو بشرطیکہ اسکا کوئی وقت مقرر نہ کیا ہو اور اگر کوئی وقت مقرر کیا مثلاً ایک سال یا اس سے زیادہ کوئی معلوم  
وقت مقرر کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا پھر کرنی وجہ سے فرمایا کہ صلح جائز ہو اور فقہاء جعفر نے فرمایا کہ بین جائز ہو اور  
اگر کسی زمین میں حق کا دعویٰ کیا اور اس سے نہایت ایک ہفتہ تک پانی سیلفہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہو اور اگر  
دوستوں حصہ مضرع زمین پر صلح کی تو بیچ پر قیاس کر کے صلح جائز ہو یہ فنادے قاضیخان میں ہو اگر ایک دیوار کے  
دعویٰ سے راستہ پر صلح کر لی پس اگر راستہ سے راستہ کا رقبہ مراد ہو تو صلح بلا شک ناجائز ہو اور اگر راستہ سے آمد  
رفت مراد ہو تو آمد و رفت کے فروع پر قیاس کر کے دور و استین ہیں جس مدعا سے موافق آمد و رفت کا حق تو مقرر کرنا جائز ہو بلکہ  
موافق ایک شخص کی آمد و رفت کے حق پر صلح جائز ہو جائیگی یہ محیط میں ہو۔ قال مضرع ہم راستہ سے طریق خاص مراد ہو  
چنانچہ قیاس بیچ شاہد ہو۔ اگر کسی شخص کے بیت میں حق کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے اس شرط سے  
صلح کی کہ ایک سال تک اسکی چھت پر نہا کرے تو کتاب میں مذکور ہو کہ جائز ہو اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اہل سنت  
ہو کہ چھت پتھر چٹائی ہو اور اگر ایسی ہو تو جب طور سے چھت کا کرایہ دینا جائز نہیں ہو صلح بھی جائز نہیں ہو اور بعض  
مشائخ نے کہا کہ ہر حال میں صلح جائز ہو یہ ظہیر میں ہو۔ اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک بیت ہو اس پر ایک شخص  
نے دعویٰ کیا اور دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ بیت ایک شخص کا اور چھت دوسرے شخص کی ہو تو جائز نہیں ہو  
جبکہ اس پر کوئی عمارت نہ ہو اور اگر عمارت ہو اور اس شرط سے صلح کی کہ شے کا مکان ایک کا اور با لاغذہ دوسرے کا ہو  
تو جائز ہو کذا فی الحادی سلیک دار پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اپنے غلام کو ایک سال تک مدعی کی خدمت کیونچ  
دینے پر صلح کر لی تو جائز ہو اور مدعی کو اختیار ہو کہ غلام کو اپنے گھر لیجاوے اور شہنشاہ المائے حلوائی نے فرمایا کہ اپنے گھر  
لیجانے سے یہ مراد نہیں ہو کہ اسکو سفر میں بمقدار سفر لیجاوے بلکہ یہ مراد ہو کہ فاسے شہر اور گائون میں لیجاوے  
اور شمس المائے سرخی نے فرمایا کہ اس مقام پر مدعی کو سفر میں لیجانے کا اختیار ہو اور یہ بھی اختیار ہو کہ غلام کو دوسرے  
کی خدمت کیونچے مزدوری پر دیدے یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر کسی حق کا دعویٰ کیا پھر اس  
اس شرط پر صلح کی کہ زمین اس دار کے فلان بیت میں ہمیشہ رہو گلیا مہرے دم تک رہو گاتو جائز نہیں ہو یہ فنادے  
قاضیخان میں ہو۔ اگر کسی کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس دار کے کسی بیت میں کسی مدعی  
معلوم تک کی اجازت پر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہو پھر اگر مدعا علیہ نے مدعی سے اس بیت کی سکونت سے کسی قدر  
درہم معلوم پر صلح کی تو جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور باہم اس شرط سے صلح کی  
کہ قاضیخان میں ایک سال تک رہ کر مدعی کے سپرد کرے تو جائز ہو اس طرح اگر باہم اس شرط سے صلح کی کہ مدعی  
اس میں ایک سال تک رہ کر باہم کو دیدے تو بھی جائز ہو اور اگر کسی پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اس شرط سے  
صلح کی کہ ہر چند اس دار میں ایک سال تک بکری کے سپرد کرے تو جائز ہو کذا فی الذخیرہ ایک شخص کی مقبوضہ زمین کی صلح

اپنی ملک کا دعویٰ کیا پھر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ قابض اسی میں پانچ برس تک ذرا رحمت کرے بشرطیکہ قبضہ زمین مدعی کا ہو تو یہ جائز ہو یہ فتاویٰ قاضیان میں ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک دار میں حق کا دعویٰ کیا پس قابض نے مدعی سے غلام یا کوئی حیوان ایک سال خدمت کیو اسے دینے پر صلح کی تو قاسد ہو خواہ صلح باقرار حق مدعی ہو یا باہکار ہو۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر مدعا علیہ نے وقت صلح کے یوں کہا تھا کہ میں نے تیرے حق سے یا تیرے حصہ سے صلح کی تو یہ مدعا علیہ کی طرف سے حق یا حصہ کا اقرار ہو پھر جب صلح قاسد ہوئی تو اس سے کہا جائیگا کہ جب حق تو نے اقرار کیا ہو اسکو مدعی کیو اسے بیان کرے۔ اور اگر یوں کہا تھا کہ میں نے تیرے دعویٰ سے صلح کر لی تو یہ اقرار نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک دار خرید اور اسکو مسجد بنایا پھر ایک شخص نے اسی میں دعویٰ کیا پھر اس مسجد بنانے والے نے یا جسکے درمیان وہ مسجد ہو ان لوگوں نے صلح کر لی تو صلح جائز ہو یہ خزانۃ المفتیین میں ہو۔ اگر ایک دار تین شخصوں میں مشترک ہو یعنی تینوں اسپر قابض ہوں ہر ایک کے قبضہ میں اسکی ایک منزل ہر اوکھن اپنے حال پر ہو پھر سچوں نے اسی میں جھگڑا کیا تو ہر ایک کو اسکی مقبوضہ منزل ملے گی اور صحن تینوں میں تہائی مشترک ہو نیک حکم ہو گا اور اگر قاضی کے اس حکم سے پہلے باہم اسطور سے صلح کر لی کہ ایک کو نصف صحن اور باقی دو کو چوتھائی چوتھائی ملے تو جائز ہو اسطور اگر صلح میں ایک نے اپنے واسطے دوسرے کی آدمی منزل مقبوضہ شرط کی تو جائز ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر ایک دار دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اور دونوں نے جھگڑا کیا ہر ایک اپنے مالک ہو نیک مدعی ہو تو وہ دونوں کے درمیان نصف نصف کا مثل ترکہ کے حکم دیا جائیگا پس اگر حکم قاضی سے پہلے باہم اسطور سے صلح کی کہ ایک کی دو تہائی اور دوسرے کی تہائی ہو تو جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر ایک دار دو شخصوں کے قبضہ میں اسطور ہو کہ ایک کے قبضہ میں ایک منزل اور دوسرے کے قبضہ میں دوسری منزل ہو اور ایک نے کہا کہ یہ تمام ادریسے ادریسے درمیان نصف نصف ہو اور دوسرے نے کہا بلکہ تمام دار میل ہو تو تمام کے مدعی کو اسکا مقبوضہ اور نصف دوسرے کا مقبوضہ دیا جائیگا اور صحن دونوں میں مشترک ہو گا اور اگر حکم قاضی سے پہلے دونوں نے اسطور صلح کر لی کہ دونوں میں برابر تقسیم ہو یا ایک کا تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو جائز ہو اسی طرح اگر بعد حکم قاضی کے اسطور سے صلح کر لی تو بھی جائز ہو۔ اور اگر قبضہ کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص منزل میں رہتا ہو اور دوسرا اس منزل کے بالا خانہ پر ہو اور ہر ایک کے محل کا دعویٰ کیا تو ہر ایک کو اسکا مقبوضہ دیا جائیگا اور صحن دونوں کو برابر تقسیم ہو گا پھر اگر حکم قضا کے بعد یا اس سے پہلے دونوں نے اسطور سے صلح کر لی کہ بالا خانہ والے کو نیچے کا مکان اور آدھا صحن اور نیچے والے کو بالا خانہ اور آدھا صحن ملے تو جائز ہو یہ مبسوط میں ہو۔ دو شخصوں نے ایک دیوار میں جھگڑا کیا اور دونوں نے اسطور صلح کی کہ ایک کی اصل دیوار دوسرے کے اسکے جذوع رکھنے کی جگہ ہو تو جائز ہو اور اگر یوں صلح کی کہ اسپر کوئی دیوار معلوم بنا کے اسپر اپنے جذوع معلوم رکھے تو جائز نہیں ہو یہ محیط سرخی میں ہو۔ اگر دو شخصوں نے ایک دیوار میں جھگڑا کیا اور اسطور سے صلح کی کہ دونوں اسکو گروادین اور در حقیقت اس سے خوف تھا اور گروادین اس شرط سے بنوادین کہ ایک شخص کا تہائی اور دوسرے کی دو تہائی ہو اور کچھ خرچ پڑے وہ بھی اسی حساب سے دونوں پر تقسیم ہو اور اسی حساب سے ہر ایک اسپر اپنی دھنیاں رکھے تو یہ جائز ہو یہ حاوی میں ہو۔ اگر کسی شخص کے بالا خانہ میں کچھ حق کا دعویٰ کیا پھر اس علو کے کسی ٹیپے میں پراکسی دوسرے بالا خانہ کے ایک ہیٹ میں پھر صلح کر لی تو جائز ہو کیونکہ اس نے بھول جن سے معلوم بدل پھر صلح کی تو یہ قرار





کر ہونے کی صورت میں بیان کیا ہوا اور یہ سب حکم اس صورت میں ہو کہ صلح اس شرط سے واقع ہوئی کہ مدعی اپنے دعویٰ کو ترک کر دے۔ اور اگر اس شرط سے صلح واقع ہوئی کہ مدعی اس دار کو سلسلے اور باقی مسئلہ کے ساتھ پس اگر کو اور درم مدعی کی طرف سے ہوں یا کر مدعا علیہ کی طرف سے اور درم مدعی کی طرف سے ہوں تو اس صورت کی سب وجوہات کا حکم رہا ہو چہ چہ پہلی صورت میں تفصیل سے بیان کیا ہو پھر یہ سب جو چہ بیان کیا اس صورت میں ہو نہ تمام کریں میعاد مقرر ہوا اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بعض کریں میعاد ہو پس اگر کریں سے جبکہ میعاد ہی ہو وہ صلح کی مقدار کے لائق ہو تو صلح سب کی جائز ہوگی اور جبکہ میعاد ہی ہو وہ درم کی طرف اور جو فی الحال ہو وہ صلح دار کے ساتھ عقد کے جائز ہو چکے واسطے ملا دیا جائیگا۔ اور اگر مدعا علیہ نے دار سے کسی معین حیوان پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اُسکو ایک کر گھوڑا چید اپنے ذمہ لیکر آد کرے اور میعاد ہی نہیں ہاں یعنی قبل فترت کے گھوڑا اور کسے میعاد نہیں ہو تو صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہیں ہو اور امام کے نزدیک واجب ہو کہ جائز ہو اگرچہ کر بعینہ ہو کر وصفت کر کے ذمہ رکھا گیا ہو کیونکہ کبھی چیز جب ذمہ رکھی گئی اور وہ درم کی طرف سے ہوں دیناروں کے سوا دوسری چیز اعیان کے متبادل نہیں رہتی گئی تو مشن ہو جاتی ہو اور ایسے مشن کے ساتھ خریدنا امام کے نزدیک جائز ہو بشرطیکہ وصفت کر کے ذمہ لایا جائے خواہ اُسکا ادراک جانی احوال قرار پایا ہو یا میعاد ہی ہو یہ محیطین ہو اور اگر اپنے دعویٰ سے جو اسے کسی دلا کی نسبت کیا ہو ایک کر دے بیانی گھوڑا پر صلح کی پھر اس کر سے ایک کر جو غیر معین پر صلح کر لی تو جائز ہو یہ بیروین ہو اگر دار کے دعویٰ سے درم کی طرف صلح واقع ہوئی اور بدل صلح پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح نہ ٹوٹتی یہ محیطین ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک دار کے دعویٰ سے جسکو گراہوں نے نہیں دیکھا ہو اور نہ اُسکا حدود کو پہچانا ہو صلح کر لی ایسی غیر معین دار کے دعویٰ سے صلح کر لی پھر ایک دار پر دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ وہ دار نہیں ہو پس صلح کی ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ وہی ہو تو دونوں سے باہم قسم لیا گئی اور صلح رد کر دی گئی اور پھر مدعی دوبارہ دعویٰ کر گیا یہ بیروین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار میں موضع جذوع کا دعویٰ کیا یا دار میں کسی ہر سہ یا پانی کے میل کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اس سے کسی قدر دراہم معلوم پر صلح کر لی تو جائز ہو کیونکہ قبول حق سے معلوم بدل پر صلح کی ہو یہ فتاویٰ قاضیان میں ہو۔ ایک شخص کا دروازہ یا کوٹھا موجود ہو اسپر کے پڑوسی نے جھگڑا کیا اور اسے کسی قدر دراہم معلوم پر اس شرط سے صلح کی کہ پڑوسی کو دیگا تاکہ وہ موٹھلا بند کرے اُسکو ٹھلا رہنے دے تو یہ صلح یا حل ہو اسی طرح اگر اس شرط سے صلح واقع ہوئی کہ موٹھلا دروازہ کا مالک کچھ درم لیکر ان دونوں کو بند کر دے تو بھی یا حل ہو یہ ظہیر میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے سے کچھ زمین خریدی پھر باغ نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری ثانی نے وہ زمین لے لی اور مشتری اول نے اس سے خصوصیت نہ لیکر قصداً پس دوسرے مشتری نے اس سے کہا کہ زمین میرے پاس رہنے دے اور مجھ سے کسی قدر مال معلوم صلح کر لے اسے ایسا ہی کیا تو صلح جائز ہو اور وہ زمین دوسرے کی ملک ہے مشتری کی طرف سے ہو یا اُسکو یہ اختیار نہیں ہو کہ جو کچھ مال صلح اسے اس شرط سے دیا ہو اُسکو واپس لے لے یہ خزانہ المشتین میں ہو اگر کہنے دوسرے کی زمین میں سے چند گزوں کا دعویٰ کیا اور مالک زمین نے اس دعویٰ سے کسی قدر دراہم معلوم پر صلح کر لی تو جائز ہو۔ اور اگر زمین دو شخصوں کی ہو کہ اس میں دونوں کی گھیتی ہو اُسپر ایک شخص نے دعویٰ کیا

اور دونوں نے اٹھ کر کیا پھر ایک نے اس شرط سے صلح کی کہ اسکو سو درم دیوے اور وہ نصف کھیتی مدعی کو دیکھا پس اگر  
 کھیتی کب گئی ہو تو صلح جائز ہو اور اگر کب نہ ہو تو یہ دن شریک کی رضا مندی کے صلح جائز ہوگی۔ اور یہ خلاف اسکے ہے  
 کہ اگر لوں صلح کی کوئی کھیتی مع آدمی زمین کے سو درم کی صلح میں اور گنا کہ یہ جائز ہو۔ اور اگر تمام کھیتی ایک ہی شخص  
 کی ہو پھر کسی نے آکر دعویٰ کیا پھر مدعی نے اسکو سو درم اس شرط سے دینا کہ آدمی کھیتی دیدے اور زمین نہ دے پس  
 کھیتی کی ہوئی ہو تو جائز ہو اور اگر کبلی ہو تو جائز نہیں ہو یہ محیط میں ہو اگر ایک قوم کے درمیان ایک نہر ہو اور سمجھ  
 نے اسکے کھودنے یعنی مٹی صاف کرنے یا میناۃ دل ہندی کر کے پر اس شرط سے صلح کی کہ اسکا خرچہ سمجھ پر ہونے  
 حصہ کے ڈالا جائے تو جائز ہو یہ بوطین ہو۔ اگر کسی شخص کا چھٹا یا پانچواں شائع عام ہو اور اسکے دور کر کے واسطے  
 کسی شخص نے اس سے جھگڑا کیا اور چھٹے واسطے اسکے ساتھ کسی قدر معلوم درمون پر اس شرط سے صلح کی کہ تنگو  
 اپنی جگہ رہنے دے تو ایسی صلح جائز نہیں ہو اور لوگوں کو چاہیے کہ اسکے دور کر کے واسطے اسکے مالک سے  
 خصوصت کریں خواہ وہ چھتا قدیمی ہوا یا جدید ہو یا اسکا حال معلوم ہو۔ اور اگر امام وقت نے اس سے دور  
 کر کے واسطے خصوصت کی پھر اس سے اس شرط سے صلح کرنی کہ اسکا چھتا اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جائیگا بشرطیکہ وہ  
 پھر مال معلوم ادا کرے تو جائز ہو بشرطیکہ وہ جدید ہو اور امام وقت کو مسلمانوں کے حق میں یہ مصلحت معلوم ہو کہ اسکو  
 چھوڑ کر اسکے عوض مال لیکر بیت المال میں داخل کرے بشرطیکہ عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہو نہ فیہین ہو۔ اور  
 اگر خاصہ میں چھتا دور کر کے واسطے مال دیا ہو تو جائز ہو بشرطیکہ وہ قدیمی ہو اور اگر جدید ہو تو جائز نہیں ہو اور یہی صحیح ہو اور  
 اگر اسکا حال معلوم نہ ہو اور خاصہ نے اسکے دور کر کے واسطے مال دیا ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر چھٹے کے مالک نے  
 خاصہ کو چھتا دور کر کے واسطے مال دیا تو کیسا ہی ہو جائز ہو یہ محیط سرخی میں ہو۔ اور اگر چھتا خاص راستہ پر کسی کو چھ  
 غیر نافذہ میں ہو پس اگر صلح اس طور سے واقع ہوئی کہ خاصہ کچھ درام معلوم مالک قتلہ یعنی چھٹے سے لیکر قتلہ کو  
 کسی طور سے چھوڑ دے تو صلح جائز نہیں ہو بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر جدید ہو پس اگر خاصہ اس کو چھ کا رہنے والا  
 نہ ہو اور اسکو اس چھٹے کے نیچے سے گزرنے کا حق حاصل نہ ہو تو جس شخص کو آئیکے نیچے سے آمد و رفت کا حق حاصل ہو  
 اسکی اجازت پر موقوف رہیگی۔ اور اگر صلح کر لیا لا اس کو چھ کا رہنے والا ہو پس اگر تمام چھٹے سے صلح کی تو  
 صلح جائز ہو اسکے حصہ کی میج ہوگی اور شریکوں کے حصہ کی موقوف رہیگی اگر اسکے سب شریکوں نے اجازت دیدی  
 تو صلح کی صلح جائز ہو جائیگی اور اگر انھوں نے اسکے صلح کی اجازت نہ دی اور چھتا دور کیا گیا تو بیشک اسکے شریکوں کے حصہ  
 کی صلح باطل ہوگی یا تنگ کہ چھٹے واسطے کو ان شریکوں کے حصہ کا بدل صلح مصلح سے واپس کر لیے کا اختیار ہو  
 اگر سب بدل صلح اسکو دیدیا ہو۔ اور اس میں مشاع کا اختلاف ہو گا اسکے حصہ کا بدل صلح لگی واپس لے سکتا ہے نہیں  
 اور صحیح یہ ہو کہ واپس نہیں لے سکتا ہو اور اگر صلح صرف اسی صلح کو نہ اس کے حصہ سے ہو تو صلح جائز ہو پھر بعد  
 اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر شریکوں نے چھ اپنے حال پر چھوڑ دیئے ہیں اسان کیا اور چھوڑ دیا تو ہم بدل صلح مصلح کو دیا جائیگا اور اگر  
 انھوں نے چھتا دور کر دیا تو مصلح سے تمام بدل صلح واپس لینے میں مشاع کا اختلاف ہو۔ اور اگر چھٹے کا حال معلوم  
 نہ ہو کہ تیار ہوا یا پرانا ہو تو صلح جائز نہیں ہو۔ اور اگر صلح اس چھٹے کے دھوکے پر واقع ہوئی پس اگر اس شرط پر  
 واقع ہوئی کہ خاصہ ہم لیکر چھٹے کو دور کر دے تو ہر حال میں صلح جائز ہو۔ اور اگر لوں صلح واقع ہوئی کہ چھٹے والا خاصہ ہم

صلح  
 اگر کسی نے  
 چھتا دور کر کے  
 مال لے لیا تو  
 اگر اسکا مال  
 معلوم نہ ہو  
 تو چھتا دور  
 کر کے مال  
 دینا جائز  
 نہیں ہے





تو جائز ہو اور یہ صلح جدید قرار دی جائیگی۔ اس طرح اگر شفیع طلب شفیع کے بعد مگر کیا پھر مشتری نے اس کے دائون سے اس طرح صلح کی تو بھی جائز ہو اور یہ صلح جدید قرار دی جائیگی اور اگر مشتری مگر کیا اور مشتری کے دائون نے اس شرط سے صلح کی کہ ہم نصف دار نصف من میں دیدین تو بھی جائز ہو اور یہ لینا شفیع کی راہ سے ہوگا جدید یہ صلح قرار نہ دی جائیگی یہ تھا کہ قاضی جان میں ہو۔ اگر کسی دار کے شفیع میں ایک شریک اور ایک پڑوسی نے جھگڑا کیا اور باہم اس شرط سے صلح کی کہ نصف نصف برابر دونوں سے لین اور مشتری نے دونوں کو دیدیا تو جائز ہے کہ ان فی الحال وہی باب گیسار ہو ان قسم میں صلح کر کے بیا نہیں۔ ایک نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اسے انکار کیا پھر دونوں نے صلح کی کہ دعا علیہ قسم کھائے اور وہ مال سے بری ہو اور دعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہو اور مدعی اپنے دعوے پر باقی رہے گا اگر اسے گواہ قائم نہ تو مال لے لے گا اور اگر گواہ نہ پائے اور اس سے قسم طلب کی پس اگر پہلا قسم کھاتا قاضی کے سامنے نہ تھا تو قاضی دوبارہ اس سے قسم لے گا اور اگر قاضی کے سامنے تھا تو دوبارہ قسم نہ لے گا یہ اصول جاریہ میں ہو۔ اور اگر دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ اگر دعا علیہ قسم کھائے تو وہ خصومت سے اس وقت تک بری ہو جب تک مدعی کو گواہ ملے اور اسے قسم کھائی تو خصومت سے بری ہوئے بین مشاخص کا اختلاف ہو اور بعض مشاخص نے فرمایا کہ خصومت سے بری ہوگا اور یہی اصح ہوتے کہ مدعی تو اختیار ہو کہ قاضی کے سامنے دوبارہ اس سے قسم لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اگر دونوں نے اس طرح صلح کر لی کہ مدعی اپنے دعوے پر قسم کھائے تو دعا علیہ اس کے مال کا ضمان ہو اور اگر مدعی نے اس شرط پر قسم کھائی اور دعا علیہ نے اس مال سے انکار کیا تو پھر اس کے ذمہ کچھ لازم نہ آدینگا اور صلح باطل ہو۔ اس طرح اگر دونوں نے اس طرح صلح کی کہ طالب و مطلوب دونوں قسم کھالیں پھر دعا علیہ پر نصف مال دعوے لازم آدینگا تو بھی باطل ہو۔ اور اگر دونوں نے اس طرح صلح کی کہ طالب آج کے روز اپنے دعوے پر قسم کھائے اور اگر آج کا دن گزر گیا اور اس نے قسم نہ کھائی تو اس کا کچھ حق نہیں ہو پھر وہ دن گزر گیا اور مدعی نے قسم نہ کھائی تو صلح باطل ہو اور مدعی اپنے دعوے پر باقی رہے گا اس طرح اگر یوں صلح کی کہ مطلوب قسم کھائے تو وہ مال کا ضمان ہو یا اسپر مال ہو یا مقر مال ہو تو بھی صلح باطل ہو اور مشروط غیر لازم ہو یہ مبسوط میں ہو اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال یا اس کے ماسوا کا دعویٰ کیا اور اسے انکار کیا اور مدعی نے پاس گواہ نہیں ہیں اسے دعا علیہ کی قسم کی درخواست کی اور قاضی نے قسم اسپر رکھی اور اسے کیس قدر دراہم معلوم پیراس شرط سے صلح کی کہ اس طور سے قسم نہ لے تو صلح جائز ہو اور وہ اس صلح سے قسم سے بری ہوگا اس طرح اگر یوں صلح کی کہ میں نے تجھ سے اس قسم سے جو تیری طرف سے مجھ پر لازم آئی ہو صلح کی یا یوں کہا کہ مجھ جو تیری طرف سے قسم آئی ہو اس قدر درہم پر فدیہ کی اور دوسرا شخص راضی ہو گیا تو صلح جائز ہو۔ اور اگر قسم کو بعض مال معلوم کے خرید یا یا مشتری نے قسم اس کے اقرار مال معلوم پر فروخت کی تو جائز نہیں ہو یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اگر یوں صلح کر لی کہ طالب یا مطلوب قسم کھائے اور آدھا مال دعا علیہ پر ہوگا کیا آج کے روز طالب یا مطلوب قسم کھائے بشرطیکہ اگر آج قسم نہ کھائے تو مال اسپر ہو یا طالب آج کے روز قسم کھاوے کہ جو یگانہ حق ہو تو یہ سب صورتیں صلح کی باطل ہیں کیونکہ یہ خلاف شریع ہیں یہ وجہ کوری میں ہو۔ اور اگر یوں صلح قرار دی کہ طالب اپنے غلام کی آزادی یا عورت کی طلاق یا حج یا لکھنؤ کو کہہ کی قسم کھاوے اگر اس طور سے قسم کھا لیا تو اس کا مال مجھ پر تو اس صہرت میں مطلوب پر کچھ

شفیع علیہ کو گواہ لے کر  
ایمان بخش کرے  
یہن صلح باطل ہے  
کے ہوتے ہیں

لازم نہ آویگا اور نہ طالب بر طلاق و عتاق لازم آویگا و لیکن اگر مطلوب اس امر کے گواہ قائم کرے کہ میں نے مدعی کو یہ مال ادا کر دیا ہے یا اسے مجھے اس مال سے بری کر دیا ہے تو اس وقت میں اسکا غلام آزاد ہو جائیگا اور اس کی جو رو بر طلاق ہو جائیگی کیونکہ مدعی کا اپنی قسم میں حانت ہونا عادل گواہوں سے ثابت ہو گیا اسی طرح اگر اس شرط سے صلح کی کہ مدعا عین ان چیزوں کی اسطور سے قسم کھا دے کہ اگر اسطور سے قسم کھا لیا تو وہ میرے دعوے سے بری ہو اسے قسم کھائی تو بری نہ ہوگا اور طلاق و عتاق واقع نہ ہوگی و لیکن اگر مدعی نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو اس وقت میں مطلوب کا طلاق و عتاق واقع ہو جائیگا کیونکہ اسکا حانت ہونا عادل گواہوں سے ثابت ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ بارہوا ان باب خون و زخون سے صلح کرنے کے بیان میں۔ نفس اور نفس سے کم پر عہد یا خلا و جرم کرنے سے صلح کرنا جائز ہے و لیکن اگر عہد جرم کرنے سے دیت سے زیادہ پر بھی صلح کی تو بھی جائز ہے یہ اختیار شرح مختارین ہے۔ اور یہ مال جرم کرنے والے پر اسی کے مال سے فی الحال دینا واجب ہوگا اور اس کی سبب بکراوری پر واجب ہوگا کذا فی اسنادی اور خلا سے جرم کرنے میں اگر دیت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ اختیار شرح مختارین ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کسی مقدار دیت پر جو مقررہ ہیں صلح قرار دی ہو اور اس میں زیادتی کی ہو۔ اور اگر سوائے ان مقداروں کے کسی مال پر صلح قرار دی اور اس میں زیادتی کی تو جائز ہے و لیکن اسی مجلس میں قبضہ کر لینا شرط ہے تاکہ دین سے بعض دین کے بدون قبضہ کے افتراق لازم نہ آوے۔ اگر قاضی نے مجرم پر سوا و نٹ دیت کا حکم کیا اس نے سوا و نٹ سے سو سے زیادہ گالیوں پر جو اس کے پاس موجود ہیں صلح کی اور گاہیں اسکو دیدہ ہیں تو جائز ہے اور اگر کسی قدر اونٹوں سے سولے درم و دینار کے کسی کیلی یا وزنی چیز پر ادا حار سعادتی صلح کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ معارضۃ الدین بالذین ہے۔ اور اگر دیت کے اونٹوں سے ان کے مثل قیمت پر یا اسقدر زیادت پر کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہیں صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر زیادتی میں اس قدر زیادت ہے کہ لوگ برداشت نہیں کیا کرتے ہیں تو صلح جائز نہ ہوگی۔ اور اگر قاضی نے اس پر درم یا دیناروں کا دیت میں حکم کیا اور قائل نے اسے گہون یا جو یا اونٹ و گائے وغیرہ پر جو اس کے پاس موجود ہیں صلح قرار دی تو جائز نہیں ہے اگرچہ جدا ہونے سے پہلے ان چیزوں کو دیدہ ہے کیونکہ ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے پاس وقت عقد کے موجود نہ ہو سوائے سلم کے اور صورت میں جائز نہیں ہے۔ اور اگر قاضی نے اس پر اونٹ یا گائے کا دیت میں حکم کیا اور اس نے اسے گہون وغیرہ پر صلح کی حالانکہ بدل اس کے پاس موجود نہیں ہے و لیکن حیاتی سے پہلے اس نے یہ اناج دیدہ یا تو جائز ہے اور اگر جدائی سے پہلے یہ اناج نہ دیا اور دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مجرم کے سوائے دوسرے شخص نے دیت سے زیادہ پر صلح کی اور ضمان ہو تو زیادتی باطل ہوگی اگرچہ صلح جس دیت کے سوائے دوسری جس پر ہو۔ اور اگر درمون کا اس پر حکم ہوا اور اس نے دینار و دینار پر صلح کر لی اور اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر دنگری ہونے سے پہلے دوسرا اونٹ وغیرہ میں پر صلح کر لی تو سوا و نٹ میں سے واجب ہوں گے اور خیار طالب کو ہے پس جس سے صلح کا نٹ دیت میں واجب ہوئے ہیں اگر اس سے نقصان ہو تو طالب کو اختیار ہوگا کہ صلح کو رو کر دے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو عہد قتل کیا اور تیسرے کو خلا سے قتل کیا پھر دونوں کے دلیوں سے دونوں دلیوں سے زیادہ پر صلح کی تو صلح جائز ہے اور مقتول خلا کے ولی کو بعد ردیت کے لیا گیا اور باقی عہد مقتول کے ولی کو لیا گیا اور اگر دونوں کے وارثوں

یہ اختیار مختارین میں ہے  
اور اگر قاضی نے اس پر

سے دو دیت یا کم پر صلح کی تو دونوں میں برابر تقسیم ہون کی یہ محیط سرخی میں ہو۔ اور قتل عمد کے بدل الصلح کا حکم  
 مہر کے مانند ہے تو جیسے حالت مہر میں برداشت کہ لجاتی ہو وہی ہرمان بھی برداشت کیجاوگی۔ اور جو چیز تسمیہ صحیح ہونے  
 کی مانع ہو وہ صلح میں وجوب بدل کی مانع ہے اور کسی کے فاسد ہونے کے وقت قصاص ساقط ہو جاتا ہو اور نفس کا بدل یعنی  
 دیت واجب ہوتی ہو جیسے نکاح میں مہر مثل واجب ہوتا ہو مثلاً ایک کپڑے پر صلح قرار دی ولیکن ایک صورت میں نکاح  
 و صلح میں فرق ہو وہ یہ ہو کہ اگر شراب پر نکاح کیا تو مہر مثل واجب ہو گا اور عدا خون کرنے سے اگر شراب پر صلح کی تو کچھ  
 واجب نہ ہو گا یہ کافی میں ہو۔ اور قتل خطا میں دیت واجب ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہو۔ اور اگر عدا ہاتھ کاٹنے سے  
 شراب یا سور پر صلح کی تو تسمیہ جائز نہیں ہو ولیکن غصہ صحیح ہو لینے قصاص معاف کر کے آنے جو بدل مقرر کیا وہ بدل ناجائز  
 اور غصہ صحیح ہو اور مطلق العید ہاتھ کاٹنے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر خطا سے اُسے ہاتھ کاٹا ہو اور باقی مسئلہ بحال  
 رہے تو ہاتھ کاٹا ہوا اُس سے دیت لے سکتا ہو اور اگر کسی آزاد کے دینے پر صلح واقع ہوئی تو یہ بھی مثل شراب و سور پر صلح  
 واقع ہونے کے یہی یہ محیط میں ہو۔ اور اگر ہر ایک کا خون دوسرے پر آتا ہو اور دونوں نے ایک دوسرے کو خون سے معاف  
 کر دینے پر صلح کی تو جائز ہو جیسے قطع میں ہو یہ اختیار شرح مختار میں ہو۔ ایک شخص کو عدا زخمی کیا اور اُس سے صلح کی تو دو  
 سال سے خالی نہیں ہو یا تو زخم سے اچھا ہو گیا یا مر گیا پس اگر زخم سے یا ضرب سے یا سر زخمی کرنے سے یا کاٹ ڈالنے سے  
 یا کسی جرم سے قطعائی چیزوں سے صلح کی تو صلح جائز ہو بشرطیکہ اس طرح اچھا ہو اور کہ اُس کا کچھ اثر باقی ہو اور اگر اس طرح اچھا ہو گیا  
 کہ اثر بھی باقی نہ رہا تو صلح باطل ہوگی اور اگر اس جنایت سے مر گیا تو بخلاف صاحبین کے امام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ صلح باطل  
 ہوگی اور دیت واجب ہوگی اور اگر ان پانچوں چیزوں اور جو کچھ ان سے حادث ہو صلح کی تو صلح جائز ہے اگر اُس سے مر گیا  
 اور اگر اچھا ہو گیا تو اس مقام پر مذکور ہو کہ صلح جائز ہو اور کتاب الوکالت میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے سر میں  
 ہڈی کو لہنے والا زخم لگایا پھر کسی کو وکیل کیا کہ اُس سے صلح کرے اس طور سے کہ اس زخم سر سے اور جو کچھ اس سے نفس تک  
 پیدا ہو صلح کرے لینے نفس ضائع ہو جائے تک صلح کرے پس اگر وہ شخص مر گیا تو صلح نفس سے قرار دیا جاوگی اور اگر  
 اچھا ہو گیا تو دس حصوں میں سے ساڑھے نو حصے مال واجب ہو گا اور نصف و سواں حصہ جیکے زخم آیا ہے وہ واپس  
 کر دیا جائے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف بسبب اختلاف وضع کے ہے کیونکہ اس مقام پر یوں صلح کی کہ  
 جو کچھ اس زخم سر سے نفس ضائع ہوئے تک پیدا ہو سب سے صلح کی اور یہ ایک شے معلوم ہے لہذا بدل صلح کو قائم و حادث  
 دونوں پر تقسیم کرنا ممکن ہوا اور اس مقام پر زخم اور جو اُس سے پیدا ہو صلح قرار دی ہے اور یہ امر مجہول ہے کبھی پیدا  
 ہوتا ہو اور کبھی نہیں پیدا ہوتا ہو اور اگر پیدا ہو تو بھی نہیں معلوم کہ کس قدر پیدا ہو گا سپوا سے بدل کو قائم و حادث  
 تقسیم کرنا قطعاً ہوا پس تمام بدل بمقابلہ موجود کے قرار پایا۔ لیکن اگر جنایت سے صلح کی تو سب صورتوں میں صلح جائز ہے  
 ولیکن اگر اس طور سے اچھا ہو گیا کہ بالکل اُس کا اثر باقی نہ رہا تو جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخی میں ہو۔ اگر جرم عدا ہو اور مخرج نے  
 جمع کر دیا اُسے سے خود لے سے بدل پر صلح کی ملائکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا یا رہتا تھا تو صلح جائز ہو اور اگر جراحت خطا  
 سے ہوا اور اس سے صلح کی ملائکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا مر لیں تھا پر بدل میں سے کم کر دیا تو یہ صلح تمام مال سے منہ  
 ہوگی بجز یہ وصیت مددگار برادری کے واسطے صلح ہوگی نہ قاتل کے واسطے اگرچہ دیت پہلے قاتل پر واجب ہوتی اور مددگار  
 برادری اسکی طرف سے اُسکو برداشت کر لگی یہ محیط میں ہو۔ اگر مر لیں نے عدا خون کے حق سے جو اُس کا چاہیے ہے ہزار درم

صلح کی جگہ سے قطعاً ہوا اور اگر کسی نے دوسرے کو زخمی کیا تو صلح جائز ہے اگر اُس سے مر گیا تو بخلاف صاحبین کے امام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ صلح باطل ہوگی اور دیت واجب ہوگی اور اگر ان پانچوں چیزوں اور جو کچھ ان سے حادث ہو صلح کی تو صلح جائز ہے اگر اُس سے مر گیا اور اگر اچھا ہو گیا تو اس مقام پر مذکور ہو کہ صلح جائز ہو اور کتاب الوکالت میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے سر میں ہڈی کو لہنے والا زخم لگایا پھر کسی کو وکیل کیا کہ اُس سے صلح کرے اس طور سے کہ اس زخم سر سے اور جو کچھ اس سے نفس تک پیدا ہو صلح کرے لینے نفس ضائع ہو جائے تک صلح کرے پس اگر وہ شخص مر گیا تو صلح نفس سے قرار دیا جاوگی اور اگر اچھا ہو گیا تو دس حصوں میں سے ساڑھے نو حصے مال واجب ہو گا اور نصف و سواں حصہ جیکے زخم آیا ہے وہ واپس کر دیا جائے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف بسبب اختلاف وضع کے ہے کیونکہ اس مقام پر یوں صلح کی کہ جو کچھ اس زخم سر سے نفس ضائع ہوئے تک پیدا ہو سب سے صلح کی اور یہ ایک شے معلوم ہے لہذا بدل صلح کو قائم و حادث دونوں پر تقسیم کرنا ممکن ہوا اور اس مقام پر زخم اور جو اُس سے پیدا ہو صلح قرار دی ہے اور یہ امر مجہول ہے کبھی پیدا ہوتا ہو اور کبھی نہیں پیدا ہوتا ہو اور اگر پیدا ہو تو بھی نہیں معلوم کہ کس قدر پیدا ہو گا سپوا سے بدل کو قائم و حادث تقسیم کرنا قطعاً ہوا پس تمام بدل بمقابلہ موجود کے قرار پایا۔ لیکن اگر جنایت سے صلح کی تو سب صورتوں میں صلح جائز ہے ولیکن اگر اس طور سے اچھا ہو گیا کہ بالکل اُس کا اثر باقی نہ رہا تو جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخی میں ہو۔ اگر جرم عدا ہو اور مخرج نے جمع کر دیا اُسے سے خود لے سے بدل پر صلح کی ملائکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا یا رہتا تھا تو صلح جائز ہو اور اگر جراحت خطا سے ہوا اور اس سے صلح کی ملائکہ وقت صلح کے وہ مرض الموت کا مر لیں تھا پر بدل میں سے کم کر دیا تو یہ صلح تمام مال سے منہ ہوگی بجز یہ وصیت مددگار برادری کے واسطے صلح ہوگی نہ قاتل کے واسطے اگرچہ دیت پہلے قاتل پر واجب ہوتی اور مددگار برادری اسکی طرف سے اُسکو برداشت کر لگی یہ محیط میں ہو۔ اگر مر لیں نے عدا خون کے حق سے جو اُس کا چاہیے ہے ہزار درم

تقدیر سے پر مسلح کر لی پھر بعد مسلح کے ایک سال کی تاخیر دیدی تو تہائی مال سے تاخیر جائز ہوگی کذا فی المبسوط قال المتوجہ  
 فیہ مریض کا تہائی مال اگر ہزار درم ہوں تو پورے ہزار درم کی تاخیر ایک سال تک روا ہو ورنہ جقدر تہائی مال ہوتا ہو اسقدر  
 کے حصہ کی تاخیر روا ہوگی اس عبارت سے جہاں مذکور ہے یہی مراد ہوتی ہو یا در کھنچا ہے و اللہ اعلم بالصواب۔ اگر کسی نے دوسرے  
 کی انگلی عموماً کاٹ ڈالی یا خطا سے کاٹی اور اس سے کسی قدر مال پر مسلح کر لی پھر دوسری انگلی انہی کے پہلو کی مثل ہو گئی تو کاٹنے  
 والے پر امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکا بھی ارش لازم آدیکا اور صاحبین کے نزدیک کچھ لازم نہوگا یہ حاوی میں ہے۔  
 علت ہذا اذا شغل بسبب القطع۔ ایک شخص قتل کیا گیا اسکے دو بیٹے ہیں پھر ایک نے اپنے حصہ سے سودرم پر مسلح کر لی  
 تو جائز ہے اور اس کے بھائی کو امین شرکت کا اختیار نہیں ہے اور اگر قتل خطا سے واقع ہوا ہو اور ایک نے کسی قدر مال  
 پر اس سے مسلح کر لی تو اسکے شریک کو اس مال میں شرکت کا اختیار ہے لیکن اگر مصلح چاہے کہ اسکو چھٹائی ارش  
 دیدے تو ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر خون عمدہ سے ایک غلام یا باندی پر مسلح کر لی تو جائز ہے اور درمیان درجہ کی  
 باندی یا غلام والے جائز ہے۔ اور اگر کسی غلام میں پر مسلح کر لی پھر وہ غلام آزاد نکلا تو قاتل پر دیت لازم آوے گی۔ قلت  
 یعنی قصاص سا قتل ہو گیا۔ اور اگر دونوں میں اختلاف ہو قاتل نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس غلام پر مسلح کی ہے اور  
 دلی مقتول نے کہا کہ نہیں بلکہ اس غلام پر مسلح کی ہے تو مسلح جائز ہے اور قسم سے قاتل کا قول قبول ہوگا یہ فحط میں ہے۔  
 اگر قتل عمدہ سے دو غلاموں پر مسلح قرار دی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے اس کے نزدیک یہ غلام بوجہ راحۃ  
 ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ غلام اور دوسرے آزاد کی قیمت اگر وہ غلام ہوتا تو جسدہ رہتی دینی پڑتی اور  
 امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ غلام اور پورا ارش درمون سے دنیا پڑیگا یہ کافی میں ہو۔ اور اگر قتل عمدہ سے کسی گھر میں ایک  
 سال تک رہنے والی غلام سے ایک سال تک خدمت لینے پر مسلح کی تو جائز ہے اور اگر ہمیشہ کے واسطے یا جو کچھ  
 قاتل کی باندی کے بیٹ میں ہے اس پر پانچو کچھ اسکے درخت سے پیدا ہو خواہ سالہا سے معلومہ پر یا ہمیشہ کے واسطے مسلح کی  
 تو جائز نہیں ہے یہ نہایت میں ہے۔ اور اگر قتل عمدہ سے جو کچھ اسکی بکریوں کے بیٹ میں ہے یا جو کچھ ان کے تخمون میں ہے یا جقدر  
 اسکے درخت خرما پر دس برس تک پیدا ہوا اس پر مسلح کی تو قاتل پر دیت واجب ہوگی کذا فی النہی۔ اور اگر اسطور سے  
 مسلح کی جو کچھ تیرے درخت خرما پر پھل ہیں ان پر مسلح کی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مقتول کے دلی نے قاتل سے اس  
 شرط سے مسلح کی کہ میں تجھکو یہ خون اس شرط سے معاف کرنا ہوں کہ جو میرا خون فلاں شخص پر ہے تو اسے معاف کر دے  
 تو جائز ہے اور یہ مسلح در حقیقت بلا بدل کے عفو ہے پس اگر قاتل نے فلاں شخص کو اپنے خون واجب سے معاف کر دیا  
 تو مقتول کا دلی اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر معاف نہ کیا تو دو صورتیں ہیں اگر قاتل کا خون جو دوسرے  
 شخص پر تھا ہے وہ دوسرا شخص اس دلی مقتول کا باپ یا بیٹا یا ان کے مثل ہے تو دلی مقتول اس قاتل  
 سے دیت لے لیا اور اگر قاتل کا قصاص کسی اجنبی پر واجب ہے تو دلی مقتول کو قاتل سے کچھ لینے کا اختیار  
 نہیں ہے یہ محیط میں ہے منتقی میں ہے کہ ابن سیرین نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے  
 کا ہاتھ ہاتھ کاٹ ڈالا پس ہاتھ کاٹنے والے نے قاتل سے اس شرط سے مسلح کی کہ میں قاتل کا آٹا ہاتھ کاٹ  
 ڈالوں اور کاٹنے والا تو یہ مسلح پہلے جرم کا عفو ہے اور اس پر اس آٹے ہاتھ کاٹنے کا جرم آزاد نہ آدیکا اور دقتا طے پر کچھ  
 جرم آزاد نہ آدیکا اور اگر بعد اس مسلح کے آٹے ہاتھ کاٹنے سے پہلے دونوں نے جھگڑا کیا تو مسلح کرنے والے کو آٹے ہاتھ کاٹنے کا اختیار

امام محمد رحمہ  
 والہ فیہ فیہ فیہ



ہوگا و لیکن اپنے سیدھے ہاتھ کی دیت لے لیگا۔ اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ قاتل کا ہاتھ دہیر کاٹ ڈالے یا قاتل کے غلام کو قتل کر دے پس اگر اس کا ہاتھ دہیر کاٹ ڈالے تو قاتل اس سے اپنے پانوں کی دیت بھر لیگا۔ اور اگر اس کے غلام کو قتل کیا تو قاتل کی اس پر اپنے غلام کی قیمت واجب ہوئی پس دونوں باہم بقدر دیت ہاتھ کے بدل کر لیگے اور جب قدر کسی کا حق زیادہ ہوگا وہ اس قدر لے لیگا۔ اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اس آزاد کا ہاتھ کاٹ ڈالے یا غلام شخص کے غلام کو قتل کر دے اور یا باقی بعد صلح کے کیا تو دوسرے آزاد کے ہاتھ کی دیت دیگا اور دوسرے غلام کی قیمت دیگا اور اپنے ہاتھ کی دیت اپنے ہاتھ کاٹنے والے سے بھر لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قاتل عہد میں اس شرط سے صلح کی کہ اس کا پانوں کاٹ ڈالے تو یہ قیمت معاف کرنا ہو اور اگر قاتل غلام ہو تو اس پر دیت واجب ہوگی یہ مہبوط میں ہے۔ اور اگر عہد ہاتھ کاٹ ڈالنے سے اس شخص پر صلح کی کہ اس کا پانوں کاٹ ڈالے تو صلح باطل ہو اور مفت عہد ہو گیا اور قاتل سے کچھ نہیں لے سکتا یہ ایسا ہی حامد وایات اس کتاب میں مذکور ہے اور اسی کتاب کی بعض روایات میں ہے کہ ارش لے لیگا اور اگر خطا سے ہاتھ کاٹنے کی صورت میں ایسا واقع ہو تو سب روایتوں کے موافق اتفاق اس سے ہاتھ کی دیت لے لیگا۔ اور اگر قاتل عہد میں نہ اکتا اشتغال چاندی و سوندر صلح کی کہ اپنے کسی قدر تعداد بیان کی مگر اس تعداد میں چاندی اور سونے کو داخل کیا تو جائز ہے اور اس پر ان دونوں میں سے ہر ایک کا نصف واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر قاتل عہد ہو پھر اس سے کسی شخص نے ہزار درم پر صلح کر لی اور ضامن نہ ہوا تو اس پر کچھ واجب ہوگا اور اگر قاتل نے خود ہی اس مصلح کو وکیل کیا تھا تو بدل صلح قاتل پر واجب ہوگا اور اگر اپنے غلام پر اپنی مسئول سے اس قول سے صلح کی اور اس غلام کی خلاص کا ضامن نہ ہوا یعنی یہ غلام تنہا حقوق غیر سے پاک کر کے سپرد کیا جائیگا اس کا ضامن نہ ہوا پس اگر وہ غلام ولی مقتول کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مصلح سے کچھ نہیں لے سکتا ہو و لیکن قاتل سے اس کی قیمت لے لیگا بشرطیکہ قاتل نے اس کو صلح کا حکم کیا ہو اور اگر مصلح اس کی خلاص کا ضامن ہوا ہو اور خود ازراہ احسان صلح کی ہے پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو ولی اس سے غلام کی قیمت بھر لیگا یہ مہبوط میں ہے۔ اگر فضولی نے خون عہد سے ہزار درم پر صلح کی اور ضامن ہو گیا پھر وہ ہزار درم استحقاق میں لے لے لے تو ولی مقتول اس کے قتل مصلح سے لے لیگا پھر جب فضولی نے درم صلح ضامن ہو کر دیدے تو قاتل سے نہیں لے سکتا ہو۔ اور اگر قاتل نے اس کو وکیل کیا تھا اور ضامن ہونے کا وکیل نہیں کیا تھا اور اپنے ضامن ہو کر اوکو دے تو جب قدر ادائیگی میں قاتل سے لے لیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام اور ایک آزاد نے ملکر ایک شخص کو ہلاک قتل کر ڈالا پھر غلام کے مالک اور آزاد نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ دونوں کی طرف سے ولی مقتول سے صلح کرے اپنے دو قاتلوں کی نزدیکی سے ہزار درم پر صلح کی تو ہر ایک پر نصف نصف لازم آئیگا اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ اگر خطا سے قتل کیا گیا اور ایسی صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام نے کسی شخص کو عہد قتل کیا اور مقتول کے وہ ولی ہیں اور غلام کے مالک نے ایک ولی سے اس کے حصہ سے اسی غلام قاتل کے دینے پر صلح کر لی تو جائز ہو اور اس مطاع سے جبکہ غلام غلامی کہنا جائیگا کہ تو اپنے شریک کو نصف غلام دیدے یا آدمی دیت اس کو دیدے اس شرط سے کہ غلام تیرا ہے۔ اور اگر باوجود اس غلام کے دوسرے غلام پر بھی صلح کی تو دوسرے میں اس کا حق نہ ہوگا اور اگر غلام قاتل کے نصف پر صلح قرار دی تو جائز ہو اور وہ غلام اس کے مالک اور مصلح کے درمیان نصف نصف ہوگا پھر اس صلح کے سبب سے دوسرے کا حق قصاص نہ رہا بلکہ مال سے متعلق ہو گیا

صلح و دیت و غلامی  
باب دوازدہم خون و غلامی سے صلح  
اس کتاب میں مذکور ہے اور اسی کتاب کی بعض روایات میں ہے کہ ارش لے لیگا اور اگر خطا سے ہاتھ کاٹنے کی صورت میں ایسا واقع ہو تو سب روایتوں کے موافق اتفاق اس سے ہاتھ کی دیت لے لیگا۔ اور اگر قاتل عہد میں نہ اکتا اشتغال چاندی و سوندر صلح کی کہ اپنے کسی قدر تعداد بیان کی مگر اس تعداد میں چاندی اور سونے کو داخل کیا تو جائز ہے اور اس پر ان دونوں میں سے ہر ایک کا نصف واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر قاتل عہد ہو پھر اس سے کسی شخص نے ہزار درم پر صلح کر لی اور ضامن نہ ہوا تو اس پر کچھ واجب ہوگا اور اگر قاتل نے خود ہی اس مصلح کو وکیل کیا تھا تو بدل صلح قاتل پر واجب ہوگا اور اگر اپنے غلام پر اپنی مسئول سے اس قول سے صلح کی اور اس غلام کی خلاص کا ضامن نہ ہوا یعنی یہ غلام تنہا حقوق غیر سے پاک کر کے سپرد کیا جائیگا اس کا ضامن نہ ہوا پس اگر وہ غلام ولی مقتول کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مصلح سے کچھ نہیں لے سکتا ہو و لیکن قاتل سے اس کی قیمت لے لیگا بشرطیکہ قاتل نے اس کو صلح کا حکم کیا ہو اور اگر مصلح اس کی خلاص کا ضامن ہوا ہو اور خود ازراہ احسان صلح کی ہے پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو ولی اس کے قتل مصلح سے لے لیگا پھر جب فضولی نے درم صلح ضامن ہو کر دیدے تو قاتل سے نہیں لے سکتا ہو۔ اور اگر قاتل نے اس کو وکیل کیا تھا اور ضامن ہونے کا وکیل نہیں کیا تھا اور اپنے ضامن ہو کر اوکو دے تو جب قدر ادائیگی میں قاتل سے لے لیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام اور ایک آزاد نے ملکر ایک شخص کو ہلاک قتل کر ڈالا پھر غلام کے مالک اور آزاد نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ دونوں کی طرف سے ولی مقتول سے صلح کرے اپنے دو قاتلوں کی نزدیکی سے ہزار درم پر صلح کی تو ہر ایک پر نصف نصف لازم آئیگا اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ اگر خطا سے قتل کیا گیا اور ایسی صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام نے کسی شخص کو عہد قتل کیا اور مقتول کے وہ ولی ہیں اور غلام کے مالک نے ایک ولی سے اس کے حصہ سے اسی غلام قاتل کے دینے پر صلح کر لی تو جائز ہو اور اس مطاع سے جبکہ غلام غلامی کہنا جائیگا کہ تو اپنے شریک کو نصف غلام دیدے یا آدمی دیت اس کو دیدے اس شرط سے کہ غلام تیرا ہے۔ اور اگر باوجود اس غلام کے دوسرے غلام پر بھی صلح کی تو دوسرے میں اس کا حق نہ ہوگا اور اگر غلام قاتل کے نصف پر صلح قرار دی تو جائز ہو اور وہ غلام اس کے مالک اور مصلح کے درمیان نصف نصف ہوگا پھر اس صلح کے سبب سے دوسرے کا حق قصاص نہ رہا بلکہ مال سے متعلق ہو گیا

اور نصف غلام غیر منقسم کا دونوں آدمیوں میں سے متفق ہوا پس دونوں شریک غلام کے دوسرے ولی کو یا تو آدھا غلام دیئے گئے یا نصف دیت اسکو دیئے گئے۔ اور اگر اس سے درمومن پر یا کسی کیلی یا زنی چیز پر خواہ نقد یا بعاوی آدھا صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے کا آئین کچھ حق ہوگا ولیکن وہ غلام قاتل کو پکڑ لیا جائے یا اس غلام کا سوسے یا تو نصف غلام اسکو دیگا یا آدمی دیت دیگا اور باندی اور مدبرہ اور ام الولد عدا قتل کرنے سے صلح کرنے میں یکساں ہیں یہ مہمومین ہے۔ اگر غلام کا دونوں نے کسی شخص کو عدا قتل کیا تو اپنی طرف سے اسکا صلح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے غلام نے کسی کو عدا قتل کیا اور اسکی طرف سے غلام کا دونوں نے صلح کی تو جائز ہے یہ کہ نہیں ہے۔ اور اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور دوسے نے بعضے اولیائے مقتول سے دیت سے کم پر صلح کر لی یا عروض یا کسی حیوان میں پر صلح کی تو جائز ہے اور باقی دلیون کو آئین شریعت کا اختیار ہے یہ مہمومین ہے۔ ایک غلام نے زید کا عدا ہاتھ کاٹ ڈالا اور دوسے نے غلام کو حکم قاضی یا بلا حکم زید کو دیدیا اور زید نے اسکو آزاد کر دیا پھر زید آئی ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مر گیا تو غلام اس کے نفس کا بدل صلح ہو جائیگا۔ اور اگر زید نے اسکو آزاد نہ کیا بلکہ اسکو غلام اس کے مالک کو واپس دیا جائیگا پھر زید کے دلیون سے کہا جائیگا کہ تمہارا جی چاہے اسکو قتل کر دیا ہو تو وہی شریعہ جامع صغیر صدر الشہید میں ہے۔ اگر کسی باندی نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور اس کے دو ولی موجود ہیں وہ باندی کچھ جینی پھر اس کے مالک نے ایک ولی سے کہا کہ یہ باندی کا بچہ تیرے حق دیت کی صلح میں تجھے دیتا ہوں اس صلح کر لی تو جائز ہے اور دوسرے ولی کے مولی پر یا بیخ ہزار درم واجب ہونگے۔ اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اسے حق میں اسکو تہائی باندی دیدے تو جائز ہے اور اس کے شریک کو چاہے نصف باندی دیدے یا نصف دیت دیدے پس اس کتاب کی روایت میں اسکا بعض کے دینے کا اختیار کرنا دونوں حصوں کے دینے کا اختیار نہیں قرار دیا گیا۔ اور جامع کی روایت میں ہے کہ ایک کے حصہ میں دینے کا اختیار جو ناوری دونوں کے حصہ میں اختیار ہے جیسا حدیہ کی صورت میں ہوتا ہے اور یہی روایت اصح ہے اور پہلی روایت مذکورہ کی تاویل یہ ہے کہ اسے ایک سے تہائی باندی پر صلح کی اور یہ حصہ اس کے حق سے کم ہے تو مولی دوسرے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کے حصہ میں دینا اس سبب سے اختیار کیا کہ وہ اپنے حق سے کم پر راضی ہو گیا اور تو پھر ارضی نہیں ہو گا پس مجھے لازم یہ نہیں ہے کہ باندی ہی تیرا لواحق ہے دونوں بلکہ مجھے اختیار ہے کہ باندی میں سے دونوں یا دوسرے۔ اور اگر اس نے ایک شریک سے نصف باندی پر صلح کی تو یہ صلح اسکا اس امر کو اختیار کرنا ہے کہ باقی آدمی باندی دوسرے کو دیگا۔ یہ مہمومین ہے۔ اگر مدبر نے کسی کو عدا قتل کیا اور اس کے مولی نے اس سے ہزار درم پر صلح کر لی اور یہی اس مدبر کی قیمت ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بعد پھر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا تو مدبر کو رہے کہ اس کے ہلک پر دوسری قیمت لازم آدھنے کی اور اگر پہلا قتل خطا سے ہوا اور دوسرے نے ہزار درم پر جو اسکی قیمت ہے صلح کر لی پھر مدبر نے کسی دوسرے کو قتل کیا تو دوسرے دوسری قیمت کا ضمانت ہو گا پہلا ولی اور دوسرا دونوں ایک قیمت میں شریک قرار پاویں گے یہ مہمومین ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی خطا سے آٹھ چھوٹی تو مولی کو اسکی قیمت دونوں کو دینی ہوگی کہ دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگی۔ پس اگر مولی نے آٹھ دسے کو سودم صلح کر کے دیئے حالانکہ مدبر کی قیمت چھ سودم ہے اسے سودم پر قبضہ کر لیا اور باقی سودم سے بری نہیں کیا تو دونوں مدعی اس سودم کو باہم تین حصہ کر کے تقسیم کریں گے اور اگر بعد ازیں تقسیم کے اسکو سودم بنے بری ہو گیا تو اس تقسیم میں تغیر نہ آویگا۔ اور اگر سودم پر صلح کر لی اور باقی سے قبضہ اور تقسیم سے پہلے بری کر دیا تو یہ سودم دونوں کو پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے ایک پانچواں آٹھ دسے کو اور چار پانچواں خون کے ولی کو

۱۔ یعنی مولی کو یا کسی کے دینے اور زید میں اختیار ہے اور جیسا کہ ایک کو باندی دے تو جس نے باندی دینی یہ اختیار کی ولیکن اس میں اس کے کوئی اس کو نقد دینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر باندی دے تو اس کے اختیار نہیں ہے

ملینے۔ اور اگر سو درم پر قبضہ کر لیا پھر باقی سو درم سے تقسیم سے پہلے منکو بری کر دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سو درم دونوں میں تین تہائی تقسیم ہونے پھر رجوع کر کے کہا کہ آٹھ دانے کو اکین سے پانچواں حصہ ملے گا اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے یہ مسو ط میں ہے۔ مگر مدبر نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آٹھ پونڈی پھر دونوں سے سہری نے ایک غلام پر صلح کو کے دونوں کو دیدیا تو جائز ہے پھر اگر دونوں نے اختلاف کیا اور ہر ایک دعویٰ دیا ہو کہ دلی مقتول اپنی خون کا حقدار ہیں اور دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو غلام دونوں کو برابر تقسیم ہو گا پس اگر مدبر کے مالک نے کہا کہ تو دلی مقتول ہے اور دوسرے سے کہا کہ تو آٹھ کا حقدار ہے تو قسم سے اسکا قول قبول ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مدبر نے عداوت قتل کو کیا تو قرار کیا تو مثل ملک کو محض کے اقرار کا جائز ہے پس اگر کسی نے ایک دلی مقتول سے کسی کچرے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور دوسرے دلی کی سولی پر مدبر کی نصف قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اسے گواہ موجود ہوں یا مولیٰ اسکا اقرار کرے اور اگر گواہ نہ ہو تو کچھ نہیں ہے یہ مسو ط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو زخمی کیا پس عورت نے اس سے ہر ایک جراحات سے صلح کرنے پر صلح کی اور سوا سے جراحات کے صلح میں کچھ نہیں قرار دیا پس اگر وہ عورت اس زخم سے اچھی ہو گئی اور اثر نہ گیا تو صلح جائز اور تسمیہ جائز اور زخم کا اثر بدل صلح قرار دیا جائے گا اور طلاق بائن ہوگی خواہ لفظ صلح کے ساتھ ہو یا صریح طلاق کے ساتھ ہو۔ اور اگر اچھی ہو گئی اور اسکا اثر بھی باقی نہ رہا تو طلاق مفت واقع ہوگی جتنے کہ عورت پر شوہر کو بدل صلح دیا پس اگر نا واجب نہیں ہے اگرچہ صلح میں نقطہ جراحات کا نام لیا ہے۔ یہ حکم مسوقت ہے کہ زخم سے اچھی ہو گئی ہو اور اگر اس زخم سے مر گئی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح جائز اور تسمیہ باطل ہے اور جب امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تسمیہ باطل ہو تو قیاس چاہتا ہے کہ قصاص واجب ہو اور تسمیہ نا شواہر کے مال میں دیت واجب ہوگی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر طلاق بہ لفظ صلح واقع ہوئی تو بائن ہوگی اور اگر لفظ طلاق ہوئی تو رجعی ہوگی اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک صلح مفت واقع ہو گئے کہ شوہر پر دیت لازم نہ ہوگی اور عفو ہو گا پھر طلاق اگر بہ لفظ صلح واقع ہوئی تو بائن ہوگی اور اگر صریح واقع ہوئی تو رجعی ہوگی اور اگر جراحات سے پیدا ہوئے صلح کیا تو سب کے نزدیک وہی ہے جو صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک نقطہ جراحات پر صلح کرنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے۔ یہ حکم مذکور عداوت زخمی کرنے کی صورت میں ہے اور اگر خطا سے زخمی کرنے کی صورت ہو پس اگر نقطہ جراحات پر صلح کیا اور عورت اس زخم سے اچھی ہو گئی اور اثر باقی رہا تو صلح جائز اور تسمیہ جائز اور طلاق بائن ہوگی اور اگر اچھی ہو گئی اور اثر بھی نہ رہا تو طلاق مفت واقع ہوگی اور عورت پر مہر واپس کرنا لازم نہیں ہے۔ اور اگر اس زخم سے مر گئی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت کا حکم اور زخم سے اچھے ہو جانے اور اثر نہ باقی رہنے کا حکم یکساں ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک صلح جائز اور تسمیہ جائز ہے اور اگر جراحات پر اور جو اس سے پیدا ہو سب پر صلح کیا اور زخم خطا سے ہے اور اس زخم سے مر گئی تو تسمیہ صحیح اور طلاق بائن ہوگی خواہ لفظ صلح سے واقع ہوئی یا لفظ طلاق سے اور مددگار برادری کے ذریعہ سے یہ دور کیا جاوے گا اور تہائی مال سے معتبر ہو گا بشرطیکہ صاحب فرض ہونے کے بعد اسے صلح کیا ہو یہ بعض مشائخ کے نزدیک ہے۔ اور اگر اسے صلح کیا جالاں کہ غالباً ایسے زخم سے موت آجاتی ہے پس اگر تمام بدل صلح تہائی مال کے برابر ہے تو مددگار برادری کی واسطے وصیت ہے اور جائز ہے اور اگر تمام بدل صلح تہائی مال کے برابر نہیں نکلتا ہے تو مستند تہائی نکلتی ہے اس قدر مددگار برادری سے دور کیا جائے گا اور باقی اس کے دہنوں کو دیکھئے

قد ائذیہ مال زوجہ فی نفقہ  
رہبہ ازہرے

سے اسکا اعتبار ہو گا اگر اسے صاحب فرماش ہو۔ نے سے پہلے قطع کیا ہے یعنی شائع کے نزدیک ہے اور بعض شائع کے نزدیک خود غالباً اس سے موت آجاتی ہو یا نہ آتی ہو یہی حکم ہے۔ اور جو کچھ ہم نے جراثیم سے قطع کرنے میں ذکر کیا ہے وہی غریب اور شجر اور ہاتھ کٹنے اور ضرب بدر سے قطع کرنے میں ہے۔ اور جنایت پر اگر قطع کیا تو اسکا حکم وہی ہے جو جراثیم سے اور جو اس سے پیدا ہو دو وزن سے صلح کرنے کی صورت میں ہے اور ایسا ہی حکم بصورت میں ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو مجروح کیا پھر اس کے ساتھ اس شرط سے صلح کی کہ اسکو ایک طلاق دیگا بشرطیکہ اس سب سے وہ اسکو معاف کر دے تو اسکا حکم مثل بصورت کے ہے کہ عورت سے جراثیم اور جو اس سے پیدا ہو سب سے صلح کی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی دوسرے کی عورت کو مجروح کیا پھر اس کے شوہر نے اس عورت سے اس شرط سے صلح کی کہ اسکو ایک طلاق دیگا بشرطیکہ اس سب کو معاف کر دے پھر وہ عورت اس نغم سے مرگی تو عفو تہائی مال سے معتبر ہو گا اور طلاق بائن ہوگی اور اگر زخمی کرنا عداوت ہو تو یہ سب جائز ہے اور طلاق رجعی ہوگی۔ اگر کسی نے اپنی عورت کے دانت میں مارا پھر اس سے اس جنایت پر بشرطیکہ ایک طلاق کے صلح کی تو جائز ہو اور طلاق بائن ہوگی اور اگر وہ دانت سیاہ ہو گیا یا اگر گیا یا اسکی وجہ سے دوسرا دانت گر گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمدتاً قتل کیا پھر مکاتب نے اس سے سو دہم پر صلح کی تو جائز ہے پس اگر ادا سے صلح کے بعد آزاد ہو گیا تو صلح گزر چکی اور ادا کرنا ہو گیا اور اگر ادا سے بدلہ صلح سے پہلے آزاد ہو اپس آزاد ہونے ہی اس سے بدلہ صلح کا مطالبہ کیا جائیگا اور اگر بعد ادا سے بدلہ صلح کے عاجز ہو تو صلح پوری ہو چکی اور ادا بھی ہو چکا اور اگر ادا کرنے سے پہلے عاجز ہو تو جہتک آزاد نہ ہو اس سے مطالبہ نہ کیا جائیگا اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے اور صاحبین جمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے مالک سے فی الحال اس کے ادا کرنے کا مطالبہ ہو گا کہ یا تو غلام کو دیدے یا اس کا فدیہ دے اور اگر درمیان یا تاج معین یا غیر معین پر صلح واقع ہوئی اور بدوین قبضہ کے دونوں جدا ہو گئے تو صلح اپنے حال پر رہے گی اور اگر مکاتب کی طرف سے کسی شخص نے کفالت کی اور بدلہ صلح دین ہے تو کفالت جائز ہے اور اگر بدلہ صلح ملین ہو غلام کوئی غلام یا کچھ معین ہو تو بعد ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ پس اگر جس چیز پر صلح واقع ہوئی ہے وہ غلام ہو اور اسکا کوئی نہیں ہو گیا پھر غلام دینے سے پہلے مر گیا تو ولی مقتول کو کفیل سے ضمان قیمت کا اختیار ہے اور اگر چاہے تو غلام کی یہ قیمت مکاتب سے لے لے۔ اور اگر وہ غلام بعینہ قائم ہو تو قبضہ سے پہلے اسکو فروخت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمدتاً قتل کیا اور اس پر اس امر کے گواہ قائم ہوئے اور اس نے ولی مقتول کے ساتھ کسی قدر مال پر ادا دیا عداوی صلح کر لی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے خون کے جو کچھ قید مال پر دیا عداوی ادا نہ کر کے صلح کی اور قتل کرنا خود مکاتب کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہوئے اور کسی شخص نے بدلہ صلح کی کفالت کر لی پھر وہ مکاتب عاجز ہو کر مملوک محض ہو گیا تو ولی مقتول کو مکاتب سے لے لے سواغذہ کرنے کا جہتک آزاد نہ ہو اختیار نہیں ہے بلکہ کفیل کو مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے گرفتار کر سکتا ہے یہ فتاویٰ سے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو عمدتاً قتل کیا اور اس کے دم غنص دلی بین پھر ایک سے سو دہم پر اس سے صلح کر لی اور مکاتب نے اسکو ادا کر دیا پھر عاجز ہو کر مملوک محض ہو گیا پھر دوسرا ولی مقتول آیا تو موسے کو اختیار ہے چاہے نصف غلام قاتل اسکو دے یا اسکی نصف دیت ادا کر دے۔ اور اگر عاجز نہ ہو یا کہ آزاد ہو گیا پھر نصف غلام قاتل اس کے واسطے مکاتب پھر مکاتب کی نصف قیمت کی ڈگری کیا ہوگی کہ وہ اس پر قسم نہ ہوگی۔ اور



اگر دونوں دیون میں سے ایک نے خون سے بدو نہ صلح کے معاف کر دیا تو مکتب پر حکم کیا جائیگا کہ دوسرے کیواسطہ اپنی آدمی قیمت میں سچی کر لیں اگر دوسرے نے مکتب سے اسکے عوض کسی شے معین پر صلح کرنی تو جائز ہے لیکن جب تک پہ قبضہ نہ کرے تاہن تصرف نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر کسی شے غیر معین پر صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں بلا ہو گئے تو صلح باطل ہوگئی اور اگر کسی معین امانت پر انکی نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہت اور یہی حکم عرض کا ہے اور اگر درم یا دیناروں پر جو انکی نصف قیمت سے زیادہ این صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ صلح بمنزلہ اسکے ہے کہ رضہ سے انکی مقدار سے زیادہ پر سخی جس سے صلح کی حالت نگیر ناجائز ہے۔ اور اگر اسکے واسطے کسی شخص نے آدمی قیمت کی نکالت کر لی تو جائز ہے اور اگر فیصل نے اس سے مانع یا کچھ سے پر صلح کر لی تو جائز ہے۔ اور فیصل مکتب سے نصف قیمت لے لیگا۔ اور اگر مکتب نے شکوہ نصف قیمت کے عوض کچھ رہن دیا اور وہ مفت ہو گیا حالانکہ اس سے آدمی قیمت ادا ہوتی تھی تو وہ بیکے عوض رہن تھا آئین کیا اور اگر انکی قیمت میں کچھ زیادتی ہو تو زیارتی باطل ہوگی یہ مسبوطہ میں ہے۔

تیسرے صواب عظیمہ میں صلح کرنے کے بیان میں۔ اگر دفتر میں کوئی عطیہ کسی شخص کے نام لکھا ہوا ہے اور انہیں دوسرے نے اس سے جھگڑا کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اور مدعا علیہ نے اس سے کسی قدر درمون یا دیناروں پر خواہ اقتداء یا معاویہ و حصار صلح قرار دی تو صلح باطل رہے یہ مدعیہ اگر کسی مال میں پر اس سے صلح کی تو بھی باطل ہے یہ مسبوطہ میں ہے۔ زید اسکے نام دیوان میں عطیہ لکھا ہوا ہے وہ دو بیٹے چور کر گیا اور دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ دفتر میں ایک اسکے نام سے لکھی جاوے۔ اور یہی اسکو دیوے اور دوسرے کو کچھ عطیہ نہ ملے اور جبکہ واسطے عطیہ ہو جائیگا وہ کچھ مال معلوم دیوے تو صلح باطل ہے اور مال صلح واپس کرے اور عطیہ اسی کا ہو گا جسکے واسطے امام وقت نے مقرر کیا ہے یہ وجیز کروری میں ہے۔

اگر کوئی عورت مرگئی اور اسکے عطیہ میں دو شخصوں نے جھگڑا کیا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ عورت مذکورہ ہماری ماں یا بہن تھی پھر دونوں نے اس شرط سے صلح قرار دی کہ یہ عطیہ ایک کیواسطے دوسرے کے نام سے لکھا جاوے بشرطیکہ وہ امپرنجیل دیوے تو عطیہ اُنکی کو ملنا جسکے نام ہے اور جو اسنے دوسرے کو دیا ہے وہ واپس کر لیگا۔ اور اسی طرح اگر دونوں صلح کی کہ وہ ایک کے نام لکھی جاوے بشرطیکہ جو حاصل ہو گا وہ دونوں میں برابر تقسیم ہو گا تو بھی باطل ہے اور وہ عطیہ اُسی کو ملے گا جسکے نام ہے۔ اور اگر عورت کا ایک بیٹا ہو اور اس عورت کے عطیہ پر اسکے بھائی نے نام لکھا یا پھر اسکے بیٹے نے اس سے جھگڑا کیا اور بھائی نے کسی قدر درم مطلوبہ پر یا کسی غرض متین پر اس شرط سے صلح کی کہ عطیہ بھائی کو دیدے تو مستدر اسنے درمیے ہیں وہ جائز نہیں ہیں اور جو کچھ عطیہ میں روق وغیرہ حاصل ہو وہ اسکو ملیگا جسکا نام دفتر میں چڑھا ہوا ہے اسی طرح اگر وہ شخص جسکا نام چڑھایا گیا ہے کوئی اجنبی ہو کہ عورت اسکے اور اس کے درمیان قرابت نہ تو بھی ایسا ہی ہے۔ اور اگر عورت مرگئی اور اسکا بیٹا ہے پس امام وقت اسنے اسکے بیٹے کو عطیہ کا وارث اس شرط سے کیا کہ ان وارثوں میں میراث کے طور پر سے تقسیم ہووے تو یہ ٹھیک ہے اور اگر اسنے یہ حکم دیا کہ سب قریہ ذالین جس کے نام سے قریہ برآمد ہو اُنسی کا نام لکھا جاوے پھر اگر اس شخص سے جس کے نام قریہ پڑا ہے کچھ چلنے لیا تو اسکو واپس کرنا چاہیے اور اگر کسی شخص کو عطیہ میں زیادتی چوری اس نے اپنے بیٹے کو دیوان میں داخل کر لیا کہ جو کچھ حاصل ہو وہ میرے ابی ام کے اور بھائی کے درمیان برابر تقسیم ہو تو جس کے نام دفتر میں ہو اُنسی کو پیشی اور شرط باطل ہے۔ اور اگر کسی شخص نے بھائے اپنے لشکر میں کسی دوسرے شخص کو مجھدیا اور اسکے واسطے کچھ چل مقرر کر دی پھر وہ شخص قائم مقام اس لشکر بنا دین گیا اور وہاں انھوں نے کچھ فقیر

پیشوایان و سران  
 "مسلم لیگ" کے  
 سران میں سے ایک شخص  
 ہیں۔

مال غنیمت حاصل کیا تو حصہ اس کا وہ مقام کہ بلکہ اور جو شخص اپنے رگیا تھا اور اسے بجا اپنے اسکو مقرر کر کے بھیجا تھا  
اسکو اس کے بعل کو جو اسے دیا ہے واپس کر دے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو اجرت پر لینے درمون معینہ پر چند ماہ کی واسطے  
مرد و در کیا کہ میری طرف سے اس لشکر جہاد میں جاوے تو یہ جائز نہیں ہے یہ مہو طین لکھا ہے

چودھواں باب۔ غیر کی طرف سے صلح کرنے کے بیان میں۔ درمیانی کا صلح کرنا اس وقت درست ہے کہ جب وہ اگر داد  
یا صلح نہیں خدام ماذون اور نابالغ کی صلح جائز نہیں ہے یعنی درمیانی بنکر غیر کی طرف سے صلح کرنا جائز نہیں ہے یہ  
بالغ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر حق کا دعویٰ کیا اور اجنبی نے دعویٰ سے صلح کی پس اگر مدعی نے دین کا دعویٰ  
کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اجنبی نے دعویٰ سے کہا کہ فلاں شخص سے اپنے دعویٰ سے ہزار درم پر صلح کر لے اسے  
کہ اگر میں نے فی تلخ کی تو موقوفہ ریگی اگر مدعا علیہ نے اجازت دیدی تو جائز ہے اور بدل لازم آویگا اور اگر ہو کر دی  
تو باطل ہوگئی اور اجنبی درمیان سے تفل جاویگا اور اگر مدعی سے یوں کہا کہ میں نے تجھ سے تیرے دعویٰ سے  
سے جو فلاں شخص پر کیا ہے ہزار درم پر صلح کر لی تیرے بیان سے انتقال نہ کیا ہے بعضین نے کہا کہ یہ اور پہلی صورت  
یکساں ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ مجھ سے تلخ کیے اپنے دعویٰ سے فلاں شخص پر کیا ہے ہزار  
درم پر۔ اور اگر یوں کہا کہ مجھ سے ہزار درم پر صلح کر لے یا فلاں شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر صلح کر لے یا فلاں شخص  
سے ہزار درم پر صلح کر لے بشرطیکہ میں ضامن ہوں تو ان تینوں صورتوں میں صلح کا نفاذ اجنبی پر ہوگا اور مال اسی پر لازم  
آویگا اور مدعا علیہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مدعا علیہ نکر ہو اور درمیانی نے بدلہ اس کے  
حکم سے صلح کر لی اور اگر وہ نکر ہو مگر درمیانی نے اسے حکم سے صلح کی پس اگر وکیل نے دعویٰ سے کہا کہ فلاں شخص سے اپنے  
دعویٰ سے ہزار درم پر صلح کر لے تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور مال مدعا علیہ پر واجب ہوگا اور درمیانی درمیان سے  
نکلجاویگا۔ اور اگر درمیانی مامور نے دعویٰ سے یوں کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم پر صلح کر لی تو اس میں جہت بیان  
کیا ہے ویسا ہی شائع کا اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ مجھ سے صلح کر لے تو بھی صلح مدعا علیہ پر  
نافذ ہوگی و لیکن بدل صلح دینے کی واسطے مصلح بکرہ جائیگا اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے میرے مال سے ہزار درم پر  
صلح کر لے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ فلاں شخص سے ہزار درم پر اس شرط سے صلح کر لے کہ میں ضامن ہوں تو  
صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور مدعی کو اختیار ہے چاہے حکم عقد مدعا علیہ سے بدل کا مطالبہ کرے اور چاہے حکم کفالت بھال سے مطالبہ کرے  
اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ مدعا علیہ نکر ہو پس اگر قرضہ کا مقروض اور اجنبی نے اسے بلا حکم صلح کر لی پس اگر اجنبی نے کہا کہ  
فلاں شخص سے ہزار درم پر صلح کر لے تو صلح مدعا علیہ کی اجازت پر موقوفہ ریگی۔ اور اگر فلاں شخص نے اپنے صلح کی تو شائع  
نے جیسا کہ ذکر کیا ہے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھ سے ہزار درم پر صلح کر لے تو صلح اجنبی پر نافذ ہوگی اور مال  
اسی کے قرضہ لازم ہوگا اور مدعا علیہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے میرے مال سے  
ہزار درم پر صلح کر لے تو بمنزلہ اس قول کے ہے کہ مجھ سے صلح کر لے یعنی صلح اتنی پر نافذ ہوگی اور مال اسی کو لازم ہوگا اور  
مدعا علیہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے اس شرط سے کہ میں ضامن ہوں  
تو یہ مدعا علیہ کی اجازت پر موقوفہ نہیں ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ مدعا علیہ قرضہ کا مقروض ہو اور اجنبی نے اپنے  
بدلہ اس کے حکم سے صلح کی ہو۔ اور اگر اس نے اجنبی کو صلح کر لے حکم کیا ہو پس اگر اس نے کہا کہ فلاں شخص سے صلح کر لے

۱۰۸۵ درمیان سے صلح  
۱۰۸۵ درمیان سے صلح  
۱۰۸۵ درمیان سے صلح

تو یہ صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور اسی پر مال واجب ہوگا اور اگر یوں کہا کہ بچہ سے صلح کرے تو بھی صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی مگر  
 اجنبی سے مال کا مطالبہ ہوگا پھر وہ مدعا علیہ سے واپس لیگا۔ اسی طرح اگر کہا کہ فلان شخص سے ہزار درم پر میرے مال  
 سے صلح کرے یا ہزار درم پر صلح کرے بشرطیکہ میں اُسکا خامن ہوں تو یہ صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور مال اجنبی پر بلکہ کفالت  
 واجب ہوگا نہ بلکہ عقد سے قبل ادا کرنے کے سوا کسی سے نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اس نے  
 کہا کہ میں نے تجھ سے صلح کی تو عقد صلح اسی کو لازم ہوگا جیسا کہ بچہ سے صلح کرے کے کہنے کی صورت میں تھا یہ بعض کا قول ہے  
 اور بعض نے کہا کہ صلح اس کے ذمہ لازم ہوگی جیسا کہ فلان شخص سے صلح کرے کہنے کی صورت میں تھا یہ فصول عسادیہ میں  
 ہے۔ اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مال دوسرے دین ہو اور اگر عین ہو پس اگر مدعا علیہ منکر ہو اور اجنبی اُسکے حکم سے  
 یا بلا حکم صلح کرے تو اسکا حکم وہی ہے جو دین کی صورت میں اُسکے حکم سے یا بلا حکم صلح کرنے کا تھا اور اگر مدعا علیہ مقرر ہو پس  
 اگر اجنبی نے بدون اُسکے حکم صلح کی پس اگر یوں کہا کہ فلان شخص سے صلح کرے تو مدعا علیہ کی اجازت پر موقوف  
 رہیگی اور یہ صلح اجنبی پر نافذ ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے صلح کی تو ایسین مشایخ کا اختلاف ہے جیسا کہ  
 سابق میں بیان کیا ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ بچہ سے صلح کرے یا فلان شخص سے صلح کرے میرے مال سے ہزار درم  
 پر یا میرے ان ہزار درم پر تو یہ صلح اسی پر نافذ ہوگی اور مال عین امی کا ہوگا۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص سے ہزار درم  
 پر اس شرط سے صلح کرے کہ میں خامن ہوں تو یہ صلح اجازت مدعا علیہ پر موقوف ہے اگر اس نے اجازت دیدی تو  
 یہ شخص کفیل ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر صلح مدعا علیہ کے حکم سے ہو تو اسطور سے کہنے میں کہ فلان  
 شخص سے صلح کرے صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوئی اور یہ شخص مامور درمیان سے مکمل جائیگا۔ اور اس کہنے میں کہ میں  
 نے تجھ سے صلح کر لی مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور اس کہنے میں کہ میں نے تجھے صلح کی یا فلان شخص سے یہ  
 مال سے ہزار درم پر صلح کرے تو صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی جتنے کہ اسی سے بدل کا مطالبہ کیا جائیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ تو فلان  
 شخص سے صلح کرے بشرطیکہ میں خامن ہوں تو بھی صلح مدعا علیہ پر نافذ ہوگی اور گو یا عقد صلح مدعی مدعا علیہ کے درمیان  
 جاری ہو اور اجنبی پر کفالت کہو جسے ضمان لازم آوے گی عقد کہو جسے لازم آوے گی یہ فصول عسادیہ میں ہے۔ اگر صلح نے  
 مدعی سے درم پر صلح کر لی پھر کہا کہ میں یہ درم نہیں ادا کر دیا پس اگر عقد صلح کو اپنی طرف یا اپنے مال کی طرف نسبت کر چکا  
 ہے یا بدل صلح کا خامن ہو چکا ہے تو اس پر ادا کیو اسلئے جبر کیا جا دیا اور اگر عین سے کوئی بات نہ ہو تو اس پر جبر نہ کیا جائیگا  
 یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی طرف کچھ دعویٰ کیا اور بدون حکم مدعا علیہ کے ایک شخص اجنبی نے مدعی سے  
 صلح کر لی اور سو درم بدل صلح ٹھہرائے پھر مدعی نے وہ درام زیورٹ پائے یا کسی عرض پر صلح واقع ہوئی اور مدعی نے  
 ایسین عیب پا کر واپس کیا تو صلح پر کچھ لازم نہیں ہے اور مدعی اپنے دعوے پر باقی رہے گا یہ محیطین ہے اگر کسی خاص  
 غلطی پر اس سے صلح کی اور ایسین احتیاق ثبات ہو یا وہ آزدو یا مدبر یا مکاتب نکلا تو اپنے دعوے کی طرف خود کر گیا اور  
 صلح کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے کسی تو در در اہم مظلوم پر صلح کی اور خامن ہو گیا اور دیر سے پھر  
 وہ استحقاق میں بیٹھے یا زیورٹ یا استوق لگے تو مدعی کو اس شخص سے لینے کا اختیار ہے جس نے صلح کی ہے نہ مدعا علیہ  
 سے چنانچہ اگر صلح مدعا علیہ کے ساتھ واقع ہوئی ہو تو جس سے صلح کہے اسی سے لے سکتا ہے یہ موطعین ہے۔ اور اگر وہ  
 پھر مہر مدعی سے دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس سے صلح کر لی حتیٰ استحقاق ثبات کر کے لے چکی تو صلح کرنے والے کو

لا  
 "جو فاضل نہیں"

اختیار ہے کہ بدل صلح واپس کرے خواہ مصالح درمیانی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر مدعی نے فضولی کے ساتھ کسی قدر مال معلوم پر اس شرط سے صلح کر لی کہ یہ مال مجھ سے دعویٰ ہوا ہے درمیانی کو ملے مدعا علیہ کو نہ ملے حالانکہ مدعا علیہ دعویٰ مدعی سے منکر ہے تو صلح جائز ہے خواہ درمیانی نے صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کیا یا نہ کیا ہو خواہ ضمان ہو یا ہو یا نہ ہو۔ پھر جب یہ صلح جائز رہی تو مصالح کو اختیار ہے کہ مدعی سے اس شرط سے مدعا بہ کے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے پس اگر جس سے سپرد کرنا ممکن ہو اشتراکاً گواہ قائم کیے یا مدعا علیہ نے اقرار کیا تو اسکے سپرد کر دیا اور اگر ممکن نہ ہوا تو مصالح کو صلح فسخ کر کے اپنا بدل صلح واپس لینے کا اختیار ہے۔ پس اگر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ خصوصیت کرنی چاہی اور اس امر کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ یہ شرط مدعا بہ اس مصالح کی ملک ہے جسے اس سے خریدی ہے یا مدعا علیہ سے خریدی چاہی تاکہ وہ محکوم کرے حالانکہ مدعا علیہ منکر ہے تو مدعی کی خصوصیت اسکے ساتھ صحیح ہے پس اگر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ خریدی کی ہے تو اس کے قبضہ سے لیکر درمیانی کے سپرد کر دیا اور اگر درمیانی نے مدعا علیہ سے خصوصیت کرنی چاہی پس اگر وہ منکر ہو تو خصوصیت صحیح ہے اور اگر اس نے مدعی کی ملک ہونے کا اقرار کیا تو درمیانی کی خصوصیت اسکے ساتھ مسرور نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مدعی نے درمیانی سے اس طور سے صلح کی کہ مدعا بہ مدعا علیہ کی ہو بشرطیکہ مدعی اسکو اس مدعا بہ سے دعویٰ سے بری کر دے اور درمیانی نے صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کیا یا بدل صلح کا ضمان ہو گیا تو جائز ہے اور وہ شرط مدعا علیہ کی ہوگی خواہ مدعا علیہ منکر ہو یا مقرر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی سنے مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کر لی کہ وہ دار مدعی کے ہاتھ میں اس قدر مال صلح کے عوض سپرد کر دے تو جائز ہے ایسے ہی اس شرط سے کہ وہ دار مدعی کی واسطے اتنے کو خرید کیو جہ سے ہو جاوے تو بھی جائز ہے اور اگر درمیانی صلح کی واسطے مامور ہو اور اسے ضمانت کیو کے بدل صلح ادا کر دیا تو صحیح ہے کہ مدعی سے واپس لیا جائے تاہم خاتیر میں ہے۔ ایک شخص پر ایک گھوڑوں قرض کا دعویٰ کیا اور اسے اٹھارہ کیا اور ایک درمیانی نے اس سے دس درم کے عوض خرید کی شرط پر صلح کی اور دس درم دے کر صلح باطل ہے اور اگر خرید نہ کیا بلکہ دس درم پر صلح کر کے اس کو دیکھ لیا تو جائز ہے یہ مسوطہ میں ہے وکیل خصوصیت نے اگر صلح کر لی تو صحیح نہیں ہے بخلات مامور کے لینے صلح کی واسطے مامور ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ اس دار کے دعوے سے یا اس دار کے دعوے سے صلح کرے پس جس سے وکیل نے صلح کر لی جائز ہے اسی طرح اگر نفلان پر دین کے دعویٰ یا نفلان دوسرے پر دین کے دعویٰ سے صلح کرنے کا وکیل کیا اور اسے دو نفلان میں سے کسی سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے تجھے اس دار کے دعوے میں خصوصیت کر دینا یا اس دعویٰ سے صلح کر دینا وکیل کیا تو تو وکیل صحیح ہے جسے کہ اگر قبل خصوصیت کے اسے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر اس دار کے دعوے میں خصوصیت کی پھر چاہا کہ صلح کرے تو اسکی صلح جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اس غلام کے فروخت کر دینے کا یا نفلان شخص پر دعوے سے صلح کرنے کا وکیل کیا تو تو وکیل صحیح ہے اور دو نفلان کا مون میں سے جس ایک کام کو اسے اختیار کیا جائز ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک دین شروع کرنے کے بعد دوسرے میں ہاتھ لگا دے یہ مسوطہ میں ہے۔ ایک شخص کو ایک دار میں دعوے سے صلح کرنے کی واسطے وکیل کیا اس نے تابع سے سو درم پر صلح کی اور صلح کو اپنے وکیل کی طرف نسبت نہ کیا اور نہ تشبیہ کیا تو ہتھانٹا جائز ہے کہ اس نے محیط المسخری۔

پندرہ سوال باب ہذا نفلان دعوے و میراث وصیت میں صلح کرنے کے بیان میں۔ اگر تکرار و نفلان میں مشترک

۱۰  
اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ اس دار کے دعوے سے یا اس دار کے دعوے سے صلح کرے پس جس سے وکیل نے صلح کر لی جائز ہے اسی طرح اگر نفلان پر دین کے دعویٰ یا نفلان دوسرے پر دین کے دعویٰ سے صلح کرنے کا وکیل کیا اور اسے دو نفلان میں سے کسی سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے تجھے اس دار کے دعوے میں خصوصیت کر دینا یا اس دعویٰ سے صلح کر دینا وکیل کیا تو تو وکیل صحیح ہے جسے کہ اگر قبل خصوصیت کے اسے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر اس دار کے دعوے میں خصوصیت کی پھر چاہا کہ صلح کرے تو اسکی صلح جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اس غلام کے فروخت کر دینے کا یا نفلان شخص پر دعوے سے صلح کرنے کا وکیل کیا تو تو وکیل صحیح ہے اور دو نفلان کا مون میں سے جس ایک کام کو اسے اختیار کیا جائز ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک دین شروع کرنے کے بعد دوسرے میں ہاتھ لگا دے یہ مسوطہ میں ہے۔ ایک شخص کو ایک دار میں دعوے سے صلح کرنے کی واسطے وکیل کیا اس نے تابع سے سو درم پر صلح کی اور صلح کو اپنے وکیل کی طرف نسبت نہ کیا اور نہ تشبیہ کیا تو ہتھانٹا جائز ہے کہ اس نے محیط المسخری۔



پھر انہوں نے ایک کو کچھ مال دیکر صلح کر کے خاری کیا حالانکہ ترکہ مقدار عروض ہے تو صلح سے خواہ جو کچھ دیا ہے وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر ترکہ سونا ہو اور چاندی دی یا چاندی ہو اور سونا یا تو تینوں حکم ہے کہ یہ بیع بخلت جنس بیع ہے پس مساوات شرط ہونی لیکن مجلس میں باہم قبضہ شرط ہو گا پس اگر وہ شخص جس کے ہاتھ میں ترکہ ہے اس شخص کے حصہ سے منکر ہو تو ایسی قبضہ پر اکتفا کیا جائیگا اور اگر ترکہ جو مصالح کے حصہ سے مانع نہ ہو تو جدید قبضہ ہونا چاہیے یعنی قابض جس جائیداد میں موجود ہے وہاں جاوے اور اتنا وقت گذرے کہ اس قبضہ کو لینا استعراض میں ممکن ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ترکہ میں درم و عروض ہوں اور درمون پر صلح واقع ہوئی پس اگر بقدر دراجم اپنے صلح میں لیے ہیں وہ اس کے حصہ ترکہ کے درمون سے خارج ہوں تو صلح جائز ہے اور درمون کے ترکہ کے برابر درم صلح مقابل کر دے جائیگا اور باقی درم صلح کے مقابلہ عروض کے رکھے جائیگا۔ دونوں بدوین پر خالص صلح میں قبضہ ہونا شرط ہے بشرطیکہ باقی وارث مال صلح کو اپنے حصہ کے مقر ہوں اور مانع نہ ہوں اور اگر منکر ہوں یا مقرب ہوں مگر مانع ہوں تو مصالح کے حصہ پر مجلس میں قبضہ ہونا شرط نہیں ہے۔ اور اگر بدل اس کے حصہ دراجم کے مثل ہو تو صلح جائز نہیں ہے ایسی ہی اگر کم ہوں تو بھی نہیں جائز ہے اور حاکم ابو الفضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بدل صلح اگر اس کے حصہ دراجم کے مثل یا کم ہو تو صلح صرف بوقت باطل ہوگی کہ جب باہم اقرار و تصادق ہو اور اگر انکار ہو تو صلح جائز ہے۔ اور اگر ترکہ کے درمون سے اس کے حصہ کی مقدار معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں ہے۔ اور اگر عروض یا زینار ہوں پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہے اگرچہ بدل کم ہو۔ اور اگر ترکہ میں عروض و زینار ہوں اور صلح زینار ہوں پر واقع ہوئی تو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو پہلے درمون کی صورت میں بیان کی ہے اور اگر درمون پر صلح واقع ہوئی تو ہر حال میں جائز ہے یہ فیصلہ میں ہے۔ اور اگر ترکہ میں سونا و چاندی اور دوسری چیز بھی ہو اور صلح چاندی یا سونے پر واقع ہوئی تو نہ صرف ہے کہ بدل صلح اس کے حصہ سے جو سونے و چاندی میں ہے بابت ہو اور بقدر مقدار کا جو سونے و چاندی کے حصہ کے مقابل ہے باہمی قبضہ شرط ہے اور اگر بدل صلح عروض ہو تو مطلقاً جائز ہے کیونکہ ایک میں سود کا خوف نہیں ہے اور اگر ترکہ میں درم و زینار ہوں اور بدل صلح میں بھی درم و زینار ہوں تو ہر طرح صلح جائز ہے لیکن باہمی قبضہ شرط ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مرث عروض و عقار کے حصہ سے صلح کی یا سونا بعض اعیان کے بعض حصے صلح کی تو جائز ہے یہ تناوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ترکہ میں دین نہ ہو لیکن درم و زینار دین نہ ہوں اور اعیان ترکہ غیر معلوم ہوں تو کبھی دوزنی چیز پر صلح کرنے کو بعضوں نے جائز کہا اور بعضوں نے ناجائز کیا ہے۔ اور اگر ترکہ کبھی دوزنی نہ ہو لیکن اعیان غیر معلوم ہوں تو صلح یہ ہو کہ ایسی صلح جائز ہو یہ ہمارے میں ہے اور اگر عورت سے ایسے آٹھویں حصہ میراث اور نہر سے صلح کی گئی اور وارث لوگ اس کے صلح کے مقر ہیں پس اگر ترکہ میں لوگوں پر دین ہو اور سب سے صلح اس شرط سے کی گئی کہ عورت کا حصہ دین وارثوں کا ہو یا صرف اس کے ترکہ سے صلح کی گئی اور زیادہ کچھ صلح میں بیان نہ کیا تو صلح باطل ہوگی پس اگر وارثوں نے چاہا کہ اس شرط سے صلح ہو کہ عورت کا حصہ دین اس کے وارثوں کا ہو جاوے تو اسکی صورت یہ ہے کہ عورت کسی وارث سے کوئی مال عین بوض اپنے حصہ دین کی مقدار کے خریدے پھر وارث کو بیعت کے قرضدار پر اتنا حصہ دین اترا دے پھر باہم صلح قرار دین بدوین اس کے کہ یہ امر صلح کے درمیان شرط کریں تو صلح جائز ہے یہ ظہیر بہ میں ہے۔ اور اگر وارثوں نے عورت کے اس شرط سے صلح کی کہ عورت قرضدار سے قرض نہ لے لے اور باقی مالوں میں اپنا حصہ چھوڑ دے تو باطل ہے۔

نقل  
مذاہب فقہاء  
مجلس  
کتاب  
بیعت  
باب  
صلح

اور اگر صلح میں قرضہ کو داخل نہ کیا تو باقی ترکہ سے صلح جائز ہے اور قرضہ انہیں باہم مشترک ہو جب فرائض کے قرضہ پر باقی رہیگا یہ عیض میں ہے اگر عورت نے اپنے آٹھویں حصہ میراث اور ہر سے کسی قدر درہم معلوم ہر صلح کر لی اور ترکہ میں کچھ دین یا نقد ظاہر نہ تھا حتیٰ کہ صلح جائز رہی پھر میت کا کوئی قرضہ ظاہر ہوا جسکو وارث نہیں جانتے تھے یا ترکہ میں کوئی مال معلوم ہوا جسکو وارث نہیں جانتے تھے تو اس دین و عین کی صلح بذاتِ داخل ہونے میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ داخل ہوگا بلکہ تمام وارثوں میں بحساب اُنکے حصہ میراث کے تقسیم ہوگا۔ بعضوں نے کہا کہ داخل ہوگا اور اس قول کے موافق اگر میت کا قرضہ ظاہر ہو تو صلح فاسد نہ ہو جائیگی گو یا یہ دین و قرضہ صلح کے ظاہر ہوا ہے اور جس کے قول کے موافق داخل نہ ہوگا تو یہ دین و عین وارثوں میں تقسیم ہوگا اور صلح باطل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر میت پر قرضہ ہو پھر عورت سے اُسکے آٹھویں حصہ سے کسی چیز پر صلح قرار دی تو جائز نہیں ہے کیونکہ ترکہ میں قرضہ ہونا اگرچہ قلیل ہو تو صلح کا مانع ہوتا ہے پس اگر وارثوں نے اسکا جائز ہونا چاہا تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وارث میت کے قرضہ کا سامن ہو جاوے بشرطیکہ ترکہ عین سے واپس نہ لیا گیا کوئی اجنبی بشرط برابر میت کے خاص ہو جاوے یا میت کا قرضہ وارث لوگ کسی دوسرے مال سے اور اگر دین پھر باہم اُس عورت کے آٹھویں حصہ ہر صلح کرین چھ طرح بیان ہوا ہے تو جائز ہے اور اگر وارث نے قرضہ میت کی ضمان نہ کی ولیکن کوئی مال عین میت کے قرضہ کی ادا ہو سکتی ہے جدا کیا پھر باقی مال عین اُس عورت نے بطرح بیان کیا ہے صلح کی تو جائز ہے پس اگر میت کے قرضہ وارثوں کے تقسیم کر لینے اور صلح کر لینے کی اجازت اپنے حق وصول پانے سے پہلے دیدی تو اسکو اختیار ہے کہ اُس سے رجوع کرے یا نہیں یہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کی میراث سے کسی معلوم مال پر صلح کر لی پھر میت پر کچھ قرضہ ظاہر ہوا تو عورت کے دوسرے بقدر اُسکے حصہ ترکہ کے لازم آوے گا اور وہ بدل صلح میں سے لے لیا جائیگا یہ وصول فاسد دین میں ہے۔ اگر کوئی عورت مرگئی اور خاوند و بھائی چھوڑا اور بھائی نے اُسکی تمام میراث سے شوہر سے کسی قدر درہم معلوم ہوا یا ایک متاع پر اُس عورت کے متاعون میں سے صلح کر لی اور اس سب کو بیان کر لیا۔ پھر دونوں نے باہم اختلاف کیا پس اگر صلح میں اسقدر اختلاف کیا کہ واضح ہوئی ہے یا نہیں تو مشترک صلح سے قسم لجا دیگی اور اگر صلح بدل صلح پر اتفاق کیا اور صلح کرنے والے نے اس سے بدل صلح پر قسم قبضہ کرنے کے بعد پھر سے غصب کر لیا ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو اسی دوسرے کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور باہم دونوں سے قسم نہ لجا دیگی۔ اور اگر بدل صلح کی جس یا مقدار میں اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم لجا سکے گی اور صلح رد کر لینے اور اگر دونوں نے بدل کی صفت میں اختلاف کیا پس اگر صفت عین میں ہو تو مشترک کا قول قبول اور باقی قسم نہ لجا دیگی اور اگر صفت دوسری ہو تو باہم قسم کھا دیں اور صلح رد کر لینے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونوں نے گواہ قیام کیے تو وہ گواہ قبول ہونگے جو زیادتی کے ثبوت ہوں اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس متاع پر صلح کی تھی ولیکن تو نے عین بغیر کر دیا اور قطع کر دی اور بھائی نے کہا کہ میں نے اسے تو قسم سے بھائی کا قول قبول ہو گا یہ عیض میں ہے ایک وارث غائب ہے اور باقی وارثوں نے میت کی جو دوسرے شرط سے صلح کر لی کہ اسکا حصہ وارثان حاضر کو ملے تو جائز ہے اور اگر بعض ترکہ پر اس شرط سے صلح کی کہ کل ترکہ شریعت میں رہے تو غائب کی اجازت اور حکم قاضی پر صلح موقوف رہیگی یہ وصول فاسد دین ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُس نے زید و عمرو دو بیٹے چھوڑے اور میت پر قرضہ ہے اور میت کی زمین اور قرضہ نہ لگا۔ دوسرے دن پر جو بیٹے زید نے عمر سے کہہ قدر درہم معلوم ہوا اس شرط سے صلح کر لی کہ زمین زید کو ملے اور وہ دہم جو باپ کے دوسرے دن پر قرضہ میں وہ بھائی

صلح قرضہ میں  
میت میں صلح کرنا  
میت پر وارث کی صلح  
میت کی ضمانت کیا جاوے  
میت کی ضمانت نہ لیا جائے

دو دونوں میں مشترک رہیں اور جو قسم باپ پر ہے اسکا نزدیک خامن ہو اور وہ اسقدر درجہ میں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے امامی میں روایت ہے کہ صلح جائز ہے اور اگر کسیت پر جو قسم ہے اسکو میان نہ کیا تو صلح باطل ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ ایک سے ارشاد فرمنا وہ نے ترکہ میں قرضہ کا دعویٰ کیا اور وارث نے انکار کیا پھر ترکہ میں سے کسیتدر مال پر صلح کی اور خامن ہو اگر گواہی داریا تیری صلح کو جائز نہ رکھینگے اور جو مال تو نے ترکہ میں سے صلح میں دیا ہے اسکو طلب کرینگے تو بین خامن ہوں تو یہ ضمان صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسے زید و عمرو دو بیٹے چھوڑے پھر ایک شخص نے میت پر سو ورم قرض کا دعویٰ کیا اور زید ایک بیٹے نے اقرار کر لیا اور کما کہ تین سے میں بقدر اپنے حصہ کے یعنی پچاس ورم بٹھے دیتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے باقی قرضہ کو واسطے گرفتار نہ کرے تو امام عظیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ باطل ہے۔ قرضخواہ کو باقی قرضہ کو واسطے گرفتار نہ کرینکا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زید کو نہ پکڑو لیکن بلکہ عمرو سے باقی قرضہ وصول کر لینگے لیکن اگر وہ قرضہ عروسے وصول نہ ہوا تو وہ بگیا یا اسنے انکار کیا تو مقدمے باقی وصول کر لینگا اور ہی طرح اگر عمرو غائب ہو تو قرضخواہ کو اختیار ہے کہ حاضر کو تمام قرضہ کیواسطے پکڑے اور صلح باطل ہے یہ محیط شرعی میں ہے۔ اور اگر دار تمام وارثوں میں مشترک ہو اور سب کے قبضہ میں ہو اور ایک شخص نے حق کا دعویٰ کیا اور بعض وارث غائب ہیں اور بعض حاضر ہیں اور حاضر نے اس مدعی سے انکار سے صلح کی پس اگر یہ صلح مدعی کے تمام دعویٰ سے خارج ہوئی جو کچھ اس صلح کے قبضہ میں ہے اور بقدر شریکوں کے قبضہ میں ہے سب سے یہ صلح جائز ہے اور صلح اور اس کے شریک دعویٰ سے بری ہو گئے اور صلح اپنے شریکوں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر اسنے مرن اپنے مقبوضہ سے صلح کی تو بھی صلح جائز ہے اور مدعی کو اس کے شریکوں کے مقبوضہ میں دعویٰ کا اختیار باقی رہا۔ اور اگر بعد اقرار کے صلح اپنے صلح کی بطور سے کہ حاضر نے مدعی کے تمام دعویٰ کا اقرار کیا ہے پھر اس صلح کی پس اگر اسنے اپنے وارثوں سے صلح کے تمام مقبوضہ سے صلح کی تو صلح جائز ہے اور صلح مشتری سے اپنے زعم میں اپنے مقبوضہ اور اپنے شریکوں کا مقبوضہ خودیو الا ہے پس اگر شریکوں کے مقبوضہ پر ملکیت کا مقبوضہ ممکن ہو امثال اس کے شریکوں نے تصدیق کی کہ یہ مقبوضہ مدعی کا ہے تو لے لینگا اور اسکو اختیار نہ ہوگا اور اگر اس کے شریکوں نے حق مدعی سے انکار کیا تو صلح مشتری کو اختیار ہے چاہے صلح فسخ کر کے تمام بدل صلح واپس کرنے یا یہاں تک انتظار کرے کہ کسی حجت شرعی سے باقی وارثوں کا مقبوضہ لے سکے لیسا فی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا ہے۔ اور شمس الملائمہ شرعی نے اس صورت میں یوں ذکر کیا ہے کہ صلح مدعی سے شریکوں کے حصہ جو اس کے سپرد نہیں ہوئے ہیں بقدر اُن کے حصہ کے واپس لینگا اور اپنے حصہ کے عوض دینگا لیسا فی اگر حاضر نے مدعی سے اس شرط سے صلح کی کہ میرا حق مدعی کا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حاضر نے مدعی سے فقط اپنے مقبوضہ سے صلح کی تو اسکا مقبوضہ اُس کے سپرد کیا جائیگا لیا وہ نہ دیا جائیگا اور اسکو اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے بعض وارثوں پر میت کے قرضہ کا دعویٰ کیا پس وارث نے صلح کرنی حالانکہ بعض وارث غائب ہے پھر وہ غائب آیا اور اسنے صلح کی اجازت نہ دی پس اگر مدعی نے اپنا دعویٰ گواہی سے ثابت کر دیا اور اس وارث نے بدل صلح کو ترکہ سے حکم قاضی ادا کیا تو صلح صحیح ہے اور اگر صلح اپنے مال سے حکم قاضی ادا کیا ہے تو اسکو اختیار ہوگا کہ باقی وارثوں سے اپنا مال موافق حصہ کے لے لیوے اور اگر اسنے ترکہ میں سے بلا حکم قاضی دیا ہے تو غائب کو اختیار ہے کہ صلح کی اجازت نہ دے اور بقدر اپنے حصہ کے واپس کرے اور اگر اپنے مال سے بلا حکم قاضی دیا ہے تو غائب سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں جو اگر دو شخصوں نے ایک شخص کے مقبوضہ کو فریقین کے حصے میں لیا تو دونوں نے لے لیا کہ میراث ہے ہم نے اپنے باپ سے پائی ہے اور قابض نے انکار کیا پھر ایک مدعی نے

دعوے سے اپنے حصہ سے سودرم پر صلح کر لی اور اُسکے شریک نے چاہا کہ اس سودرم میں اُسکا شریک ہو جاوے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے۔ اور اگر ایک نے تمام دعوے سے سودرم پر صلح کی اور ضامن ہو کر اپنے بھائی کے حصہ کو بھی مدعا علیہ کے سپرد کر دیا تو اُس کے بھائی کو اختیار ہے چاہے اپنے حصہ کو سپرد کر کے ادعا بدل صلح یعنی پچاس درم سے لے اور اگر چاہے تو سپرد کرے پس اگر اُسے سپرد کیا تو صلح کی صلح جائز ہو جائیگی اور بدل صلح دو ذون میں برابر تقسیم ہو گا۔ اور اگر سپرد نہ کیا تو صرف اُنہی کے حصہ کی باطل ہو جاوے گی اور اُس کے حصہ میں مدعی کو اپنے دعوے کرنے کا اختیار ہے اور صلح کو ادعا بدل یعنی پچاس درم سپرد کر دیا۔ اور آیا مدعا علیہ کو مصالح کی صلح باقی رکھنے یا فسخ کر نیکا اختیار ہے یا نہیں ہے پس جانا چاہیے کہ زیادات ذین اس کے مشابہ ایک مسئلہ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے تمام غلام کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا اور ضامن ہو کر کہ شریک کا حصہ بھی سپرد کر دیا پھر اُسکے شریک نے اپنا حصہ سپرد نہ کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے باطل کے حصہ کی بیع تمام کر دے یا فسخ کر دے یہ امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اسکو اختیار نہ ہو گا۔ اور غلام دو دارین کچھ فرق نہیں ہے۔ پس جب غلام میں اختلاف ہو تو دارین بھی ایسا ہی اختلاف ہونا چاہیے یہ محیط میں ہے۔ اگر باطل وارث نے وصی کی جانب درم دو بنار دقیق و متاع کی قسم سے کسی میراث کا دعوے کیا اور وصی نے انکار کیا پھر اس سب دعوئی سے کسی غلام یا کپڑے معلوم پر صلح کر لی تو جائز ہے اس طرح اگر وصی نے کہا کہ میں اپنے قسم کے ذریعہ میں سمجھے یہ دیتا ہوں تو بھی جائز ہے یہ موطا میں ہے۔ اگر دو وارثوں نے اپنے وصی کی طر کسی ذین یا ذین کا دعوے کیا پھر وصی نے بدون اقرار کے دو ذون میں سے ایک سے صلح کر لی پھر وہ سب سے چاہا کہ اپنے حصہ سے لے تو اُسکو یہ اختیار نہ ہو گا اور اگر اُسے چاہا کہ اپنے بھائی مصالح کے ساتھ اُس کے مقبوضہ میں شریک ہو جاوے پس اگر مال دعوئی وصی کے ہاتھ میں قائم ہو تو بھائی کے مقبوضہ میں اُسکا شریک نہیں ہو سکتا ہے اور اگر وصی کے پاس تلف ہو گیا ہوتے کہ اُسے پون ہو کر واجب ہو اور دو ذون میں مشترک ہو اور غیر مصالح نے مصالح کے ساتھ شریک ہونا چاہا تو اُسکو شرکت کا اختیار ہو گا لیکن اگر بدل صلح عروض میں سے ہو تو مصالح کو اختیار ہو گا اور اگر بدل صلح درم ہوں اور قرضہ کے مثل سودرم ہوں اور صلح پچاس درم پر واقع ہوئی تو مصالح کو اختیار نہ ہو گا بلکہ اُسکو چوتھائی قرضہ لینے چاہیے درم دیا پس اگر وارث باطل و نا باطل ہوں اور وصی نے بالفون کے دعوے سے اور نا بالفون کے دعوے سے سب سے کی مقدار درم معلوم پر صلح کر لی اور بالفون نے اُسے قرضہ کر لیا اور نا بالفون کا حصہ جو کچھ انہیں سے ہوتا ہے وہ ان پر خرچ کیا تو یہ صلح نا بالفون پر جائز نہ ہو گی اور نا بالفون کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے حصہ کے وصی سے بھر لیون لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ بدل صلح میں بقدر اپنے حصہ کے لیٹھیا اصل دعوئی میں سے بقدر اپنے حصہ کے لیوے اور اُس کا حکم یہ تفصیل سے لینے اگر نا بالفون نے باطل ہو کر اس صلح کی اجازت دی تو بدل صلح نے بقدر اپنے حصہ کے لینے اگر چاہیں اور وصی کو اختیار ہو گا کہ بالفون سے بقدر اُن کے حصہ کے واپس کرے اور بالفون کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ نا بالفون سے کچھ واپس لیون اگرچہ انہیں نے اُسکو انہیں پر خرچ کیا ہے۔ اور اگر باطل ہو کر انہوں نے صلح کو رد کر دیا تو بقدر حصہ دعوے کے رجوع کرینگے اور وصی کو اختیار ہو گا کہ بقدر نا بالفون کا حصہ اُسے بالفون کو دیا ہے وہ واپس کرے اور باطل وارث نا بالفون سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتے ہیں اگرچہ انہیں پر اُسکو مرتع کر دیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسے ہزار درم چھوڑے اور دو شخصوں کے ہر ایک میت پر ہزار درم ہیں پھر ایک قرضہ ۱۰۰۰ دیا اُسے وارث سے پانچ سو درم ترکا

صلح کر لینے والے  
دارین میں دو دارین  
دارین میں دو دارین



پہر صلیح کر لی اور سب سے پہلے چار سو درم ترکہ سے لے لیا اور پہلے صلیح کرنے والے سے پانچ سو درم کا نصف لے لیا پس پہلے کو ہزار کی چوتھائی اور دوسرے کو ہزار کی تین چوتھائی ملی۔ اور اگر پہلا قرض خواہ آیا اور قاضی نے اس کے واسطے پانچ سو درم کا حکم کیا پھر دوسرا آیا تو اسکو سوا سے باقی پانچ سو درم کے جو وارث کے پاس ہیں اور کچھ نہ ملے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے واسطے ایک غلام یا دار کی وصیت کی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور ان دونوں وارثوں نے موسمی لہ سے غلام کے عوض سو درم پر صلیح کر لی پس اگر صلیح کے سو درم مال میراث میں سے ہوں تو غلام دونوں میں تین حصے ہو کر تقسیم ہو گا اور اگر یہ سو درم انھیں دونوں کا ذاتی مال ہو میراث ہو تو غلام دونوں کو برابر تقسیم ہو گا کیونکہ یہ دونوں کی طرف سے مساوی معاوضہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر موسمی نے قرار کیا کہ میرے پاس دست کے ہزار درم ہیں اور وصیت کے دو بیٹے موجود ہیں پس ایک نے اپنے حصہ سے چار سو درم مال موسمی پر صلیح کر لی تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ہزار درم کے ساتھ کوئی متاع ہو تو بھی صلیح اسطور سے جائز نہیں ہے اور اگر موسمی نے اسکو تلف کر دیا ہو تو چار سو پر صلیح جائز ہے یہ بمسوط میں ہے۔ ایک شخص زید مر گیا اور عمر دے کے واسطے تھائی مال کی وصیت کر گیا اور بالغ و نابالغ وارث چھوڑے پس بعض وارثوں نے موسمی لہ سے کس قدر درم معلوم ہر اس شرط سے صلیح کی کہ موسمی لہ کا حق اس وارث کو ملے تو یہ صورت صلیح کی اور دوسری صورت یعنی بعض وارث کا بعض وارث سے ہٹ کر سے صلیح کر لینا یکساں ہے پس اگر ترکہ میں قرضہ ہو اور نہ کوئی شے نقد میں سے ہو تو ایسی صلیح جائز ہے اور اگر ترکہ میں میراث کا کسی پر قرضہ ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ترکہ میں نقد میں سے ہو پس اگر اس نقد کا تھائی مثل بدل صلیح کے یا زیادہ ہو تو صلیح جائز ہوگی اور اگر کم ہو تو جائز ہے بشرطیکہ موسمی لہ قبل انقراض کے بدل صلیح پر قبضہ کرے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو نقد کی صلیح باطل ہوگی یہ قاعدہ قاضی خان میں ہے۔ اگر میراث چار آدمیوں میں مشترک ہو دو وارث نابالغ ہوں اور دو بالغ ہوں اور ان کا ایک موسمی ہے اور وصیت نے کسی کے حق میں کچھ وصیت کی ہے اور بھی موسمی لہ موجود ہے پھر سب نے بیع ہو کر باجم اسطور سے صلیح کر لی کہ اس سب مال کو مقوم کر کے ایک وارث بالغ کو کچھ زیور مہین اور کچھ سے دیے اور دوسرے بالغ وارث کو مہین زیور اور متاع و رقیق دیے اسی طرح دونوں نابالغوں اور موسمی لہ کو زیور اور کوئی چیز حصہ رسد تقسیم کر دی تو جائز ہے لیکن زیور جو بمقابلہ زیور آئے گا وہ بیع مرث کے خلاف ہے اعتبار کیا جائیگا اور مقابلہ متاع و عرض میں بیع کا اعتبار ہے پس اگر دونوں قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو زیور کے حصہ میں صلیح باطل ہوگی حصہ متاع میں باطل نہ ہوگی اور حصہ زیور میں صلیح فاسد ہونے کی وجہ سے حصہ متاع میں فساد اجماعاً نافذ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر وارثوں نے موسمی لہ کے جانے سے پہلے وصیت سے صلیح کر لی تو جائز نہیں ہے یہ خزانہ الغنیمت میں ہے۔ باب اگر غلام یا مکاتب ہو اور رک کا آزاد ہو تو باپ کی صلیح کی ہوئی اسپر جائز ہوگی ایسے ہی کافر باپ کی صلیح کی ہوئی بیٹے مسلمان پر جائز نہیں ہوتی ہے اور بالغ مستودہ و مجنون ہمارے نزدیک خواہ مجنون ہی بالغ ہو یا نابالغ ہونے کی وقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا ہنر نہ نابالغ کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر نابالغ کا کسی شخص پر قرضہ ہو اور باپ نے مال لیلیٰ پر اس سے صلیح کی حالانکہ گواہ قرضہ کے موجود نہیں ہیں اور قرضہ اگر قرضہ کا منکر ہے تو جائز ہے۔ اور اگر قرضہ گواہوں یا قرضدار کے اقرار سے ظاہر ہو اور باپ نے ہتھور کی ہر جو لوگ برواقت کر لیتے ہیں صلیح کر لی تو جائز ہے اور اگر اس قدر کم کر دیا کہ لوگ ہتھور خسارہ نہیں اٹھا سکتے ہیں

صلیح کرنا جائز ہے  
موسمی لہ کے قبضہ سے پہلے

پس اگر وہ قرضہ بسبب اسی باپ کی خرید و فروخت کے واجب ہوا تو صلح اسکی ذات کے لیے جائز ہوگی اور بقدر قرضہ کے  
ضامن ہوگا یعنی بیٹے کے واسطے ضامن ہوگا۔ اور اگر باپ اس قرضہ کا وجوب بسبب نہیں ہوا ہی یعنی مثلاً اسکی خرید و  
فروخت سے واجب نہیں ہوا ہی تو صلح جائز نہ ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ وصی نے یتیم کے ہزار درہم کا کسی شخص پر دعویٰ  
کیا اور گواہ نہیں ہیں پھر پانچ سو درہم پر ان ہزار سے باوجود انکار مدعا علیہ کے اس سے صلح کر لی پھر عادل گواہ  
پائے تو قرضہ دار کو اختیار ہے کہ گواہ ہوں سے ہزار درہم پر قسم لیوے۔ اسی طرح اگر یتیم نے بعد بلوغ کے گواہ پائے تو بھی  
یہی حکم ہو اور ان دونوں کو اس سے قسم لینے کا اختیار نہیں ہے یہ قننیہ میں ہے۔ اگر نابالغ کا کوئی گھم یا غلام ہو آجہاں کسی  
شخص سے دعویٰ کیا پھر باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ عادل موجود تھے تو صلح جائز ہے مگر  
مثل قیمت یا مرفہ اس قدر زیادتی پر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہی نہ ہوں یا گواہ عادل نہ ہوں  
تو صلح جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس کے گواہ ہوں کا حال مستور ہو تو ہمارے شاخ نے فرمایا کہ صلح جائز نہیں ہے اور بعض نے  
کہا کہ بقول امام اعظم کے صلح جائز ہے اس بنا پر کہ حکم ظاہری عدالت پر دینا جائز ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدعی کے  
گواہ مستور ہوں تو باپ کو بشرط صلح کرنی چاہیے۔ اور اگر باپ نے اپنے مال سے صلح کر دی تو یہ حال میں جائز ہے و غیرہ  
میں ہے۔ اگر وارث سب نابالغ ہوں تو وصی کی صلح مثل باپ کی صلح کرنے کے جو خواہ انکا دعویٰ دائر ہوا ہو یا آپر کسی نے دعویٰ  
کیا ہو اور خواہ دعویٰ غفار میں ہو یا مال منقول میں ہو۔ اور اگر وارث لوگ سب بالغ ہوں اور حاضر موجود ہیں پس وصی نے  
آپر نافذ ہونے کے لیے صلح کی تو نہیں جائز ہے خواہ دعویٰ آپر دائر ہوا اور وصی نے ان کے واسطے صلح کر دی یا ان کے دعوے سے  
صلح کر لی خواہ دعویٰ منقول میں ہو یا غفار میں ہو۔ خواہ اس دعوے کے گواہ عادل موجود ہوں یا نہ ہوں تعجیل میں ہے۔  
اور اگر سب وارثان بالغ غائب ہوں پس اگر آپر دعویٰ دائر ہوا اور وصی نے صلح کر لی تو نہیں جائز ہے خواہ مدعی کے پاس گواہ  
ہوں یا نہ ہوں اور خواہ دعویٰ غفار میں واقع ہوا ہو یا منقول میں ہو۔ اور اگر انکی طرف سے دعویٰ ہوا اور وصی نے صلح کر لی  
پس اگر غفار کے دعوے سے صلح کر لی تو ان کے حق میں نافذ نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ اجازت نہ دیں کہ وہ پھر حال میں ہے۔ اور اگر منقول  
کے دعوے سے صلح کی پس اگر ان کے دعوے کے گواہ موجود ہوں تو صلح جائز ہے بشرطیکہ بدل صلح میں جس قدر دعویٰ کیا ہے اس کے  
مثل قیمت لی ہو یا کسی صرف اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں۔ اور اگر اس قدر کی ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو صلح  
جائز نہیں ہے۔ اگر دعوے کے گواہ نہ ہوں تو جس طرح صلح کر لی ہو جائز ہے یہ تا نا رضا میں ہے۔ اگر وارثین بالغ و نابالغ ہوں  
پس اگر بالغ حاضر موجود ہوں اور آپر کسی نے دعویٰ کیا اور وصی نے اس سے صلح کر لی تو بالاجماع بالغون کے حصہ میں  
صلح جائز نہ ہوگی خواہ دعویٰ غفار میں ہو یا منقول میں اور خواہ مدعی کے پاس مال مرک کے گواہ ہوں یا نہ ہوں اور نابالغون کے حصہ  
میں جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں انکو ضرر نہ پہنچتا ہو۔ اور اگر انکی طرف سے دعویٰ دائر ہوا اور صلح کی پس اگر دعویٰ مال  
منقول میں ہو تو وصی کی صلح بالغون و نابالغون دونوں کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ آپر ضرر نہ آتا ہو اور اگر انکو ضرر پہنچتا ہو  
تو جائز نہیں ہے خواہ ان کے پاس گواہ عادل موجود ہوں یا نہ ہوں اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک  
نابالغون کے حصہ میں صلح جائز ہے بشرطیکہ انکو ضرر نہ پہنچتا ہو اور بالغون کے حصہ میں نہیں جائز ہے خواہ انکو ضرر نہ پہنچتا  
ہو یا نہ پہنچتا ہو۔ اور اگر بالغ وارث غائب ہوں پس اگر آپر دعویٰ دائر ہوا اور وصی نے صلح کر دی تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ  
نابالغون کے حصہ کی صلح جائز ہے بشرطیکہ ان کے حق میں ضرر نہ ہو۔ اور بالغون کے حصہ میں جائز نہیں ہے خواہ انکو ضرر نہ پہنچتا ہو

اور اگر باپ اس قرضہ کا وجوب بسبب نہیں ہوا ہی یعنی مثلاً اسکی خرید و فروخت سے واجب نہیں ہوا ہی تو صلح جائز نہ ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ وصی نے یتیم کے ہزار درہم کا کسی شخص پر دعویٰ کیا اور گواہ نہیں ہیں پھر پانچ سو درہم پر ان ہزار سے باوجود انکار مدعا علیہ کے اس سے صلح کر لی پھر عادل گواہ پائے تو قرضہ دار کو اختیار ہے کہ گواہ ہوں سے ہزار درہم پر قسم لیوے۔ اسی طرح اگر یتیم نے بعد بلوغ کے گواہ پائے تو بھی یہی حکم ہو اور ان دونوں کو اس سے قسم لینے کا اختیار نہیں ہے یہ قننیہ میں ہے۔ اگر نابالغ کا کوئی گھم یا غلام ہو آجہاں کسی شخص سے دعویٰ کیا پھر باپ نے نابالغ کے مال سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ عادل موجود تھے تو صلح جائز ہے مگر مثل قیمت یا مرفہ اس قدر زیادتی پر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہی نہ ہوں یا گواہ عادل نہ ہوں تو صلح جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس کے گواہ ہوں کا حال مستور ہو تو ہمارے شاخ نے فرمایا کہ صلح جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ بقول امام اعظم کے صلح جائز ہے اس بنا پر کہ حکم ظاہری عدالت پر دینا جائز ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدعی کے گواہ مستور ہوں تو باپ کو بشرط صلح کرنی چاہیے۔ اور اگر باپ نے اپنے مال سے صلح کر دی تو یہ حال میں جائز ہے و غیرہ میں ہے۔ اگر وارث سب نابالغ ہوں تو وصی کی صلح مثل باپ کی صلح کرنے کے جو خواہ انکا دعویٰ دائر ہوا ہو یا آپر کسی نے دعویٰ کیا ہو اور خواہ دعویٰ غفار میں ہو یا مال منقول میں ہو۔ خواہ اس دعوے کے گواہ عادل موجود ہوں یا نہ ہوں تعجیل میں ہے۔ اور اگر سب وارثان بالغ غائب ہوں پس اگر آپر دعویٰ دائر ہوا اور وصی نے صلح کر لی تو نہیں جائز ہے خواہ مدعی کے پاس گواہ ہوں یا نہ ہوں اور خواہ دعویٰ غفار میں واقع ہوا ہو یا منقول میں ہو۔ اور اگر انکی طرف سے دعویٰ ہوا اور وصی نے صلح کر لی پس اگر غفار کے دعوے سے صلح کر لی تو ان کے حق میں نافذ نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ اجازت نہ دیں کہ وہ پھر حال میں ہے۔ اور اگر منقول کے دعوے سے صلح کی پس اگر ان کے دعوے کے گواہ موجود ہوں تو صلح جائز ہے بشرطیکہ بدل صلح میں جس قدر دعویٰ کیا ہے اس کے مثل قیمت لی ہو یا کسی صرف اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں۔ اور اگر اس قدر کی ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو صلح جائز نہیں ہے۔ اگر دعوے کے گواہ نہ ہوں تو جس طرح صلح کر لی ہو جائز ہے یہ تا نا رضا میں ہے۔ اگر وارثین بالغ و نابالغ ہوں پس اگر بالغ حاضر موجود ہوں اور آپر کسی نے دعویٰ کیا اور وصی نے اس سے صلح کر لی تو بالاجماع بالغون کے حصہ میں صلح جائز نہ ہوگی خواہ دعویٰ غفار میں ہو یا منقول میں اور خواہ مدعی کے پاس مال مرک کے گواہ ہوں یا نہ ہوں اور نابالغون کے حصہ میں جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں انکو ضرر نہ پہنچتا ہو۔ اور اگر انکی طرف سے دعویٰ دائر ہوا اور صلح کی پس اگر دعویٰ مال منقول میں ہو تو وصی کی صلح بالغون و نابالغون دونوں کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ آپر ضرر نہ آتا ہو اور اگر انکو ضرر پہنچتا ہو تو جائز نہیں ہے خواہ ان کے پاس گواہ عادل موجود ہوں یا نہ ہوں اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نابالغون کے حصہ میں صلح جائز ہے بشرطیکہ انکو ضرر نہ پہنچتا ہو اور بالغون کے حصہ میں نہیں جائز ہے خواہ انکو ضرر نہ پہنچتا ہو یا نہ پہنچتا ہو۔ اور اگر بالغ وارث غائب ہوں پس اگر آپر دعویٰ دائر ہوا اور وصی نے صلح کر دی تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ نابالغون کے حصہ کی صلح جائز ہے بشرطیکہ ان کے حق میں ضرر نہ ہو۔ اور بالغون کے حصہ میں جائز نہیں ہے خواہ انکو ضرر نہ پہنچتا ہو

خواہ مدعی کے گواہ ہوں یا نہ ہوں خواہ دعویٰ عقار میں ہو یا منقول میں ہو۔ اور اگر انکے دعویٰ سے صلح کر لی پس اگر منقول میں دعویٰ کیا اور صلح کر لی تو اسکی صلح باغون و ناباغون دونوں کے حق میں بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ آنکو ضرر نہ پہونچے یا ہوں خواہ انکے پاس گواہ ہوں یا نہ ہوں۔ اور اگر عقار میں دعویٰ کیا ہو تو امام اعظم کے نزدیک باغ و ناباغ سب کے حق میں اسکی صلح جائز ہے بشرطیکہ اپنے ضرر نہ ہوا ہو اور اگر ضرر ہو تو نہیں جائز ہو خواہ انکے گواہ ہوں یا نہ ہوں اور صاحبین کے نزدیک ناباغون کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ آنکو ضرر نہ پہونچے اور باغون کے حق میں نہیں جائز ہو خواہ آنکو ضرر ہو یا نہ ہو اور باپ یا اسکے وصی کے موجود ہونے کی حالت میں دادا مثل باپ کے ہی یہ محیط میں ہے۔ اور بی حکم دادا کے وصی کا ہی اور مان اور بھائی کی صلح ناباغ کے واسطے جائز نہیں اور نہ اسکی طرف سے جائز یہ مبسوط میں ہے۔ مان کے وصی و چچا و بھائی کے وصی کی صلح ناباغ کے حق میں چچا و مان و بھائی کے ترکہ میں مثل باپ کے وصی کے ہی بشرطیکہ دعویٰ ہر غیر کے لیے ماسوائے عقار کے واقع ہوا و جو چیز کہ ناباغ کو ان لوگوں کے سوائے دوسرے کی طرف سے ملی ہو اس میں ناباغ کے واسطے انکے وصیوں کا صلح کرنا جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی شخص نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا پس وصی نے یتیم کے کسی قدر مال پر اس سے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو یہ جائز نہیں ہے یہ سیطح اگر غیر صلح کے مال میت سے اسکو دادا کر دیا تو بھی جائز نہیں ہے اور وارثوں کو خیال ہو گا کہ چاہیں تو وصی سے ضمان لیں یا جسکو دادا کیا ہو اُس سے ضمان لیں پس اگر اس شخص سے جسکو دادا کیا ہو ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وصی سے ضمان لی تو وصی اس شخص سے جسکو دادا کیا ہو واپس لے لیا خواہ اسکے پاس مال بعینہ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی نے کسی شخص کے ساتھ جسے میت یا باغ پر دعویٰ کیا تھا صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں یا قاضی گوا اسکے دعویٰ کی صحت کا علم ہو یا قاضی نے حکم دیا ہو تو صلح جائز ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو نہیں جائز ہے یہ فضول عماد میں ہے۔ اگر ناباغ کا کسی پر عدا خون ہو اور باپ یا وصی نے کسی قدر مال پر قاتل سے صلح کر دی تو جائز ہے لیکن اگر مال صلح دیت سے کم ہو تو جائز نہیں ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کی خدمت کی کسی کو واسطے ایک سال تک کے لیے وصیت کی اور یہ غلام اُس کا تنہائی مال ہوتا ہو وراثت نے اس خدمت سے کسی قدر دھون پر یا ایک مہینہ تک کسی بیت میں سکونت کرنے یا دوسرے خادم کی خدمت کرنے یا ٹھوکی سواری لینے یا کسی کپڑے کے پہنے پر صلح کر لی تو استحسانا جائز ہے یہ سیطح اگر ناباغ کے وصی نے ایسا کیا تو بھی جائز ہے پھر اگر وہ غلام جس سے صلح کی ہو بعد وصی لہ کے بدل صلح قبضہ کرنے کے کر گیا تو صلح جائز ہے اور اگر کسی کپڑے پر صلح کی اور وصی لہ نے اس میں عیب پایا تو اسکو اختیار ہے کہ واپس کرے اُس غلام سے خدمت لینے اختیار کرے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ کپڑے قبضہ کرنے سے پہلے اسکو فروخت کرے۔ اور اگر کسی قدر دھون پر صلح کی تو قبل قبضہ کے انکے عوض کپڑا خرید سکتا ہے۔ اور اگر بعض وراثت نے ان شے مذکورہ کے عوض اُس سے یہ وصیت کی یا تیری خدمت خریدنی چاہی تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر موصی لہ سے یوں کہا کہ میں نے تجکو یہ رقم بجا تیرے غلام سے خدمت لینے کے یا تیری خدمت کے عوض یا خدمت کے بدلے یا خدمت کے قصاص میں یا اس شرط سے کہ تو خدمت لینا ترک کر دے میں تو جائز ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ میں تجکو یہ رقم اس شرط سے کہ تیرا ہوں کہ تو وصیت کا حق خدمت سہہ کر دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ دھون قبضہ کر لے۔ اور اگر وراثت دو شخص ہوں اور ایک نے موصی لہ سے اس رقم پر اس شرط سے صلح کی کہ اس خادم کی خدمت تو فقط میرے واسطے سوائے میرے شریک کے قرار دے تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر جمیع وارثوں

نکاح کی باتیں  
وصیت میں صلح

کے واسطے قرار دینے کو شرط کرے۔ تو ہنسنا جائز نہ ہو۔ اور اگر وارثوں نے اس غلام کو فروخت کر دیا ہو اور موصی نے جس کے واسطے  
 اس غلام کی خدمت کی وصیت کی: اجازت رہی تو اس کا حق خدمت باطل ہو گیا اور اس کو مٹن میں سے کچھ نہ ملیگا۔ بطرح  
 اگر وارثوں نے اس کا بیچو تو نہ نہایت سے دیکھ اور موصی نے اجازت دی تو جائز نہ ہو۔ اور اگر وہ غلام خطا سے مقتول ہوا  
 اور وارثوں نے اس کی بیعت لے لی تو پھر لازم ہو کہ اس بیعت کے عوض دوسرا غلام خریدیں کہ جو موصی لے کی ایک سال تک  
 خدمت کرے اور اگر اس سے کسی قدر درجہ معلوم ہو یا بائج پر عوض لیکر حق ساقط کر دینے کے طور پر صلح کی تو جائز نہ ہو۔ اور  
 اگر غلام کا ایک ہاتھ کاٹا گیا اور وارثوں نے اس کا ارشاد لے لیا تو اس میں سے غلام کے ایک سال تک موصی لے کا حق  
 خدمت ثابت ہوگا بوجہ اسکے کہ جب بدل نفس میں حکم ہو اسی قیاس پر بدل لطف یعنی ہاتھ پر وغیرہ کے بدل میں حکم ہو  
 پھر اگر وارثوں نے دس درم دیکر صلح کر لی کہ موصی لے اس حق کو مع غلام کے وارثوں کے سپرد کرے تو بطریق استناطی بعض  
 کے جائز ہو مگر مصلحت میں ہو۔ اگر کسی شخص کی واسطے اپنے گھر میں رہنے کی وصیت کی اور مگر پھر موصی لے سے وارثوں کے بقدر  
 دس درم معلوم ہو صلح کر لی تو جائز نہ ہو۔ اسی طرح اگر دوسرے دار کی سکونت معلوم ہو صلح کر لی تو بھی جائز نہ ہو یا کسی غلام کی مدت  
 معلوم نہ ہو کہ جب مدت کرنے پر صلح کی تو بھی جائز نہ ہو۔ اور اگر دوسرے دار کی سکونت یا غلام کی خدمت پر زندگی بھر تک کے  
 دایم اس سے صلح کی تو جائز نہیں ہو۔ پھر پہلی صورت میں یعنی جب مدت معلوم نہ ہو صلح کی ہو اگر مدت معلوم نہ کرنے سے  
 پہلے غلام مر گیا یا دار گر گیا تو صلح ٹوٹ جاوے گی اور حق موصی لے اسی وار سے جس کے رہنے کی اس کو وصیت تھی متعلق  
 ہو جائیگا۔ ایسا ہی اگر کسی نے اپنے غلام کی خدمت کر نیکی واسطے کسی کے حق میں وصیت کی پھر وارث نے دوسرے  
 غلام کی خدمت یا کسی دار کی سکونت مدت معلوم نہ ہو اختیار کرنے پر موصی لے سے صلح کر لی پھر مدت گذرنے سے پہلے صلح  
 علیہ مگر انہی اس کا حق اسی غلام سے متعلق ہوگا جس کی خدمت کی اسکے حق میں وصیت تھی۔ پھر اس صورت میں یعنی سکونت دار  
 کی وصیت کی صورت میں جبکہ حق موصی لے اس سے اس کے حق میں وصیت تھی متعلق ہو تو مذکور ہو کہ اگر اسکے واسطے  
 یہ وصیت تھی کہ مرتے دم تک سکونت کرے تو اس کو مرنے دم تک سکونت کا اختیار ہو۔ ورنہ شائع نے فرمایا کہ یہ حکم اس  
 صورت پر رکھا جائیگا کہ جب غلام مصالح علیہ نے موصی لے کی کچھ خدمت نہ کی یا دار مصالح علیہ میں کچھ مدت نہ رہا ہو اور اگر کچھ  
 مدت خدمت لی یا گھر میں رہا ہو تو اسکے حساب سے اس کو باقی مدت اس در وصیت میں سکونت کا اختیار ہوگا اور اس کا بیان یہ ہو  
 کہ اگر مثلاً ایک سال تک اپنے غلام کی خدمت پر صلح کی اور موصی لے نے اس سے چھ مہینے خدمت لی تھی کہ وہ مگر یا تو موصی لے  
 کو اب دار وصیت میں صرف آدھی عمر تک رہنے کا حق حاصل ہوگا اس لیے ایک روز اس میں موصی لے رہے گا اور دوسرے  
 روز اس میں وارث رہیں گے اسی طرح موصی لے کی باقی عمر تک ہوگا۔ اور اگر موصی لے کی واسطے ایک سال تک گھر میں سکونت کی  
 وصیت ہو اور غلام مصالح علیہ بعد چھ مہینے کے مگر یا تو موصی لے اس دار وصیت میں آدھے سال تک رہے گا پھر چھ مہینے  
 میں ہو اور اگر یوں وصیت کی کہ جو کچھ میری بکریوں کے تخسوں میں ہو وہ فلاں شخص کو دیا جاوے پھر وارثوں نے اس شخص کو دھو  
 میں سے کم یا زیادہ صلح کر لی تو نہیں جائز ہو اور اگر اس سے کسی قدر درجہ مٹن پر صلح کی تو جائز نہ ہو اور موصی لے کا بھی حکم ہو  
 یہ حاوی میں ہو۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی واسطے اپنے غلام کی ضروری کی وصیت کی اور وصیت کرنے والا مگر جب  
 پھر وارث نے موصی لے سے کسی قدر درجہ معلوم ہو صلح کر لی تو جائز نہ ہو اگرچہ اسی ضروری کا حاصل اس سے زیادہ ہو۔  
 اور اگر کسی کے حق میں چھ مہینے کے واسطے اپنے غلام کی ضروری کی وصیت کی پھر وارث سے ایک مہینے کی ضروری کے

۴  
 صلح کی تو جائز نہ ہو  
 یا اس کے لازم



برابر صلح کی اور اس مزدوری کو بیان کر دیا تو جائز ہے اور اگر اس قدر مقدار کو بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس سے ایک سہی وارث نے اس شرط سے صلح کی کہ مزدوری غلام کی خاص میرے ہی واسطے ہو تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی وارث نے موصیٰ لہ سے وہ غلام مدت معلومہ تک اجارہ لیا تو جائز ہے جیسا کہ غیر وارث کا اجارہ لینا جائز ہے بخلاف اس شخص کے اجارہ لینے کے جس کے واسطے خدمت غلام کی وصیت کی گئی ہو کہ وہ نہیں جائز ہے ایسے ہی اگر دار کی سکونت کی وصیت کی ہو اور اسے کرایہ لیا تو بھی ناجائز ہے یہ بسو میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے اپنے نخل کی حاصلات کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کی پھر موصیٰ نے وارث کے ساتھ پھل نکلنے سے پہلے کسی قدر درہم معلومہ پر صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی سال کا پھل نکلا ہو پھر بعد نکلنے کے اس رسیدہ اور ہمارے پھل سے جو آئندہ ہمیشہ تک اس درخت سے نکلے صلح کی تو جائز ہے اور امام محمد نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ بدل صلح اس موجود اور آئندہ کے پھلوں کی ہمارے پھل کو تقسیم ہو گا اور متاخرین مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے فقہ ابو بکر محمد بن ابراہیم میدانی فرماتے ہیں کہ آدھا بدل اس موجودہ کے مقابلہ میں اور آدھا آئندہ ہارون کے مقابلہ میں ہو گا۔ اور فقہ ابو جعفر ہمدانی فرماتے ہیں کہ بدل صلح بقدر قیمت شرکے تقسیم ہو گا پس اگر قیمت موجودہ کی اور جو نکلیں گے برابر ہو تو ہر ایک نصف نصف تقسیم ہو گا اور اگر تین تہائی کی نسبت ہو تو بدل کے بھی تین حصہ ہونگے۔ اور اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً موصیٰ لہ کے ساتھ کسی غلام پر صلح کر لی پھر آدھا غلام موصیٰ نہ کے پاس سے استحقاق میں لیا گیا تو فقہ ابو بکر محمد بن ابراہیم کے قول پر موصیٰ لہ صلح سے آدھے موجودہ پھل اور آدھے جو آئندہ پیدا ہوں واپس لیگا۔ اور فقہ ابو جعفر کے قول کے موافق اگر دونوں کی قیمت یکساں ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قیمت میں تین تہائی کی نسبت ہو تو اس کے حساب سے واپس لیگا۔ اور فقہ محمد بن ابراہیم کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جو آئندہ پیدا ہوں اسکا فی الحال جانب امکان نہیں ہو کہ وہ نہ کبھی آتی ہو اور کبھی نہیں آتی ہو اور کبھی آئندہ کے پھل موجودہ سے زیادہ ہونے ہیں اور کبھی کم ہونے ہیں پس ہم نے اسکو مثل موجود فی الحال کے قرار دیا کہ یہ بدل ہے۔ اور فقہ ابو جعفر کے قول کی وجہ یہ ہے کہ آئندہ جو پھل آویں انکی قیمت فی الحال معلوم ہو سکتی ہے اس طور سے کہ یہ درخت ہمیشہ پھلدار ہونے کی حالت میں کتنے کو خریدا جا سکتا ہے اور ہمیشہ بے پھل ہونے کی حالت میں کتنے کو خریدا جا سکتا ہے پس پھلدار ہونے کی صورت میں ڈیڑھ ہزار درم کو اور بے پھل ہونے کی صورت میں ایک ہزار کو خریدا جاوے تو معلوم ہوا کہ جو غلہ نکلے گا اسکی قیمت پانچ سو درم ہے پھر غلہ موجودہ کی قیمت دریافت کی جائے پس اگر یہ بھی پانچ سو درم ہو تو دونوں مساوی قیمت کے معلوم ہوئے اور اگر موجودہ کی قیمت دو سو پچاس درم ہو تو معلوم ہوا کہ تہائی کی نسبت اس کے حساب سے واپس ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور فقہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر دار میں سیل آب یا موضع جاذب سے صلح واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے کہ دیکھا جائیگا کہ اس دار کی درحالیہ اسمیں دوسرے شخص کے پانی بہانے کا حق ہو کیا قیمت ہر دار کی درحالیہ یہ حق نہیں ہو کیا قیمت ہی پس جو چھان دو نو میں فرق نکلے وہی سیل کی قیمت ہوگی یہ محیط خرسی میں ہے۔ اگر کسی عین نخل کے غلہ کی ہمیشہ کے واسطے کسی شخص کے حق میں وصیت کی اور وارثوں نے اس سے اس کے پھل نکلنے اور رسیدہ ہونے کے بعد ان پھلوں اور غلہ ہمارے جو آئندہ ہمیشہ تک پیدا ہو کسی قدر کہ ہوں پر صلح کی اور موصیٰ نے ان گہیوں پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر گہیوں پر آدھا کر کے صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس سے کسی قول کی چیز پر آدھا صلح کی تو جائز ہے۔ اور اگر خشک چھو ہارون پر صلح کی تو جائز نہیں ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ خشک چھو ہارے

نہ قول کی جائز ہے

ان بچوں سے جو وراثت پر موجود ہیں زیادہ ہیں۔ اور اگر اس نخل کی حاصلات غلہ سے دوسرے نخل کے غلہ پر ہمیشہ کیوں  
یا کسی مدت معلوم تک دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ مسبوط میں ہے۔ قلت انما لم یخرج لکان لربوا۔ ایک شخص نے اپنے  
نخل کے غلہ کی کسی شخص کے حق میں تین برس کے واسطے وصیت کی اور یہ نخل اس کا تائی مال ہوتا ہے اور نخل میں بھل  
نہیں ہیں پھر موصی نے وارثوں سے کسی قدر راہم معلومہ پر وصیت سے صلح کر کے درمیان پر قبضہ کر لیا اور شرط کر دی  
کہ میں نے یہ غلہ نخل وارثوں کو سپرد کیا اور انکو حق وصیت سے بری کیا اور وراثت میں اس تین سال تک کچھ نہ لگا یا جس  
وارثوں نے اسکو دیا ہے اس سے زیادہ پیدا ہوا تو قیاساً صلح باطل ہے لیکن استحساناً صلح جائز ہے فیضول عادی میں ہے۔  
اگر کسی شخص نے دوسرے کے لیے وصیت کی کہ جو کچھ میری باندی کے پیٹ میں ہو وہ اسکو دیا جائے حالانکہ باندی حاملہ  
ہو اور وہ شخص وصیت کنندہ مر گیا پھر وارث نے موصی سے کسی قدر راہم معلومہ پر صلح کر لی اور اسکو دیدیے تو  
جائز ہو مگر جائز اس طور سے ہے کہ صلح میں عوض لیکر اپنا حق ساقط کر دیا نہ یہ کہ موصی نے وارث کو وصیت کا مالک کیا ہے  
کیونکہ تملیک کے طور پر صلح نہیں ہو سکتی ہے۔ اور اگر ایک وارث نے اپنی خصوصیت پر کہ میرے ہی واسطے ہو صلح  
کی تو جائز نہیں ہے بخلاف اسکے اگر اس شرط سے صلح کی کہ یہ تمام وارثوں کے واسطے ہو تو جائز ہے یا مطلقاً صلح کی تو بھی  
جائز ہے۔ اور اگر وارثوں کی طرف سے غیر شخص نے لے لے حکم سے یا بدون وارثوں کے حکم کے موصی نے صلح کر لی  
تو جائز ہے لکن فی الحقیقہ۔ اگر کسی شخص کے واسطے جو کچھ اپنی باندی کے پیٹ میں ہے وصیت کی پھر وارثوں نے  
دوسری باندی کے پیٹ کے عوض صلح کر لی تو جائز نہیں ہے یہ مسبوط میں ہے۔ اگر کسی باندی کے پیٹ کی دوسری شخص  
کے واسطے وصیت کی اور وارثوں سے کسی قدر راہم معلومہ پر صلح واقع ہوئی پھر اس باندی کے مردہ لڑکا پیدا  
ہو تو صلح باطل ہے اور اگر کسی شخص نے باندی کے پیٹ میں کچھ مار دیا کہ جسکے صدمہ سے اسکے مردہ جنین مر گیا  
تو اسکا ارش وارثوں کو ملے گا اور صلح جائز ہے یہ جادی میں ہے۔ اور اگر دوسرے گزر گئے اور وہ کچھ نہ جنی تو  
صلح باطل ہو گئی یہ مسبوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ جو کچھ فلان عورت کے پیٹ میں ہے اسکو نہ مار  
درم دیے جاوین پھر اس جنین سے یعنی جو پیٹ میں ہو اسکے باپ نے اس وصیت سے کسی قدر مال پر صلح کی تو جائز  
نہیں ہے اسی طرح اگر اسکی ماں نے وصیت سے صلح کر لی تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے جو کچھ اپنی  
باندی کے پیٹ میں ہو کسی نابالغ یا معقوہ کے دینے کے واسطے وصیت کی پھر اسکے باپ یا وصی نے وارثوں سے کسی قدر  
درم پر صلح کر لی تو جائز ہے اسی طرح اگر وصیت کسی مکاتب کے حق میں ہو تو بھی اسکی صلح جائز ہے۔ اور اگر کسی چیز  
کی وصیت کی کہ جو کچھ فلان عورت کے پیٹ میں ہو اسکو یہ چیز دی جاوے اور وہ جل غلام تھا اسکے بولانے اسکی  
طرف سے صلح کی تو جائز نہیں ہے پھر اگر اسکے مولیٰ نے مریض کے مرنے کے بعد کسی چیز پر صلح کی پھر مولیٰ نے اس حاملہ  
باندی کو آزاد کیا اور اس کے پیٹ میں ہو اسکو بھی آزاد کیا پھر وہ ایک غلام جنی تو غلام آزاد ہو جائیگا مگر وصیت کا مال  
اسکو نہ ملیگا بلکہ اسکے آزاد کرنے والے کو ملے گا اور صلح بھی جائز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس باندی کو فروخت کیا تو بھی  
یوں ہی رہیگا یعنی مال وصیت بائع کو ملے گا مشتری کو نہ ملیگا۔ اسی طرح اگر مالک نے جو باندی کے پیٹ میں ہو اسکو  
مدبر کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک کی باندی و بچہ کے آزاد کرنے یا فقط باندی کے آزاد کرنے کے روز وصیت کر لیا  
زندہ تھا پھر مرے تو یہ وصیت غلام کے حق میں ہوگی۔ لی کہ حق میں نہ ہوگی یہ مسبوط میں ہے۔

صلح کی تو جائز نہیں ہے  
اگر کسی شخص نے لے لے حکم سے  
یا بدون وارثوں کے حکم کے  
موصی نے صلح کر لی  
تو جائز ہے لکن فی الحقیقہ۔

**سولہواں باب مکاتبات غلام تاجر کی صلح کے بیان میں۔** اگر مال کتابت غلام دوم پہلی دو مکاتبات نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ درم ادا کر دیے ہیں اور مالک نے اس سے انکار کیا پھر اس شرط سے صلح کی کہ اگر اس درم ادا کر سکا اور مالکی زیادتی سے بری کر دے تو جائز ہے یہ مجبوظ میں ہو۔ اگر مولیٰ نے اپنے مکاتبات سے اس شرط سے صلح کی کہ میں اس سے پہلے غلام مال کتابت یعنی کسی قدر مال کو کما کہ یہ عیاد سے پہلے ادا کر دے اور باقی اسکے ذمہ سے دو کر دیا تو جائز ہے۔ اور اگر مال کتابت ہزار درم ہوں اس میں کسی قدر زیادتی پر اس شرط سے صلح کی کہ عیاد آٹھ سال کی مدت دے تو جائز ہے یہ سب میں ہو اور اگر مال کتابت کی عیاد آٹھ سال کے بعد اس شرط سے صلح کی کہ بعض مال ادا کرے اور بعض مال میں تاخیر ہو گا تو جائز ہے اور اگر مال کتابت میں درم ہوں ان درم سے دینا بہت چھل دیدیے پر صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر دینا روں یہ عیاد ہی ادا کرے صلح کی تو جائز نہیں یہ مجبوظ میں ہو۔ اور اگر دونوں نے اس شرط سے صلح کر لی کہ مال کتابت میں سے درم باطل کر کے اس قدر دینا روں پر کتابت مقرر کریں تو جائز ہے اسی طرح اگر ان کی جگہ وصیت ادا مقرر کیا تو بھی جائز ہے یہ سب میں ہو ایک غلام یا باندی پر دو حاکمات بھرتی پھر ہزار درم پر صلح کر لی اور ایک سال کی عیاد مقرر کی تو جائز ہے یہ مجبوظ میں ہو میں ہو۔ اگر مکاتبات نے کسی شخص پر قرضہ کا دعویٰ کیا اسے انکار کیا پھر مکاتبات نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ اس نے لے اور چھوڑا چھوڑ دے پس اگر مکاتبات کے پاس قرضہ کے گواہ ہوں تو چھوڑ دینا صحیح نہیں ہو اور باقی میں لے لیا تو اگر گواہ نہ ہوں تو جائز ہے۔ اور اگر مکاتبات نے بعض قرضہ کی تاخیر کرنے پر صلح کی تو جائز ہے بشرطیکہ یہ قرضہ سبیل و راستہ صاف و استقرض نہ ہو اور مجبوظ میں ہو۔ اگر کسی شخص نے مکاتبات پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور مکاتبات نے انکار کیا پھر اس سے اس شرط پر صلح کی کہ بعض ادا کرے اور بعض چھوڑ دے تو جائز ہے اور مکاتبات کا بیٹا حکم میں باپ نے ہے۔ اور مکاتبات کی طرف کسی وصیت کا دعویٰ کیا جاوے اور وہ انکار کر کے صلح کرے تو اس میں اس کی صلح مثل آزادی صلح کے ہی پیسہ طین ہے۔ اور اگر مکاتبات نے عاجز ہو کر قریب ہو جانے کے بعد صلح کی پس اگر مکاتبات کے پاس اس کا حاصل کیا ہوا کچھ مال نہ ہو تو صلح مولیٰ کے حق میں روا نہ ہوگی یہاں تک کہ بعد آزاد ہونیکے اس سے مواخذہ کیا جاوے گا و لیکن اگر عاجز ہونے سے پہلے اس پر گواہ قائم ہوں تو اس کی صلح جائز ہوگی۔ اور اگر اسکے پاس اس کا یا ہوا کچھ مال ہو تو امام کے نزدیک صلح جائز ہو اور صاحبین نے اس میں اختلاف کیا یہ مجبوظ میں ہے۔ اگر مکاتبات کے مولیٰ نے مکاتبات پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور مکاتبات نے اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ لے لے اور کچھ چھوڑ دے تو جائز ہے۔ اور اگر مکاتبات نے اپنے مولیٰ پر مال کا دعویٰ کیا اور مولیٰ نے انکار کیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ لے لے اور کچھ چھوڑ دے پس اگر مکاتبات کے پاس اسکے گواہ ہوں تو جائز نہیں ہو اور اگر نہ ہوں تو صلح جائز ہے یہ مجبوظ میں ہے۔ اور غلام تاجر کا حکم چھوڑ دینے یا تاخیر کرنے یا صلح میں مثل مکاتبات کے یہ مجبوظ میں ہے۔ اور اگر غلام تاجر نے کسی کے ساتھ اپنے قرضہ کے دعوے سے کچھ لینا اور کچھ چھوڑ دینے پر صلح کی تو جائز نہیں ہو بشرطیکہ اسکے گواہ ہوں اور اگر نہ ہوں تو جائز ہے یہ حاروی میں ہے۔ اگر غلام تاجر کسی شخص نے قرضہ کا دعویٰ کیا اور غلام نے باقرا یا انکار اس سے اس شرط سے صلح ٹھہرائی کہ نہ ملے وہ چھوڑ دے اور نہ ملے میں تاخیر دے اور نہ ملے غلام تاجر ادا کرے تو جائز ہے۔ اور اگر مولیٰ نے اس غلام کو مجبور کر دیا پھر اس کی شخص نے دعوے کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور غلام نے مجبور نے اس سے صلح کی پس اگر غلام کے پاس اس کی گواہی کا کچھ مال نہیں ہو تو فی الحال صلح حق مولیٰ میں نہیں جائز ہے لیکن غلام کے حق میں جائز ہو حتیٰ کہ بعد آزاد ہونے کے اس کا واسن پھر جائز ہوگا۔ اور

صلح قرضہ  
غلام یا باندی  
تو جائز ہے  
اس شرط پر  
کہ اس نے لے  
اور چھوڑ دے  
پس اگر گواہ  
نہ ہوں تو  
جائز ہے  
اور اگر مکاتبات  
نے بعض قرضہ  
کی تاخیر کرنے  
پر صلح کی  
تو جائز ہے  
بشرطیکہ  
یہ قرضہ  
سبیل و راستہ  
صاف و استقرض  
نہ ہو  
اور مجبوظ  
میں ہو





کی کوئی چیز غصب کر لی یا اسکو کچھ نہی کیا پھر اس سے کسی چیز پر صلح کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہ ہونا چاہیے اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کسی مسلمان نے دارالحرب میں کسی حربی کو کچھ قرضہ دیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ کچھ چھوڑ دے اور کچھ قرضہ ناجبر کر دے پھر جس قدر میں تاخیر کی تھی اسکی مبیعاہ آگئی اور حربی امان لیکر دارالاسلام میں آیا اور مسلمان نے اپنے قرضہ کے واسطے اسکو گرفتار کرنا چاہا اور جو چھوڑ دیا تھا وہ بھی لینا چاہا تو جہتہذا پھر اس کے واسطے گرفتار نہیں کر سکتا یہ خود وہ چاہے دیدے اور جس قدر چھوڑ دیا ہو اس میں رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر حربی ہی مسلمان سے طالب ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے۔ اور اگر ایسا معاملہ دو حربیوں میں ہو ورنہ دونوں امان لیکر دارالاسلام میں آئے تو قاضی کیسی دوسرے بڑ گری نہ کرے بلکہ ایکس اگر دونوں مسلمان ہو گئے یا وہی ہو گئے تو قاضی ان کے درمیان فیصلہ یوں کرے کہ کچھ چھوڑ دینا اور باقی میں تاخیر نہ بنا بطریق صلح کے جائز رکھے گا اور باقی کی مبیعاہ اپنے پر اسکو ادا کرنے کے واسطے طالب کی درخواست پر مجبور کرے گا۔ اور اگر کوئی حربی امان لیکر دارالاسلام میں آیا اور ادا نہ کیا یا غصب کیا یا اسکا کچھ غصب کیا گیا پھر کم کر دینے اور تاخیر دینے پر صلح کی تو جائز ہے حوالہ یہ۔ امام اسکا کسی مسلمان سے ہوا ہو یا کسی متامین سے جو اسی دارالحرب کا یا غیر دارالحرب کا ہو واقع ہوا اسی طرح اگر یہ دونوں حربی اپنے اپنے ملک میں چلے گئے پھر امان لے کر لوٹ آئے تو یہ صلح جو واقع ہوئی تھی دونوں پر نافذ ہوگی کہ ان کے البسوط اٹھا کر حصوں باب صلح کے بعد مدعی یا مدعا علیہ یا مصلح علیہ کے بغرض صلح باطل کرنے کے گواہ قائم کر نیلے بیان میں۔ اگر مدعی نے بعد صلح کے گواہ قائم کیے تو سموع نہ ہوئے لیکن اگر بدل صلح میں عیب ظاہر ہوا ورنہ مدعا علیہ نے اتنا لیا اور مدعی نے بسبب عیب کے واپس کرنے کے گواہ قائم کیے تو سموع ہوئے یہ بدائع میں ہے مشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے قبل صلح کے یا بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے یہ قرار کیا کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ نہیں ہو تو صلح باطل نہ ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ مدعی نے بعد صلح کے ایسا قرار کیا جو تو صلح باطل ہوگی اور اگر قاضی کو علم ہو کہ مدعی نے قبل صلح کے قاضی کے سامنے قرار کیا تھا کہ میرا مدعا علیہ فلان پر کچھ نہیں ہو تو صلح باطل ہو جائیگی بعد انقضائے مذکور کے اور اس مقام پر قاضی کا علم نہ ہو کہ مدعی کے بعد صلح کے قرار کرنے کے سے یہ محیط خسی میں ہے کسی شخص پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اسنے انکار کیا پھر کسی چیز پر صلح کر دی گئی پھر مدعا علیہ نے ایسا قرار کیا کہ گواہ دیے تو قبول نہ ہوئے اور اگر سپر ہزار درم کا دعویٰ کیا اسنے ادا کر دینے یا ابراء کا دعویٰ کیا پھر کسی چیز پر صلح کر دی گئی پھر مدعا علیہ نے ایسا قرار کیا کہ گواہ پیش کیے تو قبول ہوئے اور بدل واپس دلایا جائیگا یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر کسی شخص کے قبضہ و قبضہ دار پر دعویٰ کیا اور اس سے ہزار درم پاس شرط سے صلح کی کہ قابض کو یہ دار مدعی سپرد رکھے پھر قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میری یا فلان کا تھا میں نے اس سے خرید لیا یہ میرے باپ کا تھا اسنے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے تو ہزار درم کی واپسی نہیں ہو سکتی ہے اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ میں نے صلح سے پہلے طالب سے اسکو خرید لیا تو گواہ قبول ہوئے اور صلح باطل ہو جائیگی۔ اور اگر خرید پر گواہ قائم نہ کیے بلکہ اس امر کے گواہ دیے کہ قبل اس صلح کے دوسرے دار پر صلح کی ہے تو پہلی صلح تمام کی جاوے گی اور دوسری باطل کی جاوے گی یہ محیط خسی میں ہے نہ صلح کہ ایک صلح کے بعد واقع ہو وہ باطل ہے اور پہلی صلح صحیح ہے۔ اسی طرح ہر صلح کے بعد خریدنے کے واقع ہو وہ باطل ہے۔ اور اگر ایک خرید کے بعد دوسری خرید واقع ہو تو دوسری صحیح ہے اور اگر پہلے صلح کی پھر مصلح عنہ کو خرید لیا تو خرید باطل اور صلح باطل کی جاوے گی یہ محیط میں ہے ایک شخص کے مقبوضہ کو خرید

کی قدرت سے صلح باطل ہے

دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے پہلے صلح واقع ہونے کا دعویٰ کیا اور اس پر گواہ قائم نہ کیے اور قاضی نے مدعی کے نام اس گھڑی ڈگری کر دی اور مدعی نے وہ گھڑی کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مدعا علیہ نے چاہا کہ مدعی سے قسم لیوے کہ وائس میں نے تجھ سے اس داکے دعوے سے قبل اس دعوت کی صلح نہیں کی ہو تو اسکو اختیار ہو پس اگر قسم لینے پر مدعی نے قسم سے انکار کیا تو مدعا علیہ کو اختیار ہو چاہے بیچ کی اجازت دیکر شریعت لے لے یا مدعی سے ضمان لیوے یہ دونوں میں سے اگر کسی شخص کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا کہ میرے پاس مجھے میراث ملا ہے پھر کسی شے پر صلح کر لی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ دار میں نے اس مدعی کے باپ سے اسکی زندگی میں اس سے خریدا ہوا یا یوں گواہ دیے کہ میں نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہوا اور فلان شخص نے اس مدعی کے باپ سے خریدا تھا تو گواہ مقبول نہونگے یہ محیط میں ہو۔ اگر زید پر ہزار درم و ایک دار کا دعویٰ کیا زید نے اس سے سو درم برائے دعوے سے صلح کر لی پھر مدعی نے اقرار کیا کہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک مدعا علیہ کی تھی تو صلح باقی سے جائز رہے گی اور مدعا علیہ اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہو۔ اسی طرح اگر مدعی نے بعد صلح کے ہزار درم اور دار دونوں پر گواہ قائم کیے تو ہزار باطل ہیں اور دار میں اپنے حق پر بیگانہ خلاف اسکے اگر ایک غلام و باندی کا دعویٰ کیا پھر کسی قدر مال پر صلح کر لی اور دونوں کی ملکیت کے گواہ دیے تو صحیح ہو اور دونوں اسکو طین گئے۔ اور اگر ہزار درم اور ایک دار کا دعویٰ کیا اور ہزار درم پر صلح کر لی پھر نصف ہزار اور نصف دار پر گواہ قائم کیے تو دونوں میں کوئی چیز اسکو نہ ملے گی۔ اور اگر ہزار درم و نصف دار کے گواہ دیے تو صلح کے ہزار ان ہزار سے ادا ہونگے اور نصف دار لے لیا کیونکہ یہ صلح بعض حق کا لینا اور باقی کا ساقط کرنا ہو اور ساقط خود کرنے کا احتمال نہیں رکھتا ہو اور اگر مدعا علیہ کے قبضہ سے وہ دار استحقاق میں لے لیا گیا تو ہزار درم صلح میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط ترخی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکو صلح میں ایک غلام دیا اسے قبضہ کر لیا پھر غلام نے گواہ دیے کہ میں آزاد ہوں اور قاضی نے اسکی آزادی کا حکم دیا تو صلح باطل ہو گئی۔ اسی طرح اگر اس امر کے گواہ دیے کہ میں مدبر یا مکانی ہوں تو بھی حکم یہ۔ اسی طرح اگر باندی ہو اور اسے گواہ قائم کیے کہ میں ام ولد ہوں یا مکانیہ یا مدبر ہوں اور گواہی دونوں کی قاضی نے قبول کر لی تو صلح باطل ہو گئی یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم بین پھر طالب نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس سے سو درم اور اس کے پترے پر صلح کی ہے اور مطلوب نے گواہ دیے کہ اسے مجھ سے فقط سو درم پر صلح کی ہو تو مطلوب کی برکت کے گواہ واپس لینے سے ہی قبول ہونگے اور اگر طالب نے اس امر کے گواہ دیے کہ اسے مجھ سے فقط سو درم پر صلح کی ہو تو مطلوب کی برکت کے گواہ واپس لینے سے ہی قبول ہونگے یہ محیط ترخی میں ہو۔ ہزار درم کے قرضدار نے گواہ پیش کیے کہ طالب نے مجھ سے چار سو درم پر اس شرط سے صلح کی کہ میں اسکو ادا کروں اور باقی سے مجھے بری کر دیا و ایسا ہی ہوا اور طالب نے کہا کہ میں نے تجھ سے پانچ سو درم سے بری کیا اور پانچ سو پر صلح کی ہو اور دونوں کے گواہوں نے ایک ہی وقت بیان کیا یا دو وقت علیحدہ علیحدہ بیان کیے یا بالکل وقت بیان نہ کیا تو سب صورتوں میں مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے یہ وجہ کر دی میں ہو۔ اور اگر دعویٰ شقی چیزوں میں واقع ہو جیسے گریبون کر جو پھر اس کے نصف پر صلح کی پھر مدعی نے گواہ دیے کہ یہ سب کر میرا ہو تو دعویٰ صحیح نہیں اور گواہ سموع نہونگے یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی شخص کی طرف ایک دار و ہزار درم کا دعویٰ کیا پھر اس سے پانچ سو درم اور آدھے گھڑی صلح کر لی پھر گواہ قائم کیے کہ پانچ سو درم

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

اور پورا دارم ہوا تو ہزار درم ہیں۔ سے کچھ اُس کے نام دگر ہی ہوگی اور باقی دارم کی دگر ہی ہو جائیگی۔ اور اگر پورے دارم کو مانی یا پنج سو درم کے گواہ دیے تو اُس کے نام کچھ دگر ہی ہوگی یہ بیض مندرسی ہیں۔ اگر مستمالک مال کی قیمت سے کم ہو درم یوں یا دیناروں سے صلح ہوئی پھر تلف کر دینے والے نے گواہ قائم کیے کہ جس قدر صلح ہوئی جو اس سے مستمالک مال کی قیمت بہت کم تھی اسیں کھلا ہوا خسارہ ہو تو اہام کے نزدیک گواہ غیر مقبول اور صاحبین کے نزدیک مقبول ہیں یہ اتنا خانیہ بین ہو۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے دارم میں دعویٰ کیا پس قابض نے دو گواہ اس امر کے دیے کہ اسے مجھ سے کسی چیز پر صلح کی اور راضی ہوا اور میں نے اسکو دیدیے تو جائز ہے اگرچہ گواہوں نے معصالح کی مقدار بیان نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر ایک نے دہا ہم بیان کیے اور دوسرے نے کچھ بیان نہ کیا تو بھی جائز ہے یا دونوں نے یوں گواہی دی کہ مدعی نے سب صلح بھر دیا یا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ قابض دار نے انکار کیا اور مدعی نے صلح کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا کہ ایک نے بدل میں درہم معینہ بیان کیے اور دوسرے نے کوئی شے غیر سمسبی بیان کی یا دونوں نے بدل کا تسمیہ چھوڑ دیا تو گواہی قبول ہوگی۔ اور اگر ایک گواہ نے کسی قدر درہم معلومہ پر صلح واقع ہونے کی بالمعاذ گواہی دی اور دوسرے نے اس طور سے صلح واقع ہونے کے اقرار کی گواہی دی تو جائز ہے بوسط میں ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دارم میں دعویٰ دائر کیا پھر دونوں گواہوں نے مقدار سمسبی میں اختلاف کیا ایک نے گواہی دی کہ اسے سو درم پر صلح کی ہے اور دوسرے نے خبر یہ سو درم پر صلح کی گواہی دی پس اگر مدعی دارم ہی صلح کا مدعی ہو تو یہ گواہی قبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دونوں میں سے زیادہ مال کا دعویٰ کرتا ہو ورنہ مدعی صلح دہا جو مدعی علیہ ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی خواہ دونوں گواہوں نے مدعی کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو کذا فی الحیط

**انیسواں باب جو مسائل صلح متعلق باقرار ہیں اُنکے بیان میں** اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اسے انکار کیا پھر اس سے اس شرط سے صلح کی کہ جن ہزار درم کا مدعا علیہ پر دعویٰ کیا ہے اُنکے عوض ایک غلام فروخت کر دے تو یہ جائز ہے اور مدعا علیہ پر قرضہ ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر مدعی سے وہ غلام تحقیق میں لے لیا گیا یا اسے کچھ عیب پا کر اسکو واپس کیا تو مدعا علیہ سے ہزار درم لے لیا گیا۔ اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھ سے اُن ہزار درم سے جتنا کتا تو مجھ پر دعویٰ کیا ہے اس غلام پر صلح کی۔ تو اس قول سے مدعا علیہ قرضہ کا مقرر ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر غلام تحقیق میں لیا گیا یا بسبب عیب کے واپس کیا تو ہزار درم نہیں لے سکتا ہو مگر اپنا ہزار درم کا دعویٰ کر سکتا ہے یہ عجیب بین ہے۔ اور اگر دو شخصوں نے اس طور سے صلح کی کہ ایک دوسرے کو ایک دارم سے اور دوسرا اسکو ایک غلام دے تو یہ ہزار درم نہیں ہے اسی طرح اگر اس شرط سے صلح کی کہ زید عمر کو یہ غلام دیے بشرطیکہ عمر اسکو اپنے قرضہ سے خرید پر ہی کر دے تو یہ زید کی طرف سے وہ غلام عمر کا ہونے کا اقرار نہیں ہے۔ اور اگر دونوں نے زید و عمر سے یوں کہا کہ زید اس دارم سے بری ہو یعنی باز دعویٰ دے اور عمر اس غلام سے بری رہے تو یہ صلح ہے اقرار نہیں ہے۔ اور اگر دونوں نے اس طور سے صلح کی کہ زید اسیں سے کل جاوے اور عمر کے سپرد کر دے تو یہ صلح صحیح ہے اقرار نہیں ہے اور نہ انکار ہے۔ اور جو چیز دونوں کی صلح کی کسی کے تحقیق میں لی گئی تو دونوں باقی کے واسطے اپنی حجت پر ہیں جسے کہ قبل صلح کے تھے یہ بوسط میں ہے۔ اگر کسی دارم میں حق کا دعویٰ کیا اور کسی غلام معین پر مدعا دی یا وصف بیان کر کے ذمہ لے کر صلح کی تو جائز نہیں ہے۔ پھر اگر اس کے حق سے صلح کی یعنی صلح میں کہا کہ تیرے حق سے صلح کی تو اس کے حق کا اقرار کیا اور چونکہ وہی محل ہے اس واسطے

حق کے بیان میں اُسی کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر دعویٰ حق سے صلح کی تو اقرار نہیں ہو یہ وجہ کروری میں ہو۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے مقبوضہ مال معین پر دعویٰ کیا اُسے انکار کیا پھر اُس سے کسی قدر مال پر اس واسطے صلح کی کہ مدعی کے واسطے اس مال معین کا اقرار کر دے تو جائز ہو اور منکر کے حق میں مثل بیع کے ہوگا اور مدعی کے حق میں ایسا ہو کہ گویا ثمن میں زیادتی کر دی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ ایک مرد نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہو اسے انکار کیا پھر اُس عورت سے صلح کی کہ سودرم صلح میں دیتا ہوں تاکہ تو اقرار کر دے اُسے اقرار کر دیا تو جائز ہو اور مال لازم آوے گا پس اگر یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو عورت کو اُس مرد کے ساتھ رہنا جائز ہے اور اگر گواہوں کے سامنے نہ ہو تو عند اللہ اُس عورت کو حلال نہیں ہے کہ اُس مرد کے ساتھ رہے جبکہ وہ عورت جانتی ہے کہ ہم دونوں میں نکاح نہیں واقع ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعی نے اُس سے کہا کہ تو میرے واسطے ہزار درم کا اقرار اس شرط پر کر دے کہ میں سودرم کھٹا دوں گا اُسے اقرار کیا تو کھٹا دینا جائز ہے یہ ظہیر میں ہے۔ اور اگر کسی شخص پر خون یا زخم کا دعویٰ کیا پس اگر عند اخون کرنے یا زخمی کرنے کا دعویٰ کیا پھر مدعی نے سودرم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی علیہ اقرار کر دے تو صلح اور اقرار دونوں باطل ہیں اس اقرار سے وہ گرفتار نہ ہوگا۔ اور اگر خطا سے خون یا زخم کا دعویٰ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کی طرف اپنے قتل کی وجہ سے حد قذف کا دعویٰ کیا اور سودرم پر مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کی کہ وہ اقرار کر دے تو صلح و اقرار باطل ہیں اور اگر مدعا علیہ نے سودرم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اُسکو بری کر دے تو بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر پہلی صورت میں اپنے اقرار پر حد مارا بھی گیا تو اسکی گواہی جائز ہے۔ اور اگر کسی پشیراب خواری یا زنا کاری کا دعویٰ کیا اور سودرم پر اس شرط سے صلح کی کہ وہ اقرار کر دے تو بھی باطل ہے۔ اور اگر کسی طرح کسی متاع کے سرقہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے سودرم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی اُسکو سرقہ بری کر دے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر متاع کی چوری کا دعویٰ کیا پھر اُس سے سودرم پر اس شرط سے صلح کی کہ مدعی چور کو سودرم دیگا بشرطیکہ چور چوری کا اقرار کر دے اُسے ایسا ہی کیا پس اگر سرفروغ میں سے ہو اور وہ بعینہ قائم ہو تو صلح جائز اور سرقہ بعض اُن درمون کے جو سارق کو دیے ہیں مدعی کی ملک ہو جائیگا۔ اور اگر تلف کر دیا ہو تو صلح جائز نہیں ہے اور اگر چوری میں دراہم ہوں تو کتابت میں مذکور ہو کہ صلح جائز نہیں ہے خواہ وہ بعینہ قائم ہوں یا تلف کر دیے ہوں اور مشائخ نے فرمایا کہ تاویل اس حکم کی یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ دراہم سرقہ کی مقدار معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہو کہ وہ سودرم تھے تو صلح جائز ہے جبکہ سودرم بدل صلح پر مجلس میں قبضہ کر لیا ہو۔ اور اگر چوری میں ہونا ہو اور صلح درمون پر واقع ہوئی تو جائز ہو خواہ سرقہ بعینہ قائم ہو یا تلف کر دیا ہو لیکن تلف کر دینے کی صورت میں جواز کی تاویل ہو کہ اس وقت جائز ہے جب سرقہ سونے کا وزن معلوم ہو ورنہ نہیں جائز ہے یہ ظہیر میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک دار میں جھگڑا کیا حالانکہ وہ ایک کے قبضہ میں ہو پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کی کہ ہر واحد دوسرے کے واسطے نصف دار کا اقرار کر دے اور ہر ایک نے تسلیم کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر یوں صلح کی کہ ایک شخص دوسرے کے واسطے کسی بیت معلوم کا اقرار کرے اور دوسرا اس کے لیے باقی دار کا اقرار کرے تو بھی جائز ہے پھر اگر ۵۰ بیت معلوم جس پر صلح واقع ہوئی تھی استحقاق میں لیا گیا تو مدعی کو اپنے دعویٰ کی طرف رجوع کرنے کا اختیار ہے کہ باقی دار میں دعویٰ کرے۔ اسی طرح اگر کسی غلام پر صلح کی بشرطیکہ مدعی دوسرے قابض کے واسطے تمام دار کا اقرار کرے تو صلح جائز

۱۱۰۳  
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم حصہ اول  
باب نوزدہم صلح باہتمام



ہو اور اگر غلام متحقق میں لیا گیا تو مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کر چکا چنانچہ اگر مدین قرار کے سطور پر صلح واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہو گا نہ فی محیط  
 بمیں سوال باب ان امور کے بیان میں جو بعد صلح کے بدل الصلح میں تصرف کرنے میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایک دار کے دعوے سے کسی غلام کی ایک سال خدمت پر یا کسی گھر کی سکونت پر یا ہر ایسی چیز جس کا اجارہ دینا جائز ہو صلح کی توجا نہ ہے اور اس کا  
 حکم مثل اجارہ کے ہو گا حتیٰ کہ کسی ایک کے مرنے سے باطل ہو جائیگی۔ اور مدعی اور اسکے وارث اس دار کو لے لیں گے  
 اگر صلح باقرار ہوگی۔ اور اگر انکار سے ہوگی تو دعویٰ و خصومت کی طرف رجوع کرینگے اور اگر کچھ منفعت صلح حاصل کرنے کے  
 بعد دونوں میں سے کوئی مرنے یا فقیر رہا تو کے دار میں سے لیا جائے کہ باقرار ہو اور اگر انکار ہو تو خصومت کی طرف رجوع کرے یہ  
 تہذیب میں ہے غلام یا جو یا جو صلح واقع ہوئی ہو اگر دونوں کسی نفع اٹھانے کے مرگیا تو صلح باطل ہو جائیگی اور مدعی اپنے دعوے  
 کی طرف رجوع کرے گا۔ اور اگر نصف نفع اٹھانے کے بعد مر گیا تو نصف میں صلح جائز اور نصف میں باطل ہوگی اور مدعی نصف  
 دعوے کی طرف رجوع کرے گا یہ بالا جماع ہے اور نیز صاحب خدمت کو اختیار ہے کہ غلام کو اجرت پر دیدے کہ ذاتی محیط الحسری۔  
 اور اگر مالک نے اس کو کرایہ لیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی دار میں دعویٰ کر کے ایک سال  
 غلام کی خدمت کرنے پر صلح کر لی پھر مالک نے اس غلام کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور غلام کو اختیار ہو گا کہ چاہے مصالح کی  
 خدمت کرے یا نہ کرے اس کے لئے خدمت کر دے تو صلح باطل نہ ہوگی اور اگر نہ کی تو باطل ہو جائیگی اور باقی لے کے واسطے پھر اپنے  
 دعوے کی طرف رجوع کرے گا اور آزاد کرے والا صاحب خدمت کی واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر صاحب خدمت نے اسے آزاد کیا  
 تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مالک نے غلام کو قتل کیا تو بھی قتل آزاد کرنے کی صورت کے ضامن نہ ہوگا۔ اور جب قدر اسے خدمت نہیں لی  
 اس قدر کی صلح باطل ہو جائیگی۔ اور اگر صاحب خدمت نے اسے قتل کیا تو قیمت کا ضامن ہوگا اور صلح ٹوٹ جائیگی یا امام محمد رحمہ  
 کے نزدیک ہو۔ اور اسی طرح اگر اس کو کسی اجنبی نے خطائے قتل کیا اور مالک نے اس کی قیمت لے لی تو بھی یہی حکم ہے اور صلح  
 ٹوٹ جانے پر مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کرے گا یہ امام محمد کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور بعض نسخوں  
 میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک صلح نہ ٹوٹے گی اور مالک کو اختیار ہے چاہے اس کو دو سال غلام اس قیمت میں خرید دے یا  
 مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کرے یہ محیط الحسری میں ہے۔ اور اگر مالک نے اس غلام کو جس کی خدمت کرنے پر صلح کی تھی  
 کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر مدعی نے اس کو فروخت کیا تو جیسے اس کا آزاد کرنا نہیں جائز  
 ہے بیع بھی نہیں جائز ہے محیط میں ہے۔ اور بدل صلح میں اگر منقول ہو تو قبل قبضہ کے تصرف نہیں جائز ہے پس مدعی اس کو  
 بیع وہبہ وغیرہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر بدل صلح عقار ہو تو شیخین کے نزدیک جائز ہے بدائع میں ہے۔ اگر کسی کے مقبوضہ  
 دار پر دعویٰ کیا پس مدعی علیہ نے کسی کپڑے یا حیوان میں یا کیلی یا زنی معین صلح کر لی اور مدعی نے قبل قبضہ کے اس کو فروخت  
 کرنا چاہا تو جائز نہیں ہے اور اگر کیلی و زنی و صنف کر کے ذمہ رکھی ہو تو قبضہ سے پہلے اس سے استبدال یعنی دوسری چیز  
 بدل لینا جائز ہے و لیکن اگر کیلی و زنی و منہلی ہو اور اس سے کسی شے معین پر استبدال کیا اور مدین قبضہ کے  
 دونوں جدا ہو گئے تو صلح ناجانی باطل نہ ہوگی اور اگر غیر معین ہو اور قبضہ سے پہلے جدا ہوئے تو صلح باطل ہوگی اس کو  
 امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر عدا خون سے کسی غلام پر صلح کی تو قبل قبضہ کے اس کا فروخت  
 کرنا جائز ہے اور اگر طے کے دعوے سے کسی غلام پر صلح کر لی تو قبل قبضہ کے اس کی بیع ناجائز ہے کیونکہ یہ اپنے قبضہ میں  
 آئے سے پہلے بیع کافر و خست کرنا ہے یہ محیط الحسری میں ہے اگر کسی دار میں حق کا دعویٰ کیا اور دو عدا میں ہو

صلح کر لی اور مد علیہ نے ایک اُسکو دیدیا اور دوسرا اُسکے پاس ہی سرگیا تو مدعی کو اختیار ہی چاہے مقبوضہ غلام واپس کر دے اور اپنے دعوے کی طرف رجوع کر لے یا اسکو رہنے دے اور باقی دوسرے غلام کے حصہ کے موافق دعویٰ کرے یہ سبوط میں ہے۔ اگر کسی کی مقبوضہ زمین میں حق کا دعویٰ کیا اُسے دوسری زمین پر صلح کر لی اور مدعی کے قبضہ سے پہلے غرق ہو گئی تو مدعی کو اختیار ہی اگر چاہے تو صلح توڑ کر اسی زمین کی طرف رجوع کر لے جس پر دعویٰ کیا تھا بشرطیکہ صلح باقرار ہوئی ہو۔ اور اگر صلح با نکار ہوئی ہو تو اُس زمین کے دعوے کی طرف رجوع کرے اور اگر چاہے تو انتظار کرے یہاں تک کہ پانی اُس زمین میں جذب ہو جاوے پس اگر اُس غرق سے زمین میں کچھ نقصان آگیا ہو اور اُسے انتظار کیا تو مدعی کو اختیار ہوگا خواہ صلح باقرار ہو یا نکار ہو اور اگر غرق سے کچھ نقصان نہیں آیا ہو تو اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر وہ زمین غرق ہو گئی جس سے صلح کی تھی پس اگر صلح اقرار سے واقع ہوئی اور غرق سے زمین میں کچھ نقصان آگیا ہو پس اگر اسوقت ہوئی کہ مدعی نے صلح کی زمین پر چاکر قبضہ کا قابو پایا ہو تو مدعا علیہ کو کچھ اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر نہ ہو اُسے زمین صلح پر چاکر قبضہ کا قابو نہیں پایا ہو کہ مرصالح عنہ زمین غرق ہو کر ناقص ہوئی تو مدعا علیہ کو اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر صلح انکار کے ساتھ واقع ہوئی ہو تو مدعا علیہ کو اختیار نہ ہوگا خواہ صلح کی زمین پر مدعی نے قبضہ کا قابو پایا ہو یا نہ پایا ہو اور یہ بالا جماع سب ائمہ کے نزدیک جو بحرِ خطیب میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا پھر اُس سے ہزار درہم اور ایک سال تک غلام کی خدمت پر صلح کی پھر اُسے ہزار درہم اور غلام پر قبضہ کر لیا پھر خدمت کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو امام محمد نے فرمایا کہ اپنے دعوے کی طرف رجوع کرے پس اگر اپنے حق کے گواہ قائم کیے تو اسکا حق ہزار درہم اور قیمتِ خدمت پر تقسیم ہوگا پس جو ہزار درہم کے پڑنے میں ٹپے وہ قابض کو ملیگا اور جو خدمت کے پڑنے میں ٹپے وہ مدعی کو ملیگا اور اگر گواہ قائم نہ ہوے تو ہزار درہم اُسکے سپرد رہیں گے اور حصہ خدمت باطل ہو گیا اور صلح صحیح رہی یہ محیطِ خُسی میں ہے۔ اور اگر صلح اقرار سے واقع ہو اور کچھ مرصالح عنہ استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعا علیہ بقدر حصہ استحقاق کے بدل صلح میں سے واپس لیگا اور اگر کل مرصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو کل بدل صلح واپس لیگا پھر مدعی کو اختیار ہی چاہے سستی سے خصومت کرنے کی طرف رجوع کرے اور اگر بعض مرصالح عنہ یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ استحقاق میں لیا گیا تو بقدر اُسکے سستی سے چاہے خصومت کرے یہ فایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر صلح انکار یا سکوت سے واقع ہوئی اور مرصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو مدعی بدل صلح مدعا علیہ کو واپس کر کے سستی کے ساتھ خصومت کرے اور اگر کچھ مرصالح عنہ استحقاق میں لیا گیا تو بقدر اُسکے حصہ کے واپس کرے اور اسی قدر میں سستی سے خصومت کرے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے نصف دار پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور قابض نے کسی قدر درہم معلوم پراس سے صلح کی کہ درہم مدعی کو دیدیے پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا پس اگر مدعی نے نصف دار سے دعویٰ کیا تھا پس اگر کوئی کہتا تھا کہ نصف دار پر جو نصف مدعا علیہ ہے تو استحقاق کی صورت میں مدعا علیہ مدعی سے نصف بدل واپس لیگا۔ اور اگر یوں کہتا تھا کہ نصف میرا ہوا باقی نصف میں نہیں جانتا ہوں کہ کسکا ہے یا اُسے کہنا کہ نصف میرا ہے اور چارہموش رہا پھر نصف دار غیر منقسم استحقاق میں لیا گیا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ بدل واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ نصف میرا ہے اور نصف فلان شخص کا سوائے مدعا علیہ کے بیان کیا پھر مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ بدل واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر مدعی نے نصف معین کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی پھر وہی نصف جسکا مدعی نے دعویٰ کیا تھا استحقاق میں لیا گیا تو مدعی

صلح سے پہلے  
خود قبضہ کر لیا  
جس کا بدلہ  
دفع ہو گیا

بدل واپس لیگا۔ اور اگر دوسرے نصف استحقاق میں لیا گیا تو کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر نصف غیر قسم پر استحقاق ثابت ہو تو نصف بدل مدعی سے واپس لیگا یہ قاعدے قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کے دار میں حق بلا بیان کا دعویٰ کیا اسے کسی درم پر اس سے صلح کر لی اور دیدیے پھر کسی قدر دار میں استحقاق ثابت ہوا تو کچھ بدل واپس نہ دیا گیا کیونکہ شاید اس کا حق استحقاق کے سوا سے باقی میں ہوا اور اگر کل دار استحقاق میں لیا گیا تو اپنے درہم صلح واپس لے سکتا ہی یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے مقبوضہ دار میں نصف کا دعویٰ کیا اور باقی نصف کے حق میں کچھ نہ کہا اور قابض نے دعویٰ مدعی کا اقرار کیا اور دوسرے درہم پر اس سے صلح کر لی پھر دوسرے شخص نے نصف دار کا دعویٰ کیا اور باقی نصف کی بابت کچھ نہ کہا اور مدعا علیہ نے اس کا بھی اقرار کر لیا اور اس کے ساتھ کسی قدر دارہم معلوم پر صلح کر لی اور دیدیے پھر نصف دار استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعا علیہ دونوں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر تین چوتھائی دار استحقاق میں لیا گیا تو دونوں سے نصف ہر ایک کا واپس لیگا۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے دوسرے مدعی کیواسے اقرار کیا ہو یا لیکن اس نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس کے نام ڈگری کر دی اور ہزار سے فیض نہ کیا تھا کہ مدعا علیہ نے کسی قدر دارہم معلوم پر اس سے صلح کی پھر یہ صورت واقع ہوئی کہ نصف دار کی قاضی نے مستحق کے نام ڈگری کر دی تو مدعا علیہ مدعی اول یا ثانی سے کچھ بدل صلح واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر دوسرے مدعی نے موافق حکم قاضی کے نصف پر فیض نہ کیا پھر قابض دار نے اس مدعی ڈگری دار سے اس کا مقبوضہ خرید لیا پھر نصف دار میں استحقاق ثابت ہوا تو مدعا علیہ پہلے مدعی اور دوسرے مدعی سے نصف اس کا جو انکو دیا ہی واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کے مقبوضہ دار میں دعویٰ کیا اسے ایک غلام صلح کر لی پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کر گیا اور یہ مستحق ہو گا کہ مستحق اس صلح کی اجازت نہ دے اور اگر اس نے اجازت دیدی تو صلح جائز رہے گی اور وہ غلام مدعی کو دیا جائے گا اور مستحق اس کی قیمت مدعا علیہ سے لے لیگا اور اگر اجازت نہ ہو اور غلام لے لیا تو صلح باطل ہو جائیگی اور مدعی اپنے دعوے کی طرف رجوع کر گیا پس اگر صلح اقرار سے واقع ہوئی ہو تو مدعا علیہ سے وہ چیز جس کا دعویٰ کیا ہی لے لیگا۔ اور اگر صلح باخاریا یا قرار ہوئی ہو تو اپنے دعوے کے لئے کی طرف رجوع کر گیا اور اگر نصف غلام میں استحقاق ثابت نہ ہو لے لیا گیا تو مدعی کو اختیار ہو گا چاہے باقی نصف پر راضی ہو کہ نصف دعوے کی طرف رجوع کرے یا پورا غلام واپس کر کے تمام دعوے کی طرف رجوع کرے کذا فی شرح الطحاوی قال المترجم ویشی ان یكون الرجوع علی ما فصل فی الفصل الاول۔ اگر بدل صلح میں مجلس صلح میں یا بعد اقرار کے استحقاق ثابت ہو یا مدعی نے اس کو مستحق یا رصاص یا زینون یا بنہرہ یا یا پس اگر بدل صلح جس دعوے سے ہو مثلاً ہزار درہم کا دعویٰ کر کے سود درہم پر صلح کی ہو تو مدعی بدل صلح کا مثل لے لیگا اور یہ سود درہم کھرے ہوئے ہیں اور اصل دعوے کی طرف رجوع نہ کر گیا۔ اور اگر بدل صلح جس دعوے کے خلاف ہو مثلاً سود دینار کا دعویٰ کیا اور سود درہم پر صلح واقع ہوئی تو یہ صلح معاوضہ نہیں اگر استحقاق مجلس صلح میں ثابت ہو تو مثل بدل صلح کے واپس لیگا اور اگر بعد اقرار کے استحقاق ثابت ہوا تو مثل نہیں لے سکتا ہی بلکہ اصل دعوے کی طرف رجوع کر گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر زید پر ایک کرگیون ہوں اور اس سے ایک کرچہ صلح کی اور دیدیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر کرچہ میں استحقاق ثابت ہوا اور لے لیا گیا تو صلح باطل ہو گئی اور بعد باطل ہونے کے مدعی اصل حق یعنی ایک کرگیون لے لیگا اور اگر ہزار دونوں مجلس صلح میں موجود ہوں کرچہ میں استحقاق

[illegible]

پیدا ہوا تو اسکے مثل ایک کر جو لے لیگا اور اصل باقی رہی یہ محیط میں ہو اور اگر درم سے فلوٹس صلح کر کے قبضہ کر لیا پھر استحقاق میں لیے گئے تو درم واپس لیگا کذا فی الحادی۔ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم اور ایک دار کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے سود نیا پر اس سے صلح کر لی پھر وہ دار مدعا علیہ کے قبضہ سے استحقاق میں لیا گیا تو مدعی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے کے مقبوضہ دار میں حق کا دعویٰ کیا اور اسے سود و ایک غلام پر صلح کر لی تو جہاں ہو پس اگر غلام استحقاق میں لیا گیا تو غلام کی قیمت دیکھنی چاہیے اگر وہ سود درم ہوں تو نہائی صلح باقی رہی اور دو نہائی ٹوٹ گئی پس دو نہائی دعوے کی طرف رجوع کر لیا اور اگر اس کی قیمت سود درم ہوں تو ادھی صلح ٹوٹ گئی پس آدھے دعوے کی طرف رجوع کر لیا۔ اور اگر اسی مسئلہ میں مدعی نے مدعا علیہ کو ایک کپڑا بھی دیا ہو تو غلام کے استحقاق میں لیے جانے کی حالت میں جبکہ غلام کی قیمت سود درم ہو تو مدعی مدعا علیہ سے آدھا کپڑا واپس لیگا اور آدھے دعوے کی طرف رجوع کر لیا۔ اور اگر مدعا علیہ کے قبضہ سے کپڑا استحقاق میں لیا گیا تو مدعا علیہ مدعی سے نصف غلام و پچاس درم واپس لیگا بشرطیکہ غلام کی قیمت سود درم ہوں۔ پھر اگر مدعی مدعا علیہ میں اختلاف ہو کہ مدعی نے کس قدر از میں اپنے حق کا دعویٰ کیا ہے پس مدعی نے کہا کہ میں نے نصف دار کے حق کا دعویٰ کیا ہے اور دار کی قیمت مثلاً دو سو درم ہیں پس اس میں سے میرا حق سود درم ہو اور کپڑے میں غلام و سود درم پر منقسم ہوا اور برابر تقسیم ہوا پس جب کپڑا استحقاق میں لیا گیا تو مجھ کو جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے یعنی غلام و سود درم سے نصف واپس لینے کا حق پہونچتا ہے۔ اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ دار میں سے تیرا حق دسواں حصہ ہے اور اس کی قیمت بیس درم ہیں اور کپڑے کی قیمت سود درم ہیں اور اس کو غلام و سود درم پر تقسیم کرنے سے چھ حصے کیے جائیں گے پس بمقابلہ کپڑے کے غلام و سود درم کے پانچ چھ حصے پڑتے ہیں پس جب کپڑا استحقاق میں لیا گیا تو میں تجھے پانچ چھ حصے غلام و سود درم کے واپس لے سکتا ہوں پس اگر ایسا اختلاف واقع ہوا تو قسم سے مدعا علیہ کا قول قبول ہوگا اور وہ پانچ چھ حصے غلام و سود درم کے واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اصل عقد نکاح میں مہر مقرر نہیں کیا ولیکن مہر سے عورت کے ساتھ اس شرط سے صلح کر لی کہ یہ غلام اس کے مہر میں قرار دیوے یا بعد نکاح کے یہ مہر قرار دیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو عورت قیمت لے لی بخلاف اسکے اگر ہزار درم مہر مقرر کیا پھر ہزار درم سے ایک غلام پر صلح کر لی پھر وہ غلام استحقاق میں لیا گیا تو عورت اس سے ہزار درم لے لی یہ بیسوط میں ہے۔ اگر دار کا دعویٰ ہو اور دوسرے دار پر صلح واقع ہوئی اور ہر ایک نے دونوں میں عمارت بنائی تو دار مثل باندی کے اور عمارت مثل اولاد کے قرار دی جائیگی اس حکم میں کہ وقت استحقاق کے ہر واحد دوسرے سے اپنی عمارت کی قیمت مثل قیمت اولاد باندی کے لے لیگا اور ہر ایک مقرر ملامت ہو۔ دو مخصوص نے ایک میدان میں اختلاف کیا ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا اور میرے قبضہ میں ہے تو بدو گواہوں کے کسی کے نام ملک یا قبضہ کی ڈگری نہوگی۔ اور اگر ایک نے دوسرے کو بعض ایک غلام کے سپرد کر دیا اور اسے اس میں عمارت بنا کر سکونت اختیار کی پھر غلام میں استحقاق ثابت ہوا یا وہ آزاد نکلا تو صلح باطل ہوئی اور ہر ایک اپنے دعوے کی طرف رجوع کر لیا اور مدعی کو اختیار نہیں ہو کہ اس کی عمارت کو توڑ ڈالے یا رہنے سے ممانعت کرے۔ جب تک کہ گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت نہ کرے۔ اور اگر اس نے بعض غلام کے اس سے خرید لیا ہو اور عمارت بنائی ہو پھر غلام استحقاق میں لیا گیا تو مشتری پر عمارت توڑ ڈالنے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

جس کو کپڑا  
پانچ حصے  
دیا گیا



اکیسواں باب متفرقات میں۔ امام وقت یا قاضی نے اگر شراب خوار سے کچھ مال لیکر معاف کر دینے کی شرط پر صلح کی تو جائز نہیں ہو خواہ اُسکے پیر کو پیش ہونے سے پہلے ہو یا پکڑے جانے اور پیش ہونے کے بعد واقع ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر انہی عورت پر زنا کی نیت انگائی بیانشک کہ لعان واجب ہوا پھر اس عورت سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ اس سے لعان کا مطالبہ نہ کرے تو باطل ہو اور بعد قاضی کے سامنے پیش ہونے کے عفو کرنا بھی باطل ہو اور بعضوں نے کہا کہ جائز ہے یہ فضول عادیہ میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کی جو دوسے زنا کیا اور شوہر کو معلوم ہوا اور اسے دونوں کو ماحوذ کرنا چاہا پھر دونوں نے معاً اس سے صلح کی یا ایک نے صلح کی اس شرط سے کہ سقردرم معلومہ یا کوئی اور چیز لے لے اور دونوں سے عفو کر دے تو صلح باطل ہو مال واجب نہ ہوگا اور عفو کرنا بھی باطل ہو خواہ قاضی کے سامنے پیش ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اسی عورت نے جس کے ساتھ زنا کیا گیا ہو اُسکے ساتھ صلح کی اور کچھ درہون پر اسکو دینے یا اس سے لینے پر صلح کی تو باطل ہو اور ہر ایک اپنا مال صلح واپس لے سکتا ہے یہ مسوط میں ہے اور جن صورتوں میں صلح جائز ہے اور قاضی نے چاہا تو قاضی کو چاہیے کہ خود صلح کرنے والا نہ بن جاوے بلکہ درمیانی درجہ کے آدمیوں کے سپرد کرے اور قاضی کو چاہیے کہ حکم قضا میں جلدی نہ کرے بلکہ اُن خصوم کو دو تین مرتبہ صلح کے واسطے واپس کر دے بشرطیکہ انہیں صلح باہمی ہو جائیگی امید ہو مثلاً سب کا میلان صلح کی طرف ہو اور لامحالہ مستقامتی کے خواہشمند نہ ہوں و لیکن اگر لامحالہ حکم قاضی کے طالب ہوں اور صلح سے منکر ہوں پس اگر وجہ قضا میں التباس ہو اور کھلی ہوئی ظاہر ہو تو قاضی کو چاہیے کہ انکو صلح کی طرف پھیرے اور اگر وجہ قضا کھلی ہوئی ظاہر ہو پس اگر خصوصیت و واجبیوں میں واقع ہو اور صلح سے منکر ہوں تو انکو صلح کی طرف نہ پھیرے بلکہ دونوں میں فیصلہ کر دے۔ اور اگر دو اہل قبیلا یا اہل محارم میں جھگڑا ہو تو انکو دو تین مرتبہ صلح کے واسطے پھیرے اگر صلح سے منکر ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر غم میں دعویٰ کیا اور نصیب صلح کر لی بشرطیکہ سال بھر تک تمام یہ مطالبے ہونگے تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر طالب کے واسطے تمام بچوں کی شرط پر صلح کی تو بھی ناجائز ہے۔ اور اگر صرف غم پر اس شرط سے کہ فی الحال کاٹ لیگا صلح کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جلات قول امام محمدؒ کے۔ اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی اسی صورت میں جائز ہے کہ جبکہ انہیں غم کے صوف پر صلح کی ہو اور اگر دوسرے غم کے صوف پر صلح کی ہو تو ناجائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اُسکے تمن میں جو و دھ ہے یا اُسکے پیش میں جو بچہ ہے وہ اسی کا ہو تو بالاتفاق نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی غلام میں کچھ دھوئے کیا اور مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کی کہ اس گھیموں کے آنے کی اس قدر گونہیں دے یا اس بکری زندہ کا اتنے رطل گوشت دے تو یہ صلح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بھاگے ہوئے غلام پر صلح کی تو بھی جائز نہیں ہے یہ مسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے پر مال یا حق کا کسی شے میں دعویٰ کیا پھر اس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر ظاہر ہوا کہ مدعا علیہ پر یہ مال نہ تھا یا حق اس پر ثابت نہ تھا تو مدعا علیہ کو مال صلح کے واپس کر لینے کا حق حاصل ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر مدعی نے بعد صلح کرنے اور بدل صلح لے لینے کے کہا کہ میں اپنے دھوئے میں مبتل تھا یعنی حق نہ تھا جھوٹا تھا تو مدعا علیہ کو اس سے بدل صلح واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور اس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر حق اُسکا کسی دوسرے

کچھ مال لیکر معاف کر دینے کی شرط پر صلح کی تو جائز نہیں ہو خواہ اُسکے پیر کو پیش ہونے سے پہلے ہو یا پکڑے جانے اور پیش ہونے کے بعد واقع ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر انہی عورت پر زنا کی نیت انگائی بیانشک کہ لعان واجب ہوا پھر اس عورت سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ اس سے لعان کا مطالبہ نہ کرے تو باطل ہو اور بعد قاضی کے سامنے پیش ہونے کے عفو کرنا بھی باطل ہو اور بعضوں نے کہا کہ جائز ہے یہ فضول عادیہ میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کی جو دوسرے زنا کیا اور شوہر کو معلوم ہوا اور اسے دونوں کو ماحوذ کرنا چاہا پھر دونوں نے معاً اس سے صلح کی یا ایک نے صلح کی اس شرط سے کہ سقردرم معلومہ یا کوئی اور چیز لے لے اور دونوں سے عفو کر دے تو صلح باطل ہو مال واجب نہ ہوگا اور عفو کرنا بھی باطل ہو خواہ قاضی کے سامنے پیش ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اسی عورت نے جس کے ساتھ زنا کیا گیا ہو اُسکے ساتھ صلح کی اور کچھ درہون پر اسکو دینے یا اس سے لینے پر صلح کی تو باطل ہو اور ہر ایک اپنا مال صلح واپس لے سکتا ہے یہ مسوط میں ہے اور جن صورتوں میں صلح جائز ہے اور قاضی نے چاہا تو قاضی کو چاہیے کہ خود صلح کرنے والا نہ بن جاوے بلکہ درمیانی درجہ کے آدمیوں کے سپرد کرے اور قاضی کو چاہیے کہ حکم قضا میں جلدی نہ کرے بلکہ اُن خصوم کو دو تین مرتبہ صلح کے واسطے واپس کر دے بشرطیکہ انہیں صلح باہمی ہو جائیگی امید ہو مثلاً سب کا میلان صلح کی طرف ہو اور لامحالہ مستقامتی کے خواہشمند نہ ہوں و لیکن اگر لامحالہ حکم قاضی کے طالب ہوں اور صلح سے منکر ہوں پس اگر وجہ قضا میں التباس ہو اور کھلی ہوئی ظاہر ہو تو قاضی کو چاہیے کہ انکو صلح کی طرف پھیرے اور اگر وجہ قضا کھلی ہوئی ظاہر ہو پس اگر خصوصیت و واجبیوں میں واقع ہو اور صلح سے منکر ہوں تو انکو صلح کی طرف نہ پھیرے بلکہ دونوں میں فیصلہ کر دے۔ اور اگر دو اہل قبیلا یا اہل محارم میں جھگڑا ہو تو انکو دو تین مرتبہ صلح کے واسطے پھیرے اگر صلح سے منکر ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر غم میں دعویٰ کیا اور نصیب صلح کر لی بشرطیکہ سال بھر تک تمام یہ مطالبے ہونگے تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر طالب کے واسطے تمام بچوں کی شرط پر صلح کی تو بھی ناجائز ہے۔ اور اگر صرف غم پر اس شرط سے کہ فی الحال کاٹ لیگا صلح کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جلات قول امام محمدؒ کے۔ اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی اسی صورت میں جائز ہے کہ جبکہ انہیں غم کے صوف پر صلح کی ہو اور اگر دوسرے غم کے صوف پر صلح کی ہو تو ناجائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اس شرط سے صلح کی کہ اُسکے تمن میں جو و دھ ہے یا اُسکے پیش میں جو بچہ ہے وہ اسی کا ہو تو بالاتفاق نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی غلام میں کچھ دھوئے کیا اور مدعا علیہ سے اس شرط سے صلح کی کہ اس گھیموں کے آنے کی اس قدر گونہیں دے یا اس بکری زندہ کا اتنے رطل گوشت دے تو یہ صلح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بھاگے ہوئے غلام پر صلح کی تو بھی جائز نہیں ہے یہ مسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے پر مال یا حق کا کسی شے میں دعویٰ کیا پھر اس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر ظاہر ہوا کہ مدعا علیہ پر یہ مال نہ تھا یا حق اس پر ثابت نہ تھا تو مدعا علیہ کو مال صلح کے واپس کر لینے کا حق حاصل ہوگا یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر مدعی نے بعد صلح کرنے اور بدل صلح لے لینے کے کہا کہ میں اپنے دھوئے میں مبتل تھا یعنی حق نہ تھا جھوٹا تھا تو مدعا علیہ کو اس سے بدل صلح واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور اس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر حق اُسکا کسی دوسرے

شخص پر ظاہر ہوا تو پہلے شخص سے جو بدل صلح لیا ہو اسکو واپس کر دے یہ وجہ گردری میں ہو۔ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرے پاس دنیا اس کے قبضہ میں مال شرکت کے میں اور پاس دنیا اس پر قرض ہیں اور مدعا علیہ مال شرکت کا مقرری پھر دونوں نے باہم پاس دنیا پر صلح کر لی تو حصہ شرکت میں بھیج نہیں ہو اور حصہ قرض میں بھیج ہو اور یہ مدعا علیہ مال شرکت سے انکار کیا پھر دونوں نے صلح کر لی تو یہ صلح حصہ شرکت و قرض دونوں میں بھیج ہی نہ ذخیرہ میں نہ۔ غلوب نے اگر طالب کا حق دار کر دیا اور طالب انکار کر گیا اور کسی قدر مال پر صلح کی تو ظاہر میں صلح جائز ہو مگر باطن میں فیما بینہ بین اللہ تعالیٰ طالب کو یہ مال صلح لینا حلال نہیں ہو یہ اتنا خاتیمہ میں ہو۔ اگر کوئی دار کسی شخص کے قبضہ میں ہو وہ کہتا ہو کہ مجھے یہ دار فلان شخص نے صدقہ دیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہو اور فلان شخص کہتا ہو کہ میں نے تجھے ہبہ کیا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ واپس لوں پھر دونوں نے اس شرط سے صلح کر لی کہ سو درم لیکر صدقہ میں قابض کے سپرد کرے تو جائز ہو اور پھر بعد صلح کے اُس کو رجوع کرنے کی مجال نہ ہوگی اسی طرح اگر قابض دار نے اقرار کیا کہ یہ ہبہ ہو اور واپس نے رجوع کرنا چاہا پھر سو درم پر اس شرط سے کہ وہ دار قابض کے سپرد کر دے صلح کر لی تو جائز ہو۔ اور اگر مالک دار نے ہبہ و صدقہ سے انکار کر کے اپنا دار لینا چاہا پھر دونوں نے ایک کپڑے پر اس شرط سے صلح کی کہ قابض یہ کپڑا اُس کو دیدے بشرطیکہ مالک موافق دعوے قابض کے صدقہ میں یہ دار اس کے سپرد کر دے تو جائز ہو۔ اور اگر دونوں نے واپس کی کہ یہ دار دونوں میں برابر نصف نصف رہے بشرطیکہ قابض سو درم مالک کو دے تو جائز ہو۔ اگر کوئی شخص غلام کا قابض ہو اور زید نے دعویٰ کیا کہ مجھے اس نے یہ غلام صدقہ دیکر قبضہ کر دیا تھا اور قابض نے اُس سے انکار کیا پھر قابض نے غلام کے غلام کے ہدیہ میں ایک کپڑا اسکو دیکر اس شرط سے صلح کی کہ اپنے دوسرے سے بری ہو جاوے تو جائز ہو یہ محیط میں ہو۔ دس سے پانچ پر صلح کی پھر دونوں نے صلح توڑ دی تو نہ تو نیکی کڈانے القیہ۔ نوادراہن جامعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم کو ایک غلام فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کر لیا اور غلام مشتری کو نہ دیا اور ایک شخص مشتری کے واسطے اس امر کا ضامن ہو گیا تھا کہ میں غلام تیرے سپرد کروں گا اور مشتری نے غلام طلب کیا پس ضامن نے مشتری سے اس شرط سے صلح کی کہ ثمن مشتری کو واپس دیوے تو امام ابو یوسف رحم نے فرمایا کہ جائز ہو اور وہ ثمن جو مالع نے قبضہ کر لیا ہو اسی کا ہوگا اور یہ غلام ضامن کا ہوگا اور امام ثانی نے فرمایا کہ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اُس نے میرے ہاتھ یہ غلام اپنا جو اس کے قبضہ میں ہو ہزار درم کو فروخت کیا ہو اور قابض غلام نے انکار کیا پھر مدعی کے دعویٰ سے اس شرط سے صلح کر لی کہ ثمن مدعی کو واپس دے اور مدعی نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ واقع ہوئی تھی تو غلام اسی کو ملیگا اور ثمن مدعی کو ملیگا یہ محیط میں ہو۔ اگر کسی شخص نے قرض سے ایک غلام پر صلح کر لی حالانکہ قرضدار شریقی اور اس نے غلام پر قبضہ کر لیا تو اسکو قرضہ پر مراعتہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ بسوٹ میں ہے۔ زید کے عمرو ہزار درم ہیں اور عمرو نے اُسکے آدمے بوجہ صلح دیکر دیے اور صلح کا نفاذ نہ کیا پھر واپس لینے چاہے تو واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر کوئی شیعہ عروض میں سے دی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے یہ وجہ گردری میں لکھا ہے۔ فیصل بانفس نے اگر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ اسکو کفالت سے بری کر دے تو صلح باطل ہے اور آیت کفالت باطل ہوگی یا نہیں اس میں دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت کے موافق اسکا قطع ہو جائیگی کفالتی البطلان اسی پر فتویٰ دیا جاوے کفالتی القیہ

## خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

حضرت باری تعالیٰ شانہ کے عام فیض انعام کا ہر دم بے انتہا شکر واجب ہے خصوص فیض عام خاصہ انعام کا کہ حسن توفیق سے آج اس نعمت کا فہم و ہوا جسکے لیے مدون سے ہمہ تن شوق کی آنکھیں منتظر تھیں یعنی قنات سے ہندیہ ترجمہ عالمگیری کی جلد سوم کا حصول بار سوم زیور طبع سے مزین ہو کر بصیرت افزا سے چشم نفاذ گمان ہوا کیون نہیں کہ یہ قنات سے جامع مقدمات و جزئیات ہر قسم کے اعمال و افعال کے ساتھ جو جسم تقویٰ و پرہیزگاری کے لیے مفرح یا قوتی ہیں حضرت سلطان ظل اللہ تعالیٰ اورنگ زیب غازی محمد عالمگیری بادشاہ ہندوستان کی سعی مشکور کا نتیجہ مقبول اطراف عالم میں یہ کثرت متداول ہو اور کتب اسی سے تسکین معنی و مسائل ہی بے شمار ملے جس میں رحمہ اللہ تعالیٰ و سلطان معین انار اللہ برہان نے حق سبحی کی داد دی ہو کہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا را ورنہ طفیل میں بعد اللہ تعالیٰ اسکے ترجمہ میں بھی کمال حفظ و احتیاط مرعی ہو کر ان گران قیمت جو اس پر آسان لباس آرد و میں جلوہ گر کیا گیا تاکہ افادہ و استفادہ تمام و فیض عام ہو جاوے اور ہر شخص اپنے اعمال و افعال کو حالہ نورانی تقویٰ پہناوے اور اس نعمت سے کوئی محروم نہ رہ جاوے۔ واضح ہو کہ حکم مالک مطبع یہ ترجمہ عالم اسی فاضل ذہنی اسوۃ العلماء زبدۃ الفضلا امام فقہار اس الاتقیاء ہر سراسر انجمنی و الجمعی مولانا جناب مولوی سید امیر علی صاحب عم فیض نے فرمایا ہے۔ اور اس ترجمہ میں تمام ربط تین تطابق زبان کی مع ضروریات حسب تفصیل مقدمہ کتاب ملحوظ ہیں اور بنظر مزید احتیاط مکرر مطبوعہ کلکتہ سے مقابلہ کیا گیا اور کمال سہولت کے لیے ہر جگہ کے ساتھ ملحدہ فرہنگ الفاظ مع نشان صفحہ منسلک ہوا اور فوائد استنباط و اصطلاحات وغیرہ نواد و فوائد مقدمہ میں مذکور ہیں الغرض حق الامکان تسہیل و عام نفع میں کوشش عام کی گئی اور انجام حرام کی انشاء اللہ تعالیٰ امید قوی ہے انہاس کہ حضرات اہل اسلام و ایمان دینی ہر یقین فرما کر اپنے کرم ذاتی و ایمانی ستودہ صفاتی کو کام فرما کر نظر قبول و عفو قصور سے ممنون فرمائیں اور اس کو ہر نایاب کو ہاتھوں ہاتھ لجا لیں فلاح و امانت کہ یہ کتاب مستطاب مطبع نامی فلسفی نو لکھنؤ واقع لکھنؤ میں حسب الایمان جناب فلسفی لکھنؤ نرائن صاحب بھارگو مالک مطبع دام قبالہ بالامور من لال صاحب بھارگو فیضی بکڈ پورے بماء منی سکاٹلڈ مطابق ماہ رجب المرجب ۱۲۸۷ھ چھپا کر شائع کی واللہ تعالیٰ ولی التوفیق و ہو جی و نعم الملوے و نعم الوکیل والسلام علی غیرہ صلوات اللہ علیہ و آلہ و صحابہ و معین و الحمد للہ رب العالمین

## اعلان

واضح ہو کہ قنات و امی عالمگیری یہ اہل اسلام کا نہایت معتبر مجموعہ کتب فقہیہ کا یعنی کتب امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کے ہول کتب و تالیفات امام حاکم و طحاوی وغیرہم کا انقاط مالک مطبع ہذا عالی و قنات کی فرائض خاص و عامات سے حسب تصریح مقدمہ نام قنادی ہندیہ ترجمہ ہذا مذاق تالین محفوظ بنی نو لکھنؤ پریس ہے

| قیمت   | نام کتاب   | قیمت   | نام کتاب   |
|--------|--|--------|--|
| ۱۱     | برجندی معتبر شرح -                               | ۱۱     | کج انج - مسنی بہ غایہ الشہور از ملا محمد شاہ                                     |
| ۹ پائی | جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از لاش محمد        | ۹ پائی | مذکرۃ الحجۃ احکام حجۃ از مولوی عبد السلام  |
| ۹ پائی | قہستانی متداول -                                 | ۹ پائی | تبیان - در حکم تہا کو و حقہ از ملا حسین الدین                                    |
| ۲      | فتح القدر - متن بخط حبلی اور حاشیہ               | ۲      | بدائع منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا فاطم علی                                |
| ۶ پائی | بخط خطی از امام کمال الدین بن الہمام             | ۶ پائی | نام حق - مشہور درسی از شیخ اشرف الدین بخاری                                      |
| ۳۲     | نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف          | ۳۲     | ماہ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ                               |
| ۳۲     | اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل           | ۳۲     | شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۳۲     | چار مجلد ضخیم تفصیل ذیل -                        | ۳۲     | مسائل ملتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی اکبر یار خان                          |
| ۳۲     | کاغذ سفید گندہ -                                 | ۳۲     | فتاویٰ پرہیز - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین                                 |
| ۳۲     | ایضاً - کاغذ رسمی -                              | ۳۲     | قدوری - مترجمہ مولانا ابوالقاسم  |
| ۳۲     | ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ وائد و فوائد       | ۱۵     | شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبدالرحمن جامی  |
| ۳۲     | پر بخشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چار مجلد | ۹      | کنز فارسی نصیر الدین کوٹائی محشی مع فرہنگ  |
| ۳۲     | کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل -                    | ۳۵     | مالا بدمنہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ                            |
| ۳۲     | ۱ - جلدین اولین عبادات -                         | ۳۵     | شرح مختصر وقایہ کورمیری از مولانا جلال الدین سمرقندی                             |
| ۳۲     | ۲ - جلدین آخرین معاملات -                        | ۳۵     | رسالہ تنبیہ لالانسان - در حلت و حرمت ہا دوران                                    |
| ۳۲     | فتاویٰ عالمگیری - ہر چار جلد کامل در             | ۳۵     | رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان   |
| ۳۲     | مجلد کاغذ حنائی - و سفید -                       | ۳۵     | فقہ عربی   |
| ۳۲     | ہدایہ مع شرح الکفایہ - از شید جلال الدین         | ۳۵     | ابوالمکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف                           |
| ۳۲     | کرمائی بہت معروف و مستند متداول چار مجلد         | ۳۵     | برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی                                     |
| ۳۲     | میں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے     |        |  |
| ۳۲     | میں کاغذ سفید تفصیل ذیل -                        |        |  |
| ۳۲     | ایضاً - جلد اول و ثانی تا آخر نکاح -             |        |  |
| ۳۲     | ایضاً - جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -            |        |  |
| ۳۲     | فتاویٰ قاضی خان مع سرحدیہ از امام قاضی           |        |  |
| ۳۲     | حسن بن منصور قاضی خان مستند معتبر معروف          |        |  |
| ۳۲     | متداول دو مجلد کامل -                            |        |  |
| ۳۲     | و خیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف          |        |  |
| ۳۲     | بن جنید حلبی متداول معروف -                      |        |  |



| قیمت   | نام کتاب                                 | قیمت  | نام کتاب                                    |
|--------|--|-------|---|
| ۹ پائی | از مولوی تراب علی مرحوم۔                 |       | شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ علی قلم      |
| ۸۸     | قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسن         |       | من نائل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف            |
|        | درسی متداول۔                             |       | ابن خبیب علی بن داہل درس اقطع کلان خوشخط    |
|        | استغفرات دنیویہ                          | ۱۴۸ پ | صبح کاغذ سفید و خنائی۔                      |
|        | اہل السنۃ فارسی                          |       | شرح وقایہ خرو۔ مع دائرہ ہندیہ               |
|        | حجۃ اثنا عشریہ مشہور و دمنظرہ مذہبی      | ۶۸ پ  | متوسط قلم۔                                  |
|        | فیقین مصنفہ حافظ غلام علی بن شیخ         |       | اشباہ و انطائر مع شرح حموی معروف            |
| ۶۸ پ   | قطب الدین احمد بن شیخ ابو فیض ہوی۔       | ۷ پ   | مستند متداول۔                               |
|        | تذکرۃ المعاد۔ از قاضی ثناء اللہ تلمیذ    | ۷۳ پ  | ملا مشہور۔ از بیوع تا وصایا تحشی جدید۔      |
| ۲      | بدور۔ اسافہ سیوطی۔                       | ۸     | کنز الدقائق۔ محشی متداول درسی کتاب          |
|        | فتوح الحرمین۔ مع نقشہ مقامات متبرکہ      |       | مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق             |
|        | از حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی       | ۷۳ پ  | مشہور۔ متداول۔                              |
| ۸۸ پ   | کاغذ سفید۔                               |       | عیبہ شیخ کنز الدقائق۔ محشی ہر چہ چار جلد    |
| ۶      | ظہیر الاسلام۔ از ناشی ظہیر الدین بلگرامی | ۷۳ پ  | مستند معروف متداول دو جلدین۔                |
| ۶۸ پ   | اسرار محبت۔ از لا ظہیر الدین بلگرامی۔    | ۷۳ پ  | (۱) بلدین اولین مبادیات میں۔                |
|        | جواہر القرآن۔ از محمد بن اسامہ مترجم     | ۷۳ پ  | (۲) جلدین آخرین معالجات میں۔                |
| ۶۸ پ   | و طائف آیات قرآن۔                        |       | در مختار۔ شرح تنویر الابصار مع خیر قواف     |
|        | وصیت نامہ۔ مع رسالہ انشمندی از           |       | مولفہ محمد علاء الدین اخصکفی بن شیخ علی چار |
| ۳ پائی | مولانا ولی اللہ۔                         |       | جلدین یکجائی یعنی جلد اول کتاب لطہارت       |
| ۱      | مولود النبی۔ از مولوی پیر محمد جعفری۔    |       | سے کتاب الحج تک۔ جلد دوم کتاب تکفاح         |
|        | دوا و الشفاء۔ جدید شرح قصیدہ بردہ        |       | سے کتاب الوقف تک جلد سوم کتاب البیوع        |
| ۶      | از مولوی نذیر خان بے نظیر۔               |       | سے کتاب الرجوع فی الہبتہ تک جلد چہارم       |
|        | شرح قصیدہ بردہ۔ از مولوی صادق علی        | ۷ پ   | کتاب الاجارۃ سے تا مسائل شتی۔               |
| ۶۸ پ   | شاہ رضوی مطبوعہ نثر ہند۔                 |       | شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود     |
|        | مقالات الصوفیہ۔ از حضرت شاہ تزلزل        | ۶۸ پ  | بن الیاس مکمل یکجائی۔                       |
| ۶۸ پ   | قدس سرہ مطبوعہ غیر۔                      |       | مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ       |
| ۸      | ایضاً حسب مراتب بالا جدید الطبع۔         | ۹     | درسی متداول۔                                |
|        |  |       | عہدہ البضاعۃ۔ فی مسائل البضاعۃ              |

حاصل کیا یہاں بیانیہ شیخ نراین صاحب بھارگو مالک مطبع۔ بابو موہن لال بھارگو میز فکشدہ پریں لکھنؤ صیفہ بکڈ پوسٹے چھپوا کر شائع کیا۔